شرح سیرت ابن ہشام

ترجمہ

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

شرح سیرت ابن ہشام
جلد اوّل

ترجمہ

الروض الاُنُف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین ۰ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ روض انف (جلد اول)
مؤلفہ	امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	علامہ ملک محمد بوستان، علامہ ذوالفقار علی، علامہ افتخار تبسم من علماء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر اہتمام	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید
تاریخ اشاعت	اگست 2005ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
کمپیوٹر کوڈ	1Z461
قیمت	1350/- روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون:7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام

عرض ناشر	25
سبب ترجمہ	26
مقدمہ از امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ	27
صاحب لولاک ﷺ کا نسب پاک	33
ابن ہشام کا اسلوب سیرت نگاری	47
اولاد اسمٰعیل کا نسب	49
حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ ماجدہ	50
اہل مصر کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم	51
عرب اور عدنان، معد اور قضاعہ کی اولاد کی اصل	53
انصار کے نسب کا بیان	60
معد بن عدنان کی اولاد	61
قنص بن معد، نعمان بن منذر	63
لخم بن عدی	66
عمرو بن عامر کا یمن سے خروج اور مآرب ڈیم	67
شاہ یمن ربیعہ بن نصر کا خوفناک خواب	69
سطیح اور شق کا نسب	71
ابو کرب تبان اسعد کا یمن پر تسلط	82
تبع کا اہل مدینہ کے ساتھ مقاتلہ	84
تبع اور اہل مدینہ	86
عمرو بن طلہ کا نسب	87
تبع کا مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ	93

Marfat.com

یمن میں یہودیت کا آغاز	97
ریام کا انہدام	98
حسان تبع کی حکومت اور اس کا قتل	99
عمرو کی ہلاکت اور حمیر میں افتراق	100
لخنیعہ کا اقتدار اور ہلاکت	101
لخنیعہ کا فسق و فجور	102
نجران میں عیسائیت کا آغاز اور فیمیون	103
عبداللہ بن ثامر اور عیسائیت کی تبلیغ	107
عبداللہ بن ثامر اور دعوت توحید	113
اصحاب اخدود	115
عبداللہ کا انجام	122
دوس بن ذی ثعلبان قیصر روم کے دربار میں	122
شاہ حبشہ کی اعانت	122
شق اور سطیح کے قول کی تصدیق	132
ابرہہ اور ارياط کے مابین تنازع	133
قلیس۔ابرہہ کا کلیسا	134
النسأة	
النسأة کا بیان	136
کنانی کا کنیسہ میں قضائے حاجت کرنا	141
ذونفر کی مزاحمت	142
اہل خثعم کی معرکہ آزمائی	142
ثقیف کا نسب	143
ابو رغال اور اس کا انجام	145
اسود بن مقصود کی مکہ مکرمہ آمد	145
ابرہہ کا قاصد	145

Marfat.com

حضرت عبد المطلب کے لئے انیس کی سفارش	146
ابرہہ، ہاتھی اور کعبہ مشرف	150
ابرہہ اور اس کے لشکر پر عذاب الٰہی	150
قرآن پاک میں قصۂ فیل	152
واقعۂ فیل کے بارے میں شعراء کا کلام	159
سیف بن ذی یزن کسریٰ کے دربار میں	168
سیف کے لئے نعمان کی سفارش	168
کسریٰ اور سیف کی ملاقات	169
سیف کی بھرپور مدد	170
یمن میں اہل فارس کا انجام	178
یمن پر ایرانی حکومت	178
نبی محترم ﷺ کا کسریٰ کی موت کی خبر دینا	178
باذان کا قبول اسلام	180
یمن کے ایک پتھر پر مرقوم عبارت	181
الحضر کے بادشاہ کی داستان	183
شاہ پور قلعہ کا محاصرہ کرتا ہے	184
نزار بن معد کی اولاد	193
انمار کی اولاد	193
مضر کی اولاد	194
عمرو بن لحی اور عرب میں بت پرستی کا آغاز	197
سرزمین عرب میں بت پرستی	200
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بت	202
قبائل عرب اور ان کے بت	203
یغوث اور یعوق	204
نسر اور عمیانس	205

Marfat.com

سعد نامی بت	206
دوس کا بت	207
ہبل	207
اساف اور نائلہ	208
اہل عرب کی بت پرستی کا طریقہ	209
عزیٰ اور اس کے مجاور	209
مناۃ اور اس کے نگہبان	210
ذوالخلصہ اور اس کا انہدام	211
فلس اور اس کے پجاری	212
رضاء اور اس کا انہدام	213
مستوغر کی عمر	214
ذوالکعبات اور اس کے پجاری	217
بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی	219
ابن اسحاق کی رائے	219
ابن ہشام اور ابن اسحاق کا اختلاف	220
حضور ﷺ کے نسب کے باقی افراد کا تذکرہ	224
خزاعہ کا نسب	224
مدرکہ، کنانہ، خزیمہ اور نضر کی اولاد	226
قریش کس کو کہا جاتا تھا؟	227
نضر کی اولاد	229
مالک اور فہر کی اولاد	231
غالب کی اولاد	232
لؤی کی اولاد	233
سامہ بن لؤی	235
عوف بن لؤی کا قصہ اور غطفان کے ساتھ الحاق	238

Marfat.com

بنو مرہ کے سردار	242
بسل کی وضاحت	245
کعب اور مرہ کی اولاد اور ان کی مائیں	246
خثعمہ اور نسب اور الجد رہ کہنے کی وجہ	246
قصی بن مناف کی اولاد	250
ہاشم کی اولاد	251
عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد	252
حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب	256
تذکار مولد رسول ﷺ	258
زمزم کی کھدائی	258
جرہم کی بغاوت اور ان کا چشمۂ زمزم کو دفن کر دینا	261
اولاد اسمٰعیل کا انتشار	263
جرہم کی بغاوت اور مکہ معظمہ سے جلاوطنی	263
بنو بکر اور غبشان کی جرہم سے جنگ	263
بکہ کا معنی	264
عمرو بن حارث کی جلاوطنی	265
عمرو بن حارث کا قصیدہ	268
خزاعہ اور بیت اللہ کی تولیت	273
قصی بن کلاب کا حبی بنت خلیل سے نکاح	273
خانہ کعبہ کی تولیت کے حصول میں رزاح کی مدد	274
غوث بن مر اور حج کی اجازت	276
صوفہ اور رمی جمار	278
ذوالاصبع کی اس واقعہ کی ترجمانی	279
عامر بن ظرب کا اہم فیصلہ	282
قصی بن کلاب کا مکہ مکرمہ پر قبضہ	284

Marfat.com

قصی کا صوفہ پر تسلط	284
بنوخزاعہ اور بنوبکر کے ساتھ نبرد آزمائی	285
قصی خانہ کعبہ کا متولی بن جاتا ہے	286
اس واقعہ کے متعلق رزاح کے اشعار	288
ثعلبہ القضاعی کے اشعار	291
عبدالدار کا نمایاں مقام	293
رفادہ	294
قصی کے بعد قریش میں باہمی اختلاف اور مطیبین کا حلف	294
عبدالدار اور چچازاد بھائیوں میں اختلاف	294
بنوعبدالدار اور عبد مناف کے حلیف	295
مطیبین کا معاہدہ	296
قبائل کی صلح	297
حلف الفضول اور اس کی وجہ تسمیہ	302
حلف الفضول کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث	305
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ولید کے مابین نزاع	308
بنوعبدشمس اور بنونوفل کا حلف الفضول سے خروج	309
ہاشم رفادہ اور سقایہ کے والی بنتے ہیں	311
ہاشم کی اپنی قوم پر نوازشات	311
مطلب افادہ اور سقایہ کے والی بنتے ہیں	312
ہاشم بن عبد مناف کی شادی	312
عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ	313
مطلب کی وفات	313
مطرود کا مرثیہ	315
عبد مناف کا نام اور اس کی اولاد کی اموات کی ترتیب	315
مطرود کا دوسرا مرثیہ	321

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب اور سقایہ اور رفادہ	322
زمزم کے کنویں کی کھدائی	322
چاہ زمزم کی کھدائی کی وجہ	328
قریش اور حضرت عبدالمطلب کا باہمی تنازع	329
چاہ زمزم کے بارے جھگڑا	332
حضرت عبدالمطلب زمزم کی کھدائی کرتے ہیں	335
قبائل قریش کے کنویں	337
قدیم کنویں	338
آب زمزم کی دیگر پانیوں پر فضیلت	338
بنو عبد مناف کے لئے قابل فخر	340
حضرت عبدالمطلب کی نذر	340
ہبل کے پاس فال گیری کے تیر	342
حضرت عبداللہ کے نام قرعہ	343
عرافۃ الحجاز	344
حضرت عبداللہ کو ایک خاتون کی پیش کش	345
حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ عقد زوجیت میں	346
حضرت آمنہ کا والدہ کی جانب سے نسب	346
حضور ﷺ کا مبارک حمل	347
حضرت آمنہ کا خواب	349
حضرت عبداللہ کی وفات	350
ولادت مصطفیٰ ﷺ	351
حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا	359
حضرت حلیمہ سعدیہ کا نسب	360
حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاوند اور ان کا نسب	360
حضرت حلیمہ کی اولاد	361

Marfat.com

حضرت حلیمہ کی روایت	361
حضرت حلیمہ کا آپ کو لے کر پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ آنا	365
شق صدر	366
حضور ﷺ والدہ ماجدہ کی آغوش میں	367
سرور دو عالم ﷺ سے ایک سوال	368
حضور ﷺ کا گلہ بانی پر فخر	376
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال	379
حضرت عبدالمطلب کی نگہداشت	379
اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک	379
عبدالمطلب کا جلال	380
حضرت عبدالمطلب کی وفات اور مرثیے	383
صفیہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	383
برہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	385
عاتکہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	386
ام حکیم بیضاء کا مرثیہ	387
امیمہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	389
اروی بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	389
حذیفہ کا مرثیہ	391
مطرود الخزاعی کا مرثیہ	398
حضرت ابوطالب کی کفالت	401
ایک قیافہ شناس	401
قصۂ بحیریٰ	402
حضور ﷺ کا سفر شام	402
بحیریٰ اور نبوت مصطفیٰ ﷺ کی علامات	404
حضرت ابوطالب کو بحیریٰ کی وصیت	406

Marfat.com

بعض اہل کتاب کی شرارت	407
حضور ﷺ اخلاق حسنہ پر پروان چڑھتے رہے	408
عصمت ربانی	409
جنگ فجار	410
حرب فجار کی وجہ	410
لبید بن ربیعہ بن مالک کے اشعار	411
ہوازن قریش کے تعاقب میں	412
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد مبارک	414
حضور ﷺ کا دوسری مرتبہ سفر شام	414
نسطورا کے ساتھ ملاقات	415
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب	417
حضور ﷺ کا عقد مبارک	418
حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد امجاد	419
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ ماجدہ	422
ورقہ حضور ﷺ کی نبوت کا مژدہ سناتے ہیں	427
کعبہ مشرفہ کی تعمیر نو کا سبب	435
ابو وہب بیت اللہ کا ایک پتھر اکھیڑتے ہیں	437
حضور ﷺ کی ابو وہب سے قرابت	437
ابو وہب کے متعلق اشعار	438
تعمیر کعبہ میں تقسیم کار کا اصول	439
ولید بن مغیرہ کا کردار	440
رکن سے ملنے والا خط	447
کعبہ معظمہ سے اس پتھر کی دستیابی جس پر نصیحتیں لکھی ہوئیں تھیں	448
حجر اسود رکھنے میں قریش مکہ کا اختلاف	448
ابو امیہ بن مغیرہ کا فیصلہ	449

Marfat.com

حضور ﷺ اپنے دست کریم سے حجر اسود رکھتے ہیں	449
حضرت زہیر بن عبدالمطلب کے اشعار	449
حمس کا بیان	451
قریش اور حمس کا آغاز	451
وہ قبائل جو قریش کے ساتھ حمس میں شامل ہوئے	452
یوم جبلہ	453
جنگ ذی نجب	454
اسلام اور حمس	457
حضور ﷺ اور حمس	458
اہل عرب کے کاہن، یہود کے علماء اور نصاریٰ کے پادری	459
بنو ثقیف کا خوف	464
نبی محترم ﷺ کی بعثت کے متعلق یہودیوں کی روایات	477
ابن ہیبان کی پیشین گوئی	481
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی داستان	482
قبیلہ کا نسب	487
راہ حق کے متلاشی	493
زید بن عمرو کے اشعار	500
زید بن عمرو کے مصائب	504
خطاب کی زید پر اذیتیں	506
زید اور سفر شام	507
زید کی موت	507
ورقہ کا مرثیہ	507
انجیل میں حضور ﷺ کے اوصاف	508
حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ	511
سچے خوابوں سے آغاز	513

Marfat.com

پتھر اور درخت سلام عرض کرتے ہیں	513
حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نزول	514
تحنث اور تحنف	515
نزول قرآن کا آغاز	529
حضرت خدیجہ کا اسلام	531
فترۃ الوحی	539
نبی محترم ﷺ پر نماز کی فرضیت اور اس کے اوقات	542
حضرت علی رضی اللہ عنہ اولین مومن	545
حضرت زید بن حارثہ کا اسلام	547
حضرت زید کا باپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں	550
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام	551
وہ حضرات جو حضرت ابوبکر کی دعوت پر اسلام لائے	552

الروض الانف

سید عالم ﷺ کے پاکیزہ نسب کی تفصیل	33
عدنان کے بعد نسب پاک میں علماء کا اختلاف	41
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے آباء	44
حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے آباء	45
حضرت ادریس علیہ السلام	46
حضرت آدم علیہ السلام	46
نسب پاک بیان کرنے میں علماء کا اختلاف	47
حضرت اسمٰعیل اور ان کے بھائیوں اور بیٹوں کا ذکر	49
حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا	50
مقوقس کے ہدایا	54
مصر کی وجہ تسمیہ	55
عک بن عدنان	55

Marfat.com

قحطان اور عرب العاربہ کا تذکرہ	56
انصار کے نسب کا تذکرہ	60
سبا اور سیل عرم	62
معد اور اس کی اولاد	63
قنص بن معد	66
ربیعہ بن نصر اور اس کا خواب	69
شاہان ایران کی تاریخ	75
تبع اور اہل مدینہ	84
بیت اللہ کی غلاف پوشی	93
ریام کا مسمار ہوا	98
عمرو موثبان	98
لخنیعہ اور ذوالنواس کا واقعہ	101
فیمون کی داستان	103
اصحاب اخدود	105
عبداللہ بن ثامر کا عجیب واقعہ	107
حیات شہداء	118
ذوالنواس اور حبشہ کے لشکر کے مابین معرکہ آزمائی	119
ابرہہ اور ارباط کا جھگڑا	120
سیف ذی یزن	121
ذوجدن کے اشعار	123
حضرت عمرو بن معدی کرب	130
قلیس	134
النسأۃ	136
اشہر حرم	140
ثقیف میں اہل نسب کا اختلاف	143

Marfat.com

مغمس اور اس کا مادۂ اشتقاق	145
اسود بن مقصود	153
نفیل کا نسب	153
سیف بن ذی یزن اور کسریٰ	168
صنعاء	171
نابغہ اور عدی بن زید	175
باذان اور کسریٰ	178
یمن کا منقش پتھر	181
الحضر اور ساطرون کی عجیب داستان	183
شاہ پور کا حضر پر قبضہ	185
نزار بن معد اور ان کی نسل	193
انمار بن نزار	194
عمرو بن لحی اور صنم پرستی کا آغاز	197
صنم پرستی کی اصلیت	202
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانۂ اقدس میں تلبیہ	202
قوم نوح کے بت	202
اساف اور نائلہ	208
سلمٰی اور آجا	214
مستوغر کی عمر	214
الخورنق	217
بحیرہ اور سائبہ	219
خزاعہ کا نسب	224
مرالظہران کی وجہ تسمیہ	224
دمشق کی وجہ تسمیہ	226
بنو کنانہ	226

Marfat.com

قریش کون تھا؟	227
جریر بن الخطفی کا ذکر	231
بنو ادرم	232
ماویہ	233
بنانہ	233
عائذہ	234
ناجیہ	235
سامہ بن لؤی	235
رسول اور مرسل کے درمیان فرق	237
خارجہ بن سنان	243
بنو مزینہ	245
بسل اور اس کا معنی	245
العواتک	250
عبد مناف کی مائیں	250
عبد شمس اور ہاشم	251
ام حبیہ	252
حضور ﷺ کے عم محترم حضرت زبیر	254
حضرت ابو طالب	255
ابولہب	255
امہات النبی ﷺ	256
مولد النبی ﷺ کا بیان	258
آب زمزم	259
حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا مکہ معظمہ جانے کا سبب	260
جرہم، قطورا اور سمیدع	261
اجیاد	262

Marfat.com

بنو جرہم اور کعبہ معظمہ کی بے حرمتی	263
بنوخزاعہ اور بنو جرہم کے مابین جنگ	264
حارث بن مضاض کی جلاوطنی	266
واسط، عامر اور جرہم	267
مکہ، بکہ اور اس کا معنی	268
مکہ معظمہ کے دیگر اسماء	269
قصی، خزاعہ اور کعبہ کی تولیت	273
قصی کا مکہ مکرمہ میں آنا	274
غوث بن مر کی داستان	276
غوث اور اس کی اولاد کو صوفہ کہنے کی وجہ	276
بنوسعد اور حج کی اجازت	277
مزدلفہ کا معنی	278
ذوالاصبع اور آل ظرب	279
ابوسیارہ	281
عامر بن ظرب کا اضطراب اور لونڈی کا فیصلہ	282
یعمر الشداخ کا فیصلہ	283
قصی اور بیت اللہ کی تولیت	284
دارالندوہ	287
رزاح کے اشعار کی وضاحت	288
السناد اور الاقواء کا معنی	295
حلف الفضول کی وجہ تسمیہ	297
حلف الفضول اور حرب الفجار کی تاریخ	299
اس معاہدے کے پہلے داعی	299
حلف الفضول کے فوائد	301
اس معاہدہ کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث	302

Marfat.com

اسلام میں باہمی تعصب کی ممانعت	307
عبد مناف کی اولاد	308
ہاشم اور اس کی وجہ تسمیہ	309
عبدالمطلب اور ابن ذی یزن	311
احیحہ بن الجلاح کا نسب	312
مطرود بن کعب کے مرثیہ کی شرح	313
زمزم کی حکایت	322
آب زمزم کے ناموں کی وجہ تسمیہ	324
وہ علامات جو حضرت عبدالمطلب کو بتائی گئیں	324
ان علامات کی تخصیص کی وجہ	325
لید اور خون کے مابین ہونے کی تاویل	325
الغراب الاعصم کی تعبیر	326
چیونٹیوں کے بل کی تاویل	327
سونے کے ہرن	334
قبائل قریش کے کنویں	335
مسافر بن ابی عمرو کے اشعار	339
حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ محترمہ	340
حضرت عبدالمطلب کی نذر	340
عرافہ کا نام	341
دیت	342
حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ عقد زوجیت میں	346
حضرت آمنہ کی مائیں	347
حضرت عبداللہ کو پیشکش کرنے والی خاتون اور اس کے اشعار	348
اس خاتون کا نام	349
حضور ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری	351

Marfat.com

ابلیس کی چیخ و پکار 351
حضور ﷺ کی ولادت باسعادت 351
حضرت عبدالمطلب کا آپ ﷺ کا دیدار کرنا اور نام رکھنا 352
آپ کی ولادت سے پہلے محمد نامی اشخاص 353
اسم محمد کا مادۂ اشتقاق 354
اسم احمد اور اس کا مادۂ اشتقاق 354
احمد اور محمد نام رکھنے کی وجہ 354
حضرت عبدالمطلب کے اشعار 356
ولادت باسعادت کی تاریخ 357
آپ ﷺ کی جائے ولادت 357
حضرت عبداللہ کی تاریخ وفات 358
آپ ﷺ کے رضاعی باپ اور ان کا اسلام 358
الشیماء 360
الرضعاء اور الراضع کی لفظی تحقیق 360
وہ خواتین جنہیں آپ کو دودھ پلانے کی سعادت ملی 361
حضور ﷺ اور آپ کے رضاعی بھائی کے مابین دودھ کی تقسیم 363
رضاعت کی اجرت کا جواز 363
رضاعت کے اسباب 364
شق صدر کی وضاحت 366
نبوت کب ملی؟ 370
شق صدر کی تعداد 370
سونے کے طشت کی حکمت 372
مہر نبوت کی حکمت 374
حضور ﷺ آغوش مادر میں 375
حضرت آمنہ کو نظر آنے والے نور کی تاویل 375

Marfat.com

بنوسعد اور مکہ معظمہ میں حضور ﷺ کی گلہ بانی	376
حضرت ابوطالب کی کفالت	379
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال	380
حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر	380
حضرت عبد المطلب کی وفات	383
ابوجہم بن حذیفہ	391
افعل تفضیل کے متعلق امام سہیلی کی رائے	398
لہبی قیافہ شناس	401
بحیرٰی کی داستان	402
اس واقعہ کے متعلق حضور ﷺ کی عمر مبارک	404
ختم النبوۃ	404
امام ترمذی کی روایت	405
عصمت ربانی	409
حرب فجار	410
اہل عرب کی وہ جنگیں جو فجار کے نام سے موسوم ہیں	410
حرب فجار کا نتیجہ	413
حضرت خدیجہ سے عقد زواج	414
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ولی	
خطبۂ نکاح	417
نکاح کا قصہ	418
نکاح کے ولی کے متعلق حتمی رائے	419
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد اطہار	419
حضرت خدیجۃ الکبرٰی کی امہات	421
حضور ﷺ سے پہلے حضرت خدیجہ کے خاوند اور اولاد	422
حضرت ماریہ قبطیہ اور مقوقس کے دیگر تحائف	423

Marfat.com

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دائی، مرضعہ اور تاریخ وصال	423
ورقہ بن نوفل	424
ورقہ کے متعلق حدیث مصطفیٰ ﷺ	424
تثنیہ سے مفرد مراد لیا جا سکتا ہے	427
النور والضیاء	429
انّ اور اس کے اخوات میں نون وقایہ	430
مصدر کے صلہ کا اس سے مقدم ہونا	431
مصدر کے معمول کو مقدم کرنے کا جواز	432
ورقہ بن نوفل کے اشعار	433
تعمیر کعبہ	435
کعبہ معظمہ کی بلندی	435
کعبہ کتنی مرتبہ تعمیر ہوا اور اس کے معمار	436
ملائکہ کی بیت اللہ کی تعمیر اور اس کا سبب	441
تعمیر ابراہیمی	443
مسجد حرام کی تعمیر	444
کعبہ معظمہ کے خزانے کی چوری	445
کشتی کا واقعہ	446
قبطی بڑھئی	446
شاہین، سانپ اور دابۃ الارض	446
اڑنے والے پتھر کی حکایت	446
کعبہ مقدسہ سے ملنے والا کتبہ	447
حضور ﷺ اور حجر اسود	448
حمس	451
جنگ جبلہ	453
عدس، حلہ اور طلس	453

Marfat.com

عریاں طواف کرنے کا نتیجہ 456

قوزل اور اس کا معنی 456

قرآن پاک اور حمس 457

حضور علیہ السلام کا ہجرت سے قبل عرفہ میں قیام اور حمس کی مخالفت 459

کہانت 459

شیاطین پر شہاب باری 460

کہانت کا انقطاع 465

غیطلہ کی کہانت 467

بنو ثقیف اور خطر 468

بعض مشکل مقامات کی وضاحت 471

آل قحطان، آل الیش 471

رکن اور آحائم 472

جنب 472

ذریح یا جلیح 472

حضرت سواد اور ان کی کہانت 473

حضور علیہ السلام کے وصال کے وقت حضرت سواد اور دوس کی کیفیت 476

قریش کی کاہنہ 479

سعنہ اور اس کا اسلام 480

حضرت سلمان کی داستان سے ایک فقہی مسئلہ کا استنباط 487

حضور علیہ السلام کے متعلق صدقہ کا حکم 487

ہجرت کے بعد سب سے پہلے وصال فرمانے والے صحابی 490

حضرت سلمان فارسی سے ملنے والا شخص کون تھا؟ 491

زید بن نفیل کے نسب کی تصحیح 493

زمانۂ جاہلیت میں باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کا رواج 493

عثمان بن حویرث دربارِ قیصر میں 495

Marfat.com

زید بن عمرو کی حقیقت پسندی	496
ایک سوال	497
جواب	498
زید، صعصعہ اور زندہ درگور کی جانے والی بچیاں	499
العزیٰ	490
تحنس حواری	508
حضور ﷺ کی بعثت کب ہوئی	511
نبوت اور طاقت	512
پتھر کے سلام کرنے اور ستنے کا فراق میں رونے کے متعلق امام سہیلی کی رائے	512
تفعل اور اس کا مدلول	515
نزول وحی کی کیفیت	516
حضرت جبرائیل کا دیدار	518
حجاب کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا محو کلام ہونا	518
حدیث وحی کی تشریح	519
تسمیہ	520
الغط	521
جبرائیل کا معنی	522
ناموس کا معنی	526
ورقہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیوں کیا؟	526
أَوْ مُخْرِجِيَّ هُمْ	526
لَقَدْ خَشِيْتُ عَلَى نَفْسِي	527
نزول قرآن کا آغاز کب ہوا	529
حضور ﷺ کی اپنے وطن سے محبت	530
حرت عبداللہ بن حسن	530
حضرت عبداللہ بن جعفر کی حدیث	531

Marfat.com

حضرت خدیجہ کے متعلق بشارات	533
حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے مابین موازنہ	536
اللہ السلام	537
منہ السلام	538
سلام اور سلامۃ کے مابین فرق	538
السلام اللہ تعالیٰ کا مبارک نام	538
فترۃ الوحی	539
سورۃ الضحیٰ کا شان نزول	541
نماز کی فرضیت	542
وضو	543
حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت	545
اولین مومن	545
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	547
حضرت زید کا اپنے والد کو جواب	548
حضرت ابوبکر اور ان کا لقب	551
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب	552
حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی	552
حضرت سعد بن ابی وقاص کا اسلام	553
حضرت ابوعبیدہ کا قبول اسلام	554
حضرت اسماء اور ان کے والد محترم	555
حضرت عبداللہ بن قیس کا اسلام	556
عامر بن ربیعہ	556
حضرت عامر بن فہیرہ کا اسلام	558
اختتام	559

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز اپنے آغاز سے علم دین کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے اور اپنے قارئین کو ایسی کتب فراہم کر رہا ہے جو صوری ومعنوی حسن سے آراستہ وپیراستہ ہوتی ہیں، انہیں کاوشوں کی بناء پر اسے لاتعداد قارئین کا اعتماد حاصل ہے جو اس کا عظیم سرمایہ ہے۔

ہماری ہمیشہ سے یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ اپنے احباب کی خدمت میں جب بھی کسی نئی کتاب کا تحفہ پیش کریں تو وہ ہمارے اس اعتماد کے رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر کرے۔

آج ہم آپ کی خدمت میں روض انف کی صورت میں ارمغان محبت پیش کر رہے ہیں جو سیرت کے موضوع پر لکھی جانے والی اولین کتاب السیرۃ النبویہ از ابن ہشام کی عربی شرح کا ترجمہ ہے۔ یہ ہماری چار سالہ مسلسل جدوجہد کا ثمر ہے۔

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف کے زیر اہتمام دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے نامور فضلاء نے اسے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اگرچہ کتاب کی مباحث انتہائی مشکل تھیں لیکن ان فضلاء نے ان مباحث سے پہلوتہی کرنے کے بجائے اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے ان کا انتہائی سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ کر کے انہیں حل کیا ہے۔

سیرت ابن ہشام کے متن اور اس کی شرح کو کمپیوٹر پر ترتیب کے ساتھ لکھنا انتہائی مشکل مرحلہ تھا۔ لیکن علامہ افتخار احمد تبسم اور محمد انور سعید نے انتہائی عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے اس مرحلہ کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اور شرح کو اس کے مناسب مقام پر رکھا۔ اس سارے کام کی تکمیل کے لئے ہمیں کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس راستہ کے شناور پر وہ مخفی نہیں۔ تاہم آپ کی محبتوں کی صورت میں جو حوصلہ ملتا ہے وہ تمام تھکن کو دور کر دیتا ہے، مالی اخراجات سے صرف نظر کرنے پر مجبور کرتا ہے اور ہمیں نیا عزم وحوصلہ فراہم کرتا ہے۔

ہم نے اپنے رب کریم سے عہد کر رکھا ہے کہ احباب کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے، ان کے حسن ذوق کو کبھی ٹھیس نہ پہنچائیں گے اور ان کے اعتماد پر پورا اترنے کی بھرپور سعی کرتے رہیں گے۔

طالب دعا

محمد حفیظ البرکات شاہ

Marfat.com

سبب ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین کو قائم ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قبلہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ کے زیرِ سایہ جناب صاحبزادہ ساجد الرحمٰن صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان سے ادارہ کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ جب انہیں اس بارے میں آگاہ کیا گیا کہ ادارہ کے زیرِ اہتمام تراجم کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے تو انہوں نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ علامہ سہیلی کی ''الروض الانف'' کا ترجمہ کرایا جائے کیونکہ سیرت کے حوالے سے جو بنیادی مآخذ ہیں ان میں سے ایک ''الروض الانف'' بھی ہے جس کا آج تک ترجمہ نہیں ہوا۔

انہیں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس ترجمہ کا اہتمام کیا گیا۔

ترجمہ کی سعادت ناچیز کے علاوہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے دو فضلاء کو حاصل ہوئی جن میں ایک علامہ ذوالفقار علی صاحب ہیں جنہوں نے کئی کتابوں کے تراجم کئے ہیں اور ایک علامہ افتخار احمد تبسم صاحب ہیں جو ادارہ ضیاء المصنفین کے شعبۂ تحقیق کے انچارج ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل اس کاوش کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرمائے اور اسے توشۂ آخرت بنائے۔

ناچیز

محمد بوستان

Marfat.com

مقدمہ از امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ رب العزت کی حمد وتعریف ہر اہم کام سے مقدم ہے۔ اس ہستی پاک کا ذکر مبارک اس بات کا مستحق ہے کہ وہ دل اور قلب سے جدا نہ ہو۔ اس کی بارگاہ ناز میں عاجزی اور التجاء کرنے سے قبل ہی باجمال عطیات ملنے پر اسی کی ستائش ہے۔ جیسا کہ ہم نے آغاز اسی سے کیا ہے۔ اسی ذات والا کے لئے ایسی تعریف ہے جو ہر روز نیا کام کرنے والا ہے اور شان غنا سے متصف ہے جو شب و روز کے گزرنے کے باوجود تازہ رہے۔ اور بوسیدہ نہ ہو۔ اس ذات باری تعالیٰ کی حمد وتعریف کرنا، اس کی نعمتوں اور عمدہ آزمائشوں پر اس کا شکر ادا کرنا اس کے احسانات میں سے ایک احسان ہے، اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی جود وسخا اور نعمتوں کی کوئی حد نہیں، اس کے جلال کی کوئی انتہا نہیں، اس کے اسماء کا کوئی شمار نہیں۔

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں اہل توحید کے گروہ کے ساتھ ملایا۔ ہمیں اس پختہ امر کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق دی۔ ہمیں اس خلافت کے ایام میں پیدا کیا جس کی برکت کا وعدہ صادق امین کی زبان مبارک سے کیا گیا ہے۔ اس نے ہمیں خلیفہ امیر المؤمنین بن امیر المؤمنین بن امیر المؤمنین (ابویعقوب یوسف بن عبدالمؤمن) کی خلافت میں پیدا کیا ہے۔ اس خلافت کے انوار تمام آفاق میں پھیل گئے ہیں۔ جس کے ابر کرم کے چھینٹوں اور لشکر کی ڈھال نے کفر و نفاق کے شعلوں کو بجھا دیا ہے۔

فِي دَوْلَةٍ لَحَظَ الزَّمَانُ شُعَاعَهَا فَارْتَدَّ مُنْتَكِصًا بِعَيْنَيْ اَرْمَدِ
مَنْ كَانَ مَوْلِدُهُ تَقَدَّمَ قَبْلَهَا اَوْبَعْدَهَا فَكَاَنَّهُ لَمْ يُوْلَدِ

"ہم اس سلطنت میں پیدا ہوئے زمانے نے جس کے اجالے کا مشاہدہ کیا اس نے آشوب چشم والی آنکھ کو واپس لوٹا دیا۔ جس کی پیدائش اس خلافت سے پہلے یا بعد ہوئی گویا کہ اس نے جنم ہی نہ لیا"۔

ان تمام نعمتوں پر اس کی ایسی تعریف ہے جو ہر لحظہ تازہ بہ تازہ اور پیہم ہو، اسی کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ افضل درود پاک اور عظیم برکات اس ذات کے ساتھ مختص فرمائے جو اس کی مخلوق سے برگزیدہ ہیں۔ اس کے رستے کی طرف جن کی راہ نمائی کی گئی ہے، جنہیں شاہراہ ہدایت پر گامزن کیا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں کی طرف اس شخص کی راہ نمائی کرنے والے ہیں جو کامیاب ہوا۔ یعنی حضور نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ کی ذات والا صفات، جس طرح آپ ﷺ نے ٹیڑھی ملت کو سیدھا فرمایا اور اپنی ہدایت سے واضح رستہ عیاں کیا اور اس کے ذریعے بہرے کان، اندھی آنکھیں اور پردے میں لپٹے ہوئے دل کھول دیئے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ صَلَاةً تُحِلُّهٗ اَعْلٰى مَنَازِلِ الزُّلْفٰى

الروض الانف کی تالیف

اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لینے کے بعد اور اسی ذات سے استقامت کرنے کے بعد جس کے لئے قدرت اور طاقت ہے میں نے ان واقعات کی وضاحت کا ارادہ کیا جو حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ کے ضمن میں آئے۔ جنہیں تالیف کرنے میں حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق مطلبی سب سے سبقت لے گئے۔ جن کی تلخیص حضرت عبدالملک بن ہشام المعافری المصری النسابہ النحوی نے کی۔ میں ان امور کی شرح لکھوں گا جن کا مجھے علم ہوا، جنہیں سمجھنے کی مجھے توفیق دی گئی۔ مثلاً غریب الفاظ، مشکل اور پیچیدہ اعراب، مشکل کلام، دشوار نسب اور ایسے فقہی مقام کی وضاحت کروں گا جس کی شرح کی ضرورت ہوئی، یا نامکمل بات کی تکمیل کروں گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی کمزوری کا اعتراف بھی ہے کہ میں انتہاء تک پہنچنے سے قاصر ہوں۔ اس انتہاء تک پہنچنا مدعا بھی نہیں ہے لیکن یہ بھی مناسب نہیں کہ ادنیٰ کو اعلیٰ پر سبقت لے جانے سے روکا جائے۔ علم کے حصول میں جس کی ہمت رواں ہوئی اسے زیادہ سیر کرنے کی لاٹھی پھینکنا نہیں چاہیے۔ جس طرح کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

اِفْعَلِ الْخَيْرَ مَا اسْتَطَعْتَ وَاِنْ كَانَ قَلِيْلًا فَلَنْ تُحِيْطَ بِكُلِّهٖ
وَمَتٰى تَبْلُغُ الْكَثِيْرَ مِنَ الْفَضْلِ اِذَا كُنْتَ تَارِكًا لِاَقَلِّهٖ

"جتنی استطاعت ہے اتنی ہی بھلائی کر لو۔ اگرچہ قلیل ہی ہو۔ تم تمام بھلائی کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ تم زیادہ فضل تک کیسے پہنچ سکتے ہو جب تم اس کی قلیل مقدار کو ترک کرنے والے ہو"۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس توفیق کا سوال کرتے ہیں جو اسے راضی کر دے، ہم اس شکر کی التجاء کرتے ہیں جو مزید فضل کو لے آئے اور زیادہ فضل و کرم کا تقاضا کرے۔

اس تالیف کی پختگی کا سبب

مؤلف ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے یہ بات اس لئے کہی ہے کیونکہ جب میں نے یہ کتاب لکھنا شروع کی تو مجھے گمان ہوا کہ مقصد کا حصول آسان ہے، میں آہستہ پا چلنے لگا۔ میں ٹوٹی پھوٹی ہمت کے ساتھ اٹھا۔ میں نے کہا: "میں اس گھاٹ پر کیسے اتروں جس پر مجھ سے پہلے کوئی نہیں

Marfat.com

آیا۔ میں تجھ سے اس رستے کا سوال کیسے کروں جسے مجھ سے قبل کسی پیادہ یا سوار نے نہیں روندھا، اسی اثناء میں کہ میں حیران شخص کی مانند متردد تھا مجھے یہ خیال آیا کہ عنقریب یہ کتاب امام ابو یعقوب یوسف بن عبدالمؤمن کی عظیم اور برتر خلافت میں پیش کی جائے گی۔ خلافت اسے قبولیت کی نگاہ سے دیکھے گی۔ عنقریب اسے مبارک خزانہ (اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت اور نگہبانی سے طویل عمر بخشے اور امیر المؤمنین کی اپنی نصرت کے ساتھ تائید فرمائے) اس کی عمدہ اشیاء کو لڑی میں اسے پرو لے گا۔ اس خلافت کی عظمت کے مطالع میں انہی انوار کے ساتھ یہ مکمل ہوگی۔ تو اس وقت میں نے اشہب کوشش کی پیٹھ پر سواری کی اس وقت میں نے عزم کی کمان کو حرکت دی۔ میں نے حافظہ کی اونٹنیوں کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے غور وفکر کے چشموں کو صاف کیا۔ میں نے مشکیزہ کی تری کو نچوڑا۔ الحمدللہ! میں نے دروازہ کھلا ہوا پایا۔ میں اپنے رب کے نرم کئے ہوئے رستوں پر چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ کے احسان سے ان کے چشموں نے میرے لئے عجیب وغریب معانی جاری کئے۔ ان کے ہر اول و آخر نے میرے لئے لطیف فوائد بہا دیئے۔ کلمات کی دوشیزائیں میرے قریب ہونے لگیں کہ میں ان میں سے کس سے آغاز کرتا ہوں۔ میں نے اختصار کے پیش نظر ان سے اعراض کیا۔ میں نے ان میں سے اکثر کے سینوں میں طوالت اور اکتاہٹ کا خوف ڈال دیا۔ پھر بھی اس تصنیف سے علوم، آداب، اسماء الرجال، انساب، باطن کے خالص نکات، نحو کی تعلیل، اعراب کی درستگی جیسے فوائد حاصل ہوں گے جو ایک سو بیس سے زائد کتب سے نکالے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض میرے سینے کی پیداوار ہیں۔ انہیں میرے غور و فکر نے خوشبو میں بسایا ہے۔ میرے غور وخوض نے ان کی نگرانی کی ہے۔ میں نے اپنے استاذ محترم سے ایسے علمی نکات حاصل کئے جو مجھ سے قبل کسی نے حاصل نہیں کئے نہ ہی ان کے لئے لوگ جمع ہوئے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس امر کی برکت سے ہوا ہے جو طالبین کے دلوں کو حیات نو بخشنے والا، ہدایت طلب کرنے والوں کی ہمتوں کو جگانے والا اور غافلین کے دلوں کو تحریک دے کر دین کی علامات سے آگاہی بخشنے والا ہے۔ اس کے ساتھ میں نے فضول اشیاء کا تذکرہ بہت کم کیا ہے۔ فصول کی اطراف کی کانٹ چھانٹ کی ہے۔ میں نے بات سے بات نکالنے کی بھی پیروی نہیں کی۔ بات سے بات نکلتی ہی رہتی ہے۔ کلام کے گھوڑے نے اس انتہاء کی طرف سرکشی نہیں کی جس کا میں نے ارادہ نہیں کیا۔ مگر عجیب وغریب باتوں نے میرے لئے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس طرح یہ کتاب حجم کے اعتبار سے تمام کتابوں سے مختصر ہے مگر یہ ایسا جام ہے جو علم سے لبریز ہے۔ اگر یہ تصنیف میرے علاوہ کسی اور شخص کی ہوتی تو میں اس کے بارے کچھ زیادہ کہتا۔ میں نے اس کتاب کا آغاز ماہ محرم الحرام ۵۶۹ھ میں کیا اور اسی سال جمادی الاولی میں یہ مکمل ہوگئی۔

Marfat.com

اس تصنیف کی سند

وہ کتاب ہم جس کے درپے ہیں سیرت کی وہ تصنیف ہے جسے ہم سے امام حافظ ابوبکر بن محمد بن عبداللہ بن العربی نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہمیں یہ ابوالحسن قرانی شافعی نے بیان کی'' انہوں نے فرمایا ''ہمیں ابومحمد بن النحاس نے بیان کی ہے'' انہوں نے فرمایا ''ہمیں ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن ورد نے ابوسعید عبدالرحیم بن عبداللہ بن عبدالرحیم بن ابی زرعۃ زہری برقی سے روایت کی۔ انہوں نے ابومحمد عبدالملک بن ہشام سے روایت کی۔ اسی طرح یہ کتاب ابومروان عبدالملک بن سعید بن بونہ القرشی العبدری نے ابوبحر سفیان بن العاص الاسدی سے انہوں نے ابوولید ہشام بن احمد الکنانی سے روایت کی۔ اسی طرح یہ کتاب مجھے ابومروان نے ابوبکر بن برآل سے اور انہوں نے ابوعمر احمد بن محمد المقری الطلمنکی سے اور انہوں نے ابوجعفر احمد بن عون اللہ بن حدیر اور انہوں نے ابومحمد بن الورد سے انہوں نے البرقی سے اور انہوں نے ابن ہشام سے روایت کی ہے۔ اسی طرح سماعت اور اجازت کے ساتھ مجھے یہ کتاب ابوبکر محمد بن طاہر الاشبیلی نے ابوعلی الغسانی سے، انہوں نے ابوعمر النمری وغیرہ سے اور انہوں نے اپنے شیوخ سے اور انہوں نے الطلمنکی سے سابقہ سند کے مطابق روایت کی ہے۔

ابن اسحاق کا تعارف

ہم اس تصنیف کے مؤلف کے تعارف سے اس کتاب کا آغاز کرتے ہیں۔ ان کا نام ابوبکر محمد بن اسحاق بن یسار ہے۔ ولاء کے اعتبار سے مطلبی ہیں کیونکہ ان کی ولاء قیس بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے حاصل کی تھی۔ ان کے دادا یسار عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے خالد بن ولید نے انہیں پابند سلاسل کیا تھا۔

یہی محمد بن اسحاق ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک حدیث میں حجت ہیں۔ جہاں تک مغازی اور سیر کا تعلق ہے ان میں ان کی قیادت مشہور ہے۔ حضرت امام زہری نے فرمایا ''جس نے مغازی کے متعلق پڑھنا ہو وہ ابن اسحاق کی طرف رجوع کرے''۔ اس قول کو امام بخاری نے ''تاریخ'' میں ذکر کیا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا ''میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو حدیث میں ابن اسحاق پر تہمت لگاتا ہو''۔ حضرت شعبہ بن حجاج نے فرمایا ''ابن اسحاق حدیث کے امیر المؤمنین ہیں'' حضرت ابویحییٰ ساجی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنی بستی ''باذام'' کی طرف تشریف لے گئے۔ حدیث مبارک کے طالب علم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن شہاب نے ان سے کہا ''وہ بھینگا لڑکا تم سے کہاں چلا گیا'' یا ''میں بھینگا لڑکا تم میں جانشین بنا کر گیا تھا''۔ حضرت ساجی نے ہی ذکر کیا ہے ''امام زہری

Marfat.com

کے ساتھیوں کو جب امام زہری کی حدیث میں شک پڑتا تو وہ محمد بن اسحاق کی طرف پناہ لیتے۔ وہ ان میں حافظہ کے اعتبار سے ثقہ تھے"۔ علامہ ساجی کی یہ بات میں نے اپنی یادداشت سے لکھی ہے کسی کتاب سے نقل نہیں کی۔ حضرت یحیٰی بن معین، امام احمد بن حنبل اور یحیٰی بن سعید القطان سے روایت ہے کہ یہ سب ابن اسحاق کو ثقہ سمجھتے تھے۔ وہ ان کی حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ علی بن عمر دار القطنی نے "السنن" میں قلتین کی حدیث تمام اسناد کے ساتھ ذکر کی ہے اور اس کا اضطراب بھی بیان کیا ہے پھر لکھا ہے "یہ بات محمد بن اسحاق کے حافظے اور ان کی پختگی کی شدت پر دلالت کرتی ہے"۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام بخاری نے ابن اسحاق سے روایت نہیں کیا حالانکہ انہوں نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ اسی طرح امام مسلم نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے مگر ان سے صرف زجم کے بارے ایک حدیث ہی روایت کی ہے جو سعید مقری سے روایت ہے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام مالک ابن اسحاق کے بارے میں عمدہ رائے نہیں رکھتے تھے۔ حضرت امام مالک نے ان میں طعن کیا ہے۔ ابو عمر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ادریس الاودی سے روایت کیا ہے۔ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ابن اسحاق نے کہا "امام مالک کی حدیث لے کر آؤ، میں اس کی بیماریوں کا طبیب ہوں"۔ امام مالک نے فرمایا "ابن اسحاق کیا چیز ہے؟ وہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے، ہم اسے مدینہ طیبہ سے نکال دیں گے" انہوں نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا تھا "دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا"۔ ابن ادریس نے کہا "مجھے علم نہیں تھا کہ دجال کی جمع "دجاجلۃ" آتی ہے۔ حتیٰ کہ میں نے یہ لفظ امام مالک سے سنا۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ ابن اسحاق ۱۵۱ھ میں بغداد میں انتقال کر گئے۔ انہوں نے ان شخصیات سے ملاقات کی جن سے امام مالک ملاقات نہ کر سکے۔ انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ خطیب احمد بن علی بن ثابت نے اپنی تاریخ میں ابن اسحاق کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ انہوں نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا بچے ان کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے "یہ حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ وہ جب تک دجال سے ملاقات نہ کر لیں گے اس وقت وصال نہیں کریں گے"۔ خطیب نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے سعید بن مسیب، قاسم بن محمد اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام مالک کے شیخ حضرت یحیٰی بن سعید انصاری نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بھی ابن اسحاق سے روایت کیا ہے، حماد بن سلمہ بن دینار، حماد بن زید بن درہم اور شعبہ نے بھی ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے

Marfat.com

روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ''جو مغازی کا عالم متبحر بننا چاہتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج ہے''۔ ابن اسحاق کے بارے ہمیں یہی کچھ ملا ہے رحمہ اللہ۔

ابن اسحاق سے کتاب روایت کرنے والے راوی

جن راویوں نے ابن اسحاق سے کتاب روایت کی ہے ان کی تعداد کثیر ہے۔ ان میں یونس بن بکیر الشیبانی، محمد بن فلیح، البکائی، ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن ادریس، سلمہ بن الفضل اسدی وغیرہ مشہور ہیں۔

ہم البکائی کا ذکر کریں گے کیونکہ وہ ابن ہشام کے شیخ ہیں۔ ان کا نام ابو محمد زیاد بن عبداللہ بن طفیل بن عامر القیسی العامری۔ ان کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے تھا پھر یہ بنو البکاء سے تھے۔ البکاء کا نام ربیعہ تھا۔ اس خبر کی وجہ سے انہیں بکاء کہا جاتا تھا جس کا ذکر قبیح ہے۔ بعض علمائے نسب نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ یہ بکائی ثقہ ہیں۔ امام بخاری نے کتاب الجہاد میں ان سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے بھی کئی مقامات پر ان سے روایت کیا ہے۔ تیرے لئے یہی کافی ہے۔ زیاد نے حمید الطویل سے روایت کیا ہے، امام بخاری نے تاریخ میں وکیع سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: زیاد کا رتبہ اس سے کہیں بالاتر ہے کہ وہ حدیث میں جھوٹ بولیں۔ امام ترمذی کو وہم ہوا ہے، انہوں نے اپنی کتاب میں امام بخاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''وکیع اپنی قدر و شرف کے باوجود حدیث میں جھوٹ بولتے ہیں''۔ یہ صرف وہم ہے۔ وکیع نے وہی کچھ کہا ہے جس کا ذکر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ اگر وکیع زیاد پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تو نہ تو امام بخاری ان سے حدیث روایت کرتے نہ ہی امام مسلم۔ جس طرح انہوں نے حارث اعور سے روایت نہیں لی کیونکہ امام شعبی نے اسے جھوٹا کہا تھا۔ انہوں نے ابان بن ابی عیاش سے بھی روایت نہیں لی کیونکہ شعبہ نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی تھی۔ زیاد کوفی تھے ان کا انتقال ۱۸۳ھ میں ہوا۔

ابن ہشام کا تعارف

امام عبدالملک بن ہشام اپنے علم کی وجہ سے مشہور تھے۔ علم نسب اور علم نحو کے امام تھے۔ یہ حمیری اور معافری تھے۔ مسکن مصر تھا۔ اصل بصرہ کے رہائشی تھے۔ انہوں نے ۲۱۳ھ میں مصر میں وفات پائی۔ انہوں نے حمیر اور اس کے ملوک کے بارے میں کتاب لکھی۔ انہوں نے سیرت کی کتب میں موجود اشعار کی بھی شرح لکھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَصَلٰوتُہٗ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَ سَلَامُہٗ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب پاک

ابومحمد عبدالمالک بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ تصنیف لطیف رسول مکرم، شفیع معظم تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مطہرہ پر مشتمل ہے۔ نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک یوں ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب (شَیْبَہ)

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ نسب کی تفصیل

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے محمد اور احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسے عظیم اسماء کیوں منتخب فرمائے؟ ان مبارک اسماء سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موسوم فرمانے کی حکمت بالغہ کیا ہے اور ان اسماء کے معانی کیا ہے؟ یہ تمام تفصیلات ہم نے اپنی کتاب ''التَّعۡرِیۡفُ وَالۡاَعۡلَامُ'' میں ذکر کردی ہیں۔ باذوق افراد وہاں سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اس کتاب کے باب ''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں بھی کچھ تفصیل بیان کی جائے گی۔

عبدالمطلب

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد کا نام ''عامر'' لکھا ہے جبکہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان کا نام ''شیبہ'' لکھا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول درست ہے۔ عبدالمطلب کو شیبہ کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب ان کی ولادت ہوئی تو ان کے سر پر سفید بال تھے۔ عبدالمطلب کے علاوہ اہل عرب میں سے کئی افراد کا نام شیبہ تھا لیکن وہ اس نام سے مراد یہ لیتے تھے کہ وہ شخص جس کا نام شیبہ رکھا گیا ہے وہ تجربہ اور درست رائے کی عمر کو پہنچ چکا ہے۔ جس طرح بِھِرۡم اور کبیر نام رکھے جاتے تھے۔ عبدالمطلب ایک سو چالیس (140) سال زندہ رہے۔ وہ مشہور شاعر عُبَیۡد بن الاَبۡرَص کے ہم عصر تھے۔ عبید بن ابرص آپ کی وفات سے بیس سال قبل ہلاک ہوا۔ منذر نے اس کو قتل کیا تھا کہا جاتا ہے کہ اہل عرب میں سے سب سے پہلے خضاب حضرت عبدالمطلب نے ہی استعمال کیا تھا، واللہ اعلم۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سبب بھی بیان کیا ہے جس کی وجہ سے شیبہ کا نام

Marfat.com

عبدالمطلب پڑ گیا تھا۔ مطلب طلب سے مفتعل کے وزن پر ہے۔

ہاشم

ہاشم کا نام عمرو ہے۔ یہ اسم یا تو عمر سے مشتق ہے یا پھر یہ اس عمر سے مشتق ہے جس سے عُمُور الاسنان ''دانتوں کے مسوڑھے'' مشتق ہے۔ یہ قتبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یا پھر یہ اس عمر سے مشتق ہے جس کا معنی آستین کا کنارہ ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے سَجَدَ عَلٰی عَمَرِیْهِ اَیْ کُمَّیْهِ۔ ''وہ اپنی آستینوں پر سجدہ ریز ہوا'' یا پھر یہ اس عمر سے مشتق ہے جس کا معنی بالی ہے جس طرح کہ تنوخی نے اپنے اس شعر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

وَعَمْرُو هِنْدٍ كَاَنَّ اللّٰهَ صَوَّرَهٗ عَمْرُو بْنَ هِنْدٍ يَسُوْمُ النَّاسَ تَعْنِيْتَا

ہند کی بالی اتنی حسین ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صورت بخشی ہے۔ عمرو بن ہند لوگوں کو مشکل سے دوچار کر دیتا تھا۔

اس شعر میں پہلے عمرو سے مراد بالی اور دوسرے عمرو سے مراد عرب کا ایک بادشاہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمرو کا مادہ اشتقاق ایک اور بھی بیان فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ عمرو اس عمر سے مشتق ہے جس کا معنی ''نحل السکر'' ہے۔ ہاشم کا نام عمر بھی بتایا جاتا ہے اوپر مذکورہ پانچ وجوہات درست ہیں اور کسی ایک سبب کی وجہ سے ہاشم کا یہ نام رکھا جا سکتا ہے۔

عبد مناف

ان کا نام مغیرہ تھا۔ یہ صفت ہے اور ھاء مبالغہ کے لئے ہے۔ اس کا معنی ہے دشمن پر غارت گری کرنے والا یا پھر یہ وہ مغیر ہے جو اَغَارَ الْحَبْلَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے رسی کو خوب مضبوط کر لینا۔ جس طرح علامہ اور نسابہ پر ھاء داخل کر دی جاتی ہے اسی طرح مغیرہ کے آخر میں بھی ھاء لگا دی گئی ہے کیونکہ وہ اس سے انتہائی معنی مراد لیتے ہیں اور اس کو الطامّہ اور الداهیہ کے قائم مقام رکھتے ہیں۔ اتنا مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ھاء مناسب ترین ہے۔ اسی وجہ سے جس کلمہ میں یہ ھاء ہو اس کی جمع مکسر نہیں بنائی جاتی تاکہ مبالغہ پر دلالت کرنے والا تلفظ ختم نہ ہو جائے۔ جس طرح کہ اسم مصغر کی بھی جمع مکسر نہیں بنائی جاتی تاکہ تصغیر کی علامت اور نشانی ختم نہ ہو۔ علامہ کی جمع علالیم اور نسابہ کی جمع نساسیب آتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مغیرہ میں ھاء تانیث کے لئے ہو یا لشکر کے وصف یا غارت گری

Marfat.com

کرنے والے گھوڑوں سے مشتق ہو جس طرح کہ اہل عرب عسکر نام رکھ لیتے تھے۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق عبدمناف کو"قمر البطحاء"،"بطحاء کے چاند" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ان کی والدہ نے انہیں مناۃ کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا۔ اسی وجہ سے وہ عبدمناۃ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ علامہ برقی اور علامہ زبیر رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

مُعَیطی نے ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے مالک سے استفسار کیا کہ عبدالمطلب کا نام کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا"شیبہ"۔ میں نے پوچھا ہاشم کا نام کیا تھا؟ انہوں نے کہا "عمرو" میں نے مزید سوال کیا کہ عبدمناف کا نام کیا تھا؟ انہوں نے کہا"میں نہیں جانتا"۔

قصی

ان کا نام زید تھا قُصَیّ، قَصِیّ کی تصغیر ہے۔ اس کا معنی ہے دور۔ کیونکہ انہوں نے اپنے شہر سے دور قضاعہ کے شہروں میں نشو ونما پائی تھی اس لئے وہ اسی نام سے شہرت پا گئے۔ پھر وہاں سے ان کی والدہ ماجدہ ربیعہ بنت حرام کے ساتھ مکہ معظمہ آ گئی۔ یہ تفصیل عنقریب بیان ہو گی (ان شاء اللہ)۔

قُصَی فُعَیل کے وزن پر تصغیر ہے۔ اہل عرب تین یاء اکٹھا کرنا نامناسب سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے ایک یاء کو حذف کر دیا۔ حذف ہونے والی دوسری یاء تھی جو زائدہ تھی اس لئے یہ لفظ قُصَی رہ گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فعل کا لام کلمہ محذوف ہو اور اس کا وزن فُعَیًا ہو اور یائے تصغیر اگرچہ زائدہ ہے وہ پھر بھی باقی رہے۔ ایک ایسی قرأت بھی ہے جو حذف میں اس سے بھی بلیغ ہے وہ قنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت یَابُنَی ہے۔ اس میں یائے تصغیر کو باقی رکھا گیا ہے۔ امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت یَابُنَیَّ میں یائے تصغیر کے ساتھ یائے متکلم بھی ہے۔ اس میں لام کلمہ محذوف ہے اس کا وزن فُعَیّ ہے بعض نے یاء کو کسرہ کے ساتھ یابُنَیِّ پڑھا ہے اس کا وزن"فُعَیْلٌ" ہے۔ اس قرأت میں یائے متکلم محذوف ہے۔

کلاب

کلاب یا تو اس مصدر سے منقول ہے جو مکالبہ کے معنی میں ہے مثلاً کہا جاتا ہے کَالَبْتُ الْعَدُوَّ مُکَالَبَۃً وَ کِلَابًا۔ یا پھر یہ کلب کی جمع ہے اہل عرب ایسے ناموں سے کثرت مراد لیتے تھے۔ اسی لئے اپنے بچوں کے نام درندوں کے ناموں پر رکھتے تھے۔ ابو دُقَیش سے پوچھا گیا"تم اپنے بچوں کے برے نام مثلاً کلب اور ذئب وغیرہ اور اپنے غلاموں کے عمدہ اسماء مثلاً مرزوق اور رباح وغیرہ کیوں رکھتے ہو؟" اس نے جواب دیا"ہم اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے لئے اور اپنے غلاموں کے نام اپنے

Marfat.com

لئے رکھتے ہیں۔ ابو رقیش کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ فرزند میدانِ جنگ میں دشمنوں سے معرکہ آزما ہوتے ہیں اور ان کے حلقوم پر تیر مارتے ہیں۔ اس لئے ان کے نام ایسے رکھے جاتے ہیں۔

مرہ

یہ حنظلہ اور علقمہ کے وصف سے منقول ہے۔ اہل عرب اکثر حنظلہ اور علقمہ نام رکھتے تھے ممکن ہے اس میں ھاء مبالغہ کے لئے ہو۔ اس وقت یہ انسانی وصف مرادۃ سے مشتق ہوگا۔ اہل عرب کا قول تمیم بن مرۃ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ مرۃ کسی جڑی بوٹی کا نام ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مرۃ ایک سبزی ہے جس کو زمین سے اکھیڑا جاتا ہے۔ اسے سرکے اور زیتون کے تیل کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے۔ اس کے پتے کاسنی کے پتوں کی مانند ہوتے ہیں۔

کعب

یہ یا تو اس کعب سے مشتق ہے جس کا معنی گھی کا ٹکڑا ہے یا پھر ''کَعْبُ الْقَدَم''، ''پاؤں کا ٹخنہ'' سے مشتق ہے۔ میرے نزدیک یہ قول اہل عرب کے اس قول سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے ثَبَتَ ثُبُوْتَ الْکَعْبِ۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت کے روز کعبہ معظمہ کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے منجنیق کا پتھر ان کے کانوں کے پاس سے گزرا لیکن انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی، اس لئے یہ محاورۃ مشہور ہو گیا۔

کعب بن لوی ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے لوگوں کو عروبہ کے دن جمع کیا۔ اسلام میں اس دن کو جمعہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق کعب نے ہی اس دن کو جمعہ کہا تھا۔ اس دن قریش مکہ کعب کے پاس جمع ہوتے تھے، وہ ان کے سامنے خطاب کرتے تھے اور ان سے حضور ﷺ کی بعثت کا ذکر کرتے تھے۔ وہ انہیں بتاتے تھے کہ وہ عظیم الشان نبی ان کی اولاد میں سے ہی ہوں گے۔ قریش کو آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے کا حکم دیتے۔ ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں مختلف اشعار پڑھتے۔ ان اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔

یَالَیْتَنِیْ شَاھِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتِہٖ حِیْنَ الْعَشِیْرَۃُ تَبْغِی الْحَقَّ خِذْلَانًا

کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب قبیلہ حق کو نامراد کرنے کے لئے مصروف عمل ہوگا۔ علامہ الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اپنی کتاب ''احکام'' میں لکھی ہے۔

Marfat.com

لوی

ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لُوی ''اللائی'' کی تصغیر ہے۔اس کا معنی جنگلی بیل ہے انہوں نے اس شعر سے استدلال کیا ہے

یَعْتَادُ اُدْحِيَةً بِقِيْنَ بِقَفْرَةٍ مِيْثَاءَ يَسْكُنُهَا اللّاٰئِي والفَرْقَدُ

میثاء کے چٹیل میدان میں مادہ شتر مرغ کے انڈے دینے کی بہت سی جگہیں ہیں وہ میدان جو جنگلی بیل اور نیل گائیوں کا مسکن ہے۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللائی سے مراد گائیں ہیں۔میں نے ایک اعرابی کو سنا وہ کہہ رہا تھا بِکَمْ لَائُكَ هٰذِهٖ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔شاعر تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

كَظَهْرِ اللّائِى لَوْ تَبْتَغِيْ رَيَّةً بِهَا نَهَارًا لَاَعْيَتْ فِي بُطُوْنِ الشَّوَاجِنِ

وہ تلوار گائے کی پیٹھ کی طرح ہے اگر تو دن کے وقت اس سے چقماق کا کام لے گا تو وہ پہاڑوں کی طرح وادیوں کو عاجز کر دے گی۔

میرے نزدیک یہ لَأْیٍ کی تصغیر ہے اللّأْيِ، البَطْءُ ''ست روی'' کے معنی میں ہے۔اہل عرب یہ لفظ بول کر بیٹھ کر کراہنے اور سرعت چھوڑ دینے کا مفہوم مراد لیتے ہیں۔ابو اسامہ نے اپنے اشعار میں اس لفظ کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔

دُوْنَكُمْ بَنِيْ لَأْيٍ اَخَاكُمْ وَدُوْنَكِ مَالِكًا يَا اُمَّ عَمْرٍو

اے سستی کے بیٹو! اپنے بھائی کو پکڑ لو اور اے ام عمرو تو مالک کو پکڑ لے۔

حطیئہ کا شعر ہے

اَتَتْ آلُ شَمَّاسِ بْنِ لَأْيٍ وَاِنَّمَا اَتَاهُمْ بِهَا الْاَحْلَامُ وَالْحَسَبُ الْعِدُّ

شماس بن لائی کی اولاد آئی اس کے ساتھ ہی ان کے پاس صرف جھوٹی آرزوئیں اور حساب وشمار بھی آ گیا۔

حطیئہ کا شعر ہے

فَمَاتَتْ اُمُّ جَارَةِ آلِ لَأْيٍ وَلٰكِنْ يَضْمَنُوْنَ لَهَا قِرَاهَا

آل لأی کی پڑوسن کی ماں مرگئی لیکن وہ اس کی مہمان نوازی کے اب بھی ضامن ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاءٍ وَلَاءٍ۔ اللّاءُ یہاں اللّائی کی

Marfat.com

جمع ہے اور اللّاتی بیل کو کہتے ہیں۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ لاء ماء کی طرح نہیں ہے لآی کی جمع أَلآء ہے جو العاع کی مانند ہے لیکن یہ نقطہ نظر درست نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے لَاءَ، جَاءَ کی مانند ہے۔

فہر اوران کے آباء

فہر کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ لقب ہے۔ طویل پتھر کو فِہر کہتے ہیں۔ فہر کا نام قریش تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کا نام فہر ہی تھا اور قریش ان کا لقب تھا مالک، نضر اور کنانہ میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

خزیمہ

کنانہ کے والد کا نام خزیمہ ہے۔ یہ خَزَمَہ کی تصغیر ہے۔ خَزَمَۃ، الخَزَم کی واحد ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خَزَمَہ کی تصغیر ہو۔ قبیلہ انصار میں اس نام کے دو آدمی تھے اس کا معنی کسی چیز کو باندھنا اور اس کی اصلاح کرنا ہے۔ حَزَم کھجور کی مانند ایک درخت ہوتا ہے جس کی شاخوں سے رسیاں بٹی جاتی ہیں۔ جبکہ اس کے تنے سے مکھیوں کے چھتے بنائے جاتے ہیں۔ اس کا پھل انسانی خوراک نہیں البتہ کوے اس کو خوشی سے کھاتے ہیں۔

مدرکہ اور الیاس

مدرکہ کے والد کا نام الیاس ہے۔ علامہ ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اصل نام الیاس ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے''۔ انہوں نے یہ استدلال اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت الیاس علیہ السلام کے نام مبارک سے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے مادۂ اشتقاق میں کئی اقوال ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ الألس سے مشتق ہے یہ فِعْیَالاً کے وزن پر ہے انہوں نے اس قول سے دلیل حاصل کی ہے۔

مِنْ فَقَّةِ الجَهْلِ والاَلْسَةِ۔ بعض علماء کے نزدیک یہ الألس سے مشتق ہے اس کا معنی ہے عقل کا خلط ملط ہو جانا۔ انہوں نے اپنی دلیل اس مصرعہ سے قائم کی ہے۔ اِنِّی اِذًا لَضَعِیْفُ العَقْلِ مَاْلُوْسٌ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اہل عرب کے قول رَجُلٌ اَلْیَسُ، ''بہادر آدمی'' سے مشتق ہے۔ جیسا کہ عجاج نے کہا ہے ''اَلْیَسُ عَنْ حُوْبَائِہٖ سُخِیْ۔'' ایک اور شخص کا قول ہے ''اَلْیَسُ

Marfat.com

كَالنَّشْوَانِ وَهُوَ صَاحٍ "قتبی نے غریب حدیث روایت کی ہے۔" اَنَّ فُلَانًا اَلْيَسُ اَهْيَسُ اَلَدُّ مِلْحَسُ اِنْ سُئِلَ أَزَزَ وَاِنْ دُعِيَ اِنْتَهَزَ۔" اس حدیث میں اَلْيَس سے مراد وہ بہادر اور جنگجو شخص مراد ہے جو میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہیں کرتا۔ اَهْيَسُ، هَوَس سے مشتق ہے۔ اس کی واؤ کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

ابن الانباری کے اس نقطۂ نظر سے اختلاف رکھنے والے علماء فرماتے ہیں کہ یہ الیاس سے مشتق ہے یہ رجاء کی ضد ہے۔ اس پر لام معرفہ بنانے کے لئے ہے اس کا ہمزہ وصلی ہے۔ یہ قول علامہ قاسم بن ثابت کا ہے انہوں نے اسے دلائل میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کو ثابت کرنے کے لئے کئی اشعار ذکر کئے ہیں۔ مثلاً قصی کا شعر ہے۔

اِنِّي لَدَى الحَرْبِ رَخِيُّ اللَّبَبِ   اُمِّي خَنْدِفٌ وَاِلْيَاسُ اَبِي

میں جنگ کے وقت کشادہ دل ہوتا ہوں میری ماں کا نام حندف اور میرے باپ کا نام الیاس ہے۔ سِل کی مرض کو داءُ یَاسٍ (نا امیدی کی مرض) اور داءُ اِلْيَاسِ (الیاس کی مرض) کہا جاتا ہے کیونکہ الیاس بن مضر اسی بیماری کی وجہ سے فوت ہوئے تھے۔ ابن ہرمہ کا شعر ہے ۔

يَقُوْلُ العَاذِلُوْنَ اِذَا رَأَوْنِي   اُصِبْتَ بِدَاءِ يَاسٍ فَهُوَ مُوْدِي

جب ملامت کرنے والے مجھے دیکھیں گے تو وہ کہیں گے تجھے نا امیدی کی بیماری لگ گئی ہے یہ بیماری بڑی مہلک ہے۔

ابن ابی عاصیہ کا شعر ہے

فَلَوْ كَانَ دَاءُ اِلْيَاسِ بِي وَاَعَانَنِي   طَبِيْبٌ بِاَرْوَاحِ العَقِيْقِ شَفَانِيَا

اگر مجھے الیاس کی بیماری بھی لگ جائے اور حکیم ارواحِ عقیق کے ساتھ میری اعانت کرے تو مجھے شفا مل جائے۔

عروہ بن حزام نے کہا ہے

بِيَ اِلْيَاسُ اَوْ دَاءُ الهُيَامِ اَصَابَنِي   فَاِيَّاكِ عَنِّي لَا يَكُنْ بِكِ مَابِيَا

یا تو میں نا امیدی کے مرض میں مبتلا ہوں یا جنونِ عشق نے میرا کام کر دیا ہے اس لئے تو مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لے تاکہ تو بھی اسی مرض میں مبتلا نہ ہو جائے۔

سید دو عالم ﷺ نے فرمایا" الیاس کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو، وہ تو مومن تھے۔" روایت

Marfat.com

ہے کہ ان کی پشت سے ایام حج میں حضور ﷺ کے تلبیہ پڑھنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ وہ پہلی شخصیت ہے جو بیت اللہ کی طرف قربانی کے جانور لے کر گئے۔ الیاس کی والدہ کا نام رباب بنت حمیرہ بن معد بن عدنان تھا۔ یہ علامہ الطبری کا قول ہے لیکن ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے خلاف ہے۔

مضر

علامہ قبتی کے نزدیک یہ مُضِیرہ یا "لَبَنٌ مَاضِرٌ" سے مشتق ہے دودھ سے بنی ہوئی چیز کو مَضِیرہ کہتے ہیں۔ دودھ سے بنی ہوئی خوارک کو اس کی سفیدی کی وجہ سے مُضَر کہا جاتا ہے۔ عرب ابیض (سفید) کو بھی احمر کہتے ہیں۔ اسی لئے مُضَر کو حمراء کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے سفید قبہ کی اور ان کے بھائی کے لئے گھوڑے کی وصیت کی گئی تھی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے "مُضَرُ الْحَمْرَاء اور رَبِیْعَۃُ الْفَرَسِ" مضر ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدی خوانی کا آغاز کیا، ان کی آواز میں لحن داؤدی تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ مضر اور ربیعہ کو دشنام طرازی نہ کیا کرو، وہ مومن تھے۔

نزار

نزار کا معنی کم اور قلیل ہے۔ جب ان کی ولادت ہوئی تو ان کے والد نے ان کی آنکھوں کے مابین ایک درخشاں نور دیکھا۔ یہ نور نبوت تھا جو پشت در پشت منتقل ہو رہا تھا۔ جب انہوں نے یہ نور ملاحظہ فرمایا تو ان کی فرحت وشادمانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انہوں نے اسی خوشی میں اونٹ ذبح کئے اور لوگوں کو کھانا کھلایا۔ پھر فرمایا "میں نے جو کچھ ذبح کیا ہے یہ اس یمن وبرکت کے مقابلہ میں بہت قلیل ہے جو مجھے اس نومولود سے حاصل ہوئی ہے"۔ اسی وجہ سے اس بچے کا نام نزار پڑ گیا۔

معد

نزار کے والد کا نام معد تھا۔ علامہ ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معد کے مادۂ اشتقاق کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

(1) یہ العَدُّ سے مفعل کے وزن پر ہے۔ (2) یہ مَعَدَّ فِی الْاَرْضِ "زمین میں زرخیزی" سے مشتق ہے۔ اگرچہ اسماء میں سے جو اسم میں ف کے فتح کے ساتھ آیا ہے اس میں تضعیف ہے مثلاً شَمَر اور قُشْعُریرہ وغیرہ۔ اگر یہ تضعیف نہ ہو تو پھر اسماء اس وزن پر نہیں آتے۔ (3) یہ مَعَدَّین سے نکلا ہے معدین گھوڑے کے جسم کی اس جگہ کو کہتے ہیں جو شہسوار کے پیچھے ہوتی ہے۔ آخری دونوں اقوال کے مطابق اس کا اصل مَعْد ہے اس کا معنی قوت وتوانائی ہے معدہ بھی اسی سے مشتق ہے۔

Marfat.com

عدنان

یہ عَدَنَ "کھڑا ہونا" سے مشتق ہے۔ الطبری نے ذکر کیا ہے کہ عدنان کے دو اور بھی بھائی تھے نبت اور عمرو۔

عدنان کے بعد نسب پاک میں علماء کا اضطراب

اُدَدْ یہ الوُدِ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے "پھرنا" یہ ثُقَب کی طرح ہے۔ معد اور عمر کی طرح نہیں ہے۔ سیبویہ کے قول کا یہی مفہوم ہے۔ عدنان کا نسب بیان کرنے والوں کا باہمی اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ مَیدَعہ کے بیٹے تھے۔ علامہ قمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ یَحشُم کے بیٹے تھے۔ عدنان کے بعد نسب میں کافی اضطراب ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ﷺ نے عدنان تک نسب بیان فرما چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا آگے نسب بیان کرنے والے دروغ گو ہیں۔ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ اسے دہرایا۔ اس حدیث میں صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے "ہم عدنان تک ہی نسب بیان کرتے ہیں۔ اس سے آگے نسب سے ہم آشنا نہیں ہیں"۔

وہ صحیح روایت جس میں عدنان کے بعد نسب کا ذکر ہے اسے الدولابی ابوالبشر نے موسیٰ بن یعقوب کی سند سے عبداللہ بن وہب بن زمعہ الزمعی سے انہوں نے اپنی پھوپھی سے اور انہوں نے حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "معد بن عدنان بن ادد بن زند بن الیری بن اعراق الثری۔"

حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زَنْد سے مراد الھَمَیْسَع ہے جبکہ یری سے مراد نَبت اور اَعْرَاقُ الثَریٰ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لختِ جگر ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہی آتش نمرود گلزار ہوئی تھی بالکل اسی طرح آگ تری کو کچھ نہیں کہتی۔

حضرت علامہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کے علاوہ کسی اور حدیث میں زَنْد کا تذکرہ نہیں ہے۔ زَند بن الجون سے مراد ابودلامہ شاعر ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میرے نزدیک یہ حدیث نہ تو اس حدیث معارض ہے جو اس

Marfat.com

سے قبل گزر چکی ہے اور نہ ہی یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے معارض ہے کیونکہ اس میں تاویل کی گنجائش موجود ہے ممکن ہے سید کائنات ﷺ کا فرمان ''ابن الیری بن اَعْرَاقِ الثریٰ'' اسی طرح ہو جس طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''کُلُّکُمْ بَنُوْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ''

تم سب اولادِ آدم ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔

اس حدیث سے مراد یہ نہ ہو کہ ھَمَیْسَع وغیرہ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہوں۔ اس حدیث کی کوئی ایسی ہی تاویل کرنا پڑے گی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور عدنان کے مابین مدت میں مؤرخین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ محال ہے کہ ان دو ہستیوں کے مابین چار یا سات آباء ہی گزرے ہوں جس طرح کہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے یا ان کے مابین دس یا بیس اجداد ہوں کیونکہ ان کے مابین مدت کا تقاضا زیادہ اجداد کا ہے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق بخت نصر کے زمانہ میں معد بن عدنان کی عمر بارہ سال تھی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت اِرْمیاء بن حَلْقیاء کی طرف وحی فرمائی کہ وہ بخت نصر کی طرف جائیں اور اسے آگاہ کریں کہ میں اسے عرب پر تسلط دینے لگا ہوں اور معد کو براق پر سوار کر کے وہاں سے نکالنے لگا ہوں تاکہ انہیں کوئی گزند نہ پہنچے کیونکہ ان کی مبارک پشت سے نبی محترم ﷺ پیدا ہوں گے وہ خاتم النبیین والرسل ہوں گے۔ معد کو براق پر سوار کر کے سرزمین شام لے جایا گیا وہاں انہوں نے بنو اسرائیل میں نشو ونما پائی۔ مَعَانہ بنت جَوشَنْ نامی خاتون سے شادی کی۔ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس خاتون کا نام ناعمہ تھا۔ اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہمیں معد کا نسب نامہ ملتا ہے۔

رخیا جو کہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کا کاتب تھا۔ اس کی کتاب میں حضرت معد کا نسب نامہ ہمیں ملتا ہے اس طرح ابوعمر النمری نے بھی ان کے نسب نامے کا ذکر کیا ہے۔ اس نسب نامہ میں حضرت معد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مابین تقریباً چالیس اجداد ہیں۔ ابوالحسن المسعودی نے ان تمام کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس نسب نامہ میں اسماء کا اضطراب ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اعراض فرمایا ہے اور فرمایا کہ نسب پاک کو عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک بیان نہ کیا جائے کیونکہ اس میں بہت زیادہ اختلاط، الفاظ کی تبدیلی اور اسماء میں پیچیدگی ہے جبکہ اس نسب کو بیان کرنے کے فوائد بہت

Marfat.com

قلیل ہیں''۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے عدنان سے لے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب کئی طرق سے بیان کیا ہے۔ اکثر طرق میں اجداد کی تعداد چالیس ہے لیکن ان کے الفاظ میں تغیر و تبدل ہے کیونکہ وہ عبرانی کتب سے منقول ہیں۔ انہوں نے قوی روایت سے ثابت کیا ہے کہ عدنان کا نسب قیذار بن اسماعیل کی طرف راجع ہے اور قیذار اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔ قیذار کا معنی بھی بادشاہ ہے انہوں نے ہی سب سے پہلے عتیرہ (1) کو ذبح کیا تھا۔ شُوحا سے مراد سَعْدُ رَجَب ہے اس نے ہی سب سے پہلے اہل عرب کے لئے رجب کی سنت قائم کی تھی۔ اس نسب میں عبید بن ذی یزن بن ہماذا کا بھی ذکر ہے یہ شخص نیزہ بازی کا ماہر تھا۔ یزنیہ نیزے اس کی طرف منسوب ہیں۔ اس نسب میں دوس العتق کا بھی ذکر ہے اس کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا۔ ضرب المثل بیان کی جاتی ہے اَعْتَقُ مِنْ دَوْسٍ۔ دوس سے زیادہ جمیل۔ یہ وہی شخص ہے جس نے قَطُوْرَا بن جُرھُم کے لشکر کو ہزیمت سے دوچار کیا تھا۔ اس نسب میں اسماعیل ذالاعوج کا بھی تذکرہ ہے۔ اعوج ان کے گھوڑے کا نام تھا، اعوجیہ گھوڑے ان ہی کی طرف منسوب ہیں۔

بخت نصر کا دورِ حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت سے دو سو سال بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ عراق کا گورنر تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا اس کا جانشین بنا۔ یہ اس وقت سے بھی پہلے کا واقعہ ہے جب اسکندر نے دارا بن دارا بن بہمن کو مغلوب کیا تھا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ قریب ہی تھا اس مدت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عرصہ میں کتنا بعد ہے اور معد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین چار یا سات اجداد کیسے بنتے ہیں؟

جب اللہ تعالیٰ نے اہل عرب سے جنگ کی سختی کو اٹھا لیا اور ان کے بقیہ افراد پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے اتر آئے جب بخت نصر نے اہل عرب کے شہروں کو مغلوب کر لیا اور ان کی آبادیاں برباد کر دیں، اہل حضور (یمن کا ایک شہر) کو نیست و نابود کر دیا تو حضرت معد سرزمین حجاز میں واپس آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے کَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اہل یمن پر یہ عذاب اس لئے مسلط ہوا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے نبی حضرت شعیب بن ذی مَهْدَم علیہ السلام کو شہید کر دیا تھا۔ ان کی مرقد انور یمن میں جبل حِنِیَّن پر ہے ان سے مراد وہ شعیب علیہ السلام نہیں ہیں جن کا مسکن مَدْیَن تھا۔

1۔ اہل عرب کی جاہلیت میں ایک رسم کا نام عتیرہ تھا۔ ایک شخص کہتا تھا کہ اگر میرے اونٹوں کی تعداد ایک سو ہو گئی تو میں ان میں سے ایک اونٹ ذبح کروں گا۔

Marfat.com

بن مُقَوِّم بن ناخور بن تَیرَح بن یَعرُب بن یَشجُب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم (خلیل الرحمٰن) بن تارخ (آزر) بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالخ بن عَیبَر بن شالخ

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو شہید کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل عرب کو مسلط فرمایا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے غصہ اور غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔

مقوم اور ان کے آباء

مقوِم اُدَد کے باپ تھے۔ تَیرَح اگر عربی نام ہو تو یہ التَرْحَہ سے مشتق ہے اسی طرح نَاحُور النَحْر سے اور یَشْجُب الشَجَب سے مشتق ہے۔ شجِب جیم کے کسرہ کے ساتھ معروف ہے اور یشجَب جیم کے فتح کے ساتھ ہے۔ بعض اوقات مضارع میں جیم کے ضمہ کے ساتھ اور ماضی میں جیم کے فتح کے ساتھ بھی منقول ہے۔ ابوالعباس الناشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدے میں ان تمام کا تذکرہ کیا ہے اور ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے آباء

ابراہیم کا معنی اَبٌ رَاحِمٌ ہے آزر کا معنی یا اَعوج ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ بت کا نام تھا۔ یہ تلاوت میں فعل کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔ وہ آزر اور تارح دونوں ناموں سے موسوم تھا، یہ صحیح ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام نون تھا۔ بعض علماء کے نزدیک ان کا نام لیوثی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام نام سریانی زبان میں ہیں۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ فالخ کا معنی القسام اور شالخ کا معنی رسول یا وکیل ہے۔ اسماعیل کا معنی مطیع اللہ ہے۔

الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ فالخ اور عابر کے درمیان بھی ایک شخص ہے جس کا نام قَینَنْ ہے۔ تورات میں اس کا ذکر مٹا دیا گیا ہے کیونکہ وہ جادوگر تھا اور ارفخشذ کا معنی نور فشاں چراغ ہے۔ شذ، شاذ سے ہے یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ضیاء ہے حم شاذ اسی سے ہے۔ یہ جیومرث کے بعد چوتھا بادشاہ تھا اس کو بھی ضحاک نے ہی ہلاک کیا تھا۔ اس کا نام بیوراسب بن اندراسب تھا۔ ابوتمام نے اسی کے متعلق لکھا ہے

وَكَأَنَّهُ الضَّحَّاكُ فِي فَتَكَاتِهِ بِالْعَالَمِينَ وَأَنْتَ أَفْرِيْدُوْنَ

دنیا کو ہلاک کرنے میں وہ ضحاک کی طرح ہے اور تو افریدون ہے۔

Marfat.com

بن اَرْفَخْشَذْ بن سام بن نوح بن لَمکْ بن مَتُوشَلَخ بن اَخنوخ (گمان کیا جاتا ہے کہ یہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں) بن یَرْدْ بن مَہْلِیل بن قِینَنْ بن اَنُوش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔

افریدون نے ضحاک کو قتل کیا تھا۔ ضحاک نے ایک ہزار سال ظلم وتعدی، سرکشی و بغاوت میں بسر کئے۔ تاریخ الطبری میں اس کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اوران کے آباء

حضرت نوح علیہ السلام کا نام عبدالغفار تھا۔ وہ ہمہ وقت اپنی موہومہ لغزشوں پر گریہ بار رہتے تھے اسی وجہ سے ان کا نوح پڑ گیا۔ ان کے بھائی کا نام صابی بن لامک تھا۔ صابیوں کا دین اسی کی طرف منسوب ہے، واللہ اعلم۔

حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لامک تھا۔ یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے لکڑی (عود) کو موسیقی کے لئے استعمال کیا۔ سب سے پہلے اسی نے ہی پانی کے حوض بنائے۔ لامک کے والد کا نام مَتوشلخ تھا۔ ناشی نے اپنے قصیدہ میں اس کا ذکر کیا ہے اس کا معنی ''مَاتَ الرَّسُوْلُ''، ''رسول وصال فرما گئے'' ہے کیونکہ ان کے والد اللہ کے رسول تھے، ان کا نام خنوخ تھا۔ ابن اسحاق وغیرہ کا قول یہی ہے کہ یہی حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کبیر'' میں شہر بن حوشب کی سند سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ''وہ عظیم ہستی جس نے سب سے پہلے قلم سے لکھا وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔'' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''جس شخص نے سب سے پہلے عربی رسم الخط میں لکھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔'' ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت اس روایت سے اصح ہے جس میں ذکر ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔

عربی زبان میں سب سے پہلے کس نے تکلم فرمایا؟ اس میں بہت اختلاف ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سرزمین حجاز میں عربی رسم الخط کس نے داخل کیا؟ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ کارنامہ حرب بن امیہ کا ہے ایک قول کے مطابق وہ شخص سفیان بن امیہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ کارنامہ عبد بن قصی نے سرانجام دیا۔ اس لئے یہ رسم الخط اہل حیرہ سے اور اہل حیرہ نے اہل الانبار سے سیکھا۔

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے یہی نسب نامہ ہم سے بیان کیا ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مجھے خَلّاد بن قُرَّة بن

حضرت ادریس علیہ السلام

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہی حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں شامل نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اس نسب میں شامل ہیں۔ حافظ ابوبکر رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے وہ اسراء کی حدیث سے دلیل دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ شب معراج حضور ﷺ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی، بعض انبیاء نے آپ ﷺ کو "النبی الصالح" اور بعض نے "الاخ الصالح" پکار کر خوش آمدید کہا۔ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام نے الابن الصالح اور النبی الصالح کے دلنواز نام سے پکارا اور مرحبا کہا لیکن حضرت ادریس علیہ السلام نے آپ ﷺ کو "الاخ الصالح" کہہ کر پکارا۔ اگر وہ نسب پاک میں شامل ہوتے تو وہ بھی آپ ﷺ کو اسی طرح خوش آمدید کہتے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام نے مرحبا کہا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو بنوت سے مخاطب کیا لیکن اخوت سے مخاطب نہ کیا۔ یہی قول عمدہ ہے اور اس دلیل کی وجہ سے نفس کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

ادریس بن یرد

(یَرُد کا مطلب الضابط ہے) بن مَہْلَائیل (ممدوح) بن قَیْنَان (المستوی) ابن انوش (سچا) عربی زبان میں اس کو انش کہتے ہیں۔ سب سے پہلے کھجور انہوں نے ہی لگائی تھی، کعبہ معظمہ کے دروازے لگائے اور غلہ کاشت کیا۔ ابن شیث سریانی میں شاث اور عبرانی میں شیث کہتے ہیں اس کا معنی عطیۃ اللّٰہ "نعمت خداوندی" ہے۔

آدم علیہ السلام

آدم کی لغوی تحقیق کے متعلق تین اقوال ہیں: (1) یہ سریانی زبان کا اسم ہے۔ (2) الأُدْمَة سے اَفْعَلُ کے وزن پر ہے۔ (3) یہ لفظ اَدِیْم بمعنی سطح زمین سے مشتق ہے کیونکہ تخلیق آدم زمین کی ظاہری سطح سے ہی ہوئی تھی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے قاسم بن ثابت نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ اگر آدم "اَدِیْمُ الْاَرْضِ" سے مشتق ہوتا تو پھر یہ فاعل کے وزن پر آدم ہوتا۔ اس کا ہمزہ بھی اصلی ہوتا اور یہ غیر منصرف بھی نہ ہوتا۔ اس لئے یہ الأُدْمَة سے افعل کے وزن پر ہے اور

Marfat.com

خالد السَّدُوسی نے شیبان بن زہیر بن شقیق بن ثُور سے انہوں نے قتادہ بن دِعامہ سے یہ نسب مبارک یوں روایت کیا ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم بن تارح (آزر) بن ناخور بن اسرغ بن ارغو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لَمک بن مَتُّو شَلَخ بن اخنوخ بن یَرُد بن مَھلَائِیل بن قاین بن انوش بن شیث بن آدم۔

ابن ہشام کا اسلوب سیرت نگاری

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اس تصنیف لطیف کا آغاز حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما اسلام سے کروں گا۔ میں حضور ﷺ تک ان کی صلبی اولاد کا ذکر خیر بھی کروں گا۔ میں ان افراد کے ذکر سے اعراض کروں گا جن کا نبی آخرالزمان ﷺ سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے تاکہ سیرت میں زیادہ طوالت نہ ہو جائے۔ میں بعض ان افراد کو بھی چھوڑ دوں گا جن کا تذکرہ ابو اسحاق نے کیا ہے ان افراد کا ذکر نہ تو حضور ﷺ نے فرمایا اور نہ ہی ان کے متعلق قرآن پاک کا نزول ہوا۔ میں فضول اشعار سے بھی اجتناب کروں گا صرف اہل علم کے

غیر منصرف ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول درست نہیں کیونکہ یہ مانع نہیں کہ آدم الادیم سے افعل کے وزن پر ہو ہمزہ زائد ہمزہ اصلیہ پر داخل ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ الادمہ کے ہمزہ اصلیہ پر ہمزہ زائد داخل ہوا۔ جس طرح الأُدْمہ کا پہلا ہمزہ اصلی ہے اسی طرح الادیم کا پہلا ہمزہ بھی اصلی ہے۔ اس سے افعل کا وزن بنالینے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے اس لئے یہ غیر منصرف ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ اَعْیَنُ، رَجُلٌ اَرْاَسُ وغیرہ۔

علاوہ ازیں یہ قول اسلاف صالحین کے بھی مخالف ہے حالانکہ وہ ہم سے زیادہ زبان سے آشنا بھی تھے اور پاک دل بھی تھے۔

نسب پاک بیان کرنے میں علماء کا اختلاف

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہم نے یہ نسب پاک اس شخص کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے بیان کیا ہے جو اسے بیان کرنے کے جواز کا قائل ہے اور اسے مکروہ نہیں سمجھتا۔ مثلاً ابن اسحاق، الطبری، امام بخاری اور ابن الزبیر رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر اس کے

Marfat.com

اشعار کا ہی تذکرہ کروں گا۔ اسی طرح میں ان چیزوں سے بھی پہلو تہی کروں گا جنہیں حدیث شریف میں قبیح کہا گیا ہے۔ میں ان شاءاللہ معتبر روایات کے ساتھ کامل تر سیرت لکھنے کی کوشش کروں گا۔

برعکس ہے۔ ان سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو نسب پاک کو حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتا ہے آپ نے اسے ناپسند کیا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کے متعلق استفسار کیا گیا انہوں نے اسے بھی ناپسند کیا۔ انہوں نے فرمایا ''ایسے شخص کو یہ نسب کون بتاتا ہے؟'' انہوں نے انبیاء کے نسب نامے بیان کرنے کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نقطۂ نظر اس کتاب کبیر میں مرقوم ہے جو معیطی کی طرف منسوب ہے لیکن اس کتاب کے اصل مصنف عبداللہ بن محمد بن حسنین ہیں۔ معیطی نے تو صرف اس کو مکمل کیا ہے لیکن پوری کتاب کو اسی کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ''ہم کسی ایک ایسے شخص سے بھی آگاہ نہیں جو عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین نسب سے آشنا ہو''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ''عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین چالیس ایسے اجداد ہیں جن سے کوئی بھی آگاہ نہیں ہے''۔

Marfat.com

اولاد اسماعیل علیہ السلام کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق مطلبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے: (1) نابت، یہ سب سے بڑے تھے۔(2) قَیْدَر، (3) اذبُل، (4) منشا، (5) مِسمعا، (6) دِمَّا، (7) اذر، (8) طیما، (9) ماشی، (10) یَطُورا، (11) نَبش، (12) قیذُما۔ مُضاض بن عمرو الجرہمی کی دختران کی ماں تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مُضاض کو مِضاض بھی پڑھا گیا ہے۔ جرہم کے والد کا نام قحطان تھا۔ یہ تمام اہل یمن کا باپ ہے ان کا نسب اسی پر جمع ہوتا ہے۔ اس کا نسب یہ ہے ابن عابر بن شالخ بن اَرْفَخْشذ بن سام بن نوح۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے بھائیوں اور بیٹوں کا تذکرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے علاوہ بھی کئی بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ قطورا بنت یَقْطر سے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: (1) مَدْیانُ (2) زَمْرَان (3) سِرج (4) نِقْشَان۔ نِقْشَان کی اولاد میں ایک البَرْبَرْ بھی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام رِغْوۃ ہے۔ (5) نَشُق۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حَجُوْن بنت اَهین سے بھی کئی بیٹے تھے۔ ان کے اسماء یہ ہیں: (1) کِیْسان، (2) سُورَج، (3) اُمَیم، (4) لوطان، (5) نافس۔ یہ تمام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزندوں کا ذکر کیا ہے لیکن ان کی نور نظر کا تذکرہ نہیں کیا۔ ان کی ایک بیٹی بھی تھی، اس کا نام نَسمہ بنت اسماعیل تھا۔ الطبری کے قول کے مطابق یہ عِیصو بن اسحاق کی زوجہ تھیں۔ اہل روم اور اہل فارس ان کی اولاد میں سے ہیں۔ الطبری فرماتے ہیں کہ مجھے الاشبان کے متعلق شک ہے کہ کیا یہ اہل روم اور اہل فارس کی ماں ہے یا کہ نہیں؟ لیکن یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ وہ تمام عِیصو کی اولاد میں سے ہیں۔ عیصو کو عیصا بھی پڑھا گیا ہے اولاد اسماعیل میں ایک طِیما بھی ہیں لیکن دارقطنی نے ظیما کہا ہے۔ حضرت اسماعیل کے

Marfat.com

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس نسب کو اس طرح لکھا ہے جُرْھم بن یَقْطَنْ بن عیبر بن شالخ۔ یقطن دراصل قحطان ہی ہے۔

حضرت اسماعیل کی عمر مبارک، ان کی والدہ محترمہ کا وطن اور ان کا وصال

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سوتیس سال تھی جب ان کا وصال ہوا تو انہیں ان کی والدہ معظمہ حضرت ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دفن کیا گیا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اہل عرب ھاجر کو آجر بھی پڑھتے ہیں وہ ھاء کو الف سے بدل دیتے ہیں جس طرح وہ ھَرَاقَ الْمَاءِ کو اَرَاقَ الْمَاءَ بھی پڑھتے ہیں۔ حضرت ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وطن مصر تھا۔

ایک بیٹے کا نام دِمَّا بھی ہے میں نے البکری سے سنا ہے کہ دَوْمَۃُ الجندل ان کے نام سے ہی منسوب ہے انہوں نے اس شہر میں قیام کیا تھا۔ شاید یہ دِمَّا سے دَوْمہ بن گیا۔ یَطُور کو الطُّور بھی پڑھا گیا ہے۔ الطور کے متعلق اہل تفسیر کی رائے یہ ہے کہ طور اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جہاں درختوں کی نشوونما ہو لیکن خشک پہاڑوں کو طور نہیں کہا جاتا۔ قَیْذَر کا معنی ہے صَاحِبُ الْجَمَل۔ قَیْذر کا یہ نام اس لئے مشہور ہوا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اونٹوں کے نگران وہی تھے۔

ہاجر

حضرت ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں۔ ہاجر کو آجر بھی پڑھا گیا ہے۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لونڈی تھیں انہیں حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو ہبہ کیا تھا۔ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچا زاد تھیں۔ ان کا نام سارہ بنت تُوبیل بن ناخور تھا۔ بعض علماء بنت ہاران بن ناخور اور بعض ہاران بنت تارح بھی کہتے ہیں۔ اس نسب کے مطابق حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھتیجی بنتی ہیں۔ آپ حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں۔ علامہ قتبی اور علامہ نقاش کا ہی قول ہے اس وقت بھتیجی سے نکاح کرنا جائز تھا لیکن نقاش نے اپنے اس قول کی تردید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کر دی ہے۔

شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا۔

''اس نے مقرر فرمایا ہے تمہارے لئے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو''۔

Marfat.com

اہل مصر کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم اور اس کا سبب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن وہب نے عبداللہ بن لہیعہ سے اور انہوں نے غُفرہ کے غلام عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اہل ذمہ کے متعلق اللہ سے ڈرنا وہ لوگ جو سیاہ زمین والے ہیں ان کے بال سیاہ اور گھنگھریالے ہیں۔ بے شک ان کے ساتھ نسب اور سسرالی رشتہ ہے''۔

حضرت غُفرہ کے غلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ ان کا نسبی تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا تعلق اہل مصر سے ہی تھا اور ان کے ساتھ سسرالی رشتہ داری یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اُم المومنین ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد نکاح فرمالیا تھا۔

ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام العرب ہیں وہ مصر کے ایک گاؤں میں مقیم تھیں جو قصبہ الفرما سے کچھ آگے ہے۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی زبان اقدس سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ انسان کی بھتیجی اس کے لئے حرام ہے۔ صحیح نقطۂ نظر یہی ہے ان علماء کو یہ غلط فہمی اس لئے ہوئی کیونکہ ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کا بھی نام تھا لیکن یہ ہاران اصغر تھا جبکہ حضرت سارہ ہاران اکبر کی نورنظر تھیں اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ شہر حران کا نام ہاران کی نسبت ہی سے ہے۔ ہاران سریانی زبان کا علم ہے۔ عربی میں اس کی ھاء کو حاء سے تبدیل کردیتے ہیں۔

علامہ الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیچھا کیا تو اس نے آپ علیہ السلام کے تعاقب میں اپنے نمائندے بھیجے۔ انہیں ہدایت کی کہ جب تم کسی جوان کو سریانی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے سنو تو اسے فوراً گرفتار کرلو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریا عبور کیا تو ان کی زبان تبدیل ہوگئی، پہلے آپ کی زبان سریانی تھی۔ اب آپ عبرانی میں گفتگو کرنے لگے۔ اسی وجہ سے اس زبان کو عبرانیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جب نمرود کے سپاہیوں نے آپ کو گفتگو کرنے کے لئے کہا تو آپ عبرانی زبان میں محو تکلم ہوئے۔ عبرانی زبان سن کر انہوں نے آپ علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ یہ وہ خاتون محترمہ ہیں جن کو شاہ مقوقس نے بارگاہِ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ ان کا تعلق حفن سے تھا جو ضلع انصنا میں ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جب تم مصر فتح کرو تو وہاں کے مکینوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کیونکہ ایک تو وہ اہل ذمہ سے ہیں اور دوسرے وہ ہمارے رشتہ دار بھی ہیں۔'' میں نے محمد بن مسلم سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ نے کس رشتہ داری

ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سریانی زبان کو سریانیہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کے نام سکھائے تو ملائکہ سے پردہ اخفاء میں رکھ کر انہیں تمام اسماء اسی زبان میں سکھائے گئے اور حضرت آدم علیہ السلام نے اسی زبان میں یہ نام بتائے کیونکہ یہ راز ملائکہ کے لئے سر مکتوم تھا۔ اس لئے اس زبان کا نام بھی سریانی ہی رکھا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفاقت سے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بادشاہ اَلْاَرْدُنّ کے پاس تھیں۔ اس بادشاہ کا نام صَادُوْق تھا۔ جب اس نے حضرت سارہ کا حسن و جمال دیکھا تو وہ آپ پر فریفتہ ہو گیا وہ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر اپنے محل میں لے گیا جب اس نے بری نیت سے ہاتھ بڑھایا تو وہ وہیں مفلوج ہو گیا۔ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ وہ دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائے، جب وہ صحت یاب ہو گیا تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھوڑ دیا اور آپ کی خدمت میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیش کیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مصر کے قبطی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی نورِ نظر تھیں۔

الطبری نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کا محاصرہ کیا تو انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا:

''بلاشبہ ہمارے نبی محترم ﷺ نے مصر کی فتح کی بشارت دے دی تھی۔ آپ ﷺ نے ہم کو یہ بھی حکم فرمایا تھا کہ ہم اہل مصر کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں کیونکہ ان کے ساتھ نسب اور رشتہ داری ہے۔'' یہ مژدہ سن کر اہل مصر بولے ''بلاشبہ اس نسب کی حفاظت ایک نبی ہی کر سکتا ہے یہ نسب بعید ہے۔ تمہارے نبی اکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے تمہاری والدہ ہمارے شہنشاہوں میں سے ایک شہنشاہ

Marfat.com

کا ذکر فرمایا ہے انہوں نے کہا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا تعلق اہل مصر سے ہی تھا۔

عرب اور عدنان، معد اور قضاعہ کی اولاد کی اصل

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور قحطان کی اولاد ہیں۔ بعض اہل یمن کہتے ہیں قحطان بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ اس

کی نور نظر تھی۔ عین شمس کے لوگ ہمارے ساتھ برسر پیکار ہوئے انہوں نے ہم پر غلبہ پالیا۔ انہوں نے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو قیدی بنا کر لے گئے پھر وہ خاتون محترمہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلی گئیں"۔

الطبری نے لکھا ہے وہ بادشاہ جس نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارادہ کیا تھا اس کا نام سنان بن عُلْوَان تھا۔ وہ اس ضحاک کا بھائی تھا جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے لیکن ابن ہشام نے اپنی کتاب 'التیجان' میں لکھا ہے کہ اس بادشاہ کا نام عمرو بن امرئ القیس بن بَابِلْیُون بن سَبَاء تھا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اپنے کانوں میں سوراخ کئے تھے عورتوں میں سب سے پہلے ختنہ کیا اور آپ نے ہی سب سے پہلے اپنے دامن کو کھینچا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی وجہ سے ان سے ناراض ہو گئیں۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ ان کے اعضاء میں سے تین اعضاء کو کاٹ دیں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے کانوں میں سوراخ اور ان کا ختنہ کر کے اپنی قسم پوری کر لیں۔

حضرت اسماعیل علیہا السلام نبی اور مرسل ہیں۔ اللہ رب العزت نے انہیں جرہم اور عمالقہ کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ بعض لوگ آپ پر ایمان لے آئے اور بعض کفر پر ڈٹے رہے۔ ابن ہشام نے اولادِ اسماعیل کی ماں کا تو ذکر کیا ہے لیکن اس کا نام نہیں لکھا۔ اس کا نام السیدہ تھا، السیدہ کے علاوہ حضرت اسماعیل کی ایک اور بھی بیوی تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اس وقت طلاق دینے کا حکم دیا تھا جب آپ پہلی مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اس عورت سے فرمایا "اپنے خاوند سے کہنا کہ وہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں"۔

اس عورت کا نام جداء بنت سعد تھا۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوبارہ شادی کی، اس خاتون کا نام سَامَہ بنت مُھَلْہِل تھا یہ وہی عورت تھی جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا "اپنے خاوند سے کہنا کہ وہ اپنے گھر کی دہلیز کو برقرار رکھیں"۔

Marfat.com

طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تمام عرب کے باپ ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہیں۔ ثمود اور جدیس دونوں عابر بن ارم بن سام بن نوح کے بیٹے تھے۔ طَسْم، عملاق اور اُمَیم لاوز بن سام بن نوح کے بیٹے تھے۔ تمام عرب ان ہی کی اولاد ہیں۔ نابت بن اسماعیل کا بیٹا یَشْجَبْ بن نابت ہے یَشْجَبْ کا بیٹا یعرب بن یَشْجَبْ ہے یعرب کا بیٹا تَیرح بن یعرب ہے تَیرح کا بیٹا ناحور بن تیرح ہے ناحور کا بیٹا مُقَوم بن ناحور ہے مُقَوم کا بیٹا اُدَد بن مقوم ہے اُدَد کا بیٹا عدنان بن اُدَد ہے۔ ابن

مقوقس کے ہدایا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا تذکرہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے وہ حضرت غُفرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ حضرت غفرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد کا نام شَمْعُون تھا۔ شاہِ مقوقس نے آپ ہی کو بارگاہِ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ اس شہنشاہ کا نام جُرَیج بن میناء تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ اور حضرت جَبْر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شاہِ مقوقس کی طرف بھیجا۔ بادشاہ نے اسلام کے ساتھ قریبی تعلق قائم کیا، اس نے بارگاہِ رسالت میں ایک خچر ''دُلْدُل'' بطور تحفہ بھیجا اس نے حضرت ماریہ بنت شمعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی بارگاہِ رسالت میں پیش کیا۔

ماریہ اگر ''ی'' کی تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی جوان گائے ہے اور اگر ''ی'' کی تشدید کے ساتھ ہو تو اس کا معنی خشک سالی ہے۔ شاہِ مقوقس نے ایک پیالہ بھی بطور تحفہ بھیجا تھا۔ حضور ﷺ اس سے پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ہرقل نے مقوقس کا اسلام کی طرف میلان دیکھا تو اس نے اس کو چھوڑ دیا۔ مقوقس کا معنی ہے عمارت کے لئے لوہا لوٹنا القُوس کا معنی بلند و بالا گرجا ہے۔

ضرب المثل ہے ''اَنَا فِی القُوْسِ وَاَنْتَ فِی القَرْقُوْسِ مَتٰی نَجْتَمِعُ'' میں گرجے میں اور تو کشادہ میدان میں ہے ہم کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟۔

فرما مصر کا ایک شہر ہے اس کی نسبت اس شخص کی طرف کی گئی ہے جس نے اس کو تعمیر کیا اس کو تعمیر کرنے والے کا نام فرما بن قلیقوس تھا۔ اس کو ابن قلیس بھی کہتے ہیں۔ اس کا معنی ہے باغبانی کا شوقین۔ اس شخص کو ابن بلیس بھی کہا جاتا ہے وہ سکندر بن قلیس یونانی کا بھائی تھا۔ علامہ الطبری نے بیان کیا ہے کہ جب سکندر نے اسکندریہ شہر آباد کیا تو اس نے کہا'' میں نے ایسا شہر آباد کیا ہے جو اللہ کا

Marfat.com

ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کو عدنان بن اُدٗ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدنان سے اولادِ اسماعیل مختلف قبائل میں منقسم ہوگئی۔ عدنان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ 1۔ معد بن عدنان، 2۔ عک بن عدنان۔

محتاج اور لوگوں سے مستغنی ہے''۔ فرمانے اپنا شہر آباد کرتے وقت کہا تھا'' میں نے ایسا شہر بنایا ہے جو لوگوں کا محتاج اور اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو جلد ہی ملیا میٹ کر دیا۔ اس شہر کا نام ونشان بھی مٹ چکا ہے جبکہ سکندر کا شہر آج تک آباد ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر فتح کیا تو وہ فرما کے آثار ونشانات پر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ جب لوگوں نے اس شہر کے متعلق پوچھا تو آپ نے یہ حدیث بیان کی۔

مصر کی وجہ تسمیہ

مصر کا نام مصر بن النبیط کے نام پر رکھا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ابن قبط بن النبیط تھا جو کوش بن کنعان کی اولاد میں سے تھا۔

حفن

حفن حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسکن تھا۔ یہ بلند ٹیلے پر ایک مشہور قصبہ ہے یہ وہی قصبہ ہے جس کے متعلق حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کی تھی کہ وہ اس شہر کے لوگوں سے جزیہ ساقط کر دیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سسرالی رشتہ داری اور صلہ رحمی کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے جزیہ ساقط کر دیا۔

اَنْصِنا

یہ بھی مصر کا ایک شہر ہے جو بلند مقام پر واقع ہے۔ یہ جادوگروں کا شہر تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لبخ کا درخت صرف انصنا میں پایا جاتا ہے یہ وہ درخت ہے جس کی لکڑی سے کشتیوں کے تختے بنائے جاتے ہیں۔ اس کے چیرنے والے کو اکثر نکسیر کی شکایت ہو جاتی ہے اس کا ایک تختہ تقریباً پچاس دینار کا فروخت ہوتا ہے اگر اس درخت کے ایک تختے کو دوسرے تختے کے ساتھ ملا کر ایک سال تک پانی میں رکھا جائے تو وہ ایک تختہ بن جاتے ہیں۔

عک بن عدنان

بعض اہل یمن عک کا نسب یوں بیان کرتے ہیں عک بن عدنان بن عبداللہ بن الازد۔ دارقطنی

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عَکّ دارِ یمن میں چلا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے قبیلہ اشعر میں شادی کی تھی اس لئے وہ انہی میں اقامت گزیں ہو گیا حتیٰ کہ ان کی زبان بھی ایک ہی بن گئی۔ اشعریوں سے مراد اشعر بن نَبت بن اُدد بن زید بن ھَمَیسَع بن عمرو بن

نے ابن حباب سے ذکر کیا ہے کہ عَکّ بن عبداللہ بن عُدثان ہے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدنان میں دونوں نون ہی ہیں۔ جس طرح دوس بن عدثان میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدثان ثاء کے ساتھ ہی ہے۔ یہ ازد کا ایک قبیلہ ہی تھا عَکّ کا نام عامر تھا۔ الدِیث ثاء کے ساتھ ہے۔ علامہ زبیر فرماتے ہیں کہ الذِیب یاء اور ذال کے ساتھ ہے۔ عدنان کا ایک اور بھی بیٹا تھا جس کا نام حارث تھا۔ ایک بیٹے کا نام مُذھَب بھی تھا۔ ضرب المثل ہے اَجمَلُ مِنَ المُذھَبِ۔ وہ مُذھب سے حسین تر ہے۔ عدنان کے بیٹوں میں ضحاک کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں یہ عدنان کا بیٹا نہیں بلکہ معد کا بیٹا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شہر عدن اور ابین عدنان کے دو بیٹوں عدن اور ابین کے ناموں سے موسوم ہیں۔ عدنان بن ادد کے دو بھائی تھے، نبت بن اددا اور عمرو بن ادد۔

قحطان اور عرب العاربہ کا تذکرہ

ابن ماکولا کہتے ہیں کہ قحطان کا نام مِھزَم تھا۔ ابن منبہ سے روایت ہے کہ یہ چار بھائی تھے: 1۔ قَحطَان، 2۔ قَاحِط، 3۔ مِقحَط، 4۔ فَالِغ۔ ''اَبَیتَ اللَّعنَ''، '' قابل لعنت امور سے تو دور ہے'' سب سے پہلے قحطان کے لئے استعمال ہوا تھا۔ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں وہ ابن عبداللہ ہے اور ہود کا بھائی ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ بذات خود ہود ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ابن عامر بن شالخ ہے۔ اس قول کے مطابق وہ ارم بن سام کی اولاد میں سے ہے۔ وہ علماء جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تمام عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں وہ اسے ابن تَیمَنَ بن قیذر بن اسماعیل کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ ابن الھَمَیسَع ابن یمن تھا۔ اسی وجہ سے یمن کو بھی یمن کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یمن کو یمن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کعبہ معظمہ کے دائیں طرف ہے۔ ھَمَیسَع کا معنی ''صَرَّاعٌ'' ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یعرب بن قحطان کا نام یمن ہے کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا ''تو از روئے نفس میری تمام اولاد سے بابرکت ہے۔'' قَرِیض اور رَجَز سب سے پہلے اسی نے ہی کہے تھے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بنو حام کو بلادِ مغرب کی طرف جلاوطن کیا تھا

Marfat.com

عَرِیب بن یَشْجب بن زید بن کَہلان بن سبابن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد ہیں۔ایک اور روایت کے مطابق اشعر بن نبت بن ادد ہے۔ایک روایت کے مطابق اشعر بن مالک یعنی مُذْحِج بن اُدَد بن زید بن ھَمَیْسَع ہے۔ایک اور روایت کے مطابق اشعر بن

حالانکہ اس سے قبل وہ قُوطہ بن یافث کی اولاد سے جزیہ لیتے تھے، یہ پہلا جزیہ اور خراج تھا جو نوع انسان سے لیا گیا۔قحطان کے اولادِ اسماعیل ہونے کی دلیل حضور ﷺ کے اس فرمان سے بھی لی جاتی ہے:

اِرْمُوْا یَابَنِی اِسْمَاعِیْلَ فَاِنَّ اَبَاکُم کَانَ رَامِیًا۔

اے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد! تیر اندازی کرو تمہارے والد بھی تیر انداز تھے۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان اسلم بن افصی کی قوم کے لئے ہے جبکہ اسلم خزاعہ کا بھائی تھا یہ تمام حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور یہ تمام سباء بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد میں سے ہیں لیکن میرے نزدیک اس حدیث میں اس نقطۂ نظر کی کوئی دلیل نہیں ہے اگر چہ تمام بنو عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔اگر اہل یمن بھی اولادِ اسماعیل میں سے ہوتے تو پھر اس قوم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا کیونکہ ان کے علاوہ دیگر اہل عرب بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی ہیں۔اس حدیث مبارک میں تو یہ دلیل ہے کہ بنی قمعہ میں سے خزاعہ مدرکہ بن الیاس بن مضر کے بھائی ہیں۔اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

هِیَ اُمُّکُمْ یَابَنِی مَاءِ السَّمَاءِ۔

اے ماء السماء کے بیٹو !وہ تمہاری ماں ہے۔

اس فرمان میں قحطان کے متعلق اسی طرح تاویل کی گنجائش موجود ہے۔جس طرح دوسرے لوگوں کے متعلق ہے۔ممکن ہے ماء السماء تک ان کا نسب ان کے گمان کے مطابق ہی ہو۔انہوں نے اپنے آپ کو اس کی طرف اس طرح منسوب کیا ہو جس طرح قبائل عرب اپنے آپ کو اپنی ماں کے خاوند کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

سباء، اُمَیم اور وبار

سباء کا نام عبد الشمس تھا۔تمام اہل عرب سے پہلے اسی نے تاج پہنا تھا اور اسی نے ہی لوگوں کو پابند سلاسل کیا تھا اسی وجہ سے اس کا نام سباء مشہور ہو گیا لیکن یہ مادۂ اشتقاق یقینی نہیں ہے کیونکہ سباء

Marfat.com

سباء بن یشجب ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ابومحرز خلف الاحمر اور ابوعبیدہ نے حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار سنائے۔ ان کا تعلق بن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن

مہموز ہے جبکہ بی مہموز نہیں ہے۔ اُمیم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ دراصل اُمیم ہے لیکن مشاہیر علماء اس کو اُمیّم پڑھتے ہیں۔ کلام عرب میں اس طرح کا کوئی اور اسم نہیں ہے۔ اہل عرب ایسے پرانے اسماء کے متعلق مضطرب ہیں۔

معرّی نے کہا ہے ۔

يَرَاهُ بَنُو الدَّهْرِ الاٰخِيْرِ بِحَالِهٖ كَمَا قَدْ رَاٰتَهٗ جُرْهُمٌ وَاَمِيْمُ

''آخری زمانہ کے لوگ اس کو اسی طرح اپنی حالت میں دیکھیں گے جس طرح انہوں نے جرہم اور اُمیم کو دیکھا''۔ یہ اکثر فعیل کے وزن پر ہی آتا ہے۔ امیم کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے ہی سب سے پہلے لکڑی چیر کر چھت بنایا تھا۔ یہ بادشاہ تھا اور اپنے آپ کو آدم کہلاتا تھا۔ فُرس کے نزدیک یہ آدم صغیر تھا اس کے بچے کا نام وَبَار تھا، یہ ایک قوم تھی جو ریت میں ہلاک ہوئی۔ شدید آندھی نے ان کے رستوں اور پناہ گاہوں کو ریت سے بھر دیا۔ جس سے وہ نیست و نابود ہو گئے۔

شاعر نے کہا ہے ۔

وَكَرَّ دَهْرٌ عَلٰى وَبَارَ فَاُهْلِكَتْ عَنْوَةً وَبَارَ

زمانے نے وبار پر اپنا گھونسلا بنالیا اور وبار کے مختلف قبائل ہلاک ہو گئے۔

اُباری کو اس طرح منسوب کرنا خلاف قیاس ہے۔ عمالیق میں سے مصر کے فرعون بھی تھے ان میں سے ایک ولید بن مصعب تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ ایک فرعون اس کا بھائی قابوس بن مصعب تھا، ایک فرعون کا نام الریان بن ولید تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بادشاہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام ابن ذوَمَع تھا۔

طَسم اور جَدِیس

طَسم اور جَدیس نے ایک دوسرے کو ہلاک کیا۔ غلط حکمرانی اور ظلم و تعدی کی وجہ سے طسم نے جدیس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں سے ایک شخص کا نام رباح بن مرۃ تھا وہ تبع (حسّان بن تبّان اسعَد) کے پاس گیا اور مدد کا خواہاں ہوا۔ اس کی ایک بہن یمامہ تھی اس کا نام عنز تھا۔ وہ طسم کی بیوی تھی اس کی ہمدردیاں بھی اسی کے ساتھ تھیں۔ اس نے طسم کو خوفناک انجام سے ڈرایا لیکن اس نے

Marfat.com

قیس بن عیلان بن مُضَر بن نزار بن معد بن عدنان سے تھا۔ وہ اپنے نسب میں عک بن عدنان پر فخر کرتے ہیں۔

وَعَكُّ ابْنُ عَدْنَانَ الَّذِيْنَ تَلَقَّبُوْا　بِغَسَّانَ حَتّٰى طَرَّدُوْا كُلَّ مَطْرَدٖ

عک عدنان کے وہ قابل فخر سپوت ہیں جو مقام غسان پر دشمن سے نبرد آزما ہوئے اور انہوں نے دشمن کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

یہ شعر حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ میں موجود ہے۔ غسان پانی کا ایک چشمہ ہے جو یمن میں سد مآرب کے پاس ہے۔ یہ چشمہ مازن بن الاسد بن الغوث کے پانی پینے کی جگہ تھی اسی وجہ سے اس کا نام غسان رکھا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غسان جحفہ کے قریب مقام ''مُشلّل'' میں پانی کا ایک چشمہ ہے۔ جن لوگوں نے اس کا پانی پیا ان میں تفرقہ پڑ گیا۔ مازن بن اسد بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد نے اس کا نام غسان رکھا تھا۔

اس کی ایک نہ سنی۔ صبح کے وقت تبع نے ان پر لشکر کشی کی ان سب کو قتل کر دیا اور یمامہ کو باب جوّ پر پھانسی دے دی۔ یہ شہر آج تک ''جوّ'' کے نام سے مشہور ہے۔ طسم کے قتل کے بعد یہ شہر فساد اور خونریزی کا گڑھ بن گیا۔ بالآخر کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا۔ اس کا پھل صرف درندے یا پرندے ہی کھاتے تھے۔ ایک دن عبید بن ثعلبہ حنفی کا وہاں سے گزرا ہوا، وہ اپنی قوم کا جاسوس تھا جو مختلف شہروں میں جاتا تھا۔ جب اس نے اس شہر کا پھل کھایا تو اس نے کہا یہ کتنا عمدہ کھانا ہے۔ اس نے اپنے عصا کے ساتھ پورے قصبے یمامہ کے اردگرد دائرہ کھینچ دیا۔ اس لئے اس کا نام حُجر بھی پڑ گیا آج بھی حنفیہ قبائل دوران سفر یہاں خیمہ زن ہوتے ہیں۔ مؤرخین کے نزدیک طسم اور جدیس کا قصہ معروف ہے اس لئے میں نے صرف اسی پر اکتفاء کیا ہے۔

Marfat.com

انصار کے نسب کا بیان

تمام انصار اوس اور خزرج کی اولاد ہیں۔اوس اور خزرج حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن الاسد بن الغوث کی اولاد ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس شعر میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے:

أَمَا سَأَلْتِ إِنَّا مَحْشَرٌ نُجُبٌ   الاَسْدُ نِسْبَتُنَا وَالْمَاءُ غَسَّانُ

کیا تو نے ہمارے متعلق سوال نہیں کیا؟ ہمارا قبیلہ انتہائی شریف ہے ہمارا نسب اسد پر ختم ہوتا ہے جس کے پانی کا چشمہ غسان میں ہے۔

یمن اور خراسان کے باشندے جو اپنے آپ کو ''عک'' کی اولاد کہلاتے ہیں۔وہ اس کا نسب یوں بیان کرتے ہیں عک بن عدنان بن عبداللہ بن اسد بن غوث جبکہ عدثان بن الدیث بن عبداللہ بن اسد بن الغوث بھی کہا جاتا ہے۔

انصار کے نسب کا تذکرہ

اوس اور خزرج کے قبائل کو انصار کہتے ہیں اوس کا معنی بھیڑیا اور عطیہ ہے جبکہ خزرج کا معنی ٹھنڈی ہوا ہے لیکن میرا گمان ہے کہ لغتہً اوس عطیہ کے ساتھ ہی خاص ہے یہ اُسْتُ کا مصدر ہے جبکہ وہ اوس جس سے بھیڑیا مراد لیا جائے تو وہ ذئب اور اسد کی طرح نہیں ہوتا۔اگر یہ اس طرح ہوتا پھر جمع بھی آتا اور معرفہ بھی ہوتا۔جس طرح کہ اجناس کے اسماء ہوتے ہیں اور اس کی مونث کو اَوسہ کہا جاتا۔جس طرح ذئب کی مونث کو ذئبہ کہا جاتا ہے۔سرور کائنات ﷺ کا ارشاد مبارک بھی ہمارے اسی قول کی تائید کرتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

هٰذَا اُوَيْسٌ يَسْأَلُكُمْ مِنْ اَمْوَالِكُمْ.

''یہ بھیڑیا ہے جو تمہارے مویشیوں میں سے اپنا حصہ مانگ رہا ہے''۔

صحابہ کرام نے عرض کی ''ہمارے نفس خوشی سے اس کے لئے حصہ مقرر کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں''۔آپ ﷺ نے اس فرمان میں اَوْس نہ فرمایا بلکہ اویس فرمایا۔اوس کسی درندے کے اسماء میں سے نہیں ہے نہ ہی یہ کسی جنس کے ساتھ مختص ہے بلکہ یہ عطیہ کے ساتھ خاص ہے۔انصار کے نسب میں

Marfat.com

معد بن عدنان کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ معد کے چار بیٹے تھے: 1۔ نزار بن معد، 2۔ قضاعہ بن معد اس کا نام بکر بھی تھا۔ اسی وجہ سے معد کو ابو بکر کی کنیت سے بھی یاد کیا جاتا تھا، 3۔ قنص بن معد، 4۔ ایاد بن معد قضاعہ حمیر بن سباء کی طرف مائل ہو گیا۔ سباء کا نام عبد الشمس تھا۔ اس کو سباء اس لئے کہتے تھے کیونکہ سب سے پہلے اس نے ہی لوگوں کو قیدی بنایا تھا۔

ایک عمرو بھی ہے اس کو مُزَیْقِیَاء کہا جاتا تھا کیونکہ یہ ہر دن ایک حُلّہ پھاڑتا تھا۔ ابن عامر ہی ماء السماء ہے۔ حارثہ کو سردار اور سخی کہا جاتا تھا۔ امرئُ القیس سے مراد البُهْلُول بن ثعلَبه الصَّنَم ہے۔ ابن مازن السراج (چراغ) کے نام سے موسوم تھا۔ ثعلبہ بن عمرو جو اوس اور خزرج کا دادا تھا اس کو ثعلبہ العَنقَاء کہا جاتا تھا۔ یہ اپنے آپ کو تاج پوش بادشاہ سمجھتے تھے۔ جب اوس اور خزرج نے شام کے ساتھ مل کر روم پر تسلط قائم کیا تھا تو حارثہ بن ثعلبہ العنقاء مدینہ طیبہ میں وفات پا گیا۔ اس وقت غسان نے شاہِ روم کے ساتھ مصالحت کر لی تھی حارثہ اور جِذع کی موت اس آواز کی وجہ سے ہوئی جو زمین اور آسمان کے درمیان سنی گئی جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آئی تھیں۔ حارثہ کی وفات کے بعد یہودیوں نے تمام عہدوں کو توڑ دیا۔ اوس اور خزرج نے جَفْنه کے بادشاہ سے مدد طلب کی اور یہود پر غلبہ پا لیا۔ اسد کو ازد بھی کہا جاتا ہے اس کا نام اِزْدِرَاء بن غوث تھا۔ اس کو وثیمہ بن موسیٰ بن الفرات بھی کہا جاتا تھا۔ اس کو اسد اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگوں پر بہت زیادہ نعمتیں کرتا تھا پھر یہ نسب کہلان بن سباء تک چلا جاتا ہے۔ کہلان حمیر کے بعد بادشاہ بنا یہ تین سو سال تک زندہ رہا پھر حکومت اپنے بھائی حمیر کے حوالے کر دی پھر یہ حکومت اسی کے بیٹوں میں رہی اس کے بیٹوں کے نام وائل، مالک، عمرو، عامر، سعد اور عوف تھے۔

ابن ہشام نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ذکر کیا ہے ان کا دوسرا مصرعہ یہ ہے:

یَااُخْتَ آلِ فَرَاسٍ اِنَّنِی رَجُلٌ   مِنْ مَعْشَرٍ لَهُمْ فِی الْمَجْدِ بُنْیَانُ

اے آلِ فراس کی بہن! میں وہ آدمی ہوں جس کا تعلق ایسے قبیلے سے ہے جس کی بنیادیں بزرگی میں ہیں۔

غَسَّان، غُسّ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی کمزور ہے کہا جاتا ہے غُسُّ الْاَمَانَةِ صُنْبُوْرٌ فَصُنْبُوْرٌ۔ جب بلی کو ڈانٹا جاتا ہے تو اس کو بھی غِسُ کہتے ہیں غسیسہ اس کھجور کو کہتے ہیں جو قبل از وقت خشک ہو جاتی ہے اور کمزور ہو کر گر پڑتی ہے۔

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اہل یمن اور بنو قضاعہ کہتے ہیں کہ قضاعہ ابن مالک بن حمیر ہے۔ جیسا کہ عمرو بن مرۃ الجہنی نے اپنے ان اشعار میں تذکرہ کیا ہے۔ جُھَینہ کا نسب یہ ہے جُھَینہ بن زید بن لیث بن سود بن اَسلُم بن الحاف بن قضاعہ۔

نَحنُ بَنُو الشَّیخِ الهِجَانِ الاَزْهَرِ   قُضَاعَةُ بنُ مَالِكٍ بنِ حِمْیَرِ
النَّسَب المَعْرُوْفِ غَیْرِ مُنْكَرِ   فِی الحَجَرِ المَنقُوْشِ تَحتَ المِنبَرِ

ہم شریف اور روشن جبین شیخ قضاعہ بن مالک بن حمیر کی اولاد ہیں یہ نسب مشہور ہے اور کوئی اس کا منکر نہیں ہے یہ آسمان کے نیچے پتھر پر نقش کی طرح مستحکم ہے۔

سباء اور سیل العرم

اہل عرب کا قول ہے تفرَّقُوا اَیَادِیْ سَبَاء وَاَیَادِیْ سَبَا۔ اگرچہ سبا معرفہ ہے لیکن نصبی حالت میں اس کی یاء پھر بھی ساکن رہی ہے کیونکہ اصل میں یہ دو اسم ہیں جو مل کر ایک اسم بن گیا ہے۔ جیسا کہ معدی کرب ہے۔

عَرِم کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس کا معنی ڈیم ہے۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ ایک وادی کا نام ہے۔ یہ اس چوہے کا نام تھا جس نے ڈیم کو خراب کیا۔ عرم سیلاب کی صفت ہے یعنی تند و تیز سیلاب۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ اس سرخ پانی کا نام ہے جو زمین کی گہرائیوں سے نکالا گیا پھر اس سے باغات سیراب ہونے لگے پھر وہ پانی باغات تک نہ پہنچ سکا اور وہ خشک ہو گئے۔ سرخ پانی ڈیم سے نہیں آتا تھا بلکہ یہ تو عذاب تھا جو ان کے لئے بھیجا گیا تھا''۔

اہل عرب اسم کو اس کے وصف کی طرف مضاف کر دیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں اسم ہیں اس لئے ان میں سے ہر ایک دوسرے کی وجہ سے معرفہ بن گیا۔ در اصل یہ مسمّیٰ کی اضافت دوسرے اسم کی طرف ہے یعنی اس نام والا۔ جیسے کہا جاتا ہے ذُو زَیْدٍ وہ شخص جو زید کے نام سے موسوم ہے۔ سَعْدُنَا شِرَہ اور عَمْرُو بَطَّہ بھی اسی طرح ہیں۔

الاعشی کا قول: وَمَآرِبُ عَفّٰی عَلَیْهَا العَرِمُ۔

وہ ایسا محل تھا جس کا نام و نشان سیلاب نے مٹا دیا تھا۔

بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ عَرِم سے مراد سیلاب ہے۔ مآرب ان کے محل کا نام تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہر اس بادشاہ کا نام ہوتا تھا جو سباء کا والی بنتا تھا۔ جس طرح کہ تبع یمن کے ہر بادشاہ کا نام ہوتا

Marfat.com

قنص بن معد اور نعمان بن منذر کا نسب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قنص بن معد کی اکثر اولاد ہلاک ہوگئی تھی۔ معد کا نسب بیان کرنے والوں کا یہی خیال ہے اس کی اولاد میں سے نعمان بن منذر بھی تھا جو حیرہ کا بادشاہ تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب الزہری

تھا۔ یہ ڈیم سباء بن یشجب بن یعرب نے بنایا تھا، ستر وادیاں اس کی طرف آتی تھی لیکن سباء اس کو مکمل کرنے سے پہلے ہی مر گیا پھر حمیری بادشاہوں نے اس کو مکمل کیا۔ مسعودی کہتے ہیں کہ اس کو لقمان بن عاد نے بنوایا تھا یہ ایک فرسخ پر محیط تھا اس نے اس ڈیم کے تیس دروازے بنوائے تھے۔ الاعشیٰ کا قول ہے۔

اِذَا جَاءَ موَّارُهُ لَمْ یَرِمِ۔ موَّار اللہ تعالیٰ کے فرمان یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا سے ہے اس کی میم پر فتح ہے بعض علماء اس کو مضموم بھی پڑھتے ہیں لیکن فتح پڑھنا زیادہ صحیح ہے۔ اسی سے اہل عرب کا قول دَمٌ مَائِرٌ ہے۔ اس کا معنی بہنے والا خون ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اَمِرِّ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ۔

تو جس سے چاہتا ہے خون بہا ادا کردے۔

ابو عبید نے اس کو اَمْرِ میم کو ساکن پڑھا ہے اور اسے مَرَیْتُ الضَّرْعَ سے مشتق مانا ہے لیکن ہمارا رجحان پہلے قول کی طرف ہے۔

اعشیٰ کے قول لَمْ یَرِمِ کا مطلب ہے کہ اس پانی کو ڈیم روک لیتا تھا اور وہ اسے حسب ضرورت استعمال کرتے تھے۔

معد اور اس کی اولاد کا ذکر

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق معد کے چار بیٹے تھے۔ نزار میں علماء کا اتفاق ہے کہ وہ معد کا ہی بیٹا تھا باقی اولاد میں اختلاف ہے۔ معد کی اولاد میں جشم بن معد، سِلْهِم بن معد، جُنَادَه بن معد، قُناصه بن معد، قَنَص بن معد، سَنَام بن معد، عَوف، وَحَیدان، اَوَد، عُبَید الرِّمَاح، حَیدَه، حَیادَه، جُنَید اور قَحَم شامل ہیں۔ اکثر اہل نسب کا خیال ہے کہ قضاعہ بن معد کو ہی کہا جاتا ہے۔ یہ

Marfat.com

نے بیان کیا ہے کہ نعمان بن منذر قُنُص بن معد کی اولاد میں سے تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قُنُص کو قَنَص بھی پڑھا گیا ہے۔

زبیریین اور ابن ہشام کا نقطہ نظر ہے۔

ہشام بن عروہ کی سند سے حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے قضاعہ کے متعلق پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ ابن معد ہے''۔ ابوعمر کہتے ہیں ہشام بن عروہ کے علاوہ کسی اور شخص نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ یہ حدیث ایک دوسری حدیث کے معارض ہے جس کو حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کس کی اولاد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم'' مالک بن حمیر کی اولاد ہو''۔

ابومریم حضرت عمرو بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں:

یَاۤاَیُّهَا الدَّاعِیُ اُدْعُنَا وَاَبْشِرْ وَکُنْ قَضَاعِیًا وَلَا تَنَزَّرْ

نَحْنُ بَنُوْ الشَّیْخِ الْهِجَانِ الْاَزْهَرِ قُضَاعَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ حِمْیَرْ

ترجمہ:۔''اے پکارنے والے ہم کو پکار اور خوش ہو جا۔ قضاعہ قبیلہ میں آجا اور کم چیز پر اکتفا نہ کر ہم خوبرو اور شریف بزرگ قضاعہ بن مالک بن حمیر کی اولاد ہیں۔''

ذوالحسبین کہتے ہیں کہ زبیر نے کہا ہے یہ اشعار افلح بن یَعْبُوب کے ہیں۔ حضرت عمرو بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے صرف دو احادیث ہی روایت کی ہیں۔ ایک حدیث میں علامات نبوت بیان کی گئیں ہیں جبکہ دوسری حدیث یہ ہے:

''جو شخص لوگوں کے معاملات کا والی بنا پھر اس نے حاجت مندوں، دوستوں اور مسکینوں کے لئے اپنا دروازہ بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بروز حشر اس کی حاجت، خلعت اور مسکنت کو پورا کئے بغیر اپنا دروازہ بند کر لے گا''۔

پہلے نقطہ نظر والوں نے زہیر کے اس قول سے بھی استدلال کیا ہے۔

قُضَاعِیَةٌ اَوْ اُخْتُهَا مُضَرِیَةٌ

اس مصرعہ میں زہیر نے قضاعہ اور مضر کو بھائی شمار کیا ہے۔

Marfat.com

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یعقوب بن عتبہ نے انصار کے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعمان بن منذر کی تلوار پیش کی گئی تو

جب قضاعہ کے متعلق دونوں قول معارض آ گئے اور دونوں کے پاس دلائل ہیں تو ہم نے علامہ زبیر کے قول کو ملاحظہ کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں فریق سچے ہیں۔

علامہ زبیر نے ابن الکلبی سے روایت کیا ہے کہ مالک بن حمیر کی بیوی عُکْبُرۃ نے قضاعہ کو دودھ پلایا تھا پھر معد نے اس کے ساتھ شادی کر لی پھر اس نے قضاعہ کی تربیت کی اور اسے اپنا بیٹا بنا لیا اور اسی کے نام پر اپنی کنیت رکھی۔

بلکہ کہا جاتا ہے کہ قضاعہ معد کے گھر ہی پیدا ہوا اور اسی کی طرف منسوب ہوا جس طرح بنو عبد مناۃ بن کنانہ، علی بن مسعود بن مازن بن الذئب الاسدی کی طرف منسوب ہوتے ہیں کیونکہ علی بن مسعود نے ان کے باپ کی پرورش کی تھی اور ان کی ماں کا خاوند تھا۔ اس لئے انہیں بنو علی بھی کہا جاتا ہے۔ عُکْل بھی اسی طرح ہے اس نے بنو عوف بن ود بن طابخہ کی پرورش کی تھی یہ بھی اپنے نسب کو عُکْل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قضاعہ ہی بکر بن معد تھا۔ بکر آدمی کے پہلے بچے کو کہتے ہیں، دوسرے بچے کو ثِنْیٌ اور تیسرے کو ثُلْث کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد پیدا ہونے والے بچے کو اس قسم کا کوئی نام نہیں دیا جاتا جب قضاعہ نے اپنے آپ کو اہل یمن کی طرف منسوب کیا تو اعشٰی بن تغلب نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔

اس نے اس وقت یہ اشعار کہے۔

أَزْنَيْتُمْ عَجُوزَكُمْ، وَكَانَتْ قَدِيْمًا لَا يُشَمُّ لَهَا خِمَارُ

عَجُوزٌ لَودَنَا مِنْهَا يَمَانٌ لَلَاقِي مِثْلَ مَا لَاقِي يَسَارُ

"کیا تم نے اپنی بڑھیا کی طرف بدکاری کی نسبت کر دی ہے وہ تو ایک پرانی بڑھیا تھی۔ جس کی عادت بھی تبدیل نہ ہوئی تھی وہ ایک ایسی بڑھیا تھی کہ اگر کوئی یمنی اس کے قریب جاتا تو اس کو بھی اس صورت حال کا سامنا کرنا جس کا یسار کو کرنا پڑا تھا"۔

یسار سے مراد یسار الکواعب ہے وہ بری نیت سے عورتوں کے پاس گیا انہوں نے اس کو خصی کر دیا۔

حمیر کے ایک شاعر نے بھی قضاعہ کے متعلق بڑے گندے اشعار کہے ہیں۔ اس کتاب میں

Marfat.com

انہوں نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ وہ قریش اور تمام عرب کے نسب سے خوب آگاہ تھے، وہ کہا کرتے تھے میں نے یہ علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس علم میں تمام عرب سے زیادہ ماہر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تلوار حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کی اور فرمایا ''اے جبیر! نعمان بن منذر کا نسب کیا ہے''؟ انہوں نے کہا ''وہ قنص بن معد کی اولاد میں سے تھا''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تمام اہل عرب کا یہ نظریہ ہے کہ نعمان بن منذر لخم کی اولاد میں سے تھا اور لخم ربیعہ بن نصر کی اولاد میں سے تھا۔ کون سی روایت درست ہے اللہ ہی بہتر جانتا تھا۔

لخم بن عدی کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لخم کا نسب یہ ہے لخم بن عدی بن حارث بن مرة بن اُدد بن زید بن همَیسع بن عمرو بن عرِیب بن یشجب بن زید بن کهلان بن سباء۔ بعض نسّاب کہتے ہیں لخم کا نسب یہ ہے لخم بن عمرو بن سباء۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ربیعہ بن نصر بن ابی حارثہ بن عمرو بن عامر ہے جو عمرو بن عامر کے یمن سے چلے جانے کے بعد یمن میں ہی مقیم رہا۔

ذکر نہ کرنا بہتر ہے۔

قنص بن معد کا ذکر

قنص بن معد کی اولاد پورے حجاز میں پھیل گئی۔ ان کے اور ان کے باپ کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس کی وجہ سے شہر ان کے لئے تنگ ہو گئے۔ زمین ان کے لئے خشک ہو گئی اور وہ سوادِ عراق کی طرف چلے گئے۔ اراد نیوں اور بعض بادشاہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں وہاں سے نکال دیا اور ان میں سے اکثر کو تہہ تیغ کر دیا۔ صرف چند افراد ہی اپنی جان بچا سکے اور وہ عرب کے قبائل کے ساتھ مل گئے اور اپنے آپ کو ان کی طرف ہی منسوب کر لیا۔

نعمان بن منذر کی تلوار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت پیش کی گئی جب مدائن فتح ہوا۔ مدائن میں کسریٰ کے محلات اور خزانے تھے جب مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کر لیا تو وہ اصطخرَ کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے اموال اور خزانوں پر قبضہ کر لیا گیا وہاں سے مسلمانوں کو پانچ تلواریں ملیں جو اپنی مثال آپ تھیں۔ ایک تلوار کسریٰ پرویز کی تھی، دوسری کسریٰ نوشیروان کی تھی جبکہ تیسری تلوار

Marfat.com

عمرو بن عامر کا یمن سے خروج اور مآرب ڈیم کی داستان

ابوزید الانصاری نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ عمرو بن عامر نے ایک چوہا دیکھا جو مآرب ڈیم میں سوراخ کر رہا تھا۔ مآرب ایک عظیم الشان ڈیم تھا جہاں بہت سا پانی جمع رہتا تھا، اہل یمن اپنی منشا کے مطابق اس سے اپنی کھیتیاں سیراب کرتے تھے۔ چوہے کا یہ فعل دیکھ کر عمرو بن عامر کو یقین ہو گیا کہ اب ڈیم زیادہ مستحکم نہیں ہے۔ اس نے یمن سے منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا لیکن اس کی قوم نے اس کو روک دیا۔ اس نے اپنے چھوٹے بچے سے کہا کہ جب وہ اس سے ناراض ہو کر اس کے منہ پر طمانچہ رسید کرے تو اس وقت وہ بھی جواباً اسے ایک مکا رسید کرے۔ اس کے

نعمان بن منذر کی تھی۔ نوشیروان نے یہ تلوار نعمان سے اس وقت چھیننا چاہی جب وہ اس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ نعمان نے وہ تلوار اپنی ہتھنی کی طرف پھینک دی اس نے اسے ہاتھوں میں تھام لیا۔ حتیٰ کہ نعمان مر گیا۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق نعمان بن منذر قید خانے میں طاعون کی وجہ سے ہلاک ہوا تھا۔ ایک تلوار ترک بادشاہ خاقان کی تھی اور ایک ہرقل کی تھی۔ ہرقل کی تلوار کسریٰ کے پاس اس وقت آئی تھی جب اس نے روم پر قبضہ کیا تھا۔ نعمان بن منذر کی تلوار پہلے کسریٰ پرویز کے پاس آئی پھر کسریٰ یزدجرد کے پاس پہنچی پھر اس تلوار کو حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ پرویز بن ہرمز بن انوشیروان نے نعمان بن منذر کو قتل کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پرویز کے ایک ہزار ہاتھی، پچاس ہزار گھوڑے اور تین ہزار عورتیں تھیں۔ انوشروان کا عرب میں معنی مُجدِّد الملک ہے اور پرویز کا معنی مظفر ہے۔

حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو میں امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیا ''لوگ کہتے ہیں نعمان بن منذر قنص بن معد کی اولاد میں سے تھا حالانکہ وہ عجم بن قنص کی اولاد میں سے ہے لیکن وہ عجم سے ناآشنا ہیں اس لئے وہ اس کی جگہ لخم کا ذکر کرتے ہیں''۔ وہ کہتے ہیں وہ لخم کی اولاد میں سے ہے اسی کی طرف اس کو منسوب کیا جاتا ہے۔

پرویز وہ بادشاہ تھا جس کی طرف حضور ﷺ نے اپنا نامہ مبارک بھیجا لیکن اس نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو چاک کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس کے لئے یہ بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو پارہ پارہ کر دے۔

Marfat.com

چھوٹے بچے نے اس کے حکم پر عمل کیا اور اپنے والد کے تھپڑ رسید کیا۔ عمرو نے کہا "اب میں اس شہر کو اپنا مسکن نہیں بنا سکتا جہاں مجھے سب سے چھوٹے بچے نے تھپڑ مارا ہو"۔ اس نے اپنا مال فروخت کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ یمن کے مالدار لوگوں نے کہا "عمرو کے اس غصے کو غنیمت سمجھو اور اس کا مال اس سے خرید لو وہ اپنی اولاد سمیت یمن سے نکل آیا"۔ قبیلہ ازد کے افراد نے کہا "ہم عمرو بن عامر کو نہیں چھوڑ سکتے"۔ انہوں نے بھی اپنے اموال فروخت کئے اور عمرو کے ہمراہ ہو لئے۔ وہ تمام عازم سفر ہو گئے، مختلف شہروں سے گزرتے ہوئے عکّ تک پہنچ گئے۔ عکّ نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ ان کے مابین بڑی خونریزی ہوئی۔ حضرت عباس بن

اعشیٰ کے اشعار

ابو عبیدہ نے مجھ سے کہا ہے کہ عرم کا معنی "بند" ہے۔ اس کا واحد عرمہ ہے۔

اعشیٰ نے اس بند کے متعلق درج اشعار کہے ہیں۔ (اعشیٰ کا نسب یہ ہے اعشیٰ، قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن ہنب بن اقصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد کی نسل میں سے تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں افعی، دُعمی بن جدیلہ کا بیٹا تھا۔ اعشیٰ کا نام میمون بن قیس بن جندل بن شراحیل بن عوف بن سعد بن ضُبَیْعہ بن قیس بن ثعلبہ تھا۔

وَفِي ذَاكَ لِلْمُؤْتَسِي أُسْوَةٌ وَمَأْرِبُ عَفَّى عَلَيْهَا الْعَرِمُ
رُخَامٌ بَنَتْهُ لَهُمْ حِمْيَرٌ إِذَا جَاءَ مَوَّارُهُ لَمْ يَرِمْ
فَأَرْوَى الزُّرُوعَ وَأَعْنَابَهَا عَلَى سَعَةٍ مَاءُ هُمْ إِذْ قُسِم
فَصَارُوْا أَيَادِيَ مَايَقْدِرُوْ نَ مِنْهُ عَلَى شُرْبِ طِفْلٍ فُطِم

ترجمہ:۔ "اس ڈیم کی تباہی کے واقعہ میں طالب کے لئے ایک عظیم مثال ہے۔ اس سیلاب نے مآرب جیسے عظیم ڈیم کی شکل تبدیل کر کے رکھ دی۔ وہ سنگ مرمر کا وہ ڈیم جسے حمیر نے بنایا تھا جب کبھی اس میں موجیں آجاتی تھیں اور اسے ذرا بھر بھی جنبش نہ ہوتی تھی۔ اس ڈیم نے کھیتوں کو سیراب کیا اس نے اس بستی کی انگور کی بیلوں کو بھی سیراب کیا۔ جب وہ پانی تقسیم ہوتا تھا تو وہ ایک وسیع رقبہ کو گھیر لیتا تھا پھر وہ ایسے خالی ہاتھ ہو گئے کہ وہ اتنی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے کہ ایک دودھ چھڑائے ہوئے بچے کو پانی کا ایک گھونٹ بھی پلا سکیں۔"

امیہ بن ابی الصلت الثقفی (ثقیف کا نام قَسِیُّ بن مُنبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان تھا) کے ایک قصیدے کا ایک شعر ہے۔

Marfat.com

مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر جو اس سے قبل گزر چکا ہے وہ اسی معرکہ کے متعلق ہے پھر عمرو اور اس کی قوم وہاں سے روانہ ہوئے اور مختلف شہروں میں مقیم ہو گئے۔ آل جفنہ بن عمرو بن عامر شام کی طرف چلے گئے۔ اوس اور خزرج نے یثرب کو اپنا مسکن بنا لیا۔ خزاعہ نے مرّا میں اقامت اختیار کی۔ اَزْدِسَراة، سَراة میں اور اَزْدِعُمان، عُمان چلے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے تند و تیز سیلاب بھیجا اس نے ڈیم کو تباہ کر دیا۔ یہ آیت مبارکہ اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ۝١٥ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (سبا)

”قوم سبا کے لئے ان کے مسکن میں نشانی موجود تھی۔ (وہاں) دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور اس کا شکر ادا کرو اتنا پاکیزہ شہر اور ایسا رب غفور! (اہل سبا تمہاری خوش بختی کا کیا کہنا) پھر انہوں نے منہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا“۔

قوم سبا کے لئے ان کے مسکن میں رحمت الٰہیہ کی نشانی تھی وہاں دو باغ تھے۔ جن کے سلسلے دائیں اور بائیں دور تک چلے گئے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔ کتنا پاکیزہ ملک ہے جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ اس رب کی شان مغفرت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ پس انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا۔

شاہِ یمن ربیعہ بن نصر کا خوفناک خواب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ربیعہ بن نصر یمن کا بادشاہ تھا۔ ایک دفعہ اس نے ایک ایسا خواب دیکھا جس نے اس کو دہشت زدہ کر دیا۔ وہ اس خواب کی وجہ سے بہت خوفزدہ ہوا۔

مِنْ سَبَأَ الْحَاضِرِيْنَ مَأْرِبَ اِذْ يَبْنُوْنَ مِنْ دُوْنِ سَيْلِهِ الْعَرِمَا

ہمارا تعلق قبیلہ سباء سے ہے وہ مآرب ڈیم کے پاس اس وقت موجود تھے جب لوگ اس کے سیلاب کی دوسری طرف بند باندھ رہے تھے۔

ربیعہ بن نصر اور اس کا خواب

بعض علماء نے ربیعہ بن نصر کو نصر بن ربیعہ بھی لکھا ہے یمن کے نساب اس کا نسب اس طرح بیان

Marfat.com

اس نے کوئی جادوگر، کاہن، ستارہ شناس اور فال نکالنے والا نہ چھوڑا۔ اس نے ان تمام کو اپنے دربار میں جمع کیا اور ان سے یوں گویا ہوا:

''میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اب تم مجھے وہ خواب بھی بتاؤ اور اس کی تعبیر سے بھی آگاہ کرو''۔

ان لوگوں نے بادشاہ سے کہا ''اے شاہِ والا! آپ ہمیں اپنا خواب بیان کریں ہم اس کی تعبیر عرض کر دیں گے''۔ بادشاہ نے کہا ''اگر میں نے تمہیں اپنا خواب بیان کر دیا تو پھر میں تمہاری بیان کردہ تعبیر سے مطمئن نہیں ہو سکوں گا۔ اس خواب کی صحیح تعبیر وہی شخص بتا سکتا ہے جو میرے بتانے سے پہلے ہی اس خواب سے آگاہ ہو''۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا ''اے شاہِ ذی

کرتے ہیں ربیعہ بن نصر بن حارث بن غارہ بن لخم۔ زبیر کہتے ہیں کہ اس کا نسب یہ ہے نصر بن مالک بن شَعُوذَ بن مالک بن عَجم بن عمرو بن نُمارہ بن لَخم۔ لخم جُذَام کا بھائی تھا۔ لخم کو لخم اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے بھائی کو طمانچہ مارا تھا (لَخَمَ اَخَاهُ) دوسرے بھائی نے اس کے ہاتھ کو کاٹ ڈالا جس کی وجہ سے وہ جذام میں مبتلا ہو گیا۔ اس لئے اس کو جذام کہا جانے لگا۔ علامہ قطرب کہتے ہیں ''سمندر میں ایک مچھلی کا نام اللخم ہے اور اسی سے انسانوں کا نام بھی لخم رکھا جاتا ہے''۔ اکثر مؤرخین کہتے ہیں کہ ربیعہ بن نصر دراصل نصر بن ربیعہ تھا نعمان بن منذر بھی اسی کی اولاد میں سے تھا اس کے نسب میں لخم کو شامل کرنا خطاء ہے۔

سطیح کا جسم صرف گوشت تھا اس میں ہڈی نہ تھی اس لئے وہ بیٹھنے پر قادر نہ تھا مگر جب وہ سخت ناراض ہوتا تو وہ پھونکیں مارتا اور بیٹھ جاتا۔ شق میں انسانی اعضاء آدھے تھے اس کا ہاتھ بھی ایک اور آنکھ اور ٹانگ بھی ایک ایک تھی۔

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ سطیح سے پوچھا گیا تجھے یہ علم کہاں سے ملا۔ اس نے کہا ایک جن میرا دوست ہے جو طور سیناء سے آسمان کی باتیں سن لیتا ہے وہ یہ باتیں اس وقت سے سن رہا ہے جب اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا اب اسے جو خبریں معلوم ہوتی ہیں وہ مجھے بتا دیتا ہے۔

سطیح اور شق اس روز پیدا ہوئے تھے جب کاہنہ طریفہ مری تھی۔ طریفہ عمرو بن عامر کی بیوی تھی وہ خیر حمیریہ کی بیٹی تھی۔ اس نے مرنے سے قبل سطیح کو بلایا جب سطیح اس کے پاس آیا تو اس نے اس کے منہ میں اپنا تھوک ڈالا اور اسے بتایا کہ وہ علم اور کہانت میں اس کا نائب ہے۔ سطیح کا چہرہ اس کے سینے میں

Marfat.com

مرتبت! اگر آپ اپنے خواب اور اس کی تعبیر سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو پھر کوئی سند یہ سطیح اور شق کی طرف بھیجیں اور انہیں اپنے دربار میں بلالیں کیونکہ آج روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ان سے زیادہ عالم ہو وہ ہر اس چیز کے متعلق بتا دیتے ہیں جو ان سے پوچھی جاتی ہے''۔

سطیح اور شق کا نسب

سطیح کا نسب یہ ہے ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی بن مازن غسان۔
شِق کا نسب یہ ہے شق بن صعب بن یَشکر بن رُھم بن افرک بن قَسر بن عَبقَر بن انمار بن نزار۔ انمار سے مراد ابو بجیلہ اور خثعم ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اہل یمن بَجیلہ کا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں بجیلہ بنو انمار بن اراش بن لِحیان بن عمرو بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِراش بن عمرو بن لِحیان بن الغوث۔
ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شاہ یمن نے ان دونوں کی طرف پیغام بھیجا۔ سَطِیح

تھا اس کی نہ تو گردن تھی اور نہ ہی سر تھا پھر طریفہ نے شق کو بلایا اور اس کے منہ میں بھی اپنا تھوک ڈالا پھر وہ مرگئی۔ اس کی قبر جحفہ میں ہے۔ ابوالفرج بیان کرتے ہیں خالد بن عبداللہ القسری شق کی اولاد میں سے تھا خالد کا نسب یہ ہے خالد بن عبداللہ بن اسد بن یزید بن کُرز۔ کرز اپنے آپ کو دوسرے لوگوں کے نسب میں شامل کرتا تھا وہ یہودی تھا۔ اس سے غلطی ہوگئی وہ بَجیلہ کی سمت بھاگ آیا اور پھر انہی کی طرف منسوب ہونے لگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عبدالقیس کا غلام تھا۔ عبدالقیس بن عامر ذی البرقعہ ہے اس کو ذوالرقعہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کانا تھا۔ اس لئے وہ اپنی آنکھ پر پردہ ڈال کر رکھتا تھا۔ یہ ابن عبد شمس بن جُوین بن شق الکاہن بن صعب تھا۔

ربیعہ کی خواب میں ہے اَکَلَتْ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ جُمْجُمَه وَكُلَّ ذَاتِ نَسَمَةٍ۔ صحیح روایت کے مطابق (کُلَّ) پر نصب ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آگ کے انگاروں نے سب کو کھالیا۔ آگ کھاتی ہے اس کو کھایا نہیں جاتا۔ شیخ کی روایت میں ''کُلُّ'' رفع کے ساتھ ہے اس کی بھی ایک وجہ ہے لیکن اس کتاب کے حاشیہ میں ''کُلَّ ذَاتِ'' لام کی نصب کے ساتھ ہے 'خَرَجَتْ مِنْ ظُلْمَةٍ'' آگ کا انگارہ تاریکی سے نکلا آگ کے انگارے کا تاریکی سے نکلنے کی تعبیر یہ ہے کہ حبشہ کا لشکر سوڈان سے نکلے گا۔ حُمَمَه سے مراد آگ کا انگارہ ہے یہ حَمِیْم سے مشتق ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حَمی سے نکلا ہو کیونکہ اس میں بھی حرارت ہوتی ہے۔ بَيْنَ رَوْضَةٍ وَاَكَمَةٍ یہ علاقہ صنعاء اور اس کی سرحدوں کے مابین ہے ''اَرْضُ تَهَمَةٍ'' ''پست زمین'' اس سے مراد سرزمین تہامہ ہے۔

Marfat.com

شق سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: ''میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے دہشت زدہ کر دیا ہے تو مجھ سے میرا خواب بیان کر۔ اگر تو نے خواب بیان کر دیا تو پھر تو اس کی تعبیر بھی بیان کر دے گا۔'' سطیح نے کہا ''اے شاہِ والا نژاد! اب میں خواب بیان کرنے لگا ہوں۔ آپ نے شرر فشاں آگ دیکھی ہے جو ظلمتوں سے ظاہر ہوئی وہ تہامہ کی زمین پر گر پڑی اور ہر کھوپڑی والی چیز کو کھا گئی''۔ بادشاہ نے یہ خواب سن کر کہا ''اے سطیح! تو نے ذرہ بھر بھی غلطی نہیں کی اب اس کی تعبیر بھی بتاؤ''۔ سطیح نے کہا ''میں حنش کی دو سنگلاخ چٹانوں کی قسم اٹھاتا ہوں کہ اہل حبش تمہارے ملک میں ضرور آئیں گے وہ ابین اور جُرش کے درمیانی علاقے پر قابض ہو جائیں گے''۔ بادشاہ نے کہا ''اے سطیح مجھے تمہارے باپ کی قسم! یہ بات تو ہمارے لئے بڑی تشویش ناک ہے۔ یہ واقعہ کب رونما ہو گا میرے عہد حکومت میں یا اس کے بعد؟'' سطیح نے کہا ''آپ کے عہد حکومت سے ساٹھ یا ستر سال بعد یہ واقعہ رونما ہو گا''۔ بادشاہ

''اَكَلَتْ مِنهَا كُلَّ ذَاتِ جُمْجُمَه'' یہاں كُلَّ ذِي جُمْجُمَةٍ نہیں کہا گیا تاکہ اس میں عمومیت پائی جا سکے کہ اس نے ہر روح والی چیز کو ہڑپ کر لیا کیونکہ نفس اور روح کی طرف نسبت کرنے میں عمومیت پائی جاتی ہے اور اس میں ہر ذی روح چیز شامل ہوتی ہے اگر ذات کو مذکر ذکر کیا جاتا تو پھر یہ صرف انسان کے ساتھ ہی خاص ہوتا۔ لَيَهْبِطَنَّ اَرْضَكُمُ الحَبْشُ۔ تمہارے پاس حبشہ کی فوج آئے گی اس سے مراد حَبَش بن کُوش بن حام بن نوح کی اولاد ہے۔ حبشہ کا نام اسی کے نام پر رکھا گیا۔ مَابَيْنَ اَبْيَنِ اِلٰى جُرْش۔ سیبویہ نے اَبْيَن کو ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور فتح کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ ابین سے مراد ابین بن زہیر بن ایمن بن الہمیسع ہے جو حمیر کی اولاد میں سے تھا۔ اسی کے نام پر ابین شہر آباد ہوا۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابین اور عدن دو بھائی تھے جو عدنان کے بیٹے تھے ابین اور عدن شہران کے نام ہی سے آباد کئے گئے۔

اس واقعہ کے بعد سطیح عرصہ دراز تک زندہ رہا حتی کہ اس نے وہ سعادت اندوز وقت بھی پایا جب سرورِ کون ومکان ﷺ اس عالم میں جلوہ گر ہوئے۔ کسریٰ انوشروان بن قباذ نے ایوان کسریٰ کو لرزتے ہوئے دیکھا وہ آتش کدہ جو ایک ہزار سال سے مسلسل ضوفشاں تھا اچانک بجھ گیا اور اس کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ مُوبَذَان (مفتی یا قاضی) نے کسریٰ کو اپنا خواب سنایا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ سرکش اونٹ عربی النسل گھوڑوں کو دھکیل رہے ہیں وہ اونٹ ان کے شہروں میں پھیل گئے

Marfat.com

نے پوچھا کیا اہل حبش کی حکومت کو دوام ملے گا یا ان کی حکومت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گی"۔ سطیح نے کہا "ان کی حکومت انتشار کا شکار ہو جائے گی۔ ان کے مابین قتل و غارت ہو گی پھر وہ یہاں سے بھاگ جائیں گے"۔ بادشاہ نے پوچھا "ان کی حکومت کو کون ختم کرے گا اور انہیں یہاں سے نکل جانے پر کون مجبور کرے گا؟" سطیح نے کہا "ارم بن ذی یزن عدن سے ان کے مقابلہ کے لئے آئے گا"۔ بادشاہ نے استفسار کیا "کیا ارم بن ذی یزن کی سلطنت ابدی ہو گی یا وہ بھی ختم ہو جائے گی؟" سطیح نے کہا "اس کی حکومت بھی اختتام پذیر ہو جائے گی"۔ بادشاہ نے پوچھا اس کی حکومت کون ختم کرے گا؟ سطیح نے کہا: نَبِیٌّ زَکِیٌّ یَاْتِیْهِ الْوَحْیُ مِنْ قِبَلِ الْعَلِیِّ۔

ہیں۔ بحیرۂ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا ہے۔ کسریٰ نے عبدالمسیح بن عمرو بن حیّان بن نفیلہ کو سطیح کی طرف بھیجا۔ سطیح عبدالمسیح کا ماموں تھا۔ اسی لئے کسریٰ نے اس کو بھیجا تاکہ وہ اسے اس انقلاب کی خبر دے اور موبذان کی خواب کی تعبیر بھی بتائے۔ جب عبدالمسیح سطیح کے پاس آیا تو وہ نزع کے عالم میں تھا اس نے ماموں کو سلام کیا لیکن سطیح نے کوئی جواب نہ دیا اس وقت عبدالمسیح نے یہ شعر پڑھے ؎

اَصَمُّ اَمْ یَسْمَعُ غِطْرِیفُ الْیَمَنِ ... اَمْ فَادَ فَازْلَمَّ بِهٖ شَاْوُ الْعَنَنِ
یَافَاصِلَ الْخُطَّةِ اَعْیَتْ مَنْ وَمَنْ ... اَتَاكَ شَیْخُ الْحَیِّ مِنْ آلِ سَنَنِ
وَاُمُّهٗ مِنْ آلِ ذِئْبِ بْنِ حَجَنْ ... اَبْیَضُ فَضْفَاضُ الرِّدَاءِ وَالْبَدَنِ
رَسُوْلُ قَیْلِ الْعُجْمِ یَسْرِیْ لِلْوَسَنِ ... لَایَرْهَبُ الرَّعْدَ وَلَا رَیْبَ الزَّمَنِ
تَجُوْبُ بِی الْاَرْضَ عَلَنْدَاةٌ شَزَنْ ... تَرْفَعُنِیْ وَجْنًا وَتَهْوِیْ بِیْ وَجَنْ
حَتّٰی اَتٰی عَارِیَ الْجَآجِیْ وَالْقَطَنْ ... تَلُفُّهٗ فِی الرِّیْحِ بَوْغَاءُ الدِّمَنْ
كَاَنَّمَا حُثْحِثَ مِنْ حِضْنَیْ ثَكَنْ

"کیا وہ بہرہ ہو گیا ہے یا وہ صرف رئیس یمن کی بات سنتا ہے یا وہ فوت ہو چکا ہے اور اس پر موت قابض ہے اے امرِ دشوار کا فیصلہ کرنے والے! تمام اس مسئلہ کو سلجھانے سے عاجز آ گئے ہیں۔ آل سنن کا سردار تمہارے پاس آیا ہے۔ اس کی ماں کا تعلق آلِ ذئب بن حجن سے ہے وہ سفید رنگ، خوش عیش اور بھرپور بدن کا مالک ہے۔ وہ شاہِ عجم کا قاصد بن کر تیرے پاس آیا ہے نہ تو کڑک اور نہ ہی حوادثاتِ زمانہ اسے ڈرا سکتے ہیں۔ عَلَنْدَاةٌ شَزَنْ مجھے زمین پر لے کر چلتی رہی وہ کبھی مجھے بلندی پر اور کبھی پستی میں لے جاتی۔ حتیٰ کہ میری سواری جاجی اور قطن میں آ گئی۔ دامن کوہ کی مہک نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ثکن کے دونوں اطراف سے بجلی کوندی"۔

Marfat.com

ایک پاکباز نبی ﷺ اس کی حکومت کو ختم کریں گے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آتی ہوگی"۔ بادشاہ نے پوچھا "یہ نبی اکرم ﷺ کس خاندان میں پیدا ہوں گے؟" سطیح نے کہا "یہ نبی محترم ﷺ غالب بن فہر بن مالک بن النضر کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کی سلطنت زمانہ کے آخر تک رہے گی"۔ بادشاہ نے پوچھا "زمانے کا آخر بھی ہوگا؟" سطیح نے کہا "ہاں" اس دن پہلوں اور بعد والوں کو جمع کیا جائے گا۔ نیکوکار سعادت سے بہرہ مند ہوں گے جبکہ گناہ گاروں کو بدبختی کا سامنا کرنا پڑے گا"۔ شاہِ یمن نے پوچھا "اے سطیح! جو کچھ تو بیان کر رہا ہے کیا یہ سچ ہے؟" سطیح نے کہا "ہاں شفق کی سرخی، رات کی سیاہی اور دن کی سپیدی کی قسم! جو کچھ میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے وہ حق ہے"۔

پھر کچھ دیر بعد شق بھی شاہ یمن کے پاس آگیا۔ بادشاہ نے اسے بھی وہی بات کہی جو وہ پہلے سطیح سے کہہ چکا تھا۔ اس نے سطیح کی بیان کردہ تعبیر کو بھی شق سے پوشیدہ رکھا تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ وہ اس کی خواب کی تعبیر میں اتفاق کرتے ہیں یا اختلاف۔ شق نے کہا "ہاں! آپ نے ایک شرر فشاں انگارہ دیکھا ہے جو تاریکیوں سے نکلا وہ باغ اور ٹیلے کے مابین گرا ہے اور وہاں کی ہر ذی روح چیز کو ہڑپ کر گیا ہے" جب شق نے یہ خواب بیان کیا تو بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ ان دونوں نے ایک جیسا خواب ہی بیان کیا ہے سوائے اس کے کہ سطیح نے کہا تھا کہ وہ انگارے سرزمین تہامہ میں گرے تھے اور ہر کھوپڑی والی چیز کو کھا گئے اور شق نے کہا وہ انگارے باغ اور

جب سطیح نے عبدالمسیح کے یہ اشعار سنے تو اس نے سر اٹھایا اور کہا:

عَبْدُالمَسِيحِ جَاءَ علی جَمَلٍ مَشِيْحٍ   جَاءَ اِلٰی سَطِيحٍ حِيْنَ اَوْفٰی عَلَی الضَّرِيحِ

بَعَثَكَ مَلِكُ بَنِي سَاسَانَ   لِارْتِجَاسِ الاِيْوَانِ وَخُمُودِ النِّيْرَانِ وَرُؤْيَا الْمُوْبِذَانِ

عبدالمسیح تیز رفتار اونٹنی پر سطیح کے پاس آیا اس وقت وہ قریب الموت تھا۔ تمہیں شاہِ ساسان نے بھیجا ہے کیونکہ ایوانِ کسریٰ لرز اٹھا ہے آتش کدۂ فارس بجھ گیا ہے اور موبذان نے اس کو بتایا ہے کہ قوی اونٹ خالص عربی گھوڑوں کو دھکیل رہے ہیں۔ وہ دریائے دجلہ عبور کر چکے ہیں اور ملک فارس میں پھیل چکے ہیں۔ اے عبدالمسیح! جب تلاوت عام اور ظاہر ہوگی بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے گا صاحبِ عصا ظاہر ہوگا۔ وادی سماوہ میں طغیانی ہوگی تو سمجھ لیجیے کہ شام سطیح کا نہ ہوگا۔ ان گرنے والے کنگروں کی تعداد کے برابر ان کے بادشاہ ہوں گے۔ جو واقعہ رونما ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پھر عبدالمسیح کسریٰ کے پاس لوٹ آیا۔

Marfat.com

ٹیلے کے درمیان گرے اور ہر ذی روح چیز کو ہڑپ کر گئے۔

خواب سن کر بادشاہ نے کہا" اے شق! تو نے خواب بیان کرنے میں ذرہ بھر خطا نہیں کی۔ اب اس کی تاویل سے مجھے آگاہ کر"۔ شق نے کہا" مجھے دو سنگلاخ پہاڑوں کے مابین بسنے والے انسانوں کی قسم! تمہاری سرزمین پر سوڈانی آئیں گے، وہ ہر چیز پر غلبہ پالیں گے۔ ابین سے لے!

کچھ شاہان ایران کی تاریخ سے

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ ربیعہ بن نصر نے اپنے اہل وعیال کو تیاری کرنے کا حکم دیا اور ایک بادشاہ کے نام خط لکھا جس کا نام" سابور بن خُزَّاذ" تھا۔ اس کے متعلق شیخ حافظ ابوالقاسم عفا اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فارس کے بنو ساسان کے بادشاہوں میں کوئی بھی سابور نامی بادشاہ نہ تھا اَزْدَشیر بن بابک سے لے کر یزْدَ جِرد تک تمام بادشاہ مشہور ہیں۔ لوگ ان کے ناموں سے بھی آشنا ہیں اور ان کی حکومت کی مدت سے بھی آگاہ ہیں۔ مؤرخین ان سب کو خوب جانتے ہیں ممکن ہے کہ سابور ان عظیم بادشاہوں میں سے نہ ہو بلکہ ملوک الطّوائف میں سے ہو یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔ اس بادشاہ کو ربیعہ بن نصر کے زمانہ میں غلبہ نصیب ہوا ہوگا۔ اس لئے اس نے اس کی طرف خط لکھا کیونکہ ربیعہ بن نصر عمرو بن عدی اور خزیمہ کے بھانجے کا دادا تھا۔ خزیمہ کی سلطنت کا پہلا زمانہ ملوک الطّوائف کی نذر ہوا جب کہ اس کی حکومت کا آخری عہد ساسانیوں کے دورِ حکومت میں تھا۔ سابور بن ازدشیر خاندانِ ساسان میں سے سب سے پہلے مملکت حیرہ کا والی بنا۔ ملوک الطّوائف میں باہمی عداوت رہتی تھی وہ ایک دوسرے پر شب خون مارتے تھے ہر بادشاہ نے اپنے تحفظ کے لئے قلعے بنا رکھے تھے ان میں سے کچھ عرب بھی تھے اور کچھ اشغانی بھی تھے۔ اشغانیوں نے فارس کا مذہب اپنا لیا تھا ان میں سے اکثر اپنے آپ کو دارا ابن دارا کی اولاد بتاتے تھے۔ اسکندر بن فیلبش یونانی نے ان کی جمعیت کو توڑا۔ ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور ان کو ایک دوسرے کا دشمن بنایا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کی سلطنت کو نہ تو استحکام مل سکے اور نہ ہی وہ دائمی اقتدار کو پاسکیں۔ اسکندر نے جب دارا کو مغلوب کر لیا اور اس کے شہروں پر قبضہ کر لیا تو اس کی بیٹی روشنک سے شادی کر لی۔ دارا نے اس کو یہ وصیت اس وقت کی تھی جب وہ خون میں لت پت تھا، اس وقت سکندر اس کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سکندر نے دارا کے سر کو اپنی ران پر رکھا اور کہا:

" اے لوگوں کے سردار! میں نے تمہیں نہ تو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے اور نہ ہی اس پر راضی ہوں۔ کیا اس وقت تمہاری کوئی حاجت ہے جسے میں پورا کر سکوں"۔

Marfat.com

کر نجران تک ان کی حکومت کے جھنڈے لہرائیں گے۔ بادشاہ نے کہا" اے شق! مجھے تیرے باپ کی قسم! یہ بات تو بڑی تکلیف دہ ہے یہ واقعہ کب رونما ہوگا میرے اقتدار میں یا اس کے

دارا نے کہا" ہاں تم میری بیٹی روشنک کے ساتھ شادی کرلو اور ان لوگوں کو مار ڈالو جنہوں نے مجھے قتل کیا ہے"۔ یہ وصیت کرنے کے بعد دارا مر گیا۔ سکندر نے دارا کی وصیت پر عمل کیا اس نے اہل فارس کی جمعیت کو بکھیر کر رکھ دیا۔ ان کے مابین عربوں کو داخل کیا کیونکہ ہر بادشاہ زمین کے کچھ حصہ پر حکمران تھا۔ اس لئے انہیں ملوک الطوائف کا نام دیا جاتا ہے۔

مؤرخ الطبری کے مطابق سکندر کے خاندان نے چار سو اسّی سال حکومت کی۔ بعض مؤرخین اس مدت میں کمی کرتے ہیں لیکن مسعودی نے یہ مدت پانچ سو بیس سال بتائی ہے انہی کے دور حکومت میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام مبعوث ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی ولادت کے وقت سکندر کی موت کو تین سو سال گزر چکے تھے شاید ان بادشاہوں میں سے ابن خُرزاد بھی ہو۔ اشغانی بادشاہوں اور ملوک الطوائف کے بعد بنو ساسان کو اقتدار نصیب ہوا۔ یہ بنو ساسان بن بہمن تھے ان کا تعلق کینیہ سے تھا ان کو کینیہ اس لئے کہتے تھے کیونکہ ان میں سے ہر ایک "کَی" کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ "کَی" کا معنی حسن و جمال ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی "بدلہ لینا" ہے۔

سب سے پہلے افریدوں نے اپنا نام "کَی" رکھا تھا کیونکہ اس نے ضحاک کو قتل کرکے اپنے دادا جم کا بدلہ لیا تھا اس کے بعد اقتدار منوشہر کے پاس چلا گیا۔ اسی کے دور حکومت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اس کتاب میں "کَی" "یستاسب کا بھی کچھ تذکرہ ہوگا اسی نے بخت نصر پر فتح حاصل کرکے اس کا اقتدار سنبھالا تھا۔ بخت نصر ہی وہ شخص تھا جس نے الحیرہ کو اس وقت حیران کر دیا تھا جب اس نے وہاں عرب کے قیدی بسائے تھے۔ وہاں کے لوگ اس کے اس فعل پر حیران ہوئے۔ اسی لئے اس جگہ کا نام حیرہ پڑ گیا۔ اس کا نام بُوخت سے مشتق ہے۔ بُوخت کا معنی کھجور ہے کیونکہ اس کی ولادت کھجور کے تنے کے ساتھ ہوئی تھی۔

پھر کی یستاسب کے بعد بہمن بن اسندیاذ بن یستاسب والی مملکت بنا، اس کے دو نور نظر تھے دارا اور ساسان۔ ساسان عمر میں بڑا تھا وہ اپنے باپ کے بعد سلطانی کا خواہاں تھا لیکن بہمن نے اقتدار دارا کے سپرد کیا۔ اس کو یہ ترغیب دارا کی والدہ خمان نے دی تھی یہ فیصلہ سن کر ساسان پہاڑوں کی طرف نکل گیا۔ اس نے دنیا سے کنارہ کشی کرلی، اس نے اپنے بیٹوں سے یہ عہد لیا کہ اگر انہیں غلبہ نصیب ہو تو وہ تمام اشغانیوں کو قتل کر دیں کیونکہ وہ دارا کی نسل میں سے تھے۔ جب ازدشیر بن بابک کو بادشاہت ملی

Marfat.com

بعد؟'' شق نے کہا'' یہ واقعہ آپ کے دورِ حکومت کے بعد ظہور پذیر ہوگا پھر اچانک عظیم جوان اہل یمن کو سوڈانیوں سے نجات دلائے گا۔ وہ ان کو عبرت ناک شکست سے دوچار کرے گا۔

تو اس نے ملوک الطوائف کو اپنے ساتھ مل جانے کی دعوت دی تاکہ ہر مخالف سے ٹکر لی جاسکے۔ اکثر بادشاہوں نے اس کے ساتھ تعاون کیا انہوں نے مل کر دشمنوں کو مغلوب کر لیا۔ ازدشیر نے اشغانیوں کو چن چن کر قتل کیا۔ اس نے ان کے بادشاہ اَرْدَوان کو قتل کر دیا اور اس کے محل پر قبضہ کر لیا۔ اسے وہاں ایک حسین و جمیل عورت ملی اردشیر نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں بادشاہ کی لونڈی ہوں حالانکہ وہ شہنشاہ اَرْدَوان کی بیٹی تھی۔ وہ اس حیلے سے جان بچانا چاہتی تھی کیونکہ ازدشیر نے ان کے تمام مرد اور عورتوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس نے اس عورت کے قول کو سچا سمجھا اور اسے اپنی لونڈی بنا لیا جب وہ حاملہ ہوگئی اور اسے اپنی نجات کا یقین ہو گیا تو اس نے ازدشیر کو بتایا کہ وہ اس اشغانی کی بیٹی ہے جسے اس نے ہلاک کیا تھا اور اس کا نام اردوان تھا۔ ازدشیر نے اپنے وزیر کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو زمین میں دفن کر دے۔ وزیر کو یہ بات سخت ناگوار گزری کہ وہ اس عورت کو ہلاک کرے جس کے پیٹ میں شاہِ وقت کا بچہ ہو۔ لیکن اس نے بادشاہ کی حکم عدولی کو بھی مناسب نہ سمجھا۔ اس نے اس عورت کے لئے زیر زمین ایک محل تیار کروایا پھر اپنے آپ کو خصی کیا۔ اپنے جذبات کو کنٹرول کیا۔ اس نے کچھ یادداشتیں لکھیں انہیں ریشم کے کپڑے میں رکھ کر ایک ڈبیہ میں بند کر دیا پھر اس پر مہر لگادی۔ وہ بادشاہ کے پاس آیا اور اسے اس کے سپرد کر دیا۔

اس محل میں اس وزیر کے علاوہ کسی اور کو جانے کی اجازت نہ تھی صرف اس کی نگاہیں ہی اس عورت کو دیکھ سکتی تھیں۔ حتیٰ کہ اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا۔ وزیر نے بادشاہ کی عدم موجودگی میں اس کے نور نظر کا نام رکھنا پسند نہ کیا وہ اسے شاہ پور کے نام سے پکارنے لگا۔ شاہ پور کا معنی ہے ''بادشاہ کا بیٹا''۔ یہ بچہ اسی نام سے معروف ہوگیا وہ کسی دوسرے نام سے آشنا نہ تھا۔ جب وہ تعلیم کے قابل ہوا تو وزیر نے اسے عمدہ تعلیم دی اور اچھے انداز میں اس کی تربیت کی حتیٰ کہ وہ بچہ جوان ہوگیا۔ ایک دن وہ وزیر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس وقت بادشاہ نے شدت غم میں اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ وزیر نے کہا'' اے شاہ والا نژاد! میں آپ کے اس غم واندوہ کو نہیں دیکھ سکتا''۔ بادشاہ نے کہا'' مجھے یہ سوچ کر اذیت ہوتی ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن میرا کوئی بچہ نہیں جو میرے بعد میرے امر کا والی بنے۔ میں اس انتظام کی بدنظمی اور اس اجتماع کے افتراق سے خوفزدہ ہوں''۔ وزیر نے کہا'' اے بادشاہ سلامت! میرے پاس آپ کی ایک امانت ہے''۔ بادشاہ نے پوچھا'' وہ امانت کیا ہے؟'' وزیر نے حقیقت حال سے نقاب کشائی کرتے

Marfat.com

بادشاہ نے پوچھا یہ عظیم جوان کون ہوگا؟ شق نے جواب دیا ''وہ ایک جوان ہوگا نہ وہ موٹے جسم کا ہوگا اور نہ ہی وہ ناز پروردہ ہوگا۔ وہ ذی یزن کے گھر سے نکلے گا وہ کسی بھی یونانی کو یمن میں رہنے

ہوئے کہا اے شاہِ ذی مرتبت! آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے ایک دفعہ مجھے حکم دیا تھا کہ میں ایک لونڈی کو ماردوں۔ میں نے نہ تو آپ کے حکم سے سرتابی کو مناسب سمجھا اور نہ ہی اس حاملہ لونڈی کو موت کے گھاٹ اتار دینا مناسب سمجھا۔ میں نے زیر زمین ایک محل تیار کیا اور اس لونڈی کو اس میں پوشیدہ رکھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بادشاہ کے فرزند ارجمند کو پیدا کیا۔ اس لونڈی نے اس بچے کو اپنا دودھ پلایا اور اس کی پرورش کی۔ آپ کی یہی وہ امانت ہے جو میرے پاس ہے اگر شاہِ وقت اجازت مرحمت فرمائیں تو میں وہ امانت پیش کردوں''۔

ازدشیر نے فارس کے ایک سوایسے جوانوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا جو ڈنڈے اور گیند کے ساتھ کھیل سکتے ہوں تا کہ وہ کھیل قصر شاہی میں کھیلا جائے۔ کھیل کا آغاز ہوا۔ دوران کھیل وہ گیند کبھی کبھی ایوان شاہی میں بھی چلی جاتی تھی۔ اس وقت تمام جوانوں پر ہیبت طاری ہوجاتی وہ گیند کے حصول کے لئے ایوان شاہی کی طرف جانے کی جسارت نہیں کرسکتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک جوان نے اس گیند کو ٹھوکر لگائی۔ جس سے وہ گیند تختِ شاہی پر جاگری۔ وہ جوان بالکل خوفزدہ نہ ہوا وہ آگے بڑھ کر سکون سے گیند اٹھا کر جانے لگا۔ جب بادشاہ نے اس جوان کی یہ جرأت اور عزت نفس ملاحظہ کی تو اس نے کہا ''آفتاب جہانتاب کی قسم! یہ ہی میرا بیٹا ہے''۔ بادشاہ نے اس جوان کو اپنے پاس بلایا اور اس کا نام پوچھا؟ اس نے اپنا نام شاہ پور بتایا۔ بادشاہ نے کہا ''اے جوان! تو نے سچ کہا ہے تو ہی میرا لختِ جگر ہے۔ تیرا یہ نام میں نے ہی رکھا تھا۔ پور کا معنی بیٹا اور شاہ کا معنی بادشاہ ہے۔ یہ اضافت مقلوبیہ ہے پھر اہل عرب اس نام کو بدل کر سابور کہنے لگے، بنوساسان کے بادشاہوں کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔

ان بادشاہوں میں سے ایک سابور ذوالاکتاف بھی تھا یہ سرزمین عرب پر حملہ آور ہوتا اور اہل عرب کے کندھے اکھیڑ کر رکھ دیتا۔ جب یہ ظالم بادشاہ بنوتمیم کی زمین سے گزرا تو وہ اس کے خوف سے بھاگ گئے۔ وہ عمرو بن تمیم کو وہیں چھوڑ گئے۔ اس وقت اس کی عمر تین سو سال تھی۔ کبرسنی کی وجہ سے وہ چلنے پر قادر نہ تھا۔ اس کو ایک ٹوکری میں رکھ کر خیمہ کے اندر لٹکا دیا جاتا تھا۔ اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا جب سابور نے اس سے گفتگو کی تو اسے معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا عمدہ رائے والا اور صاحب عقل ودانش تھا۔ اس نے بادشاہ سے کہا ''اے شاہِ ذیشان! تو عربوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہے؟'' سابور نے کہا ''اس ظلم وستم کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب یہ گمان کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں

Marfat.com

کی اجازت نہیں دے گا"۔

بادشاہ نے پوچھا کیا "اس کی حکومت دائمی ہوگی؟" شق نے کہا "اس کی سلطنت عارضی ہو

ان میں سے ایک نبی مبعوث ہوں گے پھر یہ ملک اہل عرب کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ یہ سن کر اس بوڑھے تمیمی نے کہا "بادشاہوں کی بردباری اور عقل سلیم کہاں چلی گئی؟ اگر اہل عرب کا یہ قول جھوٹا ہے تو پھر تجھے کوئی اندیشہ نہیں ہے اگر ان کی یہ بات سچ ثابت ہوئی تو اس وقت اگر انہوں نے تجھے پابند سلاسل کر لیا اور تیرا ان پر کوئی احسان ہوا تو وہ تجھے اس کا ضرور بدلہ دیں گے بلکہ اس احسان کی وجہ سے وہ تیری اولاد کی بھی حفاظت کریں گے"۔ کہا جاتا ہے کہ اس بوڑھے کی یہ بات سن کر سابور واپس چلا گیا اور انہیں مزید تہہ تیغ نہ کیا بلکہ ان پر احسان کرتا رہا۔

پرویز بن ہرمز (مظفر) وہی بادشاہ تھا جس کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اپنا نامہ مبارک لکھا تھا۔ یہ وہی بادشاہ تھا جسے خواب میں بارگاہِ ربوبیت میں پیش کیا گیا۔ اسے کہا گیا کہ وہ اپنی تمام سلطنت اس صاحبِ عصا (نبی مکرم ﷺ) کے حوالے کر دے۔ وہ بادشاہ ہمیشہ اس خواب کی وجہ سے پریشان رہتا تھا۔ حتیٰ کہ نعمان نے اس کو خط لکھا کہ تہامہ میں نبی اکرم ﷺ ظہور فرما چکے ہیں اس کو اسی وقت یقین ہو گیا کہ عنقریب حضور ﷺ اس کے امر کے والی بن جائیں گے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ سے عرض کی گئی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو کیا دلیل دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اس باری تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے محل کی دیوار سے اندر نکالا وہ ہاتھ نور کی وجہ سے چمک رہا تھا۔ اس نورانی ہاتھ کو دیکھ کر کسریٰ گھبرا گیا"۔ فرشتے نے کہا "اے کسریٰ! خوفزدہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مکرم ﷺ مبعوث فرما دیا ہے اسلام قبول کر لے تو سلامتی پا جائے گا"۔

پرویز بن ہرمز کے بعد سابور بن پرویز ابو شیرویہ تخت کسریٰ کا مالک بنا۔ یہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں دو ماہ تک تخت نشین رہا تھا پھر چھ ماہ تک اس کا بھائی بادشاہ رہا پھر اس کی بہن بوران نے انتظام مملکت سنبھال لیا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُفْلِحُ قَوْمٌ مَلَّكَتْهُمْ اِمْرَاَةٌ۔"

اس قوم نے کبھی فلاح نہ پائی جس کی بادشاہ عورت بن گئی۔

بوران نے ایک سال حکومت کی پھر وہ بھی ہلاک ہوگئی پھر مملکت کسریٰ کا شیرازہ بکھر گیا۔ جب مسلمان سرزمین فارس کی حدود پر غلبہ پا رہے تھے اس وقت اہل فارس نے یزد بن خرد بن شہریار کو

Marfat.com

بالاتفاق اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا پھر ان کے ساتھ قادسیہ کی جنگیں لڑی گئیں۔ حتیٰ کہ اسلام کو غلبہ نصیب ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد ہمایوں میں ان کے شہر مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سابر یہ کپڑوں کو سابور کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ علامہ خطابی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سابور کی نسبت تبدیل ہو چکی ہے۔ علماء نیسا پور سے نسبت نیسا پوری بناتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''نی'' کا معنی قصب ''بانس'' ہے۔ اس جگہ پہلے بہت زیادہ بانس ہوتے تھے سابور نے اس جگہ ایک شہر بسایا اب اس شہر کو اس کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے نیسا پور۔

سطیح نے ربیعہ بن نصر کو خواب بیان کرتے ہوئے کہا ''پھر اہل حبشہ کو ارم بن ذی یزن یمن سے نکال دے گا۔'' ارم بن ذی یزن سیف بن ذی یزن کے نام سے مشہور ہے لیکن سطیح نے اس کو ارم کہا اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ ارم کا معنی علم ہے یہ لفظ بول کر سطیح نے سیف کی تعریف کی تھی یا پھر اس کی تخلیق اور قوت کو عاد ارم کے ساتھ تشبیہ دی ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ (الفجر)

''کیا آپ نے ملاحظہ نہ کیا کہ آپ کے رب نے کیا کیا عاد ارم کے ساتھ جو اونچے ستونوں والے تھے''۔

نعمان بن منذر کے نسب میں ایک اور رائے

ربیعہ بن نصر شاہانِ حیرہ میں سے تھا۔ شاہانِ حیرہ منذر کی اولاد میں سے تھے جبکہ منذر ماء السماء کا بیٹا تھا۔ ماء السماء منذر کی ماں تھی وہ اسی نام سے مشہور تھی۔ وہ نمر بن قاسط کی اولاد میں سے تھی۔ نمر بن قاسط کے بیٹے کا نام عمرو بن ہند تھا یہ بھی اپنی ماں کی طرف ہی منسوب تھا۔ اس کو عَمْرو مُحرِّق (جلانے والا) کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے ملہم کے شہر کو نذر آتش کیا تھا۔ مبرد اور قتبی کا قول یہ ہے کہ اس کو محرّق اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے بنو تمیم کے ایک سو افراد زندہ جلا دیئے تھے۔ نصر بن ربیعہ کے بیٹے کا نام عدی تھا وہ جَذِیْمَه ابرش کا کاتب تھا۔ اس کے بیٹے کا نام عمرو تھا جو جَذِیْمَه کا بھانجا تھا۔ جَذِیْمَه کی کنیت ابو مالک تھی اس کی بہن کا نام رَقَاش بنت مالک بن فہم بن غنم بن دوس تھا۔ عمرو کو ہی جن اٹھا کر لے گئے تھے جس سے یہ ضرب المثل مشہور ہوئی۔

Marfat.com

گی ایک رسول مکرم ﷺ جو حق اور عدل کے ساتھ تشریف لائیں گے وہ اس کی حکومت کو ختم کر دیں گے۔ وہ نبی محترم ﷺ دین و فضل والے ہوں گے پھر یہ اقتدار روز قیامت تک ان کی قوم کے پاس ہی رہے گا"۔ بادشاہ نے پوچھا "یہ روزِ قیامت کیا ہے؟" شق نے کہا "وہ ایسا دن ہے جس میں والیانِ امر کو بدلا ملے گا آسمان سے پکار آئے گی جس کو زندہ اور مردہ سب سنیں گے۔ جس میں لوگوں کو ایک خاص عرصہ کے لئے جمع کیا جائے گا۔ خداترس اس روز فوز و خیرات سے سعادت مند ہوں گے زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم! زمین و آسمان کے نشیب و فراز کی قسم! میں نے آپ سے حق بیان کیا ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو حق کے خلاف ہو"۔

بادشاہ کے دل میں ان دونوں کاہنوں کی تعبیر سے بہت زیادہ خوف پیدا ہو گیا اسی خوف کی وجہ سے اس نے اپنے اہل و عیال کو عراق بھیج دیا اور ان کی حفاظت اور اصلاح کے لئے شاہِ ایران شاہ پور کو لکھا۔ شاہ ایران نے انہیں مقام حیرہ میں ٹھہرایا شاہِ ایران کا نام سابور بن خرزاد بیان کیا جاتا ہے۔

شبَّ عَمرٌو عن الطوق۔ اسی نے الزَبّاء بنت عمرو کو قتل کیا تھا۔

طبری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس عورت کا نام نائلہ تھا جبکہ دُرَیْد کے مطابق اس کا نام میسُون تھا۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر سے استدلال کیا ہے:

أَتَعْرِفُ مَنْزِلًا بَيْنَ الْمُنَقّٰى وَبَيْنَ مَجَرِّ نَائِلَةِ الْقَدِيْمِ

کیا تو اس منزل سے آشنا ہے جو منقی اور نائلہ کی پرانی گزرگاہ کے درمیان ہے۔

عمرو بن ہند کے بھائی کا نام نعمان بن منذر ہے یہی ابن مَامَة ہے یہی عمرو کے بعد سلطنت کا والی بنا۔ عمرو کے دورِ حکومت میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس وقت فارس کے بادشاہ انوشیروان بن قباد تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس نسب میں دو آدمیوں کو ساقط کر دیا ہے: 1۔ نعمان بن امرئ القیس 2۔ ... کا باپ امرء القیس بن عمرو بن عدی کہا جاتا ہے کہ نعمان امرء القیس کا بھائی تھا جو اس کے بعد والی سلطنت بنا۔ ... عنقریب ان کا ذکر آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

Marfat.com

ابو کرب تبان اسعد کا یمن پر تسلط

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ربیعہ بن نصر ہلاک ہوگیا تو تمام یمن پر ابو کرب حسان بن تبان اسعد کا قبضہ ہوگیا۔ تبان اسعد سب سے آخری تُبّع ہے اس کا نسب یہ ہے: ابن کُلکِی کَرِبَ بن زید۔ زید کو تبع اول کہا جاتا ہے اس کا نسب یہ ہے زید بن عمرو ذی الاذعار بن ابرہہ ذی المنار بن الریش۔

شاہ یمن

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یمن کے بادشاہ تبع کا نسب اس طرح لکھا ہے حسان بن تبان اسعد۔ تبان اسعد اگرچہ دو اسم ہیں لیکن باہم ملا کر ایک اسم بنا دیا گیا ہے اگر تو پسند کرے تو ان کو مضاف اور مضاف الیہ بنا سکتا ہے۔ جس طرح معدی کرب ہے اگر تو چاہے تو اس کے آخری اسم کو اعراب بھی دے سکتا ہے۔

تُبَّان، تَبَانَتٌ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ذکاء اور فطانت ہے۔ کُلکِی کَرِبُ بھی اسم مرکب ہے کُلکِیْ کَرِبَ کی سلطنت صرف پینتیس سال برقرار رہ سکی یہ ایک کم ہمت اور کمزور دل بادشاہ تھا۔ اس نے کبھی کسی سے جنگ نہیں کی تھی اس نسب میں بہت سے نام محذوف ہو گئے ہیں۔ عمرو ذی الاذعار کے بعد ناشر بن عمرو حاکم بنا تھا۔ اس کو ناشر النعم بھی کہتے تھے کیونکہ اس نے اپنی سلطنت کو خوب وسیع کیا تھا۔ اس کا نام مالک تھا یہ رحیم بن سلیمان علیہ السلام کے قتل کے بعد شام کا حکمران بنا۔ یہ ریت کی ایک وادی میں اقامت گزیں ہوا۔ تیز آندھی کی وجہ سے اس کی کچھ فوج ریت کے نیچے دب گئی اس کے بعد تبع الاقران والی مملکت بنا۔ اس کا نام افریقیس بن قَیس تھا۔ افریقہ کی بنیاد اسی نے رکھی تھی اور اسی کے نام پر اس کا نام رکھا گیا پھر بربر کنعان سے نکل کر افریقہ میں چلے گئے۔ تُبَّع بن الاَقرَنْ کو ہی تُبّع اَوْسط کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد شہر بن مالک کا نام آتا ہے اس نے سمرقند آباد کیا تھا۔ مالک کا نام الاُملوک ہے بنو الاُملوک کے متعلق شاعر کہتا ہے:

فَنَقِّبْ عَنِ الاُمْلُوْكِ وَاهتِفْ بِيَعْفُرٍ ۔۔۔ وَعِشْ جَارَ عِزٍّ لَا يُغَالِبُهُ الدَّهْرُ

املوک کی سلطنت میں داخل ہو جا اور یعفر سے اپنا ناطہ توڑ لے۔ تو ایسے معزز ہمسایہ کی مانند زندگی بسر کر جس پر زمانہ غالب نہیں آ سکتا۔

کہا جاتا ہے کہ املوک منوشہر کے زمانہ میں حکمران بنا اور اسی کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ عمرو ذوالاذعار حضرت سلمان علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں حکمران بنا تھا یا اس کا دور

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رِیش کو رَائش بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ابن عدی بن صیفی بن سباء الاصغر بن کَعْب بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جُشَم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عَرِیب بن زہیر بن ایمن بن الھَمَیسع بن العَرنجُج بن یعرب بن یشجب بن قحطان ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوکرب تبان اسعد وہی ہے جو مدینہ طیبہ آیا تھا وہاں سے یہودی علماء کو یمن لے کر گیا تھا۔ اس نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی اور اس پر غلاف چڑھایا تھا۔ اس کی بادشاہی ربیعہ بن نصر کی بادشاہی سے پہلے تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی شاعر نے یہ شعر اسی کے متعلق

حکومت آپ علیہ السلام سے تھوڑا سا قبل ہے۔ اس نے دیارِ مغرب میں غارت مچائی اس کے ساتھ ایسی قوم تھی جن کے چہرے ان کے سینوں میں تھے۔ لوگ انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے تھے اس لئے وہ انہیں ذُوالاَذعَار کہتے تھے۔ اس کے بعد بِلقِیس بن ھُدَا ھد بن شُرحْبِیل حکمران بنی۔ اسی کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی رفاقت نصیب ہوئی تھی۔ اس کی ماں کا نام یَلْمُقَۃ بنت جنی تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کا نام رَواحہ بنت سُکَین تھا۔ گمان کیا جاتا ہے کہ اس نے عمرو ذی الاذعار کو فریب دے کر قتل کیا تھا۔ اس کے باپ کا نام ابرہہ ذی المنار بن الصعب تھا۔ ابرہہ کو ذوالمنار اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ وہ بلند وبالا پہاڑوں پر رات کو آگ جلاتا تھا تاکہ لوگوں کو راستہ تلاش کرنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ حَسّان وہی ہے جس نے طَسْم کو قتل کیا تھا اور یَمَامَہ زَرْقَاء کو سولی پر چڑھایا تھا کیونکہ اس نے اس کے خلاف رَبَاح بن مُرّہ سے مدد طلب کی تھی یہ جدیس کا ساتھی تھا۔

لغت یمن میں تبع کا معنی ایسا بادشاہ ہے جس کی اتباع کی جائے۔ مسعودی کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ کو اس وقت تک تبع نہیں کہا جاتا تھا جب تک وہ یمن، شحر اور حَضرَ مَوت پر تسلط نہ جما لیتا تھا۔ پہلے تبع کا نام حارث رائش تھا وہ ابن ھَمّال بن ذی شَدَد تھا۔ اس کو رائش کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بخشش وعطا کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے رہتے تھے یہ لوگوں میں مال غنیمت بھی تقسیم کرتا تھا۔

عَرنجُج

اس کا نام حمیر بن سباء بیان کیا جاتا ہے حمیر کا معنی عتیق ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تبع اوسط حَسّان بن تُبّان اسعد کے زمانہ میں عمرو بن عامر یمن سے سیل عرم کی وجہ سے نکلا تھا۔ وہ عمرو جس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے وہ مَوثَبان تھا کیونکہ وہ ہمہ وقت بستر پر لیٹا رہتا تھا اور میدان وغا کی طرف نہیں جاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام موثبان پڑ گیا۔

Marfat.com

ہی کہا ہے ؎

لَیْتَ حَظِّی مِنْ اَبِی کَرِبٍ اَنْ یَسُدَّ خَیْرُہٗ خَبَلَہٗ

کاش میں ابوکرب کے زمانہ کو پالیتا تو اس کی خیر و برکت اس کی برائی کو روک لیتی۔

تبع کی اہل مدینہ سے لڑائی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تبع نے مدینہ اور یمن کے مابین ایک راستہ بنایا تھا جس پر وہ سفر کرتا تھا۔ اہل مدینہ سے وہ کوئی تعرض نہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے بیٹے کو مدینہ چھوڑ گیا تو انہوں نے اسے دھوکہ دے کر قتل کر دیا۔ جب تبع کو اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ملی تو اس نے اہل مدینہ کو برباد کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے مدینہ طیبہ کے نخلستان برباد کر دیئے۔ انصار کے ایک سردار عمرو بن طلحہ

تبع اور اہل مدینہ

امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تبع مدینہ کو نیست و نابود کرنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ وہ اس میں بسنے والے یہودیوں کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اوس اور خزرج یہودیوں کے ساتھ ہی مدینہ منورہ آئے تھے جب اوس، خزرج اور یہودی یمن سے نکلے تو انہوں نے آپس میں بہت سے عہد اور شرائط طے کی تھیں لیکن یہودی ان عہود اور شرائط کی پاسداری نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے رہتے تھے۔ بالآخر مجبور ہو کر اوس اور خزرج نے تبع سے مدد طلب کی ان کی دادرسی کے لئے تبع مدینہ منورہ آیا تھا لیکن دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ابو جبیلہ الغسانی کے متعلق ہے۔ اوس اور خزرج نے اس سے ہی یہودیوں کے خلاف مدد طلب کی تھی۔

بنو نجار کا وہ شخص جس نے بادشاہ کے کھجوروں کے باغ پر حملہ کیا تھا اس کا نام **مالک بن العجلان** تھا۔ یہ امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں کیونکہ تبع اور مالک بن العجلان کے زمانہ میں بہت بعد ہے۔ مالک بن العجلان کا واقعہ ابی جُبَیلہ الغسانی کے ساتھ اس وقت پیش آیا تھا جب انصار نے اس سے یہودیوں کے خلاف مدد طلب کی تھی۔ اَبو جبیلہ مدینہ منورہ آیا اور اس نے بہت سے یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تبع کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے اس کے اور ظہورِ اسلام کے مابین سات سو سال کا عرصہ ہے۔ اَبو جُبَیلہ کا صحیح نام جُبَیلہ ہے یہ اس کی کنیت نہیں ہے یہ ابن عمرو بن جبلہ بن جفنہ ہے جفنہ جبلہ بن الایہم کا دادا بنو جفنہ کا آخری بادشاہ تھا۔ جب جبیلہ مدینہ طیبہ سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں اس نے پانی پیا۔ اس پانی میں ایک جونک تھی جو اس کے اندر چلی گئی اور اس کی ہلاکت کا سبب بن گئی۔

Marfat.com

نے تبع کا مقابلہ کیا۔ یہ عمرو بن طلہ بنو نجار کا بھائی تھا اور بنو عمرو بن مبذول کی اولاد میں سے تھا۔ مبذول کا نام عامر بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب تبع نے مدینہ منورہ کو تباہ کرنے اور یہودیوں کو سبق سکھانے کا ارادہ کیا تو ان میں سے ایک شخص جس کی عمر دوسو پچاس (250) سال تھی نے کہا۔ "بادشاہ کا ظرف اس سے کہیں وسیع تر ہوتا ہے کہ وہ غصہ کی وجہ سے طیش میں آئے یا غصہ اس کو راہِ راست سے بھٹکا دے اس کا معاملہ اس سے کہیں عظیم تر ہے کہ ہماری وجہ سے اس کا حلم کم ہو جائے اور ہم اس کے چہرے کی زیارت سے محروم ہو جائیں۔ علاوہ ازیں یہ شہر اس نبی محترم ﷺ کی ہجرت گاہ بھی ہے جو دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوں گے"۔

بادشاہ کو یہ پیغام سنانے والا یہودی ان دو علماء میں سے ایک تھا جن کا ذکر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ان میں سے ایک کا نام سحیت اور دوسرے کا نام منبہ تھا۔ یونس کی روایت کے مطابق بادشاہ کے ساتھ ہم کلام ہونے والے کا نام بلیامین تھا۔ وہ عورت جو بادشاہ کے لئے بئر رومہ سے پانی لے کر آتی تھی اس کا نام فکیہہ تھا اس کا تعلق بنو زریق سے تھا۔ جب علماء نے تبع سے وہ گفتگو کی جو اوپر گزر چکی ہے تو اس نے فوراً جنگ روکنے کا حکم دیا۔ فکیہہ پانی لے کر فوج کے مسکن میں داخل ہو رہی تھی۔ تبع نے اس کو اتنا کثیر مال دیا کہ وہ غنی ہوگئی پھر ظہورِ اسلام تک اس کا قبیلہ تمام انصار سے زیادہ دولت مند رہا جب تبع کو مدینہ طیبہ کی عظمت معلوم ہوئی اور نبوت مصطفیٰ ﷺ سے آشنا ہوا تو اس نے یہ شعر کہے

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِنَ اللّٰهِ بَارِئُ النَّسَمِ
وَلَوْ مُدَّ عُمْرِىْ اِلٰى عُمْرِهٖ لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمِّ
وَجَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ اَعْدَاءَهٗ وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ هَمِّ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ ﷺ اللہ رب العزت کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری عمر نے حضور ﷺ کی تشریف آوری تک وفا کی تو میں حضور ﷺ کا وزیر ثابت ہوں گا اور ایک چچا زاد کی طرح معاون و مددگار بنوں گا۔ میں شمشیر بے نیام کے ساتھ ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے سینۂ اقدس سے ہر دکھ مٹا دوں گا"۔

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب القبور میں اور ابو اسحاق الزجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المغازی میں لکھا ہے کہ صنعاء میں ایک قبر کی کھدائی کی گئی اس سے دو عورتوں کی لاشیں نکلیں۔ ان کے

Marfat.com

عمرو بن طلّۃ کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن طلۃ، عمرو بن معاویہ بن عمر بن عامر بن مالک ابن نجار تھا۔ طلّہ اس کی ماں کا نام تھا وہ بنت عامر بن زُرَیق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن

پاس چاندی کی لوح تھیں جن پر سونے کے ساتھ لکھا ہوا تھا" یہ قبر تبع کی دو بیٹیوں لَمِیس اور حُبّی کی ہے وہ اس وقت یہ گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس سے قبل صالحین نے بھی یہی گواہی دیتے ہوئے وصال فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا اَدْرِی اَتُبَّعٌ لَعِیْنٌ اَمْ لَا۔ میں نہیں جانتا کہ تبع لعین ہے یا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا لَا تَسُبُّوا تُبَّعًا فَاِنَّہٗ کَانَ مُؤْمِنًا۔ تبع کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ مومن تھا۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر اس کو تبع کی طرف اس کے حالات جاننے کے بعد ہی منسوب کیا جائے گا کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ حضور ﷺ نے کس تبع کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا" اسعد الحمیری کو گالی نہ دیا کرو۔ سب سے پہلے کعبہ پر غلاف چڑھانے کی سعادت اس نے ہی حاصل کی تھی۔" یہ حدیث پہلی حدیث سے صحیح اور واضح ہے اس میں تبع اسعد کا ذکر ہے۔ تبع اول رائش بھی مومن تھا اس نے ایسے اشعار کہے تھے جن میں بعثت مصطفویہ ﷺ کا تذکرہ تھا مثلاً اس کا ایک شعر یہ بھی تھا۔

وَیَاْتِیْ بَعْدَھُمْ رَجُلٌ عَظِیْمٌ نَبِیٌّ لَا یُرَخِّصُ فِی الْحَرَامِ

ان کے بعد ایک عظیم شخص یعنی نبی اکرم ﷺ تشریف لائیں گے وہ حرام کام کی اجازت نہیں دیں گے۔

درج ذیل اشعار بھی اسی کی طرف ہی منسوب ہوتے ہیں۔

مَنَعَ الْبَقَاءَ تَصَرُّفُ الشَّمْسِ وَطُلُوْعُھَا مِنْ حَیْثُ لَا تُمْسِی
اَلْیَوْمَ اَعْلَمُ مَا یَجِیْءُ بِہٖ وَمَضٰی بِفَصْلِ قَضَائِہٖ اَمْسِ
وَطُلُوْعُھَا بَیْضَاءَ مُشْرِقَۃً وَغُرُوْبُھَا صَفْرَاءَ کَالْوَرْسِ
تَجْرِیْ عَلٰی کَبِدِ السَّمَاءِ کَمَا یَجْرِیْ حِمَامُ الْمَوْتِ فِی النَّفْسِ

آفتاب کے تصرف نے بقا کو روک دیا ہے۔

آج کا دن خوب جانتا ہے کہ وہ کون سے حوادث لے کر آیا ہے اور کل اپنے فیصلے کی مہر ثبت کر کے

Marfat.com

مالک بن غَضُب بن جُشَم بن حزرج تھی۔

تبع کا اہل مدینہ کے ساتھ مقاتلہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنوی عدی بن نجار میں سے ایک شخص احمر نامی تھا۔ اس نے تبع کے آدمیوں میں سے ایک شخص پر حملہ آور ہو کر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس قتل کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس آدمی کو دیکھا وہ اس کے باغ میں سے کھجوریں توڑ رہا تھا۔ اس نے اپنی درانتی سے وہیں اس کا کام تمام کر دیا اور کہا اِنَّمَا التَّمْرُ لِمَنْ اَبَرَهٗ۔ کھجوریں پیوند لگانے والے کا حق ہے اس قتل کی وجہ سے تبع اہل مدینہ سے اور بھی ناراض ہوا۔ اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ

چلا جاتا ہے یہ مہر منیر جب طلوع ہوتا ہے تو یہ جگمگ جگمگ اور نور فشاں ہوتا ہے لیکن وقت غروب یہ تانبے کی ٹکیہ کی مانند زرد ہوتا ہے۔ یہ آسمان کے وسط میں اس طرح رواں دواں ہوتا ہے جس طرح نفس میں موت کا پرندہ محو پرواز ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار دوسرے تبع کے ہیں۔ بعض نے انہیں استعف نجران کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابوتمام نے اپنا یہ قول اسی سے اخذ کیا ہے:

اَلْقٰی اِلٰی کَعْبَةِ الرَّحْمٰنِ اَرْحُلَهٗ وَالشَّمْسُ قَدْ نَفَضَتْ وَرْسًا عَلَی الْاَصُلِ

''وہ اپنی سواریاں اللہ تعالیٰ کے کعبہ معظمہ کی طرف لے گیا۔ جبکہ سورج نے جڑوں پر ورس (رنگ) انڈیل دیا تھا''۔

العَذْق کا معنی کھجور ہے اور العِذْق کا معنی کھجور کا گچھا ہے۔ قریظہ اور نضیر کے نسب میں عمرو کا ذکر کیا گیا ہے یہ هَدَل ہے یہ هَدَلَ کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہونٹ کا ڈھیلا پڑنا ہے امیر ابن ماکولا نے ابوعبیدہ سے هَدْل روایت کیا ہے۔

تَوْمَان۔ فَعْلَان کے وزن پر ہے یہ التوم سے مشتق ہے۔ اس کا معنی موتی ہے اس میں ابن سبط کا ذکر ہے۔ اس میں ابن تخوم کا ذکر ہے۔ اس کا معنی یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے عاذر بھی اسی طرح ہے۔ عزری عین کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

قاهث۔ ابو بحر کے نسخہ میں یہ قاهت ہے۔ دیگر نسخوں میں قاهث ہے یہ تمام عبرانی زبان کے الفاظ ہیں۔ اسرائیل بھی عبرانی زبان کا کلمہ ہے۔ عربی اس کا ترجمہ سَرِیُّ اللّٰہِ ہے۔

Marfat.com

اہل مدینہ کو خوب قتل کرو۔ انصار دن کے وقت نبرد آزما ہوتے تھے اور رات کے وقت تبع کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ عمرو بن طلۃ کو یہ چال بہت پسند آئی اس نے کہا اللہ کی قسم ہم ایسی قوم ہیں جس کے مقدر میں عزت و کرامت لکھی جا چکی ہے۔ اسی اثناء میں کہ تبع انصار کے ساتھ مصروف قتال تھا۔ بنو قریظہ کے دو یہودی عالم اس کے پاس آئے۔ قریظہ، نضیر، نجام اور عمرو (ھَدَل) خزرج بن صریح بن تومان بن بسیط بن یسع بن سعد بن لاوی بن خیر بن نجام بن تنخوم بن عازر بن عزری بن ہارون بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہم اسلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان دونوں علماء نے تبع سے کہا اے بادشاہ! اگر تو اہل مدینہ کو ہزیمت سے دوچار کرنا بھی چاہے پھر بھی تیری یہ آرزو تشنہ تکمیل ہی رہے گی۔ ہمیں خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے جلد اپنے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ اس نبی اکرم ﷺ کی ہجرت گاہ ہے جن کا ظہور حرم سے قبیلہ قریش میں سے ہوگا اس جگہ کو ان کا مسکن بننے کا شرف حاصل ہوگا اور اسی جگہ ان کا روضہ اطہر ہوگا۔ اس لئے اس قتل و غارت سے اجتناب کرو۔ جب بادشاہ نے ان علماء کی علمی وسعتوں کا مشاہدہ کیا اور ان کی تعجب انگیز گفتگو سنی تو وہ مدینہ طیبہ سے واپس چلا گیا اور ان علماء کے دین کی پیروی کرنے لگا۔ خالد بن عبد الغزیٰ کے یہ اشعار عمرو بن طلۃ کے متعلق ہی ہیں:

أَصَحَا أَمْ قَدْ نَهَى ذُكَرَهُ	أَمْ قَضَى مِنْ لَذَّةٍ وَطَرَهُ

کیا وہ ہوش میں آ گیا ہے یا وہ اس کا ذکر بھول چکا ہے یا اس نے زندگی کی لذتوں سے فائدہ اٹھالیا ہے۔

أَمْ تَذَكَّرْتَ الشَّبَابَ وَمَا	ذِكْرُكَ الشَّبَابَ أَوْ عُصُرَهُ

کیا تو نے شباب کو یاد کیا ہے حالانکہ تیرا شباب یا اس کے زمانہ کو یاد کرنا بلا سود ہے۔

إِنَّهَا حَرْبٌ رَبَاعِيَةٌ	مِثْلُهَا آتِي الْفَتَى عِبَرَهُ

یہ ایک زبردست جنگ تھی ایسی ہی جنگ سے جوان کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔

فَاسْأَلَا عِمْرَانَ أَوْ أَسَدًا	إِذْ أَتَتْ عَدْوًا مَعَ الزُّهَرَهْ

تم دونوں عمران یا اسد سے پوچھو جب وہ جنگ صبح کے وقت بھاگی ہوئی آئی۔

Marfat.com

فَيلَقٌ فِيهَا أَبُو كَرِبٍ سُبَّعٍ أَبْدَانُهَا ذَفِرَهْ

وہ ایک لشکر جرار تھا جس میں ابو کرب بھی تھا اس لشکر کی زر ہیں مضبوط اور خوشبو آور تھیں۔

ثُمَّ قَالُوا: مَنْ نَؤُمُّ بِهَا أَبَنِي عَوْفٍ أَمِ النَّجَرَهْ

پھر انہوں نے کہا ہم اس لشکر سے کس کا ارادہ کریں ہم بنو عوف یا بنو نجار کا قصد کریں۔

ذُکَرٌ: ذُکْرَۃٌ کی جمع ہے جس طرح بُکْرَۃٌ او بُکَرٌ کہا جاتا ہے۔ذکری بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔فعلی کی جمع فُعَل کے وزن پر بہت کم آتی ہے۔اس کی جمع فِعَال کے وزن پر آتی ہے۔

عُصْرَۃٌ: عُصْرَۃٌ سے مراد عصرۃ ہے عصر اور عُصُر دو لغتیں ہیں۔صاد کو ضمہ دے کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ابن جنی کہتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا صیغہ نہیں جو فعل کے وزن پر ہو اور اس میں فُعُل ممتنع ہو۔

حَرْبٌ رَبَاعِيَّةٌ: یعنی وہ صغیر اور جذعہ نہ تھی بلکہ وہ ان سے بلند تر تھی رباعیہ کی عمر کو بطور ضرب المثل بیان کیا جاتا ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے "حَرْبٌ عَوَانٌ" کیونکہ عوان فَتِيَّه سے قوی بھی ہوتا ہے اور عمدہ بھی۔

غَدَوْا مَعَ الزُّهَرَةِ: اس سے وہ صبح مراد لی جاتی ہے جو ستارۂ زہرہ کے غروب سے قبل ہو اس میں کچھ اندھیرا ہوتا ہے۔

ابدانُها ذَفِرَہ: اس سے مراد زر ہیں ہیں۔ذَفِرَۃ، ذَفَرٌ سے نکلا ہے خوشبو یا بد بو کے پھیلنے کو ذفر کہا جاتا ہے۔ذفر کا استعمال بد بو کے لئے ہی ہوتا ہے دنیا کو اُمِّ ذفر کہا جاتا ہے۔ذفر کا معنی دور کرنا ہے۔

نَجرہ: یہ ناجر کی جمع ہے۔ناجر اور نَجّار کا ایک ہی معنی ہے یہ اسی طرح ہے جس طرح بنی مُنذر کو مَنَاذِرَہ کہا جاتا ہے۔نَجار سے مراد بنو تیم اللہ ثعلبہ بن عمرو بن خزرج ہیں۔اس کو نجار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے آتے وقت سب سے پہلے ایک شخص کو تھپڑ رسید کیا تھا۔

فِيهِمْ قَتْلَى وَإِنَّ تِرَه: س میں واؤ کے بعد اِنَّ کا اظہار کیا گیا ہے اصل عبارت یوں تھی اِنَّ لَنَا قَتْلَى وَتِرَۃٌ۔ مضمر کو ظاہر کر دیا گیا یہ شعر اس امر پر شاہد ہے کہ حرف عطف کے بعد اس کے متقدم عامل کو حذف کیا جا سکتا ہے۔مثلاً اِنَّ زَيْدًا وَعَمْرًا فِي الدَّارِ یہ دراصل اِنَّ زَيْدًا وَاِنَّ عَمْرًا فِي الدَّارِ تھا۔واؤ نے بھی اسی پر دلالت کی۔اگر کہیں اظہار کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اسے ظاہر بھی کیا جا سکتا ہے مگر جبکہ یہ واؤ جامعہ ہو مثلاً اِخْتَصَمَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو اب یہاں اظہار درست نہیں کیونکہ یہاں واؤ تثنیہ کے صیغہ کے قائم مقام ہے۔اصل عبارت یوں تھی اِخْتَصَمَ هٰذَانِ۔اسی طرح کہا جاتا ہے طَلَعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔صیغہ مذکر کا استعمال کیا جاتا ہے یہ اصل عبارت یوں تھی طَلَعَ هٰذَانِ

Marfat.com

بَلْ بَنِی النَّجَّارِ اِنَّ لَنَا فِیهِمْ قَتْلٰی وَاِنَّ تِرَہ

بلکہ ہم تو بنونجار کا ارادہ کریں گے کیونکہ انہوں نے ہمارے جوان قتل کئے تھے ہم ان سے بدلہ لیں گے۔

فَتَلَقَّتْهُمْ مُسَایِفَةٌ مَدُّهَا کَالْغَبْیَةِ النَّثِرہ

ان کے درمیان خوب شمشیر زنی ہوئی۔ گویا کہ وہ ایک سیلاب کا زبردست ریلا تھا جو نشیب کی طرف رواں تھا۔

فِیهِمْ عَمْرُوْ بْنُ طَلَّةَ مَلّٰی الْاِلٰہُ قَوْمَہٗ عُمْرَہ

ان میں عمرو بن طلہ بھی تھا اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو زیادہ کرے تا کہ اس کی قوم اس سے لطف اندوز ہو جائے۔

النَّیِّرَانِ۔ اور اگر تو واؤ کے بعد فعل مضمر مانے اور کہے طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ تو نفی کی حالت میں تو مَا طَلَعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ کہے گا اور تو اس طرح بھی کہہ سکتا ہے مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا الْقَمَرُ یعنی حرف نفی کو دوبارہ ذکر کیا جا سکتا ہے۔

مُسَایِفَة: اس سے پہلے کَتِیْبَہ (لشکر) محذوف ہے اس کو یاء کے فتح کے ساتھ بھی پڑھنا جائز ہے یہ محذوف مصدر سے حال ہوگا۔ ایک نسخہ میں مُسَابَقَةٌ بھی ہے۔

غَبْیَةٌ: سیلاب کا بہت بڑا ریلا۔

النَّثِرَة: بہت طاقتور سیلاب۔

مَلّٰی الْاِلٰہُ: یہ تَمَلَّیْتُ حِیْنًا سے مشتق ہے جو ملاوت اور ملوین سے مشتق ہے ابن احمر کا شعر ہے۔

اَلَا یَا دِیَارَ الْحَیِّ بِالسَّبُعَانِ اَمَلَّ عَلَیْهَا بِالْبِلٰی الْمَلَوَانِ

اَلَا یَا دِیَارَ الْحَیِّ لَا هَجْرَ بَیْنَنَا وَلَا کُنَّ رَوْعَاتٍ مِنَ الْحَدَثَانِ

نَهَارٌ وَلَیْلٌ دَائِبٌ مَلْوَاهُمَا عَلٰی کُلِّ حَالِ النَّاسِ یَخْتَلِفَانِ

''اے وہ قبیلہ جو سبعان کے مقام پر فروکش ہے اس پر شب و روز مصائب آ رہے ہیں اے حی کے شہر ہمارے درمیان جدائی نہیں ہوگی تم ان مصائب سے خوفزدہ نہ ہو جانا۔ یہ لیل و نہار ہر لحہ لوگوں پر حالت بدل بدل کر آتے رہتے ہیں''۔

ان اشعار میں شعر دَائِبٌ مَلْوَاهُمَا میں مَلَوَان سے مراد لیل و نہار ہیں لیکن یہ ترکیب درست نہیں کیونکہ کسی چیز کو اس کے نفس کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا لیکن یہاں جائز ہے کیونکہ زمان و مکان

Marfat.com

سَیِّدٌ سَامِی الْمُلُوْکَ وَمَنْ دَامَ عَمْرًا لَایَکُنْ قَدَرَہٗ

وہ سردار ہے جو بادشاہوں سے بلند مرتبت ہے جس نے عمرو کا قصد کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔

میں وسعت ہوتی ہے اور شب و روز کو اسی وسعت کی وجہ سے ہی مَلَوین کہا جاتا ہے۔ یہ ان کا وصف ہے اور یہاں ان کی ذاتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسی لئے ان کی یہ اضافت بھی جائز ہے مَلواھُمَا سے مراد اس کی وسعت اور طوالت ہے۔ ابوعلی الفسوری کے اشعار میں بھی اسی انداز کا کلام پایا جاتا ہے۔

لَا یَکُنْ قَدَرَہٗ: یہ عمرو کو دعا دی گئی ہے ضمیر عمرو کی طرف راجع ہے اصل عبارت قَدَرَ عَلَیْہِ تھی۔ حرف جر کو حذف کر کے فعل کو متعدی بنایا گیا ہے اور مفعول کو نصب دی گئی ہے لیکن ہر فعل میں حرف جر کا حذف درست نہیں ہے یہاں اس لئے جائز ہے کیونکہ یہ اِسْتِطَاعَۃٌ اَوْ اَطَاعَۃٌ کے معنی میں ہے۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں اور

لَیْتَ حَظِّی مِنْ اَبِی کَرْبٍ اَنْ یَسُدَّ خَیْرُہٗ خَبَلَہٗ

''کاش کہ میں ابی کرب سے حصہ پالیتا۔ شاید کہ اس کی بھلائی اس تباہی کو روک لیتی'' کے متعلق علامہ برقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس شعر کو اعشٰی کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے یہ بنوسالم کی ایک بڑھیا کا شعر ہے۔ اس کا نام جمیلہ تھا جب مالک بن عجلان تبع کی خبر لے کر آیا تو اس وقت یہ شعر کہا۔ مالک انتہائی رازداری سے شہر میں داخل ہوا اور اس نے تبع کے متعلق بتایا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے جس شعر کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ وہ پورا قصیدہ ہی مصنوع ہے اس سے قبل یہ شعر ہے ۔

مَابَالُ عَیْنِکَ لَاتَنَامُ کَاَنَّمَا کُحِلَتْ مَاٰ قِیْهَا بِسَمِّ الْاَسْوَدِ

تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ سوتی نہیں ہے ایسے لگتا ہے کہ اس کی پتلیوں میں سیاہ ناگ کا سرمہ ڈالا گیا ہے۔

اس قصیدہ میں ذوالقرنین کا ذکر ہے اس کا نام صعب بن ذی مراثد تھا۔ اسی قصیدہ میں ہے:

وَلَقَدْ اَذَلَّ الصَّعْبَ صَعْبُ زَمَانِہٖ وَاَنَاطَ عُرْوَۃَ عِزِّہٖ بِالْفَرْقَدِ

لَمْ یَدْفَعِ الْمَقْدُوْرَ عَنْہُ قُوَّۃٌ عِنْدَ الْمَنُوْنِ، وَلَا سُمُوُّ الْمُحْتَدِ

''زمانے کی مشکلات نے صعب کو ذلیل کر دیا اور عروہ کی عزت نے اسے فرقد (ستارے کا نام) پر آشیاں بند کر دیا۔ مصائب کے وقت نہ ہی کوئی قوت اور نہ ہی کوئی رفعت اس کے مقدر کو بدل سکی''۔

Marfat.com

انصار کا یہ قبیلہ گمان کرتا تھا کہ تبع کا غصہ یہودیوں کے اسی قبیلے پر تھا جو ان کے سامنے تھا۔ جب تبع نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے انہیں منع کیا پھر تبع واپس چلا گیا کسی شاعر نے اس شعر میں اسی کا تذکرہ کیا ہے۔

حَنَقًا عَلٰی سِبْطَیْنِ حَلَّا یَثْرِبًا   اَوْلٰی لَهُمْ بِعِقَابِ یَوْمٍ مُفْسِدٍ

ان دونوں قبائل پر ناراض ہوتے ہوئے جو یثرب میں فروکش ہوئے تھے وہ فساد والے دن عذاب کے ہی مستحق تھے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ جس قصیدے کا یہ شعر ہے وہ مصنوع ہے اسی لئے ہم نے اس کو نہیں لکھا ہے۔

مورخین روایت کرتے ہیں کہ جب تبع نے بیت اللہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور وہاں فساد برپا کرنے کی کوشش کی تو اس کے سر سے پیپ اور خون بہنے لگا۔ اس سے اتنی بدبو آتی تھی کہ کوئی شخص ایک نیزے کی مقدار بھی اس کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ایسی آندھی بھیجی جس سے اس کے ہاتھ اور پاؤں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ شدید تاریکی چھا گئی۔ ان کے گھوڑے زمین میں دھنس گئے اسی وجہ سے اس جگہ کو "الدُّف" کہا جاتا ہے۔ تبع نے کاہنوں اور طبیبوں کو بلایا ان سے اپنی بیماری کے متعلق پوچھا وہ اس کا خوفناک منظر دیکھ کر ڈر گئے ان کے پاس کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ اس وقت علماء نے بادشاہ سے کہا "شاید تو نے اس مقدس گھر کے متعلق برا ارادہ کیا ہے"۔ بادشاہ نے "کہا میں نے اسے گرانے کا ارادہ کیا ہے"۔ علماء نے کہا "اپنی اس نیت سے فوراً توبہ کرو، یہ اللہ کا گھر اور اس کا حرم ہے۔ اس کی حرمت اور تعظیم بجا لاؤ"۔ بادشاہ نے ایسے ہی کیا وہ اپنی بیماری سے شفایاب ہو گیا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۵﴾ (الحج)

"اور جو ارادہ کرے گا اس میں زیادتی کا ناحق تو ہم اسے چکھائیں گے دردناک عذاب"۔

ظلم پر ب اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جس نے بیت اللہ پر ظلم کرنے کا صرف ارادہ ہی کیا اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اگرچہ اس نے ظلم نہ بھی کیا ہو جیسا کہ ابرہہ اور اس کا لشکر بیت اللہ تک پہنچنے سے پہلے ہی عذاب الٰہی کا شکار ہو گئے۔

Marfat.com

تبع کا مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تبع اور اس کی قوم بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ مکہ معظمہ اس کے راستہ میں تھا۔ اس نے اس مقدس شہر پر بھی حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ عسفان اور امج کے مابین پہنچا تو اس کے پاس ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد کا ایک وفد آیا۔ انہوں نے تبع سے کہا "اے شاہِ والا! کیا ہم آپ کو اس گھر کے متعلق نہ بتائیں جو مال و دولت سے لبریز ہے لیکن آپ سے پہلے بادشاہوں نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ گھر موتیوں، زبرجد، یاقوت، سونے اور چاندی سے بھرپور ہے"۔ تبع نے کہا "تم مجھے ضرور بتاؤ"۔ وفد ہذیل نے کہا "وہ گھر مکہ معظمہ میں ہے۔ اس میں وہاں کے لوگ عبادت کرتے ہیں وہ اس میں نماز پڑھتے ہیں"۔ ہذیلی وفد کی خواہش یہ تھی کہ تبع بیت اللہ پر حملہ آور ہوتا کہ وہ خود بھی ہلاک ہو جائے اور اس کی فوج بھی برباد ہو جائے کیونکہ انہوں نے اس کے ظلم و ستم کی عجیب داستانیں سن رکھی تھیں۔ تبع نے جب یہ گفتگو سنی تو اس نے ان دو علماء کو بلایا جنہیں وہ مدینہ طیبہ سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ جب وہ تبع کے پاس آئے تو اس نے انہیں بنو ہذیل کی گفتگو سنائی۔ ان علماء نے کہا اے

بیت اللہ کی غلاف پوشی

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تبع نے بیت اللہ پر "خَصَف" کا غلاف چڑھایا۔ خصف خفصة کی جمع ہے۔ یہ کپڑا کھجور کے پتوں اور اس کے تنے کے چھلکوں سے بنایا جاتا ہے۔ موٹے کپڑے کو بھی خَصَف کہا جاتا ہے۔ مٹی کے برتن کو بھی خَصَف کہا جاتا ہے جبکہ خُصَف اخروٹ کو کہا جاتا ہے۔ روایت کیا جاتا ہے کہ جب تبع نے بیت اللہ پر ٹاٹ اور چمڑے کا سخت غلاف چڑھایا تو غلاف فوراً پھٹ گیا۔ جب اس نے خَصَف کا غلاف چڑھایا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا لیکن جب اس نے مُلاء اور وَصائل (یمن کا بنا ہوا عمدہ کپڑا) کا غلاف چڑھایا تو بیت اللہ نے اس کو قبول کر لیا۔

جب تبع بیت اللہ پر غلاف چڑھا رہا تھا تو اس کی زبان پر یہ اشعار تھے

وَكَسَوْنَا الْبَيْتَ الَّذِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ مُلَاءً وَمُعْضَدًا وَبُرُوْدًا

اور ہم نے اس گھر کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے مُلاء مُعضد اور چادر کا غلاف چڑھایا۔

فَاَقَمْنَا بِهٖ مِنَ الشَّهْرِ عَشْرًا وَجَعَلْنَا لِبَابِهٖ اِقْلِيْدًا

ہم نے دس دن وہاں قیام کیا اور اس کے دروازوں کے لئے چابیاں بنائیں۔

Marfat.com

Marfat.com

شاہد ی مرتبت! یہ لوگ آپ کو یہ مشورہ اس لئے دے رہے ہیں تا کہ آپ خود بھی ہلاک ہو جائیں اور آپ کا لشکر بھی نیست و نابود ہو جائے۔ یہ اللہ رب العزت کا مقدس گھر ہے، ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ کوئی اور گھر دنیا میں اپنے لئے منتخب فرمایا ہو اگر آپ نے بنو ہذیل کی بات مان لی پھر خود بھی برباد ہو جائیں گے اور اپنے لشکر کو بھی فنا کر دیں گے۔ تبع نے کہا" پھر مجھے اس مقدس گھر کی عزت اور توقیر کیسے کرنا چاہئے؟" علماء نے کہا" وہاں پہنچ کر آپ بھی اسی طرح کریں جس طرح اہل مکہ کرتے ہیں۔ اس پاکیزہ گھر کا طواف کریں۔ اس کی عزت و تکریم کریں اس کے لئے عاجزی کا اظہار کریں۔ اس کے پاس اپنے سر کے بال منڈوائیں حتیٰ کہ آپ اس گھر سے باہر آ جائیں"۔ تبع نے ان سے پوچھا" تم خود یہ افعال سرانجام کیوں نہیں دیتے؟" انہوں نے کہا" اللہ کی قسم! یہ پاکیزہ گھر ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا تھا۔ یہ سب کے لئے قابل تکریم ہے لیکن وہاں کے باشندوں نے اس کے اردگرد بت نصب کر رکھے ہیں وہ اس کے پاس خون بہاتے ہیں وہ مشرک اور پلید ہیں اس لئے ہم وہاں جانے سے اجتناب کرتے ہیں" بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ علماء مخلص ہیں اور ان کی گفتگو بھی صداقت پر مبنی ہے۔ تبع نے وفد ہذیل کو بلایا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے پھر وہ مکہ معظّمہ حاضر ہونے کے لئے عازم سفر ہوا۔ مکہ معظّمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ قربانی کا جانور ذبح کیا اہل مکہ کھانا کھلایا اور شہد سے ان کی ضیافت کی۔ اس نے خواب دیکھا کہ اسے بیت اللہ پر غلاف چڑھانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس نے اس پر خَصَف کا غلاف چڑھایا پھر خواب میں اسے اس سے عمدہ غلاف چڑھانے کا حکم دیا گیا۔ اس نے مُعَافِر کا غلاف چڑھایا پھر اسے اس سے بھی عمدہ خلاف چڑھانے کا حکم دیا گیا۔ سب سے پہلے تبع کو یہ سعادت ملی کہ اس نے کعبہ مشرفہ پر غلاف چڑھایا۔ بنو جرہم کو غلاف چڑھانے اور اسے صاف رکھنے کی وصیت کی۔ انہیں یہ بھی کہا کہ وہ نہ تو بیت اللہ میں خون بہائیں نہ ہی مردار یا حیض والی عورتوں کو اس کے قریب لائیں۔ بادشاہ نے

وَنَحَرْنَا بِالشِّعْبِ سِتَّةَ اَلْفٍ		فَتَرَىٰ النَّاسَ نَحْوَهُنَّ وُرُوْدًا

ہم نے گھاٹی میں چھ ہزار اونٹ ذبح کئے تو دیکھے گا کہ لوگ اسی کی طرف دوڑ کر آ رہے ہیں۔

ثُمَّ سِرْنَا عَنْهُ نَوُمُّ سُهَيْلًا		فَرَفَعْنَا لِوَاءَنَا مَعْقُوْدًا

پھر ہم بیت اللہ سے سہیل کو ملامت کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اس وقت ہم نے اپنے عَلَم کو باندھ کر بلند کر رکھا تھا۔

Marfat.com

بیت اللہ کے دروازے بھی لگائے اور ان کے تالے بھی بنائے۔

سبیعہ کے اشعار

سبیعہ بنت الاحب بن زبینہ بن جذیمہ بن عوف بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان جو کہ عبد مناف بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی زوجہ تھیں نے اپنے بیٹے خالد کو مکہ معظمہ کی عظمت و بزرگی کا احساس دلایا۔ اس نے اپنے لختِ جگر کو مکہ میں سرکشی اور بغاوت کرنے سے منع کیا۔ ان اشعار میں اس نے شاہِ تبع، اس کی عاجزی وانکساری اور اس کے ان اعمال کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے مکہ معظمہ میں سرانجام دیئے تھے۔

أَبُنَيَّ: لَا تَظْلِمْ بِمَكَّةَ لَا الصَّغِيْرَ وَلَا الْكَبِيْرِ
وَاحْفِظْ مَحَارِمَهَا وَلَا يَغُرَّنْكَ الْغُرُوْر

"اے میرے نورِ نظر مکہ معظمہ میں کسی بڑے یا چھوٹے پر ظلم نہ کر اے میرے لختِ جگر۔ مکہ معظمہ کے محارم کی حفاظت کر اور تجھے شیطان دھوکہ میں نہ ڈال دے"۔

أَبُنَيَّ مَنْ يَظْلِمْ بِمَكَّةَ يَلْقَ أَطْرَافَ الشُّرُوْرِ
أَبُنَيَّ يُضْرَبْ وَجْهُهُ وَيَلُحْ بِخَدَّيْهِ السَّعِيْرَ

"اے میرے فرزند دلبند! جو شخص مکہ معظمہ میں ظلم کرتا ہے وہ اپنی شرارت کی سزا ضرور پاتا ہے۔ اے میرے دل کے چین! جو یہاں ظلم کرتا ہے اس کے چہرے کو پیٹا جاتا ہے اور اس کے رخساروں کو آگ سے تاپا جاتا ہے۔

أَبُنَيَّ قَدْ جَرَّبْتُهَا فَوَجَدْتُ ظَالِمَهَا يَبُوْرُ
اَللّٰهُ اٰمِنُهَا وَمَا بُنِيَتْ بِعَرْصَتِهَا قُصُوْرُ

"اے میرے نورِ عین! میں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور یہاں ظلم کرنے والے کو ہلاک ہوتے دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھی محافظ ہے اور اس کے صحن میں جو محلات ہیں وہ ان کا نگہبان بھی

سبیعہ بنت اَحب کے اشعار

اَحب کے متعلق ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یہ اجب ہے جبکہ سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ احب ہی ہے بنت احب نے یہ اشعار اس وقت کہتے تھے جب بنو سباق بن عبد الدار اور بنو علی بن سعد کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

Marfat.com

ہے''۔

وَاللّٰهُ امِنُ طَيرِهَا والعُصْمِ تَامِنُ فِي نبير
وَلَقَدُ عَزَّاهَا تُبَعٌ فَكَسَا بَيْتَهَ الحَبِيرِ

''اللہ تعالیٰ اس کے پرندوں کا بھی محافظ ہے اور وہ معصوم ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے۔ تبع پہلے تو اس محترم شہر پر حملہ آور ہوا۔ پھر اس نے بیت اللہ پر منقش چادر کا غلاف چڑھایا''۔

اَذَلَّ رَبِّي مُلْكَهٗ فِيهَا فَاَوفَى بِالنُّذُوْر   يَمْشِي اِلَيهَا حَافِياً بِغِنَائِهَا اَلفَا بَعِيْر

اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر (مال واسباب) کو ذلیل کر دیا پھر اس نے اپنی نذروں کو پورا کیا وہ پیادہ بیت اللہ کی طرف آیا اور اس کے صحن میں ایک ہزار اونٹ ذبح کیے۔

وَيَظَلُّ يُطْعِمُ اَهْلَهَا لَحْمَ المَهَارِى وَالجُزُوْرِ
يُسْقِيهِمُ العَسَلَ المُصَفّٰى وَالرَّحِيْضَ مِنَ الشَعِيْرِ

وہ دن بھر اہل مکہ کو ست رو اور تیز رو اونٹوں کا گوشت کھلاتا رہا وہ خالص شہد اور جو کی نبیذ سے اہل مکہ کی ضیافت کرتا رہا۔

وَالفِيلُ اُهْلِكَ جَيْشُهٗ يَرْمُوْنَ فِيهَا بِالصُّخُوْرِ
وَالمُلْكُ فِي اَقْصَى البِلَادِ وَالاَعَاجِمِ وَالخَزِيْرُ

ذرا اصحاب فیل کو تو یاد کرو کہ ان کا لشکر کس طرح تباہ کر دیا گیا تھا اور ان پر کیسے سنگریزوں کی بارش ہوئی تھی ان کی بادشاہی دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی۔ عجم اور خزیر بھی ان کی مملکت میں شامل تھے۔

فَاسْمَعْ اِذَا حُدِّثْتَ وَافْهَمْ كَيْفَ عَاقِبَةُ الاُمُوْرِ

اے میرے بیٹے! جب تجھ سے بات کی جائے تو غور سے سنا کر ذرا دیکھ برے کاموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان اشعار کے قافیوں پر وقف کیا جائے گا انہیں اعراب نہیں دیا جائے گا۔

بنوسباق کا ایک گروہ عک کے ساتھ مل گیا تھا۔ قریش میں سب سے پہلے سرکشی بنو اقابیش نے کی تھی جب ان کی بغاوت اور سرکشی بہت زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے یعسوب مسلط فرمائے جو آگ کی بتیاں اٹھائے ہوئے تھے۔ اس طرح ان تمام کے گھر بھی جل گئے اور خود بھی نیست و نابود ہو گئے۔

Marfat.com

یمن میں یہودیت کا آغاز

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر تبع مکہ معظمہ سے یمن کی طرف عازم سفر ہوا اس کے ساتھ اس کا لشکر اور دونوں یہودی عالم بھی تھے۔ یمن پہنچ کر اس نے اپنی قوم کو یہودیت کی تبلیغ کی اور یمن کی آگ کو اپنا ثالث مقرر کیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے ابو مالک بن ثعلبہ بن ابی مالک القرظی نے بیان کیا ہے انہوں نے ابراہیم بن محمد بن عبید اللہ سے سنا ہے کہ جب تبع یمن کے قریب پہنچا تو حمیر نے اسے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ انہوں نے کہا "جب تم نے ہمارا مذہب چھوڑ دیا ہے تو تم اس شہر میں داخل نہیں ہو سکتے"۔ تبع نے اپنی قوم کو یہودیت کی دعوت دی اور کہا کہ یہ دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ اہل حمیر نے کہا "ہم آگ کو اپنا ثالث مقرر کرتے ہیں"۔ تبع نے یہ بات مان لی بیان کیا جاتا ہے کہ یمن میں ایک آگ تھی جو ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کیا کرتی تھی۔ وہ ظالم کو کھا جاتی تھی لیکن مظلوم کو کوئی اذیت نہ دیتی تھی۔ تبع کی قوم اپنے بتوں اور ان قربانیوں سمیت باہر نکل آئی جو وہ اپنے بتوں کے لئے دیا کرتے تھے جبکہ یہودیت کے دونوں عالم تورات کو اپنے گلوں میں آویزاں کئے ہوئے آئے۔ وہ اس جگہ بیٹھ گئے جہاں سے آگ نکلتی تھی۔ جب آگ اصنام پرستوں کی طرف بڑھی تو وہ اس سے ہیبت زدہ ہو گئے اس کے خوف سے وہ پیچھے ہٹنے لگے لیکن حاضرین نے انہیں بزدلی کا طعنہ دیا انہیں صبر کرنے کے لئے کہا۔ عزت نفس کی خاطر وہ وہیں ڈٹے رہے۔ حتیٰ کہ آگ نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آگ ان کے بتوں اور قربانیوں کو بھی نگل گئی لیکن یہودی علماء کو آگ نے کوئی نقصان نہ دیا۔ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر حمیر نے بت پرستی چھوڑ کر یہودیت اختیار کر لی۔ اس سے یہودیت کا آغاز ہوا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک محدث نے مجھے بیان کیا ہے کہ اہل یمن اور یہودی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے پہلے حجاج نے بیت اللہ پر ریشم کا غلاف چڑھایا لیکن علامہ دار قطنی وغیرہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ سعادت حضرت فتیلہ بنت جناب حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر مجھے میرا بیٹا مل گیا تو میں کعبہ معظمہ پر ریشم کا غلاف چڑھاؤں گی۔ جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے تو انہوں نے اپنی نذر پوری کی لیکن حضرت علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ پر دیباج کا غلاف چڑھایا تھا۔

Marfat.com

علماء نے آگ کا تعاقب کیا تا کہ اسے اس کے مخرج میں واپس دھکیل دیں۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ جو آگ کو دھکیل دے گا وہ حق پر ہوگا جب بت پرست اہل یمن آگ کے قریب ہوئے تو آگ انہیں نگلنے کے لئے ان کی طرف لپکی وہ خوفزدہ ہو گئے اور آگ کو اندر نہ لے جا سکے جب علمائے یہود تورات کی تلاوت کرتے ہوئے آگے بڑھے تو آگ پیچھے چلی گئی۔ حتیٰ کہ وہ اس مکان میں داخل ہوگئی جہاں سے نکلی تھی۔ اس وقت حمیر نے یہودیت اختیار کر لی۔

رئام کا انہدام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل یمن کے لئے ایک رِئام نامی گھر تھا جس کی وہ عزت وتوقیر کرتے تھے۔ وہ اس کے پاس قربانیاں کرتے تھے اور اس سے ہم کلام ہوتے تھے۔ علماء نے تبع سے کہا "یہ شیطان کا فعل ہے اس نے اہل یمن کو فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔ آپ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم اس گھر کو مسمار کر دیں"۔ تبع نے انہیں اجازت دے دی۔ علماء نے اس گھر سے ایک کالا کتا نکالا پھر اس کو ہلاک کرنے کے بعد گھر بھی گرا دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس عمارت کے کھنڈرات کے پاس آج تک ان کے خون بہانے کے اثرات موجود ہیں۔

رئام کا مسمار ہونا

اہل یمن یہودیت اختیار کرنے سے پہلے اپنے عبادت خانے کو رِئام کہتے تھے۔ یہ رَئِمَ سے مشتق ہے اس کا معنی رحمت و رأفت کرنا ہے۔ ان کا گمان تھا کہ انہیں یہاں وہ رحمت مل جاتی تھی جس کے وہ متلاشی ہوتے تھے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اہل یمن کی عبادت گاہ رئام میں شیطان کا بسیرا تھا۔ انہوں نے اس کے لئے ایک برتن مختص کر رکھا تھا جسے وہ قربانی کے جانور کے خون سے بھر دیتے تھے۔ وہ شیطان باہر آتا، خون پیتا اور لوگوں سے گفتگو کرتا تھا جب علماء تبع کے ساتھ وہاں گئے، تورات کھولی اور اس کی تلاوت کی تو شیطان وہاں سے بھاگ کر سمندر میں گر گیا۔

عمرو موثبان

حسان بن تبان کا بھائی عمرو موثبان کے لقب سے معروف تھا۔ اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ ذورعین کے اشعار اَ لَامَنْ یَشْتَرِی...... یہ دراصل اَمَنْ یَشْتَرِی تھا۔ ہمزہ استفہامیہ سے پہلے اَلَا ہے اس لئے اس کا حذف کر دینا بہتر ہے۔ امرئ القیس کے اس قول میں بھی اسی طرح ہمزہ استفہامیہ محذوف ہے اَحَارِ تَرٰی بَرْقاً اُرِیْکَ وَمِیْضَہ۔ اس مصرعہ میں دراصل اَتَرٰی تھا۔ ذورعین کے

Marfat.com

حسان بن تبان کی حکومت اور اس کا قتل

جب تبع کا بیٹا حسان بن تبان اسعد ابی کرب یمن کا والی بنا وہ اہل یمن کو لے کر عازم سفر ہوا۔ وہ عرب وعجم کی سرزمین پر اپنی دھاک بٹھانا چاہتا تھا جب وہ بحرین پہنچے تو قوم حمیر اور دیگر یمنی قبائل نے پیش قدمی سے انکار کر دیا۔ وہ اپنے وطن اور اپنے اہل وعیال میں واپس جانا چاہتے تھے انہوں نے حسان کے بھائی عمرو سے کہا تم اپنے بھائی حسان کو قتل کر دو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ پھر ہم اپنے وطن واپس لوٹ جائیں گے۔ عمرو نے اہل یمن کی اس تجویز سے اتفاق کیا ذورعین حمیری کے علاوہ پوری قوم حسان کے قتل اور یمن واپس جانے پر متفق ہو گئی۔ ذورعین نے انہیں قتل جیسے شنیع فعل سے روکا لیکن اہل یمن نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس وقت اس نے یہ اشعار پڑھے

اَلَا مَنْ یَشْتَرِی سَهَرًا بِنَوْمٍ سَعِيْدٌ مَنْ یَبِیْتُ قَرِیْرَ عَیْنٍ
فَاِمَّا حِمْیَرٌ غَدَرَتْ وَخَانَتْ فَمَعْذَرَةُ الْاِلٰهِ لِذِی رُعَیْنٍ

''بدبخت ہے وہ شخص جو نیند کے بدلے بیداری خریدتا ہے اور سعادت مند ہے وہ شخص جو آنکھوں کی ٹھنڈک کے ساتھ رات بسر کرتا ہے۔ اگر حمیر نے دھوکا اور خیانت کی ہے تو ذورعین

دوسرے مصرعہ کی اصل عبارت یوں تھی بَلْ مَنْ یَبِیْتُ قَرِیْرَ عَیْنٍ هُوَ سَعِیْدٌ۔ خبر کو اس لئے حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ اول کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ ابن درید کی کتاب میں ''سَعِیْدٌ اَمْ یَبِیْتُ'' ہے۔ یہاں مَنْ حذف ہے۔ اس کا تعلق موصوف کو حذف کرنے اور صفت کو اس کے قائم مقام کرنے کے ساتھ ہے کیونکہ مَنْ یہاں نکرہ موصوفہ ہے۔ مثلاً زاجر کا شعر ہے۔

لَوْ قُلْتَ مَا فِی قَوْمِهَا لَمْ تَاْثَمِ یَفْضُلُهَا فِی حَسَبٍ وَمِیْسَمِ

یہاں یَفْضُلُهَا سے پہلے مَنْ محذوف ہے۔ یہ قاعدہ کلام میں اس وقت استعمال ہوتا ہے جب وہاں فعل مضارع ہو ماضی نہ ہو۔ ذورُعَیْن، رَعْن کی تصغیر ہے پہاڑ کی چوٹی کو الرعن کہا جاتا ہے۔ یمن کے ایک پہاڑ کا نام بھی رعین ہے۔ ذورعین کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے قبیلہ حمیر کے آدمی کے اشعار کا آغاز ''لَاہِ'' سے ہو رہا ہے۔ ''لَاہِ'' سے مراد لِلّٰہِ لام جارہ، دوسرے لام اور ہمزہ وصلی کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ایسا حذف کثرت سے ہوتا ہے لیکن یہ اسماء کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ زبان سے کثرت سے جاری ہوتے ہیں مثلاً فراء کا قول ''لَهِنَّکَ مِنْ بَرْقٍ عَلَیَّ کَرِیْمٌ'' دراصل وَاللّٰهِ اِنَّکَ تھا۔ بعض علماء نحو فرماتے ہیں کہ یہ دراصل لَاِنَّکَ تھا۔ ہمزہ کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا لیکن یہ بعید

Marfat.com

خدا کے دربار میں معذور ہے"۔

ذورعین نے یہ اشعار ایک رقعہ پر لکھے اور عمرو کے پاس آ کر کہنے لگا یہ رقعہ اپنے پاس رکھ لو پھر اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور اہل یمن کو لے کر واپس آ گیا۔ حمیر کا ایک شخص کہتا ہے۔

لَاهِ عَيْنَا الَّذِي رَأَى مِثْلَ حَسَّانٍ قَتِيلًا فِي سَالِفِ الْاَحْقَابِ

قَتَلَتْهُ مَقَاوِلٌ خَشْيَةَ الْحَبْسِ غُدَاةً قَالُوْا لَبَابِ لَبَابِ

مَيْتُكُمْ خَيْرُنَا وَحَيُّكُمْ رَبٌّ عَلَيْنَا وَكُلُّكُمْ اَرْبَابِي

"کون سی وہ آنکھ ہے جس نے سابقہ دور میں حسان جیسا مقتول دیکھا ہو اس کو ایک جماعت نے قتل کر دیا ہے تا کہ اس کے قیدی ہونے کا خطرہ ٹل جائے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی پرواہ نہیں کوئی پرواہ نہیں تمہارا مقتول ہم سب سے بہتر تھا اب تمہارا زندہ ہمارا سردار ہے بلکہ تم سب ہی میرے سردار ہو"۔

عمرو کی ہلاکت اور حمیر میں افتراق

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب عمرو بن تبان یمن لوٹا تو وہ بے خوابی کی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اسے ساری رات نیند نہ آتی تھی اس نے سارے حکماء، اطباء، کاہنوں اور نجومیوں سے

ہے کیونکہ لام اِنَّ کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں حروف مؤکدہ ہیں۔ ہمزہ کو ہاء میں تبدیل کرنا اس علت کو ختم نہیں کرتا جو ان کے اجتماع کے مانع ہے۔

مُقَاوِلٌ

اس کا معنی جماعت ہے تبع کے علاوہ پورا لشکر اس میں شامل ہے اس کا واحد قَيْل اور اس کی اصل قَيِّل ہے۔ اس میں تخفیف کی گئی ہے اس کے مفرد اور جمع میں یاء مستعمل ہے اگرچہ اس کی اصل واؤ ہے کیونکہ اس کا معنی ہے جو شخص بات کرے اور اس کی بات کو سنا جائے۔

اہل لغت نے اس کی جمع "اَقْوَالٌ" بنانا ناپسند کیا تا کہ قَوْل کی جمع کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسا کہ عِيْد اور اَعْيَاد کہتے ہیں اگرچہ یہ عَادَ يَعُوْدُ سے مشتق ہے اس میں واؤ کو حذف کر دیتے ہیں تا کہ عَوْد کی جمع کے ساتھ مشابہت قائم نہ ہو۔ جب قَيِّل کی جمع میں واو باقی رکھنا چاہتے ہیں تو اس کو مَقَاوِل کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ مِقْوَل یا مَقَال یا مَقَالَة کی جمع ہے۔ اہل لغت اَقْيَال یا اَقْوَال دونوں جمع بناتے ہیں لیکن عِيْد کی جمع اَعْيَاد ہی بناتے ہیں۔ اسی طرح رِيْحٌ کی جمع اَرْيَاح آتی ہے قَيْل سے فَعَلَ قَالَ بنایا جاتا ہے اس کا معنی مَلَكَ "مالک ہونا" قِيَالَةٌ امانۃ کو کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی اس حدیث

Marfat.com

مشاورت کی۔ ایک دانا نے اس سے کہا "جب بھی کوئی شخص اپنے بھائی کو یا کسی قریبی رشتہ دار کو سرکشی کرتے ہوئے قتل کرتا ہے تو اس کو بے خوابی لاحق ہو جاتی ہے وہ شب بھر سو نہیں سکتا"۔ دانا کی یہ گفتگو سن کر اس نے اشراف یمن میں سے ہر اس شخص کو قتل کرنا شروع کیا جس نے اس کو بھائی کے قتل کا مشورہ دیا تھا۔ جب اس نے ذورعین کو قتل کرنا چاہا تو اس نے کہا "اے بادشاہ! میں اس گناہ سے بری ہوں"۔ بادشاہ نے پوچھا "اس برأت کی دلیل کیا ہے؟" ذورعین نے کہا "اس برأت کی دلیل وہ رقعہ ہے جو میں نے بحرین میں پیش کیا تھا" جب عمرو نے وہ رقعہ پڑھا تو اس کو معلوم ہو گیا کہ اس وقت ذورعین نے ناصحانہ مشورہ دیا تھا۔ اس نے اس کو قتل نہ کیا کچھ مدت بعد عمرو ہلاک ہو گیا۔ حمیر کے معاملات بھی بگڑ گئے اور وہ باہمی افتراق کا شکار ہو گئے۔

لخنیعہ کا اقتدار اور اس کی ہلاکت

عمرو کی ہلاکت کے بعد حمیر کا حکمران ایسا شخص بنا جو والیانِ مملکت کے خاندان میں سے نہ تھا۔ اس کا نام لخنیعہ ینوف ذوشناتر تھا۔ اس نے اہل یمن کے چیدہ چیدہ لوگوں کو قتل کر دیا۔ وہ بادشاہ کے اہل خانہ سے فعل شنیع کرتا تھا۔ حمیر کے ایک شاعر نے لخنیعہ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

تُقَتِّلُ اَبنَاءَهَا وَتَنفِي سَرَاتَهَا ۔۔۔ وَتَبنِي بِاَیدِیهَا لَهَا الذُّلَّ حِمیَرُ
تُدَمِّرُ دُنیَاهَا بِطَیشِ حُلُومِهَا ۔۔۔ وَمَا ضَیَّعَت مِن دِینِهَا فَهُوَ اَکثَرُ
کَذَالِكَ القُرُونَ قَبلَ ذَاكَ بِظُلمِهَا ۔۔۔ وَاِسرَافِهَا تَاْتِي الشُّرُورَ فَتَخسَرُ

"اہل حمیر کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قتل اور اپنے عمدہ افراد کو جلاوطن کر رہے ہیں اور

میں بھی یہ استعمال ہوا ہے۔

سُبحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ العِزَّ وَقَالَ بِهٖ۔

"پاک ہے وہ ذات جس نے پوشاکِ عزت پہنی اور اس کا مالک بنا"۔

لخنیعہ اور ذونواس کا واقعہ

ابن درید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ لخنیعہ اللَّخعُ سے ہے۔ اس کا معنی جسم میں موٹاپا آ جانا ہے حمیر کی لغت میں شَنَاتِر انگلیوں کو کہتے ہیں اس کا واحد شُنتُرۃ ہے۔ ذوالنواس کا نام زُرعہ تھا۔ یہ ان کے قول زَرَعَکَ اللّٰہُ سے ہے یعنی اے بچے! اللہ تجھے پروان چڑھائے۔ وہ زَارِع بھی نام رکھتے تھے جس طرح وہ نابت سے بچوں کو پکارا کرتے تھے۔ قرآن پاک میں ہے:

Marfat.com

اپنے ہاتھوں سے ذلت کی عمارت تعمیر کر رہے ہیں وہ اپنی کم عقلی سے دنیا تباہ کر رہے ہیں لیکن ان کے دین کا خسارہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ گزشتہ اقوام کی بھی یہی حالت رہی وہ اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے زیادتیاں کرتے تھے اور نقصان اٹھاتے تھے"۔

لخنیعہ کا فسق و فجور

لخنیعہ ایک فاسق و فاجر شخص تھا۔ وہ لواطت کا عادی تھا۔ وہ شاہی خاندان کے کسی بچے کو بلا لیتا اور اس کے ساتھ اپنے محل میں لواطت کرتا۔ وہ محل اسی مقصد کے لئے تعمیر ہوا تھا یہ فعل شنیع کرنے کے بعد وہ منہ میں مسواک رکھ کر اپنے چوکیداروں اور فوجیوں کے پاس آتا۔ اس کے اس عمل کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے عمل سے فارغ ہو چکا ہے۔ ایک دن اس نے زرعہ ذی نواس بن تبان کو اپنے محل میں طلب کیا۔ زرعہ حسان کا بھائی تھا یہ اس کے قتل کے وقت بالکل کم سن تھا اب وہ حسین و جمیل، خوبرو اور صاحب عقل و دانش جوان تھا۔ جب اس کے پاس بادشاہ کا

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴿۶۴﴾ (واقعہ)

"(سچ سچ بتاؤ) کیا تم اس کو اُگاتے ہو یا ہم ہی اس کو اُگانے والے ہیں"۔

مسند وکیع بن الجراح میں ابو عبد الرحمٰن الحبلی سے روایت ہے کہ وہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص یوں کہے زَرَعْتُ فِي اَرْضِي كَذَا وَ كَذَا۔ میں نے اپنی زمین میں فلاں فلاں چیز کاشت کی وہ کہتے تھے کہ زارع تو اللہ تعالیٰ ہے۔ مسند البزار میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس طرح کہنے سے منع فرمایا ہے لیکن اس ممانعت کا ایک اور سبب ہے جسے ہم کسی اور جگہ بیان کریں گے۔ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ۔

"جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کوئی فصل کاشت کرتا ہے۔ اگر کوئی چوپایہ، انسان یا پرندہ اس میں سے کھا لیتا ہے تو یہ اس لگانے والے کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔"

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے زَرَعَ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ زُرعہ کو نواس کہنے کی یہ وجہ تھی کہ اس کے سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ نواس حرکت اور اضطراب کو کہتے ہیں۔ جب ذونواس سے چوکیداروں نے پوچھا کہ تم خشک ہو یا تر؟ تو اس نے جواب دیا سَلْ نَخْمَاسَ اَسْتَ رَطْبَانُ ذُوالنَّوَاسِ اَسْتَ رَطْبَانُ اَمْ يَبَاس۔ نَخْمَاس ان کی زبان میں سر کو کہتے تھے۔

Marfat.com

ایلچی پہنچا تو اس کو فوراً معلوم ہو گیا کہ بادشاہ اسے کس مقصد کے لئے طلب کر رہا ہے۔ اس نے ایک نئی اور تیز چھری لی اور اسے اپنے پاؤں کے نیچے اپنی جوتی کے اندر رکھ لیا۔ جب بادشاہ اس کے ساتھ خلوت نشین ہوا وہ برے ارادہ سے اس پر جھپٹا۔ ذونواس نے فوراً اس پر چھری کا وار کر دیا۔ اس نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اس نے لخنیعہ کا سر اس کھڑکی میں رکھ دیا جہاں سے وہ جھانکا کرتا تھا۔ اس نے مسواک اس کے منہ میں رکھ دی۔ جب وہ بادشاہ کے چوکیداروں کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اس پر طنز کر کے کہا ''اے ذونواس کیا خشک ہو یا تر؟'' اس نے کہا ''مجھے تو کچھ نہیں ہوا عنقریب چوکیداروں کو معلوم ہو جائے گا کہ لخنیعہ خشک ہے یا تر''۔ جب چوکیداروں نے کھڑکی کی طرف دیکھا تو وہاں انہوں نے لخنیعہ کے کٹے ہوئے سر کو پایا۔ تمام چوکیدار اور فوجی ذوالنواس کے پیچھے بھاگے۔ اسے پکڑ کر کہنے لگے ''تو نے ہم کو اس خبیث سے نجات دی ہے اب ہم اپنا بادشاہ تجھے ہی بنائیں گے''۔

قوم حمیر اور یمن کے قبائل نے بالاتفاق اسی کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ یہ حمیر کا آخری بادشاہ تھا یہی صاحب اخدود تھا۔ اس کا نام یوسف تھا، عرصہ دراز تک ملک یمن کا بادشاہ رہا۔

نجران میں عیسائیت کا آغاز اور فیموٗن

نجران سرزمین عرب کے وسط میں ایک جگہ کا نام تھا۔ اہل نجران اور اہل عرب بت پرست تھے پھر اہل نجران نے عیسائیت اختیار کر لی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مغیرہ

ابوبحر کے نسخہ میں اس کو نَخْماس لکھا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا معنی بھی سر ہو۔ ذوالنواس کے اس قول کا مفہوم خاصا مشکل ہے۔ ابوالفرج نے اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ''جب لخنیعہ کسی بچے سے بدفعلی کرتا اور وہ بچہ اس کے کمرہ سے باہر آتا تو چوکیدار اس کی اونٹنی کے ہونٹ اور دم کاٹ دیتے پھر اس سے پوچھتے کیا خشک ہو یا تر؟ جب ذوالنواس بادشاہ کے کمرہ سے باہر آیا تو چوکیداروں نے پوچھا ذَانُواس اَرَطْبٌ اَمْ یَبَاسٌ۔ تو اس نے کہا سَتَعْلَمُ الْاَحْرَاسُ اسْتُ ذوالنُواس اَسْتَ رَطْبَان اَمْ یَبَاسَ۔ عنقریب چوکیداروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ذوالنواس خشک ہے یا تر۔ لخنیعہ کے اقتدار کی مدت سترہ سال تھی جبکہ ذوالنواس نے اڑسٹھ سال حکومت کی۔

فیموٗن کی داستان

الطبری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فیموٗن کا نام فیمیون تھا۔ امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

بن ابی لبید نے وہب بن منبہ الیمانی سے روایت کیا ہے کہ نجران میں ایک شخص رہتا تھا اس کا نام فیمون تھا۔ وہ دین عیسوی پر سختی سے کاربند تھا۔ وہ پاکباز، تارک الدنیا اور مستجاب الدعوات تھا۔ وہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک عازم سفر رہتا جس گاؤں میں اس کی شہرت ہو جاتی وہ وہاں سے نکل جاتا اور کسی ایسے گاؤں کو مسکن بنا لیتا جہاں کوئی شخص اس کا آشنا نہ ہوتا۔ وہ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتا، وہ معمار تھا۔ اتوار کی حد درجہ تعظیم کرتا تھا اتوار کے دن وہ اپنے کام کاج ترک کر دیتا۔ جنگل کی طرف نکل جاتا اور سارا دن عبادت میں مشغول رہتا۔ ایک دفعہ وہ شام کے ایک گاؤں میں گیا وہاں چھپ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ایک دن ایک شخص اس کے راز کو پا گیا۔ اس شخص کا نام صالح تھا۔ فیمون کا کردار دیکھ کر وہ اس سے انتہائی محبت کرنے لگا۔ وہ جہاں جاتا یہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا۔ لیکن فیمون کو اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ ایک دفعہ اتوار کے روز وہ حسب معمول جنگل میں چلا گیا۔ صالح بھی بڑی رازداری سے اس کے پیچھے پیچھے تھا وہ اس جگہ بیٹھا تھا جہاں وہ فیمون کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ فیمون کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ دورانِ نماز اس کی طرف ایک سات سرا سانپ آیا۔ فیمون نے اس کے لئے بددعا کی وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ جب صالح نے سانپ دیکھا تو اسے معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ وہ چلایا ''اے فیمون! سات سرا سانپ آپ کی طرف آ رہا ہے'' لیکن فیمون نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنی نماز میں مشغول رہا۔ جب شام کو گھر واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا راز افشاء

وہ غسان کا رہنے والا تھا۔ اپنے وطن کو چھوڑ کر شام آیا اور اہل شام کو عیسائیت کی تبلیغ کی۔ نقاش کہتے ہیں کہ اس کا نام یحیٰ تھا۔ اس کا باپ بادشاہ تھا جب وہ مر گیا تو اس کی قوم نے اس کو بادشاہ بنانا چاہا لیکن یہ بھاگ گیا اور سیر و سیاحت میں مشغول ہو گیا۔

جس شخص نے فیمون سے اپنے بیٹے کے لئے دعا کرائی تھی امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حکایت ذرا تفصیل سے لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب فیمون اس شخص کے ساتھ اس کے گھر گیا اور اس نے اپنے بیٹے کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا تو فیمون نے یہ دعا مانگی ''مولا! یہ لڑکا تیرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جو نعمتیں تو نے اسے بخشی ہیں۔ تیرا دشمن ان میں دخل اندازی کر رہا ہے وہ انہیں خراب کرنا چاہتا ہے۔ مولا! اسے شفاء اور عافیت عطا فرما اور شیطان کو اس سے دور فرما'' اس دعا کے بعد فوراً وہ لڑکا کھڑا ہو گیا گویا کہ اسے کوئی تکلیف نہ تھی فیمون کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کو جنون کی شکایت تھی۔

Marfat.com

ہو چکا ہے اور صالح اس کی اس کرامت سے آگاہ ہو چکا ہے۔ صالح نے اس سے کہا "اے فیموُن کیا تجھے علم ہے کہ میں تجھے ہر چیز سے زیادہ چاہتا ہوں تم جہاں بھی جاؤ میں تمہاری رفاقت میں رہنا چاہتا ہوں"۔ فیموُن نے کہا "تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میری زندگی کتنی دشوار ہے اگر تجھے یہ مشکل راہ پسند ہے تو پھر تجھے میرے ساتھ رہنے کی اجازت ہے"۔ اب صالح اس مرد درویش کے ساتھ رہنے لگا۔ تمام گاؤں اس کی کرامات کو جان چکا تھا۔ جب وہ کسی بیمار کے لئے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ اسے فوراً شفایاب کر دیتا۔ اس گاؤں کے ایک شخص کا بیٹا نابینا تھا۔ اس نے فیموُن کے متعلق دریافت کیا لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ کسی کی دعوت قبول نہیں کرتا۔ وہ ایک معمار ہے جو اجرت پر لوگوں کے گھر بناتا ہے۔ وہ شخص اپنے گھر گیا اپنے بیٹے کو بستر پر لٹایا اور اس پر چادر اوڑھ دی پھر وہ فیموُن کے پاس آیا اور کہنے لگا "اے فیموُن! میں اپنے گھر میں کچھ کام کروانا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ چلو تاکہ تم اس کام کی نوعیت دیکھ سکو اور ہم اجرت طے کر سکیں"۔ فیموُن اس کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ اس نے اس سے پوچھا تم اپنے گھر میں کیا تعمیر کرنا چاہتے ہو۔ اس شخص نے کہا فلاں، فلاں چیز اس نے اچانک اپنے بیٹے کے منہ پر کپڑا اٹھایا اور کہنے لگا "اے فیموُن! اللہ کا یہ بندہ کتنی تکلیف میں مبتلا ہے۔ اس کے لئے دعا کرو"۔ فیموُن نے اس کے لئے دعا کی وہ لڑکا فوراً کھڑا ہو گیا ایسے محسوس ہوتا تھا کہ اسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔

جب فیموُن کو علم ہو گیا کہ وہ اس گاؤں میں خاصا مشہور ہو چکا ہے تو اس نے وہ گاؤں بھی چھوڑ دیا صالح بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب وہ شام کے علاقہ میں محو سفر تھے تو وہ ایک بہت بڑے

محمد بن کعب القرظی نے یہ واقعہ بعض اہل نجران سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص کا نام نہیں بتایا گیا جس کا ذکر ابن منبہ نے کیا ہے۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ اہل نجران نے اس کا نام یحییٰ رکھ دیا ہو۔ وہ شخص جو سب سے پہلے اس گاؤں میں داخل ہوا تھا اس کا نام نجران تھا۔ وہ نجران بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا اس قریہ کا نام اسی وجہ سے نجران پڑ گیا۔

اصحاب اخدود

ابن سنجر نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے کہ تین افراد نے خندقیں کھودی تھیں: 1۔ یمن کا بادشاہ تبع -2۔ قُسطَنطِینُ بن ھِلَانی، یہ اس کی ماں تھی جب عیسائی توحید سے روگرداں ہو گئے اور صلیب کی عبادت کرنے لگے اس وقت اس نے یہ خندق کھدوائی تھی۔ 3۔ بخت نصر نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ

Marfat.com

درخت کے پاس سے گزرے وہاں سے ایک شخص نے آواز دی۔ اے فیموٗن! فیموٗن نے کہا "ہاں"۔ اس شخص نے کہا "میں عرصہ دراز سے تمہارا منتظر ہوں۔ آج طویل مدت بعد میں نے تمہاری آواز سنی ہے اب تم یہیں ٹھہر جاؤ کیونکہ میری موت کا وقت قریب ہے"۔ یہ کہہ کر وہ شخص مر گیا۔ فیموٗن نے اس کی نمازِ جنازہ ادا کی پھر اپنے سفر پر رواں ہو گیا۔ صالح بھی اس کے ہمراہ تھا۔ جب وہ سرزمین عرب پر عازم سفر تھے تو ایک قافلہ نے انہیں گرفتار کر لیا اور نجران جا کر انہیں فروخت کر دیا۔ اس وقت اہل نجران بھی اصنام پرست تھے۔ وہ ایک بلند و بالا کھجور کی پوجا کرتے تھے۔ ہر سال اس کے لئے عید مناتے، عید کے دن کھجور کو عمدہ کپڑے پہناتے، زیورات سے آراستہ کرتے پھر اس کے سامنے سارا دن اعتکاف کرتے۔ اہل نجران میں سے ایک امیر شخص نے فیموٗن کو خرید لیا جبکہ صالح کو ایک اور شخص نے خرید لیا۔ رات کے وقت جب فیموٗن اپنے کمرہ میں نماز ادا کرتا تو اس کا کمرہ نور سے ضوفشاں ہو جاتا۔ وہ کمرہ صبح تک اجالوں سے بھر رہتا۔ جب اس کے آقا نے اس کی یہ عجیب کیفیت دیکھی تو اس سے اس کے دین کے متعلق سوال کیا۔ فیموٗن نے اسے اپنے دین کے متعلق بتایا نیز بتایا کہ تمہارا یہ دین باطل ہے کھجور کا درخت نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ میرا معبود وحدہ لاشریک ہے اگر میں اپنے رب سے اس کھجور کے لئے دعا کروں تو وہ فوراً اسے نیست و نابود کر دے۔ آقا نے کہا "تم بددعا کرو۔ اگر یہ کھجور گر پڑی تو ہم تمہارے دین کو اختیار کر لیں گے"۔ فیموٗن نے وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی پھر بارگاہ ربوبیت میں اس کھجور کے لئے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے آندھی بھیجی جس نے اس کو جڑ سے اکھیڑ کر نیچے پھینک دیا۔ اہل نجران نے جب یہ کرامت دیکھی تو وہ فیموٗن کے دین میں شامل ہو گئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی شریعت مطہرہ پر عمل کرنے لگے۔ اس طرح نجران میں عیسائیت کا آغاز ہوا۔

اسے سجدہ کریں لیکن حضرت دانیال اور ان کے ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ بخت نصر نے انہیں اس خندق میں پھینک دیا جو آگ سے لبریز تھی لیکن وہ آگ ان کے لئے مجسمہ سلامتی بن گئی۔ اس نے ان لوگوں کو جلایا جنہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام سے سرکشی کی تھی۔

Marfat.com

عبداللہ بن ثامر اور عیسائیت کی تبلیغ

عبداللہ بن ثامر اور اسم اعظم

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن کعب قرظی اور بعض اہل نجران نے بیان کیا ہے کہ اہل نجران مشرک تھے۔ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ نجران کے قریبی گاؤں میں ایک جادوگر رہتا تھا جو اہل نجران کے بچوں کو جادو کی تعلیم دیتا تھا۔ جب فیموٗن وہاں پہنچا تو اس نے

عبداللہ بن ثامر کا عجیب واقعہ

اسمائے حسنٰی کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے میں علماء کا اختلاف

عبداللہ بن ثامر کے اس قصہ میں اسم اعظم کا ذکر ہے۔ فیموٗن نے عبداللہ سے کہا ''تو اسم اعظم کی شرائط کو پورا نہیں کر سکتا نہ ہی تجھ سے اس کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ۔(النمل:40)

''عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا''۔

کی تفسیر میں علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں آصف بن برخیا کا ذکر ہے انہیں اسم اعظم عطا کیا گیا تھا۔ ان کی ہر دعا کو شرف قبولیت سے نوازا جاتا تھا۔ نقاش کا قول ہے کہ اس آیت میں ضبہ بن اُد بن طابخ کا ذکر ہے لیکن ان کا یہ قول صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ اسمائے باری تعالیٰ کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دینی چاہئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسمائے حسنہ میں سے ایک اسم دیگر اسماء سے اعظم کیسے ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک جب کسی حدیث مبارک یا کسی اثر میں اسم اعظم کا ذکر ہو تو وہاں اعظم عظیم کے معنی میں ہوگا۔ جس طرح اِنِّی لَاَوْجَل میں ''اَوْجَل'' وَجِلٌ کے معنی میں ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ میں اَکْبَرُ ''کَبِیْر'' کے معنی میں ہے اسی طرح وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ میں اَھْوَنُ ھَیِّن کے معنی میں ہے۔ ابوالحسن بن بطال نے لکھا ہے کہ علماء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے ابن ابی زید اور قابسی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ علماء کے اس طائفہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ جب وہ اولیاء جو مرتبہ میں حضور ﷺ سے کم تھے وہ اسم اعظم جانتے تھے تو پھر آپ ﷺ اس سے محروم کیسے ہو سکتے تھے آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے دعائیں کرتے وقت کبھی بھی اسم اعظم کو استعمال نہ کیا حالانکہ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے رؤف، رحیم اور مجسمۂ رحمت تھے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حکم اور

Marfat.com

نجران اور جادوگر کے گاؤں کے درمیان اپنا ڈیرہ لگالیا۔ نجران کے باشندے اپنے بچوں کو جادوگر کے پاس بھیجا کرتے تھے وہ انہیں جادو سکھاتا تھا۔ ثامر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو دیگر بچوں کے ساتھ جادوگر کے پاس بھیجا۔ عبداللہ جب بھی فیموّن کے خیمہ کے پاس سے گزرتا تو اس کی نماز اور

فضیلت میں برابر ہیں۔ ان میں سے کوئی اسم بھی اعظم نہیں ہے۔ جب ان اسماء کو پکار کر اس سے کچھ طلب کیا جاتا ہے تو وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے نواز دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی دعا کو شرف قبولیت نہیں بخشتا۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اسراء ۱۱۰)

"آپ فرمائیے یا اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے اسے پکارو اس کے سارے نام (ہی) اچھے ہیں"۔

یہ آیت قرآنیہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ تمام اسمائے حسنہ برابر ہیں۔ اسی وجہ سے علماء کے ایک گروہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن پاک کی کوئی آیت بھی دوسری آیت سے افضل نہیں ہے کیونکہ وہ تمام خدائے یکتا کا کلام ہے۔

شیخ فقیہ حافظ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وہ علماء جو اسم اعظم کا انکار کرتے ہیں اور قرآن پاک کے ایک جزء کو دوسرے جزء سے افضل نہیں سمجھتے۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا یہ شرعاً محال ہے یا عقلاً؟ ازروئے عقل یہ محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال میں سے کسی ایک عمل کو دوسرے پر فضیلت دے دے۔ ذکر کے ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ پر شرف بخش دے۔ فضیلت کا مطلب ثواب اور نقصان کی زیادتی ہے فرائض نوافل سے بالاجماع افضل ہیں۔ نماز اور جہاد کو بہت سے اعمال اور دعا سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ذکر اعمال میں سے ایک عمل ہے بعید نہیں کہ اس کا کچھ حصہ شرف قبولیت میں دوسرے حصہ سے زیادہ ہو اور آخرت میں اس کا اجر زیادہ ہو اسمائے حسنیٰ مسمی سے عبارت ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم سے ہیں۔

بلاشبہ ہم اپنی مخلوق زبانوں اور محدث الفاظ سے گفتگو کرتے ہیں اور ہمارا کلام ہمارے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (صافات)

"حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو......"

(معتزلہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے اس کے اسماء بھی

Marfat.com

عبادت دیکھ کر متعجب ہوتا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ جاتا اور اس کی گفتگو سنتا۔ بالآخر اس نے عیسائیت اختیار کر لی۔ اللہ رب العزت کو یکتا تسلیم کیا اور اس کی عبادت میں منہمک ہو گیا۔ وہ فیموں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مختلف مسائل پوچھتا رہتا۔ حتیٰ کہ وہ فقیہہ بن گیا۔ فیموں

محدث ہیں جبکہ مسمی (ذات باری تعالیٰ) قدیم ہے وہ غیریت اور حدوث میں خالق اور مخلوق کے کلام کو برابر سمجھتے ہیں۔ جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ ہمارا کلام ہمارا عمل ہے تو پھر اس سے اسماء کے درمیان فضیلت کا جواز بھی ثابت ہو گیا۔ سورتوں اور آیات کی ایک دوسرے پر فضیلت بھی اسی طرح ہے۔ یہ فضیلت اس تلاوت کی وجہ سے ہے جو ہمارا عمل ہے نہ کو متلو کی وجہ سے ہے جو ہمارے رب کا کلام ہے اور اس کی صفات قدیمہ میں سے ایک صفت ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار فرمایا کہ قرآن پاک میں سے کون سی اعظم (سب سے بڑی) آیت تمہارے پاس ہے۔ انہوں نے عرض کی اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ”اے ابومنذر! تمہیں علم مبارک ہو“۔ یہ محال ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں اعظم عظیم کے معنی میں ہو کیونکہ تمام قرآن پاک عظیم ہے۔ اس لئے اس کے متعلق یہ کیسے سوال ہو سکتا ہے ”اَیُّ آیَۃٍ فِی الْقُرْآنِ عَظِیْمَۃٌ“ (قرآن پاک کی کون سی آیت عظیم ہے۔) جبکہ سارا قرآن مجید ہی عظیم ہے۔ ان علماء کا یہ قول کہ اَکْبَرُ بمعنی کَبِیْرٌ اور اَھْوَنُ بمعنی ھَیِّنٌ درست نہیں ہے کیونکہ اگر یہ درست ہو تو پھر ہم حضور ﷺ کے اس فرمان میں اعظم کو عظیم کے معنی میں نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن پاک تو سارے کا سارا عظیم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تو اس میں سے اعظم کے متعلق سوال فرمایا تھا اور اس کے متعلق سوال فرمایا تھا جو اجابت کے قریب ترین اور ثواب میں افضل ہو۔ یہ حدیث پاک اسم اعظم کے ثبوت پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مبارک اسم اس کے تمام اسماء سے اعظم ہے۔ یہ بھی محال ہے کہ قرآن پاک میں اسم اعظم کا تذکرہ نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (انعام: ۳۸)

”نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو“۔

اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ اور امت محمدیہ کو اس مبارک اسم سے محروم کیسے فرما سکتے تھے جبکہ حضور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے اور آپ ﷺ کی امت تمام امم سے افضل ہے لیکن اسم اعظم قرآن پاک میں اس طرح مخفی رکھا گیا ہے جس طرح قیامت اور لیلۃ القدر کو مخفی رکھا گیا ہے تاکہ لوگ نیک اعمال کرنے میں زیادہ کوشش کریں۔

Marfat.com

اسے تمام اسمائے الٰہیہ کی تعلیم دیتا تھا لیکن اسم اعظم اس سے چھپا کر رکھتا تھا۔ ایک دن عبداللہ نے اس سے اسم اعظم کے متعلق پوچھا۔ فیموَن نے کہا ''اے میرے بھتیجے! تو اسم اعظم کو برداشت نہیں کرسکتا۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تو اپنی زندگی سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھے''۔ ثامر عبداللہ کے متعلق آگاہ نہ تھا۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ اس کا بچہ دیگر بچوں کے ساتھ جادوگر کے پاس جاتا ہے جب عبداللہ نے

حافظ ابوالقاسم فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا 'اَیُّ آیَۃٍ مَعَکَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ اَعْظَمُ۔ آپ ﷺ کا اعظم کی جگہ افضل ذکر نہ فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ اسم اعظم اسی آیت میں ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ اسم اعظم کسی دوسری آیت میں ہو مگر اعظم آیت یہ ہو۔ یہ آیت دیگر آیات سے اسی لئے اعظم ہے کیونکہ اس میں اسم اعظم موجود ہے۔ کیا حضور ﷺ کے حضرت ابی کو مبارک دینے کے انداز سے یہ عیاں نہیں ہو رہا کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسم اعظم کا علم تھا۔ وہ اسم اعظم اور آیت کبریٰ جس کو سابقہ امم میں سے صرف چند افراد ہی جان سکے عبداللہ بن ثامر۔ آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی اور بلعوم شیطان کی پیروی کرنے سے پہلے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے اسم اعظم کے متعلق گزارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسم اعظم ان دو آیات میں ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (بقرہ: ۲۵۵)۔ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔

''وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے پس اس کی عبادت کرو اپنے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔''

پس تم بھی اسی اسم سے دعا مانگا کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر کے ہمیں تنبیہ فرمائی تا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جس نے ہم کو اسم اعظم بتا دیا حالانکہ پہلے ہم اس سے آگاہ نہ تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص (اس کا نام حضرت حرث بن ابی اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا) کو سنا وہ کہہ رہا تھا ''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ'' یہ عظیم دعا سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے

Marfat.com

محسوس کیا کہ فیموَن اسے اسم اعظم سکھانے سے گریز کر رہا ہے تو اس نے اپنے تمام تیر نکالے ہر تیر پر اللہ تعالیٰ کا ایک نام لکھا پھر آگ روشن کی اور ایک ایک کر کے تیر اس آگ میں پھینکتا رہا۔ جب اس نے وہ تیر آگ میں پھینکا جس پر اسم اعظم رقم تھا تو وہ تیر اچھل کر آگ سے باہر نکل آیا اور آگ

وسیلہ سے دعا مانگی ہے" یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا غُفِرَ لَهٗ، غُفِرَ لَهٗ۔ اس کی بخشش ہو گئی ہے اس کی بخشش ہو گئی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ اس شخص نے یہ دعا مانگی تھی "اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ فَاِنَّکَ اللّٰهُ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ تَلِدْ وَلَمْ تُوْلَدْ"۔

یہ روایت اس پہلی روایت کے معارض ہے جو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی گئی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ہم نے یہ دعویٰ تو نہیں کیا کہ اسم اعظم "الحیُّ القَیُّوْمُ" ہے بلکہ یہ دو اوصاف ہیں جو اسم اعظم کے تابع ہیں اور اس کے ذکر کی تکمیل کرتی ہیں۔ الاَحَدُ، الصَّمَدُ، المَنَّانُ اور ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بھی اسی طرح ہیں اسم اعظم تو لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ہے کیونکہ یہ ایسا اسم ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اور نہ ہی اس سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام رکھا جا سکتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اسمائے حسنہ ننانوے ہیں۔ یہ تمام اسم مبارک اللہ کے تابع ہیں۔ یہ اسم مبارک ایک سو کی تعداد کو پورا کرتا ہے۔ اس طرح اسمائے حسنیٰ کی تعداد ایک سو ہے۔ جنت کے درجات بھی ایک سو ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جنت کے ایک سو درجات ہیں۔ ہر دو درجات کے مابین ایک سو سال کی مسافت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے اسماء کو شمار کیا وہ جنتی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نام لامتناہی ہیں لیکن یہ نام دیگر اسماء سے افضل ہیں اور قرآن پاک میں موجود ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اَسْئَلُکَ بِاَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ۔

"اے مولا! میں تجھ سے ان اسماء کے طفیل دست سوال دراز کرتا ہوں جن کو میں جانتا ہوں یا جن سے میں آشنا نہیں ہوں۔"

ابن وہب نے "جامع" میں بھی یہ روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

سُبْحَانَکَ لَا اُحْصِی اَسْمَاءَ کَ۔

"اے میرے مولا! تو پاک ہے میں تیرے ناموں کو شمار نہیں کر سکتا۔"

اسم مبارک "اللّٰہ" اسم اعظم ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تو تمام اسمائے الٰہیہ کو اسی کی

Marfat.com

نے اسے کوئی نقصان نہ دیا۔ عبداللہ نے وہ تیر لیا۔ اس پر لکھا ہوا نام پڑھا اور فیموُن کے پاس آ گیا اور کہنے لگا ''میں نے اسم اعظم جان لیا ہے''۔ اس کے پوچھنے پر عبداللہ نے اس کو اسم اعظم بتا دیا۔ فیموُن نے پوچھا ''تو نے اسم اعظم کیسے معلوم کر لیا؟ عبداللہ نے اسے تمام واقعہ سنایا۔ فیموُن نے کہا ''اے میرے بھتیجے! تو نے مقصد کو پا لیا ہے۔ اپنے اس مرتبہ پر برقرار رہنا''۔

طرف منسوب کرتا ہے لیکن اس کو کسی اور کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ مثلاً تو یہ کہتا ہے کہ عزیز اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے لیکن یہ نہیں کہتا کہ اللہ عزیز کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اس مبارک اسم کی لام کو بھی پُر پڑھا جاتا ہے حالانکہ اہل عرب لام کو صرف حروف اطباق کے ساتھ ہی پُر پڑھتے ہیں۔ مثلاً طلاق۔ اسمائے حسنیٰ کے کسی لام میں بھی تفخیم نہیں ہے اور نہ ہی ان حروف میں تفخیم ہے جو اسمائے حسنیٰ میں مستعمل ہیں اور وہ حروف مستعلیہ ہیں صرف اس اسم مبارک میں ہی تفخیم ہے جو الف، دو لاموں اور ہاء سے مل کر بنا ہے۔ الف مبدأ صوت سے ہے۔ ہاء بھی الف کے مخرج کی طرف راجع ہے۔ اس طرح لفظ، معنی کے موافق ہو گیا کیونکہ وہ مسمیٰ بھی عظیم الشان ہے ابتداء اور انتہاء اسی کی طرف ہے۔ علماء کے نزدیک اعادہ، ابتداء سے آسان تر ہے اسی طرح ہاء، ہمزہ سے زیادہ نرم اور خفیف ہے۔ وہ ہمزہ جو آغاز میں ہے میں نے یہ تمام تفصیل علامہ ابن فورک رحمہ اللہ سے منقول کی ہے۔ علامہ ابوبکر نے اسے اپنی کتاب ''شرح اسمائے حسنیٰ'' میں بھی رقم کیا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کیا اسم اعظم کے وسیلہ سے جب بھی دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ دعا کو قبول فرما لیتا ہے اور اس اسم کے طفیل جو چیز بھی طلب کی جائے اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتا ہے؟ تو ہم اس اعتراض کے دو جوابات دیتے ہیں:

1۔ سابقہ امم میں سے اگر کوئی شخص اسم اعظم کو جان لیتا تو وہ فحش گوئی سے اجتناب کرتا۔ اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس کو صرف اس وقت مس کرتا جب وہ خوب پاک صاف ہوتا اسی طرح اس پاکیزہ نام کو اپنے منہ سے ادا کرتے وقت بھی وہ خوب پاکیزگی حاصل کر لیتا۔ وہ شخص جو اسم اعظم کو جان لیتا ہے اللہ تعالیٰ کو معبود برحق یقین کرتے ہوئے اور عاجزی کرتے ہوئے اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتا ہے تو اس کا قلب مسمی (ذات باری تعالیٰ) کی عظمت سے بھر جاتا ہے۔ وہ ذات خداوندی کے علاوہ کسی اور طرف توجہ نہیں کرتا، نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور ذات سے خوفزدہ ہوتا ہے لیکن جب وہ انسان فحش گوئی کو اپنا وطیرہ بنا لیتا ہے۔ مذاق اور بری گفتگو کا عادی ہو جاتا ہے اور اسم اعظم کے تقاضا کے مطابق عمل نہیں کرتا تو پھر اس کے دل سے اسم اعظم کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے اس کی دعا در اجابت پر قبول ہونے سے محروم ہو جاتی ہے اور نہ ہی اس کی حاجات جلد پوری ہوتی ہیں۔

Marfat.com

عبداللہ بن ثامر اور دعوت توحید

پھر عبداللہ نجران چلا گیا اسے جو بھی مصیبت زدہ شخص ملتا وہ اس سے کہتا ''اے اللہ کے بندے! کیا تو اللہ کو ایک مانے گا اور میرے دین میں داخل ہو جائے گا۔ میں بارگاہ ربوبیت میں التجا کرتا ہوں وہ تیرے اس دکھ کو دور فرما دے گا''۔ اگر وہ شخص توحید خداوندی کا اقرار کرتا اور

''کیا تجھے علم نہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی آزمائش کے وقت کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا ''میرا گزر دو ایسے افراد کے پاس سے ہوا جو باہم جھگڑ رہے تھے اور اپنے جھگڑا میں اللہ تعالیٰ کا نام لے رہے تھے میں اپنے گھر لوٹ آیا اور ان کی طرف سے کفارہ ادا کیا کیونکہ مجھے یہ بات بری محسوس ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک اس کے حق کے علاوہ کسی اور جگہ لیا جائے''۔

حدیث شریف میں ہے نبی محترم ﷺ نے فرمایا: ''میں ناپسند کرتا ہوں کہ ناپاک ہوتے ہوئے اللہ کا نام لوں۔'' انبیائے کرام علیہم السلام اس اسم مبارک کی کتنی تعظیم کرتے تھے تیرے لئے واضح ہو چکا ہوگا۔

2۔ اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جو دعا اسم اعظم کے وسیلہ سے مانگی جائے اور وہ دعا انسان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو۔ صرف انسان کی زبان سے ادا نہ ہوئی ہو اور اس کا دل اس سے غافل رہا ہو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''دعا کے قبول ہونے کی کئی صورتیں ہیں یا تو سائل جو کچھ مانگ رہا ہوتا ہے اس کو فوراً عطا کر دیا جاتا ہے یا پھر اس کے لئے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔ ذخیرہ شدہ چیز اس چیز سے کہیں بہتر ہوتی ہے جو وہ مانگ رہا ہوتا ہے یا پھر اس کی اس دعا کی قدر کے مطابق اس سے مصائب دور کر دیئے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے دعا مانگی ''مولا! میری امت میں باہمی خونریزی نہ فرما''۔ آپ ﷺ کو ایسی دعا مانگنے سے منع کر دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض آخرت میں انہیں شفاعت عطا فرما دی تھی۔ نبی محترم ﷺ نے فرمایا ''میری یہ امت، امت مرحومہ ہے اس پر آخرت میں کوئی عذاب نازل نہ ہوگا۔ اس پر عذاب دنیا میں فتنے اور زلزلے ہیں، جب اس امت پر رونما ہونے والے فتنے عذاب آخرت کے نہ ہونے کا سبب بن سکتے ہیں تو پھر تصور کرو حضور ﷺ کی اس مبارک دعا سے ان کو کتنا اجر ملے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ (انعام:٦٥)

''فرمائیے وہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے

Marfat.com

عیسائیت اختیار کر لیتا تو عبداللہ اس کے لئے سراپا دعا بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کے صدقے اس شخص کے غم کو دور فرما دیتا۔ نجران کا ہر مصیبت زدہ شخص عبداللہ کے پاس آیا اس کے مذہب کو قبول کیا۔ عبداللہ نے اس کے لئے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے اسے عافیت عطا فرما دی حتیٰ کہ شاہِ نجران کو عبداللہ کی اس تبلیغ کا علم ہو گیا۔ اس نے عبداللہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کہا ''تو میری عوام میں فساد پیدا کر رہا ہے تو نے میرے اور میرے آباء کے دین کی مخالفت کی ہے میں تیرا مثلہ کر دوں گا''۔ عبداللہ نے کہا ''اے بادشاہ! تو مجھے کوئی نقصان نہیں دے سکتا''۔ بادشاہ عبداللہ کو ایک بلند پہاڑ پر لے گیا اور اسے منہ کے بل گرا دیا لیکن عبداللہ کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ اس نے عبداللہ کو گہرے اور تاریک کنوؤں میں پھینکا، سمندروں میں غوطے دیئے لیکن عبداللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ جب بادشاہ عاجز آ گیا تو عبداللہ نے کہا ''اے بادشاہ! اللہ کی قسم! تو میرے قتل پر اس وقت تک قادر نہیں ہو سکتا جب تک توحید کو تسلیم نہیں کر لیتا اور اسی ذات پر ایمان نہیں لے آتا جس پر میں ایمان لایا ہوں۔ اگر تو نے اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق تسلیم کر لیا تو تو مجھے مغلوب کر کے قتل کر سکے گا''۔ بادشاہ نے اللہ کی توحید کا اعلان کیا اور عبداللہ کی طرح گواہی دی پھر اپنے ڈنڈے سے عبداللہ کو ضرب لگائی اسے معمولی سا زخم آیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بادشاہ نے بھی اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔ تمام اہل نجران نے عبداللہ کے دین کو اپنا لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی شریعت پر عمل پیرا رہے۔ اسی طرح نجران میں عیسائیت کا آغاز ہوا۔

اور خلط ملط کر دے تمہیں مختلف گروہوں میں اور چکھائے تم میں سے بعض کو شدت دوسروں کی''۔

جب هُوَ الْقَادِرُ...... کا نزول ہوا تو حضور ﷺ نے عرض کی اَعُوْذُ بِكَ بِوَجْهِكَ۔ مولا! میں تیرے چہرے کے طفیل اس عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ جب ''اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ'' کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے یہی عرض کیا پھر جب يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ عذاب آسان ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو پہلے اور دوسرے عذاب سے محفوظ کر لیا لیکن عذاب کی تیسری قسم کے متعلق سوال کرنے سے آپ ﷺ کو روک دیا گیا۔

میں نے اپنی اس بحث کو اپنے زمانہ کے ایک فقیہہ کے سامنے پیش کیا اس نے کہا ''یہ گفتگو کتنی نفیس ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ نے یہ دعا اس آیت کے نزول کے بعد فرمائی یا نہیں؟ اگر آپ ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد یہ دعا فرمائی ہو تو پھر تمہاری یہ بحث انتہائی عمدہ ہے''۔ میں نے اس فقیہہ سے کہا کیا ''موطا'' میں مذکور نہیں کہ حضور ﷺ نے یہ دعا مسجد بنی معاویہ میں فرمائی تھی

Marfat.com

اصحاب الاخدود اور اس کا معنی

ذوالنواس نے اہل نجران پر لشکر کشی کی اور انہیں یہودیت کی دعوت دی۔ اس نے انہیں اختیار دیا کہ یا تو وہ یہودیت اختیار کر لیں یا پھر قتل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اہل نجران نے اپنے مذہب کے لئے اپنی جان کی قربانی دینا پسند کر لیا۔ ذوالنواس نے ان کے لئے خندق کھدوائی۔ اس میں آگ جلا کر بعض کو آگ میں پھینک دیا اور بعض کو تہہ تیغ کر دیا۔ تقریباً بیس ہزار نجرانیوں کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ان کے ہی متعلق ہے:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِۙ﴿۵﴾ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌۙ﴿۶﴾ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِۙ﴿۸﴾ (البروج)

اُخدُود کی تشریح:۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمین میں وہ گڑھا جو مستطیل شکل کا ہو اس کو اُخدُود کہتے ہیں مثلاً خندق اور ندی وغیرہ اس کی جمع اخادید آتی ہے۔ ذوالرمۃ نے کہا ہے اس کا نام غیلان بن عقبہ تھا۔

مِنَ العِرَاقِيَةِ التي يُحِيلُ لَهَا بَيۡنَ الغَلَاةِ وَبَيۡنَ النَخۡلِ اُخۡدُوۡدُ

میری محبوبہ ان عراقی عورتوں میں سے ہے جن کے لئے جنگل اور نخلستان کے مابین نہریں جاری کر دی جاتی ہیں۔

اس شعر میں اُخدُود ندی کے معنی میں ہے۔ تلوار، چھری اور ڈنڈے کے زخم کو بھی اُخدُود کہا جاتا ہے۔

اور یہ مسجد مدینہ طیبہ میں ہے اس میں علماء کا اختلاف نہیں کہ سورۃ الانعام مکی ہے اس نے کہا "ہاں" تمہارا قول درست ہے اور تمہاری یہ گفتگو بہت عمدہ ہے"۔

اصحاب اخدود

عبداللہ بن ثامر کا واقعہ ابن اسحاق نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے انہوں نے اہل نجران سے بھی بعض باتیں روایت کی ہیں۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی حدیث مبارک سے بھی ثابت ہے اسے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے اس حدیث پر اعتماد کرنا زیادہ بہتر ہے۔ وہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ واقعہ سے بہت سے الفاظ میں مختلف ہے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرورِ کائنات ﷺ یہ واقعہ بیان فرماتے تو اس کے ساتھ ہی ایک اور واقعہ بھی بیان فرماتے تھے۔ وہ تعجب خیز داستان یہ ہے۔

Marfat.com

ایک بادشاہ کا ایک کاہن تھا جو اس کے لئے کہانت کرتا تھا۔ ایک دن اس کاہن نے کہا مجھے ایک ذہین وفطین بچہ دو تاکہ میں اسے علم سکھاؤں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے مرنے کے بعد میرا یہ علم ختم نہ ہو جائے اور تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا شخص نہ رہے جو اس علم سے آشنا ہو۔ انہوں نے اس کے لئے ایک ذہین لڑکا متعین کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کاہن کے پاس کہانت سیکھنے جایا کرے۔ وہ لڑکا حصولِ علم کے لئے کاہن کے پاس جانے لگا اس کے راستہ میں ایک گرجا تھا جس میں ایک راہب اقامت گزیں تھا۔ لڑکا جب بھی اس راہب کے پاس سے گزرتا اس سے مختلف سوالات کرتا۔ راہب اسے جوابات دیتا۔ ایک دن راہب نے کہا میں تو صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہوں۔ اب لڑکا اسی راہب کے پاس ہی جانے لگا۔ کاہن نے لڑکے کے گھر والوں سے شکایت کی کہ وہ لڑکا اس کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا۔ لڑکے نے راہب کے پاس کاہن کی اس شکایت کا تذکرہ کیا۔ راہب نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ جب کاہن تجھ سے پوچھے کہ تو کہاں تھا؟ تو اس سے کہنا کہ میں اپنے اہل خانہ کے پاس تھا اور جب گھر والے تجھ سے پوچھیں کہ تو کہاں تھا؟ تو ان سے کہہ دینا میں کاہن کے پاس تھا۔ وہ لڑکا راہب سے علم حاصل کرتا رہا۔ دورانِ حصول علم ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ ایک دن وہ لوگوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا۔ وہ جماعت دہشت زدہ ہو کر سرِ راہ بیٹھی ہوئی تھی لڑکے کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ ایک شیر نے ان کا راستہ روک رکھا ہے۔ لڑکے نے ایک پتھر اٹھایا اور دعا مانگی ''مولا! جو کچھ راہب کہتا ہے اگر وہ حق ہے تو پھر میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس شیر کو ہلاک کر دے''۔ پھر اس نے وہ پتھر پھینکا جس سے شیر وہیں مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا اس شیر کو کس نے ہلاک کیا ہے اس جماعت کے افراد نے بتایا کہ اس کو اس لڑکے نے مار دیا ہے یہ سن کر وہ لوگ گھبرا گئے انہوں نے کہا ''اس لڑکے کے پاس ایسا علم ہے جس سے کوئی اور آگاہ نہیں ہے''۔ جب ایک نابینا شخص نے یہ واقعہ سنا تو اس نے لڑکے سے کہا ''اگر تو نے میری بصارت لوٹا دی تو میں تجھے وافر مال عطا کروں گا''۔ لڑکے نے اس سے کہا ''مجھے تیرے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تو تجھ سے صرف اتنا کہوں گا کہ اگر تجھے بصارت مل جائے تو اس ذات پر ایمان لے آنا جو تجھے بینائی عطا کرے گا''۔ اس نے کہا ''ہاں میں اس ذات پر ایمان لے آؤں گا''۔ لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جس سے نابینا کو بینائی مل گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا۔ راہب، لڑکے اور اندھے کی خبر بادشاہ تک پہنچ گئی۔ اس نے تینوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کہا ''میں تجھے اس طریقے سے قتل کروں گا کہ آج تک کسی شخص نے اپنے دشمن کو اس طرح

Marfat.com

قتل نہ کیا ہوگا''۔ پہلے اس نے راہب اور اس شخص کو بلایا جو پہلے نابینا تھا پہلے راہب کے سر پر آری چلا کر اس کو قتل کر دیا پھر دوسرے شخص کو بھی اسی طرح قتل کیا اس کے بعد لڑکے کو بلایا۔ بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو بلایا اور کہا اس لڑکے کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور سر کے بل نیچے گرا دو۔ جب سپاہی اس لڑکے کو اس جگہ پر لے کر گئے وہ خود منہ کے بل نیچے گرنے لگے اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ لڑکا دوبارہ بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اب اس لڑکے کو سمندر میں پھینک آؤ۔ سپاہی اسے لے کر سمندر کی طرف گئے اور اس لڑکے کو سمندر میں پھینکنے لگے لیکن وہ خود سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ لڑکا پھر بھی زندہ رہا وہ سہ بارہ بادشاہ کے پاس آیا۔ اس نے بادشاہ سے کہا'' جب تو مجھے مغلوب کر کے مجھ پر تیر اندازی نہیں کرے گا اس وقت تک تو مجھے ہلاک نہیں کر سکے گا لیکن شرط یہ ہے کہ تو جب بھی تیر چلائے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ۔ اللہ کے نام سے شروع جو اس لڑکے کا رب ہے''۔ بادشاہ نے اس لڑکے کو لٹکا دینے کا حکم دیا پھر اس پر تیر اندازی شروع کی وہ جب بھی تیر پھینکتا تو کہتا بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ۔

لڑکے نے اپنے کندھے پر ہاتھ رکھا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر کہا'' اس لڑکے کے پاس ایسا علم تھا جس سے کوئی اور شخص آگاہ نہیں ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں''۔ بادشاہ سے کہا گیا'' اے بادشاہ! جب صرف تین آدمیوں نے تیری مخالفت کی تھی تو تو گھبرا گیا تھا اب سارے لوگ تیرے مخالف ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے خندق کھدوائی اس کو لکڑیوں اور آگ سے بھر دیا پھر لوگوں کو جمع کیا اور کہنے لگا'' جو شخص اپنے گناہ سے رجوع کرے گا ہم اس کو چھوڑ دیں گے اور جس نے اس مذہب کو ترک نہ کیا ہم اس کو اس آگ میں پھینک دیں گے''۔ اس نے لوگوں کو آگ میں پھینکنا شروع کیا۔ مذکورہ بالا آیت مبارکہ اسی واقعہ کے متعلق ہے پھر اس لڑکے کو دفن کر دیا گیا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں نکالا گیا اس کا ہاتھ ابھی تک اس کے کندھے پر ہی تھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو محمد بن غیلان سے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ہداب بن خالد سے روایت کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ وہ نابینا جس کو بصارت ملی تھی بادشاہ کا ساتھی تھا جب بادشاہ حسب معمول اپنے دوست کے پاس بیٹھا تو اس سے پوچھنے لگا'' تجھے بینائی کس نے عطا کی ہے؟'' اس نے کہا'' میرے رب نے میری بصارت لوٹا دی ہے''۔ بادشاہ نے پوچھا'' کیا میرے

Marfat.com

علاوہ تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟ اس کے دوست نے کہا "اللہ تعالیٰ میرا اور تیرا رب ہے"۔ بادشاہ نے آری منگوائی اور اس کے سر پر رکھ کر چلا دی اس کو قتل کرنے کے بعد راہب کو طلب کیا گیا اس کو بھی اسی طرح شہید کر دیا گیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے آخر میں ہے آگ میں پھینکنے کے لئے ایک عورت کو لایا گیا اس کے پاس ایک شیر خوار بچہ تھا۔ اس بچے نے کہا "اے میری امی جان! مت گھبرائیں آپ حق پر ہیں"۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس بچے کی عمر سات ماہ تھی۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ میں اُخدود کے متعلق ذوالرمۃ نے شعر سے دلیل پکڑی ہے۔ اس کا نام غیلان بن عقبہ بن بہیش تھا۔ اس کا یہ نام اس مصرعہ کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔

اَشْعَثَ بَاقِي رُمَّةِ التَّقْلِيْدِ۔

کہا جاتا ہے کہ یہ نام میۃ نے رکھا تھا ذوالرمۃ نے اس سے کہا تھا اس ڈول کو درست کر دے۔ میۃ نے کہا میں تو خَرْقَاء (نکمی) ہوں اس وقت ذوالرمۃ پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ اس وقت اس کی گردن پر رسی تھی۔ میۃ نے اسے آواز دی اے ذوالرُّمَّةِ (رسی والے) اگر میں خرقاء ہوں تو میری ایک ماہر لونڈی ہے۔ اس واقعہ کی وجہ سے میۃ کا نام خرقاء اور غیلان کا نام ذو الرُّمَّة پڑ گیا۔

حیات شہداء

عبداللہ بن ثامر کے واقعہ کی تصدیق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی کرتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ (آل عمران: ۱۶۹)

"اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں"۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہر کھدوائی تو شہدائے احد کے اجسام کو ان کی قبور سے نکالا گیا۔ مدتِ دراز گزرنے کے باوجود ان کے اجسام میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں مبارک پر کلہاڑا لگ گیا جہاں سے خون بہنے لگا۔ اسی طرح حضرت ابو جابر، حضرت عبداللہ بن حرام، حضرت عمرو بن جموح اور حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجسام مبارک میں بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ ان کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں خواب میں دیکھا انہوں نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ ان کے جسم اطہر کو کسی اور جگہ منتقل کر دیں۔ جب اس مقصد کے لئے ان کی قبر کھودی گئی تو ان کا جسم بالکل سلامت تھا حالانکہ اس وقت غزوۂ احد کو تیس سال گزر چکے تھے۔ یہ تمام واقعات سچے ہیں اور ابن قتیبہ نے انہیں المعارف میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھائے"۔

سلیمان بن اشعث نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ابوجعفر الدودمی نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو قدرے زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

وہاں یہ روایت اس طرح ہے:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ وَالشُّھَدَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْمُؤَذِّنِیْنَ۔

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء، شہداء، علماء اور اذان دینے والوں کے اجسام کو کھائے"۔

لیکن یہ زیادتی "مسند" میں نہیں ہے جبکہ امام العدودی بھی ثقہ اور اہل علم ہیں۔ مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ یُصَلُّوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ۔

"انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں"۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں دفن کرنے کے بعد قبر میں تلاش کیا گیا لیکن وہ نہ مل سکے جب یہ حیرت انگیز واقعہ ان کی لخت جگر سے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا" وہ تو اپنی قبر انور میں نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن تم انہیں نہ دیکھ سکے"۔ جب وہ نماز تہجد کے بعد دعا مانگتے تو یہ عرض کرتے تھے مولا! مجھے ان بندوں میں سے کردے جو موت کے بعد اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ صحیح البخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا" میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے"۔

ذوالنواس اور حبشہ کے لشکر کے مابین معرکہ آزمائی

وہ دوس جو دربار قیصر میں جا کر مدد کا خواہاں ہوا تھا وہ اس تبع کا بھائی تھا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے انہوں نے اپنی روایت میں قیصر اور اس کے خط کا بھی ذکر کیا ہے جو قیصر نے شاہِ حبشہ کی طرف لکھا تھا۔ ہر وہ شخص جو روم کا بادشاہ بن جاتا تھا اس کو قیصر کا لقب دیا

Marfat.com

جاتا تھا۔ان کی زبان میں قیصر کا معنی بُقَیر تھا۔ ہر اس بچے کو بُقَیر کہا جاتا تھا جو بڑے آپریشن سے پیدا ہوتا تھا۔(اس کی ماں کے پیٹ کو چیر کر اسے نکالا گیا تھا اس لئے اس کو بُقیر کہتے تھے۔) جب وہ بچہ بڑا ہو کر روم کا بادشاہ بنا تو وہ قیصر کے نام سے ہی شہرت پا گیا پھر اس کے بعد جو شخص بھی روم کا تخت نشین ہوتا اس کو قیصر کے نام سے ہی یاد کیا جاتا۔قیصر نے نجاشی کی طرف خط اس لئے لکھا تھا کیونکہ وہ بھی عیسائی تھا اور اس کا ملک بھی قریب تھا۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب ذوالنواس نے محسوس کیا کہ وہ بالکل تنہا رہ گیا ہے اور تمام قبائل اس کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں تو وہ صنعاء کے قبائل کے پاس گیا اور ان سے مدد کی التجا کی۔انہوں نے اس شرط پر حمایت کا یقین دلایا کہ فتح کے بعد ان میں سے ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ علاقہ دیا جائے۔بادشاہ نے ان کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے تاکہ وہ مصالحت کر لیں اور اس کے سپاہیوں کو قتل نہ کریں۔ان تمام نے نجاشی کو تمام تفصیلات سے آگاہ کیا اس نے کہا" ذوالنواس کے تمام خزانے اور مال و دولت سمیٹ لو"۔بادشاہ نے انہیں اپنے خزانے کی چابیاں دے دیں اور اپنے تمام مال پر قبضہ کر لینے کے لئے کہا۔پھر اس نے اپنے تمام ملک میں حکم نامہ جاری کیا کہ ہر سیاہ بیل (حبشی) کو قتل کر دیا جائے۔لوگوں کو جو بھی حبشی نظر آیا وہ اسے قتل کر دیتے۔اکثر حبشی تہہ تیغ ہو گئے جب نجاشی کو یہ خبر ملی تو اس نے ابرہہ کو لشکر کا امیر مقرر کیا اور اس کو حکم دیا کہ ذوالنواس کو قتل کر دیا جائے اس کے شہر کے تہائی حصہ پر فساد بپا کیا جائے اس کے آدمیوں کے تہائی حصہ کو قتل کر دیا جائے وہاں کی عورتوں اور بچوں کے تہائی حصہ کو گرفتار کر لیا جائے۔ابرہہ نے شاہ حبشہ کے حکم پر عمل کیا اس ابرہہ سے مراد ابرہہ بن الصباح الحمیری تھا اہل حبشہ نے یمن پر اسی کو امیر مقرر کیا تھا۔ذوالنواس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اس کے بعد ذوجدن کو لشکر یمن کا امیر بنایا گیا۔اس کا نام علس بن حارث تھا۔یہ سبیع بن حارث کا بھائی تھا جدن حسن صوت کو کہتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ اہل یمن میں سے سب سے پہلے اسی نے ہی گایا تھا۔اسی وجہ سے اس کا نام ذوجدن پڑ گیا۔علامہ البکری رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ یمن کے ایک جنگل کا نام ذوجدن ہے اس کو اس جنگل کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ذوجدن نے حبشہ کی فوج کے ساتھ نبرد آزمائی کی لیکن انہوں نے اس کی فوج کو شکست دے دی اور اسے مغلوب کر لیا۔یہ بھی ذوالنواس کی طرح سمندر میں چھلانگ لگا کر موت کے منہ میں چلا گیا۔

ابرہہ اور ارياط کا جھگڑا

ابرہہ اور ارياط کے جھگڑے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابرہہ نے نجاشی کو پیغام بھیجا کہ ارياط

Marfat.com

اپنے آپ کو ترجیح دیتا ہے وہ یمن کے خراج میں سے کوئی چیز بھی حبشہ نہیں بھیجتا۔ شاہِ حبشہ نے ارياط کو امارت سے محروم کر دیا اس وقت اس نے ابرہہ کو مبارزت کی دعوت دی۔

الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ وہ لڑکا جس نے ارياط کو قتل کیا تھا اس کا نام عَتودَۃ یا اَرْیَجْدَۃَ تھا۔ ابرہہ نے اس سے کہا ''مجھ سے مانگو میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا''۔ اس نے کہا ''میرا مطالبہ ہے کہ کوئی عورت شادی کے بعد اس وقت تک اپنے خاوند کے پاس نہ جائے جب تک میں اس کے ساتھ شب زفاف بسر نہ کرلوں''۔ ابرہہ نے اسے اس فعل شنیع کی اجازت دے دی۔ لوگ عرصہ دراز تک یہ برداشت کرتے رہے۔ بالآخر اہل یمن غصے سے پھوٹ پڑے انہوں نے عتودہ کو قتل کر دیا۔ بادشاہ نے ان سے کہا ''اے اہل یمن! میں تمہارے ساتھ ہوں تم نے آزاد لوگوں جیسا کارنامہ سرانجام دیا ہے تمہارا یہ غیض وغضب اور جوش تمہارے اہل خانہ کی وجہ سے تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ جوان مجھ سے یہ مطالبہ کرے گا تو میں اسے اس طرح مطالبہ کرنے کا اختیار ہی نہ دیتا قسم بخدا! اب تم سے کسی دیت کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا نہ ہی تم سے بدلا لیا جائے گا''۔

سیف بن ذی یزن

جب ذوالنواس نے اہل حبشہ سے برا سلوک کیا پھر اہل حبشہ نے اس کو شکست دی تو انہوں نے اپنے ایک سپہ سالار کو ابومرہ سیف بن ذی یزن کے پاس بھیجا اس نے سیف سے اس کی بیوی ریحانہ بنت علقمہ بن مالک چھین لی۔ اس بیوی سے سیف کا ایک بیٹا بھی تھا اس کا نام معدی کرب تھا۔ ابرہہ نے ریحانہ کو لونڈی بنالیا اس سے مسروق بن ابرہہ پیدا ہوا۔ سیف کسریٰ کے پاس گیا تا کہ وہ حبشہ کے خلاف اعانت طلب کرے۔ کسریٰ نے اسے مدد کا یقین دلایا سیف کئی سال وہاں ٹھہرا رہا۔ آخر زندگی نے وفا نہ کی اور وہ وہیں مر گیا پھر اس کے بیٹے معدی کرب نے اہل حبشہ سے بدلہ لینے کے لئے تگ ودو شروع کی۔ وہ کسریٰ کے دربار میں پہنچا کسریٰ اس سے پوچھا ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا ''میں ایک ایسا شخص ہوں جو اپنے باپ کا بدلہ لینے کی کوشش میں ہے۔ میرا باپ وہ تھا جس کے ساتھ بادشاہ نے مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا''۔ کسریٰ نے سپہ سالار وہرز کو معدی کرب کے ساتھ ساڑھے سات ہزار افراد پر مشتمل لشکر دے کر بھیجا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فوجیوں کی تعداد نو سو تھی جن میں سے دو سو سمندر میں غرق ہو گئے۔ باقی سات سو رہ گئے لیکن یہ قول درست نہیں۔ سات سو افراد کا حبشہ کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنا ناممکن تھا۔ معدی کرب نے وہرز کے ساتھ مل کر حبشہ کے لشکر کو مغلوب کیا اور خود یمن کا بادشاہ بن گیا۔ وہ چار سال تک حکمران رہا۔ معدی کرب نے حبشہ کی فوج میں سے اپنے لئے کچھ

Marfat.com

عبداللہ بن ثامر کا انجام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو ذوالنواس نے شہید کیا تھا ان کا قائد اور راہ نما عبداللہ بن ثامر تھا۔ مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں نجران کے ایک باشندے نے نجران کے ایک پرانے مکان کو کھودا، اس نے دیکھا کہ وہاں عبداللہ بن ثامر دفن تھا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑا تھا اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر کی چوٹ پر رکھا ہوا تھا اگر اس کے سر سے ہاتھ ہٹا لیا جاتا تو پھر اس کے زخم سے خون بہنے لگتا اگر اس کا ہاتھ اس کے سر پر رکھا جاتا تو خون رک جاتا۔ اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر رقم تھا ''اَللّٰهُ رَبِّی'' اللہ میرا رب ہے۔ اس کی اس کیفیت کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا گیا انہوں نے فرمایا اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے اور اسی جگہ دفن کر دیا جائے جہاں وہ پہلے تھا۔ اہل نجران نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر عمل کیا۔

دوس بن ذی ثعلبان قیصر روم کے دربار میں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ذوالنواس کے قیدیوں میں سے ایک شخص بھاگ گیا۔ اس کا نام دوس ذو ثعلبان تھا اس نے اپنا گھوڑا لیا اور قیصر روم تک جانے کے لئے ریگستان کا راستہ اختیار کیا۔ ذوالنواس کے سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ اسے گرفتار نہ کر سکے۔ بالآخر دوس قیصر کے دربار میں پہنچ گیا اور ذوالنواس اور اس کے لشکر کے ظلم و ستم کی داستانیں بیان کیں اور ان کے خلاف مدد کی درخواست کی۔ قیصر نے اس سے کہا تیرا وطن یہاں سے بہت دور ہے لیکن میں حبشہ کے بادشاہ کو تمہاری اعانت کرنے کے لئے لکھتا ہوں وہ خود بھی عیسائی ہے اور اس کا وطن بھی تیرے ملک کے قریب ہے۔ قیصر روم نے شاہِ حبشہ کو خط لکھا جس میں دوس کی مدد کرنے اور ذوالنواس سے انتقام لینے کا حکم تھا۔

شاہِ حبشہ کی اعانت

دوس قیصر روم کا مکتوب لے کر شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس آیا۔ نجاشی نے ستر ہزار کا لشکر جرار

خادم مقرر کئے تھے ان خادموں نے ہی اسے قتل کر دیا وہ انہیں لے کر شکار پر نکلا انہوں نے اس کو ہی تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا بعد میں ان خادموں کو گرفتار کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد یمن کی سلطنت انتشار کا شکار ہو گئی۔ بادشاہت کئی لوگوں میں منقسم ہو گئی ہر بادشاہ نے یمن کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا پھر اسلام کے آفتاب جہاں تاب کے طلوع ہونے تک ان کی یہی کیفیت رہی۔

Marfat.com

دوس کے ہمراہ بھیجا۔ ارباط کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا اس لشکر میں ابرہہ الاشرم بھی تھا۔ ارباط سمندری کشتیوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر سمیت یمن پہنچ گیا۔

ذوالنواس کا انجام

ذوالنواس قوم حمیر اور قبائل یمن کو لے کر ارباط کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے پہنچ گیا جب دونوں لشکر برسر پیکار ہوئے تو ذوالنواس اور اس کے لشکر کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جب ذوالنواس نے اپنی قوم میں شکست کے آثار دیکھے تو اس نے اپنے گھوڑے کا رخ سمندر کی طرف کر دیا پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر سمندر میں داخل ہو گیا۔ جب گہرے پانی میں پہنچا تو اپنے گھوڑے سمیت غرقاب ہو گیا۔ اس کی ہلاکت کے ساتھ ہی یمن پر اس کی بادشاہی کا خاتمہ ہو گیا۔ ارباط نے یمن پر قبضہ کر لیا۔

اس عجیب داستان کے متعلق ذوجدن حمیری کے اشعار

ذوجدن کہتا ہے:

هَوْنَكِ لَيْسَ يَرُدُّ الدَّمْعُ مَا فَاتَا ۔ لَا تَهْلِكِي اَسَفًا فِي اَثَرِ مَنْ مَاتَا
اَبَعْدَ بَيْنُوْنَ لَا عَيْنٌ وَلَا اَثَرٌ ۔ وَبَعْدَ سَلْحِيْنَ يَبْنِي النَّاسُ اَبْيَاتَا

"اے خاتون! صبر کر یہ آنسو نقصان کو لوٹا نہیں سکتے مرنے والے کے غم اور دکھ میں اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔ کیا بینون کی تباہی کے بعد کوئی چشمہ یا کوئی نقصان باقی رہ گیا ہے؟ کیا

فَخَاضَ ضَحْضَاحَ الْبَحْرِ اِلٰی غَمْرِهٖ: ضحضاح اس پانی کو کہتے ہیں جو اتنا صاف ہو کہ اس میں سے زمین کی سطح بھی نظر آئے یہ "ضَحٌّ" سے مشتق ہے۔ سورج کی گرمی کو ضح کہا جاتا ہے۔ گویا کہ دھوپ پانی کی قلت کی وجہ سے اس میں داخل ہو جاتی ہے اس کی دو حاء میں سے ایک کو ضاد میں بدل دیا گیا ہے جس طرح ثَرَّة، ثرثارۃ اور تملل اور تململ میں ہے یہ اہل کوفہ کا قول ہے مجھے کسی اصل کا علم نہیں جو اس کا دفاع کرے نہ ہی کسی دلیل کا علم ہے جو اسے رد کر دے۔ اسے رقراق اور ضحل کہا جاتا ہے یہ لفظ پانی کے علاوہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جب حضور ﷺ سے ابو طالب کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "وہ آگ کی اوپر والی سطح پر ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کی گہرائی میں ہوتے"۔ بخاری شریف میں ہے آپ نے فرمایا "میں نے انہیں آگ کی تہہ میں پایا اور انہیں آگ کی سطح پر لے آیا"۔

ذوجدن کے اشعار کی وضاحت

هَوْنَكِ۔ علامہ برقی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے لیکن ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے

Marfat.com

سلحسین کی تباہی کے بعد لوگوں نے اپنے نئے گھر تعمیر کرنا شروع کر دیئے ہیں''۔

بَینون، سَلْحِین اور غُمدان یمن کے وہ قلعے تھے جنہیں ار یاط نے منہدم کر دیا تھا۔ یہ قلعے

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ایک اور مورخ نے ھَوْنَکُمَا بھی روایت کیا ہے یہ اس باب سے ہے جس میں اہل عرب واحد کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں بھی اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

بینون اور سلحین یہ وہ شہر تھے جنہیں ار یاط نے تباہ کر دیا تھا۔ علامہ البکری اپنی کتاب ''مُعْجَم مَا اَسْتَعْجَمَ'' میں رقمطراز ہیں'' بینون کو یہ نام اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ شہر عمان اور بحرین کے مابین تھا۔ یہ البَیْن سے فعلون کے وزن پر ہے اس کی یاء اصلیہ ہے لیکن نحویوں کا قیاس اس کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ جب کسی ''نون'' کو اعراب دینا ہو تو پھر اس اسم کے تمام احوال میں یاء لازم ہوتی ہے مثلاً قِنَّسْرِیْنَ اور فِلَسْطِیْنَ وغیرہ۔ اسی طرح سَلْحِین بھی ہے جو اس شعر میں موجود ہے۔ قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ یہ بَعْدَ بِنِیْنَ ہوتا۔ اسی طرح وہ علماء نحو جو اس کی حالت رفعی واؤ اور حالت نصبی اور جری یاء سے بناتے ہیں ان کا یہی قول ہے۔ اس میں تیسرا نقطہ نظر نہیں ہے ثابت ہوا کہ یہ البَیْن سے نہیں ہے۔ یہ اَبَنَّ سے مشتق ہے فَیْعُول کے وزن پر ہے اس میں واؤ زائدہ ہے اس کا معنی مقیم ہونا ہے یہ معرفہ اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ ابوسعید السیر افی نے جمع سالم کے اعراب کی ایک تیسری صورت بھی بیان کی ہے وہ زیتون کے متعلق ہیں کہ یہ زَیْتٌ سے فَعْلُوْنَ کے وزن پر ہے۔ ابو فتح بن جنی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ زَیْتٌ سے فَیْعُول کے وزن پر ہو اس وقت زَتَنَ الْمَکَانُ سے مشتق ہوگا۔ اس کا معنی کسی جگہ زیتون کے پودوں کا اُگنا ہے اگر اہل عرب اس حالت کو اس طرح اعراب دیتے ہیں پھر تو یہ درست ہے ورنہ یہ زَیْتٌ سے مشتق ہے اور فَعْلُون کے وزن پر ہے۔ قدیم عرب ایسا کلام اکثر استعمال کرتے تھے۔ سُحْنُوْن اور عَبْدُوْنَ معروف اسماء میں سے ہیں۔ ابن معتز کہتا ہے:

سَقْی الْجَزِیْرَۃَ ذَاتَ الظِلِّ وَالشَّجَرِ وَدَیْرَ عَبْدُوْنَ ھَطَّالٌ مِنَ الْمَطَرِ

''سایہ دار اور درختوں والے جزیرہ کو اور دَیر عبدون کو لگا تار موٹے قطرات والی بارش نے سیراب کیا ہے''۔

دَیر عَبْدُوْن شام کا معروف قلعہ ہے دَیر فَیْنُوْن بھی اسی طرح ہے مگر ممکن ہے فَیْنُوْن فَیْعُول کے وزن پر ہو اور اس کی یہ کیفیت نہ ہو۔

حَلَزُوْن۔ یہ گھاس پر بسیرا کرنے والا ایک کیڑا ہے یہ اکثر رِمْث (گھاس کی قسم) میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ فِلَسْطِین وغیرہ کے باب سے نہیں ہے۔ زَرَجُوْن کی طرح اس کی نون اصلی ہے اسی وجہ سے

Marfat.com

مضبوطی اور شان و شوکت میں اپنی مثال آپ تھے اس کی نظیر ناممکن تھی۔

یہ اشعار بھی ذوجدن ہی کے ہیں

دَعِینِی لَا اَبَالَكَ لَنْ تُطِیقِی لَحَاكِ اللهُ قَدْ اَنْزَفْتِ رِیقِی

تو مجھے چھوڑ دے، مجھے ملامت نہ کر، تو مجھے ملامت کر کے آنسو بہانے سے نہیں روک سکتی۔

خدا تجھے ملامت کرے اب تو میرا تھوک بھی ختم ہو چکا ہے۔

لَدَیٰ عَزْفِ القِیَانِ اِذِنْتَشَیْنَا وَاِذْ نُسْقِی مِنَ الخَمْرِ الرَّحِیقِ

عَزْف القِیَان کے پاس جب ہم نشے میں تھے اور جب ہم نے خالص شراب پی رکھی تھی۔

وَشُرْبُ الخَمْرِ لَیْسَ عَلَیَّ عَارًا اِذَا لَمْ یَشْکُنِی فِیْهَا رَفِیْقِی

شراب پینا میرے لئے عار نہیں ہے جبکہ اس میں میرے کسی دوست کا مجھ پر شکوہ نہ ہو۔

فَاِنَّ المَوْتَ لَا یَنْهَاهُ نَاهٍ وَلَوْ شَرِبَ الشِّفَاءَ مَعَ النَّشُوْقِ

موت کو کوئی نہیں روک سکتا اگرچہ انسان ہر قسم کی دوا بھی استعمال کرے پھر بھی موت اٹل ہے۔

وَلَا مُتَرَهِّبٌ فِي اُسْطُوَانٍ یُنَاطِحُ جُدْرَهُ بَیْضَ الاَنُوْقِ

نہ ہی کوئی راہب کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اگر چہ وہ دیواروں پر عقاب کے انڈے بھی مار لے۔

ابو عبیدہ نے اس کو فعلُون کے باب میں داخل کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کی نون اصلی ہے۔ ذوجدن کا قول بَعْدَ سَلْحِین۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فَیْعُول کے وزن پر بَیْنُون ہے کیونکہ سرانی کا بیان اگر صحیح بھی ہو پھر بھی یہ ایک اور لغت ہے جو ذوجدن حمیری کی لغت کے علاوہ ہے۔ اگر اس کی لغت ہوتی تو وہ پھر وہ سَلْحُوْن کہتا اور واؤ کو باقی رکھ کر نون کو اعراب دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بَیْنون میں الیاء کی زیادتی ہے۔ اس میں دونوں نون اصلی ہیں۔

دَعِینِی لَا اَبَالَکَ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ملامت سے مجھے اپنے کام سے نہیں روک سکتی۔ تَطِیقِی دراصل تَطِیْقِیْنَ تھا۔ حرف نصب یا حرف حزم (لن) آنے کی وجہ سے حذف ہو گیا کیونکہ بعض علمائے نحو حرف لن کی وجہ سے مضارع کو جزم بھی دیتے ہیں۔ وہ یاء جو قاف کے بعد ہے وہ سیبویہ کے قول کے مطابق ایک مضمر اسم ہے لیکن اخفش اس کو تانیث کی علامت قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کسی اور جگہ ذکر کئے جائیں گے۔

قَدْ اَنْزَفْت رِیْقِی۔ یعنی تو نے مجھ پر اتنی ملامت کی ہے کہ میرا تھوک بھی خشک ہو گیا ہے۔ تھوک کا

Marfat.com

وَغُمْدَانُ الَّذِی حُدِّثْتُ عَنْهُ بَنَوْهُ مُسَكّاً فِی رَأْسِ نِیقِ
وہ غمدان کا قلعہ جس کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے اس کو معماروں نے پہاڑ کی چوٹی پر انتہائی بلند کیا ہے۔

مَصَابِیحُ السَّلِیطِ تَلُوحُ فِیهِ اِذَا یُمْسِی كَتُوْمَاضِ الْبُرُوْقِ
جب شام ہو جاتی ہے تو سلیط کے چراغ بجلی کی چمک کی طرح ضوفشانی کرتے ہیں۔

وَنَخْلَتُهُ الَّتِی غُرِسَتْ اِلَیْهِ یَكَادُ الْبُسْرُ یَهْصِرُ بِالْعُذُوْقِ
اس کی وہ کھجور جو اس میں لگائی گئی ہے زیادہ کھجوروں کی وجہ سے اس کے خوشے زمین پر جھکے ہوئے ہیں۔

بِمَنْهَاةٍ وَاَسْفَلُهُ جُرُوْنٌ وَحُرُّ الْمَوْحَلِ اللَّثِقِ الزَّلِیقِ
وہ قلعہ راہبوں کی رہائش گاہ کے پاس ہے اس کی بنیاد کالے پتھروں سے رکھی گئی ہے ان پتھروں کو نرم و نازک خالص مٹی سے جوڑا گیا ہے۔

منہ میں خشک ہو جانا تنگدل :ونے کی وجہ سے ہے اور اس کا زیادہ ہونا قوت نفس اور دل کے استحکام کی علامت ہے۔ زاجر کہتا ہے۔

اِنِّی اِذَا زَبَّبَتِ الْاَشْدَاقُ، وَكَثُرَ اللُّجَاجُ وَاللَّقْلَاقُ، ثَبْتُ الْجَنَانِ مِرْجَمٌ وَدَّاقُ۔
جب زیادہ بولنے کی وجہ سے جبڑوں سے جھاگ بہنے لگتی ہے آواز اور صدا بلند ہوتی ہے تو اس وقت میرا دل مضبوط، قوی اور بہادر ہو جاتا ہے۔

زَبَّبَتِ الْاَشْدَاقُ۔ زیادہ کلام کرنے کی وجہ سے منہ کی ایک جانب سے کثرت سے پانی بہنے کو کہتے ہیں۔ وَدَّاقٌ کسی چیز کا تیزی سے بہنا۔ ابوجہش اپنے بیٹے کی تعریف میں کہتا ہے كَانَ اَشْدَقَ خُرْطُمَانِیًّا اِذَا تَكَلَّمَ سَالَ لُعَابُهٗ۔ وہ بلیغ اور بڑی ناک والا تھا جب وہ محو تکلم ہوتا تھا تو اس کا تھوک نکلتا تھا۔

وَلَوْ شَرِبَ الشِّفَاءَ مَعَ النَّشُوْقِ۔ اگر وہ شفاء کے لئے تمام ادویہ بھی استعمال کرے اور اپنے ناک میں ہر طرح کی دوا ڈال لے پھر بھی وہ موت سے راہ فرار اختیار نہیں کر سکتا۔

وَلَا مُتَرَهِّبٌ۔ ممکن ہے کہ یہ تاء پر عطف ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو یعنی کسی راہب کی دعا بھی موت کو نہیں لوٹا سکتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معنی کے اعتبار سے یہ مرفوع ہو جس طرح کہا جاتا ہے تَاللّٰهِ یَبْقٰی عَلَی الْاَیَّامِ ذُوْحِیَدٍ۔ اُسْطُوَانٌ اُفْعُوَالٌ کے وزن پر ہے اس کی نون اصلی ہے کیونکہ یہ

Marfat.com

فَاَصْبَحَ بَعْدَ جِدَّتِهٖ رَمَادًا وَغَيَّرَ حُسْنَهٗ لَهَبُ الحَرِيْقِ

وہ اپنی شان وشوکت کے بعد خاکستر بن گیا ہے اور آگ کے شعلوں نے اس کے حسن کو تبدیل کر دیا ہے۔

اَسَاطِيْن کی جمع ہے۔

يُنَاطِحُ جُدْرَهٗ بَيْضَ الاَنُوْق۔ جُدْر۔ جِدَار کی جمع ہے۔ یہ جُدُور کا مخفف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ۔ یہ جیم کی فتح اور ضمہ کے ساتھ مستعمل ہے۔ اَنُوق شاہین کی مادہ کو اَنُوق کہا جاتا ہے۔ ضرب المثل ہے اَعَزُّ مِنْ بَيْضِ الْاَنُوْقِ فلاں چیز شاہین کے انڈوں سے بھی زیادہ نایاب ہے کیونکہ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسے مقامات پر انڈے دیتی ہے کہ انہیں تلاش کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ یہ مبرد کا قول ہے لیکن علماء کا اس سے اختلاف ہے۔ خلیل کہتے ہیں اَنُوق نذکر شاہین کو کہتے ہیں یہ قول معنی کے ساتھ بھی مشابہت رکھتا ہے کیونکہ نذکر شاہین انڈے نہیں دیتا جس نے اس کے انڈوں کی جستجو کی اس نے محال کام کیا۔ جس طرح کہ اَبْلَقُ الْعَقُوق (قلعے کا نام) کو سر کرنا ناممکن ہے۔ قالی ''امالی'' میں لکھتے ہیں انوق کا لفظ مذکر اور مادہ شاہین دونوں پر بولا جاتا ہے۔

غُمْدَانُ یہ یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی کا قلعہ تھا۔ مُسَمَّکًا کا معنی بلند ہے یہ سَمَکَ السَّمَاءُ سے مشتق ہے۔ النِّيْق پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔ مَنْهَمَةٌ راہبوں کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ راہب کو نِهَامِی کہا جاتا ہے۔ بڑھئی کو بھی نِهَامِی کہتے ہیں۔ بڑھئی کی دکان کو مَنْهَمَةٌ کہا جاتا ہے۔

اَسْفَلُهٗ جُرُوْن۔ جُرُوْن جَرَنَ کی جمع ہے۔ اس کا معنی اصل ہے یہ جَرَنَ الثَّوْبُ سے مشتق ہے (کپڑا نرم ہو گیا) الطبری اور ابوالولید نے اسے جُرُوب پڑھا ہے۔ وقشی کی کتاب کے حاشیہ میں ہے کہ جُرُوب کا معنی سیاہ پتھر ہیں۔ ابو بحر نے بھی یہی روایت کیا ہے جُرُوب، جَرِيْب کی جمع ہے۔ بعض اوقات زائد الفاظ لگا کر جمع بنائی جاتی ہے مثلاً صاحب کی جمع اصحاب۔ طَوِیٌّ کی جمع اَطْوَاء وغیرہ۔

حُرُّ المَوْحَلِ۔ یہ حاء کے فتح سے ہے کیونکہ یہ وَحِلَ يَوْحَلُ سے مشتق ہے اگر یہ وَحَلَ، وَعَدَ کے وزن پر ہوتا تو پھر یہ مَوْحِل ہوتا۔ علامہ وقشی نے دونوں لغتیں لکھی ہیں لیکن ہمارا نظریہ درست ہے۔

حُرٌّ۔ ہر چیز کے خالص ہونے کو حُرٌّ کہا جاتا ہے۔ ابو بحر کی کتاب میں حَرٌّ ہے وہاں مَوْحَل کی جگہ مَوْجَل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَوْجَل خوبصورت اور نرم پتھر کو کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کو مَوْجَل، مواجل کا واحد ہے۔ پانی کی گھاٹ کو مَوْجَل کہا جاتا ہے یہ جیم کے فتح کے ساتھ ہے کیونکہ اس کی

Marfat.com

وَاَسْلَمَ ذُوْنُوَاسٍ مُسْتَكِيْنًا وَحَذَّرَ قَوْمَهٗ ضَنْكَ الْمَضِيْقِ
ذوالنواس عاجز اور ذلیل ہو کر جھک گیا ہے اس نے اپنی قوم کو گھاٹی کے تنگ ہونے سے ڈرا دیا ہے۔

اصل ماجل ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ یہ مَآجِل ہے اس کا واحد مَاجَل ہے۔ آثار مدونہ میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مَوَاجِلَ بُرْقَه کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے فرمایا ''اس کا معنی گھاٹ ہے''۔ اگر واو کلمہ میں اصلیہ ہوتی تو پھر مُوضِع کی طرح اس کا واحد موجِل ہوتا لیکن جب یہ وَجَل کے معنی میں ہو۔ اس صورت میں ماضی میں جیم پر کسرہ اور مضارع میں جیم پر فتح ہوگا۔ اس وقت موجَل پڑھا جائے گا لیکن اس جگہ یہ معنی مراد نہیں ہے۔

اللَثِقُ الزَّلِيْقُ۔ لثق کا معنی مٹی کے ساتھ پانی کا مل جانا اور پھر پھسلاہٹ پیدا ہو جانا ہے۔ ایک فصیح کہتا ہے غَابَ الشَّفَقُ وَطَالَ الْاَرَقُ وَكَثُرَ اللَّثَقُ فَلْيَنْطِقْ مَنْ نَطَقَ۔ شفق غائب ہو گیا، زردی ختم ہوگئی، کیچڑ زیادہ ہو گیا، گفتگو کرنے والے کو بولنا چاہئے۔ ابو بحر نے اسے لَبِق پڑھا ہے لیکن اس کا یہاں کوئی معنی نہیں ہے۔

يَكَادُ الْبُسْرُ يَهْصِرُ بِالْعُذُوْقِ۔ عُذُوق کا معنی لٹکنا ہے یہ عِذق کی جمع ہے۔ اس کا معنی کھجوروں کا گچھا ہے یا یہ عَذق کی جمع ہے اس کا معنی کھجور کا درخت ہے۔ اس کی ایفا وصفت لگانے سے یہ ابلغ ہے جبکہ یہ عَذق کی جمع ہو۔

اَسْلَمَ ذُوْنُوَاسٍ مُسْتَكِيْنًا۔ عاجز ہو کر ذلیل ہو کر۔ قرآن پاک میں ہے فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ۔ ابن انباری کہتے ہیں کہ یہ یا تو سکون سے مشتق ہے اس کی اصل اَسْتَكَنَ ہے۔ فتحہ کو قدرے طویل پڑھا گیا جس سے یہ الف بن گیا مثلاً فراء کہتا ہے مِنْ حَيْثُ مَاسَلَكُوْا اَدْنُوْ فَانْظُوْرُ۔ یہ اصل میں فَانْظُر تھا۔ دوسرا شاعر کہتا ہے يَالَيْتَهَا جَرَتْ عَلَى الْكَلْكَالِ۔ یہ اصل میں الْكَلْكَلُ ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کان یکون سے باب استفعال ہو جس طرح قَامَ يَقُوْمُ سے استقام ہے۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخری قول عمدہ ہے قیاس کے مطابق ہے لیکن معنی کے اعتبار سے دور ہے کیونکہ اس میں خضوع اور ذلت کے معنی مفقود ہیں۔ پہلا قول معنی کے اعتبار سے درست ہے لیکن قیاس تصریف کے اعتبار سے درست نہیں کیونکہ کوئی فعل بھی افتعال کے وزن پر نہیں۔ ابن انباری کے علاوہ ایک اور نحوی کہتا ہے یہ كَيْن سے اسْتَفْعَلَ کے وزن پر ہے اس کا معنی انسان کا عجز اور درماندگی ہے۔ یہ قول انتہائی عمدہ ہے۔ مُسْتَكِيْن وہ ہوگا جس کو عاجزی نے آلیا ہو اس میں خضوع کے

Marfat.com

ربیعہ بن الذئبہ کے اشعار

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ الذئبہ اس کی ماں کا نام تھا یہ ربیعہ بن عبد یالیل بن سالم بن خطیط تھا۔ کہتا ہے

لَعَمْرُكَ مَا لِلْفَتٰى مِنْ مَفَرٍّ مَعَ الْمَوْتِ يَلْحَقُهُ وَالْكِبَرْ

مجھے تیری زندگانی کی قسم جوان کے لئے موت اور بڑھاپے سے کوئی راہ فرار نہیں یہ دونوں چیزیں اس پر ضرور آتی ہیں۔

لَعَمْرُكَ مَا لِلْفَتٰى صُحْرَةٌ لَعَمْرُكَ اِنْ لَهٗ مِنْ وَزَرْ

تیری حیاتی کی قسم! کسی جوان کے لئے کوئی وسعت نہیں تیری زندگی کی قسم! خواہ اس کے لئے کتنی ہی پناہ گاہیں ہو۔

أَبَعْدَ قَبَائِلَ مِنْ حِمْيَرٍ أُبِيْدُوْا صَبَاحًا بِذَاتِ الْعَبَرْ

کیا حمیر کے قبائل کے بعد کہ وہ صبح کے وقت غم واندوہ کی حالت میں ہلاک ہو گئے کوئی آرام

معنی بھی پائے جاتے ہیں۔

ابن الذئبہ کے اشعار

اس کا نام ربیعہ بن عبد یالیل ہے۔

صُحْرَة سے مراد وسعت ہے یہ صحراء سے مشتق ہے۔ الْوَزَرُ کا معنی پناہ گاہ ہے وزیر اسی سے مشتق ہے کیونکہ بادشاہ اس کی رائے کی طرف پناہ لیتا ہے یہ کہا گیا ہے کہ یہ الوِزْرُ سے مشتق ہے کیونکہ وہ بادشاہ سے بوجھ کم کرتا ہے لیکن اس کو ''مدد کرنا'' کے معنی میں لینا درست نہیں کیونکہ اس کے فاء کلمہ میں واؤ ہے جبکہ أزر کے فاء کلمہ میں ہمزہ ہے۔

ذَاتُ الْعِبَرِ۔ مغموم لوگ۔ عَبَرَ کا معنی غمزدہ ہونا ہے کہا جاتا ہے لِاُمِّهِ الْعُبْرُ اس کی ماں غمزدہ ہے جس طرح کہا جاتا ہے اُمُّهُ الثُّكْلُ۔

الْمُقْرَبَاتُ۔ اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو چراگاہ میں چرنے کے لئے نہیں جاتے انہیں گھر کے قریب ہی تیاری کے لئے رکھا جاتا ہے۔

يَنْفُوْنَ مَنْ قَاتَلُوْا بِالذَّفْرِ۔ ان کی بدبو اور سانسوں کی وجہ سے وہ ان سے اعراض کر رہے تھے۔ یہ ان کے کثیر ہونے پر دلیل ہے۔ علامہ برقی کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ان کی بدبو کی وجہ سے ان سے اعراض کر رہے تھے۔ ذَفَر خوشبو اور بدبو دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ سہیلی

Marfat.com

کا خواہاں ہو سکتا ہے۔

بِاَلْفِ اُلُوْفٍ وَحِرَابَةٍ کَمِثْلِ السَّمَاءِ قُبَیْلِ المَطَرِ

وہ کئی ہزار تھے اور ان میں نیزہ باز بھی تھے۔ وہ کثرت کی وجہ سے اس طرح تھے جس طرح بادل برسنے سے قبل آسمان سیاہ ہوتا ہے۔

یُصِمُّ صِیَاحُهُمُ المُقْرَبَاتِ وَیَنفُوْنَ مَنْ قَاتَلُوْا بِالذَّفَرِ

ان کی چیخیں گھوڑوں کو بہرہ کر رہی ہیں اور وہ مقتولوں سے ان کی بدبو کی وجہ سے اعراض کر رہے ہیں۔

سَعَالِیَ مِثْلُ عَدِیْدِ التُّرَابِ تَیْبَسُ مِنْهُمْ رِطَابُ الشَّجَرِ

ان کے بڑے بڑے بہادر مٹی کے ڈھیلوں کی طرح تھے جن سے درختوں کی شادابی بھی خشکی بن جاتی ہے۔

عمرو بن معدی کرب کے اشعار

عمرو بن معدی کرب اور قیس بن مکشوح کے مابین عداوت تھی۔ عمرو کو خبر ملی کہ قیس اس کو دھمکیاں دیتا ہے اس وقت اس نے یہ اشعار کہے جن میں حمیر اور ان کی قدر و عظمت کا تذکرہ کیا اور اس پر اپنی شوکت و سطوت بیان کی۔

اَتُوْعِدُنِیْ کَاَنَّكَ ذُوْرُعَیْنٍ بِاَفْضَلِ عِیْشَةٍ اَوْذُوْنُوَاسٍ

فرماتے ہیں کہ علامہ برقی کا قول درست ہے۔

سَعَالِیَ۔ عظیم جنات سے انہیں تشبیہ دی گئی ہے یا ان سے مراد جادوگر جن ہیں۔

کَمِثْلِ السَّمَاءِ۔ جب انتہائی تاریک بادل چھائے ہوں اور ابھی تک بارش کا نزول شروع نہ ہوا ہو۔

حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے معدی کرب حمیری زبان کا نام ہے اس کا معنی کامیاب انسان کا چہرہ ہے۔ معدی چہرہ کو کرب کامیابی کو کہتے ہیں۔ ابوکرب کا معنی کامیاب انسان ہے۔ پہلے کلکی کَرِبُ کا ذکر گزر چکا ہے لیکن کلکی کا معنی مجھے معلوم نہیں۔

Marfat.com

وَكَائِنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنْ نَعِيمٍ وَمُلْكٍ ثَابِتٍ فِي النَّاسِ رَاسِي
قَدِيمٍ عَهْدُهُ مِنْ عَهْدِ عَادٍ عَظِيمٍ قَاهِرِ الْجَبَرُوتِ قَاسِي
فَامْسَى اَهْلُهُ بَادُوا وَاَمْسَى يُحَوَّلُ مِنْ اُنَاسٍ فِي اُنَاسِ

''تو تو مجھے اس طرح دھمکیاں دے رہا ہے کہ گویا تو ذو رعین یا ذونو اس ہے جو عمدہ زندگی بسر کر رہا ہے گویا کہ تو پہلے ہی نعمتوں اور ایسی سلطنت میں تھا جس کی بنیادیں لوگوں میں مستحکم ہوں۔ جس کا عہد عاد کے زمانہ سے بھی قدیم ہو جو عظیم، قاہر، زبردست اور ظالم ہو پھر اس کے اہل وعیال کو برباد کر دیا گیا اور وہ ایک جماعت سے دوسری جماعت میں منتقل ہوتا رہا''۔

قیس بن مکشوح مراد کا حلیف تھا۔ مراد کا نام یحابر بن سعد العشیرہ بن مذحج تھا اس کا نسب پہلے نبو بجیلہ پھر بنو احمس میں چلتا ہے۔ مکشوح کا نام ہبیرہ بن ہلال ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عبد یغوث بن ہبیرہ بن حارث بن عمرو بن عامر بن علی بن اسلم بن احمس بن الغوث بن انمار تھا۔ بجیلہ اور خثعم کے والد کا نام انمار تھا۔ اس کا نام مکشوح اس لئے رکھا گیا کیونکہ اس کی پسلی پر تلوار کا زخم تھا۔ حضرت قیس کی کنیت ابوشداد تھی۔ اسود عنسی الکذاب کو انہوں نے ہی قتل کیا تھا۔ حضرت قیس شجاع اور جری انسان تھے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے لڑے، بہادری کے کئی کارنامے سرانجام دیئے۔ شام اور روم کے ساتھ معرکوں میں بھی نمایاں مقام پر نبرد آزما رہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انہیں سب سے زیادہ بہادر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمرو بن معدی کرب کی کنیت ابوثور تھی۔ یہ بھی اپنی بہادری اور جرأت مندی کی وجہ سے مشہور تھے۔ جب یہ انتقال فرما گئے تو ایک شاعر نے کہا ؎

قُلْ لِزُبَيْدٍ بَلْ لِمَذْحِجٍ كُلِّهَا رُزِئْتُمْ أَبَا ثَوْرٍ قَرِيعَكُمْ عَمْرًا

تو زبید سے بلکہ تمام مذحج سے کہہ دے کہ تمہیں تمہارے سردار حضرت ابوثور عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔

ان کی تلوار کا نام صَمْصَامَة تھا۔ وہ مشہور تلوار تھی وہ لوہا جو زمانہ جاہلیت کعبہ معظمہ کے پاس مدفون تھا۔ اس لوہے سے ذوالفقار اور صمصامہ تلواریں بنائی گئیں پھر یہ تلوار حضرت خالد بن سعید بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرو نے یہ تلوار ایک احسان کی وجہ سے انہیں دے دی تھی۔ حضرت عمرو کی ہمشیرہ ریحانہ اسی تلوار کے متعلق ان سے کہتی ہیں ؎

Marfat.com

زبید کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں زبید بن سلمہ بن مازن بن منبہ بن صعب بن سعد العشیرہ بن مذحج ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زبید بن منبہ بن صعب بن سعد العشیرہ بعض اسے زبید بن صعب بھی بتاتے ہیں اور مراد سے یحابر بن مذحج مراد ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوعبیدہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان بن ربیعہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لکھا (باہلہ بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان) کہ وہ عراب گھوڑے والے مجاہد کو مقرف گھوڑے والے پر فضیلت دیں۔ ان کے سامنے گھوڑے پیش کئے گئے۔ جب حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا ان کے سامنے سے گزرا تو حضرت سلمان نے کہا ''آپ کا گھوڑا مقرف ہے''۔ یہ سن کر حضرت عمرو ناراض ہوئے انہوں نے کہا ''ھجین اپنے جیسے ھجین کو ہی جان سکتا ہے''۔ یہ سن کر قیس ان پر جھپٹے اور انہیں دھمکی دی پھر حضرت عمرو نے وہ اشعار کہے جو اوپر گزر چکے ہیں۔

شق اور سطیح کے قول کی تصدیق

اہل حبشہ کے اسی اقتدار اور غلبہ کا ذکر سطیح نے کیا تھا اس نے کہا تھا ''اہل حبشہ تمہاری زمین پر آئیں گے اور وہ ابین اور جرش کے درمیانی علاقہ پر قبضہ کرلیں گے۔'' شق نے کہا تھا ''اہل

أَمِنْ رَيْحَانَةَ الدَّاعِي السَّمِيْعُ ۔۔۔ يُؤَرِّقُنِي وَاَصْحَابِي هُجُوْعُ

کیا ریحانہ کی طرف سے دعوت دینے والا، سننے والا ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو نیند بیدار رکھتی ہے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے کچھ قیدی تھے انہوں نے ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دیا۔ حضرت عمرو اور ان کے بھائی نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں درے سے مارنا چاہا تو انہوں نے یہ شعر کہا، یہ شعر سیرت کی کتب میں نہیں۔

فَلَا يَغُرُّكَ مُلْكُكَ، كُلُّ مُلْكٍ ۔۔۔ يَصِيْرُ لِذِلَّةٍ بَعْدَ الشَّمَاس

آپ کی یہ سلطنت آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے ہر ملک غلبہ کے بعد ذلت کی طرف جانے والا ہے۔

Marfat.com

سوڈان تمہاری زمین پر آئیں گے۔ وہ ہر چیز کو مغلوب کرلیں ابین سے لے کر نجران تک ان ہی کی حکومت ہوگی'۔

ابرہہ اور ارياط کے مابین تنازع

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ارياط کئی سالوں تک سرزمین یمن کا والی رہا پھر حبشہ کے معاملہ میں ابرہہ کے ساتھ مخالفت ہوگئی ان کی عوام تقسیم ہو کر کچھ ارياط اور کچھ ابرہہ کے ساتھ مل گئی پھر دونوں کی افواج ایک دوسرے کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئیں جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوگئے تو ابرہہ نے ارياط کی طرف پیغام بھیجا ''ایک ہی لشکر کو باہم لڑا کر ان کی جانیں ضائع کرنے میں کوئی فائدہ نہیں آؤ ہم آپس میں مبارزت کرتے ہیں جو مغلوب ہوگیا اس کا لشکر دوسرے کے پاس چلا جائے گا''۔ ارياط کو جب یہ پیغام ملا تو اس نے کہا ''تمہارا یہ فیصلہ مجھے منظور ہے''۔ ابرہہ مبارزت کے لئے میدان میں اترا وہ پست قد اور فربے بدن کا مالک تھا۔ اس نے عیسائیت اختیار کر رکھی تھی پھر ارياط بھی معرکہ آزما ہونے کے لئے میدان میں آیا وہ ایک حسین، جسیم اور دراز قد شخص تھا۔ اس کے ہاتھ میں اس کا نیزہ تھا۔ ابرہہ کے پیچھے اس کا غلام عتودۃ تھا جو پیچھے سے اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ پہلے ارياط نے اپنا نیزہ اٹھایا اور ابرہہ کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن اس کا نشانہ خطا گیا، نیزہ ابرہہ کے چہرے پر لگا۔ جس سے اس کی ابرو، ناک، آنکھ اور لب کٹ گئے۔ اسی وجہ سے اس کا نام ابرھہ الاشرم پڑ گیا۔ عتودہ نے ابرہہ کے

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے سلمان بن ربیعہ کا ذکر کیا ہے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کو ھجین کہا۔ انہوں نے ان کا نسب باہلہ بن اعصر تک بیان کیا ہے۔ باهلة کا تعلق بنو قتیبہ بن معن سے تھا۔ باہلہ ان کی ماں کا نام تھا۔ وہ بنت صعب بن سعد العشیرہ بن مذحج تھی۔ یعصُر اس کا باپ تھا یہ منبہ بن سعد بن قیس بن عیلان تھا۔ اپنے اس شعر کی وجہ سے یعصُر کے نام سے موسوم ہوا۔

أَعُمَيْرُ اِنَّ اَبَاكَ غَيَّرَ لَوْنَهُ ۝ مَرُّ اللَّيَالِي وَاخْتِلَافُ الْاَعْصُرُ

اے عمیر! زمانے کی گردش نے تیرے باپ کے رنگ کو تبدیل کر دیا ہے۔

اسے اعصُر اور یعصُر کہا جاتا تھا۔ حضرت سلمان بن ربیعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے کوفہ کے قاضی تھے انہیں سلمان الخیل کہا جاتا تھا کیونکہ یہ گھوڑوں کی پہچان میں ماہر تھے۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ میں چالیس روز صبح کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اس وقت وہ قاضی

Marfat.com

پیچھے سے اریاط پر حملہ کیا اور اس کو ہلاک کر دیا۔ اریاط کا تمام لشکر ابرہہ کے پاس چلا گیا اس طرح یمن کا پورا علاقہ ابرہہ کے زیر کمان ہو گیا۔

نجاشی کی ابرہہ پر ناراضگی:۔ جب یہ خبر نجاشی کے پاس پہنچی تو اسے شدید غصہ آیا اس نے کہا "ابرہہ نے ہی میرے امیر پر لشکر کشی کی ہے اور اس کو میرے حکم کے بغیر قتل کیا ہے" اس نے قسم اٹھائی کہ وہ ابرہہ کو نہیں چھوڑے گا اس کے شہروں کو روند ڈالے گا۔ اس کے بال نوچ لے گا اور وہ اپنے تھیلے میں یمن کی مٹی بھرے گا۔

جب ابرہہ کو نجاشی کی اس قسم کا علم ہوا تو اس نے اس کی طرف خط لکھا:

"اے شاہِ ذی مرتبت! اریاط بھی تیرا غلام تھا اور میں بھی تیرا ہی خادم ہوں آپ کے معاملہ میں ہمارا اختلاف ہو گیا تھا وہ آپ کی ہر قسم کی اطاعت بجالاتا تھا لیکن میرا گمان تھا کہ حبشہ کے معاملات میں میں اس سے زیادہ قوی، جری اور بہادر ہوں جب مجھے بادشاہ کی قسم کی خبر ملی ہے اسی وقت میں نے سارے بال اتروا دیئے ہیں اور ایک تھیلا اپنے وطن کی مٹی سے بھر کر بادشاہ کی طرف بھیج رہا ہوں تا کہ وہ اپنے قسم پوری کر سکے۔"

جب نجاشی نے یہ خط پڑھا تو وہ ابرہہ سے راضی ہو گیا اور اس کی طرف خط لکھا کہ تا حکم ثانی یمن کے والی بنے رہو۔ اس طرح ابرہہ کو سلطنت یمن کی حکمرانی نصیب ہوئی۔

قلیس، ابرہہ کا کلیسا

ابرہہ نے صنعاء کے مقام پر ایک گرجا تعمیر کیا جو حسن وزیبائش اور رعنائی تعمیر میں اپنی مثال

تھے لیکن کوئی شخص بھی ان کے پاس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے نہ آیا۔ ان کی وفات 92ھ ارمینیہ کے مقام پر ہوئی۔

ابرہہ کے غلام کا نام عتودہ تھا یہ قصہ پہلے گزر چکا ہے۔ الطبری نے یہ اضافہ کیا ہے کہ عتودہ کا معنی جنگ کی شدت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اریاط نے ابرہہ کے یَاخُوخ پر حملہ کیا سر کے وسط کو یَاخُوخ کہا جاتا ہے۔ بچہ میں اس جگہ کو عَاذِیہ کہتے ہیں جب وہ سخت ہو جاتی ہے تو اس کو یَاخُوخ کہا جاتا ہے اس کی جمع یَافِیخ آتی ہے۔ عجاج کہتا ہے ضَرِبٌ اِذَ صَابَ الیَافِیخَ حَفَرَ۔ یہ ایسی ضرب ہے جو یَافِیخ پر لگنے سے ان کو اکھیڑ پھینکتی ہے۔ الاَشرَم، شَرَمَ سے ہے اس کا معنی ہے کٹ جانا۔

قلیس

وہ کنیسہ جو ابرہہ نے اس مقصد کے لئے تعمیر کیا تھا تا کہ اہل عرب ادائیگی حج کے لئے اس کا رخ

Marfat.com

آپ تھا۔ اس نے نجاشی کی طرف یہ مکتوب لکھا'' اے شاہِ ذی شان! میں نے آپ کے لئے اتنا حسین و جمیل گرجا تعمیر کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی بادشاہ نے اتنا خوبصورت گرجا نہ بنایا ہوگا۔ میں نے اس کو اتنا منفرد اس لئے تعمیر کیا ہے تاکہ اہل عرب مجبور ہو کر ادائیگی حج کے لئے اس کا رخ کریں''۔

جب اہل عرب کو ابرہہ کے اس خط کا علم ہوا تو وہ آتش پا ہو گئے۔ نساٗۃ کے ایک شخص کو شدید غصہ آیا اس کا تعلق بنو فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے تھا۔

کریں اس کا نام قُلَّیس تھا۔ اس کی رفعت اور بلندی کی وجہ سے اس کو قُلَّیس کہا جاتا تھا۔ ٹوپیوں کو بھی اسی وجہ سے قَلَانس کہتے ہیں کیونکہ وہ سروں کے اوپر ہوتی ہیں۔ کہا جاتا ہے تَقَلْنَسَ الرَّجُلُ وَتَقَلَّسَ۔'' انسان نے ٹوپی پہن لی۔'' وہ کھانا جو معدہ سے اوپر کی طرف آتا ہے اس کو بھی قَلَسَ کہا جاتا ہے۔

اس گرجا کی تعمیر کے لئے ابرہہ نے اہل یمن کو ذلیل کر دیا انہوں نے طرح طرح کی مشقتیں برداشت کیں۔ انہیں مختلف قسم کے پتھر دور دراز سے اٹھا کر لانے پڑے۔ وہ ملکہ بلقیس کے محل سے ایسے پتھر لائے جن پر سونے کی کندہ کاری ہوئی تھی۔ اس گرجا سے ملکہ کا محل کچھ ہی فاصلہ پر تھا۔ اس کی سلطنت اور امارت کے کچھ نشانات باقی تھے۔ بادشاہ نے انہیں گرجا کی زیبائی اور رعنائی کے لئے استعمال کیا۔ بادشاہ نے گرجا میں سونے چاندی سے ملمع کئے ہوئے پتھر نصب کئے، ہاتھی کے دانت اور آبنوس کے منبر بنوائے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس عمارت کو اتنا بلند کرے کہ اس سے عدن دیکھا جا سکے۔ اس نے اپنے مزدوروں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی کے کام میں مصروف ہونے سے پہلے سورج نکل آیا تو وہ اس کا ہاتھ کاٹ دے گا۔ ایک دن ایک شخص سو گیا حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ اس کی بوڑھی ماں اس کے ساتھ بادشاہ کے پاس سفارش کے لئے آئی لیکن اس نے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ وہ اس کے بیٹے کا ہاتھ ضرور کاٹے گا۔ بڑھیا نے کہا'' آج اپنی کدال خوب مار لے یعنی خوب ظلم و ستم کر لے کیونکہ آج سلطنت تیرے ہاتھ میں ہے کل یہ کسی اور کے پاس چلی جائے گی''۔ بادشاہ نے کہا'' اے بڑھیا! تیرے لئے ہلاکت ہو تو کیا کہہ رہی ہے؟'' بڑھیا نے کہا'' میں نے سچ کہا ہے جس طرح یہ ملک کسی دوسرے کے ہاتھ سے تیرے پاس آیا ہے اسی طرح کل یہ کسی تیسرے کے پاس چلا جائے گا''۔ بادشاہ کو بڑھیا کی یہ نصیحت بڑی پسند آئی اب وہ لوگوں کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے لگا۔ جب ابرہہ ہلاک ہو گیا

Marfat.com

النَّسَأَۃُ

النَسَأَۃُ سے مراد وہ اہل عرب ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مہینوں میں تاخیر کر دیا کرتے تھے۔ اشہر حرم میں سے ایک ماہ کو حلال کر دیتے اور اس کی جگہ حلال مہینوں میں سے ایک مہینہ رکھ دیتے تاکہ اشہر حرم کی تعداد پوری ہو جائے۔ یہ آیت کریمہ اسی کے متعلق ہے:

اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوۡنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوۡا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ (توبہ: ۳۷)

"(حرمت والے مہینوں کو) ہٹا دینا تو اور اضافہ کرنا ہے کفر میں گمراہ کئے جاتے ہیں

تو حبشہ بھی کئی حصوں میں منقسم ہو گیا۔ اس گرجا کا ماحول جنگل میں تبدیل ہو گیا۔ کسی شخص نے اس کو آباد کرنے کی کوشش نہ کی۔ اس کے اردگرد درندوں اور سانپوں کی کثرت ہو گئی۔ جو شخص اس میں سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتا اس کو جنات کا سامنا کرنا پڑتا۔ وہ کنیسہ سونے اور چاندی کے ڈھیروں، سونا چاندی سے مرصع پتھروں، مختلف لکڑیوں اور مال و دولت کے خزانوں سے بھرا رہا۔ کسی شخص کو اس میں سے کوئی چیز لینے کی جرأت نہ ہوتی تھی جب ابو العباس کا دور حکومت آیا تو لوگوں نے اسے اس گرجا کے متعلق بتایا وہ وہاں کے سانپوں اور جنات سے مرعوب نہ ہوا اس نے اپنے بیٹے یمن کے گورنر کو جری اور نڈر افراد کے ساتھ وہاں بھیجا۔ انہوں نے گرجا کو گرا دیا انہوں نے وہاں سے بہت زیادہ مال و دولت حاصل کی جن اشیاء مثلاً سنگ مرمر اور مرصع لکڑیوں کو بیچنا ممکن تھا ان کو فروخت کر دیا۔ اس طرح اس گرجے کے نشانات اور آثار ہمیشہ کے لئے مٹ گئے۔ جنات کے بارے ان کے ہاں ایک داستان مشہور تھی۔ کعیب اور اس کی بیوی دو بت تھے۔ کنیسہ کی بنیاد ان پر ہی رکھی گئی تھی۔ جب کعیب اور اس کی بیوی کو توڑا گیا تو ان کو توڑنے والا جذام میں مبتلا ہو گیا۔ یمن کے احمق اور بے وقوف لوگوں نے یہی مشہور کر دیا کہ اس کو کعیب نے جذام میں مبتلا کر دیا ہے۔ ابو ولید ازرقی بیان کرتے ہیں کعیب ایک لکڑی کا بت تھا جس کی لمبائی ستر گز تھی۔

النَسِیءُ وَالنَّسَأَۃُ

نَسَأَت کا آغاز قَلَمَّس نے کیا تھا اس کا نام حذیفہ بن عبد بن فقیم تھا۔ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس کو قَلَمَّس کہا جاتا تھا۔ قَلَمَّس ایک سمندر کا بھی نام تھا۔ قاسم بن ثابت کہتا ہے

اِلٰی نَضَدٍ مِنْ عَبْدِ شَمْسٍ کَاَنَّھُمْ ھِضَابُ أَجَا اَرْکَانُہٗ لَمْ تَقَصَّفِ

Marfat.com

اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں اسی کو دوسرے سال تاکہ گنتی پوری کریں ان مہینوں کی جنہیں حرام کیا ہے اللہ نے تاکہ اس حیلہ سے حلال کر لیں جسے حرام کیا ہے اللہ نے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لِیُوَاطِئُوا کا معنی لِیُوَافِقُوا ہے اَلْمُوَاطَأَةُ، اَلْمُوَافَقَةُ کو کہتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے وَطَأْتُکَ عَلٰی هٰذَا الْاَمْرِ۔ میں نے تیرے ساتھ اس مسئلہ میں

قَلَامِسَةٌ سَاسُوا الْاُمُوْر فَاُحْکِمَتْ سِیَاسَتُهَا حَتّٰی اَقَرَّتْ لِمُرْدِفِ

"عبد شمس کی رفعت کو تو دیکھو گویا کہ وہ أجا کے پہاڑ ہیں جس کے اطراف ٹوٹی ہوئی نہیں ہیں وہ اتنے عظیم سردار ہیں جو اپنے امور کی تدبیر عمدہ انداز سے کرتے ہیں پھر ان کی سیاست اتنی مستحکم ہوتی ہے کہ وہ ستارہ مردف پر جاگزیں ہو جاتی ہے"۔

ابو علی القالی نے الاَمالی میں ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں نے مہینوں میں نَسْئَت کی ان میں سے نعیم بن ثعلبہ بھی تھا لیکن وہ معروف نہیں تھا وہ مہینوں کی نَسْئَت دو طریقوں سے کرتے تھے:

1۔ جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے یعنی وہ محرم کو حلال اور صفر کو حرام قرار دیتے تھے اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ خوب غارت گری کریں اور دشمنوں سے بدلہ لیں۔

2۔ وہ شمسی سال میں غور و فکر کر کے حج کو ہر سال اپنے مقررہ وقت سے مؤخر کر دیتے تھے وہ ہر سال حج کو گیارہ دن یا اس سے کچھ زائد مؤخر کرتے تھے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا۔

اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

"زمانہ نے اسی طرح گردش کی ہے جس طرح اس نے اس دن گردش کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق فرمائی تھی"۔

حجۃ الوداع اس سال ہوا تھا جس سال حج اپنے وقت پر لوٹ آیا تھا نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک حج ہی ادا فرمایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار حج کو مؤخر کر دیتے تھے اور وہ عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے مکہ کو فتح کر دیا گیا۔ ہمارے شیخ ابوبکر فرماتے ہیں ارشاد ربانی ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ (بقرہ:۱۸۹)

"دریافت کرتے ہیں آپ سے نئے چاندوں کے متعلق (کہ یہ کیونکر گھٹتے بڑھتے ہیں) فرمائیے

Marfat.com

موافقت کی ہے کسی شعر میں قافیہ کا ایک ہی لفظ میں موافقت کرنا اور ایک ہی جنس میں ہونا اِیطاءٌ کہلاتا ہے۔ عجاج کہتا ہے اس کا نام عبداللہ بن رؤبہ تھا اس کا تعلق بنو سعد بن زید مناۃ بن تمیم بن مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار سے تھا۔

فِي أُثْعُبَانِ الْمَنْجَنُونِ الْمُرْسَلِ مَدَّ الْخَلِيجِ فِي الْخَلِيجِ الْمُرْسَلِ

یعنی پانی کی گزرگاہ میں سے ڈول نکالنا بہت بڑی خلیج میں سے نہر نکالنے کی طرح ہے۔

النَّسْأَة کا بانی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اہل عرب میں سے قَلَمَّس نے نَسْأَة کا آغاز کیا تھا اس نے حلال مہینے کو حرام اور حرام مہینے کو حلال قرار دیا۔ اس کا نام حذیفہ بن عبد بن فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنان بن خزیمہ تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے عباد بن حذیفہ نے یہ دستور جاری رکھا پھر قلع بن عباد، امیہ بن قلع اور عوف بن امیہ نے اسی طریقہ کو رائج کیا پھر ابو ثمامہ جنادہ بن عوف بھی اسی پر عمل پیرا ہوا۔ یہ اس خاندان کا آخری شخص تھا

یہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے''۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے دیگر عبادات مؤقّۃ کو چھوڑ کر صرف حج کا ذکر کیا ہے یہ اس بات پر تاکید ہے کہ اہل عرب حج کے متعلق چاند کا اعتبار کریں اور عجمیوں کے شمار پر اعتبار نہ کریں اسی وجہ سے اہل عرب حج میں عجمی مہینوں کا اعتبار نہیں کرتے تھے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے عجاج کا قول ذکر کیا ہے فِي أُثْعُبَانِ الْمَنْجَنُونِ...... أُثْعُبَان سے پانی کی راہ گزر مراد ہے۔ الْمَنْجَنُوْن سے مراد پانی نکالنے کا ڈول ہے۔ سیبویہ کے قول کے مطابق اس میں نون اصلیہ ہے اور میم بھی اصلیہ ہے کیونکہ اس میں عَرْطَلِيل (حسن و شباب) کو مَنْجَنِيْن کہا جاتا ہے۔ سیبویہ نے دوسری جگہ بیان کیا ہے کہ ان کی نون زائدہ ہے بعض راویوں نے اسے مُنْحَنُون پڑھا ہے۔ پانی کے برتنوں میں دُوْلَاب، شَهْرَق اور غُصْمُوْر شامل ہیں۔ ان میں سے بعض برتن لکڑی کے بھی بنائے جاتے ہیں۔ الْخَلِيج سے مراد یا تو پہاڑ ہے یا پھر خلیج کا پانی ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے عجاج کا تو ذکر کیا ہے لیکن اس کی کنیت ذکر نہیں کی اس کی کنیت ابو الشعثاء تھی اس کے اس قول کی وجہ سے اس کا نام عجاج پڑ گیا۔

حَتّٰى يَعِجَّ عِنْدَهَا مَنْ عَجَجَ۔

''حتیٰ کہ ان کے نزدیک ہر آواز نکالنے والی چیز نے آواز نکالی۔''

Marfat.com

(ظہورِ اسلام کے وقت یہی موجود تھا)۔ اہل عرب کا دستور یہ تھا کہ جب وہ حج سے فارغ ہو جاتے تو اس کے پاس جمع ہو جاتے وہ چار اشہر حرم رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجۃ اور محرم کو حرام قرار دیتا وہ جب ان میں سے کسی مہینے کو حلال کرنا چاہتا تو محرم کو حلال کر دیتا اور صفر کو اس کی جگہ رکھ لیتا تا کہ اشہر حرم کی تعداد پوری رہے اہل عرب اس سال صفر کو اشہر حرم میں شمار کرتے۔ جب لوگ واپس لوٹنے لگتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی قَدْ اَحْلَلْتُ لَکَ اَحَدَ الصَّفَرَیْنِ، الصَّفَرُ الْاَوَّلُ وَنَسَاْتُ الْآخَرَ لِلْعَامِ الْمُقْبِلِ۔

"مولا! میں نے تیرے لئے دو صفروں کو حلال کر دیا ہے ایک تو یہ صفر ہے دوسرے صفر کو میں نے آئندہ سال کے لئے متاخر کر دیا ہے۔"

بنو فراس بن غنم بن ثعلبہ بن مالک بن کنانہ کا ایک شخص عمیر بن قیس جذلُ الطعان نے نسأت کے متعلق فخراً یہ شعر کہے ہیں:۔

عمیر بن قیس

یہ تمام لوگوں سے زیادہ دراز قد تھا۔ ہودہ اٹھانے میں مشہور تھا۔ میدان جنگ میں ہمیشہ ثابت قدم رہتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو جِذلُ الطِّعان کہا جاتا تھا گویا کہ وہ کسی درخت کا ایستادہ تنا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کیونکہ وہ صائب الرائے تھا اس لئے اس کو اس لقب سے ملقب کیا جاتا تھا لوگ اس کی رائے کی جانب اس طرح سکون حاصل کرتے تھے جس طرح خارش زدہ جانور تنے کے پاس آ کر سکون پاتا ہے اور اس کے ساتھ سر کھجلاتا ہے۔ حباب کا قول "اَنَا جُذَیْلُهَا الْمُحَکَّکُ" اسی معنی پر دلالت کرتا ہے ایک اعرابی اپنے بیٹے کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے "اِنَّهٗ جِذْلُ حِکَاکٍ۔" وہ ایک ایسا تنا ہے جس پر سر کھجلایا جاتا ہے۔

جنادہ بن عوف

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اسلام جنادہ بن عوف کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا لیکن انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک ایسا واقعہ پڑھا ہے جو اس کے اسلام پر دلالت کرتا ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مکہ معظمہ گیا اس نے وہاں کثیر اژدہام دیکھا اس نے بلند آواز سے کہا "لوگو! میں تمہارے

Marfat.com

لَقَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ اَنَّ قَوْمِی کِرَامُ النَّاسِ اَنَّ لَهُمْ کِرَامًا

معد کو معلوم تھا کہ میری قوم تمام لوگوں سے زیادہ معزز تھی اور ان کے آباء بھی اخلاق کریمانہ سے متصف تھے۔

فَاَیُّ النَّاسِ فَاتُوْنَا بِوِتْرٍ وَاَیُّ النَّاسِ لَمْ نُعْلِكْ لِجَامًا

کن لوگوں نے ہم سے بدلا لینے کی کوشش کی ہے اور وہ کون سے لوگ ہیں جن کے منہ میں ہم نے لگام نہیں دی۔

اَلَسْنَا النَّاسِئِیْنَ عَلٰی مَعَدٍّ شُهُوْرَ الْحِلِّ نَجْعَلُهَا حَرَامًا

کیا ہم وہ لوگ نہیں ہیں جو معد کے زمانہ میں نَسْأَت کرتے تھے ہم حلال مہینوں کو حرام کر دیتے تھے۔

لئے نَسْأَت کا اجراء کرتا ہوں''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو درہ مارا اور کہا ''تیرے لئے ہلاکت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے باطل کے معاملہ کو ختم کر دیا ہے''۔ علامہ البرقی نے ابن الکلبی سے روایت کیا ہے کہ قلع بن عبار نے سات سال تک نَسْأَت کی پھر امیہ بن قلع نے گیارہ سال اور اس کے بعد ابو امامہ قلیس نے چار سال تک نَسْأَة کا اجراء کیا۔

اشہر حُرُم

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشہر حرم میں سے پہلا مہینہ محرم ہے کیونکہ اسی سے سال کا آغاز ہوتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ پہلا مہینہ ذوالقعدہ ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب اشہر حرم کو شمار کیا تو سب سے پہلے اسی کا تذکرہ فرمایا۔ علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے اشہر حرم میں روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ کہاں سے آغاز کرے گا۔ بعض علماء کے نزدیک وہ محرم سے آغاز کرے گا پھر رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینوں کے روزے رکھے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ ذوالقعدہ سے روزہ رکھنے کا آغاز کرے گا اور آئندہ سال رجب میں آخری روزہ رکھے گا۔

کِرَامَ النَّاسِ...... اس کا مفہوم یہ ہے کہ میری قوم بھی معزز ہے اور اس کے آباء بھی محترم تھے۔

اَیُّ النَّاسِ لَمْ نُعْلِكْ لِجَامًا۔ وہ کون سے لوگ ہیں جنہیں ہم نے اس طرح نہیں روکا جس طرح گھوڑے کو لگام سے روکا جاتا ہے۔

عَلَكَ۔ کا معنی ہے گھوڑے کو سرکشی سے روک دینا تاکہ وہ بغاوت سے رک جائے۔ شاعر کہتا ہے

Marfat.com

کنانی کا کنیسہ میں قضائے حاجت کرنا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک کنانی شخص گرجا میں آیا اور وہاں قضائے حاجت کر کے چلا گیا۔ جب ابرہہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا "اتنی جرأت کا مظاہرہ کس نے کیا ہے؟" اس کو بتایا گیا کہ یہ فعل اہل عرب میں سے کسی شخص کا ہے۔ وہ شخص بیت اللہ سے عقیدت رکھتا ہے کیونکہ اس نے سن رکھا ہوگا کہ ابرہہ اہل عرب کو اس کنیسہ کا حج کرنے پر مجبور کرے گا۔

انہدام کعبہ کے لئے ابرہہ کا خروج

یہ سن کر ابرہہ کی آتش انتقام بھڑک اٹھی اس نے قسم اٹھائی کہ وہ کعبہ مقدسہ کو ضرور منہدم کردے گا۔ اس نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا تیاری مکمل ہونے پر اپنے لشکر اور ہاتھی کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ جب اہل عرب کو ابرہہ کے ارادے معلوم ہوئے تو وہ ڈر گئے۔

وَاِذَا احْتَبٰی قَرَبُوْسَهٗ بِعَنَانِهٖ عَلَكَ اللِّجَامُ اِلَى انْصِرَافِ الزَّائِرِ

جب اس نے گھوڑے کی لگام کی رسی کو اس کی زین کے ساتھ لپیٹ دیا تو اس نے سوار کے پھرنے کی سمت لگام کو چبایا۔

شہران اور ناہس خثعم کے دو قبائل تھے۔ خثعم ایک پہاڑ کا نام ہے کیونکہ بنو عفرس بن خلف بن افتل بن انمار نے اسی پہاڑ کے دامن میں ڈیرہ لگایا تھا اس لئے اسے اسی نام سے پکارا جانے لگا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کو خثعم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ ایک دوسرے کی اعانت کا وعدہ کرتے تھے تو اپنے ہاتھوں کو خون آلود کر کے قسم اٹھاتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو اس نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ خثعم میں تین قبائل تھے شہران، ناہس اور اکلب۔ اہل نسب کے نزدیک اکلب سے مراد ابن ربیعہ بن نزار ہے لیکن وہ قبائل خثعم میں شامل ہو گیا اور اپنے آپ کو اسی کی طرف منسوب کرنے لگا۔ خثعم کا ایک شخص کہتا ہے

مَا اَكْلُبُ مِنَّا وَلَا نَحْنُ مِنْهُمْ وَمَا خَثْعَمٌ يَوْمَ الْفَخَارِ وَاَكْلُبُ

قَبِيْلَةُ سَوْءٍ مِنْ رَبِيْعَةَ اَصْلُهَا فَلَيْسَ لَهَا عَمٌّ لَدَيْنَا وَلَا اَبُ

"نہ تو اکلب کا ہمارے ساتھ تعلق ہے اور نہ ہی ہم ان میں سے ہیں یوم فخار کو خثعم کو اکلب سے کیا نسبت تھی۔ وہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جس کی اصل ربیعہ ہے ہمارے نسب میں نہ تو کوئی اس کا چچا ہے نہ باپ"۔

Marfat.com

ذونفر کی مزاحمت

اشرافِ یمن میں سے ایک شخص ذونفر نے اپنی قوم اور اہل عرب کو ابرہہ کے ساتھ معرکہ آزمائی کی دعوت دی تاکہ اسے اس کے مذموم عزائم سے روکا جائے۔ کچھ قبائل نے ذونفر کا ساتھ دیا۔ وہ اپنے لشکر سمیت ابرہہ کے ساتھ نبرد آزما ہوا لیکن اسے ہزیمت اٹھانا پڑی ذونفر کو گرفتار کر کے ابرہہ کے سامنے پیش کیا گیا جب اس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے ابرہہ سے کہا ''اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کرو ممکن ہے میری زندگی تمہارے لئے میرے قتل سے بہتر ہو''۔ ابرہہ ایک حلیم شخص تھا اس نے ذونفر کو قتل نہ کیا بلکہ اسے پابند سلاسل کر دیا۔

اہل خثعم کی معرکہ آزمائی

ذونفر کے ساتھ جنگ کرنے اور اسے مغلوب کرنے کے بعد ابرہہ آگے عازم سفر ہوا جب وہ خثعم کے مقام پر پہنچا تو نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنے دو قبائل شہران اور ناہس کے ساتھ ابرہہ کا راستہ روکنے کی کوشش کی باہم لڑائی ہوئی، نفیل کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب ابرہہ نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اس نے کہا ''اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کرو میں سرزمین عرب میں تمہاری راہ نمائی کروں گا۔ میرے دونوں قبائل تمہارے معاون و مددگار ہوں گے''۔ بادشاہ نے اس کو آزاد کر دیا۔ یہ دونوں قبیلے شہران اور ناہس تھے

ایک اکلبی اس کا جواب یہ دیتا ہے۔

اِنّی مِنَ القَوْمِ الَّذِیْنَ نَسَبْتَنِی — اِلَیْھِمْ کَرِیْمُ الجَدِّ وَالعَمِّ وَالاَبِ
فَلَوْ کُنْتَ ذَاعِلْمٍ بِھِمْ مَا نَفَیْتَنِی — اِلَیْھِمْ تَرٰی اَنِّی بِذٰلِكَ اُثْلَبُ
فَاِنْ لَمْ یَکُنْ خُلْفاً وَ نَاھِسًا عَمَّیَ — فَاِنِّی اِمْرَاءٌ عَمَّایَ: بَکْرٌ وَتَغْلَبُ
اَبُوْنَا الَّذِی لَمْ تُرْکَبُ الخَیْلُ قَبْلَهٗ — وَلَمْ یَدْرِ مَرْءٌ قَبْلَهٗ کَیْفَ یُرْکَبُ

''میں اسی قوم سے ہوں جس کی طرف تو نے مجھے منسوب کیا ہے میرا دادا، چچا اور باپ بڑے کریم ہیں اگر تجھے ان کا علم ہوتا تو پھر تو میری نفی نہ کرتا۔ تجھے معلوم ہے کہ اس نسب کی وجہ سے کبھی مجھ پر ملامت نہیں کی گئی۔ اگر خلف اور ناہس میرے چچا نہیں تو پھر کیا ہوا۔ میں تو وہ شخص ہوں جس کے چچا بکر اور تغلب ہیں ہمارا باپ تو وہ ہے جس سے پہلے گھوڑے پر کوئی شخص سوار نہ ہوا تھا اور نہ ہی اس سے پہلے کوئی شخص جانتا تھا کہ گھوڑے پر سواری کیسے کی جاتی ہے''۔

Marfat.com

جب وہ طائف پہنچا تو مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمر بن سعد بن عوف بن ثقیف نے استقبال کیا۔

ثقیف کا نسب

ثقیف کا نام قسی بن نبیت بن منبہ بن منصور بن یقدم بن افصی بن دعمی بن ایاد بن نزار بن معد بن عدنان تھا۔ امیہ بن ابی صلت نے اپنے اشعار میں اسی نسب کا ذکر کیا ہے۔

قَوْمِیْ اِیَادٌ لَوْ اَنَّھُمْ اُمَمٌ اَوْ: لَوْ اَقَامُوْا فَتُھْزَلَ النَعَمُ
قَوْمٌ لَھُمْ سَاحَۃُ العَرَاقِ اِذَا سَارُوْا جَمِیْعًا وَالْقِطُّ والقَلَمُ

"میری قوم ایاد ہے کاش وہ باہم متحد رہتے۔ کاش وہ وہیں مقیم رہتے خواہ ان کے پائے ناتواں ہو جاتے وہ ایسی قوم ہیں کہ اگر وہ متفق ہو جاتے تو عراق کا میدان، کاغذ اور قلم ان کا ہی ہوتا"۔

یہ اشعار بھی امیہ بن ابی الصلت کے ہی ہیں۔

فَلِمَّا تَسْأَلِی عَنِّی، لُبَیْنٰی وَعَنْ نَسَبِی، اُخَبِّرْکِ الیَقِیْنَا
فَاِنَّا لِلنَبِیْتِ أَبِی قَسِیٍّ لِمَنْصُوْرِ بْنِ یَقْدُمَ اَلاَقْدَمِیْنَا

"اے لبینیٰ! کیا تو میرے متعلق اور میرے نسب کے متعلق پوچھتی ہے میں تمہیں یقین کے

ثقیف میں اہل نسب کا اختلاف

بعض نساب ثقیف کو ایاد، بعض قیس اور بعض ثمود کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ثمود سے تھا۔ معمر بن راشد نے اپنی جامع میں روایت کی ہے کہ ابورغال کا تعلق ثمود سے تھا جب اس کی قوم کو کڑک نے آلیا۔ اس وقت وہ حرم شریف میں تھا۔ جب وہ حرم سے باہر آیا تو اس کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کو وہیں دفن کر دیا گیا اس کے ساتھ سونے کی دو ڈلیاں بھی دفن کی گئی۔ جب حضور ﷺ اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو تو آپ ﷺ نے سونے کی ڈلیاں نکال لینے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام نے قبر کھود کر انہیں نکال لیا۔

جریر کا شعر ہے۔

اِذَا مَاتَ الفَرَزْدَقُ فَارْجُمُوْہُ کَرَجْمِکُمْ لِقَبْرِ اَبِی رِغَالٍ

جب فرزدق مر جائے تو اس کی قبر پر بھی اسی طرح سنگباری کرو جس طرح ابورغال کی قبر پر پتھر

Marfat.com

ساتھ بتاؤں گا ہم نبیت ابی قسی کی اولاد ہیں اور منصور بن یقدم بھی ہمارے آباء میں سے ہے۔"

ابن ہشام کہتے ہیں ثقیف کا نسب یہ ہے قسی بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

اہل طائف نے ابرہہ سے کہا" اے بادشاہ! ہم تیرے اطاعت گزار غلام ہیں ہمارے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے جس گھر کا تم ارادہ لے کر نکلے ہو وہ طائف میں نہیں ہے بلکہ مکہ میں ہے ہم تمہارے ساتھ ایک شخص کو بھیجتے ہیں جو مکہ تک تمہاری راہنمائی کرے گا۔ اہل طائف نے اپنے بت "لات" کے لئے ایک عمدہ گھر بنا رکھا تھا جسے وہ کعبہ مشرفہ کی طرح پاک اور عظیم تصور کرتے تھے۔ ابو عبیدہ النحوی کہتا ہے۔

برساتے ہو۔

ثقیف کے نسب کے متعلق ایک نسخہ میں ابن ایاد بن معد ہے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ قاضی ابوالولید نے اس نسب کو تبدیل کر دیا تھا اور معد کی جگہ ابن معد (نزار) کو لکھ دیا تھا کیونکہ ایاد نزار کا بیٹا تھا۔ وہ معد کا صلبی بیٹا نہ تھا۔ معد کے ایک صلبی بیٹے کا نام بھی ایاد تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر کیا ہے وہ ایاد کا چچا تھا۔

خیمے کے اردگرد جو مٹی کی تہہ چڑھائی جاتی ہے اس کو اِیَاد کہتے ہیں۔ اس کا مقصد خیمے کو سیلاب سے محفوظ رکھنا ہوتا ہے یہ اَیْدٌ سے مشتق ہے اس کا معنی قوت ہے کیونکہ اس طرح خیمے کو قوت مل جاتی تھی اس لئے اس مٹی کو ایاد کہنے لگے۔

امیہ کے اشعار

یعنی اگر وہ حجاز میں اقامت اختیار کریں اور ان کی نعمتیں کم ہو جائیں کیونکہ وہ لوگ حجاز ہی سے تارک وطن ہو کر آئے تھے اس کی وادیاں ان سے تنگ ہو گئی تھیں وہ عراق کے سبزہ زاروں کی طرف چلے گئے۔ اسی وجہ سے شاعر نے قِطّ اور قلم کا ذکر کیا ہے کیونکہ کتابت ان ہی شہروں کی طرف ہوتی تھی جن کی طرف وہ گئے تھے۔ قریش سے پوچھا گیا تم نے کتابت کس سے سیکھی؟ انہوں نے کہا ہم نے اہل حیرہ سے سیکھی۔ اہل حیرہ نے اہل انبار سے کتابت سیکھی۔ فَتُهْزَلَ پر فاء "لو" کے جواب میں آنے کی وجہ سے ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ (الشعراء)

ترجمہ: "پس اگر ہمارے اختیار میں ہوتا (دنیا میں) واپس جانا تو ہم اہل ایمان سے ہوتے"۔

Marfat.com

وَفَرَّتْ ثَقِيفٌ اِلٰى لَاتِهَا بِمُنْقَلِبِ الخَائِبِ الخَاسِرِ

ثقیف خائب وخاسر ہو کر اپنے بت لات کی طرف بھاگے۔

ابو رغال اور اس کا انجام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل طائف نے ابو رغال کو بطور راہ نما ابرہہ کے ساتھ بھیجا جب وہ مغمس کے مقام پر پہنچا تو وہ وہیں مر گیا۔ اہل عرب نے اس کی قبر پر پتھر برسائے یہ وہی قبر ہے جس پر لوگ مُغَمَّس میں سنگباری کرتے ہیں۔

اسود بن مقصود کی مکہ مکرمہ آمد

جب ابرہہ کا لشکر مُغَمَّس پہنچا تو اس نے اہل حبشہ میں سے اسود بن مقصود کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ وہ وادیٔ تہامہ سے قریش اور دیگر قبائل کے مویشی ہانک کر لے گیا۔ ان مویشیوں میں حضرت عبد المطلب کے بھی دوسو اونٹ تھے۔ اس وقت وہ قریش کے سردار اور سید تھے۔ قبیلہ قریش کنانہ اور ہذیل نے ابرہہ کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ ان کے ساتھ جنگ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تو انہوں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

ابرہہ کا قاصد

ابرہہ نے حناط الحمیری کو مکہ معظمہ بھیجا۔ اس نے اس سے کہا ''اس شہر کے سردار کو تلاش کرو پھر اس سے کہو کہ بادشاہ تمہیں کہہ رہا ہے کہ میں تمہیں تباہ و برباد کرنے نہیں آیا میں تو صرف بیت اللہ کو گرانے آیا ہوں اگر تم نے کوئی تعرض نہ کیا تو پھر مجھے تمہارا خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں''۔ بادشاہ نے قاصد سے کہا ''اگر وہ سردار میرے ساتھ جنگ نہ کرنے کا عہد

مغمس اور اس کا مادۂ اشتقاق

میں نے شیخ ابو بحر کے نسخہ میں اس کو مُغَمَّس ہی پڑھا ہے۔ علامہ البکری نے کتاب المعجم میں ابن درید وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ائمہ لغت کہتے ہیں کہ یہ مُغَمَّس ہی ہے یہی درست ہے اگر اس کو مُغَمِّس پڑھا جائے تو پھر یہ غَمِيس سے مشتق ہوگا۔ غَمِيس کا معنی غَمِير ہے یہ ایک سبز بوٹی ہے جو خریف میں خشک چیز کے نیچے اُگ آتی ہے جس مکان میں یہ اُگتی ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے غَمَسَ الْمَكَانُ وَغَمَرَ جس طرح صَوَّحَ اور شَجَّرَ کہا جاتا ہے جب اس کو مُغَمَّس پڑھا جائے تو پھر یہ غطی پوشیدہ ہو جانے کے معنی میں ہوگا کیونکہ یہ جگہ درختوں کی کثرت کی وجہ سے پوشیدہ تھی۔

Marfat.com

کر لے تو پھر اسے میرے پاس لے آنا۔ حناطہ مکہ معظمہ آیا اس نے مکہ معظمہ کے سردار کے متعلق پوچھا اسے بتایا گیا کہ عبدالمطلب بن ہاشم ہمارے سردار ہیں۔ حناطہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا اور انہیں ابرہہ کا پیغام دیا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''اللہ کی قسم! ہم اس کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی ہم میں اس کی طاقت ہے یہ تو اللہ کا پاکیزہ گھر ہے اس کے خلیل کا حرم ہے اللہ تعالیٰ خود ابرہہ کو روک لے گا۔ ہمارے پاس اتنی قوت نہیں کہ ہم اسے روک سکیں''۔ حناطہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا ''پھر تم میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلو اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں''۔

حضرت عبدالمطلب کے لئے انیس کی سفارش

حضرت عبدالمطلب حناطہ کے ہمراہ ہو لئے ان کے ساتھ ان کے کچھ بیٹے بھی تھے۔ جب وہ ابرہہ کے لشکر میں پہنچے تو انہوں نے ذونفر کے متعلق پوچھا وہ ان کا پرانا دوست تھا۔ حضرت عبدالمطلب کو قید خانے میں ذونفر کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا ''اے ذونفر! جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے کیا اس میں تم ہمارے کسی کام آسکتے ہو؟'' ذونفر نے کہا ''وہ قیدی آپ کی کیا مدد کر سکتا ہے؟ جو بادشاہ کے سامنے اس انتظار میں کھڑا ہو کہ وہ صبح اس کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے یا شام کو۔ میرے پاس تمہارے اس دکھ کا کوئی مداوا نہیں ہے البتہ ہاتھی کا سائیس انیس میرا دوست ہے میں تمہیں اس کے پاس بھیجتا ہوں اور اس سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ بادشاہ کے پاس پہنچنے میں تمہاری اعانت کرے اور تمہارے لئے سفارش کرے''۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''میرے لئے یہ بھی کافی ہے''۔ ذونفر نے حضرت عبدالمطلب کو انیس کے پاس بھیج دیا اس سے کہا کہ یہ قریش مکہ کے سردار عبدالمطلب ہیں یہ مکہ کے تجارتی کارواں کے سربراہ ہیں۔ یہ اتنے سخی ہیں کہ یہ میدانوں میں انسانوں کو اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر درندوں کو کھانا دیتے ہیں۔

جب حضور ﷺ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے مُغَمّس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے تین فرسخ پر تھا۔ ابن سکن نے اپنی سنن میں اسی طرح روایت کیا ہے سنن ابی داؤد میں ہے ''جب حضور ﷺ قضائے حاجت فرمانا چاہتے تو آپ ﷺ بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔'' ابوداؤد نے مسافت کو بیان نہیں کیا۔ حضور ﷺ مُغَمّس میں اس لئے تشریف لے جاتے تھے کیونکہ وہاں کثرت سے درخت تھے جن کی آڑ میں آپ ﷺ قضائے حاجت فرماتے تھے۔

Marfat.com

بادشاہ کے ملازمین ان کے دوسو اونٹوں کو ہانک کر لے آئے ہیں ابرہہ کے پاس پہنچنے میں ان کی مدد کرو اور ان کی جو اعانت کر سکتے ہو وہ بھی کرو۔ انیس نے بھرپور مدد کا وعدہ کیا ابرہہ کے ساتھ انیس نے اپنی گفتگو کا آغاز یوں کیا:

''اے بادشاہ! قریش مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب دروازے پر کھڑے اذنِ باریابی کے منتظر ہیں وہ مکہ کے تجارتی قافلوں کے سربراہ ہیں۔ انسان تو انسان پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرا کرنے والے درندے بھی ان کے دسترخوان سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں وہ ایک ضرورت لے کر آئے ہیں''۔

ابرہہ نے انہیں ملاقات کی اجازت دے دی۔

حضرت عبدالمطلب تمام لوگوں سے زیادہ حسین، جمیل، جسیم اور خوبرو تھے۔ چہرے پر وجاہت وشرافت کے آثار دیکھ کر ابرہہ نے ان کی انتہائی عزت وتوقیر کی۔ انہیں اپنے پاس تخت پر بٹھانا چاہا فوراً اس کو خیال آیا کہ شاید اہل حبشہ اس کو برا منائیں اس لئے وہ اپنے تخت سے نیچے اتر آیا۔ اپنے قالین پر بیٹھ گیا اور حضرت عبدالمطلب کو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا پھر اپنے ترجمان سے کہا ''عبدالمطلب سے کہو کہ وہ اپنی ضرورت بیان کریں''۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''میری حاجت یہ ہے کہ بادشاہ میرے دوسو اونٹوں کو واپس کر دے جو اس کے ملازمین ہانک کر لے آئے ہیں''۔ ابرہہ نے ترجمان سے کہا انہیں کہو کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو میں آپ سے بہت متاثر ہوا تھا لیکن جب آپ نے یہ گفتگو کی تو آپ کی قدر ومنزلت میری نظروں میں گر گئی۔ آپ نے دوسو

حضرت عبدالمطلب کا حسن وجمال بیان کرتے ہوئے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اَوْسَمُ النَّاسِ وَاَجْمَلُهٗ۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ اہل عرب اس کلام کو اسی طرح بولتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ معنی پر محمول ہے یہ دراصل اَحْسَنُ رَجُلٍ وَاَجْمَلُهٗ تھا۔ اس کے معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسم مضمر کو مفرد کیا لیکن میرے نزدیک اسے جنس پر محمول کیا جائے گا۔ گویا کہ جب لوگوں کا ذکر کیا گیا تو کہا گیا هُوَاَجْمَلُ هٰذَا الْجِنْسِ مِنَ الْخَلْقِ۔ ہمارے اس قول کی دلیل یہ حدیث مبارک ہے:

''خَیْرُ نَسَاءٍ رَکِبْنَ الْاِبْلَ صَوَالِحُ نَسَاءِ قُرَیْشٍ اَحْنَاهٗ عَلٰی وَلَدِهٖ فِیْ صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهٗ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِهٖ۔''

اس حدیث شریف میں اَحْنَاهٗ اور اَرْعَاهٗ میں ہٗ ضمیر اِمْرَاۃٌ کی طرف راجع ہے نساء کی واحد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اَحْنَاھَا ہونا چاہیے یہ دراصل اَحْنٰی هٰذَا لْجِنْسِ الَّذِیْ هُوَ النِّسَاءُ ہے۔

Marfat.com

اونٹوں کے متعلق تو مجھ سے گفتگو کی ہے لیکن اس گھر کے متعلق کچھ نہیں کہا جس کو میں گرانے کے لئے آیا ہوں حالانکہ وہ گھر آپ کا اور آپ کے آباء کا دین ہے"۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا "میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا"۔ ابرہہ نے بڑے غرور سے کہا "کوئی بھی کعبہ کو میری زد سے نہیں بچا سکتا"۔ آپ نے فرمایا "یا تو جان یا وہ جانے"۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب کے ساتھ یعمر بن نفاثہ بن عدی (بنو بکر کے سردار) اور خویلد بن واثلہ (بنو ہذیل کے سردار) بھی تھے۔ انہوں نے ابرہہ کو تہامہ کے مال کے ایک تہائی حصہ کی پیشکش کی تاکہ وہ اپنے برے ارادے سے باز آجائے اور بیت اللہ کو منہدم نہ کرے لیکن ابرہہ نے انکار کر دیا۔ ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کے اونٹوں کو واپس کر دیا۔

حضرت عبدالمطلب ابرہہ سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آگئے انہوں نے قریش کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مکہ سے نکل جائیں۔ پہاڑوں کی غاروں اور چوٹیوں پر پناہ گزیں ہو جائیں۔ مبادہ ابرہہ کا لشکر مکہ میں داخل ہو کر انہیں ہدف ستم بنائے پھر وہ اپنے چند آدمیوں کو لے کر خانہ کعبہ کے پاس آئے اور اس کے حلقہ کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے۔ ابرہہ اور اس کے لشکر پر فتح اور نصرت کی درخواست کرنے لگے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب نے عرض کی:

لَاهُمَّ اِنَّ العَبْدَ یَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ حَلَالَكَ
لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ غَدْوًا مَحَالَكَ
اِنْ کُنْتَ تَارِکَهُمْ وَقِبْلَتَنَا فَاَمْرٌ مَا بَدَالَكَ

"اے مولا! بندہ بھی اپنے کجاوے کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب کل تیرے گھر پر غالب آجائے۔ اگر تو ان کو اور ہمارے قبلہ کو آزاد چھوڑنے والا ہے تو جس طرح تیری مرضی ہو تو اس طرح کر"۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ:۔ اہل عرب اَللّٰهُمَّ سے الف اور لام کو حذف کر دیتے تھے اور باقی پر اکتفاء کرتے تھے۔ لَا اَبُوْکَ دراصل لِلّٰهِ اَبُوْکَ تھا۔ اس کی تفصیل لِهَنَّکَ کی شرح میں گزر چکی ہے اس قسم کے اسماء کثرت سے زبانوں پر جاری ہوتے ہیں مثلاً اَجِنَّکَ تفعَلُ کَذَا وَ کَذَا۔ وہ دراصل مِنْ اَجْلِ اِنَّکَ تفعَلُ کَذَا وَ کَذَا تھا۔ اس شعر میں حَلَال سے مراد گھر ہے۔ عورتوں کی سواری کجاوے کو حلال کہا جاتا ہے۔ شاعر کا مصرعہ ہے

Marfat.com

عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی نے وہاں یہ شعر کہے۔

لَاهُمَّ اَخزِ الاسوَدَ بنَ مَقصُودِ　　اَلآخِذَ الهَجمَةِ فِيهَا التَّقلِيدُ

بَينَ حِرَاءَ وَثَبِيرٍ فَالبِيدُ　　يَحبِسُهَا وَهِيَ اُولَاتُ التَّطرِيدِ

فَضَمَّهَا اِلَى طَمَاطِمٍ سُودِ　　اَخفِرهُ يَارَبِّ وَاَنتَ مَحمُودُ

"اے مولا! اسود بن مقصود کو ذلیل فرما اس نے تقریباً سو اونٹوں کو پکڑ لیا ہے حالانکہ انہیں قلادے پہنائے گئے تھے۔ وہ اونٹ حراء اور ثبیر کے درمیان تھے بید نے ان کو روک رکھا تھا اور انہیں ہانکا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ان اونٹوں کو کالے عجمی کافر کے سپرد کر دیا۔ مولا ان کے عزائم

بغيرِ حِلَالٍ غَادَرَتهُ مُجَحفَلُ

گھر کے ساز و سامان کو بھی حلال کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہاں یہ لفظ عاریۃً استعمال ہوتا ہو۔

الزجر میں ایک تیسرا شعر بھی ہے جو یہاں ذکر نہیں کیا گیا وہ یہ ہے۔

وَانصُر عَلَى آلِ الصَّلِيبِ وَعَابِدِيهِ اليَومَ آلَكَ

صلیب کے پجاریوں اور اس کے ماننے والوں کے خلاف اپنے عبادت گزاروں کی مدد فرما۔

اس شعر میں نحاس اور زبیدی کے خلاف بھی دلیل ہے وہ کہتے ہیں کہ یوں نہیں کہنا چاہئے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ۔ کیونکہ مُضمَر مُعتَل کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتا ہے آل کا اصل اَهل ہے۔ اس لئے یہاں اهلِهٖ ہی ہونا چاہے۔ اسی مسئلہ پر نحاس نے اپنی کتاب "الکافی" ختم کی ہے لیکن نحاس اور زبیدی کا قول درست نہیں ہے اس کی کئی وجوہات ہیں مثلاً ان کا یہ نقطۂ نظر قیاس اور سماع کے خلاف ہے ہم نے کسی مضمر کو نہیں پایا جو معتل کو اپنی اصل کی طرف لوٹا دیتا ہو مگر اہل عرب کا یہ قول اَعطَيتُكُمُوهُ میں واؤ لوٹ آتی ہے لیکن اس کا تعلق اس نقطۂ نظر سے نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آل کا اصل اَهل ہے اور نہ ہی ہم اس کو اس کے معنی میں کرتے ہیں اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ اُهَيل آل کی تصغیر ہے۔ حجاج نے ان کے خلاف لکھا ہے ہم اس کی وضاحت کسی اور مقام پر کریں گے۔

اَلهَجمَةُ۔ نوے سے لے کر سو تک اونٹوں کو هَجمَه کہا جاتا ہے۔ ایک سو کو هُنَيدَه اور دو سو کو هِند کہا جاتا ہے۔ بعض اہل لغت کے نزدیک تین سو کو اُمَامَة کہا جاتا ہے انہوں نے یہ مصرعہ دلیل کے طور پر پیش کیا ہے تَبَيَّنَ رُوَيدًا مَا اُمَامَةُ مِن هِندِ۔ هَجمَه، هَجِيمَه سے مشتق ہے موٹے دودھ کو هَجِيمَه کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اتنا گھنا ہو جاتا ہے کہ اس میں پانی نہیں ملایا جا سکتا۔ اس کو اسی طرح نوش کر لیا جاتا ہے۔ وہ بڑا پیالہ جس میں دودھ دوہا جاتا ہے اس کو هَجم کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

خاک میں ملاتو تو محمود ہے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ دعا مانگنے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے کعبہ کے حلقہ کو چھوڑا اور قریش کے ہمراہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر آ گئے تا کہ مشاہدہ کرسکیں کہ ابرہہ مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

ابرہہ، ہاتھی اور کعبہ مشرفہ

دوسرے دن صبح ابرہہ نے مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اپنے ہاتھی (محمود) اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ ابرہہ نے کعبہ کو منہدم کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ اس کے بعد وہ یمن واپس جانا چاہتا تھا۔ جب انہوں نے ہاتھی کو مکہ معظّمہ کی طرف متوجہ کیا تو نفیل بن حبیب آیا وہ ہاتھی کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اس کا کان پکڑ کر اس سے کہنے لگا ''اے محمود! بیٹھ جاؤ یا جدھر سے آئے ہو ادھر لوٹ جاؤ کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے مقدس شہر میں ہو۔'' یہ سنتے ہی ہاتھی بیٹھ گیا۔ نفیل وہاں سے نکلا اور دوڑتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ لشکریوں نے ہاتھی کو مارا تا کہ وہ کھڑا ہو جائے لیکن اس نے گویا انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے اس کے سر پر تبرزِین سے چوٹیں لگائیں لیکن وہ پھر بھی نہ اٹھا۔ پھر انہوں نے اس کے پیٹ کے نیچے ایسے عصا سے چرکے لگائے جس کا سنان ٹیڑھا کیا ہوا تھا وہ لہولہان ہو گیا لیکن اس نے پھر بھی اٹھنے کا نام نہ لیا۔ جب انہوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کیا تو وہ بھاگنے لگا۔ پھر جب اس کا رخ مکہ معظّمہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا۔

ابرہہ اور اس کے لشکر پر عذاب الٰہی

اسی اثناء میں ابابیل کا ایک غول سمندر کی طرف سے اڑتا ہوا آیا۔ ہر پرندے کی چونچ اور دونوں پنجوں میں ایک ایک کنکری تھی۔ جس کی مقدار چنے اور مسور کے دانوں کے برابر تھی۔ جس کے سر پر وہ گرتی اس کے فولادی خول کو چیر کر اس کے جسم سے پار ہو جاتی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ ان راہوں کے متلاشی تھے جن پر وہ چل کر آئے تھے لیکن وہ راہیں انہیں مل نہ رہی تھیں۔ انہوں نے نفیل بن حبیب جو ان کا راہ نما بن کر ان کے ساتھ آیا تھا تلاش کیا تا کہ وہ انہیں یمن کا راستہ بتائے۔ اس کا وہاں نام ونشان بھی نہ تھا۔ وہ بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا ان پر خدا کے

اَخْفِرْهُ يَارَبِّ۔ مولا! اس کے اس عزم کو خاک میں ملا۔ کہا جاتا ہے اَخْفَرْتَ الرَّجُلَ۔ جب تو نے انسان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا ضروری ہے کہ یہ ہمزہ قطعی ہو اور اس پر فتح پڑھا جائے تا کہ اس

Marfat.com

ہولناک عذاب کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اس نے کہا:

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰهُ الطَّالِبُ وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَیْسَ الْغَالِبُ

اب بھاگنے کا راستہ کہاں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تعاقب میں ہے ہونٹ کٹا ابرہہ مغلوب ہے غالب نہیں۔

نفیل کے چند اور بھی اشعار ہیں جن میں وہ اپنی محبوبہ "رُدَینہ" کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

اَلَا حُیِّیْتِ عَنَّا • یَارُدَیْنَةُ نَعِمْنَاکُمْ مَعَ الْاِصْبَاحِ عَیْنَا

اے ردینہ! ہماری طرف سے تمہیں سلام ہو۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے اس وقت تمہارے لئے خوشحالی کی دعائیں کیں۔

رُدَیْنَةُ لَوْ رَاَیْتِ وَلَا تَرَیْهِ لِذِیْ جَنْبِ الْمُحَصَّبِ مَارَاَیْنَا

اے ردینہ! کاش تم محصب کے پاس وہ منظر دیکھتی جو ہم نے دیکھا تھا اچھا ہوا تم نے وہ منظر نہ دیکھا۔

اِذًا لَعَذَرْتِنِیْ وَحَمِدْتِ عَلٰی اَمْرِیْ وَلَمْ تَاْسَیْ عَلٰی مَافَاتَ بَیْنَا

پھر تو مجھے معذور سمجھتی اور میرے اس طرز عمل پر میری تعریف کرتی اور جو چیز ہم سے ضائع ہوئی ہے تو اس پر افسوس نہ کرتی۔

حَمِدْتُ اللّٰهَ اِذْ اَبْصَرْتُ طَیْرًا وَخِفْتُ حِجَارَةً تُلْقٰی عَلَیْنَا

میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے لگا جب میں نے پرندوں کے اس جھنڈ کو دیکھا۔ جب ہم پر سنگباری ہو رہی تھی تو میں لرزہ براندام تھا۔

وَکُلُّ الْقَوْمِ یَسْئَلُ عَنْ نُفَیْلٍ کَاَنَّ عَلَیَّ لِلْحُبْشَانِ دَیْنَا

اس لشکر کا ہر فرد پوچھ رہا تھا کہ نفیل کہاں ہے گویا میں ان حبشیوں کا مقروض ہوں اس لئے مجھ پر لازم تھا کہ میں آڑے وقت میں ان کی مدد کرتا۔

ابرہہ کے لشکری وہاں سے بھاگ نکلے۔ جن کو سنگریزے لگ گئے ان میں سے کوئی بھی سلامت نہ بچ سکا۔ ابرہہ کی حالت بڑی قابل رحم تھی۔ فوجی اس کو نے کر وہاں سے بھاگے لیکن راستہ میں اس کا انگ انگ گل گل کر گرنے لگا۔ اس کے جسم میں پیپ اور خون سرایت کر گیا۔

کے لئے بددعا دعا میں تبدیل نہ ہو جائے۔

Marfat.com

جس سے سخت بو آتی تھی جب وہ اس کو لے کر کوہ صنعا پر پہنچے تو وہ پرندے کے ایک چوزے کی طرح ہو گیا تھا پہلے اس کا سینہ پھٹ گیا اس کا دل باہر نکل آیا اس طرح وہ اذیت ناک موت سے دوچار ہوا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یعقوب بن عتبہ نے بیان کیا ہے کہ اس سال پہلی دفعہ سرزمین عرب میں سبزہ اور کونپلیں دکھائی دیں۔ اسی سال حرمل، آک اور حنظل پیدا ہوئے۔

قرآن پاک میں قصہ فیل

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قریش پر اپنی نعمت اور فضل قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کو سزا دے کر قریش کی امارت کو قائم رکھا۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۙ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۙ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

"کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کو ناکام نہیں بنا دیا اور (وہ یوں کہ) بھیج دیئے ان پر ہر سمت سے پرندے ڈاروں کے ڈار۔ جو برساتے تھے ان پر کنکر کی پتھریاں پس بنا ڈالا ان کو جیسے کھایا ہوا بھوسہ"۔

سورۃ القریش میں ان احسان مندیوں کا ذکر اس طرح کیا ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝

"اس لئے کہ اللہ نے قریش کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ الفت تجارتی سفر کی جاڑے اور گرمی (کے موسم) میں پس چاہئے کہ وہ عبادت کیا کریں اس خانہ (کعبہ) کے رب کی۔ جس

بَرَكَ الفِيلِ: بَرَكَ کا لفظ اونٹ کے لئے خاص ہے ہاتھی کے لئے اس کو مستعمل کرنا محل نظر ہے ممکن ہے اس کے بُرُوک سے مراد اس کا زمین پر گر پڑنا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا یہ فعل اس اونٹ کی طرح ہو جو اپنی جگہ کو لازم پکڑ لیتا ہے۔ وہاں سے اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ بعض علماء سے میں نے سنا ہے کہ ہاتھیوں کی ایک قسم وہ بھی ہے جو اونٹ کی مانند بیٹھتی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہ لفظ ہاتھی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے ورنہ اس کی تاویل کرنا پڑے گی۔

Marfat.com

نے انہیں رزق دے کر فاقہ سے نجات بخشی اور امن عطا فرمایا انہیں (فتنہ و) خوف سے۔"

سورۃ الفیل اور سورۃ القریش کے مفردات کی تشریح:۔ اَبَابِیل۔ پرندوں کے غول کو ابابیل کہا جاتا ہے۔ اہل عرب اس کو جمع ہی استعمال کرتے ہیں اس کا واحد نہیں ہے۔ السِجّیل یونس نحوی اور ابو عبیدہ کا قول ہے کہ سخت پتھر کو سِجّیل کہا جاتا ہے۔ رُؤبَة العَجّاج نے اپنے ان اشعار میں اس لفظ کا تذکرہ کیا ہے ۔

اسود بن مقصود

اسود بن مقصود فیل بان تھا۔ اس کا نسب یہ ہے اسود بن مقصود بن حارث بن منبہ بن مالک بن کعب بن حارث بن کعب بن عمرو بن علۃ بن خالد بن مذحج۔ نجاشی نے اسود کو لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا۔ ہاتھی تعداد میں تیرہ (13) تھے۔ محمود نامی ہاتھی کے علاوہ تمام ہاتھی ہلاک ہو گئے کیونکہ اس نے بیت اللہ کی طرف جانے سے انکار کر دیا تھا اس لئے نجات پا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ہاتھی نجاشی کے استعمال میں آتا تھا۔

نفیل کا نسب

اس کا نسب یہ ہے نفیل بن عبداللہ بن جزء بن عامر بن مالک بن واہب بن جلیحہ بن اکلب بن ربیعہ بن عفرس بن جلف بن افتل۔ افتل کو ہی خثعم کہا جاتا ہے۔ نفیل ایک بوٹی کا نام ہے۔ ابو حنیفہ فرماتے ہیں یہ نفل کی تصغیر ہے یہ ایک بوٹی ہے جو زمین میں ہوتی ہے۔

نقاش بیان کرتے ہیں کہ ان پرندوں کے منہ درندوں کے جبڑے کی طرح اور ان کے پنجے کتوں کے پنجوں کی مانند تھے۔ علامہ برقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ سب سے چھوٹا پتھر انسان کے سر کے برابر تھا اور بڑا پتھر اونٹ کی مانند تھا۔ تفسیر نقاش میں ہے کہ سیلاب نے حبشیوں کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ یہ واقعہ یکم محرم کو پیش آیا۔ اس وقت ذوالقرنین کو آٹھ سو بیاسی سال گزر چکے تھے۔

الطَبَرْزِین۔ شیخ ابو بحر کے نسخہ میں یہ "باء" کے سکون کے ساتھ ہے لیکن اصل میں یہ باء کے فتح کے ساتھ ہے۔ کلہاڑے کو طَبَر کہا جاتا ہے۔ طَبَرستَان بھی اسی طرح ہے اس کا معنی ایسا درخت ہے جس کو کلہاڑے سے کاٹ دیا گیا ہو۔ اس شہر کے بننے سے قبل اس جگہ درخت تھے جنہیں کلہاڑے سے کاٹ دیا گیا تھا۔ لیکن طَبَرِیَہ کے متعلق یہ نہیں کہا گیا۔ یہ طَبَارَاء کی طرف منسوب ہے یہ اس بادشاہ کا

Marfat.com

وَمَسَّهُمْ مَامَسَّ اَصْحَابَ الفِيْلِ تَرْمِيْهِمْ حِجَارٌ مِنْ سِجِّيْلِ
وَلَعِبَتْ طَيْرٌ مِنْ اَبَابِيْلِ

"انہیں بھی اس چیز نے مس کیا جس نے اصحاب فیل کو مس کیا تھا اس نے سخت پتھر ان پر پھینکے اور ابابیل پرندوں نے ان کے ساتھ کھیل وکود کیا۔"

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دونوں کلمات فارسی کے ہیں۔ اہل عرب نے انہیں ملا کر ایک کلمہ بنا دیا ہے یہ دراصل سِنْجٌ اور جِل تھے۔ سِنج پتھر اور جل مٹی کو کہتے ہیں۔ عَصْفٌ اس جڑی بوٹی کے پتوں کو عَصْفٌ کہا جاتا ہے جس کے ڈنٹھل نہیں ہوتے۔ اس کا واحد عَصْفَه ہے۔

نام تھا جس نے اس کو بنایا تھا۔ میں نے اس کو ایک پرانے شعر میں طَبَرْزِیْن بھی پڑھا ہے گویا کہ یہ باء کے فتح اور سکون دونوں کے ساتھ جائز ہے کیونکہ اہل عرب عجمی اسماء کی کئی حالتیں بناتے رہتے ہیں۔

بَزَغُوْاہ۔ انہوں نے ہاتھی کو نشتر مارے۔ مِبْزَغ نشتر کو کہتے ہیں۔ یونس نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ہاتھی گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔ اہل یمن نے اسے قسمیں دینی شروع کیں کہ وہ اسے یمن کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت ہاتھی نے اپنے کان ہلائے گویا کہ وہ ان سے عہد لے رہا ہے جب اہل حبشہ نے اسے قسمیں دے دیں تو وہ خوشی خوشی کھڑا ہو گیا۔ جب انہوں نے اس کا رخ مکہ معظمہ کی طرف کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا وہ پھر اس سے عہد کرنے لگے کہ وہ اسے یمن لے جائیں گے۔ اس طرح کئی مرتبہ انہوں نے اس سے عہد لئے اور توڑے۔

اَمْثَالُ الحِمَّصِ والعَدَسِ۔ چنے اور مسور کے دانے کی مانند۔ کہا جاتا ہے حِمَّصْ، حِمِّص جس طرح کہا جاتا ہے جِلَّق اور جِلِق۔ (زبیدی) لیکن ابوحنیفہ نے اسے صرف حِمَّص ہی پڑھا ہے۔ یہ حِلِّزہ (ایک قسم کا غلہ) کی مانند ہوتے ہیں۔ ابن انباری کہتے ہیں الحِلِّزُ شدید بخیل کو کہا جاتا ہے۔ علامہ قالی نے غریب مصنف میں اس روایت کو درست قرار دیا ہے کیونکہ سیبویہ کے نزدیک فِعَّل کے وزن پر صفات نہیں آتیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مماثلت میں چنے کی طرح تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ وہ اتنے بڑے بڑے کنکر تھے جو سروں کو توڑ دیتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ پرندوں کے پنجے کتوں کے پاؤں کی طرح تھے۔ یونس کی روایت میں ہے کہ وہ پرندے سمندر کی طرف سے ہندستانی لوگوں کی طرح آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس دن لوگوں نے عذاب کی آمد کو محسوس کر لیا تھا کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا کہ ستارے ان کی طرف ترش روئی سے دیکھ رہے تھے گویا کہ وہ عذاب کی آمد کی اطلاع دے رہے تھے۔

Marfat.com

ابوعبیدہ کہتے ہیں اس کو عَصَافِہ اور عَصِیفَہ بھی کہتے ہیں۔ شعراء نے ان دونوں الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ بنو ربیعہ کا ایک شاعر کہتا ہے

تَسقِی المَذَانِبَ قَدْ مَالَتْ عَصِیفَتُهَا　　حَدُوْرُهَا مِنْ اَتِیِّ المَاءِ مَطمُوْمُ

نہریں ایسے کھیت کو سیراب کرتی ہیں جس کے ڈنٹھل یا پتے جھک گئے ہیں اور پانی کی تیز رفتاری کی وجہ سے اس کی منڈیریں کٹ گئی ہیں۔

زاجر کہتا ہے فَصُیِّرُوْا کَعَصْفٍ مَاکُوْلٍ۔ وہ کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے۔

علٰی مَافَاتَ بَیْنًا۔ بَیْنًا منصوب مصدر ہے جو ماقبل کے لئے موکد ہے جب کہ یہ ماقبل کے معنی میں ہو لیکن اس کے الفاظ پر مشتمل نہ ہو کیونکہ فَاتَ، فَارَقَ اور بَانَ کے معنی میں ہے۔ گویا کہ کہا گیا ہے عَلٰی مَا فَاتَ فَوْتًا اَوْ بَانَ بَیْنًا۔ یہ ممکن نہیں کہ یہ تَاَسِّی کا مفعول لَهٗ ہو کیونکہ اَسٰی کا تعلق دل سے جبکہ بین کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے۔ جبکہ مفعول له میں برعکس ہوتا ہے مثلاً بَلٰی اَسفًا۔ خَرَجَ خَوْفًا وغیرہما۔

نَعِمْنَاکُم مَعَ الاِصْبَاحِ عَیْنًا:۔ نَعِمْنَا کا معنی ہے ہم نے دعا کی۔ یہ دراصل نَعِمْنَا بِکُمْ تھا حرف جر کو حذف کر کے مفعول کو متعدی کیا گیا ہے یہ اسی طرح ہے جس طرح تو کہتا ہے اَنْعَمَ اللّٰهُ بِکَ عَیْنًا۔

رُدَیْنًا۔ یہ عورت کا نام ہے یہ رُدْنَۃٌ کی تصغیر ہے ریشم کے ٹکڑے کو رُدَیْنَہ کہا جاتا ہے آستین کے اگلے حصہ کو رُدْنٌ کہا جاتا ہے احمق کو دُرَیْنَہ کہا جاتا ہے۔ (خلیل)

تَمُتُّ قَیْحاً وَدَماً۔ تَمُتُّ شیخ کے نسخہ میں میم کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہے۔ ضمہ کے ساتھ یہ متعدی ہے قَیْحًا اس کا مفعول ہے۔ کسرہ کے ساتھ غیر متعدی ہے اکثر کے نزدیک اس وقت قَیْحًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ حال ہوگا۔ یہ تَصَبَّبَ عِرْقًا کے باب سے ہوگا (ابوالحسین)۔ ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ ضمہ کے ساتھ متعدی ہے یہ مضاعف ہے اور مضارع میں مضاعف متعدی ہوتا ہے رَدَّ یَرُدُّ وغیرہ مگر عَلَّ یَعِلُّ اس سے مستثنٰی ہے اگر متعدی نہ ہو تو پھر یہ مکسور ہوگا مثلاً حَفَّ یَحِفُّ۔ چھ ایسے افعال ہیں جن میں یہ دونوں لغتیں مستعمل ہے لیکن ہم ان کے ذکر سے مستغنی ہیں مَتَّ یَمُتُّ کا معنی ہے بہنا۔

یَسْقُطُ اَنْمِلَۃً اَنْمِلَۃً۔ اس کا جسم بکھر گیا۔ انگلی کی طرف کو اَنْمِلَہ کہا جاتا ہے بعض اوقات دیگر اعضاء کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے مگر اس سے مراد کسی عضو کا چھوٹا جزء ہوتا ہے۔ حارث بن ابی اسامہ

Marfat.com

کی مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جو مؤمن کی طرح ہے جس کا کوئی عضو نہیں گرتا وہ کھجور ہے۔ یہ مؤمن کی طرح ہے اس کو کوئی دعوت ساقط نہیں کر سکتی''۔

مَرَائِرُ الشَّجَرِ۔ کہا جاتا ہے شَجَرَةٌ مُرَّةٌ۔ کڑوا درخت اس کی جمع مَرَائِرُ آتی ہے۔ جس طرح حُرَّةٌ کی جمع حَرَائِرُ آتی ہے۔ اس وزن پر صرف ان اسماء کی جمعیں ہی آتی ہیں۔ قیاس یہ ہے کہ ان کی جمع فعل کے وزن پر ہو۔

جس طرح دُرَّة کی جمع دُرَرٌ کے وزن پر آتی ہے لیکن حُرَّہ سے مراد کریم اور دانشمند خاتون ہے ان اوصاف کے وزن کو پیش نظر رکھ کر اس کی جمع اس وزن پر بنائی گئی۔ المُرُّ بھی اسی طرح ہے قیاس تو یہ تھا کہ اس کی جمع مَرِیْر ہوتی کیونکہ مَرَارَة کا تعلق کسی چیز کی طبیعت کے ساتھ ہوتا ہے اس کے فعل کا قیاس یہ تھا کہ وہ فَعُلَ کے وزن پر ہو۔ مثلاً عَذُبَ اور قَبُحَ وغیرہ۔ اس سے صفت فَعِیْل کے وزن پر آنی چاہئے اور اس کی مؤنث فعیلہ کے وزن پر ہونی چاہئے مُرٌّ (کڑوی) چیز وہ ہوتی ہے جس کا کھانا انتہائی شدید ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی ان ہی صفات کے قائم مقام رکھا گیا ہے جو فعیل کے وزن پر ہوتی ہیں اور ان کا تعلق طبیعت اور خصلت سے ہوتا ہے۔

العُشَرُ۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عُشَر کا ذکر کیا ہے یہ ایک کڑوے پھل والا درخت ہوتا ہے اس کا پھل لیموں کی طرح ہوتا ہے لیکن اس میں فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کے دودھ کو چمڑے پر داغنے سے قبل لگایا جاتا ہے۔

''الغفلہ'' (درخت) کو بھی اسی مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کے پھل سے روئی کے مانند کوئی چیز نکلتی ہے جس کو ''خُرْفَع'' کہا جاتا ہے۔ عُشَر سے گوند بھی نکالی جاتی ہے گوند رِمْثٌ (گھاس) اور ثُمَامَ (درخت) میں بھی پائی جاتی ہے لیکن لَثِی میں کثیر پائی جاتی ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ابابیل ہمیشہ جمع مستعمل ہے اس کا واحد نہیں ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ابابیل کا واحد اِبَّالَہ یا اِبُّول ہے۔ ابن عزیز نے لکھا ہے کہ اس کا واحد اِبِّیْل ہے۔

کَعَصْفٍ مَاکُوْلٍ۔ اس میں ''ک'' حرف جر بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی۔ مثلاً رَائَیْتُ الَّذِیْ کَزَیْدٍ میں یہ صلہ واقع ہو رہا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حرف ہے جبکہ حرف جر کا اس پر داخل ہونا اس کے اسم ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے مثلاً وَصَالِیَاتٍ کَکُمَا یُؤَثْفَیْنَ۔ جب یہ مثل پر داخل

Marfat.com

اِیْلَافِ قُرَیْش

اِیْلَاف سے مراد اہل عرب کا تجارت کی غرض سے شام کی طرف عازم سفر ہونا ہے اہل عرب دو مرتبہ یہ سفر کرتے تھے۔ پہلا گرمیوں میں دوسرا سردیوں میں۔ ابوزید الانصاری کہتے ہیں اہل عرب الف اور ایلاف کو ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے ذو رمّۃ کا یہ شعر پڑھ کر سنایا: ؎

مِنَ الْمُؤْلِفَاتِ الرَّمْلَ اَدْمَاءُ حُرَّةٌ   شُعَاعُ الضُّحٰی فِی لَوْنِهَا یَتَوَضَّحُ

وہ عورت ان گندم گوں شریف عورتوں میں سے ہے جن سے عشق کیا جاتا ہے چاشت کی شعاع اس کے رنگ میں ضیاء بار ہوتی ہے۔

ہوتا ہے تو یہ حرف ہوتا ہے مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ لیکن مِثْلُ مِثْلِهٖ کہنا درست نہیں ہے مِثْلُ کَعَصْفٍ میں "ک" تشبیہ کی تاکید کے لئے ہے۔ حروف جارہ میں سے لام اور کاف کے علاوہ کسی اور حرف کے ساتھ تاکید لگانا درست نہیں ہے۔ لام تو خود اضافت کا معنی دیتا ہے جبکہ کاف تشبیہ کا معنی دیتا ہے لیکن جس طرح اس کو رُؤبہ نے اپنے شعر میں استعمال کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اس کا استعمال احسن ہے کیونکہ یہ حرف جر ہے جو اسم میں عمل کرتا ہے اسم اس میں عمل نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے مقدم ہو سکتا ہے مگر یہ کہ وہ مُقْحَم ہو۔

جُذُوْرُهَا مِنْ اَتِیِّ الْمَاءِ مَطْمُوْمُ۔ جُذُوْر جَذْرٌ کی جمع ہے اس سے مراد وہ رکاوٹیں ہیں جو پانی کو روک لیتی ہیں۔ انہیں "حُبَاس" بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اَمْسِکِ الْمَاءَ حَتّٰی یَبْلُغَ الْجَذْرَ ثُمَّ اَرْسِلْهُ۔

"پانی کو روکے رکھو یہاں تک کہ وہ ان رکاوٹوں تک پہنچ جائے پھر اسے چھوڑ دو۔"

اس مصرعہ میں خبر کو مفرد ذکر کیا ہے کیونکہ یہ ان رکاوٹوں میں سے ہر ایک کی طرف راجع ہے ایک اور شاعر کہتا ہے تَرٰی جَوَانِبَهَا بِالشَّحْمِ مَفْتُوْقًا۔ اس میں بھی خبر ہر جانب کی طرف راجع ہے۔

اِیْلَاف۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آلَفَ اور اَلَفَ کا معنی ایک ہی ہے اس کی ایک اور بھی تشریح کی جاتی ہے جو موزوں ترین ہے وہ یہ ہے کہ سفر میں صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اس لئے نفس اس سے مانوس نہیں ہوتا۔ وہ اپنے گھر اور اپنے اہل خانہ کے پاس رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ علامہ ہروی ذکر کرتے ہیں کہ ان سے مراد وہ معاہدے ہیں جو اہل عرب اور عجمی بادشاہوں کے درمیان تھے۔ ہاشم نے شام کے بادشاہ کے ساتھ معاہدے کر رکھے تھے۔ مطلب نے کسریٰ کے ساتھ معاہدے کر

Marfat.com

مطرود بن کعب الخزاعی کہتا ہے۔

الْمُنْعِمِيْنَ إِذَا النُّجُوْمُ تَغَيَّرَتْ وَالظَّاعِنِيْنَ لِرِحْلَةِ الْإِيْلَافِ

''وہ ناز و نعم میں پلنے والے ستاروں کے متغیر ہونے تک سوتے ہیں اور وہ ایسے مسافر ہیں جو شوقیہ سفر کرتے ہیں''۔ جب انسان کے پاس ایک ہزار اونٹ، گائیں یا بھیڑیں وغیرہ ہو جائیں تو اسے بھی اِیْلَاف کہا جاتا ہے۔ کیت بن زید جس کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد سے تھا۔ وہ کہتا ہے۔

بِعَامٍ يَقُوْلُ لَهُ الْمُؤْلِفُوْنَ هٰذَا الْمُعِيْمُ لَنَا الْمُرْجِلُ

اسی قحط سالی میں جس کے متعلق اونٹوں کے محب بھی کہتے ہیں کہ یہ سخت سال ہمیں پیادہ کر دے گا۔

جب کسی قوم کی تعداد ایک ہزار ہو جائے اسے بھی ایلاف کہا جاتا ہے۔ کیت بن زید کہتا ہے۔

رکھے تھے۔ ان میں سے ایک نے شاہِ مصر کے ساتھ اور دوسرے نے شاہِ حبشہ کے ساتھ عہد و پیماں باندھ رکھا تھا۔ یُؤْلِفُ کا معنی عہد کرنا بھی ہے اِیْلَاف کو اِلَاف بغیر یاء کے بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن عامر نے اسے لِإِلَافِ پڑھا ہے یہ قرأت بھی امام ہروی کے قول پر دلالت کرتی ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لِإِیْلَافِ میں لام فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ کے متعلق ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ فَلْيَعْبُدُوْا کے متعلق ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ لام لام تعجب ہے جو مضمر عبارت کے متعلق ہے اصل عبارت یہ تھی اعْجَبُ لِإِیْلَافِ قُرَيْشٍ۔ حضور ﷺ کے اس فرمان میں بھی تعجبیہ عبارت محذوف ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ لِهٰذَا لِعَبْدِ الصَّالِحِ ضَمَّ قَبْرُهُ حَتّٰى فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

سبحان اللہ! تعجب ہے اس عبد صالح کو بھی قبر نے بھینچا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر انور کو وسیع کر دیا۔

آپ ﷺ نے یہ فرمان اس حبشی غلام کے متعلق فرمایا تھا جس کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ یہ عبارت دراصل ''اعْجَبُوْ لِهٰذَا لِعَبْدِ الصَّالِحِ'' تھی۔ کیت کے لئے یہ شعر پڑھا گیا۔

بِعَامٍ يَقُوْلُ لَهُ الْمُؤْلِفُوْنَ أَهٰذَا الْمُعِيْمُ لَنَا الْمُرْجِلُ

یہ ایسا سال ہے جس کے متعلق ایک ہزار اونٹوں والے بھی کہتے ہیں کیا یہ ہمیں دودھ کا محتاج کر دے گا اور ہمیں پیدل چلنے پر مجبور کر دے گا۔

Marfat.com

وَآلُ مُزَيْقِيَاءَ غُدَاةَ لَاقَوْا بَنِي سَعْدِ بْنِ ضَبَّةَ مُؤْلِفِينَا

ال مزیقیاء کل بنوسعد بن ضبة سے اس وقت ملے جب وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ ملانے کو بھی اِیلَاف کہتے ہیں کہا جاتا ہے آلَفْتُهُ اِیَّاهُ اِیلَافًا۔

ہاتھی کے سائیس کا انجام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں میں نے اس فیل بان کو مکہ معظمہ میں دیکھا وہ اندھا تھا اور بیٹھ کر لوگوں سے خیرات مانگ رہا تھا۔

واقعہ فیل کے متعلق شعراء کا کلام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کو کعبہ معظمہ سے دور رکھا اور اسے عذاب میں مبتلا کیا تو قریش کی عظمت اہل عرب کے دلوں میں بیٹھ گئی وہ انہیں ''اہل اللہ'' کہنے لگے۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے ان کے دشمن سے بدلہ لیا ہے اور اسے ذلیل ورسوا کیا ہے۔ شعراء نے ایسے اشعار کہے جس میں انہوں نے اس عذاب کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اہل حبشہ پر نازل کیا تھا۔ قریش پر جو انعامات ہوئے ان کا بھی تذکرہ کیا۔

ابن الزبعری کا نسب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن زبعری کے نسب میں سعید بن سہم کا ذکر کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں کئی مرتبہ اس نسب کا ذکر کیا ہے لیکن ہر مرتبہ غلطی کی ہے یہ صحیح سعد بن سہم ہے سعید سعد کا بھائی تھا۔ وہ عمرو بن العاص بن وائل کے نسب میں ہے انہوں نے اس کتاب میں بھی ایسا شعر درج کیا ہے جو ان کے اپنے قول کے خلاف ہے۔ وہ مبروق عبداللہ بن حارث بن عدی بن سعد کا یہ شعر ہے

فَإِنْ تَكُ كَانَتْ فِي عَدِيٍّ أَمَانَةٌ عَدِيِّ بْنِ سَعْدٍ فِي الْخُطُوبِ الْاَوَائِلِ

اگر تمہارے پاس عدی یعنی عدی بن سعد کے متعلق سابقہ معاملات میں کوئی امانت ہو۔

اس شعر میں بھی عدی بن سعد کا تذکرہ ہے۔ یہاں سُعَید نہیں کہا امام واقدی اور زبیریون نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن الزبعری کے اشعار

ابن عدی بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کہتا ہے:

تَنَكَّلُوْا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ اِنَّهَا كَانَتْ قَدِيْمًا لَا يُرَامُ حَرِيْمُهَا

وہ مکہ کی وادی سے خوفزدہ ہو کر نکل گئے خانہ کعبہ تو بہت قدیم ہے اس کے حرم پاک پر لشکر کشی نہیں کی جاسکتی۔

تَنَكَّلُوْا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ...... یہ کامل میں خرم (کی) ہے۔ اس کتاب میں اور بھی بہت سے اشعار میں کامل میں خرم ہے۔ خرم کا متفاعل میں داخل ہونا بھی بعید نہیں۔ اس طرح کہ سبب (دو متحرک حروف یا ایک متحرک یا ایک ساکن حرف) میں سے کسی حرف کو حذف کر دیا جائے جس طرح طویل میں وتد میں سے کسی حرف کو حذف کر دیا جاتا ہے جب سبب ثقیل کا مکمل حذف پایا گیا تو مناسب ہے کہ اس میں سے کسی حرف کو حذف کیا جائے۔ ابن مضرع کے اس شعر میں اسی طرح ہے هَامَةٌ تَدْعُوْ صَدًى بَيْنَ الْمُشَقَّرِ وَالْيَمَامَةِ۔ ایک الو دوسرے الو کو مشقر اور یمامہ کے درمیان آواز دیتا ہے۔ اس حرف کا تعلق مرفل سے ہے۔ اس سے پہلے یہ شعر ہے

شَرَيْتُ بُرْدًا لَيْتَنِىْ مِنْ بَعْدِ بُرْدٍ كُنْتُ هَامَةً

''میں نے چادر خریدی۔ کاش! میں چادر کے بعد سردار بن جاتا''۔

جب وتد میں سے کسی حرف کو حذف کیا جائے تو محذوف مجموع ہوگا۔ جب کامل سے محذوف کیا جائے تو سبب ثقیل اور اس کے بعد سبب خفیف کا صرف حذف ہوگا۔ جبکہ اضمار کثیر ہو یہ متفاعلن کی تاء کو ساکن کرنا ہے اس لئے ابو علی نے کہا ہے کہ اس میں خرم صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں ساکن سے ابتداء کرنے کی تاویل کی جاتی ہے۔ غور و فکر کرنے والے کے لئے یہ کلام ردی ہے کیونکہ جس کلمہ میں حزم ہوتا ہے وہاں اضمار نہیں ہوتا اور جس میں اضمار ہوتا ہے وہاں حزم نہیں ہوتا مثلاً لَا يَبْعَدَنْ قومی۔ مثلاً لَمْ تُخْلَقِ الشِّعْرٰى لَيَالِىْ حُرِّمَتْ ورنہ اس شعر میں تعلیل کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتی۔ اہل عرب نے ان اغراض کی طرف توجہ نہیں کی جنہیں بعض نحویوں نے استعمال کیا ہے یہ مکڑی کے جالے سے بھی کمزور تر ہیں۔

Marfat.com

لَمۡ تُخۡلَقِ الشِعۡرٰی لِیَالِی حُرِّمَتۡ　　اِذۡ لَا عَزِیۡزَ مِنَ الۡاَنَامِ یَرُوۡمُهَا

اس کی یہ حرمت و عظمت اس وقت سے ہے جب شعریٰ ستارے کو بھی تخلیق نہیں کیا گیا تھا جو دشمن اس پر دھاوا بول دے وہ معزز کیسے رہ سکتا ہے۔

سَائِلۡ اَمِیۡرَ الۡحَیۡشِ عَنۡهَا مَارَاٰی　　وَلَسَوۡفَ یُنۡبِیۡ الۡجَاهِلِیۡنَ عَلِیۡمُهَا

امیر لشکر سے اس کے متعلق پوچھ کہ اس نے کیا دیکھا عنقریب ان کا جاننے والا بے خبروں کو بتادے گا۔

سِتُّوۡنَ اَلۡفًا لَمۡ یَئُوۡبُوۡا اَرۡضَهُمۡ　　وَلَمۡ یَعِشۡ بَعۡدَ الۡاِیَابِ سَقِیۡمُهَا

ساٹھ ہزار کا لشکر جرار اپنی زمین کی طرف نہ جاسکا اور لوٹنے والا بیمار ابرہہ نے بھی زندگی کی بازی ہار دی۔ (ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سَقِیۡمُهَا سے مراد ابرہہ ہے۔)

کَانَتۡ بِهَا عَادٌ وَجُرۡهُمٌ قَبۡلَهُمۡ　　وَاللّٰهُ مِنۡ فَوۡقِ الۡعِبَادِ یُقِیۡمُهَا

وہاں عاد اور جرہم بھی بسیرا کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اوہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

ابو قیس بن الاسلت الانصاری کے اشعار

اس کا نام صَیۡفِی تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے صیفی بن اسلت بن جشم بن وائل بن زید بن قیس بن عامرہ بن مرۃ بن مالک بن الاوس۔

لَمۡ تُخۡلَقِ الشِعۡرٰی...... ابن زبعری نے یہ اشعار ظہور اسلام کے زمانہ میں کہے تھے۔ یہ حضور ﷺ کے اس فرمان کے مطابق ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمۡ یُحَرِّمۡهَا النَّاسُ۔

''اللہ تعالیٰ نے تو مکہ معظمہ کو حرم قرار دے دیا ہے لیکن لوگوں نے اس کو حرم قرار نہیں دیا''۔

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهَا یَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دن حرم قرار دیا جب اس نے زمین و آسمان کی تخلیق کی۔'' مٹی کی تخلیق، ستاروں کی تخلیق سے پہلے ہوئی۔

Marfat.com

وَمِنْ صُنْعِهٖ يَوْمَ فِيلِ الحُبُوْ شِ اِذْكُلَّمَا بَعَثُوْهُ رَزَمْ

اصحاب فیل کے دن میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے وہ جب بھی ہاتھی کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کرتے وہ واپس پلٹ جاتا۔

مَحَاجِنُهُمْ تَحْتَ اَقْرَابِهٖ وَقَدْ شَرَّمُوْا اَنْفَهٗ فَانْخَرَمْ

وہ اپنی ڈھالیں اس کی پسلیوں کے نیچے مارتے تھے انہوں نے ابرہہ کا ناک کاٹ دیا اور وہ ناک کٹا ہو گیا۔

وَقَدْ جَعَلُوْا سَوْطَهٗ مِغْوَلاً اِذَا يَمَّمُوْهُ قَفَاهُ كُلِمْ

انہوں نے ڈنڈے کو اس کی ہلاکت کا آلہ بنا لیا انہوں نے اس کی گدی پر اتنے ڈنڈے برسائے کہ وہ زخمی ہو گیا۔

فَوَلّٰى وَاَدْبَرَ اَدْرَاجَهٗ وَقَدْ بَاءَ بِالظُّلْمِ مَنْ كَانَ ثَمْ

ہاتھی روگرداں ہو گیا اور خانہ کعبہ سے پیٹھ پھیر گیا اور جو وہاں بری نیت سے گیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

فَاَرْسَلَ مِنْ فَوْقِهِمْ حَاصِبًا فَلَفَّهُمْ مِثْلَ لَفِّ الْقُزُمْ

اللہ تعالیٰ نے ان پر کنکریوں کی بارش کی اور انہیں قیمے کی طرح پیس کر رکھ دیا۔

الشِّعْرٰی۔ ایک ستارے کا نام ہے۔ یہ دو ستارے ہیں جن میں سے ایک غیمصاء اور دوسرا جوزاء کے ساتھ متصل ہے۔

لَمْ يَؤُبُوْا اَرْضَهُمْ۔ وہ اپنی زمین کی طرف نہ لوٹے۔ يَؤُبُوْا کے بعد حرف جر کا آنا ضروری تھا لیکن یہاں حذف کر دیا گیا ہے۔ دَانَتْ بِهَا۔ اطاعت بجالائے۔ رَزَمْ۔ ہاتھی ثابت قدم رہا۔

لَفُّ الْقُزُمْ۔ بکریوں کے بچے، گھٹیا مال کو بھی کہا جاتا ہے۔

رَزَمْ۔ ثابت قدم، مستحکم، کمزور آواز کو بھی رَزِیْم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہاتھی کی آواز بھی کمزور ہوتی ہے اگرچہ اس کی خلقت عظیم الشان ہوتی ہے وہ بلی سے ڈرتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے۔ ہندوستان کی بعض جنگوں میں یہ حیلہ آزمایا بھی گیا ہے جب ہاتھی کے سامنے بلی لائی گی تو وہ اس سے ڈر گیا جس سے اس قوم کو شکست ہوگئی۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ یہ چال ہارون بن موسیٰ نے اس وقت چلی

Marfat.com

تَحُضُّ عَلَى الصَّبْرِ اَحْبَارُهُمْ   وَقَدْ ثَأَجُوْا كَثُؤَاجِ الغَنَمْ

ان کے پادری انہیں صبر کی تلقین کر رہے تھے حالانکہ وہ بکریوں کی طرح ممیا رہے تھے۔

ابوقیس بن الاسلت کا دوسرا قصیدہ

فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا رَبَّكُمْ وَتَمَسَّحُوْا   بِاَرْكَانِ هٰذَا الْبَيْتِ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

اٹھو اور اپنے پروردگار کے لئے نماز قائم کرو اور اس پاکیزہ گھر کے ارکان کو بوسے دو۔

فَعِنْدَكُمْ مِنْهُ بَلَاءٌ مُصَدَّقٌ   غَدَاةَ اَبِي يَكْسُوْمَ هَادِي الْكَتَائِبِ

اللہ کی جانب سے تم پر ایک بہت بڑی آزمائش آئی جب ابی یکسوم (ابرہہ) لشکر کو لے کر کعبہ پر حملہ آور ہوا۔

كَتِيْبَتُهٗ بِالسَّهْلِ تَمْشِي وَرَجْلُهٗ   عَلَى الْقَاذِفَاتِ فِي رُؤُوْسِ الْمَنَاقِبِ

وہ ایک ایسا لشکر جرار تھا جس کے سوار تو میدان میں چلتے تھے اور اس کے پیادہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چل رہے تھے۔

فَلَمَّا أَتَاكُمْ نَصْرُ ذِي الْعَرْشِ رَدَّهُمْ   جُنُوْدُ الْمَلِيْكِ بَيْنَ سَافٍ وَحَاصِبِ

جب اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے پاس آ گئی تو اللہ کے لشکر ابابیل نے انہیں ساف اور حاصب کے مابین ہلاک کر دیا۔

فَوَلَّوْا سِرَاعًا هَارِبِيْنَ وَلَمْ يَؤُبْ   اِلٰى اَهْلِهٖ مِلْحَبْشِ غَيْرُ عَصَائِبِ

یہ عذاب دیکھ کر اہل حبشہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور اس لشکر میں سے پٹی باندھے بغیر کوئی شخص اپنے گھر نہ گیا۔

جب انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں افریدون بن اثفیان نے سب سے پہلے ہاتھی کو سدھایا اثفیان کا معنی گائے کا مالک ہے۔ اسی نے ہی سب سے پہلے خچر سے بچہ جنوایا اور گھوڑوں پر زین اور پالان ڈالا۔ فطمھورث نے سب سے پہلے گھوڑے کو سدھایا اور اس پر سواری کی وہ زمین کے بادشاہوں میں سے تیسرا بادشاہ تھا۔

ثُؤَاجُ الغَنَمِ سے مراد بکریوں کی آواز ہے۔ ایک نسخہ میں ثَجُوا بھی مکتوب ہے لیکن درست یہی ہے۔

Marfat.com

طالب بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اشعار

أَلَمْ تَعْلَمُوْا مَا كَانَ فِي حَرْبِ دَاحِسٍ وَجَيْشِ أَبِي يَكْسُوْمَ إِذْ مَلَئُوْا الشِّعْبَا

کیا تمہیں علم نہیں کہ داحس کی لڑائی میں اور ابویکسوم کے لشکر کے ساتھ کیا ہوا جب اس کے لشکر نے اپنی کثرت کی وجہ سے تمام گھاٹیوں کو بھر دیا تھا۔

فَلَوْلَا دِفَاعُ اللّٰهِ لَاشَيْءَ غَيْرُهُ لَأَصْبَحْتُمْ لَا تَمْنَعُوْنَ لَكُمْ سَرْبَا

اگر اللہ تعالیٰ جس کے علاوہ کسی چیز کو بقاء نہیں ہے تحفظ نہ فرماتا تو تمہارے لئے اس ٹڈی دل فوج کو روکنا ناممکن تھا۔

ابوالصلت الثقفی کے اشعار

یہ اشعار ابوالصلت الثقفی کے ہیں ان میں وہ دین ابراہیمی کی فضیلت بیان کرتا ہے۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اشعار امیہ بن ابی الصلت بن ابی ربیعہ کے ہیں۔

اِنَّ آيَاتِ رَبِّنَا ثَاقِبَاتٌ لَا يُمَارِي فِيهِنَّ اِلَّا الْكَفُوْرُ

ہمارے پروردگار کی نشانیاں اتنی عیاں ہیں کہ ان میں کافروں کے علاوہ اور کوئی شک نہیں کر سکتا۔

خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَكُلٌّ مُسْتَبِيْنٌ حِسَابُهُ مَقْدُوْرُ

لیل ونہار کو تخلیق کیا گیا اس کی تخلیق کردہ ہر چیز واضح اور اس کا اندازہ مقرر ہے۔

لَا تَمْنَعُوْنَ لَكُمْ سَرْبًا۔ سَرْبًا سین کے کسرہ کے ساتھ بھی روایت ہے۔ سَرْبٌ سے مراد چرواہا ہے۔ سِرْبٌ سے مراد گائے یا ہرنوں کا ریوڑ ہے۔ عورتوں کے لئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے شاعر کہتا ہے۔

فَلَمْ تَرَعَيْنِي مِثْلَ سِرْبٍ رَأَيْتُهُ خَرَجْنَ عَلَيْنَا مِنْ زُقَاقِ ابْنِ وَاقِفِ

جو عورتوں کا گروپ میں نے آج دیکھا ہے اس کی مثل میری آنکھ نے پہلے نہیں دیکھا وہ عورتیں ابن واقف کی گلی سے نکل کر ہماری سمت آئیں۔

طالب بن ابی طالب حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ حضرت عقیل حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ طالب کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں جن اٹھا کر لے

Marfat.com

ثُمَّ يَجْلُو الْقَهَّارَ رَبٌّ كَرِيْمٌ بِمَهَاةٍ شُعَاعُهَا مَنْشُوْرٌ

پھر اللہ تعالیٰ نے دن کو اس سورج کے ذریعے منور فرمایا جس کی شعاعیں ہر سو پھیل جاتی ہیں۔

حُبِسَ الْفِيْلُ بِالْمُغَمَّسِ حَتّٰى ظَلَّ يَحْبُوْ كَاَنَّهٗ مَعْقُوْرٌ

ہاتھی کو مغمّس کے مقام پر ہی روک دیا گیا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ اس کے پاؤں کاٹ دیئے گئے ہیں۔

لَازِمًا حَلْقَةَ الْجِرَانِ كَمَا قُطِّرَ مِنْ صَخْرٍ كَبْكَبٍ مَحْدُوْرِ

ہاتھی نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی گویا کہ اسے ایک بلند و بالا چٹان کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔

حَوْلَهٗ مِنْ مُلُوْكِ كِنْدَةَ اَبْطَالٌ مَلَاوِيْثُ فِي الْحُرُوْبِ صُقُوْرٌ

اگرچہ ان کے اردگرد کندہ کے بادشاہوں کے شیر دل جوان تھے جو میدان جنگ میں باز کی طرح ہوتے تھے۔

خَلَّفُوْهُ ثُمَّ ابْذَعَرُّوْا جَمِيْعًا كُلُّهُمْ عَظْمُ سَاقِهٖ مَكْسُوْرٌ

ہاتھی کی یہ کیفیت دیکھ کر انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور خود بھاگ گئے۔ جاتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کی پنڈلی ٹوٹی ہوئی تھی۔

كُلُّ دِيْنٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَاللّٰهِ اِلَّا دِيْنَ الْحَنِيْفَةِ بُوْرٌ

گئے تھے۔ اس لئے ان کے اسلام کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔

ابوالصلت کا نام ربیعہ بن وہب بن علاج تھا۔ **الْمُغَمِّسُ** کی دوسری میم پر کسرہ مشہور ہے۔ **اَلْمَهَاةُ**۔ سورج کو کہا جاتا ہے۔ اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ **مَهَامِن** وہ اجسام ہوتے ہیں جو اتنے شفاف ہوتے ہیں جن کے ظاہر سے ان کا باطن بھی نظر آئے۔ آئینہ کو بھی **مَهَاة** کہا جاتا ہے۔ **اَلْمَهَاةُ** ہرن کو کہتے ہیں۔ جب سورج ذرا بلند ہو جائے تو اس کو غزالہ کہتے ہیں ہرن کو بھی غزالہ کہا جاتا ہے۔ سورج کو **بُتَيْرَاء** بھی کہا جاتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چاشت کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ''**حَتّٰى تَرْتَفِعُ الْبُتَيْرَاءُ**''، ''حتیٰ کہ آفتاب بلند ہو جائے'' سورج کے دوسرے نام یہ ہیں: 1۔ **حَنَاذ**، 2۔ **بَرَاحِ**، 3۔ **الضِّحِّ**، 4۔ **ذُكَاء**، 5۔ **جارية**، 6۔ **الْبَيْضَاء**، 7۔ **بُوْح يا يُوْح**، 8۔ **الشَّرْقُ**، 9۔ **السِّرَاجُ**۔

Marfat.com

بروز حشر دین حنیف کے علاوہ ہر دین ہلاک ہونے والا ہے یہ بات اللہ رب العزت کے ہاں مقرر ہے۔

فرزدق کے اشعار

اس کا نام ہمام بن غالب تھا۔اس کا تعلق مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم سے تھا یہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان کی تعریف اور حجاج بن یوسف کی مذمت کرتا تھا۔

فَلَمَّا طَغَى الحَجَّاجُ حِيْنَ طَغَى بِهٖ غِنًى قَالَ، اِنِّى مُرْتَقٍ فِي السَّلَالِمِ

جب حجاج بن یوسف نے سلیمان بن عبدالمالک سے مستغنی ہوتے ہوئے سرکشی کی تو اس نے کہا میں سیڑھیوں پر چڑھ جاؤں گا۔

كَانَ كَمَا قَالَ اِبْنُ نُوْحٍ: سَاَرْتَقِي اِلٰى جَبَلٍ مِنْ خَشْيَةِ المَاءِ عَاصِمٍ

اس نے اس طرح کہا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے کہا تھا ''میں عنقریب سیلاب سے بچنے کے لئے ایک پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے طغیانی سے بچا لے گا۔''

رَمَى اللّٰهُ فِي جُثْمَانِهٖ مِثْلَ مَارَمٰى عَنِ الْقِبْلَةِ الْبَيْضَاءِ ذَاتِ الْمَحَارِمِ

اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر وہی چیز ماری جو اس نے حرمتوں والے قبلہ، بیضاء کی طرف سے ماری تھی۔

جُنُوْدًا تَسُوْقُ الفِيْلَ حَتّٰى أَعَادَهُمْ هَبَاءً وَكَانُوْا مُطْرَخِمِّي الطَّرَاخِمِ

وہ ایک ایسا لشکر تھا جس کے آگے آگے ہاتھی تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

اَلجِرَانُ۔اس سے مراد گردن ہے۔ہاتھی نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ کَبْکَب۔پہاڑ کا نام۔ مَحْدُوْر کا معنی ہے اوپر سے گر کر زمین تک پہنچ جانا۔

اِبْذَعَرُّوْا یہ ذُعْر سے مشتق ہے اس کا معنی ہے متفرق ہو جانا۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بَذْرٌ سے نکلا ہو۔

دِیْنُ الْحَنِیْفَۃ۔سے مراد امت مسلمہ ہے جو دین ابراہیمی پر ہے آپ علیہ السلام کو حنیف اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے نصرانیت اور یہودیت سے عدول فرمایا تھا یا اپنی قوم کے بتوں سے اعراض کیا تھا۔حضرت نوح علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام یام یا کنعان تھا۔

مُطْرَخِمِّي الطَّرَاخِمِ۔ مُطْرَخِمٌّ کا معنی ہے تکبر یا غصے سے بھرپور۔اس کی جمع طَرَاخِمُ آتی ہے۔اَلْمُطْرَخِمُّ ان چھ حروف والے اسماء میں سے ہے جن کی تصغیر یا جمع بناتے وقت ان کے زائد

Marfat.com

حالانکہ وہ تکبر اور غصے سے بھرے ہوئے تھے۔

نُصِرْتَ كَنَصْرِ الْبَيْتِ اِذْسَاقَ فِيْلَهٗ اِلَيْهِ عَظِيْمُ الْمُشْرِكِيْنَ الاعَاجِم

اے سلیمان! تمہاری بھی اسی طرح مدد کی گئی ہے جس طرح بیت اللہ کی نصرت کی گئی تھی جب عجمی مشرکوں کا سردار اپنے ہاتھی کو ہانک کر بیت اللہ کی طرف لا رہا تھا۔

عبداللہ بن قیس الرقیات کے اشعار:۔ اس کا تعلق بنو عامر بن لوی بن غالب سے تھا یہ ابرہہ اور ہاتھی کو یاد کر کے کہتا ہے۔

كَادَهُ الاَشْرَمُ الَّذِیْ جَاءَ بَالْفِ يْلِ فَوَلّٰی وَجَيْشَهٗ مَهْزُوْمُ
وَاسْتَهَلَّتْ عَلَيْهِمُ الطَّيْرُ بِالْجَنْ دَلِ حَتّٰی كَاَنَّهٗ مَرْجُوْمُ
ذَاكَ مَنْ يَّغْزُهٗ مِنَ النَّاسِ يَرْجِعْ وَهُوَ فَلٌّ مِنَ الْجُيُوْشِ ذَمِيْمُ

"بیت اللہ کے ساتھ اس ابرہہ نے جنگ کی جو ہاتھی لے کر وہاں آیا تھا وہ اس حال میں لوٹا کہ اس کا لشکر شکست خوردہ تھا۔ ابابیل اس پر سنگریزوں کی بارش لے کر آئے۔ جس سے گویا کہ وہ سنگسار ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں سے جو بھی بیت اللہ کا بری نیت سے ارادہ کرتا ہے تو

حروف کو ختم کر دیا جاتا ہے اس میں دو حروف زائد ہیں: 1۔ پہلی میم، 2۔ آخری میم۔ اس کی تصغیر طَرَیْخِمُ اور اس کی جمع طراخم ہے جس طرح مُسْبَطِرّ کی جمع سَبَاطِر ہے۔ یعقوب نے اسے اِطْرَغَمّ کہا ہے۔

رُقَيَّاتٌ۔ عبداللہ کا یہ لقب کیوں رکھا گیا مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی تین دادیوں کا نام رُقَیہ تھا اور اسے اپنی دادیوں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ یہ لقب ملا۔ بعض نے رقیات کا تعلق صرف قیس کے ساتھ قائم کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی تربیت تین خواتین نے کی ان تینوں کا نام رقیہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس مصرعہ کی وجہ سے اس کا یہ لقب پڑ گیا رُقَيَّةُ مَا رُقَيَّةُ مَارُقَيَّةُ اَيُّهَا الرَّجُلُ۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کی نشو و نما رقیہ بنت عبدالواحد بن ابی الشرح نے کی اس کا تعلق بنو ضباب بن حجیر بن عبد بن معیص سے تھا۔ اس کی چچا زاد بہن کا نام بھی رقیہ تھا۔ اس کا چچا ابن قیس بن شریح تھا جو بنو حجیر سے تھا حجیر، حجر بن عبد بن معیص بن عامر کا بھائی تھا۔ یہ حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قبیلہ سے تھا۔

حَتّٰی كَاَنَّهٗ مَرْجُوْمٌ۔ ایک سنگسار کو ایک سنگسار کے ساتھ کیسے تشبیہ دی جا سکتی ہے کیا یہ کہنا جائز ہے کہ مقتول گویا کہ مقتول ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب اس نے پرندوں کے آنے کا ذکر کیا تو اس نے کہا

Marfat.com

وہ ملوم اور شکست خوردہ حالت میں واپس لوٹتا ہے''۔

ابرہہ کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ابرہہ ہلاک ہو گیا تو اس کا جانشین اس کا بیٹا یکسوم بنا۔ اس کی وجہ سے ہی اس کی کنیت ابو یکسوم تھی جب یہ بھی مر گیا تو اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ یمن کا والی بنا۔

سیف بن ذی یزن کسریٰ کے دربار میں

جب اہل یمن پر ظلم وستم کی سیاہ رات طویل ہو گئی تو ابو مرہ سیف بن ذی یزن الحمیری یمن سے عازم سفر ہوا۔ وہ روم کے بادشاہ قیصر کے پاس آیا اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم وستم کی داستان بیان کی اور درخواست کی کہ وہ اہل حبشہ پر حملہ آور ہو کر انہیں یمن سے نکال دے اور اپنی منشاء کے مطابق جسے چاہے وہاں کا حکمران مقرر کر دے لیکن قیصر روم نے اس کی درخواست کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

سیف کے لئے نعمان کی سفارش

سیف قیصر کے دربار سے نکل کر نعمان بن منذر کے پاس آیا اس وقت وہ حیرہ اور اس کے مضافات کا والی تھا۔ سیف نے اسے حبشیوں کے ظلم وستم کی داستان سنائی۔ یہ حکایت غم سن کر

گویا کہ وہ بادل تھے جو بارش کو پیہم برسا رہے تھے۔ بارش میں سنگساری نہیں ہوتی یہ ہاتھوں سے ہوتی ہے اس نے اس کو اس مرجوم شخص سے تشبیہ دی جس کو انسان سنگسار کرتے ہیں یا اس سے تشبیہ دی جو عقل رکھتا ہے اور اپنے دشمن پر پتھر پھینک سکتا ہے اس طرح پتھر سے مارا ہوا حقیقت میں مرجوم ہوگا۔ اہل حبشہ پر ایسا نہ ہوا تھا ان پر تو پرندے پتھروں کی بارش لے کر آئے تھے اس لئے کہا **کَاَنَّهٗ مَرْجُوْمٌ**۔

سیف بن ذی یزن اور کسریٰ

سیف بن ذی یزن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ کسریٰ کے دربار میں ہی مرا تھا پھر اس کے بیٹے نے بادشاہ سے مدد طلب کی تھی۔ اس کا نسب یہ ہے سیف بن ذی یزن بن ذی اصبح بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن عرنجح۔ اسی کا نام حمیر بن سباء تھا۔ اس وقت کسریٰ ایران کا نام انوشیروان بن قباد تھا۔ اس کا معنی مجدد الملک ہے اس نے ہی ایران کے لوگوں کی شیرازہ بندی کی تھی۔ **نُعمَان** کا معنی دم (خون)

Marfat.com

نعمان نے اس سے کہا "میں ایک سال میں ایک مرتبہ میں کسریٰ سے ملاقات کے لئے جاتا ہوں تم یہیں قیام کرو میں وقت روانگی تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا"۔ جب نعمان کسریٰ کے پاس جانے کے لئے تیار ہوا تو اس نے سیف کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور اسے کسریٰ کے دربار میں پہنچا دیا۔ کسریٰ کے ایوان میں اس کے لئے ایک حسین وجمیل تاج تھا۔ تاج کا وزن بہت زیادہ تھا اسے یاقوت، موتیوں، از برجد، سونے اور چاندی سے سجایا گیا تھا۔ بادشاہ کی گردن اتنا بھاری تاج نہیں اٹھا سکتی تھی اسے سونے کی زنجیروں کے ساتھ اس جگہ لٹکایا گیا تھا جہاں وہ شاہِ ایران بیٹھا کرتا تھا۔ اسے کپڑوں سے ڈھانپ دیا جاتا تھا جب بادشاہ اپنی جگہ بیٹھ کر اپنا سر اس تاج میں داخل کر لیتا تو اس سے کپڑوں کو ہٹا دیا جاتا۔ تاج دیکھنے والا ہر شخص مبہوت ہو جاتا تھا۔ سیف بھی اس تاج کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔

کسریٰ اور سیف کی ملاقات

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب سیف ایوان کسریٰ میں داخل ہونے لگا تو اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ بادشاہ نے کہا میرے ایوان کا دروازہ اتنا بڑا ہے پھر بھی یہ احمق داخل ہوتے وقت اپنا سر جھکاتا ہے۔ جب سیف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا "میں نے اپنے غم اور دکھ کی وجہ سے ایسا کیا ہے میرا غم اور دکھ اتنا عظیم ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے تنگ نظر آتی ہے۔ اس

ہے۔ تاج کسریٰ کو قَنْقَل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قَنْقَل ایک بہت بڑا پیمانہ ہے۔ زاجر سانپ کی چھتری کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مَالَكَ لَا تَجْرُفُهَا بِالْقَنْقَلِ　لَاخَيْرَ فِي الْكَمْأَةِ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ

"تجھے کیا ہے کہ تو قنقل کے ساتھ اسے اکٹھا نہیں کرتا۔ اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو پھر اس چھتری میں کوئی بھلائی نہیں۔"

امام ہروی فرماتے ہیں کہ قنقل تینتیس (33) من کا ایک پیمانہ ہوتا ہے لیکن امام ہروی نے من کی مقدار بیان نہیں کی میرے خیال میں ایک من دو رطل کا ہوتا ہے۔

انوشیروان کے پاس وہی تاج تھا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں یزدجرد بن شہریار سے چھینا گیا جب وہ تاج دربارِ خلافت میں پیش کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سراقہ بن مالک مدلجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان کے ہاتھوں پر کسریٰ کے کنگن اور سر پر اس کا تاج پہنا دیا پھر فرمایا:

Marfat.com

نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا "اے شاہ والا! ہمارے ملک پر اجنبی لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے"۔ کسریٰ نے پوچھا "اجنبی لوگوں سے مراد اہل حبشہ ہیں یا اہل سندھ؟" سیف نے کہا "ہمارے ملک پر اہل حبشہ نے قبضہ کیا ہے۔ میں تمہارے دربار میں اس لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ تم میری مدد کرو۔ اگر تم نے میری اعانت کی تو پھر میرے شہر کی سلطنت وولایت تمہارے سپرد ہوگی"۔ بادشاہ نے اس سے کہا "تیرا وطن بہت دور ہے وہاں دولت وثروت کے خزانے بھی نہیں ہیں۔ میں اپنی افواج کو سرزمین عرب میں بھیج کر ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہتا"۔ بادشاہ نے سیف کو دس ہزار درہم دینے اور عمدہ لباس پہنانے کا حکم دیا۔ سیف نے وہ درہم لئے اور باہر نکل کر لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیئے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ملی تو اس نے کہا یہ عجیب خصلت انسان ہے۔ اس نے سیف کو اپنے دربار میں طلب کیا اور پوچھا "تو نے بادشاہ کے عطیہ کو لوگوں میں کیوں تقسیم کر دیا ہے"۔ سیف نے کہا "میں اس عطیہ کو کیا کروں۔ میرے وطن کے پہاڑ سونے اور چاندی سے بھرپور ہیں" یہ سن کر کسریٰ کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے وزراء اور امراء کا اجلاس طلب کیا اور ان سے پوچھا "اس عجیب وغریب شخص کے متعلق تمہارا کیا مشورہ ہے"۔ ایک شخص نے کہا "اے شاہِ ذی مرتبت! ہماری جیلیں ایسے قیدیوں سے بھری پڑی ہیں جنہیں ہم نے قتل کے لئے محبوس کر رکھا ہے آپ انہیں اس یمنی شخص کے ساتھ بھیج دیں اگر وہ ہلاک ہو جائیں گے تو آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا اگر انہوں نے غلبہ پالیا تو یمن پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا"۔

سیف کی بھرپور مدد

شاہِ کسریٰ نے اپنے قیدیوں کی فوج تیار کی۔ وہزر جوان میں سے علم وفضل اور حسب ونسب

"پاک ہے وہ ذات جس نے کسریٰ کے سر سے تاج اتارا اور بنومدلج کے ایک اعرابی کو پہنا دیا۔ یہ سب برکت اور عزت اسلام کی وجہ سے ہے اس میں ہماری قوت اور طاقت کا عمل نہیں ہے"۔

یہ کنگن اور تاج سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لئے پہنائے گئے تھے کیونکہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تھا "اے سراقہ! اس وقت تیری شان کیا ہوگی جب تیرے ہاتھوں پر کسریٰ کے کنگن اور تیرے سر پر اس کا تاج سجایا جائے گا"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب وہزر سیف بن ذی یزن کے ساتھ آیا اس وقت اس کے ساتھ سات سو فوجی تھے اس سے پہلے ہم ابن قتیبہ کا قول ذکر کر چکے ہیں کہ اس وقت فوجیوں کی تعداد ساڑھے سات ہزار تھی اس کے ساتھ عرب کے قبائل بھی مل گئے تھے۔

Marfat.com

میں فائق تھا کو ان کا سپہ سالار مقرر کیا وہ فوج آٹھ کشتیوں پر روانہ ہوئی۔ ان میں سے دو کشتیاں ڈوب گئیں باقی چھ کشتیاں ساحل عدن پر پہنچ گئیں۔ سیف نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور اسے وہزر کی فوج کے ساتھ ملا کر کہا "ہم باہم متحد ہیں، ہم اکٹھے مریں گے اور ایک ساتھ کامیاب ہوں گے"۔ وہزر نے ان سے کہا "تم نے انصاف کیا ہے"۔ یمن کا بادشاہ مسروق بن ابرہہ بھی اپنی فوج لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گیا۔ وہزر نے بھی اپنی فوج تیار کی اور اپنے بیٹے کو سب سے پہلے مبارزت کے لئے بھیجا۔ اس کا بیٹا قتل ہو گیا جس سے اس کی آتش انتقام بھڑک اٹھی۔ جنگ کی بھٹی خوب گرم ہوئی۔ دوران جنگ وہزر نے کہا "مجھے اہل یمن کا بادشاہ تو دکھاؤ"۔ لوگوں نے کہا "وہ شخص جو ہاتھی پر سوار ہے جس کے سر پر خوبصورت تاج ہے اور جس کی آنکھوں کے سامنے دو سرخ یاقوت ہیں کیا وہ تمہیں نظر آ رہا ہے؟" وہزر نے کہا "ہاں"۔ لوگوں نے کہا "وہی ان کا بادشاہ ہے"۔ وہزر نے کہا "اس کو چھوڑ دو"۔ کافی وقت معرکہ آزما رہنے کے بعد وہزر نے پھر بادشاہ کے متعلق پوچھا لوگوں نے اس کو بتایا کہ اب وہ گھوڑے پر سوار ہے۔ وہزر نے کہا "اب بھی اسے ترک کر دو" پھر کافی وقت نبرد آزما ہونے کے بعد اس نے بادشاہ کے بارے پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ اب وہ خچر پر سوار ہے۔ وہزر نے کہا "گدھے کی بچی! خچر بھی ذلیل ہے اور اس کا بادشاہ بھی ذلیل و رسوا ہے۔ میں اس کی طرف تیر اندازی کرنے لگا ہوں اگر تم دیکھو کہ اس کی فوج نے حرکت نہیں کی تو پھر تا حکم ثانی اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا۔ اس وقت میرا نشانہ خطا ہو گا لیکن اگر تم دیکھو کہ اس کی فوج منتشر ہو گئی ہے اور کچھ اس کے ارد گرد جمع ہے تو سمجھ لینا میں نے بادشاہ کا کام تمام کر دیا ہے" پھر اس نے تیر کمان پر چڑھایا اور نشانہ باندھ کر بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔ تیر آنکھ کے سامنے سے یاقوت کو توڑ کر اس کے سر میں سے گزرتا ہوا گدی سے باہر نکل گیا۔ وہ اپنی سواری پر اوندھے منہ گر پڑا۔ اہل حبشہ اس کے گرد جمع ہو گئے وہزر اور اس کا لشکر بھرپور انداز سے ان پر حملہ آور ہوئے کچھ کو تہہ تیغ کیا اور کچھ نے جان بچانے کے لئے راہِ فرار اختیار کی۔ وہزر صنعاء پہنچ گیا جب وہ اور اس کا لشکر دروازے سے داخل ہونے لگے تو اس نے کہا "میرے جھنڈے کو جھکا کر مت گزارنا بلکہ دروازے کو جھکا دو"۔ دروازے کو گرا دیا گیا وہ اپنے جھنڈے کو اٹھائے ہوئے فاتحانہ انداز سے صنعاء میں داخل ہوا۔

صنعاء

علامہ ابن الکلبی فرماتے ہیں کہ جب وہزر اس شہر میں داخل ہوا تو وہ "صَنعَه، صَنعَه" پکار رہا تھا جس سے اس کا نام صنعاء پڑ گیا۔ وہزر کا مطلب تھا کہ اہل حبشہ اس شہر کو خوب مضبوط بنائیں اس شہر کا

Marfat.com

اس واقعہ کے متعلق سیف بن ذی یزن الحمیری کہتا ہے ۔

يَظُنُّ النَّاسُ بِالمَلِكَيْنِ أَنَّهُمَا قَدِ الْتَئَمَا
وَمَنْ يَسْمَعْ بِلَأْمِهِمَا فَإِنَّ الخَطْبَ قَدْ فَقُمَا
قَتَلْنَا القَيْلَ مَسْرُوقًا وَرَوَّيْنَا الكَثِيبَ دَمَا
وَإِنَّ القَيْلَ قَيْلُ النَّاسِ وَهْرَز مُقْسِمٌ قَسَمَا
يَذُوقُ مُشَعْشَعًا حَتَّى يُفِئَ السَّبْيَ وَالنَّعَمَا

''لوگ دونوں بادشاہ کے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے ملامت کو قبول کرلیا جس نے اس کی ملامت کو سنا اس کا معاملہ وسیع ہو گیا۔ ہم نے حمیر کے بادشاہ قیل کو قتل کر دیا اور ریت کے ٹیلے کو خون سے سیراب کیا۔ لوگوں کا بادشاہ تو وہزر تھا جس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس وقت تک شراب نہ پئے گا جب تک وہ قیدی اور مال غنیمت لے کر نہ لوٹے گا''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیف کے یہ اشعار اس کے ایک قصیدہ سے ماخوذ ہیں۔ خلاد بن قرہ سدوسی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ آخری شعر اعشیٰ کا ہے لیکن دیگر اہل علم اس کا انکار کرتے ہیں۔

ابو الصلت بن ابی ربیعہ نے بھی یہ اشعار اسی مناسبت سے کہے تھے لیکن ابن ہشام رحمۃ اللہ

پہلا نام ''اوال'' تھا۔ ابن مقبل اس کا پہلا نام یاد کر کے کہتا ہے ۔

عَمَدَ الحُدَاةُ بِهَا لِعَارِضِ قَرْيَةٍ وَكَأَنَّهَا سُفُنٌ بِسَيْفِ أَوَالَ

''ایک بستی کی وجہ سے عوام اس کی طرف پناہ لیتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اوال کے سیف کی کشتیاں ہیں''۔

جریر کہتا ہے ۔

وَشُبِّهَتِ الحُدُوجُ غُدَاةَ قَوٍّ سَفِينَ الهِنْدِ رَوَّحَ مِنْ أَوَالا

''صبح کجاوؤں کو ہند کی کشتیوں کی رسی کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو اوال سے عازم سفر ہوئیں''۔

اخطل کہتا ہے ۔

خُوصٌ كَأَنَّ شَكِيمَهُنَّ مُعَلَّقٌ بِقَنَا رُدَيْنَةَ أَوْ جُذُوعِ أَوَالِ

''وہ کھجور کے پتوں کی مانند ہیں جن کی عزت ردینہ کے نیزوں یا اوال کے تنوں کے ساتھ معلق ہے''۔

Marfat.com

علیہ نے انہیں امیہ بن ابی الصلت کی طرف منسوب کیا ہے۔

لِیَطْلُبَ الوِتْرَ اَمْثَالُ ابْنِ ذِی یَزَنٍ رَیَّمَ فِی البَحْرِ لِلاَعْدَاءِ اَحْوَالاً

یَمَّمَ قَیْصَرَ لَمَّا حَانَ رِحْلَتُهٗ لَمْ یَجِدْ عِنْدَهٗ بَعْضَ الَّذِی سَأَلاَ

ثُمَّ انْثَنٰی نَحْوَ کِسْرٰی بَعْدَ عَاشِرَةٍ مِنَ السِّنِیْنَ یُهِیْنُ النَّفْسَ وَالمَالاَ

''ابن ذی یزن جیسے لوگوں کو ہی انتقام طلب کرنا چاہیے اس نے دشمنوں کے لئے سمندر کو کئی سال اپنا مسکن بنائے رکھا۔ جب قیصر کی موت کا وقت قریب تھا تو سیف نے اس کا رخ کیا لیکن وہاں اس کی مراد بر نہ آئی۔ پھر وہ دس سال بعد کسریٰ کی طرف گیا اس نے نفس اور مال کو ذلیل کر دیا''۔

حَتّٰی اَتٰی بِبَنِی الاَحْرَارِ یَحْمِلُهُمْ اِنَّكَ عَمْرِی لَقَدْ اَسْرَعْتَ قِلْقَالاَ

رَیَّمَ فِی البَحْرِ۔ وہ سمندر میں ٹھہرے رہے۔ اسی سے رَوَایِم (جماعت) ہے۔ میں نے اس کتاب کے حاشیہ میں اسی طرح پایا ہے جس کو میں نے ابوالولید وقشی کی کتاب سے ملایا تھا لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ روایم رَأَمَ سے ہے جس کا معنی مہربانی کرنا ہے جبکہ رَیَّمَ یہ رَأَمَ سے نہیں بلکہ یہ رَیْم سے ہے جس کا معنی سیڑھی ہے۔ رَیْم کا معنی زیادتی اور فضل بھی ہے یا پھر یہ رام یَرِیْم سے ہے جس کا معنی غائب ہونا ہے یعنی وہ کئی سالوں تک غائب رہا پھر دشمنوں کے لئے آ گیا اگر یہ اس ریم سے مشتق ہو جس کا معنی سیڑھی ہے تو پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کئی سال تک شرافت و کرامت کی سیڑھی پر چڑھتا رہا۔ ایک اور نسخہ میں میں نے رَیَّمَ کی جگہ خَیَّمَ بھی پڑھا ہے۔

عَمْرِی دراصل لعَمْرِی ہے۔ الطائی کہتا ہے۔

عَمْرِی لَقَدْ نَصَحَ الزَّمَانُ وَاِنَّهٗ لَمِنَ العَجَائِبِ نَاصِحٌ لَایُشْفِقُ

مجھے اپنی حیاتی کی قسم! زمانے نے نصیحت کی ہے اور زمانہ ان عجیب نصیحت کرنے والوں میں سے ہے جو شفقت نہیں کرتے۔

اَسْرَعْتَ قِلْقَالاً۔ یہ قاف کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے شاعر کہتا ہے قَلْقَلَ یَبْغِی العِزَّ کُلَّ مُقَلْقَلِ اس سے مراد حرکت کی شدت ہے۔

یَرْمُوْنَ عَنْ شُدُفٍ کَاَنَّهَا غُبُطٌ۔ شُدُف کا معنی وجود ہے لیکن یہاں اس سے مراد کمان ہے شُدُف، شَدَف کی جمع نہیں ہے یہ شَدُوْف کی جمع ہے اس کا معنی نشاط ہے کمان کی خوبصورتی اس کی عمدہ تیراندازی اور نشانہ بازی کی وجہ سے بھی کمان کو شُدُف کہا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل

Marfat.com

لِلّٰهِ دَرُّهُمْ مِنْ عُصْبَةٍ خَرَجُوْا مَااِنْ اَرٰی لَهُمْ فِی النَّاسِ اَمْثَالاً
بِیْضًا مَرَازِبَةً، غُلْبًا اَسَاوِرَةً اُسُدًا تُرَبِّبُ فِی الْغَیْضَاتِ اَشْبَالاً

"حتیٰ کہ وہ شہ سوار لے کر آیا مجھے زندگی کی قسم! تو نے بڑی رفتار سے حرکت کی اللہ کی شان! وہ ایسے عظیم شاہسوار تھے جن کی لوگوں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ سفید، صائب الرائے، قوی اور عمدہ تیرانداز تھے وہ ایسے شیر تھے جن کے بچے گھنے درختوں میں پرورش پاتے ہیں"۔

یَرْمُوْنَ عَنْ شُدُفٍ کَاَنَّهَا غُبُطٌ بِزَمْخَرٍ یُعْجِلُ الْمَرْمِیَّ اِعْجَالاً
اَرْسَلْتَ اَسُدًا عَلٰی سُوْدِ الْکِلَابِ فَقَدْ اَضْحٰی شَرِیْدُهُمْ فِی الْاَرْضِ فُلَّالاً
فَاشْرَبْ هَنِیْئًا عَلَیْکَ التَّاجُ مُرْتَفِقًا فِیْ رَاْسِ غُمْدَانَ دَارًا مِنْکَ مِحْلَالاً

"وہ بڑے غصے سے تیراندازی کرتے تھے گویا کہ وہ ہودج کی لکڑیاں ہیں جن کے ساتھ خشک بانس ہے وہ تیر جلد ہی دشمن کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے تو نے کالے کتوں پر شیروں کو

کی جمع فُعُل کے وزن پر آتی ہے مثلاً وَثَنَ سے وُثُنٌ۔ لیکن اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جمع فعول کے وزن پر آتی ہے مثلاً اَسُوْدٌ۔ اسی طرح شُدُوْف ہے پھر اس کی جمع الجمع بنائی جائے مثلاً شُدُف۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جمع کثیر کی جمع نہیں آتی۔ اس جمع کے چند وزن ہیں مثلاً اَفْعَال، اَفْعُل اور اَفْعِلَه وغیرہ۔ لیکن اس شعر میں استعمال ہونے والی جمع خلاف قیاس ہے اگر یہ شُدُف (کمان) ہو تو ممکن ہے کہ یہ شَدَف کی جمع ہو۔ مثلاً اَسَد اور اُسُد۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد گھوڑے کی چستی ہو۔ یَرْمُوْنَ عَنْ شُدُفٍ کا معنی ہوگا وہ کمانوں سے تیر برسا کر دفاع کرتے تھے۔ زَمْخَرٌ کا معنی یا تو بانس ہے یا تیر غُبُط کا معنی ہوادج ہے زَمْخَر کا معنی قصب فارسی بھی ہے۔

"فِیْ رَاْسِ غُمْدَان" ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں غمدان کی بنیاد یعرب بن قحطان نے رکھی تھی وائل بن حمیر بن سباء نے اس کی تکمیل کی تھی یہ بھی اپنے باپ اور دادا کی طرح ایک عظیم بادشاہ تھا۔

شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ۔ اس کا معنی ہے ہلاک ہونا۔ پاؤں کی نچلی سطح کو نعامہ کہتے ہیں۔ شَالَتْ کا معنی ہے بلند ہونا جو شخص ہلاک ہوتا ہے اس کے پاؤں اٹھ جاتے ہیں اور اس کا سر جھک جاتا ہے اور اس کے پاؤں کا نچلا حصہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ تنعّم کا معنی ننگے پاؤں چلنا ہے۔ شاعر کہتا ہے

تَنَعَّمْتُ لَمَّا جَاءَ نِیْ سُوْءُ فِعْلِهِمْ اَلَا اِنَّمَا الْبَاْسَاءُ لِلْمُتَنَعِّمِ

"جب ان کے کام کی برائی مجھ تک پہنچی تو میں ننگے پاؤں چلنے لگی۔ بلاشبہ ننگے پاؤں چلنے والے کے لئے تکلیف ہے"۔

Marfat.com

بھیج دیا۔ ان کا دھتکارا ہوا شکست خوردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ تیرے سر پر وہ تاج ہے جو جواہرات سے مزین ہے اور غمدان کے محل میں تیرے لئے عمدہ گھر ہے۔''

وَاشْرَبْ هَنِيئاً فَقَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ وَاَسْبِلِ الْيَوْمَ فِي بُرْ دَيْكَ اِسْبَالَا

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قُبْعَانِ مِنْ لَبَنٍ شِيبًا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ اَبْوَالَا

''تو بڑے مزے سے شراب پی دشمنوں کو نیست و نابود کر دیا گیا ہے آج تو تکبر اور غرور سے اپنی چادروں کو خوب لٹکا کر چل۔ یہ قابل ستائش صفتیں ہیں یہ پانی ملے ہوئے دودھ کے پیالے نہیں جو کچھ دیر بعد پیشاب بن جائیں گے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عدی بن زید الحیری نے یہ اشعار لکھے ہیں اس کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس کا تعلق بنو امرئ القیس بن زید مناۃ بن تمیم سے تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عدی حیرہ کے عباد میں سے ایک شخص تھا۔

مَابَعْدَ صَنْعَاءَ كَانَ يَعْمُرُهَا وَلَاةُ مُلْكٍ جَزْلٍ مَوَاهِبُهَا

رَفَّعَهَا مَنْ بَنٰى لَدَى قَزَعِ الْمُزْنِ وَتَنْدَى مِسْكًا مَحَارِبُهَا

مَحْفُوْفَةٌ بِالْجِبَالِ دُوْنَ عُرٰى الْكَائِدِ مَا تُرْتَقٰى غَوَارِبُهَا

''اس کے بعد کہ صنعاء کو ان بادشاہوں نے تعمیر کیا جن کے عطیات عظیم ہوتے تھے انہوں نے اسے بادل تک بلند رکھا اس کے بلند کمروں سے مسک کی خوشبو آتی تھی اس کے اردگرد اتنے

نعامہ کا معنی ظلمت بھی ہے۔ وہ ستون جو چھپر کو سہارا دینے کے لئے بنایا جاتا ہے اس کو بھی نعامہ کہتے ہیں۔ لوگوں کی جماعت کو بھی نعامہ کہا جاتا ہے۔ پاؤں کے نچلے حصہ کے سینہ کو ابن نعامہ کہا جاتا ہے اس ستون کو بھی نعامہ کہا جاتا ہے جس پر چرخی لگائی جاتی ہے۔

نابغہ اور عدی بن زید

نابغہ جعدی کا نام قیس بن عبداللہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کا نام حبان بن قیس بن عبداللہ بن وحوح ہے۔ وَحْوَحْ کا معنی وادی کا وسط ہے (ابوعبید، ابوحنیفہ) یہ ان نوابغ میں سے ایک ہے جن کا کبری نے ذکر کیا ہے اعاشی نے انہیں پندرہ شمار کیا ہے۔ نابغہ ایک عمر رسیدہ شاعر تھا اس نے زندگی کے دو سو چالیس سال گزارے۔ اس کی زندگی کا اکثر حصہ زمانہ جاہلیت میں گزرا یہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے شعر عرض کئے آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی ''اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو شاداب رکھے''۔

Marfat.com

عظیم پہاڑ تھے جن کی بلندیوں تک رسائی ناممکن تھی"۔

يَأنَسُ فِيهَا صَوتُ النُّهَامِ إِذَا جَاوَبَهَا بِالعَشِيِّ قَاصِبُهَا
سَاقَتْ إِلَيهِ الاَسْبَابُ جُنْدَبَنِي الاَحْرَارِ فُرْسَانُهَا مَوَاكِبُهَا
وَفَوَّزَتْ بِالبِغَالِ تُوْسَقُ بِالحَتْفِ وَتَسْعَى بِهَا تَوَالِبُهَا

"اب وہاں رات کے وقت کی آوازیں سنائی دیتی ہیں جو رات کو بانسری بجانے والے کو جواب دیتے ہیں اس کی طرف آزاد لوگوں کی وہ فوج آئی جس میں سوار بھی تھے اور پیادہ بھی انہوں نے ایسی خچروں سے صحراء کو عبور کیا جن پر نیزے لدے ہوئے تھے ان کے ساتھ ان کے بچے بھی دوڑ رہے تھے"۔

عدی بن زید کو بنو عباد کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ عباد سے مراد بنو عبدالقیس بن افصیٰ بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چار افراد سے ان کی نسل بڑھی: 1۔ عبدالمسیح، 2۔ عبد کلال، 3۔ عبداللہ، 4۔ عبدیالیل۔ ان کے نام میں عبد مشترک ہے۔ وہ تمام ایک بادشاہ کے پاس آئے اور اس نے ان کے یہ نام سن کر انہیں کہا تم تو عباد ہو۔ اس نام کی اور بھی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ مسند کی حدیث میں ہے "روم اور عباد تمام لوگوں میں سے اسلام سے دور ہیں۔" میں سمجھتا ہوں کہ اس عباد سے مراد یہی ہیں کیونکہ انہوں نے عیسائیت اختیار کر لی تھی وہ بنو ربیعہ اور پھر بنو عبدالقیس میں سے تھے۔ علامہ الطبری نے عدی بن زید کے نسب میں بیان کیا ہے کہ وہ ابن زید بن حماد بن ایوب بن مجروف بن عامر بن عصیہ بن امرئ القیس بن زید مناۃ بن تمیم ہے۔ بنو امرئ القیس بن زید مناۃ بھی عباد میں داخل ہو گئے تھے اس لئے عدی کو بھی ان کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے۔

صَوتُ النُّهَام۔ الو کی آواز۔ قَاصِبُهَا۔ اس کی بانسری بجانے والا۔ ذُوْن عُرْیِ الْکَائِدِ۔ اس سے مراد آسمان کے راز اور اس کے اسباب ہیں۔ شیخ کے نسخہ میں یہ عین کی فتح کے ساتھ عری مذکور ہے اس کا معنی کونہ ہے۔ اس کی نسبت کَائِد کی طرف کی گئی ہے اسی نے ہی ان کے ساتھ مکر کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر بہت پختہ ہے۔

فَوَّزَتْ بِالبِغَالِ۔ انہوں نے صحراؤں کو عبور کیا۔ تُوسَقَ بِالحَتُفِ۔ خچروں پر نیزے لدے ہوئے تھے۔ تُوالِبُ۔ تَوْلَبُ کی جمع ہے اس سے مراد گدھے کا بچہ ہے۔ تَوْلَبُ کی تاء واؤ سے بدل ہے۔ جس طرح تَوْءَم اور تَوْلج میں ہے۔ ایک قول کے مطابق تورات بھی اسی طرح ہے کیونکہ تَوْلَب وَالبَۃ سے مشتق ہے۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کھیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کی جمع اَوَالِبُ آتی

Marfat.com

حَتّٰی رَآهَا الاَقْوَالُ مِنْ طَرَفِ المَنْقَلِ مُخْضَرَّةً كَتَائِبُهَا
يَوْمَ يُنَادُوْنَ آلَ بَرْبَرٍ وَالْيَكْسُوْم لَايُفْلِحَنْ هَارِبُهَا
وَكَانَ يَوْمٌ بَاقِي الحَدِيْثِ وَزَا لَتْ اِمَّةٌ ثَابِتٌ مَرَاتِبُهَا

حتیٰ کہ حبشہ کے بادشاہوں نے ان کے لشکر کو بلند مقامات کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا جو لوہے میں غرق تھا اس دن وہ آل بربر اور یکسوم کو آوازیں دے رہے تھے اور یہ دعائیں مانگ رہے تھے کہ ان کا بھاگنے والا کامیاب نہ ہو وہ دن بطورِ یادگار باقی رہا اور وہ نعمت ختم ہوگئی جس کے مراتب باقی رہے۔

وَبُدِّلَ الفَيْجُ بِالزَّرَافَةِ وَالاَيَّا مُ جُوْنٌ جَمٌّ عَجَائِبُهَا
بَعْدَ بَنِي تُبَّعٍ نَخَاوِرَةٌ قَدِ اطْمَأَنَّتْ بِهَا مَرَازِبُهَا

ہے۔ طَرَفُ المُنقَلِ۔ اس کے قلعے کی بلندیاں۔ مِنقَال سے مراد وہ خراج ہے جو ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ شاید مَنقَلُ بھی اسی سے مشتق ہو۔

مُخْضَرَّةً كَتَائِبُهَا۔ وہ لشکر لوہے میں غرق تھا کِتِیبَہ حَضرَاء بھی اسی سے ہے۔ يُنَادُوْنَ آلَ بَرْبَرٍ۔ بربر اور حبشہ حام کی اولاد میں سے ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمالقہ میں سے جالوت کی اولاد ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جالوت کا تعلق خزر سے تھا جب افریقس سرزمین کنعان سے نکلا تو اس نے ان کی جانب سے بَرْبَرَة (مختلف آوازیں) سنیں اس نے کہا مَا اَكْثَرَ بَرْبَرَتَهُمْ۔ ان کی آوازیں کتنی کثیر ہیں اس سے اس قوم کا نام بربر پڑ گیا۔

بُدِّلَ الفَيْجُ بالزَّرَافَةِ۔ اس سے مراد چال میں انفرادیت ہیں۔ زَرَافَة سے یا تو جماعت مراد ہے یا پھر اس سے مراد وہ جانور (زرافہ) ہے جس کی گردن طویل ہوتی ہے یہ جنس کے لحاظ سے وحشی بیل، وحشی گائے اور شتر مرغ کے مابین ہے شاید یہ ان تینوں جانوروں سے پیدا ہوا ہے (زبیدی)۔ لیکن جاحظ نے اپنی کتاب میں اس کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ زرافہ کے متعلق یہ شبہ اس لئے پیدا ہوا ہے کیونکہ اہل فارس اس کو اشتر۔ کاو، ماہ کہتے ہیں۔ وہ اسے یہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کی خلقت اونٹ، شتر مرغ اور گائے کے مشابہ ہے۔ اشتر، اونٹ کو، کاؤ شتر مرغ کو اور ماہ گائے کو کہا جاتا ہے۔ اہل فارس اسماء کو اسی طرح مرکب کرتے ہیں جس کسی چیز میں ایک یا دو اشیاء کی مشابہت پیدا ہو جائے تو وہ انہیں ملا کر اس کا نام رکھ لیتے ہیں۔

بَعْدَ بَنِي تُبَّعٍ بَجَاوِرَةٌ۔ سفیان بن ابی العاص کے نسخہ میں اسی طرح ہے لیکن اس کے حاشیہ

Marfat.com

"ایلچی زرافہ کی مانند چال میں عجیب ہو گیا۔ ایام کے حادثات عجیب ہوتے ہیں۔ یہ سب حوادث کریم تبع کے بعد رونما ہوئے۔ اس کے ساتھ کسریٰ کے وزراء مطمئن ہو گئے"۔

یمن میں اہل فارس کا انجام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ وہزر اور اس کا لشکر یمن میں ہی مقیم رہے اور ارباط سے لے کر مسروق بن ابرہہ تک حبشہ کے چار بادشاہوں نے بہتر (72) سال حکومت کی۔ ان چار بادشوں کے نام یہ ہیں: 1۔ ارباط، 2۔ ابرہہ، 3۔ یکسوم بن ابرہہ، 4۔ مسروق بن ابرہہ۔

یمن پر ایرانی حکومت

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر وہزر کے مرنے کے بعد کسریٰ نے اس کے بیٹے مرزبان کو یمن کا والی مقرر کیا مرزبان کی وفات کے بعد اس کے بیٹے تینجان کو یمن کی سلطنت کا تاج پہنایا گیا پھر اس کو معزول کر کے امارت باذان کے سپرد کی گئی پھر نبی اکرم، رحمت عالم، نور مجسم ﷺ کی بعثت تک باذان ہی وہاں کا حاکم رہا۔

نبی محترم ﷺ کا کسریٰ کی موت کی خبر دینا

کسریٰ نے باذان کی طرف خط لکھا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش مکہ میں سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی گمان کرتا ہے تو اس شخص کے پاس جا اور اسے توبہ کرنے کے لئے کہہ۔ اگر اس نے توبہ کی تو اسے چھوڑ دینا ورنہ اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا"۔ باذان نے یہ خط حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد

میں نَخَاوِرَۃٌ ہے۔ اس کا معنی کریم لوگ ہے بعض نسخوں میں یہ نخاورۃ ہے اس کا معنی بھی کریم لوگ ہی ہے۔

باذان اور کسریٰ

جس کسریٰ نے باذان کی طرف خط لکھا تھا اس کا نام پرویز بن ہرمز بن انوشیروان تھا۔ پرویز کا معنی مُظَفَّر (کامیابی حاصل کرنے والا) ہے۔ اسی نے روم پر قبضہ پایا تھا اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت پاک نازل ہوئی:

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ (الروم)

"ہرا دیئے گئے رومی پاس کی زمین میں"۔

Marfat.com

فرمایا" اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ کسریٰ فلاں مہینے کے فلاں دن کو قتل ہو جائے گا"۔ جب باذان کے پاس یہ مکتوب گرامی پہنچا تو اس نے کہا" مجھے انتظار کرنا چاہئے کہ کیا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان سچ ثابت ہوتا ہے یا نہیں اگر وہ نبی ہوئے تو ان کا یہ فرمان یقیناً سچ ثابت ہوگا؟" کسریٰ اسی دن قتل ہوا جس دن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا تھا خالد بن حق الشیبانی نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔

وَكِسرىٰ اِذْ تَقَسَّمَهٗ بَنُوْهٗ　بِاَسْيَافٍ كَمَا اقْتُسِمُ اللِّحَامُ

تَمَخَّضَتِ الْمَنُوْنُ لَهٗ بِيَوْمٍ　اَنٰى وَلِكُلِّ حَامِلَةٍ تِمَامُ

"اور کسریٰ کو اس کے بیٹے اس طرح تقسیم کر رہے تھے جس طرح گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اس کی موت کے لئے ایک دن مختص تھا وہ دن آ گیا اور حاملہ کے وضع حمل کا وقت آ ہی جاتا ہے"۔

اس کو خواب میں بارگاہِ ربوبیت میں پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا" اپنی تمام بادشاہی اس صاحبِ عصا ﷺ کو دے دے۔" وہ اپنی اس خواب کی وجہ سے ہمیشہ مرعوب رہا حتیٰ کہ نعمان بن منذر نے اسے حضور ﷺ کے ظہور کی خبر سنائی۔ کسریٰ کو علم ہو گیا کہ عنقریب یہ ملک ان کے پاس چلا جائے گا۔ نبی محترم ﷺ نے اس کی طرف خط لکھا تھا۔ یزدجرد پرویز کا پوتا تھا اس کی سلطنت کا اختتام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے اوائل میں ہی قتل ہوا۔ یہ ریت کے ٹیلوں کے درمیان چھپا بیٹھا تھا۔ اس کو وہیں قتل کر کے انہی ٹیلوں کے درمیان پھینک دیا گیا یہ علاقہ مَرْو کہلاتا تھا۔ کسریٰ 7ھ 10 جمادی الاول بروز منگل قتل ہوا۔ باذان نے یمن میں 10ھ کو اسلام قبول کیا اسی سال حضور ﷺ ابنائے فارس کی طرف مکتوب گرامی روانہ فرمایا ابنائے فارس سے مراد وہب بن منبہ بن سیج بن ذکبار، طاؤس، ذادویہ اور فیروز ہیں جنہوں نے اسود عنسی الکذاب کو قتل کیا تھا۔ طاؤس کے بارے مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا تعلق حمیر سے تھا اس کا نام ذکوان بن کیسان تھا۔ یہ بجیر بن ریسان کا غلام تھا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک یہ جعد کا غلام تھا۔ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کو طاؤس القُرّاء کہا جاتا تھا۔

کِسریٰ اِذْ تَقَسَّمَهٗ بَنُوْه۔ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا تھا لیکن ابن حق نے تمام بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسریٰ نے خود اپنے بیٹوں کے مابین تنازع کھڑا کیا تھا۔ کسریٰ کے بیٹے فرخان نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے باپ کی جگہ تخت شاہی پر بیٹھا ہوا ہے۔ جب کسریٰ کے دربار میں اس خواب کا تذکرہ کیا گیا تو اس نے اپنے بیٹے شہریار کی طرف خط لکھا جس میں لکھا" تم اپنے

Marfat.com

باذان کا قبول اسلام

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ معجزہ دیکھ کر باذان خود بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا اور اس کے ساتھ بہت سے ایرانی بھی اسلام لے آئے۔ انہوں نے اپنا ایک قاصد بارگاہِ رسالت میں بھیجا اس نے آپ ﷺ سے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم کس طرف منسوب ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا "تم ہم سے ہو ہماری ہی طرف منسوب ہو تم ہمارے اہل بیت میں سے ہو"۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا تھا "سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی محترم ﷺ ہی وہ عظیم رسول ہیں جن کے متعلق کاہن سطیح نے کہا تھا:

نَبِيٌّ زَكِيٌّ يَأْتِي الْوَحْيُ مِنْ قِبَلِ الْعَلِي۔

"وہ پاکباز نبی ﷺ ہوں گے جن کی طرف اللہ کی طرف سے وحی آئے گی۔"

کاہن شق نے کہا تھا:

بَلْ يَنْقَطِعُ بِرَسُوْلٍ مُرْسَلٍ يَأْتِي بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ مِنْ اَهْلِ الدِّيْنِ وَالْفَضْلِ يَكُوْنُ الْمُلْكُ فِي قَوْمِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْفَصْلِ۔

بھائی فرخان کو قتل کر دو"۔ شہریار نے یہ خط اپنے بھائی سے مخفی رکھا۔ کسریٰ نے اسے دوبارہ لکھا لیکن شہریار نے پھر انکار کر دیا۔ کسریٰ نے اس کو معزول کر کے فرخان کو اس شہر کا والی بنا دیا اور اسے شہریار کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب اس نے شہریار کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اسے اپنے باپ کے دونوں خط دکھائے۔ اس وقت انہوں نے اپنے والد کے خلاف کاروائی کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے قیصر روم سے مدد طلب کی۔ اس طرح اس شر کا آغاز ہوا۔ مختلف واقعات کی وجہ سے اہل فارس نے کسریٰ کو تخت سے اتار کر شیرویہ کو والیٔ مملکت بنا دیا۔ یہ قید خانے میں بھی اپنی آراء شیرویہ کے پاس بھیجا کرتا تھا۔ وزراء نے شیرویہ سے کہا تیری سلطنت کے استحکام کی ایک ہی صورت ہے کہ تو اپنے باپ کو قتل کر دے۔ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کرنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ کہا جاتا ہے کہ جلاد کسریٰ پر تلوار چلاتا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ تلاش کرنے پر جلاد کو ایک پتھر ملا جو کسریٰ کے بازو کے ساتھ بندھا ہوا تھا جب پتھر کھولا گیا تو تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ کسریٰ اپنے بیٹے سے کہا کرتا تھا یَا قَصِيْرَ الْعُمُرِ! اے کم عمر والے۔ کسریٰ کے مرنے کے بعد شیرویہ صرف چھ سال تک حکومت کر سکا۔

Marfat.com

"ایک رسول مکرم ﷺ ان کی حکومت کا خاتمہ فرمائیں گے وہ حق وعدل کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ وہ دین وفضل والوں میں سے ہوں گے۔ روزِ حشر تک یہ ملک ان کی امت کے پاس رہے گا۔"

یمن کے ایک پتھر پر مرقوم عبارت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یمن سے ایک پتھر برآمد ہوا اس پر لکھا تھا:

لِمَنْ مُلْکُ الذِّمَارِ لِحِمْیَرِ الْاَخْیَارِ لِمَنْ مُلْکُ ذِمَارِ لِلْحَبْشَةِ الْاَشْرَارِ لِمَنْ مُلْکُ ذِمَارِ لِفَارِسِ الْاَحْرَارِ لِمَنْ مُلْکُ ذِمَارَ؟ لِقُرَیْشِ التُّجَّارِ۔

"ذمار کی سلطنت کس کے لئے ہوگی۔ اس کی سلطنت حمیر الاخیار کے لئے ہوگی پھر ذمار پر کون حکمرانی کرے گا پھر حبشہ کے شریر لوگ اس پر حکمرانی کریں گے پھر ذمار کا والی کون ہوگا پھر فارس کے آزاد لوگ اس کے والی بنیں گے پھر اس پر حکومت کون کرے گا پھر قریش مکہ کے تاجر اس پر حکومت کریں گے"۔

یمن یا صنعاء کو ذمار کہتے ہیں۔ اعشی سطیح کی اس پیشین گوئی کی صداقت پر گواہی دیتے ہوئے کہتا ہے۔

مَانَظَرَتْ ذَاتُ الْاَشْفَارِ کَنَظْرَتِهَا　　حَقًّا کَمَا صَدَقَ الذِّئْبِیُّ اِذْسَجَعَا

اس باریک بین اور دور بین عورت نے پہلے کی طرح سچ کو اس طرح نہیں دیکھا جس طرح ذبئی نے سچ کہا تھا جب وہ بادشاہ کے دربار میں محو تکلم ہوا۔ ذِئبی سے مراد سطیح ہے۔

یمن کا منقش پتھر

یمن میں ایک ایسا پتھر پایا گیا......۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے یونس سے روایت کیا ہے کہ ذَمَار ذال کے فتح کے ساتھ ہے جبکہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ذال کے کسرہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس صورت میں یہ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ شہر کا نام ہے اور اکثر مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ شہر کا نام ہے اگر اس کی ذال پر فتح ہو تو یہ مبنی ہے مثلاً رقاش اور حذام وغیرہ۔ بنو تمیم اس کو حالت رفعی میں رقاشُ اور حذامُ کو پڑھتے ہیں۔ حالت نصبی اور جری میں رَقاشِ اور حَذامِ پڑھتے ہیں اگر لام کلمہ را ہو تو وہ پھر بناء اور کسرہ میں اہل حجاز کے ساتھ متفق ہیں۔

حِمْیَر کو اخیار اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ وہ اہل دین تھے۔ جس طرح فیموَن اور ابن ثامر کے واقعات میں گزر چکا ہے۔ اہل فارس کو احرار اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ ان کے قول کے مطابق آغاز

Marfat.com

دنیا سے لے کر جیومرت تک حکومت ان میں رہی۔ حتیٰ کہ آفتابِ اسلام طلوع ہو گیا انہوں نے سلطنت کا والی اپنا ہم وطن ہی بنایا۔ اس کے علاوہ کسی کو خراج نہ دیا۔ اسی وجہ سے انہیں احرار کہا گیا ہے۔ اہل حبشہ کو اشرار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یمن میں فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکائی۔ انہوں نے بیت اللہ کو گرانے کی کوشش کی عنقریب جب قرآن کو اٹھایا جائے گا۔ سینوں سے ایمان نکل جائے گا تو اہل حبشہ ہی کعبہ معظمہ کو گرائیں گے۔ مسعودی نے اپنے ان اشعار میں ذمار کا ذکر کیا ہے۔

حِيْنَ شِيْدَتْ ذِمَارِ قِيْلَ لِمَنْ اَنْتِ فَقَالَتْ: لِحِمْيَرِ الْاَخْيَار
ثُمَّ سِيْلَتْ: مِنْ بَعْدِ ذَاكِ فَقَالَتْ اَنَا لِلْحَبْشِ اَخْبَثِ الْاَشْرَارِ
ثُمَّ قَالُوْا مِنْ بَعْدِ ذَاكِ: لِمَنْ اَنْتِ فَقَالَتْ لِفَارِسِ الْاَحْرَارِ
ثُمَّ قَالُوْا مِنْ بَعْدِ ذَاكِ لِمَنْ اَنْتِ فَقَالَتْ اِلٰى قُرَيْشِ التُّجَّارِ

"جب ذمار کو مستحکم بنیادوں پر بنا لیا گیا تو اس سے پوچھا گیا تیرا مالک کون ہے؟ اس نے کہا حمیر اخیار میرے مالک ہیں پھر وہاں سے سیلاب کا گزر ہوا اس کے بعد اس سے پوچھا گیا اب تیرا والی کون ہوگا؟ اس نے کہا اب فساد پسند حبشی میرے والی ہوں گے پھر اس سے سوال کیا گیا اب تیرے تخت پر کون بیٹھے گا؟ اس نے کہا "اب اہل فارس احرار میرے تخت نشین ہوں گے"۔ پھر اس سے سوال کیا گیا اس کے بعد تو کس کی ملکیت میں ہوگا؟ اس نے کہا "اس کے بعد قریشی تاجر مجھ پر حکمرانی کریں گے۔"

کہا جاتا ہے کہ اس پتھر پر یہ منقش کلام حضرت ہود علیہ السلام کا تھا یہ پتھر ان کی مرقد انور میں ایک منبر پر موجود تھا جب شدید آندھی چلی تو ریت میں سے یہ پتھر باہر نکل آیا۔ یہ واقعہ بلقیس کی حکومت سے پہلے کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شمر بن املوک نے ذمار شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ املوک سے مراد مالک بن ذی المنار ہے اس شہر کو ذِمَار اور ظَفَار دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ ضرب المثل مشہور ہوئی مَنْ دَخَلَ ظَفَارَ حَمَّرَ۔ جو ظفار میں داخل ہوا وہ حمیری زبان میں گفتگو کرنے لگا۔

زَرْقَاءُ الْيَمَامه۔ اعشیٰ نے ذَاتُ الْاَشْفَار کا ذکر کیا ہے اس سے مراد زَرْقَاءُ الْيَمَامه ہے وہ اتنی دور بین تھی کہ وہ تین دن کی مسافت سے دیکھ لیتی تھی۔ اعشیٰ کے ان اشعار سے قبل یہ دو اشعار ہیں

قَالَتْ اَرٰى رَجُلًا فِيْ كَفِّهٖ كَتِفٌ اَوْ يَخْصِفُ النَّعْلَ لَهْفِىْ اَيَّةً صَنَعَا
فَكَذَّبُوْهَا بِمَا قَالَتْ فَصَبَّحَهُمْ ذُوْآلِ حَسَّانٍ يُزْجِى الْمَوْتَ وَالسَّلَعَا

"زَرْقَاءُ الْيَمَامه نے کہا میں نے ایک شخص دیکھا ہے جس کے ہاتھ میں کندھا ہے یا وہ جوتے سی

Marfat.com

الحضر کے بادشاہ کی داستان

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے خالد بن قرہ بن خالد السد وسی نے جناد سے یا کوفہ کے بعض نساب سے روایت کیا ہے کہ نعمان بن منذر الحضر کے بادشاہ ساطرون کی اولاد سے تھا۔ الحضر ایک عظیم الشان قلعہ تھا جو ایک شہر کی طرح وسیع تھا۔ یہ دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا۔ عدی بن زید نے اپنے ان اشعار میں اسی قلعے کا ذکر کیا ہے۔

وَاَخُوْ الْحَضْرِ اِذْ بَنَاهُ وَاِذْ دَجْلَةُ يُجْبٰى اِلَيْهِ وَالْخَابُوْرُ
شَادَهُ مَرْمَرًا وَجَلَّلَهُ كِلْسًا فَلِلطَّيْرِ فِيْ ذُرَاهُ وُكُوْرُ
لَمْ يَهَبْهُ رَيْبُ الْمَنُوْنِ فَبَانَ الْمُلْكُ عَنْهُ فَبَابُهُ مَهْجُوْرُ

''حضر کے بادشاہ نے ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا۔ دریائے دجلہ اور خابور کی ندی اس کی طرف بہہ کر آتے تھے۔ بادشاہ نے اس کو سنگ مرمر اور چونے کی استر کاری سے خوب پختہ کیا

رہا ہے ہائے افسوس۔ صنعاء کی بربادی پر افسوس لیکن اہل صنعاء نے اس کی بات کو جھٹلا دیا پھر ان کا انجام یہ ہوا کہ صبح کے وقت آل حسان موت اور سلع (بوٹی) کو آگے دھکیل رہے تھے''۔

حسان کے لشکر کو حکم دیا گیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ہاتھ میں اپنا جوتا اس انداز سے پکڑے کہ گویا وہ اسے درست کر رہا ہے اور دوسرے ہاتھ میں کندھا اس طرح پکڑے کہ وہ گویا اسے کھا رہا ہے۔ انہیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے کندھے پر درختوں کی شاخیں رکھ لیں جب زرقاء نے انہیں دیکھا تو وہ اپنی قوم سے کہنے لگی ''یا تو تمہارے پاس درخت آ گئے ہیں یا قوم حمیر نے تمہیں دھوکا دیا ہے'' اس کی قوم نے کہا ''ارے! یہ عورت اب بوڑھی ہو چکی ہے اور خرافات بکتی ہے انہوں نے زرقاء کی بات کی تکذیب کی اس لئے انہیں ہلاکت اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا''۔ اعشیٰ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الحضر اور ساطرون کی عجیب داستان

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان شاء اللہ ہم حضر اور ساطرون کی داستان کو تفصیل سے بیان کریں گے۔ سَاطِرُوْن سریانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی بادشاہ ہے۔ ساطرون کا نام ضیزن بن معاویہ تھا۔ علامہ الطبری فرماتے ہیں یہ جُرمُقَانی تھا۔ ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق بنو قضاعہ سے تھا یہ سواد کا رہائشی تھا۔ بنو قضاعہ کئی قبائل میں منقسم تھے۔ ابن کلبی نے یہ نسب اس طرح بیان کیا ہے ابن معاویہ بن عبید بن اجرم یہ بنو سلیح بن حلوان بن الحاف بن قضاعہ میں سے تھا۔ اس کی

Marfat.com

اس کے صحن میں پرندے اپنے گھونسلے بنا لیتے تھے۔اسے زمانے کے حوادثات سے کوئی خطرہ نہ تھا جب بادشاہ اس سے جدا ہوا تو پھر اس کے دروازے کو بھی چھوڑ دیا گیا۔"

ابو دؤاد الایادی نے بھی اپنے شعر میں ساطرون کا ذکر کیا ہے ؂

وَاَرَی الْمَوْتَ قَدْ تَدَلّٰی مِنَ الْحَضْرِ عَلٰی رَبِّ اَهْلِهٖ السَّاطِرُوْنَ

"میں نے ملاحظہ کیا کہ موت حضر (قلعے) سے اس کے مکینوں کے سردار ساطرون پر جھانک رہی تھی۔"

شاہ پور قلعے کا محاصرہ کرتا ہے

شاہ پور ذوالاکتاف نے حضر کے بادشاہ ساطرون پر لشکرکشی کی دو سال تک اس کا محاصرہ کئے رکھا۔ایک دن ساطرون کی بیٹی نے قلعے سے نیچے جھانکا اس نے شاہ پور کو دیکھا اس نے اس وقت ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔اس کے سر پر ایسا تاج تھا جس پر زبرجد، یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے۔وہ ایک خوبرو جوان تھا۔بنت ساطرون اس کے عشق میں مبتلا ہوگئی۔اس نے شاہ پور کو پیغام بھیجا "میں تمہارے لئے اس قلعے کے دروازے کھول دیتی ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ شادی کر لو۔" شاہ پور نے اس کے ساتھ شادی کا وعدہ کیا۔رات کے وقت ساطرون نے خوب شراب پی وہ روزانہ نشے میں سونے کا عادی تھا۔اس کی بیٹی نے اس کے سرہانے سے باب حضر کی چابی لی اور اسے اپنے غلام کو دے کر شاہ پور کے پاس بھیج دیا۔شاہ پور نے قلعے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔اس نے ساطرون کو قتل کر دیا، قلعہ کو تباہ کر دیا اور بنت ساطرون کو اپنے ساتھ لے جا کر اس سے شادی کر لی۔ایک شب وہ اپنے بستر پر سو رہی تھی کہ اس نے اچانک تڑپنا شروع کر دیا۔

ماں کا نام جیہلہ تھا وہ اسی نام سے مشہور تھی وہ بھی قضاعہ ہی سے تھی اس کو بنو تزید کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

ابو دواد کا نام جاریہ بن حجاج تھا۔بعض مؤرخین اس کا نام حنظلہ بن شرقی بھی بتاتے ہیں اس شعر کے بعد اس کا یہ شعر ہے ؂

صَرَعَتْهُ الْاَیَّامُ مِنْ بَعْدِ مُلْكٍ وَنَعِیْمٍ وَجَوْهَرٍ مَكْنُوْنٍ

"سلطنت، نعمتوں اور درِ مکنون کے بعد زمانے نے اس کو پچھاڑ دیا"۔

ضیزن بھی ملوک الطوائف میں سے ہی تھا جب وہ کسی دشمن سے لڑتے تھے تو یہ ان سب کا راہ نما ہوتا تھا حضر دجلہ اور فرات کے درمیان تھا۔اس کی سلطنت شام کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھی۔جب

Marfat.com

بادشاہ نے شمع منگوائی اس کے بستر کو چیک کیا اسے وہاں سے آس کا ایک پتا ملا۔شاہ پور نے اس سے پوچھا'' کیا تو اس پتے کی وجہ سے نہیں سو سکی؟'' اس نے کہا'' ہاں''۔شاہ پور نے پوچھا'' تیرا باپ تیرے لئے کیسا بستر لگاتا تھا؟'' اس نے کہا'' میرا باپ میرے لئے دیباج کا بچھونا بچھاتا تھا۔مجھے ریشمی لباس پہناتا تھا مجھے ہڈی کا گودا کھلاتا تھا اور مجھے شراب پلاتا تھا''۔بادشاہ نے کہا '' کیا یہ غداری جو تو نے اپنے باپ سے کی تمہارے باپ کی جزاء تھی اگر تو نے اپنے باپ کو دھوکا دیا ہے تو تو مجھے بھی فریب دے سکتی ہے''۔شاہ پور نے اس کی مینڈھیوں کو گھوڑے کی دم کے ساتھ باندھا اور گھوڑے کو ایڑ لگادی وہ گھوڑے کے پیچھے گھسیٹتے گھسیٹتے مرگئی۔

اعشیٰ بن قیس نے یہ اشعار اسی واقعہ کے متعلق کہے ہیں

أَلَمْ تَرَ لِلْحَضَرِ إِذْ اَهْلُهُ بِنُعْمٰی وَهَلْ خَالِدٌ مِنْ نَعِمِ

اَقَامَ بِهٖ شَاهَبُوْر الْجُنُوْدَ تَضْرِبُ فِيْهِ الْقُدُم

فَلَمَّا دَعَا رَبَّهٗ دَعْوَةً اَنَابَ اِلَيْهِ فَلَمْ يَنْتَقِمْ

'' کیا تو نے حضر کا مشاہدہ نہیں کیا جب اس کے مکین آسودگی کی زندگی بسر کررہے تھے کیا اس شخص کو ملامت نصیب ہے جو خوشحال زندگی بسر کرے۔شاہ پور نے دو سال تک اس قلعے کا محاصرہ کئے رکھا اس نے اس کو مغلوب کرنے کے لئے ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے پھر جب اس نے اپنے رب سے دعا مانگی توبہ کی اور انتقام نہ لیا''۔

عدی بن زید نے اس کے متعلق کہا ہے۔

وَالْحَضْرُ صَابَتْ عَلَيْهِ دَاهِيَةٌ مِنْ فَوْقِهٖ اَيِّدْ مَنَاكِبُهَا

رَبِيَّةٌ لَمْ تُوَقِّ وَالِدَهَا لِحَيْنِهَا اِذْ اَضَاعَ رَاقِبُهَا

شاہ پور عراق سے خراسان کی طرف گیا تو ضیزن نے اہل عرب کے ساتھ مل کر اس کے شہروں میں غارت مچائی جب شاہ پور سفر سے واپس لوٹا تو اسے ضیزن کے حملے کے متعلق بتایا گیا پھر شاہ پور ضیزن سے بدلہ لینے کے لئے گیا اور چار سال تک اس کا محاصرہ کئے رکھا۔

شاہ پور کا حضر پر قبضہ

اعشیٰ نے اپنے شعر میں ذکر کیا ہے کہ شاہ پور نے دو سال تک قلعہ حضر کا محاصرہ کئے رکھا لیکن وہ اسے مغلوب نہ کرسکا۔ضیزن کی ایک بیٹی تھی جس کا نام نضیرہ تھا۔ان کے ہاں بچیوں کے متعلق ایک غلط رسم رائج تھی۔جب ان کی کوئی بچی جوان ہوجاتی وہ اسے شہر کے گرد ونواح میں لے جاتے جب نضیرہ

Marfat.com

إِذْ غَبَقَتْهُ صَبْهَاءَ صَافِيَةً وَالخَمْرُ وَهَلْ يَهِيمُ شَارِبُهَا
فَأَسْلَمَتْ أَهْلَهَا بِلَيْلَتِهَا تَظُنُّ أَنَّ الرَّئِيسَ خَاطِبُهَا
فَكَانَ حَظُّ العَرُوسِ إِذْ جَشَرَ الصُّبْحُ دِمَاءً تَجْرِي سَبَائِبُهَا
وَخُرِّبَ الحَضْرُ وَاسْتُبِيحَ وَقَدْ أُحْرِقَ فِي خِدْرِهَا مَشَاجِبُهَا

'' قلعہ حضر کو اپنے مکینوں میں سے ہی ایک عورت کی وجہ سے تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس عورت کے کندھے بڑے مضبوط تھے۔ وہ ایسی پروردہ باپ تھی جس نے اپنے باپ کو بھی مکروفریب سے نہ بچایا اس نے اپنے ہی نگران کو ضائع کر دیا۔ جب اس نے شام کے وقت سرخ شراب پی، شراب تو ایک کمزور کر دینے والی چیز ہے۔ نیز یہ پینے والوں کو مبہوت کر دیتی ہے۔ رات کے وقت نگرانوں نے سر تسلیم خم کر دیا ان کا خیال تھا کہ ان کا بادشاہ ہی ان سے مخاطب ہے جب صبح ضوفشاں ہوئی تو اس وقت اس دلہن کا حصہ یہ تھا کہ اس کا خون راستوں پہ بہہ رہا تھا حضر کو برباد کر دیا گیا اس کے مکینوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا اور اس کے محل کے پردے نذر آتش کر دیئے گئے''۔

بالغ ہوگئی تو وہ بھی شہر کے گردونواح میں گئی۔ ایک دن اس نے قلعے کی فصیل سے دیکھا اس کو شاہ پور نظر آیا وہ حسن و جمال کا پیکر تھا۔ نضیرہ اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی۔ اس نے شاہ پور کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لئے قلعہ کے دروازے کھول دیتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ شاہ پور اس سے شادی کر لے۔ بادشاہ نے اس کی اس شرط کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے کہ نضیرہ نے شاہ پور کی کس طرح راہ نمائی کی تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے جو سبب بیان کیا ہے وہی سبب ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مسعودی کہتے ہیں کہ نضیرہ نے ایک نہر کی طرف شاہ پور کی راہ نمائی کی تھی۔ ایک وسیع نہر کے ذریعے پانی قلعہ تک پہنچتا تھا اس کا پانی روک دیا گیا۔ شاہ پور اور اس کا لشکر اسی نہر کے راستے سے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نضیرہ نے شاہ پور کی راہ نمائی اس جادو کی طرف کی جو اس قلعے پر کیا گیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قلعہ اس وقت تک فتح نہ ہوگا حتیٰ کہ ایک مٹیالے رنگ کے کبوتر کو پکڑا جائے پھر اس کی ٹانگوں کو نیلی آنکھوں والی باکرہ لڑکی کے حیض کے خون میں ڈبویا جائے پھر اسے چھوڑ دیا جائے جب وہ قلعہ حضر کی فصیل پر بیٹھ جائے گا تو اس کا جادو ختم ہو جائے اور اس کا قلعہ فتح ہو جائے گا۔ شاہ پور نے ایسے ہی کیا پھر اس نے حضر کو تباہ کر دیا۔ قضاعہ کے وہ قبائل جو وہاں رہتے تھے ان کو قتل کر دیا۔ ان کی نسل کو منقطع کر دیا ضیزن کے خزانوں کو جلا دیا پھر نضیرہ کو

Marfat.com

اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

نضیرہ کے متعلق امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب وہ نرم ملائم بستر پر تڑپنے لگی تو بادشاہ نے پوچھا "تیرا باپ تیرے لئے کیا کرتا تھا؟" اس نے جواب دیا "میرا باپ مجھے گودا، مکھن، شہد، صاف شراب اور کھجور کا وہ پھل کھلاتا تھا جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نضیرہ کی جلد اتنی صاف تھی کہ بادشاہ اس میں سے اس کا گودا دیکھ سکتا تھا۔ آس کا پتا ہمیشہ اس کے پیٹ کے ساتھ باندھا رہتا تھا۔ وہ بستر جس پر وہ سوتی تھی ریشم کا تھا۔ اس کے تکیے میں بھی ریشم بھری ہوئی تھی۔ مسعودی کا قول ہے کہ اس کے تکیے میں پرندوں کی روئیں بھری ہوئی تھیں۔ تمام مورخین اس کے قتل پر متفق ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ شخص جس نے الحضر کو تباہ و برباد کیا تھا اس کا نام شاہ پور ذوالاکتاف تھا جو شاہ پور بن ازدشیر بن بابک کے علاوہ ہے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ ازدشیر وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے فارس کی شیرازہ بندی کی تھی۔ مختلف بادشاہوں کو شکست دی پورے فارس پر اس کا جھنڈا لہرانے لگا۔ ضیزن بھی اسی دور میں بادشاہ رہا اس لئے یہ ممکن نہیں کہ یہ واقعہ شاہ پور ذوالاکتاف کے متعلق ہو۔ وہ بادشاہ جو ذوالاکتاف کے نام سے مشہور تھا وہ شاہ پور بن ہرمز تھا اسے شاہ پور اکبر سے کافی مدت بعد حکومت ملی۔ ان دونوں کے درمیان بہت سے بادشاہ گزرے ہیں مثلاً ہرمز بن شاہ پور، بہرام بن ہرمز، بہرام بن بہرام، بہرام ثالث اور نرسی بن بہرام۔ ان تمام کے بعد شاہ پور ذوالاکتاف کو سلطنت ملی۔ عدی بن زید کا یہ شعر۔

وَاَخُوْ الحَضرِ اِذْ بَنَاهُ...... ایک عجیب واقعہ کے متعلق ہے خالد بن صفوان بن الاہتم نے بیان کیا ہے کہ جب عراقی وفد ہشام بن عبدالمالک کے پاس گیا تو یوسف بن عمر نے مجھے بھی اس وفد کے ساتھ جانے کے لئے کہا جب میں ہشام کے دربار میں پہنچا تو وہ اپنے عزیز و اقرباء، خواص اور وزراء کے ساتھ سیر پر نکلا ہوا تھا۔ اس نے ایک بلند، ہموار اور وسیع جگہ پر قیام کیا وہاں موسم بہار کی پہلی بارش برسی تھی اور اس کے بعد دوسری بارش کا بھی نزول ہوا تھا۔ موسم بہار کے پھول، سبزہ اور درخت منظر کو دلکش بنا رہے تھے۔ اس کی مٹی میں کافور کی سی خوشبو تھی وہ اتنی صاف تھی کہ اگر کوئی چیز نیچے گرتی تو وہ گرد سے آلودہ نہ ہوتی تھی وہاں یمنی چادروں کے خیمے لگائے گئے تھے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ یوسف بن عمر نے ہی انہیں بنا ہے وہاں کئی خیمے تھے ریشم کے چار بستر تھے وہاں تکیے بھی تھے۔ بادشاہ نے سرخ جبہ پہن رکھا تھا۔ اس کا عمامہ بھی سرخ تھا لوگ اپنی اپنی مجالس میں براجمان تھے۔ میں نے بادشاہ سے گفتگو

Marfat.com

کرنے کے لئے سر خیمہ سے باہر نکالا۔ میں نے کہا "اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کی آپ پر اتنی نعمتیں ہیں آپ پر ضروری ہیں کہ آپ ان کا شکریہ ادا کریں صراط مستقیم کو اپنائیں، تقویٰ شعار بنیں، خدا کی حمد وستائش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مال و دولت کی فراوانی بخشی ہے ابدی نعمتوں سے نوازا ہے۔ آپ مسلمانوں کے لئے قابل اعتماد اور ان کے آرام کی جگہ ہیں وہ اپنے معاملات میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں مصائب میں آپ ہی کی جانب لوٹ کر آتے ہیں"۔

"اے امیر المومنین میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد دلاتا ہوں جو اس نے آپ پر کی ہیں میں ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں اس مقصد کے لئے آپ کو پہلے بادشاہوں کا قصہ سناؤں"۔ بادشاہ پہلے تکیہ لگائے بیٹھا تھا میری بات سن کر وہ سیدھا ہو گیا اور کہنے لگا "اے ابن الاہتم مجھے داستانِ ماضی ضرور سناؤ"۔ میں نے کہا:

"اے امیر المومنین! ایک بادشاہ ایک سال خَوَرْنَق اور سَدِیْر کی طرف گیا۔ وہ سال بھی اس سال کی طرح ثمر آور اور خوشگوار تھا۔ بہار کی پہلی اور دوسری بارش خوب ہوئی تھی زمین سر سبز و شاداب تھی۔ منظر انتہائی دلکش اور دلربا تھا۔ مٹی کافور کے ٹکڑے کے مانند تھی۔ اگر کوئی شے زمین پر گر جاتی تھی تو وہ خاک آلود نہ ہوتی تھی۔ بادشاہ نے کہا میں بھی جوان ہوں مجھے بھی ہر قسم کی فراوانی، غلبہ اور تسلط عطا کیا گیا ہے۔ بادشاہ نے دور ایک حسین منظر کی طرف دیکھا پھر اپنے ہم نشینوں سے پوچھا یہ سب کچھ کس کے لئے ہے کیا تمہیں وہ نعمتیں نظر آرہی ہیں جو مجھے بخشی گئی ہیں، جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے کیا کسی اور کو بھی اس سے نوازا گیا ہے؟ وہاں ایک عارف بیٹھا ہوا تھا جو آدابِ خداوندی کی کچھ پہچان رکھتا تھا۔ اس نے کہا یہ زمین ایسی چیز ہے جو کبھی ایسی چیز سے خالی نہیں رہی جو بندے کے لئے حجت بن سکے۔ اے امیر المومنین! آپ نے ایک مسئلہ پوچھا ہے اگر اذن ہو تو جواب عرض کروں۔ بادشاہ نے جواب دینے کی اجازت دے دی۔ اس نے کہا اے شاہِ ذی شان! جن نعمتوں میں آج آپ ہیں کیا وہ آپ کے پاس ازل سے ہیں یا کسی اور سے وراثتاً آپ کو ملی ہیں یہ نعمتیں آپ سے بھی چھین لی جائیں گی اور کسی اور کو بخش دی جائیں گی۔ جس طرح یہ آپ کے پاس کسی اور کی طرف سے آئی ہیں۔ بادشاہ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام نعمتیں مجھے وراثت میں ملی ہیں۔ اس شخص نے کہا پھر اس تھوڑی سی چیز پر تعجب کر رہے ہیں جو عرصہ قلیل کے لئے آپ کے پاس ٹھہرے گی پھر عرصہ طویل تک آپ سے غائب رہے گی پھر اس کے حساب و کتاب کے لئے کھڑا ہونا پڑے گا۔ بادشاہ نے پوچھا پھر یہ وہاں حاصل کی جائے۔

Marfat.com

بھاگ کر کہاں جائیں؟ اس نے جواب دیا یا تو اپنے ہی ملک میں ٹھہرے رہیں اپنے ظاہر اور باطن میں اللہ کی اطاعت کریں۔ ہر دکھ اور تکلیف میں اس کے حکم سے سرمو انحراف نہ کریں یا پھر اپنا تاج اتار دیں۔ یہ عمدہ لباس ترک کر دیں، بالوں کا لباس پہن لیں اور اس پہاڑی میں تادم واپسیں اللہ کی عبادت میں مستغرق ہو جائیں۔ بادشاہ نے کہا وقت سحر میرے دروازے پر دستک دینا میں تمہاری دونوں آراء سے ایک کا انتخاب کرلوں گا۔ اگر میں نے جنگلات اور کوہستانوں کو پسند کر لیا تو پھر بھی تو ہی میرا رفیق راہِ سفر ہوگا۔ میں تیری مخالفت ہرگز نہ کروں گا۔ سحری کے وقت اس شخص نے بادشاہ کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے دیکھا کہ بادشاہ نے سر سے تاج اتار دیا تھا، صوف کا لباس زیب تن کر لیا تھا اور سیاحت کے لئے تیار رکھڑا تھا پھر دونوں نے پہاڑ کی غار کو لازم پکڑ لیا حتیٰ کہ وہ مر گئے"۔ عدی بن زید بن سالم المری العدوی اسی کے متعلق کہتا ہے۔

أَيُّهَا الشَّامِتُ الْمُعَيِّرُ بِالدَّ ... هْرِ أَأَنْتَ الْمُبَرَّأُ الْمَوْفُورُ؟
أَمْ لَدَيْكَ الْعَهْدُ الْوَثِيقُ مِنَ ... الْأَيَّامِ! بَلْ أَنْتَ جَاهِلٌ مَغْرُورُ
مَنْ رَأَيْتَ الْمَنُونَ خَلَّدْنَ أَمْ مَنْ ... ذَا عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يُضَامَ خَفِيرُ
أَيْنَ كِسْرَى كِسْرَى الْمُلُوكِ أَنُوْ ... شِرْوَانِ أَمْ أَيْنَ قَبْلَهُ سَابُورُ
وَبَنُوا الْأَصْفَرِ الْكِرَامُ مُلُوكُ الرُّوْمِ ... لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ مَذْكُورُ
وَأَخُو الْحَضْرِ إِذْ بَنَاهُ وَإِذْ ... دِجْلَةُ تُجْبَى إِلَيْهِ وَالْخَابُورُ
شَادَهُ مَرْمَرًا وَجَلَّلَهُ كِلْسًا ... فَلِلطَّيْرِ فِي ذُرَاهُ وُكُورُ
لَمْ يَهَبْهُ رَيْبُ الْمَنُونِ ... فَبَانَ الْمُلْكُ عَنْهُ فَبَابُهُ مَهْجُورُ
وَتَذَكَّرْ رَبَّ الْخَوَرْنَقِ إِذْ ... أَشْرَفَ يَوْمًا وَلِلْهُدَى تَفْكِيرُ
سَرَّهُ مَالُهُ وَكَثْرَةُ مَا ... يَمْلِكُ وَالْبَحْرُ مُعْرِضًا وَالسَّدِيرُ
فَارْعَوَى قَلْبُهُ وَقَالَ وَمَا ... غِبْطَةُ حَيٍّ إِلَى الْمَمَاتِ يَصِيرُ؟
ثُمَّ أَضْحَوْا كَأَنَّهُمْ وَرَقٌ جَفَّ ... فَأَلْوَتْ بِهِ الصَّبَا وَالدَّبُورُ
ثُمَّ بَعْدَ الْفَلَاحِ وَالْمُلْكِ ... وَالْإِمَّةِ وَارَتْهُمْ هُنَاكَ الْقُبُورُ

"اے دوسروں کے مصائب پر خوشی کا اظہار کرنے والے! زمانہ کی عیب جوئی کرنے والے! کیا تو پاک ہے اور پہلو سے مکمل ہے یا پھر ایام کی طرف سے تیرے لئے پختہ عہد ہے بلکہ تو تو جاہل اور مغرور

Marfat.com

ہے۔ تو نے کس کا مشاہدہ کیا جس کو موتوں نے مداومت بخشی ہو۔ اگر پناہ دینے والا یہ جفا کرے تو اس پر کیا جرمانہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہاں ہیں کسریٰ کے شاہانِ وقت؟ انوشروان کہاں ہے؟ شاہ پور کہاں ہے؟ روم کے معزز بادشاہ بنو اصفر کہاں ہیں؟ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہا۔ قلعہ حضر بنانے والے کہاں ہیں؟ جنہوں نے حضر کی تعمیر اس نہج پر کی کہ دریائے دجلہ اور خابور بہہ کر اسی کی جانب آتے تھے۔ بادشاہ نے اس پر سنگ مرمر لگا کر اس کو پختہ کیا اس کے ساتھ چونے سے استرکاری بھی کی۔ اس کے صحن میں پرندے آشیاں بند ہوتے تھے۔ اسے حوادثات زمانہ کا کوئی خوف نہ تھا۔ جب بادشاہ اس سے جدا ہوا تو اس کا دروازہ بھی ویران ہو گیا۔ خورنق کے مالک نے ایک دن دائیں بائیں پھیلی ہوئی مملکت پر نظر ڈالی اس نے غور و فکر کیا غور و فکر میں ہی ہدایت ہوتی ہے۔ اس کو اس حالت نے اور اس کے اموال کی کثرت نے مسرور کیا۔ درآں حال سمندر اور سدیر اس کے سامنے تھے اس کا دل چونک اٹھا۔ اس نے کہا اس زندہ کو خوش ہونے کا کیا حق حاصل ہے جس کا انجام موت ہو پھر کامیابی، بادشاہی اور نعمتوں کے طویل دور کے بعد قبروں نے انہیں اپنی آغوش میں چھپا لیا ہو پھر وہ خشک پتوں کی طرح ہو گئے ہوں جنہیں صبح و شام ہوائیں اڑائیں پھرتی ہیں''۔

یہ سن کر ہشام زار زار رونے لگے۔ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کا عمامہ بھیگ گیا۔ اس نے خیموں کو اکھیڑنے، اپنے اہل و عیال، عزیز و اقارب، وزراء اور مشیروں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ اس نے اپنے محل کو لازم پکڑ لیا۔ اس بادشاہ کے رشتہ دار اور دوست خالد بن صفون بن الاہتم کے پاس آئے اور کہنے لگے ''اے خالد! تو نے امیر المومنین کو کیا کر دیا ہے۔ وہ لذتِ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے ہیں ان کی زندگی مکدر ہو کر رہ گئی ہے''۔ خالد نے کہا ''مجھے ملامت نہ کرو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں جب بھی بادشاہ کے ساتھ خلوت گزیں ہوں گا انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاؤں گا''۔

عدی بن زید کے ان اشعار میں نعمان بن منذر کے دادا نعمان بن امرئ القیس کا ذکر ہے اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

أَرْوَاحٌ مُوَدِّعٌ أَمْ بُكُوْرٌ لَكَ فَانْظُرْ لِأَيِّ ذَاكَ تَصِيْرُ

''امانت رکھی ہوئی روحیں یا کائنات کا آغاز۔ ذرا غور کر تیرا انجام کیا ہے۔''

عدی نے یہ اشعار اس وقت کہے تھے جب وہ نعمان بن منذر کی قید میں تھا اسی قید خانے میں اس کی موت واقع ہوئی اس کا نسب یہ ہے عدی بن زید بن حماد بن زید بن ایوب بن محروب بن عامر بن

Marfat.com

غصیہ بن امری القیس بن زید بن مناۃ بن تمیم۔

عمرو بن آلہ بن الحنساء نے بھی اسی قسم کے اشعار کہے ہیں۔

أَلَمْ يُنْبِئْكَ وَالانبَاءُ تَنمِي بِمَالاقَتْ سَرَاةُ بَنِي العَبِيْدِ
وَمَصْرَعَ ضَيْزَنٍ وَبَنِي ابِيهِ وَاَحْلاسَ الكَتَائِبِ مِنْ تَزِيْدِ
اَتَاهُمْ بِالفُيُوْلِ مُجَلَّلاتٍ وَبِالابْطَالِ سَابُوْرُ الجُنُوْدِ
فَهَدَّمَ مِنْ اَوَاسِي الحَضْرِ صَخْرًا كَاَنَّ ثِقَالَهُ زُبَرُ الحَدِيْدِ

''اگرچہ خبریں پھیلتی رہتی ہیں کیا تجھے کسی نے نہیں بتایا کہ بنو عبید کے شیروں کو کس چیز کا سامنا کرنا پڑا؟ کسی نے تجھے ضیزن اور اس کے بھائیوں کی قتل گاہوں کے متعلق آگاہ نہیں کیا اور تزید کے لشکر کے بہادروں کی خبر نہیں دی؟ شاہ پور اپنے بہادر جوان اور عظیم الجثہ ہاتھی لے کر ان کے پاس آیا اس نے حضر کی بنیادیں بھی اکھیڑ دیں۔''

اعشیٰ کا یہ شعر اَقَامَ بِهِ شَاهَبُوْرُ الجُنُوْدِ...... بھی اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ سابور شاہ پور کے علاوہ کوئی اور بادشاہ تھا۔ شاہ پور کا مطلب ہے بادشاہ کا بیٹا۔ قُدُم قُدُوْم کی جمع ہے اس کا معنی کلہاڑا ہے جس جگہ حضرت ابراہیم کا ختنہ ہوا تھا اس کو بھی قَدُوْم کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ قَدُوم میں ہوا تھا۔''

اعشیٰ کے اشعار درج ذیل ہیں:

اَقَامَ بِهِ شَاهَبُوْرُ الجُنُوْدَ حَوْلَيْنِ تَضْرِبُ فِيهِ القُدُمْ
فَهَلْ زَادَهُ رَبُّهُ قُوَّةً وَمِثْلُ مُجَاوِرِهٖ لَمْ يَقُمْ
وَكَانَ دَعَا قَوْمَهُ دَعْوَةً هَلُمُّوا اِلٰى اَمْرِكُمْ قَدْ صُرِمْ
فَمُوْتُوا كِرَامًا بِاَسْيَافِكُمْ اَرَى المَوْتَ يَجْشَمُهُ مَنْ جَشِمْ

''شاہ پور وہاں اپنے لشکر کو لے کر دو سال تک قیام پذیر رہا وہاں کلہاڑے استعمال کئے جاتے تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی قوت میں اضافہ کیا تھا۔ اس کے پڑوسی کی مثال بھی بیان نہیں کی جاسکتی اس نے اپنی قوم کو دعوت دی۔ اس نے کہا ''اے میری قوم! میری طرف آؤ تمہارا معاملہ شکست خوردہ ہو چکا ہے۔ اپنی تلواروں کے ساتھ معزز لوگوں کی موت مرو۔ محنت سے کام کرنے والا بھی دیکھتا ہے کہ موت نے اس کو مصیبت میں ڈال دیا ہے''۔

Marfat.com

شعر میں ہے وَھَلْ خَالِدٌ مِنْ نَعِم۔کہا جاتا ہے کہ نَعِمَ یَنْعِمُ اور یَنْعَمُ جیسا کہ حَسِبَ، یَحْسِبُ اور یَحْسَبُ ہے۔ادب الکاتب میں ہے نَعَمَ یَنْعُمُ جیسا کہ فَضَلَ یَفْضُلُ ہے یہ سیبویہ سے بیان کیا گیا ہے لیکن امام قتبی کا یہ قول درست نہیں ہے جس شخص نے سیبویہ کی کتاب میں تفکر کیا اس کے لئے علامہ قتبی کی غلطی عیاں ہوگئی۔علامہ سیبویہ نے صرف فَضَلَ یَفْضُلُ میں ہی ضمہ بیان کیا ہے۔

عدی بن زید کا قول رَبِیَّۃٌ لَمْ تُوَقِّ وَالِدَھَا۔ ممکن ہے کہ رَبِیَّۃٌ رَبِیْتُ سے فَعِیْلَۃ کے وزن پر ہو اور یہ مفعول کے معنی میں ہو لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ ھاء کے بغیر ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ربو اور نماء (نشو ونما) کے معنی میں ہو کیونکہ نضیرہ کی نشو ونما عیش وعشرت میں ہوئی تھی اس طرح یہ فاعلہ کے معنی میں قیاس کے موافق ہو۔لیکن ان دو قولوں سے اصح قول یہ ہے کہ یہ رَبِیْئَۃٌ ہو۔ہمزہ کو سہولت کے لئے یاء میں تبدیل کر دیا گیا ہو کیونکہ اس کا معنی وہ بلند جگہ ہے جہاں سے نضیرہ دیکھا کرتی تھی حتیٰ کہ اس نے شاہ پور اور اس کے لشکر کو دیکھا اس بلند جگہ کو رَبِیْئَۃ ہی کہا جاتا ہے خواہ وہ مؤنث ہو یا مذکر۔اس کو رَبَاء بھی کہتے ہیں کہا جاتا ہے رَبَاءٌ شَمَّاء لَایَاْوِی۔

اَضَاعَ رَاقِبُھَا۔ اس نے اپنے اس نگران کو ضائع کر دیا جو اس کی حفاظت اور نگہبانی کرتا تھا۔یہ بھی ممکن ہے کہ ہاء کی ضمیر نضیرہ کی طرف راجع ہو۔

الخَمْرُ وَھْلٌ۔ وَھِلَ الرَّجُلُ کا معنی ہے انسان کا کسی ایک چیز کی طرف ارادہ کرنا پھر اس کا ارادہ کسی دوسری چیز کی طرف چلا جائے۔یہ ہاء کے فتح کے ساتھ بھی ہے۔یہ ہاء کے کسرہ کے ساتھ بھی ہے اس وقت اس کا معنی ہے غلط ہونا۔اَوْھَمَ کا معنی ہے گرا دینا۔سَبَائِبُھَا۔ سَبِیْبَۃٌ کی جمع ہے عمامہ وغیرہ کو کہا جاتا ہے دوپٹہ کو السِبُّ کہا جاتا ہے۔فِیْ خِدْرِھَا مَشَاجِبُھَا۔ مَشَاجِبُ مِشْجَب کی جمع ہے ہینگر کو مِشْجَب کہا جاتا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اِنَّ ثِیَابِی لَعَلَی الْمِشْجَبِ۔ میرے کپڑے ہینگر پر ہیں۔مشکیزہ کو بھی مِشْجَب کہا جاتا ہے۔وہ مشک کو کاٹ کر ڈول بنا لیتے تھے پھر اسے لٹکا دیتے تھے جس لکڑی سے اسے لٹکایا جاتا تھا اس کو مِشْجَب کہا جاتا تھا پھر اس کپڑے وغیرہ کو بھی مِشْجَب کہا جانے لگا جو اس لکڑی پر لٹکایا جاتا تھا۔

خَابُور ایک معروف وادی ہے یہ خَبَرْتُ الْاَرْضَ (میں نے زمین میں ہل چلایا) سے مشتق ہے۔عظیم وادی کو خَابُوْر کہا جاتا ہے جس میں بہت سی کھیتیاں ہوں۔جب ولید کو یزید بن مزید الشیبانی نے رشید کے عہد حکومت میں قتل کر دیا تو اس کی بہن نے اس کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا۔

Marfat.com

نزار بن معد کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نزار بن معد کے تین بیٹے تھے۔1۔مضر،2۔ربیعہ،3۔ انمار۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نزار کا ایک چھوٹا بیٹا بھی تھا۔اس کا نام ایاد تھا حارث بن دوس الایادی نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

وَفُتُوٌ حَسَنٌ اَوْجُهُهُمْ مِنْ اِيَادِ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدّ

"وہ بنوایاد بن نزار بن معد کے ایسے جوان تھے جن کے چہرے حسین تھے۔"

مضر اور ایاد کی ماں کا نام سودۃ بنت عک بن عدنان تھا۔ربیعہ اور انمار کی ماں کا نام شقیقہ بنت عک بن عدنان تھا۔بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کا نام جمعہ بنت عک بن عدنان تھا۔

انمار کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں انمار کے دو بیٹے تھے:1۔خثعم،2۔بجیلہ۔جریر بن عبداللہ (جو بجیلہ کا سردار تھا۔)اس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے۔

أَيَا شَجَرَ الخَابُوْرِ مَالَكَ مُوْرِقًا كَأَنَّكَ لَمْ تَحْزَنْ عَلَى ابْنِ طَرِيْفِ

فَقَدْ نَاهُ فُقْدَانَ الرَّبِيْعِ وَلَيْتَنَا فَدَيْنَاهُ مِنْ سَادَاتِنَا بِالُوْفِ

"اے خابور کے درخت تو پتوں والا کیوں ہوا ہے؟ گویا کہ تجھے ابن طریف کے قتل پر کوئی دکھ نہیں ہوا۔ہم نے اس کو موسم بہار کی طرف گم کر دیا ہے کاش ہم اپنے ایک ہزار سردار فدیہ دے کر اسے بچا لیتے"۔

خَافُوْر وہ بوٹی ہے جس سے عورتوں کی خواہش ختم ہو جاتی ہے جس طرح کہ پودینہ سے ہوتی ہے اس کو مَرْوْ بھی کہا جاتا ہے اس کو زَغبر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

نزار بن معد اور ان کی نسل کا تذکرہ

معد اور مضر کا تذکرہ حضور ﷺ کے نسب پاک میں گزر چکا ہے۔ہم نے وہاں ذکر کیا تھا کہ اہل عرب میں حدی خوانی کا آغاز مضر سے ہوا۔ایک دفعہ وہ اپنے اونٹ سے گر پڑا۔اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا اس کی آواز بہت اچھی تھی اس نے اپنے اونٹوں کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ ترنم سے یہ کہتا رہا وَایَدِیَاهُ وَایَدَایَاهُ "ہائے میرے ہاتھ ہائے میرے ہاتھ"۔اس کی اس مدھ بھری آواز سے اونٹ تیزی سے چلنے لگے۔ان کے کجاوے بھی گر پڑے اہل عرب میں حدی خوانی کا آغاز مضر سے ہی ہوا۔

Marfat.com

لَوْلَا جَرِيْرٌ هَلَكَتْ بَجِيْلَه نِعْمَ الفَتٰی وَبِئْسَتِ القَبِيْلَةِ

"اگر جریر نہ ہوتا تو بجیلہ ہلاک ہو جاتا جریر تو عمدہ جوان ہے لیکن اس کا قبیلہ برا ہے۔"

شاعر نے کہا ہے

يَااَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ يَااَقْرَعُ اِنَّكَ اِنْ تَصْرَعْ اَخَاكَ تُصْرَعُ

اِبْنَیْ نِزَارٍ اُنْصُرَ اَخَاكُمَا اِنَّ اَبِی وَجَدْتُهٗ اَبَاكُمَا

لَنْ يُغْلَبَ الْيَوْمَ اَخٌ وَالاكُمَا

"اے اقرع بن حابس! اے اقرع! اگر آج تو نے اپنے بھائی کو پچھاڑ دیا تو خود بھی نامراد ہو گا۔ نزار کے دو بیٹو! تم اپنے بھائی کی مدد کرو۔ میں نے پایا ہے کہ میرا باپ تمہارا بھی باپ تھا آج تمہارے بھائی اور تمہارے قبیلے کو مغلوب نہیں کہا جا سکتا"۔

مضر کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مضر بن نزار کے دو بیٹے تھے: 1۔ الیاس بن مضر اور، 2۔ عیلان بن مضر۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ان کی ماں قبیلہ جرہم کی ایک خاتون تھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ الیاس کے تین بیٹے تھے مدرکہ، طابخہ اور قمعہ ان کی ماں کا نام خندق تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ خندف بنت عمران بن الحاف بن قضاعہ تھی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مدرکہ کا نام عامر اور طابخہ کا نام عمرو تھا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں بھائی ایک دن اپنے اونٹ چرا رہے تھے اسی دوران انہوں نے ایک جانور شکار کیا اور اسے پکانے کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں کسی شخص نے ان کے اونٹوں پر حملہ کر دیا۔ عامر نے

انمار بن نزار

یہ ابو بجیلہ اور خثعم کا باپ تھا۔ اہل عرب میں رواج تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کے نام درندوں کے ناموں پر رکھتے تھے مثلاً سباع اور کلاب وغیرہ۔ خثعم کے علاوہ انمار کی تمام اولاد کی ماں کا نام بجیلہ بنت صعب بن سعد العشیرہ تھا۔ اس کے نو بیٹے تھے جو تمام کے تمام سردار تھے۔ ابوالفرج نے ان کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ بجیلہ کے قبائل کا نسب ان ہی سے چلا۔ ان کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: 1۔ وداعہ، 2۔ خزیمہ، 3۔ صهیبہ، 4۔ حارث، 5۔ شیبہ، 6۔ طریفہ، 7۔ فہم، 8۔ غوث، 9۔ سہل، 10۔ عبقر، 11۔ اشہل۔ یہ سب بنو انمار تھے کہا جاتا ہے کہ بجیلہ نے انمار کی تمام اولاد کی پرورش کی لیکن خثعم کی نگہداشت نہ کی اس لئے اسے اس کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔

Marfat.com

عمرو سے کہا ''کیا تم اونٹوں کو بچانے کے لئے جاؤ گے یا اس سے شکار کو پکاؤ گے؟'' عمرو نے کہا ''میں شکار پکاؤں گا''۔ عامر اونٹوں کی طرف گیا اور انہیں ہانک کر لے آیا جب وہ رات کے وقت باپ کے پاس آئے تو انہوں نے اسے یہ واقعہ سنایا۔ اس نے عامر سے کہا ت ''و مدر کہ (پالینے والا) ہے''۔ اس نے عمرو سے کہا ''تو طابحہ (پکانے والا) ہے''۔ قمعہ بن الیاس کے بیٹے کا نام لُحی اس کے بیٹے کا نام عمرو اور اس کے بیٹے کا نام خزاعہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ جب سباء کے متعلق قرآن پاک کی آیات نازل ہوئی تو ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم سباء کسی عورت کا نام ہے یا کسی زمین کا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ کسی عورت یا زمین کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسے شخص کا نام ہے جس سے عرب کے دس سردار پیدا ہوئے۔ ان میں سے چھ یمن چلے گئے اور چار نے شام کو اپنا وطن بنالیا۔ وہ سردار جنہوں نے شام کو اپنا وطن بنایا وہ یہ تھے: 1۔ لخم، 2۔ جذام، 3۔ عاملہ، 4۔ غسان۔ وہ سردار جو یمن چلے گئے وہ یہ تھے: 1۔ ازد، 2۔ اشعرون، 3۔ حمیر، 4۔ مذحج، 5۔ کندہ، 6۔ انمار۔ ایک شخص نے عرض کی ''انمار کون تھا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''خثعم اور بجیلہ انمار میں سے تھے''۔

لَوْلَا جَرِیْرٌ...... جریر کا نسب یہ ہے جریر بن عبداللہ بن جابر (شلیل) بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عویف بن جذیمہ ابن درید نے کہا ہے کہ ابوعلی بغدادی نے اس کا نسب یہ بیان کیا ہے ابن حرب بن عدی بن مالک بن سعد بن یزید بن قسر بن عنیفہ بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث اس کی کنیت ابوعمرو تھی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اس کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ حضور ﷺ نے اس کے متعلق ہی فرمایا تھا:

يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ خَيْرُ ذِي يَمَنٍ عَلَيْهِ مَسْحَةُ مَلِكٍ.

''ابھی تمہارے پاس اہل یمن میں سے ایک بہترین شخص آئے گا۔ اس نے بادشاہ کی چادر اوڑھ رکھی ہوگی''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے۔ یہ نیزوں کو پھیر دیتا تھا۔ اس کے جوتوں کی لمبائی کئی ہاتھ ہوا کرتی تھی۔

نذیر بن قسر کے قبیلہ والوں کو ہی عُرَنِیُّون کہا جاتا ہے یہی لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے لیکن انہیں مدینہ طیبہ کی آب وہوا موافق نہ آئی۔ ان کی داستان معروف ہے۔ یہ لوگ عرینہ بن نذیر کی اولاد میں سے تھے یا پھر وہ عرینہ بن ربیعہ بن نزار کی اولاد میں سے تھے۔ ان دونوں آدمیوں کا

Marfat.com

نام عرینہ ہی تھا ان میں سے ایک دوسرے کا چچا تھا۔

وَهُوَ یُنَافِرُ الفُرَافِصَه. کلبی نے اقرع بن حابس سے منافرت کی۔ نَافَر کا معنی ہے فیصلہ کرانا۔ قاسم بن ثابت کہتے ہیں منافرت نَفَرَ سے مشتق ہے اہل عرب میں یہ دستور تھا کہ جب دو آدمی باہمی تنازع کرتے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا کہ وہ دوسرے سے کثرت افراد کے اعتبار سے فائق ہے تو وہ فیصلہ کروانے کے لئے کسی ثالث کے پاس جاتے جو جیت جاتا اس کے لئے کہا جاتا نفّرَ عَلَیهِ وہ شخص دوسرے سے افرادی قوت میں برتری پا گیا۔ منافرت بھی اسی سے ہے۔ زہیر کہتا ہے

فَإِنَّ الحَقَّ مُقْطِعُهُ ثَلَاثٌ یَمِیْنٌ اَوْ نِفَارٌ اَوْ جَلَاءٌ

''حق کو تین اشیاء ہی منقطع کر سکتی ہیں قسم یا منافرت یا گواہی۔''

فُرَافِصَه شیر کا نام بھی ہے ف کے فتحہ کے ساتھ آدمی کا نام بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عرب میں تمام فُرَافُصه ضمہ کے ساتھ ہیں مگر ابو نائلہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سسر کا نام فرافصہ ف کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

اِنْ تَصْرَعْ اَخَاکَ تُصْرَعْ. ابوبحر کے حاشیہ میں اسی طرح ہے لیکن مشہور روایت یہ ہے اِنْ یَصْرَعْ اَخُوکَ ہے دوسرے فعل کو جواب شرط ہونے کی وجہ سے جزم نہیں دی گئی کیونکہ اس میں نیت مقدم ہے (سیبویہ)۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے الیاس کی والدہ کا نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا بیان کیا ہے کہ اس کی والدہ جرہمیہ تھی لیکن اس کی والدہ بنو جرہم میں سے نہ تھی بلکہ وہ رباب بنت حیدہ بن معد بن عدنان تھی۔ الیاس کے بھائی عیلان کا نام قیس تھا۔ عیلان اس کے گھوڑے کا نام تھا لیکن یہ بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کے پڑوس میں قیس کبہ تھا۔ کُبّہ اس کے گھوڑے کا نام تھا۔ ان دونوں میں اسی اضافت کی وجہ سے تفریق ہوتی تھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عیلان اس کے کتے کا نام تھا پھر قیس بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

مُدْرِکَه، طَابِخَه اور قَمعَه

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے وہ وجہ بھی بیان کی ہے جس سے ان کے یہ نام مشہور ہوئے۔ بعض مؤرخین نے کچھ اضافہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ان کی ماں کا نام لیلیٰ تھا۔ ایک دن وہ سرعت رفتاری سے آ رہی تھی۔ الیاس نے اس سے کہا ''مَالَکِ تَخَنْدِفِیْنَ''۔ ''تو اتنی تیزی سے کیوں چل رہی ہے؟''

Marfat.com

عمرو بن لحی اور عرب میں بت پرستی کا آغاز

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا وہ آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا“۔

اسی وجہ سے اس کا نام خندف پڑ گیا۔ الیاس نے مدرکہ سے کہا ”اَنْتَ قَدْ اَدْرَکْتَ مَاطَلَبْتَا“۔ ”تو نے جس چیز کی تلاش کی تھی وہ تجھے مل گئی۔“ الیاس نے طابخہ سے کہا ”وَاَنْتَ قَدْ اَنْضَجْتَ مَا طَبَخْتَا“۔ ”تو نے جو کچھ پکایا اسے عمدہ پکایا۔“ اس نے قمعہ (عمیر) سے کہا ”وَاَنْتَ قَدْ قَعَدْتَ فَانْقَمَعْتَا“۔ ”تو بیٹھا رہا اور پشیمان رہا۔“ خندف اسی خاتون کا نام تھا جس کے غم واندوہ کی مثال دی جاتی ہے۔ اس نے الیاس کی موت کی وجہ سے اپنے بیٹوں کو چھوڑ دیا سارا دن زمین پر چلتی رہتی اور روتی رہتی۔ خصوصاً جمعرات کا سارا دن وہ رونے میں گزارتی۔ یہ اشعار اسی کی نسبت سے کہے گئے ہیں:

اِذَا مُوْنِسٌ لَاحَتْ خَرَاطِیْمُ شَمْسِہٖ بَکَتْہُ بِہٖ حَتّٰی تَرَی الشَّمْسَ تَغْرُبُ
فَمَا رَدَّ بَاْسًا حُزْنُھَا وَعَوِیْلُھَا وَلَمْ یُغْنِھَا حُزْنٌ وَنَفْسٌ تُعَذَّبُ

”جب جمعرات (مونس) کو سورج کی شعاعیں نظر آتیں تو حندف الیاس پر رونا شروع کرتی پھر غروبِ آفتاب تک گریہ بار رہتی اس کی گریہ زاری اور غم واندوہ نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا نہ ہی اس کے غم وکرب نے اس کو مستغنی کیا“۔

وہ جمعرات کو مونس کہتے تھے۔ زبیر کہتے ہیں کہ بنو الیاس کو ان کی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ جب ان کا باپ مر گیا تو ان کی ماں نے انہیں چھوڑ دیا۔ لوگوں نے الیاس کی اولاد پر رحم کیا وہ کہتے تھے کہ یہ خندف کی اولاد ہے لیکن وہ انہیں چھوڑ گئی ہے۔ یہ بے چارے چھوٹے یتیم ہیں وہ بنو خندف کے نام سے ہی مشہور ہو گئے۔

عمرو بن لحی اور صنم پرستی کا آغاز

اس سے پہلے خزاعہ اور اسلم کا نسب گزر چکا ہے۔ یہ دونوں حارثہ بن ثعلبہ کے بیٹے تھے ربیعہ بن حارثہ خزاعہ کا باپ تھا۔ وہ ابو حارثہ بن عامر کی اولاد میں سے تھا۔ حارثہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے بنو اسلم سے فرمایا:

اِرْمُوْا یَابَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ اِنَّ اَبَاکُمْ کَانَ رَامِیًا۔

”اے بنی اسماعیل! تیراندازی کرو تمہارے محترم باپ بھی تیرانداز تھے“۔

Marfat.com

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی نے روایت کیا ہے کہ ابوصالح السمان نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ (عبداللہ بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو سنا آپ ﷺ اکثم بن الجون الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے تھے اے اکثم! میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا تھا اس

بعض اہل نسب لکھتے ہیں عمرو بن لحی ہی حارثہ ہے جب اس کی ماں قمعہ سے نکلی تو یہ پیچھے رہ گیا تھا۔ لحی کا نام ربیعہ تھا۔ حارثہ نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا اس وجہ سے یہ حارثہ کی طرف ہی منسوب ہونے لگا۔ اس لئے دونوں اسباب سے اس کا نسب صحیح ہے۔ قعمہ کی طرف ولادت کے اعتبار سے درست ہے۔ اسلم بن افصی بن حارثہ کی بھی یہی کیفیت ہے وہ خزاعہ کا بھائی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسلم بن افصی ابوحارثہ بن عامر میں سے تھے۔ وہ بنو حارثہ میں سے نہ تھے۔

اس نقطہ نظر میں اس شخص کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے جو قحطان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے اور جس نے خزاعہ کو قمعہ کی طرف منسوب کیا اس کے لئے معطل کے اس شعر میں دلیل ہے وہ خزاعہ کے ایک خاندان کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

لَعَلَّکُمْ مِنْ اُسْرَۃٍ قَمَعِیَّۃٍ اِذَا حَضَرُوْا لَا یَشْھَدُوْنَ الْمُعَرَّفَا

''شاید تمہارا تعلق خاندان قمعیہ سے ہے جب وہ آتے ہیں تو وہ میدان عرفات میں قیام نہیں کرتے''۔

حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مبارک میں علماء کا کافی اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ بن عمر تھا۔ بعض فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبدشمس بن عبدنہم تھا۔ بعض علماء کے نزدیک ان کا نام عبدغنم تھا۔ ممکن ہے جاہلیت میں آپ کا یہی نام ہو پھر سرور دو عالم ﷺ نے یہ نام تبدیل کر دیا ہو جس طرح کہ آپ ﷺ نے بہت سے صحابہ کرام کے نام تبدیل کر دیئے تھے۔ بعض علماء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام یزید بن عشرقہ، بعض کردوس اور بعض سکین بتاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا اس وقت انہوں نے بلی اٹھا رکھی تھی آپ ﷺ نے ان کی کنیت ابوہریرہ رکھ دی۔

حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں خزاعہ کے والد عمرو کا نسب صراحۃً موجود ہے۔ اس کے اور حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین شکل وصورت کی مشابہت اس بات کی

Marfat.com

کی شکل اور تمہاری شکل میں بہت مشابہت تھی''۔ حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی''یا رسول اللہ ﷺ! کیا ممکن ہے کہ یہ مشابہت مجھے آخرت میں کوئی نقصان دے''۔ آپ ﷺ

دلیل ہے کہ ان کا یہ نسب ''نسب ولادت'' ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے خزاعہ کے باپ عمرو بن لحی کو دیکھا وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا تھا۔'' حضور ﷺ نے حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اِنَّکَ مُؤمِنٌ وَھُوَ کَافِرٌ۔ ''آپ مؤمن ہیں اور وہ کافر تھا''۔

حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے دجال کی کیفیت بیان کی تو فرمایا وہ عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ ہوگا۔ عبدالعزیٰ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا میری اس کے ساتھ یہ مشابہت مجھے کوئی نقصان دے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِنَّکَ مُؤمِنٌ وَھُوَ کَافِرٌ۔ ''تجھے کوئی نقصان نہ ہوگا تم مؤمن ہو اور وہ کافر ہوگا'' یہ دونوں احادیث جدا جدا ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے ابن قطن بنوخزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت میں ہی مر گیا تھا۔

حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سعادت ملی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے دو احادیث بیان کیں:

1۔ خَیْرُ الرُّفَقَاءِ اَرْبَعَۃٌ۔ ''ساتھیوں میں سے بہترین چار ہیں''۔ ہم نے اس حدیث مبارک کی تشریح اپنی کتاب التعریف والاعلام میں کر دی ہے۔

2۔ اُغْزُ مَعَ غَیْرِ قَوْمِکَ تَحْسُنْ خُلُقُکَ۔ ''اپنی قوم کے علاوہ دوسری قوم کے ساتھ جہاد کے لئے نکل۔ تیرے اخلاق اچھے ہو جائیں گے۔'' اِسکاف نے فَوَائِدُ الْاَخْبَار میں ذکر کیا ہے کہ جب انسان اپنی قوم کے علاوہ کسی اور قوم کے ساتھ جہاد کے لئے نکلتا ہے تو وہ اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ وہ اسے غیر اہم نہیں سمجھتا۔ وہ ان کی صحبت میں اپنے نفس کو انتہائی ریاضت میں ڈالتا ہے جبکہ وہ ان لوگوں کی محفل میں اپنے نفس سے اتنی ریاضت سے کام نہیں لیتا جو اس سے راضی ہوتے ہیں۔ اسی ریاضت پر صبر اور بردباری کی وجہ سے اس کے اخلاق عمدہ ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف کی یہ تاویل عمدہ ترین ہے لیکن حدیث مبارک کے الفاظ مختلف ہیں۔ ایک روایت میں سَافِرْ مَعَ قَوْمِکَ۔ ''اپنی قوم کے ساتھ سفر کر۔'' ان دونوں روایتوں کو ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

عمرو بن لحی کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ اس نے بحیرہ کا آغاز کیا تھا۔ ایک اور روایت میں

Marfat.com

نے فرمایا نہیں تم مومن ہو اور وہ کافر تھا۔ اس بدبخت نے سب سے پہلے دینِ اسماعیلی کو تبدیل کیا، بتوں کو نصب کیا اور سائبہ، بحیرہ، وصیلہ اور حامی کا رواج ڈالا"۔

سرزمین عرب میں بت پرستی

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن لحی ایک ضروری کام کے لئے مکہ معظمہ سے شام گیا۔ جب وہ بلقاء کی زمین میں مقام مآب پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ اس وقت وہاں عمالیق آباد تھے جو عملاق کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ عمرو نے ان سے پوچھا "یہ کیسے بت ہیں جن کی تم پوجا کر رہے ہو؟" عمالیق نے کہا "یہ وہ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ ہم ان سے بارش کی دعا مانگتے ہیں یہ ہمارے لئے بارش برساتے ہیں۔ جب ہم ان سے مدد طلب کرتے ہیں تو یہ ہماری مدد کرتے ہیں"۔ عمرو نے کہا "کیا تم مجھے ان میں سے ایک بت دے نہیں دیتے۔ میں اسے سرزمین عرب میں لے جاؤں تا کہ وہ اس کی پوجا کریں"۔ عمالیق نے اسے ایک بت دیا اس کو ہبل کہا جاتا تھا۔ وہ اسے مکہ معظمہ لے آیا اسے نصب کر کے لوگوں کو اس کی عبادت اور تعظیم کا حکم دیا۔

ہے کہ بحیرہ کا ایک آغاز بنو مدلج کے ایک شخص نے کیا تھا۔ اس کے پاس دو اونٹنیاں تھیں اس نے ان کے کان کاٹ دیئے اور ان کے دودھ کو حرام قرار دیا۔ رسول معظم ﷺ نے فرمایا:

"میں نے اس شخص کو آگ میں دیکھا وہ اونٹنیوں کے پاؤں کے نیچے روندا جا رہا تھا اور ان کے مونہوں کے ذریعے اسے کاٹا جا رہا تھا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا "اس شخص کو میں جانتا ہوں جس نے سب سے پہلے سائبہ کو مقرر کیا اور بتوں کو نصب کیا۔ اس کا نام عمرو بن لحی ہے۔ میں نے اسے آگ میں دیکھا اس کی آنتوں کی بدبو کی وجہ سے دیگر دوزخیوں کو اذیت ہوتی ہے"۔

صنم پرستی کی اصلیت

پتھر وغیرہ سے بنے ہوئے بت کو صنم کہا جاتا ہے جبکہ دھات کے بنے ہوئے بت کو وثن کہا جاتا ہے۔ جب خزاعہ نے بیت اللہ پر غلبہ پالیا اور جرہم کو مکہ معظمہ سے جلاوطن کر دیا تو اہل عرب نے عمرو بن لحی کو اپنا قائد بنالیا۔ وہ جس بدعت کا بھی آغاز کرتا اہل عرب اسے اپنی شریعت میں شامل کر لیتے کیونکہ

Marfat.com

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنو اسماعیل میں بت پرستی کا آغاز یوں ہوا کہ جب بھی کوئی مسافر مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوتا اور دور دراز کے علاقوں میں جاتا تو وہ حرم کی تعظیم کے لئے اپنے ساتھ حرم کا پتھر لے جاتا وہ جہاں خیمہ زن ہوتا وہاں اپنا پتھر نصب کر لیتا اور کعبہ کی طرح اس کے اردگرد طواف کرتا۔ حتیٰ کہ انہوں نے خوبصورت پتھروں کی عبادت کرنا شروع کر دی۔ وہ اپنے آباء کے دین کو فراموش کر گئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دین کو تبدیل کر دیا۔ وہ بتوں کی پوجا کرنے لگے اور سابقہ امتوں کی طرح گمراہی کی گہری وادی میں جا گرے ان کے بعض امور دین ابراہیمی کے مطابق بھی تھے۔ مثلاً بیت اللہ کی تعظیم، طواف کعبہ، حج، عمرہ، عرفہ اور مزدلفہ میں قیام اور حج اور عمرہ کا احرام باندھنا لیکن انہوں نے اس میں بعض ایسے امور بھی شامل کر دیئے جو اس شریعت میں سے نہ تھے۔ کنانہ اور قریش کی عادت یہ تھی کہ جب وہ احرام باندھتے تو کہتے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلَّا شَرِيْكٌ هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ۔

"اے مولا! ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر ہیں سوائے ایک شریک کے۔ وہ تیرے لئے ہے تو اس کا مالک ہے تو ہر اس چیز کا بھی مالک ہے جس

وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور لباس پہناتا تھا۔ بعض اوقات وہ دس ہزار اونٹ ذبح کرتا اور دس ہزار افراد کو لباس پہناتا۔ وہ "اللات" کے نام سے مشہور ہو گیا وہ حاجیوں کے لئے ستوں بناتا اور انہیں معروف پہاڑ کے اوپر رکھ دیتا۔ اس پہاڑ کو صَخْرَةُ اللَّات کہا جانے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص جو ستوں رکھتا تھا اس کا تعلق ثقیف سے تھا۔ جب وہ مر گیا تو عمرو نے لوگوں سے کہا "یہ مرا نہیں بلکہ یہ اس چٹان میں داخل ہو گیا ہے" اس نے حکم دیا کہ اس چٹان کے اوپر ایک گھر تعمیر کیا جائے اور لوگ اس کی عبادت کریں۔ اس گھر کو بھی "اللات" کے نام سے تعبیر کیا جانے لگا۔ عمرو کے اس برے فعل کو مداومت ملی اور اس کی اولاد تین سو سال تک لوگوں کو گمراہ کرتی رہی۔ وہاں ایک بت نصب کر دیا گیا تھا اس کا نام بھی اللات ہی رکھا گیا تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ شخص جس نے پہلے حرم شریف میں بت نصب کئے وہ عمرو ہی تھا اس نے ہی لوگوں کو ان کی پوجا کرنے کی ترغیب دی۔ ابوالولید ازرقی نے اخبار مکہ میں بیان کیا ہے کہ عمرو نے اپنے بیس اونٹوں کی آنکھوں کو پھوڑ دیا تھا۔ اہل عرب میں رواج تھا کہ جب ان کے اونٹوں کی تعداد ایک ہزار ہو جاتی تو نر اونٹ کی ایک آنکھ پھوڑ دیتے۔ جب تعداد دو ہزار ہو جاتی تو اسی

Marfat.com

کا وہ مالک ہے''۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾ (یوسف)

''اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ مگر اس حالت میں کہ وہ شریک کرنے والے ہوتے ہیں''۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بت

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے لئے کئی بت نصب کر رکھے تھے جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا (نوح)

اونٹ کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی جاتی۔ اسی کے متعلق زاجر کہتا ہے۔

وَكَانَ شُكْرُ الْقَوْمِ عِنْدَ الْمِنَنِ كَيُّ الصَّحِيحَاتِ وَفَقْأُ الْأَعْيُنِ

''احسانات کے وقت قوم کے شکریہ کا انداز یہ تھا کہ وہ صحیح کو داغتی اور آنکھیں پھوڑتی تھی''۔

حضرت ابرہیم علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں تلبیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد ہمایوں میں یہ تلبیہ پڑھا جاتا تھا۔ ''لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔'' عمرو بن لحی کے زمانہ تک یہی تلبیہ پڑھا جاتا رہا ایک دن عمرو بھی یہی تلبیہ پڑھ رہا تھا شیطان ایک شیخ کی شکل میں متشکل ہو کر اس کے ساتھ تلبیہ کہنے لگا۔ عمرو نے کہا ''لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ۔'' شیخ نے کہا ''إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ۔'' عمرو نے یہ اضافہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے شیخ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ شیخ نے کہا یوں کہو ''تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ۔'' اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ عمرو بھی یہی تلبیہ کہنے لگا۔ بعد میں یہی تلبیہ پورے عرب میں مشہور ہو گیا۔

قوم نوح کے بت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور ان سے پہلے کی اقوام کی بت پرستی کا ذکر کیا ہے یہ وہی جاہلیت اولی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (احزاب)

''اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دورِ جاہلیت میں رواج تھا''۔

Marfat.com

"اور رئیسوں نے کہا (اے لوگو! نوح کے کہنے پر) ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور (خاص طور پر) ود اور سواع کو مت چھوڑنا اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو اور انہوں نے گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو"۔

قبائل عرب اور ان کے بت

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر نے سواع کو اپنا بت بنالیا تھا یہ بت مقام رہاط پر نصب تھا۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو چھوڑ کر اس بت کی پوجا کرنے لگے۔ کلب بن وبرہ نے وَدّ کو اپنا خدا بنا لیا تھا۔ یہ بت دُومَۃُ الْجَندَل میں نصب کیا گیا تھا۔ کعب بن مالک الانصاری نے ان بتوں کی مذمت کی ہے۔

وَنَنسَى اللَّاتَ وَالعُزّٰى وَوَدًّا نَسلُبُهَا القَلَائِدَ والشُّنُوفَا

"ہم اللّات، اُلعزیٰ اور وَدّ کو بھول جاتے ہیں ہم ان کے ہار اور قلادے چھین لیتے ہیں"۔

مہلائیل بن قینان کے زمانہ میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں جن بتوں کی پوجا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کرتی تھی بعد میں اہل عرب نے بھی انہی بتوں کی پرستش کی۔ وہ بت دراصل حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے صالحین کی تصاویر تھیں۔ جب وہ مر گئے تو شیطان نے انہیں ورغلایا کہ وہ ان صالحین کی مجالس میں بت نصب کرلیں اور انہیں ان ناموں سے ہی پکاریں جوان پاکباز افراد کے نام تھے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا انہوں نے خود تو ان بتوں کی پوجا نہ کی ان کے مرنے کے بعد ان کی اولاد انہیں پوجنے لگی۔ امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت لکھنے کے بعد رقم کیا ہے کہ سواع ابن شیث کے نام پر نصب کیا گیا بت تھا۔ یغوث ابن سواع کے نام پر نصب تھا اسی طرح یعوق اور نسر بھی صالحین کے ناموں پر نصب تھے۔ آغاز میں لوگ ان کے وسیلے سے اپنی دعائیں مانگتے تھے۔ جب ایک نسل گزر گئی تو دوسری نے کہا ہمارے آباء ان بتوں کی تعظیم اس لئے کرتے تھے کیونکہ وہ انہیں رزق، نفع اور نقصان دیتے تھے۔ انہوں نے ان بتوں کو اپنا معبود بنالیا۔ ان تمام بتوں کے نام سریانی زبان میں تھے بعد میں یہی نام ہند میں بھی منتقل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بتوں کے یہی نام رکھ لئے ان کا گمان تھا کہ سات بڑے ستاروں کی صورتیں اسی طرح ہیں۔ بعض اوقات جنات بتوں کے پیٹوں میں داخل ہو کر آواز نکالتے تھے اور لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر دیتے تھے۔ پھر عمرو نے عرب میں بت پرستی کا آغاز کیا اس سے اپنے بتوں کے وہی نام رکھ لئے جو قوم نوح نے رکھے تھے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ کلب بن

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کلب سے مراد کلب بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے۔

یغوث اور یعوق

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ طئے میں سے انعم اور اہل جرش نے یغوث کو اپنا معبود بنالیا تھا۔ یہ بت ''جرش'' کے مقام پر نصب تھا۔ طئی سے مراد بنو طئی بن ادد بن مالک ہیں۔ ان کا ایک نسب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ طئی بن ادد بن زید بن کہلان بن سباء۔ ہمدان کی اولاد میں سے خیوان نے سرزمین ہمدان میں یعوق کو اپنا بت بنالیا تھا۔ مالک بن نمط الہمدانی نے یہ شعر یعوق کی مذمت میں کہا ہے

يَرِيْشُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَيَبْرِي وَلَا يَبْرِي يَعُوْقُ وَلَا يَرِيْشُ

''دنیا میں نفع اور نقصان پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے یعوق کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمدان کا نام اوسلہ بن مالک بن زید بن ربیعہ بن اوسلۃ بن خیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء ہے۔ بعض اسے اوسلۃ بن زید بن اوسلۃ بن

وَبْرۃ نے وَدّ کو اپنا معبود بنالیا تھا۔ وَبْرَۃ وَبر کی مؤنث ہے۔ یہ بت دُوْمَۃُ الْجَنْدَل کے مقام پر نصب تھا کہا جاتا ہے کہ اس شہر کا نام دومی بن اسمٰعیل کے نام پر رکھا گیا۔ اس شہر میں سے اس کا گزر ہوا تھا۔ ایک اور شہر کا نام بھی دُوْمہ ہے وہ کوفہ کے قریب ہے۔ دَومہ نامی ایک تیسرا شہر بھی ہے جس کا ذکر اَخْبارُ الرِّدہ میں ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے طئی بن ادد کا ذکر کیا ہے طئی کا نام مالک بھی بتایا جاتا ہے۔ مذحج کو بھی مالک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان کو مذحج ان ٹیلوں کی وجہ سے کہا جاتا ہے جہاں وہ خیمہ زن ہوئے۔ طئی ''الطأة'' سے مشتق ہے اس کا معنی طویل فاصلے طے کرنا ہے (ابن جنی)۔ لیکن امام قتبی فرماتے ہیں یہ طوی سے مشتق ہے لیکن یہ قول قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ طَيِّئًا مہموز ہے طویت مہموز نہیں ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مذحج میں جُرَش کا ذکر کیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ جرش کا تعلق قوم حمیر سے تھا اور مذحج کا تعلق کہلان بن سباء سے تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کہلان حمیر کے بعد سلطنت کا والی بنا ان کا اقتدار تین سو سال تک رہا پھر زمام اقتدار حمیر نے سنبھال لی۔ یہ علامہ مسعودی کا نقطۂ نظر ہے

Marfat.com

خیار بھی کہتے ہیں۔ بعض نساب اس کا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں ہمدان بن اوسلۃ بن ربیعہ بن مالک بن خیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء۔

نسر اور عمیانس

حمیر قوم میں سے ذوالکلاع نے نسر کو اپنا بت بنالیا تھا وہ حمیر کی زمین میں نسب کیا گیا تھا۔ قبیلہ خولان کے بت کا نام عمیانس تھا وہ خولان میں نصب تھا۔ وہ اپنے چوپاؤں اور کھیتوں کو اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان تقسیم کرتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حصہ میں عمیانس کا حصہ چلا جاتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اگر عُمیانس کا حصہ اللہ تعالیٰ کے حصہ میں شامل ہو جاتا تو وہ اسے واپس کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات ان کے بارے میں ہی نازل فرمائیں:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (انعام)

''اور انہوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لئے اس سے جو پیدا فرماتا ہے فصلوں اور مویشیوں سے مقررہ حصہ اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے

دار قطنی کہتے ہیں جُرش اور حُرش دونوں بھائی تھے یہ دونوں علیم بن جناب الکلبی کے بیٹے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن نمط الہمدانی کا شعر ذکر کیا ہے اس کی کنیت ابوثور تھی۔ اس کا لقب ذُو المِعْشَار تھا۔ اس کا تعلق بنو خازف سے تھا کہا جاتا ہے کہ یہ یام بن اَصی کی اولاد میں سے تھا۔ ان دونوں کا تعلق ہمدان سے تھا مالک نے اپنے شعر میں یَرِیْش استعمال کیا ہے یہ رِشْتُ السَّهْمَ وَبَرِيْتُهٗ سے مشتق ہے۔ یہ نفع یا نقصان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ سوید کا شعر ہے۔

فَرِشْنِي طَالَمَا قَدْ بَرَيْتَنِي وَ خَيْرُ الْمَوَالِي مَنْ يَرِيْشُ وَلَا يَبْرِي

''تو مجھے نفع دے۔ کبھی کبھی تو نے مجھے نقصان بھی دیا ہے بہترین مددگار وہ ہوتا ہے جو نفع ہی دیتا ہے نقصان نہیں دیتا''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ملکانی کا یہ قول ذکر کیا ہے فَشَتَّتَنَا فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدٍ۔ لغت عربی میں معرفہ مبتدا اور خبر پر صرف اس وقت لا داخل کیا جاتا ہے جب لا کا تکرار ہو اگر لا کا تکرار نہ ہو تو پھر یہ جائز نہیں مثلاً لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو۔ لیکن سیبویہ نے ''لا'' کے تکرار کے بغیر بھی اس کو جائز قرار دیا ہے بطور دلیل اہل عرب کا یہ قول پیش کیا ہے لَا نَوْلُکَ اَنْ تَفْعَلَ۔ وہ کہتے ہیں اس کا

Marfat.com

لئے۔تو وہ (حصہ) جو ہوان کے شریکوں کے لئے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور جو (حصہ) ہو اللہ تعالیٰ کے لئے تو وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کو کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے خولان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے خولان بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ۔اس کا نسب اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے خولان بن عمرو بن مرۃ بن ادد بن زید بن مہسع بن عمرو بن عریب بن زید بن کہلان بن سباء۔بعض اہل نسب اس نسب کو یوں بھی بیان کرتے ہیں خولان بن عمرو بن سعد العشیرہ بن مذحج۔

سعد نامی بت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنو ملکان بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بھی ایک بت کی پوجا کرتے تھے۔اس کا نام سعد تھا یہ بت ایک بہت بڑی چٹان پر نصب تھا۔ایک دفعہ بنو ملکان کا ایک شخص اپنے بیمار اونٹ لے کر ''سعد'' کے پاس گیا تاکہ اس کی برکت سے انہیں شفاء حاصل ہو۔جب اونٹوں نے اتنا بڑا بت دیکھا تو وہ ڈر کر بھاگ گئے۔یہ منظر دیکھ کر ملکانی بڑا ناراض ہوا اس نے ایک پتھر اٹھایا اور بت کو دے مارا وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ تجھے بے برکت کرے تو نے میرے اونٹوں کو بھگا دیا ہے پھر وہ اپنے اونٹوں کی جستجو میں نکلا۔جب اس نے انہیں تلاش کر

معنی یہ ہے لَا یَنْبَغِی اَنْ تَفْعَلَ۔اسی طرح ملکانی نے یہ مصرعہ سعد سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے خبر کی رو سے نہیں کہا اس کے کلام کا مفہوم یہ ہے فَلَا نَتَوَلّٰی سَعْدًا وَ لَا نَدِیْنُ بِہٖ۔نہ تو ہم سعد کو دوست بناتے ہیں اور نہ ہی اس کا دین اپناتے ہیں۔مبتداء پر لَا داخل کرنے کی یہ تعبیر عمدہ ہے۔

بِتَنُوْفَۃٍ۔ چٹیل میدان کو تنوفہ کہتے ہیں اس کی جمع تَنَائِفُ آتی ہے یہ فَعُوْلَۃ کے وزن پر ہے اگر یہ النوف سے تفعلہ کے وزن پر ہوتا تو اس کی جمع تَنَاوِف ہوتی تَفْعَلَۃ کے وزن پر آنے کے لئے شرط یہ ہے کہ واؤ مضموم ہو تاکہ فعل کے مبنی ہونے کا شبہ پیدا نہ ہو۔اگر کہا جائے کہ یہ تُنُوفہ ہے تو احتمال ہے کہ یہ فعُوله اور تفعُله کے وزن پر ہوگا مثلاً تُنُفلَه لیکن افعال میں یہ وزن مستعمل ہی نہیں۔علم صرف کا یہ مسئلہ انتہائی دقیق ہے۔

ملکان بن کنانہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ملکان بن کنانہ کا تذکرہ کیا ہے ابو جعفر بن حبیب النسابہ نے لکھا ہے کہ لغت عرب کے تمام مِلْکان میم کے کسرہ اور لام کے سکون کے ساتھ ہیں سوائے ان مَلَکان کے جو قضاعہ کے نسب میں اور السکون کے نسب میں ہیں یہ میم اور لام کی فتح کے ساتھ ہیں۔مَلَکانِ

Marfat.com

لیا تو پھر اس بت کی مذمت میں یہ شعر کہے

اَتَيْنَا اِلٰى سَعْدٍ لِيَجْمَعَ شَمْلَنَا فَشَتَّتَنَا سَعْدٌ، فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدِ
وَهَلْ سَعْدٌ اِلَّا صَخْرَةٌ بِتَنُوْفَةٍ مِنَ الْاَرْضِ لَا تَدْعُوْ لِغَيٍّ وَلَا رُشْدِ

''ہم سعد کے پاس آئے تا کہ وہ ہمارے بکھرے ہوئے اونٹوں کو جمع کر دے لیکن اس نے انہیں اور بھی منتشر کر دیا اب ہمارا سعد سے کوئی تعلق نہیں ہے سعد کیا ہے؟ وہ بلند وبالا زمین کے اوپر ایک چٹان ہی ہے وہ کسی گمراہی یا ہدایت کی طرف دعوت نہیں دیتا''۔

دوس کا بت

عمرو بن حممہ الدوسی کا بھی ایک پتھر کا بت تھا اس کا ذکر اس کے مقام پر آئے گا۔ دوس کا نسب یہ ہے دوس بن عدثان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن اسد بن غوث۔ بعض نساب اس کا یہ نسب بیان کرتے ہیں دوس بن عبداللہ بن زہران بن اسد بن غوث۔

ہبل

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش نے بھی اپنے لئے ایک بت نصب کر رکھا تھا انہوں نے اسے کعبہ کے وسط میں کنویں کے اوپر لٹکا رکھا تھا۔ اس کو ہبل کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا ذکر بھی عنقریب آئے گا۔

قضاعہ سے مراد ابن جرم بن ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے۔ مَلْکان السکون سے مراد ابن عباد بن عیاض بن عقبہ بن السکون بن اشرس ہے۔ ہمدانی کہتے ہیں کہ مَلْکان بن جرم کا اعراب بھی یہی ہے وہ کہتے ہیں یہ غطفان کی طرح ہے۔ ابن حبیب کہتے ہیں کہ خزاعہ کے مشائخ کہتے تھے ملکان لام کے فتح کے ساتھ ہے۔ ابوالولید نے ملکان کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے ملکان بن افصی بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ابوعلی القالی نے اپنے شیوخ سے ذکر کیا ہے کہ لغت عرب میں تمام مِلْکان میم کے کسرہ کے ساتھ ہیں سوائے جرم بن ربان کے۔

ابن حبیب النسابہ کے باپ کا نام حبیب تھا لیکن ابن مغربی کہتے ہیں کہ یہ ابن حبیب تھا اور اپنی ماں کی طرح منسوب تھا لیکن دیگر علماء نے اس کا انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا نام حبیب بن المحبر تھا جو کافی مشہور تھا۔

Marfat.com

اساف اور نائلہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش مکہ نے اساف اور نائلہ کو بھی اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ یہ بت آبِ زمزم کے کنویں کے اوپر نصب تھے۔ قریش مکہ ان کے پاس قربانیاں کرتے تھے۔ اساف اور نائلہ کا تعلق بنو جرہم سے تھا۔ اساف کے باپ کا نام بغی اور نائلہ کے باپ کا نام دیک تھا۔ ان دونوں نے خانہ کعبہ میں بدفعلی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے اور وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ اساف اور نائلہ کا تعلق قبیلہ جرہم سے تھا انہوں نے کعبہ میں بدکاری کی اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابو طالب کا یہ شعر ہے ؎

وَحَيْثُ يُنِيخُ الْاَشْعَرُوْنَ رِكَابَهُمْ ۔۔۔ بِمُفْضَى السُّيُوْلِ مِنْ اِسَافٍ وَنَائِلٍ

"اس جگہ جہاں اشعری اپنے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں جو اساف اور نائلہ کے ساتھ سیلابوں کے بہنے کی جگہ ہے"۔

اساف اور نائلہ

رزین نے فضائل مکہ میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں بدکاری کی مہلت نہ دی۔ لیکن اساف نے نائلہ کا بوسہ لیا جس سے وہ دونوں پتھر بن گئے۔ انہیں صفا اور مروہ پر منتقل کر دیا گیا انہیں وہیں نصب کر دیا گیا تاکہ لوگ ان سے عبرت پکڑیں۔ لیکن عمرو بن لحی نے انہیں کعبہ میں منتقل کر دیا اور انہیں آبِ زمزم کے کنویں کے اوپر نصب کر دیا۔ لوگ کعبہ کا طواف کرتے اور ان کے اردگرد بھی چکر لگاتے پھر لوگوں نے ان کو بھی پوجنا شروع کر دیا۔ ہبل نامی بت عمرو ہیت سے لے کر آیا تھا اسے بھی کعبہ میں نصب کیا گیا۔ امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے نائلہ کو پارہ پارہ کیا تو اس میں سے ایک کالی بڑھیا نکلی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اَحدثَا فِي الْكَعْبَةِ۔ حَدَث سے مراد فسق و فجور ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحدَثَ (فيها) اَوْ آوٰی مُحدثًا فعليه لعنَةُ اللّٰهِ(وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)۔

"جس نے مکہ معظمہ میں فسق و فجور کیا یا کسی فاسق کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں

Marfat.com

اہل عرب کی بت پرستی کا طریقہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل عرب میں سے ہر گھر کا علیحدہ بت تھا وہ سارا گھر اسی کی پوجا کرتا تھا ان میں سے جب کوئی شخص عازم سفر ہونے لگتا تو وہ سب کے آخر میں اپنے بت کو چھوتا۔ جب وہ اپنے سفر سے واپس آتا تو سب سے پہلے اپنے بت کو مس کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم ﷺ کو توحید کے ساتھ مبعوث کیا تو قریش نے کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۝ (ص)

"کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا۔ بیشک یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے"۔

اہل عرب نے کعبہ کے ساتھ طواغیت بنا رکھے تھے۔ طواغیت سے مراد وہ گھر ہیں جن کی تعظیم اہل عرب بیت اللہ کی طرح کرتے تھے ان پر مجاور اور دربان مقرر تھے۔ ان کے لئے وہ اسی طرح قربانیاں کرتے تھے جس طرح بیت اللہ کے لئے کرتے تھے۔ وہ ان کے پاس اپنے جانور ذبح کرتے وہ ان گھروں کا بھی اسی طرح طواف کرتے تھے جس طرح وہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ اس کے باوجود وہ بیت اللہ کی فضیلت کو تسلیم کرتے تھے انہیں معلوم تھا کہ اس مقدس گھر کے معمار حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی مسجد تھی۔

عزیٰ اور اس کے مجاور

قریش اور بنو کنانہ کے لئے ایک مخصوص بت تھا اس کا نام عزیٰ تھا۔ وہ نَخْلَه کے مقام پر نصب تھا۔ اس کے مجاور اور نگران بنو شیبان تھے۔ بنو شیبان بنو ہاشم بالخصوص بنو ابی طالب کے حلیف تھے۔ بنو شیبان کا تعلق سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان تھا۔ ایک شاعر (ابو خراش) کے شعر ہیں۔

لَقَدْ اُنْكِحَتْ اَسْمَاءُ رَاْسَ بُقَيْرَةٍ مِنَ الْاُدْمِ اَهْدَاهَا امْرُؤٌ مِنْ بَنِیْ غَنْمٍ

کی لعنت ہے"۔

جب مدینہ طیبہ میں زلزلہ آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اَحْدَثْتُم تم نے گناہ کئے ہیں قسم بخدا اگر دوبارہ زلزلہ آیا تو میں تمہارے سامنے نکل آؤں گا۔

حضرت ابوطالب کے شعر میں نَائِلٍ میں ترخیم کی گئی ہے اگرچہ اس میں نداء نہیں ہے۔

Marfat.com

دَاَی قَدَعًا فِی عَیْنِهَا اِذْ یَسُوْقُهَا اِلٰی غَبْغَبِ الْعُزّٰی فَوَسَّعَ فِی الْقَسْمِ

''اسماء کے جہیز میں ایک کمزور گائے کا سر دیا گیا تھا جو سرخ رنگ کی تھی اور بنو غنم میں سے ایک شخص نے اسے قربان کیا تھا۔ وہ گائے کو عزیٰ نامی بت کی جانب ہانک کر لے جا رہا تھا۔ جب اس نے اس کی آنکھوں میں عیب دیکھا تو اسے قربان کر کے گوشت میں اضافہ کر لیا۔''

اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی جانور کو ذبح کرتے تو اس کا گوشت حاضرین میں تقسیم کر دیتے تھے وہ لوگ جو کعبہ کے معاملات کی دیکھ بھال کرتے تھے ان کو السَّدَنَۃُ کہا جاتا تھا۔ روبۃ بن عجاج نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

فَلَا وَرَبِّ الْاٰمِنَاتِ الْقُطَّنِ یَعْمُرْنَ اَمْنًا بِالْحَرَامِ الْمَاْمَنِ
بِمَحْبَسِ الْهُدٰیِ وَبَیْتِ الْمَسْدَنِ

''ان کبوتروں کی قسم جو اس جگہ مقیم ہیں جہاں قربانی کے جانوروں کو روکا جاتا ہے جہاں کعبہ کے متولیوں کے گھر ہیں وہ امن و آشتی کے ساتھ حرم شریف میں آباد ہیں۔''

اللّات اور اس کے نگران:۔ اللّات بنو ثقیف کا بت تھا۔ یہ طائف میں نصب کیا گیا تھا اس کے نگران اور پہرے دار بنو معتب تھے۔

مَنَاۃ اور اس کے نگہبان

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''مَنَاۃ'' بت اوس اور خزرج کے لئے مخصوص تھا بلکہ یثرب کا ہر فرد اس کو اپنا معبود تسلیم کرتا تھا۔ ان کا ہم مذہب بھی اسے اپنا خدا مانتا تھا یہ بت ساحل سمندر پر مُشَلَّل کے پاس مقام ''قُدَیْد'' پر نصب تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الکمیت بن زید جس کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ بن مدرکہ سے تھا نے اپنے اس شعر میں مناۃ کا ذکر کیا ہے۔

وَقَدْ آلَتْ قَبَائِلُ لَا تُوَلِّی مَنَاۃَ ظُهُوْرَهَا مُتَحَرِّفِیْنَا

''حالانکہ چند قبائل نے قسمیں اٹھا کر یہ پختہ عہد کیا تھا کہ وہ مڑ کر اپنی پشتیں مناۃ کی طرف

الغَبْغَب۔ خون کے بہنے اور ذبح کرنے کی جگہ مراد ہے۔ یہ وہ آواز ہے جو خون کے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے اسی آواز سے اس جگہ کا نام رکھ دیا گیا۔ ممکن یہ ہے کہ یہ اہل عرب کے قول بِئرٌ بُغُبُغٌ سے مقلوب ہو جب کنویں میں بہت زیادہ پانی ہو تو اسے بِئرٌ بُغْبُغٌ یا یُغَیْبِغٌ کہتے ہیں۔ اس شعر میں مذمت کی گئی ہے۔ مہجو کو اس گائے کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی نظر ختم ہو جانے والی ہو اور وہ ذبح کرنے اور تقسیم کرنے کے قابل ہو۔

Marfat.com

نہیں کریں گے۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے مناۃ کو گرانے کے لئے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا انہوں نے اسے گرادیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "مناۃ" کے گرانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

ذُوالخَلَصہ اور اس کا انہدام

دوس، خثعم اور بجیلہ کا ایک بت تھا۔ اہل عرب میں سے ایک شخص کا باپ قتل ہوگیا۔ اس نے قاتلین سے اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہا اس نے ذُوالخَلَصہ کے پاس جا کر اپنے تیروں سے فال لی۔ فال میں وہ تیر نکل آیا جس پر انتقام نہ لینے کا لکھا ہوا تھا اس وقت اس نے یہ شعر کہے

لَوْ كُنْتَ يَاذَاالخَلَصِ المَوْتُوْرَا مِثْلِي وَكَانَ شَيْخُكَ المَقْبُوْرَا

لَمْ تَنْهَ عَنْ قَتْلِ العُدَاةِ زُوْرًا

"اے ذوالخلص! اگر تو میری طرح میں نا بدلا لینے سے عاجز ہوتا اور تیرا بزرگ (باپ) قبر میں ہوتا تو مجھے سواروں کو قتل کرنے سے نہ روکتا۔"

یہ اشعار امرء القیس بن حجر الکندی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذُوالخَلَصہ کی طرف بھیجا انہوں نے اسے گرادیا۔

ذُوالخُلَصہ کی مزید تشریح

لغت میں خَلَص اس بیل کو کہتے ہیں جو درخت پر چڑھ جاتی ہے اس کی خوشبو بڑی عمدہ ہوتی ہے اس کا پھل مکوے کی طرح ہوتا ہے خَلَصہ کی جمع خَلَصٌ ہوتی ہے۔ وہ شخص جس نے ذُوالخَلَصہ کے پاس تیروں سے فال گیری کی تھی اس کا نام امرء القیس بن حجر تھا۔ اس نے تین تیروں: 1۔ الزاجِر، 2۔ الآمِر، 3۔ المُتَرَبِّص سے فال پکڑی۔ فال میں وہ تیر نکلا جس پر الزَاجِر لکھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے بت کو گالیاں دیں اور اس کے منہ پر پتھر دے مارا پھر اس نے وہ شعر کہے جن کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے اس کے بعد اس پتھر (بت) کے پاس کسی شخص نے فال نہ پکڑی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا بول بالا کر دیا۔ آج اس جگہ ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی ہے وہاں عَبَلات شہر آباد ہے۔ امرء القیس کا نام حُندج تھا۔ حُندُج اس بوٹی کو کہتے ہیں جو ریت میں پیدا ہوتی ہے۔ قَیس کا معنی شدت اور بہادری ہے۔

فَلْس اوراس کے پجاری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ طے اوراس کے گردونواح کے لوگوں کے بت کا نام فلس تھا۔ یہ سلمیٰ اوراجاء کے پہاڑوں پرنصب تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفلس گرانے کے لئے بھیجا انہیں وہاں دوتلواریں ملیں۔ ایک کا نام الرَّسُوب اور دوسری کا نام المِخْذَم تھا۔ انہوں نے وہ تلواریں بارگاہِ رسالت میں پیش کردیں۔ آپ ﷺ نے وہ تلواریں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوہی عطافرمادیں پھر یہ تلواریں ان کے پاس ہی رہیں۔

شاعر کہتا ہے ۔

اَنْتَ عَلَى الاَعْدَاءِ قَيْسٌ وَنَجْدَةٌ وَاَنْتَ عَلَى الاَدْنٰى ہِشَامٌ وَنَوْفَلُ

”تو دشمن کے لئے بہادراوردلیر ہے جبکہ کمزور کے لئے ہشام اورنوفل کی طرح ہے۔“

مرقسیٌّ اسی کی منسوب ہے۔اس کے علاوہ تمام امرئ القیس امرئیٌّ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حندج امرئ القیس بن عابس کا نام تھا۔ یہ دونوں ہم عصر تھے ابن عابس بھی کندی تھا اس لئے دونوں میں مغالطہ ہوتا ہے۔

لَمْ تَنْهَ عَنْ قَتْلِ العُدَاةِ زُوْرًا۔ زُوْرًا نَهْيٌ مصدر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے دراصل نَهْياً زُوْرًا تھا۔ اس صورت میں مصدر یا تو حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے جب مصدر کوحذف کردیا جائے اور صفت کواس کے قائم مقام رکھا جائے تو اس وقت وہ صرف حال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے سَارُوْا رُوَيْدًا، سَارُوْا شَدِيْدًا۔اس صورت میں اگر فعل کومجہول ذکر کیا جائے تو پھراس صفت کورفع دینا جائز نہیں کیونکہ وہ حال ہوتی ہے اوراگر ساتھ ہی مصدر کا بھی ذکر کردیا جائے تو پھراسے مرفوع پڑھنا جائز ہوتا ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا مثال کو یوں ذکر کرنا درست ہے۔ سِيْرَ عَلَيْهِ سَيْرٌ رُوَيْد۔ یہ سیبویہ کا نقطۂ نظر ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب مصدر کو حذف کردیا جاتا ہے تو پھراس صفت کا حکم اور ہوتا ہے اور جب مصدر کوذکر کیا جاتا ہے تو اس کا حکم اور ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مفعول کوحذف کردیا جائے تو پھر صفت کواس کے قائم مقام نہیں رکھا جاسکتا۔ كَلَّمْتُ شَدِيْدًا اور ضَرَبْتُ طَوِيْلاً کہنا درست نہیں۔

جب صفت میں عمومیت کا مفہوم پایا جاتا ہوتو پھراس طرح کرنا اوربھی قبیح ہوجاتا ہے جبکہ حال کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ وہ حال ظرف کے قائم مقام ہوتا ہے اوراگر وہ صفت بھی ہوتو موصوف اس کے

Marfat.com

رہام اور اس کے پجاری:- حمیر اور اہل یمن نے صنعاء میں ایک گھر تعمیر کر رکھا تھا وہ اس میں عبادت کرتے تھے۔ اس کو رہام کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

رضاء اور اس کا انہدام

بنو ربیعہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا ایک بت تھا۔ جب اسلام کا آفتاب جہاں

ساتھ ہی ہوتا ہے۔ یہ وہی اسم ہوتا ہے جس کا حال صفت ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (مومنون: ۱۱۵)

"کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالخلصہ کو گرانے کے لئے بھیجا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے وصال مبارک سے دو ماہ قبل انہیں اس اہم مہم پر روانہ کیا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "نبی اکرم ﷺ نے مجھے ایک سو پچاس سواروں کے ہمراہ احمس سے ذوالخلصہ کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں گھوڑے پر نہیں ٹھہر سکتا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا۔

"مولا اسے ثابت فرما اور اسے راہ نما اور ہدایت یافتہ بنا"۔

ذُوالخَلَصَه کو "الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ والشَّامِيَةُ" کہا جاتا تھا لیکن اس کا مفہوم مشکل ہے۔ الشَّامِيَه سے مراد بیت الحرام ہے۔ "اليَمَانِيَه" کی زیادتی غلطی ہے اگر اس کو ختم کر دیا جائے تو معنی صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف اور بخاری شریف میں اسی طرح ہے لیکن میرے نزدیک یہ زیادتی غلطی نہیں ہے اس کا معنی یہ ہوگا "اسی وجہ سے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہا جاتا ہے اور وہی کعبہ یمانیہ ہے" یہ معنی عجیب تر نہیں ہے۔ ابن ابی ربیعہ کہتا ہے

وَقُمَيْرٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَدْ لَاحَ، لَهُ قَالَتِ الْفَتَاتَانِ قُومَا

"وہ آخری شب کا چھوٹا سا چاند تھا جو چمکا، اس کو دو لڑکیوں نے کہا ٹھہر جا۔"

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ذو الخُلُصه خاء اور لام کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں کو فتح دیتے ہیں یہ وہ بت ہے آخری زمانہ میں جس کی پوجا کی جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ دوس اور خثعم کی آہ وزاری کرنے والی عورتیں

Marfat.com

تاب طلوع ہوا تو اس بت کو گرا دیا گیا۔ اس وقت مستوغر بن ربیعہ نے یہ اشعار کہے ۔

وَلَقَدْ شَدَدْتُ عَلٰی رُضَاءٍ شَدَّةً فَتَرَکْتُھَا قَفْرًا بِقَاعٍ اَسْحَمَا

''میں نے رضاء پر شدید حملہ کیا اور اسے ایک وسیع میدان میں عریاں کر کے رکھ دیا۔''

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں دوسرا مصرعہ بنو سعد کے ایک شخص کا ہے۔

مستوغر کی عمر

بیان کیا جاتا ہے کہ مستوغر کی عمر تین سو تیس سال تھی وہ تمام قبیلہ مضر سے طویل العمر شخص تھا۔ وہ درازیٔ عمر سے تنگ آ کر کہتا ہے ۔

وَلَقَدْ سَئِمْتُ مِنَ الْحَیَاةِ وَطُوْلِھَا وَعَمِرْتُ مِنْ عَدَدِ السِّنِیْنَ مِئِیْنَا

مِائَةٌ حَدَتْھَا بَعْدَھَا مِئَتَانِ لِیْ وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ الشُّھُوْرِ سِنِیْنَا

ھَلْ مَابَقِیَ اِلَّا کَمَا قَدْفَاتَنَا یَوْمٌ یَمُرُّ وَلَیْلَةٌ تَحْدُوْنَا

''میں زندگی کی اس طوالت سے اکتا چکا ہوں۔ میری عمر کئی سو سال ہے میں کہنہ سال ہو چکا

ذوالخلصہ کے اردگرد ماتم کریں گی''۔

سلمٰی اور اَجا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنو طے کے ان شہروں کا ذکر کیا ہے جو سلمٰی اور اَجا کے مابین ہیں۔ ابن کلبی وغیرہ سے روایت ہے کہ اَجا ایک شخص کا نام تھا۔ وہ اَجا بن عبدالحی تھا۔ اس نے سلمٰی بنت حام سے بدفعلی کی یا اس پر تہمت لگائی گئی پھر انہیں ان دو پہاڑوں میں پھانسی دی گئی۔ وہاں ایک تیسرا پہاڑ بھی ہے جو عوجاء کے نام سے مشہور ہے۔ عوجاء سلمٰی کی دایہ تھی وہ اس کے اور اجاء کے مابین سفیر تھی اسے اس تیسرے پہاڑ پر پھانسی دی گئی۔

مستوغر کی عمر

مستوغر کا نام کعب بن ربیعہ تھا۔ ابن درید نے کہا ہے کہ اس کو اس شعر کی وجہ سے مستوغر کہتے ہیں ۔

یَنِشُّ الْمَاءُ فِی الرَّبَلَاتِ مِنْهُ نَشِیْشَ الرَّضْفِ فِی اللَّبَنِ الْوَغِیْرِ

''اس سے پانی ان کی جڑوں میں اس طرح آواز نکالتا ہے جس طرح گرم دودھ میں گرم پتھر آواز نکالتا ہے''۔

Marfat.com

ہوں۔ سو سال گزرنے کے بعد اور ایک سو سال گزر چکا ہے بلکہ میری عمر تین سو سال سے بھی کئی سال اور کئی ماہ اوپر ہو چکی ہے باقی بھی وہی چیز رہ گئی ہے جو پہلے گزر چکی ہے دن گزر جاتا ہے اور

وَغیُو گرمی کی انتہاء کو کہا جاتا ہے۔ علامہ قتبی بیان کرتے ہیں کہ مُستَوغِر عکاظ کے میلہ میں گیا اس کے ساتھ اس کا پوتا تھا۔ پوتا انتہائی بوڑھا تھا، دادا پوتے کی راہنمائی کر رہا تھا۔ ایک شخص نے مستوغر سے کہا ''اس بوڑھے سے نرم سلوک کرو اس نے طویل عرصہ تک تمہارے ساتھ نرم رویہ رکھا ہے''۔ مستوغر نے اس شخص سے کہا ''تمہارے نزدیک اس کا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے؟'' اس نے کہا یہ بوڑھا یا تو تمہارا دادا ہے یا باپ۔ مستوغر نے کہا نہیں ''یہ میرا پوتا ہے''۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا ''میں نے آج کے دن جیسا عمدہ دن اور مستوغر بن ربیعہ جیسا عمر رسیدہ شخص نہیں دیکھا''۔ مستوغر نے کہا ''مستوغر تو میں ہی ہوں'' پھر اس نے وہ اشعار پڑھے جو ابن ہشام نے ذکر کئے ہیں۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ بعض لوگ ان اشعار کو زہیر بن جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ زہیر سے مراد ابن جناب بن ہبل بن عبداللہ بن کنانہ بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ ہے۔ یہ دو عمر رسیدہ آدمیوں میں سے ایک تھا یہ اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

یَابُنَیَّ اِنْ اَهْلِكْ فَاِنِّی قَدْ بَنَیْتُ لَكُمْ بِنِیَه
وَتَرَكْتُمْ اَبْنَاءَ سَادَا تٍ زِنَادُهُمْ وَرِیَه
مِنْ كُلِّ مَا نَالَ الْفَتٰی قَدْ نِلْتُهٗ اِلَّا التَّحِیَّة

''اے میرے بیٹے اگر میں مر بھی جاؤں تو میں نے تمہارے لئے ایک پختہ عمارت تعمیر کر دی ہے۔ میں ایسے سردار بیٹے چھوڑ کر جاؤں گا جن کا چقماق آگ نکالتا ہے میں نے ہر وہ مقام حاصل کیا جو ایک جوان حاصل کر سکتا تھا لیکن مجھے بقا نہ مل سکی''۔

ان اشعار میں التَّحِیَّہ سے مراد یا تو بادشاہی ہے یا بقائے دوامی۔ بنو کلب کے قبائل میں زہیر اور اس کے بھائی سردار بنے۔ یہ چار بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں: 1۔ زہیر، 2۔ عدی، 3۔ حارثہ، 4۔ مالک۔ مالک کو اَصَمّ بھی کہا جاتا ہے اسے اس شعر کی وجہ سے اصم کہا جاتا ہے۔

اَصَمُّ عَنِ الْخَنَا اِنْ قِیْلَ یَوْمًا وَفِی غَیْرِ الْخَنَا اُلْفٰی سَمِیْعًا

''اگر کسی دن فحش گوئی کی جائے تو میں اس سے بہرہ ہو جاتا ہوں اور فحش گوئی کے علاوہ ہر بات میں خوب غور سے سننے والا ہو جاتا ہوں''۔

حارثہ بن جناب اور علیم بن جناب اس کے بھائی ہیں۔ بنو کعب بن علیم کا تعلق بھی اسی خاندان

Marfat.com

رات ہماری حدی خواں ہوتی ہے''۔

سے ہے لیکن وہ اپنی ماں زید بنت مالک کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں انہیں بنو زید کہا جاتا ہے۔
حضرت رباب بنت امریٔ القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجہ محترمہ تھیں۔ ان کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔ اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے

أُحِبُّ لِحُبِّهَا زَيْدًا جَمِيْعًا وَنَتْلَةَ كُلَّهَا وَبَنِي الرَّبَابِ
وَأُخْرَى لِأَنَّهَا مِنْ آلِ لَامٍ أُحِبُّهُمْ وَطُرَّ بَنِي جَنَابِ

''کیونکہ وہ تمام زید سے محبت کرتے ہیں اس لئے میں ان سے پیار کرتا ہوں میں نثلہ اور بنو رباب سے پیار کرتا ہوں۔ میں اس لئے بھی ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ وہ آل لام سے ہیں ان سے اور تمام بنو جناب سے عقیدت رکھتا ہوں''۔

مستوغر کے علاوہ اہل عرب میں سے وہ اشخاص جن کی عمر دو سال یا تین سو سال سے زیادہ ہوئی وہ درج ذیل ہیں: 1۔ زہیر، 2۔ عبید بن شریہ، 3۔ دغفل بن حنظلہ النسابہ، 4۔ الربیع بن ضبع الفزاری، 5۔ ذوالاصبع العدوانی، 6۔ نصر بن دہمان بن اشجع بن ریث بن غطفان۔ نصر بن دہمان کے سر کے بال سفید ہونے کے بعد سیاہ ہو گئے تھے۔ اس کی کمر ٹیڑھی ہونے کے بعد سیدھی ہو گئی تھی۔ ایک شاعر اس کے متعلق کہتا ہے

لِنَصْرِ بْنِ دُهْمَانَ الْهُنَيْدَةَ عَاشَهَا وَتِسْعِيْنَ حَوْلًا ثُمَّ قُوِّمَ فَانْصَاتَا
وَعَادَ سَوَادُ الرَّأْسِ بَعْدَ ابْيِضَاضِهٖ وَلٰكِنَّهٗ مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ قَدْ مَاتَا

''نصر بن دہمان پر تعجب ہے جس نے ایک سو نوے سال زندگی گزاری تھی پھر اس کی کمر سیدھی ہو گئی۔ وہ سیدھا ہو گیا، اس کے بال سفید ہونے کے بعد سیاہ ہو گئے لیکن اس کے بعد بالآخر موت ہی اس کا مقدر ہوئی''۔

اہل عرب کے نزدیک اس کا معاملہ عجیب تر تھا۔ ان تمام سے زوید کی عمر سب سے زیادہ تھی اس کا نام زید بن نہد تھا۔ وہ قبیلہ قضاعہ سے تھا۔ قضاعہ کے معروف قبائل نہد کی طرف ہی منسوب ہوتے ہیں۔ زوید نے چار سو سال عمر پائی۔ عرب میں اس کے کئی آثار موجود تھے، کئی اہم واقعات اور اہم جنگوں میں اس نے شرکت کی جب اس کی موت قریب آئی تو اس نے یہ اشعار پڑھے

اَلْيَوْمَ يُبْنٰى لِزُوَيْدٍ بَيْتُهٗ وَمَغْنَمٍ يَوْمَ الْوَغٰى حَوَيْتُهٗ
وَمِعْصَمٍ مُوَشَّمٍ لَوَيْتُهٗ لَوْ كَانَ لِلدَّهْرِ بِلًى اَبْلَيْتُهٗ

Marfat.com

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اشعار زہیر بن جناب الکلبی کے ہیں۔

ذوالکَعَبات اور اس کے پجاری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ذوالکعبات بکر، تغلب، بنو وائل اور ایاد کا بت تھا۔ یہ سَنْدَاد کے مقام پر نصب تھا۔ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ اسی کے متعلق کہتا ہے۔

بَيْنَ الخَوَرْنَقِ والسَّدِيْرِ وَبَارِقٍ   وَالبَيْتِ ذِى الكَعَبَاتِ مِنْ سَنْدَادِ

"خورنق، سدیر، بارق اور ذوالکعبات کے گھر جو سنداد میں ہیں ان کے مابین۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ شعر اسود بن یعفر النھشلی کا ہے۔ نھشل کا نسب یہ ہے نھشل بن دارم بن مالک بن زید بن مناۃ بن تمیم۔ ابومحرز خلف الاحمر نے مجھے یہ شعر اس طرح روایت کیا ہے۔

اَهْلُ الخَوَرْنَقِ وَالسَّدِيْرِ وَبَارِقٍ   وَالبَيْتِ ذِى الشُّرُفَاتِ مِنْ سَنْدَادِ

"وہ خورنق، سدیر، بارق اور ان کنگروں والے گھر کے مالک ہیں جو سنداد میں ہے"۔

اَوْ كَانَ قِرْنِى وَاحِدًا كَفَيْتُهُ

"آج زوید کے لئے اس کا گھر بنا دیا جائے گا۔ میں (زوید) نے جنگ کے دن کتنا ہی مال غنیمت اکٹھا کیا۔ میں نے مضبوط کلائی کو مروڑا۔ اگر زمانے کے پاس کوئی آزمائش تھی تو میں اس کا چیلنج قبول کر چکا ہوں اور اگر میرا مدمقابل اکیلا تھا تو میں اس کو بھی کافی ہو چکا ہوں"۔

مستوغر کے اس شعر وَلَقَدْ شَدَدْتُ...... اَسْحَمَا سے مراد یہ ہے میں نے اسے آگ کی وجہ سے کالا کر دیا ہے۔ اس کے بعد یہ شعر ہے۔

وَاَعَانَ عَبْدُاللّٰهِ فِى مَكْرُوْهِهَا   وَبِمِثْلِ عَبْدِاللّٰهِ اَغْشَى المَحْرَمَا

"عبداللہ نے اس کے مصائب میں اس کی مدد کی۔ عبداللہ جیسا شخص ہی خطرات کو ختم کر سکتا ہے"۔

الخَوَرْنَق

خورنق وہ محل تھا جو حیرہ کے بادشاہ نعمان اکبر نے شاہ پور کے لئے بنایا تھا تاکہ اس کا بیٹا وہاں رہے۔ اس نے عجمی طرز پر اس کو تعمیر کیا۔ اہل عرب نے اس جیسا محل پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے معمار کا نام سنمار تھا اس کو بلندی سے گرا کر ہلاک کر دیا گیا تھا پھر اہل عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی تھی

Marfat.com

جَزَانِی جَزَاءَ سِنِمَّار۔ ''اس نے مجھے سنمار کی طرح جزاء دی''۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب خوارنق کا محل مکمل ہو گیا اور لوگ اس کے حسن و جمال سے مرعوب ہوئے تو سنمار نے کہا ''اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اس کو اس طرح تعمیر کرتا کہ یہ سورج کے ساتھ ساتھ گردش کرتا''۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کیا ''تو اس محل کو اس سے بہتر بھی بنا سکتا تھا؟'' اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ معمار کسی اور کے لئے اس سے عمدہ محل تعمیر نہ کردے۔ اس نے معمار کو محل کی بلندیوں سے نیچے گرا کر ہلاک کر دیا۔ سنمار سے وہ محل بیس سال سے زائد مدت میں مکمل کیا تھا۔ عبدالعزی بن امرئ القیس کہتا ہے۔

جَزَانِی جَزَاهُ اللّٰهُ شَرَّ جَزَائِهٖ ۔۔۔ جَزَاءَ سِنِمَّارٍ وَمَا كَانَ ذَا ذَنْبِ

سِوٰی رَصِّهِ الْبُنْيَانَ عِشْرِيْنَ حِجَّةً ۔۔۔ يُعَلِّی عَلَيْهِ بِالْقَرَامِدِ وَالسَّكْبِ

فَلَمَّا انْتَهٰی الْبُنْيَانُ يَوْمًا تَمَامَهٗ ۔۔۔ وَآضَ كَمِثْلِ الطَّوْدِ وَالْبَاذِخِ الصَّعْبِ

وَظَنَّ سِنِمَّارٌ بِهٖ كُلَّ حَبْوَةٍ ۔۔۔ وَفَازَ لَدَيْهِ بِالْمَوَدَّةِ وَالْقُرْبِ

رَمٰی بِسِنِمَّارٍ عَلٰی حَاقِ رَاْسِهٖ ۔۔۔ وَذَاكَ لَعَمْرُ وَاللّٰهِ مِنْ اَقْبَحِ الْخَطْبِ

''اللہ تعالیٰ اس کو بری جزاء دے اس نے مجھے سنمار جیسی جزاء دی ہے حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہ تھا سوائے اس کے کہ اس نے بیس سال تک محل کی بنیادوں کو استحکام بخشا تھا۔ سیسہ اور اینٹوں کے ساتھ اس نے محل کو بلند کیا جب محل کی تعمیر مکمل ہوگئی وہ بلند و بالا پہاڑ کی طرح عظیم الشان نظر آنے لگا۔ جب سنمار نے بادشاہ سے ہر قسم کا انعام ملنے کا سوچا محبت اور قرب کے حصول کا خیال کیا تو بادشاہ نے اسے بلند محل سے سر کے بل گرا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زندگی کی قسم! یہ عمل کتنا قبیح تھا''۔

جاحظ نے یہ اشعار کتاب الحیوان میں لکھے ہیں۔ چاند کا ایک نام سنمار بھی ہے۔ اسود جس کے قصیدے کا پہلا مصرعہ یہ ہے ''ذَهَبَ الرُّقَادُ فَمَا اَحَسَّ رُقَادِی'' میں کہتا ہے۔

وَلَقَدْ عُمِرْتَ وَاِنْ تَطَاوَلُ فِی الْمَدٰی ۔۔۔ اِنَّ السَّبِيْلَ سَبِيْلُ ذِی الْاَعْوَادِ

''تجھے عمر عطا کی گئی ہے اگر تیری عمر میں اضافہ بھی ہو جائے پھر بھی اسی رستہ پر رواں ہونا ہے جس پر پہلے لوگ گئے ہیں یعنی بالآخر انجام موت ہی ہے''۔

عامر بن الظرب جس کے لئے ڈنڈا کھٹکھٹایا جاتا تھا وہ جوانی کے واپس آنے کی امید کرتے ہوئے کہتا ہے۔

Marfat.com

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی

ابن اسحاق کی رائے

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سائبہ کے مادہ بچے کو بحیرہ کہا جاتا تھا۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہا جاتا تھا جو لگا تار دس اونٹنیاں جنم دیتی اور ان کے درمیان کوئی بھی نر بچہ نہ جنتی۔ اہل عرب اس اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیتے تھے نہ تو اس پر سواری کرتے اور نہ ہی اس کے بال کاٹتے اور نہ ہی مہمان کے علاوہ کسی اور کو اس کا دودھ دیتے۔ اگر وہ اونٹنی اس کے بعد مادہ بچہ جنتی تو وہ اس کے کان چیر

مَاذَا أُوَمِّلُ بَعْدَ آلِ مُحَرِّقٍ تَرَكُوْا مَنَازِلَهُمْ وَبَعْدَ اِيَادِ
نَزَلُوْا بِاَنْقِرَةٍ يَسِيْلُ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْفُرَاتِ يَجِيْئُ مِنْ اَطْوَادِ
اَرْضُ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِيْرِ وَبَارِقٍ وَالْبَيْتِ ذِى الْكَعَبَاتِ مِنْ سَنْدَادِ
جَرَتِ الرِّيَاحُ عَلٰى مَحَلِّ دِيَارِهِمْ فَكَاَنَّهَا كَانُوْا عَلٰى مِيْعَادِ
وَاَرٰى النَّعِيْمَ وَكُلَّ مَا يُلْهٰى بِهٖ يَوْمًا يَصِيْرُ اِلٰى بِلًى وَنَفَادِ

''میں آل محرق اور ایاد کے بعد کس چیز کی امید کر سکتا ہوں وہ بھی اپنے گھروں کو چھوڑ گئے ہیں انہوں نے انقرہ کو اپنا مسکن بنایا۔ دریائے فرات کا پانی بلند ٹیلوں سے ان کی طرف آتا تھا سرزمین خورنق، سدیر اور بارق کی خوبصورتی بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔ سنداد کا کنگروں والا گھر کتنا حسین تھا۔ ان کے شہروں پر ہوائیں چلیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان سب کے لئے ایک دن مقرر تھا میں تمام نعمتوں اور مرغوب اشیاء کو دیکھتا ہوں کہ ان کا انجام تباہی اور بوسیدگی ہے''۔

سدیر فارسی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی بادشاہ کا محل ہے۔ اس محل کو سِهْدِلی کہا جاتا تھا۔ اس کے تین رستے تھے۔ علامہ البکری کہتے ہیں اس محل کو سدیر اس لئے کہتے تھے کیونکہ اہل عرب جب اس کی رفعت کو دیکھتے تھے تو ان کی نگاہیں متحیر ہو جاتی تھیں۔ کہا جاتا ہے سَدَرَ بَصَرُہٗ۔ اس کی بصارت متحیر ہوگئی۔

بحیرہ اور سائبہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بحیرہ اور سائبہ کی ایک اور تفسیر بیان کی ہے۔ بحیرہ اور سائبہ کے متعلق مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ ان میں سے بعض ابن اسحاق اور ابن ہشام رحمہما اللہ تعالیٰ کے اقوال سے مطابقت رکھتے تھے اور بعض میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کیونکہ یہ

Marfat.com

دیتے پھر اس کی ماں کے ساتھ اسے بھی آزاد کردیتے اس پر بھی نہ تو سواری کرتے تھے نہ ہی اس کے بال کاٹتے تھے اور نہ ہی مہمان کے علاوہ کسی اور کو اس کا دودھ دیتے تھے۔ سائبہ کی مادہ بچی کو بحیرہ کہتے تھے۔ اگر کوئی بکری پانچ دفعہ لگاتار دس مادہ بچے جنتی اور ان کے مابین کوئی بھی نر بچہ نہ ہوتا تو اہل عرب اس کو وصیلہ کہتے تھے یعنی وہ اپنے اختتام کو پہنچ جاتی تھی۔ اگر اس کے بعد وہ بکری کوئی بچہ جنتی تو اسے صرف ان کے مرد ہی کھا سکتے تھے اس کا گوشت عورتوں پر حرام سمجھا جاتا تھا۔ اگر اس بکری کا کوئی بچہ مر جاتا تو پھر اس کے گوشت کو مرد اور عورت دونوں کھا سکتے تھے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ روایت کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد اگر بکری بچہ جنتی تو وہ ان کے لڑکوں کے لئے حلال ہوتا تھا۔ لڑکیوں کے لئے اس کا گوشت حرام سمجھا جاتا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے حامی اس سانڈ کو کہا جاتا تھا جس سے لگاتار دس مادہ بچے جنوائے جاتے۔ ایسے اونٹ کو وہ آزاد چھوڑ دیتے تھے نہ تو اس پر سواری کرتے تھے نہ ہی اس کے بال کاٹے جاتے تھے اور نہ ہی اس سے کوئی فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔

ابن ہشام اور ابن اسحاق کا اختلاف

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اہل عرب بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کے کان چیر دیئے جاتے تھے اس پر سواری کرنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بال بھی نہ کاٹے جاتے تھے۔ مہمان کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا دودھ بھی نہ پی سکتا تھا یا پھر اس کا دودھ صدقہ کر دیا جاتا تھا ایسی اونٹنی ان کے معبودوں کے لئے وقف ہوتی تھی۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو اس کا مالک بطور نذر آزاد کر دیتا تھا۔ ایک آدمی نذر مانتا تھا کہ اگر وہ بیماری سے شفایاب ہو گیا یا اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو وہ اپنی فلاں اونٹنی کو آزاد کر دے گا۔ جب وہ صحت یاب ہو جاتا یا اپنے مقصد کو پا لیتا تو وہ اس اونٹنی کو آزاد کر دیتا اور اس سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھایا جاتا۔ وصیلہ اس بکری کو کہتے

امور زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اسلام نے انہیں باطل قرار دے دیا ہے اس لئے ان کی مزید جستجو کرنے کی کوئی احتیاج نہیں۔

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ...... میں فقہی مسئلہ یہ ہے کہ ترکہ کو لڑکوں کے ساتھ مختص کر کے لڑکیوں کو اس سے محروم نہ کیا جائے۔ حضرت عمرۃ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص مال کی طرف رجحان رکھتا ہے تو وہ اپنے سارے

Marfat.com

تھے جو ہر حمل میں دو بچے جنتی جن میں سے ایک مادہ ہوتا دوسرا نر۔ اس بکری کا مالک اس کے مادہ بچوں کو اپنے معبود کے لئے وقف کر دیتا اور نر کو اپنے لئے رکھ لیتا لیکن اس نر سے بھی کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھایا جاتا۔ حامی کی تفصیل وہی ہے جو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یونس بن حبیب النحوی سے اسی طرح بیان کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو مبعوث کیا تو قرآن پاک میں اس آیت کو نازل کیا:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (مائدہ)

"نہیں مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن جنہوں نے کفر کیا وہ تہمت لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹی اور اکثر ان میں سے کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔"

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ (انعام)

"اور بولے جو ان مویشیوں کے شکموں میں ہے وہ نرا ہمارے مردوں کے لئے ہے اور حرام ہے ہماری بیویوں پر اور اگر وہ مرا ہوا (پیدا ہوا) ہو تو پھر وہ سب (مرد و زن) اس میں حصہ دار ہیں اللہ جلدی بدلہ دے گا انہیں ان کے اس بیان کا بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے۔"

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ (یونس)

"آپ فرمائیے بھلا بتاؤ تو جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتارا پس بنا لیا تم نے اس سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال پوچھئے کیا اللہ تعالیٰ (ایسا کرنے کی) تمہیں اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو"۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

مال کو مذکر بچوں کے لئے مختص کر دیتا ہے"۔

یہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ......

Marfat.com

مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (انعام)

"اور (پیدا فرمائے) بعض مویشی بوجھ اٹھانے والے اور بعض زمین پر لٹا کر ذبح کرنے کے لئے۔ کھاؤ اس میں سے جو رزق دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (پیدا فرمائے) آٹھ جوڑے۔ بھیڑ سے دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو (نر و مادہ) آپ پوچھئے کیا دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادائیں یا جسے لئے ہوتے ہیں (اپنے اندر) دو ماداؤں کے رحم بتاؤ مجھے علم کے ساتھ اگر ہو تم سچے اور اونٹ سے دو (نر و مادہ) اور گائے سے دو (نر و مادہ) آپ پوچھئے کیا دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا جسے لئے ہوئے ہیں (اپنے اندر) دو ماداؤں کے رحم کیا تم تھے موجود جب وصیت کی تمہیں اللہ نے اس بات کی تو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو بہتان باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو اپنی جہالت سے بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے۔

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شاعر کہتا ہے

حُوْلُ الوَصَائِلِ فِی شُرَیْفٍ حِقَّةٌ وَالحَامِیَاتُ ظُهُوْرُهَا وَالسُّیَّبُ

وَصَائِل، وَصِیْلَه کی جمع ہے اکثر نسخوں میں فَصَائِل ہے یہ فَصْلَان کی جمع ہے فَصْلَان فَصِیْل کی جمع ہے۔ چھوٹے اونٹ کو فَصِیْل کہا جاتا ہے۔

شُرَیْفٌ، شَرْفٌ سے تصغیر ہے یہ اس پانی کا نام ہے جو بنو نمیر کے لئے مخصوص تھا۔ عقبان کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ حِقّه اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی عمر چار سال ہونے والی ہو۔ حَامِیَاتٌ حَامِیَه کی جمع ہے السُّیَّب، سَائِبَه کی جمع ہے۔ حُوْل، حَائِل کی جمع ہے اس اونٹنی کو حَائِل کہا جاتا ہے جس پر بوجھ لادھا جائے لیکن وہ بوجھ برداشت نہ کر سکے اس اونٹنی کو بھی حَائِل کہتے ہیں جو دو یا تین سال حمل کے بغیر ہی رہے۔ تمیم بن ابی بن مقبل جس کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے ہے وہ کہتا ہے

فِیْهِ مِنَ الاَخْرَجِ المِرْبَاعِ قَرْقَرَةٌ هَدْرَ الدِّیَافِیِّ وَسْطُ الهَجْمَةِ البُحُر

''وہ وحشی گدھا نر شتر مرغ کی طرح تندرست و توانا ہے دیافی اونٹوں کی طرح اس کی آواز ہے وہ بہت سے اونٹوں میں سے بحیرہ کی طرح ہے یعنی ذبح ہونے سے محفوظ ہے''۔

تمیم بن ابی کے شعر میں المِرْبَاع ہی روایت ہے یہ رَبِیْعٌ سے مشتق ہے اس نر اونٹ کو بھی مِرْبَاعٌ کہا جاتا ہے جو حاملہ کرنے میں جلدی کرتا ہے وہ اونٹنی جس کو جلد حمل ہو جاتا ہے اس کو بھی مِرْبَاعٌ کہتے ہیں اور وہ باغ جہاں سبزہ وغیرہ جلد اُگ آئے اسے بھی المِرْبَاعُ کہتے ہیں۔ اس شعر میں شاعر وحشی گدھے کی تعریف کرتا ہے۔

الاَخْرَج۔ اس سے مراد وہ تاریکی ہے جس میں سفیدی بھی ہو۔ قَرْقَرَةٌ۔ سے مراد آواز ہے۔

هَدْرَ الدِیَّافِی۔ وہ نر اونٹ جو دِیَاف کی طرف منسوب ہو دیاف ملک شام کا ایک شہر ہے۔

الهَجْمَة۔ ان اونٹوں کو کہا جاتا ہے جن کی تعداد سو سے کم ہو ان کو بُحُر اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ وہ لوٹ سے محفوظ ہوتے ہیں المَنْعَة اور الحَمَایَة سے بھی ان کا وصف لگایا جاتا ہے جس طرح بحیرہ اونٹ ذبح ہونے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ابن مقبل کے شعر میں مرباع یا کے ساتھ مِرْیَاع ہے اس کی شرح میں ہے کہ یہ رَاعَ یَرِیْعُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی جلد جواب دینا ہے جس طرح طرفہ کہتا ہے:

تَرِیْعُ اِلٰی صَوْتِ المُهِیْبِ وَتَتَّقِی۔

''تو بلانے والے کو جلد جواب دیتا ہے اور بچ جاتا ہے''۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب کے باقی افراد کا تذکرہ

خزاعہ کا نسب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خزاعہ کہتے تھے کہ وہ بنو عمرو بن عامر یمنی کی اولاد ہیں۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خزاعہ کہتے تھے "ہم عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ ابن امرئَ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن اسد بن غوث کی اولاد میں سے ہیں۔ ہماری ماں کا نام حندف تھا"۔

لیکن پہلی روایت زیادہ عمدہ ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بُحُر سے مراد وہ اونٹنی ہے جو بہت زیادہ دودھ دیتی ہے یہ بحیرہ کی جمع نہیں۔ ان کے نزدیک یہ بُحُور کی جمع ہے۔ اس شعر کا مفہوم یہ کہ وہ اونٹ محفوظ ہیں لیکن ابن قتیبہ کے روایت کردہ معنی میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا لیکن عربی میں یہ ظاہر ہے کیونکہ بحیرہ فعیلہ کے وزن پر ہے فَعِیْلَة کی جمع فُعُل کے وزن پر صرف اسی وقت آتی ہے جب یہ سَفِیْنَةٌ اور سُفُن، خَرِیْدَةٌ اور خُرُد کے مشابہ ہو لیکن ایسا قلیل ہے۔ ایک شاعر باغ کی توصیف میں کہتا ہے۔

بِغَازِبِ النَّبَتِ یَرْتَاحُ الفُؤَادُ لَهٗ رَادَ النَّهَارِ لِاَصْوَاتٍ مِنَ النُّغَرِ

"وہ ایسا باغ ہے جس کا سبزہ نقصان سے محفوظ ہے اس کے نورفشاں درختوں اور پرندوں کی چہچہاہٹ سے دل خوشی محسوس کرتا ہے"

تمیم کے اس شعر کے بعد یہ شعر ہے۔

الاَزْرَقُ الاَخْضَرُ السِرْبَالِ مُنْتَصِبٌ قَیْدُ العَصَا فَوْقَ ذَیْلٍ مِنَ الزَّهَرِ

"وہاں نیلے رنگ کے کپڑے تھے وہ آدھے حصہ تک سبز پوش تھا وہ ایک ڈنڈے کی مقدار تھے جو دامن کے اوپر سے سرخ تھا"۔

خزاعہ کا نسب

خزاعہ کہتے تھے ہم بنو عمرو بن عامر کی اولاد میں سے ہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ عمرو کو مُزَیْقِیَاء کہا جاتا تھا۔ عامر سے مراد مَاءُ السَّمَاء ہے یہ نام اس کی سخاوت کی شہرت کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ اس کی دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ وہاں قیام کرتے جہاں انہیں بارش کا نام ونشان نظر آتا۔ حارثہ بن امرئَ القیس سے مراد غِطْرِیْف ہے۔

Marfat.com

مجھے ابوعبیدہ وغیرہ نے بتایا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ خزاعہ بنو حارثہ بن عمرو بن عامر کو کہا جاتا تھا ان کو خزاعہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ جب عمرو بن عامر کی اولاد یمن سے شام جارہی تھی تو یہ ان سے جدا ہو کر وادی مرّ الظّهران میں خیمہ زن ہو گئے پھر وہیں مستقل مسکن بنالیا۔ عون بن ایوب انصاری جن کا تعلق بنو عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن خزرج سے تھا کہتے ہیں ۔

فَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَرٍّ تَخَزَّعَتْ خُزَاعَةُ مِنَّا فِي خُيُوْلٍ كَرَاكِرِ
حَمَتْ كُلَّ وَادٍ مِنْ تِهَامَةَ وَاحْتَمَتْ بِصُمِّ الْقَنَا وَالْمُرْهَفَاتِ الْبَوَاتِرِ

"جب ہم وادی مرالظہران میں خیمہ کش ہوئے تو بنو خزاعہ اپنے عمدہ گھوڑے لے کر ہم سے جدا ہو گئے۔ نیزوں اور قاطع تلواروں کی آواز سے تہامہ کی ہر وادی سے صدا آنے لگی۔ انہوں نے وادی کی خوب حفاظت کی"۔

مَرّ الظَّهران کی وجہ تسمیہ

مَرّ الظَّهران کو مَرّ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہاں ریت کی ایک ایسی دھاری تھی جس کا رنگ عام زمین سے جدا تھا۔ ابتداء میں اس کی شکل میم کی طرح اور بعد میں را کی طرح ہو جاتی تھی۔ اس لئے اس پوری وادی کو مَرّ کہتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس وادی کی کڑواہٹ کی وجہ سے اس کو مر کہا جاتا تھا۔ عون بن ایوب انصاری کے قصیدے کے باقی اشعار یہ ہیں ۔

خُزَاعَتُنَا اَهْلُ اِجْتِهَادٍ وَهِجْرَةٍ وَاَنْصَارُنَا جُنْدُ النَّبِيِّ الْمُهَاجِرِ
وَسِرْنَا اِلَى اَنْ قَدْ نَزَلْنَا بِيَثْرِبَ بِلَاوَهَنٍ مِنَّا وَغَيْرِ تَشَاجُرِ
وَسَارَتْ لَنَا سَيَّارَةٌ ذَاتَ مَنْظَرٍ بِكُوْمِ الْمَطَايَا وَالْخُيُوْلِ الْجَمَاهِرِ
يَؤُمُّوْنَ اَهْلَ الشَّامِ حِيْنَ تَمَكَّنُوْا مُلُوْكًا بِاَرْضِ الشَّامِ فَوْقَ الْبَرَابِرِ
اُوْلَاكَ بَنُوْمَاءِ السَّمَاءِ تَوَارَثُوْا دِمَشْقًا بِمُلْكٍ كَابِرًا بَعْدَ كَابِرِ

"ہمارے خزاعہ اجتہاد اور ہجرت والے ہیں۔ ہمارے معاون و مددگار حضور ﷺ کے مجاہد ہیں۔ ہم عازم سفر ہوئے پھر ہم بغیر کسی کمزوری اور مخالفت کے یثرب میں اقامت گزیں ہو گئے۔ بے شمار اونٹوں اور ان گنت گھوڑوں کے ساتھ یہ قافلہ رواں دواں ہوا۔ اس کا منظر بڑا دلکش تھا اس قافلہ کی منزل شام میں تھی حتیٰ کہ وہ شام کے بادشاہ بن کر منبروں پر بیٹھ گئے۔ وہی ماءُ السماء کی اولاد ہیں جو دمشق کی سلطنت کے یکے بعد دیگرے والی بنے"۔

Marfat.com

ابوالمطہر اسماعیل بن رافع الانصاری جن کا تعلق بنو حارثہ بن الحارث بنوالخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس سے تھا وہ کہتے ہیں۔

فَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَكَّةَ اَحْمَدَتْ خُزَاعَةُ دَارَ الآكِلِ الْمُتَحَامِلِ
فَحَلَّتْ اَكَارِيساً وَشَتَّتْ قَنَابِلًا عَلٰى كُلِّ حَيٍّ بَيْنَ نَجْدٍ وَّسَاحِلِ
نَفَوْا جُرْهُماً عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ وَاحْتَبَوْا بِعِزٍّ خَزَاعِيٍّ شَدِيْدِ الْكَوَاهِلِ

''پھر جب ہم وادیٔ مکہ میں خیمہ زن ہوئے تو خزاعہ نے اس کی خوب ضیافت کی جو خود مہمانوں کا بوجھ اٹھانے والا تھا۔ وہ مختلف گروپوں میں آئے اور نجد اور ساحل کے مابین تمام قبائل پر حملہ آور ہو گئے انہوں نے جرہم کو وادی مکہ سے جلاوطن کر دیا اور محترم و معزز خزاعہ کے لئے عزت حاصل کر کے آرام کیا''۔

مدرکہ، خزیمہ، کنانہ اور نضر کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مدرکہ بن الیاس کے دو بیٹے تھے: 1۔ خزیمہ بن مدرکہ، 2۔ ہذیل بن مدرکہ ان کی ماں کا تعلق قبیلہ قضاعہ سے تھا۔ خزیمہ بن مدرکہ کے چار فرزند تھے:

دمشق کی وجہ تسمیہ

ملک شام کے ایک شہر کا نام دمشق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جس شخص نے ہجرت کی تھی اس کا نام دمشق بن النمر ود بن کنعان تھا۔ اسی کے نام پر یہ شہر آباد ہوا۔ اس کا والد بادشاہ تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ دمشق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور ان کے ساتھ ہی ملک شام کی طرف ہجرت کی۔ علامہ البکری نے کتاب المعجم میں یہی ذکر کیا ہے۔ لغت میں دمشق عمر رسیدہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔ دمشق کو جَیْرُون بھی کہا جاتا ہے یہ اس شخص کا نام تھا جس نے اس کو آباد کیا تھا اس کا پورا نام جیرون بن سعد تھا۔ ابودہبل کہتا ہے۔

صَاحِ: حَيَّا الْإِلٰهُ حَيًّا وَّدَارًا عِنْدَ شَرْقِ الْقَنَاةِ مِنْ جَيْرُوْنَ

''اللہ تعالیٰ اس قبیلے اور گھر کی عمر دراز کرے جو جیرون میں شرق القناۃ کے پاس ہے''۔

بنو کنانہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کنانہ کے چار بیٹوں کا ذکر کیا ہے: 1۔ مالک، 2۔ ملکان، 3۔ نضر، 4۔ عبد مناۃ۔ لیکن الطبری نے ان بیٹوں کا اضافہ کیا ہے: عامر، حارث، نضیر، غنم، سعد، عوف، جرول،

Marfat.com

1۔ کنانہ بن خزیمہ،2۔ اسد بن خزیمہ،3۔ اسدہ بن خزیمہ،4۔ الہون بن خزیمہ۔ کنانہ کی ماں کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان بن مضر تھا۔

کنانہ کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کنانہ بن خزیمہ کے چار بیٹے تھے: 1۔ النضر بن کنانہ،2۔ مالک بن کنانہ،3۔ عبد مناۃ بن کنانہ،4۔ ملکان بن کنانہ۔ نضر کی ماں کا نام برہ بنت مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر تھا باقی اولاد کسی اور عورت سے تھی۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نضر، مالک اور ملکان کی والدہ کا نام برہ بنت مر تھا جبکہ عبد مناۃ کی ماں کا نام ہالہ بنت سوید بن الغطریف تھا۔ الغِطْرِیف اَزْ دشنُوْءَۃ سے تھا۔ شَنُوءَۃ سے مراد عبداللہ بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نضر بن اسد ابن الغوث ہے۔ ان کو شَنُوءَۃُ اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ ان کے مابین بغض وعناد پایا جاتا تھا۔

قرشی کس کو کہا جاتا تھا؟

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قریش نضر کو کہتے تھے۔ جو نضر کی اولاد میں سے ہوگا اس کو قریشی کہیں گے جو ان کی اولاد میں سے نہ ہوگا اس کو قرشی نہیں کہیں گے۔ جریر بن عطیہ جس کا

حدال اور غزوان۔ یہ تمام بنو کنانہ ہی تھے۔

قریش کون تھا؟

بعض علماء کا قول ہے کہ نضر بن کنانہ قریش تھا۔ بعض علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ فِھرُ کو قریش کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق فہر اس کا لقب تھا اور وہ قریش کے نام سے موسوم تھا ابو عبداللہ بن بکار نے قریش کے نسب میں یخلد بن نضر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ابن بکار اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ بنو یخلد بن نضر کا ذکر بنو عمرو بن حارث بن ملک بن کنانہ میں کیا جاتا ہے۔ قریش بن بدر بن یخلد بن نضر کا شمار بھی ان میں سے ہی ہوتا ہے۔ تجارت اور اکتساب میں قریش بنو کنانہ کا راہ نما تھا۔ کہا جاتا تھا:

قَدِمَتْ عِیرُ قُرَیْشٍ۔ ''قریش کا کارواں پہنچ چکا ہے۔''

بدر بن یخلد وہی شخص تھا جو اس جگہ کا مالک تھا جہاں حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر ہوا۔ ابن بکار اپنے چچا کے علاوہ ایک اور آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ قریش حارث بن یخلد ہے اس کے بیٹے کا نام بدر تھا۔ کنویں کو اسی کے نام پر بدر کہا جاتا تھا اسی نے ہی یہ کنواں کھودا تھا۔ علماء سیرت کہتے ہیں فہر

Marfat.com

تعلق بنوکلیب بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم سے تھا وہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

فَمَا الاُمُّ الَّتِي وَلَدَتْ قُرَيْشًا بِمُقْرِفَةِ النِّجَارِ وَلَا عَقِيمِ
وَمَا قَرْمٌ بِاَنْجَبَ مِنْ اَبِيكُمْ وَمَا خَالٌ بِاَكْرَمَ مِنْ تَمِيمِ

''وہ ماں جس نے قریش کو جنم دیا وہ نہ تو کمینی تھی اور نہ ہی بانجھ۔ کوئی سردار تمہارے باپ سے زیادہ عمدہ نسب نہیں اور کوئی ماموں تمیم سے معزز نہیں''۔

ماں سے مراد برہ بنت مر ہے جو تمیم بن مر کی بہن اور نضر کی ماں تھی۔

بعض علماء کے نزدیک فہر بن مالک کو قریش کہا جاتا تھا۔ جو ان کی اولاد میں سے ہوگا وہ قرشی کہلائے گا جو ان کی اولاد میں سے نہ ہوگا اس کو قرشی نہیں کہیں گے۔ قُرَیش تقرُّش سے نکلا ہے تقرُّش کا معنی تجارت اور اکتساب ہے۔ روبہ بن عجاج کہتا ہے۔

قَدْ كَانَ يُغْنِيهِمْ عَنِ الشَّغُوشِ وَالخَشْلِ مِنْ تَسَاقُطِ القُرُوشِ
شَحْمٌ وَمَحْضٌ لَيْسَ بِالْمَغْشُوشِ

''قریش کو گندم پازیب اور ردی، گھٹیا پھل سے چربی اور ایسے دودھ سے مستغنی کر دیا تھا

بن مالک کا نام قریش تھا جو فہر کی اولاد میں سے نہیں ہوگا ہم اسے قرشی نہیں کہیں گے۔

ابن بکار نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ فہر کو ہی قریش کہا جاتا تھا۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ عمرو بن ابی بکر الموملی نے مجھے میرے دادا عبداللہ بن مصعب سے روایت کیا ہے کہ فہر بن مالک کا نام قریش تھا۔ فہر اس کا لقب تھا۔ مومل نے عثمان بن ابی سلیمان سے یہی روایت کیا ہے۔ مومل نے ابوعبیدہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ فہر بن مالک کا نام قریش تھا۔ علامہ مومل کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم بن منذر نے انہوں نے ابوالبختری وہب بن وہب سے انہوں نے ابن شہاب سے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ فہر بن مالک کی ماں نے اس کا نام قریش رکھا تھا۔ فہر اس کا لقب تھا جس طرح غزارہ اور شملہ جیسے القاب سے بچوں کو پکارا جاتا ہے۔

نساب کا اجماع ہے کہ بنو قریش فہر سے جدا جدا ہو جاتے ہیں وہ شخص جو فہر بن مالک کی اولاد سے ہوتا اس کو قرشی کہتے تھے اور جو ان کی اولاد میں سے نہ ہوتا اسے قرشی نہیں کہا جاتا تھا۔

ہشام بن محمد الصائب نے ابوالحسن الاثرم سے روایت کیا ہے کہ نضر بن کنانہ کو قریش کہا جاتا تھا اسے قریش اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ وہ لوگوں کی ضروریات پورا کرتا تھا۔ اس کے بیٹے بھی لوگوں کی

Marfat.com

جس میں ملاوٹ بالکل نہ تھی''۔
شَغُوش کا معنی گندم، خَشَل خلاخِیل اور اَسْوِرۃ کے سروں کو کہتے ہیں جبکہ قُرُوش کا معنی تجارت ہے۔ مَحْض خالص دودھ کو کہتے ہیں۔ رُؤْبۃ کے یہ اشعار اس کے ایک قصیدہ سے لئے گئے ہیں۔ ابوجلدہ الیشکری ابن بکر بن وائل کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتا ہے۔

إِخْوَةٌ قَرَشُوا الذُّنُوبَ عَلَيْنَا فِي حَدِيثٍ مِنْ عُمْرِنَا وَقَدِيمِ

''وہ ہمارے ایسے بھائی ہیں جنہوں نے ہماری سابقہ عمر میں اور اس دور میں ہمارے خلاف الزامات کو ہی جمع کیا''۔
ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش کا معنی جمع ہو جانا ہے کیونکہ وہ انتشار کے بعد شیرازہ بند ہو گئے تھے اس لئے انہیں قریش کہا جانے لگا۔

نضر کی اولاد

نضر بن کنانہ کے دو بیٹے تھے مالک بن نضر اور یخلد بن نضر مالک کی ماں کا نام عاتکہ بنت عدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان تھا لیکن مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ یخلد کی ماں بھی یہی تھی یا کوئی اور خاتون تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نضر کے تیسرے بیٹے کا نام الصلت تھا۔ یہ ابوعمرو المدنی کا قول ہے ان تینوں کی ماں کا نام بنت سعد بن ظرب العدوانی تھا۔ عدوان سے ابن عمر

احتیاجات پوری کرتے تھے وہ انہیں عطیات دیتے تھے۔ اسی وجہ سے انہیں قریش کہا جاتا تھا حارث بن جلوۃ ان عطیات اور نوازشات کے متعلق کہتا ہے۔

أَيُّهَا النَّاطِقُ الْمُقَرِّشُ عَنَّا عِنْدَ عَمْرٍو فَهَلْ لَهُ انْتِفَاءُ

''اے وہ قادر الکلام شخص جس نے عمرو کے پاس ہم پر عطیات کی بارش کی۔ کیا اس کے لئے جلاوطنی ہے''؟۔
ابوالحسن الاثرم نے ابوعبیدہ معمر بن المثنی سے روایت کیا ہے کہ نضر بن کنانہ کا نام قریش تھا۔ بنو کنانہ میں سے صرف اس کی اولاد کو ہی قریش کہا جاتا تھا اس کے علاوہ دوسروں کی اولاد کو قرشی نہیں کہا جاتا تھا۔ بنو نضر کو ایک جگہ جمع ہو جانے کی وجہ سے قریش کہا جاتا تھا کیونکہ تَقَرُّش کا معنی جمع ہونا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں ان کی تجارت کی وجہ سے انہیں قریش کہا جاتا تھا۔ یہ دلیل بھی اس قول کا رد کرتی ہے کہ قصی بن کلاب نے سب سے پہلے قریش کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ کسی کا اختلاف نہیں کہ اس نے فہر بن مالک کی اولاد کو ہی جمع کیا تھا۔ ہم اپنے امور کے متعلق سب سے زیادہ عالم ہیں ہم اپنے

Marfat.com

بن قیس بن عیلان مراد ہے۔ بنو ملیح بن عمرو (بنو خزاعہ) میں سے ایک شخص کثیر بن عبد الرحمن کہتا ہے

اَلَیْسَ اَبِی بِالصَّلْتِ اَمْ لَیْسَ اِخْوَتِی لِکُلِّ هِجَانٍ مِنْ بَنِی النَّضْرِ اَزْهَرَا
رَاَئِیْتُ ثِیَابَ العَصْبِ مُخْتَلِطَ السَّدٰی بِنَا وَبِهِمْ وَالْحَضْرَمِیَّ الْمُخَصَّرَا
اِذَا مَا قَطَعْنَا مِنْ قُرَیْشٍ قَرَابَةً بِاَیِّ نِجَادٍ یَحْمِلُ السَّیْفَ مَیْسَرَا
فَاِنْ لَمْ تَکُوْنُوْا مِنْ بَنِی النَّضْرِ فَاتْرُکُوْا اَرَاکًا بِاَذْنَابِ الفَوَائِجِ اَخْضَرَا

"کیا میرا باپ صلت نہیں ہے کیا میرے بھائی بنونضر کے کریموں میں سے سب سے زیادہ شہرت کے حامل نہیں ہیں۔ میں نے ملاحظہ کی ہیں کہ ہماری یمنی چادریں ایک جیسی ہیں ہمارے اوران کے جوتے بھی ایک جیسے یعنی اطراف سے تنگ ہیں۔ اگر ہم قریش سے قطع تعلق ہو جائیں تو پھر کس ٹیلے پر تلوار سے جوا کھیلا جائے گا۔ اگر تم بنونضر سے نہیں ہو تو پھر اس سبز و شاداب درخت کو چھوڑ دو جو وادی کی بلند جگہ پر ہے"۔

آثار کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ ہم اپنے ناموں کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں ہم صرف فہر بن مالک کی اولاد کو ہی قرشی کہتے ہیں اس کے علاوہ ہم کسی اور کی اولاد کے لئے ایسا دعویٰ نہیں کرتے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بحث کے آخر میں میں علامہ الزبیر کا وہ قول لکھتا ہوں جسے پہلے میں نے شیخ ابو بحر کی کتاب میں پڑھا پھر میں نے علامہ زبیر کی کتاب میں دیکھا تو وہ قول وہاں بھی موجود تھا۔ قریش قِرْش کی تصغیر ہے۔ قریش اس سمندری مچھلی کو کہا جاتا ہے جو دوسری تمام مچھلیوں کو کھا جاتی ہے پھر یہ قبیلہ یا قبیلے کے سردار کا نام بھی رکھا جانے لگا۔ علامہ زبیر نے ابن اسحاق کی اس دلیل کا رد کیا ہے کہ قریش کو ایک جگہ جمع ہو جانے کی وجہ سے قریش کہا جاتا ہے پھر صرف بنو فہر کو ہی قریش کہا جائے گا۔ ابن اسحاق نے یہ نہیں کہا کہ قریش صرف بنو قصیٰ کو ہی کہا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب قصیٰ نے انہیں ایک جگہ جمع کیا تو انہیں قریش کہا جانے لگا اس لئے قصیٰ کو قریش کہا جاتا تھا۔ ہم نے تو پہلے ہی ذکر کر دیا ہے کہ قصیٰ کی ولادت سے پہلے ہی انہیں قریش کہا جاتا تھا۔ ہم نے کعب بن لوئی کا یہ شعر پہلے ذکر کر دیا ہے۔ اِذَا قُرَیْشٌ تَبْغِی الحَقَّ خِذْلَانًا۔

رؤبۃ کے شعر میں شَغُوش سے مراد گندم اور خَشْل سے مراد خلاخیل کے سرے ہیں۔ شیخ ابوالید سے روایت ہے کہ خَشْل سے مراد گوگل ہے اور قروش سے مراد درخت کا بیماری کی وجہ سے

Marfat.com

بنو خزاعہ ایک بڑا قبیلہ تھا اس کا تعلق خزاعہ سے تھا۔ صلت بن نضر کی مدد انہوں نے ہی کی تھی۔

مالک اور فہر کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مالک بن نضر کے بیٹے کا نام فہر بن مالک تھا۔ اس کی ماں کا نام جندلہ بنت حارث بن مضاض الجرہمی تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حارث مضاض اکبر کا بیٹا نہیں تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فہر بن مالک کے چار بیٹے تھے: 1۔ غالب، 2۔ محارب، 3۔ حارث، 4۔ اسد۔ ان کی ماں لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جندلہ بنت فہر یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید بن مناۃ بن تمیم کی

گرنے والا پھل ہے۔

العَصْبُ

یمن کی چادروں کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ عَصب سے بنائی جاتی ہیں۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس مصرعہ سے مراد یہ ہے کہ ہماری قد و قامت بھی ایک جیسی ہے ہمارے کپڑوں کا تانا بانا بھی ایک ہے پھر ہم ایک قبیلے کے کیسے نہیں ہو سکتے۔ حَضْرَمِی اس جوتے کو کہا جاتا ہے جو دونوں اطراف سے تنگ ہو یعنی اس کا فالتو چمڑا کاٹ دیا گیا ہو۔ پتلے پیٹ والے شخص کو رَجُلٌ مُبَطَّنٌ کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے مبارک جوتے کی توصیف میں کہا جاتا ہے:

اَنَّهَا مُعَقَّبَةٌ مُخَصَّرَةٌ مُلَسَّنَةٌ مُخَثْرَمَةٌ

''نعلین مبارک ایڑی والے، کناروں سے کٹے ہوئے، انسانی زبان کی مانند اور آگے سے قدرے موٹے تھے''۔

آپ ﷺ کے نعلین مبارک گائے کے رنگے ہوئے چمڑے کے ہوتے تھے اس لئے نرم و ملائم ہوتے تھے۔

جریر بن الخطفی کا ذکر

جریر بن الخطفی کہتا ہے

یَرْفَعْنَ بِاللَّيْلِ اِذَا مَا اَسْدَفَا اَعْنَاقَ جِنَّانٍ وَهَامًا رُجَّفَا

وَعَنَقًا بَاقِيَ الرَّسِيْمِ خَيْطَفَا

''جب رات کی ظلمت چھا جاتی ہے تو وہ جنات کی گردنیں، لرزیدہ کھوپڑی اور ان تیز رفتار سروں کو

Marfat.com

ماں تھی۔ جندلہ کی ماں کا نام لیلیٰ بنت سعد تھا۔ جریر بن عطیہ الخطفی کہتا ہے۔

وَاِذَا غَضِبْتُ رَمٰی وَرَائِیْ بِالْحَصٰی   اَبْنَاءُ جَنْدَلَةٍ كَخَيْرِ الْجَنْدَلِ

''جب میں غصے میں ہوتا ہوں تو جندلہ کے بیٹے میرے پیچھے سے کنکریاں مارتے ہیں۔ وہ ایک بہترین چٹان کی طرح ہیں (یعنی میری حفاظت کرتے ہیں)''۔

غالب کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غالب بن فہر کے دو بیٹے تھے: 1۔ لؤی بن غالب، 2۔ تیم بن غالب۔ ان کی ماں کا نام سلمٰی بنت عمرو الخزاعی تھا۔ تیم بن غالب کو ہی بنو ادرم کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غالب کے تیسرے بیٹے کا نام قیس بن غالب تھا۔ اس کی والدہ کا نام سلمٰی بنت کعب بن عمرو تھا لؤی اور تیم کی ماں بھی یہی تھی۔

بلند کرتی ہیں جن کے نشان باقی ہوتے ہیں''۔

خَیْطَفَه کا معنی تیز رفتاری ہے۔ اس وقت جب یہ عَنق کی صفت بن رہا ہو جب یہ انسان کا وصف ہو تو اس کا معنی آہستہ حرکت کرنا ہے۔

بنو ادرم

تیم بن غالب کی اولاد کو بنو ادرم کہا جاتا تھا۔ وہ شخص جس کی ایڑیوں پر اتنا گوشت ہو کہ اس کے ٹخنے نظر نہ آئیں اس کو اَدْرم کہا جاتا ہے ایسی عورت کو امرأۃ دَرْمَاء کہا جاتا ہے اسے کَعْبٌ اَدْرَم بھی کہا جاتا ہے۔ زاجر کہتا ہے۔

قَامَتْ تُرِيْهِ خَشْيَةً اَنْ تُصْرَمَا   سَاقًا بَخَنْدَاةً وَكَعْبًا اَدْرَمَا
وَكَفَلًا مِثْلَ النَّقَا اَوْ اَعْظَمَا

''وہ کھڑی ہوئی خوفزدہ ہو کر دیکھنے لگی کہ تو کہیں بہت بڑی پنڈلی، ادرم ٹخنے اور ریت کے ٹیلے کی طرح یا اس سے بڑی ہتھیلی کو نہ توڑ دے''۔

جس کی ٹھوڑی پر نشان ہو اس کو بھی ادرم کہا جاتا ہے۔ تیم بن غالب کی ٹھوڑی پر نشان تھا اس لئے اس کو اَدْرَم کہتے تھے۔ ابن زبیر کہتے ہیں کہ بنو ادرم قریش کے ظواہر میں سے تھے وہ قریش بطاح میں سے نہ تھے (1)۔

1۔ عبد مناف کے قبائل کو قریش بطاح کہتے ہیں۔

Marfat.com

لوی کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لوی بن غالب کے چار بیٹے تھے: 1۔کعب بن لوی، 2۔عامر بن لوی، 3۔سامہ بن لوی، 4۔عوف بن لوی۔کعب، عامر اور سامہ کی ماں کا نام ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر تھا۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوی کا ایک اور بیٹا بھی تھا جس کا نام حارث تھا۔بنو جُشم بن حارث اسی کی اولاد میں سے تھے۔ان کا تعلق ربیعہ کی شاخ ہزان سے تھا۔جریر کہتا تھا

بَنِی جُشَمٍ لَسْتُمْ لِهِزَّانَ فَانْتَمُوْا لِأَعْلَی الرَّوَابِیْ مِنْ لُؤَیِّ بِنْ غَالِبٍ
وَلَا تُنْكِحُوْا فِی آلِ ضَوْرٍ نِسَاءَ كُمْ وَلَا فِی شُكَيْسٍ بِئْسَ مَثْوَی الْغَرَائِبِ

”اے بنو جشم تم ہزان میں سے نہیں ہو تمہارا تعلق لوی بن غالب سے ہے تم عزت واحترام

ماویہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عامر کی ماں کا نام ماویہ بنت کعب بن القین تھا۔اس کو ماویہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کی جلد شفاف پانی کی طرح صاف تھی۔”ماء“ کے ہمزہ کو واؤ میں تبدیل کر دیا۔قیاس تو یہ تھا کہ اس کو ہاء میں بدل کر ماہیہ پڑھا جاتا لیکن اسے ان اسماء سے تشبیہ دیتے ہیں جن میں ہمزہ یاء یا واؤ میں تبدیل ہو جاتا ہے اس مقام پر ہاء کا حکم یہ تھا کہ اسے ہمزہ میں تبدیل نہ کیا جاتا۔لیکن حروف مد اور لین کے ساتھ اس کو تشبیہ دے کر ہاء کو ہمزہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اَوَیْتُهٗ سے مشتق ہو اس سے مفعول کا صیغہ مَاْوِی ہو اور اس کی مؤنث ماویہ ہو۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں عامر کی ماں کا نام مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر ہے۔ماویہ، عامر کے علاوہ لوی کی دوسری اولاد کی ماں تھی۔

بنانہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ سعد بن لوی کی پرورش بنانہ نے کی تھی۔شیبان سے مراد بنو ضبیعہ ہیں۔ضبیعہ سے مراد اضجم بن ربیعہ ہے۔اس سے ضبیعہ بن اقیش بن ثعلبہ مراد نہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بنو شیبان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے ان میں ان کا سردار ابو الدہماء بھی تھا۔ابو الدہماء نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ وہ انہیں قریش کے ساتھ ملا دیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا۔حضرت

Marfat.com

کی رفعتوں پر آشیاں بند ہو۔ تم اپنی عورتوں کا نکاح آل ضور یا شکیس میں نہ کیا کرو"۔

لؤی کے ایک بیٹے کا نام سعد تھا۔ اس کی اولاد کو بنو بنانہ کہتے تھے۔ ربیعہ کی شاخ بنوشیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل اسی سے ہے اس کی پرورش بنانہ نے ہی کی تھی۔ بنانہ کا تعلق بنوالقین بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ النمر بن قاسط کی بیٹی تھی اس کا تعلق بھی قبیلہ ربیعہ ہی

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ بنوشیبان قریش میں سے ہی تھے۔ انہوں نے وہ سبب بھی بتایا جس کی وجہ سے وہ قریش سے نکل گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ سال انہیں قریش سے ملحق کر دیں گے لیکن سال گزرنے سے پہلے ہی ابوالدہماء قتل ہو گیا۔ بنوشیبان مصروف ہو گئے۔ کچھ مدت بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے۔ بعد میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں قریش کے ساتھ ملا دیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کی نفی کر دی اور انہیں دوبارہ بنوشیبان کی طرف لوٹا دیا۔ شاعر کہتا ہے ؎

ضَرَبَ التُّجِيبِيُّ الْمُضَلَّلُ ضَرْبَةً رُدَّتْ بُنَانَةَ فِي بَنِي شِيْبَانَا

وَالعَائِذِيُّ بِمِثْلِهَا مُتَوَقِّعٌ لِمَا يَكُنْ وَكَأَنَّهُ قَدْ كَانَا

"گمراہ کن تجیبی وادی نے ایک ایسی چوٹ لگائی کہ بنانہ کو بنوشیبان کی طرف لوٹا دیا عائذی کو بھی یہی توقع تھی لیکن ایسا نہ ہوا لیکن انہیں پوری امید تھی کہ ایسا ہو جائے گا۔"

اس واقعہ کو علامہ البرقی نے ابن کلبی سے روایت کیا ہے بنانہ کا معنی عمدہ اور خوشبو ہے۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بنانہ کا معنی ایسا باغ ہے جو پھولوں سے آراستہ ہو۔

عائذہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے خزیمہ بن لؤی کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں بنوشیبان کی طرف منسوب کیا جاتا تھا یہ اپنی ماں کی طرف منسوب تھے۔ عائذہ کا تعلق یمن سے تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ بنت الخمس بن قحافہ تھی۔ اس کا تعلق خثعم سے تھا اس کے ہاں دو بچے ہوئے: 1۔ مالک بن خزیمہ، 2۔ حارث بن خزیمہ۔ بنوخزیمہ عائذہ کی طرف منسوب ہیں بنوخزیمہ میں سے بنوحرب بن خزیمہ بھی ہیں۔ مسودہ نے انہیں ملک شام میں ان کے گاؤں میں ہی قتل کر دیا تھا وہ انہیں بنوحرب بن امیہ سے خیال کرتے تھے۔

Marfat.com

سے تھا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ جرم بن ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کی دختر تھی۔ لوی کے ایک بیٹے کا نام خزیمہ بھی تھا۔ اس کی اولاد کو بنو عائذہ کہتے ہیں۔ عائذہ ایک یمنی عورت تھی جو بنوعبیدہ بن خزیمہ بن لوی کی ماں تھی۔ عامر بن لوی کے علاوہ لوی کے تمام بیٹوں کی والدہ کا نام ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر تھا۔ عامر کی ماں کا نام مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی ماں کا نام لیلیٰ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھا۔

سامہ بن لوی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سامہ بن لوی عمان کی طرف چلا گیا اور وہیں مقیم ہو گیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عامر بن لوی نے اس کو جلاوطن کیا تھا کیونکہ ان دونوں کے مابین عداوت تھی۔ سامہ نے عامر کی آنکھ پھوڑ دی۔ عامر نے اس کو دھمکایا جس کی وجہ سے وہ عمان کی طرف چلا

ناجیہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنت جرم بن ربان کا ذکر کیا ہے یہی ناجیہ ہے اس کا نام لیلیٰ تھا جرم سے مراد ابو جدہ ہے۔ یہی حجاز کے ساحل جدہ کے مقام پر اترا تھا۔ جدہ اسی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ذُبیان

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن ذبیان کا تذکرہ کیا ہے عوف بن لوی کے ساتھ اس کا قصہ مشہور ہے ذبیان کے باپ کا نام بغیض تھا۔ ذبیان کو ذال کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے لیکن کسرہ کے ساتھ پڑھنا افصح ہے۔ عرب میں چار ذبیان نامی چھوٹے قبیلے تھے جو درج ذیل افراد کے ناموں سے موسوم کیے جاتے ہیں: 1۔ قیس میں ذبیان بن بغیض، 2۔ بجیلہ میں ذبیان بن ثعلبہ، 3۔ ذبیان، قضاعہ میں، 4۔ ذبیان، ازد میں۔ ابن درید کہتے ہیں ذبیان فُعلان یا فِعلان کے وزن پر ہے یہ ذَبِیَ العودُ سے مشتق ہے اس کا معنی شاخ کا پژمردہ ہو جانا ہے۔

سامہ بن لوی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ سامہ بن لوی کی اولاد میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنا نسب سامہ بن لوی سے ملایا حضور ﷺ نے فرمایا آلشَّاعِرُ۔ بعض نسخوں میں آلشَاعِرِ بھی آیا ہے۔ ابو بحر نے ابوالولید سے اسی طرح روایت کیا ہے یہی صحیح ہے اس کو ماقبل کلام کی طرف لوٹایا جائے گا۔ گویا کہ مخاطب کی گفتگو سے اسے اخذ کیا جائے گا۔ اگر چہ استفہام کا ماقبل اس

Marfat.com

گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز سامہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا راستہ میں اونٹنی نے پتے کھانے کے لئے کسی درخت کی شاخ کو اپنے منہ میں ڈالا۔ اس شاخ پر ایک سانپ تھا جس نے اونٹنی کے ہونٹوں پر کاٹ لیا۔ اسی وقت اونٹنی نیچے گر کر مرگئی ساتھ ہی سامہ بھی زمین پر گر گیا۔ سانپ نے اسے ڈس کر اس کا کام بھی تمام کر دیا جب سامہ کا آخری وقت تھا اس نے یہ اشعار کہے ؎

عَيْنُ فَابْكِي لِسَامَةَ بْنِ لُؤَيٍّ عَلِقَتْ سَاقَ سَامَةَ الْعَلَاقَه
لَا أَرَىٰ مِثْلَ سَامَةَ بْنِ لُؤَيٍّ يَوْمَ حَلُّوا بِهِ قَتِيْلًا لِنَاقَه
بَلِّغَا عَامِرًا وَكَعْبًا رَسُوْلًا أَنَّ نَفْسِي إِلَيْهِمَا مُشْتَاقَه
إِنْ تَكُنْ فِي عُمَانَ دَارِي فَإِنِّي غَالِبِيٌّ خَرَجْتُ مِنْ غَيْرِ نَاقَه
رُبَّ كَأْسٍ هَرَقْتَ يَابْنَ لُؤَيٍّ حَذَرَ الْمَوْتِ لَمْ تَكُنْ مُهْرَاقَه

کے مابعد میں عمل نہیں کرتا لیکن یہاں الف کے عامل مقدر ہو گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص تجھ سے یہ کہے قَرَأْتُ عَلٰی زَیْدٍ۔ تو جواباً اس سے کہے آلعَالِمِ تو تیری اصل عبارت یوں ہو گی أَعَلَی الْعَالِمِ۔ اس میں الف انکار کی مثال یہ ہے جب کوئی کہنے والا کہے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ تو اس کا انکار کرتے ہوئے کہے أَزَیْدَنِیْه (دال کے کسرہ کے ساتھ) یا وہ یہ کہے رَأَیْتُ زَیْدًا تو کہے أَزَیْدَنِیْه (دال کے نصب کے ساتھ) اسی طرح زید کی دال پر ضمہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محمد بن عرعرہ بن الیزید بھی سام بن لوی کی اولاد میں سے تھے۔ بعض نساب کہتے ہیں کہ سامہ نے اپنے پیچھے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تھا۔ علامہ زبیر کہتے ہیں سامہ کے تین بیٹے تھے: 1۔ غالب، 2۔ نبیت اور 3۔ حارث۔ غالب کی ماں کو ناجیہ بنت جرم بن زبان کہا جاتا تھا۔ اس کا نام لیلیٰ تھا اس کو ناجیہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک دفعہ اسے ریگستان میں سخت پیاس لگی۔ اس کا خاوند اس سے کہنے لگا وہ دیکھو پانی نظر آ رہا ہے حالانکہ وہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا وہاں صرف سراب تھا اس کا خاوند اسے اسی طرح امیدیں دلاتا رہا حتیٰ کہ وہ پانی کے پاس پہنچ گئے اور لیلیٰ نجات پا گئی اس کے بعد اس کو ناجیہ کہا جانے لگا۔ ابو الصدیق ناجی (جنہوں نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے) کو ناجی اس کی نسبت سے ہی کہا جاتا ہے۔ ابو المتوکل الناجی بھی اسی نسبت سے مشہور تھے (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کافی احادیث روایت کی ہیں۔) بنو سامہ نے عراق کو اپنا مسکن بنا لیا۔ ان میں سے بنو عبد البیت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کی۔ ان میں سے

Marfat.com

رُمْتَ دَفْعَ الحُتُوفِ يَاابْنَ لُؤَيٍّ　مَا لِمَنْ رَامَ ذَاكَ بِالحَتْفِ طَاقَهْ
وَخَرُوسِ السُّرٰى تَرَكْتَ رَذِيًّا　بَعْدَ جِدٍّ وَجِدَّةٍ وَرَشَاقَهْ

"اے آنکھ اس سامہ بن لوی کی موت پر گریہ بار ہو جس کی پنڈلی پر سانپ نے ڈس لیا ہے۔ مجھے اس دن سامہ کی طرح کا کوئی جوانمرد نظر نہ آیا تھا جب لوگوں نے اسے مردہ حالت میں اونٹنی سے اتارا تھا۔ عامر اور کعب کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میرا نفس ان کا مشتاق ہے اگر میرا گھر عمان میں ہے تو کیا ہے میں پھر بھی بنو غالب میں سے ہی ہوں۔ جو غربت کی وجہ سے وہاں سے نہیں نکلا۔ اے ابن لوی! بہت سے پیالے تو نے موت کے خوف سے گرا دیئے ہیں حالانکہ تو انہیں گرانے والا نہ تھا۔ اے اسامہ! تو نے موت کو دور کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ایسی کوشش کرنے والا ہمیشہ نا کام رہتا ہے تو نے بے آواز رفیق راہ (اونٹنی) کو کوشش، غصہ اور تیز رفتاری کے بعد چھوڑ دیا"۔

علی بن الجہم الشاعر ایک ایسا شخص تھا جس نے نہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حمایت کی بلکہ اپنے باپ کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے لعن وطعن کی۔

رسول اور مرسل کے درمیان فرق

سامہ بن لوی کے اس شعر بَلِّغَا عَامِرًا وَّ كَعْبًا رَسُوْلًا میں ممکن ہے۔ رَسُولَ بلّغا کا مفعول ہو اور رِسَالَة کے معنی میں ہو جس طرح کہ شاعر کے اس شعر میں ہے ؎

لَقَدْ كَذَبَ الوَاشُوْنَ مَابُحْتُ عِنْدَهُمْ　بِلَيْلٰى وَلَا اَرْسَلْتُهُمْ بِرَسُوْلٍ

"چغل خوروں نے جھوٹ بولا ہے میں نے ان کے پاس نہ تو لیلیٰ سے محبت کا اظہار کیا ہے اور نہ ہی میں نے ان کے پاس کوئی پیغام بھیجا ہے"۔

رَسُول سے مراد "رِسَالَة" ہے۔ رِسَالَة کو رَسُول اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ کتاب ہو یا منظوم اشعار میں سے ایسا کلام ہو جو کتاب کے قائم مقام ہو سکے۔ وہ ان اشعار کو یہ کتاب کے قائم مقام کر لیتے ہیں۔ اہل قافلہ انہیں مختلف مقامات تک پہنچا دیتے ہیں جس طرح وہ کتاب پہنچاتے ہیں لکھنے والے کی طرف سے اسے اسی طرح عیاں کیا جاتا ہے جس طرح رسول کرتا ہے۔ اسی طرح وہ شعر بھی ہے جس کو آگے پہنچایا جاتا ہے اسے بھی رَسُول کہا جاتا ہے۔ رَسُول اور مُرسَل کے مابین دقیق سا فرق ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا جا سکتا ہے اَرْسَلْنَاکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا۔ یہاں اَرْسَلْنَاکَ مُرْسَلًا کہنا درست نہیں ہے اور نہ ہی نَبَّأْنَاکَ تَنْبِيئًا کہنا جائز ہے اسی طرح ضَرَبْنَاکَ

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ سامہ بن لؤی کی اولاد میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اس نے اپنے آپ کو سامہ بن لؤی کی طرف منسوب کیا۔ نبی محترم ﷺ نے فرمایا سامہ بن لؤی سے مراد ''شاعر'' ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شاید آپ ﷺ نے اس کے اس شعر کی طرف اشارہ کیا ہے رُبَّ کَاْسٍ هَرَقْتَ یَابْنَ لُؤَیٍّ...... آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔

عوف بن لؤی کا قصہ اور غطفان کے ساتھ اس کا الحاق

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عوف بن لؤی قریش کے ساتھ ایک قافلہ میں عازم سفر ہوئے۔ جب وہ کارواں غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان کے علاقہ میں پہنچا تو عوف اس سے پیچھے رہ گیا اہل قافلہ آگے نکل گئے۔ ثعلبہ بن سعد عوف کے پاس آیا یہ نسب میں عوف کا بھائی بھی تھا کیونکہ ثعلبہ کا نسب یہ ہے ثعلبہ بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان۔ عوف کا

مَضْرُوْبًا بھی کہنا درست نہیں۔ میں یہ فرق کسی اور جگہ بیان کروں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر مرسل، رسول نہیں ہوتا جس طرح کہ ہوائیں مُرْسَلَاتٌ ہیں، بادل مُرْسَلَاتٌ ہیں اسی طرح ہر عذابِ الٰہی کو مُرْسَل کہا جاسکتا ہے لیکن رَسُوْل اس چیز کو کہیں گے جو مُبَلِّغ کو کوئی پیغام دے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رَسُوْلًا، بَلِّغَا عَامِرًا وَّ کَعْبًا سے حال ہو کیونکہ رسول (واحد) سے ہی تثنیہ اور جمع کا معنی لیا جاسکتا ہے یہ واحد، جمع، مؤنث اور مذکر میں واحد بھی استعمال ہوسکتا ہے مثلاً اَنْتُمْ رَسُوْلِیْ اور هِیَ رَسُوْلِیْ کہنا جائز ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ (الشعراء)

''سو دونوں جاؤ فرعون کے پاس اور اسے کہو ہم فرستادے ہیں رب العالمین کے''۔

اس صورت میں مفعول اَنَّ نَفْسِیْ اِلَیْهِمَا مُشْتَاقَةٌ ہوگا جبکہ پہلے قول کے مطابق یہ رسول سے بدل ہوگا۔

وَخُرُوْسِ السُّرٰی تَرَکْتَ رَذِیًّا: اگر خُرُوْسِ کے سین پر کسرہ پڑھا جائے تو اس سے پہلے رُبَّ محذوف ہوگا تَرَکْتَ خُرُوْس کی صفت کی جگہ ہوگا اور اگر اس کو منصوب پڑھا جائے تو پھر یہ تَرَکْتُ کا مفعول ہوگا۔ ترکت کو اس کی صفت نہیں بنائیں گے کیونکہ صفت موصوف میں عمل نہیں کرتی۔ السُّرٰی کو خُرُوْس کا مجازاً مضاف الیہ بنائیں گے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے نَامَ لَیْلُکَ (تیری رات سوگئی۔) خُرُوْسُ السُّرٰی سے وہ اونٹنی مراد ہے جو رات کے وقت انتہائی سکون اور صبر کے

Marfat.com

نسب یہ ہے عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان ثعلبہ نے عوف کو اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ اسے قبیلہ میں شامل کر کے نہ صرف بھائی بنایا بلکہ اس کی شادی بھی وہیں کر دی اس طرح اس کی اولاد بنو ذبیان میں پھیل گئی۔ جب عوف اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا تو ثعلبہ نے اس سے کہا۔

اِحْبِسْ عَلَیَّ، ابنَ لُؤَیٍّ، جَمَلَكَ تَرَكَكَ القَوْمُ وَمَتْرَكٌ لَكَ

"اے ابن لوی! میرے پاس اپنے اونٹ کو ٹھہرالو تیری قوم نے تو تجھے چھوڑ دیا ہے لیکن ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر یا محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حصین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اگر میں عرب کے کسی قبیلہ میں سے ہونے کا دعویٰ کرتا یا کسی قبیلے کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا تو وہ بنو مرۃ بن عوف ہوتا" کیونکہ ان کی مشابہت کو بھی ہم جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جہاں اس شخص (عوف بن لوی) نے قیام کیا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غطفان کا نسب یہ ہے مرۃ بن عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان۔ جب ان کے لئے یہ نسب بیان کیا

ساتھ محو سفر ہوتی ہے وہ کوئی شور وغل نہیں کرتی گویا کہ وہ گونگی ہے۔ کُمیت نے بھی اسی قسم کا شعر کہا ہے

كَتُوْمٌ إِذَا ضَجَّ الْمَطِيُّ، كَأَنَّمَا تَكَرَّمُ عَنْ اَخْلَاقِهِنَّ وَتَرْغَبُ

"جب دوسری سواری شور وغوغا کرتی ہے تو وہ اونٹنی بالکل خاموشی سے عازم سفر ہوتی ہے گویا کہ وہ ان جانوروں کی عادات اپنانے سے بچتی ہے اور ان سے دور رہتی ہے۔"

اعشیٰ کا قول ہے۔

كَتُوْمُ الرُّغَاءِ إِذَا هَجَّرَتْ وَكَانَتْ بَقِيَّةَ ذَوْدٍ كُتُمْ

"وہ بلبلانے والی اونٹنیوں میں سے خاموش رہنے والی (اونٹنی) ہے جب وہ وقت دوپہر سفر پر رواں ہوتی ہیں وہ ان اونٹنیوں میں سے ایک ہے جنہیں پانی پینے سے روک دیا جاتا ہے لیکن وہ پھر بھی دم تک نہیں اٹھاتیں"۔

اس شعر میں خُرُوس اَخرس کے معنی میں ہے کیونکہ یہ کُتوم کے معنی میں ہے اس لئے اس کے وزن پر بھی ہے۔ علامہ البرقی کہتے ہیں ماویہ بنت کعب سامہ کو اپنے بھائیوں سے بھی زیادہ پیار کرتی تھی جب سامہ چھوٹا تھا تو وہ اسے اٹھا کر یوں لوریاں دیتی تھی۔

Marfat.com

جاتا ہے تو وہ اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں ہمیں یہ نسب از حد عزیز ہے۔

جب حارث بن ظالم بن جذیمہ۔ بن یربوع، نعمان بن منذر کے خوف سے بھاگا اور قریش کے ساتھ ملا تو اس نے یہ شعر کہے ۔

فَمَا قَوْمِي بِثَعْلَبَةَ بْنِ سَعْدٍ ۔ وَلَا بِفَزَارَةِ الشُّعْرِ الرِّقَابَا

وَقَوْمِي- اِنْ سَاَلْتَ- بَنُو لُؤَيٍ ۔ بِمَكَّةَ عَلَّمُوا مُضَرَ الضِّرَابَا

سَفِهْنَا بِاتِّبَاعِ بَنِي بَغِيضٍ ۔ وَتَرْكِ الاَقْرَبِيْنَ لَنَا انْتِسَابَا

سَفَاهَةَ مُخْلِفٍ لَمَّا تَرَوّٰى ۔ هَرَاقَ المَاءَ وَاتَّبَعَ السَّرَابَا

فَلَوْ طُوْوِعْتُ- عَمْرَكَ- كُنْتُ فِيهِمْ ۔ وَمَا اُلْفِيْتُ اَنْتَجِعُ السَّحَابَا

وَخَشَّ رَوَاحَةُ القُرَشِيُّ رَحْلِي ۔ بِنَاجِيَةٍ وَلَمْ يَطْلُبْ ثَوَابَا

''بنو ثعلبہ بن سعد میری قوم نہیں ہے اور نہ ہی لمبے بالوں والے اور لمبی گردن والے بنو فزارۃ میری قوم ہیں اگر تو پوچھتا ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میری قوم بنو لوی ہے جو مکہ میں مقیم ہیں انہوں نے مضر کو شمشیر زنی سکھائی تھی۔ ہم نے بنو بغیض کی پیروی کر کے اور اپنے قریبی نسبی بھائی کو چھوڑ کر پانی پینے والے مُخلِف کی طرح بے وقوفی کی ہے جب اس نے جی بھر کر پانی پی لیا تو

وَاَنْ ظَنِّي بِابْنِيَ اِنْ كَبِرْنَ ۔ اَنْ يَشْتَرِيَ الحَمْدَ وَيُغْلِي بِالثَّمَنْ

وَيَهْزِمُ الجَمْشَ اِذَا الجَمْشُ اَرْجَحَنْ ۔ وَيُرْوِي العَيْمَانَ مِنْ مَحْضِ اللَّبَنْ

''میرا خیال ہے کہ میرا یہ بیٹا جوان ہو کر تعریف کا مستحق ہوگا۔ یہ بڑا گراں قیمت ہوگا جب یہ کسی لشکر کا مقابلہ کرے گا تو یہ پورے لشکر کو شکست سے دوچار کر دے گا یہ پیاسے لوگوں کو خالص دودھ پلایا کرے گا۔''

جب جریر نے بنو جشم بن لوی کے لئے یہ شعر کہا بَنِي جُشَم لَسْتُمْ...... تو انہوں نے اسے ایک ہزار بکریاں دیں پہلے وہ ربیعہ کی طرف منسوب ہوتے تھے پھر وہ قریش کی طرف منسوب ہونے لگے۔

حارث کے شعر میں ہے سَفَاهَةُ مُخْلِفٍ "پانی پینے والے کی حماقت۔" ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر ذکر نہیں کیا۔

لَعَمْرُكَ اِنَّنِي لَاُحِبُّ كَعْبًا ۔ وَسَامَةَ اِخْوَتِي حُبِّي الشَّرَابَا

''تیری حیاتی کی قسم! میں اپنے بھائی کعب اور سامہ سے اس طرح شدید محبت کرتا ہوں جس طرح مجھے شراب سے محبت ہے''۔

Marfat.com

اس نے پانی انڈیل دیا پھر سراب کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ مجھے تیری زندگانی کی قسم! اگر میں فرمانبرداری کرتا تو میں ان میں سے ہوتا اور جگہ جگہ بارش کی جستجو میں اس طرح گردش نہ کرتا۔ رواحہ قرشی نے تیز رفتار اونٹنی کے ساتھ مجھے کجاوہ بھی دیا لیکن وہ کسی تعریف کا خواہاں نہ تھا''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حصین بن حمام المری جس کا تعلق سہم بن مرۃ سے تھا۔ حارث کا جواب دیتے ہوئے اور غطفان کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اَلَا لَسْتُمْ مِنَّا وَلَسْنَا اِلَيْكُمْ بَرِئْنَا اِلَيْكُمْ مِنْ لَوِّيِّ ابْنِ غَالِبِ

اَقَمْنَا عَلٰى عِزِّ الْحِجَازِ وَاَنْتُمْ بِمُعْتَلِجِ الْبَطْحَاءِ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

''ارے سنو! نہ تو تم ہم میں سے ہو اور نہ ہی ہم تم میں سے ہیں۔ ہم لوی بن غالب سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم حجاز کے معزز مقام پر مقیم ہو گئے اور تم نے وادیٔ بطحاء میں پہاڑوں کے درمیان سیلاب کی گزرگاہ کو اپنا مسکن بنا لیا''۔

خَشَّ رَوَاحَةُ الْقُرَشِيُّ رَحْلِي بِنَاجِيَةٍ: نَاجِيه سے مراد تیز رفتار اونٹنی ہے۔ خَشَّ کا معنی تیر کو پر لگانا ہے یعنی رواحہ نے مجھے مال بھی دیا اور اونٹنی بھی لیکن کسی ستائش کا متمنی نہ ہو۔ رَوَاحَه سے مراد رواحہ بن منقذ بن معیص بن عامر ہے یہ زمانہ جاہلیت میں سردار تھا اور مال غنیمت کا چوتھا حصہ لیتا تھا۔

عَمْرَكَ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَمَا اُلْفِيْتُ اَنْتَجِعُ السَّحَابَا۔ وہ مجھے مال ومنال اور بھلائیوں سے اتنا نوازتے تھے کہ مجھے بارش کو تلاش کرنے اور شہروں میں چراگاہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

حصین کے شعر میں بِمُعْتَلِجِ الْبَطْحَاءِ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے سیلاب انتہائی سرعت سے گزرتے ہوں۔ شاعر کہتا ہے۔

لَوْ قُلْتُ لِلسَّيْلِ دَعْ طَرِيْقَكَ وَالسَّيْلُ كَمِثْلِ الْهِضَابِ يَعْتَلِجُ

''اگر میں سیلاب سے کہوں کہ تو اپنا رستہ چھوڑ دے حالانکہ اس کی پہاڑوں جیسی موجیں تیزی سے رواں دواں ہیں''۔

حدیث پاک میں ہے:

اِنَّكُمَا عِلْجَانِ فَعَالِجَا عَنْ دِيْنِكُمَا۔

''تم دونوں قوی جوان ہو اپنے دین کا دفاع کرو''۔

حدیث پاک میں ہے:

Marfat.com

کچھ مدت بعد حصین اپنے ان اشعار پر شرمندہ ہوا۔ حارث کی مدح کی اپنے آپ کو قریش کی طرف منسوب کیا اور اپنے نفس کی تکذیب کرتے ہوئے کہا:

نَدِمْتُ عَلٰی قَوْلٍ مَضٰی کُنْتُ قُلْتُهٗ ... تَبَیَّنْتُ فِیْهِ اَنَّهٗ قَوْلُ کَاذِبٖ

فَلَیْتَ لِسَانِیْ کَانَ نِصْفَیْنِ مِنْهُمَا ... بُکَیْمٌ وَنِصْفٌ عِنْدَ مَجْرَی الْکَوَاکِبِ

اَبُوْنَا کِنَانِیٌّ بِمَکَّةَ قَبْرُهٗ ... بِمُعْتَلِجِ الْبَطْحَاءِ بَیْنَ الْاَخَاشِبِ

لَنَا الرُّبْعُ مِنْ بَیْتِ الْحَرَامِ وِرَاثَةً ... وَرُبْعُ الْبِطَاحِ عِنْدَ دَارِ ابْنِ حَاطِبِ

"میں ماضی میں کہے گئے ایک قول پر شرمندہ ہوں۔ میں نے ہی اس قول کو کہا تھا بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک جھوٹے شخص کی بات تھی کاش! میری زبان کے دوٹکڑے ہوتے ایک حصہ بکیم کے پاس اور دوسرا استاروں کی گزرگاہ پر ہوتا۔ کنانی ہی ہمارا باپ ہے وادیٔ بطحاء میں پہاڑوں کے مابین پانی کی گزرگاہ میں اس کی قبر ہے۔ بیت الحرام سے وراثتاً ہمارا چوتھا حصہ ہے اور ابن حاطب کے گھر کے پاس وادیٔ بطحاء میں بھی ہمارا چوتھا حصہ ہے"۔

لوی کے چار بیٹے تھے: 1۔ کعب، 2۔ عامر، 3۔ سامہ، 4۔ عوف۔ اس لئے شاعر نے وراثت کے چوتھے حصہ کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ایک ایسے شخص نے بیان کیا ہے جسے میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو مرہ کے کچھ افراد سے فرمایا "اگر تم اپنے نسب کی طرف واپس جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ"۔

بنو مرہ کے سردار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنو مرہ کے سردار اور قائد درج ذیل اشخاص تھے۔ 1۔ ہرم

"اِنَّ الدُّعَاءَ لَیَلْقَی الْبَلَاءَ نَازِلًا مِنَ السَّمَاءِ فَیَعْتَلِجَانِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔"

"بلاشبہ دعا آسمان سے نازل ہونے والی مصیبت سے ملتی ہے پھر وہ دونوں قیامت تک باہم جھگڑتی رہتی ہیں"۔

لَنَا الرُّبُعُ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بنو لوی چار تھے۔ ان میں سے ایک ان کا باپ عوف بھی تھا۔ بنو لوی ہی اہل حرم تھے۔ بیت اللہ کی وراثت ان کے لئے ہی تھی۔

الْاَخَاشِب۔ مکہ معظمہ کا ایک پہاڑ ہے کبھی کبھی ہر پہاڑ کو بھی اَخْشَب کہا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کَاَنَّ فَوْقَ مَنْکِبَیْهِ اَخْشَبًا۔ گویا کہ اس کے کندھوں پر پہاڑ تھا۔

Marfat.com

بن سنان، 2۔ خارجہ بن سنان، 3۔ حارث بن عوف، 4۔ حصین بن حمام، 5۔ ہاشم بن حرملہ۔ اسی ہاشم کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ۔

أَحْيَا أَبَاهُ هَاشِمُ بْنُ حَرْمَلَهْ يَوْمَ الْهَبَاءَاتِ وَيَوْمَ الْيَعْمَلَه

تَرَى الْمُلُوكَ عِنْدَهُ مُغَرْبَلَهْ يَقْتُلُ ذَاالذَّنْبِ، وَمَنْ لَاذَنْبَ لَهُ

"هَبَاءَ ات اور يَعْمَلَه کے دن ہاشم نے اپنے باپ کا نام روشن کر دیا تو دیکھے گا کہ اس کے سامنے بادشاہ بھی ذلیل و رسوا ہیں۔ وہ خطا کار اور بے گناہ دونوں کو قتل کر دیتا ہے۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ اشعار عامر خصفی کے ہیں۔ ابو عبیدہ نے بھی مجھے یہ اشعار سنائے تھے لیکن ان میں ایک مصرعہ زائد تھا جو یہ ہے وَرُمْحُهُ لِلْوَالِدَاتِ مَثْكَلَهْ۔ "اس کا نیزہ ماؤں سے ان کے فرزند جدا کرنے والا تھا"۔

ابو عبیدہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ ہاشم نے عامر سے کہا "تم میری تعریف میں عمدہ اشعار کہو میں تمہیں انعام دوں گا"۔ عامر نے پہلا مصرعہ کہا ہاشم نے اسے پسند نہ کیا۔ دوسرا اور تیسرا مصرعہ بھی اسے پسند نہ آیا جب اس نے چوتھا مصرعہ کہا تو ہاشم نے اسے بہت پسند کیا اور اس کو بہت سا انعام

خارجہ بن سنان

یہ وہی خارجہ ہے جس کے متعلق مشہور تھا کہ جن اس کو اٹھا کر لے گئے تھے کیونکہ اس کے حسن و جمال، شرافت و نجابت اور عمدہ نسل کی وجہ سے عورتیں اس میں رغبت رکھتی تھیں۔ اس کی بیٹی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے پوچھا "جب زہیر نے تیرے باپ کی تعریف کی تھی اس وقت تیرے باپ نے اسے کیا دیا تھا"۔ اس لڑکی نے جواب دیا "میرے باپ نے اس کو آٹا، رقم اور سامان دیا تھا لیکن زمانے نے ان تمام چیزوں کو فنا کر دیا"۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "لیکن جو کچھ زہیر نے تمہیں دیا زمانہ اس کو فنا نہ کر سکا"۔

جب خارجہ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اس کی ماں اس کی تکلیف سے جانبر نہ ہو سکی وقت مرگ اس نے حکم دیا کہ اس کے پیٹ کو چیر کر بچہ نکال لیا جائے۔ اطباء نے اس کی ماں کا پیٹ چیرا اور خارجہ کو زندہ نکال لیا گیا کیونکہ اس کی والدہ کا پیٹ چیر کر اسے نکالا گیا تھا اس لئے وہ خارجہ کے نام سے موسوم ہو گیا۔ خارجہ کو خِشْعَة بھی کہتے تھے۔ حطیئہ اسی کے متعلق کہتا ہے ۔

لَقَدْ عَلِمَتْ خَيْلُ ابْنِ خِشْعَةَ أَنَّهَا مَتَى مَا يَكُنْ يَوْمًا جِلَادٌ تُجَالِدُ

"ابن خشعہ کے گھوڑے جانتے ہیں کہ جب کوئی شمشیر زنی کرنے والا نہیں ہوتا تو اس وقت وہ

Marfat.com

دیا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کمیت بن زید نے اپنے اس شعر میں ہاشم ہی کا ذکر کیا ہے۔

هَاشِمٌ مُرَّةَ الْمُفْنِي مُلُوكًا بِلَا ذَنْبٍ اِلَيْهِ وَمُذْنِبِيْنَا

''ہاشم بادشاہوں کو ہلاک کر دینے والا تھا وہ بے گناہوں اور گناہ گاروں دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا''۔

عامر کا قول يَوْمَ الْهَبَاءَ اتِ۔ ابوعبیدہ نے روایت نہیں کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ غطفان اور قیس میں ایک ایسی قوم بھی تھی جو کافی شہرت کی حامل تھی۔ ان میں ہی ان کا

دشمن کو سزا دیتے ہیں''۔

عامر کا قول تَرٰى الْمُلُوْكَ حَوْلَهٗ مُغَرْبَلَهْ۔ مُغَرْبَلَه کا معنی مُنْتَلِفَحَة ہے۔ جب مقتول پھول جاتا ہے تو کہا جاتا ہے ''غَرْبَلَ الْقَتِيْلُ'' لیکن یہ معنی مشہور نہیں ہے۔ ابوعبید نے اس کا ذکر ''اَلْغَرِيْبُ الْمُصَنَّفُ'' میں کیا ہے مُغَرْبَلَه کو باء کے فتح کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ بعض علمائے لغت کہتے ہیں کہ اس کا معنی بادشاہ کو چن کر قتل کرنا ہے میرے خیال میں غَرْبَلَه کا معنی بادشاہوں کی جستجو اور ان کا تعاقب کرنا ہے۔

مکحول دمشقی کا قول ہے:

''دَخَلْتُ الشَّامَ فَغَرْبَلْتُهَا غَرْبَلَةً حَتّٰى لَمْ اَدَعْ عِلْمًا اِلَّا حَوَيْتُهٗ۔''

''میں سرزمین شام گیا وہاں خوب جستجو کی اور میں نے ہر قسم کے علوم کا احاطہ کر لیا۔''

میں نے اس کے متعلق بقل سے بھی پوچھا انہوں نے بھی یہی قول ذکر کیا۔ 'غُرْبَلَه' کا معنی تتبع اور استقصاء ہے۔ یہ غَرْبَلْتُ الطَّعَامَ سے مشتق ہے۔

يَقْتُلُ ذَا الذَّنْبِ وَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ اس مصرعہ نے ہاشم کو خوش کیا۔ یہ وصف اس کے لئے باعث شرف وقدر تھا۔ ہاشم نہ تو کسی بادشاہ کے ظلم وستم سے مرعوب ہوتا تھا اور نہ ہی کوئی انتقام لینے والا اس کو خوفزدہ کر سکتا تھا۔ یہ منظور بن زبان بن سیار کا نانا تھا۔ اس منظور کی بیٹی ''زجلہ'' ابن زبیر کی زوجیت میں تھی۔ منظور کی ماں کا نام قہطم بنت ہاشم تھا۔ یہ چار سال تک ماں کے پیٹ میں رہا جب یہ پیدا ہوا تو اس کی ڈاڑھیں بھی نکلی ہوئیں تھیں۔ طویل انتظار کروانے کی وجہ سے اس کا نام منظور پڑ گیا۔ منظور کے والد زبان بن سیار کے متعلق ہی حطیہ کہتا ہے۔

وَفِيْ آلِ زَبَّانَ بْنِ سَيَّارَ فِتْيَةٌ يَرَوْنَ ثَنَايَا الْمَجْدِ سَهْلًا صِعَابُهَا

''زبان بن سیار کی اولاد میں ایسے جوان بھی ہیں جو شرف وعظمت کی چوٹیوں پر چڑھنا آسان

Marfat.com

تذکرہ تھااور انہی کی طرف منسوب ہوتے تھے ان میں ہی بسل کی رسم پائی جاتی تھی۔

بَسل کی وضاحت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبیلہ غطفان اور قیس میں بَسل کی رسم پائی جاتی تھی۔ بَسل سے مراد یہ ہے کہ یہ قبائل سال بھر میں آٹھ ماہ کو حرام شمار کرتے تھے۔ اہل عرب ان قبائل کی اس رسم کو جانتے تھے وہ نہ تو اس کا انکار کرتے تھے اور نہ ہی اس کا دفاع کرتے تھے۔ وہ قبائل ان مہینوں میں بغیر کسی خوف اور ڈر کے جہاں چاہتے سفر کرتے تھے۔ زہیر بن ابی سلمٰی کہتا ہے (زہیر کا تعلق بنومزینہ سے تھا اور وہ ابن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر تھے۔) یہ بھی کہا جاتا ہے

سمجھتے ہیں''۔

بنومزینہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ زہیر کا تعلق بنومزینہ سے تھا۔ بنومزینہ سے مراد بنوعثمان بن عمرو بن الاطم بن اُد بن طابخہ ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فَاِنَّكَ خَيْرُ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو وَاَسْنَاهَا اِذَا ذُكِرَ السَّنَاءُ

''بلاشبہ تو عثمان بن عمرو سے بہتر ہے اور جب روشنی کا ذکر کیا جائے تو تو ان سے زیادہ روشن جبیں ہے''۔

مزینہ بنوعثمان کی ماں کا نام تھا۔ یہ کلب بن وبرہ کی بیٹی تھی اس کی بہن کا نام حواٗب بنت کلب تھا۔ مَاءُ الْحَوْاٰب اسی کی طرف منسوب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مبارک میں بھی اس کا ذکر ہے نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو مخاطب کر کے فرمایا:

اَيَّتُكُنَّ صَاحِبَةُ الْجَمَلِ الْاَدْبَبِ تَنْبَحُهَا كِلَابُ الْحَوْاٰبِ.

''تم میں سے ادبب (1) اونٹ کی سوار کون ہے جس پر حواٗب کے کتے بھونکیں گے''۔

بَسل اور اس کا معنی

بَسْلٌ اضداد میں سے ہے اس کا معنی حلال بھی ہے اور حرام بھی۔ دم وغیرہ کر کے جو اجرت لی جاتی ہے اس کو بُسْلَةُ الرَّاقِی کہا جاتا ہے۔ اگر یہ لفظ دعا کے بعد استعمال ہو تو اس کا معنی ''آمین'' ہوتا ہے۔ زاجر کہتا ہے۔

1۔ بہت بالوں والا اونٹ۔

Marfat.com

کہ اس کا تعلق غطفان سے تھا بعض مؤرخین کہتے ہیں یہ غطفان کا حلیف تھا۔

تَامَّلْ فَاِنْ تُقْوِ الْمَرَوْرَاةُ مِنْهُمْ وَدَارَاتُهَا لَاتُقْوِ مِنْهُمْ اِذًا نَخْلُ
بِلَادٌ بِهَا نَادَمْتُهُمْ وَاَلِفْتُهُمْ فَاِنْ تُقْوِيَا مِنْهُمْ فَاِنَّهُمْ بَسْلُ

''ذرا غور تو کر اگر مَرَوْرَاۃ اور اس کے دَارَات (مشہور مقامات) ان سے خالی ہو گئے ہیں تو نخل تو ان سے خالی نہیں ہوا۔ یہی وہ شہر ہیں جن میں ان کا ہم نشیں اور ان سے مانوس تھا۔ اگر یہ شہر ان سے خالی بھی ہو گئے ہیں تو پھر بھی وہ قابل تکریم ہیں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اعشیٰ کا شعر ہے

اَجَارَتُكُمْ بَسْلٌ عَلَيْنَا مُحَرَّمٌ وَجَارَتُنَا حِلٌّ لَكُمْ وَحَلِيْلُهَا

''تم کو بَسل نے پناہ دی جو ہمارے لئے محترم ہے ہم نے جس کو پناہ دی وہ تمہارے لئے حلال اور نا قابل احترام ہے''۔

کعب اور مرۃ کی اولاد اور ان کی مائیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کعب بن لوی کے تین بیٹے تھے: 1۔ مرہ بن کعب، 2۔ عدی بن کعب، 3۔ ہصیص بن کعب۔ ان کی ماں کا نام وحشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر بن

لَاخَابَ مِنْ نَفْعِكَ مَنْ رَجَاكَ بَسْلًا وَعَادَى اللّٰهُ مَنْ عَادَاكَ

''جس نے تم سے امید وابستہ کر لی وہ خسارے میں نہیں رہتا بلکہ اس کو فائدہ ہوتا ہے جو تم سے عداوت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے''۔

فَاِنْ تُقْوِ الْمَرَوْرَةُ مِنْهُمْ۔ مَرَوْرَاۃ سے مراد گھر ہے۔ بعض نسخوں میں یہ جمع مَرَوْرَات بھی آیا ہے۔ یہ مَرَوْر کی جمع ہے۔ کلام عرب میں یہ وزن بہت کم مستعمل ہے اس میں عین اور لام کلمہ کو دو بار ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فَعَلْعَلَۃ کے وزن پر ہے جیسا کہ صَمَحْمَحَہ ہے اس میں الف واؤ اصلیہ سے بدلا ہوا ہے۔ یہ سیبویہ کا قول ہے اس نے اس کو شَجَوْجَاۃ کی مثل کہا ہے اس نے انکار کیا ہے کہ یہ عَثَوْثَل کے باب میں سے نہیں ہے۔ ابن سراج قَطَوْطَاۃ جو مَرَوْرَاۃ کی مانند ہے کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ عَثَوْثَل کے باب سے ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ صَمَحْمَحَۃ کی طرح ہے۔ ابن سراج کے قول کے مطابق یہ فَعَوْعَلَۃ کے وزن پر ہے اور اس کی واؤ زائدہ ہے۔

هُصَيْصٌ۔ یہ الهَصّ سے مشتق ہے فُعَيْل کے وزن پر ہے اس کا معنی انگلیوں کو زور سے دبانا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یقظہ بن مرۃ کا بھی تذکرہ کیا ہے یہ قاف کی فتح اور کسرہ دونوں کے

Marfat.com

مالک بن نضر تھا۔ مرۃ کے بھی تین فرزند تھے۔ کلاب بن مرۃ، تیم بن مرۃ اور یقظہ بن مرۃ۔ کلاب کی ماں کا نام ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن حارث بن فہر بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ تھا۔ یقظہ کی والدہ کا نام البارقیہ تھا۔ یہ یمنی تھی اس کا تعلق بنو اسد سے تھا، یہ بارق کی رہائشی تھی۔ تیم کی ماں بھی اسی کو ہی کہا جاتا ہے۔ بعض علمائے نسب کہتے ہیں کہ ہند بنت سریر ہی تیم کی ماں تھی۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بارق سے مراد عدی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن اسد بن الغوث کی اولاد ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ شَنُوءَۃَ سے تھا کُمَیت بن زید کہتا ہے ۔

وَاَزْدُ شَنُوْءَةَ اِنْدَرَؤُوْا عَلَيْنَا بِجُمٍّ يَحْسِبُوْنَ لَهَا قُرُوْنَا
فَمَا قُلْنَا لِبَارِقَ: قَدْ اَسَاْتُمْ وَمَا قُلْنَا لِبَارِقَ: اَعْتِبُوْنَا

''ازد شنوءۃ ہماری مدد کے لئے ایک جم غفیر (مینڈھوں کی مانند کثیر تعداد) کے ساتھ آئے دشمن ان کے سر پر سینگوں کا گمان کرتا تھا نہ تو ہم نے بارق سے کہا کہ تم نے برا کیا ہے نہ ہی ہم نے

ساتھ پڑھا گیا ہے شاعر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

وَاَنْتَ لِمَخْزُوْمِ بْنِ يَقْظَةَ جُنَّةٌ كِلَا اسْمَيْكَ فِيْهَا مَاجِدٌ وَ ابْنُ مَاجِدٍ

''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخزوم بن یقظہ کے لئے ڈھال ہیں اس قبیلہ میں آپ دو ناموں سے مشہور ہیں: 1۔ ماجد: بزرگ و برتر، 2۔ ابن ماجد: ذی شرف و قدر انسان کے فرزند ارجمند''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بارق کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد بنو عدی ہیں ان کا تعلق اَزْد سے تھا۔ ان کو بارق اس لئے کہتے تھے کیونکہ انہوں نے برق کی پیروی کی تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں انہوں نے اپنا مسکن اس پہاڑ کے پاس بنایا تھا جسے بارق کہا جاتا تھا۔

بِجُمٍّ يَحْسَبُوْنَ لَهَا قُرُوْنَا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ان گنت تھے۔ ان کی قوت و طاقت کا بھی کوئی حساب نہ تھا۔ وہ ان مینڈھوں کی طرح تھے جن کے سینگ نہیں ہوتے پھر بھی وہ قوت و توانائی سے بھرپور ہوتے ہیں۔ کُمَیت سے ابو المستہل ابن زید مراد ہے اس کا تعلق بنو اسد سے تھا۔ اسی قبیلہ میں ایک اور شخص کمیت بن معروف بھی تھا جو ابن زید سے پہلے گزر چکا تھا۔ ان میں ایک کمیت بن ثعلبہ بھی تھا۔ یہ شعر ابن معروف کا ہے ۔

وَلَا تُكْثِرُوْا فِيْهِ الضِّجَاجَ فَاِنَّهٗ مَحَا السَّيْفُ مَا قَالَ ابْنُ دَارَةَ اَجْمَعَا

''اس میں زیادہ غل نہ مچاؤ بلاشبہ جو کچھ ابن دارۃ کہتا ہے تلوار اس کو مٹا دیتی ہے''۔

Marfat.com

ان سے کہا کہ تم ہمیں راضی کر دو"۔

ان کو بارق اس لئے کہتے تھے کیونکہ انہوں نے بَرق کی پیروی کی تھی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کلاب بن مرہ کے دو بیٹے تھے: 1۔ قصیّ بن کلاب، 2۔ زہرہ بن کلاب۔ ان دونوں کی والدہ کا نام فاطمۃ بنت سعد بن سیل تھا۔ اس کا تعلق بنو الجدرۃ سے تھا۔ یہ بھی یمن کی رہنے والی تھی۔ بنو جدرہ جعثمہ الازد کی شاخ تھی۔ یہ بنو دیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے حلیف تھے۔

جُعثُمہ کا نسب اور الجَدرَۃ کہنے کی وجہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جعثمہ کو جُعثُمۃُ الاَسَد اور جُعثُمَۃُ الاَزدِ بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد جُعثُمَہ بن یشکر بن مبشر بن صعب بن دہمان بن نصر بن زہران بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الاسد بن الغوث ہے۔ ان کو الجَدرَۃ اس لئے کہتے تھے کیونکہ عامر بن عمرو بن جُعثمہ نے حارث بن مضاض الجرہمی کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ جرہم کعبہ کے خدام تھے۔ عامر نے خانہ کعبہ کی ایک دیوار تعمیر کی اسے جادر کہا جانے لگا۔ اس کی

الجَدرَۃ سے مراد بنو عامر بن خزیمہ بن جعثمہ ہیں۔ شیخ ابو بحر کے حاشیہ میں خزیمہ کا اضافہ تسامح ہے۔ وہ عمرو بن جعثمہ تھا۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں سیلاب داخل ہو گیا اس نے بیت اللہ کی دیواروں کو نقصان پہنچایا۔ قریش اس صورت حال سے خوفزدہ ہو گئے انہیں یہ خدشہ لگا کہ سیلاب کا ایک اور ریلا اس کو بالکل ہی منہدم نہ کر دے جس کی وجہ سے ان کا دین اور شرف ختم ہو کر نہ رہ جائے۔ عامر نے ان کے لئے دیوار بنا دی اسی وجہ سے اس کو جادر کہا جانے لگا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جَدرَۃ بنو الدیل کے حلیف تھے۔ اہل نسب میں مشہور ہے کہ بنو عبد القیس کے دیل کا نسب ابن عمرو بن ودیعہ تھا بنو ازد میں بھی ایک دیل نامی شخص پایا جاتا تھا وہ ابن ہدہاد بن زید مناۃ تھا۔ بنو تغلب میں بھی ایک دیل نامی آدمی تھا وہ ابن زید بن عمرو بن غنم بن تغلب تھا۔ بنو ایاد میں بھی ایک دیل تھا وہ ابن امیہ بن حذافۃ بن زہیر بن ایاد تھا۔ وہ دیل جو کنانہ میں تھا اس کا نام ظالم بن عمرو تھا یہی الجدرہ کے حلیف تھے۔ ابو الاسود الادؤلی کو ان ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ابن کلبی اور محمد بن حبیب وغیرہ کہتے ہیں اصل لفظ ''دُئِل'' ہے ''دُؤَلِی'' کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اہل لغت کا ایک گروہ جن میں امام کسائی، یونس بن حبیب اور اخفش وغیرہ شامل ہیں کہتا ہے کہتا ہے کہ یہ لفظ دِیَل ہے اور الدِیَلیُّ کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ کا بھی یہی قول ہے

Marfat.com

اولا دالجَدَرَة کے نام سے مشہور ہوئی۔ سعد بن سیل کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

مَا نَرٰی فِی النَّاسِ شَخصًا وَاحِدًا مَنْ عَلِمْنَاهُ کَسَعْدِ بْنِ سَیَلِ
فَارِسًا اَضْبَطَ، فِیہِ عُسْرَۃٌ وَاِذَا مَا وَاقَفَ القِرْنَ نَزَلَ
فَارِسًا یَسْتَدْرِجُ الخَیلَ کَمَا اسْتَدْ رَجَ الحُرُّ القَطَامِیُّ الحَجَلَ

"ہم کو تو لوگوں میں ایک بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو سعد بن سیل کی خوبیوں کا مالک ہو وہ ایسا شہ سوار تھا کہ جب مدمقابل اس کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے آتا تو وہ اپنی سواری سے نیچے اتر جاتا۔ وہ ایسا سوار تھا جو گھوڑے کو اس طرح قابو کرتا تھا جس طرح قطامی شہباز چکور کو قابو کرتا ہے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب کے دونوں بیٹوں سعد اور سعید کی ماں کا نام نعم بنت کلاب تھا۔ اس کی ماں فاطمہ بنت سعد بن سیل تھی۔

محمد بن حبیب کہتے ہیں ابن کلبی وغیرہ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الدُّوَل سے مراد الدول بن حنیفہ ہے۔ حنیفہ کا نام اثال بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل تھا۔ یہ مسیلمہ کذاب کا قبیلہ تھا۔ ربیعہ میں بھی ایک شخص کا نام الدُّول تھا۔ قبیلہ عمرہ میں بھی الدُّول بن صباح تھا۔ قبیلہ الرباب میں بھی الدُّول بن جل بن عدی بن عبد مناۃ بن اُد بن طابخہ تھا۔ قبیلہ اسد میں بھی الدُّوَل بن سعد مناۃ بن غامد تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الدِیْل دال کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ ہے عدوی اور ابن سالم الجمحی نے بھی ابن اسحاق کی تائید کی ہے۔ الدَّل فَعْل کے وزن پر دَاْل، یَدْاُلُ سے مشتق ہے اس کا معنی سرعت رفتاری سے چلنا ہے۔ دِیْل اسی سے فعل مجہول ہے کہا جاتا ہے ابن بکر کا نام دُئل تھا۔ چھوٹی سواری کو دُئل کہا جاتا ہے۔ کعب بن مالک شعر ہے ؎

جَاءُوْا بِجَیْشٍ لَوْ قِیسَ مُعْرَسُہٗ مَا کَانَ اِلَّا کَمُعْرَسِ الدُّئِلِ

"وہ ایسا لشکر لے کر آئے کہ اگر اس کی قیام گاہ کا اندازہ لگایا جائے تو وہ دُئل کی جگہ کے برابر ہے"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن سیل کے متعلق اشعار لکھے ہیں سَیَل کا نام خیر بن حمالۃ تھا۔

(الطبری)

سَیَل سے مراد سُنبل ہے اسی نے ہی سب سے پہلے تلواروں پر سونے اور چاندی سے ملمع سازی کی تھی۔

فَارِسًا اَضْبَطَ۔ دونوں ہاتھوں سے کام کرنے والے کو اضبط کہا جاتا ہے۔ یہ شیر کی بھی صفت

Marfat.com

قصیٰ بن مناف کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قصیٰ بن کلاب کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں: 1۔ عبد مناف، 2۔ عبدالدار، 3۔ عبدالعزیٰ، 4۔ عبد قصیٰ، 5۔ تخمر بنت قصیٰ، 6۔ برہ بنت قصیٰ۔ ان کی ماں کا نام حبی بنت حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے: 1۔ ہاشم، 2۔ عبد شمس، 3۔ مطلب، 4۔ نوفل۔ پہلے تینوں بیٹوں کی ماں کا نام عاتکہ بنت مرۃ بن ہلال بن فالج بن زکوان بن ثعلبہ بن بھشہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ تھی جبکہ نوفل کی ماں کا نام واقدہ بنت عمرو المازنیہ تھا۔ مازن سے مراد ابن منصور بن عکرمہ ہے۔

ہے جُمَیح کہتا ہے ضَبطَاءُ تَسکُنُ غَیلاً غَیرَ مَقرُوبٍ۔

العواتک

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حلیل بن حبشیہ کا ذکر کیا ہے۔ بڑی کالی چیونٹی کو حبشہ کہتے ہیں۔ قصیٰ نے حلیل کی بیٹی حبی کے ساتھ شادی کر لی تھی۔ اس کے ہاں عبد مناف اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ایک اور ماہر نسب کہتا ہے عبد مناف کی ماں کا نام عاتکہ بنت ہلال بن بالج بن ذکوان تھا۔ ہاشم کی ماں کا نام عاتکہ بنت مرہ تھا، پہلی عاتکہ دوسری عاتکہ کی چچی تھی۔ ام وہب حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کی جانب سے نانی تھی۔ اس کا نام بھی عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ہلال تھا انہیں عَوَاتِک کہا جاتا ہے۔ نبی مخترم ﷺ انہی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں سلیم میں سے عواتک کا بیٹا ہوں''۔ اس حدیث پاک کی تاویل کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ بنو سلیم کی تین عورتوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ ان تمام کا نام عاتکہ تھا لیکن پہلی توجیہہ درست ہے۔ عاتکہ بنت مرہ کی ماں کا نام ماویہ بنت حوزہ بن عمرو بن مرۃ تھا۔ یہی بنو سلول تھے ماویہ کی والدہ کا نام ام اناس المَذحجیۃ تھا۔

عبد مناف کی مائیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صفیہ کی ماں کا نام بنت عبداللہ بن سعد العشیرہ بن مذحج تھا لیکن ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ سعد العشیرہ بن مذحج ان تمام قبائل کا باپ ہے جو مذحج کی طرف منسوب ہیں صرف چند مستثنیٰ ہیں اس لئے یہ ناممکن ہے کہ ہاشم کے زمانہ میں اس کا کوئی صلبی بیٹا ہو۔

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ نے اس نسب میں ان کی مخالفت کی ہے۔ ابوعمرو، تماضر، قلابہ، حیہ، ریط، ام الاخثم، ام سفیان بنو عبد مناف میں سے تھے۔ ابوعمرو کی ماں کا نام ریطہ تھا۔ اس کا تعلق بنو ثقیف سے تھا باقی تمام عورتوں کی ماں عاتکہ بنت مرۃ تھی۔ عاتکہ کی ماں کا نام صفیہ بنت حوزہ بن عمرو بن سلول بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن تھا۔ صفیہ کی ماں بنت عبداللہ ابن سعد العشیرہ بن مذحج تھی۔

ہاشم کی اولاد

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہاشم بن عبد مناف کے چار بیٹے تھے: 1۔ عبدالمطلب 2۔ اسد، 3۔ ابوصیفی، 4۔ نضلہ۔ ان کی پانچ بیٹیاں تھیں: 1۔ شفاء، 2۔ خالدہ، 3۔ ضعیفہ، 4۔ رقیہ، 5۔ حیہ۔ عبدالمطلب اور رقیہ کی ماں کا نام سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تھا۔ نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔ سلمٰی کی ماں کا نام عمیرہ بنت صخر بن حبیب بن حارث بن ثعلبہ بن مازن بن نجار تھا۔ عمیرہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت عبدالاشہل النجاریہ تھا۔ اسد کی والدہ کا نام قیلہ بنت عامر بن مالک الخزاعی تھا۔ ابوصیفی اور حیہ کی والدہ کا نام ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ تھا۔ نضلہ اور شفاء کی

علامہ برقی نے ابن ہشام سے یہی روایت کیا ہے لیکن غسانی کی روایت کے مطابق اس کا نام بنت عبداللہ ہی ہے۔ جس کا تعلق سعد العشیرۃ سے تھا۔ بعض علماء نسب نے عبداللہ کی جگہ عائذ اللہ کہا ہے یہ زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے یہ سعد العشیرہ کا بیٹا تھا۔ اس کا نام عیذ اللہ تھا یہ جنب (مذحج) کے قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا تذکرہ میں نے کر دیا ہے میرا خیال ہے کہ علامہ البرقی کو نام کے اشتراک کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ یہ عبداللہ بن السعد العشیرہ کا صلبی بیٹا نہیں بلکہ سعد العشیرہ کے قبیلہ سے اس کا تعلق تھا۔

عبد شمس اور ہاشم

عبد شمس اور ہاشم جڑواں بھائی تھے جب ہاشم پیدا ہوئے تو ہاشم کی ٹانگ عبد شمس کی پیشانی کے ساتھ متصل تھی انہیں تلوار کے ساتھ جدا کیا گیا۔ اسی وجہ سے لوگ کہتے تھے عنقریب ان کی اولاد کے مابین خونریزی ہوگی۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ بن عبد شمس میں سے اسی وجہ سے خونریزی ہوئی تھی۔ عبدالمطلب کی ماں سلمٰی کا نسب میں نے ذکر کر دیا ہے۔ سلمٰی کی ماں عمیرہ بنت صخر المازنیہ تھی اس کے

Marfat.com

والدہ ایک قضاعی خاتون تھی خالدہ اور ضعیفہ کی ماں کا نام واقدہ بنت ابی عدی المازنیہ تھا۔

عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کے ہاں دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں تھیں: 1۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 2۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 3۔ حضرت ابوطالب، 4۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 5۔ حارث، 6۔ حجل، 7۔ مقوم، 8۔ ضرار، 9۔ ابولہب، 10۔ حضور اکرم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بیٹیوں کے نام یہ ہیں: 1۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 2۔ ام حکیم بیضاء، 3۔ عاتکہ، 4۔ امیمہ، 5۔ اروی، 6۔ برہ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ضرار کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید بن عامر (الضحیان) بن سعد بن حزرج بن تیم اللات بن نمر بن قاسط بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار تھی۔ افصی بن دعمی بن جدیلہ بھی کہا

دوسرے دو بیٹوں کے نام عمرو بن احیحۃ بن جلاح اور معبد تھے۔ اس نے ہاشم کی وفات کے بعد احیحہ سے شادی کر لی تھی یہ دونوں بیٹے اسی سے پیدا ہوئے تھے۔ عمرو تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور عاقل و دانشمند تھا۔ بنو ہاشم میں سے ایک شخص نے منصور سے کہا اگر ہمارے بیٹے زیادہ ہو جائیں اور ہماری بیٹیاں کم ہو جائیں تو پھر ہم کس میں رشتہ داری کریں گے۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

عَبْدُ شَمْسٍ كَانَ يَتْلُوْهَاشِمًا وَهُمَا بَعْدُ لِاُمٍّ وَلَابٍ

''عبدشمس ہاشم کے بعد جڑواں پیدا ہوا تھا۔ ان دونوں کے والدین بھی ایک ہی تھے''۔

علامہ دارقطنی نے لکھا ہے کہ حارث بن حبش السلمی بھی ہاشم اور عبدشمس کا ان کی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ اسی اخوت کی وجہ سے اس نے ہاشم کا مرثیہ بھی لکھا۔ یہ بات اس نظریہ کو پختہ کرتی ہے کہ ان کی ماں عاتکہ سلیمہ تھی۔

اُم حیہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اُم حیہ بنت ہاشم اور ابوصیفی بن ہاشم کی ماں کا ذکر کیا ہے۔ ان کی ماں کا نام ہند بنت عمرو بن ثعلبہ تھا۔ اہل نسب میں مشہور ہے کہ حیہ کی والدہ کا نام حجل بنت حبیب بن حارث بن مالک بن حطیط الثقیفیہ تھا۔ حیہ کی شادی احجم بن دندنہ الخزاعی سے ہوئی تھی ان کے ہاں اسید اور

Marfat.com

جاتا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حجل، مقوم اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام ہالہ بنت اھیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوطالب، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ عبدالمطلب کی تمام بیٹیوں کی ماں کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔

فاطمہ کی ماں کا نام صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ حارث بن عبدالمطلب کی والدہ کا نام سمراء بنت جندب بن حجیر بن رئاب بن حبیب بن سواءۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ تھا۔ ابولہب کی ماں کا نام لبنیٰ بنت ہاجر بن عبد مناف بن ضاطر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

فاطمہ پیدا ہوئے۔ فاطمہ بنت اجحم کے یہ اشعار حماسہ میں ہیں۔

يَاعَيْنُ بَكِّي عِنْدَ كُلِّ صَبَاحٍ ۔۔۔ جُوْدِي بِأَرْبَعَةٍ عَلَى الْجَرَّاحِ

قَدْ كُنْتَ لِي جَبَلًا أَلُوْذُ بِظِلِّهِ ۔۔۔ فَتَرَكْتَنِي أَضْحَى بِأَجْرَدَ ضَاحِ

قَدْ كُنْتُ ذَاتَ حَمِيَّةٍ مَا عِشْتَ لِي ۔۔۔ أَمْشِي الْبَرَازَ وَكُنْتَ أَنْتَ جَنَاحِي

فَالْيَوْمَ أَخْضَعُ لِلذَّلِيْلِ وَأَتَّقِي ۔۔۔ مِنْهُ وَأَدْفَعُ ظَالِمِي بِالرَّاحِ

وَأَغُضُّ مِنْ بَصَرِي وَأَعْلَمُ أَنَّهُ ۔۔۔ قَدْ بَانَ حَدُّ فَوَارِسِي وَرِمَاحِي

وَإِذَا دَعَتْ قُمْرِيَّةٌ شَجَنًا لَهَا ۔۔۔ يَوْمًا عَلَى فَنَنٍ دَعَوْتُ صَبَاحِي

"اے میری آنکھ! ہر روز رو۔ صبح کی ہوا جراح پر آنسوؤں کی سخاوت کر۔ تو میرے لئے ایک پہاڑ تھا جس کے سائے میں میں پناہ لیتی تھی تو نے مجھے چٹیل میدان کی طرح ناتواں بنا دیا ہے جب تو میرے لئے زندہ رہا تو میں ایک بہادر شخص کی طرح تھی۔ میں جرأت کے ساتھ چلتی تھی تو ہی میرے پر تھا۔ آج میں ایک ذلیل کے سامنے جھکی ہوئی ہوں اور اس سے بچاؤ کرتی ہوں اور اپنے ظالم کا نیزے سے بچاؤ کرتی ہوں۔ میں اپنی آنکھوں کو بند کرتی ہوں مجھے علم ہے کہ میرے گھوڑے اور میرے نیزے کی حد ظاہر ہو چکی ہے جب قمری درخت کی شاخ پر اپنے غم کا اظہار کرتی ہے میں بھی اس وقت اپنی اس صبح کو یاد کر لیتی ہوں۔

Marfat.com

نتیلہ بنت جناب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب تھا۔ اس کا تعلق بنو عامر سے تھا۔ بنو عامر ضحیان کے نام سے مشہور تھے۔ یہ ربیعہ کے شہنشاہوں میں سے تھے ہم نے تبع کی داستان میں ذکر کیا تھا کہ اس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو دیباج کا غلاف چڑھایا تھا ہم نے وہاں اس کا سبب بھی بیان کیا تھا۔ ہم یہاں علامہ ماوردی کے قول کا اضافہ کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے خالد بن جعفر بن کلاب نے خانہ کعبہ کو دیباج کا غلاف چڑھایا تھا۔ اس نے خانہ کعبہ پر عمدہ ریشم (مسک اور بز) کے پردے بھی لٹکائے تھے۔ نتیلہ کی ماں کا نام اُم حجر یا اُم کرز بنت الازب بن الازف تھا یہ بنو بکیل میں سے تھی۔ نُتَیلہ، نَتْلَہ کی تصغیر ہے اس کی جمع اَنْتَل آتی ہے۔ شتر مرغ کے انڈوں کو نتل کہا جاتا ہے۔ بعض علماء نے اس کا نام نُتَیْلہ بھی بتایا ہے۔

بنو عبد المطلب میں سے ایک کا نام جحُل بھی تھا۔ دار قطنی نے اس کو حَجل پڑھا ہے اس کے بیٹے کا نام حکم بن حجل تھا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مَنْ فَضَّلَنِی عَلٰی اَبِی بَکْرٍ جَلَدْتُہٗ حَدَّ الفِرْیَۃِ۔

''جس نے مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دی میں اس پر جھوٹ بولنے کی حد جاری کروں گا۔''

جَحُل بہت بڑی مشک کو بھی کہتے ہیں جَحُل پازیب کو بھی کہتے ہیں۔ ابن درید نے ذکر کیا ہے کہ جحل کا نام مصعب تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کا نام مغیرہ اور جحل اس کا لقب تھا۔ جَحُل شہد کی مکھیوں کے بادشاہ کو بھی کہتے ہیں ہر عظیم چیز کو جَحُل کہا جاتا ہے۔ اس کا لقب غَیداق بھی تھا۔ گوہ کے بچے کو غَیداق کہا جاتا ہے۔ اس کی اولاد نہ تھی اسی طرح مُقوِم کی بھی صرف ایک بیٹی تھی اس کا نام ہند تھا۔ امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق غیداق کی ماں کا نام مُمَنَّعۃ تھا۔ یہ قول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے خلاف ہے۔

حضور ﷺ کے عم محترم حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کے چچاؤں میں سے سب سے بڑے تھے جب حضور ﷺ ایام طفولت میں تھے تو یہ لوریاں دے کر آپ ﷺ کو کھلایا کرتے تھے اس وقت وہ ترنم

Marfat.com

سے یہ اشعار گنگناتے تھے

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدَمِ۔ عِشْتَ بِعَيْشٍ اَنْعَم فِي دَوْلَةٍ وَّمَغْنَمٍ دَامَ سَجِيْسَ الاَزْلَمِ

''اے محمد بن عبداللہ (ﷺ) آپ ﷺ آسودگی کی زندگی بسر کریں گے۔ آپ ﷺ ہمیشہ دولت، ثروت اور نعمتوں میں رہیں گے''۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لخت جگر حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ان کے فرزند کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالطاہر تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کا نام طاہر بھی تھا۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیٹے کا نام رکھا تھا۔ اس بچے کا شمار قریش کے ذہین ترین بچوں میں ہوتا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ کے ایک ظالم شخص کی موت کے متعلق بتایا گیا۔ آپ نے پوچھا اس کی موت کیسے ہوئی؟ لوگوں نے بتایا وہ انتہائی ذلت کے ساتھ مرا۔ آپ نے فرمایا یقیناً روز حشر اللہ تعالیٰ مظلوموں میں انصاف فرمائے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعث (مر کر جی اٹھنے) پر یقین رکھتے تھے۔

حضرت ابوطالب

آپ کا نام عبد مناف تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے انتقال کے وقت انہیں یہ وصیت کی تھی:

اُوْصِيْكَ يَاعَبْدَ مُنَافٍ بَعْدِي بِمُوْتَمٍ بَعْدَ اَبِيْهِ فَرْدِ
مَاتَ اَبُوْهُ وَهُوَ حِلْفُ الْمَهْدِ

''اے عبد مناف! میں تجھے اس یتیم ﷺ کے متعلق وصیت کرتا ہوں جو اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد بالکل تنہا رہ گیا ہے۔ آپ ﷺ ابھی بالکل کم سن تھے کہ آپ ﷺ کے والد وصال فرما گئے''۔

ابولہب

اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ چہرے کی چمک کی وجہ سے اسے ابولہب کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چمک اس امر کا پیش خیمہ تھی کہ یہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا۔ اس کی ماں کا نام لبنیٰ تھا اس کا تعلق بنوضاطرۃ سے تھا۔ لبنیٰ اس گوند کو کہتے ہیں جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔ الدُّوَدِمْ بھی لبنیٰ کی مانند ہوتا ہے لیکن اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے یہ ببول کے درخت سے نکلتا ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب پاک

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سید ولد آدم حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ وَرَحْمَتُهٗ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نانی کا نام اُم حبیب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب

اُمہات النبی ﷺ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے آخر میں برۃ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی کا ذکر کیا ہے ان تمام فرخندہ فال خواتین کا تعلق قریش سے تھا۔ اسی وجہ سے ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بَرّہ پر ہی توقف کیا ہے بعض نے اہل نسب نے بَرّہ سے آگے بھی نسب کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا تعلق قریش سے نہیں تھا۔

محمد بن حبیب نے کہا ہے برہ کی ماں کا نام قلابہ بنت حارث بن مالک بن طابخہ بن صعصعۃ بن غادیہ بن کعب بن طابخہ بن لحیان بن ہذیل تھا۔ قلابہ کی ماں کا نام امیمہ بنت مالک بن غنم بن لحیان بن غادیہ بن کعب تھا۔ امیمہ کی ماں کا نام دبۃ بنت حارث بن لحیان بن غادیہ تھا۔ دبۃ کی ماں کا نام بنت یربوع بن ناضرہ بن غاضرہ تھا۔ اس کا تعلق بنو ثقیف سے تھا۔ زبیر نے قلابہ بنت حارث کا ذکر کیا تھا ان کا خیال تھا کہ اس کے والد حارث کی کنیت ابو قلابہ تھی، وہ قدیم ترین ہذلی شعراء میں سے تھا۔ یہ اشعار اسی کے ہیں ؎

لَا تَأْمَنَنَّ وَاِنْ اَمْسَيْتَ فِي حَرَمٍ ۔۔۔ اِنَّ الْمَنَايَا بِجَنْبَيْ كُلِّ اِنْسَانِ

وَاسْلُكْ طَرِيْقَكَ تَمْشِي غَيْرَ مُخْتَشِعٍ ۔۔۔ حَتّٰى تَلَاقِيَ مَا مَنّٰى لَكَ الْمَانِيْ

وَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ مَقْرُوْنَانِ فِي قَرَنٍ ۔۔۔ بِكُلِّ ذَالِكَ يَاْتِيْكَ الْجَدِيْدَانِ

''اگر تم حرم میں رات بسر کرو پھر بھی امن میں نہ رہو۔ بے شک ہر انسان کے دونوں پہلوؤں میں

Marfat.com

بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ اُم حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے والد ماجد اور والدہ محترمہ کی جانب سے حسب ونسب میں اشرف اور افضل تھے۔

موتوں کا بسیرا ہے۔ اپنے رستے پر بغیر کسی خوف کے گامزن رہو حتیٰ کہ تجھے وہ چیز مل جائے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دی ہے۔ خیر اور شر زمانہ کے دامن میں مخفی رہتے ہیں پھر وہ تیرے پاس تازہ بہ تازہ ہو کر آتے ہیں''۔

Marfat.com

تذکارِ مولد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زمزم کی کھدائی

ہمیں عبدالمالک بن ہشام نے محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضرت عبدالمطلب حجر میں محو استراحت تھے خواب میں ایک آنے والا آیا۔ اس نے زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ یہ قریش کی قربان گاہ کے قریب اِساف اور نائلہ کے درمیان تھا لیکن اب وہ مخفی ہو چکا تھا۔ جب بنو جرہم مکہ معظمہ سے جلاوطن ہو کر گئے تو انہوں نے اسے چھپا دیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا چشمہ تھا۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب اس طرح بیان کیا ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ۔ زہرہ کے باپ کا نام کلاب تھا۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے معارف میں لکھا ہے زہرہ ایک عورت کا نام تھا اسی لئے بنو زہرہ اس نام سے مشہور ہوئے لیکن یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ زہرہ تو ان کے دادا کا نام تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے لغتاً رنگت میں چمک کو زہرہ کہتے ہیں خواہ وہ رنگ سفید ہو یا کوئی اور بعض علماء لغت کہتے ہیں زہرہ سفید رنگ کی چمک کے ساتھ خاص ہے لیکن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ کہنے والا غلطی کا شکار ہے۔ زہرہ ہر رنگ کی چمک کو کہا جاتا ہے انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا

تَرٰی زَہَرَ الحَوذَانِ حَوْلَ رِیَاضِہِ ۔۔۔ یُضِیُٔ کَلَوْنِ الْاَتْحِمِیِّ الْمُوَرَّسُ

"تو اس باغ کے اردگرد حوذان کی آب و تاب دیکھے گا۔ وہ اس منقش چادر کی طرح چمک رہا ہو گا جسے ورس (ایک بوٹی) سے رنگ دیا گیا ہو۔"

حدیث شریف میں ہے:

نَظَرْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَیْنَاہُ تَزْھَرَانِ تَحْتَ الْمِغْفَرِ۔

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس خود کے نیچے سے چمک رہی تھیں"۔

Marfat.com

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی صغرسنی میں پانی پلایا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شدید پیاس محسوس ہوئی ان کی والدہ محترمہ نے پانی کی جستجو کی لیکن انہیں پانی نہ مل سکا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور اسی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے استغاثہ کرتے ہوئے صفا کی طرف تشریف لے گئیں پھر یہ التجا کرتی ہوئیں مروہ کی طرف گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے زمین پر ایڑی ماری جس سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے درندوں کی آواز سنی تو وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پریشان ہوگئیں۔

آبِ زمزم

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر ایڑی ماری جس سے آبِ زمزم کا چشمہ ابل پڑا۔ اسی وجہ سے آبِ زمزم کو هَمْزَةُ جِبْرَائِيْل بھی کہتے ہیں۔ اس مقدس پانی کو هَزْمَةُ جِبْرَائِيْل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس وقت یہ گڑھا نما تھا۔ اس مبارک پانی کو زُمَازَمْ اور زَمْزَمْ بھی کہتے ہیں۔ اس کو "طُعَامُ طُعْمٍ" اور "شِفَا سُقْمٍ" بھی کہتے ہیں۔ علامہ الجربی کہتے ہیں اس کا نام زَمْزَمَةُ الماء (پانی کی آواز) سے مشتق کیا گیا ہے۔ علامہ مسعودی فرماتے ہیں پہلے زمانہ میں لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر حج کرتے تھے۔ ان کے گھوڑے یہ مقدس پانی پینے کے لئے اپنی ناک سے آوازیں نکالتے۔ اس آواز کو زَمْزَمَه کہا جاتا تھا اس سے اس پانی کا نام بھی زمزم پڑ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنر کی طرف مکتوب لکھا کہ گھوڑوں کو ایسی آوازیں نکالنے سے منع کیا جائے۔ مسعودی نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے ۔

زَمْزَمَتِ الفُرْسُ عَلٰى زَمْزَمٍ وَذَاكَ فِي سَالِفِهَا الاَقْدَمْ

"گھوڑوں نے آبِ زمزم پر آوازیں نکالیں۔ گزشتہ زمانہ سے ان کا یہی انداز ہے"۔

علامہ البرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس پاکیزہ چشمہ کو زمزم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اردگرد مٹی کی بنی بنا دی گئی تھی تاکہ یہ دائیں بائیں بہنے نہ لگے اگر اس پانی کو جونہی چھوڑ دیا جاتا تو یہ تمام روئے زمین پر پھیل جاتا اور ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔ ابن ہشام کہتے ہیں اہل عرب کثرت اور اجتماع کو زَمْزَمَه کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے ۔

وَبَاشَرَتْ مَعْطَنَهَا المُدْهَمَا وَيَمَّمَتْ زُمْزُوْمَهَا المُزَمْزِمَا

"ان اونٹوں نے نرم جگہ کو روند ڈالا۔ ان کثیر اونٹوں نے آبِ زمزم کا ارادہ کیا ہوا تھا"۔

Marfat.com

آپ بھاگ کر ان کی جانب آئیں انہوں نے دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ننھے ہاتھوں سے پانی اپنے رخساروں پر پھینک رہے تھے اور اس پانی کو نوش بھی فرما رہے تھے۔ اس وقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پانی کے ارد گرد چھوٹا سا گڑھا بنا دیا۔

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا مکہ معظّمہ جانے کا سبب

حضرت ہاجرہ اور ان کے سعادت مند لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہما السلام کا شام سے مکہ معظّمہ جانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ ان کے تعلقات خوشگوار نہ رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ معظّمہ چھوڑ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں براق پر سوار کیا، پانی کا مشکیزہ اور کھجوروں سے لبریز توشہ دان ساتھ لے لیا اور انہیں لے کر عازمِ سفر ہوئے۔ بالآخر انہیں مکہ معظّمہ میں اس جگہ اتار دیا جہاں آج کل بیت اللہ نگاہوں کو سرور بخشتا ہے۔ انہیں وہیں چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس ہونے لگے تو حضرت ہاجرہ علیہا الرضوان ان کے پیچھے آئیں اور کہنے لگیں اے ابراہیم! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ مجھے اور اس معصوم بچے کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر جائیں جہاں ہمارا کوئی غمخوار نہیں ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

اِذًا لَنْ يُضَيِّعَنَا۔

''تب وہ ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔''

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھجوریں کھا لیتیں اور مشکیزہ سے پانی پی لیتیں۔ آخر ایک دن پانی ختم ہو گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شدید پیاس لگی۔ وہ شدتِ پیاس سے سسکیاں لینے لگے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی طرف سعی (دوڑنے) کرنے لگیں تاکہ وہ کسی شخص کو دیکھ سکیں۔ اچانک انہوں نے اپنے نورِ نظر کے قریب سے ایک آواز سنی انہوں نے فرمایا ''اے میرے فرزند! میں نے ایسی آواز سنی ہے کہ گویا تیرے پاس کوئی مددگار پہنچ چکا ہے''۔ جب وہ اپنے نورِ نظر کے پاس پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ اس کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ ابل رہا تھا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مشکیزہ بھر لیا اور اس چشمہ کے ارد گرد بنی بنا دی۔ نبی محترم ﷺ نے فرمایا: ''اگر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پانی کو یونہی چھوڑ دیتیں تو یہ ایک رواں چشمہ ہوتا۔'' ایک فرشتے (حضرت جبرائیل علیہ السلام) نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گفتگو کی اس نے بتایا کہ یہ مقام ان کا اور ان کے نورِ نظر کا تا ابد ٹھکانہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ گھر

Marfat.com

جرہم کی بغاوت اوران کا چشمۂ زمزم کو دفن کر دینا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے جرہم کی بغاوت، ان کا چشمہ زمزم کو بند کرنا، مکہ معظّمہ سے ان کا خروج، ان کے بعد مکہ معظمہ کا والی اور حضرت عبدالمطلب کا چاہِ زمزم کو کھودنا بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو ان کے فرزند نابت بن اسماعیل بیت اللہ کے متولی بنے۔ ان کے بعد مضاض بن عمرو الجرہمی نے کعبہ کی تولیت سنبھال لی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنو اسماعیل اور بنو نابت اپنے نانا مضاض بن عمرو، اپنے ماموں، قبیلہ جرہم اور قطوراء کے ہمراہ مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ جرہم اور قطورا دونوں چچازاد بھائی تھے یہ یمن کے رہنے والے تھے اور ایک قافلہ کے ہمراہ وہاں سے آ گئے تھے۔ قبیلہ جرہم کا سردار مضاض بن عمرو تھا جبکہ قطورا کا سردار

کی جگہ ہے۔ اس کے بعد حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصال فرما گئیں اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور ''حجر'' میں ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مرقد انور بھی وہیں ہے۔ بیت اللہ کی تعمیر سے پہلے وہ جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بھیڑوں کا باڑہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا شہر جہاں سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اوران کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کھجوریں حاصل کیں اس کا نام الفرع تھا۔ یہ شہر مدینہ طیبہ کے نواح میں ہی تھا۔

قطورا، جرہم اور سمیدع

جرہم سے مراد بنو قحطان بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہیں۔ جرہم کو ابن عابر بھی کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھا اس کی اولاد کو عرب العاربہ کہا جاتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان سے ہی عربی زبان سیکھی تھی جب آپ کی عمر مبارک چودہ سال تھی اس وقت آپ کو عربی زبان پر عبور حاصل ہو گیا تھا۔ قطورا سے مراد قطورا بن کرکر ہے۔

السمیدع

اس سے مراد سمیدع بن ہوثر تھا۔ اس کا نسب یہ ہے ابن لای بن قطورا بن کرکر بن عملاق۔ کہا جاتا ہے کہ ملکہ الزباء اس کی اولاد میں سے تھی۔ الزَّبَاء سے مراد بنت عمرو بن اذینہ بن ظ ب بن حسان

Marfat.com

سمیدع تھا یمن میں ان کا ایک بادشاہ ہوتا تھا جو ان کے تمام امور کی نگرانی کرتا تھا۔ جب یہ کارواں مکہ معظمہ میں خیمہ زن ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ شہر سرسبز وشاداب تھا، وہاں پانی کی بھی کمی نہ تھی انہیں یہ جگہ بہت پسند آئی انہوں نے اسے مستقل مسکن بنالیا۔ مضاض بن عمرو اور اس کے ساتھی مکہ مشرفہ کی بلند جگہ "قُعَیقِعَان" پر خیمہ زن ہوئے جبکہ سمیدع قطورا کو لے کر مکہ معظمہ کی نشیبی زمین اجیاد میں فروکش ہوا جو مکہ معظمہ کی بلند جگہ کی طرف جاتا تو مضاض اس سے عشر لیتا اور جو نشیبی علاقے میں جاتا تو سمیدع اس سے عشر وصول کرلیتا ان میں سے ہر ایک اپنی قوم میں موجود رہتا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے ملاقات بھی نہ کرتے تھے پھر جرہم اور قطورا کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ بنو اسماعیل اور بنو نابت نے مضاض کا ساتھ دیا۔ خانہ کعبہ کے متولی بھی یہی تھے مضاض بن عمرو قعیقعان سے اپنے لشکر کو لے کر سمیدع کی طرف نکلا۔ ان کے پاس نیزے، تلواریں، ڈھالیں اور ترکش تھے ان کی جھنکار دور سے سنائی دیتی تھی اسی وجہ سے اس جگہ کا نام قعیقعان پڑ گیا۔ سمیدع بھی اپنے آدمیوں اور گھوڑوں سمیت آگیا کیونکہ ان کے پاس عمدہ گھوڑے تھے اس لئے وہ اجیاد کے نام سے مشہور ہو گئے۔ "فاضح" کے مقام پر دونوں افواج باہم معرکہ آزما

ہے۔ حسان اور سمیدع کے مابین بہت سے آباء تھے وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ حسان اس کا صلبی بیٹا تھا اس کا قول درست نہیں کیونکہ اس دونوں کے مابین بہت بعد ہے۔

اجیاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ انہیں عمدہ گھوڑوں کی وجہ سے اجیاد کہا جاتا تھا لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ عمدہ گھوڑوں کو اَجْیَاد نہیں کہا جاتا۔ اَجْیَاد، تو جِیْد کی جمع ہے۔ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ مضاض نے اس علاقہ کے عمالقہ میں سے ایک سو عمدہ افراد کو تہ تیغ کیا تھا اسی لئے اس جگہ کو اجیاد کہا جانے لگا۔ اسی وادی سے وہ جانور بھی نکلے گا جو قیامت سے قبل لوگوں سے ہمکلام ہوگا۔ حضرت ابن عمرو نے یہ روایت کیا ہے۔

قُعَیقِعَان

اخبارِ مکہ میں ہے جب تبع مکہ معظمہ میں فروکش ہوا تو اس مقام پر اس نے اونٹ ذبح کئے۔ لوگوں کو کھانا کھلایا اس نے اور اس کے فوجیوں نے یہاں ہتھیار اتارے۔ جن کی وجہ سے وہ وادی گونج اٹھی اس سے وہ وادی قُعَیقِعَان کے نام سے مشہور ہوئی۔

Marfat.com

ہوئیں۔ ان کے مابین شدید جنگ ہوئی جس میں سمیدع قتل ہو گیا۔ قطورا کو ہزیمت اٹھانا پڑی اسی لئے اس جگہ کا نام ''فاضح'' پڑ گیا پھر مضاض نے باقی قوم کو صلح کی دعوت دی۔ قطورا ''مطابخ'' میں خیمہ زن ہو گئے اور مضاض سے صلح کر کے اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ جب مضاض بلاشرکت غیرے مکہ معظمہ کا بادشاہ بن گیا تو اس نے لوگوں کے لئے اونٹ ذبح کئے اور انہیں خوب کھانا کھلایا اسی وجہ سے اس جگہ کو مطابخ کہا جانے لگا۔ مکہ معظمہ میں یہ پہلی لڑائی تھی جو مضاض اور سمیدع کے درمیان ہوئی۔

اولادِ اسماعیل کا انتشار

پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل کو مکہ معظمہ میں پھیلا دیا ان کے ماموں خانہ کعبہ کے متولی اور مکہ معظمہ کے بادشاہ بن گئے۔ بنو اسماعیل ان کی قرابت، رشتہ داری اور خانہ کعبہ میں جنگ وجدل نہ کرنے کی وجہ سے بنو جرہم سے کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔ جب مکہ معظمہ میں بھی اولاد اسماعیل نہ سما سکی تو وہ مختلف شہروں میں چلی گئیں وہ جس قوم سے بھی نبرد آزما ہوتے اللہ تعالیٰ انہیں فتح عطا کرتا۔

جرہم کی بغاوت اور مکہ معظمہ سے جلاوطنی

بنو بکر اور غبشان کی جرہم سے جنگ

پھر بنو جرہم مکہ معظمہ میں سرکشی کرنے لگے۔ بیت اللہ میں بہت سے حرام امور کو حلال سمجھنے لگے۔ جو پردیسی اس میں داخل ہوتا وہ اس پر ظلم کرتے۔ وہ مال جو مکہ مکرمہ کے لئے نذرانہ دیا جاتا وہ اسے ہڑپ کر جاتے۔ جب بنو بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور غبشان نے ان کی یہ بدمعاشی دیکھی تو انہوں نے ان کے ساتھ لڑنے اور انہیں مکہ مکرمہ سے نکالنے کے لئے اتحاد کرلیا۔ انہوں نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ شدید لڑائی ہوئی۔ بنو بکر اور غبشان کو بنو جرہم پر غلبہ نصیب ہوا

بنو جرہم اور کعبہ معظمہ کی بے حرمتی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مشرفہ کے پاس ایک کنواں کھودا تھا۔ خانہ کعبہ کے تمام عطیات اس کنویں میں پھینکے جاتے تھے۔ جب بنو جرہم نے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کا آغاز کیا تو یکے بعد دیگرے وہاں سے مال چوری ہونے لگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کعبہ مکرمہ کا مال چرانے کے لئے کنویں میں داخل ہوا۔ کنویں کے کنارے سے ایک پتھر اس پر گرا جس سے وہ وہیں مرگیا۔ اس کے بعد اس

Marfat.com

انہوں نے بنو جرہم کو جلاوطن کر دیا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی مکہ معظمہ میں کوئی باغی یا سرکش نہیں ٹھہر سکتا تھا یہ ہر باغی اور فسادی کو باہر نکال دیتا تھا۔ لوگ اسے اَلنَّاسَۃُ کہا کرتے تھے جو بادشاہ بھی اس کی حرمت کو پامال کرنے کی کوشش کرتا وہ فوراً ہلاک ہو جاتا۔ اس کو بَکّہ بھی اسی لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ جابر حکمرانوں کی گردنوں کو توڑ کر رکھ دیتا تھا۔

بکّہ کا معنی

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے ابو عبیدہ نے بتایا تھا کہ مکہ کی ایک وادی کا نام بکّہ ہے کیونکہ اس وادی میں بہت سے لوگ جمع ہو جاتے تھے پھر انہوں نے مجھے یہ شعر سنایا

اِذَا الشَّرِیْبُ اَخَذَتْہُ اَکّہ ۔ فَخَلِّہٖ حَتّٰی یَبُكَّ بَكَّہٗ

''جب بہت زیادہ پانی پینے والے کو شدید پیاس محسوس ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو تاکہ وہ اپنا اونٹ وادی بکہ میں بٹھالے''۔

یہ شعر عامان بن کعب بن عمرو بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کے ہیں۔

کنویں میں ایک سانپ رہنے لگا تھا اس کا سر بکری کے بچے کے سر جتنا تھا اس کا ظاہر سیاہ اور نچلا حصہ سفید تھا۔ اب جو شخص اس کنویں کے قریب جاتا تو سانپ اسے خوفزدہ کر دیتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سانپ پانچ سو سال تک وہیں رہا۔ عنقریب اس کا قصہ بیان کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

بنو خزاعہ اور بنو جرہم کے مابین جنگ

بنو جرہم نے انہی ایام میں سرکشی اختیار کی تھی جب سیل عرم کی وجہ سے قوم سباء انتشار کا شکار ہو گئی اور حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر سرزمین مکہ میں آیا تو اس نے بنو جرہم سے چند روز مکہ مکرمہ میں قیام کرنے کی اجازت مانگی۔ حارثہ بن ثعلبہ ایک مشہور کاہنہ، عمرو بن مزیقیا کی بیوی اور اپنے بھائی عمران بن عامر (کاہن) کے حکم سے مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوا تھا۔ حارثہ اپنے قبیلے کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچا۔ اس نے بنو جرہم سے التجاء کی کہ وہ اسے وہاں چند روز قیام کرنے کی اجازت دیں حتیٰ کہ اس کے جاسوس اسے کسی عمدہ جگہ کے متعلق بتا دیں پھر وہ کسی دوسرے علاقے کی طرف چلا جائے گے لیکن بنو جرہم نے انہیں وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ اس واقعہ نے اسے غضبناک کر دیا۔ حارثہ نے قسم اٹھائی کہ وہ مکہ کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک وہ اسے مغلوب نہ کر لے اور وہ اس میں خوب خونریزی نہ کر لے گا۔ بنو جرہم نے اس کے ساتھ جنگ کی، بنو اسماعیل نے جرہم کا ساتھ نہ دیا۔ انہیں

Marfat.com

عمرو بن حارث کی جلاوطنی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عمرو بن حارث نے خانہ کعبہ کے دو ہرن اور حجر اسود کو اٹھایا اور انہیں زمزم کے کنویں میں پھینک کر اسے بند کر دیا وہ اپنے قبیلے کو لے کر یمن چلا گیا۔ انہیں مکہ معظمہ سے جدا ہوتے وقت انتہائی دکھ ہوا۔ عمرو بن حارث بن مضاض اسی رنج وغم کے عالم میں کہتا ہے۔

وَقَائِلَةٍ وَالدَّمْعُ سَكْبٌ مُبَادِرُ ... وَقَدْ شَرِقَتْ بِالدَّمْعِ مِنْهَا الْمَحَاجِرُ

كَاَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُوْنِ اِلَى الصَّفَا ... اَنِيْسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرُ

فَقُلْتُ لَهَا وَالْقَلْبُ مِنِّيْ كَاَنَّمَا ... يُلَجْلِجُهُ بَيْنَ الْجَنَاحَيْنِ طَائِرُ

بَلٰى نَحْنُ كُنَّا اَهْلَهَا، فَاَزَالَنَا ... صُرُوْفُ اللَّيَالِيْ وَالْجُدُوْدُ الْعَوَاثِرُ

وَكُنَّا وُلَاةَ الْبَيْتِ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ ... نَطُوْفُ بِذَاكَ الْبَيْتِ وَالْخَيْرُ ظَاهِرُ

وَنَحْنُ وَلِيْنَا الْبَيْتَ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ ... بِعِزٍّ فَمَا يَحْظِيْ لَدَيْنَا الْمُكَاثِرُ

اس جنگ میں سخت جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ بنو حارثہ نے مکہ مکرمہ پر قبضہ کر لیا وہی کعبہ کے متولی بھی بن گئے۔ عمرو بن لحی ان کا بادشاہ بن گیا۔ بنو جرہم انتشار کا شکار ہو گئے ان کا قبیلہ مختلف شہروں میں بکھر گیا۔ بعض کو نکسیر ہو گئی اور بعض پر چیونٹیاں مسلط کر دی گئیں کچھ اضم کے سیلاب کی نظر ہو گئے۔ سب سے آخر میں مرنے والی ایک عورت تھی ایک دن وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی لوگ اس کے طویل قد اور عظیم جسامت کو دیکھ کر متعجب ہوئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا تو جن ہے یا انسان۔ اس نے جواب دیا میں انسان ہوں اور میرا تعلق بنو جرہم سے ہے۔ اس نے وہاں وہ شعر بھی پڑھے جن سے ان کے شاندار ماضی کی عکاسی ہوتی تھی۔ اس نے جُھَینہ کے دو آدمیوں سے ایک اونٹ مانگا اس دونوں نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کیا اور اسے خیبر کی طرف لے گئے۔ جب وہ اس کی بتائی ہوئی منزل پر پہنچے تو انہوں نے پانی طلب کیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے پانی کی طرف اشارہ کیا جب وہ پانی پی کر واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اسے بھی ایک چیونٹی کاٹ رہی تھی حتیٰ کہ وہ اس کی ناک کی رگوں اور اس کی آنکھوں تک پہنچ گئی۔ وہ ہائے ہلاکت! ہائے ہلاکت! پکار رہی تھی۔ بالآخر وہ چیونٹی اس کے گلے میں داخل ہو گئی وہ وہیں منہ کے بل گر کر ہلاک ہو گئی ان دونوں نے اسی جگہ کو اپنا وطن بنا لیا۔ اسی وجہ سے وہ جگہ جُھَینہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ کے قریب ہے حالانکہ ان دونوں کا تعلق بنو قضاعہ سے تھا۔ بنو قضاعہ عراق کے ایک سرسبز وشاداب مقام میں رہتے تھے۔

Marfat.com

مَلَكْنَا فَعَزَّزْنَا فَاَعْظِمْ بِمُلْكِنَا فَلَيْسَ لِحَيٍّ غَيْرِنَا ثَمَّ فَاخِرُ
اَلَمْ تُنْكِحُوْا مِنْ خَيْرِ شَخْصٍ عَلِمْتُه فَاَبْنَاءُهٗ مِنَّا وَنَحْنُ الْاَصَاهِرُ
فَاِنْ تَنْثَنِ الدُّنْيَا عَلَيْنَا بِحَالِهَا فَاِنَّ لَهَا حَالًا وَفِيْهَا التَّشَاجُرُ
فَاَخْرَجَنَا مِنْهَا الْمَلِيْكُ بِقُدْرَةٍ كَذَالِكَ۔ يَالَلنَّاسِ۔ تَجْرِي الْمَقَادِرُ
اَقُوْلُ اِذَا نَامَ الْخَلِيُّ وَلَمْ اَنَمْ: اِذَا الْعَرْشُ: لَايَبْعُدْ سُهَيْلٌ وَعَامِرُ
وَبُدِّلْتُ مِنْهَا اَوْجُهًا لَا اُحِبُّهَا قَبَائِلُ مِنْهَا حِمْيَرٌ وَيُحَابِرُ
وَصِرْنَا اَحَادِيْثًا وَكُنَّا بِغِبْطَةٍ بِذَالِكَ عَضَّتْنَا السُّنُوْنَ الْغَوَابِرُ
فَسَحَّتْ دُمُوْعُ الْعَيْنِ تَبْكِي لِبَلْدَةٍ بِهَا حَرَمٌ اَمْنٌ وَفِيْهَا الْمَشَاعِرُ
وَتَبْكِي لِبَيْتٍ لَيْسَ يُؤْذِي حَمَامُهٗ يَظَلُّ بِهٖ اَمْنًا وَفِيْهِ الْعَصَافِرُ
وَفِيْهِ وُحُوْشٌ۔ لَاتُرَامُ۔ اَنِيْسَةٌ اِذَا خَرَجَتْ مِنْهُ، فَلَيْسَتْ تُغَادِرُ

''دوپہر کے وقت کی قسم! آنکھوں سے آنسو تیزی سے رواں دواں ہیں ان آنسوؤں کی وجہ سے آنکھوں کے حلقے بھی روشن ہو گئے ہیں۔ اس دن محسوس ہوتا تھا کہ حَجُون سے لے کر کوہِ صفا تک ہمارا کوئی ہمدرد نہیں اور مکہ میں داستان سرائی کی کوئی محفل کبھی نہ سجی تھی۔ جب میں نے

حارث بن مضاض کی جلاوطنی

حارث بن مضاض بن عمرو بن سعد بن رقیب بن ھیّ بن نبت بن جرہم، سرزمین حجاز میں ''قنونی'' کے مقام پر فروکش ہوا۔ اس کا ایک اونٹ سرکشی کرتے ہوئے حرم میں داخل ہو گیا۔ اس نے حرم میں داخل ہو کر اپنے اونٹ کو پکڑنا چاہا اس وقت عمرو بن لحی نے آواز دی ''جس شخص نے کسی جرہمی کو دیکھا لیکن اس کو قتل نہ کیا میں اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔'' حارث نے یہ آواز سن لی۔ اس نے مکہ کے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ اس کے اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا رہا تھا وہ خوفزدہ، ذلیل اور رسوا ہو کر واپس آ گیا۔ کسی دور دراز کے علاقہ کو اپنا مسکن بنالیا۔ حارث کی غریب الوطنی ضرب المثل بن گئی تھی۔ الطائی کا شعر ہے

غُرْبَةٌ تَقْتَدِي بِغُرْبَةِ قَيْسِ بْنِ زُهَيْرٍ وَالْحَارِثِ بْنِ مُضَاضِ

''وہ ایسی غریب الوطنی ہے جو قیس بن زہیر اور حارث بن مضاض کی غریب الوطنی کے مشابہ ہے''۔

الْحَجُوْن۔ مکہ معظمہ سے کچھ فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے۔

الْعَصَافِرُ۔ سے مراد الْعَصَافِيْرُ ہے ''یاء'' کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے اور

Marfat.com

اس سے بات کی تو میرے دل کی کیفیت یہ تھی کہ گویا ایک پرندہ اسے اپنے پروں کے درمیان حرکت دے رہا ہے ہم ہی مکہ معظمہ کے مکین تھے مگر حوادثاتِ زمانہ اور بری قسمت نے ہم سے یہ سعادت چھین لی۔ نابت کے بعد بیت اللہ کے متولی ہم ہی بنے ہم اس مقدس گھر کا طواف کرتے تھے۔ اس کی برکات بڑی عیاں ہیں نابت کے بعد بیت اللہ کی تولیت ہمارے سپرد ہوئی۔ ہم اتنے معزز تھے کہ کوئی صاحبِ ثروت انسان شرف وقدر میں ہم سے سبقت نہ لے جا سکا۔ ہم ہی اس شہر کے بادشاہ بنے۔ ہمیں ہی یہ عزتیں نصیب ہوئیں ہماری سلطنت کتنی عظیم تھی۔ پورے قبیلے میں ہمارے علاوہ اور کوئی شخص فخر نہیں کرسکتا تھا کیا تم نے ایک بہترین شخص (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے ساتھ اپنی ایک خاتون کا نکاح نہیں کیا تھا۔ ان کے بیٹے ہم سے ہی تھے ہم ان کے سسرال ہیں اگر دنیا نے ہم سے اعراض کرلیا ہے تو اعراض کرنا اس کا شیوہ ہے۔ یوں بھی دنیا میں بہت سے جھگڑے اور اختلافات ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ ہمیں وہاں سے نکال دیا۔ ارے لوگو! اللہ تعالیٰ کی تقدیریں اسی طرح جاری ہوتی ہیں جب عیش پسند لوگ سو گئے اور میں بیدار تھا تو میں یہ دعا مانگتا رہا اے عظیم عرش کے مالک! سہیل اور

معنی کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔

تَظَلُّ بِهِ اٰمِنًا۔ اس سے مراد "امن والی" ہے یہ بھی ممکن ہے کہ امن، آمن کی جمع ہو جس طرح رَکْب، راکب کی جمع ہے۔

اُسَامِرِ۔ یہ پوری جماعت کا نام ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو رات کو داستانیں بیان کرتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ (مومنون: ۶۷)۔

سفیان ان اشعار کو اکثر پڑھتا تھا اور آخر میں یہ دو شعر پڑھتا تھا

وَلَمْ يَتَرَبَّعْ وَاسِطًا وَجَنُوْبَهٗ　　اِلَى السِّرِّ مِنْ وَادِي الْاَرَاكَةِ حَاضِرُ

وَاَبْدَلَنِي رَبِّي بِهَا دَارَ غُرْبَةٍ　　بِهَا الْجُوْعُ بَادٍ وَالْعَدُوُّ الْمُحَاصِرُ

"واسط پہاڑ اور اس کے اطراف سے لے کر وادیٔ اراکہ کے وسط تک کسی شخص نے موسم بہار میں قیام نہیں کیا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے پردیس میں وہ مسکن عطا کیا ہے جہاں بھوک کا ڈیرہ اور محاصرہ کرنے والا دشمن ہے"۔

واسط، عامر اور جرہم

واسط وہ پہاڑ ہے جس کے پاس مساکین اس وقت بیٹھے تھے جب وہ منیٰ جاتے تھے۔

Marfat.com

عامر کو دور نہ کر دیا جائے۔ گزشتہ زمانے نے ہمیں اس طرح کاٹا ہے کہ ہم پہلے قابل رشک تھے اب ہم صرف داستانِ ماضی بن کر رہ چکے ہیں۔ وہ آنکھ جو مکہ مکرمہ کے لئے رو رہی ہے اس سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔ وہ پاکیزہ شہر جہاں امن والا حرم اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں میری چشم اس گھر کے لئے گریہ بار ہے۔ جس کے کبوتر کو بھی تکلیف نہیں دی جاتی اور جس میں چڑیاں بھی امن وسکون سے رہتی ہیں اس میں وحشی جانوروں کا بھی بسیرا ہے آگ بھی حرم پاک میں ان کا تعاقب نہیں کرتی حالانکہ وہی جانور جب حرم سے باہر ہوں تو ان کو شکار کر لیا جاتا ہے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "فَابْنَاءُ ہٗ مِنَّا" ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نہیں ہے۔

عمرو بن حارث کا قصیدہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عمرو بن حارث نے بھی کچھ اشعار کہے ہیں جن میں وہ بکر، غبشان اور ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو ان کی جلاوطنی کے بعد مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے۔ ابن ہشام

عامر۔ مکہ معظمہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

جرھم۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں جرہم کی طرف بڑے جھوٹے اور خرافات منسوب کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ وہ ایک فرشتے کا بیٹا تھا۔ اس سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جس کی وجہ سے اسے زمین پر اتار دیا گیا جس طرح ہاروت اور ماروت کو زمین پر بھیج دیا گیا پھر اس میں شہوت پیدا کی گئی۔ اس نے ایک عورت سے شادی کر لی۔ جس سے جرہم پیدا ہوا ایک شاعر کہتا ہے۔

لَاھُمَّ اِنَّ جُرْھُمًا عِبَادُکَ اَلنَّاسُ طُرْفٌ وَھُمْ تِلَادُکَ

"مولا! جرہم تیرے بندے ہیں۔ لوگ تو نئے ہیں لیکن ان کا تیرے ساتھ تعلق بہت پرانا ہے"۔

مکہ، بکہ اور اس کا معنی

مکہ کو بکّہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ جابر بادشاہوں کی گردنیں توڑ دیتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تَبَاکَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہجوم اور اژدہام ہے۔ مکہ یا تو تَمَلَّکْتَ الْعَظْمَ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے ہڈی کا تمام گودا چوس لینا یا یہ تَمَکَّکَ الْفَصِیْلُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے اونٹنی کے بچے کا ماں کی کھیری سے تمام دودھ چوس لینا کیونکہ یہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس لئے اس کو مکہ کہا جاتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ پہاڑ کے دامن میں ہے جب بارش ہوتی ہے تو تمام پہاڑوں کا

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک عالم نے مجھے بتایا ہے کہ یہ پہلے اشعار تھے جو عربی زبان میں کہے گئے۔یمن سے ایک پتھر نکالا گیا تھا جس پر یہ اشعار کندہ تھے لیکن وہاں شاعر کا نام مکتوب نہ تھا وہ

پانی بہہ کر اس کی طرف آتا ہے اس لئے اسے مکہ کہتے ہیں۔اسے النَّاسَّۃ بھی کہا جاتا ہے۔یہ نُسُّ الشَّیْءُ (کسی چیز کو دھکیل کر لے جانا ہے) سے مشتق ہے۔علامہ خطابی نے اس کو البَاسَّۃ پڑھا ہے یہ بُسَّتِ الجِبَالُ سے مشتق ہے۔اس کا معنی ہے پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہوجانا۔زاجر کہتا ہے:

لَاتَخْبِزَا خُبْزًا وَبُسَّابَسًّا۔

"تم دونوں روٹی نہ پکاؤ بلکہ آٹے سے ثرید بنا کر کھاؤ"

زاجر کے قول اِذَا الشَّرِیْبُ اَخَذَتْہُ اَکَّۃٌ۔ میں اَکَّۃٌ سے مراد شدت ہے۔مصائب زمانہ کو اکان کہا جاتا ہے۔ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ روٹی میں شدت آجاتی ہے جبکہ نس میں نرمی ہوتی ہے۔اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے: مَاتَرَکَ السَّیْرُ لَھُنَّ نَسًّا۔ "تیز رفتاری نے ان کے لئے جھڑک نہیں چھوڑی"۔

مکہ معظّمہ کے دیگر اسماء

مکہ معظمہ کے دیگر اسماء یہ ہیں: 1۔الرَّأْس، 2۔صَلَاحْ، 3۔اُمُّ رُحْم، 4۔کُوْثی۔وہ قریہ جہاں سے دجال کا خروج ہوگا اس کا نام کوثی رَبًّا ہے۔وہ قریہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا آبائی مسکن تھا ان کے باپ نے ہی نہر کوثی کھدوائی تھی۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یمن سے ایک ایسا پتھر ملا ہے جس پر کچھ اشعار مکتوب تھے لیکن شاعر کا نام مرقوم نہ تھا۔میں نے یہ اشعار ابوبحر سفیان بن العاصی کی کتاب میں پڑھے ہیں اس میں ابوالحارث نے عبداللہ بن سلام بصری سے، انہوں نے اسحاق بن ابراہیم بن سلیمان التمار سے اور انہوں نے یمن کے ایک قابل اعتماد شخص سے بیان کیا ہے کہ یمامہ کے ایک کنویں میں تین پتھر پائے گئے۔اس کنویں کا نام مُعْنِق تھا۔وہ کنواں طَسْم اور جَدِیس کے مقام پر تھا۔اس کے اور حجر کے مابین ایک میل کا فاصلہ تھا وہاں قوم عاد کے آثار ملتے تھے۔تبع نے ان پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ان میں سے ایک پتھر پر یہ اشعار منقوش تھے

یَاَیُّھَا المَلِكُ الَّذِی بِالْمُلْكِ سَاعَدَہٗ زَمَانُہٗ

مَا اَنْتَ اَوَّلُ مَنْ عَلَا وَعَلَا شُؤُوْنَ النَّاسِ شَانُہٗ

اَقْصِر عَلَیْكَ فَالدَّھْرُ مُرَاقِبًا مَخْذُوْلٌ اَمَانُہٗ

کَمْ مَنْ اَشَمَّ مُصْعَبٍ بِالتَّاجِ مَرْھُوْبٍ مَکَانُہٗ

Marfat.com

اشعار یہ ہیں ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سِيْرُوْا اِنَّ قَصْرَكُمْ اَنْ تُصْبِحُوْا ذَاتَ يَوْمٍ لَاتَسِيْرُوْنَا
حُثُّوْا الْمَطِيَّ وَاَرْخُوْا مِنْ اَزِمَّتِهَا قَبْلَ الْمَمَاتِ وَقَضُّوا مَا تُقَضُّوْنَا

قَدْ كَانَ سَاعِدَهُ الزَّمَا نُ وَكَانَ ذَا حَفْضٍ جِنَانُهُ
تَجْرِي الْجَدَاوِلُ حَوْلَهُ لِلْجُنْدِ مُتْرَعَةٌ جِفَانُهُ
قَدْ فَاجَاتَهُ مَنِيَّةٌ لَمْ يُنْجِهِ مِنْهَا اَكْتِنَانُهُ
وَتَفَرَّقَتْ اَجْنَادُهُ عَنْهُ وَنَاحَ بِهٖ قِيَانُهُ
وَالدَّهْرُ مَنْ يَعْلَقْ بِهٖ يَطْحَنْهُ مُفْتَرِشًا جِرَانُهُ
وَالنَّاسُ شَتّٰى فِي الْهَوٰى كَالْمَرْءِ مُخْتَلِفٌ بَنَانُهُ
وَالصِّدْقُ اَفْضَلُ شِيْمَةٍ وَالْمَرْءُ يَقْتُلُهُ لِسَانُهُ
وَالصَّمْتُ اَسْعَدُ لِلْفَتٰى وَلَقَدْ يُشَرِّفُهُ بَيَانُهُ

"اے وہ بادشاہ جس کی مملکت اور سلطنت کے لئے زمانہ نے اس کی مدد کی ہے تو وہ پہلا شخص نہیں ہے جس نے لوگوں پر برتری حاصل کی ہو اور نہ ہی تو وہ پہلا شخص ہے جس کی شان لوگوں کی شانوں سے بلند ہوئی ہو۔ تھوڑا سا اپنا بھی احتساب کر لے۔ زمانہ کی امان شکستہ ہے۔ کتنے ہی ایسے سردار تھے جو سر اٹھا کر چلتے تھے۔ تاج پہنا کر انہیں بادشاہ بنایا گیا تھا وہ عظیم قدر و منزلت کے مالک تھے۔ زمانہ نے ان کی مدد کی تھی۔ ان کے باغ کتنے رونق افزاء تھے۔ ان کے اردگرد نہریں رواں دواں تھیں۔ اپنے لشکر کے لئے ان کے پیالے لبریز تھے لیکن اس بادشاہ کو موت اچانک آ گئی کسی پناہ گاہ نے اسے پناہ نہ دی۔ اس کے لشکر بھی اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بچے اس پر گریہ بار رہے۔ جو شخص زمانہ سے محبت کرتا ہے زمانہ اسے اپنی گردن کے نیچے پیس کر رکھ دیتا ہے۔ انسان اپنی خواہشات کے لحاظ سے مختلف ہیں جس طرح انسان کی انگلیوں کے پورے برابر نہیں ہیں سچ سب سے بڑی خصلت ہے۔ انسان کو اس کی زبان ہلاک کر دیتی ہے جوان کے لئے خامشی سب سے بڑی سعادت ہے جبکہ اس کی تقریر اسے بزرگی بھی عطا کر سکتی ہے"۔

دوسرے پتھر پر یہ اشعار منقوش تھے ۔

كُلُّ عَيْشٍ تَعِلَّةٌ لَيْسَ لِلدَّهْرِ خَلَّهُ
يَوْمُ بُؤْسٰى وَنُعْمٰى وَاجْتِمَاعٍ وَقِلَّهُ

Marfat.com

كُنَّا اُنَاسًا كَمَا كُنْتُمْ فَغَيَّرَنَا دَهْرٌ، فَاَنْتُمْ كَمَا كُنَّا تَكُوْنُوْنَا

اے لوگو! خوب سیر کر لو۔ تمہارا انجام یہ ہوگا کہ تم ایک دن چلنے پھرنے کی بھی سکت نہ رکھو

حُبُّنَا العَيْشَ وَالتَّكَا ثُرُجَهْلٌ وَضِلَّةٌ
بَيْنَمَا الْمَرْءُ نَاعِمٌ فِي قُصُوْرٍ مُظِلَّةٌ
فِي ظِلَالٍ وَنِعْمَةٍ سَاحِبًا ذَيْلَ حُلَّةٍ
لَا يَرَى الشَّمْسَ مِلْغَضَا رَةً اِذْ زَلَّ زَلَّةً
لَمْ يَقُلْهَا، وَبَدَّلَتْ عِزَّةَ الْمَرْءِ ذِلَّةً
آفَةُ العَيْشِ وَالنَّعِيْـ ـمِ كُرُوْرُ الْاَهِلَّةِ
وَصْلُ يَوْمٍ بِلَيْلَةٍ وَاعْتِرَاضٌ بِعِلَّةٍ
وَالمَنَايَا جَوَاثِمُ كَالصُّقُوْرِ الْمُدِلَّةِ
بِالَّذِيْ تَكْرَهُ النُّفُوْ سُ عَلَيْهَا مُطِلَّةٌ

"ساری زندگی بہلاوہ ہے۔ زمانہ کے ساتھ کسی کی کوئی دوستی نہیں ہے ہر دن خواہ وہ عیش و عشرت کا ہو یا غم و اندوہ کا، کثرت کا ہو یا قلت کا گزرنے والا ہے۔ عیش و عشرت اور مال و دولت سے ہماری محبت، جہالت اور گمراہی ہے اسی اثناء میں کہ انسان اپنے عالیشان محلات میں آسودہ حال ہوتا ہے وہ نعمتوں اور سایوں میں پر تعیش زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے وہ متکبرانہ چال چلتا ہے وہ سورج کو انقلاب پذیر نہیں دیکھتا کہ اچانک اس سے لغزش ہو جاتی ہے وہ سورج سے کوئی بغض نہیں رکھتا تھا لیکن اس نے اس کی عزت کو ذلت میں تبدیل کر دیا۔ چاند کا لوٹ لوٹ کر آنا عیش اور نعمتوں کے لئے آفت ہے دن کا رات کے ساتھ ملنا پھر ان کا قابل ملامت ہو جانا۔ موت جھپٹنے والے شکرے کی طرح تاڑ میں ہے وہ چیز جسے نفس ناپسند کرتے ہیں وہی ان پر جھانک رہی ہے"۔

تیسرے پتھر پر درج ذیل اشعار مکتوب تھے (ان میں سے پہلے تین اشعار وہی ہیں جو اوپر سیرت میں مذکور ہو گئے باقی اشعار درج ذیل ہیں۔)

قَدْ مَالَ دَهْرٌ عَلَيْنَا ثُمَّ اَهْلَكَنَا بِالْبَغْيِ فِيْنَا وَبَزَّ النَّاسَ نَاسُوْنَا
اِنَّ التَّفَكُّرَ لَا يُجْدِيْ بِصَاحِبِهٖ عِنْدَ الْبَدِيْهَةِ فِيْ عِلْمٍ لَهٗ دُوْنَا
قَضُوْا اُمُوْرَكُمْ بِالْحَزْمِ اِنَّ لَهَا اُمُوْرَ رُشْدٍ رَشَدْتُمْ ثُمَّ مَسْنُوْنَا
وَاسْتَخْبِرُوْا فِيْ صَنِيْعِ النَّاسِ قَبْلَكُمْ كَمَا اسْتَبَانَ طَرِيْقٌ عِنْدَهُ الْهُوْنَا

Marfat.com

گے۔ مرنے سے پہلے اپنی سواریوں کو اکسالو۔ ان کی لگامیں ڈھیلی چھوڑ لو اور جو گھوڑے تم دوڑانا چاہتے ہو انہیں دوڑا لو۔ ہم بھی ایسے ہی معزز انسان تھے جیسے اب تم ہو لیکن زمانے نے ہمیں

كُنَّا زَمَانًا مُلُوكَ النَّاسِ قَبْلَكُمْ بِمَسْكَنٍ فِي حَرَامِ اللهِ مَسْكُونَا

''ایک وقت وہ تھا جب زمانے کا میلان ہماری طرف تھا پھر اس نے ہماری بغاوت کی وجہ سے ہمیں ہلاک کر دیا۔ بے شک غور و فکر اپنے صاحب کو مصیبت کے وقت کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اس کا وہ علم جو قلیل ہو اپنے امور کے فیصلے احتیاط سے کرو۔ رشد و ہدایت کے ایسے امور بھی ہیں جن سے تم راہِ ہدایت پر گامزن ہو جاؤ گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں کے کارناموں کے متعلق پوچھا کرو کہ ان کے لئے رسوائی کا رستہ کیسے ظاہر ہوا۔ ہم تم سے پہلے عرصہ دراز تک لوگوں کے بادشاہ رہے اور ہمارا مسکن اللہ تعالیٰ کا محترم گھر بیت اللہ تھا۔''

دمشق میں بنو امیہ کے ایک محل کی دیوار پر یہ اشعار رقم تھے۔

يَاأَيُّهَا الْقَصْرُ الَّذِي كَانَتْ تَحُفُّ بِهِ الْمَوَاكِبُ
أَيْنَ الْمَوَاكِبُ وَالْمُضَا رِبُ وَالنَّجَائِبُ وَالْجَنَائِبُ
أَيْنَ الْعَسَاكِرُ وَالدَّسَا كِرُ وَالْمَقَانِبُ وَالْكَتَائِبُ
مَا بَالُهُمْ لَمْ يَدْفَعُوا لَمَّا أَتَتْ عَنْكَ النَّوَائِبُ
وَمَا بَالُ قَصْرِكَ وَاهِيًا قَدْ عَادَ مُنْهَدَّ الْجَوَانِبُ

''اے وہ عالی شان محل جس نے کئی لشکروں کو گھیر رکھا تھا۔ وہ لشکر، وہ تلواریں، وہ عمدہ خاندان اور خوشگوار ہوائیں کہاں ہیں۔ وہ فوجیں، وہ بلند و بالا مکانات، وہ گھوڑے اور وہ شاہ سوار کہاں ہیں انہیں کیا ہوا ہے کہ تمہیں پے در پے مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ تیرا دفاع کیوں نہیں کرتے۔ اے محل! تیری بلند و بالا عمارت کی دیواریں شکستہ ہو رہی ہیں اور ان کی اطراف بوسیدہ ہو رہی ہیں''۔

اس محل کی دوسری دیوار پر ان اشعار کا یہ جواب رقم تھا

يَا سَائِلِي عَمَّا مَضَى مِنْ دَهْرِنَا وَمِنَ الْعَجَائِبْ
وَالْقَصْرُ إِذْ أَوْدَى فَأَضْحَى بَعْدُ مُنْهَدَّ الْجَوَانِب
وَعَنِ الْجُنُودِ أُولِي الْعُقُودِ وَمَنْ بِهِمْ كُنَّا نُحَارِبُ
بِهِمْ قَهَرْنَا عَنْوَةً مَنْ بِالْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِب
وَتَقُولُ لِمَ لَمْ يَدْفَعُوا لَمَا أَتَتْ عَنْكَ النَّوَائِبُ

Marfat.com

تبدیل کردیا۔ عنقریب تم بھی اسی طرح ہو جاؤ گے جس طرح ہم ہیں''۔

خزاعہ اور بیت اللہ کی تولیت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جرہم کے بعد قبیلہ خزاعہ میں سے بنوغبشان خانہ کعبہ کے والی بنے اس وقت ان کا سردار عمرو بن حارث الغبشانی بیت اللہ کا متولی تھا۔ اس وقت قریش انتشار اور تفرقہ کا شکار تھے وہ بنو کنانہ میں متفرق طور پر رہائش پذیر تھے۔ بنوخزاعہ نسل در نسل بیت اللہ کے متولی بنتے رہے اس قبیلے کا آخری متولی حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

قصی بن کلاب کا حبی بنت حلیل سے عقد نکاح

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قصی بن کلاب نے حلیل بن حبیشہ کی بیٹی حبی کو شادی کا پیغام دیا۔ حلیل نے یہ رشتہ بہت پسند کیا اس نے اپنی بیٹی کا نکاح قصی سے کردیا۔ قصی کے ہاں

هَيْهَاتَ لَايُنْجِي مِنَ الْمَوْ تِ الْكَتَائِبُ وَالْمُقَانِبُ

''اے مجھ سے میرے ماضی اور گزشتہ عجائبات کے متعلق سوال کرنے والے اور اس عمارت کے متعلق پوچھنے والے جو شکستہ ہوگئی ہے اور اس کی اطراف گر پڑی ہیں۔ اے مضبوط اور قوی لشکر کے متعلق استفسار کرنے والے اور ان کے متعلق پوچھنے والے جن سے ہم برسر پیکار رہے۔ مشارق ومغارب کے وہ لوگ جن سے ہم اپنی قوت اور طاقت سے سلطنت چھین لیتے تھے۔ تو نے پوچھا ہے جب تجھ پر مصائب آئے تو انہوں نے تیرا دفاع کیوں نہ کیا (حقیقت یہ ہے) افسوس! تمام لشکر اور گھوڑے بھی موت سے نجات نہیں دلا سکتے''۔

قصی، خزاعہ اور کعبہ کی تولیت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کی تولیت کا بنوخزاعہ سے قصی کی طرف منتقل ہونے کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس کا سبب اس سے زیادہ ذکر نہیں کیا کہ قصی اپنے آپ کو اس کا زیادہ مستحق سمجھتا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حلیل ضعیف اور بوڑھا ہو گیا تو وہ بیت اللہ کی چابیاں اپنی بیٹی حبی کو دیا کرتا تھا۔ بعض اوقات قصی ان چابیوں سے بیت اللہ کے دروازے کو کھولا اور بند کرتا تھا۔ جب حلیل مرنے لگا تو اس نے قصی کو بیت اللہ کی تولیت کی وصیت کی لیکن بنو خزاعہ نے قصی کو بیت اللہ کا متولی بنانے سے انکار کردیا۔ قصی اور بنوخزاعہ کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ قصی

Marfat.com

چار بیٹے پیدا ہوئے: 1۔عبدالدار، 2۔عبدمناف، 3۔عبدالعزیٰ، 4۔عبد۔ جب قصی کی اولاد پھیلی پھولی، اس کے ہاں مال و دولت کی فراوانی ہوئی اور اسے عزت و شرف نصیب ہوا تو حلیل کو موت نے آلیا۔

خانہ کعبہ کی تولیت کے حصول میں رزاح کی مدد

قصی نے خیال کیا کہ وہ بنوخزاعہ اور بنوبکر سے زیادہ خانہ کعبہ کی تولیت کے مستحق ہیں۔ قریش حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سب سے معزز و محترم ہیں۔ انہوں نے قریش اور بنوکنانہ کے افراد سے گفتگو کی اور بنوخزاعہ اور بنوکنانہ کو مکہ معظمہ سے باہر نکالنے کی

نے اپنے بھائی رزاح کو مدد کے لئے پیغام بھیجا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابوغبشان (جو بنوخزاعہ میں سے تھا، اس کا نام سلیم تھا) خانہ کعبہ کا متولی بنا اس نے قصی سے شراب کا ایک مشکیزہ لے کر بیت اللہ کی چابی اس کے ہاتھ فروخت کر دی۔ ضرب المثل بیان کی جاتی ہے:

اَخۡسَرُ مِنۡ صَفۡقَةِ اَبِی غُبۡشَانَ۔

''ابوغبشان کے سودے سے بھی زیادہ خسارے والا سودا ہے''۔

اولاد مضر سے بنوخزاعہ کی طرف تولیت کعبہ کے انتقال کا سبب یہ تھا کہ نزار کی اولاد سے حرم تنگ ہو گیا۔ ایاد نے سرکشی کی تو بنومضر نے انہیں مکہ معظمہ سے جلاوطن کر دیا۔ بنوایاد نے رات کے وقت حجر اسود کو اکھیڑ لیا۔ پہلے اسے ایک اونٹ پر لادا وہ اونٹ زمین پر بیٹھ گیا پھر حجر اسود کو دوسرے اونٹ پر سوار کیا گیا وہ بھی اسے نہ اٹھا سکا پھر اسے تیسرے اونٹ پر لادا گیا وہ بھی اسے اٹھانے سے عاجز آ گیا۔ جب انہوں نے یہ عجیب صورت حال دیکھی تو انہوں نے حجر اسود کو زمین میں دفن کر دیا اور خود مکہ مکرمہ سے نکل گئے۔ جب صبح ہوئی اور اہل مکہ نے حجر اسود کو خانہ کعبہ میں نہ دیکھا تو انہیں بہت افسوس ہوا جب بنوایاد حجر اسود کو دفن کر رہے تھے تو بنوخزاعہ کی ایک عورت انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنی قوم کو اس کے متعلق بتایا اس وقت بنوخزاعہ نے بنومضر سے کہا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کی تولیت انہیں دے دیں تو وہ انہیں بتا دیں گے کہ حجر اسود کہاں ہے۔ بنومضر نے یہ شرط تسلیم کر لی۔ اس طرح بنوخزاعہ خانہ کعبہ کے متولی بن گئے۔

قصی کا مکہ مکرمہ میں آنا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ قصی ربیعہ بن حرام کی آغوش میں پروان چڑھا پھر وہ مکہ معظمہ میں واپس آ گیا۔ بعض مؤرخین نے اس میں کچھ اضافہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اس کی والدہ

Marfat.com

ترغیب دلائی۔ ان دونوں قبائل نے قصی کی اس آواز پر لبیک کہا ربیعہ بن حرام کلاب کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ آیا اور فاطمہ بنت سعد بن سیل سے شادی کر لی۔ اس وقت زہرہ عالم شباب کو پہنچ چکا تھا جبکہ قصی ایک شیر خوار بچہ تھا وہ فاطمہ کو اپنے وطن لے گیا۔ قصی بھی اس کے ساتھ تھا لیکن زہرہ مکہ مشرفہ ہی میں مقیم رہا۔ ربیعہ کے ہاں ایک اور بچہ پیدا ہوا جس کا نام رزاح رکھا گیا۔ جب قصی جوان ہوا تو اس نے بھی مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ جب قریش اور بنو کنانہ نے اس کی آواز پر لبیک کہا تو اس نے اپنے بھائی رزاح بن ربیعہ کو ایک خط لکھا جس میں اس نے اسے اس کی اعانت کرنے اور اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کے لئے کہا۔ رزاح اپنے بھائیوں حُنّ بن ربیعہ، محمود بن ربیعہ جُلھُمہ بن ربیعہ کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ یہ تمام لوگ قصی کی اعانت کے لئے یکجا ہو گئے۔ بنو خزاعہ نے سمجھا کہ شاید حلیل بن حبشیہ نے قصی کو وصیت کی تھی۔ اس نے کہا تھا:

''کعبہ کی تولیت کا سب سے زیادہ مستحق تو ہی ہے، مکہ کی امارت کا حق صرف تجھ کو ہے۔ بنو خزاعہ اس کے حقدار نہیں ہیں''۔

اسی وصیت کی وجہ سے قصی نے اپنے آپ کو اس منصب کا حق دار سمجھا اور بنو خزاعہ سے یہ منصب چھین لیا۔ میں نے یہ روایت ان لوگوں کے علاوہ کسی اور سے نہیں سنی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سی روایت درست ہے۔

اسے اپنے خاوند ربیعہ کے ساتھ لے گئی اس وقت یہ شیر خوار تھا۔ وہ وہاں ہی نشوونما پاتا رہا۔ وہ ربیعہ ہی کو اپنا باپ سمجھتا رہا اور اپنے آپ کو اسی کی طرف منسوب کرتا رہا۔ جب وہ جوان ہوا تو بنو قضاعہ کے ایک شخص نے اسے گالی دی۔ اس نے قصی سے کہا:

''تو ہم میں سے نہیں ہے۔ تو دوسرے خاندان کا فرد ہے جو ہمارے خاندان میں آ گیا ہے''۔

وہ غمگین و حزین اپنی ماں کے پاس آیا اور حقیقت حال دریافت کی۔ اس کی ماں نے کہا:

''اے میرے لخت جگر! اس شخص نے سچ کہا ہے تو ان میں سے نہیں ہے لیکن تیرا قبیلہ ان کے قبیلے سے بہتر ہے۔ تیرے آباء ان کے آباء سے معزز ہیں تیرا تعلق قرشی خاندان سے ہے۔ تیرے بھائی اور چچا زاد مکہ معظمہ میں اقامت گزیں ہیں وہ بیت اللہ الحرام کے پڑوسی ہیں''۔

قصی ایک قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ آ گیا۔ قصی کا نام زید تھا کیونکہ وہ اپنے شہر مکہ مطہرہ سے دور تھا اس لئے قصی (بعید) سے موسوم ہونے لگا۔

Marfat.com

غوث بن مر اور حج کی اجازت

غوث بن مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر لوگوں کو عرفہ سے حج کی اجازت دینے پر مقرر تھا۔ اس کی وفات کے بعد یہ منصب اس کی اولاد میں برقرار رہا۔ اسے اور اس کی اولاد کو صُوفہ کہا جاتا تھا۔ غوث بن مر کی ماں کا تعلق بنو جرہم سے تھا۔ اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ اسے کعبہ معظمہ کے لئے مختص کر دے گی وہ اس کی نگہبانی اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کرے گا۔ اس کے ہاں غوث پیدا ہوا۔ آغاز میں یہ اپنے ماموں بنو جرہم کے ساتھ مل کر کعبہ کی خدمت کرنے لگا پھر یہ عرفہ سے لوگوں کو حج کی اجازت دینے پر مامور ہوا۔ اس کے بعد اس کی اولاد بھی اسی منصب پر رہی۔ مر بن اد اپنی والدہ کی اس نذر کے متعلق کہتا ہے

اِنِّی جَعَلْتُ رَبِّ مِنْ بَنِیَّہ　رَبِیْطَةً　بِمَکَّةَ　العَلِیَّہ
فَبَارِکَنَّ　لِی　بِهَا　الِیَّہْ　وَاجْعَلْهُ لِی مِنْ صَالِحِ البَرِیَّہ

"مولا! میں نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو مکہ معظمہ کے لئے مختص کر دیا ہے۔ پروردگار!

غوث بن مر کی داستان

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے غوث بن مر کا ذکر کیا ہے بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ غوث بن مر کی یہ تولیت ملوک کِندَہ سے پہلے تھی۔ غوث بن مر نے اپنے شعر میں کہا ہے۔ اِنْ کَانَ اِثْمًا فَعَلٰی قُضَاعَة...... اس گناہ کو قضاعہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ہی اَشْهُرْ حُرُم کو حلال قرار دیا تھا۔ جس طرح بنو خثعم اور بنو طئے نے کیا تھا۔ اسی طرح ان میں بھی نَسْأة کا طریقہ رائج تھا۔ نسٔات کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

غوث اور اس کی اولاد کو صُوفہ کہنے کی وجہ

انہیں صوفہ کیوں کہا جاتا تھا۔ مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے ابو عبیدہ کہتے ہیں اہل مکہ کے علاوہ جو شخص بھی خانہ کعبہ کی خدمت کرتا یا اس کا متولی بنتا۔ مناسک حج ادا کرتا اس کو صُوفَہ یا صُوفَان کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اون کی مانند ہوتے تھے۔ ان میں چھوٹے، بڑے، سرخ اور سفید ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ ان کا تعلق کسی ایک قبیلہ سے نہیں ہوتا تھا۔ ابو عبداللہ نے ابوالحسن الاثرم سے اور انہوں نے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی سے روایت کیا ہے کہ غوث بن مر کو صوفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی

Marfat.com

اس مقدس مقام کے طفیل میرے اس نور نظر کو میرے لئے بابرکت بنا۔ اسے میرے لئے لوگوں میں سے پاکباز انسان بنا"۔

کہا جاتا ہے کہ جب غوث بن مر لوگوں کو بیت اللہ سے دور ہٹاتا تھا تو یہ شعر پڑھتا تھا۔

لَاهُمَّ اِنِّی تَابِعٌ تَبَاعَهٗ اِنْ کَانَ اِثْمٌ فَعَلٰی قُضَاعَهٗ

مولا! میں اس کے طریقہ کی اتباع کرتا ہوں۔ اگر یہ عمل گناہ ہے تو پھر اس کی سزا قضاعہ پر ہے۔

ماں کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا اس نے نذر مانی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کے سر پہ اونی پگڑا باندھے گی اور اسے خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے وقف کر دے گی۔ جب اس کے ہاں غوث پیدا ہوا تو اس نے اپنی نذر پوری کی۔ اس سے غوث کو صوفہ کہا جانے لگا بعد میں اس کی اولاد بھی اسی نام سے موسوم ہونے لگی۔

ابراہیم بن منذر نے عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عقال بن شبہ نے بتایا ہے کہ تمیم بن مر کی ماں کے ہاں بچیاں ہی پیدا ہوتی تھیں۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دے گی۔ اس نذر کے بعد غوث پیدا ہوا۔ یہ مر کے بیٹوں میں سے سب سے بڑا تھا۔ جب اس کی ماں نے اسے خانہ کعبہ کی خدمت پر مامور کیا تو اسے شدید گرمی لگی۔ وہ پژمردہ اور نرم ہو کر گر پڑا۔ جب اس کی والدہ وہاں سے گزری تو اس نے کہا میرا بیٹا تو صوفہ (اون) بن چکا ہے۔ اس سے اس کا نام ہی صوفہ پڑ گیا۔

بنو سعد اور حج کی اجازت

بنو غوث میں سے بنو سعد حاجیوں کو اجازت دیتے تھے۔ اس سعد سے مراد ابن زید مناۃ بن تمیم بن مر ہے۔ یہ پورے عرب میں سے نسب کے اعتبار سے غوث کے قریب تھا۔ زید مناۃ میں مَنَاۃ اور مَنَاءَۃ دونوں طرح پڑھا گیا ہے جب یہ ہمزہ کے ساتھ ہو تو ممکن ہے کہ یہ ناءینوء سے مَفْعَلہ کے وزن پر ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ مَنِیئَہ سے فَعَالَۃٌ کے وزن پر ہو۔ چمڑا رنگنے کی جگہ کو مَنِیئَہ کہتے ہیں۔ ایک عربی خاتون نے دوسری سے کہا:

"اَعْطِیْنِی نَفْسًا اَوْ نَفْسَیْنِ اَمْعَسُ بِهٖ مَنِیْئَتِی فَاِنِّیْ اَفِدَۃٌ"۔

"مجھے رنگنے کے مصالحے کے ایک یا دو ٹکڑے دو تاکہ میں ان سے چمڑا رنگ لوں میرا کام مکمل ہونے کے قریب ہے"۔

Marfat.com

صُوفہ اور رمی جمار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یحییٰ بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ صوفہ لوگوں کو عرفہ سے حج کی اجازت دیتے تھے۔ جب کنکریاں مارنے کا دن ہوتا تو لوگوں کو جمروں پر لے جاتے سب سے پہلے خاندان صوفہ میں سے ایک شخص کنکریاں مارنے کی ابتداء کرتا۔ جب تک وہ کنکریاں نہ مار لیتے لوگ رمی جمار شروع نہ کرتے۔ وہ حاجت مند لوگ جنہیں جلدی ہوتی وہ صوفہ کے پاس آتے اور اس سے کہے اٹھ اور کنکریاں مارتا کہ ہم جلدی جلدی اس کام سے فارغ ہو جائیں لیکن وہ کہتا ''نہیں'' اللہ کی قسم! میں سورج ڈھلنے سے پہلے کنکریاں نہیں ماروں گا۔ وہ لوگ اسے جلدی کنکریاں مارنے کی ترغیب دلاتے رہتے اور وہ اس سے کہتے

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار پڑھے ہیں۔

إِذَا أَنْتَ بَاكَرْتَ الْمَنِيَّةَ بَاكَرْتَ قَضِيْبَ أَرَاكٍ بَاتَ فِي الْمِسْكِ مُنْقَعًا

''جب تو نے موت کی طرف جلدی کی تو تو نے پیلو کی ایسی شاخ کی طرف جلدی کی جس نے کستوری میں بھیگ کر رات گزاری۔''

یعقوب نے یہ شعر کہے ہیں۔

إِذَا بَاكَرْتَ الْمَنِيَّةَ بَاكَرْتَ مَدَاكًا مِنْ زَعْفَرَانٍ وَإِثْمِدَا

''جب تو نے موت کی طرف جلدی کی تو تو نے اس برتن کی طرف جلدی کی جس میں زعفران اور سرمہ کو رگڑا جاتا ہے''۔

مزدلفہ کا معنی

مُزْدَلِفَہ، الِازْدِلَافُ سے مُفْتَعِلَةٌ کے وزن پر ہے اس کا معنی جمع ہونا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ (الشعراء)

بعض علماء کے نزدیک اس کا معنی قریب ہونا ہے۔ قرب کو زُلْفَة کہا جاتا ہے۔ اس جگہ کو مزدلفہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ اس جگہ آ کر حرم کے قریب ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آئے تو وہ حضرت حواء کے قریب ہوتے رہے اور حضرت حواء علیہا السلام ان کے قریب ہوتی رہی حتیٰ کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کو ''عرفہ'' میں پہچان لیا۔ وہ دونوں مزدلفہ میں جمع ہوئے اس لئے اس جگہ کو جَمْعًا بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

تیرے لئے ہلاکت ہو، اٹھ اور کنکریاں مار لیکن وہ برابر انکار کرتا رہتا۔ جب آفتاب ڈھل جاتا تو وہ اٹھتا، کنکریاں مارتا اور لوگ بھی اس کے ساتھ کنکریاں مارتے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب لوگ رمی الجمار سے فارغ ہو جاتے اور منیٰ سے جانے کا ارادہ کرتے تو صوفہ عقبہ کے دونوں اطراف کھڑے ہو جاتے۔ وہ لوگوں کو روک لیتے وہ کہتے "سب سے پہلے صوفہ نے یہاں سے گزرنا ہے۔" جب وہ وہاں سے گزر جاتے پھر دیگر لوگوں کو گزرنے کی اجازت دی جاتی۔ جب تک یہ منصب صوفہ میں رہا ان کی یہ عادت رہی۔ ان کے بعد یہ منصب بنو سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں سے آل صفوان بن حارث بن شجنہ کو ملا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صفوان کا نسب یہ ہے صفوان بن جناب بن شجنہ بن عطارد بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ صفوان وہی ہے جو عرفہ سے لوگوں کو حج کی اجازت دیتا تھا اس کے بعد اس کے بیٹے اس مرتبہ پر فائز رہے۔ اس خاندان کا آخری شخص جس کے زمانہ میں آفتاب اسلام طلوع ہوا اس کا نام کرب بن صفوان تھا۔ اوس بن مغراء السعدی کہتا ہے۔

لَایَبْرَحُ النَّاسُ مَاحَجُّوْا مُعَرَّفَهُمْ حَتّٰی یُقَالَ: اَجِیْزُوْا آلَ صَفْوَانَا

"جب تک لوگ حج کرتے رہیں گے وہ مقام عرفہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا اے بنو صفوان! ہمیں اجازت دو"۔

ذوالاصبع کی اس واقعہ کی ترجمانی

ذوالاصبع کا نام حرثان بن عمرو تھا۔ اس کو ذوالاصبع کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ایک انگلی تھی اس نے اسے بھی کاٹ دیا۔ وہ اپنے ان اشعار میں مزدلفہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

عَذِیْرَ الْحَيِّ مِنْ عَدْوَانَ كَانُوْا حَیَّةَ الاَرْضِ

ذوالاصبع اور آل ظرب

ذوالاصبع سے مراد حرثان بن عمرو ہے۔ اس کو حرثان بن حارث بن محرث بن ربیعہ بن ہبیرہ بن ثعلبہ بن ظرب بھی کہا جاتا ہے۔ ظرب سے مراد عامر کا والد ہے یہ اہل عرب کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا۔ ابن اسحاق نے خنثی کے متعلق اس کا واقعہ ذکر کیا ہے (عنقریب یہ واقعہ آ رہا ہے۔)

اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے

Marfat.com

بَغی بَعْضُهُمْ ظُلْماً فَلَمْ يُرْعِ عَلٰی بَعْضِ
وَمِنْهُمْ كَانَتِ السَّادَ اتُ وَالْمُوْفُوْنَ بِالْقَرْضِ
وَمِنْهُمْ مِنْ يُجِيْزُ النَّا سَ بِالسُّنَّةِ وَالْفَرْضِ
وَمِنْهُمْ حَكَمٌ يَقْضِي فَلَا يُنْقَضُ مَايَقْضِي

''عدوان قبیلے کے مددگار سے پوچھ لو کہ وہ لوگ کتنے خوفناک تھے (وہ لوگ زمین کو حیاتِ نو بخشنے والے تھے) ان میں سے کچھ نے ظلم کرتے ہوئے بغاوت کی اور دوسروں سے محبت نہ کی ان میں سے کچھ سردار تھے جو قرض ادا کرنے والے تھے۔ ان میں سے کچھ سنت اور فرض کی لوگوں کو اجازت دینے والے تھے ان میں سے بعض ثالث تھے وہ ایسا فیصلہ کرتے تھے جس میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا تھا''۔

لِذِی حِلْمٍ قَبْلَ الْيَوْمِ مَا تُقْرَعُ الْعَصَا وَمَا عُلِّمَ الْاِنْسَانُ اِلَّا لِيَعْلَمَا

''آج سے قبل کسی حلیم شخص کے لئے ڈنڈا نہیں کھٹکھٹایا گیا انسان کو اس لئے سکھایا جاتا ہے تاکہ وہ سیکھ لے''۔

یہ آخری عمر میں فاسد العقل ہو گیا تھا جب یہ کسی محفل میں گفتگو کرتا تو اسے روکنے کے لئے ڈنڈا کھٹکھٹایا جاتا تاکہ یہ کسی بات یا فیصلے میں غلطی نہ کرے۔ ذُوالْاِصْبَع بھی اپنے زمانہ میں ثالثی کیا کرتا تھا۔ وہ تین سو سال زندہ رہا اس کو ذُوالْاِصْبَع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی انگلی پر سانپ نے ڈسا تھا۔ اس کا دادا ظرب تھا۔ اس کا نام عمرو بن عیاذ بن یشکر بن بکر بن عدوان تھا۔ عدوان کا نام تیم تھا۔ اس کی ماں کا نام جدیلہ بنت ادبن طابخہ تھا۔ یہ اہل طائف میں سے تھے ان کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں بہت سے لوگ کام آئے۔ ثقیف سے مراد قسی بن منبہ تھا۔ اس کی بیوی کا نام زینب بنت عامر تھا۔ بنو ثقیف کے اکثر افراد اس کی اولاد ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عامر کی بہن اور لیلیٰ بنت ظرب اس کی بہن تھی۔ یہ دوس بن عدنان کی ماں تھی جب بنو عدوان ہلاک ہو گئے تو بنو ثقیف نے ان کے بقیہ افراد کو طائف سے نکال دیا۔ اس طرح سارے طائف پر بنو ثقیف قابض ہو گیا۔ آج تک وہی قابض ہیں۔

حَيَّةُ الْاَرْضِ

حرثان بن عمرو نے حَيَّةُ الْاَرْضِ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص اتنا خوفناک ہو کہ اس سے ڈر محسوس ہوتا ہو تو اس کو حَيَّةُ الْوَادِي یا حَيَّةُ الْاَرْضِ کہا جاتا ہے۔ حضرت

Marfat.com

مزدلفہ سے لوگوں کو لے جانے کا منصب عدوان کے پاس تھا۔ محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ یہ منصب ان کے پاس نسل در نسل رہا۔ ان کا آخری شخص جس کے زمانہ میں اسلام کا ظہور ہوا وہ ابوسیارہ عمیلہ بن الاعزل تھا۔ اس کے متعلق ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

نَحْنُ دَفَعْنَا عَنْ اَبِیْ سَیَّارَۃَ وَعَنْ مَوَالِیْہِ بَنِی فَزَارَۃَ
حَتّٰی اَجَازَ سَالِماً حِمَارَہٗ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ یَدْعُوْ جَارَہٗ

''ہم نے ابوسیارہ اور اس کے چچازاد بھائیوں کا بنوفزارہ سے دفاع کیا حتیٰ کہ اس نے اپنے گدھے کو کھینچتے ہوئے، قبلہ رو ہو کر اور اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے اجازت دے دی''۔

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے۔

یَامُحْکَمَ بْنَ طُفَیْلٍ قَدْ اُتِیْحَ لَکُمْ لِلّٰہِ دَرُّ اَبِیْکُمْ حَیَّۃُ الْوَادِی

''اے محکم بن طفیل! تمام بھلائیاں تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہیں۔ تمہارے باپ کی تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تھیں۔ تمام وادی اس سے خوف کھاتی تھی''۔

اس شعر میں حَیَّۃُ الْوَادِی سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

عَذِیْرَ الْحَیِّ مِنْ عُدْوان

فعل کے محذوف ہونے کی وجہ سے عَذِیْر کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ اصل عبارت یوں تھی ھَاتُوْا عَذِیْرَہٗ۔ عَذِیْر، عاذِر کے معنی میں ہے یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث کی طرح عَذِیْر مصدر ہو۔

ابوسیارہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق عمیلہ بن الاعزل کو ابوسیارہ کہا جاتا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مورخین کہتے ہیں اس کا نام عاصی تھا۔ اعزل کا نام خالد تھا۔ ابوسیارہ کے پاس اندھی گدھی تھی اس کی لگام کھجور کی چھال کی ہوتی تھی یہ چالیس سال تک لوگوں کو مزدلفہ لے جاتا رہا اس کی گدھی کا رنگ کالا تھا۔ اپنے ان اشعار میں اسی کا ذکر کرتا ہے۔

لَاھُمَّ مَالِی فِی الْحِمَارِ الْاَسْوَدِ اَصْبَحْتُ بَیْنَ الْعَالَمِیْنَ اُحْسَدُ
فَقِ اَبَا سَیَّارَۃَ الْمُحَسَّدَ مِنْ شَرِّکُلِّ حَاسِدٍ اِذْ یَحْسُدُ

''مولا! میں تو کالی گدھی پر ہوں۔ دنیا میں مجھ پر حسد کیوں کیا جاتا ہے۔ اے مولا! وہ ابوسیارہ جس سے حسد کیا جاتا ہے اسے ہر حاسد کے شر سے بچا''۔

Marfat.com

ابوسیارہ اپنے گدھے پر بیٹھ کر لوگوں کو روکا کرتا تھا۔

عامر بن ظرب کا ایک اہم فیصلہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عامر بن ظرب لوگوں کے مابین فیصلے کیا کرتا تھا۔ جب اہل مکہ کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی یا وہ کسی مصیبت میں پھنس جاتے تو وہ عامر کے پاس جاتے۔ جو وہ فیصلہ کرتا اس کو دل و جان سے قبول کرتے۔ ایک دفعہ ان کے درمیان خُنثٰی کی وراثت میں اختلاف ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کو مرد کا حصہ ملے گا اور بعض کہتے کہ اسے عورت کا حصہ ملے گا۔ وہ اس مسئلہ کو عامر کے پاس لے آئے۔ جب عامر نے ان کا مسئلہ سنا تو اس نے کہا "مجھے آج تک اس قدر مشکل مسئلہ کا سامنا نہیں ہوا۔ مجھے کچھ مہلت دو تا کہ میں

اَشْرِقْ ثَبِیْرُ کَیْمَا نُغِیْرُ بھی اسی کا قول ہے۔ یہ بھی دعا مانگا کرتا تھا لَاهُمَّ اِنِّی تَابِعٌ تَبَاعَهْ۔ "مولا میں ان کی اتباع کرنے والا ہوں۔" یہ اپنی دعا میں کہا کرتا تھا "مولا! ہمارے چرواہوں کے درمیان بغض پیدا فرما۔ ہماری عورتوں کے درمیان محبت پیدا فرما۔ ہمارے خیموں میں مال و دولت بھیج"۔

ابو یقظان کہتے ہیں سب سے پہلے ایک سو اونٹ دیت اسی نے مقرر کی تھی۔

عَنْ مَوَالِیْهِ بَنِی فَزَارَةَ۔ موالی سے مراد چچا زاد بھائی ہیں کیونکہ یہ عدوان کی اولاد میں سے تھے اور عدوان اور فزارہ قیس بن عیلان کی اولاد میں سے تھے۔

مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ یَدْعُوْ جَارَهْ۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کر رہا تھا مولا! ہمیں ان لوگوں سے پناہ دے جن سے ہم خوفزدہ ہیں۔

عامر بن ظرب کا اضطراب اور لونڈی کا فیصلہ

سخیلہ نے خُنثٰی کی وراثت کا فیصلہ علامت کے ذریعے کیا شریعت مطہرہ میں بھی اس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس کو "علامات اور امارات سے استدلال" کہا جاتا ہے۔ شریعت بیضاء میں اس کی اصل موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ

"اور لے آئے اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر"۔

اس خون کے جھوٹے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس خون سے رنگی ہوئی قمیص نہ تو کہیں سے پھٹی تھی اور

Marfat.com

اس مسئلہ میں غور وفکر کرسکوں"۔ وہ ساری رات جاگتے ہوئے اس مسئلہ میں غور وفکر کرتا رہا کسی پہلو آرام نہ آتا تھا۔

اس کی ایک سُخَیْلَہ نامی لونڈی تھی جو اس کی بکریاں چرایا کرتی تھی۔ وہ ہر صبح اس سے ناراض ہوتا تھا اس سے کہتا اے سخیل! تو نے بہت دیر کردی ہے۔ وہ ہر شام اپنی لونڈی سے کہتا اے سخیل! تو نے شام کردی ہے۔ وہ لونڈی جب صبح بکریاں لے جاتی تھی پھر بھی دیر کردیتی تھی اور شام کو واپس بھی تاخیر سے لاتی تھی۔ اس لئے اسے یہ باتیں روزانہ سننا پڑتیں۔ جب لونڈی نے عامر کا اضطراب اور بیداری دیکھی تو اس نے اس سے پوچھا:

"آج رات آپ اس قلق اور اضطراب میں کیوں ہیں۔ نیند آپ سے کوسوں دور ہے"۔

اس نے کہا: "تیرے لئے ہلاکت ہو، مجھے چھوڑ دے۔ میرے اس معاملہ سے تیرا کوئی تعلق

نہ ہی اس پر بھیڑیئے کے دانتوں کے نشانات تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ (یوسف:26)

"اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے"۔

بھی اسی کی اصل ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ اَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا فَهُوَ لِلَّذِیْ رُمِيَتْ بِهٖ۔

"..............."

حدود اور وراثت کے بہت سے احکام کی بنیاد امارات سے استدلال پر مبنی ہے۔ خنثیٰ کی وراثت میں اس کی شرمگاہ اور اس کے حیض کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر وہ ہر اعتبار سے خُنثیٰ مشکل ہو تو پھر اسے عورت کے حصہ کی وراثت کا ڈیڑھ 1/2=1 دیا جائے گا۔ اس کی دیت کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اس کے اکثر احکام کا انحصار اجتہاد پر ہے۔

یعمر الشداخ کا فیصلہ

یعمر کو شداخ اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے بنو خزاعہ کا خون باطل قرار دیا تھا۔ یہ بنو دأب کا دادا تھا۔ اکثر لوگوں نے علم تاریخ اور علم انساب بنو دأب سے حاصل کیا۔ بنو دأب سے مراد عیسیٰ بن یزید بن بکر بن دأب اور خذیفہ بن دأب ہیں۔ دأب سے مراد ابن کرز ابن احمر ہے۔ یہ اس یعمر کی اولاد میں سے ہے جس نے بنو خزاعہ کا خون رائیگاں کیا تھا۔ شداخ کا معنی باطل قرار دینا ہے۔ اس کی اصل الشَدْخ فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے غُرَّةٌ شَادِخَةٌ (گھوڑے کی پیشانی پر سفید

Marfat.com

نہیں ہے''۔

لونڈی نے دوبارہ پوچھا عامر نے دل میں سوچا۔ ممکن ہے اس کو یہ مسئلہ بتانے سے اس کا کوئی حل نکل آئے۔ اس نے لونڈی سے کہا ''لوگ میرے پاس خنثیٰ کی میراث کا مسئلہ لے کر آئے ہیں کہ کیا اسے مرد کے حصہ کے برابر حصہ لے گا یا عورت کے حصہ کے برابر؟ اللہ کی قسم میں اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں کر سکا۔ نہ ہی مجھے اس کی کوئی صورت نظر آتی ہے''۔ لونڈی نے کہا ''سبحان اللہ! یہ کون سا مشکل مسئلہ ہے۔ یہ فیصلہ اس کی شرمگاہ کے مطابق ہوگا اگر اس نے مرد کی طرح پیشاب کیا تو وراثت میں اسے مرد کا حصہ ملے گا اور اگر اس نے عورت کی طرح پیشاب کیا تو اسے عورت کا حصہ دیا جائے گا''۔ لونڈی کی یہ بات اسے بہت پسند آئی۔ اس نے لونڈی کی بہت تعریف کی اور صبح اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

قصی بن کلاب کا مکہ مکرمہ پر قبضہ

قصی کا صوفہ پر تسلط

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس سال قصی اور صوفہ کے مابین جنگ ہونا تھی۔ اس

نشان) شَدَّاخ کو شین کی فتح اور ضمہ کے ساتھ دونوں طرف پڑھنا جائز ہے۔ جب ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ شَدْخ کی جمع ہوگا۔ اس صورت میں یعمر اور اس کی اولاد کو شَدَّاخ کہا جائے گا۔ جس طرح منذر اور اس کی اولاد کو مَنَاذِرَہ کہا جاتا ہے۔ بنو اشعر کو اَشْعَرُوْن کہا جاتا ہے وغیرہ۔ یعمر کی ماں کا نام السوم بنت عامر بن جرہ تھا۔ بنو شداخ میں سے بلعاء بن قیس بن عبداللہ بن یعمر الشداخ تھا۔ وہ ایک مشہور شاعر تھا اس کے اشعار حماسہ میں موجود ہیں۔ اس کا نام حمیضہ اور لقب بلعاء تھا۔ یہ اپنا تعارف اس طرح کرواتا ہے۔

اَنَا اِبْنُ قَيْسٍ سَبْعًا وَابْنُ سَبْعٍ اَبَارَ مِنْ قَيْسٍ قِبَيْلًا فَالْتَبِع

كَاَنَّمَا كَانُوْا طَعَامًا فَابْتُلِعَ

''میں ابن قیس کا ساتواں بیٹا ہوں وہ بھی اپنے باپ کا ساتواں بیٹا ہی تھا۔ اس نے قبیلہ پر حملہ کر کے اس کو اس طرح نگلا کہ گویا کہ وہ کھانا تھے جسے نگل لیا گیا''۔

قصی اور بیت اللہ کی تولیت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قریش کو قصی نے ہی ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا پھر انہوں نے

Marfat.com

سال بھی صوفہ نے اپنے معمول کو جاری رکھا۔ ان کی یہ عادت تمام عرب میں مشہور تھی وہ بنو جرہم اور بنو خزاعہ کے زمانہ سے اس منصب پر فائز تھے۔ اس سال قصی اپنی قوم (قریش، کنانہ اور قضاعہ) کے ساتھ عقبہ کے پاس آیا اور کہا ''ہم تم سے زیادہ اس منصب کے مستحق ہیں''۔ صوفہ اور قصی کی قوموں کے مابین شدید لڑائی ہوئی۔ بالآخر صوفہ کو شکست ہوئی اور قصی نے ان کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔

بنو خزاعہ اور بنو بکر کے ساتھ نبرد آزمائی

بنو خزاعہ اور بنو بکر نے قصی کا ساتھ نہ دیا انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ قصی عنقریب ان سے یہ منصب بھی چھین لے گا۔ جس طرح اس نے صوفہ کو اس منصب سے محروم کر دیا ہے۔ عنقریب وہ ان کے اور خانہ کعبہ کے معاملات کے درمیان حائل ہو جائے گا انہوں نے قصی کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں فوجیں برسر پیکار ہوئیں۔ خوب خونریزی ہوئیں۔ دونوں اطراف سے بہت سے افراد کام آئے پھر انہوں نے ایسے شخص کی جستجو شروع کی جو ان کے مابین صلح کرادے۔ انہوں نے یعمر الشداخ بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کو اپنا ثالث بنایا۔ اس نے ان کے درمیان یہ فیصلہ کیا ''قصی خانہ کعبہ کے معاملات اور مکہ

یہ شعر ذکر کیا قُصَیٌّ لَعَمْرِی...... یہ شعر حذاقہ بن جُمَعُ کا ہے۔ اس کے بعد یہ شعر ہے۔

هُمُوْا مَلَئُوْا الْبَطْحَاءَ مَجْدًا وَسُوْدُدًا　وَهُمْ طَرَدُوْا عَنَّا غُوَاةَ بَنِی بَکْرٍ

''انہوں نے جستجو کی اور وادی بطحاء کو بزرگی اور سرداری سے بھر دیا انہوں نے ہم سے بنو بکر کے باغیوں کو دور کیا''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اہل مکہ اپنے گھروں کی تعمیر کے لئے حرم شریف کے درخت کاٹنے سے ڈرتے تھے۔ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یہ درست ہے کہ قریش نے جب گھر تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے قصی سے کہا ہم حرم شریف کے درختوں کا کیا کریں؟ انہیں خوف تھا کہ ان کو کاٹنے کی وجہ سے کہیں ان پر کوئی عذاب مسلط نہ کر دیا جائے۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنے گھر کو درخت کے ارد گرد ہی تعمیر کر لیا اور اس کو کاٹنے کی جرأت نہ ہوئی۔

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حرم شریف کے درخت کاٹنے کی اجازت اس وقت دی جب مقام قُعیقِعان میں گھر تعمیر ہوئے لیکن انہوں ہر درخت کی دیت ایک گائے دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے

Marfat.com

مکرمہ کی امارت کے بنوخزاعہ سے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ آدمی جنہیں قصی اور اس کی فوج نے قتل کیا ہے ان کا خون رائیگاں ہے اور وہ افراد جنہیں بنوخزاعہ اور بنوبکر نے قتل کیا ہے ان کی دیت ادا کی جائے۔ قصی، خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ کے معاملات میں کسی قسم کی کوئی دخل اندازی نہ کی جائے"۔

قصی خانہ کعبہ کا متولی بن جاتا ہے

خانہ کعبہ اور بیت اللہ کی تولیت قصی کے سپرد کی گئی۔ اس نے اپنی قوم کو مکہ مکرمہ میں جمع کیا انہیں وہیں آباد کیا۔ انہیں وہ سب مناصب عطا کئے جن پر وہ پہلے فائز تھے کیونکہ قصی ان مناصب کو دین میں سے شمار کرتا تھا۔ اس لئے ان کی تبدیلی مناسب نہ سمجھتا تھا۔ آل صفوان، عدوان اور النَسأة کو ان کے مناصب پر برقرار رہنے دیا۔ حتیٰ کہ اسلام کا خورشید جہاں تاب طلوع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امور کو ختم کر دیا۔ قصی کعب بن لوی میں سے پہلا شخص تھا جس کی حکومت قائم ہوئی۔ اس کی قوم اس کی اطاعت بجالائی۔ خانہ کعبہ کی تمام خدمات مثلاً حجابہ، سقایہ، رفادہ، ندوہ اور لواء اس کے تصرف میں آئیں۔ سرزمین مکہ کو چار حصوں میں منقسم کیا۔ قریش میں سے ہر قبیلہ کو اس میں مقیم ہونے کی اجازت دے دی۔ لوگ گمان کرتے تھے کہ قریش اپنے گھروں سے حرم کے درخت کاٹنے سے ڈرتے تھے۔ قصی نے اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کا درخت کاٹ دیا۔

کہ انہوں نے اسد بن عبدالعزیٰ کے گھر سے ایک بہت بڑا درخت کٹوایا۔ اس کی شاخیں طواف کرنے والے شخص کے کپڑوں کے ساتھ چمٹ جاتی تھیں۔ یہ مسجد حرام کی توسیع سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس درخت کی دیت ایک گائے دی۔ حرم شریف کے درختوں کی دیت کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"مجھے اس کے متعلق کوئی اصل نہیں ملی۔ جس نے حرم شریف کا درخت کاٹا اس نے برا کام کیا"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درخت کی دیت ایک گائے اور چھوٹے درخت کی دیت ایک بکری مقرر کرتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اگر وہ درخت ایسے پودوں میں سے ہو جسے لوگ اپنے ہاتھوں سے لگاتے ہیں اور جن کے پھلنے پھولنے کی لوگ خواہش کرتے ہیں تو اس کے کاٹنے والے پر کوئی فدیہ نہیں ہوگا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور درخت ہو تو پھر اس کی قیمت ادا کی جائے گی"۔

ابوعبید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حرم سے درخت کو کاٹنے کی دیت ایک غلام آزاد کرنا مقرر فرماتے تھے۔

Marfat.com

لوگوں نے قصی کے اس عمل کو مبارک سمجھا انہوں نے اپنے گھروں کے درخت کاٹ دیئے۔ ہر عورت اور ہر مرد کی شادی کی تقریب قصی کے گھر ہوتی تھی ہر مسئلہ کے متعلق مشاورت اسی کے گھر ہوتی تھی۔ جنگ کے موقعہ پر قصی ہی انہیں جھنڈا بنا کر دیتا تھا۔ قریش کی کوئی لڑکی جب بالغ ہو جاتی تو وہ اسے قصی کے گھر لے آتے۔ اس کی پہلی اوڑھنی پھاڑ ڈالتے پھر نئی اوڑھنی پہنا کر اسے اپنے گھر لے جاتے۔ قصی کے تمام معاملات اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد اس کی قوم میں قوانین مذہب کی طرح تھے۔ قریش ان پر خوشی سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ قصی نے دارالندوہ کو تعمیر کیا۔ اس کا دروازہ بیت اللہ کی طرف رکھا۔ قریش کے تمام امور کا فیصلہ دارالندوہ میں ہی ہوتا تھا۔ قصی کو مجمع کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ایک شاعر اس کا ذکر یوں کرتا ہے۔

قُصَیٌّ لَعَمْرِی کَانَ یُدْعٰی مُجَمِّعًا بِهٖ جَمَّعَ اللّٰهُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِهْرِ

”میری زندگی کی قسم قصی کو مُجَمِّع کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے ہی قبائل کے متفرق قبائل کو جمع فرمایا“۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے عبدالملک بن راشد نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ”میں نے سائب بن خباب سے سنا کہ ایک شخص نے قصی کا یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا۔ اس نے اس کے قوم کو جمع کرنے، بنوخزاعہ اور بنوبکر کو مکہ سے نکالنے، بیت اللہ کی تولیت اور مکہ معظمہ کی امارت کا تذکرہ کیا۔ حضرت عمر فاروق

دارالندوۃ

قصی نے دارالندوہ تعمیر کیا تھا یہ وہ عمارت تھی جس میں قریش مشاورت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ نَدْوَہ النَّدِیّ سے مشتق ہے اس کا معنی مشاورت کے لئے جمع ہونا ہے اس کا معنی گھوڑے کو پانی پلانا بھی ہے۔ یہ عظیم الشان عمارت بنوعبدالدار کے بعد حکیم بن حزام کے پاس چلی گئی۔ جب اسلام کا اجالا پھیلا تو انہوں نے یہ عمارت ایک لاکھ درہم کے عوض فروخت کر دی۔ حضرت امیر معاویہ نے انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا ”آپ نے اپنے آباء واجداد کی عظمت وشرافت کا سودا کر دیا ہے۔“ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ”تقویٰ کے علاوہ تمام کرامتیں اور عزتیں ختم ہوگئی ہیں۔ قسم بخدا! میں نے جاہلیت میں اس کو ایک مشک شراب کے عوض خریدا تھا اور اب اسے ایک لاکھ درہم میں بیچ رہا ہوں۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں اس کی تمام رقم اللہ کے لئے وقف ہے اب ذرا بتاؤ ہم میں سے خسارے کا سودا کس نے کیا“۔

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ تو اس کا رد کیا اور نہ ہی اس کا انکار کیا۔

اس واقعہ کے متعلق رزاح بن ربیعہ کے اشعار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب قصی جنگ سے فارغ ہوا تو اس کا بھائی رزاح بن ربیعہ اپنی قوم کو لے کر اپنے وطن لوٹ گیا۔ رزاح قصی کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے کہتا ہے۔

لَمَّا اَتیٰ مِنْ قُصَیٍّ رَسُوْلٌ فَقَالَ الرَّسُوْلُ: اَجِیْبُوا الْخَلِیْلَا

''جب قصی کی جانب سے قاصد آیا تو اس قاصد نے کہا اپنے دوست کی صدا پر لبیک کہو''۔

نَهَضْنَا اِلَیْهِ نَقُوْدُ الْجِیَادَ وَنَطْرَحُ عَنَّا الْمَلُوْلَ الثَّقِیْلَا

''ہم اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم عمدہ گھوڑوں کو ہانک رہے تھے ہم نے ہر تنگدل اور بوجھل کو اپنے سے دور کر دیا''۔

نَسِیْرُبِهَا اللَّیْلَ حَتّٰی الصَّبَاحِ وَنَكْمِی النَّهَارَ لِئَلَّا نَزُوْلَا

''صبح تک ہم اپنے گھوڑوں کو لے کر چلتے رہے۔ ہم دن کو بھی پوشیدہ رہتے تھے تاکہ ہم تباہ نہ ہو جائیں''۔

رزاح کے اشعار کی وضاحت

نكْمِی النَّهَارَ کا معنی ہے دن کو چھپانا۔ اس گھوڑے کو بھی الكَمِی کہا جاتا ہے جس پر حفاظت کے لئے زرہ ڈال دی جاتی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس شخص کو الكَمِی کہا جاتا ہے جو اپنی شجاعت اور بہادری کو پوشیدہ رکھتا ہے صرف میدان جنگ میں اس کا اظہار کرتا ہے۔

عسجر۔ جگہ کا نام۔ وَرِقَان۔ پہاڑ کا نام ہے ایک نسخہ میں ورقان کی جگہ سُفْیان بھی مرقوم ہے۔ بعض علماء اس کو وَرَقان بفتح الراء اور بعض اسے وَرِقَان بکسر الراء پڑھا ہے وہ دلیل کے لئے احوص کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

وَكَیْفَ نُرَجِّی الْوَصْلَ مِنْهَا وَاَصْبَحَتْ ذُرٰی وَرِقَانٍ دُوْنَهَا وَحَفِیْرُ

''ہم اس محبوبہ کے وصال کی امید کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ورقان کی چوٹیاں اور اس کی وادی اس کا مسکن نہیں رہیں''۔

بعض علماء نے اس کو وَرْقان راء کے سکون کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک عظیم پہاڑ ہے اس میں میٹھے پانی کے چشمے اور جھیلیں ہیں۔ یہ بنو اوس بن مزینہ کا مسکن تھا۔ نبی محترم ﷺ کی حدیث مبارک میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

فَهُنَّ سِرَاعٌ كَوِرْدِ القَطَا يُجِبْنَ بِنَا مِنْ قُصَيٍّ رَسُوْلَا

''وہ گھوڑے بھی پانی کے لئے جانے والا قطا کی مانند تیز رفتار تھے وہ ہمارے ساتھ ہی قصی کے ایلچی کی آواز پر لبیک کہہ رہے تھے''۔

جَمَعْنَا مِنَ السِّرِّ مِنْ اَشْمَذَيْنِ وَمِنْ كُلِّ حَيٍّ جَمَعْنَا قَبِيْلَا

''ہم نے اَشْمَذَيْنَ میں سے بہترین افراد کو جمع کیا۔ اس طرح ہم نے ہر قبیلہ سے عمدہ افراد کو جمع کیا''۔

فَيَالَكِ حَلْبَةَ مَالَيْلَةٍ تَزِيْدُ عَلَى الْاَلْفِ سَيْبًا رَسِيْلَا

''اے گھوڑو! تمہیں کیا ہے تم اپنی تیز رفتاری کے باوجود ایک ہزار میل سے زیادہ فاصلہ طے نہ کر سکے''

فَلَمَّا مَرَرْنَ عَلَى عَسْجَرٍ وَاَسْهَلْنَ مِنْ مُسْتَنَاخٍ سَبِيْلَا

''جب وہ گھوڑے مقام عَسْجَر سے گزرے اور انہوں نے مُسْتَنَاخ سے آسان راستہ

ضِرْسُ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مِثْلُ اُحُدٍ وَفَخِذُهُ مِثْلُ وَرِقَانَ۔

''جہنم میں کافر کی داڑھ احد کی مانند اور اس کی ران ورقان کی طرح ہوگی''۔

آپ ﷺ نے اس شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ''جوامت مسلمہ میں سے سب سے آخر میں مرے گا''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

رَجُلَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يَنْزِلَانِ جَبَلًا مِنْ جِبَالِ الْعَرَبِ يُقَالُ لَهُ وَرِقَانُ۔

''سب سے آخر میں مرنے والے مزینہ کے دو آدمی ہوں گے جو عرب کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر خیمہ زن ہوں گے اس پہاڑ کا نام ورقان ہے۔ (علامہ البکری)

اَشْمَذِيْنَ۔ ذال کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ سفیان بن عاص کی کتاب کے حاشیہ میں ہے کہ اَشْمَذَانِ دو پہاڑ ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دو قبیلوں کا نام ہے اس طرح اس کو ذال کے فتح اور نون کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ درست ہو کہ یہ دو قبیلوں کا نام ہے پھر بھی اس کو ذال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ جمع کے معنی میں ہے۔ یہ شَمَذَتِ النَّاقَةُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی اونٹنی کا دم اٹھانا ہے۔ شہد کی مکھیوں کو بھی شُمَذ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اپنی دم کو اٹھا کر رکھتی ہیں۔

Marfat.com

اختیار کرلیا"۔

وَجَاوَزْنَ بِالرُّكْنِ مِنْ وَرِقَانِ   وَجَاوَزْنَ بِالعَرْجِ حَيًّا حُلُوْلَا

"وہ وَرِقان کے ایک کنارے سے گزرے پھر مقام عَرْج سے ان کا گزر ہوا جہاں ایک قبیلہ فروکش تھا"۔

مَرَرْنَ عَلَى الْخَيْلِ مَا ذُقْنَهُ   وَعَالَجْنَ مَنْ مَرَّ لَيْلًا طَوِيْلًا

"وہ گھوڑے وادی کی جھیل کے پاس سے گزرے لیکن انہوں نے پانی کو چکھا تک نہیں۔ مرالظہر ان سے لے کر اس مقام تک پہنچنے کے لئے انہوں نے طویل رات کوشش کی"۔

نُدَنِّي مِنَ الْعُوْذِ أَفْلَاءَهَا   إِرَادَةَ أَنْ يَسْتَرِقْنَ الصَّهِيْلَا

"ہم نے اونٹنیوں کے بچوں کو بھی ان کے قریب کر دیا تا کہ وہ ان کی آواز کو سیکھ جائیں"۔

فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى مَكَّةَ   أَبَحْنَا الرِّجَالَ قَبِيلًا قَبِيلًا

"جب ہم مکہ معظمہ پہنچے تو ہم نے بہت سے قبیلوں کے جوانوں کا خون مباح کر دیا"۔

نُعَاوِرُهُمْ ثَمَّ حَدَّ السُّيُوْفِ   وَفِي كُلِّ أَوْبٍ خَلَسْنَا الْعُقُوْلَا

"ہم نے وہاں تلواروں کی دھاروں کے ساتھ ان کی مدد کی ہر جہت سے ہم نے ان کی عقلوں کو چھین لیا"۔

نُخَبِّزُهُمْ بِصِلَابِ النُّسُوْرِ   خَبْزَ الْقَوِيِّ الْعَزِيْزِ الذَّلِيْلَا

"ہم نے انہیں سخت گدھوں کے ذریعے اس طرح ہانک رہے تھے جس طرح طاقت ور اور غالب ذلیل کو ہانکتا ہے"۔

مَرَرْنَ عَلَى الخَيْلِ۔ شیخ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ پانی ہے جو وادی کے دامن میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دو اور روایتیں بھی ہیں: 1۔ مَرَرْنَ عَلَى الحِلِّ۔ 2۔ مَرَرْنَ عَلَى الحِلْيِ۔ حِلٌّ حِلَّةٌ کی جمع ہے۔ کانٹوں والی سبزی کو حِلَّة کہا جاتا ہے۔ (ابن درید)

الحِلْي۔ یہ قُلْقُلَان (ایک بوٹی) کا پھل ہے۔

نُخَبِّزُهُمْ۔ کسی چیز کو زبردستی گھسیٹ کر لے جانا۔

جِنَابٌ۔ قضاعہ کے شہروں میں ایک جگہ نام۔ بنو علی سے مراد بنو کنانہ ہیں۔ ان کو بنو علی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ عبد مناۃ بن کنانہ علی بن مازن کا سوتیلا لڑکا تھا۔ یہ علی بن مازن سطیح الکاہن کا دادا تھا۔ اس کا تعلق بنو الازد سے تھا میرا گمان ہے کہ ان اشعار میں بنو علی سے مراد بنو بکر بن عبد مناۃ ہیں کیونکہ

Marfat.com

قَتَلْنَا خُزَاعَةَ فِي دَارِهَا وَبَكْرًا قَتَلْنَا وَجِيْلًا فَجِيْلًا

''ہم نے خزاعہ کو ان کے گھروں میں ہلاک کر دیا پھر بکر کو تباہ کیا پھر یکے بعد دیگرے کئی قبائل کو قتل کیا''۔

نَفَيْنَاهُمْ مِنْ بِلَادِ الْمَلِيْكِ كَمَالَا يَحِلُّوْنَ اَرْضًا سُهُوْلَا

''اللہ کے شہر مکہ معظّمہ سے ہم نے ان کو اس طرح جلاوطن کر دیا گویا کہ وہ کبھی کسی نرم زمین میں مقیم تھے ہی نہیں''۔

فَاَصْبَحَ سَبْيُهُمْ فِي الْحَدِيْدِ وَمِنْ كُلِّ حَيٍّ شَفَيْنَا الْغَلِيْلَا

''صبح کے وقت ان کے قیدی لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ہم نے ہر قبیلے کی پیاس بجھائی''۔

ثعلبہ القضاعی کے اشعار

جب قصی نے ثعلبہ بن عبداللہ بن ذبیان بن حارث بن سعد بن ہذیم القضاعی کے قبیلے کو دعوت دی تو اس وقت ثعلبہ نے ان اشعار کے ساتھ اس کی دعوت پر لبیک کہا۔

جَلَبْنَا الْخَيْلَ مُضْمَرَةً تَغَالِي مِنَ الْاَعْرَافِ اَعْرَافِ الْجِنَابِ

''ہم گراں قیمت دبلے پتلے گھوڑوں کو لے کر جناب کے ٹیلے سے۔''

اِلٰى غَوْرَىْ تِهَامَةَ فَالْتَقَيْنَا مِنَ الْفَيْفَاءِ فِي قَاعٍ يَبَابِ

''تہامہ کی پست زمین کی طرف عازم سفر ہوئے اور ہم ایک ویران اور بے آب و گیاہ میدان میں پہنچے''۔

انہوں نے بنوخزاعہ کی مدد کی تھی۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنوقضاعۃ میں دوعذرۃ تھے: 1۔عذرہ بن ربیعہ ان کا تعلق بنو کلب بن وبرہ سے تھا۔2۔عذرہ بن سعد بن سود اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔اسلم لام کے ضمہ کے ساتھ ہے۔یہ حُنّ بن ربیعہ کی اولاد میں سے تھا۔معمر حارث بن خبیر بن ظبیان کے بیٹے کا لخت جگر تھا اس کا نام ضبیس بن حُنّ تھا۔شینہ بھی حُنّ کی اولاد میں سے تھی۔یہ حبان بن ثعلبہ بن الھوزی بن عمرو بن الاحب ابن حُنّ کی اولاد میں سے تھی۔حوتکہ نہد بن زید ابن اسلم کا چچا تھا۔اہل عرب میں صرف تین اسلُم (لام پر ضمہ) تھے۔ان میں سے دو کا تعلق بنوقضاعہ سے تھا:

1۔اسلم بن تدول بن تیم اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب تھا،2۔اسلم بن الحاف تھا،3۔تیسرا

Marfat.com

فَاَمَّا صُوْفَةُ الخُنثٰى فَخَلَّوا مَنَازِلَهُم مُحَاذِرَةَ الضِّرَابِ

''ڈرپوک صوفہ نے شمشیرزنی سے ڈر کر اپنے گھروں کو خالی کر دیا۔''

وَقَامَ بَنُو عَلِيٍّ اِذْ رَأَوْنَا اِلَى الْاَسْيَافِ كَالْاِبِلِ الطِّرَابِ

''جب بنو علی نے ہمیں دیکھا تو وہ تلواروں کی طرف جھومتے ہوئے اونٹ کی طرح گئے''۔

قصی کے اشعار

اَنَا ابْنُ العَاصِمِينَ بَنِى لُؤَيٍّ بِمَكَّةَ مَنْزِلِى وَبِهَا رَبَيْتُ

''میں حفاظت کرنے والے بنو لوی کا بیٹا ہوں۔ مکہ معظمہ میں میرا گھر ہے اور یہیں میری نشوونما ہوئی ہے''۔

اِلَى الْبَطْحَاءِ قَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ وَمَرْوَتُهَا رَضِيْتُ بِهَا رَضِيْتُ

''بنو معد اور کوہِ مروۃ مجھ سے آشنا ہیں میں وادی بطحاء تک معروف ہوں اور میں ان سے راضی ہوں، راضی ہوں''۔

فَلَسْتُ بِغَالِبٍ اِنْ لَمْ تَاَثَّلْ بِهَا اَوْلَادُ قَيْذَرَ وَالنَّبِيْتُ

''اگر قیذر کی اولاد اور نبیت کا یہاں مسکن نہ ہوتا تو پھر میں غالب نہیں آ سکتا تھا۔''

رِزَاحٌ نَاصِرِى وَبِهٖ اُسَامِى فَلَسْتُ اَخَافُ ضَيْمًا مَاحَيِيْتُ

''اس جنگ میں رزاح میرا معاون تھا اسی پر میں فخر کرتا ہوں جب تک میں زندہ ہوں مجھے کسی کے ظلم کا کوئی خوف نہیں''۔

اسلم قبیلہ عک میں تھا وہ اسلم بن القیانہ بن غا بن الشاہد بن عک تھا۔

ان کے علاوہ جتنے بھی اسلم تھے وہ لام کے فتح سے تھے۔ یہ بات ابن حبیب نے ''المؤتلف والمختلف'' میں لکھی ہے۔

قصی کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے قریش مکہ ہر سال اپنے اموال میں سے خراج نکالتے تھے۔ وہ اپنا خراج قصی کے پاس جمع کروا دیتے وہ منیٰ میں حاجیوں کے لئے کھانا تیار کراتا۔ تمام زمانہ جاہلیت قریش قصی کی اس نصیحت پر عمل پیرا رہے حتیٰ کہ آفتاب اسلام ضوفشاں ہو گیا پھر یہ پاکیزہ طریقہ آج تک جاری ہے۔ یہ وہ کھانا ہے جو خادمِ حرمین ہر سال منیٰ میں لوگوں کے لئے تیار کراتا ہے۔ حتیٰ کہ لوگ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد واپس پلٹ جاتے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قصی کے متعلق یہ تمام واقعات اور عبدالدار پر نوازشات کے

Marfat.com

جب رزاح بن ربیعہ اپنے وطن واپس لوٹا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اور حُنّ کی اولاد میں بہت برکت دی۔ آج عذرہ کے دونوں قبیلے انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جب رزاح بن ربیعہ اپنے وطن واپس آیا تو نہد بن زید اور حوتکہ بن اسلم اور اس کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ بنو نہد اور بنو حوتکہ کا تعلق قضاعہ قبیلے سے تھا۔ رزاح نے انہیں خوب خوفزدہ کیا، یہ ڈر کر یمن چلے گئے اور بنو قضاعہ کی بستیوں کو خیر آباد کہہ گئے۔ آج بھی یمن ہی ان کا مسکن ہے۔

قصی بن کلاب قضاعہ سے محبت کرتا تھا۔ ان کی نشو ونما اور جمعیت سے اسے عقیدت تھی۔ قصی اور رزاح کے مابین رشتہ داری بھی تھی اور اس نے جنگ میں اس کی مدد بھی کی تھی اس لئے رزاح کے اس فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے قصی نے یہ اشعار کہے۔

أَلَا مَنْ مُبَلِّغٌ عَنِّي رِزَاحًا فَإِنِّي قَدْ لَحَيْتُكَ فِي اثْنَيْنِ

"کوئی ہے جو میری جانب سے رزاح کو یہ پیغام پہنچا دے کہ میں تجھے دو امور میں ملامت کرتا ہوں"۔

لَحَيْتُكَ فِي بَنِي نَهْدِ بْنِ زَيْدٍ كَمَا فَرَّقْتَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنِي

"میں تجھے بنو نہد بن زید کے متعلق ملامت کرتا ہوں جس طرح تو نے میرے اور ان کے مابین جدائی ڈالی ہے"۔

وَحَوْتَكَةُ بْنُ أَسْلَمَ إِنَّ قَوْمًا عَنَوْهُمْ بِالْمَسَاءَةِ قَدْ عَنَوْنِي

"دوسرے میں تجھے حوتکہ بن اسلم کے بارے ملامت کرتا ہوں انہوں نے ان کے ساتھ برائی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے میرے ساتھ برائی کی"۔

عبدالدار کا نمایاں مقام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قصی بوڑھا ہو گیا اور اس کی ہڈیاں نرم ہو گئیں۔ عبدالدار اس کا پہلا لڑکا تھا لیکن عبد مناف نے اپنے والد کی زندگی میں ہی عزت و کرامت حاصل کر لی تھی۔ اسے ہر قسم کا تجربہ ہو چکا تھا۔ قصی کے دو لڑکے اور بھی تھے: 1۔ عبدالعزیٰ، 2۔ عبدالدار۔ قصی نے عبدالدار سے کہا:

متعلق مجھے ابو اسحاق بن یسار نے بتایا ہے انہوں نے حضرت حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے انہیں اس وقت یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا جب وہ بنو عبدالدار کے ایک شخص نبیہ بن وہب بن عامر بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد

Marfat.com

"اے میرے نورِ نظر! اللہ کی قسم میں تجھے اس قوم سے پیچھے نہیں رہنے دوں گا اگر یہ تجھ سے معزز ہو گئے تو ان میں سے ایک شخص بھی کعبہ معظمہ میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک تو خود اپنے ہاتھ سے اسے نہ کھولے گا۔ جنگ کے لئے قریش کا جھنڈا اس وقت نہیں باندھا جائے گا جب تک تو اسے اپنے ہاتھ سے نہیں باندھے گا۔ مکہ میں کوئی شخص تیرے برتن کے بغیر پانی (آبِ زمزم) نہ پی سکے گا۔ ایام حج میں کوئی شخص تیرے کھانے کے علاوہ حاجیوں کو کہیں اور سے کھانا نہ کھلا سکے گا۔ قریش کے تمام امور کے فیصلے تیرے گھر میں ہی طے ہوں گے۔"

قصی نے اپنا گھر دارالندوہ عبدالدار کو عطا کر دیا۔ قریش کے تمام امور وہیں طے پاتے تھے۔ اس نے اسے حجابہ، لواء، سقایہ اور رفادہ عطا کر دیا۔

رِفادہ

رفادہ وہ خراج تھا جو قریش مکہ ہر سال ایام حج میں قصی بن کلاب کو پیش کرتے تھے وہ اس مال سے ان حاجیوں کے لئے کھانا تیار کرتا جن کے پاس کھانا یا زادِ راہ نہ ہوتا۔ یہ خراج قصی نے ہی ان پر مقرر کیا تھا جب اس نے قریش کو اپنے اموال میں سے یہ حصہ مقرر کرنے کے لئے کہا اس وقت اس نے ان کے سامنے کہا:

"اے گروہ قریش! تم اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہو، اس کے اہل بیت ہو، تم اہل حرم ہو حاجی اللہ کے مہمان اور اس کے مقدس گھر کے زائرین ہیں۔ وہ سب سے زیادہ عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ ایام حج میں ان کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرو حتیٰ کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں"۔

قصی کے بعد قریش میں باہمی اختلاف اور مطیبین کا حلف

عبدالدار اور اس کے چچازاد بھائیوں میں اختلاف

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر قصی انتقال کر گیا۔ اس کے بیٹوں نے اس کی قوم اور دیگر لوگوں کے معاملات کو اچھی طرح سنبھال لیا۔ انہوں نے مکہ معظمہ کو چار حصوں میں ہی منقسم

مناف بن عبدالدار کو بتا رہے تھے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قصی نے اپنی قوم کے متعلقہ تمام اختیارات عبدالدار کو سونپ دیئے۔ قصی نہ تو عبدالدار کی مخالفت کرتا اور نہ ہی اس کے کئے ہوئے کسی کام کا رد کرتا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنو عبد مناف اور بنو عبدالدار کے تنازع میں ایک پیالے کا ذکر کیا ہے

Marfat.com

رہنے دیا جس طرح قصی نے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا تھا وہ ان زمینوں سے اپنی قوم کو بھی حصہ دیتے تھے اور اپنے حلیفوں کو بھی نوازتے تھے اور ان کی خرید وفروخت بھی کرتے تھے۔ قریش اسی امن وآشتی میں رہے اس کے مابین کوئی اختلاف یا تنازع نہ ہوا پھر بنو عبد مناف بن قصی کے بیٹوں عبد شمس، ہاشم، مطلب اور نوفل نے فیصلہ کیا کہ وہ ان اختیارات کو واپس لے لیں جو قصی نے عبدالدار کو دیئے تھے وہ اختیارات بنو عبدالدار میں منتقل ہو گئے تھے مثلاً حجابۃ، لواء، سقایہ اور رفادہ وغیرہ۔ انہوں نے اپنی قوم میں اپنے شرف وقدر کی وجہ سے اپنے آپ کو ان اختیارات کا ان سے زیادہ مستحق سمجھا۔ اسی وقت قریش میں اختلافات کا آغاز ہوا۔ ان میں سے ایک گروہ عبد مناف کی اولاد کے ساتھ مل گیا وہ انہیں ان کی عزت وکرامت کی وجہ سے ان اختیارات کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے جبکہ دوسرا گروہ عبدالدار کی اولاد کے ساتھ مل گیا تھا ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ وہ اختیارات جو قصی نے عبدالدار کو سونپے تھے ان میں جھگڑا کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ بنو عبد مناف کا سردار عبد شمس بن عبد مناف تھا وہ ان تمام میں سے عمر رسیدہ تھا۔ بنو عبدالدار کا سردار عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار تھا۔

بنو عبدالدار اور عبد مناف کے حلیف

بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، بنو زہرہ بن کلاب، بنو تیم بن مرۃ بن کعب اور بنو حارث بن فہر بن مالک بن نضر، بنو عبد مناف کے ساتھ تھے جبکہ بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ، بنو سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب، بنو جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب اور بنو عدی بن کعب، بنو عبدالدار کے ساتھ تھے۔ عامر بن لوی اور محارب بن فہر مکہ سے باہر نکل گئے انہوں نے کسی بھی فریق کا ساتھ نہ دیا۔

جس میں انہوں نے اپنے ہاتھ ڈالے تھے لیکن ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاتون کا نام نہیں لیا۔ علامہ زبیر نے اپنی کتاب میں دو جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ خوشبودار پیالے میں ہاتھ ڈالنے والوں کو الدافۃ (دائف کی جمع) بھی کہا جاتا تھا کیونکہ انہوں نے خوشبو کو الٹ پلٹ کیا تھا۔

السناد اور اِقواء کا معنی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے "اَنَّ الْقَبَائِلَ سُوْنِدَ بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ وَلِتُفْنِ كُلُّ قَبِيْلَةٍ مِمَّاسُوْنِدَ اِلَيْهِ." "سُوْنِدَ. اِسْنَاد سے ہے۔ میدان جنگ میں کسی ایک فریق کا دوسرے فریق اور اس کے حلیفوں کے ساتھ جنگ کرنے کو سُوْنِدَ کہا جاتا ہے۔ اسی سے سِنَادُ الشِّعْرِ بھی ہے۔ سِنَادُ

Marfat.com

ہر گروہ نے قسمیں اٹھائیں کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں چھوڑیں گے اور جب تک سمندر میں صُوفہ (سمندری گھاس) کو تر کرنے کی صلاحیت ہے وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے۔

مطیّبین کا معاہدہ

بنوعبد مناف نے بڑا سا پیالہ نکالا جو خوشبو (عطر) سے لبریز تھا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ بنو عبد مناف کی ایک عورت ان کے لئے وہ پیالہ لے کر آئی تھی۔ انہوں نے قسمیں اٹھانے کے لئے اس پیالے کو خانہ کعبہ کے قریب مسجد حرام میں رکھا پھر انہوں نے اور ان کے حلیفوں نے اس پیالے میں ہاتھ ڈال کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کا پختہ عہد کیا اپنی قسموں کو مستحکم کیا۔ اسی وجہ سے وہ ''مطیّبین'' کے نام سے موسوم ہوئے۔ بنوعبدالدار اور ان کے حلیفوں نے بھی بیت اللہ کے پاس پختہ عہد کیا کہ وہ ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے اور نہ کسی کو دشمن کے حوالے کریں گے۔ وہ ''اَحلَاف'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

قبائل کی صلح

لوگوں میں جنگ کی تیاریاں بڑے زور سے شروع تھیں کہ اچانک فریقین کی طرف سے صلح کا مطالبہ ہوا۔ صلح کی شرائط یہ طے پائیں گئیں کہ بنوعبد مناف کو سِقَایہ اور رِفَادۃ کا منصب دیا جائے جبکہ حِجَابہ، اللِوَاء اور نَدْوَہ بنوعبدالدار کے پاس ہی رہیں گے۔ فریقین نے ان شرائط پر صلح کر لی۔ جنگ کی آگ بھڑکنے سے رک گئی۔ ہر قبیلہ اپنے حلیف کے ساتھ ہی منسلک رہا پھر وہ اس اتحاد پر برقرار رہے حتیٰ کہ اسلام کا خورشیدِ تاباں ظہور پذیر ہوا۔ حضور نبی

الشَّغو یہ ہے کہ دو مصرعے بالمقابل ہوں۔ پہلے مصرعہ میں حرف الرَّوِیُ سے پہلے حرف مد و لین ہو اور دوسرے مصرعے میں حروف روی سے پہلے حرف لین ہو۔ مثلاً عمرو بن کلثوم کہتا ہے ۔

أَلَاهُبِّي بِصَحْنِكِ فَاَصْبِحِينَا تَصَفِقُهَا الرِّيَاحُ اِذَا جَرَيْنَا

''کیا تو اپنے صحن سے بیدار ہو کر ہمیں صبح کا سلام نہیں کرے گا جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ اس کا طواف کرتی ہیں''۔

جَرَيْنَا میں ی سے پہلے را پر فتح ہے جبکہ فَاَصْبِحِينَا میں ''ی'' سے پہلا حرف مکسور ہے۔ یہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہیں مد میں یہ باہم متفق نہیں ہیں۔ جس طرح قبائل ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہوتے ہیں اور باہم معرکہ آزما ہوتے ہیں۔

Marfat.com

محترم ﷺ نے فرمایا:

مَا كَانَ مِنْ حَلْفٍ فِي الْجَاهَلِيَّةِ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ لَمْ يَزِدْهُ اِلَّا شِدَّةً۔

''زمانہ جاہلیت میں جو بھی معاہدے تھے اسلام نے صرف ان کے استحکام میں اضافہ کیا ہے۔''

حلف الفضول

حلف الفضول کی وجہ تسمیہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حلف الفضول کے متعلق مجھے زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قریش میں سے چند قبائل نے

اِقْوَاء یہ ہے کہ مصرع اول کی قوت میں کمی کردی جائے جس طرح مضبوط رسی میں ضعف پیدا کر دیا جاتا ہے۔ مصرع میں یہ کمی اس طرح کی جاتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں ''الوَتَد'' میں سے کسی حرف کی کمی کردی جاتی ہے۔ مثلاً شاعر کہتا ہے ؎

اَفَبَعْدَ مَقْتَلِ مَالِكِ بْنِ زُهَيْرٍ   تَرْجُو النِّسَاءُ عَوَاقِبَ الْاَطْهَارِ

''کیا مالک بن زہیر کے قتل کے بعد، عورتوں کے ایام ماہواری آنے سے پہلے ان کی امید کی جائے گی''۔

لَمَّا رَاَتْ مَاءَ السَّلٰى مَشْرُوْبًا   وَالْفَرْثُ يُعْصَرُ فِي الْاِنَاءِ اَرَنَّتْ

''جب اس نے جھلی کے پانی کو دیکھا کہ اسے پیا جارہا ہے اور لید کو برتن میں نچوڑا جارہا ہے تو اس نے بلند آواز نکالی''۔

حلف الفضول کی وجہ تسمیہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ معاہدہ جو قریش نے باہم کیا تھا کہ وہ مکہ معظمہ میں ہر مظلوم کی مدد کریں گے وہ حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا لیکن انہوں نے اس کی وجہ تسمیہ نہیں لکھی۔ اس کی وجہ تسمیہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اسی قسم کا ایک معاہدہ بنوجرہم میں بھی ہوا تھا۔ یہ معاہدہ کرنے والوں میں تین اشخاص بڑے نمایاں تھے: 1۔ فضل بن

Marfat.com

ایک معاہدہ کرنے کی دعوت دی۔ اس مقصد کے لئے تمام قبائل قریش عبداللہ بن جدعان بن عمرو

فضالہ، 2۔ فضل بن وداعہ، 3۔ فضیل بن حارث۔ علامہ قتبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ تین آدمی یہ تھے: 1۔ فضیل بن شراعۃ، 2۔ فضل بن وداعہ، 3۔ فضل بن قضاعہ۔ جب قریش نے بھی اسی قسم کا معاہدہ کیا اور ان کے معاہدوں کے مابین مشابہت پائی گئی تو انہوں نے اس کا نام حلف الفضول رکھا۔ فُضُول، فضل کی جمع ہے۔ فضل ان تین اشخاص کا نام تھا جن کا تذکرہ اوپر ہوا ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو عمدہ قرار دیا ہے۔

دوسرا سبب

لیکن حدیث پاک میں اس کا اور سبب بھی مذکور ہے جو پہلے سبب سے قوی تر اور بہتر ہے۔ حمیدی نے سفیان سے وہ عبداللہ سے وہ محمد اور عبدالرحمٰن ابنی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب یہ حلف اٹھایا جا رہا تھا تو میں بھی عبداللہ بن جدعان کے گھر میں تھا اگر اسلام میں بھی کوئی شخص ایسا عہد کرنے کے لئے کہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں''۔

معاہدہ کرنے والوں نے وہاں یہ عہد کیا تھا کہ وہ فضول (زیادہ لی ہوئی چیز) کو اس کے مالک کے حوالے کر دیں گے اور کوئی ظالم مظلوم پر غلبہ نہ پا سکے گا۔ یہ روایت حارث بن عبداللہ بن ابی اسامہ التَمِیمِی کی مسند میں ہے یہ حدیث واضح اشارہ کر رہی ہے کہ اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے کیوں موسوم کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی کے گھر جمع ہوئے کیونکہ وہ ان میں سے بزرگ

حلف الفضول اور حرب الفجار کی تاریخ

حلف الفضول جنگ فجار کے بعد طے پایا تھا۔ حرب الفِجَار شعبان میں لڑی گئی تھی جبکہ حلف الفضول بعثت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بیس سال قبل ذوالقعدہ کے مہینہ میں طے پایا تھا۔

اس معاہدے کے پہلے داعی

پورے عرب میں حلف الفضول سب سے ذی قدر اور ذی شرف معاہدہ تھا۔ جس شخص نے سب سے پہلے اس کی دعوت دی اور اس کے متعلق بات چیت چلائی ان کا نام زبیر بن عبدالمطلب تھا۔ اس معاہدہ کا سبب درج ذیل واقعہ بنا۔

زُبَیْد کا ایک شخص اپنا ساز و سامان لے کر مکہ معظمہ میں آیا۔ عاص بن وائل نے اس سے سامان تجارت خرید لیا۔ عاص بن وائل مکہ کے رؤسا میں سے تھا اس نے اس شخص کو قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ زبیدی تاجر نے عاص کے حلیف قبائل عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی بن کعب سے مدد طلب کی انہوں نے عاص کے خلاف مدد کرنے سے انکار کر دیا اور الٹا اسے جھڑک دیا۔ زبیدی نے ان سے مایوس ہو کر ایک اور حیلہ کیا۔ طلوع آفتاب کے وقت جب قریش حرم کعبہ میں حسب معمول اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے تو وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ فریاد کی:

یَاآلَ فِھْرٍ لِمَظْلُوْمٍ بَضَاعَتُہٗ بِبَطْنِ مَکَّۃَ نَائِی الدَّارِ وَالنَّفَرِ

"اے فہر کی اولاد اس مظلوم کی فریاد سنو! جس کا مال و متاع مکہ شہر میں ظلماً چھین لیا گیا ہے وہ غریب الدیار ہے وہ اپنے وطن سے دور اپنے مددگاروں سے دور ہے"۔

وَمُحْرِمٍ اَشْعَثٍ لَمْ یَقْضِ عُمْرَتَہٗ بِالِرِّجَالِ وَبَیْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَرِ

"وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔ اے مکہ کے رئیسو! میری فریاد سنو۔ مجھ پر حطیم اور حجر اسود کے درمیان ظلم کیا گیا ہے"۔

اِنَّ الْحَرَامَ لِمَنْ تَمَّتْ کَرَامَتُہٗ وَلَا حَرَامَ لِثَوْبِ الْفَاجِرِ الْغَدَرِ

Marfat.com

اور عمر رسیدہ تھا۔ بنو ہاشم، عبدالمطلب، اسد بن العزیٰ، زہرہ بن کلاب اور تیم بن مرۃ نے وہاں یہ معاہدہ کیا:

''عزت و حرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو جو فاجر اور دھوکا باز ہو اس کے لباس کی تو کوئی حرمت نہیں''۔

حرم میں موجود سارے قریشیوں نے یہ فریاد سنی لیکن سب سے پہلے جس کو ایک مسافر اور بے یار و مددگار کی فریاد پر لبیک کہنے کا حوصلہ ہوا وہ زبیر بن عبدالمطلب تھے آپ کو سن کر یارائے ضبط نہ رہا اٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا ''اب اس فریاد کو نظر انداز کر دینا ہمارے بس کا روگ نہیں''۔ چنانچہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں بنی ہاشم، بنی زہرہ، بنی تیم بن مرہ جمع ہوئے۔ ابن جدعان نے پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ ذوالقعدہ کے ماہ مبارک میں انہوں نے یہ معاہدہ کیا انہوں نے اپنے رب سے یہ عہد کیا:

''وہ سب متحد ہو کر ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کریں گے یہاں تک کہ ظالم، مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے اور ہم اس پر پابند رہیں گے جب تک سمندر صُوف (اون) کو تر کرتا ہے اور جب حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہیں گے اور معاش میں ہم ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے''۔

قریش نے اس معاہدے کا نام حلف الفضول رکھا۔ جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو سب مل کر عاص کے گھر گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس تاجر کا مال واپس کر دے اب اسے مجال انکار نہ رہی اس نے مجبوراً اس کا مال واپس کر دیا۔

اس معاہدہ کے متعلق کہے گئے اشعار

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں۔

خَلَفْتُ لَنَعْقِدَنْ حَلْفًا عَلَيْهِمْ وَاِنْ كُنَّا جَمِيْعًا اَهْلَ الدَّارِ

''میں نے قسم اٹھائی کہ ہم ان (ظالموں) کے خلاف ضرور معاہدہ کریں گے اگرچہ ہم تمام ہی مکہ معظمہ کے مقیم ہیں''۔

نُسَمِّيْهِ: الفُضُوْلَ اِذَا عَقَدْنَا يَعِزُّ بِهِ الغَرِيْبُ لَدَى الْجِوَارِ

''ہم نے اس کا نام حلف الفضول رکھیں گے اس سے اجنبی مسافر بھی اپنے پناہ دینے والوں کے ہاں معزز ہو سکے گا''

Marfat.com

" مکہ معظمہ میں جو بھی مظلوم ہو گا خواہ اس کا تعلق مکہ مکرمہ کے مکینوں سے ہو یا نہ ہو، ہم اس کی اعانت کریں گے اور جب تک مظلوم کی دادرسی نہ ہو جائے گی ہم اس کی مدد کرتے رہیں

وَيَعْلَمُ مَنْ حَوَالِي الْبَيْتِ اَنَّا اُبَاةُ الضَّيْمِ نَمْنَعُ كُلَّ عَارِ

" بیت اللہ کے اردگرد بسنے والا جان لے گا کہ ہم ظلم کا انکار کر دیں گے اور نقصان پہنچانے والے ہر شخص کو ہم روک دیں گے۔"

حضرت زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی اشعار ہیں ؎

اِنَّ الْفُضُوْلَ تَحَالَفُوْا وَتَعَاقَدُوْا اَلَّا يُقِيْمَ بِبَطْنِ مَكَّةَ ظَالِمُ

اَمْرٌ عَلَيْهِ تَعَاهَدُوْا وَتَوَاثَقُوْا فَالْجَارُ وَالْمُعْتَرُّ فِيْهِمْ سَالِمُ

" فضول (معاہدہ کرنے والوں) نے یہ قسم اٹھائی ہے اور عہد کیا ہے کہ سرزمین مکہ میں کوئی ظالم نہیں ٹھہر سکے گا۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس پر ان سب نے متفقہ معاہدہ کیا ہے کہ پردیسی اور فقیر جوان کے ہاں پناہ لے گا وہ ہر قسم کے جور و ستم سے محفوظ ہو گا"۔

حلف الفضول کے فوائد

قاسم بن ثابت نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ خثعم کا ایک شخص عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں آیا اس کے ہمراہ اس کی بیٹی تھی۔ اس کا نام " القتول " تھا وہ بڑی خوبرو تھی۔ نبیہ بن حجاج نے اس بچی کو اغواء کر کے اسے غائب کر دیا۔ اس خثعمی نے کہا " اس ظالم کے خلاف میری کون مدد کرے گا"۔ اسے بتایا گیا کہ وہ حلف الفضول کے پاس جائے۔ وہ کعبہ مشرفہ کے پاس کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے صدا لگائی " اے حلف الفضول والو!" اس کی درد بھری آواز سن کر وہ جوان ہر سمت سے اس خثعمی کے پاس آنے لگے۔ انہوں نے اپنی تلواریں سونت رکھی تھی وہ پکار رہے تھے " اے فلاں! تجھے کیا ہوا ہے؟ تیرے پاس مدد آن پہنچی ہے"۔ اس شخص نے کہا " نبیہ نے میری بیٹی مجھ سے چھین لی ہے" وہ نوجوان اس شخص کے پاس گئے۔ جب وہ نبیہ کے گھر پہنچے تو انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ نبیہ باہر آیا تو اہل حلف الفضول نے کہا " اس لڑکی کو لے آ ورنہ تو جانتا ہے کہ ہم کون ہیں اور ہمارا معاہدہ کیا ہے؟" نبیہ نے کہا " آج رات وہ لڑکی میرے پاس رہنے دو کل میں تمہیں لوٹا دوں گا"۔ جوانوں نے کہا " نہیں اللہ کی قسم! یہ اسی طرح ناممکن ہے جس طرح حاملہ اونٹنی سے دودھ نہیں نکالا جا سکتا"۔ اس نے اسی وقت وہ لڑکی

Marfat.com

گے۔''

قریش نے اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھا۔

حلف الفضول کے متعلق رسول مکرم ﷺ کی حدیث

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن زید بن المہاجر بن قنفذ التیمی نے روایت کیا ہے انہوں نے طلحہ بن عبداللہ بن عوف الزہری سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے

ان کے حوالے کر دی۔ اس وقت اس کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

رَاحَ صُحْبِیْ وَلَمْ اُحَیِّ الْفَتُوْلَا   لَمْ اُوَدِّعْهُمْ وِدَاعًا جَمِیْلًا

''میرے ساتھی میرے پاس آ گئے حالانکہ میں نے ابھی فتول کو سلام بھی نہ کیا تھا اور نہ ہی اسے اچھی طرح الوداع کیا تھا''۔

اِذْ اَجِدُ الْفُضُوْلَ اَنْ یَمْنَعُوْهَا   قَدْ اَرَانِیْ وَلَا اَخَافُ الْفُضُوْلَا

''اچانک مجھے معلوم ہوا کہ حلف الفضول والے اس کا دفاع کر رہے ہیں لیکن میں ان سے خوفزدہ نہیں ہوں''۔

علامہ زبیر نے نبیہ کے اور اشعار بھی ذکر کیے ہیں۔

حَلَّتْ تِهَامَةَ حِلَّةً مِنْ بَیْتِهَا وَ وِطَائِهَا
وَلَهَا بِمَكَّةَ مَنْزِلٌ مِنْ سَهْلِهَا وَحَرَائِهَا
اَخَذَتْ بَشَاشَةَ قَلْبِهٖ وَنَاَتْ فَكَیْفَ بِنَائِهَا

''تہامہ کے گھروں اور پست زمین میں ایک قبیلہ فروکش ہوا۔ وہ مکہ کے میدان اور اس کی وادی میں خیمہ زن ہوئے۔ مکہ معظمہ کے میدانوں اور پہاڑوں پر وہ قیام پذیر ہوئے۔ اس نے اس کے دل کی خوشی کو پکڑ لیا اور وہ چلائی۔ اس کا چلانا کیسا تھا''۔

اس معاہدہ کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث

عبداللہ بن جدعان جس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے وہ تیمی تھا اس کا نسب یہ تھا ابن جدعان بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم۔ اس کی کنیت ابو زہیر تھی۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چچا زاد تھا اسی لئے انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابن جدعان کھانا کھلایا کرتا تھا، مہمان نوازی کرتا تھا کیا بروز حشر یہ نیک اعمال فائدہ دیں گے؟'' آپ ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا" میں عبداللہ بن جدعان کے گھر اس وقت موجود تھا جب حلف الفضول طے پایا اس کے بدلے اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کے لئے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدے

فرمایا نہیں کیونکہ اس نے ایک دن بھی نہیں کہا:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔

"مولا! بروز حشر میری خطائیں معاف کر دینا۔" (مسلم، باب ایمان، صفحہ ۳۶۵)

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے غریب حدیث روایت کی ہے کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا:

کُنْتُ اَسْتَظِلُّ بِظِلِّ جَفْنَةِ عَبْدِاللّٰهِ بن جُدْعَانَ صَكَّةَ عُمَيٍّ۔

"میں دوپہر میں عبداللہ بن جدعان کے پیالے کے سائے کے نیچے بیٹھا کرتا تھا۔"

دوپہر کو "صَكَّةَ عُمَيٍّ" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ابوحنیفہ نے "الاَنواء" میں لکھا ہے کہ عدوان کا ایک شخص اندھا ہو گیا اس کا نام ایاد بتایا جاتا ہے۔ وہ جاہلیت میں اہل عرب کا فقیہ تھا وہ اپنی قوم کے ہمراہ عمرہ یا حج ادا کرنے کے لئے آیا جب وہ مکہ معظمہ سے دو منزل دور تھا اس وقت شدید دوپہر تھی اس نے اپنی قوم سے کہا:

"جو شخص کل اسی وقت مکہ مکرمہ میں پہنچ جائے اس کے لئے دو عمروں کا ثواب ہے"۔

اس کی قوم نے اونٹوں کو تیزی سے دوڑایا حتیٰ کہ وہ اگلے دن اسی وقت دوپہر کو مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

اس وقت اس نے یہ شعر پڑھا ؎

وَصَكَّ بِهَا نَحْرَ الظَّهِيْرَةِ صَكَّةً عُمَيٍّ وَمَا يَبْغِيْنَ اِلَّا ظِلَالَهَا

"وہ اپنی اونٹنیوں کو شدید دوپہر میں لے کر چلا وہ اونٹنیاں صرف اس کے سایہ کی طلب گار تھیں"۔

اس شعر میں عُمَيٍّ، اَعمٰی کی تصغیر ہے اور اس میں ترخیم کی گئی ہے۔ دوپہر کو صَكَّةَ عَمَيٍّ بہ کہا گیا ہے۔ علامہ البکری شرح الامثال میں لکھتے ہیں کہ عمالقہ میں سے ایک اندھے شخص نے دشمن پر اسی وقت (شدید دوپہر) حملہ کیا تھا اسی وجہ سے اس وقت کو صَكَّةُ عُمَيٍّ کہتے ہیں۔ لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ قرین قیاس ہے۔ یعقوب کہتے ہیں عَمِیَ الظِّبی کا معنی ہے دوپہر کے وقت شدت گرمی سے ہرن کی آنکھوں کا چندھیا جانا۔

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن جدعان کا پیالہ اتنا بڑا تھا کہ ایک شتر سوار اپنے اونٹ پر بیٹھ کر اس میں سے کھا سکتا تھا۔ ایک دفعہ اس میں ایک بچہ گر پڑا وہ ڈوب کر وہیں ہلاک ہو گیا۔ امیہ بن الصلت ابن جدعان کی مدح سرائی کرنے سے پہلے ایک دفعہ بنو دیان کے پاس گیا وہاں اس نے بنو

Marfat.com

کی دعوت اگر کوئی مجھے اسلام میں بھی دے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔

عبدالمدان کا کھانا دیکھا اس میں گندم کا آٹا، شہد اور پنیر تھا۔ جبکہ ابن جدعان کھجوریں اور جو کھلایا کرتا تھا اور دودھ پلایا کرتا تھا۔ اس وقت امیہ نے یہ اشعار کہے ۔

وَلَقَدْ رَاَیْتُ الفَاعِلِیْنَ وَفِعْلَهُمْ فَرَاَیْتُ اَکْرَمَهُمْ بَنِی الدَّیَّانَ

''میں نے کارناموں کو سرانجام دینے والوں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے کارناموں کا بھی مشاہدہ کیا ہے میں نے دیکھا ہے کہ بنو دیان سب سے زیادہ معزز ہیں۔''

البُرُّ یُلْبَکُ بَالشِّهَادِ طَعَامَهُمْ لَامَا یُعَلِّلُنَا بَنُو جُدْعَانَ

''ان کے کھانا میں شہد ملایا جاتا ہے۔ وہ کھانا اس طرح نہیں جس طرح بنو جدعان ہمیں پلاتے ہیں''۔

امیہ کے یہ اشعار کسی طرح ابن جدعان تک پہنچ گئے۔ اس نے دو ہزار اونٹ شام کی طرف بھیجے وہ وہاں سے گندم، شہد اور پنیر لے کر آئے۔ ایک منادی کعبہ مشرفہ کی چھت پر چڑھ کر صدا دینے لگا۔ لوگو! ابن جدعان کے پیالے کی طرف آؤ۔ اس وقت امیہ نے یہ اشعار کہے ۔

لَهٗ دَاعٍ بِمَکَّةَ مُشْمَعِلٌّ وَآخَرُ فَوْقَ کَعْبَتِهَا یُنَادِی

''عبداللہ بن جدعان کا ایک ہرکارا مکہ معظمہ میں صدا لگا رہا تھا اور دوسرا کعبہ مشرفہ کی چھت کے اوپر چڑھ کر آوازیں دے رہا تھا۔''

اِلٰی رُدُحٍ مِنَ الشِّیْزَی عَلَیْهَا لُبَابُ البُرِّ یُلْبَکُ بِالشِّهَادِ

''وہ شیزی (ایک درخت) کے بنے ہوئے عظیم پیالے کی طرف دعوت دے رہے تھے اس میں گندم کے آٹے میں شہد ملایا گیا تھا۔''

آغاز میں عبداللہ بن جدعان ایک مفلس شخص تھا لیکن وہ بہت شرارتی اور ہوشیار تھا وہ ہمیشہ برے کاموں میں مشغول رہتا۔ جس کی وجہ سے اس کا باپ اور اس کی قوم اس سے تنگ آگئے۔ اس نے اپنے قبیلے کو ناراض کر دیا۔ اس کے باپ نے بھی اس سے اپنا تعلق منقطع کر دیا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنے بیٹے کو کبھی بھی پناہ نہیں دے گا کیونکہ وہ اس کی وجہ سے قرضے کے بوجھ تلے دب چکا تھا۔ وہ اس کے تاوان ادا کر کے تھک چکا تھا۔ عبداللہ حیران و ششدر مکہ معظمہ کی گھاٹیوں کی طرف نکل گیا اور وہاں موت کی تمنا کرنے لگا۔ اچانک اسے غار میں ایک شگاف نظر آیا۔ اس نے گمان کیا کہ شاید وہاں سانپ ہے وہ اس ارادہ سے شگاف کی طرف گیا کہ وہاں اژدہا اس کو ڈس لے گا اس طرح وہ اس تکلیف دہ

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ولید کے مابین نزاع

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن اسامہ بن الہادی اللیثی نے بیان کیا

زندگی سے چھٹکارا پا سکے گا لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو اسے وہاں کوئی چیز نظر نہ آئی۔ وہ شگاف کے اندر چلا گیا اچانک اس نے وہاں ایک بہت بڑا ناگ دیکھا اس کی دونوں آنکھیں چراغوں کی طرح روشن تھیں۔ سانپ نے عبداللہ پر حملہ کیا عبداللہ اپنا دفاع کرنے کے لئے ایک سمت ہٹ گیا۔ سانپ نے ایک چکر لگایا وہاں عبداللہ کو ایک چھوٹا سا گھر نظر آیا۔ اس نے اس گھر کی سمت ایک قدم بڑھایا جس سے سانپ کا رنگ زرد ہو گیا وہ تیر کی طرح عبداللہ پر حملہ آور ہوا جب عبداللہ نے اسے دور کیا تو اس سے ایسے کلہاڑے ظاہر ہوئے جن کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ عبداللہ کو خیال ہوا کہ یہ سانپ مصنوعی ہے اس نے اس کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ سونے کا بنا ہوا تھا۔ اس کی دونوں آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ عبداللہ نے اس کی آنکھوں سے یاقوت نکال لئے اور اس گھر میں داخل ہو گیا۔ وہاں ات بہت سے اجسام نظر آئے جو بڑی بڑی چارپائیوں پر پڑے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے اتنی قد و قامت کے انسان پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ان سروں کے پاس چاندی کی ایک تختی تھی جس پر ان کی تاریخیں رقم تھیں۔ وہ قبیلہ جرہم کے بادشاہوں کے اجسام تھے۔ حارث بن مضاض ان میں سے سب کے آخر میں مرا تھا۔ ان اجسام پر کپڑے تھے جنہیں کسی چیز نے بھی مس نہیں کیا تھا البتہ وہ مرورِ وقت کے ساتھ ساتھ بوسیدہ ہو چکے تھے۔ اس تختی پر بڑے عمدہ اشعار لکھے ہوئے تھے ان میں سے آخری شعر یہ تھے:

صَاحِ هَلْ رَأَيْتَ أَوْ سَمِعْتَ بِرَاعٍ   رَدَّ فِي الضَّرْعِ مَا قَرَى فِي الحِلَابِ

"اے چیخنے والے! کیا تو نے کسی ایسے چرواہے کے متعلق سنا ہے یا اسے دیکھا ہے کہ اس نے برتن میں جمع شدہ دودھ کو کھیری میں واپس لٹایا ہو۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہاں ایک سنگ مرمر کی بھی تختی تھی اس پر مرقوم تھا:

"میں نفیلہ بن عبدالمدان بن خشرم بن عبدیالیل بن جرہم بن قحطان بن ہود نبی اللہ (علیہ السلام) ہوں میں پانچ سو سال زندہ رہا۔ میں نے ثروت، بزرگی اور سلطنت کے حصول کے لئے زمین کو چھان مارا ہے لیکن ان تمام چیزوں نے مجھے موت سے نہ بچایا۔"

اس تختی کی دوسری سمت پر یہ شعر مرقوم تھے۔

قَدْ قَطَعْتُ البِلَادَ فِي طَلَبِ الثَّرْ   وَةِ وَالمَجْدُ قَالِصُ الأَثْوَابِ

"میں نے دولت کی جستجو میں بہت سے شہروں کا سفر کیا ہے اور بزرگی کپڑوں کو سمیٹ دینے والی

Marfat.com

ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے مابین اس مال کے لئے تنازع ہوا جو ذوالمروۃ میں تھا۔ اس وقت ولید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے مدینہ منورہ کا

ہے''۔

وَسَرَيْتُ الْبِلَادَ قَفْرًا لِقَفْرٍ بِقَنَاتِي وَقُوَّتِي وَاكْتِسَابِي

''میں چٹیل میدانوں کو طے کرتا ہوا شہروں کی طرف اپنی خوراک، قوت اور کمائی کے ساتھ عازم سفر رہا۔

فَأَصَابَ الرَّدٰى بَنَاتَ فُؤَادِي بِسِهَامٍ مِنَ الْمَنَايَا صِيَابِ

''میرے افکار پر ہلاکت موت کے ایسے تیروں کے ساتھ آئی جو ہمیشہ نشانے پر لگتے ہیں۔''

فَانْقَضَتْ شِرَّتِي وَأَقْصَرَ جَهْلِي وَاسْتَرَاحَتْ عَوَاذِلِي مِنْ عِتَابِي

''میری تمام چستی ختم ہوگئی میری جہالت بھی کم ہوئی اور غصہ کے قوت میری ملامتوں نے بھی آرام کیا''۔

وَدَفَعْتُ السَّفَاهَ بِالْحِلْمِ لَمَّا نَزَلَ الشَّيْبُ فِي مَحَلِّ الشَّبَابِ

''میں نے جہالت کو حلم کے بدلے دے دیا جب شباب کی جگہ بڑھاپا آ گیا''۔

اس گھر کے وسط میں یاقوت، موتیوں، سونے، چاندی اور زبرجد کا ایک بہت بڑا ٹیلہ تھا۔ عبداللہ جتنا مال اس خزانے سے سمیٹ سکتا تھا اس نے سمیٹا پھر اس غار پر ایک نشانی لگائی۔ اس کے دروازے پر ایک بہت بڑا پتھر رکھا اور اپنے باپ کو راضی کرنے کے لئے اس کے پاس مال بھیجا۔ اس نے اپنے تمام قبیلہ کے ساتھ صلہ رحمی کا مظاہرہ کیا۔ اپنی سخاوت و فیاضی کے دروازے کھول دیئے۔ ہر خاص و عام کے لئے اس کا دستر خوان کھلا رہتا تھا وہ نیک اعمال کرنے لگا۔

عبداللہ بن جدعان کا یہ واقعہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے علاوہ اپنی دیگر کتب میں بھی ذکر کیا ہے۔ احمد بن عمار کی کتاب ''ریّ العاطش وأنس الواحش'' میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

ابن جدعان ہی وہ شخص تھا جس نے زمانہ جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام قرار دیا تھا حالانکہ اس سے پہلے وہ اس کا بڑا رسیا تھا۔ اس حرمت کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ وہ شراب کی وجہ سے نشہ میں ہو گیا۔ اس نشہ میں اس نے چاند کو پکڑنے کی کوشش کی جب اس کا نشہ ختم ہوا تو اس کو اس حرکت سے آگاہ کیا گیا۔ اس وقت اس نے قسم اٹھائی کہ آئندہ وہ شراب کو ہاتھ تک نہیں لگائے گا جب وہ بوڑھا ہو گیا تو

Marfat.com

گورنر تھا۔ ولید نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں کچھ کمی کی تھی تاکہ اس سے سلطان کا حصہ مکمل ہو جائے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''قسم بخدا! یا تو تو مجھے میرا پورا حصہ دے گا یا پھر میں اپنی تلوار کو پکڑ کر مسجد

بنو تمیم نے ارادہ کیا کہ وہ اسے اتنا زیادہ مال بانٹنے سے روکیں۔ انہوں نے اسے اس کی عطا میں ملامت کی۔ عبداللہ ایک شخص کو بلاتا اسے ہلکا سا تھپڑ رسید کرتا پھر اسے کہتا اٹھ اس تھپڑ کے متعلق بتاؤ اور اس کی دیت طلب کرو۔ جب وہ اس کی دیت طلب کرتا بنو تمیم اسے ابن جدعان کے مال سے دیت دے دیتے وہ شخص راضی ہو کر چلا جاتا۔

اسلام میں باہمی تعصب کی ممانعت:۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جنگ وجدل کے وقت ''یَالَفُلَانٍ'' کہا کرتے تھے لیکن اسلام نے ایسے کلمات کہنے سے روک دیا ہے۔ نبی محترم ﷺ نے مُرَیْسِیع کے دن ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا یَالَلْمُهَاجِرِیْنَ۔ ایک اور شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا یَالَلْاَنْصَارِ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''اس کلمہ کو ترک کر دو اب یہ بدبودار ہو چکا ہے۔'' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے جاہلیت کی طرح پکارا (......)۔

بصرہ میں ایک شخص نے پکارا یَالَلْعَامِرِ۔ اس وقت نابغہ الجعدی اس کی مدد کے لئے آ گیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو پچاس کوڑے مارے۔ اس کلمہ کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے۔ ایک مسلمان صرف اسی طرح کہہ سکتا ہے جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا یاللہ یَالِلْمُسْلِمِیْنَ۔ کیونکہ تمام مسلمان ایک گروہ ہیں اور دینی بھائی ہیں۔ اِلَّا یہ کہ جس کو شریعت نے مخصوص کر دیا ہو اور اس تخصیص کی وجہ حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''وَلَوْ دُعِیْتُ بِهِ الْیَوْمَ لَاَجَبْتُ۔''

حضور ﷺ کے اس فرمانِ عالی شان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی مظلوم نے ''یَالَحِلْفِ الْفُضُول'' کہا تو میں اس کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا آفتاب اقامتِ حق اور مظلوموں کی نصرت کے لئے ہی طلوع ہوا ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان سے حلف الفضول کو قوت نصیب ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے اس فرمان:

''وَمَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَنْ يَزِيْدَهُ الْإِسْلَامُ اِلَّا شِدَّةً۔''

کا معنی یہ نہیں کہ کوئی حلیف اپنے دیگر حلیفوں سے یہ کہے یَالَفُلَانٍ اور وہ اس کی آواز پر لبیک

Marfat.com

نبوی کے دروازے پر کھڑا ہو جاؤں گا اور حلف الفضول والوں کو پکاروں گا''۔ اس وقت وہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں بھی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلف الفضول والوں کو پکارا تو میں بھی تلوار پکڑ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شانہ بشانہ رہوں گا پھر یا تو وہ ان کا حصہ مکمل ادا کرے گا یا پھر ہم سب شہید ہو جائیں گے۔ یہ گفتگو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سن لی انہوں نے بھی اسی قسم کا وعدہ کیا پھر یہ گفتگو عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبیداللہ التیمی نے سنی انہوں نے بھی یہی عہد کیا۔ جب یہ خبر ولید بن عتبہ کے پاس پہنچی تو وہ خوفزدہ ہو گیا اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصہ مکمل کر دیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہو گئے۔

بنو عبد الشمس اور بنو نوفل کا حلف الفضول سے خروج

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الہادی اللیثی نے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی سے روایت کیا ہے کہ محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف رضی اللہ عنہ عبدالملک بن مروان بن الحکم کے پاس اس وقت تشریف لائے جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے تھے اور لوگ عبدالملک کے خلاف اکٹھے ہو کر غم و غصہ کا

کہیں۔ اس حدیث طیبہ میں شدت سے مراد صلہ رحمی، باہمی محبت اور تالیف قلوب ہے لیکن جاہلیت کی طرح جنگ و جدل کے لئے پکارنے کو اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے لیکن حلف الفضول کی مانند معاہدہ کرنا جائز ہے اس کا حکم باقی ہے اور اس کے لئے دعوت دینا بھی جائز ہے۔

بعض فقہاء کا مذہب ہے کہ جب کسی قبیلے پر دیت واجب ہو گی تو اس کا حلیف بھی دیت دینے میں شریک ہو گا۔ ان کی دلیل ایک تو وہی حدیث مبارک ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو مسجد میں محبوس کیا تو فرمایا:

''میں نے تجھے تیرے حلیفوں کے جرم کی وجہ سے قید کیا ہے''۔

عبد مناف کی اولاد

عموماً بیان کیا جاتا ہے کہ عبد مناف کے چار بیٹے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایک پانچواں بیٹا بھی تھا۔ اس کا نام عبید تھا لیکن اس نے ابو عمرو کی کنیت سے شہرت پائی کیونکہ اس کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اس کی نسل آگے نہ چل سکی (البرقی والزبیر)۔

Marfat.com

اظہار کر رہے تھے۔ محمد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش میں سے سب سے زیادہ عالم تھے۔ جب وہ عبدالملک کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا ''اے ابوسعید! کیا ہم اور تم (بنو عبد شمس ابن مناف اور بنو نوفل بن عبد مناف) حلف الفضول میں نہ تھے''۔ حضرت محمد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''تم ہی بہتر جانتے ہو''۔ عبدالملک نے کہا ''اے ابوسعید مجھے سچ سچ بتاؤ''۔ حضرت محمد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''نہیں اللہ کی قسم! ہم بھی اور تم بھی اس معاہدے سے نکل چکے ہیں''۔ عبدالملک نے کہا ''آپ نے سچ فرمایا ہے''۔

ہاشم، رفادہ اور سقایۃ کے والی بنتے ہیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہاشم بن عبد مناف رفادہ اور سقایۃ کے والی بنے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عبد شمس ہر وقت محوِ سفر رہتے تھے۔ مکہ مشرفہ میں ان کا قیام بہت کم ہوا کرتا تھا۔ وہ کثیر العیال اور قلیل المال تھے جبکہ ہاشم صاحب ثروت تھے۔ جب حج کا موسم آتا تو ہاشم قریش کو مخاطب کر کے کہتے:

علامہ البرقی نے ذکر کیا ہے کہ قصی نے اپنے بیٹے کا نام عبد قصی رکھا تھا۔ اس نے کہا تھا میں نے اپنے بیٹے کا نام اپنے نام سے ملایا ہے۔ اس کے دوسرے بیٹے کا نام عبدالدار تھا پھر لوگوں نے عبد قصی کا نام تبدیل کر دیا اور اسے عبد بن قصی کہنے لگے۔ علامہ زبیر فرماتے ہیں کہ عبدالدار کا اصل نام عبدالرحمٰن تھا۔

ہاشم اور ان کی وجہ تسمیہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ہاشم کا ذکر کیا ہے ان کے رفادہ اور حاجیوں کو کھانا کھلانے کے معاملات کا تذکرہ کیا ہے۔ اپنی قوم کے لئے ثرید تیار کرنے کی وجہ سے اس کا نام ہاشم پڑ گیا۔ لغتاً کہا جاتا ہے ثَرَدْتُ الْخُبْزَ فَھُوَ ثَرِیْدٌ وَمَثْرُوْدٌ لیکن اس سے ثَارِدٌ نہیں آتا۔ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس طرح ثَرِیْد اور مَثْرُوْد کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہاشم کو بھی ھَشِیْم کہا جاتا لیکن ان کا اس نام سے موسوم ہونے کی کچھ اور تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ہاشم قریش کے تعاون سے حاجیوں کے لئے کھانا تیار کیا کرتے تھے قریش اپنے اموال سے ان کی بھرپور اعانت کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش کو شدید قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہاشم نے قریش کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا وہ اپنا تمام مال لے کر شام کی طرف گئے۔ اس سے کیک اور آٹا خریدا جب حج کے دن آئے تو انہوں نے تمام کیکوں کو

Marfat.com

"اے گروہِ قریش! تم اللہ کے پڑوسی ہو، اس کے اہل بیت ہو ایام حج میں اللہ تعالیٰ کے زائر اور اس کے گھر کے حاجی تمہارے پاس آتے ہیں۔ وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں اس لئے وہ تمام مہمانوں سے زیادہ کرامت وحرمت کے مستحق ہوتے ہیں۔ ایام حج میں ان کے لئے جو کچھ (کھانا وغیرہ) جمع کر سکتے ہو جمع کرو کیونکہ ان ایام میں ان کا یہاں قیام ضروری ہوتا ہے۔ قسم بخدا! اگر مجھ میں اتنی استطاعت ہوتی تو میں تجھے کبھی بھی یہ تکلیف نہ دیتا۔"

ہاشم کی یہ پُر تاثیر گفتگو سن کر وہ اپنے اموال میں سے خراج نکالتے۔ جس سے حاجیوں کے لئے کھانا تیار کیا جاتا۔

پیسا اور ان میں آٹا ملا کر ایک عمدہ کھانا تیار کیا اور اسے حاجیوں کو پیش کیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام ہاشم پڑ گیا کیونکہ خشک کیک کی ثرید نہیں بنتی بلکہ اسے کوٹ پر باریک کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے عبداللہ بن الزبعری مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

كَانَتْ قُرَيْشٌ بَيْضَةً فَتَفَقَّأَتْ   فَالْمُحُّ خَالِصُهُ لِعَبْدِ مُنَافِ
الْخَالِطِيْنَ فَقِيْرَهُمْ بِغَنِيِّهِمْ   وَالظَّاعِنِيْنَ لِرِحْلَةِ الْاَضْيَافِ
وَالرَّائِشِيْنَ وَلَيْسَ يُوْجَدُ رَائِشٌ   وَالْقَائِلِيْنَ: هَلُمَّ لِلْاَضْيَافِ
عَمْرُو الْعَلَا هَشَمَ الثَّرِيْدَ لِقَوْمِهٖ   قَوْمٍ بِمَكَّةَ مُسْنِتِيْنَ عِجَافِ

"قریش ایک انڈہ (کی مانند) تھے جو پھٹ گیا۔ اس کی خالص زردی عبد مناف کے حصہ میں آئی وہ اپنے غرباء کو اپنے اغنیاء کے ساتھ ملاتے ہیں وہ مہمانوں کے لئے عازم سفر ہوتے ہیں وہ خوب سخاوت کرتے ہیں وہ اس وقت کھلاتے تھے جب کھلانے والا نہ ہوتا تھا۔ وہ مہمانوں سے کہتے ہیں ادھر آؤ بلند مرتبت عمرو نے اپنی قوم کے لئے ثرید تیار کی وہ قوم جس کا مسکن مکہ تھا اور اس کو سخت قحط سالی نے آ لیا تھا"۔

ابن زبعری کا تعلق بنو سعد بن سہم سے تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یونس کی روایت سے اسی طرح بیان کیا ہے اس نے ایک شعر سے قصی کی ہجو کی اور اسے کعبہ کے پردوں پر لکھ دیا۔ وہ شعر یہ تھا۔

اَلْهٰى قُصَيًّا عَنِ الْمَجْدِ الْاَسَاطِيْرُ   وَمِشْيَةٌ مِثْلُ مَا تَمْشِي الشَّقَارِيْرُ

"افسانوں نے قصی کو فضیلت سے غافل کر دیا ہے اور مرغوں کی طرح چال نے اسے عزت وشرافت سے محروم کر دیا"۔

جب اس نے قصی کی ہجو بیان کی تو بنو عبد مناف نے بنو سہم سے اس کے خلاف مدد طلب کی۔ بنو سہم

Marfat.com

ہاشم کی اپنی قوم پر نوازشات

سب سے پہلے ہاشم نے اپنی قوم میں دو سفروں کا طریقہ رائج کیا۔ وہ ایک دفعہ گرمیوں اور دوسری دفعہ سردیوں میں عازم سفر ہوتے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے حاجیوں کو ثرید کھلائی ان کا نام عمرو تھا کیونکہ انہوں نے مکہ معظمہ میں اپنی قوم کے لئے ثرید بنائی تھی۔ اس لئے ہاشم کے نام سے معروف ہوئے۔ قریش کا ایک شاعر کہتا ہے

عَمْرُو الَّذِی ہَشَمَ الثَّرِیْدَ لِقَوْمِہٖ قَوْمٌ بِمَکَّۃَ مُسْنِتِیْنَ عِجَافٍ

سُنَّتْ اِلَیْہِ الرِّحْلَتَانِ کِلَاھُمَا سَفَرُ الشِّتَاءِ وَرِحْلَۃُ الْاِیْلَافِ

''عمرو ہی ہیں جنہوں نے مکہ معظمہ میں اپنی قوم کے لئے اس وقت ثرید تیار کی جب وہ قحط سالی کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہو چکی تھی۔ ان کے عہد میں ہی دو سفروں کا طریقہ رائج ہوا: 1۔ موسم گرما کا سفر، 2۔ موسم سرما کا سفر''۔

مطلب رفادہ اور سقایہ کے والی بنتے ہیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر ہاشم بن عبد مناف سرزمین شام میں غزہ کے مقام پر وفات پا گئے۔ اس کے بعد مطلب بن عبد مناف رفادہ اور سقایہ کے والی بنے۔ مطلب، عبد شمس اور ہاشم سے چھوٹے تھے وہ اپنی قوم میں معزز و محترم تھے۔ قریش ان کی فراخدلی اور فیاضی کی وجہ سے انہیں ''الفیض'' کہتے تھے۔

نے ابن زبعری کو ان کے حوالے کر دیا۔ بنو عبد مناف نے اس کو خوب پیٹا اور اس کے بال منڈوا دیئے اور حجون کی ایک چٹان کے ساتھ اسے باندھ دیا۔ اس نے اپنی قوم سے مدد طلب کی لیکن اس نے انکار کر دیا اب وہ قصی کو راضی کرنے کے لئے اس کی مدح سرائی کرنے لگا۔ بنو عبد مناف نے اس کو آزاد کر دیا اس وقت نے وہ اشعار کہے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔

عبد المطلب اور ابن ذی یزن

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ہاشم نے سلمیٰ بنت عمرو النجاریہ سے نکاح کر لیا۔ ان کے ہاں عبد المطلب کی پیدائش ہوئی۔ اسی وجہ سے جب عبد المطلب قریش کے ایک وفد میں سیف بن ذی یزن یا اس کے بیٹے معدی کرب بن سیف کے پاس گئے تو اس نے کہا ''اے ہمارے بھانجے! تمہیں خوش آمدید ہو''۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلمیٰ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اور خزرج کا تعلق یمن میں سباء سے تھا

Marfat.com

ہاشم بن عبد مناف کی شادی

ہاشم بن عبد مناف مدینہ طیبہ آئے اور سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کر لی۔ اس خاتون محترمہ کا تعلق عدی بن نجار سے تھا۔ اس سے قبل وہ احیحہ بن الجلاح بن الحریش کی زوجیت میں تھیں۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حریش بن جَحجَبی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس تھا اس کے ہاں عمرو بن احیحہ کی ولادت ہوئی۔ یہ خاتون محترمہ اتنی معزز و محترم تھیں کہ جو شخص بھی اس سے نکاح کرنے کی خواہش کرتا تو وہ اسے مکمل اختیار دیتا کہ اگر وہ اسے پسند نہ آئے تو وہ اس سے جدا ہو جائے۔

عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ

سلمیٰ بنت عمرو کا ہاشم سے ایک بیٹا ہوا۔ ہاشم نے اس کا نام شیبہ رکھا۔ ہاشم نے اسے والد کے پاس ہی رہنے دیا۔ جب وہ قریب البلوغ ہوا تو اس کا چچا المطلب اسے لینے کے لئے مدینہ منورہ گیا۔ سلمیٰ نے مطلب سے کہا "میں اس بچے کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گی"۔ مطلب نے کہا "میں اسے لئے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گا اب میرا بھتیجا بالغ ہو چکا ہے وہ اس قوم میں اجنبی ہے۔ ہم اپنی قوم میں معزز و محترم ہیں۔ ہم بہت سے امور کے والی ہیں اس کی قوم، اس کا شہر اور

جبکہ سیف کا تعلق بھی حمیر بن سباء سے تھا پھر سیف (یا اس کے بیٹے) نے کہا:

"مرحبا اور خوش آمدید! یہاں تمہارے لئے اونٹنی بھی ہے اور کجاوہ بھی اور ایسا بادشاہ بھی ہے جس کی جود و سخا کی کوئی حد نہیں"۔

پھر اس نے عبدالمطلب کو نبی اکرم، شفیع معظم، رحمت عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی۔ عبدالمطلب نے یہ مژدہ سن کر کہا "اے شاہ ذی شان تو ہمیشہ خوش و خرم رہے"۔ بادشاہ نے حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے لئے جود و سخا کے دریا بہا دیئے۔ وہ شاداں و فرحاں واپس آ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ سلامت! آپ کی خوشخبری مجھے اس تمام مال و متاع سے زیادہ عزیز ہے۔

احیحہ بن الجلاح ابن الحریش کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کا نام حریس لکھا ہے۔ دارقطنی نے زبیر بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ انصار کے تمام حریس "س" کے ساتھ ہی ہیں مگر یہ حریش "ش" کے ساتھ ہے لیکن

Marfat.com

اس کا قبیلہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی اور قوم میں بسیرا کرے۔ شیبہ نے اپنے چچا مطلب سے کہا ”میں اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا“۔ بالآخر سلمٰی نے اپنے نورنظر کو مکہ جانے کی اجازت دے دی۔ مطلب نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کیا اور مکہ معظمہ لے آیا۔ قریش کہنے لگے مطلب نے اس بچے کو خریدا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا نام عبدالمطلب پڑ گیا۔ مطلب نے قریش کو مخاطب کر کے کہا ”تمہارے لئے ہلاکت ہو یہ میرے بھائی ہاشم کا نورنظر ہے میں اسے مدینہ طیبہ سے لے کر آیا ہوں“۔

مطلب کی وفات

سرزمین یمن میں بَرْدمان کے مقام پر مطلب کی وفات ہوئی۔ ایک عربی شاعر اس کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے۔

قَدْ ظَمِیَٔ الحَجِیْجُ بَعْدَ المَطَّلِب　　بَعْدَ الجِفَانِ وَالشَّرَابِ المُنْثَعِبِ

لَیْتَ قُرَیْشًا بَعْدَهٗ عَلٰی نَصَب

”مطلب کے بعد حاجی پیاسے ہو گئے۔ پیالوں اور کثیر پانی کی عدم دستیابی کے بعد انہیں پیاس محسوس ہوئی۔ کاش اس کی وفات کے بعد قریش بھی اس کے تکلیف دہ راستے کو اپنا لیتے“۔

مطرود کا مرثیہ

جب مطرود کے پاس نوفل بن عبد مناف کی وفات کی خبر پہنچی تو اس نے مطلب اور تمام بنو عبد مناف کا یہ مرثیہ لکھا۔

یَالَیْلَةً هَیَّجَتِ لَیْلَاتِی　　اِحْدٰی لَیَالِیَّ القَسِیَّاتِ

وَمَا اُقَاسِی مِنْ هُمُوْمٍ وَمَا　　عَالَجْتُ مِنْ رُزْءِ المَنِیَّاتِ

اِذَا تَذَکَّرْتُ اَخِی نَوْفَلًا　　ذَکَّرَنِی بِالاَوَّلِیَّاتِ

ابو بحر کی کتاب میں میں نے پڑھا ہے کہ یہ نام حریش ہی ہے۔

مطرود بن کعب کے مرثیہ کی شرح

یَالَیْلَةً۔ اے رات تو سخت راتوں میں سے ایک ہے۔

قَسِیَّات۔ یہ قَسْوَةٌ سے فَعِیْلَات کے وزن پر ہے یعنی وہ راتیں جن میں کوئی نرمی اور محبت نہیں ہوتی۔ یہ الدِرْھَمُ القَسِیُّ سے مشتق ہے اس کا مطلب ہے کھوٹا درہم۔ یہ عجمی لفظ ہے اسے معرب کیا

Marfat.com

ذَكَّرَنِي بِالَّا ذُرِ الْحُمْرِ وَ وَالْاَرْدِيَةِ الصُفرِ الْقَشِيبَاتِ
اَرْبَعَةً كُلُّهُمْ سَيِّدٌ اَبْنَاءُ سَادَاتٍ لِسَادَاتِ
مَيْتٌ بِرَدْمَانَ وَمَيْتٌ بِسَلْمَانَ وَمَيْتٌ بَيْنَ غَزَّاتِ
وَمَيْتٌ اُسْكِنَ لَحْدًا لَدَیٰ الْمَحْجُوبِ شَرْقِيَّ الْبَنِيَّاتِ
اَخْلَفَهُمْ عَبْدُ مُنَافٍ فَهُمْ مِنْ لَوْمِ مَنْ لَامَ بِمَنْجَاةِ
اِنَّ الْمُغِيْرَاتِ وَاَبْنَاءَهَا مِنْ خَيْرِ اَحْيَاءٍ وَاَمْوَاتِ

''اے سخت راتوں میں سے ایک خوفناک رات! تو نے بہت سی راتوں کو ہیجان اور اضطراب میں گزارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اے غم واندوہ کا وہ کوہ گراں! جسے میں برداشت کر رہا ہوں۔ اے وہ اموات! جن کی اذیت میں برداشت کر رہا ہوں۔ جب میں اپنے بھائی نوفل کو یاد کرتا ہوں تو اس کی یاد مجھے بہت سے سابقہ لوگوں کی یاد کو تازہ کر دیتی ہے۔ اس کی یاد مجھے سرخ تہہ بندوں اور زرد پاکیزہ چادروں کی یاد دلاتی ہے۔ چار ایسے افراد تھے جو تمام کے تمام سردار تھے۔ سرداروں کی اولاد سردار ہی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو بَرْدمان میں مدفون ہے ایک میت وہ جو مقام سلمان میں دفن کی گئی ہے اور ایک وہ نعش جو مقام غزات میں ہے اور ایک وہ میت جو اس قبر میں ہے جو کعبۃ اللہ کے مشرق میں ہے''۔

گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ درہم قَساوت میں سے ہے کیونکہ عمدہ درہم کھوٹے سے نرم ہوتا ہے اور کھوٹا کھردرا ہوتا ہے۔ لَیلَۃً تمیز کی وجہ سے منسوب ہے۔ سیبویہ کہتا ہے ۔

أَيَا شَاعِرًا لَاشَاعِرَ الْيَوْمَ مِثْلُهٗ

اس میں شاعر بھی تمیز کی وجہ سے منصوب ہے اس کلام میں تعجب کا معنی پایا جاتا ہے۔

مَیْتٌ بِغَزَّات۔ غزّات دراصل واحد (غزّہ) ہے لیکن اہل عرب ہر کنارے کو اور ہر سمت کو اس شہر کے نام سے یاد کرتے ہیں مثلاً بَغدان کو بغادین کہتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ۔

شَرِبْنَا فِي بَغَادِيْنَ عَلٰى تِلْكَ الْمَيَادِيْنَ

''ہم نے بغدادوں میں ان میدانوں پر پیا''۔

اس کے بعض کا حکم کل کے حکم کی طرح ہے مثلاً اہل عرب کا قول ہے ذَهَبَتْ بَعْضُ اَصَابِعِهٖ۔ فقہاء کہتے ہیں یا اکثر حصہ پر اس کا اطلاق ہوگا۔ مثلاً اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ اس روٹی کو نہیں کھائے گا پھر اس نے اس روٹی کا کچھ حصہ کھا لیا تو وہ قسم کو توڑنے والا ہوگا۔ اس طرح انہوں نے کل

Marfat.com

ان سب کا نچوڑ اور خلاصہ تو عبد مناف کی ہستی ہے وہ بھی ان ملامت کرنے والوں کی ملامت سے علیحدہ ہیں۔ بنو مغیرہ اور اس قبیلے کے دیگر افرادزندوں اور مردوں میں سے بہترین ہیں۔

عبد مناف کا نام اور اس کی اولاد کی اموات کی ترتیب

عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ بنو عبد مناف میں سے سب سے پہلے ہاشم نے غزّہ (سرزمین شام) کے مقام پر وفات پائی پھر عبد شمس مکہ معظمہ میں فوت ہوا پھر مطلب نے بَرُدمان (یمن) میں وفات پائی پھر نوفل نے سلمان (عراق) میں انتقال کیا۔

مطرود کا دوسرا مرثیہ

بیان کیا جاتا ہے کہ مطرود سے کہا گیا تو نے اچھے اشعار کہے ہیں اور اگر ان اشعار میں اور بھی عمدگی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ مطرود نے کہا مجھے چند راتوں کی مہلت دے دو کچھ دن بعد اس نے یہ مرثیہ سنایا ۔

يَاعَيْنُ جُودِي وَاَذْرِى الدَّمْعَ وانهَمِرى وَابْكِى عَلَى السِّرِ مِنْ كَعْبِ الْمُغِيْرَاتِ

''اے چشم! فیاضی کر اور گریہ بار ہو اور تنہائی میں ان پر آنسو بہا جو کعب المغیرات کی اولاد میں سے تھے''۔

کے حکم سے بعض کا حکم ثابت کیا ہے۔

مُغِيْرَات بنو مغیرہ ہیں اس سے مراد بنو عبد مناف ہے جس طرح بنو منذر کو مُنَاذِرہ کہا جاتا ہے بنو اشعر کو الاَشْعَرُوْن کہا جاتا ہے علی بن عبد اللہ بن عباس حضرت ابن زبیر کے متعلق کہتے تھے:

آثَرَ عَلَيَّ الحُمَيْدَاتِ وَالتُّوَيْتَاتِ والاُسَامَاتِ۔

''میں نے اپنے لئے حمیدات، تویتات اور اسامات کو چن لیا''۔

حُمَيْدَات سے مراد بنو حمید، تُوَيْتَات سے مراد بنو تویت اور اَسَامَات سے مراد بنو اسامہ ہیں۔ ان تمام کا تعلق بنو اسد بن عبد العزیٰ تھا۔

شَرْقِيّ البَنِيَّات اس سے مراد کعبہ مشرفہ ہے۔

مطرود بن کعب کے قصیدہ کی شرح

اِسْحَنْفِرِی آنسو بہانا۔ خَبِيْئَة۔ پوشیدہ چیز۔ اس سے مراد مصائب کے نزول کے وقت ذخیرہ شدہ چیز ہوتی ہے۔

Marfat.com

يَاعَيْنُ وَاسْخَنفِرِی بِالدَّمعِ واحْتَفِلِیْ وَابْکِیْ خَبِیْئَةَ نَفْسِی فِی الْمُلِمَّاتِ

''اے آنکھ آنسوؤں کو چھم چھم برسا انہیں جمع کر اور میرے دل کی اس پوشیدہ چیز کے لئے رو جو مصائب کے لئے ذخیرہ ہے''۔

وَابْکِی عَلٰی کُلِّ فَیَّاضٍ اَخِی ثِقَةٍ صَخْمِ الدَّسِیْعَتِهٖ وَھَّابِ الْجَزِیْلَاتِ

''اے چشم! گریہ زاری کر اس شخص پر جو بہت زیادہ سخی اور قابل اعتماد تھا بڑی بڑی عنایات کرنے والا اور عظیم بخششوں والا تھا''۔

مَحْضِ الضَّرِیْبَةِ عَالِی الھَمّ مُخْتَلَقٍ جَلْدِ النَّحِیْزَةِ نَاءٍ بِالعَظِیْمَاتِ

''وہ پاک طینت، عالی ہمت، قوی مزاج اور بڑے بڑے مصائب سے بھی بلند تھا''۔

صَعْبِ البَدِیْھَةِ لَانِکْسٍ وَلَا وَکَلٍ مَاضِی العَزِیْمَةِ مِتْلَافِ الکَرِیْمَاتِ

''پہلی نگاہ میں سخت لگنے والا، نہ کمزور اور نہ ہی اپنے کام دوسروں کے سپرد کرنے والا، عزم مصمم والا اور گراں قدر اشیاء عطا کرنے والا''۔

صَقْرٍ تَوَسَّطَ مِنْ کَعْبٍ اِذَا نُسِبُوْ بُحْبُوْحَةَ المَجْدِ وَالشُّمِّ الرَّفِیْعَاتِ

''نسب کے لحاظ سے بنو کعب کا شہباز صاحب فضیلت، بلند و برتر اور عظیم المرتبت''۔

ثُمَّ انْدُبِی الفَیْضَ وَالفَیَّاضَ مُطَّلِبًا وَاسْتَخْرِطِی بَعْدَ فَیْضَاتٍ بِجَمَّاتِ

''پھر سراپا فیض اور فیاض پر نوحہ خوانی کر اور فوائدہ کثیرہ کے ختم ہو جانے پر خوب رو''۔

اَمْسٰی بِرَدْمَانَ عَنَّا الیَوْمَ مُغْتَرِبًا یَالَھْفَ نَفْسِی عَلَیْهِ بَیْنَ اَمْوَاتِ

''آج وہ بَرْدَمان میں ایک اجنبی کی مانند پڑا ہے۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس پر افسوس! وہ وہاں مردوں کے درمیان پڑا ہے''۔

وَابْکِی لَكَ الوَیْلُ اِمَّا کُنْتِ بَاکِیَةً لِعَبْدِ شَمْسٍ بِشَرْقِیِّ البَنِیَّاتِ

''اے آنکھ! تیرے لئے ہلاکت ہو اگر تو نے رونا ہے تو عبد شمس کے لئے رو جو کعبہ معظمہ کے مشرقی سمت میں ہے''۔

وَھَاشَمٍ فِی ضَرِیْحٍ وَسْطَ بَلْقَعَةٍ تَسْفِی الرِّیَاحُ عَلَیْهِ بَیْنَ غَزَّاتِ

صَخْمُ الدَّسِیْعَةِ۔ وسیع عطا والا۔ جَزِیْلَاتِ۔ کثرت۔

مَحْضُ الضَّرِیْبَةِ۔ عالی ہمت۔ مُخْتَلِقٌ۔ عظیم اخلاق والا۔ نَابَ۔ بلند بعض نسخوں میں یہ نَاءَ ہے۔

Marfat.com

''اور ہاشم کے لئے گریہ بار ہو جو صحراء کے درمیان ایک قبر میں پنہاں ہے۔ وہ مقام عزۃ میں ہے اور ہوائیں اس پر ریت اڑاتی رہتی ہیں''۔

وَنَوْفَلٍ كَانَ دُوْنَ الْقَوْمِ خَالِصَتِي اَمْسٰى بِسَلْمَانَ فِي رَمْسٍ بِمُوْمَاةِ

''اور نوفل کے لئے نوحہ کناں ہو جو میرا پر خلوص دوست اور پوری قوم سے ممتاز تھا وہ سلمان کے چٹیل میدان میں قبر کے اندر ہے''۔

لَمْ اَلْقَ مِثْلَهُمْ عُجْمًا وَلَا عَرَبًا اِذَا اسْتَقَلَّتْ بِهِمْ اُدْمُ الْمَطِيَّاتِ

''جب گندم گوں اونٹنیوں نے انہیں اٹھایا تو میں نے ان جیسا نہ عرب میں دیکھا نہ عجم میں''۔

اَمْسَتْ دِيَارُهُمْ مِنْهُمْ مُعَطَّلَةً وَقَدْ يَكُوْنُوْنَ زَيْنًا فِي السَّرِيَّاتِ

''ان کی بستیاں ان کے وجود سے خالی ہو گئیں ہیں حالانکہ ایک وقت وہ افواج کی زینت ہوا کرتے تھے''۔

اَفْنَاهُمُ الدَّهْرُ اَمْ كَلَّتْ سُيُوْفُهُمْ اَمْ كُلُّ مَنْ عَاشَ اَزْوَادُ الْمَنِيَّاتِ

''زمانے نے انہیں فنا کے گھاٹ اتارا ہے یا ان کی تلواریں کند ہو گئی ہیں یا ہر زندہ کے لئے ایک دن موت کا زادِ راہ ہونا ہے''۔

اَصْبَحْتُ اَرْضٰى مِنَ الْاَقْوَامِ بَعْدَهُمْ بَسْطَ الْوُجُوْهِ وَاِلْقَاءَ التَّحِيَّاتِ

''ان کے بعد لوگوں میں میری کیفیت یہ ہے کہ میں خندہ روئی اور انہیں سلام کرنے سے راضی ہو جاتا ہوں''۔

يَاعَيْنُ فَابْكِي اَبَا الشُّعْثِ الشَّجِيَّات يَبْكِيْنَهُ حُسَّرًا مِثْلَ الْبَلِيَّاتِ

''اے آنکھ ابو الشعث پر رو کیونکہ غمگین اس پر اس طرح گریہ زار ہیں جس طرح قبر پر بندھی

الشَّجِيُّ کی یاء مشدد ہے۔ اگرچہ اہل لغت نے کہا ہے کہ اس کی یاء مخفف ہے۔ الخلی کی یاء مشدد ہے۔ ابن قتیبہ نے ابو تمام الطائی کے بارے کہا ہے۔ اَیَا وَيْحَ الشَّجِيِّ مِنَ الْخَلِيِّ وَوَيْحَ الدَّمْعِ مِنْ اِحْدٰى بَلِيٍّ۔ اس کے بارے یعقوب کے قول سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے۔ حائی نے اس سے کہا ''اس شعر میں تیرے نزدیک ابن حجر مقانیہ یعقوب فصیح ہے یا ابو الاسود الدؤلی فصیح ہے جس نے یہ شعر کہا:

وَيْلُ الشَّجِيِّ مِنَ الْخَلِيِّ فَاِنَّهُ وَصِبُ الْفُؤَادِ بِشَجْوِهٖ مَغْمُوْمٌ

علامہ مؤلف نے فرمایا ہے کہ مطرود کا شعر دلیل میں ابو الاسود کے شعر سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ جاہلیت کے شعراء میں سے تھا۔

Marfat.com

ہوئی اونٹنیاں روتی ہیں"۔

یَبْکِیْنَ اَکْرَمَ مَنْ یَمْشِی عَلٰی قَدَمٍ   یُعْوِلْنَهٗ بِدُمُوْعٍ بَعْدَ عَبَرَاتِ

"عورتیں اس شخص پر گریہ بار ہیں جو قدموں پر چلنے والوں میں سے معزز تھا وہ گریہ کے بعد چیخ و پکار میں مصروف ہو جاتی ہیں"۔

یَبْکِیْنَ شَخْصًا طَوِیْلَ الْبَاعِ ذَا فَجَرٍ   آبِی الْهَضِیْمَةِ فَرَّاجَ الْجَلِیْلَاتِ

"وہ خواتین ایسے شخص پر نوحہ کرتی ہیں جو کشادہ دست اور جود وسخا کا پیکر ہے جو ظلم کا انکار کرنے والا اور بڑی بڑی مہمات کو سر کرنے والا تھا"۔

ابوالاسود نے سب سے پہلے نحو بنائی۔ اس کا شعر تولید کے قریب ہے۔ قیاس میں بھی یوں کہنا ممنوع نہیں شَجِیٌّ وَشَجٍ۔ کیونکہ یہ حزن اور حزین کے معنی میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے یاء کو مشدد کیا ہے اس نے اسے فعیل بمعنی مفعول کیا ہے

البَلِیَّۃُ: اس اونٹنی کو کہا جاتا تھا جو اس کے مالک کی قبر پر اس وقت باندھی جاتی تھی جب وہ مر جاتا تھا حتیٰ کہ وہ بھوکی پیاسی مر جاتی تھی۔ وہ کہتے تھے روز حشر اسے اس اونٹنی پر سوار کرا کے اٹھایا جائے گا۔ جو اس طرح نہیں کرتا اسے پیادہ اٹھایا جاتا ہے۔ ان میں سے یہ اس شخص کا موقف تھا جو مر کر جی اٹھنے پر یقین رکھتا تھا۔ ایسے لوگوں میں سے زہیر بھی تھا۔ وہ کہتا ہے:

یُؤَخَّرْ فَیُوْضَعْ فِیْ کِتَابٍ فَیُدَّخَرْ   لِیَوْمِ الْحِسَابِ لَوْ یُعَجَّلْ فَیُنْقَمْ

"اسے مؤخر کر دیا جاتا ہے۔ اسے کسی نوشتے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اسے روز جزاء کے لئے مؤخر کر دیا جاتا ہے یا اس میں جلدی کی جاتی ہے اور وہ انتقام لے لیتا تھا"۔

دوسرا شاعر بلیہ کے متعلق کہتا ہے:

وَالْبَلَایَا رُؤُوْسُهَا فِی الْوَلَایَا   مَانِحَاتُ السَّمُوْمِ حُرَّ الْخُدُوْدِ

"وہ ایسی اونٹنیاں ہیں جن کے سر کمبلوں میں ہیں وہ آزاد لوگوں کو شدید موسم میں بھی دودھ دینے والی ہیں۔ اس شعر میں وَلَایَا سے مراد کمبل ہیں۔ وہ لوگ کمبل میں سوراخ کر لیتے تھے اور اسے ایسی اونٹنی کی گردن میں ڈال دیتے تھے پھر اس کو قبر پر باندھا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ مر جاتی تھی۔ ایک آدمی اپنے بیٹے کو اسی کے متعلق وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے:

لَا تَتْرُکَنَّ اَبَاكَ یُحْشَرُ مَرَّةً   عَدْوًا یَخِرُّ عَلَی الْیَدَیْنِ وَیَنْکُبُ

"اپنے باپ کو اس طرح نہ چھوڑنا کہ وہ روز حشر دوڑ رہا ہو۔ کبھی اپنے ہاتھوں پر گر رہا ہو اور راہ راست

Marfat.com

يَبْكِيْنَ عَمْرو العَلَا اِذْحَانَ مَصْرَعُهُ سَمْحَ السَّجِيَّةِ بَسَّامَ العَشِيَّاتِ

"وہ عورتیں عظیم مرتبت عمرو پر نوحہ کناں ہیں جب اس کے قتل کا وقت قریب آ گیا وہ عمدہ اخلاق والا بڑا مہمان نواز تھا"۔

يَبْكِيْنَهُ مُسْتَكِيْنَاتٍ عَلٰى حَزَنٍ يَاطُوْلَ ذَالِكَ مِنْ حُزْنٍ وَعَوْلَاتِ

"وہ اس کے غم میں آہ وزاری کرتے ہوئے روتی ہیں یہ غم اور یہ چیخیں کتنی طویل ہیں"۔

يَبْكِيْنَ لَمَّا جَلَاهُنَّ الزَّمَانُ لَهُ خُضْرَ الخُدُوْدِ كَاَمْثَالِ الحَمِيَّاتِ

"جب زمانے نے اس پر ماتم کرنے کے لئے عورتوں کو گھر سے نکالا تو وہ اس پر اس حال میں نوحہ کناں ہوئیں کہ ان کے گال نیلے ہوگئے وہ سیاہ مشکوں کی طرح پھٹ گئے"۔

مُحْتَزِمَاتٍ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ لِمَا جَرَّ الزَّمَانُ مِنْ اَحْدَاثُ المُصِيْبَاتِ

"جب زمانے نے نئے نئے مصائب پیدا کئے تو وہ بھی ان کا مقابلہ کرنے کیلئے کمر بستہ ہوگئیں"۔

اَبِيْتُ لَيْلِى اُرَاعِي النَّجْمَ مِنْ اَلَمٍ اَبْكِي وَتَبْكِي مَعِي شَجْوِى بُنَيَّاتِي

"میں غم واندوہ میں تارے گن گن کر رات گزارتا ہوں میں خود بھی روتا ہوں اور میرے دکھ

سے بھٹک رہا ہو"۔

اَلْحَمِيَّاتُ: اس سے مراد جلے ہوئے جگر والے جانور ہیں مثلاً وہ گائے اور وہ ہرن جسے پانی سے روک دیا جاتا ہے حالانکہ وہ پیاسے ہوتے ہیں۔ حمية محمية کے معنی میں ہے لیکن یہ تاء کے ساتھ ہے کیونکہ اسے اسماء کے قائمقام رکھا جاتا ہے۔ یہ اَلرَّمِيَّةُ الضَّحِيَّة اور الطريدة کی طرح ہے۔ الحمی کے معنی میں رؤبۃ کا یہ قول ہے:"قَوَاطِنُ مَكَّةَ مِنْ وُرْقِ الْحِمٰى"۔ اس سے مراد کبوتر ہیں۔ المحمی کا معنی ممنوع ہے۔ فِي دَمْسٍ بِمَوْمَاةٍ اس میں ظاہر تو یہی ہے کہ میم اصلی ہو اور ان کلمات سے ہو جن کا فاء کلمہ عین میں مدغم کردیا جاتا ہے۔ کلام میں کثرت سے واقع ہونے کی وجہ سے اسے اس اصل پر محمول کرنا بہتر ہے۔ اگرچہ میم کی اصل یہ ہو کہ وہ زائدہ ہو جب کہ خماسی یا رباعی کلمہ کی ابتداء میں ہو۔ الا یہ کہ مادہ اشتقاق اس سے روکتا ہے۔ مگر یہاں اس کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ قلت سے رونما ہونے والے کلام پر اس کا دخول بھی اس سے مانع ہے مثلاً قلق اور سَلِس، ابوعلی نے مرمر کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے مرمر اور بربر کے باب سے کرنا قلق اور سلس کے باب سے کرنے سے اولی ہے۔ ان کا ارادہ یہ ہے کہ اگر تو میم کو زائدہ کرے تو پھر فاء کلمہ راء ہوگا۔ عین کلمہ نہیں ہوگا۔ یہ کلمہ میم ہی ہے جب تو مرمر میں پہلی میم کو اصلیہ قرار دے تو وہ اس باب سے ہوگا جس میں فاء اور عین کلمہ مضاعف کیا گیا ہے مرمر کے بارے سیبویہ کے قول کا یہی معنی ہے۔ وہ اسے مر کہتے ہیں۔ یہی کھلا

Marfat.com

دیکھ کر میری چھوٹی بچیاں بھی رونے لگتی ہیں''۔

مَا فِی الْقُرُوْمِ لَهُمْ عِدْلٌ وَلَا خَطَرٌ وَلَا لِمَنْ تَرَكُوْا شَرْوٰى بَقِيَّاتِ

''سردارانِ قوم میں نہ تو ان کی مثال ہے اور نہ ہی نظیر اور نہ ہی ان افراد میں ان جیسا کوئی ہے جو انہوں نے باقی چھوڑے ہیں''۔

اَبْنَاءُهُمْ خَيْرُ اَبْنَاءٍ وَاَنْفُسُهُمْ خَيْرُ النُّفُوْسِ لَدٰى جَهْدِ الْاَلِيَّاتِ

''ان کے فرزند لوگوں کے فرزندوں سے اور ان کے نفس لوگوں کے نفوس سے بہتر ہے جب لوگ تھک جاتے ہیں تو یہ اس وقت بھی تازم دم ہوتے ہیں''۔

كَمْ وَهَبُوْا مِنْ طِمِرٍّ سَابِحٍ اَرِنٍ وَمِنْ طِمِرَّةٍ نَهْبٍ فِيْ طِمِرَّاتِ

''انہوں نے کتنے ہی سرعت رفتار گھوڑے، تیز رفتار گھوڑیاں اور بلند و بالا محل خیرات کر دیئے''۔

وَمِنْ سُيُوْفٍ مِنَ الْهِنْدِيِّ مُخْلَصَةٍ وَمِنْ رِمَاحٍ كَاَشْطَانِ الرَّكِيَّاتِ

''انہوں نے کتنی ہی خالص ہندی تلواریں سخاوت کیں۔ کنوؤں کی رسیوں کی مانند طویل نیزے بھی لٹائے''۔

وَمِنْ تَوَابِعَ مِمَّا يُفْضِلُوْنَ بِهَا عِنْدَ الْمَسَائِلِ مِنْ بَذْلِ الْعَطِيَّاتِ

''ایسے غلام اور ایسی لونڈیاں جن پر لوگ فخر کرتے ہیں وہ انہیں بھی عطیات دیتے وقت سائلوں کو دے دیتے ہیں''۔

فَلَوْ حَسَبْتُ وَاَحْصَى الْحَاسِبُوْنَ مَعِيْ لَمْ اَقْضِ اَفْعَالَهُمْ تِلْكَ الْهَنِيَّاتِ

''اگر میں اور میرے ساتھ دیگر شمار کرنے والے ان کے عمدہ افعال کو شمار کرنا چاہیں تو ہم کبھی بھی انہیں گن نہیں سکیں گے''۔

هُمُ الْمُدِلُّوْنَ اِمَّا مَعْشَرٌ فَخَرُوْا عِنْدَ الْفَخَارِ بِاَنْسَابٍ نَقِيَّاتِ

رستہ ہے اور صحیح قیاس ہے۔ اس کے بغیر اس میں صرف فاء مضاعف کیا جائے۔

طَوِيْلَ الْبَاعِ ذَا فَجَرٍ: فَجَرَ سے مراد سخاوت ہے، اسے پانی کی روانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ذَاقَنَعٍ بھی مروی ہے اس سے مراد مال کی کثرت ہے ابو محجن الثقفی نے کہا ہے۔

وَقَدْ اَجُوْدُ وَ مَا مَالِيْ بِذِيْ قَنَعٍ وَاَكْتُمُ السِّرَّ فِيْهِ ضَرْبَةُ الْعُنُقِ

''میں سخاوت کرتا تھا حالانکہ میرا مال کثیر نہیں ہوتا تھا اور میں ایسے راز چھپاتا تھا جن کی وجہ سے گردنیں کاٹ دی جاتی ہیں''۔

Marfat.com

"جب لوگ اپنے نسب پر فخر کریں گے تو یہ لوگ اپنے نسب میں بھی دیگر افراد سے ممتاز اور جدا ہوں گے"۔

زَيْنُ الْبُيُوْتِ الَّتِي حَلُّوْا مَسَاكِنَهَا　　فَاَصْبَحَتْ مِنْهُمْ وَحْشًا خَلِيَّاتِ

"وہ ان گھروں کی زینت تھے جن کو انہوں نے خیر آباد کہہ دیا۔ اب وہ گھر ان سے خالی ہو کر خوفناک دکھائی دیتے ہیں"۔

وَاَقُوْلُ وَالْعَيْنُ لَا تَرْقٰى مَدَامِعُهَا　　لَا يُبْعِدِ اللّٰهُ اَصْحَابَ الرَّزِيَّاتِ

"یہ اشعار میں اس کیفیت سے کہہ رہا ہو کہ میری آنکھوں سے آنسو جدا نہیں ہو رہے۔ اللہ تعالیٰ ان مصیبت زدہ لوگوں کو اپنی رحمت سے دور نہ فرمائے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ الفجر کا معنی عطا ہے۔ ابوخراش الہذلی کا شعر ہے

عَجَّفَ اَضْيَافِي جَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرٍ　　بِذِي فَجَرٍ تَاْوِي اِلَيْهِ الْاَرَامِلُ

"جمیل بن معمر صاحب جود و سخا میرے مہمانوں کی شکم سیری کے لئے خود کھانا کم کھاتا ہے۔ اسی کی طرف بیوائیں پناہ لیتی ہیں"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابو الشُّعْبِ الشَّجِيَّاتِ سے مراد ہاشم بن عبد مناف ہے۔

حضرت عبد المطلب اور سقایہ اور رفادہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبد المطلب بن ہاشم اپنے چچا مطلب کے بعد سقایہ اور رفادہ کا منتظم بنے۔ انہوں نے وہ تمام امور احسن انداز سے سرانجام دیئے جو ان سے قبل ان کے آباء اپنی قوم کے لئے سرانجام دیتے تھے لیکن عبد المطلب شرف و قدر کی اس رفعتوں پر آشیاں بند ہوئے کہ ان سے قبل کوئی شخص بھی ان بلندیوں تک نہ پہنچ سکا۔ قوم ان کا بہت زیادہ احترام کرتی تھی۔ ان کی عظمت و سطوت کی دھاک ان میں خوب بیٹھ گئی۔

بَسَّامُ العشیات: وہ مہمانوں کے لئے مسکراتا تھا ان کی ملاقات کے وقت مسکراتا تھا جس طرح حاتم طائی نے کہا ہے:

اُضَاحِكُ ضَيْفِي قَبْلَ اِنْزَالِ رَحْلِهِ　　يَخْصِبُ عِنْدِي وَالْمَحَلُّ جَدِيْبُ

وَمَا الْخِصْبُ لِلْاَضْيَافِ اَنْ يَكْثُرَ الْقِرٰى　　وَلٰكِنَّمَا وَجْهُ الْكَرِيْمِ خَصِيْبُ

"میں مہمان کے سواری سے اترنے سے پہلے ہی اس کے لئے مسکراتا ہوں۔ وہ میرے پاس شاداب ہو جاتا ہے۔ مہمانوں کی شادابی یہ نہیں ہوتی کہ کثرت سے ضیافت کی جائے بلکہ فیاض کا چہرہ شاداب ہوتا ہے"۔

Marfat.com

زمزم کے کنویں کی کھدائی

چاہ زمزم کی کھدائی کی وجہ

اسی اثناء میں کہ حضرت عبدالمطلب حجر میں سوئے ہوئے تھے کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور انہیں چاہِ زمزم کھودنے کا حکم دیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب المصری نے انہوں نے مرثد بن عبداللہ الیزنی سے انہوں نے عبداللہ بن زریر الغافقی سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضرت عبدالمطلب فرمایا کرتے تھے ''اسی اثناء میں کہ میں حجر میں سویا ہوا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا طِیبَہ کی کھدائی کرو''۔ میں نے کہا ''طَیبہ کیا ہے؟ لیکن پیغام دینے والا جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ دوسرے دن میں دوبارہ اسی جگہ سو گیا۔ وہی شخص دوبارہ خواب میں آیا اور کہا ''برّہ'' کو کھودو۔ میں نے کہا برّہ کیا ہے؟ وہ شخص چلا گیا اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری شب وہ پھر میرے خواب میں آیا اور کہا مَضنُونَہ کو کھودو۔ میں نے اس سے پوچھا مَضنُونَہ کیا ہے؟ وہ جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ اگلی شب وہ پھر خواب میں آیا اور کہنے لگا زمزم کو کھودو۔ میں نے پوچھا زمزم کیا ہے؟ اس نے کہا زمزم وہ چشمہ ہے جو نہ تو کبھی خشک ہوگا اور نہ ہی اس کی مذمت کی جائے گی۔ حاجیوں کے بڑے بڑے گروہ اس سے سیراب ہوں گے وہ لید اور خون کے مابین اس جگہ ہے جہاں سیاہ کوا اپنی چونچ سے کرید رہا ہے۔ اس کے قریب ہی چیونٹیوں کا بل بھی ہے۔

زمزم کی حکایت

جیسے کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کا چشمہ ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے اسے رواں فرمایا تھا۔ ایڑی سے جاری کرنے میں اشارہ یہ تھا کہ یہ فیض رساں چشمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ورثاء (حضرت محمد عربی ﷺ) کے عہد ہمایوں تک جاری رہے گا بلکہ یہ آپ ﷺ کی امت کے زمانہ میں بھی یوں ہی رواں رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ (زخرف: ۲۸)

''اور آپ نے بنا دیا کلمہ توحید کو باقی رہنے والی بات اولاد میں''۔

عَقِب سے مراد امت مسلمہ ہے۔ جب بنو جرہم نے خانہ کعبہ میں نئی نئی بدعات کا آغاز کیا،

Marfat.com

مناسک حج کو تبدیل کیا، ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی اور جرائم پیشہ ہو گئے تو آبِ زمزم کا شفا بخش پانی زیرِ زمین چلا گیا۔ جب بنو جرہم مکہ معظمہ سے جلاوطن ہونے لگے تو حارث بن مضاض الاصغر نے کعبہ مشرفہ کے اس مال کا جائزہ لیا جو اس کے پاس تھا۔ اس مال میں سونے کے دو ہرن اور عمدہ تلواریں تھیں۔ فارس کے بادشاہ ساسان نے انہیں خانہ کعبہ کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ بعض مؤرخین نے ساسان کی جگہ شاہ پور کا نام لکھا ہے۔ جیسے کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایرانی بادشاہ ساسان یا شاہ پور کے زمانہ تک بیت اللہ کے حج کا شرف حاصل کرتے رہے۔ جب ابن مضاض کو یقین ہو گیا کہ اب وہ مکہ مکرمہ میں نہیں رہ سکے گا۔ وہ رات کی تاریکی میں چاہِ زمزم کے پاس آیا اور اپنا خزانہ کنویں میں دفن کر دیا پھر کنویں کا نشان اس طرح مٹا دیا کہ کسی کو اس کے متعلق آسانی سے معلوم نہ ہو سکے۔

حتیٰ کہ اس مولود مبارک کی ولادت کا وقت قریب آ گیا جس کے چہرۂ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی تھی اور جن کے مبارک پوروں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے جو صاحب کوثر اور حوض کے مالک ہیں۔ جب آپ ﷺ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دادا محترم کو مبارک چشمہ کو ظاہر کرنے کی توفیق دی۔ حضور ﷺ اپنی ولادت باسعادت سے پہلے ہی لوگوں کی سیرابی کا سبب بنے اور آپ کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ان کے مبارک چشمہ کو پھر سے رواں کر دیا۔

ایک دفعہ شہر مکہ کو سخت قحط سالی کا سامنے کرنا پڑا۔ اس وقت آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو ساتھ لے کر بارش کی دعا مانگنے کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ ان شاء اللہ یہ واقعہ بالتفصیل بیان کیا جائے گا۔ کئی دفعہ آپ ﷺ کے طفیل مخلوق پر باران رحمت برسی۔ کبھی رحمت کی بارش آپ ﷺ کی دعا کے صدقے نازل ہوتی۔ کبھی آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی رواں ہوتا۔ کبھی آپ ﷺ اپنا تیر کنویں میں گاڑھ دیتے جس سے کنویں میں پانی کے چشمے بہہ نکلتے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے ابر کرم کی دعا مانگتے۔ جب ''عام الرَّمادہ'' (قحط کا سال) کو انہوں نے حضرت عباس اور ان کی آل کے طفیل بارش کی دعا کی۔ اسی وقت سحاب کرم برسنے لگا، کپڑے پانی سے تر ہو گئے، جوتے لبریز ہو گئے، کنویں بھر گئے۔ مدینہ طیبہ کی گلیاں پانی سے بھر گئیں۔ سحاب رحمت سے ایک صدا دینے والے کی صدا آئی اے ابو حفص آپ کے پاس مدد آ گئی ہے۔ یہ ابر کرم اس ذات کے صدقے ہے جو دو رحمتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے جو دو زندگیوں کی طرف دعوت دینے والے تھے جنہوں نے لوگوں

Marfat.com

کی دارین میں فلاح کا بیڑا اٹھایا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ صَلٰوةً تَصْعَدُ وَلَاتَنْفَدُ وَتَتَّصِلُ وَلَا تَنْفَصِلُ وَتُقِيْمُ وَلَا تَرِيْمُ اِنَّهٗ مُنْعَمٌ كَرِيْمٌ۔

آبِ زمزم کے ناموں کی وجہ تسمیہ

حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا احْفِرْ طِيْبَةَ۔ ''طیبہ کو کھودو'' اس پانی کو طِيْبَه اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ اولاد ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے طیبون (پاکیزہ مردوں) اور طَيِّبَات (پاکیزہ عورتوں) کے لئے مخصوص تھا۔ دوسری بات خواجہ عبدالمطلب سے کہا گیا اِحْفِرْ بَرَّةَ۔ بَرَّة کو کھودو۔ یہ نام بھی آبِ زمزم پر صحیح صادق آتا ہے کیونکہ یہ ابرار (پاکبازوں) کے لئے رواں ہوا اور عصیاں شعار اس سے دور رہے۔ سہ بارہ حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا اِحْفِرْ الْمَضْنُوْنَةَ۔ مَضْنُوْنه کو کھودو۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ آبِ زمزم کو مَضْنُوْنَه کہنے کی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم کو دینے میں اس میں بخل کیا گیا ہے اور منافق اس سے سیر نہیں ہو پاتا۔ دار قطنی کی روایت کردہ حدیث مبارک بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ حضور نبی محترم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص آبِ زمزم پیئے اسے چاہئے کہ وہ خوب سیر ہو کر پیئے کیونکہ یہ ہمارے اور منافقوں کے مابین فرق کرتا ہے۔ وہ اس سے شکم سیر نہیں ہو سکتے۔'' اس کا مَضْنُوْنه نام ہونے کی ایک اور وجہ بھی بیان کی جاتی ہے۔

علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا اِحْفِرْ الْمَضْنُوْنَةَ ضَنَنْتُ بِهَا عَلَى النَّاسِ اِلَّا عَلَيْكَ۔ ''مَضْنُوْنَة کو کھودو۔ تمام لوگوں کو چھوڑ کر یہ سعادت صرف تمہیں عنایت کی گئی ہے۔''

وہ علامات جو حضرت عبدالمطلب کو بتائی گئیں

تین علامات بتا کر آپ کی آبِ زمزم کی طرف راہ نمائی کی گئی: 1۔ مخصوص کوے کا اس جگہ کو کریدنا، 2۔ وہ جگہ لید اور خون کے مابین ہونا، 3۔ اس کا چیونٹیوں کے بل کے پاس ہونا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب اس مقدس کنویں کو کھودنے کے لئے گئے تو انہوں نے وہاں دو علامات (کوے کا کریدنا اور چیونٹیوں کا بل) دیکھیں لیکن انہیں وہاں لید اور خون نظر نہ آیا۔ آپ نے اس علامت کی جستجو کی۔ اسی دوران ایک گائے قصائی سے بدک کر بھاگ آئی۔ قصائی اس کو پکڑ نہ سکا حتیٰ کہ

Marfat.com

وہ مسجد حرام میں داخل ہوگئی۔ قصائی نے اس کو اسی جگہ ذبح کیا جس کے متعلق حضرت عبدالمطلب کو بتایا گیا تھا کہ وہ لید اور خون ہوگا۔ اس نے بعینہٖ اسی جگہ گائے کو ذبح کیا۔

ان علامات کی تخصیص کی وجہ

کسی حکمت الٰہیہ کی وجہ سے ہی ان علامات کو مخصوص کیا گیا تھا کسی اس خاص نشانی کی وجہ سے ہی انہیں مخصوص کیا گیا تھا جو چاہِ زمزم اور آبِ زمزم پر صحیح صادق آتی تھی۔

لید اور خون کے مابین ہونے کی تاویل

بلاشبہ آبِ زمزم شکم سیر کرنے والے کھانے کی مانند ہے اور بیماریوں سے شفا ہے۔ یہ اس مقصد کے لئے کافی ہو جاتا ہے جس کے لئے اس کو پیا جاتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پانی کو تیس دن لگاتار اپنی خوراک بنایا وہ اتنے موٹے ہو گئے کہ ان کے پیٹ کی سلوٹ پھٹ گئی۔ آبِ زمزم کی صفت بھی وہی ہے جو حضور ﷺ نے دودھ کی بیان کی ہے آپ ﷺ نے دودھ کے متعلق فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دودھ پیئے تو وہ یہ دعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وِزِدْنَا مِنْہُ فَاِنَّہٗ لَیْسَ شَیْءٌ یَسُدُّ مَسَدَّ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنَ۔

"مولا! اس میں ہمارے لئے برکت فرما۔ اس میں ہمارے لئے اضافہ فرما کیونکہ کھانے اور پینے کے قائم مقام دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾ (النحل)

"(جو ان کے شکموں) میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لئے"۔

یہ مبارک چشمہ بھی لید اور دم کے درمیان سے ظاہر ہوا۔ اس میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مبارک پانی سیر کرنے والے کھانے کی مانند ہے اور یہ بیماریوں سے شفا ہے۔

اَلْغُرَابُ الْاَعْصَمُ کی تاویل

امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَعْصَم وہ کوا ہوتا ہے جس کے دونوں پروں میں سفیدی ہوتی ہے۔ انہوں نے ابوعبید کے اس قول سے بھی یہی مراد لیا ہے وہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اَعْصَم وہ کوا ہوتا ہے جس کے دونوں ہاتھوں میں سفیدی ہوتی ہے''۔

امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوے کے دو ہاتھ تو ہوتے ہی نہیں صرف دو ٹانگیں ہوتی ہیں پھر ابوعبید نے فرمایا ایسے کوے بہت کم یاب ہوتے ہیں گویا انہوں نے ہاتھ بول کر پروں کی سفیدی مراد لی ہے اور اگر ان کا مفہوم یہ نہ ہوتا تو وہ کہتے ''ایسے کوے کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا یعنی ان کا وجود محال ہے''۔

مسند ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوامامہ کی سند سے نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان عالی شان ذکر کیا گیا جس سے ہمیں امام قتبی اور ابوعبید کے ان اقوال کی ضرورت نہیں رہتی اور اطمینان قلب بھی اسی میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''عورتوں میں پاکباز عورت ''غُرَاب اَعْصَم'' کی طرح ہے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم غُرَاب اَعْصَم کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَعْصَم وہ کوا ہوتا ہے جس کی ایک ٹانگ سفید ہو۔ لغت میں غراب فاسق کو کہتے ہیں۔ کوے کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ خانہ کعبہ کے قریب اس کا اپنی چونچ سے کریدنا اس سیاہ حبشی کے خانہ کعبہ کو اپنی کدال سے کریدنے کی طرف اشارہ ہے جو آخری زمانہ میں خانہ کعبہ کو گرا دے گا۔ کوے کا اس زمین کو کریدنا اس فعل بد کی غمازی کر رہا تھا جو وہ سیاہ حبشی الرحمٰن کے قبلہ اور مومنین کے چشمہ کے ساتھ کرے گا اس وقت قرآن پاک اٹھا لیا جائے گا۔ بتوں کی پرستش دوبارہ شروع ہو جائے گی۔

الصحیح میں حضور ﷺ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''لَيُخَرِّبَنَّ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔''

صحیح حدیث میں اس حبشی کے متعلق ہے اَنَّهُ اَفْحَجُ۔ اس کی دونوں ٹانگوں کے مابین کافی فاصلہ ہو گا۔ الفَحَجُ ٹانگوں میں بُعد کو کہتے ہیں۔ ہماری یہ گفتگو علم تاویل کے لحاظ سے ہے کیونکہ یہ تمام علامات حضرت عبدالمطلب کو خواب میں دکھائی گئیں تھیں۔ کسی واقعہ کی تاویل کرنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ تھا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا رکھی تھی۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی انداز میں بیٹھ گئے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے وہ بھی اسی طرح کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے وہ منڈیر کی دوسری جانب علیحدہ بیٹھ گئے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان کے اس طرح بیٹھنے سے میں نے ان کی قبور کی تاویل کی تھی۔ وہ تاویل یہ تھی کہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبور اکٹھی ہوں گی جبکہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور الگ ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (الحجر)

"بیشک اس واقعہ میں (عبرت کی) نشانیاں ہیں غور و فکر کرنے والوں کے لئے۔"

یہ تاویل ہی تَوَسُّم اور سچی فراست ہے حکمت کے دلائل میں غور و فکر کرنا اور شریعت کے اشارات سے لطیف فوائد حاصل کرنا ہی تاویل ہے۔

چیونٹیوں کے بل کی تاویل

چیونٹیوں کے بل میں بھی کئی پوشیدہ اشارات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ اس مبارک شہر کا مبارک چشمہ ہے جس کے لئے حاجی اور عمرہ کرنے والے ہر سمت سے کھینچے چلے آتے ہیں وہ اپنا اناج اور غلہ لے کر آتے ہیں۔ اس شہر کی زمین میں نہ تو ہل چلایا جاتا ہے اور نہ ہی کاشت کاری ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اس کا تذکرہ کیا تھا:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (ابراہیم: ۳۷)

اسی طرح (قَرْیَةُ النَّمْلِ) چیونٹیوں کی بستی میں بھی نہ کاشت کاری ہوتی ہے لیکن غلہ ہر سُو سے اس کی سمت آتا ہے۔ مکہ معظمہ کے متعلق ہی ارشاد ربانی ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (النحل)

اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال وہ یہ کہ ایک بستی تھی جو امن (اور) چین سے (آباد) تھی آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بکثرت ہر طرف سے۔

قَرْیَةُ النَّمْلِ کا لفظ قَرَیْتُ الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے حوض میں پانی جمع کرنا خوابوں کی تعبیر کبھی الفاظ کے اعتبار سے کی جاتی ہے اور کبھی معنی کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔ قَرْیَةُ النَّمْلِ میں لفظ اور معنی کے اعتبار سے عمدہ تاویل پائی جاتی ہے، واللہ اعلم۔

لَاتُذَمُّ وَلَاتُنْزَفُ کا مفہوم

حضرت عبدالمطلب سے پانی کے اوصاف یوں بیان کئے گئے لَاتُنْزَفُ اَبَدًا وَلَا تُذَمُّ۔ یہ

Marfat.com

قریش اور حضرت عبدالمطلب کا باہمی تنازع

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوطالب کے لئے چاہِ زمزم کا محل وقوع بیان کر دیا گیا اور اس مقام تک ان کی راہنمائی کر دی گئی تو انہوں نے یقین کر لیا کہ ان کا یہ خواب

مبارک پانی نہ تو ختم ہوگا اور نہ ہی اس کی مذمت کی جائے گی۔ یہ قول اس حقیقت کی عظیم دلیل ہے کہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے رواں ہوا جب سے یہ پانی جاری ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک یہ چشمہ خشک نہیں ہوا۔ ایک دفعہ اس میں ایک حبشی گر پڑا کنواں پاک کرنے کے لئے پانی نکالا گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کنویں میں تین چشمے جاری تھے وہ چشمہ جو حجر اسود کی طرف سے بہہ رہا تھا اس میں سے سب سے زیادہ پانی آ رہا تھا۔ (دار قطنی)

لیکن ''لَا تُذَمُّ'' (اس کی مذمت نہیں کی جائے گی) میں نظر ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ کوئی شخص اس کی مذمت نہیں کرے گا۔ اگر تُذَمُّ، ذَمٌّ سے مشتق ہوتا تو پھر اس کا پانی تمام پانیوں سے شیریں ہوتا اور ہر کوئی اس سے سیراب ہو جاتا حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ منافق اس سے سیر نہیں ہوتا گویا کہ یہ پانی منافقین کے نزدیک مذموم ہے عراق کا گورنر خالد بن عبداللہ القسری اس کی مذمت کیا کرتا تھا وہ اسے اُمِّ جِعْلَان (گدھ) کہا کرتا تھا۔ اس نے مکہ معظمہ سے باہر ایک کنواں کھدوایا۔ ولید بن عبدالمالک کے نام پر اس کا نام رکھا وہ اس کے پانی کو آبِ زمزم پر فضیلت دیا کرتا تھا بعض لوگ اسے بطور تبرک بھی لے جاتے تھے۔ یہ وہی بدنصیب شخص تھا جو منبر پر بیٹھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ یہ واقعہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں اس کی مذمت کی گئی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ذم سے مشتق نہیں بلکہ یہ اہل عرب کے قول بِئْرٌ ذَمَّةٌ (وہ کنواں جس میں پانی کم ہو) سے مشتق ہے۔ یہ اَذْمَمْتُ الْبِئْرَ سے مشتق ہے یہ قول اس وقت کیا جاتا ہے جب کنویں میں انتہائی قلیل پانی ہو یہ اَجْنَبْتُ الرَّجُلَ کی طرح ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ (انعام)

''تو وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو''۔

ابوعبید نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے مَرَرْنَا بِبِئْرٍ ذِمَّةٍ۔ (ہم قلیل پانی والے کنویں سے گزرے) بطور دلیل یہ شعر ذکر کیا ہے۔

مُخَيَّسَةٌ حُزْرًا كَاَنَّ عُيُوْنَهَا ذِمَامُ الرَّكَايَا اَنْكَرَتْهَا الْمَوَاتِحُ

''وہ اونٹنی روکی گئی ہے بھینگی ہے اس کی آنکھیں ان کنوؤں کی طرح ہیں جن میں پانی کم ہو اور

Marfat.com

سچا ہے۔ انہوں نے اپنی کدال لی۔ اپنے بیٹے حارث کو اپنے ہمراہ لیا (اس وقت ان کے صرف ایک ہی بیٹے تھے) اور اپنے مطلوبہ مقام کو کھودنا شروع کیا جب انہوں نے اپنے مقصد کو پالیا تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔

چاہِ زمزم کے بارے میں جھگڑا

جب قریش کو معلوم ہوا کہ حضرت عبدالمطلب اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے ہیں تو وہ ان کے پاس گئے اور کہنے لگے:

''اے عبدالمطلب یہ کنواں ہمارے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے اس میں ہمارا حق ہے آپ ہمیں بھی اس میں شریک کریں''۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

''میں تمہیں ہرگز شریک نہیں کروں گا اس کی کھدائی کے لئے صرف مجھے مخصوص کیا گیا ہے۔ یہ سعادت صرف مجھے بخشی (عطا) کی گئی ہے''۔

قریش نے حضرت عبدالمطلب سے کہا آپ انصاف فرمائیں۔ ہم یہ کام صرف آپ کو ہی نہیں کرنے دیں گے ہم آپ سے لڑائی کریں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''تم میرے اور اپنے مابین تصفیہ کے لئے جس شخص کو چاہو حاکم بنا سکتے ہو۔'' قریش نے کہا ''بنو سعد ہذیم کی کاہنہ ہمارا فیصلہ کرے گی''۔ آپ نے رضامندی کا اظہار کیا۔ ملک شام کا پہاڑی علاقہ اس کاہنہ کا مسکن تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی سواری لی۔ دیگر سرداران قریش بھی اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو گئے۔ تمام ملک شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔

چرواہے وہاں اپنے جانوروں کو نہ لے جاتے ہوں''۔

لَاتُذَمُّ کو اس معنی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس مبارک چشمے کا پانی کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔ یہ ایک سچی خبر ہوگی۔ حافظ ابوبکر ابن عربی نے قاضی ابوالمطہر سعید بن عبداللہ سے، انہوں نے ابونعیم سے، انہوں نے ابوبکر احمد بن یوسف بن خلاد سے، انہوں نے حارث بن ابی سامہ سے، انہوں نے ابوالنضر سے، انہوں نے سلیمان سے انہوں نے حمید سے، انہوں نے یونس سے اور انہوں نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک ایسے کنویں پر آئے جس میں پانی کم تھا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَكِيٍّ ذَمَّةٍ يَعْنِي قَلِيْلَةَ الْمَاءِ...... اس واقعہ میں بھی ذِمَّۃٌ کم مقدار پانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

Marfat.com

اس وقت ہر طرف چٹیل میدان ہی تھے۔ جب قریش مکہ حجاز اور شام کے مابین ایک چٹیل میدان میں پہنچے تو حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا تمام پانی ختم ہو گیا۔ انہیں شدید پیاس لگی حتیٰ کہ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے قریش کے دیگر قبائل سے پانی مانگا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ''ہم بے آب و گیاہ میدان میں ہیں اگر ہم نے اپنا پانی تمہیں دے دیا تو پھر ہمیں خود پیاسا مرنے کا خطرہ ہے'' جب حضرت عبدالمطلب نے اپنی قوم کا رویہ دیکھا اور موت کا خطرہ ملاحظہ کیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟'' ساتھیوں نے کہا ''ہم آپ کی رائے پر ہی عمل کریں گے۔ آپ ہمیں حکم دیں ہم بجا لائیں گے''۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''میرا مشورہ یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے لئے گڑھا کھود لے اب ہم قوی ہیں۔ جب ہم میں سے جو شخص مر جائے گا اس کے ساتھی اسے اس کے گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دیں گے حتیٰ کہ قبیلہ کا آخری فرد رہ جائے گا۔ ایک شخص کی میت کا اس طرح بے گور و کفن رہ جانا تمام قبیلے کی یوں رسوا کن موت سے بہتر ہے''۔ قریش نے حضرت عبدالمطلب سے کہا ''آپ کا مشورہ کتنا عمدہ ہے''۔ ان میں سے ہر شخص نے اپنے لئے گڑھا کھودا پھر پیاسے بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے رفیقوں سے کہا ''قسم بخدا! اپنے آپ کو یوں موت کے سامنے زمین میں پانی کو تلاش نہ کرنا انتہائی کمزوری ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کسی جگہ سے پانی کی نعمت عطا فرما دے۔ اے قریش مکہ! عازم سفر ہو جاؤ''۔ تمام قریش نے خیمے اکھیڑ لئے ان کے ساتھ قریش کے وہ قبائل بھی تھے جنہوں نے انہیں پانی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ عبدالمطلب اور ان کے ساتھی کیا کرتے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب اپنی اونٹنی کی طرف گئے جب اسے اٹھایا تو اس کے پاؤں کے

مَفَازَة کا معنی اور اس کا مادۂ اشتقاق

حضرت عبدالمطلب کے واقعہ میں مَفَازَة (چٹیل میدان) کا تذکرہ ہوا ہے اس کے مادۂ اشتقاق میں تین قول ہیں: 1۔ اصمعی سے روایت ہے کہ چٹیل میدان کو ''مَفَازَة'' اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ سوار کو فوز و فلاح کی امید دلاتا ہے، 2۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ انہوں نے ابوالمکارم سے سوال کیا کہ جنگلات کو مَفَازَاة کیوں کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کیونکہ جب سوار ان کو طے کر لیتا ہے تو وہ (فَازَ) کامیاب ہو جاتا ہے، 3۔ بعض علمائے لغت کہتے ہیں کہ فَوْزٌ کا معنی ہلاکت بھی ہے۔ کہا جاتا ہے فَازَ الرَّجُلُ۔ آدمی ہلاک ہو گیا۔ فَوَزَ، فَادَ اور فَطَسَ کا معنی ہلاک ہونا ہے۔

Marfat.com

نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ان کے ساتھیوں نے بھی اللہ اکبر کہا پھر حضرت عبدالمطلب اونٹنی سے نیچے اتر آئے۔ انہوں نے اس چشمے سے پیاس بجھائی ان کے ساتھیوں نے بھی پانی پیا۔ انہوں نے اپنے مشکیزے بھی بھر لئے پھر حضرت عبدالمطلب نے قبائل کو بلایا اور کہا یہ پانی لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانی عطا کیا خود پیو، جانوروں کو بھی پلاؤ۔ قبائل نے خود بھی پانی پیا اپنے جانوروں کو بھی سیر کیا پھر کہنے لگے ''اے عبدالمطلب ہم کبھی بھی آبِ زمزم کے متعلق آپ سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ جس ذات مقدس نے آپ کو اس چٹیل میدان میں پانی پلایا ہے اسی ذات نے آپ کو آبِ زمزم بھی پلایا ہے۔ آپ اپنے چشمہ کی طرف لوٹ چلیں''۔ حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھی واپس آ گئے انہوں نے فیصلہ کے لئے کاہنہ کے پاس جانا گوارا نہ کیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ آبِ زمزم کی وہ روایت ہے جو مجھ تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچی۔ ایک شخص نے حضرت عبدالمطلب سے روایت کیا ہے کہ جب انہیں آبِ زمزم کے کنویں کو کھودنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اس وقت ہاتف سے یہ اشعار سنے

ثُمَّ ادْعُ بِالْمَاءِ الرَّوِيِّ غَيْرِ الْكَدِرْ   يَسْقِي حَجِيجَ اللهِ فِي كُلِّ مَبَرّْ

لَيْسَ يُخَافُ مِنْهُ شَيْءٌ مَا عَمَرْ

''پھر شفاف پانی کے کثیر ہونے کی دعا کر وہ تمام مناسک میں اللہ کے حاجیوں کو سیراب کرتا رہے گا اور اس کی وجہ سے جب تک آبِ زمزم رہے گا تو اس سے کسی اذیت کا کوئی خوف نہیں''۔

جب حضرت عبدالمطلب نے یہ آواز سنی تو وہ قریش کی طرف گئے اور فرمایا ''اے قریش! کیا تم جانتے ہو کہ مجھے تمہارے لئے چاہِ زمزم کو کھودنے کے لئے حکم دیا گیا ہے'' قریش نے کہا ''کیا

اَلرِّوِی کا معنی، جمع اور اسم الجمع

الرِّوِی غَيْرِ الكَدرِ. کہا جاتا ہے ماءٌ رِوًی. روی کو الف مقصورہ اور ممدودہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

حَجِيج. حَاجٌّ کی جمع ہے عربی لغت میں فَعِيْل کے وزن پر بہت سی جمع آتی ہیں مثلاً عَبِيْد، بَقِيْر، مَعِيْز اور اَبِيْل وغیرہ۔ میں اسے اسم جمع گمان کرتا ہوں کیونکہ اگر یہ جمع ہوتی تو اس کے واحد کا وزن ایک ہوتا اور اس کی جمع بھی اسی وزن پر آتی لیکن ان تمام کا واحد جدا جدا وزن پر ہے۔ حَجِيْج کا واحد حاج، عَبِيْد کا واحد عَبْد، بَقِيْر کا واحد بَقَرَہ اور مَعِيْز کا واحد مَاعِز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے

Marfat.com

آپ کو وہ مقام بتایا گیا ہے جہاں وہ کنواں تھا؟'' آپ نے فرمایا نہیں۔ قریش نے کہا'' اپنے بستر پر دوبارہ لیٹ جاؤ۔ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہوا تو پھر'' یہ دوبارہ'' تجھے دکھایا جائیگا اور اگر شیطان کی جانب سے ہوا تو اس کو دوبارہ آنے کی جرأت نہ ہوگی''۔ حضرت عبدالمطلب اپنے بستر پر لیٹ گئے اور استراحت فرما ہو گئے۔ خواب میں آنے والا آیا اور یوں گویا ہوا:

'' آپ زمزم کو کھودیں، آپ کو کوئی ندامت نہیں اٹھانی پڑے گی یہ آپ کے جد امجد کی میراث ہے یہ نہ تو کبھی ختم ہوگا اور نہ ہی اس کی مذمت کی جائے گی۔ بڑے بڑے حاجی اس سے سیراب ہوں گے وہ حاجی عظیم شترمرغ کی مانند ہوں گے جسے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ نذر ماننے والے یہاں اپنی نذریں پوری کریں گے۔ یہ آپ کے لئے میراث اور مضبوط تعلق ہوگا یہ ان اشیاء کی طرح نہیں جن سے آپ آشنا ہیں یہ لید اور خون کے مابین ہے''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ حدیث اور اس حدیث میں منقول منظوم گفتگو ہمارے نزدیک اشعار نہیں ہیں بلکہ مسجع کلام ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب کو خواب میں یہ دکھایا گیا تو انہوں نے پوچھا چاہ زمزم کہاں ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ وہ چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے جہاں کوا زمین کو کریدرہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب زمزم کی کھدائی کرتے ہیں

حضرت عبدالمطلب اپنے نورِ نظر حارث کے ساتھ صبح سویرے روانہ ہوئے اس وقت ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ انہوں نے دو بتوں اساف اور نائلہ کے مابین چیونٹیوں کی بستی کو بھی دیکھا اور یہ بھی ملاحظہ کیا کہ ایک کوا وہاں جگہ کرید رہا تھا۔ یہ وہ بت تھے جن کے پاس قریش اپنے جانور

کہ یہ اسم للجمع ہے لیکن اسے کثرت کے لئے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے اس کی تصغیر اس کے لفظ پر نہیں ہوتی جس طرح کہ اسماء الجموع کی تصغیر ہوتی ہے۔ عَبِیْد کی تصغیر عُبَیِّد اور نَخِیْل کی تصغیر نُخَیِّل نہیں ہے بلکہ اسے اس کے واحد کی طرف لوٹا دیا جائے گا جس طرح تصغیر میں جمع کے ساتھ کیا جاتا ہے اور کہا جائے گا نُخَیلاتٌ اور عُبَیْدُوْنَ۔ اور اگر نَخِیْل اور عَبِیْد کہا جائے تو یہ وزن وہ ہوگا جو اس جنس کے ہر صغیر و کبیر کو شامل ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

زَرْعٌ وَنَخِيْلٌ۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْدِ۔

اور اگر عَبِیْد سے مخاطب بنایا جائے تو اس وقت العِبَاد کہا جاتا ہے اسی طرح اگر پھلدار کھجوروں کا

Marfat.com

ذبح کیا کرتے تھے۔ حضرت عبد المطلب کدال لے کر آئے تا کہ اپنے کام کو مکمل کریں۔ جب قریش نے ان کی یہ جدوجہد دیکھی تو انہوں نے کہا اے عبد المطلب! ہم تمہیں اپنے ان دو بتوں کے درمیان جگہ کھودنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت عبد المطلب نے اپنے لخت جگر حارث سے کہا:

"مجھے چھوڑ دو میں اس کنویں کو ضرور کھودوں گا۔ اللہ کی قسم میں اس حکم پر ضرور عمل پیرا ہوں گا جو مجھے دیا گیا ہے"۔

جب قریش نے حضرت عبد المطلب کا عزم مصمم دیکھا تو انہوں نے آپ کو اپنے کام پر چھوڑ دیا اور روڑے اٹکانے سے رک گئے۔ ابھی انہوں نے تھوڑی سی کھدائی تھی کہ کنویں کا ایک کنارا ظاہر ہوا۔ اس وقت انہوں نے تکبیر کہی انہیں اپنے مقصود میں کامیابی نظر آئی جب انہوں نے مزید کھدائی کی تو انہوں نے سونے کے دو ہرن پائے۔ یہ وہی دو ہرن تھے جنہیں بنو جرہم جلاوطنی کے وقت یہاں چھوڑ گئے تھے انہوں نے وہاں درخشاں تلواریں اور زرہیں بھی پائیں۔ یہ عجیب سامان دیکھ کر قریش نے حضرت عبد المطلب سے کہا "اے عبد المطلب! اس مال میں ہمارا بھی حق ہے"۔ حضرت عبد المطلب نے کہا نہیں تمہارا کوئی حق نہیں۔ آؤ ہم اس چیز کی طرف چلتے ہیں جو میرے اور تمہارے مابین فیصلہ کر دے گی ہم قرعہ اندازی کریں گے"۔ قریش نے پوچھا "آپ کیسے قرعہ اندازی کریں گے؟" انہوں نے فرمایا "میں دو تیر خانہ کعبہ کے لئے مقرر کروں گا۔ دو تیر میرے لئے ہوں گے اور دو تیر ہی تمہارے لئے ہوں گے پھر جس کے دو تیر جس چیز

ذکر کیا جائے تو نَخِیل کی بجائے نَخل کہا جاتا ہے مثلاً النَخلُ بَاسِقَاتٌ۔ اَعْجَازُ نَخلٍ مُنقَعِرٍ۔

مَبرٌ کا معنی

یہ البِرّ سے مفعل کے وزن پر ہے اس سے مراد مناسک حج اور اطاعت کے مقامات ہیں۔

مَاعَمَرُ کا معنی

جب تک یہ پانی جاری رہے گا اس سے نہ تو کسی کو کوئی اذیت ہوگی اور نہ ہی اس سے کوئی ڈر ہوگا اس کو کثرت سے پینا کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں دے گا یہ ہر حال میں سراپا برکت ہوگا۔ اس قول کے مطابق تَنْزَفُ کا معنی نہ ختم ہونے والا اور لَا تُذَمُّ کا معنی یہ ہوگا کہ اس پانی کو کثرت سے پی لینا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

Marfat.com

کے لئے نکلے وہ اسی کی ہوگی اور جس کے تیر نہ نکلے اس کے لئے کوئی چیز نہ ہوگی''۔قریش نے کہا ''آپ نے بڑے انصاف کی بات کہی ہے'' دو زرد تیر کعبہ کے لئے مقرر کئے گئے۔دو سیاہ تیر حضرت عبدالمطلب کے لئے رکھے گئے اور قریش کے لئے دو سفید تیر رکھے گئے پھر یہ تیر اس شخص کو دیئے گئے جو ہبل کے پاس قرعہ اندازی کیا کرتا تھا۔ ہبل وہ بت تھا جو کعبہ کے وسط میں نصب تھا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔ ابوسفیان نے احد کے دن اسی کا نام لے کر پکارا تھا اُعْلِ هُبَل۔ اے ہبل اپنے دین کو غالب کر۔ حضرت عبدالمطلب دعا مانگنے لگے۔ قرعہ اندازی کرنے والے نے قرعہ ڈالا۔ دو زرد تیر سونے کے ہرنوں پر نکلے وہ ہرن خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ دو کالے تیر تلواروں اور زرہوں کے لئے نکلے انہیں حضرت عبدالمطلب کے سپرد کر دیا گیا اور قریش کے لئے کوئی تیر نہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے تلواروں سے بیت اللہ کا دروازہ بنایا اور دروازے پر سونے کے دونوں ہرنوں کو نصب کیا گیا یہ پہلا سونا تھا جو خانہ کعبہ کے لئے وقف کیا گیا پھر حضرت عبدالمطلب حاجیوں کو آبِ زمزم پلانے کی سعادت حاصل کرنے لگے۔

سونے کے ہرن

سونے کے یہ دونوں ہرن خانہ کعبہ کے لئے مختص کئے گئے۔ یہ پہلا سونا تھا جو بیت اللہ کے لئے وقف کیا گیا۔ ہم نے ان ہرنوں کا کچھ تذکرہ پہلے بھی کیا ہے ہم نے وہاں یہ بھی لکھا تھا کہ یہ ہرن کس نے تحفہ دیئے تھے اور کس نے انہیں دفن کیا تھا۔ یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ تبع نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا اور سب سے پہلے اسی نے ہی بیت اللہ کے لئے دروازہ بنوایا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے بیت اللہ کے لئے ان تلواروں سے لوہے کا ایک دروازہ بنوایا۔ انہوں نے آبِ زمزم کے لئے ایک حوض بنایا جہاں سے لوگ پانی پیتے تھے لیکن کسی بدبخت نے آپ سے حسد کرتے ہوئے حوض کو ختم کر دیا۔ جب آپ انتہائی مغموم ہوئے تو آپ کو خواب میں کہا گیا:

''میں اس پانی کو غسل کرنے والے کے لئے حلال نہیں کرتا۔ یہ پینے والے کے لئے حلال اور سراپا شفا ہے اور یہ پانی ان کے لئے کافی ہے''۔

صبح ہوئی تو انہوں نے یہی فقرات بلند آواز سے کہے اس کے بعد جو شخص بھی برے ارادہ سے پانی کے قریب جاتا تو اس کے جسم کو کوئی مرض لاحق ہو جاتا۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ اپنی اس بری عادت سے نجات پا گئے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

Marfat.com

قبائل قریش کے کنویں

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زمزم کی کھدائی سے پہلے قریش نے مکہ معظمہ میں کئی کنویں کھودر کھے تھے۔ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ عبد شمس بن عبد مناف نے اپنے لئے ایک کنواں کھودر کھا تھا یہ مکہ کے بلند مقام پر بیضاء (محمد بن یوسف) کے گھر کے پاس تھا۔ ہاشم بن عبد مناف نے بذر کھودر کھا تھا۔ یہ کنواں اَلْمُسْتَنْذَرُ کے قریب تھا۔ یہ کنواں شعب ابی طالب کے پاس کوہِ الخندمۃ پر تھا۔ بیان کیا جاتا ہے جب ہاشم نے یہ کنواں کھودا تو انہوں نے کہا "میں ایسا کنواں کھودوں گا جس کا پانی لوگوں تک بآسانی پہنچ سکے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ایک شاعر کا شعر ہے۔

سَقَى اللّٰهُ اَمْوَاهًا عَرَفْتُ مَكَانَهَا جُرَابًا وَمَلْكُوْمًا وَبَذَّرَ وَالْغَمْرَا

"اللہ تعالیٰ ایسے پانی پلائے جن کے مقامات سے میں آشنا ہوں یعنی وہ جراب، ملکوم، بذر اور غمر ہیں"۔

قبائل قریش کے کنویں

بیان کیا جاتا ہے کہ قصی حاجیوں کو اُدَم کے حوضوں سے پانی پلایا کرتے تھے۔ ان حوضوں میں ان کنوؤں سے پانی آتا تھا جو مکہ معظمہ سے باہر تھے۔ مَیْمُوْن الْحَضْرَمِی کا کنواں حاجیوں کے لئے خشک انگور لے کر آتا تھا پھر قصی نے حضرت اُم ہانی بنت ابی طالب کے گھر العَجُول نامی کنواں کھودا۔ یہ پہلا کنواں تھا جو مکہ معظمہ میں کھودا گیا۔ اہل عرب جب اس کنویں سے سیراب ہوتے تو یہ رجز پڑھا کرتے تھے۔

نُرْوِیْ عَلَی الْعَجُوْلِ ثُمَّ نَنْطَلِقْ اِنَّ قُصَیًّاقَدْ وَفٰی وَقَدْ صَدَقْ

"ہم عجول نامی کنویں سے سیراب ہوتے ہیں پھر ہم عازم سفر ہو جاتے ہیں بلاشبہ قصی ایک باوفا اور سچے انسان تھے"۔

قصی کی زندگی میں یہ کنواں برقرار رہا پھر ان کی وفات کے بعد بھی لوگ اس سے سیراب ہوتے رہے جب عبد مناف بن قصی بوڑھے ہو گئے تو بنو جعیل کا ایک شخص اس کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس کنویں کو بھر دیا۔ ہر قبیلے نے اپنے لئے ایک کنواں کھودر کھا تھا۔ قصی نے سجلہ نامی کنواں کھودا۔ کھدائی کے وقت یہ شعر پڑھا تھا۔

Marfat.com

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر سَجْلہ کی کھدائی ہوئی یہ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کا کنواں تھا وہ آج تک اسی کنویں سے پانی پیتے ہیں۔ بنو نوفل کہتے ہیں کہ مطعم نے یہ کنواں اسد بن ہاشم سے خرید لیا تھا لیکن بنو ہاشم کا گمان یہ ہے کہ جب زمزم کا ظہور ہوا تو اسد بن ہاشم نے یہ کنواں مُطْعِم کو ہبہ کر دیا تھا۔ چشمہ زمزم کی وجہ سے وہ لوگ دیگر کنوؤں سے مستغنی ہو گئے تھے۔

امیہ بن عبد شمس نے اپنے لئے ایک کنواں کھودا۔ بنو اسد بن عبد العزیٰ نے بھی اپنے لئے ایک کنواں کھودا۔ بنو عبد الدار نے اُمِّ اَحْرَاد کھودا۔ بنو جمح نے السُّنبُلَه کھودا۔ یہ حلف بن وہب کا کنواں تھا بنو سہم کے کنویں کا نام الغَمْر تھا۔

اَنَا قُصَیٌّ وَحَفَرْتُ سَجْلَه تُرْوِی الحَجِیْجَ زُغْلَةً فَزُغْلَةً

''میں قصی ہوں میں نے سجلہ کو کھودا ہے یہ لوگوں کو گھونٹ گھونٹ پانی پلاتا ہے''۔

جراب۔ ممکن ہے کہ یہ جریب کے معنی میں ہو جس طرح کُبَار، کَبِیْر کے معنی میں ہے جَرِیْب وادی کو بھی کہتے ہیں۔ ایک بہت بڑے پیمانے کو بھی جَرِیْب کہا جاتا ہے۔ زراعت کو بھی جَرِیْب کہا جاتا ہے۔

مَلْکُوم۔ میرے نزدیک یہ لفظ مَقْلُوب ہے اصل میں مَمْکُوْل تھا یہ مَکَلْتُ البِئْرَ سے مشتق ہے۔ تو نے کنویں کا سارا پانی نکال لیا۔ کنویں کے پانی کو المَکْلَة کہا جاتا ہے۔ بِئْرٌ عَمِیْقَه وَ مَعِیْقَه۔ ممکن ہے کہ یہ لفظ بھی اسی طرح مقلوب ہو مَمْکُوْل اور مَلْکُوم ایک ہی ہوں۔ ملکوم کا معنی مظلوم ہے۔

بَذَّر۔ یہ تَبْذِیْر سے ہے اس کا معنی تفریق ہے اس کنویں کو بَذَّر کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ اس میں پانی مختلف مقامات سے آتا تھا۔ اَسماء میں یہ بِناء بہت کم ہے مثلاً شَلَّم، خَضَّم اور بَذَّر وغیرہ۔ یہ اسمائے اعلام ہیں شَلَّم بیت المقدس کا نام ہے۔ غیر اعلام میں صرف البَقَّم ہے ممکن ہے یہ لفظ عجمی ہو بعض میں اسے عربی بنایا گیا ہو۔

اُمّ اَحْرَاد۔ بنو عبد الدار کے کنویں کا نام اُمِّ اَحْرَاد تھا۔ اَحْرَاد حِرْد کی جمع ہے۔ کوہان کے ٹکڑے کو حِرْد کہا جاتا ہے۔ اس پانی کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا تھا کیونکہ وہ اونٹوں کی چربی کو زیادہ کرتا تھا یا انہیں خوب موٹا تازہ کرتا تھا۔ اس کنویں کو الحُرْد بھی کہا جاتا تھا۔ حُرْد قطا نامی پرندے کو کہا جاتا ہے جو پانی کی تلاش میں کنوؤں پر آ جاتا ہے پھر اس کنویں کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا تھا کیونکہ وہاں قطا اور دیگر پرندے پانی پینے کے لئے آتے تھے۔ جب بنو عبد الدار نے

Marfat.com

قدیم کنویں

مکہ معظمہ سے باہر بعض کنویں بڑے قدیم تھے مرۃ بن کعب، کلاب بن مرۃ اور قریش کے سرداران کا پانی پیتے تھے۔ مرۃ بن کعب بن لوی کے کنویں کا نام "رُم" تھا۔ "خُم" بنو کلاب کے کنویں کا نام تھا۔ خذیفہ بن غانم بنو عدی بن کعب بن لوی کا بھائی کہتا ہے (ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ابوابی جہم بن حذیفہ تھا۔)

وَقِدْمًا غَنِيْنَا قَبْلَ ذَالِكَ حِقْبَةً وَلَا نَسْتَقِي اِلَّا بِخُمٍّ اَوِ الحَفْرِ

"کئی سال گزر گئے ہیں کہ ہم ایسے کنوؤں سے مستغنی ہیں ہم صرف خُم یا حفر سے پانی پیتے ہیں"۔

ام احراد کو کھودا تو امیہ بنت عمیلہ بن السباق بن عبدالدار، عوام بن خویلد کی بیوی نے کہا

نَحْنُ حَفَرْنَا الْبَحْرَ اُمَّ اَحْرَادِ لَيْسَتْ كَبَذَّرَ الْبَرُوْرِ الْجَمَّادِ

"ہم نے ام احراد کا کنواں کھودا وہ بذر کی طرح خشک اور بے آب ہونے والا نہیں"۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا یوں جواب دیا۔

نَحْنُ حَفَرْنَا بَذَّر نَسْقِي الْحَجِيْجَ الاَكْبَر

مِنْ مُقْبِلٍ وَمُدْبِرٍ وَاُمُّ اَحْرَادٍ شَر

"ہم نے بذر کو کھودا۔ ہم آنے جانے والے بڑے بڑے حاجیوں کو اس سے سیراب کرتے ہیں۔ ام احراد کنواں تو مجسمہ شر ہے۔"

خُم۔ مرہ کے کنویں کا نام خُم تھا۔ یہ خَمَمْتِ الْبَيْتَ سے مشتق ہے اس کا معنی جھاڑو دینا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں مَخْمُومُ الْقَلْب (پاک دل) ہے اس کنویں کے پانی کی صفائی کی وجہ سے اس کو خم کہا جاتا تھا۔

غَدِیْر خُم۔ یہ کنواں جُحْفَه کے پاس ہے۔ اس کے پاس ایک جھاڑی ہے جسے خُم کہا جاتا ہے۔ اسی سے کنویں کا نام بھی غَدِیْر خُم پڑ گیا۔

رُم۔ یہ بنو کلاب بن مرۃ کے کنویں کا نام تھا یہ رَمَمْتُ الشَّیْءَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی کسی چیز کو جمع کرنا اور اس کی اصلاح کرنا ہے حدیث مبارک ہے كُنَّا اَهْلَ ثَمَّةٍ وَرَمَّةٍ۔ ہم ہی اصلاح اور مرمت کے اہل تھے۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ اسی سے الرُّمَّان بھی ہے ان کے نزدیک یہ فُعْلَان کے وزن پر ہے جبکہ

Marfat.com

آبِ زمزم کی دیگر پانیوں پر فضیلت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آبِ زمزم تمام پانیوں سے افضل ہو گیا۔ حاجی بھی اسے نوش کرنے لگے، مسجد حرام میں ہونے کی وجہ سے لوگوں کی خصوصی توجہ کا مرکز بن گیا۔ یہ پانی تمام پانیوں سے اس لئے بھی افضل ہے کیونکہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کے چشمہ سے تعلق رکھتا ہے۔

بنوعبد مناف کے لئے قابل فخر

بنوعبد مناف آبِ زمزم کی وجہ سے تمام قریش پر فخر کیا کرتے تھے بلکہ سارے عرب پر انہیں امتیاز حاصل تھا۔ مسافر بن ابی عمرو بن امیہ کا تعلق عبد مناف سے تھا وہ اپنے سقایہ اور رفادہ پر فخر

اخفش کہتے ہیں کہ یہ فعال کے وزن پر ہے وہ اس میں نون اصلی رکھتے ہیں۔

عبد شمس بن قصی کہتا ہے

حَفَرْتُ رُمًّا وَحَفَرْتُ خُمًّا حَتّٰی تَرَی الْمَجْدَ بِهَا قَدْتَمَّا

"میں نے رُم کو کھودا۔ میں نے خُم کی کھدائی کی حتیٰ کہ تو دیکھتا ہے کہ اس سے ہماری بزرگی تکمیل پذیر ہو گئی۔"

شُفَيَّه۔ یہ بنو اسد کا کنواں تھا۔ حویرث بن اسد اس کی تعریف میں یوں مدح سرا ہے

مَاءُ شَفِيَّةَ كَمَاءِ الْمُزْنِ وَلَيْسَ مَاءُهَا بِطَرْقٍ اَجْنِ

"شُفَيَّة کا پانی بارش کے پانی کی طرح ہے اس کا پانی متغیر ہونے والا نہیں ہے۔"

سُنْبُلَه۔ یہ بنو جمح کا کنواں تھا۔ بنو خلف بن وہب بھی اسی سے سیراب ہوتے تھے ان کا شاعر اس کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے۔

نَحْنُ حَفَرْنَا لِلْحَجِيْجِ سُنْبُلَه صَوبَ سَحَابٍ ذُوالْجَلَالِ اَنْزَلَه

ثُمَّ تَرَكْنَاهَا بِرَأْسِ الْقُنْبُلَه تَصُبُّ مَاءً مِثْلَ مَاءِ الْمَعْبَلَةِ

نَحْنُ سَقَيْنَا النَّاسَ قَبْلَ الْمَسْأَلَةِ

"ہم نے حاجیوں کے لئے سنبلہ کھودا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ابر کرم کی طرح نازل کیا ہم نے اس کو قُنْبُله کی چوٹی پر چھوڑ دیا وہ مَعْبَلَه کے پانی کی طرح پانی گراتا ہے۔ ہم لوگوں کو ان کے سوال سے پہلے ہی پانی پلا دیتے ہیں۔"

الغمر۔ یہ بنو سہم کا کنواں تھا۔ اس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے

Marfat.com

کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

وَرِثْنَا الْمَجْدَ مِنْ آبَا ئِنَا فَنَمٰی بِنَا صُعُدًا
اَلَمْ نَسْقِ الْحَجِیْجَ وَنَنْحَرُ الدِّلَّافَةَ الرُّفُدَا
وَنُلْفٰی عِنْدَ تَصْرِیْفِ الْمَنَایَا شُدَّدًا رُفُدَا
فَاِنْ نَهْلِكْ فَلَمْ نُمْلَكْ وَمَنْ ذَا خَالِدٌ اَبَدًا
وَزَمْزَمَ فِی اَرُوْمَتِنَا وَنَفْقَأُ عَیْنَ مَنْ حَسَدَا

"ہم فضیلت وکرامت کے وارث اپنے آباء سے ہوئے ہیں۔ یہ بزرگی ہمارے پاس آ کر اور بھی بلند ہوگئی۔ کیا ہم حاجیوں کو پانی نہیں پلایا کرتے تھے۔ کیا ہم موٹی اور دودھ دینے والی

نَحْنُ حَفَرْنَا الْغَمْرَ لِلْحَجِیْجِ تَثُجُّ مَاءً اَیَّمَا الثَّجِیْجِ

"ہم نے حاجیوں کے لئے غَمْر کھودا۔ وہ سیلاب کی طرح پانی بہاتا تھا"

مسافر بن ابی عمرو کے اشعار:۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مسافر بن ابی عمرو بن امیہ کے اشعار ذکر کئے ہیں۔ ابوعمرو کا نام ذکوان تھا۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے متعلق کہتے ہیں ؎

لَیْتَ شِعْرِی مُسَافِرَ ابْنَ اَبِی عَمْرٍو وَلَیْتَ یَقُوْلُهَا الْمَحْزُوْنُ

"کاش میرے اشعار مسافر بن ابن ابی عمرو کے اشعار ہوتے کاش انہیں کہنے والا کوئی غمزدہ ہوتا"۔

بُوْرِكَ الْمَیِّتُ الْغَرِیْبُ كَمَا بُوْ رِكَ نَضْحُ الرُّمَّانِ وَالزَّیْتُوْنِ

"اس اجنبی میت میں اس طرح برکت رکھ دی گئی ہے جس طرح انار اور زیتون کے جوس میں برکت ہے"۔

ان اشعار میں وہ کسی شخص کا مرثیہ کہتے ہیں۔

وَنَنْحَرُ الدِّلَّافَةَ الرُّفُدَا۔ الرُّفُدَا یہ رَفُود کی جمع ہے اور رَفْد سے مشتق ہے۔ رَفْد اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دوہتے وقت دودھ کے دو برتن لبریز کرتی ہے۔

وَنُلْفٰی عِنْدَ تَصْرِیْفِ الْمَنَایَا شُدَّدًا رُفُدًا۔ رُفَدْ بھی رَفُود کی جمع ہے اور رِفْد سے مشتق ہے۔ اس کا معنی مددگار بھی ہے۔ رَفْدْ کا معنی بہت بڑا برتن ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

رُبَّ رَفْدٍ هَرَقْتَهُ ذَالِكَ الْیَوْمَ

"اس دن میں نے کتنے ہی برتن انڈیلے تھے"۔

Marfat.com

اونٹنیاں ان کے لئے ذبح نہیں کرتے رہے۔ موتوں کے گھومنے کے وقت ہم بہت شدید اور جود وسخا والے پائے جائیں گے۔ اگر ہم ہلاک بھی ہو جائیں پھر بھی پرواہ نہیں کیونکہ ہم اپنی جانوں کے مالک نہیں ہیں اور ہمیشہ رہنے والا کون ہے؟ زمزم کی فضیلت ہمارے بزرگوں میں رہی اور حسد کرنے والے کی آنکھ ہم پھوڑ ڈالتے ہیں"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خذیفہ بن غانم بنوعدی بن کعب بن لوی کا بھائی کہتا ہے۔

وَسَاقِي الحَجِيجِ ثُمَّ لِلْخُبْزِ هَاشِمٌ وَعَبْدُ مُنَافٍ ذَالِكَ السَّيِّدُ الفِهْرِي

"ہاشم حاجیوں کو پانی پلانے والے پھر روٹیوں کی ثرید بنانے والے ہیں جبکہ عبدمناف بنوفہر کے سردار ہیں"۔

طَوٰى زَمْزَمًا عِنْدَ الْمُقَامِ، فَأَصْبَحَتْ سِقَايَتُهُ فَخْرًا عَلَى كُلِّ ذِىْ فَخْرٍ

اس نے مقام ابراہیم کے پاس آبِ زمزم کا کنواں بنایا اور اس کا پانی پلانا ہر صاحب فخر کے لئے فخر بن گیا۔

ان اشعار میں عبدالمطلب بن ہاشم کا تذکرہ ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی نذر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت عبدالمطلب کو زمزم کی کھدائی کے وقت

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ محترمہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا تذکرہ کیا ہے ان کا اسم گرامی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران تھا۔ عبد کی بیٹی کا نام صخرہ تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق وہ عمرو بن عائذ کی بیوی تھی کیونکہ وہ ان کی پھوپھی تھیں چچازاد بہن نہ تھیں۔ سیرت میں یہ نسب کئی بار گزر چکا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہر موقع پر عائذ بن عبد بن عمران کہتے ہیں۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ صخرہ بنت عبد فاطمہ کی ماں تھیں اس کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی تھا۔ تخمر کی ماں کا نام سلمٰی بنت عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر تھا۔ (الزبیر)

حضرت عبدالمطلب کی نذر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام

Marfat.com

شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہوئے اور تمام جوان ہو گئے تو وہ ان میں سے ایک کو کعبہ مشرفہ کے پاس ذبح کریں گے۔ جب ان کے فرزندوں کی تعداد دس ہو گئی اور جب انہیں معلوم ہو گیا کہ اب ان کے یہ فرزند مخاصمت کو روکیں گے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنی اس نذر کے متعلق بتایا اور انہیں نذر پوری کرنے کے لئے کہا۔ آپ کے تمام بیٹے اطاعت شعار تھے انہوں نے عرض کی ''اے والد محترم! آپ جسے چاہیں اسے راہ خدا میں ذبح کر دیں''۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ''تم میں سے ہر شخص ایک تیر لے اور اس پر اپنا نام لکھ کر میرے پاس لے آئے'' تمام بیٹوں نے ایک ایک تیر پر اپنا اپنا نام لکھا اور انہیں اپنے والد گرامی قدر کے پاس لے آئے۔ حضرت عبدالمطلب انہیں لے کر وسط کعبہ میں ''ھبل'' کے پاس تشریف لے گئے۔ ہبل وہ بت تھا جو کعبہ کے وسط میں اس کنویں کے اوپر نصب تھا جس میں لوگ تحائف پھینکتے تھے۔

بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ لیکن یہ روایت غیر معروف ہے شاید روایت میں یوں ہے کہ وہ اپنی والدہ کی طرف بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھوٹے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے'' وہ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ کا میلا د یاد ہے۔ اس وقت میری عمر تقریباً تین برس تھی۔ حضور ﷺ کو میرے پاس لایا گیا۔ میں نے آپ ﷺ زیارت کی۔ عورتوں نے مجھ سے کہا اپنے بھائی کا بوسہ لو، اسے چوم لو، میں نے بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی''۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے چھوٹے ہوں؟ اوپر مذکورہ روایت کو امام بکائی نے ذکر کیا ہے اور ان کی اس روایت کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ جب حضرت عبدالمطلب نے انہیں ذبح کرنے کا ارادہ کیا اس وقت آپ اپنے بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت بعد میں ہوئی۔

عَرّافۃ کا نام

بیان کیا جاتا ہے کہ اس کاہنہ کا نام عرافۃ تھا۔ عبدالغنی نے کتاب الغَوَامِض و المُبْهَمات میں یہی نام لکھا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یونس کی روایت سے تذکرہ کیا ہے کہ اس کاہنہ کا نام سَجَاح تھا۔

Marfat.com

ہبل کے پاس فال گیری کے تیر

ہبل کے پاس سات تیر رکھے گئے تھے۔ ہر تیر پر کچھ نہ کچھ مکتوب تھا۔ ایک تیر پر العقل (خون بہا) لکھا ہوا تھا جب خون بہا کی ادائیگی میں ان کا اختلاف ہو جاتا تو وہ ساتوں تیروں سے فال پکڑتے۔ جس کے نام پر یہ تیر نکل آتا اسے خون بہا ادا کرنا پڑتا۔ ایک تیر پر نعم ''ہاں'' لکھا تھا اگر وہ کسی کام کا ارادہ کرتے تو ان تیروں سے قرعہ ڈالتے اگر نعم ''ہاں'' کا تیر نکل آتا تو وہ اس کام پر عمل پیرا ہو جاتے۔ ایک تیر پر ''لَا'' مرقوم تھا۔ جب وہ کسی کام کو بجالانے کا ارادہ کرتے تو فال گیری کرتے اگر وہ تیر نکل آتا جس پر لا نہیں مکتوب تھا تو وہ اس کام سے رک جاتے۔ ایک تیر پر مِنکُم، ایک پر مُلصَق، ایک پر ''مِنْ غَیرِکُم'' اور ایک پر ''المِیاہ'' لکھا تھا۔ جب اہل عرب کنواں کھودنا چاہتے تو وہ فال پکڑتے اگر وہ تیر نکل آتا جس پر المیاہ (پانی) مکتوب ہوتا تو وہ اپنے کنویں کی کھدائی شروع کرتے ورنہ اپنے ارادے کو ترک کر دیتے۔ جب وہ کسی بچے کے ختنے کا ارادہ کرتے، یا کسی میت کو دفناتے یا کسی کے نسب میں مشکوک ہو جاتے تو اسے ہبل کے پاس لے جاتے۔ ان کے ساتھ سو درہم اور قربانی کا ایک جانور بھی ہوتا۔ وہ یہ تمام اشیاء اس شخص کے سپرد کر دیتے جو فال گیری کیا کرتا تھا پھر جس شخص کے لئے فال پکڑنا ہوتی وہ اسے ہبل کے قریب لے جاتے اور کہتے ''اے ہمارے معبود! یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس کے یہاں آنے کا یہ مقصد ہے اس میں حق کا اظہار کر دے'' پھر وہ تیر نکالنے والے سے کہتے ''تیر نکالو''۔ اگر وہ تیر نکلتا جس پر ''مِنکُم'' (تم میں سے ہے) لکھا ہوتا تو وہ ان میں معزز و محترم سمجھا جاتا۔ اگر اس تیر پر مِنْ غَیرِکُم لکھا ہوتا تو اسے دشمن سمجھا جاتا۔ اگر تیر پر ''مُلصَق'' (ملا ہوا) ہوتا تو پھر وہ اپنے ہی مقام پر رہتا نہ تو وہ کسی نسب میں شمولیت اختیار کر سکتا تھا اور نہ ہی وہ کسی کا حلیف بن سکتا تھا۔

دیت

منقول ہے کہ اس حکایت عجیبہ سے پہلے ایک شخص کی دیت دس اونٹ تھی سب سے پہلے جس شخص کی دیت سو اونٹ ادا کی گئی وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ علامہ اصبہانی نے ابوالیقظان سے روایت کیا ہے کہ ابوسیارہ وہ پہلا شخص ہے جس کی دیت ایک سو اونٹ مقرر کی گئی۔ نزید بن بکر بن ہوازن نے سب سے پہلے اونٹوں سے دیت ادا کی۔ اس کے بھائی معاویہ نے بنو عامر بن صعصعہ کا دادا قتل کر دیا جس کے بدلے فرید بن بکر کو دیت ادا کرنا پڑی۔

Marfat.com

دیگر امور کی انجام دہی کے لئے اگر تیر پر نعم (ہاں) لکھا ہوتا تو وہ اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنا لیتے اگر تیر پر 'لا' لکھا ہوتا تو وہ اپنے ارادہ سے باز آجاتے۔ ایک سال تک اس کام کو مؤخر کر دیتے اگلے سال اس کام کو کرتے۔ اسی طرح وہ ان تیروں پر عمل کرتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے تیر نکالنے والے سے کہا میرے بچوں سے تیر لے کر ان سے فال نکالو۔ انہوں نے تیر نکالنے والے کو اپنی نذر کے متعلق بھی بتا دیا۔ اپنے ہر بیٹے کو وہ تیر دے دیا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت عبداللہ، حضرت زبیر اور ابوطالب فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کے شکم سے تھے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے عائذ بن عمران بن مخزوم لکھا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام قرعہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ حضرت عبدالمطلب کو تمام اولاد سے محبوب اور پیارے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کو یقین تھا کہ اگر قرعہ ان کے نام نکل آیا تو وہ ذبح ہونے سے بچ جائیں گے کیونکہ وہ نبی محترم ﷺ کے والد محترم تھے جب قرعہ نکالنے والے نے تیر پکڑے تو حضرت عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ جب قرعہ نکالنے والے نے قرعہ نکالا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تیر نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کا بازو پکڑا چھری ہاتھ میں لی اور انہیں ذبح کرنے کے لئے اساف اور نائلہ کے درمیان لے گئے۔ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر قریش اپنی اپنی مجلسوں سے اٹھ کر حضرت عبدالمطلب کے پاس گئے اور پوچھنے لگے "اے عبدالمطلب! کیا کرنے لگے ہو؟" انہوں نے جواب دیا "میں عبداللہ کو ذبح کرنے لگا ہوں"۔ قریش نے ان سے کہا "قسم بخدا! انہیں ذبح نہ کرو حتیٰ کہ آپ کے لئے کوئی اور چارۂ کار نہ رہے اگر آج آپ نے انہیں ذبح کر دیا تو پھر لوگ بھی اپنے بیٹوں کو ذبح کرنے کے لئے یہاں لاتے رہیں گے اور نسل انسانی کی بقاء کو خطرہ لاحق ہو جائے گا"۔

مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ نے کہا "اے عبدالمطلب! آپ عبداللہ کو ہرگز ذبح نہ کریں تاوقتیکہ آپ کے لئے کوئی اور چارۂ کار نہ رہے اگر ان کا فدیہ ہمارے تمام اموال بھی ہیں ہم وہ بھی پیش کرنے کے لئے تیار ہیں"۔ دیگر سرداران قریش نے کہا "آپ انہیں ذبح نہ

Marfat.com

کریں۔ آپ انہیں حجاز میں لے جائیں وہاں عرافہ نامی کاہنہ ہے ایک جن اس کے تابع ہے آپ اس سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ لیں اگر وہ آپ کو عبداللہ ذبح کرنے کے لئے کہے تو انہیں ذبح کر دینا اور اگر کوئی اور درمیانی راہ نکل آئے تو اس پر عمل پیرا ہو جانا"۔

عَرّافَةُ الحجاز

حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھی عرافۃ کی جستجو میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ انہوں نے عَرّافہ کو خیبر میں پالیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے اپنے اور اپنے نورِ نظر کے متعلق بتایا۔ اسے اپنی نذر سے بھی آگاہ کیا۔ عَرّافہ نے کہا تم لوگ آج چلے جاؤ۔ جب میرا تابع جن میرے پاس آئے گا تو میں تمہارے متعلق اس سے پوچھوں گی۔ اس وقت عبدالمطلب اور ان کے ساتھی واپس آگئے۔ جب کاہنہ کے گھر سے باہر آئے تو حضرت عبدالمطلب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔ وہ صبح پھر کاہنہ کے پاس آئے۔ اس نے کہا "میرے پاس تمہارے متعلق خبر پہنچ چکی ہے۔ تمہارے ہاں ایک شخص کی دیت کیا ہے؟" حضرت عبدالمطلب اور سرداران قریش نے جواب دیا "ہمارے ہاں ایک شخص کی دیت دس اونٹ ہے"۔ کاہنہ نے کہا "اپنے وطن لوٹ جاؤ، اپنے لختِ جگر عبداللہ اور دس اونٹوں کو ایک جگہ جمع کر لینا پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ اگر قرعہ تمہارے نورِ نظر کے نام ہی نکلے تو پھر اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتے جانا حتیٰ کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔ جب قرعہ تمہارے اونٹوں کے نام نکل آئے تو پھر اپنے فرزند ارجمند کی جانب سے ان اونٹوں کو ذبح کر دینا۔ تمہارا رب بھی راضی ہو جائے گا اور تمہارا بیٹا بھی بچ جائے گا"۔

حضرت عبدالمطلب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ معظمہ واپس آگئے۔ جب تمام قریش نے کاہنہ کی بات پر اجماع کیا تو حضرت عبدالمطلب نے دوبارہ اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کر دیئے۔ پہلے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کو قرعہ کے لئے لایا گیا۔ حضرت عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر رب تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ جب قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکلا۔ انہوں نے اونٹوں کی تعداد دس زیادہ کر دی اب اونٹ بیس ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب بارگاہ ربوبیت میں دعا گو ہو گئے۔ قرعہ ڈالا گیا قرعہ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹ کی تعداد بڑھا کر تیس کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب پھر دعا میں مشغول ہو گئے۔ قرعہ ڈالا گیا قرعہ پھر حضرت عبداللہ کے نام ہی نکلا۔ دس اونٹ اور بڑھا دیئے گئے اب اونٹوں کی تعداد چالیس ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب پھر مصروف دعا ہو گئے۔ قرعہ

Marfat.com

ڈالا گیا قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں کی تعداد دس اور بڑھا کر پچاس کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب نے دعا مانگی قرعہ انداز نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں میں اضافہ کر کے ساٹھ کر دیئے گئے۔ حضرت عبدالمطلب مصروف دعا ہوئے قرعہ ڈالا گیا نام پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی نکلا۔ اونٹوں میں دس اونٹوں کا اور اضافہ کر دیا گیا اب ان کی تعداد ستر ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب بارگاہِ ایزدی میں دعا گو ہوئے قرعہ ڈالا گیا قرعہ میں پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہی نکلا پھر اور دس اونٹوں کا اضافہ کیا گیا اب اونٹوں کی تعداد اَسّی ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب بارگاہ صمدیت میں گریہ بار رہے قرعہ اندازی کی گئی قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں میں دس اور اونٹوں کا اضافہ کر کے تعداد نوے کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب نے دعا شروع فرمائی قرعہ انداز نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب گریہ زاری میں مصروف رہے۔ قرعہ نکالا گیا اس بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ تمام حاضرین اور قریش نے کہا "اے عبدالمطلب! آپ کے رب کی رضا یہی ہے" لیکن حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا "نہیں۔ قسم بخدا میں تین مرتبہ قرعہ اندازی کروں گا"۔ دوبارہ سو اونٹوں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین قرعہ ڈالا گیا۔ حضرت عبدالمطلب آہ وزاری میں مصروف ہو گئے۔ قرعہ میں نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکلا۔ تیسری مرتبہ بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہی نکلا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ سو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔ ایسا کرنے سے نہ تو کسی انسان نے روکا اور نہ ہی کسی نے منع کیا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نہ کسی انسان نے روکا اور نہ ہی کسی درندے نے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار بیان کئے جاتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک ان میں سے کسی ایک کی بھی سند درست نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کو ایک خاتون کی پیشکش

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ تھاما اور واپس آنے لگے۔ واپسی پر کعبہ معظمہ کے پاس وہ بنو اسد کی ایک خاتون کے پاس سے گزرے وہ خاتون ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کی بہن تھی جب اس نے حضرت

Marfat.com

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درخشاں چہرے کی طرف دیکھا تو اس نے پوچھا ''اے عبداللہ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا ''میں اپنے والد گرامی قدر کے ساتھ جا رہا ہوں''۔ اس خاتون نے کہا ''اگر آپ میرے ساتھ اسی وقت حقوق زوجین ادا کریں تو میں آپ کو وہ سو اونٹ دے دوں گی جو آپ کے بدلے ذبح کیے گئے''۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''اب میں اپنے والد محترم کے ہمراہ جا رہا ہوں میں نہ تو ان کی مخالفت کر سکتا ہوں اور نہ ہی ان کی جدائی برداشت کرنے کی مجھ میں سکت ہے''۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عقد زوجیت میں

حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو لے کر وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کے گھر آئے اس وقت وہب بنو زہرہ کے سردار بھی تھے اور نسب میں سب سے ممتاز بھی تھے اور انہوں نے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عقد زوجیت میں پرو دیا۔ اس وقت حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پورے قریش میں حسب و نسب کے اعتبار سے بلند و برتر تھیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والدہ کی جانب سے نسب

ان کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ برہ کی والدہ کا نام اُم حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا جبکہ اُم حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عقد زوجیت میں

علامہ البرقی نے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شادی کا ایک اور سبب ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عبدالمطلب یمن تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں ایک سردار کے ہاں قیام فرماتے تھے۔ ایک دفعہ اس کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ اس سردار کے پاس ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا تھا جو سابقہ کتابوں کا عالم تھا۔ اس نے حضرت عبدالمطلب سے کہا ''اے عبدالمطلب! مجھے اجازت دیں تاکہ میں آپ کے مبارک نتھنوں کو دیکھ سکوں''۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے اجازت دے دی۔ اس نے نتھنے دیکھ کر کہا ''میں نبوت و سلطنت دیکھتا ہوں'' میں یہ دونوں چیزیں منافین میں دیکھتا ہوں۔ (عبد

Marfat.com

اس خاتون کی اس پیشکش کی وجہ

جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد زوجیت میں آ گئیں تو انہوں نے ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا پھر حضور ﷺ کا حمل مبارک قرار پذیر ہوا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خاتون کے پاس آئے جس نے خود کو پیش کیا تھا۔ حضرت عبداللہ نے اس خاتون سے کہا "تجھے کیا ہے کہ آج تو مجھے اپنا آپ اس طرح پیش نہیں کر رہی جس طرح تو نے اس دن پیش کیا تھا"۔ اس خاتون نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا "آج آپ کے چہرے سے وہ نور غائب ہے جو کل وہاں ضوفشاں تھا۔ آج مجھے آپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ خاتون اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے سنا کرتی تھی کہ اس امت میں ایک نبی ہوگا۔ ورقہ نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور سابقہ کتب کی پیروی کیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کا مبارک حمل

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لائے تو انہیں وہ عورت ملی جو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آئی تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر گرد و غبار پڑا ہوا

مناف بن قصی اور عبد مناف بن زہرہ) جب حضرت عبدالمطلب واپس تشریف لائے تو ہالہ بنت وہب سے خود شادی کر لی یہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں اور اپنے نور نظر عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب سے کر دی پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مائیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ اور ان کی نانی کا ذکر کیا ہے۔ ان کی نانی کی والدہ کا نام برہ بنت عوف تھا۔ باقی تمام نسب ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے وہاں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ہالہ کی والدہ کا نام العبلۃ بنت المطلب تھا۔ اس کی والدہ کا نام خدیجہ بنت سعید بن سہم تھا۔ بعض مؤرخین کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر کے واقعہ میں شک پڑا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ وہ اپنے ایک بیٹے کو اس وقت ذبح کریں گے جب ان کی تعداد دس ہو جائے گی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ہالہ سے شادی اس وقت کی جب

Marfat.com

تھا۔ انہوں نے اس عورت کو نکاح کی دعوت دی جب اس نے آپ کے سر پر گرد و غبار دیکھا تو پیغام نکاح قبول کرنے سے ہچکچائی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چلے آئے غسل کیا مٹی کے اثرات کو زائل کیا پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جانے کے ارادہ سے نکلے جب اس عورت کے پاس سے گزرے تو اس نے پیغام نکاح دیا۔ اب آپ نے انکار کر دیا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا اور نور محمدی (ﷺ) ان کے شکم اطہر میں منتقل ہو گیا۔ پھر آپ اسی عورت کے پاس سے گزرے اور شادی کی دعوت دی لیکن اس عورت نے انکار کرتے ہوئے کہا:

"جب آپ میرے پاس سے گزرے اس وقت آپ کی آنکھوں کے درمیان سفید نور درخشاں تھا اس وقت میں نے دعوت دی آپ نے انکار کر دیا۔ آپ نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا وہ نور اب ان کے شکم مبارک میں منتقل ہو چکا ہے"۔

آپ اس نذر کو پورا کر چکے تھے۔ ہالہ سے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی۔ اس وقت آپ کی اولاد کی تعداد بارہ تھی اس لئے کوئی اشکال نہیں رہتا۔ علماء کرام کی ایک جماعت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے چچاؤں کی تعداد بارہ تھی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان کی تعداد صرف دس تھی اس صورت میں "ولد" کا اطلاق صرف بیٹوں پر نہیں بلکہ پوتوں پر بھی ہو گا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے نذر پوری کی اس وقت آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد دس تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پیشکش کرنے والی خاتون اور اس کے اشعار

روایت کیا جاتا ہے کہ اس اسدی خاتون نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ انور پر نور نبوت دیکھ لیا تھا اسی لئے اپنا آپ پیش کیا تھا۔ اس نے خواہش کی تھی کہ وہ اس نبی محترم ﷺ کے حمل سے حاملہ ہو اور اسے ان کی والدہ بننے کا شرف ملے۔ جب اس عورت نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیشکش کی تو انہوں نے کہا

أَمَّا الحَرَامُ فَالحِمَامُ دُونَهُ وَالحِلُّ لَا حِلَّ فَأَسْتَبِينَهُ
فَكَيْفَ بِالْأَمْرِ الَّذِي تَبْغِينَهُ يَحْمِي الكَرِيمُ عِرْضَهُ وَدِينَهُ

"رہا حرام تو اس سے تو موت بہتر ہے اور حلال تو میں اس میں حلال واضح طور پر نہیں دیکھ رہا میں ایسی بات کو کیسے قبول کر سکتا ہوں جو تم چاہتی ہو کریم ہمیشہ اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے"۔

Marfat.com

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عورت بیان کرتی تھی کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو ان کے چہرہ پر نور ضوفشاں تھا۔ وہ نور گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی کی مانند تھا۔ وہ عورت کہا کرتی تھی کہ میں نے انہیں پیغام نکاح دیا تا کہ وہ نور مبارک اٹھانے کی سعادت مجھے مل جائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا وہ مبارک نور ان کے شکم اطہر میں چلا گیا۔ رسول مکرم ﷺ نسب کی رو سے اپنی قوم میں سے افضل تھے۔ اپنے والد اور والدہ کی طرف سے ذی شرف اور ذی قدر تھے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب

والدۂ رسول ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرمایا کرتی تھیں کہ جب نور محمدی ﷺ ان کے صدف شکم میں قرار پذیر ہوا تو ان سے کہا گیا ”آپ کے شکم مقدس میں اس

اس خاتون کا نام

اس خاتون کا نام رقیہ بنت نوفل تھا۔ یہ ورقہ بن نوفل کی بہن تھی اس کی کنیت ام قتال تھی۔ یونس کی روایت سے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کنیت کا ذکر کیا ہے۔ علامہ البرقی نے ہشام بن الکلبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاطمہ بنت مر کے پاس سے گزرے یہ خاتون تمام عورتوں سے زیادہ پاکیزہ اور عفیف تھی۔ وہ سابقہ کتب کی عالمہ بھی تھی اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ پر نور نبوت دیکھا اور انہیں نکاح کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر کہے۔

اِنِّی رَاَیْتُ مُخِیلَۃً نَشَاَتْ فَتَلَالَاَتْ بِحَنَاتِمِ القَطْرِ
فَلِمَاتُهَا نُوْرًا یُضِیْئُ بِهٖ مَاحَوْلَهٗ کَاِضَاءَۃِ الفَجْرِ
وَرَاَیْتُ سُقْیَاهَا حَیَا بَلَدٍ وَقَعَتْ بِهٖ وَعِمَارَۃَ القَفْرِ
وَرَاَیْتُهٗ شَرَفًا اَبُوْءُ بِهٖ مَاکُلُّ قَادِحِ زَنْدِهٖ یُوْرِی
لِلّٰهِ مَا زُهْرِیَّۃٌ سَلَبَتْ مِنْكَ الَّذِی اسْتَلَبَتْ وَمَا تَدْرِی

”میں نے برسنے والا بادل دیکھا۔ وہ بڑھا اور بارش سے بھرپور ہونے کی وجہ سے چمکنے لگا۔ میں نے ایک ایسا نور دیکھا جس نے اپنے اردگرد کو صبح کی مانند ضوفشاں کر دیا۔ میں نے اس کی سیرابی کو دیکھا

Marfat.com

امت کے سردار ﷺ قرار پذیر ہیں جب یہ جہان رنگ و بو میں تشریف لائیں اور انہیں یوں دم کرنا:

''اُعِيْذُهُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ''

''میں اللہ واحد سے اس کے لئے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں پھر ان کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ رکھنا۔''

جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور ظاہر ہوا جس میں انہیں کسریٰ کے محلات نظر آئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

جب حضور ﷺ ابھی شکم مادر میں ہی تھے کہ ان کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اس عالم رنگ و بو کو خیر آباد کہہ گئے۔

اس نے شہروں اور چٹیل میدانوں کو حیاتِ نو عطا کر دی اور اس سے چٹیل میدان آباد ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کے شرف و قدر کو لوٹا دیا ہے اور ہر چقماق مارنے والے کی آگ روشن نہیں ہوتی۔ اللہ کی قسم! تیرے پاس جو امانت تھی وہ زہریہ نے لے لی ہے اور تجھے علم بھی نہیں''۔

Marfat.com

ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو محمد عبدالمالک بن ہشام نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے زیاد بن عبداللہ البکائی نے بیان کیا ہے وہ محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بروز پیر 12/ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے المطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ اپنے باپ اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں اور رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل کو پیدا ہوئے اور ہم ایک ہی سال میں پیدا ہوئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے روایت بیان کی ہے وہ یحیٰی بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ انصاری سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری قوم کے قابل اعتماد لوگوں نے بتایا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے تھے کہ میں چھ یا سات برس کا بچہ تھا میری کیفیت یہ تھی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کائنات میں جلوہ گری

ابلیس کی چیخ وپکار

بقی بن مخلد کی تفسیر میں ہے کہ ابلیس (لعنت اللہ) نے چار مرتبہ چیخ ماری: 1۔جب ملعون ہوا، 2۔جب زمین پر آیا، 3۔ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت، 4۔جب سورۃ الفاتحہ کا نزول ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رَنِین (شدید چیخ) اور نُخار (خراٹوں جیسی آواز) شیطانی اعمال میں سے ہے۔ وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ اس سورۃ کو اُمُّ الْکِتَاب کہنا درست نہیں بلکہ اسے فَاتِحَۃُ الْکِتَاب کہنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنی والدۂ محترمہ حضرت اُم عثمان فاطمہ بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کاشانہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں حاضر تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ فرمائی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ گھر نور سے لبریز تھا۔ میں نے ستاروں کو دیکھا وہ اتنے قریب ہو گئے

Marfat.com

کہ میں جو سنتا اسے یاد رکھ سکتا تھا۔ میں نے ایک یہودی کو سنا وہ یثرب کے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکار رہا تھا "اے گروہِ یہود! اے گروہِ یہود!" جب یہودی اس کے پاس جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا "تیرے لئے ہلاکت تو نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟" اس نے کہا "آج رات وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت کی شب طلوع ہونا تھا"۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ترپن (53) برس گزر چکی تھی۔ جب حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ دیکھا اس وقت ان کی عمر سات برس تھی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب سرورِ انبیاء ﷺ کی ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبدالمطلب کی طرف پیام بھیجا۔ حضرت عبدالمطلب تشریف لائے انہوں نے مبارک بچے کی زیارت کی، آپ ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اس نعمت سرمدی پر اس کا شکریہ ادا کیا پھر واپس گھر لا کر آپ ﷺ کو اپنی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا اور حضور ﷺ کے لئے دائی کا انتظام کرنے لگے۔

تھے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ ابھی مجھ پر گر پڑیں گے۔ (ابو عمر کتاب النساء)

علامہ الطبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے آپ ﷺ کی ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بیان فرماتی ہیں جب محمد مصطفیٰ ﷺ میرے بطن اطہر میں قرار پذیر ہوئے تو مجھے کوئی بوجھ وغیرہ محسوس نہ ہوا۔ جب آپ ﷺ اس عالم آب وخاک میں تشریف لائے تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کر رکھی تھیں صرف شہادت کی انگلی سے یوں اشارہ فرما رہے تھے جیسے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہے ہوں۔

حضرت عبدالمطلب کا قابلِ فخر پوتے کا دیدار کرنا اور نام رکھنا

ابن درید نے لکھا ہے کہ نبی محترم ﷺ کو ڈھانپ دیا گیا تھا تاکہ آپ ﷺ کے جدِ امجد سے پہلے کوئی اور شخص آپ ﷺ کا دیدار نہ کرے۔ آپ ﷺ کے دادا محترم تشریف لائے اور کپڑا اٹھا کر آپ ﷺ کا رخِ زیبا دیکھا جب ان سے پوچھا گیا آپ نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ انہوں

Marfat.com

نے فرمایا "محمد" (ﷺ) لوگوں نے عرض کی " آپ نے یہ کیسا نام رکھا ہے جو نہ تو آپ کے سابقہ آباء میں سے کسی کا نام ہے اور نہ ہی آپ کی قوم میں سے کسی شخص کا نام ہے"۔ انہوں نے فرمایا " میں امید کرتا ہوں کہ تمام اہل زمین میرے اس نور نظر کی تعریف کریں گے"۔ یہ نام رکھنے کا سبب وہ خواب تھا جو حضرت عبدالمطلب نے دیکھا تھا۔ علی القیر وانی نے اپنی تصنیف "کتاب البستان" میں تحریر کیا ہے کہ:

" حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ چاندی کی زنجیر ان کی مبارک پشت سے ظاہر ہوئی ہے اس کا ایک حصہ آسمان پر اور دوسرا حصہ زمین پر تھا۔ وہ زنجیر مشرق و مغرب کو محیط تھی پھر وہ زنجیر ایک درخت کی شکل میں تبدیل ہوگئی جس کے ہر ہر پتے پر نور چمک رہا تھا اہل مشرق و مغرب اس درخت کے ساتھ معلق تھے"۔

انہوں نے وہ خواب ایک دانشمند کے سامنے بیان کیا اس نے اس کی یہ تعبیر کی کہ ان کی پشت سے ایک ایسا مولود مبارک پیدا ہوگا اہل مشرق و مغرب جس کی اتباع کریں گے۔ زمین و آسمان والے اس کی مدح خوانی کریں گے۔ اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے اپنے نور نظر کا نام "محمد" (قابل ستائش) رکھا۔ علاوہ ازیں پیچھے اس خواب کا بھی تذکرہ ہو چکا ہے جو آپ ﷺ کی والدہ معظمہ نے دیکھا۔ ان سے کہا گیا:

" آپ کے صدفِ بطن میں اس امت مرحومہ کے سردار قرار پذیر ہیں۔ جب وہ اس کائنات میں جلوہ گر ہوں تو ان کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔"

آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے محمد نامی اشخاص

علامہ مؤلف امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" آپ ﷺ کی جلوہ نمائی سے پہلے پورے عرب میں تین ایسے بچے تھے جن کے والدین نے ان کے نام محمد رکھے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے علماء سے محمد ﷺ کا ذکر خیر سنا انہوں نے یہ بھی سنا کہ اس کی بعثت کا وقت قریب آ چکا ہے اور وہ سرزمین حجاز میں مبعوث ہوگا تو انہوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا کہ شاید یہ سعادت انہیں ارزانی ہو۔ ابن فورک نے کتاب الفصول میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ یہ ہیں: 1۔ محمد بن سفیان بن مجاشع، یہ فرزدق (شاعر) کے دادا کا دادا تھا۔ 2۔ محمد بن احیحہ بن الجلاح بن الحریش بن جحجی بن کلفۃ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، 3۔ محمد بن حمران بن ربیعہ۔ ان تینوں بچوں کے والد کسی بادشاہ کے دربار میں گئے۔ وہ بادشاہ سابقہ کتب کا عالم تھا

Marfat.com

اس نے ان کو نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی اور آپ ﷺ کی بعثت کے متعلق بتایا۔ ان تینوں افراد میں سے ہر ایک نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو وہ اس کا نام محمد رکھیں گے۔"

اسم ''محمد'' کا مادۂ اشتقاق

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ اسم صفت سے منقول ہے لغت میں محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مُعَفَّلٌ کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے مُضَرَّب اور مُمَدَّح کا وزن بھی مُعَفَّل ہی ہے ان کے معنی میں بھی تکرار ہے''۔

اسم احمد اور اس کا مادۂ اشتقاق

آپ ﷺ کا اسم گرامی احمد بھی ہے یہ وہ بابرکت نام ہے جس کے ذریعہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زبان سے موسوم کیا گیا۔ یہ بھی صفت سے ہے احمد کا معنی ہے اپنے رب کی حمد ہر حمد کرنے والے سے زیادہ کرنے والا۔ روزِ محشر سرور انبیاء ﷺ کی شان نرالی ہوگی۔ مقام محمود میں آپ ﷺ پر حمد وستائش کے ایسے دروازے کھولے جائیں گے جو پہلے کسی کے لئے بھی نہیں کھلے ہوں گے۔ آپ ﷺ ان نور فشاں کلمات کے ساتھ اپنے رب کی حمد کے نغمے آلاپیں گے جبکہ لوائے حمد (حمد کا جھنڈا) بھی آپ ﷺ کے دست کرم میں ہوگا۔

احمد اور محمد ﷺ نام رکھنے کی وجہ

محمد صفت کا صیغہ ہے یہ محمود کے معنی میں ہے لیکن اس میں مبالغہ اور تکرار پایا جاتا ہے محمد وہ ہوتا ہے جس کی یکے بعد دیگرے تعریف کی جائے۔ جس طرح مُکَرَّم وہ ہوتا ہے جس کی بار بار تکریم کی جائے۔ مُمَدَّح بھی اس طرح ہے حضور ﷺ کا یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ نے خود رکھا تھا۔ یہ نبوت کے اعلام میں سے ایک علم ہے یہ اسم سرور کائنات ﷺ کی ذات والا صفات پر پوری طرح صادق آتا ہے آپ ﷺ دنیا میں قابل صد ستائش اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کا راستہ دکھایا اور علم وحکمت کے دریا بہائے اور آخرت میں معزز ومحترم اس لئے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی شفاعت کو شرف قبولیت سے نوازا جائے گا۔ جس طرح لفظ کا تقاضا ہے اسی طرح آپ ﷺ بھی دنیا وآخرت میں قابل صد تکریم ہیں پھر آپ ﷺ اس وقت تک ''محمد'' نہیں ہو سکتے جب تک آپ ﷺ اپنے رب کے سب سے زیادہ حمد سرانہ ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کی۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مقام نبوت پر فائز فرمایا اور عزت و کرامت سے نوازا۔ اسی وجہ سے اسم احمد کو اسم محمد سے مقدم کیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کا ذکر مبارک کرتے ہوئے فرمایا:

اِسۡمُہٗ اَحۡمَدُ۔ ''ان کا نام نامی احمد ہوگا۔''

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ان اوصاف کی حامل تو امت مصطفیٰ ﷺ ہوگی تو انہوں نے عرض کی:

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِی مِنۡ اُمَّةِ اَحۡمَدَ۔

''مولا مجھے امت احمد مجتبیٰ میں سے کردے۔''

آپ ﷺ کا اسم احمد، اسم محمد سے پہلے مذکور ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے تمام لوگوں سے پہلے اپنے رب کی حمد وثناء کی۔ جب اس کائنات میں رونق افروز ہوئے اور بعثت ہوئی تو آپ ﷺ بالفعل ''محمد'' ہوگئے۔ اسی طرح قیامت میں امت کے لئے شفاعت کے وقت آپ ﷺ کے لئے محامد وستائش کے دروازے کھولے جائیں گے۔ آپ ﷺ اپنے رب کی تعریف سب سے زیادہ کرنے والے ہوں گے پھر جب آپ ﷺ کی شفاعت شرف وقبولیت سے نوازی جائے گی تو آپ ﷺ اس وقت شفاعت کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کریں گے۔ ذرا غور کریں کہ ان دونوں اسماء کی ترتیب باہم کتنی عمدہ ہے ذکر اور وجود میں، دنیا اور آخرت میں کتنی احسن ترتیب ہے جب آپ ان میں غور وفکر کریں گے تو آپ کے لئے حکمت الٰہیہ عیاں ہوجائے گی پھر ذرا تدبر کریں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ﷺ پر ہی سورۃ الحمد نازل فرمائی۔ آپ ﷺ کو ہی لوائے حمد عطا کیا جائے گا۔ مقام محمود آپ ﷺ کے ساتھ ہی مختص ہے پھر قرآن وسنت نے ہمیں کس طرح حکم فرمایا ہے کہ ہم تمام امور کے اختتام اور افعال کے خاتمہ پر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ بِالۡحَقِّ وَقِیۡلَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (الزمر)۔

''اور فیصلہ کردیا گیا ہوگا ان کے درمیان حق کے ساتھ اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے''۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰىہُمۡ اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (یونس)

Marfat.com

''اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو مرتبہ وکمال تک پہچانے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں فرمان اس بات پر تنبیہہ ہیں کہ امور کے خاتمہ پر الحمد للہ ہمارے لئے مشروع قرار دی گئی ہے۔ کھانے اور پینے کے بعد بھی الحمد للہ کہنا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے سفر کے اختتام پر فرمایا:

آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرِبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

''وہ قصد کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور ہمارے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں''۔

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا۔ آپ ﷺ نے انقضاءِ رسالت کا اعلان فرمایا۔ وحی کے نازل نہ ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ نے قربِ قیامت سے لوگوں کو ڈرایا اور دنیا کے اختتام کے متعلق بتایا کیونکہ یہ تمام امور اختتام پذیر ہو رہے تھے اس لئے ان کے اختتام پر بھی حمد لازمی تھی۔ ان تمام امور میں حضور ﷺ کی رسالت ونبوت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی صداقت کی بہت بڑی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عزت وکرامت کے ساتھ مختص فرمایا اور آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے ہی ان امور کو مقدم فرمایا اور آپ ﷺ کی قدر ومنزلت میں اضافہ فرمایا۔

حضرت عبدالمطلب کے اشعار

روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب حضور ﷺ کو لے کر کعبہ مشرفہ میں داخل ہوئے اور یہ اشعار پڑھ کر آپ ﷺ کے لئے دعا مانگی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَعْطَانِی هٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَانِ
قَدْ سَادَ فِی الْمَهْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ اُعِیْذُ بِالْبَیْتِ ذِی الْاَرْکَانِ
حَتّٰی یَکُوْنَ بُلْغَةَ الْفِتْیَانِ حَتّٰی اَرَاهُ بَالِغَ الْبُنْیَانِ
اُعِیْذُهٗ مِنْ کُلِّ ذِی شَنَآنٍ مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعِنَانِ
ذِیْ هِمَّةٍ لَیْسَ لَهٗ عَیْنَانِ حَتّٰی اَرَاهُ رَافِعَ السَّانِ
اَنْتَ الَّذِی سُمِّیْتَ فِی الْقُرْآنِ فِی کُتُبٍ ثَابِتَةِ الْمَثَانِی

Marfat.com

اَحْمَدُ مَكْتُوْبٌ عَلَى الْبَيَانِ

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے میں اسے بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں میں اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر حاسد آنکھ گھمانے والے کے شر سے اور میں اسے ہر اس ذی ہمت سے پناہ میں دیتا ہوں جو صاحب بصارت نہیں حتیٰ کہ میں اسے بلند و بالا دیکھوں تو ہی وہ ذات ہے جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ سابقہ کتب میں بھی آپ کا تذکرہ ہے اور قرآن پاک میں تمہارا نام احمد بھی مکتوب ہے"۔

ولادت باسعادت کی تاریخ

مشہور و معروف یہ ہے کہ آپ ﷺ ماہ ربیع الاول میں اس عالم میں رونق افروز ہوئے۔ حضرت علامہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ماہِ رمضان المبارک میں ہوئی۔ یہ قول اس شخص کے اس قول کے ساتھ موافقت رکھتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا نور مقدس ایام تشریق میں شکم مادر سے منتقل ہوا۔

علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں نے ماہِ محرم میں مکہ معظمہ میں لشکر کشی کی اور آپ ﷺ اس سے پچاس دن بعد اس گیتی میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہ مشہور قول ہے اور اکثر علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

ریاضی دان کہتے ہیں شمسی مہینوں کے اعتبار سے آپ ﷺ کی ولادت ماہ اپریل میں ہوئی۔ اس وقت اپریل کے بیس دن گزر چکے تھے۔

منازل کے اعتبار سے آپ ﷺ کی ولادت غفر میں ہوئی۔ غفر کے ساتھ عَقرب (بچھو) کا منہ ملا ہوا ہے۔ عقرب منہ سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کے ساتھ اسد (شیر) کی دم متصل ہے اسد اپنی دم سے کسی کو کوئی نقصان نہیں دیتا وہ اپنے پنجوں اور جبڑوں سے نقصان دیتا ہے۔

آپ ﷺ کی جائے ولادت

آپ ﷺ کی ولادت "الشِعب" میں ہوئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کاشانہ اقدس میں ولادت ہوئی جو وصفا کے پاس ہے بعد میں محمد بن یوسف، حجاج بن یوسف کے بھائی سے اسے خرید لیا پھر زبیدہ نے جب فریضہ حج ادا کیا تو وہاں ایک مسجد تعمیر کر دی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ابھی آپ ﷺ اس عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز نہ ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے والد محترم اس دارِفانی کو خیر آباد کہہ گئے لیکن اکثر علماء کا قول ہے کہ جب آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال ہوا اس وقت آپ ﷺ ابھی پنگھوڑے میں تھے۔

بعض علماء فرماتے ہیں اس وقت آپ ﷺ کی عمر دو ماہ تھی۔ بعض نے اس وقت آپ ﷺ کی عمر اس سے بھی زائد بیان کی ہے۔

آپ ﷺ کے والد محترم کا انتقال بنونجار میں ہوا وہ ان کے ماموں تھے۔ آپ وہاں اپنے اہل خانہ کے لئے کھجوریں لینے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

بعض علماء فرماتے ہیں اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک اٹھائیس (28) ماہ تھی۔ انہوں نے بطور دلیل وہ اشعار پیش کئے ہیں جن کو عبدالمطلب ابو طالب کو وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

أُوصِيكَ يَا عَبْدَ مَنَافٍ بَعْدِي

بِمُوْتِمٍ بَعْدَ أَبِيهِ فَرْدِ

فَارَقَهُ وَهُوَ ضَجِيعُ الْمَهْدِ

''اے عبد مناف میں تمہیں اس یتیم کے متعلق وصیت کرتا ہوں جو اپنے والد کی وفات کے بعد تنہا رہ گیا ہے اس کے والد اس وقت اس سے جدا ہوئے جب اس کی خواب گاہ ابھی پنگھوڑا ہی تھا۔''

آپ ﷺ کے رضاعی باپ اور ان کا اسلام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے رضاعی باپ کا تذکرہ تو کیا ہے لیکن ان کے اسلام کا ذکر نہیں کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کتابیں تصنیف کرنے والے اکثر علماء نے ان کا تذکرہ نہیں کیا لیکن یونس بن بکیر نے اپنی روایت میں ان کا تذکرہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد اسحاق بن یسار نے بیان کیا ہے وہ بنو سعد بن بکر کے بعض آدمیوں سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے رضاعی باپ حضرت حارث بن عبدالعزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں آئے۔ اس وقت قرآن پاک کا نزول شروع تھا۔ قریش نے حضرت حارث سے کہا ''اے حارث! کیا سنتے ہو کہ تمہارا یہ بیٹا کیا کہتا ہے؟'' انہوں نے پوچھا ''میرا بیٹا کیا کہتا ہے''۔ قریش نے کہا ''وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے گا۔

Marfat.com

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی لاریب کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ (القصص:۱۲)

"اور ہم نے حرام کردی اس پر ساری دودھ پلانے والیاں"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بنوسعد بن بکر کی ایک خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنت ابی ذؤیب کو آپ ﷺ کو دودھ پالنے کی سعادت میسر آئی۔

اس کے دودار ہیں وہاں وہ اپنے نافرمانوں کو سزا دے گا اور اپنے فرمانبرداروں پر فضل و کرم کرے گا۔ اس نے ہمارے جمعیت کو منتشر کردیا ہے ہماری شیرازہ بندی کو بکھیر دیا ہے"۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

"اے میرے نورِ نظر! آپ کو کیا ہوگیا ہے آپ کی قوم آپ کے خلاف شکوہ کررہی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ لوگوں کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا پھر وہ یا جنت میں یا جہنم میں جائیں گے"۔

حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں میں یہ کہتا ہوں۔ اے میرے باپ! میں روز حشر تمہارا ہاتھ پکڑلوں گا اور تمہیں آج کے دن کی یہ گفتگو یاد کراؤں گا"۔ اس کے بعد حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔ اپنے اسلام پر عمدگی سے کاربند رہے اسلام قبول کرلینے کے بعد حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"اگر میرے نورنظر نے روزِ محشر میرا ہاتھ پکڑلیا اور مجھے اپنا فرمان یاد کرایا تو وہ میرا ہاتھ نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردیں"۔

ناصرہ بن قصیۃ کے نام میں اختلاف

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسب میں ناصرہ بن قصیۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ علماء کے نزدیک یہ اسم فُصَيَّةُ فاء کے ساتھ ہے یہ فَصَاة کی تصغیر ہے اس کا معنی گٹھلی ہے لیکن تمام نسخوں میں قُصَیَّہ ہی مکتوب ہے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ فَصَا ہے اور اس کا معنی انگور کا دانہ ہے۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب

ابوذوئب عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ میں فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند اور ان کا نسب

آپ ﷺ کے رضاعی باپ کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن فصہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہلال بن ناصرہ بھی کہا جاتا ہے۔

الشَیْماء

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی رضاعی بہن شیماء کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے اس کا نام خذامہ لکھا ہے جبکہ دیگر مؤرخین نے اس کا حذافہ لکھا ہے۔ یونس نے ابن اسحاق سے یہی روایت کیا ہے۔

الرُّضَعَاء اور المَرَاضِع کی لفظی تحقیق

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ کے لئے الرضعاء (دائی) کی جستجو کی گئی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے الرُّضَعَاء کی جگہ المَرَاضِعُ استعمال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا قول عیاں ہے کیونکہ مَرَاضِعُ مُرْضِعٌ کی جمع ہے اور الرُّضَعَاء رَضِيع کی جمع ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کی دو وجوہات ہیں: 1۔ مضاف کو حذف کر دیا ہے اصل میں ذَوَاتُ الرُّضَعَاء تھا۔ 2۔ الرُّضَعَاء سے مراد بچے ہوں کیونکہ اہل عرب جب اپنے بچے کے لئے کوئی دائی پاتے تھے تو اس کے ساتھ کوئی شیرخوار بچہ ضرور ہوتا تھا جو ان کے بچے کے ساتھ دودھ پیتا تھا ممکن ہے کہ یہ کہا گیا ہو کہ آپ ﷺ کے لئے شیرخوار بچہ تلاش کرو کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس شیرخوار بچے کے ساتھ کوئی دودھ پلانے والی خاتون بھی مل جائے گی۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد

عبداللہ بن حارث، اُنیسہ بنت حارث اور خدامہ بنت حارث تھے۔ حذامہ کو ہی شیماء کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ وہ اپنی قوم میں اسی نام سے مشہور تھیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ ساری اولاد تھی سیرت نگار لکھتے ہیں کہ شیماء اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کی پرورش کیا کرتی تھیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے جہم بن ابی جہم نے حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اپنے گاؤں سے نکلیں۔ ان کا ایک چھوٹا سا نور نظر بھی تھا۔ بنوسعد کی اور خواتین بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ ان سب کی آمد کا مقصد شیر خوار بچوں کی جستجو تھا۔ اس وقت قحط سالی کا دور دورہ تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہ تھا میں ایک خاکستری گدھی پر سوار تھی۔ ہمارے پاس ایک بوڑھی سی اونٹنی بھی تھی۔ اللہ کی قسم ہم ساری رات سکون کی نیند بھی نہ سو سکتے تھے ہمارا بچہ بھوک سے بلکتا رہتا تھا۔ میرے پستانوں میں بھی اتنا دودھ نہ تھا جو اسے سیر کرسکتا اور نہ ہی ہماری اونٹنی کے پاس اتنا دودھ تھا کہ وہ اس بچے کو سیراب کر سکے لیکن ہمیں فراخی اور بارانِ رحمت کی امید تھی۔ میں اپنے اس گدھی پر سوار ہو کر عازم سفر ہوئی وہ جلد ہی تھک گئی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے اس کے لئے چلنا

وہ خواتین جنہیں آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت ملی

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے آپ ﷺ کو ثویبہ نے دودھ پلایا۔ اس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ ثویبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور مدینہ طیبہ سے اس کے لئے تحائف بھیجتے تھے جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے ثویبہ اور اس کے فرزند مسروح کے متعلق

Marfat.com

بھی دشوار تھا۔ بڑی تکلیف سے سفر کرتے ہوئے ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ عورتوں نے بچوں کی جستجو شروع کی۔ ہم میں سے ہر عورت کو رسول مکرم ﷺ پیش کئے گئے جب اسے یہ معلوم ہوتا کہ وہ یتیم ہیں تو وہ انکار کر دیتی کیونکہ ہم بچے کے باپ سے انعام واکرام کی توقع رکھتی تھیں۔ یہ یتیم تھے ان کی والدہ اور دادا سے انعامات کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ میری تمام ساتھی عورتیں بچے حاصل کر چکی تھیں لیکن میرا دامن ابھی خالی تھا۔ جب ہم واپس ہونے لگے تو میں نے اپنے خاوند سے کہا ''اللہ کی قسم! مجھے یہ بات از حد ناگوار ہے کہ میں اپنی ساتھیوں کے مابین بغیر کسی بچے کے جاؤں۔ قسم بخدا! میں اسی یتیم کو ہی لے جاؤں گی''۔ میرے شوہر نے کہا ''تم اس مبارک مولود کو ضرور حاصل کرو۔ امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں ہمارے لئے ضرور برکت فرمائے گا''۔ میں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ مبارک میں آئی اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل کر لیا۔ میں حضور ﷺ کو اٹھا کر اپنے خیمہ کے پاس آئی میں نے حضور ﷺ کو اپنی آغوش میں لیا اور انہیں اپنا ایک پستان پیش کیا۔ آپ ﷺ نے جی بھر کر دودھ نوش فرمایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی دودھ پیا۔ پھر دونوں آرام سے سو گئے۔ اس سے قبل ہم آرام سے کبھی نہیں سوئے تھے۔ میرا خاوند اونٹنی کے پاس گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی کھیری دودھ سے لبریز تھی۔ اس نے اس کا دودھ دوہا اس نے خود بھی شکم سیر ہو کر دودھ پیا۔ میں نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ جی بھر کر دودھ پیا وہ شب ہم نے بڑے سکون سے گزاری''۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''صبح کے وقت میرے خاوند نے مجھ سے کہا اے حلیمہ! ہمیں سراپا یمن و برکت وجود ملا ہے''۔ میں نے کہا ''میں بھی یہی امید رکھتی ہوں پھر ہم عازم سفر ہوئے میں اپنے گدھی پر سوار ہوئی اور حضور ﷺ کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ اللہ کی قسم! اس وقت ہماری گدھی انتہائی سرعت رفتاری سے چلنے لگی میری ساتھیوں کی سواریوں میں اس کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی۔ میری ساتھی عورتیں مجھے کہنے لگیں'' اے ابوذویب کی نور نظر! ہم پر

دریافت فرمایا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ ان دونوں کا انتقال ہو چکا ہے پھر آپ ﷺ نے ان کے قریبی رشتہ داروں کے متعلق پوچھا لیکن ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا۔ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ مزید تفصیلات عنقریب بیان کی جائیں گی۔

Marfat.com

رحم کر اور اپنی گدھی کو آہستہ آہستہ چلا۔ کیا تیرے پاس وہی گدھی نہیں جس پر تو سوار ہو کر مکہ مکرمہ آئی تھی"۔ میں نے کہا" ہاں اللہ کی قسم! یہ وہی گدھی ہے"۔ ان خواتین نے کہا" قسم بخدا اب اس کی کیفیت ہی بدل گئی ہے"۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں" پھر ہم اپنی قیام گاہوں میں پہنچ گئے۔ اللہ کی ساری زمین میں یہ علاقہ سب سے زیادہ قحط زدہ تھا۔ ہماری بکریاں چرنے کے لئے جاتی تھیں جب وہ شام کو واپس آتیں تو ان کے پیٹ گھاس سے اور ان

یُغَذِّیہ اور یُغَدِّیہ کی لفظی تحقیق

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں "یُغَذِّیہ" لکھا ہے یہ لفظ اپنے مفہوم پر مکمل طور پر دلالت کرتا ہے۔ شیخ کے اصل نسخہ میں اس لفظ کی تیسری روایت موجود بھی ہے جبکہ بعض مؤرخین نے یہاں "یُعْذِبُه" لکھا ہے۔

حضور ﷺ اور آپ کے رضاعی بھائی کے مابین دودھ کی تقسیم

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے تو لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب میں نے حضور ﷺ کو اپنی آغوش پیش کی اور آپ ﷺ نے میرے پستان سے دودھ پیا۔ جب آپ ﷺ خوب سیر ہو گئے تو میرے بیٹے نے بھی دودھ پیا حتیٰ کہ وہ بھی خوب سیر ہو گیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ صرف ایک پستان سے دودھ نوش فرماتے تھے جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو دوسرا پستان پیش کرتی تو آپ ﷺ انکار فرما دیتے گویا کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ آپ ﷺ کا رضاعی بھائی بھی اس دودھ میں شریک ہے اور عدل وانصاف آپ ﷺ کی فطرت میں شامل تھا۔

رضاعت کی اجرت کا جواز

رضاعت کی اجرت لینا عرب کی اکثر خواتین کے نزدیک قابل ستائش نہیں ہے حتیٰ کہ اہل عرب میں یہ مقولہ ضرب المثل بن گیا:

تَجُوْعُ الْمَرْأَةُ وَلَاتَاكُلُ بِثَدْيَيْهَا۔

"ایک عورت بھوکی تو مرسکتی ہے لیکن وہ اپنے پستانوں کی اجرت نہیں کھاسکتی"۔

Marfat.com

کی کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتی تھیں ہم ان کا دودھ دوہتے اور خوب سیر ہو کر پیتے تھے۔ دوسرے لوگوں کے ریوڑ بھوکے واپس آتے اور ان کی کھیریوں سے دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ٹپکتا تھا۔ وہ لوگ اپنے چرواہوں کو ڈانٹتے اور کہتے تم ہماری بکریوں کو وہاں کیوں نہیں چراتے جہاں ابو ذوئب کی بیٹی کی بکریاں چرتی ہیں۔ ان کی بکریاں خالی پیٹ اور خالی کھیری صبح جاتیں ہیں جب وہ شام کو واپس آتی ہیں تو ان کی کھیریاں دودھ سے اور ان کے پیٹ گھاس سے بھرے ہوتے ہیں۔ دن بدن انعامات اور برکات میں اضافہ ہوتا جاتا حتیٰ کہ دو سال کا عرصہ بیت گیا میں نے

لیکن بعض عورتیں اسے قابل مذمت نہیں سمجھتیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنو سعد میں نسب کے اعتبار سے شریف اور اپنی قوم میں معززہ و محترمہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی محترم ﷺ کی رضاعت کے لئے منتخب فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لئے پاکیزہ پشتوں اور صاف رحموں کو منتخب فرمایا۔ رضاعت بھی نسب کی طرح ہی ہے کیونکہ اس سے طبیعتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ المسند میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کسی احمق عورت کی رضاعت منتخب نہ کرو کیونکہ دودھ کا اثر بھی نسل در نسل رہتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی ساتھی عورتوں نے شیر خوار بچوں کی جستجو قحط سالی سے تنگ آ کر کی ہو کیونکہ اس سال انتہائی شدید قحط سالی ہوئی تھی۔

رضاعت کے اسباب

قریش اور عرب کے دیگر ممتاز قبائل اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے دائیوں کے حوالے کرتے تھے اس کی کئی وجوہات تھیں:

1۔ تاکہ ان کی خواتین ان کی خدمت کے لئے فراغت پا سکیں جس طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تھا:

دَعِی هٰذِهِ الْمَقْبُوْحَةَ الْمَشْقُوْحَةَ الَّتِی آذَیْتِ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔

''اس بے برکت اور خیر سے محروم کو چھوڑ دے۔ اسی کے ساتھ تو نے حضور ﷺ کو تکلیف دی ہے''۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا دودھ چھڑایا۔ اس عرصہ میں آپ ﷺ کی نشو ونما کی کیفیت نرالی تھی۔ دو سال میں آپ ﷺ قوی اور توانا بچوں کی طرح ہو گئے"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کو لے کر پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ آنا

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں "ہم نے حضور ﷺ کو ان کی والدہ ماجدہ کے حضور پیش کر دیا حالانکہ ہماری خواہش تھی کہ حضور ﷺ ابھی ہمارے ہاں ہی قیام پذیر رہیں تاکہ ہم آپ ﷺ کی برکات سے مزید فیض اندوز ہو سکیں۔ ہم نے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سے گفتگو کی اور ان سے کہا" آپ اپنے نور نظر کو ہمارے ہاں ہی رہنے دیں حتیٰ کہ یہ مزید توانا اور

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک رضاعی بھائی تھا جب زینب بنت ابی سلمہ نے اسے چھین لیا تو اس وقت حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ فرمایا تھا۔

2۔ تاکہ ان کی اولاد صحرائی ماحول میں نشو ونما پائے اور انہیں فصیح عربی پر مہارت حاصل ہو جائے۔ ان کا جسم تندرست و توانا ہو جائے اور ان میں حضرت معد کی قوت کی طرح قوت و توانائی آ جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے "اے مسلمانو! معد کا تن و توش پیدا کرو، مشقت طلبی کو اپنا شعار بناؤ اور اپنے جسم اور اعصاب کو سخت بناؤ"۔

ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر فصیح نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا کیوں نہ ہو میں قبیلہ قریش کا فرزند ہوں اور میں نے اپنی رضاعت کا زمانہ قبیلہ بنی سعد میں گزارا ہے۔

یہ وہ اسباب تھے جو اہل عرب کو مجبور کرتے تھے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے رضاعت کا انتظام کریں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ ولید کی محبت نے ہمیں قرب بخشا ہے کیونکہ ولید خوش آواز تھا جبکہ سلیمان فصیح تھا کیونکہ ولید اپنی ماں کے ساتھ ہی ٹھہرا رہا جبکہ سلیمان اور اس کے بھائیوں نے گاؤں میں ڈیرا جما لیا۔ پہلے وہ اعرابی بنے پھر انہوں نے ادب سیکھا۔ قریش میں کچھ قبائل اعرابی تھے اور کچھ شہری مقیم تھے۔ بنو ادرم اور بنو محارب اعرابی تھے۔ بنو عامر بن لوی بھی اسی طرح تھے کیونکہ وہ اہل ظواہر میں سے تھے وہ اہل بطاح میں سے نہ تھے۔

Marfat.com

قوی ہو جائے مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ مکہ کی وبا اسے کوئی تکلیف نہ دے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں اجازت دے دی"۔

شق صدر

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "ہم دولت سرمدی کو سمیٹتے ہوئے اپنے گھر واپس آگئے جب ہمیں آئے ہوئے چند ماہ گزر گئے۔ ایک روز آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ ہمارے مکانوں کے پیچھے بکریاں چرا رہے تھے اچانک آپ کا بھائی ہمارے پاس دوڑتا ہوا آیا اس نے مجھے اور اپنے باپ سے کہا:

"میرے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ لیا ہے انہوں نے سفید لباس پہن رکھا ہے انہوں نے ان کے بطن کو چاک کیا ہے اور وہ انہیں کوڑے مار رہے ہیں"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "میں اور اس کا باپ حضور ﷺ کی جانب دوڑے ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ وہاں کھڑے تھے۔ آپ ﷺ کے چہرے کی رنگت زردی مائل تھی"۔ میں نے اور آپ ﷺ کے باپ نے آپ ﷺ کو سینے لگا لیا اور پوچھنے لگے:

شق صدر کی وضاحت

آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بیان کیا کہ دو سفید مرد آپ ﷺ کے پاس آئے انہوں نے آپ ﷺ کے شکم اطہر کو چاک کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس دو کُرکِی (پرندے) آئے۔ ایک پرندے نے اپنی چونچ سے آپ ﷺ کے پیٹ مبارک کو چاک کیا دوسرے نے پیٹ مبارک میں برف نما کوئی چیز ڈال دی۔ یونس کی روایت عجیب تر بھی ہے اور طویل تر بھی۔ ابن ابی دنیا نے مرفوع سند کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں "میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ کو کیسے علم ہوا کہ آپ ﷺ نبی ہیں اور کس طرح آپ ﷺ کو معلوم ہوا حتیٰ کہ آپ ﷺ کو یقین ہو گیا؟" آپ ﷺ نے فرمایا "اے ابوذر! میرے پاس دو فرشتے آئے۔ میں وادی بطحاء میں تھا ایک زمین پر اتر آیا جبکہ دوسرا زمین و آسمان کے درمیان تھا۔ ایک فرشتے نے

Marfat.com

'نور نظر تمہیں کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' دو آدمی میرے قریب آئے انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا پھر میرے شکم کو چیر دیا۔ اس میں سے کوئی چیز نکالی اور اسے باہر پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو سی کر پہلے کی طرح کر دیا''۔ ہم دونوں آپ ﷺ کو ساتھ لے کر گھر واپس آ گئے''۔

حضور ﷺ والدہ ماجدہ کی آغوش میں

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھ سے حضور ﷺ کے باپ نے کہا'' مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ﷺ کو آسیب کا اثر ہو گیا ہے ہمیں چاہئے کہ ہم آپ ﷺ پر آسیب کے اثرات ظاہر ہونے سے پہلے انہیں ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیں''۔ جب ہم آپ ﷺ کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا'' اے حلیمہ! تم کل تو انہیں بڑے چاؤ سے لے کر گئی تھیں اور انہیں اپنے پاس رکھنے پر بڑی حریص تھیں اور آج انہیں لے کر واپس بھی آ گئی ہو''۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا'' اب آپ کا نور نظر تندرست وتوانا ہو چکا ہے۔ میرا فرض پورا ہو چکا ہے میں کئی خطرات سے ڈرتی ہوں اس لئے میں یہ امانت آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں''۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا'' اے حلیمہ! تم حقیقت بیان نہیں کر رہی۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم میرے لخت جگر کو اتنی جلدی کیوں واپس لے آئی ہو

دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا ہاں یہ وہی ہیں۔ پہلے نے کہا ایک آدمی کے ساتھ اس کا وزن کرو اس نے ایک شخص کے ساتھ میرا وزن کیا۔ میرا وزن زیادہ نکلا پھر اس کے ساتھی نے کہا اب دس افراد کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ اس نے دس افراد کے ساتھ میرا وزن کیا میں پھر بھی بھاری تھا پھر اس نے کہا اب سو اشخاص کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ سو اشخاص کے ساتھ میرا وزن کیا گیا میرا وزن پھر بھی زیادہ تھا پھر اسے ایک ہزار افراد کے ساتھ میرا وزن کرنے کے لئے کہا گیا۔ میرا وزن ایک ہزار افراد سے بھی زائد تھا۔ وہ پلڑا اتنا اوپر اٹھ گیا کہ وہ افراد وہاں سے نیچے مجھ پر گرنے لگے۔ ایک فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا ان کا بطن اقدس شق کرو۔ اس نے میرا پیٹ چاک کیا میرے دل کو نکالا اس میں سے شیطان کا حصہ اور خون کا لوتھڑا باہر نکال دیا۔ ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا اب ان کے قلب انور کو اس طرح غسل دو جس طرح برتن کو دھویا جاتا ہے۔ ان کے دل مبارک کو اس طرح صاف کرو جس طرح چادر کو صاف کیا جاتا ہے۔ پھر اس فرشتے نے کہا اب ان کا بطن اطہر سی دو۔ اس نے میرا شکم مبارک سی دیا اور میرے شانوں کے درمیان مہر لگا دی۔ جیسا کہ اب بھی وہاں مہر ہے پھر وہ

Marfat.com

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لگاتار اصرار کرتی رہی حتیٰ کہ میں نے حقیقت حال بتادی۔ تمام داستان سن کر انہوں نے کہا "کیا تم میرے اس بلند اقبال فرزند کے متعلق شیطان سے خوفزدہ ہو؟ میں نے کہا "ہاں۔ انہوں نے فرمایا "اللہ کی قسم! ہرگز نہیں شیطان میرے اس فرزند کو کوئی اذیت نہیں دے سکتا۔ میرے لخت جگر کی شان بڑی نرالی ہے کیا میں تمہارے لئے اس کی کچھ شان عیاں نہ کروں"۔ میں نے عرض کی "ضرور"۔ انہوں نے فرمایا "جب اس کا مبارک نور میرے شکم انور میں قرار پذیر ہوا تو مجھ سے ایک نور کا ظہور ہوا جس سے سرزمین بصریٰ کے محلات جگمگا اٹھے۔ جب آپ ﷺ میرے صدف بطن میں قرار پذیر ہوئے تو مجھے کوئی گرانی یا بوجھ محسوس نہ ہوا۔ جب ولادت ہوئی تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ اب انہیں میرے پاس ہی رہنے دو میں خود ان کی خبر گیری کروں گی"۔

سرور دو عالم ﷺ سے ایک سوال

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ثور بن یزید نے بعض اہل علم سے مجھے بیان کیا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ روایت خالد بن معدان الکلاعی سے ہی منقول ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہمیں اپنے متعلق آگاہ فرمائیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

فرشتے وہاں سے چلے گئے۔ مجھے اب بھی وہ منظر بالکل یاد ہے۔

اس حدیث شریف میں زیادہ تفصیل ہے کیونکہ اس میں ہے کہ فرشتے نے شیطان کا حصہ اور خون کا لوتھڑا باہر نکالا۔ گویا فرشتہ وہ چیز تلاش کر رہا تھا جو شیطان کا حصہ ہوتی ہے اور جو حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام کے علاوہ ہر مولود میں ہوتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ اپنی ماں کی اس دعا کی وجہ سے اس سے محفوظ تھے۔

وَإِنِّىٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَٰنِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ (آل عمران)

"اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے"۔

اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے شیطان ان تک رسائی نہ پاسکا۔ دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق مادہ منویہ سے نہیں ہوئی تھی وہ تو روح القدس کے نفخہ سے تخلیق ہوئے تھے۔

اس امر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم ﷺ سے افضل ہیں کیونکہ حضور ﷺ کے قلب انور سے وہ گوشت کا لوتھڑا نکال لیا گیا پھر روح القدس نے اس کو ثلج اور برد

Marfat.com

ہوں۔ میں اپنے محترم بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ میں وہ خواب ہوں جو میری والدہ محترمہ نے اس وقت دیکھا تھا جب میں ان کے صدفِ بطن میں قرار پذیر ہوا تھا۔ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ ان سے ایک نور کا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ میری رضاعت بنوسعد میں ہوئی۔ اسی اثناء میں کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ اپنے گھروں کے پیچھے بکریاں چرا رہا تھا دو آدمی میرے پاس آئے انہوں نے سفید کپڑے زیب بدن کئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس سونے کا طشت تھا جو ثلج سے لبریز تھا۔ ان دونوں نے مجھے پکڑا اور میرے پیٹ کو چاک کیا میرا دل باہر نکالا، اسے چیرا، اس سے کالا لوتھڑا نکال کر باہر پھینک دیا پھر انہوں نے میرے قلب انور اور میرے شکم مبارک کو اس ثلج سے دھویا حتیٰ کہ قلب اطہر خوب پاک صاف ہو گیا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا وزن ان کی امت کے دس افراد سے کرو۔ اس نے میری امت کے دس افراد سے میرا وزن کیا۔ میرا وزن زیادہ تھا پھر اس نے کہا اب ان کا وزن ان کی امت کے سو افراد سے کرو۔ سو افراد سے میرا وزن کیا گیا میں پھر بھی بھاری تھا۔ پھر اس نے کہا اب ان کا وزن ان کے ایک ہزار امتیوں سے کرو۔ ایک ہزار افراد سے میرا وزن کیا گیا میں پھر بھی وزن میں زیادہ تھا۔ پہلے شخص نے دوسرے سے کہا انہیں چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! اگر تم ان کا وزن ان کی تمام امت سے کرو گے پھر بھی ان کا وزن ہی زیادہ ہو گا۔

سے دھویا پھر اسے حکمت و ایمان سے لبریز کر دیا گیا۔ گوشت کے اس لوتھڑے میں اس شہوت کی جگہ تھی جو منی کی حرکت کا سبب بنتی ہے۔ تمام شہوات شیاطین کی وجہ سے ہوتی ہیں بالخصوص غیر مؤمن کی شہوت شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اس طرح لوتھڑے کا تعلق باپ سے ہوتا ہے بیٹے سے نہیں۔

اس حدیث مبارک میں ایک اور بھی علمی فائدہ ہے وہ یہ کہ معلوم نہیں کہ خاتم النبوۃ کو آپ ﷺ کے ساتھ ہی تخلیق کیا گیا یا پھر ولادت کے بعد لگائی گئی یا بعثت کے وقت مہر نبوت لگائی گئی۔ یہ حدیث یہ بھی بیان کرتی ہے کہ مہر نبوت کب اور کیسے لگائی گئی اور اس کو کس نے لگایا؟ اللہ تعالیٰ ہمارے علم کو فزوں تر کرے اور اپنے عطا کردہ علم پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے۔ اس حدیث مبارک میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال کا جواب ہے کہ آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کیفیت سے آگاہ فرمایا۔

بعض راویوں کی جانب اس حدیث شریف میں ایک وہم واقع ہوا ہے وہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میں اس وقت بطحاء مکہ میں تھا حالانکہ یہ واقعہ اس وقت ظہور پذیر ہوا تھا جب آپ ﷺ حضرت

Marfat.com

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بنو سعد میں رونق افروز تھے۔ البزار نے اسی روایت کو عروہ کی سند سے بیان کیا ہے اس میں بطحاء مکہ کا ذکر نہیں ہے۔

السَّکِیْنَہ

اس روایت میں ذکر ہے کہ پھر میرے پاس السَّکِیْنَہ لایا گیا سَکِیْنَہ کوئی سفید چیز تھی پھر اسے میرے سینہ انور میں انڈیل دیا گیا لیکن حضرت عروہ کی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''اے ابوذر چالیس آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا گیا۔ ان چالیس میں تم بھی تھے لیکن میرا وزن پھر بھی زیادہ تھا''۔

نبوت کب ملی

آپ ﷺ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج کب سجایا گیا؟ حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے گزارش کی ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو نبوت سے کب سرفراز کیا گیا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا'' مجھے نبوت سے اس وقت سرفراز کیا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے''۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام مٹی میں گوندھے ہوئے تھے۔

شق صدر کی تعداد

یہ روایت نبی اکرم ﷺ سے دو طرح سے منقول ہے:

1۔ آپ ﷺ کا سینہ اقدس اس وقت چاک کیا گیا جب آپ ﷺ اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھے۔ آپ ﷺ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا اس میں ثلج تھا اس کے ساتھ نبی محترم ﷺ کے قلب انور کو دھویا گیا۔

2۔ دوسری مرتبہ شق صدر اس وقت ہوا جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اس وقت قلب انور کو آبِ زمزم سے دھویا گیا۔ اس بار سونے کا ایک طشت لایا گیا جو حکمت و ایمان سے لبریز تھا اور طشت مبارک آپ ﷺ کے قلب اطہر میں انڈیل دیا گیا۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں تضاد ہے اس لئے وہ ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینے لگے لیکن ان کا یہ نقطۂ نظر درست

Marfat.com

نہیں ہے بلکہ یہ تقدیس وتطہیر دو مرتبہ ہوئی تھی۔

پہلی مرتبہ صغرسنی میں آپ ﷺ کا شق صدر ہوا تا کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کو شیطانی لوتھڑے سے پاک کر دیا جائے اور وہ ہر خلق ذمیم سے مطہر ومنزہ ہو جائے اور اس میں کوئی ایسا عیب نہ رہے جس کی وجہ سے اس پر انگشت نمائی کی جا سکے۔ وہاں صرف توحید کا بسیرا ہو اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا جب فرشتے مجھ سے جدا ہوئے تو میں امر کا گہرا مشاہدہ کر رہا تھا۔

دوسری مرتبہ شق صدر اس وقت ہوا جب آپ ﷺ لامکاں کی سیاحت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ اس حریم ناز میں تشریف لے گئے جہاں صرف مقدس ہی داخل ہوسکتا ہے۔ معراج کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ پر نماز فرض کی جائے اور آپ ﷺ کے سر پر آسمانوں کے ملائکہ کی امامت کا تاج سجایا جائے۔ پاکیزگی نماز کے لئے انتہائی ضروری ہے اسی لئے آپ ﷺ کے ظاہر وباطن کی تطہیر وتقدیس کا اہتمام کیا گیا۔ جب پہلی مرتبہ شق صدر ہوا تو آپ ﷺ کے قلب انور میں ثلج انڈیلا گیا اس ثلج سے مراد یقین کی ثلج ہے تا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس امر کا یقین ہو جائے جو آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہونا تھا۔ جب دوسری مرتبہ شق صدر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ مرتبہ یقین پر بھی فائز تھے اور منصب نبوت سے بھی سرفراز تھے اس بار کی طہارت کا مفہوم کچھ اور ہے اس کا مقصد وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ حضرۃ القدس میں تشریف لے جانا تھا وہاں نماز فرض ہونا تھی۔ خداوند قدس سے ملاقات کا شرف ملنا تھا اس لئے روح القدس نے قلب اطہر کو اس آبِ زمزم سے دھویا جو روح القدس کا ہی چشمہ ہے اور اس کی ایڑی کا فیضان ہے جو آپ ﷺ کے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے رواں ہوا پھر حکمت وایمان سے لبریز طشت لایا گیا اسے آپ ﷺ کے قلب انور میں انڈیل دیا گیا آپ ﷺ کے ایمان میں پہلے بھی کمی نہ تھی لیکن مقصد یہ تھا۔

لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (فتح: ۴)

"تا کہ وہ اور بڑھ جائے (قوتِ) ایمان میں اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ۔

وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اِيْمَانًا۔

"اور بڑھ جائے اہل ایمان کا ایمان۔"

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایمان اور حکمت سونے کے طشت میں کیسے آسکتے ہیں؟ کیونکہ ایمان

Marfat.com

عَرَض ہے اور اَعراض کی توصیف صرف اسی جگہ کی جا سکتی ہے جہاں وہ قائم ہوتی ہیں۔ عَرَض میں انتقال ناممکن ہے کیونکہ انتقال اجسام کی صفت ہے اَعراض کی صفت نہیں ہے۔

ہم اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حکمت وایمان کے طشت کی تعبیر اسی طرح کی جائے گی جس طرح اس دودھ کی تعبیر علم سے کی گئی جس میں سے کچھ آپ ﷺ نے نوش فرمایا اور بقیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیا۔ آپ ﷺ کے قلب انور میں جو کچھ انڈیلا گیا اس کی تاویل حکمت اور ایمان سے کی گئی۔ اس سنہری طشت میں جو ثَلج وبَرَد تھا۔ پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے اس کی تاویل وہی کی جو آپ ﷺ نے اس کی صورت ملاحظہ فرمائی تھی کیونکہ اس وقت آپ ﷺ کم سن تھے جب طشت میں ثَلج دیکھا تو اسے ثَلج ہی سمجھا جب دوسری مرتبہ شق صدر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ مبعوث ہو چکے تھے جب آپ ﷺ نے اس وقت طشت کو ثلج سے لبریز دیکھا تو اس وقت اس کی تاویل حکمت وایمان سے کی۔ دونوں جگہوں پر یہ الفاظ آپ ﷺ کے مقامات کی غمازی کر رہے ہیں۔

سونے کے طشت کی حکمت

دونوں بار سونے کا طشت اس معنی اور مفہوم کے بالکل مناسب ہے جس کا آپ ﷺ سے ارادہ کیا گیا تھا۔ اگر لفظ ''ذَهَبٌ'' کو دیکھا جائے تو یہ ''الِاذْهَاب'' کے مطابق ہے۔

اَرَادَ اَنْ يُّذْهِبَ عَنْهُ الرِّجْسَ وَيُطَهِّرَهٗ تَطْهِيْرًا۔

''اللہ رب العزت نے ارادہ فرمایا کہ وہ آپ ﷺ سے ہر قسم کی رجس (ناپاکی) کو دور فرمادے اور آپ ﷺ کو خوب پاک صاف فرمادے۔''

پھر اگر تو ذَهَبٌ (سونے) کے معنی اور اس کے اوصاف پر غور وفکر کرے گا تو تجھے معلوم ہوگا کہ یہ تمام اشیاء سے صاف اور عمدہ ہوتا ہے ضرب المثل ہے اَنْقٰی مِنَ الذَّهَبِ۔ (سونے سے زیادہ خالص)۔ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں ''میں نے انہیں اسی طرح پایا ہے جس طرح سنارا سرخ سونے کو پاتا ہے''۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن اشیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں ''ان کا دل سونے کا تھا''۔ جریر بن حازم خلیل بن احمد کے متعلق کہتے ہیں ''وہ سونے کا ایک شخص تھا۔'' ان تمام کی سونے سے تشبیہ دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ عیوب سے پاک اور صاف تھے۔ سونے کے طشت سے نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ سے بھی یہی مطلوب تھا کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کو پاک وصاف کیا جائے۔

اسی طرح سونے کے اوصاف میں سے اس کا ثقل اور پختگی بھی ہے۔ اس کو پارے میں ڈال دیا جاتا ہے لیکن پھر بھی مستحکم ہی رہتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۝ (مزمل)

''بیشک ہم جلد ہی القا کریں گے آپ پر ایک بھاری کلام۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

''بروز حشر اہل حق کے ترازو کے پلڑے جھک جائیں گے کیونکہ وہ حق کی اتباع کرتے رہے ہوں گے۔ وہ میزان (پلڑا) جس پر حق رکھا جائے اس کے لئے جھک جانا ضروری ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے اہل باطل کے لئے اس کے برعکس فرمایا۔

روایت کیا جاتا ہے کہ جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوتا اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے تو وہ بہت زیادہ بوجھ محسوس کرتی حتیٰ کہ اس کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے۔

اس طرح سونے کی صفت معقولہ اور صفت محسوسہ دونوں کی مطابقت حضور ﷺ کے ساتھ قائم ہوگئی۔ سونے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کو آگ نہیں کھاتی۔ قرآن پاک کی بھی یہی خصوصیت ہے وہ دل جو قرآن پاک کا مسکن ہوگا روز حشر آگ اسے بھی نہ کھا سکے گی اور نہ ہی آگ اس جسم کو کوئی گزند پہنچائے گی جس نے قرآن پر عمل کیا ہوگا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر قرآن پاک کو چمڑے میں رکھ کر آگ میں پھینکا جائے تو آگ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اسی طرح سونے کا وہ وصف جو قرآن اور وحی سے مطابقت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ زمین اس کو بوسیدہ نہیں کرسکتی۔ اسی طرح قرآن پاک بھی بار بار پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن ہے۔ سونے کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ ایک نفیس دھات ہے اور لوگوں کے نزدیک بڑی قابل قدر ہے۔ اسی طرح حق اور قرآن بھی گراں قدر ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ۝ (فصلت)

''بیشک یہ بڑی عزت (حرمت) والی کتاب ہے۔''

سونے کے یہ تمام اوصاف اس کی خصوصیات اس کے لفظ کے اعتبار سے تھے۔ جب تم اس کی ظاہری ذات پر غور وفکر کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ دنیا کی زیب وآرائش بھی ہے اسی طرح قرآن

Marfat.com

پاک نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لئے بادشاہوں کے خزانوں کو مغلوب کر دیا۔ ان کا تمام سونا چاندی اور زیب و آرائش ان کے پاس آ گئی پھر قرآن پاک کی اتباع کرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ جنت میں انہیں سونے اور چاندی کے محلات عطا کئے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "سونے کے دو باغ ہوں گے جن کی ہر چیز سونے کی ہوگی"۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ (زخرف:۷۱)

"گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال۔"

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ (الحج)

"اور انہیں پہنائے جائیں گے جنت میں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی"۔

اسی طرح یہ سونا (ذَهَبٌ) اس سونے کا شعور دلاتا ہے جو حق کی اتباع کرنے والے کو دیا جائے گا۔ قرآن اور اس کے اوصاف حق کے اوصاف کا شعور دلاتے ہیں قرآن اور اس کے الفاظ ناپاکی کے خاتمے کا شعور دلاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی بڑی حکمتیں ہیں جو سونے کے طشت کے استعمال میں پنہاں ہیں۔ طشت (ٹرے) کے ذکر اور اس کے حروف میں بھی حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے عیاں ہے۔

طسٓ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿١﴾ (النمل)

"طا۔ سین یہ آیتیں ہیں قرآن (حکیم) اور روشن کتاب کی۔"

قلب انور کا طشت میں دھویا جانا کیا یہ حضور ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے یا دیگر انبیاء کو بھی اس شرف سے نوازا گیا؟ تابوت اور سکینہ کی روایت میں نقل کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک ایسا طشت بھی تھا جس میں انبیائے کرام علیہم السلام کے قلوب دھوئے جاتے تھے۔ (الطبری)

بعض فقہاء نے اس واقعہ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قرآن پاک کو سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے۔

مہر نبوت کی حکمت

مہر نبوت میں حکمت یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کا قلب انور حکمت و یقین سے لبریز ہو گیا تو

Marfat.com

اسی طرح مہر لگا دی جس طرح کسی تھیلی میں کستوری یا موتی بھر کر اوپر مہر لگا دی جاتی ہے کیونکہ آپ ﷺ شیطان کے وسوسہ سے معصوم تھے اس لئے یہ مہر آپ ﷺ کے مبارک شانے کی ہڈی پر لگائی گئی کیونکہ ابن آدم میں شیطان وسوسہ سازی اسی جگہ سے کرتا ہے۔

میمون بن مہران نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ ربوبیت میں التجا کی کہ اسے وہ جگہ دکھائی جائے جہاں سے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ اسے ایک صاف وشفاف انسانی جسم دکھایا گیا۔ وہ جسم اتنا شفاف تھا کہ وہ اندر سے بھی دکھائی دیتا تھا۔ شیطان مینڈک کی شکل میں کندھے کی ہڈی کے ساتھ تھا۔ مچھر کی سونڈ کی طرح اس کی سونڈ تھی وہ اسے اس شخص کے دل میں ڈال کر وسوسہ سازی کرتا تھا۔ وہ بندہ جب اللہ کا ذکر کرتا تو وہ شیطان اس سے دور ہو جاتا تھا۔

حضور ﷺ آغوش مادر میں

جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لائیں اس وقت آپ ﷺ کی عمر پانچ سال اور ایک ماہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دو مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ پہلی مرتبہ اس وقت حاضر خدمت ہوئیں جب آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مبارک فرمالیا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے قحط سالی کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم فرمایا انہوں نے بیس بھیڑیں اور کچھ بکریاں انہیں عطا کیں۔ دوسری دفعہ غزوۂ حنین کے وقت حاضر ہوئیں عنقریب اس کا تذکرہ آئے گا انشاء اللہ۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نظر آنے والے نور کی تاویل

حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں انہی شہروں کو حضور ﷺ کے لئے مغلوب کر دیا حتیٰ کہ یہاں بنو امیہ کی خلافت قائم ہوئی۔ اسی طرح حضرت خالد بن سعید بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی بعثت سے کچھ عرصہ قبل ایک نور دیکھا جو زمزم سے ظاہر ہوا۔ انہوں نے اس نور میں مدینہ منورہ کے نخلستان میں البسر کو دیکھا۔

انہوں نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو سے بیان کیا۔ اس نے ان سے کہا "یہ حضرت عبدالمطلب کا کنواں ہے۔ یہ نور ان میں سے ہی ہوگا"۔ اسی خواب کی وجہ سے وہ جلد اسلام لے آئے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا گلہ بانی پر فخر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے ''ہر نبی نے گلہ بانی کی''۔ آپ ﷺ سے عرض کی گئی کیا آپ ﷺ نے بھی یہ مبارک کام کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آ رہی تھیں تو آپ ﷺ راستہ میں کہیں گم ہو گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی بہت جستجو کی لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ وہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آئیں اور عرض کرنے لگیں ''میں اس شب محمد مصطفیٰ ﷺ کو لے کر آ رہی تھی جب میں مکہ مشرفہ کی بلند جگہ پہنچی تو وہ کہیں گم ہو گئے قسم بخدا! اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔'' حضرت عبدالمطلب وہاں سے اٹھے اور بیت اللہ میں آ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مبارک پوتا لوٹا دے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ ورقہ بن نوفل اور ایک قریشی شخص کے پاس تھے وہ آپ ﷺ کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس آ گئے اور عرض کرنے لگے ''یہ ہے آپ کا بیٹا جو ہمیں مکہ مکرمہ کی بلند جگہ سے

بنوسعد اور مکہ معظّمہ میں حضور ﷺ کی گلہ بانی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں حضور ﷺ کی اس گلہ بانی کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ نے بنوسعد میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ فرمائی تھی۔ صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ معظّمہ میں قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرائیں (بخاری)۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے بچپن میں صرف دو مرتبہ ایسے کام کرنے کا ارادہ کیا جو زمانہ جاہلیت کے لوگ عموماً کرتے تھے لیکن دونوں مرتبہ میرے رب کریم نے مجھے بچالیا''۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک قریشی جوان کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے آپ ﷺ نے اس سے کہا ''تم میری بکریوں کی دیکھ بھال کرو میں مکہ مکرمہ جا رہا ہوں''۔ آپ ﷺ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے وہاں شادی کا سماں تھا وہاں سے دف اور مزامیر کی آوازیں آ رہی تھیں جب اس راگ رنگ کی محفل میں شرکت کرنے کیلئے آپ ﷺ اس گھر کے قریب گئے تو آپ ﷺ کو نیند نے آلیا۔ طلوع آفتاب تک آپ ﷺ وہاں محو استراحت رہے۔ اس طرح اللہ رب العزت نے آپ کو بچالیا۔ دوسری مرتبہ بھی آپ ﷺ نے

Marfat.com

ملا ہے''۔ حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو پکڑا اور اپنے کندھے پر بٹھا لیا پھر طواف کعبہ میں مشغول ہو گئے۔ کچھ دیر تک وہاں شکرانے کے آنسو بہاتے رہے اپنے نور نظر کے مستقبل کے لئے دعائیں مانگتے رہے پھر حضور ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا رسول مکرم ﷺ کو مکہ لے آنے کا دوسرا سبب:۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور ﷺ کو واپس لے آنے کا سبب یہ واقعہ بھی ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کو شیر مبارک چھڑایا اور اپنے ہمراہ لے کر مکہ معظمہ آئیں تو راستہ میں انہیں حبشہ کے چند عیسائی ملے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کے متعلق پوچھا۔ حضور ﷺ کو بغور دیکھا پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہنے لگے ''ہم اس بچے کو پکڑ لیں گے اور اس مبارک مولود کو اپنے ملک اور اپنے شہر لے جائیں گے۔ یہ مبارک بچہ عظیم شان کا مالک ہوگا۔ ہم اس کے امر سے خوب آشنا ہیں''۔

اپنے ساتھی سے اسی طرح فرمایا۔ مکہ مشرفہ پہنچ کر اسی طرح آپ ﷺ پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔

قتبی کی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے وہ بھی گلہ بانی کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی بکریاں چرائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں بھی مقام اجیاد پر اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے عظام علیہم السلام میں یہ وصف بطور تقدمہ رکھا ہے تاکہ وہ مخلوق کی نگہبانی کے فرائض سرانجام دے سکیں اور ان کی امتیں ان کی رعایا بن سکیں۔ نبی محترم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ ایک ایسے کنویں سے پانی نکال رہے ہیں جس کے اردگرد کالی اور خاکستری بھیڑیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے انہوں نے بھی پانی نکالا لیکن ان میں ضعف اور کمزوری کے آثار پائے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے انہوں نے ڈول پکڑا اور قوت سے پانی نکالنے لگے میں نے ایسا جوان نہیں دیکھا جو ان کے قائم مقام ہو سکے''۔

علماء نے اس خواب کی تعبیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت سے کی ہے۔ اگر اس خواب میں کالی اور خاکستری بھیڑوں کا تذکرہ نہ ہوتا تو پھر اس کی تعبیر خلافت سے کرنا ناممکن ہو جاتا کیونکہ کالی اور خاکستری بھیڑوں سے مراد اہل عرب و عجم ہیں لیکن اکثر محدثین نے اس

Marfat.com

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مجھے یہ واقعہ سنایا ہے اس کے گمان کے مطابق اسی واقعہ کی وجہ سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کو مکہ معظمہ لے کر آئیں تھیں۔

حدیث مبارک میں بھیڑوں کا ذکر نہیں کیا۔ اسے بزار نے اپنی مسند میں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسی سے معنی درست ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

Marfat.com

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال اور حضرت عبدالمطلب کی نگہداشت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنے جد امجد حضرت عبدالمطلب کی نگہداشت میں پروان چڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہِ لطف وعنایت میں بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ کی نگرانی فرما رہا تھا جب آپ ﷺ کی مبارک عمر چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عالم آب وخاک کو خیر آباد کہہ گئیں۔

والدہ ماجدہ کے وصال کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن حزم نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ مقام ابواء پر انہوں نے دنیا کو خیر آباد کہا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کو لے کر حضور ﷺ کے ماموں بنو عدی بن نجار کے پاس گئیں تھیں۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں سے واپس آ رہی

حضرت ابوطالب کی کفالت

آپ ﷺ اپنے محترم چچا خواجہ ابوطالب کی کفالت میں بھی رہے وہ آپ ﷺ کی نگرانی ونگہبانی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ لطف وکرم بھی ہمیشہ آپ ﷺ کے شامل حال رہی۔ والد محترم کا سایہ رحمت سر پر نہ تھا جو آپ ﷺ پر شفقتیں لٹاتا۔ والدہ محترمہ بھی پردہ فرما ہو گئیں جو سو جان سے فدا ہوتیں۔ خواجہ ابوطالب کے اہل وعیال کثیر تھے ان کی معیشت بھی کچھ اچھی نہ تھی جب حضور ﷺ کے لئے اور اولاد ابی طالب کے لئے کھانا رکھا جاتا تو حضرت ابوطالب کی اولاد کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتی لیکن حضور ﷺ عزت وکرامت، حیاء پاکیزگی نفس اور دل کی قناعت کی وجہ سے کھانے کی طرف اس طرح ہاتھ نہ بڑھاتے۔ جب آپ ﷺ صبح بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور ہشاش بشاش اور آئینہ کی مانند صاف ہوتا جبکہ دیگر اولاد ابی طالب کی کیفیت یہ نہ ہوتی تھی ایسے مخصوص ہوتا تھا

Marfat.com

تھیں تو راستہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سلمٰی بنت عمرو النجاریہ تھی۔ یہی حضور ﷺ کا وہ ننھالی رشتہ تھا جس کا تذکرہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

عبدالمطلب کا جلال

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سایہ میں ایک چٹائی بچھائی جاتی تھی۔ ان کی تمام اولاد اس چٹائی کے اردگرد بیٹھا کرتی تھی ان کے جلال ورعب کی وجہ سے اس چٹائی پر بیٹھنے کی کوئی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ نوعمر تھے۔ جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو بلا جھجک اس چٹائی پر تشریف فرما ہو جاتے۔ آپ ﷺ کے چچا آپ کو ہٹانے کی کوشش کرتے اس وقت حضرت عبدالمطلب فرماتے ''میرے بچے کو نہ روکو۔ اس کو آگے آنے دو بخدا اس کی بڑی شان ہوگی''۔ ہمیشہ حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھاتے ،آپ ﷺ کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے۔ حضور ﷺ کی معصوم ادائیں دیکھتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔

کہ حضور ﷺ کی پرورش خصوصی عیش ونعم میں ہو رہی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ ﷺ پر ایک خصوصی کرم نوازی تھی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ''الأبواء'' کے مقام پر ہوا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان یہ ایک معروف مقام ہے لیکن یہ جگہ مدینہ منورہ کے قریب تر ہے۔ ''ابواء'' بَوّ کی جمع ہے۔ ''بَوّ'' اونٹنی کے بچے کی اس کھال کو کہا جاتا ہے جس میں بھوسہ وغیرہ بھرا جاتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کیونکہ اس جگہ بہت زیادہ سیلاب آتے تھے اس لئے اس مقام کو ''ابواء'' کہتے تھے۔

حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کی۔ آپ ﷺ اس وقت مسلح تھے آپ ﷺ خود بھی گریہ بار ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رونے لگے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کی اجازت طلب کی۔ مجھے اجازت مل گئی جب میں نے ان کے لئے استغفار کرنے کی اجازت

Marfat.com

طلب کی لیکن مجھے اجازت نہ ملی"۔

مسند البزار میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کے لئے استغفار کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی مشرک کے لئے مغفرت طلب نہ کریں۔ آپ ﷺ غمگین وحزین واپس آ گئے۔ ایک حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ سے گریہ وزاری کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ان کی کمزوری اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت یاد آ گئی۔ (اگر یہ صحیح ہے)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ آگ میں ہے۔" جب وہ شخص جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا "میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔" لیکن ہمیں حضور ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق اس طرح نہیں کہنا چاہئے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا مردوں کا تذکرہ کر کے زندوں کو تکلیف نہ دیا کرو۔

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (احزاب: ۵۷)

"بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔"

حضور ﷺ نے یہ گفتگو اس لئے فرمائی تھی۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے والد کہاں ہیں؟ اس وقت آپ ﷺ نے یہ جواب ارشاد فرمایا تھا۔ معمر بن راشد نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے لیکن اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں "میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔" لیکن وہاں مکتوب ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "تم جب کسی مشرک کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے آگ کی بشارت سناؤ۔" غریب حدیث (شاید صحیح ہو) میں ہے۔ میں نے اسے اپنے دادا ابو عمران احمد بن ابی الحسن قاضی کے خط میں پایا ہے۔ اس کی سند میں کچھ راوی مجہول ہیں۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس روایت کو اس کتاب سے نقل کیا ہے جس میں معوذ بن داؤد بن معوذ الزاہد کی کتاب سے منقول تھا وہاں ابو الزناد سے انہوں نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب سے التجاء کی کہ وہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لئے آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا وہ آپ ﷺ پر

Marfat.com

ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری فرما دی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کی رحمت اور قدرت سے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ حضور ﷺ عزت و کرامت کے اس مقام رفیع پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو فضل و کرم چاہے آپ ﷺ کے ساتھ خاص کر دے اور اپنی مرضی کے مطابق آپ ﷺ پر انعام و اکرام کا ابر برسا دے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''تذکرۃ'' میں، ابوبکر الخطیب نے ''السابق اللاحِق'' میں اور ابوحفص عمر بن شاہین نے اپنی کتاب ''ناسخ و منسوخ'' میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ حج ادا فرمایا۔ جب آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور سے گزرے تو آپ ﷺ انتہائی غمگین، گریہ بار اور پریشان تھے۔ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی پھر آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا ''اے حمیراء! تم ادھر ہی ٹھہرو''۔ میں اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ کہیں تشریف لے گئے کافی دیر بعد آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ انتہائی مسرور اور تبسم کناں تھے۔ میں نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ ﷺ پر فدا۔ جب آپ ﷺ یہاں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ انتہائی غمگین اور ملول تھے۔ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی۔ جب آپ ﷺ وہاں سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ انتہائی شاداں و فرحاں تھے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر گیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ انہیں زندہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض فرما لیا''۔

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب کی وفات اور مرثیے

جب حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب دارِفانی کو الوداع کہہ گئے۔ اس وقت عام الفیل کو بھی آٹھ سال گزر چکے تھے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے عباس بن عبداللہ بن معبد بن عباس نے بعض اہل علم سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہوا اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے محمد بن سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا اور انہیں معلوم ہوا کہ اب اس عالم فانی کو چھوڑنے کا وقت قریب آچکا ہے تو انہوں نے اپنی بیٹیوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ ان کی چھ بیٹیاں تھیں:

1۔ صفیہ، 2۔ برۃ، 3۔ عاتکہ، 4۔ ام حکیم البیضاء، 5۔ امیمہ، 6۔ اروی۔

حضرت عبدالمطلب نے ان سے فرمایا مجھ پر روؤ میں مرنے سے پہلے سننا چاہتا ہوں کہ تم کیا کہتی ہو؟

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے تمام علماء کا جائزہ لیا ہے وہ ان اشعار سے آگاہ نہ تھے مگر راویوں نے انہیں محمد بن سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے ہم نے بھی یہ اشعار اسی طرح لکھ دیئے ہیں

صفیہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

أَرِقْتُ لِصَوْتِ نَائِحَةٍ بِلَيْلٍ　　عَلٰى رَجُلٍ بِقَارِعَةِ الصَّعِيْدِ

"رات کے وقت ایک نوحہ کناں عورت کی دردناک آواز سے میری نیند اُڑ گئی وہ مٹی کے ایک ٹیلے پر کھڑی ایک شخص پر آہ وزاری کر رہی تھی"۔

فَفَاضَتْ عِنْدَ ذَالِكُمْ دُمُوْعِي　　عَلٰى خَدِّي كَمُنْحَدِرِ الْفَرِيْدِ

"اس وقت میرے آنسو بھی میرے رخساروں پر اس طرح گرنے لگے جس طرح کوئی سخی

حضرت عبدالمطلب کی وفات

الْمُنْحَدِرُ۔ یہ دال کسرہ کے ساتھ ہے جیسا کہ دُرٌّ مُنْحَدِرٌ ہے یہ تشبیہ سخاوت اور جود وسخا کے لئے

Marfat.com

موتی لٹاتا ہے"۔

عَلٰی رَجُلٍ کَرِیْمٍ غَیْرِ وَغْلٍ لَهُ الفَضْلُ المُبِیْنُ عَلَی العَبِیْدِ

"وہ خاتون ایک ایسے کریم شخص پر گریہ بار ہے جس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں اسے اللہ تعالیٰ کے بندوں پر نمایاں فضیلت حاصل ہے"۔

عَلَی الفَیَّاضِ شَیْبَةَ ذِی المَعَالِی اَبِیْكِ الخَیْرِ وَارِثِ کُلِّ جُوْدِ

"وہ عورت اس شیبہ پر نوحہ زن تھی جو سراپا جود و کرم اور ذی مرتبت تھا (اے صفیہ) وہ تیرا والد گرامی تھا جو ہر قسم کی جود و سخا کا وارث تھا"۔

صَدُوْقٍ فِی المَوَاطِنِ غَیْرِ نِکْسٍ وَلَا شَخْتِ المَقَامِ وَلَا سَنِیْدِ

"وہ جنگوں میں بغیر کسی کمزوری کے نبرد آزما ہونے والا تھا وہ نہ تو اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہنے والا تھا اور نہ ہی کسی دوسری قوم کے نسب میں ملنے والا تھا"۔

طَوِیْلِ البَاعِ اَرْوَعَ شَیْظَمِیٍّ مُطَاعٍ فِی عَشِیْرَتِهٖ حَمِیْدِ

"وہ بہت کشادہ دست، عجیب جنگجو اور قابل ستائش تھا اپنے قبیلے میں اس کی اطاعت کی جاتی تھی"۔

ہے اگر کسرہ سے پڑھا جائے تو آنسو کو موتیوں سے تشبیہ دی گئی ہوگی اور اگر فتح سے پڑھا جائے تو اس سے مراد جود و کرم ہوگا۔

اَبِیْکِ الخَیْرِ۔ یہ اصل لفظ الخَیِّرِ ہے لیکن اس میں تخفیف کی گئی ہے جس طرح هَیْن اور هَیِّن میں ہے۔ الدرداء کی ماں کا نام خیرہ بنت ابی حدرد تھا۔ حضرت حسن بصری کی والدہ ماجدہ کا بھی یہی نام تھا خیرہ مخفف ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس خَیْر سے مراد وہ خیر ہو جو شر کی ضد ہوتا ہے اور یہ مبالغہ کا اظہار کرتے ہوئے انہیں سراپا خیر کہا گیا ہے کس طرح کہا جاتا ہے مَازَیْدٌ اِلَّا عِلْمٌ اَوْ حُسْنٌ زید تو سراپا علم یا مجسمہ حسن ہے۔ ایسا مجازاً کہا جاتا ہے اسی لئے اس کے تثنیہ، جمع اور مؤنث کے صیغے نہیں آتے۔

وَلَا شَخْتُ المَقَامِ وَلَا سَنِیْدٌ۔ الشَّخْتُ یہ الضَّخم (موٹاپا) کی ضد ہے۔ سَنِید اس شخص کو کہا جاتا ہے جو مستقل مزاج نہ ہو۔ وہ اپنی رائے پر برقرار نہ رہ سکتا ہو۔

خَضَارِمَةٌ مَلَاوِثَةٌ۔ مَلَاوِثَةٌ مِلْوَاث کی جمع ہے یہ اللَّوْثَة سے مشتق ہے اس کا معنی قوت ہے جیسا کہ مُکَعْبَر کا قول ہے عِنْدَ الحَفِیْظَةِ اِنْ ذُوْلَوْثَةٍ لَانَا "کسی قابل حفاظت چیز کی نگہبانی کے وقت ہی طاقت ور اپنی توانائی کا اظہار کرتا ہے"۔

Marfat.com

رَفِيعِ البَيْتِ اَبْلَجَ ذِی فُضُوْلٍ وَغَيْثِ النَّاسِ فِی الزَّمَنِ الحَرُوْدِ

"وہ بلند و بالا مکان والا، روشن جبیں، مختلف فضائل کا حامل اور قحط سالی کے زمانہ میں لوگوں کا فریادرس تھا۔"

كَرِيْمِ الجَدِّ لَيْسَ بِذِی وُصُوْمٍ يَرُوْقُ عَلَی المُسَوَّدِ وَالْمَسُوْدِ

"وہ عمدہ نسب والا، ننگ و عار سے بری وہ خادم و مخدوم پر فضل و احسان کرنے والا تھا۔"

عَظِيْمِ الحِلْمِ مِنْ نَفَرٍ كِرَامٍ خَضَارِمَةٍ مَلَاوِثَةٍ اُسُوْدِ

"وہ بہت حلم والا صاحب شرف قبیلہ میں سے تھا وہ لوگوں کا بوجھ اٹھانے والا سردار اور شیروں کی پناہ گاہ تھا۔"

فَلَوْ خَلَدَ امْرءٌ لِقَدِيْمِ مَجْدٍ وَلٰكِنْ لَاسَبِيْلَ اِلَی الخُلُوْدِ

"اگر کوئی شخص اپنی سرمدی بزرگی کی وجہ سے زندہ رہ سکتا۔ لیکن موت سے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔"

لَكَانَ مُخَلَّدًا اُخْرَی اللَّيَالِی لِفَضْلِ المَجْدِ وَالحَسَبِ التَّلِيْدِ

"تو پھر وہ اپنی بزرگی کی فضیلت اور عمدہ حسب و نسب کی وجہ سے آخری رات تک زندہ رہتا۔"

برہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

أَعَيْنَیَّ جُوْدَا بِدَمْعٍ دِرَرٍ عَلٰی طَيِّبِ الخِيْمِ وَالْمُعْتَصَرِ

"اے میری آنکھوں! پاکباز اور پیکر جود و سخا پر موتیوں جیسے آنسوؤں کی سخاوت کرو۔"

عَلٰی مَاجِدِ الجَدِّ وَارِی الزِّنَادِ جَمِيْلِ المُحَيَّا عَظِيْمِ الخَطَرِ

"اے میری آنکھوں اس شخص پر گریہ باری کرو جو صاحب فضیلت، لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والا، حسین و جمیل اور بڑے رتبے والا ہے۔"

عَلٰی شَيْبَةِ الحَمْدِ ذِی المَكْرُمَاتِ وَذِی المَجْدِ وَالعِزِّ وَالْمُفْتَخَرِ

"اس شیبہ پر روجو فضیلتوں والا، عزتوں والا، باعظمت اور قابل فخر ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ اللَّيث (شیر) بھی اسی سے مشتق ہے۔ لیکن اس کی واو کو ی میں تبدیل کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ فَعْيَلٌ کے وزن پر ہے تاکہ اس میں تخفیف پیدا ہو جس طرح هَيِّن۔ هَيْن۔ لَيْن لَيِّن میں تخفیف کی گئی ہے۔

Marfat.com

وَذِی الحِلْمِ والفضلِ والنَّائِبَاتِ کَثِیرِ المَکَارِمِ جَمّ الفَجَرْ

''وہ جو مصائب میں بردبار اور فضل و کرم کرنے والا ہے جو عمدہ اخلاق والا اور جود و سخا کرنے والا ہے''۔

لَهُ فضلُ مَجدٍ عَلی قَومِهِ مُنِیرٌ یَلُوحُ کَضَوءِ القَمَرْ

''وہ قوم میں فضیلت والا ہے وہ ہمیشہ چاند کی طرح ضوفشاں رہتا تھا''

اَتَتهُ المَنَایا فلم تُشوِهِ بِصَرفِ اللَّیَالِی وَرَیبِ القَدَرْ

اموات اس کے پاس حوادثات زمانہ اور تکالیف تقدیر لے کر آئیں اور اس پر کاری وار کیا''۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

اَعَینیَّ جُودَا وَلَا تَبخلا بِدَمعِکُمَا بَعدَ نَومِ النِّیَامِ

''اے میری آنکھوں! سونے والے کے سوجانے کے بعد مجسمۂ جود و سخا پر آنسو بہاؤ اور بخل سے کام نہ لو''۔

اَعَینیَّ واسحَنفِرا واسکُبَا وَشُوبَا بُکَاءَکُمَا بِالْتِدَامِ

''اے میری چشم گریہ بار! ساون کی طرح جھڑی لگاؤ۔ خوب آنسو بہاؤ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے رخساروں پر طمانچے بھی مارو''۔

اَعَینیَّ وَاستَخرِطَا وَاسجُمَا عَلی رَجُلٍ غَیرِ نِکسٍ کَهَامِ

''اے میری آنکھوں خوب جی بھر کر روؤ، خوب آہ و زاری کرو اس شخص پر جو نہ پیچھے رہنے والا اور نہ ہی کمزوری کا اظہار کرنے والا تھا''۔

عَلَی الجَحجَحِ الغَمرِ فِی النَّائِبَاتِ کَرِیمِ المَسَاعِی وَفِیِّ الذِّمَامِ

''اس عظیم سردار پر، اس باعظمت شخص پر گریہ زاری کرو وہ مصائب میں جود و سخا کرتا تھا وہ عمدہ کوششوں والا اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والا تھا''

عَلی شَیبَةِ الحَمدِ وَارِی الزِّنَادِ وَذِی مَصدَقٍ بَعدُ ثَبتِ المَقَامِ

فَلَمْ تُشوِهِ۔ شوی کا معنی ہے جسم کے ایسے حصہ پر زخم لگانا جس سے موت واقع نہ ہو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حوادثات زمانہ نے ان پر کاری ضرب لگائی۔ عبدالمطلب کا قول پیچھے گزر چکا ہے کہ جب تیر حضرت عبداللہ کے نام نہ نکلتا تو وہ کہتے قَدْ اَشْوٰی۔ اس تیر نے غلطی کی ہے۔

Marfat.com

''اے چشم اشک فشاں! قابل ستائش شیبہ پر رو، جو بڑا مہمان نواز، راست گو اور ثابت قدم تھا۔''

وَسَيْفٍ لَدَى الْحَرْبِ صَمْصَامَةٍ　　وَمِرْدِي الْمَخَاصِمِ عِنْدَ الْخِصَامِ

''وہ جنگ کے وقت شمشیر بے نیام تھا اور جھگڑے کے وقت دشمن کو ہلاک کرنے والا تھا۔''

وَسَهْلُ الْخَلِيقَةِ طَلْقُ الْيَدَيْنِ　　وَفٍ عُذَمِلِيٍّ صَمِيمٌ لُهَامٌ

''وہ نرم خو اور کشادہ دست تھا وہ باوفا، مضبوط اور بہت بابرکت تھا۔''

تَبَنَّكَ فِي بَاذِخٍ بَيْتُهُ　　رَفِيعُ الذُّؤَابَةِ صَعْبُ الْمَرَامِ

''اس کے گھر کی بنیادیں عظمت وکرامت میں مستحکم ہیں وہ بلند منصب اور عظیم ارادوں والا تھا''۔

اُم حکیم البیضاء کا مرثیہ

أَلَا يَاعَيْنُ جُودِي وَاسْتَهِلِّي　　وَبَكِّي ذَا النَّدَى وَالْمَكْرُمَاتِ

''اے میری آنکھ آنسو سے سخاوت کر خوب گریہ بار ہو پیہم آہ وفغاں کر اس شخص پر جو پیکر سخا اور معزز ومحترم تھا۔''

أَلَا يَاعَيْنُ وَيْحَكِ أَسْعِفِينِي　　بِدَمْعٍ مِنْ دُمُوعٍ هَاطِلَاتِ

''اے میری آنکھ! تیرے لئے ہلاکت ہو تو گریہ پیہم کے ساتھ میری مدد کر۔''

وَبَكِّي خَيْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا　　أَبَاكِ الْخَيْرَ تَيَّارَ الْفُرَاتِ

''اس شخص پر رو جو سواریوں پر سوار ہونے والوں میں سے بہترین تھا اپنے اس باپ پر رو جو

مِرْدَى الْمُخَاصِمِ۔ مِرْدِى الرَّدٰى سے مِفْعَلُ کے وزن پر ہے اس پتھر کو مِرْدٰی کہا جاتا ہے جو ہر اس شخص کو ہلاک کر دیتا ہے جس کو مارا جاتا ہے۔ ضرب المثل ہے کُلُّ ضَبٍّ عِنْدَهٗ مِرْدَاتُه۔

وَفٍ یہ اصل میں وفیٌّ تھا ضرورت کے لئے اس میں تخفیف کی گئی ہے۔ عُذَمِلِیٌّ اس کا معنی ''شدید'' ہے۔

اللُّهَام یہ لَهِمْتُ الشَّيْئَ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کو نگل لینا۔ زاجر کہتا ہے

كَالْحُوتِ لَايُرْوِيهِ شَيْءٌ يَلْهَمُهٗ　　يُصْبِحُ عَطْشَانًا وَفِي الْبَحْرِ فَمُهٗ

''وہ اس مچھلی کی طرح ہے جسے وہ چیز سیراب نہیں کرتی جسے وہ نگلتی ہے وہ پیاسے صبح کرتی ہے حالانکہ سمندر میں اس کا منہ ہوتا ہے''۔

Marfat.com

مجسمہ خیر و برکت تھا جو میٹھے پانی کا رواں چشمہ تھا۔"

طَوِيْلَ الْبَاعِ شَيْبَةَ ذَا الْمَعَالِي كَرِيْمَ الْخِيْمِ مَحْمُوْدِ الْهِبَاتِ

"اے میری چشم اشک بار! شیبہ پر رو جو کشادہ دست، بلند منصب، عمدہ خصال اور قابل ستائش تھا۔"

وَصُوْلًا لِلْقَرَابَةِ هِبْرِزِيًّا وَغَيْثًا فِي السِّنِيْنَ الْمُمْحِلَاتِ

"وہ صلہ رحمی کرنے والا حسین وشکیل تھا اور قحط سالی میں وہ ابر جود و عطا تھا۔"

وَلَيْثًا حِيْنَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِي تَرُوْقُ لَهٗ عُيُوْنُ النَّاظِرَاتِ

"وہ اس وقت کا شیر تھا جب نیزے باہم نبرد آما ہوتے تھے اور دیکھنے والوں کی آنکھیں اس سے فرحت وانبساط حاصل کرتی تھیں۔"

وَعَقِيْلُ بَنِي كِنَانَةَ وَالْمُرَجّٰى إِذَا مَاالدَّهْرُ أَقْبَلَ بِالْهِنَاتِ

"وہ بنو کنانہ کا سردار تھا جب زمانہ اپنے تمام تر حوادثات کے ساتھ حملہ آور ہوتا تو وہ ان کی پناہ گاہ بھی تھا۔"

وَمَفْزَعُهَا إِذَامَا هَاجَ هَيْجٌ بِدَاهِيَةٍ وَخَصْمُ الْمُعْضِلَاتِ

"جب بنو کنانہ پر کوئی عجیب مصیبت نازل ہوتی تو وہ ان کا ملجا و ماویٰ بھی تھا اور تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے والا بھی وہی تھا"۔

فَبَكِّيْهِ وَلَا تَسْمِي بِحُزْنٍ وَبَكِّي، مَابَقِيْتِ، الْبَاكِيَاتِ

"اے چشم اشک فشاں! اس شخص پر گریہ زاری کر اس کے غم واندوہ میں سستی نہ کر اور جب تک تو زندہ ہے اس وقت دوسروں کو بھی اس کے غم میں رلاتی رہ"۔

اَلْجَحْفَل: انہوں نے عبدالمطلب کو جحفل کی مانند بنایا ہے۔ یعنی صرف یہی ان کے قائمقام ہوسکتا ہے۔ جحفل کا لفظ دو الفاظ سے بنا ہے۔ 1۔ جحف 2۔ جفل۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جس پر گزرتا ہے اس کو برباد کر دیتا ہے اور اسے جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے اسی طرح نشھل بھی دو کلمات سے بنا ہے۔ 1۔ نَهَشْتُ اللَّحْمَ۔ 2۔ نَشَلْتُهٗ۔

عاتکة صفات سے اسم منقول ہے کہا جاتا ہے اِمْرَأَةٌ عَاتِكَةٌ۔ اس سے مراد وہ عورت ہے جو زعفران وغیرہ سے خود کو رنگ لیتی ہے۔ علامہ قتبی نے اسے عَتَكَتِ الْقَوْسُ سے مشتق مانا ہے۔ جبکہ کمان پرانی ہو جائے۔

Marfat.com

امیمہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

أَلَا هَلَكَ الرَّاعِي العَشِيرَةَ ذُوالفَقْدِ وَسَاقِي الحَجِيجِ وَالمُحَامِي عَنِ المَجْدِ

''ارے سنو! خاندان کا نگہبان، خاندان کی جستجو کرنے والا، ساقی حجاج اور عظمت وفضیلت کا حامی اس عالم رنگ و بو کو الوداع کہہ چکا ہے''۔

وَمَنْ يُؤْلِفُ الضَّيْفَ الغَرِيبَ بُيُوتَهُ إِذَا مَاسَمَاءُ النَّاسِ تَبْخَلُ بِالرَّعْدِ

''وہ عظیم سردار اجنبی مسافروں کو اپنے گھر میں اس وقت جمع کر لیتا تھا جب لوگوں کا آسمان گرج و چمک کے باوجود بخل سے کام لیتا تھا''۔

كَسَبْتَ وَلِيدًا خَيْرَ مَا يَكْسِبُ الفَتَى فَلَمْ تَنْفَكِكْ تَزْدَادُ يَاشَيْبَةَ الحَمْدِ

''اے قابل ستائش شیبہ! تو نے بہترین خصائل کو اپنے بچپن میں ہی حاصل کر لیا تھا پھر تو ان اوصاف میں روز بروز ترقی کی طرف ہی گامزن رہا''۔

أَبُو الحَارِثِ الفَيَّاضُ خَلَّى مَكَانَهُ فَلَا تَبْعُدَنْ فَكُلُّ حَيٍّ إِلَى بُعْدِ

''فیاض ابوالحارث نے اپنا مکان خالی کر دیا تو اسے دور نہ کر، ہر زندہ دور جانے والا ہے''۔

فَإِنِّي لَبَاكٍ، مَابَقِيتُ وَمُوجَعٌ وَكَانَ لَهُ أَهْلًا لِمَا كَانَ مِنْ وَجْدِي

''میں جب تک باحیات رہوں گی میں گریہ زار اور غمگین ہی رہوں گی اور وہ میرے اس غم واندوہ کا ہی سزاوار ہے''۔

سَقَاكَ وَلِيُّ النَّاسِ فِي القَبْرِ مُمْطِرًا فَسَوْفَ أُبَكِّيهِ وَإِنْ كَانَ فِي اللَّحْدِ

''اے شیبہ! تجھے لوگوں کا والی قبر میں بارانِ رحمت سے سرفراز فرمائے۔ میں عنقریب اس پر خوب گریہ کروں گی اگرچہ وہ قبر میں ہی ہوگا''۔

فَقَدْ كَانَ زَيْنًا لِلعَشِيرَةِ كُلِّهَا كَانَ حَمِيدًا حَيْثُمَا كَانَ مِنْ حَمْدِ

وہ اپنے پورے قبیلے کی زیب وآرائش تھا وہ قابل تعریف تھا خواہ تعریف جہاں کہیں بھی ہو''۔

اروی بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

بَكَتْ عَيْنِي وَحُقَّ لَهَا البُكَاءُ عَلَى سَمْحٍ سَجِيَّتُهُ الحَيَاءُ

''میری آنکھ رو رہی ہے۔ اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اس پیکر سخا پر گریہ زار رہے اس پر روتی رہے جس کی طبیعت ہی شرم و حیاء ہے''۔

عَلَى سَهْلِ الخَلِيقَةِ أَبْطَحِيٍّ كَرِيمِ الخِيمِ نِيَّتُهُ العَلَاءُ

Marfat.com

''وہ نرم خو، ابطحی اور کریم النفس تھا اور اس کا مقصد بلندی پر آشیاں بند ہونا تھا''۔

عَلَى الْفَيَّاضِ شَيْبَةَ ذِى الْمَعَالِى أَبِيكِ الْخَيْرِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

''اے چشم! اس شیبہ پر رو جو پیکر سخا اور بلند مرتبت تھا وہ تیرا ایسا باپ تھا جو سراپا خیر و برکت تھا۔ اس کی نظیر و مثیل ناممکن ہے''۔

طَوِيلِ الْبَاعِ أَمْلَسَ شَيْظَمِيٍّ أَعَزَّ كَأَنَّ غُرَّتَهُ ضِيَاءُ

''وہ کشادہ دست، نرم خو اور فصیح و بلیغ تھا۔ وہ معزز و محترم جس کی پیشانی نور افشاں تھی''۔

أَقَبِّ الْكَشْحِ أَرْوَعَ ذِى فُضُولٍ لَهُ الْمَجْدُ الْمُقَدَّمُ وَالسَّنَاءُ

''وہ پتلی کمر والا، عجیب تر حسن و جمال والا اور بہت سی فضیلتوں کا مالک تھا۔ ازل سے ہی بزرگی اور اجالے کا مستحق تھا''۔

أَبِيِّ الضَّيْمِ أَبْلَجَ هِبْرِزِيٍّ قَدِيمِ الْمَجْدِ لَيْسَ بِهِ خَفَاءُ

''وہ ظلم کا انکار کرنے والا، رخ زیبا والا، امور میں محتاط اور ازل سے فضیلت کا مالک تھا اس کی کوئی خوبی بھی مخفی نہ تھی''۔

وَمَعْقِلِ مَالِكٍ وَرَبِيعِ فِهْرٍ وَفَاصِلِهَا إِذَا الْتُمِسَ الْقَضَاءُ

''وہ مالک کی پناہ گاہ اور فہر کی بہار تھا۔ وہ ان کا اس وقت جج ہوتا تھا جب فیصلوں کے لئے کسی ثالث کو تلاش کیا جاتا تھا''۔

وَكَانَ هُوَ الْفَتَى كَرَمًا وَجُودًا وَبَاسًا حِينَ تَنْسَكِبُ الدِّمَاءُ

''وہ جود و عطا کا پیکر تھا۔ جب خون رواں دواں ہوتا تھا وہ اس وقت بھی جری اور بہادر تھا''۔

إِذَا هَابَ الْكُمَاةُ الْمَوْتَ حَتَّى كَأَنَّ قُلُوبَ أَكْثَرِهِمْ هَوَاءُ

''جب بہادر انسان موت سے خوفزدہ ہو جاتے اور ان کے دلوں کی دھڑکنیں رکتی ہوئی محسوس ہوتیں''۔

مَضَى قُدُمًا بِذِى رُبَدٍ خَشِيبٍ عَلَيْهِ حِينَ تُبْصِرُهُ الْبَهَاءُ

''لیکن اس کی پرانی عادت یہ ہے کہ جب وہ شمشیر براں کے ساتھ ہوتا ہے تو تو دیکھ سکتا ہے

معقل، مالک اور ربیع فہر سے مراد بنو مالک بن نضر بن کنانہ ہیں۔

ذی ربد: ربد سے مراد تلوار کا جوہر ہے صخر الغی کہتا ہے

وَصَارِمٌ أُخْلِصَتْ خَشِيبَتُهُ أَبْيَضُ مَهْوٌ فِى مَتْنِهِ رُبَدُ

Marfat.com

کہ اس پر رونق و جمال آجاتا ہے"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب نے اپنی بیٹیوں کی یہ نوحہ خوانی سنی اس وقت وہ موت کے قریب تر پہنچ چکے تھے انہوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا ہاں! اسی طرح ہی مجھ پر رونا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسیّب کا نسب یہ ہے ابن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم۔

حذیفہ کا مرثیہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنو عدی بن کعب بن لوی کا بھائی خذیفہ بن غانم بھی عبدالمطلب پر روتا رہا وہ عبدالمطلب، قصی اور ان کی اولاد کے فضائل اور خصائل بیان کرتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو چار ہزار درہم کے بدلے مکہ مکرمہ میں قید کر دیا گیا۔ ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب وہاں سے گزرا اور اسے آزاد کرایا۔

اَعَینِیَّ جُودَا بالدُّمُوعِ علی الصَّدرِ ۔۔۔ وَلَا تَسأَمَا اُسقِیتُمَا سَبَلَ القَطرِ

"اے میری آنکھوں! آنسوؤں کے ساتھ میرے سینے پر سخاوت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ابر کرم سے سیراب کرے اس میں ذرہ بھی سستی نہ کرو"۔

وہ ایسی تلوار ہے جس کی دھار صاف کی گئی ہے وہ سفید اور روشن ہے جس کے ظاہری حصہ میں دھار ہے۔ تبنّکَ فِی بَاذِخِ بَیتُہٗ۔ اس کا گھر شرف کی چوٹیوں پر ہے البنك کا معنی جاگزیں ہونا ہے۔ خوشبو کی ایک قسم کو بھی البنك کہا جاتا ہے۔ سوس کی لکڑی کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے گھروں پر چھت ڈالا جاتا ہے۔ اس کا رس دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی رگوں میں حلاوت اور اس کی شاخوں میں کڑواہٹ ہوتی ہے۔

وَقَد اَصمَتَ: کہا جاتا ہے کہ صَمَتَ اور اَصمَتَ۔ سَکَتَ اور اَسکَتَ ایک ہی معنی میں ہیں اسی طرح سَمَحَ، اَسمَحَ، عَصَفَ، اَعصَفَ، طَلَعَ، اَطلَعَ ایک معنی میں ہیں۔ (ابن قتیبہ)

ابوجہم بن حذیفہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حذیفہ بن غانم نے اشعار ذکر کیے ہیں۔ حذیفہ ابوجہم کا والد تھا۔ ابوجہم کا نام "عبید" تھا۔ انہوں نے ہی حضور ﷺ کو ایک منقش چادر پیش کی تھی اور آپ ﷺ نے اس کے نشانات کو ملاحظہ فرمایا تھا۔ یہ حدیث ایک اور سند سے اس طرح روایت ہے کہ حضور ﷺ کی

Marfat.com

وَجُوْدَا بِدَمْعٍ وَاسْفَحَا كُلَّ شَارِقٍ بُكَاءَ امْرِئٍ لَمْ يُشْوِهٖ نَائِبُ الدَّهْرِ

''اپنے آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرو اور ہر روز طلوع آفتاب کے وقت اس شخص کی سی گریہ زاری کرو جسے حوادثات زمانہ نے ضرب کاری نہ لگائی ہو''۔

وَسُحَّا وَجُمَّا واسْجُمَا مَابَقِيْتُمَا عَلٰی ذِی حَيَاءٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَذِی سِتْرٍ

''اے آنکھوں! سخاوت کرو۔ مسلسل گریہ زاری کرو، پیہم برسو جب تک تم باقی رہو شرم وحیاء والے قریشی پر لگا تار آنسو بہاتی رہو''۔

عَلٰی رَجُلٍ جَلْدِ القُوٰی ذِی حَفِيْظَةٍ جَمِيْلِ الْمُحَيَّا غَيْرِ نِكْسٍ وَلَا هَذْرِ

''ایسے شخص پر روؤ جو مضبوط اعصاب والا، لوگوں کا محافظ، زیبا طلعت والا ہے جس میں کوئی ضعف یا کمزوری نہیں ہے''۔

عَلٰی الْمَاجِدِ الْبُهْلُوْلِ ذِی الْبَاعِ وَاللُّهَا رَبِيْعِ لُؤَيٍّ فِی الْقُحُوْطِ وَفِی الْعُسْرِ

''اس ہستی پر رو جو فضیلت والی، تمام بھلائیوں کی جامع، کشادہ دست، پیکر سخاوت اور قحط اور تنگ دستی میں بنولوی کے لئے ابر بہاراں ہے''۔

عَلٰی خَيْرِ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَنَاعِلٍ كَرِيْمِ الْمَسَاعِی طَيِّبِ الْخِيْمِ وَالنَّجْرِ

''اس شخص پر رو جو بنو معد کے عریاں پاؤں اور جوتے پہننے والوں میں سے بہترین ہے جو عمدہ کوششوں والا جو نیک سیرت اور پاکیزہ فطرت والا ہے''۔

وَخَيْرِهِمْ اَصْلًا وَفَرْعًا وَمَعْدِنًا وَاَحْظَاهُمْ بِالْمَكْرُمَاتِ وَبِالذِّكْرِ

''وہ اصل، فرع اور معدن کے اعتبار سے ان تمام سے بہتر ہے عمدہ اخلاق اور شہرت میں بھی اس کا حصہ نمایاں ہے''۔

وَاَوْلَاهُمْ بِالْمَجْدِ وَالْحِلْمِ وَالنُّهٰی وَبِالْفَضْلِ عِنْدَ الْمُجْحِفَاتِ مِنَ الْغُبْرِ

بارگاہ میں دو منقش چادریں پیش کی گئیں۔ آپ ﷺ نے ایک ابوجہم کو عطا کر دی اور دوسری خود رکھ لی۔ اس پر کوئی تصویر تھی جب آپ ﷺ نے نماز میں اس تصویر کو ملاحظہ فرمایا تو اسے ابوجہم کی طرف بھیج دیا اور ان سے دوسری چادر منگوالی۔ (ابن الزبیر)

ابوجہم کی والدہ کا نام یسیرہ بنت عبداللہ بن اذاۃ بن ریاح تھا ابن اذاۃ ابوقحافہ کا ماما تھا عنقریب اس کی والدہ کے نسب کا تذکرہ ہوگا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس خذافہ بن غانم کے ہیں جو خارجہ بن حذافہ کے والد کا بھائی تھا۔

Marfat.com

"بزرگی، حلم اور عقل ودانش میں بھی وہ برتر ہے اور جان لیوا قحطوں میں فضل وعطا کے اعتبار سے بھی وہی بڑھ کر ہے۔"

عَلٰی شَیْبَۃَ الْحَمْدِ الَّذِیْ کَانَ وَجْھُہٗ یُضِیْئُ سَوادَ اللَّیْلِ کَالْقَمَرِ الْبَدْرِ

"اے چشم اشک فشاں! شیبہ پر اشک فشانی کر۔ ان کا درخشاں چہرہ رات کی ظلمت کو ماہ تمام کی طرح دور کرتا تھا۔"

وَسَاقِی الْحَجِیْجِ ثُمَّ لِلْخُبْزِ ھَاشِمٌ وَعَبْدِ مَنَافٍ ذَالِكَ السَّیِّدُ الْفِھْرِی

"وہ حجاج کو پانی پلانے والا پھر روٹی کی ثرید بنانے والا تھا۔ وہ عبد مناف جو قبیلہ قریش کا سردار تھا۔"

طَوٰی زَمْزَمًا عِنْدَ الْمَقَامِ فَاَصْبَحَتْ سِقَایَتُہٗ فَخْرًا عَلٰی کُلِّ ذِی فَخْرِ

"وہ وہی پاکیزہ ہستی ہے جس نے مقام ابراہیم کے پاس چاہِ زمزم کو کھودا اس طرح اس کا سقایہ ہر فخر کرنے والے پر فخر ہو گیا۔"

لِیَبْكِ عَلَیْہِ کُلُّ عَانٍ بِکُرْبَۃٍ وَاٰلُ قُصَیٍّ مِنْ مُقِلٍّ وَذِی وَفْرِ

"ہر مصیبت زدہ اور آل قصی میں سے ہر مفلس اور مالدار کو اس پر رونا چاہیے۔"

بَنُوْہُ سَرَاۃٌ کَھْلُھُمْ وَشَبَابُھُمْ تَفَلَّقَ عَنْھُمْ بَیْضَۃُ الطَّائِرِ الصَّقْرِ

"ان کی اولاد خواہ نو عمر ہو یا عمر رسیدہ ہو وہ سب کے سب اس طرح جوانمرد ہیں کہ گویا شہباز کا انڈا پھٹا اور تمام باہر نکل آئے ہیں۔"

قُصَیٌّ الَّذِیْ عَادٰی کِنَانَۃَ کُلَّھَا وَرَابَطَ بَیْتَ اللّٰہِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ

"قصی وہ شخص ہے جس نے تمام بنو کنانہ سے عداوت کی اور غربت وثروت ہر حالت میں بیت اللہ سے رابطہ رکھا۔"

وَاِنْ تَكُ غَالَتْہُ الْمَنَایَا وَصَرْفُھَا فَقَدْ عَاشَ مَیْمُوْنَ النَّقِیْبَۃِ وَالْاَمْرِ

"اگر اموات اور ان کی گردش نے اسے مغلوب کر لیا ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس نے

غَیْرِ نِکْسٍ وَلَا ھَذْرٍ۔ تیروں میں سے نِکس اس تیر کو کہا جاتا ہے جس کو ترکش میں اوندھا رکھا جاتا ہے تاکہ تیر انداز اس کو پہچان لے اور اس سے تیر اندازی نہ کرے بعض اہل لغت کہتے ہیں یہ وہ تیر ہوتا ہے جس کا اوپر والا حصہ ٹوٹ چکا ہوتا ہے پھر اس کو الٹ کر دیا جاتا ہے اس کا اوپر والا حصہ نیچے کیا جاتا ہے ایسے تیر کو چلایا نہیں جاتا۔

Marfat.com

عزائم میں کامیاب ہو کر اطمینان قلب کے ساتھ زندگی بسر کی ہے۔"

وَاَبْقٰی رِجَالًا سَادَةً غَیْرَ عُزَّلٍ مَصَالِیتَ اَمْثَالَ الرُّدَیْنِیَّةِ السُّمْرِ

"اس نے ایسے جوانمرد سردار باقی چھوڑے ہیں جو نہتے نہیں ہیں بلکہ وہ تمام معاملات میں گندم گوں رُدَیْنی نیزوں کی طرح گھس جانے والے ہیں۔"

اَبُو عُتْبَةَ الْمُلْقِیْ اِلَیَّ حِبَاءَهٗ اَغَرُّ هِجَانُ اللَّوْنِ مِنْ نَفَرٍ غُرٍّ

"وہ ابو عتبہ جس کی طرف سے مجھے بخشش وعطا ہوئی ہے وہ درخشاں پیشانی والا، سرخ وسفید رنگ والا نیک لوگوں میں سے ہے۔"

وَحَمْزَةُ مِثْلُ الْبَدْرِ یَهْتَزُّ لِلنَّدٰی نَقِیُّ الثِّیَابِ وَالذِّمَامِ مِنَ الْغَدْرِ

"اور حمزہ ماہ کامل کی طرح روشن جبیں والا ہے وہ سخاوت میں جھومتا ہے وہ صاف کپڑوں والا اور اس کے وعدے فریب سے پاک ہیں"۔

وَعَبْدُ مُنَافٍ مَاجِدٌ ذُوْحَفِیظَةٍ وَصُوْلٌ لِذِی الْقُرْبٰی رَحِیْمٌ بِذِی الصِّهْرِ

"عبد مناف باعظمت اور محافظ ہے وہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے والا اور سسرالی عزیزوں کے ساتھ رحمدل ہے"۔

کُهُوْلُهُمْ خَیْرُ الْکُهُوْلِ وَنَسْلُهُمْ کَنَسْلِ الْمُلُوْكِ لَاتَبُوْرُ وَلَا تَحْرِی

"ان کے عمر رسیدہ بہترین عمر رسیدہ ہیں اور ان کی نسل بادشاہوں کی نسل کی طرح ہے جو نہ کم ہوتی ہے اور نہ ہی ہلاک ہوتی ہے"۔

مَتٰی مَاتُلَاقِیْ مِنْهُمُ الدَّهْرَ نَاشِئًا تَجِدْهُ بِاِجْرِیَّا اَوَائِلِهٖ یَجْرِی

"جب تو زمانہ بھر ان میں سے کسی نوعمر سے ملاقات کرے گا تو تو پائے گا کہ اس میں بھی اپنے اجداد کے اوصاف حمیدہ ہی پائے جاتے ہیں۔"

هُمْ مَلَؤُوا الْبَطْحَا مَجْدًا وَّعِزَّةً اِذَا اسْتُبِقَ الْخَیْرَاتُ فِیْ سَالِفِ الْعَصْرِ

"جب گزشتہ زمانہ میں بھلائیوں کا مقابلہ کرایا گیا تو یہی لوگ تھے جنہوں نے وادی بطحاء کو

غُیُرُ عُزَّل یہ اَعْزَل کی جمع ہے اَفْعَل کی جمع فُعَّل کے وزن پر نہیں آتی لیکن یہ جمع اس لئے آئی ہے کیونکہ اس جگہ رامح کے مقابلہ میں ہے۔ بعض اوقات صفت کو اس کی ضد پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ عَدُوَّة کو دوستی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ خُسَّر خاسِر کی جمع ہے کیونکہ یہ اس کے معنی کے قریب ہے۔

Marfat.com

عزت وناموس سے بھر دیا تھا۔"

وَفِيهِمْ بُنَاةٌ لِلْعُلَا وَعِمَارَةٌ وَعَبْدُ مُنَافٍ جَدُّهُمْ جَابِرُ الْكَسْرِ

"رفعتوں کے بانی بھی ان میں سے ہی تھے اور بستیوں کو بسانے والے بھی انہی میں سے تھے جبکہ ان کا دادا عبد مناف شکستہ دلوں کو جوڑنے والا تھا۔"

بِإِنْكَاحِ عَوْفٍ بِنْتَهُ لِيُجِيرَنَا مِنْ أَعْدَائِنَا إِذَا أَسْلَمَتْنَا بَنُو فِهْرِ

"اس نے اپنی لخت جگر عوف کو دے کر دلوں کو جوڑا تھا تا کہ وہ ہمیں اس وقت پناہ میں لے جب بنو فہر ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔"

فَسِرْنَا تِهَامِيَّ الْبِلَادِ وَنَجْدَهَا بِأَمْنِهِ حَتَّى خَاضَتِ الْعِيرُ فِي الْبَحْرِ

"ہم تہامہ اور نجد کے شہروں میں امن آشتی سے سفر کرنے لگے حتیٰ کہ قافلے سمندر میں رواں دواں ہو گئے۔"

وَهُمْ حَضَرُوا وَالنَّاسُ بَادٍ فَرِيقُهُمْ وَلَيْسَ بِهَا إِلَّا شُيُوخُ بَنِي عَمْرِو

"انہوں نے شہری زندگی کو اختیار کیا جبکہ ان میں سے ایک گروہ نے بدوی زندگی کو ہی اختیار کیا اور وہاں بنو عمرو کے چند شیوخ کے علاوہ اور کوئی نہ رہا۔"

بَنَوْهَا دِيَارًا جَمَّةً وَطَوَوْا بِهَا بِئَارًا تَسُحُّ الْمَاءَ مِنْ ثَبَجِ الْبَحْرِ

"انہوں نے عظیم الشان شہروں کی بنیاد ڈالی وہاں پختہ کنویں کھودے ان سے پانی اس طرح رواں ہوتا تھا گویا کہ سمندر ان کا سرچشمہ تھا۔"

لِكَيْ يَشْرَبَ الْحُجَّاجُ مِنْهَا وَغَيْرُهُمْ إِذَا ابْتَدَرُوهَا صُبْحَ تَابِعَةِ النَّحْرِ

"تاکہ جب حاجی قربانی سے دوسری صبح وہاں آئیں تو وہ اور دیگر لوگ آسانی سے پانی پی سکیں۔"

تَهَامِيَّ الْبِلَادِ۔ تَهَامِيَا میں یَمَانِيَا کی طرح تخفیف کی گئی ہے۔ یَمَان کی نسبت یَمَنِي ہے ی میں تخفیف کر کے اس کے عوض الف لگا دیتے ہیں۔ تَهَام کی نسبت تِهَامِي ہے کیونکہ یہ تِهَامَه کی طرف منسوب ہے لیکن اہل لغت دونوں "ی" میں سے ایک کو حذف کر دیتے ہیں جس طرح وہ یَمَان میں کرتے ہیں اور تَهَام کی "ت" کو فتح دیتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ اس کے آخر سے "تاء" حذف ہوئی ہے گویا کہ فتح یاء کا عوض ہے۔ یَمَان میں الف بھی اسی طرح ہے۔ شَآم میں الف بھی اسی طرح ہے اس کے بعد الف یاء محذوفہ کا عوض ہے۔ اگر یاء کو شد دی جائے اور شَامِيٌّ کہا جائے تو پھر یاء

Marfat.com

ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ تَظَلُّ رِكَابُهُمْ مُخَيِّسَةً بَيْنَ الْاَخَاشِبِ وَالْحِجْرِ

''تاکہ ان کے سدھائے ہوئے اونٹ تین روز تک پہاڑوں اور حجر کے درمیان چلتے رہیں۔''

وَقِدْمًا عَنِيْنَا قَبْلَ ذٰلِكَ حِقْبَةً وَلَا نَسْتَقِي اِلَّا بِخُمٍّ اَوِالْحَفْرِ

''گزشتہ زمانہ میں ہم عرصہ دراز تک کنویں سے مستغنی رہے ہم یا تو ''خم'' یا حفر سے پانی پیتے تھے۔''

وَهُمْ يَغْفِرُوْنَ الذَّنْبَ يُنْقَمُ دُوْنَهٗ وَيَعْفُوْنَ عَنْ قَوْلِ السَّفَاهَةِ وَالْهُجْرِ

''وہ ایسے گناہوں کو بھی معاف کر دیتے تھے جن کی وجہ سے لوگوں سے انتقام لیا جاتا تھا وہ بے حیائی اور بے وقوفی کی باتوں سے بھی درگزر کرتے تھے۔''

وَهُمْ جَمَعُوْا حِلْفَ الْاَحَابِيْشِ كُلِّهَا وَهُمْ نَكَّلُوْا عَنَّا غُوَاةَ بَنِي بَكْرِ

''یہ وہی باعظمت لوگ ہیں جنہوں نے مختلف حلیفوں کو جمع کیا۔ یہ وہی بلند منصب لوگ ہیں جنہوں نے بنو بکر کے گمراہوں کو ہم سے دور کیا۔''

فَخَارِجَ، اِمَّا اَهْلِكَنَّ فَلَا تَزَلْ لَهُمْ شَاكِرًا حَتّٰى تُغَيَّبَ فِي الْقَبْرِ

''اے خارجہ! اگر میں ہلاک بھی ہو جاؤں تو پھر بھی ان کا شکر گزار رہ حتیٰ کہ تو بھی قبر میں غائب ہو جائے۔''

وَلَا تَنْسَ مَا اَسْدٰى اِبْنُ لُبْنٰى فَاِنَّهٗ قَدْ اَسْدٰى يَدًا مَحْقُوْقَةً مِنْكَ بِالشُّكْرِ

''ابن لبنی نے جو احسان کیا ہے اس کو ہرگز نہ بھولنا کیونکہ اس نے ایسا احسان کیا ہے جو تیری طرف سے شکر کا مستحق ہے۔''

محذوفہ کے واپس آجانے کی وجہ سے الف ختم ہو جائے گا۔ نسب کے علاوہ اسے شآم فتح اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا جائے گا نسب میں جب یاء کو مشدد پڑھا جائے تو پھر بھی شآم نہیں پڑھا جائے گا۔

تَبَجُّ الْبَحْرِ۔ سمندر کا سرچشمہ۔ مُخَيِّسَةٌ۔ سدھائے ہوئے۔ الْاَخَاشِبُ۔ مکہ کے پہاڑوں کا نام۔ خُمٌّ وَالْحَفْرُ۔ دو کنویں۔ الْهُجْرِ۔ قبیح کلام۔

ابو شمر میں شَمِر سے مراد وہ شخص ہے جس نے سمرقند بنایا تھا اس کے باپ کا نام مالک تھا اس کو الْاَمْلُوک کہا جاتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں وہ ابو شمر مراد ہو جو حارث بن ابی شمر کا والد تھا۔

عمرو بن مالک سے مراد عمرو ذُوالاذعار ہے یہ یمن کا بادشاہ تھا اور یہ ابولہب کے لئے

Marfat.com

وَاَنْتَ اِبْنُ لُبْنٰی مِنْ قُصَيٍّ اِذَا انْتَمَوْا بِحَيْثُ اِنْتَهٰی قَصْدًا الفُوَٰادِ مِنَ الصَّدْرِ

"اے ابن لبنی جب لوگ اپنے اپنے آباء کی طرف منسوب ہوں تو تو قصی کی طرف منسوب ہوگا جہاں سینوں میں دھڑکنوں والے دلوں کے عزائم ختم ہوتے ہیں۔"

وَاَنْتَ تَنَاوَلْتَ العُلَا فَجَمَعْتَهَا اِلٰی مُحْتِدٍ لِلْمَجْدِ ذِی ثَبَجٍ جَسْرِ

"اور تو نے رفعت کو پالیا ہے پھر اس رفعت وعظمت کو بزرگی کے عظیم سرچشمہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔"

سَبَقْتَ وَفُتَّ القَوْمَ بَذْلًا وَنَائِلًا وَسُدْتَ وَلِيْدًا كُلَّ ذِی سُوْدَدٍ غَمْرِ

"تو انعام واکرام اور جود وعطا میں قوم سے سبقت لے گیا ہے اور تو صغر سنی میں ہی سرداروں کا بھی سردار بن گیا ہے۔"

وَاُمُّكَ سِرٌّ مِنْ خُزَاعَةَ جَوْهَرٌ اِذَا حَصَّلَ الاَنْسَابَ يَوْمًا ذَوُوْالخُبْرِ

"جب اہل نسب نے نسب معلوم کیا تو انہیں علم ہوا کہ تیری ماں بنو خزاعہ کا گوہر یک دانہ تھی۔"

اِلٰی سَبَاِ الاَبْطَالِ تُنْمٰی وَتَنْتَمِی فَاَكْرِمْ بِهَا مَنْسُوْبَةً فِی ذُرَا الزُّهْرِ

"اسے سبأ کے عظیم لوگوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور وہ حقیقت میں وہ نسب بھی رکھتی ہے وہ کتنی محترمہ ہے جو نسب کی انتہائی چوٹیوں سے تعلق رکھتی ہے۔"

اَبُوْشَمِرٍ مِنْهُمْ وَعَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَذُوْ جَدَنٍ مِنْ قَوْمِهَا وَاَبُوْا الجَبْرِ

"ابوشمر، عمرو بن مالک، ذوجدن اور ابوالجبر کا تعلق بھی اسی قوم سے ہے۔"

وَاَسْعَدُ قَادَ النَّاسَ عِشْرِيْنَ حِجَّةً يُؤَيَّدُ فِی تِلْكَ المَوَاطِنِ بِالنَّصْرِ

قابل فخر اس لئے تھا کیونکہ اس کی ماں خزاعیہ سبأ سے تھی تمام تبع بادشاہ حمیر بن سبأ سے تھے۔

ابو جبر۔ یہ بھی ایک یمن کا بادشاہ تھا۔ اَسْعَدُ قَادَالنَّاسَ۔ اسعد سے مراد ابوحسان بن اسعد ہے اس کا ذکر بھی پہلے گزر چکا ہے۔

وَمِنْ اِقْرَافِ۔ وہ تجھے روکیں گے کہ تو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی شادی کسی کمینے شخص سے کرے اور پھر ایسا بچہ ہو جو باپ کی جانب سے لئیم اور ماں کی جانب سے کریم ہو۔

فِی الرَّجَافِ۔ اس سے مراد سمندر ہے کیونکہ وہ ہمیشہ موجزن رہتا ہے اور اس کا معنی آسمان بھی کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

"اور وہ اسعد بھی اسی خاندان سے ہے جس نے بیس سال لوگوں کی قیادت کی اور ان مقامات پر اس کی مدد کی جاتی رہی"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اُمُّکَ سِرٌّ مِنْ خُزَاعَةَ میں ابولہب مراد ہے۔ اس کی والدہ کا نام لبنی بنت ہاجر الخزاعی تھا۔

مطرود الخزاعی کا مرثیہ

يَاأَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رِحْلَهُ هَلَّا سَأَلْتَ عَنْ آلِ عَبْدِ مَنَافِ

"وہ شخص جو عازم سفر ہونا چاہتا ہے کیا تو عبد مناف کے متعلق سوال نہیں کرے گا"۔

هَبَلَتْكَ اُمُّكَ لَوْحَلَلْتَ بِدَارِهِمْ ضَمِنُوكَ مِنْ جُرْمٍ وَمِنْ اِقْرَافِ

"تیری ماں تجھے روئے اگر تو ان کے ہاں قیام کر لیتا تو پھر وہ تیرے جرموں کی ضمانت بھی اٹھاتے اور تیری بیٹیوں کی شادیاں کمینے لوگوں سے بھی نہ ہونے دیتے"۔

الْمُنْعِمِيْنَ اِذَا النُّجُوْمُ تَغَيَّرَتْ وَالظَّاعِنِيْنَ لِرِحْلَةِ الْاِيْلَافِ

"وہ اس وقت بھی نعمتیں لوٹاتے ہیں جب ستارے گردش میں ہو جاتے ہیں اور وہ قریشی قافلوں کے ساتھ سفر پر جاتے ہیں"۔

وَالْمُطْعِمِيْنَ اِذَا الرِّيَاحُ تَنَاوَحَتْ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ فِي الرَّجَافِ

"یہ اس وقت بھی کھانا کھلاتے ہیں جب ہوائیں تند و تیز ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ سورج بھی بحر بے کراں میں غائب ہو جاتا ہے"۔

اِمَّا هَلَكْتَ اَبَا الْفَعَالِ فَمَا جَرٰى مِنْ فَوْقِ مِثْلِكَ عِقْدُ ذَاتِ نِطَافِ

"اے عمدہ خصائل کے مالک! تو مر گیا پھر تجھ سے عمدہ شخص پیدا نہ ہو سکا"۔

اَفْعَلُ تَفْضِيْل کے متعلق امام سہیلی کی رائے

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سقایہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے كَانَ مِنْ اَحْدَثِ اِخْوَتِهٖ سِنًّا۔ اسی طرح انہوں نے حضور ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: كَانَ مِنْ اَفْضَلِ قَوْمِهٖ مُرُوَّةً۔ علمائے نحو نے منع کیا ہے کہ اس طرح نہ کہا جائے زَيْدٌ اَفْضَلُ اِخْوَتِهٖ۔ لیکن یہ منع نہیں ہے۔ یہ ترکیب اس کتاب میں کئی جگہ استعمال ہوئی ہے کیونکہ اس کا معنی ہے زَيْدٌ يَفْضُلُ اِخْوَتَهٗ اَوْ يَفْضُلُ قَوْمَهٗ۔ لیکن اَفْعَلُ تَفْضِيْل کی اضافت تثنیہ کی طرف کرنا

Marfat.com

اِلَّا اَبِیْکَ اَخِی الْمَکَارِمِ وَحْدَہٗ وَالْفَیْضِ مُطَّلِبِ اَبِی الْاَضْیَافِ

''مگر تیرے والد محترم ایسے ہی یکتائے روزگار انسانوں میں سے ہیں جو کریمانہ صفات میں یگانہ اور پیکر جود وعطا اور مہمان نواز ہیں''۔

جب حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعد زمزم اور سقایہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی گئی۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے کم عمر تھے پھر یہ منصب طلوع اسلام تک ان کے پاس ہی رہا پھر حضور ﷺ نے بھی یہ سعادت انہی کے پاس ہی رہنے دی اور آج تک یہ سعادت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے پاس ہی ہے۔

بالا جماع ممنوع ہے یہ کہنا ھُوَ اَکْرَمُ اَخَوَیْہِ غلط ہے لیکن اگر تثنیہ کو اضافت کے بغیر استعمال کیا جائے تو پھر درست ہے مثلاً اس طرح کہا جائے ھُوَ اَکْرَمُ الْاَخَوَیْنِ۔

مَنَعُوْکَ مِنْ جَوْرٍ: وہ لوگ تجھے منع کرتے کہ تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا نکاح کمینے شخص سے کرتے۔ اس طرح ماں کی طرف سے اولاد کو عمدہ مگر باپ کی طرف سے کمینہ سمجھا جاتا۔ مہلہل کا یہ شعر بھی اسی طرح ہے:

اَنْکَحَھَا فَقْدُھَا الْاَ رَاقِمَ فِی جَنْبٍ وَکَانَ الْحِبَاءُ مِنْ اَدَمِ

اس کی غریب الوطنی نے اس کا نکاح جنب کے سانپوں کے ساتھ کر دیا حق مہر بھی چمڑے تھے۔

مبرمان نے کہا ہے کہ ابوبکر بن درید نے الخباء من ادم پڑھا ہے مگر یہ لغزش ہے اسی طرح مفجع ابن درید کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَلَسْتَ قِدْمًا جَعَلْتَ تَعْتَرِقُ الطَّرْفَ بِجَھْلٍ مَکَانَ تَغْتَرِقُ

وَقُلْتَ: کَانَ الْخِبَاءُ مِنْ اَدَمٍ وَھُوَ حِبَاءٌ یُھْدٰی وَیُصْطَدَقُ

کیا تو وہ نہیں جس نے پرانے زمانے میں ''یغترق'' کی جگہ جہالت سے ''تعترق'' رکھ دیا تھا اور تو نے ''کَانَ الْخِبَاءُ مِنْ اَدَم'' کہا تھا حالانکہ وہ حباء (حق مہر) تھا جو دیا جاتا تھا اور جسے مقرر کیا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مہلہل ایک جگہ ''جنب'' میں فروکش ہوا۔ وہاں مذحج کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا گیا جسے یہ روک نہ سکا اس نے اپنی نورِ نظر کی شادی وہاں کر دی اس کا حق مہر چمڑے تھے اس وقت اس نے یہ شعر پڑھا

لَوْ بِاَبَانَیْنِ جَاءَ خَاطِبُھَا ضُرِّجَ مَا اَنْفُ خَاطِبٍ بِدَمِ

Marfat.com

''اگر وہ ابانان کے پاس ہوتی پھر اس کا رشتہ مانگنے والا آتا تو اس کی ناک خون آلود کر دی جاتی''۔

عِقْدُ ذَاتُ نطافٍ: صاف موتی کو نطف کہا جاتا ہے۔ وَصِنْفَةٌ مُنَطَّفَةٌ۔ اس عورت کو کہا جاتا ہے جسے دو موتیوں کی بالی پہنائی جائے یا اس سے مراد وہ موتی ہے جو چاندی سے بنایا جاتا ہے۔ النَّطف کا معنی ہے کسی پر عیب لگانا ان دونوں کی اصل ایک ہے اگرچہ یہ معنی میں متضاد نظر آتے ہیں۔ کیونکہ نطفہ کا معنی قلیل پانی ہے کبھی اس کا اطلاق کثیر پانی پر بھی ہوتا ہے گویا کہ آبدار موتی نطفہ کی شفافی سے لیا گیا ہے النطف سے مراد عیب ہے۔ یہ انسان کے نطفہ سے اخذ کیا گیا ہے۔

ابو الاضیاف: اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا کہ وہ اپنے مہمانوں کے لئے باپ کی طرح ہے عربی ہر سخی کو ابو الاضیاف کہتے ہیں۔ جیسا کہ مرہ بن محکان نے کہا ہے: اُدْعٰی اَبَاهُمْ..........

Marfat.com

حضرت ابوطالب کی کفالت

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضور ﷺ اپنے عم محترم حضرت ابوطالب کی کفالت میں رہے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت ابوطالب کو وصیت کی تھی کہ وہ حضور ﷺ کی کفالت کریں کیونکہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب سگے بھائی تھے ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عائذ بن عمران بن مخزوم ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی کفالت حضرت ابوطالب نے کی حضور ﷺ ان کے گھر میں ان کی معیت میں رہے۔

ایک قیافہ شناس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ان کے والد گرامی نے انہیں بتایا ہے کہ لہب کا ایک قیافہ شناس تھا لہب بنو ازدشنوءۃ کا ایک خاندان تھا۔ وہ جب مکہ آتا تو لوگ اپنے بچے لے کر اس کے پاس آتے تاکہ وہ ان کے مستقبل کے متعلق کچھ بتائے۔ حضرت ابوطالب بھی حضور ﷺ کو اس کے پاس لے کر آئے اس نے بنظر غائر حضور ﷺ کی طرف دیکھا پھر دوسرے بچوں کو دیکھنے میں مشغول ہو گیا جب وہ

لہبی قیافہ شناس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے لہبی قیافہ شناس کا ذکر کیا ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لہب قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے۔ ایک اور سیرت نگار لکھتا ہے کہ اس کا نام لہب بن احجن بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن ازد تھا۔ یہ قبیلہ قیافہ شناسی میں بڑی شہرت رکھتا تھا وہ شخص خاندان لہبی سے ہی تھا جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق قیافہ شناسی کی تھی۔ جب حج ادا کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر سنگریزہ لگا تو اس نے کہا ''اللہ کی قسم! میرا گمان ہے کہ اس سال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج ادا نہیں کر سکیں گے''۔ پھر اسی طرح ہوا آئندہ سال ایام حج سے پہلے ہی آپ ﷺ شہادت سے سرخرو ہو گئے۔

Marfat.com

فارغ ہوا تو کہنے لگا جو بچہ ابھی میں نے دیکھا ہے اسے دوبارہ میرے پاس لاؤ۔ جب حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کے بارے میں اس کی شدید حرص کو دیکھا تو انہوں نے حضور ﷺ کو چھپا دیا۔ وہ کہنے لگا ''تمہارے لئے ہلاکت ہو مجھے وہ بچہ دکھاؤ جو ابھی میں نے دیکھا ہے قسم بخدا اس کی بہت شان ہوگی''۔ حضرت ابوطالب آپ ﷺ کو لے کر گھر واپس آ گئے۔

قصہ بحیریٰ

حضور ﷺ کا سفرِ شام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوطالب نے تجارت کے لئے شام جانے کا ارادہ کیا۔ جب انہوں نے سفر کی تیاری مکمل کر لی تو حضور ﷺ نے بھی ساتھ چلنے کے لئے اصرار کیا۔ حضرت ابوطالب نے بھی جدا ہونا پسند نہ کیا انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم میں انہیں ضرور اپنے ساتھ لے جاؤں گا نہ تو یہ مجھ سے جدا ہوں گے اور نہ میں ان کے فراق کو پسند کروں گا''۔ حضرت ابوطالب حضور ﷺ کو ساتھ لے کر شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔

قریش کا قافلہ سرزمین شام میں بصریٰ کے مقام پر پہنچا وہاں بحیریٰ نامی راہب رہتا تھا۔ گرجا کی چاردیواری ہی اس کا مسکن تھی وہ عیسائیت کا عالم تھا۔ جب سے اس نے رہبانیت اختیار کی تھی وہ اسی گرجا میں مقیم تھا۔ اس راہب کے پاس ایک مقدس کتاب تھی جس میں عیسائیوں کا تمام علم تھا وہ کتاب نسل در نسل اس کی وارثت میں چلی آ رہی تھی۔ قریش کے قافلے اکثر وہاں سے گزرتے رہتے تھے لیکن بحیریٰ نہ تو ان سے کوئی کلام کرتا اور نہ ہی ان سے کوئی تعرض کرتا لیکن جب اس سال ان کا قافلہ بحیریٰ کے قریب خیمہ زن ہوا تو اس نے ان کے لئے بہت

بحیریٰ کی داستان

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سِیَر الزُّھری'' میں ہے کہ بَحِیْرِیٰ تَیماء کے یہودیوں کا ایک متبحر عالم تھا۔ مسعودی میں ہے کہ اس کا تعلق بنوعبدالقیس سے تھا۔ اس کا نام سرجس تھا۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''معارف'' میں ہے طلوع آفتاب اسلام سے پہلے ایک آواز سنی گئی کہ تین افراد ایسے ہیں جو پوری زمین کے ساکنین سے افضل ہیں: 1۔ بحیریٰ، 2۔ رباب بن البراء الشنی، 3۔ المنتظر۔ منتظر سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباب الشنبیّ اور اس کے بعد اس کے فرزند کی قبر پر ابر کرم برستا رہا۔

Marfat.com

سا کھانا تیار کیا۔ گمان کیا جاتا ہے کہ اس کا یہ اہتمام اس خاص چیز کی وجہ سے تھا جو اس نے اپنے گرجا میں دیکھی تھی۔ جب قریش کا قافلہ آ رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ بادلوں کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ پر سایہ فگن تھا۔ جب قافلہ قریب پہنچ کر ایک درخت کے نیچے قیام پذیر ہوا تو اس نے دیکھا کہ بادل کے ٹکڑے نے پورے درخت کو گھیر لیا تھا اور درخت کی شاخیں جھک کر حضور ﷺ پر سایہ کناں تھیں جب بحیریٰ نے یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا تو وہ اپنے گرجا سے نیچے اتر آیا اور قافلہ کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا پھر قافلہ کی طرف پیام بھیجا۔ ''اے قافلہ قریش! میں نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے میری خواہش ہے کہ میری اس دعوت میں تمہارے چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام تمام شریک ہوں''۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے بحیریٰ سے کہا ''اے بحیریٰ قسم بخدا! آج تمہاری عجیب شان عیاں ہے اس سے پیشتر تم ہمارے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے تھے حالانکہ ہم کئی بار یہاں سے گزرے ہیں۔ آج یہ حسن سلوک کس لئے ہے؟'' بحیریٰ نے کہا اے جوان! تو نے سچ کہا ہے یہ حقیقت ہے لیکن تم مہمان ہو میں پسند کرتا ہوں کہ میں تمہاری عزت و توقیر کروں۔ تمہارے لئے کھانے کا اہتمام کروں اور تم تمام وہ کھانا تناول کرو۔ حضور ﷺ کے علاوہ تمام قافلہ کھانا کھانے کے لئے چلا گیا آپ ﷺ صغرسنی کی وجہ سے درخت کے نیچے ہی قیام فرما رہے جب بحیریٰ نے اہل قافلہ کو دیکھا تو اسے گوہر مقصود نظر نہ آیا اس کی نگاہیں جس کی متلاشی تھیں وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کہا اے گروہِ قریش! کوئی شخص میرا کھانا کھانے سے رہ نہ جائے۔ قریش نے کہا اے بحیریٰ! ہم سب تمہارے کھانے میں شرکت کے لئے آ گئے ہیں صرف ایک بچہ درخت کے نیچے رہ گیا ہے وہ سب سے کم عمر ہے اس لئے وہ ہمارے ساز و سامان کے پاس ہے۔ بحیریٰ نے کہا یہ رویہ اچھا نہیں ہے اسے بھی بلاؤ

فَصَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ صَبٌّ، صَبَابَةٌ سے مشتق ہے اس کا معنی دل کا کھنچ جانا ہے۔ بعض قراء سے روایت ہے کہ انہوں نے اَصَبُّ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجَاهِلِیْنَ پڑھا ہے۔ ابو بحر کی روایت کے مطابق اس جگہ ضَبِثَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کے الفاظ ہیں۔ ضَبِثَ کا معنی ہے لازم پکڑنا۔ شاعر کہتا ہے۔

كَاَنَّ فُؤَادِيْ فِيْ يَدٍ ضَبِثَتْ بِهٖ مُحَاذِرَةً اَنْ يَّقْضِبَ الْحَبْلَ قَاضِبُهٗ

''گویا کہ میرا دل اس ہاتھ میں ہے جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اس خوف سے کہ کوئی کاٹنے والا رسی کو کاٹ نہ دے۔''

Marfat.com

وہ بھی تمہارے ساتھ کھانے میں شرکت کرے۔ ایک قریشی شخص نے کہا "لات وعزیٰ کی قسم! یہ کتنی بری بات ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا نورنظر ہمارے ساتھ کھانا کھانے سے رہ جائے"۔ وہ شخص اٹھا حضور ﷺ کو اٹھایا اور قافلہ کے ساتھ بٹھا دیا۔

بحیریٰ اور نبوت مصطفیٰ ﷺ کی علامات

جب بحیریٰ نے سرور دو عالم ﷺ کا حسین سراپا دیکھا تو وہ حضور ﷺ کے مختلف اعضاء کا دیدار کرنے لگا۔ اس نے حضور ﷺ میں نبوت کے تمام اوصاف پالئے۔ جب قریش کھانا کھا کر اٹھنے لگے تو بحیریٰ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا "اے مبارک بچے! میں تجھے لات و عزیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں تم سے جو بھی سوال کروں مجھے اس کا صحیح جواب دینا"۔ بحیریٰ نے لات وعزیٰ کی قسم اس لئے اٹھائی تھی کیونکہ آپ ﷺ کی قوم ان معبودانِ باطلہ کی قسم اٹھایا کرتی تھی۔ جب بحیریٰ نے یہ کہا تو حضور ﷺ نے فوراً فرمایا "لات وعزیٰ کی قسم اٹھا کر مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا جتنی مجھے ان سے نفرت ہے اتنی اور کسی چیز سے نہیں"۔ پھر بحیریٰ نے کہا "تو پھر میں

اس واقعہ کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک

بعض سیرت نگاروں کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک نو سال تھی۔ الطبری کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال تھی۔

ختم النبوۃ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خَاتَمُ النُّبوۃ سینگی کے اثرات کی طرح تھی حتیٰ کہ وہ جگہ سوجھ جائے۔ حدیث میں ہے کہ وہ شکل میں گول تھی جس کے اردگرد کالے بال تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سیب کی طرح تھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حَجَلَہ کے بٹن کی مانند تھی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی ہے اس میں ان کو وہم ہوا ہے وہ کہتے ہیں "وہ چکور کے انڈے کی طرح تھی۔" حَجَلَۃ سے انہوں نے چکور مراد لیا ہے لیکن اس سے مراد حجلہ عروسی کا بٹن ہے اس کی گرہ میں جو بٹن داخل کیا جاتا ہے اس کو "زِر" کہا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل عراق سے فرمایا:

يَا اَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَلَا رِجَالَ وَيَاطَغَامَ الْاَحْلَامِ وَيَاعُقُولَ رَبَّاتِ الْحِجَالِ۔

اے لوگو! جو مردوں کے مشابہ ہو مرد نہیں ہو۔ اے بے وقوفو! اور اے چکور کے پالے ہوئے کی عقل والو"۔

Marfat.com

آپ ﷺ کو اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ میں آپ ﷺ سے پوچھوں آپ ﷺ مجھے اس کا جواب مرحمت فرمائیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اب مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں ہر سوال کا صحیح صحیح جواب دوں گا"۔ بحیریٰ نے آپ ﷺ کی نیند اور دیگر معمولات کے متعلق مختلف سوالات کئے۔ حضور ﷺ اسے جوابات ارشاد فرمانے لگے جب بحیریٰ نے نبوت کی تمام صفات حضور ﷺ میں پالیں تو آپ ﷺ کی پشت انور کو دیکھا اس نے مہر نبوت کو آپ ﷺ کے شانوں کے مابین اسی جگہ دیکھا جس جگہ کے متعلق اس نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مہر نبوت سینگی کے نشان کی طرح تھی۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ختم نبوت کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ عیاذ بن عبد عمرو فرماتے ہیں میں نے مہر نبوت کا دیدار کیا تھا وہ بکری کے گھٹنے کی طرح تھی اس روایت کو علامہ النمری نے کتاب الاستیعاب میں بیان کیا ہے۔

اس طرح مہر نبوت کے اوصاف کے بارے میں پانچ روایات ملتی ہیں: 1۔ سیب کی طرح، 2۔ کبوتری کے انڈے کی طرح، 3۔ حجلہ عروسی کے بٹن کی طرح، 4۔ سینگی کے اثر کی طرح، 5۔ بکری کے گھٹنے کی طرح۔

ایک چھٹی روایت بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے مہر نبوت کا دیدار کیا تھا وہ اس آلے کی طرح تھی جس میں حجام پچھنے لگا کر خون جمع کرتا ہے۔ ایک ساتویں روایت بھی ہے جو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ان سے ختم نبوت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کے جوڑ پر رکھا یا اس سے نیچے رکھا اور یوں اشارہ کیا۔ اس کے متعلق ایک آٹھویں روایت بھی ہے جس میں اسے پھولے ہوئے جسم سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

امام ترمذی کی روایت

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مصنف" میں روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہم سے فضل بن سہل ابوالعباس الاعرج البغدادی نے، وہ فرماتے ہیں ہم سے عبدالرحمٰن بن غزوان ابونوح نے، وہ فرماتے ہیں ہم کو یونس نے ابواسحاق سے اور وہ ابوبکر بن ابی موسیٰ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔ حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے جب وہ راہب کے پاس پہنچے تو وہاں خیمہ زن ہوئے انہوں نے اپنا سامان اتار لیا۔ راہب ان کے

Marfat.com

حضرت ابوطالب کو بحیریٰ کی وصیت:۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب بحیریٰ حضور ﷺ سے مختلف سوالات کر چکا تو اس نے حضرت ابوطالب سے پوچھا۔اس بچے کا آپ کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ حضرت ابوطالب نے کہا'' یہ میرا بیٹا ہے''۔بحیریٰ نے کہا'' یہ آپ کا بیٹا نہیں ہوسکتا اس بچے کے باپ کو زندہ نہیں ہونا چاہئے''۔حضرت ابوطالب نے کہا'' یہ میرا بھتیجا ہے''۔بحیری نے پوچھا اس کا باپ کہا ہے؟ حضرت ابوطالب نے کہا'' جب یہ ابھی شکم مادر میں تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا''۔یہ سن کر بحیریٰ نے کہا'' آپ نے سچ کہا ہے اپنے بھتیجے کو لے کر اپنے وطن لوٹ جائیں اور ہمہ وقت یہودیوں سے ہوشیار رہیں۔اللہ کی قسم! اگر انہوں نے انہیں دیکھ

پاس آیا۔وہ پہلے بھی اسی شاہراہ سے گزرتے رہتے تھے لیکن راہب نے کبھی ان کی طرف توجہ نہ دی تھی۔وہ ایک ایک چہرے کو غور سے دیکھنے لگا جب وہ نبی محترم ﷺ کے پاس پہنچا تو اس نے حضور اکرم ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا اور کہنے لگا'' یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں۔یہ رب العالمین کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا''۔قریش کے بزرگوں نے یہ سن کر کہا'' اے راہب! تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا''۔اس نے کہا'' اے سردارانِ قریش! جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ ہر پتھر اور ہر درخت سجدہ ریز تھا۔یہ شجر وحجر صرف انبیاء کے لئے ہی سجدہ بجالاتے ہیں۔میں نے انہیں اس مہر نبوت سے بھی پہچانا ہے جو ان کے شانے کی ہڈی کے نیچے ہے''۔پھر راہب اپنے گرجا میں واپس آیا۔کھانا تیار کروایا اور اسے لے کر قافلہ کے پاس آیا۔اس وقت حضور ﷺ اونٹوں کی نگرانی میں مشغول تھے۔راہب نے کہا اس مبارک بچے کو بھی بلا لو جب حضور ﷺ تشریف لا رہے تھے تو راہب نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ فگن تھا۔جب حضور ﷺ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ درخت کے سائے کے نیچے جگہ خالی نہ تھی۔جب حضور ﷺ وہاں تشریف فرما ہوئے تو درخت آپ ﷺ پر سایہ کناں ہوگیا۔راہب نے کہا، اے گروہِ قریش! ذرا درخت کے سائے کو دیکھو وہ خود بخود حضور ﷺ کی طرف بڑھ رہا ہے''۔پھر راہب نے قریش کے سرداروں سے کہا انہیں سرزمین روم کی طرف ہرگز نہ لے جانا اہل روم ان کے اوصاف نبوت پہچان لیں گے۔وہ انہیں شہید کرنے کی کوشش کریں گے۔جب راہب نے یہ بات ختم کی تو انہوں نے اچانک سات افراد کو دیکھا وہ تمام کے تمام رومی تھے۔راہب نے انہیں روک لیا اور پوچھا تم یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ اس شہر سے باہر نکلنے والے ہیں۔اس لئے تمام راہوں پر لوگوں کے دستے بھیج دیئے گئے ہیں ہم نے

Marfat.com

لیا اوران کو ان علامات کا علم ہو گیا جن سے میں آگاہ ہوا ہوں تو وہ انہیں ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے اس بھتیجے کی بڑی شان ہو گی انہیں لے کر جلدی وطن لوٹ جائیں"۔

بعض اہل کتاب کی شرارت

جب حضرت ابوطالب شام میں تجارت سے فارغ ہوئے تو جلدی جلدی حضور ﷺ کو مکہ معظمہ واپس لے آئے۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ زریر، تمام اور دریس نے حضور ﷺ کی زیارت کی انہوں نے بھی وہی علامات نبوت دیکھ لیں جنہیں بحیریٰ نے ملاحظہ کیا تھا انہوں نے حضور ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہا لیکن بحیریٰ نے انہیں روک دیا انہیں آپ ﷺ کے وہ

عمدہ راستہ اختیار کیا ہے اور اس راستے پر آئے ہیں جو سب سے بہتر ہے۔ راہب نے پوچھا کیا تمہارے پیچھے ایسے دشمن بھی ہیں جو تم سے بہتر ہوں؟ انہوں نے کہا "ہم نے ہی بہتر راستہ اختیار کیا ہے"۔ راہب نے ان سے پوچھا "اس امر کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہو کیا کوئی شخص اس فیصلے کو رد کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا "نہیں"۔ ان رومیوں نے اس راہب کی بیعت کی اور اسی کے ساتھ ہی رہنے لگے۔ راہب سرداران قریش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "تجھے اللہ کا واسطہ سچ بتاؤ کہ اس مبارک بچے کا ولی کون ہے؟ انہوں نے حضرت ابوطالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب برابر اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کو واپس لوٹا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ کے ہمراہ بھیجا۔ راہب نے آپ ﷺ کو کیک اور زیتون پیش کیے۔

حضرت ابوعیسیٰ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس کی صرف ایک ہی سند جانتے ہیں۔ حضرت ابوطالب نے یہ اشعار اسی واقعہ کے متعلق کہے ہیں ؎

أَلَمْ تَرَنِي مِنْ بَعْدِهِمْ هَمَمْتُهُ بِفُرْقَةِ حُرِّ الْوَالِدَيْنِ كِرَامِ

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب میں نے سفر کا پختہ ارادہ کر لیا تو کریم اور والدین کی طرف سے شریف کی جدائی میں میری کیفیت کیا ہوئی۔"

بِاَحْمَدَ لَمَّا اَنْ شَدَدْتُ مَطِيَّتِي لِتَرْحَلَ اِذْ وَدَّعْتُهُ بِسَلَامِ

"یعنی احمد مجتبیٰ (ﷺ) کے فراق میں میری حالت کیا تھی جب میں نے روانگی کے لئے اپنی سواری کو بھی کس لیا اور جب میں نے آپ ﷺ کو الوداعی سلام کیا۔"

بَكَى حَزَنًا وَالْعِيسُ قَدْ فَصَلَتْ بِنَا وَاَمْسَكْتُ بِالْكَفَّيْنِ فَضْلَ زِمَامِ

Marfat.com

اوصاف اور خصائص یاد کرائے جو ان کی کتاب میں تھے۔ بحیرٰی نے انہیں یہ بھی بتایا کہ اگر وہ سب اس برے فعل پر متفق بھی ہو جائیں پھر بھی وہ اس قبیح عمل پر قدرت نہ پا سکیں گے۔ بحیرٰی ان سے برابر اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے راہب کی بات کا یقین کر لیا اور حضور ﷺ کو چھوڑ کر اپنے شہر کی طرف لوٹ گئے۔

حضور ﷺ اخلاق حسنہ پر پروان چڑھتے رہے

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں پروان چڑھتے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو انتہائی کرامت اور رسالت سے نوازنا چاہتا تھا اس لئے اس نے آپ ﷺ کو ہر

"آپ ﷺ غم و اندوہ سے رونے لگے۔ وہ اونٹ ہمارے درمیان جدائی ڈال رہا تھا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے نکیل کا کنارہ پکڑ رکھا تھا۔"

ذَكَرْتُ اَبَاهُ ثُمَّ اَقْرَقَتْ عَبْرَةً　　تَجُوْدُ مِنَ الْعَيْنَيْنِ ذَاتَ سِجَامِ

"میں نے آپ ﷺ کے والد محترم کو یاد کیا پھر میری آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے پھر دونوں آنکھوں سے لگاتار آنسو گرنے لگے۔"

فَقُلْتُ: تَرُوْحُ رَاشِدًا فِي عُمُوْمَةٍ　　مُوَاسِيْنَ فِي الْبَاْسَاءِ غَيْرِ لِئَامِ

"میں نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ ایسے چچاؤں کی ہمراہی میں عازم سفر ہوں جو مشکل گھڑی میں مدد کرنے والے ہیں جو کمینے نہیں ہے۔"

فَرُحْنَا مَعَ الْعِيْرِ الَّتِيْ رَاحَ اَهْلُهَا　　شَآمِيَ الْهَوٰى وَالْاَصْلُ غَيْرُ شَآمِيْ

"ہم اس قافلہ کے ساتھ عازم سفر ہوئے جو شام کی طرف رواں دواں تھا اور شامی قافلہ ہی اصل ہے۔"

فَلَمَّا هَبَطْنَا اَرْضَ بُصْرٰى تَشَرَّفُوْا　　لَنَا فَوْقَ دُوْرٍ يَنْظُرُوْنَ جِسَامِ

"جب ہم بصریٰ کی زمین پر خیمہ زن ہوئے تو لوگ اپنی چھتوں پر چڑھ کر ہمیں دیکھنے لگے۔"

فَجَاءَ بَحِيْرٰى عِنْدَ ذَالِكَ حَاشِدًا　　لَنَا بِشَرَابٍ طَيِّبٍ وَطَعَامِ

"اس وقت بحیرٰی راہب بہترین کھانا اور عمدہ پانی لے کر حاضر ہوا۔"

فَقَالَ: اجْمَعُوْا اَصْحَابَكُمْ لِطَعَامِنَا　　فَقُلْنَا: جَمَعْنَا الْقَوْمَ غَيْرَ غُلَامِ

"بحیرٰی نے کہا اپنے ساتھیوں کو جمع کریں تاکہ وہ ہمارے کھانے کو کھالیں ہم نے کہا ہم ایک بچے کے علاوہ تمام اہل قافلہ جمع ہیں۔"

Marfat.com

قسم کی گندگی سے بچایا۔حتیٰ کہ آپ ﷺ اس حالت میں عالم شباب کو پہنچے کہ آپ اپنی قوم میں مروءت کے لحاظ سے افضل، خلق کے اعتبار سے احسن تھے۔نسب کے اعتبار سے سب سے شریف اور ہمسائیگی کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے۔آپ ﷺ حلم کا پیکر اور صداقت و امانت کا مجسمہ تھے۔آپ ﷺ فحش گوئی اور برے اخلاق سے پاکیزہ تھے۔آپ ﷺ انتہائی کریم اور پاکباز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بھلائیاں آپ ﷺ میں جمع فرما دیں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو امین کے لقب سے پکارنے لگی۔

عصمت ربانی

حضور ﷺ خود فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح صغرسنی میں آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی اور جاہلیت کی گندگی سے بچائے رکھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:

عصمت ربانی

آپ ﷺ کے ساتھ بالکل اسی طرح کا ایک واقعہ اس وقت بھی رونما ہوا تھا جب کعبہ مشرفہ کی تعمیر ہورہی تھی۔حضور ﷺ اپنی قوم کے ہمراہ پتھر اٹھا کر لارہے تھے تمام لوگوں نے اپنے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لئے تھے تاکہ انہیں پتھروں سے تکلیف نہ پہنچے۔حضور ﷺ کا تہبند آپ ﷺ کے جسد اطہر کے اردگرد لپٹا ہوا تھا۔آپ ﷺ اپنے شانہ اقدس پر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی "اے محترم بھتیجے! آپ ﷺ بھی اپنا تہبند اپنے کندھے پر رکھ لیں"۔جونہی نبی اکرم ﷺ نے اپنا تہبند اپنے کندھے پر رکھا آپ ﷺ بے ہوش کر گر پڑے پھر فرمانے لگے میرا تہبند! میرا تہبند! جب آپ ﷺ کے اردگرد تہبند باندھ دیا گیا تو آپ ﷺ دوبارہ پتھر اٹھانے لگے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ گر پڑے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور حضور ﷺ کی حالت کے متعلق دریافت کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا "اے عم محترم! آسمان سے مجھے یہ آواز سنائی دی اے محمد (ﷺ) اپنا تہبند باندھ لو۔کہا جاتا ہے کہ یہ پہلی آسمانی آواز تھی جو آپ ﷺ کو سنائی دی۔جو روایت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے اگر وہ صحیح ہو تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ ایسا واقعہ دوبارہ پیش آیا تھا:

1۔صغرسنی میں،2۔تعمیر کعبہ کے وقت۔

Marfat.com

''میں بھی ان قریشی بچوں میں شامل تھا جو اپنے کسی کھیل کے لئے پتھر اٹھا کر لا رہے تھے ہم نے اپنے تہبند اتار کر اپنے کندھوں پر رکھ لئے تھے اور انہی پر ہی پتھر لے کر آ رہے تھے۔ میں بھی اسی کیفیت میں تھا کہ اچانک کسی مارنے والے نے مجھے مکا مارا وہ مارنے والا مجھے نظر نہیں آ رہا تھا پھر اس نے مجھ سے کہا اپنا تہبند باندھ لو۔ میں نے اپنا تہبند لیا اور اپنے اردگرد باندھ لیا پھر میں اپنے کندھوں پر پتھر اٹھانے لگا۔ اس وقت اپنے ساتھیوں میں صرف میں ہی تھا جس نے تہبند باندھ رکھا تھا۔

جنگ فجار

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہی کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک چودہ سال یا پندرہ سال ہوئی تو قریش اور بنوقیس عیلان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔

حرب فجار کی وجہ

عروۃ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نے نعمان بن منذر کے عطر اور ریشم کے قافلہ کو پناہ دی تھی۔ بنوضمرہ کے ایک شخص براض بن قیس نے اس سے کہا'' کیا تو بنوکنانہ کے مقابلہ میں بھی اس قافلہ کو پناہ دیتا ہے''۔ اس نے کہا ''ہاں میں تمام لوگوں کے مقابلہ میں اسے پناہ دیتا ہوں''۔ عُرْوَۃُ الرَّحَّال اس قافلہ کے ہمراہ نکلا

حرف فجار

فِجار فاء کے کسرہ کے ساتھ ہے یہ مُفَاجَرَۃٌ کے معنی میں ہے جس طرح قتال اور مقاتلہ ہم معنی ہیں کیونکہ یہ جنگ ماہِ حرام میں وقوع پذیر ہوئی تھی اور تمام لوگ جنگ کرنے کے گناہ میں شامل تھے اس لئے اس کا نام فجار رکھا گیا۔

اہل عرب کی وہ جنگیں جو فجار کے نام سے موسوم ہیں

اہل عرب کی چار جنگیں فجار سے موسوم ہیں۔ مسعودی نے ان تمام کا تذکرہ کیا ہے۔ آخری جنگ فِجَارُ الْبَرَّاض کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ بنوکنانہ اور بنوقیس کے مابین ہوئی تھی۔ اس جنگ کے چار دن قابل ذکر ہیں:

1۔ یوم شَمْطَة، 2۔ یوم العَبْلاء، 3۔ یوم الشَّرْب۔ اس دن شدید جنگ ہوئی تھی اس دن حرب، سفیان اور ابوسفیان نے اپنے آپ کو جکڑ لیا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ اسی وجہ سے وہ عنابیس

Marfat.com

براض بھی اس کے تعاقب میں نکلا جب قافلہ ذی طلال میں مقام تَیمن پر پہنچا تو عروۃ غافل ہو گیا۔ براض نے اس پر اچانک حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا کیونکہ یہ قتل ماہِ حرام میں ہوا تھا اسی وجہ سے اس جنگ کا نام ''الفجار'' پڑ گیا۔ بَرّاض کے یہ اشعار اسی جنگ کے متعلق ہیں ۔

وَدَاهِيَةٍ تُهِمُّ النَّاسَ قَبْلِي　　شَدَدتُ لَهَا بَنِي بَكْرٍ ضُلُوعِي

هَدَمْتُ بِهَا بُيُوتَ بَنِي كِلَابٍ　　وَاَرْضَعْتُ الْمَوَالِيَ بِالضُّرُوعِ

رَفَعْتُ لَهٗ بِذِيْ طَلَالَ كَفِّي　　فَخَرَّ يَمِيْدُ كَالْجِذْعِ الصَّرِيْعِ

''اے بنو بکر! میں نے اس مصیت کے لئے کمر ہمت باندھ لی ہے جو مجھ سے پہلے لوگ بڑی گراں سمجھتے تھے میں نے اس ہمت کو بروئے کار لاتے ہوئے بنو کلاب کے گھروں کو ملیا میٹ کر دیا اور ان کے حلیفوں کو بھی ان جگہوں تک پہنچا دیا جو ان کے لئے موزوں تھیں۔ میں نے ذی طلال کے مقام پر اس کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا تو وہ ایک شہتیر کی طرح زمین پر گر پڑا۔''

لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب کے اشعار

اَبْلِغْ اِنْ عَرَضْتَ بَنِي كِلَابٍ　　وَعَامِرَ وَالْخُطُوْبُ لَهَا مَوَالِي

وَبَلِّغْ اِنْ عَرَضْتَ بَنِي نُمَيْرٍ　　وَاَخْوَالَ الْقَتِيْلِ بَنِي هِلَالِ

بِاَنَّ الْوَافِدَ الرَّحَّالَ اَمْسٰى　　مُقِيْمًا عِنْدَ تَيْمَنَ ذِي طَلَالِ

کے نام سے مشہور ہوئے۔ 4۔ یوم الحُرَيْرَة۔ یوم الشرب کو بنو قیس مغلوب ہو گئے تھے لیکن ان میں سے بنو نضر ثابت قدم رہے۔ اس جنگ میں حضور ﷺ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی تھی آپ ﷺ صرف اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے اس جنگ کے وقت حضور ﷺ قتال کی عمر کو پہنچ چکے تھے لیکن یہ جنگ اشہر حرم میں رونما ہوئی تھی اور دونوں فریق کافر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مومن کو صرف اس جنگ کا حکم دیا ہے جس میں کلمہ علیا کو رفعت نصیب ہو۔

ذُو طَلَالٍ۔ طَلَالُ لام کی شد کے ساتھ ہے۔ لبید نے اس کو شعر میں ضرورت کی وجہ سے مخفف پڑھا ہے۔ براض کے اس شعر میں یہ غیر منصرف ہے ممکن ہے کہ اس نے اس سے کوئی مخصوص جگہ مراد لی ہو۔ مونث اور علم ہونے کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہو۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اسے ذو طلال کی جگہ ذات طلال کہنا چاہئے تھا یعنی وہ جگہ جو اس مونث کا اسم ہے جیسا کہ ذو عمر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا عمرو نام ہو اسی طرح ذات ہند کہا جاتا ہے تو اس شخص کو یہ جواب دیا جائے گا کہ ممکن ہے کہ ذی

Marfat.com

''اگر تو بنو کلاب، بنو عامر اور ان کے حلیف بنو خطوب سے ملاقات کرے اور اگر تو بنو نمیر اور مقتولوں کے ماموں بنو ہلال سے ملے تو ان کو پیام دینا کہ وافد الرحال ذی طلال کے مقام تیمن کے پاس قیام پذیر ہے۔''

ھوازن قریش کے تعاقب میں

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش کے پاس ایک پیغام بر آیا اس نے کہا کہ براض نے عروۃ کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس وقت ماہ حرام تھا اور قریش عکاظ میں مقیم تھے۔ ھوازن کو ابھی تک عروۃ کی ہلاکت کی کوئی خبر نہ تھی جب انہیں یہ خبر ملی تو انہوں نے قریش کا تعاقب کیا اور حرم میں داخل ہونے سے پہلے انہیں جالیا اور رات تک ان کے ساتھ نبرد آزما رہے پھر قریش حرم میں داخل ہو گئے اور بنو ھوازن نے مزید تعاقب نہ کیا۔ پھر اس دن کے بعد فریقین میں کئی جھڑپیں ہوئیں۔ قریش اور اس کے حلیف شیرازہ بند نہ تھے۔ قریش اور کنانہ کے ہر قبیلے میں سے ان کا ایک ایک سردار تھا اسی طرح بنو قیس کے ہر قبیلے میں سے بھی ان کا ایک ایک سردار تھا۔

اس جنگ میں حضور ﷺ نے اپنے چچاؤں کی معاونت فرمائی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے

كُنْتُ أُنَبِّلُ عَلَى أَعْمَامِي

''میں اس جنگ میں اپنے چچاؤں کو تیر پکڑایا کرتا تھا''۔

یعنی آپ ﷺ اپنے چچاؤں کو وہ تیر پکڑاتے تھے جو دشمن ان کی طرف پھینکتے تھے۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔

سے شاعر نے راستہ کی صفت بیان کی ہو یا یہ اس طلال کی طرف مضاف ہو جو جگہ کا اسم ہے لیکن اس سوال کا احسن جواب یہ ہے کہ طلال مذکر علم ہے اور اشعار میں کثیر مقامات پر اسم علم غیر منصرف ہے۔ عنقریب ہم ایسے دلائل پیش کریں گے جس سے یہ حقیقت مزید عیاں ہو گی۔ طلال براض کے اشعار میں مشدد اور لبید کے اشعار میں مخفف ہے۔ لبید نے اس کو ضرورت کے لئے مخفف کیا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ براض نے اس کو ضرورت کے لئے مشدد کیا ہے کیونکہ اصل میں تخفیف ہے کیونکہ یہ الطَّلَّ سے فعال کے وزن پر ہے یعنی وہ جگہ جہاں بہت زیادہ ٹیلے ہوں لیکن اگر طلال تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی معنی نہیں۔ منثور کلام میں بھی یہ مشدد ہی استعمال ہوتا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

Marfat.com

اس جنگ میں قریش اور کنانہ کا قائد حرب بن امیہ بن عبد شمس تھا۔ دن کے آغاز میں بنوقیس کو کنانہ پر برتری حاصل رہی جب کہ دن کے وسط میں کنانہ کو فتح حاصل ہوگئی۔

تَیِمن۔ میم کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ یہ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں وزن فعل اور علم دو اسباب پائے جاتے ہیں۔

حرب الفجار کا نتیجہ

بنو ہوازن اور بنو کنانہ نے آئندہ سال بھی نبرد آزما ہونے کا وعدہ کیا۔ فریقین اپنے وعدہ کے مطابق میدان جنگ میں اتر آئے۔ حرب بن امیہ قریش اور کنانہ کا رئیس تھا۔ عتبہ بن ربیعہ یتیم تھا حرب اس کا نگہبان تھا۔ عتبہ نے جنگ میں شرکت کرنا چاہی لیکن حرب نے اس کو اجازت نہ دی۔ عتبہ حرب کی اجازت کے بغیر ہی میدان میں چلا گیا۔ لوگوں کو اس وقت اس کا علم ہوا جب وہ فریقین کے درمیان یہ اعلان کر رہا تھا ''اے گروہ معشر! تم کس لئے باہم نبرد آزما ہو'' ہوازن نے عتبہ سے کہا ''تو ہمیں کس کی دعوت دیتا ہے''۔ عتبہ نے کہا ''میں تمہیں صلح کی دعوت دیتا ہوں اس شرط پر کہ ہم تمہیں تمہارے مقتولوں کی دیت ادا کر دیں گے اور اپنے مقتولوں کا خون بہا تمہیں معاف کر دیں گے۔ لوگوں نے کہا ''یہ کیسے ممکن ہے؟'' عتبہ نے کہا ''ہم تمہیں ضامن دیں گے''۔ لوگوں نے پوچھا ضامن کون ہے؟ عتبہ نے کہا ''میں ضمانت اٹھاتا ہوں''۔ انہوں نے پوچھا ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا ''میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہوں''۔ وہ بھی راضی ہو گئے اور بنو کنانہ نے بھی اتفاق کیا انہوں نے بنو ہوازن کو چالیس افراد بطورِ ضمانت دیئے جن میں حکیم بن حزام جیسی قابل احترام شخصیت تھی۔ جب بنو عامر بن صصعہ نے اپنے ہاتھوں میں ضمانت دیکھی تو انہوں نے بھی خون بہا معاف کر دیا اور چالیس افراد کو آزاد کر دیا۔ اس طرح حرب الفجار اختتام پذیر ہوگئی۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ قریش میں سے عتبہ اور ابو طالب کے علاوہ اور کوئی شخص چاپلوسی کے بغیر سردار نہ بن سکا۔ یہ دونوں مال کے بغیر سردار بن گئے۔

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد مبارک

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس برس ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب سے عقد نکاح فرمالیا۔ کئی اہل علم نے مجھے حضرت ابوعمرو المدنی سے یہی روایت بیان کی ہے۔

حضور ﷺ کا دوسری مرتبہ سفر شام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک تاجر پیشہ خاتون تھی وہ ذی شرف اور صاحب ثروت تھیں۔ وہ لوگوں کو اپنا مال دے کر اجرت پر بھیجا کرتیں تھیں۔ قریش بھی ایک تاجر پیشہ قوم تھی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کی صداقت، امانت اور کریمانہ اخلاق کے متعلق سنا تو انہوں نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا اور یہ پیشکش کی کہ اگر آپ ﷺ میرا مال لے کر شام جائیں تو میں آپ ﷺ کو دیگر تاجروں

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد زواج

راہب نے میسرہ سے کہا ''اس درخت کے سایہ میں نبی کے علاوہ اور کوئی شخص آرام فرما نہیں ہوا۔'' راہب کے اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ اس مبارک ساعت میں اس درخت کے نیچے ایک نبی آرام فرما ہیں۔ اس فقرے کا مفہوم یہ نہیں کہ اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ اور کوئی شخص قیام پذیر ہوا ہی نہیں۔ اگرچہ اس فقرہ میں ''قَطُّ'' کا لفظ نفی میں تاکید پیدا کرنے کے لئے ہے کیونکہ عموماً کسی درخت کی اتنی عمر نہیں ہوتی کہ اس کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کوئی اور نبی آرام فرما رہے ہوں پھر نبی اکرم ﷺ نے بعینہ اسی درخت کے نیچے آرام فرمایا ہوں اور عادۃً بھی بعید ہے کہ درخت کی یہ کیفیت رہے کہ عرصہ دراز تک اس کے نیچے کوئی شخص سایہ حاصل کرنے کے لئے نہ آیا ہو حتیٰ کہ حضور ﷺ نے اس کے نیچے آرام کیا ہو لیکن ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی اور شخص نے اس درخت کے نیچے آرام نہیں کیا اگر یہ روایت صحیح ہو تو پھر وہ درخت اللہ تعالیٰ کی مخصوص نشانیوں میں سے ہوگا۔ اس راہب کا نام نسطورا تھا اس کا نام بحیریٰ نہیں تھا۔

Marfat.com

سے زیادہ منافع دوں گی۔ حضور ﷺ نے یہ پیشکش قبول کر لی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال لے کر ملک شام تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا حتیٰ کہ آپ ﷺ شام پہنچ گئے۔

نسطورا کے ساتھ ملاقات

دوران سفر حضور ﷺ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ اس درخت کے پاس ہی ایک راہب کا گرجا تھا۔ راہب نے میسرہ سے پوچھا "اس درخت کے سایہ میں آرام فرما ہونے والا شخص کون ہے؟" میسرہ نے جواب دیا "یہ اہل حرم سے ہیں اور ان کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے"۔ راہب نے کہا "اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ اور کوئی شخص کبھی بھی قیام پذیر نہیں ہوا"۔

پھر حضور ﷺ نے اپنا سامان تجارت فروخت کیا اور جو کچھ خریدنا چاہتے تھے خریدا پھر مکہ معظمہ واپس تشریف لے آئے۔ جب دوپہر کا وقت ہوتا اور بلا کی گرمی ہوتی تو اس وقت میسرہ دیکھتا کہ دو فرشتے حضور ﷺ پر سایہ فگن ہو جاتے۔ اس اثناء میں آپ ﷺ اپنے اونٹ پر ہی سوار رہتے۔ حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال لے کر مکہ معظمہ تشریف لائے

السِطَةُ اور الوَسُطُ کا مفہوم

وَوَسِطَتِکَ فِی قَوْمِکَ. سِطَۃٌ یہ وسط سے ہے یہ مصدر ہے جس طرح عِدَۃٌ اور زِنَۃٌ مصدر ہیں۔ وسط مدح اور ستائش کے مقام پر بولا جاتا ہے لیکن یہ نسب اور شہادت میں ہی مدح کے لئے آتا ہے۔ نسب میں وَسِطَۃٌ اس لئے بطور مدح استعمال ہوتا ہے کیونکہ اوسط قبیلہ وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ معروف ہو جو خالص ہو اور قطع و برید سے دور ہو اور نسب ملانے والے اپنے آپ کو اس قبیلہ میں شامل نہ کر سکیں اس قبیلہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ ماؤں اور باپوں نے جمیع اطراف سے اس کا احاطہ کیا ہوتا ہے اسی وجہ سے نسب میں یہ لفظ مدح کے لئے آتا ہے شہادت میں بھی یہ لفظ ستائش کے لئے ہی مستعمل ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

قَالَ اَوْسَطُهُمْ (قلم: ۲۸)

"ان میں سے جو زیرک تھا بول اٹھا"۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (بقرہ: ۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر"۔

Marfat.com

آپ نے اس مال کو دوگنے منافع پر فروخت کیا۔ میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راہب کی بات بھی بتائی اور انہیں یہ بھی بتایا کہ فرشتے کس طرح آپ ﷺ پر سایہ کناں رہتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دانشمند، شریف اور باعزم خاتون تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں عزت وکرامت سے نوازنے کا ارادہ فرمالیا تھا جب میسرہ نے انہیں دورانِ سفر رونما ہونے والے عجیب واقعات بتائے تو انہوں نے حضور ﷺ کی طرف یہ پیام بھیجا۔ اے میرے چچازاد!

اِنِّی قَدْ رَغِبْتُ فِیْكَ لِقَرَابَتِكَ وَسِطَتِكَ فِی قَوْمِكَ وَاَمَانَتِكَ وَحُسْنِ خُلُقِكَ وَصِدْقِ حَدِیْثِكَ۔

''میں آپ کی قرابت، قوم میں آپ کی فضیلت، امانت، آپ کے حسن خلق اور صداقت کی وجہ سے آپ میں میلان اور رغبت رکھتی ہوں۔''

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے نکاح کی درخواست کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نسب کے اعتبار سے تمام قریشی خواتین سے افضل تھیں۔ شرف وقدر میں بھی ان سے عظیم تھیں۔ آپ سب سے زیادہ ثروت مند تھیں قوم کے تمام رؤساء آپ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے خواہاں تھے۔

شہادت میں یہ لفظ بطور مدح اس لئے آتا ہے کیونکہ شاہد کے لئے میزان کی طرح عادل ہونا ضروری ہوتا ہے کہ وہ فریقین میں سے کسی کی جانب بھی جھکاؤ نہ رکھتا ہو بلکہ وہ راہِ حق پر گامزن ہو نہ تو کوئی خواہش اس کو ہٹا سکے اور نہ ہی کوئی رغبت اس کو مائل کر سکے اور نہ ہی کوئی خوف اس میں کسی قسم کی لچک پیدا کر سکے گویا کہ وسط اس کے لئے انتہائی عادل اور پاکباز ہونے کی علامت ہے۔ اکثر لوگوں کا گمان ہے کہ اوسط کا معنی مطلق افضل ہے۔ اسی لئے وہ الصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی کا معنی الفُضْلٰی کرتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے بلکہ یہ اسی طرح ہے جس طرح لفظ تَوَسُّط کا تقاضا ہے۔ مثلاً جانور کے متوسط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو موٹا ہو اور نہ ہی کمزور ہو۔ اسی طرح جمال میں وسط یہ ہے کہ انسان نہ حسین ہو اور نہ ہی بدصورت ہو یعنی یہ لفظ ایسے اوصاف پر بولا جاتا ہے جہاں مدح اور مذمت نہ ہو۔ اس لئے حضور ﷺ کو اَوْسَطُ النَّاسِ ای اَفْضَلُھُمْ کہنا درست نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے متعلق یہ کہنا درست ہے اَنَّهٗ وَسَطٌ فِی العِلْمِ وَلَا فِی الجُوْدِ مگر یہ لفظ صرف نسب اور شہادت میں ہی مستعمل ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ الْمَحْمُوْدُ۔

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب

آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر۔ فاطمہ کی والدہ کا نام ہالہ بنت عبد مناف بن حارث بن عمرو بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر تھا۔ ہالہ کی والدہ کا نام قلابہ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ولی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول تو یہ ہے حضور ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ خویلد بن اسد کے پاس گئے لیکن ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں کا قول یہ ہے کہ اس وقت خویلد دارِ فانی کو الوداع کہہ چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح کیا۔

خطبۂ نکاح

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابو طالب حضور ﷺ کے ساتھ گئے تھے اور انہوں نے ہی خطبہ نکاح دیا تھا۔ انہوں نے اپنے خطبہ میں کہا:

"محمد عربی ﷺ وہ بلند مرتبت جوان ہیں کہ قریش کا کوئی جوان شرف وقدر اور فضل و عقل میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اگر چہ یہ قلیل المال ہیں لیکن مال تو ایک ڈھل جانے والا سایہ ہے واپس لوٹائی جانے والی امانت ہے۔ یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں اور وہ ان میں رغبت رکھتی ہیں۔" عمرو نے کہا "میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح محمد مصطفیٰ ﷺ سے کرتا ہوں"۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ ورقہ بن نوفل نے کہے تھے یہ مبرد کا قول ہے۔ الطبری نے حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ عمرو بن اسد نے حضور ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا تھا خویلد جنگ فجار سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ خویلد بن اسد ہی وہ شخص تھا جس نے تبع الآخر سے اس وقت جھگڑا کیا تھا جب وہ حجر اسود کو اپنے ساتھ یمن لے جانا چاہتا تھا۔ اس وقت خویلد نے اس کو للکارا اس کے ساتھ اس کی قوم بھی تھی۔ تبع کو خواب میں بھی ڈرایا گیا حتیٰ کہ وہ اپنے اس برے ارادہ سے باز آگیا اور یمن واپس چلا گیا۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقد مبارک

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کو اپنا آپ پیش کیا تو آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے مشاورت کی۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ خویلد بن اسد کے پاس آئے انہوں نے حضور ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رشتہ طے کروایا اس طرح آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد مبارک فرمالیا۔

نکاح کا قصہ

امام الزہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرت کی کتاب میں لکھتے ہیں۔ علامہ دراوردی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے شریک سفر سے کہا "آؤ ہم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بات چیت کرتے ہیں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ اور آپ کے شریک فرد کی از حد تکریم کرتی تھیں اور گاہے بگاہے انہیں تحائف بھی بھیجا کرتی تھیں۔ جب حضور ﷺ اور آپ کا ساتھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے واپس جانے لگے تو وہاں ایک کاہنہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیام نکاح دینے کے لئے آئے ہیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "نہیں"۔ اس خاتون نے کہا "اللہ کی قسم! قریش کی تمام خواتین خواہ وہ خدیجہ ہی ہو خواہش کرتی ہیں کہ کاش وہ آپ ﷺ کے عقد نکاح میں آجائیں؟" اس وقت حضور ﷺ مجسمۂ شرم وحیا بن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیام دینے کے لئے واپس آئے۔ اس وقت حضرت خدیجہ کا والد نشے کی حالت میں تھا جب اسے کچھ افاقہ ہوا تو اس نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے کردیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے باپ کو خوشبو لگادی اور اسے حلہ پہنادیا۔ جب اس کی حالت درست ہوئی تو اس نے کہا "یہ حلہ اور یہ خوشبو کیسی ہے؟" اس سے کہا گیا "تو نے محمد مصطفیٰ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کردیا ہے" لیکن اس نے انکار کردیا اور سخت رنج وغم کا اظہار کیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد خود ہی راضی ہوگیا۔

اس حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ وقت نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ زندہ تھا اور اسی نے ہی ان کا نکاح کیا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ کا ایک شاعر اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

Marfat.com

حضور ﷺ نے بیس جوان اونٹنیاں بطورِ حق مہر دیں یہ وہ پہلی عظیم خاتون تھیں جن کے ساتھ آپ ﷺ نے عقد ازدواج فرمایا تھا جب تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باحیات رہیں حضور ﷺ نے دوسری شادی نہیں فرمائی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کی اولا دامجاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور کی حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ تمام اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی۔ حضور ﷺ کی درج ذیل اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اقدس سے تھی:

1۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہی کے نام پر آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی، 2۔ حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 3۔ حضرت طیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 4۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 5۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 6۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 7۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے تھے پھر حضرت طیب اور پھر حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی۔ صاحبزادیوں میں سے

لَا تَزْهَدِی خُدَیْجَ فِی مُحَمَّدٍ   نَجْمٌ یُضِیُٔ كَاَضَاءِ الْفَرْقَدِ

''اے خدیجہ! محمد ﷺ کو کم مایہ نہ سمجھنا یہ وہ نجم ہیں جو روشن ستارے کی طرح ضوفشاں ہیں۔''

نکاح کے ولی کے متعلق حتمی رائے

حتمی رائے یہی ہے کہ عمرو بن خویلد نے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول کتاب کے آخر میں بیان کیا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کی اولاد اطہار

حضرت علامہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔ طاہر اور طیب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی القاب ہیں۔ ان کے القاب طاہر اور طیب اسی لئے رکھے گئے تھے کیونکہ ان کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی تھی۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رضاعت مکمل کئے بغیر ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مسند فریابی میں ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد ایک دفعہ

Marfat.com

سب سے بڑی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں پھر حضرت زینب پھر حضرت اُم کلثوم پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ولادت ہوئی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت طیب اور حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زمانہ جاہلیت میں ہی وصال فرما گئے تھے لیکن دختران مصطفیٰ ﷺ تمام نے اسلام کے زمانے کو پایا۔ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں اور حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔

حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے وہ اپنے نورِ نظر کے فراق میں گریہ بار تھیں۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ قاسم کو جنت عطا کرے کاش ان کا وصال رضاعت کی تکمیل کے بعد ہوتا۔ اس طرح ان کی جدائی برداشت کرنا میرے لئے آسان ہوتا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جنت میں ایک حور ہے جو قاسم کی رضاعت کو مکمل کرے گی"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی "کاش! مجھے یہ پہلے علم ہوتا تو غم برداشت کرنا میرے لئے آسان ہوتا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے خدیجہ! اگر تم پسند کرو میں تمہیں حضرت قاسم کی آواز جنت میں سے سنا سکتا ہوں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی تصدیق کرتی ہوں"۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس امر کا معائنہ کر کے ایمان لانے کو ناپسند کیا کہ اس طرح آپ ایمان بالغیب اور تصدیق کے اجر سے محروم نہ رہ جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی توصیف فرمائی ہے جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔" یہ حدیث مبارک اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال زمانہ جاہلیت میں نہیں ہوا تھا۔

آپ ﷺ کی دختران فرخندہ فال کی عمر میں بھی علماء کا اختلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی دوسری بہنوں سے بڑی نہ تھیں اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے بہنوں سے عمر میں زیادہ نہ تھیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے القاب اور رسالت کی تصدیق

زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا "الطاھرۃ" کے لقب سے موسوم تھیں۔ سیرت تیمی میں ہے کہ ان کا لقب "سیدہ نساء قریش" تھا۔ جب حضور ﷺ نے

Marfat.com

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت جبرائیل کے متعلق خبر دی تو اس سے قبل انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام نہیں سنا تھا۔ اس وقت وہ بحیریٰ راہب کے پاس گئیں۔ بحیریٰ کا نام سرجس تھا (المسعودی) اور اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق پوچھا اس نے کہا ''قدوس، قدوس۔ اے قریش کی خواتین کی سردار! آپ نے یہ نام کہاں سے سنا ہے''۔ انہوں نے فرمایا ''میرے خاوند محترم اور میرے چچازاد محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں''۔ بحیریٰ نے کہا ''قدوس، قدوس۔ جبرائیل کے متعلق صرف نبی مقرب ہی کو علم ہوسکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان سفیر ہے شیطان اس کی شکل میں متشکل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اسے اس نام سے پکارا جاسکتا ہے''۔

مکہ معظمہ میں عتبہ بن ربیعہ کا ایک غلام تھا اس کا نام عداس تھا اس کے پاس سابقہ کتاب کا علم تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ عداس نے یہ نام سن کر کہا ''قدوس، قدوس اے قریشی خواتین کی سردار! ان شہروں میں جبرائیل کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟'' حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عداس کو بھی وہ بات بتائی جو وہ بحیریٰ سے کہہ چکی تھیں۔ عداس نے بھی بعینہٖ وہی جواب دیا جو پہلے راہب دے چکا تھا۔ عداس ان لوگوں میں سے تھا جن کے ایمان اور یقین میں اللہ تعالیٰ نے اضافہ فرمایا تھا۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امہات

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والدہ کی جانب سے نسب رقم کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اصم کا نام ذکر نہیں کیا لیکن ابن زبیر نے اس کا نام جندب بن ہدم بن حجر ذکر کیا ہے۔ اس کے بھائی کا نام حجیر بن عبد بن معیص بن عامر تھا۔ حَجَر حاء اور جیم کے فتح کے ساتھ ہے۔ حَجْر جیم کے سکون کے ساتھ ذی رُعین کے قبیلہ میں ایک شخص تھا۔ حَجْرِیُوْن اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں حِجْر (حاء کے کسرہ کے ساتھ) اس کا نام عبدالحجر بن عبدالمدان تھا۔ بنو دیان کا تعلق بنو حارث بن کعب بن مذحج سے تھا۔ یونس نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والدہ کی جانب سے نسب بیان کیا ہے۔ یہ نسب اسی طرح ہے جس طرح ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے:

Marfat.com

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حضرت ماریہ القبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا ہمیں عبداللہ بن وہب نے ابن لہیعہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام ''ماریہ قبطیہ'' تھا انہیں حضور ﷺ کی باندی ہونے کا شرف حاصل تھا انہیں مقوقس نے بطور تحفہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا تھا۔

''فاطمۃ بنت زائدہ کی والدہ کا نام ہالہ بنت عبد مناف بن حارث بن عبد بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی تھا۔ اس کی والدہ کا نام قلابۃ تھا وہ عرقۃ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی تھی اور اس کی والدہ کا نام امیمہ بنت عامر بن حارث بن فہر تھا'۔

حضور ﷺ سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند اور اولاد

حضور ﷺ سے نکاح سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابو ہالہ کی زوجیت میں تھیں۔ ابو ہالہ کا نام ہند بن زرارہ تھا۔ ایک قول کے مطابق اس کا نام زرارۃ تھا۔ اس کے بیٹے کا نام ہند تھا (ابن النباش)۔ اس کا تعلق بنو عدی بن جروۃ بن اسید بن عمرو بن تمیم تھا۔ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عدی بن جروہ دراصل عذی بن جروہ ہے۔ ابو ہالہ سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم سے ہوا تھا۔ اس سے ایک بیٹا عبد مناف بن عتیق بھی تھا۔ یہ ابن ابی خیثمہ کا قول ہے علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عتیق سے آپ کی ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی اس کا نام ہند تھا۔ اسی طرح ہند ابی ہالۃ سے ایک بچہ ہوا تھا اس کا نام بھی ہند تھا یہ بیٹا طاعون بصرہ میں انتقال کر گیا۔ جس دن یہ فوت ہوا اس دن ستر ہزار افراد لقمہ اجل بنے تھے۔ لوگ ان کے جنازوں کی وجہ سے ہند کے جنازے کی طرف توجہ نہ دے سکے اور نہ ہی اسے اٹھا کر قبرستان لے گئے۔ اس وقت ایک نوحہ خواں عورت نے کہا وَاھِنْد بن ھِنْداہٗ وَ رَبِیْبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ! اب صرف تیرا جنازہ رہ گیا ہے کیونکہ یہ پروردۂ رسول اللہ ﷺ تھا اس لئے احتراماً اس کا جنازہ انگلیوں کے پوروں پر اٹھایا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ابو ہالہ سے دو اور بھی بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام طاہر اور دوسرے کا نام ہالۃ تھا۔

پہلی شادی مبارک کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے بعض

Marfat.com

نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے ہوئے اس وقت عمر مبارک پچیس برس بتائی ہے۔ بعض مورخین نے اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک اکیس سال لکھی ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما اور مقوقس کے دیگر تحائف

مقوقس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اس کا نام جریج بن میناء تھا۔ اس نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بارگاہِ رسالت کے لئے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت ابورہم الغفاری کے غلام بھی تھے ابورہم کا نام کلثوم بن الحصین تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں شاہ مقوقس کے پاس دعوت اسلام دے کر بھیجا۔ شاہ مقوقس نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کی بہن شیریں کو بھی بارگاہِ رسالت میں بطور تحفہ بھیجا۔

حضور ﷺ نے حضرت شیریں، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کر دی۔ ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی۔ شاہِ مقوقس نے ایک خصی غلام بھی بارگاہِ رسالت میں تحفۃً بھیجا اس کا نام ''مابور'' تھا اس نے ایک خچر اور ایک چاندی کا پیالہ بھی پیش کیا۔ خچر کا نام دُلدُل تھا۔ حضور ﷺ اس پیالے سے پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے سولہویں سال انتقال فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازے کا اعلان فرمایا تھا۔ آپ کا اسم گرامی ماریہ بنت شمعون القبطیہ تھا۔ کُورَہ حَفن آپ کا مسکن تھا'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا''۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دائی، مرضعۃ اور تاریخ وصال

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھارہ ماہ کی عمر میں 10ھ کو وصال فرمایا۔ اس روز سورج گرہن ہوا تھا ان کی دائی کا نام سلمیٰ تھا جو ابورافع کی زوجہ تھیں۔ ان کی مرضعہ کا نام بردہ بنت المنذر النجاریہ تھا۔ یہ حضرت براء بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔ حضور ﷺ کی خادمہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تمام اولاد اطہار کی دائی تھیں۔ اسی نے ہی حضرت اسماء بنت عمیس الخَثعَمِیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مل کر حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ان کی معاونت کی تھی۔ مسند میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضور ﷺ کے دل میں کچھ خیال پیدا ہوا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ

Marfat.com

السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا اِبْرَاھِیْمَ ﷺ۔

ورقہ بن نوفل

ورقہ بن نوفل کی والدہ کا نام ہند بنت ابی کبیر بن عبد بن قصی تھا۔ ان کا سلسلہ نسل آگے نہیں چلا یہ ان سعادت مند لوگوں میں ایک ہیں جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی آپ پر ایمان لے آئے تھے۔

ورقہ کے متعلق حدیث مصطفیٰ ﷺ

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ورقہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اگر وہ اہل آتش میں سے ہوتے تو ان پر سفید کپڑے نہ ہوتے۔ لیکن یہ حدیث مبارک ضعیف ہے۔ ایک دوسری حدیث مبارک اس کو قوت دیتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''میں نے ورقہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے ریشم کا لباس پہن رکھا تھا کیونکہ وہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی۔''

میں نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا روایت کو ایک اور سند سے بھی پڑھا ہے جو اس سند سے زیادہ قوی ہے وہ یہ کہ زبیر نے عبد اللہ بن معاذ الصنعانی سے انہوں نے معمر سے انہوں نے زہری سے اور انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ سے ورقہ بن نوفل کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے انہیں خواب میں دیکھا ہے انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ مجھے گمان ہے کہ اگر وہ اہل نار میں سے ہوتے تو میں ان کے جسم پر سفید کپڑے نہ دیکھتا۔''

ورقہ بن نوفل زمانہ جاہلیت میں بھی دوران سفر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرتے تھے۔ وہ اپنے اشعار میں کہتے ہیں ۔

لَقَدْ نَصَحْتُ لِاَقْوَامٍ وَقُلْتُ لَهُمْ   اَنَا النَّذِيْرُ فَلَا يَغْرُرْكُمْ اَحَدُ

''میں نے مختلف اقوام کو نصیحت کی۔ میں نے کہا میں تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ تمہیں کوئی دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔''

لَا تَعْبُدُنَّ اِلٰهًا غَيْرَ خَالِقِكُمْ   فَاِنْ دَعَوْكُمْ فَقُوْلُوْا: بَيْنَنَا حَدَدُ

''اپنے خالق کے علاوہ کسی اور کی ہرگز عبادت نہ کرنا اور اگر لوگ تمہیں شرک کی دعوت دیں تو کہنا

Marfat.com

کہ ہمارا تمہارے ساتھ اختلاف ہے"۔

سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ سُبْحَاناً یَدُوْمُ لَهٗ وَقَبْلَنَا سَبَّحَ الْجُوْدِیُّ وَالْجُمُدُ

"عرش کا مالک ہمیشہ سے پاک اور منزہ ہے اور ہم سے پہلے کوہ جودی اور زمین کے نشیب وفراز بھی اس کی ہی تسبیح بیان کرتے رہے۔"

مُسَخَّرٌ کُلُّ مَاتَحْتَ السَّمَاءِ لَهٗ لَایَنْبَغِی اَنْ یُّنَاوِیَ مُلْکَهٗ اَحَدٌ

"آسمان کے نیچے ہر چیز اس ذات بابرکات کے لئے مسخر ہے کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اس کی سلطنت میں جھگڑا کرے۔"

لَاشَیْءٌ مِمَّا تَرٰی تَبْقٰی بَشَاشَتُهٗ یَبْقَی الْاِلٰهُ وَیُوْدِی الْمَالُ وَالْوَلَدُ

"جو اشیاء تمہیں نظر آ رہی ہیں ان میں سے کسی کی بھی تروتازگی باقی نہیں رہے گی اللہ رب العزت کی ذات باقی رہے گی مال اور اولاد ہلاک ہو جائے گی۔"

لَمْ تُغْنِ عَنْ هُرْمُزَ یَوْمًا خَزَائِنُهٗ وَالْخُلْدُ قَدْ حَاوَلَتْ عَادٌ فَمَا خَلَدُوْا

"ہرمز کو اس کے خزانے ایک دن کے لئے بھی نہ بچا سکے عاد نے ہمیشہ زندہ رہنے کی کوشش کی لیکن ابدی زندگی نہ مل سکی۔"

وَلَا سُلَیْمَانُ اِذْ تَجْرِی الرِّیَاحُ بِهٖ وَالْاِنْسُ وَالْجِنُّ فِیْمَا بَیْنَهَا مَرَدُ

"اور نہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام موت سے بچ سکے حالانکہ ہوائیں ان کے ساتھ چلتی تھیں اور ان کے ہمراہ ایسے انسان اور جن تھے جو بڑے سرکش تھے۔"

اَیْنَ الْمُلُوْکُ الَّتِی کَانَتْ لِعِزَّتِهَا مِنْ کُلِّ اَوْبٍ اِلَیْهَا وَافِدٌ یَفِدُ

"وہ بادشاہ کہاں ہیں جن کا احترام اتنا تھا کہ ہر جہت سے ان کے پاس لوگ وفدوں کی شکل میں آیا کرتے تھے۔"

حَوْضٌ هُنَالِكَ مَوْرُوْدٌ بِلَا کَذِبٍ لَابُدَّ مِنْ وِرْدِهٖ یَوْمًا کَمَا وَرَدُوْا

"وہاں ایسا حوض ہے جس پر جانا ہر ایک کے لئے ناگزیر ہے۔ جس طرح لوگ دنیا کے حوض پر جایا کرتے تھے۔"

ابوالفرج نے یہ اشعار ورقہ کی طرف منسوب کئے ہیں لیکن ان میں سے بعض اشعار امیہ بن ابی الصلت کی طرف بھی منسوب کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

يَالِلرِّجَالِ وَلِصَرْفِ الدَّهْرِ وَالْقَدَرِ   وَمَا لِشَیْءٍ قَضَاهُ اللّٰهُ مِنْ غِيَرِ
''اے لوگو! گردش زمانہ اور قضا وقدر کے انقلاب پر تعجب کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں کوئی تبدیلی نہیں۔''

حَتّٰی خَدِيْجَةَ تَدْعُوْنِی لِاُخْبِرَهَا   وَمَا لَهَا بِخَفِیِّ الْغَيْبِ مِنْ خَبَرِ
''حتیٰ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے بلایا تا کہ میں اسے کچھ بتاؤں اسے پوشیدہ بات کی کوئی خبر نہیں۔''

فَخَبَّرَتْنِی بِاَمْرٍ قَدْ سَمِعْتُ بِهٖ   فِيْمَا مَضٰی مِنْ قَدِيْمِ الدَّهْرِ وَالْعُصُرِ
''اس نے مجھے وہ بات بتائی جس سے میں قدیم زمانے سے ہی آشنا تھا۔''

بِاَنَّ اَحْمَدَ يَاْتِيْهِ فَيُخْبِرُهٗ   جِبْرِيْلُ: اِنَّكَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْبَشَرِ
''کہ احمد مجتبیٰ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل آتے ہیں اور انہیں عرض کرتے ہیں آپ ﷺ کو نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔''

فَقُلْتُ عَلَّ الَّذِی تَرْجِيْنَ يُنْجِزُهٗ   لَكِ الْاِلٰهُ فَرَجِّی الْخَيْرَ وَانْتَظِرِی
''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری امید بر لائے گا۔ بھلائی کی امید رکھو اور انتظار کرو۔''

وَاَرْسِلِيْهِ اِلَيْنَا كَیْ نُسَائِلَهٗ   عَنْ اَمْرِهٖ مَا يَرٰی فِی النَّوْمِ وَالسَّهَرِ
''تم انہیں ہمارے پاس بھیج دو تا کہ ہم ان کے معاملہ کے متعلق پوچھ سکیں کہ وہ نیند اور بیداری میں کیا دیکھتے ہیں۔''

فَقَالَ حِيْنَ اَتَانَا مَنْطِقًا عَجَبًا   يَقِفُّ مِنْهُ اَعَالِی الْجِلْدِ وَالشَّعَرِ
''جب آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ایسی بات بتائی جس سے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔''

اِنِّی رَاَيْتُ اَمِيْنَ اللّٰهِ وَاجَهَنِی   فِی صُوْرَةٍ اُكْمِلَتْ فِی اَهْيَبِ الصُّوَرِ
''آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ کے امین کو دیکھا وہ میرے پاس اس صورت زیبا میں آئے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بہترین صورتوں میں سے تھی۔''

ثُمَّ اسْتَمَرَّ فَكَانَ الْخَوْفُ يَذْعَرُنِی   مِمَّا يُسَلِّمُ مِنْ حَوْلِی مِنَ الشَّجَرِ
''پھر جبرائیل چلے گئے اور ان درختوں کی وجہ سے جو میرے اردگرد مجھے سلام کر رہے تھے میں

Marfat.com

ورقہ حضور ﷺ کی نبوت کا مژدۂ جانفزا سناتے ہیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ بن نوفل سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے چچازاد تھے۔ یہ عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔ یہ بہت بڑے عالم تھے اور ہمیشہ کتب کی جستجو میں رہتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنے غلام میسرہ کا قول بتایا کہ دوران سفر دو فرشتے حضور ﷺ پر سایہ فگن رہتے تھے۔ ورقہ نے کہا اے خدیجہ! اگر یہ حق ہے تو پھر محمد مصطفیٰ ﷺ اس امت کے نبی ہیں کیونکہ علماء کہتے ہیں کہ اس امت کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ ورقہ خود بھی نبی کے ظہور کا انتظار کرتے رہے بالآخر انتظار کی شدت سے تنگ آ کر عیسائیت اختیار کر لی۔ یہ اشعار انہوں نے اپنی اس جستجو کے متعلق لکھے ہیں

لَجِبْتُ وَكُنْتُ فِي الذِّكْرٰى لَجُوْجًا لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِيْجَا

"میں ایک خیال میں منہمک تھا ایک اضطراب نے مجھے پریشان کر دیا اور رونے پر مجبور کر دیا"۔

وَوَصْفٍ مِنْ خَدِيْجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ فَقَدْ طَالَ اِنْتِظَارِيْ يَاخَدِيْجَا

"حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میں نے یکے بعد دیگر اوصاف سنے میں نے کہا اے خدیجہ! میرا انتظار بہت طویل ہو گیا ہے"۔

بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ عَلٰى رَجَائِيْ حَدِيْثَكِ اَنْ اَرٰى مِنْهُ خُرُوْجَا

خوفزدہ ہو رہا تھا"۔

فَقُلْتُ: ظَنِّيْ وَمَا اَدْرِيْ اَيَصْدُقُنِيْ اَنْ سَوْفَ تُبْعَثُ تَتْلُوْ مُنْزَلَ السُّوَرِ

"میں نے کہا ممکن ہے وہ میری تصدیق نہ کریں لیکن میرا غالب گمان ہے کہ عنقریب آپ ﷺ کو مبعوث کیا جائے گا اور عنقریب آپ ﷺ نازل شدہ سورتوں کی تلاوت فرمائیں گے"۔

سَوْفَ اُبَلِّيْكَ اِنْ اَعْلَنْتَ دَعْوَتَهُمْ مِنَ الْجِهَادِ بِلَا مَنٍّ وَلَا كَدَرِ

"اگر آپ ﷺ نے کفار کو اعلانیہ دعوت دی تو میں بغیر کسی منت اور احسان کے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کروں گا"۔

تثنیہ سے مفرد مراد لیا جا سکتا ہے

مَكَّتَيْن مکہ کا تثنیہ ہے لیکن اس سے مراد واحد ہے کیونکہ اس سے مراد مکہ کے نشیب و

Marfat.com

"اے خدیجہ! تمہاری گفتگو سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان کا ظہور مکہ معظمہ کے دو پہاڑوں کے درمیان سے ہوگا"۔

بِمَاخَبَّرتِنَا مِنْ قَوْلِ قَسٍّ مِنَ الرُّهْبَانَ اَكْرَهُ اَنْ يَعُوْجَا

فراز ہیں۔ ہم نے پیچھے ذکر کر دیا ہے کہ اہل بطاح کون تھے اور اہل ظواہر کون تھے۔ شعراء عرب کا یہ دستور ہے کہ وہ تثنیہ سے ایک مقام مراد لیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ جمع سے بھی ایک مقام ہی مراد لیتے ہیں مثلاً کسی شاعر کا قول ہے وَمَيْتٌ بِغَزَّاتِ۔ غزّاتٌ اگر چہ جمع ہے لیکن اس سے مراد واحد (غزّة) ہے اسی طرح شعراء بَغَادِيْنَ کہہ کر بغداد مراد لیتے ہیں۔ تثنیہ سے واحد مراد لینا شعراء کے نزدیک اکثر ہے۔ مثلاً:

بِالرَّقْمَتَيْنِ لَهُ اَجْرٍ وَاَعْرَاسُ وَالْحَمَّتَيْنِ سَقَاكِ اللّٰهُ مِنْ دَارِ

اس شعر میں رَقْمَتَيْنِ اور حَمَّتَيْنِ اگر چہ تثنیہ ہیں لیکن ان سے مراد واحد ہے۔ اسی طرح زہیر کا یہ قول بھی ہے دَارٌ لَهَا بِالرَّقْمَتَيْنِ۔ ورقہ بن نوفل کے اس قول "بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ" میں یہ احتمال نہیں کہ اہل ظواہر بھی اس لفظ میں شامل ہوں کیونکہ یہاں صرف مکہ کی وادیاں مراد ہیں۔ اہل عرب ایسا لفظ بول کر کسی شہر کی دونوں اطراف مراد لیتے ہیں یا کسی شہر کے نشیب وفراز کی طرف اشارہ کرتے ہیں مثلاً اہل عرب کہتے تھے صِدْنَا بِقَنَوَيْنِ۔ ہم قناء (پہاڑ) پر چڑھے۔

عنترہ کا قول ہے شَرِبَتْ بِمَاءِ الدُّحْرُضَيْنِ۔ اس نے الدُّحْرُضَيْنِ سے پانی پیا۔

عنترہ ہی کا قول ہے بِعُنَيْزَتَيْنِ وَاَهْلُنَا بِالعَيْلَم۔ عُنَيْزَة جگہ کا نام ہے۔ تثنیہ سے مراد مفرد ہے۔

فرزدق کہتا ہے عَشِيَّةَ سَالَ المِرْبَدَانِ كِلَاهُمَا۔ مِرْبَدَانِ سے مراد بصرہ کا مربد ہے اسی طرح اہل عرب کا قول ہے تَسَائَلِي بِرَامَتَيْنِ سَلْجَمًا۔ رَامَتَيْن سے مراد وہ رامة منزل ہے جو مکہ معظمہ سے بصرہ جاتے ہوئے راستہ میں آتی ہے۔ تثنیہ بول کر مفرد مراد لینا اہل عرب میں عام ہے بالخصوص جب جنّة اور بستان (باغات) کا ذکر ہو تو تثنیہ ہی بولا جاتا ہے۔ فصیح کلام میں باغ کو "جَنَّتَيْن" کہا جاتا ہے اس کا اس صیغہ کے استعمال سے یہ شعور دلانا مقصود ہوتا ہے جب تو اس باغ میں داخل ہو اور اس کے دائیں بائیں دیکھے گا تو تجھے دونوں اطراف میں شادابی اور تروتازگی نظر آئے گی جو تیری آنکھوں کو راحت اور تیرے سینے کو مسرت سے بھر دے گا۔

Marfat.com

"میں پسند نہیں کرتا کہ عیسائی راہب کی وہ بات جو تم نے مجھے بتائی ہے وہ غلط ہو"۔

بِاَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُوْدُ فِيْنَا وَيَخْصِمُ مَنْ يَكُوْنُ لَهٗ حَجِيْجَا

"کہ محمد مصطفیٰ ﷺ عنقریب ہم میں سردار بن جائیں گے اور جو شخص بھی دلیل باطل لے کر آئے گا آپ ﷺ اس کا مقابلہ کریں گے"۔

وَيَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُوْرٍ تُقَامُ بِهِ الْبَرِيَّةُ اَنْ تَعُوْجَا

"شہروں میں نور کا اجالا پھیلے گا اور آپ ﷺ کی وجہ سے مخلوق کو کج روی کو بچالیا جائے گا"۔

فَيَلْقٰى مَنْ يُحَارِبُهٗ خَسَارًا وَيَلْقٰى مَنْ يُسَالِمُهٗ فُلُوْجَا

"جو آپ ﷺ سے عداوت رکھے گا اس کو نقصان اٹھانا پڑے گا اور جو آپ ﷺ سے

ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ.........(سبا:۱۵)

"قوم سبا کے لئے ان کے مسکن میں نشانی موجود تھی (وہاں) دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔"

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ (سبا:۱۶)

"اور ہم نے بدل دیا ان کے دو باغوں کو دو باغوں سے۔"

جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ (کہف:۳۲)

"ہم نے بنا دیئے تھے ان دونوں میں سے ایک کو دو باغ۔"

پھر تثنیہ کے بعد مفرد لفظ استعمال فرمایا وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ "(اور ایک دن) وہ اپنے باغ میں گیا۔" حالانکہ اس سے مراد بھی وہی باغ ہے۔ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن)

"اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے۔"

میں جنتان سے ایک باغ مراد لیا ہے۔

النُّوْرُ وَالضِّيَاءُ

ورقہ نے اپنے اشعار میں نور اور ضیاء کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ضیاء میں نور سے وسعت ہوتی ہے جبکہ نور روشنی کا منبع و مصدر ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

Marfat.com

مصالحت کرے گا کامیابی اس کے قدم چومے گی"۔

فَيَالَيْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ شَهِدْتُ فَكُنْتُ أَوَّلَهُمْ وُلُوجَا

"کاش! جب حیرت انگیز واقعات تمہارے سامنے رونما ہوں میں آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے سکوں اور سب سے پہلے آپ ﷺ کی صدا پر لبیک کہہ سکوں"۔

وُلُوجًا فِي الَّذِي كَرِهَتْ قُرَيْشٌ وَلَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا عَجِيجًا

"میں اس دین میں ضرور شامل ہو جاتا خواہ قریش اسے ناپسند کرتے اور وہ مکہ مکرمہ میں

فَلَمَّآ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ (بقرہ:۱۷)

"پھر جب جگمگا اٹھا اس کا آس پاس تو لے گیا اللہ ان کا نور"۔

جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا (یونس:۵)

"(وہی ہے) جس نے بنایا سورج کو درخشاں اور چاند کو نور"۔

چاند کی روشنی کو نور کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ اس کی روشنی سورج کے اجالے سے وسعت نہیں رکھتی۔ بالخصوص مہینے کے آغاز اور اختتام میں چاند کی روشنی بالکل کم ہوتی ہے۔ صحیح حدیث شریف ہے:

الصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ۔

"نماز نور ہے اور صبر ضیاء ہے"۔

نماز کو نور اور صبر کو ضیاء کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ نماز اسلام کا ستون ہے اور یہ ذکر اور قرآن پر مشتمل ہے یہ بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ برائی سے اجتناب پر اور طاعات پر صبر وہ ضیاء ہے جو اس نور سے خارج ہوتی ہے جو قرآن اور ذکر پر مشتمل ہے۔ نور اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک بھی ہے:

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (النور:۳۵)

"اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا"۔

لیکن ضیاء اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہے۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنی دوسری تالیف میں اس موضوع پر تسلی بخش بحث کی ہے۔

اِنَّ اور اس کے اخوات میں نون وقایہ

ورقہ کے اشعار میں ہے فَيَالَيْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ میں نون وقایہ کو حذف کیا گیا ہے لیکن لَيْتَ میں نون وقایہ کو حذف کرنا احسن نہیں ہے لیکن لَعَلَّ میں اس کا حذف مستحسن ہے کیونکہ لام اور نون کا مخرج قریب قریب ہے کہا جاتا ہے کہ لَعَلَّ اور لَعَنَّ اور ان کا معنی بھی ایک ہی ہے۔ یعقوب کہتے ہیں

Marfat.com

شور وغوغا مچاتے"۔

أَرَجّي بِالَّذِي كَرِهُوا جَمِيعًا ۔ اِلَى ذِي الْعَرْشِ اِنْ سَفَلُوا عُرُوْجَا

"میں عرش کے مالک کے ہاں اسی چیز سے سرفرازی پاؤں گا جسے قریش ناپسند کریں گے اور انہیں ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

وَهَلْ اَمْرُ السَّفَالَةِ غَيْرُ كُفْرٍ ۔ بِمَنْ يَخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوْجَا

"جس ذات نے رفعت کے برجوں کو اپنے لئے منتخب فرمالیا ہو۔ اس کا انکار ذلت اور رسوائی کے علاوہ اور کیا دے سکتا ہے"۔

فَاِنْ يَبْقَوْا وَاَبْقَ تَكُنْ اُمُوْرٌ ۔ يَضِجُّ الْكَافِرُوْنَ لَهَا ضَجِيْجًا

"اگر وہ بھی باقی رہے اور مجھے بھی زندگی ملی تو ایسے ایسے واقعات رونما ہوں گے جن سے

کہ بعض اہل عرب لعلّ کو کسرہ دیتے ہیں۔ یہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ لعلّنی میں نون حذف کی جاسکتی ہے۔ اِنَّ، اَنَّ، لکِنَّ اور کَاَنَّ میں نون وقایہ کو حذف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس کے باقی رکھنے سے کئی نونیں جمع ہو جاتی ہیں۔ لعل میں نون وقایہ کا حذف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں کلمہ کے حروف کی زیادتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

لَّعَلِّيٓ اَرۡجِعُ اِلَى النَّاسِ (یوسف:۴۶)

"تاکہ میں (آپ کا جواب لے کر) واپس جاؤں لوگوں کی طرف۔"

لَعَلِّي میں نون کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لَیۡتِي میں نون کے بغیر یاء کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ضَرَبَنِي میں اسم مضمر یاء ہے نون نہیں ہے۔ جس طرح یہ ضَرَبَکَ اور ضَرَبَہٗ میں ہے اور اگر نون یاء کے ساتھ مل کر اسم ہوتا جس طرح مِنِّي اور عَنِّي میں ہوتا ہے تو پھر نصبی اور کسری حالت میں صرف ی ہی اسم ہوتی۔

مصدر کے صلہ کا اس سے مقدم ہونا

ورقہ کے اشعار میں ہے حَدِیۡثُکَ اَنۡ اَرَی مِنۡہُ خُرُوۡجًا. مِنۡہُ کی ہاء حدیث کی طرف راجع ہے اور حرف جر خُرُوۡج کے متعلق ہے۔ لیکن نحویوں نے یہ ناپسند کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مصدر کا صلہ مصدر سے مقدم نہیں ہوسکتا کیونکہ مصدر سے پہلے اَنۡ اور فعل محذوف ہوتا ہے اور اس میں ان کا صلہ عمل نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے مقدم ہوسکتا ہے۔ جس نے اس اصل میں اپنے قول کو مطلق بیان کیا ہے اور کسی مصدر کو مخصوص نہیں کیا اس سے غلطی ہوئی ہے۔

Marfat.com

کفار آہ و بکا کریں گے"۔

فَاِنْ اَهْلِكْ فَكُلُّ فَتىً سَيَلْقَى مِنَ الْاَقْدَارِ مُتْلِفَةً خُرُوْجَا

"اگر میں دار فانی کو الوداع بھی کہہ دوں تو پھر ہر جوان تقدیر کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے دارِ فانی کو سدھارنے والا ہے"۔

قرآن پاک میں ہے:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (یونس:۲)

"کیا (یہ بات) لوگوں کے لئے باعث تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی ایک مرد (کامل) پر جو ان میں سے ہے۔"

اس کا معنی اَكَانَ عَجَبًا لِلنَّاسِ اَنْ اَوْحَيْنَا۔ یہاں لام کا تعجب کے متعلق ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ صفت کی جگہ نہیں ہے اور اس کا کوئی عامل نہ ہونے کی وجہ سے یہ حال بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہیں:

لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۔ وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا (کہف: ۵۳۔۱۰۸)

"اور نہ پائیں گے اس سے نجات پانے کی کوئی جگہ (اور) نہیں چاہیں گے کہ وہ اس جگہ کو بدل لیں۔"

لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا۔ (کہف:۱۸) "تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو۔"

اسی طرح عربوں کا قول ہے لِیْ فِيْكَ رَغْبَةٌ وَمَا لِیْ عَنْكَ مُعَوَّلٌ۔ بلا اختلاف یہ مستحسن ہے۔ ابن سراج ابوبکر نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ مُبَرِّد کہتے ہیں "ضَرْبًا زَيْدًا" سے جب تم امر مراد لو پھر مفعول منصوب کو مصدر سے مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ یہاں ضَرْبًا اِضْرِبْ کے معنی میں ہے انہوں نے مصادر میں اسے ضَرْبًا کو اس کے معمول سے مقدم کرنے کا جواز پیدا کیا ہے اگرچہ وہ مصدر امر کے معنی میں ہو۔ اگر وہ نکرہ ہو تو مفعول سے اسے مقدم کرنا جائز نہیں ہے لیکن مجرور اور ظرف ہو تو اس سے مقدم ہوسکتا ہے۔

مصدر کے معمول کو مقدم کرنے کا جواز

ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ مصدر جو نکرہ ہو اور اپنے مابعد کی طرف مضاف نہ ہو تو اس کے معمول کو اس مصدر سے مقدم کرنا جائز ہے لیکن مفعول میں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ نکرہ مصدر سے پہلے اَنْ اور فعل مقدر

Marfat.com

نہیں ہوتا کیونکہ جب تو نے اَنْ اور فعل کو مقدر مانا اور فعل فاعل کے بغیر ہی رہ گیا وہ مصدر جو اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوگا تو فی المعنی اس کی طرف یا تو فاعل مضاف ہوگا یا مفعول۔ اسی وجہ سے مصدر اَنْ اور فعل سے مقدر ہے۔ اس اعتبار سے ورقہ کا مذکور بالا قول عمدہ ہے اَنْ اری مِنهُ خُرُوْجًا اصل میں اَری خُرُوْجًا مِنهُ ہے اگر یہاں خروج کی بجائے دخول کا تذکرہ ہوتا ہے تو پھر بھی اس طرح ہونا تھا یعنی اَری فِيهِ دَخُوْلًا اسی طرح یہ دعا اللّٰهُمَّ اجْعَلْ مِنْ اَمْرِنَا فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔ میں مِنْ اَمْرِنَا اپنے مابعد کے متعلق ہے اور اس کا مابعد مصدر ہے اس تقدیم میں جو حسن ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ورقہ بن نوفل کے اشعار

أَتُبْكِرُ اَمْ اَنْتَ العَشِيَّةَ رَائِحُ وَفِی الصَّدْرِ مِنْ اِضْمَارِكَ الْحُزْنَ قَادِحُ

”کیا تو صبح کے وقت عازم سفر ہونے والا ہے یا وقت شام سفر پر روانہ ہونے والا ہے۔ تیرا سینہ غم چھپانے کی وجہ سے زخمی نظر آرہا ہے“۔

لِفُرْقَةِ قَوْمٍ لَا اُحِبُّ فِرَاقَهُمْ كَاَنَّكَ عَنْهُمْ بَعْدَ يَوْمَيْنِ نَازِحُ

”یہ غم واندوہ اس قوم کے فراق میں ہے جس کا فراق میں پسند نہیں کرتا۔ ایسے لگتا ہے کہ دوروز بعد تو ان سے جدا ہونے والا ہے“۔

وَاَخْبَارِ صِدْقٍ خَبَّرَتْ عَنْ مُحَمَّدٍ يُخَبِّرُهَا عَنْهُ اِذَا غَابَ نَاصِحُ

”حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ان سچی خبروں کے متعلق بتایا جن کے متعلق ناصح نے اس وقت بتایا جب حضور ﷺ ابھی کائنات میں جلوہ گر نہ ہوئے تھے“۔

فَتَاكَ الَّذِیْ وَجَّهْتِ يَا خَيْرَ حُرَّةٍ بِغَوْرٍ وَبِالنَّجْدَيْنِ حَيْثُ الصَّحَاصِحُ

”اے بہترین آزاد خاتون! وہ بہادر جس کو آپ نے غور اور نجدین کی طرف اس مقام پر بھیجا تھا جہاں بے آب وگیاہ میدان ہیں“۔

اِلٰى سُوْقِ بُصْرٰى فِی الرِّكَابِ الَّتِیْ غَدَتْ وَهُنَّ مِنَ الاَحْمَالِ قُعْصٌ دَوَالِحُ

”آپ نے اس جوان کو ان اونٹوں کے قافلہ کے ہمراہ بصریٰ کی طرف بھیجا تھا جو زیادہ بوجھ کی وجہ سے سینے کی گردن توڑ بیماری میں مبتلا ہو چکے تھے“۔

فَخَبَّرَنَا عَنْ كُلِّ خَيْرٍ بِعِلْمِهٖ وَلِلْحَقِّ اَبْوَابٌ لَهُنَّ مَفَاتِحُ

Marfat.com

''اس نے اپنے علم سے ہمیں ہر بھلائی کی خبر دی اور حق کے لئے ایسے دروازے ہیں جن کی چابیاں بھی ہیں''۔

بِاَنَّ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ اَحْمَدَ مُرْسَلٌ اِلٰی کُلِّ مَنْ ضَمَّتْ عَلَیْهِ الاَبَاطِحُ

''اس نے ہمیں بتایا کہ ابن عبداللہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ ہر اس شخص کی طرف مبعوث ہوں گے جس کو وادیوں نے گھیر رکھا ہے''۔

وَظَنِّی بِهٖ اَنْ سَوْفَ یُبْعَثُ صَادِقًا کَمَا اُرْسِلَ العَبْدَانِ هُوْدٌ وَصَالِحُ

''میرا آپ ﷺ کے متعلق گمان یہ ہے کہ آپ ﷺ عنقریب سچائی کے ساتھ اس طرح مبعوث ہوں گے جس طرح اللہ تعالیٰ کے دو برگزیدہ بندے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام مبعوث ہوئے''۔

وَمُوْسٰی وَاِبْرَاهِیْمُ حَتّٰی یُرٰی لَهٗ بَهَاءٌ وَمَنْشُوْرٌ مِنَ الذِّکْرِ وَاضِحُ

''اور جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام مبعوث ہوئے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے لئے حسن و جمال عیاں ہوگا آپ ﷺ ذکر کی رفعتوں پر فائز ہو جائیں گے''۔

وَیَتْبَعُهٗ حَیَّا لُؤَیٍّ جَمَاعَةٍ شَبَابُهُمْ وَالاَشْیَبُوْنَ الْجَحَاجِحُ

''بنولوی آپ ﷺ کی اتباع کریں گے۔ ان کے بوڑھے اور عظیم سردار آپ ﷺ کی پیروی کریں گے''۔

فَاِنْ اَبْقَ حَتّٰی یُدْرِكَ النَّاسَ دَهْرُهٗ فَاِنِّی بِهٖ مُسْتَبْشِرُ الوُدِّ فَارِحُ

''اگر میں اس وقت زندہ رہا حتیٰ کہ اس زمانے نے لوگوں کو پالیا تو میں آپ ﷺ کی بعثت کی وجہ سے خوش و خرم ہوں گا''۔

اِلَّا فَاِنِّی یَاخُدَیْجَةُ فَاعْلَمِیْ عَنْ اَرْضِكِ فِی الاَرْضِ العَرِیْضَةِ سَائِحُ

''ورنہ اے خدیجہ! جان لیں میں تمہاری سرزمین سے کسی اور جگہ چلا جاؤں گا یہ زمین بڑی وسیع ہے''۔

Marfat.com

کعبہ مشرفہ کی تعمیر نو

تعمیرِ نو کا سبب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضور ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (35) برس ہوئی تو قریش مکہ نے کعبہ کی تعمیر نو پر اتفاق کیا۔ وہ اس کی نئی تعمیر کر کے اس پر چھت بھی ڈالنا چاہتے تھے کیونکہ پہلے اس پر چھت نہ تھی صرف پتھر جوڑ جوڑ کر چار دیواری بنائی گئی تھی جس کی اونچائی انسانی قد سے کچھ زیادہ تھی۔ پتھروں کو باہم ملانے کے لئے گارا استعمال کرنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ قریش نے اس مبارک عمارت کو بلند کرنے اور اس پر چھت ڈالنے کا ارادہ کیا۔ تعمیر کعبہ کی دوسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ چند لوگوں نے خانہ کعبہ کے خزانے کو چوری کر لیا۔ یہ خزانہ ان زیورات، قیمتی اشیاء، نذرانے اور تحائف پر مشتمل تھا جو زائرین کعبہ، کعبہ معظمہ کے کنویں میں پھینک دیتے تھے یہ تمام اشیاء بنو ملیح بن عمرو کے غلام سے برآمد ہوئیں۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ قریش کا خیال یہ تھا کہ چوری تو دوسرے لوگوں نے کی تھی لیکن انہوں نے چوری کا سامان دُوَیک کے پاس رکھا

تعمیر کعبہ

کعبہ معظّمہ کی بلندی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کعبہ کی اونچائی انسانی قد سے کچھ زیادہ تھی لیکن یہ اندازا کعبہ کی اونچائی کو صحیح بیان نہیں کرتا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عہد میں اس کی اونچائی نو ہاتھ تھی اس وقت اس پر چھت بھی نہ تھی جبکہ ظہورِ اسلام سے قبل قریش نے اس کو تعمیر کیا تو انہوں نے اس کی اونچائی میں نو ہاتھ کا اضافہ کر دیا۔ اس طرح اس کی اونچائی اٹھارہ ہاتھ ہو گئی۔ انہوں نے اس کے دروازے کو بھی زمین سے بلند رکھا۔ سیڑھی کے بغیر کعبہ مشرفہ میں داخل ہونا ناممکن تھا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے تبع بادشاہ نے اس کا دروازہ بنایا پھر جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تعمیر کرنے کی سعادت حاصل کی تو انہوں نے اس کی اونچائی میں نو ہاتھ کا اور اضافہ کر دیا اس طرح اس کی اونچائی ستائیس ہاتھ ہو گئی اور

Marfat.com

تھا۔ روم کے ایک تاجر کی کشتی جدہ کے ساحل کے ساتھ ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ قریش نے اس کشتی کے تختے خرید لئے تا کہ وہ اس سے بیت اللہ کی چھت بنا سکیں۔ مکہ معظمہ میں ایک قبطی شخص تھا جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ اس طرح قدرت نے ان کے اس تمام سامان کا انتظام کر دیا جس کی انہیں ضرورت تھی۔ اس کنویں میں ایک سانپ رہتا تھا جو خانہ کعبہ کی دیوار پر بیٹھ کر دھوپ تاپا کرتا تھا۔ قریش کے مقصد میں ایک یہ بھی رکاوٹ تھی۔ جو شخص بھی اس کے قریب جاتا وہ اسے پھنکارتا اور اپنا منہ کھول لیتا۔ قریش مکہ اس سے بھی خوفزدہ تھے اسی اثناء میں کہ وہ ایک روز کعبہ مقدسہ کی دیوار پر بیٹھ کر دھوپ تاپ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پرندہ بھیجا جس نے اسے اچک لیا۔ قریش نے یہ منظر دیکھ کر کہا ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ارادہ سے راضی ہے۔ ہمارے پاس ایک ماہر بڑھئی بھی ہے، ہمارے پاس لکڑی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سانپ کا کام بھی تمام کر دیا ہے۔

اب تک اس کی یہی اونچائی برقرار ہے۔

کعبہ کتنی مرتبہ تعمیر ہوا اور اس کے معمار

کعبہ معظمہ کو پانچ مرتبہ تعمیر کیا گیا: 1۔ حضرت شیث بن آدم علیہما السلام نے اس کو تعمیر کیا، 2۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی بنیادوں پر اس کی تعمیر نو کی، 3۔ قریش نے طلوع اسلام سے پانچ سال قبل اس کو تعمیر کیا، 4۔ چوتھی مرتبہ اس مقدس گھر کی تعمیر اس وقت ہوئی جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں کوہِ ابی قبیس سے ایک شرارہ اٹھا اور کعبہ مشرفہ کے پردوں پر گرا جس سے عمارت کو نقصان پہنچا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے خانہ کعبہ کو عود جلا کر دھونی دینا چاہی۔ آگ کا ایک شرارہ کعبہ معظمہ کے پردوں پر گر پڑا۔ جس سے عمارت کو نقصان پہنچا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے علماء سے مشاورت کی لیکن علماء نے انکار کرتے ہوئے کہا بہتر ہے کہ آپ اس کو گرائے بغیر ہی اس کی اصلاح کر دیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کا گھر جل جائے اور وہ اپنے گھر کی مکمل اصلاح چاہتا ہو تو کیا اس گھر کو گرائے بغیر اس کی مکمل اصلاح ہو جائے گی"۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خانہ کعبہ کو منہدم کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادوں تک کھدائی کی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مزید کھدائی کرنے کا حکم دیا۔ جب لوگوں نے ایک پتھر کو حرکت دی تو نیچے سے آگ کے شعلے بلند ہوئے جس کی وجہ سے وہ خوفزدہ ہو گئے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

Marfat.com

ابو وہب بیت اللہ کا ایک پتھر اکھیڑتے ہیں

جب قریش مکہ نے بیت اللہ کو منہدم کرنے اور اسے نئے سرے سے تعمیر کرنے پر اتفاق کر لیا تو اس وقت ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم اٹھے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نسب یہ بیان کیا ہے عائذ بن عمران بن مخزوم۔ انہوں نے کعبہ مشرفہ سے ایک پتھر اٹھایا جونہی انہوں نے پتھر اٹھایا وہ پتھر جھپٹ کر اسی جگہ چلا گیا جہاں سے اسے اٹھایا گیا تھا۔ انہوں نے کہا "اے گروہِ قریش! تعمیر کعبہ پر صرف اپنی حلال کمائی ہی صرف کرنا۔ اس میں کسی بدکارہ کی آمدنی، کوئی سودی رقم اور کسی آدمی سے ظلم سے حاصل کی ہوئی دولت خرچ نہ کرنا"۔ لوگ اس گفتگو کو ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابو وہب سے قرابت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح المکی نے بیان کیا ہے وہ کہتے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ جب لوگ خانہ کعبہ کی کھدائی کرنے لگے تو انہوں نے اس کے اردگرد پردے لٹکا دیئے۔ لوگ ان پردوں کے اردگرد ہی طواف کرتے رہے۔ بیت اللہ کا ہر وقت طواف ہوتا رہتا ہے۔ جس دن حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہوئے اور لوگ خونریزی اور فساد کی وجہ سے طواف نہ کر سکے اس وقت انہوں نے ملاحظہ کیا کہ ایک اونٹ خانہ کعبہ کے اردگرد مصروفِ طواف تھا۔ جب خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو انہوں نے دروازہ کو سطح زمین کے برابر رکھا۔ دوسری سمت مزید ایک دروازہ رکھا۔ حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کیا انہوں نے یہ تمام کام اس حدیث مبارک پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کیا جو انہوں نے اپنی خالہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سن رکھی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا تمہیں علم نہیں کہ تمہاری قوم نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا آغاز کیا لیکن وہ سرمایہ کی قلت کی وجہ سے قواعد ابراہیمی پر اس کی تعمیر نہ کر سکے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تمہاری قوم جاہلیت سے نئی نئی تائب نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو گرا دیتا اور اس کے شرقاً غرباً دو دروازے رکھتا اور حجر کو کعبہ میں داخل کر دیتا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آج ہمارے پاس سرمائے کی قلت نہیں ہے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مبارک کے تقاضا کے مطابق خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل کی۔

Marfat.com

ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن خذافہ بن جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو کو دیکھا جو محوطواف تھے۔ ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ یہ جعدہ بن ہبیرہ کے فرزند ہیں اس وقت عبداللہ بن صفوان نے کہا" اس کے دادا ابو وہب وہ شخص تھے جنہوں نے کعبہ مقدسہ سے اس وقت پتھر اکھیڑا جب قریش نے اس کے انہدام پر اتفاق کر لیا تھا۔ پھر ان کے ہاتھ سے اُچھل کر اپنی جگہ پر جالگا۔ اس وقت انہوں نے کہا تھا' اے معشر قریش! تعمیر کعبہ میں صرف اپنی حلال کمائی خرچ کرنا۔ اس میں کسی بدکارہ کی کمائی، سودی رقم اور کسی سے ظلماً چھینی ہوئی رقم خرچ نہیں کرنا"۔

ابو وہب کے متعلق اشعار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو وہب حضور ﷺ کے ماموں تھے۔ وہ ایک شریف انسان تھے عرب کا ایک شاعر ان کے متعلق کہتا ہے۔

وَلَوْ بِاَبِیْ وَھْبٍ اَنَخْتُ مَطِیَّتِیْ غَدَتْ مِنْ نَدَاهُ رَحْلُھَا غَیْرُ خَائِبِ

"اگر میں ابو وہب کے پاس اپنی سواری بٹھاؤں تو اگلے دن میں ان کی محفل سے اس حالت میں عازم سفر ہوں گا کہ سواری کا کجاوہ خالی نہ ہوگا"۔

بِاَبْیَضَ مِنْ فَرْعَیْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ اِذَا حُصِّلَتْ اَنْسَابُھَا فِی الذَّوَائِبِ

"جب نسب کی شرافت کی جستجو کی جائے تو لوئی بن غالب کی دونوں شاخوں سے وہ سب سے زیادہ شریف ثابت ہوں"۔

اَبِیٌّ لِاَخْذِ الضَّیْمِ یَرْتَاحُ لِلنَّدٰی تَوَسَّطَ جَدَّاهُ فُرُوْعَ الْاَطَایِبِ

جب عبدالملک بن مروان نے تخت شاہی سنبھالا تو اس نے کہا ہم ابن زبیر کی اس تعمیر کو پسند نہیں کرتے ہم اسے باقی نہیں رہنے دیں گے۔ اس نے بیت اللہ کو منہدم کرایا اور پھر اسی طرح اس کی تعمیر کی جس طرح حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ جب ابن مروان تعمیر کعبہ سے فارغ ہوا تو اس کے پاس حارث بن ابی ربیعہ آیا۔ حارث، عمر بن ابی ربیعہ کا بھائی تھا اس کے ہمراہ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں نے ابن مروان کو وہ حدیث شریف سنائی جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی تھی (وہ ابھی اوپر مذکور ہو چکی ہے) اس وقت ابن مروان بڑا نادم ہوا وہ سوچتے سوچتے اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگا پھر کہنے لگا کاش میں ابوخبیب (ابن زبیر) کی تعمیر کو باقی رہنے دیتا۔ خانہ کعبہ کی یہ پانچویں مرتبہ تعمیر تھی۔

Marfat.com

"وہ انتقام لینے سے انکار کرنے والا، سخاوت سے راحت حاصل کرنے والا اور ان کا نانا اور دادا محاسن کی رفعتوں پر فائز ہیں"۔

عَظِيْمُ رَمَادِ الْقِدْرِ يَمْلَأُ جِفَانَهٗ مِنَ الْخُبْزِ يَعْلُوْهُنَّ مِثْلُ السَّبَائِبِ

"اس کی دیگ کے نیچے بہت زیادہ راکھ ہوتی ہے وہ اس حالت میں روٹی سے پیالہ بھرتا ہے کہ روٹی کے اوپر سفید چربی کا غلبہ ہوتا ہے"۔

تعمیر کعبہ میں تقسیم کار کا اصول

تعمیر کعبہ کے لئے انہوں نے تقسیم کار کے اصول پر عمل کیا مختلف قبائل کو ایک ایک دیوار کی تعمیر کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔ مشرقی دیوار جس میں خانہ کعبہ کا دروازہ شریف نصب ہے اس کی تعمیر بنو عبد مناف اور بنو زہرہ کے سپرد کی گئی۔ جنوبی دیوار حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک بنو مخزوم اور چند دوسرے قریشی قبائل کے حوالے کی گئی۔ مغربی دیوار کی تعمیر بنو جمح، بنو سہم جو عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی کے بیٹے تھے کی ذمہ دار قرار پائی۔ شمالی دیوار، جس طرف حطیم ہے اس کو تعمیر کرنے کا کام بنو عبد الدار، بنو اسد اور بنو عدی کے سپرد ہوا۔

جب عبد الملک بن مروان نے تخت شاہی سنبھالا تو اس نے کہا" ہم ابن زبیر کی اس تعمیر کو پسند نہیں کرتے ہم اسے باقی نہیں رہنے دیں گے"۔ اس نے بیت اللہ کو منہدم کرایا اور پھر اسی طرح اس کی تعمیر کی جس طرح حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ جب ابن مروان تعمیر کعبہ سے فارغ ہوا تو اس کے پاس حارث بن ابی ربیعہ آیا۔ حارث، عمر بن ابی ربیعہ کا بھائی تھا اس کے ہمراہ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں نے ابن مروان کو وہ حدیث شریف سنائی جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی تھی (وہ ابھی اوپر مذکور ہو چکی ہے) اس وقت ابن مروان بڑا نادم ہوا وہ سوچتے سوچتے اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگا پھر کہنے لگا" کاش میں ابو خبیب (ابن زبیر) کی تعمیر کو باقی رہنے دیتا"۔ خانہ کعبہ کی یہ پانچویں مرتبہ تعمیر تھی۔

جب ابو جعفر نے زمام اقتدار سنبھالی تو اس نے خانہ کعبہ کو ان بنیادوں پر تعمیر کرنا چاہا جن بنیادوں پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تعمیر کیا تھا۔ اس نے اس کے لئے علماء سے مشاورت کی۔ حضرت مالک ابن انس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! اس کعبہ مقدسہ کو بادشاہوں کا کھلونا بننے سے بچاؤ، جس کا جی چاہے گا پہلی عمارت کو گرا کر اپنے نام سے نیا کعبہ بنانے لگے گا۔ اس طرح

Marfat.com

ولید بن مغیرہ کا کردار

لوگ بیت اللہ کو منہدم کرنے سے خوفزدہ تھے۔ ان کا یہ ڈر دیکھ کر ولید بن مغیرہ نے کہا "میں اسے گرانے کا آغاز کرتا ہوں"۔ اس نے کدال تھامی پھر بیت اللہ کے اوپر چڑھ کر کہنے لگا "مولا! ہمیں خوفزدہ نہ کرنا ہم صرف اور صرف بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں" پھر دو رکنوں کا کنارہ گرانے لگا۔ اس رات لوگ منتظر رہے انہوں نے کہا "ہم انتظار کرتے ہیں۔ اگر اس کی وجہ سے ولید کو کوئی نقصان پہنچا تو ہمیں خانہ کعبہ کو اسی حالت پر چھوڑ دیں گے، اس کو گرانا ترک کر دیں گے، اگر اسے کوئی نقصان نہ پہنچا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہے ہم اس کو منہدم کر دیں گے" لیکن ولید کی وہ شب خیر و عافیت سے گزر گئی۔ صبح لوگوں نے بیت اللہ کو منہدم کرنا شروع کیا انہوں نے ابراہیمی بنیاد تک اس کو گرا دیا۔ جب وہ بنیاد ابراہیمی تک پہنچے تو انہوں نے وہاں اونٹ کی کوہان کی مانند بڑے بڑے پتھر دیکھے جو ایک دوسرے میں جکڑے ہوئے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک محدث نے بیان کیا ہے کہ قریش کے ایک شخص نے ان پتھروں کو جدا کرنے کے لئے اپنا کدال ان کے درمیان مارا۔ جونہی پتھروں میں تھوڑی سی حرکت پیدا ہوئی تو ایسے محسوس ہوا کہ پورا مکہ معظمہ زلزلے کے جھٹکوں سے لرز اٹھا ہے۔ اس طرح لوگ ان بنیادوں کو کھودنے سے رک گئے۔

اس کا تقدس مجروح ہوگا اور لوگوں کے دلوں سے اس کی ہیبت ختم ہو جائے گی"۔ ابو جعفر المنصور نے امام مالک کی رائے کے سامنے سر جھکا دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنو جرہم کے دور میں بھی اس کو ایک یا دو مرتبہ تعمیر کیا گیا کیونکہ سیلاب نے اس کی دیواروں کو شکستہ کر دیا تھا لیکن درست بات یہ ہے کہ بنو جرہم نے اس کو نئے سرے سے تعمیر نہیں کیا تھا بلکہ اس کی اصلاح کی تھی اور خانہ کعبہ اور سیلاب کے مابین ایک دیوار تعمیر کر دی تھی یہ دیوار عامر الجارود نے بنائی تھی۔

حضرت شیث علیہ السلام کی تعمیر سے پہلے کعبہ مقدسہ سرخ یاقوت کا ایک خیمہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس کا طواف فرمایا کرتے تھے اور اسی سے انس فرماتے تھے کیونکہ یہ ان کے ساتھ جنت سے آیا تھا وہ ہندوستان سے اس کا حج ادا کرنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ہی اس کی تعمیر کی تھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے پانی پر اس مقام پر جھاگ نمودار ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی تخلیق کا آغاز فرمایا تو

Marfat.com

آسمانوں سے پہلے زمین کو تخلیق کیا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق کیا تو انہیں تعداد میں سات بنایا پھر زمین کو بچھایا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (نازعات)

"اور زمین کو بعد ازاں بچھا دیا۔"

مکہ معظمہ سے اس کی وسعت کا آغاز ہوا۔ اسی وجہ سے اس کو اُم القُریٰ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ تفسیر میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین سے فرمایا:

ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ (فصلت)

"آجاؤ (تعمیل حکم اور ادائے فرض کے لئے) خوشی سے یا مجبوراً دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں۔"

یہ ایمان افزا جواب صرف سرزمین حرم نے ہی دیا تھا اسی وجہ سے اس کو حرم قرار دیا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل ہی مکہ معظمہ کو حرم قرار دے دیا تھا اس کی حرمت مؤمن کی حرمت کی مانند ہے کیونکہ مؤمن کی اطاعت ربانیہ کی وجہ سے اس کا خون، عزت اور مال حرام قرار دیے گئے جب سرزمین حرم نے عرض کی:

اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ۔ "ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کے شکار اور درختوں کو حرام کر دیا مگر سبز گھاس کاٹنا حلال ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حرمت صرف اس کے لئے ہوتی ہے جو اطاعت شعار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کرے جو اطاعت کرتے ہیں، آمین۔

ملائکہ کی بیت اللہ کی تعمیر اور اس کا سبب

تعمیر کعبہ کے متعلق ایک اور خبر بھی بیان کی گئی ہے جو سابقہ تفصیل کے معارض نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ:۳۰)

"میں مقرر کرنے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔"

انہوں نے جواب میں عرض کی:

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا (بقرہ:۳۰)

Marfat.com

''کیا تو مقرر کرتا ہے زمین میں جو فساد برپا کرے گا اس میں۔''

جب ملائکہ نے یہ بات کرلی تو بہت خوفزدہ ہوگئے کہ کہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن پر ناراض نہ ہو جائے۔ انہوں نے سات مرتبہ عرش الٰہی کا طواف کیا۔ اپنے رب سے اس کی رضا طلب کی اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ساتویں آسمان میں بیت المعمور تعمیر کریں اور اس کے اردگرد طواف کریں۔ بیت المعمور کا طواف کرنا عرش الٰہی کے طواف سے آسان تر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ ہر آسمان پر اور ہر زمین پر ایک ایک گھر تعمیر کریں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے چودہ گھر بنائے گئے۔ ان میں سے ہر گھر دوسرے سے اس طرح اوپر تھا کہ اگر وہ گر جاتا تو وہ بالکل نچلے گھر کے اوپر گرتا۔

روایت ہے کہ جب ملائکہ نے کعبہ کی بنیاد رکھی تو زمین کو منتہی تک کھودا گیا اور اس میں اونٹوں کی طرح بڑے بڑے پتھر پھینکے گئے یہی وہ بنیادیں تھیں جن پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی دیواروں کو بلند کیا جب طوفانِ نوح آیا تو ان بنیادوں کو اٹھالیا گیا اور حجر اسود کو کوہِ ابی قبیس پر رکھا گیا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وقتِ طوفان پانی خانہ کعبہ پر نہیں آیا تھا بلکہ پانی اس کے اردگرد کھڑا رہا۔ خانہ کعبہ ہوا میں معلق ہو کر کھڑا رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ان کی کشتی بیت اللہ کے گرد محوطواف ہے تم اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے گھر کے اردگرد ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے احرام باندھ لو اور کوئی اپنی بیوی کو نہ چھوئے۔ ان کے اور آسمان کے مابین ایک آڑ بنادی گئی۔ حام نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات نہ مانی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کی اولاد کے سیاہ ہونے کی بددعا کی۔ کوش بن حام اور اس کی اولاد سیاہ پیدا ہوئی اور اس بددعا کی وجہ سے ان کی اولاد تا قیامت سیاہ ہی پیدا ہوتی رہے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جس مخلوق نے بیت اللہ میں پناہ لی وہ ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس نے ایک بڑی مچھلی سے ڈر کر اس میں پناہ لی۔ یحیٰی بن سلام لے اس روایت کا تذکرہ کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ طوفانِ نوح کے ایام کا ہے۔ جب پانی خشک ہوگیا تو بیت اللہ کی جگہ خشک مٹی کا ٹیلہ نمودار ہوا۔ حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام نے اسی کا حج کیا۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی حج کیا جو ان کے ہمراہ تھے۔

Marfat.com

تعمیر ابراہیمی

بیان کیا جاتا ہے کہ یعرب نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا "کیا ہم بیت اللہ کو تعمیر نہ کریں؟" انہوں نے فرمایا "اسے ایک کریم نبی تعمیر کریں گے جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا خلیل بنائے گا" جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ مقدسہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ "سکینہ" نے آپ علیہ السلام کی راہ نمائی کی اور وہ اس مقام پر سایہ کناں ہوگئی جہاں بیت اللہ موجود تھا۔ اسی لئے "سکینہ" نماز کی خصوصی شان میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں سے اس کی تعمیر مکمل فرمائی:

1۔طور سیناء۔2۔جودی۔3۔طور زیت 4۔لبنان۔5۔حراء۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت سے انہیں آگاہی ہوگئی کہ وہ ان پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے کیسے بیت اللہ کی بنیاد رکھیں۔ اسی لئے مسلمانوں پر پانچ نمازیں ہی فرض ہیں اور اسلام کے رکن بھی پانچ ہیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کو تعمیر کرتے کرتے رکن تک پہنچے تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کوہ ابی قبیس سے حجر اسود کو اٹھا کر لے آئے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"حجر اسود ایک جنتی پتھر ہے وقت نزول یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا اولاد آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا ہے"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رکن اسود اور رکن یمانی جنت کے دو یاقوت ہیں۔ اگر خطا کار اور عصیاں شعار اس کو مس نہ کرتے تو یہ مشرق و مغرب کو منور کر دیتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان کو چومنے والا گنگ، برص اور کوڑھ کے امراض میں مبتلا نہیں ہوتا۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ایک اور محدث نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے عہد لیا کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس عہد کو اقرار نامہ کی صورت میں لکھا گیا اور اسے حجر اسود میں رکھ دیا۔ اسی وجہ سے اس کو چومنے والا کہتا ہے:

اِیْمَانًا بِکَ وَفَاءً بِعَهْدِکَ۔ "تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیرے عہد کی پاسداری کرتے

Marfat.com

ہوئے''۔

علامہ زبیر نے یہ اضافہ کیا ہے ''اللہ تعالیٰ نے ایک نہر رواں فرمائی جو مکھن سے زیادہ نرم اور دودھ سے عمدہ تر تھی۔ قلم نے یہ اقرار نامہ لکھتے وقت اس نہر سے مدد لی۔ ابوقبیس حجر اسود کو امین کہا کرتے تھے کیونکہ اس میں عہد نامہ رکھا گیا ہے۔'' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کو تعمیر فرماتے ہوئے اس مقام تک پہنچے جہاں حجر اسود رکھا جانا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں آواز دی اور حجر اسود کو وہاں رکھنے کے لئے کہا۔ اس سے یہی حکمت آشکارہ ہوتی ہے کہ اس کو اولادِ آدم کی خطاؤں نے سیاہ کر دینا تھا۔ لیکن یہ خصوصیت خانہ کعبہ کے کسی اور پتھر یا اس کے پردوں میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اس میں اقرار نامہ رکھا گیا ہے وہ عہد وہی فطرت ہے جس پر لوگوں کی تخلیق ہوئی ہے یعنی توحید باری تعالیٰ۔ ہر بچہ اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ عہد بھی اسی توحید پر ہی لیا گیا تھا لیکن اس بچے کے والدین اس کو یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جب وہ اس عہد نامے سے انحراف کرتا ہے تو شرک کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح اولاد آدم کا دل اس عہد اور میثاق کا محل ہے اسی طرح حجر اسود بھی اس عہد اور میثاق کا محل ہے۔ اس طرح دونوں (قلب اور حجر اسود) میں مناسبت قائم ہوگئی۔ جس طرح انسانی دل گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو جاتا ہے اسی طرح حجر اسود بھی انتہائی سفیدی کے بعد سیاہ ہو گیا۔ (الماوردی، الطبری، کتاب تمہید، فضائل مکہ، اخبار مکہ)

رکن یمانی کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ یمن کے ایک شخص نے اسے بنایا تھا اس کا نام ابی بن سالم تھا۔ کسی شاعر کا شعر ہے۔

لَنَا الرُّکْنُ مِنْ بَیْتِ الْحَرَامِ وِرَاثَةً بَقِیَّةَ مَا اَبْقَی اُبَیُّ بْنُ سَالِمِ

''بیت الحرام کا ایک رکن وراثتاً ہمارے لئے مختص ہے۔ یہ وہ بقیہ وراثت ہے جسے ابی بن سالم نے باقی رکھا''۔

مسجد حرام کی تعمیر

سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد حرام کی تعمیر کی اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعبہ مقدسہ میں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا جس کی وجہ سے وہ تنگ ہو گیا۔ لوگوں نے اس کے ساتھ اپنے گھروں کو ملا دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کعبہ اللہ کا گھر ہے ہر گھر کے لئے صحن ضرور ہوتا ہے انہوں نے لوگوں سے کہا ''تم بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لئے آتے ہو یہ

Marfat.com

تمہاری زیارت کے لئے نہیں جاتا"۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے وہ گھر خریدے انہیں گرا کر بیت اللہ کے اردگرد مسجد تعمیر کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید گھروں کو بڑی گراں قیمت پر خریدا اور مسجد حرام کو مزید وسیع کر دیا۔ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور حکومت آیا تو انہوں نے مسجد حرام کو مضبوط تو کیا لیکن اس کی وسعت میں کوئی اضافہ نہ کیا انہوں نے اس میں سنگ مرمر کے ستون بنائے، اس کے دروازوں میں اضافہ کیا انہوں نے مسجد حرام کو آراستہ وپیراستہ کیا۔ جب عبدالملک بن مروان کا دور آیا تو اس نے مسجد کی دیواروں کو بلند کیا۔ اس نے اس کے لئے عمارتی سامان سمندری راستے سے جدہ تک پہنچایا پھر وہاں سے انہیں چھکڑے پر لادھ کر مکہ معظمہ لایا گیا۔ ابن مروان نے حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ بیت اللہ پر خلاف چڑھایا جائے۔ اس نے دیباج کا غلاف چڑھایا لیکن ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجاج سے پہلے اس کو دیباج کا غلاف چڑھایا تھا۔ ہم نے یہ بھی تذکرہ کیا ہے کہ خالد بن جعفر ابن کلاب نے اسلام سے قبل بیت اللہ پر دیباج کا خلاف چڑھایا تھا جب ولید بن عبدالملک کا دورِ حکومت آیا تو اس نے کعبہ معظمہ کے حسن وجمال میں اضافہ کیا۔ اس نے اس کے میزاب میں وہ سونا اور چاندی استعمال کیا جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے دستر خوان میں تھا یہ دستر خوان طُلَیْطِلہ (اندلس) سے منگوایا گیا تھا۔ اس کے طوق یاقوت اور زبرجد کے تھے۔ اسے ایک طاقتور خچر پر لادھ کر لایا گیا تھا لیکن خچر اس کا بوجھ برداشت کرنے سے عاجز آ گئی۔ ولید نے اس دستر خوان سے خانہ کعبہ کی زیبائش کے لئے سامان بنوایا۔ ابوجعفر اور محمد المہدی نے بھی مسجد حرام کی پختگی میں اضافہ کیا۔ انہوں نے اس کے حسن وجمال میں اضافہ کیا اس کے بعد تاہنوز کسی تعمیر کا اضافہ نہیں ہوا۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا لوگوں کے گھروں کو خریدنے میں دلیل ہے کہ مکہ معظمہ کی زمین وہاں کے لوگوں کی ملکیت میں ہے وہ اس کی بیع وشراء میں تصرف کر سکتے ہیں۔

کعبہ معظمہ کے خزانے کی چوری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے دُوَیْک کا ذکر کیا ہے جس نے کعبہ معظمہ میں چوری کی تھی۔ اس سے قبل بنوجرہم کے زمانہ میں بھی بیت اللہ میں چوری ہوئی تھی۔ ایک شخص کنویں میں چوری کی نیت سے داخل ہوا۔ اچانک اس پر ایک پتھر گر پڑا جس سے وہ وہیں محبوس ہو گیا پھر اسے پکڑ کر اس سے مال چھین لیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک سانپ بھیج دیا جس کا سر مینڈھے کے سر کی طرح تھا۔ اس کا پیٹ سفید اور

Marfat.com

ظاہری حصہ کالا تھا۔ علامہ رزین کے مطابق وہ اس کنویں میں پانچ سو سال تک رہا جو شخص بھی اس کنویں کے قریب جاتا تو سانپ اس پر اپنی دم اٹھالیتا اور منہ سے آواز نکالتا۔

کشتی کا واقعہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک کشتی کو سمندری موجوں نے ساحل پر پھینک دیا جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ہوا نے اس کشتی کو شعیبہ پر پھینک دیا تھا شعیبہ بحر حجاز کے ساحل پر ایک بندرگاہ تھی۔

قبطی بڑھئی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک قبطی بڑھئی تھا۔ وہ ایک عجمی شخص تھا اور وہ بھی اس کشتی پر سوار تھا جس کو ہوا نے شُعَیْبہ پر پھینکا تھا۔ اس بڑھئی کا نام یاقوم تھا۔ اس بڑھئی کا نام بھی یہی بتایا جاتا ہے جس نے حضور ﷺ کے لئے منبر تیار کیا تھا۔

شاہین، سانپ اور دابۃ الارض

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عقاب یا اس پرندے کا تذکرہ کیا ہے جس نے سانپ کو خانہ کعبہ کے کنویں سے اٹھالیا تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پرندے نے اس سانپ کو مقام ''حَجُوْن'' پر پھینک دیا تھا اسے زمین نگل گئی۔ محمد بن الحسن اُ قری کا یہ قول ہے وہ فرماتے ہیں یہ وہی جانور تھا جو روزِ قیامت سے قبل لوگوں سے محو کلام ہوگا۔ اس کا نام ''اقصیٰ'' ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بارگاہِ ربوبیت میں عرض کی کہ انہیں وہ جانور دکھایا جائے جو لوگوں سے گفتگو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو زمین سے نکالا۔ اس کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے اور عرض کی'' مولا! اسے واپس لوٹادے۔ اسے واپس لوٹادے''۔

اڑنے والے پتھر کی حکایت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس پتھر کا ذکر کیا ہے جو کعبہ مکرمہ سے لیا گیا تھا لیکن وہ فوراً اُچھل کر اپنی جگہ پر چلا گیا۔ دیگر مؤرخین فرماتے ہیں قریش مکہ نے اپنے کدالوں کے ساتھ کسی پتھر پر ضرب لگائی جس سے اتنی تیز روشنی نکلی کہ قریب تھا کہ ان سب کی آنکھیں چندھیا جاتیں۔ ان میں سے ایک شخص نے پتھر اکھیڑا وہ اس شخص کے ہاتھ سے اڑ کر دوبارہ اپنی جگہ پر فٹ ہوگیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ

Marfat.com

رکن سے ملنے والا خط

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ قریش مکہ نے رکن میں ایک خط دیکھا جو سریانی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ قریش اسے نہ سمجھ سکے انہوں نے ایک یہودی عالم سے پڑھایا اس میں لکھا تھا:

''میں اللہ رب العزت ہوں میں مکہ معظمہ کا مالک ہوں۔ میں نے اسے اس دن تخلیق کیا تھا جب میں نے آسمانوں اور زمینوں کو وجود بخشا۔ شمس وقمر کی صورت گری کی میں نے اس کی اطراف پر سات فرشتے مقرر کئے ہیں یہ مقدس شہر اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اس کے دو پہاڑ باقی ہیں اہل مکہ کے لئے اس کے پانی اور دودھ میں برکت ہے''۔

مقام ابراہیمی سے ملنے والا خط:۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ مقام ابراہیمی سے بھی ایک خط برآمد ہوا اس میں مرقوم تھا:

''مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ کا حرمت والا گھر ہے اس شہر کے مکینوں کے لئے تین جوانب سے رزق آئے گا اس کے مکینوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ پہلے اس کی بے حرمتی کا ارتکاب کریں''۔

علیہ نے اہل عرب کا قول ''اَللّٰھُمَّ لَاتَوَرُّعَ'' ذکر کیا ہے۔ اہل عرب یہ کلمہ اس وقت کہتے تھے جب انہیں خوف سے تسکین ملتی اور وہ اپنی بات میں نیکی اور نرمی پیدا کرنا چاہتے لیکن اس مقام پر اس کلمہ کا مقصود نیکی کے عزم کا اظہار ہے اسی لئے اسلام میں بھی اس کلمہ سے گفتگو کرنا جائز ہے۔

اشعار میں مشکل الفاظ کی وضاحت

اَلذَّوَائِبُ۔ رفعتیں اس کا واحد ذؤابۃ ہے اس سے مراد کریم انساب ہیں۔ اَلسَّائِب۔ سَبِیبَۃٌ کی جمع ہے نرم ونازک سفید کپڑے کو سَبِیبَہ کہتے ہیں اس چربی کو سفید کپڑے سے تشبیہ دی گئی ہے جو پیالہ میں گوشت وغیرہ کے اوپر آجاتی ہے۔

کعبہ مقدسہ سے ملنے والا کتبہ

معمر بن راشد نے ''جامع'' میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں جب قریش مکہ نے بیت اللہ کو تعمیر کرنا چاہا تو انہیں وہاں سے ایک پتھر ملا۔ اس پتھر میں تین سطروں میں کچھ مکتوب تھا۔ پہلی سطر میں وہی کلام تھا جو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ دوسری سطر میں تحریر تھا:

''میں اللہ تعالیٰ ہوں جو مکہ مکرمہ کا مالک ہے میں نے ہی رحم کو تخلیق کیا ہے میں نے اس کا نام اپنے

Marfat.com

کعبہ معظمہ سے اس پتھر کی دستیابی جس پر نصیحتیں لکھی ہوئیں تھیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم کا گمان ہے کہ قریش مکہ نے کعبہ مشرفہ میں ایک پتھر پایا۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی بعثت سے چالیس سال قبل کا ہے اس پتھر میں مرقوم تھا:

''جو بھلائی بوئے گا وہ اس کا رشک افزا پھل کاٹے گا۔ جو شر بوئے گا وہ ندامت کا پھل کھائے گا۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم برائیاں کرتے ہو اور تمہیں اچھائیوں سے جزاء دی جائے گی ہرگز نہیں کیونکہ مثل مشہور ہے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔''

حجر اسود رکھنے میں قریش مکہ کا اختلاف

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قریش کے تمام قبائل نے تعمیر کعبہ کے لئے پتھروں کو جمع کیا ہر قبیلے نے اپنے حصہ کے پتھر علیحدہ جمع کئے پھر وہ تعمیر کعبہ میں مصروف ہوئے۔ جب عمارت حجر اسود کے رکھنے کی جگہ تک بلند ہو گئی تو وہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ ہر قبیلہ خواہاں تھا کہ وہ حجر اسود کو اپنے ہاتھوں سے رکھے وہ باہم متحد ہو گئے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گئے اور جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ بنو عبدالدار نے خون سے لبریز پیالہ منگوایا انہوں نے اور بنو عدی نے اس میں

نام سے مشتق کیا ہے۔ جس نے صلہ رحمی کی میں اس پر رحم کروں گا جس نے قطع رحمی کی میں اس کو ریزہ ریزہ کر دوں گا۔''

تیسری سطر میں مرقوم تھا:

''میں اللہ مکہ معظمہ کا مالک ہوں میں نے ہی خیر و شر کی تخلیق کی ہے اس شخص کے لئے مژدہ ہو جس کے ہاتھوں ہمیشہ بھلائی رونما ہوتی ہے اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جس کے ہاتھوں سے شر کا انعقاد ہوتا ہے''۔

حضور ﷺ اور حجر اسود

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے وضع حجر کے وقت رونما ہونے والے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دست شفا بخش سے حجر اسود رکھا۔ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ اس وقت وہاں ابلیس بھی موجود تھا وہ شیخ نجدی کی شکل میں تھا۔ وہ بلند آواز سے چلایا:

''اے معشر قریش! حجر اسود کو اس مقام پر رکھنا تمہارے لئے سب سے بڑی سعادت مندی ہے کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ سعادت ایک یتیم جوان حاصل کرے جو عمر میں بھی تم سب سے چھوٹا ہے''۔

Marfat.com

ہاتھ ڈال کر موت کو قبول کرنے کا عہد کیا۔ چار یا پانچ رات قریش اسی کرب واضطراب میں رہے پھر وہ باہمی مشاورت کے لئے مسجد حرام میں جمع ہوئے۔

ابوامیہ بن مغیرہ کا فیصلہ

بعض اہل روایت گمان کرتے ہیں کہ اس وقت ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تمام قریش سے عمر رسیدہ تھا۔ اس نے کہا ''اے گروہِ قریش! جس معاملہ میں تمہارے درمیان اختلاف رونما ہو گیا ہے اس کا فیصلہ کرنے کے لئے اس شخص کو اپنا ثالث بنالو جو کل سب سے پہلے اس مسجد کے دروازہ سے داخل ہو'' تمام قریش اس بات پر متفق ہو گئے۔

حضور ﷺ اپنے دست کریم سے حجر اسود رکھتے ہیں

تمام قریش میں سے سب سے پہلے حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی تو وہ پکار اٹھے ''یہ امین تشریف لائے ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔'' جب حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو قریش نے تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے پاس کپڑا لاؤ۔ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کپڑا حاضر کیا گیا آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو کپڑے پر رکھا پھر ہر قبیلے کو حکم دیا کہ وہ اس کپڑے کو ایک ایک سمت سے پکڑ لے۔ انہوں نے ایک ایک طرف کپڑے کو پکڑ کر اٹھا لیا جب حجر اسود اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا تو حضور ﷺ نے اپنے دست عطا سے اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

نزول وحی سے پہلے قریش حضور ﷺ کو ''الامین'' کے دلنواز لقب سے پکارا کرتے تھے۔

حضرت زبیر بن عبدالمطلب کے اشعار

جب قریش مکہ تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اژدہا کے

قریب تھا کہ آتش غضب ان میں پھر بھڑک اٹھتی لیکن پھر وہ پرسکون ہو گئے۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بیت اللہ کو تعمیر کیا گیا تو اس وقت حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کی سعادت حضرت حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حاصل کی۔ اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لوگوں کو مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں اختلاف کا اندیشہ ہوا لیکن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اسی جگہ پر رہنے دیا۔

Marfat.com

متعلق اشعار کہے جو انہیں ڈرایا کرتا تھا۔

عَجِبْتُ لِمَا تَصَوَّبَتِ العُقَابُ　اِلَی الثُّعْبَانِ وَهِیَ لَهَا اِضْطِرَابُ

"جب شاہین اژدھا کی طرف گیا تو مجھے بڑا تعجب ہوا حالانکہ شاہین ناگ سے خوفزدہ ہو جاتا ہے"۔

وَقَدْ كَانَتْ يَكُوْنُ لَهَا كَشِيْشٌ　وَاَحْيَانًا يَكُوْنُ لَهَا وِثَابُ

"وہ سانپ کبھی تو خاص قسم کی آواز نکالتا تھا اور کبھی وہ حملہ آور بھی ہوتا تھا"۔

اِذَا قُمْنَا اِلَی التَّاسِیْسِ شَدَّتْ　تُهَيِّبُنَا الْبِنَاءَ وَقَدْ تُهَابُ

"جب ہم عمارت کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کرنے لگے تو وہ عمارت پر بیٹھ کر ہمیں خوفزدہ کرتا تھا حالانکہ وہ خود بھی ڈرا ہوا تھا"۔

فَلَمَّا اَنْ خَشِيْنَا الرِّجْزَ جَاءَتْ　عُقَابٌ تَتْلَئِبُ لَهَا انْصِبَابُ

"جب ہم اس کو ہلاک کرنے سے ڈر گئے تو پھر ایک عقاب آیا جو سیدھا اسی کی طرف آیا"۔

فَضَمَّتْهَا اِلَيْهَا ثُمَّ خَلَّتْ　لَنَا الْبُنْيَانَ لَيْسَ لَهٗ حِجَابُ

"اس نے اژدھا کو اپنے ساتھ لپیٹ لیا اور ہمارے لئے عمارتِ کعبہ کو خالی کر دیا۔ ہمارے لئے کوئی رکاوٹ حائل نہ تھی"۔

فَقُمْنَا حَاشِدِيْنَ اِلَی بِنَاءٍ　لَنَا مِنْهُ الْقَوَاعِدُ وَالتُّرَابُ

"ہم متفق ہو کر اس کی تعمیر کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہمارے ذمہ اس کی بنیادیں اور مٹی تھی"۔

غَدَاةَ نُرَفِّعُ التَّاسِیْسَ مِنْهُ　وَلَيْسَ عَلَی مُسَوِّيْنَا ثِيَابُ

"جب صبح ہم تعمیر کعبہ میں مصروف تھے اس وقت ہم عریاں جسم تھے"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ کتاب میں صحیح یہ ہے کہ وہ پتھر تیروں کی طرح تھے لیکن یہ ان راویوں کا وہم ہے جنہوں نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اس کتاب کے علاوہ کسی کتاب میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ واقدی وغیرہ نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حجر اسود اونٹ کی کوہان کی طرح تھا اگر اس کو تیروں کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو پھر تشبیہ صرف پھل کے ساتھ ہی ہو گی لیکن اونٹوں کی کوہانوں سے تشبیہ دینا بہتر ہے کیونکہ وہ جسامت میں بڑے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اَعَزَّ بِهِ الْمَلِيْكُ بَنِي لُؤَيٍّ فَلَيْسَ لِاَصْلِهِ مِنْهُمْ ذَهَابُ

"اللہ تعالیٰ نے بنو لوی کو اس شرف سے سرفراز فرمایا۔ ان سے عزت و کرامت کی یہ عمیق جڑیں نکالی نہیں جا سکتیں"۔

وَقَدْ حَشَدَتْ هُنَاكَ بَنُوْ عَدِيٍّ وَمُرَّةُ قَدْ تَقَدَّمَهَا كِلَابُ

"وہاں بنو عدی بھی جمع تھے۔ بنو مرہ بھی تھے لیکن بنو کلاب ان تمام کے پیشرو تھے"۔

فَبَوَّأَنَا الْمَلِيْكُ بِذَاكَ عِزًّا وَعِنْدَ اللّٰهِ يُلْتَمَسُ الثَّوَابُ

"اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت و احترام بخشا۔ ثواب و اجر تو بارگاہِ ربوبیت سے ہی مل سکتا ہے"۔

حمس کا بیان

قریش اور حمس کا آغاز

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ واقعہ فیل کے بعد یا پہلے قریش نے حمس کی ابتدا کی پھر وہ بعد میں اسی پر عمل پیرا ہوئے۔ انہوں نے کہا "ہم اولاد ابراہیمی میں سے ہیں ہم اہل حرم اور بیت اللہ کے مجاور ہیں ہم مکہ معظمہ کے مقیم اور رہائشی ہیں اہل عرب میں سے نہ تو کوئی ہم جیسے حقوق کا مستحق ہے اور نہ ہی ہم جیسے مقام و مرتبہ کا حامل ہے۔ اہل عرب کسی اور اتنا احترام نہیں کرتے جتنا وہ ہمارا احترام کرتے ہیں اس لئے اے قریش مکہ! تم حرم سے باہر کی کسی چیز کا اتنا احترام نہ کرو جتنا احترام تم حرم کی اشیاء کا کرتے ہو اگر تم نے یہ عادت اپنالی تو پھر اہل

تَتَلَيَّبُ۔ سید عارخ کرتا ہوا آیا اس نے دایاں یا بائیں تو جہ نہ کی۔ لَيْسَ عَلٰى مُسَوِّيْنَا ثِيَابُ۔ اس وقت قریش عریاں کام کر رہے تھے اس طرح کام کرنے کو باعث ثواب اور تیز رفتاری اور مستعدی کا سبب سمجھا جاتا تھا۔ الرِجزُ۔ عذاب۔

حمس

تحمس کا معنی تشدد ہے۔ حمس میں قریش نے زہد اور دنیا سے کنارہ کشی کا انتہائی مذہب اپنا لیا تھا ان کی عورتیں ان ایام میں نہ تو اپنے سر پر تیل ڈالتی تھیں اور نہ ہی کنگھی کرتی تھیں اور وہ نہ ہی دودھ سے مکھن نکالتی تھیں۔ ابرہہ کہتا ہے

اِنَّ لَنَا صِرْمَةً مُخَيَّسَةً نَشْرَبُ اَلْبَانَهَا وَنَسْلُوْهَا

Marfat.com

عرب کے نزدیک تمہاری وہ قدرومنزلت نہیں رہے گی انہوں نے کہا تم نے حل کی اشیاء کو بھی اسی طرح نگاہِ عزت سے دیکھا ہے جس طرح تم نے حرم کی اشیاء کو عزت وکرامت کی نظر سے دیکھا''۔یہ بات سن کر قریش مکہ نے عرفہ میں قیام کرنا ترک کر دیا۔انہوں نے وہاں سے نکلنا بھی چھوڑ دیا حالانکہ وہ جانتے بھی تھے اور اقرار بھی کرتے تھے یہ مشاعر، حج اور دین ابراہیمی میں سے ہے۔وہ گمان کرتے تھے کہ ان کے علاوہ تمام عرب میدانِ عرفات سے نکلیں۔وہ کہتے تھے''ہم اہل حرم ہیں ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم حرمت سے نکلیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز کا احترام کریں ہم حمس (اہل حرم) ہیں۔''پھر قریش نے حل وحرم کے تمام مکینوں کے لئے یہی حقوق ثابت کر دیئے ان کے لئے بھی وہی امور حلال قرار دیئے گئے جو ان کے لئے حلال تھے اور انہی امور کو حرام قرار دیا گیا جو ان کے لئے حرام تھے۔

وہ قبائل جو قریش کے ساتھ حمس میں شامل ہوئے

کنانہ اور خزاعہ بھی حمس میں قریش کے ساتھ شامل ہو گئے۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ابوعبیدہ النحوی نے بیان کیا ہے کہ بنو عامر بن صعصعۃ معاویہ بن بکر بن ہوازن بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے عمرو بن معدیکرب نے مجھے شعر بھی سنایا۔

أَعَبَاسُ لَوْ كَانَتْ شِيَارًا جِيَادُنَا بِتَثْلِيثِ مَانَا صَيت بَعْدِى الْاَحَامِسَا

''اے عباس!اگر تثلیث کے روز ہمارے گھوڑے عمدہ ہوتے تو پھر تو میرے بعد احامس سے جھگڑا نہ کرتا''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تَثْلِیث ایک جگہ کا نام ہے۔شِیَار کا معنی عمدہ اور خوب صورت ہے۔اَحَامِس سے مراد بنو عامر بن صعصعہ ہے۔عباس سے مراد عباس بن مرداس السلمی ہے اس نے بنو زبید پر مقام تثلیب میں شب خون مارا تھا۔یہ شعر عمرو کے قصیدہ میں ہے۔

لقیط بن زرارہ الدارمی نے مجھے جنگ جبلہ کے متعلق یہ شعر سنایا:

اَجْذِمْ اِلَيْكَ اِنَّهَا بَنُوْ عَبْسٍ الْمَعْشَرُ الجلَّةُ فِي الْقَوْمِ الْحُمْس

''تو جان لے کہ وہ بنو عبس ہیں جو حمس اختیار کرنے والے لوگوں میں سے بہت بڑا خاندان ہے۔''

''ہمارے پاس وہ اونٹنیاں ہیں جو چرواہی نہیں جاتیں۔ہم ان کا دودھ پیتے ہیں اور اس سے مکھن نکالتے ہیں۔''

Marfat.com

کیونکہ بنو عبس جنگ جبلہ میں بنو عامر بن صعصعہ کے حلیف تھے۔

یوم جبلہ

وہ جنگ جو بنو حنظلہ بن مالک بن زید اور بنو عامر بن صعصعہ کے درمیان ہوئی تھی اسے جبلہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس جنگ میں بنو عامر بن صعصعہ کو بنو حنظلہ پر فتح حاصل ہوئی اسی روز لقیط بن زرارہ بن عدس قتل ہوا اور حاجب بن زرارہ بن عدس اسیر ہوا اور عمرو بن عمرو بن عدس بن زید بن عبداللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ نے شکست کھائی۔ اسی جنگ کے متعلق جریر فرزدق سے کہتا ہے

كَانَّكَ لَمْ تَشْهَدْ لَقِيطاً وَحَاجِباً   وَعَمْرو بْنَ عَمْرٍو اِذْ دَعَوْ يَا: لَدَارِمِ

''گویا کہ تو نے لقیط، حاجب اور عمرو بن عمرو کو دیکھا ہی نہیں جب وہ کہہ رہے تھے اے بنو دارم! ہماری مدد کرو۔''

جنگ جبلہ

بلند و بالا پہاڑ کو جَبلَة کہتے ہیں وہ اس میں اپنے اہل و عیال اور اموال کو محفوظ کرتے تھے اس دن ان کے ساتھ نجران کا رئیس بھی تھا۔ اس کا نام ابن الجون الکندی تھا۔ نعمان بن منذر کا بھائی بھی وہیں تھا۔ میرے خیال کے مطابق اس کا نام حسان بن وبرہ تھا۔ وہ نعمان کا ماں کی جانب سے بھائی تھا۔ جبلة کے ایام میں ہی نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس وقت انوشیروان بن قباد کی سلطنت کو بیالیس سال گزر چکے تھے۔ جب حضور ﷺ کے والد محترم کی پیدائش ہوئی تو اس وقت نوشیروان کی حکومت کو چوبیس سال گزر چکے تھے۔ اس طرح حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے والد محترم کے مابین اٹھارہ سال کا عرصہ بنتا ہے۔

عُدُس، حلة اور طلس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے زرارہ بن عدس بن زید کا ذکر کیا ہے ابو عبیدہ کے علاوہ تمام مؤرخین اس کو عُدُس کہتے ہیں لیکن ابو عبیدہ نے اسے دال کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس عُدُس کے علاوہ باقی تمام عُدَس دال کے فتح کے ساتھ ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حِلَّه کا ذکر کیا ہے۔ یہ حُمسُ کے علاوہ دیگر لوگ ہیں۔ اگر یہ اَحْمَس کے کپڑے نہ پاتے تو یہ عریاں طواف ہی کر لیتے تھے۔ یہ ان کپڑوں کو پھینک دیتے تھے جو انہوں نے طواف سے پہلے پہنے ہوئے تھے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ''طُلس'' کا ذکر نہیں کیا۔ یہ ان کی تیسری قسم تھی۔ یہ لوگ یمن کے دور دراز کے علاقوں سے آتے

Marfat.com

جنگ ذی نجب

پھر وہ ذی نجب کے دن برسر پیکار ہوئے اس دن بنو حنظلہ کو بنو عامر پر فتح ہوئی اس دن حسان بن معاویہ الکندی بھی قتل ہوا۔ یہ ہی ابو کبشہ تھا یزید بن الصعق الکلابی بھی پابند سلاسل ہوا۔ الطفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب اور ابو عامر بن الطفیل شکست کھا کر بھاگے۔ اسی کے متعلق فرزدق کہتا ہے ۔

وَمِنهُنَّ اِذْ نَجیَّ طُفَیلُ بْنُ مَالِكٍ عَلٰی قُرْزُلٍ رَجلًا رَكُوضَ الْهَزائِمِ
وَنَحنُ ضَرَبْنَا هَامَةَ بْنِ خُوَيلِدٍ يَزِيْدَ عَلٰی اُمِّ الفِرَاخِ الجَوَاثِمِ

''جنگوں میں ایک جنگ وہ بھی ہے جب طفیل بن مالک نے اپنے قرزل گھوڑے کو ایڑ لگا کر راہِ فرار اختیار کی ہم نے یزید بن خویلد کی کھوپڑی پر ضرب کاری لگائی لیکن ہم سے کسی نے ان کا انتقام نہ لیا''۔

جریر کہتا ہے ۔

وَنَحنُ خَضَبْنَا لِابْنِ كَبْشَةَ تَاجَهُ وَلَاقٰی امْرَأً فِی ضَمَّةِ الخَيلِ مِصْقَعاً

''اور ہم نے ابن کبشہ کے تاج کو رنگ دیا اور اس نے گھوڑوں کے اژدہام میں ایک فصیح شخص سے ملاقات کی''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر اہل قریش نے ایسی بدعتوں کا آغاز کیا جو پہلے نہ تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ حُمس کو پنیر استعمال نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی انہیں حالت احرام میں گھی نکالنا چاہئے پھر انہوں نے مزید بدعت کا اضافہ کیا اور کہا کہ حمس والے کسی سایہ دار چیز کے نیچے نہیں بیٹھ سکتے وہ صرف ان خیموں میں سایہ حاصل کر سکتے ہیں جو انہوں نے نصب کئے ہوں پھر انہوں نے مزید بدعات کا اضافہ کرتے ہوئے کہا اہل حل کے لئے روا نہیں کہ وہ کسی کھانے کو کھائیں وہ صرف اس کھانے کو کھا سکتے ہیں جو وہ حل سے حرم میں اس وقت لائیں جب وہ عمرہ یا حج کی نیت سے حاضر ہوں وہ پہلی مرتبہ صرف حمس کے کپڑوں میں ہی طواف کریں۔ اگر انہیں وہ کپڑے میسر نہ ہوں تو وہ بیت اللہ کا عریاں ہی طواف کرلیں۔ اگر کسی محترم و معزز آدمی اور عورت

تھے ان کے کپڑے گرد و غبار کی وجہ سے خاکستری ہو چکے ہوتے تھے وہ انہی کپڑوں میں طواف کرتے تھے اسی وجہ سے انہیں طُلس کہتے تھے۔

Marfat.com

کو حُمس کے کپڑے نہ ملیں تو وہ انہی کپڑوں میں طواف کرے جنہیں وہ حل سے اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں پھر وہ ان کپڑوں کو پھینک دیں اور اس سے وہ یا کوئی شخص کسی قسم کا نفع حاصل نہ کریں۔ اہل عرب ان کو اللَّقی کہتے تھے۔ انہوں نے تمام عرب کو ان اعمال کی ترغیب دی۔ تمام عرب انہی بدعات پر عمل پیرا ہوتے تھے وہ عرفات میں قیام کرتے تھے اور وہیں سے ہی مکہ معظمہ آجاتے تھے وہ عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ مرد بالکل ننگے ہو کر محو طواف ہوتے تھے عورتیں بھی ایک چاک والی قمیص کے علاوہ تمام کپڑے اتار دیتی تھیں۔ وہ اس قمیص کو پہن کر طواف کرتی تھیں ایک عورت اسی کیفیت میں طواف کرتے ہوئے کہتی ہے ؎

اَلْیَوْمَ یَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ کُلُّهٗ　وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

"آج میرے جسم کا کچھ حصہ یا تمام عریاں ہو جائے گا لیکن میں اس عریاں حصہ کو کسی کے لئے بھی حلال نہیں کروں گی"۔

جو شخص ان کپڑوں میں طواف کرتا وہ حل سے لے کر آتا تھا وہ انہیں پھینک دیتا وہ یا کوئی اور

اللَّقی

اللَّقی اس کپڑے کو کہا جاتا تھا جو وہ طواف کے بعد پھینک دیتے تھے پھر اس سے کوئی استفادہ نہیں کرتا تھا۔ لَقًی بَیْنَ اَیْدِی الطَّائِفِیْنَ حَرِیْمٌ۔ اس میں حَرِیْم، مُحَرَّم کے معنی میں ہے یعنی وہ کپڑا حرام تھا نہ تو اس کو حاصل کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی اس کو کسی استعمال میں لایا جا سکتا تھا۔ ہر پھینکی ہوئی چیز کو لقی کہا جاتا ہے۔ شاعر قطا کے چوزے کی توصیف میں کہتا ہے ؎

تَرْوِیْ لَقًی اُلْقِیَ فِیْ صَفْصَفٍ　تَصْهَرُهُ الشَّمْسُ فَمَا یَنْصَهِرُ

"تو اسے سیراب کرتا ہے جسے ہموار زمین میں پھینک دیا گیا ہے سورج نے اس کو پگھلانا چاہا لیکن وہ نہ پگھلا"۔

اللَّقی کے زمرہ میں اُم حکیم بن حزام کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا۔ جب وہ کعبہ مشرفہ میں داخل ہوئی تو وہ حاملہ تھی وہاں سے اچانک درد زہ شروع ہوا۔ درد اتنا شدید تھا کہ وہ کعبہ مقدسہ سے باہر بھی نہ آسکی اس نے حکیم بن حزام کو وہیں جنم دیا۔ اس نے اپنے نیچے چمڑے کی چٹائی بچھالی پھر اس چٹائی اور اپنے تمام کپڑوں کو لقی (پھینک دیا) کر دیا اور ان کے قریب تک نہ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اَلْیَوْمَ یَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ کُلُّهٗ کہنے والی عورت کا نام ضباعہ بنت عامر بن صعصعہ تھا۔ محمد بن حبیب نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ

Marfat.com

شخص ان سے استفادہ نہ کرتے۔ ایک عربی نے اپنا وہ کپڑا جسے وہ بہت پسند کرتا تھا اس کی محبت میں وہ کہتا ہے۔

كَفٰى حَزَنًا كَرِّى عَلَيهَا كَاَنَّهَا لَقًى بَيْنَ اَيْدِى الطَّائِفِيْنَ حَرِيْمُ

"اس کے پاس سے بار بار گزرنا مجھے غمزدہ کرنے کے لئے کافی ہے گویا کہ وہ طواف کے بعد پھینکا گیا کپڑا ہے جو طواف کرنے والوں کے لئے حرام ہے"۔

نے اس کو پیغام نکاح دیا لیکن اس نے تکبر کرتے ہوئے اس پیام کو قبول نہ کیا کہا جاتا ہے کہ پھر وہ ساری زندگی اس محرومی پر پچھتاتی رہی اور کف افسوس ملتی رہی۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ روایت صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس قول اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ کی وجہ سے اس کو سعادت عظمیٰ سے محروم رکھا۔ کیونکہ وہ اس قابل نہ تھی کہ وہ حضور ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل کرتی اور اسے تمام مومنین کی ماں ہونے کی سعادت ملتی۔ حضور ﷺ کی عزت و کرامت اور غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ ﷺ سے دور رکھا۔

عریاں طواف کرنے کا نتیجہ

ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت عریاں طواف کر رہے تھے آدمی نے حصول لذت کے لئے اپنا ایک عضو عورت کے عضو کے ساتھ مس کیا۔ ان دونوں کے وہ اعضاء آپس میں جڑ گئے وہ خوفزدہ ہو گئے اور اسی حالت میں مسجد سے باہر آ گئے۔ وہ اعضاء باہم اتنی شدت سے ملے تھے کہ انہیں جدا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان سے ایک کہنے والے نے کہا "اپنے اس فعل سے توبہ کرو اور توبہ بھی خلوص نیت سے کرو جب انہوں نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے توبہ کی تو ان کے اعضاء علیحدہ ہو گئے"۔

قُرْزُلْ اور اس کا معنی

فرزدق نے اپنے شعر میں قُرْزُلْ کا ذکر کیا ہے۔ طفیل کے گھوڑے کا نام قُرْزُلْ تھا۔ طفیل کو شاہسوار قُرْزُلْ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ قرزل اس رسی کو کہتے تھے جس سے جانوروں کا پاؤں باندھا جاتا تھا۔ گویا کہ وہ اس گھوڑے کو باندھ دیتا تھا جو اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا تھا۔ امرؤ القیس کہتا ہے بِمُنْجَرِدٍ قَيْدِ الْأَوَابِدِ هَيْكَلٍ۔ اس طفیل سے مراد عامر کا والد ہے جو اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا دشمن تھا۔ اس طفیل کے بھائی کا نام عامر ملاعب الأسِنَّة تھا ہم عنقریب اس کا ذکر بالتفصیل کریں گے۔

Marfat.com

اسلام اور حمس

قریش مکہ اسی حالت پر رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سر اقدس پر خاتم النبیین کا تاج سجایا جب آفتاب اسلام ضوفشاں ہوا اور حج کے احکام نازل ہوئے تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی:

ثُمَّ اَفِیۡضُوۡا مِنۡ حَیۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۹۹﴾ (البقرہ)

''پھر تم بھی (اے مغرورانِ قریش) وہاں تک (جاکر) واپس آؤ جہاں جا کر دوسرے لوگ واپس آتے ہیں اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے''۔

اس آیت میں خطاب قریش مکہ کو ہے اور نَاسٌ سے مراد تمام عرب ہیں۔ اس سال نبی محترم ﷺ تمام لوگوں کو عرفات کی طرف لے گئے وہاں انہیں ٹھہرایا پھر وہاں سے طواف کے لئے ان کے ہمراہ تشریف لائے۔ جب لوگوں نے عریاں طواف شروع کیا بیت اللہ کے پاس لباس پہننے سے پرہیز کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۳۱﴾ قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ ؕ قُلۡ ہِیَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا خَالِصَۃً یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۲﴾ (اعراف)

''اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ

قرآن پاک اور حمس

مذکورہ بالا آیت میں کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا میں اس کھانے کی طرف اشارہ ہے جو قریش مکہ وقت طواف حرام شمار کرتے تھے اور خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ سے مراد لباس ہے یعنی عریاں طواف نہ کیا کرو۔ اسی وجہ سے اس آیت کا آغاز یَابَنِی آدَمَ سے کیا ہے اس سے پہلے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی داستان بیان کی ہے:

''کہ جب وہ جنت کے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو ڈھانپ رہے تھے''۔

یعنی اے قریش مکہ! اگر تم اس لئے حج کرتے ہو کہ یہ تمہارے آباء کے دین میں سے ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام بھی تمہارے باپ ہیں اور ان کا دین تو شرمگاہ کو ڈھانپنا ہے کیونکہ اہل حمس کسی چھت کے نیچے نہیں آتے تھے وہ اپنے اور آسمان کے مابین گھر کی دہلیز وغیرہ حائل نہ ہونے دیتے اگر کسی

Marfat.com

کرو بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو اور فرمایئے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لئے اور (کس نے حرام کیے) لذیذ، پاکیزہ کھانے آپ فرمایئے یہ چیزیں ایمان والوں کے لئے ہیں اس دنیوی زندگی میں بھی (اور) صرف ان ہی کے لئے ہیں قیامت کے روز یوں ہی ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتوں کو ان لوگوں کے لئے جو (حقیقت کو) جانتے ہیں۔"

حضور ﷺ اور حمس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم اور وہ اپنے چچا نافع بن جبیر سے اور وہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو نزول وحی سے پہلے دیکھا آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر لوگوں کے ساتھ اپنی قوم کے مابین میدانِ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ ﷺ ان کے ساتھ ہی وہاں سے نکلے۔

کو کسی ضروری کام کی وجہ سے گھر جانا پڑتا وہ گھر کی پشت سے داخل ہوتا اور دروازے سے داخل نہ ہوتا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾ (بقرہ)

"اور آیا کرو گھروں میں ان کے دروازوں سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اس امید پر کہ کامیاب ہو جاؤ"۔

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ. یعنی اگر بت پرستی تمہارے آباء کا دین ہے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تو تمہارے باپ ہیں لیکن وہ مشرک نہ تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً (انفال: ۳۵)

"اور نہیں تھی ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس بجز سیٹی اور تالی بجانے کے۔"

تفسیر میں ہے کہ قریش مکہ عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے تھے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا۔ (بقرہ: ۱۸۹)

"اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم داخل ہو گھروں میں ان کے پچھواڑے سے"۔

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

اہل عرب کے کاہن، یہود کے علماء اور نصاریٰ کے پادری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ احبار کا تعلق یہود سے، راہبوں کا تعلق نصاریٰ سے اور کاہنوں کا تعلق عربوں سے تھا۔ جب سید المرسلین ﷺ کی بعثت کا وقت قریب آیا تو یہ حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کے متعلق لوگوں کو بتایا کرتے تھے۔ علمائے یہود اور پادری آپ ﷺ کے اوصاف اور آپ کے عہد ہمایوں کی خوبیاں اپنی کتابوں سے پڑھتے تھے جبکہ کاہنوں کے پاس وہ جن ایسی خبریں لایا کرتے تھے جو آسمان سے چوری چھپے سن لیتے تھے کیونکہ اس وقت تک انہیں آسمان تک جانے سے نہیں روکا گیا تھا۔ کاہن مرد اور کاہنہ عورتیں بھی آپ ﷺ کے متعلق ایسی گفتگو کرتے تھے جو وہ اپنے جنوں سے سنا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت اور بعثت مبارکہ کا وقت قریب آیا تو شیطانوں کو خفیہ گفتگو سننے سے روک دیا گیا۔ ان مقامات جہاں وہ بیٹھ کر گفتگو سنتے تھے اور ان کے مابین حجابات حائل کر

حضور ﷺ کا ہجرت سے قبل عرفہ میں قیام اور حمس کی مخالفت

حضور ﷺ ہجرت اور نبوت سے پہلے میدانِ عرفات میں قیام فرماتے تھے تاکہ حج اور وقوفِ عرفہ کا ثواب ضائع نہ ہو جائے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ لوگوں کے ساتھ میدان عرفات میں قیام فرماتھے“۔ لوگ آپ ﷺ کے متعلق کہتے تھے انہیں کیا ہے کہ یہ وہاں قیام کیوں نہیں کرتے جہاں اہل حمس قیام کرتے ہیں۔

کہانت

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ابلیس کو آسمانوں پر جانے کی اجازت تھی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے یا ان کی ولادت ہوئی تو اسے تین آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا جب حضور ﷺ اس خاکدانِ ارضی پر جلوہ افروز ہوئے تو اسے تمام آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا شیاطین کو ستارے مارے جاتے۔ جب قریش نے کثرت سے ستاروں کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا شاید قیامت آگئی ہے۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا ”عیُّوق (1) کی طرف دیکھو اگر اس کی طرف سے شہاب گر رہے ہیں تو قیامت قائم ہوگئی ہے ورنہ نہیں۔“ (زبیر بن ابی بکر)

1۔ بہت بڑا سرخ ستارہ۔

Marfat.com

دیئے گئے۔ اگر وہ سماعت کرنے کی کوشش کرتے تو ان کو شہاب مارے جاتے۔ اس انقلاب سے جنات کو یقین ہو گیا کہ یہ انقلاب کسی اہم واقعہ کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔ اسی کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّ اَنَّهُ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّ اَنَّهُ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّ اَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾ ...... وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾ (الجن)

"آپ فرمائیے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی

شیاطین پر شہاب باری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شیاطین پر شہاب اس لئے برسائے جاتے تھے تاکہ وحی کے ساتھ التباس کا اندیشہ نہ ہو۔ یہ نبوت مصطفویہ کی ایک عظیم دلیل بن جائے اور اس سے شبہ کا خاتمہ ہو جائے۔ اگرچہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بالکل بجا ہے لیکن یہ شہاب باری قدیم زمانہ سے ہے جاہلیت کے قدیم شعراء مثلاً عوف بن اجرع، اوس بن حجر اور بشر بن ابی خازم کے کلام میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ انہوں نے شہاب باری کی مدح سرائی کی ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "مشکل" میں سورۃ الجن کی تفسیر میں ان شعراء کا ایسا کلام بھی ذکر کیا ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں معمر سے اور وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے اس شہاب باری کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا یہ جاہلیت میں بھی ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ لیکن جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو اس میں سختی اور شدت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّ شُهُبًا ۙ﴿۸﴾ (الجن)

"اور ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمانوں کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا"۔

اس آیت میں حُرِسَتْ کا لفظ ذکر نہیں کیا گیا جو اس امر کی بین دلیل ہے کہ جاہلیت میں بھی شہاب باری ہوتی تھی اور ستارے ٹوٹتے تھے۔ لیکن جب نبی محترم ﷺ مبعوث ہوئے تو اس میں شدت آ گئی تاکہ شیطانوں کے معاملات کی بیخ کنی ہو سکے اور حضور ﷺ کے دلائل بین اور براہین قاطع ہو سکیں

Marfat.com

ایک جماعت نے پس انہوں نے (جا کر دوسرے جنات کو) بتایا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے راہ دکھاتا ہے ہدایت کی پس ہم (دل سے) اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز شریک نہیں بنائیں گے کسی کو اپنے رب کا اور بیشک اعلیٰ وارفع ہے ہمارے رب کی شان نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا اور (یہ راز بھی کھل گیا کہ) ہمارے احمق اللہ کے بارے میں ناروا باتیں کہتے رہے اور ہم تو یہ خیال کئے تھے کہ انسان اور جن اللہ کے بارے کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں سے چند مردوں کی۔ پس انہوں نے بڑھا دیا جنوں کے غرور کو اور ان انسانوں نے بھی یہی گمان کیا جیسے تم گمان کرتے ہو کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر مبعوث نہیں کرے گا اور (سنو!) ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمانوں کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں شہابوں سے بھرا ہوا پایا اور پہلے تو ہم بیٹھ جایا کرتے تھے اس کے بعض مقامات پر سننے کے لئے

لیکن اگر آج کوئی کاہن موجود ہو تو اس کا دفع کرنے کے لئے آج اتنی شدت سے شہاب باری نہیں ہوتی جتنی شدت سے حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہوتی تھی لیکن پھر بھی ستارے ضرور ٹوٹتے ہیں تاکہ دلیل قائم ہو جائے کہ کاہن اب بھی کسی شہر میں ضرور ہوں گے۔ حضور ﷺ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کاہنوں کی کوئی حقیقت نہیں آپ ﷺ سے عرض کی گئی کہ بعض اوقات وہ ایک بات کرتے ہیں جو اسی طرح پوری ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسی گفتگو جنات کی طرف سے ہوتی ہے جس کو کوئی جن یاد کر لیتا ہے پھر وہ جن کسی کاہن کے کان کے ساتھ منہ لگا کر مرغی کی کڑکڑاہٹ کی مانند وہ بات اس کے کان میں ڈال دیتا ہے۔

ابن سلام رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب کسی جن پر شہاب برسایا جاتا ہے تو اس کا نشانہ کبھی بھی خطا نہیں جاتا۔ وہ اس جن کو جلا دیتا ہے لیکن اسے ہلاک نہیں کرتا۔ حضرت حسن سے روایت ہے کہ یہ شہاب آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ ابن سلام رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں ابوقتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی قوم کے ہمراہ تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اس شہاب کو نہ دیکھو۔ حفص سے روایت ہے انہوں نے حضرت حسن سے پوچھا کیا ان کی نظر ایسے ستارے کو دیکھتی ہے انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (الملک:۵)

''اور بنا دیا ہے انہیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ''۔

Marfat.com

لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لئے کسی شہاب کو انتظار میں اور نہیں سمجھتے (اس کی کیا وجہ ہے) کیا کسی شر کا ارادہ کیا جا رہا ہے زمین کے مکینوں کے بارے میں یا ان کے رب نے ان کو ہدایت دینے کا ارادہ فرمالیا ہے"۔

جب جنات نے قرآن پاک سنا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ اس کتاب محترم کی وجہ سے ہی انہیں آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا تھا تا کہ آسمانی وحی کسی اور خبر کے ساتھ ملتبس نہ ہو سکے اور اہل ارض کے لئے آسمانی پیام میں کسی قسم کا شبہ یا شک کی گنجائش نہ رہے اور وہ اس پر ایمان لے

اَوَلَمۡ يَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (اعراف: ۱۸۵)

"کیا انہوں نے غور سے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت میں۔"

انہوں نے فرمایا اگر ہم اس شہاب کی طرف نہ دیکھیں تو پھر ہمیں اس کے متعلق علم کیسے ہو۔

وہ جنات جن کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے:۔ حدیث شریف میں ہے کہ وَلَّوۡا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ...... میں نَصِیۡبِیۡن کے جنات کا تذکرہ ہے۔ تفسیر میں ہے کہ یہ جنات پہلے یہودی تھے اسی لئے انہوں نے مِنۡ بَعۡدِ مُوۡسٰی کہا اور مِنۡ بَعۡدِ عِیۡسٰی نہ کہا۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ وَعَلَیۡهِمَا وَسَلَّمَهُمۡ۔

یہ جنات تعداد میں سات تھے۔ تفاسیر اور مسندات میں ان کے اسماء مذکور ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں: 1۔ شاصر، 2۔ ماصر، 3۔ منشی، 4۔ ولاشی، 5۔ الاحقاب۔ ان پانچ کا تذکرہ ابن درید نے کیا ہے مجھے ابوبکر بن طاہر الاشبیلی القیسی نے ابو علی الغسانی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک چٹیل میدان میں عازم سفر تھے کہ اچانک انہوں نے ایک مردہ سانپ دیکھا۔ انہوں نے اپنی مبارک چادر میں اس کو کفن دیا اور اس کو دفن کر دیا۔ اس وقت انہوں نے کسی کو سنا وہ کہہ رہا ہے "اے سرق! گواہ بن جاؤ میں نے سنا تھا کہ حضور ﷺ تم سے فرما رہے تھے کہ تو عنقریب ایک چٹیل میدان میں مرے گا اور ایک صالح شخص تجھے کفنا کر دفن کرے گا"۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا "میں ان جنات میں سے ایک ہوں جنہوں نے حضور ﷺ سے قرآن مجید سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان جنات میں اور سرق ہی زندہ رہ گئے تھے اور اب سرق بھی اس دارِ فانی کو الوداع کہہ چکا ہے"۔

ابن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے ابو اسحٰق السبیعی کی سند سے اپنے شیوخ سے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک

Marfat.com

آئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ وَ اِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۰﴾ (احقاف)

”تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے انہوں نے (جا کر) کہا اے ہماری قوم! ہم نے (آج) یہ کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی رہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور راہِ راست کی طرف۔“

جماعت میں تھا کہیں جا رہے تھے اچانک راستہ میں ایک بگولہ اٹھا پھر ایک اور بگولہ آیا جو پہلے بگولے سے بڑا تھا پھر یہ بگولے جدا ہو گئے۔ جب گرد و غبار بیٹھ گیا تو ہم نے وہاں ایک مردہ سانپ دیکھا۔ ہم میں سے ایک شخص نے اپنی چادر لی اس کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ سے سانپ کو کفن دیا اور قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ جب رات آئی تو دو عورتیں آئیں وہ ہم سے پوچھنے لگیں ”تم میں سے عمرو بن جابر کو کس نے دفن کیا ہے؟“ ہم نے کہا ”ہم عمرو بن جابر کو نہیں جانتے“۔ ان عورتوں نے کہا ”فاسق جنات نے مومن جنات کے ساتھ جنگ کی جس میں عمرو بن جابر شہید ہو گئے۔ وہ سانپ جو تم نے دیکھا تھا وہ عمرو ہی تھے۔ وہ ان خوش بخت افراد میں سے تھے جنہوں نے حضور ﷺ سے قرآن پاک سنا تھا پھر وہ اپنی قوم کو ڈرانے کے لئے وہاں سے رخصت ہو گئے“۔

ابن علاط اور جن:۔ جنات کی پناہ حاصل کرنے کے متعلق حجاج بن علاط کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے یہ نصر بن حجاج کا والد تھا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ ایک قافلہ کے ہمراہ مکہ معظمہ آیا راستہ میں ایک خوفناک اور دہشت ناک وادی میں رات آ گئی۔ اہل قافلہ نے اس سے کہا ”اٹھ اور اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے امان طلب کر“۔ ابن علاط اٹھا اور اپنے قافلہ کے ارد گرد گھوم کر یہ اشعار گنگنانے لگا:

أُعِيذُ لِنَفْسِي وَأُعِيذُ صَحْبِي مِنْ كُلِّ جِنِّيٍ بِهَذَا لنقْبِ حَتَّى اَءُ وْبَ سَالِمًا وَرَكْبِي۔

”میں اپنے آپ کے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے اس وادی کے تمام جنات سے پناہ طلب کرتا ہوں حتیٰ کہ میں اور میرا قافلہ صحیح و سالم واپس لوٹ آئے۔“

اس وقت ابن علاط نے کسی کہنے والے کو سنا کوئی قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہا تھا:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ (الرحمٰن: ۳۳)

”اے گروہ جن و انس اگر تم میں طاقت ہے“۔

جب وہ مکہ معظمہ آیا تو اس نے اس صدا کے متعلق قریش کو بتایا۔ قریش نے کہا اے ابو کلاب! تیری

Marfat.com

جنات کے اس قول اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ...... کی تفصیل یہ ہے کہ قریش مکہ اور دیگر اہل عرب جب عازم سفر ہوتے اور رات کے وقت کسی وادی میں خیمہ زن ہوتے تو وہ کہتے:

اِنِّی اَعُوْذُ بِعَزِیْزِ هٰذَا الْوَادِی مِنَ الْجِنِّ اللَّیْلَةَ مِنْ شَرِّ مَافِیْهِ۔

''میں جنات میں سے اس وادی کے سردار کی پناہ میں ہوں تاکہ میں اس ہر شر سے محفوظ رہ سکوں جو اس وادی میں موجود ہے۔''

بنو ثقیف کا خوف

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے یعقوب عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے بیان کیا ہے جب شہاب باری شروع ہوئی تو سب سے پہلے خوفزدہ ہونے والے قبیلے کا نام ثقیف تھا جب انہوں نے اس شدت سے شہابوں کا برسنا دیکھا تو وہ عمرو بن امیہ کے پاس آئے۔ عمرو ایک عاقل اور دانشمند شخص تھا۔ انہوں نے اس سے کہا ''اے عمرو! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمان پر ستارے کس طرح ٹوٹنے لگے ہیں؟'' اس نے کہا ''ہاں'' میں نے ملاحظہ کیا ہے۔ ذرا غور سے دیکھو اگر وہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں جن سے بر و بحر میں راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ جن سے گرمی و سردی میں اوقات معلوم کیے جاتے ہیں اور جو لوگوں کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اگر یہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں تو قسم بخدا! دنیا کی بربادی کا وقت قریب آ گیا ہے دنیا کی تباہی کا لمحہ آن پہنچا ہے لیکن اگر ٹوٹنے والے ستارے کوئی اور ہیں تو پھر دنیا کو کوئی خطرہ نہیں یہ ستارے اس اہم امر کی وجہ سے ٹوٹ رہے ہیں جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری کے لئے کیا ہے''۔

نبی محترم ﷺ کا انصار سے ایک سوال

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور انصار کی

رائے درست ہے۔ محمد عربی ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ کلام ان پر نازل ہوا ہے۔ ابن علاط نے کہا ''قسم بخدا میں نے یہ کلام سنا ہے اور میرے ساتھ میرے کارواں نے بھی اسے سننے کی سعادت حاصل کی ہے'' یہ سن کر ابن علاط دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ اسلام کو عمدہ کیا، مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی وہاں ایک مسجد تعمیر کی جو بعد میں ان ہی کے نام سے موسوم ہوئی۔

Marfat.com

ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے انصار سے استفسار فرمایا ''اے انصار! جب ستارے ٹوٹتے تھے تو تم کیا کہا کرتے تھے؟'' انہوں نے عرض کی ''اے نبی محترم صلی اللہ علیک وسلم! جب ہم دیکھتے کہ ستارے ٹوٹ کر گر رہے ہوتے تو ہم کہتے تھے کہ یا تو کوئی بادشاہ مرا ہے یا کوئی بادشاہ سلطنت کا والی بنا ہے یا کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا کوئی بچہ عالم فانی سے رخصت ہوا ہے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو اسے حاملین عرش سنتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی کرتے تھے پھر اس کی دلنواز صدا سن کر ان سے نیچے ملائکہ مدح سرائی کرتے پھر ان کا عاشقانہ ترانہ سن کر ان سے نیچے ملائکہ مدح وستائش میں مشغول ہو جاتے پھر یہ مدح اسی طرح نیچے آتی رہتی حتیٰ کہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتی۔ آسمانِ دنیا والے بھی تسبیح وتحمید میں مگن ہو جاتے پھر وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے حتیٰ کہ یہی سوال حاملین عرش سے بھی کیا جاتا ہے وہ جواب دیتے کہ

کہانت کا انقطاع

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مبارک نقل کی ہے کہ جب انصار ستارے ٹوٹتے دیکھتے تو وہ کہتے یا کوئی عظیم انسان پیدا ہوا ہے یا مرا ہے۔ اس قول میں بھی اسی نقطۂ نظر کی دلیل ہے کہ شہاب باری زمانہ قدیم سے جاری ہے لیکن جب دنیا میں مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس میں شدت اور سختی آ گئی۔

حضور ﷺ کا یہ فرمان مبارک کہ آج سے کہانت ختم ہے اس کا وجود نہیں۔ یہ آپ ﷺ کے زمانۂ اقدس کے ساتھ مختص ہے۔ وہ کہانت جو ختم ہوئی ہے اور تا قیامت نہ ہوگی وہ یہ ہے کہ شیطان کسی امر کا اسی طرح ادراک کر لیں جس طرح وہ زمانۂ جاہلیت میں ادراک کر لیا کرتے تھے اور وہ آسمانی خبریں سن لیا کرتے تھے۔ آج کل جو بعض مجانین کی زبانوں پر جنات کا کلام جاری ہے تو یہ وہ خبریں ہیں جو وہ اہل زمین سے ہی حاصل کرتے ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے مثلاً چور کا چوری کرنا یا کسی پوشیدہ جگہ میں کسی شخص کا چھپنا وغیرہ۔ اگر وہ کسی مستقبل کی خبر کے متعلق بتائیں تو وہ صرف ان کا ظن اور گمان ہی ہوگا۔ بعض اوقات ان کی بات درست ہوتی ہے لیکن وہ اکثر غلطی کرتے ہیں وہ جو بات درست کرتے ہیں وہ بھی ان ملائکہ کی گفتگو میں سے ہوتی ہے جو آسمان کی بلندیوں پر محو کلام ہوتے ہیں جب شیاطین ان کی گفتگو سننے جاتے ہیں تو پھر انہیں شہاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر انہیں کسی ایک بات کا علم ہو جاتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ایک سو جھوٹ ملا کر گفتگو کرتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق میں فلاں فلاں فیصلہ فرمایا ہے پھر یہ خبر ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر اترتی چلی جاتی۔ اہل آسمان اس کے متعلق گفتگو کرتے وہاں سے شیاطین بھی گفتگو سن لیتے لیکن انہیں حتمی خبر کی اطلاع نہیں ہو سکتی اور جو وہ سنتے اس میں بھی اختلاف ہوتا پھر شیطان اپنی سنی ہوئی خبر اہل زمین کے کاہنوں تک پہنچا دیتے وہ اس خبر کو لوگوں تک پہنچا دیتے۔ کبھی ان کی بات سچ ہو جاتی اور کبھی وہ خطا کر دیتے پھر اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کے ذریعے ان شیاطین کو روک دیا۔ اس طرح آج سے کہانت ختم ہے۔ آج سے کہانت کا کوئی وجود نہیں"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عمرو بن ابی جعفر نے محمد بن عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ صاف بن صیاد کہانت کیا کرتا تھا پھر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس سے کوئی چیز چھپائی جسے وہ جان گیا کہ وہ دھواں تھا۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی کہانت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔

اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

1۔ علامہ خطابی نے اعلام الحدیث میں لکھا ہے کہ "الدُّخ" وہ بوٹی ہوتی ہے جو کھجور سے اگتی ہے لیکن حضور ﷺ نے اس سے یہ آیت چھپائی تھی۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الدخان)

"پس آپ انتظار کریں اس دن کا جب ظاہر ہوگا آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں"۔

اس طرح ابن صیاد اس چیز تک نہیں پہنچا تھا جو نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے چھپایا تھا۔

2۔ صاف بن صیاد کا شیطان زمین کی پوشیدہ خبریں تو لے آتا تھا لیکن وہ آسمانی خبریں نہیں لا سکتا تھا کیونکہ اسے شہابوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اگر "الدُّخ" سے مراد الدُّخان ہی لیا جائے تو پھر مفہوم یہ ہو گا کہ شیطانوں کے کانوں پر ایسے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں جو ہمارے لئے نہیں ہوتے اسی لئے صاف اس آیت کا صرف ایک لفظ ہی سن سکا۔ ساری آیت کو نہ سن سکا اسی لئے حضور ﷺ نے اس سے فرمایا "تو دھتکارا جائے تجھ میں اتنی استطاعت نہیں کہ تو علم غیب سے کچھ حاصل کر سکے" صاف کو صرف اتنی ہی قدرت تھی کہ وہ یہ لفظ سن سکے۔ اس سے زیادہ استطاعت نہ تھی۔

Marfat.com

غیطلہ اور اس کا جن

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ بنوسہم میں ایک غیطلہ نامی عورت تھی وہ جاہلیت میں کہانت کیا کرتی تھی۔ ایک شب اس کا جن اس کے پاس آیا۔ وہ کہنے لگا:

اُدْرِ مَا اُدْرِ یَوْمَ عَقْرٍ وَنَحْرٍ۔

''میں جانتا ہوں میں ذبح کرنے اور ہلاک کرنے والے دن کو میں جانتا ہوں''۔

جب قریش تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اس کا مفہوم دریافت کیا۔ دوسری رات وہی جن آیا اور غیطلہ کے قدموں میں بیٹھ کر کہنے لگا:

شُعُوبٌ مَا شُعُوبٌ تُصْرَعُ فِیْهِ کَعْبٌ لِجُنُوْب۔

''وہ درے، کیسے درے جن سے کعب پچھاڑے جائیں گے''۔

غیطلہ کی کہانت

غیطلہ کا تعلق بنومرہ بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا۔ یہی ام الغیاطل کے نام سے مشہور تھی۔ اسی کا ذکر حضرت ابوطالب نے اپنے شعر میں کیا ہے عنقریب اس شعر کی تفصیل میں ہم غیطلہ کا معنی بیان کریں گے۔ شیخ ابو بحر نے غیطلہ کا نسب اس طرح لکھا ہے غیطلہ بنت مالک بن حارث بن عمرو بن الصعق بن شنوق بن مرۃ۔ شنوق مدلج کا بھائی تھا۔ زبیر نے یہی نسب بیان کیا ہے۔

شُعُوبٌ وَمَا شُعُوبٌ تُصْرَعُ فِیْهِ کَعْبٌ لِجُنُوْب

کَعب سے مراد کعب بن لوئی ہیں۔ وہ لوگ جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے روز شکست خوردہ ہوئے وہ قریش کے بڑے بڑے سردار اور بنوکعب کے بڑے بڑے سورما تھے۔ شُعوبٌ۔ شین کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ ممکن ہے کہ یہ شعب کی جمع ہو۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول اسی کی تائید کرتا ہے۔

اُدْرِ مَا اُدْرِ

ابوعلی نے اس کو وَمَا بَدْر پڑھا ہے۔ یہ قول واضح تر ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فاطمۃ بنت نعمان النجاریہ کے تابع بھی ایک جن تھا۔ وہ جب اس کے گھر آتا تو اس کے ساتھ بدکاری کرتا۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ جن آیا اور اس عورت کے گھر کی دیوار پر بیٹھ گیا گھر میں داخل نہ ہوا۔ اس عورت نے کہا ''گھر میں داخل کیوں نہیں ہوتا؟'' اس جن نے کہا ''نبی

Marfat.com

جب قریش تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا غیطلہ کے جن کی اس سے کیا مراد تھی؟ یہ امر عنقریب رونما ہونے والا ہے۔ دیکھئے اس سے اس جن کی مراد کیا تھی؟ جب غزوۂ بدر اور غزوۂ احد رونما ہوا اور ان کے بڑے بڑے سورما تہہ تیغ ہوئے تو انہیں معلوم ہو گیا کہ غیطلہ کا جن ہمیں انہی واقعات کی پیش گوئی کرتا تھا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غیطلہ کا تعلق بنو مرۃ بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا یہی ام الغیاطیل ہے جس کا تذکرہ حضرت ابو طالب نے اپنے اس شعر میں کیا ہے:

لَقَدْ سَفُهَتْ اَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوْا بَنِی خَلَفٍ قَیْضًا بِنَا وَالْغَیَاطِلِ

''ان لوگوں کی عقل و دانش کا خاتمہ ہو گیا جنہوں نے ہم کو اور بنو غیطلہ کو چھوڑ کر بنو خلف کو اختیار کر لیا''۔

غیطلہ کی اولاد کو غیاطیل کہا جاتا تھا اور یہ بنو سہم بن عمرو بن ہصیص تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن نافع الجرشی نے بیان کیا ہے کہ جنب یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا ایک کاہن ہوتا تھا جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ کا مبارک ذکر پورے عرب میں پھیلا تو جنب نے اپنے کاہن سے کہا ''اس شخص کے بارے میں ہمیں بتاؤ''۔ اس مقصد کے لئے وہ اس پہاڑ کے دامن میں جمع ہوئے جہاں وہ رہتا تھا۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو وہ اپنے غار سے باہر آیا اپنی کمان پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا

محترم ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں اور انہوں نے بدکاری کو حرام قرار دے دیا ہے''۔ یہ پہلا جن تھا جس نے سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کا تذکرہ کیا تھا۔

بنو ثقیف اور خطر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنو ثقیف کے خوف اور عمرو بن امیہ کی رائے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی بات تو درست ہے لیکن اس میں ابہام ہے۔ اس ابہام کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح بنو ثقیف شہابوں کے گرنے سے خوف زدہ ہو گئے تھے اسی طرح بنو لہب بھی ستاروں کے ٹوٹنے سے پریشان ہو گئے تھے۔ وہ اپنے کاہن خطر کے پاس گئے۔ اس نے ان کے لئے تمام معاملہ کو عیاں کیا اور حضور ﷺ کی بعثت اور نبوت کو بیان کیا۔

ابو جعفر عقیلی نے اپنی تصنیف ''صحابہ'' میں بنو لہب کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس شخص کا نام لہب یا لہیب تھا۔ حضرت لہیب یا لہب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر

Marfat.com

اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے کافی دیر تک آسمان کی طرف تکتا رہا پھر وہ مچل کر کہنے لگا'' اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو عزت و احترام بخشا ہے اس نے ان کو چن لیا ہے ان کے قلب اطہر اور بطن مبارک کو خوب پاک صاف کیا ہے۔ تمہارے مابین ان کا قیام انتہائی قلیل مدت کے لئے ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے غار میں دوبارہ چلا گیا''۔

ہوا اور کہانت کا ذکر کیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم پہلے لوگ ہیں جنہیں آسمانوں کی حفاظت، شیطان کو زجر و توبیخ اور ستاروں کے ٹوٹنے کے متعلق علم ہوا۔ اس کی حقیقت کے انکشاف کے لئے ہم اپنے کاہن خطر بن مالک کے پاس جمع ہوئے۔ اس وقت وہ بہت عمر رسیدہ تھا اس کی عمر ۲۸۰ سال تھی، وہ تمام کاہنوں سے زیادہ عالم تھا۔

ہم نے اس سے کہا'' اے خطر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ ستارے کیوں ٹوٹتے ہیں۔ ہم تو ان کی وجہ سے مضطرب ہیں اور ہمیں اپنے انجام کا خطرہ ہے''۔ خطر نے کہا۔

اِئْتُونِی بِسَحَرٍ۔ وقت سحر میرے پاس آنا۔

اُخْبِرُكُمُ الْخَبَرَ۔ میں تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا۔

اَبِخَيْرٍ اَمْ ضَرَرٍ۔ کہ کیا اس سے بھلائی مقصود ہے یا نقصان۔

اَوْلِاَمْنٍ اَوْ حَذَرٍ۔ یا اس سے امن مقصود ہے یا تباہی۔

اس دن ہم اس کو وہیں چھوڑ کر چلے آئے۔ دوسرے دن وقت سحر اس کے پاس آئے ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑا تھا۔ آسمانوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا ہم نے اس کو آواز دی'' اے خطر۔ اے خطر! اس نے ہمیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اسی اثناء میں آسمان سے ایک بہت بڑا ستارہ ٹوٹا کاہن بلند آواز سے چلایا۔

اَصَابَهُ اِصَابَهٗ خَامِرَهٗ عِقَابُهٗ۔ عَاجَلَهٗ عَذَابُهٗ اَحْرَقَهٗ شِهَابُهٗ۔ زَايَلَهٗ جَوَابُهٗ يَا وَيْلَه مَا حَالَهٗ۔ بَلْبَلَهٗ بَلْبَالُهٗ عَاوَدَهٗ خَبَالُه۔ تَقَطَّعَتْ حِبَالُهٗ وَ غُيِّرَتْ اَحْوَالُهٗ۔

اسے ملنے والی سزا مل چکی ہے۔ اس سزا نے اس کا احاطہ کر لیا ہے۔ اس کا عذاب اسے جلد پہنچ چکا ہے۔ شہاب نے اس کو جلا دیا ہے۔ اس کے جواب نے اس کو مضطرب کر دیا ہے۔ ہائے ہلاکت اس کی کیا حالت ہوگئی ہے اندوہ وغم نے اس کو نڈھال کر دیا ہے۔ اس کی تباہی لوٹ آئی ہے۔ اس کا رشتہ منقطع ہو چکا ہے اور اس کی کیفیت بدل چکی ہے۔

پھر اس نے کہا۔

Marfat.com

يَا مَعْشَرَ بَنِي قَحْطَانِ أُخْبِرُكُمْ بِالْحَقِّ وَالبِيَانِ

اے بنو قحطان! میں تمہیں سچی اور مبنی برصداقت بات بتاتا ہوں۔

أَقْسَمْتُ بِالْكَعْبَةِ وَالْأَرْكَانِ وَالْبَلَدِ الْمُؤْتَمِنِ السُّدَّانِ

میں خانہ کعبہ، اس کے ارکان اور اس مقدس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں جو اپنے مقیموں کو امن دینے والا ہے۔

لَقَدْ مُنِعَ السَّمْعَ عُتَاةُ الْجَانِّ بِثَاقِبٍ بِكَفِّ ذِي سُلْطَانِ

سرکش جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے۔ ایک طاقتور ہاتھ کے ذریعے ان پر شہاب مارے جاتے ہیں۔

مِنْ أَجْلِ مَبْعُوثٍ عَظِيمِ الشَّانِ يُبْعَثُ بِالتَّنْزِيلِ وَالْقُرْآنِ

یہ تمام حفاظت ایک عظیم الشان رسول مکرم ﷺ کے لئے ہوئی ہے۔ وہ نبی محترم تنزیل اور قرآن کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔

وَ بِالْهُدٰى وَ فَاصِلِ الْقُرْآنِ تَبْطُلُ بِهٖ عِبَادَةُ الْأَوْثَانِ

وہ ہدایت اور فیصلہ کرنے والی کتاب قرآن کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ ان کی تشریف آوری سے بتوں کی عبادت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

حضرت لہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر ہم نے خطر سے کہا اے خطر تمہارے لئے ہلاکت ہو تو ایک امر عظیم کا ذکر کر رہا ہے اس کے متعلق تو اپنی قوم کو کیا مشورہ دیتا ہے اس نے کہا۔

أَرٰى لِقَوْمِي مَا أَرٰى لِنَفْسِي أَنْ يَتْبَعُوا خَيْرَ نَبِيِّ الْإِنْسِ

میں اپنی قوم کو بھی وہی مشورہ دیتا ہوں جو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہوں وہ یہ کہ وہ اس نبی محترم ﷺ کی اتباع کریں جو تمام نوعِ انسانی سے بہترین ہیں۔

بُرْهَانُهٗ مِثْلُ شُعَاعِ الشَّمْسِ يُبْعَثُ فِي مَكَّةَ دَارِ الْحُمْسِ

ان کی دلیل سورج کی شعاع کی مانند درخشاں ہوگی۔ وہ مکہ دار حمس میں مبعوث ہوں گے۔

بِمُحْكَمِ التَّنْزِيلِ غَيْرِ اللَّبْسِ

وہ ایسی محکم کتاب کے ساتھ مبعوث ہوں گے جس میں التباس کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔

ہم نے اس سے کہا "اے خطر! اس مکرم نبی ﷺ کا تعلق کس قبیلے سے ہوگا؟" اس نے کہا

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس پر میں کسی قسم کی تہمت نہیں لگا سکتا۔ اس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عبداللہ بن کعب سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اسی اثناء میں ایک عربی شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی جانب دیکھا تو فرمایا یہ شخص شاید ابھی تک شرک میں ہی مبتلا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں تو یہ کاہن تھا۔ اتنی دیر میں وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کیا تو

''زندگی اور حیات کی قسم! وہ قبیلہ قریش میں سے ہوں گے۔ ان کی بردباری میں غصہ نہ ہوگا۔ ان کی تخلیق میں کوئی عیب نہیں ہوگا، وہ ایک لشکر میں تشریف فرما ہوں گے، وہ لشکر آل قحطان اور آل ایش پر مشتمل ہوگا''۔ میں نے خطر سے کہا ''قریش میں سے کس خاندان کے ساتھ ان کا تعلق ہوگا؟'' اس نے کہا ''ارکان والے گھر کی قسم! حجر اسود اور آب زم زم کی قسم وہ ہاشم کے معزز خاندان میں سے ہوں گے۔ وہ غزوات کے ساتھ مبعوث ہوں گے وہ ہر ظالم کو تہہ تیغ کر دیں گے''۔ پھر اس نے کہا ''یہ وہ گفتگو ہے جو مجھے جنات کے سردار نے بتائی تھی، پھر اس نے کہا ''اللہ اکبر حق آیا اور غالب ہو گیا۔ جنات ہر قسم کی خبر حاصل کرنے سے روک دیئے گئے'' پھر وہ پرسکون ہو گیا اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ تین روز بعد اس کو افاقہ ہوا۔ اس نے کہا لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ۔ حضور ﷺ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا۔ ''اس نے نبوت کی مانند گفتگو کی ہے، وہ قیامت کے دن تنہا ایک امت کی مانند اٹھے گا۔

بعض مشکل مقامات کی وضاحت

آل قحطان وآل ایش

آل قحطان سے مراد انصار ہیں کیونکہ وہ قحطان کی اولاد ہیں۔ آل ایش سے مراد ممکن ہے مؤمن جنات کا کوئی قبیلہ ہو جو ایش کی طرف منسوب ہو۔ اگر یہ قبیلے کا نام نہ ہو تو پھر اس کا معنی اَیُّ شَئٍی ہے اور اس سے مراد بھی انصار ہی ہیں کیونکہ کہا جاتا ہے زَیْدٌ مَا زَیْدٌ وَ اَیُّ شَئٍی زَیْدٌ۔

لیکن میرے خیال کے مطابق آل ایش سے مراد بنو اقیش ہیں، یہ وہ جنات تھے جو انصار کے حلیف تھے لیکن اس اسم میں سے ''ق'' کو حذف کر دیا گیا ہے۔ بنو اقیش کا تذکرہ سیرت کی کتب میں بھی ملتا ہے۔

Marfat.com

دامن اسلام سے وابستہ ہوگیا ہے۔ اس نے کہا ''ہاں اے امیر المومنین''۔ انہوں نے فرمایا ''کیا تو زمانہ جاہلیت میں کاہن تھا؟'' یہ سن کر اس شخص نے کہا ''سبحان اللہ اے امیر المومنین! آپ نے مجھے برا خیال کیا ہے جب سے آپ مسند خلافت پر تشریف فرما ہوئے ہیں کسی شخص نے بھی

رکن اور احائم

احائم کو احاوم بھی کہا جاتا ہے یہ احوام کی جمع ہے اور احوام حوم کی جمع ہے کنویں میں موجود پانی کو حوم کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد آبِ زم زم ہے۔ وہ کثیر اونٹ جو پانی پینے کے لئے آتے ہیں ان کو بھی حوم کہا جاتا ہے یہاں پر اس سے مراد آبِ زم زم پینے والے نیک بخت انسان ہوں گے۔ ممکن ہے کہ احائم سے مراد مکہ معظّمہ کے پرندے اور کبوتر ہوں۔ وہ ہمہ وقت پانی پر منڈلاتے رہتے ہیں۔ احائم، حوائم کے معنی میں ہو۔

جنب

یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ لوگ اپنے کاہن کے پاس جمع ہوئے اور اس سے حضور ﷺ کے متعلق سوال کیا۔ جنب بنو مذحج سے تھے، وہ عیذ اللہ، انس اللہ، زید اللہ، اوس اللہ، جعفی، حکم، جروہ اور بنو سعد العشیرہ بن مذحج تھے۔ مذحج سے مراد مالک بن ادد تھا، ان کو جنب اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اپنے چچا زاد بھائیوں صداء اور یزید اکے پہلو میں تھے۔ (دار قطنی)

ذریح یا جلیح

وہ آواز جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بچھڑے کے پیٹ سے سنی تھی وہ یا جلیح کی آواز تھی۔ ہمارے بعض اساتذہ فرماتے تھے کہ جلیح شیطان کا نام ہے، روئی وغیرہ کے اڑنے والے ریشوں کو جلیح کہا جاتا ہے اس کا واحد جلیحہ ہے۔ سیرت کی کتب میں یہ ذریح بھی منقول ہے۔ گویا کہ یہ ذبح کئے ہوئے بچھڑے کو ندا تھی یہ اہل عرب کے قول اَحْمَرُ ذَرِیْحِیٌ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی شدید سرخی ہے کیونکہ خون کی وجہ سے بچھڑا بھی سرخ ہوگیا تھا اس لئے اس کو ذبح کہا گیا جبکہ جلیح کا معنی منکشف ہو جاتا ہے کیونکہ بچھڑے کی جلد بھی اتاری جا چکی تھی۔

وہ شخص جس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا، ابن الکلبی کے قول کے مطابق وہ حضرت سواد بن قارب تھے لیکن ایک اور سیرت نگار کہتے ہیں کہ وہ سدوسی تھے۔ ایک شخص ان ہی کے متعلق کہتا ہے۔

Marfat.com

اس طرح میرا استقبال نہیں کیا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اللہ معاف فرمائے۔ زمانہ جاہلیت میں ہم اس سے بھی زیادہ برے تھے۔ ہم بت پرستی کرتے تھے ہم نے بتوں کو سختی سے پکڑ رکھا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول مکرم ﷺ اور اسلام کے ساتھ اعزاز بخشا''۔ اس شخص

اَلَا لِلّٰهِ عِلْمٌ لَا يُجَارٰى اِلَى الْغَايَاتِ فِيْ جَنْبَى سَوَادٍ

اَتَيْنَاهُ نُسَائِلُهُ اِمْتِحَانًا فَلَمْ يَبْعَلْ وَ اَخْبَرَ بِالسَّدَادِ

ارے سنو! اللہ کی قسم! سواد کے دو پہلوؤں میں اتنا علم ہے جس کی حدود کو چھونا ناممکن ہے۔ ہم اس کے پاس آئے اور اس کو آزمانے کے لئے سوال کئے وہ بالکل متحیر نہ ہوا اور درست درست جواب دیئے۔

حضرت سواد اور ان کی کہانت

حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اور طرز سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ سے از روئے مذاق کہا'' اے سواد تیری کہانت کا کیا بنا؟'' یہ سن کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ غصے ہو گئے۔ انہوں نے کہا'' اے امیر المومنین! آپ اور ہم ایک ہی برائی پر تھے۔ ہم بت پرست تھے مردار کھاتے تھے۔ کیا آپ مجھے اس کام کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں جس سے میں توبہ کر چکا ہوں''۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی'' خدایا معاف فرما''۔

ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مورخین نے اس واقعہ کو زیادہ تفصیل سے اور احسن انداز سے لکھا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت سواد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بتایا کہ ان کا جن لگا تار تین راتیں ان کے پاس آتا رہا وہ اس وقت نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھے۔ جن نے مجھ سے کہا'' اے سواد اٹھو اور میری بات غور سے سنو، اگر صاحب دانش ہو تو اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ حضور ﷺ قبیلہ لوئی بن غالب سے مبعوث ہو چکے ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ تینوں راتوں میں وہ ایسے اشعار پڑھتا رہا جن کا مفہوم تو ایک ہی تھا لیکن ان کے قافیے مختلف تھے''۔

پہلی رات اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَطْلَابِهَا وَ شَدِّهَا الْعِيسَ بِاَقْتَابِهَا

تَهْوِىْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِى الْهُدٰى مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكَذَّابِهَا

فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَامَاهَا كَاَذْنَابِهَا

میں نے جنات اور ان کی جستجو پر تعجب کیا۔ میں نے ان کے اونٹوں کو کجاوے کے ساتھ کسنے پر تعجب

Marfat.com

نے کہا اے امیر المومنین! ہاں زمانہ جاہلیت میں میں کاہن تھا"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے وہ خبر بتاؤ جو تمہارا جن تمہارے پاس لے کر آیا تھا"۔ اس شخص نے کہا ظہورِ اسلام سے تقریباً ایک ماہ قبل وہ جن میرے پاس آیا اس نے کہا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْجِنِّ وَاِبْلَاسِهَا وَ اِیَاسِهَا مِنْ دِیْنِهَا وَ لُحُوْقِهَا بِالْقِلَاصِ وَ اَحْلَاسِهَا۔

کیا تو نے جنات اور ان کے غم کو نہیں دیکھا کیا تو نے دین سے ان کی مایوسی کا مشاہدہ نہیں کیا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ کنوؤں اور جنگلات میں کس طرح مقیم ہو گئے ہیں۔

کیا۔ وہ ہدایت کی جستجو میں مکہ معظمہ کی طرف رواں دواں تھے۔ سچے جن جھوٹوں کی طرح نہیں ہیں تو بھی بنو ہاشم کے برگزیدہ شخص کی طرف عازمِ سفر ہو جن کا مستقبل ان کے ماضی سے کہیں درخشاں ہیں۔

دوسری رات وہی جن میرے پاس آیا اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ اِبْلَاسِهَا وَ شَدِّهَا الْعِیْسَ بِاَحْلَاسِهَا
تَهْوِیْ اِلٰی مَکَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا طَاهِرُ الْجِنِّ کَاَنْجَاسِهَا
فَارْحَلْ اِلَی الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَیْسَ ذُنَابَی الطَّیْرِ مِنْ رَاسِهَا

مجھے جنات اور ان کے غم و اندوہ پر حیرانگی ہوئی۔ مجھے ان کی اونٹنیوں کو کجاووں کے ساتھ بندھا دیکھ کر تعجب ہوا، وہ مکہ معظمہ کی طرف ہدایت کی جستجو میں رواں دواں تھے۔ پاکیزہ جنات ناپاک جنات کی طرح نہیں ہیں۔ تو بھی ہاشم کے ممتاز شخص کی طرف سفر کر۔ پرندے کی دم اس کے سر کی مانند نہیں ہے۔

جب وہ تیسری رات آیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَنْفَارِهَا وَ شَدِّهَا الْعِیْسَ بِاَکْوَارِهَا
تَهْوِیْ اِلٰی مَکَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا مُؤْمِنُ الْجِنِّ کَکُفَّارِهَا
فَارْحَلْ اِلَی الْاَتْقِیْنَ مِنْ هَاشِمٍ لَیْسَ قُدَامَاهَا کَاَدْبَارِهَا

مجھے جنات اور ان کی تگ و دو پر تعجب ہوا ہے۔ مجھے ان کی اونٹنیوں کے پلانوں کے ساتھ باندھنے نے تعجب میں ڈالا، وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ معظمہ کی طرف رواں دواں تھے۔ مومن جنات کافر جنات کی طرح نہیں ہیں تو بھی بنو ہاشم کے سب سے زیادہ تقویٰ شعار شخص کی طرف سفر کر۔ ان کا مستقبل ان کی ماضی کی طرح نہیں ہے۔

Marfat.com

ابن ہشام کہتے ہیں یہ کلام سجع ہے شعر نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن کعب فرماتے ہیں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قسم بخدا! زمانہ جاہلیت میں میں اپنے ایک بت کے پاس قریش کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عربی نے اس بت کے لئے بچھڑا ذبح کیا۔ ہم اسی انتظار میں تھے کہ وہ ہمارے مابین گوشت تقسیم کرے۔ اچانک میں نے اس بچھڑے کے پیٹ سے ایسی ہولناک آواز سنی کہ اس سے پہلے میں نے اتنی خوفناک آواز نہ سنی تھی۔ یہ اسلام کے ظہور سے تقریباً ایک ماہ پہلے کا واقعہ ہے۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ یَا ذَرِیحْ اَمْرٌ نَجِیحْ رَجُلٌ یَصِیحْ یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ان سیرت نگاروں نے تمام واقعہ رقم کرنے کے بعد آخر میں حضرت سواد رضی اللہ عنہ کی وہ نعت بھی لکھی ہے جو انہوں نے بارگاہ رسالت میں پیش کی تھی۔ وہ عظیم الشان اور روح پرور نعت یہ ہے۔

اَتَانِیْ نَجِیِّیْ بَعْدَ هَدْءٍ وَرَقْدَةٍ وَ لَمْ یَكُ فِیْمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبٖ

سکون اور نیند کے بعد میرے پاس میرا جن آیا، میں جو کچھ بیان کرنے لگا ہوں اس میں میں ذرہ بھر بھی جھوٹا نہیں ہوں۔

ثَلَاثَ لِیَالٍ قَوْلُهٗ كُلَّ لَیْلَةٍ اَتَاكَ نَبِیٌّ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٖ

وہ جن برابر تین راتیں میرے پاس آتا رہا ہر رات وہ یہی کہتا کہ لوئی بن غالب میں سے ایک عظیم الشان رسول ﷺ تیرے پاس تشریف لا چکے ہیں۔

فَرَفَعْتُ اَذْیَالَ الْاِذَارِ وَ شَمَّرَتْ بِیَ الْعِرْمِسُ الْوَجْنَا هُجُوْلَ السَّبَاسِبٖ

میں نے اپنے تہبند کے دامن کو اٹھالیا اور مجھے میری سریع رفتار موٹے رخساروں والی اونٹنی ٹیلوں کے درمیان گرد وغبار میں سے ہی لے اڑی۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا شَیْئَ غَیْرُهٗ وَ اَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰی كُلِّ غَائِبٖ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شئی نہیں اور آپ ﷺ ہر غیب پر امین ہیں۔

وَاَنَّكَ اَدْنَی الْمُرْسَلِیْنَ وَسِیْلَةً اِلَی اللّٰهِ یَابْنَ الْاَكْرَمِیْنَ الْاَطَایِبٖ

بلاشبہ آپ ﷺ تمام مرسلین سے بارگاہِ ربوبیت میں پہنچنے کے لئے قریب ترین وسیلہ ہیں۔ اے معزز اور بہترین آباء واجداد کے لخت جگر۔

فَمُرْنَا بِمَا یَاْتِیْكَ مِنْ وَحْیِ رَبِّنَا وَ اِنْ كَانَ فِیْمَا جِئْتَ شَیْبُ الذَّوَائِبٖ

اے رسول محترم ﷺ! آپ ﷺ کے پاس ہمارے رب کی طرف سے جو وحی آتی ہے ہمیں

Marfat.com

اے ذریح! ایک کامرانی بخشنے والا معاملہ ہے، ایک شخص پکارتا ہے وہ کہتا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ وہاں سے یہ صدا آئی تھی رَجلٌ یَصِیْحُ بِلِسَانٍ فَصِیْحٍ یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس کے بعد بعض اہل علم نے یہ شعر بھی سنائے ہیں۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ اِبْلَاسِهَا وَ شَدِّهَا الْعِیْسَ بِاَحْلَاسِهَا
تَهْوِیْ اِلٰی مَکَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا مُؤْمِنُوْا الْجِنِّ کَاَنْجَاسِهَا

مجھے جنات اور ان کے اضطراب پر اور ان کے اونٹوں کو کجاووں کے ساتھ کسنے پر تعجب ہوا، وہ ہدایت کی جستجو میں مکہ معظمہ کی جانب عازمِ سفر تھے۔ مومن جنات ناپاک (کافر) جنات کی طرح نہیں ہیں۔

اس کا حکم فرمائیں اگرچہ وہ حکم ایسا ہو جس میں بال سفید ہو جائیں ہم عمل پیرا ہوں گے۔

وَ کُنْ لِیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَاذُوْ شَفَاعَةٍ بِمُغْنٍ فَتِیْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

اس دن آپ ﷺ میرے شفیع بن جائیں جس دن اور کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہو۔ ایسی شفاعت فرمائیں جو سواد بن قارب کو ہر لحاظ سے مستغنی کر دے۔

حضور ﷺ کے وصال کے وقت حضرت سواد رضی اللہ عنہ اور دوس کی کیفیت

حضرت سواد رضی اللہ عنہ قبیلہ دوس میں عمدہ اہمیت کے حامل تھے۔ جب حضور ﷺ کے وصال مبارک کی خبر وہاں پہنچی اس وقت حضرت سواد کھڑے ہو گئے اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"اے قبیلہ ازد! کسی قوم کی سعادت مندی یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسری قوم سے عبرت حاصل کرے اور اس کی بدبختی یہ ہوتی ہے وہ صرف اپنے آپ سے ہی عبرت پکڑے، جس شخص کو تجربات نفع نہیں دیتے وہ نقصان میں ہوتا ہے۔ جس بدبخت کو حق فائدہ نہ دے اس کو باطل کب فائدہ دے سکتا ہے۔ آج بھی تم اسی دین کے سامنے سرِ تسلیم خم ہو جس پر پہلے ایمان لا چکے ہو۔ تم اچھی طرح آشنا ہو کہ نبی محترم ﷺ نے اس قوم کو حاصل کیا جو تم سے بعید تھی۔ اسی قوم کے ساتھ آپ ﷺ کامران ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس قوم کو ڈرایا اور خوفزدہ کیا جو تعداد میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ نہ تو تمہاری تیاری انہیں روک سکتی ہے اور نہ ہی تمہاری تعداد، یہ مصیبت بھول جاتی ہے مگر وہ برقرار رہتی ہے جس کا اثر لوگوں میں باقی ہو۔ اہل بلاء کے لئے سب سے زیادہ مناسب یہی ہے کہ وہ اہل عافیت کو عافیت کے بارے میں سب سے زیادہ یاد کرانے والے ہوں۔ نبی محترم ﷺ کو تم سے اسی ذات نے روکا جس نے تمہیں ان سے دور رکھا۔ تم

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے متعلق یہودیوں کی روایات

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے ایک شخص سے بیان کیا ہے۔ ان کی قوم بیان کرتی تھی اللہ کی رحمت اور ہدایت کے علاوہ جس امر نے ہمیں اسلام کی طرف بلایا وہ وہ خبریں بھی تھیں جو ہم یہودیوں سے سنا کرتے تھے۔ ہم مشرک اور بت پرست تھے جبکہ یہودی اہل کتاب تھے۔ ان کے پاس وہ علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا۔ ہمارے اور ان کے

ان مصائب سے دور رہے جن میں اہل بلاء مبتلا رہے۔ تم ہمیشہ اہل عافیت میں سے رہے۔ حتیٰ کہ تمہارا خطیب اور نقیب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ خطیب نے مشاہدہ کرنے والے اور نقیب نے غائب کی طرف سے بیان کیا، میں نہیں جانتا کہ لوگوں پر پھر کوئی مصیبت نازل ہو۔ سلامتی ہی اس مصیبت سے غنیمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کو پسند کرتا ہے تم بھی اسی سے پیار کرو"۔

پوری قوم نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کی بات غور سے سنی اور ان کی صدا پر لبیک کہا۔ اسی کے متعلق حضرت سواد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

جَلَّتْ مُصِيبَتُكَ الْغَدَاةَ سَوَادُ وَ اَرَى الْمُصِيبَةَ بَعْدَهَا تَزْدَادُ

اے سواد! صبح کے وقت تیری مصیبت زیادہ ہوگئی۔ میرا گمان ہے کہ اس کے بعد یہ مصیبت زیادہ ہی ہوتی رہے گی۔

اَبْقَى لَنَا فَقْدُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى الْإِلٰهُ عَلَيْهِ مَا يَعْتَادُ

حضور علیہ السلام کے وصال کا دکھ ہمیں ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام پر تا ابد صلوۃ وسلام بھیجتا رہے۔

حُزْنًا لَعَمْرُكَ فِي الْفُؤَادِ مُخَامِرًا اَوْ هَلْ لِمَنْ فَقَدَ النَّبِيَّ فُؤَادُ؟

تیری زندگی کی قسم! میرا دل غم واندوہ سے لبریز ہے کیا جسے نبی اکرم علیہ السلام کے وصال جیسے عظیم صدمے سے دوچار ہونا پڑے اس کا دل باقی رہ سکتا ہے۔

كُنَّا نَحُلُّ بِهِ جَنَابًا مُمْرِعًا جَفَّ الْجَنَابُ فَاَجْدَبَ الرُّوَّادُ

جب ہم آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو ہم سبز وشاداب اور تروتازہ ہوتے تھے لیکن وصال مصطفویٰ کے بعد تمام شادابی ختم ہوگئی۔ پانی کی جستجو کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

فَبَكَتْ عَلَيْهِ اَرْضُنَا وَ سَمَاؤُنَا وَ تَصَدَّعَتْ وَجْدًا بِهِ الْاَكْبَادُ

آپ علیہ السلام پر ہمارے زمین آسمان گریہ بار ہوئے اور آپ علیہ السلام کے غم میں جگر پھٹ گئے۔

Marfat.com

مابین ہمیشہ معرکہ آزمائی رہتی تھی۔ جب ہم ان پر فتح یاب ہوتے تو وہ ہم سے کہتے۔ ''ایک محترم نبی ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے، ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں اس طرح قتل کریں گے جس طرح عاد اور ارم قتل ہوئے تھے''۔ ہم بہت سی ایسی باتیں ان سے سنا کرتے تھے۔ جب تاجدارِ عرب و عجم ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو ہم نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا، ہم نے اس ذات کو سمجھ لیا جس کے لئے یہودی ہمیں دھمکیاں دیا کرتے تھے، ہم نے ان کی طرف جلدی کی اور دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے لیکن یہود نے ان کا انکار کر دیا۔ سورۃ البقرہ کی یہ آیات اسی تناظر میں نازل ہوئی ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ .... فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ (بقرہ)

''اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) جب تشریف فرما ہوئے ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا، ان کے ماننے

قَلَّ الْمَتَاعُ بِهٖ وَ كَانَ عِيَانُهٗ حُلْمًا تَضَمَّنَ سَكْرَتَيْهِ رُقَادُ

آپ کی وجہ سے ساز و سامان میں برکت ہوئی آپ کا وجود ایک ایسا خواب تھا جس کے دونوں طرف نیند متضمن تھی۔

كَانَ الْعِيَانُ هُوَ الطَّرِيْفَ وَ حُزْنُهٗ بَاقٍ لَعَمْرُكَ فِي النُّفُوْسِ تِلَادُ

آپ ﷺ کا وجود مسعود تو نئے مال کی مانند تھا (یعنی کم مدت ہی ہم میں تشریف فرما رہے) لیکن تیری زندگی کی قسم! آپ ﷺ کا غم جانوں میں ہمیشہ برقرار رہے گا۔

اِنَّ النَّبِيَّ وَفَاتُهٗ كَحَيَاتِهٖ اَلْحَقُّ حَقٌّ وَالْجِهَادُ جِهَادُ

حضور ﷺ کا وصال آپ ﷺ کی زندگی کی مانند ہے۔ حق، حق ہے اور جہاد جہاد ہے۔

لَوْ قِيْلَ تَفْدُوْنَ النَّبِيَّ مُحَمَّدًا بُذِلَتْ لَهُ الْاَمْوَالُ وَالْاَوْلَادُ

اگر کہا جائے کیا تم محمد عربی ﷺ کا فدیہ ادا کرو گے تو پھر آپ ﷺ پر تمام اموال اور اولاد کو فدا کر دیا جائے۔

وَ تَسَارَعَتْ فِيْهِ النُّفُوْسُ بِبَذْلِهَا هٰذَا لَهُ الْاَغْيَابُ وَالْاَشْهَادُ

آپ ﷺ پر فدا ہونے کے لئے جانیں جلدی کریں کیونکہ تمام پوشیدہ اور ظاہر اشیاء آپ ﷺ ہی کے لئے ہیں۔

Marfat.com

سے، سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے محمود بن لبید (بنو عبدالاشہل کے بھائی) سے اور انہوں نے سلمہ بن سلامۃ بن وقش (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بنو عبدالاشہل میں ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا۔ ایک دن وہ اپنے گھر سے نکل کر ہمارے پاس آیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت میں بنو اشہل میں سے سب سے کم عمر تھا۔ میں ایک چادر اوڑھے اپنے گھر کے صحن میں لیٹا ہوا تھا۔ اس یہودی نے قیامت، بعث، حساب، میزان، جنت اور آگ کا ذکر کیا۔ اس نے یہ گفتگو اس قوم کے سامنے کی جو مشرک اور بت پرست تھی۔ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے۔ بنو اشہل نے اس یہودی سے کہا "اے فلاں! تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا یہ تمام امور رونما ہوں گے۔ کیا مرنے

هٰذَا وَ هٰذَا لَا يَرُدُّ نَبِيَّنَا لَوْ كَانَ يُفْدِيهِ فَدَاهُ سَوَادُ

لیکن یہ تمام اشیاء نبی محترم ﷺ کو واپس نہیں لا سکتیں اگر سواد اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دے پھر بھی نبی اکرم ﷺ کو واپس نہیں لا سکتا۔

اَنِّي اُحَاذِرُ وَالْحَوَادِثُ جَمَّةٌ اَمْرًا لِعَاصِفِ رِيحِهٖ اِرْعَادُ

حوادثات تو کثیر ہیں لیکن میں اس حادثہ سے ڈرتا ہوں جس کی ہوا کے چلنے سے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

اِنْ حَلَّ مِنْهُ مَا يُخَافُ فَاَنْتُمْ لِلْاَرْضِ اِنْ رَجَفَتْ بِنَا اَوْتَادُ

اگر وہ خوفناک مصیبت آ گئی اور زمین پر ہمارے ساتھ ہی لرزہ طاری ہو گیا تو تم ہی اس کے پہاڑ ہو۔

قریش کی کاہنہ

قریش کی کاہنہ کا نام سوداء بنت زہرۃ بن کلاب تھا، جب اس کی ولادت ہوئی تو اس کے باپ نے دیکھا کہ اس کا جسم نیلا اور اس پر تل ہے۔ اس کے باپ نے اس کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ اس نے اپنی بیٹی کو حجون کی طرف بھیجا تا کہ وہاں اسے دفن کر دیا جائے جب کھودنے والے نے اس کے لئے گڑھا کھودا اور اسے دفن کرنا چاہتا تو اس نے ایک غیبی آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔ "اس بچی کو دفن نہ کرو اس کو جنگل کی طرف چھوڑ دو۔" اس شخص نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اسے کوئی نظر نہ آیا۔ اس نے اس کو دوبارہ دفن کرنا چاہا۔ اس نے دوبارہ ہاتف غیبی سنا۔ وہ اس بچی کو اس کے والد کے پاس لے آیا اور اسے اس غیبی صدا کے متعلق بتایا جو اس نے سنی تھی۔ اس باپ نے کہا "اس کو چھوڑ دو، یہ بچی عظیم شان والی ہو گی"۔

Marfat.com

کے بعد لوگ اس عالم میں جائیں گے جہاں جنت اور آگ ہوگی، وہاں انہیں اپنے اعمال کی سزا یا جزاء ملے گی"۔ اس یہودی نے کہا" ہاں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے۔ جو شخص اس آگ میں پھینکا جائے گا وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کے گھر میں آگ کا ایک بڑا تنور ہوتا، لوگ اسے جلا کر اس کو اس میں پھینک دیتے پھر اس تنور کو اوپر سے ڈھانپ دیتے تا کہ وہ جہنم کی آگ سے بچ سکتا"۔ بنو الاشہل نے کہا" اے فلاں! تیرے لئے ہلاکت ہو، اس کی علامت کیا ہے؟" اس نے کہا" ایک محترم و مکرم نبی ﷺ ان شہروں کی جانب سے مبعوث ہوں گے" اس نے اپنے ہاتھ سے مکہ مشرفہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ بنو الاشہل نے کہا" وہ نبی محترم ﷺ کب مبعوث ہوں گے"۔ اس یہودی نے میری طرف دیکھا، میں سب سے کم سن تھا اس نے کہا" اگر اس بچے کی عمر نے وفا کی تو یہ ان کی زیارت سے مشرف ہوگا"۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" قسم بخدا! شب و روز کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا ابھی تک وہ یہودی زندہ تھا۔ ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئے لیکن وہ سرکشی اور عداوت کرتے ہوئے ایمان نہ لایا۔ ہم نے اس سے کہا تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو ہی ہمیں نبی آخر الزمان ﷺ کے متعلق پیش گوئیاں نہیں کرتا تھا۔ وہ کہتا ہاں میں بتایا تو کرتا تھا لیکن یہ وہ نہیں ہیں"۔

بعد میں وہی بچی قریش کی کاہنہ بنی۔ اس نے ایک دن بنو زہرہ سے کہا" تم میں سے یا تو کوئی نذیرہ ہے یا نذیر کو جنم دینے والی ہے، میرے پاس اپنی اپنی بچیاں لے کر آؤ"۔ تمام عورتوں نے اسے اپنی بچیاں دکھائیں، ہر بچی کے متعلق اس نے وہ بات بتائی جو بعد میں اسی طرح رونما ہوئی۔ جب حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئیں تو اس نے کہا" یہی نذیرہ ہے یا نذیر کو جنم دے گی"۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس میں سے تھوڑی سے زبیر نے ذکر کی ہے۔ ابو بکر نقاش نے اس کو طوالت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس میں جہنم کا ذکر ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے پناہ دے) جہنم کا نام ان کے ہاں معروف نہ تھا، لوگوں نے اس سے پوچھا جہنم کیا ہے؟ اس نے کہا" عنقریب نذیر تمہیں اس کے متعلق بتائے گا"۔

سعنہ اور اس کا اسلام

سعنہ بھی یہودی علماء میں سے ایک بہت بڑا عالم تھا۔ یہ حضور ﷺ کو قرض دیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ مقررہ وقت سے پہلے ہی قرض کا تقاضا کرنے آ گیا۔ اس نے کہا" اے محمد (فداہ روحی وابی وامی) کیا تم قرض واپس نہیں کرو گے؟ اے بنو عبد المطلب! تم ہمیشہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرتے ہو۔ میں تمہیں

Marfat.com

ابن ہیبان کی پیشین گوئی

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بنوقریظہ کے ایک بزرگ سے بیان کیا ہے۔ اس نے مجھے کہا" کیا تم جانتے ہو کہ کون سا واقعہ ثعلبہ بن سعیہ، اسید بن سعیہ اور اسد بن عبید کے اسلام لانے کا سبب بنا اور اسی واقعہ کی وجہ سے بنوقریظہ کے بہت سے افراد دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے؟" وہ جاہلیت میں تو ان کے ساتھ تھے لیکن اسلام میں وہ ان کے سردار بن گئے۔ میں نے کہا مجھے تو ایسے کسی واقعہ کی خبر نہیں ہے۔ اس نے کہا" سرزمین شام کا ایک یہودی تھا، اس کا نام ابن الہیبان تھا، وہ ظہورِ اسلام سے دو سال پہلے ہمارے ہاں آیا، اس نے ہمارے درمیان ہی قیام کیا۔ اللہ کی قسم! پانچ وقت نماز ادا کرنے والوں کے علاوہ میں نے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا جو اس سے افضل ہو، وہ ہمارے نزدیک ہی مقیم تھا جب بارانِ رحمت رک جاتی تو ہم اس سے کہتے اے ابن الہیبان! ہمارے لئے بارش کی دعا کرو۔ وہ کہتا اللہ کی قسم میں اس وقت تک بارش کی دعا نہ کروں گا جب تک پہلے تم صدقہ وخیرات نہیں دو گے۔ ہم اس سے پوچھتے ہم کتنا صدقہ دیں؟، وہ کہتا ایک صاع کھجوریں یا دو مد جو۔ ہم صدقہ کرتے پھر وہ ہمارے ہمراہ باہر میدان کی طرف نکل پڑتا۔ اللہ تعالیٰ سے ابر کرم کی دعا مانگتا۔ قسم بخدا! ہم ابھی تک اسی محفل میں ہی ہوتے تھے کہ ہم پر سحاب رحمت چھا جاتا اور کھل کر مینہ برستا۔ ایسے واقعات کئی مرتبہ ظہور پذیر ہوئے پھر اس کی

تمہارے رویہ سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں"۔ سعنہ کا یہ سلوک دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے کانپ اٹھے۔ انہوں نے چکر لگانے شروع کئے، دائیں بائیں دیکھا پھر کہا" اے اللہ کے دشمن! کیا تو رسول اللہ ﷺ کے متعلق اتنی غلیظ زبان استعمال کر رہا ہے؟" حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا" اے عمر! ہم دونوں تم سے کسی اور سلوک کے مستحق ہیں، وہ یہ کہ تم مجھے حسن ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے طریقے سے قرض کا مطالبہ کرنے کے لئے کہتے۔ اٹھو اور میری طرف سے قرض ادا کرو۔ حالانکہ ابھی تک ادائیگی قرض کا وقت نہیں آیا۔ جو تم نے اسے خوفزدہ کیا ہے اس کے عوض بیس صاع کا اضافہ کر دینا"۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا" اے عمر! اسے چھوڑو۔ صاحب حق کو تقاضا کرنے کا اختیار ہے"۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب اس نے حضور ﷺ کے اوصاف اور تورات میں نبی آخر الزمان ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں مطابقت دیکھی تو فوراً اسلام قبول کر لیا۔ تورات میں آپ ﷺ کے حلم اور بردباری کا تذکرہ تھا۔ آپ ﷺ کی بردباری ہی اس کے اسلام لانے کا سبب بنی۔ یہ زید بن سعنہ غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ کی معیت میں غازی کی حیثیت سے انتقال کر گیا۔

Marfat.com

وفات کا وقت قریب آ گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اب اس کا آخری وقت ہے تو اس نے کہا ''اے معشر یہود! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں سرسبز و شاداب اور انگوروں والی زمین سے سفر کر کے اس تنگدستی اور افلاس والی زمین کی طرف کیوں آیا ہوں؟ ہم نے کہا اس مقصد سے صرف تم ہی آگاہ ہو۔ اس نے کہا میں اس شہر کی طرف اس لئے آیا ہوں کیونکہ مجھے ایک نبی کے ظہور کی امید ہے ان کے ظہور کا زمانہ قریب آ چکا ہے اے گروہِ یہود! کوئی قوم ان پر ایمان لانے میں تم سے سبقت نہ لے جائے۔ اس نبی محترم ﷺ کو خونریزی بھی کرنا پڑے گی اور اپنے مخالفین کی عورتوں اور بچوں کو پابند سلاسل بھی کرنا پڑے گا لیکن یہ چیز تمہیں ان پر ایمان لانے سے روک نہ دے''۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ان جوانوں نے کہا ''اے بنو قریظہ! اللہ کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے متعلق ابن الھیبان تم سے عہد لے چکا ہے'' لیکن یہودیوں نے انکار کیا اور کہا یہ وہ نہیں ہیں۔ ان جوانوں نے کہا ''اللہ کی قسم! ان میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں۔ وہ قلعہ سے نیچے اترے اور دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے''۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی داستان

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے بیان کیا ہے وہ محمود بن لبید اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسی نے خود اپنی عشق افروز داستان بیان کی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں۔

''میں اہل فارس میں سے ایک شخص تھا، اصبہان کے قریب ایک جی نامی بستی میں رہتا تھا میرا باپ اپنی بستی کا کسان تھا۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ محبوب تھا۔ اس کی یہ محبت فزوں تر ہوتی رہی حتیٰ کہ اس نے مجھے گھر میں اس طرح مقید کر دیا جس طرح دوشیزاؤں کو مقید کیا جاتا ہے۔ میں نے آتش پرستی میں بہت محنت کی حتیٰ کہ میں اس منصب پر فائز ہو گیا جو آگ کو جلاتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو بجھنے نہیں دیتا۔ میرا والد بہت زیادہ زمین کا مالک تھا، ایک دن وہ اپنی کسی عمارت کی تعمیر میں مصروف تھا اس نے مجھ سے کہا اے میرے نورِ نظر! آج میں اس عمارت کی تعمیر میں مشغول ہوں، تم زمین کی طرف جاؤ اور وہاں فلاں کام کر کے آؤ لیکن وہاں زیادہ دیر نہ لگانا۔ اگر تم نے وہاں زیادہ دیر لگائی تو پھر مجھے زمین سے زیادہ تمہاری فکر پڑ جائے گی''۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''میں اسی مقصد کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوا۔ راستے میں عیسائیوں کا ایک کنیسہ

اصبھان: علامہ البکری نے اسے ''اَصْبَهَان'' ہی لکھا ہے ''اِصْبه'' گھوڑے کو کہا جاتا ہے لشکر کو بھی لشکر

Marfat.com

تھا جب میں وہاں سے گزرا تو مجھے ان کی آوازیں سنائی دیں، وہ وہاں نماز ادا کرنے میں مشغول تھے کیونکہ میرے والد نے مجھے گھر میں ہی محبوس کر رکھا تھا اس لئے میں لوگوں کے حالات سے آشنا نہ تھا۔ جب میں نے عیسائیوں کی آوازیں سنیں تو میں کنیسہ کے اندر چلا گیا تاکہ مشاہدہ کرسکوں کہ وہ اندر کیا کر رہے تھے۔ جب میں نے ان کی نماز کو دیکھا تو وہ مجھے بڑی عجیب لگی۔ میرا رجحان عیسائیت کی طرف ہوگیا۔ دل میں کہا قسم بخدا یہ دین اس دین سے کہیں برتر ہے جسے ہم نے اپنا رکھا ہے۔ پھر میں غروبِ آفتاب تک وہیں رہا۔ میں نہ تو والد کی زمین کی طرف گیا اور نہ ہی مجھے اس کا خیال آیا، میں نے عیسائیوں سے پوچھا۔ اس دین کا سرچشمہ اور منبع کہاں ہے؟ انہوں نے کہا ''شام میں''۔ میں اپنے والد کے پاس گیا اس وقت تک اس نے میری جستجو میں اپنے افراد بھیج دیئے تھے۔ اس کے تمام معاملات رکے پڑے تھے۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے میرے نورِ نظر! تم کہاں تھے؟ کیا میں نے اس کے متعلق تم سے پختہ عہد نہیں لیا تھا؟ میں نے اپنے باپ سے کہا اے والد محترم! میرا گزر ایسے لوگوں سے ہوا جو اپنے کنیسہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ مجھے ان کے دین میں دلکشی نظر آئی قسم بخدا! پھر میں غروبِ آفتاب تک ان کے ہاں ہی ٹھہرا رہا، میرے باپ نے مجھ سے کہا اے میرے لختِ جگر! ان کے دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے، تیرا اور تیرے آباء کا دین اس دین سے کہیں بہتر ہے۔ میں نے کہا نہیں ابا جان واللہ! وہ دین ہمارے دین سے عمدہ ہے۔ میرا یہ نقطۂ نظر سن کر میرا والد مجھ سے خوفزدہ ہوگیا، اس نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے گھر میں قید کر دیا''۔

سفرِ شام

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی داستان جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''پھر میں نے عیسائیوں کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ اگر شام سے کوئی قافلہ تمہارے پاس آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ کچھ عرصہ بعد شام کے عیسائی تاجروں کا ایک کارواں وہاں آیا۔ لوگوں نے مجھے اس کی آمد کی اطلاع کی، میں نے انہیں دوبارہ پیغام بھیجا کہ جب وہ اہل کارواں اپنا سامان فروخت کر کے واپس جانے لگیں تو مجھے بتانا۔ جب عیسائی تجار اپنا سامان فروخت کر کے واپس جانے لگے تو عیسائیوں نے مجھے بتایا۔ میں نے پاؤں سے بیڑیاں نکال دیں اور ان کے ہمراہ ملک شام کی طرف عازم سفر ہوگیا۔ شام پہنچنے پر میں نے ان تاجروں سے پوچھا۔ اس دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ کنیسہ کا پادری سب سے بڑا عالم ہے۔

گاہ اور اس جگہ کو بھی کہا جاتا ہے جہاں گھوڑے باندھے جاتے ہیں حضرت سلمان کی اس داستان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اِستَذبرَتُہ کی جگہ شیخ کی حاشیہ میں ''استدبرتہ'' ہے اسی طرح اس میں ''اَحیَیتُہا

Marfat.com

حضرت سلمان فارسی اور پادری

میں پادری کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ ”میں اس دین میں رغبت رکھتا ہوں۔ میں تمہاری معیت میں رہنا چاہتا ہوں، میں اس کنیسہ میں تمہاری خدمت کروں گا، تم سے علم حاصل کروں گا اور تمہارے ساتھ نماز ادا کروں گا“۔ میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ پادری ایک برا انسان تھا۔ وہ لوگوں کو صدقات وخیرات کا حکم دیتا، راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دلاتا مگر ان سے مال و دولت اکٹھی کر کے اپنے لئے جمع کر لیتا اور مساکین میں تقسیم نہ کرتا۔ حتیٰ کہ اس نے سونے اور چاندی کے سات گھڑے بھر لئے تھے۔ مجھے اسکے اس برے کام پر شدید غصہ آتا۔ پھر وہ مر گیا، تمام عیسائی اس کی تجہیز وتکفین کے لئے جمع ہوئے۔ میں نے ان سے کہا ”تمہارا پادری ایک غلیظ انسان تھا، یہ تمہیں صدقات کا حکم دیتا، تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر اکساتا، جب تم اپنا مال وثروت اس کے پاس لے کر آتے تو یہ اسے اپنے لئے جمع کر لیتا اور ان میں سے کوئی چیز بھی مساکین میں تقسیم نہ کرتا۔ لوگوں نے پوچھا تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ میں نے انہیں کہا میں تمہیں اس کا جمع شدہ خزانہ دکھاتا ہوں۔ میں نے انہیں وہ جگہ دکھائی جہاں پادری دولت وثروت کو جمع کرتا تھا۔ انہوں نے وہاں سے پانچ گھڑے نکالے جو سونے اور چاندی سے لبریز تھے۔ جب انہوں نے پادری کا یہ دھوکہ اور فریب دیکھا تو انہوں نے کہا۔ اللہ کی قسم! ہم اس تیرہ بخت کو دفن نہیں کریں گے، انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا اس پر پتھروں کی بارش برسادی پھر ایک اور شخص کو اسی کی جگہ پادری نامزد کر دیا۔

میں نے پانچ نمازیں نہ پڑھنے والوں میں سے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اس سے افضل ہو اور دنیا سے اس سے زیادہ کنارہ کش ہو اور آخرت میں اس سے زیادہ رغبت رکھتا ہو۔ میں نے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا جو شب وروز میں اس پادری سے زیادہ اوقات کا پابند ہو۔ میں اس سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبت کرنے لگا۔ اتنی شدید محبت میں کسی اور ذات سے نہیں کرتا تھا، میں ایک طویل عرصہ اس کے ساتھ رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے کہا اے فلاں! میں نے عرصہ دراز تیرے ساتھ گزارا۔ دل کی گہرائیوں سے تیرے ساتھ پیار کیا اب تو پیک اجل کو لبیک کہنے والا ہے اب تو مجھے کیا وصیت کرتا ہے کہ میں کس کے پاس جاؤں۔ اب تو مجھے کس بات کا حکم دیتا ہے اس نے مجھ سے کہا اے میرے بیٹے! قسم بخدا آج میں ان

لَهُ بِالفَقِيرِ“ ہے جبکہ شیخ کے حاشیہ میں ”الوَجهُ التَفقِيرُ“ ہے۔

Marfat.com

خصوصیات کا حامل کسی انسان کو نہیں پاتا جو مجھ میں تھیں، اب تو لوگ تباہ ہو چکے ہیں، وہ تبدیل ہو چکے ہیں، انہوں نے مذہب کو بھی چھوڑ دیا ہے مگر موصل میں ایک شخص ہے وہ انہی اوصاف سے متصف ہے، میرے بعد اس کے پاس چلے جانا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور موصل کا پادری

جب وہ پادری مر گیا تو اسے دفنانے کے بعد میں موصل کے پادری کے پاس چلا گیا، میں نے اس سے کہا اے فلاں! فلاں پادری نے وقت مرگ مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی وصیت کی ہے۔ مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ تم بھی انہی صفات سے مزین ہو جن سے وہ آراستہ تھا۔ اس پادری نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ میں اس کے ہمراہ قیام پذیر رہا، وہ بھی سابقہ پادری کی طرح عمدہ اوصاف کا حامل تھا۔ کچھ مدت بعد وہ بھی مر گیا، جب اس پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو میں نے اس سے کہا اے فلاں! فلاں پادری نے مجھے تمہارے پاس آنے کی وصیت کی تھی اور تمہارے ساتھ ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ اب تم مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہو اور اپنے بعد کیا کرنے کی وصیت کرتے ہو۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے! میں کسی اور شخص کو نہیں جانتا جو ان خوبیوں سے مزین ہو جن سے ہم مزین ہیں مگر ایک شخص نصیبین میں مقیم ہے، وہ انہی خصوصیات کا حامل ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور نصیبین کا پادری

موصل کے پادری کو دفنانے کے بعد میں نصیبین کے پادری کے پاس چلا گیا۔ میں نے اسے سابقہ دونوں پادریوں کے متعلق بتایا۔ اس نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ میں اس کے پاس قیام پذیر ہو گیا وہ بھی اپنے ساتھیوں کی طرح پاکباز اور نیک انسان تھا۔ پھر اس کی موت کا وقت بھی قریب آ گیا، وقت مرگ میں نے اس سے کہا اے فلاں! فلاں پادری نے مجھے فلاں پادری کے پاس جانے کی وصیت کی تھی۔ فلاں نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لئے کہا تھا اب تم مجھے کس کے پاس جانے کے لئے کہتے ہو۔ اس پادری نے کہا اے میرے بیٹے! میں کسی ایسے شخص سے آگاہ نہیں ہوں جو ان اوصاف کا حامل ہو جن سے ہم متصف تھے۔ ہاں! سرزمین روم میں عموریہ کے مقام پر ایک ایسا شخص مقیم ہے وہ اسی دین پر کاربند ہے جس پر ہم تھے۔ اگر تم پسند کرو تو میرے بعد اس کے پاس چلے جانا۔

Marfat.com

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور عموریہ کا پادری

نصیبین کے پادری کو دفنانے کے بعد میں عموریہ کے پادری کے پاس چلا گیا اور اسے اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا میرے پاس ٹھہرے رہو۔ وہ ایک عمدہ شخص تھا۔ وہ سابقہ پادریوں کی راہ پر ہی گامزن تھا۔ پھر میں روزگار میں مشغول ہو گیا۔ میرے پاس بہت سی گائیں اور بھیڑیں جمع ہو گئیں۔ پھر اس کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا۔ میں نے اس سے کہا جناب محترم! پہلے میں فلاں پادری کے پاس تھا اس نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی پھر فلاں نے مجھے فلاں کے ہاں جانے کے لئے کہا پھر فلاں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا۔ اب تم مجھے کس کے پاس جانے کے لئے کہتے ہو۔ اس نے مجھے کہا اے میرے بیٹے قسم بخدا! آج میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اس دین پر ہو جس پر ہم کاربند تھے۔ جس کے متعلق میں تمہیں حکم دوں کہ تم اس کے پاس چلے جاؤ لیکن ایک نبی محترم ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ چکا ہے، وہ دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ سرزمین عرب سے ان کا ظہور ہو گا، وہ دو سنگلاخ چٹانوں کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔ ان چٹانوں کے درمیان نخلستان ہو گا۔ ان کی علامات اتنی عیاں ہوں گی کہ کسی پر مخفی نہ رہیں گی۔ وہ ہدیہ تناول فرمائیں گے لیکن صدقہ ہرگز نہیں کھائیں گے۔ اس کے شانوں کے مابین خاتم النبوۃ ہو گی۔ اگر تم ان کے شہر تک جانے کی قدرت رکھتے ہو تو ضرور جاؤ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور وادی القریٰ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی عشق و محبت کی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''پھر عموریہ کا پادری بھی عالم بقا کو سدھار گیا۔ میں عموریہ میں اتنا عرصہ قیام پذیر رہا جتنا اللہ رب العزت نے چاہا۔ پھر میرے پاس سے بنو کلب کے تاجر گزرے میں نے ان سے کہا'' مجھے عرب کی زمین تک لے چلو، میں اس کے عوض اپنی تمام گائیں اور بکریاں دے دیتا ہوں۔ انہوں نے حامی بھر لی، میں نے اپنی تمام بکریاں اور گائیں انہیں دے دیں۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا، جب وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اب میں یہودی کے پاس رہنے لگا۔ میں نے کھجوروں کے درخت دیکھے مجھے امید پیدا ہوئی کہ شاید یہ وہی شہر ہو جس کے اوصاف عموریہ کے پادری نے بیان کئے تھے لیکن میرے دل نے اس کی تصدیق نہ کی۔

Marfat.com

حضرت سلمان مدینہ منورہ جاتے ہیں

اسی اثناء میں کہ میں اس یہودی کے ہاں مقیم تھا کہ اس کے پاس اس کا چچازاد بھائی آیا۔اس کا تعلق بنوقریظہ سے تھا اور وہ مدینہ طیبہ سے آیا تھا۔اس نے اس یہودی سے مجھے خرید لیا اور مجھے مدینہ منورہ لے آیا۔قسم اللہ کی! جب میں نے اس شہرِخوباں کی زیارت کی تو مجھے اس میں وہ تمام اوصاف نظر آئے جو عموریہ کے پادری نے مجھے بتائے تھے۔میں وہیں مقیم رہا،اسی عرصہ میں نبی محترم ﷺ مبعوث ہوئے۔آپ ﷺ مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے، میں غلامی کی مصروفیت کی وجہ سے آپ کا ذکر خیر نہ سن سکا۔پھر آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔اللہ کی قسم! میں اپنے مالک کی کھجور پر تھا وہاں کسی کام میں مصروف تھا، میرا مالک میرے نیچے بیٹھا تھا کہ اچانک اس کا چچازاد آیا وہ میرے مالک سے کہنے لگا اے میرے چچازاد! اللہ تعالیٰ بنوقیلہ کو ہلاک کرے، اب وہ قباء میں جمع ہیں اور ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔

قیلہ کا نسب

ابن ہشام کہتے ہیں کہ قیلہ کا نسب یہ ہے۔قیلہ بنت کاہل بن عذرہ بن سعد بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔ یہ اوس اور خزرج کی ماں تھی۔حضرت نعمان بن بشیر الانصاری اوس اور خزرج کی تعریف میں کہتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی داستان سے ایک فقہی مسئلہ کا استنباط

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے نبوت کی علامات دیکھنے کے لئے بارگاہِ رسالت میں کچھ مال بطورِ صدقہ پیش کیا لیکن حضور ﷺ نے ان سے کوئی سوال نہ کیا کہ کیا تم آزاد ہو یا غلام۔یا تم نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ کو قبول کر لینا چاہیے لیکن ہدیہ دینے والے سے کسی قسم کا سوال نہیں کرنا چاہیے، صدقہ کا بھی یہی حکم ہے۔

نبی محترم ﷺ کے متعلق صدقہ کا حکم

ابوعبید اپنی تصنیف ''کتاب الاموال'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حکایت عجیبہ اس شخص کے خلاف دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ غلام مالک نہیں بن سکتا۔اگر وہ مالک نہ بن سکتا تو حضور ﷺ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا صدقہ قبول نہ فرماتے۔آپ ﷺ نے اپنے صحابہ

Marfat.com

بِهَالِیلُ مِنْ اَوْلَادِ قَیْلَةَ لَمْ یَجِدْ عَلَیْهِمْ خَلِیطٌ فِیْ مُخَالَطَةٍ عَتَبًا
مَسَامِیحُ اَبْطَالٌ یُرَاحُوْنَ لِلنَّدٰی یَرَوْنَ عَلَیْهِمْ فِعْلَ آبَائِهِمْ نَحْبًا

وہ لوگ عمدہ اوصاف کے جامع ہیں، وہ قیلہ کی اولاد میں سے ہیں ان کے ساتھ شرکت کرنے والا شراکت میں کوئی ناراضگی نہیں پاتا۔ وہ کشادہ دل اور جوانمرد ہیں، سخاوت سے انہیں راحت ہوتی ہے وہ اپنے آباء کے اوصاف اپنے لئے لازم سمجھتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے محمود بن لبید سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''جب میں نے اپنے مالک کے چچا زاد کی یہ بات سنی تو مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ مجھے محسوس ہونے لگا کہ گویا کہ میں اپنے مالک پر گرنے لگا ہوں۔ میں نخل بلند سے نیچے اترا اور اس کے چچا زاد سے کہنے لگا ابھی تو کیا کہہ رہا تھا؟ ابھی تو کیا کہہ رہا تھا؟ میرا مالک مجھ سے ناراض ہوا، اس نے شدید غصہ کی حالت میں مجھے سخت مکا رسید کیا پھر کہنے لگا تجھے اس مدعی نبوت سے کیا نسبت ہے تو اپنے کام سے کام رکھ۔ میں نے کہا میرا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے میں تو صرف تفصیل سے سننے کا خواہاں تھا۔ میرے پاس کچھ مال تھا وقت شام میں نے اسے لیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ﷺ ایک پاکباز آدمی ہیں۔ آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے غریب اور حاجت مند ساتھی ہیں، میرے پاس یہ صدقہ کا مال تھا۔ مجھے

کرام علیہم الرضوان سے فرمایا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا صدقہ کھاؤ۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ مال کیسے جمع کیا؟ ان کے مطابق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ ''میں ایک عورت کا غلام تھا، میں نے اپنی مالکہ سے درخواست کی کہ وہ مجھے ایک دن کی چھٹی دے۔ اس نے مجھے رخصت دے دی، میں نے اس دن ایک صاع یا دو صاع کھجوروں پر مزدوری کی۔ میں انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے صدقہ کا مال تناول نہیں کیا تو میں نے اپنی مالکہ سے کہا کہ وہ مجھے ایک اور دن کی چھٹی دے۔ اس نے مجھے ایک اور چھٹی دے دی، میں نے اس دن پھر مزدوری کی اور اپنی اجرت کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں بطورِ ہدیہ پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے میرا ہدیہ قبول کر لیا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا''۔ اس روایت میں اس طریقہ کار کا بھی تذکرہ ہے جس کے مطابق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مزدوری کی۔

Marfat.com

اور کوئی شخص نہ ملا جو آپ لوگوں سے زیادہ صدقہ کا مستحق ہو۔ میں نے صدقہ کا مال آپ ﷺ کو پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کھاؤ لیکن آپ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ کھانے کے لئے نہ بڑھایا، میں نے دل میں کہا علاماتِ نبوت میں سے ایک علامت تو پوری ہوگئی ہے۔

میں واپس چلا گیا، حضور ﷺ قباء میں کچھ دن قیام فرمانے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ میں نے اپنا مال جمع کیا اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کناں ہوا، میں نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ صدقہ کا مال تناول نہیں فرماتے۔ یہ ہدیہ ہے آپ ﷺ اسے قبول فرمائیں۔ اس مال میں سے حضور ﷺ نے بھی تناول فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اپنے ساتھ کھانے کا حکم دیا۔ میں نے دل میں کہا علاماتِ نبوت میں سے دو علامتیں تو سچ ثابت ہو چکی ہیں۔ پھر میں تیسری مرتبہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس وقت تاجدارِ عرب و عجم ﷺ جنت البقیع میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے کسی صحابی کا وصال ہو گیا، آپ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ ادا فرما رہے تھے۔ اس وقت میرے جسم پر دو چادریں تھیں۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا پھر میں آپ ﷺ کی کمر اطہر کو دیکھنے کے لئے گھوم کر دوسری طرف آیا، میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا آپ ﷺ کی کمر انور پر وہ مہر نبوت موجود ہے جس کا تذکرہ میرے ساتھی نے کیا تھا۔ حضور ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ میں کسی اس وصف کی جستجو میں ہوں جو مجھ سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت اپنی کمر اطہر سے چادر ہٹا دی، میں نے مہر نبوت کو دیکھا اسے

وہ صدقہ جس کے متعلق حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور آلِ محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں۔ فرضی ہے نفلی نہیں ہے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے کوئی نفلی یا فرضی صدقہ حلال نہیں تھا۔ امام ثوری فرماتے ہیں نہ تو آل محمد ﷺ کے لئے اور نہ ہی ان کے غلاموں کے لئے کوئی نفلی یا فرضی صدقہ حلال ہے کیونکہ کسی قوم کے غلاموں کا حکم بھی اس قوم کے حکم کی مانند ہوتا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ صدقہ آلِ محمد ﷺ کے غلاموں کے لئے حلال ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت جن میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہے کا قول ہے کہ آل محمد ﷺ کے لئے دوسروں کا صدقہ حلال نہیں ہے لیکن ان کا اپنا صدقہ ایک دوسرے پر حلال ہے۔ آلِ محمد ﷺ سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔

Marfat.com

پہچان لیا، میں جھک کر اسے چھونے لگا۔ میں لگاتار رو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے سے فرمایا "سامنے آجاؤ"۔ میں حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنی غم و عشق سے بھرپور داستان آپ ﷺ کو سنادی۔ اے ابن عباس! میں نے آپ ﷺ کو اپنی حکایت عجیبہ اسی طرح سنائی تھی جس طرح تمہیں سنا رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے خواہش کا اظہار فرمایا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام بھی اس واقعہ کو سنیں"۔

پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غلامی کی تکالیف میں مبتلا رہے حتیٰ کہ آپ حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں بھی شرکت نہ کر سکے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے سلمان! اپنے مالک سے مکاتبت کرلو۔ میں نے اپنے مالک سے اس شرط پر مکاتبت کرلی کہ میں اسے چالیس اوقیہ سونا اور تین سو کھجور کے پودے لگا کر دوں گا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا اپنے بھائی کی اعانت کرو۔ صحابہ کرام نے مجھے کھجوروں کے پودے عطا کیے، کسی نے مجھے تیس پودے دیئے، کسی نے مجھے بیس پودے دیئے، کسی نے پندرہ اور کسی نے مجھے دس پودے دیئے۔ ہر شخص نے اپنی استطاعت کے مطابق میری مدد کی حتیٰ کہ میرے پاس تین سو پودے جمع ہوگئے۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا۔ "اے سلمان! جاؤ ان پودوں کے لئے گڑھے کھود و۔ جب فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آنا۔ میں اپنے ہاتھوں سے ان گڑھوں میں پودے لگاؤں گا"۔ میں نے گڑھے کھودے، میرے ساتھیوں نے بھی میری مدد کی۔ فارغ ہونے کے بعد میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم تمام گڑھے کھودے جا چکے ہیں۔ حضور ﷺ میرے ہمراہ روانہ ہوئے جب ہم اس مقام پر پہنچے تو حضور ﷺ نے اپنے دست اقدس کے ساتھ وہاں پودے لگا دیئے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست

ہجرت کے بعد سب سے پہلے وصال فرمانے والے صحابی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ جب انہوں نے تیسری مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت کی تو آپ ﷺ ایک جنازہ میں تھے، وہ جنازہ کس کا تھا؟ ایک روایت کے مطابق وہ جنازہ حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کا تھا جنہیں حضور ﷺ کی ضیافت کا شرف ملا تھا۔ امام الطبری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے کچھ دن بعد کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔

Marfat.com

قدرت میں سلمان کی جان ہے، ان میں سے ایک پودا بھی نہیں مرا۔ اس طرح میں نے اپنے مالک کو ایک سو پودے لگا کر دیئے۔ اب مجھ پر چالیس اوقیہ سونا تھا۔ حضور ﷺ کو مرغی کے انڈے کے برابر سونا پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مکاتبت کرنے والے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا کیا بنا؟ صحابہ کرام نے مجھے بلایا جب میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے سلمان! یہ سونا لے لو اور اپنی مکاتبت کی رقم ادا کرلو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس تھوڑے سے سونے سے اتنی بڑی رقم کیسے ادا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے لو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا تمام قرض اسی سے ادا فرما دے گا۔ میں نے وہ سونا لے لیا، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں سلمان کی جان ہے، میں نے چالیس اوقیہ سونا اسی سے ادا کیا۔ اس طرح حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے آزادی حاصل کی اور حضور ﷺ کی معیت میں غزوۂ خندق میں آزاد شخص کی حیثیت سے شرکت کی پھر اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے عبدالقیس کے ایک شخص سے روایت کیا ہے اور وہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ جب حضور ﷺ نے انہیں سونا عطا فرمایا تو انہوں نے عرض کی اس تھوڑے سے سونے سے میرا تمام قرض کیسے ادا ہوگا؟ اس وقت حضور ﷺ نے اس سونے کو زبانِ اقدس پر رکھا اسے لعابِ دہن لگایا پھر فرمایا۔ ''اسے لو اور اسی سے اپنا قرض ادا کرو''۔ میں نے وہ سونا لیا اور اپنا تمام قرض ''چالیس اوقیہ سونا'' اسی سے ادا کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تین سو گڑھے کھودے اور حضور ﷺ نے اپنے دست اقدس سے ان تمام گڑھوں میں خود پودے لگائے ان میں سے ایک پودا بھی نہ مرا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان پودوں میں سے ایک پودا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لگایا باقی تمام پودے حضور ﷺ نے لگائے۔ تمام پودے نشو ونما پانے لگے مگر وہ پودا سوکھ گیا جسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے والا شخص کون تھا؟

ابن اسحاق نے اس شخص کا ذکر کیا ہے جسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ملے تھے۔ وہ جس مریض کے لئے دعا کر دیتا اللہ تعالیٰ اسے شفا بخش دیتا۔ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''اے سلمان! اگر تمہاری بات سچ ہے تو تم نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زیارت

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے شخص نے عمر بن عبد العزیز بن مروان سے روایت کیا ہے جس پر میں تہمت نہیں لگا سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو اپنی عجیب داستان بیان کرتے ہوئے عرض کی کہ عموریہ کے پادری نے ان سے کہا کہ سرزمین شام میں فلاں مقام پر جاؤ، وہاں دو جھاڑیوں کے مابین ایک شخص کا مسکن ہے، وہ ہر سال ایک جھاڑی سے نکل کر دوسری جھاڑی کی طرف جاتا ہے۔ اس وقت لوگ اپنے مریضوں کو لے کر اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، وہ جس شخص کے لئے بھی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے شفایاب کر دیتا ہے۔ تم اس سے اس دین کے متعلق پوچھنا جس کے تم متلاشی ہو، وہ تمہیں اس کے متعلق آگاہ کرے گا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں وہاں سے نکل کر سرزمین شام گیا جب میں مطلوبہ مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے مریضوں کو لے کر وہاں جمع تھے۔ وہ شخص اس رات اس جھاڑی سے نکل کر دوسری جھاڑی تک جانے کے لئے نکلا۔ لوگوں نے اسے گھیر لیا، وہ جس مریض کے لئے بھی دعا کرتا اللہ تعالیٰ اسے شفا بخش دیتا۔ اژدہام کی وجہ سے میں اس تک نہ پہنچ سکا۔ وہ تقریباً اپنی جھاڑی میں داخل ہونے ہی لگا تھا صرف اس کا ایک کندھا باہر تھا، میں نے اسے پکڑ لیا اس نے میری طرف توجہ کی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، مجھے حنیفیہ دین ابراہیمی کے متعلق آگاہ کریں۔ اس نے مجھے کہا تم نے مجھ سے اس چیز کے متعلق سوال کیا ہے جس کے متعلق آج تک مجھ سے کسی نے سوال نہیں کیا، وہ وقت قریب آ چکا ہے جس

کا شرف حاصل کیا ہے''۔ لیکن اس حدیث کی سند مقطوع ہے اس میں ایک مجہول شخص ہے کہا جاتا ہے کہ وہ شخص حسن بن عمارۃ ہے۔ محدثین کا اجماع ہے کہ یہ آدمی ضعیف ہے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو پھر اس کے متن میں کوئی جہالت نہیں ہے۔ الطبری نے لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا پھر انہوں نے نزول فرمایا اور اپنی والدہ محترمہ اور ایک خاتون جو اس تنے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھیں جہاں صلیب لٹکائی گئی تھی تو انہوں نے ان دونوں خواتین سے گفتگو کی انہیں بتایا کہ وہ قتل نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھا لیا ہے اور حواریوں کی طرف بھیجا ہے۔ جب یہ جائز ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ نزول فرمایا تو پھر ان کا کئی مرتبہ نزول فرمانا بھی جائز ہوا لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے۔ حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نزول ظاہری کے ساتھ تشریف فرما ہوں اس وقت وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ وہ جذام کی ایک عورت

Marfat.com

میں ایک نبی محترم ﷺ حرم میں سے اسی دین متین کو لے کر مبعوث ہوں گے۔ تم ان کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں اس راہِ ہدایت پر گامزن کریں گے۔ یہ بات سن کر حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے سلمان! اگر تمہاری بات سچ ہے تو تم نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زیارت کی ہے۔

راہِ حق کے متلاشی

ابن اسحاق کہتے ہیں ایک دن عید کے روز قریش مکہ اپنے ایک بڑے بت کے پاس جمع ہوئے وہ اس بت کی حد درجہ تعظیم بھی کرتے تھے اور اس کے ارد گرد قربانیاں بھی کرتے تھے، اس کے ارد گرد محو طواف بھی ہوتے تھے اور وہاں اعتکاف بھی بیٹھتے تھے۔ سال میں ایک دفعہ وہاں عید کرتے تھے۔ قریش میں سے چار افراد نے باہمی مشاورت کی۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا سچائی کا عہد کرو اور اپنے معاملات کو ایک دوسرے سے چھپاؤ۔ وہ چار افراد یہ تھے۔ ۱۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی، ۲۔ عبید اللہ بن جحش

سے شادی کریں گے اور وصال فرمانے کے بعد گنبد خضریٰ میں مدفون ہوں گے۔

زید بن نفیل کے نسب کی تصحیح

زید بن نفیل اور ان کے چچازاد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معروف نسب یہ ہے نفیل بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح۔

زمانہ جاہلیت میں باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کا رواج

زید کی ماں کا نام الجیداء بنت خالد الفہمیہ تھا۔ یہ اس کے دادا نفیل کی بیوی تھی اس سے اس نے خطاب کو جنم دیا۔ یہ خطاب کا ماں کی جانب سے بھائی بھی تھا اور اس کا بھتیجا بھی تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ مباح تھا۔ باپ کی بیوی حرمات میں شمار نہ ہوتی تھی۔ حضور ﷺ کے نسب میں بھی یہ مثال پائی جاتی ہے۔ کنانہ نے اپنے باپ خزیمہ کی بیوی سے شادی کی تھی۔ اس خاتون کا نام برہ بنت مرتھا، اسی سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا۔ اسی طرح ہاشم نے بھی اپنے باپ واقدۃ کی بیوی سے شادی کی تھی اور اسی سے ضعیفہ پیدا ہوئی تھی لیکن وہ حضور ﷺ کے نسب پاک سے خارج ہے کیونکہ اس نے حضور ﷺ کے کسی دادا کو جنم نہیں دیا تھا، میری مراد واقدہ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ ''میں نکاح سے پیدا ہوا بدکاری سے پیدا نہیں ہوا''۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

بن رئاب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔ اس کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب تھا۔ ۳۔ عثمان بن الحویرث بن اسد بن عبدالعزی بن قصی، ۴۔ زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

ان چاروں نے ایک دوسرے سے کہا قسم بخدا جان لو! تمہاری قوم راہِ حق پر نہیں ہے۔ وہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بھلا چکی ہے۔ یہ پتھر کیا ہیں جن کے ارد گرد ہم سرگرداں رہتے ہیں۔ یہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی دیکھ سکتے ہیں، نہ نفع دے سکتے ہیں نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ارے لوگو! اپنے لئے کوئی دین تلاش کرلو۔ قسم بخدا! تمہارا مذہب سچا دین نہیں ہے۔ مختلف شہروں میں پھیل جاؤ اور حنیفیہ یعنی دین ابراہیمی کی جستجو کرو۔

ورقہ بن نوفل نے نصرانیت اختیار کرلی۔ انہوں نے اہل کتاب کی اتباع شروع کی اور ان سے بہت سا علم سیکھ لیا۔ عبیداللہ بن جحش پہلے تو مشکوک کیفیت میں رہا پھر اسلام قبول کرلیا۔ مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، اس کے ساتھ اس کی بیوی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حبشہ پہنچ کر اس نے اسلام ترک کر دیا اور نصرانیت اختیار کرلی پھر اسی حالت میں

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (نساء: ۲۲) ''اور نکاح نہ کرو جن سے نکاح کر چکے تمہارے باپ، دادا مگر جو ہو چکا (اس سے پہلے سو وہ معاف ہے)''۔

یعنی اسلام سے قبل جو اس کی حلت گزر چکی ہے اس استثناء کا فائدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے نسب پاک میں کسی قسم کا عیب نہ نکالا جاسکے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں سے کوئی بھی بدکاری کے قریب نہیں گیا۔ قرآن پاک کا یہ انداز بڑا نرالا ہے اس کے علاوہ کسی بھی نہی میں اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ نہیں کہا۔ مثلاً

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی۔ اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔

میں بھی اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ نہیں فرمایا۔

اسی طرح وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ (اسراء: ۳۰) اور نہ قتل کرو اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

میں بھی یہی الفاظ ذکر نہیں کئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی نہی میں بھی یہی فرمایا ہے کیونکہ ہم سے پہلے شریعتوں میں یہ مباح تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے راحیل اور ان کی بہن لیا کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھا تھا۔ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اسی لئے ذکر فرمایا ہے۔

Marfat.com

وہیں ہلاک ہو گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا ہے کہ عبید اللہ بن جحش نے جب نصرانیت اختیار کی تو وہ ان صحابہ کرام کے پاس سے گزرا جو حبشہ میں مقیم تھے، وہ ان سے کہنے لگا ہم نے تو بینائی حاصل کر لی ہے لیکن تم ابھی تک اس کے متلاشی ہو اور ابھی تک تم اس کی جستجو نہیں کر سکے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن جحش کے انتقال کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے اپنے عقد زوجیت میں لے لیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کرنے کے لئے عمرو بن امیۃ الضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے حضور ﷺ کی طرف سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پیامِ نکاح دیا اور حضور اکرم ﷺ کی طرف سے چار سو دینار حق مہر مقرر کیا۔ محمد بن علی فرماتے تھے ہمارے گمان کے مطابق عبد الملک بن مروان اسی وجہ سے عورتوں کا حق مہر چار سو دینار مقرر کرتا تھا۔ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی

عثمان بن حویرث دربارِ قیصر میں

علامہ البرقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ عثمان بن حویرث قیصر کے دربار میں گیا اور اس سے کہنے لگا۔ میں تمہارے لئے قریش مکہ کے تاجروں کے لئے خراج مقرر کرتا ہوں۔ اگر وہ شام آئیں تو تم ان سے خراج وصول کر سکتے ہو اگر وہ خراج ادا کرنے سے انکار کریں تو تم انہیں روک سکتے ہو۔ قیصر نے قریش کے تجار سے خراج وصول کرنے کی حامی بھر لی۔ سعید بن العاصی بن امیہ اور ابو ذئب (ہشام بن شعبہ بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر) شام کی طرف گئے انہیں وہاں گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا گیا۔ ابو ذئب اسی قید خانے میں مر گیا۔ سعید بن العاصی نے ولید بن مغیرہ کی پناہ لے لی اور اس نے اسے آزاد کر دیا۔

علامہ زبیر لکھتے ہیں کہ قیصر نے عثمان بن حویرث کی تاج پوشی کی اسے مکہ معظمہ کا والی بنایا۔ جب وہ مکہ کا والی بن کر مکہ معظمہ آیا تو اہل مکہ نے بادشاہ کے دین کو سخت ناپسند کیا۔ اسود بن اسد بن عبد العزی بلند آواز سے چلایا۔ اہل مکہ ابھی زندہ و توانا ہیں وہ قیصر کے مذہب کو قبول نہیں کریں گے، اس طرح عثمان بن حویرث اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کو بطریق کہا جاتا تھا۔ اس کی نسل آگے نہ چل سکی عمرو بن جفنہ الغسانی نے اسے زہر دے دیا، اسی حالت میں وہ مر گیا۔

Marfat.com

اللہ عنہ کے سپرد کیا تا کہ وہ انہیں بارگاہِ رسالت ﷺ میں پہنچا دیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں عثمان بن حویرث شاہِ روم قیصر کے پاس گیا اور نصرانیت اختیار کر لی۔ اس نے قیصر کے دربار میں بڑی قدر و منزلت پائی۔ ابن ہشام کہتے ہیں عثمان بن حویرث نے دربارِ قیصر میں ایک اہم واقعہ رونما کیا تھا۔ اس کے تذکرے سے مجھے وہ بات روکتی ہے جسے میں حرب الفجار میں بیان کر چکا ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل نے توقف اختیار کیا وہ نہ یہودی بنا نہ ہی نصرانیت اختیار کی۔ اس نے اپنی قوم کے دین کو بھی ترک کر دیا۔ اس نے بت پرستی کو چھوڑ دیا، مردار، خون اور ان جانوروں کو کھانا چھوڑ دیا جو بتوں پر ذبح کیے جاتے تھے۔

زید بن عمرو بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں۔ اس نے اپنی قوم کو اس کے عیوب کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔

زید بن عمرو کی حقیقت پسندی

امام بخاری نے محمد بن ابی بکر سے وہ فضیل بن سلمان سے وہ موسیٰ سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بلدح کے دامن میں نزولِ وحی سے پہلے زید بن عمرو سے ملاقات کی۔ اس کے سامنے دستر خوان پیش کیا گیا یا نبی اکرم ﷺ نے اس کے سامنے دستر خوان پیش کیا لیکن اس نے کھانے سے انکار کر دیا۔ زید نے کہا ''میں ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا جن کو تم بتوں کے لئے ذبح کرتے ہو، میں صرف اسی جانور کا گوشت کھاؤں گا جس پر وقتِ ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہوگا''۔ زید بن عمرو قریش پر اُن کے ذبیحوں کی وجہ سے عیب لگایا کرتا تھا وہ کہا کرتا تھا بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس نے اس کے لئے آسمان سے پانی اتارا اس نے اس کے لئے زمین سے چارہ اگایا لیکن تم اسے غیر اللہ کے لئے ذبح کرتے ہو۔

موسیٰ بن سالم بن عبداللہ کہتے ہیں میں وہی جانتا ہوں جو مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل ایک دفعہ شام کی طرف نکلا تا کہ کسی دین کو تلاش کر کے اس کی اتباع کی جائے۔ وہاں وہ ایک یہودی عالم سے ملا۔ زید نے اس سے ان کے دین کے متعلق پوچھا اس نے کہا مجھے اپنے دین کے متعلق بتاؤ شاید میں تمہارا دین اختیار کر لوں۔ اس عالم نے کہا تو ہمارے دین پر صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب تو اللہ تعالیٰ کے غصے میں سے کچھ پا لے۔ زید نے کہا میں تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے غصے سے ہی بھاگتا پھر رہا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے کسی دین کو اختیار نہیں کر سکتا۔ نہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ کیا تو میری راہنمائی اسی دین کے علاوہ کسی اور دین کی طرف کر سکتا ہے۔ اس عالم نے کہا میں تو صرف دین حنیف کی اتباع کرنے کے لئے کہوں گا۔ زید نے پوچھا دین حنیف کیا ہے؟ عالم نے کہا دین ابراہیمی دین حنیف ہے۔ وہ نہ یہودی تھے نہ ہی نصرانی تھے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ زید وہاں سے نکل کر ایک عیسائی عالم کے پاس گیا اور اسے بھی اسی طرح کہا اس نے کہا تو اس وقت ہمارے دین کو اختیار نہیں کر سکتا جب تک تو اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق نہ ہو جائے۔ زید نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق نہ ہونے کی وجہ سے بھاگا پھر رہا ہوں، میں اس کی لعنت کا مستحق نہیں بننا چاہتا کیا تم میری راہنمائی کسی اور دین کی طرف کر سکتے ہو۔ عیسائی عالم نے کہا میں تو دین حنیف کو ہی جانتا ہوں جو سچا مذہب ہے۔ زید نے پوچھا دین حنیف کیا ہے؟ عالم نے کہا اس سے مراد دین ابراہیمی ہے۔ وہ یہودی اور نصرانی نہ تھے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی پوجا کرتے تھے۔ جب زید نے حضرت ابراہیم کے متعلق ان علماء کی آراء سنیں تو اس نے کہا " اے اللہ! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں دین ابراہیمی پر ہوں۔

اللیث کہتے ہیں ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے اور وہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ بیان فرماتی ہیں میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا وہ پشت کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا " اے گروہِ قریش! قسم بخدا! تم میں سے میرے علاوہ اور کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں ہے۔ وہ زندہ دفن کی جانے والی بچیوں کو بچا لیا کرتا تھا۔ جب کوئی شخص اپنی بچی کو دفن کرنا چاہتا تو وہ کہتا اسے قتل نہ کرو میں اس کی کفالت کروں گا۔ وہ اس شخص سے اس کی بچی لے لیتا۔ جب وہ بچی جوان ہو جاتی تو زید اس کے باپ سے کہتا اگر چاہو تو میں تمہیں تمہاری بچی واپس کر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو میں اس کی مزید کفالت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ (بخاری)

ایک سوال

اس حدیث شریف سے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زید کو بتوں پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کا گوشت نہ کھانے کی توفیق کیسے دے دی۔ وہ ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا تھا جن پر وقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا جاتا تھا جبکہ رسول مکرم ﷺ زمانہ جاہلیت میں اس فضیلت کے زیادہ مستحق تھے۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے اور وہ اپنی والدہ محترمہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو کو دیکھا وہ عمر رسیدہ شخص تھا، وہ کعبہ معظمہ کے ساتھ پشت لگائے کھڑا تھا، وہ کہہ رہا تھا ''اے گروہِ قریش! اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں زید بن عمرو کی جان ہے تم میں سے میرے علاوہ کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں ہے''۔ پھر وہ کہتا ''مولا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ

جواب

اس سوال کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے۔ ۱۔ اس حدیث میں یہ تذکرہ نہیں کہ جب حضور ﷺ نے بلدح کے دامن میں اس سے ملاقات کی اور اس کے سامنے دستر خوان رکھا گیا تو حضور ﷺ نے بھی اس دستر خوان سے تناول فرمایا۔ حدیث شریف میں صرف یہ ذکر ہے کہ جب زید کے سامنے دستر خوان رکھا گیا تو اس نے کہا میں اس چیز کو نہیں کھاؤں گا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ ۲۔ زید کا یہ گوشت نہ کھانا اپنی رائے کی وجہ سے تھا۔ یہ کسی سابقہ شریعت کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں مردار تو حرام تھا لیکن اس میں غیر اللہ کیلئے کوئی حرمت نہ تھی۔ اس کی حرمت اسلام میں ہے۔

بعض اصولیین کہتے ہیں کہ شریعت کے ورود سے قبل تمام اشیاء مباح ہوتی ہیں۔ اگر یہ قول حقیقت ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ وہ گوشت کھا لیا کرتے تھے تو آپ ﷺ ایک مباح کام کرتے تھے۔ اور اگر آپ ﷺ ایسا گوشت تناول نہ فرماتے تھے تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اگر ہم یہ قول کریں کہ یہ گوشت کھانا نہ مباح تھا نہ ہی حرام تھا تو پھر بھی صحیح ہے۔ وہ جانور جو حلال تھے سابقہ شریعت میں ان کی کوئی نہ کوئی اصل موجود تھی، مثلاً بکری اور اونٹ اور وہ تمام جانور جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس دین میں حلال فرمایا تھا جو ہم سے پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بدعتوں کی وجہ سے سابقہ تحلیل کو برا نہیں فرمایا حتیٰ کہ اسلام کا خورشید جہاں تاب طلوع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (انعام: ۱۲۱) اور مت کھاؤ اس جانور سے کہ نہیں لیا گیا اللہ کا نام اس پر۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ذبائح کو ہمارے لئے کیسے حلال کیا؟ سابقہ شریعت میں بھی ان کو حلال ہی کیا تھا لیکن اہل کتاب کی بدعات کی وجہ سے ان کی حلت پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اسی طرح بت پرستوں کے ذبائح بھی سابقہ شریعت کی وجہ سے حلال تھے حتیٰ کہ اسلام نے اس کو حرام قرار دیا۔

Marfat.com

عبادت کا کون سا طریقہ تجھے پسند ہے میں اسی کے مطابق تیری عبادت کرتا لیکن مجھے یہ معلوم نہیں پھر وہ اپنی ہتھیلی پر سجدہ ریز ہو جاتا"۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ زید بن عمرو کا بیٹا حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کی۔ کیا ہم زید بن عمرو کے لئے مغفرت طلب کریں۔ آپ نے فرمایا "ہاں، وہ بروزِ حشر ایک امت کی مانند اٹھے گا"۔

زید بن عمرو بن نفیل اپنی قوم کے دین کے فراق میں اور جو کچھ اسے برداشت کرنا پڑا اس کے متعلق کہتا ہے۔

زید، صعصعہ اور زندہ درگور کی جانے والی بچیاں

زید بن عمرو زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو بچالیتا تھا۔ فرزدق کا دادا، صعصعہ بن معاویہ بھی یہ کارِ خیر کیا کرتا تھا۔ جب وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تو انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ کیا مجھے اس عمدہ کام کا اجر ملے گا؟" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "تمہارے لئے اس کا اجر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام سے سرفراز فرمایا" مبرد نے الکامل میں حضور ﷺ سے ایسا کلام روایت کیا ہے جو لفظاً اور معناً درست نہیں ہے اور نہ کوئی اصل اس کی گواہی دیتا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ جب کوئی کافر اسلام قبول کرتا ہے اور وہ اپنے اسلام کو عمدہ کر لیتا ہے تو اس کی سابقہ تمام نیکیوں کو لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری) پھر ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے مَوْءُ وْدَةٌ وَ اَدَ سے مفعولۃ کے وزن پر ہے فرزدق کا شعر ہے۔

وَ مِنَّا الَّذِیْ مَنَعَ الْوَائِدَاتِ وَ اَحْیَا الْوَئِیْدَ فَلَمْ یُوْاَدِ

ہم میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے روکتے تھے۔ وہ زندہ درگور ہونے والی بچی کو بچالیتے تھے اور خود بچیوں کو دفن نہیں کرتے تھے۔

فرزدق نے ان اشعار میں اپنے دادا صعصعۃ بن معاویہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اہل عرب بچیوں پر غیرت کرتے ہوئے انہیں زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد سچ ہے۔ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ (الاسراء: ۳۱) مفلسی کے اندیشہ سے۔

نقاش نے تفسیر میں لکھا ہے کہ اہل عرب اپنی بچیوں میں سے نابینا، چہروں پر سرخ و سیاہ نشان والیوں، تلوں والیوں اور لنگڑیوں کو دفن کر دیتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر) "اور جب زندہ درگور کی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث ماری گئی"۔

Marfat.com

أَرَبًّا وَاحِدًا، أَمْ أَلْفَ رَبٍّ أَدِيْنُ إِذَا تُقُسِّمَتِ الْأُمُوْرُ

کیا میں ایک رب کی عبادت کروں یا ایک ہزار معبودان باطلہ کی پرستش کروں جب امور تقسیم ہوں۔

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الْجَلْدُ الصَّبُوْرُ

میں نے لات وعزیٰ کو چھوڑ دیا ہے ایک مضبوط اور مستحکم ارادے والا شخص ایسے ہی کرتا ہے۔

فَلَا عُزّٰى أَدِيْنُ وَ لَا ابْنَتَيْهَا وَ لَا صَنَمَيْ بَنِيْ عَمْرٍو أَزُوْرُ

میں نہ تو عزیٰ کی اور نہ ہی اس کی دونوں بیٹیوں کی پوجا کرتا ہوں اور نہ ہی بنو عمرو کے دونوں بتوں کی زیارت کرتا ہوں۔

وَ لَا هُبَلًا أَدِيْنُ وَ كَانَ رَبًّا لَنَا فِي الدَّهْرِ إِذْ حِلْمِيْ يَسِيْرُ

نہ میں ھبل نامی بت کی پوجا کرتا ہوں حالانکہ وہ ہمارا اس وقت رب تھا جب میں کم عقل تھا۔

العزیٰ

زید بن عمرو نے اپنے اشعار میں لات وعزیٰ کا ذکر کیا ہے۔ لات کا ذکر تو پہلے گزر چکا ہے۔ عزیٰ درختوں کے جھنڈ میں نصب تھا۔ عمرو بن لحی نے لوگوں کو اس کے متعلق بتایا تھا۔ اس نے مشہور کر رکھا تھا کہ رب موسم سرما طائف میں لات کے پاس گزارتا ہے اور موسم گرما عزیٰ کے پاس بسر کرتا ہے۔ لوگ عزیٰ کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے، انہوں نے اس کے لئے ایک گھر بنا رکھا تھا، وہ اس کے لئے بھی اسی طرح تحائف بھیجتے تھے جس طرح وہ کعبہ مشرفہ کے لئے تحائف بھیجا کرتے تھے۔ یہ وہی بت ہے جس کو توڑنے کے لئے حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ اس کے نگرانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا اے خالد! یہ کہیں تجھے نیست ونابود نہ کردے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے گرا دیا اور اس کی بنیاد کو برقرار رہنے دیا، اس کے نگران کہنے لگے اللہ کی قسم! یہ عزیٰ ضرور واپس آئے گی اور گرانے والوں سے ضرور انتقام لے گی۔ رسول مکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا "کیا تم نے وہاں کوئی چیز دیکھی ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا۔ اب انہوں نے اس کی بنیادوں کو بھی اکھیڑ دیا۔ انہوں نے وہاں ایک کالی عورت دیکھی۔ جس نے اپنے بال بکھیر رکھے تھے، وہ اپنے چہرے پر طمانچے مار رہی تھی۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا، اس کے نگران بھاگ گئے، وہ یہ کہتے ہو جا رہے تھے کہ آج کے بعد عزیٰ کی پرستش نہیں کی جائے گی۔ اس واقعہ کو ابو سعید النیسا پوری نے المبعث میں ذکر کیا ہے۔ اسے الازرقی نے بھی لکھا ہے۔

Marfat.com

عَجِبْتُ وَ فِي اللَّيَالِي مُعْجَبَاتٌ وَ فِي الاَيَّامِ يَعْرِفُهَا الْبَصِيرُ

مجھے تعجب ہوا اور شب و روز میں بہت سی حیرت انگیز چیزیں ہیں جنہیں صرف صاحب بصارت ہی پہچان سکتا ہے۔

بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَفْنٰى رِجَالاً كَثِيْرًا كَانَ شَانُهُمُ الْفُجُوْرُ

کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا جو فسق و فجور کے عادی تھے۔

وَ اَبْقٰى آخَرِيْنَ بِبِرِّ قَوْمٍ فَيَرْبُلُ مِنْهُمُ الطِّفْلُ الصَّغِيْرُ

کسی قوم کی نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو باقی رکھا۔ ان میں سے ایک ننھا بچہ بھی نشوونما پا کر جوان ہو گیا۔

وَ بَيْنَا الْمَرْءُ يَعْثُرُ ثَابَ يَوْمًا كَمَا يَتَرَوَّحُ الْغُصْنُ الْمَطِيْرُ

ایک شخص انتہائی سست اور کاہل ہوتا ہے لیکن کسی دن اس کی حالت اس شاخ کی مانند ہو جاتی ہے جو بارش والی سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔

وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ رَبِّيْ لِيَغْفِرَ ذَنْبِيَ الرَّبُّ الْغَفُوْرُ

میں تو اس رحمٰن کی عبادت کرتا ہوں جو میرا پروردگار ہے تا کہ وہ غفور رب میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

فَتَقْوَى اللّٰهِ رَبِّكُمْ احْفَظُوْهَا مَتٰى مَا تَحْفَظُوْهَا لَا تَبُوْرُوْا

اے لوگو! جو تم نے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کر رکھا ہے اس کی حفاظت کرو۔ جب تم اس کی حفاظت کرو گے وہ ضائع نہ ہوگا۔

وَ تَرَى الاَبْرَارَ دَارُهُمْ جِنَانٌ وَ لِلْكُفَّارِ حَامِيَةٌ سَعِيْرٌ

تو دیکھے گا کہ پاکبازوں کے لئے جنت میں محل ہیں اور کفار کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

وَ خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ وَ اِنْ يَمُوْتُوْا يُلَاقُوْا مَا تَضِيْقُ بِهِ الصُّدُوْرُ

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور جب وہ مر جائیں گے تو انہیں ایسے زہرہ گداز حالات سے دوچار ہونا پڑے گا جس سے سینے تنگ ہو جائیں گے۔

زید بن عمرو کے مزید اشعار

اِلَى اللّٰهِ اُهْدِيْ مِدْحَتِيْ وَ ثَنَائِيَا وَ قَوْلاً رَصِيْنًا لَا يَنِيْ الدَّهْرَ مُدَامِيًا

میں بارگاہِ رسالت میں حمد و ثناء اور ایسے پختہ قول کا ہدیہ پیش کرتا ہوں جو اس وقت تک فناء

Marfat.com

نہیں ہوگا جب تک زمانہ باقی ہے۔

اِلَى الْمَلِكِ الاَعْلَى الَّذِيْ لَيْسَ فَوْقَهٗ اِلٰهٌ وَ لَا رَبٌّ يَكُوْنُ هُدَانِيَا

میں اس مالک الملک کی بارگاہ میں ہدیہ ستائش پیش کرتا ہوں جس سے بلند تر کوئی کو معبود نہیں اور نہ ہی صفات میں اس کا کوئی ثانی ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔

وَ اِيَّاكَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهٗ فَاِنَّ سَبِيْلَ الرُّشْدِ اَصْبَحَ بَادِيَا

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ بنا، رشد وہدایت کی راہ تو خوب عیاں ہو چکی ہے۔

أَلَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِيَّاكَ وَالرَّدٰى فَاِنَّكَ لَا تُخْفِيْ مِنَ اللّٰهِ خَافِيَا

اے انسان! اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں رکھ سکتا۔

حَنَانَيْكَ اِنَّ الْجِنَّ كَانَتْ رَجَاۗئَهُمْ وَ اَنْتَ اِلٰهِيْ رَبُّنَا وَ رَجَائِيَا

ہم تیرے پیہم لطف وکرم کے امیدوار ہیں اگر چہ ان لوگوں کی امیدگاہ جن ہیں لیکن مولا! ہم نے تو تیرے در سے ہی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔

رَضِيْتُ بِكَ اللّٰهُمَّ رَبًّا فَلَنْ اُرٰى اَدِيْنُ اِلٰهًا غَيْرَكَ اللّٰهُ ثَانِيَا

اے پروردگار! میں تسلیم کرتا ہوں کہ تو ہی میرا رب ہے میں کبھی بھی تجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کی پرستش نہیں کروں گا۔

وَ اَنْتَ الَّذِيْ مِنْ فَضْلِ مَنٍّ وَ رَحْمَةٍ بَعَثْتَ اِلٰى مُوْسٰى رَسُوْلًا مُنَادِيَا

اے میرے رب! تو ہی وہ ذات ہے جس نے انتہائی فضل وکرم کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ندا دینے والا قاصد بھیجا۔

فَقُلْتَ لَهٗ يَا اذْهَبْ وَهٰرُوْنَ فَادْعُوَا اِلَى اللّٰهِ فِرْعَوْنَ الَّذِيْ كَانَ طَاغِيَا

تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! تم ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس جاؤ، اسے اللہ کی طرف بلاؤ وہ فرعون جو سرکش تھا۔

وَ قُوْلَا لَهٗ أَاَنْتَ سَوَّيْتَ هٰذِهٖ بِلَا وَتِدٍ حَتّٰى اطْمَاَنَّتْ كَمَاهِيَا

اسے کہو کیا تو نے اس زمین کو بغیر کسی میخ کے قائم رکھا ہے حتیٰ کہ وہ اس طرح پرسکون ہوگئی جس طرح یہ نظر آرہی ہے۔

وَ قُوْلَا لَهٗ أَاَنْتَ رَفَعْتَ هٰذِهٖ بِلَا عَمَدٍ اَرْفِقْ اِذًا بِكَ بَانِيَا

حَنَانَيْكَ۔ یہ حنان کا تثنیہ ہے لیکن اس سے مراد لطف وعطا کا لگاتار ہونا ہے۔ اَدِيْنُ میں عبادت

Marfat.com

اس سے پوچھو کیا تو نے اس آسمان کو بغیر ستونوں کے بلند کیا ہے اگر تو نے یہ کیا ہے تو پھر تو کتنا عمدہ کاری گر ہے۔

وَ قُوْلَا لَهٗ ءَاَنْتَ سَوَّيْتَ وَسْطَهَا مُنِيْرًا اِذَا مَا جَنَّهُ اللَّيْلُ هَادِيًا

اس سے پوچھو کیا تم نے آسمان کے وسط میں ماہتاب کو بنایا ہے جب رات چھا جاتی ہے تو وہ نور فشاں ہو جاتا ہے۔

وَ قُوْلَا لَهٗ مَنْ يُّرْسِلُ الشَّمْسَ غُدْوَةً فَيُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْاَرْضِ ضَاحِيًا

اس سے استفسار کرو کہ صبح سویرے سورج کون بھیجتا ہے وہ زمین کے جس حصہ میں بھی پہنچتا ہے وہ حصہ جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے۔

وَ قُوْلَا لَهٗ مَنْ يُّنْبِتُ الْحَبَّ فِي الثَّرٰى فَيُصْبِحُ مِنْهُ الْبَقْلُ يَهْتَزُّ رَابِيًا

اس سے پوچھو زمین میں سے دانے کو کون اگاتا ہے جس سے سرسبز و شاداب فصل سطح زمین پر لہلہانے لگتی ہے۔

وَ يُخْرِجُ مِنْهُ حَبَّهٗ فِيْ رُءُوْسِهٖ وَ فِيْ ذَاكَ آيَاتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِيًا

پھر اس فصل کے سروں میں سے دانے کو کون نکالتا ہے اس میں غور و فکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَ اَنْتَ بِفَضْلٍ مِّنْكَ نَجَّيْتَ يُوْنُسًا وَ قَدْ بَاتَ فِيْ اَضْعَافِ حُوْتٍ لَيَالِيَا

اے مولا! تو ہی وہ ذات ہے جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات دی حالانکہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کئی راتیں بسر کی تھیں۔

وَ اِنِّيْ لَوْ سَبَّحْتُ بِاسْمِكَ رَبَّنَا لَاُكْثِرَ اِلَّا مَا غَفَرْتَ خَطَائِيَا

اے مولا! اگرچہ میں نے تیرے نام کی پاکی بیان کی ہے پھر بھی میں یہی التجاء کرتا ہوں کہ تو میری خطائیں بخش دے۔

فَرَبَّ الْعِبَادِ اَلْقِ سَيْبًا وَ رَحْمَةً عَلَيَّ وَ بَارِكْ فِيْ بَنِيَّ وَ مَالِيَا

اے معبودِ برحق! مجھ پر لطف و عطا نازل فرما۔ میری اولاد اور میرے مال میں برکت فرما۔

کروں گا۔ اَرْفِقْ اِذًا بِكَ بَانِيًا۔ یہ تعجب کی وجہ سے ہے یہ اصل میں مَا اَرْفَقَكَ بَانِيًا۔

ضَاحِيًا۔ عیاں اور نمایاں۔ رَابِيًا۔ سطح زمین۔ السَّيْبُ۔ عطا اور رحمت۔

Marfat.com

زید بن عمرو کے مصائب

زید بن عمرو اپنی بیوی صفیہ بنت الحضرمی کو جھڑکا کرتا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں حضرمی کا نام عبداللہ تھا، اس کا تعلق بنو صدف سے تھا۔ صدف کا نام عمرو بن مالک تھا اس کا تعلق بنوسکون بن اشرس بن کندی سے تھا۔ کہا جاتا ہے کندہ بن ثور بن مرتع بن عفیر بن عدی بن حارث بن مرۃ بن ادد بن زید بن مھسع بن عمرو بن عریب بن زید بن کہلان بن سباء۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرتع بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء۔

ابن اسحاق کہتے ہیں زید بن عمرو نے مکہ معظمہ چھوڑنے کا عزم مصمم کرلیا تاکہ دین ابراہیمی کی تلاش میں زمین کا سفر کرے۔ جب بھی صفیہ بنت الحضرمی دیکھتی کہ زید عازم سفر ہونا چاہتا ہے تو وہ خطاب بن نفیل کو اطلاع کرتی۔ خطاب بن نفیل زید کا چچازاد بھی تھا اور ماں کی جانب سے بھائی بھی تھا۔ وہ اسے اپنی قوم کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے عتاب کرتا۔ خطاب نے صفیہ کو اس کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ اس نے کہا تھا اے صفیہ! جب تم زید کو دیکھو کہ اس نے مکہ چھوڑنے کا عزم کرلیا ہے مجھے فوراً اطلاع دینا زید بن عمرو اسی کے متعلق کہتا ہے۔

لَا تَحْبِسِینِی فِی الْهَوَانِ صَفِیُّ مَا دَابِی وَدَابُهٗ

اے صفیہ! مجھے ذلت و رسوائی میں مقید نہ کر۔ میرے اور اس کے طریقہ میں کیا نسبت ہے؟

اِنِّی اِذَا خِفْتُ الْهَوَانَ مُشَیَّعٌ ذُلُلٌ رِکَابُهٗ

جب مجھے ذلت کا خوف ہو تو پھر میں بہادری اور جری ہو جاتا ہوں اس کے لئے مجھے آسانی سے سواریاں دستیاب ہو جاتی ہیں۔

دُعْمُوْصُ اَبْوَابِ الْمُلُوْکِ وَ جَائِبٌ لِلْخَرْقِ نَابُهٗ

میں اکثر بادشاہوں کے دروازوں پر جانے والا ہوں اور زیادہ مسافت طے کرنے والی اونٹنیاں بھی موجود ہیں۔

قَطَّاعُ اَسْبَابٍ تَذِلُّ بِغَیْرِ اَقْرَانٍ صِعَابُهٗ

میں راستوں کو طے کرنے والا ہوں حتیٰ کہ میرے لئے مشکل راستے بھی ہم سفروں کے بغیر

صفی۔ یہ اصل میں یا صفیہ تھا حرف نداء کو حذف کر کے اس میں ترخیم کی گئی ہے۔ داب کا معنی عادت اور طریقہ ہے دراصل داب تھا۔ ہمزہ کو آسانی کے لئے حذف کیا گیا ہے۔ اَلْمُشَیَّعُ۔ بہادر جری۔ دُعْمُوْص ۔ اس جانور کو کہتے ہیں جو پانی میں بار بار غوطہ زنی کرتا ہے۔

Marfat.com

ہی آسان ہو جاتے ہیں۔

وَ اِنَّمَا اَخَذَ الْهَوَانَ الْعَيْرُ اِذْ يُوْهِي اِهَابُهٗ

ذلت تو صرف گدھے کو پکڑ سکتی ہے جب اس کی جلد کمزور ہو جاتی ہے۔

وَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَا اَذِلُّ بِصَكِّ جَنْبَيْهِ صِلَابُهٗ

وہ کہتا ہے کہ میں اطاعت نہیں کروں گا اگرچہ میرے پہلوؤں پر زور سے طمانچے بھی مارے جائیں۔

وَ اَخِيْ ابْنُ اُمِّيْ ثُمَّ عَمِّيْ لَا يُوَاتِيْنِيْ خِطَابُهٗ

اس کی گفتگو میرے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی حالانکہ وہ میرا بھائی اور چچا ہے۔

وَ اِذَا يُعَاتِبُنِيْ بِسُوْءٍ قُلْتُ اَعْيَانِيْ جَوَابُهٗ

جب وہ مجھ سے سخت ناراض ہو جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ مجھے اس کے جواب نے عاجز کر دیا ہے۔

وَ لَوْ اَشَاءُ لَقُلْتُ مَا عِنْدِيْ مَفَاتِحُهٗ وَبَابُهٗ

اگر میں چاہوں تو ایسی بات کہوں جس کی چابیاں اور دروازہ میرے پاس ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل کے اہل خانہ کے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ زید جب قبلہ رو ہو کر مسجد میں داخل ہوتا تو کہتا۔

میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ بندگی اختیار کرتے ہوئے غلام بنتے ہوئے میں حاضر ہوں۔ میں اسی ذات سے پناہ طلب کرتا ہوں جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پناہ طلب کی تھی۔ پھر وہ قبلہ کی سمت منہ کر کے یہ شعر پڑھتا۔

اَنْفِيْ لَكَ اللّٰهُمَّ عَانٍ رَاغِمٌ مَهْمَا تُجَشِّمْنِيْ فَاِنِّيْ جَاشِمُ

اے مولا! میری ناک تیرے لئے ذلت و رسوائی کے ساتھ خاک آلود ہے جو مصائب بھی تو مجھ پر ڈالے گا میں انہیں برداشت کرنے والا ہوں۔

اَلْبِرَّ اَبْغِيْ لَا الْخَالَ لَيْسَ مُهَجِّرٌ كَمَنْ قَالَ

میں نیکی چاہتا ہوں تکبر کا خواہاں نہیں ہوں۔ دو پہر کو سفر کرنے والا قیلولہ کرنے والے کی

صَلَابُهٗ۔ صلب کی جمع ہے۔ لَا يُوَاتِيْنِيْ۔ وہ موافقت نہیں کرتا۔ الْخَالُ۔ تکبر۔ مُهَجِّرٌ۔ دو پہر کے وقت چلنے والا۔ قَالَ۔ قیلولہ کرنا۔

Marfat.com

طرح نہیں ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ شعر اس طرح ہے۔

اَلْبِرُّ اَبْقٰی لَا الْخَالُ لَيْسَ مُهَجِّرٌ كَمَنْ قَالَ

نیکی باقی رہتی ہے تکبر کو بقا نہیں ہے۔ دو پہر کو چلنے والا قیلولہ کرنے والے کی طرح نہیں ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل کہا کرتا تھا۔

وَ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِمَنْ اَسْلَمَتْ لَهُ الْاَرْضُ تَحْمِلُ صَخْرًا ثِقَالًا

دَحَاهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ عَلَى الْمَاءِ اَرْسٰی عَلَيْهَا الْجِبَالَا

وَ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِمَنْ اَسْلَمَتْ لَهُ الْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْبًا زُلَالًا

اِذَا هِیَ سِيْقَتْ اِلٰی بَلْدَةٍ اَطَاعَتْ فَصَبَّتْ عَلَيْهَا سِجَالًا

میں نے اس ہستی والا کے لئے اپنا سر جھکا دیا ہے جس کے لئے زمین بھاری بھر کم چٹانوں کو اٹھا کر سر تسلیم خم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بچھا دیا۔ جب وہ پانی پر قرار پذیر ہوگئی تو اس نے اس پر پہاڑوں کو نصب کر دیا۔ میں نے اس ذاتِ بابرکات کے سامنے سر اطاعت خم کیا ہے جس کے سامنے بادل شیریں پانی لئے خمیدہ سر ہیں۔ جب ان بادلوں کو کسی شہر کی طرف ہانک کر لے جایا گیا تو انہوں نے اطاعت کی اور اس شہر پر پانی کے ڈول انڈیل دیئے۔

خطاب کی زید پر اذیتیں

خطاب زید بن عمرو کو بہت سی اذیتیں دیا کرتا تھا۔ اس نے اس کو مکہ کی بلند پہاڑیوں سے نکال دیا تھا۔ وہ مکہ بالمقابل حراء میں خیمہ زن ہو گیا۔ خطاب اس کے پیچھے قریش کے جوانوں اور احمقوں کو لگا دیتا۔ وہ ان سے کہتا زید کو مکہ میں داخل نہ ہونے دینا۔ زید چھپ کر ہی مکہ معظمہ میں داخل ہوسکتا تھا۔ جب وہ مکہ میں آجاتا تو اہل مکہ خطاب کو اس کے متعلق بتاتے پھر تمام مل کر اسے مکہ معظمہ سے باہر نکال دیتے۔ وہ اسے اس لئے اذیتیں دیتے تھے کہ وہ کہیں ان کے دین کو خراب نہ کر دے اور کوئی شخص اس کی اتباع نہ کرنے لگے۔ کعبہ معظمہ کی حرمت وتوقیر کی پاسبانی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لَاهُمَّ اِنِّیْ مُحْرِمٌ لَا حِلَّهْ وَ اِنَّ بَيْتِیْ اَوْسَطَ الْمَحِلَّهْ

عِنْدَ الصَّفَا لَيْسَ بِذِیْ مَضَلَّهْ

اے بار الٰہ میں اس مقدس گھر کی حرمت کو سمجھنے والا ہوں۔ اس کی حرمت وتوقیر کو ختم کرنے

Marfat.com

والا نہیں، میرا گھر صفا کے پاس ہے میں کسی گمراہ کن مقام پر فروکش نہیں ہوں۔

زید اور سفر شام

پھر دین ابراہیمی کی جستجو میں زید مکہ معظمہ سے عازم سفر ہوا۔ وہ راہبوں اور احبار سے اس دین کے متعلق پوچھتا رہا حتیٰ کہ وہ اس کی تلاش میں موصل اور جزیرہ تک پہنچ گیا پھر شام کے تمام علاقوں کو چھان مارا حتیٰ کہ وہ راہب کے پاس پہنچ گیا وہ راہب سرزمین بلقاء پر ''میفعہ'' کے مقام پر مقیم تھا۔ وہ علم نصرانیت میں لاثانی تھا، زید نے اس سے دین حنیف کے متعلق پوچھا۔ راہب نے کہا تو آج اس دین کے متعلق پوچھ رہا ہے جس کی طرف راہ نمائی کرنے والا آج تجھے کوئی نہیں ملے گا لیکن ایک نبی محترم ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے، وہ انہی شہروں سے ظہور فرمائیں گے جہاں سے تو نکل آیا ہے، وہ دین حنیف کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ انہی شہروں کی طرف لوٹ جا۔ ان کی بعثت کا زمانہ یہی ہے۔

زید کی موت

زید یہودیت اور نصرانیت کا خوب مشاہدہ کر چکے تھے۔ وہ ان کے اعمال کو عمدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ وہ اس راہب کی بات سن کر جلدی سے مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوئے جب بنولخم کے شہروں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔

ورقہ کا مرثیہ

ورقہ بن نوفل نے گریہ بار ہو کر زید کا یہ مرثیہ لکھا۔

رَشِدْتَ وَ اَنْعَمْتَ ابْنَ عَمْرٍ اِنَّمَا تَجَنَّبْتَ تَنُّوْرًا مِنَ النَّارِ حَامِيَا

اے ابن عمرو! تو نے راہِ ہدایت پالی۔ یہ صراط مستقیم تجھے کافی غور و حوض کے بعد ملی۔ اس طرح تو آگ کے دہکتے ہوئے تنور سے بچ گیا۔

بِدِيْنِكَ رَبًّا لَيْسَ رَبٌّ كَمِثْلِهٖ وَ تَرْكِكَ اَوْثَانَ الطَّوَاغِيْ كَمَا هِيَا

یہ نجات تجھے اس دین کو اختیار کر لینے کے بعد ملی جس کے رب جیسا کوئی رب نہیں۔ تو نے ذلیل ورسوا بتوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔

وَ اِدْرَاكِكَ الدِّيْنَ الَّذِيْ قَدْ طَلَبْتَهٗ وَ لَمْ تَكُ عَنْ تَوْحِيْدِ رَبِّكَ سَاهِيَا

تو نے اس دین کو پالیا جس کا تو متلاشی تھا تو اپنے رب کی توحید کو فراموش کرنے والا نہ تھا۔

Marfat.com

فَاَصْبَحْتَ فِی دَارٍ کَرِیْمٍ مُقَامُھَا تُعَلَّلُ فِیْھَا بِالْکَرَامَةِ لَاھِیَا

تو ایسے گھر میں مقیم ہو چکا ہے جو بڑا معزز ہے تو وہاں عزت واحترام کے ساتھ ہر چیز سے کنارہ کش ہو کر اپنی محنت کا پھل پاتا رہے گا۔

تُلَاقِیْ خَلِیْلَ اللّٰهِ فِیْھَا وَ لَمْ تَکُنْ مِنَ النَّاسِ جَبَّارًا اِلَی النَّارِ ھَاوِیَا

تو اس مقام کریم میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کرے گا۔ تو لوگوں میں سے سرکش اور آگ میں گرنے والوں میں سے نہ تھا۔

وَ قَدْ تُدْرِکُ الْاِنْسَانَ رَحْمَةُ رَبِّهٖ وَ لَوْ کَانَ تَحْتَ الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ وَادِیَا

اگر چہ انسان زیر زمین ستر وادیوں کی گہرائی میں ہو اسے اپنے رب کی رحمت پھر بھی پہنچ جاتی ہے۔

انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس ضمن میں جو روایات مجھ تک پہنچی ہیں ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اہل انجیل کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے انجیل میں لے کر آئے یہ حضور ﷺ کے وہ اوصاف ہیں جنہیں یحنس حواری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں انجیل لکھتے ہوئے لکھا تھا۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے امتیوں سے فرمایا تھا۔

"جس نے مجھ سے عداوت رکھی اس نے اپنے پروردگار سے عداوت رکھی۔ اگر میں ان

یحنس حواری

یحنس کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں آئے گا۔ وہاں تمام حواریوں کا ذکر کیا جائے گا۔

انجیل میں حضور ﷺ کے اوصاف یوں مذکور ہیں۔ "اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ تند خو اور سخت دل نہیں ہوں گے، نہ ہی وہ بازار میں غل مچائیں گے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ وہ معاف فرمائیں گے اور درگزر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا وصال اس وقت تک نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ ان کے ذریعے ایک ٹیڑھی ملت کو سیدھا فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو درست اور تاریک دلوں کو منور فرما دے گا۔ وہ تمام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ترانے الاپنے لگیں گے۔

Marfat.com

کے سامنے ایسے کام نہ کرتا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کیے تو ان سے کوئی خطا سرزد نہ ہوتی لیکن اب وہ اترانے لگے ہیں۔ آج وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مجھ پر اور پروردگار پر غلبہ پالیں گے لیکن وہ بات جو ناموس میں ہے وہ پوری ہو کر رہے گی۔ انہوں نے مجھے ناحق ناراض کیا ہے۔ کاش کہ "اَلْمُنْحَمَنَّا" تشریف لا چکے ہوتے۔ یہ وہ بابرکت ذات ہیں جنہیں روح القدس اپنے رب کے پاس سے بھیجے گا۔ یہ بھی بارگاہِ ربوبیت سے ہی تشریف لائیں گے۔ وہ میرا گواہ ہوگا اور تم بھی میرے گواہ ہو کیونکہ تم عرصہ دراز سے میرے ہمراہ ہو۔ میں نے تمہیں یہ اس لئے بتا دیا ہے تاکہ تم

علامہ واقدی نے بھی حضور ﷺ کے ان اوصاف کا ذکر کیا ہے جو احبار بیان کرتے تھے۔ یمن میں ایک یہودی عالم تھا جب اس نے حضور ﷺ کے متعلق سنا تو وہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور مختلف امور کے متعلق سوالات کئے پھر اس نے کہا میرے باپ نے تورات کے ایک جزء کو سربمہر کیا۔ اس نے مجھ سے کہا اسے اس وقت یہودیوں کو پڑھ کر نہ سنانا جب تک تجھے معلوم نہ ہو جائے کہ مقام یثرب پر ایک نبی ﷺ تشریف فرما چکے ہیں۔ جب تو ان کے متعلق سن لے تو اسے کھول لینا۔ اس عالم نے کہا جب میں نے آپ ﷺ کے متعلق سنا تو میں نے اس کتاب کو کھول لیا۔ میں نے اسے پڑھا وہاں آپ ﷺ کے اوصاف مرقوم تھے۔ وہ اوصاف بالکل وہی تھے جو میں آپ ﷺ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کتاب میں یہ بھی تحریر تھا کہ آپ ﷺ کون سی اشیاء حلال اور کون سی اشیاء حرام فرمائیں گے۔ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے بہترین ہیں اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ تمام امم سے عمدہ ہے۔ وہاں آپ ﷺ کا اسم گرامی "احمد" مکتوب ہے۔ آپ ﷺ کی امت کا نام حامدون ہے۔ ان کے خون بارگاہِ ربوبیت میں قرب کا ذریعہ ہیں، ان کے سینے اناجیل ہیں، وہ جس معرکہ میں بھی نبرد آزما ہوں گے حضرت جبرائیل امین ان کے ہمراہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر اس طرح سایہ فگن ہو گئی جس طرح گدھ اپنے بچوں پر سایہ کناں ہوتی ہے"۔

پھر میرے والد نے مجھ سے کہا جب تو ایسے نبی کے متعلق سن لے تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جانا، ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا۔ حضور ﷺ نے پسند فرمایا کہ صحابہ کرام بھی اس عالم یہود کی گفتگو سنیں، ایک دن وہ شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے نعمان! ہمیں وہی بات سناؤ جو پہلے سنا چکے ہو۔ اس نے ابتداء سے لے کر اختتام تک وہی اوصاف بیان کئے۔ روایت ہے کہ اس دن حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو اسود عنسی نے شہید کیا تھا۔ اس نے ان کا ایک ایک عضو جدا کر دیا لیکن یہ پھر

Marfat.com

بعد میں شکایت نہ کرو۔

"اَلْمُنْحَمَنَّا" سریانی زبان کا نام ہے اس کا معنیٰ "محمد" ﷺ ہے۔ رومی زبان میں اسے اَلْبَرَقْلِیْطِسْ کہتے ہیں (ﷺ)

بھی یہی کہتے رہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو جھوٹا اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والا ہے۔ پھر اس ظالم نے ان کو آگ میں جلا دیا۔

Marfat.com

حضور علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ

ابو محمد عبدالملک بن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سر مبارک پر رحمۃ اللعالمین کا تاج سجا کر اور تمام لوگوں کو مژدہ جانفزا سنانے والا بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ سے پہلے جو نبی بھی مبعوث ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا کہ وہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ پر ایمان لائیں، آپ ﷺ کی تصدیق کریں اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہی عہد اپنی اپنی امتوں سے بھی لیں۔ ہر نبی نے اپنی امت سے یہ عہد لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

حضور علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کب ہوئی

ابن اسحاق کا قول ہے کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔ حضرت ابن عباس، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت قباث بن اشیم، حضرت عطا، حضرت سعید بن المسیب اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے یہی روایت ہے۔ اہل سیر اور اہل علم کے ہاں یہی مشہور ہے۔ روایت ہے کہ چالیس سال اور دو ماہ کی عمر میں حضور ﷺ کی بعثت ہوئی۔ حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا گیا کیا تم بڑے ہو یا حضور ﷺ۔ انہوں نے جواب دیا حضور اکرم ﷺ مجھ سے بڑے ہیں لیکن عمر میری زیادہ ہے۔ حضور ﷺ عام الفیل کو اس جہانِ رنگ و بو میں جلوہ نما ہوئے۔ میری والدہ نے مجھے ہاتھی کی لید پر کھڑا کیا تھا۔ دوسری روایت میں پرندے کی بیٹ کا ذکر ہے، میں نے اس کو دیکھا اس کا رنگ سبز ہو چکا تھا یعنی اس پر ایک سال گزر چکا تھا۔

البکائی کی روایت کے علاوہ منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''اے بلال! پیر کا روزہ رکھا کرو کیونکہ پیر کے روز ہی میری ولادت ہوئی، اسی روز میں مبعوث ہوا اور اسی روز میرا وصال ہوگا''۔

Marfat.com

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ (آل عمران)

''اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو، ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا کہ (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا کہ آپ ﷺ کی تصدیق کریں اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کی اعانت کریں۔

نبوت اور طاقت

ابن اسحاق کا قول ہے کہ نبوت ایک بوجھ اور ثقل ہے اس کو صرف وہی اٹھانے کی قوت رکھتا ہے جو اہل قوت اور اولوالعزم ہو۔ ابن اسحاق نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے وہب بن منبہ کو سنا اس وقت وہ مسجد میں تھے ان کے سامنے حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا وہ ایک صالح انسان تھے، ان کے اخلاق میں ضیق تھی۔ جب ان پر نبوت کا بار گراں ڈالا گیا تو ان سے اس طرح آواز آتی تھی جس طرح اس اونٹ سے آواز آتی ہے جس پر بہت زیادہ بوجھ لادا گیا ہو۔ انہوں نے اس بوجھ کو پھینک دیا اور بھاگ گئے۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ اولوالعزم رسولوں سے مراد حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اس قول کی وجہ سے ہیں۔

يَا قَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِيْ وَ تَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللّٰهِ۔ (یونس۔۷۱)

''اے میری قوم! اگر گراں ہے تم پر میرا قیام اور میرا پند و نصیحت کرنا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے''

حضرت ہود علیہ السلام اس فرمان کی وجہ سے اولوالعزم ہیں۔

اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔

میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں بیزار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

Marfat.com

سچے خوابوں سے آغاز

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امام زہری نے حضرت عروۃ ابن زبیر اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز سچی خوابوں سے ہوا۔ جو خواب حضور ﷺ رات کو دیکھتے دن کو اس کی تعبیر ہو بہو صبح کے اجالے کی مانند سامنے آ جاتی۔ پھر حضور ﷺ کے قلب انور میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہو گئی۔ آپ ﷺ کو خلوت گزینی سے اور کوئی چیز پسندیدہ تر نہ تھی۔

پتھر اور درخت سلام عرض کرتے ہیں

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عبدالملک بن عبیداللہ بن ابی سفیان بن العلاء جاریہ الثقفی نے بعض اہل علم سے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمانا چاہا تو آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے دور تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ اتنی مسافت پر تشریف لے جاتے تھے کہ مکہ معظمہ کے گھر بھی نظر نہ آتے تھے۔ آپ ﷺ مکہ معظمہ کی گھاٹیوں اور وادیوں کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ ﷺ کو یوں سلام عرض کرتا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اور اپنی امت کے اس قول کی وجہ سے اولوالعزم ہیں۔

اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

''کہ ہم بیزار ہیں تم سے اور ان معبودوں سے جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا''۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ان اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کریں۔

پتھر کے سلام کرنے اور تنے کا فراق میں رونے کے متعلق امام سہیلی کی رائے

ترمذی اور مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں مکہ معظمہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھ پر نزولِ وحی سے پہلے سلام بھیجا کرتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ پتھر جو حضور نبی دو جہاں ﷺ پر سلام بھیجنے کی سعادت حاصل کرتا تھا وہ حجر اسود تھا۔ ممکن ہے کہ یہ سلام حقیقت ہی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح قوتِ گویائی عطا فرمائی ہو جس طرح اس نے کھجور کے تنے کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی لیکن اس گفتگو میں حیات، علم اور ارادہ کی کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ دیگر آوازوں کی طرح ایک آواز ہی ہے، اکثر علماء کے نزدیک آواز ایک عرض ہے لیکن نظام نے اس کی مخالفت کی ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ اپنے ارد گرد متوجہ ہوتے اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے التفات فرماتے، آپ کو صرف درخت اور پتھر ہی نظر آتے۔ آپ ﷺ کی یہی کیفیت رہی حجر و شجر سلام عرض کرتے رہے کہ ایک روز حضرت جبرائیل کرامت و توقیر کا تاج آپ ﷺ کے سر اقدس پر سجانے کے لئے آ گئے۔ اس وقت حضور ﷺ غارِ حرا میں خلوت گزیں تھے اور رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نزول

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مجھ سے وہب بن کیسان نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کو سنا وہ عبید بن عمیر بن قتادہ اللیثی سے فرما رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا اے عبید! نزولِ وحی کا آغاز کیسے ہوا؟ (اس وقت میرے علاوہ وہاں اور بھی کچھ لوگ موجود تھے) انہوں نے فرمایا حضور ﷺ ہر سال ایک ماہ کے لئے غارِ حرا میں خلوت گزیں ہوتے تھے۔ وَ كَانَ ذَالِكَ مِمَّا تَحَنَّثَ بِهٖ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ سال

اس کے گمان کے مطابق آواز ایک جسم ہے۔ الاشعری نے جواہر کے آپس میں ٹکرانے سے پیدا شدہ صدا کو آواز کہا ہے لیکن ابوبکر بن طیب کہتے ہیں کہ آواز سے مراد باہمی ٹکرانے کی صدا نہیں ہے۔ اس کا مفہوم اس سے وسیع تر ہے اس کی وضاحت کی بنیاد دو اقوال پر ہے لیکن یہ تفصیل کی جگہ نہیں ہے۔

اگر کلام (گفتگو) کو ایسی صفت تسلیم کیا جائے جو حجر اور شجر کے ساتھ قائم ہو اور آواز بھی اسی سے تعبیر ہو تو پھر کلام کے ساتھ حیات اور علم کی شرط کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کلام حیات اور علم کے ساتھ مختص تھی اور پتھر نے آپ ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کی یا پھر وہ صرف کلام ہی تھی، اس کے ساتھ حیات متصل نہ تھی۔ ہر دو لحاظ سے یہ نبوت کی ایک اہم نشانی ہے۔ جہاں تک حَنِيْنُ الْجِذْعِ (تنے کا گریہ بار ہونے) کا تعلق ہے تو اگر لفظ حَنِيْن کو دیکھا جائے تو یہ حیات کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ پتھر کا سلام درحقیقت ملائکہ کی طرف منسوب ہو وہ وہاں مقیم ہوں اور وہ ان کا مسکن ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہو۔

وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ۔ اور (اگر آپ کو اعتبار نہ آئے تو) دریافت کیجئے بستی والوں سے۔

لیکن پہلا قول زیادہ واضح ہے لیکن ان مذکورہ تمام صورتوں میں پتھر کا سلام کناں ہونا حضور ﷺ کی نبوت کی ایک علامت ہے لیکن متکلمین کی اصطلاح میں اس کو معجزہ نہیں کہیں گے۔ معجزہ صرف وہ خلاف عادت واقعہ ہو گا جس سے مخلوق کو چیلنج کیا گیا ہو اور وہ ایسا واقعہ پیش کرنے سے عاجز ہو۔

Marfat.com

میں ایک ماہ یکسوئی سے اللہ رب العزت کی عبادت کرتے تھے۔

تحنث کا معنی تبرز ہے۔ ابو طالب کا شعر ہے۔

وَ ثَوْرٍ وَ مَنْ اَرْسٰی ثَبِیْرًا مَکَانَهٗ وَرَاقٍ لِیَرْقٰی فِی حِرَاءَ وَ نَازِلٍ

میں جبل ثور کی اور اس ذات کی قسم اٹھاتا ہوں جس نے اس عظیم پہاڑ کو اپنی جگہ نصب کیا ہے اور غارِ حرا پر چڑھنے والے اور اترنے والے کی پناہ لیتا ہوں۔

تحنث وتحنف

ابن ہشام کہتے ہیں کہ تحنث اور تحنف کا ایک ہی معنی ہے۔ اہل عرب ان دونوں الفاظ سے حنیفیہ مراد لیتے تھے۔ وہ فاء کو ثاء میں بدل دیتے تھے۔ جس طرح وہ جدف اور جدث کہا کرتے تھے۔ ان دونوں کا معنی قبر ہی ہے۔ روبہ بن عجاج کا شعر ہے۔

لَوْ كَانَ اَحْجَارِیْ مَعَ الْاَجْدَافِ

کاش! میرے پتھر قبروں کے ساتھ ہوتے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اہل عرب فم کی جگہ ثم کہا کرتے

تفعل اور اس کا مدلول

عبید بن عمیر کی حدیث ہے۔ "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُجَاوِرُ بِغَارِ حِرَاءَ وَ یَتَحَنَّثُ فِیْهِ"۔ تحنث کا معنی تبرز ہے یہ البِرّ سے تفعل کے وزن پر ہے۔ تفعل فعل میں دخول کا تقاضا کرتا ہے مثلاً تَفَقُّه، تَعَبُّد، تَنَسُّك وغیرہ۔ بعض اوقات اس میں کسی چیز سے جلدی جلدی نکلنے اور اسے چھوڑنے کے معنی بھی پائے جاتے ہیں مثلاً تَاَثُّم اور تَحَرُّج وغیرہ۔ تَحَنَّث۔ ثاء کے ساتھ یہ۔ یہ حَنَثَ سے مشتق ہے اس کا معنی بارگراں ہے تَقَذُّر بھی اس طرح ہے، اس کا معنی گندگی سے دور ہونا ہے۔ تَحَنُّف کا معنی تبرر ہے یہ حنیفیہ دین ابراہیمی سے ہے اگر فاء ثاء سے بدل کر آئی ہو تو یہ تَقَذُّر اور تَاَثُّم کی طرح ہے۔ ابن ہشام کے قول کا یہی مفہوم ہے۔ مجاورت ایک لحاظ سے اعتکاف ہی ہوتی ہے مگر ان میں فرق یہ ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہو سکتا ہے جبکہ مجاورت مسجد سے باہر بھی ہو سکتی ہے اسی وجہ سے حضور ﷺ کی اس خلوت گزینی کو اعتکاف نہیں کہا جا سکتا کیونکہ غارِ حرا مسجد نہیں ہے بلکہ وہ حرم کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کوہ ثبیر پر تشریف لے گئے۔ اس پہاڑ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے اتر جائیں کیونکہ اگر آپ ﷺ مجھ پر شہید ہو گئے تو

Marfat.com

تھے۔ وہ فاء کو ثاء میں بدل دیتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے وہب بن کیسان نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ ہر سال اسی مہینے کو خلوت گزیں ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس جو بھی مسکین آتا آپ ﷺ اسے

میں بھی عذاب میں مبتلاء ہو جاؤں گا۔ اس وقت اسی جبل حرا نے آپ ﷺ سے عرض کی تھی۔

اِلَیَّ اِلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اے رسول مکرم ﷺ! میرے پاس تشریف لے آئیں۔

نزولِ وحی کی کیفیت

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب مجھ پر وحی کا آغاز ہوا اس وقت میں استراحت فرما تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ اس حدیث مبارک میں ہے کہ جب حضور ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا اس وقت آپ ﷺ حالت بیداری میں تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''سب سے پہلے سچی خوابوں سے آغازِ وحی ہوا۔ آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے اس کی تعبیر دوسرے روز ہو بہو صبح کے اجالے کی طرح نمودار ہو جاتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نزدیک خلوت گزینی کو محبوب بنا دیا...... حتیٰ کہ حق آ گیا۔ آپ ﷺ اس وقت غارِ حراء میں تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے سچی خوابوں کا مرتبہ نزولِ وحی سے بیشتر تھا ان دونوں احادیث میں اس طرح مطابقت کرنا ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور ﷺ کے پاس حالت بیداری میں آنے سے پہلے حالت نیند میں بھی آئے تھے تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ نرمی اور آسانی پیدا ہو جائے کیونکہ نبوت ایک اہم ترین معاملہ ہے۔ یہ بوجھ بڑا گراں ہے، انسان کمزور ہے۔ حدیث معراج میں اس مسئلہ کی مزید تفصیل بیان کی جائے گی۔

صحیح سند سے حضرت عامر الشعبی سے روایت ہے کہ حضرت اسرافیل تین برس تک حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ محو کلام ہوتے تھے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن پاک کی وحی لے کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ پر نزولِ وحی کی مختلف کیفیات تھیں۔

۱۔ نیند میں

جس طرح ابن اسحاق کی حدیث سے عیاں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی اسی کی وضاحت ملی ہے کہ حضور ﷺ پر سب سے پہلے نزولِ وحی کی کیفیت سچی خوابوں کی صورت میں

Marfat.com

کھانا کھلاتے۔ جب خلوت گزینی کی عمر ختم ہو جاتی تو آپ ﷺ گھر تشریف لانے سے پہلے بیت اللہ تشریف لے جاتے۔ اس کا طواف کرتے پھر گھر تشریف لے جاتے۔

ظاہر ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (الصافات: ۱۰۲)

"میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا تیری کیا رائے ہے"۔

آپ علیہ السلام کے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی۔

اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ "کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے"۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ کبھی کبھی وحی نیند میں بھی آیا کرتی تھی جس طرح حالت بیداری میں آتی تھی۔

۲۔ قلب انور میں القاء کرنا

وحی کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ فرشتہ دکھائی دیئے بغیر حضور ﷺ کے قلب انور میں القاء کر دیتا تھا۔ ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے۔

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِی اَنَّهٗ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ اَجَلَهَا وَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ۔ (1)

روح القدس (جبرائیل) نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک وہ اپنی مدت اور رزق مکمل نہ کر لے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور طلب رزق میں خوب صورت طریقے اختیار کرو۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا (الشوریٰ: ۵۱)

"اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہِ راست) مگر وحی کے طور پر"۔

میں وحی بالقاء مراد ہے۔

گھنٹی کی مانند آواز

وحی کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ گھنٹی کی آواز کی طرح وحی کی آواز سنائی دے۔ وحی کا یہ انداز حضور ﷺ

Marfat.com

ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سر اقدس پر کرامت و عزت کا تاج سجایا۔ اس ماہ میں حضور ﷺ حسب معمول غارِ حرا میں خلوت نشینی کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کی رفیقۂ حیات بھی تھیں۔ جب وہ مبارک شب آئی جس میں

کے لئے بڑا مشکل ہوا کرتا تھا۔ جب نزولِ وحی کی یہ کیفیت جدا ہوتی تو جو کچھ آپ ﷺ سنتے وہ آپ ﷺ کو اچھی طرح یاد ہو چکا ہوتا۔

فرشتہ بشکل انسانی

کبھی فرشتہ انسانی شکل میں حاضر خدمت ہوتا۔ فرشتہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں متشکل ہو کر آتا تھا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ جب حضرت دحیہ کلبی مدینہ منورہ آئے تو مدینہ منورہ کی تمام خواتین نے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان کو دیکھا۔ ابن سلام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا (الجمعہ:11) ''اور (بعض لوگوں نے) جب دیکھا کسی تجارت یا تماشہ کو''۔
کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لہو سے مراد صحابہ کرام کا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ کی زیارت کرنا تھا۔

حضرت جبرائیل کا دیدار

حضور ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اسی شکل میں دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا ہے۔ آپ علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں جن سے ہمہ وقت موتی اور جواہرات بکھرتے رہتے ہیں۔

حجاب کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ کا محوِ کلام ہونا

نزولِ وحی کا پانچواں درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پس پردہ کسی نبی سے کلام فرمائے۔ پھر یا تو یہ سعادت حالت بیداری میں ہو یا نیند کی کیفیت میں۔ جس طرح ترمذی شریف کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میرا پروردگار میرے پاس احسن صورت میں آیا اور پوچھا ملاءِ اعلیٰ کس چیز کے متعلق جھگڑا کر رہے ہیں۔ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ میرے لئے ہر چیز کا علم عیاں ہو گا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا اے محمد ﷺ! ملاءِ اعلیٰ کس بات میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی مولا! وہ کفارات میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کفارات کیا ہیں۔ میں نے عرض کی ناپسندیدگی کے لمحات میں وضو کرنا، بھلائیوں کی طرف چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا

Marfat.com

آپ ﷺ کو نبوت و رسالت کی خلعت فاخرہ سے نوازا جانا تھا تو اللہ تعالیٰ کے پیغام بر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل آئے میں اس وقت استراحت فرما

انتظار کرنا۔ جس شخص نے یہ عمدہ اعمال سرانجام دینے کی سعادت حاصل کر لی وہ قابل ستائش زندگی بسر کرے گا۔ وہ قابل فخر موت مرے گا۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو"۔

نزولِ وحی کی یہی چھ کیفیات ہیں۔ نزولِ وحی کی ایک ساتویں حالت بھی ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ (یعنی حضرت اسرافیل کی حضور ﷺ کے ساتھ معیت) جس طرح ہم نے ان کیفیات کو جمع کیا ہے اس طرح کسی اور سیرت نگار نے انہیں اکٹھا نہیں کیا۔

حدیث وحی کی تشریح

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل ریشم کا ایک ایسا کپڑا لے کر حاضر ہوئے جس پر کچھ تحریر تھا۔ بعض مفسرین اللہ تعالیٰ کے اس فرمان الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ۔ (البقرہ) کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں اسی کتاب کے متعلق اشارہ ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام غارِ حرا میں لے کر آئے تھے۔

مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ کا مفہوم یہ ہے کہ میں اُمی ہوں میں نے کتب کا مطالعہ نہیں کیا۔ آپ ﷺ سے تین مرتبہ یہ عرض کی گئی۔ پھر کہا گیا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔ اپنے رب کا نام لے کر پڑھیں یعنی آپ ﷺ اپنی قوت سے یا اپنے نفس کے وصف سے نہیں پڑھیں گے اور نہ ہی آپ ﷺ اپنی معرفت سے پڑھیں گے بلکہ آپ ﷺ اپنے رب کے پاکیزہ نام سے آغاز کرتے ہوئے پڑھیں۔ اس سے استعانت کرتے ہوئے پڑھیں، وہ آپ ﷺ کو اسی طرح سکھائے گا جس طرح اس نے آپ ﷺ کو تخلیق کیا۔ آپ ﷺ میں خون کا لوتھڑا اور شیطان کا حصہ پیدا فرما کر پھر اسے باہر نکالا۔ اس نے یہ اشیاء دیگر انسانوں میں بھی تخلیق کی ہیں۔ پہلی دو آیتیں حضور ﷺ کے متعلق ہیں، دوسری آیتیں امت مرحومہ کے متعلق ہیں کیونکہ وہ بھی ایسی امت تھی جو تعلیم سے ناآشنا تھی۔ وہ تو لکھ بھی نہیں سکتی تھی لیکن وہ صاحب کتاب بن گئی۔ وہ اہل قلم ہو گئی انہوں نے قلم کے ذریعہ سے قرآن سیکھا جبکہ حضور ﷺ کے قلب اطہر پر جبرائیل نے قرآن مجید اللہ کے حکم سے اتارا تا کہ وہ مرسلین میں سے ہو جائیں۔

Marfat.com

تھا۔ان کے پاس ریشم کا ایک ٹکڑا تھا جس پر کچھ مکتوب تھا، انہوں نے کہا پڑھیے میں نے کہا میں کیا پڑھوں۔ انہوں نے مجھے اس شدت سے بھینچا کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ میرے لئے موت کا

تسمیہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔ میں ایک فقہی مسئلہ یہ ہے کہ قرآن پاک کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع کرنا واجب ہے لیکن اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کس نام سے آغاز کیا جائے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا (ھود:۴۱) ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا''۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل کی۔

وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل:۳۰) ''اور وہ یہ ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن (اور) رحیم ہے''۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل ہر سورت کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لے کر آتے اور ''مصحف'' میں صحابہ کرام کے اجماع سے اسے نقل کیا گیا۔ امام بخاری نے حضرت حسن بصری کے مصحف کے متعلق جو ذکر کیا ہے وہ شاذ ہے۔ بسم اللہ قرآن پاک کا حصہ ہے اگر یہ قرآن پاک کا حصہ نہ ہوتی تو پھر اسے اس میں لکھا ہی نہ جاتا۔

امام شافعی کا یہ قول بھی درست نہیں کہ وہ ہر سورت کا حصہ ہے اور نہ ہی یہ قول درست ہے کہ وہ سورۃ الفاتحہ کی آیت ہے۔ ہمارا نقطہ نظر تو یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیت ہے جو سورت کے ساتھ متصل ہے۔

امام ابوحنیفہ اور داؤد کا یہی قول ہے۔

جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا نزول ہوا تو پہاڑوں نے تسبیح بیان کی۔ قریش مکہ نے کہا محمد ﷺ نے پہاڑوں پر جادو کر دیا ہے۔ (نقاش) اگر یہ قول درست ہے تو پھر پہاڑوں کا تسبیح خوانی کرنا اس آیت کے ساتھ مختص ہے۔ یہ آیت آلِ داؤد علیہ السلام پر بھی اتری تھی اور پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح خواں ہوتے تھے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِشْرَاقِ (ص)

''ہم نے فرمانبردار بنا دیا تھا پہاڑوں کو ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے عشاء اور اشراق کے وقت۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل) یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور

Marfat.com

قاصد بن کر آئے ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیئے۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟ انہوں نے مجھے پھر بھینچا۔ حتیٰ کہ میں نے کہا وقت اجل آن پہنچا پھر مجھے چھوڑ کر کہا پڑھیئے۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟ پھر انہوں نے مجھے زور سے بھینچا۔ میں سمجھا کہ شاید موت آ گئی ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا پڑھیں۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟ میں نے یہ صرف اس لئے کہا کہ وہ

وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن (اور) رحیم ہے۔

حدیث شریف میں ریشم کے ٹکڑے کا ذکر ہے جس پر کچھ مرقوم تھا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کتاب منیر آپ ﷺ کی امت کے لئے عجمیوں کے ممالک کو مغلوب کر دے گی اور وہ ان سے ریشم اور حریر چھین لے گی اور اس امت مرحومہ کو آخرت کی ملکیت اور جنت کا لباس بھی عطا کیا جائے گا۔ وہ لباس حریر اور دیباج کا ہی ہوگا۔ موسیٰ بن عقبہ اور سلیمان بن المعتمر کی سیرت کی کتب میں ہے کہ حضرت جبرائیل حضور ﷺ کی خدمت میں ایسے غالیچے میں حاضر ہوئے جو موتیوں اور یاقوت سے بنایا گیا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کو اس پر بٹھایا۔ ابن المعتمر کی سیرت میں ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (انشراح) "کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا"

اس آیت میں مذکورہ بالا واقعہ کی طرف ہی اشارہ ہے۔ حضرت جبرائیل نے آپ کے سینہ اقدس میں مذکورہ بالا واقعہ کی طرف ہی اشارہ ہے۔ حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کے سینۂ اقدس کو مس کیا اور یہ دعا مانگی۔ "مولا! ان کا سینہ کھول دے، ان کے ذکر کو بلند فرما اور ان سے ان کے بوجھ کو اٹھا لے۔

الغط

حدیث شریف میں ہے فَغَطَّنِيْ۔ ایک روایت میں فَسَأَبَنِي۔ ایک روایت میں سَأَتَنِيْ جبکہ تیسری روایت میں فَذَعَتَنِيْ ہے۔ ان تمام کا معنی گلا گھونٹنا اور ڈھانپ لینا ہے۔

شریح القاضی نے اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ بچے کو قرآن پاک یاد نہ کرنے کی وجہ سے تین دفعہ ہی مارا جائے۔ جس طرح حضرت جبرائیل نے حضور ﷺ کو تین دفعہ بھینچا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ تین دفعہ بھینچنا ان تین شدید ترین مشکلات کی طرف اشارہ تھا جو مسلمانوں کو درپیش ہوئیں۔ پھر مسلمانوں پر فرح و شادمانی کا دور آ گیا۔ ۱۔ شعب ابی طالب میں معاشرتی بائیکاٹ۔ ۲۔ قتل کی دھمکیاں۔ ۳۔ محبوب وطن سے ہجرت۔ پھر کامیابی نے متقین ہی کے قدم چومے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Marfat.com

مجھے پھر نہ بھینچیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵ (العلق)

"آپ پڑھیئے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔ اس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ان آیات کو پڑھا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے گئے۔

مَا اَنَا بِقَارِیٔ

ابن اسحاق نے مَا اَقْرَاُ ذکر کیا ہے، ممکن ہے مَا استفہامیہ ہو۔ آپ ﷺ کی مراد یہ ہو کہ میں کون سی چیز پڑھوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مَا نافیہ ہو۔ امام بخاری اور امام مسلم کی روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ مانا فیہ ہے۔

جبرائیل کا معنی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک ریشم کی قالین پر تھے۔ ایک روایت کے مطابق زمین اور آسمان کے درمیان عرش پر تھے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب وحی عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے منقطع ہوگئی تو حضور ﷺ پہاڑوں کی چوٹیوں پر آتے۔ آپ ﷺ ارادہ فرماتے کہ اپنے آپ کو نیچے گرادوں۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے آجاتے، وہ آسمان اور زمین کے مابین ہوتے وہ کہتے اے محمد! ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ "جبرائیل" سریانی زبان کا اسم ہے اس کا معنی عبدالرحمٰن یا عبدالعزیز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً اسی طرح روایت ہے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ آخری اسم "ایل" اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ہمارے شیخ بھی فرماتے تھے کہ یہ اضافۃ مقلوبہ ہے۔ عجمیوں کے کلام میں اضافت اسی طرح ہوتی ہے۔ وہ غلام زید کو زید غلام پڑھتے ہیں۔ اس اعتبار سے ایل سے مراد عبد اور پہلے اسم اللہ تعالیٰ کا نام ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی طرح ہے جس طرح تم کہو۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن۔ عبد کو وہی رہتا ہے مگر بعد والے اسماء بدلتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

میں اپنی نیند سے بیدار ہو گیا، ایسے محسوس ہوتا تھا کہ میرے دل پر کتاب لکھ دی گئی ہے۔ میں باہر نکل آیا جب میں پہاڑ کے وسط میں پہنچا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا۔ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ میں نے ان کی طرف مسلسل دیکھنا شروع کیا، میں ایک ہی جگہ پر کھڑا تھا آگے پیچھے حرکت نہیں کر رہا تھا، جب میں نے اپنی نظر آسمان کے افق کی طرف پھیری تو مجھے ہر سمت وہی نظر آئے۔ میں اسی کیفیت میں تھا حتیٰ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میری تلاش میں لوگوں کو روانہ کر دیا۔ وہ مکہ معظمہ کے بلند مقام تک پہنچ کر واپس آ گئے۔ میں کچھ دیر اسی جگہ کھڑا رہا پھر حضرتِ جبرائیل وہاں سے چلے گئے۔

میں بھی گھر آ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا اے ابو القاسم! ﷺ آپ کہاں تھے؟ اللہ کی قسم! میں نے آپ ﷺ کی جستجو میں اپنے قاصد بھی بھیجے تھے۔ وہ مکہ معظمہ کے بلند و بالا مقامات پر آپ ﷺ کو تلاش کر کے آ گئے ہیں۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا۔ انہوں نے کہا اے میرے چچا زاد! آپ ﷺ کو بشارت ہو، ثابت قدمی اختیار فرمائیں۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے، مجھے امید ہے کہ آپ ﷺ اس امت کے نبی ہوں گے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی کے پاس گئیں۔ ورقہ ان کا چچا زاد بھائی تھا، اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی، اس نے خود بھی کافی کتابیں پڑھی تھیں اور اہل کتاب سے بھی کافی علم حاصل کیا تھا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ان امور کی خبر دی جو حضور ﷺ نے دیکھے یا سنے تھے تو ورقہ بن نوفل نے کہا۔ ''قدوس۔ قدوس'' مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں ورقہ کی جان ہے۔ اے خدیجہ! اگر آپ سچ فرما رہی ہیں تو پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کے

اِلٌّ کا معنی

اِلٌّ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ لیکن اس کو اللہ تعالیٰ کا اسم نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اسم مبارک نہیں رکھا۔ اس کے تمام اسماء مبارکہ معرفہ ہیں، ال نکرہ ہے۔ اللہ معاف کرے کہ اس کا کوئی اسم نکرہ ہو۔ ہر وہ چیز جو حرمت والی اور حق رکھتی ہو اسے اَلال کہا جاتا ہے وہ امور جن کا حق ہوتا ہے اور ان کی تعظیم واجب ہوتی ہے۔ وہ قرابت، رحم، ہمسائیگی اور عہد ہے۔ یہ ''اَلَلت'' سے مشتق ہے اور اس کا معنی کسی چیز میں انتہائی جدوجہد کرنا ہے۔ اَلَالٌ فتح کے ساتھ مصدر ہے۔ اِلَالٌ کسرہ کے ساتھ مصدر ہے، جس طرح الذَّبح اور الذِّبح ہے۔

Marfat.com

پاس وہی ناموس اکبر آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ اس امت کے نبی ہیں، ان سے عرض کریں کہ وہ ثابت قدمی اختیار فرمائیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ کو ورقہ کی بات بتائی۔

جب حضور ﷺ نے خلوت گزینی ختم کی تو آپ ﷺ مکہ معظمہ لوٹ آئے۔ آپ ﷺ نے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔ وہاں ورقہ بن نوفل ملے وہ بھی بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی ''اے میرے بھتیجے! جو کچھ آپ نے دیکھا یا سنا ہے اس کے متعلق مجھے بتائیں''۔ حضور ﷺ نے تمام واقعات کی خبر دی۔ ورقہ نے کہا'' مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آپ ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس وہی ناموس اکبر آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا''۔

''اے محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کو جھٹلایا جائے گا، آپ کو اذیت دی جائے گی، تمہیں ہجرت کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور آپ کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔ اگر میں نے وہ دن پالیا تو میں ہر کام پر آپ ﷺ کی مدد کروں گا''۔ پھر ورقہ نے اپنا سر جھکا لیا پھر اس نے حضور ﷺ کے سراقدس کو چوما۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے آئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے اسماعیل بن حکیم آل زبیر کے غلام نے بیان کیا ہے کہ انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی ''اے میرے چچا زاد! کیا آپ ﷺ اس وقت مجھے بتا سکتے ہیں جب حضرت جبرائیل آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' انہوں نے عرض کی جب وہ حاضر خدمت ہوں تو مجھے بتا دینا۔ جب حضرت جبرائیل حسب معمول بارگاہِ رسالت ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے کلام کے متعلق فرمایا تھا۔

كَلَامٌ لَا يَخْرُجُ مِنْ اِلٍّ وَ بَرٍّ۔ یہ کلام ربوبیت کی زبان قدرت سے نہیں نکلا کیونکہ ربوبیت کی تعظیم کرنا واجب ہے۔ ابوعبید نے اس کی اسی طرح تفصیل بیان کی ہے۔ جبرائیل کے متعلق علماء کا اتفاق ہے کہ یہ عربی کی جہت سے اپنے معنی کے موافق ہے اگرچہ یہ نام عجمی ہی ہو۔

جبر کا معنی اس چیز کو درست کرنا ہے جس میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہو۔ حضرت جبرائیل وحی لے کر آتے تھے۔ وحی میں اس چیز کی اصلاح کا سامان ہوتا ہے جس میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہو۔ حضرت جبرائیل سر زمین عرب اور مکہ معظمہ میں معروف نہ تھے۔ جب حضور ﷺ نے ان کے متعلق حضرت خدیجہ رضی

Marfat.com

میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "اے خدیجہ! یہ جبرائیل میرے پاس آئے ہیں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اے میرے چچازاد! میری دائیں ران پر تشریف لے آئیں۔ حضور ﷺ ان کی دائیں ران پر تشریف فرما ہو گئے"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "کیا آپ ﷺ اب بھی حضرت جبرائیل کو ملاحظہ کر رہے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اب آپ ﷺ میری بائیں ران پر تشریف لے آئیں۔ حضور ﷺ ان کی بائیں ران پر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "کیا اب بھی آپ ﷺ انہیں دیکھ رہے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ انہوں نے عرض کی "اب آپ ﷺ آغوش میں تشریف لے آئیں"۔ حضور نبی محترم ﷺ ان کی آغوش میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کی "کیا اب بھی آپ ﷺ حضرت جبرائیل کو دیکھ رہے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ اب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا برہنہ سر ہو گئیں، انہوں نے اپنا دوپٹہ پھینک دیا۔ حضور ﷺ ان کی آغوش میں تشریف فرما تھے، انہوں نے عرض کی کیا اب بھی آپ ﷺ حضرت جبرائیل کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اے میرے چچا زاد! آپ ﷺ کو بشارت ہو آپ ﷺ ثابت قدمی اختیار فرمائیں۔ قسم بخدا آنے والا فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن حسن کے سامنے بیان کی انہوں نے فرمایا میں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ یہ روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی تھیں۔ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اپنی اوڑھنی میں شامل کر لیا۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی۔ یہ آنے

اللہ عنہا کو بتایا تو انہوں نے اہل کتاب کے علماء مثلاً عداس اور نسطورا راہب سے پوچھا۔ انہوں نے کہا قدوس قدوس۔ یہ نام ان شہروں میں کیوں بولا جاتا ہے؟ یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ سیر التیمی اور اشہب کی کتاب المعیطی میں اس کا تفصیلاً تذکرہ ہے۔ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا انسان اپنا یا اپنے بچے کا نام جبرائیل رکھ سکتا ہے تو انہوں نے یہ نام رکھنا سخت ناپسند فرمایا۔

Marfat.com

ناموس کا معنی

ناموس کا معنی بادشاہ کا راز داں ہے۔ بعض نے ناموس سے وہ شخص مراد لیا ہے جو بھلائی کا راز داں ہو اور جو بھلائی کا راز داں نہ ہو اسے جاسوس کہا جاتا ہے۔

ورقہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیوں کیا

ورقہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نصرانیت اختیار کر رکھی تھی اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ نہیں کہتے کہ وہ ایسے نبی ہیں جن کے پاس جبرائیل آیا کرتے تھے۔ وہ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ لاہوت کے تین اقانیم میں سے ایک اقنوم نے ناسوتِ مسیح میں حلول کیا۔ اختلاف کے باوجود وہ اقنوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ متحد ہو گیا۔ وہ کلمہ کا اقنوم ہے وہ کلمہ کو علم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم الغیب تھے، وہ مستقبل کے متعلق خبریں دیتے تھے۔ یہی عیسائیوں کا عقیدہ تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔ اسی وجہ سے ورقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا۔ ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لے کر آتے تھے لیکن ورقہ حضور ﷺ پر ایمان لے آئے جس طرح کہ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے خواب میں دیکھا اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔

اَوَ مُخْرِجِیَّ ھُمْ

مُخْرِجِیَّ میں ی کا مشدد ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ جمع ہے۔ اصل میں مُخْرِجُوْیَ تھا۔ واؤ کو یاء میں ادغام کر دیا۔ وہ پہلے مبتداء کی خبر ہے۔

یونس نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ "جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو میں عجیب صدا سنتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ یہ معاملہ عجیب نہ ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ساتھ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔ قسم بخدا! آپ ﷺ امانت ادا فرماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے (اس وقت حضور اکرم ﷺ وہاں موجود نہ تھے) تو انہوں نے انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق بتایا، انہوں نے کہا

Marfat.com

والا فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے۔

اے عتیق! حضور ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جائیں۔ جب حضور ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ﷺ نے آپ ﷺ کا دست اقدس پکڑ لیا اور عرض کی ''اے حبیب لبیب ﷺ آئیں ورقہ کے پاس چلتے ہیں''۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''اے صدیق! آپ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر کس نے دی؟'' انہوں نے عرض کی مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق بتایا۔ دونوں ورقہ کے پاس چلے گئے اور تمام حقیقت حال بیان کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو میں یہ صدا سنتا ہوں۔ اے محمد! (ﷺ) میں بھاگتا ہوا گھر آ جاتا ہوں۔ ورقہ نے عرض کی اب اگر آواز آئے تو آپ ﷺ وہاں سے نہ بھاگیں، آپ ﷺ ثابت قدمی سے سنیں کہ صدا دینے والا کیا کہتا ہے۔ پھر میرے پاس آ جائیں اور مجھے بتائیں۔ جب آپ ﷺ خلوت گزیں ہوئے تو صدا آئی اے محمد! کہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ فرمائیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضور ﷺ ورقہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں اس کلام سے آگاہ فرمایا۔ یہ روح افزا کلام سن کر ورقہ نے عرض کی اے محمد! ﷺ آپ کو بشارت ہو مژدہ جانفزا ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کی بشارت ابن مریم علیہما السلام نے دی تھی۔

آپ ﷺ کی بارگاہ میں وہی ناموس آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نبی مرسل ہیں۔ آپ ﷺ کو عنقریب جہاد کا حکم دیا جائے گا اگر میں نے وہ دن دیکھ لیا تو میں آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کرنا سب سے بڑی سعادت سمجھوں گا۔ جب ورقہ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے قس (ورقہ) کو جنت میں دیکھا ہے اس نے ریشمی لباس پہن رکھا تھا کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری تصدیق کی۔

یونس کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ورقہ کو برے الفاظ سے یاد کیا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ میں نے ورقہ کو جنت میں دیکھا ہے۔

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لَقَدْ خَشِيْتُ

Marfat.com

عَلٰی نَفْسِیْ مجھے اپنے بارے ڈر لگ رہا ہے۔ اس خشیت کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں۔
ابوبکر الاسماعیلی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یہ خشیت یہ علم ہونے سے قبل تھی کہ آپ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ پر یہ بات بڑی گراں تھی کہ آپ ﷺ کو مجنون کہا جائے لیکن علامہ اسماعیلی کو یہ علم نہیں کہ امر کے آغاز میں یہ محال ہے کیونکہ علم ضروری کبھی کبھی یکبارگی حاصل نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص کسی شعر کا پہلا مصرعہ سنے تو اسے معلوم نہ ہو کہ یہ نظم ہے یا نثر لیکن جب پورا شعر بار بار دہرایا جائے تو اسے معلوم جائے گا کہ یہ شعر ہے اسی طرح وحی کا نزول لگاتار ہوتا رہا اور اس کے ساتھ ایسے قرائن بھی پائے جاتے رہے جو علم قطعی کا تقاضا کرتے تھے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کو قطعی علم حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس علم پر آپ ﷺ کی تعریف بھی فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ پر ایمان ایمانِ کسبی ہے جس پر عظیم ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام کسبی افعال پر اجر کا وعدہ کیا ہے خواہ ان کا تعلق دل سے ہو یا اعضاء سے۔

اس جملہ کے متعلق علماء کا ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ شاید میں نبوت کا بارِ گراں نہ اٹھا سکوں اور میں کمزور ہو جاؤں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی یہ خشیت زائل فرما دی۔ آپ ﷺ کو تائید، قوت، ثبات اور عصمت عطا فرما دی۔

ایک قول کے مطابق یہ خشیت آپ ﷺ کو اپنی قوم کی طرف سے تھی، مبادا وہ آپ ﷺ کو شہید نہ کر دے۔ اس میں کوئی حرج نہیں آپ ﷺ بشر ہیں، آپ ﷺ قتل اور شدید اذیت سے اسی طرح ڈرتے تھے جس طرح ایک بشر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صبر کی دولت عطا فرما دی۔ آپ ﷺ کے قلب انور کو شجاعت اور قوت سے بھر دیا۔ اس طرح خشیت کے متعلق اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔

Marfat.com

نزولِ قرآن کا آغاز

ابن اسحاق کہتے ہیں نبی محترم ﷺ پر نزولِ قرآن کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ: ۱۸۵)

"ماہ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن اس حال میں کہ یہ راہِ حق دکھاتا ہے لوگوں کو اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر)

"بیشک ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں اور آپ کچھ جانتے ہیں کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے اترتے ہیں فرشتے اور روح (القدس) اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر امر (خیر) کے لئے یہ سراسر (امن و) سلامتی ہے یہ رہتی ہے طلوع فجر تک"۔

مزید ارشاد فرمایا۔

نزولِ قرآن کا آغاز کب ہوا

ابن اسحاق نے اس آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ سے دلیل پکڑتے ہوئے کہا ہے کہ قرآنِ پاک رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں نازل ہوا۔ لیلۃ القدر بھی رمضان المبارک میں ہی ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کے اس قول کی دو تاویلیں کی جاسکتی ہیں۔ ۱۔ قرآنِ پاک کے نزول کا آغاز اس مبارک مہینے میں ہوا کیونکہ پورا قرآن مجید تو بیس سال سے زائد عرصہ میں نازل ہوا، ۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک آسمانِ دنیا پر نازل ہوا۔ اسے صحف مکرمہ میں پنہاں کر کے بیت العزت میں رکھا گیا وہ صحف بڑے بلند مرتبت اور پاکیزہ تھے۔ پھر آیت کے بعد آیت اور سورت کے بعد سورت کا نزول ہوتا رہا۔ اعتراض کرنے والوں کے جوابات اور رونما ہونے والے واقعات کے مطابق قرآن نازل ہوتا رہا۔ یہ تاویل سب سے عمدہ اور بہتر ہے۔

Marfat.com

حٰمٓ ۚ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۙ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۚ (الدخان)

''حامیم۔ حق کو واضح کرنے والی کتاب کی قسم بیشک ہم نے اتارا ہے اسے ایک بابرکت رات میں ہماری یہ شان ہے کہ ہم بروقت خبردار کر دیا کرتے ہیں، اسی رات میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر اہم کام کا ہر حکم ہماری جناب سے صادر ہوتا ہے۔ ہم ہی (کتاب و رسول) بھیجنے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (الانفال:۴۱)

''اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے وطن سے محبت

ورقہ نے حضور ﷺ سے عرض کی آپ ﷺ کو جھٹلایا جائے گا۔ آپ ﷺ نے ان کے جواب میں کچھ نہ فرمایا پھر انہوں نے عرض کی آپ ﷺ کو اذیت دی جائے گی۔ آپ نے پھر بھی کچھ نہ فرمایا۔ جب انہوں نے عرض کی آپ ﷺ کو وطن سے نکال دیا جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فوراً فرمایا کیا وہ مجھے میرے وطن سے نکال دیں گے۔ آپ ﷺ کے اس جواب سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے وطن سے کتنی شدید محبت کرتے تھے اور اس سے مفارقت آپ ﷺ پر کتنی شاق تھی۔ وطن بھی وہ متبرک مقام جو اللہ تعالیٰ کا حرم اور اس کے گھر کا پڑوس ہے جو آپ ﷺ کے محترم باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا شہر ہے۔ آپ ﷺ نے پہلی دونوں باتوں پر کسی ردِ عمل کا اظہار نہ فرمایا لیکن جب وطن سے نکالے جانے کا تذکرہ آیا تو فوراً فرمایا اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ۔ کیا میرے دشمن مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ آپ ﷺ نے الف استفہام کے بعد واؤ کو ذکر فرمایا اور پھر اخراج کو مختص فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ واؤ سابقہ کلام کو رد کرنے کے لئے آتی ہے اور مخاطب کو یہ شعور دلاتی ہے کہ یہ استفہام انکار کی جہت سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ اس کے کلام سے اسے دکھ اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حسن

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث میری والدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔ ان کی

Marfat.com

اسی ماہ مقدس میں حضور ﷺ مقام بدر میں مشرکین مکہ کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوجعفر محمد بن علی بن حسین نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے روز مشرکین کے ساتھ مقامِ بدر میں معرکہ آزما ہوئے۔ اس دن رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں پھر نبی محترم ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا رہا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے، اور اس کی طرف سے آنے والے کلام کی تصدیق کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ نے اس پیغام کو صدق دل سے قبول کیا۔ بعض لوگ آپ ﷺ سے متفق تھے لیکن اکثریت ناراض تھی۔ آپ ﷺ نے پھر بھی نبوت کا بارِ گراں اٹھالیا۔ نبوت ایک بارِ گراں اور اہم ذمہ داری تھی اس کو صرف اہل قوت اور اہل عزم لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید سے اٹھا سکتے تھے کیونکہ انہیں لوگوں کی جانب سے بڑی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کے پیغام کو لوگ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کو لوگوں کی طرف سے اذیت اور اختلاف کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا اسلام

وہ ہستی جو سب سے پہلے دولت اسلام سے مالا مال ہوئی وہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے قرآنِ پاک کی تصدیق کی۔ حضور ﷺ

والدہ کا نام فاطمہ بنت حسین تھا۔ یہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں، ان کا نام آمنہ تھا جبکہ سکینہ ان کا لقب تھا۔ یہ زیادہ خوش طبعی فرماتی تھیں۔ اس لئے ان کا لقب سکینہ پڑ گیا۔ حضرت سکینہ اور ان کی والدہ حضرت رباب کے متعلق حضرت حسین بن علی (رضی اللہ عنہم) فرماتے تھے۔

كَاَنَّ اللَّيۡلَ مَوۡصُوۡلٌ بِلَيۡلٍ اِذَا زَارَتۡ سُكَيۡنَةُ وَالرَّبَابُ

گویا کہ اس وقت رات رات سے ملی ہوئی تھی جب سکینہ اور رباب نے اپنی قوم کو دیکھا۔

ان کی قوم سے مراد بنو علیم بن جناب تھے جن کا تعلق بنو کلب سے تھا پھر بنو کعب بن علیم تھے بنو کعب بنو زید سے مشہور تھے کیونکہ یہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ حضرت عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے نام محمد، یحییٰ اور ادریس تھے۔ ادریس رشید کے خوف سے افریقہ کی طرف چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی احادیث

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث مرسل ہیں۔ امام مسلم نے اسے

Marfat.com

کے ہر معاملہ میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس اعانت کی وجہ سے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے بوجھ کو ہلکا فرمایا۔ جب کفار کے جھٹلانے اور ان کی تکذیب کی وجہ سے آپ ﷺ انتہائی غمزدہ ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہی تسلی و اطمینان کا سبب بناتا۔ وہ آپ ﷺ کو ثابت قدم رہنے کے لئے عرض کرتیں۔ آپ ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کرتیں۔ آپ ﷺ کی تصدیق کرتیں اور لوگوں کی اذیتیں برداشت کرنے میں آپ ﷺ کی تائید فرماتیں۔

متصل روایت کیا ہے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد محترم سے، وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں کسی عورت پر اتنی غیرت نہ کرتی تھی جتنی غیرت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کرتی تھی۔ میں ان کے وصال سے تین سال بعد حضور ﷺ کے عقد نکاح میں آئی۔ حضور ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ انہیں جنت میں موتیوں کے ایک محل کا مژدہ سنائیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی (کیونکہ حضور اکرم ﷺ اکثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر فرماتے تھے اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی) "آپ ﷺ ایک سرخ بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں جس کے جبڑے چوڑے تھے، ایک عرصہ بیت گیا ہے وہ اس دارِ فانی کو الوداع کہہ چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان سے بہتر بیویاں عطا کی ہیں"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ گفتگو سن کر حضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "اللہ کی قسم! مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر بیوی عطا نہیں کی، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، انہوں نے مجھے اپنا مال دے کر اس وقت ہمدردی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا، مجھے ان سے اولاد ملی جبکہ دیگر ازواج سے مجھے اولاد نہ ملی"۔

یونس نے عبدالواحد بن ایمن مخزومی سے اور وہ ابو نجیح سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں گوشت کا ایک ٹکڑا پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس سے ایک حصہ جدا فرمایا اور فرمایا اسے فلاں خاتون کے پاس لے جاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ کے دست اقدس پر گوشت کی چکناہٹ کیوں لگ گئی ہے؟" حضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "خدیجہ نے مجھے اس کی وصیت کی تھی"۔ حضور ﷺ کے اس فرمان پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑی غیرت آئی۔ انہوں نے کہا ایسے لگتا

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن عروۃ نے اپنے والد عروۃ بن زبیر سے وہ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

ہے کہ اس روئے زمین پر حضرت خدیجہ کے علاوہ اور کوئی عورت ہے ہی نہیں۔ حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر باہر گزارنے کے بعد کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین رنجش سی محسوس ہوتی ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کمسن ہیں، وہ آپ ﷺ کی درگذر کی سب سے زیادہ مستحق ہیں''۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبڑے سے پکڑا اور فرمایا ''کیا تم نے نہیں کہا کہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ روئے زمین پر عورت صرف حضرت خدیجہ ہی ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب تمہاری قوم نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی جبکہ دیگر ازواجِ مطہرات سے مجھے اولاد نہ ملی''۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''آسمان کی عورتوں میں سے حضرت مریم بنت عمران اور زمین کی خواتین میں سے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بہترین ہیں''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بشارات

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو (بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ) موتیوں کے ایک محل کی خوشخبری دوں۔ خطابی نے اس حدیث مبارک کو مفصل روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ کیا جنت میں قصب (بانس) ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد مُجَبّٰی موتیوں کا محل ہے۔ خطابی فرماتے ہیں ممکن ہے کہ مُجَبّٰی کا معنی مُجَوَّبًا ہو اور یہ جُبْتُ الثَّوبَ سے مشتق ہو جس کا معنی ہے کپڑے سینا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ ''مُجَبَّبًا'' ہو۔ جو جَبَّ سے مشتق ہو جس کا معنی ہے اندر سے کسی چیز کو کاٹنا۔ پھر باء کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا ہو۔ جس طرح تَظَنَّيْتَ اور تَقَصَّيْتَ میں کیا گیا ہے۔ اصحابِ معانی نے اس حدیث کے متعلق بہت کچھ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو صرف ایک محل کی خوشخبری دی گئی، حالانکہ ادنیٰ جنتی کو جنت میں جو کچھ ملے گا وہ ایک سال کی مسافت کو محیط ہوگا اور نہ ہی اس محل میں کسی نعمت اور خوشی کا تذکرہ کیا گیا ہے سوائے اس کے کہ وہاں شور وغل نہ ہوگا۔

ابوبکر الاسکاف فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انہیں اس ایک محل کی بشارت دی گئی جو اس ثواب سے زائد ہوگا جو اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ایمان اور اعمال پر عطا فرمائے

Marfat.com

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے

گا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا لَا صَخَبَ فِيهِ وَ لَا نَصَبَ۔ یعنی یہ محل ان اعمال کے اجر کے علاوہ ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو عطا کیا جائے گا۔

علامہ مؤلف فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ یہ کیسی تاویل ہے نہ تو حدیث کا ظاہر اس کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا شاہد ہے جو اس کی تائید کرے۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں یہاں بیت سے مراد محل ہے۔ انسان کی منزل کو بھی اس کا گھر کہا جاتا ہے۔ علامہ خطابی کا یہ قول درست ہے کسی قوم کے متعلق کہا جاتا ہے۔ هُمْ اَهْلُ بَيْتِ شَرَفٍ وَ بَيْتِ عِزٍّ۔ وہ عزت وشرافت والے گھرانے کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (الذاریات۔۳۶) بجز ایک مسلم گھر کے۔

حضور ﷺ نے یہاں لفظ بیت ذکر فرمایا لیکن قصر (محل) ذکر نہ فرمایا تا کہ معنی حال کی کیفیت کے مطابق ہو جائے کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام کے گھر کی مالکہ تھیں۔ وہ جب دامن اسلام سے وابستہ ہوئیں تو روئے زمین پر صرف ان کا گھر ہی ''اسلام کا گھرانہ'' تھا۔ حضور ﷺ سے شادی مبارک کر کے صرف انہوں نے ہی اسلام میں ایک گھر کی بنیاد رکھی۔ اس طرح فعل کی جزاء اس فعل کے لفظ کو ذکر کر کے بیان کی گئی۔ اگر چہ وہ جزاء اس فعل سے کہیں ذی شرف و ذی قدر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ كَسَا مُسْلِمًا عَلَى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ۔

جس شخص نے مفلسی کی حالت میں کسی شخص کو لباس پہنایا تو اسے اللہ تعالیٰ جنت کی پوشاکوں میں سے پہنائے گا۔

وَ مَنْ سَقٰى مُسْلِمًا عَلَى ظَمَاءٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ۔

جس شخص نے کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلایا اسے اللہ تعالیٰ مشک وعنبر ملی ہوئی شراب پلائے گا۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ۔

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اسی طرح جنت میں (محل) تعمیر کرے گا۔

Marfat.com

جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک محل مخصوص کیا ہے جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ ہی کوفت۔

اس حدیث شریف کا مفہوم یہ نہیں کہ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں مسجد یا مسجد جیسے اوصاف کی حامل عمارت تعمیر کرے گا بلکہ اس حدیث میں عمارت کے مقابلہ میں عمارت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی جس طرح اس نے عمارت بنائی اسی طرح اس کے لئے عمارت بنائی گئی۔ جس طرح پچھلی حدیث میں کُسْوَۃَ (لباس پہننے) کا مقابلہ کسوہ سے اور سُقْیا پانی پلانے کا اجر پانی پلانے سے کیا گیا ہے اس طرح ان میں مماثلت ہوگئی لیکن یہ مماثلت عمارت اور لباس میں نہیں ہے بالکل اسی طرح فصاحت کا تقاضا بھی یہ تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی بشارت میں بھی لفظ ''بیت'' کا ذکر کیا جائے اگرچہ اس میں وہ انعام ہوں جو کسی آنکھ کو دیکھنے نصیب نہ ہوئے ہوں۔ وہ نعمتیں ہوں جن کے متعلق کانوں نے سنا بھی نہ ہو اور ایسی نوازشات ہوں جن کا خیال بھی کسی شخص کے دل میں پیدا نہ ہوا ہو۔ ہم نے جو قاعدہ ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی اسی کا تذکرہ ہے۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ (التوبہ: ٦٧) انہوں نے بھلا دیا اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا انہیں۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ (آل عمران: ٥٤) اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کے لئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی۔

لَا صَخَبَ فِیْهِ وَ لَا نَصَبَ

یہ الفاظ بھی مشاکلہ کے انداز میں ہی بیان کئے گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایمان کی دعوت دی۔ انہوں نے اسے فوراً قبول کر لیا، انہوں نے کسی قسم کا شور نہ کیا اور نہ ہی اس دعوت کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہونے دیا بلکہ تمام شکوک و شبہات کو زائل کر دیا۔ ہر وحشت میں حضور ﷺ کے ساتھ موانست کی۔ ہر مصیبت میں آپ ﷺ کو تسلی دی اپنے مال کے ساتھ ہر مشکل گھڑی میں حضور ﷺ کی اعانت کی اس لئے حضور ﷺ نے انہیں ایسے محل کی بشارت دی جو انہی اوصاف سے متصف ہوگا۔

مِنْ قَصَبٍ

حضور ﷺ نے قَصَب کا ذکر فرمایا لیکن لؤلؤ کا ذکر نہیں کیا اگرچہ ان دونوں کا معنی ایک ہے لیکن اس لفظ کو اس لئے ذکر کیا تاکہ مشاکلہ پایا جائے اور جزاء میں بھی وہ الفاظ ہی استعمال کئے جائیں جو عمل کے الفاظ ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے ایمان کا گوہر آبدار پرولیا۔ آپ

Marfat.com

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس پر مجھے اعتماد ہے کہ حضرت جرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے رب کی طرف سے سلام دیتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا ''اے خدیجہ! یہ جرائیل ہیں جو تمہیں تمہارے رب کی طرف سے سلام پہنچا رہے ہیں''۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''اللہ تو خود سلام ہی ہے۔ سب کو اسی کی بارگاہ سے سلامتی ملتی ہے اور حضرت جرائیل علیہ السلام پر بھی سلام ہو''۔

رضی اللہ عنہا تمام مردوں اور عورتوں سے پہلے ایمان لائیں۔ اہل عرب سبقت لے جانے والے کو ''مُحْرِزًا لِلْقَصَب'' پہلے موتی پرونے والا کہتے تھے۔ شاعر کہتا ہے۔

مَشٰی ابْنُ الزُّبَیْرِ الْقَھْقَرٰی وَ تَقَدَّمَتْ اُمَیَّۃُ حَتّٰی اَحْرَزُوا الْقَصَبَاتِ

ابن زبیر بھی الٹی چال چلے اور امیہ نے بھی پیش قدمی کی حتیٰ کہ وہ گوئے سبقت لے گئے۔ (انہوں نے سبقت کا موتی پرولیا)

بلاغت کا تقاضا یہی تھا کہ یہ لفظ بھی ایسا ہی استعمال کیا جائے جو مشاکلت پر دلالت کرتا ہو تا کہ یہ وصف حدیث شریف کے تمام الفاظ میں پایا جائے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین موازنہ

حضرت ابوبکر بن داؤد سے پوچھا گیا کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا؟ انہوں نے فرمایا ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے حضرت جرائیل کی طرف سے سلام پہنچایا جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے رب کا سلام حضور ﷺ کی زبانِ اقدس سے پہنچایا۔ اس لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی افضل ہیں''۔

پھر ان سے سوال کیا گیا کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں'' حضور ﷺ کے جسم کے ٹکڑے کی برابری کون کرسکتا ہے؟

یہ نظریہ اور اس کے دلائل عمدہ ہیں۔ یہ واقعہ بھی اسی نظریہ کو تقویت دیتا ہے کہ جب حضرت ابولبابہ نے اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ لیا اور قسم اٹھائی کہ انہیں صرف حضور ﷺ ہی کھولیں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا انہیں کھولنے کے لئے تشریف لائیں لیکن حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی قسم بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں'' پھر انہوں نے ہی حضرت

Marfat.com

ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ستون سے کھولا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے فاطمہ! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم سوائے مریم کے تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو"۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی یہ سیادت اپنی والدہ محترمہ اور اپنی بہنوں پر بھی ہے۔ یہ سیادت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کیوں ملی اس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے اس کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس امت کے سرداران کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے۔ اس سردار سے مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں ان کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس سیادت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ اور ان کی تمام بہنیں حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں ہی انتقال کر گئیں تھیں جبکہ حضور اکرم ﷺ کا وصال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہوا اور انہیں اپنے والد ماجد ﷺ سے جدائی برداشت کرنا پڑی۔ بزار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا۔ "یہ میری بیٹیوں سے افضل ہیں کیونکہ انہیں میرے وصال کا صدمہ برداشت کرنا پڑے گا" اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو یہ بلند منصب ملا آپ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ ﷺ کی اس سیادت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ حضرت مہدی جو آخری زمانہ میں ظہور فرمائیں گے۔ وہ بھی خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولادِ اطہار میں سے ہی ہوں گے۔ حضور ﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔ "جس نے دجال کے متعلق جھوٹی بات بتائی اس نے کفر کیا، جس نے امام مہدی کے متعلق جھوٹ بتایا اس نے بھی کفر کیا"۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مشرق سے طلوعِ آفتاب کے متعلق بھی بتایا۔

اللہ السلام

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اَللّٰهُ السَّلَامُ وَ مِنْهُ السَّلَامُ وَ عَلٰی جِبْرَائِیْلَ السَّلَامُ۔ انہوں نے اپنی بصیرت سے معلوم کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو سلام کا جواب اس طرح نہیں دیا جا سکتا جس طرح مخلوق کو دیا جاتا ہے کیونکہ سلام سلامتی کی دعا ہوتی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے سلام کی درخواست اسی کی بارگاہ میں کی جاتی ہے اور اسی کی بارگاہ سے سلام آتا ہے لیکن حضرت جبرائیل پر انہوں نے سلام بھیجا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے

Marfat.com

اس انداز سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صرف حمد و ثناء کی جائے، اس پر سلام نہ بھیجا جائے جس طرح کہ ابتداء میں صحابہ کرام تشہد میں یہ کلمات پڑھنے لگے۔ اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ عِبَادِہٖ اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی جانب سے سلام ہو اور فلاں شخص پر بھی سلام ہو لیکن ان سے کہا گیا کہ بارگاہِ ربوبیت میں نیازمندی اس پیش نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس طرح کہا کرو اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ ....

منہ السلام

اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سلام سے مراد "اَلتَّحِیَّۃَ" لیا ہو تو یہ خبر ہو گی اور اس سے مراد تشکر ہو گا۔ جس طرح کہا جاتا ہے ھٰذِہٖ النِّعْمَۃُ مِنَ اللّٰہِ ۔ یہ نعمت اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اور اگر برائی سے سلامتی مراد ہو تو پھر اس سے مراد طلب کرنا ہو گا جس طرح کہا جاتا ہے مِنْہُ یُسْئَلُ الْخَیْرَ۔ بھلائی کا سوال اسی سے کیا جاتا ہے۔

سلام اور سلامۃ کے مابین فرق

اکثر اہل لغت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سلام اور سلامۃ کا معنی ایک ہے جس طرح رضاع اور رضاعہ ہے لیکن اگر اہل عرب کے کلام میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مابین بہت بڑا فرق ہے۔ وہ اس ہاء کو تحدید کی ہاء کہتے ہیں مثلاً جلال، جلالہ سے اعم ہے، لذاذ، لذاذہ سے ابلغ ہے۔ اسی طرح سلام اور سلامۃ، تمر اور تمرہ، لقاۃ اور لقی، ضربۃ اور ضربا کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

السلام، اللہ تعالیٰ کا مبارک نام

اللہ رب العزت کا اسم مبارک "سلام" بھی ہے اس کا یہ وصف تمام مخلوق کو محیط ہے اور اسی وجہ سے تمام مخلوق اختلال اور تفاوت سے محفوظ ہے۔ ہر ایک حکمت کے نظام پر رواں دواں ہے اسی طرح جن و انس بھی سلامتی میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم و ستم کا نزول ہو، وہ ہر چیز کی تدبیر فضل یا عدل کے ساتھ فرماتا ہے۔ کافر کے ساتھ عدل اور مومن کے ساتھ فضل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال میں "سلام" ہے وہاں ظلم و ستم اور تفاوت و اختلال کا تصور تک نہیں۔ جن مفسرین نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نام اس لئے ہے کیونکہ وہ آفات اور عیوب سے منزہ ہے ان کا یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ سلام وہ ہوتا ہے جس سے سلامتی ملے اور سالم وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے محفوظ رہے۔ ذرا اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

فترۃ الوحی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے حضور ﷺ پر وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ ﷺ پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ آپ ﷺ اسی وجہ سے غم زدہ رہتے تھے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ الضحیٰ لے کر حاضر ہوئے جس میں آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کے لئے قسمیں اٹھائیں اور بتایا کہ جو نوازشات و کرامات آپ ﷺ پر ہوئیں ہیں۔ یہ بارگاہِ ربوبیت کی طرف سے ہی ہیں۔ آپ ﷺ کے پروردگار نے نہ آپ ﷺ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ سے ناراض ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ (الضحیٰ)

قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔

اس قول کو تو دیکھو۔ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا (الانبیاء: ٦٩) "ٹھنڈی ہو جا اور سلامی کا باعث بن جا"۔

سَلٰمٌ ۛ هِيَ (القدر: ٥) "یہ سراسر (امن و) سلامتی ہے۔"

دیوار کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اندھے پن سے سالم ہے نہ ہی پتھر کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ زکام یا کھانسی سے سالم ہے۔ سالم اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے جس پر آفت آسکتی ہو اور آفت آنے کی توقع ہو، پھر وہ اس سے سلامت رہے جب کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ آفات کے وقوع سے بلند و برتر ہے، وہ نقائص کے جواز سے منزہ ہے، انہی اوصاف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو سلیم یا سالم نہیں کہا جا سکتا، ان مفسرین نے سلام کو سالم کے معنی میں کیا ہے لیکن درست وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اکثر اسلاف نے یہی معنی مراد لیا ہے۔ سلام کے خصال میں سے ایک خصلت سلامۃ بھی ہے۔

فترۃ الوحی

ابن اسحاق نے وحی کے انقطاع کا ذکر تو کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ کتنا عرصہ تک وحی کا سلسلہ رکا رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ وحی کا سلسلہ اڑھائی سال تک رکا رہا۔ اس قول سے حضرت انس بن مالک کی اس روایت کو تقویت ملتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ دس سال تک مکہ معظمہ میں قیام فرما رہے لیکن حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ آپ ﷺ مکہ معظمہ میں تیرہ سال رہے۔ چھ ماہ تک سچی خوابوں کا سلسلہ جاری رہا جس نے فترت کی مدت کو بھی شامل کیا اور اس کے ساتھ یہ چھ ماہ بھی

Marfat.com

اس نے آپ ﷺ کے ساتھ تعلق نہیں توڑا کہ اس نے آپ ﷺ کو چھوڑ دیا ہو جب سے اس نے آپ ﷺ کو اپنا محبوب بنایا ہے پھر وہ آپ ﷺ سے ناراض نہیں ہوا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ

اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

میرے پاس آپ ﷺ کے لئے جو اجر و ثواب ہے وہ اس عزت و کرامت سے کہیں بڑھ کر ہے جو آپ ﷺ کو دنیا میں عطا کی گئی۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۪ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ

''کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا اور اس نے آپ کو حاجتمند پایا تو غنی کر دیا''۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کا تذکرہ فرما رہے ہیں جو اس نے نبی اکرم ﷺ پر اس عالم میں کیں کہ کس طرح اس نے آپ ﷺ کو یتیم پایا پھر آغوشِ محبت میں جگہ دی اور کس طرح اپنی محبت میں وارفتہ پایا اور راہِ ہدایت پر گامزن کیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں سَجٰی کا معنی پرسکون ہونا ہے۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ

''پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے اور جو مانگنے آئے اس کو مت جھڑکیئے''۔

آپ ﷺ نہ تو جابر ہو جائیں اور نہ ہی متکبر، نہ فحش گوہوں میں سے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں پر سختی فرمانے والے ہوں۔

شمار کیے تو اس کا قول حضرت ابن عباس کے قول کے ساتھ موافقت کر گیا لیکن جس شخص نے اس وقت سے یہ مدت شمار کی جس وقت لگاتار وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کا قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ موافقت کر گیا۔ امام شعبی فرماتے ہیں حضرت اسرافیل تین سال تک حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے پھر حضرت جبرائیل قرآنِ پاک کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اوپر مذکورہ دونوں روایتوں کی تطبیق اس طرح بھی کی جا سکتی ہے۔ یعنی اگر ان تین سالوں کو بھی شمار کیا جائے تو مکہ معظمہ میں قیام کی مدت تیرہ سال ورنہ دس سال بنتی ہے۔

Marfat.com

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾

"اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا شکر فرمایا کیجئے"۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ ﷺ کو جو انعام واکرام ملا ان کا ذکر کریں۔ حضور ﷺ ان کرامات ونوازشات کا ذکر فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے آپ ﷺ کی امت پر کیں۔

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول

امام بخاری نے جندب بن سفیان کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کی طبیعت ناساز ہوگئی جس کی وجہ سے آپ ﷺ دو یا تین راتیں قیام نہ کر سکے۔ ایک عورت نے طعنہ زنی کرتے ہوئے آپ ﷺ سے کہا۔ مجھے امید ہے کہ آپ ﷺ کا شیطان آپ ﷺ کو چھوڑ گیا ہے۔ اس وقت اللہ رب العزت نے سورۃ الضحیٰ نازل فرمائی۔

Marfat.com

نبی محترم ﷺ پر نماز کی فرضیت اور اس کے اوقات

حضور ﷺ پر نماز فرض کی گئی اور آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ السلام علیہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے صالح بن کیسان نے حضرت عروۃ بن زبیر سے اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نمازیں جو حضور ﷺ پر ابتداء میں فرض ہوئیں، وہ ہر نماز کی دو رکعت تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے حضر (حالت قیام) میں ان کو چار کر دیا اور سفر کی حالت میں دو رکعت ہی برقرار رکھیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے روایت کیا ہے جب رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض ہوئی تو حضرت جبرائیل آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ مکہ معظّمہ کے بلند مقام پر تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس وادی کے ایک

نماز کی فرضیت

ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی ہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ پر پہلے نمازیں جو فرض تھیں وہ دو دو رکعتیں تھیں پھر حضر میں نماز کی رکعتیں چار اور حالت سفر میں دو برقرار رکھی گئیں۔ علامہ المزنی نے ذکر کیا ہے کہ معراج سے قبل دو نمازیں فرض تھیں ایک نماز غروبِ آفتاب سے پہلے اور دوسری نماز طلوعِ آفتاب سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کا شاہد ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ (غافر)

''اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے شام کے وقت اور صبح کے وقت''۔

یحییٰ بن سلام کا بھی یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ معراج اور نمازوں کی فرضیت ہجرت سے ایک سال قبل ہوئی۔ اس نقطۂ نظر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت مکمل ہوئی پھر حضر میں دو رکعت کا اضافہ کیا گیا۔ اس طرح یہ زیادتی نماز کی تعداد اور رکعت کی تعداد دونوں میں تھی۔ اسلاف میں سے ایک طائفہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے قول کا مفہوم یہ ہو کہ جب شب معراج نماز فرض ہوئی تو دو رکعت میں فرض

Marfat.com

کنارے پر اپنی ایڑی ماری جس سے وہاں پانی کا ایک چشمہ رواں ہو گیا۔ حضرت جبرائیل امین نے وضوء کیا۔ حضور ﷺ ان کی طرف دیکھتے رہے پھر آپ ﷺ نے بھی اسی طرح وضوء فرمایا جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وضوء کیا تھا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ قیام کیا اور نماز پڑھائی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام واپس چلے گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عقبہ بن مسلم نے حضرت نافع بن جبیر بن معطم سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سرورِ کائنات ﷺ پر نماز فرض ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب سورج مائل ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ کا سایہ آپ ﷺ کے مثل تھا تو انہوں نے آپ ﷺ کو عصر کی نماز پڑھائی جب سورج غروب ہو گیا تو مغرب کی نماز پڑھائی اور جب شفق کی سرخی ختم ہو گئی تو عشاء کی نماز پڑھائی اور جب فجر

ہوئی پھر حضر میں دو مزید رکعتوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ بعض راویوں سے اسی طرح مروی ہے۔ امام حسن اور امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضر کی نماز میں اضافہ ہجرت سے تقریباً ایک سال بعد ہوا۔ امام بخاری نے معمر سے وہ امام زہری سے وہ حضرت عروہ سے اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نماز دو رکعت فرض ہوئی پھر جب حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو چار رکعت نماز فرض کر دی گئی۔ اب یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ نماز میں اس زیادتی کو نسخ کہا جائے گا یا نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلی رکعتوں میں ایک رکعت یا دو رکعتوں کا اس طرح اضافہ کہ وہ ایک نماز بن جائے نسخ ہے۔ کیونکہ نسخ کا معنی رفع حکم ہے۔ اس نماز کا دو رکعتوں کے قائم مقام ہونے کا حکم اٹھ گیا جس نے جان بوجھ کر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اس نے انہیں فاسد کر دیا۔ اگر وہ سلام پھیر لینے کے بعد اور جان بوجھ کر گفتگو کر لینے کے بعد اسے مکمل کرنا چاہے تو اسے پوری نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی کیونکہ نسخ کے ساتھ ان کے قائم مقام ہونے کا حکم رفع ہو چکا ہے۔ دو نمازوں کے بعد پانچ نمازوں کی فرضیت بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نسخ ہے کیونکہ آپ کے نزدیک نص پر زیادتی نسخ ہے لیکن جمہور متکلمین کے نزدیک یہ نسخ نہیں ہے۔

وضو

حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت بلند مقام پر تشریف فرما تھے.......... یہ حدیث مقطوع ہے۔ اس طرح کی احادیث احکام شرعیہ میں اصل

Marfat.com

طلوع ہوئی تو فجر کی نماز پڑھائی۔

پھر دوسرے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب آپ ﷺ کا سایہ اقدس آپ ﷺ کے قد کے برابر تھا۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب آپ ﷺ کا سایہ اقدس آپ ﷺ کے قد کے دو مثل تھا۔ جب آفتاب غروب ہو گیا تو مغرب کی نماز پڑھائی اور جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو عشاء کی نماز پڑھائی اور جب صبح خوب روشن ہو گئی (طلوع آفتاب سے قبل) تو فجر کی نماز پڑھائی پھر عرض کی یا

نہیں بن سکتیں۔ یہ روایت مسند بھی ہے جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے لیکن اس کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ ہے۔ وہ ایک ضعیف راوی ہے امام مسلم اور امام بخاری نے اس سے حدیث روایت نہیں کی کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس کی کتب جل گئی تھیں اور وہ اپنی یادداشت پر ہی روایت کرتا تھا لیکن امام مالک اس کے متعلق عمدہ رائے رکھتے تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''الموطا'' میں اس سے روایت کیا ہے۔ بیع العربان کے متعلق اس سے حدیث روایت کی ہے۔ امام مالک کے نزدیک ابن لہیعہ ثقہ ہے۔ عمرو بن شعیب بھی کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ امام مالک ؒ کے نزدیک ثقہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن وہب نے بھی ابن لہیعہ سے روایت کیا ہے۔ ابن لہیعہ کی حدیث یہ ہے۔ ''ہمیں ابوبکر الحافظ بن العربی نے خبر دی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو المطہر سعد بن عبداللہ بن ابی الرجاء نے ابونعیم الحافظ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر احمد بن یوسف العطار نے بتایا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حارث بن ابی اسامہ نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حسن بن موسیٰ نے ابن لہیعہ سے بیان کیا ہے، وہ عقیل بن خالد سے اور وہ امام زہری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت اسامہ بن زید سے اور وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد محترم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے کہ جب حضور ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا تو حضرت جبرائیل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو وضوء کا طریقہ بتایا، جب آپ ﷺ وضوء سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے چلو بھر پانی لیا اور اپنی شرمگاہ پر چھڑکا۔

یہ حدیث ہمیں ابوبکر محمد بن طاہر نے ابوعلی الغسانی سے روایت کی ہے، وہ ابوعمر النمری سے روایت کرتے ہیں، وہ احمد بن قاسم سے اور وہ قاسم بن اصبغ سے اور وہ حارث بن ابی اسامہ سے سابقہ سند سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وضوء مکہ مکرمہ میں فرض ہوا اور اس کے متعلق آیات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں کیونکہ وضوء کی آیت مدنیہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کل اور آج کی نمازوں کے مابین جو وقت تھا وہ آپ ﷺ کی نماز کا وقت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اولین مومن

ابن اسحاق کہتے ہیں وہ ہستی جو سب سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لائی، جس نے آپ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور جس نے پیغام الٰہی کی تصدیق کی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن ہاشم رضوان اللہ علیہ وسلامہ تھے۔ اس وقت ان کی عمر دس سال تھی، ان پر اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت یہ بھی ہوئی کہ انہوں نے اسلام سے قبل حضور ﷺ کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت کو نازل کیا۔ انہوں نے وضوء کی آیت نہیں فرمایا حالانکہ یہ وہی آیت ہے کیونکہ وضوء پہلے بھی فرض تھا لیکن اس کے متعلقہ آیت کا نزول نہیں ہوا تھا حتیٰ کہ سورۃ المائدۃ کی آیت نازل ہوئی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت

ابن اسحاق نے حضرت جبرائیل کی امامت کے متعلق حدیث روایت کی ہے اور انہوں نے حضور ﷺ کو جو نماز کے اوقات بتائے تھے ان کے متعلق لکھا ہے لیکن انہیں یہ حدیث اس جگہ ذکر نہیں کرنی چاہئے تھی کیونکہ تمام محدثین متفق ہیں کہ یہ قصہ شب معراج کے دوسرے دن پیش آیا تھا اور آپ ﷺ کو معراج نبوت کے پانچویں سال ہوئی تھی۔ ایک قول کے مطابق ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے معراج ہوئی تھی اور ایک قول کے مطابق ایک سال قبل معراج ہوئی تھی لیکن ابن اسحاق نے اسے آغاز وحی میں ذکر کر دیا ہے۔

اولین مومن

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ عنقریب اس شخص کا قول بھی ذکر کیا جائے گا جو یہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا لیکن مردوں میں سے سب سے پہلے یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو وہ بچے تھے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مشرف با سلام ہوئیں اور حضور ﷺ کی تصدیق کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بیس سال چھوٹے تھے

Marfat.com

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد بن جبر بن ابی الحجاج سے روایت کیا ہے کہ اکرام وانعام کا وہ سحاب جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر برسانے کا ارادہ فرمایا تھا ان میں سے ایک نعمت کبریٰ یہ بھی تھی کہ قریش کو ایک دفعہ شدید قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت ابو طالب کثیر العیال تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ بنو ہاشم میں سے صاحب ثروت تھے) ''اے عم محترم! آپ کے بھائی حضرت ابو طالب کثیر العیال ہیں۔ قحط سالی کا دور دورہ ہے، آئیں ہم ان کے پاس چلتے ہیں اور ان کی اولاد کا بوجھ تقسیم کر لیتے ہیں۔ ان کے بچوں میں سے ایک کو میں اپنی کفالت میں لے لیتا ہوں اور ایک کو آپ اپنی نگہداشت میں لے لیں''۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی اس تجویز پر متفق ہو گئے، دونوں حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم آپ کی اولاد کے سلسلہ میں آپ کی اعانت کرنے کے خواہاں ہیں حتیٰ کہ لوگوں سے یہ قحط سالی کا دور دورہ ختم ہو جائے۔ حضرت ابو طالب نے کہا عقیل کو چھوڑ کر باقی اولاد میں سے جسے چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ ہی رہنے لگے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا تاج حضور ﷺ کے سر پر سجا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتباع کی۔ آپ ﷺ

اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ سے دس سال چھوٹے تھے اور حضرت عقیل جناب طالب سے دس سال چھوٹے تھے۔ طالب کے علاوہ تمام کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی۔ ان کو جنات نے اٹھا لیا تھا اس لئے ان کے اسلام کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا، یہ بھی نورِ ایمان سے منور ہوئیں۔ وہ ان تین خواتین میں سے ایک ہیں جن کا نام فاطمہ تھا اور جن کے متعلق حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اس ریشم کے کپڑے کو ان تین فاطمہ نامی خواتین کے مابین تقسیم کر دو۔ علامہ قتبی فرماتے ہیں ان سے مراد خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت اسد ہیں لیکن تیسری فاطمہ کے متعلق مجھے معلوم نہیں۔ عبد الغنی بن سعید نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس کپڑے کو چار فاطمہ نامی خواتین میں تقسیم کر دو، پھر انہوں نے فاطمہ بنت حمزہ کا ذکر کیا ہے لیکن چوتھی کے متعلق وہ بھی نہیں جانتے تھے۔

Marfat.com

پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ وہ بھی ایمان کی دولت سے بہرہ اندوز ہو گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض اہل علم نے روایت کیا ہے کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو حضور ﷺ مکہ معظمہ کی گھاٹیوں کی طرف تشریف لے جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد چچاؤں اور اپنی قوم سے چھپتے ہوئے آپ ﷺ کے ہمراہ ہو جاتے وہاں مل کر نماز ادا کرتے اور شام کے وقت واپس آ جاتے۔ ایک روز جناب ابو طالب وہاں اچانک پہنچ گئے اور دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہنے لگے "میرے بھتیجے! یہ کیا دین ہے جو تم نے اختیار کر رکھا ہے؟" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے محترم چچا! یہ اللہ کا دین ہے اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دین ہے، یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر اپنے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے اور اے محترم چچا! آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ میں آپ کو نصیحت کروں اور ہدایت کی دعوت دوں اور آپ سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ میری اس دعوت کو قبول کریں اور اس سلسلہ میں میری مدد کریں"۔

جناب ابو طالب نے جواب دیا "اے میرے بھتیجے! میں (سردست) اپنے آباء کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن بخدا کوئی شخص تیرے قریب نہیں آ سکتا کہ تمہیں تکلیف پہنچائے جب تک میں زندہ ہوں"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب ابو طالب نے اپنے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے بیٹے! یہ کیسا دین ہے جو تو نے اختیار کر لیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

"اے میرے باپ! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا ہوں اور وہ جو دین لے کر آئے ہیں میں نے اس کی تصدیق کی ہے اور آپ ﷺ کی معیت میں اللہ کے لئے نماز پڑھی ہے اور آپ کی پیروی کی ہے۔ حضرت ابو طالب نے فرمایا "اے علی! انہوں نے تمہیں خیر کی طرف بلایا ہے ان کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا"۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امرئ القیس الکلبی نے اسلام قبول کیا۔ یہ حضور ﷺ کے غلام تھے انہیں بھی سب سے پہلے

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ابن اسحاق نے حارثہ کے باپ کا نام شرحبیل لکھا ہے جبکہ ابن ہشام اسے شراحیل بتلاتے ہیں

Marfat.com

اسلام لانے کی سعادت میسر آئی اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعد حضور ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امری القیس بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ۔

حکیم بن حزام بن خویلد شام سے چند غلام لے کر آئے ان میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہ اتنی عمر کے تھے کہ وہ اچھی طرح خدمت سرانجام دے سکتے تھے۔ ان کے پاس ان کی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تشریف لائیں۔ اس وقت وہ حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے اپنی پھوپھی سے کہا پھوپھی جان! ان غلاموں میں سے جسے چاہیں پسند کرلیں۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو پسند کیا۔ جب حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت زید رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو ان سے طلب فرما لیا۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنالیا۔ یہ واقعہ نزولِ وحی سے قبل کا ہے۔

اصحاب نسب بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ ابن اسحاق نے ان کا نسب کلب بن وبرہ تک لکھا، وبرہ سے مراد ابن ثعلب بن حلوان بن الحاف ابن قضاعہ ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا ان کا تعلق طے کے بنومعن سے تھا۔ وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے میکے لے کر جا رہی تھی بنوقین کے سواروں نے ان سے حضرت زید چھین لئے اور انہیں حباشہ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اپنے والد کو جواب

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے والد کے مندرجہ بالا اشعار پہنچے تو انہوں نے وہاں کے قافلوں کو یہ پیغام دیا۔

أَحِنُّ اِلٰی اَھْلِیْ وَ اِنْ کُنْتُ نَائِیًا بِاَنِّیْ قَعِیْدُ الْبَیْتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ

میرے دل میں اپنی قوم کا شوق موجزن رہتا ہے اگر اپنے وطن سے بہت دور ہوں میں ایسے گھر میں سکونت پذیر ہوں جو مشاعر کے قریب ہے۔

وَ اِنِّیْ بِحَمْدِ اللّٰہِ فِیْ خَیْرِ اُسْرَۃٍ کِرَامِ مَعَدٍّ کَابِرًا بَعْدَ کَابِرٍ

میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک شریف خاندان میں زندگی بسر کر رہا ہوں جو بڑے کریم النفس

Marfat.com

جب حارثہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مفقود ہونے کی خبر ملی تو انہیں انتہائی دکھ اور رنج ہوا۔ تو ان اشعار میں انہوں نے اپنے کرب واضطراب کا اظہار کیا ہے۔

بَكَيْتُ عَلٰى زَيْدٍ وَ لَمْ اَدْرِ مَا فَعَلْ   أَحَيٌّ فَيُرْجٰى اَمْ اَتٰى دُوْنَهُ الْاَجَلْ

میں نے زید پر گریہ زاری کی حالانکہ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوا کیا وہ زندہ ہیں کہ ان کی امید کی جاسکے یا وہ لقمہ اجل بن چکے ہیں۔

فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ وَ اِنِّیْ لَسَائِلٌ   أَغَالَكَ بَعْدِیْ السَّهْلُ اَمْ غَالَكَ الْجَبَلُ

قسم بخدا میں نہیں جانتا۔ میں سراپا سوال ہوں کیا تمہیں میرے بعد میدان نے اچک لیا ہے یا پہاڑ نے چرالیا ہے۔

وَ يَالَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ لَكَ الدَّهْرَ اَوْبَةٌ   فَحَسْبِیْ مِنَ الدُّنْيَا رَجُوْعُكَ لِیْ بَجَلْ

کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ تو کبھی لوٹ بھی آئے گا تو پھر تیرا یہ لوٹنا میری دنیاوی خوشی کے لئے

ہیں جو پشت ہا پشت سے اپنے علاقہ کے رئیس ہیں۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد کو یہ اشعار پہنچے تو وہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا چچا کعب حضور علیہ السلام کے پاس آئے۔ یہ واقعہ اعلانِ نبوت سے پہلے کا ہے۔ انہوں نے عرض کی ''اے عبدالمطلب کے نورِ نظر! اے اپنی قوم کے سردار کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہیں، قیدیوں کو رہائی عطا کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم آپ کی خدمت میں اُس لئے حاضر ہوئے ہیں تا کہ آپ فدیہ لے کر ہمارے بیٹے زید کو آزاد کر دیں''۔ حضور اکرم علیہ السلام نے فرمایا کیا ''اس کے علاوہ بھی تمہارا کوئی کام ہے؟ انہوں نے عرض کی ''نہیں''۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''میں زید کو بلاتا ہوں اور اسے اختیار دیتا ہوں، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو فدیہ ادا کیئے بغیر ہی اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو اور اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو پھر میں اتنا ظالم نہیں کہ اسے چھوڑ کر کسی اور کو اختیار کروں''۔ انہوں نے عرض کی ''آپ علیہ السلام نے لطف واحسان کی انتہاء کر دی ہے''۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا جب وہ آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ان سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی ''یہ میرے والد حارثہ بن شراحیل اور یہ میرے چچا کعب بن شراحیل ہیں''۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو ان کے ساتھ جاسکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ سکتے ہو''۔ انہوں نے عرض کی ''میں تو آپ علیہ السلام کی معیت میں رہوں گا''۔ ان کے والد نے کہا ''اے زید! کیا تو اپنے والد، والدہ، شہر اور قوم کو چھوڑ کر غلامی اختیار کرتا ہے''، انہوں نے کہا

Marfat.com

کافی ہوتا۔

تُذَكِّرُنِيهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا وَ تَعَرِضُ ذِكْرَاهُ اِذَا غَرْبُهَا اَفَلْ

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو مجھے اسی کی یاد دلاتا ہے اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو اسی کی یاد مجھے گھیر لیتی ہے۔

وَ اِنْ هَبَّتِ الْاَرْوَاحُ هَيَّجْنَ ذِكْرَهُ فَيَاطُولَ مَا حُزْنِي عَلَيْهِ وَ مَا وَجِلِ

جب ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی آتش شوق کو بھڑکا دیتی ہیں اس کی جدائی میں میرا غم اور اس کے متعلق میرے اندیشوں کا سلسلہ کتنا طویل ہے۔

سَاُعْمِلُ نَصَّ الْعِيسِ فِي الْاَرْضِ جَاهِدًا وَ لَا اَسْاَمُ التَّطْوَافَ اَوْ تَسْاَمَ الْاِبِلِ

میں اپنی اعلیٰ نسل کی سانڈنی کو زمین میں چلاتا رہوں گا اور نہ میں اس کی تلاش میں طواف کرنے سے تھکوں گا اور نہ ہی میری اونٹنی۔

حَيَاتِيْ اَوْ تَاتِيْ عَلَيَّ مَنِيَّتِيْ وَ كُلُّ امْرِئٍ فَانٍ وَ اِنْ غَرَّهُ الْاَمَلْ

مجھے اپنی زندگی کی قسم میں زید کی طرف سفر جاری رکھوں گا یہاں تک کہ میری موت آ جائے۔ ہر شخص فانی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا باپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں

پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا والد حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا۔ حضور ﷺ نے حضرت زید سے فرمایا۔ ''اگر تم چاہو تو میرے پاس قیام کرو اور اگر تم چاہو تو تم اپنے باپ کے ساتھ جا سکتے

''تمہیں کیا معلوم کہ جس ہستی پر میں یہ سب کچھ قربان کر رہا ہوں وہ کتنی دلربا اور دلکش ہے، میں ان سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گا''۔ اس وقت حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور قریش کی مجلس میں تشریف لے گئے اور فرمایا ''اے سردارانِ قریش! گواہ رہو یہ میرا بیٹا ہے جو میرا وارث بھی ہو گا اور موروث بھی''۔ یہ حیران کن منظر دیکھ کر حارثہ کا دل کھل اٹھا پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد ﷺ کہا جانے لگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ (الاحزاب:۵)

ابن اسحاق نے حارثہ کے جو اشعار ذکر کیے ہیں ان کے آخر میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

سَاُوْصِيْ بِهٖ قَيْسًا وَ عَمْرًا كِلَيْهِمَا وَ اُوْصِيْ يَزِيْدَ ثُمَّ اُوْصِيْ بِهٖ جَبَلْ

عنقریب میں قیس اور عمرو دونوں کو زید کے متعلق وصیت کروں گا پھر میں یزید اور جبل کو وصیت کروں گا۔

Marfat.com

ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ ﷺ کے پاس ہی رہوں گا۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں ہی رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی، آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔ ان کا نام عتیق تھا، ان کے والد محترم کا نام ابوقحافہ عثمان بن عامر ابن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا اور عتیق ان کا لقب تھا۔ چہرے کی زیبائی اور ان کی آزادی جہنم کی وجہ سے انہیں عتیق کہا جاتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کا لقب

ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا اور ان کے چہرے کی شادابی کی وجہ سے انہیں عتیق کہا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں برے عیوب سے دور رہنے کی وجہ سے عتیق کہا جاتا تھا۔ عتیق کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ ان کی والدہ محترمہ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا، انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کا نام عبدالکعبہ رکھیں گی اور انہیں بیت اللہ کے لئے وقف کر دیں گی۔ اسی وجہ سے ان کا نام عتیق پڑ گیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے تک آپ کو عبدالکعبہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ جب اسلام کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک عبداللہ رکھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے عتیق لقب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَنْتَ عَتِیْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ اے صدیق! تم آگ سے آزاد ہو۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ معتق، ۲۔ معیتق، ۳۔ عتیق۔ عتیق سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن معین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ انہوں نے کہا ان کا نام ام الخیر بنت صخر بن عمر تھا وہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی چچازاد تھیں۔ ان کا نام سلمٰی تھا اور کنیت ام الخیر تھی۔ یہ بھی اسلام کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئیں۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے اسلام کا اظہار کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی طرف دعوت دی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گوناگوں صفاتِ حمیدہ سے متصف فرمایا تھا، آپ اپنی قوم میں محبوب و محترم تھے۔ نسبی لحاظ سے آپ کا خاندان قوم قریش میں بڑا معرز شمار ہوتا تھا۔ آپ بڑے کامیاب تاجر تھے، آپ بڑے خلیق تھے قوم کے افراد آپ کے پاس آتے، آپ ان کی دلجوئی فرماتے تھے، آپ اپنی قوم میں سے قابل اعتماد آدمیوں کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔

وہ حضرات جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام لائے

ا۔ حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب۔

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام قیلہ تھا جو اذاۃ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب کی بیٹی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کا نام قتلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ ابن زبیر کہتے ہیں کہ ان کا نام قتلہ بنت عبداسعد بن نصر بن حسل بن عامر تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب

جب حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کسی قسم کے تردد کا اظہار نہ کیا۔ یہ صرف توفیق الٰہی تھی۔ انہوں نے بعثت مصطفویہ سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا، انہوں نے دیکھا کہ چاند مکہ معظمہ میں اتر آیا ہے پھر وہ مکہ معظمہ کے تمام گھر میں منقسم ہوگیا ہے، اس کا ایک ٹکڑا ہر ہر گھر میں داخل ہوا ہے پھر تمام ٹکڑے جمع ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کی آغوش میں آ گئے ہیں۔ انہوں نے کئی علماء سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا نبی آخر الزمان ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے اور آپ ان کی اتباع کریں گے اور ان کی وجہ سے آپ تمام لوگوں سے زیادہ سعادت مند ہوں گے۔ جب حضور نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعوت دی تو آپ نے کسی تردد یا توقف کا اظہار نہ کیا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توصیف میں فرماتے ہیں۔

خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ اَتْقَاھَا وَ اَفْضَلَھَا بَعْدَ النَّبِیِّ وَ اَوْفَاھَا بِمَا حَمَلَا

نبی کریم ﷺ کے بعد وہ تمام مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ متقی اور سب سے افضل تھے

Marfat.com

۲۔ حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔
۳۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔
۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ ان کا نام مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔
۵۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔

جب ان تمام حضرات نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر لبیک کہا تو وہ انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے انہوں نے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کے ساتھ مل کر نماز ادا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی تو اس کا پاؤں پھسلا، وہ تشویش میں مبتلا ہوا اور غور وفکر کرنے لگا سوائے ابوبکر کے انہوں نے نہ تو تردد کیا اور نہ

اور جو انہوں نے ذمہ داری اٹھائی اس کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ وفادار تھے۔

وَالثَّانِیَ التَّالِیَ الْمَحْمُوْدُ مَشْهَدُهٗ وَ اَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

آپ دوسرے اور فرمانبردار ہیں جن کا مشہد قابل ستائش ہے اور لوگوں میں سے سب سے پہلے ہیں جنہوں نے رسل عظام کی تصدیق کی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت سعد کے والد کا نام مالک بن اہیب تھا۔ اہیب حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا چچا تھا۔ لغت میں وقاص وقیص کا واحد ہے۔ پرندوں کو شکار کرنے والے جال کو وقاص کہا جاتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس تھا۔ ان کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی بات کو درست اور ان کی دعا کو قبول فرمائے۔ ان کی دوا بہت جلد قبول ہوتی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''سعد کی بددعا سے بچو''۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔

حضرت ابوعبیدہ کا قبول اسلام

حضرت ابوعبیدہ کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض علماء عبد اللہ بن عامر بتاتے ہیں اور بعض عامر بن عبد اللہ۔ ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت غنم بن جابر بن عبد العزی بن عامرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر تھا۔

Marfat.com

ہی وہ جھجکے''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں یہ آٹھ وہ سعید افراد تھے جنہوں نے اسلام کو قبول کرنے میں سبقت کی۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی اور قرآنِ پاک کی تصدیق کی۔

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ ان کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر تھا۔ پھر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔

پھر حضرت ابوسلمہ نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی تھا۔ پھر حضرت

حضرت سعید بن زید کی کنیت ابوالاعور تھی۔ مقام عقیق پر انہوں نے وصال فرمایا اور ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں مدینہ طیبہ میں مدفون ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔ ان سے ابن عمر، عمرو بن حریث، ابو الطفیل عامر بن واثلہ اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے صرف دو احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

مَنْ غَصَبَ شِبْرًا مِنْ اَرْضٍ طُوِّقَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ۔

جس نے کسی کی بالشت بھر زمین کو غصب کیا بروز حشر سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ حضرت سعید ان دس خوش قسمت لوگوں میں سے ایک ہیں جنہیں حضور ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ آپ ان لوگوں میں شامل تھے جن کی وجہ سے پہاڑ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''اے حراء! پرسکون ہو جا تجھ پر یا تو نبی، یا صدیق یا شہید ہے''۔

بعض محدثین کے نزدیک یہ واقعہ کوہِ احد پر پیش آیا تھا اور بعض کے نزدیک کوہِ ثبیر پر۔ حضور ﷺ کے ساتھ چار افراد تھے۔ وہ چار خلفاء راشدین تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ کئی بار پیش آیا ہو اور تمام احادیث صحیح ہوں۔

ابن اسحاق نے ابوحذیفہ بن عتبہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن کہتے ہیں کہ ان کا نام مہشم تھا لیکن اہل نسب اس کو وہم کہتے ہیں کیونکہ مہشم ابوحذیفہ بن مغیرہ کا نام ہے جو ہاشم کے بھائی تھے۔ مذکورہ ابوحذیفہ کا نام ''قیس'' ہے۔

Marfat.com

ارقم بن ابی ارقم نے قلب کو نورِ اسلام سے منور کیا۔ ابو الارقم کا نام عبد مناف بن اسد تھا۔ اسد کی کنیت ابو جندب تھی۔ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام لانے کی سعادت حاصل کی۔ وہ عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی تھے۔ ان کے دو بھائیوں کا نام قدامہ اور عبد اللہ تھا۔ پھر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے آفتابِ اسلام سے نورانیت پائی۔ ان کا نام عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔

ان کے بعد حضرت سعید بن زید اور ان کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی بن عبد اللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی تھے اور ان کی زوجہ محترمہ کا نام حضرت فاطمہ بنت خطاب بن

حضرت اسماء اور ان کے والد محترم عمیس

ابن اسحاق نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء کا ذکر کیا ہے۔ ان کے والد کا نام عمیس تھا۔ وہ ابن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن زید بن مالک بن نسر بن وہب بن شہران بن عفرس بن حلف بن افتل ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ہند بن عوف بن زہیر بن حارث بن کنانہ تھا۔ یہ حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث الہلالیہ کی بہن تھیں اور ان کی ماں ایک تھی اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام الفضل لبابہ رضی اللہ عنہا کی بھی بہن تھیں، یہ نو بہنیں تھیں۔ ان کے متعلق ہی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

اَلْاَخَوَاتُ مُؤْمِنَاتٌ۔ یہ مومن بہنیں ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زوجیت سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا کے حبالۂ عقد میں تھیں ان سے ان کے ہاں ''امۃ اللہ'' پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت شداد بن الہاد نے ان سے نکاح کر لیا۔ ان سے حضرت عبد اللہ اور حضرت عبد الرحمٰن پیدا ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت شداد نے ان کی بہن حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی۔ حضرت حمزہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔ ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں اور حضرت یحییٰ کی پیدائش

Marfat.com

نفیل بن عبد العزیٰ بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی تھا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت بالکل کمسن تھیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت خباب کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بنو خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضرت عمیر بن ابی وقاص نے اسلام قبول کیا۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود بن حارث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلۃ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد نے اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت مسعود بن قاری بن ربیعہ بن عمرو بن سعد بن عبد العزیٰ بن حمالہ بن غالب بن محلم بن عائذہ بن سبیع بن الھون بن خزیمہ نے اسلام کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ القارہ میں سے تھے۔ پھر یہ سعادت

ہوئی۔ علامہ کلبی کہتے ہیں حضرت یحییٰ کے ساتھ حضرت عوف بن علی رضی اللہ عنہا بھی پیدا ہوئے لیکن اس میں اختلاف نہیں کہ حضرت اسماء نے حضرت جعفر کی زوجیت میں ایک بچے کو جنم دیا جس کا نام عون رکھا گیا۔ وہیں حضرت عبداللہ بن جعفر کی بھی ولادت ہوئی۔ یہ جواد العرب (عرب کے فیاض) کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت اسماء، حضرت سلامہ اور حضرت سلمیٰ حضرت عمیس کی بیٹیاں تھیں اور یہ تمام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کی طرف سے بہنیں تھیں۔

حضرت عبداللہ بن قیس کا اسلام

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے نسب میں ''سعید'' کا ذکر کیا ہے لیکن دیگر مؤرخین اسے سعد کہتے ہیں۔ عنقریب حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار بھی بیان کئے جائیں گے جس سے اسی کی تائید ہوگی۔ سعید بن سہم سعد کے بھائی تھے اور آل عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم کے جد امجد یہی تھے۔ بنو سہم میں ایک اور سعید بھی تھے جو مطلب بن ابی وداعۃ کے جد امجد تھے۔

عامر بن ربیعہ

ابن اسحاق نے عامر بن ربیعہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا تعلق عنز بن وائل سے تھا۔ علی ابن المدینی بیان کرتے ہیں یہ لفظ عنز ہے۔ اہل نسب بیان کرتے ہیں کہ وائل کی عادت یہ تھی کہ جب اس کے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوتی تو وہ اپنے خیمہ سے باہر نکلتا جس چیز پر اس کی نظر پڑتی اسی پر اپنے بچے کا نام رکھ

Marfat.com

سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر۔ عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخذوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی اوران کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت سلامہ بن مخربۃ التمیمیہ، خنیس بن خذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی اور عامر بن ربیعہ بن عنز بن وائل نے یہ سعادت حاصل کی۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ عنز بن وائل، بکر بن وائل کے بھائی تھے۔ یہ بنو ربیعہ بن نزار سے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، ان کے بھائی ابواحمد بن جحش، حضرت جعفر بن ابی طالب، ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس بن نعمان بن کعب بن مالک بن قحافہ، حاطب بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی اوران کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت مجلل بن عبداللہ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر، ان کے بھائی خطاب بن حارث، ان کی زوجہ محترمہ فکیہہ بنت یسار، معمر بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی، سائب بن عثمان بن حبیب بن وہب، مطلب بن ازہر بن عبدعوف بن عبدالحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی اوران کی زوجہ محترمہ رملہ بنت ابی عوف بن صبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی نے اسلام قبول کیا۔

پھر حضرت نعیم نحام بن عبداللہ بن اسید بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن

لیتا۔ جب بکر کی ولادت ہوئی تو اس نے بکر (اونٹ) کو دیکھا۔ اس بچے کا نام بکر رکھ دیا۔ جب تغلب کی ولادت ہوئی تو اس نے دو افراد کو دیکھا جو ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس نے اس بچے کا نام تغلب رکھ دیا۔ جب عنز کی ولادت ہوئی تو اس نے عنز (بکری) کو دیکھا اس پر اپنے بچے کا نام رکھ دیا۔ جب شخیص کی ولادت ہوئی تو اس نے دور سے ایک چھوٹا سا شخص دیکھا اسے دیکھ کر اپنے بچے کا نام شخیص رکھ دیا۔ انہی بچوں کے ناموں پر بڑے بڑے قبائل بنے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے نسب کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ عامر بن ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ بن عامر بن سعد بن عبداللہ بن حارث بن رفیدہ بن عنز بن وائل بن قاسط یہ بھی کہا جاتا ہے عامر بن ربیعہ بن مالک بن عامر بن ربیعہ بن حجیر بن سلامان بن ہنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان۔

Marfat.com

کعب بن لوی اس عظیم سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ان کو نحام اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا۔ "میں نے ان کے کھانسنے کی آواز جنت میں سنی"۔

پھر حضرت عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام نے اسلام قبول کیا۔ یہ بنو اسد کے مولدین میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں بنو اسد سے ہی خریدا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی اور ان کی زوجہ محترمہ امینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد بن ملیح بن عمرو نور اسلام سے منور ہوئے۔ ان کا تعلق بنو خزاعہ سے تھا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر بھی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ابو حذیفہ بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ ابن ہشام کے نزدیک ان کا نام مہشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی تھا۔

حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم بھی مشرف باسلام ہوئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ انہیں باہلہ لے کر آئے تھے اور انہوں نے انہیں خطاب کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ ا[illegible] ز انہیں اپنا متبنی بنالیا۔ جب یہ آیت کریمہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ (الاحزاب:۵) نازل ہوئی تو انہوں نے کہا میں واقد بن عبداللہ ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ خالد، عامر، عاقل ایاس جن کا تعلق بنو بکیر بن عبد یالیل بن ناشب

حضرت عامر بن فہیرہ کا اسلام

آپ رضی اللہ عنہ کے والدہ کا نام فہیرہ تھا یہ سیاہ فام غلام تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں طفیل بن حارث سے خرید کر آزاد کر دیا۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے قبل اسلام قبول کیا۔ بئر معونہ کے دن عامر بن طفیل نے انہیں شہید کر دیا۔ جب اس نے انہیں نیزے مارے تو نیزے سے نور خارج ہوا۔ عامر کہتا تھا جب میں نے انہیں نیزہ مارا تو انہیں زمین سے اٹھا لیا گیا۔ یونس بن بکیر ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں جب عامر بن طفیل بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے وہ شخص کون تھا جسے جب میں نے نیزہ مارا تو اسے اوپر اٹھا لیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ عامر بن فہیرہ تھے۔

Marfat.com

بن غیرہ سے تھا نے اسلام قبول کیا۔ یہ بنوسعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ تھے جو بنوعدی بن کعب کے حلیف تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ یہ بنو یقظہ کے حلیف تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر عنسی مذحج سے تھے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بھی دولت اسلام پائی۔ ان کے والد کا نام سنان تھا۔ یہ بنوتیم بن مرہ کے حلیف تھے۔ ابن ہشام ان کے نسب کے متعلق لکھتے ہیں۔ صہیب بن سنان بن نمر بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت صہیب عبد اللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کے غلام تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ رومی تھے۔ بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ ان کا تعلق بنونمر بن قاسط سے تھا۔ یہ سرزمین روم میں اسیر تھے پھر ان سے خرید لئے گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

صُهَيْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، انہیں تلاش کیا گیا لیکن نہ ملے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گمان تھا کہ یا تو ملائکہ انہیں اٹھا کر لے گئے ہیں یا انہوں نے انہیں دفن کر دیا ہے۔

صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْكَرِيْمِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ تَسْلِيْمًا

اختتام۔ ۳ بجے سہ پہر۔ ۲۰۰۲۔۱۔۸

خاکِ راہ حجاز

ذوالفقار علی ساقی

مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

Marfat.com

خوشخبری

معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری 10 جلد

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ "ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف"

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:۔ 7220479- 042-7221953 فیکس:۔ 042-7238010

042-7247350-7225085

021-2212011-2630411

marfat.com

شرح سیرت ابن ہشام

الروض الانف

مؤلفہ

امام عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

شرح سیرت ابن ہشام مترجم

الروض الانف

مؤلفہ
امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

Marfat.com

شرح سیرت ابن ہشام
جلد دوم

ترجمہ

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین ○ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ روض انف (جلد دوم)
مؤلفہ	امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	علامہ ملک محمد بوستان، علامہ ذوالفقار علی، علامہ افتخار تبسم من علماء دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر اہتمام	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید
تاریخ اشاعت	اگست 2005ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
کمپیوٹر کوڈ	1Z461
قیمت	-/1350 روپے کا مل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام

نبی محترم ﷺ کا اپنی قوم کو دعوت اسلام دینا	25
حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کا گھاٹیوں میں سجدہ ریزیاں کرنا	26
آپ کے محترم چچا کا تعاون	27
نبی محترم ﷺ کے لئے حضرت ابوطالب کی اعانت	30
حضرت ابوطالب کے اشعار	34
مسلمانوں کو ایذاءرسانی	36
ولیدہ بن مغیرہ کا قرآن کے بارے مؤقف	38
ولید کے متعلق آیات قرآنیہ	40
حضرت ابوطالب اپنے اور اپنے محترم بھتیجے کے نسب پر فخر کناں ہیں	42
حضور ﷺ کی دعا اور ابر کرم کا نزول	62
ذکر مصطفیٰ ﷺ کی شہرت	65
ابن الاسلت اور اس کا قصیدہ	66
جنگ داحس	73
جنگ حاطب	76
حضرت حکیم بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اپنی قوم کو نصیحت	77
کفار مکہ کا ہولناک ظلم وتشدد	78
حضرت حمزہ کا قبول اسلام	83
عتبہ بن ربیعہ بارگاہ رسالت میں	86
بارگاہ رسالت میں قریش کا وفد	88
نضر بن حارث	96
اصحاب کہف کا واقعہ	104
سیاح شخص کے متعلق سوال کا جواب	118

Marfat.com

روح کی حقیقت اور بعض دیگر آیات کا نزول	123
پہاڑوں کو رواں کرنا، مردوں کو زندہ کرنا	129
ابو جہل کی گستاخی	136
سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے صحابی	138
قریش مکہ چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے۔	139
جانثاران مصطفیٰ ﷺ پر ظلم و ستم کی انتہاء	143
مجسمۂ استقامت، عاشق رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ	144
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام	145
حضرت ابو بکر صدیق اور رضائے الٰہی	147
حضرت عمار بن یاسر کی تکالیف	147
ہشام بن ولید کا واقعہ	148
سرزمین حبشہ کی طرف پہلی ہجرت	151
حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کرام	151
بنو ہاشم اور بنو امیہ کے مہاجرین	154
بنو اسد اور بنو عبد شمس کے مہاجرین	155
بنو نوفل اور بنو اسد کے مہاجرین	155
بنو عبد بن قصی اور عبد الدار بن قصی کے مہاجر	156
بنو زہرہ، بنو ہذیل اور بہراء کے مہاجر	156
بنو تیم اور بنو مخزوم میں سے مہاجرین	157
شماس کی وجہ تسمیہ	158
بنو مخزوم کے حلیفوں میں سے اور بنو جمح کے مہاجرین	158
بنو سہم، بنو عدی اور بنو عامر کے مہاجرین	159
بنو حارث کے مہاجرین	161
مہاجرین حبشہ کی تعداد	161
ہجرت حبشہ کے متعلق اشعار	162

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا قصیدہ	162
اہل مکہ کی سفارت	173
مہاجرین حبشہ اور نجاشی کی مدد	182
نجاشی کے حبشہ پر تسلط کی داستان	183
نجاشی کا اسلام اور اس پر نماز جنازہ	186
حضرت عمر فاروق کا قبول اسلام	189
تحریری معاہدہ کی خبر	202
ابولہب کا موقف	203
حضرت ابوطالب کا قصیدہ	204
ابوجہل کی جہالت	209
حضور ﷺ کی ذات والاصفات پر جور وستم	210
ابولہب اور اس کی بیوی	210
امیہ بن خلف	217
عاص بن وائل	218
ابوجہل	219
نضر بن حارث	220
ابن زبعری اور اخنس	222
ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط	226
ابوجہل	231
حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ	233
حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین	235
حضرت عثمان بن مظعون کی حیرت افزا داستان	238
حضرت ابوسلمہ، ابوطالب کی پناہ میں	239
حضرت ابوبکر صدیق اور ابن دغنہ کی پناہ	241
صحیفہ کا پارہ پارہ ہونا	243

Marfat.com

حضرت ابو طالب کا قصیدہ	247
حضرت حسان بن ثابت کا مرثیہ	253
حضرت طفیل بن عمرو کا قبول اسلام	255
حضرت طفیل کے والد ماجد اور زوجہ محترمہ کا اسلام	257
اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کی عبرتناک داستان	260
اعشیٰ کا انجام	266
ابوجہل کی ذلت	267
ابوجہل اور اراشی	267
رکانہ اور اس کی کشتی	269
حبشہ نصاریٰ کا وفد	270
سورۂ کوثر کا نزول	273
لفظ کوثر کا اشعار میں استعمال	278
وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ کا نزول	280
وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ	280
اسراء اور معراج	282
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت	283
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت	284
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	284
حضرت حسن کی روایت	285
کیا معراج خواب میں ہوئی؟	287
زبان مصطفیٰ ﷺ سے بیان کردہ بعض انبیاء علیہم السلام کی صفات	296
حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہ کی روایت	298
مذاق اڑانے والوں کا انجام	320
ولید اور ابو ازیہر	322
ابو ازیہر کے قتل کا بدلہ	326

Marfat.com

سورۃ البقرہ کی آیت ربا کا نزول	327
ابواز یہر کا بدلہ	328
ام غیلان کا عمل	329
حضور ﷺ کو ستانے والے	330
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو طالب کا وصال	330
حضور ﷺ، ابو طالب اور مشرکین مکہ	331
حضرت ابو طالب کا ایمان	334
حضرت ابو طالب کے پاس حضور ﷺ سے عہد لینے والوں کے متعلقہ آیات کا نزول	336
حضور ﷺ کا سفر طائف	338
حضور ﷺ کی پرسوز دعا	341
نصیبین کے جنات	346
مختلف قبائل کو تبلیغ	348
بنو کندہ کو دعوت اسلام	352
بنو کلب کو دعوت اسلام	352
بنو حنیفہ کو اسلام کی دعوت	352
بنو عامر کو دعوت اسلام	353
ایام حج میں اہل عرب میں تبلیغ	354
سوید بن صامت	354
ایاس بن معاذ کا اسلام اور ابوالحسیر کا قصہ	357
بنو خزرج کو اسلام کی دعوت اور عقبہ اولی	358
عقبہ کے پاس حضور ﷺ سے ملاقات کرنے والے بنو خزرج کے نام	360
بیعت عقبہ اولیٰ	361
بیعت عقبہ	363
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور وفد عقبہ	365
مدینہ طیبہ میں جمعہ کی پہلی نماز	366

Marfat.com

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر کا اسلام قبول کرنا	372
بیعت عقبہ ثانیہ	378
حضرت براء بن معرور اور ان کی نماز	378
حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کا اسلام لانا	382
بیعت کرنے والی دو خوش نصیب خواتین	383
حضرت عباس اور انصار	383
حضور ﷺ کا انصار سے معاہدہ	384
انصار میں بارہ نقیب	387
حضرت کعب بن مالک کے اشعار	388
حضرت عباس بن عبادہ کی بنوخزرج کو تنبیہ	390
دست مصطفیٰ ﷺ پر بیعت کرنے والی سب سے پہلی شخصیت	390
شیطان اور بیعت عقبہ	391
حضور ﷺ انصار کو جنگ کی اجازت نہیں دیتے	392
بیعت عقبہ کے بارے قریش کا رویہ	392
قریش انصار کو تلاش کرتے رہے اور حضرت سعد بن عبادہ کی اسیری	394
حضرت سعد کی نجات	394
حضرت عمرو بن جموح اور ان کا بت	397
حضرت عمرو بن جموح کا اسلام	399
عقبۂ اخری کی بیعت کی شرائط	400
عقبہ میں حاضر ہونے والے خوش نصیبوں کے اسماء	401
بلحارث بن خزرج کے بلند اقبال لوگ	401
حضور ﷺ کو جہاد کی اجازت	411
مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کا اذن	414
حضرت ابوسلمہ اور ان کی زوجہ محترمہ کی ہجرت	414
حضرت عامر، ان کی اہلیہ اور بنوجحش کی ہجرت	416

Marfat.com

حضرت عمر اور حضرت عیاش کی ہجرت	424
حضرت عمر کا حضرت ہشام بن عاصی کی طرف مکتوب	426
حضرت ولید بن ولید کا کارنامہ	428
حضرات حمزہ، زید، ابومرثد، ابن مرثد، انسہ اور ابو کبشہ کی اقامت گاہ	430
دارندوہ میں مشاورت اور ہجرت مصطفیٰ ﷺ	434
قریش کی مشاورت	434
شب ہجرت	437
ہجرت مدینہ	441
حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق غار ثور میں	445
حضور ﷺ کی سواری	450
ابوجہل کی گھناؤنی حرکت	450
جن کا ہدیہ عقیدت	451
حضرت ام معبد کا نسب	451
حضرت ابوبکر صدیق کی ہجرت کے بعد ان کے اہل خانہ	452
سراقہ بن مالک	452
ہجرت کا راستہ	461
قباء میں تشریف آوری	463
قباء میں حضور ﷺ کا مسکن	465
حضرت سہل بن حنیف اور مسلمان خاتون	466
مسجد قبا کی تعمیر	467
مختلف قبائل ابدی سعادت کے حصول کے لئے کوشاں	469
بنو مالک بن نجار کی سعادت	471
مسجد اور مسکن	472
حضرت عمار اور باغی گروہ	473
حضرت علی کا رجز	474

Marfat.com

حضرت عمار کو حضور ﷺ کی وصیت	475
حضرت ابوایوب کا گھرانہ	477
مہاجرین مکہ	478
مدینہ طیبہ میں اشاعت اسلام	480
ہادئ حق کا پہلا خطبہ	480
دوسرا خطبہ	481
یہودیوں کے ساتھ تاریخی معاہدہ	484
مہاجرین اور انصار کے مابین مؤاخات	490
حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ کا وصال	493
بنونجار کا شرف	494
اذان کا آغاز	495
حضرت عبداللہ بن زید کا خواب	496
حضرت ابوقیس صرمہ بن ابی انس	501
حضرت ابوقیس کا دوسرا قصیدہ	504
یہودیوں کا بغض وعناد	510
بنونضیر کے یہودی	510
بنوثعلبہ کے یہودی	511
بنوقینقاع کے یہودی	511
بنوقریظہ کے یہودی	511
بنوزریق کے یہودی	512
حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا	515
حضرت مخیریق کا قبول اسلام	517
حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی شہادت	519
وہ منافقین جو یہودیوں کے ساتھ تھے	520
بنوعمرو کے منافقین	520

Marfat.com

بنوحبیب کے منافقین	520
جلاس کی منافقت	520
حارث بن سوید کا ارتداد اور فریب	522
بنوضبیعہ کے منافق	522
بنولوذان کے منافق	523
بنوضبیعہ کے منافق	523
بنوثعلبہ کے منافقین	524
بنوامیہ کے منافق	525
بنوعبید کے منافق	525
بنونبیت کے منافق	525
بنوظفر کے منافقین	526
بنوعبدالاشہل کے منافق	528
بنوجشم کے منافق	529
بنوعوف کے منافقین	530
علمائے یہود کی منافقت	531
منافقین کا مسجد نبوی سے اخراج	533
سورۂ بقرہ کی وہ آیات جو منافقین کے بارے نازل ہوئیں	534
اوس اور خزرج کے منافقین کے متعلق آیات	538
یہودیوں کا بے بنیاد دعویٰ	549
یہودیوں کے بارگاہ رسالت میں سوالات	555
یہود کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت سے انکار	557
خیبر کے یہودیوں کی طرف حضور ﷺ کا گرامی نامہ	557
ابویاسر اور اس کے بھائی کی خباثت	559
حضور ﷺ کی ذات کا وسیلہ پکڑنے کے بعد یہود کا کفر	562
مالک بن صیف کا میثاق سے انکار	563

Marfat.com

ابن حریملہ اور وہب کے بارے نازل ہونے والی آیات	564
حیی بن اخطب اور اس کے بھائی کا کردار	565
ابن حریملہ کی تمنا	566
تحویل قبلہ کے وقت یہودیوں کا واویلا	568
یہودیوں کا تورات میں سے چھپانا	571
دعوت اسلام پر گستاخانہ جواب	571
بنوقینقاع کے بازار میں یہود کا اجتماع	572
بیت المدارس میں آپ کی تشریف آوری	572
حضرت ابراہیم کے بارے یہود ونصاریٰ کا اختلاف	573
یہودیوں کی انتہائی گھناؤنی سازش	574
ابورافع کی گستاخی	575
انبیائے کرام سے میثاق لینے کا تذکرہ	577
انصار کے مابین فساد کی کوشش	577
حضرت ابوبکر صدیق کی غیرت ایمانی	582
مومنین کو بخل کا مشورہ	584
انکار حق	584
نزول قرآن کا انکار	587
حضور ﷺ پر پتھر گرانے کی سازش	588
محبوب خداوندی ہونے کا دعویٰ	588
رجم کے حکم میں یہودیوں کا رجوع	591
دیت کی ادائیگی میں یہودیوں کا ظلم	593
حضور ﷺ کو فتنے میں ڈالنے کی سازش	594
حضرت عیسیٰ کی نبوت کا انکار	595
حق کا دعویٰ	596
اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک	596

Marfat.com

قیامت کے متعلق سوال	598
یہودیوں کا یہ دعویٰ کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں	599
نزول کتاب کا مطالبہ	600
ذوالقرنین کے متعلق سوال	601
بارگاہ ربوبیت میں گستاخی	601
الصمد	602

الروض الانف

صلوٰۃ کے لغوی معنی	25
ابوالبختری	28
لو وضعوا الشمس في يميني	30
البدء	32
حضرت ابوطالب کے اشعار کی وضاحت	34
قرآن کے متعلق ولید کی رائے	38
ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا	41
حضرت ابوطالب کے قصیدۂ لامیہ کی شرح	43
دعائے مصطفیٰ اور رحمت کی بارش	62
ابن الاسلت اور اس کا قصیدہ	66
جنگ داحس	73
قریش مکہ کا نبی رحمت پر ستم	78
آپ ﷺ کو مدثر اور نذیر جیسے دلنواز القاب سے پکارنے کا سبب	82
مفعول کا فعل سے مقدم ہونا	82
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سعادت	83
عتبہ بن ربیعہ اور الرئی	87
سرداران مکہ کے مطالبات	88
عبداللہ بن ابی امیہ	93

Marfat.com

ابو جہل کی بدبختی	94
ارأیت کی تفسیر	94
اساطیر الاولین	98
رستم کی داستانیں	99
سورۃ الکہف کے نزول کا سبب	104
حمد کو کتاب پر مقدم کرنے کی وجہ	105
الرقیم، اصحاب کہف	105
احصی کا اعراب	106
الغرب، تزاور الشمس اور داستان کا فائدہ	107
آیۃ الاستثناء	113
وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا	114
سنۃ اور عام میں فرق	115
ذوالقرنین	118
انبیائے کرام علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کا حکم	121
روح اور نفس	123
روح اور نفس کے درمیان فرق	125
روح سبب حیات ہے	127
نفس	129
بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ	132
جہنم کے داروغے اور ابو الاشدین	136
قریش کا موہوم رحمٰن	138
کفر و معصیت پر اکراہ	143
آل یاسر	147
زنیرہ اور دیگر آزاد کردہ غلام	149
ام عمیس	149

Marfat.com

حبشہ کی ہجرت	151
سعد اور خالد فرزندان عاص کا خواب	154
امۃ بنت خالد اور ان کے والد ماجد	156
عبد شمس	158
حضرت عمار مہاجرین حبشہ میں شامل نہ تھے	159
بنو حارث بن قیس	160
بنو زہرہ اور طلیب بن عبد	161
فاجعل عنا ابك	162
ان يعلو	163
اسم ان مصدریہ کی طرف مضاف نہیں ہوتا	163
كما جحدت عاد و مدين والحجر	165
فان انالم ابرق فلا يسعنني	167
يلمن ما فى النفس اذ بلغ النقر	167
لام تعجب۔اتيم ابن عمرو وللذى جاء بغضة	168
فى صرح بيضاء تقذع	169
من دوننا شرمان	169
انساب	170
اسلمك الا وباش	171
ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	171
نجاشی کی قبر پرنور	172
قریش کا نجاشی کے دربار میں اپنے سفیر بھیجنا	173
عمارہ بن ولید بن مغیرہ	174
اصحاب ہجرت کی نجاشی سے گفتگو	177
اللہ رب العزت کی طرف آنکھ کی اضافت	179
کلمۃ اللہ اور روح اللہ کا معنی	181

Marfat.com

النجاشی اصحمہ	183
ہجرت حبشہ سے ایک فقہی مسئلہ	185
نجاشی کا خط اور اس پر نماز جنازہ	186
حضرت عمر کا قبول اسلام	189
قرآن پاک کو چھونے کے لئے حضرت عمر کی تطہیر	192
اس روایت کے مشکل الفاظ کا حل	198
جمیل بن معمر	201
قریش کے تحریری معاہدہ کی خبر	202
لا خیر ممن خصه الله بالحب	206
ممّن	207
القساسية الشهب	208
ام جمیل، مسد اور اس کا عذاب	210
له صريف القعو بالمسد	211
جید اور عنق	213
حسن و جمال میں غلو	214
القہر	216
مذمم اور حضرت خباب کی حدیث	217
ارأیت	219
سد ذرائع	219
نضر بن حارث	221
ابن زبعری کا قول اور حضرت عزیر	222
اخنس بن شریق	226
نکتہ	229
شجرة الزقوم	231
الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ	232

Marfat.com

ابن ام مکتوم	233
اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى	233
غرانیق کا قصہ اور اہل مکہ کا اسلام	235
الا کل شیء ما خلا اللہ باطل	238
حضرت ابوبکر اور ابن دغنہ	241
صحیفۂ قریش کا ریزہ ریزہ ہونا	243
شعب ابی طالب میں شرمناک مظالم	245
بحریّنا	247
من لبس فیھا بقرقر	249
لھا حدج سھم وقوس مرھد	249
رفوف الدرع احرد	251
حضرت حسان بن ثابت کا مرثیہ	253
ابن سخام	257
حنازی الشری	258
ذوالکفین	259
اعشی	260
لیلة ارمدا	261
مھلد	262
لینا غمر احرد	263
لیس عطاء الیوم	264
واللہ فاعبدا	265
الاراشی	267
من رجل یؤدینی علی ابی الحکم	268
ما فی وجھه رائحة	268
رکانہ کی زور آزمائی	269

Marfat.com

الذین قالوا انا نصاریٰ	270
غلام المبیعہ، حضرت صہیب اور حضرت فکیہہ	272
ابتر اور کوثر	273
کوثر کا معنی	278
وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ	280
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا	281
مَّا يَلْبِسُوْنَ۝	282
حدیث معراج کے مشکل الفاظ کی تشریح	282
معراج نیند میں تھی یا عالم بیداری میں	287
براق کا مچلنا	292
ملائکہ کا من معك کہنا	293
باب الحفظہ	294
سدرۃ المنتہیٰ	294
آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات	294
پانی کا حکم	295
بیت المقدس میں تشریف آوری اور انبیاء علیہم السلام کے اوصاف	296
حضور ﷺ کا حلیہ مبارک	299
لیس بالمطھم	300
اللہ رب العزت کا دیدار	301
مختلف انبیائے کرام سے ملاقات	305
البیت المعمور	310
نماز کی فرضیت	310
پچاس نمازوں کی فرضیت	311
ملائکہ کے اوصاف	313
سفر معراج میں سواریوں کی حالت	314

Marfat.com

ولدالحرام 316
قاضی کا فیصلہ حلال کو حرام نہیں کرتا 317
حضرت ادریس علیہ السلام کا مقام رفیع 318
حضرت موسیٰ کی امت محمدیہ میں سے ہونے کی خواہش 318
کچھ دیگر واقعات 319
مذاق اڑانے والے اور ملکان 320
حارث بن طلاطلة 320
ولید بن مغیرہ 322
ماء بجزعة اطرقا 323
ألم تُقْسِمُوْا توتوا الوليد ظلامة 324
المعلهج والمهير 325
كما ارسى بمشبته ثبير 325
غدا اهل ضوجي ذي المجاز 327
ربا کے متعلق نازل شدہ آیات 327
ابوطالب کی وفات اور ان کی وصیت 331
ان امشوا 336
حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال پر ملال 336
ہادیٔ حق کا سفر طائف 338
فيذئرها عليه 339
حضور ﷺ پر بدرونم 339
الى ظل حبنة 339
اللہ تعالیٰ کا نور اور وجہ 341
النور 343
عداس 344
نصیبین کے جنات 346

Marfat.com

بنوشیبان بن ثعلبہ کو دعوت اسلام	348
بنو کندہ کو دعوت	352
بنو حنیفہ	353
ماثور	354
مجلۂ لقمان	356
ابوالحیسر کی مکہ معظمہ آمد	357
انصار میں اسلام کا آغاز	358
أمن موالی یهود انتم	359
عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ	359
القواقل	360
عورتوں کی بیعت	364
حضرت مصعب بن عمیر کی ہجرت	365
منزل	366
قیس بنت محصن	366
جمعۃ المبارک کی پہلی نماز	366
نقیع الخضمات	367
هزم البیت	368
جمعہ	368
لفظ جمعہ	371
ہفتے کے ایام	371
حضرت سعد اور حضرت اسید کا قبول اسلام	372
کافر کا اسلام قبول کرتے وقت غسل کرنا	374
بذی شکول	377
الجلیل	378
حضرت براء رضی اللہ عنہ کا نماز میں قبلہ رو نا ہونا	378

Marfat.com

حضور ﷺ کا قبلہ	379
حضرت ام عمارہ اور حضرت ام منیع	383
حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ	384
الهدم الهدم	386
بارہ نقیب	387
بانفذ صوت	391
یااهل الجبا جب	392
هذا ازب العقبة	392
فعیل کی تذکیروتانیث	394
رجل وضیء شعشاع	394
تطس القوم الخمر	395
ضرار بن خطاب	395
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	396
ولا تلك كالشاة	398
حضرت عمرو بن جموح کا قبول اسلام	399
الخبن، مستدن	400
دیان الدین	400
بعض نسبوں کی تشریح	401
قطبہ بن عامر	402
وزقه	405
من سیدکم یا بنی سلمة	406
خزمه	410
حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ	414
بنو جحش کی ہجرت	416
الودم	419

Marfat.com

الی اللہ یوما وجهه لا یخیب	419
ولا قرب بالا رحام اذلا تقرب	420
التناضب	424
اضاۃ بن غفار	426
حضرت ہشام بن عاص	426
حضرت خبیب بن اساف	429
حضرت ابوکبشہ	430
قباء	431
حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ	432
شیخ نجدی	434
نسیبا و سیطا	437
ریب المنون	440
حضور ﷺ کو اذن ہجرت	441
مکمل ہجرت	442
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شدت مسرت سے گریہ باری	443
مکہ مکرمہ۔ مدینہ منورہ	444
غار ثور	445
رافضہ کے بہتان کا رد	448
اللہ تعالیٰ کی معیت	450
حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ	452
ام معبد کی داستان	457
حضرت حسان کا قصیدہ	458
ام معبد اور ان کے خاوند کا نسب	459
راہ ہجرت۔ عسفان	460
مجاج	462

Marfat.com

عبابید	463
اوس بن حجر کا قصہ	463
حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کی تاریخ	465
حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ	465
مسجد قباء کی تاسیس	467
تاریخ عربی	468
من اور ظرف زمان پر اس کا دخول	468
تَحَلْحَلَتْ وَرَزَمَتْ	469
مربد اور اس کے مالک	471
تعمیر مسجد	472
حضرت عمار کی والدہ ماجدہ	473
مسجد نبوی کی تعمیر کتنی بار ہوئی؟	475
حجرات النبی ﷺ	475
اِنکَسَرَ حُبٌّ لَّنَا	476
الثوم	476
حضرت ابوایوب کا مقدس گھر	477
حضرت ابواحمد رضی اللہ عنہ	478
طوقتها طوق الحمامة	479
داعیٔ حق کا پہلا خطبہ	480
احبوا اللہ من کل قلوبکم	481
ان الحمد للہ احمدہ	183
حضور ﷺ کا یہودیوں سے معاہدہ	484
یہودی یثرب میں کب آئے؟	484
یثرب کا نام	485
صحابہ کرام کے مابین مؤاخات	490

Marfat.com

حضرت ابودرداء کانسب	492
فزع کانسب	493
حضرت حاطب بن ابی بلتعہ	494
ازان کی ابتداء	495
حضرت ابوقیس صرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ	501
الفنون تغلبی	507
عبداللہ بن صوریا	511
بنوزریق اور بنوحارثہ کے یہودی	512
لبید بن اعصم کا جادو	512
فقہی مسئلہ	513
حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام	515
حضرت مخیریق کا اسلام لانا	517
منافقین کا ذکر	520
زرہوں کی چوری	527
حضرت ابومحمد رضی اللہ عنہ	534
منافقین کے متعلق نازل کردہ آیات	535
ایمان بالغیب	535
بنواسرائیل	543
ابویاسر کا واقعہ	559
تحویل قبلہ	568
ربانیین	575
آناء اللیل کی تفسیر	580
علمائے یہود کے متعلق نازل کردہ آیات میں سے بعض جملوں کا ذکر	581
بنواسرائیل میدان تیہہ میں	590
سنگسار ہونے والی عورت	591

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دینا

ابن اسحاق کہتے ہیں مردوں اور خواتین میں سے لوگ جوق در جوق دامن اسلام سے وابستہ ہونے لگے۔ اسلام کا مبارک ذکر مکہ معظمہ میں پھیلتا گیا۔ لوگ اس کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو حکم فرمایا کہ وہ اللہ کا پیغام لوگوں کو واضح الفاظ میں پہنچائیں۔ اس حق کا اعلان بانگ دہل کریں جو اللہ رب العزت کی طرف سے آپ ﷺ کے قلب منیر پر نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کو بارگاہِ ربوبیت کی طرف بلائیں۔ داعی حق ﷺ نے تین سال تک دین اسلام کی تبلیغ کو پوشیدہ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ (الحجر)

سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے۔(1)

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ (الشعراء) وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ (الحجر: ۸۹)

"اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو اور نیچے کیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لئے اور فرمایئے کہ میں تو بلاشبہ (ایسے عذاب سے) کھلا ڈرانے والا ہوں"۔

ابن ہشام کہتے ہیں "اِصْدَعْ" کا معنی ہے کہ آپ ﷺ حق و باطل کے مابین فرق کر کے

صلوٰۃ کے لغوی معنی

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے اَنَّ اَبَا طَالِبٍ حَدِبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ کہ حضرت ابو طالب نے حضور ﷺ کے ساتھ شفقت فرمائی اور آپ ﷺ کی مکمل معاونت کی "اَلْحَدَبُ" پیٹھ کے بل جھکنے کو کہتے ہیں پھر یہ لفظ کسی دوسرے پر مہربان ہونے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اس کا معنی کسی دوسرے پر انتہائی شفقت کرنا ہے جس طرح کہ نابغہ کہتا ہے۔

حَدِبَتْ عَلَیَّ بُطُوْنُ ضَبَّةَ كُلِّهَا اِنْ ظَالِمًا فِيْهِمْ وَ اِنْ مَظْلُوْمًا

ضبہ کے تمام قبائل مجھ پر جھک گئے (مجھ پر شفقت کرنے لگے)۔ خواہ ان میں سے کوئی ظالم تھا یا مظلوم (ہر ایک نے مجھ پر مہربانی کی)۔

Marfat.com

لوگوں کو آگاہ فرمائیں۔ ابوذ ویب الھذلی، جس کا نام خویلد بن خالد تھا، وحشی گدھوں اور گدھیوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وَكَاَنَّهُنَّ رِبَابَةٌ وَكَاَنَّهُ بَسَرٌ يَفِيْضُ عَلَى القِدَاحِ وَيَصْدَعُ

گویا کہ وہ گدھیاں ایک جماعت ہیں اور گدھا ایسا جاباز ہے جو جوئے کے تیروں پر غالب آکر انہیں توڑ دیتا ہے یعنی وہ قرعہ اندازی کر کے ان کے حصوں میں تفریق کرتا ہے۔ (یہ شعر اس کے ایک قصیدہ سے ماخوذ ہے)۔

روبہ بن عجاج کا شعر ہے۔

اَنْتَ الْحَلِيْمُ وَالْاَمِيْرُ الْمُنْتَقِمُ تَصْدَعُ بِالْحَقِّ وَتَنْفِى مَنْ ظَلَمْ

تم بردبار بھی ہو اور منتقم مزاج امیر بھی ہو اور تم حق کا واضح اعلان بھی کرتے ہو اور جو ظلم کرتا ہے اس کا انکار بھی کرتے ہو۔

حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا گھاٹیوں میں سجدہ ریزیاں کرنا

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان مکہ مشرفہ کی گھاٹیوں کی طرف تشریف لے جاتے اور اپنی قوم سے چھپ کر نماز ادا فرما لیتے۔ حضرت سعد بن ابی

اسی طرح الصلوٰۃ بھی ''الصلوین'' سے مشتق ہے اس کا معنی بھی انعطاف اور مڑنا ہے صلوین ان دو رگوں کو کہتے ہیں جو پشت سے شروع ہو کر رانوں تک جاتی ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں صَلَّى عَلَيْهِ۔ یعنی وہ اس کی سمت مڑا۔ پھر رحمت و شفقت کو ''صلوٰۃ'' سے تعبیر کرنے لگے۔ رحمت کو صلوٰۃ اس وقت کہا جاتا ہے جب اس میں انتہائی مبالغہ مقصود ہو۔ جس طرح درود شریف ہے۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ یہ رَحِمَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا فِى الْحُنُوِّ والعَطْفِ (اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے رحم فرمائے) سے زیادہ بلیغ اور رقیق ہے دراصل الصلوۃ کا تعلق محسوسات کے ساتھ ہے لیکن مبالغہ اور تاکید کا اظہار کرتے ہوئے اس سے یہ معنی مراد لیا جاتا ہے جس طرح کہ شاعر کہتا ہے۔

فَمَا زِلْتُ فِى لِيْنِى لَهُ وَ تَعَطُّفِى عَلَيْهِ كَمَا تَحْنُوْ عَلَى الْوَلَدِ الْاُمُّ

میں ہمیشہ اس پر نرمی اور ملائمت کا اظہار کرتا رہا جس طرح ایک ماں اپنے لختِ جگر پر رحمت و شفقت کرتی رہتی ہے۔

Marfat.com

وقاص رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ معظمہ کی کسی گھاٹی میں مصروفِ نماز تھے۔ اچانک مشرکین کی ایک جماعت نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے صحابہ کرام کی اس ادائے بندگی پر عیب لگانے شروع کئے اور اسے عجیب سمجھنے لگے۔ حتیٰ کہ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کے سر پر اونٹ کا جبڑا مارا جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔ یہ پہلا خون تھا جو مسلمانوں نے اللہ کی رضا کے لئے بہایا۔

آپ ﷺ کے محترم چچا کا تعاون

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ ''جب تاجدارِ عرب و عجم ﷺ نے اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت

اسی سے اہل عرب کا قول ہے صَلَّيْتُ عَلَى الْمَيِّتِ میں اس کے لئے اس شخص کی سی دعا مانگی جو اس پر مہربانی اور شفقت کرتا ہو۔ اسی لئے الصلوۃ کا معنی ہمیشہ دعا کے لئے ہی مستعمل ہے یہ کہنا صَلَّيْتُ عَلَى الْعَدُوِّ (میں نے دشمن کے لئے بددعا کی) درست نہیں کیونکہ اس میں شفقت، محبت اور رحمت کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کا حقیقی معنی انعطاف ہے اسی لئے اسے علیٰ سے متعدی کیا گیا ہے صَلَّيْتُ عَلَيْهِ کا معنی حَنَوْتُ عَلَيْهِ ہے دعا کے لئے صرف دَعَوْتُ لَهُ ہی استعمال ہوگا لیکن جب یہ لفظ دشمن کے لئے بددعا اور شر کے لئے استعمال ہو تو پھر ''علی'' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ الصلوۃ اور دعا میں یہی فرق ہے لیکن اہل لغت ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ الصلوۃ مطلق دعا کے معنی میں ہے۔ وہ نہ تو اسے لام سے اور نہ ہی علی سے متعدی کرتے ہیں لیکن ان کو مقید کرنا ضروری ہے جس طرح کہ ہم نے ذکر کیا ہے کبھی کبھی ''اَلْحَدَب'' مخالفت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے خصوصاً اس وقت جب یہ قَعَسٌ (سینہ نکال کر اور پیٹھ دھنسا کر بیٹھنا) کے ساتھ متصل ہو۔ مثلاً شاعر کہتا ہے۔

إِذَا حَدِبُوْا فَاقْعَسْ وَإِنْ هُمْ تَقَاعَسُوْا لِيَنْتَزِعُوْا مَا خَلْفَ ظَهْرِكَ فَاحْدَبْ

اگر وہ پیٹھ کے بل جھک جائیں تو تو سینہ نکال کر بیٹھ اور اگر وہ اس لئے سینہ نکالیں کہ اس چیز کو چھین لیں جو تیری پیٹھ کے پیچھے ہے تو پھر تو پشت کے بل جھک جا۔

وَلَنْ يُنْهِيَهُ قَوْمًا أَنْتَ خَائِفُهُمْ كَمِثْلِ وَقْمِكَ جُهَّالًا بِجُهَّالٍ

فَاقْعَسْ إِذَا حَدِبُوْا وَاحْدَبْ إِذَا قَعِسُوْا وَوَازِنِ الشَّرَّ مِثْقَالًا بِمِثْقَالٍ

اس قوم کو کوئی خوفزدہ نہیں کر سکتا جسے تو ڈرانے والا ہو یہ اسی طرح ہے جس طرح تو جاہل کے ساتھ جاہل کو ذلیل کرتا ہے جب وہ پیٹھ کے بل جھک جائیں تو تو سینہ تان لے اور جب وہ سینہ تان لیں تو تو پیٹھ کے بل جھک جا۔ اور شر کا وزن مثقال کے بدلے مثقال کے ساتھ کر۔

Marfat.com

دی اور اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق اعلانیہ تبلیغ فرمائی تو آپ ﷺ کی قوم نے نہ تو اسے عجیب سمجھا اور نہ ہی اس پیامِ حق کی عیب جوئی کی لیکن جب آپ ﷺ نے ان کے معبودانِ باطلہ کی تردید فرمائی اور ان کے عیوب بیان فرمائے تو انہیں یہ بات انتہائی ناگوار لگی۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جنہوں نے نورِ اسلام سے اجالا پالیا تھا باقی تمام لوگ آپ ﷺ سے عداوت و بغض پر متفق ہو گئے۔ اس وقت مسلمان تعداد میں قلیل تھے اور خفیہ طور پر اپنی کوششوں کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ ان گھمبیر حالات میں آپ ﷺ کے محترم چچا خواجہ ابو طالب نے آپ ﷺ سے انتہائی شفقت کا اظہار کیا۔ اس طرح نبی محترم ﷺ دین اسلام کو وسعتیں عطا فرماتے رہے۔ کوئی امر بھی آپ ﷺ کو پیغامِ حق سنانے سے باز نہ رکھ سکا۔ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو کوئی چیز بھی تبلیغ دین سے منحرف نہیں کر سکتی۔ آئے روز حضور ﷺ ان کے معبودانِ باطلہ کے عیوب بیان کر رہے ہیں ان کے باہمی افتراق و انتشار کا سبب بن رہے ہیں آپ ﷺ کے محترم چچا نے بھی آپ ﷺ کی حمایت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور وہ آپ ﷺ کی بھرپور تائید کر رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت ابو طالب کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کو ان کے سپرد نہیں کریں گے تو قریش کے اشراف میں سے چند چیدہ لوگ جناب ابو طالب کی خدمت میں گئے ان میں سے ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ، ابو سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر، (ابن ہشام کہتے ہیں ابو سفیان کا نام صخر تھا ابو البختری، عاص بن ہشام بن حارث بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابو البختری کا نام عاص بن ہاشم تھا)، اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی، ابو جہل (اس کا نام

ابو البختری

ابن اسحاق نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو حضرت ابو طالب کے پاس آئے تھے۔ ان میں ابو البختری بن ہشام بھی تھا۔ ابن اسحاق کے نزدیک اس کا نام عاصی بن ہشام تھا جب کہ ابن ہشام کے نزدیک اس کا نام عاص بن ہاشم تھا۔ ابن اسحاق کا قول ابن کلبی کے قول سے موافقت کرتا ہے جبکہ ابن ہشام کا قول زبیر، ابن ابی بکر اور مصعب کے قول سے مطابقت رکھتا ہے۔ میں نے شیخ ابو بحر کی کتاب کے حاشیہ میں پڑھا ہے کہ اس کا نام سفیان بن عاصی تھا۔

Marfat.com

عمرو اور کنیت ابوالحکم تھی)، ابن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی، حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی کے دو بیٹے نبیہ اور منبہ اور عاص بن وائل شامل تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ان کے ہمراہ کچھ اور بھی لوگ تھے وہ حضرت ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

''اے ابوطالب! تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کو گالیاں دیتا ہے، ہمارے دین کے عیب نکالتا ہے، وہ ہمیں نادان اور کم عقل کہتا ہے حتیٰ کہ وہ ہمارے آباء و اجداد کو گمراہ کہتا ہے یا تو اسے منع کریں کہ وہ ایسے کاموں سے رک جائے یا پھر ہمارے درمیان سے ہٹ جائیں۔ تمہارا بھی وہی دین ہے جو ہمارا ہے ہم اسے تمہاری طرف سے بھی کافی ہو جائیں گے۔''

حضرت ابوطالب نے ان کے ساتھ انتہائی نرمی سے گفتگو کی اور خوبصورت انداز سے ٹال کر انہیں واپس بھیج دیا۔ حضور اکرم ﷺ انتہائی جانفشانی سے اپنی مصروفیات میں مشغول رہے آپ ﷺ دین الٰہی کا اظہار فرماتے رہے۔ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ اور مشرکین کے مابین حالات دوبارہ کشیدگی اختیار کر گئے۔ اسی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے ان کے سینے بغض و عناد سے بھر گئے۔ قریش مکہ اکثر نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ کرتے رہتے۔ وہ لوگوں کو آپ ﷺ کے خلاف برانگیختہ کرتے۔ انہیں حضور ﷺ کی مخالفت پر اکساتے۔ مذکورہ بالا وفد دوبارہ حضرت ابوطالب کے پاس گیا اور ان سے کہنے لگا۔

''اے ابوطالب! آپ ہم میں سے عمر، قدر و شرف اور رتبہ میں بڑے ہیں۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی عرض کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو اس نئے دین کی تبلیغ سے روکیں۔ قسم بخدا! ہم صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباء کو دشنام طرازی کی جائے، ہمیں نادان و بے وقوف کہا جائے، ہمارے معبودوں کے عیب نکالے جائیں، یا تو آپ اسے روکیں یا پھر ہم اس سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ دوسری صورت میں آپ کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ دونوں گروہوں میں سے ایک نیست و نابود ہو جائے'' ایسی نازیبا باتیں کر کے وہ لوٹ گئے۔ حضرت ابوطالب پر اپنی قوم کی یہ عداوت اور فراق بڑا دشوار گزرا۔ آپ نہ ہی حضور ﷺ کو قریش مکہ کے حوالے کر سکتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کو یوں چھوڑنا انہیں پسند تھا۔

Marfat.com

نبی محترم ﷺ کے لئے حضرت ابوطالب کی اعانت

ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ مجھے یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ بن الاخنس نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابوطالب نے وفد قریش کی یہ پریشان کن گفتگو سنی تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بلا بھیجا۔ جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو حضرت ابوطالب یوں عرض گذار ہوئے۔

''اے میرے بھتیجے! ابھی ابھی آپ کی قوم میرے پاس آئی تھی انہوں نے اس طرح تکلیف دہ گفتگو کی ہے۔ آپ مجھ پر بھی رحم کریں اپنی ذات پر بھی ترس کریں۔ مجھ پر وہ بار گراں نہ ڈالیں جس کو اٹھانے کی مجھ میں سکت نہیں'' حضرت ابوطالب کی یہ گفتگو سن کر حضور ﷺ کو اپنے عم محترم کے متعلق یہ گمان ہوا کہ شاید وہ انہیں چھوڑ دیں گے، انہیں دشمن کے حوالے کر دیں گے اور وہ آپ ﷺ کی نصرت و اعانت سے معذرت کا اظہار کریں گے۔ پھر پیکر جرأت و استقامت ﷺ نے فرمایا۔

يَا عَمِّ وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِي يَسَارِيْ عَلٰى اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ۔

اے عم محترم! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں، چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تاکہ میں تبلیغ دین سے دست کش ہو جاؤں تو میں پھر بھی اسے نہیں چھوڑوں گا حتی کہ یا تو

لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِي

ابن اسحاق نے تاجدار نبوت ﷺ کا یہ فرمان مبارک ذکر کیا ہے اس میں آپ ﷺ نے سورج کو اپنے دائیں دست اقدس کے ساتھ مختص فرمایا ہے کیونکہ یہ ایک روشن نشانی ہے جبکہ چاند کو بائیں ہاتھ سے مختص کیا ہے کیونکہ وہ ایک ایسی علامت ہے جس میں داغ ہیں۔

ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ سورج اور چاند باہم لڑ رہے ہیں اس میں سے ہر ایک کے ہمراہ کچھ ستارے بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا اس جنگ میں تو کس کے ہمراہ تھا اس نے کہا میں چاند کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو داغدار نشانی کے ساتھ تھا۔ تو یہاں سے چلا جا اور آئندہ میرے لئے کوئی کام سر انجام نہ دینا۔ یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عامل تھا آپ نے اسے معزول کر دیا۔ جنگ صفین

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ دے دے یا میں اس کی راہ میں شہادت سے سرخرو ہو جاؤں"۔ پھر نبی اکرم ﷺ گریہ بار ہو گئے چشمانِ مقدس سے آنسو کی جھڑی لگ گئی اور اٹھ کر جانے لگے۔ ابھی جانے کا قصد فرمایا ہی تھا کہ حضرت ابو طالب نے کہا" اے میرے بھتیجے! میرے پاس تشریف لائیں"۔ حضور ﷺ اپنے محترم چچا کے قریب تر ہو گئے انہوں نے عرض کی" اے میرے بھتیجے! آپ ﷺ جیسے پسند کریں تبلیغ کریں۔ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی آپ کو کسی کے حوالے نہیں کروں گا"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب کفارِ قریش کو یقین ہو گیا کہ ابو طالب نہ تو حضور ﷺ کو چھوڑیں گے اور نہ ہی آپ ﷺ کو ان کے سپرد کریں گے تو وہ عمار بن ولید بن مغیرہ کو حضرت ابو طالب کے پاس لے گئے۔ انہوں نے ان سے یہ درخواست کی" اے ابو طالب! یہ عمار بن ولید ہے یہ قریش کے تمام جوانوں سے زیادہ قوی اور صاحبِ جمال ہے اسے اپنا بیٹا بنا لیں یہ تمہارا مددگار اور معاون ہو گا۔ اور اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں۔ اسی نے ہی تمہارے اور تمہارے آباء کے دین کی مخالفت کی ہے۔ اسی نے ہی تمہاری قوم میں تفرقہ ڈالا ہے اور اسے عقل و دانش سے عاری کہا ہے ہم اسے قتل کر دیں گے (نعوذ باللہ منہ) اس طرح آدمی کے بدلے آدمی تمہیں مل جائے گا"۔ قریش مکہ کی یہ ہرزہ سرائی سن کر حضرت ابو طالب نے فرمایا" تم میرے ساتھ کتنا برا سودا کر رہے ہو تم مجھے اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ میں اسے تمہارے لئے پروان چڑھاؤں اور اپنا نورِ نظر تمہیں اس لئے دے دوں تا کہ تم اسے قتل کر دو۔ قسم بخدا ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا"۔

معطم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی نے کہا" اے ابو طالب! اللہ کی قسم! تمہاری

یہی شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے لڑا اور قتل ہوا اس کا نام حابس بن سعد تھا۔ حضور ﷺ نے ضرب المثل بیان فرماتے وقت سورج اور چاند کو مخصوص فرمایا ہے کیونکہ ان کا نور محسوس ہوتا ہے اور وہ نور جو بارگاہِ ربوبیت سے آپ ﷺ کے پاس آیا تھا قریش مکہ کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ اسے ترک فرما دیں یقیناً وہ نور مخلوق سے افضل و اشرف تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ۔ جب قریش مکہ نے چاہا کہ آپ ﷺ نورِ اعلیٰ کو چھوڑ دیں تو بلاغت نبویہ کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ نورِ ادنیٰ اس کے بالمقابل ذکر کریں اور نورین میں سے اعلیٰ کے ساتھ اختصاص فرمائیں اور وہ مبارک نشانی ہے جسے آپ نے دایاں کے ساتھ مخصوص فرمایا اس کی بلاغت اور حکمت اہل دانش پر مخفی نہیں۔

Marfat.com

قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے اور تمہیں اس امر سے نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی ہے جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ قریش کی کسی بات کو تم قبول نہیں کرو گے"۔ جناب ابو طالب نے مطعم سے کہا "اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے انصاف نہیں کیا۔ لیکن تو نے فیصلہ کر

البداء

ابن اسحاق نے لکھا ہے اَنْ قَدْ بَدَا لِعَبَه..... بداَ کا معنی ظاہر ہونا ہے رائے کو بھی بداَ کہتے ہیں کیونکہ پہلے یہ بھی مخفی ہوتی ہے۔ بعد میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ البدء اور البدو مصدر ہیں جبکہ بداَ اسم ہے مصدر کے متعلق یوں نہیں کہا جا سکتا بَدَا لَهٗ بُدُوٌّ جس طرح کہ یہ کہنا مناسب نہیں ظَهَرَ لَهٗ ظُهُوْرٌ۔ کیونکہ جو یہاں ظاہر اور عیاں ہو رہا ہے وہ اسم بداَ وغیرہ ہے۔ ابو علی کا شعر ہے۔

لَعَلَّكَ وَالْمَوْعُوْدُ حَقٌّ وَفَائُهٗ بَدَالَكَ فِيْ تِلْكَ الْقَلُوْصِ بَدَاُ

شاید تم اور وہ وعدہ جس کا پورا ہونا یقینی ہو چکا ہے۔ تمہارے لئے ان جوان اونٹوں میں (حصہ) واضح ہو چکا ہے۔

کیونکہ البدو کا معنی "الظہور" ہے اس لئے البدء کے ساتھ ذاتِ باری تعالیٰ کا وصف بیان کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس ذات کریمانہ کے لئے کوئی چیز پردہ اخفاء میں نہیں جس کا ظہور ہو حکم کے نسخ کا تعلق بداَ کے ساتھ نہیں جس طرح کہ بعض جہلاء نے وہم کیا ہے بلکہ اس سے مراد اس حکم کو تبدیل کرنا ہے جس کو ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے اندازے کے مطابق اور اپنے علم کے اعتبار سے مقرر فرمایا ہو۔ اگر بداء کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کیا بھی جائے تو اس کا معنی ارادہ ہوگا۔ یہ وہ مجاز ہے جس کے اطلاق کی کوئی راہ نہیں مگر جبکہ صاحب شرع ﷺ کا اذن ہو۔ ہمارے اس نقطۂ نظر کی دلیل وہ حدیث مبارک بھی ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے اندھے، گنجے اور برص والے کے متعلق فرمایا بَدَاَ اللّٰهُ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں آزمائے" اس حدیث شریف میں بداَ، اَرَادَ کے معنی میں ہے۔ بعض رافضی اور یہودی بداَ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ مثلاً رافضیوں میں سے ابن اعین اور اس کے پیروکار بداَ کو اللہ رب العزت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسے اور نسخ کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں۔ بعض یہودی بھی نسخ کو بداَ نہیں سمجھتے اور بعض اسے رافضیوں کی طرح بداَ کا ہم معنی سمجھتے ہیں۔ روایت کیا جاتا ہے کہ شیر خدا مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن نماز ادا فرمائی پھر تبسم فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے تبسم کناں ہونے

Marfat.com

لیا ہے کہ تو مجھے ضرور ذلیل و رسوا کرے گا اور میرے خلاف میری قوم کی مدد کرے گا جو تیری منشاً ہو وہ کر"۔

پھر معاملہ سنگین ہو گیا۔ قوم کے اختلافات فزوں تر ہو گئے۔ جاہلیت کی حمیت کام دکھانے لگی۔ لوگ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ اس وقت خواجہ ابو طالب نے مطعم بن عدی، بنو عبد مناف اور دیگر قبائل قریش کو مخاطب کر کے یہ اشعار کہے۔ ان اشعار میں انہوں نے قریش کے اس مطالبہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے ابو طالب یاد آ رہے ہیں۔ جب نماز فرض ہوئی انہوں نے مجھے دیکھا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک کھجور کے نیچے نماز ادا کر رہا ہوں انہوں نے کہا "یہ کیسا فعل ہے جو میں دیکھ رہا ہوں"۔ جب ہم نے انہیں بتایا تو انہوں نے کہا یہ کام تو عمدہ ہے لیکن میں اسے ہرگز انجام نہ دوں گا۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میری پشت مجھ سے بلند تر ہو جائے۔ اَنْهَدُ۔ قریش مکہ نے جناب ابو طالب کو عمارہ بن ولید کی پیشکش کرتے ہوئے کہا تھا هٰذَا اَنْهَدُ فَتیً فِی قُرَیْشٍ۔ انہد کا معنی سب سے قوی اور طاقتور ہے وہ گھوڑا جو سب سے آگے رہے اسے فَرَسٌ نَهْدٌ کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی اَلتَّقَدُّمُ ہے اسی سے ہے نَهَدَ ثَدْیُ الْجَارِیَةِ۔ عمارہ بن ولید وہی شخص تھا جسے قریش نے عمرو بن عاص کے ساتھ حبشہ بھیجا تھا وہاں اس پر جادو ہو گیا اور یہ مجنوں ہو گیا ان شاء اللہ اس کا تفصیلی تذکرہ عنقریب آ رہا ہے۔

بعض سیرت نگار لکھتے ہیں جب قریش مکہ نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ محمد عربی ﷺ کے بدلے عمارہ کو لے لیں تو انہوں نے فرمایا۔ "کیا تم نے کسی اونٹنی کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بچے کے علاوہ کسی اور پر شفقت اور مہربانی کرتی ہو۔ میں اپنا لختِ جگر اس لئے تمہیں دوں کہ تم اسے قتل کر دو اور تم سے تمہارے بیٹے کو اس لئے لے لوں تا کہ اس کی کفالت و نگہداشت کروں اور اسے روٹیاں کھلاتا رہوں"۔ ابن اسحاق کی روایت کا بھی تقریباً یہی معنی ہے۔

فَحَقِبَ الْاَمْرُ۔ معاملہ شدید ہو گیا یہ حَقِبَ الْبَعِیْرُ سے مشتق ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب اونٹ کی بھرپور کوشش اور جد و جہد سے اس کا تنگ گر جائے اور جب اس پہ تنگ (رسی) اتنا شدت سے باندھا گیا ہو کہ اس کا پیشاب کرنا بھی مشکل ہو تو کہا جاتا ہے حَقِبَ الْبَعِیْرُ پھر یہ لفظ اس معاملہ کے لئے استعمال ہونے لگا جو انتہائی مشکل اور گراں ہو۔ شَرِیَ الْاَمْرُ کا معنی ہے شر کا پھیل جانا۔ الشریٰ بھی اسی سے مشتق ہے۔ وہ پھوڑے جو جسم پر پھیل جاتے ہیں اسی سے ہے شَرِیَ جِلْدُ الرَّجُلِ۔

Marfat.com

حضرت ابو طالب کے اشعار

أَلا قُلْ لِعَمْرٍو والوَلِيدِ وَ مُطْعِمٍ أَلَا لَيتَ حَظِّي مِنْ حِيَاطَتِكُمْ بَكْرُ

ارے! تم عمرو، ولید اور مطعم سے کہہ دو کہ کاش مجھے تمہارے اعتماد پر ایک جوان اونٹ مل جاتا۔

مِنَ الْخُوْرِ حَبْحَابٌ كَثِيرٌ رُغَاؤُهُ يُرِشُّ عَلَى السَّاقَيْنِ مِنْ بَوْلِهِ قَطْرُ

ناتوانی نے اسے کوتاہ قد بنا دیا ہو، وہ بہت زیادہ بلبلاتا ہو اور پیشاب کے قطرات اس کی پنڈلی پر ٹپک رہے ہوں۔

تَخَلَّفَ خَلْفَ الْوِرْدِ لَيْسَ بِلَا حِقٍ إِذَا مَا عَلَا الْفَيْفَاءَ قِيلَ لَهُ وَبْرُ

ایک اس کی صفت یہ بھی ہو کہ وہ پانی پینے والے اونٹوں سے ہمیشہ پیچھے ہی رہے ان سے کبھی بھی مل نہ پائے اور اسے وبر (بلی) کہا جائے۔

أَرَى أَخَوَيْنَا مِنْ أَبِيْنَا وَأُمِّنَا إِذَا سُئِلَا قَالَا إِلَى غَيْرِنَا الْأَمْرُ

میں اپنے ان دو بھائیوں کو دیکھتا ہوں جو ہمارے باپ اور ماں کی طرف سے ہیں جب ان سے اس معاملہ کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں یہ کام ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں۔ کسی اور کے اختیار میں ہے۔

حضرت ابو طالب کے اشعار کی وضاحت

اَلَا لَيتَ حَظِّيْ۔ الخ۔ جوان اونٹ میرے لئے تم سے زیادہ نفع بخش ہوتا۔ جس طرح کہ طرفہ نے عمرو بن ہند کے متعلق کہا ہے۔

فَلَيْتَ لَنَا مَكَانَ الْمَلْكِ عَمْرٍو رَغُوْثًا حَوْلَ قُبَّتِنَا تَخُوْرُ

کاش بادشاہ عمرو کا مکان ہمارے لئے دودھ دینے والا ہوتا جو ہمارے خیمے کے اردگرد آوازیں نکالتا رہتا۔ اَلْخُوْرُ کا معنی انتہائی کمزور اَلْحَبْحَابُ کا معنی چھوٹا ہے شیخ ابو بحر کی کتاب کے حاشیہ میں جبجاب ہے انہوں نے اس کا معنی بہت زیادہ گرنا کیا ہے اِذَا مَا عَلَا الْفَيْفَاءَ قِيلَ لَهُ وَبْرُ۔ اس کے چھوٹے پن کی وجہ سے اسے بلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مکان کی بلندی اور بعد کی وجہ سے آنکھ کو چھوٹا دکھائی دیتا ہو۔ اگر اہل عرب کا قول "اَلْفَيْفُ" نہ ہوتا تو پھر الفیفاء کو اَلْقَضْقَاضُ اور اَلْجَرْجَارُ کے باب سے کرنا بہتر ہوتا۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دونوں الف زائدہ

Marfat.com

بَلٰی لَھُمَا اَمْرٌ وَلٰکِنْ تَجَرْجُمَا کَمَا جَرْجَمَتْ مِنْ رَاسِ ذِیْ عَلَقٍ صَخْرٌ

بلکہ یہ کام تو ان کے دائرہ اختیار میں ہے لیکن وہ اس طرح گرے ہیں جس طرح کوہ ذی علق سے پتھر لڑھکتا ہے۔

اَخُصُّ خُصُوْصًا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا هُمَا نَبَذَانَا مِثْلَ مَا يُنْبَذُ الْجَمْرُ

میں عبد شمس اور نوفل سے خصوصاً شکوہ کناں ہوں انہوں نے ہمیں اس طرح علیحدہ کر دیا ہے جس طرح انگارہ علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔

هُمَا اَغْمَرَا لِلْقَوْمِ فِي اَخَوَيْهِمَا فَقَدْ اَصْبَحَا مِنْهُمْ اَكُفُّهُمَا صِفْرُ

انہوں نے اپنے بھائیوں کو سرعام رسوا کیا لیکن اب ان کی کیفیت یہ ہو چکی ہے کہ ان کی ہتھیلیاں خالی ہو چکی ہیں یعنی وہ اپنے قبیلے میں تنہا اور یکتا ہو گئے ہیں۔

وَتَيْمٌ وَ مَخْزُوْمٌ وَ زُهْرَةُ مِنْهُمْ وَ كَانُوْا لَنَا مَوْلٰی اِذَا بُغِيَ النَّصْرُ

بنو تیم، بنو مخزوم اور بنو زہرۃ نے بھی اپنا تعلق انہی کے ساتھ قائم کر لیا ہے حالانکہ جب مدد کی پکار دی گئی تو اس وقت وہ ہمارے حلیف تھے۔

فَوَ اللّٰهِ لَا تَنْفَكُّ مِنَّا عَدَاوَةٌ لَا مِنْهُمْ مَا كَانَ مِنْ نَسْلِنَا شَفْرٌ

جب تک ہماری نسل میں سے کوئی ایک باشندہ بھی رہے گا قسم بخدا! ہماری عداوت برقرار رہے گی۔

فَقَدْ سَفُهَتْ اَحْلَامُهُمْ وَ عُقُوْلُهُمْ وَكَانُوْا كَجَفْرٍ بِئْسَ مَا صَنَعَتْ جَفْرُ

ان کی عقل و دانش بوسیدہ ہو گئی ہے۔ وہ جفر کی مانند ہو گئے ہیں اور جفر کے کرتوت کتنے

ہیں۔ اور یہ قلق اور سلس کے باب سے ہیں جس کے ف کلمہ کو دوبارہ لکھا گیا ہے نہ کہ عین کلمہ کو۔ ایسے الفاظ بہت کم ہیں مثلاً قلق۔ سلس۔ ثلث اور سدس۔ ہم نے ایسے کلمات کو جمع کیا ہے ہم انہیں کسی اور جگہ ذکر کریں گے۔ فیفاء کا الف الحاق کے لئے نہیں ہے کہ یہ غیر منصرف ہو کیونکہ فَعْلَالٌ کے وزن پر کوئی کلمہ نہیں اگر کہا جائے کہ ممکن ہے کہ یہ قفقاض اور اس کے باب سے ملحق ہو تو ہم کہیں گے کہ قفقاض ثنائی مضاعف ہے اس کے ساتھ ثلاثی کو ملحق نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح کہ ثلاثی کے ساتھ رباعی کو ملحق نہیں کیا جا سکتا۔ اکبر کو اقل سے ملحق نہیں کیا جا سکتا۔ اسے فیفاہ بھی روایت کیا گیا ہے۔ اس کا الف تانیث کے لئے نہیں کیونکہ اسے تانیث کی دو علامتوں کے مابین جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت یہ ارطاۃ وغیرہ کے باب سے ہوگا گویا اسے ایک جسیم خاتون سے ملحق کیا گیا ہے۔

Marfat.com

برے ہیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں اس قصیدے میں سے ہم نے وہ دو اشعار حذف کر دیئے ہیں جن میں قدرے بے حیائی تھی۔

مسلمانوں کو ایذاء رسانی

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر قریش نے ان قبائل کو ابھارا۔ جن میں نبی محترم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ ہر قبیلہ ان مسلمانوں پر جھپٹ پڑا جو اس میں موجود تھے۔ وہ انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور انہیں دین برحق چھوڑنے پر مجبور کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ حضرت ابو طالب نے بھی حضور ﷺ کے تحفظ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جب ابو طالب نے قریش کے کرتوت دیکھے تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کیا انہیں نبی اکرم ﷺ کے تحفظ کی ترغیب دی۔ اور آپ ﷺ کی نصرت و اعانت پر ابھارا۔ ان دونوں قبائل نے ان کی صدا پر لبیک کہا وہ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ کی بھرپور تائید کرنے لگے، لیکن اللہ کا دشمن ابولہب ملعون پھر بھی علیحدہ ہی رہا اس نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا ساتھ نہ دیا۔

حضرت ابو طالب کے اشعار

جب حضرت ابو طالب نے اپنی قوم کی اس جدوجہد کا مشاہدہ کیا جو انہوں نے نبی محترم

ذیْ عَلَقٍ۔ علق کو غیر منصرف نہیں بنایا گیا یا تو اسے جگہ کا نام بنا دیا گیا ہے یا اس لئے کہ یہ علم ہے اور اسم علم کو منصرف پڑھنا اشعار میں عام ہے خواہ وہ نہ ہی مونث ہو اور نہ عجمی ہو۔ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

وَمَا كَانَ حِصْنٌ وَلَا حَابِسٌ　يَفُوْقَانِ مِرْدَاسَ فِي الْمَجْمَعِ

کوئی قلعہ یا کوئی گھوڑا مجمع میں مرداس سے فائق نہیں ہو سکتے تھے۔

دوسرے شاعر کا قول ہے۔

يَا مَنْ جَفَانِيْ وَ مَلَّا نَسِيْتَ اَهْلًا وَ سَهْلًا　وَمَاتَ مَرْحَبٌ لَمَّا رَاَيْتَ مَالِيَ قَلَّا

اے وہ شخص جس نے مجھ پر جفا کی ہے اور جو اکتا گیا ہے اور جو اپنے اہل اور نرم زمین کو

Marfat.com

ﷺ کے لئے کی تھی۔ ان کی اس محبت وعقیدت کا نظارہ کیا جو وہ نبی اکرم ﷺ سے کر رہے تھے تو انہوں نے اپنی قوم کی تعریف کی۔ انہیں ان کی ماضی کی شاندار روایات یاد کرائیں۔ محبوب مکرم ﷺ کی عظمت وشرافت کو عیاں کیا۔ آپ ﷺ کے مقام کی رفعتوں کو آشکارا کیا تا کہ یہ قبائل آپ ﷺ کے تحفظ کی سر توڑ کوشش کریں اور حضور ﷺ پر اپنی محبتیں اور عقیدتیں نچھاور کریں۔ اس وقت انہوں نے یہ اشعار کہے۔

اِذَا اجْتَمَعَتْ یَوْمًا قُرَیْشٌ لِمَفْخَرٍ   فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَ صَمِیْمُهَا

جب بھی قریش کسی قابل فخر کارنامے کے لئے جمع ہوئے تو عبد مناف ان کے لئے دل اور روحِ رواں ثابت ہوئے۔

فَاِنْ حُصِّلَتْ اَشْرَافُ عَبْدِ مَنَافِهَا   فَفِی هَاشِمٍ اَشْرَافُهَا وَقَدِیْمُهَا

جب بنو عبد مناف میں سے بہترین لوگوں کو شمار کیا جائے تو ہاشم کے لوگ ہی بہترین اور عمدہ ہوں گے۔

وَاِنْ فَخَرَتْ یَوْمًا وَاِنَّ مُحَمَّدًا   هُوَ الْمُصْطَفٰی مِنْ سِرِّهَا وَكَرِیْمِهَا

جب کبھی انہوں نے کسی پر فخر کیا تو بلاشبہ محمد عربی ہی وہ ہستی ہوں گے جو ان کے عمدہ اور کریم لوگوں میں سے برگزیدہ ہوں گے۔

تَدَاعَتْ قُرَیْشٌ غَثُّهَا وَ سَمِیْنُهَا   عَلَیْنَا فَلَمْ تَظْفَرْ وَ طَاشَتْ حُلُوْمُهَا

قریش نے ہمارے خلاف اپنے ہرا چھے، برے آدمی کو صدا دی لیکن کامیابی ان کے مقدر میں نہ ہوئی جس کی وجہ سے ان کی عقلیں زائل ہوگئیں۔

بھول چکا ہے جب تو نے دیکھا کہ میرا مال قلیل ہے تو مرحب مر چکا تھا۔

اس شعر میں مرحب کو غیر منصرف نہیں بنایا گیا اس کتاب میں ایسی کئی مثالیں آئیں گی اور وہاں اس کی شرح کر دی جائے گی۔ اگر ذِی عَلَقِ الصَّخْرِ تنوین کو حذف کر کے پڑھا جائے تا کہ دو ساکن جمع نہ ہوں تو یہ بہت عمدہ ہے جس طرح یہ آیت پڑھی گئی ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ "(اے حبیب) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے"،

اَحَدٌ میں تنوین کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ ابن ابی عمرو بن العلاء کی روایت ہے شاعر کہتا ہے۔

حَمِیْدُ الَّذِیْ اَمَجُّ دَارُهٗ وَلَا ذَاكِرُ اللّٰهِ اِلَّا قَلِیْلًا۔

وہ حمید جس کی وجہ سے اس کے گھر کو استحکام نصیب ہوا وہ اللہ کا قلیل ہی ذکر کرنے والا ہے۔

Marfat.com

وَ كُنَّا قَدِيْمًا لَا نُقِرُّ ظُلَامَةً إِذَا مَا ثَنَوْا صُعْرَ الْخُدُوْدِ نُقِيْمُهَا

ہماری پرانی عادت یہ ہے کہ ہم ظلم کو باقی نہیں رہنے دیتے۔ جب لوگ تکبر کی وجہ سے رخسار ٹیڑھے کرتے ہیں تو ہم انہیں سیدھا کر لیتے ہیں۔

وَ نَحْمِى حِمَاهَا كُلَّ يَوْمِ كَرِيْهَةٍ وَنَضْرِبُ عَنْ اَحْجَارِهَا مَنْ يَرُوْمُهَا

ہر مشکل وقت میں ہم اپنی قوم کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے قلعوں اور پناہ گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

بِنَا انْتَعَشَ الْعُوْدُ الذَّوَاءُ وَإِنَّمَا بِاَكْنَافِنَا تَنْدَى وَ تَنْمِى اُرُوْمُهَا

ہماری وجہ سے سوکھی لکڑیاں سبز و شاداب ہو گئیں ہمارے پہلوؤں میں ان کی جڑیں عمیق ہوتی ہیں اور تراوت حاصل کرتی ہیں۔

ولید بن مغیرہ کا قرآن کے بارے موقف

قریش مکہ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے۔ وہ ان سب سے عمر رسیدہ تھا اس نے قریش مکہ سے کہا اے گروہِ قریش! حج کی ادائیگی کا زمانہ قریب آچکا ہے عنقریب عرب کے وفود تمہارے پاس آنے لگیں گے۔ وہ تمہارے اس صاحب ﷺ کے متعلق پہلے ہی سن چکے ہیں۔ تم سب ان کے

حضرت ابو طالب کا شعر اِذَا جْتَمَعَتْ يَوْمًا الخ میں سِرُّهَا کا معنی وَسْطُهَا (اس کا وسط ہے) سِرُّ الْوَادِی سے مراد وادی کا درمیان ہے۔ ''وَسْطٌ'' کے متعلق پہلے کافی تفصیل گزر چکی ہے۔ یہ صرف شہادت اور نسب میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ نَضْرِبُ عَنْ اَحْجَارِهَا۔ ہم ان کے قلعوں اور پناہ گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ایک روایت میں ''اَحْجَارِهَا'' بھی ہے یہ حجر کی جمع ہے اور استعارۃً گھروں اور مسکنوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔

قرآن کے متعلق ولید کی رائے

ابن اسحاق نے ولید بن مغیرہ کا تفصیلاً تذکرہ کیا ہے۔ قریش مکہ نے اس سے کہا کہ ہم حضور ﷺ کو شاعر کہیں گے تو اس نے کہا ''ان کے کلام میں شعروں جیسا ہزج اور رجز نہیں ہے۔ ہزج شاعروں کے نزدیک شعر کی معروف قسم ہے۔ اس کے مادۂ اشتقاق کے متعلق میں آگاہ نہیں ہوں۔ ممکن ہے یہ مکھی کے اوصاف میں سے ہو اور اس کا معنی مترنم ہو۔ ''الرجز'': ممکن ہے کہ یہ رَجَزْتُ الْحَمْلَ سے مشتق ہو اس کا معنی پالان کو درست کرنا ہے۔ اس سے مراد اشعار کے حصوں کو درست کرنا ہے۔ یہ

Marfat.com

متعلق ایک رائے پر اتفاق کرلو۔ آپس میں اختلافات نہ کرنا اس طرح تم ایک دوسرے کی تکذیب کرنے لگو۔ باہمی اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی خود ہی تردید کرنے لگو گے"۔

قریش مکہ نے ولید سے کہا "اے ولید! تم ہی کسی رائے کا اظہار کرو جس پر ہم سب متفق ہو جائیں"۔ ولید نے کہا "نہیں! تم اپنی اپنی رائے کا اظہار کرو میں سنتا ہوں"۔ قریش نے کہا "ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہیں" ولید نے کہا "نہیں قسم بخدا! یہ کاہن نہیں ہیں۔ ہم نے کاہنوں کو خوب دیکھا ہے۔ ان میں کاہنوں جیسا نہ تو زمزمہ ہے اور نہ ہی سجعہ ہے"۔ قریش مکہ نے کہا "ہم کہیں گے کہ یہ مجنوں ہیں"۔ ولید نے اس رائے سے بھی اختلاف کرتے ہوئے کہا "نہیں وہ مجنوں بھی نہیں ہیں۔" ہم سودا سے بھی خوب آشنا ہیں۔ نہ ان کی آواز سودائیوں جیسی ہے اور نہ ہی وہاں شیطانی وسوسہ کا عمل دخل ہے"۔ ولید کا یہ جواب سن کر قریش مکہ نے ایک اور رائے کا اظہار کیا کہ ہم کہیں گے کہ یہ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا "وہ شاعر بھی نہیں ہیں ہم شعروں کی تمام اقسام رجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط سے آگاہ ہے یہ شاعر بھی نہیں ہیں۔ قریش مکہ نے ولید کی یہ تردید سن کر کہا "ہم کہیں گے کہ یہ جادوگر ہیں۔ ولید نے کہا یہ جادوگر بھی نہیں ہیں۔ ہم جادوگروں اور ان کی ساحری سے آشنا ہیں ان میں ان جیسی جھاڑ پھونک اور گرہیں باندھنا نہیں ہے"۔ عاجز آ کر قریش مکہ نے کہا "اے ابوعبدشمس! اب تم ہی بتاؤ"۔ ولید نے کہا "اللہ کی قسم! ان کے کلام

بھی ممکن ہے کہ یہ رَجَزتِ النَّاقَۃُ سے مشتق ہو۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب اونٹنی کھڑے ہوتے وقت کانپنے لگے۔ جس طرح کہ شاعر کا قول ہے: حَتّیٰ تَقُوْمَ تَکَلُّفَ الرَّجْرَاءِ۔ تو پڑھنے والیوں کے تکلف کو برقرار رکھتا ہے۔ گویا کہ ایسے اشعار کو پڑھنے والا لرزنے لگتا ہے۔ زمزمہ: کمزور سی آواز کو زمزمہ کہتے ہیں مثلاً وہ آواز جو گھوڑے پانی پیتے وقت نکالتے ہیں اسی طرح کہا جاتا ہے زَمْزَمَ الرَّعْدُ۔ بجلی کا آواز نکالنا۔ کاہنوں کی آواز بھی اسی طرح ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی کیفیت جانتا ہے گھوڑوں کی یہ آواز تو ان کی ناک سے آتی ہے۔ اَصْلُہٗ لَعَذْقٌ وَاِنَّ فَرْعَہٗ لَجَنَاۃٌ۔ یہ اس کھجور سے استعارہ ہے جس کی جڑیں مستحکم ہوں اور جس کی شاخیں سرسبز و شاداب ہوں عذق کھجور کو کہتے ہیں ابن ہشام کی روایت میں غرق ہے لیکن ابن اسحاق کی روایت زیادہ فصیح ہے کیونکہ یہ ایک مکمل استعارہ ہے جو کلام کے آخر کو اس کے اول سے تشبیہ دے رہا ہے۔ غدق کا معنی کثیر پانی ہے کہا غَیْدَقَ الرَّجُلُ۔ اس کا تھوک زیادہ ہو گیا۔ حضور ﷺ کے چچاؤں میں سے ایک کا نام غیداق تھا۔ یہ نام ان کی سخاوت کی وجہ سے رکھا گیا تھا۔ گوہ کے بچے کو بھی غیداق کہتے ہیں۔ غیداق، حسل سے بڑا ہوتا ہے۔

Marfat.com

میں مٹھاس ہے۔ اس کی جڑیں مستحکم اور اس کی شاخیں ثمر آور ہیں۔ قسم بخدا! ان نازیبا امور میں سے جس امر کو بھی ان کی طرف منسوب کرو گے اس کا جھوٹ عیاں ہو جائے گا۔ تم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ بتا سکتے ہو کہ یہ جادوگر ہیں۔ یہ ایسا جادو لے کر آئے ہیں جس سے یہ آدمی کو اس کے باپ سے، آدمی کو اس کے بھائی سے، آدمی کو اس کی بیوی اور اس کے قبیلے سے جدا کر دیتے ہیں۔'' قریش مکہ یہ رائے سن کر وہاں سے چلے گئے۔ جب حج کا زمانہ آیا تو وہ مختلف راستوں پر بیٹھ گئے۔ جو شخص بھی وہاں سے گزرتا وہ اسے نبی اکرم ﷺ سے ڈراتے اور اس سے آپ ﷺ کا تذکرہ کرتے۔

ولید کے متعلق آیاتِ قرآنیہ

اللہ تعالیٰ نے ولید کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ (المدثر) '' آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے پیدا کیا ہے اور دے دیا ہے اس کو مال کثیر اور بیٹے دیئے ہیں جو پاس رہنے والے ہیں اور مہیا کر دیا ہے اسے ہر قسم کا سامان''۔

ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا

ان آیات کا نزول ولید کے بارے ہوا ہے ان میں عظیم دھمکی اور شدید وعید ہے کیونکہ اس کا معنی ہے مجھے اور اسے چھوڑ دیں۔ عنقریب آپ دیکھ لیں گے کہ میں اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہوں۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ (القلم: ۴۴) '' مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دیں جو اس کلام کی تکذیب کرتا ہے'' یہ ایسا کلمہ ہے جو ناراض اس وقت کہتا ہے جب اس کا غصہ اور غضب شدت اختیار کر جاتا ہے اور وہ ناپسند کرتا ہے کہ اس کی سفارش کی جائے وہ ناراض ہو رہا ہوتا ہے اس آیت کا معنی یہ ہے اے محمد مصطفیٰ ﷺ نہ تو آپ ﷺ کا استغفار کرنا اور نہ کسی دوسرے کا استغفار کرنا کافر کو فائدہ دے سکتا ہے۔ بَنِينَ شُهُودًا ایسے جوان بیٹے جو اس کے ساتھ ہمیشہ رہتے ہیں انہیں سفر کرنے اور پردیس میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے پاس مال وافر تھا مال ممدود سے مراد بارہ ہزار یا اس سے زائد دینار ہو سکتے ہیں۔ مَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا۔ میں نے اس کے لئے

Marfat.com

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ (المدثر) ''پھر طمع کرتا ہے کہ میں اسے مزید عطا کروں ہرگز نہیں وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے۔ میں اسے مجبور کروں گا کہ وہ کٹھن چڑھائی چڑھے، اس نے غور کیا اور پھر ایک بات طے کر لی اس پر پھٹکار اس نے کتنی بری بات طے کی۔ اس پر پھر پھٹکار کیسی بری بات اس نے طے کی، پھر دیکھا پھر منہ بسورا اور ترش رو ہوا۔ پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا پھر بولا یہ نہیں ہے مگر جادو جو پہلوں سے چلا آتا ہے یہ نہیں مگر انسان کا کلام''۔

عَنِيْدًا کا معنی دشمن ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں عنید کا معنی معاند اور مخالف ہے رؤبہ بن عجاج کا قول ہے۔ وَنَحْنُ ضَرَّابُوْنَ رَاسَ الْعِنَدِ۔ ''ہم مخالفین کے سروں پر شمشیر زنی کرنے والے ہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں ''بَسَر'' چہرے کی بدصورتی کو کہتے ہیں عجاج کا قول ہے۔

مُضَبَّرُ اللَّحيَيْنِ بَسْرًا مِنْهَا وہ انتہائی بدصورت چہرے کا مالک ہے

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر اللہ رب العزت نے اپنے رسول مکرم ﷺ پر ان لوگوں کے لئے کلام اتارا جو آپ ﷺ پر عیب جوئی کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ (الحجر) ''جیسے اتارا ہم نے ان بانٹنے والوں پر جنہوں نے کر دیا تھا قرآن کو پارہ پارہ پس آپ کے رب کی قسم ہم پوچھیں گے ان سب سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے''۔

ابن ہشام کہتے ہیں عِضِيْنَ کا واحد عِضَةٌ ہے عَضُوْهُ کا معنی ہے اسے جدا جدا کر دو رؤبہ کہتا ہے۔ وَلَيْسَ دِيْنُ اللّٰهِ بِالْمُعَضَّى۔ دین الٰہی کو پارہ پارہ نہیں کیا جا سکتا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں ''پھر حج کرنے والے ہر اس شخص سے نبی محترم ﷺ کا تذکرہ کرتے

عذاب تیار کر رکھا ہے میں اسے آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جاؤں گا۔ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا۔ صعود جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی مسافت ستر سال ہے۔ کافر کو اس کے اوپر چڑھنے کا حکم ملے گا۔ جب وہ بڑی مشکل سے چوٹی تک پہنچے گا تو اسے وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا۔ وہ سانس بھی نہ لے سکے گا۔

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ۔ اس پر لعنت ہو کہ اس نے کیسا اندازہ لگایا ہے۔ کیف یہاں حروف شرط میں سے ہے کہا گیا ہے کہ یہ قتل کے معنی میں ہے یعنی وہ اس قابل ہے کہ اس پر قتل کا دعویٰ کیا جائے۔

Marfat.com

جس سے وہ ملتے ہر جا حضور ﷺ کا چرچا ہونے لگا۔ تمام عرب میں حضور ﷺ کا ذکر پھیل گیا"۔

حضرت ابوطالب اپنے اور اپنے محترم بھتیجے ﷺ کے نسب پر فخر کناں ہیں

جب حضرت ابوطالب کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں عرب کی عوام آپ کے اور آپ کی قوم کے پیچھے نہ پڑ جائے تو انہوں نے اس وقت وہ مشہور و معروف قصیدہ کہا جس میں انہوں نے حرم مکہ سے پناہ لی۔ اس میں اس رتبہ کا ذکر کیا جو آپ کو وہاں حاصل تھا۔ آپ نے اپنی قوم کے عظیم لوگوں سے اظہارِ محبت کیا۔ انہیں اور دیگر لوگوں کو بتا دیا کہ وہ کبھی بھی نہ تو رسول مکرم ﷺ کو کسی کے سپرد کریں گے اور نہ ہی کسی لالچ میں آ کر انہیں چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کا تحفظ کرتے کرتے مر جائیں گے۔

انہوں نے اپنے اشعار میں کہا۔

وَلَمَّا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ فِيهِمْ وَ قَدْ تَقَطَّعُوا كُلَّ الْعُرىٰ وَالْوَسَائِلِ

جب میں نے دیکھا کہ قوم کی باہمی محبت و الفت ختم ہوگئی ہے اور انہوں نے ہر رشتہ، ناطہ توڑ لیا ہے۔

ابن ہشام نے بسر کا معنی لکھا ہے اس کا معنی قہر بھی ہے اور اس کا معنی اونٹنی پر اونٹ کا وقت سے قبل ہی جفتی کے لئے چڑھنا بھی ہے۔ عِضِيْنَ، عِضَةٌ سے مشتق ہے اس کا معنی تفریق ڈالنا ہے۔ حدیث میں ہے۔ لَا تَعْضِيَةَ فِي مِيْرَاثٍ إِلَّا مَا احْتَمَلَهُ الْقَسَمُ۔

میراث میں صرف اسی چیز کی تقسیم ہوگی جو تقسیم ہونے کا احتمال رکھتی ہو۔ اس حدیث کا معنی ابن قاسم کے مذہب کے موافق ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو تقسیم کے بعد نفع رساں نہ رہے یا تقسیم کرنے سے شریکین کو نقصان برداشت کرنا پڑے اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا لیکن حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی رائے اس کے برعکس ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے دلیل پکڑتے ہیں۔

مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (النساء:۷) اس ترکے سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عِضِيْنَ، عِضَةٌ کی جمع ہے اور اسکا معنی جادو ہے بطور دلیل یہ شعر پڑھا جاتا ہے۔

أَعُوْذُ بِرَبِّيْ مِنَ النَّافِثَاتِ فِي الْعُقَدِ الْعَاضِهِ الْمُعْضِهِ

میں اپنے رب سے ان عورتوں سے پناہ مانگتا ہوں جو جادو کی ہوئی گرہوں پر پھونکیں مارنے والی ہیں۔

Marfat.com

وَ قَدْ صَارَحُوْنَا بِالْعَدَاوَةِ وَالْاَذٰی وَ قَدْ طَاوَعُوْا اَمْرَا الْعُدُوِّ الْمُزَایِلِ

انہوں نے ہم سے عداوت اور دشمنی کی اور علیحدہ ہو جانے والے دشمن کا حکم بجالائے۔

وَ قَدْ حَالَفُوْا قَوْمًا عَلَیْنَا اَظِنَّةً یَعُضُّوْنَ غَیْظًا خَلْفَنَا بِالْاَنَامِلِ

انہوں نے ان لوگوں سے معاہدے کئے جو ہم پر غلط الزامات لگاتے تھے جو ہماری عدم موجودگی میں شدت غضب کی وجہ سے انگلیاں کاٹتے تھے۔

صَبَرْتُ لَھُمْ نَفْسِیْ بِسَمْرَاءَ سَمْحَةٍ وَاَبْیَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ

میں لچکدار نیزے اور اس تلوار کو ہاتھ میں لے کر مقابلے کے لئے نکل آیا جو ہمیں بادشاہوں سے وراثت میں ملی تھی۔

وَ اَحْضَرْتُ عِنْدَ الْبَیْتِ رَھْطِیْ وَ اِخْوَتِیْ وَ اَمْسَکْتُ مِنْ اَثْوَابِهٖ بِالْوَصَائِلِ

میں نے اپنے قبیلے اور بھائیوں کو بیت الحرام کے پاس جمع کیا اور بیت اللہ کی سرخ دھاری دار چادریں پکڑ لیں۔

قِیَامًا مَعًا مُسْتَقْبِلِیْنَ رِتَاجَهٗ لَدَیْ حَیْثُ یُقْضِیْ حَلْفَهٗ کُلُّ نَافِلِ

میں سب کی معیت میں اس عظیم دروازے کی سمت منہ کر کے کھڑا تھا جہاں ہر قسم اٹھانے والا

حضرت ابوطالب کے قصیدہ لامیہ کی شرح

اَبْیَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ۔ ہم اقیال اور مقاول کی شرح پہلے کر چکے ہیں۔ تراث کا اصل وراث ہے۔ لیکن چند مقامات پر ہی واؤ کو تاء میں تبدیل کرتے ہیں اس کی وجہ کلمہ کی تعلیل میں تاء کا کثرت سے ہونا ہے تراث اس مال کو کہتے ہیں جو وراثۃً چلتا ہے ایک قوم سے دوسری قوم کو ملتا ہے۔ توریث اور توراث میں یہ تاء مستعمل ہے اسی طرح تجاہ البیت میں بھی یہ تاء مستعمل ہے توجہ اور توجیہ وغیرہ میں بھی یہ تاء ہے جب بھی کلمہ کو منصرف بنانے میں تاء پائی جاتی ہے تو واؤ کو اس سے تبدیل کر دیتے ہیں جس طرح ریحان میں کیا جاتا ہے۔ یہ روح سے مشتق ہے تصریف کلمہ میں یاء کی کثرت کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تراث اور اس کے باب میں بعید ہے کیونکہ وہ یاء جو کلمہ کے مادہ کے ساتھ ہے زائدہ ہے جبکہ ریحان کی یاء اس طرح نہیں ہے۔ التکاۃ اور تتری بھی اسی طرح ہیں تولج کی بھی یہی کیفیت ہے کیونکہ اہل عرب اسے اتلجہ پڑھتے ہیں واؤ کو تاء میں تبدیل کر کے ادغام کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ متلجہ بھی پڑھتے ہیں۔ یہ ریحان اور اس کے باب کے زیادہ مشابہ ہے کیونکہ متلجہ کی پہلی تاء اصلی ہے جب اسے مضاعف کہا جائے پھر بھی اس کی تاء اصلی ہی ہے یہ اس باب کا راز ہے

Marfat.com

قسم اٹھاتا ہے۔

وَحَيْثُ يُنِيخُ الْاَشْعَرُوْنَ رِكَابَهُمْ بِمُفْضِي السُّيُوْلِ مِنْ اِسَافَ وَ نَائِلِ

یعنی اس جگہ پر جلوہ افروز ہوئے جہاں اشعری اپنی سواریاں بٹھاتے ہیں۔ اساف اور نائلہ کے پاس جہاں سیلاب کی گذرگاہ ہے۔

مُوَسَّمَةُ الْاَعْضَادِ اَوْ قَصَرَاتِهَا مُخَيَّسَةٌ بَيْنَ السَّدِيْسِ وَ بَازِلِ

وہ اونٹ جن کے بازوؤں یا جوڑوں پر علامتیں لگائی گئی ہوں۔ ان کی عمر آٹھ اور نو سال کے

مقاول سے مراد جناب ابو طالب کے آباء و اجداد ہیں۔ وہ بادشاہ نہ تھے صرف انہیں بادشاہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان میں کوئی ایک بھی بادشاہ نہ تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا۔ کیا حضور ﷺ کے آباء میں سے کوئی بادشاہ بھی گذرا ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔ ممکن ہے اس تلوار سے مراد وہ تلوار ہو جو بادشاہوں نے ان کے والد گرامی مرتبت کو دی تھی جب حضرت عبد المطلب ابن ذی یزن کے پاس گئے تو اس نے انہیں عظیم الشان عطیات دیئے۔ حضرت عبد المطلب اور قریش اسے حبشہ پر فتح کی مبارک باد دینے گئے تھے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت سے دو سال بعد کا ہے۔

مُوَسَّمَةُ الْاَعْضَادِ اَوْ قَصَرَاتِهَا۔ اس سے مراد وہ نشانات ہیں جو ان کے بازوؤں پر لگائے گئے تھے۔ ایسے نشان کو سطاع کہا جاتا ہے ران پر نشان کو خباط اور کلائی پر نشان کو رقمہ کہا جاتا ہے پہلو کے نشان کو کشاح، گردن کے نشان کو علاط، علطتان اور شعب کہا جاتا ہے یہ نشان ٹیڑھے ڈنڈے کی طرح ہوتا ہے۔ گردن پر ایک اور نشان بھی ہوتا ہے جسے قید الفرس کہا جاتا ہے۔ زاجر کہتا ہے۔

كُوْمٌ عَلٰى اَعْنَاقِهَا قَيْدُ الْفَرَسِ تَنْجُوْ اِذَا اللَّيْلُ تَدَانٰى وَالْتَبَسَ

وہ ایسے اونٹ ہیں جن کی گردنوں پر قید الفرس (نشان) ہے جب رات ظلمت بھری اور تاریک ہوتی ہے تو وہ نجات پا جاتے ہیں۔

اونٹوں کے نشانات کے کئی نام ہیں۔ ابوعبید نے "کتاب الابل" میں اکثر ذکر کیا ہے ان نشانات میں سے اَلْمُشَيْطَنَةُ، اَلْمُفَقَاةُ اور اَلْقَرْمَةُ ناک کے نشان کو کہتے ہیں۔ الجرف اور الخطاف گردن کے نشان کو کہا جاتا ہے۔ الدّلو، المُشط، الفِرتَاج، الثُوثُور، اور اللِمَاع آنسو بہنے کی جگہ کے نشان کو کہا جاتا ہے۔ کنپٹی کے داغ کو الصِداغ، رخسار سے لے کر آنکھ تک کے داغ کو اللجام کہتے ہیں۔ بَعِيْرٌ مَلْجُوْمٌ اسی سے مشتق ہے۔ الهِلَال، الخِرَاش کنپٹی سے لے کر ٹھوڑی تک کے نشان کو کہا جاتا

Marfat.com

مابین ہو اور وہ بندھے ہوئے ہوں۔

تَرَى الْوَدْعَ فِيهَا وَ الرُّخَامَ وَ زِينَةً بِاَعْنَاقِهَا مَعْقُودَةً كَلُعْثَاكِلِ

اونٹوں کے نشانات کے کئی نام ہیں۔ابو عبید نے ''کتاب الابل'' میں اکثر کا ذکر کیا ہے ان نشانات میں سے اَلْمُشَيْطَنَةُ، اَلْمُفَغَاةُ اور اَلْقَرْمَةُ ناک کے نشان کو کہتے ہیں۔الجرف اور الخطاف گردن کے نشان کو کہا جاتا ہے۔الذلو،اَلْمُشط، اَلْفِرْتَاج، اَلثُّوثُوْر، اور اَلدِّمَاع آنسو بہنے کی جگہ کے نشان کو کہا جاتا ہے۔کنپٹی کے داغ کو الصِّداغ، رخسار سے لے کر آنکھ تک کے داغ کو اللِّجام کہتے ہیں۔ بَعِيْرٌ مَلْجُوْمٌ اسی سے مشتق ہے۔اَلْهِلَال، اَلْخِرَاش کنپٹی سے لے کر ٹھوڑی تک کے نشان کو کہا جاتا ہے۔قَصَرَاتِهَا۔یہ قصرۃ کی جمع ہے یہ گردن کی بنیاد ہے اعضاء پر معطوف ہونے کی وجہ سے مکسور ہے اس کا منصوب ہونا درست نہیں جس طرح کہا جاتا ہے هُوَ ضَارِبُ الرَّجُلِ وَزَيْدًا۔کیونکہ ان کا قول مُوَسَّمَةُ الْاَعْضَاءِ صفت مشبہ سے ہے یہ صرف مضمر ہونے کی صورت میں ہی عمل کرتی ہے۔اسم فاعل کا جب مکسور پر عطف ہوتا ہے تو اس میں اضمار ہوتا ہے کیونکہ صفت بالمعنی عمل نہیں کرتی یہ لفظی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتی ہے جو اس کے اور اسم فاعل کے مابین ہوتی ہے جب لفظ زائل ہو جاتا ہے تو یہ عمل نہیں کرتی یہ اسم فاعل کے ساتھ مخالفت اس لئے بھی کرتی ہے کیونکہ اس کا معمول اس سے مقدم نہیں ہو سکتا جس طرح مفعول اسم فاعل سے مقدم ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا منصوب فی المعنی فاعل ہوتا ہے اور فاعل مقدم نہیں ہو سکتا صفت حال کے معنی میں ہی عامل ہوتی ہے جبکہ اسم فاعل حال اور استقبال کے معنی میں عامل ہو سکتا ہے جب اس پر الف لام آجائے تو یہ ماضی کا معنی بھی دے سکتا ہے۔اگر مُوَسَّمَةُ الْاَعْضَادِ کو، مُوَسَّمَةُ الْاَعْضَادَ پڑھا جائے تو جائز ہے حدج کے شعر میں ہے كَبِكْرِ مُقَانَاةُ الْبَيَاضَ۔اَلْبَيَاضَ کو منصوب اور مرفوع پڑھنا جائز ہے اس صورت میں مقاناۃ پر تنوین ہوگی۔ مکسور پڑھنے میں تو کوئی اخفاء نہیں ہے۔جب اَلْقَصَرَاتُ کو مکسور پڑھا جائے تو اس کا عطف ''الاعضاد'' پر ہوگا۔اس میں اس شخص کے لئے دلیل ہے جو کہتا ہے هُوَ حَسَنُ وَجْهِهِ۔جس طرح کہ سیبویہ سے روایت ہے جب اس نے یہ پڑھا۔

كُمَيْتَا اَعَالِىْ جَوْنَتَا مُصْطَلَاهُمَا۔حضرت ام زرع کی حدیث صَفْرُ رِدَائِهَا مِلْءُ كِسَائِهَا مَثَلُ حُسْنَهُ وَجْهِهَا۔میں بھی یہی دلیل پائی جاتی ہے۔اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے وصاف فرماتے ہیں۔شَثْنُ الْكَفَّيْنِ طَوِيْلُ اَصَابِعِهِ۔اس میں بھی یہی دلیل ہے۔

تَرَى الْوَدْعَ فِيهَا۔ان سے مراد وہ موتی ہیں جنہیں پرویا جاتا ہے اور عورتیں اور بچے زیبائش کے لئے

Marfat.com

تو ان کی گردنوں میں حسین موتی، سنگ مرمر اور دیگر زیبائش کی اشیاء بندھی ہوئی پائے گا جو کھجور کے خوشوں کی مانند لٹک رہی ہوں گی۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ كُلِّ طَاعِنٍ عَلَيْنَا بِسُوْءٍ اَوْ مُلِحٍّ بِبَاطِلِ

میں اللہ تعالیٰ کی ہر اس شخص سے پناہ لیتا ہوں جو ہم پر برے الزامات لگاتا ہو اور باطل پر مصر ہو۔

وَ مِنْ كَاشِحٍ يَسْعَى لَنَا بِمَعِيْبَةٍ وَ مِنْ مُلْحِقٍ فِي الدِّيْنِ مَا لَمْ نُحَاوِلِ

میں ایسے کینہ پرور شخص سے پناہ مانگتا ہوں جو ہم پر عیب لگانے کی سعی کرتا ہے اور ہم کو ایسے دین سے ملانے کی کوشش کرتا ہے جس کا ہم ارادہ بھی نہیں کرتے۔

وَثَوْرٍ وَ مَنْ اَرْسٰى ثَبِيْرًا مَكَانَهٗ وَرَاقٍ لِيَرْقٰى فِي حِرَاءٍ وَ نَازِلِ

انہیں استعمال کرتے ہیں۔ جس طرح کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اَلسِّنُّ مِنْ جَلَنْزِيْزٍ عَوْزَمٍ خَلَقٍ وَالْحِلْمُ حِلْمُ صَبِيٍّ يَمْرُسُ الْوَدَعَه

وہ انتہائی موٹی، فربہ اور بوسیدہ اونٹنی سے عمر رسیدہ ہے اور حلم اس بچے کے حلم کی طرح ہے جو موتی کو چوستا ہے۔

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اِنَّ الرُّوَاةَ بِلَا فَهْمٍ لَمَا حَفِظُوْا مَثَلُ الْجِمَالِ عَلَيْهَا يُحْمَلُ الْوَدَعُ

لَا الْوَدْعُ يَنْفَعُهٗ حَمْلُ الْجِمَالِ لَهٗ وَلَا الْجِمَالُ بِحَمْلِ الْوَدْعِ تَنْتَفِعُ

بے شک جب راوی بغیر سمجھے یاد کر لیتے ہیں تو وہ ان اونٹوں کی مانند ہوتے ہیں جن پر موتی لادے جاتے ہیں۔ نہ تو موتی کے لئے اونٹ کا اٹھانا نفع بخش ہوسکتا ہے اور نہ ہی اونٹ موتی کو اٹھا کر فائدہ مند ہوسکتا ہے۔

روایت کیا جاتا ہے کہ ان جواہرات کو سمندر باہر پھینکتا ہے۔ ایک روایت ہے کہ یہ ایک جانور ہے جس کا مسکن سمندر ہے جب سمندر اسے باہر پھینکتا ہے تو وہ مر جاتا ہے۔ اس کا رنگ حسین اور چمکدار ہوتا ہے اس میں پتھر کی مانند سختی ہوتی ہے اس کو چیر کر اس سے ہار بنائے جاتے ہیں اس کا نام بھی وَدَعْتُہٗ (چھوڑ دیا) سے مشتق ہے کیونکہ سمندر اسے پھینک دیتا ہے۔ یہ وَدْعٌ بھی قبضٌ کی مانند ہے الودع پڑھا جائے تو یہ ان اشیاء میں سے ہوگا جس کا نام مصدر سے رکھا جاتا ہے۔

الرُّخَام۔ وہ پتھر جسے تراش کر موتی بنائے جاتے ہیں یہ پتھر بڑا حسین اور سفید ہوتا ہے۔

العَثَاكِل۔ اس سے مراد العثاکیل ہے یاء کو ضرورت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے جیسا کہ ابن مضاض

Marfat.com

کوہ ثور اور اس ذات بے ہمتا کی پناہ جس نے ثبیر کو اس کی جگہ پر نصب کیا اور کوہ حراء پر چڑھنے اور اترنے والے کی پناہ۔

وَبِالْبَيْتِ، حَقِّ الْبَيْتِ، مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ   وَبِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلِ

بیت اللہ اور بیت اللہ کے حقوق کی پناہ۔ جو مکہ کی وادی میں ہے اور اللہ رب العزت کی پناہ۔ وہ ذات جو لمحہ بھر بھی کسی سے غافل نہیں رہتی۔

وَبِالْحَجَرِ الْمُسْوَدِّ اِذْ يَمْسَحُوْنَهٗ   اِذَا اكْتَنَفُوْهُ بِالضُّحٰى وَالْاَصَائِلِ

اور حجر اسود کی پناہ جسے لوگ چومتے ہیں اور صبح و شام اس کا احاطہ کیے رکھتے ہیں۔

وَمَوْطِئُ اِبْرَاهِيْمَ فِي الصَّخْرِ رَطْبَةً   عَلٰى قَدَمَيْهِ حَافِيًا غَيْرَ نَاعِلِ

اور اس پتھر کی پناہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم چومنے کا شرف ملا۔ اس وقت آپ علیہ السلام عریاں پاؤں تھے۔ آپ کے مبارک قدم کے نشانات وہیں پڑ گئے۔

وَاَشْوَاطٍ بَيْنَ الْمَرْوَتَيْنِ اِلَى الصَّفَا   وَمَا فِيْهِمَا مِنْ صُوْرَةٍ وَ تَمَاثِلِ

نے کہا ہے فِيْهَا الْعَصَافِرُ۔ اس سے بھی عصافیر مراد ہے۔

عَلَيْنَا اَظِنَّة۔ اَظِنَّة۔ ظَنِيْن کی جمع ہے اس کا معنی قرابت ہے اگر یہ ضاد کے ساتھ ہو تو پھر یہ ان کی تعریف کے لئے ہوگا۔ یہ اَشِحَّةٌ عَلَيْنَا (ہم پر بڑے حریص) کے معنی میں ہوگا جس طرح کہ حافظ (عمر بن بحر) کا شعر ہے۔

لَوْ كُنْتَ فِيْ قَوْمٍ عَلَيْكَ اَشِحَّةٌ   عَلَيْكَ اَلَا اِنَّ مَنْ طَاحَ طَائِحُ

اگر تو اس قوم میں ہوتا جو تیرے متعلق حد درجہ حریص ہوتی خبردار! حیران ہونے والا حیران ہی ہوتا ہے۔

يَوَدُّوْنَ لَوْ خَاطُوْا عَلَيْكَ جُلُوْدَهُمْ   وَهَلْ يَدْفَعُ الْمَوْتَ النُّفُوْسُ الشَّحَائِحُ

وہ خواہش کرتے کہ تجھ پر اپنی جلدیں چڑھا دیتے۔ کیا ایسے حریص لوگ موت کو روک سکتے ہیں۔ ثَوْر۔ مکہ معظمہ کا ایک پہاڑ۔ ثَبِيْر بھی ایک پہاڑ کا نام ہے۔ روایت کیا جاتا ہے کہ ہذیل کا ایک شخص اس پہاڑ میں مرگیا پھر یہ پہاڑ اسی کے نام سے معروف ہوگیا جس طرح کوہ ابوقبیس، قبیس بن شالخ کی وجہ سے معروف ہے۔ قبیس جرہم کا ایک شخص تھا۔ یہ عمرو بن مضاض اور اس کی چچازاد میہ کے مابین چغل خوری کیا کرتا تھا۔ میہ نے نذر مانی کہ وہ عمرو سے گفتگو نہیں کرے گی۔ عمرو اس سے شدید محبت کرتا تھا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ قبیس کو قتل کردے گا۔ اسی خوف سے قبس کوہ "ابوقبیس" کی طرف

Marfat.com

اس سعی کی قسم جو حجاج صفا اور مروہ کے مابین کرتے ہیں اور ان دو عظیم پہاڑوں کے مابین جو تصاویر اور تماثیل ہیں ان کی پناہ۔

وَمَنْ حَجَّ بَيْتَ اللّٰهِ مِنْ كُلِّ رَاكِبٍ وَ مِنْ كُلِّ ذِيْ نَذْرٍ وَ مِنْ كُلِّ رَاجِلِ

ہر اس شخص کی پناہ جو بیت اللہ کا حج کرنے کی سعادت حاصل کرے خواہ وہ سوار ہو یا نذر ماننے والا ہو یا پیادہ ہو۔

وَ بِالْمَشْعَرِ الْاَقْصٰى اِذَا عَمَدُوْا لَهٗ اِلَالٍ اِلٰى مُفْضَى الشِّرَاجِ الْقَوَابِلِ

جب حاجی میدان عرفات کا قصد کرتے ہیں میں اس وقت اس کی پناہ مانگتا ہوں اور کوہِ الال سے اس مقام تک کی پناہ جہاں نالے بالمقابل ہو کر وسعت اختیار کرتے ہیں۔

وَتَوْقَافِهِمْ فَوْقَ الْجِبَالِ عَشِيَّةً يُقِيْمُوْنَ بِالْاَيْدِيْ صُدُوْرَ الرَّوَاحِلِ

وقت شام پہاڑوں پر کھڑے ہونے والوں کی پناہ کا خواہاں ہوں جو اپنے ہاتھوں سے سواریوں کے سینوں کو درست کرتے ہیں۔

بھاگ گیا پھر اس کے متعلق کسی کو کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ خود مر گیا تھا یا کہ عمرو نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اسی لئے اس پہاڑ کا نام کوہ ابو قبیس پڑ گیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے جسے ابن ہشام نے ایک اور کتاب میں ذکر کیا ہے۔ وَرَاقٍ لِيَرْقٰى۔ اس کے متعلق بھی پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ دونوں روایتوں میں صحیح یہ ہے وَرَاقٍ لِبِرٍّ فِيْ حَرَاءَ وَنَازِلِ۔ علامہ برقی کہتے ہیں ابن اسحاق نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے درست بھی یہی ہے۔ حضرت امام سہیلی فرماتے ہیں یہ وہم یا تو ابن ہشام کو ہوا ہے یا علامہ البکائی کو۔ وَبِالْحَجَرِ الْاَسْوَدِ۔ اس میں زحاف ہے اس کو الکف کہتے ہیں۔ اس سے مراد مفاعلین کے نون کو حذف کر دینا ہے اور وہ الاسود کے بعد واؤ ہے۔ جس طرح کہ حدج کا یہ قول ہے۔

اَلَا رُبَّ يَوْمٍ لَّكَ مِنْهُنَّ صَالِحٌ۔ اس میں لام کے بعد زحاف ہے۔

الاصائل۔ اصلیۃ کی جمع ہے اَلْاَصْلُ، اصل کی جمع ہے کیونکہ فعلیۃ کی جمع فعائل کے وزن پر آتی ہے۔ الاصیلۃ، الاصیل کی معروف لغت ہے بعض علمائے لغت گمان کرتے ہیں کہ اصائل، آصال کی جمع ہے اور آصال، اصل کی جمع ہے جس طرح کہ اطناب اور طنب۔ اُصُل، اصل کی جمع ہے جس طرح کہ زعف، زعیف کی جمع ہے ایک قول کے مطابق اصائل جمع الجمع کی جمع ہے لیکن قول درست نہیں کیونکہ جمع الجمع کی جمع کلام میں نہیں پائی جاتی۔ دوسری بات یہ ہے جب اہل لغت اس جمع کی جمع نہیں بناتے جو ادنی عدد کے لئے نہ ہو تو مناسب تر یہی ہے کہ وہ جمع الجمع کی جمع نہ بنائیں۔ دراصل انہیں غلط فہمی اس

Marfat.com

وَلَيْلَةِ جَمْعٍ وَالْمَنَازِلِ مِنْ مِنًى وَهَلْ فَوْقَهَا مِنْ حُرْمَةٍ وَ مَنَازِلِ

اس رات کی پناہ جب حاجی منیٰ میں جمع ہو کر خیمہ زن ہوتے ہیں کیا کوئی مقام حرمت و مرتبہ میں اس مقام سے اوپر بھی آشیاں بند ہو سکتا ہے۔

وَجَمْعٍ إِذَا مَا الْمُقْرَبَاتُ أَجَزْنَه سِرَاعًا كَمَا يَخْرُجْنَ مِنْ وَقْعِ وَابِلِ

میدانِ عرفات کی پناہ جس کی طرف گھوڑے اس قدر برق رفتاری سے جاتے ہیں جس طرح وہ بارش کے نازل ہوتے وقت دوڑ کر جاتے ہیں۔

وَبِالْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى إِذَا صَمَدُوْا لَهَا يَؤُمُّوْنَ قَذْفًا رَأْسَهَا بِالْجَنَادِلِ

مجھے جمرۂ کبریٰ کی پناہ جب حاجی اس کی جانب بڑھتے ہیں وہ سنگریزوں سے اس کا سر پھوڑ دینا چاہتے ہیں۔

وَكِنْدَةَ إِذْ هُمْ بِالْحِصَابِ عَشِيَّةً تُجِيْزُ بِهِمْ حُجَّاجُ بَكْرِبْنِ وَائِلِ

کندہ کی پناہ جب وہ وقت شام کنکریاں مارنے والی جگہ کو مسکن بناتے ہیں اور ان کے پاس سے بنو بکر بن وائل کے حاجی گذرتے ہیں۔

حَلِيْفَانِ شَدَّا عَقْدَ مَا اخْتَلَفَا لَهٗ وَرَدَّا عَلَيْهِ عَاطِفَاتِ الْوَسَائِلِ

وہ دونوں قبائل اتنے عمدہ حلیف ہیں کہ انہوں نے اپنے ہر عہد کو انتہائی مستحکم بنایا اور تعلقات کی نوازشوں کو اسی کی طرف موڑ دیا۔

ہمزہ کی وجہ سے ہوئی ہے جو اصل اور اصیل کے فاء کلمہ میں ہے اسی طرح اصائل میں بھی ہے کیونکہ یہ فعائل کے وزن پر ہے انہوں نے اس ہمزہ کو زائدہ سمجھ لیا ہے جس طرح کہ اقاویل میں ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر صاد فاء کلمہ ہوتا۔ جبکہ یہ اس کا عین کلمہ ہے جس طرح کہ یہ اصیل اور اصل میں ہے۔ اگر اصائل، آصال کی جمع ہوتی تو پھر جمع کا ہمزہ، اصلی ہمزہ کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل سے اسے اواصیل کہا جاتا۔ ان علمائے لغت کے اس قول کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ افعال کی جمع افاعیل ہو تو آخری کلمہ سے پہلے یاء کا ہونا ضروری ہوتا ہے جس طرح اقاویل میں ہے اس طرح یہ اصادیل میں ہوتا۔ اصائل میں آخری کلمہ سے قبل حرف مد یا لین نہیں ہے یہ تو فعائل کا ہمزہ ہے ان کے قول کے غلط ہونے کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اُصُل کو جمع کثیر بنایا ہے مثلاً زعف۔ پھر انہوں نے گمان کیا ہے کہ آصال اس کی جمع ہے کیونکہ انہوں نے اس طرح کہا ہے جس طرح کوئی یہ کہے کہ زعف، ازعاف کی جمع ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ پھر آصال کس کی جمع ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ اصل کی جمع ہے

Marfat.com

وَحَطِّهِمْ سُمْرَ الرِّمَاحِ وَتُرْخَهُ وَ شِبْرِقَهُ وَخَدَّ النَّعَامِ الْحَوَامِلِ

وہ دامن کوہ میں موجود درختوں، اس کی نباتات اور شبرق کو روندنے کی پناہ۔ اس وقت اس کی کوشش تیز رفتار شتر مرغ کی کوشش کی طرح ہوتی ہے۔

فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا مِنْ مَعَاذٍ لِعَائِذٍ وَ هَلْ مِنْ مُعِيذٍ يَتَّقِي اللّٰهَ عَاذِلِ

کیا اس کے بعد کسی پناہ طلب کرنے والے کے لئے بھی کوئی پناہ گاہ ہے اور کیا کسی ملامت کرنے والے کی پناہ کے بعد بھی کسی پناہ کی جستجو ہو سکتی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف بھی رکھتا ہو۔

يُطَاعُ بِنَا اَمْرُ لِعَدَا وَدَّ اَنَّنَا تُسَدُّ بِنَا اَبْوَابُ تُرْكٍ وَكَابِلِ

ہمیں چھوڑ کر ہمارے دشمنوں کی باتیں سنی جاتی ہیں ان کی تو خواہش ہے کہ ہمارے لئے ترکی اور کابل کے راستے مسدود ہو جائیں۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نَتْرُكُ مَكَّةَ وَنَظْعَنُ اِلَّا اَمْرُكُمْ فِي بَلَابِلِ

بیت اللہ کی قسم! تم نے یہ بات کر کے جھوٹ بولا ہے کہ ہم مکہ معظمہ کو چھوڑیں گے اور کہیں عازم سفر ہو جائیں گے۔ یہ صرف تمہارے تصورات کی رنگینی ہے۔

كَذَبْتُمْ۔ وَبَيْتِ اللّٰهِ۔ نُبْزٰى مُحَمَّدًا وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهُ وَ نُنَاضِلِ

اللہ کے محترم گھر کی قسم! تمہاری یہ بات بھی جھوٹی ہے کہ ہم محمد ﷺ کی وجہ سے مغلوب ہو جائیں گے۔ حالانکہ ہم نے ابھی تک ان کے تحفظ کے لئے نہ تو نیزہ بازی کی ہے نہ ہی تیر اندازی کی ہے۔

جو اسم مفرد اصائل کے معنی میں ہے یہ اس اصل کی جمع نہیں جو خود جمع ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ اصل واحد ہے جس طرح کہا جاتا ہے اصیل واحد ہے ہم کہیں گے بعض ارباب لغت نے ایسے کہا ہے انہوں نے الاعشیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑی ہے۔

يَوْمًا بِاَطْيَبَ مِنْهَا لَنَشْرَ رَائِحَةٍ وَلَا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اِذْ دَنَا الْاُصُلُ

جس روز شریف آدمی قریب ہو اس روز سے زیادہ معطر اور معتبر اور خوبصورت روز اور کوئی نہ ہو سکا اس شعر میں "دَنَا الْاُصُلُ" دَنَا الْاَصِيْلُ کے معنی میں ہے یہ اس صورت میں ہو گا جب اصل کا اصیل کے معنی میں استعمال درست مانا جائے۔ ورنہ اصیل کی جمع آصال ہو گی اور اس میں یاء زائدہ محذوف ہو گی۔ جس طرح کہ طَوِیٰ (کنواں) اور اَطْواء میں ہے لیکن میں کسی ایک شخص کو بھی نہیں جانتا جس کا نقطۂ نظر ہو کہ جمع الجمع کی جمع بھی بن سکتی ہے۔ البتہ زجاجی اور ابن عزیز کا یہ قول ہے وَمَوْطِئُ

Marfat.com

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَ نَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ ،

تمہاری یہ بات بھی صداقت پر مبنی نہیں کہ ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے یہاں تک کہ ہم ان کے اردگرد اپنی جانوں کے نذرانے پیش کریں گے اور اپنی اولاد اور بیویوں کو بھول جائیں گے۔

وَيَنْهَضُ قَوْمٌ فِي الْحَدِيْدِ اِلَيْكُمْ نُهُوْضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

تمہاری طرف ایک آہن پوش قوم اس طرح آئے گی جس طرح پانی لانے والی اونٹنیاں برتن لے کر اوپر اٹھتی ہیں۔

حَتّٰى تَرٰى ذَالضِغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهٗ مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْاَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ

حتیٰ کہ تو دیکھے گا کہ ایک کینہ پرور شخص نیزہ کھا کر رو کنے سے بھی نہ رکے گا اور حاملہ اونٹنیوں کی طرح مشکل سے چل رہا ہو۔

وَاِنَّا لَعَمْرُ اللّٰهِ اِنْ جَدَّ مَا اَرٰى لَتَلْتَبِسَنْ اَسْيَافُنَا بِالْاَمَاثِلِ

اللہ تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! اگر وہ واقعہ رونما ہو گیا جو ابھی میرے خیال میں پوشیدہ ہے تو پھر ہماری تلواریں کئی برگزیدہ لوگوں میں پیوست ہو جائیں گی۔

بِكَفَّيْ فَتًى مِثْلِ الشِّهَابِ سَمَيْدَعٍ اَخِي ثِقَةٍ حَامِي الْحَقِيْقَةِ بَاسِلِ

یہ تلواریں اس جوان کے جوان ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب کی مانند درخشاں، قابل اعتماد،

اِبْرَاهِيْمَ۔ اس سے مراد وہ مقدس جگہ ہے جہاں آپ علیہ السلام نے اس وقت قدم مبارک رکھے تھے جب آپ علیہ السلام کی فرخندہ فال بہو نے آپ علیہ السلام کا سر دھونے کی سعادت حاصل کی تھی۔ آپ اپنی سواری پر ہی رہے اور اپنا سر نیچے جھکا دیا تا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کو اس سعادت کے حصول میں آسانی رہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگی کہ وہ مکہ معظمہ میں موجود اپنے اہل خانہ سے ملاقات کے خواہاں ہیں تو انہوں نے آپ سے یہ عہد لیا تھا کہ آپ علیہ السلام وہاں اپنی سواری سے نیچے تشریف نہیں لائیں گے اور سلام کرنے سے زیادہ گفتگو بھی نہیں کریں گے۔ یہ عہد اس غیرت کی وجہ سے لیا گیا تھا جو حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ سے تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مبارک قدم پتھر پر رکھے تو وہیں ان کے نشانات پڑ گئے۔ ارشاد ربانی ہے۔ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ (آل عمران: ۹۷) اس میں روشن نشانیاں ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے۔ یعنی ان نشانیوں میں سے ایک مقام ابراہیم

Marfat.com

حقیقت کا حامی اور بہادر ہو گا۔

شُهُوْرًا وَ اَيَّامًا وَحَوْلًا مُجَرَّمًا عَلَيْنَا وَتَاتِي حِجَّةٌ بَعْدَ قَابِلِ

ہماری اسی کیفیت میں کئی ماہ، کئی دن اور کئی سال گزر جائیں گے اور موسم حج کے گذرنے کے بعد دوسرے حج کا زمانہ آجائے گا۔

وَ مَا تَرْكُ قَوْمٍ لَا اَبَالَكَ سَيِّدًا يَحُوْطُ الذِّمَارَ غَيْرَ ذَرْبٍ مُوَاكِلِ

تیرا باپ فناء ہو جائے قوم کا ایسے عظیم سردار کو چھوڑ دینا کتنا قبیح فعل ہے جو امور کی نگہداشت بھی کرتا ہو، فحش کلامی بھی نہ کرتا ہو اور اپنے کام کسی دوسرے کے سپرد کرنے والا بھی نہ ہو۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالَ الْيَتَامٰى، عِصْمَةً لِلْاَرَامِلِ

وہ نور فشاں ذات جس کے رخِ زیبا کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے۔

يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ فِي رَحْمَةٍ وَّ فَوَاضِلِ

بنو ہاشم کے کنگال لوگ ان کے ہاں پناہ لیتے ہیں اور وہ ان کی رحمت اور فضل کے سایہ میں ہیں۔

بھی ہے۔ جو شخص ''مقام'' کو آیات سے بدل بناتا ہے وہ کہتا ہے کہ مقام، مقامۃ کی جمع ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ پتھر پر آپ کے قدموں کے نشانات اس وقت پڑے تھے جب آپ نے بیت اللہ کی دیواروں کو بلند فرمایا تھا۔ بَيْنَ الْمَرْوَتَيْنِ۔ یہ تثنیہ ہے جو جمع کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ مثلاً مَكَّتَيْنِ، حَنْتَيْنِ اور عُنَيْزَتَيْنِ وغیرہ۔ اگرچہ یہ تثنیہ ہیں مگر جمع کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ حقیقت میں یہ واحد ہیں۔ ان کا اشعار میں جمع کی جگہ تثنیہ ذکر کرنے کی علت بھی پہلے گذر چکی ہے۔ الْمَشْعَرُ الْاَقْصٰی۔ اس سے مراد میدان عرفات ہے۔ الَالُ سے مراد عرفہ کا پہاڑ ہے۔ نابغہ کہتا ہے يَزُرْنَ اَلَالَ سَيْرُهُنَّ التَّدَافُعُ۔ وہ عورتیں کوہ الال کو دیکھنے جاتی ہیں۔ ان کی چال میں ایک دوسرے کو ہٹانا ہوتا ہے اس پہاڑ کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ جب حجاج اسے دیکھتے ہیں تو وہ دوڑ کر اس کی سمت جاتے ہیں تاکہ میدانِ عرفات میں آسانی سے خیمہ زن ہو سکیں زاجر کہتا ہے۔

مُهْرَ اَبِي الْحَبْحَابِ لَا تَشَلِّي بَارَكَ فِيْكَ اللّٰهُ مِنْ ذِي اَلِّ

اے ابی حجاب کے بچھیرے غصے میں نہ ہو کوہ الال کے لوگوں کی یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بابرکت کرے۔

Marfat.com

لَعَمْرِی لَقَدْ اَجْرِیَ اَسِیْدٌ وَبِکْرُہٗ اِلٰی بُغْضِنَا وَ جَزَّانَا لِآکِلِ

تیری زندگانی کی قسم! اسید اور اس کے جوان بیٹے نے ہم سے دشمنی کرنا چاہی اور انہوں نے کھانے والے کے لئے ہمیں پارہ پارہ کر دیا۔

وَ عُثْمَانُ لَمْ یَرْبَعْ عَلَیْنَا وَقُنْفُذٌ وَلٰکِنْ اَطَاعَا اَمْرَ تِلْكَ الْقَبَائِلِ

نہ تو عثمان نے ہماری طرف توجہ کی اور نہ ہی قنفذ نے بلکہ وہ انہی قبائل کے احکام بجالائے۔

اَطَاعَا اُبَیًّا وَابْنَ عَبْدِ یَغُوْثِهِمْ وَلَمْ یَرْقُبَا فِیْنَا مَقَالَةَ قَائِلِ

انہوں نے ابی اور ابن عبد یغوث کی اطاعت کی اور ہمارے حق میں بات کرنے والے کی بات نہ سنی۔

کَمَا قَدْ لَقِیْنَا مِنْ سُبَیْعٍ وَنَوْفَلٍ وَکُلٌّ تَوَلّٰی مُعْرِضًا لَمْ یُجَامِلِ

سبیع اور نوفل کی جانب سے بھی ہمیں اسی سلوک کا سامنا کرنا پڑا ہر ایک نے روگرداں ہو کر پیٹھ پھیر لی اور عمدہ رویے کا مظاہرہ کسی نے نہ کیا۔

فَاِنْ یُلْفَیَا اَوْ یُمْکِنِ اللّٰهُ مِنْهُمَا نَکِلْ لَهُمَا صَاعًا بِصَاعِ الْمُکَایِلِ

اگر وہ کہیں پائے گئے یا اللہ تعالیٰ نے ان پر تسلط کی قوت بخشی تو ہم بھی انہیں بازار کی قیمت کے برابر صاع کے بدلے صاع میں ہی ناپیں گے۔

وَذَاكَ اَبُوْ عَمْرٍو اَبٰی غَیْرَ بُغْضِنَا لِیُظْعِنَا فِیْ اَهْلِ شَاءٍ وَجَامِلِ

الشِّرَاجُ۔شرج کی جمع ہے۔پانی کی گذرگاہ کو شرج کہتے ہیں۔تو ابل۔آمنے سامنے۔

وَحَطْبِهِمْ سُمْرَ الصِّفَاحِ۔صفاح، صفح کی جمع ہے۔ پہاڑ کی سطح کو صفاح کہتے ہیں۔السمر سے مراد، ممکن ہے سمر (ببول کا درخت) ہو۔اسے سَمُر اور سَمْر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور میم کے ضمہ کو ماقبل سین کی طرف منتقل کرنا بھی جائز ہے جس طرح کہ حَسُنَ اور حُسْنَ میں ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اصل میں بھی سین پر ضمہ ہی ہو اور یہ ضمہ غالباً ان افعال میں منتقل کیا جاتا ہے جن سے کسی کی مدح یا مذمت کی جاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے حُسْنَ ذَا اَدَبًا یہ دراصل حَسُنَ ذَا اَدَبًا تھا۔یہ بھی ممکن ہے کہ سُمْر اَسْمَرُ اور سَمْرَاء کی جمع ہو جس طرح کہ یہ نباتات کی جمع بن سکتی ہے۔اسی طرح جب کسی درخت میں انتہائی شادابی پائی جائے تو اس کی صفت "دُهْمَه" لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مُدْهَامَّتَانِ۔وہ دونوں باغ انتہائی سبز و شاداب ہوں گے۔حتیٰ کہ وہ مائل بہ سیاہی ہوں گے۔ثِبْرِقَه یہ ایک بوٹی ہے جسے خشک حالت میں حُلِّی اور تر حالت میں شبرق کہا جاتا ہے۔نُبْذِیْ مُحَمَّدًا۔ہم محمد

Marfat.com

ابوعمرو نے تو ہماری عداوت کے علاوہ ہر چیز کا انکار کر دیا ہے وہ چاہتا ہے کہ وہ ہمیں بکریوں اور اونٹوں والوں میں بسنے پر مجبور کرے۔

يُنَاجِي بِنَا فِي كُلِّ مُمْسىً وَ مُصْبَحٍ فَنَاجِ أَبَا عَمْرٍو وَ بِنَا ثُمَّ خَاتِلِ

ابوعمرو صبح و شام ہمارے خلاف سرگوشیاں کرتا ہے اے ابوعمرو! تو ہمارے خلاف سرگوشی کرے پھر ہم سے مکر و فریب بھی کر لے۔

وَيُوْلِيُ لَنَا بِاللهِ مَا اِنْ يَغُشُّنَا بَلَى قَدْ تَرَاهُ جَهْرَةً غَيْرُ حَائِلِ

وہ قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ وہ ہم سے فریب نہیں کرے گا لیکن تو اس کے فریب و مکر کو عیاں دیکھ سکتا ہے جس میں کوئی خفاء نہیں ہے۔

اَضَاقَ عَلَيْهِ بُغْضُنَا كُلَّ تَلْعَةٍ مِنَ الْاَرْضِ بَيْنَ اَخْشُبٍ فَمَجَادِلِ

کوہ اخشب سے لے کر شام و عراق کے محلات تک تمام زمین کے نشیب و فراز ہمارے بغض کی وجہ سے اس پر تنگ ہو گئے ہیں۔

وَسَائِلْ اَبَا الْوَلِيْدِ مَا ذَا حَبَوْتَنَا بِسَعْيِكَ فِيْنَا مُعْرِضًا كَالْمُخَاتِلِ

ذرا ابوالولید سے تو پوچھو کہ تو جب فریبی شخص کی طرح روگرداں تھا تو تو نے اپنی اس جدوجہد سے ہمارا کیا بگاڑ لیا ہے۔

وَكُنْتَ امْرَاءً مِمَّنْ يُعَاشُ بِرَأْيِهِ وَرَحْمَتِهِ فِيْنَا وَلَسْتَ بِجَاهِلِ

تو اس سے ناآشنا تو نہیں ہے کہ تو وہ شخص تھا جو ہم میں اپنی رائے اور اپنی شفقت کی وجہ سے زندگی بسر کر رہا تھا۔

فَعُتْبَةُ لَا تَسْمَعْ بِنَا قَوْلَ كَاشِحٍ حَسُوْدٍ كَذُوْبٍ مُبْغِضٍ ذِي دَغَاوِلِ

اے عتبہ! ہمارے خلاف کسی دشمن، حاسد، جھوٹے، کینہ پرور اور فسادی کی گفتگو نہ سن۔

عربی ﷺ کی وجہ سے مغلوب ہو جائیں گے؟ نُعُوْصَ الرَّوَايَا اس سے مراد وہ اونٹنیاں ہیں جو پانی لاتیں ہیں۔ رَوَايَا کا واحد راویہ ہے اسے الاسقیہ بھی کہتے ہیں۔ اس جمع کی اصل رَوَاوِیُ ہے پھر قیاس سے "روائی" بن گئی جس طرح حول کی جمع حوائل ہے لیکن اہل لغت پہلے یاء کو مقدم کرتے ہیں پھر کسرہ کو فتح میں تبدیل کرتے ہیں اس طرح یہ "فوالع" کے وزن پر ہو جاتا ہے۔ رَوَاوِی میں دو واؤ جمع ہیں۔ ا۔ فواعل کی واؤ ۲۔ وہ واؤ جو فعل کا عین کلمہ ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسری واؤ کو جمع میں ہمزہ سے تبدیل کر دیا جائے کیونکہ ان دونوں کے درمیان الف ہے پھر اسے یاء میں تبدیل کر

Marfat.com

وَ مَرَّ اَبُوْ سَفْیَانَ عَنِّی مُعْرِضًا　كَمَا مَرَّ قَیْلٌ مِنْ عِظَامِ الْمَقَاوِلِ

ابوسفیان میرے پاس سے اس طرح پیٹھ پھیر کر گذرا جس طرح عظیم سرداروں میں سے کوئی سردار گذر رہا ہو۔

یَفِرُّ اِلَی نَجْدٍ وَبَرْدِ مِیَاهِهٖ　وَیَزْعُمُ اَنِّی لَسْتُ عَنْكُمْ بِغَافِلِ

وہ بلند ٹیلوں اور ٹھنڈے پانیوں کی زمین کی طرف بھاگ رہا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ میں تم سے غافل نہیں ہوں۔

وَیُخْبِرُنَا فِعْلَ الْمُنَاصِحِ اَنَّهٗ　شَفِیْقٌ وَ یَخْفِی عَارِمَاتِ الدَّوَاخِلِ

وہ بڑے خیرخواہ شخص کی طرح ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ وہ بڑا مشفق ہے اور مخفی اذیت ناک چیزوں کو چھپاتا ہے۔

اَمُطْعِمُ لَمْ اَخْذُلْكَ فِی یَوْمِ نَجْدَةٍ　وَ لَا مُعْظِمٍ عِنْدَ الْاُمُوْرِ الْجَلَائِلِ

اے مطعم! میں نے نہ تو تجھے مشکل گھڑی میں تنہا چھوڑا ہے اور نہ ہی قیامت خیز مصائب میں تجھ سے کنارہ کشی کی ہے۔

وَ لَا یَوْمَ خَصْمٍ اِذْ اَتَوْكَ اَلِدَّةً　اُوْلِی جَدَلٍ مِنَ الْخُصُوْمِ الْمَسَاجِلِ

نہ ہی میں نے جنگ کے وقت تیرا ساتھ چھوڑا ہے جب تیرے پاس طاقتور قوی اور جری دشمن آگئے۔

اَمُطْعِمُ اِنَّ الْقَوْمَ سَامُوْكَ خُطَّةً　وَ اِنِّیْ مَتٰی اُوْكَلُ فَلَسْتُ بِوَائِلِ

اے مطعم! قوم نے تیرے ساتھ انتہائی سخت رویہ اختیار کیا ہے لیکن جب مجھے موقعہ مل گیا تو

دیا جائے جس طرح خطایا اور اس کے باب میں کیا جا تا ہے۔ ان کی جمع میں ہمزہ ثقل پیدا کرتا ہے۔ الصَّلاصِلُ۔ پانی والے برتن "غُمْرٌ ذَرْبٍ هَوَاكِلِ"۔ ذَرْب۔ ذَرَب سے مخفف ہے اس کا معنی فحش گو زبان ہے۔ "مواکل" وہ شخص ہوتا ہے جو خود کوئی کام سرانجام نہ دے سکے اور اپنے امور دوسروں کے سپرد کرے۔ ثِمَالُ الْیَتَامٰی۔ یتیموں کی نگرانی کرتے ہیں۔ "فِی اَهْلِ الشَّاءِ وَالْجَامِلِ" اَلشَّاءُ والشَّوِیُّ۔ الباقر والبقیر کی مانند اسم جمع ہیں۔ شاہ کا واحد نہیں ہے۔ شوی بھی اسی کے لفظ سے ہے واحد میں شاۃ کہا جاتا ہے لیکن یہ شاہ سے نہیں کیونکہ شاۃ کے لام کلمہ میں یاء ہے کیونکہ اس کی تصغیر شویہہ اور جمع شیاہ آتی ہے۔ جامل بھی اسم جمع ہے۔ یہ الباقر کے قائم مقام ہے۔ بَیْنَ اَخْشُبٍ فَجَادِلِ۔ اَخْشُبٌ سے مراد، اخاشب ہیں مکہ کے پہاڑوں کو اخاشب کہا جاتا ہے اسے اخشب کے وزن پر اس

Marfat.com

میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا   عُقُوْبَةَ شَرٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے عبد شمس اور نوفل کو شرارت کی ایسی سزا دے جس میں جلدی ہو تاخیر نہ ہو۔

بِمِيْزَانِ قِسْطٍ لَا يُخِسُّ شَعِيْرَةً   لَهُ شَاهِدٌ مِنْ نَفْسِهٖ غَيْرُ عَائِلٍ

وہ سزا جو ایسے ترازو میں تولی گئی ہو جو بھر بھی کمی نہ کرے اور مجرم کا ضمیر بھی اس کی گواہی دے یہ سزا ظالمانہ نہیں ہے۔

لَقَدْ سَفُهَتْ اَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوْا   بَنِي خَلَفٍ قَيْضًا بِنَا وَالْغَيَاطِلِ

اس قوم کی عقل و دانش جواب دے گئی جنہوں نے ہمیں چھوڑ کر بنو حلف اور غیاطل کو اختیار کیا ہے۔

وَنَحْنُ الصَّمِيْمُ مِنْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ   وَآلِ قُصَيٍّ فِي الْخُطُوْبِ الْاَوَائِلِ

ہم وہ خالص النسل ہیں جو بنو ہاشم اور بنو قصی سے تعلق رکھتے ہیں اور گذشتہ اہم معاملات کی روح رواں ہم ہی رہے ہیں۔

وَسَهْمٌ وَ مَخْزُوْمٌ تَمَالَوْا وَاَلَّبُوْا   عَلَيْنَا الْعِدَا مِنْ كُلِّ طِمْلٍ وَخَامِلِ

بنو سہم اور بنو مخزوم نے دشمنوں میں سے ہر کمینے اور گھٹیا شخص کو ہمارے خلاف ابھارا اور ترغیب دی۔

فَعَبْدَ مُنَافٍ اَنْتُمْ خَيْرُ قَوْمِكُمْ   فَلَا تُشْرِكُوْا فِي اَمْرِكُمْ كُلَّ وَاغِلِ

لیے لایا گیا ہے کیونکہ یہ اجبل کے معنی میں ہے۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی زائد حروف کو حذف کر کے بھی جمع بنالی جاتی ہے۔ تصغیر بھی اسی طرح بناتے ہیں۔ المجادل۔ مجدل کی جمع ہے۔ اس کا معنی محل ہے گویا اس سے مکہ کے پہاڑوں اور شام یا عراق کے محلات کے درمیان مکہ مراد ہے۔ فَمَجَادِل کی فاء اتصال کا معنی دیتی ہے لیکن واؤ اس معنی پر دلالت نہیں کرتی جس طرح شاعر کا قول ہے بَيْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلِ۔ اور تمہارا یہ قول مُطِرْنَا بَيْنَ مَكَّةَ فَالْمَدِيْنَةِ۔ اس کا مطلب ہے مکہ معظمہ سے لے کر مدینہ طیبہ تک ابر کرم برستا ہے۔ لیکن واؤ اس معنی کو ادا کرنے سے قاصر ہے اُولِي جَدَلٍ مِنَ الْخُصُوْمِ الْمَسَاجِلِ۔ مساجل کو جیم اور حاء دونوں سے روایت کیا گیا ہے۔ اگر یہ جیم سے ہو تو اس کا معنی گفتگو میں کسی سے مقابلہ کرنا ہے۔ اس کی اصل سجل (ڈول) سے پانی نکالنا ہے۔ گویا کہ یہ مساجل کی جمع ہے

Marfat.com

اے عبد مناف! تم اپنی قوم میں سے بہترین ہو تم اپنے معاملہ میں ہر گراں فروش کو شامل نہ کیا کرو۔

لَعَمْرِی لَقَدْ وَهَنْتُمْ وَ عَجَزْتُمْ وَ جِئْتُمْ بِأَمْرٍ مُخْطِیءٍ لِلْمَفَاصِلِ

میری حیاتی کی قسم! تم کمزور اور عاجز ہو چکے ہو اور تم ایسا معاملہ لے کر آئے ہو جو ایسے نشانے سے خطا کرنے والا ہے جو جوڑوں پر پڑے۔

وَ كُنْتُمْ حَدِيْثًا حَطَبَ قِدْرٍ وَأَنْتُمْ الْآنَ حِطَابُ أَقْدُرٍ وَمَرَاجِلِ

پہلے تم صرف ایک ہنڈیا کا ایندھن تھے جب کہ اب تم بہت سی ہنڈیوں اور دیگوں کا ایندھن بن چکے ہو۔

لِيَهْنِیءْ بَنِی عَبْدِ مَنَافٍ عُقُوْقُنَا وَ خِذْلَانُنَا وَتَرْكُنَا فِی الْمَعَاقِلِ

بنو عبد مناف کو ہماری نافرمانی، رسوائی اور مشکل اوقات میں ہمیں چھوڑنا مبارک ہو۔

فَإِنْ نَكُ قَوْمًا نَتَّئِرْ مَا صَنَعْتُمْ وَ تَحْتَلِبُوْهَا لِقْحَةً غَيْرَ بَاهِلِ

ہماری شان تو یہ ہے کہ ہم تمہارے برے اعمال کی پردہ پوشی کرتے ہیں لیکن تمہاری کیفیت یہ ہے کہ تم اس اونٹنی کی طرح دودھ نکالتے جاتے ہو جسے دوہا نہ گیا ہو۔

وَ سَائِطُ كَانَتْ فِی لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ نَفَاهُمْ إِلَيْنَا كُلُّ صَقْرٍ حُلَاحِلِ

وہ تعلقات جو لوی بن غالب سے تھے حلاحل کے شکرے (ہر بہادر آدمی) نے ہم سے وہ تعلقات ختم کر لیے ہیں۔

وَرَهْطُ نُفَيْلٍ شَرُّ مَنْ وَطِیَ الْحَصٰی وَالْأَمُّ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَ فَاعِلِ

اور مفاعل کا زائدہ الف حذف کر دیا گیا ہے یا یہ مسحل کی جمع ہے یہ خصوم کی صفت ہے جبکہ مساحل، سحل کی جمع ہے اس سے مراد زبان ہے۔ یہ خصوم کی صفت نہیں ہے۔ یہ اضافت کی وجہ سے مکسور ہے یعنی خَصْمَاءُ الْأَلْسِنَةِ۔ ابن احمر کا قول ہے۔ مَنْ خَطِيْبٌ إِذَا مَا انْحَلَّ مِسْحَلُهُ جب اس کی زبان کھل جائے تو پھر خطیب کون ہو سکتا ہے؟"۔ یہاں مسحل سے مراد زبان ہے یہ بھی سحل سے مشتق ہے۔ اس کا ایک معنی بہنا ہے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ جب ان کے امتحان کا وقت ختم ہوا فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَسَحَلَتْ فِی الْبَيْدَرِ الْآخِرِ فِضَّةً۔ پس ایک بادل آیا جس نے آپ کی ایک کھلیان میں سونا برسا دیا دوسرا بادل آیا جس نے دوسرے کھلیان میں چاندی کی بارش کر دی۔

Marfat.com

بنونفیل کا قبیلہ زمین روندنے والوں میں سے سب سے زیادہ شریر ہے اور اولادِ معد کے عریاں پاؤں اور جوتے پہننے والوں میں سے سب سے زیادہ کمینہ ہے۔

فَاَبْلِغْ قُصَيًّا اَنْ سَيُنْشَرُ اَمْرُنَا وَ بَشِّرْ قُصَيًّا بَعْدَنَا بِالتَّخَاذُلِ

بنوقصی کو یہ پیغام پہنچادو کہ عنقریب ہمارا معاملہ وسیع ہو جائے گا اور انہیں بشارت دے دو کہ تمہارے لئے ہمارے بعد رسوائی ہی ہے۔

وَلَوْ طَرَقَتْ لَيْلًا عَظِيْمَةٌ اِذًا مَا لَجَانَا دُوْنَهُمْ فِي الْمَدَاخِلِ

اگر کسی رات بنوقصی پر کوئی عظیم آفت آ گئی تو پھر انہیں بچانے کے لئے ہم کوئی دخل اندازی نہیں کریں گے۔

وَ لَوْ صَدَقُوْا ضَرْبًا خِلَالَ بُيُوْتِهِمْ لَكِنَّا اُسًى عِنْدَ النِّسَاءِ الْمَطَافِلِ

اگر دشمن نے ان کے گھر میں گھس کر شمشیرزنی کی تو ہم پھر بچوں والی خواتین کے پاس نمونہ ہوں گے۔

وَ كُلُّ صَدِيْقٍ وَابْنِ اُخْتٍ نَعُدُّهٗ لَعَمْرِي وَجَدْنَا غِبَّهٗ غَيْرَ طَائِلِ

میری زندگی کی قسم! ہر دوست اور ہر وہ شخص جسے ہم اپنا بھانجا تصور کرتے ہیں ہم نے اسے پایا ہے کہ اس کا ہمیں ایک دن چھوڑ کر بھی ملنا سودمند نہیں ہے۔

سِوَى اَنَّ رَهْطًا مِنْ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بَرَاءٌ اِلَيْنَا مِنْ مَعَقَّةِ خَاذِلِ

قَيْضًا کا معنی معاوضہ ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ذوالجوشن سے کہا اِنْ شِئْتَ قَايَضْتُكَ بِهِ الْمُخْتَارَ مِنْ دُرُوْعِ بَدْرٍ فَقَالَ۔ مَا كُنْتُ لِاَ قِيْضَهُ الْيَوْمَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ۔ "اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اس گھوڑے کے عوض بدر کی زرہیں دے دیتا ہوں اس نے عرض کی میں آج اس گھوڑے کے عوض کوئی چیز نہیں لوں گا۔" ذوالجوشن کو ابن القرحاء بھی کہا جاتا ہے۔ ابوالشیص کا شعر ہے۔

لَا تُنْكِرِي صَدِّيْ وَ لَا اِعْرَاضِي لَيْسَ الْمُقِلُّ عَنِ الزَّمَانِ بِرَاضِ

بُدِّلْتُ مِنْ بُرْدِ الشَّبَابِ مُلَاءَةً خَلَقًا وَ بِئْسَ مَثُوْبَةُ الْمُقْتَاضِ

تو میرے اعراض اور روکنے کا الکار نہ کر زمانہ سے ناراض شخص اس سے راضی نہیں ہو سکتا۔ شباب کی حسین چادر کے عوض مجھے پرانا کپڑا دیا گیا ہے۔ یہ معاوضہ کتنا برا ہے۔

غیاطیل سے مراد بنوسہم ہیں کیونکہ ان کی ماں کا نام غیطلہ تھا۔ اس کا نسب پہلے گذر چکا ہے۔ بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ بنوسہم کو غیاطیل اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے ایک شخص نے اس جن کو قتل کر دیا

Marfat.com

لیکن کلاب بن مرہ کا ایک قبیلہ اس سے مستثنیٰ ہے انہوں نے ہم سے کسی قسم کی قطع تعلقی نہیں کی۔

وَهَنَالَهُمْ حَتّٰى تَبَدَّدَ جَمْعُهُمْ وَ يَحْسُرَ عَنَّا كُلُّ بَاغٍ وَ جَاهِلِ

ہم نے انہیں اتنا کمزور کر دیا ہے کہ ان کی جمعیت منتشر ہوگئی ہے۔ ہر باغی اور جاہل ہم سے دور ہو جاتا ہے۔

وَ كَانَ لَنَا حَوْضُ السِّقَايَةِ فِيهِمْ وَ نَحْنُ الْكُدٰى مِنْ غَالِبٍ وَالْكَوَاهِلِ

ہمارا پانی پلانے کا حوض انہی میں تھا۔ بنو غالب میں ہم ایک سخت چٹان کی مانند تھے۔

شَبَابٌ مِنَ الْمُطَيَّبِيْنَ وَهَاشِمٍ كَبِيْضِ السُّيُوْفِ بَيْنَ اَيْدِى الصَّيَاقِلِ

خوشبو والوں کے اور بنو ہاشم کے جوان ایسے ہیں کہ گویا کہ وہ صیقل کرنے والوں کے ہاتھوں میں چمکتی تلواریں ہیں۔

فَمَا اَدْرَكُوْا ذَحْلًا وَ لَا سَفَكُوْا دَمًا وَ لَا حَالَفُوْا اِلَّا شِرَ الْقَبَائِلِ

نہ تو انہوں نے بدلہ لیا اور نہ ہی خونریزی کی اور نہ ہی قبائل میں سے شریر لوگوں کے علاوہ مخالفت کی۔

بِضَرْبٍ تَرَى الْفِتْيَانِ فِيْهِ كَاَنَّهُمْ ضَوَارِى اُسُوْدٍ فَوْقَ لَحْمٍ خَرَادِلِ

ایسی شمشیرزنی ہوگی جس میں تو جوانوں کو دیکھے گا کہ گویا وہ چیرنے والے شیر ہیں جو گوشت

جو بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا جس کی وجہ سے مکہ معظمہ پر اندھیرا چھا گیا حتیٰ کہ لوگ شدت ظلمت سے گھبرا گئے۔ غیطلہ، شدید تاریکی کو بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح اکھیڑے ہوئے درخت، آواز کے اختلاط، وحشی گائے اور اونگھ کی زیادتی کو بھی غیطلہ کہتے ہیں۔ یُخِسُّ اس کا معنی کی کرنا ہے۔ ہر چیز میں کمی کرنے والے کو حسیس کہتے ہیں۔ حُطُب رکب کی طرح اسم جمع ہے یہ جمع نہیں ہے۔ ان کی تصغیر حُطَيْب اور رُكَيْب آتی ہیں۔ "حطابُ اَقْدَادٍ" یہ حاطب کی جمع ہے۔ اس کی تصغیر نہیں آتی۔ تصغیر کے لئے اسے واحد کی طرف لوٹانا پڑے گا۔ پھر حُوَيْطِبُوْنَ کہا جائے گا۔

مِنْ كُلِّ طِمْلٍ وَ خَامِلٍ۔ طِمْلٌ چور کو کہتے ہیں (ابی بحر) العین میں ہے کہ طمل فحش گو انسان کو کہتے ہیں۔ فقیر اور بھیڑیے کو بھی الطمل کہا جاتا ہے۔ لِقْحَةٌ غَمْرٌ بَاهِلٍ۔ باھل اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے تھنوں کے سروں پر دھاگا نہ باندھا گیا ہو اور اسے دوہا جا سکتا ہو۔ اسے نَاقَةٌ مَصْرُوْرَةٌ بھی کہتے ہیں۔ یہ دھاگا اس لئے باندھا جاتا ہے تا کہ اس کا بچہ دودھ نہ پی سکے لیکن مصراۃ اس معنی میں مستعمل

Marfat.com

کے ٹکڑوں پر پڑے ہیں۔

بَنِی اَمَۃٍ مَحْبُوبَۃٍ هِنْدَکِیَّۃٍ بَنِي جُمَحٍ عُبَيْدِ قَيْسِ بْنِ عَاقِلِ

اے ہندی محبوبہ لونڈی کے بچو! اے بنو جمح عبید بن قیس بن عاقل کی اولاد۔

وَلٰكِنَّنَا نَسْلٌ كِرَامٌ لِسَادَةٍ بِهِمْ نُعِيَ الْاَقْوَامُ عِنْدَ الْبَوَاطِلِ

لیکن ہم تو عمدہ نسل کے وہ سردار لوگ ہیں جن کے ذریعے جنگ کے وقت اقوام کو موت کا پیام سنایا جاتا ہے۔

وَنِعْمَ ابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ غَيْرَ مُكَذَّبٍ زُهَيْرٌ حُسَامًا مُفْرَدًا مِنْ حَمَائِلِ

زہیر قوم کا کتنا عمدہ بھانجا ہے جسے جھٹلایا نہیں جاتا وہ ایک ایسی تلوار کی مانند ہے جسے نیام سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔

اَشَمُّ مِنَ الشُّمِّ الْبَهَالِيلِ يَنْتَمِي اِلٰى حَسَبٍ فِي حَوْمَةِ الْمَجْدِ فَاضِلِ

وہ عظیم سرداروں سے بھی عظیم تر ہے وہ اس عظیم نسب کی طرف منسوب ہے جو فضیلت و بزرگی میں بہت آگے ہے۔

لَعَمْرِي لَقَدْ كُلِّفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدَ وَاِخْوَتِهٖ دَاْبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

مجھے اپنی عمر کی قسم! میں اسی طرح احمد مجتبیٰ ﷺ اور ان کے بھائیوں کی محبت میں گرفتار ہوں جس طرح دائمی محب کسی کی محبت کا اسیر ہوتا ہے۔

نہیں ہے یہ لفظ اس اونٹنی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اپنا دودھ اپنی کھیری میں جمع کر لیتی ہے۔ یہ ماء صری (ٹھہرا ہوا پانی) سے مشتق ہے۔ ابو علی نے ''بارع'' میں خطا کی ہے انہوں نے مصراۃ کو مصرورۃ کے معنی میں کیا ہے۔ اس کی ایک بعید وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ان کے لئے دو راء میں سے ایک کو یاء میں بدلنے کی دلیل پکڑی جاتی ہے مثلاً قصیتُ اَظفاری لیکن معنی کے اعتبار سے یہ بعید ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک عورت اپنے خاوند کے تعاقب میں تھی وہ کہتی تھی کہ وہ اس کے پاس اس اونٹنی کی طرح آئی ہے جس کے تھنوں پر کوئی دھاگا نہیں باندھا جاتا۔ اس نے اپنے خاوند سے کہا اَطْعَمْتُكَ مَاْدُوْمِي وَاَبْثَثْتُكَ مَكْتُوْمِي وَ جِئْتُكَ بَاهِلًا غَيْرَ ذَاتِ صِرَارٍ۔ میں نے تجھے اپنا سالن کھلایا، اپنے سر نہاں سے تجھے آگاہ کیا اور تیرے پاس اس اونٹنی کی طرح آئی جس کے تھنوں پر دھاگا نہ باندھا گیا ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا لَا تُوْرِدِ الْاِبِلَ بُهْلًا فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَرْضَعُهَا۔ اپنی اونٹنی کو دھاگا باندھے بغیر گھاٹ پر نہ لے جاؤ کیونکہ شیطان انہیں دوہ لیتے ہیں۔

Marfat.com

فَلَا زَالَ فِی الدُّنیَا جَمَالًا لِاَهْلِهَا وَزَیْنًا لِمَنْ وَالَاهُ رَبُّ الْمَشَاکِلِ

امر دشوار کا رب ان لوگوں کو دنیاوی جمال سے آراستہ کرے اور انہیں مزین فرمائے جنہوں نے محمد ﷺ اور ان کے بھائیوں سے محبت کی۔

فَمَنْ مِثْلُهٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّلٍ اِذَا قَاسَهُ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ

لوگوں میں سے آپ ﷺ کی مثل کون ہے کس سے امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں؟ جب فضائل میں زیادتی کا فیصلہ کرنے والوں نے فیصلہ کیا انہیں آپ ﷺ سے برتر نظر نہ آیا۔

حَلِیْمٌ رَّشِیْدٌ عَادِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ یُوَالِی اِلٰهًا لَیْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ

وہ بردبار، ہدایت یافتہ، عادل ہیں اور جلد باز نہیں ہیں وہ ایسے معبود سے محبت کرتے ہیں جو ان سے غافل نہیں ہے۔

فَوَ اللّٰهِ لَوْ لَا اَنْ اَجِیْءَ بِسُبَّةٍ تُجَرُّ عَلٰی اَشْیَاخِنَا فِی الْمَحَافِلِ

اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری وجہ سے ہمارے بزرگوں کو محافل میں برا بھلا کہا جائے گا۔

لَکُنَّا اتَّبَعْنَاهُ عَلٰی کُلِّ حَالَةٍ مِنَ الدَّهْرِ جِدًّا غَیْرَ قَوْلِ التَّهَازُلِ

تو پھر ہم آپ ﷺ کی ہر حالت میں اتباع کرتے اور یہ بات از روئے مذاق نہیں ہے۔

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُکَذَّبٌ لَدَیْنَا وَ لَا یُعْنٰی بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

یہ بات سب جانتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے نورِ نظر کی تکذیب کرنے والا نہیں اور جھوٹوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی جاسکتی۔

فَاَصْبَحَ فِیْنَا اَحْمَدُ فِیْ اَرُوْمَةٍ تُقَصِّرُ عَنْهُ سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ

احمد مجتبیٰ ﷺ ہم میں ایسے والدین کے ہاں جلوہ نما ہوئے ہیں کہ ظلم کرنے والوں کے

بُرَاءٌ عَلَیْنَا۔ کہا جاتا ہے قومٌ بُرَاءٌ وَبَرَاءٌ وبِرَاءٌ، بِرَاءٌ، بَرِیٌّ کی جمع ہے مثلاً کریم کی جمع کرام آتی ہے۔ براء مصدر ہے جیسا کہ سلام مصدر ہے بِرَاء اور بَرَاء میں ہمزہ فعل کا لام کلمہ ہے کہا جاتا ہے رَجُلٌ بُرَاءٌ وَرَجُلَان بِرَاءٌ۔ اس کو کسرہ دینا یا ضمہ دینا صرف جمع میں جائز ہے جبکہ براء کی اصل برآء ہے جیسا کہ کرماء ہے اہل لغت دو ہمزوں کے اجتماع کو ثقیل سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں اس کا وزن فعلاء تھا۔ جب وہ ہمزہ حذف کر دیا گیا جو فعل کا لام کلمہ ہے تو اس کا وزن فعاءُ ہو گیا فعالٌ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے اس سے نسب [illegible] (براء، براً)

Marfat.com

ہاتھ ان کی شان کم کرنے سے قاصر ہیں۔

حَدِبْتُ نَفْسِي دُوْنَهُ و حَمَيْتُهُ وَدَافَعْتُ عَنْهُ بالذُّرَا والكَلَاكِلِ

میں نے آپ کے لئے اپنے نفس کو انتہائی دکھ میں ڈالا ہے میں نے آپ ﷺ کی بھرپور حمایت کی ہے اپنی پشت اور سینے سے آپ ﷺ کا دفاع کیا ہے۔

فَأيَّدَهُ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهِ وَأظْهَرَ دِيْنًا حَقُّهُ غَيْرُ بَاطِلِ

لوگوں کے پروردگار نے اپنی اعانت سے آپ ﷺ کی تائید کی اور آپ ﷺ کا دین حق غالب کر دیا وہ دین جو باطل نہیں ہے۔

رِجَالٌ كِرَامٌ غَيْرُ مِيْلٍ نَمَاهُم إلَى الْخَيْرِ آبَاءٌ كِرَامُ الْمَحَاصِلِ

وہ کریم لوگ ہیں کسی کی طرف جھکاؤ نہیں رکھتے ان کے عظیم مقاصد والے آباء نے انہیں بھلائی کی طرف بلایا ہے۔

فَإنْ تَكُ كَعْبٌ مِنْ لُؤَيٍّ صُعَيْبَةً فَلَا بُدَّ يَوْمًا مَرَّةً مِنْ تَزَايُلِ

اگر بنو کعب کا بنو لوی سے قریبی تعلق ہے تو پھر اس اتفاق کا کسی دن منتشر ہو جانا بھی ضروری ہے۔

حضور ﷺ کی دعا اور ابر کرم کا نزول

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے ایک قابل اعتماد شخص نے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ اہل مدینہ قحط سالی کا شکار ہو گئے۔ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور قحط کی شکایت کی۔ نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور بارانِ رحمت کے لئے دعا مانگی۔ ابھی چند ساعتیں ہی گذریں تھیں کہ

کی نسبت بِرَائِي اور بَرَائِي آتی ہے۔ بعض اہل لغت نے براء کو فعال کے وزن پر جمع مانا ہے اور ایسے الفاظ آٹھ ہیں۔ فَرِير، فُرَاء، عَزَن، عُرَان...... نحاس نے اسے براء کہا ہے۔

دعائے مصطفیٰ ﷺ اور رحمت کی بارش

اوپر بیان کردہ حدیث مبارک کئی اسناد سے مروی ہے ان کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے۔

حَتَّى اَتَاهُ اَهْلُ الضَّوَاحِي...... ضَوَاحِي، ضَاحِيَةٌ کی جمع ہے۔ اس زمین کو کہتے ہیں جو درختوں سے خالی ہو اور وہاں سیلاب کے آنے کا بھی خطرہ ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر شہر کے خارج کو ضاحیہ کہا جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَ لَا عَلَيْنَا۔ دوسری حدیث میں ہے اَللّٰهُمَّ ارْفَعْهُ عَنَّا۔ مولا! اسے ہم سے اٹھا لے۔ یہ دعا مانگنے کا عمدہ ادب ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور وہ نعمت ہے جو اس سے

Marfat.com

بارش نازل ہونا شروع ہو گئی پھر چند دن بعد وہی لوگ دوبارہ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے بارش کی زیادتی کی شکایت کی آپ ﷺ نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَ لَا عَلَیْنَا۔ مولا ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا

مدینہ طیبہ پر سے بادل ہٹ گئے اور ایک دائرہ کی شکل میں اس کے اردگرد برسنے لگے۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا لَوْ اَدْرَکَ اَبُوْ طَالِبٍ ھٰذَا الْیَوْمَ لَسَرَّہٗ۔ اگر ابوطالب آج کا دن پالیتے تو وہ مسرور ہو جاتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان کے اس شعر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی...... آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' ابن ہشام کہتے ہیں۔ ابوطالب کا قول تَبْرُقَۃٌ۔ ابن اسحاق کے علاوہ کسی اور سے روایت ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ اَلْغَیَاطِیْلُ سے مراد بنو سہم بن عمرو بن ھصیص کے بعض افراد ہیں ابوسفیان بن حرب بن امیہ، مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف، زہیر بن ابی

طلب کی جاتی ہے پھر اس سے یہ مطالبہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس نعمت کو اٹھا لے، اور اس نعمت کو ختم کر دے۔ اللہ تعالیٰ سے تو دعا کی جاتی ہے کہ وہ مصائب کو مٹا دے اور نعمتوں کو فزوں کرے۔ اس واقعہ میں بارش طلب کرنے کی کیفیت کی بھی تعلیم ہے۔ آپ ﷺ نے عرض کی اَللّٰھُمَّ مَنَابِتَ الشَّجَرِ لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں عرض کی اِصْرِفْھَا اِلٰی مَنَابِتِ الشَّجَرِ مولا! اسے درختوں کے اگنے کی جگہ کی طرف پھیر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ لطف کی وجہ سے خوب آشنا ہے اور وہ اس مصلحت سے بھی خوب آگاہ ہے جو اس بارش، شبنم اور نمی سے مطلوب ہے اور ان کی کیفیت اور مقدار سے بھی آگاہ ہے۔

اعتراض: اگر یہ کہا جائے کہ ابوطالب نے یہ کیسے کہا وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ۔ حالانکہ انہوں نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا تھا کہ حضور ﷺ نے بارش کی دعا مانگی ہو کیونکہ آپ ﷺ نے ایسی تمام دعائیں مدینہ طیبہ میں سفر اور حضر کی حالت میں کیں۔ وہاں مشاہدہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ان دعاؤں کو کتنی جلدی شرف قبولیت سے نوازا۔

جواب: ابوطالب نے عبدالمطلب کی زندگی میں بھی ایسے واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا۔ اسی واقعہ کو پیش نظر رکھ کر ہی انہوں نے یہ شعر کہا ہے۔ ابوسلمان حمد بن محمد بن ابراہیم البستی النیسا پوری روایت کرتے ہیں کہ رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کہتی ہیں قریش کو کئی سال لگاتار قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ جس سے زمین خشک ہو گئی، ہڈیاں نرم ہو گئیں۔ اسی اثناء میں کہ میں سو رہی تھی میرے ساتھ میرا بھائی بھی تھا، میں نے بلند آواز سنی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ ''اے گروہ قریش! تم میں نبی کریم ﷺ تشریف لا چکے

Marfat.com

امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور اس کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں اسید کے جوان بیٹے کا نام عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی تھا۔ عثمان بن عبیداللہ سے مراد طلحہ بن عبیداللہ التیمی کا بھائی تھا قنقذ سے مراد عمیر بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ کا بیٹا تھا ابوالولید سے مراد عتبہ بن ربیعہ ہے اور ابی سے مراد بن شریق، بنوزہرہ بن کلاب کا حریف ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں چونکہ غزوۂ بدر کے دن یہ لوگوں کو لے کر پیچھے ہٹ گیا تھا اس لئے اس کا نام اخنس پڑ گیا ورنہ اس کا نام ابی تھا اس کا تعلق بنوعلاج سے تھا علاج سے مراد ابن ابی سلمہ بن عوف بن عقبہ ہے۔ اسود بن عبدیغوث بن وھب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب ہے سبیع بن خالد ہے ابوبلحارث بن فہر اور نوفل بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی ہے اسے ابن عدویہ بھی کہتے تھے۔ یہ قریش کے شیطان لوگوں میں سے تھا۔ اسی نے ہی اس وقت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما کو اکٹھا باندھا تھا جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ قرینین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسے غزوۂ بدر کے دن واصل جہنم کیا تھا۔ ابوعمرو سے مراد قرظہ بن عبدعمرو بن نوفل بن عبد مناف ہے "قَوْمٌ عَلَيْنَا اَظِنَّة" سے مراد بنوبکر بن عبدمناۃ بنت کنانہ ہے۔ مذکورہ بالا تمام افراد کا تذکرہ ابوطالب نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔

ہیں۔ ان کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے وہ موسلا دھار بارش اور شادابی کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے ہیں ارے! تم اپنے قبیلے میں سے ایک لمبا، موٹا، سفید، بلند آواز اور ستواں ناک والا شخص تلاش کرو۔ اس کیلئے ایک ایسا فخر ہوگا جس کا وہ اظہار نہ کر رہا ہوگا۔ وہ عظیم شخص اور اس کا مبارک بچہ خلوص کا اظہار کریں۔ ہر وادی کا ایک ایک شخص ان کے پاس جائے، تمام صاف پانی سے غسل کریں۔ عمدہ خوشبو لگائیں، بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کریں۔ ارے! ان میں ایک طیب وطاہر ذات ہے۔ وہ شخص ابر رحمت کیلئے دعا مانگے۔ پوری قوم آمین کہے ارے! پھر تم پر ایسا ابر کرم برسے گا کہ تم ہمیشہ شاداں رہو گے۔" بنت ابی صیفی کہتی ہیں۔ "یہ سن کر میں گھبرا گئی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میری عقل جواب دے گئی۔ میں نے تمام لوگوں کو اپنا خواب سنایا حرم اور حرمۃ کی قسم! مکہ کے باسیوں میں سے ہر شخص نے کہا مذکورہ بالا صفات تو شیبۃ الحمد (عبدالمطلب) کی ہیں تمام قریش ان کے پاس جمع ہو گئے ہر وادی میں سے ایک ایک شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تمام نے غسل کیا، خوشبو لگائی، بیت اللہ

Marfat.com

ذکر مصطفیٰ ﷺ کی شہرت

جب نبی محترم ﷺ کا ذکر مبارک عرب میں پھیلا، شہروں میں آپ ﷺ کے تذکرے ہونے لگے تو مدینہ طیبہ میں بھی آپ ﷺ کا چرچا ہوا نبی اکرم ﷺ کی اس شہرت سے پہلے یا بعد کوئی بھی قبیلہ آپ ﷺ کو اوس اور خزرج سے زیادہ نہ جانتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہودیوں کے حلیف تھے وہ ان کے شہروں میں مقیم تھے۔ یہودی علماء انہیں نبی اکرم ﷺ کے متعلق بتایا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک مدینہ طیبہ میں ہونے لگا تو لوگوں نے اس اختلاف کا بھی تذکرہ کیا جو آپ ﷺ اور قریش کے مابین ہوا تھا۔ اس وقت ابوقیس بن الاسلت نے یہ قصیدہ لکھا۔ اس کا تعلق بنو واقف سے تھا۔

کا طواف کیا اور حجر اسود کو چوما پھر کوہ ابی قبیس پر چڑھ گئے۔ تمام لوگ حضرت عبدالمطلب کے اردگرد جمع ہونے لگے۔ وہ انتہائی نرم چال چل رہے تھے بالآخر وہ پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گئے لوگوں نے آپ کے دامن کو تھام لیا۔ حضرت عبدالمطلب کھڑے ہو گئے۔ ان کے ساتھ ان کا سعادت مند پوتا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے انہیں اپنے کندھے پر اٹھا رکھا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کم عمر تھے پھر حضرت عبدالمطلب نے بارگاہِ ایزدی میں التجاء کی "اے مولا! اے محتاجی کو دور فرمانے والے، مصیبت کو ختم کرنے والے تو سب کچھ جانتا ہے تجھے سکھایا نہیں جا سکتا، تیری بارگاہ سے ہی مانگا جاتا ہے تو ذرہ بھر بھی بخیل نہیں ہے۔ مولا! یہ تیرے بندے اور لونڈیاں ہیں۔ یہ تیرے حرم کے صحن میں جمع ہیں۔ یہ اپنی قحط سالی کے لئے تیری بارگاہ میں عرض کناں ہیں۔ اے رب غفور! ہماری التجاء کو سن لے ہم پر موسلا دھار اور خوشگوار بارش نازل فرما"۔ بیت اللہ کی قسم! ابھی لوگ اپنی اپنی جگہ پر ہی تھے کہ آسمان بارش سے پھٹ پڑا اور اتنا سیلاب آیا کہ وادی تنگ ہو گئی۔

اس روایت کو ابوسلیمان نے ابن الاعرابی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن علی نے، یعقوب بن محمد سے، انہوں نے عبدالعزیز بن عمران سے، انہوں نے ابن خریصہ سے، وہ مخرمہ بن نفیل سے اور وہ اپنی والدہ رقیقہ بنت ابی صیفی سے روایت کرتے ہیں۔ یہ واقعہ رقیقہ سے ہی ایک اور سند سے بھی روایت کیا گیا ہے جس میں ہے ارے! تم اپنے قبیلے میں سے ایک بھاری جسیم اور عظیم شخص کو تلاش کرو۔ جن کی ابرو گھنی ہوں۔ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ حضور ﷺ بھی تھے..........

Marfat.com

ابوقیس بن الاسلت، اس کا نسب اور اس کے بارگاہِ رسالت میں عقیدت کے پھول

ابن ہشام کہتے ہیں ابن اسحاق نے یہاں ابوقیس کو بنو واقف کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ حدیث فیل میں اسے خطمہ سے منسوب کیا ہے کیونکہ اہل عرب بعض اوقات کسی آدمی کا نسب اس کے دادا کے بھائی سے ملا دیتے تھے کیونکہ دادا سے دادا کا بھائی زیادہ شہرت کا حامل ہوتا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔ ابوعبیدہ نے مجھے بتایا ہے کہ حکم بن عمرو الغفاری نعیلہ کی اولاد میں سے تھا۔ نعیلہ غفار کا بھائی تھا اس سے مراد غفار بن ملیل ہے۔ نعیلہ بھی مکیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ کا بیٹا تھا۔ عتبہ کو غزوان السلمی کا بیٹا بھی کہتے تھے۔ یہ مازن بن منصور اور سلیم بن منصور کی اولاد میں سے تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں ابوقیس بن الاسلت کا تعلق بنو وائل سے تھا۔ وائل، واقف اور خطمہ اوس کے بھائیوں میں سے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ابوقیس قریش سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ وہ ان کا داماد بھی تھا۔ ارنب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی اس کی بیوی تھی وہ اپنی بیوی کے ساتھ قریش کے ہاں کئی سال ٹھہرا کرتا تھا۔ اس نے ایک ایسا قصیدہ لکھا جس میں بیت اللہ کی عظمت کا ذکر کیا، قریش کو وہاں قتل و غارت کرنے سے منع کیا۔ انہیں وہاں ایک دوسرے کو اذیت دینے سے روکا۔ ان کی فضیلت و شرف کا تذکرہ کیا۔ انہیں نبی اکرم ﷺ کو تکلیف نہ دینے کے لئے کہا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی آفات یاد کرائیں۔ ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں کا انجام یاد کرایا وہ اپنے

ابن الاسلت اور اس کا قصیدہ

ابن ہشام نے ان تمام لوگوں کو ہلکا سا تعارف کرادیا ہے جن کا تذکرہ ابوطالب نے اپنے قصیدہ میں کیا ہے پھر انہوں نے ابن الاسلت کے قصیدے کا تذکرہ کیا ہے۔ اسلت کا نام عامر تھا۔ انتہائی چپٹی ناک والے کو اسلت کہا جاتا ہے۔ یہ بددعا بھی دی جاتی ہے سَلَتَ اللّٰهُ اَنْفَهٗ۔ اللہ تعالیٰ اس کی ناک کو چپٹا کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت بشر بن عاصم کو کسی شہر کا گورنر مقرر کریں۔ انہوں نے حضرت بشر کو خط لکھا اور یہ عہدہ قبول کرنے کے لئے کہا لیکن حضرت بشر نے انکار کر دیا اور فرمایا "مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے رسول مکرم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے۔" روزِ حشر عہدہ داران کو لایا جائے گا وہ جہنم کے پل پر کھڑے ہو جائیں گے ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہو گا وہ اسے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا حتیٰ کہ اسے نجات عطا

Marfat.com

اشعار میں کہتا ہے۔

یَا رَاكِبًا اِمَّا عَرَضْتَ فَبَلِّغَنْ مُغَلْغَلَةً عَنِّي لُؤَيَّ بْنَ غَالِبِ

اے شہسوار! اگر تو حرم کعبہ کی طرف جا رہا ہے تو میری طرف سے بنولوی بن غالب کو پیغام پہنچا دینا۔

رَسُوْلُ امْرِيٍ قَدْ رَاعَهُ ذَاتُ بَيْنِكُمْ عَلَى النَّايِ مَحْزُوْنٍ بِذَٰلِكَ نَاصِبِ

ایسے شخص کا قاصد بن کر جا جسے تمہارے باہمی اختلاف نے مغموم کر دیا ہے اور تمہارے فراق میں مضطرب اور پریشان ہے۔

وَ قَدْ كَانَ عِنْدِيْ لِلْهُمُوْمِ مُعَرَّسٌ فَلَمْ اَقْضِ مِنْهَا حَاجَتِيْ وَ مَا رَبِيْ

غموں اور دکھوں کی ظلمت مجھ پر چھا گئی ہے نہ تو ان سے میری حاجت پوری ہوئی ہے اور نہ میرے مقصد میں کامیابی ہوئی۔

نُبِّئْتُكُمْ شَرْجَيْنِ كُلُّ قَبِيْلَةٍ لَهَا اَزْمَلٌ مِنْ بَيْنِ مُذْكٍ وَ حَاطِبِ

مجھے تمہارے متعلق اطلاع ملی ہے کہ تم دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہو۔ جن میں سے ایک گروہ ایندھن اکٹھا کر رہا ہے اور دوسرا اسے آگ لگانے کے لئے کوشاں ہے۔ ہر قبیلے نے غل مچا رکھا ہے۔

أُعِيْذُكُمْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ صُنْعِكُمْ وَ شَرِّ تَبَاغِيْكُمْ وَدَسِّ الْعَقَارِبِ

میں تمہارے کرتوتوں کے شر سے، تمہاری باہمی عداوت و بغاوت کے شر سے اور بچھوؤں کے کاٹنے سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوگا تو پل اسے آگ کی وادی میں پھینک دے گا۔ وہ وادی جو آگ کی وجہ سے شعلہ فشاں اور شرربار ہوگی"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کی طرف پیغام بھیجا۔ ان کے آنے پر آپ نے حضرت ابوذر سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث حضور اکرم ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! قسم بخدا! اس وادی کے بعد آگ کی ایک اور وادی ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا لیکن انہوں نے کوئی جواب دینا پسند نہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ آگ کس کے حصہ میں آئے گی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَنْ سَلَتَ اللّٰهُ اَنْفَهُ وَعَيْنَيْهِ وَاَضْرَعَ خَدَّهُ اِلَى الْاَرْضِ۔ جس کے ناک اور آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا ہوگا اور اسے ذلیل کیا ہوگا۔

Marfat.com

وَاِظْهَارِ اَخْلَاقٍ وَ نَجْوٰى سَقِيْمَةٍ ... كَوَخْزِ الْاَشَافِيِ وَقْعُهَا حَقٌّ صَائِبِ

میں اللہ تعالیٰ کی اخلاق کے اظہار اور ایسی جنگوں کے متعلق سرگوشی کرنے سے پناہ مانگتا ہوں جن کی نوکیں آریوں کی طرح سیدھی ہوتی ہیں۔

فَذَكِّرْهُمْ بِاللّٰهِ اَوَّلَ وَهْلَةٍ ... وَاِحْلَالَ اَحْرَامِ الظِّبَاءِ الشَّوَازِبِ

سب سے پہلے انہیں اللہ کا نام لے کر نصیحت کر اور حرم پاک کی کمزور ہرنیوں کو حلال سمجھنے سے روک۔

وَقُلْ لَهُمْ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ حُكْمَهٗ ... ذَرُوْا الْحَرْبَ تَذْهَبْ عَنْكُمْ فِي الْمَرَاحِبِ

ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ جاری کرتا ہے کہ تم جنگ سے پناہ لو وہ تمہیں چھوڑ کر وسیع میدانوں کی طرف چلی جائے گی۔

مَتٰى تَبْعَثُوْهَا تَبْعَثُوْهَا ذَمِيْمَةً ... هِيَ الْغُوْلُ لِلْاَقْصَيْنَ اَوْ لِلْاَقَارِبِ

جب بھی تم جنگ لڑو گے اس کے نتائج برے ہی ہوں گے۔ یہ بیگانوں اور عزیز و اقارب کے لئے ہلاکت ہے۔

تُقَطِّعُ اَرْحَامًا وَ تُهْلِكُ اُمَّةً ... وَ تَبْرِي السَّدِيْفَ مِنْ سَنَامٍ وَّ غَارِبِ

جنگ رشتوں کو منقطع اور اقوام کو ہلاک کر دیتی ہے۔ یہ پیٹھ سے اور کوہان سے گوشت کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔

وَ تَسْتَبْدِلُوْا بِالْاَتْحِيَةِ بَعْدَهَا ... شَلِيْلًا وَاَصْدَاءً ثِيَابَ الْمُحَارِبِ

اَلْمُغَلْغَلَةُ۔ کسی چیز کی انتہا تک داخل ہونے کو کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے تَغَلْغَلَ فِي الْبِلَادِ۔ شہروں میں داخل ہونے میں دور تک جانا۔ اس کی اصل تَغَلَّلَ اور مُغَلَّلَة ہے لیکن ایک لام کو غین میں تبدیل کر دیا گیا ہے جس طرح کہ مضاعف میں اکثر کیا جاتا ہے یہ الغَلل اور غِلَالَةٌ سے مشتق ہے غَلَلٌ اس پانی کو کہا جاتا ہے جس کو نباتات اور درخت چھپالیں الغِلَالَة ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے نیچے آنے والی شے کو چھپالے۔ نُبِّهتُكُمْ شَرْ جَيْنِ۔ شَرْ جَيْنِ سے مراد دو مختلف فریق ہیں نُبِّتْتُكُمْ مشکل لفظ ہے شیخ کے حاشیہ میں نُبِّيتُكُمْ ہے۔ معنی میں یہ زیادہ واضح ہے اس میں کچھ زحاف ہیں لیکن اس سے معنی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا جبکہ لفظ "اَلتَّبِيْتُ" کا اس شعر میں استعمال معنی کے اعتبار سے بعید ہے اَلْاَ ذْمَلُ۔ آواز، اَلْمُذْكِيْ آگ جلانے والا۔ اَلْحَاطِب لکڑیاں اکٹھی کرنے والا۔ جنگ کی آگ کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے۔

Marfat.com

جنگ کے بعد تم یمنی چادروں کے بدلے چھوٹی زرہیں اور زنگ آلود زرہوں کے نیچے تمہیں کپڑے پہننے ہوں گے۔

وَ بِالْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ غُبْرًا سَوَابِغًا　كَاَنَّ قَتِيْرَيْهَا عُيُوْنُ الْجَنَادِبِ

مشک اور کافور کے بدلے تمہیں گرد آلود لمبی زرہیں پہننا پڑیں گی۔ ان کے حلقے ٹڈیوں کی آنکھوں کی مانند ہوں گے۔

اِيَّاكُمْ وَالْحَرْبَ لَا تَعْلَقَنَّكُمْ　وَ حَوْضًا وَ خِيْمَ الْمَاءِ مُرَّ الْمَشَارِبِ

جنگ سے بچو کہیں یہ تمہیں چمٹ نہ جائے۔ یہ ایک ایسے حوض کی طرح ہے جس کا پانی نقصان دہ اور تلخ ہے۔

تَزَيَّنُ لِلْاَقْوَامِ ثُمَّ يَرَوْنَهَا　بِعَاقِبَةٍ اِذْ بَيَّنَتْ، اُمَّ صَاحِبِ

جنگ اقوام کے لئے اپنے آپ کو آراستہ کرتی ہے جب بالآخر یہ واضح ہوتی ہے اور لوگ اس کا انجام دیکھتے ہیں تو یہ دوست کی والدہ کی طرح بڑھیا ہوتی ہے۔

تُحَرِّقُ، لَا تُشْوِي ضَعِيْفًا وَ تَنْتَحِي　ذَوِي الْعِزِّ مِنْكُمْ بِالْحُتُوْفِ الصَّوَائِبِ

یہ جلا دیتی ہے، کسی کمزور سے اس کا نشانہ خطا نہیں ہوتا یہ تم میں سے معززین پر سیدھے نیزے لے کر حملہ آور ہوتی ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمُوْا مَا كَانَ فِي حَرْبِ دَاحِسٍ　فَتَعْتَبِرُوْا اَوْ كَانَ فِي حَرْبِ حَاطِبِ

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جنگ داحس میں کیا ہوا تھا یا جنگ حاطب میں کیا ہوتا تھا پس تم اسی سے عبرت پکڑو۔

اَرٰى خَلَلَ الرَّمَادِ وَمِيْضَ جَمْرٍ　وَ يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ لَهَا ضِرَامُ

فَاِنَّ النَّارَ بِالْعُوْدَيْنِ تُذْكٰى　وَ اِنَّ الْحَرْبَ اَوَّلُهَا الْكَلَامُ

میں راکھ کے مابین آگ کی چنگاری کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ یہ بھڑک اٹھے۔ آگ دو لکڑیوں سے جلائی جاتی ہے لیکن جنگ کا آغاز گفتگو سے ہوتا ہے۔

الْغَوْلُ۔ ہلاک، غضب کو غَوْلُ الْحِلْمِ (غضب، حلم کو تباہ کر دیتا ہے) کہا جاتا ہے الغَوْلُ، پیٹ کے درد کو کہتے ہیں۔ لَا فِيْهَا غَوْلٌ کی تفسیر میں امام بخاری نے یہی لکھا ہے۔ اِحْلَالُ اِحْرَامِ الظِّبَاءِ الشَّوَاذِبِ۔ تمہارا شہر حرمت والا ہے جس میں کمزور ہرن پناہ گزین ہوتے ہیں۔ وہ ہرن زیادہ مسافت طے کرنے کی وجہ سے حد درجہ ناتواں ہو چکے ہوتے ہیں۔ جب اس حرم پاک میں ہرن کا خون بہانا

Marfat.com

وَ كَمْ قَدْ اَصَابَتْ مِنْ شَرِيْفٍ مُسَوَّدٍ طَوِيْلِ الْعِمَادِ، ضَيْفُهٗ غَيْرُ خَائِبِ

جنگ نے ان عظیم سرداروں کو کتنی مصیبت میں ڈال دیا جن کی عمارات بلند و بالا تھیں اور جن کے مہمان کبھی بھی خائب و خاسر ہو کر نہ لوٹے تھے۔

عَظِيْمِ رَمَادِ النَّارِ يُحْمَدُ اَمْرُهٗ وَ ذِيْ شِيْمَةٍ مَحْضٍ كَرِيْمِ الْمَضَارِبِ

مہمان نوازی کی وجہ سے اس کی آگ کی راکھ بہت زیادہ ہوتی تھی۔ اس کے کام کی تعریف کی جاتی تھی۔ وہ بڑا با اخلاق، پرخلوص اور شمشیر زن تھا۔

وَمَاءٍ هُرِيْقَ فِي الضَّلَالِ كَاَنَّمَا اَذَاعَتْ بِهٖ رِيْحُ الصَّبَا وَالْجَنَائِبِ

اور اس پانی کی طرح جسے چٹیل میدان میں پھینک دیا گیا ہو اور مشرقی اور جنوبی ہوا نے اسے اردگرد بکھیر دیا ہو۔

وَيُخْبِرُكُمْ عَنْهَا امْرُءٌ حَقُّ عَالِمٍ بِاَيَّامِهَا وَالْعِلْمُ عِلْمُ التَّجَارِبِ

جنگ کی ان کیفیات کے متعلق وہ شخص بتا رہا تھا جو ان سے پوری طرح آشنا ہے اور علم، دراصل تجربات کا علم ہی ہوتا ہے۔

فَبِيْعُوْا الْحِرَابَ مِلْمُحَارِبِ وَاذْكُرُوْا حِسَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَيْرُ مُحَاسِبِ

آلاتِ جنگ کو عبادت گاہوں کے عوض فروخت کر ڈالو۔ اپنا حساب یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ بہترین محاسبہ کرنے والا ہے۔

وَلِيِّ امْرِءٍ، فَاخْتَارَ دِيْنًا فَلَا يَكُنْ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا غَيْرَ رَبِّ الثَّوَاقِبِ

جس نے دین اختیار کیا اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کا خود نگہبان ہوتا ہے۔ ستاروں کے رب کے علاوہ تم پر کوئی اور نگران نہیں ہونا چاہیے۔

جائز نہیں تو پھر تمہاری خونریزی کیسے روا ہو سکتی ہے؟ اِحْرَامُ الظِّبَاءِ سے مراد ہرن کا حرم میں داخل ہونا ہے۔ جو شخص بھی شہر حرام میں داخل ہو اسے محرم کہا جاتا ہے۔ اَلْاَتْحَمِيَّةُ۔ نرم کپڑے جو یمن میں بنائے جاتے ہیں۔ اَلسَّلِيْلُ۔ چھوٹی زرہ۔ اَصْدَاءٌ جمع ہے اور صَدَاءُ الْحَدِيْدِ سے مشتق ہے۔ اَلْقَتِيْرُ۔ زرہ کے سرے۔ ان کو ٹڈی کی آنکھوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تنوخی نے اپنے شعر میں بھی یہ معنی استعمال کیا ہے۔

كَاَثْوَابِ الْاَرَاقِمِ مَزَّقَتْهَا فَخَاطَتْهَا بِاَعْيُنِهَا الْجَرَادُ

سانپوں کے کپڑوں کی مانند۔ جن کو پہلے ٹڈی نے پھاڑا پھر انہیں اپنی آنکھوں سے سی دیا۔

Marfat.com

اَقِيْمُوْا لَنَا دِيْنًا حَنِيْفًا فَاَنْتُمْ لَنَا غَايَةٌ قَدْ يُهْتَدٰى بِالذَّوَائِبِ

ہمارے لئے دین حنیف قائم کرو تم ہی ہماری انتہا ہو۔ کبھی کبھی بلندیوں سے بھی راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔

وَ اَنْتُمْ لِهٰذَا النَّاسِ نُوْرٌ وَ عِصْمَةٌ تُؤَمُّوْنَ، وَالْاَحْلَامُ غَيْرُ عَوَازِبِ

تم ان لوگوں کے لئے نور اور عصمت ہو۔ تمہاری پیروی کی جاتی ہے۔ دانا کم عمر لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔

وَاَنْتُمْ اِذَا مَاحُصِّلَ النَّاسُ جَوْهَرٌ لَكُمْ سُرَّةُ الْبَطْحَاءِ شُمُّ الْاَرَانِبِ

جب لوگوں کا خلاصہ نکالا جائے تو تم ہی ان کے جوہر ہو تم بطحا کے سردار اور اونچی ناک والے ہو۔

تَصُوْنُوْنَ اَجْسَادًا كِرَامًا عَتِيْقَةً مُهَذَّبَةَ الْاَنْسَابِ غَيْرَ اَشَائِبِ

تم کریم اور آزاد اجسام کی حفاظت کرتے ہو ان کے نسب اتنے پاکیزہ ہیں کہ ان میں مخلوط ہونے کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

يَرٰى طَالِبُ الْحَاجَاتِ نَحْوَ بُيُوْتِكُمْ عَصَائِبَ هَلْكٰى تَهْتَدِىْ بِعَصَائِبِ

محتاج شخص تمہارے گھروں کی طرف دیکھتا ہے۔ تباہ شدہ لوگوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کی راہ نمائی کرتا ہے۔

لَقَدْ عَلِمَ الْاَقْوَامُ اَنَّ سَرَاتَكُمْ عَلٰى كُلِّ حَالٍ خَيْرُ اَهْلِ الْحَبَاجِبِ

تزئین۔ یہ شعر عمرو بن معدی کرب کے ان اشعار کی مانند ہے۔

اَلْحَرْبُ اَوَّلُ مَا تَكُوْنُ فَتِيَّةٌ تَسْعٰى بِبِزَّتِهَا لِكُلِّ جَهُوْلِ

ابتداء میں جنگ ایک دوشیزہ کی طرح نظر آتی ہے جو ہر جاہل کے لئے کپڑے پہن کر مچلتی ہے۔

حَتّٰى اِذَا اشْتَعَلَتْ وَ شَبَّ ضِرَامُهَا وَلَّتْ عَجُوْزًا غَيْرَ ذَاتِ خَلِيْلِ

حتیٰ کہ جب وہ شعلہ بار ہو جاتی ہے اور اس کا انگارہ جوان ہو جاتا ہے تو وہ اس بڑھیا کی مانند پیٹھ پھیر جاتی ہے جو کسی کی دوست نہیں بنتی۔

شَمْطَاءَ جَزَّتْ رَاْسَهَا فَتَنَكَّرَتْ مَكْرُوْهَةً لِلشَّمِّ وَالتَّقْبِيْلِ

وہ سفید و سیاہ بالوں والی بڑھیا کی مانند ہوتی ہے جس نے اپنے بال کتروا دیئے ہوں۔ وہ اتنی بد صورت ہو جاتی ہے کہ اسے سونگھنے یا چومنے سے کراہت آتی ہے۔

Marfat.com

اقوام جانتی ہیں کہ تمہارا خاندان ہر حال میں منیٰ کے مکینوں میں سے بہترین ہے۔

وَاَفْضَلُهُ رَاْيًا وَ اَعْلَاهُ سُنَّةً وَ اَقْوَلُهُ لِلْحَقِّ وَسْطَ الْمَوَاكِبِ

رائے کے اعتبار سے سب سے افضل، طریقہ کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اور قبائل میں سے سب سے زیادہ سچی بات کرنے والے تم ہی ہو۔

فَقُوْمُوْا، فَصَلُّوْا رَبَّكُمْ وَ تَمَسَّحُوْا بِاَرْكَانِ هٰذَا الْبَيْتِ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

اٹھو، اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور اس کے مقدس گھر کے ارکان کو چومو جو پہاڑوں کے درمیان ہے۔

فَعِنْدَكُمْ مِنْهُ بَلَاءٌ وَ مَصْدَقٌ غَدَاةَ اَبِي يَكْسُوْمَ هَادِي الْكَتَائِبِ

اس مقدس گھر کے متعلق آزمائش اور سچے واقعات تمہارے ذہن میں محفوظ ہیں کل جب ابو یکسوم (ابرہہ) لشکروں کی راہ نمائی کر رہا تھا۔

كَتِيْبَتُهُ بِالسَّهْلِ تُمْسِي وَرِجْلُهُ عَلَى الْقَاذِفَاتِ فِي رُؤُوْسِ الْمَنَاقِبِ

جس کے سواروں کا دستہ میدان میں چل رہا تھا اور اس کی پیادہ فوج پہاڑوں کے دروں پر تھی۔

اُمُّ صَاحِبٍ۔ وہ تیرے دوست کی ماں کی مانند بڑھیا نظر آتی ہے کیونکہ انسان صرف اپنے ہم عمر کو ہی دوست بناتا ہے۔ جامع البخاری میں ہے کہ جب اہل عرب میں جنگ ہونے لگتی ہے تو وہ عمرو کے ان اشعار کو یاد کرنے کے لئے کہتے تھے۔ دَاحِسٍ کا معنی عنقریب بیان ہوگا۔

كَرِيْمِ الْمَضَارِبِ۔ کتاب الشیخ کے حاشیہ میں ہے۔ "شاید یہ لفظ ضرائب ہو اور مراد ضریبہ کی جمع ہو۔ مضارب سے بھی یہ معنی لیا جا سکتا ہے۔ یعنی اس کی شمشیر زنی ہر عیب سے پاک اور قابل ستائش اور تعریف کی مستحق ہو۔ مَاءٌ هُرِيْقَ فِي الضَّلَالِ۔ الضِّلَالِ۔ ضَلَّةٌ کی جمع ہے اس سے مراد وہ زمین ہے جو پانی کو نہیں روکتی۔ یعنی بہت سا پانی سراب کی وجہ سے چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا ہے۔ سراب میں وہی شخص پانی پھینکتا ہے جو بے وقوف ہو اور جسے پانی کی جگہوں کی تمیز نہ ہو۔ اَذَاعَتْ بِهٖ۔ پانی کو بکھیر دینا اور اس سے نفع حاصل نہ کرنا۔ یہ ضرب المثل کام کے انجام میں غور کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ وَ مَا هُرِيْقَ فِي اَمْرٍ بھی روایت کیا گیا ہے اس کا معنی ہے وہ پانی جو گمراہی کے معاملہ میں انڈیلا گیا ہو۔ ہمزہ قطعی تھا ضرورت کے لئے اسے وصلی بنایا گیا ہے اسے ارہق الماء بھی کہا گیا ہے۔ اس کی تفصیل کسی اور جگہ بیان کی جائے گی۔

Marfat.com

فَلَمْ اَتَاكُمْ نَصْرُ ذِی الْعَرْشِ رَدَّهُمْ جُنُوْدُ الْمَلِيْكِ بَيْنَ سَافٍ وَّ حَاصِبٍ

جب عرش کریم کے مالک کی مدد تمہارے پاس آ پہنچی اور سلطانِ اعظم کے لشکر نے انہیں لوٹا دیا وہ لشکر جو مٹی برسانے اور سنگریزے برسانے والوں کے مابین تھا۔

فَوَلَّوْا سِرَاعًا هَارِبِيْنَ، وَلَمْ يَؤُبْ اِلٰى اَهْلِهٖ الْمِلْحِبْشِ غَيْرُ عَصَائِبٍ

وہ جلدی جلدی بھاگتے ہوئے ڈور گئے اور اہل حبشہ کا ہر گروہ اپنے گھر پہنچنے سے پہلے منتشر ہو چکا تھا۔

فَاِنْ تَهْلِكُوْا، نَهْلِكْ وَ تَهْلِكْ مَوَاسِمَ يُعَاشُ بِهَا، قَوْلُ امْرِئٍ غَيْرِ كَاذِبٍ

اگر تم برباد ہو گئے تو ہم بھی ہلاک ہو جائیں گے اور حج کے وہ ایام جن پر معیشت کا دار و مدار ہے وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔ یہ اس شخص کا قول ہے جو جھوٹا نہیں ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔ وَمَاءِ هَرِيْقَ، فَبِيْعُوْ الْحُرَابِ، وَلِیٌّ امْرِيْ اور عَلَى الْقَاذِفَاتِ والے اشعار مجھے ابو زید انصاری وغیرہ نے سنائے ہیں۔

جنگ داحس

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابن الاسلت نے اپنے قصیدہ میں جنگ داحس کا ذکر کیا ہے۔ ابو عبیدہ النحوی نے مجھے بتایا ہے کہ داحس قیس بن زہیر بن جدیمہ بن رواحہ بن ربیعہ بن حارث بن

وَلِيِّ امْرِئٍ فَاخْتَارَ دِيْنًا فَاِنَّمَا۔ یہ عبارت دراصل هُوَ وَلِیُّ امْرِئٍ اخْتَارَ دِيْنًا تھی ابوالحسن کے نزدیک فاء زائدہ ہے وہ زیدًا فَاضْرِبْ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں بھی فاء معلقہ (زائدہ) ہے دیگر علمائے نحو اس فاء کو عاطفہ بناتے ہیں۔ وہ اس سے قبل فعل مضمر مانتے ہیں گویا کہ اصل عبارت یوں تھی وَلِیِّ اِمْرِئٍ تَدَيَّنَ فَاخْتَارَ دِيْنًا تھا۔ بَيْنَ سَافٍ وَ حَاصِبٍ۔ السافی اس شخص کو کہتے ہیں جو مٹی پھینک رہا ہو۔ کنکریاں مارنے والے کو حاصب کہتے ہیں۔ الجباجب۔ منیٰ کے گھر۔ (ابن اسحاق) علامہ برقی کہتے ہیں منی کے ایک گڑھے کا نام جباجب تھا جس میں قربانیوں کا خون جمع ہوتا تھا۔ اہل عرب اس پر فخر کرتے تھے اور اس کی تعظیم بجالاتے تھے۔ ایک قول کے مطابق اوجھ کو بھی جباجب کہتے ہیں۔

جنگ داحس

ابن ہشام نے جنگ داحس کے متعلق انتہائی مختصر لکھا ہے۔ داحس قیس بن ابی زہیر کے گھوڑے کا نام تھا۔ داحس کا معنی مدحوس (سوجھا ہوا) ہے جس طرح دافق کا معنی مدفوق ہے۔ دحس کا معنی کسی تنگ

Marfat.com

مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان کے گھوڑے کا نام تھا۔ اس نے اسے حذیفہ بن بدر بن عمرو بن زید بن جویہ بن لوذان بن ثعلبہ بن عدی بن فزارۃ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان کی گھوڑی کے ساتھ دوڑایا اس کا نام ''غبراء'' تھا۔ حذیفہ نے اپنی قوم کے چند افراد کو چھپا دیا اور انہیں کہا کہ اگر وہ دیکھیں داحس دوڑ جیت رہا ہے تو وہ اس کے چہرے پر کوئی چیز مار دیں۔ داحس دوڑ میں غبراء سے آگے نکل گیا۔ ان پوشیدہ افراد نے داحس کے منہ پر ضرب لگائی جس سے وہ وہیں رک گیا اور غبراء جیت گئی۔ داحس کے سوار نے قیس کو حقیقت حال بتائی۔ قیس کے بھائی مالک بن زہیر نے غبراء کے چہرے پر طمانچہ مارا حمل بن بدر نے مالک کو مارا پھر ابو جنیدب العبسی نے عوف بن حذیفہ کو قتل کر دیا پھر بنو فزارہ کے ایک شخص نے مالک کو قتل کر دیا حمل بن بدر، حذیفہ بن بدر کا بھائی کہتا ہے۔

جگہ زور سے ہاتھ ڈالنا ہے۔ روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک لڑکے کے پاس سے گذرے۔ وہ بکری کی کھال اتار رہا تھا آپ ﷺ نے اسے ایک طرف ہونے کے لئے کہا تا کہ آپ ﷺ اسے دیکھ سکیں۔ ثُمَّ دَحَسَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِيَدِهٖ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی کھال اور جلد کے درمیان اپنا ہاتھ ڈالا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا دستِ اقدس اس کی بغل تک پہنچ گیا۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی اور وضوء نہ کیا۔

داحس بھی اسی نام سے مشہور تھا کیونکہ اس کی ماں بنو تمیم کے ایک شخص کی بیوی تھی۔ پھر وہ بنو یربوع کے ایک شخص کی زوجیت میں چلی گئی اس کا نام قرواش بن عوف تھا، اس کی گھوڑی کا نام ''جلوی'' تھا، ذوالعقال، حوط بن جابر کا خوبصورت گھوڑا تھا، دو لڑکیاں اسے پانی پلانے کے لئے لے گئیں، اس گھوڑے نے جلوی کو دیکھ لیا۔ وہ اس کے قریب ہوا وہاں موجود بچے یہ منظر دیکھ کر ہنسنے لگے۔ دونوں لڑکیوں کو حیاء آئی انہوں نے اپنے سر جھکا لئے ذوالعقال نے جلوی سے جفتی کر لی جب حوط کو یہ خبر ملی تو وہ غصے کی حالت میں آیا اس نے اپنا ہاتھ مٹی پر مارا پھر وہ ہاتھ جلوی کی رحم میں داخل کر دیا اور نر کے پانی کو رحم سے نکال دیا لیکن رحم میں کچھ پانی موجود رہا جس سے ایک بچھیرا پیدا ہوا اس کا نام داحس رکھا گیا۔ اس میں ظاہر روایت یہ ہے کہ یہ لابن اور تامر کی طرح ہے یہ فاعل بمعنی مفعول نہیں ہے۔ یہ داحس بن ذی العقال بن اعوج ہے بعض علماء کی روایت کے مطابق ''اعوجیہ'' گھوڑے اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ابن سبل کے متعلق گذر چکا ہے۔ یہ غنی بن یعصر کے پاس تھا۔ یہ شعر اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔

Marfat.com

قَتَلْنَا بِعَوفٍ مَالِکًا وَ هُوَ ثَارُنَا فَاِنْ تَطْلُبُوْا مِنَّا سِوَی الْحَقِّ تَنْدَمُوْا

ہم نے عوف کے بدلے مالک کو قتل کر دیا اور وہ ہمارا بدلہ تھا اگر تم نے حق کے علاوہ ہم سے کسی اور چیز کا مطالبہ کیا تو تمہیں نادم ہونا پڑے گا۔

ربیع بن زیاد العبسی کا شعر ہے۔

اَفَبَعْدَ مَقْتَلِ مَالِكِ بْنِ زُهَيْرٍ تَرْجُو النِّسَاءُ عَوَاقِبَ الْاَطْهَارِ

کیا مالک بن زہیر کے قتل کے بعد عورتیں طہروں کے نتائج (اولاد) کی امید کرتی ہیں۔

اس طرح بنو عبس اور فزارہ کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ حذیفہ بن بدر اور حمل بن بدر قتل ہو گئے۔ قیس بن زہیر بن جذیمہ حذیفہ کا مرثیہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہے۔

كَمْ فَارِسٍ يُدْعٰى وَ لَيْسَ بِفَارِسٍ وَ عَلَى الْهَبَاءَةِ فَارِسٌ ذُوْ مَصْدَقِ

فَابْكُوْا حُذَيْفَةَ لَنْ تُرِثُوْا مِثْلَهٗ حَتّٰى تَبِيْدَ قَبَائِلٌ لَمْ تُخْلَقِ

کتنے سواروں کو شہسوار کہا جاتا ہے حالانکہ وہ شہسوار نہیں ہوتے مقام ہباءۃ پر ایک شاہ سوار

اِنَّ الْجَوَادَ ابْنَ الْجَوَادِ بْنِ سَبَلٍ اِنْ دَايَمُوْا جَادَ وَاِنْ جَادَ وَبَلْ

بلاشبہ جواد بن جواد بن سبل کی کیفیت یہ ہے کہ جب دوسروں کا سر چکرانے لگتا ہے تو وہ تیز رفتار ہو جاتا ہے اور جب وہ تیز ہوتا ہے تو اور مضبوط ہوتا ہے۔

ذوالعقال کی تعریف میں جریر کہتا ہے۔

تُنْسِي جِيَادُ الْخَيْلِ حَوْلَ بُيُوْتِنَا مِنْ آلِ اَعْوَجَ اَوْلِذِي الْعُقَّالِ

آل اعوج یا ذوالعقال کے عمدہ گھوڑوں نے ہمارے گھروں کے اردگرد رات بسر کی۔

ربیع بن زیاد کے شعر اَفَبَعْدَ مَقْتَلِ.......... میں اقواء ہے اقواء سے مراد قسم اول میں سے نصف سبب کا حذف ہے اقوا پر تفصیلاً بحث پہلے گذر چکی ہے قوافی کے اختلاف کو اکتفاء کہتے ہیں۔ یہ اَلْکُف سے مشتق ہے۔ اسے اقواء بھی کہتے ہیں گویا کہ یہاں رفع کو کسرہ کے برابر تسلیم کیا گیا ہے۔ تَرْجُوْ النِّسَاءُ...... اخطل نے بھی اسی مفہوم کا ایک شعر کہا ہے۔

قَوْمٌ اِذَا حَارَبُوْا شَدُّوْا مَآزِرَهُمْ دُوْنَ النِّسَاءِ وَ لَوْ بَاتَتْ بِاَطْهَارِ

وہ عظیم قوم وقت جنگ اپنے تہہ بندوں کو شدت سے باندھ لیتی ہے اور ان کی عورتیں اگرچہ طہر کا وقت بھی گزار رہی ہوں وہ پھر بھی ان کے قریب نہیں جاتے۔

Marfat.com

تھا جو اس نام کا صحیح مصداق تھا تا ہم سب حذیفہ پر رو لو مرثیہ خوانی کے لئے تمہیں اس جیسا شخص نہ مل سکے گا اگر چہ وہ قبائل بھی ہلاک ہو جائیں جو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے۔

قیس بن زہیر کہتا ہے۔

عَلَى اَنَّ الْفَتَى حَمَلَ بْنَ بَدْرٍ بَغَى وَالظُّلْمُ مَرْتَعُهٗ وَخِيْمُ

اس کے باوجود کے حمل بن بدر نے زیادتی کی اور ظلم کی چراگاہ تو ناموافق آب و ہوا والی ہے۔

قیس کا بھائی حارث بن زہیر کہتا ہے۔

تَرَكْتُ عَلَى الْهَبَاءَةِ غَيْرَ فَخْرٍ حُذَيْفَةَ عِنْدَهٗ قِصَدُ الْعَوَالِي

مجھے کوئی فخر نہیں کہ میں نے حذیفہ کو "ھباءۃ" پر چھوڑ دیا ہے جبکہ اس کے اردگرد نیزوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ بعض مورخین کہتے ہیں کہ قیس نے داحس اور الغبراء نامی گھوڑے اور حذیفہ نے الخطار اور الحنفاء نامی گھوڑے بھیجے تھے لیکن پہلا قصہ درست ہے۔ یہ ایک طویل داستان ہے اگر مجھے سیرتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے تسلسل کے انقطاع کا خدشہ نہ ہوتا تو میں اسے تفصیل سے لکھتا۔

جنگ حاطب

ابن ہشام کہتے ہیں۔ حاطب سے مراد حاطب بن حارث بن قیس بن ھیشہ بن حارث بن امیہ بن معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس ہے۔ اس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ وہ یہودی خزرج کا پڑوسی تھا۔ یزید بن حارث بن قیس بن مالک بن احمر بن حارثہ بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج نے رات کی سیاہی میں بنو حارث بن

کہا جاتا ہے کہ داحس کی خونریز جنگ چالیس سال تک لڑی گئی۔ اس کے دوران کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی کیونکہ وہ حالت جنگ میں اپنی بیویوں کے قریب نہیں جاتے تھے۔ علامہ الاصبہانی نے ذکر کیا ہے کہ داحس کی جنگ جبلہ کے دن کے بعد چالیس سال ہوتی رہی یوم جبلہ کے متعلق گذر چکا ہے۔ انہی ایام میں حضور ﷺ جہانِ رنگ و بو میں تشریف لائے۔ لبید کہتا ہے۔

Marfat.com

حزرج کے ساتھ اس پر شبخون مارا۔ اس یزید کو ابن فشہم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی ماں کا نام فشہم تھا۔ اس کا تعلق قین بن جسر سے تھا۔ اس طرح اوس اور خزرج کے مابین جنگ چھڑ گئی بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ حزرج کو اوس پر فتح ہوئی۔ اسی دن سوید بن صامت بن خالد بن عطیہ بن حوط بن حبیب بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس قتل ہوا۔ اسے مجذر بن زیاد نے قتل کیا۔ اس کا نام عبداللہ تھا۔ یہ بنوعوف بن حزرج کا حلیف تھا۔ غزوۂ احد کے دن مجذر حضور ﷺ کی معیت میں جہاد کے لئے نکلا۔ حارث بن سوید بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ حارث بن سوید نے مجذر کو دھوکے سے قتل کر کے اپنے باپ کا بدلا لے لیا۔ یہ واقعہ اپنے مقام پر آئے گا (ان شاء اللہ) اس جنگ کی تفصیلات کے تذکرے سے مجھے وہی چیز مانع ہے جس کی وجہ سے میں جنگ داحس کو تفصیل سے نہ لکھ سکا۔

حضرت حکیم بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اپنی قوم کو نصیحت

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص السلمی بنو امیہ کے حلیف تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے ان کی بات کو تسلیم کیا جاتا تھا یہ اپنی قوم کو حضور ﷺ کی عداوت سے منع کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

هَلْ قَائِلٌ قَوْلاً مِنَ الْحَقِّ قَاعِدٌ عَلَيْهِ وَ هَلْ غَضْبَانُ لِلرُّشْدِ سَامِعٌ

کیا حق بات میں سے کچھ کہنے والا بیٹھ سکتا ہے اور کیا غضب ناک شخص بھلائی کی کوئی بات

وَ غَنِيتُ حَرْسًا قَبْلَ مَجْرَى دَاحِسٍ لَوْ كَانَ لِلنَّفْسِ اللَّجُوجِ خُلُودُ

داحس کی دوڑ سے کچھ عرصہ قبل میں غنی ہو گیا تھا۔ کاش جھگڑالو نفس کو مداومت نصیب ہوتی۔ جنگ جبلہ کے وقت لبید کی عمر دس سال تھی۔ حرسا کا معنی زمانے کا کچھ حصہ ہے اس کی جگہ سَبْتًا بھی منقول ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہے داحس اور الغبراء کی یہ دوڑ فزارہ کے علاقہ میں ہوئی تھی۔ جنگ داحس آخری ایام میں زمین قیس میں "قلهی" کے مقام پر لڑی گئی۔ وہیں عبس اور منولہ کے مابین صلح ہوئی، منولہ بنوفزارہ: شمخ، عدی اور مازن کی والدہ تھی۔ سرزمین حجاز میں بھی ایک قلهی نامی مقام ہے اسی مقام پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس وقت خلوت نشینی اختیار کی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اسی مقام پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نہ تو کسی سے گفتگو کریں گے اور

Marfat.com

سن سکتا ہے۔

وَ هَلْ سَيِّدٌ تَرْجُوْ الْعَشِيْرَةُ نَفْعَهٗ لِاَقْصَى الْمَوَالِيْ وَالْاَقَارِبُ جَامِعٗ

کیا ایسا کوئی سردار ہے جس سے قبیلہ فائدہ رساں ہونے کی امید کر سکے جو دور کے رشتہ داروں اور قریبی عزیزوں کو جمع کرنے والا ہو۔

تَبَرَّأْتُ اِلَّا وَجْهَ مَنْ يَمْلِكُ الصِّبَا وَاَهْجُرُكُمْ مَادَامَ مُدْلٍ وَ نَازِعٗ

میں تمام سے برأت کا اظہار کرتا ہوں مگر اس شخص سے نہیں جسے جذبات پر قابو ہے۔ جب تک تم باہمی عداوت اور جھگڑے میں رہو گے میں تم سے قطع تعلق رہوں گا۔

وَاُسْلِمُ وَجْهِيْ لِلْاِلٰهِ وَ مَنْطِقِيْ وَ لَوْ رَاعَنِيْ مِنَ الصَّدِيْقِ رَوَائِعٗ

میں اپنے چہرے کو معبودِ برحق کے لئے جھکاتا ہوں اور اپنی گفتگو کو بھی اسی کے سپرد کرتا ہوں اگرچہ مجھے دوست کی طرف سے دھمکیاں دی جاتی رہیں۔

کفار مکہ کا ہولناک ظلم وتشدد

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ پھر قریش مکہ کی حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے

نہ ہی کسی سے کچھ سنیں گے حتیٰ کہ صلح ہو جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حذیفہ کی گھوڑی کا نام حنفاء تھا یہی گھوڑی غبراء کے ساتھ دوڑائی گئی تھی۔ شاعر کہتا ہے۔

اِذَا كَانَ غَيْرُ اللّٰهِ لِلْمَرْءِ عُدَّةً اَتَتْهُ الرَّزَايَا مِنْ وُجُوْهِ الْفَوَائِدِ

فَقَدْ جَرَتْ الْحَنْفَاءُ حَتْفَ حُذَيْفَةٍ وَ كَانَ يَرَاهَا عُدَّةً لِلشَّدَائِدِ

جب انسان اللہ سے تعلق توڑ کر اپنا ساز و سامان تیار کرے تو اسے وہاں سے تکالیف پہنچتی ہیں جہاں سے اسے فوائد ملنے کی توقع ہوتی ہے۔ حنفاء نے حذیفہ کو ذلیل و رسواء کر دیا۔ حالانکہ وہ اسے مصائب کا سامان سمجھتا تھا۔

حربِ حاطب سے مراد وہ جنگ ہے جس کا آغاز حاطب بن حارث بن قیس بن ہیشہ سے ہوا۔ اسے اسی کی طرف منسوب کیا گیا۔ یہ جنگ اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی۔

قریش مکہ کا نبی رحمت پر ستم

ابن اسحاق، واقدی، التیمی اور ابن عقبہ وغیرہ نے اس ضمن میں کئی واقعات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ اور معانی ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور بعض نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ ان روح فرسا

Marfat.com

عداوت شدت اختیار کر گئی۔ انہوں نے اپنے احمقوں کو نبیٔ رحمت ﷺ کے خلاف اکسایا، انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا، اذیت دی اور آپ ﷺ پر شاعر، جادوگر، کاہن اور مجنوں ہونے کے الزامات لگائے گئے۔ لیکن نبیٔ دو جہاں ﷺ دین متین کی تبلیغ فرماتے رہے۔ آپ ﷺ کفار کی ناپسندیدگی کے باوجود ان کے دین کے عیب نکالتے رہے۔ انہیں بتوں کی پوجا سے منع فرماتے رہے اور ان کے اس کفر پر اپنی نفرت کا اظہار کرتے رہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے یحییٰ بن عروہ بن زبیر نے اپنے والد محترم اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے دیکھا ہے کہ قریش مکہ نبی محترم ﷺ سے دشمنی کا اظہار کرنے کے لئے آپ ﷺ کو کیسے ستاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا'' ایک دفعہ میں وہاں موجود تھا۔ قریش کے سردار حجر میں جمع تھے۔ انہوں نے رسول مکرم ﷺ کا تذکرہ کیا، انہوں نے کہا۔'' ہم نے جتنے صبر کا مظاہرہ اس شخص پر کیا ہے اتنا کسی اور شخص پر نہیں کیا اس نے ہماری عقلوں کو احمق کہا، ہمارے آباء کو گالیاں دیں، ہمارے دین کے عیب نکالے، ہماری جمعیت کو منتشر کیا، ہمارے معبدوں کو برا بھلا کہا۔ ہم

تکالیف میں سے قریش کے بے وقوفوں کا آپ ﷺ کے سر اقدس میں مٹی ڈالنا، آپ ﷺ کے در اقدس کے دروازے پر گوبر، لید اور خون پھینکنا، آپ ﷺ کی ہنڈیاں میں بکری کی رحم پھینکنا، امیہ بن خلف کا آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف تھوکنا، عقبہ بن ابی معیط کا آپ ﷺ کی مبارک گردن کو روندھنا، اس وقت آپ ﷺ کعبہ معظمہ کے پاس سجدہ کناں تھے، آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں شدت تکلیف سے باہر آنے لگیں، حجر کے پاس بھی قریش نے آپ ﷺ کا گلا گھونٹا۔ قریش وہاں اسی مقصد کے لئے جمع ہوئے تھے۔ ابن اسحاق نے ان تکالیف کا ذکر کیا ہے۔ دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کا گلا سختی سے دبوچ لیا۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو چھڑانے کے لئے اٹھے۔ کفارِ مکہ نے ان کو داڑھی مبارک اور سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ ان کے سر مبارک اور داڑھی کے اکثر بال گر گئے۔ جہاں تک آپ ﷺ کو دشنام طرازی، ہجو، برے القاب سے پکارنا اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام اور احباء کو تکلیف دینے کا تعلق ہے، ابن اسحاق نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔ ابو جہل نے حضرت عمار بن یاسر کی والدہ محترمہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سے کہا،'' تو محمد ﷺ پر اس لئے ایمان لائی ہے کہ تو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان سے عشق کرتی ہے''، پھر اس نے آپ کی شرمگاہ پر نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔

Marfat.com

نے اس شخص کے ایک عظیم معاملہ پر صبر کیا۔" اسی اثناء میں حضور ﷺ بھی وہیں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے۔ اسے بوسہ دیا پھر بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے سرداروں کے پاس سے گذر گئے۔ جب آپ ﷺ ان کے پاس سے گذرے تو انہوں نے آپ ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہے۔ اس کے اثرات میں نے چہرۂ مصطفیٰ ﷺ پر محسوس کئے جب آپ ﷺ دوسری مرتبہ ان کے پاس سے گذرے تو انہوں نے پھر گستاخانہ جملے بولے۔ اب آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا "اے قریش مکہ! سنو، اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تمہارے لیے موت بن کر آیا ہوں"۔ آپ ﷺ کے ایک کلمہ سے کفار مکہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں سے تیز اور چست بھی نرم لہجے میں گفتگو کرنے لگے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا۔ اے ابو القاسم! ﷺ آپ تشریف لے جائیں۔ قسم بخدا! آپ ﷺ جاہل نہیں ہیں"۔

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں۔" رسول اللہ ﷺ کا شانۂ اقدس میں تشریف لے آئے۔

آپ ﷺ کو مدثر اور نذیر جیسے دلنواز القاب سے پکارنے کا سبب

ابن اسحاق نے حضور ﷺ کا یہ فرمان دَثِّرُوْنِیْ، دَثِّرُوْنِیْ (مجھ پر چادر ڈال دو) ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ نبی محترم ﷺ سے لطف و رحمت کا اظہار کرنے کے لئے یہاں آپ کو ایسے دلنشیں لقب سے پکارا گیا ہے۔ اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ وہ جب کسی سے محبت و الفت کا اظہار کرتے تو اسے اس لقب سے بلاتے جو اس حالت سے مشتق ہوتا جس میں مخاطب ہوتا تھا۔ مثلاً آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا قُمْ یَا نُوْمَانُ۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ فرمایا۔ ان کے پہلو پر مٹی لگی تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں یوں پکارا۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس کرب و اذیت کی کیفیت میں آپ ﷺ کے اسم مبارک سے پکارتا یا ایسے حکم سے یاد فرماتا ہے جس میں یہ محبت و الفت کی کیفیات نہ ہوتیں تو یقیناً آپ ﷺ خوف زدہ ہو جاتے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یوں پکارا۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ تو آپ ﷺ مانوس ہوئے۔ آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ کا پروردگار آپ ﷺ سے راضی ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب

Marfat.com

دوسرے روز پھر قریش کے سردار حجر میں جمع ہوئے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔" کیا تمہیں کچھ علم ہے تمہاری طرف سے انہیں کیا پیام ملا اور ان کی جانب سے تمہیں کیا ملا۔ انہوں نے وہ باتیں بھی کیں جو تم ناپسند کرتے تھے لیکن پھر بھی تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ اسی قسم کی گفتگو کر رہے تھے کہ نبی محترم ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ تمام قریش یکبار آپ ﷺ پر جھپٹ پڑے۔ آپ ﷺ کو گھیر لیا اور کہنے لگے۔ کیا آپ ﷺ ہی وہ ہیں جو اس طرح کہتے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے دین اور معبودانِ باطلہ کے جو عیوب نکالتے تھے انہوں نے وہ بیان کئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! میں ہی وہ شخص ہوں جو یہ کہتا ہے"۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے قریش کے ایک شخص کو دیکھا اس نے آپ ﷺ کی چادر مبارک کے دامن کو پکڑ لیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اشکبار ہو کر آپ ﷺ کی مدد کے لئے اٹھے۔ انہوں نے فرمایا۔

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ قریش آپ ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ وہ شدید ترین اور سب سے سنگدل اذیت تھی جو میں نے قریش مکہ کو آپ ﷺ کو دیتے ہوئے دیکھا"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر حضرت ام کلثوم رضی

تاجدارِ عرب و عجم ﷺ کو اہل طائف کی جانب سے شدید اذیت کا سامنا کرنا پڑا اس وقت آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ آپ ﷺ نے بارگاہِ ربوبیت میں عرض کی مولا! اگر تو مجھ پہ ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کسی تکلیف کی کوئی پرواہ نہیں"۔ آپ ﷺ کا مطلوب رب تعالیٰ کی رضا کا حصول تھا اسی لئے آپ ﷺ کو مصائب و مشکلات کے یہ کوہِ گراں آسان لگتے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان يَآاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اور قُمْ فَاَنْذِرْ کے درمیان کیا تعلق ہے اور ان کے معانی کے مابین کیا رابطہ ہے حتی کہ یہ بلاغت کے قانون اور فصاحت کے حکم میں متشابہت ہو جائیں۔

ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔ نذیر آپ ﷺ کا وصف ہے آپ ﷺ نے اس وصف کا اظہار یوں فرمایا۔ اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ۔ میں واضح ڈرانے والا ہوں۔ یہ مثال اہل عرب کے ہاں مشہور تھی۔ نذیر عریان اسے کہا جاتا تھا جو دشمن کے قریب ہونے سے ڈرائے اور اپنے اس ڈرانے میں مبالغہ کرے۔ وہ نذیر جاد اس شخص کو کہتے تھے جو اپنے کپڑے اتار دیتا تھا اور اسی سے اپنے دشمن کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

Marfat.com

اللہ عنہا کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ''اس روز میرے والد محترم کے سر مبارک میں شدید درد تھا کیونکہ قریش مکہ نے ان کے سر اور داڑھی کے بال کھینچے تھے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بال بہت زیادہ تھے۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں۔ مجھے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ وہ اذیتیں جو حضور اکرم ﷺ کو قریش مکہ نے دیں ان میں سے ایک شدید ترین اذیت یہ بھی تھی کہ ایک روز آپ ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے آپ ﷺ کو رستہ میں جو شخص بھی ملتا خواہ وہ غلام ہوتا یا آزاد وہ آپ ﷺ کو تکلیف دیتا۔ آپ ﷺ اپنے گھر کو لوٹ آئے اور تکلیف کی وجہ سے اردگرد چادر لپیٹ لی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ (مدثر) اے چادر لپیٹنے والے اٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے۔

تاکہ دشمن اس کی آواز سن کر اس پر حملہ نہ کر دے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ضرب المثل کی اصل یہ ہے کہ بنو خثعم کے ایک شخص سے اس کے دشمن نے کپڑے چھین لئے۔ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے، پھر وہ اپنی قوم کے پاس اس حالت میں ڈرانے کے لئے گیا۔ آپ ﷺ کے اس فرمان سے یہی مقصود ہے کہ میری مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کو بروقت دشمن سے آگاہ کرے۔ التدثر، عریان کا متضاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ اور نذیر جاد جسے نذیر عریان کہا جاتا ہے میں معنی کے اعتبار سے بھی اتفاق اور مشابہت ہے۔ معنی میں محبت وخلوص کا بھی اظہار ہے اور لفظ میں بھی جزالت و عظمت ہے۔

مفعول کا فعل سے مقدم ہونا

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد ہے وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ اپنے رب کی تکبیر بیان کرو کسی اور کی عظمت و بڑائی بیان نہ کرو اور مخلوق کا کوئی معاملہ آپ ﷺ کو بھاری نہ لگے۔ فعل امر پر مفعول کی تقدیم میں اخلاص ہے مثلاً إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں، اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ یعنی ہم تیرے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تیرے بغیر کسی سے مدد نہیں چاہتے یہ نہیں فرمایا ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں حدیث شریف میں ہے جب بندہ کہتا ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرے لئے عبادت کو خالص کیا اور اس پر مجھ سے مدد چاہی پس یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ بنو اسلم کے ایک شخص نے مجھے بیان کیا ہے (وہ شخص انتہائی ذہین تھا) کہ ایک دفعہ ابوجہل حضور ﷺ کے پاس سے گذرا۔ اس وقت آپ ﷺ کوہِ صفا کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ ﷺ سے دشنام طرازی کی، آپ ﷺ کو اذیت دی، دین اسلام پر عیب جوئی کی آپ ﷺ کے معاملہ کو سست کہا، لیکن نبی محترم ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پہاڑ کے پاس ہی عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ کا گھر تھا اس کی لونڈی اس لرزہ خیز منظر کو دیکھ رہی تھی۔ ابوجہل نبی جہاں ﷺ کو تکلیف دینے کے بعد قریش کی مجلس میں آ بیٹھا۔ سردارانِ قریش کعبہ کے پاس جمع تھے۔ کچھ دیر بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کمان گلے میں

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سعادت

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہالہ بنت اھیب بن عبد مناف بن زہرۃ تھا۔ اھیب حضرت آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا کا چچا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے ہالۃ سے شادی کی اور اسی وقت حضرت آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا کی شادی اپنے نورِ نظر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کر دی پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر نبی الحرمین ﷺ جلوہ افروز ہوئے اور ہالۃ کے ہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ثویبہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اس نے حضور ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مؤرخین نے یہ اضافہ کیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں"۔ جب مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا کہ میں بھی محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین پر ہوں تو مجھے ندامت محسوس ہوئی کہ میں نے اپنے آباء اور اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے ساری رات قلق و اضطراب میں گذاری۔ لمحہ بھر کے لئے بھی نہ سو سکا۔ پھر میں کعبۃ اللہ کے پاس آیا اللہ تعالیٰ سے آہ و زاری کی کہ وہ حق کے لئے میرا سینہ کھول دے اور شک و شبہات کے بادل دور کر دے۔ میری دعا ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ مجھ سے باطل کا اندھیرا چھٹ گیا۔ میرا دل نور یقین سے بھر گیا۔ صبح صبح میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ اور نبی اکرم ﷺ کو اپنی قلبی کیفیت سے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ نے بارگاہِ ربوبیت میں میری ثابت قدمی کے لئے التجا کی"۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سعادت اسلام سے بہرہ اندوز ہوئے تو یہ شعر کہے۔

Marfat.com

ڈالے ہوئے شکار سے واپس آگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک ماہر تیر انداز تھے اور تیر سے شکار کھیلتے تھے۔ آپ جب بھی شکار سے واپس آتے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے۔ قریش کی ہر محفل میں جاتے۔ انہیں سلام کرتے ان کے ساتھ کچھ دیر محو گفتگو رہتے پھر گھر جاتے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جوانانِ قریش میں سے معزز ترین تھے۔ آپ طبیعت کے بھی انتہائی سخت تھے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس تشریف لائے تو حضور نبی اکرم ﷺ اپنے گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ جب آپ عبداللہ بن جدعان کے گھر کے پاس سے گذرنے لگے تو اس کی لونڈی نے آپ سے کہا "اے ابوعمارہ! کاش آپ اس سنگدلانہ رویہ کو دیکھ لیتے جو ابھی ابوالحکم بن ہشام نے آپ کے بھتیجے (محمد فداہ روحی وامی وابی) سے کیا ہے۔ ابوالحکم نے دیکھا کہ حضور ﷺ یہاں تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا۔ آپ ﷺ کو اذیت دی اور ان باتوں کی انتہا کر دی جو آپ ﷺ کو سخت ناپسندیدہ تھیں۔ پھر ابوجہل چلا گیا لیکن حضور ﷺ نے اس سے کلام تک نہ کی"۔

حِمِدْتُ اللّٰهَ حِيْنَ هَدٰى فُؤَادِيْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْحَنِيْفِ

میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جب اس نے میرے دل کو ہدایت دی۔ اسلام قبول کرنے کے لئے جو دین حنیف ہے۔

اَلدِّيْنِ جَاءَ مِنْ رَبٍّ عَزِيْزٍ خَبِيْرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيْفِ

وہ دین جو رب کریم کی طرف سے آیا ہے جو عزت والا ہے جو اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور ان کے ساتھ لطف و احسان فرمانے والا ہے۔

اِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهٗ عَلَيْنَا تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِى اللُّبِّ الْحَصِيْفِ

جب اس کے پیغاموں کی ہم پر تلاوت کی جاتی ہے تو ہر عقل مند اور زیرک انسان کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔

رَسَائِلُ جَاءَ اَحْمَدُ مِنْ هُدٰها بِاٰيَاتٍ مُبَيِّنَةِ الْحُرُوْفِ

یہ ایسے پیغامات ہیں جو احمد مجتبیٰ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ ایسی آیات کے ساتھ جن کے حروف روشن ہیں۔

اَحْمَدُ مُصْطَفًى فِيْنَا مُطَاعٌ فَلَا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الضَّعِيْفِ

احمد مصطفیٰ ﷺ وہ ہیں جن کی ہم میں اطاعت کی جاتی ہے کوئی کمزور قول اور عقل و فہم سے گری ہوئی بات ان کا گھیراؤ نہیں کرتی۔

Marfat.com

اللہ نے ارادہ فرمالیا تھا کہ وہ عزت وکرامت کا تاج حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سر پر سجائے۔ لونڈی کی گفتگو سن کر آپ سخت غصہ میں ہوگئے۔ آپ بھاگ کر جانے لگے۔ کسی کے پاس ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ٹھہرے۔ انہوں نے ذہن بنالیا تھا کہ ابوجہل جہاں بھی ملے وہ فوراً حملہ کردیں گے۔ جب وہ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ابوجہل اپنی قوم کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، وہ سیدھے اس کی طرف گئے اس کے سر پر کھڑے ہوگئے اور کمان کو فضا میں لہرا کر اس کے سر پر دے مارا۔ اس کے سر سے خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا تو محمد عربی (فداہ روحی وامی وابی) علیہ السلام کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ میں نے بھی انہی کا دین اختیار کرلیا ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں میں بھی وہی کہتا ہوں۔ اب اگر تجھ میں طاقت ہے تو پھر مجھ سے بھی وہی سلوک کرو؟'' بنو مخزوم کے چند لوگ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے تاکہ ابوجہل کی مدد کریں۔ ابوجہل نے انہیں کہا ''ابوعمارہ کو چھوڑ دو قسم بخدا! میں نے ان کے بھتیجے کو سخت برا بھلا کہا ہے''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام مکمل کیا۔ نبیٔ محترم علیہ السلام کے ان احکام کی پیروی کی جن کی پیروی آپ کی قوم کر رہی تھی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے تو قریش کو معلوم ہوگیا کہ اب حضور علیہ السلام طاقتور اور مضبوط ہوگئے ہیں اور اب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کا دفاع کریں گے۔ اس طرح انہوں نے حضور علیہ السلام کو اذیتیں دینے میں کمی کی۔

فَلَا وَاللهِ نُسْلِمُهٗ لِقَوْمٍ وَ لَمَّا نَقْضِ فِيهِمْ بِالسُّيُوفِ

اللہ رب العزت کی قسم! ہم انہیں دشمن کے حوالے ہرگز نہیں کریں گے اور ہم نے ابھی تک ان کے درمیان تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا۔

وَ نَتْرُكُ مِنْهُمْ قَتْلٰى بِقَاعٍ عَلَيْهَا الطَّيْرُ كَالْوِرْدِ الْعَكُوفِ

ہم ان کے مقتولوں کو ہموار زمین پر پھینک دیں گے۔ ان پر ایسے پرندے آئیں جو چکر لگانے والے لشکر کی مانند ہوں گے۔

وَ قَدْ خُبِّرْتُ مَا صَنَعَتْ ثَقِيفٌ بِهٖ فَجَزَى الْقَبَائِلَ مِنْ ثَقِيفٍ

جو سنگدلانہ سلوک بنوثقیف نے آپ علیہ السلام کے ساتھ کیا ہے وہ بھی مجھے معلوم ہوگیا ہے۔

اِلٰهُ النَّاسِ شَرَّ جَزَاءِ قَوْمٍ وَ لَا اَسْقَاهُمْ صَوْبَ الْخَرِيفِ

اللہ تعالیٰ بنوثقیف کے ان قبائل کو بری سزا دے اور موسم خریف کی بارش سے انہیں محروم کر دے۔

Marfat.com

عتبہ بن ربیعہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے یزید بن زیاد نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ قوم کا سردار تھا ایک دن رسول مکرم ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ عتبہ قریش کی محفل میں بیٹھا تھا۔ اس نے کہا "اے گروہِ قریش! کیا میں محمد عربی (فداہ روحی) ﷺ کے پاس نہ جاؤں اور ان سے گفتگو کروں۔ ان پر چند امور پیش کروں۔ ممکن ہے وہ ان میں سے بعض قبول کرلیں اور ہم ان کے مقاصد کو پورا کرلیں۔ ہوسکتا ہے اس طرح وہ ہم سے رک جائیں؟
یہ اس دور کا واقعہ ہے جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تھے اور آئے روز صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اضافہ ہو رہا تھا۔ عتبہ کی بات سن کر قریش مکہ نے کہا "اے ابوالولید! تم ان کے پاس ضرور جاؤ اور ان سے بات چیت کرو"۔ عتبہ ان کی مجلس سے اٹھ کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آ بیٹھا۔ کہنے لگا "اے میرے بھتیجے! تمہیں معلوم ہے کہ تم ہم میں سے قبیلہ کے اعتبار سے بلند ہو۔ نسب کے اعتبار سے اعلیٰ ہو۔ تم اپنی قوم کے پاس ایک امرِ عظیم لے کر آئے ہو۔ تم نے ان کی جمعیت کو منتشر کردیا ہے، اس سے تم نے ان کی عقلوں کو احمق قرار دیا ہے، ان کے دین اور معبودوں پر عیب جوئی کی ہے۔ ان کے گزشتہ آباء کو کافر قرار دیا ہے۔ میری بات غور سے سنو۔ میں تمہیں چند امور پیش کرتا ہوں۔ تم ان میں غور و فکر کرو ممکن ہے ان میں سے بعض تمہارے لئے قابل قبول ہوں"۔ حضور ﷺ نے کہا "اے ابوالولید! کہو میں سن رہا ہوں"۔ ابوالولید نے کہا "اے میرے بھتیجے! اگر اس امر (تبلیغ دین) سے تمہارا مقصد مال کا حصول ہو تو ہم تمہارے لئے مال جمع کردیں گے تم ہم سب سے زیادہ دولت مند ہو جاؤ گے۔ اگر تمہارا مطمع نظر شرف و فضل ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بناتے ہیں۔ تمہارے بنا کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوا کرے گا۔ اگر اس امر سے تمہارا مدعا شاہی اور سلطنت ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر یہ امر کسی رئی (جن) کی وجہ سے ہو۔ جو صرف تمہیں نظر آتا ہو۔ تم اس سے چھٹکارا حاصل نہ کرسکتے ہو تو ہم تمہارا علاج بھی کروائیں گے۔ ہم اپنا مال خرچ کریں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے شفایاب کرے گا۔ یہ عام سا مسئلہ ہے کتنی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص پر جن غالب آگیا پھر اس کا علاج ہوا تو وہ صحیح ہوگیا"۔ جب عتبہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوگیا تو حضور ﷺ نے فرمایا "اے ابوالولید! اپنی گفتگو مکمل کر چکے ہو"۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اب مجھ سے کچھ سنو"۔ ابوالولید نے کہا "فرمائیں میں سن رہا ہوں"۔ آپ ﷺ یوں گویا ہوئے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا

Marfat.com

وَّ نَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ۝ وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ (فصلت:۱ تا ۵) ''حا،میم اتارا گیا (یہ قرآن) رحمٰن ورحیم (خدا) کی طرف سے یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں یہ قرآن عربی (زبان میں) ہے یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو علم (وفہم) رکھتے ہیں یہ مژدہ سنانے والا اور (بروقت) خبر دار کرنے والا ہے۔ بایں ہمہ منہ پھیر لیا ان میں سے اکثر نے پس وہ اسے قبول نہیں کرتے اور (ہٹ دھرموں) نے کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں (لپٹے ہوئے) ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں''۔

نبی محترم ﷺ نے آگے تلاوت جاری رکھی۔ رقت آمیز تلاوت سن کر عتبہ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ پیچھے باندھ لیے ان پر سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ انتہائی انہماک سے قرآن پاک سننے لگا۔ جب حضور اکرم ﷺ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے سجدہ فرمایا پھر فرمایا ''اے عتبہ! تو نے کلام الٰہی سن لیا ہے اب تو جان یا وہ جانے''۔

عتبہ اپنے ساتھیوں کے پاس جانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ سردارانِ قریش نے عتبہ کو دیکھ کر کہا ''ہم اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں، ابوالولید وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہا جو چہرہ وہ لے کر گیا تھا''۔

جب وہ ان کی محفل میں بیٹھ گیا تو انہوں نے کہا ''اے ابوالولید! کیا خبر لائے ہو'' ابوالولید نے کہا ''میں نے وہاں ایک ایسا کلام سنا ہے قسم بخدا! میں نے اس سے پہلے اس جیسا کلام کبھی نہیں سنا۔ بخدا نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے اور نہ ہی کہانت ہے۔ اے قوم قریش! میری بات مانو اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ تم اس سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ خدا کی قسم جو کلام میں سن کر آیا ہوں اس کا بہت بڑا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اگر عرب کے دوسرے قبائل اس کے ساتھ جنگ کر کے اس کا خاتمہ کر دیں تو تمہارا مطلب بغیر کسی تکلیف کے پورا ہو جائے گا اور اگر سارے عرب پر اس نے غلبہ پا لیا اور ان پر حکومت قائم کر لی تو وہ حکومت تمہاری ہی ہوگی وہ عزت جو اس وقت اسے ملے گی وہ بھی تمہاری

عتبہ بن ربیعہ اور الرئی

عتبہ کا قول ہے: اِنْ كَانَ هٰذَا رَئِيًّا۔ بنی تمیم کی لغت میں راء کے کسرہ کے ساتھ (رِئِيّ) ہے۔ ہر وہ فعل جس کا عین کلمہ ہمزہ ہو اس سے وہ فعیل کا صیغہ اسی طرح بناتے ہیں۔ ہمزہ کے علاوہ دیگر حروف حلق بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ وہ اس کے فا کلمہ کو کسرہ دیتے ہیں، مثلاً رِحیم، شِہید وغیرہ۔ الرَّئِيُّ فعیل کے وزن پر مفعول کا صیغہ ہے اور یہ صرف جنات میں سے ہو سکتا ہے۔ جنات کے علاوہ فعیل، مفعول کے معنی میں ان امور میں آتا ہے جن میں فعل کا اثر مفعول پر عیاں ہو مثلاً جریح، قتیل، ذبیح اور طحین،

Marfat.com

عزت ہوگی اس طرح تم خوش نصیب ترین قوم ہو جاؤ گے۔ اور خون ریزی کے بغیر ہی عرب کے تاج وتخت کے تم مالک بن جاؤ گے"۔

قریش مکہ یہ سن کر چیخ اٹھے اے ابو الولید! اس کی زبان کا جادو تم پر چل گیا ہے۔ تم بھی اپنے مذہب سے مرتد ہو گئے ہو۔ عتبہ بولا۔ میں نے اپنی رائے تمہیں بتا دی، اب جو تمہاری مرضی تم وہ کرو۔

بارگاہِ رسالت میں قریش کا وفد

ابن اسحاق کہتے ہیں قبائل قریش کے فرخندہ فال مرد اور عورتیں اسلام قبول کرنے لگے۔ مکہ معظمہ میں اسلام کا نور روز بروز فزوں تر ہوتا گیا۔ قریش جسے قید کر سکتے تھے انہوں نے اسے پابند سلاسل کیا۔ وہ جسے آزمائش میں مبتلا کر سکتے تھے انہوں نے اسے آزمائش میں ڈالا۔ بعض اہل علم نے مجھے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث، بنو عبدالدار کے چند افراد، ابوالبختری بن ہشام، اسود بن مطلب بن اسد، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی

لیکن شکر سے شکیر، ذکر سے ذکیر اور لطم سے لطیم نہیں آئے گا۔ اگر کسی کے چہرے پر لطمہ (تھپڑ) کے نشانات پڑ جائیں تو پھر اس کے لیے لطیم مستعمل ہو سکتا ہے۔ "لَطِيْمُ الشَّيْطَانِ" استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جب عمرو بن سعید الاشدق قتل ہو گیا تو ابن زبیر نے کہا اَلَا اِنَّ اَبَا ذِبَّانَ قَتَلَ لَطِيْمَ الشَّيْطَانِ۔ "ابوذبان نے لطیم الشیطان کو قتل کر دیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ (انعام)

"اور اسی طرح ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر بوجہ ان (کرتوتوں) کے جو وہ کرتے رہتے تھے۔"

اہل عرب حمد سے حمید کا صیغہ اس طرح بناتے ہیں جس طرح کرم سے کریم کا صیغہ بناتے ہیں۔ اس طرح وہ جن کو رئی کہتے ہیں، اگرچہ وہ رویا (دیکھنا) مرئی (جسے دیکھا جائے) میں موثر نہیں ہوتا لیکن اہل عرب اس کے ساتھ قرین اور نجی کی طرح کا معاملہ کرتے ہیں۔

سردارانِ مکہ کے مطالبات

سردارانِ مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے بہت سی نشانیوں مثلاً پہاڑوں کا ان سے دور چلا جانا اور نبی

Marfat.com

امیہ، عاص بن وائل، حجاج کے بیٹے نبیہ اور منبہ اور امیہ بن خلف نے باہمی مشاورت کی کہ غروب آفتاب کے بعد کعبہ معظمہ کے پاس جمع ہو جائیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "محمد عربی (فداہ روحی وامی وابی) ﷺ کی طرف پیغام بھیجو۔ جب وہ آئیں تو ان سے بات چیت کرلو، بلکہ خوب بحث کرو تا کہ تم ان کے بارے میں معذور سمجھے جاؤ"۔ انہوں نے نبی محترم ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ "آپ ﷺ کی قوم کے معززین جمع ہوئے ہیں تا کہ آپ ﷺ سے بات چیت کریں۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائیں" حضور اکرم ﷺ جلدی جلدی ان کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ سمجھے کہ جس چیز کے متعلق میں انہیں بتایا کرتا تھا شاید اس کی حقیقت کا وہ ادراک کر چکے ہیں۔ نبی محترم ﷺ ان کے ایمان کے لئے بڑے حریص تھے۔ آپ ﷺ ان کی ہدایت کے خواہاں تھے، ان پر کوئی مصیبت بھی آپ ﷺ پر بڑی گراں گزرتی تھی۔ نبی محترم ﷺ ان کے پاس تشریف فرما ہوئے، وہ سب نبی محترم ﷺ سے یوں عرض گزار ہوئے۔ "اے محمد (ﷺ)! ہم نے آپ ﷺ کی طرف پیغام اس لئے بھیجا ہے تا کہ ہم آپ ﷺ سے گفتگو کر سکیں۔ ہم عرب کے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے اپنی قوم کو اس طرح مصیبت سے دوچار کیا ہو جس طرح آپ ﷺ نے کیا ہے، آپ ﷺ نے ہمارے آباء کو برے الفاظ سے یاد کیا، دین پر عیب جوئی کی، معبودانِ (باطلہ) کو گالیاں دیں، عقل و دانش کو احمق کہا، جمعیت کو توڑا اور اسی طرح آپ ﷺ نے ہر قبیح معاملہ کو اپنے اور ہمارے مابین کھڑا کر

اکرم ﷺ پر ملائکہ کا نازل ہونا وغیرہ کا مطالبہ کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس حکمت سے ناآشنا تھے جو مخلوق کی آزمائش میں مقصود ہوتی ہے اور جو رسل عظام اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی عبادت کرنے میں پنہاں ہے اور ان کا ایمان دلائل میں غور وفکر کا نتیجہ ہو اور اسی پر انہیں ثواب ملے اور اگر پردہ اٹھا دیا جائے اور انہیں علم ضروری حاصل ہو جائے تو اس طرح اس پر ثواب وعقاب مرتب ہونے کی حکمت باطل ہو جائے گی کیونکہ انسان کو اس چیز پر اجر نہیں دیا جاتا جس میں اس کے کسب کا عمل دخل نہ ہو، جس طرح اسے جسم کی رنگت اور بالوں کی تخلیق پر کوئی اجر نہیں ملتا، انہیں اجر اس دلیل کی وجہ سے دیا جاتا ہے، جس میں غور وفکر علم کسبی کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ افعال قلب کے کسی فعل کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ وہ دلیل میں غور وخوض کرنا ہے معجزہ کی رسول کے صدق پر دلالت اسی اعتبار سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ وہ لوگوں کو ایسی گفتگو سے حکم فرماتا جسے وہ سن لیتے اور انہیں رسولوں کے بھیجے جانے سے مستغنی کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو دنیا اور آخرت میں منقسم کر دیا ہے۔ ایک امر وہ ہے جسے دنیا میں غور وفکر، تفکر، واعتبار اور دلائل سے جانا جاتا

Marfat.com

دیا۔ اگر اس امر (تبلیغ دین) سے آپ ﷺ کا مقصد حصولِ مال ہے تو ہم آپ ﷺ کے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ ثروت مند ہو جائیں گے، اور اگر آپ ﷺ اس سے شرف و سرداری کی تمنا کر رہے ہیں تو ہم آپ ﷺ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں، اگر آپ ﷺ اس سے سلطنت و امارت کے متمنی ہیں تو ہم آپ ﷺ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں، اور اگر یہ کسی جن کی وجہ سے ہے تو ہم آپ ﷺ کو شفایاب کرنے کے لئے اپنے اموال خرچ کرتے ہیں، حتیٰ کہ آپ ﷺ کو شفا مل جائے یا ہم آپ ﷺ کو معذور سمجھیں گے"۔

سردارانِ قریش کی یہ تکلیف دہ گفتگو سن کر داعی اعظم ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے یہ ہرگز تکلیف نہیں جس کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔ میں جو آفاقی پیغام لے کر آیا ہوں اس سے میرا مقصود تم سے مال و دولت کا مطالبہ نہیں۔ نہ میں تمہارا سردار بننا چاہتا ہوں۔ نہ تم پر بادشاہی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اسی نے مجھ پر کتاب نازل کی ہے، اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے بشیر اور نذیر بن جاؤں، اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچاؤں اور تمہارے لئے مجسمۂ خلوص بن جاؤں، اگر تم میرے پیغام کو قبول کر لو گے تو یہ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے خوش قسمتی ہوگی۔ اگر تم نے میرا انکار کر دیا تو پھر میں اللہ کے حکم پر صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے مابین فیصلہ فرما دے"۔

ہے کیونکہ یہ دنیا عبادت گاہ اور آزمائش کا گھر ہے دوسرا وہ امر ہے جو آخرت میں معاینہ اور اضطرار سے حاصل ہوگا۔ اس پر کوئی ثواب یا جزا نہ ملے گی۔ دار آخرت میں جزاء انہی اعمال پر مرتب ہوگی جو دنیا میں انعقاد پذیر ہوں گے۔ اس میں یہی حکمت ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (الاسراء:۵۹)

اور نہیں روکا ہمیں اس امر سے کہ ہم بھیجیں (کفار کی تجویز کردہ) نشانیاں مگر اس بات نے کہ جھٹلایا تھا ان نشانیوں کو پہلوں نے۔

مفسرین فرماتے ہیں مختلف آیات مثلاً پہاڑوں کا ان سے پرے ہٹ جانا اور ملائکہ کا نزول وغیرہ کی تکذیب اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا تقاضا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو مہلت نہ دیتا اور انہیں عذاب میں مبتلا کرنے میں جلدی فرماتا جس طرح اس نے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اور آلِ فرعون کے ساتھ کیا تھا اگر قریش کی وہ شرائط پوری کر دی جاتیں جن کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا اور نبی اکرم ﷺ ان کے اختیار کردہ معجزات کا ظہور فرما دیتے پھر وہ ان کی تکذیب کرتے تو انہیں بالکل مہلت نہ دی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس امت میں معزز فرمایا جس کی طرف آپ ﷺ مبعوث

Marfat.com

یہ بصیرت افروز گفتگو سن کر سردارانِ قریش نے کہا۔"اے محمد عربی (ﷺ) اگر آپ ﷺ ہماری جانب سے کسی چیز کو قبول نہیں کرتے تو پھر آپ ﷺ بخوبی آگاہ ہیں کہ ہمارا شہر تمام لوگوں کے شہروں سے تنگ ہے، ہمیں سب سے کم پانی دستیاب ہے، ہماری زندگی سب سے زیادہ شدید ہے، آپ ﷺ ہمارے لئے اس رب سے التجاء کریں جس نے آپ ﷺ کو وہ پیغام دے کر بھیجا جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں کہ وہ ہم سے ان پہاڑوں کو ہٹا دے جنہوں نے ہماری وادی کو ہمارے لئے تنگ کر دیا ہے، وہ ہمارے لئے ہمارے شہروں کو وسعت بخش دے۔ وہ ہمارے لئے ان میں اسی طرح نہریں رواں فرما دے جس طرح شام و عراق میں نہریں رواں دواں ہیں۔ وہ ہمارے گزشتہ آباء کو زندہ کر دے۔ ان زندہ کئے جانے والوں میں قصی بن کلاب ضرور ہوں، وہ سچے انسان تھے ہم ان سے آپ ﷺ کے پیغام کے متعلق پوچھیں گے کہ کیا یہ سچ ہے یا جھوٹ۔ اگر انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کر دی اور آپ ﷺ نے ہمارے مطالبات پورے کر دیئے تو ہم بھی آپ ﷺ کی تصدیق کر دیں گے۔ اس سے ہمیں آپ ﷺ کے اس مقام سے بھی آشنائی ہو جائے گی جو آپ ﷺ کو بارگاہِ ربوبیت میں حاصل ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ ﷺ کو مبعوث کیا ہے۔ حضورِ نبیِ محترم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا۔"میں تمہاری طرف اس لئے مبعوث نہیں ہوا۔ میں تو بارگاہِ خداوندی سے وہی پیغام لے کر آیا ہوں جس کے ساتھ اس نے

ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ ان تیرہ بختوں کو بھی جانتا تھا جنہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلانا تھا اور اللہ رب العزت کو ان خوش قسمت لوگوں کا بھی علم تھا جنہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کرنا تھی اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا آپ ﷺ ہر نیک اور بد کے لیے پیکر رحمت ہیں، صالحین کے لئے تو آپ ﷺ دنیا و آخرت میں رحمت ہیں۔ بدکاروں کے لئے آپ ﷺ کی رحمت یہ ہے کہ وہ خسف، غرق، اور آسمان سے اولے والے بادلوں سے محفوظ ہو گئے۔ بعض مفسرین نے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ قریش کے سرداروں نے یہ علامات ہدایت کے حصول کے لئے طلب نہ کی تھیں بلکہ انہوں نے عداوت و استہزاء کے طور پر ایسا کیا تھا انہوں نے نبوت کے ایسے دلائل دیکھے تھے جن میں ایک انصاف پسند شخص کے لئے یقیناً شفا تھی یہ ارشاد ربانی اسی حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (العنکبوت:۵۱)"کیا انہیں کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر اتاری ہے کتاب"۔

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ كَانَتْ بَدَاهَتُهُ تُنْبِيْكَ بِالْخَبَرِ

Marfat.com

مجھے مبعوث کیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام تم تک پہنچا دیا ہے، اگر تم اسے قبول کر لو تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کی خوش بختی ہے۔ اگر تم اس کا انکار کرو گے تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کروں گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔''

سردارانِ مکہ نے تیسرا مطالبہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر آپ ﷺ یہ نہیں کرتے تو پھر اپنی ذات کے لئے کچھ مانگ لیں۔ بارگاہِ ربوبیت میں التجاء کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ساتھ ایسا فرشتہ بھیجے جو آپ کی ان باتوں کی تصدیق کرے جو آپ ﷺ ہمیں بتاتے ہیں اور وہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیغام کو ہمارے سامنے دوبارہ بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کیلئے باغات، محلات اور سونے چاندی کے خزانے پیدا فرما دے، جو آپ ﷺ کی ضروریات کو پورا کر دیں، آپ ﷺ بھی تو اسی طرح بازار تشریف لے جاتے ہیں جس طرح ہم بازار جاتے ہیں اور اسی طرح روزگار تلاش کرتے ہیں جس طرح ہم کرتے ہیں۔ اس طرح ہم آپ ﷺ کی فضیلت اور منزلت سے آگاہ ہو جائیں گے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جس طرح کہ آپ ﷺ کا گمان ہے'' حضور ﷺ نے ان سے فرمایا ''میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا، میں اپنے رب سے ایسا سوال نہیں کروں گا۔ میں تمہاری طرف اس مقصد کے لئے مبعوث نہیں ہوا۔ اس نے تو مجھے بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اگر تم نے میرا پیغام قبول کر لیا تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کی خوش قسمتی ہے اور اگر تم نے انکار کر دیا تو میں حکم الٰہی کے سامنے صبر کروں گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے مابین فیصلہ فرما دے۔ اب قریش کے سرداروں نے کہا'' آپ ﷺ کا گمان یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کا رب چاہے تو آسمان کا ایک ٹکڑا ہم پر گرا سکتا ہے۔ اگر ایسا ممکن ہے تو کر دو ہم آپ ﷺ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ﷺ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا نہیں دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ

اگر حضور ﷺ کے واضح دلائل نہ بھی ہوتے پھر بھی آپ ﷺ کا رخ زیبا ہی تجھے حقیقت حال سے آگاہ کر دیتا۔

ابن اسحاق نے ایک روایت میں ذکر کیا ہے۔ سردارانِ قریش نے حضور ﷺ سے یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ آپ ﷺ ان کے لئے کوہ صفا کو سونے کا بنا دیں، حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان سے کہنے لگے۔ ''تم نے جو مطالبہ کیا ہے اگر تم چاہو تو میں اسے پورا کر دیتا ہوں، اگر تم نے پھر بھی جھٹلایا تو پھر تمہیں مہلت نہ دی جائے گی''۔ سردارانِ قریش نے کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ اگر چاہے تو تمہیں ایسے عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے"۔ قریش کے سرداروں نے کہا "اے محمد عربی (فداک روحی وامی وابی) ﷺ کیا آپ ﷺ کا رب یہ نہیں جانتا تھا کہ ہم عنقریب آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھیں گے اور آپ ﷺ سے وہ سوالات پوچھیں گے جو ابھی ہم نے پوچھے اور ان چیزوں کا مطالبہ کریں گے جن کا ہم نے ابھی مطالبہ کیا ورنہ وہ ہمارے ان سوالات کے متعلق تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیتا اور وہ آپ ﷺ کو یہ بھی بتا دیتا کہ اب وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے، ہمیں تو معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ کو یمامہ کا ایک رحمٰن نامی شخص سب کچھ سکھاتا ہے۔ قسم بخدا! ہم رحمٰن پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اے محمد عربی (فداہ روحی) ﷺ ہم نے آپ ﷺ کے سامنے اپنے عذر پیش کر دیئے ہیں، ہم آپ ﷺ کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا، ہم آپ ﷺ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ﷺ ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کو ہمارے سامنے نہیں لے آئیں گے"۔

جب انہوں نے نبی محترم ﷺ سے ایسی نازیبا گفتگو کی تو آپ ﷺ وہاں سے جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی کھڑا ہو گیا۔ وہ آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ اس نے آپ ﷺ سے کہا "اے محمد (فداک روحی) ﷺ آپ کی قوم نے آپ ﷺ کے سامنے چند چیزیں رکھیں لیکن آپ ﷺ نے انہیں قبول نہ کیا، پھر انہوں نے آپ ﷺ سے اپنے لیے چیزیں طلب کیں تاکہ اس سے وہ بارگاہِ ربوبیت میں آپ ﷺ کا مقام جان سکیں، اس طرح وہ آپ ﷺ کی تصدیق اور اتباع کریں لیکن آپ ﷺ نے ایسا بھی نہ کیا پھر انہوں نے آپ ﷺ سے اس عذاب کا مطالبہ کیا جس سے آپ ﷺ انہیں ڈراتے ہیں، آپ ﷺ نے نزولِ عذاب کے لئے بھی بددعا نہ کی۔ اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا، حتیٰ کہ آپ ﷺ آسمان کے ساتھ ایک سیڑھی لگا دیں، پھر آپ ﷺ اس پر چڑھیں۔ میں تمام منظر دیکھتا رہوں، حتیٰ کہ آپ ﷺ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر وہاں سے آپ ﷺ کے ساتھ چار ملائکہ آئیں تو آپ ﷺ کے لئے یہ گواہی دیں کہ آپ ﷺ

عبداللہ بن ابی امیہ

ابوامیہ کا نام حذیفہ تھا۔ عبداللہ نے کہا میں آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاؤں گا، حتیٰ کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں............ اسی عبداللہ نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے اسلام کا ذکر عنقریب آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ قسم بخدا! اگر آپ ﷺ نے ایسا کر بھی دیا پھر بھی میرا گمان ہے کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔" یہ ہرزہ سرائی کر کے وہ چلا گیا۔ حضور ﷺ بھی اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، آپ ﷺ بہت زیادہ حزین و غمگین تھے کیونکہ جب سردارانِ قریش نے آپ ﷺ کو بلایا تھا تو آپ ﷺ کی دلی آرزو تھی کہ وہ اسلام قبول کر لیتے لیکن جب ان کی یہ بے رخی دیکھی تو آپ ﷺ کو انتہائی دکھ ہوا۔

جب حضور وہاں سے تشریف لے گئے تو ابوجہل نے کہا "اے گروہِ قریش! محمد (ﷺ)

ابوجہل کی بدبختی

اوپر بیان کردہ روایت کو النسوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ ابوجہل جونہی حضور ﷺ کے قریب ہوا فوراً الٹے پاؤں واپس پلٹا۔ لوگوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا۔ اس نے کہا جب میں ان کے قریب ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے اور ان کے مابین آگ کی خندق، خوف اور پر ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اگر وہ میرے قریب ہوتا تو فرشتے اس کا انگ انگ جدا کر دیتے۔ امام سنوی نے ہی ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابوجہل نے حضور ﷺ سے کہا کہ میں نے تمہیں نماز سے منع نہیں کیا قسم بخدا! مکہ کی تمام محافل سے میری محفل معزز ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی ﴿۹﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی ﴿۱۰﴾ اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡہُدٰۤی ﴿۱۱﴾ اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰی ﴿۱۲﴾ اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿۱۳﴾ اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ﴿۱۴﴾ کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ ۬ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ ﴿۱۵﴾ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ﴿۱۶﴾ فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ ﴿۱۸﴾ (العلق) (اے حبیب) آپ نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے ایک بندے کو...... پس وہ بلا لے اپنے ہم نشینوں کو (اپنی مدد کے لئے) ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلائیں گے۔

اَرَاَیۡتَ کی تفسیر

محمد بن یزید کہتے ہیں اس آیت میں کچھ عبارت محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی اسی طرح ہے۔ اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡہُدٰی۔ بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔

اصل عبارت یوں ہوگی اَلَیۡسَ مَنۡ یَنۡہَاہُ بِضَالٍّ۔ کیا وہ شخص جو حضور کو عبادت سے روکتا ہے وہ گمراہ نہیں ہے لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ (العلق: ۱۵) ہم اسے پکڑ کر آگ کی طرف لے جائیں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں سفع کا معنی اس کا ذلیل کرنا اور اس کا قہر ہے۔ النادی، النّدی اور منتدی

Marfat.com

نے ہمارے تمام مطالبات رد کر دیے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہمارے دین کے عیب نکالتے ہیں، ہمارے آباء کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، ہماری عقل و دانش کو احمق گردانتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو دشنام سناتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل میں ان کے لئے اتنا بھاری پتھر لے کر بیٹھوں گا جتنا میں اٹھا سکا جب وہ اپنی نماز میں سجدہ ریز ہوں گے میں پتھر ان کے سر پر ماردوں گا۔ اس وقت تم خواہ مجھے ان کے سپرد کر دینا یا میرا تحفظ کرنا۔ اس کے بعد بنو عبد مناف جو چاہیں کرلیں''۔ سرداران قریش نے کہا اللہ کی قسم! ہم تجھے کسی کے سپرد نہیں کریں گے جو تیرے ذہن میں ہے وہ کر گزر۔ صبح کے وقت ابوجہل نے حسب وعدہ ایک بھاری پتھر لیا اور حضور ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ حسب معمول تشریف لائے۔ مکہ معظمہ میں آپ ﷺ کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ جب آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تو آپ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان نماز ادا فرماتے۔ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی جانب رخ زیبا کر لیتے۔ نبی محترم ﷺ نماز ادا فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ قریش مکہ اپنی اپنی محافل میں بیٹھ چکے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ ابوجہل کیا کرتا ہے جب حضور ﷺ سجدہ ریز ہوئے تو ابو جہل نے پتھر اٹھایا اور آپ ﷺ کی جانب آیا۔ جب قریب پہنچا تو فوراً پیچھے کی طرف بھاگا۔ چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ رعب و دبدبہ کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ وہ ہاتھ جس میں پتھر اٹھایا ہوا تھا وہ سوکھ چکا تھا۔ حتیٰ کہ پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر قریش اس کے پاس گئے اور کہنے لگے ''اے ابوالحکم! تجھے کیا ہوا ہے'' اس نے کہا ''میں اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اٹھا جس کا میں نے کل رات تم سے وعدہ کیا تھا جب میں محمد عربی (فداہ روحی) ﷺ کے پاس گیا تو مجھے ایک نر اونٹ کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے اس سے قبل اتنی جسامت، اتنی موٹی گردن والا اور اتنے

کا معنی ایک ہی ہے۔ اس سے مراد قوم کی وہ محفل ہوتی ہے جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیتی ہے۔ مفسرین حضرات نے اس کے متعلق ایسے اقوال بیان کئے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب تر ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ابوجہل کا قبیلہ ہے یا اس کا گروہ ہے یا اس کی مجلس ہے۔ اَرَاَیْتَ، اَخْبِرْنِیْ کے معنی میں ہے اس لئے سیبویہ کے نزدیک اس کا الغاء جائز نہیں ہے جس طرح تیرے اس قول میں عَلِمْتُ لغو ہے عَلِمْتُ اَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو لیکن اَرَاَیْتَ میں یہ جائز نہیں ہے اور تیرے اس قول میں نصب دینا ضروری ہے۔ اَرَاَیْتَ زَیْدًا اَبُوْ مَنْ هُوَ۔ سیبویہ کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام میں اَخْبِرْنِیْ کا لفظ اس کے تمام حالات کی خبر دینے کا تقاضا نہیں کرتا۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''قرآن پاک'' کا ظاہر سیبویہ کے قول کے خلاف تقاضا کرتا ہے مگر بیان کے

Marfat.com

بڑے بڑے جبڑوں والا اونٹ نہیں دیکھا تھا۔ وہ مجھے نگل جانا چاہتا تھا"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول محترم ﷺ نے فرمایا۔"وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے اگر ابوجہل قریب ہوتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔

نضر بن حارث

جب ابوجہل نے انہیں اپنی ہیبت ناک داستان سنائی تو نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کھڑا ہو گیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ نضر کا نسب یوں بھی بیان کیا جاتا ہے۔ نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف۔ ابن اسحاق کہتے ہیں نضر نے کہا اے گروہِ قریش! تمہیں ایک اہم معاملہ کا سامنا ہے جس کا حل ابھی تک تمہارے پاس نہیں ہے۔ محمد (عربی ﷺ) تمہارے درمیان ایک نوخیز جوان ہیں، وہ تم میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ سب سے زیادہ راست گو اور سب سے زیادہ امین تھے۔ یہاں تک کہ جب ان کی کنپٹی پر سفیدی ظاہر ہوئی اور وہ تمہاری طرف وہ پیغام لے کر آئے جو وہ لے کر آئے ہیں تو تم نے انہیں جادوگر کہا۔ اللہ کی قسم! وہ جادوگر نہیں ہیں۔ ہم نے جادوگروں کو بھی دیکھا ہے اور ان کی گرہ بندی اور جھاڑ پھونک بھی دیکھی ہے۔ تم نے انہیں کاہن کہا، اللہ کی قسم! وہ کاہن بھی نہیں ہیں۔ ہم نے کہانت بھی دیکھی ہے اور ان کی قافیہ بندی بھی دیکھی ہے۔ تم نے ان پر شاعری کا الزام لگایا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ شاعر بھی نہیں ہیں ہم شاعری کو بھی جانتے ہیں۔ ہم اس کی تمام اقسام سے آگاہ ہیں۔ ہم اس کی ہزج اور رجز کو جانتے ہیں۔ تم نے کہا وہ مجنون ہیں۔ قسم بخدا وہ مجنون بھی نہیں ہیں۔ ہم نے جنوں کو بھی دیکھا ہے، ان میں نہ تو اس جیسا گلا گھٹنا ہے اور نہ ہی اس طرح وسوسہ ہے اور نہ ہی اس طرح خلط ملط ہونا ہے۔ اے گروہِ قریش! اپنے متعلق خوب غور و خوض کر

بعد۔ کیونکہ قرآن مجید میں مُلْغَاۃ ہے کیونکہ استفہام ہی اس کا مطلوب ہے اور اللہ کے اس فرمان میں اسی پر واقع ہے اَرَءَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی اَلَمْ یَعْلَمْ (العلق: ۱۳) اَلَمْ یَعْلَمْ استفہام ہے اور رَاَیْتَ اسی پر واقع ہے اسی طرح اَرَاَیْتُمْ وَاَرَاَیْتَکُمْ (سورۃ الانعام) میں ہے کیونکہ استفہام اس کے بعد ہے مثلاً اس کے بعد ہے هَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ لیکن سیبویہ نے اس قول میں اسی سے منع کیا ہے۔ اَرَاَیْتَ وَاَرَاَیْتَكَ اَبُوْ مَنْ اَنْتَ۔ جس بیان کا تذکرہ سیبویہ نے کیا ہے وہ درست ہے مگر جب استفہام اَرَاَیْتَ کے بعد ہو مستفہم عنہا جملہ اَرَاَیْتَ کا مفعول بھی نہ ہو بلکہ اس کا مفعول محذوف ہو جس پر شرط دلالت کرے ان تمام صورتوں میں اس کے بعد شرط ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کا معنی ہے اَرَاَیْتُمْ

Marfat.com

لو۔ وہ تمہارے پاس ایک عظیم امر لے کر آئے ہیں''۔ نصر بن حارث قریش کے شیطانوں میں سے تھا۔ وہ ان تیرہ بختوں میں سے تھا جو حضور ﷺ کو اذیتیں دیا کرتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کی عداوت میں پیش پیش تھا۔ وہ بد بخت حیرہ گیا وہاں سے ایرانی بادشاہوں کی داستانیں سیکھیں اور رستم اور اسفندیار کے قصے یاد کیے۔ جب حضور ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد فرماتے اور اپنی قوم کو اس عذاب سے ڈراتے جو سابقہ امتوں پر نازل ہو چکا تھا۔ جب آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے جاتے تو نصر اس جگہ بیٹھ جاتا اور کہتا۔ ''اے گروہِ قریش! اللہ کی قسم! میری باتیں محمد عربی ﷺ کی گفتگو سے عمدہ ہیں۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ان کی باتوں سے عمدہ باتیں بتاؤں گا''۔ پھر وہ ایرانی بادشاہوں، رستم اور اسفندیار کے قصے بیان کرتا، پھر کہتا'' محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی گفتگو میری گفتگو سے عمدہ کیسے ہو سکتی ہے؟''

ابن ہشام فرماتے ہیں، مجھے معلوم ہوا کہ اسی شخص نے کہا تھا سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ ''میں بھی عنقریب اسی طرح کا کلام نازل کروں گا جس طرح کا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے''۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت پہنچی ہے کہ اس نصر کے متعلق قرآن پاک کی آٹھ آیات نازل ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی کے متعلق ہے۔ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ (القلم۔ ۱۵) ''جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں''۔

جب نصر بن حارث نے قریش مکہ سے یہ کہا تو انہوں نے اسے اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ طیبہ کے یہودی علماء کی طرف بھیجا قریش نے انہیں کہا کہ وہ ان علماء سے حضور ﷺ کے متعلق پوچھیں۔ انہیں آپ ﷺ کے وصف بیان کریں اور آپ ﷺ کے کلام کے متعلق آگاہ کریں۔ وہ اہل کتاب ہیں جو علم وہ رکھتے ہیں ہم اس سے محروم ہیں۔ یہ دونوں مدینہ طیبہ آئے

صَنِيْعُكُمْ اِنْ كَانَ كَذَا وَكَذَا۔ اس طرح کہنے والے کا یہ قول اَرَاَيْتَ اَنْ لَقِيْتَ الْعَدُوَّ اَتُقَاتِلُهٗ اَمْ لَا اصل میں یوں ہوگا۔ اَرَاَيْتَ رَاْيَكَ اَوْ صَنِيْعَكَ اِنْ لَقِيْتَ الْعَدُوَّ۔ حرف شرط اِنْ اس محذوف پر دلالت کر رہا ہے اور اس کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ مستفہم عنہا جملہ ایک علیحدہ منقطع کلام ہے مگر اس میں بیان کی زیادتی ہے اگر شرط کو زائل کر دیا جائے اور استفہام کو اس کی جگہ رکھا جائے تو یہ عمدہ نہیں ہوگا جس طرح سیبویہ نے کہا ہے مگر یہ عَلِمْتَ، هَلْ عَلِمْتَ اور هَلْ رَاَيْتَ میں بہتر ہے۔ اَرَاَيْتَ میں اس کی قباحت واضح ہے کیونکہ اس میں اَخْبِرْنِیْ کے معنی پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اور علمائے یہود سے رسول محترم ﷺ کے متعلق سوال کیا اور انہیں آپ ﷺ کے اوصاف بتائے اور کچھ کلامِ الٰہی بھی سنایا۔ انہوں نے علماء سے کہا۔ ''تم اہل تورات ہو ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمیں ہمارے اس صاحب کے متعلق بتاؤ''۔ علمائے یہود نے کہا ''ہم تمہیں تین اشیاء بتاتے ہیں تم آپ ﷺ سے ان کے متعلق پوچھ لو۔ اگر انہوں نے ان کا جواب دے دیا تو وہ نبی مرسل ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو پھر وہ ایک سچے انسان نہیں ہیں، پھر ان کے متعلق اپنی رائے قائم کر لینا۔ ان سے ان جوانوں کے متعلق پوچھو جو پہلے زمانہ میں کہیں پناہ گزیں ہو گئے تھے، ان کی حکایت بڑی عجیب ہے۔ ۲۔ آپ ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھو جو عازم سفر رہا، حتیٰ کہ وہ زمین کے مشارق و مغارب تک پہنچ گیا۔ ۳۔ آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرو، اگر وہ تمہیں ان سوالات کے جوابات ارشاد فرما دیں تو پھر وہ سچے نبی ہیں ورنہ ان کا دعویٰ نبوت سچا نہیں ہے''۔ نصر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن مناف بن قصی مکہ معظمہ واپس آ گئے، وہ سردارانِ قریش کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے ''اے گروہ قریش! ہم ایسی چیز لے کر آئے ہیں جو تمہارے اور محمد (فداہ روحی) ﷺ کے مابین فیصلہ کر دے گی، علمائے یہود نے ہمیں ان سے چند امور کے متعلق سوالات پوچھنے کے لئے کہا ہے، اگر وہ ان کا جواب دے دیں تو وہ سچے نبی ہیں ورنہ اس کا دعویٰ جھوٹا ہے اور تم ان کے متعلق ایک رائے قائم کر سکتے ہو''۔

وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ''اے محمد (فداک روحی) ﷺ ہمیں ان جوانوں کے متعلق بتائیں جو پہلے زمانہ میں کہیں پناہ گزیں ہوئے تھے ان کی داستان بڑی عجیب

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ

اساطیر کا واحد اسطورۃ ہے جس طرح احادیث کا واحد احدوثۃ ہے۔ اس سے وہ داستانیں مراد ہیں جنہیں سابقہ لوگوں نے رقم کیا ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسطار کی جمع اساطیر ہے۔ یہ سَطَرٌ سَطْرٌ کی جمع اُسْطُرٌ ہے اور اس کی جمع الجمع اساطر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نصر بن حارث قریش کو رستم اور اسفند یار کی حکایتیں سناتا تھا اور وہ داستانیں سناتا تھا جو وہ ایران کے شہروں سے سیکھ کر آیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آیت مبارکہ اسی کے متعلق نازل ہوئی: وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (انعام: ۹۳)

اور (کون زیادہ ظالم ہے اس سے) جو کہے کہ میں (بھی) نازل کروں گا ایسا ہی (کلام) جیسا نازل کیا ہے اللہ نے۔

Marfat.com

ہے۔ ہمیں اس شخص کے متعلق بتائیں جو زمین میں محو سفر رہا حتیٰ کہ وہ اس کے مشارق و مغارب تک پہنچ گیا اور ہمیں روح کے متعلق بتائیں' حضور علیہ السلام نے فرمایا' میں ان اشیاء کے متعلق تمہیں کل بتاؤں گا۔ آپ علیہ السلام نے 'ان شاء اللہ' نہ کہا۔ سرداران قریش واپس چلے گئے سیرت نگار لکھتے ہیں آپ علیہ السلام نے پندرہ راتیں انتظار کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر وحی نازل نہ کی اور نہ ہی جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ اہل مکہ مختلف افواہیں پھیلانے لگے۔ انہوں نے کہا' محمد (عربی علیہ السلام) نے تو ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا لیکن آج پندرہ راتیں گذر چکی ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے ہمیں کسی چیز کے متعلق نہیں بتایا'۔ وحی کے توقف کی وجہ سے نبی اکرم علیہ السلام انتہائی مغموم تھے۔ اہل مکہ کی باتیں بھی اذیت دے رہی تھیں پھر حضرت جبرائیل بارگاہِ صمدیت سے سورۃ الکہف لے کر آئے۔ اس میں آپ علیہ السلام کو ان کے ایمان نہ لانے پر غمزدہ ہونے پر بھی تنبیہ کی گئی تھی۔ اس مبارک سورہ میں اصحاب کہف، مشرق و مغرب کے سیاح اور روح کے متعلق بھی بتایا گیا تھا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے جب حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے حضرت جبرائیل سے فرمایا۔' اے جبرائیل! تم اتنی دیر میرے پاس نہ آئے حتیٰ کہ مجھے سوئے ظن ہونے لگا'۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔

رستم کی داستانیں

تاریخ طبری میں ہے رستم کے باپ کا نام ریسان تھا لطراسب بن کی اجو نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد رستم کی یسناسب بن کی لہراست کے ساتھ ہمیشہ معرکہ آزمار ہتا تھا۔ ان ناموں سے پہلے 'کی' کا معنی بہاء (رونق) ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی بدلہ لینا ہے۔ اسی لئے یہ بادشاہ، 'الکیئیہ' کے نام سے معروف تھے۔ رستم بنی ریسان کا سردار تھا۔ یہ ترکی بادشاہوں میں سے تھا۔ کی یباسب اپنے بیٹے پر ناراض ہو گیا اور اس کے جنگی کارناموں پر حسد کرتے ہوئے اسے قید کر دیا، حتیٰ کہ اس کا صرف تذکرہ باقی رہ گیا۔ اس وقت ترک ایرانی شہروں پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے یباسب کی دولڑکیوں کو گرفتار کر لیا ان میں سے ایک کا نام خمانۃ تھا۔ جب یباسب نے دیکھا کہ وہ ان کے حملوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ اس نے اپنے بیٹے کو قید سے آزاد کر دیا۔ اسی لڑکے کا نام اسفندیار تھا۔ بادشاہ اس سے راضی ہو گیا اور اسے اپنے لشکر کا امیر بنا دیا پھر وہ رستم کی طرف گیا، ان کے مابین بہت سی جنگیں ہوئیں جن کا تذکرہ طوالت کا سبب ہوگا۔ بالآخر اس نے رستم کو قتل کر دیا۔ اس کی فوج کو ہلاک کر دیا۔ اس

Marfat.com

وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾ (مریم: ۶۴)

اور (جبرائیل میرے نبی سے کہو) ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔

لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ (الکہف: ۲)

"(اور معاش و معاد کو) درست کرنیوالی ہے تا کہ ڈرائے سخت گرفت سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے"۔ دنیا میں جلد ملنے والی سزا اور آخرت میں عذاب الیم سے ڈرائے۔ یہ عذاب آپ ﷺ کے اس پروردگار کی طرف سے ہوگا جس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔

وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿۲﴾ مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ﴿۳﴾ (کہف)

اور یہ مژدہ سنائے ان اہل ایمان کو جو کرتے ہیں نیک اعمال کہ بے شک ان کے لئے بہت عمدہ جزا ہے وہ ٹھہریں گے اس (جنت) میں تا ابد۔

وہ دائمی مقام ہوگا۔ وہ اس میں مریں گے نہیں۔ وہ خوش نصیب لوگ جنہوں نے

کے شہروں پر غلبہ پالیا اور اپنی بہنوں کو آزاد کروالیا پھر اسفندیار اپنے والد سے بھی پہلے مر گیا، اس کا باپ تقریباً سو سال تک حکمران رہا، پھر بہمن بن اسفندیار کو ولی عہد بنایا۔ اپنی موت کے بعد اسے والی مملکت بنایا۔ بہمن کا معنی حسن نیت ہے۔ یہ تقریباً ایک سو سال تک اقتدار کا والی رہا، اس کے دو بیٹے تھے۔ ا۔ ساسان۔ ۲۔ دارا۔ ان کا کچھ تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔ یہی وہ ساسانی خاندان ہے جن کے عہد میں آفتاب اسلام طلوع ہوا۔ کی قباذ کے ذکر میں رستم کا ذکر بھی گذر چکا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد سے قبل اس کا زمانہ تھا۔ کی قباذ کی وفات کے بعد رستم کی قاؤوس کا وزیر بنا۔ اس کے لئے جنات مسخر تھے کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی انہیں حکم فرمایا تھا۔ اس کی سلطنت وحکومت کے متعلق وہ حیرت انگیز داستانیں ہیں کہ ایک دانا شخص ان کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ امام الطبری نے اپنی تاریخ میں کچھ داستانیں لکھی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس نے بھی نمرود کی طرح آسمان پر چڑھنے کا ارادہ کیا لیکن ہوا نے اسے نیچے پٹخ دیا۔ اس کی عمارت تباہ ہوگئی پھر اس کے پاس اس کا کچھ لشکر جمع ہوا۔

Marfat.com

آپ ﷺ کے پیغام کی تصدیق کی اور جن اعمال کا آپ ﷺ نے حکم دیا وہ انہیں بجالاتے رہے لیکن یہ جزاء ان لوگوں کے لئے نہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی تکذیب کی۔

وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (کہف: ۴)

اور تاکہ ڈرائے ان (نادانوں) کو جو یہ کہتے ہیں کہ بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے (فلاں کو اپنا) بیٹا۔

قریش مکہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ ہم ملائکہ کی پوجا کرتے ہیں وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ

"اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات) کا کچھ علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو" جنہوں نے ان کے فراق کو عظیم سمجھا اور ان کے دین کے عیب نکالے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (کہف: ۵)

کتنی بڑی ہے وہ بات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے۔

وہ دیگر بادشاہوں کی مانند کبھی غالب آجاتا اور کبھی مغلوب ہو جاتا۔ وہ اپنا لشکر لے کر یمن کی طرف گیا۔ عمرو ذوالاذعار نے اس کا مقابلہ کر کے اس کو شکست سے دوچار کیا اور اسے گرفتار کر کے جیل میں پھینک دیا حتیٰ کہ رستم آیا وہ عمرو کا مشیر تھا اس نے اسے کسی نہ کسی طرح عمرو سے بچالیا اور اسے ایران کے شہروں کی طرف بھیج دیا۔ اس کے بیٹے شاوخش کی فراسیات شاہِ ترک کے متعلق بھی ایک عجیب داستان مشہور ہے۔ رستم شاوخش کا نگران بھی تھا، بچپن میں اسی نے ہی اس کی کفالت کی تھی، شاوخش کی بھی عجیب داستانیں مشہور تھیں۔ بالآخر فراسیات نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کا بیٹا کی خسرو اس کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس کے اور ترک کے مابین وہ جنگی معرکے ہوئے جن کی مثالیں سننے میں نہیں آئیں، بالآخر اس کو فتح نصیب ہوئی۔ فتح کے بعد اس نے اپنے دشمنوں سے وہ سلوک کیا جس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، اس کا دل مسرور ہو گیا اس نے دنیا کو چھوڑ دیا اور زمین میں سیاحت کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ اہل فارس اس سے تنگ آگئے انہیں اس کے بعد اپنی جمعیت کے انتشار کا خطرہ لاحق ہوا اور وہ دشمن کے غلبہ سے خوفزدہ رہنے لگے۔ پھر کی لہراسب بن کی اجو بن کی کینہ بن کی قاؤس ان کا بادشاہ بنا۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ رستم جسے اسفندیار نے قتل کیا تھا کیا وہی رستم تھا جو کی قاؤس کا ساتھی تھا یا اس کے علاوہ کوئی اور تھا۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ وہ نہ تھا کیونکہ قاؤس اور کی یستاسب کے مابین بہت مدت تھی،

Marfat.com

ان کا یہ قول مراد ہے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

وہ نہیں کہتے مگر (سرتاسر) جھوٹ تو کیا آپ (فرطِ غم سے) تلف کر دیں گے اپنی جان کو۔اے محمد مصطفیٰ ﷺ

عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (کہف)

ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر افسوس کرتے ہوئے۔

جب آپ ﷺ کی یہ آرزو پوری نہ ہو تو ان پر غم کرتے ہوئے۔

ابن ہشام کہتے ہیں بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا مطلب ہے اپنے نفس کو ہلاک کرتے ہوئے۔ابو عبیدہ نے مجھے بتایا ہے کہ ذوالرمۃ کا شعر ہے۔

اَلَا اَيُّهٰذَا الْبَاخِعُ الْوَجْدُ نَفْسَهُ لِشَيْءٍ نَحَتَهُ عَنْ يَدَيْهِ الْمَقَادِرُ

اے وہ شخص! جس کے نفس کو ایسی چیز کی محبت نے تباہ کر دیا ہے جسے تقادیر نے ان کے ہاتھوں سے روک دیا ہے۔

اس کی جمع باخعون اور بخعۃ ہے۔ اہل عرب کا مقولہ ہے قَدْ بَخَعْتُ لَهُ نُصْحِي وَ نَفْسِيْ میں نے اس کے لئے اپنے خلوص اور اپنے نفس کو برباد کر دیا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (کہف:۷)

میں گمان کرتا ہوں کہ یہ ترک تھا اور اس کے کارنامے کیبہ کے عہد حکومت میں ظہور پذیر ہوئے۔ جب یہ جنگ میں مصروف ہو گئے تھے تو انہوں نے بخت نصر کو عراق کا عامل بنایا۔ اس نے بنی اسرائیل میں بہت خونریزی کی، بیت المقدس کو منہدم کر دیا، تورات کو جلایا، انبیاء کی اولاد کو قتل کیا، ان کے بادشاہوں کی بیویوں کو قیدی بنایا اور ان کی اولاد کو پابند سلاسل کیا۔ جب وہ عرب کے شہروں میں داخل ہوا تو اس کی عیش و عشرت اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔ تفسیر و تاریخ کی کتب میں اس کے ظلم کی داستانیں رقم ہیں۔

یہ مختصری گفتگو تھی جو ابن اسحاق کی کتاب میں رستم اور اسفندیار کے تذکرے کی کچھ وضاحت کرتی ہے۔ کیبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اقتدار کے والی بنے ان کا پہلا بادشاہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے دو سو سال قبل افریدون کے زمانہ میں سریر آرائے سلطنت ہوا اور آخری بادشاہ اسکندر بن فلیس کے زمانہ تک رہا سکندر نے ہی ان سے سلطنت چھینی تھی اسی نے ہی دارا بن دارا کو قتل کیا تھا، یہ ان کا آخری بادشاہ تھا پھر اشغانیہ کو حکومت کرنے کا موقع ملا لیکن اس کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

بے شک ہم نے بنایا ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں اس کے لئے باعثِ زینت و آرائش تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں یعنی ان میں سے کون میرے حکم کی اتباع کرتا ہے اور میری اطاعت کرتا ہے۔

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ (کہف:۸)

اور ہم ہی بنانے والے ہیں ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں (ویران کر کے) چٹیل میدان غیر آباد۔

صعید سے مراد زمین ہے اس پر جو کچھ ہے وہ فانی اور زائل ہونے والا ہے۔ سب نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دوں گا، آپ ﷺ کو ان کے اعمال اور اقوال تکلیف نہ دیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں صعید زمین کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع صعد ہے ذوالرمہ چھوٹے ہرن کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

كَاَنَّهٗ بِالضُّحٰى تَرْمِى الصَّعِيْدَ بِهٖ   دَبَّابَةٌ فِى عِظَامِ الرَّاْسِ خُرْطُوْمُ

گویا کہ وہ ایسا آدمی تھا جسے وقت چاشت ایسی شراب نے مٹی پر پھینک دیا ہو جس کا نشہ سر کی ہڈیوں تک سرایت کئے ہوئے ہوتا ہے۔

صعید کا معنی راستہ بھی ہے حدیث شریف میں ہے۔ وَاِيَّاكُمْ وَالْقُعُوْدَ عَلَى الصُّعُدَاتِ۔

طوائف الملوکی کا بھی دور دورہ رہا۔ یہ مدت چار سو اسی سال بنتی ہے۔ امام الطبری نے اس سے کم مدت لکھی ہے۔ مسعودی کے نزدیک یہ عمر پانچ سو دس سال بنتی ہے۔ انہی کے عہد حکومت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، پھر ساسانی خاندان کے تیس بادشاہ گزرے، انہی کے عہد میں آفتاب اسلام طلوع ہوا۔

اللہ رب العزت نے سورۃ الکہف کا نزول فرمایا اس کا آغاز اپنی توصیف اور اپنے نبی محترم ﷺ کی نبوت و رسالت سے فرمایا اور اس پر کفار کے تعجب کا بھی تذکرہ کیا، ارشاد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (الکہف:۱)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب) بندے پر یہ کتاب۔

عبد سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ میری طرف سے رسول ہیں۔ یہ اس سوال کا جواب ہے جو لوگ آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی نبوت کے متعلق کرتے تھے۔

Marfat.com

راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ الجزراس زمین کو کہتے ہیں جہاں کوئی نباتات نہ ہوتی ہو۔ اس کی جمع اجزار ہے۔ کہا جاتا ہے سَنَةٌ جُرُزٌ۔ سَنُونٌ اَجْرَازٌ۔ یعنی وہ سال جس میں بارش نہ ہوتی ہو، جس میں خشکی، قحط اور شدت ہو۔ ذوالرمہ اونٹ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

طَوٰی النَّحزُ وَالْاَجْرَازُ مَا فِی بُطُوْنِهَا   فَمَا بَقِیَتْ اِلَّا الضُّلُوْعُ الْجَرَاشِعُ

مہمیز کی تکلیف یا پھیپھڑوں کی بیماری اور بنجر زمین نے اس کے پیٹ کی تمام چیزوں کو لپیٹ لیا ہے اور ابھرے ہوئے سینے کے علاوہ کچھ نہیں بچا۔

اصحاب کہف کا واقعہ

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان جوانوں کا تذکرہ کیا جن کے متعلق کفار مکہ نے سوال کیا تھا۔ ارشاد فرمایا۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ (کہف:۹)

کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری ان نشانیوں میں سے ہیں جو تعجب خیز ہیں؟

میں نے اپنے بندوں کے لئے جو دلائل اور آیات اتاری ہیں یہ نشانی ان میں سے تعجب خیز علامت ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں رقیم سے مراد وہ کتاب ہے جس میں اس کی داستان لکھی ہوئی

وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا (کہف:۲) اور نہیں پیدا ہونے دی اس میں ذرہ کجی۔

یعنی معتدل ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سورۃ الکہف کے نزول کا سبب

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نضر اور عقبہ علمائے یہود کے پاس گئے اور وہ چیز لے کر آئے جو ان کے گمان کے مطابق نبی محترم ﷺ اور ان کے مابین فیصلہ کرنے والی تھی علمائے یہود نے انہیں تین اشیاء بتائیں اور کہا کہ اگر وہ ان کے متعلق تمہیں بتا دیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں ورنہ وہ یہ کلام خود گھڑنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بتایا میں تمہیں ان اشیاء کے متعلق کل بتاؤں گا لیکن آپ ﷺ نے اِنْ شَاءَ اللّٰهُ نہ کہا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق وحی پندرہ دن تک نہ آئی لیکن سیر التیمی اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ وحی نہ آنے کی مدت تین دن ہے پھر حضرت جبرائیل سورۃ الکہف لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

Marfat.com

تھی۔اس کی جمع رقم آتی ہے۔عجاج کہتا ہے۔مُسْتَقَرُّ الْمُصْحَفِ الْمُرَقَّمِ ''تحریر شدہ مصحف کی قرارگاہ''۔

حمد کو کتاب پر مقدم کرنے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا آغاز اپنی ذات کی مدح وستائش سے فرمایا اور اپنے نبی محترم ﷺ کی نبوت کا تذکرہ کیا تاکہ وہ اپنے بندے کو سکھائے کہ وہ اس کی تعریف کیسے کیا کرے، اگر یہ حکمت پوشیدہ نہ ہوتی تو حال تو صرف تسمیہ پر وقوف کا ہی تقاضا کر رہا تھا اور ایسی عبارات کا تقاضا کرتا تھا جو اس کے جلال پر دلالت کرتی ہو کیونکہ ہر قسم کی عبارت اس کا جلال اور صفاتِ کمال کو بیان کرنے سے عاجز ہے۔ جب حمد بندے پر واجب ہوئی تو اس آیت میں بھی اس کو مقدم کیا گیا تاکہ یہ حمد اس کے ساتھ متصل ہو جائے اور بندے کو یہ شعور حاصل ہو جائے کہ حمد اس پر واجب ہے۔سورۃ الفرقان میں ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (الفرقان:۱)

بڑی (خیرو) برکت والا ہے وہ جس نے اتارا ہے الفرقان اپنے (محبوب) بندے پر۔

اس آیت کا آغاز فرقان (کتاب مقدس) کے ذکر سے کیا پھر فرمایا ''عَلٰی عَبْدِهٖ'' اس سورت میں کتاب کا ذکر عبد سے مقدم کیا اور اس سورت میں عبد کا ذکر کتاب سے پہلے کیا، ان میں الفاظ کی مشابہت اور کلام کے التئام سے ہم کو قرآنِ پاک کا اعجاز، اس کی حکمت باہرہ اور برھانِ واضح کا ادراک ہوتا ہے۔

كَاَنَّهٗ بِالضُّحٰى۔شاعر اس شعر میں ہرن کے بچے کی تعریف کرتا ہے۔خرطوم شراب کا نام ہے یعنی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شراب اس کے سر میں سرایت کیے ہوئے ہے۔طَوَى النَّحْزُ وَالْاَجْرَازُ۔ النحز سے مراد مہمیز کی چبھن ہے۔نحاز اس مرض کو کہتے ہیں جو اونٹ کو لگتی ہے۔نحیزہ طبیعت، ذبح کی ہوئی اور بنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں مثلاً جانور کا تنگ۔اَلْجَرَاشِعُ۔ جَرْشَعُ کی جمع ہے صاحب العین کہتے ہیں عظیم سینے کو جرشع کہا جاتا ہے۔اس شعر کا معنی یہ ہے کہ لاغری کی وجہ سے اس کی پسلیاں پھول چکی تھیں اور وہ بلند سینے کی طرح نمایاں تھیں۔

الرقیم، اصحاب کہف

الرقیم کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رقیم سے مراد کتا ہے۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد وہ گاؤں ہے جس سے وہ جوان

Marfat.com

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ۝ (کہف)

(یاد کرو) جب پناہ لی ان جوانوں نے غار میں پھر انہوں نے دعا مانگی اے ہمارے رب ہمیں مرحمت فرما اپنی جناب سے رحمت اور مہیا فرما ہمارے لئے اس کام میں ہدایت پس ہم نے

نکالے گئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ وادی کا نام ہے۔ اس سے مراد چٹان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ تختی ہے جن میں ان کا نام، دین اور ان کا قصہ مرقوم تھا۔ حضرت ابن عباس کا فرمان ہے۔

كُلُّ الْقُرْآنِ أَعْلَمُ إِلَّا الرَّقِيْمَ وَالْغِسْلِيْنِ وَحَنَانًا وَالْأَوَّاهَ۔

میں رقیم، غسلین، حنان اور الاواہ کے علاوہ تمام قرآن جانتا ہوں۔

اصحاب کہف کے نام بھی کتابوں میں قدرے اختلاف کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ ۱۔ ملیخا ۲۔ کسلیما ۳۔ مرطوش بن انس ۴۔ اریطانس ۵۔ ایونس ۶۔ شاطیطوش ان کے شہر کا نام افوس تھا۔ کیا ابھی تک وہ باقی ہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ان میں سے کسی چیز کے باقی ہونے میں تعجب کا اظہار کیا ہے۔ ان کا قول ہے کہ وہ بعثت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہی مٹی ہو چکے تھے۔ بعض مؤرخین نے اس قول کے برعکس کہا ہے کہ زمین نے انہیں نہیں کھایا اور نہ ہی ان میں کسی قسم کا تغیر پیدا کیا ہے وہ قسطنطنیہ کے قریب ہیں۔ روایت ہے کہ وہ عنقریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت حج بھی کریں گے۔ (البدء لابن ابی خیثمہ)

احصی کا اعراب

ہم نے احصی کے اعراب کے بارے میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے اس میں ہم نے اس کے اعراب کے متعلق زجاج کا وہم بھی ذکر کیا ہے انہوں نے احصی کو اسم بنایا ہے اور مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے اسے مرفوع کہا ہے۔ أَمَدًا کو تمیز بنایا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ تمیز معنی میں فاعل ہوتی ہے۔ جب تو یہ کہے أَيُّهُمْ أَعْلَمُ أَبًا تو اس میں الاب ہی عالم ہے۔ اگر تو یہ کہے کہ أَيُّهُمْ أَفْرَهُ عَبْدًا۔ عبد ہی الفارہ ہے۔ اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ أَمَدًا احصاء کا فاعل ہو۔ یہ محال ہے بلکہ یہ مفعول ہے۔ احصی فعل ماضی ہے یہ امدا کا ناصب ہے ہم نے اس رسالہ میں تحریر کیا ہے کہ أَيُّهُمْ میں ماقبل کے اعتبار سے نصب دینا بھی جائز ہے یعنی جب اسے خبر بنایا جائے۔ جب یہ ان شروط پر پورا اترے جو ہم

Marfat.com

بند کردیئے ان کے کان (سننے سے) اس غار میں کئی سال تک جو گنے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں پیدا کر دیا تا کہ ہم دیکھیں کہ ان دو گروہوں میں سے کون صحیح شمار کر سکتا ہے اس مدت کا جو وہ (غار میں) ٹھہرے تھے؟

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ

(اے حبیب!) ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ان کی خبر ٹھیک ٹھیک۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ (کہف: ۱۳۔۱۴)

بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے (نورِ) ہدایت میں اضافہ کر دیا اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کے دلوں کو جب وہ راہِ حق میں کھڑے ہو گئے تو انہوں نے (برملا) کہہ دیا ہمارا پروردگار وہ ہے جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمینوں کا ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی معبود کو (اگر ہم ایسا کریں) تو گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے دور ہے۔

نے وہاں ذکر کی ہیں۔

الغرب، تزاور الشمس اور داستان کا فائدہ

فَضَرَبْنَا عَلٰى آذَانِهِمْ۔ ہم نے انہیں سلا دیا۔ سونے والے (نائم) کے متعلق کہا جاتا ہے۔ ضُرِبَ عَلٰى اُذُنِهٖ۔ کیونکہ سونے والا سمع (سننے) کے اعتبار سے متنبہ ہوتا ہے۔ یہاں الضرب، ضُرِبَتِ الْقُفْلُ عَلَى الْبَابِ۔ سے مستعار ہے۔

تَقْرِضُهُمْ۔ سورج ان کے بالمقابل تھا۔ اس کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سورج ان پر سے آہستہ آہستہ گزرتا تھا۔ القرض کا معنی کائنات ہے یعنی سورج وہاں کی زمین سے گزرتا تھا۔ یہ لفظی شرح ہے۔ معنی کے اعتبار سے اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ زمین کے اس حصہ میں تھے جہاں دھوپ داخل نہ ہوتی تھی جو انہیں جلاتی اور ان کے کپڑے بوسیدہ کرتی وہ دائیں بائیں کروٹیں بدلتے رہے تا کہ زمین انہیں کھا نہ سکے۔ اس داستان کا ایک عظیم فائدہ نماز میں ان کی کیفیت بیان کرنا ہے اور ان کے کتے کی حالت بیان کرنا ہے کہ وہ کہاں تھا وہ دروازے کی چوکھٹ پر تھا۔ غار کا دروازہ شمال کی طرف تھا اس میں وہی حکمت پنہاں ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ انہیں دیکھنے والا انہیں پہچان نہیں سکتا تھا کیونکہ انہیں

Marfat.com

انہوں نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ جس طرح کہ (مشرکین) تم نے میرے شریک ٹھہرائے ہیں جن کے متعلق تمہیں کوئی علم نہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں الشطط کا معنی غلو اور حق سے تجاوز کرنا ہے۔ بنوقیس کا اعشیٰ کہتا ہے۔

لَا يَنْتَهُوْنَ وَ لَا يَنْهَى ذَوِى شَطَطٍ كَالطَّعْنِ يَذْهَبُ فِيهِ الزَّيْتُ وَالْفُتُلُ

وہ رک نہیں سکتے اور نہ ہی انہیں برچھی کا ایسا زخم روک سکتا ہے جس میں تیل اور فتیلہ دونوں چلے جائیں۔

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ (کہف: ۱۵)

یہ ہماری قوم ہے جنہوں نے بنالیا ہے اس کے سوا غیروں کو (اپنے) خدا کیوں نہیں پیش کرتے ان (کی خدائی) پر کوئی ایسی دلیل جو روشن ہو۔

سلطان بین سے مراد کامل دلیل ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ (کہف: ۱۵ تا ۱۷)

دیکھنے سے مرعوب ہو جاتا تھا۔ ان کے احوال سے ان باریک دقائق میں غور کرنا ممکن نہ تھا، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے تو انہیں کبھی دیکھا بھی نہ تھا، نہ ہی ان کے متعلق سنا تھا نہ ہی کسی کتاب میں ان کے اوصاف پڑھے تھے کیونکہ آپ ﷺ امی تھے جو امی امت میں جلوہ نما ہوئے تھے آپ ﷺ اس واقعہ کے متعلق وہ باتیں لے کر آئے ہیں جنہیں وہ شخص بھی نہیں لا سکتا جس نے اصحاب کہف کو دیکھا ہو۔ حتیٰ کہ ان کے کتے کا بھی ذکر کیا اس کی جگہ اور اس کے بیٹھنے کے انداز کا تذکرہ کیا کہ اس نے دروازہ پر اپنے بازو پھیلا رکھے تھے جبکہ اصحاب کہف کشادہ درے میں تھے۔ یہ سب کچھ نبوت مصطفیٰ ﷺ پر ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی صداقت کی بہت بڑی برہان ہے اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ یہ کلام خود گھڑنے والے نہیں جس طرح کہ قریش کا گمان تھا۔ ان اوصاف کے مضمون پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آگاہی حاصل کر۔ ان شاء اللہ تو اس چیز سے بچ جائے گا جس کی وجہ سے ملحد اس آیت کو کتاب اللہ سے چھپاتے پھرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس تذکرے کا کیا فائدہ ہے کہ سورج ان سے انحراف کرتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ ہر اس گھر میں اسی طرح ہوتا ہے جس کا دروازہ شمال کی طرف ہو۔ اہل معانی نے اس کے بہت سے فوائد بیان کئے ہیں۔ پہلا فائدہ تو یہ

Marfat.com

ورنہ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے اور جب تم الگ ہو گئے ہو ان (کفار) سے اور ان معبودوں سے جن کی یہ پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اب پناہ لو غار میں پھیلا دے گا تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت (کا دامن) اور مہیا کر دے گا تمہارے لئے تمہارے اس کام میں آسانیاں اور تو دیکھے گا سورج کو جب وہ ابھرتا ہے تو ہٹ کر گزرتا ہے ان کے غار سے دائیں جانب اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف کتراتا ہوا ڈوبتا ہے اور وہ (سو رہے) ہیں ایک کشادہ جگہ غار میں۔

ابن ہشام کہتے ہیں تزاور کا معنی مائل ہونا ہے۔ یہ الزور سے مشتق ہے۔ امرؤالقیس بن حجر کہتا ہے۔

وَ اِنِّی زَعِیْمٌ اِنْ رَجَعْتُ مُمَلَّکًا　بِسَیْرٍ تَرٰی مِنْهُ الْفُرَانِقُ اَزْوَرَا

میں سردار ہوں اگر میں شہنشاہ بن کر ایسی چال سے پلٹوں تو تو دیکھے گا کہ خطرساں بھی ایسے چال چلنے سے پہلوتہی کرتا ہے۔

ابوزحف الکلیبی شہر کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

جَابُ الْمُنْدٰی عَنْ هَوَانَا اَزْوَرُ　یُنْفِی الْمَطَایَا خِمْسُهُ الْعَشَنْزَرُ

اونٹوں کو پانی پلانے والی جگہ درست نہیں ہے۔ وہ ہمارے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی۔ اونٹوں کو پانچویں روز پانی پلانا انہیں ناتواں کر دیتا ہے۔

تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ۔ سورج ان سے تجاوز کر جاتا تھا اور انہیں اپنے شمال کی جانب

ہے کہ اس سے اس لطف کا پتہ چلتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس جگہ رکھا جہاں سورج بھی ان سے ہٹ کر گزرتا تھا اور انہیں اذیت نہ دیتا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کتے کے تذکرے اور اس کے بیٹھنے کے انداز کو ذکر کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے کیسے لطف کا اظہار ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حال کو بیان کرتے وقت کسی چیز کو نہیں چھوڑا حتی کہ ان کے کتے کی حالت کو بیان کیا، جبکہ انہیں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ان پر مطلع ہونے سے معذور تھا تو پھر وہ شخص ان کی حالت کو کیسے بیان کر سکتا ہے جس نے نہ تو انہیں دیکھا ہو اور نہ ہی ان کے متعلق سنا ہو؟۔ اگر وہ وحی نہ ہوتی جو بارگاہِ ربوبیت سے حضور ﷺ پر واضح اور شافی بیان لے کر آتی تھی اور وہ رعب بھی نہ ہوتا جو اصحاب کہف کی زیارت کرنے والے کو آلیتا تھا تو پھر مخالفین کی کامیابی کے امکانات کافی تھے۔

Marfat.com

چھوڑ دیتا تھا۔ ذوالرمہ کہتا ہے۔

اِلٰی ظُعُنٍ یَقْرِضْنَ اَقْوَازَ مُشْرِفٍ شِمَالًا وَ عَنْ اَیْمَانِهِنَّ الْفَوَارِسُ

میرا رجحان ان اونٹوں کی طرف ہے جن پر ہودے کسے ہوئے ہیں جو ریت کے بلند و بالا ٹیلوں کو اپنے شمال کی سمت چھوڑ کر چلتے جا رہے ہیں اور ان کے دائیں جانب گھڑ سوار ہیں۔

فجوۃ کا معنی وسعت ہے اس کی جمع فجاء ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

اَلْبَسْتَ قَوْمَكَ مَخْزَاةً وَ مَنْقَصَةً حَتّٰی اُبِیْحُوْا وَ خَلَّوْا فَجْوَةَ الدَّارِ

تو نے اپنی قوم کو ذلت و رسوائی کی پوشاک پہنا دی، حتیٰ کہ لوگ انہیں مباح اور حلال سمجھنے لگے اور انہوں نے گھر کے وسیع صحن کو چھوڑ دیا۔

ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ۔

(سورج کا) یوں (طلوع و غروب) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

یہ ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جنہوں نے اصحاب کہف کے کچھ حالات اصل کتاب سے جان لئے اور ان کے خلاف بھی دلیل ہے جنہوں نے قریش مکہ کو آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کے لئے آپ ﷺ سے پوچھنے کے لئے کہا۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ (کہف: ۱۷ تا ۱۸)

(حقیقت یہ ہے) کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کردے تو تو نہیں پائے گا اس کے لئے کوئی مددگار (اور) رہنما اور (اگر تو دیکھے تو) تو انہیں بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں (کبھی) دائیں

فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ۔ اس کا معنی فضاء ہے یعنی اگرچہ وہ کشادہ درے میں تھے پھر بھی انہیں دھوپ کا سامنا نہ کرنا پڑتا تھا۔ ابن سلام کہتے تھے یہ ایک نشانی ہے سال میں دو مرتبہ ان کے پہلو بدلے جاتے تھے جبکہ کتے کا پہلو نہ بدلا جاتا تھا اس کے باوجود زمین نے اسے نہیں کھایا کیونکہ ملائکہ ان کے پہلو بدلتے تھے۔ ملائکہ دنیا اور آخرت میں مومنین کے دوست ہیں جبکہ کتا اس آیت سے خارج ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق بالوصید کہا ہے یعنی وہ غار کے صحن میں تھا ان کے ساتھ غار میں داخل نہ تھا کیونکہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو۔ اس کلام میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں ابن سلام کہتے ہیں۔ اصحاب کہف کے پہلو پہلی نیند میں، زندہ ہونے سے قبل بدلتے جاتے

Marfat.com

جانب اور (کبھی) بائیں جانب اور ان کا کتا پھیلائے بیٹھا ہے اپنے دونوں بازو ان کی دہلیز پر۔
ابن ہشام نے کہا ہے کہ وصید کا معنی دروازہ ہے عبید بن وہب کا شعر ہے۔

بِاَرْضٍ فَلَاةٍ لَا يُسَدُّ وَصِيْدُهَا　عَلَيَّ وَ مَعْرُوْفِي بِهَا غَيْرُ مُنْكَرِ

ایسے بے آب وگیاہ جنگل میں جس کا دروازہ مجھ پر بند نہیں کیا جا سکتا اور وہاں میری نیکی بھی معروف ہے۔

وَصِیْد کے معنی صحن کے بھی ہیں اس کی جمع وَصَائِد، وصد، وصدان، اصد اور اصدان آتی ہے۔

لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا

اگر تو جھانک کر انہیں دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو اور تو بھر جائے ان کی (منزل) کو دیکھ کر ہیبت سے۔

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ

اور کہنے لگے وہ لوگ جو غالب تھے اپنے کام پر۔

تھے۔ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا .... اسی آیت سے بعض اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ لوگ مسلمان تھے اسی لئے انہوں نے کہا تھا کہ ہم ان کے پاس مسجد بنا لیتے ہیں۔ امام الطبری نے بیان کیا ہے کہ اصحاب کہف کے اٹھنے سے پہلے وہ لوگ اجساد اور ارواح کے متعلق جھگڑا کرتے تھے کہ روزِ حشر ان کا اعادہ کیسے ہوگا۔ ایک قوم کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اجسام کو اسی طرح لوٹایا جائے گا جس طرح وہ اپنی ارواح کے ساتھ تھے جس طرح کہ اہل اسلام کا بھی یہی نقطہ نظر ہے لیکن دوسرا گروہ ان کی مخالفت کرتا تھا وہ کہتے صرف روحیں اٹھائی جائیں گی اجسام کو نہیں لوٹا جائے گا۔ جس طرح کہ عیسائیوں کا نظریہ ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے اس کے مابین فساد پھیل گیا۔ ان کے بادشاہ کو یہ اختلاف بڑا ناگوار گزرا۔ اس نے کھردرے کپڑے پہن لئے۔ راکھ کو بکھیر دیا اور آہ وفغان کرنے لگا اس نے بارگاہِ صمدیت میں التجاء کی کہ وہ اس کی قوم کے اختلاف میں فیصلہ فرمادے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو زندہ فرمادیا۔ یہ واقعہ ہر کسی کو معلوم ہوگیا۔ بادشاہ نے اپنی قوم سے کہا۔ اللہ رب العزت نے تمہارے لئے یہ نشانی اس لئے ظاہر فرمائی، تاکہ تم متفق ہو جاؤ اور جان لو کہ اللہ رب العزت نے جس طرح اصحاب کہف کو زندہ فرمایا ہے ان کی ارواح ان کے ہی اجسام کی طرف لوٹائی ہیں اسی طرح وہ روزِ حشر ان کا اعادہ فرمائے گا۔ تمام قوم نے بادشاہ کے قول کی طرف رجوع کیا اور جان لیا کہ حق یہی ہے۔

Marfat.com

یعنی والیانِ شہر اور صاحبانِ اقتدار۔

لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا سَيَقُولُونَ

کہ بخدا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے کچھ کہیں گے۔

یعنی وہ یہودی علماء جنہوں نے اصحابِ کہف کے متعلق سوال کرنے کے لئے کہا تھا۔

ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ

کہ اصحاب کہف تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا یہ سب تخمینے ہیں بن دیکھے۔ (یعنی انہیں کوئی علم نہیں)

وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾ (کہف)

اور کچھ کہیں گے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا آپ فرمایئے (اس بحث کو رہنے دو) میرا رب بہتر جانتا ہے ان کی تعداد کو (اور) نہیں جانتے ان (کی صحیح تعداد) کو مگر چند آدمی سو بحث نہ کرو ان کے بارے میں بجز اس کے کہ سرسری سی گفتگو ہو جائے اور نہ دریافت کرو ان کے متعلق (اہل کتاب) میں سے کسی اور سے۔

کیونکہ انہیں اس کا علم نہیں ہے۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ (کہف۔ ۲۳۔ ۲۴)

واوِ ثمانیہ: اللہ کے ارشاد مبارک وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ میں واؤ کو واوِ ثمانیہ کہا جاتا ہے۔ ہم نے اس کی تفصیل میں ایک پورا باب لکھا ہے۔ اس جگہ کے متعلقہ گفتگو یہ ہے کہ یہ واؤ کہنے والوں کی تصدیق پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ عاطفہ ہے اور اس سے پہلے محذوف کلام ''نعم'' ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اِنَّ زَيْدًا شَاعِرٌ۔ زید شاعر ہے۔ تو اسے کہے وفقیہٌ اور فقیہ بھی۔ اب گویا کہ تو اس کی تصدیق کر رہا ہے کہ وہ شاعر بھی ہے اور فقیہ بھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ أَيُتَوَضَّأُ بِمَا أَفْضَلَتِ الْحُمُرُ فَقَالَ وَ بِمَا أَفْضَلَتِ السِّبَاعُ۔ کیا بقیہ شراب سے وضو کرنا جائز ہے آپ ﷺ نے فرمایا اور درندوں کے جھوٹے سے بھی وضو جائز ہے۔ آپ ﷺ کا اصل فرمان یوں تھا نَعَمْ وَ بِمَا أَفْضَلَتِ السِّبَاعُ۔ بقیہ شراب سے وضوء کرنا جائز ہے اور اسی طرح درندے کے جھوٹے بقیہ پانی سے بھی وضوء کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

Marfat.com

ہر گز نہ کہنا کسی چیز کے متعلق کہ میں اسے کرنے والا ہوں کل مگر (یہ کہ ساتھ یہ بھی کہو) اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے (یہ بھی) کہو کہ مجھے امید ہے کہ دکھا دے گا مجھے میرا رب اس سے بھی قریب تر ہدایت کی راہ۔

اگر وہ آپ ﷺ سے کسی چیز کے متعلق سوال کریں تو آپ ﷺ انہیں اِنّی مُخبِرُکُم غَدًا (میں تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا) نہ کہا کریں بلکہ ساتھ ان شاء اللہ بھی کہا کریں، جب

وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ

''اور روزی دے اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے (یعنی) جو ان میں سے ایمان لائے اللہ پر اور روزِ قیامت پر اللہ نے فرمایا (ان میں سے) جس نے کفر بھی کیا''۔

یہ فرمان بھی اسی طرح ہے۔ اسی طرح علماء کے متعلق خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ۔ جواب میں ذات باری تعالیٰ نے فرمایا (وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ) یہ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ، رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ کی طرح نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے ماقبل کی صفت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول رَجْمًا بِالْغَيْبِ کے تحت ہے۔

آیۃ الاستثناء

اللہ تعالیٰ کا فرمان وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ کی تفسیر میں ابن اسحاق نے لکھا ہے اَیْ اسْتَثْنِ شِيْئَةَ اللّٰهِ۔ مشیت الٰہیہ سے مستثنیٰ کیا کریں۔ الشیئۃ شاء، یشاء کا مصدر ہے جس طرح خاف یخاف کا مصدر خیفہ ہے۔ اگر اس معنی سے اس آیت کی تفسیر کی جائے تو پھر آیت کا یہ لفظ انتہائی مشکل ہے کیونکہ اللہ کا قول ''لَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْئٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا'' اس کلام کرنے سے روکنا ہے لیکن پھر ''اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ'' سے اسی کلام کو کرنے سے منع نہ کرنا ہے۔ اس طرح وہ شخص جسے اس قول سے روکا گیا اسے ''اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ'' متصل کر کے بھی ایسا کہنے سے روکا جائے۔ یہ محال ہے اس شخص کا قول ''اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ'' اللہ کی جانب سے استثناء ہوگا۔ یہ عزیمت نہی کے لئے نقض ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا بطلان ہے۔ جب سردار اپنے غلام سے کہتا ہے لَا تَقُمْ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَقُوْمَ۔ کھڑا نہ ہو مگر یہ کہ جب اللہ چاہے کہ تو کھڑا ہو جائے۔ گویا کہ اس نے نہی کی گرہ کو خود ہی کھول دیا کیونکہ کسی فعل کے لئے اللہ کی منشاء صرف ''بالفعل'' معلوم ہو سکتی ہے۔ بندہ کھڑا ہو جائے اور یہ کہے قَدْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ نَقُوْمَ۔ اللہ کی منشاء ہے کہ ہم کھڑے ہو جائیں۔ لیکن یہ نہی اس معنی پر نہیں۔ حرف استثناء نہی کی طرف نہیں لوٹتا اور اس کا تعلق اس کلام سے ہے جس سے بندے کو روکا گیا ہے۔ اس طرح اس کا اشکال

Marfat.com

اللہ کا ذکر بھول جائیں تو اپنے پروردگار کو یاد کر لیا کریں اور فرمائیں یقیناً میرا رب میری راہ نمائی

واضح ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلام میں حذف اور اضمار ہے اور وہ ہے وَلَا تَقُولَنَّ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذَالِكَ اِلَّا ذَاكِرًا اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ اَوْ نَاطِقًا بِاَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو اللہ کی مشیت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہہ کہ میں اسے کل کروں گا کیونکہ الشیئۃ مصدر ہے اور اَنْ اور فعل بھی مصدر کی تاویل میں ہوتا ہے۔ یہ مصدر اعراب میں قول مضمر کا مفعول ہے۔ اہل عرب ''قول'' کو حذف کر دیتے ہیں اور صرف مقولہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ (آل عمران:١٠٦)

تو وہ جو سیاہ رو ہوں گے (انہیں کہا جائے گا) کہ کیا تم نے کفر اختیار کر لیا تھا۔

اَكَفَرْتُمْ سے پہلے يُقَالُ لَهُمْ (ان سے کہا جائے گا) محذوف ہے قول کو حذف کر دیا گیا اور مقولہ کو باقی رکھا گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (الرعد:٢٤)

(یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے ان پر ہر دروازہ سے سلامتی ہو تم پر۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سے پہلے يَقُوْلُوْنَ محذوف ہے اسی طرح اللہ کا فرمان ''اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ'' کلام نہی ہے، پھر قول کو محذوف کیا اور وہ ''ذاکرا'' ہے جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے اس کے بعد مقولہ کو برقرار رکھا۔ اس مقام پر اسی قدر تشریح کافی ہے۔

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ

ابن اسحاق کہتے ہیں اس سے قبل ''سَيَقُوْلُوْنَ ذَالِكَ'' محذوف ہے۔ یہ اس کی ایک تاویل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے ''قالوا'' کا اضافہ کیا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ ''قُلْ رَبِّیْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا'' میں مؤلف یا کسی اور کی طرف سے وہم ہے۔ صحیح قرأت ''قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا'' ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے ٹھہرنے کی خبر دینا ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ قریش اور دیگر کفار اس مقدار کے علم سے محروم ہیں اور اس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہے تو فرمایا ''قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا''

ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا

یہ تین سو سال عجمی حساب کے اعتبار سے ہیں اور اگر چاند کا حساب لگایا جائے تو پھر نو سال کا اضافہ ہو جائے گا کیونکہ وہ مدت جو سورج کے اعتبار سے تین سو سال ہو چاند کے اعتبار سے اس میں نو سال کا

Marfat.com

اس خبر کی طرف کرے گا جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ آپ علیہ السلام آگاہ نہیں کہ میں

اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ثَلَاثُ مِائَةِ سِنِیْنَ فرمایا ہے۔ سِنِین کی جگہ سَنَۃً نہیں فرمایا، جیسا کہ عربی میں اعداد کی تمیز ہے کیونکہ مائۃ کا لفظ، واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں سنین ماقبل کا بدل ہے یہ صرف اضافت اور تمیز نہیں ہے۔ ایک عظیم حکمت کی وجہ سے لفظ کو اضافت سے بدل کی طرف پھیرا گیا ہے۔ وہ خاص حکمت یہ ہے کہ اگر اللہ رب العزت ثَلَاثُ مِائَةِ سَنَةٍ فرماتا تو یہ صرف لوگوں میں سے ایک گروہ کا جواب ہوتا۔ حالانکہ لوگ اس کے متعلق دو گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک گروہ اصحاب کہف کے قیام کی طوالت کو جانتا تھا، لیکن وہ سالوں کی تعداد کو نہیں جانتے تھے جبکہ دوسرا گروہ ان کے قیام کی طوالت سے ہی آشنا نہ تھا۔ وہ اصحاب کہف کے متعلق کسی چیز سے بھی آگاہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ثَلَاثُ مِائَةِ فرما کر ان لوگوں کو اس مدت کے بارے بتا دیا جس میں انہیں شک تھا۔ اسی طرح دوسرے گروہ کے لئے بھی بیان کر دیا کہ یہ مدت تین سو سال تھی۔ دن اور مہینوں میں محدود نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عدد کے تذکرے اور معدود کو جمع کر کے دونوں کو آگاہ کرنے کا انتظام فرمایا۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ بدل ہے کیونکہ بدل کا مقصد ماقبل کلام کی وضاحت کرنا ہوتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہود جانتے تھے کہ اصحاب کہف کا واقعہ بڑا عجیب ہے ان کا یہ تعجب ان کے طویل قیام کی وجہ سے تھا لیکن انہیں یقینی طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کی غار میں ٹھہرنے کی مدت تین سو سال تھی یا اس سے کم۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا وہ مدت تین سو سال تھی۔ پھر اہل عرب جنہوں نے اصحاب کہف کے متعلق کچھ نہیں سنا تھا انہوں نے پوچھا ان تین سو سے کیا مراد ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا اس سے مراد تین سو سال ہیں یہ تفسیر علامہ ضحاک سے روایت ہے اور اسے نحاس نے ذکر کیا ہے۔

سَنَةٌ اور عَامٌ میں فرق

اللہ رب العزت نے اس جگہ ''سنین'' کا لفظ ذکر کیا ہے۔ ''اعوام'' ذکر نہیں کیا۔ اہل عرب ان دونوں کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرتے ہیں لیکن ان میں بلاغت اور علم کے اعتبار سے فرق ہے۔ قرآن پاک نے اس فرق کو پیش نظر رکھا ہے۔ ان میں پہلا فرق تو یہ ہے کہ ان کا مادۂ اشتقاق جدا جدا ہے سنۃ، سَنَا یَسْنُو سے مشتق ہے۔ اس کا معنی جانور کا کنویں کے ارد گرد چکر لگانا ہے اسی لئے جانور کو ''اَلسَّانِیَۃ'' بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح سال سورج کے چکروں میں سے ایک چکر ہے۔ اسی لئے سنۃ کو دار بھی کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اِنَّ بَیْنَ آدَمَ وَ نُوْحٍ اَلْفُ دَارٍ حضرت آدم اور حضرت

Marfat.com

کیا کرنے والا ہوں۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ

نوح علیہما السلام کے مابین ایک ہزار سال کی مدت تھی۔ داڑ کا معنی سنۃ (سال) ہے۔ اہل عرب قحط کی شدت کو بھی سَنَۃ کہتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ۔ (الاعراف: ۱۳۰)

اور بیشک ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط سالی سے۔

جب کوئی قوم قحط سالی کا شکار ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے اَسْنَتَ الْقَوْمُ۔ اس کا وزن اَفْعَتُوْا ہے۔ ''اِفْعَلُوْا'' نہیں ہے سیبویہ نے تاء کو واؤ کا بدل قرار دیا ہے ان کے نزدیک یہ ''اِفْعَلُوْا'' کے وزن پر ہے کیونکہ خشک سالی اور خوش حالی کا تعلق موسم گرما اور موسم سرما کے ساتھ ہے عجمی سالوں کا حساب سورج کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ اصحاب کہف بھی عجمی تھے نصاریٰ ان کی داستان سے آشنا تھے اور اس کا حساب رکھتے تھے۔ اسی لئے قرآن پاک میں ''سنین'' کا ذکر کیا تا کہ ان کے حساب سے موافقت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان ''وَازْدَادُوْا تِسْعًا'' سے فائدہ کو مکمل کیا تا کہ اہل عرب کے حساب سے موافقت ہو جائے کیونکہ وہ قمری مہینوں سے حساب لگاتے تھے مثلاً محرم، صفر وغیرہ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں غور کرو۔

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا (یوسف: ۴۷)

آپ نے فرمایا کہ تم کاشت کرو گے سات سال حسب دستور۔

یہاں بھی ''اعوام'' کا ذکر نہیں کیا یہ بھی ہمارے سابقہ نقطہ نظر کی دلیل ہے پھر اللہ رب العزت نے فرمایا۔

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ (یوسف: ۴۹)

پھر آئے گا اس (خوشحالی کے بعد) ایک سال۔

اب سنۃ نہ کہا تا کہ لفظ مشترک سے عدول ہو جائے کیونکہ سنۃ سے کبھی کبھی شدت اور سختی بھی مراد لی جاتی ہے اگر سنۃ کا لفظ استعمال کیا جاتا تو ذہن اس کی طرف جاتا۔ عام، دنوں کے اعتبار سے بھی سنۃ سے کم ہے کیونکہ خواب سات شدید سالوں پر دلالت کرتی تھی۔ جب یہ تعداد پوری ہو گئی تو پھر خوشحالی آ گئی۔ خواب میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس خوشحالی کی مدت پر دلالت کرے اس کا ایک سال سے کم ہونا ناممکن ہے اور سال سے زیادہ ہونا بھی مشکوک ہے۔ خواب اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ لہٰذا اَقَلْ کا حکم لگایا

Marfat.com

الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ (کہف)

اور (اہل کتاب کہتے ہیں کہ) وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں تین سو سال اور زیادہ کئے انہوں نے (اس پر) نو سال آپ فرمائیے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جتنی مدت وہ ٹھہرے اسی کے لئے (علم) غیب ہے آسمانوں اور زمین کا وہ بڑا دیکھنے والا ہے اور سب باتیں سننے والا ہے۔ نہیں ان کا اس کے سوا کوئی دوست اور وہ نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو۔

دیا گیا اور ایک سال سے زیادہ مدت میں جو شک تھا اسے ترک کر دیا گیا۔ اس جگہ لفظ "عام" کو استعمال کرنے کے یہ دو فوائد ہیں۔

وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً۔ (وہ چالیس سال کا ہو گیا) میں لفظ سنۃ کا تذکرہ کیا جو عام سے طویل ہوتا ہے کیونکہ اس آیت میں انسان کے بڑھاپے اور اس کی قوت و توانائی کے پورا ہونے کی خبر دینا مقصود ہے۔ اس لئے یہاں لفظ سنۃ مناسب تھا کیونکہ یہ عام سے زیادہ کامل ہوتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں سن (عمر) کے متعلق خبر دینا مقصود ہے۔ اس لئے یہی لفظ بہتر تھا کیونکہ حیوان میں عمر کا اعتبار شمسی سال سے ہی کیا جاتا ہے کیونکہ حمل موسم بہار اور موسم گرما میں ہوتا ہے اسی لئے بکیر (پہلے بچے) کو "ربعی" دوسرے کو "صیفی" کہا جاتا ہے زاجر کہتا ہے۔

اِنَّ بَنِيَّ صِبْيَةٌ صَيْفِيُّوْنَ اَفْلَحَ مَنْ كَانَ لَهٗ رِبْعِيُّوْنَ

میرا بچہ "صیفیون" میں سے ہے اور کامیاب وہ ہوتا ہے جس کا بچہ "ربعیون" میں سے ہو۔ سنین اگرچہ اونٹ وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً اِبْنُ سَنَةٍ، اِبْنُ سَنَتَيْنِ کیونکہ دراصل یہ لفظ جانوروں کے لئے ہی وضع کردہ ہے مگر اس کا استعمال انسانوں کے لئے بھی ہونے لگا۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ فِیْ عَامَيْنِ۔ میں لفظ عام کو استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی ہے۔

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (البقرۃ: ۱۸۹)

دریافت کرتے ہیں آپ سے نئے چاندوں کے متعلق (کہ یہ کیونکر گھٹتے بڑھتے ہیں) فرمائیے یہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے۔ رضاعت کا تعلق بھی احکام شرعیہ سے ہے اس لئے اس میں ہم نے قمری مہینوں پر انحصار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک: یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا (توبہ: ۳۷) "حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں"۔ میں سنۃ کا لفظ اس لئے استعمال نہیں کیا گیا کیونکہ اس سے مراد محرم اور ربیع کا مہینہ ہے

Marfat.com

سیاح شخص کے متعلق سوال کا جواب

سیاح شخص کے متعلق سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًاؕ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًاۙ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا﴿۸۵﴾ (الکہف: ۸۳ تا ۸۵)

کیونکہ اہل عرب ستمبر اور اکتوبر وغیرہ سے حساب نہیں لگاتے تھے یہ شمسی مہینے ہیں۔ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ (بقرہ: ۲۵۹) ''سو مردہ رکھا اسے اللہ تعالیٰ نے سو سال تک''۔ اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کو ایک شخص کے متعلق بتانا مقصود ہے اور ان کا حساب قمری مہینوں کے اعتبار سے ہوتا ہے اس لئے ''عام'' ذکر کیا۔ ارشاد ربانی ہے: فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا (العنکبوت: ۱۴) ''تو وہ ٹھہرے رہے اس میں پچاس کم ہزار سال''۔ میں لفظ سنۃ اس لئے استعمال کیا کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی ساری زندگی مصائب سے بھری ہوئی تھی صرف آخری سالوں میں خوشحالی کا دور دورہ ہوا آپ علیہ السلام کے پاس مدد آ گئی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ کو علم تھا آپ علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی مگر ان میں سے پچاس ''عام'' تھے، آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ہزار سال تھی مگر اس میں پچاس سال میں وہ کمی تھی جو شمسی مہینوں اور قمری مہینوں کے اعتبار سے ہوتی ہے کیونکہ اگر پچاس سال کا حساب قمری مہینوں سے لگایا جائے تو اس میں شمسی مہینوں کے اعتبار سے ڈیڑھ سال کی کمی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی عمر کے اس فرق کو جانتا تھا اس لئے لفظ عام ذکر کیا۔ یہ لفظ اسی معنی کے موافق ہے۔ پہلا قول زیادہ درست ہے۔ نزول قرآن اور الفاظ کو برمحل استعمال کرنے کا علم، انسان کے لئے اعجازِ قرآن کے نئے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍۚ﴿۴﴾ (المعارج: ۴)، وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴿۴۷﴾ (الحج) ''اور بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی طرح ہوتا ہے جس حساب سے تم گنتی کرتے ہو''۔ اس دن اور اس روز کی طوالت کی وجہ سے یہاں سنۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور یہی مناسب ہے۔

ذوالقرنین

حضور ﷺ سے ذوالقرنین کے متعلق روایت ہے۔ اِنَّهٗ مَلِكًا مَسَحَ الْاَرْضَ بِالْاَسْبَابِ۔ ''وہ بادشاہ تھا جس نے اسباب کے ذریعے زمین کی پیمائش کی''۔

اسباب کا کیا معنی ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں جو آپس میں ملتے جلتے

Marfat.com

اور وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے ذی القرنین کے متعلق فرمایئے میں ابھی بیان کرتا ہوں تمہارے سامنے اس کا حال ہم نے اقتدار بخشا تھا اسے زمین میں اور ہم نے دیا تھا اسے ہر چیز (تک رسائی حاصل کرنے) کا ساز و سامان پس وہ روانہ ہوا ایک راہ پر۔

ذوالقرنین کا واقعہ یہ ہے اسے وہ کچھ ملا جو اس کے علاوہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا۔ اسے اسباب عطا کئے گئے حتیٰ کہ وہ زمین کے مشارق و مغارب تک پہنچ گیا۔ وہ جس زمین پر بھی قدم

ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ (الکہف) ''اور ہم نے دیا تھا اسے ہر چیز (تک رسائی حاصل کرنے) کا ساز و سامان پس وہ روانہ ہوا ایک راہ پر''۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں سَبَبًا سے مراد وہ علم ہے جس کی وہ پیروی کرتا تھا۔ فَاَتْبَعَ سَبَبًا میں سببا سے مراد منزل تک لے جانے والا راستہ ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔ اس سے مراد نور کا پہاڑ ہے۔ فرشتہ اسے اٹھا کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا اور بادشاہ اس کے پیچھے پیچھے ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس بادشاہ کا نام زیا قیل تھا۔

یہ قول اس شخص کی تائید کرتا ہے جو کہتا ہے ''سَبَبًا'' سے مراد راستہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارک مَلِكٌ مَسَحَ الْاَرْضَ بِالْاَسْبَابِ سے بھی اسی کی توثیق ہوتی ہے۔ ذوالقرنین کا یہ نام کیوں پڑا۔ اس میں اسی طرح اختلاف ہے جس طرح اس کے نام اور اس کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے روایت ہے کہ ابن الکواء نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ذوالقرنین نبی تھا کہ بادشاہ تھا؟ انہوں نے کہا وہ نہ تو نبی تھا اور نہ ہی بادشاہ تھا وہ ایک نیک شخص تھا جو اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا تھا اس کی قوم نے اس کی کنپٹیوں پر دو چوٹیں لگائیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے بالوں کی دو گوندھی ہوئی رسیاں تھیں اہل عرب بالوں کے گچھے کو قرن کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے سورج کی دو شعاعوں کو پکڑ لیا۔ اس کی تعبیر یہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد مشرق اور مغرب ہے۔ اسے علی بن ابی طالب القیر وانی العابد نے اپنی کتاب ''البستان'' میں ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اسی وجہ سے اسے ذوالقرنین کہا جاتا تھا۔

ابن ہشام نے اس کا نام مرزبی بن مرذبہ لکھا ہے اس کا نام ہرمس اور ہردیس بھی بتایا جاتا ہے۔

ابن ہشام کی دوسری روایت کے مطابق اس کا نام صعب بن ذی مراثد تھا۔ یہی پہلا تبع تھا۔ اسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے کنویں کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق اس کا نام افریدون بن اثفیان تھا اور اسی نے ضحاک کو قتل کیا تھا۔

Marfat.com

رکھتا وہاں کے لوگوں پر غلبہ پالیتا۔ حتیٰ کہ وہ مشرق مغرب کی ان انتہاؤں تک پہنچ گیا جن کے بعد مخلوق نہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے اس شخص نے روایت کیا ہے جو عجمیوں سے احادیث روایت کرتا تھا کہ ذوالقرنین مصر کا باشندہ تھا اس کا نام مرزبان بن مرذبۃ الیونانی تھا۔ یہ یونان بن یافث بن نوح کی اولاد میں سے تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں اس کا نام الاسکندریہ تھا۔

روایت ہے کہ قیس بن ساعدۃ نے بازارِ عکاظ میں جو خطبہ دیا تھا اس میں اس نے کہا۔ ''اے معشیر اباد! الصعب ذوالقرنین کہاں ہے، وہ پورب و پچھم کا مالک بنا اس نے جن وانس کو ذلیل کیا وہ دو ہزار سال تک زندہ رہا۔ یہ سب کچھ پلک جھپکنے کی دیر میں ہوگیا۔ ابن ہشام نے الاعشیٰ کا یہ شعر پڑھا۔

وَالصَّعْبُ ذُوالْقَرْنَيْنِ اَصْبَحَ ثَاوِيًا   بِالحِنوِ فِي جَدَثٍ أُمِيْمُ مُقِيْمُ

''الصعب ذوالقرنین مقام حنو میں زیر زمین چلا گیا اسی مقام پر امیم بھی مقیم ہے''۔ الحنو سے مراد حنو قرار ہے۔ اسی مقام پر ذوالقرنین مرا تھا۔ یہ جگہ عراق میں ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔ ذوالقرنین کا تعلق مصر سے تھا اس کا نام سکندر تھا اور اسی نے ہی اسکندریہ شہر آباد کیا تھا لیکن یہ قول درست معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے اسکندر کا نام بھی ذوالقرنین رکھ دیا گیا ہو تا کہ پہلے ذوالقرنین سے مشابہت پیدا ہو جائے کیونکہ وہ مشرق ومغرب کا مالک بنا اس نے ایرانی شہنشاہوں کو ذلیل کیا۔ دارا ابن دارا کو قتل کیا اور روم وغیرہ کے بادشاہوں کو رسوا کیا۔ امام الطبری کہتے ہیں اسکندر سے مراد اسکندر روس بن قلیقوس ہے اسی کو ابن قلیس بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی ماں زنجیہ تھی یہ یا تو دارا اکبر کو بطور ہدیہ پیش کی گئی تھی یا اس نے اسے گرفتار کیا تھا لیکن اس کی منہ کی گندی بو نے اسے اس کے قریب جانے سے روک دیا۔ اندروس سے اس کا علاج کیا گیا، اس کے پیٹ میں دارا اصغر تھا جب وہ پیدا ہوا تو اسے واپس کر دیا گیا اور اسکندر کے والد نے اس سے شادی کر لی اس سے اسکندروس پیدا ہوا۔ اس کا نام اس اجڑی بوٹی سے مشتق ہے جس سے اس کی ماں کے منہ کی بو ختم ہوئی۔ حضرت زبیر سے روایت ہے کہ ذوالقرنین سے مراد عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے۔ ابن حبیب نے ''المحبر'' میں صعب بن قرین کو ذوالقرنین کہا ہے۔ ممکن ہے مختلف اوقات کے بادشاہ اس نام سے موسوم ہوں۔ ان میں سے ہر ایک ذوالقرنین کہلاتا ہو۔ ان میں سے پہلا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھا۔ یہی حضرت خضر علیہ السلام کا ساتھی تھا جس نے آب حیات کے چشمہ کی جستجو کی تھی۔ حضرت خضر نے اسے پالیا لیکن ذوالقرنین اسے نہ پاسکا۔ اس کے اور اس کی فوج کے مابین ظلمات حائل ہوگئیں۔

Marfat.com

''اسکندریہ'' شہر اسی نے بنایا تھا اور اسی کی طرف منسوب ہوا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے نور بن یزید نے خالد بن معدان الکلاعی سے روایت کیا ہے، انہیں معلوم ہوا کہ نبی محترم ﷺ سے

انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کا حکم

ابن اسحاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے۔ انہوں نے یہ بات حضور ﷺ سے سن کر ہی کہی ہوگی کہ ذوالقرنین فرشتہ تھا۔ حضور ﷺ کی زبانِ اقدس پر حق کے علاوہ کچھ جاری نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے تو پھر اس کی تاویل کی ضرورت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ قول کس کا درست ہے۔ جو کچھ مؤرخین نے لکھا ہے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو تقویت ملتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کو ناپسند فرمایا ہے۔ انہوں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعیسیٰ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویحییٰ کو عجیب سمجھا۔ جب انہوں نے بتایا کہ یہ کنیت حضور ﷺ نے رکھی تھیں تو آپ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ شاید انہوں نے یہ ناپسند فرمایا ہو کہ کثرت سے انبیائے کرام علیہم السلام کے نام رکھے جائیں۔ ورنہ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ یقین تھا کہ انبیائے کرام کے ناموں پر نام رکھنا کتنا باعثِ شرف ہے اور یہ آخرت میں بھی نفع رساں ہوگا۔ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی عوام کو یہ شعور دلانا چاہا کہ صرف مذکورہ بالا مقصد کے لئے ہی یہ مبارک اسماء رکھو۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اس کراہت کی وجہ صرف آپ ہی جانتے ہیں ورنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کئی افراد نے ''محمد'' نام رکھا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی حیدر کرار، حضرت طلحہ، حضرت ابوحذیفہ، ابوجہم، حضرت حاطب اور حضرت خطاب رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ محمد بن خطاب کے علاوہ تمام نے اپنی کنیتیں بھی ابوالقاسم رکھیں۔ صرف محمد بن خطاب کی کنیت ابوموسیٰ تھی۔ حضرت اسید بن حضیر نے اپنے بیٹے کا نام یحییٰ رکھا جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے دس فرزند تھے ان میں ہر ایک کا نام کسی نہ کسی نبی کے نام پر تھا۔ مثلاً موسیٰ، عیسیٰ، اسحٰق، یعقوب، ابراہیم، اور محمد وغیرہ۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بھی دس بیٹے تھے انہوں نے ہر ایک کا نام شہید کے نام پر رکھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا میں نے اپنے بیٹوں کے نام انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر رکھے ہیں جبکہ آپ نے اپنے بیٹوں کے نام شہداء کے اسماء پر رکھے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں خواہش کرتا ہوں کہ میرے بیٹوں کے سروں پر شہادت کا تاج سجایا جائے لیکن آپ یہ خواہش نہیں کر سکتے کہ آپ کے بیٹے انبیاء بنیں۔ رسول محترم ﷺ نے اپنے

Marfat.com

ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایسا بادشاہ تھا جس نے زمین کی پیمائش اسباب کے ذریعے کی۔ حضرت خالد کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کوئی شخص کسی کو یوں پکار رہا تھا یا ذالقرنین، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ ربوبیت میں اس کے لئے مغفرت کی دعا کی پھر فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہوئے کہ تم نے انبیاء علیہم السلام کے نام رکھ لئے حتیٰ کہ تم ملائکہ کے نام رکھنے لگے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہی خوب جانتا

بیٹے کا نام ابراہیم (رضی اللہ عنہ) رکھا۔ اس کے متعلقہ بہت سے آثار روایت ہیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سَمُّوْا بِاَسْمَاءِ الاَنْبِیَاءِ۔ انبیائے کرام کے ناموں پر نام رکھو۔ اس حکم کو اباحت پر محمول کیا جائے گا وجوب پر نہیں۔ جہاں تک "محمد" نام رکھنے کا تعلق ہے تو مسند الحارث میں حضور ﷺ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مَا کَانَ لَهٗ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ وَ لَمْ یُسَمِّ اَحَدَهُمْ بِمُحَمَّدٍ فَقَدْ جَهِلَ۔ "جس کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے اس نے ان میں سے کسی ایک کا نام بھی محمد نہ رکھا تو اس نے جاہلوں والا کام کیا"۔ "المعیطی" میں ہے کہ امام مالک سے "محمد" نام رکھنے اور ابوالقاسم کنیت رکھنے کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے اپنے بیٹے کا نام محمد اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی، انہوں نے فرمایا میں نے تو یہ نام اور کنیت نہیں رکھی لیکن اس کے اہل لوگ ایسا کرتے ہیں۔ میں نے اس کے متعلق کسی نہی کو نہیں سنا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام مالک کے پاس کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں پہنچی جو اس مبارک نام کی نہی کو شامل ہو۔ شاید امام مالک تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث پہنچی ہو، حضور ﷺ نے فرمایا مَا الَّذِیْ اَحَلَّ اِسْمِیْ وَحَرَّمَ کُنْیَتِیْ۔ اس ذات نے میرے نام مبارک پر نام رکھنے کو حلال اور میری کنیت پر کنیت رکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ حدیث شریف، حدیث نہی کی ناسخ ہے۔ ابن سیرین ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کنیت ابوالقاسم رکھے خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو۔ ایک گروہ یہ ناپسند کرتا تھا کہ محمد نامی شخص اپنی کنیت ابوالقاسم رکھے المعیطی میں ہے کہ ابن سیرین سے "مہدی" نام رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے ناپسند فرمایا، انہوں نے فرمایا اسے کیا علم کہ وہ ہدایت یافتہ ہے لیکن انہوں نے ہادی نام رکھنے کو مباح قرار دیا ہے اور کہا کہ ہادی وہ ہوتا ہے جو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ امام مالک نے جبرائیل نام رکھنے کو پسند فرمایا ہے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملائکہ کے نام رکھنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ امام مالک نے "یٰسین" نام رکھنا بھی مکروہ سمجھا ہے۔

Marfat.com

ہے کہ ذوالقرنین کون تھا۔ کیا حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا یا نہیں۔ اگر آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو آپ ﷺ کا فرمان سچا ہے۔

روح کی حقیقت اور بعض دیگر آیات کا نزول

جب قریش مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے روح کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾ (الاسراء)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی گئی ہے کہ سرور کائنات ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ یہودی علماء نے کہا اے محمد! (ﷺ) کیا

روح اور نفس

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قریش مکہ نے آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کیا پھر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ ابن اسحاق سے البکائی کی سند کے علاوہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ابن اسحاق کی یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جس میں ہے کہ یہودیوں نے قریش سے کہا۔ ''محمد عربی ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرو اگر انہوں نے تمہیں اس کے متعلق بتا دیا تو وہ نبی نہیں ہیں اور اگر انہوں نے کچھ نہ بتایا تو وہ نبی ہیں۔ ابن اسحاق کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ سے سیاح شخص، اصحابِ کہف اور روح کے متعلق سوال کرو۔ اگر انہوں نے جواب دے دیئے تو وہ سچے نبی ہیں ورنہ وہ سچے نہیں ہیں۔ اس میں انہوں نے روح وغیرہ سب کو اس میں شامل کیا ہے، وہ روح جس کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس میں اہل تاویل کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ ''الروح الامین'' اور ''روح القدس'' ہیں۔ اسی روایت کی بنا پر ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے قریش سے فرمایا۔ ''وہ جبرائیل ہیں'' ایک گروہ کہتا ہے کہ روح ملائکہ کی وہ قسم ہے جس کی شکل بنی آدم کی شکل پر بنائی گئی ہے۔ ایک طائفہ کہتا ہے کہ روح ایک ایسی مخلوق ہے جو ملائکہ کو دیکھ لیتی ہے لیکن ملائکہ اسے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ ملائکہ کے لئے ایسے ہے جس طرح بنی آدم کے لئے ملائکہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روح وہ فرشتہ ہے جس کے ایک ہزار سر، ہر سر پر ایک ہزار چہرے، ہر چہرے میں ایک ہزار مونھ اور ہر مونھ میں ایک ہزار زبانیں ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی مختلف زبانوں میں تعریف کرتا ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ روح جس کے متعلق یہود نے سوال کیا تھا وہ روح انسانی ہے پھر اس میں ان علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول محترم ﷺ نے انہیں کوئی

Marfat.com

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا پڑھا اور عرض کی کہ اے

جواب نہ دیا تھا کیونکہ انہوں نے مذاقاً سوال کیا تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ سے فرمایا اے محمد مصطفیٰ ﷺ! فرمائیں روح میرے رب کا امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی وضاحت کا حکم نہ دیا۔ اللہ کے امر سے مراد شرع ہے اور اس سے مراد وہ کتاب ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ جو شریعت مطہرہ میں داخل ہو گیا اور کتاب وسنت کو جان لیا اس نے روح کو پہچان لیا۔ گویا کہ اس کلام کا معنی یہ ہے۔ دین میں شامل ہو جاؤ تم اس چیز کو پہچان لو گے جس کا تم نے سوال کیا ہے۔ یہ میرے رب کا امر ہے۔ یہ وہ امر ہے جس کی میں اپنے رب کی طرف سے تبلیغ کرنے آیا ہوں کیونکہ روح کو نہ تو طبیعت کے اعتبار سے اور نہ فلسفہ کے اعتبار سے جانا جا سکتا ہے۔ نہ ہی رائے اور قیاس سے اس کی پہچان ہو سکتی ہے۔ صرف شریعت کے اعتبار سے اس کی پہچان ہو سکتی ہے جب تو قرآن و سنت میں اس کے تذکرے پر غور کرے گا۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے۔ ثُمَّ سَوّٰهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ ''پھر اس (کے قد وقامت) کو درست فرمایا اور پھونک دی اس میں اپنی روح'' اس سے مراد روحِ حیات ہے، حیات اللہ رب العزت کی صفات میں سے ہے۔ ''نفخ'' حقیقت میں فرشتے کی طرف منسوب ہے جس نے اپنے رب کے حکم سے اس میں روح پھونکی تھی اور جب تو احادیث مصطفیٰ ﷺ میں غور کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اَنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ وَاَنَّهَا تَتَعَارَفُ وَتَتَشَامُّ فِي الْهَوَاءِ۔ ''ارواح ایک جمع شدہ لشکر ہیں جو ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں، ہوا میں سونگھ لیتی ہیں۔ موت کے بعد اجسام سے قبض کر لی جاتی ہیں۔ قبر میں ان سے سوالات ہوں گے۔ وہ سوال کو سمجھیں گی، سنیں گی اور دیکھیں گی۔ انہیں نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا وہ لذت حاصل کریں گی اور درد محسوس کریں گی۔'' یہ تمام صفات اجسام کی ہیں تو تمہیں ان دلائل سے یہی معلوم ہو گا کہ یہ اجسام ہیں لیکن یہ کثافت، ثقل اور اظلام میں اجساد کی مانند نہیں ہیں کیونکہ اجسام پانی، مٹی اور بدبودار کیچڑ سے تخلیق کیے گئے ہیں۔ یہی ان کی اصل ہے جبکہ ارواح ''نفخ'' سے تخلیق شدہ ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی گذر چکا ہے۔ یہ نفخ فرشتے کی طرف منسوب ہے جبکہ فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں تذکرہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نفخ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اسی طرح اس نے ارواح کو قبض کرنے کو بھی اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (الزمر: ۴۲) ''اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت''۔

Marfat.com

محمد مصطفیٰ! ﷺ کیا اس آیت میں مخاطب ہم ہیں یا آپ ﷺ کی قوم؟ آپ ﷺ نے فرمایا "تمام لوگ اس کے مخاطب ہیں"۔ انہوں نے کہا "آپ کے پیغام میں ہے کہ ہمیں تورات عطا

اللہ تعالیٰ نے اس کو فرشتے کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ فرمایا: قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ (سجدہ: ۱۱) "فرمایئے جان قبض کرے گا تمہاری موت کا فرشتہ"۔ قبض روح کی فرشتے کی طرف نسبت مجازی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی۔ روح بھی ایک جسم ہے لیکن یہ ریح (ہوا) کی جنس سے ہے اسی وجہ سے اس کا نام روح رکھا گیا ہے۔ فرشتے کا نفخ بھی ریح کے معنی میں ہے لیکن وہ نورانی مخلوق ہے اور ریح متحرک ہوا کا نام ہے اس لئے پہلے فرشتے نے اسے پکڑا۔ جب ہم نے شریعت کے اعتبار سے روح کے معانی اور صفات کو اس قدر جان لیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی پہچان اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہوئی۔ ارشاد ربانی بھی اسی طرح ہے۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "امر ربی" فرمایا ہے۔ "اَمْرُ اللّٰهِ" نہیں فرمایا اور نہ ہی "مِنْ اَمْرِ رَبِّكُمْ" فرمایا ہے۔ یہ اس خصوصیت پر دلالت کر رہا ہے کہ اس کو صرف وہی جان سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول معظم ﷺ پر ایمان لائے وہ یقین صادق کی دولت سے بھی مالا مال ہو اور اسے دین سے بھی آگاہی ہو اسی وجہ سے یہودیوں کو اس کے متعلق نہ بتایا گیا۔

روح اور نفس کے درمیان فرق

کیا روح اور نفس ایک ہی چیز کا نام ہے؟ اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک گروہ نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن سے قطعی ثبوت حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وہ تمام "آحاد" ہیں۔ ان کے الفاظ میں بھی تاویل کی گنجائش ہے۔ اس میں مجازات عرفیہ اور اس کی وسعتیں کثیر ہیں۔ وہ علماء جو کہتے ہیں کہ روح اور نفس ایک ہی چیز کا نام ہے انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس قول سے دلیل لی ہے۔ "اَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِيْ اَخَذَ بِنَفْسِكَ"۔ میرے نفس کو اسی چیز نے پکڑ لیا ہے جس نے آپ کے نفس کو پکڑا۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَنَا۔ "اللہ رب العزت ہماری روحوں کو قبض فرماتا ہے۔ ارشاد ربانی بھی ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ۔ "اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو"۔

ارواح ہی قبض کی جاتی ہیں۔ جو علماء قبض اور توفی میں فرق نہیں کرتے وہ حضور ﷺ کے مبارک قول میں قبض اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قول میں "اخذ" میں تفریق کرتے ہیں۔ ایسے اقوال کی چھان بین طوالت کا باعث ہوگی۔ ابو عمر نے "تمہید" میں ایسی حدیث روایت کی ہے جو اس نقطہ نظر

Marfat.com

کے خلاف ہے کہ نفس ہی روح ہے لیکن انہوں نے اس میں سبب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا ان میں نفس اور روح کو پیدا کیا۔ روح سے مراد ان کی عفت، فہم، حلم، سخاوت اور وفا ہے جبکہ نفس سے مراد ان کی شہوت، طیش اور غضب ہے۔ جب تدبر کیا جائے تو اس حدیث مبارک کا معنی درست لگتا ہے۔ اگر چہ یہ حدیث صحیح نہ بھی ہو۔ اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ تم پہلے کتاب الٰہی میں غور و فکر کرو نہ کہ ان احادیث میں جن کی روایت بعض اوقات بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ہوتی ہیں اور بعض اوقات ان کی روایت معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ ان میں محدثین کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ارشاد ربانی ہے: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (الحجر:۲۹) " تو جب میں اسے درست فرما دوں اور پھونک دوں اس میں خاص روح "۔

اللہ رب العزت نے یہاں مِنْ نَفْسِيْ نہیں فرمایا۔ پھر ارشاد ہے۔

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۔ پھر اس (کے قد و قامت) کو درست فرمایا اور پھونک دی اس میں اپنی روح" اس آیت میں بھی نفسہ نہیں فرمایا۔ اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ روح اور نفس ایک ہی چیز کا نام ہے۔ ان کے مابین فرق بڑا عیاں ہے۔ اسی طرح ان کے معنی میں بھی فرق ہے۔ قرآن پاک کی اس آیت میں نفس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ۔

اس آیہ مبارکہ میں نفسی کی جگہ روحی اور نفسک کی جگہ روحک استعمال نہیں فرمایا۔ اگر نفس اور روح کا معنی ایک ہوتا جس طرح لیث اور اسد (شیر) ہیں تو انہیں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنا درست ہوتا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ۔ " وہ اپنے دلوں میں کہیں گے" اس کو يَقُولُونَ فِي أَرْوَاحِهِمْ کہنا درست نہیں۔ أَن تَقُولَ نَفْسٌ۔ " کہ کوئی نفس کہے" نفس کی جگہ روح استعمال کرنا درست نہیں۔ کسی اعرابی نے بھی ان کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال نہیں کیا۔ اگر کلام الٰہی میں غور و فکر کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ روح اور نفس کا معنی ایک نہیں ہے لیکن ایک دقیقہ ایسا بھی باقی ہے جس سے اس حقیقت اور راز سے آشنائی ہو جاتی ہے اور ان دونوں اقوال میں کوئی اختلاف اور تباین باقی نہیں رہتا ہم توفیق الٰہی طلب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ روح، ریح سے مشتق ہے۔ یہ ایک لطیف جسم ہے جس پر جسم کی زندگی کا انحصار ہے اس روح کو اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا ہے کیونکہ عقل کا فتویٰ تو یہ ہے کہ جسم کے لئے زندگی نہ ہوتی کہ اس میں وہ روح پھونکی جائے جو اس کے ہر حصہ میں سرایت کر جائے، ابن فورک، ابو المعالی، ابو بکر المرادی اور ابو الحسن الاشعری کے اقوال بھی اسی قول سے

Marfat.com

کے مقابلہ میں قلیل ہے۔تمہارے پاس اس کی اتنی مقدار آئی جو تمہاری لئے کافی تھی، کاش تم اس

ملتے جلتے ہیں۔

روح سبب حیات ہے

جب یہ ثابت ہو گیا کہ روح زندگی کا سبب ہے اس کو اللہ رب العزت نے جاری فرمایا ہے۔ یہ درختوں کی رگوں میں رواں پانی کی مانند ہے۔ درخت کو زندگی اسی ماء کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے۔ ہم اسے اولیت کے اعتبار سے پانی کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے اسے روح کہتے ہیں۔ اور نفخہ کے اعتبار سے یہ ریح ہے۔ اسی طرح جب تک بچہ اپنی والدہ کے بطن میں زندہ ہوتا ہے وہ ذی روح ہوتا ہے جب وہ پروان چڑھنے لگتا ہے اور وہ روح اخلاق واوصاف سے متصف ہو جاتی ہے وہ جسم کے فوائد اور لذات کی طرف توجہ کرتی ہے اور نقصان دہ اشیاء اس سے دور کرتی ہے اسے نفس کہا جاتا ہے۔ اسی طرح درخت میں موجود پانی مختلف اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے مثلاً انگور کے دانے میں موجود رس اصل اور ابتداء کے اعتبار سے پانی ہے۔ لیکن اب اس میں سیلان اور رطوبت بھی ہے اب اس میں مٹھاس بھی ہے۔ اسی طرح دیگر اوصاف بھی پائے جاتے ہیں۔ انہی اوصاف کی وجہ سے اسے مصطار یا خمر (شراب) وغیرہ کا نام دے سکتے ہو جس شخص نے مطلق یہ دعویٰ کیا ہے نفس بغیر کسی قید و بند اور شرط کے روح ہے اس کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ روح میں وہ اوصاف ہوتے ہیں جن کا تقاضا فرشتے کا نفخ کرتا ہے۔ فرشتہ تو تمام کریمانہ اخلاق سے متصف ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے روح سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی عفت، حلم، وفا اور فہم ہے جبکہ نفس سے مراد شہوت، غضب اور طیش ہے۔ ہم نے ذکر کیا ہے کہ روح اس جسم سے ملنے والی ہے جس میں خون رواں ہے خون کو بھی نفس کہا جاتا ہے۔ یہی شیطان کی گذرگاہ ہے۔ خون کے ناپاک ہونے میں یہی حکمت پوشیدہ ہے۔ وہ شخص جو کلام کے جوہر سے آشنائی رکھتا ہے الفاظ کے برمحل استعمال سے آگاہ ہے وہ صرف اسی چیز کو روح کہتا ہے جس سے زندہ اور مردہ میں فرق ہوتا ہے جو زندگی کا سبب ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز میں نطفہ کو زندہ کرنے اور اس میں روح پھونکنے کا ذکر کیا ہے۔ نفخ روح کو نفخ نفس کہنا صرف اسی وقت درست ہوگا جب اس کلام میں وسعت کا اعتبار کیا جائے اور یہ نام کسی چیز کے اس نام کی طرح ہوگا جس میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے۔ اسی اعتبار سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی روح کہا گیا ہے اور اسی لحاظ سے وحی کو بھی روح کہا گیا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو حیات نو نصیب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

پر ہی عمل پیرا ہو جاتے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (الانعام: ۱۲۲)

کیا وہ جو (پہلے) مردہ تھا پھر زندہ کیا ہم نے اسے اور بنا دیا اس کے لئے نور چلتا ہے جس کے اجالے میں لوگوں کے درمیان وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو نہیں نکلنے والا ان سے۔

کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ (النحل: ۲۱) وہ مردہ ہیں وہ زندہ نہیں ہیں۔ نفس کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ۔ بے شک نفس تو حکم دیتا ہے برائی کا۔

اس میں بھی نفس کی جگہ روح ذکر نہ کی کیونکہ روح زندگی کا سبب ہے وہ برائی کا حکم کیسے دے سکتی ہے؟ اسے اس وقت تک نفس نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ جسم کے وہ اوصاف حاصل نہ کرے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ آسمان سے ایک ہی قسم کا پانی نازل ہوتا ہے لیکن جب وہ مختلف درختوں مثلاً سیب اور اخروٹ وغیرہ سے ملتا ہے تو اس کی مختلف اقسام بن جاتی ہیں۔ اسی بارگاہ ربوبیت میں روح باطن کی ایک ہی جنس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب کر کے اس کے شرف وقدر میں اضافہ کیا ہے۔ فرمایا وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ اور اس میں پھونک دی اپنی روح۔'' پھر یہ روح ان اجسام سے مل گئی جو مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ وہ مٹی عمدہ بھی تھی اور خبیث بھی۔ ہر فرع اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے پھر ہر اصل اس تقدیر کی طرف رجوع کرتی ہے جو ام الکتاب میں مرقوم ہے اور اللہ رب العزت نے اس کے متعلق جو تدبیر کی ہے وہ اسی کی طرف لوٹتی ہے۔ اسی تخلیق میں مشابہت کے اعتبار سے نفوس ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے قریب ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں یا ایک دوسرے سے بغض رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کے اس قول فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَ مَا تَنَاكَرَ وَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔ ان ارواح میں سے جو ایک دوسرے سے پہچان رکھتی ہیں وہ ایک دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور جو ایک دوسرے سے اجنبی ہیں وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتی ہیں۔ ایک دانا شخص نے اپنے دوست کی طرف لکھا۔'' اِنَّ نَفْسِيْ غَيْرُ مَشْكُوْرَةٍ عَلَى الْاِنْقِيَادِ اِلَيْكَ بِغَيْرِ زِمَامٍ، فَاِنَّهَا صَادَفَتْ عِنْدَكَ بَعْضَ جَوَاهِرِهَا وَالشَّيْءُ يَتْبَعُ بَعْضُهٗ بَعْضًا۔ میرا نفس لگام کے بغیر تمہاری طرف جھکنے میں راضی نہیں ہے۔ اس نے تمہارے پاس اپنے کچھ جواہر پائے ہیں کیونکہ چیز کا بعض دوسرے حصہ کی اتباع کرتا ہے''۔

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾ (لقمان)

پہاڑوں کورواں کرنا، مردوں کوزندہ کرنا

جب نبی محترم ﷺ سے قوم قریش نے مطالبہ کیا کہ ان پہاڑوں کو ہٹا دیا جائے اور زمین میں نہریں رواں کی جائیں اور ان کے آباء کوزندہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا (رعد: ۳۱) اور اگر کوئی ایسا قرآن اترتا جس کے ذریعے سے پہاڑ چلنے لگتے یا اس کے اثر سے پھٹ

انسان، روح اور جسم

بعض اوقات نفس بول کر پورا انسان، اس کی روح اور اس کا جسم مراد لیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے عِنْدِیْ ثَلَاثَهُ اَنْفُسٍ۔ میرے پاس تین نفس (انسان) ہیں لیکن عِنْدِیْ ثَلَاثَةُ اَرْوَاحٍ (میرے پاس تین ارواح ہیں) کہنا درست نہیں ہے۔ روح سے صرف وہی معنی مراد لیا جاسکتا ہے جو ہم نے پہلے ذکر کردیا ہے۔ یہ صرف لفظ نفس میں وسعت ہے کہ اس سے تمام انسان مراد لئے جاسکتے ہیں کیونکہ جسم کے اوصاف روح پر غالب ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسے نفس کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ نفس کا لفظ، جسم کے اعتبار سے اسی طرح بولا جاتا ہے جس طرح درختوں میں موجود پانی کو ان کے مختلف ہونے کی وجہ سے میٹھا، تلخ اور کڑوا کہا جاتا ہے۔ ہماری اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ نفس کو مطلق روح نہ کہا جائے حتیٰ کہ اس میں وہ فوائد پائے جاتے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ روح کو نفس کہنا اسی طرح ہے جس طرح مٹی کو انسان کہا جائے یا جس طرح انگور کی بیل میں موجود پانی کو خمر یا خل کہا جائے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی طرف وہ اوصاف منسوب کیے گئے ہیں جن کے اعتبار سے اسے شراب یا خل (سرکہ) کہا جاتا ہے۔ کلام کا مفہوم دراصل الفاظ کی تقیید سے ہی ہوتا ہے۔ ہر لفظ کو اس کی جگہ پر برقرار رکھنے کا نام ہی بلاغت ہے۔

نفس

جب یہ ثابت ہوگیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ قول اَخَذَ بِنَفْسِیَ الَّذِیْ اَخَذَ بِنَفْسِكَ۔ بِنَفْسِكَ تشریح طلب رہ گیا انہوں نے اس فرمان میں نفس کا ذکر کیا کیونکہ آپ اس عمل کو ترک کرنے میں معذور تھے جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ اعمال نفس کی طرف ہی مضاف ہوتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق

Marfat.com

جاتی زمین یا مردوں سے اس کے ذریعے بات کی جا سکتی (یہ قدرت سے بعید نہ تھا) بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

یہ امور اسی وقت ظہور پذیر ہو سکتے ہیں جب میری منشاء ہو۔ جب قریش مکہ نے آپ ﷺ سے کہا اس دنیا سے تو اپنا حصہ لے لیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ آپ ﷺ کے لئے باغات، محلات اور خزانے بنا دے۔ آپ ﷺ کے ساتھ وہ فرشتہ بھیجے جو آپ ﷺ کی تصدیق کرے اور آپ ﷺ سے اذیتوں کو دور کرے۔ قرآنِ پاک نے قریش کے ان مطالبات کو اس طرح بیان فرمایا:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ ۙ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۗ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ تَبٰرَكَ الَّذِىْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ (الفرقان)

اور کفار بولے کیا ہوا ہے اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ اتارا جاتا اس کی طرف کوئی فرشتہ اور وہ اس کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈراتا یا (ایسا کیوں نہ ہوا) کہ اتارا جاتا اس کی طرف خزانہ یا (کم از کم) اس کا ایک باغ ہی ہوتا کھایا کرتا اس (کی آمدنی) سے اور ان ظالموں نے (یہاں تک) کہہ دیا کہ تم پیروی نہیں کر رہے مگر ایسے شخص

جسم سے ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَنَا۔ آپ ﷺ نے اس روح کا ذکر کیا جو اصل ہے کیونکہ وہ ان کے جزء فزع میں انیس ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ خالقِ ارواح جب چاہتا ہے انہیں قبض کر لیتا ہے۔ عالم بیداری کی طرح یہ وسعت پذیر نہیں ہوتیں۔ سونے والے کی روح، اگرچہ اسے قبض سے موصوف بھی کیا جائے، مگر لفظ قبض کلیۃً اس کے نکل جانے پر دلالت نہیں کرتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝ (الفرقان) یہ فرمان سایہ کے کلیۃً معدوم ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی طرح ارشاد ربانی اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ ہے اس میں ''ارواح'' ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ ان لوگوں کو وعظ ہے جو اس سے غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا وہی نفوس کو قبض کرتا ہے پھر انہیں لوٹاتا ہے حتیٰ کہ ایک دفعہ اس طرح قبض کرلے گا کہ پھر انہیں نہیں لوٹائے گا تاکہ نفوس اس کی وجہ سے برے اعمال کرنے سے رک جائیں۔ یہ آیت مکی ہے اور خطاب کفار کو ہے۔

Marfat.com

کی جس پر جادو کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے کیسے بیان کرتے ہیں آپ کے متعلق طرح طرح کی مثالیں سو وہ (اس بے ادبی کے باعث) گمراہ ہو گئے پس وہ راہ نہیں پا سکتے بڑی (خیر و) برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو اگر چاہے تو بنا دے آپ کے لئے بہتر اس سے (یعنی ایسے) باغات رواں ہوں جن کے نیچے نہریں ہیں۔ وہ بنا دے آپ کے لئے بڑے بڑے محلات۔

اللہ رب العزت نے مزید فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ (الفرقان)

اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر وہ سب کھانا کھایا کرتے اور چلا پھرا کرتے بازاروں میں ہم نے بنا دیا تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش کیا تم (اس آزمائش میں) صبر کرو گے آپ کا رب سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

میں نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش بنایا ہے تا کہ تم صبر کرو۔ اگر میں چاہتا کہ میں اپنے رسل عظام کے ہمراہ دنیا کر دیتا تا کہ ان کی مخالفت نہ کی جائے تو میں ایسا کر سکتا تھا۔

عبداللہ بن امیہ نے جو کچھ کہا تھا۔ قرآن نے وہ اس طرح بیان کیا ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ (الاسراء)

اور کفار نے کہا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک رواں نہ کر دیں ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ یا (الگ کر تیار) ہو جائے آپ کے لئے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر آپ جاری کریں ندیاں اس باغ میں (ہر طرف) بہہ رہی ہوں یا آپ گرا دیں آسمان کو جیسے آپ کا خیال ہے ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے یا آپ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو (بے نقاب کر کے) ہمارے سامنے لے آئیں یا (تعمیر) ہو جائے آپ کے لئے ایک گھر سونے کا یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں بلکہ ہم تو اس پر بھی ایمان نہ لائیں گے کہ آپ آسمان پر چڑھیں یہاں تک کہ اتار

Marfat.com

لا! میں ہم پر ایک کتاب جسے ہم پڑھیں آپ (ان سب خرافات کے جواب میں اتنا) فرمادیں کہ میرا رب (ہر عیب سے) پاک ہے میں کون ہوں مگر آدمی (اللہ کا) بھیجا ہوا۔

ابن ہشام کہتے ہیں زمین وغیرہ سے نکلنے والے پانی کو ینبوع کہا جاتا ہے اس کی جمع ینابیع آتی ہے۔ ابن ہرمہ ابراہیم بن عبداللہ الفہری کہتا ہے۔

وَإِذَا هَرَقْتَ بِكُلِّ دَارٍ عَبْرَةً نُزِفَ الشُّؤُوْنَ وَدَمْعُكَ الْيَنْبُوْعُ

اور اگر تو ہر گھر میں ایک ایک آنسو بھی گرادے تیرے آنسوؤں کی گزرگاہیں خشک ہو جائیں گی لیکن تیرے آنسو ابھی اچھل کر نکل رہے ہوں گے۔

الکسف سے مراد عذاب کا حصہ ہے۔ اس کا واحد کِسْفَةٌ ہے مثلاً سِدْرَةٌ اور سِدْرٌ۔
"قبیل" سے مراد آمنے سامنے ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا۔ یا آئے ان کے پاس عذاب واضح ہو کر۔ قُبُلًا کا معنی عِيَانًا (واضح) ہے۔ ابو عبیدہ نے اعشی بن قیس بن ثعلبہ کا یہ شعر مجھے سنایا۔

أُصَالِحُكُمْ حَتّٰى تَبُوْؤُوْا بِمِثْلِهَا كَصَرْخَةِ حُبْلٰى يَسَّرَتْهَا قَبِيْلُهَا

میں تم سے صلح کرتا ہوں تا کہ تم بھی اسی طرح کا رویہ اپناؤ جس طرح حاملہ کی چیخ کے وقت اس کی قابلہ اس کے لئے آسانی پیدا کرتی ہے۔

قبیل سے مراد "قابلہ" ہے کیونکہ وہ حاملہ کے سامنے ہوتی ہے اور اس کے بچے کو پکڑ لیتی

ابن ہشام نے ابن ہرمہ کے قول سے دلیل لی ہے اور اس کے نسب میں فہری کہا ہے یہ خلجی بھی ہے خلج کا نام قیس بن حارث بن فہر تھا۔ بنو قیس بن حارث کو خلج کیوں کہا جاتا تھا اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ انہیں قریش اور سکانِ مکہ سے باہر نکال دیا گیا تھا اس لئے وہ اس نام سے موسوم ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ ایسی جگہ فروکش ہوئے تھے جہاں پانی کی ندی (خلج) تھی پھر وہ اسی کی طرف منسوب ہونے لگے۔ ابن ہرمہ کا نام ابراہیم بن علی بن ہرمہ تھا۔ وہ بنو عباس کے عہد حکومت کا شاعر تھا۔

وَإِذَا هَرَقْتَ۔ شُؤُوْن سے مراد آنسوؤں کی گزرگاہ ہیں اس سے مراد سر کے پردے ہیں جو مرد میں چار اور عورت میں تین ہوتے ہیں۔ قاسم بن ثابت نے دلائل میں اسی طرح لکھا ہے اور شارحین نے بھی یہی تفصیل لکھی ہے۔

بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ

ابن اسحاق کی رقم کردہ تمام آیات کی تشریح ابن ہشام نے لکھ دی ہے۔ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ میں

Marfat.com

ہے۔ قبیل سے مراد گروہ بھی ہے اس کی جمع قُبُل آتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا (انعام:۱۱۱)

"قبیل کی جمع قبل اسی طرح ہے جس طرح سَبِیل کی سُبُل اور سَرِیر کی جمع سُرُر آتی ہے اسی طرح قَبِیص کی جمع قُبُص آتی ہے۔ قبیل کا لفظ ضرب الامثال میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ مَا یَصْرِفُ قَبِیْلًا مِنْ دَبِیْرٍ۔ وہ شخص جانے والوں میں سے آنے والوں کی پہچان نہیں کرسکتا کمیت بن زید کہتا ہے۔

تَفَرَّقَتِ الْاُمُوْرُ بِوِجْهَتِیْهِمْ فَمَا عَرَفُوْا الدَّبِیْرَ مِنَ الْقَبِیْلِ

معاملات ان کے دو اطراف میں اسی طرح بکھر چکے تھے کہ وہ آنے والوں میں سے پیٹھ پھیر کر جانے والوں کو نہ پہچان سکے۔

بعض علمائے لغت فرماتے ہیں کہ اس دبیر اور قبیل سے مراد رسی کا بٹنا ہے جو رسی اوپر کی طرف سے بٹی جائے اسے قبیل اور جو انگلیوں کی سمت سے بٹی جائے اسے دبیر کہتے ہیں۔ یہ اسی ادبار اور اقبال سے ہے جس کا میں نے ذکر کر دیا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تکلے کا بٹنا ہے۔ جب زانو کی طرف سے رسی بٹی جائے تو وہ قبیل اور جب سرین کی طرف سے بٹی جائے تو اسے دبیر کہتے ہیں۔ آدمی کی قوم کو بھی دبیر کہا جاتا ہے۔

الزخرف سے مراد سونا ہے۔ وہ چیز جو سونے سے آراستہ ہو مُزَخْرَف کہا جاتا ہے عجاج کہتا ہے۔

مِنْ طَلَلٍ اَمْسٰی تَخَالُ الْمُصْحَفَا رُسُوْمَهٗ وَالْمُذْهَبَ الْمُزَخْرَفَا

اس کھنڈر کے مزین اور آراستہ نقش و نگار شام کے وقت مصحف کی مانند معلوم ہوتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب قریش مکہ نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ یمامہ کا ایک رحمٰن نامی آدمی آپ ﷺ کو تعلیم دیتا ہے ہم اس حیات آفریں پیغام پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس وقت یہ آیہ مبارکہ اتری۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝ (الرعد:۳۰)

دلیل ہے کہ اس بیت سے مراد محل یا منزل مراد ہے کیونکہ اس گھر کو بیت کہا جاتا ہے جو عظیم الشان ہو۔ اس کی شرح پہلے سے گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اسی طرح ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ایک قوم میں جس سے پہلے گزر چکی ہیں کئی قومیں تاکہ آپ پڑھ کر سنائیں انہیں وہ (کلام) جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا اور یہ کفار انکار کر رہے ہیں رحمان کا فرمایئے وہی میرا پروردگار ہے نہیں کوئی معبود (بجز) اس کے اسی پر ہی میں نے بھروسہ رکھا ہے اور اسی کی جناب میں رجوع کیے ہوں"۔ جب ابوجہل نے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنا چاہا تو ان آیات کا نزول ہوا۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿٩﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿١٠﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿١١﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾ (العلق)

(اے حبیب) آپ نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری کا حکم دیتا (تو اس کے لئے کتنا بہتر ہوتا) آپ نے دیکھا کہ اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی کیا نہیں اللہ تعالیٰ (اسے) دیکھ رہا ہے؟ خبردار! اگر وہ (اپنی روش سے) باز نہ آیا تو ہم ضرور (اسے) گھسیٹیں گے اس کے پیشانی کے بالوں سے وہ پیشانی جو جھوٹی (اور) خطاکار ہے پس وہ بلا لے اپنے ہم نشینوں کو (اپنی مدد کے لئے) ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلائیں گے۔ ہاں۔ ہاں! کسی کی ایک نہ سنئے (اے حبیب) سجدہ کیجئے اور (ہم سے اور) قریب ہو جایئے۔

ابن ہشام کہتے ہیں "لَنَسْفَعًا" کا معنی ہے ہم اس کو ضرور کھینچیں گے۔ ہم اس کو ضرور پکڑیں گے۔ شاعر کہتا ہے۔

قَوْمٌ اِذَا سَمِعُوا الصُّرَاخَ رَاَيْتَهُمْ مِنْ بَيْنِ مُلْجِمِ مُهْرِهٖ اَوْ سَافِعِ

وہ اتنی عظیم قوم ہے کہ جب وہ کسی کی صدا سنتے ہیں تو تو انہیں دیکھے گا کہ وہ یا تو گھوڑے کو لگام دے رہے ہوں گے یا اس کی ایال (گردن کے بال) پکڑ رہے ہوں گے۔

نادی۔ اس مجلس کو کہا جاتا ہے جس میں لوگ جمع ہوتے ہیں اور اپنے معاملات بیان کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ (العنکبوت:۲۹)

"اور اپنی کھلی مجلسوں میں گناہ کرتے ہو"۔

Marfat.com

عبید بن الابرص کہتا ہے۔

اِذْهَبْ اِلَيْكَ فَاِنِّي مِنْ بَنِي اَسَدٍ اَهْلِ النَّدِيِّ وَاَهْلِ الْجُوْدِ وَالنَّادِي

چل! اپنی راہ لے میرا تعلق بنو اسد سے ہے جو سخاوت کے دھنی، جود و سخا کے عادی اور مجلس میں بیٹھ کر باہم مشاورت کرنے والے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے وَاَحْسَنُ نَدِيًّا۔ ''اور کس کی نشست گاہ خوبصورت ہے''۔ اس کی جمع اندیۃ آتی ہے دراصل اهل نادیہ تھا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ وَاسْاَلِ الْقَرْيَةَ ''اور دریافت کیجئے بستی والوں سے''۔ دراصل اَهْلَ الْقَرْيَةِ تھا۔ سلامہ بن جندل جس کا تعلق بنو سعد بن زید مناۃ بن تمیم سے تھا، کہتا ہے۔

يَوْمَانِ يَوْمُ مَقَامَاتٍ وَاَنْدِيَةٍ وَ يَوْمُ سَيْرٍ اِلَى الْاَعْدَآءِ تَاوِيْبِ

ایام دو قسموں میں منقسم ہیں۔ ۱۔ وہ دن جس میں قیام کیا جاتا ہے اور مجلس میں بیٹھا جاتا ہے۔ ۲۔ وہ جس میں دشمن پر حملہ کرنے کے لئے تیز رفتاری سے سفر کیا جاتا ہے۔

الکمیت بن زید کہتا ہے۔

لَا مَهَاذِيْرَ فِي النَّدِيِّ مَكَاثِيْرُ وَ لَا مُصْمِتِيْنَ بِالْاِفْحَامِ

وہ نہ تو محفل میں فضول گفتگو کرنے والے ہیں اور نہ ہی زیادہ باتیں بنانے والے ہیں اور نہ ہی وہ رعب و دبدبہ کی وجہ سے خاموش رہنے والے ہیں۔

ہم نشینوں کو نادی کہا جاتا ہے۔ الزبانیۃ انتہائی سخت اور شدید۔ اس سے مراد آگ کے داروغے ہیں۔ دنیا میں وہ آدمی جو انسان کی خدمت اور مدد کرتے ہیں انہیں بھی زبانیہ کہا جاتا ہے اس کا واحد زَبْنَةٌ ہے۔ ابن الزبعری کہتا ہے۔

مَطَاعِيْمُ فِي الْمَقْرِي، مَطَاعِيْنُ فِي الْوَغٰى زَبَانِيَةٌ غُلْبٌ عِظَامٌ حُلُوْمُهَا

وہ لوگ دعوتوں میں بہت زیادہ کھلانے والے، میدانِ جنگ میں بہت زیادہ نیزہ باز۔ وہ نگہبان، موٹی گردن والے اور بڑی عقل و دانش کے مالک ہیں۔

صخر بن عبد اللہ الہذلی (صخر الغی) کہتا ہے۔ وَمِنْ كَبِيْرٍ نَفَرٌ زَبَانِيَةٌ۔ بنو کبیر کے کچھ لوگ نگران ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب قریش مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو تبلیغ اسلام سے باز رکھنے کے لئے اپنے اموال پیش کئے۔ اس وقت یہ آیۃ مبارکہ نازل ہوئی۔

Marfat.com

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ (سبا)

''فرمائیے (لوگو) جو معاوضہ میں نے تم سے مانگا ہے وہ تم اپنے پاس رکھو میری (دلسوزیوں) کا اجر تو (میرے) اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے''۔

جب رؤف رحیم نبی ﷺ وہ دلنشین پیغام لے کر آئے جسے قریش مکہ نے پہچان لیا اور آپ ﷺ کے کلام سے آپ ﷺ کی صداقت کا عرفان کر لیا اور جب حضور ﷺ نے انہیں علم غیب کے سرچشمہ سے ان تمام سوالات کے جوابات دے دیئے جو انہوں نے کئے تھے تو ان کے اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ جانثاروں کے مابین حسد حائل ہو گیا۔ اسی وجہ سے وہ آپ ﷺ کی تصدیق کرنے سے محروم رہے۔ انہوں نے اللہ رب العزت سے سرکشی کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا اور اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ ایک کہنے والے نے کہا۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ (حٰمٓ سجدہ:۲۶)

مت سنا کرو اس قرآن کو اور شور وغل مچا دیا کرو اس کی تلاوت کے درمیان شاید تم (اس طرح) غالب آجاؤ۔

اس کتاب مقدس کو لغو اور باطل بنا دو۔ اسے ہنسی و مذاق میں اڑاؤ۔ شاید تم اس طرح غالب آسکو۔ اگر کسی دن تم نے آپ ﷺ سے مناظرہ کر لیا یا جھگڑا کیا تو آپ ﷺ تم سب پر غالب آجائیں گے۔

ابوجہل کی گستاخی

ایک دن ابوجہل نے حضور ﷺ کے حیات آفرین پیغام سے مذاق کرتے ہوئے کہا ''اے گروہ قریش! محمد (عربی فداہ روحی ﷺ) گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس لشکر جو تمہیں آگ میں عذاب دے گا اور تمہیں وہاں قید کرے گا کی تعداد ۱۹ ہے جبکہ تمہاری تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے کیا تم میں سے سو آدمی بھی ان میں سے ایک شخص کو عاجز نہیں کر سکے گا۔ اس

جہنم کے داروغے اور ابوالاشدین

ابن اسحاق نے ابوجہل کی گستاخی کا ذکر کیا ہے۔ مفسرین کرام اس گستاخی کو ابوالاشدین الجمحی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا۔ ابودھبل اس کا بھتیجا تھا۔ اس کا نام دہب بن زمعہ بن اسید بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح تھا۔ ابودھبل کی بیوی کا نام التوأمة تھا۔

Marfat.com

وقت اس آیۂ مبارکہ کا نزول ہوا۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (المدثر: ۳۱)

اور ہم نے نہیں مقرر کئے آگ کے داروغے مگر فرشتے اور نہیں بنایا ہم نے ان کی تعداد مگر آزمائش ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا۔

قریش مکہ کے اس تیرہ بخت شخص نے قرآن نہ سننے کی تجویز دی، جب حضور ﷺ اپنی نماز میں بلند آواز سے تلاوتِ قرآن فرماتے تو وہ آپ ﷺ سے دور بھاگ جاتے اور کلامِ الٰہی کو سننے سے انکار کر دیتے۔ جب کوئی شخص نبی محترم ﷺ کی حق گو زبان سے تلاوتِ قرآن سننا چاہتا تو وہ دیگر لوگوں سے ڈر کر چھپ کر قرآن سنتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر انہیں علم ہو گیا کہ اس نے قرآن سنا ہے تو وہ اسے اذیت دیں گے۔ اگر نبی اکرم ﷺ اپنی آواز کو پست رکھتے اور اسے گمان ہو جاتا کہ اب دیگر افراد آپ ﷺ کی قرأت کو نہ سن سکیں گے تو وہ اپنی تمام تر توجہ ادھر لگا دیتا تا کہ آپ ﷺ سے کچھ نہ کچھ سن لے جبکہ دوسرے اس سے محروم رہیں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ مبارک آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ (الاسراء: ۱۱۰)

"اور نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو اسے اور تلاش کرو ان کے درمیان (معتدل) راستہ" اسی قسم کے لوگوں کے لئے نازل ہوئی۔ یعنی آپ ﷺ نہ تو اپنی آواز مبارک اتنی بلند کریں کہ وہ آپ ﷺ سے دور بھاگ جائیں اور نہ اتنی پست رکھیں کہ وہ شخص نہ سن سکے جو سننا چاہتا ہو ممکن ہے سننے والے کو اس کلام سے فائدہ ملے اور اسلام کے اجالے سے منور ہو جائے۔

"صالح مولی التوامہ" اسی کی نسبت سے معروف تھا۔ یہ عبداللہ بن صفوان بن امیہ کی بہن تھی، اسی کے ہاں عبدالرحمٰن پیدا ہوا جو جنگ جمل میں مارا گیا، یہ کہا کرتا تھا "تم ان ۱۹ میں سے دو کو روک لینا۔ باقی ۱۷ کو میں کافی ہو جاؤں گا"۔ اسے اپنے آپ پر بڑا گھمنڈ تھا، اس کی قوت و شدت کا عالم یہ تھا کہ وہ گائے کی جلد پر کھڑا ہو جاتا۔ دس آدمی اسے کھینچتے تا کہ اسے نیچے اتاریں گائے کی جلد پھٹ جاتی لیکن یہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتا۔ حضور ﷺ نے اسے کشتی لڑنے کی دعوت دی اس نے کہا اگر آپ ﷺ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ ﷺ پر ایمان لے آؤں گا حضور ﷺ نے اسے کئی مرتبہ زمین پر پٹخ دیا لیکن

Marfat.com

سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے صحابی رضی اللہ عنہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن عروہ بن زبیر نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد مکہ معظمہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے کی سعادت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حاصل کی۔ وہ فرماتے ہیں۔" ایک دن صحابہ کرام علیہم الرضوان ایک جگہ جمع تھے۔ انہوں نے کہا قریش مکہ نے کبھی قرآن پاک بلند آواز سے نہیں سنا۔ کون ہے جو انہیں بلند آواز سے قرآن پڑھ کر سنائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے"۔ یہ سعادت میں حاصل کروں گا"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا" ہم آپ کے متعلق خوفزدہ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ سعادت وہ شخص حاصل کرے کہ اگر قریش مکہ اسے کوئی اذیت دینے لگیں تو اس کا قبیلہ اس کا دفاع کر سکے"۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو اللہ میرا تحفظ فرمائے گا"۔ دوسرے روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مقام ابراہیم پر تشریف لے گئے۔ قریش اپنی محافل میں بیٹھے تھے۔ مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہو کر انہوں نے پرسوز صدا میں یوں تلاوت شروع کی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ - اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لگاتار

اسے ایمان لانے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ ابن اسحاق نے یہ کشتی والا واقعہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب کی طرف منسوب کیا ہے۔ عنقریب اس کا تذکرہ آئے گا۔ جہنم کے دروغوں کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایسا ستون ہو گا جس کی دو شاخیں ہوں گی۔ وہ ایک شاخ سے نوے ہزار لوگوں کو آگ کی طرف دھکیل کر لے جائے گا۔ عنقریب ہم جنت اور جہنم کے دروازے، ان کے نام اور تعداد، زبانیہ اور ان کی قلیل تعداد ہونے کا سبب لکھیں گے۔ انتظار فرمائیں۔

قریش کا موہومہ رحمٰن

قریش نے کہا نبی اکرم ﷺ کو قرآن یمامہ کا رحمٰن نامی شخص سکھاتا ہے اور ہم رحمٰن پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس رحمٰن سے ان کی مراد مسیلمہ بن حبیب حنفی تھا۔ جاہلیت میں بنو دول میں بھی ایک رحمٰن نامی شخص تھا۔ وہ عمر رسیدہ لوگوں میں سے تھا۔ وثیمہ بن موسیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مسیلمہ کو حضرت عبد اللہ یا حضور ﷺ کی ولادت سے قبل "رحمٰن" کہا جاتا تھا۔

Marfat.com

پڑھتے رہے۔قریش نے غور کیا۔ وہ کہنے لگے ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے۔کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد کہنے لگے یہ تو اس کلام کی تلاوت کر رہا ہے جسے محمد (فداہ روحی وامی وابی ﷺ) لے کر آئے ہیں۔ وہ جلدی جلدی ان کی طرف آئے اور ان کے مبارک چہرے پر مارنے لگے۔حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلاوت جاری رکھی حتیٰ کہ انہوں نے اتنا قرآن پڑھا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف لوٹ آئے۔ان کے چہرے پر قریش مکہ کی ضربوں کے نشانات تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہمیں آپ کے متعلق یہی خدشہ تھا''۔انہوں نے فرمایا'' اللہ کے دشمن میری نگاہوں میں اتنے رسوا پہلے کبھی نہ تھے جتنے آج ہیں اگر تم پسند کرو تو میں کل دوبارہ یہ سعادت حاصل کروں گا''۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا''نہیں! یہ کافی ہے۔آپ نے انہیں وہ کلام سنا دیا جسے وہ ناپسند کرتے تھے''۔

قریش مکہ چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے بیان کیا ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ابوجہل بن ہشام، اخنس بن شریق بن عمرو بن وھب الثقفی نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سننے کے لئے نکلے۔آپ ﷺ رات کے وقت اپنے کاشانۂ اقدس میں مصروفِ نماز تھے۔ان میں سے ہر شخص ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ کر قرآن پاک سننے لگا۔ ہر ایک دوسرے سے ناآشنا تھا۔ وہ اسی کیفیت میں پوری رات قرآن سنتے رہے۔طلوعِ فجر کے وقت وہاں سے نکلے، راستہ میں وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے انہوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور کہا پھر یہ حرکت کبھی نہ کرنا اگر کسی احمق نے تمہارا یہ فعل دیکھ لیا تو ان کے دلوں میں تمہارے متعلق شبہ

کَبِیْر

میں نے شیخ کی کتاب کے حاشیہ میں دیکھا ہے کہ کبیر بنو ہذیل کا ایک قبیلہ تھا۔حضرت علامہ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔بنو اسد میں بھی ایک ہذیل نامی قبیلہ تھا۔ وہ کبیر بن غنم بن دودان بن اسد کے نام سے مشہور تھا۔ بنو جحش بن ریان بن یعمر بن صبوۃ بن مرۃ بن کبیر اسی کی اولاد میں سے تھے۔شاید زاجر نے انہی کو مراد لیا ہے کیونکہ مشہور یہی تھے۔ بنو غامد میں سے بھی بنو کبیر تھے ان کا تعلق بنو ازد سے تھا۔ بنو ہذیل میں سے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے وہ کبیر بن طابخہ بن لحیان بن سعد بن ہذیل تھا۔

Marfat.com

پیدا ہو جائے گا۔ وہ جدا ہو گئے۔ جب دوسری رات آئی تو ان میں سے ہر شخص اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھ گیا اور ساری شب قرآن پاک سنتے ہوئے گزار دی۔ طلوع فجر کے وقت وہ وہاں سے نکلے اتفاقاً راستہ میں پھر جمع ہو گئے انہوں نے وہی مشاورت کی جو وہ پہلی رات کر چکے تھے۔ پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔ تیسری رات وہ سہ بار اپنی اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے اور قرآن پاک کی سماعت کرتے ہوئے رات گزار دی۔ صبح کے وقت چلتے بنے۔ راستہ میں پھر جمع ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ ''اب ہم جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ ہم عہد نہ کر لیں کہ ہم پھر کبھی یہ حرکت نہیں کریں گے''۔ انہوں نے اس پر پختہ عہد کیا اور چلے گئے۔

صبح کے وقت اخنس بن شریق نے اپنے ڈنڈا پکڑا اور ابوسفیان کے گھر گیا اور کہنے لگا ''اے ابوحنظلہ! مجھے اس کلام کے بارے میں اپنی رائے دو جو تو نے محمد (ﷺ) سے سنا ہے''۔ اس نے کہا ''اے ابوثعلبہ! قسم بخدا! میں نے بعض وہ کلام سنا جس کو میں نے پہچان لیا اور اس کی مراد سمجھ لیا اور کچھ کلام ایسا بھی سنا ہے جس کے نہ تو معنی کو میں سمجھ سکا اور نہ ہی مراد سے آگاہ ہو سکا''۔ اخنس نے کہا۔ ''اللہ کی قسم! میری کیفیت بھی یہی ہے''۔ پھر اخنس وہاں سے نکل کر ابوجہل کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ ''اے ابوالحکم! تو نے جو کلام محمد (ﷺ) سے سنا اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے''؟ اس نے کہا ''میں نے کیا سنا ہے۔ ہم نے اور بنو عبد مناف نے شرف وقدر میں جھگڑا کیا۔ ہم نے کھانا کھلایا انہوں نے بھی کھانا کھلایا۔ ہم نے لوگوں کو سواریاں دیں انہوں نے بھی لوگوں کو سواریاں دیں۔ ہم نے سخاوت کے دریا بہائے، انہوں نے بھی سخاوت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ ہماری کیفیت ان دو گھوڑوں کی مانند تھی جو کسی شرط میں شرکت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم مقابلہ میں گھٹنے کے بل بیٹھ گئے۔ انہوں نے یہ دعویٰ کر دیا۔ ہم میں ایک نبی ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے تو پھر یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا جا سکتا تھا اللہ کی قسم! ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے''۔ یہ سن کر اخنس وہاں سے چلا گیا اور ابوجہل کو چھوڑ دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب تاجدار عرب وعجم ﷺ کفار پر قرآن پڑھتے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تو وہ مذاق کرتے ہوئے کہتے۔ قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ۔ ''ہمارے دل غلافوں میں (لپٹے ہوئے) ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں۔'' جو کچھ آپ کہتے ہیں ہم اسے سمجھ نہیں پاتے۔ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ ''ہمارے کانوں میں گرانی ہے''۔ ہم وہ نہیں سن سکتے جو آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ۔ ''اور

Marfat.com

ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے۔'' ایسا پردہ ہے جو حائل ہو چکا ہے۔ فَاعْمَلْ۔ ''تم اپنا کام کرو''۔ اس مذہب کے مطابق جو آپ ﷺ نے اختیار کر رکھا ہے۔ اِنَّنَا عَامِلُوْنَ۔ ''ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔'' اس دین کے مطابق جس پر ہم عمل پیرا ہیں۔ ہم آپ ﷺ کے پیغام میں سے کسی چیز کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت اتاری۔

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ (الاسراء)

اور (اے محبوب) جب آپ پڑھتے ہیں قرآن کو ہم (حائل) کر دیتے ہیں آپ کے درمیان اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ...... جو جب آپ ذکر کرتے ہیں صرف اپنے رب کا قرآن میں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔ نفرت کرتے ہوئے۔

اگر میں نے ان کے دلوں پر پردہ اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے تو وہ پھر آپ ﷺ کے رب کے کلام کو کیسے سمجھ سکتے ہیں پھر ان کے گمان کے مطابق آپ ﷺ اور ان کے مابین حجاب بھی ہے۔ یہ ان کا گمان ہے میں نے ایسا نہیں کیا۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى۔ ہم خوب جانتے ہیں، جس غرض کے لئے یہ سنتے ہیں اسے جب یہ کان لگاتے ہیں۔

اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ (الاسراء)

اس وقت یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیروی کر رہے مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو کر دیا گیا ہو۔ وہ اسی طرح ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں تاکہ وہ اس پیغام کو چھوڑ دیں جس کے ساتھ آپ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں۔

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾ (الاسراء)

''دیکھئے (یہ گستاخ) کس طرح آپ کے لئے مثالیں بیان کرتے ہیں۔ پس (اس گستاخی کے باعث وہ گمراہ ہو گئے اب وہ سیدھا راستہ پر چل نہیں سکتے۔'' وہ آپ ﷺ کے لئے ضرب

مستور کے متعلق بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ ساتر کے معنی میں ہے جس طرح ''كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا'' آتیا کے معنی میں ہے۔ صحیح بات یہ ہے یہ کسی کے دروازے پر پردہ لٹکانے کی مانند ہے کیونکہ وہ دل پر حجاب ہے، اس لئے وہ نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

الامثال بیان کر کے غلطی کرتے ہیں وہ نہ تو اس طرح ہدایت پا سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے راہ اعتدال پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ (الاسراء)

''اور انہوں نے (ازراہِ انکار) کہا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اٹھایا جائے گا از سر نو پیدا کیا جائے گا۔'' آپ ہمیں اس سے آگاہ کرنے کے لئے آئے ہیں کہ عنقریب ہمیں موت کے بعد اٹھایا جائے گا جبکہ ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے۔ یہ ناممکن ہے۔ آپ ﷺ فرمائیں۔

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (الاسراء)

''فرمایئے (یقیناً ایسا ہی ہوگا) خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا بن جاؤ یا ایسی مخلوق بن جاؤ جس کا ازسرِ نو پیدا کرنا تمہارے خیال میں بہت مشکل ہے وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ کون (زندہ کر کے) لوٹائے گا۔ فرمایئے وہی جس نے پیدا فرمایا تمہیں پہلی مرتبہ'' جس نے تمہیں اس چیز سے تخلیق کیا جسے تم جانتے ہو پھر مٹی سے تمہیں پیدا کرنا اس پر ہرگز مشکل نہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ ''میں نے ان سے پوچھا۔ ''اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ'' سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے۔ انہوں نے فرمایا'' اس

ابن اسحاق نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ''اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ'' سے مراد موت ہے۔ یہ تفسیر مزید تشریح کی محتاج ہے میں نے بعض متاخرین علماء کا یہ قول سنا ہے کہ شاید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ عنقریب موت بھی اسی طرح فنا ہو جائے گی جس طرح ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ جس طرح روایت ہے کہ موت کو پل صراط پر ذبح کر دیا جائے گا۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اگر تم پتھر یا لوہا بن جاؤ تمہیں موت اور فناء پھر بھی آکر رہے گی اگر تم موت بھی بن جاؤ جسے تم اپنے دلوں میں بڑا سمجھتے ہو پھر بھی تمہیں فناء کے گھاٹ اترنا پڑے گا۔ اس آیت کی تاویل میرے دل کو مسلسل بے چین کر رہی ہے۔ ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ مجھے اس کو سمجھنے کی توفیق دے گا۔ نُفُوْرًا ممکن ہے نَافِرٌ کی جمع ہو اور حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ولوا کا مصدر مؤکد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ (یونس: ۴۲)

Marfat.com

سے مراد موت ہے"۔

جاں نثارانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظلم وستم کی انتہاء

ابن اسحاق فرماتے ہیں کفار مکہ نے ہر مسلمان پر ظلم کی انتہاء کردی۔ جس نے آپ علیہ السلام کی اتباع کی اسے ظلم وتعدی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک مرد مومن کا جس قبیلے سے تعلق ہوتا وہ قبیلہ اس پر جھپٹ پڑتا۔ کفار نے مسلمانوں کو قید کیا وہ انہیں مار کر، بھوک سے اور پیاسا رکھ کر تکلیف دیتے۔ جب گرمی شدید ہوجاتی تو انہیں تپتی ریت پر لٹایا جاتا۔ بعض اس فتنے کی شدت کو برداشت نہ کر سکے اور وہ اس فتنے کا شکار ہوگئے اور بعض نے انتہائی استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اللہ رب العزت

"اوران میں سے کچھ (بظاہر) کان لگاتے ہیں آپ کی طرف تو کیا آپ سناتے ہیں بہروں کو۔"

اس آیت میں اللہ رب العزت نے یَسْتَمِعُوْنَ کو جمع ذکر فرمایا ہے۔ جب لفظ "من" فعل کے قریب ہو تو لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے قرب کی وجہ سے فعل واحد استعمال کرنا بہتر ہے، مثلاً اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ۔ لفظ من کی وجہ سے واحد کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اسی آیت کے آخر میں فرمایا وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ، مَنْ سے دور ہونے کی وجہ سے معنی پر محمول کرتے ہوئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ میں بھی قیاس کا تقاضا یہی تھا لیکن کیونکہ وہ ایک جماعت تھے اس لئے من ان کے اعیان کے اعتبار سے مستعمل ہے یہ عبارت یوں ہوگی۔ وَمِنْهُمْ نَفَرٌ يَّسْتَمِعُوْنَ یعنی وہ گروہ جو ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس پر مشتمل تھا پھر بعد میں فرمایا وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ۔ اب صیغہ واحد استعمال کیا کیونکہ پہلا سبب ختم ہوگیا تھا۔

کفر ومعصیت پر اکراہ

ابن اسحاق نے ان جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے جنہیں تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ انہیں تپتے ریگستان میں پھینک دیا جاتا تھا اور انہیں لوہے کی زرہیں پہنائی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کی زبانوں پر وہ کلمۂ کفر آجاتا جس کا مطالبہ کفار ان سے کرتے تھے لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے زبان مبارک میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آتی۔ اللہ رب العزت نے انہی کے متعلق یہ آیۃ مبارکہ نازل فرمائی۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (النحل:١٠٦)

حضرت عمار اور ان کے والد محترم رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۔ مگر اس حالت میں کہ تم کرنا چاہو ان سے اپنا بچاؤ۔

Marfat.com

نے انہیں بچالیا۔

مجسمۂ استقامت، عاشق رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ

پیکر استقامت، سراپا عشق حضرت بلال رضی اللہ عنہ، بنو جمح کے کسی آدمی کے غلام تھے۔ انہی کے پاس آپ رضی اللہ عنہ پروان چڑھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بلال بن رماح تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام "حمامہ" تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے شیدائی اور پاکیزہ دل تھے۔ جب دوپہر خوب گرم ہو جاتی تو امیہ بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح آپ رضی اللہ عنہ کو باہر لے آتا۔ وادیٔ بطحا کی چٹانوں پر آپ رضی اللہ عنہ کو لٹا لیتا پھر بہت بھاری پتھر منگوا کر آپ رضی اللہ عنہ کے سینۂ اقدس پر رکھ دیتا پھر کہتا۔ "تمہارے ساتھ یہی سنگدلانہ سلوک ہوتا رہے گا یا پھر محمد عربی علیہ السلام سے انکار کر کے لات وعزیٰ کی عبدیت کا اقرار کر لو گے"۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آزمائش کی اس کٹھن ساعت میں بھی اَحَدٌ اَحَدٌ کے ترانے الاپتے رہتے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسی طرح اذیت دی جا رہی تھی ان کی مبارک زبان پر احد احد تھا۔ ان کے پاس سے ورقہ بن نوفل گزرتے وہ بھی احد احد کہتے پھر امیہ بن خلف اور بنو جمح کے دیگر افراد کو مخاطب کر کے کہتے۔ "اے بنو جمح! قسم بخدا! اگر تم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو میں ان کی مرقد انور کو رحمت الٰہیہ کی آماجگاہ بناؤں گا"۔ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی غیر انسانی سلوک جاری تھا۔ وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا ان کا گھر بنو جمح کے گھروں کے قریب ہی تھا، انہوں نے امیہ بن خلف سے کہا کیا تو اس مسکین کے بارے اللہ

کیونکہ ایمان کی جگہ دل ہے۔ اس لئے مؤمن کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ جب اسے اپنی جان کا خطرہ ہو تو وہ اپنی زبان پر کلمۂ کفر لے آئے حتیٰ کہ وہ امن میں ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے"۔ ہر وہ کلمہ جو مجھے دو ڈنڈوں سے بچا لے میں اسے اسی قول کے زمرہ میں شمار کرتا ہوں جہاں تک افعال کا تعلق ہے تو ان میں حالات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ ایک حالت وہ بھی ہے جس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں مثلاً شراب پینا۔ جب انسان کو اپنی جان کے تلف ہونے کا خوف ہو لیکن اگر جان کا خطرہ نہ ہو تو پھر صبر کرنا افضل ہے لیکن اگر اسے ایک دن کی قید یا کچھ بے عزتی کا خطرہ ہو تو اس کے لئے معصیت حلال نہیں ہوتی۔ جہاں تک کسی کو قتل کرنے پر اکراہ کا تعلق ہے تو اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اسے قتل سے کم رخصت اس لئے دی گئی تھی تاکہ وہ ایک مؤمن نفس کا

Marfat.com

تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ تو انہیں کب تک یہ تکالیف دیتا رہے گا؟ امیہ نے کہا ''اے ابو بکر! اسے تم نے ہی بگاڑا ہے اس عذاب سے اسے تم ہی نجات دلا سکتے ہو''۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے جو بلال سے زیادہ توانا و طاقتور ہے۔ وہ تیرے دین پر بھی ہے۔ میں تمہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بدلے وہ دیتا ہوں'' امیہ نے یہ سودا قبول کر لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ سیاہ فام غلام امیہ کو دے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا پھر انہیں آزاد کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے سے قبل چھ غلام آزاد کئے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساتویں تھے۔ ۱۔ عامر بن فہیرہ۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ بئر معونہ کے دن شہادت سے سرخرو ہوئے۔ ۲۔ ام شمیس۔ ۳۔ زنیرہ۔ جب انہیں آزادی نصیب ہوئی تو ان کی نظر ختم ہو چکی تھی۔ قریش مکہ کہنے لگے ''لات و عزیٰ نے ہی اسے بصارت سے محروم کیا ہے''۔ اس وقت اس خاتونِ محترمہ سے کہا۔ ''بیت اللہ کی قسم! لات و عزیٰ نہ تو کوئی نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ''۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بصارت کی نعمت دوبارہ عطا کر دی۔ ۴، ۵۔ حضرت النهد یہ اور ان کی نور نظر۔ یہ دونوں بنو

اس سے دفاع کرے۔ یہ نفس اس کی اپنی ہی جان ہے اس طرح دوسری جان دے کر اپنی جان بچا لینے کی کوئی رخصت نہیں۔ بدکاری پر اکراہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن ماجشون سے روایت ہے کہ اس میں کوئی رخصت نہیں ہے کیونکہ اس میں دلی ارادے اور شہوت کا دخل ہے اور دل کے افعال اکراہ کے ساتھ مباح نہیں ہوتے۔ دیگر علماء فرماتے ہیں اس میں اس شخص کو اجازت ہے جسے قتل کا خطرہ ہو کیونکہ اس طرح مس کرنے سے شہوت کا پیدا ہونا اسی طرح ہے جس طرح کھانا چباتے وقت تھوک پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات مجبوری کے عالم میں حرام کھانا بھی جائز ہے۔

اصولیین کا اکراہ کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ کیا وہ شخص جسے کسی کام پر مجبور کیا جا رہا ہو وہ مخاطب بالفعل ہو گا یا نہیں۔ معتزلہ کے نزدیک اس پر اس فعل کا امر جائز نہیں ہے۔ اشعریہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ عزم کا تعلق دل سے ہے اس لئے اس وقت اس سے عزم اور نیت کا تصور کر لیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کا قصد ہے اگرچہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ لوگوں کے خوف سے وہ فعل سرانجام دے رہا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کسی کو کسی فرض پر مجبور کیا جائے مثلاً اس سے کہا جائے، نماز ادا

Marfat.com

عبدالدار کی ایک عورت کی غلام تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس سے اس وقت گذر ہوا جب وہ عورت انہیں آٹا پسوانے کے لئے بھیج رہی تھی وہ کہہ رہی تھی۔ ''قسم بخدا! میں تمہیں ہرگز آزاد نہیں کروں گی''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا ''اے فلاں کی ماں! اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے''۔ اس عورت نے کہا ''تم نے ہی انہیں بگاڑا ہے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ان کی قیمت کیا لوگی؟ اس عورت نے کہا ''اتنی''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا ہے''۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت نھایۃ اور ان کی لختِ جگر رضی اللہ عنہما سے فرمایا ''اس عورت کا آٹا واپس کر دو''۔ انہوں نے کہا ''ابھی واپس کر دیں یا پسوا کر''۔ انہوں نے فرمایا ''جیسے تمہاری مرضی''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنو مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے گزرے۔ وہ لونڈی دولت اسلام سے مالا مال تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے اذیت دے رہے تھے تاکہ وہ اسلام چھوڑ دے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شرک پر تھے۔ آپ اسے لگاتار مارتے رہتے جب آپ تھک جاتے تو کہتے ''میں نے تجھے صرف اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ میں تھک گیا ہوں''۔ وہ لونڈی کہتی۔ ''اللہ تم سے بھی اسی طرح سلوک کرے گا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

کرو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے''۔ اگر کسی شخص سے کہا جائے ''اگر تم نے نماز ادا کی تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا''۔ قاضی صاحب نے کہا ہے اس مسئلہ میں ہمارا اور معتزلہ کا اختلاف ہے ان کے بعض ساتھیوں نے غلطی کی اور کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مخاطب بالصلوٰۃ، نماز کا مامور ہے اگرچہ اسے اس کو ترک کرنے کی رخصت بھی دی گئی ہو۔ یہ رخصت اسے خطاب کے حکم سے خارج نہیں کرتی۔ اکراہ اس کے اس گناہ کو اٹھا دیتا ہے نہ ہی رخصت اسے اس سے مخاطب ہونے سے خارج کرتی ہے۔ یہ غلط بات قاضی کی طرف منسوب ہے لیکن یہ ان کا قول نہیں ہے۔ ''کتاب التقریب والارشاد'' میں فقہاء کے ایک گروہ نے یہ نقطۂ نظر لکھا ہے وہ کہتے ہیں اکراہ کے ساتھ فعل پر ارادہ اور قصد کا تصور نہیں کیا جا سکتا لیکن قاضی صاحب اسے باطل قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ اکراہ کے باوجود ارادہ اور قصد کا تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ اس کام کی بجا آوری کے قصد کا تصور بھی مانتے ہیں اور اسی کے ساتھ تکلیف کا تعلق بھی ہے۔ جن اصولیین نے ان کی طرف وہ قول منسوب کیا ہے جو ابھی باطل قرار دیا جا چکا ہے۔ انہوں نے غلطی کی ہے۔ میں نے مذکورہ بالا قول ان کے اس مسئلہ پر کلام دیکھنے سے اور ان کے مذہب کی حقیقت سے واقف ہونے سے قبل ذکر کیا ہے۔ وہ خود اس خطاء سے بری ہیں۔

Marfat.com

اسے بھی خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق اور رضائے الٰہی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبد اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو قحافہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا "اے میرے فرزند دلبند! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور غلاموں کو آزاد کر رہے ہو۔ اگر تم یہ احسان طاقتور غلاموں پر کرو تو وہ مصیبت کے وقت تمہارا دفاع کریں گے اور تمہارے کام بھی آئیں گے"۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ "اے والد محترم! میں یہ سب کچھ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کر رہا ہوں"۔ اس وقت قرآنِ پاک کی ان آیات کا نزول ہوا۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ .... اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (اللیل)

پھر جس نے (راہِ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا اور (جس نے) اچھی بات کی تصدیق کی...... اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو، بجز اس کے کہ وہ اپنے برتر پروردگار کی خوشنودی کا طلب گار ہے اور وہ ضرور (اس سے) خوش ہوگا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی تکالیف

ابن اسحاق کہتے ہیں بنومخزوم حضرت عمار اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم کو لے کر باہر آجاتے وہ اسلام کے گھرانے کے باشندے تھے۔ جب دوپہر خوب تپ جاتی تو وہ انہیں مکہ معظمہ کے پہاڑوں پر لے جاتے۔ حضور ﷺ کا ان کے پاس گزر ہوتا تو فرماتے، "اے آلِ یاسر صبر کا دامن تھامے رکھنا تمہارا ٹھکانہ جنت ہے"۔ ان کی والدہ ماجدہ کو شہید کر دیا گیا لیکن

آلِ یاسر

ابن اسحاق نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ انہیں ابوجہل نے شہید کیا تھا۔ یہ پہلی خاتون تھیں جن کے سر پر سب سے پہلے شہادت کا تاج سجایا گیا۔ روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! ہماری تکالیف تو اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ابو یقظان! صبر کرو"۔ پھر آپ ﷺ نے دعا مانگی مولا! آلِ عمار میں سے کسی کو بھی آگ کے عذاب میں مبتلا نہ کرنا۔

Marfat.com

انہوں نے اسلام کو ترک نہ کیا۔ ابو جہل وہ بد بخت اور بد کردار شخص تھا جو قریش کے مردوں کو ابھارتا تھا۔ اگر وہ ایسے شخص کے متعلق سنتا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے جو صاحب شرف اور ذی قدر ہوتا تو وہ اسے ذلیل ورسوا کرتا وہ اس سے کہتا ''تو نے اپنے آباء کا دین ترک کر دیا ہے حالانکہ وہ مذہب تیرے اس دین سے بہتر تھا۔ ہم تجھے احمق کہیں گے، تیری رائے کمزور کر دیں گے، تیرا شرف ختم کر دیں گے''۔ اگر اسلام لانے والا شخص تاجر ہوتا تو وہ کہتا ''قسم بخدا! ہم تیری تجارت ختم کر دیں گے، ہم تیرا مال برباد کر دیں گے''۔ اگر دولت اسلام سے مالا مال ہونے والا شخص غریب ہوتا تو وہ اسے مارتا اور دوسروں کو بھی اسے مارنے کی ترغیب دیتا۔ ابن اسحاق نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا مشرکین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنی اذیت دیتے تھے جس سے وہ اپنے دین کو ترک کرنے میں معذور سمجھے جاتے تھے؟'' انہوں نے فرمایا ''ہاں قسم بخدا! وہ انہیں اتنا شدید مارتے، انہیں بھوکا رکھتے اور انہیں پیاسا رکھتے حتیٰ کہ وہ اذیتوں کی وجہ سے صحیح طور پر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی زبانوں سے مجبوراً کلمۂ کفر کہہ دیتے تھے۔ اگر مشرکین کسی سے کہتے کیا لات وعزیٰ تیرے معبود ہیں وہ کہتا ہاں۔ اگر گندا کیڑا ادھر سے گزرتا مشرکین کسی جانثار سے پوچھتے کیا خدا کو چھوڑ کر اسے معبود مانتے ہو وہ کہتا ہاں۔ یہ سب کچھ ان تکالیف اور مصائب کی وجہ سے تھا جو حد سے تجاوز کر گئے تھے''۔

ہشام بن ولید کا واقعہ

ابن اسحاق کہتے ہیں زبیر بن عکاشہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ جب ولید بن ولید نے اسلام

ان کی والدہ ماجدہ بنت خیاط تھیں۔ وہ ابو حذیفہ بن مغیرہ کی خادمہ تھیں۔ ابو حذیفہ کا نام مہشم تھا۔ یہ ابو جہل کا چچا تھا۔ ابن ابی قتیبہ نے اس میں خطاء کی ہے۔ انہوں نے گمان کیا ہے کہ حارث بن کلدۃ کے غلام ازرق نے حضرت یاسر کے بعد حضرت سمیہ سے شادی کر لی اور ان سے سلمہ بن ازرق پیدا ہوئے۔ اہل علم فرماتے ہیں سلمہ کی والدہ دوسری سمیہ تھیں۔ وہ ام زیاد بن ابی سفیان تھیں۔ ام عمار نہ تھیں عمار، حویرث اور عبود، یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن حصین بن لوذین کی اولاد میں سے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے۔ الوذیم بن ثعلبہ بن عوف عامر بن حارثہ بن زیام بن عنس بن مالک بن ادو بن زید الحنسی المذحجی۔ یہ بنو مخزوم کے حلیف تھے۔ عبداللہ بن سعد بن حسن بن عثمان بن حسن بن عبد اللہ بن سعد بن عمار بن یاسر تھے۔ یہ اندلس میں قتل ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے انہیں قتل کیا۔

Marfat.com

قبول کیا تو بنومخزوم کے کچھ لوگ ہشام بن ولید کے پاس گئے۔انہوں نے یہ طے کیا کہ وہ اپنے ان جوانوں کو گرفتار کرلیں جنہوں نے اسلام لانے کی سعادت حاصل کی تھی۔ان سعادتمند افراد میں سے سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ بھی تھے۔ وہ لوگ ہشام سے کہنے لگے ہماری خواہش ہے کہ ہم ان جوانوں کو سرزنش کریں جنہوں نے ایک نیا دین ایجاد کرلیا ہے۔ ہشام نے کہاتم ولید کو سرزنش کرلولیکن اس کی جان لینے سے بچنا پھراس نے یہ شعر پڑھے۔

أَلَا لَا يَقْتُلَنَّ اَخِي عُيَيْشٍ فَيَبْقَى بَيْنَنَا اَبَدًا تَلَاحِي

خبردار! میرے بھائی عیش کو قتل نہ کرنا ورنہ ہمارے مابین دائمی عداوت رہے گی۔

اس کی جان کے پیچھے نہ پڑنا قسم بخدا! اگر تم نے اسے قتل کردیا تو میں تم میں سے سب سے معزز شخص کو قتل کردوں گا۔ یہ سن کر بنومخزوم کے لوگ کہنے لگے" اللہ تعالیٰ اس خبیث پر لعنت کرے، اس کا مقابلہ کون کرسکتا ہے اللہ کی قسم اگر اس کے بھائی کو ہمارے ہاتھوں اذیت پہنچی تو وہ ضرور ہم میں سے معزز ترین شخص کو قتل کردے گا"۔اس طرح انہوں نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔

زنیرہ اور دیگر آزاد کردہ غلام

ابن اسحاق نے حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا ہے۔انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آزادی کی نعمت عطا کی تھی۔ صحیح روایت کے مطابق یہ فعیلۃ کے وزن پر ہے۔اس کی جمع زنانیر ہے۔اس کا معنی چھوٹے چھوٹے سنگریزے ہیں (ابوعبیدہ) بعض علمائے لغت سے زنبرۃ پڑھتے ہیں لیکن عورتوں میں اس نام کی کوئی عورت نہیں۔ مردوں میں زنبرۃ بن زبیر بن مخزوم بن ماہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہے اس کے بیٹے کا نام خالد بن زبنرہ تھا۔یہ دریا میں غرق ہوا تھا۔

ام عمیس

یہ تیم بن مرہ کی لونڈی تھیں۔انہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آزاد کروایا۔ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ ہر قبیلہ چمڑے کا وہ بستر لے کر آتا جس میں پانی ہوتا تھا وہ ان جانثاروں کو ان میں بند کرلیتے پھر انہیں اٹھاتے۔حضرت بلال کے علاوہ تمام کو یہ اذیت دی گئی۔ورقہ بن نوفل نے کہالَئِنْ قَتَلْتُمُوْهُ لَاَ تَّخِذَنَّ حِنَانًا۔ہ کی ضمیر لَاَ تَّخِذَنَّ سے حال ہے"۔میں ان کی مرقد انور کو رحمت کی آماجگاہ اور سکون کا ٹھکانہ بنالوں گا"۔ حنان کا معنی رحمت ہے، حضرت بلال کی کنیت

Marfat.com

یہ سبب ان اسباب میں سے ایک تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بچایا۔

ابوعبدالکریم تھی۔ بعض علماء ابوعبداللہ کنیت بتاتے ہیں۔ ان کی بہن کا نام غفرہ تھا۔ غفرہ کے غلام کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ پہاڑی بکری کو غفرہ کہا جاتا ہے۔ پہاڑی بکرے کو غفر کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

سرزمین حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مصائب اور دکھ ملاحظہ کئے۔ آپ علیہ السلام خود تو عصمت الٰہیہ اور چچا محترم کی تائید کی وجہ سے قدرے امن میں تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مصائب برداشت کرنا مشکل تھا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ "کاش کہ تم سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ وہاں اس عظیم بادشاہ کی حکومت ہے جس کے پاس ظلم نہیں ہوتا وہ صداقت کی سرزمین ہے پھر وہاں مقیم رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصائب کو دور کرنے کا چارہ فرمادے۔" آپ علیہ السلام کا یہ فرمان سن کر صحابہ کرام نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تاکہ وہ فتنہ و آزمائش سے محفوظ رہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل پیرا ہو سکیں۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی ہجرت تھی۔

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کرام

بنوامیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر میں سے حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ نے اپنی زوجہ محترمہ لختِ جگر

حبشہ کی طرف ہجرت

ہم نے کتاب کی پہلی جلد میں حبشہ کا تذکرہ کیا تھا۔ ہر وہ بادشاہ جو حبشہ کا اقتدار سنبھالتا اسے نجاشی کے نام سے موسوم کیا جاتا، جس طرح ہر وہ بادشاہ جو ایران کا حاکم بنتا اسے کسریٰ، جو ترک کی زمام اقتدار سنبھالتا اسے خاقان اور جو یونان کا شہنشاہ بنتا اسے بطلیموس کہا جاتا۔ اس وقت حبشہ کے والی کا نام اصحمہ بن الجبر تھا۔ اصحمہ کا معنی عطیہ ہے۔

ابن اسحاق نے ان بلند قسمت صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کا ذکر جمیل کیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما عقد نکاح میں منسلک ہوئے تو اس وقت عورتوں نے یہ شعر گنگنایا۔

أَحْسَنُ شَخْصَيْنِ رَأَى إِنْسَانٌ رُقَيَّةُ وَ بَعْلُهَا عُثْمَانُ

وہ سب سے حسین جوڑی جو کسی انسان نے دیکھی ہے وہ حضرت رقیہ اور ان کے خاوند محترم حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی ہے۔

Marfat.com

مصطفیٰ ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی بنوعبد شمس میں سے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس نے ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو بھی تھیں۔ ان کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا۔ انہوں نے سرزمین حبشہ میں محمد بن ابی حذیفہ کو جنم دیا۔ بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصی میں سے حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد نے ہجرت کی۔ بنو عبد الدار بن قصی میں سے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار نے یہ سعادتِ عظمیٰ حاصل کی۔ بنو زہرہ بن کلاب میں سے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن حارث بن زہرہ ہجرت فرما ہوئے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابو عبد اللہ رکھی۔ چھ سال کی عمر میں یہ عبد اللہ عالم بالا کو سدھار گئے۔ ایک مرغ نے ان کی آنکھوں میں چونچیں ماریں جس سے ان کا چہرہ سوجھ گیا اور انتقال فرما گئے۔ ان کا وصال جمادی الاول ۴ھ کو ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابو عمرو رکھ لی۔ آپ کے اس نورِ نظر کو عبد اللہ الاصغر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک لختِ جگر فاختہ بنت غزوان سے بھی تھا اس کا نام عبد اللہ الاکبر تھا۔ ان کے بعد عمرو کی ولادت ہوئی آپ رضی اللہ عنہ کے دیگر فرزندوں کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ عمر۔ ۲۔ خالد۔ ۳۔ سعید۔ ۴۔ ولید۔ ۵۔ مغیرہ۔ ۶۔ عبد الملک۔ ۷۔ ابان (رضی اللہ عنہم) کتب سیرت میں ہے بنت رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تمام انسانوں سے حسین ترین تھیں۔ جب آپ ﷺ سرزمین حبشہ میں تشریف لے گئیں تو وہاں کے لوگ آپ رضی اللہ عنہا کے حسن کو دیکھ کر رقص کرنے لگتے۔ ان کی یہ حرکت دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہا کو اذیت ہوتی لیکن مسلمان پردیس میں ہونے کی وجہ سے انہیں کچھ نہ کہتے۔ یہ فتنہ پسند گروہ نجاشی کے ہمراہ دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے گئے وہاں تمام قتل ہو گئے۔ اس طرح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے ان سے نجات حاصل کی۔ نجاشی نے اس معرکہ میں اپنے دشمن کو شکست دی۔ علامہ زبیر نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو کچھ تحائف دے کر حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا۔ وہ قاصد کافی عرصہ وہیں ٹھہرا رہا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا۔ ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟'' اس نے عرض کی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا ''حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کے حسن و جمال نے تجھے وہاں

Marfat.com

بنومخزوم بن یقظہ بن مرہ میں سے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے ہجرت فرمائی۔ ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی تھیں۔ بنوجمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح رضی اللہ عنہ اس سعادت میں شامل تھے۔ بنوعدی بن کعب میں سے عامر بن ربیعہ، آل خطاب کے حلیف نے ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ ان کی شریکِ حیات حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عوتج بن عدی بن کعب بھی تھیں۔ بنوعامر بن لوئی میں سے ابوسبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر نے یہ سعادت حاصل کی۔ ایک قول کے مطابق ابوحاطب بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر نے یہ سعادت حاصل کی۔ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے حبشہ پہنچنے والی شخصیت یہی تھے۔ بنوحارث بن فہر سے سہیل بن بیضاء یعنی سہیل بن وھب بن ربیعہ بن ہلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث تھے۔ یہ وہ دس فرخندہ فال افراد تھے جو مسلمانوں میں سب سے پہلے سرزمین حبشہ پہنچے۔

ابن ہشام کہتے ہیں قیادت کی باگ ڈور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ پھر مسلمان ہجرت کر کے حبشہ جاتے رہے حتیٰ کہ وہ وہاں کافی تعداد میں جمع ہو گئے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے اہل خانہ بھی تھے جبکہ بعض نے تنہا ہجرت کی۔

رو کے رکھا"۔ اس نے عرض کی۔" آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ میں ان کے حسن و جمال کی دلکشی میں کھویا رہا"۔ ابن اسحاق نے ان افراد کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حبشہ کی زمین کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، ہم نے وہاں حضرت عمرو بن سعید بن العاص کے ایمان لانے کا سبب بھی لکھا تھا۔ انہوں نے چاہِ زمزم سے ایک نور دیکھا جس سے مدینہ طیبہ کے نخلستان جگمگا اٹھے انہوں نے وہاں کھجوریں دیکھیں، جب انہوں نے اپنا خواب بیان کیا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ بنوعبدالمطلب کا کنواں ہے۔ یہ نور انہی میں سے ہوگا۔ یہی خواب ان کے جلد اسلام قبول کرنے کا سبب بنا۔

Marfat.com

بنو ہاشم اور بنو امیہ کے مہاجرین

بنو ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر میں سے حضرت جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب نے یہ سعادت حاصل کی۔ ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس بن نعمان بن کعب بن مالک بن قحافہ بن خثعم تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی ولادت حبشہ میں ہی ہوئی۔ بنو امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں سے حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس نے اپنی شریک حیات کے ہمراہ، حضرت عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ بنت صفوان بن امیہ بن محرث بن حمل بن شق بن رقبہ بن مخدج کنانی کے ساتھ، ان کے بھائی خالد بن سعید بن عاص بن امیہ نے اپنی بیوی امینہ بنت خلف بن سعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد ملیح بن عمرو خزاعی نے ہجرت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں امینہ کو ھمینہ بنت خلف بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حبشہ میں ان کے ہاں سعید بن خالد اور امۃ بنت خالد پیدا ہوئے۔ بعد میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے حضرت امۃ کے ساتھ شادی کر لی اور ان سے عمرو بن زبیر اور خالد بن زبیر پیدا ہوئے۔

سعد اور خالد فرزندانِ عاص کا خواب

پہلے گزر چکا ہے کہ یہ خواب عمرو کے بھائی نے دیکھا تھا تو عمرو نے اس کی تعبیر بیان کی تھی، صحیح یہی ہے۔ ان کے بھائی خالد بن سعید نے قبولِ اسلام سے قبل دیکھا کہ وہ شعلہ زن آگ کے اوپر کھڑا ہے۔ حضور ﷺ اس کے دامن سے پکڑ کر اسے گرنے سے روک رہے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوا تو اسے یقین ہو گیا کہ آگ سے اس کی نجات دست مصطفیٰ ﷺ میں ہے، جب انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تو ان کے باپ نے ان کو ڈنڈے سے اتنا مارا کہ ڈنڈا ان کے سر پر لگ کر ٹوٹ گیا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ ان کے علاج پر کوئی خرچہ نہیں کرے گا۔ ان کے بھائیوں کو بھی اکسایا گیا، انہوں نے بھی انہیں ظلم و تعدی کا نشانہ بنایا۔ یہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے باپ سعید بن عاصی کی کنیت ابو احیحہ تھی۔ اس کے متعلق شاعر کہتا ہے۔

أَبُوْ أُحَيْحَةَ مَنْ يَعْتَمْ عِمَّتَهٗ ۔۔۔ يُضْرَبُ وَ إِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَ ذَا عَدَدٍ

ابو احیحہ کی شان یہ ہے کہ جو شخص اس کا عمامہ پہنتا ہے اسے مارا جاتا ہے اگرچہ وہ شخص صاحب

Marfat.com

بنو اسد اور بنو عبد شمس کے مہاجرین

بنو اسد بن خزیمہ میں سے عبد اللہ بن جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد، ان کے بھائی عبید اللہ بن جحش ان کے ہمراہ ان کی زوجۂ محترمہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، قیس بن عبد اللہ، بنو اسد بن خزاعہ کا ایک اور شخص اپنی بیوی برکہ بنت یسار، ابو سفیان بن حرب بن امیہ کی لونڈی اور معیقیب بن ابی فاطمہ نے ہجرت کی۔ ان تمام کا تعلق سعید بن العاص کی اولاد سے تھا۔ ابن ہشام نے معیقیب بن دوس لکھا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں بنو عبد شمس بن عبد مناف میں سے ابو حذیفہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ابو موسیٰ الاشعری نے حبشہ کی طرف ہجرت کی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ بن قیس تھا وہ عتبہ بن ربیعہ کی اولاد کے حلیف تھے۔

بنو نوفل اور بنو اسد کے مہاجرین

بنو نوفل بن عبد مناف میں سے حضرت غزوان بن جابر بن وھب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان نے ہجرت حبشہ کی سعادت

دولت اور کثیر قبیلے والا بھی ہو۔

جب ابو احیحہ عمامہ پہنتا تو پھر اس کے احترام کے لئے کوئی قرشی عمامہ نہیں پہنتا تھا، عمرو بن بحر الجاحظ اس کے متعلق کہتا ہے۔

وَ كَانَ اَبُوْ اُحَيْحَةَ قَدْ عَلِمْتُمْ بِمَكَّةَ غَيْرَ مُهْتَضِمٍ ذَمِيْمٍ

تم ابو احیحہ کو خوب جانتے ہو وہ مکہ مکرمہ میں مقیم تھا جس پر نہ ظلم کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی وہ قابل مذمت تھا۔

اِذَا شَدَّ الْعَصَابَةَ ذَاتَ يَوْمٍ وَ قَامَ اِلَى الْمَجَالِسِ وَالْخُصُوْمِ

جب کسی دن وہ عمامہ پہنتا اور محفلوں اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے جاتا۔

لَقَدْ حَرُمَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ يَمْشِيْ بِمَكَّةَ غَيْرَ مُخْتَقِرٍ لَئِيْمٍ

تو مکہ معظمہ میں چلنے والے ہر شخص کے لئے عمامہ پہننا حرام ہو جاتا۔ عمامہ نہ پہننے کی وجہ سے نہ اسے حقیر سمجھا جاتا اور نہ ہی اس کی ملامت کی جاتی۔

Marfat.com

حاصل کی۔ بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی میں سے حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد، حضرت اسود بن نوفل بن خویلد بن اسد، حضرت یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد اور حضرت عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد نے ہجرت کی۔

بنو عبد بن قصی اور عبدالدار بن قصی کے مہاجر

بنو عبد بن قصی میں سے حضرت طلیب بن عمیر بن وھب بن ابی کثیر بن عبد نے یہ سعادت پائی۔ بنو عبدالدار بن قصی میں سے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار، سویط بن سعد بن حرملہ بن مالک بن عمیلہ بن سباق بن عبدالدار، جہم بن قیس بن عبد شرجیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ ام حرملہ بنت عبدالاسود بن جذیمہ بن اقیش بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد ملیح بن عمرو بھی تھیں، جہم کے دو فرزند عمرو اور خزیمہ، ابوالروم بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار اور فراس بن نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

بنو زہرہ، بنو ہذیل اور بہراء کے مہاجرین

بنو زہرہ بن کلاب میں سے عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ، عامر بن ابی وقاص، ابو وقاص سے مراد مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے اور مطلب

احیحہ حرب الفجار میں ہلاک ہو گیا۔ ابو احیحہ کے چار بیٹوں کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی۔ ۱۔ حضرت ابان۔ ۲۔ حضرت خالد۔ ۳۔ حضرت عمرو۔ ۴۔ حضرت حکم۔ ان کا نام حضور ﷺ نے عبداللہ رکھا تھا۔ احیحہ بن سعید اور عاصی بن سعید وغیرہ حالت کفر میں مرے۔ عاصی غزوۂ بدر کے دن قتل ہوا۔

امۃ بنت خالد اور ان کے والد ماجد

ابن اسحاق نے امۃ بن خالد بن سعید کا ذکر کیا ہے۔ یہ حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئیں۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ حضرت امۃ رضی اللہ عنہا وہ خوش قسمت خاتون ہیں جنہیں بچپن میں نبی معظم ﷺ نے چادر زیب تن کرائی تھی۔ یہ کہنے لگیں سَنَاہُ، سَنَاہُ یَا اُمَّ خَالِدٍ! لغتِ حبشہ میں اس کا معنی ہے واہ! بہت خوب! انہیں اہل حبشہ کی زبان آتی تھی کیونکہ ان کی ولادت وہیں ہوئی تھی۔ ان کے ہاں عمرو اور خالد کی ولادت ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ خالد بن

Marfat.com

بن ازہر بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زھرہ نے اپنی زوجہ محترمہ رملہ بن ابی عوف بن ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، ان کے بطن مبارک سے سرزمین حبشہ میں عبداللہ بن مطلب پیدا ہوئے۔

بنو ہذیل میں سے ان کے حلیف حضرت عبداللہ بن مسعود بن حارث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل اوران کے بھائی عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، بہراء میں سے مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد بن زہیر بن لوی بن ثعلبہ بن مالک بن الشرید بن ابی اھوز بن ابی فائش بن دریم بن القین بن اھود بن بہراء بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ نے ہجرتِ حبشہ میں شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہا جاتا ہے ہزل بن فاس بن ذر اور دھیر بن ثور بھی تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ انہیں مقداد بن اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بھی کہا جاتا تھا کیونکہ اسود نے انہیں جاہلیت میں اپنا بیٹا بنالیا تھا اوران سے معاہدہ بھی کیا تھا۔

بنو تمیم اور بنو مخزوم میں سے مہاجرین

بنو تمیم بن مرہ میں سے حارث بن خالد بن صخر بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم نے یہ سعادت حاصل کی۔ ان کے ساتھ ان کی شریک حیات ریطہ بنت حارث بن جبلہ بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بھی تھیں۔ انہوں نے سرزمین حبشہ میں موسیٰ بن حارث، عائشہ بنت حارث، زینب بنت حارث، فاطمہ بنت حارث کو جنم دیا۔ حضرت عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ بنو مخزوم میں سے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے اپنی زوجہ محترمہ ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن

سعید نے ہی سب سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھی۔ یہ مقام اجنادین پر شہادت سے سرخرو ہوئے۔ حضور ﷺ نے انہیں صفاء اور یمن کا والی مقرر کیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں گورنر مقرر کرنا چاہا لیکن انہوں نے کہا میں نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کسی کے لئے کام نہیں کرنا چاہتا۔ روایت ہے کہ سعید بن عاصی بیمار ہو گیا اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مرض سے شفاء دے دی تو میں ابن ابی کبشہ (ﷺ) کے معبود کی عبادت نہیں کروں گا۔ اس کے بیٹے حضرت خالد نے دعا کی مولا! اسے شفاء نہ دینا۔ وہ اس مرض سے جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا۔ یہ بنو سعید بن عاصی بن امیہ ہیں۔

Marfat.com

مخزوم کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہاں وہاں زینب بنت ابی سلمہ کی ولادت ہوئی۔ ابوسلمہ کا نام عبداللہ اور ام سلمہ کا نام ''ہند'' تھا۔ اسی قبیلے سے حضرت شماس بن عثمان بن الشرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے میں شرکت کی۔

شماس کی وجہ تسمیہ

ابن ہشام کہتے ہیں حضرت شماس کا نام عثمان تھا کیونکہ شماسہ میں سے ایک شماس زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا وہ حسن و جمال کا پیکر تھا لوگوں نے اس کے جمال پر تعجب کیا۔ عتبہ بن ربیعہ جو شماس کا ماموں تھا کہنے لگا۔ ''میں تمہارے پاس وہ شماس لے کر آتا ہوں جو حسن و جمال میں اس شماس سے کہیں بڑھ کر ہے پھر وہ اپنے بھتیجے عثمان بن عثمان کو لے آیا اس طرح عثمان کا نام بھی شماس پڑ گیا۔ (ابن شہاب)

ابن اسحاق کہتے ہیں اسی قبیلہ سے حضرت ہبار بن سفیان بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی ہجرتِ حبشہ میں شامل تھے۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن سفیان، ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، سلمہ بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی اس سعادت میں شامل تھے۔

بنو مخزوم کے حلیفوں میں سے اور بنو جمح کے مہاجرین

بنو مخزوم کے حلیفوں میں سے معتب بن عوف بن عامر بن فضل بن عفیف بن کلیب بن حبشہ ابن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کو عیہامہ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں حیشہ بن سلول بھی کہا جاتا ہے، انہیں معتب بن حمراء بھی کہا جاتا ہے۔

عبد شمس

عبد شمس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ دال سے ہے۔ جہاں تک عب شمس بن سعید بن زید مناۃ بن تمیم کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ابوعبید اور قتبی کہتے ہیں کہ یہ بھی عبد شمس ہے لیکن اکثر علمائے لغت اسے عب شمس کہتے ہیں۔ اس کے معنی میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے اس کا معنی عبد شمس ہے لیکن دال کو مدغم کر دیا گیا ہے۔ ایک طائفہ کہتا ہے یہ عب شمس ہی ہے۔ عب شمس کا معنی سورج کی روشنی ہے۔ ضرب المثل ہے هُوَ اَبْرَدُ مِنْ عَبْقُرٍ۔ وہ عبقر سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ مبرد کہتے ہیں یہ عب قرائی سے مشتق ہے اس سے مراد دھار کی چمک ہے۔ اس کے متعلق تیسرا قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

Marfat.com

بنو جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وھب بن خذافتہ بن جمح، ان کے لخت جگر حضرت سائب بن عثمان، ان کے بھائی قدامہ بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون، حضرت حاطب بن حارث بن معمر بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح اور ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت مجلل بن عبداللہ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، ان کے فرزندانِ ارجمند محمد بن حاطب اور حارث بن حاطب، ان کے بھائی حطاب بن حارث، ان کی زوجہ محترمہ حضرت فکیھہ بنت یسار، حضرت سفیان بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح، ان کے فرزندان جابر بن سفیان اور جنادہ بن سفیان، ان کی والدہ ماجدہ حضرت حسنہ اوران کی والدہ کی طرف سے بھائی حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں شرحبیل کے والد کا نام عبداللہ تھا یہ بنوغوث بن مر میں سے تھے غوث، تمیم بن مر کے بھائی تھے۔ عثمان بن ربیعہ بن اھبان بن وھب بن حذافہ بن جمح بھی اس سعادت میں شریک تھے۔

بنوسہم، بنوعدی اور بنو عامر کے مہاجرین

ابن اسحاق کہتے ہیں، بنوسہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہل اور ہشام بن عاص بن وائل بن سعد بن سہم رضی اللہ عنہم نے بھی یہ سعادت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں عاص بن وائل بن ہاشم بن سعد بن سہم

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ قیس بن خذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، ابوقیس بن حارث بن قیس بن خذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد

مروی ہے وہ کہتے ہیں اس کا معنی عب ءُ الشمس ہے پھر سہولت کے لئے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ اس کا معنی سورج کی مانند ہوتا ہے۔

حضرت عمار مہاجرین حبشہ میں شامل نہ تھے

ابن اسحاق کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ میں شک ہوا ہے۔ کیا انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی یا نہیں؟ لیکن دیگر سیرت نگار مثلاً واقدی اور ابن عقبہ کے نزدیک درست یہ ہے کہ انہوں نے یہ ہجرت نہیں کی تھی۔

Marfat.com

بن سہم، حارث بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، معمر بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، بشر بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، والدہ کی طرف سے بھائی سعید بن عمر، سعید بن حارث بن قیس بن عدی بن سہم، سائب بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، عمیر بن رئاب بن خذیفہ بن مھشم بن سعد بن سہم اور محمیہ بن جزاء نے ہجرتِ حبشہ کی سعادت حاصل کی۔ حضرت محمیہ کا تعلق بنوز بید سے تھا یہ بنو سہم کے حلیف تھے۔

بنو عدی بن کعب میں سے معمر بن عبداللہ بن نضلہ بن عبدالعزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی، عروہ بن عبدالعزی بن حرثان بن عوف بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی، عدی بن نضلہ بن عبدالعزی بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی، ان کے بیٹے نعمان بن عدی اور آل حطاب کے حلیف عامر بن ربیعہ نے اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ بنو عامر بن لوئ میں سے ابوسبرہ بن ابی رھم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر نے اپنی شریک حیات ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر کے ساتھ، عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، سلیط بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، ان کے بھائی سکران بن عمرو، ان کی زوجہ محترمہ سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، مالک بن زمعہ بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، ان کی زوجہ محترمہ عمرہ بن سعدی بن وقدان بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، حاطب بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور سعد بن خولہ جو بنو عامر کے حلیف تھے، نے بھی یہ سعادت کبریٰ حاصل کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔ سعد بن خولہ کا تعلق یمن سے تھا۔

بنو حارث بن قیس

ابن اسحاق نے بنو حارث کے مہاجرین کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے تمیم بن حارث کا ذکر نہیں کیا۔ علامہ واقدی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کا باپ ان بدبختوں میں سے تھا جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (الحجر)

ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لئے۔

Marfat.com

بنو حارث کے مہاجرین

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ بنو حارث بن فہر سے ابو عبید بن جراح یعنی عامر بن عبداللہ بن جراح بن ھلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث بن فہر، سہیل بن بیضا یعنی سہیل بن وھب بن ربیعہ بن ھلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث، لیکن یہ اپنی والدہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں، ان کی والدہ کا نام دعد بنت جحدم بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر تھا۔ اسے بیضاء کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ھلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث، عیاض بن زھیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ھلال بن اھیب، ان کا دوسرا نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ ربیعہ بن ھلال بن مالک بن ضبہ بن حارث، عمرو بن حارث بن زھیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ھلال بن مالک بن ضبہ بن حارث، عثمان بن عبد غنم بن زھیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ھلال بن مالک بن ضبہ بن حارث، سعد بن قیس بن لقیط بن عامر بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر اور حارث بن عبد قیس بن لقیط بن عامر بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر بھی اس سعادت کبریٰ میں شامل ہوئے۔

مہاجرین حبشہ کی تعداد

ان بچوں کو چھوڑ کر جو اس وقت کم عمر تھے اور ان بچوں کو چھوڑ کر جو حبشہ میں جا کر پیدا ہوئے۔ مہاجرین حبشہ کی تعداد تراسی تھی۔ یہ تعداد اس وقت ہوگی جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو ان میں شامل کیا جائے لیکن ان کی ہجرت حبشہ کے متعلق سیرت نگار متردد ہیں۔

بنو زہرہ اور طلیب بن عبد

ابن اسحاق نے بنو زھرہ کے چھ مہاجرین کا ذکر کیا ہے لیکن ساتویں کا ذکر نہیں کیا۔ وہ حضرت عبداللہ بن شہاب، محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زھری کے جد امجد ہیں۔ ان کا نام عبدالجان تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ انہوں نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں انتقال فرمایا۔ ان کے بھائی عبداللہ الاصغر غزوۂ احد میں مشرکین کی طرف سے شرکت کی پھر دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے۔

ابن اسحاق نے مطلب بن عبد عوف کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کے بھائی طلیب کا ذکر نہیں کیا۔ ان دونوں بھائیوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں وصال کیا یہ دونوں ازھر بن عبد عوف کے بھائی تھے۔

Marfat.com

ہجرت حبشہ کے متعلق اشعار

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا قصیدہ

جب حضرت عبداللہ کا قلب سرزمین حبشہ میں نورِ اسلام سے منور ہوا، نجاشی کے پاس سکون و چین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ انہیں کسی قسم کا خوف نہ تھا۔ نجاشی نے بھی ان پر احسانات و نوازشات کیں تو انہوں نے درج ذیل اشعار کہے۔

يَا رَاكِبًا بَلِّغَنْ عَنِّيْ مُغَلْغَلَةً   مَنْ كَانَ يَرْجُوْ بَلَاغَ اللهِ وَالدِّيْنِ

اے سوار! میرا پیغام ہر اس شخص کو پہنچادے جو اللہ تعالیٰ کے پیغام اور دین میں وسعت کی امید رکھتا ہے۔

كُلُّ امْرِئٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ مُضْطَهَدٌ   بِبَطْنِ مَكَّةَ مَقْهُوْرٍ وَ مَفْتُوْنِ

میرا پیغام وادیٔ مکہ کے ہر اس شخص کو پہنچادے جو مقہور، مجبور اور مظلوم ہے۔

أَنَّا وَجَدْنَا بِلَادَ اللهِ وَاسِعَةً   تُنْجِي مِنَ الذُّلِّ وَالْمَخْزَاةِ وَالْهُوْنِ

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شہر انتہائی وسیع ہیں جو ذلت، رسوائی اور اہانت سے نجات دلاتے ہیں۔

فَلَا تَقِيْمُوْا عَلَى ذُلِّ الْحَيَاةِ وَخِزْ   يٍ فِي الْمَمَاتِ وَ عَيْبٍ غَيْرِ مَأْمُوْنِ

تم زندگی کی ذلت، اموات کا دکھ اور عدم تحفظ کے عیب میں مسکن نہ بناؤ۔

إِنَّا تَبِعْنَا رَسُوْلَ اللهِ وَاطَّرَحُوْا   قَوْلَ النَّبِيِّ وَ عَالُوْا فِي الْمَوَازِيْنِ

ہم نے نبی محترم ﷺ کی پیروی کی جبکہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا۔ انہوں نے وزنوں میں گرانی سے کام لیا۔

فَاجْعَلْ عَذَابَكَ بِالْقَوْمِ الَّذِيْنَ بَغَوْا   وَ عَائِذًا بِكَ أَنْ يَعْلُوْا فَيُطْغُوْنِي

مولا! جنہوں نے بغاوت کی روش اختیار کی ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔ اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھ پر غالب آکر مجھے باغی بنادیں۔

فَاجْعَلْ عَذَابَكَ

سیبویہ نے اسے اس فعل کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے جس کے اظہار کو ترک کر دیا ہو۔ اس میں ایک حکمت پنہاں ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر فعل کا اظہار کیا جاتا تو فعل لازماً ماضی یا مستقبل ہوتا۔ ماضی سے

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا ایک اور قصیدہ بھی ہے جس میں وہ قریش کی جلا وطنی کا ذکر کرتے ہیں اور اپنی قوم پر عتاب کرتے ہیں۔

اَبَتْ كَبِدِي لَا اَكْذِبَنْكَ قِتَالَهُمْ عَلَيَّ وَ تَابَاهُ عَلَيَّ اَنَا مِلِی

میں تجھ سے جھوٹ ہرگز نہ کہوں گا میرا جگر بھی ان کے ساتھ جنگ کرنے سے انکار کرتا ہے اور میرے ہاتھوں کے پورے بھی ان کے ساتھ معرکہ آزما ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

انقطاع کا وہم پیدا ہوتا ہے جبکہ متکلم کا ارادہ ہے کہ ابھی عائذ کے مقام پر ہے۔ ابھی اس کی حالت عوذ "پناہ لینے" کی سی ہے۔ مستقبل فعل میں بھی انتظار کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ فعل حال ایک لفظ میں ہی مستقبل کے ساتھ مشترک ہے۔ اس سے غیر عائذ کا وہم ہوتا ہے اس لئے وہ منصوب اسم ذکر کیا گیا جو مدعا پر سب سے زیادہ دلالت کرنے والا ہے۔ عائذ اقائم اور قاعد کی طرح ہے۔ کوفیین اسے دائم کا نام دیتے ہیں۔ عَائِذًا بِكَ يَا رَبِّ کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ اے مولا! میں زمانہ حال میں تیری پناہ کا خواہاں ہوں۔ اس حالت میں اس کا تکلم اور نداء ہی اس کا عامل ہے یعنی اَقُوْلُ قَوْلِي هٰذَا عَائِذًا۔ میں یہ بات پناہ حاصل کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ عُذْتُ یَا اَعُوْذُ محذوف نہیں ہے۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ اس کا رب اس کو سن رہا ہے یا اسے پناہ طلب کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔

اَنْ يَعْلُوْا

ممکن ہے اس کا مابعد حالت نصب میں ہو یا حالت کسرہ میں ہو۔ اگر فعل کو مضمر مانا جائے تو یہ حالت نصب میں ہوگا کیونکہ شاعر نے "عَائِذًا" کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خائف ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ اَخَافُ اَنْ يَعْلُوَ فَيَطْغُوْنِي۔ اگر حرف جر کو محذوف مانا جائے تو یہ حالت کسرہ میں ہوگا۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ مِنْ اَنْ يَعْلُوَ۔ یہ خلیل اور سیبویہ کا نقطۂ نظر ہے۔ ان مخففہ اور ان مشددہ کے متعلق ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (الانبیاء: ۹۲) میں اَن سے پہلے لام محذوف ہے ان دونوں مقامات میں حرف جر کا اضمار جائز ہے اگرچہ حروف جارہ کو محذوف نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ اپنے مابعد کا موصولہ ہوتے ہیں۔ صلہ کے ساتھ اسم طویل ہوگیا۔ تخفیف کرتے ہوئے حرف جر کو حذف کر دیا گیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اَنَّ، اَنْ اور اس کے بعد اسم مکسور ہوتا ہے لیکن اس میں کسرہ کا اظہار نہیں ہوتا پھر تو تم نے بغیر کسی اصل کے تعلیل کی بنیاد رکھ دی کیونکہ اس کے بعد کسرہ ثابت نہیں ہوتا۔

Marfat.com

وَ كَيْفَ قِتَالِي مَعْشَرًا اَدَّبُوكُم عَلَى الْحَقِّ اَنْ لَا تَأْشِبُوهُ بِبَاطِلِ
اس قبیلے کے ساتھ جنگ کیسے ہوسکتی ہے جس نے تمہاری پرورش حق پر کی اور تمہیں نصیحت کی

ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ حالت کسرہ میں ہے کیونکہ یہ اس جگہ واقع ہو رہا ہے جہاں صرف وہی اسم واقع ہوتا ہے جو حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو مثلاً ارشاد ربانی ہے۔ وَاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (توبہ: ۹۷) اور اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (توبہ: ۱۰۸)۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے: اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا (بقرہ: ۲۸۳) اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا (توبہ: ۹۷) دراصل بِاَنْ لَا يَعْلَمُوْا۔ اگر ان سے قبل کوئی فعل ہوتو ہم کہیں گے کہ حرف جر کو حذف کر دیا گیا ہے اور فعل کو متعدی کر کے اسے نصب دی گئی ہے لیکن اَجْدَرُ اور اَحَقُّ دو ایسے اسم ہیں جو عمل نہیں کرتے اسی سے علمائے نحو کو پہچان ہوئی کہ یہ محل کسرہ میں ہے کیونکہ اسے نصب دینے والا عامل موجود نہیں۔ صلہ کی وجہ سے اسم کی طوالت کی وجہ سے جو اس میں تعلیل کرتے ہیں۔ حرف جر کے اضمار نے اسے جائز کیا ہے لیکن دیگر اسمائے موصولہ مثلاً اَلَّذِیْ، مَنْ اور مَا۔ اگر چہ یہ صلہ کے ساتھ طویل بھی ہو جائیں پھر بھی ان میں حرف جر کو حذف کرنا جائز نہیں یہ کہنا درست نہیں۔ خَرَجْتُ مَا عِنْدَكَ، وَلَا هَرَبْتُ الَّذِیْ عِنْدَكَ۔ يَعْنِیْ مِنَ الَّذِیْ عِنْدَكَ۔ اسی طرح خَرَجْتُ اَنْ يَرَانِیْ زَيْدٌ۔ وَفَرَرْتُ اَنْ يَرَانِیْ عَمْرٌو يعنی مِنْ اَنْ يَرَانِیْ۔ لِاَنْ يَرَانِیْ بدل ہے لیکن اس میں علت وہ نہیں جو علماء کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ان مع الفعل اسم محض نہیں ہوتا بلکہ یہ اسم کی تاویل میں ہوتا ہے اسم محض وہ ہوتا ہے جس پر حرف جر دلالت کرتا ہے اسی لئے جب اس پر حرف جر آ رہا ہو تو اس کا اظہار کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اسم اس قابل ہوتا ہے کہ اس پر حروف جارہ داخل ہوسکیں جبکہ ان حرف محض ہے حرف جر کا دخول اس پر جائز نہیں ہے نہ ہی اس فعل پر جائز ہے جو اس کے ساتھ متصل ہو۔ اسے اسم مکسور کہنا بھی درست نہیں کیونکہ یہ اسم مخفوض (مکسور) کی تاویل میں ہوتا ہے۔ اس سے اہل عرب اس کے اور دیگر اسماء کے مابین فرق کرتے ہیں جب اس پر حرف جر اظہار کرتے ہوئے داخل کیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ اسم کی تاویل میں ہے اس میں حرف جر کو مضمر کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حرف جر حرف پر داخل نہیں ہوتا اور نہ ہی فعل پر داخل ہوتا ہے لفظ ان کی رعایت کرتے ہوئے اس کو ساقط کرنا بہتر ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ محل کسرہ میں ہے کیونکہ کلام کی تاویل اسم مخفوض سے کی گئی ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس میں کسرہ کا اظہار کیا جا رہا ہے یا اسے مبنی تسلیم کیا گیا ہے جس پر کسرہ کا ظہور نہیں ہوتا حتیٰ کہ یہ ان کے مشابہ ہو جائے اور ہم کہیں گے کہ یہ اسم مبنی بر سکون ہے۔ یہ حرف ہے اور حرف پر حرف جر داخل نہیں ہوتا۔ نہ مضمراً نہ مظهراً۔ یہ تقدیر فی المعنی ہے تقدیر فی اللفظ نہیں ہے۔

Marfat.com

کہ تم حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ؟۔

نَفَتْهُمْ عِبَادُ الْجِنِّ مِنْ حُرِّ اَرْضِهِمْ فَاَضْحَوْا عَلٰى اَمْرٍ شَدِيْدِ الْبَلَابِلِ

جنات کے پجاریوں نے اپنی عمدہ زمین سے انہیں جلاوطن کر دیا جس کی وجہ سے وہ سخت

اسم ان مصدریہ کی طرف مضاف نہیں ہوتا

جان لینا چاہئے کہ ان جو مصدر کی تاویل میں ہوتا ہے۔ اس کی طرف اسم مضاف نہیں ہوتا یہ کہنا درست نہیں۔ هٰذَا مَوْضِعُ اَنْ تَقْعُدَ۔ کیونکہ یہ اسم نہیں ہے اسمائے مخصہ کی طرف مضاف کیا جا سکتا ہے لیکن اسمائے تاویل کی طرف نہیں۔ اس کی طرف اسم فاعل، نہ بمعنی ماضی، نہ بمعنی مستقبل اور نہ ہی مصدر اس کی طرف مضاف ہوتا ہے مگر مصدر کی ایک صورت ہے مثلاً مَخَافَةَ اَنْ تَقُوْمَ۔ یہ اس وقت درست ہوگا جب اَنْ اور فعل سے مفعول کا معنی مراد ہو لیکن اگر مصدر کی اضافت فاعل کی مانند ہو تو پھر بھی اضافت جائز نہیں۔ یہ فعل کے ساتھ فاعل اس وقت ہوگا جس وقت اسے اس سے قبل ذکر کیا جائے لیکن مصدر کے ساتھ یہ فاعل نہیں ہو سکتا مگر یہ مصدر اور فعل دونوں کے ساتھ مفعول ہو سکتا ہے اس میں کئی اسرار پنہاں ہیں لیکن یہ مقام ان کی تفصیل کا نہیں ہے میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو اس مقام کے بالکل مناسب ہے۔ میں اَنْ اور کسرہ کا ذکر حرف جر کے اضمار کے ساتھ صرف پیش رو کی تائید کے لئے کرتا ہوں اور اسی پر تعلیل اور تاصیل کی بنیاد ہے لیکن اگر تقلید کا انکار کر دیا جائے تو پھر اس میں حروف جر کا اضمار درست نہیں بلکہ اس میں فعل مضمر یا فعل مظہر کی وجہ سے نصب درست ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔ تو میں اس احق کا لفظ اس امر کا غماز ہے۔ آپ ﷺ کا اس مسجد میں قیام واجب ہے اسی طرح اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا ہے۔ اَجْدَرُ اَخْلَقُ اور اَقْرَبُ کے معنی میں ہے جب ان کے لئے یہ صفت ثابت ہو گئی تو اس کا تقاضا ہے۔ اَلَّا يَعْلَمُوْا۔ اس طرح یہ معنی کے اعتبار سے منصوب ہو گیا لیکن اگر مصدر ہو جو اسم محض ہے مثلاً قیام اور علم وغیرہ تو پھر اس فعل کا اضمار درست نہیں ہے کیونکہ اَجْدَرُ اور اَحَقُّ دو اسم ہیں جو اپنے مابعد کی طرف مضاف ہیں لیکن اگر قیام کا ذکر اَحَقُّ کے بعد کیا جائے کہا جائے اَحَقُّ قِيَامُكَ تو معنی تبدیل ہو جائے گا۔

اگر اسم کو کسی مضمر فعل کی وجہ سے نصب دی جائے تو اس فعل کے اضمار کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اسم اضافت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے یہ اضمار اور نصب سے منع کرتا ہے لیکن اگر یہ اس کے بعد واقع ہو تو پھر یہ اضافت کا تقاضا نہیں کرتا۔ ہم نے یہ نقطہ نظر اس لئے اختیار کیا ہے اور اسے ترجیح اس لئے دی ہے کیونکہ ہم اسے مجرورہ مقامات پر پاتے ہیں لیکن صرف حرف جر کا اضمار درست نہیں ہے مثلاً سَرَّ اِلَىَّ

Marfat.com

مصائب کا شکار ہو گئے۔

فَاِنْ تكُ كَانَتْ فِي عَدِيٍ اَمَانَةٌ عَدِيِّ بْنِ سَعْدٍ عَنْ تُقًى اَوْ تَوَاصُلِ

اگر عدی یعنی عدی بن سعد میں تقویٰ یا صلہ رحمی کی وجہ سے کوئی امانت ہوتی۔

فَقَدْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنَّ ذَالِكَ فِيكُمْ بِحَمْدِ الَّذِىْ لَا يُطَّبٰى بِالْجَعَائِلِ

تو میں امید کرتا کہ وہ صفت تم میں بھی ہو گی۔ میں اس ذات کا شکر ادا کرتا جس سے کسی مزدوری کی درخواست نہیں کی جا سکتی۔

وَبُدِّلْتُ شِبْلًا شِبْلَ كُلِّ خَبِيْثَةٍ بِذِىْ فَجَرٍ مَاْوٰى الضِّعَافِ الْاَرَامِلِ

مجھے خبیث عورتوں کے بچوں کے بدلے ایسے جوان عطا کیے گئے جو سخاوت کے دھنی اور کمزور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ یہاں اِلٰی کو حذف کرنا درست نہیں۔ اسی طرح ھٰذَا خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَفْعَلَ كَذَا میں مِنْ کو حذف کرنا جائز نہیں۔ اگر ان کے ساتھ حرف جر سابقہ دونوں اسباب کی وجہ سے ہوتا تو پھر اس میں یہ جواز مطلق ختم ہو جاتا۔ جب اس کے ساتھ حرف جر ظاہراً نہ ہوتا تو یہ مضمر فعل کا مفعول ہوتا اور کبھی کبھی فاعل بھی ہوتا لیکن اس وقت اس کا فعل ظاہر ہوتا مثلاً يُعْجِبُنِىْ اَنْ تَقُوْمَ اَمَا خَرَجْتَ اَنْ اَدِىَ زَيْدًا۔ یہاں ارادہ اور قصد مضمر ہو گا گویا کہ تیرا ارادہ ہے کہ میں اس کو دیکھوں یا نہ دیکھوں کیونکہ جو آدمی بھی کوئی کام کرتا ہے تو اس سے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے لیکن اگر اس کی جگہ مصدر ہو تو پھر اس کا اضمار درست نہیں کیونکہ مصدر جب متعدی ہوتا ہے تو اس میں افعال ظاہر عمل کرتے ہیں اگر یہ متعدی نہ ہو تو پھر اس کے ساتھ حرف جر استعمال کیا جاتا ہے۔ اَنْ اور فعل میں نہ تو حواس عمل کرتے ہیں اور نہ ہی ظاہری اعضاء کے افعال۔ رَاَيْتُ قِيَامَ زَيْدٍ تو کہنا جائز ہے لیکن قیام کی جگہ اَنْ يَقُوْمَ کہنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح سَمِعْتُ كَلَامَكَ میں سَمِعْتُ اَنْ تَتَكَلَّمَ کہنا درست نہیں لیکن اس میں اعمال باطنہ عمل کرتے ہیں مثلاً خِفْتُ اِشْتَهَيْتُ اور كَرِهْتُ وغیرہ یا وہ افعال جو اس معنی میں ہوں یا اس کے قریب المعنی ہوں۔ جب مخاطب اَنْ اور فعل سنتا ہے تو اس کا ذہن فطرتاً انہیں معانی کی طرف جاتا ہے۔ اگر فعل ظاہر ہو تو الگ بات ہے ورنہ ہم سمجھیں گے کہ یہ مضمر ہے اور ظاہر فعل اس پر دلالت کر رہا ہے مگر ان کے علاوہ دیگر اسماء میں یہ درست نہیں۔ جب ان سے پہلے ظاہری اعضاء کے افعال میں سے کوئی فعل واقع ہو تو یہ استعمال درست ہو گا۔ خواہ وہ متعدی ہو یا حرف جر کے ساتھ متصل ہو اگر فعل متعدی نہ ہو تو پھر اضمار لفظی ممنوع ہے بلکہ اضمار معنوی ہو گا مگر مفعول لاجلہ میں یہ اضمار لفظی ہو گا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ کا دوسرا قصیدہ

وَ تِلْكَ قُرَيْشٌ تَجْحَدُ اللّٰهَ حَقَّهُ — كَمَا جَحَدَتْ عَادٌ وَ مَدْيَنُ وَالْحِجْرُ
فَاِنْ اَنَا لَمْ اُبْرِقْ فَلَا يَسَعَنَّنِي — مِنَ الْاَرْضِ بَرٌّ ذُوْ فَضَاءٍ وَ لَا بَحْرٌ

كَمَا جَحَدَتْ عَادٌ وَ مَدْيَنُ وَالْحِجْرُ

عاد کا نسب پہلے گذر چکا ہے حجر کوئی امت نہ تھی بلکہ ثمود کے شہر تھے۔ حجر سے مراد اہل حجر ہیں حضرت شعیب علیہ السلام کی امت مدین کہلاتی تھی۔ وہ مدیان بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان کی والدہ کا نام قطورا بنت یقطان الکنعانیہ تھا اس کے آٹھ لڑکے ہوئے۔ ہر ایک سے ایک ایک امت کا نسب چلا۔

فَاِنْ اَنَا لَمْ اُبْرِقْ فَلَا يَسَعَنَّنِي

ابرق سے ہی مبرق بھی ہے۔ علامہ اصمعی کے خلاف اس میں دلیل ہے انہوں نے منع کیا ہے کہ اس طرح کہا جائے۔ اَرْعَدَ و اُبْرِقَ۔ ان کے لئے کمیت کا یہ شعر بطور دلیل پڑھا جاتا ہے۔ اَرْعِدْ و اَبْرِقْ يَا يَزِيْدُ۔ لیکن وہ اسے اس کی دلیل نہیں مانتے۔ انہوں نے اسے متاخرین محدثین کے ساتھ ملایا ہے۔ جس طرح انہوں نے ذوالرمہ کے قول کے ساتھ اس وقت کیا جب اسے ان کے لئے بطور دلیل پیش کیا گیا۔ ذُوْ زَوْجَةٍ بِالْبِصْرِ اَمْ ذُوْ خُصُوْصَةٍ۔ انہوں نے انکار کیا ہے کہ زوجہ کو ھاء تانیث کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ انہوں نے کہا طالما اَكَلَ ذُوْ الرُّمَّةِ الزَّيْتَ فِي حَوَانِيْتِ الْبَقَّالِيْنَ۔ ”بعض اوقات ذو رمۃ نے سبزی فروشوں کی دکانوں سے تیل کھایا ہے“۔ مبرق ”گوہ“ کا بل اس کا بین ثبوت ہے، اَرْعَدَ اور اَبْرَقَ کے الفاظ اس کے علاوہ ایسے مقامات پر مستعمل ہیں جن سے اس پر دلیل قائم کی جاسکتی ہے۔ گوہ کا سوراخ اس معنی کا احتمال ایک اور اعتبار سے بھی رکھتا ہے وہ یہ کہ یہ اَبْرَقَ الْاَرْضَ سے مشتق ہو جس کا معنی زمین میں سفر کرنا ہے یہ اَرْعَدَ اور اَبْرَقَ سے مشتق نہ ہو میں نے شیخ کی کتاب کے حاشیہ میں اسی طرح دیکھا ہے انہوں نے اسے مصعب کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ کہتا الابراق کا معنی ”ذھاب“ جانا ہے۔ ”عین“ میں ہے اَبْرَقَتِ النَّاقَةُ بِذَنْبِهَا۔ اونٹنی نے اپنی دم دائیں بائیں گھمائی۔ زمین میں سفر اسی طرح ہوتا ہے اور اسی کو بروق کہا جاتا ہے۔ نہشل بن دارم اپنے بھائی سلیط کو ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ”لَا اُحْسِنُ تَا نَامَكَ وَ لَا تَكْذِبَاكَ تَشُوْلُ بِلِسَانِكَ شَوْلَانَ الْبَرُوْقِ“۔

Marfat.com

بِاَرْضٍ بِهَا عَبْدُ الْاِلٰهِ مُحَمَّدٌ   اُبَيِّنُ مَا فِی النَّفْسِ اِذْ بَلَغَ النَّقْرُ

''یہ قریش ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ یعنی اس کے حق کا انکار کر دیا۔ جس طرح عاد، مدین اور اہل حجر نے انکار کیا تھا۔ اگر میں طویل مسافت طے نہ کرتا تو زمین میں کوئی پر فضا مقام پا سکتا اور نہ ہی سمندر میں جگہ ملتی۔ قریش نے اس زمین میں اللہ تعالیٰ کا انکار کیا جس میں اس کا پیارا بندہ محمد ﷺ ہے۔ جب بحث مباحثہ کا وقت آتا ہے تو جو کچھ میرے دل میں ہوتا ہے میں اسے صاف صاف کہہ دیتا ہوں''۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو ان اشعار کی وجہ سے مبرق کہا جانے لگا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اپنے چچازاد بھائی امیہ بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح کو عتاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ امیہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اذیتیں دیا کرتا تھا۔

أَتَیْمَ بْنَ عَمْرٍو لِلَّذِیْ جَاءَ بِغِضَّةٍ   وَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّرْمَانِ وَالْبَرْكُ اَكْتَعُ

اے تیم بن عمرو! اس شخص پر تعجب ہے جو غصہ کے ساتھ آتا ہے، حالانکہ اس کے اور میرے درمیان دو سمندر اور انتہائی وسیع میدان ہے۔

أَ أَخْرَجْتَنِیْ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ آمِنًا   وَ أَسْكَنْتَنِیْ فِیْ صَرْحٍ بَیْضَاءَ تُقْذِعُ

کیا تو نے مجھے امن کے حصول کے لئے وادئ مکہ سے نکال دیا ہے اور مجھے اس قصر بیضاء

یُبَیِّنُ مَا فِی النَّفْسِ اِذْ بَلَغَ النَّقْرُ

مافی النفس کی جگہ مافی الصدر بھی روایت ہے۔ نقر کا معنی بحث کرنا ہے لیکن اس کے لئے اکثر تنقیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ المبرق رضی اللہ عنہ غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔ ان کا باپ حارث مستھزئین (مذاق اڑانے والوں) میں سے تھا۔ ان کا دادا قیس قریش کا معزز سردار تھا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بچپن میں اس طرح کہتے تھے۔

كَاَنَّهُ فِی الْعِزِّ قَیْسُ بْنُ عَدِیْ   فِیْ دَارِ قَیْسٍ النَّدِیُّ یَنْتَدِیْ

گویا کہ وہ عزت و آبرو میں قیس بن عدی ہیں وہ قیس جس کے گھر میں محفل سجا کرتی تھی۔

لام تعجب۔ أَتَیْمَ ابْنَ عَمْرٍو لِلَّذِیْ جَاءَ بِغِضَّةٍ

اہل عرب اس لام کو تعجب کیلئے استعمال کرتے تھے۔ حضور نبی محترم ﷺ نے فرمایا لِهٰذَا الْعَبْدِ الْحَبْشِیِّ جَاءَ مِنْ اَرْضِهٖ وَسَمَائِهٖ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْهَا۔ اس حبشی غلام پر تعجب ہے

Marfat.com

کے پاس رہنے پر مجبور کیا ہے جسے ناپسند کیا جاتا ہے۔

تَرِيْشُ نِبَالاً لَا يُوَاتِيكَ رِيْشُهَا وَتَبْرِى نِبَالاً رِيْشُهَا لَكَ اَجْمَعُ

جو اپنی زمین و آسمان سے اس زمین کی طرف آیا جہاں سے اس کی تخلیق ہوئی۔" آپ ﷺ نے یہ فرمان اس حبشی غلام کے متعلق فرمایا تھا جسے مدینہ طیبہ میں دفن کیا گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ ان کی قبر پر کھڑے ہوئے پھر پیچھے ہٹتے ہوئے فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ لِهٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ ضُمَّ عَلَيْهِ الْقَبْرُ ثُمَّ فُرِجَ عَنْهُ۔ سبحان اللہ! اس پاکباز بندے پر تعجب ہے جس پر قبر تنگ ہوگئی پھر اسے وسیع کر دیا گیا۔ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ۔ کے لام کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ قریش کی محبت پر تعجب کرو۔ بِغْضَةً تمیز کی وجہ سے منصوب ہے یعنی يَا عَجَبًا لِمَا جَاءَ بِهٖ مِنْ بِغْضَةٍ۔ یہ بھی ممکن ہے مفعول لاجلہ ہو۔ علامہ زبیر نے اس مصرعہ کو یوں روایت کیا ہے۔ أَتَيْمَ بْنَ عَمْرٍو لِلَّذِي فَارْصَغْنُهٗ۔

فِي صَرْحِ بَيْضَاءَ تُقْذَعُ

بیضاء کی جگہ بیطاء بھی روایت کیا گیا ہے کہا جاتا ہے بیطاء کشتی کا نام ہے اسی طرح تقذع بھی روایت کیا گیا ہے اس کا معنی دور کرنا ہے۔ تیم بن عمرو کو جمح اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ زید (سہم) بن عمرو نے اس کے ساتھ دوڑ لگانا چاہی لیکن تیم نے سرکشی کی اس لئے اس کا نام جمح پڑ گیا جبکہ زید اپنی بات پر برقرار رہا اس لئے اس کا نام سہم پڑ گیا۔

مِنْ دُوْنِنَا شِرْمَانِ

شرم کا معنی سمندر ہے۔ شرمان سے مراد نمکین اور میٹھا سمندر ہے۔ قرآن پاک میں ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ۔" اس نے رواں کیا ہے دونوں دریاؤں کو۔" شَرَمَ" کا معنی پھاڑنا ہے اسی طرح "بَحَرَ" کا معنی بھی پھاڑنا ہے۔ اسی طرح اس اونٹنی کو "بحیرہ" کہتے ہیں جس کے کان چیر دیئے گئے ہوں۔ "اَلْبَرْكُ" اس زمین کو کہتے ہیں جو انتہائی وسیع ہو وہاں پہاڑ وغیرہ نہ ہوں۔

صَرْحِ بَيْضَاءَ سے مراد حبشہ کا شہر ہے۔ "صرح" محل کو کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عثمان کی رہائش نجاشی کے محل کے قریب تھی۔ تُقْذَعُ کا معنی ہے اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ جب انسان فحش گوئی کرتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ قَذَعَ الرَّجُلُ۔ یعنی سرزمین حبشہ کو ناپسند کیا جاتا تھا لیکن میرے نزدیک یہ روایت درست نہیں ہے۔ ہم نے علامہ زبیر کا جو قول پہلے ذکر کیا ہے وہ درست ہے۔

Marfat.com

تو ان تیروں کو پر لگا رہا ہے جن کے پر تیرے موافق نہیں ہیں اور تو ان تیروں کو باریک کر رہا ہے جو تیرے لئے میں جمع کرتا ہوں۔

وَ حَارَبْتَ اَقْوَامًا كِرَامًا اَعِزَّةً ۔ وَ اَهْلَكْتَ اَقْوَامًا بِهِمْ كُنْتَ تَضْرَعُ

تو نے معزز و مکرم اقوام کے ساتھ جنگ چھیڑ رکھی ہے اور تو ان اقوام کو ہلاک کر رہا ہے جن کی تو پناہ لیتا تھا۔

انساب

ابن اسحاق نے بنو عدی میں سے معمر بن عبداللہ بن نضلہ کا ذکر کیا ہے ان کے متعلق علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ معمر بن عبداللہ بن نافع بن نضلہ ہیں۔ ابن اسحاق نے کہا ہے نضلہ بن عبد العزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید لیکن شیخ کی کتاب کے حاشیہ میں ہے کہ وہ نضلہ بن عوف بن عبید بن عویج تھے وہ کہتے ہیں اسے مصعب نے کتاب النسب میں لکھا ہے اسحاق نے بنو عدی میں عروۃ بن عبد العزیٰ بن حرثان کا ذکر کیا ہے۔ مصعب کی کتاب میں بھی اسی طرح ہے لیکن انہوں نے عمرو بن ابی اثاثہ یا عروہ بن ابی اثاثہ میں شک کیا ہے اسے ابو عمرو نے کتاب الاستیعاب میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے عروہ بن ابی اثاثہ کا ذکر کیا ہے۔ انہیں ابن اثاثہ بن عبد العزیٰ بن حرثان بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ ام عمرو بن العاصی تھیں۔

حضرت امام سہیلی فرماتے ہیں ان کی والدہ کا نام لیلیٰ تھا جو نابغہ کے لقب سے مشہور تھیں اس کا تعلق بنو ربیعہ سے تھا جو بنو جلان میں سے تھے۔ ابو عمر فرماتے ہیں انہیں ابن ابی اثاثہ کہا جاتا ہے۔ امام سہیلی فرماتے ہیں۔ ''ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ علامہ مصعب نے اس میں شک کیا ہے۔ وہ عروہ یا عمرو کہتے ہیں۔ علامہ زبیر نے شک نہیں کیا انہوں نے عمرو بن ابی اثاثہ کہا ہے''۔ ابو عمر فرماتے ہیں۔ ابن اسحاق نے ابو معشر اور موسیٰ بن عقبہ کا ذکر نہیں کیا لیکن امام واقدی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ امام سہیلی فرماتے ہیں یہ ابو عمر کا وہم ہے۔ ابن اسحاق نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے انہیں ان کے دادا عبد العزیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور ان کے باپ ابو اثاثہ کو حذف کر دیا ہے۔ انہوں نے بنو عدی کے مہاجرین میں پانچ کا ذکر کر کے فرمایا۔ اَرْبَعَةُ نَفَرٍ۔ یہ چار اشخاص ہیں۔ ابن اسحاق کو وہم ہوا ہے انہوں نے پانچویں جگہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ عامر بن ربیعہ کی بیوی کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح یہ چھ افراد بنتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابن اسحاق نے بنو عدی کے حلیف حضرت عامر کو چھوڑ کر چار شمار کئے ہوں لیکن میرا گمان ہے کہ ان کا یہ قصد نہ تھا کیونکہ ابن اسحاق طریقہ یہ ہے کہ حلیف کو صمیم کے ساتھ شمار کرتے ہیں۔

Marfat.com

سَتَعْلَمُ اِنْ نَابَتْكَ مُلِمَّةٌ وَ اَسْلَمَكَ الْاَوْبَاشُ مَا كُنْتَ تَصْنَعُ

اگر کبھی تجھ پر ناگہانی آفت آن پڑی اور کمزور لوگوں نے تجھے دشمن کے سپرد کر دیا تو پھر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو کیا کیا کرتا تھا"۔ اس جج کا نام تیم تھا۔

اَسْلَمَكَ الْاَوْبَاشُ

اوباش سے مراد کمینے لوگ ہیں۔ کہا جاتا ہے اَوْشَابٌ وَ اَوْبَاشٌ۔ متفرق درختوں کو بھی اوباش کہا جاتا ہے۔ ناخن کے سفید داغوں کو بھی "اوباش" کہا جاتا ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ابن اسحاق نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند حضرت ابو سلمہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کے خاوند مدینہ طیبہ میں وفات پا گئے۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ ان کا نام "رملہ" تھا۔ ان کے والد کا نام ابوامیہ حذیفہ تھا جو زاد الراکب کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سرزمین حبشہ میں زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا۔ انہیں حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ بننے کا شرف ملا۔ یہ بچپن میں ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اس وقت نبی محترم ﷺ غسل فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے چہرے پر پانی پھینکا۔ اس پانی کی برکت سے ان کے چہرے پر ہمیشہ شادابی رہی حالانکہ ان کی عمر مبارک ایک سو سال کے قریب تھی۔ یہ اپنے عہد کی سب سے زیادہ فقیہہ خاتون تھیں۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں "وَاقِعَةُ الْحَرَّةِ" کو پایا۔ اس دن ان کے دو بیٹے شہید ہوئے۔ ایک کا نام یزید اور دوسرے کا نام کبیر تھا۔ وہ اپنے ایک بیٹے پر روتی تھیں جبکہ دوسرے پر گریہ بار نہ تھیں۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں جس فرزند پر آہ و فغاں کر رہی ہوں اس نے شمشیر کو بے نیام کیا اور مقاتلہ کیا جس بیٹے پر میں روئی نہیں وہ گھر میں ہی ٹھہرا رہا اور جنگ میں حصہ نہ لیا حتیٰ کہ وہ بھی مارا گیا۔

روایت ہے کہ جب پہلی شب حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو رات کی تاریکی تھی حضرت زینب چھوٹی تھیں وہ حضور ﷺ کے پاؤں کے نیچے آ گئیں۔ دوسری شب بھی آپ ﷺ تاریکی میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اپنی زینب کا خیال کرنا میں کہیں آج بھی اسے روندھ نہ دوں۔"

Marfat.com

نجاشی کی قبر پر نور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں "ہم گفتگو کیا کرتے تھے کہ نجاشی کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا ہے" ابوداؤد نے اس حدیث کو سلمہ بن فضل کی سند سے روایت کیا ہے انہوں نے اسے "اَلنُّوْرُ یُرٰی عِنْدَ الشَّهِیْدِ" کے باب میں ذکر کیا ہے لیکن اس حدیث وغیرہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ نجاشی کو شہادت نصیب ہوئی تھی۔ میرا گمان ہے کہ وہ اس حدیث سے اس واقعہ کو تقویت دینا چاہتے ہیں جو کتب تاریخ میں ہے سلمان بن ربیعہ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ربیعہ حضرت اسے "اَلنُّوْرُ یُرٰی عِنْدَ الشَّهِیْدِ" کے باب میں ذکر کیا ہے لیکن اس حدیث وغیرہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ نجاشی کو شہادت نصیب ہوئی تھی۔ میرا گمان ہے کہ وہ اس حدیث سے اس واقعہ کو تقویت دینا چاہتے ہیں جو کتب تاریخ میں ہے سلمان بن ربیعہ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ربیعہ حضرت عمر کے دور میں ایک دروازے پر نگران تھے۔ ترکوں نے انہیں شہید کر دیا۔ اس کے بعد ان کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا تھا۔ نجاشی کے واقعہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ نجاشی جو شہید نہیں، اس کی قبر پر نور نظر آتا ہے تو شہید تو اس کے زیادہ مناسب ہے کہ اس کی قبر نور فشاں ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (الحدید:۱۹)

اور شہید ہیں ان کے لئے (خصوصی) اجر اور ان کا (مخصوص) نور ہے اللہ کی جناب میں۔

Marfat.com

اہل مکہ کی سفارت

ابن اسحاق کہتے ہیں جب قریش مکہ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے ہیں، وہ سرزمین حبشہ میں پر سکون اور مطمئن بھی ہیں اور انہیں وہاں چین اور قرار بھی نصیب ہو گیا ہے تو انہوں نے باہمی مشاورت کی کہ وہ دو زیرک انسان نجاشی کے دربار میں بھیجیں، وہ نجاشی سے گفتگو کریں تاکہ وہ انہیں ان کے دین کے متعلق آزمائش میں ڈالیں اور انہیں اس دیس سے نکلوا دیں جہاں وہ امن و سکون سے مقیم ہیں۔ اس عظیم مقصد کے لئے انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص بن وائل کا انتخاب کیا۔ انہوں نے نجاشی اور اس کے پادریوں کے لئے تحائف جمع کئے پھر انہیں حبشہ کی طرف روانہ کر دیا۔

جب ابو طالب نے قریش کی یہ رائے سنی اور ان کے وہ تحائف ملاحظہ کئے جو انہوں نے نجاشی کے دربار میں بھیجے تھے تو انہوں نے نجاشی کی ستائش میں اشعار کہے جس میں انہوں نے اس کے

قریش کا نجاشی کے دربار میں اپنے سفیر بھیجنا

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قریش مکہ نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ کو بطور سفیر بھیجا ان کے ہمراہ نجاشی کے لئے ہدایا بھی بھیجے۔ عبداللہ کا نام بجیر تھا جب انہیں اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو نبی محترم ﷺ نے انؓ کا نام عبداللہ رکھا۔ ان کے باپ کا نام ابو ربیعہ ذوالرمحین تھا ابن الزبعری ان کے متعلق کہتا ہے۔

بَجِيرُ ابْنُ ذِي الرُّمْحَيْنِ قَرَّبَ مَجْلِسِي وَرَاحَ عَلَيْنَا فَضْلُهُ وَ هُوَ عَلِمُ

"بجیر بن ذو رمحین میری محفل کے قریب ہوا اس نے ہم پر اپنا فضل جاری کیا حالانکہ وہ خود شام کو دیر سے آتا تھا"۔ ابو ربیعہ کا نام عمرو تھا۔ ایک قول میں حذیفہ کا بھی ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام اسماء بنت محربہ تمیمیہ تھا ابو جہل بن ہشام کی ماں بھی یہی تھی۔ یہی عبداللہ، عمر بن عبداللہ شاعر کے والد ہیں۔ یہی بصرہ کے امیر حارث کے بھی والد ہیں۔ یہ حارث حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں "الجند" کے والی تھے۔ جب انہیں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظر بندی کی اطلاع پہنچی تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے آئے لیکن راستہ میں ہی سواری سے گر کر عالم بالا کو سدھار گئے۔

Marfat.com

حسن سلوک اور مسلمانوں کا دفاع کرنے پر اس کی تعریف کی۔

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ فِي النَّأْيِ جَعْفَرٌ وَ عَمْرٌو وَأَعْدَاءُ الْعَدُوِّ الْاَقَارِبُ

کاش میں جان سکتا کہ جعفر اور عمرو دوری میں کیسے ہیں؟ سب سے سخت دشمن وہ ہوتا ہے جو قریبی رشتہ دار ہوتا ہے۔

وَ هَلْ نَالَتْ اَفْعَالُ النَّجَاشِي جَعْفَرًا وَاَصْحَابَهُ اَوْ عَاقَ ذَالِكَ شَاغِبُ

کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں نے نجاشی کے عمدہ افعال کو پالیا ہے یا کسی فتنہ خیز نے اس میں رکاوٹ ڈال دی ہے۔

تَعَلَّمْ- اَبَيْتَ اللَّعْنَ- اَنَّكَ مَاجِدٌ كَرِيْمٌ فَلَا يَشْقَى لَدَيْكَ الْمُجَانِبُ

اے نجاشی! اللہ تعالیٰ تمہیں لعنت سے بچائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم کریم اور بزرگ ہو اور تمہارے سایہ میں پناہ لینے والے بدبخت نہیں ہوسکتے۔

تَعَلَّمْ بِاَنَّ اللّٰهَ زَادَكَ بَسْطَةً وَاَسْبَابُ خَيْرٍ كُلُّهَا بِكَ لَازِبٌ

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوت دی ہے اور تمہیں بھلائی کے تمام اسباب میسر ہیں۔

وَاَنَّكَ فَيْضٌ ذُوْ سِجَالٍ غَزِيْرَةٍ يَنَالُ الْاَعَادِيْ نَفْعَهَا وَالْاَقَارِبُ

تم وہ دریا ہو جس کے دونوں کنارے پانی سے لبریز ہیں جس سے دشمن اور دوست تمام پانی

عمارہ بن ولید بن مغیرہ

عبداللہ اور عمرو کے ساتھ عمارۃ بھی تھا یہ وہی عمارہ ہے جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت ابو طالب کو اسے ہی پیش کر کے کہا گیا تھا۔ ''محمد (فداہ روحی) کے بدلے عمارہ لے لو اور محمد ﷺ کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم انہیں قتل کر دیں''۔ عمارۃ ایک حسین وجمیل جوان تھا۔ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ قریش نے اسے بھی عمرو کے ساتھ نجاشی کے پاس بھیجا تھا لیکن ابن اسحاق نے یہ نہیں لکھا انہوں نے یونس کی روایت میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن وہ تذکرہ ایک دوسرے واقعہ میں ہے۔ شاید یہ بھیجنا دوسری مرتبہ ہو جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔ علامہ ابوالفرج الاصبہانی نے اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ عمرو نے اپنی بیوی کے ساتھ یہ سفر کیا جب وہ کشتی پر سوار ہوئے تو عمارۃ اور عمرو کی بیوی ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ انہوں نے عمرو سے جان چھڑانے کے لئے سوچا۔ عمرو کو دھکا دے کر سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے تیرنا شروع کیا۔ اہل سفینہ کو صدا دی جنہوں نے اسے پکڑ لیا اور اپنی کشتی

Marfat.com

حاصل کر رہے ہیں۔

ابن اسحاق نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں۔ ''جب ہم سرزمین حبشہ میں گئے تو ہم بہترین ہمسایہ نجاشی کے پڑوس میں فروکش ہوئے۔ ہمارا دین محفوظ ہوگیا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے ہمیں کسی قسم کی اذیت نہیں دی جاتی تھی ہم کسی سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں سنتے تھے۔ جب قریش کو ہماری اس حالت کا علم ہوا تو انہوں نے باہم مشاورت کی انہوں نے طے پایا کہ وہ دو دانا آدمی نجاشی کے دربار میں بھیجیں۔ انہوں نے نجاشی کے لئے وہ تحائف اور ہدایا بھیجے جو مکہ مکرمہ میں نایاب تصور کئے جاتے تھے۔ ان تحائف میں سے سب سے زیادہ تعجب خیز تحفہ ''چمڑے'' تھے۔ قریش مکہ نے بہت سے چمڑے جمع کئے۔ انہوں نے ہر پادری کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور رکھا پھر یہ تمام اشیاء عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص کے حوالے کیں اور انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''نجاشی سے مسلمانوں کے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے ہر پادری کو تحفہ پیش کر دینا۔ پھر نجاشی کو اس کے تحائف پیش کرنا پھر اس سے التجاء کرنا کہ وہ مسلمانوں سے گفتگو کئے بغیر انہیں تمہارے سپرد کر دے۔''

حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''وہ دونوں مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے۔ نجاشی کے دربار میں پہنچے۔ ہم نجاشی کے سایہ میں عمدہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ عمرو اور عبداللہ نے نجاشی

میں سوار کر لیا۔ عمرو نے اس واقعہ کو چھپائے رکھا اور عمارہ کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا بلکہ اس نے اپنی بیوی سے کہا اپنے چچازاد کا بوسہ لوتا کہ وہ اپنے دل میں مسرت محسوس کرے۔ جب وہ سرزمین حبشہ میں آئے تو عمرو نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا۔ اس نے عمارہ سے کہا ''میں نے بنوسہم کو لکھا ہے کہ وہ تجھے میرے خون سے بری کر دیں تو بھی بنومخزوم کو لکھ دے کہ وہ مجھے تیرے خون سے بری کر دیں، حتیٰ کہ قریش کو معلوم ہو جائے۔ ہم موسم گرما یہیں گزار لیں''۔ جب عمارہ نے بنومخزوم کی طرف لکھا تو انہوں نے بنوسہم کے لئے اس کا خون معاف کر دیا۔ قریش کے ایک بزرگ نے کہا قسم بخدا! عمارہ قتل ہوگیا۔ اسے معلوم ہوگیا کہ یہ عمرو کی سازش ہے پھر عمرو، عمارہ کو نجاشی کی عورت پر اکساتا رہا۔ اس نے عمارہ سے کہا۔ ''تو ایک حسین نوجوان ہے یہ عورتیں خوبصورت مردوں کو پسند کرتی ہیں۔ شاید وہ عورت ہماری حاجت کو پورا کرنے کے لئے بادشاہ سے سفارش کرے''۔ عمارہ اس کے دام میں پھنس گیا۔ جب عمرو نے عمارہ کا بادشاہ کی بیوی کے پاس بار بار جانا دیکھا اور اس عورت کا جھکاؤ بھی عمارۃ کی طرف دیکھا تو وہ ناصح بن کر بادشاہ کے پاس آیا۔ اس نے بادشاہ کو ایسی علامات بتائیں جس سے اسے یقین ہوگیا۔

Marfat.com

سے گفتگو کرنے سے پہلے ہر پادری کو تحفہ دیا اور اس سے کہا۔ ''ہم میں سے چند احمق جوان بھاگ کر بادشاہ کے ملک میں آ گئے ہیں انہوں نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا ہے۔ انہوں نے تمہارا دین بھی اختیار نہیں کیا، انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جس سے نہ ہم آشنا ہیں نہ تم آگاہ ہو۔ ان کی قوم کے سرداروں نے ہمیں بادشاہ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ انہیں واپس کر دے۔ جب ہم ان کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کریں تو تم اسے یہ مشورہ دینا کہ وہ ان سے گفتگو کیے بغیر ہی انہیں ہمارے حوالے کر دے۔ ان کی قوم نسب کے اعتبار سے ان سے بلند تر ہے۔ وہ ان پر جو عیب جوئی کرتے ہیں وہ بھی جانتے ہیں'' تمام پادریوں نے ان کی حمایت کرنے کی حامی بھری، پھر انہوں نے نجاشی کو تحائف پیش کیے۔ نجاشی نے ان سے تحائف قبول کر لئے پھر انہوں نے اس سے یوں گفتگو کی۔ ''اے شاہِ ذی شان! ہمارے چند احمق جوان آپ کے ملک میں گھس آئے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا ہے۔ انہوں نے آپ کے دین کو بھی نہیں اپنایا۔ انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے۔ ان کے دین سے نہ ہم آشنا ہیں نہ آپ۔ ان کی قوم کے سرداروں، اقارب اور قبائل نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں واپس لوٹا دیں۔ وہ حسب و نسب میں ان سے برتر ہیں وہ جوان پر عیب لگاتے ہیں وہ ان سے بھی آگاہ ہیں''۔ عبداللہ اور عمرو کے نزدیک اس سے بری اور کوئی چیز نہ تھی کہ بادشاہ ان کا کلام سنے۔

عمارۃ پہلے وہ نشانیاں عمرو کو بتاتا تھا۔ سب کچھ سن کر بادشاہ کو بہت زیادہ غیرت آئی اس نے کہا اگر عمارۃ میرا پڑوسی نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا لیکن میں اس سے وہ سلوک کروں گا جو قتل سے بھی عبرتناک ہوگا۔ نجاشی نے جادوگروں کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ عمارۃ پر جادو کر دیں۔ جادوگروں نے اس کی شرمگاہ پر ایسی پھونک ماری جس سے وہ چہرے بل اڑنے لگا۔ وہ اڑتے اڑتے پہاڑوں پر وحشی جانوروں سے جا ملا جو شخص بھی اسے دیکھتا وہ راہِ فرار اختیار کرتا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد زریں کا آخری دور تھا اس کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن ربیعہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تاکہ وہ عمارہ کو تلاش کر سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اجازت دے دی۔ عبداللہ سرزمین حبشہ میں گیا، عمارہ کو بہت زیادہ ڈھونڈا ہر جگہ اسے تلاش کیا ہر شخص سے اس کے متعلق پوچھا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ ''احیل'' کے مقام پر ہے۔ وہ وحشی جانوروں کے ہمراہ وہاں آتا ہے اور ان کے ساتھ ہی چلا جاتا ہے۔ عبداللہ ''احیل'' کی طرف گیا، اس کا راستہ پانی سے بھرپور تھا اس نے اچانک عمارۃ کو دیکھ لیا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے، وہ

Marfat.com

بادشاہ کے حاشیہ نشیں پادریوں نے کہا۔ ''اے شاہِ ذی مرتبت! یہ سچ کہہ رہے ہیں ان کی قوم ان سے خوب آشنا ہے۔ آپ ان کو ان کے سپرد کر دیں''۔ ان کی یہ گفتگو سن کر نجاشی غصہ میں ہو گیا اور کہنے لگا پھر تو میں مسلمانوں کو ان کے سپرد ہرگز نہیں کروں گا۔ اس قوم کو دوسروں کے حوالے کیسے کیا جا سکتا ہے جو میرے پڑوس میں خیمہ زن ہوئے ہوں جو میرے شہروں میں فروکش ہوئے ہوں اور جنہوں نے دیگر شہنشاہوں کو چھوڑ کر مجھے اختیار کیا ہو؟ میں انہیں اپنے دربار میں بلاؤں گا اور جو یہ دونوں ان کے متعلق کہہ رہے ہیں اس کے بارے ان سے سوال کروں گا اگر وہ اسی طرح ہوئے جس طرح ان دونوں نے کہا ہے تو میں انہیں ان کے سپرد کر دوں گا۔ انہیں ان کی قوم میں لوٹا دوں گا لیکن اگر وہ ایسے نہ ہوئے تو میں ان کا تحفظ کروں گا اور جب تک وہ میرے پڑوس میں رہیں گے میں ان پر احسان کرتا رہوں گا''۔

مہاجرین اور نجاشی کے مابین مکالمہ

پھر نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ جب مسلمانوں کے پاس اس کا قاصد آیا تو مسلمان باہمی مشاورت کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا ''جب تم نجاشی کے پاس جاؤ تو تمہیں کیا کہنا چاہئے؟'' صحابہ کرام نے کہا ''اللہ کی قسم! ہم وہی کچھ کہیں گے جو ہمارے علم میں ہے اور جس کا ہمیں نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے۔ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو''۔ جب مسلمان نجاشی کے دربار

شیطان کی مانند دکھائی دیتا تھا، عبداللہ نے اسے پکڑ لیا، اس سے رحم کی التجا کی، مہربانی کی درخواست کی لیکن عمارۃ پر برابر لرزہ طاری رہا وہ کہنے لگا ''اے بجیر! مجھے چھوڑ دے اے بجیر! مجھے چھوڑ دے'' لیکن عبداللہ نے اسے چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ عمارہ اس کے سامنے ہی مر گیا۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے لیکن مؤرخین نے اس کا تذکرہ اختصار سے کیا ہے۔ علامہ ابوالفرج نے اس کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔

اصحابِ ہجرت کی نجاشی سے گفتگو

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کو ابن اسحاق نے تفصیل سے لکھا ہے۔ ان کی گفتگو میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس میں ایک فقہی مسئلہ ''وطن سے خروج'' ہے۔ یعنی وطن چھوڑنا جائز ہے اگرچہ وطن مکہ معظمہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب کہ یہ خروج دین کو بچانے کے لئے ہو اور اگرچہ یہ خروج اسلام کی طرف نہ بھی ہو۔ اہل حبشہ عیسائی تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے تھے وہ انہیں اللہ کا بندہ نہیں کہتے تھے لیکن اس کے باوجود ان مسلمانوں کو مہاجرین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہی وہ دو ہجرتوں

Marfat.com

میں پہنچے تو نجاشی نے اپنے پادریوں کو بلا لیا۔ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں کو کھول لیا۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے سوال کیا۔ ''وہ کون سا دین ہے جس سے تم نے اپنی قوم کی جمعیت کو بکھیر کر رکھ دیا ہے تم نہ تو میرے دین میں داخل ہوئے ہو اور نہ ہی دیگر ادیان میں سے کسی دین کو اختیار کیا ہے؟''

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بادشاہ سے کہا۔ ''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، ہم بت پرستی کرتے تھے، ہم مردار کھاتے تھے، ہم برائیوں میں مبتلا تھے، ہم صلہ رحمی کو منقطع کرتے تھے، ہم پڑوسیوں کے حقوق سے نا آشنا تھے، ہم میں سے قوی، ضعیف کو ہڑپ کر جاتا تھا، ہم ان ہی برائیوں پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہماری طرف ایک رسول بھیجا، ہم ان کا نسب، صدق، امانت اور عفت جانتے ہیں انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تاکہ ہم اس کی توحید کو تسلیم کریں، اس کی پوجا کریں اور ان بتوں اور پتھروں کو چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے آباء پوجا کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے، حرام چیزوں سے رکنے، خون ریزی سے بچنے اور برائیوں سے رکنے کا حکم دیا۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں، یتیم کا مال نہ کھائیں، پاکباز خواتین پر تہمت نہ لگائیں۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی

والے لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے۔'' اس آیت کی تفسیر میں ہے۔'' یہ وہ بلند بخت لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، جنہوں نے دو ہجرتیں کیں۔ ایک قول کے مطابق ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس ہجرت کی وجہ سے ان کی کس طرح تعریف کی حالانکہ وہ بیت اللہ سے نکل کر دارِ کفر کی طرف گئے تھے کیونکہ ان کا یہ فعل ان کے مذہب کے تحفظ کے لئے تھا، انہیں امید تھی کہ وہ وہاں یکسوئی سے اپنے رب کی عبادت کر سکیں گے۔ امن و اطمینان کے ساتھ اس کی یاد کی شمع جلا سکیں گے۔ جب شہر میں برائی کا غلبہ ہو تو یہی حکم ہوگا۔ جب حق کے لئے مؤمن کو اذیت دی جائے۔ وہ دیکھے کہ باطل حق کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ اسے یہ امید ہو کہ وہ کسی دوسرے شہر میں اپنے دین کو محفوظ رکھ سکے گا۔ وہ اپنے رب کی عبادت آسانی سے کر سکے گا تو پھر اس مؤمن کے لئے خروج لازمی ہو جاتا ہے۔ یہ وہ ہجرت ہے جس کا انقطاع قیامت تک نہ ہوگا۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ (البقرہ:115)

''اور مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی سو جدھر بھی تم رخ کرو وہیں ذاتِ خداوندی ہے۔''

Marfat.com

کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ انہوں نے ہمیں نماز ادا کرنے، زکوٰۃ دینے اور روزے رکھنے کا حکم دیا''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے تمام احکامات کو بیان کیا پھر کہا۔'' ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے، بارگاہِ ربوبیت سے وہ جو کچھ لے کر آئے ہم نے اس کی اتباع کی، ہم نے خدائے یکتا کی عبادت کی، ہم نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، جو کچھ نبی اکرم ﷺ نے ہم پر حرام کیا ہم نے اسے حرام سمجھا جو کچھ انہوں نے حلال کیا ہم نے اسے حلال سمجھا۔ ہماری قوم ہمارے مخالف ہو گئی۔ انہوں نے ہمیں مصائب میں ڈالا۔ ہمارے دین کے متعلق ہمیں آزمائش میں ڈالا تا کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بتوں کی پوجا کی طرف دوبارہ لوٹا دیں۔ ہم ان خبائث کو دوبارہ حلال سمجھنے لگیں جنہیں ہم پہلے حلال سمجھتے تھے۔ جب انہوں نے ہم پر ظلم کیا، ستم ڈھایا ہمارے لئے زمین کی وسعتوں کو تنگ کر دیا۔ ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہوئے۔ تمہارے وطن کی

ضَوٰی اِلَیْكَ فِتْیَةٌ۔ تمہاری طرف انہوں نے پناہ لی ہے۔ ضوٰی کا معنی لاغر ہونا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

فَتیً لَمْ تَلِدْہُ بِنْتُ عَمٍّ قَرِیْبَۃٍ   فَیَضْوٰی وَ قَدْ یَضْوٰی رَدِیْدُ الْغَرَائِبِ

وہ ایسا جوان ہے جسے قریبی چچا کی بیٹی نے جنم نہیں دیا کہ وہ کمزور ہو۔ اجنبی عورتوں کے بچے بہت کم کمزور ہوتے ہیں۔

حدیث مبارک ہے اِغْتَرِبُوْا لَا تَضْوُوْا۔ اجنبی خاندان میں شادی کرو اور کمزوری نہ دکھاؤ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں میں شادی بچے میں کمزوری کا سبب بنتی ہے اس سے دل میں ناتوانی آتی ہے۔ زاجر کہتا ہے۔

اِنَّ بِلَالًا لَمْ تَشِنْہُ اُمُّہٗ   لَمْ یَتَنَاسَبْ خَالُہٗ وَ عَمُّہٗ

بلال کو ان کی والدہ نے عیب نہیں لگایا اور نہ ہی ان کے خالو اور چچا نے ان سے مشابہت کی ہے۔

اللہ رب العزت کی طرف آنکھ کی اضافت

قَوْمُھُمْ اَعْلٰی بِھِمْ عَیْنًا۔ ان کی قوم ان سے خوب آشنا ہے۔ دیگر اقوام سے ان کی اپنی قوم ان کے حالات سے خوب واقف ہے۔ اس مقام پر'' عین'' رویت اور بصارت (دیکھنے) کے معنی میں ہے اس سے انسانی عضو'' آنکھ'' مراد نہیں ہے۔ انسانی عضو آنکھ کو عین مجازاً کہا جاتا ہے کیونکہ اس مقام سے مشاہدہ کیا جاتا ہے کسی چیز کے دیکھنے کو عَنَۃٌ یَعِیْنُہٗ عَیْنًا استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ مشہور یہ ہے کہ یہ عَاَینَ، یُعَایِنُ، مُعَایَنَۃً استعمال ہوتا ہے اس سے مراد آنکھ سے مشاہدہ کرنا ہوتا ہے۔ ہم نے اس

Marfat.com

طرف آنے پر مجبور کیا ہم نے دیگر ممالک کو چھوڑ کر تمہارے وطن کو اختیار کیا، تمہارے پڑوس کو پسند کیا اور اے بادشاہ والا تبار! ہم امید کرتے ہیں کہ تمہارے ملک میں ہم پر ظلم نہیں ہوگا"۔

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمہارے پاس اس پیغام میں سے کچھ ہے جو نبی محترم ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے آیا؟" حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہاں! نجاشی نے کہا مجھے اس میں سے کچھ سناؤ"۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں جنہیں سن کر نجاشی رونے لگا حتیٰ کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی، اس کے پادری بھی گریہ بار ہو گئے۔ ان کے مصاحف آنسوؤں سے بھیگ گئے پھر نجاشی نے کہا۔ "اللہ کی قسم! یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ ایک ہی چراغ سے نکلے ہیں" پھر اس نے سفیرانِ قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم چلے جاؤ میں انہیں تمہارے سپرد ہرگز نہیں کروں گا"۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "جب قریش کے دونوں سفیر نجاشی کے دربار سے نکلے تو عمرو بن عاص نے کہا۔ "قسم بخدا کل میں ایسی چال چلوں گا جس سے میں مسلمانوں کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دوں گا"۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ نے اس سے کہا۔ وہ قدرے رحمدل شخص تھا۔ "اگرچہ وہ ہمارے مخالف ہیں مگر پھر بھی ہمارے رشتہ دار ہیں اس لئے کوئی ایسی چال نہ چلنا جس سے انہیں نقصان ہو۔" عمرو نے کہا "اللہ کی قسم! میں نجاشی کو بتاؤں گا کہ مسلمان گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اللہ کے بندے ہیں"۔ دوسرے دن سفیر نجاشی کے دربار میں

بحث کا آغاز اس لئے کیا ہے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ وضع کے اعتبار سے عین صفت ہے کسی عضو کا نام نہیں جب اسے ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے تو یہ حقیقی معنی میں استعمال ہوتی ہے جس طرح کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا بِعَيْنِ اللّٰهِ مَهْوَاكِ وَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ تَرُدِّيْنَ۔ قرآن پاک میں ہے لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ۔ ہم نے "مسائل مفردات" میں اس مسئلہ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ اس میں اس شخص کا بھی رد ہے جو عین کے تثنیہ کو اس وقت جائز قرار دیتا ہے جب اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو وہ اسے "یدین" دو ہاتھوں پر قیاس کرتا ہے، اس میں اس شخص کا بھی رد ہے جو اس حدیث شریف سے استدلال کرتا ہے اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ تمہارا پروردگار بھینگا نہیں ہے، ہم نے اس میں ایسے دلائل ذکر کیے ہیں جن میں دلی اطمینان ہے ہم نے دجال کے بھینگے کے متعلق مختلف معانی کا تذکرہ کیا ہے وہاں سے مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

پہنچے اور اس سے کہنے لگے ''اے بادشاہ! مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے متعلق ایک بہت بڑی بات کرتے ہیں۔ آپ ان کی طرف پیام بھیجیں اور ان سے اس عقیدہ کے متعلق سوال کریں''۔ بادشاہ نے مہاجرین کی طرف پیام بھیجا۔'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''اس دن جتنی پریشانی اور اضطراب ہم نے کبھی نہیں دیکھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشاورت کے لئے جمع ہوئے وہ کہنے لگے'' اگر نجاشی نے ہم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا تو ہمیں کیا جواب دینا چاہئے؟ انہوں نے یہ طے کیا قسم بخدا ہم ان کے متعلق وہی کہیں گے جو اللہ رب العزت نے ان کے متعلق فرمایا ہے اور جو کچھ نبی محترم ﷺ نے ہمیں فرمایا ہے اس کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو''۔ جب مسلمان دربارِ نجاشی میں داخل ہوئے تو نجاشی نے ان سے پوچھا ''حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے متعلق تمہارا عقیدہ کیا ہے؟'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو ہمیں نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے کنواری اور پاکباز مریم کی طرف پھینکا تھا''۔

کلمۃ اللہ اور روح اللہ کا معنی

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔'' وہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔'' کلمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی طرح کہا جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس وقت کہا تھا جب انہیں مٹی سے تخلیق کیا پھر کہا کن ''ہو جا'' فیکون ''پس وہ ہو گئے''۔ فَیَکُوْنُ کی جگہ فَکَانَ نہ کہا تاکہ فعل کا قول سے کچھ دیر بعد وقوع کا وہم نہ ہو بلکہ وہ فوراً ظہور پذیر ہو گئے۔ فَیَکُوْنُ قول کے کہنے کے فوراً بعد ہی فعل کے وقوع کا شعور دلاتا ہے اس میں تقدیم و تاخیر ممکن نہیں۔ کلمہ کا یہ معنی ہے جہاں تک روح کا تعلق ہے تو کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام طاہرہ، مقدسہ کے گریبان میں روح القدس کی پھونک تھے۔ قدس سے مراد ہر معیوب اور ناپسندیدہ شئی سے طہارت ہے یا ہر اس چیز سے پاکیزگی ہے جس کو نفس گندہ سمجھے یا شرع ناپسند کرے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو روح القدس اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی تخلیق منی سے نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ شہوت سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تشریفیہ کے ساتھ منسوب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی تخلیق بارگاہِ قدسیہ سے ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صدور ان سے ہوا اس معنی کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''روح اللہ'' ہیں نفخ کو بھی روح کہا جاتا ہے جس طرح ذوالرمہ آگ کی تعریف میں کہتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔" بادشاہ نے اپنا ہاتھ زمین کی سمت بڑھایا اور وہاں سے ایک تنکا اٹھالیا اور کہنے لگا۔" اللہ کی قسم! جو کچھ تم نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکا کی مقدار بھی زیادہ نہیں ہیں۔" نجاشی کی یہ بات سن کر اس کے حاشیہ نشیں پادری ناک سے آوازیں نکالنے لگے، بادشاہ نے پادریوں سے مخاطب کر کے کہا" تم خواہ مخواہ آوازیں نکال رہے ہو، اللہ کی قسم! اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمْ شُيُوْمٌ بِاَرْضِی۔ مہاجرین! تم میری مملکت میں امن میں ہو جو تمہیں گالی دے گا اس پر جرمانہ ہوگا۔ جو تمہیں گالی دے گا اس پر جرمانہ ہوگا۔ جو تمہیں گالی دے گا اس پر جرمانہ ہوگا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے سونے کا ایک پہاڑ دیا جائے اور میں تم میں سے کسی ایک شخص کو اذیت دوں"۔ بادشاہ نے غلاموں سے کہا" ان کے تحائف اور ہدیے واپس کر دو۔ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ کی قسم! جب اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا وطن لوٹایا تھا اس نے مجھ سے کوئی رشوت نہ لی تھی کہ اب میں اس میں رشوت لینا شروع کر دوں۔ اس وقت اس نے میرے متعلق لوگوں کی بات نہ مانی تھی، اب میں اس کے معاملہ میں لوگوں کی اطاعت کیوں کروں"۔ سفیرانِ قریش ملول و رسوا ہو کر نجاشی کے دربار سے نکل گئے۔ ان کے تحائف انہیں واپس کر دیئے گئے اور ہم نجاشی کے پڑوس میں امن و عافیت سے رہنے لگے"۔

مہاجرین حبشہ اور نجاشی کی مدد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔" ہم اسی طرح امن و آشتی سے رہ رہے تھے کہ

فَقُلْتُ لَهٗ ارْفَعْهَا اِلَيْكَ وَ اَحْيِهَا بِرُوْحِكَ وَاَقْدِرْ لَهَا قِيْتَةً بَذْرًا

میں نے اس سے کہا میں اس آگ کو تیری طرف بلند کرتا ہوں اسے تیری پھونک سے حیات نو دیتا ہوں پھر میں اس سے جلدی جلدی قیتہ (ایک دانہ) پکالیتا ہوں۔

میں روح القدس کے متعلق اس کلام کو نفخ کو روح کہنے کو اس بحث کے ساتھ متصل کرتا ہوں جو میں حقیقت روح میں بیان کیا تھا گویا کہ یہ اس کا تکملہ ہے۔

اَلشُّيُوْمُ۔ ابن ہشام نے" شیوم" کی شرح امن و امان سے کی ہے ممکن ہے یہ لفظ لغت حبشیہ کا ہو اور مشتق نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی اصل عربی میں ہو یہ ممکن ہے کہ یہ شِمْتَ السَّيْفَ سے مشتق ہو جس کا معنی تلوار کو نیام میں ڈالنا ہے۔ جب تلوار نیام میں ہو تو امن و سکون کی علامت ہوتا ہے، یا یہ کہ انسان اسی طرح محفوظ ہوتا ہے جس طرح تلوار اپنے نیام میں محفوظ ہوتی ہے۔

Marfat.com

اچانک حبشہ کا ایک شخص اٹھا وہ نجاشی کی سلطنت کے متعلق اس سے لڑنے لگا، اس وقت ہم جتنے غمگین وحزین تھے اتنے غمگین پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ ہمیں یہ خوف دامن گیر تھا کہ اگر وہ شخص نجاشی پر غالب آ گیا تو ممکن ہے اقتدار اس شخص کو مل جائے جو ہمارے حقوق سے نا آشنا ہو جس طرح کہ نجاشی ان کی پاسداری کرتا تھا۔ نجاشی اس باغی کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا ان کے مابین دریائے نیل کا پاٹ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔ ''ایسا شخص کون ہے جو دریا کی دوسری طرف جائے اور آج کا معرکہ ملاحظہ کرے پھر ہمیں وہاں کے حالات بتائے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا تم......؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس وقت پوری قوم سے کم عمر تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشکیزہ کو ہوا سے بھرا اسے ان کے سینے کے نیچے رکھا وہ اس پر تیرتے ہوئے دوسرے کنارے پہنچ گئے جہاں نجاشی اور باغی نے معرکہ آزما ہونا تھا'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''ہم اللہ تعالیٰ سے برابر دعا مانگ رہے تھے کہ نجاشی دشمن پر غالب آجائے اور اسے اس کے ملک میں تسلط مل جائے۔ ہم منتظر تھے کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے اتنے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھاگتے ہوئے آئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے سنبھالتے ہوئے کہا۔ ارے! خوشیاں مناؤ، نجاشی کو فتح ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمن کو برباد کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نجاشی کو غلبہ عطا فرمایا ہے''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''قسم بخدا! اتنی مسرت ہمیں کبھی پہلے نہیں ہوئی تھی۔ نجاشی میدانِ وغا سے واپس آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمن کو برباد کر دیا اس کو اس کے شہروں پر تسلط نصیب ہوا۔ حبشہ کے معاملات کو استحکام نصیب ہوا۔ ہم وہاں فرحاں وشاداں رہنے لگے حتیٰ کہ ہم بارگاہِ رسالت میں اس وقت حاضر ہو گئے جب آپ ﷺ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے''۔

نجاشی کے حبشہ پر تسلط کی داستان

ابن اسحاق نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نجاشی کے اس قول کا مفہوم کیا ہے؟۔ ''اللہ تعالیٰ نے اس وقت مجھ سے کوئی رشوت نہ لی تھی

النجاشی اصحمہ

ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کا ملک

Marfat.com

جب اس نے مجھے میرا ملک لوٹایا تھا کہ میں آج اس میں رشوت لینا شروع کر دوں۔ اس نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہ مانی تھی کہ میں آج اس کے متعلق لوگوں کی باتیں مانوں۔"
حضرت عروہ نے فرمایا"ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بیان کیا ہے کہ نجاشی کا باپ اپنی قوم کا بادشاہ تھا۔ نجاشی کے علاوہ اس کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ نجاشی کا ایک چچا تھا جس کے بارہ لڑکے تھے۔ وہ حبشہ کی مملکت کے آفیسر تھے۔ اہل حبشہ نے مشاورت کی۔"اگر ہم نجاشی کے باپ کو قتل کر دیں اور اس کے بھائی کو اقتدار دے دیں۔ نجاشی کے علاوہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے جبکہ اس کے بھائی کے بارہ بیٹے ہیں تو ملک نسل در نسل ان کے پاس رہے گا۔ اہل حبشہ نے نجاشی کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس کے بھائی کو شہنشاہ بنالیا۔ اسی طرح کافی عرصہ گزر گیا۔ نجاشی اپنے چچا کی

واپس لوٹایا تھا۔ اس کی قوم نے اسے فروخت کر دیا تھا۔ جب حبشہ کے معاملات بگڑ گئے تو انہوں نے نجاشی کو اس کے مالک سے واپس لے لیا۔ حدیث کا ظاہر تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اہل حبشہ نے تاجر سے اس کے وطن پہنچنے سے پہلے ہی نجاشی لے لیا تھا۔ وہ اس کی جستجو میں نکلے اور انہیں تاجر مل گیا لیکن اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ اس کا مالک ایک عرب تاجر تھا۔ اس نے نجاشی کو طویل عرصہ تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ اہل حبشہ کا دنگا فساد بھی اسی امر کا متقاضی ہے کہ نجاشی مدت دراز تک حبشہ سے غائب رہا۔ روایت ہے کہ جب غزوۂ بدر رونما ہوا تو اس کی خبر نجاشی تک مہاجرین حبشہ سے پہلے پہنچی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ جب مسلمان اس کے دربار میں پہنچے تو اس نے اون کا لباس پہن رکھا تھا وہ مٹی اور راکھ پر بیٹھا تھا۔ مسلمانوں نے بادشاہ سے پوچھا اے شہنشاہِ والانژاد! آپ نے یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ بادشاہ نے کہا انجیل میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام فرمائے تو بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنے اللہ کے لئے تواضع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اور تم پر بہت بڑا انعام فرمایا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ نبی اکرم ﷺ وادی بدر میں اپنے دشمن سے نبرد آزما ہوئے ہیں۔ اس وادی میں پیلو کے درخت بہت زیادہ تھے۔ میں وہاں اپنے مالک کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میرے مالک کا تعلق بنوضمرہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دشمنوں کو ہزیمت سے دوچار کیا ہے۔ ان کے دین کی اعانت کی ہے۔" یہ واقعہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ نجاشی بلاد عرب میں کافی عرصہ ٹھہرا رہا۔ یہیں سے اس نے عربی زبان سیکھی۔ جب اسے سورۂ مریم سنائی گئی تو اس نے اسے سمجھ لیا۔ وہ رونے لگا حتیٰ کہ اس کی داڑھی آنسو سے تر ہو گئی۔ روایت ہے کہ نجاشی نے کہا۔"ہم انجیل میں پاتے ہیں جب بچوں کو اقتدار مملکت کا والی بنا دیا جائے تو زمین پر لعنت برستی رہتی ہے"۔

Marfat.com

نگہداشت میں پروان چڑھتا رہا۔ نجاشی ایک زیرک اور دانا انسان تھا۔ وہ اپنے چچا کے نزدیک اہم مقام حاصل کر گیا اور اس کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے لگا۔ جب اہل حبشہ نے نجاشی کا یہ مقام دیکھا تو انہوں نے مشاورت کی انہوں نے کہا۔ ''یہ نوجوان اپنے چچا کے معاملات میں غالب آرہا ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ اگر یہ ہمارا بادشاہ بن گیا تو یہ ہم سب کو قتل کر دے گا۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے باپ کو ہم نے ہی قتل کیا ہے''۔ وہ اس کے چچا کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ ''یا تو اس جوان کا کام تمام کر دو یا اسے جلا وطن کر دو۔ ہمیں اس سے خطرہ ہے'' بادشاہ نے کہا ''تمہارے لئے ہلاکت ہو، کل میں نے اس کے باپ کو ہلاک کیا اور آج اسے قتل کر دوں۔ میں اسے جلا وطن کر دیتا ہوں''۔ اہل حبشہ نجاشی کو لے کر بازار گئے اور اسے ایک تاجر کے ہاتھوں چھ سو درہم میں فروخت کر دیا۔ تاجر نے اسے کشتی پر سوار کیا اور اپنے ہمراہ لے گیا اسی رات آسمان پر بادل چھا گئے۔ نجاشی کا چچا بارش میں نہانے کے لئے نکلا، اچانک آسمانی بجلی گری جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اہل حبشہ نے اس کے لڑکے کو اپنا والی بنا لیا لیکن وہ انتہائی بے وقوف اور احمق تھا۔ اس کی اولاد میں سے کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ اقتدار کا تاج اس کے سر پر رکھا جائے۔ حبشہ میں فساد پھیلتا گیا جب فساد و خونریزی کی آگ وسعت اختیار کرتی گئی تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ ''اللہ کی قسم! ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کی بگڑی اس کے بغیر نہیں سنور سکتی جسے ہم نے بیچ دیا ہے۔ حبشہ کے معاملات کو سدھارنے کے لئے ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ اب اسے ڈھونڈو''۔ تمام اس کی جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے حتیٰ کہ انہیں وہ تاجر مل گیا جس کے ہاتھوں انہوں نے نجاشی کو فروخت کیا تھا۔ اس سے نجاشی لیا۔ اسے حبشہ لے آئے۔ اس کے سر پر تاج سجایا اور اسے حبشہ کا بادشاہ بنا دیا۔

ان کے پاس وہی تاجر آیا جس کے ہاتھوں انہوں نے نجاشی فروخت کیا تھا اس نے اہل حبشہ

ہجرت حبشہ سے ایک فقہی مسئلہ

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ ہم کشتی میں کیسے نماز پڑھیں گے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اگر غرق ہونے کا خطرہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز ادا کرو۔ (دار قطنی) لیکن اس حدیث کی سند مضطرب ہے۔ مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کشتی میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ امام بخاری نے حضرت حسن سے روایت کی ہے کہ وہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے مگر جبکہ اس سے گھر والوں کو حرج ہوتا۔

Marfat.com

سے کہا ''یا تو مجھے میرا مال دے دو یا میں اس کے بارے بادشاہ سے گفتگو کرنے لگا ہوں''۔ انہوں نے کہا ''ہم تجھے کچھ بھی نہیں دیں گے''۔ تاجر نے کہا ''قسم بخدا! اب تو مجھے تمہارے بادشاہ سے بات چیت کرنا ہی پڑے گی''۔ انہوں نے کہا ''ضرور!'' وہ تاجر نجاشی کے پاس آیا اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا ''اے بادشاہ! میں نے آپ کی قوم سے بازار میں چھ سو درہم کا ایک غلام خریدا انہوں نے غلام میرے سپرد کیا اور مجھ سے رقم لی۔ جب میں اپنے غلام کو لے کر جا رہا تھا تو انہوں نے میرا تعاقب کر کے مجھے پکڑ لیا۔ مجھ سے غلام لے لیا لیکن رقم واپس کرنے سے انکار کر دیا''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''نجاشی نے کہا اے اہل حبشہ! یا تو اس تاجر کی رقم واپس کر دو یا پھر میں اس غلام کا ہاتھ اس تاجر کے ہاتھ میں دینے لگا ہوں۔ اس تاجر کو اختیار ہو گا کہ وہ جہاں چاہے اس غلام کو لے جائے۔ اہل حبشہ نے کہا ہم اس تاجر کی رقم دے دیتے ہیں۔'' اسی واقعہ کی طرف نجاشی نے یہ کہہ کر اشارہ کیا تھا ''اللہ تعالیٰ نے اس وقت مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی جب اس نے میرا وطن مجھے واپس دلایا تھا کہ میں آج رشوت لوں۔ اس نے میرے متعلق لوگوں کی بات نہ مانی تھی کہ میں آج اس کے بارے لوگوں کی باتیں مانوں۔'' یہ وہ پہلی بات تھی جس سے نجاشی کے دینی استحکام اور فیصلہ میں عدل کا علم ہوتا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو اس کی قبر پر ایک نور ضوفشاں نظر آتا تھا۔

نجاشی کا اسلام اور اس پر نمازِ جنازہ

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ اہل حبشہ جمع ہوئے انہوں نے نجاشی سے کہا۔ تم نے ہمارا مذہب چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی

نجاشی کا خط اور اس پر نمازِ جنازہ

ابن اسحاق نے نجاشی کے اس خط کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے سینے اور اپنی قباء کے درمیان رکھا تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زائد نہیں ہیں''۔ اس سے یہ فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ مؤمن کو صریح جھوٹ نہیں بولنا چاہئے اور نہ ہی اسے اپنی زبان پر کلمۂ کفر لانا چاہئے جب تک کسی حیلہ سے کام نکل سکتا ہو۔ تعریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان میں علماء نے یہی فرمایا ہے۔

Marfat.com

طرف پیام بھیجا۔ اس نے ان کے لئے کشتیاں تیار کیں اور کہا ان پر سوار ہو جاؤ، اگر مجھے شکست ہو جائے تو تم جہاں چاہو چلے جانا اور اگر مجھے کامیابی نصیب ہو جائے تو یہیں اقامت گزیں رہنا پھر ایک کاغذ منگوایا اور اس میں لکھا۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اس کے رسول اور اس کی روح ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا تھا۔'' پھر اس نے وہ کاغذ اپنے دائیں کندھے پر باندھ لیا۔ اہل حبشہ نے اس سے لڑنے کے لئے صف بند کر لی۔ نجاشی نے کہا ''اے اہل حبشہ! کیا میں لوگوں میں سے تمہارا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں''۔ انہوں نے کہا ''ہاں''۔ نجاشی نے پوچھا ''تم نے اپنے ہاں میری سیرت کو کیسے پایا ہے؟'' اہل حبشہ نے جواب دیا ''تمہاری سیرت بھی عمدہ ہے''۔ نجاشی نے پوچھا ''پھر تم نے میرے خلاف بغاوت کیوں کر دی ہے؟'' اہل حبشہ نے کہا ''تم نے ہمارا مذہب چھوڑ دیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بندے ہیں''۔ نجاشی نے پوچھا ''تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہو''۔ انہوں نے کہا ''ہم کہتے

''جس شخص نے دو آدمیوں کے مابین صلح کرائی اور بھلائی کی بات کہی وہ جھوٹا نہیں ہے۔'' اس حدیث کو حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نے روایت کیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انسان تعریض کر رہا ہے اور واضح جھوٹ نہیں بول رہا، مثلاً وہ یہ کہے۔ ''میں نے سنا ہے کہ وہ تیرے لئے استغفار کر رہا تھا اور تیرے لئے دعا کر رہا تھا۔'' جبکہ اس کی مراد یہ ہو کہ اس نے اسے تمام مسلمانوں کے لئے استغفار اور دعا کرتے ہوئے سنا ہے کیونکہ وہ بھی تمام مسلمانوں میں سے ایک ہے اس طرح وہ ممکنہ حد تک تعریض میں حیلہ سے کام لے اور واضح جھوٹ نہ گھڑے۔ جنگ کے دھوکہ میں بھی یہی مراد ہے کہ انسان راز سے کام لے کنایۃً کہے اور صراحۃً جھوٹ نہ کہے۔

حضور ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ ادا کی اور اس کے لئے دعائے مغفرت کی ۹ ھ رجب میں نجاشی کا انتقال ہوا۔ جس روز اس کی موت واقع ہوئی اسی روز حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو آگاہ فرما دیا تھا۔ بقیع میں نماز جنازہ ادا کی گئی اس کی چارپائی سرزمین حبشہ سے اٹھا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھ دی گئی۔ آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اس پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ یہ دیکھ کر منافقین باتیں بنانے لگے، انہوں نے کہا کیا آپ ﷺ نے اس کافر کی نماز جنازہ ادا فرما دی ہے، اس وقت اس آیت کا نزول ہوا۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ (آل عمران:۱۹۹)

Marfat.com

ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں نجاشی نے اپنا ہاتھ قباء کے اوپر سے اپنے سینے پر رکھا اور کہنے لگا کہ وہ بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زائد نہیں ہیں۔ نجاشی کی مراد وہ کچھ تھا جو اس کاغذ پر مرقوم تھا۔ یہ خبر نبی محترم ﷺ تک پہنچ گئی۔ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ ادا کی اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

اور بے شک بعض اہل کتاب ایسے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو اتارا گیا تمہاری طرف اور جو اتارا ان کی طرف۔

ابن اسحاق نے یونس سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام ابو نیزر نجاشی کے بیٹے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس وقت دیکھا جب وہ مکہ کے ایک تاجر کی ملکیت میں تھے۔ انہوں نے انہیں اس سے خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ اس احسان کا بدلہ تھا جو ان کے باپ نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب نجاشی کے وصال کے بعد حبشہ اور اہل حبشہ کے معاملات بگڑ گئے تو انہوں نے اپنا وفد حضرت ابو نیزر کے پاس بھیجا، (اس وقت وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے) تاکہ وہ ان کے سر پر تاج سجا کر انہیں اپنا بادشاہ بنالیں۔ ان کی بادشاہت میں کسی حبشی کو بھی اختلاف نہ تھا لیکن حضرت ابو نیزر نے انکار کر دیا انہوں نے فرمایا۔ ''اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی نعمت عطا فرما دی ہے۔ اب مجھے کسی بادشاہت کی ضرورت نہیں''۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو نیزر تمام لوگوں سے طویل اور خوبصورت تھے، ان کی رنگت حبشیوں کی طرح نہ تھی جب انسان انہیں دیکھتا وہ انہیں عرب کا باشندہ ہی سمجھتا۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں جب عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ قریش کے پاس واپس آ گئے انہیں اپنے مطالبات میں کامیابی نہ ہوئی اور نجاشی نے انہیں بے نیل مرام واپس لوٹا دیا تو اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک غیرت مند انسان تھے حتی کہ اس چیز کا قصد بھی نہیں کیا جا سکتا تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کے پس پشت ہوتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی وجہ سے قریش پر غالب آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے۔ ''ہم میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ ہم کعبہ کے پاس نماز ادا کر سکیں، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سعادتِ اسلام سے بہرہ اندوز ہو گئے۔ جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے قریش کے ساتھ لڑ کر کعبہ معظمہ کے پاس نماز ادا کی ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز ادا کی''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین حبشہ کے حبشہ روانہ ہونے کے بعد اسلام قبول کیا۔ امام بکائی کہتے ہیں ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام فتح تھا، ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امارت رحمت تھی، آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے ہم کعبہ مشرفہ کے پاس نماز بھی ادا نہ کر سکتے تھے جب وہ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے تو انہوں نے قریش کے ساتھ لڑائی کی اور کعبہ معظمہ کے پاس نماز ادا فرمائی ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی''۔

ابن اسحاق نے حضرت ام عبداللہ بنت ابی حثمہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں ''ہم سرزمین حبشہ کی طرف عازم سفر ہونا چاہتے تھے۔ حضرت عامر کسی ضروری کام کے لئے باہر گئے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ وہ میرے پاس کھڑے ہو گئے، ابھی تک وہ سعادتِ اسلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے واقعہ میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس وقت چالیس اور کچھ مردوں نے اور گیارہ عورتوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ یہ خباب نسب کے اعتبار سے تمیمی تھے وہ قرابت میں بنو خزاعہ سے بھی تعلق رکھتے تھے کیونکہ ام انمار بنت سباع

Marfat.com

سے مشرف نہ ہوئے تھے ہم نے ان سے بہت سے مصائب اور اذیتیں جھیلیں تھیں۔ وہ کہنے لگے "اے ام عبداللہ! کیا اب روانگی ہے؟ میں نے کہا" ہاں! تم نے ہمیں اتنی اذیتیں دیں۔ اتنا ظلم کیا کہ اب ہم اللہ تعالیٰ کی زمین سے نکل رہے ہیں، حتیٰ کہ اللہ رب العزت ہمارے لئے کوئی چارہ پیدا فرمادے"۔ حضرت عمر نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو"۔ اس وقت میں نے حضرت عمر کی وہ رقت دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی پھر وہ واپس آ گئے۔ وہ ہماری روانگی کی وجہ سے زحد غمگین تھے۔ اتنے میں حضرت عامر بھی اپنی ضرورت پوری کر کے آ گئے، حضرت ام عبداللہ نے ان سے کہا "اے ابوعبداللہ! کاش تم ابھی ابھی حضرت عمر کو دیکھ لیتے ہمارے کوچ کی وجہ سے ان کے حزن و ملال کا مشاہدہ کر لیتے" حضرت عبداللہ نے فرمایا "کیا تمہیں یہ امید ہے کہ وہ اسلام لے آئیں گے؟" ام عبداللہ فرماتی ہیں "میں نے کہا" ہاں"۔ انہوں نے فرمایا "جس عمر کو تو نے ابھی دیکھا ہے وہ کبھی اسلام نہیں لائے گا حتیٰ کہ خطاب کا گدھا بھی اسلام لے آئے گا"۔ حضرت ام عبداللہ فرماتی ہیں" حضرت ابوعبداللہ کی یہ گفتگو ناامیدی کی وجہ سے تھی کیونکہ انہوں نے حضرت عمر کی اسلام کے متعلق شدت اور قسوت دیکھی ہوئی تھی"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق مجھ تک روایت پہنچی ہے کہ ان کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے بھی اور ان کے خاوند نے بھی اسلام قبول کر لیا لیکن انہوں نے اپنا اسلام عمر سے چھپائے رکھا۔ بنوعدی بن کعب میں سے ایک شخص نعیم بن عبداللہ النحام نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن انہوں نے بھی اپنا اسلام اپنی قوم سے مخفی رکھا تھا۔ حضرت خباب بن الارث رضی اللہ عنہ کبھی کبھی حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کو قرآن پڑھانے کے لئے آتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر اپنی تلوار لٹکائے ہوئے نکلے وہ حضور ﷺ کا قصد کئے ہوئے تھے۔ انہیں بتایا گیا کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوہِ صفا کے پاس ایک گھر میں جمع ہیں۔ اس

خزاعی تھی۔ ایک دفعہ حضرت خباب قیدی بن گئے تو ام الانمار نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ یہی ان کا تعلق تھا، ان کے والد کا نام عوف بن عبد بن عبد بن حارث بن زہرہ تھا۔ یہ ابن الارت بن جندلہ بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم تھے۔ یہ کاری گر تھے اور جاہلیت میں تلواریں بناتے تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی والدہ ام سباع خزاعیہ تھی، انہیں کسی قید کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا بلکہ یہ اپنی والدہ کے حلیفوں بنوزہرہ کی طرف منسوب ہوتے تھے، ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ان کی کنیت ابو

Marfat.com

وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔ حضور ﷺ کے ساتھ حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے اور کچھ صحابہ کرام بھی موجود تھے جو مہاجرین کے ساتھ حبشہ نہیں گئے تھے۔ حضرت عمر کو راستہ میں نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے پوچھا عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا ''میں اس بے دین محمد (فداہ روحی) ﷺ کی طرف جا رہا ہوں جس نے قریش کے امر کو منتشر کر دیا ہے۔ ان کی عقل و دانش کو سفیہہ کہا ہے۔ ان کے دین کے عیب نکالے ہیں اور ان کے معبودان کو گالیاں دی ہیں۔ میں انہیں قتل کرنے جا رہا ہوں''۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ''اے عمر! تمہارے نفس نے تمہیں فریب دے رکھا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے بنو عبد مناف تمہیں چھوڑ دیں گے کہ تم زمین پر اسی طرح چلتے رہو۔ تم اپنے اہل خانہ کی طرف کیوں نہیں جاتے اور ان کے معاملات کو درست کیوں نہیں کرتے؟ حضرت عمر نے پوچھا میرے کون سے اہل خانہ؟ انہوں نے کہا تمہارے بہنوئی سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب اسلام لے آئے ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کے دین کی اتباع کر لی ہے۔ تم ان دونوں کا قصد کرو''۔

حضرت عمر وہاں سے اپنی بہن اور بہنوئی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے پاس حضرت خباب تشریف فرما تھے جن کے پاس ایک صحیفہ تھا اس میں سورۂ طٰہٰ تھی وہ ان دونوں کو اس کی تعلیم دیتے تھے، جب انہوں نے حضرت عمر کی آہٹ سنی تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ کسی جگہ چھپ گئے۔ حضرت فاطمہ بنت خطاب نے صحیفہ کو اپنی ران کے نیچے رکھ دیا۔ حضرت عمر، حضرت خباب کو انہیں پڑھاتے ہوئے سن چکے تھے۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے فرمایا ''میں نے ابھی کیسی آواز سنی ہے؟'' حضرت فاطمہ اور ان کے خاوند نے کہا ''آپ نے کوئی آواز نہیں سنی''۔ حضرت عمر نے کہا ''مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم دونوں نے (محمد) کے دین کی اتباع کر لی ہے انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید کو پکڑا ان کی زوجہ محترمہ انہیں چھڑانے کے لئے

یحییٰ اور ابو محمد بتائی جاتی ہے، انہوں نے ۳۹ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین اور جنگ نہروان میں شرکت کی۔ بعض مؤرخین نے ان کا سال وفات ۳۷ھ لکھا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ انہیں راہِ خدا میں کس قدر ستایا گیا۔ انہوں نے اپنی کمر سے کپڑا اٹھایا۔ نشانات کو دیکھ کر حضرت عمر نے فرمایا میں نے آج تک ایسا منظر نہیں دیکھا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے امیر المومنین! میرے لئے

Marfat.com

اٹھیں تو حضرت عمر نے انہیں مار مار کر زخمی کر دیا۔ جب حضرت عمر نے اپنا غصہ ٹھنڈا کر لیا تو ان کی بہن اور بہنوئی نے کہا ہاں! ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب تم جو چاہو کر لو۔ جب حضرت عمر نے اپنی بہن کا خون دیکھا تو ان کا دل پسیج گیا، انہوں نے اپنی بہن سے کہا "مجھے وہ صحیفہ دو جو میں نے تمہیں ابھی ابھی پڑھتے ہوئے سنا ہے تا کہ میں دیکھوں کہ محمد کیسا پیغام لے کر آئے ہیں"۔ حضرت عمر پڑھے لکھے انسان تھے ان کی بہن نے کہا "ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں تم اس مبارک صحیفہ کی بے ادبی نہ کرو"۔ حضرت عمر نے فرمایا "اندیشہ نہ کرو"، انہوں نے اپنے خداؤں کی قسم اٹھائی کہ وہ پڑھ کر انہیں واپس کر دیں گے۔ یہ سن کر ان کی بہن حریص ہوئیں کہ شاید عمر اسلام لے آئیں۔ انہوں نے کہا "بھائی جان! آپ ابھی مشرک ہیں ناپاک ہیں اس صحیفہ کو صرف پاک انسان ہی چھو سکتا ہے"۔ حضرت عمر اٹھے غسل کیا۔ ان کی بہن نے انہیں صحیفہ عطا کیا اس میں سورۃ طٰہٰ تھی۔ حضرت عمر نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ سورت کی ابتداء پڑھ کر کہنے لگے یہ کلام کتنا عمدہ ہے، یہ کلام کتنا باعزت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ باہر نکلے آئے انہوں نے کہا اے عمر! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مبارک دعا کو تمہارے حق میں قبول کر لیا ہے۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا۔

آگ بھڑکائی جاتی پھر اس آگ کو میری چربی ہی ٹھنڈا کرتی تھی"۔

قرآن پاک کو چھونے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تطہیر

حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ "اس کو نہیں چھوتے مگر وہ جو پاک ہیں۔" اس آیت میں "اَلْمُطَهَّرُوْنَ" سے مراد ملائکہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں یہی لکھا ہے۔ انہوں نے سورۂ عبس کی آیت سے استدلال کیا ہے۔ خواہ اس سے مراد ملائکہ ہی ہوں پھر بھی قرآن پاک کو چھوتے وقت طہارت کے ساتھ ان کا وصف بیان کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کو صرف پاک انسان ہی چھوئے تا کہ پاکیزہ ملائکہ کی اقتداء ہو جائے۔ اس سے یہ حکم ثابت ہو جاتا ہے کہ مطہر ہو کر اس کتاب حکیم کو چھوا جائے لیکن یہ حکم مستحب ہے۔ فرض نہیں ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ عمرو بن حزم کو لکھا وَلَا يَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ۔ اور یہ کہ قرآن پاک کو صرف پاک شخص ہی چھوئے لیکن یہ طہارت فرض نہیں ہے، اگر یہ فرض ہوتی تو آیت میں اس کی وضاحت ہوتی کیونکہ آیت میں ناپاک حالت میں قرآن کو مس

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ بِاَبِی الْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ مولا! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب سے اسلام کی مدد فرما۔ اے عمر اللہ! اللہ! یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا "اے خباب! بارگاہِ رسالت کی طرف میری راہنمائی کرو میں وہاں جا کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں"۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا "حضور ﷺ کوہ صفا کے قریب ایک گھر میں تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ کی معیت میں کچھ صحابہ کرام بھی ہیں"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار لی اور بارگاہِ رسالت کی جانب چل پڑے۔ جا کر دروازے پر دستک دی آواز سن کر ایک صحابی اٹھے اور دروازے میں سے دیکھا، انہیں عمر نظر آئے جو اپنی تلوار حمائل کئے ہوئے تھے، وہ حضور ﷺ کے پاس آئے، وہ مضطرب تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ

کرنے کی نہی ہے لیکن حضور ﷺ کا اپنے مکتوب گرامی میں ہرقل کو یہ آیت قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ (آل عمران: ۶۴) لکھنا ہمارے نقطۂ نظر کی دلیل ہے۔ داؤد، ابوثور، حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہم کا نظریہ یہ ہے کہ بغیر طہارت کے قرآن کو چھونا جائز ہے۔ انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے جو ہم نے اوپر لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں حضرت عمرو بن حزم کی حدیث مرسل ہے وہ اسے حجت تسلیم نہیں کرتے۔ علامہ دار قطنی نے اس حدیث کو کئی اسناد سے لکھا ہے۔ اس سے اسی مذہب کی تقویت ہوتی ہے کہ آیت میں مطہرین سے مراد ملائکہ ہیں۔ آیت میں المتطھرون نہیں کہا بلکہ مطھرون کہا ہے۔ متطھر اور مطھر میں فرق یہ ہے کہ متطھر وہ ہوتا ہے جس نے طہارت حاصل کی ہو اور اپنے نفس کو اس میں ڈالا ہو جس طرح متفقہ وہ ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو فقہ میں ڈالا ہو۔ متفعل میں اکثر اسی طرح ہوتا ہے سیبویہ کہتا ہے۔ وَقَیْسُ عَیْلَانَ وَمَنْ تَقَیَّسَا۔ قیس عیلان اور جس نے اپنے آپ کو بنو قیس میں شامل کر لیا۔ آدمی اس وقت متطھرون ہوتے ہیں جب وہ پاکیزگی حاصل کر لیں، ملائکہ تخلیقی اعتبار سے ہی مطہر ہیں جب عورتیں پاکیزگی حاصل کر لیں تو انہیں متطھرات کہا جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (البقرہ: ۲۲۲)

"تو پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جیسے حکم دیا تمہیں اللہ نے۔"

حور عین مطہرات ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

لَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (النساء: ۵۷)

"اور ان کے لئے جنت میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔"

Marfat.com

علیک وسلم دروازے میں عمر ہے جو اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اسے اجازت دے دو، اگر بھلائی سے آیا ہے تو ہم بھی بھلائی کا سلوک کریں گے اور اگر وہ کوئی شرارت کرنے لگا تو ہم اسے اس کی تلوار سے ہی قتل کر دیں گے"۔ حضور ﷺ نے بھی فرمایا "اسے اجازت دے دو"۔ اس شخص نے دروازہ کھولا۔ حضور ﷺ اٹھ کر حضرت عمر کی طرف گئے انہیں ڈیوڑھی میں جالیا، آپ ﷺ نے انہیں کمر سے پکڑا یا ان کی چادر کے دامن کو پکڑا پھر زور سے کھینچا اور فرمایا "اے عمر بن خطاب! کس نیت سے آئے ہو۔ مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک تجھے عذاب الٰہی نہیں آئے گا تو نہیں رکے گا"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں"، حضور ﷺ نے اتنی بلند آواز سے تکبیر کہی جس سے اس گھر میں موجود صحابہ

مطہر اور متطہر میں یہ فرق ہے اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مطہرون سے ملائکہ کی تاویل بھی اسی لئے کی ہے۔ میرے نزدیک حضور ﷺ مطہر اور متطہر دونوں صفات سے متصف ہیں۔ متطہر اس اعتبار سے کہ آپ ﷺ بشر ہیں، جنابت سے غسل اور حدث سے وضوء فرماتے ہیں، مطہر اس اعتبار سے کہ آپ ﷺ کے باطن کو دھویا گیا۔ قلب اطہر کو شق کیا گیا اور اسے حکمت و ایمان سے بھر دیا گیا، اس طرح آپ مطہر اور متطہر ہوئے۔ اس باب کو آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے تذکرے والے باب سے ملالو۔ یہ اس کا تکملہ ہو جائے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اظہارِ اسلام سے قبل پاکیزگی حاصل کرنا ان کے لئے قوت ہے یہ نظریہ ابن قاسم کے اس قول کی وجہ ہے کہ کافر جب اپنے اسلام کے اظہار سے پہلے پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور شہادتین کی گواہی دیتا ہے تو اسے اس کی جزاء دی جاتی ہے لیکن بہت سے فقہاء نے ابن قاسم کے اس قول کو معیوب کہا ہے۔ اسی طرح جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے لگے تو انہوں نے پوچھا جو اس دین میں داخل ہونا چاہتا ہو وہ کیا کرے؟ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "وہ پاکیزگی حاصل کرے اور شہادتین کی گواہی دے" حضرت سعد اور حضرت اسید بن حضیر نے پاکیزگی حاصل کر کے توحید و رسالت کی گواہی دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ کو دار قطنی نے اپنی "سنن" میں لکھا ہے، انہوں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن نے ان سے کہا "آپ ناپاک ہیں جبکہ

Marfat.com

کرام رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ عمر اسلام لے آئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ جب حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دولت اسلام سے مالا مال ہوئے تو وہ اپنے آپ کو قوی سمجھنے لگے۔ انہیں یقین تھا کہ اب یہ دونوں حضرات حضور ﷺ کا دفاع کریں گے اور آپ ﷺ سے دشمن کو دور ہٹا دیں گے۔ یہ وہ روایت ہے جسے مدینہ طیبہ کے راویوں نے بیان کیا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عبداللہ بن ابی نجیح نے اپنے ساتھی عطاء اور مجاہد وغیرہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ''میں ایک ایسا شخص تھا جو اسلام سے دور تھا میں زمانۂ جاہلیت میں شراب کا دلدادہ تھا میں اسے بہت زیادہ پسند کرتا تھا۔ ہماری ایک ایسی محفل ہوتی تھی جس میں قریش کے آدمی جمع ہوتے تھے وہ مجلس آل عمر بن عبد بن عمران المخزومی کے گھروں کے پاس ایک ٹیلے پر سجتی تھی۔ میں ایک دن اس مجلس میں اپنے ساتھیوں کی جستجو میں نکلا لیکن مجھے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں فلاں شراب فروش کے پاس جاؤں تو شاید مجھے اس کے پاس سے شراب مل جائے جسے میں پی سکوں۔ وہ شراب فروش مکہ مکرمہ میں شراب فروخت کیا کرتا تھا میں اس کے پاس گیا وہ بھی مجھے نہ ملا میں نے کہا اب مجھے کعبہ مقدسہ میں جانا چاہئے اور اس کا طواف سات یا ستر مرتبہ کرنا چاہئے۔ میں طواف کرنے کے لئے مسجد حرام میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ وہاں کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے، نماز ادا

قرآن پاک کو صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ آپ انھیں غسل یا وضوء کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر وضوء کیا اور وہ صحیفہ لیا جس میں سورۂ طٰہٰ تھی۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا تھا غسل نہیں کیا تھا۔ یونس کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ طٰہٰ کی اس آیت کی تلاوت کی۔ لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی۝ (طٰہٰ) '' تاکہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو اس کام کا جس کے لئے وہ کوشاں ہے۔'' تو کہا یہ کلام کتنا احسن اور عمدہ ہے۔ انہوں نے بڑی شرح وبسط سے اس روایت کو ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ اس صحیفہ میں سورۂ طٰہٰ کے ساتھ سورۃ التکویر بھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ۔'' (تو اس دن) ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔'' پر پہنچ کر تلاوت ختم کی۔ ابن سنجر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی روایت میں اضافہ کیا ہے وہ شریح بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ '' اسلام قبول کرنے سے پہلے میں حضور ﷺ کو اذیت دینے کی غرض سے نکلا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ مجھ سے پہلے

Marfat.com

فرماتے ہوئے آپ ﷺ کا رخ زیبا شام کی طرف ہوتا تھا۔ کعبہ آپ ﷺ اور شام کے مابین ہوتا تھا۔ آپ ﷺ رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز ادا فرماتے تھے میں نے سوچا، اللہ کی قسم! آج میں وہ کلام ضرور سنوں گا محمد (فداہ روحی ﷺ) جس کی تلاوت کرتے ہیں۔ میں نے سوچا اگر میں اس طرح تلاوت سننے کی غرض سے قریب ہوا تو آپ ﷺ خوفزدہ ہو جائیں گے، میں حجر کی سمت سے آیا اور کعبہ مشرفہ کے پردے کے نیچے داخل ہو گیا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا، حضور ﷺ اپنی نماز میں منہمک تھے، تلاوت قرآن زبانِ اقدس سے رواں تھی۔ میں آپ ﷺ کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا میرے اور آپ ﷺ کے درمیان صرف کعبہ معظمہ کے پردے ہی تھے۔ جب میں نے قرآنِ مجید سنا تو میرا دل نرم ہو گیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اسلام میرے دل کی گہرائیوں تک اتر گیا۔ میں اسی جگہ کھڑا رہا حتیٰ کہ سرورِ دو عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی، پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ

ہی مسجد میں تشریف لے جا چکے ہیں۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے سورۃ الحاقۃ کی تلاوت شروع فرمائی۔ میں قرآن پاک کی تالیف پر تعجب کرنے لگا۔ میں نے کہا ”قسم بخدا! یہ تو شاعر ہیں۔ جس طرح کہ قریش کہتے ہیں“ آپ ﷺ نے اس آیت کو پڑھنا شروع کیا۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ۔ ”بے شک یہ قول ہے ایک عزت والے رسول کا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (لیکن) تم بہت کم ایمان لائے۔“ میں نے سوچا یہ تو کاہن ہیں جو میرے دل کی بات جان گئے ہیں اس وقت نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ ”اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ بہت کم توجہ کرتے ہو۔“ اس وقت ایمان پوری طرح میرے دل میں جاگزیں ہو گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دولت ایمان پائی تو یہ اشعار کہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِى الْمَنِّ الَّذِىْ وَجَبَتْ لَهٗ عَلَيْنَا اَيَادٍ مَالَهَا غِيَرٌ

تمام ستائشیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں جو احسان فرمانے والا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم پر وہ احسانات ہوئے جن کا کوئی بدل نہیں۔

وَ قَدْ بَدَاْنَا فَكَذَّبْنَا، فَقَالَ لَنَا صِدْقَ الْحَدِيْثِ نَبِىٌّ عِنْدَهُ الْخَبَرُ

آغاز میں ہم نے جھٹلایا ہمارے لئے اس نبی محترم ﷺ نے سچی بات فرمائی جن کے پاس بھیجی ہوئی خبریں ہیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ کعبہ مشرفہ سے نکلتے ہوئے ابن ابی حسین کے گھر کی طرف جاتے، پھر آپ ﷺ سعی کرنے کی جگہ سے گزرتے پھر حضرت عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ کے اور دار ابن از ہر بن عبد عوف زہری کے گھر کے درمیان سے گزرتے پھر اخنس بن شریق کے گھر کے پاس سے گزر کر اپنے کاشانۂ اقدس میں داخل ہو جاتے۔ آپ ﷺ کا مسکن ''دار رقطاء'' تھا جو حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے قبضے میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا جب آپ ﷺ حضرت عباس اور دار ابن ازہر کے گھروں کے درمیان سے گزرنے لگے تو میں نے آپ ﷺ کو جالیا، حضور ﷺ نے میری آہٹ سن کر مجھے پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے گمان کیا کہ میں آپ ﷺ کو اذیت دینے کے لئے آپ ﷺ کا تعاقب کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا اور فرمایا۔ ''اے ابن خطاب! اس وقت تو کس لئے آیا ہے؟'' میں نے کہا۔ ''میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لانے کے لئے آیا ہوں اور آپ ﷺ کے حیات آفرین پیام پر ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں''۔ حضور ﷺ نے

وَ قَدْ ظَلَمْتُ ابْنَةَ الْخَطَّابِ ثُمَّ هَدٰی　　رَبِّیْ عَشِیَّةَ قَالُوْا قَدْ صَبَا عُمَرُ

میں نے خطاب کی نور نظر پر ظلم کیا پھر اسی رات اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت بخشی لوگ کہنے لگے عمر صابی ہو گیا ہے۔

وَ قَدْ نَدِمْتُ عَلٰی مَا کَانَ مِنْ زَلَلٍ　　بِظُلْمِهَا حِیْنَ تُتْلٰی عِنْدَهَا سُوَرُ

میں نے بنت خطاب پر ظلم کر کے جو خطاء کی تھی مجھے اس پر شرمندگی تھی جب کہ ان کے ہاں سورتوں کی تلاوت ہو رہی تھی۔

لَمَّا دَعَتْ رَبَّهَا ذَالْعَرْشِ جَاهِدَةً　　وَالدَّمْعُ مِنْ عَیْنِهَا عَجْلَانَ یَبْتَدِرُ

جب اس نے اپنے اس رب کو خلوص سے پکارا جو عرشِ کریم کا مالک ہے اور آنسو اس کی آنکھوں سے تیزی سے گر رہے تھے۔

اَیْقَنَتْ اَنَّ الَّذِیْ تَدْعُوْهُ خَالِقُهَا　　فَکَادَ تَسْبِقُنِیْ مِنْ عَبْرَةٍ دِرَرُ

مجھے یقین ہو گیا کہ جسے وہ پکار رہی ہے وہ ہی اس کا خالق ہے قریب تھا کہ خون آنسو سے زیادہ ہو جاتا

فَقُلْتُ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ خَالِقُنَا　　وَ اَنَّ اَحْمَدَ فِیْنَا الْیَوْمَ مُشْتَهِرُ

میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق ہے اور احمد مجتبیٰ ﷺ آج ہم میں فضائل و محاسن کی وجہ سے مشہور ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی پھر فرمایا "ھَدَاكَ اللّٰهُ يَا عُمَرُ۔ اے عمر! اللہ نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا دست شفا بخش پھیرا اور میرے لئے استقامت کی دعا کی پھر میں حضور ﷺ سے جدا ہو کر واپس آ گیا اور آپ ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے گئے"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دونوں روایات میں سے کون سی صحیح ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب میرے والد محترم نے اسلام قبول کیا تو فرمایا قریش میں سے کون وہ شخص ہے جو آگے بات جلد پہنچاتا ہے۔ انہیں بتایا گیا جمیل بن معمر الجمحی دوسروں تک جلد بات پہنچاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ اس وقت میں کم سن تھا لیکن جو کچھ دیکھتا اسے یاد رکھتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جمیل کے پاس آئے اور اسے فرمانے لگے کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور دین محمدی میں شامل ہو گیا ہوں؟ قسم بخدا! وہ اسی وقت چادر گھسیٹتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے میں نے بھی اپنے والد گرامی کی اتباع کی۔ جمیل مسجد حرام کے

نَبِيُّ صِدْقٍ اَتَى بِالْحَقِّ مِنْ ثِقَةٍ وَافِي الْاَمَانَةِ مَا فِي عُوْدِهٖ خَوَرٌ

وہ سچائی کے نبی ﷺ جو حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ امانت کو پورا کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کی عود میں کوئی کمزوری نہیں ہے۔

البزار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب میں نے صحیفہ پکڑا تو میں نے اس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا ہوا دیکھا۔ میں اس کے مادہ اشتقاق میں غور و فکر کرنے لگا پھر میں نے اس آیت کی تلاوت کی۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① (الحدید) میں قرآن پڑھتا جا رہا تھا اور اس میں غور و فکر کرتا جا رہا تھا حتیٰ کہ میں اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحدید: ۷) تک پہنچ گیا۔ میں نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اس روایت کے مشکل الفاظ کا حل

مَا هٰذِهِ الْهَيْنَمَةُ "هينمة" اس کلام کو کہتے ہیں جس کی سمجھ نہ آئے اس سے اسم فاعل "مُهَيْنِمٌ" آتا ہے۔ یہ تصغیر کی طرح ہے لیکن یہ تصغیر نہیں ہے یہ "مُبَيْطِرٌ" اور "مُهَيْمِنٌ" کی طرح ہے "مُبَيْقِرٌ" بھی اسی

Marfat.com

دروازے پر کھڑا ہو گیا وہ بلند آواز سے چلایا۔ ''اے گروہِ قریش! قریش اس وقت کعبہ معظمہ کے اردگرد اپنی اپنی محافل میں بیٹھے تھے۔'' ''ارے سنو! عمر بن خطاب صابی ہو گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' یہ جھوٹ بولتا ہے میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔ تمام قریش حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جھپٹ پڑے۔ قریش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مارتے رہے اور وہ انہیں مارتے رہے حتیٰ کو سورج سروں پر آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھک کر بیٹھ گئے۔ قریش ان کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو۔ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جب ہم تین سو مرد ہو جائیں گے تو پھر یا مکہ کو تم ہمارے لئے چھوڑ دو گے یا ہم اسے تمہارے لئے خالی کر دیں گے''۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ قریش کا ایک عمر رسیدہ شخص وہاں آ گیا۔ اس نے یمنی چادر اور منقش قمیص پہن رکھی تھی۔ وہ قریش کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا تمہیں کیا ہوا ہے؟ قریش نے بتایا کہ عمر صابی ہو گیا ہے۔ بزرگ نے کہا'' رک جاؤ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ایک شخص نے اپنے نفس کے لئے ایک امر منتخب کیا ہے۔ تمہارا ارادہ کیا ہے۔ کیا تمہارا ارادہ ہے کہ بنو عدی بن کعب عمر کو تمہارے سپرد کر دیں گے؟ اس شخص کو چھوڑ دو''۔ قسم بخدا! پھر وہ اس طرح جدا ہو گئے جس طرح کپڑا جدا کیا جاتا ہے۔

مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کے بعد میں نے والد محترم سے پوچھا والد مکرم! وہ شخص کون تھا جس نے اس دن آپ سے لوگوں کو ہٹایا تھا جب آپ نے اسلام قبول کیا تھا۔ میرے ابا جان نے فرمایا

طرح ہے ''مُسَیْطِر'' کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اگر ان اسماء کی تصغیر بنائی جائے تو پھر یاء زائدہ کو حذف کر دیا جائے گا۔ جس طرح مفاعل میں سے الف کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ تصغیر کی یاء کو اس کی جگہ پر لگایا جاتا ہے تو لفظ پھر پہلے کی مانند ہو جاتا ہے۔ اس کی تصغیر بھی ''مُهَيْمِن'' اور ''مُبَيْطِر'' ہی آتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابھی تو تم نے کہا ہے کہ اس کی تصغیر نہیں آتی۔ تکبیر کے لفظ پر تصغیر کیسے آ سکتی ہے پھر دونوں کے مابین فرق کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کے مابین فرق مختلف مقامات پر ظاہر ہوتا ہے مثلاً جمع بناتے وقت ان کا فرق عیاں ہوگا۔ مُبَیْطِر کی جمع مُبَاطِرُ آتی ہے جبکہ تصغیر کی جمع واؤ اور نون سے ''مبیطر ون'' آتی ہے کیونکہ تصغیر کی جمع مکسر نہیں آتی اس کی جمع مکسر خماسی میں یاء کے حذف کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ الف کی طرح زائدہ ہوتی ہے۔ یہ تصغیر کے معنی میں ہوتی ہے۔ ثلاثی تصغیر کی جمع مکسر یائے تصغیر کی حرکت یا اس کے ہمزہ کا تقاضا کرتی ہے۔ مثلاً فلیس میں فلائس کہا

Marfat.com

''وہ عاص بن وائل سہمی تھا''۔

ابن ہشام فرماتے ہیں بعض اہل علم نے مجھے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ اے والد محترم! جس روز آپ نے اسلام قبول کیا تھا اس دن لوگوں کو آپ سے روکنے والا شخص کون تھا۔ اللہ اسے جزائے خیر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے نورِ نظر! وہ عاص بن وائل تھا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جزا دے گا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عبدالرحمٰن بن حارث نے بعض آل عمر سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جس رات میں نے اسلام قبول کیا اس شب میں نے سوچا کہ اہل مکہ میں سے حضور ﷺ کے ساتھ سب سے سخت رویہ کس کا ہے تا کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اسے بتاؤں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ میں نے سمجھا کہ ابو جہل حضور ﷺ کا سب سے شدید دشمن ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ختمہ بنت ہشام بن مغیرہ کے نورنظر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''میں نے صبح صبح ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا ابو جہل باہر نکلا''۔ اس نے کہا ''اے میرے بھانجے! خوش آمدید اس وقت کس مقصد کے لئے آئے ہو؟'' میں نے کہا ''میں اس لئے آیا ہوں تا کہ تجھے بتاؤں کہ میں اللہ تعالیٰ اور محمد عربی پر ایمان لے آیا

جائے یہ بھی تصغیر کے معنی میں ہو جاتی ہے کیونکہ لفظ یاء کی تصغیر اس پر دلالت کر رہی ہے اگر یأس سے اسم فاعل بنایا جائے تو ''مُبیئس'' کے وزن پر ہوگا۔ اگر یاء کو حرکت دے کر ہمزہ کی تسہیل کی جائے تو پھر یہ مبییس ہوگا اور اس کی تصغیر ''مُبیَس'' ہوگی۔ اسی طرح اَبْوُسْ سے اَبیُسْ ہوگا۔ تسہیل کے لئے ہمزہ کی حرکت کو یاء کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا۔ جس طرح اسم فاعل میں یہ حرکت یاء کی طرف منتقل کی جاتی ہے۔ تصغیر کا یہ مسئلہ بڑا عجیب ہے جس کی صحت پر دلیل موجود ہے۔

نَهَمَ۔ نَهَمَ کا معنی جھڑکنا ہے۔ شیر کی گرج کو نَہِیمْ کہا جاتا ہے۔ لوہار کو نَهَامِی کہا جاتا ہے۔ نُهَامْ ایک پرندے کا بھی نام ہے۔

خلوا عن الرجل۔ خَلُّوا کا معنی ہے ایک طرف ہو جاؤ۔ اس کا ماقبل اس میں عمل نہیں کرتا جس طرح اِجْلِسْ هٰکَذَا۔ میں ماقبل عمل کرتا ہے اگر چہ جب اسے امر کے لئے بنائے جائے تو اس میں کسی نہ کسی عامل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ کاف تشبیہ ہے جو ذا پر داخل ہوا ہے، ھا، تنبیہ کے لئے ہے۔ جب عامل مضمر ہو تو اسے مقدر مانا جاتا ہے مثلاً اس سے پہلے اِرْجِعُوْا، تَاخِرُوْا جیسے افعال محذوف ہوں گے۔ هٰکَذَا اسی طرح فعل سے مستغنی ہے جس طرح رُوَیْدًا ''اِرْفِق'' سے مستغنی ہے۔

Marfat.com

ہوں اوران کے جہاں افروز پیغام کو دل و جان سے تسلیم کر لیا ہے''۔ ابوجہل نے میرے چہرے پر دروازہ مارا اور کہا'' اللہ تعالیٰ تجھے اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اسے برباد کرے''۔

جمیل بن معمر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیل بن معمر سے فرمایا میں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ وہی جمیل ہے جسے ذوالقلبین کہا جاتا تھا۔ مختلف اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ (الاحزاب: ۴) اسی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔

وَ كَيْفَ ثَوَائِي بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَا قَضَى وَطَرًا مِنْهَا جَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرٍ

میرا گھر مدینہ میں کیسے ہوسکتا ہے جبکہ جمیل بن معمر یہاں سے اپنی مراد کو پہنچ چکا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس شعر کو اپنے گھر میں گنگنا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گنگناتے ہوئے سن لیا وہ حدی خوانی کے لہجے میں گا رہے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔'' جب ہم خلوت میں ہوتے ہیں تو اسی طرح کہتے ہیں جس طرح لوگ اپنے گھروں میں کہتے ہیں'' مبرد نے اس حدیث کو الٹ کیا ہے انہوں نے گنگنانے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اذن طلب کرنے والے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اسے علامہ زبیر نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

تحریری معاہدہ کی خبر

ابن اسحاق کہتے ہیں جب قریش نے دیکھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس جگہ ہجرت کر چکے ہیں جہاں انہیں امن وسکون حاصل ہے۔ نجاشی نے پناہ گزینوں کو مکمل تحفظ دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہمہ وقت حضور ﷺ کے ساتھ رہتے ہیں اور اسلام روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ تو وہ ایک جگہ جمع ہو گئے انہوں نے مشورہ کیا کہ وہ ایک معاہدہ لکھیں جس میں وہ یہ عہد کریں کہ وہ نہ تو بنو ہاشم اور بنو مطلب میں اپنی بچیوں کا نکاح کریں گے اور نہ ہی ان کی بچیوں سے شادیاں کریں گے۔ نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے اور نہ ہی فروخت کریں گے، انہوں نے اس معاہدہ پر اتفاق کر کے اسے ایک کاغذ پر لکھا۔ اس پر عہد وتوثیق کی پھر اس عہد نامے کو وسطِ کعبہ میں لٹکا دیا تا کہ ان کے نفس اس پر سختی سے کاربند رہیں۔ اس عہد نامہ کو منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی نے لکھا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں دوسرے قول کے مطابق اس کا کاتب نضر بن

قریش کے تحریری معاہدہ کی خبر

ابولہب نے اپنے ہاتھوں سے کہا تَبًّا لَكُمَا تمہارے لئے ہلاکت ہو میں تم میں ان چیزوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا جن کا محمد (فداہ ابی وامی وروحی) ﷺ وعدہ کرتے ہیں۔ اس وقت سورۂ لہب نازل ہوئی۔ ابن اسحاق نے شاید یہ شانِ نزول اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے ہاتھوں کا ذکر کیا ہے۔ اس سورت کی تفسیر میں مجاہد اور سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء) نازل فرمائی تو حضور ﷺ کاشانۂ اقدس سے نکل کر کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اس پہاڑ پر چڑھے اور بلند آواز سے پکارا، یَا صَبَاحَا۔ ارے میری فریاد سنو۔ جب گروہ قریش آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تم سے کہوں کہ دشمن کے سواروں کا ایک دستہ اس پہاڑ سے نکل کر تم پر حملہ آور ہونے لگا ہے کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ قریش مکہ نے کہا ''ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com

حارث تھا۔حضور ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی جس سے اس کی انگلیاں مفلوج ہو گئیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب قریش نے یہ معاہدہ لکھا تو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب خواجہ ابو طالب بن عبدالمطلب کے پاس گئے اور ان کے ہمراہ شعب ابی طالب میں جمع ہو گئے۔ بنو ہاشم میں سے ابولہب بن عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب نکل گیا اس نے قریش کا ساتھ دیا۔

ابولہب کا موقف

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے حسین بن عبداللہ نے روایت کیا ہے کہ ابولہب، ہند بنت عتبہ بن ربیعہ سے اس وقت ملا جب اس نے بنو ہاشم اور بنو مطلب سے علیحدگی اختیار کی اور قریش کی مدد کی۔اس نے ہند سے کہا''اے بنتِ عتبہ! کیا تو نے لات وعزیٰ کی مدد کی ہے اور ان سے علیحدہ ہوئی ہے جنہوں نے ان سے جدائی اختیار کی اور ان کے خلاف مدد کی''۔اس نے کہا''ہاں! ابو عتبہ اللہ تجھے بہتر جزاء دے''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ ابولہب اپنی ہرزہ سرائیوں میں سے ایک بکواس یہ بھی کرتا تھا۔''محمد (ﷺ) نے مجھ سے بہت سے وعدے کئے ہیں جنہیں میں پورا ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا، وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ وعدے موت کے بعد پورے ہوں گے لیکن اس کے بعد انہوں نے میرے ہاتھ پر کچھ نہیں رکھا پھر ابولہب اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتا اور کہتا۔''تم دونوں ہلاک ہو جاؤ''تم میں ان اشیاء میں سے کوئی شئی نظر نہیں آتی جن کا محمد ﷺ وعدہ کیا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ ''ٹوٹ جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا''ابن ہشام کہتے ہیں تَبَّتَ کا معنی ہے خسارہ پانا۔ نقصان کو''تبابٌ'' کہا جاتا ہے۔ بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ کا ایک شاعر حبیب بن خدرہ الخارجی کہتا ہے۔

فَاِنِّىْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔ میں تمہیں عذاب شدید سے ڈرانے والا ہوں۔ ابولہب نے کہا تَبًّالَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا۔ تیرے لئے ہلاکت ہو کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ مجاہد اور اعمش نے اسے وَ قَدْ تَبَّ پڑھا ہے۔ یہ قرأت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو تفسیر کی تعیین خود بخود کر دیتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں اگر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھنے سے پہلے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق پڑھ لیتا تو مجھے بہت سی

Marfat.com

يَا طَيِّبٌ إِنَّا فِي مَعْشَرٍ ذَهَبَتْ مَسْعَاتُهُمْ فِي التَّبَارِ وَالتَّبَبِ

اے طیب! ہم ایسے قبیلہ میں ہیں جس کی کوششیں رائیگاں اور بے کار گئی ہیں۔

حضرت ابوطالب کا قصیدہ

ابن اسحاق کہتے ہیں جب قریش نے اس معاہدہ پر اتفاق کرلیا اور اس کے متعلق جو کچھ وہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا تو اس وقت ابوطالب نے یہ اشعار کہے۔

ان چیزوں کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہ رہتی جن کے متعلق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کرتا تھا۔ اسی طرح اس آیت میں قد کا اضافہ یہ تفسیر کررہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے یہ کلام بددعا کے اعتبار سے نہیں ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۝ (توبہ) "ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ کدھر بھٹکے چلے جارہے ہیں۔" یعنی وہ اس کے مستحق ہیں کہ انہیں اس طرح کہا جائے لیکن تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ کا تعلق قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ کے باب سے نہیں بلکہ یہ تو صرف ایک خبر ہے کہ ابولہب کے اہل وعیال اور مال و دولت خسارہ میں ہیں۔ يَدَانِ (دونوں ہاتھوں) سے مراد آلہ کسب، اس کے اہل اور مال ہیں اس طرح تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ کی تفسیر مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ہے۔ انسان کی اولاد اس کے کسب سے ہی ہوتی ہے۔ جس طرح کہ حدیث مبارک میں ہے یعنی ابولہب کے وہ ہاتھ برباد ہوگئے جو کسب کرتے ہیں۔ تَبَّ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ یعنی اس کا نفس آگ میں داخل ہونے کی وجہ سے برباد ہوگیا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ابولہب نے حضور ﷺ نے کہا تَبًّالَكَ يَا مُحَمَّدُ۔ اے محمد! تیرے لئے ہلاکت ہو، اس لفظ تَبَّ کے نزول کا سبب بنا پھر دونوں کلمات نزول میں دونوں اسباب پر مبنی ہیں بعد کی دونوں آیات ان دونوں کی تفسیر ہیں یعنی اس کے ہاتھوں کی تباہی اور اس کے نفس کی ہلاکت۔ اَلتَّبُّ، اَلتَّلَفُ کے وزن پر ہے کیونکہ یہ اس کے معنی میں ہے۔ تَبَابٌ معنی اور وزن میں ہلاک اور خسارہ کی طرح ہے

ابوطالب کے اشعار

ذَاتَ بَيْنِنَا۔ قاسم بن ثابت کہتے ہیں کہ ذَاتَ بَيْنِنَا اور ذَاتَ يَدِهٖ وغیرہ۔ اس مونث کی صفت ہیں جسے حذف کردیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ حالت اور کیفیت ہے جو ان کی ذاتوں کے مابین ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (انفال:۱) اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات

Marfat.com

أَلا أَبلِغَا عَنِّى عَلٰى ذَاتِ بَيْنِنَا ۔۔۔ لُوَيًا وَخُصَّا مِنْ لُوَيٍّ بَنِى كَعْبِ

ارے! ہمارے مابین جو تعلقات ہیں ان کی وجہ سے بنولوی کو یہ پیغام پہنچادو۔ بنولوی میں

کی۔'' اسی طرح ذَاتَ يَدِهٖ سے انسان کے اموال اور دیگر حاصل کردہ چیزیں مراد ہوتی ہیں۔ جس طرح حضور ﷺ کا ارشاد ہے اَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِى ذَاتِ يَدِهٖ وہ اپنے مالک کی اشیاء کا نگہبان ہوتا ہے۔'' اسی طرح اگر تو کہے لَقِيْتُهٗ ذَاتَ يَوْمٍ تو ذات سے پہلے لِقَاءَةً یا مَرَّةً محذوف ہوگا۔ اس میں موصوف کو حذف کر کے صفت کو باقی رکھا گیا ہے تو یہ حال کی طرح ہو گیا جسے غلبہ حاصل نہیں ہوتا۔ اسے نائب فاعل بنا کر اسے رفع نہیں دیا جا سکتا جس طرح ظروفِ متمکنہ کو رفع دیا جا سکتا ہے یہ تیرے اس قول کی طرح ہے سِيْرَ عَلَيْهِ شَدِيْدًا وَطَوِيْلًا۔ انس بن مالک خثعمی کا قول عَزَمْتُ عَلٰى اِقَامَةِ ذَاتِ صَبَاحٍ۔ میرے نزدیک اس باب سے تعلق نہیں رکھتا۔ اگر سیبویہ نے اسے بنوخثعم کی لغت بیان کی ہے لیکن یہ ''اقامت یوم'' کے معنی میں ہوگا۔ ہر دن ذوصباح (صبح والا) ہو جس طرح تیرا یہ قول ہے۔ مَا كَلَّمَنِىْ ذُوْ شَفَةٍ۔ مجھ سے کسی متکلم نے بات نہیں کی۔ ''مَا مَرَرْتُ بِذِىْ نَفْسٍ۔'' میں کسی نفس والے کے پاس سے نہیں گزرا''۔ یہ اس ذَاتَ مَرَّةٍ کی طرح نہیں جسے کلام میں کوئی تمکن نہیں۔ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ان کی بہن نے اپنے خاوند سے کہا۔ اِنَّ اُخْتِىْ تُرِيْدُ الْمَسِيْرَ مَعَ زَوْجِهَا حُرَيْثِ بْنِ حَسَّانٍ ذَا صَبَاحٍ بَيْنَ سَمْعِ الْاَرْضِ وَبَصَرِهَا۔ میری بہن اپنے خاوند حریث بن حسان کے ساتھ کسی دن زمین کے کانوں اور اس کی آنکھوں کے مابین سفر کرنا چاہتی ہے۔ ذَا صَبَاحٍ کا تعلق ذَاتَ يَوْمٍ اور ذَاتَ مَرَّةٍ کے ساتھ ہے لیکن اسے مذکر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ تاء تانیث کا صاد کے ساتھ استعمال عمدہ نہیں سمجھا جاتا اور اس طرح حرکات میں بھی تسلسل آتا ہے۔ اس لئے وہ تاء تانیث کو حذف کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں لَقِيْتُهٗ ذَا صَبَاحٍ۔ ''میں اسے ایک دن ملا''۔ اسے بھی ذَاتَ يَوْمٍ اور ذَاتَ حِيْنٍ کی طرح تمکن حاصل نہیں ہے۔ مصدر وغیرہ اس کی طرف نہیں ہوتے۔ خثعمی کے قول عَزَمْتُ عَلٰى اِقَامَةِ ذِىْ صَبَاحٍ۔ میں مصدر اس کی طرف مضاف ہے۔ مصدر کو اس کی طرف مضاف کر کے پھر اسے نصب کیسے دی جا سکتی ہے یا جب مصدر اس کی طرف مضاف ہو تو پھر یہ حال کے مشابہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے کسرہ کی بھی یہی حالت ہے میں اسے اس کی مثالوں سے خارج کرتا ہوں۔ مگر سیبویہ نے بنوخثعم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ سِرْتُ فِىْ ذَاتِ يَوْمٍ اَوْ سِيْرَ عَلَيْهِ ذَاتَ يَوْمٍ۔ اس وقت کہا جائے گا کہ یہ لغت خثعم میں ہے لیکن گذشتہ شعر میں اس کا شاہد اس میں ہی موجود ہے۔ میرا گمان نہیں کہ بنوخثعم یا اہل عرب میں سے کوئی اس میں تمکن کی اجازت دیتے

Marfat.com

سے خاص کر بنو کعب کو یہ سندیسہ سنا دو۔

أَلَمْ تَعْلَمُوْا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا نَبِيًّا كَمُوْسٰى خُطَّ فِي أَوَّلِ الْكُتُبِ

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی پایا ہے جن کا تذکرہ سابقہ کتب میں ہے؟

وَ اَنَّ عَلَيْهِ فِي الْعِبَادِ مُحَبَّةً وَ لَا خَيْرَ مِمَّنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِالْحُبِّ

ارے سنو! لوگوں میں ان کے بارے ہی محبت کے جذبات پائے جاتے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ محبت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے اس سے زیادہ بھلائی کہیں نہیں ہو سکتی۔

وَ اَنَّ الَّذِي اَلْصَقْتُمْ مِنْ كِتَابِكُمْ لَكُمْ كَائِنٌ نَحْسًا كَرَاغِيَةِ السَّقْبِ

وہ عہد نامہ جو تم نے لٹکایا ہے وہ تمہارے لئے اسی طرح منحوس ہوگا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی اونٹنی کے بچے کی آواز منحوس تھی۔

اَفِيْقُوْا اَفِيْقُوْا، قَبْلَ اَنْ يُحْفَرَ الثَّرٰى وَ يُصْبِحَ مَنْ لَمْ يَجْنِ ذَنْبًا كَذِي الذَّنْبِ

بیدار ہو جاؤ۔ بیدار ہو جاؤ اس سے بیشتر کہ مٹی کھودی جائے اور وہ شخص جس نے گناہ نہیں کیا وہ بھی گناہ گار کی طرح ہو جائے۔

وَ لَا تَتْبَعُوْا اَمْرَ الْوُشَاةِ وَ تَقْطَعُوْا اَوَاصِرَنَا بَعْدَ الْمَوَدَّةِ وَالْقُرْبِ

چغل خوروں کی اتباع نہ کرو اس طرح تم محبت و رشتہ داری کے بعد ہمارے تعلقات کو منقطع کر دو گے۔

ہوں یا اسے نصب سے خارج کرتے ہوں۔

لَا خَيْرَ مِمَّنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِالْحُبِّ

اس کی توجیہ انتہائی مشکل ہے کیونکہ لَا التبرئہ کے بعد اس طرح نصب نہیں دی جاتی بلکہ نصب تنوین کے ساتھ ہوتی ہے مثلاً لَا خَيْرًا مِنْ زَيْدٍ فِي الدَّارِ وَ لَا شَرًّا مِنْ فُلَانٍ۔ اسے تنوین کے بغیر اس وقت نصب دی جاتی ہے جب اسم اپنے مابعد کے ساتھ متصل نہ ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ ''نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن۔'' کیونکہ عَلَيْكُمْ تَثْرِيْبٌ کا صلہ نہیں کیونکہ یہ خبر کی جگہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ اس شعر میں خیرا، خیّر سے مخفف ہے جس طرح هِيْنٌ اور مَيْتٌ، هَيِّنٌ اور مَيِّتٌ سے مخفف ہیں۔ اسی طرح یہ ارشاد ربانی، خَيْرَاتٌ حِسَانٌ۔ خَيِّرَاتٌ سے مخفف ہے۔

Marfat.com

وَ نَسْتَجْلِبُوْا حَرْبًا عَوَانًا وَ رُبَمَا   اَمَرَّ عَلٰی مَنْ ذَاقَهٗ جَلْبُ الْحَرْبِ

لگاتار جنگ کے چکھنے کی آرزو نہ کرو کیونکہ جنگ کا مزہ جس شخص نے بھی چکھا اسے یہ ذائقہ کڑوا ہی لگتا ہے۔

وَ لَسْنَا وَ رَبِّ الْبَيْتِ نُسْلِمُ اَحْمَدَ   لِعَزَّاءٍ مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَ لَا كَرْبِ

بیت اللہ کے رب کی قسم! ہم زمانہ کی سختی یا تکلیف سے ڈر کر احمد مجتبیٰ ﷺ کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے۔

مِمَّنْ

من محذوف کے متعلق ہے۔ اصل عبارت یوں تھی۔ لَا خَيْرَ اَخْيَرُ مِمَّنْ خَصَّهُ اللّٰهُ۔ خیر اور اَخیر ایک جنس کے لفظ ہیں۔ لفظ کے تکرار کی وجہ سے حذف عمدہ ہے جس طرح اس آیت میں حذف بہتر ہے۔ اَلْبِرُّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ (البقرہ: ۱۹۷) ''حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں۔'' کیونکہ لفظ کا تکرار زبان پر ثقیل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس سے بھی عجیب تر ہے۔ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ۔ ''اور اگر جلد بازی کرتا اللہ لوگوں کو شر پہنچانے میں جیسے وہ جلد بازی کرتے ہیں بھلائی کے لئے۔'' یہ اصل عبارت یوں تھی۔ لو عجله لهم اذا استعجلوا به استعجالا مثل استعجالهم بالخير۔ تکرار کی وجہ سے اس کلام کو حذف کر دیا گیا۔ اگر اس علت کی وجہ سے ایک حرف حذف کریں مثلاً بَلْحَرْثُ ظَلْتُ اور اَحْسَتُ کی طرح تو انہیں چاہئے کہ ان حروف میں ایک کلمہ حذف کریں۔ یہی اس کی عام اصل ہے۔

اس پر تنوین نہ ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ اصل کلمہ کی رعایت کرتے ہوئے تنوین کو حذف کر دیا گیا ہو کیونکہ خَيْرٌ مِنْ زَيْدٍ کا معنی ہے اَخْيَرُ مِنْ زَيْدٍ۔ اسی طرح شَرٌّ مِنْ فُلَانٍ کا معنی ہے اَشَرُّ مِنْ فُلَانٍ۔ تخفیف کی وجہ سے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا ہے یہ اَفْعَلُ کے وزن پر غیر منصرف ہوتا ہے لیکن جب ہمزہ حذف کر دیا گیا تو یہ منصرف ہو گیا اس لئے اسے تنوین دی گئی لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اصل کلمہ کو دیکھتے ہوئے تنوین ساقط نہیں ہوئی تو یہ توجیہہ بھی درست ہے اس کے ساتھ ساتھ شعری ضرورت بھی تھی۔

كَرَاغِيَةِ السَّقْبِ۔ اس سے مراد اس اونٹنی کا بچہ ہے جس کی کونچیں قدار نے کاٹی تھیں۔ وہ بچہ اپنی ماں کی وجہ سے چیخا۔ اس کی وجہ سے ہر آواز والی چیز چیخنے لگی۔ اس وقت ثمود ہلاک ہو گئے۔ اب

Marfat.com

وَ لَمَّا تَبِنْ مِنَّا وَ مِنكُمْ سَوَالِفُ ‏ وَاَيْدٍ اُتِرَّتْ بِالْقُسَاسِيَّةِ الشُّهُبِ

نہ ابھی تک ہماری اور تمہاری گردنیں اور ہاتھ اس طرح عیاں ہوئے ہیں جو قساسی تلواروں سے کٹے ہوں۔

بِمُعْتَرَكٍ ضَيْقٍ تَرَى كِسْرَ الْقَنَا ‏ بِهٖ وَالنُّسُوْرَ الطُّخْمِ يَعْكُفْنَ كَالشَّرْبِ

ایسے خونریز معرکے میں جہاں تو شکستہ نیزوں کو دیکھے گا جہاں کالے سروں والے گدھ شرابیوں کی طرح پڑے ہوں گے۔

كَاَنَّ مُجَالَ الْخَيْلِ فِي حَجَرَاتِهٖ ‏ وَ مَعْمَعَةَ الْاَبْطَالِ مَعْرَكَةُ الْحَرْبِ

گویا کہ اس کے گرد و پیش گھوڑوں کی آوازیں جنگ کے معرکہ میں جوانوں کا شور ہے۔

اَلَيْسَ اَبُوْنَا هَاشِمٌ شَدَّ اَزْرَهٗ ‏ وَ اَوْصَى بَنِيْهِ بِالطِّعَانِ وَ بِالضَّرْبِ

کیا ہمارا باپ ہاشم نہیں ہے جس نے آپ کو قوی کیا اور اپنے بیٹوں کو نیزہ بازی اور شمشیر زنی کی وصیت کی۔

وَ لَسْنَا نَمَلُّ الْحَرْبَ حَتّٰى تَمَلَّنَا ‏ وَ لَا نَشْتَكِي مَا قَدْ يَنُوْبُ مِنَ النَّكْبِ

ہم وہ نہیں جو جنگ سے اکتا جائیں حتیٰ کہ وہ ہم سے اکتا جائے اور ہم کسی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہیں کرتے۔

وَ لٰكِنَّنَا اَهْلُ الْحَفَائِظِ وَالنُّهٰى ‏ اِذَا طَارَ اَرْوَاحُ الْكُمَاةِ مِنَ الرُّعْبِ

اہل عرب ہر ہلاکت میں اسے بطور ضرب المثل بیان کرتے ہیں۔ علقمہ بن عبدہ کہتا ہے۔

رَغَا فَوْقَهُمْ سَقْبُ السَّمَاءِ فَدَاحِصٌ ‏ بِشَكَّتِهٖ لَمْ يُسْتَلَبْ وَسَلِيْبُ

آسمان سے آواز نے انہیں تباہ کر دیا۔ وہ کچلے ہوئے اور تباہ و برباد تھے۔

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

لَعَمْرِي لَقَدْ لَاقَتْ سُلَيْمٌ وَ عَامِرٌ ‏ عَلٰى جَانِبِ الثَّرْثَارِ رَاغِيَةَ الْبَكْرِ

مجھے اپنے زندگانی کی قسم! سلیم اور عامر نے ثرثار کی ایک طرف سے اونٹ کی آواز سنی۔

اَلْقُسَاسِيَّةُ الشُّهُبُ

اس سے مراد وہ تلواریں ہیں جو قساس کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ وہاں بنو اسد کی لوہے کی کان تھی۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ کا نام ہے جہاں لوہے کی کان تھی۔ زاجر کلہاڑے کی صفت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

Marfat.com

لیکن ہم تو وہ ہیں کہ جب جوانوں کی روحیں رعب و دبدبہ کی وجہ سے پرواز کر جاتی ہیں تو ہم اس وقت بھی باحواس اور محافظ ہوتے ہیں۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب دو یا تین سال تک اس زہرہ گداز حالت میں رہے۔ کوئی شخص کوئی چیز ان تک نہ لے جا سکتا تھا۔ البتہ قریش کے چند افراد چھپ چھپا کر ان کی اعانت کرتے تھے۔

ابوجہل کی جہالت

ابوجہل بن ہشام، حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد سے ملا۔ اس وقت حکیم بن حزام کے ہمراہ ایک غلام تھا جس نے گندم اٹھا رکھی تھی وہ یہ گندم اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تک پہنچانا چاہتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی نبی محترم ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور تھیں۔ ابوجہل، حکیم بن حزام سے چمٹ گیا۔ کہنے لگا ''کیا تم بنو ہاشم تک طعام پہنچا رہے ہو بخدا! میں تجھے اور تیرے کھانے کو نہیں چھوڑوں گا، میں تجھے مکہ میں رسوا کر دوں گا؟'' اتنے میں ابوالبختری بن ہاشم بن حارث بن اسد بن عبدالعزی بھی وہیں آ گئے۔ انہوں نے ابوجہل سے پوچھا تجھے اور حکیم کو کیا ہوا۔ ابوجہل نے کہا حکیم بن حزام بنو ہاشم کی طرف کھانا لے جا رہا تھا۔ ابوالبختری نے کہا یہ اس کی پھوپھی کا کھانا ہے جو انہوں نے اس کی طرف بھیجا ہے۔ کیا تو اس سے بھی روکتا ہے کہ اس کا کھانا اسی کی طرف لے جایا جائے۔ اس کا راستہ چھوڑ دے لیکن ابوجہل نے انکار کر دیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پکڑ لیا۔ ابوالبختری کو اونٹ کے جبڑے کی ہڈی مل گئی۔ انہوں نے اسے ابوجہل کو دے مارا جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قریب کھڑے یہ حیرت انگیز منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ ناپسند کرتے تھے کہ اس واقعہ کی خبر حضور ﷺ یا صحابہ کرام تک پہنچے جس سے وہ مزید غمزدہ ہوں۔ حضور ﷺ شب و روز سراً و جہراً اپنی قوم کو پیغام حق سناتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کا اعلان فرماتے رہے۔ تبلیغ دین میں آپ ﷺ کو کسی سے کوئی خوف نہ تھا۔

اَحْضَرُ مِنْ مَعْدَنٍ ذِی قُسَاسٍ كَاَنَّهُ فِي الْحَبْلِ ذِی الْاَفْرَاسِ
يُرْمٰی بِهٖ فِي الْبَلَدِ الدَّهَاسِ

وہ ذوقساس کی معدن سے تیز تر ہے گویا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر داڑھوں والی کوئی چیز ہے جس کے ساتھ نرم شہر پر حملہ کیا جاتا ہے۔

ابوعبید ''قساسیہ'' کے متعلق کہتے ہیں۔ ''مجھے معلوم نہیں کہ اسے کس طرف منسوب کیا گیا ہے۔''

Marfat.com

حضور ﷺ کی ذات والا صفات پر جور و ستم

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہر طرح کی حفاظت فرمائی۔ آپ ﷺ کے چچا، بنو ہاشم اور بنو مطلب آپ ﷺ کی ہر قسم کی اعانت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو قریش نے آپ ﷺ پر گرفت سخت کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ آپ ﷺ پر طعن و تشنیع کے تیر برساتے، مذاق کرتے اور آپ ﷺ کا تمسخر اڑاتے۔ قرآن پاک قریش کے متعلق اترنے لگا۔ بعض دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ کے نام قرآنِ پاک میں مذکور ہیں جبکہ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے عام کافرین کا ذکر کیا ہے۔

ابولہب اور اس کی بیوی

وہ کفار جن کے نام قرآن پاک میں مذکور ہوئے ان میں ابولہب بن عبدالمطلب اور اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب بن امیہ ہے۔ ام جمیل کو قرآن پاک نے حمالۃ الحطب کے لقب سے پکارا ہے کیونکہ وہ کانٹے اٹھا کر لاتی تھی اور راہِ مصطفیٰ ﷺ میں بچھا دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّ

ام جمیل، مسد اور اس کا عذاب

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ام جمیل جنگل سے خاردار جھاڑیاں لا کر ان راہوں پر بکھیرتی تھی جہاں سے تاجدار دو جہاں ﷺ نے گزرنا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کے نام سے موسوم کیا۔ حضرت امام سہیلی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کانٹوں کو خطب سے کنایۃً تعبیر فرمایا ہے چونکہ لکڑیاں رسی کے ساتھ ہی باندھی جاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے گلے میں رسی کے ساتھ سزا دی تاکہ جزاء فعل کے مطابق ہو جائے۔

صرف مَسَدٍ کا ذکر کیا ہے حَبْلٌ مَسَدٍ کا ذکر نہیں کیا اور مَمْسُوْدٌ کا ذکر کیا ہے تاکہ اس سے لطیف معنی مراد لیا جا سکے۔ بعض اہل تفسیر کہتے ہیں عرف میں "مسد" ڈول کی رسی کو کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ ام جمیل کے ساتھ جہنم میں اسی طرح کیا جائے گا جس طرح ڈول کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ رسی سے اٹھا کر جہنم کے کنارے تک لایا جائے گا پھر اسے جہنم کی گہرائیوں میں پھینک دیا جائے گا۔ مسد عرف میں اس رسی کو کہا جاتا ہے جسے ڈول کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔

Marfat.com

وَامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ (اللہب)

ابن ہشام کہتے ہیں اَلْجِیْدُ سے مراد گردن ہے۔ اعشٰی بن قیس بن ثعلبہ کہتا ہے۔

يَوْمَ تُبْدِي لَنَا قُتَيْلَةُ عَنْ جِيْدٍ اَسِيْلٍ تَزِيْنُهُ الْاَطْوَاقُ

''جس دن قتیلہ ہمارے لئے وہ نرم و نازک گردن ظاہر کرے گی جسے زنجیریں مزین کر رہی ہوں گی''۔

جید کی جمع اجیاد آتی ہے۔ ''مَسَد'' ایک درخت ہے جس سے رسیاں اسی طرح بنائی جاتی ہے جس طرح سبز کائی سے رسیاں بٹی جاتی ہیں۔ نابغہ ذبیانی، زیاد بن عمرو بن معاویہ کہتا ہے۔

مَقْذُوْفَةٍ بِدَخِيْسِ النَّحْضِ بَازِلُهَا لَهُ صَرِيْفٌ صَرِيْفَ الْقَعْوِ بِالْمَسَدِ

''وہ بیلوں میں سے سب سے جوان بیل ہے۔ اس کا جسم گوشت سے بھرپور ہے اس کی آواز اس طرح آتی ہے جس طرح کاہی کی رسی بٹتے وقت چرخیوں کی آواز آتی ہے''۔

مَسَدٌ کا واحد مَسَدَۃٌ ہے۔

لَهُ صَرِيْفٌ صَرِيْفَ الْقَعْوِ بِالْمَسَدِ

ایک اور شاعر اپنے اونٹ کو پانی پلاتے ہوئے کہتا ہے۔

يَا مَسَدَ الْخُوْصِ تَعَوَّذْ مِنِّيْ اِنْ تَكُ لَدْنًا لَيِّنًا فَاِنِّيْ
مَا شِئْتُ مِنْ اَشْمَطَ مُقْسَئِنِّ

اے کھجور کی رسی مجھ سے پناہ مانگ۔ اگرچہ تو نرم و نازک ہے لیکن میں کالے اور سفید بالوں والے بوڑھے کو نہیں چاہتا۔

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

يَا رَبِّ عَبْسٍ لَا تُبَارِكْ فِيْ اَحَدٍ فِيْ قَائِمٍ مِنْهُمْ، وَ لَا فِيْمَنْ قَعَدَ
غَيْرَ الْاُوْلٰى شَدُّوْا بِاَطْرَافِ الْمَسَدِ

اے عبس کے رب ان میں سے کسی ایک کو بھی بابرکت نہ بنانہ ان میں سے کھڑے ہونے والے کو نہ بیٹھنے والے کو سوائے ان لوگوں کو جو مسد کی اطراف سے پانی پلاتے ہیں۔

ایک اور شاعر اپنے جانور کو پانی پلاتے ہوئے کہتا ہے۔

وَ مَسَدٍ اُمِرَّ مِنْ اَيَانِقَ لَيْسَ بِاَنْيَابٍ وَ لَا حَقَائِقَ

یہ ایک ایسا رسا ہے جو اونٹنیوں کی جلدوں سے بنایا گیا ہے لیکن وہ اونٹنیاں نہ بوڑھی تھیں اور نہ ہی

Marfat.com

چار سالہ تھیں۔

ایانق، اینق کی جمع ہے یہ ناقہ کی جمع ہے جسے مقلوب کیا گیا ہے۔ دراصل یہ انوق تھا واؤ کو یاء میں بدلا گیا کیونکہ اسے نیاق میں یاء میں تبدیل کیا گیا ہے۔ اہل عرب دو ہمزوں کے اجتماع سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے اصل پر رکھتے ہوئے نوق کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کے متعلق کہا۔" قَدْ حَرَّمْتُهَا اِلَّا الْعُصْفُوْرَ قَتَبٍ اَوْ مَسَدٍ مُحَالَةً۔

دوسری حدیث مبارک میں ہے اَنَّهُ حَرَّمَهَا بَرِيْدًا فِي بَرِيْدٍ اِلَّا الْمِنْجَدَةَ اَوْ مَسَدٍ۔

اَلْمِنْجَدَةَ سے مراد چرواہے کی لاٹھی ہے۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں كُلُّ مَسَدٍ رِشَاءٌ۔ ہر ڈول کی رسی کو رشاء کہا جاتا ہے پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

وَ بَكْرَةً وَ مِحْوَرًا صَرَّارًا　　وَ مَسَدًا مِنْ اَبَقٍ مُغَارًا

وہ چرخی پر چڑھنے والی بہت مضبوط اور گھومنے والی رسی ہے جسے پٹ سن سے خوب بٹا گیا ہے۔

اَنْزَعُهَا تَمَطِّيًا　　وَمَتًّا بِالْمَسَدِ الْمَثْلُوْثِ اَوْ يَرْمِثَا

میں اسے روندتے ہوئے اور بٹی ہوئی رسی سے یا پرانی رسی سے لپیٹتے ہوئے کھینچتا ہوں۔ اب تو تیرے لئے واضح ہو گیا ہوگا کہ "مسد" سے مراد کنویں کی رسی ہے۔ جہنم (اللہ تعالیٰ پناہ دے) کی صفت میں آیا ہے کہ وہ کنویں کی طرح ہے جس کی دو شاخیں ہیں۔ اس طرح کلام میں انتہائی مناسبت پیدا ہو گئی۔ کلامِ الٰہی حشو و زوائد سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقام بلند و برتر ہے اور قرآن پاک اسی کی کتاب عزیز ہے۔

مجاہد کا یہ قول "اس سے مراد وہ زنجیر ہے جس کی لمبائی ستر گز ہے۔" بھی ہمارے قول کی نفی نہیں کرتا کیونکہ ممکن ہے کہ اس زنجیر سے ام جمیل وغیرہا کو باندھا جائے۔ حضرت ابو درداء نے اپنی زوجہ سے کہا "اے ام درداء! اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایسی زنجیر ہے جس سے قیامت تک جہنم کی ہنڈیاں جوش مارتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی ذات پر ایمان لانے کی وجہ سے اس کے نصف سے آزاد فرما دیا ہے۔ باقی نصف سے مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دلا کر نجات حاصل کر لو"۔ مجاہد فرماتے ہیں، "ام جمیل خار دار لکڑیاں جمع نہیں کرتی تھی بلکہ وہ چغل خوری کرتی تھی"۔ کلام عرب میں حطب کا یہ استعمال عام ہے۔ ابن اسلت قریش سے مخاطب کر کے کہتا ہے۔

وَ نَبَّئْتُكُمْ شَرْجَيْنِ كُلِّ قَبِيْلَةٍ　　لَهَا زَمْلٌ مِنْ بَيْنِ مُذْكٍ وَ حَاطِبِ

میں نے تمہیں ہر قبیلے کی دو انواع کے متعلق بتا دیا ہے۔ ہر قبیلے کے کچھ لوگ عداوت کی آگ

Marfat.com

جلاتے ہیں اور کچھ ایندھن لاتے ہیں۔

عداوت کی آگ جلانے والے کو مُذْکِی اور چغل خور اور اس لڑائی کے لئے ایندھن جمع کرنے والے کو حَاطِب کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان کا مفہوم بھی اسی طرح ہے۔ ''لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ'' چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ قتات سے مراد وہ شخص ہے جو آگ جلانے کے لئے ایندھن لکڑیاں اور گھاس وغیرہ جمع کرتا ہے۔

جید اور عنق

اللہ تعالیٰ نے جِیْدِھَا کا لفظ استعمال کیا ہے عُنُقِھَا کا لفظ استعمال نہیں کیا جہاں تھپڑ یا طوق کا ذکر ہو وہاں عنق استعمال کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِہِمْ اَغْلٰلًا (یٰسین۔ ۸) ''ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق۔

جب حسن اور زیور کا ذکر کیا جائے تو وہاں ''جِیْد'' استعمال کرتے ہیں۔ بلاغت کی رو سے یہاں جید کا لفظ نہایت عمدہ ہے کیونکہ ام جمیل عورت ہے اور عورتیں اپنے زیورات سے زیبائش حاصل کرتی ہیں۔ ام جمیل کا آخرت میں یہی زیور ہوگا کہ اس کے گلے میں رسی ہوگی۔ زیور کے استعمال کے مقام پر ''جید'' کے لفظ کا استعمال بہت عمدہ ہے یہ ایک لطیف معنی ہے۔ الاعشی نے بھی یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ دوسرا شاعر کہتا ہے۔ اَحْسَنُ مِنْ عِقْدِ الْمَلِیْحَۃِ جِیْدُھَا۔ حسینہ کے ہار سے اس کی گردن خوبصورت ہے۔ شاعر نے بھی جید کا لفظ ہی استعمال کیا ہے۔ عنق استعمال نہیں کیا۔ ورنہ اس کا کلام ردی ہوتا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دیکھو۔

فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (آل عمران) ''پس انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔'' یعنی ان کے لئے عذاب الیم کی ہی بشارت ہے۔ عمرو بن معد یکرب کہتا ہے۔

وَ خَیْلٍ قَدْ دَلَفْتُ لَھَا بِخَیْلٍ تَحِیَّۃُ بَیْنِھِمْ ضَرْبٌ وَجِیْعٌ

''کتنے ہی ایسے لشکر ہیں جنہیں میں نے دوسرے لشکر سے ملا دیا۔ ان کے درمیان سلام دردناک کرب واذیت تھا''۔ یعنی ان کے مابین کوئی سلام نہ تھا۔ ''فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ'' کا بھی یہی معنی ہے یعنی اس کے لئے وہاں ایسا کوئی زیور نہیں ہوگا جس سے وہ آرائش کر سکے البتہ اس کے لئے ڈول کی رسی ہوگی۔

اِمْرَاَتُہٗ۔ اللہ رب العزت نے زَوجہ کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ ام جمیل آخرت میں ابولہب کی بیوی

Marfat.com

نہیں ہوگی۔ تَزْوِیج ایک شرعی زیور ہے یہ ایک دینی امر ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اس صفت سے محروم کر دیا ہے۔ بس طرح اس نے حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویوں کو اس سعادت سے محروم کر دیا۔ اللہ رب العزت نے اَمْرَاَةُ نُوحٍ، اَمْرَاَةُ لُوطٍ کہا، زَوْجُ نُوحٍ، زَوْجُ لُوطٍ نہیں کہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ارشاد ربانی ہے۔

اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرۃ:۳۵) ''تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو۔''

نبی مکرم ﷺ کے لئے فرمایا۔ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ۔ ''آپ ﷺ فرما دیجئے اپنی بیبیوں سے۔'' وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ۔ ''اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔''

لیکن اگر ولادت اور حمل کا تذکرہ ہو تو وہاں لفظ مَرْاَةٌ کا استعمال بہتر ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا (مریم:۸) ''اور میری عورت تو بانجھ ہے۔'' فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ (الذاریات:۲۹) ''پس آئی آپ کی بیوی چیں بجبیں ہو کر۔'' کیونکہ تانیث کی صفت حمل اور وضع کا تقاضا کرتی ہے۔ اس وقت اس کی حیثیت زوج کی طرح نہیں ہوتی۔

حسن و جمال میں غلو

ابن اسحاق نے الاعشیٰ کا یہ شعر لکھا ہے۔ يَوْمَ تَبَدِّيْ.......... تُزَيِّنُهٗ کا معنی ہے طوق اس کے حسن و جمال میں اضافہ کا سبب تھا۔ کلام کا مقصود بھی یہی ہے۔ مولدون شعراء اسی انداز سے حسن و جمال میں غلو کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حماسہ میں حسین بن مطیر کا یہ شعر مذکور ہے۔

مُبَتَّلَةُ الْاَطْرَافِ زَانَتْ عُقُوْدَهَا بِاَحْسَنَ مِمَّا زَيَّنَتْهَا عُقُوْدُهَا

وہ نرم پوروں والی جس نے اپنے ہاروں کو اس سے کہیں زیادہ زینت بخشی جتنا اس کے ہار اسے مزین کر رہے تھے۔

خالد قسری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ ''خلافت تو لوگوں کے لئے زینت ہوتی ہے لیکن آپ اس کے لئے زینت ہیں۔ خلافت لوگوں کو صاحب شرف بناتی ہے لیکن آپ سے خلافت کو شرف ملا۔ جس طرح مالک بن اسماء نے کہا ہے۔

تَزِيْدِيْنَ اَطْيَبَ الطِّيْبِ طِيْبًا اِنْ تَمَسِّيْهِ، اَيْنَ مِثْلُكِ اَيْنَا

وَاِذَا الدُّرُّ زَانَ حُسْنَ وُجُوْهٍ كَانَ لِلدُّرِّ حُسْنُ وَجْهِكِ زَيْنَا

اے میری محبوبہ! اگر تو سب سے عمدہ خوشبو والے کو چھو لے تو اس کی خوشبو میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ تیری نظر کہاں ہے بلاشبہ موتی چہروں کے جمال میں اضافہ کرتے ہیں لیکن تیرے چہرے کی وجہ سے

Marfat.com

موتی کا حسن فزوں تر ہو گیا''۔

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔''تمہارے اس صاحب نے صرف ایک قول پیش کیا ہے کوئی معقول چیز پیش نہیں کی''۔امام سہیلی فرماتے ہیں کیونکہ خالد کا مقصد خوشامد کرنا تھا اس لئے حضرت عمر نے اس کی بات کو اچھا نہ سمجھا۔حالانکہ اسی قسم کا قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ تحقیق وجستجو نے ان کے قول کو سچ کر دکھایا اور ان کا یہ قول خوشامد اور افتراء سے بھی بعید ہے۔جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔انہوں نے خلافت کے عہد کو سربمہر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔حضرت عمر جانتے نہ تھے کہ اس میں کیا ہے۔جب انہیں معلوم ہوا تو وہ حزین وغمگین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ نے مجھ پر وہ بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا۔آپ نے مجھے اس گھاٹ پر اتارا ہے جس سے واپسی کی راہ مجھے معلوم نہیں۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔''میں نے خلافت سے آپ کو مشرف نہیں کیا بلکہ آپ سے خلافت کو معزز کیا ہے۔میرا مقصد آپ کی برائی نہیں بلکہ میں آپ کی وجہ سے لوگوں کو کیف وسرور عطا کرنا چاہتا ہوں''حطیہ نے اس مفہوم کو اس طرح ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

مَا آثَرُوْكَ بِهَا إِذْ قَدَّمُوْكَ لَهَا   لٰكِنْ لِاَنْفُسِهِمْ كَانَتْ بِهَا الْاُثَرُ

جب لوگوں نے آپ کو خلافت پیش کی تو انہوں نے خلافت کی وجہ سے آپ کو شرف نہیں بخشا بلکہ اس کی وجہ سے وہ خود ہی محترم ومعزز ہو گئے۔

عبداللہ بن عباس رومی نے اسی معنی کو''نسیب''میں اس طرح عمدہ بیان کیا ہے۔

وَ اَحْسَنُ مِنْ عِقْدِ الْمَلِيْحَةِ جِيْدُهَا   وَ اَحْسَنُ مِنْ سِرْبَالِهَا الْمُتَجَرِّدُ

حسینہ کے ہار سے اس کی گردن خوبصورت ہے اور اس کے لباس سے اس کا جسم حسین ہے۔

وہ شعر جس میں مبالغہ اور تقصیر نہیں۔ وہ رضی کا یہ قول ہے۔

حَلْيُهُ جِيْدُهُ لَا مَا يُقَلِّدُهُ   وَ كُحْلُهُ مَا بِعَيْنَيْهِ مِنَ الْكَحَلِ

اس کا زیور اس کی حسین گردن ہی ہے نہ وہ جو اس نے پہن رکھا ہے اور اس کا سرمہ وہی ہے جو اس کی آنکھوں میں دست قدرت نے لگایا ہے۔

ثعالبی کے ان اشعار میں بھی اسی طرح کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔

وَمَا الْحَلْيُ اِلَّا حِيْلَةٌ مِنْ نَقِيْصَةٍ   يُتَمِّمُ مِنْ حُسْنٍ اِذَا الْحُسْنُ قَصَّرَا

فَاَمَّا اِذَا كَانَ الْجَمَالُ مُوَفَّرًا   فَحَسْبُكَ لَمْ يَحْتَجْ اِلٰى اَنْ يُزَوَّرَا

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ جب ام جمیل کو معلوم ہوا کہ اس کے اور اس کے خاوند کے متعلق کیا نازل ہوا ہے تو وہ حضور ﷺ کے پاس آئی اس وقت حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے پاس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ام جمیل کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ جب وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت کو چھین لیا۔ اسے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نظر آئے۔ اس نے پوچھا ''اے ابوبکر! تمہارا ساتھی

زیور کا مقصد کیا ہے؟ صرف یہ کہ حسن میں کمی کو دور کرے جبکہ حسن میں کوئی عیب ہو۔ جب حسن و جمال بہت زیادہ ہو تو پھر تجھے زیورات سے آراستہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں''۔ میں نے قاضی ابوبکر محمد ابن عربی کو سنا وہ فرما رہے تھے کہ ابوالفضل الجوھری الزاہد نے ایک مرتبہ حج کیا۔ جب انہوں نے کعبہ مشرفہ کی زیارت کی اور اس پر ریشم کے پردے دیکھے تو کہا۔

مَا عُلِّقَ الْحَلْیُ عَلٰی صَدْرِهَا اِلَّا لَمَا یُخْشٰی مِنَ الْعَیْنِ
تَقُوْلُ وَالدُّرُّ عَلٰی نَحْرِهَا مَنْ عَلَّقَ الشَّیْنَ عَلَی الزَّیْنِ

اس کے سینے پر یہ زیورات صرف بدنظری کے خوف سے لٹکائے گئے ہیں۔ موتی اس کے سینے پر ہیں لیکن وہ کہہ رہا ہے۔ اس زیب وزینت پر یہ عیب کس نے لٹکا دیا ہے۔

الاعشٰی کے مذکورہ بالا شعر کے بعد یہ اشعار ہیں۔

وَشَتِیْتٍ كَالْاُقْحُوَانِ جَلَاهُ الطَّلُّ فِیْهِ عُذُوْبَةٌ وَاتِّسَاقُ
وَ اَثِیْثٍ جَثْلُ النَّبَاتِ تُرَوِّیْهِ لَعُوْبٌ غَرِیْرَةٌ مِفْتَاقُ
حُرَّةٌ طَفْلَةُ الْاَنَامِلِ كَالدُّمْیَةِ لَا عَانِسٌ وَ لَا مِهْزَاقُ

اس کے دانت بابونہ کی مانند ہیں جسے شبنم نے میراب کیا ہو جس میں مٹھاس اور وسعت ہو، اس کے بال سیاہ اور گھنے ہونے میں جڑی بوٹی کی چیونٹیوں کی طرح ہے جسے ایک بھولی بھالی اور تیز زبان دوشیزہ نے سیراب کیا ہو، وہ ایک آزاد عورت ہے جس کے پورے نرم و نازک ہیں وہ گڑیا کی طرح ہے جو نہ تو بہت سے ہنسنے والی ہے اور نہ ہی کافی عرصہ بغیر نکاح کے رہنے والی ہے۔

الفہر

ام جمیل نے کہا لَوْ وَجَدْتُهٗ لَضَرَبْتُ بِهٰذَا الْفِهْرِ فَاهُ۔ اگر میں نے انہیں پالیا تو میں یہ پتھر ان کے سر پر دے ماروں گی۔ فہر مؤنث استعمال ہوتا ہے اس کی تصغیر فُهَیْرَہ ہے لیکن ام جمیل نے اسے مذکر استعمال کیا ہے۔

Marfat.com

کہاں ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے۔ بخدا اگر وہ مجھے مل جائے تو میں اس کے چہرے پر یہ پتھر ماروں۔ بخدا! میں بھی شاعرہ ہوں' پھر اس نے یہ شعر کہا۔

مُذَمَّمًا عَصَيْنَا وَاَمْرَهٗ اَبَيْنَا وَ دِيْنَهٗ قَلَيْنَا۔ ہم نے مذمم کی نافرمانی کی۔ ہم نے اس کے حکم کا انکار کیا اور ہم نے اس کے دین سے ناراضگی کا اظہار کیا۔

پھر ام جمیل وہاں سے چلی گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا ام جمیل نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی چھین لی تھی۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔ دِيْنَهٗ قَلَيْنَا۔ ابن اسحاق سے روایت نہیں ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں قریش نبی محترم ﷺ کو ''مذمم'' کہتے تھے یہ لفظ استعمال کر کے وہ آپ ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے۔ '' کیا تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی اذیت کو مجھ سے کس طرح دور کیا ہے۔ وہ مذمم کی ہجو کرتے اور اسے گالیاں دیتے ہیں۔ میں تو محمد (سراپا ستائش) ﷺ ہوں''۔

امیہ بن خلف

امیہ بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح جب حضور ﷺ کو دیکھتا تو زبان سے بکواس اور آنکھ سے اشارے کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ سورت نازل فرمائی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۖ وَمَاۤ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۠ (ہمزہ)

'' ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لئے جو (روبرو) طعنے دیتا ہے (پیٹھ پیچھے) عیب جوئی کرتا ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے مال نے اسے لافانی بنا دیا ہے ہرگز نہیں وہ یقیناً حطمہ میں پھینک دیا جائے گا اور تم کیا جانو کہ حطمہ کیا ہے وہ اللہ

مذمم اور حضرت خباب کی حدیث

حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم نے دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی اذیت ناک باتوں کو کس طرح مجھ سے پھیر لیا ہے............ السنوی نے اس حدیث کو'' کتاب الطلاق'' میں ذکر کیا

Marfat.com

کی آگ ہے خوب بھڑکائی ہوئی جو دلوں تک جا پہنچے گی بے شک وہ (آگ) ان پر بند کر دی جائے گی۔''

ابن ہشام کہتے ہیں الھمزۃ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو علانیہ گالیاں دیتا ہو اور آنکھوں سے اشارے کرتا ہو۔ حضرت حسان بن ثابت کہتے ہیں۔

هَمَزْتُكَ فَاخْتَضَعْتُ لِذُلِّ نَفْسٍ　بِقَافِيَةٍ تَاَجَّجُ كَالشُّوَاظِ

''میں نے تیرے عیب ایسے قافیہ سے بیان کئے جو شعلے کی طرح شرر فشاں تھے مگر تو نے نفس کی ذلت کے لئے عاجزی کی''۔ ہمزہ کی جمع ہمزات ہوتی ہے۔ لمزۃ اس شخص کو کہتے ہیں جو چھپ کر لوگوں کے عیب بیان کرے اور انہیں اذیت دے۔ روبہ بن عجاج کہتا ہے۔

فِي ظِلِّ عَصْرِي بَاطِلِي وَ لَمْزِيُ۔ میرے باطل اور میری عیب جوئیوں نے میرے زمانہ کے سایہ میں پرورش پائی۔ لمزۃ کی جمع لمزات آتی ہے۔

عاص بن وائل

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی تھے وہ کاریگر تھے اور مکہ معظمہ میں تلواریں بناتے تھے۔ عاص بن وائل نے ان سے کچھ تلواریں بنوائیں جس کی وجہ سے عاص حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا مقروض ہو گیا۔ ایک دن حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اس سے قرض کا تقاضا کیا۔ عاص نے کہا ''اے خباب! کیا وہ محمد ﷺ جن کا دین تو نے اختیار کر رکھا ہے یہ گمان نہیں کرتے کہ جنت میں سونا، چاندی، کپڑے، خدام اور ہر وہ چیز ہو گی جس کا اہل جنت مطالبہ کریں گے''۔ حضرت خباب نے فرمایا ''ہاں وہ فرماتے ہیں''۔ عاص نے کہا ''اے خباب! پھر مجھے روز حشر تک مہلت دو۔ حتیٰ کہ میں دار آخرت میں جاؤں۔ میں وہاں تمہارا قرض ادا کروں گا۔ اے جناب! قسم بخدا! نہ تم اور نہ ہی تمہارا اصحاب بارگاہ ربوبیت میں مجھ سے زیادہ معزز ہوں گے اور نہ ہی تمہیں وہاں مجھ سے زیادہ حصہ ملے گا''۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ

ہے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کسی نے ایسے کلام سے طلاق دی جو طلاق سے مشابہت نہیں رکھتے تو یہ طلاق واقع نہ ہو گی۔ یہ ایک اچھا استدلال ہے۔ اہل قریش مذمم کو دشنام کرتے تھے۔ مذمم آپ ﷺ کے کسی اسم مبارک سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اس لئے یہ اذیت

Marfat.com

یَاْتِیْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ (مریم)

"کیا آپ نے دیکھا اس کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور بہ ضرور دیا جائے گا مال اور اولاد (اس لاف زنی کی وجہ کیا ہے) کیا وہ آگاہ ہو گیا ہے غیب پر یا لے لیا ہے اس نے (خداوند) رحمٰن سے کوئی وعدہ؟ ہرگز ایسا نہیں ہم لکھ لیں گے جو یہ کہہ رہا ہے اور لمبا کر دیں گے اس کے لئے عذاب کو خوب لمبا کرنا اور ہم ہی وارث ہوں گے۔

ابوجہل

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابوجہل بن ہشام نے حضور ﷺ سے ملاقات کی اس نے کہا "اے محمد (فداہ ابی وامی وروحی) ﷺ! ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہا کرو ورنہ ہم بھی اس خدا کو برا بھلا کہیں گے جس کی تم عبادت کرتے ہو"۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ (انعام:۱۰۸)

"اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے"۔

آپ ﷺ تک نہ پہنچی۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا۔ کُلِیْ وَاشْرَبِیْ۔ تو کھا، پی۔ اس سے اس کا ارادہ طلاق ہو تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس عبارت سے طلاق کو تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

أَرَأَیْتَ

اس پر پہلے بحث ہو چکی ہے کہ اس کے ساتھ اس طرح استفہام ذکر کرنا جائز نہیں جس طرح عَلِمْتَ وغیرہ کے ساتھ جائز ہے۔ یہاں ہمزہ کَفَرَ میں عمل کر رہا ہے۔ یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ دوبارہ ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

سدذرائع

ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تذکرہ کیا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ...... مالکیہ کے نزدیک بیوع اور بہت سے دیگر احکام میں ذرائع اور مراعات کے اثبات میں یہی آیت اصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ معبودانِ باطلہ کو گالیاں دینا، امورِ دینیہ میں سے تھا جب یہ اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے کا سبب بنا تو اللہ تعالیٰ نے معبودانِ باطلہ پر دشنام طرازی سے منع فرما دیا۔ اسی طرح جس ذریعہ سے سودی کاروبار کا خطرہ ہو اسے بھی روکنا چاہئے۔ یہی حکم ان ذرائع کا ہے جن سے حرام میں پڑنے کا اندیشہ ہو لیکن شوافع

Marfat.com

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ نے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے لگے۔

نضر بن حارث

جب حضور ﷺ کسی جگہ تشریف فرما ہوتے تو لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے، قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے۔ قریش مکہ کو اس عذاب سے ڈراتے جو سابقہ امتوں کو مل چکا تھا۔ جب حضور ﷺ اس محفل سے تشریف لے جاتے تو نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدۃ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی وہاں بیٹھ جاتا۔ وہ لوگوں سے رستم، اسفند یار اور شہنشاہانِ فارس کی داستانیں بیان کرتا پھر کہتا۔ ''بخدا! محمد ﷺ کا کلام میرے کلام سے عمدہ نہیں ہے۔ ان کا کلام تو سابقہ لوگوں کے افسانے ہیں۔ وہ ان افسانوں کو اسی طرح لکھ لیتے ہیں جس طرح میں انہیں رقم کرتا ہوں''۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

وَقَالُوٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان)

''اور کفار نے کہا یہ افسانے ہیں پہلے لوگوں کے اس شخص نے لکھوالیا ہے انہیں پھر یہ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اسے ہر صبح و شام (تاکہ ازبر ہو جائیں) آپ فرمائیے اتارا ہے اس کو اس

کسی چیز کو بھی حرام کی طرف ذریعہ نہیں بناتے۔ وہ ان بیوع میں سے کسی چیز کو بھی مکروہ نہیں سمجھتے جن میں سود کی طرف جانے کے ذریعہ کا اندیشہ ہو۔ امام شافعی فرماتے تھے۔ ''مسلمان پر تہمت لگانا اور اس پر بدگمانی رکھنا حرام ہے''۔ شوافع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اِنَّمَا الرِّبَا عَلٰى مَنْ قَصَدَ الرِّبَا۔ سود اس کا ہوگا جس نے سود کا قصد کیا ہوگا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ اس حدیث شریف میں بھی ان کے لئے دلیل ہے۔ شوافع کہتے ہیں مذکورہ بالا آیت کا تعلق اس سے نہیں ہے کیونکہ اس میں کسی مومن پر کوئی تہمت اور سختی نہیں ہے۔ جس طرح کہ اس ذریعہ سے بچا جاتا ہے جس سے ان اشیاء کی حلت کا خطرہ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کرنے سے بھی بچنا چاہیے۔ یہ دونوں سمتیں قابل مذمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ رباء مشہور ہے۔ جس کا تعلق ربا سے نہ ہوگا وہ بیع ہوگا اس مسئلہ میں فریقین کے دلائل وسیع اور پختہ ہیں۔

Marfat.com

(خدا) نے جو جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں کو واقعی وہ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ "جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ (الجاثیۃ)

ہلاکت ہے ہر جھوٹے بدکار کے لئے جو سنتا ہے اللہ کی آیتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے پھر بھی وہ (کفر پر) اڑا رہتا ہے غرور کرتے ہوئے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کان بہرے ہیں سو آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔"

ابن ہشام کہتے ہیں اَفَّاكٌ کا معنی كَذَّابٌ ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ۝ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ (الصافات)

"غور سے سنو! وہ جھوٹی تہمت لگاتے ہیں جب وہ کہتے ہیں اللہ نے بچے جنے وہ بلاشبہ جھوٹ بکتے ہیں۔"

روبۃ کہتا ہے لِاَمْرِیءٍ اَفَّكَ قَوْلًا اِفْكًا۔ اس شخص کو جو جھوٹ گھڑتا ہے کیا ملتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں ایک دن حضور ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما

نضر بن حارث

ابن اسحاق نے نسب میں کلدہ بن علقمہ کا ذکر کیا ہے۔ دیگر اہل نسب نے اسے علقمہ بن کلدہ کہتے ہیں۔ ابی بحر کی کتاب کے حاشیہ میں ابوالولید سے اسی طرح روایت ہے۔ نضر، رستم اور اسفندیار کی داستانیں سیکھ لیتا تھا پھر کہتا تھا "میں انہیں اسی طرح لکھ لیتا ہوں جس طرح محمد ﷺ لکھ لیتے ہیں"۔ رستم الشید فارسی کا لفظ ہے اس کا معنی "ذوضیاء" "صاحب نور" ہے۔ شید اور شاد دونوں کا معنی ایک ہے۔ انہی شہنشاہوں میں سے ایک کا نام ارفخشد ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ایک بادشاہ کا نام جم شاذ ہے یہ زمین کے پہلے بادشاہوں میں سے تھا اس ہی کو ضحاک (بیوراسب) نے قتل کیا تھا وہ افریدون اور جم کے عہد حکومت تک زندہ رہا ہے۔ افریدون اور جم کے مابین نو آباء تھے۔ ضحاک نے اسے قتل کرتے وقت کہا "میں نے تجھے جم کے بدلے قتل نہیں کیا نہ ہی تو اس کے برابر ہو سکتا ہے بلکہ میں نے تو تجھے ایک بیل کے بدلے قتل کیا ہے جو اس کے گھر میں تھا"۔ رستم اور اسفندیار کا کچھ تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

Marfat.com

تھے۔نضر بن حارث آیا وہ بھی اسی محفل میں بیٹھ گیا۔اس محفل میں اور بھی بہت سے قریشی تھے۔ حضور ﷺ ان سے محو کلام تھے،نضر بن حارث آپ ﷺ سے بحث کرنے لگا،حضور ﷺ نے اسے خاموش کرادیا پھر انہیں یہ آیت سنائی۔

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ (الانبیاء)

''بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے۔اگر یہ خدا ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔وہ اس میں رینگیں گے اور وہ اس میں کچھ نہیں سنیں گے۔''

ابن ہشام کہتے ہیں حَصَبُ جَهَنَّمَ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے جہنم کو شعلہ فشاں کیا گیا ہے۔ابوذویب خویلد بن خالد الھذلی کا شعر ہے۔

فَاَطْفِئْ وَ لَا تُوْقِدْ وَ لَا تَكُ مُحْصِبًا لِنَارِ الْعُدَاةِ اَنْ تَطِيْرَ شَكَاتُهَا

تو آگ کو بجھا۔اسے جلامت۔عداوت کی آگ کا ایندھن نہ بن ممکن ہے اس کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

حَضَأْتُ لَهٗ نَارِيْ فَاَبْصَرَ ضَوْئَهَا وَ مَا كَانَ لَوْ لَا حَضْأَةُ النَّارِ يَهْتَدِيْ

میں نے اس کے لئے آگ جلائی اس نے اس کی روشنی کو دیکھا،اگر آگ کی روشنی نہ ہوتی تو وہ راہِ راست پر گامزن نہ ہوسکتا۔

ابن زبعری اور اخنس

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضور ﷺ مسجد حرام سے تشریف لے گئے۔عبداللہ بن زبعری وہاں آبیٹھا۔ولید بن مغیرہ نے عبداللہ سے کہا۔''اللہ کی قسم!ابھی ابھی نضر بن حارث نہ تو ابن

ابن زبعری کا قول اور حضرت عزیر

اگر ابن زبعری اور قریش کے اعتراض کو دیکھا جائے تو وہ دو اعتبار سے درست نہیں۔

ا۔اس آیت میں قریش اور بتوں کے پجاریوں کو خطاب ہے۔عبداللہ کا قول اِنَّا نَعْبُدُ الْمَلٰٓئِكَةَ۔جدا ہے یہ تمام گفتگو اور بحث لات،عزیٰ،ہبل اور ان کے دیگر بتوں کے متعلق ہے۔۲۔اللہ رب العزت

Marfat.com

عبدالمطلب (حضور ﷺ) کے لئے اٹھا اور نہ بیٹھا۔ محمد ﷺ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اور وہ معبودان جن کی ہم عبادت کرتے ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ عبداللہ بن زبعری نے کہا اگر میں محمد (فداہ روحی) ﷺ کو پالیتا تو ان سے مناظرہ کر کے انہیں خاموش کر دیتا۔ محمد ﷺ سے پوچھو کیا ہر وہ جو غیر خدا کو پوجتا ہے وہ اپنے معبود کے ہمراہ جہنم کا ایندھن ہوگا۔ ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہود عزیر علیہ السلام کی عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں۔ عبداللہ کے اس قول سے ولید اور تمام اہل محفل ششدر رہ گئے۔ انہوں نے کہا کہ عبداللہ کی بات میں واقعی قوت ہے۔ عبداللہ کی یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہر وہ شخص جو یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی پوجا کی جائے وہ اپنے تمام عبادت گزاروں کے ساتھ جہنم کا ایندھن ہوگا۔ یہ لوگ شیطانوں کی اور ان اشیاء کی پوجا کرتے ہیں۔ شیطان جن کی پوجا کا انہیں حکم دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ (الانبیاء)

''بلاشبہ وہ لوگ جن کے لئے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے اور وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ان (نعمتوں) میں جن کی انہوں نے خواہش کی تھی ہمیشہ رہیں گے۔''

یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم، حضرت عزیر اور وہ علماء اور راہب جن کی پوجا کی جاتی رہی

نے وَمَا تَعْبُدُونَ فرمایا ہے۔ وَمَنْ تَعْبُدُونَ ذکر نہیں فرمایا۔ لہٰذا قریش کا حضرت مسیح، حضرت عزیر اور ملائکہ پر اعتراض کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہ ذوالعقول ہیں۔ بت ذوالعقول نہیں ہیں۔ اسی لئے آیت میں لفظ ما استعمال کیا گیا ہے جو غیر ذوالعقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ما کا استعمال کبھی کبھی ذوالعقول پر بھی ہوتا ہے۔ ہم عنقریب اس کی تفصیل بیان کریں گے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی پوجا کیوں شروع کی۔ اس کا سبب معروف ہے۔ یہود کا قول ہے کہ عزیر، اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ منہ)۔ عبد بن حمید الکشی اس کا سبب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ''بخت نصر کے عہد میں تورات چھپ گئی۔ اس کے خاتمے سے یہودیوں کا دین خطرے میں پڑ گیا۔ اپنی کتاب کے نہ ملنے پر انہیں شدید اذیت و تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی اثناء میں کہ حضرت عزیر توریت کے فقدان پر رو رہے تھے وہ ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر سینے کے بل پڑی تھی اس کے بال پراگندہ تھے حضرت عزیر

Marfat.com

حالانکہ ان کی زندگیاں اطاعت الٰہی میں بسر ہوئیں۔ گمراہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہیں اپنا رب بنالیا۔

قریش ملائکہ کی عبادت بھی کرتے تھے، انہیں اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے ان کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانبیاء)

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الانبیاء)

''اور وہ کہتے ہیں بنالیا ہے رحمٰن نے (اپنے لئے) بیٹا سبحان اللہ! (یہ کیونکر ہوسکتا ہے) بلکہ وہ تو (اس کے) معزز بندے ہیں نہیں سبقت کرتے اس سے بات کرنے میں اور وہ اس کے حکم پر کاربند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے جو کچھ ان کے پیچھے گزر چکا ہے اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کے لئے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ (اس کی بے نیازی کے باعث) اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔ اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دینگے۔ جہنم کی یونہی ہم سزا دیا کرتے ہیں ظالموں کو۔''

نے اس سے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا ''میں ایلیا ام القریٰ ہوں میں اپنے بیٹے پر رو رہی ہوں۔ تم اپنی کتاب کے لئے رو رہے ہو کل صبح اسی جگہ آجانا''۔ حضرت عزیر صبح وقت مقررہ پر وہاں پہنچے تو انہوں نے وہاں زمین سے نکلتے ہوئے ایک انسان کو دیکھا جس کے ہاتھ میں شیشی کی طرح کوئی چیز تھی۔ اس میں نور تھا۔ اس انسان نے حضرت عزیر سے کہا اپنا منہ کھولو۔ اس نے وہ شیشی ان کے پیٹ میں ڈال دی پھر حضرت عزیر نے اسی طرح کتاب لکھ دی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا تھا پھر انہیں وہ توریت بھی مل گئی جسے زیر زمین دفنایا گیا تھا۔ انہوں نے اسے حضرت عزیر کی لکھی ہوئی توریت سے ملائی۔ دونوں بالکل ایک جیسی تھیں اسی وجہ سے وہ کہنے لگے۔ ''عزیز اللہ کے بیٹے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ) حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ حَصَبُ کو حَضَبُ پڑھنا بھی جائز ہے، جس طرح قَبَصَ اور نَقَصَ کو قَبَضَ اور نَقَضَ پڑھنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا۔ اسے حَضَبُ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ قرأت شاذ ہے یہ حَضَبَتِ النَّارُ سے مشتق ہے۔ اَذْكَيْتُهَا، اَثْقَبْتُهَا، حَشَشْتُهَا اور اَذْكَيْتُهَا کا معنی ہے میں نے آگ بھڑکائی۔ يَصِدُّوْنَ کو يَصُدُّوْنَ بھی پڑھا گیا ہے اس کا معنی ہے وہ تعجب کرتے ہیں۔

Marfat.com

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا کہ اللہ کے علاوہ ان کی بھی پوجا ہوتی رہی۔ ولید اور دیگر اہل محفل نے عبداللہ کی اس دلیل کو بڑی عجیب سمجھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ (الزخرف)

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جائے جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتے ہیں۔''

پھر حضرت عیسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝ (الزخرف)

''وہ تو نہیں مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا اور اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے عجیب نمونہ بنایا اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے اور بے شک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے پیرو ہونا یہ سیدھی راہ ہے۔''

یعنی میں نے ان کے دست اقدس سے جن معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور بیماروں کو شفایاب کرنا وغیرہ کا ظہور کیا ہے۔ وہ اس امر کے شاہد عادل ہیں کہ قیامت قائم ہوگی۔

اخنس بن شریق بن عمرو بن وھب الثقفی بنوزہرہ کا حلیف، قوم کا سردار تھا، یہ ان لوگوں میں سے تھا جن کی باتوں پر عمل کیا جاتا تھا یہ بھی حضور ﷺ سے بحث ومباحثہ کرتا اور آپ ﷺ کی باتوں کا رد کرتا تھا۔ اس کے متعلق قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ (القلم)

اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل، بہت طعنے دینے والا بہت ادھر ادھر لگاتا پھرنے والا بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار ہے۔ درشت خواس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

اللہ تعالیٰ نے زنیم کہہ کر اس کے نسب میں عیب نہیں نکالا کیونکہ کسی کے نسب میں عیب نکالنا اللہ تعالیٰ کی عادت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس صفت کا ذکر اس لئے کیا ہے تاکہ اس کی پہچان ہو جائے۔ زَنِیم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے۔ حطیم تمیمی کہتا ہے۔

Marfat.com

زَنِيمٌ تَدَاعَاهُ الرِّجَالُ زِيَادَةً كَمَا زِيْدَ فِي عَرْضِ الْاَدِيْمِ الْاَكَارِعُ

وہ کسی دوسری قوم میں ملا ہوا ہے۔لوگوں نے اسے اپنی قوم میں شامل کرلیا ہے، جس طرح جوتے کے عرض میں چمڑا داخل کیا جاتا ہے۔

ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط

ولید بن مغیرہ نے کہا ''کیا محمد (فداہ روحی) پر قرآن نازل ہوتا ہے اور مجھے چھوڑ دیا جاتا ہے جبکہ میں قریش میں سے بڑا اور ان کا سردار ہوں۔ اسی طرح بنو ثقیف کے سردار ابو مسعود عمرو بن عمیر پر بھی وحی نہیں آتی۔ ہم دونوں شہروں کے دو عظیم سردار ہیں''۔ اس وقت اس آیت کا نزول ہوا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (الزخرف)

اخنس بن شریق

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارے نازل ہوئیں۔ کچھ مفسرین فرماتے ہیں یہ آیات اسود بن عبد یغوث زہری کے متعلق نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش میں ایک شخص تھا جس کے کانوں کی لوؤں کے ساتھ گوشت اس طرح لٹکا ہوا تھا جس طرح بکری کے کان ہوتے ہیں۔ (بخاری) دوسری روایت کے مطابق ''زنیم'' اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے چہرے کے دو اطراف گوشت لٹکا ہوا ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح بکری اپنے کانوں سے پہچانی جاتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ زنیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسری قوم سے آکر مل جائے اس قوم سے نہ ہو۔ ابن ازرق نے اس شعر سے استدلال کیا ہے جو متن میں ذکر کیا گیا انہوں نے اسے حضرت حسان کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابن ہشام نے اس شعر کو حطیم کی طرف منسوب کیا ہے لیکن معروف یہ ہے کہ یہ شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ہے عُتُلٍّ کا معنی سخت اور ظالم ہے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ''خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ''۔ ''اسے پکڑو ٹھیک بھڑکتی آگ کی طرف بزور گھسیٹتے لے جاؤ۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ جَمَّاعٍ مَنَّاعٍ''۔ میں تمہیں اہل نار کے متعلق بتاتا ہوں ہر سرکش، اجڈ، متکبر، بدکار اور بھلائی سے روکنے والا۔''

Marfat.com

ابی بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح اور عقبہ بن ابی معیط گہرے دوست تھے۔ ان کے مابین عمدہ تعلقات تھے۔ عقبہ کبھی کبھی حضور ﷺ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور آپ ﷺ سے کلام سنا کرتا تھا۔ یہ بات ابی تک پہنچ گئی وہ عقبہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو محمد (فداہ روحی) ﷺ کے پاس بیٹھتا ہے اور ان سے کلام سنتا ہے۔ اب اگر تو ان کی محفل میں بیٹھے یا ان کی باتیں سنے تو مجھ پر تیرا چہرہ دیکھنا حرام ہے۔ مجھ پر تجھ سے ہمکلامی حرام ہے وہ اسی طرح قسمیں اٹھاتا رہا۔ اب اگر تو ان کے پاس نہ جائے اور ان کے چہرے پر نہ تھوکے تو میری تیری ملاقات حرام ہے۔ عقبہ (لعنہ اللہ) نے ایسا ہی کیا ان دونوں کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ (الفرقان)

"اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبالے گا کہ ہائے کسی طرح میں نے رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی۔ وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بے شک اس نے مجھے بہکا دیا میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے۔"

ابی بن خلف حضور ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر گیا۔ اور کہنے لگا اے محمد! ﷺ آپ کا کیا خیال ہے کہ ختم ہونے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر اس نے اس ہڈی کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں بکھیر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! میں یہ کہتا ہوں۔ اس کے بعد کہ تو اور یہ ہڈی اس طرح ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھائے گا، پھر اللہ تعالیٰ تمہیں آگ میں داخل کرے گا"۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہو۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ (یٰسین)

"اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔ آپ فرمادیں انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے جس نے تمہارے لئے ہرے پیڑ میں سے آگ پیدا کی جبھی تم اس سے سلگاتے ہو"۔

Marfat.com

ایک دن سرورِ کائنات ﷺ مصروفِ طواف تھے اسود بن عبدالمطلب بن اسود بن عبدالعزیٰ، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اپنی قوم سے عمر رسیدہ تھے انہوں نے کہا، ''اے محمد ﷺ! ہم اس اللہ کی عبادت کرتے ہیں جس کی آپ عبادت کرتے ہیں اور آپ ﷺ ان معبودان (باطلہ) کی عبادت کرلو جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ ہم اور آپ اس امر میں اشتراک کرلیتے ہیں اگر وہ معبود جس کی آپ عبادت کرتے ہیں۔ ہمارے معبودان سے بہتر ہوا تو ہمیں اس سے حصہ مل جائے گا اور اگر ہمارے معبودانِ (باطلہ) آپ کے خدا سے بہتر ہوئے تو آپ ﷺ کو اس سے حصہ مل جائے گا''۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَۙ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَۙ۝ (الکفرون)

''آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اے کافرو! میں پرستش نہیں کیا کرتا (ان بتوں کی) جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو اس خدا کی جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں اور نہ میں کبھی عبادت کرنے والا ہوں۔ ان کی جن کی تم پوجا کرتے ہو اور نہ ہی تم اس کی عبادت

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَۙ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَۙ۝ کا تعلق زمانہ حال سے ہے۔ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے۔ اسی طرح وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ کا تعلق بھی مستقبل کے ساتھ ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور ﷺ نے انہیں یہ کس طرح فرمایا۔ ''نہ ہی تم اس معبود کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں'' حالانکہ قریش مکہ نے کہا تھا'' آؤ ہم آپ کے رب کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ﷺ ہمارے معبودان کی پوجا کرلو''۔ جو وہ ارادہ اور عزم کئے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے اس کی نفی کیوں فرمادی۔

اس کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے۔ ا۔ نبی اکرم ﷺ کو علم تھا کہ کفارِ مکہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے اپنے علم کی خبر دی۔ ۲۔ اگر وہ اس انداز سے عبادت کرتے بھی پھر بھی ان کے اس فعل کو عبادت سے موسوم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی انہیں اللہ تعالیٰ کا عابد کہا جاسکتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرے اس کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی بھی پوجا کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا عابد کس طرح کہا جاسکتا ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن پاک میں ہے۔ ''وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ'' اللہ رب العزت نے مَاۤ اَعْبُدُ کی جگہ مَنْ اَعْبُدُ کیوں نہیں فرمایا۔ اہل عرب کہتے ہیں ''ما'' غیر ذوالعقول کے لئے استعمال ہوتا ہے پھر یہ ذات باری تعالیٰ کے لئے کس طرح استعمال کیا گیا۔

Marfat.com

کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے''۔

یعنی اگر تم صرف اللہ کی عبادت اس شرط پر کرتے ہو کہ میں ان معبودانِ باطلہ کی پوجا کروں

ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو پھر ما ذوالعقول کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے وہ قرینہ ابہام اور تفخیم میں مبالغہ ہے۔ اس جگہ ما ابہام کے معنی میں ہے کیونکہ وہ ذات جو عظیم شان کی مالک ہو وہ حصر و شمار سے ماوراء ہو، عقل و دانش اس کی ذات کی پہچان سے عاجز ہو۔ اس کی تعریف میں ''ما'' کا استعمال ہی بہتر ہے جس طرح اہل عرب کہتے ہیں۔ ''سُبْحَانَ مَا سَبَّحَ الرَّعْدُ۔ پاک ہے وہ ذات، رعد جس کی ستائش کرتا ہے''۔ اسی طرح اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۔ اس کا عالم ہونا اتنی تعظیم کا تقاضا نہیں کرتا جتنی تعظیم کا تقاضا زمین و آسمان کا بانی ہونا کرتا ہے۔ اس نے ہی آسمانوں کو بنایا ہے زمین کو پھیلایا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے جو چیز بنائی وہ عظیم ہے۔ اس کی عظمت پر تعجب کا اظہار کرنے کے لئے اس جگہ ما کا استعمال مستحسن ہے۔ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔ اس جگہ رب العزت نے لِمَنْ خَلَقْتُ نہیں فرمایا۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام ذوالعقول میں سے تھے کیونکہ سجدہ اس لئے واجب نہیں تھا کہ مسجود ذوالعقول ہے یا غیر ذی العقول۔ سجدہ صرف اس لئے واجب تھا کہ انہیں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ مخلوق کا اس میں ذرہ بھی اعتبار نہیں۔ ان پر صرف حکم بجالانا واجب تھا۔ ''ما'' کا استعمال یہاں بڑا مستحسن ہے۔ ما کا استعمال یہاں تعظیم کے اعتبار سے نہیں بلکہ امر جس سجدہ کا تقاضا کرتا تھا اس اعتبار سے ہے۔ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ میں ما غیر ذوالعقول کے لئے ہے کیونکہ قریش بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۔ میں ما کا تقاضا ابہام اور معبود کی تعظیم ہے اگرچہ وہ حضور ﷺ کے معبود برحق کی عظمت سے نا آشنا تھے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر ''ما'' کا استعمال ہی بہتر ہے۔

نکتہ

وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُّمْ میں عَبَدْتُّمْ ماضی اور وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ میں مضارع ذکر کیا ہے۔ حضور ﷺ نے جب اپنی ذات کے متعلق خبر دی تو فرمایا مَا اَعْبُدُ۔ مَا عَبَدْتُ نہیں فرمایا کیونکہ ''ما'' جس میں ابہام ہے اگرچہ خبر ہے لیکن وہ شرط کا معنی دے رہا ہے گویا کہ آپ ﷺ نے یوں کہا مَهْمَا عَبَدْتُّمْ شَيْئًا فَاِنِّيْ لَا اَعْبُدُهٗ۔ تم جس چیز کی بھی پوجا کرو میں اس کی عبادت نہیں کروں گا۔ شرط ماضی کے لفظ کے ساتھ مستقبل پر محمول ہے مثلاً اِذَا قَامَ زَيْدٌ غَدًا فَعَلْتُ كَذَا۔ جب کل زید

Marfat.com

تو پھر مجھے تمہارے اس دین کی کوئی ضرورت نہیں، تمہیں اپنا دین مبارک مجھے اپنا دین مبارک۔

کھڑا ہوگا تو میں اس طرح کروں گا۔ اِنْ خَرَجَ زَیْدٌ غَدًا خَرَجْتُ۔ اگر کل زید نکلے گا تو میں بھی نکلوں گا۔ ''ما'' کے ابہام کی وجہ سے اس میں شرط کا بھی احتمال ہے۔ اسی وجہ سے اس کے بعد فعل ماضی استعمال ہوا ہے شرط فعل حال پر داخل نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سورت کے آغاز میں فرمایا۔ ''مَا تَعْبُدُوْنَ'' کیونکہ یہ حال ہے اور حال ہونے کی وجہ سے اس میں شرط کے معنی معدوم ہیں۔ اسی طرح ''عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ میں بھی شرط کے معنی نہیں پائے جاتے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ حضور ﷺ اپنے رب کی عبادت سے منحرف ہوں کیونکہ آپ ﷺ معصوم ہیں۔ مھما کے متعلق آپ ﷺ کی تقدیر نہیں ہوسکتی جس طرح کفار کی تقدیر مہما کے متعلق تھی کیونکہ ان پر شیطان کا پورا تسلط تھا جو انہیں ان کی خواہشات کے مطابق ہانک رہا تھا، ان کے لئے تو یہ ہوسکتا ہے کہ وہ آج کسی ایک چیز کی عبادت کریں اور کل کسی دوسری چیز کی پوجا میں منہمک ہوں، وہ جس کی پوجا کریں حضور ﷺ ان کے معبودوں کی عبادت نہیں کریں گے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (فِی الْحَالِ وَ فِی الْمَآلِ) نہ ہی تم حال میں یا استقبال میں اس کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں کیونکہ آپ ﷺ عصمت الٰہیہ کو جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی توحید پر آپ ﷺ کے استحکام سے آگاہ تھا۔ اسی لئے آپ ﷺ کے حق میں شرط کا عمل و دخل نہیں ہے۔ اگر کلام میں شرط داخل نہ ہو تو پھر فعل مستقل اپنے الفاظ پر برقرار رہتا ہے۔ اس مسئلہ کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ ۔ اس آیت کے اعراب میں علماء اضطراب کا شکار تھے کیونکہ مَنْ اَلَّذِیْ کے معنی میں ہے اور کان ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ علامہ زجاج نے اس آیت کا مفہوم سمجھا۔ انہوں نے کہا ''مَنْ'' میں قدرے شرط کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کا مابعد ماضی ہے۔ اصل عبارت یوں تھی مَنْ یَکُنْ صَبِیًّا فَکَیْفَ یُکَلِّمُ۔ جب حضرت مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھ لو۔ اگر لوگ کہتے کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ هُوَ فِی الْمَهْدِ الْاٰنَ۔ ہم اس بچے سے کیسے گفتگو کر سکتے ہیں جو ابھی پنگھوڑے میں ہے تو انکار اور تعجب صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہو جاتا لیکن جب انہوں نے کہا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ۔ تو یہ کلام اپنے عموم کی وجہ سے استدلال میں زیادہ بلیغ ہو گیا۔ ابو اسحٰق نے اسی غرض کی طرف اشارہ کیا ہے یہی ان کا ارادہ ہے۔ اگرچہ انہوں نے یہ الفاظ استعمال نہیں کیے کیونکہ عبارات مقصود نہیں ہوتیں مقصود تو ان معانی کی تصحیح ہوتی ہے جو الفاظ اور اشارات سے سمجھے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ابوجہل

جب اللہ رب العزت نے قریش کو ڈرانے کے لئے "شَجَرَۃُ الزَّقُّوْمِ" کا تذکرہ کیا تو ابو جہل کہنے لگا "اے گروہِ قریش! کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ شَجَرَۃُ الزَّقُّوْمِ کیا ہے جس سے محمد ﷺ کا رب تمہیں ڈراتا ہے"۔ قریش نے کہا نہیں۔ ابوجہل نے کہا "اس سے مراد ہے یثرب کی عجوہ کھجور، مکھن کے ساتھ قسم بخدا! اگر ہمیں یہ مل گیا تو ہم اسے جلد جلد نگل لیں گے"۔ اس وقت اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ (الدخان)

بے شک تھوہڑ کا پیڑ گنہگاروں کی خوراک ہے گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارتا ہے جیسے کھولتا پانی جوش مارتا ہے۔

یعنی ابوجہل کا قول درست نہیں ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں تانبے، سیسے وغیرہ میں سے ہر پگھلی ہوئی چیز کو مہل کہتے ہیں یہ مجھے ابوعبیدہ نے بتایا ہے۔ حسن بن ابی الحسن سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے بیت المال پر مقرر تھے۔ ایک دن انہوں نے چاندی کو پگھلانے کا حکم دیا۔ پگھلانے سے اس کے کئی رنگ نکل آئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیا دروازے پر لوگ ہیں؟" انہیں بتایا گیا ہاں۔ انہوں نے فرمایا "انہیں اندر لے آؤ"۔ جب لوگ اندر آ گئے تو انہوں نے پگھلی ہوئی چاندی کی

شَجَرَۃُ الزَّقُّوْم

کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ قریش کے لغت کا نہ تھا کسی شخص نے ابوجہل کو بتایا تھا کہ اہل یثرب جب مکھن کے ساتھ کھجور کھاتے ہیں تو کہتے ہیں۔ تَزَقَّمتُ۔ ابوجہل نے اپنی جہالت سے اسی سے زقوم بنالیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ لغت یمن کا ہے۔ وہ ہر اس درخت کو زقوم کہتے تھے جس سے وہ بچتے تھے۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں یمن میں ایک درخت ہے جسے زقوم کہا جاتا ہے اس کے نہ پتے ہوتے ہیں اور نہ ہی شاخیں۔ وہ دور سے سانپ کے سر کی مانند دکھائی دیتا ہے۔ اس درخت کا منظر بڑا کریہہ ہوتا ہے۔ ابن سلام اور ماوردی کی تفسیر میں ہے کہ "شَجَرَۃُ الزَّقُّوْم" جہنم میں ایک درخت ہوگا۔ جہنمی اس کے پاس جائیں گے یہ شعلوں سے اسی طرح حیاتِ نو پائے گا جس طرح دنیا کے درخت بارش سے زندگی پاتے ہیں۔

Marfat.com

طرف اشارہ کر کے کہا ''مُھل اسی کے مشابہ ہے''۔ شاعر کہتا ہے۔

يَسْقِيهِ رَبِّىْ حَمِيْمَ الْمُهْلِ يَجْرَعُهٗ   يَشْوِى الْوُجُوْهَ فَهُوَ فِى بَطْنِهٖ صَهَرُ

میرا پروردگار اسے پگھلی ہوئی دھات پلائے گا۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا۔ یہ دھات چہروں کو جلا کر رکھ دے گی اور یہ اس بد بخت کے بطن میں جوش مارے گی۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا۔

فَمَنْ عَاشَ مِنْهُمْ عَاشَ عَبْدًا وَاِنْ يَمُتْ   فَفِى النَّارِ يُسْقٰى مُهْلَهَا وَ صَدِيْدَهَا

ان میں سے جو بھی زندہ رہے گا وہ غلام رہے گا اور مرنے کے بعد اسے آگ میں جہنم کی دھات اور اس کی پیپ پلائی جائے گی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ جسم کی پیپ کو مہل کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے دو پرانی دھلی ہوئی چادریں لانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ ''اے والد محترم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مستغنی کر دیا ہے آپ کفن خرید لیں''۔ انہوں نے فرمایا ''ایک گھڑی کی ہی بات ہے پھر یہ پیپ میں لت پت ہو جائے گا''۔

شاعر کہتا ہے۔

شَابَ بِالْمَاءِ مِنْهُ مُهْلًا كَرِيْهًا   ثُمَّ عَلَّ الْمَنُوْنُ بَعْدَ النِّهَالِ

اس نے اس کے پانی کے ساتھ گندی پیپ ملا دی پھر اموات نے پہلی مرتبہ پیاس بجھانے کے بعد دوسری مرتبہ پیاس بجھائی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ (الاسراء)

''اس درخت کو جس پر لعنت بھیجی گئی ہے قرآن میں اور ہم انہیں (نافرمانی کے انجام سے) ڈراتے رہتے ہیں پس نہ بڑھایا اس ڈرانے والے نے انہیں مگر یہ کہ وہ زیادہ سرکشی کرنے لگے''۔

اَلْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ

یعنی جس کا کھانے والا ملعون ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ معلونہ درخت۔

Marfat.com

حضرت ابن ام مکتوم

ولید بن مغیرہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے۔ حضور ﷺ کو اس کے اسلام لانے کی امید تھی۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ کے پاس سے ام ابن مکتوم گزرے، انہوں نے حضور ﷺ سے گفتگو کرنے کی کوشش کی اور قرآن پڑھنے کی التجاء کی۔ حضور ﷺ کو ان کی یہ مداخلت ناگوار گزری۔ آپ ﷺ ان سے روگرداں ہوئے کیونکہ انہوں نے ولید بن مغیرہ کے معاملہ میں دخل اندازی کی۔ آپ ﷺ کو اس کے ایمان لانے کی امید تھی۔ جب انہوں نے بار بار مداخلت کی تو آپ ﷺ ان سے ترش رو ہوئے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىۙ ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰىؕ ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىۙ ③ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰىؕ ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰىۙ ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰىؕ ⑥ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰىؕ ⑦ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰىۙ ⑧ وَهُوَ يَخْشٰىۙ ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰىۚ ⑩ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌۚ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗۘ ⑫ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍۙ ⑬ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭۙ ⑭ (عبس)

''چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا (اس وجہ سے کہ) ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ

ابن ام مکتوم

ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم تھا۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ محوِ کلام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ موطا میں کسی مخصوص شخص کا تذکرہ نہیں صرف اتنا مذکور ہے کہ وہ مشرکین کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔

اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى

اس مبارک آیت سے یہ فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان میں تخلیقی اعتبار سے جو عیب مثلاً اندھا پن وغیرہ ہو تو اس کا ذکر کرنا عیب نہیں ہے لیکن اس سے اگر مذاق مقصود ہو تو کہنے والا گناہ گار ہو گا کیونکہ مذاق کرنا جاہلوں کا شیوہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ⑰ (البقرہ)

''کیا آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں؟ آپ نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے کہ میں شامل ہو جاؤں جاہلوں (کے گروہ) میں''۔

Marfat.com

کیا جانیں شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا یا وہ غور و فکر کرتا تو نفع پہنچاتی اسے یہ نصیحت۔ لیکن وہ جو پرواہ نہیں کرتا۔ آپ اس کی طرف تو توجہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ پر کوئی ضرر نہیں اگر نہ وہ سدھرے۔ اور جو آپ ﷺ کے پاس آیا ہے دوڑتا ہوا وہ ڈر بھی رہا ہے تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں۔ ایسا نہ چاہئے یہ تو نصیحت ہے۔ سو جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو معزز ہیں، جو بلند مرتبہ و پاکیزہ ہیں"۔

یعنی میں نے آپ ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے میں نے آپ کو کسی ایک شخص کے ساتھ مختص نہیں کیا۔ آپ ﷺ اسے نہ روکیں جو اللہ کا خواہاں ہو اور اس کی طرف توجہ نہ فرمائیں جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہیں کرتا۔ ابن ہشام کہتے ہیں، ابن ام مکتوم کا تعلق بنو عامر بن لوئ سے تھا، ان کا نام عبداللہ یا عمرو تھا۔

حضرت ابن ام مکتوم کی صفت "عمی" ذکر کرنے میں ایک حکمت اور ایک لطیف اشارہ پنہاں ہے۔ وہ عتاب کے مقام پر تنبیہ ہے۔ ارشاد فرمایا اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی اندھے پن کا ذکر اس لئے کیا تا کہ آنے والے کی تکلیف اور مشقت کا تصور ہو سکے۔ یعنی جو آپ ﷺ کے پاس ضعف و ناتوانی سے آتا ہے وہ آپ ﷺ کی توجہ کا زیادہ مستحق ہے۔ ترش روئی کا حقدار نہیں ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ نابینا سے اعراض کی وجہ سے معتوب ٹھہرے تو دوسرا تو اس عتاب کا زیادہ مستحق ہوگا خواہ بعد میں اسے اسلام لانے کی سعادت نصیب نہ بھی ہو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤی۔ "اور آپ ﷺ کیا جانیں شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا۔" اگر اس وقت ان کا ایمان درست اور معلوم ہوتا تو حضور ﷺ روگرداں نہ ہوتے اگر اعراض فرماتے تو عتاب شدید ہوتا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف میں اعمی ذکر کیا ان کے ایمان یا اسلام کا ذکر نہ کیا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ابن ام مکتوم اس آیت کے نزول کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے کہا اِسْتَدْنِنِیْ یَا مُحَمَّدُ۔ "اے محمد ﷺ مجھے دین سکھائیں" ورنہ وہ اس طرح عرض کرتے اِسْتَدْنِنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ۔ "یا رسول اللہ ﷺ مجھے دین سکھائیں" کلام کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی میں ہٗ کی ضمیر نابینا کی طرف راجع ہے کافر کی طرف راجع نہیں ہے کیونکہ کافر کا تذکرہ پہلے نہیں ہے۔ اس آیت میں ابن ام مکتوم کے ایمان کے انتظار کا ذکر ہے اگر وہ اس آیت سے پہلے اسلام لے آئے ہوتے تو پھر اس انتظار اور امید کا ذکر نہ ہوتا۔

Marfat.com

حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین

ابن اسحاق کہتے ہیں جب سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کو یہ خبر ملی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ واپس آنے لگے۔ وہ مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ اہل مکہ کے اسلام کی خبر جھوٹی تھی پھر مہاجرین حبشہ میں سے ہر شخص یا تو چھپ کر مکہ معظمہ میں داخل ہوا یا کسی کی پناہ لے کر۔ ان مہاجرین میں سے کچھ تو مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہے۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور حضور ﷺ کی معیت میں غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ کچھ مہاجرین کو محبوس کر دیا گیا۔ وہ غزوۂ بدر وغیرہ میں شرکت نہ کر سکے اور کچھ مہاجرین مکہ مشرفہ میں ہی وصال کر گئے۔

ان مہاجرین میں بنوعبد شمس بن عبد مناف بن قصی میں سے حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ لختِ جگر رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ان کی شریک حیات سھلہ بنت سہیل بھی واپس آ گئے۔ ان کے حلیفوں میں سے عبداللہ بن جحش بن رئاب بھی مکہ لوٹ آئے۔ بنونوفل میں سے عتبہ بن غزوان جو قیس عیلان میں سے ان کے حلیف تھے واپس آئے۔ بنواسد

غرانیق کا قصہ اور اہل مکہ کا اسلام

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اہل مکہ کے اسلام کی خبر باطل تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی۔ جب آپ ﷺ یہاں پہنچے اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔ تو شیطان نے العیاذ باللہ زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیے۔ تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَ اِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی۔ ''یہ بہت مرغانِ بلند پرواز ہیں ان کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے''۔ یہ سن کر مشرکین کی خوشی کی حد نہ رہی وہ حضور پرنور ﷺ کا اسم گرامی لے کر کہنے لگے۔ ''وہ اپنے پرانے دین پر لوٹ آیا ہے۔ آج اس کی اور ہماری عداوت ختم ہوگئی''۔ جب حضور ﷺ نے سورۂ نجم کی سجدہ والی آیات پڑھیں تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور مشرکین نے بھی سجدہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ۔ ''پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو دخل اندازی شیطان کرتا ہے''۔

Marfat.com

بن عبدالعزیٰ بن قصی میں سے حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد، بنوعبدالدار بن قصی میں سے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف اور سویبط بن سعد بن حرملہ واپس آ گئے۔

بنوعبد بن قصی میں سے طلیب بن عمیر بن وهب بن ابی کبیر بن عبد، بنوزہرہ بن کلاب میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبد بن حارث بن زھرہ۔ ان کے حلیف حضرت مقداد بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن مسعود واپس آ گئے۔ بنومخزوم میں سے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ھلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ، شماس بن عثمان بن شرید بن سوید بن ھرمی بن عامر بن مخزوم اور سلمہ بن ہشام بن مغیرہ واپس آ گئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے چچا نے پابند جولاں کر دیا تھا وہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے۔ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ نے بھی ان کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی لیکن ان کی ماں کی طرف سے بھائیوں، ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام نے انہیں راستہ میں جا پکڑا اور انہیں قید کر دیا حتیٰ کہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق گزر گئے۔ ان کے حلیفوں میں سے حضرت عمار بن یاسر واپس لوٹ آئے۔ ان کے متعلق ہی شک ہے کہ کیا وہ ہجرت حبشہ میں شریک تھے یا نہ۔ معتب بن عوف بن عامر خزاعی بھی واپس آ گئے۔ بنوجمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح، ان کے فرزند دلبند سائب بن عثمان، قدامہ بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون بھی واپس لوٹ آئے۔ بنوسہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی اور ہشام بن عاص بن وائل، انہیں مکہ مکرمہ میں محبوس کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے غزوۂ

مہاجرین کو حبشہ میں یہ خبر ملی کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس واقعہ کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے بکائی کی روایت کے علاوہ ذکر کیا ہے لیکن علمائے حدیث اس کو رد کر دیتے ہیں جو اسے درست قرار دیتے ہیں وہ کئی اقوال سے اس کی تاویل کرتے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔ ۱۔ یہ شیطان نے ہی کہا تھا اور اسی نے ہی اسے پھیلایا تھا۔ یہ عمدہ تاویل ہے اگر حدیث میں یہ الفاظ نہ ہوں کہ حضرت جبرائیل نے حضور ﷺ سے کہا میں آپ ﷺ کی خدمت میں یہ کلام تو نہیں لے کر آیا تھا۔
۲۔ یہ کلام حضور ﷺ نے ہی کیا تھا اور آپ کی مراد ملائکہ تھے کہ ان کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے۔
۳۔ حضور ﷺ نے یہ کلام کفار کی حکایت بیان کرتے ہوئے کیا تھا کہ کفار یہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے کفر سے متعجب ہوتے ہوئے یہ کہا تھا لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث ہی موضوع ہے۔

Marfat.com

بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے بعد ہجرت کی۔ بنو عدی بن کعب میں سے عامر بن ربیعہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن حذافہ بن غانم بھی مکہ معظمہ واپس آ گئے۔ بنو عامر بن لوئ میں سے حضرت عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی بن ابی قیس، حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو، جب حضور علیہ السلام نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو انہیں پابند سلاسل کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے غزوۂ بدر سے پہلے ہجرت کی اور اس مبارک غزوہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی، ابو سبرہ بن ابی رھم بن عبدالعزی، ان کے ہمراہ ان کی شریک حیات ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو، سکران بن عمرو بن عبد شمس اپنی شریک حیات سودۃ بنت زمعہ بن قیس کے ہمراہ مکہ معظمہ واپس آ گئے۔ حضرت سکران ہجرت مدینہ سے قبل ہی وصال کر گئے۔ ان کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت سودۃ بنت زمعہ سے عقد نکاح کر لیا۔ ان کے حلیفوں میں سے سعد بن خولہ بھی واپس آ گئے۔

بنو حارث بن فھر میں سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح یعنی عامر بن عبداللہ بن جراح، عمرو بن حارث بن زھیر بن ابی شداد، سہیل بن بیضاء، یعنی سہیل بن وھب بن ربیعہ بن ھلال اور عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ھلال بھی مکہ معظمہ واپس آ گئے۔

حبشہ سے واپس آنے والوں کی تعداد تینتیس تھی۔ ان میں سے کچھ کسی نہ کسی شخص کی پناہ لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بن حبیب جمحی، ولید بن مغیرہ کی پناہ میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم حضرت ابو طالب بن عبدالمطلب کی پناہ لے کر داخل ہوئے۔ خواجہ ابو طالب ان کے ماموں تھے ابوسلمہ کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالمطلب تھا۔

ابن اسحاق نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے جو یہ جھوٹی خبر سن کر واپس مکہ معظمہ میں آ گئے۔ انہوں نے ان میں طلیب کا ذکر کیا ہے انہوں نے ان کے نسب میں ابی کبیر بن عبد بن قصی کا ذکر کیا ہے۔ اس نسب میں ابی کبیر کی زیادتی ہے جو اس سے موافقت نہیں رکھتا۔ میں نے شیخ کی کتاب کے حاشیہ میں اس کی تنبیہ دیکھی ہے لیکن ابوعمر نے ابن اسحاق کی طرح ابی کبیر کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق کی ایک روایت کے مطابق یہ بدری صحابی تھے۔ واقدی اور ابن عقبہ کا قول بھی یہی ہے یہ اجنادین میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ ان کی اولاد نہ تھی۔

Marfat.com

حضرت عثمان بن مظعون کی حیرت افزاء داستان

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضرت عثمان بن مظعون نے وہ جور و ستم دیکھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر توڑا جا رہا تھا لیکن وہ تو ولید بن مغیرہ کی پناہ میں بڑے لطف سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم! میں ایک مشرک شخص کی امان میں زندگی کے شب و روز بڑے چین سے بسر کر رہا ہوں۔ جبکہ میرے دینی بھائی اور صحابہ کرام راہِ خدا میں ان مصائب اور مشکلات کو جھیل رہے ہیں۔ جن سے میں دور ہوں۔ یہ تو مجھ میں بہت بڑا عیب ہے''۔ وہ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے۔ اس سے کہنے لگے ''اے ابوعبد شمس! تمہاری ذمہ داری پوری ہو چکی ہے۔ میں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں''۔ ولید نے کہا ''اے میرے بھتیجے! تو پناہ واپس کیوں کر رہا ہے۔ شاید میری قوم میں سے کسی شخص نے تجھے تکلیف دی ہے؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ''نہیں''۔ مجھے کسی نے تکلیف نہیں دی لیکن میں صرف اللہ کی پناہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی پناہ کے علاوہ میں کسی اور کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں''۔ ولید نے کہا ''پھر آؤ مسجد چلیں۔ میری پناہ اسی طرح علانیہ لوٹاؤ جس طرح میں نے تجھے علانیہ پناہ دی تھی''۔ وہ دونوں مسجد میں آئے۔ ولید نے کہا ''یہ عثمان ہیں جو میری پناہ واپس کر رہے ہیں''۔ حضرت عثمان نے فرمایا ''تو نے سچ کہا ہے۔ میں نے ولید کو باوفا اور عمدہ پناہ دینے والا پایا ہے لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی پناہ میں نہ رہوں۔ میں نے اس کی پناہ واپس کر دی ہے''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آگئے۔ اس وقت لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب قریش کی محفل میں شعر پڑھ رہا تھا۔ حضرت عثمان بھی ان کے پاس بیٹھ گئے۔ لبید نے کہا۔

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے

حضرت عثمان نے اسے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ پھر لبید نے کہا۔

وَ كُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

ہر نعمت یقیناً مٹنے والی ہے

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ حضور نبی محترم ﷺ نے فرمایا شعراء کے کلام میں سے سب سے سچی بات لبید کا یہ قول ہے۔ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ۔ آپ ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے جنت کی نعمتیں زائل نہیں ہوں گی۔ لبید بن ربیعہ نے کہا "اے گروہ قریش! قسم بخدا! تمہارے ہم نشین کو اس طرح اذیت نہیں دی جاتی تھی۔ تم نے یہ طریقہ کب سے اپنایا ہے؟" قریش کے ایک شخص نے کہا "یہ ہمارے احمقوں میں سے ایک احمق ہے انہوں نے ہمارے دین کو ترک کر دیا ہے تم اس کی بات کا برا نہ مناؤ"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا جس سے ان کے مابین جھگڑا شروع ہو گیا۔ وہ شخص اٹھا اس نے آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارا جس سے آپ کی آنکھ نیلی ہو گئی۔ ولید بن مغیرہ قریب کھڑا یہ دلخراش منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "اے میرے بھتیجے! تیری آنکھ ایسے زخموں سے محفوظ تھی تو ایک عظیم پناہ میں تھا"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ کی قسم! میری دوسری آنکھ بھی منتظر ہے کہ اسے اس طرح کا زخم کب ہوتا ہے جیسا زخم اس آنکھ کو آیا ہے۔ میں اس ہستی کی پناہ میں ہوں جو تجھ سے زیادہ معزز و محترم ہے"۔ ولید نے کہا "آ میرے بھتیجے! اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اب بھی اپنی پناہ میں لینے کیلئے تیار ہوں"۔ حضرت عثمان نے فرمایا "مجھے تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں ہے"۔

حضرت ابوسلمہ، ابوطالب کی پناہ میں

ابن اسحاق کہتے ہیں عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جب ابوسلمہ نے ابوطالب سے پناہ طلب کی تو بنو مخزوم میں سے چند افراد حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے "اے ابو طالب! پہلے تم نے اپنے بھتیجے کو پناہ دے کر ہم سے محفوظ کر لیا اب ہمارے ساتھی کو پناہ دے کر ہمیں روک رہے ہو"۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا۔ "وہ میرا بھانجا ہے اس نے مجھ سے پناہ مانگی ہے اگر میں اپنے بھتیجے کا تحفظ کر سکتا ہوں تو پھر میں اپنے بھانجے کی حفاظت کیوں نہیں کر سکتا؟"

آپ ﷺ اپنی مناجات میں عرض کرتے تھے۔ اَنْتَ الْحَقُّ، وَقَوْلُكَ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَلِقَاءُكَ حَقٌّ، مولا! تو حق ہے، تیرا فرمان حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، جنت حق ہے، آگ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان کو لبید کے اس مصرعہ کے ساتھ کیسے جمع کیا جا سکتا ہے۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ۱۔ مَا خَلَا اللّٰهَ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی وہ رحمت جس کا اس نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے اور وہ آگ جس سے وہ سزا دے گا، ہے اس کے بغیر تمام اشیاء باطل یعنی زوال پذیر ہیں۔ ۲۔ اگرچہ جنت اور دوزخ حق ہے لیکن ان کی ذاتوں کے اعتبار سے ان پر زوال ممکن ہے۔ وہ اس لئے باقی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بقاء بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل کو دوام بخشا ہے۔ یہ اس شخص کا قول ہے جس نے دوام اور بقاء کو زائد علی الذات کے معنی

Marfat.com

اس وقت ابو جہل کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا "اے گروہ قریش! اللہ کی قسم! تم نے اس بوڑھے پر بڑی زیادتیاں کی ہیں۔ تم ہر اس شخص پر ظلم کرتے رہے جو ان کی پناہ میں رہا قسم بخدا! اب تم نے ان سے رکنا ہو گا ورنہ ہم ہر اس شخص کو ان کی حمایت کے لئے کھڑا کریں گے جسے ہم کھڑا کر سکے"

ابو جہل کفار قریش کا حضور ﷺ کے خلاف سب سے بڑا مددگار اور حامی تھا۔ انہوں نے اسے اسی حمایت و نصرت پر برقرار رکھنا چاہا۔ جب ابو طالب نے یہ بات سنی تو انہوں نے یہ اشعار اس امید پر کہے کہ شاید ابو جہل بھی حضور ﷺ کی تائید و نصرت کے لئے کھڑا ہو جائے۔

وَ اِنَّ امْرَءً اَبُوْ عُتْبَةَ عَمُّهٗ لَفِي رَوْضَةٍ مَا اِنْ يُسَامُ الْمَظَالِمَا

وہ شخص جس کا چچا ابو عتبہ ہو ایسے چمن میں ہوتا ہے کہ اس پر ظلم نہیں کیا جا سکتا۔

اَقُوْلُ لَهٗ وَاَيْنَ مِنْهُ نَصِيْحَتِيْ اَبَا مُعْتِبٍ ثَبِّتْ سَوَادَكَ قَائِمًا

میں اس سے کہتا ہوں لیکن اس پر میری نصیحت کا اثر کب ہوتا ہے۔ اے ابو معتب! اپنی قوم کے اتحاد کو مضبوط بنا۔

فَلَا تَقْبَلَنَّ الدَّهْرَ مَا عِشْتَ خُطَّةً تُسَبُّ بِهَا اِمَّا هَبَطْتَ الْمَوَاسِمَا

جب تک تو زندہ ہے تو ایسی چیز کو قبول نہ کر جس کی وجہ سے ہر اس مجمع میں تجھ پر عیب لگایا جائے جس میں تو جائے

وَوَلِّ سَبِيْلَ الْعِجْزِ غَيْرَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّكَ لَمْ تُخْلَقْ عَلَى الْعِجْزِ لَازِمًا

ان میں سے اپنے علاوہ دوسروں کے لئے عجز کا راستہ چھوڑ دے تجھے راہِ عجز پر برقرار رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

میں کیا ہے۔ یہ الاشعری کا قول ہے۔ حقیقت میں حق وہ ہوتا ہے جسے زوال نہ ہو، وہ قدیم ذات ہے جس کا معدوم حال ہے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا اَنْتَ الْحَقُّ حق کے ساتھ الف لام استعمال فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ہی درحقیقت اس اسم کا مستحق ہے وَقَوْلُكَ الْحَقُّ۔ کیونکہ اس کا قول قدیم ہے۔ وہ مخلوق نہیں کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے۔ یہی الف و لام کا تقاضا ہے پھر فرمایا اَلْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ۔ اب "حق" کو الف لام کے بغیر ذکر کیا اسی طرح فرمایا لِقَاءُكَ حَقٌّ ذکر فرمایا کیونکہ یہ تمام امور محدث یعنی زوال پذیر ہیں اور محدث کے لئے اس کی ذات کے اعتبار سے بقاء لازم نہیں ہوتی۔ ہمیں اس کی بقاء کی خبر اس صادق ﷺ نے دی جن کی زبان پر کبھی جھوٹ نہیں آیا۔ اس چیز کی بقاء اس اعتبار سے نہیں کہ بقاء اس پر لازم ہے جس طرح

Marfat.com

حَارِبْ فَاِنَّ الْحَرْبَ نَصْفٌ وَ مَا تَرٰى   اَخَا الْحَرْبِ يُعْطَى الْخَسْفَ حَتّٰى يُسَالِمَا

جنگ کا راستہ اختیار کر۔ بلا شبہ جنگ انصاف حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے تو دیکھے گا کہ جنگ جو بھی رسوا نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس سے صلح کر لی جاتی ہے۔

وَ كَيْفَ وَ لَمْ يَجْنُوْا عَلَيْكَ عَظِيْمَةً   وَ لَمْ يَخْذُلُوْكَ غَانِمًا اَوْ مُغَارِمًا

تو اپنی قوم سے علیحدہ کیوں ہوتا ہے حالانکہ انہوں نے تجھ پر کوئی بارِ گراں نہیں ڈالا اور نہ ہی تجھے اس حالت میں رسوا کیا جبکہ تو مال غنیمت حاصل کرنے والا یا تاوان ادا کرنے والا تھا۔

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا   وَتَيْمًا وَ مَخْزُوْمًا عُقُوْمًا وَ مَاثِمًا

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بنو عبد شمس، بنو نوفل، بنو تیم اور بنو مخزوم کو خطاؤں اور گناہوں کی سزا دے۔

بِتَفْرِيْقِهِمْ مِنْ بَعْدِ وُدٍّ وَّاُلْفَةٍ   جَمَاعَتَنَا كَيْمَا يَنَالُوْا الْمَحَارِمَا

انہوں نے محبت و الفت کے بعد ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا تا کہ وہ حرام چیزوں کو حاصل کر سکیں۔

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ نُبْزٰى مُحَمَّدًا   وَ لَمَّا تَرَوْا يَوْمًا لَدَى الشِّعْبِ قَائِمًا

تم نے جھوٹ بولا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہم سے چھین لیا جائے گا۔ حالانکہ ابھی تک تم نے وہ دن دیکھا ہی نہیں جس دن شعب کے پاس شمشیر زنی ہوگی۔

حضرت ابو بکر صدیق اور ابن دغنہ کی پناہ

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب مکہ معظمہ کی سر زمین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے تنگ ہوگئی۔ انہیں وہاں تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا

قدیم ذات کے لئے قدیم ہونا لازم ہے اور وہ ذات حق تعالیٰ کی ہستی ہے اس کے علاوہ سب کچھ باطل ہے۔ خواہ وہ جوہر ہو یا عرض۔ اعراض اور جواہر کو فناء اور زوال لازم ہے اگر وہ باقی رہیں اور زوال پذیر نہ ہوں پھر بھی ان کا زوال ممکن ہے حق تعالیٰ کی ذات بے ہمتا نہ جوہر ہے نہ عرض اس لئے جوامر عرض اور جوہر کے لئے جائز ہے وہ اس کے لئے محال ہے۔

حضرت ابو بکر اور ابن دغنہ

ابن دغنہ کا نام مالک تھا۔ یہ احابیش کا سردار تھا۔ ابن اسحاق نے انہیں مذکورہ بالا قبائل بتایا ہے۔

Marfat.com

پڑا۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کے خلاف قریش کی کوششیں ملاحظہ کیں۔ صحابہ کرام پر ظلم وستم دیکھا تو انہوں نے حضور ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے۔ جب آپ نے ایک دن یا دو دن کی مسافت طے کی تو آپ کو ابن دغنہ ملا۔ ابن دغنہ کا تعلق بنو حارث بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا وہ احابیش کا سردار تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں بنو حارث، بنو ھون اور بنو مصطلق کو احابیش کہا جاتا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔ ان تمام نے ایک معاہدہ کر رکھا تھا جس کی وجہ سے انہیں احابیش کہا جاتا تھا۔ ابن دغنہ کو ابن دغینہ بھی کہا جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''ابن دغنہ نے پوچھا اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے''۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میری قوم نے مجھے شہر سے نکال دیا ہے۔ شہر کی فضاء مجھ پر تنگ کر دی ہے انہوں نے مجھ پر جور وستم کیا ہے''۔ ''ابن دغنہ نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟''قسم بخدا! آپ تو اپنی قوم کی زینت وزیبائش ہو۔ مشکلات میں آپ مدد کرتے ہیں نیکی کے کام بجالاتے ہیں۔ بے روزگار کو روزگار فراہم کرتے ہیں۔ آپ لوٹ جائیں آپ میری پناہ میں ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ہمراہ واپس آ گئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ابن دغنہ نے کہا'' اے گروہِ قریش! میں نے ابن ابی قحافہ کو پناہ دی ہے اب ان کے ساتھ صرف بھلائی کا سلوک کرنا۔ قریش آپ کو تکلیف دینے سے رک گئے''۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کے دروازہ کے پاس اپنی مسجد بنا رکھی تھی۔ آپ اس میں نماز ادا کرتے تھے۔ آپ ایک نرم دل انسان تھے۔ قرآن پڑھتے ہوئے آپ کی آنکھیں رم جھم برسنے لگتی تھیں۔ بچے، مرد اور عورتیں وہاں کھڑے ہو جاتے اور آپ کی اس حالت کو

کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک پہاڑی پر عہد کیا تھا جسے حبشی کہا جاتا تھا اسی سے ان کا نام ''احابیش'' پڑ گیا۔

ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اِنَّكَ لَتُكْسِبُ الْمَعْدُوْم۔ کہا جاتا ہے۔ كَسَبْتَ الرَّجُلَ مَالاً۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے (اصمعی)۔

تُكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ کا معنی ہے یعنی آپ دوسرے کو وہ مال کما کر دیتے ہیں جن سے وہ محروم ہوتا ہے۔ دغنہ۔ ایک عورت کا نام تھا جس کے نام پر ایک پہاڑ تھا دَغْن اس بادل کو کہتے ہیں جو بارش کے بعد آسمان پر رہتا ہے۔

Marfat.com

دیکھتے۔ قریش کے چند آدمی ابن دغنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ اے ابن دغنہ! تو نے صدیق اکبر کو پناہ اس لئے دی تھی کہ وہ ہمیں تکلیف دیں۔ وہ جب نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو زار زار روتے ہیں۔ ان کی اس ھیئت کی وجہ سے ہمیں خوف ہے کہ ہمارے بچے، عورتیں اور کمزور لوگ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ تم انہیں حکم کرو کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کر نماز ادا کیا کریں۔ ابن دغنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے ابن ابی قحافہ! میں نے تجھے پناہ اس لئے نہیں دی تھی کہ تم اپنی قوم کو اذیت دو۔ وہ اس جگہ کو ناپسند کرتے ہیں جہاں تم نماز ادا کرتے ہو۔ انہیں اس سے اذیت ہوتی ہے۔ تم اپنے گھر میں داخل ہو کر جو کچھ چاہو کیا کرو''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں تیری پناہ واپس کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں''۔ ابن دغنہ نے کہا ''میری پناہ واپس کردو''۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی پناہ لوٹا دی۔ ابن دغنہ نے کھڑے ہو کر کہا ''اے گروہِ قریش! ابن ابی قحافہ نے میری پناہ لوٹا دی ہے اب تم اس سے حسب منشا سلوک کر سکتے ہو''۔

ابن اسحاق قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قریش کے کسی احمق نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اذیت دی اس وقت آپ کعبہ کی طرف جا رہے تھے۔ اس نے آپ کے سر پر مٹی پھینکی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے ولید بن مغیرہ یا عاص بن وائل گزرا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم نے دیکھا نہیں کہ اس بے وقوف نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے''۔ اس نے کہا ''تم نے اپنی ذات کے ساتھ یہ سلوک خود کیا ہے''۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ ''مولا! تو کتنا حلیم ہے۔ مولا! تو کتنا حلیم ہے۔ مولا! تو کتنا حلیم ہے''۔

صحیفہ کا پارہ پارہ ہونا

بنو ہاشم اور بنو مطلب اسی اذیت ناک جگہ میں اقامت گزیں تھے۔ قریش نے ان کے خلاف ایک عہد نامہ لکھا تھا۔ پھر قریش میں سے چند افراد نے اس عہد نامے کو ختم کرنے کی کوشش

صحیفۂ قریش کا ریزہ ریزہ ہونا

ہشام کے نسب میں ابن اسحاق نے ہشام بن حارث بن حبیب لکھا ہے۔ حاشیہ میں ابو ولید سے روایت ہے کہ یہ ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن حارث تھا۔ یونس نے ابن اسحاق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس کا باپ عمرو، نضلہ بن ہاشم کا ماں کی جانب سے بھائی تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ منصور بن عکرمہ

Marfat.com

کی۔ اس انسانیت سوز معاہدہ کو ختم کرنے میں جو کردار ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن حارث بن حبیب بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی نے ادا کیا وہ کسی اور سے ادا نہ ہوسکا وہ نضلہ بن ہشام بن عبد مناف کا، والدہ کی طرف سے بھائی تھا۔ ہشام بنو ہاشم سے اچھے تعلقات رکھتا تھا وہ اپنی قوم میں صاحب شرف انسان تھا۔ جب بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب میں محصور تھے تو یہ رات کے وقت کھانے سے بھرا ہوا اونٹ لے کر آتا۔ جب گھاٹی کے دروازے تک پہنچتا تو اس کی نکیل چھوڑ دیتا اور اس کے پہلو پر ضرب لگاتا، وہ اونٹ گھاٹی میں داخل ہو جاتا۔ پھر ایک اونٹ پر کپڑے وغیرہ لے کر آتا اور اسے بھی اسی طرح اندر داخل کر دیتا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ہشام، زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے پاس گیا۔ زہیر کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب تھا۔ ہشام نے کہا ”اے زہیر! کیا یہ تجھے پسند ہے کہ تو خود کھانا کھائے، عمدہ لباس زیب تن کرے، عورتوں سے نکاح کرے اور تیرے ماموں اس روح فرسا کیفیت میں ہوں جسے تو جانتا ہے۔ وہ نہ کوئی چیز فروخت کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی ان سے کوئی چیز خرید سکتا ہے وہ کسی کو نہ اپنا رشتہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی ان کی بچی سے شادی وبیاہ کرسکتا ہے۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابو حکم بن ہشام کے ماموں وہاں محبوس ہوتے پھر اگر تو اسے اس طرح کے ظالم معاہدہ کی طرف دعوت دیتا تو وہ کبھی بھی لبیک نہ کہتا“۔ زہیر نے کہا ”اے ہشام! میں فرد واحد ہوں میں کیا کرسکتا ہوں؟ قسم بخدا! اگر میرے ساتھ ایک اور شخص ہوتا تو میں اس کو ختم کرا کے ہی دم لیتا“۔ ہشام نے کہا ”ایک شخص تو تجھے مل گیا ہے“۔ زہیر نے پوچھا وہ کون ہے۔ ہشام نے کہا ”میں خود“۔ زہیر نے کہا ”ہمت کرو ایک تیسرا شخص بھی تلاش کرو“۔ ہشام، معطم بن عدی کے پاس گیا اور اسے جا کر کہا ”اے معطم! کیا یہ بات تمہیں پسند ہے کہ بنی عبد مناف کے دو خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب بھوک سے ایڑیاں رگڑتے رگڑتے ہلاک ہو جائیں اور تم یہ دیکھ بھی رہے ہو پھر بھی تم قریش کی امداد نہ کرو؟ اگر تم قریش کو اس طرح ہلاک کرنے کے درپے ہوتے تو وہ تمہارا

معاہدہ کو لکھنے والا تھا۔ جس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔ لیکن ماہر نسب اس صحیفہ کے کاتب کے متعلق دو قول لکھتے ہیں۔ ۱۔ بغیض بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار نے یہ معاہدہ لکھا۔ ۲۔ منصور بن عبد شرجیل بن ہاشم اس کا کاتب تھا۔ یہ دو اقوال ابن اسحاق کے قول کے مخالف ہیں۔ علامہ زبیر نے بھی انہی دو قولوں کا تذکرہ کیا ہے۔ زبیر اپنی قوم کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

Marfat.com

منہ نہ تکتے رہتے بلکہ وہ سب مل کر تم پر ہلہ بول دیتے''۔ مطعم نے کہا ''تم سچ کہتے ہو میں تنہا ساری قوم کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں''۔ ہشام نے ''کہا تم اکیلے نہیں ہو۔ ایک دوسرا آدمی بھی تمہارے ساتھ ہوگا''۔ اس نے پوچھا ''کون''۔ ہشام نے کہا ''میں خود حاضر ہوں''۔ مطعم نے کہا ''تیسرا ساتھی بھی تلاش کرو''۔ ہشام نے کہا ''میں نے وہ تیسرا ساتھی بھی ڈھونڈ لیا ہے''۔ مطعم نے پوچھا ''وہ کون ہے؟'' ہشام نے کہا ''وہ زہیر ہے''۔ مطعم نے کہا ''چوتھا آدمی بھی تلاش کرو اس طرح ہم پوری قوت سے اس مقصد کو حاصل کر سکیں گے''۔ ہشام وہاں سے اٹھ کر ابو البختری بن ہشام کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بھی وہی گفتگو کی جو مطعم کے ساتھ کی تھی۔ اس نے پوچھا اس معاملہ میں کوئی اور شخص بھی ہماری مدد کرے گا۔ ہشام نے کہا ہاں! ابو البختری نے پوچھا وہ کون ہے؟ ہشام نے کہا ''زہیر مطعم، میں خود تمہارے ساتھ ہوں۔ ہم چار آدمی اس مہم کو سر کرنے کے لئے متفق ہیں''۔ ابو البختری نے کہا ''ایک اور ساتھی بھی ہونا چاہئے۔ ہشام وہاں سے سیدھا زمعہ بن اسود کے پاس گیا اور اس کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کی اور اسے بھی قریبی رشتہ داری کا واسطہ دیا جو اس کی بنو ہاشم کے ساتھ تھی اس نے بھی پوچھا کہ اس سلسلہ میں کوئی اور شخص بھی ہمارا ساتھ دے گا۔ ہشام نے اسے ان اشخاص نے نام بتا دیئے۔

زہیر نے کہا اس کام کی ابتداء میں کروں گا۔ صبح ہوئی تو روساء قریش اپنی اپنی مجالس میں جا کر بیٹھ گئے لیکن زہیر کی آج شان ہی نرالی تھی وہ بڑی آن بان سے حرم میں داخل ہوا اس نے آج ایک قیمتی پوشاک پہن رکھی تھی۔ اس نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور بلند آواز سے کہا ''اے مکہ کے باشندو! ہم تو لذیذ کھانے کھائیں زرق برق لباس پہنیں اور بنو ہاشم ہلاک ہو رہے ہوں۔ وہ خرید بھی نہ سکیں، بیچ بھی نہ سکیں۔ بخدا میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا

شعب ابی طالب میں شرمناک مظالم

صحیح روایت میں ہے کہ شعب ابی طالب کے محصورین درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ پھر وہ بکری کی طرح مینگنیاں کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔ آپ فرماتے ہیں ایک دفعہ مجھے سخت بھوک لگی۔ اس رات کو میرا پاؤں کسی ترشئی پر آ گیا میں اسے اٹھا کر نگل گیا۔ میں آج تک نہیں جان سکا کہ وہ کیا چیز تھی۔ یونس کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں پیشاب کرنے کے لئے گیا میں نے پیشاب کرنے کی جگہ کسی چیز کی آواز سنی۔ میں نے اٹھا کر دیکھا تو وہ اونٹ کی جلد کا خشک ٹکڑا تھا میں نے اسے اٹھایا، دھویا جلا کر را کھ کیا۔

Marfat.com

جب تک اس قطع رحمی کرنے والی ظالمانہ دستاویز کو پرزے پرزے نہ کر دیا جائے"۔ مسجد کے ایک کونے میں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا وہ گرج کر بولا" زہیر! تم جھوٹ کہہ رہے ہو بخدا اس صحیفہ کو ہرگز نہیں پھاڑا جائے گا"۔ زمعہ بن اسود کھڑا ہو گیا اس نے کہا" ابوجہل! سب سے بڑے جھوٹے تو تم ہو اس تحریر پر ہم راضی ہی نہ تھے"۔ ابوالبختری نے کہا" زمعہ نے سچ کہا ہے جو کچھ اس دستاویز میں لکھا گیا ہے ہم نہ اس کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی برقرار رہنے دیں گے"۔ مطعم نے کہا" اے زمعہ! اے ابوالبختری! تم نے سچ کہا ہے جو اس کے علاوہ کہتا ہے وہ جھوٹا ہے جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا گیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں"۔ ہشام بن عمرو نے بھی اس کی تائید کی ابوجہل نے کہا" یہ سوچی سمجھی سازش ہے اور اس کے بارے میں رات کو فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس جگہ کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر یہ فیصلہ ہوا ہے"۔ یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت ابو طالب مسجد کے گوشہ میں بیٹھے سن رہے تھے، مطعم اٹھا تا کہ اس صحیفہ کو ریزہ ریزہ کرے۔ دیکھا تو دیمک نے اللہ عَزَّ اِسمُہٗ کے نام کے علاوہ جو کچھ اس میں لکھا گیا تھا اس کا صفایا کر دیا ہے۔ اس صحیفہ کا کاتب منصور بن عکرمہ تھا۔ اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو طالب سے کہا۔" اے عم محترم! میرے

اس میں پانی ملایا اور تین دن تک اسے کھاتا رہا۔ اگر بیرونِ ملک سے کوئی تجارتی کارواں وہاں آتا اور مسلمان ان سے کوئی چیز خریدنے کے لئے وہاں پہنچ جاتے تو ابولہب ان قافلہ والوں کو کہتا" تم ان کو اتنے مہنگے دام بتاؤ کہ وہ کوئی چیز نہ خرید سکیں اور ساتھ ہی انہیں یہ تسلی بھی دیتا کہ تم یہ فکر مت کرنا کہ اگر تم نے بہت زیادہ قیمت مانگی تو اسے کوئی خریدے گا ہی نہیں اور تمہیں خسارہ ہو گا میں اس خسارے کو پورا کروں گا"۔ شعب ابی طالب کے مکین بھوک سے بلکتے ہوئے اپنے بچوں کو چھوڑ کر سامان خریدنے کے لئے جاتے تو قافلہ والے پانچ، دس گنا زیادہ قیمت طلب کرتے جس کے ادا کرنے کی ان میں سکت نہ ہوتی تھی۔ بے چارے خالی ہاتھ واپس آ جاتے ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جس سے وہ اپنے روتے ہوئے بچوں کو بہلا سکیں۔ وہ تجار ابولہب کے پاس جاتے اور ان کے طعام اور لباس وغیرہ میں انہیں بہت زیادہ نفع دلاتا۔ مؤمنین اور ان کے ساتھی بھوک اور عریانی سے تنگ آ گئے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا اِقْرَاْ پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِیٍ۔ میں پڑھنے والا نہیں۔ اس وقت انہوں نے آپ ﷺ کو تین دفعہ بھینچا۔ تین دفعہ بھینچے کو تین شدائد سے تعبیر کیا گیا۔ جن میں سے ایک سختی شعب ابی طالب کی محصوری تھی۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

Marfat.com

پروردگار نے صحیفۂ قریش پر دیمک کو مسلط فرما دیا ہے۔ اس نے وہاں صرف اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہی چھوڑا ہے۔ اس نے وہاں سے ظلم، قطع رحمی اور بہتان کی شقوں کو چاٹ کر دیا ہے''۔ حضرت ابو طالب نے کہا ''کیا آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو بتایا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' حضرت ابو طالب نے فرمایا قسم بخدا! پھر آپ ﷺ پر کوئی غالب نہیں آسکتا''۔ حضرت ابوطالب قریش کے پاس گئے اور فرمایا ''اے گروہِ قریش! میرے بھتیجے نے تمہارے صحیفہ کے متعلق یہ خبر دی ہے۔ اپنے صحیفہ کو دیکھو۔ اگر میرے بھتیجے کی بات سچ نکلی تو پھر ہماری قطع رحمی سے رک جانا اور اس صحیفہ میں مرقوم ظالم شرائط کو ترک کر دینا۔ اگر میرے بھتیجے کی بات سچ ثابت نہ ہوئی تو میں اپنا بھتیجا تمہارے سپرد کر دوں گا''۔ قوم قریش نے کہا ''ہم آپ کی اس بات پر راضی ہیں''۔ پھر انہوں نے صحیفہ دیکھا۔ وہ بالکل اسی طرح تھا جس طرح سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا تھا لیکن قریش کی عداوت و شرارت میں اضافہ ہی ہوا۔ اس کے بعد قریش کے چند افراد نے اس ظالمانہ دستاویز کو ختم کرنے کی سعی کی۔

حضرت ابوطالب کا قصیدہ

ابن اسحاق کہتے ہیں جب دیمک صحیفہ کو چاٹ کر گئی ہو اور ظالم معاہدہ ختم ہو گیا تو حضرت ابو طالب نے ایک قصیدہ لکھا جس میں ان افراد کی ستائش کی جنہوں نے اس معاہدہ کو ختم کرنے کی تگ و دو کی۔ وہ مشہور قصیدہ یہ ہے۔

أَلَاهَلْ أَتَى بَحْرِيِّنَا صُنْعُ رَبِّنَا عَلَى نَأْيِهِمْ وَاللّٰهُ بِالنَّاسِ أَرْوَدُ

کیا ہمارے سمندر کا سفر طے کرنے والے مہاجروں کو اس دوری کے باوجود ہمارے رب نے جو کیا ہے انہیں معلوم ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ حلم و بردباری کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔

بَحْرِيِّنَا

اس سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت ابوطالب نے انہیں بحر (سمندر) کی طرف منسوب اس لئے کیا کیونکہ یہ سمندری راستہ سے حبشہ گئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا إِذَا نَشَأَتْ بَحْرِيَّةً۔ ابن سیدہ اپنی کتاب ''المحکم'' میں رقم طراز ہیں کہ اہل عرب بحر سے نسبت خلاف قیاس بحرانی بناتے ہیں۔ اور یہ شاذ نسبت ہے ابن سیدہ نے یہ قول سیبویہ اور خلیل کی طرف

Marfat.com

فَيُخْبِرُهُمْ اَنَّ الصَّحِيْفَةَ مُزِّقَتْ وَاَنَّ كُلَّ مَا لَمْ يَرْضَهُ اللّٰهُ مُفْسِدُ

اوران کو یہ اطلاع ملی ہے کہ اس صحیفہ کو پارہ پارہ کر دیا گیا ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا وہ فناء ہو جاتی ہے۔

تَرَاوَحَهَا اِفْكٌ وَ سِحْرٌ مُجَمَّعٌ وَ لَمْ يُلْفَ سِحْرٌ آخِرَ الدَّهْرِ يَصْعَدُ

منسوب کیا ہے لیکن یہ سیبویہ کا قول نہیں ہو سکتا انہوں نے شاذ نسبتوں میں لکھا ہے جیسا کہ بَهْرَاء سے بَهْرَانِیٌّ۔ صَنْعَاء سے صَنْعَانِیٌّ اسی طرح بَحْرَانِیٌّ ہے لیکن یہ نسبت بحرین ملک کی طرف منسوب ہے۔ تمام علمائے نحو اسی طرح کہتے ہیں اور اسے سیبویہ کے کلام سے تاویل کرتے ہیں اس مسئلہ میں ابن سیدہ پر سیبویہ کا قول متشابہ ہو گیا ہے۔ علماء نے لفظ بحر کی بنیاد بحران کو بنایا ہے۔ کتاب العین میں خلیل لکھتے ہیں، بَحْرَانِیٌّ بحرین کی طرف منسوب ہے انہوں نے اسے بحر کی طرف منسوب نہیں کیا کیونکہ انہیں اس کا علم تھا اور یہ نسبت قیاس کے مطابق ہے۔ یزیدی کی کتاب ''الغریب'' میں ہے۔ ''علماء بحرین کی طرف منسوب کو بحرانی کہتے ہیں اسے بحری نہیں کہتے تا کہ اس کے اور بحر کی طرف منسوب اسم کے مابین فرق ہو سکے۔ ابن سیدہ سے اس کتاب میں کئی لغزشیں ہوئیں جن کی وجہ سے انگلیوں کے پوروں سے خون رواں ہے۔ وہ کئی ایسے مقامات پر پھسلے جو انہیں گمراہوں کے راستہ پر لے گئے۔ انہوں نے اسی کتاب میں بحیرۃ طبریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔'' یہ دجال کے خروج کی علامات سے ہے اس کے ظہور کے وقت اس کا پانی خشک ہو جائے گا''۔ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّمَا جَاءَ فِي غَمْرِ زُغَرَ۔ زغر کے علاوہ میں اس کا تذکرہ ہے۔'' بحیرہ طبریہ کا ذکر یاجوج و ماجوج کی حدیث میں ہے کہ وہ اس سمندر کا پانی پئیں گے۔ ایک دوسری کتاب میں وہ ''جمار'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ کنکریاں ہیں جو میدان عرفہ میں ماری جاتی ہیں۔ یہ کتنی بڑی خطا اور لغزش ہے۔ انہوں نے اسی قسم کے بہت سے تسامح کیے ہیں۔ بحر کی طرف نسبت کے متعلق حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارک بھی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا ''اَلْبَحْرِيَّةُ الْحَبْشِيَّةُ'' آپ ﷺ نے انہیں اس وقت یہ فرمایا جب وہ حبشہ سے واپس تشریف لائیں۔

اَرْوَدُ کا معنی بہت زیادہ نرم۔ اسی سے رُوَيْدَكَ۔ یعنی تھوڑی سی نرمی اختیار کر۔ روید تصغیر ہے اس کا مکبر نہیں آتا کیونکہ اس کا مصدر ''ارواد'' ہے لیکن اگر اسے باب سے ملایا جائے جس میں ترخیم کر کے تصغیر بنائی جاتی ہے۔ یعنی وہ اسم جس میں زائد حروف ہو تصغیر بناتے وقت اس کے زائد حروف کو حذف کر دیا جائے۔ مثلاً اَسْوَدَ سے سُوَيْد اور اِرْوَاد سے رُوَيْد وغیرہ۔

Marfat.com

اس دستاویز کو جھوٹ اور بہتان نے تقویت دی اور قیامت تک جھوٹ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا۔

تَدَاعَی لَهَا مَنْ لَّيْسَ فِيْهَا بِقَرْقَرٍ　فَطَائِرُهَا فِي رَأْسِهَا يَتَرَدَّدُ

ہر صاحبِ عزت نے اس معاہدہ کو توڑنے کی دعوت دی اور اس دستاویز کا پرندہ اس کے سر میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔

وَ كَانَتْ كِفَاءً رَقْعَةً بِأَثِيْمَةٍ　لِيُقْطَعَ مِنْهَا سَاعِدٌ وَّ مُقَلَّدُ

یہ معاہدہ اتنا بڑا گناہ تھا کہ اگر کے عوض ہاتھ یا گردن کاٹ دی جاتی پھر بھی ظلم نہ تھا۔

وَ يَظْعَنُ اَهْلُ الْمَكَّتَيْنِ فَيَهْرَبُوْا　فَرَائِصُهُمْ مِنْ خَشْيَةِ الشَّرِّ تُرْعَدُ

وادیٔ مکہ کے لوگ عازمِ سفر ہو گئے وہ اس حالت میں بھاگے کہ ان کے اعضاء شر کے خوف سے کانپ رہے تھے۔

وَ يُتْرَكُ حَرَّاثٌ يُقَلِّبُ اَمْرَهُ　اَيُتْهِمُ فِيْهِمْ عِنْدَ ذَاكَ وَ يُنْجِدُ

کسان کو چھوڑ دیا جاتا ہے اس کا معاملہ الٹ پلٹ ہو جاتا ہے خواہ وہ تھامہ میں جائے یا نجد کا قصد کرے۔

تَصْعَدُ بَيْنَ الْاَخْشَبَيْنِ كَتِيْبَةٌ　لَهَا حُدُجٌ سَهْمٌ وَ قَوْسٌ وَ مِرْهَدُ

اخشبین کے درمیان ایسا لشکر آ جائے گا جس کے پاس بہت سے پھل، تیر، کمان اور برچھے یا

مَنْ لَّيْسَ فِيْهَا بِقَرْقَرٍ

وہ افراد ذلیل نہیں ہیں۔ قرقر اس زمین کو کہتے ہیں جو اپنے چلنے والے کو روکتی نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے شخص نہیں ہیں جن پر ہنسا جائے۔ قرقر ہنسنے کو بھی کہتے ہیں۔ طَائِرُهَا...... یعنی اس کی بدبختی اور شر کا حصہ۔ ارشادِ ربانی ہے "اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِيْ عُنُقِهِ۔"

لَهَا حُدُجٌ سَهْمٌ وَ قَوْسٌ وَ مِرْهَدُ

شیخ کی کتاب کے حاشیہ میں لَعَلَّهُ حُدُجٌ ہے۔ حُدُجٌ حِدْج کی جمع ہے۔ انہوں نے بطورِ دلیل ثعلب کا یہ مصرعہ پڑھا، قُمْنَا فَانْسَنَا الْحُمُوْلَ وَالْحُدُجَ یہ سَتْرٌ اور سُتُرٌ کی مانند ہے۔ ابن سیدہ نے اسے "محکم" میں لکھا ہے اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہاں کجاوے کی جگہ تیر، کمان اور تلوار ہوگی۔ امام سہیلی فرماتے ہیں کہ "عین" میں ہے حَدَجٌ جھاڑی کے کانٹے کو کہتے ہیں۔ شعر میں یہ لفظ اسی معنی

Marfat.com

تلواریں ہوں گی۔

فَمَنْ یَنْشَ مِنْ حُضَّارِ مَکَّۃَ عِزُّہٗ فَعِزَّتُنَا فِی بَطْنِ مَکَّۃَ اَتْلَدُ

اگر کسی کی عزت مکہ میں اقامت گزین ہونے کی وجہ سے نشو ونما پاتی ہے تو پھر وادی مکہ میں ہماری عزت بہت قدیم ہے۔

نَشَأْنَا بِھَا وَالنَّاسُ فِیْھَا قَلَائِلُ فَلَمْ نَنْفَکِكْ نَزْدَادُ خَیْرًا وَ نُحْمَدُ

ہم نے اس مبارک شہر میں اس وقت نشو ونما پائی جب لوگ بہت قلیل تھے۔ ہم میں خیر و بھلائی کے اعتبار سے اضافہ ہوتا رہا اور ہر جگہ ہماری تعریف ہوتی رہی۔

وَ نُطْعِمُ حَتّٰی یَتْرُكَ النَّاسُ فَضْلَھُمْ اِذَا جَعَلَتْ اَیْدِی الْمُفِیْضِیْنَ تَرْعَدُ

ہم لوگوں کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ لوگ اپنی برائی کو ترک کر دیتے ہیں۔ جب فال گیروں کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔

میں مستعار استعمال ہوا ہے یعنی لَھَا حَسَكٌ اس کے لئے کانٹے ہوں گے اور اس سے مراد تیر، کمان اور تلواریں ہیں مِرْھِد یہ اصل میں اسی طرح ہے ممکن ہے کہ یہ مَرْھَد سے مقلوب ہو یہ رَھَدَ الثَّوْبَ سے مشتق ہے اس کا معنی کپڑے کو پھاڑنا ہے، اس کا معنی نیزہ یا تلوار ہے، ممکن ہے کہ یہ مقلوب نہ ہو۔ یہ رَھِیْد سے مشتق ہے اس کا معنی نرم و نازک ہے یعنی وہ اپنے مالک کو ظفر و کامیابی سے ہمکنار کر کے نرم کرتا ہے یا وہ خود خون سے سیراب ہو کر نرم ہو جاتا ہے۔ بعض نسخوں میں مَرْھَدٌ مرقوم ہے اس کا معنی ہے زندگی میں زہد اختیار کرنا اور آخرت کا حریص ہونا اِذَا جَعَلَتْ اَیْدِی الْمُفِیْضِیْنَ تُرْعَدُ۔ جوئے کے تیر پھینکنے والوں کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔ اونٹ ذبح کرنے میں سخی شخص کے علاوہ اور کوئی ان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جوان کا ساتھ نہ دے سکے اسے "اَلْبَرَم" کہتے ہیں ایک عورت کا خاوند بخیل تھا وہ اسے کہتی ہے وَ دَأْتُہٗ یَقْرُنَ بَضْعَتَیْنِ فِی الْاَکْلِ اَبْرَمًا قَرُوْنًا۔ ایسے بخیل کو حصور بھی کہتے ہیں حضرت ابو طالب کی مراد یہ ہے جب لوگ بخل کرتے ہیں تو یہ لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ مَیْسِر اس اونٹ کو کہتے ہیں جسے ذبح کر کے تقسیم کیا جاتا ہے علامہ قتبی نے یہی تشریح کی ہے اور بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے۔

اَقُوْلُ لَھُمْ بِالشِّعْبِ اِذْ یَیْسِرُوْنَنِیْ اَلَمْ یَیْأَسُوْا اَنِّیْ ابْنُ فَارِسِ زَھْدَمِ

جب وہ گھاٹی میں میرا مال تقسیم کر رہے تھے تو میں نے ان سے کہا کیا وہ مایوس نہیں ہوئے بلا شبہ میں تیز رفتار سوار کا لخت جگر ہوں۔

Marfat.com

جَزَى اللّٰهُ رَهۡطًا بِالحَجُوۡنِ تَبَايَعُوۡا   عَلٰى مَلَاءٍ يَهۡدِيۡ لِحَزۡمٍ وَ يُرۡشِدُ

اللہ تعالیٰ اس گروہ کو جزاء دے جو مقام حجون پر تھا جنہوں نے اس گروہ کی مدد کا عہد کیا جو احتیاط کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں اور ہدایت دیتے ہیں۔

قُعُوۡدًا لَدٰى خَطۡمِ الحَجُوۡنِ كَاَنَّهُمۡ   مَقَاوِلَةٌ بَلۡ هُمۡ اَعَزُّ وَ اَمۡجَدُ

وہ حجون کی چوٹی کے پاس ایسے بیٹھے تھے گویا کہ وہ سردار تھے بلکہ وہ سرداروں سے بھی محترم و معزز تھے۔

اَعَانَ عَلَيۡهَا كُلُّ صَقۡرٍ كَاَنَّهٗ   اِذَا مَا مَشٰى فِيۡ رَفۡرَفِ الدِّرۡعِ اَحۡرَدُ

اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف مدد کرنے والا ہر شخص شاہین کی مانند تھا جب وہ خود سے بندھی ہوئی ذرہ کے ساتھ چلتا تو آہستہ چلتا۔

جَرِئٌ عَلٰى جُلَى الخُطُوۡبِ كَاَنَّهٗ   شِهَابٌ بِكَفَّىۡ قَابِسٍ يَتَوَقَّدُ

وہ بڑے بڑے کارناموں پر جراءت سے پیش قدمی کرنے والا ہے گویا کہ وہ آگ لینے والے شخص کے دونوں ہاتھوں میں شعلہ بار انگارہ ہے۔

مِنَ الاَكۡرَمِيۡنَ مِنۡ لُؤَيِّ بۡنِ غَالِبٍ   اِذَا سِيۡمَ خَسۡفًا وَجۡهُهٗ يَتَرَبَّدُ

وہ لوی بن غالب کے معززین میں سے ہے جب اس سے ذلت آمیز سلوک کیا جاتا ہے تو اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے۔

طَوِيۡلُ النِّجَادِ خَارِجٌ نِصۡفُ سَاقِهٖ   عَلٰى وَجۡهِهٖ يُسۡقَى الغَمَامُ وَ يُسۡعَدُ

وہ دراز قد ہے۔ جو آدھی پنڈلی کو باہر رکھتا ہے اس کے چہرہ کے طفیل بادل برستا ہے اور سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

عَظِيۡمُ الرَّمَادِ سَيِّدٌ وَابۡنُ سَيِّدٍ   يَحُضُّ عَلٰى مَقۡرَى الضُّيُوۡفِ وَيَحۡشُدُ

وہ بڑا فیاض، سردار اور سردار کا نور نظر ہے جو مہمانوں کی ضیافت پر ابھارتا ہے اور جمع کرتا

رَفۡرَفِ الدِّرۡعِ اَحۡرَدُ

رَفۡرَفِ الدِّرۡعِ سے مراد ذرہ کے کنارے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ سے مراد قالینوں اور بستروں کے پردے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد تکیے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد جنت کے باغات ہیں۔ اَحۡرَد اس شخص کو کہتے ہیں جن کی چال بوجھل ہو۔ یہ حَرۡد سے مشتق ہے ایسی چال

Marfat.com

ہے۔

وَ یَبْنِی لِاَبْنَاءِ العَشِیْرَۃِ صَالِحًا　اِذَا نَحْنُ طُفْنَا فِی الْبَلَادِ وَ یَمْھَدُ

وہ خاندان کے فرزندوں کے لئے اچھی عادات کی بنیاد ڈالتا ہے جب ہم شہروں میں محو سفر ہوتے ہیں تو وہ ان کے لئے فرش بچھاتا ہے۔

أَلَظَّ بِھٰذَا الصُّلْحِ کُلُّ مُبَرَّاٍ　عَظِیْمِ اللِّوَاءِ اَمْرُہٗ ثُمَّ یُحْمَدُ

اس صلح میں مدد کرنے والا شخص ہر عیب سے پاک، عظیم جھنڈے والا اور قابل ستائش ہے۔

قَضَوْا مَا قَضَوْا فِی لَیْلِھِمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا　عَلٰی مَھْلٍ وَ سَائِرُ النَّاسِ رُقَّدُ

انہوں نے اس شب جو فیصلہ کرنا تھا کر دیا پھر صبح کے وقت منزل پر پہنچ گئے جبکہ تمام لوگ محو نیند تھے۔

ھُمْ رَجَعُوْا سَھْلَ بْنَ بَیْضَاءَ رَاضِیًا　وَ سُرَّ اَبُوْبَکْرٍ وَ مُحَمَّدُ

انہوں نے سہل بن بیضاء کو راضی واپس کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور محمد مصطفیٰ ﷺ اس سے مسرور ہو گئے۔

مَتٰی شُرِّکَ الْاَقْوَامُ فِی جُلِّ اَمْرِنَا　وَ کُنَّا قَدِیْمًا قَبْلَھَا نَتَوَدَّدُ

یہ لوگ ہمارے عظیم الشان کاموں میں کب شرکت کرتے ہیں حالانکہ ہم اس سے پہلے کافی عرصہ سے باہمی محبت کرتے تھے۔

وَ کُنَّا قَدِیْمًا لَا نُقِرُّ ظُلَامَۃً　وَ نُدْرِکُ مَا شِئْنَا وَ لَا نَتَشَدَّدُ

ہماری پرانی عادت یہ ہے کہ ہم ظلم کو برقرار نہیں رہنے دیتے۔ ہم جسے چاہتے ہیں اسے حاصل کر لیتے ہیں اور ہم ظلم بھی نہیں کرتے۔

فَیَا لَقُصَیٍّ ھَلْ لَکُمْ فِی نُفُوْسِکُمْ　وَ ھَلْ لَکُمْ فِیْمَا یَجِیْءُ بِہٖ غَدُ

اے بنو قصی! کیا تم نے کبھی اپنے متعلق سوچا ہے اور کبھی سوچا ہے کہ مستقبل میں تمہارے

انسان میں عیب ہوتی ہے وَھُمْ رَجَعُوْا...... سہل سے مراد ابن وھب بن ربیعہ بن ھلال بن ضبہ بن حارث بن فہر ہے۔ بیضاء اس کی ماں تھی اس کا نام وعد بنت حجدم بن امیہ بن ضرب بن حارث بن فہر تھا۔ یہ تین بھائی تھے۔ سہل، سہیل اور صفوان۔

اسود۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس پر ایک شخص قتل ہو گیا۔ جس کے قاتل کا پتہ نہ چل سکا اس وقت مقتول کے ورثاء نے یہ کہا اَدَیْکَ الْبَیَانُ لَوْ تَکَلَّمْتَ اَسْوَدَ۔ اسی سے یہ ضرب المثل بن گیا۔

Marfat.com

ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

فَاِنِّیْ وَ اِیَّاکُمْ کَمَا قَالَ قَائِلٌ لَدَیْکَ الْبَیَانُ لَوْ تَکَلَّمْتَ اَسْوَدُ

میری اور تمہاری حیثیت اس طرح سے ہے جس طرح کسی نے کہا ہے اے اسود! اگر تو بول سکتا ہے تو پھر حقیقت کا علم تجھے ہی ہے۔

حضرت حسان بن ثابت کا مرثیہ

جب مطعم بن عدی کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ان کا مرثیہ لکھا جس میں صحیفہ کو چاک چاک کرنے میں ان کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

اَیَاعَیْنُ فَابْکِی سَیِّدَ الْقَوْمِ وَاسْفَحِی بِدَمْعٍ وَاِنْ اَنْزَفْتِہٖ فَاسْکُبِی الدَّمَا

اے آنکھ! قوم کے سردار پر گریہ بار ہو اور آنسوؤں کی خوب سخاوت کر اور اگر تیرے آنسو ختم ہو چکے تو پھر خون بہا۔

وَبَکِّی عَظِیْمَ الْمَعْشَرَیْنِ کِلَیْھِمَا عَلَی النَّاسِ مَعْرُوْفًا لَہٗ مَا تَکَلَّمَا

دونوں قبیلوں کے سردار پر آہ و زاری کر۔ اس وقت تک اس کے احسانات لوگوں پر ہیں جب تک وہ کلام کرتے رہیں گے۔

فَلَوْ کَانَ مَجْدٌ یُخْلِدُ الدَّھْرَ وَاحِدًا مِنَ النَّاسِ اَبْقٰی مَجْدُہُ الْیَوْمَ مُطْعِمَا

اگر کسی کو بزرگی مداومت عطا کر سکتی تو آج مطعم کو اس کی عظمت ضرور بقاء عطا کر دیتی۔

اَجَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْھُمْ فَاَصْبَحُوْا عَبِیْدَکَ مَا لَبّٰی مُھِلٌّ وَاَحْرَمَا

تم نے حضور ﷺ کو پناہ دی۔ جب تک کوئی حاجی لبیک کہتا رہے گا یا کوئی احرام باندھتا

حضرت حسان بن ثابت کا مرثیہ

انہوں نے اپنے قصیدہ میں مطعم بن عدی کا ذکر کیا ہے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب سرورِ دو عالم ﷺ طائف سے واپس آئے تو اس وقت آپ ﷺ کو پناہ انہوں نے ہی دی تھی اور ظالم صحیفہ کو پارہ پارہ کرنے میں بھی ان کا کردار بڑا عیاں ہے۔

فَلَوْ کَانَ مَجْدٌ اس شعر میں فاعل کو مقدم کیا گیا ہے وہ مفعول کی ضمیر کی طرف مضاف ہے۔ علمائے نحو کے نزدیک یہ ضرورت بڑی قبیح ہے۔ یہ شعر اس مصرعہ کی مانند ہے جَزٰی رَبُّہٗ عَنِّیْ عَدِیَّ بْنَ حَاتِمٍ۔ عدی بن حاتم کا رب اسے میری طرف سے عمدہ جزاء دے لیکن اس شعر میں مطعم کا ذکر پہلے

Marfat.com

رہے گا وہ سب تمہارے احسان کے بندے رہیں گے۔

فَلَوْ سُئِلَتْ عَنْهُ مَعَدٌّ بِاَسْرِهَا وَ قَحْطَانُ اَوْ بَاقِي بَقِيَّةِ جُرْهُمَا

اگر بنو معد، قحطان اور جرہم کے بقیہ افراد سے مطعم کے متعلق پوچھا جائے۔

لَقَالُوْا هُوَ الْمُوْفِي بِخُفْرَةِ جَارِهٖ وَ ذِمَّتِهٖ يَوْمًا اِذَا مَا تَذَمَّمَا

تو وہ سب کہیں گے کہ وہ اپنے پناہ گزین سے وفا کرنے والا اور اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے جب کہ وہ عہد کرے۔

فَمَا تَطْلَعُ الشَّمْسُ الْمُنِيْرَةُ فَوْقَهُمْ عَلٰى مِثْلِهٖ فِيْهِمْ اَعَزَّ وَ اَعْظَمَا

درخشاں سورج ان میں سے کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو مطعم سے زیادہ معزز اور عظیم ہو۔

وَاٰبٰى اِذَا يَاْبٰى وَ اَعْظَمَ شِيْمَةً وَاَنْوَمَ عَنْ جَارٍ اِذَا اللَّيْلُ اَظْلَمَا

جب وہ انکار کرتا تو سب سے زیادہ انکار کرنے والا، بہترین عادات کا مالک، ظلمت بھری رات میں وہ اپنے پناہ گزین سے مطمئن ہو کر سونے والا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں جب تاجدارِ عرب و عجم ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے۔ اہل طائف نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک نہ کہا، انہوں نے آپ ﷺ کی نصرت و تائید سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ حراء کی طرف تشریف لے گئے۔ پہلے اخنس بن شریف کی طرف پیام بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کو پناہ دے۔ اس نے کہا ”میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ نہیں دیتا“۔ آپ ﷺ نے سہیل بن عمرو کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا ”بنو عامر بنو کعب کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دیتے“۔ آپ ﷺ نے مطعم بن عدی کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی صدا پر لبیک کہا۔ حضرت مطعم اور ان کے اہل خانہ ہتھیار سجا کر مسجد میں آئے پھر

ہونے کی وجہ سے اس میں کچھ شبہ سا آجاتا ہے گویا کہ انہوں نے اس طرح کہا ہے اَبْقٰى مَجْدُ هٰذَا الْمَذْكُوْرِ الْمُتَقَدِّمِ ذِكْرُهٗ مُطْعِمًا۔ انہوں نے ظاہر کو مضمر کی جگہ رکھا ہے مثلاً اگر اس طرح کہا جائے اِنَّ زَيْدًا ضَرَبَتْ جَارِيَتُهٗ زَيْدًا۔ یعنی لونڈی نے زید کو مارا اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں بالخصوص جبکہ ممدوح کی تعظیم و تفخیم کا قصد ہو۔ جس طرح شاعر کہتا ہے۔

وَ مَالِيَ اَنْ اَكُوْنَ اُعِيْبُ يَحْيٰى وَ يَحْيٰى طَاهِرُ الْاَثْوَابِ بَرٌّ

میں یحییٰ پر عیب کیوں لگاؤں وہ یحییٰ جو پاکیزہ کپڑوں والا اور پاکباز ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کو پیام دیا کہ تشریف لائیں حضور ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔ نماز ادا کی، پھر اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت حسان رضی اللہ عنہ ہشام بن عمرو کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

هَلْ يُوفِيَنَّ بَنُوْ أُمَيَّةَ ذِمَّةً   عِقْدًا كَمَا أَوْفٰى جِوَارُ هِشَامِ
مِنْ مَعْشَرٍ لَا يَغْدِرُوْنَ بِجَارِهِمْ   لِلْحَارِثِ بْنِ حُبَيِّبِ بْنِ سُخَامِ
وَ إِذَا بَنُوْ حِسْلٍ أَجَارُوْا ذِمَّةً   أَوْفَوْا وَأَدَّوْا جَارَهُمْ بِسَلَامِ

"کیا بنوامیہ اپنے عہد اور ذمہ کو اسی طرح پورا کریں گے جس طرح ہشام کے ہمسایہ نے ذمہ داری پوری کی۔ ان کا تعلق بنو حارث بن حبیب بن سخام سے ہے جو اپنے پڑوسیوں سے دھوکا نہیں کرتے۔ جب بنو حسل کسی کو پناہ دیتے ہیں تو وہ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے پناہ گزین کو سلامت حوالے کرتے ہیں"۔ ہشام، سخام کا بھائی تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں سخام کو شخام بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کا قبول اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ سے کس طرح سنگدلانہ سلوک کر رہی تھی۔ آپ ﷺ ان کے لئے مجسمۂ خلوص تھے انہیں کفرو شرک کی تاریکیوں سے نکال کر فوز و فلاح کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہر طرح حفاظت فرمائی۔ ہر شخص جو مکہ معظمہ میں آتا قریش اسے حضور ﷺ سے ڈراتے۔ حضرت طفیل بن عمرو خود بیان فرماتے ہیں۔ "وہ مکہ معظمہ میں آئے۔ اس وقت حضور ﷺ مکہ معظمہ میں جلوہ افروز تھے۔ قریش کے چند افراد ان کے پاس گئے۔ طفیل ایک

میرے نزدیک یہ وَبِكِّي عَظِيمَ الْمَشْعَرِيْنِ سے بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ اَبْقٰى مَجْدُهٗ سے مفعول ہوگا۔ اصل عبارت یوں ہوگی اَبْقَاهُ مَجْدُهٗ اَبَدًا۔ مفعول کے حذف میں کوئی قباحت نہیں ہے جبکہ کلام اس پر دلالت کر رہا ہو۔

ہشام بن عمرو کے نسب میں حارث بن حبیب بن سخام کا ذکر کیا ہے اس کا نسب پہلے گذر چکا ہے یہ حبیب ہے جو حب کی تصغیر ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسے حَبَيِّب کی تصغیر بنایا ہے اسی لئے اسے مشدد ذکر کیا ہے۔ باب الضرورۃ سے اس کا تعلق نہیں ہے ورنہ فُلَيِّس میں

Marfat.com

شریف، دانا، شاعر اور عقلمند انسان تھے۔ قریش مکہ نے ان سے کہا "اے طفیل! آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں۔ یہ شخص جو ہمارے سامنے ہیں یہ ہم سے علیحدگی اختیار کر چکے ہیں۔ انہوں نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ہمارے معاملات کی شیرازہ بندی کو اکھیڑ کر رکھ دیا ہے ان کی گفتگو جادو کی طرح ہے جو انسان اور اس کے باپ، انسان اور اس کے بھائی اور انسان اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیتی ہے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں آپ اور آپ کی قوم بھی انہیں مسائل کا شکار نہ ہو جائیں۔ آپ نہ تو ان سے کوئی گفتگو کریں اور نہ ہی ان سے کوئی بات کریں۔" حضرت طفیل فرماتے ہیں"۔ وہ مجھے اسی طرح قائل کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے عزم کر لیا کہ میں نہ تو نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات کروں گا اور نہ ہی ان سے کوئی بات سنوں گا۔ حتیٰ کہ جب میں مسجد جاتا تو میں اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تا کہ ان کی کوئی بات میرے کان تک نہ پہنچنے پائے۔ ایک دفعہ میں مسجد گیا حضور نبی محترم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو مجھے سنا دیا۔ وہ عمدہ کلام تھا میں نے دل میں کہا میری ماں کی اولاد مرے! میں ایک دانشمند شاعر ہوں۔ مجھ پر حسن و قبح مخفی نہیں رہ سکتا تو پھر اس شخص کا کلام کیوں نہ سنوں اگر ان کا کلام اچھا ہوا تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ قبیح ہوا تو ترک کر دوں گا۔ میں وہیں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس کی طرف تشریف لے آئے میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو میں نے آپ ﷺ کو جا لیا۔ میں نے کہا "اے محمد (مصطفیٰ فداہ روحی وابی وامی) صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ کی قوم نے مجھے یوں یوں کہا ہے۔ قسم بخدا! وہ مجھے آپ ﷺ کے معاملہ سے اس قدر ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ آپ ﷺ کی بات میرے کانوں تک نہ جا سکے۔ پھر اللہ کی توفیق سے میں نے آپ ﷺ کا کلام سن لیا ہے۔ وہ ایک احسن کلام ہے۔ مجھے اپنے دین متین کے متعلق بتائیں۔" حضرت طفیل فرماتے ہیں۔ "مجھ پر آپ نے اسلام پیش کیا۔ قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ اللہ کی قسم! اس قدر حسین کلام میں نے آج تک نہیں سنا تھا۔ نہ ہی

فُلَیِّس اور کُلَیْب میں کُلَیِّب کہنا جائز نہ ہوتا۔ نہ شعر میں نہ نثر میں۔ جب حِبّ اور حَبِیْب کا معنی ایک ہے تو یہ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ اشعار میں ان کا استعمال مستحسن ہے۔ ہشام بن عمرو کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی تھی۔ ان کا شمار مؤلف القلوب میں ہوتا ہے۔ یہ چالیس مرد تھے۔

Marfat.com

اتنے معتدل معاملہ کی سماعت کی تھی۔ میں دولت اسلام سے مالا مال ہو گیا۔ میں نے حق کی شہادت دے دی۔ میں نے عرض کی ''اے اللہ کے نبی ﷺ! میں اپنی قوم میں صاحب حیثیت شخص ہوں، میری قوم فخر سے میری اطاعت بجالاتی ہے۔ میں ان کی طرف جارہا ہوں انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ میرے لئے کوئی ایسی علامت بنادے جو وہاں میری معاون و مددگار ہو۔ آپ ﷺ نے یوں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَهٗ آيَةً۔ ''مولا اس کے لئے کوئی نشانی بنادے۔'' حضرت طفیل فرماتے ہیں ''میں اپنی قوم کی طرف گیا۔ جب میں ''ثنیہ'' پہنچا جس سے میں اپنی بستی کو دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں کے مابین ایک نور چراغ کی طرح ضوفشاں ہو گیا۔ میں نے عرض کی مولا! یہ نور کسی اور جگہ عیاں فرمادے مجھے خدشہ ہے کہ میری قوم اسے مثلہ نہ کہہ دے جوان کے دین کو ترک کرنے کی وجہ سے میرے چہرے پر رونما ہو گیا ہو وہ نور وہاں سے منتقل ہو کر میرے عصا میں آ گیا۔ اہل بستی وہ نور ایک معلق چراغ کی مانند دیکھ رہے تھے۔ میں ثنیہ سے ان کی طرف جارہا تھا۔ بالآخر میں ان کے پاس پہنچ گیا۔''

حضرت طفیل کے والد ماجد اور زوجہ محترمہ کا اسلام

حضرت طفیل فرماتے ہیں ''جب میں بستی میں گیا تو میرے والد محترم میرے پاس آئے۔ وہ بہت بوڑھے تھے۔ میں نے ان سے کہا ''اے میرے ابا جان! آج سے ہماری راہیں جدا ہیں نہ تو میرا آپ سے تعلق ہے اور نہ ہی آپ کا مجھ سے کوئی ناتا ہے''۔ والد محترم نے فرمایا ''اے میرے نورِ نظر! کیوں؟'' میں نے کہا ''میں اسلام قبول کر چکا ہوں محمد عربی ﷺ کے دین حنیف کی پیروی کر چکا ہوں''۔ انہوں نے کہا ''میرے لختِ جگر! تمہارا دین ہی میرا دین ہے'' میں نے ان سے کہا۔ آپ تشریف لے جائیں۔ غسل فرمائیں پاکیزہ کپڑے زیب تن کریں پھر میرے پاس

ابن سخام

سخام ان کی ماں کا نام تھا اکثر اہل نسب اسے شخام کہتے ہیں۔ شیخ کی کتاب کے حاشیہ میں ہے کہ ابو عبیدہ اور دیگر اہل نسب اس کو سحام کہتے ہیں لیکن اس نام سخام ہے۔ شخام شَخَمَ الطَّعَامُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی کھانے کا خراب ہونا ہے۔ حضرت طفیل کا نسب یہ ہے طفیل بن عمرو طریف بن عاصی بن ثعلبہ بن سلیم بن جہم بن دوس......

Marfat.com

تشریف لائیں پھر میں آپ کو وہ تعلیم دوں گا جو میں نے حاصل کی ہے"۔ وہ چلے گئے، غسل کیا، صاف کپڑے پہنے پھر تشریف لائے، میں نے انہیں اسلام پیش کیا وہ اسلام لے آئے۔" پھر میری بیوی میرے پاس آئی۔ میں نے اس سے کہا" میرا تیرا تعلق ختم۔ نہ میں تجھ سے کوئی تعلق رکھتا ہوں اور نہ ہی تیرا مجھ سے کوئی واسطہ ہے"۔ اس نے کہا" میرے ماں باپ آپ پر فدا! وجہ کیا ہے؟" میں نے کہا" اسلام نے میرے اور تیرے مابین تفریق ڈال دی ہے۔ میں نے دین محمدی علیہ کی پیروی کر لی ہے" اس نے کہا" آپ کا دین ہی میرا دین ہے۔" میں نے کہا پھر "حِنَاذِی الشَّرٰی" کی طرف جا اور وہاں غسل کر کے آ۔ ابن ہشام کہتے ہیں" اس جگہ کا نام حِمَی ذِی الشَّرٰی تھا۔ ذوشریٰ قبیلہ دوس کا بت تھا۔ حمی جگہ کا نام تھا جسے اہل دوس نے اپنے بت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ وہاں پانی کی ایک آبشار بھی تھی جو پہاڑ سے نیچے گرتی تھی"۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا" میرے والدین آپ پر نثار! بچوں کو ذی شری کی طرف سے کوئی گزند پہنچنے کا خطرہ تو نہیں"۔ میں نے کہا" میں اس کا ضامن ہوں"۔ میری بیوی وہاں گئی۔ غسل کیا پھر واپس آئی۔ میں نے اس پر اسلام پیش کیا وہ بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئی۔

پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے کسی گرمجوشی کا مظاہرہ نہ کیا میں مکہ معظمہ میں حضور علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ قبیلہ دوس پر بدکاری غالب آ گئی ہے۔ آپ علیہ ان کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ علیہ نے بارگاہِ صمدیت میں عرض کی اَللّٰھُمَّ اِھْدِ دَوْسًا۔ مولا! قبیلہ دوس کو ہدایت کی توفیق ارزانی فرما۔ آپ علیہ نے فرمایا۔ اپنی قوم کے پاس جاؤ اور اسے دعوت دو اور اس کے ساتھ نرمی اختیار کرو۔" حضرت طفیل فرماتے ہیں۔" میں سرزمین دوس میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دیتا رہا حتیٰ کہ حضور علیہ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ رونق افروز ہو گئے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق بھی گزر گئے پھر میں اپنی قوم میں سے مسلمانوں کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ اس

حِنَاذِی الشَّرٰی

ابن ہشام اسے حِمٰی کہتے ہیں یہ وہ جگہ تھی جسے اہل دوس نے اپنے قبیلے کے لئے وقف کر رکھا تھا اگر ابن اسحاق کی روایت درست ہے تو پھر نون کو میم میں تبدیل کیا گیا ہے۔ جس طرح خلان اور حلام کہا جاتا ہے ممکن ہے یہ حَنَوْتَ الْعُوْدَ سے مشتق ہو یا مَحْنِیَةُ الْوَادِی سے مشتق ہو۔

Marfat.com

وقت نبی محترم ﷺ خیبر میں تشریف فرما تھے۔ قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانے مدینہ طیبہ میں آئے تھے پھر وہ مقام خیبر میں حضور ﷺ کے ساتھ مل گئے۔ حضور ﷺ نے دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہمیں بھی خیبر کے مالِ غنیمت میں شامل کیا۔

میں حضور ﷺ کے ساتھ ہی رہا۔ حتیٰ کہ مکہ معظمہ فتح ہو گیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے ذوالکفین، عمرو بن حمصہ کے بت کی طرف بھیجیں تا کہ میں اسے جلا دوں"۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور اسے نذرِ آتش کرتے ہوئے یہ اشعار گنگنا رہے تھے۔

يَا ذَالْكَفَّيْنِ لَسْتُ مِنْ عُبَّادِكَا مِيْلَادُنَا اَقْدَمُ مِنْ مِيْلَادِكَ
اِنِّي حَشَوْتُ النَّارَ فِي فُؤَادِكَ

اے ذوالکفین! میں تیرے پجاریوں میں سے نہیں ہوں۔ ہماری پیدائش تیری پیدائش سے پرانی ہے۔ میں نے تیرے دل میں آگ جھونک دی ہے۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ پھر نبی اکرم ﷺ کے وصال

ذوالکفین

ابن اسحاق نے الکفین کو مشدد ذکر کیا ہے اسے ضرورت کے لئے مخفف بھی پڑھا گیا ہے۔ شیخ کے نسخہ میں ہے کہ اس بت کو ذوالکفین کہا جاتا تھا اس میں فاء مخفف ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ان کے نزدیک شعر کے علاوہ مخفف ہے اگر یہ درست ہے تو پھر اس کا لام کلمہ محذوف ہے گویا کہ یہ کَفٌ کا تثنیہ ہے یہ کُفَاتُ الْاِنَاءِ سے مشتق ہے یا کہ کَفٌ بمعنی کَفٌ' ہے پھر ہمزہ کو تسہیل کر کے اس کی حرکت فاء کلمہ کو دی ہے۔ جس طرح الخَبْ' اور الخَبُ ہے۔ اس روایت میں تو ہے کہ اہل دوس نے ثنیہ سے حضرت طفیل کے عصا کو ایک معلق قندیل کی طرح دیکھا لیکن مبرد نے ذکر کیا ہے کہ دوس کے لوگ پہاڑی کی طرف دیکھنے لگے وہ ضیاء اور نور کی شدت کی وجہ سے آوازیں نکال رہی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دوس پر زنا اور سود نے غلبہ پا لیا ہے۔ آپ ﷺ ان کے لئے بد دعا فرمائیں۔ ہم نے کہا اب دوس ہلاک ہو گئے لیکن حضور ﷺ یوں لب کشا ہوئے۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِ دَوْسًا مولا! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما۔

Marfat.com

تک مدینہ طیبہ میں ہی مقیم رہے۔ جب فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا تو آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ اس فتنہ کی جڑ اکھیڑنے کے لئے گئے۔ جب طلیحہ اور نجد کے تمام علاقے سے فارغ ہو گئے تو مسلمان یمامہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ اس سفر میں حضرت طفیل کے ساتھ ان کا لختِ جگر عمرو بھی تھا۔ یمامہ کے راستہ میں انہوں نے ایک خواب دیکھا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا، میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتاؤ۔ خواب میں میں نے دیکھا ہے کہ میرا سر مونڈھا گیا ہے۔ میرے منہ سے ایک پرندہ نکلا ہے۔ پھر ایک عورت نے مجھ سے ملاقات کی ہے اس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا بڑی شدت سے میری جستجو کر رہا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ اسے مجھ تک پہنچنے سے روک دیا گیا ہے"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا "آپ کا خواب تو اچھا ہے"۔ آپ نے فرمایا "میں نے اس کی ایک تعبیر کی ہے"۔ صحابہ نے پوچھا کیا تعبیر ہے؟ آپ نے فرمایا "سر منڈھنے سے مراد اس کا سر کٹنا ہے، میرے منہ سے نکلنے والا پرندہ میری روح ہے، وہ عورت جس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کیا وہ زمین کا گڑھا ہے جس میں، میں غائب ہو جاؤں گا۔ میرے بیٹے کا میری جستجو کرنا پھر ناکام رہنا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسے بھی انہی آفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جن سے میں دوچار ہوا۔" حضرت طفیل رضی اللہ عنہ مقام یمامہ پر شہادت سے سرخرو ہوئے۔ ان کا نورِ نظر شدید زخمی ہوا۔ پھر وہ صحت یاب ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد زریں میں یرموک کے سال شہید ہو گیا۔

اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کی عبرت ناک داستان

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھے خلاد بن قرہ بن خالد سدوسی نے بیان کیا ہے کہ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ھنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ

اعشیٰ

ابن ہشام نے اعشیٰ کی عبرت ناک حکایت کو تفصیل سے رقم کیا ہے۔ الاعشیٰ نے کہا أَمَّا الْخَمْرُ فَفِي النَّاسِ مِنْهَا عُلَالَاتٌ۔ بے شک یہ چیز بڑی مشکل ہے نفس اس پر شاید قادر نہ ہو۔ ابن ہشام کے علاوہ ایک اور سیرت نگار نے لکھا ہے کہ اعشیٰ سے یہ بات ابوجہل نے کہی تھی اس نے یہ گفتگو عتبہ بن ربیعہ کے گھر کی تھی۔ اعشیٰ اسی کا مہمان بنا تھا۔ حضرت امام سہیلی فرماتے ہیں ابن ہشام سے یہ تسامح ہوا ہے اور یہ نقطۂ نظر بھی درست نہیں ہے علماء کا اتفاق ہے کہ شراب کی حرمت والی آیت مدینہ طیبہ میں

Marfat.com

بن اسد بن ربیعہ بن نزار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے لئے عازم سفر ہوا تا کہ اسلام لے آئے۔ اس نے حضور ﷺ کے لئے یہ نعت لکھی۔

اَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ لَيْلَةَ اَرْمَدَا وَبِتَّ كَمَا بَاتَ السَّلِيْمُ مُسَهَّدَا

کیا تیری آنکھ اس طرح نہیں سوئی جس طرح اس رات آنکھ بند نہیں ہوتی جس رات وہ آشوب زدہ ہو اور تو نے اس طرح رات بسر کی ہے جس طرح سانپ کا ڈسا ہوا رات گزارتا ہے۔

وَ مَا ذَاكَ مِنْ عِشْقِ النِّسَاءِ وَ اِنَّمَا تَنَاسَيْتَ قَبْلَ الْيَوْمِ خُلَّةَ مَهْدَدَا

تیری یہ کیفیت عورتوں کی محبت کی وجہ سے نہیں ہوئی تو تو عرصہ سے مھدد کی محبت کو بھول چکا

غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی حرمت سورۃ المائدہ میں ہوئی۔ صحیحین میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے جب انہوں نے شراب پی لی اور لونڈی نے کہا اَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ۔ اے حمزہ! فخر موٹی موٹی اونٹنیوں کو ذبح کرنے میں ہے۔ یہ سن کر انہوں نے موٹی موٹی اونٹنیوں کے پیٹ چیر دے اور ان کی کوہانوں سے بھی دور رہے۔

اگر اعشٰی کی یہ بات درست ہے تو یہ واقعہ مدینہ طیبہ میں ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ اور اسے یہ کہنے والا۔ "کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ شراب کو حرام قرار دیتے ہیں۔" کوئی منافق یا یہودی ہوگا۔ قصیدہ کا یہ مصرعہ فَاِنَّ لَهَا فِي اَهْلِ يَثْرِبَ مَوْعِدَا۔ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ ابوعبیدہ سے یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ قیس کے شہروں میں اعشٰی عامر بن طفیل سے ملا۔ اس وقت اعشٰی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے لئے آ رہا تھا۔ عامر نے اس کو بتایا کہ وہ نبی ﷺ شراب کو حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ سن کر اعشٰی واپس آ گیا۔ یہ روایت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔ اعشٰی کی یہ بات" میں اس سال شراب سے سیراب ہو جاؤں پھر واپس آ کر اسلام قبول کرلوں گا۔" بالا جماع اسے کفر سے خارج نہیں کرتی اسفرائینی اپنے "عقیدہ" میں لکھتے ہیں۔" جب مؤمن یہ کہے کہ میں کل یا پرسوں کفر کروں گا تو وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا۔ جب کافر کہے میں کل یا پرسوں اسلام لے آؤں گا تو وہ اپنے کفر پر ہی رہے گا۔ وہ جب ایمان لائے گا تو اپنے ایمان کے ساتھ کفر سے نکلے گا۔ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں"۔

لَيْلَةَ اَرْمَدَا۔

"لَيْلَةَ" ظرف کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ یہ ترکیب معنی کو فاسد کر دیتی ہے بلکہ یہ مصدر کے متعلق ہے جسے حذف کر دیا گیا ہے یہ اِغْتِمَاضَ لَيْلَةِ اَرْمَدَ کے معنی میں ہے لَيْلَةَ کے مضاف کو حذف کر دیا گیا۔ اسے اس کے قائم مقام رکھا گیا۔ اس کا اعراب اس کے اعراب کی مانند ہو گیا۔ اس شعر میں لَيْلَكَ

Marfat.com

ہے۔

وَ لٰکِنْ اَرٰی الدَّھْرَ الَّذِیْ ھُوَ خَائِنٌ اِذَا اَصْلَحَتْ کَفَّایَ عَادَ فَاَفْسَدَا

لیکن میں اس زمانہ کو دیکھتا ہوں جو خائن ہے کہ جب میرے ہاتھ کسی مسئلہ کو سلجھاتے ہیں تو یہ آ کر انہیں بگاڑ دیتا ہے۔

کُھُوْلًا وَ شُبَّانًا فَقَدْتُ وَ ثَرْوَۃً فَلِلّٰہِ ھٰذَا الدَّھْرُ کَیْفَ تَرَدَّدَا

کتنے ہی بوڑھوں، جوانوں اور دولتمندوں کو میں نے گم کیا ہے خدا ہی جانے یہ زمانہ کیسے لوٹ کر بار بار آتا ہے۔

وَ مَا زِلْتُ اَبْغِی الْمَالَ مُذْ اَنَا یَافِعًا وَلِیْدًا وَ کَھْلًا حِیْنَ شِبْتُ وَاَمْرَدَا

اپنی عمر کے ہر حصہ، بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے میں، میں ہمیشہ مال ہی کا متلاشی رہا۔

وَاَبْتَذِلُ الْعِیْسَ الْمَرَاقِیْلَ تَعْتَلِیْ مَسَافَۃَ مَا بَیْنَ النُّجَیْرِ فَصَرْخَدَا

اب میں سرخی مائل اونٹوں کو سفر پر مجبور کر رہا ہوں جو نجیر اور صرخد کے مابین مسافت کو پامال

بھی روایت کیا گیا ہے۔ اس کا معنی "غَمْضُ اَرْمَدَ" ہے۔ بعض علمائے نحو کہتے ہیں اس روایت میں اَرْمَدَ "لَیْلَ" کی صفت ہے یعنی اس کا مجاز اً حال ہے جس طرح کہا جاتا ہے لَیْلُکَ سَاھِرٌ۔

مَھْدَدٌ

یہ مَھْدَ سے فَعْلَلَ کے وزن پر ہے۔ اگر ہمارے پاس یہ دلیل نہ ہوتی کہ اس کی میم اصلیہ ہے تو ہم یہ کہہ دیتے کہ یہ مفعل کے وزن پر ہے کیونکہ رباعی کلمہ کے اول میں جب میم یا ہمزہ ہو تو اسے زائد سمجھا جاتا ہے مگر جب اس کے اصلیہ ہونے پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔ ان کلمہ کی اصلیت کی دلیل "دال" کی تضعیف کا ظہور ہے۔ اگر میم زائدہ ہوتی تو پھر تضعیف کا اظہار نہ ہوتا پھر اس میں مَھَدٌّ کہا جاتا جس طرح مَرَدٌّ، مَکَرٌّ اور مَفَرٌّ۔ مَھْدَدَ میں دال کو ڈبل کیا گیا ہے تا کہ یہ جُعْفَر کی بناء کے ساتھ ملحق ہو جائے۔ خِنَاقًا لَیِّنًا۔ "العین" میں ہے خَنْفَقَتِ النَّاقَۃُ اونٹنی نے چستی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو موڑا، زاجر کہتا ہے۔

اِنَّ الشِّوَاءَ وَالنَّشِیْلَ وَالرُّغُفَ وَالْقَیْنَۃَ الْحَسْنَاءَ وَالْکَاْسَ الْاُنُفَ

لِلطَّاعِنِیْنَ الْخَیْلَ، وَالْخَیْلُ خُنُفٌ

بھونا ہوا گوشت، ضرر سے پاک گوشت، چپاتیاں، گانے والی حسینہ، ایسا پیالہ جس سے کسی نے نہ پیا ہو۔ عازم سفر ہونے والے مسافر کے لئے گھوڑے اور گھوڑے بھی چست و چالاک۔

Marfat.com

کر رہے ہیں۔

اَلَا اَیُّھٰذَا السَّائِلِی اَیْنَ یَمَّمَتْ فَاِنَّ لَھَا فِی اَھْلِ یَثْرِبَ مَوْعِدًا

اے یہ سوال کرنے والے کہ ان اونٹوں کی منزل کہاں ہے۔ اہل یثرب میں ان کے پہنچنے کا وعدہ ہے۔

فَاِنْ تَسْأَلِی عَنِّی فَیَارُبَّ سَائِلٍ حَفِیٍّ عَنِ الْاَعْشٰی بِہٖ حَیْثُ اَصْعَدَ

اگر تو میرے متعلق پوچھ رہی ہے تو پھر عجیب نہیں کیونکہ کتنے ہی لوگ اعشیٰ کے متعلق اصرار سے پوچھتے ہیں وہ جہاں بھی جائے۔

اَجَدَّتْ بِرِجْلَیْھَا النَّجَاءَ وَرَاجَعَتْ یَدَاھَا خِنَافًا لَیِّنًا غَیْرَ اَحْرَدَا

اس اونٹنی نے اپنی ٹانگوں سے تیز رفتاری کی پوری کوشش کی حتیٰ کہ اس کے اگلے پاؤں نرم ہو کر مڑ مڑ کر لگنے لگے لیکن پھر بھی وہ لنگڑاتی نہیں۔

وَ فِیْھَا اِذَا مَا ھَجَّرَتْ عَجْرَفِیَّۃٌ اِذَا خِلْتَ حِرْبَاءَ الظَّھِیْرَۃِ اَصْیَدَا

دوپہر کے وقت اس اونٹنی کی چال میں بے نیازی ہوتی ہے اس وقت جب تو گرگٹ کو گردن اکڑاتے ہوئے دیکھتا ہے۔

وَآلَیْتُ لَا آوِیْ لَھَا مِنْ کَلَالَۃٍ وَ لَا مِنْ حَفًی حَتّٰی تَلَاقِی مُحَمَّدًا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اونٹنی پر تھکاوٹ کی وجہ سے یا اس کے پاؤں گھس جانے کی وجہ سے اس پر رحم نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ سے ملاقات کرلوں۔

لَیِّنًا غَیْرَ اَحْرَدَ

اس کی یہ مستانہ چال بغیر کسی ٹیڑھے پن کے ہے۔ نجیر اور صرخد دو شہروں کے نام ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں اہل نجیر نے اہل دبا کے بعد بغاوت کی۔ اہل دبا کا محاصرہ حضرت حذیفہ بن اسد نے کیا جبکہ اہل نجیر کا محاصرہ حضرت زیاد بن لبید نے کیا، حتیٰ کہ انہوں نے بغاوت ختم کردی۔ صرخد کے انگور بڑے عمدہ ہوتے ہیں۔ صرخد یہ انگور اسی شہر کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اَلْاَمَالِی میں ہے "وَلَذٍّ کَطَعْمِ الصَّرْخَدِیِّ تَرَکْتُہٗ" صرخدی کھانے کی مانند لذیذ کھانا میں نے ترک کردیا ہے۔ وَلَا یہ وَحْی کی مانند ہے یعنی میں اس کے لئے نرم رویہ اختیار نہیں کروں گا کہا جاتا ہے۔ آوَیْتَ لِلضَّعِیْفِ اِیَّۃً وَّ مَاوِیَۃً۔ تو نے کمزور کو پناہ دی۔ اَغَارَ لَعَمْرِی فِی الْبِلَادِ وَاَنْجَدَا۔ لغت میں غَارَ اور اَنْجَدَ معروف ہے یہ مصرعہ اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔

Marfat.com

مَتٰی مَا تُنَاخِی عِنْدَ بَابِ بْنِ هَاشِمٍ ۔ تُرَاحِی وَ تَلْقَی مِنْ فَوَاضِلِهٖ نَدٰی

جب تو ابن ہاشم کے دروازے پر بیٹھے گی تو تجھے سکون ملے گا اور تو ان کی سخاوت کا فیض حاصل کر سکے گی۔

نَبِیًّا یَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَ ذِکْرُہٗ ۔ اَغَارَ لَعَمْرِی فِی الْبِلَادِ وَاَنْجَدَا

وہ ایسے نبی ﷺ ہیں جو ان اشیاء کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے مجھے اپنی زندگانی کی قسم! ان کا ذکر شہروں اور ٹیلوں میں پھیل چکا ہے۔

لَہٗ صَدَقَاتٌ مَا تُغِبُّ وَ نَائِلٌ ۔ وَ لَیْسَ عَطَاءُ الْیَوْمِ مَانِعَہٗ غَدًا

ان کے انعامات اور صدقات مسلسل ہیں۔ آج کی سخاوت انہیں کل کی عطا سے منع نہیں کرتی۔

اَجِدَّکَ لَمْ تَسْمَعْ وَصَاۃَ مُحَمَّدٍ ۔ نَبِیِّ الْاِلٰہِ حَیْثُ اَوْصٰی وَاَشْهَدَا

کیا تیری جدوجہد نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی وصیت کو نہیں سنا۔ وہ جس طرح وصیت کریں یا

لَعَمْرِی فِی الْبِلَادِ وَالْاَنْجَدَا۔ لغت میں غَارَ اور اَنْجَدَ معروف ہے۔ یہ مصرعہ اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ لَعَمْرِی غَارَ فِی الْبِلَادِ وَاَنْجَدَ۔ زمین کے نشیبی حصہ کو غور اور بالائی حصہ کو نجد کہا جاتا ہے۔ اہل عرب غور میں قیاس کو ترک کرتے ہیں یہ اَفْعَلَ کے وزن پر بہت کم آتا ہے قیاس تو یہ تھا کہ یہ انجد اور اَتْہَمَ کی طرح ہوتا کیونکہ جو غور نشیبی علاقے کا قصد کرتا ہے وہ نیچے اترتا ہے۔ یہ غَارَ الْمَاءُ سے مشتق ہے۔ اگر تیرا مقصد یہ ہو کہ تو یہ مفہوم ادا کرے کہ میں نے نشیبی علاقہ پر جھانکا تو تو "اَغَارَ" کہہ سکتا ہے اس وقت یہ قیاس سے خارج نہ ہوگا۔

لَیْسَ عَطَاءُ الْیَوْمِ

یعنی آج کی عطا انہیں کل کی سخاوت سے منع نہیں کرتی حاء کی ضمیر ممدوح کی طرف راجع ہوگی اگر یہ ضمیر عطاء کی طرف راجع ہوتی تو پھر عبارت یوں ہوتی۔ لَیْسَ عَطَاءُ الْیَوْمِ مَانِعَہٗ ھُوَ اس صورت میں فاعل کی ضمیر کا اظہار ہوگا کیونکہ صفت جب مَنْ کے علاوہ کسی اور پر جاری ہو تو پھر مستتر ضمیر کا اظہار ضروری ہوتا ہے لیکن فعل میں اس طرح نہیں ہوتا۔ اس میں ایک راز ہے جو ہم کسی اور جگہ بیان کریں گے۔ عطاء کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اس وقت اس سے پہلے ایک فعل محذوف ہوگا اس کا تعلق اشتغال سے ہوگا۔ اس فعل میں مضمر ضمیر حضور ﷺ کی طرف راجع ہوگی۔

Marfat.com

شہادت دیں وہ اللہ کے نبی ہیں۔

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادٍ مِنَ التُّقٰی   وَ لَا قِیْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا

جب تو تقویٰ کے زاد راہ سے سفر نہ کرے اور موت کے بعد ان لوگوں سے نہ ملے جنہوں نے تقویٰ کا سامان لیا۔

نَدِمْتَ عَلٰی اَنْ لَا تَكُوْنَ كَمِثْلِهٖ   فَتَرْصِدُ لِلْاَمْرِ الَّذِیْ كَانَ اَرْصَدَا

تو نادم ہوگا کہ تو اس تقویٰ شعار شخص کی مانند نہ ہوسکا تو اس امر کا منتظر ہوگا جو پہلے تیرا منتظر تھا۔

فَاِیَّاكَ وَالْمَیْتَاتِ لَا تَقْرَبَنَّهَا   وَ لَا تَاْخُذَنْ سَهْمًا حَدِیْدًا لِتُفْصِدَا

مردار کھانے سے بچ ان کے قریب نہ جا اور خون بہانے کے لئے لوہے کے تیر نہ چلا۔

وَ لَا النُّصُبَ الْمَنْصُوْبَ لَا تَنْسُكَنَّهٗ   وَ لَا تَعْبُدِ الْاَوْثَانَ وَاللّٰهَ فَاعْبُدَا

نہ ہی نصب شدہ بتوں کے لئے قربانیاں کر، نہ بتوں کی پوجا کر، اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔

وَ لَا تَقْرَبَنْ حُرَّةً كَانَ سِرُّهَا   عَلَیْكَ حَرَامًا فَانْكِحَنْ اَوْ تَاَبَّدَا

کسی عورت کے قریب تک نہ جا۔ اس کی شرم گاہ تجھ پر حرام ہے یا تو نکاح کرلے یا عورتوں

وَاللّٰهَ فَاعْبُدَا

فَاعْبُدَا میں نون خفیفہ پر وقف ہے اسی طرح فَانْكِحَنْ اور تَاَبَّدَا پر بھی ہے یہ اسی طرح ''الف'' میں بھی لکھی جاتی ہے کیونکہ اس میں الف پر وقف ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے نون خفیفہ مراد نہیں بلکہ تثنیہ سے مراد واحد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کلام عرب میں یہ معروف ہے مثلاً

فَاِنْ تَزْجُرَانِیْ یَابْنَ عَفَّانَ اَزْدَجِرْ   وَاِنْ تَدْعَانِیْ اَحْمِ عِرْضًا مُمَنَّعًا

اے ابن عفان! اگر تو مجھے ڈانٹتا ہے تو خوب ڈانٹ لے۔ اگر تم مجھے پکارو گے تو میں محفوظ عزت کی حفاظت کروں گا۔

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

وَ قُلْتُ لِصَاحِبِیْ لَا تَحْبِسَانَا   بِنَزْعِ اُصُوْلِهَا وَاجْتَثَّ شِیْحًا

اور میں نے اپنے ساتھی سے کہا اس کے اصول ختم کر کے ہمیں قیدی نہ بنا اور اس طرح ایک چالاک مرد ختم ہو جائے گا۔ ان دونوں اشعار کے آخر میں نون خفیفہ کو محذوف ماننا درست نہیں کیونکہ ان

Marfat.com

سے کنارہ کش ہو جا۔

وَ ذَا الرَّحِمِ الْقُرْبٰی فَلَا تَقْطَعَنَّهٗ لِعَاقِبَةٍ وَ لَا الْاَسِيْرَ الْمُقَيَّدَا

کسی قریبی رشتہ دار سے قطع تعلقی نہ کر اور نہ کسی قیدی کے ساتھ برا سلوک کر۔

وَ سَبِّحْ عَلٰی حِيْنِ الْعَشِيَّاتِ وَالضُّحٰی وَ لَا تَحْمَدِ الشَّيْطَانَ وَاللّٰهَ فَاحْمَدَا

صبح و مسا اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر۔ شیطان کی تعریف نہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کر۔

وَ لَا تَسْخَرَ مِنْ بَائِسٍ ذِیْ ضَرَارَةٍ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الْمَالَ لِلْمَرْءِ مُخْلِدَا

کسی افلاس زدہ غریب کا مذاق نہ اڑا اور نہ یہ گمان کر کہ مال کسی شخص کو ابدیت عطا کرتا ہے۔

اعشیٰ کا انجام

اعشیٰ جب مکہ معظمہ پہنچا یا اس کے قریب ہی تھا تو اسے قریش کے چند مشرکین ملے۔ انہوں نے اس کی آمد کا مقصد پوچھا۔ اعشیٰ نے کہا ''وہ حضور ﷺ کی زیارت کا خواہاں ہے تا کہ ان سے ملاقات کر کے اسلام قبول کر سکے''۔ مشرکین نے کہا ''اے ابو البصیر! وہ تو زنا کو حرام قرار

میں الف صرف وقف کی وجہ سے پڑھا جا رہا ہے۔ کبھی کبھی اس فعل کے ساتھ ضمیر بھی متصل ہوتی ہے۔ اس طرح ضمیر کو چھوڑ کر فعل پر وقف کرنا درست نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج نے کہا یَا حَرَسِیّ اِضْرِبَا عُنُقَهٗ۔ اے میرے چوکیدار! اس کی گردن اڑا دے۔ اسے وقف پر محمول کرنا بھی ممکن ہے اور ممکن ہے اصل عبارت یوں ہو۔ اِضْرِبْ اَنْتَ وَ صَاحِبُكَ۔ ''تو اور تیرا ساتھی مارے'' اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد۔ اَلْقِيَا فِیْ جَهَنَّمَ میں خطاب صرف مالک کو ہوگا۔ دوسرے قول کے مطابق ضمیر سائق اور شہید کی طرف راجع ہے۔ ابن ہشام نے اس شعر کو روایت نہیں کیا۔ اعشیٰ اپنی اونٹنی کی تعریف میں کہتا ہے۔

فَاَمَّا اِذَا مَا اَدْلَجَتْ فَتَرٰی لَهَا رَقِيْبَيْنِ نَجْمًا لَا يَغِيْبُ وَ فَرْقَدَا

جب وہ رات کے وقت عازم سفر ہوتی ہے تو اس کے دو رقیب دیکھتا ہے ایک وہ ستارہ جو غائب نہیں ہوتا دوسرا ستارہ فرقد ہے۔

اَغَارَ لَعَمْرِیْ...... کے بعد ایک شعر یہ بھی ہے۔

بِهٖ اَنْقَذَ اللّٰهُ الْاَنَامَ مِنَ الْعَمٰی وَ مَا كَانَ فِيْهِمْ مَنْ يَرِيْعُ اِلٰی هُدًی

آپ کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو گمراہی سے بچایا ان میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جو ہدایت کی طرف آتا۔

Marfat.com

دیتے ہیں۔ اعشی نے کہا ''اب مجھے اس امر کی کوئی ضرورت نہیں ہے''۔ انہوں نے کہا ''اے ابو البصیر! وہ شراب کو حرام کرتے ہیں''۔ اعشی نے کہا ''اَمَّا هٰذِهٖ فَوَاللّٰهِ اِنَّ فِی النَّفْسِ مِنْهَا لَعُلَالَاتٍ۔ بے شک یہ چیز بڑی مشکل ہے اس پر شاید نفس قادر نہ ہو۔ میں واپس جاؤں گا اور اس سال جی بھر کر شراب پیوں گا پھر آ کر اسلام قبول کرلوں گا''۔ وہ واپس چلا گیا اسی سال مر گیا موت نے دوبارہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کی مہلت نہ دی۔

ابوجہل کی ذلت

ابن اسحاق کہتے ہیں ابوجہل اللہ تعالیٰ کا بھی دشمن تھا۔ حضور ﷺ سے بھی عداوت رکھتا تھا۔ وہ آپ ﷺ سے بغض وعناد رکھتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ہر موقعہ پر ذلیل ورسوا کیا۔

ابوجہل اور اراشی

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان ثقفی نے بیان کیا ہے۔ وہ ایک ثقہ شخص تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اراش کا ایک شخص اپنے اونٹ فروخت کرنے کے لئے مکہ معظمہ آیا۔ ابن ہشام نے اسے ''اراشہ'' کہا ہے۔ ابوجہل نے اس سے اونٹ خرید لئے لیکن ان کی قیمت ادا کرنے سے ٹال مٹول کرنے لگے۔ وہ اراشی آیا اور قریش کی محافل کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اس وقت حضور ﷺ مسجد کے ایک کونے میں جلوہ افروز تھے۔ اراشی نے کہا ''اے گروہِ قریش! کون شخص مجھے ابوجہل سے رقم واپس دلوائے گا۔ میں ایک اجنبی اور مسافر شخص ہوں۔ اس نے مجھے میرے حق سے محروم کر دیا ہے؟'' اہل مجلس نے ازراہِ مذاق کہا وہ شخص جو مسجد کے کونے میں بیٹھے ہیں وہ تجھے تیرا حق دلوائیں گے۔ وہ اس عداوت کو جانتے تھے جو حضور ﷺ اور ابوجہل کے مابین تھی۔

وہ اراشی جب حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے عبداللہ! ابوجہل نے میرا حق

الاراشی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس کا تعلق اراش سے تھا۔ اس سے مراد ابن غوث یا ابن عمرو بن غوث بن نبت بن مالک بن زید بن کھلان بن سباء ہے یہی انمار کا باپ تھا جس سے بجیلہ اور خثعم پیدا ہوئے۔ ''اراشہ'' جس کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے وہ خثعم کی ایک وادی کا نام ہے۔ فرعونِ مصر کے نسب میں عمالیق میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

Marfat.com

غصب کر لیا ہے۔ میں پردیسی اور اجنبی ہوں۔ میں نے اس قوم سے پوچھا ہے کہ میرا حق کون دلوائے گا۔ انہوں نے آپ کی طرف ہی اشارہ کیا ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے مجھے میرا حق دلوائیں'۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''آؤ ابوجہل کے پاس چلتے ہیں''۔ حضور ﷺ کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ کے ساتھ وہ اراشی بھی کھڑا ہو گیا۔ قریش مکہ کے پاس ایک شخص تھا قریش نے اس سے کہا ان کے پیچھے جاؤ اور دیکھو ابوجہل ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے ابوجہل کے گھر کے پاس پہنچ کر اس کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے پوچھا کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا محمد! (فداہ روحی) ﷺ باہر آؤ۔ ابوجہل باہر آیا۔ اس کے چہرے کی شادابی ختم تھی اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس مسافر کا حق ادا کر۔ اس نے کہا ''ضرور! آپ ﷺ تشریف رکھیں حتیٰ کہ میں اس کا حق ادا کر دوں''۔ ابوجہل اندر گیا رقم لے آیا اور اس غریب الوطن کو دی۔ پھر نبی دو جہاں ﷺ واپس تشریف لے آئے آپ ﷺ نے اراشی سے فرمایا ''اب تو تجھے تیرا حق مل چکا ہے''۔ اراشی قریش کی محافل کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ وَاللّٰهِ اَخَذَلِي حَقِّي۔ اللہ انہیں بہترین جزا دے انہوں نے مجھے میرا حق دلوا دیا ہے۔ اتنے میں وہ شخص بھی آ گیا جسے قریش نے بھیجا تھا۔ قریش نے پوچھا

مَنْ رَجُلٌ يُؤَدِّينِي عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ

وہ کون شخص ہے جو ابو حکم سے حق دلانے میں میری اعانت کرے گا۔ یُؤَدِّی، اس ''اداۃ'' سے مشتق ہے جس سے انسان اپنے مقصد کو پا لیتا ہے مثلاً جنگ کے آلات اور مزدور کے آلات وغیرہ۔ حاکم بھی خصم کو اس کے مقصد تک پہنچاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمزہ، عین کا بدل ہے یُعَدِّی اور یُؤَدِّی کا معنی ایک ہی ہے یعنی وہ ظلم دور کرتا ہے جس طرح حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ شَكَوْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ حَرَّ الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا۔ ہم نے حضور ﷺ سے گرمی کی شدت کی شکایت کی لیکن آپ ﷺ نے ہمارے شکوہ کو دور نہ فرمایا۔

مَا فِي وَجْهِهٖ رَائِحَةٌ

یعنی اس کے چہرے پر رونق نہ تھی۔ اس کا چہرہ روح سے خالی تھی۔ اسی لئے یہ فاعلة کے وزن پر آیا ہے اور اس واقعہ کے آخر میں قریش کے فرستادہ کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ وَمَا عِنْدَهٗ رُوْحُهٗ۔ گویا کہ اس کا جسم بے روح ہو گیا تھا۔

Marfat.com

تیرے لئے بربادی ہو! تو نے کیا دیکھا؟۔اس نے کہا" میں نے تعجب انگیز منظر دیکھا ہے قسم بخدا! یونہی محمد عربی ﷺ نے ابوجہل کے دروازے پر دستک دی تو وہ فوراً باہر آ گیا اس کے چہرے کا رنگ متغیر تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اس پردیسی کا حق اسے دے دے۔ابوجہل نے کہا ضرور! آپ ﷺ تشریف رکھیں حتیٰ کہ میں اس کی رقم لے آؤں۔ وہ اندر گیا اور رقم لا کر اس پردیسی کے حوالے کر دی"۔ کچھ دیر بعد ابوجہل بھی آ گیا۔قریش نے کہا" تیرے لئے ہلاکت ہو تجھے کیا ہو گیا تھا قسم بخدا! پہلے تو تو نے اس طرح کبھی نہیں کیا تھا"۔ اس نے کہا" جونہی محمد (ﷺ) نے میرے دروازے پر دستک دی اور میں نے آپ ﷺ کی آواز سنی تو میں مرعوب ہو گیا جب میں باہر آیا تو میں نے آپ ﷺ کے سر پر ایک نر اونٹ دیکھا میں نے اس جیسا جسیم اور قد وقامت والا اونٹ پہلے نہیں دیکھا تھا اس کے جبڑے بھی بڑے عجیب تھے بخدا! اگر میں انکار کرتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا"۔

رکانہ اور اس کی کشتی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ابواسحاق بن یسار سے روایت کیا ہے کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبد مناف قریش کا پہلوان تھا۔ایک دفعہ وہ مکہ معظمہ کی ایک گھاٹی میں حضور ﷺ سے ملا۔حضور ﷺ نے اس سے فرمایا" اے رکانہ! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور میری دعوت کو قبول نہیں کرتا"۔رکانہ نے کہا" اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ ﷺ کی دعوت برحق ہے تو میں آپ ﷺ کی ضرور پیروی کرتا"۔حضور ﷺ نے فرمایا" اگر میں تجھے بچھاڑ دوں تو

رکانہ کی زور آزمائی

ابن اسحاق نے رکانہ کی زور آزمائی کا ذکر کیا ہے۔اس طرح کا واقعہ ابوالاشدین الجمحی کے متعلق بھی گزر چکا ہے۔شاید ان دونوں نے حضور ﷺ سے زور آزمائی کی ہو۔ابوالاشدین کا نام اور نسب وغیرہ پہلے گذر چکا ہے۔رکانہ سے مراد ابن عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب ہے۔انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں وفات پائی۔انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔حضور ﷺ نے ان سے ان کی نیت کے متعلق پوچھا انہوں نے عرض کی ارادہ تو ایک کا تھا آپ ﷺ نے ان کی بیوی انہیں واپس لوٹا دی انہوں نے حضور ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلْقًا وَ خُلُقُ ھٰذَا الدِّیْنِ الْحَیَاءُ۔ ہر دین کا خلق ہوتا ہے اس دین متین کا خلق حیاء ہے۔ان کا فرزند یزید

Marfat.com

تو جان لے گا کہ میرا پیغام حق ہے اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا ''اٹھو اور مجھ سے کشتی لڑو''۔ رکانہ اٹھا اور کشتی کرنے لگا۔ حضور ﷺ نے فوراً اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اسے اپنے بدن کا ہوش نہ رہا۔ اس نے کہا ''اے محمد (فداہ ابی وامی وروحی) دوبارہ زور آزمائی کریں''۔ آپ ﷺ نے اسے دوبارہ زمین پر چت گرادیا اس نے کہا ''اے محمد (ﷺ) بخدا! آپ کا مجھے پچھاڑ دینا بڑا تعجب خیز ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اس سے بھی تعجب انگیز معجزہ دکھا سکتا ہوں۔ اگر تو اللہ سے ڈرے اور میری پیروی کرے''۔ رکانہ نے کہا ''وہ حیرت انگیز واقعہ کیا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ درخت جو تجھے نظر آرہا ہے، میں ابھی اسے تیرے لئے بلا لیتا ہوں۔ وہ فوراً میرے پاس آجائے گا''۔ رکانہ نے کہا ''اسے بلائیں''۔ نبی دو جہاں ﷺ نے اسے آواز دی، وہ درخت آیا اور حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا واپس چلا جا! وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ رکانہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا ''اے بنو عبد مناف! اپنے اس صاحب کی وجہ سے پوری دنیا پر غالب آجاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے اس سے بڑا جادوگر نہیں دیکھا'' پھر اس نے اپنے ساتھ رونما ہونے والے واقعات کا ذکر کیا۔

حبشہ سے نصاریٰ کا وفد

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ ''حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں رونق افروز تھے کہ حبشہ کے تقریباً بیس افراد آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے، وہ

بن رکانہ کو بھی صحابیت کا شرف ملا۔ یزید سے ان کے فرزند علی نے روایت کی ہے اس علی کو بھی بے مثال قوت وطاقت عطا کی گئی تھی۔ قوت و زور میں یہ اپنے دادا کے مشابہ تھے۔ فاکھی نے ان کے متعلق عجیب حکایات لکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یزید بن معاویہ بھی شہہ زور پہلوان تھا۔ ایک دن یزید نے علی سے کشتی لڑی۔ انہوں نے یزید کو بری طرح پچھاڑ دیا پھر یزید نے انہیں ایک باغی گھوڑے پر سوار کرایا۔ علی، یزید کی منشاء سمجھ گئے جب گھوڑے نے سرکشی کی تو انہوں نے اپنی دونوں رانیں اس کے ارد گرد لپیٹ لیں حتیٰ کہ گھوڑا وہیں مرگیا۔ ایک دفعہ دو مضبوط آدمیوں کو اپنی بغل میں لے لیا پھر انہیں لے کر آگے بڑھنے لگے وہ دونوں بغل کے نیچے ہی پکارنے لگے موت، موت پھر انہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصَارٰی

اللہ رب العزت نے مِنَ النَّصَارٰی نہیں فرمایا۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس نام سے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ان کے اس قول کا ذکر کیا جو انہوں نے حق کی پہچان کے بعد کہا پھر ان کے

Marfat.com

وہیں حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کیا اور آپ ﷺ سے مختلف سوالات کئے۔ کعبہ کے اردگرد قریش اپنی محافل سجائے بیٹھے تھے۔ جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو گئے تو حضور ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہیں قرآن پاک کی تلاوت سنائی۔ قرآن پاک سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی اس دعوت پر لبیک کہا۔ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی عظیم نبی ہیں جن کی توصیف ان کی کتب میں کی گئی ہے۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو ابوجہل چند افراد کے ہمراہ ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ''اللہ تعالیٰ تمہارے قافلے کو خائب و خاسر کرے تمہارے پیچھے جو تمہارے ہم مذہب ہیں انہوں نے تمہیں یہاں بھیجا ہے تاکہ اس شخص کے حالات کا مشاہدہ کرو۔ پھر واپس جا کر انہیں ان حالات سے خبردار کرو۔ جوں ہی تمہیں وہاں ان کی محفل میں بیٹھنے کا موقع ملا تو فوراً تم نے اپنے دین کو ترک کر دیا اور جو کچھ اس نے کہا اس کی تصدیق کر دی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ تم سے زیادہ احمق اور بے وقوف کارواں ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔'' اہل قافلہ نے ان سے کہا۔ ''تم پر سلامتی ہو، ہم تم جیسے جاہلوں کی طرح گفتگو نہیں کرنا چاہتے ہمیں اپنا دین مبارک تمہیں اپنا مذہب مبارک۔ ہم نے بھلائی کے حصول میں تاخیر نہیں کی''۔

کہا جاتا ہے کہ نصاریٰ کا یہ وفد نجران سے آیا تھا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ کون سا وفد تھا کہا جاتا ہے کہ یہ آیات ان کے متعلق ہی نازل ہوئیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ۝ (القصص)

ایمان کی گواہی دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے انہیں جنت عطا فرمادی ہے جب ان کی یہ صفت ہوئی تو وہ نصاریٰ نہ رہے وہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ہو گئے۔ نصاریٰ اس نام سے اس لئے موسوم ہوئے کیونکہ ان کے دین کی ابتداء ''ناصرۃ'' سے ہوئی ناصرۃ شام کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ ان کا یہ نام اسی سے مشتق ہے۔ جس طرح یہودیوں کا نام یہود بن یعقوب سے مشتق ہے۔ ان میں سے اسلام لانے والے کو یہودی نہیں کہا جائے گا ان کو ''مسلمان'' کہنا ان کے لئے بہتر ہے۔

Marfat.com

''جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے ہم اس سے پہلے ہی گردن رکھ چکے تھے ان کو ان کا اجر دو بالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل بس تم پر سلام ہم جاہلوں کے غرضی نہیں۔''

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضور ﷺ مسجد میں جلوہ نما ہوتے اور آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے مسکین صحابہ کرام حضرت خباب، حضرت عمار، حضرت ابوفکیہہ اور حضرت صہیب وغیرہ ہوتے تو قریش ان کا مذاق اڑاتے وہ ایک دوسرے سے کہتے۔ ''یہ کنگال ان کے ساتھی ہیں ہم میں سے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے حق وصداقت کی راہیں کھولی ہیں اگر محمد ﷺ کا پیغام حق ہوتا تو یہ ہم سے سبقت نہ لے جاتے، ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ انہیں اس کے لئے مخصوص نہ فرماتا''۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْۗءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام)

غلام المبیعہ، حضرت صہیب اور حضرت فکیہہ

قریش کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ ایک مبیعہ نامی غلام کے پاس بیٹھتے ہیں۔ مبیعہ، معیشہ کی طرح مفعلۃ کے وزن پر ہے ممکن ہے کہ یہ مفعلۃ کے وزن پر ہو۔ یہ اخفش کا قول ہے۔ ''سَلْعَةٌ مَبِيْعَةٌ'' میں مَبِيْعَةٌ مفعول کا صیغہ ہے۔ سیبویہ کے نزدیک واؤ کو حذف کیا گیا ہے ضمہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے یاء کو ساکن کیا۔ ابوالحسن الاخفش کہتے ہیں یاء مبیوعۃ میں واؤ زائدہ سے بدل ہے ان کے نزدیک یہ مقولۃ کے وزن پر ہے۔ اس کا عین کلمہ حذف کیا گیا ہے۔ تفصیل کسی اور جگہ ذکر کی جائے گی۔ ابن اسحاق نے صہیب اور ابوفکیہہ کا ذکر کیا ہے ہم عنقریب ابوفکیہہ کا نام ذکر کریں گے کیونکہ وہ بدری صحابی ہیں۔ اس طرح ہم حضرت صہیب بن سنان کا بھی ذکر کریں گے۔ ان کا نام یسار تھا۔ یہ عبدالدار کے غلام تھے۔

Marfat.com

"اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے ہیں تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے اور یونہی ہم نے ان میں ایک کو دوسرے کے لئے فتنہ بنایا کہ مالدار کافر محتاج مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے کیا اللہ خوب نہیں جانتا؟ حق سے ماننے والوں کو اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام تمہارے رب نے اپنے ذمہ ء کرم پر رحمت لازم کر لی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بے شک اللہ عزوجل بخشنے والا مہربان ہے"۔

حضور علیہ السلام کو مروہ کے نزدیک مبیعہ نام نصرانی غلام کے پاس بیٹھا کرتے تھے، اس کا نام حبر تھا وہ بنو حفری کا غلام تھا قریش مکہ کہا کرتے تھے بخدا! محمد (علیہ السلام) کو ان کی سب تعلیمات حبر نصرانی سکھاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (النحل)

"اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ انہیں تو یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے حالانکہ اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ تعلیم قرآن کی نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔"

ابن ہشام کہتے ہیں یُلْحِدُوْنَ کا معنی یَمِیْلُوْنَ ہے۔ اَلْمَیْلُ کا معنی حق سے منحرف ہونا ہے رؤبہ کہتا ہے اِذَا تَبِعَ الضَّحَّاكَ كُلُّ مُلْحِدٍ۔ جب ہر ملحد نے ضحاک کی پیروی کی۔ ضحاک سے مراد ضحاک خارجی ہے۔

سورۃ الکوثر کا نزول

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عاص بن وائل السہمی، جہاں بھی حضور علیہ السلام کا ذکر خیر ہوتا، کہتا اسے چھوڑو وہ ایک بے اولاد شخص ہے۔ اس کی نسل نہیں چلے گی اگر وہ مر گیا تو اس

ابتر اور کوثر

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ بکواس کرنے والا عاصی بن وائل ہے لیکن اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ

Marfat.com

کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور تمہیں اس سے چھٹکارہ مل جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ ’’بے شک ہم نے آپ ﷺ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حدو حساب عطا کیا۔‘‘ کوثر جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، کوثر کا معنی عظیم ہے۔

بیہودہ بات ابوجہل نے کی تھی۔ ایک روایت کے مطابق اس کا قائل کعب بن اشرف تھا۔ اس آخری قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنیہ ہے۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اتنی ہوئی کہ وہ سواری پر سوار ہو سکتے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض فرمالیا۔ اس وقت عاصی نے کہا آج محمد ﷺ اپنے بیٹے سے محروم ہو گئے ہیں وہ بے اولاد ہو گئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم ﷺ پر ان آیات کا نزول فرمایا۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ بلاشبہ ہم نے آپ ﷺ کو خیر کثیر عطا کی ہے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے وصال پر ملال کی وجہ سے آپ ﷺ کو جو تکلیف پہنچی ہے یہ اس کا عوض ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ پس آپ ﷺ نماز پڑھا کریں اپنے رب کے لئے اور قربانی دیں (اسی کے لئے) یقیناً آپ کا دشمن بے نام ونشان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ شَانِئَكَ الْاَبْتَرُ نہیں فرمایا۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عاص بن وائل اس وصف کے ساتھ مختص ہے۔ هُوَ ایسے مقام پر اختصاص کا فائدہ دیتا ہے مثلاً اگر کوئی کہے اِنَّ زَيْدًا فَاسِقٌ۔ یعنی وہ وہی فاسق ہے جس کا تو گمان کرتا ہے۔ یہ اس شخص کے لئے اختصاص ہے جو زید کو اس کے علاوہ کچھ سمجھتا ہو۔ علامہ جرجانی وغیرہ نے اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ ھو اختصاص کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ کا یہ فرمان بھی ہے۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى۔ ’’اور یہ کہ اس نے غنادی اور قناعت دی۔‘‘ جب لوگوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی غنی کر سکتا ہے تو فرمایا۔ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيٰى۔ ’’اور یہ کہ وہی ہے جس نے مارا اور جلایا۔‘‘ مشرکین کے موت وحیات کے متعلق نظریات نمرود کی طرح تھے کہ اَنَا اُحْيِ وَ اُمِيْتُ۔ میں جسے چاہتا ہوں قتل کر دیتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں زندگی دیتا ہوں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ اسی طرح اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے۔ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ’’اور یہ کہ وہی ستارہ شعری کا رب ہے۔‘‘ یعنی وہی رب ہے اور کوئی نہیں۔ مشرکین نے اللہ رب العزت کو چھوڑ کر کئی رب بنا لیے تھے ان میں ایک شعری ستارہ بھی تھا۔ جب ارشاد ہوا وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادًا۔ تو یہ کلام ’’ھو‘‘ جو اختصاص کا معنی دیتا ہے سے مستغنی ہو گیا کیونکہ اس

Marfat.com

نقل کا کسی نے دعویٰ ہی نہیں کیا۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ آپ ﷺ ابتر نہیں آپ کا دشمن ہی بے اولاد ہے یعنی اس کی ایسی کوئی نسل نہیں جو اس کی پیروی کرے تو یہ اس طرح دم کٹا ہو گیا۔

اعتراض: اگر تم یہ کہو تو پھر عاصی تو صاحب اولاد تھا اور اس کی نسل بھی چلی۔ عمرو اور ہشام عاصی بن وائل کے بیٹے تھے پھر اس کے لئے بے اولاد ہونا کیسے ثابت ہوا اس کی نسل کا مٹنا کیسے ثابت ہوا حالانکہ وہ صاحب اولاد و نسل تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسی امر کی اپنے نبی محترم ﷺ سے نفی فرمائی۔ فرمایا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (الاحزاب: ۴۰) ''نہیں ہیں محمد ﷺ (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔''

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عاصی اگرچہ صاحب اولاد تھا لیکن اس کے اور اس کے بیٹوں کے مابین تعلق ختم ہو گیا۔ اس کے بیٹے اس کے پیرو نہ تھے کیونکہ اسلام نے انہیں اس سے روک دیا تھا، وہ نہ اس کے وارث بنے نہ ہی وہ ان کا وارث بنا۔ وہ تو حضور ﷺ کے متبعین میں سے ہو گئے۔ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ان کی مائیں بن گئیں اور آپ ﷺ ان کے باپ ہو گئے جس طرح کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ وَ هُوَاَبٌ لَّهُمْ وَالنَّبِیُّ اَوْلٰی لَهُمْ۔ تمام مومن اور عاصی کے بیٹے اس دنیا میں بھی حضور کے پیروکار ہیں اور آخرت میں آپ ﷺ کے حوض پر جانے کیلئے بھی آپ ﷺ کے متبعین ہوں گے۔ ''کوثر'' کا یہی معنی ہے دنیا میں اس سے مراد آپ ﷺ کی کثیر امت ہے تاکہ حضور ﷺ اپنے علم مبارک سے انہیں وہ غذا دیں جو ان کی روحوں کو حیاتِ نو بخش دے اور آخرت میں آپ ﷺ انہیں آبِ کوثر سے سیراب کر کے حیات ابدی سے نواز دیں۔ اللہ کا دشمن عاصی ہی درحقیقت ابتر ہے اس کی دم کٹ گئی، اس کے اتباع ختم ہو گئے اور وہ تمام حضور ﷺ کے پیروکار بن گئے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ کیلئے اس کی برائی کو 'ابتر' سے بیان فرمایا بَتَرٌ، کَوْثَرٌ کی ضد ہے۔ کثرت معنی میں قلت کے متضاد ہے اگر اس لعین کے جواب میں اس طرح کہا جاتا۔ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْحَوْضَ الَّذِیْ مِنْ صِفَتِهٖ كَذَا وَ كَذَا۔ کہ ہم نے آپ ﷺ کو حوض عطا فرمایا ہے جو ان صفات کا حامل ہے تو یہ اس کا رد نہ ہوتا اور نہ ہی اس میں مشاکلہ ہوتا لیکن اللہ رب العزت نے وہ اسم ذکر فرمایا جو خیر کثیر اور جم غفیر کو متضمن ہے اور وہ ابتر کا متضاد بھی ہے۔ یہ دنیا و آخرت میں اس حوض کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ ''کوثر'' کا لفظ صرف حوض کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے۔ وہ ان تمام معانی کو محیط ہے اسی وجہ سے وہاں ستاروں سے زیادہ برتن ہوں گے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد دنیا میں آپ ﷺ کی امت کے کثیر علماء ہیں، ان میں

Marfat.com

صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی شامل ہے اور ان کے بعد آنے والے علماء بھی شریک ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے علم کے خزانے حاصل کئے اور بعد والوں کو منتقل کر دیئے۔ جس طرح حوض کوثر پر برتن سیراب کریں گے۔ کہا جاتا ہے رَوَیْتُ الْمَاءَ۔ میں نے اسے پانی پلایا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے رَوَیْتُ الْعِلْمَ۔ میں نے اسے علم سے سیراب کیا۔ اسی طرح علم یا شعر کو روایت کرنے والے کو راوی کہا جاتا ہے۔ اسے توشہ دان سے یا اس جانور سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر پانی اٹھایا جاتا ہے۔ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ حوض کے وصف میں فرماتے ہیں۔ ''اس کے برتن مومنین کے ہاتھوں میں اچھل کر جائیں گے۔ اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہوں گے۔ دنیا میں اس کی مثال حکمت و دانائی سے لبریز باتیں ہیں۔ علم تعبیر میں موتی سے مراد علم و حکمت کی باتیں ہیں۔ حوض کی صفت میں ہے کہ اس کی مٹی مشک کی ہوگی۔ دنیا میں اس کی مراد علمائے امت اور اتقیائے ملت ہیں۔ علم تعبیر میں مشک سے مراد عمدہ ستائش ہے۔ علم تعبیر، علم نبوت سے فیض یافتہ ہے، حوض کی صفت میں ہے کہ وہاں ایسے پرندے ہوں گے جو بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گے۔ دنیا میں اس سے مراد علم کی جستجو کرنے والے کا جوش و جذبہ ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں سے لے کر آج تک ہر کونے اور زاویے سے لوگ بارگاہِ علم میں حاضر ہوتے رہے اور فیض حاصل کرتے رہے۔ ذرا کوثر کی صفت تو ملاحظہ کرو کہ یہ دنیا میں کس طرح معقول اور آخرت میں کس طرح محسوس ہے کہ آنکھوں سے اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ اسی سے قرآن پاک کا اعجاز اور سورت کا اس کے نزول کے سبب کے ساتھ تطابق واضح ہوتا ہے۔ اسی لئے علامہ فضیل فرماتے ہیں۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کا معنی یہ ہے آپ ﷺ ادائیگی نماز کے ساتھ اس ہستی کے لئے عاجزی کریں جس نے آپ ﷺ کو کوثر عطا فرمائی۔ دنیا میں کسی چیز کی کثرت اکثر تکبر اور فخر کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے جب فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے اپنے کثیر صحابہ دیکھے تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک جھکا دیا، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کے بال کجاوے سے مس ہونے لگے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بطورِ شکر یہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔ نماز میں نحر تک ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا نماز میں قبلہ رو ہونے کا حکم دیا جس کے پاس قربانیاں کی جاتی ہیں اور جس کی طرف قربانی کے جانور لے جائے جاتے ہیں۔ اس طرح دو فعل جمع ہو جاتے ہیں۔ ۱۔ وہ قربانی جس کا حکم یوم الاضحیٰ کو دیا گیا ہے۔ ۲۔ نماز میں نحر تک ہاتھ اٹھانے میں اس کی طرف اشارہ، جس طرح وہ قبلہ محبوب ہوتا ہے جس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے اسی طرح اس کے پاس قربانی کی جاتی ہے اور اس کی طرف منہ کر کے نحر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

حضور علیہ السلام نے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَهُوَ مُسْلِمٌ۔ جس نے ہماری نماز ادا کی۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری طرح قربانی کی وہ مسلمان ہے۔'' ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (الانعام)

''آپ فرمائیے، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے سارے جہانوں کا نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے نماز کی ادائیگی اور اس کی طرف قربانی کرنے کو اسی طرح جمع کیا جس طرح اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ حوض کے اوصاف میں سے ہے کہ اس کی چوڑائی اتنی زیادہ ہوگی جتنی کہ صنعاء اور ایلہ کے مابین مسافت ہے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَ اَذْرُحَ۔ جتنی کہ جرباء اور اذرح کے مابین مسافت ہے۔ ان دونوں شہروں کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے كَمَا بَيْنَ عَدَنِ اَبْيَنَ اِلٰى عَمَّانَ۔ جتنا فاصلہ عدن ابین اور عمان کے درمیان ہے حوض کوثر کی چوڑائی اتنی ہے۔ ابین کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہ زہیر بن ایمن بن حمیر ہے حمیر کے ایک شخص کا نام عدن تھا۔ یہ شہر اسی کے نام سے آباد ہوا۔ علامہ الطبری کا قول ہے کہ عدن اور ابین عدنان کے بیٹے تھے وہ عدنان جو معد کا بھائی تھا۔ عمان شام میں دمشق کے قریب ایک شہر ہے۔ عمان بن لوط بن هاران کے نام پر اس شہر کا نام رکھا گیا۔ اسی نے ہی اس شہر کو آباد کیا تھا۔ عمان یمن کا ایک شہر ہے۔ عمان بن سنان کے نام سے یہ شہر آباد ہوا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھا لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سنان نامی کوئی بیٹا نہ تھا۔

حوض کی تعریف میں كَمَا بَيْنَ الْكُوْفَةِ وَ مَكَّةَ وَ كَمَا بَيْنَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَالْكَعْبَةِ۔ اس کی چوڑائی کوفہ اور مکہ کے مابین مسافت جتنی یا بیت المقدس اور کعبہ مشرفہ کے مابین مسافت جتنی ہے۔ یہ تمام روایات قریب المعنی ہیں۔ اگرچہ یہ فاصلے ایک دوسرے سے کم وبیش ہیں اسی طرح حوض کا طول و عرض، کنارے اور ارکان ہوں گے۔ اسی اعتبار سے حدیث شریف میں مختلف مسافتوں کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں سے سیراب ہونے کی توفیق دے۔

Marfat.com

لفظ ''کوثر'' کا اشعار میں استعمال

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ لبید بن ربیعہ کا شعر ہے۔

وَ صَاحِبُ مَلْحُوْبِ فُجِعْنَا بِيَوْمِهٖ وَ عِنْدَ الرِّدَاعِ بَيْتُ آخِرَ كَوْثِرِ

صاحب ملحوب کی وفات کے دن ہم بڑی اذیت سے دوچار ہوئے رداع کے پاس ایک اور گھر بھی ہے جو بہت عظیم ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں صاحب ملحوب سے مراد عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب ہے۔ یہ مقام

کوثر کے معنی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''کوثر جنت میں ایک نہر کا نام ہے جو آدمی بھی اپنے کانوں میں انگلیاں داخل کرتا ہے وہ اس کے چلنے کی آواز سنتا ہے۔ دار قطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک نہر عطا فرمائی ہے۔ میرا جو امتی اس کے چلنے کی آواز سننا چاہے وہ سن سکتا ہے''۔ میں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ وہ کیسے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا اپنی انگلیوں کو شدت سے اپنے کانوں میں داخل کرلو جو آواز تمہیں سنائی دے گی وہ کوثر کی روانی کی آواز ہوگی۔'' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔'' مجھے اس ذات کی قسم جس کے تصرف میں میری جان ہے۔ اے علی! تم روزِ حشر میرے حوض سے لوگوں کو ہٹانے والے ہو۔ تم کفار امتوں کو وہاں سے اس طرح ہٹاؤ گے جس طرح بھٹکے ہوئے اونٹوں کو عوسج کی لکڑی سے پانی سے ہٹایا جاتا ہے''۔ اس حدیث کو حرام بن عثمان نے حضرت جابر کے دو بیٹوں سے روایت کیا ہے۔ اس کے متعلق حضرت امام مالک سے پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام شافعی نے بھی بڑی شدت سے اسے تنقید کا نشانہ بنایا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مِنْبَرِي عَلٰى حَوْضِي۔ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ اس حدیث کے معنی میں کئی اقوال ہیں۔ میرے نزدیک ایک اور حدیث اس کی تفسیر بیان کرتی ہے وہ یہ ہے۔ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِنِّي لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي آلَانَ مِنْ مَقَامِي هٰذَا۔ حوض کوثر میرے منبر کے اوپر ہے۔ میں اس مقام پر کھڑے ہو کر اب بھی اسے دیکھ رہا ہوں۔

کوثر کا معنی

ابن ہشام نے لبید بن ربیعہ کے اس شعر سے استشہاد کیا ہے۔

صَاحِبُ مَلْحُوْبِ فُجِعْنَا...... اس کا دوسرا شعر یہ ہے۔

Marfat.com

ملحوب پر مرا تھا۔ عِنْدَ الرِّدَاعِ بَيْتُ آخَرَ كَوْثَرٌ۔ اس سے مراد شریح بن احوص بن جعفر بن کلاب ہے جو مقام رداع پر فوت ہوا تھا کوثر سے مراد کثیر ہے یہ لفظ کثیر سے ہی مشتق ہے۔ کمیت بن زید ہشام بن عبدالملک بن مروان کی تعریف کرتا ہوا کہتا ہے۔

وَ اَنْتَ كَثِيْرٌ يَابْنَ مَرْوَانَ طَيِّبٌ وَ كَانَ اَبُوْكَ ابْنَ الْعَقَائِلِ كَوْثَرَ

اے ابن مروان! تو کثیر عظمت والا اور طیب ہے لیکن تیرا باپ شریف عورتوں کی اولاد اور بہت ہی زیادہ باعظمت تھا۔

امیہ بن ابی عائذ الھذلی جنگلی گدھے کی تعریف میں کہتا ہے۔

يُحَامِي الْحَقِيْقَ اِذَا مَا احْتَدَمْنَ وَ حَمْحَمْنَ فِيْ كَوْثَرٍ كَالْجِلَالِ

وہ ان چیزوں کا دفاع کرتا ہے جن کا دفاع کرنا اس پر لازم ہے جب ان کی مائیں دوڑتی ہیں اور بہت زیادہ گردوغبار میں ہنہناتی ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ سے عرض کی گئی ''یارسول اللہ ﷺ! اس کوثر سے کیا مراد ہے جو آپ ﷺ کو عطا کی گئی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ ایک نہر ہے جس کا طول و عرض صنعاء سے ایلہ تک کی مسافت جتنا ہے، آسمان پر ستاروں جتنے اس پر برتن ہیں، وہاں بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے ہوں گے''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ وہ بڑے نرم و نازک ہوں گے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ان کے کھانے والے ان سے بھی نرم ہوں گے''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، میں نے ایک اور حدیث سنی ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''جو ایک

وَ بِالْفَوْرَةِ الْحَرَّابِ ذُوالْفَضْلِ عَامِرٌ فَنِعْمَ ضِيَاءُ الطَّارِقِ الْمُتَنَوِّرِ

فورۂ حراب میں صاحب فضیلت عامر ہے۔ روشن ستارے کی چمک کتنی عمدہ ہے۔

عامر سے مراد، ابن مالک ملاعب الاسنۃ ہے۔ یہ لبید کا چچا تھا ہم عنقریب ذکر کریں گے کہ اس کا نام ملاعب الاسنۃ کیوں پڑا۔ صاحب ملحوب سے مراد عوف بن احوص ہے۔ ابن ہشام کے نزدیک رداع سے مراد شریح بن احوص ہے لیکن دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ اس سے مراد حبان بن عتبہ بن مالک بن جعفر بن کلاب ہے۔ ''رادع'' یمامہ کی زمین میں ایک جگہ کا نام ہے ملحوب لَحَبْتُ الْعُوْدَ سے مشتق ہے اس کا معنی چھلکا اتارنا ہے، اس جگہ کو ملحوب اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ وہاں کوئی ٹیلہ یا درخت وغیرہ نہ تھے۔

Marfat.com

دفعہ نہر سے پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

وَ قَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ کا نزول

ابن اسحاق کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ ان سے گفتگو کی اور انہیں تبلیغ کی۔ آپ ﷺ سے زمعہ بن اسود، نضر بن حارث، اسود بن عبد یغوث، ابی بن خلف اور عاص بن وائل نے کہا "اے محمد (فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم) کاش! آپ ﷺ کے ہمراہ فرشتہ ہوتا جو آپ ﷺ کے متعلق لوگوں کو بتاتا۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ نظر آتا"۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات کا نزول فرمایا۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ (انعام)

"اور بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو کام تمام ہوگیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔"

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

ابن اسحاق کہتے ہیں ایک دفعہ رسول معظم ﷺ ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور ابو جہل بن ہشام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ ﷺ کی طرف اشارے کئے، کنکھیوں سے دیکھا اور آپ ﷺ کا مذاق اڑایا اس سے حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی اس وقت اس آیت کا نزول ہوا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ

اس آیت میں پہلے اللہ تعالیٰ نے اُسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ فرمایا پھر فرمایا فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ۔ سَخِرُوْا کی جگہ اِسْتَهْزَءُوْا نہیں فرمایا پھر فرمایا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ اس مقام پر يَسْخَرُوْنَ نہیں فرمایا۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے یقیناً اس میں حکمت پنہاں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اُسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ سے مراد یہ ہے کہ سابقہ رسولوں نے بھی ایسا کلام سنا جس میں مذاق تھا اور اس سے انہیں تکلیف ہوئی۔ یہ حضور ﷺ کی تسلی کے لئے فرمایا تاکہ سابقہ انبیاء و رسل کی تکلیف کی وجہ سے آپ ﷺ کو تشفی ہو۔ مذاق کو استہزاء اس وقت کہتے ہیں جب وہ قابل سماعت ہو۔ یہ جاہل اور

Marfat.com

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (الانبیاء)

اجڈ لوگوں کا کام ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (البقرہ)

''کیا آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں؟ آپ نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے کہ میں شامل ہو جاؤں جاہلوں کے گروہ میں۔''

جب کہ سُخر اور سُخری کبھی کبھی نفس میں ہوتا ہے اور قابل سماعت نہیں ہوتا کہا جاتا ہے سَخِرْتُ مِنْهُ جس طرح کہا جاتا ہے عَجِبْتُ مِنْهُ مگر عجب مذموم معنی کے ساتھ مختص نہیں ہوتا جس طرح سحر ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ (ہود)

''اگر تم مذاق اڑاتے ہو ہمارا تو (ایک دن) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم مذاق اڑاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا نَسْتَهْزِئُ بِكُمْ كَمَا تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ کیونکہ استہزاء انبیائے کرام کا فعل نہیں ہے یہ جاہلوں کا فعل ہے جبکہ انبیاء کرام سحر کر سکتے ہیں یعنی اپنے ساتھ مذاق کرنے والے کے کفر پر تعجب کر سکتے ہیں اور ان کی عقل کی بیکاری پر تعجب کر سکتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ''اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ''۔ ''اللہ تعالیٰ ان سے استہزاء فرماتا ہے۔'' ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اہل عرب اسے فعل کے اسم سے فعل پر جزاء کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ۔ ''وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔'' یہ مجاز حسن ہے۔ وہ استہزاء جس کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں وہ حقیقتاً استہزاء ہے اس پر صرف جاہل ہی راضی ہو سکتا ہے۔ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ''انہیں اس وعید نے گھیر لیا'' رسل عظام جس کی انہیں تبلیغ کرتے تھے۔ ہر کلمہ اپنے مقام پر عمدہ ہے ایک کلمہ کو دوسرے کی جگہ رکھنے سے بلاغت کا حسن ختم ہو جاتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا

اگر ہم ان کی طرف ملائکہ میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیجتے تو پھر بھی اسے انسانی شکل میں ہی بھیجتے۔ انہیں پھر بھی اسی التباس کا اندیشہ ہوتا جس التباس کا اندیشہ انہیں حضور ﷺ کے متعلق ہو رہا ہے۔ ''لَبَسْنَا'' اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ تمام امر اللہ رب العزت کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ وہ جسے

Marfat.com

''اور ضرور اے محبوب! تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی مذاق کیا گیا تو وہ جوان سے ہنستے تھے ان کی ہنسی ان ہی کو لے ڈوبی۔''

اسراء اور معراج

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ''پھر حضور ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی۔ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے جو ایلیاء میں ہے اس وقت قریش اور دیگر قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا''۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے درج ذیل اہل علم سے حضور ﷺ کی معراج کے متعلق روایات ملی ہیں۔
۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ ۲۔ حضرت ابوسعید الخدری۔ ۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ

مَا يَلْبِسُوْنَ

اسی معاملہ کو جو وہ دوسرے پر ملتبس کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر جانتے تھے کہ یہ حق ہے لیکن وہ اس کے انکاری تھے حالانکہ ان کے نفوس کو یقین تھا اسی طرح وہ اس پیغامِ حق کو ایک دوسرے پر ملتبس کرنے لگے اور اپنے اہل وعیال اور پیروکاروں کے لئے حق کو باطل سے خلط ملط کر دیتے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ لَبَسْتُ عَلَيْهِمُ الْاَمْرَ اَلْبِسُهٗ۔ یہ لُبْسُ الثِّيَابِ سے مشتق ہے کیونکہ کَسِيْتُ کے معنی میں ہے اس کا معنی پہننا ہے یہ عَرِيْتُ عریاں ہونے کے مقابلہ میں ہے اسی لئے اس کے وزن پر ہی ہے۔

حدیث معراج کے مشکل الفاظ کی تشریح

تمام راویوں کا اتفاق ہے کہ انہوں نے ''اسراء'' ہی روایت کیا ہے۔ کسی نے بھی ''سُرٰی'' کا لفظ روایت نہیں کیا۔ اگرچہ اہل لغت کہتے ہیں کہ سُرٰی اور اَسْرٰی ایک ہی معنی میں ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل لغت نے اس کی تحقیق نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قراء کرام نے اس آیت کی تلاوت میں اختلاف نہیں کیا۔ اَسْرٰی کی جگہ کسی نے سُرٰی نہیں پڑھا۔ اسی طرح ارشاد فرمایا وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْرِ۔ اس آیت میں يُسْرٰی نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ السُّرٰی سَرَيْتُ سے مشتق ہے اس کا معنی رات کو چلنا ہے۔ یہ مؤنث ہے کہا جاتا ہے طَالَتْ سُرَاكَ اللَّيْلَةَ۔ آج رات تیری سیر لمبی ہوگئی۔'' اَلْاِسْرَاء معنی میں متعدی ہوتا ہے لیکن اس کے مفعول کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ حتیٰ

Marfat.com

صدیقہ۔ ۴۔حضرت معاویہ بن ابی سفیان۔ ۵۔حضرت حسن بن ابی الحسن بصری۔ ۶۔ابن شہاب زہری۔ ۷۔قتادہ۔ ۸۔حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم۔ان تمام راویوں میں سے ہر راوی معراجِ مصطفیٰ ﷺ کا کچھ حصہ ہی روایت کرتا ہے۔بلاشبہ اس عظیم سفر میں آزمائش تھی۔اللہ تعالیٰ کی قدرت وسلطنت میں اس کے امر کا اظہار تھا۔ارباب دانش کے لئے عبرت تھی اہل ایمان وتصدیق کے لئے اس میں ہدایت ورحمت تھی۔اللہ تعالیٰ کے حکم پر یقین رکھنے والوں کے لئے استحکام تھا۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا اس طرح آپ ﷺ کو سیر کرائی گئی تاکہ وہ اپنی آیات میں سے کچھ آپ کو دکھائے۔سیاحِ لامکان ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی عظیم سلطنت کا معائنہ فرمایا اور اس کی اس قدرت کا مشاہدہ کیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔نبی دوجہاں ﷺ کے پاس ایک براق لایا گیا۔یہ وہ جانور تھا جس پر پہلے انبیاء کرام علیہم السلام سواری فرماتے تھے۔وہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں تک قدم اٹھاتا تھا۔حضور ﷺ کو اس پر سوار کرایا گیا۔پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو لے کر عازم سفر ہوئے۔وہ آپ ﷺ کو زمین اور آسمان کے درمیان نشانیاں دکھاتے رہے۔حتیٰ کہ بیت المقدس آ گیا انہوں نے وہاں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام دیکھے۔تمام انبیاء حضور ﷺ کے لئے ہی جمع ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے انہیں امامت کروائی پھر آپ ﷺ کو تین برتن پیش کئے گئے۔ایک برتن میں دودھ، دوسرے میں شراب اور تیسرے میں پانی تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا" اس وقت میں نے ایک کہنے والے کو سنا وہ کہہ رہا تھا۔اگر انہوں نے پانی پکڑا تو یہ بھی غرق اور ان کی امت بھی غرق

کہ اہل لغت یہ سمجھنے لگے کہ ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔جب انہوں نے دیکھا کہ وہ لفظاً کسی مفعول کی طرف متعدی نہیں ہوتے۔اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کا معنی ہے جَعَلَ الْبُرَاقَ یَسْرِی۔براق کو یہ توفیق دی کہ وہ آپ ﷺ کو سیر کرائے۔جس طرح کہا جاتا ہے اَمْضَیْتُہٗ کا معنی ہے جَعَلْتُہٗ یَمْضِیْ (میں نے اسے انجام تک پہنچا دیا ہے) لیکن اس کے مفعول کو اکثر حذف کر دیتے ہیں۔اس کی وجہ یا تو اس پر اس کی قوی دلالت ہے یا اس کے ذکر سے استغناء ہے کیونکہ اس خبر سے حضور ﷺ کا ذکر مقصود ہے نہ کہ اس جانور کا تذکرہ مقصود ہے جس نے آپ ﷺ کو سیر کرائی تھی۔حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں "فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ" میں اس طرح کہنا بھی جائز ہے فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِالْقِطْعِ۔یعنی انہیں اس

Marfat.com

ہو جائے گی۔ اگر انہوں نے شراب والا برتن پکڑا تو یہ خود بھی گمراہ اور ان کی امت بھی گمراہ ہو جائے گی اور اگر انہوں نے دودھ والا برتن پکڑ لیا تو خود بھی ہدایت پا گئے اور ان کی امت بھی ہدایت یافتہ ہو گئی''۔ میں نے دودھ والا برتن لیا اور اس سے نوش کر لیا۔ مجھ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا'' آپ ﷺ بھی ہدایت پا گئے اور آپ ﷺ کی امت بھی ہدایت پا گئی''۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت

مجھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔'' اسی اثناء میں کہ میں'' حجر'' میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے مجھے اپنے قدم سے مس کیا میں بیٹھ گیا لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر میں لیٹ گیا حضرت جبرائیل دوبارہ آئے اور پاؤں مس کیا میں پھر بستر سے اٹھ بیٹھا لیکن مجھے کوئی شئی دکھائی نہ دی، میں دوبارہ بستر پر لیٹ گیا انہوں نے سہ بار مجھے چھوا میں پھر اٹھ بیٹھا انہوں نے میرا بازو پکڑا میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا وہ مجھے مسجد کے دروازے کی طرف لے گئے۔ اچانک وہاں ایک سفید جانور نظر آیا جس کا قد خچر اور گدھے کے مابین تھا۔ اس کی رانوں کی جگہ دو پر تھے جن سے وہ اپنے پاؤں کو کرید رہا تھا۔ وہ اپنا اگلا قدم تا حد نگاہ رکھتا تھا۔ انہوں نے مجھے اس پر سوار کرایا۔ پھر نہ تو حضرت جبرائیل مجھ سے جدا ہوئے اور نہ ہی میں ان سے جدا ہوا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت قتادہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ '' جب میں براق کے قریب ہوا تاکہ اس پر سوار ہوں تو وہ مچلنے لگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام

سواری کے ساتھ لے کر راتوں رات چلو جس پر بھی وہ سوار ہوں لیکن حضور ﷺ کی معراج مبارک میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص کو کئی وجوہات میں سے ایک وجہ کے سبب سیر کرائی۔ اسی وجہ سے اس آیت کی تلاوت میں بھی اتفاق ہے۔

اسی طرح علمائے نحو سے باء اور ھمزہ میں تسامح ہوا ہے وہ انہیں متعدی ہونے کے حکم میں ایک معنی میں کرتے ہیں۔ اگر ان کا قول درست ہوتا تو پھر یہ کہنا درست ہوتا اَمْرَضْتُہٗ۔ مَرِضْتُ بِہٖ۔ اَسْقَمْتُہٗ۔ سَقِمْتُ بِہٖ۔ اَعْیَیْتُہٗ، عَیِیْتُ بِہٖ۔ جس طرح اَذْھَبْتُہٗ اور اَذْھَبْتُ بِہٖ کہنا درست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام میں تدبر کرنے سے ان میں اختلاف نظر آتا ہے اسی طرح علماء بھی ان میں فرق کرتے ہیں۔ باء تعدیہ کا معنی فعل کے ساتھ مشارکت کے اعتبار سے دیتی ہے لیکن ہمزہ یہ معنی نہیں

Marfat.com

نے اس کے ایال پر اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا اے براق! تجھے یہ حرکت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اللہ کی قسم! تجھ پر پہلے ایسا کوئی شخص سوار نہیں ہوا جو محمد عربی ﷺ سے افضل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ سن کر وہ براق پسینے سے شرابور ہو گیا، وہ پر سکون ہو گیا، میں اس پر سوار ہو گیا"۔

حضرت حسن کی روایت

پھر حضور ﷺ عازم سفر ہوئے حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ وہ بیت المقدس پہنچ گئے وہاں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دیگر انبیاء کرام جمع تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں امامت کروائی پھر آپ کے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک برتن میں شراب جبکہ دوسرے میں دودھ تھا آپ ﷺ نے دودھ والا برتن پکڑا اور اسے نوش فرمایا شراب والے برتن کو چھوڑ دیا۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی "آپ ﷺ کی راہ نمائی فطرت کی طرف کی گئی ہے۔ اے محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کی امت راہِ ہدایت پر گامزن ہو گی۔ آپ ﷺ پر شراب حرام کر دی جائے گی" پھر حضور ﷺ مکہ معظمہ واپس لوٹ آئے۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ قریش کے پاس گئے اور انہیں اس واقعہ کے متعلق بتایا۔ اکثر لوگوں نے کہا بخدا! یہ ناممکن ہے کارواں ایک ماہ چلتا رہتا ہے تب جا کر ملک شام آتا ہے اسی طرح واپسی پر بھی ایک ماہ کی مدت درکار ہوتی ہے اور محمد (مصطفیٰ ﷺ) نے وہ طویل فاصلہ شب بھر میں طے کر لیا پھر واپس مکہ معظمہ بھی آ گئے۔ بہت سے لوگوں کے ایمان ڈگمگا گئے۔

دیتا۔ اَقْعَدْتُہٗ کا معنی ہے میں نے اسے بٹھایا (جَعَلْتُہٗ یَقْعُدُ) لیکن جب قَعَدْتُ بِہٖ کہا جائے تو اس کا معنی ہے کہ میں نے اس کے ساتھ بیٹھنے میں شرکت کی۔ دَخَلْتُ بِہٖ وَ ذَھَبْتُ بِہٖ بھی اسی طرح ہے لیکن اَدْخَلْتُہٗ اور اَذْھَبْتُہٗ میں یہ معنی نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ارشاد ربانی ہے۔ ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوْرِھِمْ وَ ذَھَبَ بِسَمْعِھِمْ وَ اَبْصَارِھِمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کے نور، ان کی قوت سماعت اور قوتِ بصارت لے گیا۔ اب اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کی صفت میں ذہاب "چلا گیا" کہا جائے یا اس کی طرف اس کا کچھ حصہ بھی منسوب کیا جائے۔ اس آیت کا معنی یہی ہے۔ اَذْھَبَ نُوْرَھُمْ وَ سَمْعَھُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور اور قوت سماعت کو ختم کر دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نور، سمع اور بصر اللہ کے دست قدرت میں ہیں جس طرح اس نے خود فرمایا ہے۔ بِیَدِہِ الْخَیْرُ بھلائی اس کے دست قدرت میں ہے۔ نور، سمع اور بصر کا تعلق بھی اسی بھلائی سے

Marfat.com

لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے ''ابوبکر! اپنے ساتھی (ﷺ) کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس رات بیت المقدس گئے۔ وہاں نماز ادا کی پھر مکہ مکرمہ آ گئے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم لوگ آپ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کر رہے ہو''۔ لوگوں نے کہا ''نہیں وہ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور لوگوں سے محوِ گفتگو ہیں''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قسم بخدا! اگر انہوں نے یہ فرمایا ہے تو انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ اس میں تعجب خیز بات کون سی ہے؟ اللہ کی قسم! وہ مجھے فرماتے ہیں کہ شب و روز کی کسی ساعت میں آسمان سے ان کے پاس خبر آتی ہے میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ واقعہ اس واقعہ سے زیادہ حیرت انگیز ہے جس پر تم تعجب کر رہے ہو'' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ اس رات بیت المقدس تشریف لے گئے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' انہوں نے عرض کی ''میں نے بیت المقدس کی زیارت کی ہے، آپ ﷺ مجھے اس کے اوصاف بیان کریں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''تمام حجابات اٹھا دیئے گئے، میں بیت المقدس کو دیکھنے لگا۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے اس کی خوبیاں بیان فرمانے لگے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سچ فرمایا ہے، آپ ﷺ جب بھی بیت المقدس کا کوئی وصف بیان فرماتے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسی طرح عرض کرتے، حتیٰ

ہے جو اس کے قدرت کے ہاتھ میں ہے جب سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے تو پھر ذَھَبَ بِہٖ کہنا درست ہے اسی کا معنی وہی ہو گا جس کا تقاضا اس کا یہ فرمان بِیَدِہِ الْخَیْرُ کرتا ہے۔ خواہ اس کا معنی جو بھی ہو۔ ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوْرِھِمْ کے دوسرے معنی کی بنیاد بھی اسی پر ہو گی خواہ وہ حقیقتاً ہو یا مجازاً۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب اس نے رجس ''ناپاکی'' کا ذکر کیا تو کس طرح فرمایا لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ (الاحزاب: ۳۳) اس میں یَذْھَبُ بِہٖ نہیں فرمایا اسی طرح فرمایا۔ وَیُذْھِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ۔

ان آیات کا مقصد اپنے بندوں کو حسن ادب کی تعلیم مقصود ہے کیونکہ ''اِدْجَاسْ'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ حقیقتاً ہو سکتی ہے نہ ہی معناً۔ اگرچہ تخلیق اور ملکیت اسی کی ہے یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ھِیَ بِیَدِہٖ۔ کہ یہ اس کے ہاتھ میں ہے تاکہ عبارت میں بھی حسن رہے اور اس ذاتِ پاک کی تنزیہہ بھی ثابت رہے۔ نور، سمع اور بصر کے متعلق بہتر ہے کہ یوں کہا جائے ھِیَ بِیَدِہٖ۔ یہ اس کے دست تصرف

Marfat.com

کہ اس سیاحت کا تذکرہ ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر! تم "اَلصِّدِّیْقُ" ہو اسی روز سے وہ صدیق کے نام سے معروف ہو گئے۔ اسلام سے مرتد ہونے والوں کے لئے اس آیت کا نزول ہوا۔

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ (الاسراء)

"اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو انہیں نہیں بڑھتی مگر بڑی سرکشی۔"

کیا معراج خواب میں ہوئی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں۔ شب معراج حضور ﷺ کا جسد اطہر غائب نہیں ہوا تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی روح مبارک کو سیر کرائی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے حضور ﷺ کی

میں ہیں اس لئے اس کے ساتھ ذَهَبَ بِهٖ کہنا درست ہے لیکن اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ میں "باء" کا تعلق اس گروہ سے نہیں۔ یہ ایک ایسا فعل ہے جو مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ "مُسْرِیْ" سیر کروانے والا ہے۔ جس نے عبد کو سیر کروائی وہ بھی اس سیر میں شریک ہے۔ جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ باء فعل میں مشارکت کا فائدہ دیتی ہے یا اس کے ساتھ کسی قدر شمولیت کا فائدہ دیتی ہے۔

معراج نیند میں تھی یا عالم بیداری میں

اس باب میں قابل تفصیل بات یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کو معراج عالم بیداری میں جسم مقدس کے ساتھ ہوئی یا عالم نیند میں صرف روح کو معراج ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔ "اللہ عزوجل جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں" ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ ایک سچی خواب تھی، اور اس شب حضور ﷺ کا جسم مبارک مفقود نہیں ہوا تھا صرف آپ ﷺ کی روح مبارک کو سیر کرائی گئی تھی۔ مخالفین اللہ رب العزت

Marfat.com

معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔'' وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک سچی خواب تھی''۔ ان دو حضرات کے اس قول کا انکار حضرت حسن کے اس قول کی وجہ سے نہیں کیا جا سکتا وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ ان کی دلیل وہ آیت بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ انہوں نے فرزند دلبند سے کہا۔ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ (الصافات:۱۰۲)

''اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔''

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خواب پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء پر وحی عالم نیند اور اور عالم بیداری دونوں حالتوں میں آسکتی ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضور ﷺ فرماتے تھے تَنَامُ عَيْنَايَ وَ قَلْبِيْ يَقْظَانُ۔ میری دونوں آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معراج کس عالم میں ہوئی تھی، عالم نیند میں یا عالم بیداری میں؟ اور حضور ﷺ نے کیا کیا مشاہدات فرمائے تھے، معراج جس طرح بھی ہوئی وہ حق اور سچ ہے۔

کے اس فرمان سے بھی دلیل حاصل کرتے ہیں۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ انہوں نے کہا یہ رُؤیا صرف اس خواب کو کہتے ہیں جو نیند میں نظر آئے۔ انہوں نے بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی دلیل لی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات نبی اکرم ﷺ کو مسجد حرام سے سیر کرائی گئی یہ نزول وحی سے پہلے کا واقعہ ہے آپ ﷺ کے پاس تین افراد آئے۔ آپ ﷺ مسجد حرام میں استراحت فرما تھے ان میں سے پہلے نے کہا ان میں سے وہ (ﷺ) کون سے ہیں۔ درمیان والے نے کہا وہ یہی ہیں یہ ان سب سے بہترین ہیں۔ تیسرا نے کہا ان میں سے بہترین کو پکڑ لو۔ اس رات وہ چلے گئے۔ وہ دوسری شب آئے انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی چشمانِ مقدس محوِ استراحت تھیں جبکہ قلب انور بدستور بیدار تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی کیفیت اسی طرح ہوتی ہے ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن ان کے دل بیدار رہتے ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے کوئی بات نہ کی انہوں نے آپ ﷺ کو اٹھایا اور چاہِ زمزم کے پاس رکھ دیا...... اس حدیث شریف کے آخر میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے۔ اس حدیث میں کوئی شک نہیں کہ ایک سچی خواب تھی۔

Marfat.com

وہ علماء جن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ معراج عالم بیداری میں ہوئی وہ کہتے ہیں کبھی کبھی ''رویا'' عالم بیداری میں دیکھنے کو بھی کہتے ہیں۔ وہ شاعر کے اس شعر سے دلیل پکڑتے ہیں جس میں وہ شکاری کی تعریف میں کہتا ہے۔

وَ کَبَّرَ لِلرُّؤْيَا وَهَشَّ فُؤَادُهُ وَ بَشَّرَ قَلْبًا كَانَ جَمًّا بَلَابِلُهُ

اس نے اس منظر کو دیکھ کر تکبیر کہی۔ اس کا دل خوش ہو گیا اس نے اپنے دل کو بشارت دی وہ پہلے مختلف وساوس کی آماجگاہ تھا۔

وہ علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بھی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سیر عالم بیداری میں تھی ارشاد ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ اگر یہ نیند میں خواب ہوتا تو لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہوتے بہت سے لوگوں کے پاؤں ڈگمگا نہ جاتے۔ کفارِ مکہ نے کہا'' محمد ﷺ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بیت المقدس گئے اور پھر اسی رات مکہ مکرمہ واپس بھی آ گئے جبکہ کارواں ایک ماہ میں وہاں پہنچتے ہیں اور ایک ماہ میں واپس آتے ہیں'' اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو ان میں سے کوئی ایک بھی اسے ناممکن نہ سمجھتا کیونکہ سونے والا کبھی کبھی اپنے آپ کو آسمان پر دیکھتا ہے کبھی وہ مشرق و مغرب میں جاتا ہے اسے کوئی بھی ناممکن نہیں کہتا۔ ان علماء نے ایک دلیل یہ بھی دی کہ حضور ﷺ نے اس برتن سے پانی پیا جسے اہل کارواں نے ڈھانپ رکھا تھا، صبح کے وقت انہوں نے دیکھا کہ برتن خالی تھا۔ اس کارواں کا ایک اونٹ براق کی آواز سن کر بدک گیا۔ آپ ﷺ نے ان کی راہنمائی کی۔ حضور ﷺ نے اہل مکہ کو یہ علامت بھی بتائی حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان دو بوروں کی بھی خبر دی جن میں سے ایک کالا اور دوسرا دھاری دار تھا۔ علامہ یونس کی روایت میں ہے کہ جس قافلہ سے حضور ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا اور گمشدہ اونٹ کی طرف ان کی راہنمائی کی تھی اس کے متعلق فرمایا کہ وہ عنقریب پہنچ جائے گا اور اہل کارواں مذکورہ بالا واقعات کے متعلق بتائیں گے۔ قریش مکہ نے پوچھا وہ قافلہ کب پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' وہ قافلہ بدھ کے روز پہنچ جائے گا''۔ بدھ کے روز سورج غروب ہونے کے قریب تر ہو گیا لیکن ابھی تک قافلہ نہ پہنچا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا حتیٰ کہ وہ کاروان پہنچ گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کی امت تک سورج صرف یا تو آپ ﷺ کیلئے روکا گیا یا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے روکا گیا یہ تمام واقعات عالم بیداری میں ہی رونما ہو سکتے ہیں۔

علماء کا ایک تیسرا طائفہ بھی ہے جس نے سرخیل حضرت ابو بکر ابن عربی ہیں وہ اوپر بیان کردہ دونوں اقوال کی تصدیق کرتے ہیں وہ دونوں احادیث کو درست مانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ معراج

Marfat.com

دو مرتبہ ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کو پہلے عالم نیند میں معراج کرائی گئی تا کہ آپ ﷺ کے لئے سہولت اور آسانی رہے۔ جس طرح وحی کا آغاز سچی خوابوں سے ہوا تھا تا کہ نبوت کا امر آپ ﷺ کے لئے آسان ہو جائے کیونکہ یہ ایک عظیم امر تھا جس سے قوی بشریہ کمزور تھے اسی طرح معراج پر جانے سے قبل آپ ﷺ کو نیند میں معراج کرائی گئی۔ پھر اسی طرح عالم بیداری میں معراج ہوئی یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر کرم تھا۔ میں نے بخاری کی شرح ''مہلب'' میں پڑھا ہے کہ بہت سے علماء کا یہی نقطۂ نظر ہے وہ فرماتے ہیں کہ معراج دو مرتبہ ہوئی۔ ۱۔ عالم نیند میں۔ ۲۔ عالم بیداری میں۔

امام سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہی قول درست ہے احادیث کے معانی اسی پر متفق ہوتے ہیں۔ حضرت انس کی حدیث جو پہلے گذر چکی ہے اس میں ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ ﷺ کے پاس تین آدمی آئے حالانکہ مشہور یہی ہے کہ معراج بعثت کے بعد ہوئی۔ نماز اسی وقت فرض ہوئی۔ ایک قول کے مطابق ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی۔ اسی وجہ سے حدیث مبارک میں ہے کہ بہت سے مسلمان ڈگمگا گئے۔ ان دونوں احادیث کے راوی حافظ ہیں۔ ان دونوں میں انطباق کی صورت صرف یہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ معراج دو مرتبہ ہوئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر ملے جبکہ اکثر صحیح روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات کی۔ ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس تین برتن لائے گئے جن میں سے ایک برتن میں پانی تھا۔

کہنے والے نے کہا اگر انہوں نے پانی والا برتن پکڑ لیا تو یہ خود بھی اور ان کی امت بھی غرق ہو جائے گی۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو صرف ایک برتن پیش کیا گیا جس میں شہد تھا۔ اس روایت میں پانی کا ذکر نہیں۔ دونوں احادیث کے راوی ثقہ ہیں ان کو جھٹلا کر ان کی توہین نہیں کی جا سکتی لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ معراج دو مرتبہ ہوئی تھی۔ اختلاف کے وقت یہی کہا جائے گا کہ یہ دو واقعات اور دو حالتوں کے متعلق روایات ہیں۔ قرآن کا ظاہر بھی اس کی گواہی دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ ''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔''

Marfat.com

یہ آیات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کی تائید کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کے دل مبارک نے دیکھا تھا آنکھ سوتی رہی۔ الفواد، دل کو کہتے ہیں پھر فرمایا اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى۔ ''تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔'' اس آیت میں مَا قَدْ رَاٰى نہ فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس دیدار کے بعد ایک اور دیدار ہوا تھا پھر فرمایا وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔ ''اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔'' واپسی پر حضرت جبرائیل سے پھر ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے انہیں اصلی شکل میں دیکھا۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى۔ ''سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جب سدرۃ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا''۔ سونے کے بستروں نے سدرۃ کو ڈھانپ لیا تھا۔ روایت میں ہے کہ اس سے یاقوت بکھر رہے تھے، اس کے پھل ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے۔ پھر ارشاد فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ۔ ''آنکھ نہ کسی طرف پھری''۔ اب ''بصر'' کا ذکر کیا ''فواد'' کا ذکر نہ کیا۔ جس طرح پہلے ''الفواد'' کا ذکر کیا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ آنکھ اور بصارت کا دیکھنا تھا پھر فرمایا لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ ''بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں''۔ کیونکہ اب دیکھنا آنکھ سے تھا اسے آیات کبریٰ سے تعبیر فرمایا کیونکہ یہ بڑے بڑے دلائل اور عظیم براہین سے تھا اس طرح دوسری بار دیکھنا پہلی بار دیکھنے سے عظیم تر ہو گیا کیونکہ انسان کا خواب میں دیکھنا آنکھ سے دیکھنے سے کم تر ہوتا ہے۔ اسی لئے اکثر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ پر دو ظاہری نہریں اور دو باطنی نہریں دیکھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ظاہری دو نہریں دریائے نیل اور دریائے فرات ہیں۔ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دو ظاہری نہریں آسمانِ دنیا میں دیکھیں۔ فرشتے نے عرض کی یہ دریائے نیل اور دریائے فرات ہیں۔ یہ ان کا اصل اور عنصر ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے عالم بیداری میں ان کے منبع کو دیکھا ہو۔ اور پہلی مرتبہ صرف دو نہریں ہی دیکھی ہوں ان کی اصل نہ دیکھی ہو۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ (مومنون: ۱۸)۔ ''اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازہ پر پھر اسے زمین میں ٹھہرایا''۔ کی تفسیر میں ہے کہ اس سے مراد دریائے نیل اور دریائے فرات ہے۔ انہیں حضرت جبرائیل کے پروں پر رکھ کر جنت سے اتارا گیا اور انہیں پہاڑوں کی وادیوں میں رکھ دیا گیا عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اٹھا لے گا۔ جب قرآن اور ایمان اٹھ جائیں گے، انہیں بھی اٹھا لیا جائے گا۔ اس وقت زمین پر کوئی بھلائی باقی نہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ''اور بے شک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں''۔ نحاس نے اسے معانی میں ذکر کیا ہے۔ میں نے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

Marfat.com

علامہ مازری نے "کتاب المعلم" میں ایک چوتھا قول بھی نقل کیا ہے کہ بیت المقدس تک معراج جسم اطہر کے ساتھ تھی۔ یہ مشاہدہ آنکھ کے ساتھ تھا پھر ساتوں آسمان سے اوپر تک معراج آپ ﷺ کی روح کے ساتھ تھی، اسی لئے کفار نے بیت المقدس تک کے سفر کو عجیب سمجھا لیکن باقی سفر کو عجیب نہ سمجھا۔

براق کا مچلنا

جب لامکان کے سیاح ﷺ براق پر سوار ہونے لگے تو وہ مچلنے لگا، حضرت جبرائیل نے اس سے کہا "اے براق! تمہیں شرم نہیں آتی۔ آج تک تجھ پر کوئی ایسی ہستی سوار نہیں ہوئی جو محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل ہو"۔ ابن بطال "جامع صحیح" کی شرح میں اس کی وجہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"اس کی وجہ یہ تھی کیونکہ عرصہ طویل گزر چکا تھا کہ براق پر کوئی نبی سوار نہ ہوئے تھے اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مابین ایک طویل زمانہ تھا جس کی وجہ سے وہ اچھلنے لگا"۔

اس کا ایک اور سبب بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب براق اچھلنے لگا تو حضرت جبرائیل نے عرض کی یارسول اللہ! شاید آپ ﷺ نے آج "صفراء" کو مس کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اسے چھوا تو نہیں البتہ اس کے قریب سے گزرے ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا "ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کو چھوڑ کر تیری عبادت کرے"۔ اس روایت کو ابوسعید نیشاپوری نے "شرف المصطفیٰ" میں تحریر کیا ہے مسند البزار میں ہے کہ صفراء ایک بت تھا جس کا کچھ حصہ سونے کا تھا، حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن اسے توڑ دیا تھا۔ امام ترمذی نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مرکب ہمایوں بیت المقدس پہنچا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے چٹان کی طرف اشارہ کیا چٹان پھٹ گئی انہوں نے وہاں براق باندھ دی، حضرت حذیفہ نے اس روایت کو عجیب سمجھا ہے لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عالم غیب و شہادت کو مسخر فرما دیا تھا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سے ایک یہ فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ احتیاط کرنا توکل کے صحیح ہونے کے خلاف نہیں اس سے ایمان بالقدر پر بھی کوئی زد نہیں پڑتی۔
حضرت وھب بن منبہ سے روایت ہے کہ ہلاکتوں سے بچنے کے لئے احتیاط کرنے والا توکل کے خلاف نہیں۔ حضرت وھب فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتب میں سے ستر کتابوں میں پڑھا ہے اور حضور ﷺ کا بھی یہی فرمان ہے۔ قَیِّدْهَا وَتَوَکَّلْ پہلے اپنی سواری کو باندھو پھر توکل کرو آپ ﷺ کو یقین تھا آپ ﷺ کیلئے کائنات مسخر کر دی گئی ہے۔ آپ ﷺ کو تقدیر الٰہی پر بھی ایمان

Marfat.com

تھا پھر بھی آپ ﷺ نے اپنے سفروں میں زادِراہ لیا۔ جنگوں میں ہتھیار سجائے، حتیٰ کہ غزوہ احد کے دن دو زرہیں زیب تن فرمائیں براق کو اس حلقہ سے باندھنے کا تعلق اسی باب سے ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے حضرت بریدہ کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ حارث بن ابی اسامہ اور ابوسعید کی روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے براق کو اسی حلقہ میں باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام اسے باندھا کرتے تھے۔ لیکن اس حدیث کی سند میں داؤد بن محبر ہے جو ضعیف ہے۔

ملائکہ کا "مَنْ مَعَكَ" کہنا

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر آسمان پر پہنچتے، دستک دیتے تو آگے سے ملائکہ پوچھتے "مَنْ مَعَكَ" آپ کے ساتھ کون ہیں۔ وہ کہتے میرے ساتھ محمد عربی ﷺ ہیں۔ وہ پوچھتے اَوَ قَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ۔ کیا انہیں پیغام بھیج کر بلایا گیا ہے حضرت جبرائیل کہتے ہاں! صحیح احادیث میں اسی طرح کے الفاظ ہیں۔ ان کے اس سوال "اَوَ قَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ" کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ کو آسمان پر تشریف لانے کی دعوت دی گئی ہے؟ کیونکہ انہیں علم تھا کہ عنقریب حضور ﷺ معراج فرمائیں گے۔ اگر ان ملائکہ کا ارادہ یہ ہوتا کہ کیا آپ ﷺ کو مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے تو وہ اس طرح سوال کرتے اَوَ قَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ ملائکہ پر یہ مخفی نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ مخلوق کی طرف مبعوث ہو چکے ہیں اور پھر معراج کی رات تک یہ معلوم نہ ہو سکا۔ اس کتاب میں بھی پہلے گزر چکا ہے جب حضور ﷺ نے ساتویں آسمان کے ملائکہ کی تسبیح کا ذکر فرمایا پھر ہر آسمان کے ملائکہ کی تسبیح کا ذکر کیا پھر وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ تم یہ تسبیح کیوں بیان کر رہے ہو حتیٰ کہ یہی سوال ساتویں آسمان کے ملائکہ تک پہنچتا ہے وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارے رب نے اپنی مخلوق میں فلاں فیصلہ فرمایا ہے۔ پھر یہ خبر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے............ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ملائکہ کو نبوت محمد یہ کا علم تھا کہ آنحضرت ﷺ کو کب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کی طرف براق بھیج کر آپ ﷺ کو قدم رنجہ فرمانے کے لئے کہا گیا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آسمانِ دنیا کے ملائکہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا اَوَ قَدْ بُعِثَ۔ اس حدیث میں اِلَیْهِ کا ذکر نہیں کیونکہ یہ حدیث اس سیر کے متعلق ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور یہ واقعہ نزولِ وحی سے پہلے کا ہے جس طرح تفصیل پہلے گزر چکی ہے یہ حدیث اس امر کو تقویت دیتی ہے کہ پہلے معراج خواب میں پھر عالم بیداری میں ہوئی۔ اس لئے

Marfat.com

ہم تمام روایات میں سے صرف اسی روایت میں یہ الفاظ پاتے ہیں۔ اَوَ قَدْ بُعِثَ اِلَیْہِ۔

باب الحفظہ

ابن اسحاق نے باب الحفظہ کا ذکر کیا ہے کہ اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کا نام اسماعیل ہے اس کا تذکرہ مسند حارث میں آیا ہے اس میں ہے کہ اس فرشتے کے ماتحت ستر ہزار ملائکہ ہیں ان میں سے ہر ایک فرشتے کے ماتحت ستر ستر ہزار ملائکہ ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں بارہ ہزار ملائکہ کا ذکر ہے۔

سدرۃ المنتہی

اس کی صفت میں ہے کہ اگر اس کے ایک پتے سے اس امت کو ڈھانپ دیا جائے تو تمام امت اس کے نیچے آ جائے گی۔ تمام روایات میں ہے کہ اس کے پھل "ہجر" کے مٹکوں کی طرح تھے۔ "کتاب الطہارۃ" کی "حدیث القلتین" میں ہے۔ اِذَا کَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ مِنْ قِلَالِ ھَجَرٍ لَمْ یَحْمِلِ الْخُبْثَ۔ جب پانی ہجر کے مٹکوں میں سے دو مٹکوں کی مقدار ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ علماء فرماتے ہیں وہاں کے دو مٹکوں کی مقدار پانچ سو نوے رطل بنتی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ مقدار تقریباً پانچ قرب بنتی ہے۔ ابن سلام کی تفسیر میں اسلاف سے منقول ہے کہ اس مقام کو سدرۃ المنتہی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ مؤمن کی روح وہاں پہنچ کر رک جاتی ہے وہاں مقرب ملائکہ نماز میں مشغول ہوتے ہیں انہوں نے یہ "علیین" کی تفسیر میں لکھا ہے۔

آسمانِ دنیا پر حضرت آدم سے ملاقات

آپ ﷺ نے آسمانِ دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ ان کے دائیں جانب بھی کچھ لوگ تھے اور کچھ لوگ بائیں جانب تھے۔ حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ لوگ جو آپ کے دائیں جانب ہیں وہ اصحابِ یمین ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام پر اولاد کی ارواح پیش کی جاتی ہیں جب آپ ان ارواح کو دیکھتے ہیں جو آپ کے دائیں جانب ہیں تو آپ مسکراتے ہیں۔

اس پر ایک اعتراض کیا گیا ہے آپ علیہ السلام نے اپنے دائیں طرف اصحابِ یمین کی ارواح کو کیسے ملاحظہ فرما لیا اس وقت تو اصحابِ یمین تعداد میں بہت کم تھے۔ شاید اس رات ان میں سے کسی ایک نے بھی وفات نہ پائی ہو جبکہ حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک پوری جماعت ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اسراء سے مراد دل کا دیکھنا ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ عنقریب ایسا ہو گا اور اگر یہ

Marfat.com

دیکھنا آنکھ کا مشاہدہ ہو جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نظر ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے وہاں مومنین کی ارواح ملاحظہ کی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق پر اس کی نیند میں موت طاری کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا (الزمر: ۴۲)

''اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت''۔

یہ ارواح وہاں پہنچ جاتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ان کا مشاہدہ فرما لیتے ہیں پھر یہ ارواح اپنے اپنے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان ''اصحاب یمین'' سے مراد وہ فرخندہ فال لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ مدثر میں کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِلَّاۤ اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ ﴿۳۹﴾ فِیۡ جَنّٰتٍ ۟ؕ یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۴۱﴾

''مگر داہنی طرف والے باغوں میں پوچھتے ہیں مجرموں سے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس سے مراد وہ بچے ہیں جو بچپن میں مر جاتے ہیں اسی لئے وہ مجرموں سے پوچھیں گے مَا سَلَکَکُمۡ فِیۡ سَقَرَ۔ ''تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی''۔ کیونکہ وہ کفار کے کفر کی پہچان سے پہلے ہی مر گئے تھے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مومنین اور کفار کے بچے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک باغ میں دیکھا تو حضرت جرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی یہ مومنین کے وہ بچے ہیں جو بچپن میں انتقال کر گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کفار کے بچے؟ انہوں نے عرض کی کفار کے بچے بھی ان میں شامل ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الجنائز میں لکھا ہے ایک اور جگہ بھی تحریر کیا ہے وہاں ''اَوۡلَادُ النَّاسِ'' کا ذکر ہے یہ پہلی حدیث میں نص ہے اور دوسری حدیث میں عموم ہے۔ کفار کے بچوں کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہیں۔ ممکن ہے حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں سمت ان بچوں کی ہی ارواح ہوں جو حضور ﷺ نے ملاحظہ کی ہوں۔

پانی کا حکم

اس روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس برتن سے پانی نوش کیا جسے ڈھانپا گیا تھا۔ پانی اگرچہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتا لوگ اس میں برابر شریک ہوتے ہیں آگ اور گھاس کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر

Marfat.com

زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے بیان کردہ بعض انبیاء علیہم السلام کی صفات

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امام زہری نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے شب معراج حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی پھر صحابہ کرام سے ان کے اوصاف بیان کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے صاحب (ﷺ) کے مشابہ اور تمہارے صاحب (ﷺ) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ وَاَمَّا مُوْسٰی فَرَجُلٌ آدَمُ طَوِیْلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ اَقْنٰی کَاَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَ ۃَ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندم گوں، طویل، دبلے پتلے اور گھنگریالے بالوں والے تھے وہ بنو شنوءۃ میں سے ایک شخص محسوس ہوتے تھے۔ وَاَمَّا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَرَجُلٌ اَحْمَرُ بَیْنَ الْقَصِیْرِ وَالطَّوِیْلِ سَبْطُ الشَّعْرِ کَثِیْرُ خِیْلَانِ الْوَجْہِ کَاَنَّہٗ خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ تَخَالُ رَاْسَہٗ یَقْطُرُ مَاءً وَ لَیْسَ بِہٖ مَاءٌ

پینے والا اسے اپنے برتن میں محفوظ کرلے تو یہ اس کی ملکیت بن جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے لئے اس پانی کا پینا کیسے جائز ہوا جبکہ وہ دوسرے کی ملکیت میں تھا۔ اس وقت تک نہ تو کفار کی املاک اور نہ ہی ان کے خون مباح تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب مسافروں کے لئے دودھ بھی جائز قرار دیتے تھے چہ جائیکہ پانی! وہ اپنے چرواہوں کو حکم دیتے تھے اور اس شرط پر انہیں اپنے جانور چرانے کی اجازت دیتے تھے کہ وہ کسی مسافر کو دودھ سے منع نہیں کریں گے۔ عرف میں حکم شریعت میں اصول ہوتا ہے امام بخاری نے کتاب البیوع میں ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ہند بنت عتبہ سے کہا تھا" اس کے مال سے اتنا لے لیا کر جو تیرے لئے اور تیرے بیٹے کے لئے کافی ہو"۔

بیت المقدس میں تشریف آوری اور انبیاء علیہم السلام کے اوصاف

آپ ﷺ بیت المقدس میں تشریف لے گئے وہاں انبیائے کرام علیہم السلام موجود تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں امامت کروائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کو امامت کرائی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ براق کی پشت پر ہی سوار رہے حتیٰ کہ آپ نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا اور وہ نشانیاں دیکھیں جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ زمین پر تشریف لے آئے لیکن حدیث میں عادل کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور ثابت کرنے والے کی روایت نفی کرنے والے سے مقدم ہوتی ہے۔

Marfat.com

اَشْبَهَ رِجَالِكُمْ بِهٖ عُرْوَةُ ابْنُ مَسْعُوْدِ الثَّقَفِي۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رنگت سرخ وسفید، درمیانہ قد، سیدھے بالوں والے اور چہرے پر بہت سے خال دکھائی دیتے تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ ابھی حمام سے نکلے ہیں ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو حالانکہ وہاں پانی نہ تھا۔ تم میں سے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے بہت مشابہ ہیں۔

ابن ہشام فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو یوں فرماتے۔

"لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَّغِطِ، وَ لَا الْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ، وَ كَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ، وَ لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَ لَا السَّبْطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَ لَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَ لَا الْمُكَلْثَمِ وَ كَانَ اَبْيَضَ مُشْرَبًا اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ، اَهْدَبَ الْاَشْفَارِ، جَلِيْلَ الْمُشَاشِ الْكَتَدِ، دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ اَجْرَدَ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ، كَاَنَّمَا يَمْشِي فِي صَبَبٍ وَاِذَا اِلْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا، بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ كَفًّا وَاَجْرَأُ النَّاسِ صَدْرًا، وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَ اَوْفَى النَّاسِ ذِمَّةً وَاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً، مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَ مَنْ خَالَطَهٗ اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ۔ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَ لَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔

مذکورہ بالا روایت میں انبیاء علیہم السلام کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توصیف میں فرمایا کَاَنَّ رَاْسَهٗ يَقْطُرُ مَاءً وَ لَيْسَ بِهٖ مَاءً۔ گویا کہ آپ علیہ السلام کے سر مبارک سے پانی کے قطرات گر رہے تھے حالانکہ وہاں پانی نہ تھا۔ كَاَنَّهٗ خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ۔ گویا کہ آپ ابھی ابھی حمام سے نکلے تھے۔ دِيْمَاسٌ حمام کو کہتے ہیں۔ اس کی اصل دِمَّاسٌ ہے اور اس کی جمع دَمَامِيْسُ آتی ہے بعض علماء اس کی جمع دِيَامِيْسُ بتاتے ہیں یہ قیراط، دینار اور دیباج کی طرح ہے یہ تمام مضاعف ہیں پھر حرف مدغم کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا۔ جمع یا تصغیر بناتے وقت انہیں اصل پر لوٹا دیا جاتا ہے مثلاً قَرَارِيْط اور دَنَانِيْر اور قُرَيْرِيط اور دُنَيْنِير وغیرہ لیکن اہل عرب دِيَانِير، قِيَارِيْط نہیں کہتے جس طرح وہ دِيَامِيْس کہتے ہیں وہ اسی طرح دَبَابِيْج اور دِيَابِيْج کہتے ہیں دَمْسٌ کا معنی "ڈھانپنا" ہے اس سے لَيْلٌ دَامِسٌ" ہے۔ حضرت عیسیٰ کی اس صفت سے اس شادابی اور خوشحالی کی طرف اشارہ ہے جو اس وقت ہوئی تھی جب وہ زمین پر تشریف لائے تھے۔

Marfat.com

آپ ﷺ نہ زیادہ طویل القامت تھے اور نہ ہی کوتاہ قد تھے بلکہ آپ ﷺ کا قد میانہ تھا، آپ ﷺ کی زلفِ عنبریں نہ سیدھی تھیں نہ گھنگھریالی بلکہ دونوں صفات سے متصف تھیں۔ آپ ﷺ نہ موٹے تھے اور نہ ہی دبلے پتلے تھے۔ رنگت کی سفیدی میں سرخی تھی آنکھیں سرگیں تھیں، ابرو طویل تھے جوڑ بڑے بڑے تھے، شانوں کا درمیانہ حصہ بڑا تھا سینہ مبارک سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی باقی جسم پر بال نہ تھے، ہتھیلیاں اور قدم مبارک گوشت سے بھرپور تھے، قدم مبارک زمین پر پورے نہ لگتے تھے، ایسے لگتا تھا کہ آپ نشیب کی طرف چل رہے ہوں۔ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پوری طرح متوجہ ہو جاتے۔ دونوں شانوں کے مابین مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم النبیین تھے، آپ سخیوں میں سے سب سے سخی، بہادروں میں سے سب سے زیادہ قوی اور اخلاق میں سب سے زیادہ کریم تھے، پہلی دفعہ زیارت کرنے والا مرعوب ہو جاتا تھا اور اکثر ملنے والا محبت کا دم بھرنے لگتا تھا، آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا یہی کہتا ہے کہ میں نے نہ پہلے آپ جیسا حسین دیکھا نہ بعد میں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کا نام ''ہند'' تھا، مجھے ان سے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصف میں ہے اَنَّہٗ اٰدَمُ طُوَّالٌ۔ وہ گندم گوں، طویل تھے۔ ان کے گندم گوں ہونے کا وصف قرآن پاک میں موجود ہے۔ طبری اللہ تعالیٰ کے فرمان: تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (طٰہٰ:٢٢) ''وہ نکلے گا سفید چمکتا ہوا بغیر کسی تکلیف کے'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ید بیضاء کے خروج میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس دست اقدس کو نکالیں جس کا رنگ دوسرے سارے جسم کے رنگ سے مختلف ہوں یہی آپ علیہ السلام کے گندم گوں ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصف میں فرمایا اَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَشْبَهَ بِصَاحِبِكُمْ وَلَا صَاحِبُكُمْ اَشْبَهَ مِنْهُ۔ اَشْبَهَ دونوں مقامات پر منصوب کیوں ہے یہ ایک اشکال ہے لیکن اس کا معنی سمجھنے سے اس کے اعراب کی سمجھ خود بخود آ جاتی ہے۔ اس کا معنی ہے میں نے تمہارے صاحب سے زیادہ ان کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ان کے علاوہ کسی کو تمہارے صاحب کے زیادہ مشابہ دیکھا ہے۔ اشبہ کو دوسری مرتبہ تاکید کے لئے بیان کیا گیا ہے اس طرح یہ لغو ہے۔ ''صَاحِبُكُمْ'' کا عطف اس ضمیر پر ہے جو پہلے اَشْبَهَ میں مضمر ہے۔ وہ لِرَجُلٍ کی صفت ہے۔ اگر ''هُوَ'' سے تاکید نہ لگائی گئی ہوتی تو پھر یہ

Marfat.com

معراج مصطفیٰ ﷺ کے متعلق یہ روایت پہنچی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ ''جب حضور ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے تاخیر سے نمازِ عشاء ادا فرمائی پھر محو استراحت ہو گئے ہم بھی سو گئے۔ نمازِ فجر سے کچھ دیر پہلے آپ ﷺ نے ہمیں بیدار کیا، آپ ﷺ نے نمازِ صبح ادا فرمائی ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے ام ھانی! تو جانتی ہے کہ میں نے اس وادی میں تمہارے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی پھر میں بیت المقدس گیا میں نے وہاں نماز ادا کی پھر میں نے صبح کی نماز تمہارے ساتھ ادا کی جس طرح تو نے ابھی دیکھا ہے''۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے تا کہ لوگوں کو اس واقعہ کے متعلق بتائیں میں نے آپ ﷺ کی چادر مبارک کے دامن کو پکڑ لیا آپ ﷺ کے بطن اطہر سے کپڑا اٹھ گیا وہ لپٹے ہوئے قبطی کپڑے کی مانند دکھائی دیا'' یعنی

عطف کرنا بہت عمدہ ہوتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں عطف ہے۔ ''مَا اَشْرَكْنَا وَلَا آبَاءُ نَا'' کیونکہ اس کے مابین ''لا نافیہ'' کے ساتھ فاصلہ ہے۔ اگر کلام سے دوسرا اشبہ ساقط کر دیا جائے تو بہت عمدہ ہوتا اور اگر ''صَاحِبُكُمْ'' کو مؤخر کر کے اس طرح کہا جاتا۔ ''وَ لَا اَشْبَهَ بِهٖ صَاحِبُكُمْ مِنْهُ'' تو یہ بھی جائز ہوتا ہے۔ یہ ''صَاحِبُكُمْ'' دوسرے اشبہ کا فاعل ہوتا۔ یہ اہل عرب کے اس قول کے مشابہ ہوتا مَا رَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ زَيْدٍ۔ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کی آنکھوں میں سرمہ اتنا خوبصورت لگتا ہو جتنا کہ زید کی آنکھوں میں لگتا ہے لیکن یہ مسئلہ ایک ایسی مشکل گرہ ہے جسے علمائے نحو کے ہاتھ نہیں کھول سکے۔ نہ علمائے متقدمین اس کا شافی جواب دے سکے ہیں اور نہ ہی متاخرین علماء اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔ ہم نے اپنی دوسری کتاب میں اس مسئلہ پر تحقیق کی ہے۔

حضور ﷺ کا حلیہ مبارک

الطَّوِيْلُ الْمُمَّغِطُ۔ مُمَّغِطُ، غین کے ساتھ ہے لیکن یہ عین کے ساتھ بھی روایت ہے۔ مذکورہ بالا الفاظ کی شرح ابو عبید نے لکھی ہے انہوں نے اصمعی، کسائی اور ابو عمرو وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ الطَّوِيْلُ الْمُمَّغِطُ سے مراد دراز قد ہے۔ اَلْقَصِيْرُ الْمُتَرَدِّدُ۔ ایسا شخص جس کی تخلیق متردد نہ ہو۔ ایسا شخص جس کا قد اتنا کوتاہ نہ ہو کہ برا لگے۔ آپ ﷺ میانہ قد تھے۔ حدیث کے آخر میں ضَرْبُ اللَّحْمِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ سے مراد یہی ہے۔

Marfat.com

انتہائی سفید'' میں نے عرض کی ''اے اللہ کے نبی! صلی اللہ علیک وسلم لوگوں کو اس واقعہ کے متعلق نہ بتائیں وہ آپ کی تکذیب کریں گے۔ وہ آپ ﷺ کو اذیت دیں گے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی قسم! میں انہیں یہ حیرت انگیز واقعہ ضرور بتاؤں گا''۔ میں نے اپنی حبشی خادمہ سے کہا تو حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا اور غور سے سن کہ آپ ﷺ لوگوں سے کیا فرماتے ہیں اور لوگ آپ ﷺ سے کیا سلوک کرتے ہیں؟۔ حضور ﷺ لوگوں کے پاس آئے اور اس تعجب خیز واقعہ کے متعلق اطلاع دی۔ لوگوں نے تعجب کیا اور کہنے لگے اس حیرت انگیز سیر کی دلیل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں فلاں وادی میں فلاں کارواں کے پاس سے گزرا براق کی آہٹ نے انہیں ڈرا دیا ان کا ایک اونٹ بدک گیا، میں نے ان کی اس کی طرف راہ نمائی کی میں شام کی طرف عازمِ سفر تھا۔ واپسی پر میں وادی ''ضجنان'' سے گزرا وہاں فلاں قافلہ '' خیمہ زن'' تھا اہل کارواں سوئے ہوئے تھے۔ ان کے ایک برتن میں پانی تھا وہ کسی چیز سے ڈھکا ہوا تھا میں نے وہ چیز ہٹا کر پانی پیا اور پھر اسے اسی طرح ڈھانپ دیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ کارواں مقام بیضاء تنعیم کی گھاٹی پر پہنچ چکا ہے اس کے آگے آگے ایک خاکستری اونٹ ہے جس پر دو بورے ہیں۔ ان میں سے ایک کالا اور دوسرا دھاری دار ہے۔ قوم اس گھاٹی کی طرف دوڑ کر گئی لیکن وہ پہلے اونٹ کو اس طرح نہ پا سکے وہ تیز رفتاری سے آگے نکل چکا تھا۔ انہوں نے اہل کارواں سے پانی کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے برتن بھر کر رکھا تھا اسے ڈھانپا بھی تھا جب بیدار

لَيْسَ بِالْمُطَهَّمِ

اس سے مراد وہ کامل شخص ہے جس کی ہر چیز جدا جدا ہو۔ ایسا حسن دلکش ہوتا ہے۔ اصمعی کے علاوہ دوسرے علماء نحو فرماتے ہیں مُكَلْثَمْ سے مراد چہرے کا گول ہونا ہے لیکن آپ ﷺ کا رخ انور بالکل گول نہ تھا بلکہ قدرے لمبا تھا۔ ''مُشْرَبٌ'' سے آنکھوں کی سرخی مراد ہے۔ ''اَدْعَجُ'' سے مراد آنکھ کی سیاہی ہے۔ اصمعی کہتے ہیں ''الدُّعْجَةُ'' سے مراد سیاہی ہے۔ ''اَلْجَلِيْلُ الْمُشَاشُ'' سے مراد بڑے بڑے جوڑ مثلاً گھٹنے، کہنیاں اور کندھے ہیں۔ ''اَلْكَتَدُ'' سے مراد گردن کا پٹھا اور اس سے متصل جسم ہے۔ ''شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ'' یہ دونوں اعضاء گوشت سے بھرپور تھے۔ لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَ لَا الْجَعْدِ الْقَطَطِ۔ نہ بال سیدھے تھے نہ گھنگھریالے۔ قَطَطٌ سے مراد اہل حبشہ کے بالوں کی مانند بالکل گھنگھریالے بال ہیں۔

Marfat.com

ہوئے تو دیکھا کہ وہ اسی طرح ڈھکا تھا لیکن اس میں پانی نہ تھا جب دوسرا کارواں مکہ معظمہ پہنچا تو انہوں نے اس سے بھی پوچھا۔ انہوں نے کہا "بخدا! حضور ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ ہم اس وادی میں خوفزدہ ہوئے تھے ہمارا اونٹ بھی بدک گیا تھا، ہم نے ایک شخص کی آواز سنی وہ ہمیں بلا رہا تھا حتیٰ کہ ہم نے اونٹ پکڑ لیا"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے ابوسعید الخدری سے اس شخص نے روایت کیا ہے جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے۔" جب میں

اللہ رب العزت کا دیدار

کیا شب معراج حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تھا؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ مسروق نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہو۔ وہ فرماتی ہیں جس نے یہ زعم کیا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ انہوں نے بطورِ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (انعام: ۱۰۳)

"آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں"۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔ حضرت کعب فرماتے تھے اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهٗ وَ كَلَامَهٗ بَيْنَ مُوْسٰى وَ مُحَمَّدٍ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور کلام محمد ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کے مابین تقسیم کیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں "میں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ۔ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا رَاَيْتُ نُوْرًا۔ "میں نے نور دیکھا ہے"۔ مسلم شریف کی دوسری حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ نُوْرٌ اِنِّيْ رَاٰهُ۔ وہ نور ہے میں نے اس کی زیارت کی ہے۔ اس حدیث میں کوئی شافی وضاحت نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہو۔ حضرت ابوالحسن الاشعری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا۔ تفسیر نقاش میں حضرت ابن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے سوال کیا جاتا۔ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ فَقَالَ رَاٰهُ رَاٰهُ رَاٰهُ حَتّٰى اِنْقَطَعَ صَوْتُهٗ۔ کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہاں انہوں

Marfat.com

بیت المقدس میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات سے فارغ ہوا تو ایک سیڑھی لائی گئی میں نے کوئی چیز نہ دیکھی جو اس سے زیبا تر ہو۔ وقت نزع تمہارے مردے اسی کی طرف نظر گاڑھ دیتے ہیں۔ میرے رفیقِ راہ نے مجھے اس پر چڑھا دیا۔ حتیٰ کہ وہ مجھے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے پاس لے گیا۔ اسے باب الحفظ کہا جاتا تھا۔ اس پر ایک فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ، بارہ ہزار فرشتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ۔ ''اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر آسمان میں داخل ہوئے تو اس فرشتے نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا محمد! (فداہ روحی) ﷺ۔ اس نے پوچھا کیا ان کی طرف پیغام بھیجا گیا تھا۔ حضرت جبرائیل نے کہا ہاں۔ اس فرشتے نے میرے لئے بھلائی کی دعا کی۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا جب میں

نے اسے دیکھا ہے، انہوں نے اسے دیکھا ہے، انہوں نے اسے دیکھا ہے حتیٰ کہ ان کا سانس ختم ہو جاتا۔ تفسیر عبدالرزاق میں امام زہری سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار مرقوم ہے اس کے بعد امام زہری فرماتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ عالمہ نہیں ہیں۔ تفسیر ابن سلام میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ جب انہیں حضرت عائشہ کا یہ انکار سنایا جاتا تو وہ سخت ناراض ہوتے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نظر بھی حضرت ابن عباس کے نقطۂ نظر کی طرح ہے۔ داؤد بن حصین سے روایت ہے مروان نے حضرت ابوھریرہ سے سوال کیا کہ کیا حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا انہوں نے فرمایا ہاں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف یہ سوال بھیجا کہ کیا لامکان کے سیاحِ اعظم ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ انہوں نے فرمایا ''ہاں''۔ انہوں نے پوچھا دیدار کیسے کیا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا ''میں اس کی وضاحت ایسے الفاظ سے نہیں کرنا چاہتا جس سے کسی تشبیہ کا وہم ہو۔ اس کی وضاحت کسی تاویل کے بغیر ممکن نہیں''۔

ان تمام اقوال کا لب لباب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا لیکن یہ دیدار اس طرح اکمل نہیں تھا جس طرح آپ ﷺ کرامت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ کے وقت بارگاہِ قدس میں اس کا دیدار کریں گے، آپ ﷺ کا یہ فرمان اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ رَاَيْتُ نُوْرًا وَ نُوْرًا اَنّٰى اَرَاهُ۔ جہاں

Marfat.com

آسمان دنیا میں داخل ہوا تو مجھ سے مختلف ملائکہ نے ملاقات کی۔ ہر فرشتہ مجھ سے شاداں وفرحاں ملتا تھا۔ وہ عمدہ بات کرتا اور دعا دیتا مگر مجھ سے ایک ایسا فرشتہ ملا جس نے گفتگو تو دوسرے ملائکہ کی طرح کی اور دعا بھی اسی طرح دی لیکن اس کے چہرے پر وہ مسکراہٹ نہ تھی جو مجھے دوسرے ملائکہ کے چہروں پر نظر آئی۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ فرشتہ کون ہے؟ جس کا چہرہ مجھ سے ملاقات کرتے وقت بھی مسرت وشادمانی سے خالی تھا۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی اگر اس نے آپ ﷺ سے قبل کسی سے مسکرا کر بات کی ہوتی تو وہ آج آپ ﷺ سے ضرور ہنس کر بات کرتا لیکن وہ ہنس کر بات کرتا ہی نہیں۔ وہ دوزخ کا داروغہ ''مالک'' ہے۔ میں نے کہا اسے اللہ تعالیٰ نے جہنم کا نگران مقرر کیا ہے۔ اسی نے ہی تمہارا یہ وصف بیان کیا ہے۔ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ۔ ''اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ وہاں امین ہے''۔ کیا تم اس مالک کو حکم نہیں دو گے کہ وہ مجھے جہنم دکھائے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی کیوں نہیں! اے مالک! انہیں جہنم کے عجائبات دکھاؤ

تک ''الدُّنُوّ اور التَّدَلّی'' کا تعلق ہے تو بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں جو حضور ﷺ کے قریب ہوئے۔ ''جامع صحیح'' کی ایک روایت ہے فَتَدَلّٰی جَبَّارٌ۔ ذات باری تعالیٰ قریب ہوئی۔ اس روایت کے راوی اگرچہ ثقہ ہیں لیکن اس کا ذکر کسی مفسر نے نہیں کیا، شاید اس کے ظاہری معنی کے محال ہونے کی وجہ سے ہو لیکن اس میں کوئی استحالہ نہیں کیونکہ اگر ''اسراء'' خواب میں ہوئی ہو اور آپ ﷺ کے قلب انور نے دیدار کیا ہو اور آنکھیں بدستور محو استراحت رہی ہوں تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ آپ ﷺ سے ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آپ ﷺ کے مبارک شانوں کے مابین رکھا اس کی ٹھنڈک آپ ﷺ نے اپنے سینے کے وسط میں محسوس کی...... (ترمذی)

یہ خواب ہے اس کا انکار اہل علم میں سے کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی اس کو بے مزہ سمجھا ہے لیکن اگر یہ فرمان ''فَتَدَلّٰی الْجَبَّارُ'' اس معراج کے متعلق ہے جس میں آپ ﷺ کے جسم اقدس نے بھی سیر کی تو پھر اس میں وہی تاویل کرنا پڑے گی جو آپ ﷺ کے اس فرمان میں کرنا پڑی۔ یَنْزِلُ رَبُّنَا کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا۔ ''ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔'' اس میں تاویل کرنا مشکل نہیں اور اس میں کوئی انکار بھی نہیں، معراج عالم نیند میں ہو یا عالم بیداری میں، ہم نے ''قَابَ قَوْسَیْنِ'' کی شرح میں اس کی پوری تفصیل بیان کی ہے۔ ہم نے وہاں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ۔ کی بھی تشریح کی ہے اور تقدیس وتسبیح کے معنی کے لطائف بیان کیے ہیں۔ ہم نے وہاں نیند

Marfat.com

اس نے جہنم سے پردہ ہٹایا۔ جہنم شعلہ زن اور شرر فشاں ہو گئی حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ مجھے نظر آنے والی تمام اشیاء کو یہ ہڑپ کر جائے گی"۔ میں نے حضرت جبرائیل سے کہا "اسے حکم دو کہ یہ جہنم کو پرسکون ہونے کا حکم دے"۔ ان کا حکم سن کر مالک نے جہنم کو پرسکون ہو جانے کا حکم دیا وہ جہنم اپنی سابقہ جگہ پر چلی گئی۔ اس کالوٹا سایہ کے لوٹنے کی مانند تھا۔ جب اس کے شعلے جہاں سے نکلے تھے وہاں چلے گئے تو اس نے اس پر پردہ ڈال دیا۔ حضرت ابوسعید الخذری اپنی حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔ "جب میں آسمانِ دنیا میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک شخص دیکھا جو وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ بنو آدم کی ارواح اس پر پیش کی جا رہی تھیں۔ جب ان پر کچھ ارواح پیش کی جاتیں تو وہ ان سے خوش ہوتے اور انہیں بھلائی سے یاد کرتے۔ وہ کہتے۔ "یہ عمدہ روح ہے جو عمدہ جسم سے نکلی ہے" لیکن جب کچھ اور ارواح پیش کی جاتیں تو وہ انہیں "اف" فرماتے۔ وہ اپنے چہرے کو بھسورتے اور فرماتے۔ "یہ خبیث روح ہے جو خبیث جسم سے نکلی ہے"۔ میں نے حضرت جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جب ان کے پاس کسی مؤمن کی روح پیش ہوتی ہے تو وہ

میں ذاتِ باری تعالیٰ کے دیدار کے متعلق بھی لکھا ہے جو رُؤیَۃ اور رُؤیَا کا معنی دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ وہاں سے مطالعہ کر لے۔ اس سے بخاری شریف کی اس حدیث کی بھی وضاحت ہوتی ہے جس میں تَدَلّٰی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ امام بخاری نے ابن سنجر سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی کی جو کی جب حضرت جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کا قرب محسوس کیا تو وہ فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ وہ یوں تسبیح خواں تھے، سُبْحَانَ رَبِّ الْجَبَرُوْتِ وَ الْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَ الْعَظَمَةِ۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے وہ انعامات اور نوازشات اپنے محبوب مکرم ﷺ کو دے دیں جو انہیں عنایت فرمائی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "پھر حضرت جبرائیل نے اپنا سر اٹھالیا۔ میں نے انہیں اس صورت میں دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تخلیق فرمایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے پر زبرجد، موتی اور یاقوت سے آراستہ تھے، مجھے محسوس ہوا کہ انہوں نے میرے سامنے دونوں افقوں کو گھیر لیا۔ اس سے قبل میں نے انہیں مختلف صورتوں میں دیکھا تھا۔ میں نے انہیں اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی کی صورت میں دیکھا تھا" آپ نے اس سے قبل حضرت جبرائیل کو اسی طرح دیکھا تھا جس طرح آدمی غربال (چھلنی) کے پیچھے سے اپنے ساتھی کو دیکھتا ہے۔

Marfat.com

اس سے خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ پاکیزہ روح پاکیزہ جسم سے نکلی ہے۔ جب کسی کافر کی روح ان پر پیش کی جاتی ہے تو وہ اسے اف کہتے ہیں اور اسے ناپسند کرتے ہیں انہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں یہ خبیث روح ہے جو خبیث جسم سے نکلی ہے''۔ پھر میں نے ایسے آدمی دیکھے جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے ہاتھوں میں پتھروں کی طرح آگ کے انگارے تھے۔ وہ انہیں اپنے منہ میں ڈال رہے تھے پھر وہ ان کی پشتوں سے نکل رہے تھے۔ میں نے حضرت جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا'' یہ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھانے والے ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' پھر میں نے ایسے آدمی دیکھے جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے کہ میں نے اس سے پہلے اتنے بڑے پیٹ نہیں دیکھے تھے۔ وہ آلِ فرعون کی راہ پر تھے۔ جب وہ آگ پر پیش کیے جاتے تو وہ پیاسے اونٹوں کی طرح وہاں سے گزر جاتے وہ آگ کو روندھتے جاتے وہ ادھر ادھر ہٹنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود خور ہیں''۔

'' پھر میں نے ایسے آدمی دیکھے جن کے سامنے عمدہ اور مہنگا گوشت پڑا تھا ان کی ایک طرف بدبودار گندا گوشت پڑا تھا۔ وہ بدبودار گندا گوشت کھا رہے تھے اور عمدہ، قیمتی گوشت کو ترک کر رہے تھے۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی ان بیویوں کو چھوڑ دیتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کیا ہے اور ان عورتوں کے پاس جاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حرام کیا ہے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا'' پھر میں نے ایسی عورتیں دیکھیں جو پستانوں کے بل لٹکی ہوئی تھیں میں نے پوچھا، اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا'' یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے مردوں میں ایسے بچے کو شامل کرتی ہیں جو ان کی اولاد میں سے نہیں ہوتا''۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔'' اس

مختلف انبیاء کرام سے ملاقات

ایک سوال تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام سے آسمانِ دنیا پر ملاقات کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کی اور دیگر انبیاء سے مختلف آسمانوں پر ملاقات کی۔ ہر نبی کو اس آسمان کے ساتھ مختص کرنے کی کیا وجہ ہے جس میں آپ نے اس سے ملاقات کی؟ دوسرا

Marfat.com

عورت پر اللہ تعالیٰ کا غصہ انتہائی شدید ہوتا ہے جس نے اپنے مردوں میں اس بچے کو شامل کیا جو ان میں سے نہ تھا اس نے ان کے مال و دولت کو کھایا اور ان کے خفیہ رازوں سے آگاہ ہو گیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا "پھر وہ مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے وہاں دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام موجود تھے پھر حضرت جبرائیل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے۔ میں نے وہاں ایک حسین و جمیل شخص دیکھا اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا میں نے حضرت جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ کے بھائی حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں۔ پھر وہ مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے، میں نے وہاں ایک شخص دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "وَ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا"۔ "اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھا لیا"۔ پھر حضرت جبرائیل مجھے پانچویں آسمان پر لے گئے۔ وہاں ایک بزرگ تشریف فرما تھے ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ ان کے جسم پر بہت زیادہ بال تھے۔ میں نے کسی بوڑھے کو ان سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اپنی قوم کے محبوب حضرت ہارون علیہ

سوال یہ ہے کہ آسمانوں پر صرف ان انبیاء سے ہی کیوں ملاقات ہوئی اور اگر آپ ﷺ نے تمام انبیاء کرام سے ملاقات کی تو پھر صرف ان انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیوں کیا؟ ابوالحسن نے بخاری کی شرح میں اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے لیکن انہوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ کی تشریف آوری کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے اس طرح جلدی کی جس طرح ایک شخص دوسرے آنے والے شخص کی ملاقات کے لئے جلدی کرتا ہے۔ بعض انبیاء نے جلدی کی لیکن بعض نے جلدی نہ کی۔ ابوالحسن نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اس سے زائد کچھ نہیں لکھا۔ میں کہتا ہوں کہ ان کے فہم کا ماخذ علم تعبیر ہے علم تعبیر کا تعلق علم نبوت سے ہے۔ علماء تعبیر کہتے ہیں۔ "جس نے خواب میں کسی نبی کو دیکھا تو شدت یا نرمی یا دیگر امور میں اس کی کیفیت بالکل اسی طرح ہو گی جس طرح قرآن پاک اور حدیث مبارک میں اس کا تذکرہ موجود ہے"۔ معراج کا واقعہ مکہ معظمہ میں ظہور پذیر ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حرم اور اس کی امن گاہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پڑوسیوں کا مسکن ہے کیونکہ یہاں اس کا گھر ہے۔ حضور نبی محترم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

السلام ہیں۔ پھر وہ مجھے چھٹے آسمان پر لے گئے وہاں ایک گندم گوں، طویل اور چھریرے بدن والے آدمی تشریف فرما تھے۔ وہ بنوشنوءۃ کا ایک فرد لگتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ

امن اور اس کے پڑوس میں تھے لیکن اللہ کے دشمن ابلیس نے انہیں وہاں سے نکال دیا یہ داستان حضور ﷺ کے احوال میں سے پہلی حالت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کے دشمنوں نے آپ ﷺ کو اللہ کے حرم اور اس کے پڑوس سے نکال دیا۔ آپ ﷺ کو اس سے بہت زیادہ دکھ اور غم ہوا۔ آپ ﷺ کا یہ قصہ حضرت آدم کے قصہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ نے وہاں فاسق و فاجر اور پاکباز و صالحین کی ارواح کو دیکھا حالانکہ بدبختوں کی ارواح آسمان پر نہیں جاسکتیں اور نہ ہی آسمان کے دروازے ان کیلئے کھولے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات کی۔ ان دونوں کو یہودیوں نے ستایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی نے جھٹلایا اور اذیت دی۔ ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے شہید کر دیا۔ حضور ﷺ بھی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد ایک اور امتحان سے دوچار ہوئے۔ وہاں آپ ﷺ کو یہودیوں سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اذیت دی۔ آپ ﷺ کے خلاف دشمنوں کی مدد کی۔ آپ ﷺ پر بڑا سا پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی طرح نجات دی جس طرح اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے شر سے بچالیا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو زہر آلود گوشت کھلایا تادم واپسیں آپ ﷺ اس زہر کا اثر محسوس کرتے رہے۔ آپ ﷺ نے وقت وصال فرمایا۔ "دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے بھی اسی طرح کیا گیا" کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ اشیاع بنت عمران حضرت مریم علیہا السلام کی بہن تھیں ان کی والدہ کا نام "حنہ" تھا۔ آپ ﷺ نے تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ کی تیسری کیفیت حضرت یوسف علیہ السلام کی حالت سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر غلبہ پایا تو انہیں معاف فرما دیا حالانکہ انہوں نے ان کو گھر سے نکالا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ اسی طرح حضور ﷺ نے غزوۂ بدر کے روز اپنے عزیز و اقارب کو گرفتار کرلیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو مکہ معظمہ سے نکالا تھا۔ ان قیدیوں میں آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس اور چچازاد بھائی حضرت عقیل بھی تھے۔ ان میں سے بعض کو آپ ﷺ نے ویسے ہی آزاد فرما دیا اور بعض سے فدیہ لیا پھر

Marfat.com

کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ ﷺ کے بھائی حضرت موسیٰ بن عمران ہیں۔ پھر وہ مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے۔ وہاں میں نے ایک بزرگ دیکھے جو بیت المعمور کے دروازے کے پاس کرسی پر بیٹھے تھے۔ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں۔ جو ایک بار داخل ہونے کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم کے علاوہ ایسا کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا جو تمہارے صاحب ﷺ کے مشابہ ہو یا تمہارے صاحب ﷺ اس کے مشابہ ہوں۔ میں نے پوچھا۔ اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر وہ مجھے جنت

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ان پر غلبہ پا لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں جمع کیا اور فرمایا آج میں تمہیں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ پھر آپ نے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی ان کے مقام کو اللہ تعالیٰ نے "مَكَانًا عَلِيًّا" سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضرت ادریس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم سے لکھنے کی توفیق عطا کی۔ یہ حالت آپ ﷺ کی چوتھی حالت کے مشابہ ہے یہ حالت علوشان ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے بادشاہوں کو خوفزدہ کیا۔ انہیں خط لکھے اور انہیں اپنی اطاعت کی طرف بلایا۔ جب حضور ﷺ کا مکتوب گرامی روم کے بادشاہ تک پہنچا تو اس وقت ابوسفیان وہیں تھے جب انہوں نے ہرقل کا خوف ملاحظہ کیا تو انہوں نے کہا ابن ابی کبشہ (ﷺ) کی عظمت اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ بنو اصفر کا بادشاہ ان سے ڈرنے لگا ہے۔ آپ ﷺ نے قلم کے ذریعہ سے روئے زمین کے تمام بادشاہوں کے نام مکتوب گرامی لکھے۔ ان میں سے کچھ نے آپ ﷺ کے دین کی اتباع کر لی مثلاً ہرقل اور مقوقس۔ بعض نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا یہی مقام علو ہے۔ آپ ﷺ نے قلم سے بھی لکھا جس طرح حضرت ادریس نے لکھا۔ پانچویں آسمان پر آپ ﷺ نے حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کی وہ اپنی قوم میں بڑے محبوب تھے۔ اس میں اشارہ ہے کہ قریش اور تمام دیگر لوگ بغض کے بعد آپ ﷺ کی محبت کے اسیر ہو جائیں گے۔ چھٹے آسمان پر آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس حالت کے مشابہ ہے جس میں آپ کو شام پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا آپ وہاں کے جابر حکمرانوں پر غالب آ گئے۔ بنو اسرائیل کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد انہیں اس شہر سے نکالا گیا تھا۔ اسی طرح حضور ﷺ

Marfat.com

میں لے گئے۔ میں نے وہاں حسین و جمیل حور دیکھی میں نے پوچھا تو کس کے لئے ہے۔ اس کے حسن و جمال نے مجھے تعجب میں ڈالا۔ اس نے کہا "میں زید بن حارثہ کے لئے ہوں"۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو اس کی بشارت دی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت

نے سرزمین شام میں مقام تبوک کی طرف لشکرکشی کی اور دومہ کے بادشاہ پر غلبہ پالیا۔ پابند سلاسل ہونے کے بعد اس نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ آپ ﷺ نے مکہ معظمہ فتح کیا اپنے ان صحابہ کرام کو وہاں داخل کیا جو اس پاکیزہ شہر سے نکالے گئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اس میں دو حکمتیں ہیں۔ ا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ بیت المعمور مکہ معظمہ کے بالکل اوپر ہے ملائکہ اسی کی طرف ادائیگی حج کے لئے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مقدسہ کو تعمیر فرمایا اور لوگوں میں اعلان کیا کہ وہ اس کی طرف حج کے لئے آئیں۔ ۲۔ آپ ﷺ کے آخری احوال میں سے آپ ﷺ کا بیت اللہ کا حج ہے اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ ستر ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہاں حضرت ابراہیم سے ملاقات اسی حج کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بیت اللہ کی طرف سب سے پہلے داعی آپ علیہ السلام ہی ہیں اور کعبہ معظمہ کی بنیادوں کو آپ علیہ السلام نے ہی اٹھایا تھا۔

یہ تمام تفصیل ان دو سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے کہ صرف ان انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہی کیوں کیا اور ان کی ملاقات کے لئے آسمانِ دنیا سے لے کر ساتویں آسمان تک مختلف آسمانوں کو منتخب کیوں کیا؟ احتیاط کا تقاضا تو یہ تھا کہ سلف نے جس میں کوئی تاویل نہیں کی اسے ترک کر دیا جائے لیکن حکمت الٰہیہ میں تفکر اور اللہ کی نشانیوں میں تدبر نے مجھے یہ ترغیب دی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ فِی ذَالِكَ لَاٰيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ اس میں تفکر کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔ روایت ہے کہ اَنَّ تَفَكُّرَ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ۔ ایک لمحہ کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس سے مراد وہ غور و فکر ہے جو کتاب و سنت کے دائرہ سے باہر نہ ہو اور اہل عرب کے کلام کے مقتضی کے مطابق ہو۔ ورنہ کتاب و سنت میں گفتگو علم کے بغیر ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے تفکر و تدبر سے بچائے اور ان لوگوں میں سے کرے جو اس کا حکم بجا لاتے ہیں جس طرح اس نے فرمایا ہے فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَلْبَابِ۔ اے دانشمندو! عبرت حاصل کرو۔ وَلِيَدَّبَّرُوْا آيَاتِهٖ۔ چاہئے کہ وہ اس کی نشانیوں میں تدبر کریں۔ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ۔ اہل عقل کو غور کرنا چاہئے۔ اگر جہالت کی وجہ سے لوگوں کے

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل آپ ﷺ کو جس آسمان پر بھی لے کر جاتے، جب اجازت طلب کرتے تو سوال کیا جاتا اے جبرائیل! یہ کون

انکار کا خدشہ نہ ہوتا کہ اکثر لوگ اسے نہ سمجھ سکیں گے تو ہم اس سوال کے جواب کو ذرا تفصیل سے لکھتے اور ان انبیاء کرام کے مراتب کے متعلق ذرا کھل کر بات کرتے۔

البیت المعمور

البیت المعمور، اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ ابن سنجر نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ بیت المعمور ساتویں آسمان پر اللہ کا گھر ہے جسے "ضراخ" کہا جاتا ہے، ساتویں آسمان کا نام "عریبا" ہے علامہ ابوبکر خطیب نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔ "جس شخص نے جمعہ کے روز سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران کی تلاوت کی تو اس کے لئے ایسا نور ہوگا جو عریبا اور جریبا کے مابین ساری جگہ کو بھر دے گا"۔ جریبا ساتویں زمین کا نام ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل سے روایت ہے کہ ہر روز بیت المعمور میں ستر ہزار سردار فرشتے داخل ہوتے ہیں ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ اس روایت کو ابن نیاح نے روایت کیا ہے۔ ابوسلمہ کہتے ہیں میں نے پوچھا "الِّ حَیۃ" سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا اس سے مراد "رئیس" ہے۔ ابن سنجر نے حضرت ابوہریرہ کی سند سے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ساتویں آسمان پر ایک گھر ہے جسے معمور کہا جاتا ہے۔ یہ گھر مکہ معظمہ کے بالکل اوپر ہے ساتویں آسمان پر ایک نہر ہے جس کا نام "الحیوان" ہے۔ حضرت جبرائیل ہر روز اس میں داخل ہو کر ایک غوطہ لگاتے ہیں پھر باہر نکل کر پر جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرات گرتے ہیں ہر قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے پھر انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں جائیں اور وہاں نماز ادا کریں وہ وہاں جا کر نماز ادا کرتے ہیں پھر وہاں سے نکل جاتے ہیں پھر تا قیامت ان کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔

نماز کی فرضیت

آپ ﷺ پر حریم قدس میں نمازوں کے فرض ہونے میں نمازوں کی فضیلت کو عیاں کرنا مقصود ہے کیونکہ یہ بارگاہِ قدس میں فرض ہوئیں اس لئے ان کی ادائیگی کے لئے طہارت ہونا بہت ضروری ہے اور ان کے لئے شرط ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے۔ رب تعالیٰ بھی بندے سے ہمکلام ہو جاتا ہے۔ وہ فرماتا ہے حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ۔ میرے بندے نے میری ستائش کی ہے۔ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ۔ میرے بندے نے میری ثناء خوانی کی ہے۔ حریم ناز میں ان کی فرضیت میں یہی مشابہت

Marfat.com

ہیں؟ وہ کہتے ''یہ محمد ﷺ ہیں''۔ وہ پوچھتے ''کیا انہیں دعوت دے کر بلایا گیا ہے''۔ حضرت جبرائیل فرماتے ''ہاں''۔ وہ کہتے ''اللہ تعالیٰ اس عظیم بھائی اور مخلص دوست کی عمر دراز فرمائے''۔

ہے کیونکہ وہاں حضور ﷺ نے اپنے رب کا کلام سنا۔ اس سے مناجات کیں پھر آپ ﷺ کے ظاہر و باطن کو آبِ زمزم سے پاک کر کے آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی۔ اسی طرح نمازی بھی پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ حضور ﷺ اپنے جسم سمیت ان خاکدانِ اراضی سے نکل گئے اسی طرح نمازی بھی اپنے دل کے ساتھ اس دنیا سے نکل جاتا ہے۔ اس وقت نمازی پر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے اور قبلہ رو ہونے کے علاوہ ہر شئی حرام ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ کو آسمان کی طرف لے جایا گیا اسی طرح نمازی بھی اپنے ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھاتا ہے اور اس میں بیت المعمور کی طرف اشارہ ہے اور اس معبودِ برحق کی طرف اشارہ ہے جس سے وہ مناجات کر رہا ہوتا ہے اور جس کے لئے وہ نماز ادا کر رہا ہوتا ہے۔

پچاس نمازوں کی فرضیت

اللہ رب العزت نے پہلے پچاس نمازیں فرض کی پھر دس، دس کی ان میں کمی کر کے پانچ کو باقی رکھا، ایک اور روایت کے مطابق کمی پانچ پانچ نمازوں کی ہوئی، ان دونوں روایات کو جمع کرنا ممکن ہے کیونکہ پانچ بھی دس میں شامل ہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اسے نسخ کہیں گے یا نہیں؟ ایک طبقۂ علماء کہتا ہے اس کا تعلق عمل سے قبل عبادت کے نسخ سے ہے لیکن ابو جعفر النحاس نے اس کا رد کیا ہے۔ انہوں نے اپنے رد کی بنیاد دو ستونوں پر رکھی ہے۔ ا۔ ان کا اصول اور نقطۂ نظر یہ ہے کہ عبادات ان پر عمل پیرا ہونے سے قبل منسوخ نہیں ہوتیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ اَلْبَدَاء ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے۔ ۲۔ اگر بعض کے نزدیک عبادت کا اس پر عمل پیرا ہونے سے قبل نسخ جائز بھی ہو پھر کسی کے نزدیک اس کا نسخ زمین تک پہنچنے سے قبل اور مخاطبین تک پہنچنے سے پہلے جائز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نسخ کا یہ دعویٰ علامہ قاشانی اور ان کے ہم نوا علماء نے کیا ہے تا کہ ان کا یہ نقطۂ نظر درست ثابت ہو جائے کہ بیان مؤخر نہیں ہوتا لیکن یہ تو ایک شفاعت تھی جو حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے فرمائی تھی اور اپنے پروردگار سے ایک التجاء تھی تا کہ وہ اس امت مرحومہ سے تخفیف فرمائے اس لئے اسے نسخ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ علامہ ابو جعفر النحاس کا یہ نقطۂ نظر درست نہیں کہ عبادت کا نسخ اس پر عمل ہونے سے قبل نہیں ہو سکتا۔ ان کا اسے بداء کہنا درست نہیں کیونکہ بداء کی حقیقت یہ ہے کہ کسی امر کے لئے ایک رائے ظاہر ہو جو اسے درست معلوم ہو حالانکہ پہلے اس میں اسے کوئی صحت نظر نہ آئی تھی یہ اس ہستی والا پر محال ہے جو اشیاء کو علم قدیمی اور ازلی سے جانتی ہے۔

Marfat.com

حتیٰ کہ وہ ساتویں آسمان تک پہنچ گئے۔ پھر آپ ﷺ حریم ناز میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ہر روز پچاس نمازیں فرض کیں۔ حضور نے فرمایا" میں بارگاہِ ناز سے واپس

اس میں نسخ نامی کوئی چیز نہیں نسخ تو ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کرنا ہوتا ہے یہ سب کچھ ذاتِ باری تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے اور اس کی حکمت کے تقاضا کے مطابق ہوتا ہے۔ جس طرح مرض کو صحت اور صحت کو مرض میں تبدیل کرنا وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عبد مامور پر جب کوئی حکم لاگو ہوتا ہے تو اس کیلئے تین امور کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ا۔ اس کام کا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ ۲۔ حکم کو سنتے وقت اس پر عمل پیرا ہونے کا عزم۔ ۳۔ اور اگر وہ حکم واجب ہو تو اس کے وجوب کا عقیدہ رکھنا۔ اگر فعل سے قبل ہی حکم منسوخ کر دیا جائے تو اس طرح صرف دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ عزم اور وجوب کا اعتقاد۔ اللہ تعالیٰ اس سے آشنا ہے بندہ اپنی آزمائش اور امتحان میں پورا اترتا ہے اور اس کی نیت کے مطابق اسے اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ امر کا نسخ اس کے نزول سے پہلے جائز نہیں اور نہ ہی مخاطب کے علم سے پہلے جائز ہے۔ جس نسخ کا تذکرہ علامہ نحاس نے کیا ہے وہ نسخ کی حقیقت نہیں ہے کیونکہ وہ عبادت جس کا اسے حکم دیا گیا تھا وہ ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے نزدیک حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ سے ان پینتالیس نمازوں کا ختم ہونا دو اعتبار میں سے ایک کے لحاظ سے ہے۔ ا۔ یا تو حضور ﷺ سے ان کی ادائیگی منسوخ ہوگی۔ اس طرح آپ ﷺ سے عزم اور وجوب کا اعتقاد رکھنا بھی ختم ہو جائے گا۔ یہی حقیقت میں نسخ ہے۔ اس سے اس کی تبلیغ بھی آپ ﷺ پر منسوخ ہو جائے گی کیونکہ آپ ﷺ ہر اس چیز کی تبلیغ پر حریص تھے جس کا آپ ﷺ کو حکم دیا جاتا۔ ابو جعفر نحاس کا یہ قول کہ یہ ایک سفارش اور شفاعت تھی۔ اس سے نسخ کی نفی ہو جاتی ہے درست نہیں ہے کیونکہ کبھی کبھی نسخ ایک مشہور سبب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی شفاعت ہی آپ ﷺ کے لئے نسخ کا سبب بنی اور یہ حقیقت میں نسخ کو باطل کرنے والی نہیں۔ صرف اس تبلیغ کا حکم آپ ﷺ سے منسوخ ہوا ہے جو نسخ سے قبل آپ ﷺ پر واجب تھی۔ پانچ نمازوں کا حکم دینا آپ ﷺ کے خواص میں سے ہے۔ جہاں تک آپ ﷺ کی امت کا تعلق ہے تو اس سے کوئی حکم منسوخ ہوا ہی نہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس سے صرف خبر دینا مقصود ہو عبادت مقصود نہ ہو اگر یہ صرف خبر ہو تو اس میں نسخ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے خبر کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہیں یعنی وہ لوحِ محفوظ پر پچاس نمازیں ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن ان کا ثواب پچاس جتنا ہے ایک نیکی کا اجر دس گنا زائد ہے۔ حضور ﷺ نے یہ تاویل کی کہ بالفعل پچاس

Marfat.com

آ گیا جب میں حضرت موسیٰ بن عمران رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا وہ تمہارے لئے ایک مخلص دوست ثابت ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا آپ ﷺ پر کتنی نمازیں فرض ہوئیں، میں

نمازیں فرض ہیں پھر آپ ﷺ بارگاہِ صمدیت میں جاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ یہ پچاس نمازیں ثواب کے اعتبار سے ہیں عمل کے اعتبار سے نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دس کے بعد دس نمازیں کم کرنے کا مقصد کیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک کا دل از اول تا آخر نماز میں مشغول نہیں رہتا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان کے لئے اتنا اجر ہی لکھا جاتا ہے جتنے میں اسے حضورِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ بندہ جب نماز ادا کرتا ہے تو اس کے لئے اس کا ربع یا نصف لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ دسویں حصہ تک پہنچ کر اختتام ہو جاتا ہے۔ یہ نمازیں پانچ اس شخص کے لئے ہیں جس کے لئے نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اور دس اس کے لئے ہیں جس کے حق میں اس سے زیادہ اجر لکھا جاتا ہے اور پچاس نمازیں اس کے لئے ہیں جو اپنی نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے۔ خشوع وخضوع کے ساتھ قیام وسجود کرتا ہے۔

ملائکہ کے اوصاف

حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے جس فرشتے سے بھی ملاقات کی وہ تبسم کناں تھا لیکن خازن جہنم "مالک" کا چہرہ تبسم سے خالی تھا...... اللہ رب العزت کا یہ فرمان بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ عَلَیْهَا مَلٰٓئِکَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (التحریم:٦) "اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تندخو اور سخت مزاج ہیں"۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مظہر ہیں اس لئے اس غضب کا ان سے ہمیشہ اظہار ہوتا رہے گا۔ یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے جس میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے وصف میں کہا گیا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو تخلیق کیا ہے وہ اس وقت سے نہیں ہنسے اسی طرح دارقطنی کی روایت کردہ حدیث بھی اس کے معارض ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں تبسم فرمایا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ سے اس کا سبب پوچھا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے حضرت میکائیل کو دیکھا وہ مشرک قوم کی جستجو کے بعد واپس آرہے تھے ان کے پروں پر گردوغبار تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میں نے انہیں دیکھ کر تبسم کیا" اگر یہ دونوں احادیث صحیح ہیں تو ان کے مابین تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ حضرت میکائیل، جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو تخلیق کیا اس وقت سے لے کر اس وقت تک نہیں ہنسے جس میں انہوں نے حضور ﷺ کیلئے مسکراہٹ بکھیری۔ یہ حدیث عام ہوگی جس سے خصوص مراد ہوگا یا پہلے حضور ﷺ نے پہلی حدیث بیان کی ہوگی پھر جب وہ مسکرادیئے تو دوسری حدیث

Marfat.com

نے کہا اس ذات والا تبار نے ہر روز پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ''بلا شبہ نماز ایک بوجھ ہے۔ آپ ﷺ کی امت ناتواں ہے۔ آپ ﷺ اپنے

بیان فرمائی ہو گی۔ آپ ﷺ نے کسی فرشتہ کو اس صورت میں نہیں دیکھا جس میں وہ آخرت میں گناہگاروں کو عذاب دیں گے۔ اگر آپ ﷺ انہیں اس شکل میں دیکھ لیتے تو شاید آپ ﷺ ان کی طرف نہ دیکھ سکتے۔

سفر معراج میں سود خوروں کی حالت

حضور ﷺ نے سود خوروں کا تذکرہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آل فرعون کے راستہ میں پڑے ہیں وہ ان پر سے پیاسے اونٹوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کَالْاِبِلِ الْمَهْيُوْمَةِ'' شدید پیاس کو الهُیام کہتے ہیں اس وصف کا قیاس یہ تھا کہ اس میں مَهْيُوْمَه نہ کہا جاتا جیسا کہ معطوشہ نہیں کہا جاتا اس میں هَائِمٌ یا هَيْمَانٌ کہا جاتا۔ کبھی کبھی هُيُوْم بھی کہا جاتا ہے جو هِيْم کی جمع ہے جو فعل کے وزن پر ہے لیکن یاء کی وجہ سے اسے کسرہ دیا جاتا ہے جس طرح کہ ارشاد ربانی ہے۔ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ۔ ''اس طرح پیو گے جس طرح پیاس کا مارا اونٹ پیتا ہے''۔ لیکن حدیث شریف میں ''مهيومة'' کا لفظ ہے۔ گویا کہ اس کے ساتھ ''محمومه، مجنونه اور منهوم'' جیسا سلوک کیا گیا ہے۔ مَهْيُوْم اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جو سیراب نہ ہو۔ یاء کا قیاس تھا کہ اس میں تعلیل کی جاتی اور ''مهيمة'' کہا جاتا۔ جس طرح مَبْيُوْعَةٌ میں مَبِيْعَة کہا جاتا ہے لیکن یاء کو برقرار رکھا کیونکہ یہ ''هَيُوْمَةٌ'' کے معنی میں ہے جس طرح ''عَوِذَ'' میں کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اَعْوَذُ کے معنی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح اِجْتَوَرُوْا ہے کیونکہ تَجَاوَرُوْا کے معنی میں ہے۔ حضور ﷺ نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ ان کے پیٹ پھولے ہوئے تھے کیونکہ ان کی سزا ان کے گناہ کے مشابہ تھی، سود کھانے والے کا پیٹ بڑھ جاتا ہے۔ جس طرح وہ چاہتا ہے کہ حرام کھانے سے اس کے مال میں اضافہ ہو جائے۔ اس کے مال سے برکت اٹھ جاتی ہے اور اس کا پیٹ پھول جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس طرح کھڑا ہوتا ہے گویا کہ اسے شیطان نے چھوکر مخبوط کر دیا ہے۔ سود خور آل فرعون کی راہ میں پڑے ہیں وہ صبح و شام ان پر سے گزرتے ہیں کیونکہ روزِ حشر آل فرعون شدید ترین عذاب میں ہوں گے لیکن سود خوران کی راہ میں پڑے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ شدید عذاب والے انہیں روندھ رہے ہیں لیکن وہ اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

سود خور راہِ جہنم میں پڑے ہیں کفار ان پر سے گزرتے ہیں اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ یا تو وہ سود خوری سے رک جائیں اور یہ ان کے لئے بہتر ہے یا پھر وہ سود خوری کریں

Marfat.com

پروردگار کے پاس جائیں اور تخفیف کی التجاء کریں"۔ میں حریم ناز میں گیا اور اپنے رب سے التجاء کی کہ وہ مجھ سے اور میری امت سے تخفیف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کردیں میں لوٹ

اور اس پر اصرار کریں اور اللہ تعالیٰ انہیں آتش جہنم کے حوالے کرے۔ راہِ جہنم میں پڑنے والے کی یہی کیفیت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ (بقرہ:۲۷۵)۔ "پس جس کے پاس آئی نصیحت اپنے رب کی طرف سے تو وہ (سود سے) رک گیا۔ تو جائز ہے اس کے لئے جو گزر چکا ہے اور اس کا مطالبہ اللہ کے سپرد ہے"۔

بعض احادیث میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ملاحظہ کیا کہ ان کے پیٹ گھروں کی مانند تھے ان میں سانپ تھے جو باہر سے نظر آتے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سودخوروں کی یہ حالت اگر آخرت میں ہو تو آل فرعون تو آخرت میں شدید ترین عذاب میں ہوں گے۔ برزخ میں صبح وشام انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور اگر ان کی یہ حالت عالم برزخ میں ہو تو پھر ان کے پیٹوں کی کیفیت کیا ہوگی حالانکہ وہ ہڈیوں اور چورہ میں تبدیل ہو چکے ہیں؟۔

جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں عالم برزخ میں دیکھا یہ حالت ان کی ارواح کی حالت ہے جو مرنے کے بعد ہوئی۔ اس میں اس شخص کے نقطۂ نظر کی دلیل موجود ہے جو کہتا ہے۔ ارواح لطیف اجسام ہیں جو نعمتوں یا عذاب کو قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ارواح میں ہی وہ آرام اور تکالیف پیدا فرماتا ہے جنہیں وہ شخص محسوس کرتا ہے جس کا پیٹ پھول جائے اور قدموں سے روندھا جائے لیکن وہ اٹھنے کی استطاعت نہ رکھے۔ اس حدیث شریف میں یہ دلیل نہیں کہ وہ آلِ فرعون سے بھی شدید عذاب میں ہیں لیکن اس میں یہ دلیل ہے کہ انہیں آلِ فرعون اور وہ کفار قیامت تک اسی طرح روندتے رہیں گے جنہوں نے سود نہیں کھایا۔ جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ پھر ندا دینے والا ندا دے گا۔ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ "داخل کر دو فرعونیوں کو سخت تر عذاب میں"۔ اسی طرح وہ عورتیں جنہیں آپ ﷺ نے دیکھا کہ پستانوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی ارواح کو دیکھا ہو کہ ان کی ارواح میں یہ درد و آلام پیدا کر دیا گیا ہو یا ان کے آخرت کے حالات کی تمثیل حضور ﷺ کو دکھائی گئی ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے ان مردوں کا ذکر کیا جو ان عورتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے حلال کیا ہے اور ان عورتوں سے بدکاری کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حرام کیا ہے۔ یہ اس بات پر بھی نص ہے کہ عورتوں کی سرین میں جماع کرنا حرام ہے اس کی تحریم کتاب وسنت

Marfat.com

آیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے پہلے کی طرح کہا، میں پھر بارگاہِ لم یزل میں گیا اور اپنے رب سے التجاء کی اس نے مجھ سے دس نمازوں کی تخفیف کردی پھر میں واپس آگیا۔ حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرنے لگا تو انہوں نے مجھے پہلے کی طرح کہا، اللہ تعالیٰ

اور اجماع سے ثابت ہے۔ ہم نے ان مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں سے قرآن و حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے کفر کہا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے لواطت کہا ہے۔ تمام امت کا اجماع ہے کہ اگر عورت کی شرمگاہ پر کوئی مرض ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے، اگر اس جگہ کے علاوہ کہیں اور جماع کرنا جائز ہوتا تو پھر امت عورت کو اس طرح چھوڑنے پر اجماع نہ کرتی۔

ولد الحرام

آپ ﷺ نے فرمایا۔ "فَاَكَلَ حَرَائِبَهُمْ" حَرِيبَةٌ مال کو کہتے ہیں یہ حَرْبٌ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی چھیننا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر بچہ حرامی ہوگا اور اس شخص کی طرف منسوب ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا تو وہ بچپن میں اس شخص کا مال کھائے گا۔ وہ اس کی بیٹیوں کی طرف دیکھے گا جو اس کی بہنیں نہیں۔ وہ اس کی بہنوں کی طرف دیکھے گا جو اس کی پھوپھیاں نہیں ہیں، وہ اس کی ماں کی طرف دیکھے گا جو اس کی دادی نہیں ہے۔ یہ بہت بڑا فساد ہے۔ اگرچہ غیر محرموں کو دیکھنا زیادہ برا فعل ہے لیکن آپ ﷺ اس کے مال کھانے کو اس لئے مقدم کیا کیونکہ وہ حالت صغر میں پہلے اس شخص کا نان و نفقہ کھائے گا، پھر ممکن ہے کہ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ اسی طرح اگر اس کی ماں اسے اپنا دودھ پلائے اور اسے دایا کے سپرد نہ کرے تو پھر وہ اس شخص کا رضاعی بیٹا ہو جائے گا، یہ بھی قباحت ہے۔ اگر وہ بچہ بالغ ہو گیا اور اس کی ماں نے اس کا انکار کر دیا اور اسے بتا دیا کہ وہ حرامی ہے تا کہ وہ جائیداد سے حصہ نہ لے سکے اور ان کی عورتوں کو نہ دیکھ سکے یا وہ خود کسی وجہ یا قرینہ سے جان گیا، پھر اس کے لئے ان اشیاء سے رکنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ تینوں میں سے ... مادہ برا ہے۔ اس حدیث شریف کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں لیکن حضور ﷺ کے فرمان "اَكَلَ حرائبهم" کی وجہ سے مذکورہ بالا تاویل سب سے زیادہ درست ہے۔ جس نے جان بوجھ کر یہ فعل کیا۔ وہ تمام لوگوں سے برا ہے۔ اگر اس کو یہ علم نہ ہو تو پھر بھی اس کا کھانا اور پینا برا عمل ہے۔ جب اس کے والدین نے زنا کیا تو پھر وہ اسی لحہ اس فعل شنیع سے علیحدہ ہو گئے لیکن ان کا یہ بیٹا قیامت تک برے فعل میں رہے گا، اس لئے اس کا عمل سب سے برا ہے۔

Marfat.com

نے دس نمازوں کی تخفیف کر دی۔ اسی طرح میں جب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا وہ مجھے واپس جانے کے لئے کہتے، حتیٰ کہ شب و روز میں پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔ پھر میں

قاضی کا فیصلہ حلال کو حرام نہیں کرتا

اسی سے یہ فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کرتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بچہ شریعت کے فیصلہ کے مطابق صاحب فراش کا ہوتا ہے مگر جب لعان سے اس کی نفی کر دی جائے۔ جب قاضی یہ فیصلہ کر دے اور وہ بچہ بالغ ہو کر قاضی کے فیصلہ کے خلاف جان لے تو قاضی کا یہ فیصلہ اس بچے کے لئے مال کو کھانا اور ان کی عورتوں کو دیکھنا حلال نہیں کرتا۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نقطۂ نظر کا رد ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی قاضی کا فیصلہ اسے حلال کر دیتا ہے جو بعد میں حرام معلوم ہو۔ مثلاً اگر دو گواہ کسی شخص پر یہ گواہی دیں کہ اس نے طلاق دے دی ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اس نے طلاق نہیں دی۔ قاضی ان کی گواہی کو قبول کر لے اور اس کی بیوی کو اس سے جدا کر دے۔ جب وہ عورت جدا ہو جائے تو پھر ان دو گواہوں میں سے ایک اس سے نکاح کر سکتا ہے اگرچہ اس کو معلوم بھی ہو کہ اس نے جھوٹی گواہی دی تھی۔ حضرت ابو حنیفہ کا نقطۂ نظر حضور ﷺ کے اس فرمان سے مستنبط ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میں بشر ہوں تم میرے پاس اپنے جھگڑوں کے فیصلے کروانے آتے ہو ممکن ہے کہ تم میں سے ایک شخص دلیل دینے میں اپنے ساتھی سے زیادہ ہوشیار ہو اور میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اگر میں کسی کے لئے اس کے بھائی کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ اس کا حق نہ لے یہ اسے آگ کے عذاب کا مستحق بنا دے گا۔'' اس حدیث مبارک میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کوئی دلیل نہیں کہ وہ کہیں کہ یہ دو اسباب کے ساتھ مختص ہے۔ ا۔ قیاس ان کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے اور دونوں مسئلوں کا قیاس ایک ہے۔ ۲۔ حضور ﷺ نے مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فرمایا ہے۔ مِنْ مَالِ اَخِيْهِ نہیں فرمایا۔ یہ لفظ تمام حقوق کو شامل ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''میرے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی بنیاد طلاق مکرہ پر رکھی ہے۔ جب کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو ان کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں اس کی طلاق ہو جاتی ہے۔ اب اس پر وہ عورت حرام ہو جاتی ہے۔ جب اس پر وہ حرام ہو گئی تو اس سے جو چاہے نکاح کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ میں گناہ نکاح کے متعلق نہیں بلکہ شہادت کے متعلق ہے۔ فقہاء حجاز نے طلاق مکرہ میں امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے۔ ان کے قول کو اثر اور ابو حنیفہ کے قول کو غور و فکر تقویت دیتا ہے''۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر بارگاہِ قدس میں جانے کے لئے کہا، میں نے کہا میں اتنی مرتبہ اپنے رب کی بارگاہ میں گیا ہوں اور التجاء کی ہے کہ اب مجھے اس سے حیاء آتی ہے، اب میں ایسا نہیں کروں گا''۔ اس روایت کو امام بیہقی نے دلائل النبوت میں، ابن جریر اور

حضرت ادریس علیہ السلام کا مقامِ رفیع

آپ ﷺ نے حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ (مریم) ''اور ہم نے بلند کیا تھا انہیں بڑے اونچے مقام تک'' حالانکہ آپ ﷺ کی حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام سے ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام کے مقام سے بلند تر مقام پر ہوئی تھی۔ اس کی وجہ حضرت کعب روایت کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات سے پہلے ہی چوتھے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ انہیں ان کے ایک دوست فرشتے نے اٹھایا تھا۔ اس فرشتے کی ڈیوٹی سورج پر تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اسے جنت دکھانے کے لئے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی، جب وہ چوتھے آسمان پر پہنچے تو وہاں انہیں ملک الموت نے دیکھا اسے تعجب ہوا۔ اس نے کہا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسی لمحہ حضرت ادریس علیہ السلام کی روح کو چوتھے آسمان پر قبض کروں۔ ملک الموت نے وہاں ہی ان کی روح کو قبض کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت عطا کی کہ آپ کو زندہ ہی اس بلند مقام تک اٹھایا گیا۔

ہر آسمان پر ہر نبی حضور ﷺ کا اس طرح استقبال کرتا تھا۔ ''مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ'' یا کباز بھائی! خوش آمدید! لیکن حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام نے ''بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ'' سے استقبال کیا۔ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں تحریر کر دیا تھا کہ اس میں اس شخص کے لئے حجت ہے جو کہتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا تعلق نہ تو حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد سے تھا اور نہ ہی حضور ﷺ کے آباء واجداد سے تھا کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کا استقبال ''الْاَخِ الصَّالِحِ'' سے کیا تھا۔ ''الْاِبْنِ الصَّالِحِ'' سے نہیں کیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت محمدیہ میں سے ہونے کی خواہش

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس امت مرحومہ پر خصوصی توجہ کی تھی۔ انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے انتہائی اصرار کیا تھا کہ وہ اس امت کیلئے شفاعت فرمائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے جب انہیں وادی سیناء کے مغربی کنارے پر الواح عطا ہوئیں تو انہوں نے ان

Marfat.com

ابن خاتم نے روایت کیا ہے۔تم میں سے جس نے ان نمازوں کو ایمان لاتے ہوئے اور محاسبۂ نفس کرتے ہوئے ادا کیا اسے پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا۔

الواح میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی صفات پڑھیں۔حضرت موسیٰ کہنے لگے۔میں نے الواح میں ایسی امت کا تذکرہ پڑھا ہے جو ان صفات کی حامل ہے۔مولا! اسے میری امت بنا دے۔ آپ علیہ السلام سے کہا گیا وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے.........اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولا! پھر مجھے اس امت میں سے بنا دے۔آپ علیہ السلام کی امت مرحومہ پر شفقت و رحمت اسی وجہ سے تھی۔

کچھ دیگر واقعات

بعض وہ واقعات جن کا ذکر ابن اسحاق نے نہیں کیا ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جسے حارث بن ابی اسامہ نے مسند میں ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کو ایک آواز دینے والے نے یوں آواز دی۔ یا محمد صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ ﷺ براق پر سوار تھے، آپ ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی، پھر ایک اور ندا دینے والے نے ندا دی یا محمد! یا محمد! یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! لیکن آپ ﷺ نے اس کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی۔ پھر آپ ﷺ سے ایک آراستہ پیراستہ عورت ملی۔ وہ دونوں بازو کھول کر یا محمد! یا محمد! یا محمد! صلی اللہ علیک وسلم پکار رہی تھی لیکن آپ ﷺ نے اسے بھی کوئی جواب نہ دیا پھر حضرت جبرائیل سے ان کے متعلق پوچھا، انہوں نے عرض کی'' پہلا ندا کرنے والا یہودیوں کا داعی تھا، اگر آپ ﷺ اسے جواب مرحمت فرما دیتے تو آپ ﷺ کی امت یہودیت اختیار کر لیتی۔ دوسرا پکارنے والا نصاری کا داعی تھا۔اگر آپ ﷺ اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی۔ وہ آراستہ و پیراستہ عورت دنیا تھی اگر آپ اسے جواب ارشاد فرما دیتے تو آپ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے

Marfat.com

مذاق اڑانے والوں کا انجام

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور ﷺ صبر و استقامت کے ساتھ احکامات الٰہیہ کی تبلیغ کرتے رہے۔ آپ ﷺ اپنی قوم کے لئے پیکر خلوص اور مجسمۂ اخلاص تھے لیکن آپ ﷺ کی قوم مسلسل تکذیب، اذیت اور استہزاء سے آپ ﷺ کو تنگ کرتی رہی۔ حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی قوم کے پانچ سردار آپ ﷺ کو بہت زیادہ ستاتے اور تکلیف دیتے تھے۔ وہ ہر وقت آپ ﷺ کا تمسخر اڑاتے تھے۔ بنو اسد میں سے اسود بن مطلب بن اسد ابوزمعہ آپ ﷺ کو تنگ کرنے میں پیش پیش تھا۔ جب یہ حضور اکرم ﷺ کو اذیت دیتا تو آپ ﷺ اس کے لئے بددعا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْمِ بَصَرَهٗ وَ اَثْكِلْهُ وَلَدَهٗ۔ مولا! اس کی بصارت چھین لے اور اسے اس کے بیٹے پر رلا، بنو زہرہ بن کلاب میں سے اسد بن یغوث بن وھب بن عبد مناف بن زہرہ، بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ میں سے ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، بنو سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے عاص بن وائل بن ہشام، ابن ہشام کہتے ہیں عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم۔

بنو خزاعہ میں سے حارث بن الطلاطلہ بن عمرو بن حارث بن عبد عمرو بن لوی بن ملکان۔

جب ان کی سرکشی و بغاوت حد سے تجاوز کر گئی اور رسول معظم ﷺ سے زیادہ تمسخر کرنے

مذاق اڑانے والے اور ملکان

حارث بن طلاطلۃ

طلاطلۃ اس کی ماں کا نام تھا۔ ابوالولید وقشی کہتے ہیں لغت میں طلاطلۃ ہر بڑی مصیبت کو کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں ہر عاجز کر دینے والے مرض کو طلاطلۃ کہا جاتا ہے۔ حارث کے نسب میں ملکان کا ذکر کیا گیا ہے۔ حافظ شیخ ابوبحر کی کتاب کے حاشیہ میں ہے۔ ابن حبیب النحوی کا قول گزر چکا ہے کہ لوگوں میں ملکان صرف دو ہیں۔ ا۔ ملکان بن جرم بن زبان بن حلوان عمران بن الحاف بن قضاعہ اور ملکان بن عباد بن عیاض بن عقبہ بن سکون بن اشرس۔ عدی کے بھائی بنو تجیب تھے وہ اپنی ماں تجیب بنت داہم بن ثوبان کے نام سے مشہور تھے ان کا تعلق کندہ سے تھا۔ مذکورہ بالا ملکان کے علاوہ باقی ملکان ہیں۔ خزاعہ کے مشائخ کہتے ہیں کہ بنو خزاعہ میں بھی ملکان تھا۔ قاضی ابن حبیب کہتے ہیں ملکان بن افعی

Marfat.com

لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ (الحجر)

"سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا، اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لئے جو بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا۔ سو یہ (حقیقت حال کو) ابھی جان لیں گے۔

ابن اسحاق نے حضرت عروہ بن زبیر وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ بد بخت طوافِ کعبہ میں مصروف تھے تو حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جبرائیل کھڑے ہو گئے ان کے ایک پہلو میں رسولِ محترم ﷺ بھی کھڑے ہو گئے۔ پہلے اسود بن مطلب پاس سے گزرا تو حضرت جبرائیل نے اس کے چہرے پر سبز پتا پھینکا جس سے وہ اندھا ہو گیا پھر اسود بن عبد یغوث وہاں سے گزرا، حضرت جبرائیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا وہ مرضِ استسقاء میں مبتلا ہو گیا اسی مرض سے مر گیا۔ پھر ولید بن مغیرہ کا وہاں سے گزر ہوا، حضرت جبرائیل نے اس کے اس زخم کی طرف اشارہ کیا جو اس کے ٹخنے کے نیچے تھا، یہ زخم اسے دو سال قبل آیا تھا۔ اس زخم کے آنے کا سبب یہ تھا کہ ولید بنو خزاعہ کے ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو اپنے تیر کے پر درست کر رہا تھا۔ تیر کا پھل اس کے ازار سے لٹک گیا جس سے اس کی ٹانگ پر خراش آئی۔ پہلے تو یہ ایک معمولی زخم تھا۔ بعض میں پھٹ گیا اور ولید کی موت کا سبب بنا۔ پھر وہاں سے عاص بن وائل کا گزر ہوا۔ حضرت جبرائیل نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا۔ اس کا گدھا اچانک ایک سخت جگہ پر بیٹھ

بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر بھی تھا۔ ابن حبیب کے علاوہ ایک اور شخص کہتا ہے بنو خزاعہ میں ملکان بن افصی تھا یہ ملکان بن عدی بن عبد مناۃ تھا۔ ذوالرمہ شاعر کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ اسی طرح سفیان بن سعید ثوری کا قبیلہ بھی ملکان بن عبد مناۃ سے تعلق رکھتا تھا۔ اسود بن یغوث الزہری کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ (الحجر) تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے اسود کی پیٹھ مروڑی۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے ماموں، میرے ماموں حضرت جبرائیل نے عرض کی آپ ﷺ اسے چھوڑ دیں۔ پھر انہوں نے اس کی پیٹھ کو دوبارہ مروڑا حتیٰ کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

Marfat.com

گیا جس سے اس کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا اسی سے وہ ہلاک ہو گیا۔ پھر حارث بن طلاطلۃ کا وہاں سے گزر ہوا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا وہاں سے پیپ بہنے لگی جس سے وہ بھی مر گیا۔

ولید اور ابو اُزیھر

ابن اسحاق کہتے ہیں جب ولید کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو بلایا۔ اس کے تین بیٹوں کے نام یہ تھے۔ ۱۔ ہشام بن ولید۔ ۲۔ ولید بن ولید۔ ۳۔ خالد بن ولید۔ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا اے میرے بیٹو! میں تمہیں تین وصیتیں کرتا ہوں، انہیں ہرگز ضائع نہ کرنا۔ ۱۔ بنوخزاعہ سے میرا خون بہا ضرور لینا۔ بخدا میں جانتا ہوں کہ وہ اس سے بری ہیں لیکن مجھے خطرہ ہے کہ تمہیں میرے بعد اسی وجہ سے گالیاں دی جائیں گی۔ ۲۔ بنوثقیف میں میری کچھ سودی رقم ہے وہ ان سے لئے بغیر نہ چھوڑنا۔ ۳۔ میرا ایک عورت کا حق مہر ابو ازیھر کے پاس ہے وہ بھی ضرور حاصل کرنا۔ ابو ازیھر نے اپنی بیٹی کا نکاح ولید بن مغیرہ سے کیا تھا پھر اسے اپنے ہاں روکے رکھا حتیٰ کہ ولید مر گیا۔

جب ولید ہلاک ہو گیا تو بنومخزوم بنوخزاعہ پر حملہ آور ہوئے، انہوں نے ان سے ولید کے خون بہا کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا تمہارے ساتھی کے تیر نے ہی اسے ہلاک کیا ہے۔ بنوکعب بنوعبدالمطلب بن ہشام کے حلیف تھے۔ بنوخزاعہ نے خون بہا ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے شاعری میں مقابلہ کیا۔ ان کے مابین تعلقات انتہائی شدت اختیار کر گئے۔ ولید کو بنوکعب بن عمر میں سے ایک شخص نے تیر سے ہلاک کیا تھا۔ یہ بنوخزاعہ کی شاخ تھی۔ عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کہتا ہے۔

ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا۔ عُقْرِی عِنْدَ اَبِیْ اُزَیْھِرِ الدَّوْسِی لَا تَدَعُوْہُ۔ میرا ایک حق مہر ابو ازیھر دوسی کے پاس ہے وہ ہرگز نہیں چھوڑنا۔ غصب شدہ فرج کی دیت کو عقر کہا جاتا ہے۔ اصل میں یہ باکرہ کے لئے ہے اسی سے کہا جاتا، عَقَرَ السَّرْجُ الْفَرَسَ۔ زین نے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ اسی سے بَیْضَۃُ الْعُقْرِ۔ مرغی کا پہلا انڈہ ہے وہ مرغی کے انڈے سے اس کی بکارت کا اندازہ لگایا کرتے تھے۔

Marfat.com

اِنِّی زَعِیْمٌ اَنْ تَسِیْرُوْا فَتَهْرَبُوْا　　وَاَنْ تَتْرُكُوْا الظَّهْرَانَ تَعْوِیْ ثَعَالِبُهٗ
وَ اَنْ تَتْرُكُوْا مَاءً بِجَزْعَةِ اَطْرِقَا　　وَ اَنْ تَسْاَلُوْا اَیُّ الْاَرَاكِ اَطَایِبُهٗ
فَاِنَّا اُنَاسٌ لَا تُطَلُّ دِمَاءُ نَا　　وَ لَا یَتَعَالٰی صَاعِدًا مَنْ نُحَارِبُهٗ

میں گمان کرتا ہوں کہ تم یہاں سے رختِ سفر باندھ لو گے۔ یہاں سے راہِ فرار اختیار کرو گے۔ وادی ظہران کو ویران چھوڑ دو گے تا کہ اس میں لومڑیاں اچھلتی کودتی رہیں۔ وادی اطرفا کے کنارے پانی چھوڑ دو گے اور سوال کرو گے کہ پیلو کے درختوں میں سے کون سا درخت عمدہ ہے۔ ہم وہ عظیم لوگ ہیں جن کا خون رائیگاں نہیں جاتا اور جس سے ہم نبرد آزما ہوتے ہیں وہ کبھی بھی سربلند نہیں ہوسکتا۔

الظہران اور الاراک بنوکعب کے رہنے کے مقامات تھے۔ جون بن ابی الجون، جس کا تعلق بنوکعب سے تھا وہ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے۔

وَاللّٰهِ لَا نُؤْتِی الْوَلِیْدَ ظُلَامَةً　　وَ لَمَّا تَرَوْا یَوْمًا تَزُوْلُ كَوَاكِبُهٗ
وَ یُصْرَعُ مِنْكُمْ مُسْمِنٌ بَعْدَ مُسْمِنٍ　　وَ تُفْتَحُ بَعْدَ الْمَوْتِ قَسْرًا مَشَارِبُهٗ
اِذَا مَا اَكَلْتُمْ خُبْزَكُمْ وَ خَزِیْرَكُمْ　　فَكُلُّكُمْ بَاكِی الْوَلِیْدِ وَ نَادِبُهٗ

قسم بخدا! ہم ولید کا خون بہا ادا نہیں کریں گے۔ ابھی تک تم نے وہ سخت دن نہیں دیکھا جس کے ستارے ٹوٹ جاتے ہیں۔ تم میں سے ایک موٹا شخص دوسرے موٹے شخص کے بعد چت گرتا جائے گا اور موت کے بعد اس کا محل دوسروں کے تصرف میں ہوگا جب تم اپنا کھانا اور حریرہ کھالو گے تو پھر تم میں سے ہر ایک ولید پر آہ وزاری اور گریہ وفغاں کرے گا۔

پھر لوگوں کو کچھ تردد ہوا بالآخر انہیں معلوم ہوگیا کہ بنو ولید لوگوں کے طعن وتشنیع سے خوفزدہ ہیں۔ بنوخزاعہ نے انہیں کچھ خون بہا دے دیا اور کچھ سے منحرف ہو گئے جب ان کے مابین صلح ہو

مَاءً بِجَزْعَةِ اَطْرِقَا

الجَزْعَةُ اور الجَزْعُ کا معنی ''وادی کا کثیر حصہ'' ہے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں یہ وادی کے نرم حصے کے نام ہیں۔ اَطْرِقَا جگہ کا نام ہے، تثنیہ کی وجہ سے اس کا نام فعل امر پر رکھا گیا ہے۔ یہ اسی طرح بیان کردہ ہے اس کو اعراب نہیں دیا جاتا کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے تین آدمی اس وادی سے خوفزدہ گزرے ان میں سے ایک نے آواز سنی۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔ اَطْرِقَا خاموش ہو جاؤ تا کہ ہم دیکھیں کہ یہ آواز کیسی ہے اسی وجہ سے اس کا نام اَطْرِقَا پڑ گیا۔

Marfat.com

گئی تو جون بن جون نے کہا۔

وَ قَائِلَةٍ لَمَّا اِصْطَلَحْنَا تَعَجُّبًا لِمَا قَدْ حَمَلْنَا لِلْوَلِيْدِ وَ قَائِلٍ
أَلَمْ تُقْسِمُوْا تُوْتُوْا الْوَلِيْدَ ظُلَامَةً وَ لَمَّا تَروْا يَوْمًا كَثِيْرَ الْبَلَابِلِ
فَنَحْنُ خَلَطْنَا الْحَرْبَ بِالسِّلْمِ فَاسْتَوَتْ فَاَمَّ هَوَاهُ آمِنًا كُلُّ رَاحِلٍ

جب ہم نے صلح کر لی تو بہت سے مرد اور عورتیں تعجب سے کہتے رہے کہ ہم نے ولید کے خون بہا کا بوجھ کیوں اٹھایا ہے؟ کیا تم نے قسمیں نہیں اٹھائی تھیں کہ تم ولید کی مصیبت کا خون بہا نہیں دو گے؟ ابھی تم نے وہ دن دیکھا ہی نہیں جو مصائب ومشکلات سے بھر پور ہوتا ہے۔ ہم نے جنگ کو صلح کے ساتھ ملا دیا تو صلح ہو گی پھر ہر مسافر اپنی منزلِ مقصود کی طرف امن کے ساتھ عازمِ سفر ہو گیا۔

أَلَمْ تُقْسِمُوْا تُوْتُوْا الْوَلِيْدَ ظُلَامَةً

تُوْتُوْا سے پہلے اَنْ محذوف ہے اس کا معنی اَنْ لَا تُوْتُوْا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (النساء:۱۷۶)

بعض علماء کے نزدیک اس کا معنی اَنْ لَا تَضِلُّوْا ہے لیکن میرے نزدیک اس کا معنی كَرِهَ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اَنْ، اس کا مقتضی اور اس کے کچھ اسرار بیان کئے ہیں۔ جب کلام کو اس کے معنی پر محمول کیا جائے تو اسے رفع اور نصب دونوں جائز ہیں جس طرح کسی شاعر نے کہا ہے۔

اَلَا اَيُّهٰذَا الزَّاجِرِیْ اَحْضُرَ الوَغٰى۔ اَحْضُرَ میں رفع اور نسب دونوں جائز ہیں۔ سیبویہ کہتے ہیں۔ وَ نَهْنَهْتُ نَفْسِی بَعْدَ مَا كِدْتُ اَفْعَلَهُ۔ یہ دراصل اَنْ اَفْعَلَهُ ہے۔ جب تو اس جگہ رفع دے گا تو یہ رفع اَنْ کے معنی کو ظاہر نہیں کرے گا۔ سیبویہ سے روایت ہے مُرْهُ يَحْفُرُهَا۔ اس کے متعلق دو رائے ہیں۔ ۱۔ اس سے حال مراد ہے یعنی مُرْهُ حَافِرًا لَهَا۔ ۲۔ مُرْهُ اَنْ يَحْفُرَهَا۔

جب اَنْ کو اٹھا لیا جائے گا تو فعل مرفوع ہو جائے گا۔ ابن جنی نے ان دونوں کے مابین فرق بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب اَنْ کی نیت کی گئی ہو تو فعل مستقبل ہو گا اور اگر اس کی نیت نہ ہو تو فعل حاضر ہو گا۔ امام الطبری نے یہاں اہل عرب کے ایک مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ تَصْنَعُ مَا ذَا وَ تَفْعَلُ۔ یہ عبارت دراصل یوں ہے تُرِيْدُ اَنْ تَصْنَعَ مَا ذَا جب اہل عرب کہتے ہیں۔ تُرِيْدُ مَا ذَا تو يَصْنَعُ مرفوع ہو گا کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اَنْ ناصبہ کے آنے کا تقاضا کرے۔ کیونکہ یہ کہنا درست نہیں، تُرِيْدُ اَنْ تُرِيْدَ مَا ذَا۔ کیونکہ ارادہ کا ارادہ کرنا ناممکن ہے۔

Marfat.com

پھر جون بن ابی جون سے رہا نہ گیا وہ ولید کے قتل پر فخر کرتا رہا اس نے بیان کیا کہ اسے ہم نے ہی قتل کیا ہے حالانکہ یہ جھوٹ تھا، اس طرح ولید کے بیٹوں اور اس کی قوم کو اس رسوائی کا سامنا کرنا پڑا جس سے ولید نے انہیں ڈرایا تھا۔ جون بن ابی جون کہتا ہے۔

أَلَا زَعَمَ الْمُغِيرَةُ أَنَّ كَعْبًا بِمَكَّةَ مِنْهُمْ قَدْرٌ كَثِيرُ
فَلَا تَفْخَرْ مُغِيرَةُ أَنْ تَرَاهَا بِهَا يَمْشِي الْمُعَلْهَجُ وَالْمَهِيرُ
بِهَا آبَاءُنَا وَ بِهَا وُلِدْنَا كَمَا أَرْسَى بِمَثْبَتِهِ ثَبِيرُ
وَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ ذَالِكَ إِلَّا لِيَعْلَمَ شَانَنَا أَوْ يَسْتَثِيرُ
فَإِنَّ دَمَ الْوَلِيدِ يُطَلُّ إِنَّا نَطُلُّ دِمَاءً أَنْتَ بِهَا خَبِيرُ
كَسَاهُ الْفَاتِكُ الْمَيْمُونُ سَهْمًا زُعَافًا وَ هُوَ مُمْتَلِئٌ بَهِيرُ
فَخَرَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مُسْلَحِبًّا كَأَنَّهُ عِنْدَ وَجْبَتِهِ بَعِيرُ
سَيَكْفِينِي مِطَالَ أَبِي هِشَامٍ صِغَارٌ جَعْدَةُ الْأَوْبَارِ خُورُ

ارے! کیا مغیرہ نے یہ گمان کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہم کو اس حالت میں دیکھ کر بنو مغیرہ فخر نہ کریں مکہ معظمہ میں معزز لوگ بھی ہیں اور دو جنسوں والے بھی۔ ہمارے آباء بھی یہیں پیدا ہوئے اور ہم نے بھی یہیں پرورش پائی جس طرح کوہ ثبیر اپنی جگہ پر براجمان ہے۔ یہ بات مغیرہ نے صرف اس لئے کہی ہے تا کہ اسے ہماری اہمیت معلوم ہو جائے یا

الْمُعَلْهَجُ وَ الْمَهِيرُ

آزاد، مہر والی عورت کے بچے کو مہیر کہا جاتا ہے، دو جنسوں والے شخص کو مُعَلْهَج کہا جاتا ہے۔ یہ یا تو عِلْج سے مشتق ہوگا کیونکہ لونڈی عِلْجَةٌ (بہت کام کرنے والی) ہوتی ہے۔ یہ لَهَج سے بھی مشتق ہو سکتا ہے اس کا معنی فریفتہ ہونا ہے۔ گویا کہ اس سے وطی کرنے والا اس پر فریفتہ ہوتا ہے۔

كَمَا أَرْسَى بِمَثْبَتِهِ ثَبِيرُ

ارسیٰ کی تخفیف کے ساتھ روایت درست ہے۔ یہ زحاف ہے جو زحاف پر داخل ہے کیونکہ "مُفَاعَلَتُنْ" کے لام کا سکون وافر میں زحاف کہلاتا ہے یہ بہت زیادہ عمدہ ہوتا ہے جب یہ کثیر ہو گیا تو شاعر نے اسے مفاعیل سے تشبیہ دے دی کیونکہ یہ اس کے وزن پر تھے۔ طویل مصرعہ میں مُفَاعِيلُنْ کی یاء کو حذف کرنا بہتر ہے۔ یہ فَعُولُنْ، مَفَاعِلُنْ ہو گیا اسی لئے شاعر نے مُفَاعَلَتُنْ میں زحاف داخل کیا کیونکہ یہ مَفَاعِيلُنْ کے وزن پر سکون کے بعد ہے۔

Marfat.com

وہ لوگوں کو ہمارے خلاف ابھار سکے۔ بلاشبہ ولید کا خون رائیگاں جا رہا ہے۔ اسی طرح ہم بہت سے خون رائیگاں کرتے ہیں تو اس سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ اچانک حملہ آور نے اس کے زہر آلود تیر پیوست کر دیا ہے اور وہ اس حالت میں مر رہا ہے کہ وہ غصہ سے بھرپور ہے۔ پھر وہ ذلیل و رسوا ہو کر وادیٔ مکہ میں گر پڑا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ ایک اونٹ نیچے آن پڑا ہے۔ ابو ہشام کے خون بہا کی ادائیگی کے وعدہ کو ٹالنے کے لئے چھوٹی چھوٹی، گھنگریالے بالوں والی بہت زیادہ دودھ دینے والی چند اونٹنیاں ہی کافی ہیں۔

ابو ازیہر کے قتل کا بدلہ

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر ہشام بن ولید نے ابی ازیہر پر قبضہ کر لیا اس وقت وہ ذوالمجاز کے بازار میں تھا۔ ابو ازیہر کی بیٹی ابو سفیان بن حرب کے نکاح میں تھی۔ ابو ازیہر اپنی قوم میں ایک شریف شخص تھا۔ ولید کے اس حق مہر کی وجہ سے اسے قتل کر دیا گیا جو اس کے پاس تھا اور ولید نے اپنے بیٹوں کو اس کی وصیت کی تھی۔ یہ واقعہ ہجرت مصطفیٰ ﷺ کے بعد رونما ہوا۔ اس وقت غزوۂ بدر بھی ظہور پذیر ہو چکا تھا اور سرداران قریش پر قتل و غارت کا طوفان چل چکا تھا۔ یزید بن ابی سفیان گھر سے باہر نکل آیا اس نے بنو عبد مناف کو جمع کیا اس وقت ابو سفیان ذوالمجاز میں تھا، لوگوں نے کہا ابو سفیان اپنے سسرال کی حفاظت کرنے لگا ہے وہ ان کا بدلہ لینے لگا ہے۔ ابو سفیان کو اپنے بیٹے یزید کی کاروائی معلوم ہوئی۔ وہ ایک حلیم اور بردبار شخص تھا اسے اپنی قوم سے شدید محبت تھی۔ وہ جلدی جلدی مکہ کی طرف عازم سفر ہوا اسے خطرہ تھا کہ کہیں ابو ازیہر کی وجہ سے قریش میں پھوٹ نہ پڑ جائے۔ وہ اپنے بیٹے کے پاس آیا اس وقت وہ غرق آہن تھا۔ وہ بنو عبد مناف اور مطیبین کے درمیان تھا ابو سفیان نے اسی کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اس کے سر پر مارا وہ وہیں گر پڑا۔ ابو سفیان نے کہا تیرے لئے ہلاکت ہو کیا تو چاہتا ہے کہ بنو دوس کے ایک شخص کی وجہ سے قریش میں اختلاف پڑ جائے۔ ہم انہیں خون بہا دے دیں گے اگر انہوں نے پسند کیا۔ اس طرح یہ معاملہ سرد پڑ گیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایسے اشعار کہے جن میں ابو ازیہر کے خون کا بدلہ لینے پر ابھارا اور ابو سفیان کی بزدلی پر اسے طعنے دیئے۔ انہوں نے کہا۔

غَدَا اَهْلُ ضَوْجَيْ ذِي الْمَجَازِ كِلَيْهِمَا ... وَ جَارَ ابْنُ حَرْبٍ بِالْغَمْسِ مَا يَغْدُوْ

وَ لَمْ يَمْنَعِ الْعَيْرُ الضَّرُوْطُ ذِمَارَهٗ ... وَ مَا مَنَعَتْ مَخْزَاةَ وَالِدِهَا هِنْدُ

Marfat.com

کَسَاكَ هِشَامُ بْنُ الْوَلِيْدِ ثِيَابَهٗ فَأَبْلِ وَأَخْلِفْ مِثْلَهَا جُدُدًا بَعْدُ
قَضٰى وَ طَرًا مِنْهُ فَأَصْبَحَ مَاجِدًا فَأَصْبَحْتَ رَخْوًا مَا تَخَبُّ وَ مَا تَعْدُو
وَ لَوْ أَنَّ أَشْيَاخًا بِبَدْرٍ تَشَاهَدُوْا لَبَلَّ نِعَالَ الْقَوْمِ مُعْتَبِطٌ وَرْدُ

ذوالمجاز کی دونوں اطراف کے لوگ صبح سویرے ہی نکل آئے مگر ابوسفیان غمس کی طرف چلا گیا اور جنگ کے لئے نہ نکلا زیادہ گوز مارنے والے گدھے نے قابل حفاظت چیزوں کا تحفظ نہ کیا اور ہند بھی اپنے بیٹے کی رسوائی کو نہ روک سکی۔ ہشام بن ولید نے تجھے مقتول کے کپڑے پہنا دیئے، ان کپڑوں کو گھسا دے۔ اسی قسم کے اور کپڑے بھی تجھے مل جائیں گے تو اس نے اس سے اپنی تمنا پوری کر لی اور صاحب شرف ہو گیا تو آسودہ حال تو ہو گیا لیکن زمین کے نشیب و فراز پر جانے کے قابل نہ رہا۔ میدانِ بدر کے بوڑھے اسے دیکھ لیتے تو تازہ رواں خون قوم کے جوتوں کو رنگین کر دیتا"۔

جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار ابوسفیان تک پہنچے تو اس نے کہا حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بنو دوس کے ایک شخص کے لئے آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹیں۔ ان کی سوچ کتنی بری ہے؟

سورۃ البقرہ کی آیت ربا کا نزول

جب اہل طائف دولت اسلام سے مالا مال ہوئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے

غَدَا أَهْلُ ضَوْجَيْ ذِي الْمَجَازِ

"ضَوْجٌ" وادی کے کنارے کو کہتے ہیں۔ "ذُوالْمَجَازِ" میدانِ عرفہ کے پاس ایک بازار کا نام تھا۔ جب حج کا زمانہ آتا تو اہل عرب شوال کے مہینہ میں عکاظ کے بازار جاتے پھر وہ "مجنہ" کے بازار جاتے اور وہاں ذوالقعدہ کے بیس دن مقیم رہتے پھر وہ ذوالمجاز چلے جاتے وہ ایام حج گزارتے وہ شوال کے مہینہ میں عکاظ کے بازار میں ایک دوسرے پر فخر کرتے۔ کہا جاتا ہے عَكَظَ الرَّجُلُ صَاحِبَهٗ۔ جب انسان کسی سے فخر کرے اور اس پر غالب آ جائے اسی وجہ سے اس بازار کو عکاظ کہا جاتا ہے۔
مُعْتَبِطٌ وَرْدٌ، تر کرنے والا خون۔

ربا کے متعلق نازل شدہ آیات

ہم نے پہلے قریش مکہ کا وہ قول نقل کیا ہے جو انہوں نے تعمیر کعبہ کے وقت کہا تھا انہوں نے کہا۔

Marfat.com

حضور ﷺ سے اس سود کے متعلق گفتگو کی جو ان کا باپ بنوثقیف میں چھوڑ گیا تھا اور انہیں وصول کرنے کی وصیت کی تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں بعض اہل علم نے مجھے بتایا ہے کہ یہ آیت اسی وقت نازل ہوئی تا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بنوثقیف کے سود سے دستبردار ہو جائیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿﴾ (البقرہ)

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود سے اگر تم (سچے دل سے) ایماندار ہو۔

ابوازیہر کا بدلہ

ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ کسی نے ابوازیہر کا بدلہ لیا ہو حتیٰ کہ لوگ اسلام کی امن و آشتی کی خوشبو سے معطر ہو گئے مگر ایک واقعہ اس کے متعلق ملتا ہے وہ یہ کہ ضرار بن خطاب بن مرداس الفہری کچھ قریشیوں کو لے کر سرزمین دوس کی طرف گیا۔ وہ ام غیلان کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے۔ ام غیلان بنودوس کی لونڈی تھی۔ وہ عورتوں کا میک اپ کرتی تھی۔ دلہنوں کا بناؤ سنگھار کرتی تھی، بنودوس نے انہیں قتل کرنا چاہا لیکن ام غیلان اور دیگر خواتین ان کی راہ میں حائل ہو گئیں، حتیٰ کہ وہ اپنے مذموم ارادہ سے باز آ گئے۔ ضرار بن خطاب اسی کے متعلق کہتا ہے۔

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا اُمَّ غَيْلَانَ صَالِحًا ۔۔۔ وَ نِسْوَتَهَا اِذْهُنَّ شُعْثٌ عَوَاطِلُ
فَهُنَّ دَفَعْنَ الْمَوْتَ بَعْدَ اِقْتِرَابِهٖ ۔۔۔ وَ قَدْ بَرَزَتْ لِلثَّائِرِيْنَ الْمَقَاتِلُ
دَعَتْ دَعْوَةً دَوْسًا فَسَالَتْ شِعَابُهَا ۔۔۔ بِعِزٍّ وَ اَدَّتْهَا الشِّرَاجُ الْقَوَابِلُ
وَ عَمْرًا جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا فَمَا وَنٰى ۔۔۔ وَ مَا بَرِدَتْ مِنْهُ لَدَيَّ الْمَفَاصِلُ
فَجَرَّدْتُ سَيْفِيْ ثُمَّ قُمْتُ بِنَصْلِهٖ ۔۔۔ وَ عَنْ اَيِّ نَفْسٍ بَعْدَ نَفْسِيْ اُقَاتِلُ

اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے ام غیلان اور اس کی دوستوں کو عمدہ جزا دے، وہ پراگندہ بال اور

''اس حرم مقدس کی تعمیر میں نہ تو سود کی رقم خرچ کرنا اور نہ ہی بدکاری کے عوض حاصل ہونے والی رقم خرچ کرنا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ سود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں بھی حرام تھا جبکہ یہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی حرام تھا۔ یہ تمام اعمال میں سے قبیح ہے۔ اس سے مروت ختم ہو جاتی ہے، انسان لالچی اور حریص ہو جاتا ہے۔ اس سے وسعت ظرفی کا فقدان ہو جاتا ہے۔ اس کے معاملہ میں حسن و جمال عنقاء ہو جاتا ہے۔ جو شخص سود کے مضرات پر غور کرتا ہے اس پر عیاں ہو جاتا ہے کہ اسے حرام قرار کیوں دیا گیا؟ اس سے انسان اتنا حریص ہو جاتا ہے کہ اس کی حسن معاشرت ختم

Marfat.com

آرائش کے بغیر ہی تھیں۔ انہوں نے موت کو ہٹایا، اس کے بعد کہ وہ قریب ہو چکی تھی حالانکہ بدلہ لینے والوں کے لئے قتل گاہیں واضح ہو چکی تھیں۔ ام غیلان نے بنو دوس کو صلح کی دعوت دی جس سے اس کی گھاٹیاں عزت و آبرو کے لئے بہہ پڑیں اور اس کے بالمقابل نالوں نے بھی ان کی تائید کی۔ اللہ تعالیٰ عمرو کو بھی جزا دے اس نے بھی کسی کمزوری کا مظاہرہ نہ کیا۔ میرے پاس اس کے جوڑ سرد نہیں ہوئے تھے۔ میں نے اپنی تلوار سونت لی پھر اسے دستے سے پکڑ کر کھڑا ہو گیا اگر میں اپنے نفس کو بچانے کے لئے نہیں لڑوں گا تو پھر کس کے لئے لڑوں گا؟

ام غیلان کا عمل

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ ضرار کی حفاظت ام جمیل نے کی تھی۔ اس کا نام ام غیلان بھی بتایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خونریزی روکنے کے لئے ام جمیل بھی ام غیلان کے شانہ بشانہ ہو۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو ان کے پاس ام جمیل آئی۔ اس کا گمان تھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ضرار بن خطاب کے بھائی ہیں۔ جب اس نے ضرار کا نسب بیان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تمام واقعہ معلوم ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ

ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے انسان آسانی سے مفلس کو قرض دینے پر راضی نہیں ہوتا اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (البقرہ:۲۷۹)

''اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے''۔

اسی وجہ سے جب حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی لونڈی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان بیوع کے متعلق مسئلہ پوچھنے آئی جو سود کے مشابہ ہیں تو انہوں نے فرمایا۔ حضرت زید کا حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کرنا باطل ہو چکا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے جہاد کے بطلان کا حکم فرمایا۔ ان کی نماز یا روزہ وغیرہ کے خاتمہ کا نہ فرمایا کیونکہ برائیاں نیکیوں کو ختم نہیں کرتیں مگر انہوں نے جہاد کو بطلان کے ساتھ مختص کیا کیونکہ جہاد اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ معرکہ آزمائی کا نام ہے اور سود خور اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کرتا ہے۔ یہ جہاد کی ضد ہے، دو ضدیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ابو الحسن بن بطال نے یہی معنی ذکر کیا ہے۔ یہ مسئلہ ''المدونۃ'' میں مذکور ہے لیکن اس کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ضعیف ہے۔

Marfat.com

نے اس سے فرمایا ''میں صرف اسلام کے اعتبار سے ہی اس کا بھائی ہوں، وہ غازی ہے مجھے اس احسان کا علم ہے جو تو نے اس پر کیا''۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ام جمیل کو مسافرہ ہونے کی حیثیت سے کچھ عطا فرمایا۔

ابن ہشام فرماتے ہیں ضرار غزوۂ احد کے دن حضرت عمر بن خطاب سے ملا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو نیزے کا کنارہ مار کر کہنے لگا۔ ''اے ابن خطاب! بچو۔ میں آپ کو قتل نہیں کروں گا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے اسلام لانے کے بعد اسے یہ واقعہ بتاتے تھے۔

حضور ﷺ کو ستانے والے

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل لوگ آپ ﷺ کو کاشانۂ اقدس میں ستاتے تھے۔ ۱۔ ابولہب۔ ۲۔ حکم بن عاص بن امیہ۔ ۳۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ۴۔ عدی بن حمراء الثقفی۔ ۵۔ ابن الاصداء الھذلی۔ یہ تمام حضور ﷺ کے پڑوسی تھے حکم بن ابی عاص کے علاوہ کسی کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ارزانی نہ ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ ﷺ مصروف نماز ہوتے تو ان میں سے ایک آپ ﷺ پر بکری کی رحم پھینک دیتا۔ جب آپ ﷺ کی ہنڈیا پک رہی ہوتی تو ان میں سے کوئی اس میں گندگی پھینک دیتا۔ حتیٰ کہ نبی محترم ﷺ نے ایک آڑ سی بنالی تھی جس میں آپ ﷺ ان سے چھپ کر نماز ادا فرماتے تھے۔ حضور ﷺ یہ تمام غلاظت اٹھا کر باہر پھینک دیتے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار حرم ﷺ اس غلاظت کو کسی چھڑی کے ساتھ اٹھاتے پھر پھینکنے والے کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے ''اے بنو عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے پھر آپ ﷺ اسے باہر پھینک دیتے''۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو طالب کا وصال

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت ابو طالب نے ایک ہی سال میں عالم فانی کو الوداع کہا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر ملال کے بعد حضور ﷺ کو پے در پے مصائب برداشت کرنا پڑے۔ وہ آپ ﷺ کی حقیقی غمگسار، خیر خواہ اور مشیرہ تھیں، مشکلات میں آپ ﷺ انہی سے مشورہ کرتے تھے، آپ ﷺ کے عم محترم بھی آپ ﷺ کے لئے پناہ گاہ اور قلعۂ امن تھے۔ قریش کے خلاف وہ آپ ﷺ کے معاون و مددگار تھے۔ ہجرت مدینہ سے تین سال قبل یہ دونوں عظیم ہستیاں عالم بالا کو سدھار گئیں۔ حضرت ابو طالب کی

Marfat.com

وفات حسرت آیات کے بعد حضور ﷺ نے قریش کی وہ اذیتیں برداشت کیں جوان کی زندگی میں وہ جرأت نہ کر سکے۔ قریش کے احمقوں میں سے ایک احمق آپ ﷺ کو سرِ راہ ملا، اس نے آپ ﷺ کے سر اقدس پر مٹی پھینک دی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اس احمق نے سرورِ سروراں ﷺ کے سر مبارک پر مٹی بکھیری تو حضور ﷺ اسی حالت میں گھر تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے ایک اٹھیں اور آپ ﷺ کے سر مبارک کو دھونے لگیں، آنسوان کی آنکھوں سے چھم چھم رواں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے میری نورِ نظر! مت رو! اللہ تعالیٰ تمہارے والد محترم ﷺ کا خود محافظ ونگران ہے''۔ آپ ﷺ فرماتے تھے ''حضرت ابو طالب کے وصال تک قریش میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ کر سکے جو مجھے ناپسند ہو''۔

حضور ﷺ، ابوطالب اور مشرکین مکہ

ابن اسحاق کہتے ہیں، جب حضرت ابوطالب مرضِ وصال میں مبتلا ہوئے، قریش کو ان کی اس کیفیت کا علم ہوا تو انہوں نے باہمی مشاورت کی، عمر اور حمزہ ایمان لا چکے ہیں، محمد عربی ﷺ کا مذہب تمام قریش میں پھیل چکا ہے آؤ ہم ابوطالب کے پاس جاتے ہیں، انہیں کہتے ہیں کہ اپنے بھتیجے سے کچھ لے، کچھ دے کر صلح کرادیں۔ قسم بخدا! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم سے امارت بھی چھین لیں گے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، مجھے عباس بن عبداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مندرجہ ذیل قریش کے سردار ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے بات چیت کی۔ ۱۔ عتبہ بن ربیعہ، ۲۔ شیبہ بن ربیعہ، ۳۔ ابوجہل بن ہشام، ۴۔ امیہ بن خلف، ۵۔ ابوسفیان بن حرب۔ انہوں نے کہا ''اے ابوطالب! آپ جانتے ہیں کہ آپ کی ہم میں حیثیت کیا ہے؟، آپ بھی عالم رنگ و بو کو الوداع کہہ رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے مابین معاملات کی نوعیت کیا ہے؟ آپ انہیں بلالیں اور کچھ لے دے کر صلح کرادیں تا کہ وہ

حضرت ابوطالب کی وفات اور ان کی وصیت

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر حضرت ابوطالب کے ایمان کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت قبولِ اسلام کے بعد ہو تو وہ قبول ہوگی اور حضور ﷺ کے فرمان ''لَمْ اَسْمَعْ'' ''میں نے نہیں

Marfat.com

ہم سے رک جائیں ہم ان سے باز آجائیں۔ وہ ہمیں اور ہمارے دین کو چھوڑ دیں اور ہم انہیں اور ان کے دین کو چھوڑ دیں"۔ حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کی طرف پیام بھیجا۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابو طالب نے کہا" اے محترم بھتیجے! یہ آپ ﷺ کی قوم کے سردار ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے لئے جمع ہوئے ہیں تا کہ آپ ﷺ کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر صلح کرلو"۔ رسول معظم ﷺ نے فرمایا" تم صرف ایک کلمہ کہہ دو تم اس سے عرب کے بھی بادشاہ بن جاؤ گے اور عجم کے شہنشاہ بھی"۔ ابوجہل نے کہا" آپ ﷺ کے والد محترم کی قسم! ضرور۔ ہم ایسے دس کلمات کہنے کے لئے بھی تیار ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا" لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ دو اور اللہ کے علاوہ معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دو"۔ یہ سن کر سردارانِ قریش نے تعجب سے

سنا" سے رد نہیں ہوگی کیونکہ اگر ایک عادل گواہ کہے۔" سَمِعْتُ میں نے سنا ہے"۔ جو شخص جو اس سے اَعْدَل ہو وہ کہے۔" لَمْ اَسْمَعْ" میں نے نہیں سنا تو سماع کو ثابت کرنے والے کے قول کو قبول کیا جائے گا کیونکہ سماعت نہ کرنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، جنہوں نے اسے سننے سے روک دیا ہو لیکن حضرت عباس کی یہ گواہی ان کے قبولِ اسلام سے پہلے کی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ابو طالب کی وفات کفر و شرک پر ہوئی تھی یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ (توبہ: ۱۱۳)

" نبی ﷺ اور ایمان والوں کے لئے نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں"۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی" یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کی بھرپور حمایت اور حفاظت کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خاطر لوگوں کی ناراضگی مول لی کیا یہ چیز انہیں فائدہ دے گی؟" آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں نے انہیں آگ کی سختیوں میں پایا۔ میں انہیں نکال کر آگ کی سطح پر لے آیا"۔ حضرت ابو سعید سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا" شاید روزِ حشر حضرت ابو طالب کو میری شفاعت فائدہ دے انہیں آگ کی سطح پر لے جایا جائے وہ آگ ان کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے ان کا دماغ پگھل جائے گا"۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس طرح ہنڈیا جوش مارتی ہے۔ ابن اسحاق کی روایت میں کچھ اضافہ ہے کہ اس آگ سے ان کا دماغ پگھل کر ان کے قدموں میں بہہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں غور و فکر کرنے سے حضرت ابو طالب کی جزاء اور ان کے عمل کے مابین مشاکلت نظر آتی ہے وہ یہ کہ حضرت ابو طالب پوری طرح حضور ﷺ کے ساتھ تھے صرف وہ حضرت عبدالمطلب کے دین پر ثابت قدم رہے۔ انہوں نے

Marfat.com

ہاتھ مارے اور کہنے لگے۔ ''اے محمد! ﷺ کیا ہم اتنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کو مانیں یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے؟'' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا، ''یہ شخص تمہارا کوئی مطالبہ قبول نہیں کرے گا آؤ چلیں۔ تم اپنے دین پر پختہ رہو، حتی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ فرمادے''۔ پھر وہ جدا جدا ہو گئے۔

وصال کے وقت کہا، میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں، عذاب اسی لئے ان کے قدموں پر مسلط کیا گیا کیونکہ وہی اپنے آباء کے مذہب پر تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم فرمائے۔

ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ...... آپ ﷺ نے غزوۂ احد کے دن فرمایا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ قَوْمِي فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ مولا! میری قوم کو معاف کر دے وہ کچھ نہیں جانتے۔ اس وقت مشرکین نے آپ ﷺ کے رخِ زیبا کو مجروح کیا تھا۔ آپ ﷺ کے محترم چچا کو شہید کیا تھا، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہادت کی رنگین قبا زیب تن کی تھی۔ یہ تو درست نہیں کہ یہ آیت آپ ﷺ کے چچا کے متعلق غزوۂ احد کے وقت نازل ہوئی جو ان کے بارے استغفار کرنے کی ناسخ ہو کیونکہ حضرت ابو طالب اس غزوہ سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں انتقال کر چکے تھے۔ متقدم، متاخر کو منسوخ بھی نہیں کر سکتا پھر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس سوال کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔ ا۔ آپ ﷺ کا اپنی قوم کے لئے استغفار کرنا ان کی شرک سے توبہ کے ساتھ مشروط تھا۔ گویا کہ آپ ﷺ نے دعا سے ارادہ فرمایا تھا کہ وہ توبہ کریں اور ان کی توبہ کو شرفِ قبولیت سے نوازا جائے۔ یہ دوسری روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِهْدِ قَوْمِي اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اس روایت کو ابن اسحاق نے لکھا ہے۔ ۲۔ یہ مغفرت ان کے لئے دنیا میں مسخ اور خسف جیسے رسوا کن عذاب کو پھیر دے گی۔ ۳۔ ممکن ہے اس آیت کا نزول متاخر ہو، یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی جس سے مشرکین کے لئے استغفار کرنا منسوخ ہوا ہو اسی طرح ممکن ہے کہ اس کا سبب نزول مقدم اور اس کا نزول متاخر ہو۔ یہ آیت سورۃ البراۃ کی ہے۔ سورۃ براۃ سب سے آخر میں نازل ہوئی اس طرح ممکن ہے کہ یہ تمام مشرکین کے لئے استغفار کی ناسخ ہو۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت ان کے پاس آئے۔ اس وقت ان کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے میرے چچا آپ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیں میں بارگاہ ربوبیت میں اس کی گواہی دوں گا''، ابو جہل اور ابن امیہ نے کہا ''اے ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے انحراف کر جاؤ گے''۔ ابو طالب نے کہا ''میں ملت عبدالمطلب پر ہی ہوں''۔ حدیث کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے

Marfat.com

حضرت ابوطالب کا ایمان

اس کے بعد حضرت ابوطالب نے نبی اکرم ﷺ سے کہا ''اے میرے پیارے بھتیجے! قسم بخدا! آپ ﷺ نے ان سے کوئی غلط مطالبہ نہیں کیا''۔ جب حضرت ابوطالب نے یہ عرض کی تو حضور ﷺ کو ان کے ایمان کی امید پیدا ہوئی۔ آپ ﷺ فرمانے لگے ''اے عم محترم! آپ

کہ ابوطالب کی وفات شرک پر ہوئی۔ علامہ مسعودی کی بعض کتب میں میں نے عبدالمطلب کے متعلق اختلاف دیکھا ہے۔ ایک قول کے مطابق وقتِ وصال آپ مسلمان تھے کیونکہ آپ نے حضور ﷺ کی نبوت کے بہت سے دلائل دیکھے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ توحید کے ساتھ ہی مبعوث ہوں گے۔ واللہ اعلم۔ مسند البزار اور کتاب النسوی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت فاطمۃ الزہراء انصار کے ایک فوت شدہ شخص کی تعزیت کے لئے گئیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ''شاید تم ان کے ہمراہ قبرستان تک گئی ہو'' عرض کی ''نہیں''۔ آپ نے فرمایا ''اگر تم ان کے ساتھ قبرستان جاتیں تو تم جنت نہ دیکھ سکتی حتیٰ کہ تمہارے والد کا دادا اسے دیکھ لیتے''۔ ابوداؤد نے بھی اسے روایت کیا ہے انہوں نے حَتّٰی یَدْخُلَهَا جَدُّ اَبِیْكِ (حتی کہ تمہارے والد محترم کا دادا اسے دیکھ لے) روایت نہیں کیا۔ اسی طرح اس میں مَا دَخَلْتِ الْجَنَّةَ کے الفاظ نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جَدُّ اَبِیْكِ'' فرمایا جَدُّكِ نہیں فرمایا کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ کیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر کو اس قول سے صرف ڈرایا ہو۔ جس سے یہ وہم پیدا ہو گیا ہو کہ آپ کے جدامجد کافر تھے حالانکہ آپ ﷺ کے اجداد میں سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام بھی ہیں۔ آپ ﷺ کا قول حق ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ان کے ساتھ ''کُدیٰ'' میں جانے میں یہ اشارہ نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا آگ میں جائیں گی۔ (نعوذ باللہ منہ) ہشام بن سائب سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو تمام قریش ان کے پاس جمع ہو گئے، آپ نے انہیں وصیت کی آپ نے کہا۔

''اے معشر قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مخلوق میں سے منتخب کر لیا ہے تم سارے عرب کا دل ہو۔ اچھی طرح جان لو کہ تم نے تمام اچھی صفات اپنے اندر جمع کر لی ہیں۔ شرف و عزت کے تمام مدارج تم نے پالئے ہیں، انہی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے تمہیں دوسری قوموں پر برتری حاصل ہوئی ہے۔ میں تمہیں اس مکان (بیت اللہ الحرام) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

Marfat.com

ہی وہ کلمہ کہہ لیجئے۔ میں روزِ حشر آپ کی شفاعت کروں گا'' حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ اشتیاق دیکھ کر انہوں نے کہا ''اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ میرے بعد آپ کو اور آپ کے بھائیوں کو مطعون کریں گے اور مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ قریش یہ گمان کریں گے کہ میں نے کلمہ فقط موت کے خوف سے پڑھا ہے تو میں ضرور کلمہ پڑھ لیتا۔ میں یہ کلمہ صرف آپ ﷺ کی خوشی اور مسرت کے لئے پڑھتا''۔ جب حضرت ابو طالب پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا وہ اپنے ہونٹ ہلا رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں، ''میں نے اپنے کان ان کے قریب کئے اور کہا اے میرے بھتیجے! قسم بخدا! میرے برادرِ محترم نے وہ کلمہ کہا جس کے کہنے کا آپ ﷺ نے ابھی انہیں حکم دیا ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے نہیں سنا''۔

ہے اور اسی پر تمہاری معاش کا دارومدار ہے اور اسی سے تمہارا دبدبہ قائم ہے، قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا، قطع رحمی سے باز رہنا کیونکہ صلہ رحمی سے زندگی طویل ہوتی ہے اور دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ بغاوت و سرکشی کو ترک کر دینا کیونکہ اسی وجہ سے پہلے قومیں ہلاک ہوئیں۔ جو دعوت دے اس کی دعوت کو قبول کرنا، سائل کو خالی نہ لوٹانا کیونکہ اسی میں زندگی اور موت کی عزت ہے۔ سچ بولنا، امانت میں خیانت نہ کرنا ان خوبیوں کی وجہ سے خواص کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور عوام کے دلوں میں عزت جاگزیں ہوتی ہے۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد ﷺ کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ سارے قبیلے میں سے وہ ''الامین'' کے لقب سے ملقب ہیں اور سارے اہل عرب انہیں ''الصدیق'' کہتے ہیں جن خصائل حمیدہ کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے وہ ان تمام کے جامع ہیں۔ قسم بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے مفلسوں اور ناداروں نے، دور دراز علاقوں کے مکینوں نے اور کمزور اور ضعیف لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا ہے۔ ان کے دین کی تعظیم کی ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی برکت سے وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کے سردار پیچھے رہ گئے ہیں، ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں، عرب کے سارے لوگ ان کے ساتھ دلی محبت کرنے لگے ہیں۔ اپنے دلوں کو انہوں نے ان کی محبت و عقیدت کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اپنی زمام قیادت ان کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ اے گروہِ قریش! اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار اور دوست بن جاؤ۔ جنگوں میں ان کے حامی اور ناصر بن جاؤ۔ خدا کی قسم! جو شخص ان کی راہ پر چلے گا ہدایت پائے گا جو ان کے دین کو قبول کرلے گا وہ نیک بخت ہو جائے گا۔ اگر میری زندگی میں گنجائش ہوتی اور میری موت میں تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں ان کی مدد کرتا اور مصائب و آلام سے ان کا دفاع کرتا'' اس کے بعد آپ کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

Marfat.com

حضرت ابو طالب کے پاس حضور ﷺ سے عہد لینے والوں کے متعلقہ آیات کا نزول

ابن اسحاق کہتے ہیں جب سردارانِ قریش ابو طالب کے پاس جمع ہوئے۔ حضور ﷺ نے انہیں کلمہ پڑھنے کے لئے کہا اور انہوں نے انکار کر دیا اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۝ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ۝ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِھَتِکُمْ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ (صٓ)

"اس نامور قرآن کی قسم! بلکہ کافر تکبر اور خلاف میں ہیں ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپائیں تو اب وہ پکاریں اور چھوٹنے کا وقت نہ تھا اور انہیں اس کا اچنبھا ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا اور کافر بولے یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا، کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا؟ بے شک یہ عجیب بات ہے اور ان میں کے سردار چلے کہ اس کے پاس سے چلدو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو بے شک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہیں سنا۔

اَنِ امْشُوْا

بعض اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ اِمْشُوْا، اَلْمَشَاءُ سے مشتق ہے یہ اَلْمَشْیُ سے مشتق نہیں ہے۔ اَلْمَشَاءُ کا معنی مال میں اضافہ اور زیادتی ہے کہا جاتا ہے مَشَی الرَّجُلُ وَاَمْشٰی۔ آدمی کے مال میں اضافہ ہو گیا، شاعر کہتا ہے۔

وَ کُلُّ فَتًی وَاِنْ اَمْشٰی وَاَثْرٰی سَتُخْلِجُہٗ عَنِ الدُّنْیَا مَنُوْنٌ

"اگر جوان، خواہ کتنا ہی مالدار اور ثروت مند بن جائے اس کی خواہشات اسے دنیا سے نکال دیں گی"۔ زاجر کہتا ہے۔ وَالشَّاۃُ لَا تَمْشِیْ عَلَی الْھَمَلَّعْ۔ بکری بھیڑ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ خطابی کہتے ہیں گویا کہ سردارانِ مکہ نے ارادہ کیا تھا کہ ان کے معبودانِ باطلہ پر صبر میں برکت اور اضافہ ہو لیکن اسے "اَلْمَشْیُ" سے مشتق ماننا زیادہ بہتر ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال پر ملال

علامہ زبیر نے بیان کیا ہے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر نزع کا عالم تھا تو حضور ﷺ

Marfat.com

ملت آخرہ سے مراد عیسائی ہیں کیونکہ وہ بھی کہتے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ۔ ''اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے''۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ (ص:۷) ''نہ سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے''۔

ان کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا ''اے خدیجہ! کیا تم اپنی اس حالت کو ناپسند کرتی ہو، اللہ تعالیٰ نے اسی ناپسندیدگی میں بہت خیر و برکت رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ جنت میں تمہارے ساتھ ساتھ، مریم بنت عمران، کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ امرأۃ فرعون بھی میری زوجیت میں ہوں گی''۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ خبر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دی ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔ انہوں نے عرض کی ''مکمل اتفاق اور رضا مندی ہے''۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کا انگور کھلایا۔

Marfat.com

حضور علیہ وآلہ وسلم کا سفر طائف

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد حضور علیہ کو کفارِ قریش سے ان مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا جن کی ابو طالب کی زندگی میں وہ جرأت نہ کر سکے۔ اس وقت حضور علیہ طائف تشریف لے گئے تا کہ بنوثقیف سے کچھ نصرت طلب کی جا سکے اور ان کے ساتھ مل کر اپنی قوم سے دفاع کر سکیں۔ آپ علیہ کو امید تھی کہ شاید اہل طائف ہی اللہ تعالیٰ کا پیغام قبول کریں۔ آپ علیہ تنہا ہی طائف تشریف لے گئے۔

بنوثقیف کو تبلیغ

ابن اسحاق کہتے ہیں، ''محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ہادیٔ حق علیہ طائف پہنچ کر سب سے پہلے بنوثقیف کے سرداروں کے پاس گئے اس وقت ان کے چیدہ سردار اور اشراف تین بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ عبد یالیل بن عمرو بن عمیر۔ ۲۔ مسعود بن عمرو بن عمیر اور ۳۔ حبیب بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف۔ ان میں سے ایک کی زوجیت میں قریش کی شاخ بنو جمح کی ایک عورت تھی۔ مبلغ اعظم علیہ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور انہیں فرمایا تا کہ وہ اسلام کی نصرت وتائید کے علمبردار بن جائیں۔ آپ علیہ کے مخالفین کے سامنے ڈٹ جائیں، ان میں سے ایک نے گستاخی کرتے ہوئے کہا، ''اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں غلافِ کعبہ کو پارہ پارہ کر دوں گا''۔ دوسرے نے بے ادبی کرتے ہوئے بکواس کیا۔ ''کیا اللہ تعالیٰ کو آپ کے علاوہ کوئی شخص نہیں ملا جس کو وہ رسول بنا کر بھیجتا؟'' تیسرے نے کہا۔ ''بخدا! میں آپ سے ہرگز بات نہیں کروں گا۔ اگر آپ واقعی ہی اللہ کی طرف سے رسول ہیں جس طرح آپ فرما رہے ہیں تو پھر

ہادیٔ حق علیہ وآلہ وسلم کا سفرِ طائف

ہم عنقریب بیان کریں گے کہ اس شہر کا نام طائف کیوں رکھا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضر موت کا ایک شخص یہاں آیا۔ اس نے اس کے باشندوں سے کہا ''کیا میں تمہارے لئے ایسی دیوار نہ بنا دوں جو تمہارے پورے شہر کو محیط ہو؟'' پھر اس نے وہ دیوار تعمیر کر دی۔ اسی وجہ سے اس کا نام طائف پڑ گیا اور بھی بہت سے اسباب ہیں جن کا ذکر ہم انشاء اللہ عنقریب کریں گے۔

Marfat.com

آپ کی شان اس سے بلند ہے کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں۔ اور اگر آپ نے اللہ تعالیٰ سے جھوٹ منسوب کیا ہے تو پھر بھی مجھے آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہئے۔" حضور ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے، آپ بنو ثقیف کی بھلائی سے مایوس تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "تم نے میرے ساتھ جو سلوک کرنا تھا کر لیا ہے، اب اسے پوشیدہ رکھنا"۔ آپ ﷺ نے نا پسند کیا کہ اس برے سلوک کی خبر آپ ﷺ کی قوم تک پہنچ جائے۔ فَيُذْئِرُهُمْ ذَالِكَ عَلَيْهِ۔ اس سے ان کی بغاوت و سرکشی میں اضافہ ہو۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔ عبید بن ابرص کا شعر ہے۔

وَ لَقَدْ اَتَانِي عَنْ تَمِيمٍ اَنَّهُم ذَئِرُوْا لِقَتْلٰى عَامِرٍ وَ تَعَصَّبُوْا

فَيُذْئِرُهَا عَلَيْهِ

ابن ہشام نے اس کا معنی ظاہر کرنے کے لئے عبید کا شعر ذکر کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب نبی محترم ﷺ نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا تو فرمایا، ذَئِرَ النِّسَاءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ۔ ابو عبید نے اس کا معنی عورتوں کا خاوندوں کی نافرمانی کرنا بیان کیا ہے۔

حضور ﷺ پر جور وستم

موسیٰ بن عقبہ نے حضور ﷺ پر ڈھائے جانے والے ستم میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جہاں سے مصطفیٰ ﷺ نے گزرنا تھا اہل طائف وہاں دو رویہ صفیں بنالیں۔ جب آپ قدم مبارک اٹھاتے تو ظالم آپ ﷺ کے ٹخنوں پر پتھروں کی بارش کر دیتے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک خون سے رنگین ہو گئے۔ علامہ التیمی نے یہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے جب آپ ﷺ کو پتھر لگتا آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جاتے۔ ظالم آپ ﷺ کے بازوؤں سے پکڑ کر آپ کو اٹھاتے، جب آپ ﷺ قدم بڑھاتے تو وہ پتھر برسانے لگتے اور مذاق اڑاتے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پہنچ گئے۔

اِلٰی ظِلِّ حَبَلَةٍ

حَبَلَة کا معنی انگور کی بیل ہے، یہ حَبَلْ سے مشتق ہے کیونکہ بیل نے انگوروں کو اٹھا رکھا ہوتا ہے۔ اسی لئے درخت اور کھجور کے پھل کو "حَمْل" کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے عورت کے حمل سے تشبیہ دی گئی ہے، اسے حِمْل بھی کہا جاتا ہے اسے حِمْلْ (بوجھ) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بعض علماء نے اسے حَبْلَة کہا ہے لیکن یہ معروف نہیں ہے۔ ابوالحسن بن کیسان نے "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ" کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد انگور کو پکنے سے پہلے فروخت کرنا ہے۔

Marfat.com

بنو تمیم کی طرف سے مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ عامر کے قتل پر اکسا رہے ہیں اور تعصب کا مظاہرہ کرر ہے ہیں۔

لیکن انہوں نے اپنے اس برے رویئے کو پوشیدہ نہ رکھا، انہوں نے اپنے بے وقوفوں اور غلاموں کو ترغیب دی۔ وہ نبی دو جہاں ﷺ پر دشنام طرازی کرنے لگے۔ وہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے شور مچاتے حتیٰ کہ بہت سے لوگ آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے پھر آپ ﷺ عتبہ

جس طرح دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے کھجور کے درست ظاہر ہونے سے پہلے اس کی بیع سے منع فرمایا ہے لیکن یہ قول غریب ہے اس حدیث کی تاویل میں کسی نے یہ نقطۂ نظر اختیار نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ وہ زمینیں جوان کے عہد خلافت میں مفتوح ہوئی ہیں، انہیں ان لوگوں کو مابین تقسیم کر دیا جائے جنہوں نے یہ فتح کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وَاللّٰہِ لَا دَعَنَّھَا حَتّٰی یُجَاھِدَ بِھَا حَبَلُ الْحَبَلَۃِ۔ قسم بخدا میں اسے چھوڑ دوں گا حتیٰ کہ اس کی آنے والی نسلیں جہاد کریں گی۔ اس قول کو ابو عبید نے ''کتاب الاموال'' میں ذکر کیا ہے۔ ابوالحسن کا ''حَبَلُ الْحَبَلَۃِ'' کے متعلق قول علامہ یعقوب کی کتاب ''الالفاظ'' میں ہے۔ حَبَلَۃ تاء کے دخول کی وجہ کیا ہے؟ علماء کو اس میں تردد ہے۔ انہوں نے اس کے متعلق بہت سے اقوال کئے ہیں جو لغو ہیں۔ بعض کہتے ہیں ''حبلۃ'' اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں قوتِ گویائی نہیں ہوتی یا اس لئے کہ یہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں ''ۃ'' جمع کے لئے ہے۔ بعض اسے مبالغہ کے لئے بتاتے ہیں لیکن یہ تمام اقوال ''حَبَلُ الْحَبَلَۃِ'' کے مخالف ہیں کیونکہ ان دونوں الفاظ میں سے صرف ایک پر ہی تاء داخل ہوئی ہے، جنہوں نے اسے ''بھیمۃ'' قوتِ گویائی سے محروم کے معنی میں کیا ہے، یہ حضرت عمر کے اس واقعہ سے باطل ہو جاتا ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ حَبَل جب تک حَبَل ہوتا ہے اس کی تذکیر و تانیث معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اسے حَمَل کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ مگر جب کوئی چیز مؤنث ہو اور وہ حاملہ ہونے کی عمر کو پہنچ جائے اور حاملہ ہو جائے تو پھر اس حَمَل کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ پہلی مؤنث کی تانیث ولادت کے بعد معلوم ہو گئی اس لئے اسے حَبَلَۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جنینہ کے اس حمل کی بیع سے منع کیا گیا ہے جو خود حاملہ ہے اور اس کی پہچان نہیں کہ وہ کیا ہے اور وضع حمل کے بعد اس کی پہچان ہوئی۔ انسانوں کی بھی یہی صورتِ حال ہے جبکہ اس کی اس پہچان کے بعد ہی کہا جائے گا کہ وہ مؤنث ہے اور جبکہ دوسرا حمل ہو گا کیونکہ پہلی مؤنث حاملہ ہونے سے پہلے بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ اسے دِخلی وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔ جب یہ حاملہ ہو جاتی ہے تو اس سے حمل کا لفظ زائل ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کے حمل کا ذکر کیا

Marfat.com

بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پہنچ گئے۔ فَعِمَدَ اِلٰی ظِلٍّ مِنْ عَنَبٍ۔ آپ ﷺ انگور کی بیل کے سایہ میں رونق افروز ہو گئے۔ ربیعہ کے دو بیٹے آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے اور اس برے سلوک کو بھی دیکھ رہے تھے جو اہل طائف کے احمق آپ ﷺ سے کر رہے تھے۔ حضور ﷺ بنو جمح کی اس خاتون سے ملے جس کی شادی بنو ثقیف میں ہوئی تھی اور فرمایا "ہمیں تیرے سسرال سے کیسے برے رویہ کا سامنا کرنا پڑا"۔

حضور ﷺ کی پرسوز دعا

جب حضور ﷺ کو قدرے اطمینان ملا تو آپ ﷺ بارگاہِ ربوبیت میں یوں دعا گو

گیا ہے اور اسے اس کی پہلی حالت کے ساتھ ملایا گیا ہے جس میں حمل تھی اور "تاء تانیث" سے دونوں میں فرق کیا گیا ہے اور اس لفظ کو مخصوص کیا گیا ہے جو تانیث کے لئے ہے حالانکہ اس کے متعلق یہ علم نہیں کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث۔ یہ ایک قریبی معنی تھا اور آسان ماخذ تھا اور اتنی طوالت کا محتاج ہی نہ تھا مگر فصیح کلام کی تخلیط کی وجہ سے ہمیں یہ شرح کرنا پڑی جس کا ذکر پہلے ہو گیا ہے اور جسے ایک فصاحت و بلاغت کا ماہر ہی عیاں کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نور اور وجہ

حضور ﷺ نے اپنی پرسوز دعا میں التجاء کی۔ مولا! تیری ذات کے نور کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں، یہاں نور، وجہ اور تاریکیوں کے روشن ہونے سے کیا مراد ہے؟ قرآن و حدیث میں جہاں جہاں وجہ کا لفظ مذکور ہے یہ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ا۔ کسی عمل سے حصولِ رضا اور تقرب کیلئے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الکہف:۲۸) وہ اس کی رضا کے حصول کا ارادہ کرتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ (اللیل) "صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے" اس مقام پر وَجْهٌ رضا کا حصول اور عمل کی قبولیت مراد ہے، عبادت گزار بندے پر کرم کی نظر مقصود ہے۔ یہ اس معنی سے ہے کہ وہ تجھ سے راضی ہے اور اس کی توجہ تیری طرف ہے یا وہ تجھ پر ناراض ہے اور تجھ سے روگرداں ہے اور اس نے تجھے اپنا چہرہ نہیں دکھایا۔ یہاں وَجْهَكَ کا معنی رضا اور قبولیت ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ صرف کلام میں تاکید پیدا کرتا ہے لیکن ان کا یہ قول درست نہیں ہے۔ یہ اس شخص کا قول ہے جس کی طبیعت میں سختی ہو اور جس کا دل عجمیت کی وجہ سے بلاغت کو سمجھنے سے قاصر ہو۔ ابوعبید اور ان کے مقلدین کہتے ہیں۔

Marfat.com

ہوئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْا اِلَیْكَ ضُعْفَ قُوَّتِی وَقِلَّةَ حِیْلَتِی وَ ھُوَ اِنِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّی اِلٰی مَنْ تَکِلُنِی اِلٰی بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِی اَوْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَهٗ اَمْرِی اِنْ لَمْ یَکُنْ بِكَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِی وَ لٰکِنَّ عَافِیَتَكَ اَوْسَعُ لِی اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِی غَضَبَكَ اَوْ یَحِلَّ عَلَیَّ سُخْطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔

یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ۔ ''باقی ہے تمہارے رب کی ذات'' کا معنی ہے کہ آپ ﷺ کا رب باقی رہے گا۔ كُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَهٗ (القصص: ۸۸) ''اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے''۔ میں بھی ''وَجْھَهٗ'' سے مراد اس کی ذات ہے۔ ان کے نزدیک یہ کلمہ صرف تاکید کے لئے ہے حالانکہ یہ کتاب حکیم ہے اس کا کوئی کلمہ بھی حکمت سے خالی کیسے ہو سکتا ہے۔ ''وجہ'' کو ذکر کرنے میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت پنہاں ہے۔ ''وَجْھُهٗ'' یہاں اپنے دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے اس کا معنی اس کے جلال ومجد کی صفات میں سے قلوب وبصائر کے لئے ظاہر ہونے والی صفات ہیں۔ لغت میں ''وَجْھُهٗ'' کسی چیز کے ظاہر کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ چیز محسوس ہو یا معقول۔ کہا جاتا ہے ھٰذَا وَجْهُ الْمَسْئَلَةِ۔ یہ اس مسئلہ کا ظاہر ہے۔ ''ھٰذَا وَجْهُ الْحَدِیْثِ'' یہ حدیث کا ظاہر ہے اسی طرح کپڑے کا ''وجہ'' وہ ہوتا ہے جو انسان کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ بصائر اللہ تعالیٰ کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتے ان اوصاف میں سے ظاہر ہونے والا حصہ پوشیدہ حصہ سے انتہائی قلیل ہوتا ہے وہ ظاہر بھی ہے باطن بھی۔ اسی طرح جب اہل جنت، جنت میں اس کے ''وجہ'' (چہرے) کی طرف دیکھیں گے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے اس جلال کو دیکھیں گے جو تجلی ذات کے وقت ان کے لئے ظاہر ہوگا۔ اور اس سے حجاب اٹھا دیا جائے گا، وہ اس سے زیادہ جلال خداوندی کا ادارک نہیں کر سکیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ۝ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن) ''زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات بزرگی اور عظمت والی''۔ جب آسمان اور زمین اس کی قدرت وسلطنت کا مظہر ہیں، اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کا فناء ہونا اس کے اس جلال کو فنا نہیں کر سکتا جو اس کی اس سلطنت سے ظاہر ہوا اور بصائر نے ان کا مشاہدہ کیا وہ جلال ان کی تخلیق سے پہلے بھی دیکھا تھا وہ ان کے فناء کے بعد بھی رہے گا۔ جس طرح کہ وہ قدیم تھا۔ وہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ حضرت

Marfat.com

مولا! میں اپنی طاقت کی کمزوری اور عمل کی قوت کی کمی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو میرا بھی رب ہے تو مجھے کس کس کے حوالے کرتا ہے؟ ایسے دور کے حوالے کرتا ہے جو ترش روئی سے میرے ساتھ سلوک کرتا ہے کیا تو نے میری قسمت کا مالک کسی دشمن کو بنا دیا ہے؟ اگر تو مجھ پر ناراض نہ ہو تو پھر مجھے ان تکلیفوں کی کوئی پرواہ نہیں پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لئے زیادہ دل کشا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نور کے ساتھ جس سے تاریکیاں روشن ہو

حسن فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے۔ ''اس نے دلکش تجلی ڈالی اور اسے جسے چاہا اپنے ''وجھہ'' کی طرف دیکھنے کا اعزاز بخشا''۔

''وجھہٗ سے اشعریہ نے وہی معنی مراد لیا ہے جو انہوں نے عین (آنکھ) اور ید (ہاتھ) کا مراد لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی صفات ہیں جنہیں عقل کی رو سے نہیں جانا جا سکتا اور نہ ہی شرع کے اعتبار سے اسے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس نقطۂ نظر میں بھی عجمیت کی بو ہے قرآنِ پاک تو عربی مبین میں نازل ہوا ہے۔ اہل عرب نے اپنی زبان میں نزول ہونے کی وجہ سے اسے سمجھا۔ ان کی لغت میں یہ کہیں نہیں کہ وجھہٗ ایک صفت ہے۔ اہل عرب میں سے کسی مشرک و کافر کو ان آیات کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی کیونکہ مؤمن کو اپنے عقیدہ پر شک یا تشبیہ کا کوئی خوف نہ تھا۔ ان میں سے کسی نے بھی حضور ﷺ سے ان آیات کا معنی نہ پوچھا جو عوام الناس کے نزدیک آج بڑی مشکل ہیں اور نہ ہی کسی کافر نے ان کے متعلق جھگڑا یا مجادلہ کیا جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کیا۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (الانبیاء:۹۸) ''بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو''۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں سے کسی چیز سے تشبیہ دیتے ہیں پھر اس کے لئے ہاتھ اور چہرہ ثابت کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں ایسی آیات میں کوئی دقت نہ تھی۔ وہ بغیر کسی تشبیہ کے ان کے معانی سمجھتے تھے۔ انہوں نے کلام کی عمدگی اور استعارہ کی خوبصورتی سے ہی سمجھ لیا کہ یہ کلام معجز ہے انہوں نے اس میں کوئی جھگڑا نہ کیا، ہم نے ''عین اور یدین'' کے معنی میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے وہاں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

النور۔ نور سے مراد ظہور اور حقائق الٰہیہ کا انکشاف ہے، اسی سے ہی تاریکیاں دور ہوئیں یعنی اس نور سے وہ قلوب منور ہو گئے جو جہالت اور شکوک کی ظلمتوں میں تھے وہ دل اللہ کے نور سے منور ہو گئے۔ ''مَثَلُ نُوْرِهٖ'' کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مؤمن کے دل میں اس کا نور مشکوٰۃ

Marfat.com

جاتی ہیں۔ دنیا وآخرت کے کام سنور جاتے ہیں کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے اور مجھ پر اپنی ناراضگی اتارے میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا حتیٰ کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ تیری ذات کے علاوہ میرے پاس کوئی طاقت وقوت نہیں ہے۔

جب عتبہ اور شیبہ نے اہل طائف کا یہ وحشیانہ سلوک دیکھا تو انہیں ترس آیا، انہوں نے اپنے نصرانی غلام کو بلایا اس غلام کا نام عداس تھا، انہوں نے اس سے کہا انگوروں کا ایک گچھا لو۔ اسے طشت میں رکھو پھر اسے اس شخص پاس لے جاؤ اور اسے کھانے کے لئے عرض کرو۔ عداس نے انگور

(چراغ) کی طرح ہے۔ وہ نور ایمان اور معرفت کا نور ہے جو ہر ظلمت اور شک کو کافور کرتا ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں مشکوٰۃ سے مراد مومن کا فہم وادراک، ''مصباح'' سے اس کی زبان اور ''الزجاجۃ'' سے مراد اس کا سینہ یا دل ہے یا اس سے مراد قلب مصطفیٰ ﷺ ہے آپ ﷺ نے عرض کی اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ۔ اگر آپ ﷺ بِنُوْرِكَ فرماتے تو کیا ہی اچھا ہوتا لیکن آپ ﷺ نے اس نور سے توسل پکڑا جو آپ ﷺ کے قلب انور میں ودیعت کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے لئے نعمتِ الٰہیہ اور اس کے فضل وکرم کے لئے اس کے فضل وکرم کا وسیلہ پکڑا۔ ممکن ہے کہ یہاں ظلمات سے مراد محسوسہ ظلمات ہوں اور اسی طرح انوار سے مراد انوار محسوسہ ہوں۔ ان سب کی دلالت اسی پر ہے وہ نور النور ہے۔ ظلمات کو منور کرنے والا بھی اسی کا مظہر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی راہ نمائی میں ہی اسے درخشاں بناتا ہے۔

عداس۔ اس واقعہ میں ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ مشرک کا ہدیہ قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں، اس سے ہدیہ لے کر اسے کھا لینا چاہئے۔ اس مسئلہ کا تفصیلی بیان عنقریب آئے گا۔ علامہ تیمی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ عداس نے جب حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا تذکرہ سنا تو اس نے کہا بخدا! جب میں نینوی سے نکلا تو وہاں کے دس افراد بھی متی کو نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں کہاں سے جان لیا حالانکہ آپ ﷺ امی ہیں اور آپ ﷺ کی قوم بھی ان پڑھ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ میرے بھائی ہیں، وہ بھی نبی تھے میں بھی نبی ہوں''۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب عداس کے سرداروں نے غزوۂ بدر کے لئے جانا چاہا تو انہوں نے عداس کو بھی اپنے ساتھ جانے کے لئے کہا اس نے کہا'' کیا تم اس شخص سے جنگ لڑنے کے لئے جا رہے ہو جس کی زیارت میں نے تمہارے باغ میں کی تھی۔ قسم بخدا! اس کے سامنے تو پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے؟'' کہا جاتا ہے کہ عتبہ اور شیبہ نے کہا ''عداس! انہوں نے اپنی زبان سے تجھے مسحور کر دیا ہے''۔

Marfat.com

توڑ کر ٹرے میں رکھے پھر انہیں نبی محترم ﷺ کے حضور لے گیا، حضور ﷺ نے کھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا اور زبانِ اقدس سے فرمایا۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پھر تناول فرمانا شروع کیا۔ عداس نے آپ ﷺ کی طلعتِ زیبا کی طرف دیکھا پھر کہا ”قسم بخدا! ان شہروں کے لوگ کھانا کھاتے وقت یہ کلام نہیں پڑھتے“۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا ”اے عداس! تیرا تعلق کس علاقے سے ہے اور تیرا دین کیا ہے؟“ اس نے عرض کی ”میں نصرانی ہوں اور میرا تعلق اہل نینویٰ سے ہے“، آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تیرا تعلق پاکباز مرد حضرت یونس بن متیٰ علیہ السلام کی بستی سے ہے؟“ عداس نے عرض کی حضرت یونس بن متیٰ علیہ السلام کو آپ ﷺ کیسے جانتے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ میرے بھائی ہیں، وہ بھی نبی تھے میں بھی نبی ہوں“۔ یہ سن کر عداس جھکا اور حضور ﷺ کا سر مبارک، دست اقدس اور قدم مبارک چومنے لگا۔ ربیعہ کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس شخص نے تو تیرے غلام کو بھی خراب کر دیا ہے جب عداس ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا ”عداس! تیرے لئے ہلاکت ہو تو اس شخص کے ہاتھ، پاؤں اور سر کو کیوں چومنے لگا تھا“۔ عداس نے کہا ”میرے سردار! اس وقت روئے زمین پر ان سے افضل ہستی اور کوئی نہیں ہے، انہوں نے مجھے اس چیز کی خبر دی ہے جسے صرف نبی ہی جان سکتا ہے“۔ انہوں نے کہا ”عداس! وہ تجھے تیرے دین سے منحرف نہ کر دے، تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے“۔

جب نبی اکرم ﷺ کو اہل طائف سے اس وحشیانہ سلوک کا سامنا کرنا پڑا اور آپ ﷺ نے وہ رقت آمیز دعا فرمائی جو پہلے گزر چکی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ بھی تھا۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی کیا ”آپ ﷺ پر غزوۂ احد کے دن سے بھی مشکل دن گزرا ہے“۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جب میں طائف گیا وہ دن مجھ پر اس دن سے کہیں شدید تھا۔ میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے میری دعوت قبول نہ کی۔ میں مغموم و حزین واپس آنے لگا۔ جب میں ”قرن ثعالب“ کے مقام پر پہنچا تو میں نے اوپر سر اٹھایا مجھے اپنے اوپر ایک بادل سایہ فگن نظر آیا میں نے دیکھا اس میں حضرت جبرائیل تھے۔ انہوں نے کہا ”اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی قوم کی گستاخانہ باتیں سن لی ہیں۔ اس نے ان کے بے ادبانہ جوابات بھی سن لئے ہیں۔ اس نے آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ یہ آپ ﷺ کا ہر حکم بجالائے گا“۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے صدا دی، مجھے سلام عرض کیا اور کہا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

Marfat.com

نصیبین کے جنات

حضور ﷺ بنوثقیف سے مایوس ہو کر مکہ معظمہ واپس آ رہے تھے۔آپ ﷺ مقام نخلہ پر پہنچے تو نصف شب کو آپ ﷺ کھڑے ہو کر نماز ادا فرمانے لگے۔اسی اثناء میں جنات کا ایک گروہ آپ ﷺ کے پاس سے گزرا۔وہ نصیبین کے جن تھے ان کی تعداد سات تھی۔انہوں نے قرآن پاک کی تلاوت سنی جب آپ ﷺ قرآنِ پاک کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو وہ

آپ ﷺ کو اختیار ہے اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو میں یہ دو پہاڑ ان پر گرا دوں۔آپ ﷺ نے فرمایا''نہیں میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو خدائے یکتا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے''۔

نصیبین کے جنات

ان جنات کے متعلق ہم نے کافی تفصیلات پہلے ذکر کر دی ہیں۔ہم نے وہاں ان جنات کے نام بھی لکھے تھے۔شام کے ایک شہر کا نام نصیبین ہے۔حضور ﷺ نے اس شہر کی تعریف فرمائی ہے۔روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا''نصیبین کا شہر اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا گیا میں نے اس شہر کا مشاہدہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ اس کے دریاؤں کا پانی شیریں، اس کے درختوں کو سرسبز و شاداب اور اس کے پھلوں کو عمدہ بنا دے''۔دوسری روایت میں ہے۔''اس کے پھلوں کو زیادہ کر دے''۔

ابن درید نے ان جنات کے نام یہ لکھے ہیں۔۱۔منشی، ۲۔ماشی، ۳۔شامر، ۴۔مامر، ۵۔اقب۔انہوں نے صرف یہی نام لکھے ہیں۔ہم نے پہلے ان تمام کے اسماء ذکر کر دیئے ہیں۔صحیح روایت میں ہے کہ جنات نے''لیلۃ الجن''کو حضور ﷺ سے ایک درخت کے متعلق اذن طلب کیا تھا انہوں نے آپ ﷺ سے اپنی خوراک کے متعلق عرض کیا، آپ ﷺ نے انہیں فرمایا''ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور وہ ان کے ہاتھ آ جائے وہ ان کی خوراک ہوگی۔اس ہڈی پر گوشت چڑھ جائے گا اور ہر قسم کی مینگنیاں ان کے جانوروں کا چارہ ہوں گی''ابن سلام نے اپنی تفسیر میں اضافہ کیا ہے کہ مینگنیاں ان کے جانوروں کے لئے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔حضور ﷺ نے ہڈی اور لید سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔''یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے''۔مسلم شریف کی حدیث ہے۔کُلُّ عَظْمٍ ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ہر وہ ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو لیکن ابوداؤد کی روایت اس طرح ہے۔کُلُّ عَظْمٍ لَمْ یُذْکَرْ عَلَیْہِ اِسْمُ اللّٰہِ۔ہر وہ ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ

Marfat.com

اپنی قوم کو ڈرانے والے بن کر چلے گئے وہ ایمان لے آئے تھے اور آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو ان آیات میں بیان کیا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ۔ (احقاف: ۲۹)

"اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو۔ آپ فرمایئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی ایک جماعت نے" کہ وہ قرآن سنیں تو جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو بولے خاموش ہو کر سنو پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے انہوں نے جا کر کہا۔ اے ہماری قوم ہم نے (آج) ایک کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے (موسیٰ علیہ السلام) کے بعد تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی راہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور راہِ راست کی طرف اے ہماری قوم قبول کر لو، اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو اس پر ایمان لے آؤ"۔

لیا گیا ہو۔ اکثر احادیث ابوداؤد کی روایت کردہ حدیث کے موافق ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسلم کی روایت مؤمن جنات اور دوسری روایت کافر جنات کے لئے ہے۔ یہ قول درست ہے صحیح حدیث اسی کی تائید کرتی ہے۔ اس حدیث میں اس شخص کا بھی رد ہے جو کہتا ہے جنات کھاتے پیتے نہیں ہیں، انہوں نے حضور ﷺ کے اس فرمان کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَ يَشْرَبُ بِشِمَالِهٖ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ جنات کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ بعض جنات سانپوں کی شکلوں میں ہیں۔ ۲۔ بعض جنات کالے کتوں کی شکل میں ہیں۔ ۳۔ بعض جنات ہوا نما ہیں جو محوِ پرواز رہتے ہیں۔ بعض راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے، ایک قسم عازم سفر ہے اور اقامت گزیں کم ہوتی ہے۔ یہی بھوت ہیں شاید یہی قسم اڑنے والی ہو جو نہ پیتی ہو نہ کھاتی ہو۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں "میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا ہم کہیں جا رہے تھے۔ اچانک ایک سانپ آیا، وہ آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور اپنا منہ حضور ﷺ کے کانوں کے قریب لے گیا گویا کہ وہ آپ ﷺ سے سرگوشی کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں" حضرت جابر فرماتے ہیں "میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سانپ نے آپ ﷺ کے کان مبارک میں کیا کہا؟" آپ ﷺ نے فرمایا "اس نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا تعلق جنات سے ہے، اس نے عرض کی ہے کہ میں اپنی امت کو حکم دوں کہ وہ لید سے استنجاء نہ کریں اور نہ ہی ہڈی کو اس مقصد کیلئے استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اشیاء ہمارے لئے رزق بنا دی ہیں"۔

Marfat.com

مختلف قبائل کو تبلیغ

ابن اسحاق کہتے ہیں، اس کے بعد حضور ﷺ مکہ معظمہ واپس تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کی قوم کا بغض وعناد پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ صرف کچھ کمزور اور ناتواں افراد ہی آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ جب ایامِ حج آتے تو حضور ﷺ تبلیغ کے لیے مختلف قبائل میں تشریف لے جاتے، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔ انہیں بتاتے کہ وہ نبی مرسل ہیں، آپ ﷺ انہیں اپنی تصدیق کرنے کے لئے کہتے حتیٰ کہ اللہ اس دین متین کو غالب کر دے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ ''میں نوجوان تھا، میں اپنے والد کے ساتھ مقام منیٰ میں تھا، حضور ﷺ مختلف قبائل کی اقامت گاہوں پر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے۔'' اے بنوفلاں! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر مبعوث ہوا ہوں وہ تمہیں حکم

بنوشیبان بن ثعلبہ کو دعوتِ اسلام

اس روایت کو ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔ یہ روایت گویا کہ اس باب کا تتمہ ہے، قاسم بن ثابت اور علامہ خطابی نے ذکر کیا ہے۔ ''پھر حضور ﷺ بنوذھل بن ثعلبہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر بنو شیبان بن ثعلبہ کی اقامت گاہ پر تشریف لے گئے۔ علامہ خطابی اور علامہ قاسم دونوں نے اس گفتگو کا تذکرہ کیا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دغفل بن حنظلہ ذھلی سے کی تھی۔ علامہ قاسم نے کچھ اضافہ کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس اضافہ کو اس کتاب میں شامل کروں کیونکہ اس کا اس باب سے گہرا تعلق ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔'' پھر ہم اس مجلس میں گئے جہاں وقار اور سکون تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اہل محفل کو سلام کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر بھلائی میں آگے آگے ہوتے تھے''۔ انہوں نے ان سے پوچھا تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ انہوں نے بتایا ہمارا رشتہ بنوشیبان بن ثعلبہ سے ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی ''میرے والدین آپ ﷺ پر فدا، یہ اپنی قوم کے سردار ہیں، ان میں مفروق بن عمرو، ھانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک جیسے سردار ہیں''۔ مفروق بن عمرو حسن وجمال اور فصاحت وبلاغت میں سب سے فائق تھا اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں جو اس کے سینے پر لٹک رہی تھیں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب تھا۔

Marfat.com

دیتا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دو۔ تم مجھ پر ایمان لاؤ، میری تصدیق کرو۔ میرا تحفظ کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دین متین کو غالب کردے جس کے ساتھ اس نے مجھے مبعوث کیا ہے"۔ اس وقت آپ ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا "تمہاری تعداد کیا ہے؟" انہوں نے کہا ہماری تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ایک ہزار کبھی قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "تمہارے تحفظ کرنے کا انداز کیا ہے؟" انہوں نے کہا "کوشش کرنا ہمارا کام ہے پھر ہر ایک کی قسمت اس کے ساتھ ہوتی ہے"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے مابین جنگ کیسے ہوتی ہے؟ مفروق نے کہا "حالت جنگ میں اگر ہم ناراض ہوں تو ہم شدید ہوتے ہیں۔ ہم عمدہ گھوڑوں کو اولاد پر ترجیح دیتے ہیں، ہتھیاروں کو اونٹوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ نصرت اللہ کے پاس ہے۔ کبھی ہمیں غلبہ ہوتا ہے کبھی ہم مغلوب ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ کا تعلق قریش سے ہے"۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کیا تمہیں خبر ملی ہے کہ اللہ کے رسول معظم مبعوث ہو چکے ہیں؟" وہ رسول محترم ﷺ یہ ہستی والا ہیں"۔ مفروق نے کہا "ہم نے ان کے متعلق سنا ہے۔ اے قریشی بھائی! آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟" حضور ﷺ آگے بڑھے اور فرمانے لگے میں اس بات کی شہادت کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تم مجھے پناہ دو۔ میری مدد کرو قریش نے اللہ کے امر کے خلاف مدد کی ہے۔ انہوں نے اس کے رسول کو جھٹلایا ہے۔ وہ باطل کی وجہ سے حق سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غنی وحمید ہے" مفروق نے پھر پوچھا "اے قریشی بھائی! آپ کس کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (الانعام)

آپ فرمایئے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ بناؤ شریک اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے۔ ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی اور مت قریب جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوں، اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے سوائے حق

Marfat.com

کے پیچھے ایک بھینگا، چمکدار چہرے والا شخص تھا اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں اس نے عدن کا حلہ پہن رکھا تھا۔ جب حضور ﷺ اپنی تبلیغ سے فارغ ہوتے تو وہ شخص کہتا "اے بنو فلاں! یہ شخص تمہیں یہ دعوت دے رہا ہے کہ تم لات وعزیٰ کی غلامی کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکو، بنو مالک بن اقیش کے حلیف جنات کو چھوڑ دو اور اس کی اس بدعت اور گمراہی کو قبول کر لو جو وہ لے

کے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا تا کہ تم حقیقت کو سمجھو۔

مفروق نے اثر آفریں کلام سن کر کہا "اے قریشی بھائی! آپ عمدہ اوصاف اور اچھے خصائل کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ بخدا! آپ ﷺ کو جھٹلانے والی قوم بڑی احمق ہے۔ آپ ﷺ کے خلاف مدد کرنے والے بے وقوف ہیں"۔ مفروق اپنی گفتگو میں ہانی بن قبیصہ کو بھی شریک کرنا چاہتے تھے۔

مفروق نے کہا "یہ ھانی بن شریک ہیں جو ہمارے بزرگ ہیں۔ یہ ہمارے دین کے علمبردار ہیں"۔ ہانی نے کہا "اے قریشی بھائی! میں نے آپ ﷺ کی گفتگو سنی ہے میرے خیال کے مطابق ایک ہی ملاقات میں ہمارا اپنے دین کو ترک کرنا اور آپ کے دین کو اختیار کرنا ایک لغزش ہوگی۔ ہم نے ابھی تک انجام میں غور وفکر نہیں کیا۔ جلد بازی میں ہمیشہ خطا ہوتی ہے۔ ہم اپنے پیچھے ایک قوم چھوڑ آئے ہیں ہم ان کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ آپ بھی ابھی چلے جائیں ہم بھی واپس جاتے ہیں آپ بھی غور وفکر کر لیں ہم بھی تدبر وتفکر کر لیتے ہیں"۔ ہانی کی خواہش تھی کہ مثنیٰ بھی ان کی گفتگو میں شرکت کریں۔ انہوں نے کہا "یہ مثنیٰ بن حارثہ ہمارے بزرگ ہیں۔ یہ ہمارے سپہ سالار ہیں"۔ مثنیٰ نے کہا "اے قریشی بھائی! ہم نے آپ کی گفتگو سن لی ہے۔ ہانی کا جواب بالکل درست ہے ایک محفل میں اپنے دین کو ترک کر دینا دانشمندی نہیں۔ ہم دو پانیوں یمامہ اور سماوہ کے مابین ہیں"۔ حضور ﷺ نے پوچھا "وہ دو پانی کون سے ہیں؟" انہوں نے کہا "ایک طرف کسریٰ کی نہریں جبکہ دوسری طرف عرب کے پانی ہیں"۔ جہاں تک انہار کسریٰ کے صاحب کا تعلق ہے تو اس کا گناہ قابل معافی نہیں ہے۔ اس کا عذر قبول نہیں ہے جہاں تک اہل عرب کے پانیوں کا تعلق ہے تو ان کے گناہ قابل معافی اور ان کے عذر مقبول ہیں۔ ہم ایک معاہدہ کے پابند ہے جو ہم سے کسریٰ نے لیا تھا کہ ہم کسی نئے واقعہ کا ظہور نہ کریں گے اور نہ ہی کسی نئے واقعہ کو ظاہر کرنے والے کو پناہ دیں گے۔ میری رائے کے مطابق وہ امر جس کی طرف آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں۔ وہ بادشاہوں کو ناپسند ہے۔ اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو ہم پناہ دیں اور صرف اہل عرب کے پانی سے آپ ﷺ کا تحفظ کریں تو ہم حاضر ہیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "تم نے غلط جواب نہیں دیا تم نے سچ بولا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے دین کی

Marfat.com

کر آیا ہے، اس کی اطاعت ہرگز نہ کرنا اور نہ ہی اس کی بات سننا''۔ میں نے اپنے والد محترم سے کہا'' یہ شخص کون ہے جو حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے ہے اور آپ ﷺ کے ہر فرمان کا رد کر رہا ہے''۔ انہوں نے کہا'' یہ ان کا چچا عبد العزیٰ بن عبد المطلب ہے اس کی کنیت ابولہب ہے''۔

وہی نصرت کر سکتا ہے جو اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کچھ ہی مدت بعد اللہ تعالیٰ تمہیں ان کی زمین اور ان کے اموال کا مالک بنا دے اور ان کی خواتین تمہارے قبضہ میں ہو جائیں تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرو گے''۔ نعمان بن شریک نے کہا'' ہم ضرور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے''۔ پھر مبلغ اعظم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٤٥﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾

(الاحزاب)

'' بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ بنا کر بھیجا''۔

پھر نبی محترم ﷺ کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا '' اے ابوبکر! اے ابوالحسن ان لوگوں نے جاہلیت میں کس قدر عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ بعض کی سختی کو بعض سے روکتا ہے اور اسی کے ساتھ ہی وہ باہم متفق ہیں''۔ اس کے بعد ہم اوس اور خزرج کی محفل میں گئے۔ انہوں نے ہمارے اٹھنے سے پہلے حضور ﷺ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ وہ نہایت سچے اور انتہائی صابر تھے۔

مسند کی حدیث میں ایک روایت طارق سے منسوب ہے وہ کہتے ہیں'' میں نے حضور ﷺ کی دو مرتبہ زیارت کی۔ ایک دفعہ میں نے ذوالمجاز میں آپ ﷺ کا دیدار کیا۔ آپ ﷺ مختلف قبائل کو تبلیغ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے اے لوگو!'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کہو کامیابی تمہارے قدم چوم لے گی۔ آپ ﷺ کے تعاقب میں ایک شخص تھا جس کی دو مینڈھیاں تھیں، وہ آپ ﷺ پر پتھر برسا رہا تھا۔ آپ ﷺ کے ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔ وہ یہ بھی کہتا جا رہا تھا'' اے لوگو! اس کی بات نہ سننا یہ جھوٹا ہے (نعوذ باللہ منہ)''۔ میں نے آپ کے متعلق پوچھا، مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ عبد المطلب کے نور نظر ہیں، میں نے پوچھا، پتھر مارنے والا کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ آپ کا چچا ابولہب عبد العزیٰ ہے۔

Marfat.com

بنو کندہ کو دعوتِ اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ ابن شہاب زہری نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ بنو کندہ کی خیمہ گاہوں کی طرف تشریف لے گئے۔ ان میں ان کا سردار بھی موجود تھا اس کا نام ملیح تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اپنی ذات ان پر پیش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

بنو کلب کو دعوتِ اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حصین نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ بنو کلب کی ایک شاخ بنو عبداللہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی اپنی ذات کے لئے نصرت و اعانت مانگی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ اے بنو عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام کتنا عمدہ رکھا ہے لیکن انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔

بنو حنیفہ کو اسلام کی دعوت

ابن اسحاق فرماتے ہیں عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ حضور ﷺ بنو حنیفہ کے خیموں کے پاس تشریف لائے انہیں دین حق کی طرف دعوت دی اور دین متین کی مدد کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے آپ ﷺ کو سب سے قبیح جواب دیا۔

بنو کندہ کو دعوت

اس سے مراد بنو ثور بن مرہ بن اُدد بن زید بن مسیع بن عمرو بن عریب بن زید بن کھلان بن سباء ہیں۔ یہ علمائے نسب کا ایک قول ہے۔ کندہ کو اس لئے کندہ کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے اپنے باپ کی نافرمانی کی تھی اس کے بیٹے کو مرتع کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے ہی اپنی قوم کے لئے چراگاہ بنائی تھی۔ اس کی اولاد کو بنو مرتع بن ثور کہا جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق ثور، مرتع ہے اور کندہ اس کا باپ ہے۔

بنو حنیفہ

حنیفہ کا نام اثال بن لجیم تھا۔ لجیم اللجم کی تصغیر ہے۔ علامہ قطرب کہتے ہیں کہ اس کا معنی چھوٹا جانور ہے۔ انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے۔

Marfat.com

بنو عامر کو دعوتِ اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے امام زہری نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، ایک شخص جس کا نام بحیرہ بن فراس تھا۔ ابن ہشام نے اس کا نام فراس بن عبداللہ بن سلمہ بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ لکھا ہے۔ نے کہا ''قسم بخدا! اگر میں اس جوان کو قابو کرلوں تو میں اس کی وجہ سے پورے عرب پر حکومت کر سکتا ہوں''۔ پھر اس نے آپ ﷺ سے کہا ''اگر ہم آپ کی اتباع کریں پھر آپ کو اپنے مخالفین پر غلبہ نصیب ہو جائے کہ آپ کے بعد ہمیں امارت ملے گی''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے وہ جسے چاہے گا عطا فرمائے گا''، اس نے آپ ﷺ سے کہا۔ اَفَنُهْدِفُ نُحُوْرَنَا لِلْعَرَبِ دُوْنَكَ فَإِذَا اَظْهَرَكَ اللّٰهُ كَانَ الْاَمْرُ لِغَيْرِنَا لَا حَاجَةَ لَنَا بِاَمْرِكَ۔ ہم آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے پوری عرب قوم کو اپنے گلے کاٹنے کے لئے پیش کریں اور جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غالب کر دے تو امارت کسی اور کو ملے۔ ہمیں آپ ﷺ کی ضرورت نہیں''۔ اس طرح انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

جب لوگ حج سے فارغ ہوئے تو بنو عامر بھی واپس لوٹ گئے ان کے پاس ایک عمر رسیدہ بزرگ تھا وہ ان کے ساتھ حج میں شرکت نہیں کر سکتا تھا جب وہ واپس آتے تو وہ ان سے کسی نئے واقعہ کے متعلق دریافت کرتا۔ اس سال وہ واپس گئے تو اس سن رسیدہ شخص نے ان سے حج کے متعلق پوچھا انہوں نے جواب دیا'' ہمارے پاس بنو قریش میں سے بنو عبد المطلب کا ایک جوان آیا وہ گمان کرتا تھا کہ وہ نبی ہے اس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ اس کے لئے دشمن کے سامنے ڈٹ جائیں اور اسے اپنے شہروں میں لے جائیں''۔ یہ سن کر اس بزرگ

لَهَا ذَنَبٌ مِثْلُ ذَيْلِ الْعَرُوْسِ اِلٰى سَبَّةٍ مِثْلُ حَجْرِ اللُّجَم

دلہن کے دامن کی مانند اس کی پیٹھ کی طرف اس کی دم ہے جو چھوٹے جانوروں کے گڑھے کی مانند ہے۔ لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے کیونکہ اس کے پاؤں میں ٹیڑھا پن تھا اس لئے اسے حنیفہ کہا جاتا ہے۔ بعض اہل نسب کے نزدیک اس کی ماں کا نام حنیفہ تھا۔ یہ کامل بن اسد کی بیٹی تھی یہ یمامہ کے باشندے تھے۔ مسیلمہ کذاب انہی سے پیدا ہوا۔ ہم نے ان کا تفصیلی تذکرہ پہلی جلد میں کر دیا ہے۔

اَفَنُهْدِفُ نُحُوْرَنَا یعنی ہم اپنے گلوں کو اہل عرب کے تیروں کے لئے پیش کریں۔ ''هَدَفٌ'' نشانے کو کہتے ہیں۔ هَلْ لَهَا مِنْ تَلَافٍ کیا اب اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔ یہ تَلَافَيْتُهُمْ سے تفاعل

Marfat.com

نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لئے اور کہا اے بنو عامر! هَلْ لَهَا مِنْ تَلَافٍ هَلْ لِذُنَا بَاهَا مِنْ مَطْلَبٍ کیا اس نقصان کی تلافی ممکن ہے کیا اس خسارے کو پورا کیا جا سکتا ہے مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں فلاں کی جان ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا یہ حق ہے۔ اس وقت تمہاری عقل کہاں چرنے چلی گئی تھی"۔

ایام حج میں اہل عرب میں تبلیغ

ابن اسحاق کہتے ہیں "حضور ﷺ کا انداز تبلیغ یہی تھا جب بھی لوگ حج کے موقع پر جمع ہوتے تو آپ ﷺ مختلف قبائل کے پاس جا کر انہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف دعوت دیتے انہیں پیام ہدایت پہنچاتے، جب بھی آپ ﷺ کو معلوم ہوتا کہ کوئی صاحب حیثیت اور صاحب شرف سردار مکہ معظمہ آیا ہے۔ آپ ﷺ اس کے پاس جاتے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے اور اللہ تعالیٰ کا پیام سناتے"۔

سوید بن صامت

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے اپنی قوم کے چند بزرگوں سے بیان کیا ہے کہ سوید بن صامت کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا۔ وہ مکہ معظمہ میں حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے آیا۔ اس کے حسن و جمال، شعر و شاعری، حسب و نسب اور قدر و شرف کی وجہ سے اس کی قوم اسے "کامل" کہتی تھی یہ کہتا ہے۔

أَلَا رُبَّ مَنْ تَدْعُوْ صَدِيْقًا وَ لَوْ تَرٰى　مَقَالَتَهُ بِالْغَيْبِ سَاءَكَ مَا يَفْرِي
مَقَالَتُهُ كَالشَّهْدِ مَا كَانَ شَاهِدًا　وَ بِالْغَيْبِ مَأْثُوْرٌ عَلٰى ثُغْرَةِ النَّحْرِ
يَسُرُّكَ بَادِيْهِ وَ تَحْتَ اَدِيْمِهٖ　نَمِيْمَةُ غِشٍّ تَبْتَرِيْ عَقَبَ الظَّهْرِ
تُبِيْنُ لَكَ الْعَيْنَانِ مَا هُوَ كَاتِمٌ　مِنَ الْغِلِّ وَ الْبَغْضَاءِ بِالنَّظَرِ الشَّزْرِ

کے وزن پر ہے۔ وَهَلْ لِذُنَا بَاهَا مَنْ مَطْلَبٍ۔ اہل عرب جب کسی چیز کو پانے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو یہ ضرب المثل بیان کرتے ہیں۔ جب پرندہ پھندے سے نکل جاتا اور اسے اس کی دم سے پکڑنے کی کوشش رائیگاں جاتی تو یہ ضرب المثل بولی جاتی ہے

مَأْثُوْرٌ

اس سے مراد تلوار ہے۔ یہ اِثْرٌ سے مشتق ہے۔ تلوار کی دھار کو اِثْرٌ یا اُثْرٌ کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

Marfat.com

فِرِشْنِیْ بَخَیْرٍ طَالَمَا قَدْ بَرَیْتَنِیْ وَ خَیْرُ الْمَوَالِیْ مَنْ یَرِشُ وَ لَا یَبْرِی

ارے! کتنے ہی ایسے آدمی ہیں جنہیں تو دوست سمجھتا ہے کاش کہ تو اس کی پوشیدہ گفتگو سن لیتا تو اس کا جھوٹ گھڑنا تجھے برا دکھائی دیتا۔ روبرو اس کی باتیں شہد کی طرح میٹھی ہوتی ہیں اور پیٹھ پیچھے وہ گدی کے گڑھے کے لئے تلوار کی وار کی طرح ہے۔ اس کا ظاہر تجھے مسرور کر دے گا لیکن اس کی جلد کے نیچے دھوکے کی سرگوشی ہے جو پیٹھ کے پٹھے کاٹ دیتی ہے۔ جو بغض اور کینہ وہ چھپا رہا ہوتا ہے اس کی ترچھی نگاہوں والی آنکھیں تجھ کو عیاں کر دیں گی۔ تو نے طویل عرصہ میری مخالفت میں گزارا ہے۔ اب میری مدد کر کیونکہ بہترین دوست وہ ہوتا ہے جو مدد کرتا ہے کمزور کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

سوید بن صامت کا بنوسلیم (بنوزعب بن مالک) کے ایک آدمی کے ساتھ سو اونٹنیوں کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ وہ اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے ایک کاہنہ کے پاس گئے۔ کاہنہ نے سوید کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ سوید اور وہ سلیمی شخص دونوں اکیلے تھے۔ ان کے ہمراہ تیسرا شخص نہ تھا جب ان کی راہیں جدا ہونے لگیں تو سوید نے کہا۔ ''اے بنوسلیم کے بھائی! میرے مال کا کیا بنے گا''۔ اس شخص نے کہا میں تمہارا مال بھیج دوں گا۔ سوید نے کہا'' تیرے جانے کے بعد ضامن کون ہوگا؟'' اس نے کہا'' میں خود''۔ سوید نے کہا'' ہرگز نہیں''، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سوید کی جان ہے جب تک تو میرا مال ادا نہ کر دے تو مجھ سے جدا نہیں ہو سکتا'' اس نے اسے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر اسے رسی سے باندھ کر بنوعمرو بن عوف کی حویلی میں لے گیا۔ وہ سلیمی شخص اس کی قید میں رہا حتیٰ کہ بنوسلیم نے اسے اس کا مال دے دیا۔ وہ اسی کے متعلق کہا ہے۔

لَا تَحْسَبَنِّی یَابْنَ زَعْبِ بْنِ مَالِكٍ کَمَنْ کُنْتَ تُرْدِیْ بِالْغُیُوْبِ وَ تَخْتِلُ

تَحَوَّلْتَ قِرْنًا اِذْ صُرِعْتَ بِعِزَّةٍ کَذٰلِكَ اِنَّ الْحَازِمَ الْمُتَحَوِّلُ

جَلَاهَا الصَّیْقَلُوْنَ فَاَخْلَصُوْهَا خِفَافًا کُلُّهَا یَتَّقِی بِاَثْرِ

اسے غریب لوگوں نے صیقل کیا ہے انہوں نے اسے باریک کرنے میں خلوص سے کام کیا ہے ہر ایک اس کی دھار سے ڈرتا ہے۔

سوید بن صامت بن حوط بن حبیب بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس تھا اس کی ماں کا نام لیلیٰ بنت عمرو نجار یہ تھا جو سلمی بنت عمر بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار یعنی تیم اللہ بن عمرو بن خزرج تھی۔ یہ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ تھی۔ سوید حضرت عبدالمطلب کا

Marfat.com

ضَرَبْتُ بِهٖ اِبْطَ الشِّمَالِ فَلَمْ يَزَلْ　　عَلٰى كُلِّ حَالٍ خَدُّهٗ هُوَ اَسْفَلُ

اے ابن زعب بن مالک مجھے ان لوگوں کی طرح نہ سمجھنا جنہیں تو چھپ کر ہلاک کرتا رہا اور دھوکا دیتا رہا۔ میں نے اپنے مقابل کو پچھاڑ کر اٹھا لیا۔ ایک محتاط اٹھانے والا یوں ہی کرتا ہے۔ میں نے اس کی بائیں بغل پر چوٹ ماری پھر ہر حالت میں اس کا رخسار نیچے ہی رہا۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی آمد کے متعلق سنا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے اللہ تعالیٰ اور مذہب حق کی طرف دعوت دی۔ سوید نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا۔ ''آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کی مانند کلام میرے پاس بھی ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''تیرے پاس کیسا کلام ہے؟'' اس نے کہا ''میرے پاس مجلۂ لقمان یعنی ''حکمت لقمان'' ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''مجھے دکھاؤ اس نے وہ صحیفہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کیا''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ''یہ عمدہ کلام ہے''۔ لیکن جو میرے پاس پیغام ہے وہ اس سے کہیں افضل ہے وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ وہ سرچشمۂ ہدایت اور منبع نور ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوید کو قرآن پڑھ کر سنایا، اسے اسلام کی دعوت دی سوید اسلام سے دور نہ رہا اس نے کہا یہ عمدہ کلام ہے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدا ہو کر مدینہ طیبہ اپنی قوم کے پاس چلا گیا اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد بنوخزرج نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی قوم کے افراد کہتے تھے ہمارا خیال ہے کہ وہ وقت

خالہ زاد تھا۔ سوید کی بیٹی ام عاتکہ تھی جو حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی بہن اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ یہ اس کے دادا تھے اس کا نام زینب تھا۔ بعض نے اس کا نام جلیسہ بنت سوید بتایا ہے۔ زبیر بن ابی بکر نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

مجلّہ لقمان

مجلۂ لقمان سے مراد صحیفہ ہے۔ یہ جَلَالٌ یا جَلَالَةٌ سے مَفْعَلَةٌ کے وزن پر ہے جَلَالَة مخلوق کی صفت اور جلال اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مخلوق کے لئے جلال اور جلالہ دونوں الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں انہوں نے بطورِ دلیل یہ شعر پڑھا ہے۔

فَلَا ذَا جَلَالٍ هِبْنَهٗ لِجَلَالَةٍ　　وَ لَا ذَا ضِيَاعٍ هُنَّ يَتْرُكْنَ لِلْفَقْرِ

اس شعر میں جلال اور جلالہ دونوں الفاظ مخلوق کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔ حضرت لقمان کا تعلق اہل ایلۃ سے تھا۔ وہ لقمان بن عنقاء بن سرور تھے۔ ان کے ان فرزند کا نام جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے ثاران تھا۔ بعض علماء نے اس کے اور نام بھی ذکر کیے ہیں۔ اس سے مراد لقمان بن عاد الحمیری نہیں ہے۔

Marfat.com

قتل مسلمان تھا۔اس کا قتل جنگ بعاث سے پہلے ہوا تھا۔

ایاس بن معاذ کا اسلام اور ابوالحیسر کا قصہ

ابن اسحاق کہتے ہیں محمود بن لبید سے روایت ہے کہ جب ابوالحیسر انس بن مالک مکہ معظمہ آیا تو اس کے ساتھ بنوعبدالاشہل میں سے چند جوان بھی تھے ان میں ایاس بن معاذ بھی تھے۔وہ اپنی قوم خزرج کے خلاف قریش سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔جب حضور ﷺ کو ان کی آمد کا علم ہوا تو ان کے پاس تشریف لائے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔''جس مقصد کے لئے تم آئے ہو کیا اس سے بہتر چیز تمہیں چاہیے؟'' انہوں نے پوچھا ''وہ کون سی چیز ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔اس نے مجھے اپنے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے تاکہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دوں اور ان سے کہوں کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔اس نے مجھ پر کتاب نازل کی ہے''۔پھر آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اس وقت ایاس بن معاذ کم عمر تھے انہوں نے کہا ''قسم بخدا! ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس سے یہ بہتر ہے''۔ابوالحیسر نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور اسے ایاس کے چہرے پر دے مارا اور کہا ''اسے چھوڑو۔ہم اس کے علاوہ ایک اور مقصد کیلئے آئے ہیں''۔یہ سن کر ایاس خاموش ہو گئے۔حضور ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔پھر اوس اور خزرج کے مابین جنگ بعاث ہوئی۔اس واقعہ کے جلد ہی بعد ایاس بن معاذ کا انتقال ہو گیا۔

محمود بن لبید کہتے ہیں۔وہ شخص جوان کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے رہے۔وہ اس کی تسبیح وتقدیس میں مشغول رہے پھر فوت ہو گئے۔ان کی قوم کا خیال ہے کہ وہ مسلمان ہو کر مرے۔اسلام اسی وقت ان کے دل میں جاگزیں ہو گیا جب انہوں نے حضور ﷺ سے حیات بخش پیغام سنا۔

ابوالحیسر کی مکہ معظمہ آمد

ابن اسحاق نے ابوالحیسر کی مکہ معظمہ آمد کا ذکر کیا ہے اس کی آمد کا سبب وہ جنگ تھی جو اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی یہ جنگ، جنگِ بعاث کے نام سے مشہور ہوئی۔اس کے اس میں مشہور دن ہیں اس میں ان کے بہت سے سردار اور عظیم لوگ کام آئے۔بعاث اس جگہ کا نام تھا جہاں یہ جنگ ہوئی۔

Marfat.com

بنوخزرج کو اسلام کی دعوت اور عقبہ اولیٰ

ابن اسحاق کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا ارادہ کیا، نبی محترم ﷺ کے سر پر عزتوں کا تاج سجانا چاہا اور اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہا تو نبی اکرم ﷺ ایامِ حج میں تبلیغ کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے انصار کے چند لوگوں سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ نے حسب معمول قبائل عرب کو اپنی تائید و اعانت کے لئے کہا۔ آپ ﷺ عقبہ کے پاس تھے کہ آپ ﷺ کو بنوخزرج کا ایک گروہ ملا۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب انہیں حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا تو آپ ﷺ

انصار میں اسلام کا آغاز

بنوخزرج اور بنواوس کا نام جاہلیت میں انصار نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ان کا یہ نام رکھا تھا۔ الخزرج ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں۔ بعض علمائے لغت اسے جنوب کی ہوا کے ساتھ مختص کرتے ہیں۔ الاوس پر الف لام اسی طرح داخل کیا گیا ہے جس طرح ''التیم'' پر ہے اس کی جمع تیمی ہے یہ رومی اور روم کی طرح ہے۔ اوس کا معنی عطیہ یا عوض ہے۔ اس طرح کے اسماء جب علم ہو جائیں تو ان پر الف لام نہیں آتا۔ اس کے علاوہ عربی میں تمام اوس الف، لام کے بغیر ہیں جس طرح اوس بن حارثہ الطائی وغیرہ۔ اوس اور اویس بھی اسی طرح ہیں، زاجر کہتا ہے۔

یَالَیْتَ شِعْرِی عَنْہُ وَالاَمْرُ عَمَمْ مَا فَعَلَ الْیَوْمَ اُوَیْسٌ بِالْغَنَمْ

''کاش مجھے اس کے متعلق علم ہوتا، معاملہ وسعت اختیار کر گیا کہ آج بھیڑیے نے بھیڑوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟'' ان کے والد کا نام حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو مزیقیاء بن عامر ماء السماء بن حارثہ الغطریف بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازدی۔ ایک روایت کے مطابق بنوخزاعہ کا بھی یہی باپ تھا۔ ان کی ماں کا نام قیلہ بنت کاہل بن عذرہ قضاعیہ تھا۔ ایک قول کے مطابق وہ بنت جفنہ تھی۔ اس کا نام غلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔ ایک اور قول کے مطابق بنت سبع ابن الہون بن خزیمہ بن مدرکہ

Marfat.com

نے فرمایا"۔ "مَنْ اَنْتُمْ۔تم کون ہو"۔ انہوں نے عرض کی "ہمارا تعلق بنوخزرج سے ہے" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اَمِنْ مَوَالِی یَھُوْدَ"۔کیا تم یہودیوں کے حلیف ہو۔انہوں نے عرض کی "ہاں"۔آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تم بیٹھ نہیں جاتے میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔انہوں نے عرض کی ضرور۔وہ حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے۔آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ان پر اسلام پیش کیا۔انہیں قرآن پاک سنایا۔ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک بہتری یہ بھی کی کہ ان کے شہروں میں یہودی رہتے تھے۔وہ اہل کتاب اور صاحب علم تھے جبکہ یہ مشرک اور صنم پرست تھے۔ان کے مابین جنگیں ہوتی تھیں۔جب بھی جنگ ہوتی تو یہود ان سے کہتے۔"ایک عظیم الشان نبی (ﷺ) مبعوث ہونے ہی والے ہیں۔ان کے ظہور کا وقت قریب ہے ہم ان کی اتباع کریں گے اور ان کی معیت میں تمہیں عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے"۔جب حضور ﷺ نے اس فرخندہ فال گروہ سے گفتگو فرمائی۔انہیں اللہ رب العزت کی طرف دعوت دی تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "اے قوم! جان لو قسم بخدا! یہ وہی نبی محترم ہیں جن سے یہود تمہیں ڈراتے ہیں وہ ان کے پیغام کو قبول کرنے میں تم سے سبقت نہ لے جائیں، ان کی دعوت پر لبیک کہو"۔انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا۔آپ ﷺ کی تصدیق کی پھر عرض کی، "یارسول اللہ! ﷺ ہم اپنے پیچھے ایک قوم چھوڑ آئے ہیں۔ان کے مابین عداوت و شرارت انتہائی عروج پر ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی برکت سے انہیں متفق فرمائے۔ہم ان کے پاس جا کر آپ ﷺ کا معاملہ ان کو پیش

تھا۔اس قول کو زبیر بن ابی بکر نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے۔

انصار، ناصر کی جمع ہے۔یہ "فاعل" کی خلاف قیاس جمع ہے۔اس میں "ناصر" کے الف کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ زائدہ ہے۔اس کے حذف سے اسم ثلاثی بن جاتا ہے اور ثلاثی اسم کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہے مثلاً صاحب کی جمع اصحاب، شاہد کی جمع اشہاد آتی ہے۔

اَمِنْ مَوَالِی یَھُوْدَ اَنْتُمْ

موالی سے مراد حلیف ہے۔مولیٰ کا لفظ، حلیف، چچازاد، آزاد کردہ اور آزاد کرنے والا سب کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ یہ وِلَایۃ سے مَفْعَلْ کے وزن پر ہے، یہ تمام ولی کے لئے ملجاء اور پناہ گاہ ہیں۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عورتوں سے بیعت لینے کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

Marfat.com

کریں گے۔ اپنے اس دین کے متعلق انہیں بھی بتائیں گے جس کو ہم نے قبول کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں متفق کر دیا پھر ہمیں آپ ﷺ سے پیارا اور معزز کوئی نہ ہوگا"۔ پھر وہ اپنے شہر لوٹ آئے، وہ دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے اور آپ ﷺ کی تصدیق کر کے کونین کی لازوال نعمت کو حاصل کر چکے تھے۔

عقبہ کے پاس حضور ﷺ سے ملاقات کرنے والے بنوخزرج کے نام

ابن اسحاق کہتے ہیں، وہ بنوخزرج میں سے چھ افراد تھے۔ ان میں سے کچھ بنونجار (تیم اللہ) میں سے تھے ان کا تعلق بنو مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن عمرو بن عامر سے تھا۔ وہ حضرت اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھے یہ ابوامامہ سے مشہور تھے۔ دوسرے حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار تھے۔ یہ ابن عفراء سے مشہور تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں، عفراء بنت عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں، بنوزریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج میں سے حضرت رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان کو عامر بن ازرق بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کہتے

يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْـًٔا (الممتحنہ: ۱۲)

تاکہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی۔

عورتوں سے بیعت لیتے وقت آپ ﷺ ان سے صرف عہد و میثاق لیتے تھے۔ جب وہ خواتین اپنی زبانوں سے اقرار کر لیتیں تو آپ ﷺ فرماتے قَدْ بَايَعْتُكُنَّ "میں نے تمہیں بیعت کر لیا ہے"۔

القواقل

ان سے مراد بنوعمرو بن غنم بن مالک ہیں۔ انہیں قواقل اس لئے کہا جاتا تھا کہ جب یہ کسی کو پناہ دیتے تھے تو اس سے کہتے تھے قَوْقِلْ حَيْثُ شِئْتَ۔ جہاں چاہے جاؤ۔ القَوَاقِلُ اور الجعَادِر اوس کی دو شاخیں تھیں۔ اس کے نام کا سبب ایک ہی ہے۔ "جعادر" جب کسی کو پناہ دیتے تو اسے ایک تیر دیتے اور اسے کہتے جَعْلِ دِبْ حَيْثُ شِئْتَ۔ جہاں چاہو جاؤ۔ جس طرح کہ قواقل کرتے تھے۔ ان سے مراد بنوزید بن عمرو بن مالک بن ضبیعہ ہیں۔ انہیں "كَسْرُ الذَّهَبِ" بھی کہا جاتا تھا ان سب کا تعلق اوس سے ہی تھا۔ شاعر کہتا ہے۔

Marfat.com

ہیں، بنوسلمہ بن سعد بن علی بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن خزرج میں سے حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمر بن غنم بن سواد نے یہ سعادت پائی۔ ان کا تعلق بنوسواد بن غنم بن کعب بن سلمہ سے تھا۔ ابن ہشام نے عمرو بن سواد کہا ہے۔ سواد کا کوئی بیٹا غنم نام کا نہ تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں بنوحرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام تھے۔ بنوعبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان بن سنان بن عبید کو یہ توفیق ارزانی ہوئی۔ جب یہ حضرات مدینہ طیبہ آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کا تذکرہ کیا۔ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ اسلام ان میں پھیل گیا۔ کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں حضور ﷺ کا ذکر نہ ہو رہا ہو۔

بیعت عقبہ اولیٰ

آئندہ سال حج کے زمانہ میں بارہ آدمی مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ آئے اور حضور ﷺ سے "عقبہ" میں ملاقات کی۔ یہ "بیعت عقبہ اولیٰ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضور ﷺ نے ان سے اس طرح بیعت لی جس طرح آپ ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے تھے۔ یہ بیعت ان پر جہاد کے فرض ہونے سے پہلے تھی۔ ان بلند اقبال ہستیوں میں سے بنونجار (بنومالک بن نجار) میں سے اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار نے بیعت کی

فَإِنَّ لَنَا بَيْنَ الْجَوَادِي وَلِيدَةً مُقَابَلَةً بَيْنَ الْجَعَادِرِ وَالْكَسْرِ
مَتَى تَدْعُ فِي الزَّيْدَانِ زَيْدِ بْنِ مَالِكٍ وَ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو تَأْتِهَا عِزَّةُ الْخَفْرِ

پناہ دینے والوں کے مابین ایک نجیب الطرفین بچہ ہے جو جعادر اور کسر کے درمیان ہے۔ جب تو دو زیدوں یعنی زید بن مالک اور زید بن عمرو کو بلائے گا تو انہیں پناہ لینے والے کی عزت آلیتی ہے۔

ابن اسحاق نے ان میں ابوالہیثم بن التیہان کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا نسب بیان نہیں کیا اور نہ ہی اہل عقبہ ثانیہ میں ان کا نسب بیان کیا ہے اور نہ ہی غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں میں ان کا نسب بیان کیا ہے ان کا نام مالک بن تیہان ہے۔ تیہان کا نام مالک بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن زعون بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس تھا۔ یہ بنوعبدالاشہل کے حلیف تھے یہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ ان کی شہادت کے وقت میں اختلاف ہے۔ درست یہ ہے کہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف شامل ہوئے اور شہادت سے سرخرو ہوئے۔ میرا گمان ہے کہ ابن اسحاق اور ابن ہشام نے ان کا نسب انصار میں ان کی جلالتِ شان

Marfat.com

سعادت حاصل کی۔ حضرت عوف اور حضرت معاذ حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار کے فرزندان۔ ان کی والدہ کا نام عفراء تھا۔ بنوزریق بن عامر میں سے رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق اور ذاکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق نے یہ دولت حاصل کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں ذکوان مہاجری اور انصاری ہے۔ بنوعوف بن خزرج (بنوغنم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج، انہیں ''القواقل'' کہا جاتا ہے) میں سے عبادۃ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم اور ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ نے بھی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی یہ بنوعصینہ کے حلیف تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ انہیں ''القواقل'' اس لئے کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص ان سے پناہ لیتا تو یہ انہیں ایک تیر دیتے اور کہتے قَوْقِلْ بِهٖ بِیَثْرِبَ حَیْثُ شِئْتَ۔ جہاں چاہو یثرب میں چلتے پھرو، ابن ہشام کہتے ہیں۔ ''القوقلہ'' چال کی ایک قسم ہے۔

کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ یہ تمام اہم امور میں رسول محترم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب حضور ﷺ کی میزبانی کا شرف ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا اس وقت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ضیافت میں ایک اونٹنی ذبح کی اور تر کھجوریں بھی پیش کیں۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ان کی یوں تعریف کی۔

فَلَمْ اَرَ کَالْاِسْلَامِ عِزًّا لِاَهْلِهٖ وَ لَا مِثْلَ اَضْیَافِ لِاْرَاشِیِّ مَعْشَرًا

میں نے کسی کے لئے اسلام کی مانند کوئی چیز نہیں دیکھی جو اپنے اہل کے لئے باعث عزت وشرف ہو اور نہ ہی میں نے اراشی کے مہمانوں کی مانند کوئی معزز ومحترم مہمان دیکھے ہیں۔

الاراشی اراشہ کی طرف منسوب ہے جو بنوخزاعہ سے تھا یا پھر اراش بن لحیان بن غوث کی طرف منسوب ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ نسب کے اعتبار سے انصاری ہیں یا حلیف ہونے کی وجہ سے ایک قول کے مطابق ان کا تعلق بنواراشہ بن فاران بن عمرو بن بلی سے تھا یعنی یہ بلوی تھے لغت میں الہیثم شکرے یا شاہین کے بچے کو کہتے ہیں گھاس کی ایک قسم کا نام بھی ہیثم ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے انسان کا یہ نام پڑ جاتا ہے یہ قول ابوحنیفہ کا ہے اور انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے،

رَعَتْ بِقُرَانِ الْحَزْنِ رَوْضًا مُنَوِّرًا عَمِيْمًا مِنَ الظِّلَاعِ وَالْهَیْثَمِ الْجَعْلِ

اس نے مقام قرانِ حزن میں ایک روشن باغ کی نگرانی کی۔ وہ باغ ایک تنگ زمین اور گھنی گھاس میں تھا۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں، بن سالم بن عوف بن عمرو بن خزرج (بنو عجلان بن زید بن غنم بن سالم) میں سے حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن علجان کو یہ توفیق ارزانی ہوئی۔ بنو سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج (بنو حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ) میں سے حضرت عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بھی اس بیعت میں شامل تھے۔ بنو سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بھی اس میں شریک تھے۔ اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر (بنو عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) میں سے ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ تھے ان کا نام مالک تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں التیھان میں مَیِّتٌ، مَیْتٌ کی طرح تخفیف اور ثقل دونوں جائز ہیں۔ بنو عمرو بن عوف بن مالک بن اوس میں سے حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے یہ سعادت حاصل کی۔

بیعت عقبہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں "میں بھی ان خوش قسمت افراد میں شامل تھا جو عقبہ اولیٰ کی بیعت میں تھے۔ ہم بارہ افراد

عقبہ اولیٰ میں بیعت کرنے والوں میں، بنو سلمۃ میں سے حضرت سادرہ بن تزید بن جشم رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ عرب میں ایک "تزید" تو یہ ہیں۔ ایک تزید بن الحاف بن قضاعہ بھی ہے۔ انہی کی طرف "تزیدیہ" کپڑے منسوب ہوتے ہیں۔ سلمۃ۔ ان کا تعلق انصار سے تھا سَلِمَۃ کا واحد السِّلَامُ ہے۔ اس کا معنی پتھر ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

ذَاكَ خَلِيْلِي و ذُوْ يُعَاتِبُنِيْ يَرِي وَرَائِي بِالسَّهْمِ وَالسَّلِمَةِ

وہ میرا دوست ہے جو مجھے جھڑکتا ہے اور میرے پیچھے پتھر اور تیر پھینکتا ہے۔

بنو حنظلہ میں سلمہ بن عمرو بن ذھل بن مروان بن جعفی تھے۔ بنو جھنیہ میں سلمۃ بن نصر بن غطفان تھے۔ ان کے متعلق ابن حبیب "النسابہ فی الصحابہ" میں لکھتے ہیں کہ یہ ابو بریدہ عمرو بن سلمہ ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو چھ یا سات سال کی عمر میں امامت کرائی۔ حدیث شریف کو روایت کرنے والوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں۔ بنو سَلِمَہ کے افراد کو سَلِمِی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بنو سَلَمَہ کے افراد کو بھی سَلَمِیْ کہا جاتا ہے۔ یہ بنو عامر کے دو قبیلے تھے انہیں سَلَمَات کہا جاتا تھا۔ ایک کو سَلِمَۃُ الخیر اور دوسرے کو سَلِمَۃُ الشر کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں قیصر بن کعب بن ربیعہ بن عامر کے بیٹے

Marfat.com

تھے۔ حضور ﷺ نے ہم سے عورتوں کی بیعت کی طرح کی بیعت لی۔ یہ بیعت فرضِ جہاد سے قبل تھی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ہم چوری نہیں کریں گے۔ ہم بدکاری نہیں کریں گے۔ ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ نہ ہی کسی پر وہ بہتان لگائیں گے جسے ہم نے اپنے سامنے گھڑا ہوگا اور کسی نیک کام میں آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اس بیعت کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر کسی سے کوئی لغزش ہو گئی تو اس کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے اگر وہ چاہے گا تو اسے عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف فرمادے گا''۔

ابن اسحاق نے امام زہری کی سند سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں، ''ہم نے عقبہ کی شب حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی کہ ہم اللہ

تھے۔ بنوسلیمہ کا تعلق دوس سے تھا وہ بنوسلیمہ بن مالک بن فہم بن غنم بن دوس تھے۔ یہ سلیمہ، جزیمہ الابرش کا بھائی تھا اس نے ہی اپنے بھائی مالک کو خطا قتل کر دیا تھا۔ اس کے نسب میں سَلِیمی بھی کہا جاتا ہے۔ قیاس بھی یہی ہے۔ اسے سلیمی بھی کہا جاتا ہے جس طرح عمیرۃ میں عَمِیریٌ کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق نے بنونجار میں سے بنوجدارہ کا ذکر کیا ہے۔ جدارہ اور خدارہ دونوں بھائی تھے۔ بعض علمائے نحو نے اسے خِدَارہ کہا ہے۔ ابوعمرو نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ ابن درید نے بھی یہی کہا ہے۔ درست بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ خدرہ کا بھائی تھا اہل عرب بھائیوں کے نام وہ رکھتے تھے جو ایک دوسرے سے مشتق ہوتے تھے۔

عورتوں کی بیعت

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے عورتوں کی بیعت کی مانند بیعت لی۔ عورتوں کی بیعت کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ۔ ''اور نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام''۔ اس سے مراد وہ بچہ ہے جسے عورت اپنے خاوند سے منسوب کر دے، حالانکہ وہ اس سے نہ ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عورت کا عورت سے لطف حاصل کرنا ہے مثلاً بوسہ لینا اور جسم کو چھونا۔ مردوں سے بیعت پہلے قول کے مطابق لی گئی۔ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ۔ ''اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیکی کے کام میں''۔ اس سے مراد نوحہ کرنا ہے لیکن مرد نوحہ خوانی نہیں کرتے اس لئے یہ قول درست معلوم نہیں ہوتا۔ يَفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ۔

Marfat.com

تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، ہم چوری نہیں کریں گے، ہم بدکاری نہیں کریں گے، ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے نہ ہی ہم کسی پر وہ بہتان لگائیں گے جو ہم نے خود گھڑا ہوگا اور کسی بھلائی کے کام میں آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اگر کسی نے گناہ کیا اور اسے اس کا خمیازہ دنیا میں بھگتنا پڑا تو وہ اس کا کفارہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری پردہ پوشی فرما دی تو پھر معاملہ اس کے سپرد ہے اگر چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف فرما دے''۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور وفد عقبہ

ابن اسحاق کہتے ہیں، جب یہ خوش قسمت لوگ واپس جانے لگے تو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کو بھیجا۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں قرآن پڑھائیں۔ انہیں اسلام کی تعلیم دیں۔ دینی مسائل سے آگاہ

''اس سے مراد کذب اور لوگوں کے وہ عیوب بیان کرنا ہیں جو ان میں نہ ہوں اور گناہ کی طرف چل کر جانا ہے''۔ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِي مَعْرُوْفٍ۔ ''اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیکی کے کام میں''۔ معروف سے مراد بھلائی اور خیر ہے۔ معروف کا لفظ تمام مکارم اخلاق کو جامع ہے جن کا حسن و جمال معروف ہو اور دل ان کا انکار نہ کریں۔ یہ معنی عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے۔ ابن اسحاق سے یونس کی روایت میں ہے۔ وَلَا تَغْشُشْنَ اَزْوَاجَكُنَّ۔ وہ اپنے خاوندوں سے دھوکا نہیں کریں گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت خاوند کا مال لے اور اس سے دوسرے کی مدد کرے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

ان کو ''اَلْمُقْرِئُ'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ اسلام سے قبل قریش میں سے سب سے زیادہ عیش پسند تھے۔ سب سے زیادہ عطر استعمال کرتے تھے۔ ان کی والدہ ان سے شدید محبت کرتی تھیں۔ جب یہ سوتے تھے تو حیس (کھجور اور ستو سے بنایا گیا ایک کھانا) ان کے سر کے پاس موجود رہتا تھا۔ جب بیدار ہوتے تو اسے کھا لیتے۔ جب اسلام قبول کیا تو شدت تکالیف کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ان کے جسم پر سے گوشت ختم ہو گیا اور وہ انتہائی کمزور ہو گئے۔ جب حضور ﷺ انہیں دیکھتے تو رونے لگتے کیونکہ آپ ﷺ ان نعمتوں اور آسائشوں کو جانتے تھے جو اسلام سے پہلے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو میسر تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کریں۔ انہیں مدینہ طیبہ میں "اَلْمُقْرِئْ" کہا جاتا تھا۔ ان کی رہائش ابوامامہ اسعد بن زرارہ بن عدس رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کو نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ اوس اور خزرج ناپسند کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی دوسرے کو امامت کرائے۔

مدینہ طیبہ میں جمعہ کی پہلی نماز

ابن اسحاق نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو مسجد لے جانے کی سعادت حاصل کرتا تھا۔

کی والدہ نے قسم اٹھائی کہ وہ نہ کھائے گی نہ ہی پیئے گی اور نہ ہی سایہ میں بیٹھے گی، حتیٰ کہ اس کا فرزند دلبند اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ آئے۔ وہ دھوپ میں اس قدر کھڑی ہوتی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑتی۔ اس کے بیٹے اس کا منہ سایہ میں کر دیتے اور اس پر پانی انڈیلتے تاکہ وہ مرنے نہ پائے۔ ہم عنقریب بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے تذکرہ میں اس کا نسب اور نام ذکر کریں گے۔ حضور ﷺ ان کا تذکرہ یوں کرتے تھے۔ "میں نے مکہ معظمہ میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو بالوں کی زیبائش، لباس کی خوبصورتی اور نعمتوں کی آسائش میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے زیادہ باذوق ہو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ کے خوبصورت اور حسین جوان تھے ان کے والدین ان سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ ان کی والدہ انہیں حسین ترین لباس پہناتی تھی۔ یہ مکہ معظمہ کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ عطر استعمال کرتے تھے۔ یہ حضرمی جوتے پہنا کرتے تھے"۔

مَنْزَلٌ

مَنْزَلٌ زاء کی فتح سے ہے اسی طرح ہر جگہ اس کتاب میں یہ زاء کی فتح کے ساتھ ہے کیونکہ اس سے مراد مصدر ہے مکان نہیں ہے۔ شیخ ابو بحر نے اسی طرح کہا ہے۔

قیس بنت محصن

ان کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، یہ اپنے چھوٹے بچے کو بارگاہِ رسالت میں لے کر آئیں۔

جمعۃ المبارک کی پہلی نماز

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں نماز

Marfat.com

میں جب بھی انہیں نمازِ جمعہ کے لئے لے کر نکلتا وہ اذان سنتے تو حضرت ابو امامہ حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے۔ اسی طرح کافی عرصہ گزر گیا۔ وہ جب بھی اذانِ جمعہ

جمعہ پڑھائی دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو سب سے پہلے نمازِ جمعہ پڑھائی کیونکہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے وہی مدینہ طیبہ میں ہجرت کر گئے تھے۔ ان کے بعد حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں ذکر کیا تھا کہ کعب بن لوئ سب سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو جمعہ کے دن اکٹھا کیا کرتے تھے۔ وہ اس روز خطبہ دیتے، وعظ و نصیحت کرتے، حضور ﷺ کی آمد کی بشارت دیتے اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے پر ابھارتے۔ انہوں نے سب سے پہلے عروبہ کو "جمعہ" کہا تھا۔ "عروبۃ" کا معنی رحمت ہے۔
حضرت زبیر بن بکار فرماتے ہیں، قریش مکہ اس روز ان کے پاس جمع ہوتے اور وہ انہیں خطبہ دیتے ہوئے کہتے "اما بعد! خوب جان لو زمین اللہ رب العزت کا بچھونا ہے، پہاڑ میخیں ہیں، آسمان عمارت ہے، ستارے نور و روشنی کا سبب ہیں" پھر وہ صلہ رحمی کا حکم فرماتے اور حضور ﷺ کے متعلق بشارت دیتے ہوئے کہتے "اے میری قوم! وہ تمہارا حرم ہے اس کی تعظیم کرو۔ عنقریب اس سے ایک عظیم خبر کا ظہور ہوگا۔ اس سے نبی کریم ﷺ رونق افروز ہوں گے"۔ پھر وہ یہ شعر پڑھتے۔

عَلٰی غَفْلَةٍ یَاْتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقٌ خَبِیْرُهَا
صُرُوْفٌ رَاَیْنَاهَا تُقَلِّبُ اَهْلَهَا لَهَا عُقَدٌ مَا یَسْتَحِیْلُ مَرِیْرُهَا

جب قوم غافل ہو جائے گی تو نبی محترم محمد ﷺ تشریف لائیں گے، وہ ایسی خبروں کے متعلق بتائیں گے جن سے آگاہ کرنے والا انتہائی سچا ہوگا۔ ہم نے دیکھا کہ حوادثاتِ زمانہ نے لوگوں کو تبدیل کر دیا ہے لیکن ان کی گرہیں ایسی ہوں گی جنہیں کوئی نہیں کھول سکے گا۔

پھر فرماتے۔

یَالَیْتَنِیْ شَاهِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتِهٖ اِذَا قُرَیْشٌ تَبْغِی الْحَقَّ خِذْلَانَا

کاش میں ان کی عظیم دعوت کو دیکھ سکوں جب قریش حق کو ناجائز جھٹلائیں گے۔

نَقِیْعُ الْخَضِمَاتِ

ابن اسحاق نے اسے "نَقِیْعُ الْخَضِعَاتِ" لکھا ہے مگر شیخ ابو بحر کے نسخہ میں یہ "بَضِیْع" ہے۔
علامہ البکری نے اسے معجم میں لکھا ہے کہ یہ "نقیع" ہے جو جگہ کا نام ہے۔

Marfat.com

سنتے حضرت ابوامامہ کے لئے دعا اور استغفار ضرور کرتے۔ میں نے دل میں کہا قسم بخدا اگر میں ان سے اس دعا اور استغفار کے متعلق سوال نہ کروں تو یہ میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ میں ایک

هَزْمُ النَّبِيتِ

یہ مدینہ طیبہ سے کچھ مسافت پر ایک پہاڑ ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے نقیع کے غرر کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس کی تفسیر علامہ نے یوں کی ہے کہ ''نقیع'' سے مراد جگہ ہے جبکہ غرز گھاس کی مانند ایک چیز کو کہتے ہیں۔ ''خضمات'' خضم سے مشتق ہے۔ منہ سے کھانے کو خضم کہا جاتا ہے۔ دانتوں کے کناروں سے کھانے کو قضم کہا جاتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں خشک چیز کھانے کو قضم اور تر چیز کھانے کو خضم کہتے ہیں گویا کہ یہ خَضِمَہ کی جمع ہے۔ خَضِمَہ اس جانور کو کہتے ہیں جو پورے منہ سے کھاتا ہے۔ ''بقیع'' اس سے قریب تر ہے۔ ''بَقِيعِ خَبْخَبَه'' کا ذکر سنن ابی داؤد میں ہے۔ ''خَبْخَبَة'' ایک درخت کا نام ہے۔

جمعہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جمعہ پر اجماع اور اس کا نام جمعہ رکھنا حالانکہ پہلے اس کا نام ''عروبہ'' تھا توفیق الٰہی کی وجہ سے تھا۔ ابھی تک انہیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سورۃ الجمعہ کا نزول ہجرت مصطفیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تھا۔ اس طرح اس کا فرض مستحکم اور اس کا حکم مضبوط ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے اس لئے جمعہ کے متعلق فرمایا۔ اَضَلَّتْهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى وَ هَدَاكُمُ اللّٰهُ اِلَيْه۔ یہود و نصاریٰ اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس کی طرف راہ نمائی کردی۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے پہلے اور سورۃ الجمعۃ کے نزول سے پہلے اہل مدینہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ انہوں نے ہی اس مبارک دن کا نام جمعہ رکھا۔ انصار رضی اللہ عنہم نے کہا۔ ''یہودیوں نے سات ایام میں سے ایک دن مقرر کر رکھا ہے، اسی طرح نصاریٰ بھی اپنے معین دن میں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ ہم بھی ایک دن مقرر کر لیتے ہیں۔ جس میں ہم جمع ہوں گے۔ ہم اللہ کا ذکر کریں گے۔ نماز ادا کریں گے اس کا شکر ادا کریں گے''۔ انہوں نے کہا ''سبت (ہفتہ) یہودیوں کے لئے ہے۔ اتوار عیسائیوں کے لئے ہے، تم اپنے لئے عروبہ متعین کرلو''۔ وہ اس دن کو جمعہ کہنے لگے۔ تمام انصار حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر جمع ہوتے وہ انہیں اس دن دو رکعتیں نماز پڑھاتے۔ انہیں پند و نصائح کرتے۔ ان کے لئے ایک بکری ذبح کرتے اور انہیں کھانا بھی پیش کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

Marfat.com

روز حسبِ معمول انہیں مسجد کی طرف لے کر نکلا۔ جب انہوں نے اذان سنی تو حضرت ابوامامہ

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (جمعہ:۹)

''جب (تمہیں) بلایا جائے نماز کی طرف جمعہ کے دن تو دوڑ کر جاؤ اللہ کے ذکر کی طرف''۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''اگرچہ انصار کی راہ نمائی توفیق خداوندی سے ہی ہوئی تھی لیکن یہ ناممکن ہے کہ انہوں نے یہ اہم کام حضور ﷺ کے اجازت کے بغیر ہی سرانجام دینا شروع کیا ہو۔ امام زہری حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہجرت سے پہلے ہی جمعہ کی اجازت دے دی مگر حضور ﷺ مکہ معظمہ میں نماز جمعہ کے لئے اجتماع نہ کر سکتے تھے اور نہ ہی اس کا اظہار فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔'' اما بعد! اپنے لئے ایک دن مختص کر لو جس طرح یہودیوں نے ہفتہ کو مقرر کیا ہے۔ مرد و خواتین کو جمع کرو جب سورج نصف سے مائل ہو جائے تو دو رکعتیں نماز ادا کر کے بارگاہِ خداوندی میں تقرب حاصل کرو''۔ سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ پڑھائی پھر حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے زوال کے بعد ظہر کے وقت نماز جمعہ پڑھائی۔ حضور ﷺ کے اس فرمان اَضَلَّتْہُ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی وَ ھَدَاکُمُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ کا مفہوم اہل علم یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہودیوں کو حکم دیا گیا کہ ہفتہ کا ایک دن متعین کرو جس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرو۔ اس کی عبادت کرو، انہوں نے اپنی طرف سے ہفتے کے دن کا تعین کیا اور اسے اپنی شریعت کا حصہ بنا دیا۔ اسی طرح نصاریٰ کو بھی حکم دیا گیا انہوں نے اتوار کا دن متعین کیا اور اسے اپنی شریعت میں مختص کر لیا۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہودیوں نے ہفتہ کا دن اس لئے مختص کیا تھا کیونکہ وہ اسے ساتواں دن سمجھتے تھے پھر اپنے کفر کی وجہ سے اس میں یہ اضافہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں آرام کیا، اللہ تعالیٰ ان کے اس بہتان سے بلند و برتر ہے۔ یہودیوں کے نزدیک تخلیق کا آغاز اتوار کے روز سے ہوا تھا اور چھٹا دن جس میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی وہ جمعہ تھا۔ نصاریٰ کا نقطۂ نظر بھی یہی تھا۔ انہوں نے اپنے لئے اتوار کا دن متعین کر لیا۔ ان کے نزدیک پہلا دن یہی تھا۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کو گمراہ فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ التُّرْبَۃَ یَوْمَ السَّبْتِ۔ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مٹی کو پیدا کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ پہلا دن جس میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی وہ ہفتہ تھا اور آخری دن جمعرات تھا۔ ابن اسحاق نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہا گیا کیونکہ اس میں حضرت آدم کی تخلیق ہوئی۔ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ انصار اپنے اجتماع کی وجہ سے اس

Marfat.com

کے لئے دعا اور استغفار کیا۔ میں نے ان سے کہا'' اے والد محترم! آپ جب بھی اذان سنتے

دن کو جمعہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ نام رکھنے کی توفیق دی اور اس مبارک دن کو اختیار کرنے کی ہدایت دی۔ اس میں اس حکمت کے ساتھ موافقت بھی ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ حضرت آدم کو تخلیق کیا ان میں جنس بشر کی تخلیق کا آغاز کیا اور روزِ حشر اسی دن کو انہیں فناء کرے گا۔ اسی روز قیامت قائم ہو گی۔ اس لئے ضروری تھا کہ یہ دن ذکر و عبادت کے لئے مختص ہوتا کیونکہ اس میں آغاز و انجام کا ذکر ہے۔ ذرا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف دیکھو۔

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ (جمعہ)

''اور دوڑ کر جاؤ اللہ کے ذکر کی طرف اور فوراً چھوڑ دو خرید و فروخت''۔

اس میں بیع (خرید و فروخت) کا ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں اس دن کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں بیع اور دوستی کسی کام نہ آئے گی۔ پھر یہ وتر ہے اور اللہ تعالیٰ بھی وتر کو پسند کرتا ہے کیونکہ یہ اس کے اسماء میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کو الہام فرمایا پھر اس پر استحکام نصیب فرمایا کیونکہ اس میں ہی حکمت تھی۔ روزِ حشر یہی امت آخر و سابق ہو گی۔ جس طرح انہوں نے اس دن کو منتخب فرمایا جو یہود و نصاریٰ کے متعین کردہ دن سے پہلے تھا۔ اسی لئے حضور ﷺ اس مبارک دن کو سورۃ السجدہ تلاوت فرماتے تھے۔ حضرت ابوھریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت ہے۔ البزار اور ترمذی نے احوص سے اسی طرح روایت کیا ہے کیونکہ اس میں چھ ایام کا ذکر ہے اور اس میں حضرت آدم کا مٹی سے تخلیق ہونے کا بھی تذکرہ ہے جمعہ کے دن کو متعین کرنے میں یہی حکمت کارفرما ہے اور اسی میں دلوں کے لئے نصیحت پذیری ہے۔

حضور ﷺ اس روز دوسری رکعت میں ''هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ'' تلاوت فرماتے تھے کیونکہ اس میں سعی مشکور اور اللہ کی قدر دانی کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ (الدہر) ''اور تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں''۔ اس سورت کے آخر میں انسانی تخلیق کا ذکر ہے کہ انسان اس سے قبل کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، سورۃ الجمعۃ میں فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ فرمایا اور یہ سورۃ تلاوت فرما کر اشارہ فرمایا کہ تمہاری اس سعی کی قدر دانی کی جائے گی۔

حضور ﷺ نمازِ جمعہ میں اکثر سورۃ الغاشیہ تلاوت فرماتے تھے کیونکہ اس میں اس لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿۹﴾۔ ''اپنی کاوشوں پر خوش ہوں گے''۔ کا ذکر ہے جس طرح سورۃ الجمعہ میں فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ نے دوسری رکعت میں اس سورۃ کو تلاوت کرنا پسند فرمایا جس میں ذکر ہے کہ اہل

Marfat.com

ہیں تو حضرت ابوامامہ کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں"۔ انہوں نے فرمایا اے میرے نورِ نظر! انہوں نے بنو بیاضہ کی سخت زمین میں مقام "هَزْمُ النَبِيتِ" میں ہمیں سب سے پہلے نمازِ جمعہ

ایمان کی یہ کوشش قابل قدر ہوگی۔

لفظِ جمعہ

جمعہ کا لفظ اجتماع سے نکلا ہے۔ یہ فُعْلَة یافُعُلَة کے وزن پر ہے کیونکہ یہ قُرْبَه یاقُرُبَة کے معنی میں ہے۔ اہل عرب اکثر کلمہ کو اس وزن پر بنالیتے جو اس کے معنی میں ہوتا، وہ عمرہ کہتے اور مسجد حرام کی عمارت سے مشتق قرار دیتے۔ وہ اسے فُعْلَه کے وزن پر بناتے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وصال اور قربت کا تصور پایا جاتا ہے۔ لغت عرب میں اس کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ جمعہ کے اجتماع کے لئے اہل عرب "جَمَّعَ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ عید کے دن کے لئے "عَيَّدَ" کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور میدانِ عرفات میں جانے کے لئے "عَرَّفَ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جمعہ کے علاوہ یہ لفظ بخاری شریف میں ہے۔ اَوَّلُ مَنْ عَرَّفَ بِالْبَصْرَةِ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ "بصرہ میں سب سے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اہل عرفہ جیسے اعمال سرانجام دیئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "میدانِ عرفات" تو مکہ معظمہ میں ہے وہ بصرہ میں موجود ہو کر اس میں قیام کیسے کرتے تھے؟ لیکن اس اثر کا معنی یہ ہے کہ جب وہ یوم عرفہ کو نماز عصر ادا کر لیتے تو وہ دعا، ذکر اور آہ وزاری میں مشغول ہو جاتے اور غروب آفتاب تک اسی طرح کرتے جس طرح اہل عرفہ کرتے ہیں۔

ہفتے کے ایام

ہفتہ کے ایام کے نام رکھنے میں اس شخص کے لئے کوئی دلیل نہیں جو یہ کہتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن اتوار اور آخری دن ہفتہ ہے جس طرح اہل کتاب کہتے ہیں کیونکہ یہ اجنبی زبان کے نام ہیں، لغت قدیمہ میں ان کے نام شیار، اھون، جبار، دبار، مونس اور عروبہ تھے اور اس سے پہلے ان کے نام ابوجاد، ہوز، حُطِّیْ وغیرہ تھے۔ اگر قرآن پاک میں ان کے نام وہ مذکور ہوتے جو عدد سے مشتق ہوتے تو ہم کہتے کہ یہ نام مسمی پر صادق آتے ہیں، حضور ﷺ نے بھی احد اور اثنین وغیرہ بھی اپنی قوم کے رواج کے مطابق ہی بیان فرمائے ہیں ان کے نئے نام نہیں رکھے۔ شاید آپ ﷺ کی قوم نے یہ نام اہل کتاب سے سنے ہوں جو ان کے پڑوسی تھے۔ پھر اپنی زبان میں بھی ان کے یہی نام رکھے ہوں ورنہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَالْجِبَالَ يَوْمَ الاَحَدِ۔ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مٹی اور اتوار کے دن پہاڑوں کو تخلیق کیا۔

Marfat.com

پڑھائی تھی۔ اس جگہ کو نَقِیعُ الْخَضِمَاتِ کہا جاتا تھا"۔ میں نے عرض کی اس وقت آپ کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا" ہم تعداد میں چالیس تھے"۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر کا اسلام قبول کرنا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ، مجھے عبید اللہ بن مغیرہ اور عبداللہ بن ابی بکر بن محمد نے بیان کیا ہے

زیادہ تعجب تو امام الطبری پر ہوتا ہے۔ وہ علم کے بحرِ بے کراں تھے مگر پھر بھی انہوں نے اس حدیث کے مقتضیٰ کی مخالفت کی۔ انہوں نے ابن اسحاق وغیرہ کا شدت سے رد کیا ہے، انہوں نے یہود کے اس قول کی طرف رجحان رکھا ہے کہ اتوار، پہلا اور جمعہ چھٹا دن ہے۔ یہ وتر نہیں بلکہ ہفتہ کا روز وتر ہے حالانکہ حضور ﷺ کا فرمان پہلے گزر چکا ہے۔ اَضَلَّتْہُ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی وَھَدَاکُمُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ امام الطبری نے ایک اور حدیث سے استدلال کیا ہے لیکن وہ حدیث درست نہیں ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں غور و فکر کرو اس دن کو متعین کرنے میں جنس انسانی کی تخلیق کی طرف کیسے اشارہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کیسی دلیل ہے؟ اگر تو کسی روز جمعہ کے دن میں غور و فکر کرے پھر اس سے پہلے جمعہ میں تفکر کرے اسی طرح پہلے تمام ایامِ جمعہ میں غور و فکر کرے تو تیرا ذہن اس دن کے متعلق سوچے گا جس میں تیرے محترم باپ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی پھر تو جمعہ سے قبل چھ ایام کے متعلق سوچے گا تو تجھے معلوم ہوگا کہ ہفتہ تک ہر روز مخلوقات میں سے کوئی جنس موجود ہو گی۔ پھر اس ہفتہ کے بعد ایسا جمعہ آئے گا جس میں صرف واحد، حمد، وتر کا وجود ہی ہوگا۔ جمعۃ المبارک غور و فکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و اولیت کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی لئے واجب ہے کہ اس روز دل کی توحید کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے پختہ کیا جائے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس ذکر کو عمل سے مؤکد کیا جائے اور وہ عمل بھی توحید کے معنی کے مشابہ ہو۔ اس طرح وہ اجتماع، مساجد میں سے صرف ایک مسجد میں ہونا چاہیے اور آئمہ میں سے صرف ایک امام کی اقتداء میں ہونا چاہیے۔ وہ امام خطبہ دے گا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی ملاقات کے متعلق بتائے گا۔ اس طرح فعل، قول کے اور قول، عقیدہ کے مطابق ہو جائے گا۔ ان اغراض و مقاصد پر ذرا غور کرو۔ یہ حق کی یاد دلاتی ہیں۔ ہماری بحث قدرے طویل ہوگئی ہے۔ بات سے بات نکلتی رہتی ہے مگر بھلائی میں اضافہ نقصان دہ نہیں ہوتا۔ واللہ المستعان۔

حضرت سعد اور حضرت اسید کا قبولِ اسلام

اہل مکہ نے حضرت سعد کے اسلام سے قبل ایک غیبی صدا سنی کوئی اس طرح کہہ رہا تھا۔

Marfat.com

کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو لے کر باہر آئے، وہ بنوعبد الاشہل اور بنوظفر کے پاس جانا چاہتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ بن نعمان بن امرئ القیس بن زید بن عبد الاشہل حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے۔ حضرت اسعد، حضرت مصعب رضی اللہ عنہما کو بنوظفر کے ایک باغ میں لے گئے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں ظفر کا نام کعب بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس تھا۔ حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما بئر مرق پر تشریف لائے۔ مسلمان ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر بنوعبد الاشہل کے سرداروں میں سے تھے، انہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، جب انہوں نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے متعلق سنا تو حضرت سعد نے حضرت اسید سے کہا تیرا باپ تجھے روئے! ان دونوں کے پاس جاؤ جو ہماری حویلی میں آئے ہیں تاکہ ہمارے کمزور لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔ انہیں خوب ڈانٹو اور انہیں منع کرو کہ وہ دوبارہ اس طرف آنے کی جرأت نہ کریں اگر اسعد بن زرارہ میرے رشتہ دار نہ ہوتے تو میں انہیں کافی ہو جاتا۔ وہ میرے خالہ زاد ہیں میں ان کے سامنے نہیں جانا چاہتا۔ حضرت اسید نے اپنا نیزہ لیا اور حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما کی طرف چل پڑے۔ جب حضرت اسعد نے انہیں آتے دیکھا تو حضرت مصعب سے کہنے لگے، آپ کے پاس قوم کا سردار آ رہا ہے۔ اس سے ذات باری تعالیٰ کے متعلق سچ کہنا حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر وہ بیٹھ گیا تو میں اس سے بات چیت کروں گا''۔ حضرت اسید ان کے پاس آ کر انہیں سب و شتم کرنے لگے اور کہنے لگے۔ ''کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بناؤ۔ اگر

فَإِنْ يُسْلِمِ السَّعْدَانِ يُصْبِحْ مُحَمَّدٌ بِمَكَّةَ لَا يَخْشٰى خِلَافَ الْمُخَالِفِ

''اگر دونوں سعدوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر حضور ﷺ اس حالت میں ہوں گے کہ وہ مکہ معظمہ میں کسی مخالف کی مخالفت سے خوفزدہ نہ ہوں گے''۔ قریش مکہ نے گمان کیا کہ شاید ''سعدان'' سے مراد دو قبیلے سعد بن حذیم اور سعد بن مناۃ بن تمیم ہیں لیکن انہوں نے دوسرے روز سنا کوئی کہہ رہا تھا۔

فَيَا سَعْدَ سَعْدَ الْاَوْسِ كُنْ اَنْتَ نَاصِرًا وَ يَا سَعْدُ سَعْدَ الْخَزْرَجِ جِيْنَ الْغَطَارِفِ

اَجِيْبَا اِلٰى دَاعِي الْهُدٰى وَ تَمَنَّيَا عَلَى اللّٰهِ فِي الْفِرْدَوْسِ مُنْيَةَ عَارِفِ

اے سعد یعنی قبیلہ اوس کے سعد! تم حضور ﷺ کے معاون بن جاؤ اور اے سعد یعنی سردار اور سخی بنوخزرج کے سردار! تم دونوں اللہ تعالیٰ کے داعی کو لبیک کہو اور اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس کی خواہش کرو

Marfat.com

تمہیں اپنی جانوں کی ضرورت ہے تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ''۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔'' ذرا بیٹھیں اور چند باتیں تو سنیں۔ اگر کچھ پسند آئے تو قبول کر لینا اور اگر پسند نہ آئے تو اسے رد کر دینا''۔ حضرت اسید نے کہا آپ نے انصاف کی بات کی ہے پھر اپنا برچھا زمین میں گاڑھا اور ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی تعلیم دی۔ قرآن پاک سنایا۔ حضرت اسعد اور حضرت مصعب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسید کی گفتگو سے پہلے ہی ہم نے ان کے چہرے پر اسلام کا اجالا دیکھ لیا تھا پھر انہوں نے فرمایا'' یہ کلام کتنے حسن و جمال والا ہے۔ جب تم اس دین میں داخل ہونا چاہو تو تم کیا کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا'' غسل کرو، پاکیزگی حاصل کرو، اپنے کپڑوں کو صاف کرو، حق کی گواہی دو، پھر نماز ادا کرو''۔ حضرت اسید اٹھے غسل کیا اور اپنے پاکیزہ کپڑے زیب تن کیے، دو رکعت نماز ادا کی پھر حضرت اسعد رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا'' میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے اگر اس نے تمہاری اتباع کر لی تو پھر اس کی قوم میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ میں عنقریب اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کا نام سعد بن معاذ ہے'' پھر وہ حضرت سعد اور ان کی قوم کے پاس آئے وہ اپنی محفل میں بیٹھے تھے جب سعد بن معاذ نے حضرت اسید کو آتے دیکھا تو کہا'' اللہ کی قسم! اسید کا چہرہ وہ نہیں ہے جو یہاں سے لے کر گیا تھا''۔ جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو حضرت سعد نے ان سے کہا'' تم نے کیا بنایا ہے''۔ انہوں

کافر کا اسلام قبول کرتے وقت غسل کرنا

ابن اسحاق نے حضرت سعد اور حضرت اسید رضی اللہ عنہما کے متعلق ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے غسل کیا۔ ہر کافر کے لئے سنت ہے کہ جب وہ اسلام قبول کرنا چاہے تو غسل کرے۔ علماء کا اختلاف ہے کہ اس وقت اس کافر کی نیت کیا ہو گی؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی نیت جنابت کی گندگی کو دور کرنا ہو گی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ عبادت کی نیت کرے گا۔ اس کے حق میں جنابت کا حکم نہیں ہے کیونکہ اس کا حکم نماز کی اباحت کے لئے ہے جب پہلی شرط'' ایمان'' ہی نہیں ہے تو پھر لازم ہے کہ دوسری شرط جنابت سے غسل بھی نہ ہو۔ جب کافر نے اسلام قبول کر لیا تو اسلام نے اس کے پہلے تمام گناہ معاف کرا دیے کسی گزری ہوئی نماز کا اعادہ اس پر واجب نہ رہا۔ جب نمازیں ساقط ہو گئیں تو اس کی شروط بھی ساقط ہو گئیں، شریعت کے احکام نئے سرے سے لاگو ہوں گے۔ جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو نمازیں اپنی شروط مثلاً وضوء اور جنابت وغیرہ کے ساتھ واجب

Marfat.com

نے کہا" میں نے ان دونوں سے گفتگو کی ہے مجھے کوئی خطرہ نظر نہیں آیا۔ میں نے ان دونوں کو منع کر دیا ہے، انہوں نے وعدہ کیا ہے۔" ہم وہی کریں گے جو تم پسند کرو گے"۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کے لئے چلے گئے ہیں انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ آپ کا خالہ زاد ہے وہ انہیں قتل کر کے آپ کو اذیت دینا چاہتے ہیں"۔ یہ سن کر حضرت سعد جلدی جلدی کھڑے ہو گئے۔ وہ حضرت اسید کی بات سن کر انتہائی غصے میں تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں برچھا لیا اور کہا" قسم بخدا! تم نے مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا"۔ پھر وہ حضرت مصعب اور حضرت اسعد کی طرف گئے۔ انہوں نے انہیں دیکھا وہ انتہائی مطمئن اور پر سکون تھے، حضرت سعد فوراً سمجھ گئے کہ حضرت اسید کا ارادہ ہے کہ میں بھی ان دونوں کی گفتگو سنوں۔ وہ انہیں سب وشتم کرتے ہوئے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے پھر حضرت اسعد کو مخاطب کر کے کہنے لگے" اے ابو امامہ! اگر میرے اور تمہارے مابین قربت نہ ہوتی تو پھر تم اس کا ارادہ کبھی نہ کر سکتے۔ کیا تم ہمارے گھر میں ہی ہم پر وہ چیز مسلط کرنا چاہتے ہو جسے ہم پسند نہیں کرتے؟" حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی فرما دیا تھا" اے مصعب! آپ کے پاس وہ سردار آ رہا ہے جسے اس کی قوم کا پورا پورا تعاون حاصل ہے۔ اگر اس نے تمہاری بات مان لی تو پھر اس کی قوم کے دو افراد بھی پیچھے نہ رہیں گے"۔ حضرت مصعب نے حضرت سعد سے کہا" کیا بیٹھ کر ہماری بات نہیں سنیں گے۔ اگر وہ بات تمہیں پسند آئے اور تمہارا میلان اس جانب ہو تو اسے قبول کر لینا اور اگر تمہیں پسند نہ آئے تو اسے ترک کر دینا"۔ حضرت سعد نے فرمایا" تم نے سچ کہا ہے، اپنا برچھا ایک سمت گاڑھا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے ان پر اسلام پیش کیا۔

ہو گئیں۔ اب وہ اگر جنبی ہو گا تو اسے غسل کرنا ہو گا۔ بعض متاخر علماء سے میں نے سنا ہے کہ اس کا غسل سنت ہو گا فرض نہیں لیکن میرے نزدیک یہ نقطۂ نظر واضح نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (توبہ: ۲۸) "مشرکین تو نرے ناپاک ہیں"۔ اور نجاست کا حکم طہارت سے اٹھ جاتا ہے۔ کفار پر جنابت کی وجہ سے تجیس کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اس نجاست کا حکم شرک کی صفت سے معلق ہے۔ وہ حکم جو کسی صفت سے معلل ہوتا ہے وہ اسی کے ساتھ مربوط ہوتا ہے جب شرک کا حکم ایمان سے اٹھ گیا تو پھر جنابت کا حکم باقی نہیں رہے گا، مثلاً جب کوئی مسلمان جنبی ہو پھر وہ پیشاب بھی کر دے تو جنابت سے طہارت حدثِ اصغر کے حکم کو رفع کر دیتی ہے کیونکہ طہارت صغریٰ، طہارت کبریٰ میں شامل ہے اس لئے ضروری ہے طہارت کبریٰ، طہارت صغریٰ سے مستغنی ہو۔ جس طرح جنابت سے طہارت،

Marfat.com

قرآن پاک کی تلاوت کی۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی ان کے رونق افزاء چہرے سے ان کے ایمان کا اندازہ لگا لیا تھا۔ حضرت سعد نے کہا "جب تم اسلام قبول کرتے ہو اور اس دین میں داخل ہوتے ہو تو تم کیا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا "آپ غسل کریں، پاکیزگی حاصل کریں، صاف لباس پہنیں، حق کی گواہی دیں پھر دو رکعت نماز ادا کریں"۔ حضرت سعد اٹھے، غسل کیا اپنے کپڑے صاف کیے۔ حق کی گواہی دی پھر دو رکعت نماز ادا کی پھر اپنا برچھا لیا اور اپنی قوم کی مجلس کی طرف آنے لگے۔ ان کے ہمراہ حضرت اسید بن حضیر بھی تھے۔

جب آپ کی قوم نے آپ کو آتے دیکھا تو کہنے لگے "اللہ کی قسم! سعد تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آرہے جس چہرے کے ساتھ وہ یہاں سے گئے تھے"۔ حضرت سعد اپنی قوم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا "اے بنو عبدالاشہل! تم میں میری حیثیت کیا ہے؟ انہوں نے کہا "تم ہمارے سردار، رائے کے اعتبار سے افضل اور عقل کے اعتبار سے دانا ہو"۔ حضرت سعد نے فرمایا "تمہارے مردوں اور عورتوں سے، میرے لئے گفتگو کرنا اس وقت حرام ہے حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ"۔ حضرت مصعب اور حضرت اسعد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ قسم بخدا! شام تک بنو عبدالاشہل کے تمام مرد و خواتین اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما حضرت اسعد بن زرارہ کے گھر آ گئے اور لوگوں کو دین حق کی دعوت دینے لگے۔ انصار کے تمام گھروں کے مرد و خواتین حلقہ بدوش اسلام ہو چکے تھے مگر بنو امیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف اسلام کی سعادت سے محروم رہے۔ یہ اوس اللہ کہلاتے تھے یہ بنو اوس بن حارثہ میں سے تھے۔ ان کا شاعر اور قائد ابو قیس بن الاسلت تھا وہ اس کی بات غور سے سنتے تھے اور اس کی پیروی کرتے تھے۔ اس نے انہیں اسلام سے روکے رکھا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق بھی گزر گئے۔ جب ابن

حدث سے طہارت سے مستغنی ہوتی ہے جبکہ ان دونوں طہارتوں میں سے کوئی ایک طہارت بھی عین نجاست کو زائل کرنے والی نہیں ہے۔ اس بحث کے بعد یہی واضح ہوتا ہے کہ کافر کو غسل کا حکم عبادت کے لئے ہوا اور یہ حکم فرض کے حکم میں نہ ہو۔ امام ترمذی نے حضرت قیس بن عامر سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس حدیث مبارک کو پیش نظر رکھتے ہوئے علماء فرماتے ہیں کافر کے لئے مستحب ہے کہ وہ اسلام لاتے وقت غسل کرے اور کپڑے دھوئے۔ لہٰذا یہ مستحب ہے۔

Marfat.com

الاسلت کو اسلام میں صداقت نظر آئی اور لوگوں نے اس سے اختلاف کیا تو اس نے کہا۔

أَرَبَّ النَّاسِ اَشیَاءُ اَلَمَّت یُلَفُّ الصَّعبُ مِنهَا بِالذَّلُولِ
أَرَبَّ النَّاسِ اَمَّا اِذ ضَلِلنَا فَیَسِّرنَا لِمَعرُوفِ السَّبِیلِ
فَلَولَا رَبُّنَا کُنَّا یَهُودًا وَ مَا دِینُ الیَهُودِ بِذِی شُکُولِ
وَ لَو لَا رَبُّنَا کُنَّا نَصَارٰی مَعَ الرُّهبَانِ فِی جَبَلِ الجَلِیلِ
وَ لٰکِنَّا خُلِقنَا اِذ خُلِقنَا حَنِیفًا دِینُنَا عَن کُلِّ جِیلِ
نَسُوقُ الهَدیَ تَرسُفُ مُذعِنَاتٍ مُکَشَّفَةَ المَنَاکِبِ فِی الجُلُولِ

اے لوگوں کے پروردگار! چند اشیاء باہم مل گئی ہیں ان سے مشکلات آسانیوں سے مل گئی ہیں۔ اے لوگوں کے پروردگار! اگر ہم گمراہی کے رستے پر ہیں تو تو ہمارے لئے نیکی کی راہ کو آسان بنا۔ اگر ہمارا رب ہماری دستگیری نہ کرتا تو ہم یہودی ہوتے۔ حالانکہ یہودیوں کے دین کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ہمارا مولا ہماری راہ نمائی نہ کرتا تو ہم عیسائی ہوتے اور کوہِ جلیل میں راہبوں کے ساتھ خلوت گزیں ہو جاتے لیکن جب ہمیں پیدا کیا گیا تو ہمیں ایک الگ دین والے ہی پیدا کیا گیا۔ ہمارا دین تمام لوگوں سے جدا ہے۔ ہم قربانی کے جانور لے کر چلتے ہیں۔ وہ ان جانوروں کی مانند آہستہ آہستہ چلتے ہیں جن کے پاؤں بندھے ہوں جھولوں میں ان کے بازو منکشف ہوتے ہیں۔

بِذِی شُکُولِ

شُکول، شَکل کی جمع ہے۔ شَکل کسی چیز کی مثل کو کہتے ہیں جبکہ شِکل حسن و جمال کو کہتے ہیں۔ ابن اسلت کے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں کا دین ایک بدعت بن چکا ہے۔ اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی کوئی نیک کام ان کی تائید کرتا ہے۔

الطائی نے کہا ہے:

وَ قُلتُ اَخِی قَالُوا اَخٌ مِن قَرَابَةٍ فَقُلتُ لَهُم اِنَّ الشُّکُولَ اَقَارِبُ
قَرِیبِیَ فِی رَاْیِی وَ دِینِی وَ مَذهَبِی وَ اِن بَاعَدَتنَا فِی الخُطُوبِ المُنَاسِبُ

میں نے پوچھا کیا بھائی ہے انہوں نے کہا قرابت داری میں بھائی ہے، میں نے ان سے کہا شکلیں تو بہت ملتی ہیں تو میری رائے، مذہب اور دین میں میرا بھائی ہے اگرچہ نسب کے معاملات میں تو ہم سے بہت دور ہے۔

Marfat.com

بیعت عقبہ ثانیہ

ابن اسحاق کہتے ہیں، پھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔ انصار بھی دیگر مشرکین کے ہمراہ ایامِ حج میں مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ وہ مکہ مقدسہ میں پہنچ گئے اور ایام تشریق کے وسط میں ''عقبہ'' کے مقام پر حضور ﷺ سے عہد کیا یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے انصار کے سروں پر عزت وکرامت کا تاج سجانا چاہا۔ اپنے نبی محترم ﷺ کی تائید اور اسلام کو غلبہ عطا فرمانا چاہا۔ اہل شرک کو رسوا کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت براء بن معرور اور ان کی نماز

ابن اسحاق کہتے ہیں معبد بن کعب بن ابی بن کعب بن قین نے مجھے بیان کیا ہے کہ ان کے بھائی عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ انصار کے بہت بڑے عالم تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد محترم نے انہیں بیان کیا ہے۔ ان کے والد محترم حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جو عقبہ میں حضور ﷺ سے ملے تھے اور آپ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم اپنی قوم کے ان مشرکوں کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ ہم نماز بھی پڑھتے رہے اور دین کے مسائل بھی سیکھتے رہے۔ ہمارے درمیان حضرت براء بن معرور بھی تھے وہ ہمارے سردار اور ہم میں سے بڑے تھے۔ جب ہم مدینہ طیبہ سے باہر نکلے اور اپنے سفر پر عازم ہوئے تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا۔ ''اے میرے ہم سفرو! میرا ایک مشورہ ہے میں نہیں جانتا کہ تم میری مخالفت کرو گے یا موافقت۔ ہم نے کہا وہ کیا

اَلْجَلِيْلُ

شام کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا نماز میں قبلہ رو ہونا

حضرت براء رضی اللہ عنہ تمام راستہ میں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے دیگر ہم سفر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے، حضور ﷺ نے حضرت براء سے فرمایا، قَدْ كُنْتَ عَلٰى قِبْلَةٍ لَوْ صَبَرْتَ عَلَيْهَا۔ تم ایک قبلہ پر تھے کاش کہ تم صبر کر لیتے۔ حضور ﷺ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو وہ نمازیں قضاء کرنے کا حکم نہ دیا تھا جو انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں تھیں کیونکہ انہوں نے اس میں تاویل کی تھی۔

Marfat.com

ہے؟ انہوں نے کہا "میں پسند نہیں کرتا کہ میں اس عظیم عمارت خانہ کعبہ کی طرف پشت کروں، میں اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا چاہتا ہوں"۔ ہم نے کہا "ہمیں تو حضور ﷺ سے یہی روایت پہنچی ہے کہ آپ ﷺ شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، ہم آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے"۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تو کعبہ معظمہ کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھوں گا لیکن ہم نے انکار کر دیا جب نماز کا وقت ہوتا تو ہم شام کی طرف منہ کر لیتے اور حضرت براء رضی اللہ عنہ قبلہ رو ہو جاتے حتیٰ کہ ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ ہمیں حضرت براء رضی اللہ عنہ کا یہ فعل بڑا معیوب لگتا تھا لیکن وہ اسی پر ہی مصر تھے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر انہوں نے مجھ سے کہا "اے بھتیجے! آؤ ہم حضور ﷺ سے ملاقات کرنے جاتے ہیں اور ہم آپ ﷺ سے اس فعل کے متعلق بھی پوچھیں گے جو میں نے راستہ میں کیا ہے جب میں نے تمہیں اپنا مخالف دیکھا ہے تو میرے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں"۔ ہم حضور ﷺ کی جستجو میں نکلے، ہم نے آپ ﷺ کی پہلے زیارت نہ کی تھی۔ ہم مکہ معظمہ کے ایک باشندے سے ملے اس سے حضور ﷺ کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا کیا تم آپ ﷺ کو جانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے پوچھا کیا "تم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو جانتے ہو"۔ ہم نے کہا ہاں ہم

حضور ﷺ کا قبلہ

اس روایت میں دلیل ہے کہ حضور ﷺ مکہ معظمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ایک طائفہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حضور نے مدینہ طیبہ میں صرف سترہ یا سولہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اس طرح قبلہ میں دو نسخ ہوں گے۔ ا۔ سنت کا نسخ سنت کے ساتھ۔ ۲۔ اور سنت کا نسخ قرآن کے ساتھ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت حدیث اس مسئلہ کے خلاف ہے۔ ان سے کئی اسناد سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ مکہ معظمہ میں نماز ادا فرماتے تو بیت المقدس کی طرف منہ کرتے آپ ﷺ کعبہ مقدسہ کو اپنے اور بیت المقدس کے درمیان رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ دونوں قبلوں کی طرف منہ کرتے تھے تو اس میں لوگوں کے لئے یہ ظاہر نہ تھا۔ آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کرتے ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ مکہ معظمہ سے تشریف لے گئے۔ قبلہ کو منسوخ کرنے والی آیت یہ ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ: ۱۵۰)

"اور جہاں سے بھی آپ (باہر) نکلیں تو موڑ لیا کریں (نماز کے وقت) اپنا رخ مسجد حرام کی طرف"۔

Marfat.com

حضرت عباس کو جانتے ہیں وہ بحیثیت تاجر ہمارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس شخص نے کہا جب تم مسجد میں جاؤ گے تو جو ذات حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھی ہوگی وہ حضور ﷺ ہی ہوں گے۔ جب ہم مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد میں حضرت عباس بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس حضور ﷺ بھی موجود تھے۔ ہم آپ ﷺ کو سلام عرض کرنے کے بعد بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عباس! "کیا تم ان دو افراد کو جانتے ہو" انہوں نے کہا "ہاں! یہ براء بن معرور ہیں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور یہ کعب بن مالک ہیں۔ حضرت کعب فرماتے تھے قسم بخدا! مجھے آپ ﷺ کا یہ فرمانا کبھی نہیں بھولے گا۔ "وہ کعب بن مالک جو شاعر ہیں" انہوں نے عرض کی "ہاں"! حضرت براء رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ جب میں اس سفر پر روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دی۔ میں نے اس مبارک عمارت "بیت اللہ" کی طرف پشت کرنا مناسب نہ سمجھا۔ میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا رہا میرے ساتھی میری مخالفت کرتے رہے حتیٰ کہ میرے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے۔ حضور ﷺ! اس ضمن میں آپ ﷺ کی رائے کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا۔ قَدْ

یعنی آپ ﷺ جس سمت سے بھی نماز ادا کرنے کے لئے آئیں تو آپ ﷺ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر لیں خواہ بیت المقدس آپ ﷺ کے پیچھے ہو یا نہ ہو کیونکہ آپ ﷺ مکہ معظمہ میں یہ کوشش فرماتے تھے کہ خانہ کعبہ آپ ﷺ اور بیت المقدس کے مابین ہو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت سے فرمایا۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (البقرہ: ۱۴۴) "(اے مسلمانو) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف"۔ امت کو "حَيْثُمَا خَرَجْتُمْ" نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے امام تھے۔ آپ ﷺ انہیں امامت کرانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ پر نماز کی طرف خروج واجب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے "خروج" کا لفظ صرف آپ ﷺ کے لئے مختص فرمایا۔ یہ حکم کسی اور کے لئے اس طرح نہ تھا۔ اگر خروج کا لفظ امت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تو پھر یہ لفظ عورتوں اور ان لوگوں کے خروج کا تقاضا کرتا جن پر جماعت واجب نہ ہوتی۔ اللہ رب العزت نے تین آیات میں خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ تحویل قبلہ کے منکرین کے تین گروہ تھے۔ ۱۔ یہودی۔ ان کے مذہب میں نسخ بالکل ہی نہ تھا۔ ۲۔ منافق اور مشکوک۔ ان کا انکار سب سے زیادہ شدید تھا۔ ۳۔ قریش مکہ۔ یہ کہتے تھے محمد ﷺ ہمارے دین کو ترک کر کے نادم ہوئے ہیں۔ وہ عنقریب ہمارے دین کی طرف لوٹ آئیں گے جس طرح وہ ہمارے

Marfat.com

كُنْتَ عَلٰى قِبْلَةٍ لَوْ صَبَرْتَ عَلَيْهَا۔ ''تم ایک قبلہ پر تھے تم اسی پر ہی صبر کر لیتے''۔ یہ سن کر حضرت براء رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے قبلہ کی طرف لوٹ آئے اور ہمارے ساتھ شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ ان کے اہل و عیال کا یہ زعم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ تادمِ وصال کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن ان کا یہ قول درست نہیں۔ ہم انہیں ان سے زیادہ جانتے تھے'' ابن ہشام کہتے ہیں عون بن ایوب بن انصاری کہتے تھے۔

وَ مِنَّا الْمُصَلِّي أَوَّلَ النَّاسِ مُقْبِلًا عَلٰى كَعْبَةِ الرَّحْمٰنِ بَيْنَ الْمَشَاعِرِ

اللہ تعالیٰ کے مشاعر کے مابین کعبہ مقدسہ کی طرف منہ کرنے والا شخص ہم میں سے ہی تھا۔

قبلے کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اس سے قبل وہ اسی سے حضور ﷺ کے خلاف دلیل پکڑتے تھے۔ وہ کہتے تھے محمد ﷺ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی ملت کی طرف بلاتے ہیں لیکن انہوں نے ان کے قبلہ کو ترک کر دیا ہے اور یہودیوں کے قبلہ کو اس پر ترجیح دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (البقرہ: ۱۵۰)

''تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم پر اعتراض (کی گنجائش) بجز ان لوگوں کے جو ناانصافی کریں ان سے''

اس آیت میں استثناء منقطع ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا نہ لوٹیں گے اور نہ ہی ہدایت پاسکیں گے۔ ارشاد فرمایا۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ (البقرہ)

''یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تو ہرگز نہ بن جانا شک کرنے والوں سے''۔

یعنی میں نے آپ ﷺ کو جو بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ حق ہے سابقہ انبیاء کرام کا بھی یہی قبلہ تھا۔ شک میں مبتلا نہ ہوں۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ (البقرہ: ۱۴۴)

''اور بے شک وہ جنہیں کتاب دی گئی ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے''۔

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ ۔ (البقرہ)

''اور بے شک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر''۔

وہ اپنے علم کو چھپاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ خانہ کعبہ سابقہ انبیاء کا بھی قبلہ تھا۔ ابوداؤد السنجری نے اپنی کتاب ''ناسخ و منسوخ'' میں ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سلمان بن

Marfat.com

اس سے شاعر کی مراد حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کا اسلام لانا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے معبد بن کعب نے بیان کیا ہے وہ اپنے بھائی عبداللہ بن کعب سے اور وہ حضرت کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ ''پھر ہم ادائیگی حج کے لئے چلے گئے۔ ہم نے ایام تشریق کے وسط میں حضور ﷺ سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو وہ رات بھی آ گئی جس کا وعدہ حضور ﷺ نے ہم سے کیا تھا۔ ہمارے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بھی تھے وہ ہمارے سرداروں اور راہ نماؤں میں سے تھے۔

عبدالملک ایلیاء کا اتنا احترام نہ کرتے تھے جتنا احترام ان کے گھر والے کرتے تھے۔ میں ایک سفر میں ان کے ساتھ تھا اس وقت وہ ولی عہد تھے۔ ان کے ساتھ خالد بن یزید بن معاویہ بھی تھا۔ سلیمان نے کہا جس قبلہ کی طرف مسلمان اور نصاریٰ منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس پر تعجب ہے۔ خالد بن یزید نے کہا میں نے وہ کتاب بھی پڑھی ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ میں نے تورات بھی پڑھی ہے۔ یہودیوں نے اس کتاب میں اس کے متعلق کچھ نہیں پایا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سکینہ کا تابوت ''الصخرۃ'' پر تھا جب اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل پر ناراض ہوا تو اس نے وہ تابوت اٹھا لیا۔ انہوں نے باہمی مشاورت کر کے یہ طے کیا کہ وہ اپنی نماز میں منہ اس ''الصخرۃ'' کی طرف کریں گے۔ ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے ابو عالیہ سے قبلہ کے متعلق مناظرہ کیا۔ ابو العالیہ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام ''الصخرۃ'' کے پاس نماز پڑھتے تھے ان کا منہ بیت الحرام کی طرف ہوتا تھا۔ کعبہ ان کا قبلہ تھا۔ ''صخرہ'' ان کے درمیان ہوتی تھی۔ یہودی نے کہا میرے اور آپ کے درمیان حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد فیصلہ کرے گی۔ حضرت ابو العالیہ نے فرمایا میں نے حضرت صالح کی مسجد میں نماز ادا کی ہے۔ ان کا قبلہ خانہ کعبہ تھا۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت ذوالقرنین کی مسجد بھی دیکھی ہے ان کا قبلہ بھی خانہ کعبہ ہے۔

روایت ہے کہ حضور ﷺ حضرت جبرائیل سے فرماتے تھے میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہودیوں کے قبلہ سے پھیر دے۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا میں عبد مامور ہوں۔ روایت ہے کہ جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ (البقرہ: ۱۴۴)

Marfat.com

ہم نے انہیں بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ ہم اپنے اس معاملہ کو اپنی مشرک قوم سے چھپا رہے تھے۔ ہم نے حضرت عبداللہ سے کہا "اے ابو جابر! آپ ہمارے سرداروں اور راہ نماؤں میں سے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ کل آتش جہنم کا ایندھن بنیں"۔ پھر ہم نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی اور حضور ﷺ سے ملاقات کرنے کے متعلق بتایا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ہمارے ہمراہ عقبہ میں تشریف لے گئے۔ وہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔

بیعت کرنے والی دو خوش نصیب خواتین

ہم اس رات اپنے کجاوؤں میں سو گئے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو ہم حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے نکل آئے۔ ہم چھپتے چھپاتے قطا کی طرح کھسک آئے۔ عقبہ کے پاس ہم ایک گھاٹی میں جمع ہو گئے۔ ہم تہتر مرد تھے ہمارے ساتھ دو خواتین بھی تھیں۔ ا۔ حضرت نسیبہ بن کعب۔ ام عمارہ۔ ان کا تعلق بنو مازن بن نجار سے تھا۔ ۲۔ حضرت اسماء بنت عمرو بن عدی بن نابی۔ یہ ام منیع تھیں اور ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔

حضرت عباس اور انصار

حضرت کعب فرماتے ہیں "ہم اس گھاٹی میں بیٹھ کر حضور ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ حضور ﷺ وہاں تشریف لے آئے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے اس وقت وہ اپنی قوم کے دین پر تھے مگر انہوں نے پسند کیا کہ وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ اس معاملہ

حضرت ام عمارہ اور حضرت ام منیع رضی اللہ عنہما

حضرت ام عمارۃ رضی اللہ عنہا سے مراد نسیبہ بنت کعب ہیں وہ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ یہ بیعت عقبہ، بیعت رضوان اور یمامہ کے دن حاضر ہوئیں۔ انہوں نے بذاتِ خود جہاد کیا۔ انہوں نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں اپنے بیٹے عبداللہ کو شریک کیا۔ اس جنگ میں ان کے ہاتھ کٹ گئے۔ انہیں بارہ زخم آئے، اس کے بعد وہ تادیر حیات رہیں۔ لوگ اپنے مریض لے کر ان کے پاس حاضر ہوتے۔ وہ اپنا خشک ہاتھ مریضوں پر پھیرتیں اور ان کے لئے دعا کرتیں۔ اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفا عطا فرما دیتا۔

دوسری صحابیہ کا نام حضرت اسماء بنت عمرو ام منیع تھا۔ ابن اسحاق نے ان کا نسب لکھا ہے روایت کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ تمام سعادتیں تو مرد لے گئے ہیں

Marfat.com

میں شریک ہوں اور آپ ﷺ کے لئے معاہدہ کی توثیق کریں۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہو گئے تو سب سے پہلے گفتگو کا آغاز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کیا انہوں نے کہا ''اے گروہ خزرج! محمد ﷺ ہم میں کس حیثیت کے مالک ہیں تم خوب جانتے ہو۔ ہم نے بھرپور ان کا تحفظ کیا ہے۔ ہمارے اس تحفظ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو آپ کے متعلق رائے میں ہم سے متفق نہ تھے۔ یہ اپنی قوم میں معزز اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ یہ تمہارے پاس ہی جانا چاہتے ہیں۔ وہ تم سے ہی ملنا چاہتے ہیں۔ اگر تم محسوس کرتے ہو کہ تم ان سے کئے گئے عہد کو نبھا سکو گے۔ مخالفین سے آپ ﷺ کا تحفظ کر سکو گے۔ تو پھر یہ بارگراں تمہیں مبارک ہو، اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تم انہیں ہجرت کے بعد دشمن کے سپرد کر دو گے، اور انہیں رسوا کرو گے تو پھر ابھی سے ہی انہیں چھوڑ دو۔ یہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں مکرم و محفوظ ہیں''۔ ہم نے حضرت عباس نے کہا ''ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ یارسول اللہ ﷺ آپ فرمائیں کہ آپ ﷺ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے کیا پسند فرمائیں گے''۔

حضور ﷺ کا انصار سے معاہدہ

پھر حضور ﷺ محو کلام ہوئے۔ آپ ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ اسلام کی ترغیب دی پھر فرمایا۔ ''میں تمہیں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم

عورتوں کیلئے کیا بچا ہے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ (الاحزاب: ۳۵)

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ

حضرت براء رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے دست اقدس پر رکھا اور بیعت کی۔ انہوں نے عرض کی لَنَمْنَعَنَّكَ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ أُزُرَنَا۔ أُزُرَنَا سے مراد نِسَاءَ نَا ہے۔ اہل عرب ازار بول کر عورت مراد لیتے تھے اور ازار سے نفس مراد بھی لے لیتے تھے وہ کپڑے بول کر کپڑے پہننے والا بھی مراد لیتے تھے۔ شاعر کہتا ہے۔

رَمَوْهَا بِأَثْوَابٍ خِفَافٍ فَلَا تَرَى لَهَا شَبَهًا إِلَّا النَّعَامَ الْمُنَفَّرَا

انہوں نے انہیں ہلکے پھلکے جسموں کے ساتھ پھینک دیا تجھے ان کے لئے بھاگے ہوئے شتر مرغ کے علاوہ اور کوئی تشبیہ مناسب نہیں لگے گی۔

أَثْوَابٌ خِفَافٌ سے مراد أَبْدَانٌ خِفَافٌ ہے۔ أُزُرَنَا میں دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ ا۔ اہل خانہ جس طرح کہ ایک مجاہد نے میدان جنگ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جس میں اس نے

Marfat.com

میری حفاظت ہر اس چیز سے کرو جس سے تم اپنی خواتین اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔
" حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑا اور عرض کی بالکل یا رسول اللہ ﷺ! لَنَمنعَنَّكَ مِمَّا نَمنعُ مِنهُ اُزُرنا فَبَايِعنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ یا رسول اللہ! ﷺ ہم آپ ﷺ کا تحفظ ہر اس چیز سے کریں گے جس سے ہم اپنی بیویوں اور اولاد کا تحفظ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ ہمیں بیعت فرما لیجئے۔ ہم جنگی چالوں کے ماہر ہیں، ہمارے دوست واحباب کا حلقہ وسیع ہے، ہم نسل در نسل اس کے وارث ہیں"۔ اسی دوران حضرت ابو الہیثم بن تیہان نے عرض کی " یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان معاہدے ہیں ہم انہیں ختم کر دیں گے کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ﷺ اپنی

اپنے اہل خانہ کا ذکر کیا۔ اس نے کہا

اَلَا اَبلِغ اَبَا حَفصٍ رَسُولًا فِدًى لَكَ مِنَ اَخِي ثِقَةٍ اِزَارِي

ارے! ابو حفص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف میرا پیغام پہنچا دو۔ آپ کا قابل اعتماد بھائی آپ پر فدا! میرے اہل خانہ کی خبر لیجئے۔

ازار سے مراد اہل خانہ ہیں۔ اس سے پہلے " اِحفَظ "فعل محذوف ہے مگر ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اس شعر میں ازار سے مراد اس کا نفس ہے یعنی میرا نفس آپ پر فدا۔ عربی میں یہ قول مشہور ہے۔ پہلا قول معروف نہیں ہے۔ پہلا قول درست اس لئے نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے ایک ناصب فعل محذوف مانا گیا ہے لیکن اس کے مابعد شعر میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ شعر دوسرے قول کو تقویت دیتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

قَلَائِصَنَا هَدَاكَ اللّٰهُ مَهلًا شُغِلنَا عَنكُم زَمَنَ الحِصَارِ

اے ہماری اونٹنیوں اللہ تمہیں ہدایت دے آہستہ چلو۔ حصار کے زمانہ نے ہمیں تم سے غافل رکھا ہے۔

اس شعر میں قلائص کو اسی فعل نے نصب دی ہے جسے پہلے قول میں مضمر مانا گیا ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو البشر تھی۔ یہ کنیت ان کے بیٹے بشر بن براء کی وجہ سے تھی انہوں نے ہی حضور ﷺ کے ساتھ زہر آلود بکری کا گوشت کھایا تھا اور اسی سے انتقال فرمایا تھا ان کے والد کا نام معرور تھا۔ اس کا معنی مقصود ہے کہا جاتا ہے عَرَّ وَ اِعتَرَّ۔ اس نے قصد کیا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کی قبروں پر حضور نے نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔

Marfat.com

قوم کی طرف لوٹ آئیں اور ہمیں چھوڑ دیں"۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا "اَلدَّمُ، اَلدَّم۔ وَالْهَدْمُ اَلْهَدْمُ اَنَا مِنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مِنِّیْ اُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَاُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ۔ تمہاری پناہ میری پناہ اور تمہاری حرمت میری حرمت ہوگی میں تم سے اور تم مجھ سے ہو میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

یہی حدیث قبر پر نمازِ جنازہ کی دلیل ہے۔ یہ حدیث چھ اسناد سے مروی ہے۔ ابو عمر نے تمہید میں ان سب کا تذکرہ کیا ہے اور تین اسناد کا اضافہ کیا ہے اس لئے نو صحابہ کرام نے اسے روایت کیا ہے۔ ان میں حضرت عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت بریدہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت ابوقتادہ انصاری، حضرت سہل بن حنیف، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اَلْهَدْمُ اَلْهَدْمُ

حضور ﷺ نے بیعت کرنے والوں سے فرمایا۔ اَلدَّمُ اَلدَّمُ وَالْهَدْمُ اَلْهَدْمُ۔ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اَلْهَدْمُ دال کی فتح سے ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں اہل عرب حلیف بنتے وقت یا پناہ دیتے وقت کہتے تھے۔ دَمِی دَمُكَ وَ هَدَمِیْ هَدْمُكَ۔ جسے تو خون بہا معاف کرے گا میں بھی اسے معاف کردوں گا۔ ایک قول کے مطابق یوں کہا جاتا تھا اَللَّدَمُ واللَّدَمُ والْهَدْمُ الْهَدْمُ مثلاً کسی شاعر نے کہا ہے۔ "ثُمَّ الْحِقِیْ بِهَدَمِیْ لَدَمِیْ" اَللَّدَمُ لَادِمٌ کی جمع ہے اس سے وہ مراد لوگ ہوتے ہیں جو انسان کے فوت ہو جانے پر نوحہ کناں ہوتے ہیں۔ یہ لَدَمْتُ صَدْرَهٗ سے مشتق ہے یعنی میں نے اس کے سینے پر مارا۔ ابن ہشام نے "اَلْهَدْم" سے مراد حرمت لی ہے انسان اور اس کے اہل و عیال کی حرمت کو کنایۃً ھدم کہا جاتا ہے کیونکہ اہل عرب ایک جگہ سے دوسری جگہ محوِ سفر رہتے تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے گھر بنالیتے تھے جب آگے جانے کا ارادہ کرتے تھے تو انہیں گرادیتے تھے۔ هَدْمٌ مَهْدُوْمٌ کے معنی میں ہے جس طرح قبض، مقبوض کے معنی میں ہے۔ اہل عرب گرائے جانے والے گھر کے لئے الهدم کا لفظ استعمال کرنے لگے پھر کہا جانے لگا هَدَمِیْ هَدْمُكَ میرا سفر تیرے سفر کے ساتھ ہوگا۔ میں تجھے چھوڑ کر کبھی سفر نہیں کروں گا۔ یعقوب نے کہا ہے۔

تَنْضِیْ اِذَا زُجِرَتْ عَنْ سَوْأَةٍ قُدُمًا كَاَنَّهَا هَدَمٌ فِی الْجَفْرِ مُنْقَاضٌ

جب اسے کسی پرانی بری عادت پر جھڑکا جائے تو وہ شکستہ کنویں میں پتھر پھینکنے کی طرح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

انصار میں سے بارہ نقیب

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور نے فرمایا۔ ”مجھے بارہ ایسے افراد دو جو اپنی قوم میں اس وقت فیصلہ کریں جب ان میں اختلاف رونما ہو۔ اس طرح بارہ نقیب بنائے گئے جن میں سے نو کا تعلق خزرج اور تین کا تعلق اوس سے تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت کیا ہے کہ ان نقیبوں میں درج ذیل افراد شامل تھے: ۱۔ ابو امامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار (تیم اللہ) بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، ۲۔ سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث، ۳۔ عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ امریٔ القیس بن عمرو بن امریٔ القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج، ۴۔ رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج، ۵۔ براء بن معرور بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن خزرج، ۶۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن خزرج، ۷۔ عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج۔ ابن ہشام کہتے ہیں غنم بن عوف، سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کا بھائی تھا، ۸۔ سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ بن ابی خزیمہ۔ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج، ۹۔ منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج۔ ابن ہشام کہتے ہیں ابن حنیس کو ابن خنیش بھی کہا جاتا ہے۔

اوس میں سے، ۱۰۔ اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امریٔ القیس بن زید بن

بارہ نقیب

حضور ﷺ نے انصار میں سے بارہ نقیب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھ کر بنائے تھے۔ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا (مائدہ: ۱۲) ”اور ہم نے مقرر کئے ان میں سے بارہ سردار“۔ حضرت موسیٰ کے ان نقیبوں کے نام ”التعریف والاعلام“ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس بن حارثہ، ۱۱۔ سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امری القیس بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس بن حارثہ، ۱۲۔ رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں۔ ان نقباء میں حضرت ابوالہیثم بن التیہان بھی تھے وہ حضرت رفاعہ کو ان میں شمار نہیں کرتے۔ (رضی اللہ عنہم)

حضرت کعب بن مالک کے اشعار

ابوزید انصاری نے ان کے درج ذیل اشعار مجھے روایت کیے ہیں۔

أَبلِغْ أُبَيًّا اَنَّهٗ قَالَ رَأيَهٗ　وَ حَانَ غُدَاۃَ الشِّعْبِ وَالْحِيْنُ وَاقِعُ
اَبَى اللّٰهُ مَا مَنَّتْكَ نَفْسُكَ اِنَّهٗ　بِمِرْصَادِ اَمْرِ النَّاسِ رَاءٍ وَ سَامِعُ
وَ اَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ اَنْ قَدْ بَدَالَنَا　بِاَحْمَدَ نُوْرٌ مِنْ هُدَى اللّٰهِ سَاطِعُ
فَلَا تَرْغَبَنْ فِي حَشْدِ اَمْرٍ تُرِيْدُهٗ　وَاَلِّبْ وَ جَمِّعْ كُلَّ مَا اَنْتَ جَامِعُ
وَ دُوْنَكَ فَاعْلَمْ اَنَّ نَقْضَ عُهُوْدِنَا　اَبَاهُ عَلَيْكَ الرَّهْطُ حِيْنَ تَبَايَعُوْا

اُبی کو یہ پیغام پہنچا دو کہ اس کی رائے غلط نکلی ہے۔ شعب ابی طالب کی صبح گزر چکی ہے اور اب موت واقع ہونے والی ہے۔ تیرے نفس نے جن خواہشات کا اظہار کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو پورا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ لوگوں کے معاملات کا نگہبان بھی ہے وہ دیکھنے اور سننے والا بھی ہے۔ ابوسفیان کو بھی یہ پیغام پہنچا دو کہ حضور ﷺ کی ذات میں ہدایت الٰہی کا وہ نور نکلا ہے جو ہر لحہ پھیلنے والا ہے۔ جس امر کے پورا ہونے کی تو آرزو رکھتا ہے اس میں رغبت نہ کر تو اکٹھا کر لے اور جو کچھ جمع کرنا چاہتا ہے اسے جمع کر لے۔ خوب جان لے ہمارے قبیلے نے اس عہد کو توڑنے سے انکار کر دیا ہے جو انہوں نے حضور ﷺ سے کیا تھا۔

اَبَاهُ الْبَرَاءُ وَابْنُ عَمْرٍو كِلَاهُمَا　وَاَسْعَدُ يَاْبَاهُ عَلَيْكَ وَ رَافِعُ
وَ سَعْدٌ اَبَاهُ السَّاعِدِيُّ وَ مُنْذِرٌ　لِاَنْفِكَ اِنْ حَاوَلْتَ ذٰلِكَ جَادِعُ
وَ مَا ابْنُ رَبِيْعٍ اِنْ تَنَاوَلْتَ عَهْدَهٗ　بِمُسْلِمِهٖ لَا يَطْمَعَنْ ثَمَّ طَامِعُ

امام زہری سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے نقیب مقرر کرتے وقت اوس اور خزرج کے لوگوں سے کہا تم میں سے کوئی میرے فعل کی وجہ سے ناخوش نہ ہو، میں وہی کرتا ہوں جو مجھے حکم دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

وَاَیْضًا فَلَا یُعْطِیکَہُ ابْنُ رَوَاحَۃَ　　وَاِخْفَارُہُ مِنْ دُوْنِہٖ السَّمُّ نَاقِعُ

حضرت براء اور حضرت ابن عمرو نے اس بیعت کو توڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ اسی طرح حضرت اسعد اور حضرت رافع بھی اس سے انکار کر رہے ہیں۔ حضرت سعد، جن کے جد امجد ساعدی ہیں، اور حضرت منذر نے بھی اس مبارک عہد کو توڑنے سے انکار کر دیا ہے اگر تو نے پھر کوشش کی تو تیری ناک کٹ جائے گی۔ حضرت ابن ربیع رضی اللہ عنہ بھی اس عہد کو نہیں توڑیں گے۔ خواہ تو کتنی ہی کوشش کرے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو تیرے سپرد نہیں کریں گے۔ کسی لالچی کو بھی اس ضمن میں کسی قسم کا لالچ نہیں دیا جا سکتا۔ اس معاملہ میں حضرت ابن رواحہ بھی تیری اطاعت نہیں کریں گے اور اس بیعت کو توڑنا ان کے لئے سم قاتل ہے۔

وَفَاءٌ بِہٖ وَالْقَوْقَلِیُّ بْنُ صَامِتٍ　　بِمَنْدُوحَۃٍ عَمَّا تَحَاوَلَ یَافِعُ

اَبُوْ هَیْثَمٍ اَیْضًا وَ فِیٌّ بِمِثْلِهَا　　وَفَاءٌ بِمَا اَعْطٰی مِنَ الْعَهْدِ خَانِعُ

وَ مَا ابْنُ حُضَیْرٍ اِنْ اَرَدْتَ بِمَطْمَعٍ　　فَهَلْ اَنْتَ عَنْ اُحْمُوْقَۃِ الْغَیِّ نَازِعُ

وَ سَعْدٌ اَخُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَاِنَّہٗ　　ضَرُوْحٌ لِمَا حَاوَلْتَ مِنَ الْاَمْرِ مَانِعُ

اُوْلَاكَ نُجُوْمٌ لَا یُغِبُّكَ مِنْهُمْ　　عَلَیْكَ بِنَحْسٍ فِیْ دُجَی اللَّیْلِ طَالِعُ

یہ تمام سب آپ کے ساتھ باوفا ہیں۔ توقلی ابن صامت میں بھی اتنی وسعت ہے کہ وہ اس امر کو روک سکے جس کا تو ارادہ کر رہا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہیثم رضی اللہ عنہ بھی باوفاء ہیں اور اپنے عہد کی پاسداری کرنے والے ہیں۔ اگر تو ابن خضیر کے پاس اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے جائے تو وہاں بھی تو کامیاب نہ ہوگا۔ کیا تو اپنی نادانی کی حماقت سے باز آ جائے گا؟ عمرو بن عوف کے بھائی حضرت سعد بھی تیرے ارادے کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑانے والے ہیں اور اس امر کو روکنے والے ہیں۔ یہ تمام ستارے ہیں جو رات کی ظلمت میں تجھ پر نحوست لے کر طلوع ہوں گے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ابوالہیثم کا ذکر کیا ہے انہوں نے حضرت رفاعہ کا ذکر نہیں کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ، مجھے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ان نقباء سے کہا ”تم اپنی قوم کے اسی طرح کفیل ہو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہو کر یکے بعد دیگرے ان کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ معیطی نے حضرت مالک بن انس سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں متعجب تھا کہ

Marfat.com

طرف حواریوں نے کفالت کی تھی۔ میں اپنی قوم کا کفیل ہوں" تمام نقیبوں نے اقرار کیا۔

حضرت عباس بن عبادۃ کی بنوخزرج کو تنبیہ

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب یہ لوگ حضور ﷺ کی بیعت کے لئے جمع ہوئے تو حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری نے کہا "اے گروہ خزرج! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم حضور کی بیعت کس چیز پر کر رہے ہو"۔ انہوں نے کہا "ہاں"۔ حضرت عباس نے کہا "تمہاری بیعت اس بات پر ہے کہ تم ہر کالے اور سرخ سے بر سر پیکار ہوں گے۔ ذرا سوچو کہ جب تمہارے مال برباد ہونے لگیں اور تمہارے سرداروں کے سر کٹنے لگیں اگر تم نے انہیں چھوڑ دیا تو یہ دنیا و آخرت کی رسوائی ہوگی۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ تم اپنے اموال کی ہلاکت اور سرداروں کے قتل کے باوجود ان سے وفا کرو گے تو پھر ان کا دامن پکڑ لو۔ اللہ کی قسم! دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے"۔ بنوخزرج نے کہا "ہم اپنے اموال کی بربادی اور اپنے سرداروں کی ہلاکت کے باوجود آپ ﷺ کو ہی ترجیح دیں گے"۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ اگر ہم نے وفا کی تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جنت ملے گی"۔ انہوں نے عرض کی "اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں، آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس آگے بڑھایا اور ان فرخندہ فال لوگوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی"۔

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ فرماتے ہیں "قسم بخدا! حضرت عباس نے یہ بات اس لئے کہی تھی تا کہ حضور ﷺ کی بیعت کا قلادہ ان کی گردنوں میں سختی سے پڑے"۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر فرماتے ہیں "حضرت عباس نے یہ بات اس لئے کی تھی تا کہ وہ لوگ اس رات بیعت کو مؤخر کر دیں انہیں امید تھی کہ شاید عبداللہ بن ابی سلول بھی آ جائیں اور ان لوگوں کو تقویت مل جائے"۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی نیت کیا تھی۔ ابن ہشام فرماتے ہیں سلول، بنوخزاعہ کی ایک عورت کا نام تھا۔ یہ ابی بن مالک بن حارث کی ماں تھی۔

دست مصطفیٰ ﷺ پر بیعت کرنے والی سب سے پہلی شخصیت

ابن اسحاق فرماتے ہیں، بنونجار کا گمان تھا کہ ابو امامہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ

دو آدمی ایک قبیلے سے اور ایک آدمی دوسرے قبیلے سے مقرر کیا گیا تھا حتیٰ کہ مجھے یہ حدیث سنائی گئی۔ انہیں ... ئیل نے مقرر کیا تھا اور حضور ﷺ کو ان کی طرف اشارہ کیا تھا۔

Marfat.com

نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی بیعت کی تھی۔ نبو عبدالاشہل کہتے تھے سب سے پہلے یہ سعادت حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ نے حاصل کی تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں امام زہری فرماتے تھے کہ مجھے معبد بن کعب بن مالک نے بیان کیا ہے وہ اپنے باپ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بیعت کی پھر دوسری قوم نے بیعت کی۔

شیطان اور بیعت عقبہ

انصار کہتے ہیں کہ جب ہم نے حضور ﷺ کی بیعت کر لی۔ صَرَخَ الشَّیْطَانُ مِنْ رَاسِ الْعَقَبَةِ بِاَنْفَذِ صَوْتٍ سَمِعْتُهُ قَطُّ یَا اَهْلَ الْجَبَاجِب هَلْ لَكُمْ فِی مُذَمَّمٍ والصُّبَاةِ مَعَهُ قَدْ اِجْتَمَعُوْا عَلَی حَرْبِكُمْ۔ تو عقبہ کی چوٹی سے بلند آواز سے شیطان چلایا یہ آواز ان آوازوں سے کہیں بلند تھی جو میں نے سنیں تھیں۔ اس نے کہا اے اہل حباحب! کیا تمہیں مذمم اور صابیوں کے متعلق علم ہے وہ تمہارے خلاف جنگ لڑنے کے لئے جمع ہو چکے ہیں۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ! صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا أَزَبُّ الْعَقَبَةِ۔ هٰذَا ابْنُ اَزْیَب۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان ہے یہ ازب کا بیٹا ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں اسے "اَزْیَبْ" کہا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن سن لے قسم بخدا میں تیرے لئے ضرور فارغ ہوں گا۔

بِاَنْفَذِ صَوْتٍ

شیخ ابو بکر فرماتے ہیں بڑے بڑے نسخوں میں اسی طرح مرقوم ہے مگر قاضی ابو ولید نے اسے بَاَبْعَدَ کہا ہے۔ امام سہیلی فرماتے ہیں اس اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ صوت کی صفت نفاذ کو بنانا درست ہے۔ یہ ابعد کی صفت لگانے سے زیادہ فصیح ہے۔ حضرت عمر کی کاہن سے یہ گفتگو پہلے گذر چکی ہے۔ لَقَدْ سَمِعْتُ مِنْ صَوْتِ الْعِجْلِ صَوْتًا مَا سَمِعْتُ اَنْفَذَ مِنْهُ۔ میں نے بچھڑے کی آواز سنی اس سے بلند تر آواز میں نے پہلے نہیں سنی تھی۔ صحیح حدیث میں ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَحْشُرُ الْخَلْقَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی صَرْدَحٍ وَاحِدٍ فَیَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَ یُسْمِعُهُمُ الدَّاعِی۔ "اللہ تعالیٰ روز قیامت لوگوں کو ایک وسیع میدان میں جمع کرے گا۔ نظر ان تمام کو دیکھے گی۔ پکارنے والا ان کو سن سکے گا۔ یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انصار کو جنگ کی اجازت نہیں دیتے

پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا اپنی اپنی اقامت گاہوں میں چلے جاؤ۔ حضرت عباس بن عبادۃ بن نضلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ علیہ السلام پسند فرمائیں تو ہم صبح ہی اہل منیٰ پر اپنی تلواروں سے حملہ کر دیں''۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تم اپنے اپنے خیموں میں چلے جاؤ''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''پھر ہم اپنے اپنے خیموں میں لوٹ آئے اور وہاں صبح تک سوئے رہے''۔

بیعت عقبہ کے متعلق قریش کا رد یہ

جب صبح ہوئی تو قریش مکہ کا ایک گروہ ہمارے پاس آیا اس نے کہا ''اے گروہِ خزرج! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے صاحب (علیہ السلام) کے پاس اس لئے آئے ہو تا کہ انہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔ تم نے ہمارے خلاف جنگ لڑنے کے لئے ان سے بیعت بھی کر لی ہے۔ قسم بخدا! ہمیں اس سے ناپسندیدہ امر اور کوئی نہیں کہ ہمارے اور تمہارے مابین جنگ ہو''۔ اس وقت ہم میں سے مشرک اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ''ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا اور نہ ہی ہمیں اس کا کچھ علم ہے''۔ انہوں نے سچ ہی کہا تھا کیونکہ انہیں اس بیعت کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔

یَا اَھْلَ الْجَبَاجِب

جباجب سے مراد منیٰ کی منازل ہیں یہ لفظ چمڑے کے برتنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً زبیل وغیرہ خیموں اور منازل کو برتنوں سے تشبیہ دے کر انہیں جباجب کہا گیا ہے۔

ھٰذَا اَزَبُّ الْعُقْبَةِ ھٰذَا اِبْنُ اَزْیَب

ابن ہشام نے اسے ابن ازیب کہا ہے۔ ابن ماکولا نے کہا ہے ام کرز بنت الازب بن عمرو بن بکیل۔ اس نسب میں الازب کا استعمال بطور اسم استعمال ہوا ہے۔ یہ بنو ہمدان سے تھی اور عباس کی دادی تھی۔ ان کی نانی کا نام ''سیلہ'' تھا ابن ماکولا کہتے ہیں۔ الاَزَب بطور اسم اسی نسب میں ہے۔ ''اَزَبُّ الْعَقَبَةِ'' شیطان کا نام تھا اس نسخہ میں غزوۂ احد کے باب میں یہ ''اِزْبُ الْعَقَبَة'' مرقوم ہے۔ حضرت ابن زبیر کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام اَزَبُّ تھا۔ انہوں نے اپنے کجاوے کے

Marfat.com

ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر قوم قریش کے وہ لوگ اٹھ کر جانے لگے۔ ان میں حارث بن ہشام بن مغیرہ المخزومی بھی تھا۔ عَلَيْهِ نَعْلَا نِ جَدِيْدَانِ۔ اس نے نئے جوتے پہن رکھے تھے۔ میں نے اس کے متعلق ایک بات کہی گویا کہ میں بھی ان کی گفتگو میں شرکت کرنے کا خواہاں تھا، میں نے کہا ”اے جابر! تم سردار ہو گیا تم مجھے اس قسم کا جوتا خرید کر نہیں دے سکتے جس طرح کا جوتا اس قریشی جوان نے پہن رکھا ہے“۔ میری گفتگو حارث نے بھی سن لی۔ اس نے اپنے جوتے اتارے اور میری طرف پھینک دیئے۔ اس نے کہا ”بخدا! اب انہیں تم ہی پہنو گے“۔ ابو جابر نے مجھے کہا ”رکو! بخدا! تم نے اس جوان کو ناراض کر دیا ہے۔ اس کے جوتے اسے واپس لوٹا دو“۔ میں نے کہا ”نہیں، میں اسے یہ جوتے ہرگز نہیں لوٹاؤں گا۔ یہ ایک عمدہ فال ہے۔ اگر یہ فال سچی ہوئی تو میں اس سے سب کچھ چھین لوں گا“۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ پھر قریش مکہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے بھی وہی سوال کیا جو پہلے ہم سے کر چکے تھے۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا۔ ”یہ معاملہ بڑا اہم ہے اس جیسے معاملہ سے میری قوم مجھے کیسے دور کر سکتی تھی۔ مجھے اس کا کوئی علم نہیں“ پھر قریش چلے گئے۔

کپڑے پر ایک شخص دیکھا اس کی لمبائی دو ہاتھ تھی۔ وہ اپنی لاٹھی لے کر اس کے پاس آئے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا ”میں اَزَب ہوں“۔ انہوں نے کہا ”کون اَزَب“۔ اس نے جواب دیا ”میرا تعلق جنات سے ہے“ انہوں نے اپنی لاٹھی سے اس کے سر پر ضرب لگائی وہ فوراً بھاگ گیا۔

علامہ یعقوب ”الفاظ“ میں لکھتے ہیں الازب، چھوٹے قد والے کو کہتے ہیں۔ ابن زبیر کے اس واقعہ کو عتبی نے ”الغریب“ میں لکھا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا لفظ صحیح ہے۔ ابن ہشام نے اسے ابن ازیب کہا ہے۔ ممکن ہے یہ ازب سے فعیل کے وزن پر ہو۔ ازیب کا معنی بخیل، ہوا کا نام، گھبراہٹ اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلنا بھی ہے۔ یہ افعل کے وزن پر ہے (العین) ممکن ہے کہ یہ ازیب سے مشتق ہو جس کا معنی چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلنا ہے۔ جس کا معنی بخیل ہے وہ فعیل کے وزن پر ہے کیونکہ علامہ یعقوب نے ”الفاظ“ میں لکھا ہے۔ ”اِمْرَأَةٌ اَزْيَبَةٌ“ اگر مذکر میں اس کا وزن افعل پر ہوتا تو مؤنث میں اسے زَيْبٌ کہا جاتا۔ مگر فعیل کا وزن اسماء میں بڑا قلیل ہے۔ ضَهْيَاءُ (وہ عورت جسے حیض نہ آتا ہو) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ فَعْلٰی کے وزن پر ہے اس کا ہمزہ زائدہ بتایا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ فعیل کے وزن پر ہے کیونکہ اللہ کے فرمان ”يُضَاهُوْنَ“ میں

Marfat.com

قریش انصار کو تلاش کرتے رہے اور حضرت سعد بن عبادہ کی اسیری

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پھر لوگ منیٰ سے واپس آگئے۔ قوم قریش اسی خبر کی تلاش میں شروع ہوگئی۔ انہیں معلوم ہوا کہ کوئی واقعہ ضرور رونما ہوا ہے۔ وہ انصار کی جستجو میں نکلے انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہما کو مقام ''اذاخر'' میں پالیا۔ یہ دونوں نقیب تھے، حضرت منذر کو قریش پکڑ نہ سکے حضرت سعد کو انہوں نے پکڑ لیا۔ انہوں نے ان کے تسمے سے ان کے ہاتھ ان کی گردن سے باندھ دیئے پھر انہیں مکہ معظمہ میں لے آئے۔ وہ انہیں زدوکوب کرنے لگے اور انہیں بالوں سے کھینچنے لگے، ان کے بال بہت زیادہ تھے۔

حضرت سعد کی نجات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''میں قریش کے ہاتھوں میں اسیر تھا اچانک قریش مکہ کی ایک جماعت میرے پاس آئی۔ فِيهِمْ رَجُلٌ وَضِيءٌ أَبْيَضُ شَعْشَاعٌ حُلْوٌ مِنَ

عاصم کی قرأت کے مطابق لام کلمہ ہمزہ ہے اور الضَّهْيَا اسی سے ہے کیونکہ وہ مردوں کے مشابہ ہوتی ہے۔ ضَهْيَاءُ بھی روایت ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں یہ تانیث کے لئے ہے اور ضَاهَيْت سے ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اَدْمَلُ اور اَدْمَلَةُ کی طرح اَزْيَبُ اور اَزْيَبَةُ ہو اور فعیلا کے وزن پر نہ ہو۔ ابواشہب نے حضرت حسین سے روایت کیا ہے کہ جب انصار نے منیٰ میں حضور ﷺ کی بیعت کی تو شیطان چلایا حضور ﷺ نے فرمایا یہ ابولبینی ہے جو تمہیں ڈرا رہا ہے۔

فعیل کی تذکیر و تانیث۔ نَعْلَانُ جَدِيْدَانِ

نعل اگرچہ مؤنث ہے لیکن فصیح کلام میں اس کی صفت جَدِيْدَةٌ نہیں آتی۔ مگر مِلْحَفَةٌ جَدِيْدٌ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مَجْدُوْدَةٌ (کٹے ہوئے) کے معنی میں ہے یہ کَفٌّ خَضِيْبٌ اور اِمْرَأَةٌ قَتِيْلٌ کی مانند ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں۔ ''جس نے اس کی صفت ''جَدِيْدَةٌ'' لگائی اس نے اسے حَدِيْثَةٌ کے معنی میں کیا''۔ ان کے نزدیک حَدِيْثَةٌ، حَادِثَةٌ کے معنی میں ہے اور ہر فعیل جو فاعل کے معنی میں ہو اس پر ''ة'' آسکتی ہے۔

رَجُلٌ وَضِيءٌ شَعْشَاعٌ

شَعْشَعٌ، شَعْشَعَانِی اور شَعْشَعَانٌ طویل شخص کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سَلْهَبٌ، صَعْقَبٌ، شَوْقَبٌ، شَرْعَبٌ، شَرْجَبٌ، جِبِقٌ، شَوْذَبٌ بھی اسی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

Marfat.com

الرِجَالِ۔ ان میں سے ایک روشن جبیں، سفید، درخشاں اور دل موہ لینے والا شخص بھی تھا۔ ابن ہشام نے اس کی جگہ ''الطّویل الحسن'' لکھا ہے۔ کہا جاتا ہے روبۃ نے کہا ہے یَمْطُوْہُ مِنْ شَعْشَاعِ غَیْرِ مُوْدَنِ۔ اونٹ کی گردن چھوٹی نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے مُوْدِنُ الْیَدِ۔ وہ چھوٹے ہاتھوں والا ہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں ''میں نے دل میں کہا اگر ان میں سے کسی سے بھلائی کی توقع کی جاسکتی ہے تو وہ یہ ہے مگر جب وہ میرے قریب ہوا تو اس نے مجھے زور سے مکا مارا۔ میں نے دل میں سوچا قسم بخدا! اس کے بعد ان میں کسی قسم کی کوئی بھلائی نہیں ہے۔ میں ان کی قید میں تھا اسی اثناء میں ایک شخص آیا اس کا تعلق ان کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے مجھے کہا ''کیا قریش کے کسی شخص کے ساتھ تیرا عہد یا پناہ نہیں''۔ میں نے کہا ''کیوں نہیں۔ میں وقت تجارت جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کو پناہ دیا کرتا تھا اور اپنے اہل شہر کے ظلم و تعدی سے اسے بچایا کرتا تھا۔ اسی طرح میں حارث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کو بھی پناہ دیتا تھا''۔ اس نے کہا ''ان دونوں کا نام لے کر آواز دو۔ اور ان کے اور تمہارے مابین جو تعلق ہے وہ یاد دلاؤ''۔ میں نے اسی طرح کیا وہ شخص ان دونوں کے پاس گیا اس نے انہیں مسجد حرام میں پایا۔ اس نے ان سے کہا ''بنوخزرج کے ایک شخص کی وادی بطحاء میں پٹائی ہو رہی تھی وہ تمہارے نام لے کر آوازیں لگا رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ اس کے اور تمہارے مابین پناہ ہے''۔ انہوں نے

تَنَطَّسَ الْقَوْمُ الْخَبَرَ

لوگوں نے اس کے متعلق بہت زیادہ بحث کی نَتَطُّسْ کسی چیز میں باریک بینی سے مشاہدہ کرنے کو کہتے ہیں۔ زاجر کہتا ہے۔

وَ قَدْ اَکُوْنُ عِنْدَھَا نِقْرِیْسَا طِبًّا بِاَدْوَاءِ النِّسَاءِ نَطِیْسَا

میں اس کے نزدیک ایک حاذق طبیب تھا جو عورتوں کی ادویہ کا ماہر تھا۔

ضرار بن خطاب

ضرار قریش کے شاعر اور شہہ سوار تھے قریش میں ان سے بہتر شاعر کوئی نہ تھا پھر ابن زبعری بن قیس بن عدی کا مقام ہے۔ ان کے دادا کا نام مرداس تھا جو بنو محارب بن فہر کا رئیس تھا اور ان سے مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ لیتا تھا۔ ان کا باپ جنگ فجار میں بنو محارب کا رئیس تھا ضرار نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

پوچھا ''وہ کون ہے'' اس شخص نے کہا وہ حضرت سعد بن عبادہ ہیں۔ انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا ہے۔ وہ ہمارے تجارتی کارواں کو پناہ دیتے تھے وہ اپنے اہل شہر کے ظلم وستم سے بچایا کرتے تھے''۔ وہ وادی بطحاء میں آئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کے ہاتھوں سے نجات دلائی۔ وہ شخص جس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا تھا۔ وہ سہیل بن عمرو تھا اس کا تعلق بنو عامر بن لوئی سے تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں جس شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پناہ دی تھی اس کا نام ابوالبختری بن ہشام تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ضرار بن خطاب بن مرداس نے ہجرت کے متعلق یہ دو شعر کہے۔ یہ اس واقعہ کے متعلق سب سے پہلے شعر تھے ضرار کا تعلق بنو محارب بن فہر سے تھا۔

تَدَارَكْتُ سَعْدًا عَنْوَةً فَاَخَذْتُهُ وَ كَانَ شِفَاءً لَوْ تَدَارَكْتُ مُنْذِرًا

وَ لَوْ نِلْتُهُ طُلَّتْ هُنَاكَ جِرَاحُهُ وَ كَانَتْ حَرِيًّا اَنْ يُهَانَ وَ يُهْدَرَا

میں نے اچانک سعد کو پکڑ لیا اور اس پر غلبہ پالیا۔ اس سے مجھے شفاء ملی کاش میں منذر کو بھی پکڑ لیتا اگر میں اسے پکڑ لیتا تو اسے بہت زیادہ زخم آتے۔ وہ اس سے بالاتر ہوتا کہ اس کی توہین کی جائے اور وہ رائیگاں بھی ہوتا۔

ابن ہشام کہتے ہیں آخری مصرعہ اس طرح بھی روایت ہے۔ وَكَانَ حَقِيْقًا اَنْ يُهَانَ وَ يُهْدَرَا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کا جواب یوں دیا۔

لَسْتَ اِلٰى سَعْدٍ وَ لَا الْمَرْءِ مُنْذِرٍ اِذَا مَا مَطَايَا الْقَوْمِ اَصْبَحْنَ ضُمَّرَا

فَلَوْ اَبُوْ وَهْبٍ لَمَرَّتْ قَصَائِدُ عَلٰى شَرَفِ الْبَرْقَاءِ يَهْوِيْنَ حُسَّرَا

أَتَفْخَرُ بِالْكَتَّانِ لَمَّا لَبِسْتَهُ وَ قَدْ تَلْبَسُ الْاَنْبَاطُ رَيْطًا مُقَصَّرًا

فَلَا تَكُ كَالْوَسْنَانِ يَحْلُمُ اَنَّهُ بِقَرْيَةِ كِسْرٰى اَوْ بِقَرْيَةِ قَيْصَرَا

تو نہ تو سعد کی طرح ہوسکتا ہے اور نہ ہی منذر کی طرح۔ بالخصوص اس وقت جب ان کے لئے چھریری سواریاں تیار کی جائیں۔ اگر تو ابو وھب نہ ہوتا تو پھر قصائد برقاء کی چوٹی سے بھی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

لَسْتَ اِلٰى عَمْرٍو۔ بھی ایک روایت کے مطابق ہے اس سے مراد عمرو بن خنیس ہے جو حضرت منذر رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ یعنی نہ تو تو عمرو اور نہ ہی اس کے فرزند حضرت منذر رضی اللہ عنہ کی مانند ہو

Marfat.com

گذر جاتے اور وہ تھک کر نیچے گرتے جاتے۔ کیا تو کوئی روئی کا لباس پہن کر فخر کرتا ہے حالانکہ نبطی بھی سفید چادریں پہنتے ہیں تو اس اونگھنے والے کی مانند نہ ہو جا جو کسریٰ کے شہر یا قیصر کے شہر کے متعلق خواب دیکھتا ہے۔

وَ لَا تَكُ كَالثَّكْلى وَ كَانَتْ بِمَعْزِلٍ عَنِ الثُّكْلِ لَوْ كَانَ الْفُؤَادُ تَفَكَّرَا
وَ لَا تَكُ كَالشَّاةِ الَّتِي كَانَ حَتْفُهَا بِحَفْرِ ذِرَاعَيْهَا فَلَمْ تَرْضَ مُحْفَرَا
وَ لَا تَكُ كَالْعَاوِي فَاَقْبَلَ نَحْرَهُ وَ لَمْ يَخْشَهُ سَهْمًا مِنَ النَّبْلِ مُضْمَرَا
فَاِنَّا وَ مَنْ يُهْدِي الْقَصَائِدَ نَحْوَنَا كَمُسْتَبْضِعٍ تَمْرًا اِلَى اَهْلِ خَيْبَرَا

تو اس عورت کی طرح نہ ہو جا جو اپنے اکلوتے بیٹے پر شب و روز گریہ بار رہتی ہے، اگر اس کے دل میں سوچنے کی صلاحیت ہوتی تو وہ اس آہ و فغاں سے جدا ہوتی۔ نہ تو اس بکری کی مانند ہو جا جس کی موت اس کے بازو سے کھودے ہوئے گڑھے سے ہوئی۔ وہ اپنے کھودے ہوئے گڑھے پر خوش نہ ہوئی اور تو اس کتے کی طرح نہ ہو جا جو گردن نکالے کھڑا ہو لیکن اسے پوشیدہ تیر کا کوئی خوف نہ ہو۔ ہم اور وہ شخص جو ہماری طرف اشعار روانہ کرتا ہے اسی طرح ہیں جس طرح کوئی شخص خیبر کی زمین پر کھجوریں بیچنے کے لئے لائے۔

حضرت عمرو بن جموح اور ان کا بت

جب انصار مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں اسلام کی تبلیغ کرنے لگے، ان کی قوم کے بہت سے بزرگ ابھی اپنے مذہب "شرک" پر ہی تھے۔ ان میں عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن

سکتا ہے بلکہ تو ان سے کم ہے۔ حضرت منذر بن عمرو کو اَعْنَقَ لِيَمُوْتَ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نقیب بھی تھے۔
ابن اسحاق نے مؤاخاۃ میں ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں حضرت ابوذر غفاری کا بھائی بنایا لیکن امام واقدی نے اس کا رد کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت منذر اور حضرت طلیب بن عمرو کے مابین مؤاخات تھی۔ ان کے اور حضرت ابوذر غفاری کے مابین مواخاۃ کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ مواخات غزوۂ بدر سے پہلے ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت ابوذر مدینہ طیبہ میں نہ تھے وہ غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں آئے اس وقت مواخات منسوخ ہو چکی تھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مواخات کا نسخ ہوا۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الانفال)

"اور رشتہ دار (ورثہ میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں حکم الٰہی کے مطابق یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"۔

Marfat.com

سلمہ شامل تھے ان کے نورِ نظر حضرت معاذ بن عمرو عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی عمرو بن جموح اپنی قوم کے سردار تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا بت بنا رکھا تھا جسے ''مناۃ'' کہا جاتا تھا اس وقت وہاں کے سردار اسی طرح اپنے اپنے گھروں میں بت رکھتے تھے۔ انہوں نے اسے اپنا خدا بنا رکھا تھا۔ وہ اس کی تعظیم کرتے اور اسے صاف کرتے تھے جب بنوسلمہ کے جوانوں مثلاً حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہما وغیرہ نے اسلام قبول کیا تو وہ رات کی ظلمت میں عمرو کے بت کے پاس جاتے، اسے اٹھاتے اور بنوسلمہ کے ایک کنویں میں منہ کے بل پھینک دیتے۔ لوگ اس کنویں میں گندگی پھینکتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو عمرو نے کہا'' تمہارے لئے ہلاکت ہو اس رات ہمارے معبود پر ظلم کس نے کیا ہے؟ پھر وہ اپنے بت کو تلاش کرنے کے لئے چلے گئے انہیں وہ ایک کنویں میں نظر آیا، اسے باہر نکالا، دھویا، صاف کیا اور خوشبو لگائی۔ انہوں نے کہا کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تیرے ساتھ یہ رسوا کن سلوک کون کرتا ہے؟ میں اسے ذلیل کر دیتا۔ دوسری رات جب عمرو سو گئے وہ جوان پھر آئے اور اس بت کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ عمرو نے پھر اپنا بت اسی کنویں سے نکالا اسے صاف کیا اور اس پر خوشبو لگائی۔ پھر رات کے وقت ان صحابہ کرام نے اس بت سے یہی سلوک کیا۔ جب لگاتار یہی ذلیل کن سلوک ہوتا رہا تو ایک دن عمرو نے اسے کنویں سے باہر نکالا

حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ عبدالمہیمن بن عباس بن سہل بن سعد اپنے باپ، وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت منذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا مگر عبدالمہیمن ضعیف ہے۔

وَ لَا تَكُ كَالشَّاةِ

یہ ایک ضرب المثل ہے جو پرانے زمانہ میں بیان کی جاتی تھی اس شخص کے متعلق یہ کہا جاتا ہے جس کا نفس ہی اس ہلاکت میں گرا دے جو اس نے خود پیدا کی ہو۔ جاحظ فرزدق سے کہتا ہے۔

وَ كَانَ يُجِيْرُ النَّاسَ مِنْ سَيْفِ مَالِكٍ فَاَصْبَحَ يَبْغِي نَفْسَهُ مَنْ يُجِيْرُهَا
وَ كَانَ كَعَنْزِ السُّوْءِ قَامَتْ بِظَلْفِهَا اِلَى مُدْيَةٍ تَحْتَ التُّرَابِ تُثِيْرُهَا

وہ بادشاہ کی تلوار سے لوگوں پر ظلم کیا کرتا تھا پھر وہ سرکشی کرتے ہوئے اپنے ہی نفس پر ظلم کرنے والا ہو گیا۔ اس بے وقوف بکری کی مانند جو اپنے کھر سے اسی مٹی میں چھری دبا دیتی ہے جس کو اس نے کھودنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

اسے صاف کیا، غسل دیا اور خوشبو لگائی پھر ایک تلوار لائے اور اس کے گلے میں لٹکا دی اور کہا ''اے بت! میں نہیں جانتا کہ تجھ سے یہ سلوک کون کرتا ہے؟ اگر تجھ میں کچھ بھلائی ہے تو پھر اس شخص کو روک دینا یہ تلوار تیرے پاس موجود ہے''۔ رات ہوئی، عمرو سو گئے تو وہ جوان اس بت کے پاس گئے اس کے گلے سے تلوار اتاری، ایک مردہ کتا لیا اور ایک رسی سے ان دونوں کو باندھ کر بنو سلمہ کے کنویں میں لٹکا دیا۔ اس کنویں میں لوگ گندگی پھینکتے تھے۔ صبح عمرو اپنے بت خانے میں گئے لیکن انہیں وہاں اپنا خدا نظر نہ آیا۔

حضرت عمرو بن جموح کا اسلام

وہ اپنے بت کی جستجو میں نکلے انہوں نے اسے اسی کنویں میں دیکھا وہ منہ کے بل لٹکا ہوا تھا ایک کتے کی لاش اس کے ساتھ بندھی ہوئی تھی جب انہوں نے یہ دیکھا تو نگاہوں سے پردے اٹھ گئے۔ اپنی قوم کے مسلمانوں سے گفتگو کی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اپنے اسلام کو انتہائی عمدہ کیا جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کی پہچان کی توفیق دی تو اپنے بت کی رسوا کن حالت اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتَ اِلٰهًا لَمْ تَكُنْ　　اَنْتَ وَ كَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِي قَرَنْ
اُفٍّ لِمَلْقَاكَ اِلٰهًا مُسْتَدَنْ　　آلَانَ فَتَّشْنَاكَ عَنْ سُوْءِ الْغَبَنْ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ ذِي الْمِنَنْ　　اَلْوَاهِبِ الرَّزَّاقِ دَيَّانِ الدِّيَنْ

حضرت عمرو بن جموح کا اسلام

ان کے بت کا نام ''مناۃ'' تھا۔ یہ فَعْلَةٌ کے وزن پر ہے۔ یہ مَنِيْتُ الدَّمَ سے مشتق ہے اس کا معنی خون بہانا ہے کیونکہ اس بت کے پاس حصول تقرب کے لئے جانور ذبح کئے جاتے تھے اسی لئے اس کو ''مناۃ'' کہا جانے لگا۔ ''اَصْنَامُ دُمٰی'' ایسے ہی بتوں کو کہا جاتا تھا۔ اسی طرح ایک بت کا نام ''مناۃ الطاغیہ'' تھا جس کے پاس مشرک کپڑے کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔

ارشاد ربانی ہے وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔ ''اور منات کے بارے میں جو تیسری ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اللات والعزیٰ کے بعد تیسرے مقام پر ''مناۃ'' کا ذکر کیا ہے اور وہ بت جس کی پوجا حضرت عمرو بن جموح وغیرہ کرتے تھے اس کے ساتھ صفت ''الاخریٰ'' استعمال کیا کیونکہ ''مناۃ'' نامی بت دو تھے ان میں سے ہر ایک دوسرے کی نسبت سے اخریٰ تھا۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِی اَنْقَذَنِی مِنْ قَبْلِ اَنْ اَکُوْنَ فِی ظُلْمَةِ قَبْرٍ مُرْتَهَنْ
بِاَحْمَدَ الْمَهْدِیِّ النَّبِیِّ الْمُرْتَهَنْ

بخدا! اگر تو معبود ہوتا تو تیری لاش کتے کے ساتھ بندھی ہوئی کنویں میں نہ ملتی۔ اس ذلت آمیز حالت میں تمہاری ملاقات پر صد افسوس! اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہم تمہارے بارے میں دھوکا میں مبتلا تھے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو بلند ہے بڑے احسانات والا ہے وہ عطا بھی کرتا ہے رزاق بھی ہے اور تمام اہل دین کو جزاء دینے والا ہے اس کی ذات وہ ہے جس نے مجھے کفر سے نجات دی اس سے پیشتر کہ میں قبر کے اندھیروں میں رہن رکھ دیا جاتا۔ اس نے مجھے ہدایت یافتہ نبی مکرم ﷺ پر ایمان لانے کی توفیق دی۔

عقبہ اخری کی بیعت کی شرائط

ابن اسحاق کہتے ہیں اس بیعت میں جہاد کی شرط بھی شامل تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے

الغَبَن

رائے کے ٹیڑھے ہونے کو غبن کہا جاتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ اہل عرب نَفْسَهٗ کو نصب دیتے ہیں کیونکہ اس کا معنی ہے اس نے خود کو خسارے میں رکھا۔ اس نے اسے ہلاک کر دیا اسی طرح اس کا معنی ہے اس نے اپنی رائے کو ٹیڑھا کر دیا۔

مُسْتَدَنْ

یہ "السَدَانَتَهٗ" سے مشتق ہے اس کا معنی گھر کی تعظیم اور اس کی خدمت کرنا ہے۔

دَیَّانُ الدِّیَنْ

الدِّیَنْ دِیْنَةٌ کی جمع ہے دین کا معنی عادت ہے اسے دین بھی کہا جاتا ہے۔ ابن الطریۃ، یزید کہتا ہے۔

اَرٰی سَبْعَةً یَسْعَوْنَ لِلْوَصْلِ کُلُّهُمْ لَهٗ عِنْدَ لَیْلٰی دِیْنَةٌ یَسْتَدِیْنُهَا
فَاَلْقَیْتُ سَهْمِیْ بَیْنَهُمْ حِیْنَ اَوْخَشُوْا فَمَا صَارَ لِیْ فِی الْقَسْمِ اِلَّا ثَمِیْنُهَا

میں نے ان سات کو دیکھا جب سب وصل کے لئے کوشاں تھے لیلیٰ کے ہاں اس کا قرض ہے جس کا وہ مطالبہ کرتا ہے۔ جب انہوں نے تیر اندازی کی تو میں نے بھی اپنا تیر پھینکا تو میرے حصے میں اس کا اگلا حصہ ہی آیا۔

Marfat.com

اپنے محبوب مکرم ﷺ کو جہاد کا اذن عطا فرما دیا تھا۔ یہ شرط عقبہ اولیٰ میں شامل نہ تھی کیونکہ اس وقت جہاد کا اذن نہیں ملا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جہاد کا حکم دیا تو عقبہ اخری میں حضور ﷺ نے ان سے سرخ و کالے کے خلاف جہاد کرنے پر بھی بیعت لی۔ اس میں آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے اور اپنے پروردگار کے لئے بھی بیعت لی اور وفا کرنے پر انصار کو جنت کا مژدہ سنایا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عبادۃ بن ولید بن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم نے اپنے دادا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہم نے جہاد کی شرط کے ساتھ حضور ﷺ کی بیعت کی۔ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ ان بارہ افراد میں شامل تھے جنہوں نے عقبۂ اولیٰ میں حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ یہ بیعت ان شرائط پر مشتمل تھی جن پر عورتوں سے بیعت لی جاتی ہے یعنی وہ اپنی تنگی اور کشادگی، خوشی اور مجبوری میں سر تسلیم خم اور مطیع رہیں گے۔ حکام کے ساتھ کسی قسم کا جھگڑا نہیں کریں گے۔ جہاں بھی ہوں گے حق کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں گے۔

عقبہ میں حاضر ہونے والے خوش نصیبوں کے اسماء

ابن اسحاق کہتے ہیں، یہ ان خوش نصیب افراد کے نام ہیں جو عقبہ اخیرہ میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ یہ قافلہ تہتر مرد اور دو عورتوں پر مشتمل تھا۔

اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر (بنو اشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) میں سے حضرت اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرئ القیس بن زید بن عبد الاشہل نے یہ سعادت حاصل کی۔ یہ نقیب تھے لیکن غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔

ممکن ہے دین سے مراد ادیان ہو یعنی وہ اہل ادیان کو جزا دینے والا ہے لیکن شاعر نے اس کی جمع دین بنائی ہو کیونکہ یہ کئی اقوام اور مذاہب پر صادق آتا ہے جس طرح کہ حُرَّۃٌ کی جمع حرائر بنائی جاتی ہے کیونکہ وہ کرائم اور عقائل کے معنی میں ہوتی ہیں۔ اسی طرح مَرَائِرُ الشَّجَرِ بھی کہا جاتا ہے۔

بعض نسبوں کی تشریح

ابن اسحاق نے ان بلند بخت حضرات کا ذکر کیا ہے جو عقبہ اخیرہ میں حضور ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کے نسب کو ذکر نہیں کیا ہم نے ان کا اور ان کے والد کا نام پہلے ذکر کر دیا ہے اور نسب ذکر نہ کرنے کی وجہ بھی بیان کی ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوالہیثم بن التیہان۔ ان کا نام "مالک" تھا۔ یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ یہ بھی غزوۂ بدر میں معرکہ آزما ہوئے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، بنو حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس میں سے حضرت ظہیر بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ اور حضرت ابو بردہ بن نیار، ھانی بن نیار بن عمرو بن عبید بن کلاب بن دھمان بن غنم بن ذبیان بن ھیم بن کاھل بن ذھل بن ھنی بن بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بنو حارثہ کے حلیف تھے۔ یہ بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت نہیر بن الہیثم جن کا تعلق بنو نابی بن مجدعہ بن حارثہ سے تھا۔ اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ بنو عمرو بن عوف بن مالک بن اوس میں سے حضرت سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امرئ القیس بن مالک بن اوس کو بھی یہ توفیق ارزانی ہوئی۔ یہ بھی نقیب تھے غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور جامِ شہادت نوش کیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں ابن اسحاق نے حضرت سعد کا نسب بنو عمرو بن عوف میں بیان کیا ہے جبکہ ان کا تعلق بنو غنم بن سلم سے تھا کیونکہ بعض اوقات کوئی شخص کسی قوم میں پرورش پاتا ہے پھر ان کی طرف منسوب ہونے لگتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ انہوں نے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن برک (امرئ القیس) بن ثعلبہ بن عمرو نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ انہوں نے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کی غزوۂ احد میں شہید ہوئے یہ تیر اندازوں کے امیر تھے۔ ابن ہشام نے امیہ بن البرک کہا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان بن حارثہ بن ضبیعۃ بن ترام نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بنو

قطبہ بن عامر

ابو حنیفہ فرماتے ہیں قُطبہ، قُطب کی واحد ہے۔ اس بڑے کانٹے کو جس میں تین چھوٹے کانٹے ہوتے ہیں قطبہ کہتے ہیں۔ یہ سعدان کے کانٹے کے ساتھ تشبیہ ہے ہم اپنے شہروں میں اس بوٹی کو "حِمّص الامیر" کہتے ہیں۔ قطبہ، پیکان کے سرے کو بھی کہتے ہیں۔ ابن اسحاق نے ذکوان بن عبد قیس کا ذکر کیا ہے اور ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ عامر بن زریق بن عامر بن زریق بن رواحہ

Marfat.com

حارثہ کے حلیف تھے ان کا تعلق بنو بلی سے تھا، یہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہادت سے سرخرو ہوئے اور حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی یہ بھی غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ یہ گیارہ حضرات وہ تھے جن کا تعلق اوس سے تھا۔ بنوخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر، بنونجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج میں سے حضرت ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار نے یہ سعادت حاصل کی۔ انہوں نے غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شرکت کی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ''روح'' کے مقام پر ایک غازی کی حیثیت سے وصال فرمایا۔ حضرت معاذ بن حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ یہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ یہی ابن عفراء ہیں ان کے بھائی حضرت عوف بن حارث غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور شہادت سے سرخرو ہوئے۔ انہوں نے ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں رفاعہ بن حارث بن سواد۔ حضرت عمارۃ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ وہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ حضرت اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے۔ یہ غزوۂ بدر سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ اس وقت مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ان کی کنیت ابوامامہ تھی۔ بنوعمرو بن مبذول (عامر بن مالک بن نجار) میں سے حضرت سہل بن عتیک بن نعمان بن عمرو بن عتیک بن عمرو۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ بنوعمرو بن مالک بن نجار (یہ بنوحدیلہ تھے ابن ہشام کہتے ہیں حدیلہ بنت مالک بن زید مناۃ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج) میں سے حضرت اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن

بن غضب بن جشم۔ لغت میں غضب شدید سرخی کو کہتے ہیں جشم جاشم سے معدول ہے، یہ جَشِمْتُ الْاَمْرَ۔ (میں نے بمشکل کام کیا) سے مشتق ہے اسی طرح عمر، عامر سے معدول ہے۔ ہم نے اپنی کتاب میں منصرف اور غیر منصرف کے اسرار بیان کر دیئے ہیں۔ ہم نے وہاں فاعل سے فعل کی طرف معدول کا فائدہ بھی ذکر کر دیا ہے۔ ہم نے وضاحت کی ہے کہ عدل کی حقیقت کیا ہے اس کا مقصد کیا ہے اور اسمائے اجناس میں عدل کیوں نہیں ہوتا۔ عدل صفات میں ہی کیوں ہوتا ہے اور صفات میں بھی

Marfat.com

عدی بن عمرو بن مالک بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے، انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ ابوطلحہ زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ یہ بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

بنو مازن بن نجار میں سے حضرت قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت عمرو بن غزیہ بن عمرو بن ثعلبہ بن خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بھی اس مبارک موقع پر حاضر تھے۔ بنو نجار میں سے گیارہ حضرات نے یہ بیعت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں عمرو بن غزیہ بن عمرو بن ثعلبہ بن خنساء ہے جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے وہ غزیہ بن عطیہ بن خنساء ہے۔

بلحارث بن خزرج کے بلند اقبال لوگ

ابن اسحاق کہتے ہیں، بنو بلحارث بن خزرج میں سے حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زھیر بن مالک بن امرئ القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی غزوۂ احد میں جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت خارجہ بن زید بن ابی زھیر بن مالک بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بھی اس سعادت سے لطف اندوز ہوئے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی اور غزوۂ احد میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے، حضرت عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس بن عمرو بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ یہ بھی نقیب تھے۔ یہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شامل ہوئے۔ جنگ موتہ میں حضور ﷺ کی طرف سے امیر لشکر مقرر ہوئے اور شہادت کی رنگین قبا پہنی۔ حضرت بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن جلاس بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بھی وہاں تھے۔ حضرت ابو نعمان بن بشیر بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

عامر، زافر اور قاثم وغیرہ میں ہی کیوں عدل ہوتا ہے جبکہ مالک، صالح اور سالم میں عدل نہیں ہوتا۔ معدول کے لئے اسی بناء کو مخصوص کیوں کیا گیا ہے کیا اس کے علاوہ کسی اور بناء میں بھی معدول ہے یا نہیں؟ اس بناء پر ہونے کی وجہ سے اسم پر تنوین اور کسرہ کیونکہ نہیں آ سکتا۔ جو ان تمام امور کو جاننے کا مشتاق ہو وہ وہاں سے مطالعہ کرے ابن جنی نے اپنی کتاب ''الخصائص'' میں ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے اور کچھ کا ذکر نہیں کیا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن زید مناۃ بن حارث بن خزرج بن حارثہ بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شمولیت کی۔ انہیں ہی خواب میں اذان سکھائی گئی تھی اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور حضور ﷺ نے اسی کا حکم دیا۔ حضرت فلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرئ القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بھی اس سعادت کبریٰ میں شامل تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شرکت کی اور بنو قریظہ کے دن شہادت سے سرخرو ہوئے۔ ان پر ایک ٹیلے پر سے چکی پھینکی گئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان کے لئے دو شہیدوں کا اجر ہے۔ حضرت عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیرہ بن عسیرہ بن جدارہ بن عوف بن حارث نے بھی اس سعادت میں شرکت کی۔ یہ عقبہ میں شرکت کرنے والوں میں سے سب سے کم عمر تھے۔ یہ غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال کیا۔

بنو بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج میں سے حضرت زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ یہ غزوۂ بدر میں بھی شامل تھے۔ حضرت فروہ بن عمرو بن وذفۃ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بھی اس عظیم سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ ابن ہشام نے وَذْفَة کو وَدْفَة کہا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت خالد بن قیس بن مالک بن عجلان بن عامر بن بیاضہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ بنو زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج میں سے حضرت رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بھی سعادت اندوز ہوئے۔ یہ حضور ﷺ کی محبت میں مدینہ طیبہ چھوڑ کر

وذقہ

ابن اسحاق نے بنو بیاضہ میں عمرو بن وذقہ کا ذکر کیا ہے ابن ہشام نے اسے ودقہ کہا ہے۔ ابن ہشام کا قول درست ہے، دلکش باغ کو "وَدْفَة" کہا جاتا ہے کیونکہ اسے دیکھ کر منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ "ذکر" کو وداف کہتے ہیں۔ یہ دراصل وادف ہے کیونکہ پانی اور منی کے قطرات اس سے گرتے ہیں اس لئے اسے وداف کہا جاتا ہے۔ دلکش باغ کو "الدقری" بھی کہا جاتا ہے۔ عمرو بن ودقہ وہی بیاضی ہیں جن سے امام مالک نے "کتاب الصلوۃ" میں روایت کیا ہے لیکن ان کا نام نہیں لیا۔

Marfat.com

مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں حضور ﷺ کے پاس رہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے عشق میں مدینہ طیبہ سے ہجرت کی انہیں مہاجری اور انصاری کہا جاتا تھا۔ یہ غزوۂ احد میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت عباد بن قیس بن عامر بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق بھی اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوئے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ حضرت حارث بن قیس بن خالد بن مخلد بن عامر بن زریق نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ ابو خالد کے نام سے مشہور تھے، بنو سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج (بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے حضرت براء بن معرور بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم نے یہ سعادت کبریٰ حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے۔ انہی کے متعلق بنو سلمہ گمان کرتے تھے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی اور حضور ﷺ کی شرائط کو تسلیم کیا۔ وہ حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہی وصال فرما گئے ان کے فرزند دلبند حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہما نے غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شرکت کی۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ اس بکری کا گوشت کھایا تھا جس میں زہر کی ملاوٹ تھی اور خیبر میں ہی وصال فرما گئے۔ حضور ﷺ کی مراد یہی تھے جب آپ ﷺ نے بنو سلمہ سے استفسار فرمایا۔ مَنْ سَيِّدُكُمْ يَا بَنِي سَلِمَةَ۔ فَقَالُوا الْجَدُّ بْنُ قَيْسٍ عَلَى بُخْلِهِ فَقَالَ وَاَیُّ دَاءٍ اَكْبَرُ مِنَ الْبُخْلِ سَيِّدُ بَنِي سَلِمَةَ الْاَبْيَضُ الْجَعْدُ بِشْرُ بْنِ الْبَرَاءِ بْنِ

بنو نجار سے مراد بنو تیم اللہ بن ثعلبہ ہیں اسے نجار اس لئے کہا جاتا تھا، لِاَنَّهُ نَجَرَ وَجْهَ رَجُلٍ بِقَدُومٍ، کیونکہ اس نے کلہاڑے سے ایک شخص کا چہرہ چیر دیا تھا۔ عرب میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کا نام ثعلبہ ہے لیکن ثعلب نام بہت کم رکھا جاتا ہے اگرچہ قیاس اس نام کے رکھنے کو ترجیح دیتا ہے جس طرح وہ نمر، سبع اور ذئب وغیرہ نام رکھتے تھے مگر ثعلب کا لفظ مشترک ہے ثَعْلَبُ الرُّمْحِ (نیزے کا کنارہ) اور ثَعْلَبُ الْحَوْضِ (حوض کا کنارہ) کہا جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے۔
حَتّٰى اَقَامَ اَبُو لُبَابَةَ يَسُدُّ ثَعْلَبَ مِرْبَدِهٖ بِرِدَائِهٖ۔ اسی لئے اہل عرب نے ثعلب سے ثعلبہ کی طرف توجہ دی ہے کیونکہ لومڑی اپنی اولاد کی زیادہ حفاظت کرتی ہے اور (ثعلب) لومڑ سے زیادہ غیرت مند ہوتی ہے۔

مَنْ سَيِّدُكُمْ يَا بَنِي سَلِمَةَ

امام زہری اور عامر الشعبی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا سردار تو عمرو بن جموح

Marfat.com

معروف ہے۔ اے بنو سلمہ! تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے عرض کی ہمارا سردار جد بن قیس ہے اگرچہ وہ بخیل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "بخل سے بڑی بیماری اور کیا ہو سکتی ہے؟ تمہارا سردار سفید اور گھنگھریالے بالوں والا بشر بن براء بن معرور ہے"۔ حضرت سنان بن صیفی بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بھی اس سعادت میں شریک تھے۔ انہوں نے بھی غزوہ بدر میں شرکت کی۔ حضرت طفیل بن نعمان بن خنساء بن سنان بن عبید بھی وہاں حاضر تھے۔ یہ غزوہ خندق میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت معقل بن منذر بن سرح بن خناس بن سنان بن عبید رضی اللہ عنہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی یہ بھی غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ حضرت مسعود بن یزید بن سبیع بن خنساء بن سنان بن عبید اور حضرت ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عبید اور حضرت یزید بن خدام بن سبیع بن خنساء بن سنان بن عبید حضرت جبار بن صخر بن امیہ بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ رضی اللہ عنہم بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور غزوہ بدر میں شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں جبار بن صخر بن امیہ بن خناس بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت طفیل بن مالک بن خنساء بن سنان بن عبید نے بھی یہ سعادت حاصل کی اور غزوہ بدر میں شرکت کی۔ یہ طفیل بن نعمان بن خنساء بن سنان کے چچازاد تھے۔ بنو سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت کعب بن مالک بن ابی کعب بن القین بن کعب نے یہ سعادت حاصل کی۔ بنو غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ بن عمرو بن غنم، حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم اور حضرت یزید بن عامر بن حدیدۃ بن عمرو بن غنم رضی اللہ عنہم بھی ان پر کیف لمحات میں حاضر تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت ابو الیسر کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بھی عقبہ میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت صیفی بن سواد بن عباد بن عمرو بن غنم رضی اللہ عنہ نے بھی ان بابرکت لمحات میں شرکت کی۔ ابن

رضی اللہ عنہ ہے۔ انصار کا ایک شاعر اسی واقعہ کے متعلق کہتا ہے۔

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْحَقُّ قَوْلُهٗ لِمَنْ قَالَ مِنَّا مَنْ تَعُدُّوْنَ سَيِّدًا

فَقَالُوْا لَهٗ جَدُّ بْنُ قَيْسٍ عَلَى الَّتِي نُبَخِّلُهٗ فِيْهَا، وَ مَا كَانَ اَسْوَدَا

فَسَوَّدَ عَمْرَو بْنَ الْجَمُوْحِ لِجُوْدِهٖ وَ حَقٌّ لِعَمْرٍو وَ عِنْدَنَا اَنْ يُسَوَّدَا

حضور ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ کا فرمان حق ہے۔ "تم اپنا سردار کسے سمجھتے ہو؟" لوگوں

Marfat.com

ہشام کہتے ہیں صیفی بن اسود بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد ہیں، سواد کا غنم نامی بیٹا کوئی نہ تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں بنو نابی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بن نابی نے یہ عظیم سعادت حاصل کی، غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی اور غزوۂ خندق میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ حضرت عمرو بن غنمہ بن عدی بن نابی اور حضرت عبس بن عامر بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہما بھی ان عظیم لحات میں شریک تھے، مؤخر الذکر نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کے دست شفا بخش پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ بنو قضاعہ میں سے ان کے حلیف تھے۔ اسی طرح حضرت خالد بن عمرو بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت میں شریک تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، بنو حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام رضی اللہ عنہ بھی اس سعادتِ عظمٰی سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ نقیب تھے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ ان کے نورِ نظر کا نام حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تھا۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ بھی ان سعادت اندوز لحات میں شامل تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی۔ حضرت ثابت بن الجذع (ثعلبہ) بن زید بن حارث بن حرام رضی اللہ عنہ بھی اس وقت حاضر تھے انہوں نے بھی غزوۂ بدر میں معرکہ آزما ہونے کی سعادت حاصل کی اور طائف میں شہادت کا جام نوش کیا۔ حضرت عمیر بن حارث بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام رضی اللہ عنہ بھی ان پر لطف لحات میں حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں عمیر بن حارث بن لبدہ بن ثعلبہ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت خدیج بن سلامہ بن اوس بن عمرو بن الفرافر نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بنو بلی سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن

نے عرض کی ''ہم اپنا سردار جد بن قیس کو سمجھتے ہیں اگر چہ وہ بخیل ہے حالانکہ وہ سردار ہونے کے قابل نہ تھا''۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن جموع کو ان کی سخاوت کی وجہ سے سردار بنا دیا۔ ہمارے نزدیک بھی وہ اس قابل تھے کہ انہیں سردار بنایا جاتا۔

ابن اسحاق نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اذی بن سعد بن علی کی طرف منسوب کیا ہے۔ ادی کی نسل ختم ہوگئی تھی۔ سب سے آخر میں حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے

Marfat.com

عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بھی اس شرف میں شامل ہوئے۔ انہیں اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن خزرج کہا جاتا ہے۔ یہ بنو سلمہ میں سے تھے، یہ غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے بلکہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ انہوں نے ''عمواس'' کے مقام پر طاعون سے انتقال کیا۔ بنو سلمہ کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ سہل بن محمد بن جد بن قیس بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کے ماں کے جانب سے بھائی تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں اوس سے مراد ابن عباد بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں بنو عوف بن خزرج (بنو سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج) میں سے حضرت عبادۃ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ان سعادت افزا لمحات میں موجود تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں غنم بن عوف، سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کے بھائی تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی اس شرف میں شرکت کی۔ انہوں نے بھی محبت رسول ﷺ میں مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں مقیم رہے۔ انہیں مہاجری انصاری کہتے تھے۔ یہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت میں شامل ہوئے۔ یہ بنو غصینہ سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت عمرو بن حارث بن لبدہ بن عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت بھرے وقت میں شریک تھے۔ انہیں قواقل کہا جاتا تھا۔

بنو سالم بن غنم بن عوف بن خزرج بنو حبلی (سالم بن غنم بن عوف کو پیٹ کے بڑے ہونے کی وجہ سے حبلی کہا جاتا تھا) میں سے حضرت رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن غنم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔

انتقال کیا۔ ادی کو اذن بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس میں وصال فرمایا۔ نسخہ میں عمواس ہی ہے علامہ البکری نے اسے کتاب المعجم میں عَمواس لکھا ہے۔ یہ شام کا ایک قصبہ تھا۔ طاعون کو یہ نام اس لئے دیا گیا کیونکہ اسی شہر سے اس کا آغاز ہوا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اس طاعون کو عمواس اس لئے کہا جاتا تھا لِاَنَّهُ عَمَّ وَآسَى۔ کیونکہ یہ مرض بہت عام ہوگئی تھی اور لوگوں کو ایک دوسرے کا نمونہ بنا دیا تھا۔

Marfat.com

ابن ہشام کہتے ہیں حضرت رفاعہ کو ابن مالک اور مالک سے مراد ابن الولید بن عبداللہ بن مالک بن جشم بن مالک بن سالم ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عقبہ بن وھب بن کلدہ بن جعد بن ہلال بن حارث بن عمرو بن عدی بن جشم بن عوف بن جھشہ بن عبداللہ بن غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت میں شریک ہوئے۔ یہ بنو سالم کے حلیف تھے، غزوۂ بدر میں شرکت کی انہوں نے بھی حضور ﷺ کی محبت میں مکہ معظمہ کو اپنا مسکن بنالیا انہیں مہاجری انصاری کہا جاتا تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں بنو ساعدہ بن کعب بن خزرج میں سے حضرت سعد بن عبادہ بن دیلم بن حارثہ بن ابی خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ نے بھی اس موقع پر حاضری دی۔ یہ بھی نقیب تھے۔ حضرت منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن جشم بن خزرج بن ساعدہ نے بھی دست مصطفیٰ ﷺ پر بیعت عقبہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے یہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ بئر معونہ کے واقعہ میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ انہیں "اَعْنَقَ لِیَمُوْت" کہا جاتا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں بنو اوس اور بنو خزرج میں سے تہتر مردوں اور دو عورتوں نے عقبہ میں حضور ﷺ کی بیعت کی۔ حضور ﷺ بیعت کرتے وقت عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ صرف ان سے عہد لیتے تھے اگر وہ اقرار کر لیتیں تو فرماتے جاؤ "میں نے تمہیں بیعت کر لیا ہے"۔

بنو مازن بن نجار میں سے حضرت نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار اس سعادت سے بہرہ مند ہوئیں۔ ان کی کنیت ام عمارہ تھی۔ یہ غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں ان کے ہمراہ ان کی ہمشیرہ ہوتی تھیں ان کے خاوند کا نام حضرت زید بن عاصم بن کعب رضی اللہ عنہ تھا۔ حضرت حبیب بن زید اور حضرت عبداللہ بن زید ان کے نور نظر تھے۔ ان کے فرزند دلبند حضرت حبیب رضی اللہ عنہ وہی خوش نصیب شخص ہیں

خزمہ

ابن اسحاق اور ابن کلبی نے اسے خزمہ لکھا ہے امام الطبری نے اس کو خزمہ لکھا ہے یہ بنو عمارۃ میں سے بلوی تھے عرب میں عِمارۃ صرف یہی ہے اور عمارۃ بھی ایک ہی ہے یعنی ابی بن عمارہ موزوں پر مسح والی حدیث ان ہی سے مروی ہے انہیں عمارہ بھی کہا جاتا ہے ان کے علاوہ باقی "عمارۃ" ہیں مگر دار قطنی نے محمد بن حبیب سے اور وہ ابن الکلبی سے قضاعہ کے نسب میں

Marfat.com

"ہیں مسیلمہ کذاب نے پکڑ لیا۔ وہ ان سے پوچھنے لگا۔ "کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟" انہوں نے فرمایا "ہاں"! پھر مسیلمہ نے پوچھا "کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟" انہوں نے فرمایا "میں نے نہیں سنا"۔ اس ستم زر نے ان کا ایک ایک عضو کاٹا، وہ جامِ شہادت نوش کر گئے لیکن اپنی زبان سے اس سے زیادہ کچھ نہ نکالا جب ان کے سامنے حضور تاجدارِ مدینہ ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا وہ آپ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کرتے جب مسیلمہ الکذاب کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتے لَا اَسْمَعُ میں نے نہیں سنا۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہمراہ یمامہ کی طرف گئیں۔ بنفس نفیس جنگ میں شرکت کی حتیٰ کہ مسیلمہ کذاب جہنم داصل ہو گیا۔ جب یہ واپس تشریف لائیں تو ان کے جسم اطہر پر تیرہ تلوار کے بارہ زخم تھے۔

بنو سلمہ میں سے حضرت ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ رضی اللہ عنہما نے اس سعادت میں شرکت کی۔

حضور ﷺ کو جہاد کی اجازت

محمد بن اسحاق مطلبی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو بیعتِ عقبہ سے پہلے جہاد کا اذن نہیں ملا تھا۔ خون ریزی حلال نہ ہوئی تھی اس وقت صرف بارگاہ ربوبیت میں التجاء کرنے، اذیتوں اور مصائب پر صبر کرنے، جاہل سے درگزر کرنے کی اجازت تھی۔ قریش آپ ﷺ کے صحابہ کو جور و ستم کا نشانہ بناتے تھے۔ وہ انہیں دین متین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے تھے، ان میں کچھ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، کچھ قریش کے ہاتھوں مشق ستم بنتے رہے، کچھ حبشہ چلے گئے اور بعض مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ جب قریش مکہ نے اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت و سرکشی کا مظاہرہ کیا اور اس عزت و کرامت کو ٹھکرا دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے

لکھتے ہیں۔ مدرک بن عبداللہ القمقام بن عمارہ بن ذوید بن مالک۔ خواتین میں سے عمارہ بن نافع ہیں یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرزاق کی والدہ تھیں۔ انصار میں اس خَزمہ کے علاوہ باقی تمام خَزَمة ہیں۔

ابن اسحاق نے حضرت خدیج رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ دارقطنی اور الطبری نے انہیں "خدیج" لکھا ہے انہوں نے لکھا ہے یہ عقبہ میں تو حاضر ہوئے تھے لیکن غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ ان کی کنیت ابو رشید تھی۔

Marfat.com

ساتھ ارادہ کیا تھا۔ نبی محترم ﷺ کو جھٹلایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں دیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والوں، اس کی عبادت کرنے والوں اور اس کے نبی معظم ﷺ کی تصدیق کرنے والوں کو مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو جنگ کی اجازت دے دی، ظلم کرنے والوں اور علم بغاوت بلند کرنے والوں سے بدلہ لینے کا حکم دے دیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلی وہ آیت جس میں جہاد کا اذن تھا، خونریزی کو حلال کیا گیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کے باغیوں کی سرکوبی کا حکم ہے وہ یہ تھی۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾ (الحج)

''اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ (مظلوم) جن کو نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے ناحق صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقتور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) سب پر غالب ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے زکوٰۃ اور حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے سارے کاموں کا انجام''۔

حبلی سے نسبت ''حُبلیّ'' ہے۔ یہ خلاف قیاس ہے یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اس سے بعض علماء کو گمان ہوا ہے کہ سیبویہ نے اس میں حُبَلی کہا ہے جس طرح حَذِیمۃ سے نسبت حُذامِیٌ بنائی جاتی ہے لیکن سیبویہ نے اسے حُبلی کے ساتھ ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ شاذ ہے مگر سیبویہ نے اسے ضمہ کے ساتھ ہی روایت کیا ہے۔ اس قول کو ابوعلی القالی نے ''البارع'' میں لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے سیبویہ

Marfat.com

یعنی میں نے ان کے لئے جہاد اس لئے جائز قرار دیا کیونکہ ان پر ستم ڈھایا گیا حالانکہ لوگوں کے درمیان ان کا کوئی گناہ نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب غالب آجائیں گے تو نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے نیکی کا حکم دیں گے برائی سے منع کریں گے۔ جنہیں اذن جہاد دیا گیا تھا ان سے مراد نبی محترم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ پھر اس آیت کا نزول ہوا۔ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (بقرہ: ۱۹۳) "اور (اے مسلمانو!) لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہو جائے دین پورے کا پورا اللہ کے لئے"۔

سے صحیح نسخہ میں اسی طرح تحریر ہے۔ اس کی دلیل یہی کافی ہے کہ تمام محدثین نے ابو عبدالرحمٰن کو حُبلیٰ ہی کہا ہے۔ کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس سے اس شخص کی خطاء واضح ہوتی ہے جس نے اسے سیبویہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کو مکہ معظّمہ سے ہجرت کرنے کا اذن

ابن اسحاق کہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے نبی محترم ﷺ کو جہاد کا اذن دے دیا، خوش قسمت انصار نے اسلام اور نصرت پر بیعت کرلی۔ مظلوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی انصار کے ہاں پناہ لینی چاہی تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور انہیں اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جانے کا اذن دے دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھائی اور ایک بستی عطا فرمادی ہے جہاں تم امن و سلامتی سے رہ سکتے ہو۔ حضور ﷺ خود مکہ معظّمہ میں ہی اقامت گزیں رہے اور ہجرت میں اذنِ الٰہی کے منتظر رہے۔

حضرت ابوسلمہ اور ان کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت

بنو مخزوم میں سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی ان کا نام عبداللہ تھا، انہوں نے بیعت عقبہ سے ایک سال قبل ہجرت کی۔ یہ سرزمین حبشہ سے مکہ معظّمہ واپس آگئے۔ جب قریش نے انہیں ظلم و تعدی کا نشانہ بنایا اور انہیں انصار کے اسلام لانے کی خبر ملی تو یہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''وہ فرماتی ہیں جب حضرت ابوسلمۃ نے مدینہ طیبہ جانے کا عزمِ مصمم کرلیا تو وہ اپنا اونٹ میرے پاس لے کر آئے مجھے اس پر سوار کیا میری آغوش میں اپنے لختِ جگر سلمۃ کو رکھا پھر ہمیں لے کر عازمِ سفر ہوئے۔ جب بنو مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کو خبر ملی تو وہ حضرت ابوسلمہ کا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے۔ ایک تو تمہارا اپنا نفس ہے جس کی وجہ سے تم ہم پر غالب آگئے ہو لیکن تمہارا اپنی اس زوجہ کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا ہم اسے تمہارے ساتھ چھوڑ دیں گے کہ یہ

حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ

جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ کی رفاقت میں ہجرت کی اس وقت وہ دامن اسلام سے وابستہ نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے صلح حدیبیہ کے سال اسلام قبول کیا اور مکہ فتح ہونے سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ غزوۂ احد میں

Marfat.com

مختلف شہروں میں تمہارے ساتھ چلتی رہے''۔ انہوں نے حضرت ابوسلمہ کے ہاتھ سے اونٹ کی نکیل چھین لی اور مجھے پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر بنوعبدالاسد بھی غصے میں ہو گئے۔ یہ حضرت ابوسلمہ کا قبیلہ تھا۔ انہوں نے کہا'' بخدا! انہیں جب تم نے ہمارے ساتھی سے اس کی زوجہ چھین لی ہے تو پھر ہم اس کا بچہ بھی اس عورت کے پاس نہیں رہنے دیں گے''۔ وہ میرے نورِ نظر کو کھینچنے لگے۔ اسی کشمکش میں اس کا ہاتھ بھی اتر گیا مگر پھر بھی بنوعبدالاسد اسے لے گئے۔ مجھے بنومغیرہ نے اسیر کر دیا میرے خاوند محترم مدینہ طیبہ چلے گئے۔ اس طرح میرے، میرے خاوند اور میرے فرزند دلبند کے مابین جدائی ڈال دی گئی۔ میں ہر روز باہر نکل جاتی اور ٹیلوں پر بیٹھ کر روتی رہتی۔ اس گریہ زاری میں ایک سال گزر گیا ایک روز میں اسی کیفیت میں تھی کہ میرے پاس سے میرا چچازاد گزرا اس نے میری قابل ترس حالت دیکھ کر رحم کیا اس نے بنومغیرہ سے کہا'' تم اس مسکینہ کو جانے کیوں نہیں دیتے، تم نے اس کے خاوند اور اس کے بیٹے کے مابین جدائی ڈال دی ہے''۔ بنومغیرہ نے مجھے کہا'' اگر تم اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہو تو جاؤ'' اس وقت بنوعبدالاسد نے بھی مجھے میرا بیٹا لوٹا دیا۔ میں نے اپنا اونٹ تیار کیا اپنے بیٹے کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوئی اور مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ اللہ کی مخلوق میں سے میرے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔ میں نے سوچا مجھے جو بھی ملے گا میں اسی پر کفایت کر لوں گی، حتیٰ کہ میں اپنے خاوند تک پہنچ جاؤں۔ جب میں مقام تنعیم پر پہنچی تو مجھے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ملے۔ ان کا تعلق بنوعبدالدار سے تھا، انہوں نے مجھ سے پوچھا '' اے ابوامیہ کی بیٹی! کہاں کا ارادہ ہے'' میں نے کہا'' میں اپنے خاوند محترم کے پاس مدینہ طیبہ جانا چاہتی ہوں''۔ انہوں نے پوچھا'' کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟'' میں نے کہا'' نہیں بخدا! میرے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس ننھے بیٹے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے''۔ انہوں نے کہا'' قسم بخدا! تمہیں اکیلے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل کو پکڑ لیا اور میرے آگے آگے چلنے لگے۔ میں نے اس سے زیادہ شریف رفیق رہ اہل عرب میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ کسی مقام پر پہنچتے تو اونٹ کو بٹھاتے پھر ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاتے۔ جب میں اونٹ سے اتر

اپنے بھائیوں کو ہی قتل کیا۔ خانہ کعبہ کی چابیاں انہی کے پاس ہوتی تھیں فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے یہ چابیاں حضرت عثمان بن ابی طلحہ اور ان کے چچازاد بھائی شیبہ بن ابی عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیں۔ بنوشیبہ کے جد امجد یہی ہیں، ابوطلحہ کا نام عبداللہ بن عبدالعزیٰ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اجنادین کے میدان میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

Marfat.com

جاتی تو وہ اونٹ کو لے جاتے اور کسی درخت سے باندھ دیتے پھر کسی دوسرے درخت کی نیچے جا کر لیٹ جاتے جب روانگی کا وقت قریب آتا تو اونٹ کے پاس جاتے اس پر کجاوہ رکھتے پھر اسے میرے، پاس لے آتے اور مجھے کہتے "سوار ہو جاؤ"۔ جب میں سوار ہو جاتی اور اپنے اونٹ پر اچھی طرح بیٹھ جاتی تو وہ قریب آتے اونٹ کی نکیل پکڑتے اور چلنے لگتے۔ وہ اسی طرح عازمِ سفر رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچ گئے جب۔ انہیں، قباء میں بنو عمرو بن عوف کی بستی نظر آئی تو انہوں نے کہا تمہارے محترم خاوند اس بستی میں ہیں۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وہیں تھے، اللہ کا نام لے کر اس میں داخل ہو جاؤ پھر حضرت عثمان مکہ معظمہ واپس آگئے"۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں "قسم بخدا! میں کسی ایسے گھرانہ کو نہیں جانتی جسے اتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہو، جتنی تکالیف ابوسلمہ کے گھرانہ کو سہنا پڑیں، میں نے کسی ساتھی کو حضرت عثمان بن ابی طلحہ سے شریف نہیں دیکھا"۔

حضرت عامر، ان کی اہلیہ محترمہ اور بنو جحش کی ہجرت

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد حضرت عامر بن ربیعہ "بنو عدی بن کعب کے حلیف" اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی خثمہ بن غانم بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عدی بن کعب رضی اللہ عنہما نے ہجرت کی پھر حضرت عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ یہ بنو امیہ بن عبد شمس کے حلیف تھے ان کے ہمراہ حضرت ابو احمد عبد بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابو احمد نابینا تھے، یہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور بغیر کسی راہ نما کے مکہ معظمہ کے بالائی نشیبی علاقے میں آیا جایا کرتے تھے۔ یہ شاعر تھے الفرعہ بنت ابی سفیان بن حرب ان کی زوجیت میں تھیں ان

بنو جحش کی ہجرت

بنو جحش سے مراد عبداللہ اور ابو احمد عبد ہیں۔ ان کا بھائی عبیداللہ تھا جس نے پہلے اسلام قبول کیا پھر نصرانیت اختیار کر لی، حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو حرم رسول میں داخل ہونے کی سعادت ملی۔ انہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب: ۳۷) "پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش کی تو ہم نے اس کا آپ سے نکاح کر دیا"۔

Marfat.com

کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔ بنو جحش کا گھر ہجرت کی وجہ سے بند پڑا تھا ان کے گھر کے پاس سے عتبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب اور ابو جہل بن ہشام گزرے۔ یہ گھر ان کھنڈرات پر تھا جہاں ابان بن عثمان کا گھر تھا۔ یہ مکہ معظمہ کے بالائی علاقہ کی طرف جا رہے تھے، عتبہ بن ربیعہ نے ان کے گھر کا جائزہ لیا اس کے دروازوں سے آواز آرہی تھی اس میں کوئی ساکن نہ تھا۔ عتبہ بن ربیعہ نے اسے دیکھ کر ٹھنڈی آہ لی پھر فرمایا۔

وَ كُلُّ دَارٍ وَ اِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا النَّكْبَاءُ وَالْحُوْبُ

''تمام گھر، اگرچہ ان کی سلامتی کتنی بھی طویل ہو جائے، ایک نہ ایک دن مخالف ہوا اور وحشت کا سامنا کریں گے''۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ شعر ابو داؤد الایادی کا ہے۔ حوب کا معنی تکلیف اور وحشت ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنو جحش کے گھر خالی ہو گئے۔ ابو جہل نے کہا وَ مَا تَبْكِي عَلَيْهِ مِنْ قُلِّ بْنِ قُلِّ۔ تو ایک کے بیٹے ایک پر کیا روتا ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں قُلّ کا معنی واحد ہے لبید بن ربیعہ کہتا ہے۔

كُلُّ بَنِي حُرَّةٍ مَصِيْرُهُمْ قُلٌّ وَاِنْ اَكْثَرَتْ مِنَ الْعَدَدِ

تمام بنو حرۃ کا انجام واحد (ایک) ہے اگرچہ وہ تعداد میں کثیر بھی ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر ابو جہل نے کہا'' یہ سب کام تمہارے بھتیجے کا ہی ہے جس نے ہماری جماعت کے شیرازہ کو بکھیر دیا، ہمارے معاملات کو متفرق کر دیا اور ہمارے مابین قطع تعلقی کرا دی''۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت ابو احمد بن جحش قباء میں بشر بن عبدالمنذر بن نبر کے پاس مقیم تھے پھر دیگر صحابہ کرام بھی جوق در جوق

حضرت ام حبیب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی زوجیت میں تھیں۔ ''موطا'' میں ہے کہ حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں لیکن حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کسی دور میں بھی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں نہیں رہیں۔ یہ کسی کا قول نہیں اور نہ ہی کوئی اسے تسلیم کرتا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں حضرت ام حبیب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کا نام بھی زینب ہی تھا اور کنیت سے ان میں فرق ہوتا تھا۔ اس لئے ''موطا'' کی حدیث میں کوئی وہم یا غلطی کا شائبہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کا نام برۃ تھا۔ حضور نے ان کا نام زینب رکھا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی نشو و نما میں مدد

Marfat.com

ادھر کا رخ کرنے لگے۔ بنو غنم بن دودان جو دولت اسلام سے مالا مال ہو چکے تھے وہ بھی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ درج ذیل حضرات نے سب سے پہلے ہجرت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت ابو احمد بن جحش، حضرت عکاشہ بن محصن، حضرت شجاع، حضرت عقبہ، حضرت اربد بن جمیرہ (ابن ہشام نے حمیرہ کہا ہے) حضرت منقد بن نباتہ، حضرت سعید بن رقیش، حضرت محزر بن نضلہ، حضرت یزید بن رقیش، حضرت قیس بن جابر، حضرت عمرو بن محصن، حضرت مالک بن عمرو، حضرت صفوان بن عمرو، حضرت ثقف بن عمرو، حضرت ربیعہ بن اکثم، حضرت زبیر بن عبید، حضرت تمام بن عبیدہ، حضرت سخبرہ بن عبیدۃ اور حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہم۔

فرخندہ فال خواتین میں سے یہ سعادت حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیب بنت جحش، حضرت جذامہ بنت جندل، حضرت ام قیس بنت محصن، حضرت ام حبیب بنت ثمامہ، حضرت آمنہ بنت رقیش، حضرت سخبرہ بنت تمیم اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہن نے حاصل کی۔

جب بنو اسد بن خزیمہ کو اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی رضا کے لئے ہجرت کی دعوت دی گئی تو ان تمام نے اس دعوت پر لبیک کہا، حضرت ابو احمد بن جحش بن رئاب اسی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وَ لَوْ حَلَفَتْ بَيْنَ الصَّفَا أُمُّ أَحْمَدَ ‏ وَ مَرْوَتِهَا بِاللهِ بَرَّتْ يَمِينُهَا
لَنَحْنُ الْأُولٰى كُنَّا بِهَا ثُمَّ لَمْ نَزَلْ ‏ بِمَكَّةَ حَتّٰى عَادَ غَثًّا سَمِينُهَا
بِهَا خَيَّمَتْ غَنْمُ بْنُ دُودَانَ وَ ابْتَنَتْ ‏ وَ مَا إِنْ غَدَتْ غَنْمٌ وَ خَفَّ قَطِينُهَا
إِلَى اللهِ تَغْدُوْ بَيْنَ مَثْنٰى وَ وَاحِدٍ ‏ وَ دِيْنُ رَسُوْلِ اللهِ بِالْحَقِّ دِيْنُهَا

کرنے والی دایا کا نام بھی برہ تھا، آپ ﷺ نے ان کا نام بھی زینب رکھا۔ گویا کہ آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ کوئی عورت اس نام سے اپنے آپ کو پاکباز بنانے کی کوشش کرے۔ جحش بن رئاب کا نام برۃ تھا حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کاش آپ میرے باپ کا نام بھی تبدیل کر دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو میں اپنے اہل بیت کے ناموں میں سے اس کا نام رکھتا لیکن میں نے اس کا نام جحش رکھا ہے اور جحش کا معنی "برہ" سے زیادہ ہے۔ (المؤتلف والمختلف)۔ وَكُلُّ بَيْتٍ...... ابوداؤد کے اس شعر کے بعد دوسرا شعر یہ ہے۔

Marfat.com

اگر ام احمد کوہ صفا اور کوہ مروہ کے درمیان کھڑی ہو کر قسم اٹھائے تو اس کی قسم سچی ہوگی کہ ہم مکہ معظمہ میں ہی اقامت گزیں تھے پھر وہیں مقیم رہے حتیٰ کہ اس کے موٹے آدمی کمزور ہو گئے۔ بنو غنم بن دودان بھی وہیں خیمہ زن تھے۔ ان کے گھر بھی وہیں تھے پھر وہاں سے بنو غنم صبح سویرے عازم سفر ہو گئے اور یہ سفر ان کے مقیم کے لئے آسان ہو گیا۔ وہ ایک ایک، دو دو ہو کر اللہ کی طرف ہجرت کرتے جا رہے ہیں اور حضور ﷺ کا سچا دین، ان کا دین بن گیا۔

یہ قصیدہ بھی حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ کا ہی ہے۔

لَمَّا رَأَتْنِي أُمُّ أَحْمَدَ غَادِيًا ‌ ‌ بِذِمَّةِ مَنْ أَخْشٰى بِغَيْبٍ وَ أَرْهَبُ
تَقُوْلُ فَإِمَّا كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا ‌ ‌ فَيَمِّمْ بِنَا الْبُلْدَانَ وَلْتَنْأَ يَثْرِبُ
فَقُلْتُ لَهَا بَلْ يَثْرِبُ الْيَوْمَ وَجْهُنَا ‌ ‌ وَ مَا يَشَاءِ الرَّحْمٰنُ فَالْعَبْدُ يَرْكَبُ
إِلَى اللّٰهِ وَجْهِي وَالرَّسُوْلِ وَ مَنْ يَقُمْ ‌ ‌ إِلَى اللّٰهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يُخَيَّبُ
فَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيْمٍ مُّنَاصِحٍ ‌ ‌ وَ نَاصِحَةٍ تَبْكِيْ بِدَمْعٍ وَ تَنْدُبُ

جب ام احمد نے مجھے دیکھا کہ میں اس ذات والا کے بھروسے پر عازم سفر ہو رہا ہوں جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں اور لرزہ براندام رہتا ہوں۔ اس نے کہا اگر تو نے سفر پر روانہ ہونا ہی ہے تو ہمیں یثرب کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں لے چلو میں نے اس سے کہا نہیں آج ہمارا رخ

كُلُّ امْرِئٍ بِلِقَاءِ الْمَوْتِ مُرْتَهِنٌ ‌ ‌ كَأَنَّهُ غَرَضٌ لِلْمَوْتِ مَنْصُوْبُ

ہر شخص کے مقدر میں موت سے ملاقات ضروری ہے گویا کہ وہ موت کیلئے ایک مقرر کردہ نشانہ ہے۔

ابوداؤد الایادی کا نام حنظلہ بن شرقی تھا، دوسری روایت کے مطابق اس کا نام جاریہ بن حجاج تھا۔

الرَّدْمُ

زمانۂ جاہلیت میں مقتولوں کو دفنانے کے لئے کو جو گڑھا کھودا جاتا تھا اسے ردم کہا جاتا تھا بنو جمح اور بنو حارث بن فہر کے مابین جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں بنو حارث کو شکست ہوئی اسی وجہ سے ان کی تعداد کم تھی قریش میں سب سے کم تعداد انہی کی تھی۔

إِلَى اللّٰهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يُخَيَّبُ

اسے ''باء'' کے کسرہ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ اسے ضرورت کے لئے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس وقت اس سے پہلے ''فاء'' مضمر ہوگا، یہ فَلَا يُخَيَّبُ ہوگا۔ یہ ابو عباس کا مذہب ہے لیکن

Marfat.com

یثرب کی طرف ہی ہوگا۔ درحقیقت بندہ وہی فعل سرانجام دیتا ہے جو رحمٰن رب چاہتا ہے، آج میرے سفر کا مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی ذات ہے جو کسی دن اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کر لیتا ہے وہ کبھی خسارہ میں نہیں ہوتا۔ ہم نے کتنے ہی ایسے مرد و خواتین کو چھوڑا ہے جو نصیحت کرنے میں انتہائی مخلص تھے ان کے آنسو رواں ہوئے تھے اور وہ آہ وفغاں کر رہے تھے۔

تَرٰی اَنَّ وِتْرًا نَاْیُنَا عَنْ بِلَادِنَا ... وَ نَحْنُ نَرٰی اَنَّ الرَّغَائِبَ نَطْلُبُ

دَعَوْتُ بَنِی غَنْمٍ لِحَقْنِ دِمَائِهِمْ ... وَ لِلْحَقِّ لَمَّا لَاحَ لِلنَّاسِ مَلْحَبُ

اَجَابُوْا بِحَمْدِ اللّٰهِ لَمَّا دَعَاهُمْ ... اِلَی الْحَقِّ دَاعٍ وَالنَّجَاحِ فَاَوْعَبُوْا

وَ کُنَّا وَ اَصْحَابًا لَنَا فَارَقُوْا الْهُدٰی ... اَعَانُوْا عَلَیْنَا بِالسِّلَاحِ وَ اَجْلَبُوْا

کَفَوْجَیْنِ اَمَّا مِنْهُمَا فَمُوَفَّقٌ ... عَلَی الْحَقِّ مَهْدِیٌّ وَ فَوْجٌ مُعَذَّبُ

وہ خیال کرتی ہے کہ ہمارا اپنے شہروں سے جدا ہونا ہمیں اکیلا کر دے گا مگر ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم پسندیدہ چیزوں کو طلب کر رہے ہیں، میں نے بنو غنم کو ان کی جانوں کے تحفظ اور حق کی طرف دعوت دی جب لوگوں کے لئے شاہراہ ہدایت روشن ہوگئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ جب داعی نے انہیں حق اور نجات کی طرف دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہا۔ ہمارے کچھ ایسے دوست بھی تھے جو ہدایت سے جدا ہوگئے۔ ہمارے خلاف دشمنوں کی ہتھیاروں کے ساتھ مدد کی۔ جیسا کہ دو گروہ ہوں جن سے ایک گروہ توفیق الٰہی سے ہدایت یافتہ ہو، راہِ حق پر ہو جبکہ دوسرا گروہ عنقریب عذاب میں مبتلا ہونے والا ہو۔

طَغَوْا وَتَمَنَّوْا کِذْبَةً وَاَزَلَّهُمْ ... عَنِ الْحَقِّ اِبْلِیْسٌ فَخَابُوْا وَ خُیِّبُوْا

وَ رُعْنَا اِلٰی قَوْلِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ ... فَطَابَ وُلَاةُ الْحَقِّ مِنَّا وَ طُیِّبُوْا

نَمُتُّ بِاَرْحَامٍ اِلَیْهِمْ قَرِیْبَةٍ ... وَ لَا قُرْبَ بِالْاَرْحَامِ اِذْ لَا تُقَرَّبُ

فَاَیُّ ابْنِ اُخْتٍ بَعْدَنَا یَاْمَنَنَّکُمْ ... وَ اَیَّةُ صِهْرٍ بَعْدَ صِهْرِیَ تُرْقَبُ

سیبویہ کے نزدیک فاء کے اضمار کے بغیر بھی رفع جائز ہے لیکن اس سے پہلے اس فعل کو مقدم کرنے کا ارادہ کرنا ہوگا جو شرط پر دلالت کرے مثلاً اِنَّكَ اِنْ یُّصْرَعْ اَخُوْكَ تُصْرَعُ۔ یہ اصل عبارت یوں ہو گی۔ اِنَّكَ تُصْرَعُ اِنْ یُّصْرَعْ اَخُوْكَ۔ اسی طرح مَنْ یَّفْعَلِ الْحَسَنَاتِ اللّٰهُ یَشْکُرُهٗ ہے۔

وَلَا قُرْبَ بِالْاَرْحَامِ اِذْ لَا تُقَرَّبُ

ابن ہشام نے تاویل کی ہے کہ یہاں اِذْ، اِذَا کے معنی میں ہے لیکن یہ ان کا تسامح ہے۔ اس کی دو

Marfat.com

سَتَعْلَمُ يَوْمًا اَيُّنَا اِذْ تَزَايَلُوْا　وَ زُيِّلَ اَمْرُ النَّاسِ لِلْحَقِّ اَصْوَبُ

"انہوں نے سرکشی کی جھوٹی آرزوئیں کیں۔ ابلیس نے انہیں راہِ ہدایت سے پھسلا دیا۔ وہ محروم ہو گئے اور انہیں نقصان اٹھانا پڑا۔ ہم نے محمد عربی ﷺ کی بات کی طرف رجوع کیا۔ حق کے نمائندے پاک ہو گئے اور انہیں پاکیزہ بنا دیا گیا۔ ہم ان لوگوں سے ہی قریبی رشتہ داری کر لیتے ہیں اور رشتہ دار قریب کرنے والے نہ ہوں تو ان کے قرب میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہمارے بعد کون سا بھانجا تم پر اعتماد کرے گا اور میرے سسرال کے بعد کس کے سسرال سے امید کی جا سکتی ہے جب لوگ متفرق ہو جائیں گے ان کے معاملات بکھر جائیں گے تو تجھے اس دن معلوم ہو جائے گا کہ راہِ حق پر کون تھا؟"

ابن ہشام کہتے ہیں جن اشعار میں "وَلْتَنَاءَ يَثْرِبُ" اور "اِذْ لَا نُقَرِّبُ" ہے وہ ابن اسحاق سے مروی نہیں ہیں اور اس میں اِذْ، اِذَا کے معنی میں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ (سبا: ۳۱) ابوالنجم العجلی کا شعر ہے۔

ثُمَّ جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا اِذْ جَزٰى　جَنّٰتِ عَدْنٍ فِي الْعَلَالِيِّ وَالْعُلَا

پھر انہیں اللہ تعالیٰ جب ہماری طرف جزا دے تو انہیں رفعتوں اور بلندیوں میں سدا بہار باغات میں رہنے کی توفیق دے۔

وجہیں ہیں۔ ا۔ فعل مضارع اذا کے بعد صحیح نہیں سمجھا جاتا جبکہ اس کے ساتھ حرف نفی ہو مگر اذ کے بعد اسے عمدہ سمجھا جاتا ہے مثلاً اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ لیکن تیرا یہ قول سَاٰتِيْكَ اِذَا تَقُوْلُ كَذَا قبیح ہے، خواہ اس میں فعل مضارع اذا سے مؤخر ہو یا مقدم کیونکہ اذا میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جب حروف شرط کے بعد فعل ماضی ہو تو اس طرح کہنا بہت بہتر ہوتا ہے مثلاً سَاٰتِيْكَ اِنْ قَامَ زَيْدٌ وَ اِذَا قَامَ زَيْدٌ۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں سَاٰتِيْكَ اِنْ يَقُمْ زَيْدٌ۔ کیونکہ جب حرف شرط مؤخر ہو جاتا ہے تو وہ لغو ہو جاتا ہے جب وہ لغو ہو جاتا ہے تو اس کے بعد فعل معرب واقع نہیں ہو سکتا مگر "کیف" میں یہ استعمال بہت بہتر ہے مثلاً يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ اور يَبْسُطُهٗ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ اس میں ایک عجیب راز ہے ہم اسے تفصیل سے لکھیں گے جب ہمیں موقع ملے گا۔ قسم کے بعد اذا اور فعل مستقبل ذکر کرنا بہتر ہے مثلاً وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْرِ۔ کیونکہ اس وقت اس میں شرط کا معنی معدوم ہو جاتا ہے۔ ۲۔ اِذْ کا اِذَا کے معنی میں استعمال معروف نہیں ہے اور نہ ہی اسے کسی کی تائید حاصل ہے۔ رؤبۃ کے قول سے بھی دلیل نہیں پکڑی جا سکتی کیونکہ اس کا معنی ہے ثُمَّ جَزَاهُ اللّٰهُ اِنْ جَزٰى۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

Marfat.com

کی طرح ہے۔ یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا (البقرہ:۴۸) ڈرو اس دن سے جب نہ بدلہ دے سکے گا کوئی شخص کسی کا کچھ بھی''۔

اِذۡ، اَنۡ مفتوحہ کے معنی میں ہے جزی مضمر ہے جو ممدوح کی طرف راجع ہے سیبویہ نے سواد الکتاب میں اسی طرح لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ بَعۡدَ اِذۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ۝ (آل عمران) وَلَنۡ یَّنۡفَعَکُمُ الۡیَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ (زخرف:۳۹) سیبویہ نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے النسوی نے اس طرف توجہ نہ دی۔ انہوں نے حرف ''لن'' کے بعد فعل مضارع کو ماضی کی ظرف میں عامل بنایا ہے۔ ان کا یہ قول اس طرح ہوگا۔ سَاٰتِیۡکَ الۡیَوۡمَ اَمۡسِ۔ لیکن اس قول میں تسامح ہے کاش انہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق ہی معلوم ہوتا۔ وَ اِذۡ لَمۡ یَهۡتَدُوۡا بِهٖ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ هٰذَاۤ اِفۡكٌ قَدِیۡمٌ۝ (الاحقاف) ''اور کیونکہ انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوئی، قرآن سے تو یہ اب ضرور کہیں گے کہ یہ تو وہی پرانا جھوٹ ہے''۔ اگر ماضی کی ظرف میں فعل مستقبل کے وقوع کو جائز قرار دیا جائے جس کی بنیاد درست نہیں تو فاء کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل کیسے کرسکتا ہے؟ بالخصوص جبکہ اس کے ساتھ سین بھی متصل ہو۔ اس طرح یہ کہنا غدًا ساٰتِیۡکَ بھی درست نہیں اسی طرح غدًا فساٰتِیۡکَ بھی درست نہیں تو اَمۡسِ فَسَاٰتِیۡکَ کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اذ بھی امس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ تمام امور وہ ہیں جن میں کوئی خفاء نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا اور وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاکِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ میں اِذۡ، اِذَا کے معنی میں ہے۔ ابن ہشام کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے کہ اِذۡ، اس اِذَا کے معنی میں ہے جو مستقبل کا معنی دیتا ہے تو اس کو یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ اِذۡ اِذَا کے معنی میں کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اذا کے بعد مبتداء اور خبر واقع نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاکِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ کا معنی یہ ہوگا کہ کاش تو ان کی ندامت اور حزن اس دن دیکھ سکتا جب وہ آگ پر کھڑے ہوں گے۔ اِذۡ، دراصل ظرف ماضی ہے حزن اور ندامت کا وقوع معاینہ اور توقیف کے بعد ہے اس طرح توقیف کا وقت اپنے مابعد کی اضافت سے ماضی ہوگیا اس کے بعد جو کچھ ہے وہ تریٰ کا مفعول ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی اسی طرح گمان کیا جاتا ہے۔ فَانۡطَلَقَا ٙ حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَةِ خَرَقَهَا ؕ (کہف:۷۱) یہاں یہ زعم کیا گیا ہے کہ اِذَا، اِذۡ کے معنی میں ہے کیونکہ یہ ماضی کی داستان ہے لیکن یہ گمان درست نہیں کیونکہ اذ کے بعد فعل مستقبل ہے جب اسے انطلاق کی نسبت سے دیکھا جائے کیونکہ یہ اس کے بعد ہے اور انطلاق اس سے پہلے ہے۔ اگر حتیٰ نہ ہوتا تو پھر صرف یہی کہا جاسکتا، اِنۡطَلَقَا اِذۡ رَکِبَا۔ لیکن حتیٰ میں غایت کا معنی اس امر پر دلالت

Marfat.com

کرتا ہے کہ رکوب، انطلاق کے بعد تھا۔ اس لئے یہ اس کی نسبت سے مستقبل ہے سابقہ ''حزن'' اور سوء حال کا مسئلہ بھی یہی ہے جو ترٰی کا مفعول ہے اگرچہ وہ لفظاً مذکور نہیں ہے اور یہ وقوف کے وقت کے بعد ہے۔ اس طرح یہ وقوف اس حزن کے اعتبار سے وقوف بھی ماضی ہے۔ اس میں کسی نہ کسی حذف کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ کے اس فرمان ''وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ'' میں بھی کوئی عبارت مقدر ہوگی اور یہ اِذْ اَنْ کے معنی میں ہوتا تو پھر اس کے لئے کسی تعلق کا ہونا ضروری ہوتا گویا کہ یہ عبارت اس طرح ہوتی۔ جُزِيْتُمْ بِهٰذَا مِنْ اَجَلِ اَنْ ظَلَمْتُمْ۔ یا مِنْ اَجَلِ اَنْ يَهْتَدُوْا بِهٖ ضَلُّوْا۔

ابن اسحاق نے بنو جحش کی خواتین میں حضرت جذامہ بنت جندل کا ذکر کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کا ارادہ جذامہ بنت وھب بن محصن کا نام ذکر کرنے کا تھا۔ مؤطا کی حدیث رضاعت میں ان کا ذکر ہے۔ امام بزار نے انہیں جذامہ لکھا ہے۔ امام مسلم نے ان سے اسی طرح روایت کیا ہے جبکہ معروف جدامہ ہے۔ انہیں ''جُذَامة'' بھی کہا گیا ہے جدامہ کا معنی کھیتی کو کاٹنا ہے۔ حافظ ابوبکر نے ہمیں اسی طرح املاء کرایا تھا اور میں نے ان سے اپنے ہاتھ سے اسی طرح لکھا تھا۔ مالک بن عبدالجبار نے، ابو اسحاق برمکی سے، انہوں نے محمد بن زکریا بن حبویہ سے، انہوں نے ابوعمر زاہد مطرز سے جُذَامة روایت کیا ہے۔ کھجور کی شاخ کے کنارے کو جدامہ کہتے ہیں، اسی سے عورت کا نام جدامۃ رکھا جاتا ہے۔ حضرت جدامۃ بنت وھب، حضرت انیس بن قتادہ انصاری رضی اللہ عنہما کی زوجیت میں تھیں۔ جدامہ بنت جندل نامی کوئی خاتون آل جحش میں نہ تھی شاید کتاب میں یہ وہم ہے اور شاید یہ بنت وھب بن محصن ہو جو حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہما کی بھتیجی تھی۔

ابن اسحاق نے بنو اسد میں ثقف بن عمرو کا ذکر کیا ہے، ان کو ثقاف بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے بھائی حضرت مدلاج رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں یہ جنگ خیبر میں شہید ہوئے انہیں ''اسیر'' یہودی نے شہید کیا تھا۔

ابن اسحاق نے ام حبیب بن ثمامہ کا ذکر کیا ہے۔ ابوعمرو نے ان کا ذکر بھی اپنی کتاب میں نہیں کیا انہوں نے ثمام بن عبیدہ کا ذکر نہیں کیا جبکہ ابن اسحاق نے ان تمام کا ذکر کیا ہے۔

ابن اسحاق نے حضرت اربد بن جمیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ابن ہشام نے انہیں حمیرہ کہا ہے، ابراہیم بن سعد نے ابن اسحاق سے حمیر روایت کیا ہے گویا کہ یہ ''حمار'' کی تصغیر ہے۔ ابن اسحاق نے محرز بن نضلہ کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا نسب ذکر نہیں کیا۔ یہ ابن نضلہ بن عبداللہ بن مرہ بن غنم بن دودان بن اسد ہیں، یہ غزوۂ ذی قرد میں شہید ہوئے، یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ یہ ''اخرم'' کے نام سے مشہور

Marfat.com

حضرت عمر اور حضرت عیاش رضی اللہ عنہما کی ہجرت

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضرت عمر اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی ہجرت کے لئے عازم سفر ہوئے، حتیٰ کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام حضرت نافع رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اور وہ اپنے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، ''وہ فرماتے ہیں جب ہم نے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے ایک دوسرے سے ''سرف'' کے اوپر بنو غفار کے اضاۃ کے قریب کانٹے والے درختوں کے پاس ملنے کا وعدہ کیا۔ ہم نے کہا'' ہم میں سے جو اس مقام کے پاس صبح تک نہ پہنچ سکے گا تو اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ اسے روک دیا گیا ہے۔ باقی دونوں ساتھیوں کو سفر پر روانہ ہو جانا چاہئے''۔ میں عیاش بن ربیعہ ''تُنَاضُب'' کے پاس پہنچ گئے لیکن حضرت ہشام کو روک دیا۔ انہیں فتنہ و آزمائش میں مبتلاء کیا گیا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم قباء میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے۔ ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام حضرت عیاش بن ربیعہ کے پاس گئے۔ یہ ان کا چچازاد اور ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ اس وقت حضور ﷺ مکہ معظمہ میں ہی جلوہ افروز تھے۔ انہوں نے

تھے۔ ان کا لقب فُهیرہ تھا، موسیٰ بن عقبہ نے انہیں محرز بن وهب کہا ہے انہوں نے ابن نضلہ نہیں کہا۔

ابن اسحاق نے حضرت یزید بن رقیش کا ذکر کیا ہے بعض نے انہیں اربد کہا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ یہ ابن رقیش بن رئاب بن یعمر بن کبیر بن غنم بن دودان ہیں انہوں نے حضرت ربیعہ بن اکثم کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ یہ ابن اکثم بن سخبرہ بن عمرو بن نفیر بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد ہیں ان کی کنیت ابو یزید تھی ان کا قد چھوٹا تھا، یہ غزوۂ خیبر میں مقام ''النطاۃ'' میں شہید ہوئے انہیں حارث یہودی نے شہید کیا تھا۔

التَّنَاضُبُ

یہ ''ضاء'' کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یہ تنضُبٌ کی جمع ہے یہ درختوں کی ایک قسم ہے، گرگٹ اس سے محبت کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

اِنِّی اُتِیحُ لَهٗ حِرْبَاءَ تَنْضُبَةٍ لَا یُرْسِلُ السَّاقَ اِلَّا مُمْسِكًا سَاقًا

میں نے اس کے مقدر میں ''تنضب'' کی گرگٹ کو کر دیا ہے جو ایک شاخ کو نہیں چھوڑتا مگر دوسری شاخ کو پکڑ کر۔

Marfat.com

ابن ربیعہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری ماں نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ اپنے سر کو کنگھی بھی نہ کرے گی حتیٰ کہ تجھے دیکھ لے۔ وہ سورج کی دھوپ میں ہی بیٹھی رہے گی حتیٰ کہ تجھے دیکھ لے۔ تم اس کے لیے ہی دل میں نرمی پیدا کرو''۔ حضرت عمر فرماتے ہیں ''میں نے حضرت عیاش رضی اللہ عنہ سے کہا، اے عیاش! قسم بخدا! یہ قوم تجھے دین متین سے برگشتہ کرنے کے لئے اس منصوبہ پر عمل پیرا ہے۔ ان کی بات نہ مانیں۔ تمہاری والدہ کے سر میں جوئیں پڑیں تو خود بخود کنگھی کرنے لگے گی، اگر مکہ معظمہ کی گرمی شدت اختیار کرگئی تو خود بخود سایہ میں بیٹھ جائے گی'' لیکن انہوں نے کہا ''میں اپنی ماں کی قسم پوری کروں گا۔ وہاں میرا مال بھی ہے میں وہ بھی لے کر آؤں گا''۔ میں نے کہا ''اے عیاش! تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام قریش سے زیادہ مالدار ہوں تم ان کے ساتھ نہ جاؤ۔ میرا نصف مال لے لینا'' لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ انہوں نے ان کے ہمراہ جانے کا اصرار کیا۔ جب میں نے ان کی یہی ضد دیکھی تو میں نے کہا ''اگر تمہارا یہی عزم ہے تو میری یہ اونٹنی لے لو۔ یہ فرمانبردار اور تیز رفتار ہے۔ اس کی پیٹھ پر ہی بیٹھے رہنا۔ اگر تمہیں اس قوم کی طرف سے کوئی شک ہوا تو اس اونٹنی پر بیٹھ کر بچ جانا''۔ حضرت عیاش اس اونٹنی پر سوار ہو کر ان کے ہمراہ قباء سے نکل آئے۔ جب انہوں نے کچھ فاصلہ طے کیا تو ابوجہل نے ان سے کہا ''اے میرے بھتیجے! میں نے اونٹ پر بہت سامان لادھا ہے کیا تم مجھے اس اونٹنی پر بیٹھنے کی اجازت دو گے''۔ حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے کہا ''ضرور! وہ اونٹنی سے اترے، وہ دونوں بھی

اس درخت کے پھل کو ''المُبتَعِر'' کہا جاتا ہے یہ فُنْعَلِلٌ کے وزن پر ہے نون کو میم میں ادغام کیا گیا ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ ''فُعْلَل'' کے وزن پر ہے یہ ان اسماء میں سے ہے جنہیں حرف زائد کے ساتھ مضاعف بنا دیا جاتا ہے لیکن اس کی مثال ''هُنْدَلِع'' پہلے قول کی تائید کرتی ہے۔ اس درخت سے کمان بنائے جاتے ہیں جس طرح نبع، شوحط، شریان، سراء اور اشکل سے کمان بنائے جاتے ہیں۔ اس کے دھویں کا تذکرہ ابوحنیفہ نے ''نباتات'' میں کیا ہے، جعدی کہتا ہے۔

كَاَنَّ الْغُبَارَ الَّذِیْ غَادَرَتْ ضُحَیًّا دَوَاخِنُ مِنْ تَنْضُبِ

وہ گرد وغبار وقت چاشت گھوڑوں نے بلند کیا تھا ''تنضب'' کا دھواں محسوس ہوتا تھا۔ اس کے دھویں کی سفیدی کی وجہ سے گرد وغبار کو اس سے تشبیہ دی گئی۔ عقیل بن علقہ کہتا ہے۔

وَ هَلْ اَشْهَدَنْ خَیْلًا كَاَنَّ غُبَارَهَا بِاَسْفَلِ عَلْكَدٍ دَوَاخِنُ تَنْضُبِ

کیا انہوں نے گھوڑوں کو دیکھا تھا جن کا گرد وغبار ''علکد'' کے نیچے تنضب کے دھویں کی طرح تھا،

Marfat.com

اپنے اپنے اونٹوں سے اترے۔ زمین پر اتر کر انہوں نے حضرت عیاش پر حملہ کر دیا۔ پکڑ کر باندھ لیا اور مکہ معظمہ میں آ گئے۔ انہیں وہاں مختلف آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عیاش کی اولاد میں سے ایک شخص نے بتایا کہ جب وہ دونوں حضرت عیاش کو لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے ان کو باندھ رکھا تھا، انہوں نے اعلان کیا" اے اہل مکہ! جس طرح ہم نے اپنے احمق کے ساتھ سلوک کیا ہے تم بھی اپنے بے وقوفوں کے ساتھ اسی طرح کرو"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ہشام بن عاصی کی طرف مکتوب

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے حضرت نافع نے حضرت عبداللہ سے اور وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں" ہم کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے کوئی فرض، نفل یا

اضاۃ بن غفار

یہ مقام مکہ معظمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اَضَاۃ، تالاب کو کہا جاتا ہے۔ گویا کہ یہ وَضَاۃ سے مقلوب ہے۔ اس کا وزن فَعَلَۃٌ ہے یہ وَضَاءۃ سے مشتق ہے اس کا معنی نظافت ہے کیونکہ پانی صفائی کرتا ہے۔ اَضَاۃ کی جمع اِضَاءٌ ہے نابغہ کہتا ہے۔

غُلِّبْنَ بِکَذْبُوْنَ وَاُبْطِنَّ کُرَّۃً وَ ھُنَّ اِضَاءٌ صَافِیَاتُ الْغَلَائِلِ

وہ زرہیں سخت چٹانوں پر لے جاتی ہیں۔ دامن کوہ میں انہیں اتارا جاتا ہے وہ خوب روشن ہیں اور ان کی میخیں بھی صاف ہیں۔

یہ جمع اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ مقلوب نہ ہو۔ وِضَاء میں واؤ مکسورہ ہمزہ کا بدل ہے واؤ مکسورہ کا تقاضا ہے کہ مادہ اشتقاق میں ہمزہ ہے اس طرح واحد مقلوب ہو گا کیونکہ واؤ مفتوحہ ہمزہ میں تبدیل نہیں ہوتی۔ پھر فعل کا لام کلمہ بھی ہمزہ نہیں کبھی کبھی جمع کو بھی واحد پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس وقت جمع بھی مقلوب ہو گی۔ اضاۃ بھی کہا جاتا ہے کبھی کبھی اضاۃ کی جمع اِضِین بھی آتی ہے۔ مثلاً مَحَالِقُ کَسَرِیَّۃِ الاِضِیْنَا۔ اَسرِیَۃ۔ سَرِیٌّ کی جمع ہے چھوٹی ندی کو سری کہا جاتا ہے۔

حضرت ہشام بن عاص

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت قُلْ یٰعِبَادِیَ...... مکہ معظمہ کے کمزور لوگوں کے بارے نازل ہوئی۔" ذی طُوی طوی الف مقصورہ کے ساتھ ہے۔ یہ مکہ معظمہ کی ایک نشیبی جگہ ہے۔ بیان کیا جاتا

Marfat.com

ان کی توبہ قبول نہیں کرے گا جو فتنہ میں مبتلاء ہو گئے یعنی وہ لوگ جنہوں نے حق تعالیٰ کو پہچانا پھر وہ کسی اذیت یا تکلیف کی وجہ سے کفر کی طرف لوٹ گئے۔ وہ لوگ بھی اپنے متعلق اسی طرح کہتے تھے۔ جب تاجدار مدینہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل کی۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﮂ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﮃ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﮄ (زمر)

''آپ فرمایئے اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر، مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔ بلا شبہ وہی بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اور (سچے دل سے) لوٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور سرخم کر دو اس کے سامنے اس سے پہلے کہ آ جائے تم پر عذاب پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی اور پیروی کرو عمدہ کلام کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اس سے بیشتر کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں خبر تک نہ ہونے پائے''۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے اپنے ہاتھ سے اس آیت کو خط میں لکھا پھر اسے ہشام بن عاصی کے پاس بھیج دیا، حضرت ہشام فرماتے ہیں ''جب مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب ملا تو میں مکہ معظمہ کے نشیب و فراز میں پڑھنے لگا۔ میں مقام ''ذی طویٰ'' میں دہرا رہا تھا لیکن مجھے اس کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ میں نے دعا مانگی مولا! مجھے یہ آیت سمجھا دے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ یہ آیت ہمارے

ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا گیا اور وہ مکہ معظمہ کی طرف گئے۔ ملائکۃ نے ذی طویٰ سے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے حضرت آدم سے کہا ''اے آدم! ہم دو ہزار سال سے یہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں''۔ روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام مکہ معظمہ جاتے تو مقام ''ذی طویٰ'' سے اپنے نعلین مبارک اتار لیتے۔ ایک دوسرے مقام کا نام ''ذوطواء'' بھی ہے یہ مقام مکہ اور طائف کے مابین ہے، ''طویٰ'' جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے وہ شام کی مقدس وادی کا نام ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ طوی اس وادی کا نام نہیں بلکہ یہ تقدیس کی صفت ہے یعنی وہ وادی مقدس ہے۔

Marfat.com

متعلق ہی نازل ہوئی ہے اور اس میں اس چیز کا بیان ہے جو ہم اپنے نفسوں کے متعلق کہا کرتے تھے"۔ حضرت ہشام فرماتے ہیں، "میں اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اس پر بیٹھ کر مدینہ طیبہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا"۔

حضرت ولید بن ولید کا کارنامہ

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے ایک قابل اعتماد شخص نے بتایا ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک دن سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا۔ "کون ہے جو حضرت عیاش بن ربیعہ اور حضرت ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہما کو ہمارے پاس لائے"۔ حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! ﷺ یہ سعادت میں حاصل کروں گا"۔ پھر وہ مکہ مکرمہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے وہ پوشیدہ و پنہاں مکہ معظمہ پہنچے۔ ایک عورت سے ملے جو کھانا اٹھائے جا رہی تھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا "اے اللہ کی بندی! کہاں کا ارادہ ہے"۔ اس نے کہا "میں ان دونوں قیدیوں (حضرت عیاش اور حضرت ہشام) کے پاس جا رہی ہوں"۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور اس جگہ کو پہچان لیا جہاں وہ اسیر تھے وہ ایسے کمرہ میں پابند سلاسل تھے جس پر چھت نہ تھی۔ رات کے وقت وہ دیوار پھلانگ کر اندر گئے ایک پتھر (مروہ) لیا اور اسے ان کی زنجیروں کے نیچے رکھا اور اپنی تلوار سے انہیں کاٹ دیا۔ اسی وجہ سے ان کی تلوار کو "ذو مَرْوۃ" کہا جاتا تھا پھر حضرت ولید نے انہیں اپنے اونٹ پر سوار کیا اور اونٹ ہانک کر چلنے لگے۔ راستہ میں ٹھوکر لگی جس سے ان کی انگلی زخمی ہو گئی۔ انہوں نے کہا۔

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اَصْبَعٌ دَمِيْتِ وَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

تو صرف ایک انگلی ہے جو خون ریز ہے، راہِ خدا میں یہ تکلیف کچھ بھی نہیں جو تجھے پہنچی ہے۔

مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی اقامت گاہیں

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ "حضرت عمر بن خطاب، ان کے بھائی حضرت زید بن خطاب، حضرت عمرو بن سراقہ، حضرت عبداللہ بن سراقہ، حضرت خنیس بن خذافۃ سہمی (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے داماد تھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں تھیں ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ حضور ﷺ کے حبالۂ عقد میں آگئیں) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی (حلیف) حضرت خولی بن ابی خولی، حضرت مالک بن ابی خولی

Marfat.com

(حلیف ابن ہشام کہتے ہیں، ابوخولی کا تعلق بنوعجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے تھا) حضرت ایاس بن بکیر، حضرت عاقل بن بکیر، حضرت عامر بن بکیر، حضرت خالد بن بکیر، بنو سعد بن لیث میں سے ان کے حلیف رضی اللہ عنہم حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر کے پاس مقام قباء میں ٹھہرے۔ حضرت عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی یہیں مقیم ہوئے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لگاتار مدینہ طیبہ کا رخ کرنے لگے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان اور حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہما حضرت خبیب بن اساف کے پاس مقام ''سنح'' میں اقامت گزیں ہو گئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں انہیں یساف بھی کہا جاتا تھا ایک قول کے مطابق حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں فروکش ہوئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں مجھے بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو کفارِ قریش نے ان سے کہا ''اے صہیب! جب تم ہمارے پاس آئے تھے تم مفلس و کنگال تھے، تمہارے مال کی یہ فراوانی ہمارے پاس ہی ہوئی۔ یہ کمائی ہمارے ہاں ہی ہوئی ہے، پھر تم اپنے نفس اور مال سمیت یہاں سے جانا چاہتے ہو، قسم بخدا! یہ تو نہیں ہوسکتا''۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا'' کیا جب میں تمہیں اپنا مال دے دوں تو تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟'' انہوں نے کہا'' ہاں''۔ انہوں نے کہا ''میں اپنا تمام مال تمہارے سپرد کرتا ہوں'' جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ رَبِحَ صُهَيْبٌ رَبِحَ صُهَيْبٌ۔ حضرت صہیب نفع میں رہے۔ حضرت صہیب نفع میں رہے۔

حضرت خبیب بن اساف

اَسَاف کو یَسَاف بھی کہا جاتا ہے یہ اساف بن عنبۃ ہیں جب ان کے ہاں مسلمان بطور مہمان ٹھہرے اس وقت یہ مسلمان نہ ہوئے تھے بلکہ یہ بعد میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے (واقدی) جب حضور ﷺ غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے جارہے تھے، خبیب کہتے ہیں'' میں نے اور میری قوم کے ایک شخص نے کہا'' یہ کتنی بری بات ہے کہ ہماری قوم تو جنگ کیلئے جائے اور ہم یہیں بیٹھے رہیں ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا'' کیا تم نے اسلام قبول کیا ہے؟'' ہم نے عرض کی'' نہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا'' واپس چلے جاؤ، ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیں گے''۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ یہ وہی خوش نصیب خاتون ہیں جن کے متعلق وقت وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا'' ان کے بطن اقدس میں بچی ہے''۔ یہ خارجہ بن

Marfat.com

حضرات حمزہ، زید، ابو مرثد، ابن مرثد، انسہ اور ابو کبشہ کی اقامت گاہ

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت زید بن حارثہ، حضرت ابو مرثد کناز بن حصن (ابن ہشام کہتے ہیں انہیں ابن حصین کہا جاتا تھا) ان کے نورِ نظر حضرت مرثد الغنویان (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حلیف) حضرت انسہ، حضرت ابو کبشہ (حضور ﷺ کے خادم) رضی اللہ عنہم نے حضرت کلثوم بن ھدم رضی اللہ عنہ کے گھر کو اپنا مسکن بنا۔ ان کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا اور ان کا گھر قباء میں تھا۔ ایک روایت کے مطابق یہ تمام حضرت سعد بن خیثمہ کے ہاں ٹھہرے۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔

حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب، حضرت سویط بن سعد بن حریملہ، حضرت طلیب بن عمیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور کچھ مہاجرین نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر کو اپنا مسکن بنایا ان کا تعلق بلحارث بن خزرج سے تھا۔

حضرت زبیر بن عوام اور حضرت ابو سبرۃ بن ابی رھم بن عبدالعزیٰ، حضرت منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن جلاح کے گھر بطورِ مہمان ٹھہرے ان کا گھر عصبہ میں تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر

ابی زھیر کی نورِ نظر تھیں اور وہ بچی حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھیں، حضرت خبیب نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال فرمایا۔ یہ خبیب بن عبدالرحمٰن کے دادا تھے ان سے امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے غلام حضرت انسۃ رضی اللہ عنہ کی والدہ لونڈی تھیں، ان کی کنیت ابو مسروح تھی۔ کہا جاتا ہے ابو مشرح کنیت تھی۔ انہوں نے تمام غزوات میں شرکت کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔ حضرت ابو کبشہ کا نام سلیم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق ایران سے تھا۔ ایک روایت کے مطابق سرزمین دوس میں ان کی ولادت ہوئی انہوں نے بھی تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس دن وصال کیا جس دن حضرت عروہ بن زبیر کی ولادت ہوئی۔ وہ ابو کبشہ جس کا ذکر قریش مکہ کیا کرتے تھے اور حضور ﷺ کو اس کی طرف منسوب کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ قَالَ ابْنُ اَبِی کَبْشَۃَ وَ فَعَلَ ابْنُ اَبِی کَبْشَۃَ۔ اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔

Marfat.com

بن ہاشم جن کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا، حضرت سعد بن معاذ بن نعمام کے ہاں ٹھہرے۔ حضرت سعد کا تعلق بنو عبدالاشہل سے تھا اور ان کا قیام دار بنو عبدالاشہل میں تھا۔ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور آپ کے غلام حضرت سالم نے بھی یہیں قیام کیا۔ (ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت سالم، ثبیتہ بنت یعار بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے آزاد کردہ غلام تھے، آزادی کے بعد یہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا اور یہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ثبیتہ بنت یعار، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ کی زوجہ تھیں۔ انہوں نے حضرت سالم کو آزاد کر دیا پھر وہ سالم مولیٰ ابی خذیفہ سے مشہور ہو گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عتبہ

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کے نانا وھب بن عبد مناف کی کنیت تھی۔ بعض کہتے ہیں یہ آپ ﷺ کے رضاعی باپ حارث بن عبدالعزیٰ کی کنیت تھی۔ بعض کے نزدیک حضرت عبدالمطلب کی بہن سلمی کے باپ کی کنیت ابو کبشہ تھی لوگوں کے نزدیک مشہور ترین قول یہ ہے کہ قریش مکہ آپ ﷺ کو اس شخص سے تشبیہ دیتے تھے جو اکیلا شعری ستارہ کی پوجا کرتا تھا۔ وہ آپ ﷺ کو اس لئے یہ کہتے تھے کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا تھا۔ دارقطنی نے ابو کبشہ کا نام وجز بن غالب لکھا ہے یہ خزاعی تھے اور بنو غبشان سے تھے۔

قباء

بنو عمرو بن عوف کا مسکن قباء تھا۔ یہ بستی مدینہ طیبہ سے ایک فرسخ پر تھی یہ الف ممدودہ اور مقصورہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، یہ مؤنث و مذکر اور منصرف و غیر منصرف ہے۔ ابوحاتم نے اسے منصرف ثابت کرنے کے لئے یہ شعر پڑھا ہے۔

وَ لَأَبْغِيَنَّكُمْ قُبًا وَ عُوَارِضًا　　وَ لَأُقْبِلَنَّ الْخَيْلَ لَابَةَ ضَرْغَدِ

''میں تمہیں قبا اور عوارض میں ضرور طلب کروں گا اور ضرغد کی سنگلاخ چٹان میں گھوڑے ضرور لاؤں گا''۔ قاسم بن ثابت نے ''دلائل'' میں ''قبا'' ہی لکھا ہے لیکن اہل عرب کے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ سیبویہ نے اسے ''قنًا وَ عُوَارِضًا'' کہا ہے کیونکہ قنا، عوارض کے نزدیک ایک پہاڑ ہے اس کے نزدیک ایک اور پہاڑ ہے جس کا نام قنوان ہے۔ ان دونوں کے اور قباء کے مابین بہت بڑی مسافت اور کئی شہر ہیں اس طرح قباء کو عوارض اور قنوین سے ملانا درست نہیں۔ علامہ البکری نے ''معجم'' میں اسی طرح لکھا ہے پھر انہوں نے معقل بن ضرار کا یہ شعر لکھا ہے۔

Marfat.com

بن غزوان بن جابر رضی اللہ عنہ حضرت عباد بن وقش رضی اللہ عنہ کے گھر اقامت گزیں ہوئے۔ ان کا تعلق بھی بنو عبدالاشہل سے تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر مقیم ہوئے۔ حضرت اوس، حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے اسی وجہ سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان

كَاَنَّهَا لَمَّا بَدَا عُوَارِضُ وَاللَّيْلُ بَيْنَ قَنَوَيْنِ رَابِضُ

گویا کہ وہ جب عوارض ظاہر ہوا اور رات قنوین کے درمیان ٹھہری ہوئی تھی۔

قباء، القبو سے مشتق ہے اس کا معنی جمع کرنا اور ملانا ہے ابو حنیفہ فرماتے ہیں ''قوابی ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جو زرد رنگ جمع کرتی ہیں''۔ اس کا واحد ''قابیۃ'' ہے۔ اہل عرب ضمہ کو قبو کہتے ہیں، اہل عرب کے اس قول ''لَا وَالَّذِیْ اَخْرَجَ قُوْبًا مِنْ قَابِیَۃٍ کا معنی ہے'' اس ذات کی قسم جو انڈے سے چوزے نکالتی ہے۔ بعض نے اس میں قابیہ کہا ہے یہ اسی ''قبو'' سے مشتق ہے جو پہلے گزر چکا ہے لیکن بعض نے اسے ''قوب'' مشتق مانا ہے کیونکہ اس سے انڈہ پھٹ جاتا ہے کمیت عورتوں کی تعریف میں کہتا ہے۔

لَهُنَّ وَلِلْمَشِيْبِ وَ مَنْ عَلَاهُ مِنَ الْاَمْثَالِ قَابِيَةٌ وَقُوْبٌ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ فَكَانَتْ قَابِيَةُ قُوْبٍ عَامُهَا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قباء ایک کنویں کا نام تھا۔ پھر یہ بستی اسی نام سے شہرت پا گئی۔

حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اس طرح بیٹا بنالیا تھا جس طرح حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ حضرت سالم آزاد کردہ غلام تھے یعنی آپ پر کسی کی کوئی ملکیت نہ تھی۔ آپ کو آزاد کرنے والی صحابیہ کا نام حضرت ثبیتہ بنت یعار تھا۔ ابو عمرو نے ان کا نام ''بثینہ'' لکھا ہے۔ امام زھری انہیں بنت تعار کہتے تھے ابن شیبہ نے ''معارف'' میں ان کا نام سلمیٰ لکھا ہے۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ انہیں لیلمہ کہا جاتا تھا۔ ان کا نام عمرہ بھی بتایا گیا ہے۔ بہت سے علماء نے عتق میں ''تسبیب'' کو باطل قرار دیا ہے، انہوں نے ایسے غلام کی وراثت ہر اس شخص کے ساتھ مختص کی ہے جس نے اسے آزاد کیا ہو۔ ان کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا سَائِبَةَ فِی الْاِسْلَامِ اسلام میں سائبہ نہیں ہے''۔ امام مالک کہتے ہیں، سائبہ کی میراث کو مسلمانوں کی ایک جماعت کو دی جائے گی۔ وہ آزاد کرنے والے کے ساتھ مختص نہیں کرتے ان کے نزدیک عتق اور تسبیب کا حکم جدا جدا ہے، یہ حضرت سالم وہی ہیں جن کے متعلق حضور ﷺ نے حضرت سہلہ بنت سہیل کو حکم

Marfat.com

کو شہید کر دیا گیا تو انہوں نے بہت گریہ زاری کی کہا جاتا ہے کہ کنوارے مہاجرین، حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے کیونکہ وہ بھی کنوارے تھے۔

فرمایا کہ وہ انہیں اپنا دودھ پلادیں تا کہ وہ ان پر حرام ہو جائے۔ انہوں نے انہیں اپنا دودھ پلا دیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سالم کے لئے یہ کس طرح جائز تھا کہ وہ ان کے پستان کی طرف دیکھتے؟ اس کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے اپنا دودھ ایک ڈبیا میں ڈال دیا تھا اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے پی لیا تھا۔

Marfat.com

دار ندوہ میں مشاورت اور ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ

تقریباً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے لیکن حضور ﷺ مکہ معظّمہ میں تشریف فرما رہے۔ آپ ﷺ ہجرت کے اذن کے منتظر تھے۔ مکہ معظمہ میں صرف وہی صحابہ موجود تھے جو یا تو محبوس تھے یا کسی فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے، ان کے علاوہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ابھی تک وہیں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کتنی ہی دفعہ نبی محترم ﷺ سے ہجرت کی اجازت مانگی۔ حضور نبی اکرم ﷺ انہیں ارشاد فرماتے۔ لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ لَكَ صَاحِبًا۔ جلدی نہ کریں شاید اللہ تعالیٰ کسی کو تمہارا رفیق راہ بنا دے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ وہ ہستی جس کی رفاقت کی انہیں ابدی سعادت ملنے والی تھی وہ نبی اکرم ﷺ کی تھی۔

قریش کی مشاورت

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب قریش نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی انتھک کوششوں سے ایک گروہ پیدا ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ کچھ صحابہ کرام وہ بھی تھے جو دیگر شہروں میں مقیم تھے۔ انہوں نے یہ بھی مشاہدہ کر لیا کہ صحابہ کرام مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنا چکے تھے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اب انہیں امن و سلامتی کی جگہ مل چکی ہے اور انہیں وہاں مکمل تحفظ

شیخ نجدی۔ شَيْخٌ جَلِيْلٌ

جب عورت یا مرد بوڑھا ہو جائے تو کہا جاتا ہے جَلَّ الرَّجُلُ وَجَلَّتِ الْمَرْأَةُ۔ شاعر نے کہا ہے۔ "وَ مَا حظُّهَا اِنْ قِيْلَ عَزَّتْ وَجَلَّتْ" اسی سے کہا جاتا ہے جَلَلْتَ يَا رَجُلُ۔ اے شخص! تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جَلُلْتُ کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے اسم فاعل "جلیل" آتا ہے لیکن اہل عرب مضاعف میں ضمہ کو ثقیل ہونے کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں لیکن لَبُبْتُ اس سے مستثنیٰ ہے حالانکہ اسم فاعل اس سے بھی لَبِيْبٌ آتا ہے۔

سیرت نگار رقم طراز ہیں کہ ابلیس نے کہا میرا تعلق اہل نجد سے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش نے یہ طے کیا تھا کہ اس مشاورت میں اہل تھامہ کا کوئی شخص شریک نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ان کی ہمدردیاں حضور ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اسی لئے ابلیس نے ان کے لئے شیخ نجدی کا ڈھونگ رچایا۔ پہلے تعمیر کعبہ

Marfat.com

حاصل ہے، انہیں یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں حضور ﷺ ہجرت فرما کر وہیں نہ چلے جائیں اور ان کو جمع کر کے ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ وہ ''دارندوہ'' میں جمع ہوئے یہ قصی بن کلاب کی حویلی تھی، قریش ہر مسئلہ کے لئے مشاورت وہیں کرتے تھے جب انہیں حضور سے خطرہ محسوس ہوا تو آپ ﷺ کے لئے مشورہ کرنے کے لئے وہیں جمع ہوئے۔

حضرت ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ ''قریش نے اس بات پر اتفاق کرلیا اور انہوں نے وعدہ کرلیا کہ وہ مشاورت کے لئے ''دارندوہ'' میں جمع ہوں گے''۔ وہ دن بھی آ گیا جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس دن کو ''یوم الرحمۃ'' کہا جاتا ہے۔ فَاعْتَرَضَهُمْ اِبْلِيْسُ فِيْ هَيْئَةِ شَيْخٍ جَلِيْلٍ۔ ابلیس ایک خوبصورت بزرگ کی شکل میں ان کے پاس آیا۔ وہ ''دار'' کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اس نے ایک موٹی سی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ جب قریش مکہ نے اسے دروازہ میں دیکھا تو پوچھا ''بوڑھے تو کہاں سے ہے؟'' اس نے کہا'' میں شیخ نجدی ہوں۔ میں نے تمہارے اس مشورہ کے بارے سنا تو یہاں آ گیا تا کہ تمہاری مشاورت سن سکوں۔ ممکن ہے کہ میری کسی رائے یا خلوص کو تم ٹھکرا نہ سکو''۔ قریش مکہ نے کہا'' بہت اچھا اندر آ جا''۔ ابلیس ان کے ساتھ بیٹھ گیا، وہاں قریش کے سردار جمع تھے۔ بنو عبد شمس میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب تھے۔ بنو نوفل بن عبد مناف میں سے طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم اور حارث بن عازم بن نوفل تھے۔ بنو عبد الدار بن قصی میں

کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے کہ ابلیس نے وہاں بھی شیخ نجدی کا روپ دھارا تھا۔ جب قریش مکہ نے حجر اسود کے متعلق حضور ﷺ کا فیصلہ قبول کیا تھا۔ اس وقت یہ ملعون چیخا'' اے گروہ قریش! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہارے بزرگوں اور سرداروں کو چھوڑ کر یہ جوان یہ سعادت حاصل کرے''۔ اب اس موقع پر اس نے اور شکل اپنائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نجد سے قَرْنُ الشَّيْطَانِ ''شیطان کا سینگ'' طلوع ہوگا۔ جب حضور ﷺ سے عرض کی گئی۔ فِيْ نَجْدِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ۔ اے حضور ﷺ ہمارے نجد کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا''۔ آپ ﷺ نے نجد کے لئے برکت کی دعا نہ کی جس طرح یمن اور شام وغیرہ کے لئے دعا کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مشرق کی طرف دیکھا اور فرمایا'' فتنہ یہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا''۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ باب عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے تھے مشرق کی

Marfat.com

سے نضر بن حارث بن کلدہ تھا۔ بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود بن مطلب اور حکیم بن حزام تھے۔ بنو مخزوم میں سے ابوجہل تھا۔ بنو سہم میں سے حجاج کے دو بیٹے نبیہ اور منبہ تھے۔ بنو جمح میں سے امیہ بن خلف تھا ان کے علاوہ کچھ وہ سردار بھی تھے جن کا شمار قریش میں نہیں ہوتا۔

انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اس شخص (حضور ﷺ) کے امر کا تم مشاہدہ کر ہی چکے ہو۔ بخدا اب ہمیں یہ خطرہ ہے کہ وہ ہم پر حملہ آور ہو جائے گا اور ہمارے علاوہ دیگر لوگ اس کے معاون و مددگار ہوں گے۔ اس کے متعلق ایک رائے قائم کرلو۔ ان میں سے ایک شخص نے تجویز دی اس کو لوہے کی زنجیروں میں قید کرلو پھر دروازہ بند کر دو اور اس کے انجام کا انتظار کرو۔ جس طرح کہ اس سے پہلے زھیر اور نابغہ کے ساتھ کیا گیا تھا، حتیٰ کہ موت اس کا خاتمہ کر دے۔ شیخ نجدی بولا، ''نہیں بخدا! یہ رائے درست نہیں ہے''۔

اگر تم نے اسے محبوس کر دیا تو یہ خبر اس بند کمرے سے بھی اس کے ساتھیوں تک پہنچ جائے گی۔ وہ تم پر حملہ آور ہو جائیں گے اور اسے تمہارے ہاتھوں سے چھین کر لے جائیں گے پھر ان کی تعداد زیادہ ہو جائے گی اور وہ تم پر غالب آ جائیں گے۔ یہ رائے صحیح نہیں ہے کوئی اور رائے قائم کرو'' پھر ایک شخص نے کہا'' ہم اسے جلاوطن کر دیتے ہیں۔ جب وہ ہمارا ملک چھوڑ دے گا تو ہمیں کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ کہاں کا رخ کرتا ہے اور کہاں ڈیرہ لگاتا ہے۔ جب وہ ہم سے دور چلا جائے گا تو ہم اس سے فارغ ہو جائیں گے تو ہم اپنے معاملہ کی اصلاح کرلیں گے''۔ یہ رائے

طرف دیکھا اور یہ فرمایا۔'' باب عائشہ رضی اللہ عنہا'' میں آپ کا قیام فرمانا اور مشرق کی طرف رخِ انور کرنا ان فتنوں سے ڈرانے کے لئے تھا آپ نے مشرق کی جانب سے ان فتنوں کے خروج کے متعلق سوچا اور فتنہ کے ظہور کے وقت آپ کے اشارہ سے ہی وہ مقام متعین ہوگا اس قولِ پاک کو آپ کے اس فرمان کے ساتھ ملالو۔''اَیۡقِظُوۡا صَوَاحِبَ الۡحُجَرِ''۔

ابن اسحاق نے حضور ﷺ کے متعلق قریش کی باہمی مشاورت کا تذکرہ کیا ان میں سے ایک نے کہا کہ انہیں کسی کمرہ میں پابند سلاسل کر دیا جائے۔ دوسرے نے کہا انہیں جلاوطن کر دیا جائے لیکن کس کس نے کون کون سا قول کیا اس کے متعلق انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قید کرنے کا مشورہ ابوالبختری ابن ہشام نے دیا تھا۔ جلاوطن کرنے کا مشورہ ابوالاسود ربیعہ بن عمرو نے دیا تھا، اس کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا۔

Marfat.com

سن کر شیخ نجدی نے کہا ''نہیں یہ مشورہ بھی عمدہ نہیں ہے کیا تم اس کی گفتگو کی شیرینی، بات کی مٹھاس اور لوگوں کے دلوں پر اس کا غلبہ نہیں دیکھتے؟ بخدا! اگر تم نے ایسا کر دیا تو پھر تم اس سے محفوظ نہیں ہوں گے، وہ عرب کے کسی قبیلے کے پاس جائے گا اور وہ اپنی گفتگو اور اپنی بات چیت سے ان پر غلبہ پا لے گا جب لوگ اس کی اتباع کرنے لگیں گے تو وہ ان کے ساتھ تمہارے شہروں پر حملہ کر کے تمہیں روند ڈالے گا پھر وہ زمام اقتدار تمہارے ہاتھوں سے چھین لے گا اور اپنی منشاء کے مطابق تم سے سلوک کرے گا اور کوئی رائے قائم کر لو'' ابو جہل نے کہا ''میرا ابھی ایک مشورہ ہے بخدا! اس کے بعد تمہیں کسی اور مشورہ کی کوئی ضرورت نہ رہے گی'' تمام اہل محفل نے کہا ''ابو الحکم! وہ رائے کیا ہے؟'' اس نے کہا۔ ''اَرٰی اَنْ نَاْخُذَ مِنْ کُلِّ قَبِیْلَةٍ فَتًی شَابًّا جَلِیْدًا نَسِیْبًا وَسِیْطًا فِیْنَا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلے سے ایک ایک نوعمر، مضبوط اور حسب و نسب والا جوان لیں گے۔ ہم ہر جوان کو شمشیر براں پکڑا دیں گے پھر وہ اس شخص کی طرف جائیں گے اور اس پر یکبار حملہ کر کے اسے قتل (شہید) کر دیں گے۔ اس طرح ہم اس سے نجات پا لیں گے اس طرح اس کا خون بھی مختلف قبائل میں منقسم ہو جائے گا۔ بنو عبد مناف اپنی ساری قوم سے جنگ نہیں لڑ سکیں گے اور وہ ہم سے خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم آسانی سے اس کا خون بہا دے دیں گے''۔ یہ رائے سن کر شیخ نجدی نے کہا ''یہ بات بالکل درست ہے، اس کے علاوہ دوسری رائے اور کوئی نہیں ہے'' اسی پر اتفاق کر کے انہوں نے اپنی محفل کو برخاست کر دیا۔

شب ہجرت

حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ آج رات اس بستر پر نہ گزاریں جہاں پہلے آپ محو استراحت ہوتے ہیں''۔ جب تہائی رات گزر

نَسِیْبًا وَسِیْطًا

وَسِیْطٌ، سِطَةٌ فِی الْعَشِیْرِ سے مشتق ہے اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قریشی جوان کاشانۂ اقدس کے دروازے میں جھانکنے لگے۔ انہوں نے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ دیکھے جو حضور ﷺ کی چادر مبارک اوڑھے سو رہے تھے۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ حضور ﷺ ہیں۔ بعض اہل تفسیر نے وہ سبب ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے وہ نبی اکرم ﷺ کے گھر نہ گھسے حالانکہ دیواریں بھی چھوٹی تھیں۔ وہ حضور ﷺ کو شہید کرنے کے

Marfat.com

گئی تو قریشی جوان کاشانہ اقدس کے دروازے پر جمع ہو گئے وہ منتظر تھے کہ حضور ﷺ کب آرام فرما ہوتے ہیں اور وہ مل کر آپ ﷺ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ جب حضور ﷺ نے ان کا محاصرہ دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اے علی! میرے بستر پر سو جاؤ میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ لو اسی میں سو جاؤ، تمہیں کسی ناپسندیدہ بات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا"۔ حضور ﷺ جب بھی استراحت فرما ہوتے تھے اسی چادر مبارک میں ہی سوتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ جب قریشی جوانوں نے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کر لیا تو ابو جہل جو وہاں موجود تھا نے کہا "محمد (ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ جب تم ان کے امر کی اتباع کرو گے تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے اور جب مرنے کے بعد تمہیں اٹھایا جائے گا تو تمہیں اردن کے باغات کی طرح سرسبز و شاداب باغات ملیں گے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر تمہیں موت کے بعد اٹھایا جائے گا اور تمہیں آتش جہنم کے حوالے کر دیا جائے گا"۔

حضور ﷺ کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لے آئے۔ دست اقدس سے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور فرمایا "ہاں میں یہ کہتا ہوں۔ اے ابو جہل! تم ان بدبختوں میں سے ایک ہو"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بصارت کو چھین لیا وہ نبی محترم ﷺ کو نہ دیکھ سکے حضور ﷺ ان کے سروں پر خاک پھینکنے لگے اور آپ ﷺ ساتھ ساتھ ان آیات کی تلاوت بھی فرما رہے تھے۔

يٰسٓ ۝ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ (یٰسین)

اے سید (عرب و عجم) قسم ہے قرآن حکیم کی۔ بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں (یقیناً)

لئے آنے کا سبب یہ تھا کہ جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ پر اس طرح حملہ آور ہونا چاہا تو گھر سے ایک خاتون چلائی تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "واللہ سارا عرب ہمیں گالیاں دے گا کہ ہم نے چچا زاد بہنوں کے لئے دیواروں سے چھلانگیں لگائی ہیں اور ہم نے اپنی ردائے حرمت کو چاک چاک کیا ہے" اسی چیز نے انہیں مجبور کیا کہ وہ صبح تک دروازے پر ہی انتظار کریں پھر ان کی بصارت چھین لی گئی حتی کہ حضور ﷺ بخیر و عافیت تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے سورۃ یٰسین کی تلاوت

Marfat.com

آپ راہِ راست پر ہیں نازل فرمایا ہے عزیز اور رحیم نے تاکہ آپ ڈرا سکیں اس قوم کو جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا، اس لئے وہ غافل ہیں بے شک یہ بات لازم ہو چکی ہے ان میں سے اکثر پر کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق پس وہ ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں اس لئے ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں اور ہم نے بنا دی ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے''۔

حضور ﷺ ان آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو ان میں سے ہر ایک شخص کے سر پر خاک پڑ چکی تھی۔ پھر آپ ﷺ جہاں جانا چاہتے تھے تشریف لے گئے۔ نوجوانانِ قریش کے پاس ایک شخص آیا وہ ان میں سے نہ تھا اس نے پوچھا ''تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو''۔ انہوں نے جواب دیا ''محمد (فداہ روحی وابی وامی) ﷺ کا''۔ اس آدمی نے کہا ''اللہ تم سب کو رسواء کرے بخدا وہ تو یہاں سے تشریف لے جا چکے ہیں انہوں نے تم میں سے ہر ایک آدمی کے سر پر خاک پھینک دی ہے ذرا اپنے سر کو تو دیکھو''۔ ہر شخص نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر پھیرا وہاں مٹی ہی مٹی تھی۔ وہ جھانک کر دیکھنے لگے انہیں وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر آئے جو ردائے مصطفیٰ ﷺ اوڑھے بڑے سکون سے محو استراحت تھے انہوں نے کہا بخدا! محمد ﷺ تو یہ سوئے ہیں۔ ان پر ان کی چادر بھی ہے پھر وہ صبح تک اسی طرح دروازے پر کھڑے رہے، صبح کے وقت حضور ﷺ کے بستر مبارک سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے پھر انہیں ہوش آئی کہ اس شخص نے تو سچ ہی کہا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں اس دن قریش مکہ نے جو اتفاق کیا تھا اس کے متعلق قرآن پاک کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۝ (انفال)

فرمائی۔ اسی لئے خوفزدہ انسان کو سورۂ یٰسین پڑھنے کا کہا جاتا ہے۔ حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اگر خوفزدہ انسان اسے پڑھے گا وہ امن میں ہو جائے گا۔ اگر مفلس پڑھے گا تو وہ مالدار ہو جائے گا۔ ننگے کو یہ مبارک سورت پڑھنے سے لباس نصیب ہو گا اور پیاسے کو پانی ملے گا الغرض اس کے بہت سے فوائد ہیں۔

Marfat.com

''اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے''۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ (طور)

''کیا یہ کہتے ہیں کہ آپ شاعر ہیں اور ہم انتظار کر رہے ہیں ان کے متعلق گردشِ زمانہ کا فرمائیے انتظار کرو پس میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔ ''المنون'' کا معنی موت ہے، رَيْبُ الْمَنُوْنِ حوادثاتِ زمانہ کو کہتے ہیں، ابوذیب کہتا ہے۔

اَمِنَ الْمَنُوْنِ وَ رَيْبِهَا تَتَوَجَّعُ وَالدَّهْرُ لَيْسَ بِمُعْتِبٍ مَنْ يَجْزَعُ

کیا تو موت اور اس کے ڈر سے خوفزدہ ہے زمانہ جزع فزع کرنے والوں سے اپنا عتاب دور نہیں کرتا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ ایک ثروت مند شخص تھے جب انہوں نے حضور ﷺ سے ہجرت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ کوئی رفیقِ راہ بنا دے۔ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی اپنی ذات ہے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے دو اونٹنیاں خرید لیں تھیں اور انہیں اپنے گھر میں خود چارہ ڈالا کرتے تھے۔

رَيْبُ الْمَنُوْنِ

''المنون'' مذکر و مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جس شخص نے اس سے موت یا حوادثات دھر مراد لیے ہیں اس نے اسے مونث استعمال کیا ہے اور جس نے اس سے مراد دھر لیا ہے اس نے اسے مذکر استعمال کیا ہے۔ ''رَيْبُ الْمَنُوْنِ'' سے مراد حالات کی وہ تبدیلی ہے جو تجھے قلق میں ڈال دے۔ اشیاء کی قوت سلب کر لینے کی وجہ سے اسے ''منون'' کہا جاتا ہے ایک اور قول کے مطابق اسے منون اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ امیدوں کو منقطع کر دیتا ہے۔ یہ ''حَبْلٌ مَنِيْنٌ'' سے مشتق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (تین۔ ۶) ''تو ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے''۔

Marfat.com

ہجرت مدینہ

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ صبح کے وقت یا شام کے وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی تو حضور ﷺ دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ ﷺ عموماً اس وقت ہمارے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا ''اس وقت حضور ﷺ کا تشریف لانا اس بات کا غماز ہے کہ کوئی واقعہ رونما ہوا ہے'' جب حضور ﷺ گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چارپائی سے اٹھے، نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف فرما ہو گئے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس صرف میں اور میری بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''جو شخص تمہارے

حضور ﷺ کو اذنِ ہجرت

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر گھر میں کوئی اجنبی ہو تو اسے باہر نکال دو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! ﷺ صرف میری دو بیٹیاں ہی گھر میں ہیں''۔

جامع بخاری میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! وہ آپ ﷺ کے اہل خانہ ہی ہیں'' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے اپنی نورِ نظر کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ حضرت ام رومان بنت عامر بن عویمر سے اسی طرح روایت ہے، ان کے والد کے نام میں دوسری روایت ''رومان'' بھی ہے۔ ابن اسحاق سے ایک اور روایت بھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی معیت میں ہجرت کی سعادت حاصل کی تو آپ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو مکہ معظمہ میں ہی چھوڑ آئے تھے، مدینہ طیبہ میں جلوہ نما ہو کر حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہما کو مکہ معظمہ بھیجا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو بھیجا۔ انہوں نے ان کے ساتھ پانچ درہم بھی بھیجے، وہ مکہ معظمہ میں آئے اور حضرت سودہ بنت زمعہ،

Marfat.com

پاس ہے اسے مجھ سے پرے لے جاؤ"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس میری دو بیٹیاں ہی ہیں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر نثار! کیا ان

حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "میری والدہ ماجدہ بھی ان کے اور طلحہ بن عبید اللہ کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئیں۔ جب ہم قدید کے مقام پر پہنچے تو وہ اونٹ بھاگ گیا جس پر میں اور میری والدہ محترمہ سوار تھیں۔ ہم ایک پالکی پر سوار تھیں، میری امی جان یوں آواز دینے لگیں۔ وَابْنَيّتَاهُ۔ وَعَرُوْسَاهُ۔ ہائے میرے نورِ نظر! ہائے میری دلہن!

یونس نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "اسی اثناء میں میں نے ایک صدا دینے والے کو سنا وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا، اس نے کہا اس اونٹ کی مہار نیچے پھینک دو۔ میں نے اپنے ہاتھ سے مہار پھینک دی۔ اونٹ کھڑا ہو گیا پھر وہ اسی جگہ چکر کھانے لگا گویا کہ وہ اپنے نیچے کسی انسان کو دبا رہا تھا۔ وہ اونٹ گھاٹی سے خیر و عافیت سے اتر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچا لیا، ہم بارگاہِ رسالت ﷺ میں پہنچ گئے اس وقت آپ ﷺ مسجد نبوی اور حجرات تعمیر فرما رہے تھے۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنے کاشانہ میں چلی گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ عائشہ کو کاشانۂ اقدس میں نہیں لے جائیں گے؟" آپ ﷺ نے فرمایا اگر حق مہر نہ بھی ہو؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بارہ اوقیہ چاندی اور بیس درہم پیش کئے۔

مکمل ہجرت

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں خریدیں۔ ان میں سے ایک بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کر دی۔ وہ اونٹنی دوسری سے بہتر تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میں اس اونٹنی پر سوار نہیں ہوں گا جو میری نہیں"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کو بطور نذرانہ پیش کی ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میں قیمت ادا کروں گا"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! قیمت ہی ادا فرما دیں" پھر حضور ﷺ اس اونٹنی پر سوار ہوئے۔ بعض اہل علم نے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹنی کی قیمت ادا کر کے اسے قبول کیوں فرمایا حالانکہ اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت سا

Marfat.com

کے یہاں رہنے میں کچھ حرج ہے" آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت اور خروج کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ الصُّحْبَۃُ

مال خرچ کرتے تھے اور اسے قبول فرما لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔" مال اور اہل کے اعتبار سے مجھ پر اتنا احسان کسی نے نہیں کیا جتنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، ابھی اوپر ذکر ہوا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق مہر کے لئے انہوں نے بارہ اوقیہ چاندی اور بیس درہم پیش کئے۔ آپ ﷺ نے اس کو بھی قبول کر لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت نفس اور مال دونوں کے ساتھ ہو اور ہجرت اور جہاد ہر اعتبار سے مکمل ہو جائے۔ یہ جواب سب سے عمدہ ہے اسے علامہ حسن بن لوان نے ذکر کیا ہے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ وہ اونٹنی جسے حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خریدا تھا وہ "جدعاء" کے نام سے معروف ہوئی۔ یہ اس عضباء نامی اونٹنی کے علاوہ ہے جس کا ذکر آپ ﷺ نے اس وقت کیا جب حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر کیا۔ یہ وہ سعادت مند اونٹنی ہے جو قیامت کے روز آپ ﷺ کے ساتھ ہی اٹھے گی۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ اس روز "عضباء" پر سوار ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں میری لخت جگر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا "عضباء" پر سوار ہوں گی۔ میں اس روز براق پر سوار ہوں گا اور یہ (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے"۔

مسند البزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا۔" حضور ﷺ نے "عضباء" پر تشریف فرما ہو کر ہمیں خطبہ دیا تھا۔" وہ "جدعاء" نہ تھی حضرت انس فرماتے ہیں کہ عضباء ایک اور اونٹنی تھی۔ صحیح قول بھی یہی ہے۔ یہ مالِ غنیمت میں حاصل ہوئی تھی اس کے مالک عقیل نے اسے مدینہ طیبہ میں پکڑ لیا اور عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے کس کے عوض اسے حاصل کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے اسے تیرے حلیفوں کے وعدہ خلافی کے عوض حاصل کیا ہے"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شدتِ مسرت سے گریہ باری

ابن اسحاق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ اس سے پہلے نہیں جانتی تھیں کہ شدتِ خوشی سے بھی رویا جاتا ہے انہوں نے یہ قول اس لئے کہا تھا کیونکہ ان کی عمر بہت کم تھی۔ اس سے پہلے وہ اس سے آگاہ نہ تھیں۔ حالانکہ شعراء نے اس منظر کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے طائی بادلوں کی تعریف میں کہتا ہے۔

Marfat.com

اے رسول معظم ﷺ رفاقت کی سعادت مجھے نصیب ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "الصُحبۃ
ہاں! رفاقت کی سعادت تمہاری ہی قسمت میں مرقوم ہے"۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

دُھمٌ اِذا وَکَفت فِی رَوضِہ طَفِقَت عُیُونُ اَزھَارِھَا تَبکِی مِنَ الفَرَحِ

وہ سیاہ بادل جب اس کے باغ میں برسا تو اس کے پھولوں کی آنکھوں نے شدتِ فرح سے گریہ زاری کی۔ ابوطیب کہتا ہے۔

لَا تُنکِرَنَّ لَھَا صَرعَۃً فَمِن فَرَحِ النَّفسِ مَا یَقتُلُ

اس کی اس حالت کا انکار نہ کر کبھی کبھی نفس شدتِ مسرت سے بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

وَرَدَ الکِتَابُ مِنَ الحَبِیبِ بِاَنَّہٗ سَیَزُوُرُنِی فَاستَعبَرَت اَجفَانِی
غَلَبَ السُّرُورُ عَلَیَّ حَتّٰی اِنَّہٗ مِن فَرطِ مَا قَد سَرَّنِی اَبکَانِی
یَا عَینُ صَارَ الدَّمعُ عِندَكِ عَادَۃً تَبکِینَ فِی فَرَحٍ وَ فِی اَحزَانِ

میرے محبوب کی طرف سے مجھے نامہ ملا ہے کہ وہ عنقریب مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے آئے گا یہ پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔ مجھ پر سرور کا غلبہ ہو گیا حتیٰ کہ اس فرطِ مسرت نے مجھے رولا دیا۔ اے میری آنکھ! آنسو بہانا تیری عادت بن گئی ہے تو خوشی اور غم ہر دو حالت میں رونے لگتی ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ

جب تاجدارِ عرب وعجم ﷺ مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے گئے، آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ وَاللّٰہِ اِنَّكَ لَاَحَبُّ اَرضِ اللّٰہِ اِلَیَّ وَاِنَّكَ لَاَحَبُّ اَرضِ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ وَ لَو لَا اَنَّ اَھلَكَ اَخرَجُونِی مِنكَ مَا خَرَجتُ اللہ کی قسم! تو مجھے اللہ تعالیٰ کی تمام زمین سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کے نزدیک بھی تو تمام روئے زمین سے پسندیدہ ہے اگر تیرے مکین مجھے نہ نکالتے تو میں خود کبھی نہ نکلتا۔ اس حدیث کو امام زھری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث مکہ مکرمہ کی مدینہ طیبہ پر فضیلت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اِنَّ صَلٰوۃً فِی المَسجِدِ الحَرَامِ خَیرٌ مِن مِائَۃِ اَلفِ صَلٰوۃٍ فِیمَا سِوَاہُ۔ مسجد حرام میں ایک نماز، اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کی گئی ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے کیونکہ دیگر اعمال نماز کے تابع ہوتے ہیں اس لئے مسجد حرام میں ہر نیکی دوسرے مقام کی ایک لاکھ نیکیوں سے بہتر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

Marfat.com

فرماتی ہیں "قسم بخدا! اس سے قبل مجھے معلوم نہ تھا کہ کوئی فرح وشادمانی سے بھی گریہ بار ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ اس دن میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسرت وخوشی سے روتے ہوئے دیکھا"۔ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہ دو اونٹنیاں اسی مقصد کے لئے خریدی تھیں پھر میں نے انہیں عبداللہ بن ارقط کو اجرت پر دی ہیں۔ عبداللہ بن ارقط کا تعلق بنوالدیل بن بکر سے تھا وہ ایک ماہر راہ نما تھا۔ یہ آل عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا۔ اس کی ماں کا تعلق بنو سہم بن عمرو سے تھا یہ مشرک تھا اور حضور ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو راہ بتاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ اونٹنیاں اسی کے حوالے کر دی تھیں تا کہ وہ مقررہ مدت تک ان کی حفاظت کرے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضور ﷺ ہجرت فرما ہوئے تو ہجرت کا علم حضرت علی، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت ابوبکر صدیق کے اہل وعیال کے علاوہ اور کسی کو نہ ہوا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خود حضور ﷺ نے بتایا تھا اور انہیں مکہ معظمہ میں ہی ٹھہرنے کا حکم دیا تا کہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں، مکہ معظمہ کے لوگ آپ ﷺ کی صداقت وامانت سے اتنے متاثر تھے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔

حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضور ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے پھر دونوں حضرات اس کھڑکی سے باہر نکل گئے جو

ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص پیدل چل کر حج کرتا ہے اس کے ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں عرض کی گئی حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا" اس میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے"۔ حضرت عطا فرماتے ہیں میرے گمان میں یہاں برائی کرنا بھی اسی طرح ہے۔

غارِ ثور

یہ ایک غار کا نام ہے جو جبل ثور میں ہے۔ تحریم مدینہ والی حدیث میں اسی پہاڑ کا نام ہے۔ اَنَّهَا حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلَى ثَوْرٍ۔ مدینہ طیبہ عیر اور ثور کے درمیان حرم ہے لیکن یہ وہم ہے کیونکہ ثور مکہ معظمہ کے پہاڑوں میں ہے۔ اکثر محدثین کے نزدیک یہ حدیث اس طرح ہے۔ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلَى

Marfat.com

مکہ کی پچھلی جانب تھی اور غارِ ثور کا قصد فرمایا۔ یہ غار مکہ معظمہ کے نشیبی علاقہ میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ سنیں کہ لوگ دن کے وقت ان سے متعلق کیا کہتے ہیں اور رات کے وقت وہ خبریں غار میں آ کر بتا دیں۔ انہوں نے اپنے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ دن کے وقت بکریاں چراتے رہیں اور وقت شام وہ بکریاں غار کے دھانے کے پاس لے جائیں۔ حضرت اسماء بنت

کَذَا۔ گویا کہ محدث مقام کا نام بھول گئے اور اس کی جگہ لفظ ''بکذا'' استعمال کیا۔

قاسم بن ثابت نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس غار کے دہانے پر ''راءۃ'' کا پودا اگا دیا۔ یہ ایک معروف درخت ہے اس نے غار کو کفار کی آنکھوں سے محجوب بنا دیا۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ''راءۃ'' ایک سخت درخت ہے اس کا قد قامت انسان جتنا ہوتا ہے اس پر کانٹے لگتے ہیں اس کے پھول سفید رنگ کے ہوتے ہیں جن سے تکیے بھرے جاتے ہیں۔ یہ اپنی نرمی اور نزاکت میں پروں کی طرح ہوتے ہیں گویا کہ وہ روئی ہے پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

تری وَدْکَ الشَرِیْفِ عَلٰی لَحَا ھُمْ　　کَمِثْلِ　　الرَّاءِ　　لَبَّدَهُ　　الصَّقِیْعُ

کاش تو اونٹ کی چربی کو ان کے گالوں پر دیکھ لیتا وہ اس ''راء'' کی طرح تھے جسے بھڑنے جمع کر رکھا ہو۔

السزار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا اس نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا، دو جنگلی کبوتر بھی آ گئے انہوں نے غار کے دہانے پر انڈے دے دیے۔ یہ تمام وہ اشیاء تھیں جنہوں نے مشرکین کو آپ ﷺ تک نہ جانے دیا۔ حرم شریف کے کبوتر انہی کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں حضور ﷺ سے پہلے گئے تا کہ اپنی ذات قربان کر کے نبی محترم ﷺ کا تحفظ کریں تو وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بل دیکھا آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں اپنی ایڑی رکھ دی تا کہ وہاں سے کوئی موذی جانور نکل کر حضور ﷺ کو اذیت نہ دے۔ ''صحیح'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضور ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں تھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی۔ ''اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے قدموں کی طرف دیکھتا تو وہ ہمیں دیکھ لیتا، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔ ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

Marfat.com

ابی بکر رضی اللہ عنہا شام کے وقت کھانا لے کر آتی تھیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ حضرت حسن بن ابی الحسن البصری نے فرمایا۔ ''حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت غار تک پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے غار کے اندر گئے تا کہ دیکھیں کہ اس میں کوئی درندہ یا سانپ تو نہیں ہے گویا کہ انہوں نے اپنے نفس سے حضور ﷺ کا تحفظ کیا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں تین دن

روایت ہے کہ جب قریش مکہ حضور ﷺ کے نقش پا کو نہ دیکھ سکے تو انہوں نے قیافہ شناسوں کو بلایا۔ وہ حضور ﷺ کے نقش قدم کی جستجو کرتے کرتے غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ اس سے قبل غار کے دہانے پر درخت اگ چکا تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیافہ شناس دیکھا تو حضور ﷺ کی وجہ سے انہیں شدید حزن ہوا۔ انہوں نے کہا ''اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں صرف ایک شخص ہوں اور اگر آپ ﷺ شہید ہو گئے تو ایک امت ہلاک ہو جائے گی''۔ اس وقت حضور ﷺ نے ان سے فرمایا، لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ ''غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے''۔ ذرا غور تو کرو کہ حضور ﷺ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ، لَا تَخَفْ نہ فرمایا کیونکہ حضور ﷺ کی ذات کے متعلق غم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی ذات کے غم کو بھلا دیا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان تکالیف کا بھی مشاہدہ کیا جن کا سامنا حضور ﷺ کو کرنا پڑ رہا تھا۔ آپ ﷺ غار کی تنگی میں تھے۔ اپنے اہل خانہ سے جدا تھے اور سفر کا غم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے لئے شفقت و نرمی کے جذبات سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے حزین ہو گئے۔ روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میں نے حضور ﷺ کے قدمین شریفین کی طرف دیکھا وہ خون ریز تھے میں رو پڑا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ بدسلوکی یا بداخلاقی آپ ﷺ کی عادت نہیں ہے''۔ آپ رضی اللہ عنہ کا خوف تو نصرتِ الٰہی کے وعدہ کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا۔ ارشاد ربانی ہے۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔ ''پھر نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین ان پر''۔ اکثر اہل تفسیر کے نزدیک ''ہٗ'' کی ضمیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے کیونکہ حضور ﷺ پر تو سکینہ پہلے ہی موجود تھا۔ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ''او[illegible] ف[illegible]ی ان کی ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہ دیکھا''۔ اس آیت میں ''ہٗ'' کی ضمیر حضور ﷺ [illegible]ف راجع ہے۔ ''جنوؔد'' سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو غارِ ثور میں حاضر خدمت ہو[illegible] اور [illegible]پ ﷺ [illegible]ن پر فتح یابی کی بشارت دی اسی بشارت سے آپ ﷺ کی

Marfat.com

خلوت گزیں رہے۔ قریش نے اعلان کیا کہ جو شخص حضور ﷺ کو پکڑ کر ان کے حوالے کرے گا اسے سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دن کے وقت قریش کے پاس رہتے جو وہ مشاورت کرتے وہ پوری توجہ سے سنتے۔ جو وہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے اسے دھیان سے سنتے اور شام کے وقت تمام باتیں غار ثور

تائید ہوتی ہے اور صبر واستقامت میں اضافہ ہوا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو غزوۂ بدر اور غزوۂ حنین وغیرہ میں نازل ہوئے۔ بعض علماء کے نزدیک ''ہٗ'' کی دونوں ضمائر حضور ﷺ کی طرف ہی راجع ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی تبع میں ہیں وہ سکینہ کے حکم میں بالمعنی داخل ہیں، مصحف حفصہ میں یہ آیت اس طرح مکتوب ہے۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِمَا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حزین ہونے کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے بعض کافروں کو غار کے پاس پیشاب کرتے دیکھا، انہیں خدشہ تھا کہ کہیں کفار نے انہیں دیکھ نہ لیا ہو، حضور ﷺ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ ''حزن نہ کرو''۔ اگر کفار ہمیں دیکھ لیتے تو اپنی شرمگاہیں ہماری طرف کر کے پیشاب نہ کرتے اور ہمیں پکڑنے میں دیر نہ کرتے۔

رافضہ کے بہتان کا رد

رافضہ کا گمان ہے کہ حضور ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمانا ''لَا تَحْزَنْ'' ان کی غفلت اور مذمت کے لئے تھا۔ اگر یہ ''اطاعت'' کے لئے ہوتا تو حضور ﷺ انہیں منع نہ کرتے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ معصیت تھی۔ رافضہ کو دلیل دیتے ہوئے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا۔ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (یونس:٦٥) ''پس نہ رنجیدہ کرے آپ کو (اے حبیب) ان کا قول''۔ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ (العمران:١٧٦) ''اور (اے جانِ عالم) نہ غمزدہ کریں آپ کو جو جلدی سے کفر میں داخل ہوئے ہیں''۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ (طٰہٰ:٢١) ''اسے پکڑ لو اور مت ڈرو''۔ ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا۔ لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ۔ (العنکبوت:٣٣) ''نہ خوفزدہ ہو اور نہ رنجیدہ خاطر''۔

اگر تمہارا یہ گمان ہو کہ انبیاء علیہم السلام کو جب یہ کہا جا رہا تھا وہ حالت معصیت میں تھے تو یہ تمہارا کفر ہے اور تم نے اپنے ہی اصل عقیدہ سے روگردانی کر دی کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ بلاشبہ بالاجماع انبیاء کرام معصوم آئمہ ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان لَا تَحْزَنْ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب مکرم ﷺ سے فرمانا لَا يَحْزُنْكَ اور دیگر انبیاء سے اسی طرح فرمانا ان کے دل کی تشفی، بشارت اور موانست تھی۔

Marfat.com

میں جا کر انہیں عرض کر دیتے۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ دن بھر اہل مکہ کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتے رات کے وقت وہ انہیں غار کے دہانے پر لے جاتے۔ ان کا دودھ دوہتے اور انہیں ذبح کر کے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرتے۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ کی طرف چلے جاتے تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی ریوڑ لے کر ان کے پیچھے پیچھے چل پڑتے تاکہ ان کے قدموں کے نشانات مٹ جائیں۔ جب تین راتیں گزر گئیں اور لوگ کچھ پر سکون ہو گئے تو وہ شخص آ گیا جنہیں راستہ دکھانے کے لئے اجرت پر لیا گیا تھا۔ وہ اونٹنیاں بھی لے آیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا توشہ دان لے آئیں۔ وہ توشہ دان کو باندھنے کے لئے رسی لانا بھول گئیں۔ انہوں نے اپنا کمر بند کھولا اور اس سے توشہ دان باندھ دیا اسی لئے ان کا نام ''ذات النطاق'' پڑ گیا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے توشہ دان باندھنا چاہا تو اپنے کمر بند کو دو

یہ نہی اسی جہت سے تھی جس طرح سے انہیں گمان تھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (فصلت: ۳۰) ''اترتے ہیں ان پر فرشتے (اور انہیں کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو''۔ ملائکہ انہیں یہ قول معاینہ کے وقت کہیں گے اس وقت نہ تو کسی اطاعت کا حکم ہے اور نہ ہی کسی معصیت سے نہی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ فعل سے نہی اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ انسان اس وقت منہی عنہ فعل میں مشغول ہو۔ اللہ تعالیٰ ن اپنے نبی محترم ﷺ کو بہت سی اشیاء سے منع فرمایا اسی طرح مومن بندوں کو بھی بہت سے کاموں سے روکا۔ یہ نہی اس امر کا تقاضا نہیں کرتی کہ حضور ﷺ اور وہ مومن لوگ نہی کی حالت میں ان اشیاء کا ارتکاب کر رہے تھے کیونکہ نہی، فعل مستقبل ہے اسی طرح حضور ﷺ کا فرمان ''لَا تَحْزَنْ'' بھی نہی ہے۔ اس لئے ممکن ہے اس حزن کا تعلق بھی مستقبل سے ہو اور اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حزین نہ ہوں اس لئے اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غفلت یا مذمت پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم ﷺ پر یہ حزن سراپا اطاعت تھا۔ حضور ﷺ نے ان پر نرمی کرتے ہوئے اور درخشاں مستقبل کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا، ''لَا تَحْزَنْ''۔ یہ کسی عمل کی ناپسندگی کی وجہ سے نہ تھا۔

اگر مذکورہ بالا بحث پر ہوس اور تعصب کو چھوڑ کر نگاہِ انصاف ڈالی جائے تو حقائق روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتے ہیں اور شاہراہِ ہدایت ضوفشانی کرنے لگتی ہے۔

Marfat.com

حصوں میں منقسم کیا۔ ایک کے ساتھ توشہ دان باندھ دیا اور دوسرا حصہ کمر کے ساتھ باندھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی سواری

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں قریب کیں ان میں سے عمدہ حضور ﷺ کو پیش کی اور عرض کی "فَدَاكَ اَبِی وَ اُمِّی اِرْكَبْ۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا! سوار ہو جائیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں اس اونٹنی پر سوار نہیں ہوں گا جو میری نہیں"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ ہی کی ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں اس وقت تک نہیں جب تک تم وہ قیمت نہ بتا دو جس میں تم نے اسے فروخت کرنا ہے"۔ انہوں نے عرض کی "اتنی رقم" حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے اتنی قیمت میں یہ اونٹنی خرید لی ہے"۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "آپ ﷺ کی ہوگی"۔ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف عازمِ سفر ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے حضرت عامر بن فہیرہ کو بٹھا لیا تاکہ راستہ میں وہ حضور ﷺ کی خدمت کی سعادت حاصل کرسکیں۔

ابوجہل کی گھناؤنی حرکت

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بیان کیا گیا ہے وہ فرماتی ہیں "جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سفر ہجرت پر روانہ ہو گئے تو ہمارے پاس قریش کے چند لوگ آئے ان میں ابوجہل بھی تھا وہ ہمارے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ میں باہر نکلی تو انہوں نے مجھے کہا اے بنت ابی بکر! رضی اللہ عنہما! تیرا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا بخدا! میں نہیں جانتی کہ میرے والد محترم کہاں ہیں۔ ابوجہل بڑا فحش گو اور خبیث انسان تھا اس نے ہاتھ اٹھا کر میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے میری بالی نیچے گر پڑی"۔

اللہ تعالیٰ کی معیت

اے عبد مامور! ذرا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں تو غور کرو۔ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ: ۴۰) "جب کہا انہوں نے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے"۔ میں لفظاً اور معنیً کس طرح اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ معنیٰ کے اعتبار سے نصرت، معاونت،

Marfat.com

جن کا ہدیہ عقیدت

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تین راتیں گزر گئیں، ہمیں معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ کس سمت تشریف لے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک دن ایک جن مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں آیا اس نے کچھ اشعار اہل عرب کے لہجے میں گنگنائے لوگ اس کے پیچھے چل دیئے، وہ اس کی آواز سن رہے تھے لیکن اسے دیکھ نہیں رہے تھے۔ وہ مکہ معظمہ کے بلند علاقے میں پہنچ گیا وہ یوں گنگنا رہا تھا۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهٖ   رَفِيقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدِ
هُمَا نَزَلَا بِالْبِرِّ ثُمَّ تَرَوَّحَا   فَاَفْلَحَ مَنْ اَمْسَى رَفِيقَ مُحَمَّدِ
لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مَكَانُ فَتَاتِهِمْ   وَ مَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْصَدِ

"اللہ تعالیٰ جو لوگوں کا پروردگار ہے وہ ان دو ساتھیوں کو بہترین جزاء دے جنہوں نے ام معبد کے خیمہ میں نزولِ اجلال فرمایا ہے انہوں نے وہاں ہدایت کے ساتھ قیام فرمایا ہے پھر وہ روانہ ہو گئے جو بھی محمد ﷺ کا ساتھی بن گیا وہ کامیاب ہو گا۔ بنو کعب کو مبارک ہو کہ ان کی خواتین کی نشست و برخاست کے مؤمنین پناہ گاہ ہیں۔

حضرت ام معبد کا نسب

ابن ہشام کہتے ہیں ام معبد بنت کعب ہے، یہ بنو کعب سے تھیں جو بنو خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ "حَلَّا خَيْمَتَيْ" اور "هُمَا نَزَلَا بِالْبِرِّ ثُمَّ تَرَوَّحَا"۔ ابن اسحاق سے روایت نہیں ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ہم نے اس جن کے اشعار سنے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف عازمِ سفر ہیں۔ یہ قافلہ چار افراد پر مشتمل تھا۔ ۱۔ حضور ﷺ، ۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، ۳۔ حضرت عامر بن

ہدایت اور ارشاد میں معیت ہے۔ لفظ کے اعتبار سے معیت یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کا ذکر کیا جائے گا وہاں اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہو گا جب آپ ﷺ سے التجاء کی جاتی ہے تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہا جاتا ہے یا "فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ" کہا جاتا ہے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح پکارا جانے لگا: يا خَلِيفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ فَعَلَ خَلِيفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ رسالت مصطفویہ اور خلافت صدیقہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک بھی ذکر ہوتا ہے۔ اس بعد کے کسی خلیفہ کے لئے یہ الفاظ استعمال نہ ہوئے۔

Marfat.com

فہیرہ رضی اللہ عنہ، ۴۔ عبداللہ بن ارقط۔ ابن ہشام نے اسے عبداللہ بن اریقط کہا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد آپ کے اہل خانہ

ابن اسحاق نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں جب حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال ساتھ لے گئے۔ ان کے پاس چھ یا سات ہزار درہم تھے۔ وہ تمام رقم اپنے ہمراہ لے گئے۔ میرے پاس میرے دادا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ آئے وہ اس وقت نابینا ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا "اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ تمہارے باپ نے اپنی ذات کے ساتھ اپنا مال لے جا کر بھی تمہیں تکلیف دی ہے"۔ میں نے کہا "نہیں دادا جان! ہرگز نہیں، انہوں نے ہمارے لئے بہت سا مال چھوڑا ہے" میں نے چھوٹے چھوٹے سنگریزے لیے انہیں اس روشن دان میں رکھ دیا جہاں والد محترم اپنا مال رکھتے تھے پھر ان سنگریزوں پر کپڑا ڈال دیا۔ اپنے دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر کہا "دادا جان! ذرا اپنا ہاتھ تو اس مال وزر پر رکھیں"۔ انہوں نے وہاں اپنا ہاتھ رکھا اور کہا "کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے تمہارے لئے یہ مال چھوڑ کر اچھا کیا ہے یہ رقم تمہارے لئے کافی ہے"۔ قسم بخدا! انہوں نے ہمارے لئے کوئی مال نہ چھوڑا تھا لیکن میں نے دادا جان کو اس طرح خاموش کرا دیا۔

سراقہ بن مالک

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مالک بن حارث بن جعشم اپنے چچا سراقہ بن مالک بن جعشم سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ "جب حضور ﷺ ہجرت کے لئے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف گئے تو قریش نے اعلان کیا کہ جو آپ ﷺ کو پکڑ کر لائے گا اسے ایک سو

حضرت سراقہ بن مالک الکنانی

یہ مدلجی تھے۔ ان کا تعلق بنو مدلج بن مرہ بن تمیم بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے، قریش مکہ نے حضور ﷺ کو پکڑنے والے کے لئے ایک سو اونٹ انعام مقرر کیا۔ سراقہ نے اپنے تیروں سے فال گیری کی بالآخر وہ حضور ﷺ کو پکڑنے میں ناکام رہے۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب سراقہ بے نیل مراد واپس آئے تو ابوجہل نے انہیں ملامت کی وہ بھی شاعر تھے انہوں نے کہا۔

Marfat.com

اونٹنیاں انعام دیا جائے گا۔ اسی اثناء میں کہ میں اپنی قوم کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا اچانک ایک شخص آیا۔ وہ ہمارے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا "قسم بخدا! میں نے تین افراد پر مشتمل ایک قافلہ دیکھا ہے وہ ابھی ابھی میرے پاس سے گزرا ہے میں نے غور سے دیکھا ہے وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی تھے" میں نے آنکھوں سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کہا "نہیں! وہ تو بنو فلاں تھے جو اپنی گمشدہ اونٹنی کو تلاش کر رہے تھے"۔ انہوں نے کہا شاید پھر وہ خاموش ہو گیا۔ میں تھوڑی دیر وہیں بیٹھنے کے بعد اٹھا گھر گیا اور اپنا گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا وہ گھوڑا وادی کے وسط میں پہنچا دیا گیا میں نے ہتھیار لانے کا حکم دیا ہتھیار گھر کے پچھلے سوراخ سے باہر پھینکے گئے۔ میں نے وہ تیر بھی لئے جن سے فال پکڑتا تھا اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے روانہ ہو گیا۔ میں نے زرہ پہن لی اور تیر نکال کر فال نکالی، وہ تیر نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا اس پر "لَا يَضُرُّ" مکتوب تھا لیکن میری خواہش یہی تھی کہ میں حضور ﷺ کو پکڑ کر قریش کے حوالے کروں اور ایک اونٹ سو انعام حاصل کروں۔ میں آپ ﷺ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ دورانِ سفر گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، میں نیچے گر پڑا میں نے کہا یہ کیا ہے؟ میں نے فال کے تیر نکال کر فال لی فال میں پھر وہی تیر نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا اور جس پر "لَا يَضُرُّهُ" مرقوم تھا لیکن میں نے آپ ﷺ کے تعاقب کے متعلق ہی سوچا۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے کو شدید ٹھوکر لگی میں نیچے گر پڑا۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ میں نے تیر نکال کر فال گیری کی تو تیسری مرتبہ بھی وہی تیر نکلا لیکن میں نے واپس نہ آنا چاہا تعاقب میں آگے ہی بڑھتا رہا جب وہ مختصر سا قافلہ مجھے نظر آیا تو میرے گھوڑے کو

أَبَا الْحَكَمِ وَاللهِ لَوْ كُنْتَ شَاهِدًا ... لِأَمْرِ جَوَادِي إِذْ تَسُوخُ قَوَائِمُهُ

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِأَنَّ مُحَمَّدًا ... رَسُوْلٌ بِبُرْهَانٍ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهُ

عَلَيْكَ بِكَفِّ الْقَوْمِ عَنْهُ فَإِنَّنِي ... أَرَى أَمْرَهُ يَوْمًا سَتَبْدُو مَعَالِمُهُ

بِأَمْرٍ يَوَدُّ النَّاسُ فِيْهِ بِأَسْرِهِمْ ... بِأَنَّ جَمِيْعَ النَّاسِ طُرًّا يُسَالِمُهُ

اے ابوجہل! کاش تو اس حیرت افزا منظر کو دیکھ لیتا جب میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے، تو تو جان لیتا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جو واضح برہان کے ساتھ تشریف لائے ہیں، آپ ﷺ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنی قوم کو ان سے روک لے میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب ایک دن آپ ﷺ کی علامات کا اظہار ہو جائے گا۔ اس دن تمام لوگ یہ خواہش کریں گے کہ وہ آپ ﷺ سے صلح کر لیں۔

Marfat.com

ٹھوکر لگی۔ اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے میں نیچے گر پڑا۔ گھوڑے نے پاؤں زمین سے باہر نکال لیے اس کے ساتھ ہی زمین سے بگولے کی طرح دھواں بھی نکلا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ میں حضور ﷺ کو نہیں پکڑ سکتا۔ آپ ﷺ مجھ سے محفوظ ہیں، آپ ﷺ غالب ہیں میں نے اہل قافلہ کو بلند آواز دی۔ "میں سراقہ بن مالک ہوں۔ مجھے مہلت دو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ قسم بخدا! میں تمہیں کوئی تکلیف نہ دوں گا۔ میری طرف سے کسی ایسے رویے کا اظہار نہ ہوگا جسے تم ناپسند کرتے ہو"۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اس سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہی بات مجھ سے پوچھی۔ میں نے کہا "مجھے ایک ایسی تحریر لکھ کر دیں جو میرے اور آپ کے درمیان نشانی ہو"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ابوبکر! اسے تحریر لکھ دو"۔ انہوں نے کسی ہڈی یا کاغذ یا کسی ٹھیکری پر تحریر لکھی اور اسے میری طرف پھینک دیا، میں نے اسے اپنے ترکش میں رکھ لیا اور واپسی کی راہ لی۔ میرے ساتھ کیا کچھ ہوا میں نے کسی سے تذکرہ نہ کیا، جب مکہ معظمہ بھی فتح ہو گیا اور حضور ﷺ

پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے کنگن، تاج اور چادر پہنائی۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کے بازو طویل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تمام زیورات سراقہ کو پہنائے پھر فرمایا اپنے ہاتھ اٹھاؤ اور یوں کہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَلَبَ ھٰذَا کِسْرٰی الْمَلِکِ الَّذِیْ کَانَ یَزْعَمُ اَنَّہٗ رَبُّ النَّاسِ وَ کَسَاھَا اَعْرَابِیًّا مِنْ بَنِیْ مُدْلِجٍ۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اس کسریٰ سے یہ سب کچھ چھینا جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے اور اسے بنو مدلج کے ایک اعرابی کو پہنا دیا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات کہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو اس لئے پہنایا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں اس وقت بشارت دی تھی جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، "عنقریب ایران کے شہر فتح ہو جائیں گے اور کسریٰ کا ملک مسلمانوں کے زیر نگین ہوگا" لیکن حضرت سراقہ نے دل میں اسے ناممکن سمجھا اور کہا کیا وہ کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا "عنقریب اس کے زیورات اسے پہنائے جائیں گے"۔ آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا تا کہ آپ ﷺ کی خبر کی تحقیق ہو جائے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اگرچہ ایک بدو تھے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ اعزاز بخشتا ہے اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ پر فضل و کرم کا ابر رحمت برساتا ہے۔

Marfat.com

غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف سے فارغ ہو گئے تو میں آپ ﷺ سے ملاقات کرنے کے لئے عازمِ سفر ہوا۔ میں جعرانہ کے مقام پر آپ ﷺ سے جا ملا۔ آپ ﷺ انصار کے لشکر میں تشریف فرما تھے۔ وہ مجھے اپنے نیزوں سے پیچھے ہٹانے لگے۔ انہوں نے پوچھا ''سراقہ! کس ارادے سے آئے ہو؟'' لیکن میں حضور ﷺ کے قریب تر ہوتا گیا آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ اللہ کی قسم! گویا کہ میں اب بھی آپ ﷺ کی مبارک پنڈلی کو دیکھ رہا ہوں وہ رکاب میں تھی اور درخت خرما کی گوند کی طرح سفید تھی۔ میں نے اپنا وہ ہاتھ بلند کر دیا جس میں تحریر تھی۔ میں نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم، یہ آپ ﷺ کا تحریر نامہ ہے اور میں سراقہ بن جعشم ہوں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''آج وفا اور نیکی کا دن ہے میرے قریب ہو جاؤ''۔ میں حضور ﷺ کے قریب ہو گیا اور اسلام کی لازوال دولت سمیٹ لی۔ میں نے وہ سوال یاد کرنے کی کوشش کی جو میں حضور ﷺ سے عرض کرنا چاہتا تھا لیکن وہ سوال مجھے یاد نہ آیا۔ میں صرف یہی عرض کر سکا ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم لوگوں کے گمشدہ اونٹ میرے حوض پر آتے ہیں۔ میں نے وہ حوض اپنے اونٹوں کے لئے پانی سے بھرا ہوتا ہے اگر میں ان اونٹوں کو بھی پانی پلا دوں تو کیا مجھے اجر ملے گا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہر جگر والی چیز کو پانی پلانے سے اجر ملتا ہے۔ پھر میں اپنی قوم کے پاس گیا اور بارگاہِ رسالت میں زکوٰۃ کے اونٹ بھیجے''۔

ابن ہشام کہتے ہیں، عبدالرحمٰن ابن حارث بن مالک بن جعشم تھے۔

سیرت کی کتب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار بھی مرقوم ہیں جو انہوں نے غار کی ایمان افروز داستان کے متعلق کہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعض اشعار یہ ہیں۔

قَالَ النَّبِيُّ وَ لَمْ يَزَلْ يُوَقِّرُنِي وَ نَحْنُ فِي سَدَفٍ مِنْ ظُلْمَةِ الْغَارِ

حضور ﷺ نے مجھے فرمایا۔ جب تک ہم غار کے اندھیرے کی ظلمت میں رہے آپ ﷺ مسلسل محبت الٰہی میں اضافہ فرماتے رہے۔

لَا تَخْشَ شَيْئًا فَإِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُنَا وَ قَدْ تَوَكَّلَ لِي مِنْهُ بِإِظْهَارِ

کسی چیز سے خوف نہ کرو ہمارے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے اس نے میرے ساتھ غلبہ کا وعدہ کیا ہے

وَ إِنَّمَا كَيْدُ مَنْ تَخْشَى بَوَادِرَهُ كَيْدُ الشَّيَاطِينِ كَادَتْهُ لِكُفَّارِ

جس چال کے حالات سے تم خوفزدہ ہو وہ شیطانی چال ہے اور وہ کفار کے لئے ہی ہوگی۔

وَاللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ طُرًّا بِمَا كَسَبُوا وَ جَاعِلُ الْمُنْتَهَى مِنْهُمْ إِلَى النَّارِ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دے گا اور ان کا ٹھکانہ جہنم بنا دے گا۔

وَ اَنتَ مُرتَحِلٌ عَنهُم وَ تَارِکُهُم　　اِمَّا غُدُوًّا وَاِمَّا مُدلِجٌ سَارِی

تم عازمِ سفر ہو جاؤ گے اور انہیں چھوڑ دو گے۔ صبح یا شام کسی وقت بھی تم اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤ گے۔

وَ هَاجِرٌ اَرضَهُم حَتّٰی یَکُونَ لَنَا　　قَومٌ عَلَیهِم ذَوُو عِزٍّ وَ اَنصَارِ

تم ان کی زمین سے ہجرت کر جاؤ گے حتیٰ کہ ہمیں ایسی قوم ملے گی جو معزز اور ہماری مددگار ہوگی۔

حَتّٰی اِذَا اللَّیلُ وَارَتنَا جَوَانِبُهُ　　وَ سَدَّ مِن دُونِ مَن تَخشٰی بِاَستَارِ

جب رات کی تاریکیوں نے ہمارا احاطہ کر لیا اور اس نے ہر اس چیز کو پردوں سے روک دیا جس سے تو ڈرتا ہے۔

سَارَ الاُرَیقِطُ یَهدِینَا وَ اَینُقُهُ　　یَنعَبنَ بِالقَرمِ نَعبًا تَحتَ اَکوَار

اریقط ہماری راہ نمائی کرنے لگا اور اس کی اونٹنیاں کجاوؤں کے نیچے تیزی سے چلنے لگیں۔

یَعسِفنَ عَرضَ الثَّنَا یَا بَعدَ اَطوَلِهَا　　وَ کُلَّ سَهبٍ رَقَاقِ التُّرَابِ مَوَّارِ

وہ اونٹنیاں گھاٹی کے طول و عرض میں چلیں اور ہر ہموار اور نرم زمین کو انہوں نے عبور کیا۔

حَتّٰی اِذَا قُلتُ قَد اَنجَدنَ عَارَضَهَا　　مِن مُدلِجٍ فَارِسٌ فِی مَنصَبٍ وَارِ

حتیٰ کہ جب میں نے کہا کہ یہ اونٹنیاں بلند ہو گئیں ہیں تو بنو مدلج کے ایک تیز رفتار شہسوار نے انہیں آلیا۔

یُردِی بِهٖ مُشرِفُ الاَقطَارِ مُعتَزِمٌ　　کَالسَّیِّدِ ذِی اللِّبدَةِ المُستَاسِدِ اَنصَارِی

اسے تیز رفتار اور ہر جہت دوڑنے والا گھوڑا اڑائے جا رہا تھا۔ وہ سردار کی طرح، زیادہ بالوں والا، شیر نما اور ضرر رساں تھا۔

فَقَالَ کُرُّوا فَقُلتُ اِنَّ کَرَّتَنَا　　مِن دُونِهَا نَصرُ الخَالِقِ البَارِی

اس سوار نے کہا لوٹو۔ میں نے کہا ہمارا لوٹنا ایک اور انداز کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد ہے۔

اَن یَخسِفَ الاَرضَ بِالاَحوٰی وَ فَارِسِهٖ　　فَانظُر اِلٰی اَربُعٍ فِی الاَرضِ غُوَّارِ

کہ وہ تیز رفتار گھوڑے اور اس کے شہسوار کو زمین دھنسا دے ذرا نشیبی موسم بہار والی زمین کو دیکھو

فِهِمَّلَ لَمَّا رَاٰی اَرسَاغَ مُقرَبِهٖ　　قَد سُخِنَ فِی الاَرضِ لَم یُحفَر بِمِحفَارِ

جب اس نے اپنے گھوڑے کے سم دیکھے کہ وہ زمین میں دھنس چکے تھے اور زمین کو کسی آلے کے

Marfat.com

ساتھ کھودا بھی نہیں گیا تو وہ خوفزدہ ہو گیا۔

فَقَالَ هَلْ لَكُمْ اَنْ تُطْلِقُوْا فَرَسِي وَ تَاخُذُوْا مَوْثِقِي فِي نُصْحِ اَسْرَارِ

اس نے کہا کیا تم میرے گھوڑے کو آزاد کر سکتے ہو اور پر خلوص اسرار میں سے مجھے ایک عہد نامہ دے سکتے ہو۔

وَاَصْرِفُ الْحَيَّ عَنْكُمْ اِنْ لَقِيْتُهُمْ وَ اَنْ اُعَوِّرَ مِنْهُمْ عَيْنَ عُوَّارِ

اگر میں قبیلہ کے لوگوں سے ملا تو میں انہیں تم سے دور لے جاؤں گا اور ان بند آنکھوں کو بند ہی رہنے دوں گا۔

فَادْعُوْا الَّذِيْ هُوَ عَنْكُمْ كَفَّ عَوْرَتَنَا يُطْلِقُ جَوَادِيْ وَ اَنْتُمْ خَيْرُ اَبْرَار

اس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو جس نے ہماری تکلیف کو تم سے روکا کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے تم تمام انسانوں سے بہترین ہو۔

فَقَالَ قَوْلًا رَسُوْلُ اللّٰهِ مُبْتَهِلًا يَا رَبِّ اِنْ كَانَ مِنْهُ غَيْرُ اِخْفَارِ

حضور ﷺ نے گڑگڑا کر دعا کی مولا! اگر چہ اس کی یہ برکت امن وسلامتی کے منافی ہے۔

فَنَجِّهٖ سَالِمًا مِنْ شَرِّ دَعْوَتِنَا وَ مُهْرَهٗ مُطْلَقًا مِنْ كَلْمِ آثَارِ

مولا! اسے ہماری بد دعا کے اثر سے نجات دے اور اس کے گھوڑے کو بھی زخموں کی تکلیف سے خلاصی بخش۔

فَاَظْهَرَ اللّٰهُ اِذْ يَدْعُوْ حَوَافِرَهٗ وَ فَازَ فَارِسُهٗ مِنْ هَوْلِ اَخْطَارِ

جب آپ ﷺ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سموں کو آزاد کر دیا اور اس کا سوار ہلاکت سے نجا پا گیا۔

ام معبد کی داستان

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں اس وقت تک معلوم نہ ہو سکا کہ حضور ﷺ کس سمت عازم سفر ہیں جب تک ایک جن نے یہ اشعار نہ کہے۔ (ان میں سے تین اشعار متن میں ذکر ہو چکے ہیں باقی چار اشعار درج ذیل ہیں)۔

لِيَهْنِ بَنِيْ كَعْبٍ مَقَامُ فَتَاتِهِمْ وَ مَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْصَدِ

بنو کعب کو مبارک ہو کہ ان کی خواتین کی نشست و برخاست کے مومنین پناہ گاہ ہیں۔

Marfat.com

سَلُوْا اُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَ اِنَائِهَا فَاِنَّكُمْ اِنْ تَسْئَالُوْا الشَّاةَ تَشْهَدِ

اپنی بہن سے اس کے برتن اور بکری کے متعلق سوال کرو اگر اس کی بکری سے بھی سوال کرو گے تو وہ بھی گواہی دے گی۔

دَعَاهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ لَهٗ بِصَرِيْحٍ ضَرَّةُ الشَّاةِ مُزْبِدِ

آپ ﷺ نے اس کی بکری بلائی پھر آپ ﷺ کے لئے اس کی کھیری سے مکھن آمیز دودھ نکالا گیا۔

فَغَادَرَهَا رَهْنًا لَدَيْهَا بِحَالِبٍ يُرَدِّدُهَا فِي مَصْدَرٍ ثُمَّ مَوْرِدِ

آپ ﷺ نے اس بکری کو اس مالک کے لئے باقی رکھا وہ شخص بکریوں کو کبھی چراگاہ پر اور کبھی گھر سے لے کر جاتا تھا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قصیدہ

روایت کیا جاتا ہے کہ جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جن کے یہ اشعار معلوم ہوئے تو انہوں نے اس کے جواب میں یہ قصیدہ لکھا۔

لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ عَنْهُمْ نَبِيُّهُمْ وَ قَدْ سُرَّ مَنْ يَسْرِي اِلَيْهِمْ وَ يَغْتَدِي

تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عُقُوْلُهُمْ وَ حَلَّ عَلٰى قَوْمٍ بِنُوْرٍ مُجَدَّدِ

هَدَاهُمْ بِهٖ بَعْدَ الضَّلَالَةِ رَبُّهُمْ وَ اَرْشَدَهُمْ مَنْ يَتْبَعِ الْحَقَّ يَرْشُدِ

وَ هَلْ يَسْتَوِي ضُلَّالُ قَوْمٍ تَسَفَّهُوْا عَمًا يَتِيْهُمْ هَادٍ بِهَا كُلُّ مُهْتَدِ

وہ قوم خسارے میں ہوگئی جس کے شہر سے نبی مکرم ﷺ تشریف لے گئے اور جس قوم کی طرف آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے وہ تمام سعادتوں کی امین بن گئی۔ آپ ﷺ ایسی قوم سے سفر فرما ہوئے جن کی عقلیں گمراہ ہو چکی تھیں اور ایک تاباں نور کے ساتھ دوسری قوم میں جلوہ نما ہو گئے۔ آپ ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے انہیں راہِ رشد و ہدایت دکھلائی جو حق کی اتباع کرتا ہے وہ کامران ہو جاتا ہے۔ کیا اس قوم کے گمراہ برابر ہو سکتے ہیں جو جان بوجھ کر بے وقوف بنے رہے اور اپنے ہادی الحق ﷺ پر ہر قسم کی تہمت لگاتے رہے۔

لَقَدْ نَزَلَتْ مِنْهُ اِلٰى اَهْلِ يَثْرِبَ رِكَابُ هُدًى حَلَّتْ عَلَيْهِمْ بِاَسْعَدِ

نَبِيٌّ يَرٰى مَا لَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهٗ وَ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ فِي كُلِّ مَشْهَدِ

Marfat.com

وَ اِنْ قَالَ فِی یَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ فَتَصْدِیْقُهٗ فِی الْیَوْمِ اَوْ فِیْ ضُحَی الْغَدِ
لِیَهْنِ اَبَابَکْرٍ سَعَادَةُ جَدِّهٖ بِصُحْبَتِهٖ مَنْ یُسْعِدُ اللّٰهُ یَسْعَدِ

آپ ﷺ کے طفیل اہل یثرب کو ہدایت نصیب ہوئی اور تمام سعادتیں ان کا مقدر ہو گئیں۔ وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ یا تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

علامہ یونس نے اضافہ کیا ہے کہ جب قریش نے جن کی آواز سنی تو انہوں نے ام معبد کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ اپنی خیمہ میں ہی تھیں کہ قریش کے قاصدوں نے پوچھا "کیا تمہارے پاس سے محمد (ﷺ) گزرے ہیں۔ یہ ان کا حلیہ ہے؟" ام معبد نے کہا "میں نہیں جانتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میرے مہمان تو وہ عظیم شخصیت تھی جس نے میری اس بکری کا دودھ بھی دوہ دیا جو حاملہ نہ ہوئی تھی"۔ وہ مختصر قافلہ چار افراد پر مشتمل تھا۔ ۱۔ حضور ﷺ، ۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ۳۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، ۴۔ عبداللہ بن اریقط یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، صحیح سند سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا تھا۔ یہ ایک ماہر راہنما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اجرت دے کر یہ خدمت حاصل کی تھی۔ "خِرِّیْتٌ" اس راہبر کو کہتے ہیں جو سوئی کے سوراخ کی طرح صحیح راہ نمائی کرتا ہے۔ اسے خوتع بھی کہا جاتا ہے۔ زاجر کہتا ہے یَضِلُّ فِیْهَا الْخَوْتَعُ الْمُشَهَّرُ۔

ام معبد اور ان کے خاوند کا نسب

ام معبد کا نام عاتکہ بنت خالد تھا۔ ان کا تعلق بنوخزاعہ کی شاخ بنوکعب سے تھا۔ یہ حضرت حبیش بن خالد کی ہمشیرہ تھیں، انہیں صحابی ہونے کا اور روایت کرنے کا شرف نصیب ہوا ہے۔ ان کا کچھ تذکرہ بعد میں آئے گا انہیں خالد الاشعر بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نسب یہ ہے خالد بن حنیف بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن ضبیس بن حرام بن حبشیہ بن کعب بن عمرو، یہ ابوخزاعہ تھا۔ ام معبد کے خاوند ابومعبد تھے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی حضور ﷺ سے روایت کی ہے انہوں نے حضور کی حیات مطہرہ میں وصال کیا۔ ان کا نام کیا تھا معلوم نہیں ہو سکا۔ ام معبد کا خیمہ مقام قدید میں تھا۔ ان کی داستان مختلف الفاظ سے روایت ہے لیکن وہ تقریباً قریب المعنیٰ ہی ہیں۔ ابن قتیبہ نے اسے غریب الحدیث میں بیان کیا ہے

Marfat.com

اور مشکل الفاظ کی شرح لکھی ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ام معبد سے کہا (ام معبد کی قوم کا سامانِ نوش وخورد ختم ہو چکا تھا، قحط سالی کا شکار تھی۔ حضور ﷺ اور دیگر اہل کارواں نے ان سے دودھ یا گوشت کے متعلق پوچھا تا کہ خرید لیں لیکن وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ حضور ﷺ نے خیمہ کے ایک کونے میں ایک بکری دیکھی کمزوری کی وجہ سے وہ ریوڑ کے ساتھ باہر بھی نہ جا سکی تھی) کیا یہ بکری دودھ دیتی ہے؟ انہوں نے عرض کی "یہ ضعیف ونزار ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا "تم مجھے اسے دوہنے کی اجازت دیتی ہو؟"۔ انہوں نے عرض کی "میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! اگر آپ ﷺ اس میں کچھ دودھ دیکھتے ہیں تو اس سے بصد مسرت نکال لیجئے"۔ آپ ﷺ نے بکری کو پاس بلوایا، اسے باندھا، اس کی کھیری کو مس کیا تو اس نے اپنی ٹانگوں کو کشادہ کر لیا۔ کھیری دودھ سے بھر گئی اور دودھ تھنوں سے رواں ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ایک برتن لیا اور بھر بھر کر اہل قافلہ کو پلانے لگے جب وہ سب خوب سیراب ہو گئے تو سب سے آخر میں خود دودھ نوش فرمایا پھر اور دودھ نکال کر تمام برتن بھر دیئے۔ بکری کو ام معبد کے پاس چھوڑ کر اہل کارواں آگے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ابو معبد گھر آئے جب انہوں نے ہر طرف دودھ دیکھا تو پوچھنے لگے۔ "اے ام معبد! یہ کیا ہے یہ بکری تو کمزوری کی وجہ سے چراگاہ تک بھی نہ جا سکتی تھی اور پھر اسے حمل بھی نہ ہوا تھا۔ گھر میں اور کوئی دودھ دینے والی بکری بھی نہ تھی"۔ ام معبد نے کہا "نہیں! اللہ کی قسم! ہمارے پاس سے ایک مبارک آدمی گزرے ہیں"۔ ابو معبد نے کہا "ذرا ان کا حلیہ تو بیان کرو"، پھر ام معبد نے آپ ﷺ کا وہ حلیہ بیان کیا جسے امام قتبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ امام قتبی نے ذکر کیا ہے فَشَرِبُوْا حَتّٰی اَرَاضُوْا۔ اَرَاضَ کو انہوں نے استراض الوادی سے کہا ہے اس کا معنی ہے۔ "وادی کا کشادہ ہونا" الروضہ سے بھی مشتق ہے۔ الروضیہ حوض میں بقیہ پانی کو کہتے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔ "وَرَوْضَةٍ سَقَيْتُ فِيْهِ نِضْوِي"۔ وہ حوض کا بقیہ پانی تھا جس سے میں نے اپنے دبلے جانور کو پانی پلایا۔

علامہ ہروی نے اسے "اَرَاضُوْا" لکھا ہے یہ آمنوا کے وزن پر ہے یعنی وہ زیادہ دودھ پینے کی وجہ سے زمین پر لگنے لگی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آل ابی معبد اس دن (جب حضور ﷺ نے وہاں قدم رنجہ فرمایا تھا) کو ایک تاریخی دن شمار کرتے تھے۔ وہ اسے "يَوْمَ الرَّجُلِ الْمُبَارَكِ" کہتے تھے۔ وہ کہتے میں نے یہ کام مبارک شخص کے یہاں تشریف لانے کے دن سے پہلے یا اس کے بعد کیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ام معبد مدینہ طیبہ آئیں ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔ وہ بچہ دوڑ بھاگ سکتا تھا، وہ مسجد نبوی کے پاس سے گزرا اس وقت حضور ﷺ منبر پر جلوہ نما ہو کر لوگوں سے محو گفتگو تھے۔ بچے

Marfat.com

ہجرت کا راستہ

ابن اسحاق کہتے ہیں، جب عبداللہ بن ارقط، حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر عازم سفر ہوا۔ پہلے وہ مکہ معظمہ کے نشیبی علاقے میں چلا پھر وہ ساحل سمندر کی طرف گیا، حتیٰ کہ بنو عسفان کے نشیبی علاقے میں راہ لی پھر امج کے نشیبی علاقہ میں راستہ لیا۔ اسی راستہ پر سے ہوتا ہوا قدید پہنچا پھر خرار کے علاقہ میں پہنچا پھر انہیں لے کر ''ثنیۃ المرۃ'' کے علاقہ میں پہنچا پھر ''لقف'' میں سے گزرا۔ ابن ہشام نے اسے ''لفت'' کہا ہے معقل بن خویلد الھذلی کہتا ہے۔

نَزِيْعًا مُحْلِبًا مِنْ اَهْلِ لَفْتٍ لِحَيٍّ بَيْنَ اَثْلَةَ وَالنِّجَامِ

وہ وطن کا مشتاق ہے اور اجنبی مددگار ہے جس کا تعلق اہل لفت سے ہے وہ قبیلہ جو اثلۃ اور

نے آپ ﷺ کی زیارت کی اور دوڑتا دوڑتا اپنی والدہ کے پاس گیا اور کہنے لگا ''امی! امی! میں نے آج اسی مبارک شخص کی زیارت کی ہے''۔ حضرت ام معبد نے کہا بیٹا ''وہی رسول اللہ ﷺ ہیں''۔

کیا حضرت ام معبد کی بکری میں یہ برکت ہمیشہ رہی یا پھر وہ اپنی حالت پر دوبارہ آ گئی؟ حضرت ہشام بن حبیش الکعبی فرماتے ہیں، میں نے وہ بابرکت بکری دیکھی ہے اس کا دودھ ام معبد اور اس کے پورے خاندان کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ غریب حدیث میں ہے۔ قَالَ مَا كَانَ فِيهَا بُصْرَة۔ ''اس بکری کے دودھ میں موٹائی نہ تھی''۔

راہِ ہجرت۔ عسفان

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عسفان اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں سے سیلاب ہٹ کر گزرتا ہے۔ مقام ''ابواء'' جہاں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کی مرقد انور ہے کے متعلق پوچھا گیا اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کیونکہ سیلاب وہاں بکثرت آتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ''جذماء'' کوڑھوں کا مسکن تھا۔ ایک مسند میں، میں نے پڑھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ مقام عسفان سے گزرے، آپ ﷺ نے وہاں کوڑھے دیکھے آپ ﷺ وہاں سے جلدی سے گزر گئے اور ان کی طرف نہ دیکھا اور فرمایا ''اگر کوئی مرض متعدی ہوتا ہے تو وہ یہی ہے''۔

یہ حدیث مبارک میری روایت کردہ ہے کیونکہ یہ سند حارث بن ابی اسامہ میں ہے۔ اس کی سند متصل ہے میں نے اسے ''وکیع بن جراح'' کی مسند میں دیکھا ہے لیکن وہاں اس کی سند نہ تھی۔ ''المرۃ'' یہ راہ کی تخفیف کے ساتھ ہے گویا کہ یہ اصل میں مَرْأۃ تھا اس کے ہمزہ میں تسہیل کی گئی ہے۔ ''لقف'' ابن

Marfat.com

نجام کے درمیان ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر عبداللہ انہیں لے کر مدلجہ لقف سے پھر مدلجہ محاج سے گزر ہوا۔ اسے مجاج بھی کہا جاتا ہے۔ (ابن ہشام) پھر وہ مرجع مجاج پھر مرجع ذوالعضوین سے گزرا۔ ابن ہشام نے اسے ''غضوین'' کہا ہے پھر وہ ذوکشر کی وادی سے گزرتا ہوا ''جداجد'' کے مقام سے گزرا پھر وہاں سے اجرذ اور ذوسلم کے علاقہ سے گزرا، پھر عبداللہ ''اعداء'' کی وادی میں سے ہوتا ہوا مقام مدلجہ تعھن سے گزرا پھر اس کا گزر عبابید سے ہوا، اسے ''عبابیب'' بھی کہا جاتا ہے۔ اسے ''عیثانیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

اسحاق نے اسے لقف اور ابن ہشام نے اسے لفت کہا ہے، انہوں نے بطورِ دلیل معقل کا شعر بھی لکھا ہے۔ شیخ کے نسخہ میں میں نے اسے لفتْ پڑھا ہے۔ میں نے ھذیل کے اشعار میں معقل کا یہ شعر پڑھا ہے۔ میرے پاس ایک انتہائی صحیح نسخہ ہے اس میں بھی یہ لام کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ اسی طرح ابوعلی قالی کے اس نسخہ میں بھی ہے جسے زیادی پر پڑھا گیا پھر اسے احول اور ابن درید کے سامنے پڑھا گیا لیکن قاضی سے یہ لام کے فتح سے پڑھا ہے۔ ابوعبید البکری نے اسے لِفْت پڑھا ہے ابو بحر نے بھی اسی طرح پڑھا ہے۔ ابو بحر نے اس سے پہلے یہ شعر پڑھا ہے۔

لَعَمْرُكَ مَا خَشِيتُ وَ قَدْ بَلَغْنَا جِبَالَ الْجَوْزِ مِنْ بَلَدٍ تِهَامِ

تیری زندگی کی قسم! میں ڈرا نہیں، اور ہم سرزمین تہامہ کے جوز کے پہاڑوں پر پہنچ چکے ہیں۔

مجاج

ابن ہشام نے اسے مجاج پڑھا ہے لیکن محمد بن عروہ بن زبیر کے ان اشعار سے ابن اسحاق کی تائید ہوتی ہے۔

لَعَنَ اللّٰهُ بَطْنَ لَقْفٍ مَسِيلًا وَمَجَاجًا وَ مَا أُحِبُّ مَجَاجَا

لَقِيَتْ نَاقَتِي بِهٖ وَ بِلَقْفٍ بَلَدًا مُجْدِبًا وَ أَرْضًا شَحَاحَا

اللہ تعالیٰ لقف کی وادی پر لعنت برسائے، وہاں ایک تکلیف دہ گزرگاہ ہے اور میں ''مجاج'' کو بھی ناپسند کرتا ہوں۔ میری اونٹنی نے وہاں اور لقف کے پاس ایک قحط زدہ شہر اور بنجر زمین دیکھی۔

زبیر ابن ابی بکر نے اسی طرح لکھا ہے۔ علامہ بکری فرماتے ہیں لقف اور لفت دو علیحدہ علیحدہ جگہ کے نام ہیں۔ مَدْلِجَة تِعْهِنَ۔ تِعْهِنَ میں تاء اصلیہ ہے اور یہ فِعْلِلٌ کے وزن پر ہے۔ اگر ''تاء'' کے زائد ہونے پر کوئی دلیل مل جائے تو یہ زائد تصور ہوگی۔ بعض علماء نے ''تُعْهِنْ'' پڑھا ہے۔ اس

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر وہ ''الفاجہ'' کے مقام سے گزرا۔ ابن ہشام نے اسے ''القاحہ'' کہا ہے۔ ابن ہشام نے کہا ہے پھر عبداللہ مقامِ العرج سے گزرا۔ وہاں ایک سواری سست ہوگئی۔ بنو اسلم کے ایک شخص نے آپ ﷺ کو سواری پیش کی اس شخص کا نام اوس بن حجر تھا۔ اسے ابن الرداء بھی کہا جاتا تھا، اس نے خدمت کے لئے ایک لڑکا بھی ساتھ بھیجا جس کا نام مسعود بن ھنیدہ تھا، پھر راہبر حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر عرج سے نکلا اور ثنیۃ العائر سے گزرا۔ اس کے دائیں طرف رکوبہ ہے اسے ثنیۃ الغائر بھی کہتے ہیں پھر وہ وادی رئم میں پہنچا پھر قباء میں بنوعمرو بن عوف کے ہاں پہنچا۔ وہ بابرکت دن پیر تھا جب حضور ﷺ نے قبا میں نزول اجلال فرمایا۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی دھوپ کی گرمی شدید ہو چکی تھی۔ سورج آسمان کے وسط میں پہنچنے کے قریب تھا۔

قباء میں تشریف آوری

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عویمر بن ساعدۃ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری قوم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا ہے وہ فرماتے ہیں ''جب ہم نے سنا کہ

صورت میں تاء زائدہ ہوگی۔ تِعْہِنَ کے مقام پر ایک چٹان ہے جو ''ام عِقْی'' کے نام سے مشہور ہے۔ ام عِقی ایک عورت تھی جو وہاں مقیم تھی۔ حضور ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے اس سے پانی طلب فرمایا لیکن اس عورت نے پانی نہ پلایا۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی وہ فوراً چٹان میں مسخ ہوگئی۔

عبابید

یہ عباد کی جمع ہے۔ ابن ہشام نے اسے ''عبابیب'' کہا ہے۔ یہ عباب کی ہے کہا عَبَبْتُ الْمَاءَ عَبًّا۔ اس کا مصدر عَبًّا یا عُبَابًا آتا ہے۔

اوس بن حجر کا قصہ

ان کا نام اوس بن عبداللہ بن حجر اسلمی تھا۔ بعض علماء نے انہیں ابن حجر کہا ہے۔ (دار قطنی) لیکن ابن حُجر معروف ہے۔ پہلی جلد میں گزر چکا ہے کہ قریش کے انساب میں سے کون کون سے اشخاص کا نام حَجر، کون سے حُجر اور کون سے حجر تھے۔ اوس بن حجر میں اختلاف نہیں کہ اس میں دونوں فتح ہیں۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اوس بن حجر نے حضور ﷺ کو سواری کے لئے اونٹ پیش کیا۔ انہیں ابن رداء کہا

Marfat.com

حضور ﷺ مکہ معظمہ سے عازم سفر ہو چکے ہیں تو ہم آپ ﷺ کی تشریف آوری کے منتظر رہنے لگے۔ہم صبح کی نماز پڑھتے اور ٹیلوں پر حضور ﷺ کا انتظار کرنے کے لئے چلے جاتے۔ اللہ کی قسم! ہم وہیں ٹھہرے منتظر رہتے، حتیٰ کہ ٹیلوں پر دھوپ آ جاتی اور ہم کو کہیں سایہ نہ ملتا وہ شدید گرمی کے دن تھے جب وہ دن آیا جس دن حضور ﷺ نے خاکِ مدینہ کو قابل رشک بنانا تھا تو ہم حسب معمول ان ٹیلوں پر بیٹھ گئے جب وہاں سایہ نہ رہا تو ہم گھر واپس آ گئے۔ جب ہم گھر پہنچ گئے تو ادھر سے حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ سب سے قبل ایک یہودی نے آپ ﷺ کی زیارت کی وہ ہمارے اس معمول سے بھی آگاہ تھا کہ ہم کس قدر مشتاق نگاہوں سے حضور ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے تھے، وہ بلند آواز سے چلایا اے بنو قبیلہ! وہ عظیم و برتر ہستی تشریف لے آئی ہے جس کے تم منتظر تھے۔ ہم حضور ﷺ کی جانب دوڑ کر گئے۔ آپ ﷺ کھجور کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی

جاتا تھا۔ یونس بن بکیر کی روایت کے مطابق انہیں الرَدَّاح کہا جاتا تھا۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اوس نے اپنے غلام مسعود بن ھنیدہ سے کہا۔ اُسْلُکْ بِهِمِ الْمَخَارِقَ۔ ''انہیں پوشیدہ رستوں سے لے کر جاؤ''۔ بعض علماء نے ''مخارم'' کہا ہے یعنی پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لے کر جاؤ۔ السنوی میں ہے کہ یہی مسعود کہتے ہیں۔ کُنْتُ آخُذُ بِهِمْ اِخْفَاءَ الطَّرِیْقِ۔ ''میں انہیں پوشیدہ راہوں پر لے کر چلا''۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قریش سے خطرہ تھا اسی لئے مسعود انہیں ''مَخَارِقَ'' پوشیدہ رستوں پر لے کر چلے۔ علامہ السنوی انہی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''ابوتمیم کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ وہ مجھے سواری کے لئے اونٹ اور زادراہ دے''۔ اس فرمان میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اوس کی کنیت ابوتمیم تھی۔ اس مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے۔ ایک حدیث مبارک نماز کے متعلق اور دوسری ایک اور دو شخصوں کے ہوتے ہوئے امامت کے متعلق ہے۔ علامہ السنوی نے انہیں فروۃ اسلمی کا غلام بتایا ہے۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ اوس کا نام تمیم اور کنیت ابواوس تھی۔ روایت ہے کہ جب حضرت مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو مدینہ طیبہ چھوڑ کر واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اپنے مالک سے کہنا کہ وہ اپنے اونٹوں کی گردنوں پر گھوڑوں کی طرح نشان لگا لے''۔ پھر یہ نشانات اس کے اونٹوں پر برقرار رہے، ہم نے پہلے ایسے نشانات کا تذکرہ کر دیا ہے مثلاً عراض، خباط اور ہلال وغیرہ۔ وہاں ہم نے قید الفرس کا بھی ذکر کیا تھا۔ ہم نے کہا تھا کہ یہ نشان گھوڑوں کی گردنوں پر ہوتا ہے، زاجر کہتا ہے۔

Marfat.com

تھے۔ وہ آپ ﷺ کے ہم عمر ہی تھے۔ ہم میں سے اکثر نے اس سے پہلے حضور ﷺ کی زیارت نہ کی تھی۔ آپ ﷺ کے پاس لوگوں کا اژدہام ہو گیا اکثر لوگ آپ ﷺ کو پہچانتے نہ تھے جب کھجور کا سایہ آپ ﷺ کے سر اقدس پر نہ رہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کر اپنی چادر سے حضور ﷺ پر سایہ کرنے لگے، پھر لوگوں نے آپ کو پہچان لیا''۔

قباء میں حضور ﷺ کا مسکن

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت کلثوم بن ھدم رضی اللہ عنہ کے گھر قدم رنجہ فرمایا۔ ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف کی شاخ بنو عبید سے تھا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ جن علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت کلثوم بن ھدم رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بخشا تھا وہ کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ لوگوں سے ملاقات کرنے کے لئے باہر تشریف لاتے تو حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر تشریف رکھتے تھے وہ کنوارے تھے اور کنوارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسکن ان کا ہی گھر

كُوْمٌ عَلَى اَعْنَاقِهَا قَيْدُ الْفَرَسِ ۔ تَنْجُوْ اِذَا اللَّيْلُ تَدَانِي وَالْتَبَسَ

وہ اونٹوں کا ایسا گلہ ہے جن کی گردنوں پر گھوڑوں کی طرح داغ ہیں۔ جب رات قریب اور ملتبس ہوتی ہے تو وہ نجات پا جاتے ہیں۔

حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کی تاریخ

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے۔ عجمی مہینہ ستمبر تھا۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ۸ ربیع الاول کو مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔ ابن الکلبی کہتے ہیں آپ ﷺ یکم ربیع الاول بروز سوموار غار ثور سے باہر تشریف لائے اور ۱۸ ربیع الاول بروز جمعۃ المبارک مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ بیعت عقبہ ایام تشریق کے وسط میں ہوئی۔

حضرت کلثوم بن ھدم رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو قیس تھی۔ یہ کلثوم بن الھدم بن امرئ القیس بن حارث بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس تھے۔ یہ بہت عمر رسیدہ تھے۔ یہ حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے جلوہ نما ہونے کے بعد سب سے

Marfat.com

تھا۔ اسی لئے بعض علماء کو یہ گمان ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر قیام فرمایا ان کے گھر کو "بیت العزاب" کہا جاتا تھا۔ ہم نے دونوں روایات سنیں ہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان میں سے کون سی روایت درست ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ کے گھر بطور مہمان ٹھہرے، ان کا تعلق بنو حارث بن خزرج سے تھا۔ بعض علماء کے نزدیک ان کا مسکن حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کے ہاں تھا، ان کا تعلق بھی بنو حارث بن خزرج سے تھا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تین روز مکہ مکرمہ میں ٹھہرے۔ لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کیں اور فراغت کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے اس وقت آپ ﷺ حضرت کلثوم بن ھدم کے گھر جلوہ افروز تھے۔

حضرت سہیل بن حنیف اور مسلمان خاتون

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قباء میں ایک یا دو راتیں قیام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "قباء میں ایک مسلمان خاتون تھی۔ میں نے دیکھا کہ نصف شب کے بعد ایک انسان اس کے پاس آتا اس کے دروازے پر دستک دیتا، وہ باہر آتی، یہ اسے کوئی چیز دیتا وہ لے لیتی۔ مجھے یہ معاملہ بڑا عجیب لگا میں نے اس سے کہا" اے اللہ کی بندی! یہ شخص کون ہے جو ہر رات تیرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو تو اس کی طرف جاتی ہے تو وہ تجھے کوئی شئی پکڑا دیتا ہے تو ایک مسلمان خاتون ہے اور تیرا خاوند کہاں ہے؟" اس خاتون نے کہا" یہ حضرت سہل بن حنیف بن واھب رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ میں ایک بے سہارا عورت ہوں جب رات ہوتی ہے تو وہ قوم کے بتوں کے پاس جاتے ہیں انہیں توڑ کر لکڑیاں میرے پاس لے آتے ہیں جنہیں میں بطور ایندھن استعمال کرتی ہوں" حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں بڑا مقام رکھتے تھے انہوں نے عراق میں وصال فرمایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے یہ واقعہ حضرت ھند بن سہل بن حنیف نے سنایا ہے۔

پہلے انتقال کیا پھر چند دنوں بعد حضرت اسعد بن زرارہ انتقال کر گئے پھر حضرت سعد بن خیثمہ کا وصال ہوا۔ ان کے گھر کو "بیت العزاب" کہا جاتا تھا۔ عزّاب ہی روایت کیا گیا ہے مگر درست "اَعْزَبُ" ہے کیونکہ یہ عزبٌ کی جمع ہے کہا جاتا ہے رَجُلٌ عَزَبٌ وَامْرَأۃٌ عَزَبٌ، امْرَأۃٌ عَزَبَۃٌ بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

مسجد قباء کی تعمیر

ابن اسحاق کہتے ہیں حضور ﷺ نے سوموار، منگل، بدھ اور جمعرات چار ایام بنو عمرو بن عوف میں قیام کیا اور مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ پھر جمعۃ المبارک کے روز آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے مگر بنو عمرو بن عوف کا گمان ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے زیادہ مدت وہاں قیام کرنے کا شرف بخشا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سی روایت درست ہے۔ حضور ﷺ کو جمعہ کا وقت بنو سالم بن عوف کے محلہ میں ہوا۔ آپ ﷺ نے نمازِ جمعہ اس مسجد میں ادا کی جو بطن وادی ''رانونا'' میں ہے۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ادا فرمایا۔

مسجد قبا کی تاسیس

ابن ابی خیثمہ نے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے بنیاد رکھی تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے قبلہ کی سمت ایک پتھر رکھا پھر ایک پتھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور اس کے بعد ایک پتھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رکھا پھر تمام لوگ اس کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔

خطابی میں حضرت شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی محترم ﷺ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ یَاْتِی بِالْحَجَرِ قَدْ صَهَرَهٗ اِلٰی بَطْنِه۔ آپ ﷺ کے پاس یک پتھر تھا جسے آپ ﷺ نے اپنے بطن اطہر کے ساتھ لگا رکھا تھا۔ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن وہ اس پتھر کو نہ اٹھا سکا۔ آپ ﷺ نے اسے چھوڑنے کا حکم دیا اور کسی اور کو حکم دیا کہ وہ اس پتھر کو اٹھائے۔ صَهَرَ اور اَصْهَرَ کا معنی کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا ہے اس سے صَهَرٌ مشتق ہے۔ مسجد قباء وہ پہلی مسجد ہے جو سب سے پہلے تعمیر کی گئی۔ یہ آیت اسی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا (توبہ:۱۰۸)

''اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ صاف ستھرا رہنے کو''۔

اسی مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اگرچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ وہ مسجد کون سی ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اس سے مراد مسجد نبوی ہے''۔ دوسری روایت میں ہے دوسری مسجد میں بھی بہت بھلائی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بنو عوف بن عمرو سے پوچھا گیا۔ ''وہ کون سی پاکیزگی ہے جس کی وجہ سے تمہاری تعریف کی گئی؟'' انہوں نے کہا'' ہم پتھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں''۔ سوال

Marfat.com

کرنے والے نے کہا "تمہیں یہ سعادت میسر آ گئی ہے اب اسے لازم پکڑے رکھو"۔ ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے دونوں مساجد کی بنیاد تقویٰ پر ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فرمان مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ۔ کا تقاضا ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہو کیونکہ اس کی بنیاد ان ابتدائی ایام میں رکھی گئی جب سرورِ کائنات ﷺ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہوئے۔

تاریخ عربی

"اَوَّلَ الْیَوْمِ" سے مراد تمام ایام سے پہلا دن نہیں ہے۔ اسی لئے "یوم" کو کسی لفظ ظاہر کی طرف مضمر بھی نہیں کیا گیا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تاریخ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی تو انہوں نے بھی اتفاق کیا کہ تاریخ کا آغاز ہجرت کے سال سے کیا جائے کیونکہ اسی وقت اسلام کو عزت نصیب ہوئی۔ اسی میں حضور ﷺ ایک حکمران کی حیثیت سے عیاں ہوئے۔ اسی وقت مساجد کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی وقت آپ نے امن و امان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ تمام صحابہ کرام کی رائے قرآن پاک کی اس آیت سے متفق ہو گئی۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ "اَوَّلِ یَوْمٍ" سے مراد وہی دن ہے جو اس تاریخ کا پہلا دن ہے جس سے آج ہم سن ہجری کا آغاز کرتے ہیں۔ ممکن ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی آیت سے ہی دلیل لی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کی تاویل کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ وہ قرآن پاک کے اشارات اور فصاحت و بلاغت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اگر صحابہ کرام کا یہ اتفاق رائے اور اجتہاد کی وجہ سے تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کو تو اس کا پہلے ہی علم تھا اور ان سے پہلے ہی اس کی طرف اشارہ کر دیا کیونکہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فَعَلْتُهٗ اَوَّلَ یَوْمٍ تو اس کی بات پوری سمجھ میں نہیں آ سکتی جب تک وہ یوم کو کسی مشہور سال یا کسی مشہور مہینہ یا کسی مشہور تاریخ سے نہ ملائے مگر "اول یوم" میں کوئی اضافت نہیں اس لئے اس سے مراد یہی تاریخ ہو گی کیونکہ حال یا لفظ کا کوئی ایسا قرینہ نہیں جو اس کے علاوہ کسی اور تاریخ پر دلالت کرتا ہو۔ اس میں اہل علم کے لئے عبرت ہے۔

مِن اور ظرف زمان پر اس کا دخول

"مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ" میں اول سے پہلے کسی کو مضمر ماننے کی کوئی احتیاج نہیں جس طرح بعض علمائے نحو نے اس سے پہلے "تاسیس" مضمر مانا ہے کیونکہ وہ ظرف زماں پر مِن کے دخول کو درست نہیں سمجھتے۔ اگر "تاسیس" کو مضمر مانا جائے تو پھر اس کا معنی "مِنْ تَاسِیْسِ اَوَّلِ یَوْمٍ" ہوتا مگر اس اضمار کا کوئی

Marfat.com

مختلف قبائل ابدی سعادت کے حصول کے لئے کوشاں

بنو سالم بن عوف میں سے حضرت عتبان بن مالک اور حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہما بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ ہمارے پاس لوگوں کی بہتات، اسلحہ کی کثرت اور تحفظ ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو اسے حکم دے دیا گیا ہے''۔ وہ اونٹنی آگے رواں رہی جب وہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچی تو حضرت زیاد بن لبید اور حضرت فروہ بن عمر نے بنو فروہ کے چند افراد کے ساتھ حضور ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ہاں تشریف رکھیں،

فائدہ نہیں کیونکہ ''من'' ظرف زمان پر داخل ہو سکتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے، مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ۔ قبل اور بعد ظرف زماں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا وَ هِيَ مُصِيْخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ۔ اس حدیث شریف میں بھی من ''حین'' پر داخل ہوا ہے حالانکہ وہ ظرف زمان ہے۔

نابغہ کہتا ہے۔

تُوُرِّثْنَ مِنْ اَزْمَانِ يَوْمِ حَلِيْمَةَ   اِلَى الْيَوْمِ قَدْ جُرِّبْنَ كُلَّ التَّجَارِبِ
تَقُدُّ السَّلُوْقِيَّ الْمُضَاعَفَ نَسْجُهُ   وَ يُوْقِدْنَ بِالصُّفَّاحِ نَارَ الْحُبَاحِبِ

ان تلواروں نے حلیمہ کے دن کے اوقات سے لے کر آج تک ہم کو وارث بنا دیا ہے۔ ان پر ہر طرح کے تجربات کئے گئے ہیں۔ یہ موٹی سلوقی زرہوں کو چیر دیتی ہے اور پتھروں پر آگ بھڑکا دیتی ہیں، ان اشعار سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ ''من'' زماں پر داخل ہو سکتا ہے۔

تَحَلْحَلَتْ وَ رَزَمَتْ

ابن قتیبہ نے اسے تَلَحْلَحَ کے معنی میں کیا ہے یعنی اپنی جگہ کو لازم پکڑ لینا اور وہاں سے حرکت نہ کرنا۔ انہوں نے بطور دلیل یہ شعر لکھا ہے۔

اُنَاسٌ اِذَا قِيْلَ انْفِرُوْا قَدْ اُتِيْتُمْ   اَقَامُوْا عَلٰى اَثْقَالِهِمْ وَ تَلَحْلَحُوْا

وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے متفرق ہو جاؤ تمہارا حق تمہیں مل چکا ہے وہ اپنے سامان کے پاس ہی ٹھہر جاتے ہیں اور پھر اسی جگہ کو لازم پکڑ لیتے ہیں۔

تَحَلْحَلَ کا معنی اپنی جگہ سے حرکت کرنا ہے۔ تَلَحْلَحَ کا معنی آنکھ کا کیچڑ وغیرہ سے چپک جانا

Marfat.com

ہمارے ہاں افراد کی کثرت، اسلحہ کی فراوانی اور تحفظ کا تمام سامان ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اس کا راستہ خالی کر دو یہ مامورہ ہے۔ بنو بیاضہ نے اونٹنی کا راستہ خالی کر دیا"۔ وہ آگے بڑھنے لگی جب وہ بنو ساعدہ کے محلہ میں پہنچی تو حضرت سعد بن عبادہ، حضرت منذر بن عمرو اور بنو ساعدہ کے کچھ افراد بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائیں ہمارے پاس زیادہ لوگ، اسلحہ کی کثرت اور حفاظت کا سامان ہے" آپ ﷺ نے فرمایا اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو اسے حکم دیا جا چکا ہے۔ انہوں نے اونٹنی کا راستہ چھوڑ دیا۔ جب وہ بنو حارث بن خزرج کے علاقے سے گزری تو حضرت سعد بن ربیع، حضرت خارجہ بن زید اور حضرت عبداللہ بن رواحہ اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے وہ عرض کناں ہوئے "یارسول اللہ! ﷺ ہمارے پاس افراد کی کثرت، اسلحہ کی فراوانی اور حفاظت کے تمام سامان موجود ہیں، ہمارے پاس تشریف لے آئیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اس کا راستہ چھوڑ دو اسے حکم دیا جا چکا ہے۔ انہوں نے بھی اونٹنی کا رستہ خالی کر دیا ہے۔ جب وہ بنو عدی بن نجار کے علاقے سے گزرنے لگی تو حضرت سلیط بن قیس، ابو سلیط اسیرہ بن ابی خارجہ اپنے قبیلے کے افراد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ اپنے ماموؤں کے ہاں تشریف لائیں۔ یہاں افراد کی کثرت، اسلحہ کی بہتات اور تحفظ کے ساماں ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا اس کا راستہ چھوڑ دو اسے حکم دے دیا گیا ہے۔

ہے اور کہا جاتا ہے هُوَ ابْنُ عَمِّي لَحًّا۔ وہ میرا قریبی چچازاد بھائی ہے جبکہ تَحَلْحَلَ یہ الحَلُّ یا الِانْحِلَالُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے جدا ہونا ہے مگر سیرت ابن ہشام میں یہ تَحَلْحَلَتْ ہے یہ خلافِ معنی ہے ممکن ہے یہ تَلَحْلَحَتْ سے مقلوب ہو اور اس کا معنی اپنی جگہ کو لازم پکڑنا ہے اور یہ اس معنی میں ہوگا جس کا ذکر ابن قتیبہ نے کیا ہے۔ "رَزَمَتْ" کہا جاتا ہے، رَزَمَتِ النَّاقَةُ۔ اونٹنی تھک کر بیٹھ گئی۔ نُوقٌ رَزْمٰی اسی سے ہے۔ اِرْزَمَتْ کا معنی بہت زیادہ چیخنا ہے۔ اَرْزَمَ الرَّعْدُ اسی سے مشتق ہے اور اَرْزَمَتِ الرِّیْحُ بھی اسی سے ہے۔ سیرت کی دوسری کتابوں میں ہے کہ جب حضور ﷺ کی اونٹنی نے بنو نجار کے محلہ میں گردن رکھ دی تو بنو سلمہ کے ایک شخص (جبار بن صخر) نے اسے لکڑی چھو کر اٹھانے کی کوشش کی تاکہ وہ بنو سلمہ کے محلہ میں بیٹھے مگر اونٹنی نے وہاں سے حرکت نہ کی۔

Marfat.com

بنو مالک بن نجار کی سعادت

جب اونٹنی بنو مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچی تو اس جگہ بیٹھ گئی جہاں مسجد نبوی کا دروازہ ہے۔ یہ جگہ بنو نجار کے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ وہ بچے حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے۔ ان بچوں کے نام سہل اور سہیل تھے ان کے والد کا نام عمرو تھا۔ اونٹنی اسی جگہ بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ اس پر ہی تشریف فرما رہے، نیچے تشریف نہ لائے، اونٹنی اٹھی، تھوڑی سی آگے بڑھی۔ آپ ﷺ نے اس کی مہار کو چھوڑ رکھا تھا کچھ دور جا کر اونٹنی واپس مڑی اور اسی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ ثُمَّ تَحَلْحَلَتْ وَ رَزَمَتْ۔ پھر وہ اسی جگہ پر بیٹھ گئی اور اسے لازم پکڑ لیا اور اپنی گردن زمین پر رکھ لی۔ حضور ﷺ نیچے تشریف لائے حضرت ابو ایوب خالد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر میں رکھ لیا اور حضور ﷺ بھی وہیں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے مربد (کھجوریں خشک کرنے کی جگہ) کے متعلق پوچھا۔ حضرت معاذ بن عفراء نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ سہل اور سہیل کی زمین ہے وہ دونوں یتیم ہیں جو میری کفالت میں ہیں۔ یہ عمرو کے بیٹے ہیں میں انہیں راضی کر لوں گا۔ آپ ﷺ یہاں مسجد بنا لیں۔

مربد اور اس کے مالک

مربد، جرین، مسطح، مشطاح، جوخار، بیدر اور اندر کا معنی ایک ہے ان سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کھیتی اور کھجور کو خشک کیا جاتا ہے۔ ابو حنیفہ نے مسطح کے متعلق یہ شعر پڑھا ہے۔

تَرَى الْاَمْعَزَ الْمَحْزُ وَ فِيْهِ كَاَنَّهُ مِنَ الْحَرِّ فِي نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ مِسْطَحُ

دوپہر کے آغاز میں تو اس بلند و بالا کنکر والی زمین کو دیکھے گا وہ مسطح کی مانند نظر آئے گی۔

''مسطح'' فارسی کا لفظ ہے۔ عربی میں مسطح خیمہ کی لکڑی کو کہتے ہیں۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ وہ جگہ حضرت سہیل اور حضرت سہل کی ملکیت میں تھی وہ دونوں عمرو کے نورِ نظر اور یتیم تھے اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت تھے۔ ان کے متعلق اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا۔ موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں یہ دونوں یتیم تھے اور حضرت اسعد بن زرارہ کی نگہداشت میں تھے۔ یہ رافع بن عمرو بن ابی عمرو بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار کے لختِ جگر تھے، حضرت سہیل نے غزوۂ بدر اور دیگر تمام جنگوں میں شرکت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال کیا۔ حضرت سہل نے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کی اور اپنے بھائی حضرت سہیل سے پہلے وصال فرمایا۔

Marfat.com

مسجد اور مسکن

حضور ﷺ نے اسی جگہ مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا اور خود حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا حتیٰ کہ مسجد نبوی اور حجرات مقدسہ کی تعمیر کا مرحلہ مکمل ہو گیا ان کی تعمیر میں حضور ﷺ نے بنفس نفیس کام کیا تا کہ مسلمانوں میں عمل کرنے کی رغبت پیدا ہو۔ مہاجرین وانصار نے دل لگا کر کام کیا اور خوب محنت کی صحابہ کرام میں سے ایک صحابی نے یہ شعر پڑھا۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی محترم ﷺ کام میں مصروف رہیں تو یہ ہمارا ایک ناشائستہ فعل ہو گا، مسلمان مسجد نبوی تعمیر کرتے ہوئے یہ رجز سے گنگناتے رہے۔

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ

زندگی کوئی نہیں مگر آخرت کی زندگی ہے مولا! انصار اور مہاجرین کو معاف فرما دے۔

ابن ہشام کہتے ہیں یہ کلام ہے رجز نہیں ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضور ﷺ اس طرح

تعمیر مسجد

صحیح روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے بنونجار! مجھ سے اپنے اس احاطہ کی رقم لے لو۔ انہوں نے عرض کی نہیں ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے اس کی قیمت طلب نہیں کریں گے پھر حضور ﷺ نے ان دونوں یتیم بچوں کو بلایا اور مربد کے متعلق سودا کرنا چاہا تا کہ وہاں مسجد تعمیر ہو سکے انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہبہ پیش کرتے ہیں'' پھر آپ ﷺ نے وہاں مسجد تعمیر فرمائی۔

امام بخاری نے اس روایت سے ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے وہ یہ کہ بیچنے والے کو اس رقم کا مطالبہ کرنا چاہیے جس میں وہ اپنی چیز فروخت کرنا چاہتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسجد نبوی کی جگہ میں کھجوریں، کھنڈرات اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ قبروں کو اکھیڑ دیا گیا۔ کھنڈرات کو برابر کر دیا گیا اور کھجوروں کو کاٹ دیا گیا۔ حضرت شفاء بنت عبدالرحمٰن انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی تو حضرت جرائیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کو کعبہ کی سمت اشارہ کیا آپ ﷺ نے اسی سمت قبلہ کی بنیاد رکھی۔

Marfat.com

فرماتے تھے۔لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور باغی گروہ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ مسجد کی جگہ میں داخل ہوئے صحابہ کرام نے ان پر بہت زیادہ اینٹیں رکھی تھیں، انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! ﷺ انہوں نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھ پر اتنا بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھا نہیں سکتا''۔ حضرت ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی زلف معنبر کو دست اقدس سے صاف فرما رہے تھے، آپ ﷺ کے بال گھنگھریالے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ''اے سمیہ کے نورِ نظر! یہ لوگ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ

حضرت سمیہ کا ذکر پہلے گزر چکا ہے ہم نے وہاں ابن قتیبہ کے تسامح کو بھی بیان کیا ہے انہوں نے ام زیاد کو سمیہ کہا ہے لیکن ام زیاد حارث بن کلدۃ کی لونڈی تھی جبکہ ام عمار بنی مخزوم کی خادمہ تھیں۔ یہ سمیہ بنت خباط تھیں۔ حارث کو سمیہ یمن کے ایک بادشاہ نے بطور تحفہ دیا تھا۔ اس بادشاہ کا نام ابوجبر تھا۔ حارث نے اس کی ایک مرض کا علاج کیا جس سے وہ شفایاب ہو گیا پھر اس نے سمیہ کو حارث کے سپرد کر دیا۔ ابوجبر سے پہلے یہ ایران کے ایک بادشاہ کے پاس تھی، ابوجبر اس بادشاہ کے پاس گیا اس نے تحفۃً سمیہ اس کو دے دی۔ جامع معمر بن راشد میں ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیک وقت دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ حضور ﷺ کی طرف سے جبکہ باقی لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''لوگوں کے لئے ایک گنا جبکہ تمہارے لئے دوگنا اجر ہے اور دنیا سے تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا اور تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔ جب جنگ صفین میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت عمرو، حضرت معاویہ کے پاس آئے وہ گھبرائے ہوئے تھے انہوں نے کہا ''حضرت عمار شہید ہو گئے''۔ حضرت معاویہ نے کہا پھر کیا ہوا؟ حضرت عمرو نے کہا ''میں نے حضور ﷺ کو سنا آپ ﷺ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے۔ ''تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔ حضرت معاویہ نے کہا، وَحَضْتَ فِی بَوْلِکَ۔ تم اپنے ہی پیشاب میں پھسلنے لگے ہو کیا انہیں ہم نے قتل کیا ہے انہیں تو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو انہیں نکال کر لے آئے تھے''۔

ابن اسحاق نے اس شخص کا نام نہیں لکھا جس نے حضرت عمار کے اشعار کو اپنے اوپر طنز سمجھا تھا۔

Marfat.com

تمہیں قتل نہیں کریں گے تمہیں تو ایک باغی گروہ شہید کرے گا"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رجز

اس مبارک دن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا يَدْأَبُ فِيهِ قَائِمًا وَ قَاعِدًا
وَ مَنْ يُرَى عَنِ الْغُبَارِ حَائِدًا

وہ شخص جو مساجد کو آباد کرتا ہے اس میں قیام وقعود کرتا ہے اور وہ شخص جو گرد و غبار سے بچتا ہوا نظر آتا ہے وہ کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں میں نے بہت سے اہل علم سے ان اشعار کے متعلق پوچھا ہے انہوں نے یہی کہا ہے کہ ہمیں بھی معلوم ہوا ہے کہ اس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھتے رہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ یہ اشعار آپ ہی کے لئے ہیں یا کسی اور کے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ یہی شعر پڑھنے لگے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ کثرت سے گنگنانے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے سمجھا کہ شاید وہ یہ اشعار بطورِ طنز پڑھ رہے ہیں۔ زیاد بن عبد اللہ البکائی نے ابن اسحاق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن اسحاق نے اس شخص کا نام بھی لیا تھا۔

ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت ابن اسحاق نے اس شخص کا نام بتایا تھا لیکن ابن ہشام نے بھی اس کا نام ذکر نہیں کیا تا کہ صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کا نام ناپسندیدہ مقام پر نہ لیا جائے اور کسی انسان کو بھی نازیبا مقام پر کسی صحابی کا نام نہیں لینا چاہئے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد تعمیر کی حالانکہ مسجد کی تعمیر کی نسبت حضرت عمار کی طرف کیسے ہو سکتی ہے دیگر لوگ بھی اس سعادت میں شریک تھے۔ اس مسجد سے مراد مسجد قباء ہے کیونکہ اس مسجد کی تعمیر کا مشورہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہی دیا تھا اور اس کے لئے پتھر بھی انہوں نے ہی جمع کئے تھے جب حضور ﷺ نے اس کی بنیاد رکھ دی تو پھر اس کی تکمیل بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہی کی تھی۔

Marfat.com

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کی وصیت

ابن اسحاق کہتے ہیں اس شخص نے کہا" اے ابن سمیہ! [illegible] تم آج صبح سے کہہ رہے ہو، میں عنقریب اپنی اس لاٹھی سے تمہارے ناک کی خبر لوں گا۔ اور اس شخص کے ہاتھ میں لاٹھی تھی"۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا۔" عمار اور ان کا معاملہ کتنا عجیب ہے"۔ عمار انہیں جنت کی طرف اور وہ اسے آگ کی طرف بلا رہے ہیں، بلاشبہ عمار میری دونوں آنکھوں اور ناک کے درمیان کی جلد ہیں"۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ حضرت

مسجد نبوی کی تعمیر کتنی بار ہوئی؟

یونس بن بکیر نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ پہلے مسجد نبوی کا چھت کھجور کی شاخوں کا تھا اور اس کا محراب اینٹوں کا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق محراب میں پتھر لگائے گئے تھے جنہیں ایک دوسرے سے گارے سے جوڑا گیا تھا اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد زریں میں یہ بوسیدہ ہوگئے تو انہیں نکال لیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مسجد نبوی کو ایسے پتھروں سے تعمیر کیا جن پر چونے سے نقش و نگار ہوا تھا اور اس کی چھت ساج (ساکھ) کی تھی۔ محراب بھی پتھروں سے بنایا گیا تھا پھر ۱۹۶ میں محمد بن ابی جعفر مہدی نے اس کو تعمیر کیا، اس کو وسیع کیا پھر مامون الرشید نے ۲۰۲ میں اس کو وسیع کیا اس کی بنیادوں کو پختہ کیا اور اس میں نقش و نگار کیا۔ عبداللہ المامون کو تعمیر مسجد کا حکم دیا گیا پھر کسی نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

حجرات النبی ﷺ

حجرات مقدسہ کی تعداد نو تھی۔ بعض کھجور کی شاخوں سے بنائے گئے تھے جن پر مٹی سے لیپ کیا گیا تھا اور ان کی چھت بھی کھجور کی تھی، کچھ حجرات پتھروں سے بنائے گئے تھے جن کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی۔ حضرت حسن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں،" میں بلوغت کے قریب تھا میں حجرات مقدسہ میں داخل ہوتا تو اپنے ہاتھوں سے ان کی چھتوں کو چھو سکتا تھا"۔

تاریخ بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ کا دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹایا جاتا تھا (یعنی دروازہ کا حلقہ نہ تھا) جب ازواج مطہرات کا وصال ہوگیا تو حجرات مقدسہ کی زمین کو مسجد نبوی میں ملا دیا گیا یہ دور عبد الملک کا تھا جب اہل مدینہ کو عبدالملک کا حکم نامہ ملا تو وہ آہ و فغاں کرنے لگے اور لوگ اتنا ہی روئے جتنا وہ حضور کے وصال کے دن روئے تھے۔ آپ ﷺ کی چارپائی کھجور کے درخت کی چھال سے بنائی

Marfat.com

عمار سے سبقت نہیں لی جاسکتی تو وہ خود ہی کنارہ کشی کرنے لگے۔

ابن ہشام کہتے ہیں حضرت سفیان بن عینیہ نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے رکھی۔

گئی تھی۔ بنوامیہ کے دور میں اسے فروخت کر دیا گیا ایک شخص نے چار ہزار درہم کے عوض اسے خرید لیا۔ اس میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب حجرات مقدسہ کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو یہ ملکیت کی اضافت ہوتی ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے۔ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ۔ ''تم نہ داخل ہوا کرو نبی کریم ﷺ کے گھروں میں''۔ مگر جب حجرات مقدسہ کی نسبت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف ہو تو یہ اضافت ملکیت کی اضافت نہ ہوگی مثلاً ارشاد ربانی ہے۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ۔ ''اور ٹھہری رہو گھروں میں''۔ کیونکہ ہر وہ چیز جو آپ ﷺ کی ملکیت تھی اس میں وراثت نہ تھی۔

اِنْكَسَرَ حُبٌّ لَنَا

ہمارا گھڑا ٹوٹ گیا۔ الحُبُّ بہت بڑے گھڑے کو کہتے ہیں اس کی جمع ''حِبَبَہ'' آتی ہے مثلاً جُحْرٌ اور جِحَرَۃٌ گویا کہ یہ حَبَابُ الْمَاءِ سے مشتق ہے یا کہ حَبَبَہ سے ہے شاعر کہتا ہے۔

كَاَنَّ صَلَا جَهِيْزَةَ حِيْنَ تَمْشِيْ حَبَابُ الْمَاءِ يَتْبَعُ الْحَبَابَا

جہیزہ جب چلتی ہے تو اس کی پشت پانی کے بلبلہ کی مانند ہوتی ہے جس کے پیچھے پانی کے کئی بلبلے ہوں، اَلْحَبَبُ ان چھوٹے چھوٹے سفید بلبلوں کو کہا جاتا ہے جو شراب کی سطح پر ہوتے ہیں۔

الثوم

جب لہسن کی وجہ سے کھانا واپس کر دیا گیا تو حضور ﷺ نے ام ایوب رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اَنَا رَجُلٌ اُنَاجِی۔ میں وہ شخص ہوں جس سے سرگوشی کی جاتی ہے۔ ایک اور حدیث مبارک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى بِمَا يَتَاَذّٰى بِهِ الانسُ۔ ملائکہ کو بھی ان اشیاء سے اذیت ہوتی ہے جن سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

حضرت حصیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں تاجدار عرب وعجم ﷺ کی زیارت کی میں نے عرض کی ''اے رسولِ مکرم ﷺ! کیا وہ حدیث (اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى بِمَا يَتَاَذّٰى بِهِ الانسُ) جسے ام ایوب رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے درست ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔

Marfat.com

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا گھرانہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مسجد نبوی اور حجرات مقدسہ کی تکمیل تک حضور ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر ہی تشریف فرما رہے۔ جب حجرات کی تعمیر مکمل ہوگئی تو آپ ﷺ ان میں منتقل ہو گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں "جب حضور ﷺ نے میرے غریب خانہ میں قیام فرمایا تو آپ ﷺ نے گھر کی پہلی منزل میں اقامت گزیں ہونا پسند فرمایا میں اور ام ایوب رضی اللہ عنہا گھر کی دوسری منزل میں تھے، میں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ میرے والدین آپ ﷺ پر نثار! میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کے اوپر ہوں اور آپ ﷺ میرے نیچے تشریف فرما ہوں۔ آپ ﷺ اوپر والی منزل میں تشریف رکھیں اور ہم آپ ﷺ کے نیچے رہیں گے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوایوب! میرے لئے اور مجھ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے والوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم نچلی منزل میں رہیں"۔

"حضور ﷺ نچلی منزل میں تشریف فرما تھے، ہمارا مسکن اوپر تھا۔ ایک دفعہ ہمارا گھڑا ٹوٹ گیا میں اور میری بیوی نے لحاف اٹھایا ہمارا صرف ایک ہی لحاف تھا اور اس سے پانی جذب کرنے لگے۔ ہمیں خوف تھا کہ پانی کہیں حضور ﷺ پر گر نہ جائے اور اس طرح آپ ﷺ کو اذیت ہو۔ ہم حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے، ہم آپ ﷺ کی بارگاہ میں کھانا پیش کرتے، کھانا بچ جاتا ہم اس جگہ کو تلاش کرتے جہاں سرورِ

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا مقدس گھر

وہ مقدس گھر جس میں حضور ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا گیا تھا، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے غلام حضرت افلح رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ جب یہ گھر خراب ہوگیا اور اس کی دیواروں میں رخنے پڑ گئے تو ایک حیلہ سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے ان سے ایک ہزار دینار کا خرید لیا۔ پھر انہوں نے اسے درست کرایا اور مدینہ طیبہ کے غریبوں میں اسے صدقہ کر دیا، اس کے بعد ابن افلح نے مغیرہ سے کہا تم نے مجھے دھوکا دیا ہے انہوں نے کہا نادم ہونے والا کامیاب نہیں ہوتا۔

Marfat.com

کائنات ﷺ کا دست شفا بخش لگا ہوتا تھا ہم اسی جگہ سے کھاتے جہاں پیارے مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ مبارک کے نشانات ہوتے تھے تاکہ ہم کو برکت حاصل ہو۔ ایک دفعہ ہم نے کھانا بھیجا ہم نے اس میں پیاز یا لہسن ڈالا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے واپس لوٹا دیا، ہم نے حضور ﷺ کے دست اقدس کے نشانات نہ دیکھے میں گھبرا کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! آج آپ ﷺ نے کھانا واپس بھیجا تو اس پر آپ ﷺ کے دست اقدس کے نشانات نہ تھے۔ جب آپ ﷺ کا باقی کھانا ہمارے پاس جاتا ہے تو میں اور ام ایوب اس جگہ کو تلاش کرتے ہیں جہاں آپ ﷺ کے دست اقدس کے نشانات ہوتے ہیں ہم حصول برکت کے لئے وہاں سے ہی کھاتے ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں نے اس میں اس درخت کی بو پائی ہے مجھ سے سرگوشی کی جاتی ہے تم اسے کھالو۔ ہم نے وہ کھانا کھالیا اور اس کے بعد کھانے میں پیاز یا لہسن نہ ڈالا''۔

مہاجرین مکہ

ابن اسحاق کہتے ہیں تمام مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حضور ﷺ کے ساتھ آملے، مکہ معظمہ میں وہی تھے جو یا محبوس تھے یا مفتون۔ جن خوش نصیبوں نے اپنے اموال اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ کے لئے ہجرت کی وہ درج ذیل تھے۔ ۱۔ بنو مظعون بن جمح، ۲۔ بنو جحش بن رئاب، ۳۔ بنو بکیر (بنو سعد بن لیث میں سے تھے اور بنو عدی کے حلیف تھے) مکہ مکرمہ میں ان کے گھر بالکل بند تھے ان میں کوئی بھی ساکن نہ تھا۔

ابوسفیان اور بنو جحش

جب بنو جحش بن رئاب اپنے گھر سے ہجرت کر گئے تو ابوسفیان نے ان کے گھر پر قبضہ کرلیا اور اسے عمرو بن علقمہ (اس کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا) کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب بنو جحش

حضرت ابواحمد رضی اللہ عنہ

حضرت ابواحمد رضی اللہ عنہ کا نام ''عبد'' تھا ثمامہ بھی نام بتایا گیا ہے لیکن پہلا قول درست ہے فارعہ بنت ابوسفیان ان کی زوجیت میں تھیں اسی لئے ابوسفیان نے ان کے گھر کو فروخت کرنے کی راہ تلاش کرلی کیونکہ ان کی نورِ نظر ان کے گھر میں تھیں۔ حضرت ابواحمد رضی اللہ عنہ نے اپنی محترمہ بہن حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔

Marfat.com

کوابوسفیان کی اس کارستانی کا علم ہوا تو حضرت عبداللہ بن جحش نے یہ بات بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے عبداللہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس گھر کے بدلے جنت میں اس سے بہتر گھر عطا فرمائے''۔ انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! ﷺ راضی ہوں'' آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اس کے بدلے تجھے جنت میں گھر ملے گا''۔ جب حضور ﷺ نے مکہ معظمہ کو فتح کیا تو ابواحمد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس گھر کے متعلق پوچھا حضور ﷺ نے جواب ارشاد فرمانے میں تاخیر کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابواحمد رضی اللہ عنہ سے کہا ''اے ابواحمد! حضور ﷺ ناپسند فرما رہے ہیں کہ تم ان اشیاء کو واپس لو جنہیں تم اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ چکے ہو'' یہ سن کر حضرت ابواحمد سے حضور ﷺ نے مزید بات نہ کی اور ابوسفیان سے کہا۔

أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنْ أَمْرٍ عَوَاقِبُهُ نَدَامَهْ
دَارَ ابْنِ عَمِّكَ بِعْتَهَا تَقْضِي بِهَا عَنْكَ الْغَرَامَهْ
وَ حَلِيفُكُمْ بِاللهِ رَبِّ النَّاسِ مُجْتَهِدُ الْقَسَامَهْ
اِذْهَبْ بِهَا اِذْهَبْ بِهَا طُوِّقْتَهَا طَوْقَ الْحَمَامَهْ

ابوسفیان کو اس معاملہ کے متعلق پیغام پہنچا دو جس کا انجام ندامت ہے۔ اس سے کہو تو نے اپنے چچازاد کا گھر بیچ دیا ہے اور اس سے اپنا قرضہ اتار لیا ہے اور تمہارا حلیف لوگوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ کی قسم صلح کی کوشش کرتا ہے تو اسے لے جا تو اسے لے جا۔ اسے تیرے گلے میں کبوتر

طُوِّقْتَهَا طَوْقَ الْحَمَامَة

یہ مصرعہ حضور ﷺ کے اس فرمان سے اخذ کردہ ہے۔ مَنْ غَصَبَ شِبْرًا مِنْ اَرْضٍ طُوِّقَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ الْاَرْضِيْنَ۔ جس شخص نے کسی کی ایک بالشت زمین پر قبضہ کیا روزِ حشر اس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ ابواحمد رضی اللہ عنہ نے ''طوق الحمامہ'' کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ کیونکہ وہ طوق اس کی گردن سے کبھی جدا نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے اتار کر پھینک سکتی ہے، جس طرح کہ انسان طوق اتار کر پھینک سکتا ہے۔ اس مصرعہ میں انتہائی متانت، اشارہ کی حلاوت اور استعارہ کی ملاحت ہے۔ ''طوق الحمامہ'' میں اس شخص کا بھی رد ہے جو یہ کہتا ہے کہ ''طُوِّقَ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ۔ میں ''طوق'' ''الطاقہ'' سے مشتق ہے۔ ''طوق'' سے مشتق نہیں ہے، یہ علامہ خطابی کا ایک قول ہے۔ اس روایت کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ایک دوسری روایت ہے۔

Marfat.com

کے حلقۂ گردن کی طرح طوق بنایا جائے گا۔

مدینہ طیبہ میں اشاعت اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضور ﷺ ربیع الاول سے لے کر ماہ صفر تک حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر ہی تشریف فرما رہے حتیٰ کہ مسجد نبوی اور حجرات مقدسہ تعمیر ہو گئے۔ تمام انصار نے اسلام قبول کر لیا انصار کے تمام گھروں میں اسلام کا اجالا پھیل گیا مگر بنو حطمہ، بنو واقف، بنو وائل، بنو امیہ اپنے شرک پر ہی رہے انہوں نے اسلام قبول نہ کیا۔

ہادی حق علیہ وآلہ وسلم کا پہلا خطبہ

مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا ہے۔ (ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کریں جو آپ ﷺ نے نہ کہی ہو) کہ حضور ﷺ صحابہ کرام میں کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی پھر فرمایا۔

اَمَّا بَعْدُ! اَيُّهَا النَّاسُ فَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ تَعلَمُنَّ وَاللّٰهِ لَيُصْعَقَنَّ اَحَدُكُمْ ثُمَّ لَيَدَعَنَّ غَنَمَهُ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهُ رَبُّهُ وَ لَيْسَ لَهُ تَرْجُمَانٌ وَ لَا حَاجِبٌ يَحْجُبُهُ دُوْنَهُ: اَلَمْ يَاْتِكَ رَسُوْلِي فَبَلَّغَكَ وَاٰتَيْتُكَ مَالًا وَ اَفْضَلُ عَلَيْكَ؟ فَمَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ فَلَيَنْظُرَنَّ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا فَلَا يَرٰى شَيْئًا ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قُدَّامَهُ فَلَا يَرٰى غَيْرَ جَهَنَّمَ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ مِنَ النَّارِ وَ لَوْ بِشِقٍّ مِنْ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ وَ مَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ فَاِنَّ بِهَا تُجْزَى الْحَسَنَةُ عَشْرَ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّلَامُ

خُسِفَ بِهٖ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ۔ ساتویں زمین تک اسے اس کے ساتھ دھنسا دیا جائے گا۔ مسند ابن ابی شیبہ میں ہے۔ مَنْ غَصَبَ شِبْرًا مِنْ اَرْضٍ جَاءَ بِهٖ اِسْطَامًا فِي عُنُقِهٖ۔ جس نے کسی کی بالشت بھر زمین پر قبضہ کیا وہ روزِ حشر اس طرح آئے گا کہ وہ اس کی گردن کا حلقہ بنی ہو گی۔

داعی حق علیہ وآلہ وسلم کا پہلا خطبہ

ابن اسحاق نے حضور ﷺ کا پہلا خطبہ لکھا ہے، بعض کتب میں یہ اضافہ ہے۔ اَلَمْ اُوْتِكَ مَالًا وَ جَعَلْتُكَ تَرْبَعُ وَ تَدْسَعُ۔ ابن الانباری اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''یہ ضرب المثل ہے اس کی اصل یہ ہے کہ جب کوئی عربی سردار جنگ لڑتا تو وہ مال غنیمت کا چوتھا حصہ لیتا تھا پھر وہ جسے چاہتا عطا کرتا تھا اسی سے اہل عرب کا قول ہے۔ فَلَانٌ ضَخْمُ الدَّسِيْعَةِ۔ فلاں عظیم عطا والا ہے۔

Marfat.com

عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ۔

اے لوگو! اپنے آپ کے لئے عمدہ افعال سرانجام دے لو۔ تم سب کو خوب جان لینا چاہئے کہ قسم بخدا! تم میں سے ہر ایک نے "صاعقہ" کا سامنا کرنا ہے پھر وہ اپنی بھیڑوں کو اس حالت میں چھوڑے گا کہ ان کو چروانے والا کوئی نہ ہوگا۔ پھر اس کا رب اس سے ضرور پوچھے گا اس وقت نہ تو کوئی اس کا ترجمان ہوگا اور نہ ہی کوئی پردہ ان کے درمیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا" (اے بندے!) کیا تیرے پاس میرے رسول مکرم ﷺ تشریف نہیں لائے اور تجھے تبلیغ نہیں کی۔ کیا میں نے تجھے مال عطا نہیں فرمایا، تجھ پر اپنا فضل و کرم نہیں کیا تو نے اپنے نفس کے لئے آگے کیا بھیجا ہے؟" وہ شخص دائیں بائیں دیکھے گا لیکن وہ کوئی چیز نہیں دیکھے گا پھر وہ سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آئے گی جو طاقت رکھتا ہے کہ اپنے آپ کو آگ سے بچائے، اگرچہ کھجور کے ایک حصہ کے ساتھ ہی تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے اور جو کھجور کا ٹکڑا نہ پائے اسے عمدہ گفتگو سے ہی جہنم سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہئے۔ بلاشبہ عمدہ گفتگو کا بھی اجر دیا جائے گا نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

دوسرا خطبہ

ابن اسحاق کہتے ہیں، پھر حضور ﷺ نے دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَيَّنَهُ اللّٰهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَ اَدْخَلَهٗ فِي الْاِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ وَاخْتَارَهٗ عَلٰى مَا سِوَاهُ مِنْ اَحَادِيْثِ النَّاسِ اِنَّهٗ اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ وَاَبْلَغُهٗ، اَحِبُّوْا مَا اَحَبَّ اللّٰهُ اَحِبُّوا اللّٰهَ مِنْ كُلِّ قُلُوْبِكُمْ وَ لَا تَمَلُّوْا كَلَامَ اللّٰهِ وَ ذِكْرَهٗ وَ لَا تَقْسُ عَنْهُ قُلُوْبُكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْ كُلِّ مَا يَخْلُقُ اللّٰهُ وَ يَخْتَارُ وَ يَصْطَفِيْ قَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ خِيَرَتَهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ وَ مُصْطَفَاهُ مِنَ الْعِبَادِ الصَّالِحِ

اَحِبُّوا اللّٰهَ مِنْ كُلِّ قُلُوْبِكُمْ

یعنی دل کے تمام اجزاء محبت الٰہیہ میں مستغرق ہوں دل سے نکلنے والا ہر عمل اور ذکر اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہو۔ بندہ کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی طرف محبت کی اضافت مجاز حسن ہے کیونکہ محبت کی حقیقت وہ ارادہ ہے جس کے ساتھ محبوب کے لئے استدعا متصل ہو۔ خواہ یہ بالطبع ہو یا بالشرع۔ ہم نے اس کی

Marfat.com

الْحَدِیْث وَ مِنْ کُلِّ مَا اُوْتِیَ النَّاسُ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْأً وَاتَّقُوْاهُ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَاصْدُقُوا اللّٰهَ صَالِحَ مَا تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ بَیْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ یَغْضِبُ اَنْ یُنْكَثَ عَهْدَهٗ وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں میں اس کی ستائش کرتا ہوں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں ہم اپنے نفسوں کی برائیوں سے اسی سے پناہ مانگتے ہیں اپنے اعمال کی برائیوں سے صرف اسی کی پناہ حاصل کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب بہترین کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے دل کو اس سے مزین کر دیا وہ کامیاب ہو گیا۔ جسے کفر کے بعد اسلام میں داخل کر دیا وہ کامیاب ہو گیا۔ وہ شخص جس نے اس کتاب حکیم کو دوسروں کی باتوں پر ترجیح دی وہ کامران ہو گیا۔ یہ کتاب تمام کلام سے عمدہ اور بلیغ ہے۔ جس سے اللہ پیار کرتا ہے تم بھی اس سے پیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے ذکر سے اکتا نہ جاؤ۔ تمہارے دل اس

تفصیل اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ۔" کی تشریح میں لکھ دی ہے۔ ہم نے وہاں ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقصیر پر بھی گرفت کی جو انہوں نے محبت کی شرح میں کی ہے۔

لَا تَمَلُّوْا كَلَامَ اللّٰهِ وَ ذِكْرَهٗ فَاِنَّهٗ مِنْ كُلِّ مَا یَخْلُقُ اللّٰهُ یَخْتَارُ وَ یَصْطَفِی

"فَاِنَّهٗ"۔ میں ہٗ ضمیر کلامِ الٰہی کی طرف راجع نہیں بلکہ یہ ضمیر امر اور حدیث کی طرف راجع ہے۔ اصل عبارت یوں ہو گی۔ اِنَّ الْحَدِیْثَ مِنْ كُلِّ مَا...... تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے جسے چاہتا ہے پسند کرتا ہے۔ وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ۔ (قصص:۶۸)" اور آپ کا رب پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے (جسے چاہتا ہے) خِیَرَتَهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ سے مراد ذکر اور قرآنِ پاک کی تلاوت ہے۔ مُصْطَفٰی مِنْ عِبَادِهٖ۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (حج:۷۵)" اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں سے بعض کو رسول"۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ عمل ہو جس کو لوگوں کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں "مِن" تبعیض کے لئے نہیں ہو گا، یہ ابتدائے غایت کے لئے ہو گا کیونکہ وہ ایسا عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دے کر ان سے سر انجام کرایا ہے۔

Marfat.com

سے بیزاری کا اظہار نہ کریں کیونکہ یہ کلام ان اشیاء میں سے ہے انہیں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور انہیں برگزیدہ اور منتخب کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اعمال میں سے بہترین، بندوں میں سے مصطفیٰ اور گفتگو میں سے صالح کا نام دیا ہے۔ جو کچھ لوگوں کو عطا کیا گیا ہے ان میں سے کچھ حلال اور کچھ حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچ کہو، یہ بہترین بات ہے جو تم کہتے ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے باہمی محبت کرو، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ توڑا جائے۔

اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ

الحمد للہ کا اعراب اسی طرح (دال کے رفع) کے ساتھ ہی میں نے دیکھا ہے یہ اعراب حکایۃ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے ''الامر'' مضمر ہوگا۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ اِنَّ الْاَمْرَ الَّذِیْ اَذْکُرُہٗ۔ ''ہٗ'' کی ضمیر جو ''امر'' کی طرف راجع تھی اسے حذف کر دیا تا کہ اسماء میں سے کوئی اسم 'الحمد للہ' سے متقدم نہ ہو۔ ''اِنَّ'' کا مقدم ہونا یہ تقدیم اسماء میں سے نہیں ہے یہ حرف ہے جو اپنے مابعد کو مؤکد کرتا ہے۔ قرآنِ پاک کا آغاز بھی ''الحمد للہ'' سے ہی ہوتا ہے، حضور ﷺ نے حصولِ برکت کے لئے اپنے خطبہ کا آغاز بھی اسی سے کیا۔

حضور ﷺ نے یہ خطبہ کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا۔ جب طرفاء (جھاؤ، درخت کا نام) کا آپ ﷺ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو یہ تنا اس اونٹنی کی طرح بلکنے لگا جس کا بچہ اس سے جدا کر دیا گیا ہو۔ آپ ﷺ کے لئے یہ منبر ایک انصاریہ خاتون کے غلام ''باقوم'' نے بنایا تھا۔ حضور ﷺ اپنے منبر سے نیچے تشریف لائے اور تنے کو اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اسے سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک اسی طرح گریہ بار رہتا۔ پھر آپ ﷺ نے اس تنے کو دفن فرما دیا، آپ ﷺ نے اسے اس لئے دفن فرمایا تھا تا کہ حضور ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے لئے رونے کی وجہ سے اس کا حکم بھی مومن کے حکم کی طرح ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ۔ ''ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے''۔ حضور ﷺ نے کھجور کے متعلق فرمایا۔ ''اس کی مثال مؤمن کی طرح ہے''۔ کھجور کے اس تنے کا بلکنا تواتر سے ثابت ہے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا گریہ سنا اور پھر روایت فرمایا اور جنہوں نے روایت سنی انہوں نے بھی انکار نہ کیا۔

Marfat.com

یہودیوں کے ساتھ تاریخی معاہدہ

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا، آپ ﷺ نے اس معاہدہ میں یہودیوں کو بھی شامل فرمایا اور ان سے بھی معاہدہ کیا اور ان کے دین اور ان کے اموال کے تحفظ کا انہیں یقین دلایا ان پر کچھ شرائط عائد کیں اور کچھ حقوق دیئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ یہ عہدنامہ حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب سے ہے، یہ قریش میں سے مسلمانوں اور یثرب کے مؤمنین، ان کی اتباع کرنے والوں، ان کے ساتھ ملحق ہونے والوں اور ان کے ہمراہ جہاد کرنے والوں کے مابین ہے۔ وہ لوگوں کے علاوہ ایک امت ہیں۔ قریش مکہ کے مہاجر اسی دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس طرح وہ اسلام سے قبل ادا کرتے تھے۔ وہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کریں گے تا کہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف اور نیکی اور احسان برقرار رہے۔ بنوعوف بھی اپنے سابقہ دستور کے مطابق ہی خون بہا ادا کریں گے۔ ہر گروہ اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر آزاد کرائے گا تا کہ مؤمنین کے مابین عدل و انصاف قائم

حضور ﷺ کا یہودیوں سے معاہدہ

انصار کے مدینہ طیبہ آنے سے پہلے یہودی ہی یہاں مقیم تھے۔ جب عرم کا سیلاب آیا اور اہل سباء منتشر ہوئے تو اوس اور خزرج نے ایک کاہنہ کے حکم سے اس بستی کو اپنا مسکن بنالیا۔ عمران بن عامر بھی کاہن تھا اس نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا۔ اس کاہنہ نے ہر قبیلہ کو ایک علاقہ کی طرف جانے کا حکم دیا تھا اس نے بنوحارثہ بن ثعلبہ (اوس اور خزرج) کو کھجوروں والی سرزمین یثرب کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اوس اور خزرج یثرب آگئے یہودی یہاں پہلے ہی مقیم تھے انہوں نے ان کے ساتھ معاہدے کر لئے اور مل جل کر رہنے لگے۔

یہودی یثرب میں کب آئے؟

یہودیوں کا مسکن سرزمین کنعان تھا اور مدینہ طیبہ عرب کے وسط میں ہے پھر وہ یہاں کیسے مقیم ہوئے؟ سرزمین حجاز کے عمالقہ بنواسرائیل پر غارت گری کرتے رہتے تھے۔ عمالقہ کا مسکن یثرب اور جحفہ تھا۔ بنواسرائیل نے ان حملوں کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی انہوں نے عمالقہ کی طرف ایک لشکر بھیجا اور انہیں نیست ونابود کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر

Marfat.com

رہے۔ بنوساعدہ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے ان میں سے ہر گروہ اپنے اسیروں کا فدیہ دے کر آزاد کرائے گا تاکہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف قائم ہو۔ بنوحارث اپنے سابقہ دستور کے مطابق ہی خون بہا ادا کریں گے ان کا ہر گروہ اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر آزاد کرائے گا۔ بنوجشم اپنے سابقہ دستور کے مطابق ہی خون بہا ادا کریں گے اور ان کا ہر قبیلہ فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کو آزاد کرائے گا تاکہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف قائم رہے۔ بنوعمرو

پوری طرح عمل کیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ رہنے دیا، صرف بادشاہ کے ایک بچے کو بچایا وہ بڑا حسین وجمیل تھا۔ انہوں نے اس پر ترس کھایا اور اسے موت کے گھاٹ نہ اتارا ان کے بادشاہ کا نام ارقم بن ابی ارقم تھا۔ اس قتل عام کے بعد یہودی شام کی طرف چلے گئے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام وصال فرما چکے تھے۔ بنواسرائیل نے ان سے کہا ''تم نے مخالفت اور نافرمانی کی ہے ہم تمہیں پناہ نہیں دیں گے''۔ یہودیوں نے کہا ''ہم انہی شہروں کی طرف لوٹ جاتے ہیں جنہیں ہم نے مغلوب کیا ہے ہم وہیں مقیم ہو جائیں گے''۔ پھر وہ یثرب لوٹ آئے۔ انہوں نے اسی جگہ کو اپنا وطن بنا لیا اور وہیں ان کی نسل بڑھی پھر سیل عرم کے بعد اوس اور خزرج بھی وہیں آ گئے۔ اس تفصیل کو ابوالفرج الاصبہانی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''کتاب الاغانی'' میں لکھا ہے۔ علامہ زبیر نے اسے اخبارِ مدینہ میں لکھا ہے مگر میرے نزدیک یہ درست نہیں کیونکہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تشریف لائے مدت مدید گزر چکی تھی۔

امام الطبری وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب بخت نصر نے اسرائیل کے شہروں کو مغلوب کیا اور ان کے شہروں میں غارت مچائی تو بنواسرائیل کا ایک گروہ سرزمین حجاز میں آ گیا۔ ان میں سے کچھ قبائل مثلاً قریظہ اور نضیر، خیبر مدینہ طیبہ میں آ گئے۔

یثرب کا نام

عمالقہ میں سے جو شخص سب سے پہلے یہاں مقیم ہوا اس کا نام یثرب تھا پھر یہ بستی اسی نام سے معروف ہو گئی۔ وہ یثرب بن قاین بن عبیل بن مھلایل بن عوص بن عملاق بن لاوذ بن ارم تھا۔ ان نسب کے بعض اسماء میں اختلاف بھی ہے۔ بنوعبیل نے ''جحفہ'' کو اپنا مسکن بنا لیا۔ وہاں انہیں سیلابوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی سے اس مقام کا نام ''جحفہ'' پڑا۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس کے نام ''یثرب'' کو ناپسند فرمایا کیونکہ اس میں ''تثریب'' کے معنی پائے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کا نام طیبہ اور مدینہ رکھا۔

Marfat.com

بن عوف اپنے سابقہ دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور ان کا ہر گروہ اپنے اسیروں کا فدیہ دے کر آزاد کرائے تا کہ مؤمنین کے مابین عدل و انصاف قائم رہے۔ بنو اوس بھی اپنے سابقہ دستور کے مطابق خون بہا دیں گے۔ ان کا ہر گروہ اپنے اسیروں کا فدیہ دے کر آزاد کرائے گا تا کہ مؤمنین کے مابین عدل وانصاف قائم ہو سکے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ ﷺ نے ''یثرب'' نام کیوں ناپسند فرمایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ قرآن پاک کی اتباع کرتے تھے۔ چاہیے تھا کہ آپ ﷺ اس نام کو تبدیل نہ فرماتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام منافقین کی طرف سے حکایۃً بیان کیا ہے جب منافقین کے ایک گروہ نے کہا۔ یٰٓاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ (احزاب: ۱۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ منافقین نے کس طرح اس نام سے روگردانی کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے رکھا تھا۔ انہوں نے اس مبارک شہر کو اسی نام سے پکارنا چاہا جس نام سے زمانہ جاہلیت میں پکارا جاتا تھا۔ دوسری آیت جس میں کسی کا قول نقل نہیں کیا میں فرمایا۔ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (توبہ: ۱۲۰) ''نہیں مناسب تھا مدینہ والوں کے لئے اور جو ان کے اردگرد دیہاتی لوگ ہیں کہ پیچھے بیٹھے رہتے اللہ کے رسول پاک ﷺ سے۔''

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ہم نے توراۃ میں پڑھا ہے اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ سے فرمایا۔ یا طابۃ، یا طیبۃ، یا مسکینہ، خزانوں کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ میں تیرے اجر کو تمام شہروں کے اجر سے زیادہ کروں گا۔ روایت ہے کہ تورات میں اس کے گیارہ نام تھے۔ المدینۃ، طابۃ، طیبہ، المسکینہ، الجابرۃ، المحبۃ، القاصمۃ، المجبورۃ، العذراء، المرحومہ۔

روایت ہے کہ اللہ کے اس فرمان۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ (بنی اسرائیل) ''اور دعا مانگا کیجئے کہ اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔''

میں مُدْخَلَ صِدْقٍ سے مراد مدینہ طیبہ اور مُدْخَلَ صِدْقٍ سے مراد مکہ معظمہ اور سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا سے مراد انصار ہیں۔

Marfat.com

وَاِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا یَتْرُکُوْنَ مُفْرَحًا بَیْنَھُمْ اَنْ یَعْطُوْہُ بِالْمَعْرُوْفِ فِیْ فِدَاءٍ اَوْ عَقْلٍ۔ اور مؤمنین کسی مؤمن کو مقروض یا زیر بار دیکھ کر ویسے ہی نہیں چھوڑ دیں گے بلکہ وہ اس کے لئے خون بہا یا فدیہ کی ادائیگی کے لئے اس کی مدد کریں گے۔ ابن ہشام کہتے ہیں "اَلْمُفْرَحْ" اس شخص کو کہتے ہیں جو مقروض اور کثیر العیال ہو۔ شاعر کہتا ہے۔

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَبْرَحْ تُؤَدِّیْ اَمَانَۃً وَ تَحْمِلُ اُخْرٰی اَفْرَحَتْکَ الْوَدَائِعُ

"جب تو امانیں ادا کرتا رہے گا اور دوسروں کا بوجھ برداشت کرتا رہے گا تو یہ امانتیں تجھے زیر بار کر دیں گی" اور کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے حلیف سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں کرے گا۔ مسلمانوں میں سے جس نے بغاوت کی یا ظلم، گناہ، مسلمانوں کے مابین فساد یا عداوت کا مرتکب ہوا تو تمام مسلمان اس کے خلاف متحد ہو جائیں گے اور تمام مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ خواہ وہ باغی یا سرکش ان میں سے کسی کا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے کسی مسلمان کو قتل نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ مؤمن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے

رِبْعَاتِھِمْ

ابو عبید نے ابن بکیر سے وہ عقیل بن خالد سے اور انہوں نے امام زہری سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن صالح سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے یعنی "رِبَاعَتِھِمْ" باء کے بعد الف ہے ابو عبید کہتے ہیں، کہا جاتا ہے فُلَانٌ عَلٰی رِبَاعَۃِ قَوْمِہٖ۔ فلاں اپنی قوم کا راہ نما اور نقیب ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، قیاس کا تقاضا ہے کہ "رِبْعَاتِھِمْ" کی راء کے نیچے کسرہ ہی ہو کیونکہ یہ "وِلَایَۃٌ" کے معنی میں ہے اگر "رِبَاعَۃٌ" کو مصدر بنایا جائے تو "راء" پر فتح کا تقاضا ہوتا ہے یعنی ان سرداروں پر لازم ہے کہ وہ سابقہ دستور کے مطابق خون بہا لیں۔ مَعَاقِلَ مُعْقَلَۃ کی جمع ہے یہ عَقْل سے ہے اس کا معنی دیت ہے۔

اَلَّا یُتْرَکَ مُفْرَحٌ

ابن ہشام نے اس کی وہی شرح کی ہے جو ابو عبید نے کی ہے وہ شخص جس کو قرض نے زیر بار کر دیا ہو۔ ابو عبید نے بھی اسی شعر سے دلیل لی ہے جس سے ابن ہشام نے لی ہے، ممکن ہے اس شعر میں اَفْرَحَتْکَ، اَثْقَلَتْکَ کے معنی میں افعال سلب سے ہو یعنی سَلَبَتْکَ الْفَرَحَ کہا جاتا ہے۔ اَقْسَطَ الرَّجُلُ یعنی اس نے عدل وانصاف نہ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ فاء، باء سے تبدیل شدہ ہو اور یہ اَلْبَرْحُ سے

Marfat.com

گا۔ اللہ تعالیٰ کا ذمہ ایک ہے مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے خلاف مسلمان باہم معاون و مددگار ہیں، یہودیوں میں سے جس نے ہماری اتباع کی اس کے لئے بھی نصرت و مساوات ہوگی نہ ان پر ظلم ہوگا نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔ مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔ مسلمان راہِ خدا میں جہاد میں کسی مؤمن کو چھوڑ کر کسی دوسرے شخص سے صلح نہیں کرے گا۔ مگر جب کہ تمام مسلمان اس صلح میں شریک ہوں وہ گروہ جو ہمارے ساتھ مل کر نبرد آزما ہوں گے وہ ایک دوسرے کے پیچھے ہوں گے۔ مسلمان اس اذیت میں برابر ہوں گے جو راہِ خدا میں ان کے خون کو پہنچے گی۔ متقی مؤمن شاہراہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر ہیں۔ کوئی مشرک قریش کے مال اور جان کو پناہ نہ دے گا اور مؤمن کے لئے اس کو قتل کرنے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے گا اور اس کے قتل کے گواہ بھی مل جائیں گے تو اس سے قصاص لیا جائے گا، الا یہ کہ مقتول کا ولی خون بہا پر رضامند ہو جائے۔ تمام مسلمان مل کر اس کے خلاف ہوں گے اور اس کے خلاف اٹھنے کے علاوہ مسلمانوں کے پاس اور کوئی چارۂ کار نہیں۔ جن مسلمانوں نے اس صحیفہ میں مکتوب دستور کا اقرار کر لیا، اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لے آیا اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی فتنہ باز کی مدد کرے اور نہ ہی اسے پناہ دے جس نے کسی فتنہ گر کو پناہ دی یا اس کی مدد کی تو روزِ حشر اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب ہوگا۔ اس سے کوئی عوض یا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو گیا تو رجوع اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہوگا، یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر معرکہ آزما ہوں گے وہ خرچہ بھی کریں گے۔ بنو عوف کے یہودی مسلمانوں کے خلاف ایک سیاسی وحدت ہوں گے۔ یہودی اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر رہیں گے۔ ان کے حلیف اور ان کی جانیں محفوظ ہوں گی۔ اِلاَّ مَنْ ظَلَمَ وَ اَثِمَ فَاِنَّهٗ لَا يُوْتِغُ اِلاَّ نَفْسَهٗ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ۔ مگر جس نے ظلم کیا اور گناہ کا مرتکب ہوا تو وہ اپنے نفس اور اپنے اہل خانہ کو ہی ہلاکت میں ڈالے گا۔ بنو نجار کے

مشتق ہو، برح کا معنی شدت ہے مثلاً کہا جاتا ہے، لَقِيْتُ مِنْ فُلَانٍ بَرْحًا۔ فلاں سے مجھے شدت کا سامنا کرنا پڑا۔ ابو عبید نے ایک روایت بھی لکھی ہے کہ یہ مُفْرَج ہو۔ اس کے کئی معنی ہیں۔ ۱۔ وہ شخص جس کا دیوان نہ ہو۔ ۲۔ وہ شخص جو دو شہروں کے مابین قتل ہوا اور یہ فیصلہ نہ ہو سکے کہ اس کا قاتل کون ہے ۳۔ یہ مُفْرَح کے معنی میں ہے یعنی وہ شخص جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور قرض نے اس کی کمر توڑ دی ہو پھر بیت المال سے اس کا قرض ادا کیا جائے۔

Marfat.com

یہودیوں کو وہی حقوق ملیں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ بنو ساعدہ کے یہودیوں کو وہی حقوق ملیں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ بنو جشم کے یہودی بھی وہی حقوق حاصل کریں گے جو حقوق بنی عوف کے یہودی لیں گے۔ بنو اوس کے یہودی بھی وہی حقوق لیں گے جو بنی عوف کے یہودی لیں گے۔ بنو ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے مگر جو ظلم کرے گا یا ارتکاب گناہ کرے گا اس کا وبال اس کی ذات پر اور اس کے اہل خانہ پر ہی ہوگا۔ بنو ثعلبہ کی شاخ جفنہ کو وہی حقوق ملیں گے جو بنو ثعلبہ کو حاصل ہوں گے۔ بنو شطیبہ کو بھی وہی حقوق ملیں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے بشرطیکہ گناہ کا ارتکاب نہ ہو عمدہ اعمال سر انجام ہوں۔ ثعلبہ کے حلیفوں کو بھی بنو ثعلبہ جیسے حقوق ملیں گے اور تمام یہود کی شاخوں کو بھی یہودیوں جیسے ہی حقوق حاصل ہوں گے۔ حضور اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر ان میں سے کوئی بھی جنگ کے لئے نہیں نکلے گا۔ زخم کا بدلہ لینے سے نہیں روکا جائے گا۔ جس نے خونریزی کی اس کی جوابدہی اس پر اور اس کے اہل خانہ پر ہوگی مگر جس پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ یہودیوں کے ذمہ ان کا نفقہ اور مسلمانوں کے ذمہ ان کا نفقہ ہے، جو یہ معاہدہ کرنے والوں کے خلاف جنگ کرے گا تو اس معاہدہ کو قبول کرنے والے ایک دوسرے کی مدد کریں گے ان کے مابین خلوص اور خیر خواہی کے جذبات ہوں گے، حسن سلوک ہوگا برا رویہ نہ ہوگا۔ کسی شخص کو اس کے حلیف کے گناہ کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا اور مظلوم کی دادرسی کی جائے گی۔ یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس وقت تک خرچہ برداشت کریں گے جب تک وہ ان کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ یہ معاہدہ کرنے والوں کے لئے مدینہ طیبہ کا میدان قابل احترام ہوگا۔ پناہ دینے والا پناہ لینے والے کی مانند ہوگا نہ اسے کوئی نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ہی وہ گناہ کرے گا۔ کسی عورت کو اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی، اس معاہدہ کو قبول کرنے والوں کے مابین اگر

وَلَا يُوْتِغُ اِلَّا نَفْسَهٗ

وہ اپنے ہی نفس کو ہلاک کرے گا۔ کہا جاتا ہے۔ وَتَغَ الرَّجُلُ وَ اَوْتَغَهٗ غَيْرُهٗ۔ انسان ہلاک ہو گیا اور دوسرے نے اسے ہلاک کر دیا۔ یُبِیْئُ بواء سے مشتق ہے اس کا معنی مساوات ہے جب حارث بن عباد کا بیٹا قتل ہوا تو مہلہل نے کہا بُؤْ بِشِسْعِ نَعْلِ كُلَيْبٍ۔ اِنَّ الْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ۔ یعنی نیکی اور وفاء کو چاہئے کہ وہ گناہ کے لئے رکاوٹ بنیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی اَتْقٰی مَا فِیْ هٰذِهٖ

Marfat.com

کوئی جھگڑا یا فتنہ رونما ہو جس سے فساد بھڑکنے کا اندیشہ ہو تو رجوع اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی طرف ہوگا۔ اللہ رب العزت کو اس معاہدہ سے زیادہ احتیاط اور وفاء پسند ہے۔ نہ تو قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ ہی ان کے معاون و مددگار کو۔ جو شخص مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوگا تمام اہل معاہدہ اس کا دفاع کریں گے۔ جب انہیں صلح کرنے اور مصاحبت کرنے کی دعوت دی جائے تو وہ صلح اور مصاحبت اختیار کریں گے۔ مسلمانوں کے لئے بھی ایسی دعوت کو قبول کرنا لازم ہوگا مگر اگر جنگ دین کے متعلق ہو تو پھر ان پر یہ شرط لازم نہ ہوگی۔ ہر فریق کے ذمہ اسی حصہ کا دفاع ہوگا جو اس کے سامنے ہوگا۔ اوس اور خزرج کے یہودیوں کو اور ان کے حلیفوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس معاہدہ کو کرنے والوں کو حاصل ہوں گے مگر خلوص اور وفاداری شرط ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں نیکی اور وفا گناہ کرنے سے آڑ ہوگی۔ گناہ کرنے والے کا وبال اس کے نفس پر ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سچائی اور وفاداری پر گواہ ہے جو کچھ اس صحیفہ میں مرقوم ہے۔ یہ تحریر نامہ کسی ظالم یا گناہ گار کے لئے کوئی پناہ پیدا نہیں کرتا۔ جو شخص باہر نکلے گا وہ بھی امن میں اور جو مدینہ طیبہ میں بیٹھے گا وہ بھی امن میں ہوگا، مگر ظالم اور گناہ گار اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ جو شخص وفا کرتا ہے تقویٰ شعار بنتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حامی ہے، محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''۔

مہاجرین وانصار کے مابین مؤاخات

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضور ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا۔'' اللہ کی محبت میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ

الصَّحِيفَةِ وَاَبَرَّهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا مؤمن گروہ اس معاہدہ پر راضی ہیں۔ ابوعبیدہ کتاب الاموال میں رقم طراز ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ عہد نامہ جزیہ کے فرض ہونے سے قبل تحریر فرمایا تھا اس وقت اسلام کمزور تھا اس وقت اگر یہودی مسلمانوں کے ساتھ جنگ لڑتے تو انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ ملتا جس طرح اس معاہدہ میں طے پایا گیا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے مابین مواخات

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو حضور ﷺ نے ان کے مابین رشتۂ اخوت قائم فرمایا تا کہ ان کا خوف اجنبیت ختم ہو جائے۔ اہل وعیال اور قبیلہ

Marfat.com

آپ ﷺ کی طرف سے وہ بات کہیں جو آپ ﷺ نے نہ کی ہو، آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول معظم، سید المرسلین، امام المتقین رسول رب العالمین ﷺ جن کی عالمین میں کوئی نظر یا مثال نہیں، حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بھائی بن گئے۔ شیر خدا، اسد رسول اللہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور غلام مصطفیٰ ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بن گئے۔ غزوۂ احد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ہی وصیت کی تھی۔ حضرت جعفر طیار، ذوالجناحین رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (بنو سلمہ سے) بھائی بھائی بن گئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں ان ایام میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ میں تشریف فرما تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما اور حضرت خارجہ بن زہیر رضی اللہ عنہ (ان کا تعلق بنو بلحارث بن الخزرج سے تھا) رشتہ اخوت میں پروئے گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ (ان کا تعلق بنو سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج سے تھا) بھائی بھائی تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن جراح (عامر بن عبداللہ) حضرت سعد بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہ (ان کا تعلق بنو عبد الاشہل سے تھا) بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ربیع (ان کا تعلق بنو بلحارث بن خزرج سے تھا) رضی اللہ عنہ اخوت کی لڑی میں پروئے گئے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سلامہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ (بنو عبد الاشہل سے تھے) بھائی بھائی بن گئے۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

سے جدائی کا زخم مندمل ہو سکے اور وہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار ثابت ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و توقیر سے نوازا۔ متفرق امور ایک جگہ جمع ہو گئے اور پردیس کی وحشت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ (انفال: ۷۵)
''اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں کتاب اللہ کی رو سے''۔

یہ آیت میراث کے بارے میں نازل ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مؤمنین کو بھائی بھائی بنا دیا، ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات: ۱۰) ''بے شک اہل ایمان بھائی بھائی ہیں''۔ ابن اسحاق نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، اور حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کے مابین مؤاخات کا ذکر کیا ہے مگر امام واقدی نے اس کا انکار کیا ہے۔

Marfat.com

اور حضرت عبداللہ بن مسعود (بنو زہرہ کے حلیف) رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بنے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت اوس بن ثابت بن منذر (ان کا تعلق بنونجار سے تھا) رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (ان کا تعلق بنوسلمہ سے تھا) بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (بنونجار سے تھے) بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ (بنونجار سے تھے) بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشر بن وقش بن (بنوعبدالاشہل سے تھے) رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما (بنو مخزوم کے حلیف) اور حضرت حذیفہ بن یمان (بنوعبدعبس سے تعلق تھا) رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بن گئے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ کے خطیب) اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت ابوذر بریر بن جنادہ غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت منذر بن عمرو (بنوساعدہ بن کعب خزرج سے تعلق تھا) بھائی بھائی بن گئے۔

ابن ہشام کہتے ہیں میں نے کئی علماء سے سنا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن جنادۃ تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ (بنواسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف) اور حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ (ان کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا) بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء عویمر بن ثعلبہ (ان کا تعلق بنوبلحارث سے تھا) بھائی بھائی بن گئے۔ ابن ہشام نے انہیں عویمر بن عامر اور انہیں عویمر بن زید بھی کہا ہے۔ مؤذنِ رسول (ﷺ) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمی

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا نسب

حضرت ابودرداء کا نام عویمر بن عامر تھا۔ دوسرے قول کے مطابق وہ عویمر بن زید بن ثعلبہ تھے۔ عویمر بن مالک بن ثعلبہ بن عمرو بن قیس بن امیہ بھی نام بتایا جاتا ہے۔ ان کا تعلق بنوبلحارث سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام تحبۃ بنت وقد بن عمرو بن اطنابہ تھا۔ ان کی زوجہ محترمہ کا نام خیرہ بنت ابی حدرد تھا۔ ایک ام درداء صغریٰ بھی تھیں ان کا نام ''جمانہ'' تھا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ۳۲ھ میں وفات پائی۔ دوسرے قول کے مطابق وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

(ان کا تعلق فزع سے تھا) رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بن گئے۔ ہمیں انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام معلوم ہوئے ہیں جن کے درمیان حضور ﷺ نے رشتۂ اخوت قائم فرمایا تھا

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر کیے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام کی طرف تشریف لے جا چکے تھے اور وہاں جہاد میں مصروف تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا "آپ کا وظیفہ کس کے ساتھ ملایا جائے؟" انہوں نے جواب دیا "حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ وہ اخوت جو نبی محترم ﷺ نے ہمارے مابین فرمائی تھی اس کی پاسداری کرتے ہوئے میں ان سے کبھی بھی جدا نہ ہوں گا"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا دیا۔ اہل حبشہ کا وظیفہ بنو خثعم کے ساتھ ملایا گیا کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مکان وہیں تھا اور وہ آج تک سرزمین شام میں بنو خثعم میں ہی ہے۔

حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ کا وصال

جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی تو حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا وہ ذبحہ (خناق) یا شھقہ (کالی کھانسی) میں مبتلا تھے۔ ابن اسحاق نے یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا (حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کا وصال یہودیوں اور منافقین کے لئے بہت برا تھا انہوں نے کہا "اگر یہ نبی ہوتے تو ان کا یہ صحابی انتقال نہ کرتا"۔ حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف اپنی ذات کے

فزع کا نسب

ابن اسحاق نے حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بنو فزع سے بتایا ہے اور فزع کا نسب بیان نہیں کیا۔ اہل نسب کے نزدیک فزع سے ابن شہران بن عفرس بن حلف بن افتل مراد ہے۔ افتل ہی خثعم ہے۔ اس کتاب کے آغاز میں گزر چکا ہے کہ اس کا نام خثعم کیوں پڑا۔ یہ انمار کا بیٹا تھا۔ انمار کے بعد ان کے نسب میں جو اختلاف ہے وہ گزر چکا ہے۔ یہ فزع، زاء کے فتح سے ہے، فزع "زاء" کے سکون کے ساتھ فزع بن عبداللہ بن ربیعہ بن جندل ہے اسی طرح بنو خزاعہ میں بھی فزع تھا اسی طرح بنو کلب میں بھی ایک فزع تھا، (ابن حبیب) دارقطنی کہتے ہیں۔ الفزع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے راویوں کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ زاء کے فتح کے ساتھ ہے

Marfat.com

لئے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

بنونجار کا شرف

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت اسعد بن زرارہ کا وصال ہو گیا تو بنونجار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے حضرت اسعد رضی اللہ عنہ ان کے نقیب تھے انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ ہم میں بڑی حیثیت کے مالک تھے۔ آپ ﷺ ہم میں سے ایک ایسے شخص کا تقرر فرما دیں جو ان کی طرح امور کو سرانجام دیا کرے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "تم میرے ماموں ہو، میں تمہارے امور کی نگرانی کروں گا اور میں ہی تمہارا نقیب ہوں گا"۔ حضور ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ وہ کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو مخصوص فرمائیں یہ وہ شرف تھا جسے بنونجار اپنی قوم کے سامنے فخر سے بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ ان کے نقیب تھے۔

انہوں نے وہ حدیث روایت کی ہے جس میں حضور ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی سزا کا ذکر ہے۔ روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال حضور ﷺ نے حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا باندھ کر دیا اور حکم دیا کہ وہ اعلان کریں جو شخص حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا وہ محفوظ ہوگا۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ

ابن اسحاق نے حضرت حاطب اور حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہما کی مواخات کا ذکر کیا ہے انہوں نے حضرت حاطب کو بنو اسد کا حلیف کہا ہے۔ ایک اور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ وہ عبید اللہ بن حمید بن زہیر بن اسد بن عبد العزیٰ کے غلام تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق بنومذحج سے تھا مگر مشہور یہ ہے کہ ان کا تعلق بنولخم بن عدی سے تھا۔ ابو بلتعہ کا نام عمرو بن اشد بن معاذ تھا۔ بلتعہ اہل عرب کے اس قول سے مشتق ہے۔ تَبَلْتَعَ الرَّجُلُ (آدمی نے مذاق کیا)۔

Marfat.com

اذان کا آغاز

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں مطمئن ہو گئے آپ ﷺ کے مہاجر بھائی بھی وہاں جمع ہو گئے، انصار بھی شیرازہ بند ہو گئے۔ اسلام کی بنیادیں بھی مستحکم ہو گئیں تو نماز کی ادائیگی پر سکون انداز سے ہونے لگی۔ زکوٰۃ اور روزے فرض ہوئے۔ حدود قائم ہوئیں حرام و حلال کے احکامات نازل ہوئے۔ اسلام کا اجالا پھیلنے لگا۔ انصار کے شہر کو دارِ ہجرت بننے کا شرف مل گیا اور ایمان ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلائے بغیر ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جاتے۔ حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ نماز کے وقت اس طرح بگل بجایا جائے جس طرح یہود نماز کے وقت کے لئے بگل بجاتے ہیں، پھر

اذان کی ابتداء

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے مگر اکثر اہل نسب نے زید بن عبدربہ کہا ہے، ثعلبہ زید کا بھائی تھا۔

جب حضور نبی محترم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو بعض نے کہا ''نصاریٰ کی طرح ناقوس بجایا جائے'' بعض نے کہا'' یہودیوں کی طرح بگل بجایا جائے''۔ دیگر سیرت نگاروں نے ''شبور'' کا ذکر بھی کیا ہے، اصمعی نے مفضل سے ایک شعر کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ لَوْ نَصَخْتَ فِي الشَّبُّوْرِ مَا نَفَعَكَ تَكَلَّمْ كَلَامَ النَّبْلِ وَ اَصَبَ۔ بعض نے ''قنع'' کا ذکر بھی کیا ہے بعض نے اسے ''قبع'' کہا ہے مگر ''قنع'' زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ اَقْنَعَ صَوْتَهُ سے مشتق ہے یعنی اس نے آواز بلند کی۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا'' ہم آگ جلا کر بلند کریں گے جب لوگ اسے دیکھیں گے تو وہ نماز کے لئے آجائیں گے''۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم ایک شخص کو بھیجیں گے جو نماز کا اعلان کرے گا۔ ابھی مشاورت جاری تھی کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وہ خواب دیکھا جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے جب انہوں نے حضور ﷺ کو یہ خواب بتایا اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ یہ کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو تو انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! ﷺ میں نے یہ کلمات خواب میں سنے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ میں ہی اذان کہوں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' حضرت بلال اذان دیں گے اور تم اقامت کہو گے''۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے یہ ناپسند فرمایا اور ناقوس کا حکم دیا تا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے بلایا جائے۔ ناقوس تیار کرنے کا اہتمام ہونے لگا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی مشاورت ہی کر رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ (بلحارث بن خزرج سے) نے خواب میں اذان سنی۔ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! ﷺ آج رات خواب میں ایک شخص میرے پاس سے گزرا اس نے دو سبز کپڑے زیب تن کر رکھے تھے اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا

اس حدیث مبارک میں ایک مسئلہ یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص اذان دے تو دوسرا اقامت کہہ سکتا ہے۔ یہ حدیث حضرت زیاد بن عبداللہ صدائی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض ہے جس میں حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ مَنْ اَذَّنَ فَھُوَ اَحَقُّ اَنْ یُقِیْمَ جو اذان دے وہ ہی اقامت کہنے کا زیادہ مستحق ہے۔ اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ہے یہ ضعیف ہے۔ پہلا نقطہ نظر درست ہے۔

انصار کا خیال ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تو وہ بیمار تھے۔ اگر وہ مریض نہ ہوتے تو حضور ﷺ ضرور انہیں اذان کا حکم دیتے۔ اذان مسلمانوں میں سے ایک شخص کو نیند میں کیوں سکھائی گئی'' ۔ دیگر عبادات اور احکام شرعیہ کی طرح اس کی وحی نبی اکرم ﷺ پر کیوں نہ ہوئی؟ حضور ﷺ نے فرمایا ''اِنَّھَا لَرُؤْیَا حَقٌّ۔ یہ سچا خواب ہے''۔ پھر اذان کی بنیاد اسی خواب پر رکھی گئی۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی تھی یا نہیں؟ اس حدیث میں تو کوئی نہیں دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان وحی کی وجہ سے تھا۔ حضور ﷺ نے اذان کیوں نہ دی۔ کیا ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی آپ ﷺ نے اذان دی یا نہیں؟

علماء نے اس میں بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں، اذان کو ایک مؤمن کے خواب کے ساتھ مختص کرنے میں وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے شب معراج ساتوں آسمانوں کے اوپر اذان سنی تھی، یہ وحی سے قوی تر ہے۔ جب مدینہ طیبہ آمد تک اذان کی فرضیت متاخر ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لوگوں کو نماز کے اوقات کے متعلق بتانے کا ارادہ کیا تو وحی میں توقف رہا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھ لیا۔ وہ خواب اس اذان سے بالکل موافقت رکھتا تھا جسے حضور ﷺ نے آسمانوں کے اوپر سنا تھا اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا، ان شاء اللہ یہ سچا خواب ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کو

Marfat.com

میں نے اس سے کہا "اے اللہ کے بندے! کیا تو یہ ناقوس بیچے گا؟" اس نے پوچھا "تم یہ لے کر کیا کرو گے" میں نے کہا۔ ہم اس سے نماز کے لئے بلایا کریں گے، اس نے کہا تمہاری راہ

اللہ تعالیٰ کی منشاء معلوم ہوئی کہ اس نے آسمانوں کے اوپر اذان کیوں سنائی تھی تاکہ وہ زمین میں سنت ہو جائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خواب میں اذان سن لی جس سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے خواب کو تقویت ملی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری تھا۔

حکمت الٰہیہ کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اذان حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور مؤمن کی زبان سے جاری ہو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے عبد کامل کی تعظیم تھی اور اس کے ذکر کی رفعت تھی اور عظمت و رفعت کا اعلان اگر دوسرے لوگ کریں تو اس سے شان کا اظہار زیادہ ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (انشراح) "اور ہم نے بلند کر دیا آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو"۔ یہ بھی رفعت ذکر کی ایک عظیم صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے کی زبان پر آپ ﷺ کی تعریف جاری کی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث مبارک کو کس نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ اذان کا مشاہدہ ساتویں آسمان کے اوپر کرایا گیا ہم اسے جواب دیں گے کہ یہ حدیث مسند ابی بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار میں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ ان کے ہمراہ براق تھا جب حضور ﷺ اس براق پر سوار ہونے لگے تو وہ مچلنے لگا۔ حضرت جبرائیل نے اس سے کہا پرسکون ہو جا اللہ کی قسم! آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو بارگاہ ربوبیت میں محمد عربی ﷺ سے زیادہ معزز و محترم ہو۔ حضور ﷺ براق پر سوار ہو گئے وہ حضور ﷺ کو لے کر وہاں پہنچا جہاں صرف ایک حجاب تھا۔ حضور ﷺ وہاں تشریف فرما تھے کہ حجاب سے ایک فرشتہ نکلا حضور ﷺ نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ قرب خداوندی مجھے حاصل ہے میں نے آج پہلی مرتبہ اس فرشتے کو دیکھا ہے اس فرشتے نے کہا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، پردے کے پیچھے سے اسے جواب دیا گیا "میرے بندے نے سچ کہا ہے میں ہی سب سے بڑا ہوں میں ہی سب سے بڑا ہوں" پھر فرشتے نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی "میرے بندے نے سچ کہا ہے میں ہی معبود ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں"۔ فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پردے کے پیچھے سے کہا گیا "میرے بندے نے سچ کہا ہے میں نے ہی محمد عربی ﷺ کو مبعوث کیا ہے" فرشتے نے کہا

Marfat.com

نمائی اس سے بہتر چیز کی طرف نہ کروں میں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا "کہو اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ پھر اس نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی "اَنَا اَکْبَرُ، اَنَا اَکْبَرُ میں ہی بڑا ہوں، میں ہی بڑا ہوں" پھر فرشتے نے کہا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پردے کے پیچھے سے کہا گیا "میرے بندے نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر فرشتے نے حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑا اور آپ ﷺ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا، آپ ﷺ نے تمام اہل آسمان کو امامت کرائی ان میں حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما بھی موجود تھے۔ ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں "اس روز اللہ تعالیٰ نے تمام اہل آسمان اور اہل زمین پر حضور ﷺ کی فضیلت کو مکمل کر دیا"۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ حدیث مبارک صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ شب معراج کی دیگر احادیث اس کی تائید بھی کرتی ہیں اور اس کے ساتھ مشابہت بھی رکھتی ہیں اور اسراء کی حدیث نماز کے تمام اسرار نہاں کو عیاں کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو جو بندے کی رب کے ساتھ مناجات ہے زمین پر فرض نہ کیا بلکہ حضرۃ الٰہیۃ میں اسے فرض کیا گیا۔ بیت المعمور کے پاس یہ فرض ہوئی ہم نے اس کی کچھ وضاحت پہلے کر دی ہے۔ اگر اس کے ساتھ وہ حدیث بھی ملا لی جائے جسے امام بزار نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے اور جس کا تذکرہ ابھی ہوا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ روایت ہے کہ شب معراج حضور ﷺ ایسے ملائکہ کے پاس سے گزرے جو قیام میں تھے۔ کچھ ملائکہ کے پاس سے گزرے وہ رکوع میں تھے اور بعض سجدہ اور بعض قعدہ میں تھے، تمام اللہ تعالیٰ کیلئے نماز ادا کر رہے تھے۔ حضور ﷺ پر فرض کردہ نماز میں تمام احوال کو جمع کر دیا گیا، جب آپ ﷺ مقام "دَنَا فَتَدَلّٰی" پر پہنچے تو الہام ہوا کہ یوں عرض کریں۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔ ملائکہ نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ حضور ﷺ نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ ملائکہ نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ تشہد میں یہ تمام کلمات جمع کر دیئے گئے۔ ذرا غور و فکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح حضور ﷺ اور امت محمدیہ پر مشروع فرمایا کہ وہ شب و روز میں نو مرتبہ پانچوں نماز میں نو قعدوں میں "التحیات" کے بعد یہ کہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ وہ بارگاہ ربوبیت سے خود بھی مبارک اور پاکیزہ سلام لیتے ہیں اور دوسرے لوگوں پر بھی سلام بھیجتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔

Marfat.com

عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ،لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو یہ خواب سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا "ان شاءاللہ! یہ ایک سچا خواب ہے بلال کو اذان کے کلمات سکھا دو وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں" جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اسے سن لیا وہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے لئے تیزی سے گھر سے

فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ "تو سلامتی کی دعا دو اپنوں کو وہ دعا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے"۔ اسی لئے شاید حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ "اَلطَّيِّبَاتُ الْمُبَارَكَاتُ"۔ ذرا غور کرو کہ کس طرح نو مرتبہ سلام کیا اور لیا جاتا ہے۔ ساتوں آسمانوں کے ملائکہ کو یہ سلام کرتے ہیں وہ بھی سلام کا جواب دیتے ہیں، اسی طرح کرسی اور عرش کے ملائکہ بھی انہیں سلام کا جواب دیتے ہیں یہ بھی تعداد نو ہوگئی اس طرح تشہد کو نماز میں اتنی ہی مرتبہ رکھا گیا جتنی مرتبہ ایک بندہ سلام کرتا ہے اور اسے سلام کا جواب دیا جاتا ہے، یہ تمام بارگاہِ ربوبیت کی طرف سے مبارک "تحیات" ہیں، ہم نے یہ تمام نکات سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ کی شرح میں رقم کر دیئے ہیں، جن کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اگر انہیں دوسرے نکات سے ملایا جائے تو نماز کے اسرار پنہاں اور فوائد جلیلہ عیاں ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شب معراج کی احادیث میں بہت سے اسرار ہیں۔ اسی طرح اذان میں بھی بہت سے لطیف معانی اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ تکبیر سے اذان کا آغاز اور اسی سے اس کا اختتام کرنے میں حکمت اور اس کے تکرار میں بھی حکمت ہے۔ اذان کے آغاز میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اختتام میں صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ذکر کرنے میں حکمت ہے۔ ان تمام میں اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی حکمتیں پوشیدہ ہیں جو سینوں کو ہیبت اور دلوں کو نورِ محبت سے بھر دیتی ہیں، اسی طرح نماز کے شفع اور وتر میں اس کے ارکان میں تکبیر، آغاز میں رفع یدین، بیت اللہ کی طرف منہ کرنے اور اس کے لئے وضوء کرنے میں ایسی حکمتیں اور لطیف معانی ہیں جو سینے کی ٹھنڈک میں اضافہ کرتے ہیں، وہ چشم بصیرت کو ضیاء اور نور کا سرمہ لگاتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم اس میں فلسفیوں کی طرح یا بدعتیوں کی طرح کوئی رائے قائم کریں۔ یا ایسی رائے قائم کریں جو دلیل شرعی کے بغیر ہو بلکہ یہ تو ایسے اسرار ہیں جن کے متعلق کتاب و سنت اور شریعت میں اشارات ملتے ہیں وہ ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء) "اور (اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ غیر اللہ کی

Marfat.com

نکلے ان کی چادر نیچے گھسٹتی جا رہی تھی۔ وہ عرض کناں تھے، "یارسول اللہ! ﷺ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں نے بھی اسی قسم کا خواب دیکھا ہے حضور ﷺ نے فرمایا، "لِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذَالِكَ"۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابن جریج نے کہا ہے کہ مجھے حضرت عطاء نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں "میں نے حضرت عبید بن عمیر سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز کے لئے جمع ہونے کے لئے "ناقوس" کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناقوس کے لئے لکڑیاں خریدنا ہی چاہتے تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا کسی کہنے والے نے ان سے کہا۔ "ناقوس بجانے کا مشورہ نہ کرو بلکہ نماز کے لئے اذان دیا کرو"۔ حضور ﷺ کو اپنا خواب بیان کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے لیکن اس وقت اذان کے متعلق وحی نازل ہو چکی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے رہے تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اپنا خواب عرض کیا تو آپ ﷺ نے

طرف سے (بھیجا گیا) ہوتا تو ضرور پاتے اس میں اختلاف کثیر"۔ لیکن ہم نے ایسے اسرار کو بیان کرنے سے خود ہی اعراض کیا ہے کیونکہ ہمارا ایک اور مقصود ہے جسے ہم نے کتاب کے آغاز میں ذکر کر دیا ہے، ہم نے وہاں قاری سے وعدہ کیا تھا کہ ہم مشکل الفاظ کی شرح، نسبوں کی تفصیل اور آداب کے متعلق لکھیں گے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (یوسف: ۱۸) "اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا"۔

ابن اسحاق کی روایت سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب اور اس کی کیفیت معلوم ہو گئی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس طرح اذان سنی اس کی کیفیت معلوم نہ ہو سکی۔ صرف اسی قدر تذکرہ ملتا ہے کہ میں نے بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرح خواب دیکھا لیکن مسند حارث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ حارث بن ابی اسامہ نے اپنی سند میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "سب سے پہلے آسمان دنیا پر حضرت جبرائیل نے اذان دی، حضرت عمر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما نے اسے سنا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پہلے بارگاہِ رسالت میں پہنچ گئے اور اس کے متعلق عرض کی حضور ﷺ نے حضرت بلال سے کہا "تم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سبقت لے گئے ہیں"۔

اس حدیث مبارک کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اذان عالم بیداری میں سنی اس طرح حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی نیند اور بیداری کے مابین تھے وہ کہتے تھے اگر میں چاہوں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں بیداری کے عالم میں تھا۔

Marfat.com

ان سے فرمایا اس مسئلہ میں وحی تم سے سبقت لے گئی ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے حضرت عروہ بن زبیر سے اور وہ بنو نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں، وہ خاتون کہتی ہیں "میرا گھر ان تمام گھروں سے بلند تھا جو مسجد نبوی کے گردونواح میں تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر صبح اذان اسی کی چھت پر کھڑے ہو کر دیتے تھے۔ وہ سحری کے وقت آتے چھت پر بیٹھ کر فجر کا انتظار کرتے۔ جب فجر کو پھیلتے ہوئے دیکھتے تو کہتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُكَ وَاسْتَعِیْنُكَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُقِیْمُوْا عَلٰی دِیْنِكَ۔ مولا! میں تیری حمد و ثنا کرتا ہوں قریش کے خلاف تجھ سے مدد کا طلب گار ہوں مگر یہ کہ وہ تیرے دین پر کھڑے ہو جائیں"۔ وہ خاتون فرماتی ہیں، "مجھے یاد نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگنا ایک رات بھی ترک کیا ہو"۔

حضرت ابوقیس بن ابی انس رضی اللہ عنہ

جب نبی محترم ﷺ کو مدینہ طیبہ میں قدرے اطمینان و سکون ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں اپنے دین متین کو غلبہ عطا فرمایا۔ مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) کو وہاں جمع فرما کر حضور ﷺ کو قلبی سکون عطا فرمایا تو ابوقیس صرمہ بن ابی انس (ان کا تعلق بنو عدی بن نجار سے تھا) نے کہا۔

کیا حضور اکرم ﷺ نے کبھی خود اذان دی۔ امام ترمذی نے عمر بن رماح کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے سفر میں اذان دی اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو امامت کرائی وہ اپنی اپنی سواریوں پر ہی رہے آسمان ان کے اوپر اور زمین ان کے نیچے تھی۔

بعض لوگوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے خود اذان دی، دارقطنی نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے مگر انہوں نے عمر بن رماح کا ذکر نہیں کیا، باقی سند اور متن میں موافقت کی ہے، انہوں نے لکھا ہے، فَقَامَ الْمُؤَذِّنُ فَاَذَّنَ۔ مؤذن اٹھا اور اذان دی انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ مؤذن حضور ﷺ تھے۔ متصل حدیث مجمل اور محتمل کے خلاف فیصلہ دے رہی ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوقیس صرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ

ابوانس کا نام قیس بن صرمہ بن مالک بن عدی بن عمرو بن غنم بن عدی بن نجار تھا ان کے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ

Marfat.com

ابن ہشام کہتے ہیں، ابوقیس کا نسب یہ ہے صرمہ بن ابی انس بن صرمہ بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت ابوقیس رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے موٹے کپڑے پہن لئے اور بتوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ جنابت سے غسل کرنے لگے اور حیض والی عورتوں سے دور رہنے لگے۔ پہلے نصرانی ہو جانے کا سوچا لیکن پھر یہ ارادہ ترک کر دیا۔ اپنے ایک کمرہ میں داخل ہو گئے اسے ہی اپنی مسجد بنا لیا، حائضہ اور جنبی کو وہاں جانے کی کوئی اجازت نہ تھی، وہ کہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی عبادت کرتا ہوں۔ انہوں نے بت پرستی کو چھوڑ دیا اور اس سے سخت نفرت کرنے لگے۔ جب تاجدارِ

عَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَٱبْتَغُوا۟ مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ (بقرہ:۱۸۷)

آیت کا پہلا حصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرا حصہ حضرت ابوقیس رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آغازِ اسلام میں رمضان المبارک میں سونے کے بعد عورتوں سے جماع کرنا حرام تھا۔ اسی طرح سونے کے بعد کھانا، پینا بھی حرام تھا۔ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کرنا چاہا، انہوں نے کہا میں سو چکی ہوں" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا "تو جھوٹ بول رہی ہے"، پھر وظیفۂ زوجیت ادا کر دیا۔ حضرت ابوقیس رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے، روزہ رکھا ہوا تھا، تھکاوٹ نے نڈھال کر دیا۔ افطاری سے پہلے ہی سو گئے۔ آپ کی زوجہ کھانا لے کر آئیں تو دیکھا کہ حضرت ابوقیس رضی اللہ عنہ سو چکے تھے ان کی بیوی نے کہا اب آپ کیلئے کھانا پینا حرام ہو چکا ہے۔ انہوں نے اسی طرح رات گزار دی اور صبح پھر اپنے باغ میں کام کرنے چلے گئے۔ وہاں سے حضور ﷺ کا گزر ہوا۔ حضرت ابوقیس پر لاغری اور ناتوانی کے اثرات نمایاں تھے۔ بھوک، پیاس اور تھکاوٹ نے نڈھال کر دیا تھا۔ حضور ﷺ کے استفسار پر انہوں نے ساری داستان بیان کر دی جسے سن کر نبی رحمت ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رات کو کھانے پینے اور جماع کی رخصت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی وجہ سے آیت کا آغاز ان کی حکایت سے ہوا اور فرمایا فَالْـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ (آیت:۱۸۷) پھر حضرت ابوقیس رضی اللہ عنہ کی داستان کے متعلق فرمایا وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟۔ صوفیاء کے بعض سرخیل فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خطاء ہوئی اور اس کے سبب تمام امت پر رحم ہو گیا۔

Marfat.com

مدینہ ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو اسلام قبول کر لیا اور اپنے اسلام کو عمدہ کیا۔ ابوقیس بہت عمر رسیدہ تھے، وہ زمانہ جاہلیت میں اللہ تعالیٰ کے بارے اشعار کہتے تھے۔ وہ اپنے اشعار میں کہتے ہیں:۔

يَقُوْلُ اَبُوْ قَيْسٍ وَاَصْبَحَ غَادِيًا ۔۔۔ أَلَا مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ وَصَاتِيَ فَافْعَلُوْا
فَاُوْصِيْكُمْ بِاللّٰهِ وَالْبِرِّ وَالتُّقٰى ۔۔۔ وَاَعْرَاضِكُمْ وَالْبِرُّ بِاللّٰهِ اَوَّلُ
وَ اِنْ قَوْمُكُمْ سَادُوْا فَلَا تَحْسُدُوْنَهُمْ ۔۔۔ وَ اِنْ كُنْتُمْ اَهْلَ الرِّيَاسَةِ فَاعْدِلُوْا

صبح کے وقت ابوقیس نے کہا "ارے! تم میں جتنی قدرت ہے اتنا ہی میری نصیحتوں پر عمل کر لو۔ میں تمہیں اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے، نیکی اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں نیز اپنی عزتوں کی پاسداری کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیکی کرنا سب سے مقدم ہے۔ تمہاری قوم کے کچھ لوگ سردار بن گئے ہیں ان سے حسد نہ کرو اور اگر تمہیں اقتدار مل جائے تو عدل کرو"۔

وَاِنْ نَزَلَتْ اِحْدَى الدَّوَاهِي بِقَوْمِكُمْ ۔۔۔ فَاَنْفُسَكُمْ دُوْنَ الْعَشِيْرَةِ فَاجْعَلُوْا
وَ اِنْ تَابَ غُرْمٌ فَادِحٌ فَارْفُقُوْهُمْ ۔۔۔ وَ مَا حَمَّلُوْكُمْ فِي الْمُلِمَّاتِ فَاحْمِلُوْا
وَ اِنْ اَنْتُمْ اَمْعَرْتُمْ فَتَعَفَّفُوْا ۔۔۔ وَ اِنْ كَانَ فَضْلُ الْخَيْرِ فِيْكُمْ فَافْضِلُوْا

اگر تمہاری قوم پر ناگہانی آفت آ جائے تو اپنی جانوں کو اپنے قبیلہ پر نثار کر دو۔ اگر بہت

وَالْبِرُّ بِاللّٰهِ اَوَّلُ

اَلْبِرُّ مبتداء ہے اور اَوَّلُ اس کی خبر ہے، ظاہراً احتمال تو یہ ہے کہ اول ظرف ہو اور اَلْبِرُّ کی خبر ہو مگر وہ ظروف جو مبنی برضمہ ہوں ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مبتداء کی خبر ہوں تو اس طرح نہیں کہہ سکتا، اَلصَّلٰوةُ قَبْلُ۔ مگر اَلصَّلٰوةُ قَبْلُ كَذَا کہنا درست ہے، اسی طرح وَالْخُرُوْجُ بَعْدُ کہنا بھی درست نہیں مگر اَلْخُرُوْجُ بَعْدُ كَذَا کہنا درست ہے۔ اس میں ایک دقیق راز ہے۔ ابن جنی نے جس کا سرسری تذکرہ کیا ہے تفصیل نہیں لکھی۔ جوہات ان ظروف کو اس طرح استعمال کرنے سے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ غایات ہیں ان کے عامل افعال وہی ہوتے ہیں جو ان سے پہلے ذکر ہوتے ہیں کیونکہ یہ پہلے افعال کے لئے غایات ہوتے ہیں اگر ان کے ساتھ ایسا فعل نہ ہو جو ان میں عمل کر رہا ہو تو یہ ذکر کردہ شئی کے لئے غایت نہ ہوگا اس میں عامل معنوی ہوگا اور وہ عامل "استقرار" ہے یہ معنوی طور پر کسی دوسری چیز کی طرف مضاف ہے اس کا مضاف الیہ معنوی ہے لفظی نہیں ہے ایک معنوی عامل دوسرے معنوی عامل پر دلالت نہیں کرتا۔ اس پر ظاہری لفظی عامل ہی دلالت کرتا ہے۔ اَوَّلُ پر ضمہ اعراب کی

Marfat.com

بھاری تاوان آ پڑے پھر بھی، ان سے نرمی کرو اور آفات میں وہ جو بھی بوجھ تم پر ڈالیں اسے اٹھا لو۔ اگر تم مفلس ہو جاؤ تو ان سے سوال نہ کرو اور اگر تمہارے پاس مال و دولت ضرورت سے زیادہ ہو تو اسے اپنی قوم پر خرچ کرو۔

ابن ہشام کہتے ہیں، ایک روایت کے مطابق وَاِنْ نَابَ اَمْرٌ فَادِحٌ فَارْفِدُوْهُمْ ہے۔

حضرت ابوقیس کا دوسرا قصیدہ

سَبِّحُوا اللّٰهَ شَرْقَ كُلِّ صَبَاحٍ طَلَعَتْ شَمْسُهُ وَ كُلَّ هِلَالٍ

عَالِمُ السِّرِّ وَالْبَيَانِ لَدَيْنَا لَيْسَ مَا قَالَ رَبُّنَا بِضَلَالٍ

وَ لَهُ الطَّيْرُ تَسْتَرِيْدُ وَ تَأْوِي فِي وُكُوْرٍ مِنْ آمِنَاتِ الْجِبَالِ

ہر روز فجر کے ظہور کے وقت، طلوع آفتاب کے وقت اور چاند کے نکلنے کے وقت اس کی تسبیح بیان کرو، ہمارے نزدیک وہ ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے، ہمارے رب کا فرمان کبھی گمراہی و ضلالت نہیں ہو سکتا، پرندے اسی کے لئے جھکتے ہیں اور وہ پرامن پہاڑوں میں اپنے گھونسلوں میں رہتے ہیں۔

وَلَهُ الْوَحْشُ بِالْفَلَاةِ تَرَاهَا فِي حِقَافٍ وَ فِي ظِلَالِ الرِّمَالِ

حرکت ہے، بناء کی حرکت نہیں اگر کہا جاتا اِبْدَأْ بِالْبِرِّ اَوَّلُ اول پر ضمہ مبنی ہونے کی وجہ سے ہوتا مگر جس نے اس طرح روایت کیا ہے وَالْبِرِّ بِاللّٰهِ اَوَّلُ (بر کی راء پر کسرہ ہے) تو اس صورت میں اول مبنی بر ضمہ ظرف ہے جس میں اُوْصِيْكُمْ عمل کر رہا ہے۔ اَمْعَرْتُمْ کا معنی ہے جب تمہیں فقر و فاقہ کا سامنا کرنا پڑے

سَبِّحُوا اللّٰهَ شَرْقَ كُلِّ صَبَاحٍ

الشرق سے مراد طلوع آفتاب ہے سورج کا ایک نام شرق بھی ہے۔ اسے شَرَقَ بھی پڑھا گیا ہے۔ كُلَّ هِلَالٍ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے یعنی وَقْتَ كُلِّ هِلَالٍ۔ لیکن كُلَّ قَمَرٍ میں اس طرح جائز نہیں کیونکہ اہل عرب "الهِلَالُ" کو کبھی کبھی مصدر کی جگہ پر بھی استعمال کر لیتے ہیں مثلاً "اللَّيْلَةَ الهِلَالُ" اس لئے اس کا ظرف بنانا صحیح ہے کیونکہ مصادر کبھی کبھی ظرف بھی بنتے ہیں۔ اس میں کئی راز ہیں جن کو بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ اگر صباح پر عطف کر کے "كُلِّ هِلَالٍ" پڑھا جاتا تو یہ درست نہ ہوتا کیونکہ "الشَّرْق" جس طرح الصَّبَاح کی طرف مضاف ہوتا ہے اس طرح "الهِلَال" کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

وَلَهُ هَوَّدَتْ يَهُوْدُ وَدَانَتْ كُلَّ دِيْنٍ اِذَا ذَكَرْتَ عُضَالِ
وَلَهُ شَمَّسَ النَّصَارٰی وَ قَامُوْا كُلَّ عِيْدٍ لِرَبِّهِمْ وَاحْتِفَالِ

وہ جانور جنہیں تو جنگلات، ریت کے تودوں اور ٹیلوں کے سایوں میں دیکھتا ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہیں۔ یہودیوں نے اسی کی طرف ہی رجوع کیا ہے اور پوری طرح اس کی اطاعت کی ہے اس کے علاوہ تو جس دین کا بھی ذکر کرے گا وہ مرض لا علاج ہوگا۔ اسی ذات کے لئے عیسائیوں نے دھوپ تاپی اور عید اور ہر محفل میں اپنے رب کے حضور ایستادہ رہے۔

وَلَهُ الرَّاهِبُ الْحَبِيْسُ تَرَاهُ رَهْنَ بُؤْسٍ وَ كَانَ نَاعِمَ بَالِ
يَا بَنِيَّ الْاَرْحَامَ لَا تَقْطَعُوْهَا وَصِلُوْهَا قَصِيْرَةً مِنْ طَوَالِ
وَاتَّقُوْا اللّٰهَ فِيْ ضِعَافِ الْيَتَامٰی رُبَّمَا يُسْتَحَلُّ غَيْرُ الْحَلَالِ

اسی کے لئے تو تارک الدنیا راہب کو دیکھے گا کہ وہ بھوک اور محتاجی میں مبتلا ہے حالانکہ وہ آرام وسکون سے تھا۔ اے میرے بچو! قطع تعلق نہ کرو، صلہ رحمی کرو تمہارے لوگ عظیم خاندان

شَمَّسَ النَّصَارٰی

اس سے شماسۃ کا دین مراد ہے یہ وہ راہب تھے جو اپنے آپ کو دھوپ میں کھڑا رکھتے تھے وہ اپنے گمان کے مطابق اس طرح اپنے نفوس کو عذاب دیتے تھے۔

اَلْاَرْحَامَ کو منصوب پڑھنا بہتر ہے کیونکہ یہ نہی کا مقام ہے۔ ہم نے اپنی دوسری تصنیف میں لکھا ہے کہ رحم الارحام کا مادۂ اشتقاق کیا ہے اور رحم مادر کو رحم اسی لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ماں اپنے بچے پر انتہائی شفیق ہوتی ہے۔ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کی تخلیق کے وقت سے ہی ''ماں'' میں رحم و شفقت کے جذبات رکھے گئے ہیں۔ ہم نے وہاں لکھا ہے کہ حسن سلوک میں تو والدہ کا حصہ زیادہ ہے لیکن میراث میں والد کا حصہ زیادہ ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس میں کئی اسرارِ بدیعہ اور لطیف معانی پوشیدہ ہیں، ہم نے ''کتاب الفرائض'' میں ان کا تذکرہ کر دیا ہے۔

قَصِيْرَةً مِنْ طِوَالِ

اس مختصر سی عبارت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ا۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو ان سے حسن سلوک کرو اگر چہ وہ اس سے قاصر بھی ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے کہا۔ ''تم میں سے سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے''۔ ازواج مطہرات

Marfat.com

سے ہیں۔ کمزور یتیموں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ بعض اوقات اس چیز کو حلال سمجھ لیا جاتا ہے جو حلال نہیں ہوتی۔

وَاعلَمُوا اَنَّ لِلیَتِیمِ وَلِیًّا عَالِمًا یَهتَدِی بِغَیرِ السَّوَالِ
ثُمَّ مَالَ الیَتِیمِ لَا تَاکُلُوهُ اِنَّ مَالَ الیَتِیمِ یَرعَاهُ وَالِیُ
یَا بَنِیَّ التُّخُومَ لَا تَخزِلُوهَا اِنَّ خَزلَ التُّخُومِ ذُو عُقَّالِ

خوب جان لو کہ یتیم کا بھی ایک ولی ہے۔ وہ ہر چیز سے آگاہ ہے اور بغیر پوچھے ہر چیز سے آشنا ہوتا ہے۔ یتیم کا مال ہرگز نہ کھاؤ کیونکہ اس کے مال کی نگرانی ایک حاکم کرتا ہے۔ اے

رضی اللہ عنہن ایک جگہ جمع ہو کر اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ طویل تھے مگر ان میں سے سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔ حضور ﷺ نے ہاتھ کی طوالت سے صدقہ اور نیکی میں زیادتی مراد لی تھی اور یہ خوبی حضرت زینب بنت جحش میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ ۲۔ شاعر نے یہ مصرعہ اپنی قوم کی مدح میں کہا ہو کہ وہ قوم اتنی مشہور ہے کہ تھوڑا سا نسب بیان کرنے سے ان کا تعارف ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی شاعر نے کہا ہے۔

اُحِبُّ مِنَ النِّسوَانِ کُلَّ طَوِیلَةٍ لَهَا نَسَبٌ فِی الصَّالِحِینَ قَصِیرٌ

میں طویل عورتوں میں سے اس عورت کو پسند کرتا ہوں جس کا نسب پاکیزہ لوگوں میں بہت مختصر ہے۔ الطائی کہتا ہے۔

اَنتُم بَنُو النَّسَبِ القَصِیرِ وَ طُولُکُم بَادٍ عَلَی الکُبَرَاءِ وَالاَشرَافِ

تم بہت مختصر نسب والے ہو حالانکہ تمہاری طوالت عظیم اور بڑے سرداروں پر عیاں ہے۔

نسب قصیر سے مراد یہ ہے کہ انسان کہے "اَنَا ابنُ فُلَانٍ" اس کی فوراً پہچان ہو جائے۔ یہ سرداروں کی صفت ہوتی ہے جو سردار نہیں ہوتا اس کی پہچان اس طرح نہیں ہوتی۔ اس کے نسب کی فہرست طویل ہوتی ہے حتیٰ کہ اس شخص تک پہنچ کر اس کی پہچان ہوتی ہے جس کے نام پر قبیلے کا نام رکھا جاتا ہے، رؤبۃ کہتا ہے مجھ سے اہل نسب نے پوچھا تو کون ہے اپنا نسب بیان کر میں نے کہا رؤبۃ بن عجاج انہوں نے کہا قَصَّرتَ وَعُرِفتَ۔ تو نے انتہائی مختصر نسب بیان کیا مگر تیری پہچان ہو گئی۔

اَلتُّخُومُ

یہ تخومۃ کی جمع ہے بعض نے واحد تُخم اور جمع تُخُوم بتائی ہے۔ اس سے مراد حدود ہیں۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں، اَلتُّخُومُ کا معنی شہروں اور بستیوں کی حدود ہیں۔ یہ کھیتیوں کی حدود کے لئے استعمال

Marfat.com

میرے بچو! زمین کی حدود میں خیانت نہ کرو کیونکہ حدود میں خیانت خائن کو پیچھے لے جاتی ہے۔

يَا بَنِيَّ الْاَيَّامَ لَا تَاْمَنُوْهَا وَاحْذَرُوْا مَكْرَهَا وَمَرَّ اللَّيَالِي
وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَرَّهَا لِنَفَادُ الْخَلْقِ مَا كَانَ مِنْ جَدِيْدٍ وَ بَالِي
وَاجْمَعُوْا اَمْرَكُمْ عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ تَرْكِ الْخَنَا وَ اَخْذِ الْحَلَالِ

اے میرے فرزندو! زمانہ سے امن میں نہ ہو جاؤ۔ شب و روز کے مکر سے بچو۔ جان لو کہ زمانہ کی رو مخلوق کو ختم کر دیتی ہے خواہ وہ پرانی ہو یا نئی۔ نیکی، تقویٰ، فحش گوئی نہ کرنے اور حلال روزی کمانے پر اتفاق کر لو۔

اللہ نے اسلام کی وجہ سے ان پر جو بے حد نوازشات کیں اور حضور ﷺ کے وجودِ مسعود سے انہیں جو برکات ملیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ابوقیس کہتے ہیں۔

ثَوٰى فِي قُرَيْشٍ بِضْعَ عَشْرَةَ حِجَّةً يُذَكِّرُ لَوْ يَلْقٰى صَدِيْقًا مُوَاتِيًا
وَ يَعْرِضُ فِيْ اَهْلِ الْمَوَاسِمِ نَفْسَهٗ فَلَمْ يَرَ مَنْ يُّؤْوِيْ وَ لَمْ يَرَ دَاعِيًا
فَلَمَّا اَتَانَا اَظْهَرَ اللّٰهُ دِيْنَهٗ فَاَصْبَحَ مَسْرُوْرًا بِطِيْبَةَ رَاضِيًا

حضور ﷺ تقریباً دس سال قریش میں وعظ و نصیحت فرماتے رہے اس امید پر کہ شاید انہیں کوئی مخلص دوست مل جائے۔ آپ ﷺ ایامِ حج میں اپنی ذات مطہرہ لوگوں پر پیش کرتے

نہیں ہوتا۔ الْعِقَالُ۔ ہر وہ چیز جو انسان کو چلنے سے روک دے عقال کہلاتی ہے۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ ظلم، انسان کو آگے ترقی کرنے سے روک دیتا ہے اور دوڑ میں پیچھے کر دیتا ہے اور استحقاق کے میدان اس پر تنگ کر دیتا ہے۔

افنون تغلبی

اس کا نام صریم بن معشر بن ذھل بن تیم بن عمرو بن عمرو بن مالک بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب تھا۔ امام سہیلی فرماتے ہیں کہ ابن درید کے اس مصرعے کی وجہ سے اس کا نام افنون پڑا۔ مَنَّيْتَنَا الْوُدَّيَا اَفْنُوْنُ مَظْنُوْنُ۔ اَفْنُوْن نرم شاخ کو کہا جاتا ہے، بڑھیا کو بھی افنون کہتے ہیں۔ یہی افنون کہتا ہے۔

لَوْ اَنَّنِيْ كُنْتُ مِنْ عَادٍ وَ مِنْ اِرَمٍ غَذِيَّ بَهْمٍ وَ لُقْمَانٍ وَ ذِيْ جَدَنٍ
لَمَّا وَقَوْا بِاَخِيْهِمْ مِنْ مُهَوَّلَةٍ اَخَا السُّكُوْنِ وَ لَا حَارُوْا عَنِ السُّنَنِ
اَنّٰى جَزَوْا عَامِرًا سُوْءً ى بِفِعْلِهِمْ اَمْ كَيْفَ يَجْزُوْنَنِيْ السُّوْءَ ى مِنَ الْحَسَنِ
اَمْ كَيْفَ يَنْفَعُ مَا تُعْطِي الْعَلُوْقُ بِهٖ رِئْمَانُ اَنْفٍ اِذَا مَاضُنَّ بِاللَّبَنِ

Marfat.com

رہے لیکن آپ ﷺ نے کسی کو نہ دیکھا جو آپ ﷺ کو پناہ دیتا یا ایسا شخص نہ دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا ہوتا۔ جب آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین کو غالب کر دیا۔ آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں مسرور اور خوش ہو گئے۔

وَاَلْفٰی صَدِيْقًا اطْمَاَنَّتْ بِهِ النَّوٰی ۔۔۔ وَ كَانَ لَهٗ عَوْنًا مِنَ اللّٰهِ بَادِيًا

يَقُصُّ لَنَا مَا قَالَ نُوْحٌ لِقَوْمِهٖ ۔۔۔ وَ مَا قَالَ مُوْسٰى اِذْ اَجَابَ الْمُنَادِيَا

فَاَصْبَحَ لَا يَخْشٰى مِنَ النَّاسِ وَاحِدًا ۔۔۔ قَرِيْبًا وَ لَا يَخْشٰى مِنَ النَّاسِ نَائِيًا

آپ نے دوست قبیلہ پا لیا جس سے آپ ﷺ کی غریب الوطنی مطمئن ہو گئی۔ آپ ﷺ ہمارے لئے ایک عیاں معاون ثابت ہوئے۔ آپ ﷺ نے ہمیں وہی کچھ فرمایا جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے منادی کو جواب دیا وہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ اب آپ ﷺ لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی نہیں ڈرتے خواہ وہ قریب ہو یا دور۔

بَذَلْنَا لَهُ الْاَمْوَالَ مِنْ حَلِّ مَالِنَا ۔۔۔ وَ اَنْفُسَنَا عِنْدَ الْوَغٰى وَالتَّاَسِيَا

وَ نَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهٗ ۔۔۔ وَ نَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَفْضَلُ هَادِيًا

نُعَادِي الَّذِيْ عَادٰى مِنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ ۔۔۔ جَمِيْعًا وَ اِنْ كَانَ الْحَبِيْبُ الْمُصَافِيَا

ہم نے جنگ اور ہمدردی کے وقت آپ ﷺ پر اپنے حلال مال اور جانیں نثار کیں ہم نے جان لیا کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے اور ہم نے یہ بھی جان لیا کہ اللہ تعالیٰ سب سے

اگر میں بنو عاد یا بنو ارم، بنو بہم ولقمان اور ذی جدن میں سے ہوتا تو وہ اپنے بھائی کے عوض سکون والے کو خوفناک چیز سے نہ بچاتے اور نہ ہی وہ رستوں پر رواں ہوتے۔ انہوں نے بنو عامر کو ان کے برے فعل کی جزا کیسے دی یا انہوں نے میرے حسن سلوک کی جزا برائی سے کیسے دی وہ شخص جس کے ساتھ موت آ گئی ہو اس کو ناک کا پانی کیسے فائدہ دے سکتا ہے جبکہ دودھ دینے پر لوگ کنجوسی کا اظہار کریں۔

ابن ہشام کا یہ قول کہ مذکورہ دونوں اشعار افنون تغلبی کے ہیں مورخین نے بھی ذکر کیا ہے انہوں نے ان کے پس منظر ایک واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ افنون قافلہ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا کارواں ایک ٹیلے کے پاس سے گزرا جس کا نام "الھۃ" تھا۔ اس سے قبل ایک کاہن نے افنوں کو بتایا تھا کہ وہ اسی جگہ مرے گا جب وہ قافلہ ٹیلے کے پاس پہنچا اور افنون کو اس کے متعلق علم ہوا تو اس نے وہاں سے گزرنے سے انکار کر دیا۔ مگر اہل کارواں وہاں سے گزرنے پر ہی مصر تھے۔ انہوں نے افنوں سے کہا۔ تم یہاں اپنی سواری سے نہ اترنا ہم یہاں سے بھاگ کر گزریں گے"۔ جب افنون اس ٹیلے کے قریب

Marfat.com

افضل راہ نما ہے تمام لوگوں میں سے جس سے حضور ﷺ نے دشمنی کی ہم بھی اس کے دشمن ہیں، اگر چہ وہ دشمن جگری دوست ہی کیوں نہ ہوں۔

اَقُوْلُ اِذَا اَدْعُوْكَ فِي كُلِّ بَيْعَةٍ تَبَارَكْتَ قَدْ اَكْثَرْتُ لِاِسْمِكَ دَاعِيًا

اَقُوْلُ اِذَا جَاوَزْتُ اَرْضًا مَخُوْفَةً حَنَانَيْكَ لَا تُظْهِرْ عَلَيَّ الْاَعَادِيَا

فَطَأْ مُعْرِضًا اِنَّ الْحُتُوْفَ كَثِيْرَةٌ وَ اِنَّكَ لَا تُبْقِيْ لِنَفْسِكَ بَاقِيًا

مولا! جب بھی میں مسجد میں جا کر دست سوال دراز کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں تیری ذات کتنی بابرکت ہے اور میں نے تیرا نام کتنا پکارا ہے، جب میں کسی خوفناک جگہ سے گزرتا ہوں تو میں کہتا ہوں مولا! میں تجھ سے رحم کی التجاء کرتا ہوں مجھ پر کسی دشمن کو غالب نہ کرنا، روگرداں ہو کر یہاں سے چلا جا بلاشبہ موت کے بہت سے اسباب ہیں اور تو اپنے نفس کو ہمیشہ کیلئے باقی نہیں رکھ سکتا۔

فَوَ اللّٰهِ مَا يَدْرِي الْفَتٰى كَيْفَ يَتَّقِيْ اِذَا هُوَ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ اللّٰهُ وَاقِيًا

وَ لَا تَحْفِلُ النَّخْلُ الْمُقِيْمَةُ رَبَّهَا اِذَا اَصْحَبَتْ رَيًّا وَ اَصْبَحَ ثَاوِيًا

اللہ کی قسم! کوئی جوان نہیں جانتا کہ وہ کیسے بچاؤ کرے؟ جب اللہ تعالیٰ اس کے لئے بچنے کا سبب نہ فرمائے ایک ایستادہ کھجور اپنے مالک کو کیسے سیراب کر سکتی ہے جب کہ وہ خود تشنہ ہو اور اس کا مالک بھی ہلاک ہو رہا ہو۔

ابن ہشام کہتے ہیں دو اشعار (۱) فَطَأْ مُعْرِضًا...... (۲) فَوَاللّٰهِ مَا يَدْرِي...... اُفْنُوْن تغلبی کے ہیں۔ اس کا نام صریم بن معشر تھا۔ یہ اشعار اس کے قصیدہ میں موجود ہیں۔

ہوا تو اس کی اونٹنی ایک سانپ پر بیٹھ گئی۔ اپنی اونٹنی کو اٹھانے کے لئے افنون نیچے اترا تو سانپ نے اسے ڈس لیا اور وہیں مر گیا۔ اس کی قبر بھی وہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ رات کے وقت وہاں سے گزرا۔ اسے اس ٹیلے کے متعلق معلوم نہ ہو سکا۔ اس پر اس کا اونٹ بیٹھ گیا جب اسے معلوم ہوا اس ٹیلے کا نام ''الٰھۃ'' ہے تو وہ گھبرا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ کوئی حرج نہیں اس نے کہا۔ فَلِمَ رَبَضَ الْبَعِيْرُ، پھر اونٹ کیوں بیٹھ گیا ہے۔ اسی سے ہی یہ ضرب المثل مشہور ہوگئی۔ جب اسے موت کا یقین ہو گیا تو اس نے مذکورہ بالا شعر کہے۔ ان کے بعد یہ شعر ہے۔

كَفٰى حَزَنًا اَنْ يَرْحَلَ الرَّكْبُ غُدْوَةً وَ اُتْرَكُ فِيْ جَنْبِ الْاِلٰهَةِ ثَاوِيًا

غمگین ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ صبح کارواں تو عازمِ سفر ہو جائے گا لیکن میں ''الٰھۃ'' کے پہلو میں مردہ پڑا ہوں گا۔

Marfat.com

یہودیوں کا بغض وعناد

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسالت ونبوت کا تاج سجانے کے لئے نبی اکرم ﷺ کو منتخب فرمالیا تو یہودی نے آپ ﷺ سے حسد، کینہ، عدوت اور بغاوت کا اظہار کیا۔ ان کے ساتھ اوس اور خزرج کے وہ آدمی بھی مل گئے جو شرک اور تکذیب میں اپنے آباء کے دین پر ہی کار بند تھے۔ جب ان کے سامنے اسلام کا مہر عالمتاب درخشاں ہوگیا ان کی قوم نے بھی اس دعوت پر لبیک کہا تو انہوں نے نفاق کا اظہار کرتے ہوئے اسلام کا اظہار کیا، اسلام کو اپنے لئے ایک ڈھال بنالیا تا کہ قتل ہونے سے بچ سکیں۔ چونکہ یہودی حضور ﷺ کی تکذیب میں اور اسلام کے انکار میں پیش پیش تھے اس لئے منافقین کی تمام ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ علمائے یہود حضور ﷺ سے مختلف سوالات پوچھتے رہتے۔ سرورِ کائنات ﷺ کو تکالیف دیتے، مختلف شبہات کا اظہار کرتے۔ حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کرنے کی کوشش کرتے۔ حلال اور حرام کے متعلق جو وہ سوالات کرتے ان کے متعلق قرآن پاک بھی نازل ہوتا رہتا۔ کچھ آیات ان مسائل کے متعلق بھی ہیں جن کے متعلق مسلمانوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا۔

بنو نضیر کے یہودی

بنو نضیر کے یہودیوں میں سے بغض وعناد کا اظہار کرنے والے افراد یہ تھے۔ ۱۔ حیی بن اخطب، ۲۔ ابو یاسر بن اخطب، ۳۔ جدی بن اخطب، یہ دونوں حیی بن اخطب کے بھائی تھے۔ ۴۔ سلام بن مشکم، ۵۔ کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق، ۶۔ سلام بن ابی الحقیق، ۷۔ ابو رافع الاعور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے مقامِ خیبر میں واصل جہنم کیا تھا) ربیع بن ربیع بن ابی الحقیق، ۸۔ عمرو بن جحاش، ۹۔ کعب بن اشرف (اس کا تعلق قبیلہ طیئ کی شاخ بنو نبہان سے تھا۔ اس کی ماں بنو نضیر سے تھی) ۱۰۔ حجاج بن عمرو (یہ کعب بن اشرف کا حلیف تھا) ۱۱۔ کردم بن قیس (یہ بھی کعب بن اشرف کا حلیف تھا)

ابن اسحاق نے جدی بن اخطب کا ذکر کیا ہے یہ حیی بن اخطب کا بھائی تھا۔ یہاں تک حدی کا تعلق ہے تو اس کا ذکر دار قطنی نے عتیبہ بن حارث بن شہاب بن حدی کے نسب میں کیا ہے جو عرب کا سوار تھا۔

Marfat.com

بنوثعلبہ کے یہودی

بنوثعلبہ بن فطیون میں سے عبداللہ بن صوریا الاعور بھی حضور ﷺ سے مختلف سوالات کرتا تھا۔ یہ حجاز کا سب سے بڑا تورات کا عالم تھا۔ ابن صلوبا بھی حضور ﷺ کو تنگ کرتا تھا۔ مخیریق بھی یہود کا ایک بلند پایہ عالم تھا اسے دولت اسلام نصیب ہوئی۔

بنوقینقاع کے یہودی

بنوقینقاع کے سرکش یہودیوں میں سے زید بن اللصیت (ابن ہشام نے اسے ابن لصیت کہا ہے)، سعد بن حنیف، محمود بن سیحان، عزیز بن ابی عزیر، عبداللہ بن صیف (ابن ہشام نے اسے ابن ضیف کہا ہے)، سوید بن حارث، رفاعہ بن قیس، فنحاص اشیع، نعمان بن اضا، بحری بن عمرو، شاس بن عدی، شاس بن قیس، زید بن حارث، نعمان بن عمرو، سکین بن ابی سکین، عدی بن زید، نعمان بن ابی اوفی، ابوانس، محمود بن دحیہ، مالک بن صیف، (ابن ہشام نے اسے ابن ضیف کہا ہے) کعب بن راشد، عازر، رافع بن ابی رافع، خالد، آزار بن ابی آزار (ابن ہشام نے اسے آزر بن آزر کہا ہے) رافع بن حریملہ، رافع بن خارجہ، مالک بن عوف، رفاعہ بن زید بن تابوت اور عبداللہ بن سلام تھے، حضرت عبداللہ بن سلام یہود کے ایک زیرک اور دانا عالم تھے، ان کا نام حصین تھا جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ نے ان کا نام "عبداللہ" رکھا۔

بنوقریظہ کے یہودی

بنوقریظہ میں سے زبیر بن باطا بن وھب، عزال بن شمویل، کعب بن اسد (اسی نے ہی بنو قریظہ کی جانب سے معاہدہ کیا تھا جسے غزوۂ احزاب میں توڑ دیا گیا) شمویل بن زید، جبل بن عمرو بن سکینہ، نحام بن زید، قردم بن کعب، وھب بن زید، نافع بن ابی نافع، عدی بن زید، حارث بن عوف، کردم بن زید، اسامہ بن حبیب، رافع بن رمیلہ، جبل بن ابی قشیر اور وھب بن یھوذا نبی محترم ﷺ کو اذیت دینے کی کوشش کرتے تھے۔

الفِطْیُوْن۔ یہ لفظ عبرانی زبان کا ہے۔ ہر شخص جو یہودی کی مملکت کا والی بنتا اسے "الفِطْیون" کہتے تھے جس طرح حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی اور ترک کے بادشاہ کو خاقان کہتے تھے۔

عبداللہ بن صوریا

علامہ نقاش نے لکھا ہے جب اسے یقین ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات وہی ہے جس کا تذکرہ اور صفات تورات میں موجود ہیں تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

بنوزریق کے یہودی

بنوزریق کے سرکش یہودیوں میں سے لبید بن اعصم تھا۔ اسی نے ہی حضور ﷺ پر جادو

بنوزریق اور بنوحارثہ کے یہودی

ابن اسحاق نے انصار کے قبائل میں سے یہودیوں کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہودی تو بنواسرائیل تھے۔ بنوقریظہ، بنونضیر اور بنوقینقاع مدینہ طیبہ اور خیبر میں مقیم تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوس اور خزرج کے کچھ افراد نے بھی یہودیت اختیار کر لی تھی۔ ان کی بعض عورتیں یہ نذر مانتی تھیں کہ اگر ان کا بیٹا خیر و عافیت سے نشوونما پا گیا تو وہ اسے یہودی بنا دیں گی کیونکہ ان کے نزدیک یہودی اہل علم و کتاب تھے۔ یہ آیات ایسے ہی افراد کے متعلق اس وقت نازل ہوئیں جب ان کے آباء نے انہیں مجبوراً مسلمان کرنا چاہا۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (بقرہ:۲۵۶) ''کوئی زبردستی نہیں ہے دین میں''۔

لبید بن اعصم کا جادو

لبید بن اعصم نے نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا تھا تاکہ آپ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے حقوقِ زوجیت نہ ادا کر سکیں۔ روایت ہے کہ قاسم بن محمد ابن حنیفہ پر بھی جادو کیا گیا تھا، انہیں مسجد نبوی میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ وہ مسجد نبوی میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ لبید نے یہ جادو کنگھی، بالوں اور نر کھجور کے گابھے سے کیا تھا۔ اس نے یہ تمام اشیاء ذوار وان (کنویں) میں دفن کی تھیں۔ اکثر محدثین نے ''ذروان'' لکھا ہے اور اس سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑا ہو کر پانی نکالنے والا پانی نکالتا ہے۔ یہ حدیث مشہور ہے اور محدثین کے نزدیک ثابت ہے مگر میں نے کسی مشہور کتاب میں یہ نہیں پڑھا کہ حضور ﷺ کتنا عرصہ تک اس جادو کے زیر اثر رہے پھر شفاء یاب ہو گئے۔ معمر بن راشد نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ جادو کا اثر ایک سال تک رہا، آپ ﷺ کو یوں گمان ہوتا کہ آپ نے فلاں کام سرانجام دے دیا ہے۔ حالانکہ وہ کام ابھی تک آپ ﷺ نے سرانجام نہیں دیا ہوتا تھا۔

معتزلہ اور اہل بدع نے اس حدیث پر طعن کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر جادو نہیں ہو سکتا، اگر ان کے لئے یہ جائز ہو جائے کہ ان پر جادو ہو سکتا ہے تو پھر ان کا مجنون ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی استدلال کیا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:۶۷) ''اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں (کے شر) سے''۔ مذکورہ بالا حدیث شریف ثابت ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منقول ہے اور اس میں عقل و نقل کے اعتبار سے کوئی طعن نہیں ہے

Marfat.com

کیا تھا تا کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفہ زوجیت ادا نہ کرسکیں۔ بنو حارثہ میں سے کنانہ بن صوریا، بنوعمرو میں سے قردم بن عمرو اور بنونجار میں سے سلسلہ بن برھام

کیونکہ عصمت انبیاء علیہم السلام کا تعلق ان کے عقول اور ادیان سے ہوتا ہے، وہ اجسام کی آزمائش میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں اور انہیں زخم، ضرب، زہر اور قتل جیسی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضور ﷺ پر ہونے والا جادو بھی اسی طرح تھا۔ اس کا اثر آپ ﷺ کے بعض اعضاء مبارکہ میں تھا اور بعض میں نہ تھا۔ جہاں تک مذکورہ بالا آیت کا تعلق ہے تو اس کے متعلق روایت ہے کہ پہلے حضور ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے محافظین کو چلے جانے کا حکم دے دیا اور فرمایا مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔

فقہی مسئلہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے تعویذ استعمال نہیں فرمایا؟''، آپ ﷺ نے فرمایا'' مجھے تو اللہ تعالیٰ نے شفاء دی ہے اور مجھے یہ بھی ناپسند ہے کہ میں لوگوں میں شر پھیلاؤں''۔ اس حدیث شریف کے ظاہر میں اشکال ہے اس میں مشکل راویوں کی طرف سے ہے، انہوں نے دو مختلف سوالوں کے جوابات کو کلامِ واحد بنا دیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں ''یارسول اللہ ﷺ هَلَّا اسْتَخْرَجْتَهٗ۔ کیا آپ ﷺ نے کھجور گابھے اور کنگھی میں سے جادو کو نہیں نکالا تا کہ اسے دیکھ لیا جاتا'' آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا۔'' میں ناپسند کرتا ہوں کہ یہ شر لوگوں میں پھیلے۔ ابن بطال اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہ اشیاء وہاں سے نکالنا ناپسند فرمائیں تا کہ دیگر لوگ بھی اسی طرح جادو سیکھ کر لوگوں میں فساد کا سبب نہ بنیں اور اسی فساد کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' ممکن ہے کہ شر سے مراد کچھ اور ہو جادوگر کا تعلق بنوزریق سے تھا۔ اگر لوگوں کے لئے ان کے جادو کو عیاں کیا جاتا اور انہیں دکھایا جاتا تو ممکن تھا کہ مسلمان اسے قتل کر دیتے اور دیگر لوگ اس کے قبیلے سے ہی متنفر ہو جاتے اور اس طرح فساد کی آگ پھیلتی چلی جاتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ گزارش هَلَّا اسْتَخْرَجْتَهٗ۔ دونوں احادیث میں موجود ہے اور ان کو امام بخاری نے روایت کیا ہے مگر هَلَّا تَنَشَّرْتَ کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ اَمَّا اَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللّٰهُ۔ اور هَلَّا اسْتَخْرَجْتَهٗ کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ اُكْرِهُ اَنْ اُثِيْرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا فرمایا۔ مشکل اس وقت بنی جب راوی نے دونوں جوابات کو ایک ہی حدیث میں جمع فرما

Marfat.com

بھی حضور اکرم ﷺ کو اذیت دینے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی وہ علمائے یہود تھے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عداوت وبغض میں پیش پیش تھے۔ یہی حضور ﷺ سے مختلف سوالات کرتے رہتے تھے ان کا نصب العین یہی تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح چراغِ اسلام گل کر دیں مگر حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت مخیریق رضی اللہ عنہما اس سے مستثنیٰ ہیں۔

دیا۔ جب احادیث کو متفرق دیکھا جائے تو یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے، ابن بطال نے اس کی شرح میں یہی لکھا ہے''۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تعویذ کا استعمال جائز ہے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے عرض کی ''ھَلَّا تَنَشَّرْتَ آپ ﷺ نے تعویذ استعمال نہیں فرمایا'' تو آپ ﷺ نے ان کی بات کا رد نہیں فرمایا۔

امام بخاری نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ کیا وہ شخص جسے جادو سے حقوقِ زوجین ادا کرنے سے روک دیا گیا ہو کیا وہ تعویذ استعمال کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''کوئی حرج نہیں''۔ آپ ﷺ نے ایسے تعویذات سے منع نہیں فرمایا جن میں اصلاح ہو، آپ ﷺ نے ایسے تعویذات سے منع فرمایا ہے جن میں فساد ہو۔ جو کوئی اپنے بھائی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہو اسے ضرور پہنچانا چاہئے۔ کچھ لوگوں نے تعویذ کے استعمال کو ناپسند کیا ہے، انہوں نے اپنا استدلال اس حدیث سے کیا ہے جسے ابوداؤد نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اَنَّ النُّشْرَةَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ تعویذ شیطانی اعمال میں سے ہیں۔ ان سے مراد وہ تعویذات ہیں جن میں جادو اور منتر ہو اور جن میں ایسے عجمی اسماء ہوں جنہیں سمجھا نہ جاسکے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو مسئلہ پر کھل کر بحث کی جاتی یہی مقدار کافی ہے۔ واللہ المستعان۔

لبید بن اعصم کے جادو کی گرہیں گیارہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے المعوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کو نازل فرمایا، ان کی آیات کی تعداد بھی گیارہ ہے ایک آیت سے ایک گرہ کھلتی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (الفلق)

جادو کرنے والا مرد تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مؤنث کا صیغہ ذکر فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ایک یہودیہ عورت زینب نے اس جادو میں لبید کی مدد کی تھی اور پھر جادو اکثر عورتوں کے فریب اور ان کے عمل سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ان کے گھر کے ایک فرد نے مجھے اس طرح بیان کیا ہے۔'' حضرت عبداللہ بن سلام یہودیت کے ایک جید عالم تھے، وہ فرماتے ہیں'' جب میں نے سرورِ عالم ﷺ کے متعلق سنا تو میں نے آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ، نام مبارک اور اس مبارک زمانہ کو پہچان لیا جس کے ہم منتظر تھے۔ میں نے اس راز کو پوشیدہ رکھا۔ خاموشی اختیار کی، حتیٰ کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہو گئے، جب آپ ﷺ نے قباء میں نزولِ اجلال فرمایا تو ہمارے پاس ایک شخص آیا اس نے ہمیں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے متعلق بتایا میں کھجور کے درخت پر کام کر رہا تھا۔ میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی میرے نیچے تھیں، جب مجھے حضور ﷺ کے جلوہ نما ہونے کی خبر ملی تو میں

حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام

سَلَام ''لام'' کی تخفیف کے ساتھ ہے۔ مسلمانوں میں یہ نام (سَلَام) نہیں رکھا جاتا کیونکہ ''اَلسَّلَام'' اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے مگر سَلّام (تشدید کے ساتھ) نام رکھا جاتا ہے سَلَامَ یہودیوں میں عام نام رکھا جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ کے والد کا نام بھی سَلَام تھا۔

اَنَّهٗ يُبْعَثُ مَعَ نَفْسِ السَّاعَةِ

اسی طرح حضور ﷺ کا ایک اور فرمان بھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ اِنِّي لَاَجِدُ نَفْسَ السَّاعَةِ بَيْنَ كَتِفِي میں قیامت کی سانس اپنے کندھوں کے مابین محسوس کرتا ہوں۔ ارشادِ ربانی ہے۔ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ (سباء:۴۶)

''اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے کھڑا ہو تو اس کا سانس اس کے کندھے پر ہی ہوتا ہے۔ نفس سے مراد وہ فتنے ہیں جو قیامت کے قائم ہونے سے پہلے سر اٹھائیں گے۔ حضور ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی ان فتنوں کا آغاز ہو گیا۔ دوسری حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے فرمایا اَنَا اَمَانٌ لِاُمَّتِي۔ فَاِذَا ذَهَبْتُ اَتٰى اُمَّتِي مَا يُوْعَدُوْنَ۔'' میں امت کیلئے ایک پناہ گاہ ہوں جب میں وصال کر جاؤں گا تو میری امت کو ان فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا جن کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے''۔ آپ ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی امت کو آزمائش کا سامنا کرنا پڑا، پھر تا قائم قیامت یہ فتنے رونما ہوتے رہیں گے۔ حضور ﷺ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔

Marfat.com

نے تکبیر کہی، میری پھوپھی نے میری تکبیر سنی تو انہوں نے کہا ''اللہ تجھے خائب و خاسر کرے اگر تجھے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو اس سے بلند تکبیر نہ کہتا''۔ میں نے کہا ''اے محترمہ پھوپھی! وہ بھی موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ وہ ان کے ہی دین پر ہیں اور اس حیات آفریں پیغام کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر تشریف لائے تھے''۔ میری پھوپھی نے کہا ''اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے متعلق ہم سنا کرتے تھے کہ اَنَّہٗ یُبْعَثُ مَعَ نَفَسِ السَّاعَۃِ کہ وہ قیامت کے قریب تشریف لائیں گے''۔ میں نے کہا ''ہاں'' پھوپھی جان نے کہا ''پھر تو وہ وہی نبی ﷺ ہیں''۔ میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور اسلام کی لازوال نعمت سے سعادت اندوز ہوا پھر میں اپنے اہل خانہ کے پاس گیا اور انہیں اسلام لانے کا حکم دیا، انہوں نے بھی اسلام کی دولت کو سمیٹ لیا''۔

میں نے یہودیوں سے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ یہودی ایک دروغ گو قوم ہے، میری خواہش ہے کہ آپ ﷺ مجھے کسی کمرہ میں بند فرما دیں، پھر آپ ﷺ ان سے میرے متعلق پوچھیں وہ آپ ﷺ کو

میں اور قیامت اس طرح ہیں، آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور وسطی سے اشارہ فرمایا۔ اس حدیث کو حضرت انس، حضرت ابن بریدہ، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابوھریرہ اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سَبَقْتُھَا بِمَا سَبَقَتْ ھٰذِہٖ ھٰذِہٖ۔ میں قیامت سے اسی طرح سبقت لے گیا ہوں جس طرح وسطی، انگشت شہادت سے سبقت لے گئی ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ ممکن ہے کہ قیامت مجھ سے سبقت لے جائے۔ حضرت ابوجبیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول محترم ﷺ نے فرمایا۔ جِئْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَا تَیْنِ سَبَقْتُھَا کَمَا سَبَقَتْ ھٰذِہٖ ھٰذِہٖ فِی نَفَسٍ مِنَ السَّاعَۃِ اَوْ فِی نَفَسِ السَّاعَۃِ ''میں اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں مگر یہ انگلی دوسری سے کچھ سبقت لے گئی ہے۔ اسی طرح میں قیامت سے کچھ دیر پہلے مبعوث ہوا ہوں'' ان روایات کو امام الطبری نے تمام اسناد سمیت روایت کیا ہے، ان میں سے کچھ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں اور بعض میں کچھ اضافہ بھی ہے۔ ابن اسحاق نے حضرت خالدہ بنت حارث کا ذکر کیا ہے، ابوعمر نے اپنی تصنیف ''کتاب الصحابہ'' میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ ہم نے ان کی کتاب کے ضمیمہ میں دوسرے صحابہ کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

بتائیں گے کہ ان میں میری حیثیت کیا ہے؟ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ انہیں میرے اسلام لانے کا علم نہ ہو۔ اگر انہیں میرا مسلمان ہونا معلوم ہو گیا تو پھر میرے عیوب نکالیں گے اور مجھ پر بہتان لگائیں گے"۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "حضور اکرم ﷺ نے مجھے ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ یہودی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے گفتگو کی اور مختلف سوالات کئے۔ آپ ﷺ نے ان سے استفسار فرمایا کہ حصین بن سلام تم میں کس حیثیت کا مالک ہے، انہوں نے کہا" وہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا نورِ نظر ہے۔ ہمارا جید عالم اور راہ نما ہے"۔ جب وہ یہودی اپنی بات سے فارغ ہوئے تو میں کمرہ سے باہر نکل کر ان کے پاس آیا میں نے ان سے کہا" اے گروہِ یہود! اللہ سے ڈرو اور وہ پیغام قبول کرلو جو نبی محترم ﷺ لے کر تمہارے پاس آئے ہیں، اللہ کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تمہارے پاس تورات میں ان کا اسم مبارک اور خصائل حمیدہ مکتوب ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کی معرفت حاصل کر لی ہے۔ آپ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے"۔ یہ سن کر معشر یہود نے کہا" اے ابن سلام! تم جھوٹ بول رہے ہو"۔ وہ مجھ پر جھپٹ پڑے، میں نے عرض کی" یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں نے آپ ﷺ سے عرض نہیں کی تھی کہ یہودی ایک دروغ گو قوم ہے۔ فریب، سرکشی اور فسق و فجور اس کی سرشت میں ہے"۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" میں نے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے اسلام کا اظہار کر دیا، میری پھوپھی حضرت خالدہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کر لیا اور سختی سے احکامِ اسلامیہ پر کاربند رہیں"۔

حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت مخیریق بھی ایک جید عالم، غنی، ثروت مند اور مالدار یہودی تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو آپ کے اوصافِ حمیدہ سے پہچان لیا کہ آپ ﷺ رسولِ برحق

حضرت مخیریق کا اسلام لانا

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مُخَیرِیقُ خَیرُ یَهُودَ۔ مخیریق یہودیوں میں سے بہترین تھے۔ حالانکہ حضرت مخیریق نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ کسی مسلمان کو هُوَ خَیرُ النَّصَارٰی یا هُوَ خَیرُ الْیَهُودِ

Marfat.com

ہیں مگر ان پر دین کی محبت کا غلبہ رہا۔ جب غزوۂ احد رونما ہوا تو اس روز ہفتہ تھا۔ انہوں نے یہودیوں سے کہا ''اے گروہِ یہود! قسم بخدا! تم خوب آگاہ ہو کہ محمد عربی ﷺ کی مدد کرنا تم پر لازم ہے'' انہوں نے کہا ''آج تو ہفتہ ہے''۔ حضرت مخیریق نے کہا ''اب تمہارے لئے ہفتہ کی حیثیت وہ نہیں رہی جو پہلے تھی''۔ پھر انہوں نے اپنے ہتھیار سجائے اور میدانِ احد میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے اپنی قوم کو وصیت کی کہ اگر آج میں شہید ہو جاؤں تو میرا تمام مال محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق تصرف فرمائیں۔ جب میدانِ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معرکہ آزما ہوئے تو حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ نے بھی جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ حتیٰ کہ وہ شہادت کی رنگین قبا زیب تن کر گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مخیریق خَیْرُ یَھُوْدَ مُخَیْرِیق یہودیوں میں سے بہترین تھے۔ حضور

کہنا درست نہیں کیونکہ جب اَفعل (اسم تفضیل کے صیغہ) کو کسی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو جس کی طرف اسے منسوب کیا جاتا ہے اس میں سے کچھ اس میں ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ پھر حضور ﷺ نے حضرت مخیریق کے متعلق ایسے کیوں فرمایا تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ آپ ﷺ نے خَیْرُ یَھُوْدَ فرمایا ہے۔ خَیْرُ الْیَھُوْدِ نہیں فرمایا، یہود، ثمود کی طرح اسم علم ہے کہا جاتا ہے کہ یہودی یہوذ بن یعقوب کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ پھر اس کی ذال کو دال میں تبدیل کر دیا گیا۔ اگر اسے الیہود کہا جائے تو اس میں دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ نسب، ۲۔ دین (یہودیت) نسب کے اعتبار سے یہ اسی طرح ہے جس طرح بنو تیم کے کسی فرد کو تیم کہا جائے اور دین کے اعتبار سے یہ النصاریٰ اور المجوس کی مانند ہے یعنی یہ صفت ہے نسب نہیں ہے۔ قرآنِ پاک میں ایک تیسرا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جس سے صرف ایک معنی ہی مراد لیا جا سکتا ہے، یعنی اس سے نسب نہیں دین مراد ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ کُوْنُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی (البقرۃ {۱۳۵}) ''(یہودی کہتے ہیں) یہودی بن جاؤ (عیسائی کہتے ہیں) عیسائی بن جاؤ''۔ یاء کو حذف کر دیا گیا ہے اور کُوْنُوْا یَھُوْدَ نہیں فرمایا کیونکہ اس سے مراد ان کے دین یہودیت کو اختیار کرنا ہے اگر اس طرح فرمان ہوتا کُوْنُوْ یَھُوْدًا تو پھر بھی درست ہوتا۔ اس کی بنیاد ان دونوں وجوہات میں سے ایک ہے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اگر اہل عرب سے کہا جاتا کُوْنُوْا یَھُوْدَ۔ تو یہ محال ہوتا کیونکہ نسب کی تبدیلی حقیقۃً محال ہے۔ ھود کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ھائد کی جمع ہے اسی سے ھوذا، یہوذا اور یہود کے مابین فرق واضح ہوتا ہے۔ یہ ایک عمدہ اور بہتر فرق ہے۔

Marfat.com

اکرم ﷺ نے ان کے تمام مال پر قبضہ فرمالیا، مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کے عام صدقات اسی مال سے ہوتے تھے۔

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی شہادت

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے بیان کیا گیا ہے وہ فرماتی ہیں "میں اپنے باپ اور اپنے چچا ابو یاسر کو تمام اولاد سے پیاری تھی۔ میں جب بھی ان کی دوسری اولاد کے ساتھ ان کے پاس جاتی تو وہ دوسری اولاد کو چھوڑ کر مجھے اٹھا لیتے۔ جب سرورِ کائنات ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور بنو عمرو بن عوف کے ہاں قباء میں قیام فرمایا تو میرا والد اور چچا صبح سویرے ہی آپ ﷺ کے پاس چلے گئے اور غروبِ آفتاب کے وقت واپس آئے۔ وہ اس وقت انتہائی تھکے ماندے اور سست تھے۔ وہ گرتے گرتے چل رہے تھے۔ میں حسب معمول دوڑ کر ان کے پاس گئی مگر اللہ کی قسم ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی میری طرف توجہ نہ کی وہ انتہائی مغموم اور حزین تھے۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو سنا وہ میرے باپ سے کہہ رہا تھا کہ وہ وہی ہے۔ میرے والد نے کہا ہاں وہی ہے، چچا نے سوال کیا۔ کیا تو نے اسے اچھی طرح پہچان لیا ہے؟ والد نے کہا ہاں میں نے خوب تحقیق کر لی ہے، چچا نے پوچھا اب تیرے دل میں اس کے متعلق کیا ارادہ ہے؟ باپ نے کہا جب تک میں زندہ رہوں گا اس سے

حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں صرف ان دو علمائے یہود کو ہی ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے۔ لَوِ اتَّبَعَنِي عَشَرَةٌ مِنَ الْيَهُودِ لَمْ يَبْقَ فِي الْاَرْضِ يَهُودِيٌّ اِلَّا اتَّبَعَنِيْ اگر یہودیوں کے دس افراد بھی میری اتباع کر لیتے تو روئے زمین کا ہر یہودی میرے پیروکار ہوتا۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرہ نے بیان کی ہے جب حضرت کعب الاحبار نے انہیں یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے کہا حدیث شریف میں اِثْنَا عَشَرَ مِنَ الْيَهُوْدِ (یہودیوں کے بارہ افراد اسلام قبول کر لیتے) کے الفاظ ہیں اور قرآن پاک کی یہ آیت اسی کی شاہد ہے۔

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا "اور ہم نے مقرر کئے ان میں سے بارہ سردار"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ ابن سیرین فرماتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے زیادہ صادق تھے۔ حضرت یحییٰ بن سلام کہتے تھے کہ دونوں نے سچ ہی کہا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا تھا کہ اگر مذکورہ بالا علماء یہود کے علاوہ دس اور یہودی میری اتباع کر لیں تو روئے زمین کا ہر یہودی میری اتباع کرے گا۔

Marfat.com

عداوت ہی رکھوں گا''۔

وہ منافقین جو یہودیوں کے ساتھ تھے

بنو عمرو کے منافقین

ابن اسحاق کہتے ہیں، وہ منافقین جنہوں نے یہود سے میل ملاپ رکھا تھا اور ان کا تعلق بنو اوس اور خزرج سے تھا ان میں سے بنو اوس (اس کی شاخ) بنو عمرو بن عوف بن مالک بن اوس (بنو لوذان بن عمرو بن عوف) میں سے زوی بن حارث تھا۔

بنو حبیب کے منافقین

بنو حبیب بن عمرو بن عوف میں سے جلاس بن سوید بن صامت اور اس کا بھائی حارث بن سوید تھے۔

جلاس کی منافقت

جلاس ان افراد میں سے تھا جو غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کے ہمراہ نہ گئے تھے۔ اس نے اس موقع پر کہا تھا۔ ''اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی زیادہ برے ہیں''۔ حضرت عمیر

منافقین کا ذکر

مجذر کا نام عبداللہ تھا اور مجذر کا معنی تخلیق کے اعتبار سے مضبوط ہونا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حارث بن سوید کے متعلق یہ آیت نازل کی۔ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ...... کہا جاتا ہے کہ یہ آیت اپنے سبب پر محدود ہے اور اس شخص کے لئے مخصوص ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کفر کی وجہ سے نہ تو اسے ہدایت دے گا اور نہ ہی اس کے ظلم کی وجہ سے اس کی توبہ قبول فرمائے گا ورنہ توبہ کرنا ضروری ہے۔ کئی افراد نے اپنے ارتداد کے بعد توبہ کی اور ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں توبہ کی قبولیت کی نفی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ یہ نہیں فرمایا لَا يَهْدِى اللّٰهُ۔ اس آیت میں آخر میں فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اس کا اطلاق مخصوص افراد پر ہوگا یا اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ روزِ حشر ایسے شخص کو پل صراط کے پاس موجود ظلمت میں نور تام سے راہ نمائی نہیں فرمائے گا۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے کفر یا ظلم سے توبہ کئے بغیر مر گیا۔ واللہ اعلم

Marfat.com

بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات بارگاہِ رسالت میں عرض کی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ یہ جلاس کی آغوش کے پروردہ تھے۔ ان کے والد کی وفات کے بعد جلاس نے ان کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا ”اے جلاس! اللہ کی قسم! تم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔ مجھ پر تمہارے احسانات سب سے زیادہ ہیں مجھ پر یہ بات انتہائی گراں ہے کہ ایسے شخص پر کوئی ایسی مصیبت آئے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو نے ایسی بات کی ہے کہ اگر میں اسے بارگاہِ رسالت میں عرض کرتا ہوں تو تیری حد درجہ رسوائی ہوگی۔ اور اگر میں اس پر خاموش رہتا ہوں تو میرا دین تباہ ہو جائے گا۔ ان میں سے پہلی بات دوسری سے آسان تر ہے“۔
پھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور جلاس کی نازیبا گفتگو عرض کی مگر جلاس نے قسم کھالی کہ حضرت عمیر نے غلط بات اس کی طرف منسوب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اسی موقع پر نازل کیں۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا ۖ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٧٤﴾ (التوبہ: ۷۴)

”قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پا سکے اور ان پر خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لئے اور اگر وہ روگردانی کریں تو عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ عذاب الیم۔ دنیا اور آخرت میں اور نہیں ہوگا ان کا روئے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار“۔

ابن ہشام کہتے ہیں، الیم کا معنی موجع دردناک ہے۔ ذوالرمہ اونٹ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وَ تَرْفَعُ مِنْ صُدُوْرِ شَمَرْ دَلَاتَ   يَصُكُّ وُجُوْهَهَا وَهَجٌ اَلِيْمٌ

وہ مضبوط اونٹنیاں اپنے سینوں سے آواز بلند کرتی ہیں اور ان کے چہروں پر دردناک بھڑک آلگتی ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ جلاس تائب ہو گیا تھا ساری زندگی اپنی توبہ پر ہی رہا

Marfat.com

اور وہ اسلام اور خیر و برکت میں مصروف ہو گیا۔

حارث بن سوید کا ارتداد اور فریب

جلاس کے بھائی حارث بن سوید نے غزوۂ احد کے دن حضرت مجذر بن زیاد البلوی اور حضرت قیس بن زید (ان کا تعلق بنوضبیعہ سے تھا) کو قتل کر دیا پھر وہ قریش کے ساتھ جاملا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت مجذر بن زیاد نے کسی جنگ میں سوید بن صامت کو ہلاک کر دیا تھا یہ معرکہ اوس اور خزرج کے مابین ہوا تھا، غزوۂ احد کے روز حارث بن سوید نے مجذر بن زیاد کو تلاش کرنا شروع کیا تا کہ انہیں اپنے باپ کے بدلے قتل کر دے، بالآخر اس نے انہیں تلاش کر لیا اور صرف انہیں ہی شہید کیا۔ میں نے کئی اہل علم سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ حارث نے حضرت قیس بن زید کو شہید نہیں کیا تھا اور حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں ان کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ معاذ بن عفراء نے جنگ بعاث سے پہلے ایک تیر پھینک کر دھوکے سے سوید بن صامت کو قتل کر دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اگر وہ حارث کو گرفتار کر لیں تو اسے قتل کر دیں مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو گرفتار نہ کر سکے۔ حارث مکہ معظمہ میں چلا گیا پھر اس نے اپنے بھائی کو پیغام بھیجا کہ وہ توبہ کرنے کا خواہاں ہے تا کہ وہ اپنی قوم کے پاس واپس آ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ (آل عمران)

"کیسے ہو سکتا ہے کہ ہدایت دے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ ایمان لے آنے کے بعد اور وہ پہلے خود گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور آ چکی تھیں ان کے پاس کھلی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو"۔

بنوضبیعہ کے منافق

بنوضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے بجاد بن عثمان بن عامر منافقانہ روش پر تھا۔

Marfat.com

بنولوذان کے منافق

بنولوذان بن عمرو بن عوف میں سے نبتل بن حارث منافق تھا اسی کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا جو شیطان کی صورت دیکھنا چاہتا ہے وہ نبتل بن حارث کو دیکھ لے۔ كَانَ رَجُلًا جَسِيمًا اَدْلَمَ ثَائِرَ شَعْرِ الرَّأْسِ اَحْمَرَ الْعَيْنَيْنِ، اَسْفَعَ الْخَدَّيْنِ۔ نبتل ایک طویل القامت، سیاہ شکل، پراگندہ بالوں والا، سرخ آنکھوں والا اور پچکے گالوں والا شخص تھا۔ یہ تیرہ بخت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتا، آپ ﷺ کی گفتگو سنتا پھر اسے منافقین تک پہنچا دیتا۔ اسی نے ہی کہا تھا ''محمد عربی ﷺ کانوں کے کچے ہیں، وہ جو سنتے ہیں اس کی تصدیق کر دیتے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل کی۔

وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ (توبہ)

''اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی کریم کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے۔ فرمایئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مؤمنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لئے جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض افراد نے انہیں بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''آپ ﷺ کے پاس ایک سیاہ، پراگندہ بال، پچکے گالوں والا اور سرخ آنکھوں والا شخص آتا ہے۔ اس کی آنکھیں پیتل کی دو ہنڈیوں کی طرح ہیں اس کا جگر گدھے کے جگر سے بھی خبیث ہے''۔ وہ آپ ﷺ کی باتیں منافقوں تک پہنچاتا ہے آپ ﷺ اس سے احتیاط فرمائیں۔ یہ تمام اوصاف نبتل بن حارث ہی کے تھے۔

بنوضبیعہ کے منافق

بنوضبیعہ کے منافقین میں سے ابوحبیبہ بن الازعر (یہ ان افراد میں سے تھا جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی) ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر تھے۔ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے نواز دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور پاکباز لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔ معتب نے غزوۂ احد کے دن کہا تھا ''اگر ہمارا اس کام میں سے

Marfat.com

کچھ حصہ ہوتا تو ہم کو اس طرح قتل نہ کیا جاتا۔ اسی کے متعلق ہی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا (آل عمران: ۱۵۴)

''کہتے ہیں (اپنے دلوں میں) اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر پڑا ہوا تھا (صرف) اپنی جانوں کا بدگمانی کر رہے تھے اللہ کے ساتھ بلا وجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی کہتے کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے، آپ فرمایئے اختیار تو سارا اللہ کا ہے چھپائے ہوئے ہیں اپنے دلوں میں جو ظاہر نہیں کرتے آپ پر کہتے ہیں (اپنے دلوں میں) اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے)''۔

اسی نے ہی غزوۂ احزاب کے روز کہا تھا کہ محمد ﷺ ہمیں تو یہ مژدہ سناتے ہیں کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانے کھائیں گے لیکن ہماری کیفیت تو یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی پرسکون انداز میں قضائے حاجت بھی نہیں کر سکتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ (احزاب)

''اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح) کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لئے''۔

منافق، حارث بن حاطب کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔

مگر ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھے قابل اعتماد اہل علم نے بیان کیا ہے کہ حاطب کے فرزند ثعلبہ اور حارث کا شمار بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے وہ منافق نہ تھے۔ ابن اسحاق نے بھی بدری صحابہ کرام میں انہیں شمار کیا ہے، ان کا تعلق بنو امیہ بن زید سے تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں عباد بن حنیف (یہ حضرت سہل بن حنیف کا بھائی تھا اور مسجد ضرار کے بانیوں میں شامل تھا) عمرو بن خذام اور عبداللہ نبتل کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔

بنو ثعلبہ کے منافقین

بنو ثعلبہ بن عمرو بن عوف میں سے جاریہ بن عامر بن عطاف، اس کے دونوں بیٹوں زید اور مجمع کا شمار بھی منافقین میں ہوتا تھا۔ مجمع میں ایک نوخیز لڑکا تھا اسے قرآن کا اکثر حصہ یاد تھا اور مسجد ضرار میں منافقین کا امام تھا۔ جب مسجد کو گرا دیا گیا اور بنو عمرو بن عوف اپنی مسجد میں نماز

Marfat.com

پڑھنے لگے تو انہوں نے چاہا کہ مجمع انہیں امامت کرائے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے، آپ نے فرمایا "کیا وہ مسجد ضرار میں منافقین کا امام نہیں تھا؟" مجمع نے عرض کی۔ "اے امیر المومنین! مجھے اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، مجھے منافقین کے کسی معاملہ کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں ایک نوخیز قاریٔ قرآن تھا، منافقین کو قرآن نہیں آتا تھا اس لئے وہ مجھے مصلّٰی امامت پر کھڑا کر دیتے تھے، میں ان کے ذکر کردہ تمام معاملات کو عمدہ ہی سمجھتا تھا"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع کو چھوڑ دیا اور بنو عمرو بن عوف کو وہی امامت کروایا کرتا تھا۔

بنوامیہ کے منافق

بنو امیہ بن زید بن مالک میں سے ودیعہ بن ثابت کا شمار منافقین میں سے ہوتا تھا۔ یہ بھی مسجد ضرار کے بانیوں میں سے تھا۔ اسی نے ہی کہا تھا کہ ہم تو صرف کھیل وکود اور تماشا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۝۶۵ (مائدہ:۶۵)

"اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے پس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے آپ فرمائیے (گستاخو) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے"۔

بنوعبید کے منافق

خذام بن خالد کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ مسجد ضرار اسی کے گھر میں بنائی گئی۔ بشر اور رافع جو زید کے لڑکے تھے ان کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔

بنونبیت کے منافق

ابن ہشام کہتے ہیں، نبیت سے مراد عمرو بن مالک بن اوس ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنو نبیت کی شاخ بنو حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس میں مربع بن قیظی منافق تھا۔ جب حضور ﷺ میدانِ احد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے اس کے باغ سے گزرنا چاہا، اس سیاہ بخت نے کہا "اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اگر آپ (ﷺ) نبی ہیں تو میں آپ کو اس باغ میں سے گزرنے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا"۔ اس نے اپنی مٹھی مٹی

Marfat.com

سے بھری اور کہا ''اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ مٹی آپ کے علاوہ دوسروں پر بھی پڑے گی تو میں اسے آپ پر ضرور پھینک دیتا''۔ صحابہ کرام سرعت سے اس کی طرف بڑھے تا کہ اسے واصل جہنم کریں مگر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ قلب کا بھی اندھا ہے اور بصیرت کا بھی۔
حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ نے اسے کمان سے زخمی کر دیا۔ اس کا بھائی اوس بن قیظی بھی منافق تھا۔ اس نے ہی غزوہ خندق کے دن حضور ﷺ سے کہا تھا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں ہمیں اذن دیں تا کہ ہم واپس چلے جائیں'' اس کے متعلق اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ (احزاب)
''ایک گروہ نبی کریم سے یہ کہہ کر (حضور) ہمارے گھر بالکل محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے (اس بہانہ سازی سے) ان کا ارادہ محض (میدانِ جنگ) سے فرار تھا''۔
ابن ہشام کہتے ہیں ''عورۃ'' سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جو دشمن کے لئے غیر محفوظ اور تباہ ہونے والی ہو، اس کی جمع عورات آتی ہے، نابغہ ذبیانی کہتا ہے۔

مَتٰی تَلْقَهُمْ لَا تَلْقَ لِلْبَيْتِ عَوْرَةً وَ لَا الْجَارِ مَحْرُوْمًا وَ لَا الْاَمْرِ ضَائِعًا

جب تو ان سے برسر پیکار ہو تو اس حالت میں نہ ہو کہ گھر غیر محفوظ، پڑوسی محروم اور معاملہ ہلاکت کے قریب ہو۔
انسان کی بیوی کو بھی عورۃ کہتے ہیں کیونکہ یہ اس کی حرمت ہوتی ہے اور شرم گاہ کو بھی عورت کہا جاتا ہے۔

بنوظفر کے منافقین

ابن اسحاق کہتے ہیں بنوظفر کے منافقین میں سے حاطب بن امیہ بن رافع تھا۔ یہ بھاری بھرکم بوڑھا تھا، ساری زندگی جاہلیت میں بسر کر دی۔ اس کا ایک نورِ نظر تھا جو بہترین مسلمانوں میں سے تھا۔ اس کا نام یزید بن حاطب تھا۔ غزوۂ احد میں شدید زخمی ہو گیا جب زخموں کے مندمل ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اسے اٹھا کر بنوظفر کے گھر پہنچا دیا گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب یہ عالم بالا کو سدھارنے والا تھا تو مسلمان مرد اور عورتیں اس کے پاس جمع ہوئے، انہوں نے کہا ''اے ابن حاطب! تمہیں جنت کی بشارت ہو''۔ اسی روز حاطب کا نفاق آشکارا ہوا۔ اس نے کہا ''ہاں اسے جنت کی بشارت ہو مگر وہ جنت (باغ) حرمل کی ہی ہو گی۔ قسم بخدا! تم نے اس

Marfat.com

مسکین کو دھوکا دیا ہے"۔

منافق، بشیر بن ابیرق کا تعلق بھی بنوظفر سے ہی تھا یہ وہی ابوطعمہ تھا جس نے زرہیں چرائی تھیں اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ (النساء)

"اور مت جھگڑیں آپ ان کی طرف سے جو خیانت کرتے ہیں اپنے آپ سے بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا اسے جو بڑا بددیانت (اور) بدکار ہے"۔

قزمان کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ یہ اہل آتش سے ہے۔ غزوۂ احد کے دن اس نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ مشرکین کے کئی افراد کو موت کے گھاٹ اتارا۔ خود بھی شدید زخمی ہو گیا اسے اٹھا کر بنوظفر کی حویلی میں لے جایا گیا ایک صحابی نے اس سے کہا "اے قزمان! تجھے بشارت ہو، تو نے آج خوب بہادری دکھائی ہے اور تو دیکھ رہا ہے کہ تجھے راہِ خدا میں کیسی اذیت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے"۔ اس نے کہا "مجھے کس چیز کی خوشخبری ہو،

زرہوں کی چوری

زرہوں کی چوری کا قصہ یہ ہے کہ ابیرق کے تین بیٹوں بشیر، مبشر اور بشر نے پانی پلانے والے کمرہ میں نقب لگائی۔ یا صرف بشر نے ہی اس کمرہ میں نقب لگائی جس طرح کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ کمرہ حضرت رفاعہ بن زید کی ملکیت تھا۔ انہوں نے وہاں سے زرہیں اور کچھ کھانا چرا لیا۔ کچھ دیر بعد راز افشا ہو گیا، حضرت رفاعہ کے چچازاد حضرت قتادہ بن نعمان نے بارگاہِ رسالت میں ان کی شکایت کر دی۔ اسید بن عروہ بن ابیرق حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ انتہائی دیندار اور مصلح ہیں یہ اپنے گھر آ رہے تھے کہ ان لوگوں نے ان پر چوری کی تہمت لگا دی اور ان کے پاس گواہ بھی نہیں ہیں"۔ اسید نے ابیرق کے بیٹوں کی طرف سے اتنے دلائل دیئے کہ حضور ﷺ حضرت قتادہ اور حضرت رفاعہ پر ناراض ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ عَنْھُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ

Marfat.com

میں نے تو یہ دادِ شجاعت اپنی قوم کی حمیت میں آ کر دی ہے' جب اس کے زخموں نے شدت اختیار کر لی اور ان کی اذیت نا قابل برداشت ہوگئی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنی ہتھیلی کی رگوں کو کاٹ لیا اور خودکشی کر لی۔

بنوعبدالاشہل کے منافق

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنوعبدالاشہل میں ضحاک بن ثابت کے علاوہ کوئی مرد یا عورت منافق نہ تھا۔ اس پر نفاق اور یہودیت سے محبت کی تہمت لگائی جاتی تھی اس کا تعلق بنوکعب سے تھا جو حضرت سعد بن زید کا قبیلہ تھا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَنْ مُبَلِّغُ الضَّحَّاكِ اَنَّ عُرُوْقَهٗ　　اَعْيَتْ عَلَى الْاِسْلَامِ اَنْ تَتَمَجَّدَا

أَتُحِبُّ يُهْدَانَ الْحِجَازِ وَ دِيْنَهُمْ　　كَبَدَ الْحِمَارِ لَا تُحِبُّ مُحَمَّدًا

دِيْنًا لَعَمْرِي لَا يُوَافِقُ دِيْنَنَا　　مَا اسْتَنَّ آلٌ فِي الْفَضَاءِ وَ خَوَّدَا

کون ہے جو ضحاک تک میرا یہ سندیسہ پہنچا دے کہ اس کی رگیں اسلام کی مخالفت کر کے عزت حاصل کرنے سے عاجز ہیں۔ اے گدھے کے جگر والے تو یہودیوں اور ان کے دین سے محبت کرتا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے محبت نہیں رکھتا۔ مجھے اپنی حیاتی کی قسم! یہودیوں کا دین ہمارے دین سے کوئی موافقت نہیں رکھتا۔ جب تک سراب فضا میں منڈلاتا اور حرکت کرتا ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت (توبہ سے قبل)، معتب بن قشیر، رافع بن

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا (نساء)

''اور مت جھگڑا کریں آپ ان کی طرف سے جو خیانت کرتے ہیں اپنے آپ سے بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا اسے جو بڑا بددیانت اور بدکاری ہے وہ چھپا سکتے ہیں اپنے ارادے لوگوں سے لیکن نہیں چھپا سکتے اللہ تعالیٰ سے اور وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب راتوں کو مشورہ کرتے ہیں ایسی باتوں کا جو پسند نہیں اللہ کو اور اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے گھیرے ہوئے ہے سنتے ہو تم وہ لوگ ہو کہ جھگڑا کرتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پس کون جھگڑا کرے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی طرف سے قیامت کے دن یا کون ہوگا اس روز ان کا وکیل اور جو شخص کر بیٹھے برا کام یا ظلم کرے اپنے آپ پر پھر مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ سے تو پائے گا اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا اور جو کمائے گناہ کو تو وہ کماتا ہے اسے اپنے لئے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے اور جو شخص کمائے

Marfat.com

زید اور بشر اسلام کا دعویٰ کرتے تھے، مسلمانوں کے ساتھ ان کا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ مسلمانوں نے کہا ''ہم فیصلہ حضور ﷺ سے کرواتے ہیں'' ان منافقین نے کہا نہیں ہم فیصلہ کاہنوں سے کروائیں گے''۔ اس وقت اللہ رب العزت نے یہ آیہ مبارکہ نازل کی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ (نساء)

''کیا نہیں دیکھا آپ نے ان کی طرف جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس (کتاب) کے ساتھ جو اتاری گئی آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے (اس کے باوجود) چاہتے ہیں کہ فیصلہ کرانے کیلئے (اپنے مقدمات) طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ انکار کریں طاغوت کا اور چاہتا ہے شیطان کہ بہکا دے انہیں بہت دور تک''۔

بنو جشم کے منافقین

بنو جشم بن خزرج (بنو سلمہ) میں سے الجد بن قیس بھی منافق تھا اسی نے ہی حضور ﷺ سے کہا تھا ''اے محمد (عربی ﷺ)! مجھے اجازت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں'' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ (توبہ)

''اور ان میں سے بعض کہتے ہیں اجازت دیجئے مجھے کہ (گھر ٹھہرا رہوں) اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیے خبردار فتنے میں تو وہ گر چکے اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو''۔

کوئی خطا یا گناہ پھر تہمت لگائے اس سے کسی بے گناہ کو تو اس نے اٹھالیا (بوجھ) اور کھلے گناہ کا''۔

اس آیت میں بری سے مراد حضرت لبید بن سہل ہیں، بنو ابیرق کہتے تھے یہ چوری ہم نے نہیں کی بلکہ لبید بن سہل نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس الزام سے بری فرما دیا۔ اس آیت کے نزول کے بعد ابن ابیرق مکہ معظمہ کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں سلافہ بنت سعد بن شہید کے ہاں ٹھہرا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک شعر لکھا جس میں اس عورت کے متعلق تعریض کیا۔ سلافہ نے ابن ابیرق سے کہا تو نے مجھے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ تحفہ دیا ہے۔ اس نے اس کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا اور کہا اگر آج رات تو نے میرے گھر میں بسر کی تو تجھے چیر پھاڑ کر رکھ دوں گی۔ پھر وہ خیبر کی طرف بھاگ گیا۔ ایک رات وہاں کسی گھر میں نقب لگا رہا تھا کہ دیوار اس پر آ گری اور مر گیا۔ اس قصہ کو امام

Marfat.com

بنوعوف کے منافقین

عبداللہ بن ابی بن سلول کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا، یہ منافقین کا سردار تھا۔ منافقین اسی کے پاس ہی جمع ہوتے تھے۔ غزوۂ بنی مصطلق کے وقت اسی نے ہی کہا تھا۔ ''ہم اگر مدینہ واپس چلے گئے تو ہم میں سے معزز، ذلیل کو باہر نکال دے گا۔ اس کا یہ قول سورۃ المنافقین میں اسی طرح نازل ہوا۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی، ودیعہ (بنوعوف کا ایک شخص) مالک بن ابی نوفل، سوید اور داعس کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کا تعلق عبداللہ بن ابی کے قبیلہ سے ہی تھا۔ یہی وہ بدبخت تھے کہ جب حضور ﷺ نے بنونضیر کا محاصرہ فرمایا تو انہوں نے انہیں یہ پیغام بھیجا۔ ''ثابت قدم رہو، بخدا اگر تمہیں جلاوطن کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ ہم تمہارے متعلق کسی کی بات نہیں مانیں گے اور اگر تم نے جنگ کی تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے''۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیات نازل کیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَىٕنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَىٕنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَىٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ

ترمذی، کشی اور الطبری نے لکھا ہے اس کے مرنے کے واقعہ کو یحییٰ بن سلام نے لکھا ہے اکثر تفاسیر میں اس کا نام طعمہ بن ابیرق لکھا ہے۔ حدیث کی کتاب میں اس کا نام بشیر بن ابیر لکھا ہے۔ ابن اسحاق نے اسے بشیر ابوطعمہ لکھا ہے۔ اس صورت میں طعمہ اس کا نام نہیں ہوگا اور یہ ابوطعمہ ہوگا۔ ابن اسحاق سے روایت ہے کہ وہ دیوار جو اس پر گری تھی وہ طائف میں تھی خیبر میں نہ تھی۔ ابن سلام کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔ اس وقت اہل طائف نے کہا۔ ''وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں بھلائی ہے وہ محمد عربی ﷺ کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے''۔ سلافہ کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کے

Marfat.com

بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (حشر)

''کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے کہ اگر تمہیں (یہاں سے) نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے اور تمہارے بارے میں کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں (سن لو) اگر یہودیوں کو نکالا گیا تو یہ نہیں نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر (جی کڑا کر کے) انہوں نے ان کی مدد کی تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی (اے فرزندان اسلام) ان (یہودیوں) کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لئے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں (یہ بڑے بزدل ہیں) کبھی اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں) تم سے جنگ نہیں کریں گے جنگ کریں گے تو قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ لے کر ان کا اختلاف آپس میں بہت سخت ہے تم انہیں متحد خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں یہ اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے پہلے ابھی ابھی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے منافقین اور یہود کی مثال شیطان کی سی ہے جو (پہلے) انسان کو کہتا ہے کہ انکار کر دے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب العالمین ہے''۔

علمائے یہود کی منافقت

ابن اسحاق فرماتے ہیں جس شخص نے اسلام کو آڑ بنایا مسلمانوں کے ساتھ اسلام میں داخل

متعلق کہا۔

وَ مَا سَارِقُ الدِّرْعَیْنِ اِذْ كُنْتَ ذَاكِرًا — بِذِیْ كَرَمٍ مِنَ الرِّجَالِ اَوَادِعُهٗ
وَ قَدْ اَنْزَلَتْهُ بِنْتُ سَعْدٍ فَاَصْبَحَتْ — تُنَازِعُهَا جَارَاسْتِهَا وَ تُنَازِعُهٗ
ظَنَنْتُمْ بِاَنْ یَخْفَى الَّذِیْ صَنَعْتُمْ — وَ فِیْكُمْ نَبِیٌّ عِنْدَهُ الْوَحْیُ وَاضِحُهٗ

زرہوں کو چرانے والا اتنا بھی معزز نہیں کہ تو اس کا تذکرہ کرتا جائے۔ میں اسے درخور اعتنا نہیں سمجھتا۔ بنت سعد نے اسے اپنا مہمان بنا لیا پھر وہ اس سے جھگڑنے لگا اور وہ اس سے جھگڑنے لگی۔ کیا

Marfat.com

ہوا اور اسلام کا اظہار کیا وہ منافق ہے۔ اسی طرح علمائے یہود نے بھی نفاق کا اظہار کیا۔ بنو قینقاع میں سے سعد بن حنیف، زید بن لصیت، نعمان بن اوفی بن عمرو اور عثمان بن اوفی منافق تھے۔ زید بن لصیت ہی وہ شخص تھا جس نے بنوقینقاع کے بازار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی۔ جب حضور ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی تو اسی شخص نے کہا تھا۔ ''محمد (عربی ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ آسمان سے ان پر وحی آتی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟'' جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس اونٹنی کے متعلق بتادیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اِنَّ قَائِلًا قَالَ یَزْعَمُ مُحَمَّدٌ اَنَّہٗ یَاْتِیْہِ خَبَرُ السَّمَاءِ وَ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُہٗ وَاللّٰہِ مَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیَ اللّٰہُ وَ قَدْ دَلَّنِیَ اللّٰہُ عَلَیْھَافَھِیَ فِیْ ھٰذَا الشِّعْبِ قَدْ حَبَسَتْھَا شَجَرَۃٌ بِزَمَامِھَا''۔

ایک کہنے والا کہتا ہے کہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ آسمان سے ان کے پاس وحی آتی ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے قسم بخدا! میں وہی علم جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھاتا ہے۔ اب اس نے مجھے اس اونٹنی کے متعلق بتادیا ہے وہ اس گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس گھاٹی میں گئے انہوں نے وہاں ہی اونٹنی کو پایا جہاں حضور ﷺ نے فرمایا اور بالکل اسی حالت میں پایا جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ رافع بن حریملہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ اسی کی موت کے وقت حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ ''منافقین کے سرداروں میں سے ایک سردار آج مرگیا ہے''۔ رفاعہ بن زید بن تابوت کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ جب حضور ﷺ غزوۂ بنی مصطلق سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں شدید آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں یہ آندھی کفار کے عظیم سرداروں میں سے ایک سردار کی موت کے لئے آئی ہے''۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوگئے تو معلوم ہوا کہ رفاعہ بن زید اسی دن مرا تھا جب شدید آندھی آئی تھی۔ سلسلہ بن برہام اور کنانہ بن صوریا کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔

تمہارا گمان ہے کہ تم جو کچھ کر رہے وہ مخفی رہے گا۔ حالانکہ تمہارے پاس وہ نبی محترم ﷺ ہیں جن پر وحی آتی ہے اور وہ آپ ﷺ کے لئے ہر چیز کو عیاں کردیتی ہے۔

سیبویہ کی کتاب میں یہ اشعار موجود ہیں۔

Marfat.com

منافقین کا مسجد نبوی سے اخراج

یہ تمام منافقین مسجد نبوی میں آتے مسلمانوں کی باتیں سنتے اور ان کا تمسخر اڑاتے، ان کے دین کا مذاق اڑاتے۔ ایک دن ان کے کچھ افراد مسجد نبوی میں جمع ہوئے حضور ﷺ نے انہیں ملاحظہ فرمایا۔ وہ باہم سرگوشی کر رہے تھے، وہ مل کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمان پر انہیں سختی سے باہر نکال دیا گیا۔ حضرت ابوایوب خالد بن زید کلیب رضی اللہ عنہ عمرو بن قیس کے پاس گئے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں مشترکہ معبودان کی عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے اس کی ٹانگ پکڑی اور گھسیٹتے ہوئے اسے مسجد سے باہر لے آئے، وہ چلا رہا تھا ''ابوایوب! تم مجھے بنو ثعلبہ کی کھجوریں خشک کرنے کی جگہ سے باہر نکال رہے ہو'' پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ رافع بن ودیعہ (بنو نجار سے تعلق تھا) کے پاس آئے۔ اسے چادر سے پکڑ لیا اور سختی سے کھینچا اس کے منہ پر تھپڑ رسید کیا اور یہ کہتے ہوئے اسے مسجد نبوی سے باہر نکال دیا۔ ''اے خبیث منافق تجھ پر افسوس ہے۔ اَدْرَاجَكَ يَا مُنَافِقُ مِنْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔'' اے منافق جس راستہ سے آیا تھا اسی راستہ سے مسجد رسول اللہ ﷺ سے نکل جا''۔ شاعر کہتا ہے۔

فَوَلّٰى وَ اَدْبَرَ اَدْرَاجَهٗ وَ قَدْ بَاءَ بِالظُّلْمِ مَنْ كَانَ ثَمَّ

وہ روگرداں ہوا اور اس راستہ سے چلا گیا جس راہ سے آیا تھا جو بھی وہاں موجود تھا اس نے ظلم کا اقرار کر لیا۔

حضرت عمارۃ بن حزم رضی اللہ عنہ زید بن عمرو کے پاس گئے۔ زید کی داڑھی بہت لمبی تھی انہوں نے اسے داڑھی سے پکڑ لیا اور شدت سے کھینچ کر مسجد سے باہر نکال دیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر اسے ایسا تھپڑ مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ زید نے کہا ''اے عمارۃ تو نے میری اچھی درگت بنائی ہے۔ حضرت عمارۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے منافق! اللہ تعالیٰ کا تیرے لئے تیار کردہ عذاب اس سے کہیں شدید ہے۔ آج کے بعد مسجد نبوی کے قریب مت آنا''۔ ابن ہشام کہتے ہیں ہتھیلی سے مارنے کو لَدَم کہتے ہیں، تمیم بن ابی بن مقبل کہتا ہے۔

وَ لِلْفُؤَادِ وَجِيْبٌ تَحْتَ اَبْهَرِهٖ لَدْمَ الْوَلِيْدِ وَرَاءَ الْغَيْبِ بِالْحَجَرِ

دل کے دھڑکنے کی آواز اس کی رگ کے نیچے سے اس طرح آ رہی ہے جس طرح حجر میں نشیبی زمین کے پیچھے ولید تھپڑ مار رہا تھا۔

الْغَيْب۔ نشیبی زمین کو اور اَبْهَر دل کی رگ کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت ابو محمد مسعود بن اوس بن زید بن اصرم بن زید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار (ان کا تعلق بنو نجار سے تھا اور بدری صحابہ میں شمار ہوتے تھے) قیس بن عمرو بن سہل کی طرف گئے۔ قیس جوان تھا، منافقین میں اس کے علاوہ اور کوئی جوان شامل نہ تھا۔ انہوں نے اسے گدی سے پکڑا اور دھکے دے کر مسجد نبوی سے باہر نکال دیا۔

جب حضور ﷺ نے منافقین کو مسجد سے باہر نکالنے کا حکم دیا تو بنو بلحدرہ بن خزرج (حضرت ابو سعید خدری کا یہی قبیلہ تھا) کا ایک شخص اٹھا ان کا نام حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ تھا اور حارث بن عمرو کی طرف گئے۔ حارث کے بال لمبے تھے انہوں نے اسے بالوں سے پکڑا اور سختی سے باہر نکال دیا۔ منافق چلا رہا تھا "اے ابن حارث! تم نے بہت سختی سے کام لیا ہے" انہوں نے فرمایا "اللہ کے دشمن! تو اسی قابل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق حکم نازل کر دیا ہے، آج کے بعد مسجد رسول ﷺ کے قریب بھی نہیں آنا تو ناپاک ہے"۔ بنو عمرو بن عوف کا ایک شخص زوی بن حارث کے پاس گیا اور اسے گھسیٹتے ہوئے مسجد نبوی سے باہر لے گئے اور اس سے بے زاری کا اظہار کیا اور کہا۔ "تجھ پر شیطان اور اس کا حکم غالب آ چکا ہے"۔ اس روز مسجد نبوی میں یہی منافق تھے جنہیں حضور ﷺ نے باہر نکال دینے کا حکم دیا۔

سورۂ بقرہ کی آیات جو منافقین کے بارے نازل ہوئیں

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ۔ "الف، لام، میم۔ یہ ذیشان کتاب ذرا شک نہیں اس میں"۔ اس کتابِ حکیم میں کوئی شک نہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں ساعدۃ بن جویۃ الھذلی کا شعر ہے۔

فَقَالُوْا عَهِدْنَا الْقَوْمَ قَدْ حَصَرُوْا بِهٖ فَلَا رَيْبَ اَنْ كَانَ ثَمَّ لَحِيْمُ

ابو محمد رضی اللہ عنہ

ابن اسحاق نے ابو محمد رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا تعلق بنو نجار سے تھا۔ اس سے زیادہ انہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ یہ ابو محمد مسعود بن اوس بن زید بن اصرم بن زید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھے۔ ان کا شمار شامیین میں ہوتا ہے ان کا موقف تھا کہ وتر واجب ہیں حضرت عبادۃ فرماتے تھے کہ یہ ان کی لغزش تھی۔ امام واقدی اور مورخین کے ایک گروہ کے نزدیک یہ بدری صحابہ میں سے تھے مگر ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

Marfat.com

انہوں نے کہا ہم نے اس قوم سے معاہدہ کیا جس کا انہوں نے محاصرہ کر رکھا تھا اس میں شک نہیں کہ وہاں ایک مقتول بھی تھا۔ الرَیْبُ اور الرَیْبَۃُ کا معنی ایک ہی ہے۔ خالد بن زہیر الھذلی کہتا ہے۔ "کَاَنَّہٗ اُرِیْبُہٗ بِرَیْبِ" ابن ہشام کہتے ہیں بعض لوگوں نے یہ مصرعہ اس طرح روایت کیا ہے۔ "کَاَنَّنِیْ اَرَبْتُہٗ بِرَیْبِ"۔ یہ خالد ابوذویب کا بھتیجا تھا۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ یہ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

یعنی وہ لوگ جو اس چیز کو ترک کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جس میں ہدایت ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے پیامِ حق کی تصدیق کر کے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (بقرہ)

"وہ جو ایمان لائے ہیں غیب پر اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور اس سے جو ہم نے انہیں روزی دی خرچ کرتے ہیں"۔

منافقین کے متعلق نازل کردہ آیات

ابن ہشام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ رَیْبَ اور رَیْبَہ کا معنی ایک ہے۔ اس کے لئے انہوں نے خالد بن زہیر، ابی ذویب کے بھتیجے کے شعر سے استدلال کیا ہے۔ ابوذویب کا نام خویلد بن خالد تھا اور یہ مصرعہ اس کے اس قصیدہ سے ہے۔

يَا قَوْمِ مَالِي وَ اَبَا ذُوَيْبِ كُنْتُ اِذَا اَتَيْتُهٗ مِنْ غَيْبِ
يَشُمُّ عَطْفِي وَ يَمَسُّ ثَوْبِي كَاَنَّنِيْ اَرَبْتُهٗ بِرَيْبِ

اے میری قوم! میرا اور ابوذویب کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے میں جب بھی باہر سے اس کے پاس آتا ہوں تو وہ میرے پہلو سونگھتا ہے، میرے کپڑوں کو چھوتا ہے گویا کہ میں نے اسے کسی شک میں مبتلاء کر رکھا ہے۔ ابوذویب خالد کو کسی عورت سے متہم کرتا تھا اسی لئے خالد نے یہ اشعار کہے۔

ایمان بالغیب

ایمان بالغیب کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ا۔ اس سے مراد موت کے بعد امورِ آخرت پر ایمان لانا ہے، ۲۔ غیب سے مراد تقدیر ہے، ۳۔ غیب سے مراد دل ہے یعنی وہ دل سے ایمان لاتے ہیں، ۴۔ غیب سے مراد ذاتِ خداوندی ہے، ۵۔ مگر بہترین قول حضرت ربیع بن انس کا ہے، وہ کہتے

Marfat.com

وہ لوگ فرض نماز ادا کرتے ہیں اور اپنے نفس کا احتساب کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

''اور وہ جو ایمان لائے ہیں اس پر (اے حبیب) جو اتارا گیا ہے آپ پر اور جو اتارا گیا ہے آپ سے پہلے''۔

جو حیات آفرین اور روح پرور پیامِ آخرین آپ ﷺ بارگاہِ صمدیت سے لے کر آئے ہیں یہ اس کی بھی تصدیق کرتے ہیں اور وہ پیام جو سابقہ انبیاء علیہم السلام بارگاہِ لم یزل سے لے کر آئے ہیں وہ اس کی بھی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کرام میں تفریق نہیں کرتے اور جو کچھ وہ اپنے رب کی بارگاہ سے لے کر آئے ہیں وہ اس کا بھی انکار نہیں کرتے۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

''اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں''۔

وہ موت کے بعد زندگی، قیامت، جنت، آگ، حساب اور میزان پر یقین رکھتے ہیں، یعنی یہ لوگ آپ ﷺ پر اترنے والے صحیفۂ رشد و ہدایت اور سابقہ الہامی کتب پر ایمان رکھتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ۔

''وہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب (کی توفیق) سے''۔

بارگاہِ ربوبیت سے ایک خاص نور کی عطا کی وجہ سے وہ راہِ ہدایت و استقامت پر گامزن

ہیں۔ يُؤْمِنُوْنَ بِظَهْرِ الْغَيْبِ۔ وہ پوشیدہ امور کے ظہور کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ وہ منافقین کی طرح نہیں ہیں جن کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب ان سے علیحدہ ہوتے ہیں تو کفر کرتے ہیں۔ سیاق کلام بھی اسی تاویل کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (الملک: ۱۲) بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور اس میں صرف ایک ہی تاویل ہوسکتی ہے اور اسی سے اختلاف میں فیصلہ ہوسکتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے، لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ حالانکہ بہت سے لوگوں نے اس کتابِ حکیم میں شک کیا ہے۔ اس اعتراض کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ مومنین کے ساتھ خاص ہے یعنی کسی بھی مومن کے نزدیک اس میں شک نہیں ہوسکتا۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس آیت میں عموم پایا جاتا ہے۔ اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ اگرچہ کلام کا انداز خبریہ ہے مگر یہ نہی کے معنی میں ہے یعنی لَا تَرْتَابُوْا۔ اس میں شک نہ کرو، یہ نہی عام ہے اس میں کوئی

Marfat.com

ہیں۔

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

"اور وہی دونوں جہان میں کامیاب ہیں"۔

وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر اس چیز کا ادراک کر لیا جس کی انہیں جستجو تھی اور جس سے وہ راہِ فرار اختیار کرتے تھے اس کے شر سے وہ نجات پا گئے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا۔

"بے شک جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ہے"۔

جنہوں نے اس دلنشیں پیغام کا انکار کیا جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا اگرچہ وہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء پر نازل کردہ کتب اور صحائف پر ایمان بھی رکھتے ہوں۔

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔

"یکساں ہے ان کے لئے چاہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے"

انہوں نے آپ ﷺ کے اس ذکر خیر کا انکار کر دیا جو ان کے پاس مرقوم تھا اور آپ ﷺ کے لئے جو ان سے عہد و میثاق لیا گیا تھا اس سے بھی وہ انکار کر گئے گویا کہ انہوں نے آپ ﷺ اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کے پیغام کا انکار کر دیا۔ اب آپ ﷺ کی طرف

اختصاص نہیں ہے اور اس سے بھی درست قول یہ ہے کہ یہ خبر قرآنِ پاک کی طرف سے ہو یعنی اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو شک کا باعث ہو کیونکہ جب کسی سے کوئی ناپسندیدہ امر دیکھا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ رَابَنِي مِنكَ كَذَا وَ كَذَا۔ قرآن میں کوئی ایسی شئی نہیں جس کا عقل انکار کرے۔ رَيْبٌ اگر مصدر ہو تو اس سے اس چیز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو شک میں ڈالتی ہو۔ جس طرح ضیف کو ضائف سے اور طیف کو طائف سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ رب العزت کا یہ ارشاد بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ کیونکہ یہ خبر ہے اور نہ ہی صفت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ لَا رَيْبَ فِيهِ یوم کی صفت کے قائم مقام ہے۔ موت کے بعد حیات میں کوئی ایسا امر نہیں جو تجھے شک میں مبتلاء کر دے کیونکہ جو ذات بے ہمتا آغاز سے تخلیق کر سکتی ہے وہ اس چیز کو دوبارہ تخلیق کرنے پر زیادہ قادر ہے۔ ریب مطلق شک کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ تم یہ تو کہہ سکتے ہو۔ رَابَنِي مِنكَ رَائِبٌ مگر تم شَكَّنِي نہیں کہہ سکتے مگر اِرْتَبْتُ اسی طرح کہا جا سکتا ہے جس طرح شَكَكْتُ کہا جا سکتا ہے کیونکہ اِرْتِيَاب، شک کے معنی کے قریب تر ہے۔

Marfat.com

سے ڈر یا خوف کی باتیں وہ کیسے سن سکتے ہیں اور آپ ﷺ کے متعلق ان کے ہاں جو تذکرے تھے انہوں نے اس کا بھی انکار کر دیا۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔

''مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے''۔

حق تک رسائی کے لئے ان کے سامنے حجابات ہیں وہ رشد و ہدایت کو کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اس حق کی تکذیب کی ہے جسے لے کر آپ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ جب تک وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اگر چہ وہ سابقہ تمام کتب پر ایمان لے بھی آئیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہ تمام آیات علماء یہود کے متعلق نازل ہوئیں کیونکہ انہوں نے حق کے عرفان کے بعد اس کی تکذیب کی۔

اوس اور خزرج کے منافقین کے متعلق آیات

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۞

''اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور روزِ قیامت پر حالانکہ وہ مومن نہیں''۔

اس آیت میں اوس وخزرج کے منافقین کا ذکر ہے اور ان لوگوں کا ذکر ہے جو ان کی روش پر تھے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۞ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۞ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۞

''فریب دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو اور (حقیقت میں) نہیں فریب دے رہے مگر اپنے آپ کو (اور اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی اللہ نے

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

مرض کا اصل ضعف اور اعضاء کا فتور ہے، یہاں اس سے ضعف یقین اور دل کا فتور مراد ہے۔ اس

Marfat.com

ان کی بیماری اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے اور جب کہا جائے انہیں کہ مت فساد پھیلاؤ زمین میں تو کہتے ہیں کہ ہم ہی تو سنوارنے والے ہیں''۔

یعنی ہم مومنین اور اہل کتاب کے مابین اصلاح چاہتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

''ہوشیار وہی فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں اور جب کہا جائے انہیں ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے (اور) لوگ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بے وقوف خبردار وہ احمق ہیں مگر وہ جانتے نہیں اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف (ان کا) مذاق اڑا رہے تھے اللہ سزا دے رہا ہے انہیں اس مذاق کی اور ڈھیل دیتا ہے انہیں تاکہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں''۔

''شیاطین'' سے مراد یہودی ہیں جو بنو اوس اور بنو خزرج کے منافقین کو حق کی تکذیب کا حکم دیتے تھے اور حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے خلاف کام کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے ہم بھی اسی عقیدہ پر ہیں جس پر تم ہو ہم تو اس قوم سے مذاق کرتے ہیں۔

يَعْمَهُوْنَ

ابن ہشام کہتے ہیں اس کا معنی ہے کہ وہ حیران و سرگرداں ہیں اہل عرب کہتے ہیں۔ رَجُلٌ عَمِهٌ وَ عَامِهٌ۔ حیران مرد۔ رؤبۃ بن عجاج شہر کی تعریف میں کہتا ہے۔

اَعْمَى الْهُدٰى بِالْجَاهِلِيْنَ الْعُمَّهِ۔ العُمّہ، عامہ کی جمع ہے عَمِہ کی جمع عَمِهُوْن آتی ہے، عورت کے لئے عَمِهَةٌ اور عَمْهَاء استعمال ہوتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

''(یہ) وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لی گمراہی ہدایت کے بدلے میں مگر نفع بخش نہ ہوئی ان کی (یہ) تجارت اور وہ صحیح راہ نہ جانتے تھے''۔

کا عطف فَزَادَهُمُ اللّٰهُ پر ہے حالانکہ فعل کا اسم پر عطف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس جیسے جملہ پر اس کا

Marfat.com

یعنی انہوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ضرب المثل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾

"ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پھر جب جگمگا اٹھا اس کا آس پاس تو لے گیا اللہ ان کا نور اور چھوڑ دیا انہیں گھپ اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے"۔

یعنی وہ حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے اور وہ اس کے متعلق گفتگو کرتے ہیں جب وہ کفر کی ظلمت سے نکلے تو انہوں نے نور ایمان کو اپنے کفر اور نفاق کی وجہ سے بجھا دیا، اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں کفر کی ظلمات میں چھوڑ دیا وہ نہ تو ہدایت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی حق پر استقامت اختیار کر سکتے ہیں۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ

"یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں سو وہ نہیں پھریں گے"۔

وہ ہدایت کی طرف نہیں لوٹ سکتے وہ بھلائی سے بہرے، گونگے اور اندھے ہیں وہ نہ تو خیر و برکت کی طرف پلٹ سکتے ہیں نہ ہی اپنے کافرانہ رویہ کی وجہ سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾

"یا پھر ایسے زور کا مینہ برس رہا ہو، بادل سے جس میں اندھیرے ہوں اور گرج اور چمک ہو ٹھونستے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے باعث، موت کے ڈر سے اور اللہ گھیرے ہوئے ہے کافروں کو"۔

ابن ہشام کہتے ہیں، اَلصَّيِّبُ بارش کو کہتے ہیں، یہ صَابَ يَصُوْبُ سے مشتق ہے جس طرح السَّيِّدُ سَادَ يَسُوْدُ سے مشتق ہے اور مَيِّتُ مَاتَ يَمُوْتُ سے مشتق ہے۔ اس کی جمع صیائب آتی ہے۔ عقلمہ بن عبد جس کا تعلق بنو ربیعہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم سے تھا کا شعر ہے۔

كَأَنَّهُمْ صَابَتْ عَلَيْهِمْ سَحَابَةٌ صَوَاعِقُهَا لِطَيْرِهِنَّ دَبِيْبُ

گویا کہ ان پر بادل سایہ فگن ہو چکا ہے جس کی بجلیاں ان کے پرندے کے لئے ہیں۔

عطف ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہنا، فِي الدَّارِ زَيْدٌ فَاَعْطَيْتُهُ دِرْهَمًا درست نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

Marfat.com

فَلَا تَعْدِلِي بَيْنِي وَ بَيْنَ مُغَمَّرٍ سَقَتْكِ رَوَايَا الْمُزْنِ حَيْثُ تَصُوْبُ

میرے اور مغمر کے مابین موازنہ نہ کر۔ تجھے بادل کا پانی سیراب کرے وہ جہاں بھی چلے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں وہ منافقین کفر اور قتل ہو جانے کے خوف کی وجہ سے ظلمت میں ہیں کیونکہ ان پر (اے مومنین) تمہارا خوف سوار ہے یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح کوئی شخص بارش کی تاریکی میں ہو وہ بجلیوں کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لے۔ان پر یہ عذاب اللہ تعالیٰ نے ہی اتارا ہے اور وہ کافروں کا احاطہ کرنے والا ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ

''قریب ہے کہ بجلی اچک لے جائے ان کی بینائی''۔

یعنی حق کی ضیاء کی شدت کی وجہ سے۔

كُلَّمَا اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا

''جب چمکتی ہے ان کے لئے تو چلنے لگتے ہیں اس (کی روشنی) میں اور جب اندھیر چھا جاتا ہے ان پر تو کھڑے رہ جاتے ہیں''۔

یعنی وہ حق کو پہچان لیتے ہیں اور اسی کے متعلق بات چیت کرتے ہیں مگر جب وہ لوٹ کر دوبارہ کفر میں جاتے ہیں تو وہ حیران و سرگرداں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

''اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے سننے کی قوت اور ان کی بینائی بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔

انہوں نے حق کے عرفان کے بعد اسے ترک کر دیا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی''۔

اب کفار اور منافقین دونوں فریقوں سے خطاب ہے۔اپنے رب کو یکتا تسلیم کر لو۔

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

فِیْ قُلُوْبِهِمْ ''مَرِضَتْ قُلُوْبُهُمْ'' کے معنی میں ہے اس لئے فعل پر فعل کا عطف کرنا درست ہے۔

Marfat.com

"جس نے پیدا فرمایا تمہیں اور جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ وہ جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کے لئے پس نہ ٹھہراؤ اللہ کے لئے مدمقابل اور تم جانتے ہو"۔

ابن ہشام کہتے ہیں اَنْدَاد کا معنی اَمْثَال ہے، اس کا واحد "نِدّ" ہے۔ عبید بن ربیعہ کا شعر ہے۔

اَحْمَدُ اللّٰهَ وَ لَا نِدَّلَهٗ بِيَدَيْهِ الْخَيْرُ مَا شَاءَ فَعَلْ

میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے دست قدرت میں بھلائی ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، یعنی ان معبودان باطلہ میں سے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ تم خود جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں جو تمہارا روزی رساں ہو تم یہ بھی جانتے ہو کہ رسول محترم ﷺ اللہ کی وحدانیت کی طرف جو تمہیں بلا رہے ہیں وہ حق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (بقرہ: ۲۳)

"اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا اپنے (برگزیدہ) بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلا لاؤ اپنے حمایتیوں کو اللہ کے سوا"۔

یعنی جو سراپا حق پیغام تمہارے پاس پہنچا ہے اگر تمہیں اس میں شک ہو تو پھر ان معاونین و مددگاروں کو بلا لو جنہیں بلانے کی تم استطاعت رکھتے ہو۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

"اگر تم سچے ہو پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے"۔

تمہارے لئے حق آشکار ہو چکا ہے۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ (بقرہ: ۲۴)

"تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے"۔

جہنم ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اس کافرانہ روش پر ہوں جس پر تم ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ترغیب دلائی اور اس میثاق کو توڑنے سے ڈرایا جو ان سے نبی محترم ﷺ کے لئے کیا گیا تھا کہ جب آپ ﷺ ان میں جلوہ نما ہوں تو انہیں کیسا حسن

Marfat.com

سلوک کرنا چاہئے۔ انہیں ان کی تخلیق کے آغاز کے متعلق بتایا نیز بتایا کہ ان کی آفرینش کیسے ہوئی؟ حضرت آدم علیہ السلام کی شان عیاں کی۔ ان کے معاملہ کو بیان کیا، جب شیطان نے ان سے لغزش کرائی تو ان کے ساتھ کیسا رویہ اپنایا گیا؟ پھر فرمایا۔

یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ (بقرہ: ۴۰)

''اے اولاد یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو کیا میں نے تم پر''۔

اب روئے خطاب علماء یہود کی طرف ہے، یعنی اس وقت کو یاد کرو جب میں نے تمہیں اور تمہارے آباء کو آزمائش میں ڈالا پھر تمہیں فرعون اور اس کی قوم سے نجات دی۔

وَاَوۡفُوۡا بِعَہۡدِیۡۤ۔ ''اور پورا کرو تم میرے (ساتھ کئے ہوئے) وعدہ کو''۔

اس عہد کو پورا کرو جو میں نے تم سے احمد مجتبیٰ ﷺ کے متعلق لیا تھا۔

اُوۡفِ بِعَہۡدِکُمۡ۔ ''میں پورا کروں گا تمہارے (ساتھ کئے ہوئے) وعدہ کو''۔

جب تم میرے مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق اور اتباع کرو گے تو میں اپنا وعدہ پورا کروں گا تم پر جو بارِ گراں تمہارے گناہوں کی وجہ سے ہے اسے اٹھالوں گا۔

وَاِیَّایَ فَارۡہَبُوۡنِ۔ ''اور صرف مجھی سے ڈرا کرو''۔

یعنی میں تم پر بھی ایسا عذاب نازل کروں جو میں نے پہلے تمہارے آباء پر نازل کیا تھا، وہ ایسا عذاب ہے جسے تم خوب جانتے ہو۔

وَاٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَلَا تَکُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ کَافِرٍۢ بِہٖ

''اور ایمان لاؤ اس (کتاب) پر جو نازل کی ہے میں نے یہ سچا ثابت کرنے والی ہے اس کو جو تمہارے پاس ہے اور نہ بن جاؤ تم سب سے پہلے انکار کرنے والے اس کے''۔

تمہارے پاس وہ علمی خزانہ ہے جو دوسروں کے نصیب میں کہاں۔

وَاِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَکۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ (بقرہ)

''اور صرف مجھی سے ڈرا کرو اور مت ملایا کرو حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو

بنو اسرائیل

بنو اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کو اسرائیل کہا جاتا تھا۔ اس کا معنی سَرِیُّ اللہ ہے مگر قرآن پاک میں یہودیوں کو بنو اسرائیل سے ہی خطاب کیا گیا ہے، انہیں بنو یعقوب سے خطاب نہیں کیا گیا جب حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور

Marfat.com

حالانکہ تم (اسے) جانتے ہو"۔

نبی اکرم ﷺ کا عرفان اور معرفت جو تمہارے پاس ہے اسے نہ چھپاؤ، تم اپنے صحف میں آپ ﷺ کے مبارک ذکر کو بھی پاتے ہو۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (بقرہ)

"کیا تم حکم کرتے ہو (دوسرے) لوگوں کو نیکی کا اور بھلا دیتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ تم پڑھتے ہو کتاب کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے"۔

تم نبوت کے فیضان اور تورات کی وجہ سے لوگوں کو تو کفر سے منع کرتے ہو مگر خود اسی مرض میں مبتلا ہو تم اس عہد کو فراموش کر رہے ہو جو میرے رسولِ محترم ﷺ کی تصدیق کے لئے تم سے لیا گیا تھا تم اس عہد کو توڑتے ہو اور میری کتاب میں سے جو کچھ تم جانتے ہو اس کا انکار کرتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے واقعات کا تذکرہ کیا یہ بیان کیا کہ انہوں نے بچھڑے کے ساتھ کیا کیا، اپنی ناراضگی اور ان کی توبہ کا ذکر کرنے کے بعد ان کا قول ذکر کیا۔

نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (بقرہ:۵۵) "ہم نے دیکھ لیا اللہ کو ظاہر"۔

ابن ہشام کہتے ہیں "جَهْرَةً" ایسا ظاہر کر کے کہ کوئی اسے ہم سے مستور نہ کر سکے۔ ابو اخزر قتیبہ الحمانی کہتا ہے۔ يَجْهَرُ اَجْوَافَ الْمِيَاهِ السُّدُمْ۔ پانی تا دیر ٹھہرنے کی وجہ سے اس قدر صاف ہو گیا ہے کہ اس کے پیندے سے ریت وغیرہ ظاہر ہو گئی ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر ان کی گستاخی کی وجہ سے انہیں صاعقہ کا سامنا کرنا پڑا پھر اللہ رب العزت نے انہیں حیاتِ نو عطا کی بادل سایہ کناں ہوا اور من وسلویٰ کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔

اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (بقرہ:۵۸)

"اور داخل ہونا دروازہ سے سر جھکائے ہوئے اور کہتے جانا بخش دے (ہمیں)"۔

جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ میں تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا مگر انہوں نے فرمانِ الٰہی کا پاس نہ کیا اس کا مذاق اڑایا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا آغاز ہوا۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔ "المَنّ" وہ چیز تھی جو وقت سحر ان کے درختوں پر گرتی تھی وہ اسے جمع

حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر خیر ہوتا ہے تو پھر اسرائیل کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ اس میں ایک حکمت پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے خطاب کیا جاتا ہے تو ان کو ان

Marfat.com

کر لیتے تھے وہ شہد کی طرح شیریں تھی وہ اسے پیتے بھی تھے اور کھاتے بھی تھے۔ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کہتا ہے۔

لَوْ أُطْعِمُوا الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى مَكَانَهُمْ مَا أَبْصَرَ النَّاسُ طُعْمًا فِيهِمْ نَجْعًا

اگر لوگوں کو اس کی جگہ من وسلویٰ بھی کھلایا جاتا تو لوگ اسے فائدہ مند کھانا نہ سمجھتے۔

سلویٰ ایک پرندہ تھا اس کا واحد سلوٰۃ ہے بعض اسے سمانی (بٹیر کی طرح کا ایک پرندہ) کہتے ہیں شہد کو بھی سلویٰ کہتے ہیں خالد بن زہیر الھذلی کہتا ہے۔

وَ قَاسَمَهَا بِاللّٰهِ حَقًّا لَأَنْتُمْ أَلَذُّ مِنَ السَّلْوٰى إِذَا مَا نَشُوْرُهَا

اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا حقیقت یہ ہے کہ تم شہد سے زیادہ میٹھے ہو جب ہم اسے چھتے سے نکالتے ہیں۔

حِطَّةٌ کا معنی ہے کہ مولا! ہمارے گناہوں پر قلم عفو فرما۔

ابن اسحاق کہتے ہیں بنو اسرائیل نے جس فرمانِ خداوندی کو تبدیل کیا تھا اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''جس دروازے سے انہیں سجدہ کرتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ وہاں سے پشت گھسیٹ کر گزرے اور ان کے لبوں پر تھا۔ ''جو میں گندم'' ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں بارانِ رحمت کی التجاء کی انہیں حکم ملا کہ وہ اپنا مبارک عصا پتھر پر ماریں جس سے ان کے لئے بارہ چشمے رواں ہو گئے۔ ہر قبیلہ کے لئے ایک چشمہ مخصوص تھا جس سے وہ پانی پیتے تھے پھر انہوں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا۔

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا

''ہم صبر نہیں کر سکتے ایک ہی طرح کے کھانے پر سو آپ دعا کیجئے ہمارے لئے اپنے پروردگار سے کہ نکالے ہمارے لئے وہ جن کو زمین اگاتی ہے (مثلاً) ساگ اور ککڑی اور گیہوں''

ابن ہشام کہتے ہیں فُوْمٌ کا معنی گندم ہے۔ امیہ بن الصلت الثقفی کہتا ہے۔

فَوْقَ شِيْزٰى مِثْلِ الْجَوَابِي عَلَيْهَا قِطَعٌ كَالْوَذِيْلِ فِي نَقْيِ فُوْمِ

آبنوس کی لکڑی کے اوپر میرے جواب کی مثال اس طرح ہے کہ گویا صاف گندم میں صیقل

کے اسلاف کے دین کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ان کے لئے نصیحت پذیری کا ساماں پیدا ہو جائے اور انہیں غفلت پر تنبیہ ہو جائے۔ انہیں اس نام سے پکارا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر تھا اسرائیل

Marfat.com

شدہ چاندی کا ٹکڑا ہے۔

وَذِیل چاندی کے ٹکڑے کو اور فُوم گندم کو کہتے ہیں اس کا واحد فُومة ہے۔

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ

''اور مسور اور پیاز، موسیٰ نے کہا کیا تم لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلے میں جو عمدہ ہے (اچھا) جا رہو کسی شہر میں تو مل جائے گا جو تم نے مانگا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں وہ احکام خداوندی پر عمل پیرا نہ ہوئے کوہ طور کو ان کے سروں پر کھڑا کر دیا گیا تا کہ وہ اس چیز کو پکڑ لیں جو انہیں عطا کی گئی، پھر ان میں مسخ بھی ہوا۔ ان میں سے کچھ افراد کو ان کی لغزشوں کی وجہ سے بندر بنا دیا گیا۔ اللہ رب العزت نے اس گائے کا تذکرہ فرمایا جسے ان کے لئے بطورِ عبرت ظاہر کیا گیا اسے اس قتیل کے لئے ظاہر کیا گیا جس میں ان کا اختلاف ہو گیا تھا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملہ کو عیاں فرما دیا۔ انہوں نے گائے کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت سے سوالات کئے پھر ان کے دل پتھر کی طرح یا اس سے بھی سخت ہو گئے، ارشاد ربانی ہے۔

وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (بقرہ)

''(کیونکہ) کئی پتھر ایسے بھی ہیں جن سے بہہ نکلتی ہیں نہریں اور کئی ایسے بھی ہیں کہ جو پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلنے لگتا ہے اور کئی ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں خوف الٰہی سے اور اللہ بے خبر نہیں ہے ان (کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو''۔

تمہارے دل تو پتھروں سے زیادہ سخت ہیں، انہیں اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے مگر ان پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (بقرہ)

''(اے مسلمانو) کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ (یہ یہودی) ایمان لائیں گے تمہارے کہنے سے حالانکہ ایک گروہ ان میں ایسا تھا جو سنتا تھا کلامِ الٰہی کو پھر بدل دیتے تھے اسے خوب سمجھ لینے کے

میں اسم اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف مضاف ہے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے ایک قوم کو توحید کی دعوت دی وہ بنو عبد اللہ تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اے بنو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام کتنا

Marfat.com

بعد جان بوجھ کر"۔

تمام یہودی تورات کونہیں سنتے تھے بلکہ ان میں سے ایک مخصوص گروہ تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے بعض اہل علم سے معلوم ہوا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا" اے کلیم اللہ! ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے مابین حجابات حائل ہیں۔ جب وہ آپ سے محو گفتگو ہو تو ہمیں اس کا کلام ہی سنا دیں"۔ حضرت موسیٰ نے ان کی یہ التجاء بارگاہِ صمدیت میں پیش کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" انہیں حکم دیں کہ وہ پاک صاف ہو جائیں۔ پاکیزہ لباس پہن لیں اور روزے رکھیں"۔ جب بنو اسرائیل ان احکام پر عمل پیرا ہو چکے تو حضرت موسیٰ انہیں لے کوہِ طور پر آ گئے۔ ان پر بادل سایہ فگن ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا وہ تمام سجدہ ریز ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ ہمکلامی بخشا۔ بنو اسرائیل نے بھی کلامِ الٰہی کو سنا اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض امور کا حکم دیا اور بعض سے منع فرمایا۔ تمام احکامات کو سمجھ کر وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر ان میں سے ایک گروہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم میں تحریف کر دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ یہ احکام دیئے ہیں تو انہوں نے کہا نہیں! اللہ تعالیٰ نے تو یہ حکم دیا ہے۔ انہوں نے ان احکامات کے الٹ کہا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی گروہ کے متعلق ہی نبی محترم ﷺ کو آگاہ کیا ہے۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا

"اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے ہیں، ہم نبی مکرم ﷺ پر ایمان لائے ہیں مگر وہ تمہاری طرف ہی مبعوث ہوئے ہیں"۔

وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا

"اور جب تنہا ملتے ہیں ایک دوسرے سے تو کہتے ہیں"۔

اہل عرب سے اس طرح کی گفتگو نہ کرنا تم تو حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ان کے خلاف مدد مانگا کرتے تھے۔

قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (بقرہ)

حسین رکھا ہے؟ آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا تا کہ ان کے باپ کے نام کو ذکر کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف ترغیب دلائی جا سکے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان" یا بنی اسرائیل" کا مقصد

Marfat.com

"(ارے) کیا بیان کرتے ہو ان سے جو کھولا ہے اللہ نے تم پر یوں تو وہ دلیل قائم کریں گے تم پر ان باتوں سے تمہارے رب کے سامنے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے"۔

تم اقرار کرتے ہو کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں تم خوب جانتے ہو کہ تم سے ان کے متعلق عہد لیا گیا تھا کہ تم آپ ﷺ کی اتباع کرو گے۔ نبی محترم ﷺ بتائیں گے کہ وہ وہی نبی مکرم ﷺ ہیں جن کے ہم منتظر تھے اور جن کا ذکر خیر ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ اب اس کا انکار کر دو اور اقرار نہ کرو۔ ارشاد ربانی ہے۔

اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ (بقرہ)

"کیا وہ (یہ) نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور ان میں کچھ ان پڑھ ہیں جو نہیں جانتے کتاب کو بجز جھوٹی امیدوں کے"۔

ابن ہشام ابوعبیدہ سے روایت کرتے ہیں۔ "اَمَانِیَّ" کا معنی ہے وہ صرف پڑھتے ہیں کیونکہ اُمّیٌ وہ شخص ہوتا ہے جو پڑھ لیتا ہے مگر لکھ نہیں سکتا یعنی وہ کتاب کو جانتے نہیں صرف پڑھتے ہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ اور یونس اہل عرب کے اس فرمان کی تاویل کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں "تمنّی"، "قرءَ" کے معنی میں ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ (الحج)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو ڈال دیئے شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک)"۔

ابوعبیدہ نحوی نے مجھے یہ شعر پڑھ کر سنایا۔

تَمَنّٰی كِتَابَ اللّٰهِ اَوَّلَ لَیْلِهٖ ۔۔۔ وَآخِرَهُ وَافٰی حِمَامُ الْمَقَادِرِ

اپنی رات کے آغاز میں اس نے کتابِ الٰہی کی تلاوت کی اور رات کے آخری حصہ میں تقادیر کی موت نے حق پورا پورا کر دیا۔

تَمَنّٰی كِتَابَ اللّٰهِ فِی اللَّیْلِ خَالِیًا ۔۔۔ تَمَنِّیَ دَاوٗدَ الزَّبُوْرَ عَلٰی رِسْلٍ

اس نے رات کی تنہائی میں کتابِ الٰہی کی یوں تلاوت کی جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام

بھی انہیں ان کے اسلاف کے دین کی یاد دہانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تحریص ہے اور یہ لفظ بنی یعقوب کے لفظ کے استعمال سے زیادہ بہتر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

Marfat.com

زبور کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے تھے۔

اَمَانِیُّ کا واحد "اُمْنِیَّۃٌ" ہے، انسان کی مال وغیرہ کی خواہشات کو الامانی کہا جاتا ہے۔

وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ۝ "اور وہ تو محض وہم وگمان ہی کرتے رہتے ہیں"۔

وہ نہ تو کتاب کو جانتے ہیں اور نہ ہی ادراک رکھتے ہیں کہ اس میں کیا ہے وہ وہم وگمان کی بنا پر آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (بقرہ)

"اور انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوئے گی ہمیں (دوزخ کی) آگ بجز گنتی کے چند دن آپ فرمایئے کیا لے رکھا ہے تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ تب تو خلاف ورزی نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی یا (یوں ہی) بہتان باندھتے ہو اللہ پر جو تم جانتے ہی نہیں"۔

یہودیوں کا بے بنیاد دعویٰ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہودیوں نے کہا "دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ہزار سال کے بدلے لوگوں کو آخرت میں ایک دن عذاب دے گا۔ اس طرح لوگ سات دن عذاب میں مبتلا رہیں گے پھر عذاب منقطع ہو جائے گا"۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـَٔتُهٗ

"ہاں (ہمارا قانون یہ ہے) جس نے جان بوجھ کر برائی کی اور گھیر لیا اس کو اس کی خطا نے"۔

یعنی جس نے تمہاری طرح برے اعمال سرانجام دیئے اور تمہاری طرح کفر کیا اس کا کفر اسے گھیر لے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ

حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کا مژدہ جانفزا سنایا تو وہاں "یعقوب" کا لفظ استعمال فرمایا کیونکہ یہ یکے بعد دیگرے عطائے خداوندی اور بشارت کے بعد

Marfat.com

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝

"تو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی جنتی ہیں وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

جو اس پر ایمان لایا جس سے تم نے انکار کیا اور ان احکام پر عمل کیا جنہیں تم نے ترک کر دیا ان کے لئے جنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کر دیا کہ خیر اور شر کی سزا اور جزا ان کے اہل پر ہمیشہ رہے گی۔ اس میں کوئی انقطاع نہ ہوگا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ

"اور یاد کرو جب لیا تھا پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے (اس بات کا) نہ عبادت کرنا بجز اللہ کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا۔ نیز رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے بھی (مہربانی کرنا) اور کہنا لوگوں سے اچھی باتیں اور صحیح ادا کرنا نماز اور دیتے رہنا زکوٰۃ اور پھر منہ پھیر لیا مگر چند آدمی تم سے (ثابت قدم رہے) اور تم روگردانی کرنے والے ہو اور یاد کرو جب لیا تم سے پختہ وعدہ کہ تم اپنوں کا خون نہیں بہاؤ گے"۔

ابن ہشام کہتے ہیں تَسْفِكُوْنَ کا معنی تَصُبُّوْنَ (بہانا) ہے، اہل عرب کہتے ہیں سَفَكَ دَمَهُ، اس نے اس کا خون بہایا وَسَفَكَ الزِّقَّ، اس نے مشک کا پانی بہایا، شاعر کہتا ہے۔

وَ كُنَّا اِذَا مَا الضَّيْفُ حَلَّ بِاَرْضِنَا سَفَكْنَا دِمَاءَ الْبُدْنِ فِي تُرْبَةِ الْحَالِ

ہماری کیفیت یہ ہے کہ جب کوئی مہمان ہماری سرزمین پر آتا ہے تو ہم اپنے اونٹوں کے خون نرم زمین میں بہا دیتے ہیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ "اَلْحَالُ" سے مراد وہ زمین ہے جس میں ریت ملی ہوئی ہو۔ اہل عرب اسے "السَّهْلَة" بھی کہتے ہیں۔ حدیث مبارک میں ہے کہ جب فرعون نے کہا۔ "آمَنْتُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے

بشارت تھی۔ اگرچہ نام یعقوب عبرانی زبان کا ہے مگر عربی میں یہ عقب اور تعقیب کے موافق ہے۔ ان دونوں اسماء کا دو مقامات کے اعتبار سے استعمال کتنا عمدہ ہے۔ قرآن پاک کا یہی اعجاز ہے اور اس کے الفاظ کی یہی بلاغت ہے اور الفاظ کا برمحل استعمال اس سے عمدہ نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اس ذات کے جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے۔ اَخَذَ جِبْرِیْلُ مِنْ حَالِ الْبَحْرِ وَ ضَرَبَ بِهٖ وَجْهَ فِرْعَوْنَ۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سمندری کیچڑ لیا اور اسے فرعون کے منہ پر پھینک دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (بقرہ)

"پھر تم وہی ہونا (جنہوں نے یہ وعدے کئے) کہ اب قتل کر رہے ہو اپنوں کو اور نکال باہر کرتے ہو اپنے گروہ کو ان کے وطن سے (نیز) مدد دیتے ہو ان کے خلاف (دشمنوں کو) گناہ اور ظلم سے"۔

یعنی وہ مشرکین کی مدد کرتے ہیں وہ ان کے ساتھ مل کر ان کی خونریزی کرتے ہیں اور انہیں اپنے شہروں سے جلاوطن کرتے ہیں۔

وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ (بقرہ)

"اور اگر آئیں تمہارے پاس قیدی بن کر (تو بڑے پاکباز بن کر) ان کا فدیہ ادا کرتے ہو حالانکہ حرام کیا گیا تھا تم پر ان کا گھروں سے نکالنا تو کیا تم ایمان لائے ہو کتاب کے کچھ حصہ پر اور انکار کرتے ہو کچھ حصہ کا (تم خود ہی کہو) کیا سزا ہے ایسے نابکار کی تم سے سوائے اس کے رسوا رہے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن تو انہیں پھینک دیا جائے گا سخت ترین عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں (کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے مول لے لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے عوض تو نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی"۔

اللہ رب العزت نے انہیں ان کے فعل کے متعلق بتا دیا۔ تورات میں ان پر ان کی خونریزی حرام تھی وہاں ان کے قیدیوں سے فدیہ لینا فرض تھا۔

اس وقت اوس، خزرج اور یہودی دو گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک طرف بنو قینقاع، ان کی جماعت اور ان کے حلیف بنو خزرج تھے۔ دوسری طرف بنو نضیر، بنو قریظہ، ان کی جماعت اور ان

Marfat.com

کے حلیف بنو اوس تھے۔ جب بھی بنو اوس اور بنو خزرج کے مابین معرکہ ہوتا تو بنو قینقاع خزرج کے ساتھ ہوتے، بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے ساتھ ہوتے، ان قبائل میں سے ہر قبیلہ اپنے بھائیوں کے خلاف اپنے حلیفوں کی مدد کرتا۔ اپنے ہاتھوں سے ان کا لہو بہاتے حالانکہ ان کے ہاتھوں میں تورات ہوتی تھی جس میں ان کے حقوق و فرائض مرقوم تھے۔ اوس اور خزرج مشرک تھے، وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے، وہ جنت و دوزخ، قیامت اور مر کر جی اٹھنے سے آگاہ نہ تھے، وہ کتاب، حلال اور حرام سے بھی نا آشنا تھے۔ جب جنگ اختتام پذیر ہوتی تو وہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرتے اس طرح تورات کی تصدیق کرتے۔ بنو قینقاع ان قیدیوں کا فدیہ ادا کرتے جو اوس کے ہاں پابند سلاسل ہوتے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ ان اسیروں کا فدیہ ادا کرتے جو بنو خزرج کے ہاں مقید ہوتے وہ اپنے مقتولوں کا خون بہا معاف کر دیتے اس طرح وہ مشرکین کی معاونت کرتے، اللہ تعالیٰ نے انہیں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" یعنی تو تورات کے حکم کے مطابق فدیہ بھی دیتا ہے اور اسے قتل بھی کرتا ہے حالانکہ تورات میں تجھے ایسا نہ کرنے کا حکم ہے تو اسے قتل بھی کرتا ہے اور اسے اپنے شہر سے جلا وطن بھی کرتا ہے اور ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو شرک کرتے ہیں اور بتوں کے پجاری ہیں اور اس قبیح فعل سے تیرا مقصد دنیا کمانا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ (بقرہ)

"اور بے شک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب اور ہم نے پے در پے ان کے پیچھے پیغمبر بھیجے، اور دیں ہم نے عیسیٰ بن مریم کو روشن نشانیاں"۔

آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست اقدس سے ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے، وہ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس پر پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا، مریض کو شفایاب فرما دیتے، وہ لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے تھے آپ اس کے متعلق انہیں بتا دیتے بہت سے علوم غیبیہ کا اظہار فرماتے۔ انجیل کے ساتھ تورات بھی انہیں لوٹائی پھر ان کی کفرانِ نعمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا

Marfat.com

كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (بقرہ)

"تو کیا جب کبھی لے آیا ایسا حکم جسے تمہارے نفس پسند نہ کرتے تو تم اکڑ گئے، بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کرنے لگے اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر تو غلاف چڑھے ہیں نہیں بلکہ پھٹکار دیا ہے انہیں اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے وہ بہت ہی کم ایمان رکھتے ہیں اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا ان کے ماننے سے سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت کیا ہے وہ کہا کرتے تھے "بخدا! یہ قصہ ہمارے متعلق ہی نازل ہوا ہے، زمانہ جاہلیت میں ہم کبھی یہودیوں پر غالب آ جاتے تھے۔ ہم مشرک تھے وہ اہل کتاب تھے، وہ ہم سے کہتے تھے عنقریب ایک نبی محترم ﷺ مبعوث ہوں گے ہم ان کی پیروی کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں عاد وارم کی طرح قتل کریں گے۔ جب اللہ رب العزت نے قریش میں سے اپنے رسول مکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کیا اور ہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی" اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (بقرہ)

"بہت بری چیز ہے جس کے بدلے سودا چکایا انہوں نے اپنی جانوں کا وہ یہ کہ کفر کرتے ہیں اس (کتاب) کے ساتھ جو اللہ نے نازل کی حسد کے مارے کہ نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے سو حق دار ہو گئے مسلسل ناراضگی کے اور کافروں کے لئے ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب ہے"۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔ "بَاءُوْا" کا معنی ہے انہوں نے غضب کا اقرار کیا اور اس کو برداشت کیا اعشی بن قیس کہتا ہے۔

اُصَالِحُكُمْ حَتّٰى تَبُوْءُوْا بِمِثْلِهَا　　كَصَرْخَةِ حُبْلٰى يَسَّرَتْهَا قَبِيْلُهَا

Marfat.com

میں تم سے صلح کرتا ہوں حتیٰ کہ تم بھی اس جیسی صلح کا اقرار کرلو جس طرح کہ وہ حاملہ چیختی ہے جسے اس کے قبیلے نے بچے کی ولادت کے لئے بٹھا رکھا ہو۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ "غَضَبٌ عَلٰی غَضَبٍ" اس امر کی غمازی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر شدید ناراض ہے کیونکہ انہوں نے تورات جیسی عظیم الہامی کتاب کو بھی ضائع کر دیا اور نبی اکرم ﷺ کا بھی انکار کیا۔

پھر اللہ رب العزت نے ان کے سروں پر کوہِ طور بلند کیا پھر بیان فرمایا کہ انہوں نے کس طرح اپنے حقیقی پروردگار کو چھوڑ کر بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (بقرہ)

"آپ فرمایئے اگر تمہارے لئے ہی دارِ آخرت (کی راحتیں) اللہ کے ہاں مخصوص ہیں تمام لوگوں کو چھوڑ کر تو بھلا آرزو تو کرو موت کی اگر تم سچ کہتے ہو"۔

یہ معلوم کرنے کے لئے کہ بارگاہِ ربوبیت میں فریقین میں سے جھوٹا کون ہے تم ذرا موت کی تمنا تو کرو، مگر انہوں نے یہ خواہش کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ سے فرمایا۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (بقرہ۔ ۹۵)

"اور وہ ہرگز کبھی بھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اپنی کارستانیوں کے خوف سے"۔

کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی حق ہیں مگر انہوں نے کفر کیا کہا جاتا ہے اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو پھر اس دن ایک یہودی بھی روئے زمین پر زندہ نہ رہتا پھر اللہ رب العزت نے اس کی دنیاوی زندگی میں رغبت اور درازیٔ عمر کی خواہش بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ (بقرہ:۹۶)

"اور آپ یقیناً پائیں گے انہیں سب لوگوں سے زیادہ ہوس رکھنے والے زندگی کی حتیٰ کہ مشرکوں سے بھی (زیادہ جینے پر حریص ہیں) چاہتا ہے ہر ایک ان میں سے کہ زندہ رہنے دیا جائے ہزار سال اور نہیں بچا سکتا اس کو عذاب سے (اتنی مدت) جیتے رہنا"۔

یہ عمر کی طوالت انہیں عذاب سے نہیں بچائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرک مرنے کے بعد

Marfat.com

جی اٹھنے پر یقین نہیں رکھتا اسی لئے وہ عمر کی طوالت کا خواہاں ہوتا ہے۔ یہودی کو بھی اس رسوائی و ذلت کا یقین ہوتا ہے جو آخرت میں اس کے نصیب میں آئے گی پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

"آپ فرمایئے جو دشمن ہو جبرائیل کا (اسے معلوم ہونا چاہئے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ کے قلب انور پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے"۔

یہودیوں کے بارگاہِ رسالت میں سوالات

ابن اسحاق نے شہر بن حوشب الاشعری سے روایت کیا ہے کہ علمائے یہود میں سے چند افراد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "اے محمد مصطفیٰ ﷺ! ہمیں چار سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں، اگر آپ ﷺ نے ان کے جوابات ارشاد فرما دیئے تو ہم آپ ﷺ کی اتباع بھی کریں گے اور تصدیق بھی۔ آپ ﷺ کی ذات پر ایمان بھی لے آئیں گے"۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ سے تمہارا یہ عہد و میثاق ہے کہ اگر میں نے تمہیں ان سوالات کے جوابات دے دیئے تو تم میری تصدیق کرو گے"۔ انہوں نے کہا "بالکل"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "پھر سوالات کا آغاز کرو"۔

انہوں نے پہلا سوال کرتے ہوئے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ ہمیں آگاہ فرمائیں کہ بچہ اپنی والدہ کے مشابہ کیسے ہوتا ہے؟ حالانکہ نطفہ باپ کا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں اور ان نعمتوں کو یاد دلاتا ہوں جو اس نے بنی اسرائیل پر کیں تم جانتے ہو کہ مرد کا نطفہ گاڑھا اور سفید ہوتا ہے جبکہ عورت کا پانی رقیق اور زرد ہوتا ہے جس کا پانی دوسرے کے پانی پر غالب آجاتا ہے بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے" انہوں نے عرض کی "قسم بخدا! آپ کا جواب بالکل درست ہے"۔

دوسرا سوال کرتے ہوئے انہوں نے عرض کی "ہمیں اپنی نیند کی کیفیت کے متعلق آگاہ کریں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ رب العزت کا واسطہ دیتا ہوں اور ان نعمتوں کی یاد دلاتا ہوں جو اس نے بنی اسرائیل پر فرمائیں کیا تم اس شخص کی نیند کی کیفیت سے آشنا ہو جس کے متعلق تمہارا گمان ہے کہ میں وہ نہیں ہوں کہ اس کی آنکھیں محو استراحت ہوتی ہیں مگر قلب انور بدستور بیدار رہتا ہے"۔ انہوں نے کہا "اللہ کی قسم! ہاں" آپ ﷺ نے فرمایا "میری نیند کی کیفیت بھی یہی ہے، میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر دل مبارک بیدار رہتا ہے"۔

Marfat.com

تیسرا سوال کرتے ہوئے انہوں نے عرض کی ''ہمیں اس چیز کے متعلق بتائیں جسے اسرائیل نے اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' میں تمہیں اللہ رب العزت کا واسطہ دیتا ہوں اوران نعمتوں کو یاد دلاتا ہوں جو اس نے بنی اسرائیل پر کیں کیا تم جانتے ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اونٹوں کا دودھ اوران کا گوشت تمام اشیاء سے پسندیدہ تھا۔ ایک دفعہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہو گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں شفایاب فرمایا تو انہوں نے اس ذات کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنے اوپر مرغوب ترین کھانے کو حرام فرمادیا، اس طرح انہوں نے اونٹوں کے دودھ اور ان کے گوشت کو اپنی ذات پر حرام قرار دے دیا''۔ علمائے یہود نے عرض کی آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔

انہوں نے چوتھا سوال عرض کیا ''ہمیں روح کے متعلق بتائیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں تمہیں اللہ رب العزت کا واسطہ دیتا ہوں اور ان نعمتوں کو یاد دلاتا ہوں جو اس نے بنی اسرائیل پر کی تھیں۔ کیا تم جبرائیل علیہ السلام کو جانتے ہو، وہی میرے پاس حق کا پیامبر بن کر آتا ہے۔ انہوں نے عرض کی'' ہاں! ہم انہیں جانتے ہیں لیکن وہ ہمارے دشمن ہیں، وہ شدت وسختی اور خونریزی لے کر آتے تھے اگر وہ نہ ہوتے تو ہم ضرور آپ ﷺ کی اتباع کرتے''۔ اس وقت اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل کی۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (بقرہ)

''آپ فرمائیے جو دشمن ہو جبرائیل کا (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے (یہ) تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتریں اور سراپا ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل ومیکائیل کا تو اللہ بھی دشمن ہے ان کافروں کا اور یقیناً ہم نے اتارے ہیں آپ پر روشن نشان اور کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا ان کا بجز نافرمانوں کے کیا (یوں

Marfat.com

نہیں) کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا تو پھر توڑ پھینکا اسے انہی میں سے ایک گروہ نے بلکہ ان کی اکثریت تو (سرے سے) ایمان ہی نہیں لائی اور جب آیا ان کے پاس رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب سے اللہ کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہیں اور پیروی کرنے لگے اس کی جو پڑھا کرتے تھے شیطان سلیمان کے عہد حکومت میں حالانکہ سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا سکھایا کرتے تھے لوگوں کو جادو"۔

یہود کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت سے انکار

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا مرسلین میں تذکرہ کیا تو ان کے ایک عالم نے کہا "کیا تم محمد عربی ﷺ پر تعجب نہیں کرتے، یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نبی تھے، حالانکہ وہ تو صرف ایک جادوگر تھے"۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل کی۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ (بقرہ)

"اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا۔ نیز وہ بھی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر (شہر) بابل میں (جن کے نام) ہاروت اور ماروت تھے (اور کچھ) نہ سکھاتے تھے وہ دونوں کسی کو"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جگر کے دونوں ٹکڑے، گردے اور چربی کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا مگر پشت کی چربی حرام قرار نہ دی تھی کیونکہ قربانی کی یہ چیز باقی رکھی جاتی تھی اور آگ اسے جلا کر خاکستر کر دیتی تھی۔

خیبر کے یہودیوں کی طرف حضور ﷺ کا گرامی نامہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کی طرف یہ مکتوب مبارک ارسال فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

Marfat.com

صَاحِب مُوسٰی وَ اَخِيهِ، وَالْمُصَدِّقِ لِمَا جَاءَ بِهِ مُوسٰی: اَلَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ قَالَ لَكُمْ يَا مَعْشَرَ اَهْلِ التَّوْرَاةِ، وَاِنَّكُمْ لَتَجِدُوْنَ ذٰلِكَ فِي كِتَابِكُمْ: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔

وَاِنِّيْ اُنْشِدُكُمْ بِاللّٰهِ، وَاُنْشِدُكُمْ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْكُمْ، وَاُنْشِدُكُمْ بِالَّذِيْ اَطْعَمَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ اَسْبَاطِكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى، وَاُنْشِدُكُمْ بِالَّذِيْ اَيْبَسَ الْبَحْرَ لِاٰبَائِكُمْ حَتّٰى اَنْجَاهُمْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ اِلَّا اَخْبَرْتُمُوْنِيْ: هَلْ تَجِدُوْنَ فِيْمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِمُحَمَّدٍ؟ فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَجِدُوْنَ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِكُمْ فَلَا كُرْهَ عَلَيْكُمْ۔ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ فَاَدْعُوْكُمْ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى نَبِيِّهٖ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اوران کے بھائی ہیں اوراس پیغام کی تصدیق کرنے والے ہیں جسے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔اے حاملین تورات! اللہ رب العزت نے تم سے فرمایا ہے اورتم اپنی کتاب میں بھی پاؤ گے۔

(جانِ عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ (سعادتمند) جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقت ور ہیں۔آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے۔طلبگار ہیں اللہ کے فضل اوراس کی رضا کے ان (کے ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے، یہ ان کے اوصاف تورات میں (مذکور) ہیں نیز ان کی صفات انجیل میں بھی (مرقوم) ہیں۔یہ (صحابہ) ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا پھر تقویت اس کو پھر وہ مضبوط ہو گیا پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اپنے تنے پر (اس کا جوبن) خوش کر رہا ہے بونے والے کو تا کہ (آتش) غیط میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے مغفرت کا اوراجر عظیم کا۔

Marfat.com

میں تمہیں اللہ رب العزت کی قسم دے کر کہتا ہوں۔ اس کا واسطہ دیتا ہوں جو اس نے تم پر اتارا اور اس ذات والا کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہارے آباء کے لئے سمندر کو چیر دیا تھا اور انہیں فرعون اور اس کے قبیح عمل سے نجات دی تھی کہ ذرا مجھے بتاؤ کیا تم اس کتاب میں یہ حکم پاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل کی کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لاؤ۔ اگر تم اپنی کتاب میں یہ حکم نہیں پاتے تو پھر تمہیں کوئی مجبوری نہیں۔ ہدایت، گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی محترم ﷺ کی طرف دعوت دیتا ہوں''۔

ابن ہشام کہتے ہیں، ''شَطْؤَہٗ'' کا معنی وہ چھوٹی چھوٹی کونپلیں ہوتی ہیں جو کسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں اَشْطَأَ الزَّرْعُ۔ کھیتی کی کونپلیں نکل آئیں۔ آزرہٗ کا معنی معاونت کرنا ہے گویا کہ پہلے موجود درخت ان کے لئے ماں کی مانند ہو جاتا ہے۔ امرء القیس بن حجر الکندی کہتا ہے۔

بِمَحْنِيَةٍ قَدْ آزَرَ الضَّالَ نَبْتُهَا   مَجَرِّ جُيُوْشٍ غَانِمِيْنَ وَ خُيَّبِ

وادی کے اس موڑ میں جہاں اس کا سبزہ گمراہ کی مدد لشکروں کی گذرگاہ کی طرف کرتا ہے خواہ وہ لشکر مال غنیمت لے کر آئے ہوں یا خائب و خاسر لوٹے ہوں۔

حمید بن مالک الارقط کہتا ہے۔ ''زَرْعًا وَ قَضْبًا مُؤْزَرَ النَّبَاتِ'' سوقٌ ''ساق'' کی جمع ہے اور درخت کے تنے کو ساق کہتے ہیں۔

ابو یاسر اور اس کے بھائی کی خباثت

ابن اسحاق کہتے ہیں علمائے یہود اور ان کے کافروں کے متعلق قرآن پاک نازل ہوتا رہا وہ حضور ﷺ سے مختلف سوالات کرتے رہتے اور آپ ﷺ کو ستاتے تا کہ حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کر دیں۔ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے

ابو یاسر کا واقعہ

ابن اسحاق نے ابو یاسر اور اس کے بھائی حیی بن اخطب کا قصہ رقم کیا ہے۔ انہوں نے حروفِ مقطعات سے مختلف تاویلیں کر کے بتایا تھا کہ شاید محمد عربی ﷺ اور ان کی امت کا خورشید اقتدار اتنی مدت ہی ضوفشاں رہے گا۔ حضرت امام سہیلی فرماتے ہیں کہ یہ علمائے یہود کی تاویلیں ہیں۔ انہوں نے جو ان حروف کے معانی کی تاویلیں کی ہیں، احتمال ہے کہ درست ہوں اور حروفِ مقطعات اب بھی ان پر

Marfat.com

کہ ایک دفعہ ابو یاسر بن اخطب حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا اس وقت آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْہِ

"یہ ذیشان کتاب ذرا شک نہیں اس میں"۔

ابو یاسر اپنے بھائی حیی بن اخطب کے پاس گیا وہ اس وقت یہودیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابو یاسر نے کہا، "قسم بخدا! آگاہ رہو میں نے ابھی محمد عربی ﷺ کو سنا۔ وہ الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْہِ کی تلاوت فرما رہے تھے"۔ انہوں نے ابو یاسر سے پوچھا "کیا تو نے واقعی یہ آیت سنی ہے؟ اس نے کہا "ہاں!" حیی بن اخطب یہودیوں کے اس گروہ کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے عرض کی "اے محمد مصطفیٰ ﷺ! ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی آیت تلاوت کی ہے جس میں آلم ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ انہوں نے پوچھا کیا یہ کلام جبرائیل دربارِ خداوندی سے لے کر آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ انہوں نے کہا "اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کسی نے یہ بتایا ہو کہ اس کی سلطنت کی مدت کیا ہے اور اس کی امت کا دنیاوی حصہ کتنا ہے؟ یہ صرف آپ ﷺ نے ہی بتایا ہے۔ حیی بن اخطب نے روئے خطاب اپنے ساتھیوں کی طرف کیا اور ان سے کہا الف "ایک" لام "تیس" اور میم "چالیس"۔ یہ کل اکہتر سال بنتے ہیں۔ تم اس امت میں داخل ہو رہے ہو جس کے اقتدار اور سلطنت کی مدت اکہتر سال ہے" پھر اس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف توجہ کی اور کہا "کیا آپ ﷺ پر اس کے علاوہ اور حروف مقطعات

دلالت کرتے ہوں۔ حضور ﷺ نے نہ تو ان کی باتوں کی تکذیب کی اور نہ ہی تصدیق کی۔ آپ ﷺ نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا۔ اہل کتاب کی نہ تو تصدیق کیا کرو اور نہ ہی تکذیب بلکہ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِرَسُوْلِہٖ کہا کرو۔ جب ان میں صحت کا احتمال پایا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ ہم شریعت میں جستجو کریں کہ کیا کتاب وسنت ان کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے، وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ "اور بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی طرح ہوتا ہے جس حساب سے تم گنتی کرتے ہو"۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت زمل خزاعی رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ ﷺ ایک منبر پر جلوہ افروز ہیں، اس کے سات درجات ہیں، اس کے پہلو میں ایک لاغر اونٹنی ہے جو اس منبر کو اٹھا رہی

Marfat.com

کا بھی نزول ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ ''المص'' کا نزول ہوا ہے۔ اس نے کہا بخدا! یہ مدت پہلی مدت سے زیادہ اور طویل ہے الف ''ایک'' لام ''تیس'' اور میم ''چالیس'' اور صاد ''نوے'' یہ عمر ایک سو اکسٹھ سال بنتی ہے۔ کیا آپ ﷺ پر اس کے علاوہ اور حروفِ مقطعات نازل ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ''الر'' کا نزول ہوا ہے، اس نے کہا یہ مدت پہلی دونوں مدتوں سے طویل اور دراز ہے۔ الف ''ایک'' لام ''تیس'' اور را ''دوسو'' یہ مدت دوسو اکتیس سال بنتی ہے۔ پھر اس نے کہا کیا اور حروفِ مقطعات کا نزول ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ''المر'' کا نزول ہوا ہے اس نے کہا قسم بخدا! یہ مدت پہلی تمام مدتوں سے طویل ترین ہے۔ الف ''ایک'' لام ''تیس'' میم ''چالیس'' اور راء ''دوسو'' ہے یہ مدت دوسو اکہتر سال بنتی ہے، پھر اس نے کہا ''اے محمد مصطفیٰ ﷺ! آپ ﷺ کا معاملہ ہم پر ملتبس ہو گیا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ آپ ﷺ کو قلیل یا کثیر مدت عطا کی گئی ہے'' پھر وہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے ابو یاسر نے اپنے بھائی حیی اور دیگر یہودی علماء سے کہا شاید تمہیں معلوم نہ ہو کہ ان کے لئے یہ تمام مدتیں جمع کر دی گئی ہوں۔ یہ مدتیں اکہتر سال، ایک سو اکسٹھ سال، دوسو اکتیس سال اور دوسو اکہتر سال بنتی ہیں۔ یہ تمام مدت سات سو چونتیس سال بنتی ہے پھر انہوں نے کہا ان کا معاملہ ہم پر مشتبہ ہو چکا ہے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ یہ آیت انہی کے متعلق نازل ہوئی۔

ہے۔ حضور ﷺ نے اس اونٹنی کی تعبیر قیامِ قیامت سے فرمائی اور فرمایا منبر کے درجات سے مراد دنیا کی عمر ہے، اس کی عمر سات ہزار سال ہے میں اس کے آخری ہزار میں گلزارِ ہست و بود میں آیا ہوں۔ یہ حدیث مبارک اگرچہ ضعیف الاسناد ہے مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً بھی روایت ہے اور صحیح اسناد سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''دنیا کی عمر سات دن ہے اور ہر دن ایک ہزار سال کا ہے''۔ حضور ﷺ آخری یوم میں اس کائنات میں جلوہ گر ہوئے ہیں اس کے بھی کئی سال یا کئی صدیاں گزر چکی ہیں۔ ابو جعفر الطبری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور آثار بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں۔ یہ اس سے سبقت لے گئی ہے'' آپ ﷺ نے درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا یہ حدیث مبارک بھی کئی اسناد سے مروی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''کوئی اللہ تعالیٰ کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ وہ اس امت کی عمر میں آدھے دن کا اضافہ فرما دے'' آدھے دن سے مراد پانچ سو سال ہیں ابو داؤد نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ امام الطبری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سابقہ حدیث کی تائید کرتی ہے۔ انگشت

Marfat.com

مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ (آل عمران: ۷)

''اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں میں نے بعض ان اہل علم سے سنا ہے جنہیں میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا کہ یہ آیت اہل نجران کے متعلق نازل ہوئی ہے جب وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے مختلف سوالات کئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف نے بیان کیا ہے کہ یہ آیات یہودیوں کے ایک وفد کے متعلق اتریں مگر انہوں نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کا شانِ نزول کیا ہے؟

حضور ﷺ کی ذات کا وسیلہ پکڑنے کے بعد یہود کا کفر

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود اوس اور خزرج کے خلاف آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ جب اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ ان سے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہما نے کہا ''اے

وسطی، شہادت کی انگلی سے انگلی کے ساتویں حصہ کا نصف زائد ہے جس طرح کہ ایک دن کا نصف سات دنوں کے نصف کا ساتواں حصہ ہے۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اب تاجدارِ حرم ﷺ کے وصال مبارک کو پانچ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ نصف یوم والی حدیث میں نصف سے زیادہ کی کوئی نفی نہیں اور نہ ہی ''بُعِثۡتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَا تَيۡن'' میں نفی ہے جو اس تاویل کی صحت کو رد کر دے۔ آپ ﷺ اور قیامت کے درمیان نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ ہی تو کوئی شریعت ہے کیونکہ قیامت کا دن قریب ہے ارشاد ربانی ہے۔

اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ ؕ (النحل: ۱)

''قریب آ گیا ہے حکم الٰہی پس اس کے لئے عجلت نہ کرو''۔

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ۝۱

''قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند شق ہو گیا''۔

جب ہم نے یہ کہا ہے کہ حضور ﷺ دنیا میں اس وقت تشریف لائے جب آخری ہزار سال کے بھی کئی سال گزر چکے تھے تو پھر جب ہم نے سورتوں کے اوائل میں حروف مقطعات کو دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ چودہ حروف ہیں جنہیں یہ قول جمع کرتا ہے۔ ''الم یسطع نص ۔ ۔ کرہ''

Marfat.com

معشر یہود! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو۔ جب ہم مشرک تھے تو تم حضور ﷺ کے وسیلہ سے ہمارے خلاف فتح کی دعائیں مانگتے تھے، ہمیں بتاتے تھے کہ آپ ﷺ عنقریب مبعوث ہوں گے اور تم ہمارے لئے آپ ﷺ کے اوصافِ جلیلہ بیان کرتے تھے"۔ سلام بن مشکم نے کہا "وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جسے ہم جانتے ہوں اور نہ ہی وہ وہی ذات ہیں جن کا تذکرہ ہم تمہارے پاس کرتے تھے" اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ (بقرہ)

"اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) جب تشریف فرما ہوا، ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر"۔

مالک بن صیف کا میثاق سے انکار

جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی اور یہودیوں سے اس معاہدہ اور میثاق کا ذکر کیا گیا جو حضور ﷺ کے متعلق ان سے لیا گیا تھا تو مالک بن صیف نے کہا "بخدا! ہم سے تو محمد عربی ﷺ کے متعلق ایسا کوئی عہد نہیں لیا گیا"۔

ابوصلوبا الفطیونی نے کہا "اے محمد ﷺ! آپ ﷺ ایسی کوئی چیز لے کر نہیں آئے جسے ہم جانتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کوئی ایسی آیت بھی نازل نہیں کی جس کی وجہ سے ہم آپ ﷺ کی اتباع کریں" اس وقت اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل کیں۔

جب ہم ابی جاد کے حساب کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ق "سو" ر "دوسو" س "تین سو" یہ کل چھ سو ہو گئے۔ ع "ستر" ص "ساٹھ" اب یہ کل سات سو تیس ہو گئے۔ ن "پچاس" ک "بیس" اب یہ آٹھ سو ہو گئے۔ م "چالیس" ل "تیس" اب یہ تعداد آٹھ سو ستر ہو گئی۔ ی "دس" ط "نو" اور الف "ایک" اب تعداد آٹھ سو نوے ہو گئی۔ ح "آٹھ" ہ "پانچ" اب یہ تعداد نو سو تیس ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے سورتوں کے آغاز میں انہی حروف کو ذکر فرمایا ہے۔ کوئی بعید نہیں کہ ان حروف کے بعض مقتضات اور بعض فوائد کا اشارہ سالوں کی اس تعداد کے متعلق بھی ہو جس طرح کہ ہم نے پہلے ساتویں ہزار سال کا ذکر کیا ہے جس میں حضور ﷺ جلوہ افروز ہوئے۔ ممکن ہے کہ یہ حساب آپ ﷺ کی بعثت یا وصال

Marfat.com

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (بقرہ)

''کیا (یوں نہیں) کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا تو پھر توڑ پھینکا اسے انہیں میں سے ایک گروہ نے''۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ (بقرہ)

''اور یقیناً ہم نے اتارے ہیں آپ پر روشن نشان اور کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا ان کا بجز نافرمانوں کے۔ ان کی اکثریت ایمان نہیں لائی''۔

ابن حریملہ اور وہب کے بارے نازل ہونے والی آیت

رافع بن حریملہ اور وہب بن زید نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی ''اے محمد مصطفیٰ ﷺ! ہمارے پاس ایسی کتاب لے کر آئیں جسے آپ ﷺ نے آسمان سے اتارا ہو تاکہ ہم اسے پڑھیں ہمارے لئے نہریں رواں فرمادیں، ہم آپ ﷺ کی تصدیق کریں گے اور آپ ﷺ کی اتباع کریں گے''۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت اتاری۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْــَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ (بقرہ)

''کیا تم (یہ) چاہتے ہو کہ پوچھو اپنے رسول سے کہ (ایسے سوال) جیسے پوچھے گئے موسیٰ سے اس سے پہلے اور جو بدل لیتا ہے کفر کو ایمان سے وہ بھٹک گیا سیدھے رستہ سے''۔

ابن ہشام کہتے ہیں سَوَاءَ السَّبِيْلِ کا معنی ہے راستہ کے وسط میں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

يَا وَيْحَ اَنْصَارِ النَّبِيِّ وَ رَهْطِهٖ بَعْدَ الْمُغَيَّبِ فِيْ سَوَاءِ الْمُلْحَدِ

یا ہجرت سے شروع ہو۔ ہر اعتبار سے یہ ایک دوسرے کے قریب تر ہی ہے۔ قیامت کی علامامت کا ظہور ہو چکا ہے، قیامت تو تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔ روایت ہے کہ متوکل عباسی نے قاضی جعفر بن عبدالواحد عباسی سے سوال کیا کہ دنیا کی عمر کتنی باقی رہ گئی ہے؟ اس نے حضور اکرم ﷺ سے مرفوع حدیث بیان کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر میری امت نے عمدہ افعال سرانجام دیئے تو اس کی بقا کی مدت آخرت کے ایام میں ایک ''یوم'' ہوگی اور آخرت کا یوم ایک ہزار سال کے برابر ہے اگر اس نے برے اعمال کیے تو پھر اس کی عمر نصف یوم ہے۔ اس حدیث میں سابقہ حدیث کی تتمیم اور بیان ہے، پانچ سو سال تو بیت چکے ہیں مگر امت مرحومہ روئے زمین پر موجود ہے۔ الحمدللہ۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے انصار اور آپ ﷺ کے قبیلہ کے لوگ قابل رحم ہیں بعد اس کے کہ آپ مرقد انور کے وسط میں تشریف فرما ہو گئے۔

حیی بن احطب اور اس کے بھائی کا کردار

ابن اسحاق کہتے ہیں، حیی بن احطب اور ابو یاسر بن احطب اہل عرب کے سب سے زیادہ حاسد تھے۔ جب اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو نبوت کے تاج زریں کے لئے مخصوص فرمایا تو ان کے حسد و بغض کی آتش مزید بھڑک اٹھی، وہ حتی المقدور لوگوں کو اسلام سے روکنے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل کی۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ (بقرہ)

"دل سے چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کہ کسی طرح پھر بنا دیں تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر ان کی یہ آرزو بوجہ اس حسد کہ ہے جو ان کے دلوں میں ہے (یہ سب کچھ) اس کے بعد جبکہ خوب واضح ہو چکا ہے ان پر حق پس (اے غلامانِ مصطفیٰ) معاف کرتے رہو اور درگزر کرتے رہو یہاں تک کہ بھیج دے اللہ (ان کے بارے میں) اپنا حکم بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

بارگاہِ رسالت میں یہود و نصاریٰ کا تنازعہ

ابن اسحاق کہتے ہیں جب نجران کے عیسائیوں کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو علمائے یہود بھی وہیں آ گئے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس ہی جھگڑنے لگے۔ رافع بن حریملہ نے عیسائیوں سے کہا تم کسی چیز پر نہیں ہو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل مقدس کا انکار کر دیا۔ اہل نجران

سورتوں کے اوائل میں حروف مقطعات ذکر کرنے میں کئی اسرار نہاں اور فوائد لطیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حکیم میں وہ چیز کیسے نازل کر سکتا تھا جس کا فائدہ ہی نہ ہو اور اپنے نبی محترم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے الفاظ سے کیسے خطاب کر سکتا تھا جنہیں وہ سمجھ ہی نہ سکتے ہوں اس نے تو قرآن کو لوگوں کے لئے واضح بیان بنا کر نازل کیا ہے۔ یہ سینوں کے روگوں کے لئے شفاء ہے ان چودہ حروف کو مختص کرنے میں حکمت پنہاں ہے بلکہ کئی حکمتیں ہیں۔ انہیں حروف تہجی کی ہیئت میں نازل کرنے میں کئی علمی اور فقہی فوائد ہیں۔ انہیں سورتوں کے آغاز میں ذکر کرنے میں اور پھر بعض سورتوں کے ساتھ مختص کرنے میں بھی کئی راز ہیں۔ "ال" کے ملنے اور حروف سے پہلے آنے میں بھی کئی اسرار ہیں۔ "ال"

Marfat.com

کے ایک شخص نے کہا اے یہودیو! تم کسی چیز پر نہیں ہو، اس نے بھی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی نبوت اور تورات مقدس کا انکار کر دیا۔ اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (بقرہ)

''اور کہتے ہیں، یہودی کہ نہیں ہیں عیسائی سیدھی راہ پر اور کہتے ہیں عیسائی نہیں ہیں، یہودی سیدھی راہ پر حالانکہ وہ سب پڑھتے ہیں (آسمانی) کتاب اسی طرح کہی ان لوگوں نے جو کچھ نہیں جانتے ان کی سی بات تو (اب) اللہ فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن جن باتوں میں وہ جھگڑتے رہتے ہیں''۔

ان میں سے ہر ایک گروہ کتاب میں سے وہ حصہ تلاوت کرتا ہے جو اس کے کفر کی تصدیق کرتا ہے مثلاً یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں وہ معاہدہ بھی مرقوم ہے جس میں ان کو حضرت موسیٰ نے حکم دیا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی تصدیق کریں اور انجیل میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کے شواہد موجود ہیں اور تورات کی صداقت کے بھی دلائل ہیں ہر گروہ اپنے نبی کی تعلیمات کا انکار کر رہا ہے۔

ابن حریملہ کی تمنا

ابن اسحاق کہتے ہیں حریملہ بن رافع نے حضور اکرم ﷺ سے کہا ''اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ وہ ہم سے کلام کرے اور ہم اس کے کلام کو سنیں''۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل کی۔

کے بعد کبھی میم اور کبھی راء ذکر کرنے کے بھی کئی راز ہیں پھر یہ ال سورتوں کے آغاز میں تیرہ مرتبہ آئے ہیں اس میں بھی راز ہے ہاء سے پہلے کاف، یاء سے پہلے ھاء، پھر عین اور پھر ص کو ذکر کرنے میں بھی کئی معانی مخفی ہیں۔ ان میں سے اکثر پر آیات قرآنیہ آگہی بخشتی ہیں اور غور و تدبر کرنے والوں کو عرفان کی دولت سے نوازتی ہیں۔ اہل دانش اور اصحاب فکر پر ضروری ہے کہ وہ ان معانی میں فکر و خوض کریں اور دریائے فکر سے گوہر ہائے آبدار نکالیں اور کتاب و سنت سے ان کے شواہد کی جستجو کریں۔ اگر ہم نے اس اسرار نہاں اور حکمت پنہاں سے نقاب کشائی شروع کی تو ہم موضوع سے ہٹ جائیں گے اور بحث بحث طویل ہو جائے گی۔

Marfat.com

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ابن صوریا کے سوال کا جواب

عبداللہ بن صوریا الاعور الفطیونی نے حضور ﷺ سے کہا ''ہدایت وہی ہے جس پر ہم گامزن ہیں۔ اے محمد مصطفیٰ ﷺ آپ ہماری اتباع کرلیں ہدایت پا جائیں گے''۔ عیسائیوں نے بھی اسی طرح کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیات نازل کیں۔

وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ٘ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ (بقرہ)

''اور (یہودی) کہتے ہیں یہودی بن جاؤ (عیسائی کہتے ہیں) عیسائی بن جاؤ (تب) ہدایت پالو گے۔ آپ فرمائیے میرا دین تو دین ابراہیم ہے جو باطل سے منہ موڑنے والا حق پسند تھا اور وہ نہیں تھا شرک کرنے والوں سے کہہ دو ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ہے ہماری طرف اور جو اتارا گیا ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اور جو عطا کیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو عنایت کیا گیا دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان میں کسی پر ایمان لانے میں اور ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں تو اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیریں تو (معلوم ہو گیا کہ) وہی مخالفت پر کمربستہ ہیں تو کافی ہو جائے گا آپ کو ان کے مقابلے میں اللہ اور وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے (ہم پر) اللہ کا رنگ (چڑھا ہے) اور کس کا رنگ خوبصورت ہے اللہ

Marfat.com

کے رنگ سے ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں آپ فرمائیے کیا تم جھگڑتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک اور ہمیں ہمارے اعمال اور تمہیں تمہارے اعمال فائدہ پہنچائیں گے ہم تو اسی کی اخلاص سے عبادت کرتے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور ان کے بیٹے یہودی تھے یا عیسائی فرمائیے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو چھپاتا ہے گواہی جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے اور اللہ بے خبر نہیں ہے جو کچھ تم کر رہے ہو وہ ایک امت تھی جو گزر چکی۔ اسے ملے گا جو اس نے کمایا اور تمہیں ملے گا جو تم نے کمایا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا اس سے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

تحویل قبلہ کے وقت یہودیوں کا واویلا

ابن اسحاق کہتے ہیں جب کعبہ مقدسہ کو قبلہ بنایا گیا تو اس وقت حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کو سترہ ماہ گزر چکے تھے۔ رفاعہ بن قیس، قردم بن عمرو، کعب بن اشرف، رافع بن ابی رافع حجاج بن عمرو (کعب بن اشرف کا حلیف)، ربیع بن ربیع بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے "اے محمد عربی ﷺ! پہلے قبلہ سے آپ ﷺ کو کس نے پھیر دیا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ گمان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ملت ابراہیمی پر ہیں۔ اپنے پہلے قبلہ کی طرف لوٹ آئیں، ہم آپ ﷺ کی اتباع کریں گے، آپ ﷺ کی تصدیق کریں گے" ایسے قول سے وہ حضور ﷺ کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل کی۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ
يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٤٢﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى
النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ

تحویل قبلہ

ابن اسحاق نے تحویل قبلہ کا ذکر کیا ہے اور ان بے سروپا باتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو اس وقت یہودیوں نے کی تھیں۔ وہ احمق تھے یہ آیت سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ...... انہی کے متعلق نازل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے فعل مستقبل اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ اس کے علم قدیم میں تھا کہ بے وقوف ایسی باتیں کریں گے میں نے تحویل قبلہ کا حکم صرف اسی لئے دیا ہے کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ احمق کیا کہیں گے

Marfat.com

الرَّسُولَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ (بقرہ:۱۴۳)

"اب کہیں گے بے وقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا ان (مسلمانوں) کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔ آپ فرمائیے اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو، اور نہیں مقرر کیا ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ اب تک رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے، ہمارے رسول کی اور کون مڑتا ہے الٹے پاؤں بے شک یہ حکم بہت بھاری ہے مگر ان پر بھاری نہیں جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی اور نہیں اللہ کی یہ شان کہ ضائع کر دے تمہارا ایمان۔

تمہارے پہلے قبلہ پر ایمان ضائع نہیں کرے گا اپنے نبی محترم ﷺ کی تصدیق کو ضائع نہیں کرے گا اور تم نے جو دوسرے قبلہ میں حضور ﷺ کی اتباع کی ہے اسے ضائع نہیں کرے گا اور تمہیں اجر عظیم سے نوازے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (بقرہ)

"بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان اور رحم فرمانے والا ہے"۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ (بقرہ:۱۴۴)

"ہم دیکھ رہے ہیں آسمان کی طرف بار بار آپ کا منہ کرنا تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں (تو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف (اے مسلمانو!) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف"۔

ابن ہشام کہتے ہیں شَطْرَهٗ کا معنی ہے نحوهٗ و قصدهٗ۔ عمرو بن احمد الباھلی اونٹنی کی تعریف میں کہتا ہے۔

تَعْدُوْ بِنَا شَطْرَ جَمْعٍ وَ هِيَ عَاقِدَةٌ   قَدْ كَارَبَ الْعَقْدُ مِنْ اِيْفَادِهَا الْحَقَبَا

ہم نے حضرت براء بن معرور کے واقعہ میں تحویل قبلہ کے فوائد ذکر کر دیئے ہیں وہاں سے مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ تَعْدُوْ بِنَا شیخ کی کتاب کے حاشیہ میں مِنْ اِيْفَادِهَا کی جگہ مِنْ اِشْرَافِهَا ہے، محمد بن عبد اللہ ابرقی نے بھی اسی طرح لکھا ہے انہوں نے كَارَبَ کی جگہ قَارَبَ لکھا ہے۔ یہ شعر اس طرح بھی روایت ہے۔

Marfat.com

اونٹنی ہمیں لے کر مزدلفہ کی طرف بھاگ رہی ہے۔ وہ گردن اٹھائے ہوئے ہے اور برق رفتاری کی وجہ سے اس کی دم اس کے تنگ کو چھونے لگی ہے۔

قیس بن الھذلی اونٹنی کی تعریف میں کہتا ہے۔

إِنَّ النَّعُوْسَ بِهَادَاءِ مُخَامِرُهَا   مَشْطُرُهَا نَظَرُ الْعَيْنَيْنِ مَحْسُوْرُ

نعوس ایسی بیماری میں مبتلا ہے جو اس کے اندر تک سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس کی طرف دیکھنا نگاہوں کو تھکا دیتا ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں، نعوس اس کی اونٹنی کا نام جسے ایک خطرناک بیماری تھی اسے دیکھنا نگاہوں کو تھکا دیتا تھا۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَاۗءَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَھُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْھُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ (بقرہ)

"اور بے شک وہ جنہیں کتاب دی گئی ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے ان کے رب کی طرف سے اور نہیں اللہ تعالیٰ بے خبر ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں اور اگر آپ لے آئیں اہل کتاب کے پاس ہر ایک دلیل پھر بھی نہیں پیروی کریں گے آپ کے قبلے کی اور نہ آپ پیروی کرنے والے ہیں ان کے قبلہ کی اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور اگر بفرض محال آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس کے بعد کہ آچکا آپ کے پاس علم تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں سے ہو جائیں گے جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انہیں جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تو ہرگز بن جانا شک کرنے والوں سے"۔

تَعْدُوْ بِنَا عُرْضَ جَمْعٍ وَ هِيَ مُوْقَدَةٌ   قَدْ كَارَبَ الْعَرْضَ مِنْ اِيْفَادِهَا الْحَقَبَا

تَعْدُوْ، العَدْو سے مشتق ہے، بِنَا سے مراد ساز و سامان ہے عرض جمع سے مراد مکہ معظمہ ہے میرے نزدیک عرض کہنا زیادہ بہتر ہے، عرض سے مراد لوگوں کا اژدہام ہوتا ہے۔ علامہ اصمعی کہتے ہیں

Marfat.com

یہودیوں کا تورات میں سے حق چھپانا

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سعد بن معاذ اور حضرت خارجہ بن زید نے یہودی علماء سے ان اشیاء کے متعلق پوچھا جن کا ذکر تورات میں تھا مگر انہوں نے انہیں پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی اور انہیں بتانے سے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ (بقرہ)

دعوتِ اسلام پر گستاخانہ جواب

حضور ﷺ نے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں اس کی ترغیب دی، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا سے ڈرایا تو رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف نے گستاخی سے کہا ''اے محمد مصطفیٰ ﷺ ہم انہی عقائد کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے آباء کو پایا ہے وہ ہم سے بہتر اور زیادہ عالم تھے''۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ (بقرہ)

''اور جب کہا جاتا ہے ان سے پیروی کرو اس کی جو نازل فرمایا ہے اللہ نے تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو۔ اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھ سکتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں''۔

مُوْقِدَةٌ سے مراد بلند ہونے والی ہے۔ وَهِيَ عَاقِدَةٌ سے مراد ہے کہ وہ اپنی گردن مروڑے ہوئے تھی۔ العرض سے مراد کجاوے کا تنگ ہے۔ اِيْفَادُهَا سے مراد اس کی رفعت ہے، اِقْتَادَتْ سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی گردن بلند کی دم کو اٹھایا اور انہیں تنگ کے قریب کر دیا۔ اس شعر سے پہلے یہ شعر ہے۔

اَنْشَاْتُ اَسْأَلُ عَنْ حَالِ رُفْقَتِهٖ　　فَقَالَ حَیَّ فَاِنَّ الرَّكْبَ قَدْ نَصَبَا

میں کارواں کی کیفیت کے متعلق پوچھنے لگا، اس نے کہا آؤ قافلہ تھک چکا ہے۔

Marfat.com

بنوقینقاع کے بازار میں یہود کا اجتماع

جب غزوۂ بدر میں قریش مکہ کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور یہودیوں کو بنوقینقاع کے بازار میں جمع کیا، آپ ﷺ نے فرمایا "اے معشر یہود! اسلام قبول کرلو اس سے قبل کہ تمہیں بھی ویسے ہی عذاب کا سامنا کرنا پڑے جیسے عذاب کا سامنا قریش کو کرنا پڑا ہے"۔ یہودیوں نے کہا "اے محمد عربی! ﷺ آپ ﷺ کا نفس آپ ﷺ کو فریب نہ دے۔ آپ ﷺ قریش کے ان لوگوں سے معرکہ آزما ہوئے ہیں جو جنگی چالوں سے نا آشنا تھے بخدا! اگر آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ جنگ کی تو آپ ﷺ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیسے جنگجو افراد ہیں"۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ (آل عمران)

"اے میرے رسول فرما دو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے، بے شک تھا تمہارے لیے عبرت کا نشان ان دو گروہوں میں جو ملے تھے میدانِ بدر میں ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا۔ دیکھ رہے تھے (مسلمان انہیں) اپنے سے دو چند اپنی آنکھوں سے اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے، یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں کے لئے"۔

بیت المدارس میں تشریف آوری

داعی حق ﷺ بیت المدارس میں تشریف لے گئے اور یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ نعمان بن عمرو اور حارث بن زید نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی "اے محمد عربی! ﷺ آپ کس دین پر ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "میں ملت ابراہیمی اور دین ابراہیم پر ہوں" انہوں نے کہا حضرت

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ

اس کا معنی یہ ہے کہ کفار مومنین کو دوگنا دیکھ رہے تھے، اگرچہ یہ تعداد میں کم تھے، کیونکہ ملائکہ بھی مسلمانوں کے ہم رکاب تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری آیت میں تو ارشاد ہے۔ يُقَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ۔ "قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں"۔ یہ تضاد کیسے دور ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام تو یہودی تھے"۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تورات لے کر آؤ وہ ہمارے مابین فیصلہ کرے گی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیات نازل کیں۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُدۡعَوۡنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ وَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ۖ وَغَرَّهُمۡ فِىۡ دِيۡنِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ (آل عمران)

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا کچھ حصہ کتاب کا جب بلائے جاتے ہیں کتاب الٰہی کی طرف تاکہ تصفیہ کر دے ان کے باہمی جھگڑوں کا تو پیٹھ پھیر لیتا ہے ان میں سے ایک گروہ درآں حال کہ وہ روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس بے باکی کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بالکل نہ چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گنے ہوئے اور فریب میں مبتلا رکھا انہیں ان کے معاملہ میں ان باتوں نے جو وہ خود گھڑا کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے یہود و نصاریٰ کا اختلاف

جب یہودی اور نصاریٰ نجران بارگاہِ رسالت میں جمع ہوئے تو وہ جھگڑنے لگے۔ یہودی علماء نے دعویٰ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور نصاریٰ نے کہا وہ عیسائی تھے۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت اتاری۔

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمَاۤ اُنۡزِلَتِ التَّوۡرٰٮةُ وَالۡاِنۡجِيۡلُ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَاۤءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَـيۡسَ لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۶۸﴾ (آل عمران)

"اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کے بارے میں حالانکہ نہیں اتاری گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد کیا اتنا بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔ سنتے ہو تم وہ لوگ ہو جو جھگڑتے رہے ہو اب تک ان باتوں میں جن کا تمہیں کچھ نہ علم تھا، پس اب کیوں جھگڑنے لگے ہو ان باتوں میں نہیں

کیفیت قتال سے قبل تھی جب کفار، مومنین کے بالمقابل تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو قلیل سمجھا اور اس پر فخر کرنے لگے تو اللہ رب العزت نے مسلمانوں کی مدد ملائکہ سے فرما دی پھر انہیں مسلمان کثیر تعداد میں نظر آئے اور انہیں ہزیمت اٹھانا پڑی۔ کہا جاتا ہے کہ یَرَوْنَهُمْ میں "ھم" ضمیر کفار کی طرف راجع ہے

Marfat.com

ہے تمہیں جن کا کچھ علم اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ نہ تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی بلکہ وہ ہر گمراہی سے الگ رہنے والے مسلمان تھے اور نہ ہی وہ شرک کرنے والوں میں سے تھے۔ بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم سے وہ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی نیز یہ نبی کریم اور جو اس نبی پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے مؤمنوں کا۔"

یہودیوں کی انتہائی گھناؤنی سازش

عبداللہ بن صیف، عدی بن زید اور حارث بن عوف نے باہمی مشاورت کی کہ ہم صبح کے وقت اس پیام پر ایمان لے آتے ہیں جو محمد عربی ﷺ پر نازل ہوا ہے اور وقت شام اس کا انکار کر دیں گے پھر مسلمانوں پر دین حق ملتبس ہو جائے گا اور وہ اپنے دین سے لوٹ آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل کی۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۝ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۝ (آل عمران)

"اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں چھپاتے ہو حق کو حالانکہ تم جانتے ہو، کہا ایک گروہ نے اہل کتاب سے کہ ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو اتاری گئی ایمان والوں پر صبح کے وقت اور انکار کر دو اس کا سر شام شاید اس طرح وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہیں کہ مت مانو کسی کی بات سوائے ان لوگوں کے جو پیروی کرتے

مسلمان انہیں دوگنا دیکھ رہے تھے، وہ مسلمانوں سے تین گنا تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں نگاہِ مؤمنین میں قلیل کر دکھایا۔ بعض علماء نے "تَرَوْنَهُمْ" پڑھا ہے، ممکن ہے یہ خطاب یہودیوں کو ہو۔ "اے یہود! تم غزوۂ بدر کے دن دیکھ رہے تھے کہ مشرکین مسلمانوں سے دوگنا تھے"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اخنس بن شریق بنو زہرہ کے ہمراہ ان سے علیحدہ ہو گیا ان کی تعداد سات سو ہو گئی۔ ممکن ہے کہ خطاب مشرکین سے ہو، یعنی اے مشرکو! تم مسلمانوں کو دوگنا دیکھ رہے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ان کی نصرت فرمائی تو یہ معنی پہلے معنی کی مانند ہو گیا۔

Marfat.com

ہیں تمہارے دین کی۔ فرمایئے ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہو۔ اور یہ بھی نہ ماننا کہ دیا جا سکتا ہے کسی کو جیسے تمہیں دیا گیا یا کوئی حجت لا سکتا ہے تم پر تمہارے رب کے پاس، اے حبیب فرما دیجئے کہ فضل و کرم تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے''۔

ابو رافع کی گستاخی

جب علماء یہود اور نصاریٰ نجران حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ابو رافع نے کہا۔ ''اے محمد عربی! ﷺ کیا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی اس طرح پوجا کریں جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں''۔ ایک نصرانی رئیس نے کہا ''اے محمد عربی ﷺ! کیا آپ ﷺ ہم سے یہی تمنا کرتے ہیں اور اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''معاذ اللہ! اللہ کی پناہ کہ میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کروں یا اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے کا حکم دوں۔ میری بعثت کا مقصد یہ نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے''۔ اللہ رب العزت نے اس وقت یہ آیت نازل کی''۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران)

''نہیں ہے مناسب کسی انسان کے لئے کہ جب عطا فرما دے اللہ تعالیٰ کتاب اور حکمت اور نبوت تو پھر وہ کہنے لگے لوگوں سے کہ بن جاؤ میرے بندے اللہ کو چھوڑ کر (وہ تو یہ کہے گا کہ) بن جاؤ اللہ والے۔ اس لئے تم دوسروں کو تعلیم دیتے رہتے ہو کتاب کی اور بوجہ اس کے کہ تم خود بھی

رَبّٰنِيّٖنَ

ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس سے مراد علماء، فقہاء اور سردار ہیں۔ بخاری شریف میں بعض اہل علم سے روایت ہے کہ رَبّٰنِيُّوْنَ سے مراد وہ علماء ہیں جو لوگوں کو علم کی رفعتوں پر آشیاں بند کرتے ہیں۔ اہل علم کے لئے رب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اسم کی تفخیم کے لئے الف، نون کا اضافہ کیا گیا ہے۔ القوس سے مراد صومعہ ہے ضرب المثل ہے۔ اَنَا بِالْقُوْسِ وَ اَنْتَ بِالْقَرْقُوْسِ فَكَيْفَ نَجْتَمِعُ۔ میں گرجا میں اور تو کشادہ میدان میں ہے ہم کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟

Marfat.com

اسے پڑھتے تھے اور وہ (مقبول بندہ) نہیں حکم دے گا تمہیں اس بات کا کہ بنالو فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا (تم خود سوچو) کیا وہ حکم دے سکتا ہے تمہیں کفر کرنے کا بعد اس کے کہ تم مسلمان بن چکے ہو"۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔ "الرَّبَّانِيُّونَ" سے مراد علماء، فقہاء اور سردار ہیں شاعر کہتا ہے۔

لَوْ كُنْتُ مُرْتَهِنًا فِي الْقُوْسِ اَفْتَنَنِي مِنْهَا الْكَلَامُ وَ رَبَّانِيُّ اَحْبَارِ

اگر میں کسی گرجا میں بھی خلوت گزیں ہوتا تو پھر بھی مجھے اور گرجا کے راہب کو اس کا کلام فتنہ میں مبتلا کر دیتا۔

ابن ہشام کہتے ہیں قوس سے مراد راہب کا گرجا ہے۔ "اَفْتَنَنِي" بنو تمیم کی لغت ہے اور "فَتَنَنِي" بنو قیس کی لغت ہے، جریر کہتا ہے۔

لَا وَصْلَ إِذْ صَرَمَتْ هِنْدٌ وَ لَوْ وَقَفَتْ لَاسْتَنْزَلَتْنِي وَ ذَالْمِسْحَيْنِ فِي الْقُوْسِ

اب وصال کی کوئی امید نہیں جبکہ ہند جدا ہو چکی ہے اگر وہ کھڑی ہو جاتی تو پھر مجھے اور گرجا کے پادری کو مقام زہد سے نیچے اتار لیتی۔

رَبَّانِيُّ، رَبٌّ سے مشتق ہے اس کا معنی سردار یا آقا ہے۔ قرآن پاک میں ہے فَيَسْقِيْ رَبَّهُ خَمْرًا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں، ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

"اور وہ مقبول بندہ نہیں ہے حکم دے گا تمہیں اس بات کا کہ بنالو فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا تم خود سوچو کیا وہ حکم دے سکتا ہے تمہیں کفر کرنے کا بعد اس کے کہ تم مسلمان بن چکے ہو"۔

فَتَنْتُهُ اور اَفْتَنْتُهُ میں فرق

سیبویہ نے ان دونوں کے مابین فرق کیا ہے انہوں نے خلیل کے قول سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اَفْتَنْتُهُ کا معنی ہے میں نے اسے فتنہ میں مبتلاء کر دیا اور فَتَنْتُهُ کا معنی ہے میں نے اس میں بگاڑ پیدا کر دیا جس طرح كَحَلْتُهُ کا معنی ہے میں نے اس کی آنکھوں میں سرمہ ڈال دیا۔ اس فرق کا لب لباب یہ ہے کہ فَتَنْتُهُ کا معنی ہے صَرَفْتُهُ میں نے اسے پھیر دیا ہے یہ اسی لئے اس کے وزن پر ہے کیونکہ مفتون کو حق سے پھیر دیا جاتا ہے۔ اَفْتَنْتُهُ اَضْلَلْتُهُ اور اَغْوَيْتُهُ کے معنی میں ہے اسی لئے یہ اس کے وزن پر ہے فَتَنَ کا لفظ لوہے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اس کا معنی لوہے کو پرکھنا ہے"۔

Marfat.com

انبیائے کرام سے میثاق لینے کا تذکرہ

پھر اللہ رب العزت نے اس میثاق کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام سے لیا کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں گے تو وہ آپ ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کریں گے اور آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا اقرار کریں گے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران)

"اور یاد کرو جب لیا اللہ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان کتابوں کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی اس کے بعد فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"۔

انصار کے مابین فساد کی کوشش

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ شاس بن قیس ایک عمر رسیدہ شخص تھا کفر میں پختہ اور مسلمانوں کے خلاف شدید کینہ و بغض رکھتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اوس اور خزرج کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک محفل میں جمع تھے وہ وہاں محو گفتگو تھے ان کی جمعیت اور الفت کو دیکھ کر اس کی آتش غیض بھڑک اٹھی۔ اسے یہ بات سخت ناگوار گزری کہ اسلام نے ان کے مابین صلح و آشتی کے رشتے قائم کر دیئے ہیں حالانکہ پہلے ان کے مابین عداوت و دشمنی تھی۔ اس نے کہا "بنو قیلہ کے سرداران شہروں میں جمع ہو گئے ہیں قسم بخدا! ان کے اس اجتماع سے ہمارا چین و سکون ختم ہو گیا ہے۔ اس نے ایک یہودی جوان کو حکم دیا کہ ان کی طرف جا۔ اس کے ہمراہ بیٹھ جا۔ یوم بعاث کو یاد کر اور ان اشعار کو پڑھ جو اس موقع پر کہے گئے تھے"۔

یوم بعاث وہ دن تھا جب اوس اور خزرج ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہوئے تھے اوس کو خزرج پر فتح ہوئی۔ اس دن اوس کے سردار حضیر بن سماک الاشہلی اور ابو اسید بن حضیر تھے اور خزرج کا سردار عمرو بن نعمان البیاضی تھا۔ یہ تمام جنگ میں کام آ گئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں ابو

Marfat.com

قیس بن اسلت نے کہا ہے۔

عَلٰی اَنْ قَدْ فُجِعْتُ بِذِیْ حِفَاظٍ فَعَاوَدَنِیْ لَهٗ حُزْنٌ رَصِیْنٌ

فَاِمَّا تَقْتُلُوْاهُ فَاِنَّ عَمْرًا اَعَضَّ بِرَاْسِهٖ عَضْبٌ سَنِیْنٌ

ایک خوددار شخص کی وجہ سے مجھے تکلیف دی گئی اس کی وجہ سے مجھے اندوہناک غم نے آلیا کیا تم اسے قتل کر دو گے۔ عمرو نے اپنے سر کے ساتھ ایک شمشیر براں باندھی ہوئی تھی۔

جنگ بعاث کے تذکرہ سے سیرت میں انقطاع آجائے گا اس لئے اسے ترک کیا جاتا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس نوجوان نے اسی طرح کیا۔ قوم کے مابین گفتگو میں تلخی آنے لگی وہ جھگڑنے لگے باہمی فخر کرنے لگے اوس بن قیظی (بنو حارثہ بن حارث میں سے) اور جبار بن صخر (بنو سلمہ میں سے) ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اگر تم چاہو تو جنگ کا آغاز دوبارہ ہو سکتا ہے"۔ آتش غضب انتہائی عروج پر تھی انہوں نے کہا اب تم سے ملاقات اس سخت میدان میں ہوگی ہر طرف ہتھیار لاؤ! ہتھیار لاؤ! کی صدا آنے لگی۔ لوگ ہتھیار لے کر ان کے پاس پہنچ گئے۔ یہ خبر حضور اکرم ﷺ تک بھی پہنچ گئی۔ آپ ﷺ مہاجرین کو ساتھ لے کر وہاں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے مسلمانو! اللہ اللہ! جاہلیت جیسے کام حالانکہ میں تمہارے سامنے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں راہِ ہدایت پر گامزن کر دیا ہے اور اسی دین متین سے تمہیں اعزاز بخشا ہے اس نے جاہلیت کو ختم کر دیا ہے، تمہیں کفر سے بچالیا ہے اور تمہارے دلوں میں الفت و محبت ڈال دی ہے" یہ دلنشیں الفاظ سن کر صحابہ کرام سمجھ گئے کہ یہ شیطانی امر تھا اور اس کے دشمنوں کا مکر تھا، وہ اشک فشاں ہو گئے۔ بنو خزرج اور بنو اوس ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے، پھر سر جھکائے، دیدہ و دل فرشِ راہ کئے حضور ﷺ کے ہمراہ ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے شاس بن قیس کی لگائی ہوئی آگ کو سرد کر دیا۔ اس واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کیا۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ (آل عمران)

"آپ فرمایئے، اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کی آیتوں کا اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو، آپ فرمایئے، اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے اسے جو ایمان لا چکا تم چاہتے ہو کہ اس راہ راست کو ٹیڑھا بنا دو حالانکہ تم خود اس کی راستی کے گواہ ہو اور نہیں ہے

Marfat.com

اللہ بے خبر ان کرتوتوں سے جو تم کرتے ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اوس بن قیظی، حضرت جبار بن صخر اور ان کے ساتھیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾

"اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو گے ایک گروہ کا اہل کتاب سے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد کافروں میں۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم پھر کفر کرنے لگو حالانکہ تم وہ ہو کہ پڑھی جاتی ہیں تم پر اللہ کی آیتیں اور تم میں اللہ کا رسول بھی تشریف فرما ہے اور جو مضبوطی سے پکڑتا ہے اللہ کے دامن کو ضرور پہنچایا جاتا ہے اسے سیدھی راہ تک۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا اور خبردار نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ کی رسی سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت (جو اس نے) تم پر فرمائی جب کہ تم تھے (آپس میں) دشمن پس اس نے الفت پیدا کردی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی اور تم (کھڑے) تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچا لیا تمہیں اس (میں گرنے) سے یونہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں تاکہ تم ہدایت پر ثابت رہو ضرور ہونی چاہئے تم میں ایک جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں اور ان

Marfat.com

لوگوں کے لئے عذاب ہے بہت بڑا"۔

وَمَا آمَنَ إِلَّا شِرَارُنَا

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ بن سعیہ، حضرت اسید بن سعیہ، حضرت اسد بن عبید اور دیگر یہودی دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، ایمان وتصدیق کی لازوال نعمت سے بہرہ ور ہوئے تو علمائے یہود اور کافروں نے کہا۔ "ہم میں سے برے لوگوں نے ہی محمد عربی ﷺ کی اتباع کی ہے۔ اگر وہ بہتر ہوتے تو پھر اپنے آباء کے دین کو نہ چھوڑتے اور نہ دوسرے کسی مذہب کو اپناتے" اللہ رب العزت نے اس وقت یہ آیت نازل کی۔

لَيْسُوا سَوَآءً ۗ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ۝ (آل عمران)

"سب یکساں نہیں اہل کتاب سے ایک گروہ حق پر قائم ہے یہ تلاوت کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کی رات کے اوقات میں اور وہ سجدے کرتے ہیں"۔

ابن ہشام کہتے ہیں، اٰنَآءَ الَّيْلِ سے مراد رات کی گھڑیاں ہیں اس کا واحد اِنْیٌ ہے۔ مالک بن عویمر المتنخل الھذلی اپنے بیٹے کا مرثیہ کہتے ہوئے لکھتا ہے۔

حُلْوٌ وَ مُرٌّ كَعَطْفِ الْقِدْحِ شِيْمَتُهٗ   فِي كُلِّ اِنْيٍ قَضَاهُ اللَّيْلُ يَنْتَعِلُ

تیر کے کنارے کی طرح اس کی طبیعت شیریں وتلخ تھی وہ رات کے ہر لحہ میں جوتے پہنتا تھا۔

لبید بن ربیعہ وحشی گدھے کی تعریف میں کہتا ہے۔

يُطَرِّبُ   آنَاءَ   النَّهَارِ   كَاَنَّهٗ   غَوِيٌّ سَقَاهُ فِي التِّجَارِ نَدِيْمُ

وہ دن کے اوقات میں خوشی کا اظہار اس طرح کرتا ہے کہ گویا کہ وہ گمراہ ہوگیا ہے اور شراب خانے میں کسی ساتھی نے اسے شراب پلادی ہے۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي

آناء اللیل کی تفسیر

علامہ ابن ہشام نے آناء اللیل کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ آناء کا واحد انی ہے اور اس پر ہذلی کے قول سے استشہاد کیا ہے۔ پھر اس سے بھی عجیب یونس کا قول ہے کہ یہ قرآن کریم کی لغت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ (احزاب: ۵۴)۔

Marfat.com

الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ (آل عمران)

''ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور حکم دیتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں اور یہ لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں''۔

یہودیوں کو رازدان بنانے کی ممانعت

ابن اسحاق کہتے ہیں، مسلمانوں میں سے کچھ لوگ یہود کے پڑوس اور ان سے عہد و پیمان ہونے کی وجہ سے صلہ رحمی کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل کیں۔

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ (آل عمران: ۱۱۹)

''اے ایمان والو نہ بناؤ اپنا رازدار غیروں کو وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمہیں خرابی پہنچانے میں وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے، ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں سے) اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے ہم نے صاف بیان کر دیں ہیں تمہارے لئے اپنی آیتیں اگر تم سمجھدار ہو۔ سنو تم تو وہ پاک دل ہو کہ محبت کرتے ہو ان سے اور وہ ذرا محبت نہیں کرتے تم سے اور مانتے ہو تم سب کتابوں کو''۔

یعنی تم اپنی کتاب پر ایمان لاتے ہو سابقہ کتب پر بھی ایمان رکھتے ہو جبکہ یہودی تمہاری

علمائے یہود کے متعلق نازل کردہ آیات میں سے بعض جملوں کا ذکر

علامہ ابن اسحاق نے علمائے یہود کے متعلق نازل کردہ بعض آیات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے تمام سوالات واضح ہیں اور ان پر کلام غرض کتاب کے بجائے تفسیر قرآن کی طرف لے جاتا ہے۔ ان سوالات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَيَّانَ مُرْسٰىھَا۔ ایان کے متعلق فراء نے کہا ہے یہ دو کلمے ہیں جنہیں ملا کر ایک کلمہ بنا دیا گیا۔ یہ اصل میں اَیُّ آن تھا اور الآن اور الاوان کا ایک ہی معنی ہے جیسے کہا جاتا ہے: راح اور ریاح۔ شاعر کا قول ہے

نَشَاوٰی تَسَاقَوْا بِالرِّیَاحِ الْمُفَلْفَلِ

ہروی نے ایان کے متعلق ایک اور توجیہ بھی ذکر کی ہے کہ ممکن ہے اس کی اصل ایوان ہو پس واؤ کو یاء میں مدغم کر دیا گیا جیسے قیام میں ہوا۔

Marfat.com

کتاب مقدس کا انکار کرتے ہیں تم اس بات کے زیادہ سزاوار ہو کہ تم ان سے بغض رکھو۔

وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ (آل عمران:۱۱۹)

''اور جب وہ تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لاتے ہیں اور جب وہ تنہا ہوتے ہیں تو چباتے ہیں تم پر انگلیاں غصے سے، اے حبیب آپ فرمائیے مر جاؤ اپنے غصہ کو آگ میں جل کر''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غیرتِ ایمانی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ''بیت المدارس'' میں یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کے پاس لوگوں کا ہجوم تھا اس شخص کا نام ''فنحاص'' تھا۔ یہ ایک ماہر عالم تھا اس کے اردگرد علماء یہود مجتمع تھے، اسے ''اشیع'' کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فنحاص سے کہا ''اے فنحاص! اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر لے۔ اللہ کی قسم! تو خوب آگاہ ہے کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول معظم ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ بارگاہِ ربوبیت سے پیغامِ حق لے کر تشریف لائے ہیں تمہارے پاس تورات و انجیل میں بھی آپ ﷺ کے تذکرے مرقوم ہیں''۔ فنحاص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا ''اے ابوبکر! بخدا! ہم اللہ کے محتاج نہیں وہ ہمارا محتاج ہے۔ ہم اس کی طرف اتنی آہ و زاری نہیں کرتے جتنی آہ و زاری وہ ہماری طرف کرتا ہے، ہم اس سے مستغنی ہیں لیکن وہ ہم سے مستغنی نہیں ہے، اگر وہ ہم سے مستغنی ہوتا تو پھر ہمارے اموال بطورِ قرض طلب نہ کرتا جس طرح تمہارے صاحب بھی گمان کرتے ہیں، وہ تمہیں سود سے منع کرتا ہے مگر ہمیں سود دیتا ہے اگر وہ ہم سے مستغنی ہوتا تو ہمیں سود نہ دیتا''۔ (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات) یہ بکواسات سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے چہرے پر ایک شدید طمانچہ رسید کیا اور کہا ''ارے گستاخ! مجھے اس ذات والا کی قسم! اگر ان معاہدوں کا پاس نہ ہوتا جو ہمارے اور تمہارے مابین ہیں تو میں تیرا سرتن سے جدا کر دیتا''۔

فنحاص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ''اے محمد مصطفیٰ ﷺ! ذرا دیکھیں تمہارے اس ساتھی نے میرا کیا حشر کیا ہے؟''۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے ابوبکر! کس چیز نے تمہیں اس کام پر ابھارا؟'' انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! ﷺ اس دشمن خدا نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی گستاخی کی ہے، اس نے

Marfat.com

گمان کیا ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات فقیر اور یہ غنی ہیں۔ اس کی اس گستاخی پر مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا''۔ فنحاص نے انکار کر دیا اس نے کہا ''میں نے یہ بات نہیں کی''، اللہ رب العزت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں فرمایا۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾ (آل عمران)

''بے شک سنا اللہ نے قول ان گستاخوں کا جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے، ہم غنی ہیں ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا نیز قتل کرنا ان کا انبیاء کو ناحق اور ہم کہیں گے کہ اب چکھو آگ کے عذاب کا مزہ''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غیض وغضب کے متعلق ارشاد ہوا۔

وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (آل عمران)

''اور یقیناً سنو گے تم ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت سی باتیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے''۔

پھر فنحاص اور دیگر علمائے یہود کے متعلق فرمایا۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾

(آل عمران)

''اور یاد کرو جب لیا اللہ نے پختہ وعدہ ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور کھول کر بیان کرنا اسے لوگوں سے اور نہ چھپانا اس کو تو الٹا انہوں نے پھینک دیا اس وعدہ کو اپنی پشتوں کے پیچھے اور انہوں نے خرید لی اس کے عوض تھوڑی سی قیمت سو بہت بری ہے وہ چیز جو وہ خرید رہے ہیں۔ ہرگز آپ خیال نہ کریں کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنی کارستانیوں پر اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ایسے کاموں سے جو انہوں نے کیے ہی نہیں تو ان کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ امن میں ہیں عذاب سے ان کے لئے ہی تو دردناک عذاب ہے''۔

Marfat.com

وہ علمائے یہود عذاب الیم کے مستحق ہیں جو دنیاوی زیب و آرائش پر فرحاں و شاداں ہیں، ان کا وطیرہ لوگوں کو راہِ ضلالت پر گامزن کرنا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کارناموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے سرانجام نہیں دیئے، لوگ انہیں ''علماء'' کہیں حالانکہ وہ اہل علم نہیں ہیں۔ وہ لوگوں کو شاہراہ حق و ہدایت پر چلاتے نہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔

مومنین کو بخل کا مشورہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کردم بن قیس (کعب بن اشرف کا حلیف) اسامہ بن حبیب، نافع بن ابی نافع، بحری بن عمرو، حیی بن اخطب اور رفاعہ بن زید بن تابوت انصار کے ساتھ ملتے رہتے تھے اور انہیں ناصحانہ مشورے دیتے رہتے تھے، وہ ان سے کہتے ''اپنے اموال خرچ نہ کیا کرو ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں تم افلاس کا شکار نہ ہو جاؤ خرچ کرنے میں سرعت نہ کیا کرو تم نہیں جانتے کہ بالآخر انجام کیا ہو''۔ اللہ رب العزت نے ان آیات کا نزول فرمایا۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ (نساء)

''جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بھی بخل کرنے کا اور چھپاتے ہیں جو عطا فرمایا ہے اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے اور نہیں ایمان رکھتے اللہ پر اور نہ روزِ قیامت پر اور وہ بدقسمت ہو جائے شیطان جس کا ساتھی پس وہ بہت برا ساتھی ہے اور کیا نقصان ہوتا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور روز آخرت پر اور خرچ کرتے اس سے جو دیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہے''۔

انکارِ حق

ابن اسحاق کہتے ہیں، رفاعہ بن زید بن تابوت یہودیوں کا سردار تھا جب یہ حضور ﷺ سے گفتگو کرتا تو اپنی زبان مروڑتا اور کہتا۔ اَرْعِنَا سَمْعَكَ يَا مُحَمَّدُ۔ اے محمد مصطفیٰ ﷺ ہماری طرف نظر کرم فرمائیں تاکہ ہم آپ ﷺ کی گفتگو کو سن سکیں (یہ اپنی زبان کو مروڑ کر کہتا جس سے

Marfat.com

مذکورہ بالا مفہوم تبدیل ہو جاتا) پھر یہ اسلام پر اعتراض کرتا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ (نساء)

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ مول لے رہے ہیں گمراہی کو اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ بہک جاؤ تم بھی راہِ راست سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور کافی ہے اللہ حمایتی اور اللہ تعالیٰ مددگار۔ کچھ لوگ جو یہودی ہیں پھیر دیتے ہیں اس کی اصلی جگہوں سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی اور کہتے ہیں سنو تم نہ سنائے جاؤ اور کہتے ہیں، رَاعِنَا بل دیتے ہوئے اپنی زبانوں کو اور طعنہ زنی کرتے ہوئے دین میں اور اگر وہ یوں کہتے ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور اسے مان لیا اور ہماری عرض سنیئے اور نگاہ فرمائیے ہم پر تو ہوتا بہت بہتر ان کے لئے اور بہت درست لیکن دور کر دیا انہیں اللہ نے بوجہ ان کے کفر کے پس نہیں ایمان لائیں گے مگر تھوڑے سے"۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے یہودی علماء سے گفتگو فرمائی ان علماء میں عبداللہ بن صوریا الاعور اور کعب بن سعد بھی شامل تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "اے معشر یہود! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ، اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ وہ کتاب حکیم جو میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں وہ حق ہے" انہوں نے کہا "اے محمد عربی ﷺ ہم نہیں جانتے" انہوں نے اس چیز سے انکار کر دیا جس سے وہ واقف تھے کفر پر اصرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ (نساء)

"اے وہ لوگو! جنہیں دی گئی کتاب ایمان لاؤ اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہے ہم نے تاکہ تصدیق کرے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم مسخ کر دیں چہرے پھر پھیر دیں انہیں پشتوں کی طرف یا لعنت کریں ان پر جس طرح ہم نے لعنت کی سبت والوں پر اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے"۔

Marfat.com

ابن ہشام کہتے ہیں ''نَطْمِسُ'' کا معنی ہے ہم چہرے کو مسخ اور برابر کر دیں گے اس طرح کہ اس میں کوئی آنکھ، ناک اور منہ نظر نہ آ سکے گا۔ ''فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ'' کا معنی بھی یہی ہے۔ ''مطموس العین'' اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی پلکوں کے مابین شگاف نہ ہو۔ کہا جاتا ہے۔ طَمَسْتُ الْكِتَابَ و الْاَثَرَ میں نے کتاب اور تصنیف کے حروف کو مٹا دیا وہاں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اخطل، غوث بن ھبیرہ بن صلت تغلبی اونٹوں کی تعریف میں کہتا ہے۔

تَكْلِيفُنَا هَا كُلَّ طَامِسَةِ الصُّوٰى   شَطُوْنٍ تَرٰى حِرْبَاءَ هَا يَتَمَلْمَلُ

ہر مٹنے والی جدا جدا نشانیوں پر ہم نے انہیں تکلیف دی تو دیکھے گا کہ اس کی پشت کا گوشت متحرک ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں، صُوًى کا واحد صُوَّةٌ ہے اور صویٰ ان نشانیوں کو کہا جاتا ہے جن سے راستوں اور پانیوں تک راہ نمائی لی جاتی ہے مُسِحَتِ الْاَرْضُ کا معنی ہے زمین کو برابر کر دینا

ابن اسحاق کہتے ہیں قریش، غطفان اور بنو قریظہ میں سے جن لوگوں نے باہمی گٹھ جوڑ کیا وہ حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق، ابو رافع، ربیع بن ربیع بن ابی الحقیق، ابو عمار، وحوح بن عامر، ھوذہ بن قیس (وحوح، ابو عمار اور ھوذہ کا تعلق بنو وائل سے تھا) تھے۔ جب یہ لوگ قریش مکہ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا یہ یہودیوں کے علماء ہیں یہ سابقہ کتاب کے حامل ہیں، ذرا ان سے پوچھو تو سہی کہ تمہارا دین بہتر ہے یا دین محمدی عمدہ ہے۔ انہوں نے ان سے یہ سوال کیا علمائے یہود نے کہا ''تمہارا دین، دین محمدی سے کہیں عمدہ تر ہے۔ تم ان سے اور ان کے ساتھیوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو'' اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ (نساء: ۵۱)

''کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ اب اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر''۔

ابن ہشام کہتے ہیں، جِبْت سے مراد ہر وہ چیز ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کی پوجا کی جائے اور ہر وہ چیز جو راہِ حق سے منحرف کر دے اسے طاغوت کہتے ہیں۔ جِبْت کی جمع جُبُوت آتی ہے اور طَاغُوت کی جمع طَوَاغِيت آتی ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابن ابی نجیح سے روایت ہے کہ جبت کا معنی جادو اور طاغوت کا معنی شیطان ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ

Marfat.com

اللّٰهُ ط وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ (نساء)

"اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی مددگار کیا ان کے لئے کوئی حصہ ہے حکومت میں اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو تل برابر کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے اللہ نے اپنے فضل سے وہ حسد کی آگ میں جلا کریں ہم نے تو مرحمت فرمادی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب اور حکمت اور عنایت فرمادی ہے انہیں عظیم الشان سلطنت"۔

نزولِ قرآن کا انکار

ابن اسحاق کہتے ہیں سکین اور عدی بن زید نے کہا "اے محمد عربی ﷺ! ہم نہیں جانتے کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی بشر پر کوئی کلام نازل کیا ہو" اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیات نازل کیں۔

اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ (نساء)

"بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح کے بعد آئے اور جیسے وحی بھیجی ہم نے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے عطا فرمائی داؤد کو زبور اور (جیسے وحی بھیجی) دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا ہے ہم نے آپ سے اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ سے خاص کلام (بھیجے ہم نے یہ سارے) رسول خوشخبری دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے تاکہ نہ رہے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے آنے کے بعد اور اللہ تعالیٰ غالب

Marfat.com

ہے حکمت والا ہے (کوئی تسلیم نہ کرے تو اس کی مرضی)"۔

بارگاہِ رسالت میں یہودیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "قسم بخدا! تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس جماعت نے کہا ہم نہیں جانتے اور نہ ہی ہم اس کی گواہی دیتے ہیں"۔ اللہ رب العزت نے آیات نازل کیں۔

لٰکِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ (نساء)

"لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعے جو اس نے آپ کی طرف اتاری کہ اس نے اسے اتارا ہے اپنے علم سے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ تعالیٰ بطور گواہ"۔

حضور ﷺ پر پتھر گرانے کی سازش

حضور ﷺ بنو نضیر کے پاس گئے تاکہ ان دو عامری شخصوں کی دیت میں ان کی مدد کریں جنہیں عمرو بن امیہ الضمری نے قتل کیا تھا۔ یہودیوں نے تنہائی میں مشاورت کی، انہوں نے کہا "محمد عربی ﷺ آج جتنے تمہارے قریب ہیں پھر کبھی اتنے قریب نہ ہو سکیں گے کوئی ایسا شخص ہو جو اس گھر کی چھت پر چڑھے اور ان پر ایک بڑا سا پتھر گرا دے اور ہمیں ان سے نجات دے"۔ عمرو بن جحاش بن کعب نے کہا "میں یہ کام کروں گا"۔ حضور ﷺ کو ان کی گھناؤنی سازش کا علم ہو گیا۔ آپ ﷺ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ اللہ رب العزت نے اس واقعہ کے متعلق یہ آیات نازل کیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (مائدہ)

"اے ایمان والو یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو"۔

محبوبِ خداوندی کا دعویٰ

نعمان بن اضاء، بحری بن عمرو اور شاس بن عدی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے گفتگو فرمائی، انہیں اسلام کی دعوت کی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

Marfat.com

ڈرایا انہوں نے عیسائیوں کی طرح کہا "اے محمد عربی ﷺ! آپ ﷺ ہمیں اللہ سے کیا ڈراتے ہیں ہم تو اس کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیات نازل کیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ⑱ (مائدہ)

"اور کہا یہود اور نصاریٰ نے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں، آپ فرمایئے اگر تم سچے ہو تو پھر کیوں عذاب دیتا ہے تمہیں تمہارے گناہوں پر بلکہ تم بشر ہو اس کی مخلوق سے بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہی بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی انہیں یہ دین متین قبول کرنے کی ترغیب دلائی۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کفرانہ روش اختیار کی۔ حضرت معاذ بن جبل، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت عقبہ بن وھب رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا۔ "اے گروہِ یہود! اللہ سے ڈرو، اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ اللہ کے رسولِ معظم ہیں، آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے تم ہم سے حضور ﷺ کا تذکرہ کرتے تھے، ہمیں آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ بتاتے تھے"۔ رافع بن حریملہ اور وھب بن یہود نے کہا "ہم نے تمہیں کب یہ کہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نازل نہیں کی۔ اس نے ان کے بعد کسی کو بشیر و نذیر بنا کر نہیں بھیجا"۔ اللہ رب العزت نے ان کا جواب اس طرح ارشاد فرمایا۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑲ (مائدہ)

"اے اہل کتاب بے شک آ گیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول صاف بیان کرتا ہے تمہارے لئے احکام الٰہی بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا تا کہ تم یہ نہ کہو کہ نہیں آیا تھا ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا، اب تو آ گیا ہے تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے"۔

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا ذکر خیر کیا، ان تکالیف کا تذکرہ کیا جو یہودیوں سے آپ ﷺ کو پہنچیں۔ انہوں نے کس طرح عہد شکنی کی اور اللہ کے امر کا رد کیا پھر وہ کس طرح چالیس سال تک میدانِ تیہہ میں بھٹکتے پھرتے رہے۔

بنو اسرائیل میدانِ تیہہ میں

جب بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے حکم کی مخالفت کی تو وہ چالیس سال تک میدانِ تیہہ میں سرگرداں رہے۔ جب وہ ''جبارین'' کے عظیم اجسام دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تو ان سے یوشع بن نون اور کالب بن یوفیا نے کہا۔

اُدۡخُلُوۡا عَلَیۡہِمُ الۡبَابَ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡہُ فَاِنَّکُمۡ غٰلِبُوۡنَ۔

''داخل ہو جاؤ ان پر دروازہ سے اور جب تم داخل ہو گئے دروازہ سے تو یقیناً تم غالب آ جاؤ گے''۔

مگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے یہ بددعا کی یہ چھ فرسخ زمین میں ہی پھرتے رہے۔ سارا دن چلتے رہتے مگر رات کو وہیں ہوتے جہاں سے آغاز کرتے اور صبح وہیں کرتے جہاں رات بسر کی ہوتی۔ اسی صحراء میں اللہ تعالیٰ نے ان پر من و سلویٰ اتارا کیونکہ اس میدان میں سرگرداں ہونے کی وجہ سے انہیں معیشت کی ہوش تک نہ تھی۔ ان کے کپڑے ان کے اجسام پر اسی حالت میں رہے بوسیدہ نہ ہوئے اور نہ پھٹے۔ اگر کسی کا جسم لمبا ہوتا تو کپڑے بھی لمبے ہو جاتے۔ اسی میدان میں ہی حضرت موسیٰ نے ان کے لئے ابر کرم کی دعا مانگی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کوہِ طور سے ایک پتھر لیں اور اپنا عصا مبارک اس پر ماریں۔ آپ علیہ السلام نے یہ عمل فرمایا تو اس پتھر سے بارہ چشمے رواں ہو گئے۔ اسی میدان میں بنو اسرائیل پر بادل سایہ فگن ہوا تھا کیونکہ وہ ایک چٹیل میدان میں تھے۔ بادل نے انہیں دھوپ کی شدت سے بچایا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میدان تیہہ میں ان کی محنت و حیرت دیکھی تو اپنی بددعا پر نادم ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے ان کے لئے مذکورہ بالا انعاموں کی التجاء کی تھی تا کہ وہ اس چٹیل میدان میں بھوکے، پیاسے اور عریاں ہی نہ ہو جائیں۔ جب آپ علیہ السلام نے ان سے ہمدردی فرمائی تو ارشاد ہوا۔

فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾ (مائدہ)

''وہ قوم جس نے آپ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کی ہے انکے لئے اظہارِ ہمدردی نہ فرمائیں''

اسی میدان میں ان کے تمام سن رسیدہ لوگ مر گئے مگر یوشع اور کالب زندہ رہے۔ جبارین کی زمین میں ان کی اگلی نسل ہی گئی کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کا وصال بھی اسی میدان میں ہوا تھا اور آپ یوشع

Marfat.com

رجم کے حکم میں یہودیوں کا رجوع

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افزاء ہوئے تو علماء یہود بیت المدارس میں جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک شادی شدہ مرد نے شادی شدہ عورت سے فعل شنیع کیا تھا انہوں نے مشاورت کی کہ اس مرد اور عورت کو محمد عربی ﷺ کے پاس لے جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان کا حکم کیا ہے؟ آپ ﷺ کو دونوں کا حکم بنالو۔ اگر انہوں نے تمہاری طرح ''تجبیہ'' (تجبیہ یہ ہے کہ کھجور کی رسی پر تیل مل کر اسے کوڑا بنالیا جاتا ہے۔ فعل بد کرنے والے مرد وزن کو مارا جاتا ہے پھر دونوں کو پیچھے کی طرف منہ کر کے بٹھایا جاتا ہے ان کا منہ کالا کیا جاتا ہے) کا فیصلہ کیا تو ان کی اتباع کر لینا اور ان کی تصدیق کر لینا کیونکہ وہ بادشاہ ہوں گے اور اگر انہوں نے رجم کا فیصلہ کیا تو پھر وہ نبی محترم ﷺ ہیں پھر ان سے پہلوتہی کر لینا تا کہ وہ نبوت جو تمہارے ہاتھوں میں ہے وہ سلب نہ ہو سکے۔ یہودی ان تیرہ بختوں کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی ''اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اس شادی شدہ مرد نے شادی شدہ عورت سے بدکاری کی ہے ان کے مابین فیصلہ فرما دیں۔ ہم آپ ﷺ کو ان کا ثالث تسلیم کرتے ہیں''۔ حضور ﷺ وہاں سے بیت المدارس میں علمائے یہود کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ''اے گروہِ یہود! اپنے علماء کو میرے پاس بھیجو، عبداللہ بن صوریا حاضر خدمت ہوا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، بنو قریظہ کے ایک شخص نے مجھے بیان کیا ہے کہ اس دن عبداللہ بن صوریا کے ساتھ ساتھ ابو یاسر بن اخطب اور وھب بن یہوذا بھی تھے۔ یہودیوں نے کہا یہ ہمارے چوٹی کے علماء ہیں پھر آپ ﷺ نے ان سے مختلف سوالات کیے یہاں تک کہ انہوں نے اقرار کرلیا کہ عبداللہ بن صوریا تورات کا سب سے بڑا عالم ہے۔ حضور ﷺ اس کے ساتھ

کے ساتھ فتح میں شرکت نہ کر سکے۔ دوسرا قول اس قول کے برعکس ہے۔

سنگسار ہونے والی عورت

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب اس بدکار مرد کو پتھر کی ضرب لگی تو وہ اپنی بدکارہ ساتھی عورت پر جھکا تا کہ اسے آڑ بنا کر پتھروں سے بچ سکے۔ ابوالولید کی روایت کے مطابق یہ لفظ حنا ہے۔ مؤطا میں یحییٰ کی بھی یہی روایت ہے۔ وہاں فَجَعَلَ یَحْنِی عَلَیْهَا ہے۔ ابوالولید کی دوسری روایت کے

Marfat.com

خلوت میں تشریف لے گئے۔ عبداللہ نوجوان تھا اور علمائے یہود میں سے سب سے کم عمر تھا۔ حضور ﷺ نے اس مسئلہ کی وضاحت فرماتے ہوئے فرمایا "اے عبداللہ بن صوریا! میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور ان نعمتوں کو یاد دلاتا ہوں جو اس نے بنی اسرائیل پر کیں، کیا تو جانتا ہے کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کی بدکاری کا تورات میں حکم کیا ہے؟" اس نے کہا "ہاں اللہ کی قسم! اے ابوالقاسم! یہ سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نبی مرسل ہیں لیکن یہ آپ ﷺ سے حسد کرتے ہیں" حضور ﷺ وہاں سے تشریف لائے اور ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کی مسجد کے دروازے کے پاس انہیں سنگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابن صوریا نے بھی آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں، اللہ رب العزت نے ان کے متعلق یہ آیات نازل کیں۔

يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ (مائدہ:۴۱)

"اے رسول! نہ غمگین کریں آپ کو وہ جو تیز رفتار ہیں کفر میں ان لوگوں سے جنہوں نے کہا ہم ایمان لائے صرف اپنے (منہ) سے حالانکہ نہیں ایمان لائے تھے ان کے دل اور ان لوگوں سے جو یہودی ہیں، جاسوسی کرنے والے ہیں جھوٹ بولنے والے کے لئے وہ جاسوس ہیں، دوسری قوم کے، جو نہیں آئی آپ کے پاس بدل دیتے ہیں اللہ کی باتوں کو اس کے صحیح موقعوں سے کہتے ہیں اگر تمہیں دیا جائے تو یہ حکم مان لو اسے اور اگر نہ دیا جائے تمہیں یہ حکم تو بچو"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ انہیں مسجد نبوی ﷺ کے دروازہ پر سنگسار کر دیا گیا جب یہودی کو پتھر پڑا تو وہ اس عورت کی طرف گیا۔ فَجَنَأَ عَلَيْهَا يَقِيهَا مَسَّ الْحِجَارَةِ حَتّٰى قُتِلَا

مطابق یہ لفظ "جنا" ہے ابوعبید نے بھی اسی لفظ کی تشریح کی ہے۔ جَنَاء، انحراف کو کہتے ہیں، عوف بن محلم کہتا ہے۔

وَ بَدَّلَتْنِي بِالشَّطَاطِ الْجَنَا وَ كُنْتُ كَالصَّعْدَةِ تَحْتَ السِّنَانِ

تو نے مجھے سیدھے قد سے ٹیڑھا کر دیا ہے حالانکہ میں پہلے نیزے کے پھل کے نیچے مضبوط تیر کی

Marfat.com

بَحنیعًا۔ اس پر جھکا تا کہ پتھروں سے بچ سکے پھر وہاں دونوں ہلاک ہو گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب نے حضور ﷺ کو ان دونوں کے لئے ثالث بنایا تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو تورات لانے کے لئے کہا ان کا ایک عالم تورات پڑھنے لگا۔ جب وہ آیتہ رجم پر پہنچا تو اس نے اس پر ہاتھ رکھ لیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس عالم کے ہاتھ پر مارا پھر عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ یہ رجم کی آیت ہے مگر یہ ظالم آپ ﷺ کو سنانے سے پہلو تہی کر رہا ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اے گروہِ یہود! حکم الٰہی تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے ترک کرنے کا حکم تمہیں کس نے دیا؟" انہوں نے عرض کی "قسم بخدا! ہمارے ہاں یہی فیصلہ ہوتا تھا حتیٰ کہ ایک امیر گھرانہ کے شخص نے بدکاری کی، بادشاہ نے اسے رجم کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص نے بدکاری کی، بادشاہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا"۔ علماء نے کہا "اس کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا جب تک اس امیرزادہ کو رجم نہ کیا جائے"۔ پھر علماء اور بادشاہ نے "تجبیہ" پر اتفاق کر لیا رجم کے ذکر اور اس پر عمل کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا "میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے حکم، اس کی کتاب اور اس پر عمل کو حیاتِ نو بخشی"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں ان لوگوں میں موجود تھا جنہوں نے ان کو رجم کیا تھا۔

دیت کی ادائیگی میں یہودیوں کا ظلم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (مائدہ)

"تو چاہے فیصلہ فرمایئے ان کے درمیان یا منہ پھیر لیجئے ان سے (آپ کو اختیار ہے) اور اگر آپ منہ پھیر لیں ان سے تو نہ نقصان پہنچا سکیں گے آپ کو کچھ بھی اور اگر آپ فیصلہ کریں تو

طرح تھا۔

اس واقعہ میں ایک فقہی مسئلہ یہ ہے کہ ان فعل شنیع کرنے والوں کو رجم کرنے کے لئے گڑھا نہیں کھودا گیا تھا۔ کثیر فقہاء کا یہی نقطۂ نظر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے شراحہ

Marfat.com

فیصلہ فرمائیے ان میں انصاف سے بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے"۔

کا شانِ نزول یہ ہے کہ بنونضیر اور بنو قریظہ کے مابین دیت کی عجیب کیفیت تھی کیونکہ بنونضیر قبیلہ کو صاحب شرف سمجھا جاتا تھا اس لئے ان کی مکمل دیت دی جاتی تھی جبکہ بنوقریظہ کے مقتولین کی دیت نصف ادا کی جاتی تھی۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت مذکورہ بالا مسئلہ کے متعلق نازل کی۔ حضور ﷺ نے انہیں حق پر اکسایا اور انہیں ایک جیسی دیت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضور ﷺ کو فتنہ میں ڈالنے کی سازش

ابن اسحاق کہتے ہیں، کعب بن اسد، ابن صلوبا، عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس نے ایک دوسرے سے کہا "محمد عربی ﷺ کے پاس جاتے ہیں شاید ہم انہیں دین سے منحرف کرنے میں کامیاب ہو جائیں وہ ایک بشر ہی تو ہیں"۔ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "اے محمد مصطفیٰ ﷺ! آپ ﷺ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء، اشراف اور سردار ہیں۔ اگر ہم نے آپ ﷺ کی اتباع کر لی تو سارے یہودی آپ ﷺ کے پیروکار بن جائیں گے۔ وہ ہماری مخالفت نہیں کریں گے۔ ہمارے اور ہماری قوم کے مابین مخالفت ہو گئی ہے۔ اگر ہم آپ ﷺ کو ثالث مقرر کریں اور آپ ﷺ ہمارے حق میں فیصلہ کر دیں تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ ﷺ کی تصدیق کریں گے" مگر حضور ﷺ نے ایسا فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل کیں۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (مائدہ)

"اور یہ کہ فیصلہ فرمائیں آپ ان کے درمیان اس کے مطابق جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اور آپ ہوشیار رہیں ان سے کہ کہیں برگشتہ نہ کر دیں آپ کو اس کے کچھ حصہ سے جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو جان لو کہ بے شک ارادہ کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ سزا دے انہیں ان کے بعض گناہوں کی اور بے شک

بنت مالک ہمدانیہ کو رجم کرتے وقت گڑھا کھودا تھا مگر اکثر احادیث میں ہے کہ مرجوم کے لئے گڑھا نہ کھودا جائے، اس مرجومہ عورت کا نام بسرۃ تھا۔ ان کے واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ

Marfat.com

بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ تو کیا وہ جاہلیت کے زمانہ کے فیصلے چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے اس قوم کے نزدیک جو یقین رکھتی ہے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار

ابن اسحاق کہتے ہیں، یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان میں ابو یاسر بن اخطب، نافع بن ابی نافع، عازر بن ابی عازر، خالد، زید، ازار بن ابی ازار اور اشیع تھے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ کن کن رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرہ: ۱۳۶)

"کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ہماری طرف اور جو اتارا گیا ابراہیم واسماعیل واسحق و یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اور جو عطا کیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو عنایت کیا گیا دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے۔ ہم فرق نہیں کرتے ان میں کسی پر ایمان لانے میں اور ہم تو اللہ کے فرماں بردار ہیں"۔

جب حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا تو علمائے یہود نے آپ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا۔ "ہم نہ تو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی اس ذات پر ایمان لاتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول برحق سمجھے" اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل کی۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ (المائدہ)

"آپ فرمائیے اے اہل کتاب! تم کیا ناپسند کرتے ہو ہم سے بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور جو اتارا گیا ہماری طرف اور جو اتارا گیا اس سے پہلے اور بلاشبہ بہت سے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۞ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا (مائدہ: ۴۳)

"اور کیسے منصف بناتے ہیں آپ کو حالانکہ ان کے پاس تورات ہے (اس میں اللہ کا حکم ہے) پھر وہ منہ پھیرتے ہیں (اس سے) اس کے بعد بھی)"۔

Marfat.com

تم میں سے فاسق ہیں"۔

حق کا دعویٰ

رافع بن حارثہ، سلام بن مشکم، مالک بن صیف اور رافع بن حریملہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا "اے محمد مصطفیٰ ﷺ! کیا آپ ﷺ یہ گمان نہیں کرتے کہ آپ ﷺ ملت ودین ابراہیمی پر ہیں۔ ہماری تورات پر بھی ایمان لاتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے حق ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں! مگر تم نے اس کتاب میں تبدیلی کی ہے تم نے اس عہد کا انکار کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم سے لیا تھا اور اس الہامی کتاب میں مذکور تھا۔ تم نے ان امور کو پوشیدہ رکھا جن کو عیاں کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ میں تمہارے اس تغیر وتبدل سے بری ہوں" علمائے یہود نے کہا "ہم اسی کو پکڑتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ہم راہِ حق وہدایت پر ہیں ہم نہ تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور نہ ہی آپ ﷺ کی اتباع کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انُ کے متعلق یہ آیت نازل کی۔

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ (مائدہ)

"آپ فرمایئے اے اہل کتاب! نہیں ہو تم کسی چیز پر (ہدایت سے) یہاں تک کہ (عمل سے) قائم کرو تورات اور انجیل کو اور جو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اور ضرور بڑھا دے گا اکثر کو ان میں سے جو نازل کیا آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے سرکشی اور انکار میں پس آپ نہ افسوس کریں قوم کفار پر"۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک

ابن اسحاق کہتے ہیں، نجام بن زید، قردم بن کعب اور بحری بن عمرو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "اے محمد عربی! ﷺ کیا آپ ﷺ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے

اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات اور وہ علماء ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے رجم کا حکم کرتے تھے کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے لئے رجم کا ہی فیصلہ فرمایا جنہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثالث بنایا تھا اور ان کے دیگر علماء مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام اور ابن صوری کا بھی یہی فیصلہ تھا کیونکہ انہیں

Marfat.com

ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود نہیں اسی پیامِ حق کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور اسی کی طرف میں دعوت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۫ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۘ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ (انعام)

”آپ پوچھئے کون سی چیز بڑی (معتبر) ہے گواہی کے لحاظ سے، آپ ہی بتایئے اللہ وہی گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ساتھ اور (ڈراؤں) اسے جس تک یہ پہنچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا اور بھی ہیں“۔ ”آپ فرمایئے میں تو (ایسی جھوٹی) گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرمایئے وہ تو صرف ایک خدا ہی ہے اور بے شک میں بیزار ہوں ان (بتوں) سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو، جنہیں ہم نے دی ہے کتاب وہ پہچانتے ہیں اس نبی کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وہ نہیں ایمان لائیں گے“۔

رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن حارث نے منافق تھے، انہوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا۔ مسلمان ان سے محبت کرنے لگے۔ ارشاد ربانی ہوا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَیْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِیْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾ وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا یَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ (مائدہ)

”اے ایمان والو! مت بناؤ ان لوگوں کو جنہوں نے بنا رکھا ہے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

معلوم تھا کہ تورات میں اس فعل شنیع کی سزا رجم ہے مگر یہودیوں نے اس سزا کو تبدیل کر دیا تھا۔

Marfat.com

ان سے جنہیں دی گئی کتاب اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اگر ہو تم ایمان دار اور جب تم بلاتے ہو نماز کی طرف (یعنی اذان دیتے ہو) تو وہ بناتے ہیں اسے مذاق اور تماشہ یہ (حماقت) اس لئے ہے کہ وہ ایسی قوم ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے آپ فرمایئے اے اہل کتاب! تم کیا ناپسند کرتے ہو ہم سے بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور جو اتارا گیا ہماری طرف اور جو اتارا گیا اس سے پہلے اور بلاشبہ بہت سے تم میں سے فاسق ہیں۔ آپ (انہیں) فرمایئے کیا میں آگاہ کروں تمہیں کہ کون برا ہے اس سے باعتبار جزاء کے اللہ کے نزدیک۔ وہ لوگ (برے ہیں) جن پر لعنت کی اللہ نے اور غضب فرمایا ان پر اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو سؤر اور (وہ برے ہیں) جنہوں نے پوجا کی شیطان کی وہی لوگ بدترین ہیں بلحاظ درجہ کے اور دوسروں سے زیادہ بھٹکنے والے ہیں راہ راست سے اور جب آتے ہیں تمہارے پاس تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے، حالانکہ وہ (یہاں) داخل بھی ہوئے کفر کے ساتھ اور وہ نکلے بھی کفر کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپا رہے تھے"۔

قیامت کے متعلق سوال

جبل بن ابی قشیر اور شمویل بن زید نے حضور علیہ السلام سے کہا "اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قیامت کے متعلق بتائیں کہ کب قائم ہوگی؟" اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (الاعراف)

"وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے قیامت کے متعلق کہ کب ہوگا اس کا وقوع آپ کہیے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے نہیں ظاہر کرے گا اسے اپنے وقت پر مگر وہی یہ (حادثہ) بہت گراں ہے آسمانوں اور زمین میں، نہ آئے گی تم پر مگر اچانک۔ وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں اس کے متعلق۔ آپ فرمایئے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔ اَیَّانَ مُرْسَاهَا کا معنی ہے مَتٰی مُرْسَاهَا قیس بن حدادیہ خزاعی کہتا

حضور علیہ السلام نے بھی رجم کا فیصلہ فرمایا، اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں بھی اس کی سزا رجم ہے۔ امام مالک نے یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو افراد سے فرمایا" میں

Marfat.com

ہے۔

فَجِئْتُ وَ مُخْفِی السِّرِّ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہَا لِاَسْاَلَہَا اَیَّانَ مَنْ سَارَ رَاجِعُ

"میرے اور اس کے مابین سرنہاں تھا میں اس کے پاس آیا تاکہ اس سے پوچھوں کہ جانے والا واپس کب آئے گا"۔

مُرْسَاھَا کا معنی مُنْتَھَاھَا ہے۔ اس کی جمع مَرَاس آتی ہے کمیت بن زید الاسدی کہتا ہے۔

وَالْمُصِیْبِیْنَ بَابَ مَا اَخْطَأَ النَّاسُ وَ مُرْسٰی قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ

حَفِیٌّ عَنْهَا میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی یَسْئَلُوْنَكَ عَنْهَا كَاَنَّكَ حَفِیٌّ بِهِمْ۔ وہ آپ ﷺ سے اس طرح پوچھ رہے ہیں گویا کہ آپ ﷺ ان پر بڑے مہربان ہیں اور آپ ﷺ انہیں اس علم سے آگاہ کر دیں گے جس سے آپ ﷺ نے دوسروں کو آگاہ نہیں کیا۔ "حَفِیٌّ" کا معنی باکباز اور مہربان ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا (مریم)

اس کی جمع احفیاء آتی ہے۔ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کہتا ہے۔

فَاِنْ تَسْاَلِیْ عَنِّیْ فَیَارُبَّ سَائِلٍ حَفِیٌّ عَنِ الْاَعْشٰی بِهٖ حَیْثُ اَصْعَدَا

اگر تو میرے متعلق پوچھ رہی ہے (تو اس میں تعجب کیا ہے) اعشیٰ جہاں بھی جاتا ہے وہاں کتنے ہی سائل اس کے متعلق انتہائی دلچسپی سے پوچھتے ہیں۔

حَفِیٌّ علم کی جستجو میں انتہائی کوشش کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔

یہودیوں کا یہ دعویٰ کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ سلام بن مشکم، ابوانس نعمان بن اوفی محمود بن دحیہ، شاس بن قیس اور مالک بن صیف بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ "ہم آپ ﷺ کی اتباع کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے ہمارے قبلہ کو بھی ترک کر دیا ہے اور آپ ﷺ یہ عقیدہ بھی نہیں رکھتے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ (توبہ)

"اور کہا یہود نے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصرانیوں نے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی (بے سروپا) بات ہے ان کے مونہوں سے نکلی ہوئی نقل اتار رہے ہیں ان لوگوں کے قول کی

تمہارے مابین اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کروں گا پھر آپ ﷺ نے رجم کا حکم فرمایا۔ تورات

Marfat.com

جنہوں نے کفر کیا پہلے ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ، کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں"۔

ابن ہشام کہتے ہیں "یُضَاھُوْنَ" کا معنی ہے کہ ان کے اقوال میں مشابہت ہے مثلاً اگر ایک شخص کوئی بات کرے اور دوسرا بھی اسی کی مثل گفتگو کرے تو کہا جاتا ہے فَھُوَ یُضَاھِیْکَ۔

نزول کتاب کا مطالبہ

ابن اسحاق کہتے ہیں محمود بن سیحان، نعمان بن اضاء، بحری بن عمرو عزیر بن ابی عزیر اور سلام بن مشکم حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی "اے محمد مصطفیٰ! ﷺ کیا آپ ﷺ اللہ کی طرف سے جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ یہ پیغام اس طرح منظم نہیں جس طرح تورات منظم ہے"۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا "اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ یہ پیغام اللہ رب العزت کی طرف سے ہے تم اسے اپنے پاس تورات میں بھی مرقوم دیکھتے ہو۔ اگر جن وانس اس جیسا کلام لانے پر اتفاق بھی کرلیں تو پھر بھی وہ ایسا کلام نہ کرسکیں گے"۔ اس وقت ان کے علمائے یہود (فنحاص، عبداللہ بن صوریا، ابن صلوبا، کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق، اشیع، کعب بن اسد، شمویل بن زید اور جبل بن عمرو بن سکینہ نے کہا "اے محمد مصطفیٰ! ﷺ کیا جن و انس میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کو یہ تعلیم نہیں دیتا؟" آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "قسم اللہ کی! تم جانتے ہو کہ یہ پیغام اللہ کی طرف سے ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ یہ تمام امر تمہارے پاس تورات میں مرقوم ہے"۔ انہوں نے عرض کی "اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو رسول بنا کر مبعوث کرتا ہے جو وہ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا ہے۔ آپ ﷺ آسمان سے ہمارے لئے کتاب نازل کریں جسے ہم پڑھیں اور اسے جانیں ورنہ ہم ایسا کلام پیش کر دیں گے جیسا کلام آپ ﷺ لے کر آئے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے یہ آیت نازل کی۔

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (الاسراء)

(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار"۔

میں بھی یہی حکم تھا۔ قرآن پاک میں بھی یہی حکم ہے۔ اس حدیث کے متعلق اور بھی بہت سے اقوال

Marfat.com

ابن ہشام کہتے ہیں "ظَهِيْر" کا معنی مددگار ہے۔ اسی سے اہل عرب کا یہ قول ہے "تَظَاهَرُوْا عَلَيْهِ" اس کے خلاف مدد کرو۔ شاعر کہتا ہے۔

يَا سَمِيَّ النَّبِيِّ أَصْبَحْتَ لِلدِّيْنِ قَوَامًا وَ لِلْإِمَامِ ظَهِيْرًا

اے نبی مکرم ﷺ کے ہم نام دین کا نگہبان اور امام کا معاون بن جا۔

ذوالقرنین کے متعلق سوال

جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے تو حیی بن اخطب، کعب بن اسد، ابورافع، اشیع اور شمویل بن زید نے ان سے کہا۔ "عرب میں نبوت نہیں ہوتی تمہارے صاحب (ﷺ) تو بادشاہ ہیں" پھر وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے انہیں وہ کلام سنایا جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ذوالقرنین کے متعلق اتارا تھا۔ آپ ﷺ نے یہی آیات قریش مکہ کو بھی اسی سوال کے جواب میں سنائی تھیں۔ جب قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو یہودیوں کے پاس بھیجا تو انہوں نے انہیں نبی محترم ﷺ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھنے کے لئے کہا۔

بارگاہِ ربوبیت میں گستاخی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہِ رسالت میں آیا انہوں نے عرض کی "اے محمد عربی! ﷺ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کس نے بنایا ہے؟ (نعوذ باللہ) یہ گستاخی سن کر حضور ﷺ کو شدید غصہ آیا، چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا اسی عالم میں آپ ﷺ ان پر حملہ آور ہوئے حضرت جبرائیل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ پیارے مصطفیٰ! ﷺ نرمی اختیار فرمائیں پھر سورۂ اخلاص کا نزول ہوا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

"(اے حبیب) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے"۔

کئے گئے ہیں مگر صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

جب آپ ﷺ نے یہودیوں کو یہ سورت سنائی تو انہوں نے کہا "اے محمد عربی! ﷺ آپ بیان فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی خلقت کیسی ہے، اس کے بازو کیسے ہیں اس کے ہاتھ کیسے ہیں؟؟؟؟ آپ ﷺ یہ گستاخی سن کر پہلے سے زیادہ غصہ میں آگئے اور ان پر حملہ آور ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ نرمی اختیار فرمائیں اور یہ آیت نازل کی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ (الزمر)

"اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ کی، جیسے حق تھا اس کی قدر پہچاننے کا اور (اس کی شان تو یہ ہے) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہو گی قیامت کے دن اور سارے آسمان لپٹے ہوئے اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے پاک ہے وہ ہر عیب سے اور برتر لوگوں کے شرک سے"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے عنقریب لوگ باہمی سوالات کریں گے، حتیٰ کہ ان میں سے ایک سوال کرنے والا پوچھے گا یہ کائنات تو اللہ نے تخلیق کی ہے مگر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے جب لوگ ایسے سوالات کریں اس وقت یوں کہا کرو۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۞

"پھر وہ شخص اپنے دائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے"۔

الصمد

اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی طرف مصائب میں قصد کیا جاتا ہے اور مشکلات میں اس کا دامن پکڑا جاتا ہے۔ ہند بنت معبد بن نضلہ، عمرو بن مسعود اور خالد بن نضلہ کے مرثیہ میں کہتی ہے۔ ان دونوں کو نعمان بن منذر اللخمی نے قتل کیا تھا۔

اَلَا بَكَرَ النَّاعِي بِخَيْرَيْ بَنِي اَسَدٍ بِعَمْرِو بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ بِالسَّيِّدِ الصَّمَدِ

صبح کے وقت موت کی خبر دینے والے نے بنو اسد کے دو بہترین شخصوں کی موت کی خبر دی۔ ان میں سے ایک عمرو بن مسعود اور دوسرا سید صمد (وہ سردار مشکل میں جس کی پناہ لی جائے) ہے۔

Marfat.com

بروز اتوار مورخہ 08-09-2002 بوقت 11 بجے دن ''الروض الانف'' کی دوسری جلد کا ترجمہ مکمل کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ الطَّيِّبِيْنَ وَعَلٰى اَصْحَابِهٖ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى جَمِيْعِ اُمَّتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ۔

غبارِ راہ حجاز

ذوالفقار علی

مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

Marfat.com

خوشخبری

معروف محدث ومفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری 10 جلد

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ "ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف"
نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب
جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب
سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان
فون:۔ 7220479 -042-7221953 فیکس:۔ 042-7238010
042-7247350-7225085
021-2212011-2630411

Marfat.com

شرح سیرت ابن ہشام

ترجمہ

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ السہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

شرح سیرت ابن ہشام مترجم

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

شرح سیرت ابن ہشام

جلد سوم

ترجمہ

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین ○ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ روض انف (جلد سوم)
مؤلفہ	امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	علامہ ملک محمد بوستان، علامہ ذوالفقار علی، علامہ افتخار تبسم من علماء دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر اہتمام	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید
تاریخ اشاعت	اگست 2005ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
کمپیوٹر کوڈ	1Z461
قیمت	-/1350 روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-221201-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول 43

عاقب، سید اور اسقف کا معنی 43

شاہان روم کے نزدیک ابو حارثہ کا مقام ومرتبہ 43

کرز بن علقمہ کے قبول اسلام کا سبب 43

رؤسائے نجران اور ان کے ایک رئیس کے بیٹے کا قبول اسلام 44

عیسائیوں کا مشرق کے رخ نماز پڑھنا 45

وفد نجران کے اسماء، ان کا عقیدہ اور رسول کریم ﷺ سے مباحثہ 45

وفد نجران کے متعلق نازل کردہ سورۂ آل عمران کی آیات کی تفسیر 47

یہود ونصاریٰ کی بدعتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات 52

مومنین کو وعظ ونصیحت اور تنبیہ 55

خلق علیہ السلام کے متعلق نازل ہونے والی آیات 56

حضرت زکریا اور مریم علیہما السلام کے متعلق آیات 58

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 59

حضرت مریم علیہا السلام کے لئے جریج راہب کی کفالت کا دعویٰ 59

نزول قرآن فی بیان آیات عیسیٰ علیہ السلام 61

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 65

رفع عیسیٰ علیہ السلام 67

بعض مشکل کلمات کی تفسیر از ابن ہشام 69

یہودیوں کا ملاعنت سے انکار 71

ابو عبیدہ کو ان کے انتظام کی سپردگی 71

کچھ منافقین کے بارے میں 73

Marfat.com

ابن ابی اور ابن صیفی 73

ابن ابی کا منافقانہ قبول اسلام 74

ابن صیفی کا کفر پر اصرار 75

حضور ﷺ کے ساتھ تعریض کے نتیجہ میں ابن صیفی کا انجام 75

اس کی میراث کا مقدمہ قیصر کے پاس 76

ابن صیفی پر حضرت کعب کی ہجو 76

قوم ابن ابی کا اس کے پاس جانا اور اس کا اشعار کہنا 77

ابن ابی کی بات پر حضور ﷺ کا اظہار ناراضگی 79

بیمار ہونے والے صحابہ کرام کا تذکرہ 80

حضرت ابوبکر، عامر اور بلال رضی اللہ عنہ کی علالت 80

مدینہ طیبہ کی وبا کے لئے حضور ﷺ کی دعا 83

مسلمانوں میں وبا کی شدت 84

مشرکین کی طرف سے جنگ کا آغاز 85

ہجرت کی تاریخ 87

سب سے پہلا غزوہ، غزوہَ دان 87

بنی ضمرہ سے پہلا معاہدہٗ صلح اور بغیر جنگ کے واپسی 87

سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ 89

سب سے پہلا پرچم 89

لشکر السلام میں شامل ہونے والے مشرکین کے حلفاء 90

اس سریہ کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق کے اشعار 90

ابن ربعری کے جوابی اشعار 93

ابن ابی وقاص سے منسوب اشعار 95

اسلام کا پہلا جھنڈا 96

سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ 97

مسلمانوں اور کفار کے درمیان مذاکرہ 97

Marfat.com

حضرت حمزہ کا پرچم اسلام کا پہلا پرچم اور اس کے متعلق آپ کے اشعار 97
حضرت حمزہ کے جواب میں ابوجہل سے منسوب اشعار 100
غزوۂ بواط 102
غزوۂ عشیرہ 103
عشیرہ کا راستہ 103
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب 104
سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ 106
غزوۂ سفوان، پہلا غزوۂ بدر 106
سریہ عبداللہ بن جحش 107
آپ کے لئے رسول کریم ﷺ کا خط 107
حضرمی کے نسب میں اختلاف 109
شہر حرام میں جنگ کرنے پر حضور ﷺ کا اظہار ناپسندیدگی 111
حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق قرآن کریم کا نزول 112
اس سریہ کے بارے میں کہے گئے اشعار 115
تحویل قبلہ جانب کعبہ 116
غزوۂ بدر الکبریٰ 117
ابوسفیان کا قافلہ 117
مسلمانوں کو قافلہ کے تعاقب کی دعوت اور ابوسفیان کا خوف 117
عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب 118
خواب کا افشاء اور ابوجہل اور حضرت عباس کے مابین گفتگو 119
روانگی کے لئے قریش کی تیاری 121
عقبہ کی روانگی 122
قریش اور بنی کنانہ کے مابین جنگ 122
مکرز بن حفص کے اشعار 124
شیطان اور قریش 126

Marfat.com

حضور ﷺ کی روانگی 126
ایک پرچم اور دو جھنڈے 126
بدری مسلمانوں کے اونٹ 127
بدر کی طرف روانگی 127
جہاد کے بارے میں حضرات ابوبکر، عمر اور مقداد رضی اللہ عنہم کی رائے 129
حضور ﷺ کی انصار سے مشاورت 131
اخبار قریش کی جستجو 132
ابوسفیان کا قافلے سمیت فرار 135
جہیم بن صلت کا خواب 135
ابوسفیان کا جنگ کا ارادہ نہیں تھا 136
بنی زہرہ کی واپسی 136
مسلمانوں اور قریش کا پڑاؤ 137
حضرت حباب رضی اللہ عنہ کا مشورہ 138
رسول اللہ ﷺ کے لئے عریش کا انتظام 139
قریش کی روانگی 139
حنظلیہ کا نسب 141
اسود مخزومی کا قتل 143
عتبہ کی دعوت مبارزت 143
فریقین کا مقابلہ 145
حضرت ابن غزیہ اور آپ کے شکم پر حضور ﷺ کا تیر کے ساتھ چوٹ لگانا 145
رسول اللہ ﷺ کا نصرت کے لئے اپنے رب کو اپنے حق کا واسطہ دینا 146
پہلے شہید 150
مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب 151
رسول اللہ ﷺ کا مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکنا 152
بعض مشرکین کے قتل کی ممانعت 154

Marfat.com

امیہ بن خلف کا قتل	157
غزوہ بدر میں ملائکہ کی حاضری	160
ابوجہل کی ہلاکت	161
بدر کے روز مسلمانوں کا شعار	162
ابوجہل کی ہلاکت کا بقیہ واقعہ	162
عکاشہ بن محصن کا واقعہ	167
بدر کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے مابین گفتگو	169
مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا	171
اصحاب قلیب بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	174
جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ	179
بدر کے اموال غنیمت کا بیان	180
فتح کے قاصد ابن رواحہ اور زید کی روانگی	182
رسول اللہ ﷺ کی بدر سے مراجعت	182
نضیر اور عقبہ کا قتل	184
قریش کے مصیبت زدہ لوگوں کی مکہ واپسی	185
قریش کا اپنے مقتولوں پر نوحہ	192
سہیل بن عمرو کا فدیہ	194
عمرو بن ابی سفیان کی اسیری اور رہائی	196
ابوالعاص بن ربیع کی اسیری	198
حضرت زینب سے ابوالعاص کی شادی کا سبب	198
بنات رسول ﷺ کو ان کے شوہروں سے طلاق دلانے میں قریش کی کوشش	199
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ابوالعاص کا فدیہ بھیجنا	200
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سفر مدینہ	201
آپ کی تیاری اور رسول کریم ﷺ کا آپ کی مصاحبت کے لئے دو آدمی بھیجنا	201
ہند حضرت زینب کے معاملہ کو جاننا چاہتی ہے	201

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے وقت قریش کی جانب سے رکاوٹیں اور
ابوسفیان کا مشورہ 202
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں ابوخیثمہ کے اشعار 204
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے متعلق ہند اور کنانہ کے اشعار 207
رسول کریم ﷺ کا ہبار کے خون کو حلال فرمانا 207
ابوالعاص بن ربیع کا قبول اسلام 208
مسلمانوں کا ابوالعاص کے مال تجارت پر غلبہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ 208
ابوالعاص کو مال کی واپسی اور اس کا قبول اسلام 209
حضرت ابوالعاص کے ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی 210
حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی امانت کی ایک مثال 211
فدیہ لئے بغیر آزاد کیے جانے والے اسیران جنگ 211
فدیہ کی رقم 214
عمیر بن وہب کا قبول اسلام 214
صفوان کا اسے رسول کریم ﷺ کو شہید کرنے پر ابھارنا 214
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسے دیکھ لینا اور رسول کریم ﷺ کو آگاہ کرنا 215
رسول کریم ﷺ کا اس کے اور صفوان کے مابین ہونے والے مکالمہ سے آگاہ فرمانا
اور اس کا مسلمان ہونا 216
دعوت اسلام کی خاطر مکہ کی طرف ان کی واپسی 217
ابلیس کو کس نے دیکھا عمیر نے یا ابن ہشام نے؟ اور اس بارے میں نزول آیات 218
چند مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 219
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار اپنی قوم پر فخر اور قریش کے ساتھ ابلیس کی دھوکہ
بازی کے بارے میں 220
حاجیوں کی مہمان نوازی کرنے والے قریش 222
بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کے نام 223
مشرکین کے گھوڑے، سورۂ انفال کا نزول 223

Marfat.com

تقسیم انفال کے متعلق نازل کردہ آیات 223
قریش کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام کی روانگی کے متعلق نازل کردہ آیات 226
مسلمانوں کو فتح ونصرت کی بشارت اور ترغیب جہاد کے متعلق نازل کردہ آیات 232
طلب فیصلہ کے متعلق نازل کردہ آیت 233
مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی ترغیب 235
رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت 237
قریش کی جہالت اور اپنے خلاف بددعا 237
بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 239
غزوۂ بدر اور سورۂ مزمل کے نزول کی درمیانی مدت 240
بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 240
ابوسفیان کے معاونین کے متعلق نازل کردہ آیات 241
کفار کے ساتھ جہاد کا حکم 241
مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق نازل کردہ آیات 242
رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم 243
مسلمانوں کو وعظ ونصیحت اور جنگی تدابیر کی تعلیم 244
شیطان کی وسوسہ اندازی اور اس کا فرار 245
جہاد کی تیاری کا حکم 246
بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 247
قیدیوں اور اموال غنیمت کے متعلق نازل کردہ آیات 250
مسلمانوں کو باہم اتفاق واتحاد کی ترغیب 255
غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے مسلمان 258
بنی ہاشم ومطلب 258
بنی عبد شمس، حضرت سالم کا نسب 259
بنی عبد الشمس کے حلفاء 260
بنی کبیر کے حلفاء، بنی نوفل، بنی اسد 261

Marfat.com

بنی عبدالدار، بنی زہرہ	262
بنی تیم	263
نمر کانسب، بنی مخزوم	264
شماس کی وجہ تسمیہ	265
بنی عدی بن کعب اور ان کے حلفاء	265
بنی جمح بن عمرو اور ان کے حلفاء	267
بنی سہم بن عمرو، بنی عامر بن لؤی	267
بنی حارث بن فہر	268
مہاجرین اصحاب بدر کی تعداد	268
انصار اصحاب بدر (قبیلہ اوس)	268
بنی عبدالاشہل	268
بنی عبید بن کعب	269
بنی زعوراء بن عبدالاشہل اور ان کے حلفاء	269
بنی سواد بن کعب	270
بنی عبد بن رزاح اور ان کے حلفاء	270
بنی حارثہ	270
بنی عمرو، بنی امیہ بن زید	271
بنی عبید اور ان کے حلفاء	271
بنی ثعلبہ بن عمرو	273
بنی جحجبی اور ان کے حلفاء	273
بنی غنم بن سلم	274
بنی معاویہ بن مالک اور ان کے حلفاء	274
اوسی اصحاب بدر کی تعداد	275
انصار اصحاب بدر (قبیلہ خزرج)	275
بنی امرؤ القیس	275

Marfat.com

بنی زید بن مالک	276
بنی عدی، بنی احمر، بنی جشم اور بنی زید، بنی جداره	277
بنی ابجر، بنی عوف، بنی جزء اوران کے حلفاء	278
بنی سالم، بنی اصرم، بنی دعد، بنی قریوش، بنی مرضخه	279
بنی لوذان اوران کے حلفاء	280
بنی ساعده	281
بنی بدی اوران کے خلفاء	281
بنی ظریف اوران کے حلفاء	281
بنی جشم	282
جموح کا نسب	282
بنی عبید اوران کے حلفاء	283
بنی خناس	283
بنی نعمان	284
بنی سواد	284
بنی عدی بن نابی	284
بنی زریق	285
بنی خالد	285
بنی خلده	285
بنی عجلان بن عمرو	286
بنی بیاضه	286
بنی حبیب	286
بنی نجار	287
بنی عسیره	287
بنی عمرو	287
بنی عبید	287

Marfat.com

بنی عائذ اور ان کے حلفاء 287
بنی زید بن ثعلبہ 287
بنی سواد بن مالک اور ان کے حلفاء 288
بنی عامر بن مالک 288
بنی عمرو بن مالک 289
بنی عدی بن عمرو 289
بنی عدی بن نجار 289
بنی حرام بن جندب 290
بنی حازن بن نجار اور ان کے حلفاء 290
بنی خنساء بن مبذول 290
بنی ثعلبہ بن حازن 290
بنی دینار بن نجار 291
بنی قیس بن مالک 291
دیگر اصحاب 291
اصحاب بدر کی کل تعداد 292
شہدائے بدر 292
بنی مطلب 292
بنی زہرہ 293
بنی عدی بن کعب 294
بنی حارث بن فہر 295
انصا: ربنی عمرو بن عوف 295
بنی حارث بن خزرج 295
بنی سلمہ 295
بنی حبیب 296
بنی نجار 296

Marfat.com

بنی غنم	296
غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین	296
بنی عبد شمس	296
بنی نوفل	298
بنی اسد	298
بنی عبد الدار	299
بنی تیم بن مرہ	299
بنی مخزوم	300
بنی سہم	303
بنی جمح	304
بنی عامر بن لؤی	305
مقتولین کی تعداد	305
دیگر مقتولین	305
بنی عبد شمس	306
بنی اسد	306
بنی عبد الدار	306
بنی تیم	306
بنی مخزوم	306
بنی جمح	307
بنی سہم	307
غزوۂ بدر میں اسیران قریش	308
بنی ہاشم	308
بنی مطلب	308
بنی عبد شمس اور ان کے حلفاء	308
بنی نوفل اور ان کے حلفاء	309

Marfat.com

بنی عبد الدار اور ان کے حلفاء	310
بنی اسد اور ان کے حلفاء	310
بنی مخزوم	311
بنی سہم	313
بنی جمح	313
بنی عامر	314
بنی حارث بن فہر	315
دیگر اسیران بدر	315
بنی ہاشم	315
بنی مطلب	316
بنی عبد شمس	317
بنی نوفل	318
بنی اسد	318
بنی عبد الدار	318
بنی تیم	319
بنی مخزوم	319
بنی جمح	319
بنی سہم	320
بنی عامر	320
بنی حارث	320
غزوۂ بدر کے متعلق اشعار	320
قصیدۂ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	320
حارث بن ہشام کا جواب	323
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ	325
حارث بن ہشام کا جواب	327

Marfat.com

ضرار بن خطاب کا قصیدہ 329
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب 331
قصیدۂ عبداللہ بن زبعریٰ 333
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جواب 334
غزوۂ بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار 335
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں حارث کے اشعار 340
اس بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار 341
پاؤں کٹ جانے کے متعلق حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار 348
حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ 351
غزوۂ بدر کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 352
رسول کریم ﷺ اور اصحاب قلیب بدر کے مرثیے میں طالب کے اشعار 354
ابوجہل کے مرثیے میں ضرار کے اشعار 356
ابوجہل کے مرثیے میں حارث بن ہشام کے اشعار 358
مقتولین بدر کے مرثیے میں ابن اسود کے اشعار 359
مقتولین بدر کے مرثیے میں امیہ بن ابی الصلت کے اشعار 360
ابواسامہ کے اشعار 365
ہند بنت عتبہ کے اشعار 378
صفیہ کے اشعار 381
ہند بنت اثاثہ کے اشعار 383
قتیلہ بنت حارث کے اشعار 384
غزوۂ بدر سے فراغت کی تاریخ 385
چشمہ کدر پر غزوۂ بنی سلیم 386
غزوۂ سویق 387
غزوۂ ذی امر 390
غزوۂ بحران 391

Marfat.com

غزوۂ بنی قینقاع	391
بنی قینقاع کو حضور ﷺ کی نصیحت اور ان کا جواب	391
بنی قینقاع کے متعلق نازل کردہ آیات	392
اولین عہد شکن لوگ	393
بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب	393
رسول کریم ﷺ کے ساتھ ابن ابی کی گستاخی	396
بنی قینقاع کے حلف سے حضرت ابن الصامت کی براءت اور اسکے متعلق نزول آیات	394
چشمۂ قردہ کی طرف سریہ زید بن حارثہ	396
قریش کی ملامت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	397
کعب بن اشرف کا قتل	400
حضور ﷺ کے قاصدوں کی خبر پر کعب بن اشرف کا انکار	400
حضور ﷺ کے خلاف انگیخت میں اس کے اشعار	401
اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	403
کعب کے جواب میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اشعار	404
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کعب کے اشعار	405
کعب کا مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور اس کے قتل کی تدبیر	406
ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار	409
ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	409
محیصہ اور حویصہ کا واقعہ	412
حویصہ کا ایک یہودی کے قتل پر اپنے بھائی محیصہ کو ملامت کرنا پھر اسلام قبول کرنا	412
حویصہ کے قبول اسلام کی دوسری روایت	414
حضور ﷺ کی بحران تشریف آوری اور غزوۂ احد کی درمیانی مدت	415
غزوۂ احد	416
حضور ﷺ سے جنگ کی انگیخت	416
اس کے متعلق نازل کردہ آیت کریمہ	417

Marfat.com

قریش کا جنگ پر اتفاق 418
لشکر قریش کی روانگی اور خواتین کی معیت 420
رسول اللہ ﷺ کا خواب 421
رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت 422
منافقین کی واپسی 423
رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ سے نیک شگون لینا 424
مسلمانوں کا مربع کے مکان سے گزر اور اس کی بدسلوکی 425
کم سن مجاہدین میں سے پندرہ سالہ مجاہدین کو جہاد کی اجازت 428
حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی داد شجاعت 429
ابوعامر فاسق کا حال 430
قریش کی انگیخت کے لئے ابوسفیان کا اسلوب 431
ہند اور اس کے ساتھ دوسری عورتوں کی اشتعال انگیزی 432
مسلمانوں کا شعار 432
حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ واقعہ 432
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت 435
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق وحشی سے مروی ضمری اور ابن خیار کی روایت 436
حضور ﷺ کی بارگاہ میں وحشی کا قبول اسلام 439
وحشی کے ہاتھوں مسیلمہ کا قتل 440
دیوان سے وحشی کے نام کا خروج 441
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت 441
حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ 443
غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ 444
حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ابن اسود اور ابوسفیان کے اشعار 445
ابوسفیان کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 448

Marfat.com

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار	450
ہزیمت کے اسباب کے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان	451
صؤاب کی شجاعت اور اس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	452
عمرہ حارثیہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	453
احد کے روز حضور ﷺ کو لگنے والے زخم	454
عتبہ اور جو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی، کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	457
حضرت ابن سکن اور غزوۂ احد میں ان کی آزمائش	458
غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جہاد	458
حضرت ابودجانہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے	459
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش اور ان کی آنکھ کا واقعہ	460
حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	460
حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو لگنے والے زخم	461
ہزیمت کے بعد حضور ﷺ کو سب سے پہلے پہچاننے والا شخص	461
حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل	462
ابی بن خلف کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	463
پہاڑ کی گھاٹی میں حضور ﷺ کا ورود مسعود	464
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عتبہ کو قتل کرنے کی خواہش	465
قریش کا پہاڑ پر چڑھنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ کرنا	465
حضور ﷺ کی اٹھنے سے کمزوری اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی معاونت	466
حضور ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا	467
حضرت یمان اور حضرت ابن وقش رضی اللہ عنہما کی شہادت	467
حضرت ابن حاطب کی شہادت اور ان کے باپ کی گفتگو	468
قزمان منافق کی ہلاکت	469
مخیرّق کا قتل	470

Marfat.com

حارث بن سوید کا حال 470
حضرت مجذر کے قاتل کے متعلق ابن ہشام کی تحقیق 471
حضرت اصیرم کا حال 471
حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شہادت 472
ہند اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ 473
ہند بنت عتبہ کے جواب میں ہند بنت اثاثہ کے اشعار 474
ہند بنت عتبہ کے مزید اشعار 474
ہند بنت عتبہ کی ہجو پر حضرت عمر کی حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو انگیخت 475
ابوسفیان کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کرنے پر حلیس کا اظہار ناپسندیدگی 477
احد کے بعد ابوسفیان کا مسلمانوں کی مصیبت پر اظہار مسرت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی گفتگو 477
مسلمانوں کو ابوسفیان کی دھمکی 478
حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکین کے تعاقب میں 479
میدان احد میں مقتولین کا حال 480
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا غم واندوہ اور مشرکین کو مثلہ کی دھمکی 481
مثلہ کی ممانعت کے متعلق نازل کردہ آیات 482
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نماز جنازہ 483
حضرت صفیہ اور ان کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما پر غم واندوہ 484
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کی تدفین 485
شہداء کی تدفین 486
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حمنہ کا غم واندوہ 487
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر خواتین انصار کی آہ وبکا 488
بنی دینار کی ایک عورت کا حال 489
تلواروں کی صفائی 490
دشمن کو بھگانے کے لئے اس کا تعاقب 491

Marfat.com

حضور ﷺ کی مدد کے لئے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کی ایک مثال	492
حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تقرر بطور عامل مدینہ	492
معبد الخزاعی کا واقعہ	493
حضور ﷺ کو ابو سفیان کا پیغام	495
صفوان کا ابو سفیان کو دوبارہ حملہ کرنے سے روکنا	496
ابو عزہ اور معاویہ بن مغیرہ کا قتل	496
معاویہ بن مغیرہ کا قتل	497
غزوۂ احد کے بعد عبداللہ بن ابی کا کردار	498
یوم احد مسلمانوں کی آزمائش کا دن	499
غزوۂ احد کے متعلق نازل کردہ آیات	500
بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام	502
بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام	504
سود کی ممانعت	505
اطاعت کی ترغیب	506
مسلمانوں کی مصیبت کا ذکر اور ان کی دلجوئی	507
مجاہدین کو جنت کی دعوت	509
اس حقیقت کا بیان کہ موت اللہ کے اذن سے آتی ہے	512
سابقہ انبیاء کی معیت میں جہاد کرنے والوں کی شجاعت کا بیان	513
بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام	514
اہل ایمان کو کفار کی اطاعت کی ممانعت	515
نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ	518
مسلمانوں کو تنبیہ کہ اللہ کی راہ میں موت سے نہ ڈریں	520
مسلمانوں پر حضور ﷺ کی مہربانی اور شفقت کا ذکر	521
خیانت کے متعلق نازل کردہ آیات	523
رسولوں کی بعثت لوگوں پر اللہ کا فضل ہے	524

Marfat.com

مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کا بیان	525
جہاد کی ترغیب	527
شہدائے احد کا بہترین ٹھکانہ	530
حضور ﷺ کی معیت میں حمراء الاسد کی طرف نکلنے والوں کا ذکر	534
غزوۂ احد کے مہاجر شہداء کا بیان	537
بنی ہاشم	537
بنی امیہ	537
بنی عبدالدار	538
بنی مخزوم	538
انصار شہداء	538
بنی عبدالاشہل	538
اہل راتج	539
بنی ظفر	539
بنی ضبیعہ	539
بنی عبید	539
بنی ثعلبہ	539
بنی سلیم	540
بنی عجلان	540
بنی معاویہ	540
بنی نجار	540
بنی مبذول	540
بنی عمرو	541
بنی عدی	541
بنی مازن	541
بنی دینار	541

Marfat.com

بنی حارث	541
بنی ابجر	542
بنی ساعدہ	542
بنی طریف	542
بنی عوف	542
بنی حبلی	543
بنی سلمیٰ	543
بنی سواد	543
بنی زریق	543
شہداء کی تعداد	543
بنی معاویہ	543
بنی خطمہ	544
بنی خزرج	544
بنی عمرو	544
بنی سالم	544
غزوۂ احد میں مشرکین کے مقتول	544
بنی عبدالدار	544
بنی اسد	545
بنی زہرہ	545
بنی مخزوم	546
بنی جمح	546
بنی عامر	546
مشرکین کے مقتولوں کی تعداد	546
غزوۂ احد کے متعلق کہے گئے اشعار	547
ہبیرہ کے اشعار	547

Marfat.com

ہبیرہ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 550
ہبیرہ کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 552
ابن زبعریٰ کے اشعار 559
ابن زبعریٰ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 562
حضرت حمزہ اور شہدائے احد کے مرثیے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہم کے اشعار 565
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں ضرار کے اشعار 568
یوم احد کے متعلق ابن زبعریٰ کے اشعار 570
ابن زبعریٰ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 572
یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص کے اشعار 575
ابن العاص کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 576
یوم احد کے متعلق ضرار کے اشعار 577
یوم احد کے متعلق عمرو کے اشعار 579
عمرو بن العاص کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 580
علمبرداروں کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 584
شہدائے احد کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 590
حضرت حمزہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار 597
آپ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 600
آپ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار 603
غزوۂ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 603
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت ابن رواحہ کے اشعار 612
غزوۂ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 614
غزوۂ احد کے متعلق ضرار کے اشعار 615
احد کے روز ابوعزہ کا رجز 617
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یوم احد کا رجز 618
احد کے روز عکرمہ کا رجز 618

Marfat.com

احد کے روز بنی عبدالدار کے مقتولوں کے مرثیہ میں اعشیٰ تیمی کے اشعار 619
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشعار 620
شماس کے مرثیہ میں نعم کے اشعار 621
نعم کی تعزیت میں ابوالحکم کے اشعار 623
احد سے واپسی کے بعد ہند کے اشعار 623
یوم رجیع کا بیان 625
۳ھ میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت 625
عضل اور قارہ کا نسب 625
حضرات مرثد، ابن بکیر اور عاصم رضی اللہ عنہم کی شہادت 626
شہد کی مکھیوں کے ایک غول کا حضرت عاصم کی نعش کی حفاظت کرنا 630
حضرات خبیب، ابن طارق اور ابن دثنہ کی قتل گاہ 631
رسول کریم ﷺ کے لئے ابن دثنہ کی وفاداری کی مثال 633
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کی دعا کا بیان 634
واقعۂ رجیع کے متعلق نزول قرآن کریم 637
بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام 639
بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام 641
پھانسی کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار 641
حضرت خبیب کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 643
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جمع ہونے والے لوگ 646
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہذیل کی ہجو میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 646
حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 653
حادثہ بئر معونہ 656
بئر معونہ کی طرف بھیجنے کا سبب 656

Marfat.com

بھیجے جانے والے اصحاب 657
عامر ایک صحابی کو قتل کرتا ہے 658
ساتھیوں کی شہادت کا علم ہونے کے بعد ابن امیہ اور منذر کا کفار کے پاس جانا 659
دو عامریوں کا قتل 660
ابو براء کے اس عمل پر حضور ﷺ کا اظہار ناپسندیدگی 661
حضرت ابن فہیرہ اور آسمان 661
ابن سلمیٰ کے قبول اسلام کا سبب 662
ابو براء کے بیٹوں کو عامر کے خلاف ابھارنے کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 663
حکم اور ام البنین کا نسب 663
ربیعہ کا عامر کو نیزہ مارنا 663
ابن ورقاء کا قتل اور اس پر ابن رواحہ کا مرثیہ 663
شہدائے بئر معونہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 664
واقعہ بئر معونہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 665
القرطاء کا نسب 666
۴ھ میں بنی نضیر کی جلاوطنی کا حکم 668
بنی نضیر رسول کریم ﷺ کے قتل کی سازش کرتے ہیں 668
اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ان کی سازش سے آگاہ فرماتا ہے 669
بنی نضیر کا محاصرہ 670
یہودیوں کو ایک گروہ کی انگیخت پھر ان کا صلح کا ارادہ 670
خیبر کی طرف ہجرت کرنے والے یہودی 671
مہاجرین کے درمیان بنی نضیر کے اموال کی تقسیم 671
بنی نضیر میں اسلام لانے والے خوش نصیب 672
ابن جحاش کے قتل پر یامین کو انگیخت 672
بنی نضیر کے متعلق نازل کردہ آیات 672

Marfat.com

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 674
بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 675
بنی نضیر کے متعلق کہے گئے اشعار 677
بنی نضیر کی جلاوطنی اور ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 685
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں سماک کے اشعار 689
رجال بنی نضیر کی تعریف میں ابن مرداس کے اشعار 689
ابن مرداس کے جواب میں خوات کے اشعار 691
خوات کے جواب میں ابن مرداس کے اشعار 692
ابن مرداس کے جواب میں حضرت کعب یا حضرت ابن رواحہ کے اشعار 694
۴ھ میں غزوۂ ذات الرقاع 696
اس غزوہ کی وجہ تسمیہ 696
صلوٰۃ خوف 697
غورث بن حارث کا حضور ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ 698
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا واقعہ 699
حضرات ابن یاسر اور ابن بشر اور لشکر رسول کی حفاظت 706
رسول کریم ﷺ کی واپسی 710
شعبان ۴ھ میں غزوۂ بدر ثانی 710
رسول کریم ﷺ کی روانگی 710
مدینہ طیبہ کے عامل کا تقرر 711
ابوسفیان کی اپنے لشکر کے ہمراہ واپسی 711
رسول کریم ﷺ اور مخشی ضمری 712
معبد اور اپنی اونٹنی کے متعلق اس کے اشعار 712
غزوۂ بدر ثانی کے متعلق حضرت ابن رواحہ یا کعب کے اشعار 713
غزوۂ بدر ثانی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 714

Marfat.com

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار	715
ماہ ربیع الاول ۵ھ میں غزوۂ دومۃ الجندل	717
غزوۂ خندق، شوال ۵ھ	718
غزوۂ خندق کی تاریخ	718
قریش کو یہود کی انگیخت	718
بنی غطفان کو یہود کی انگیخت	720
احزاب مشرکین کی روانگی	720
خندق کی کھدائی میں منافقین کی کام چوری اور مومنین کی جدوجہد	720
خندق کھودنے والوں کے حق میں نازل کردہ آیات	720
بعض مشکل الفاظ کی وضاحت	723
خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کا رجز	723
خندق کی کھدائی میں معجزات کا ظہور	723
کعب بن اسد کو حیی بن اخطب کی انگیخت	728
کعب کی عہد شکنی کی تصدیق	730
منافقین کے نفاق کا ظہور اور مسلمانوں کے خوف میں اضافہ	731
کیا معتب منافق تھا؟	732
قبیلہ غطفان سے معاہدۂ صلح کا ارادہ	733
چند مشرکین کا خندق عبور کرنا	734
حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور خندق کھودنے کا مشورہ	735
عمر بن عبدود کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ	735
عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	740
غزوۂ خندق کے روز مسلمانوں کا شعار	741
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	741
حضرت سعد کا قاتل کون تھا؟	742
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی کا واقعہ	744

Marfat.com

حضرت نعیم کی مشرکین کو جنگ بندی کی ترغیب 746
مشرکین کی حالت پر آگاہی 748
ابوسفیان کا اعلان روانگی 749
خندق سے واپسی 750
غزوۂ بنی قریظہ (۵ھ) 750
بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کا حکم الٰہی 750
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول کریم ﷺ کو بنی قریظہ کی یاوہ گوئی کی اطلاع 750
حضرت جبرئیل علیہ السلام دحیہ کی شکل میں 751
رسول کریم ﷺ کے ساتھ مزید مسلمانوں کی شمولیت 752
محاصرہ 752
کعب بن اسد کی اپنی قوم کو نصیحت 752
ابولبابہ کا واقعہ 755
حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت 756
بعض بنی ہدل کا قبول اسلام 758
عمرو بن سعدیٰ 758
بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد کی ثالثی اور اس پر رسول کریم ﷺ کی رضامندی 759
بنی قریظہ میں اس فیصلے کا نفاذ 763
حیی بن اخطب کا قتل 764
بنی قریظہ کی ایک مقتولہ عورت 765
زبیر بن باطا کا واقعہ 766
عطیہ قرظی اور رفاعہ 769
بنی قریظہ کے اموال کی تقسیم 770
ریحانہ کا واقعہ 771
غزوۂ خندق اور بنی قریظہ کے متعلق نازل کردہ آیات 771
بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 774

Marfat.com

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 776
بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام 777
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قابل رشک وفات 782
شہدائے غزوۂ خندق 785
مشرکین کے مقتول 785
غزوۂ بنی قریظہ کے شہداء 786
قریش پر حملہ کی بشارت 786
غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق اشعار 787
ضرار کے اشعار 787
ضرار کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 789
ابن زبعریٰ کے اشعار 792
ابن زبعریٰ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 794
ابن زبعریٰ کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 797
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار 807
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار 809
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار 810
عمرو پر مسافع کی آہ و بکاء 816
عمرو کے ساتھی سواروں کو مسافع کی ملامت 817
عمرو پر ہبیرہ کی آہ و بکاء اور اپنے فرار کی عذر خواہی 818
عمرو بن ہبیرہ کی مزید آہ و بکاء 819
عمرو کے قتل پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے فخریہ اشعار 820
غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق اور حضرت سعد بن معاذ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار 822
حضرت ابن معاذ اور دیگر شہداء کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہم کے اشعار 823
غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار 825

Marfat.com

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار	827
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابن جوال کے اشعار	827
سلام بن ابی الحقیق کا قتل	829
ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق قبیلہ خزرج کی درخواست	829
عمل خیر میں اوس وخزرج کا جذبۂ مسابقت	829
ابن ابی الحقیق کے قتل کی مہم پر روانہ ہونے والے افراد کا واقعہ	830
ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار	833
حضرت عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام	835
حضرت عمرو نجاشی کے دربار میں	835
راستے میں حضرت خالد کے ساتھ حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی ملاقات	837
حضرت ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	737
حضرات ابن طلحہ اور خالد رضی اللہ عنہما کے قبول اسلام کے متعلق ابن زبعری کے اشعار	739
غزوۂ بنی لحیان	841

الروض الانف

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول	43
کن فیکون کی تاویل	44
آیات محکمات کی تاویل	49
عقیدۂ تثلیث کے متعلق عیسائی علماء کے دلائل	56
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر عیسائیوں کی دلیل	61
وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ	64
مباہلہ	69
نکتہ	70
سلول	73
عربوں میں بادشاہت	74
عبداللہ بن ابی کی گڑھی مزاحم	77

Marfat.com

حضرات ابوبکر، بلال اور عامر رضی اللہ عنہم کا شدید بخار	80
تاریخ ہجرت اور غزوہ ودان	87
غزوہ عبیدہ بن حارث	89
شرح قصیدہ ابی بکر وقصیدہ ابن زبعریٰ وابی جہل	90
غیر منصرف اسماء	95
کفار کے اشعار کی روایت	96
غزوہ بواط	102
غزوہ عشیرہ	103
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب	104
سب سے بڑا بدبخت انسان	106
بنی ضمرہ سے معاہدہ	106
سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	107
لفظ مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت	107
حضرمی کی اولاد	109
اشہر حرام میں تحریم جنگ کی حکمت	112
غزوہ بدر	117
اطلاعات کا حصول	117
عاتکہ کا خواب	118
اللیاط کا معنی	122
المجمرۃ و الالوۃ	124
شرح اشعار کرز	124
رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ کے مقامات	127
انساب	129
فال بد اور قبیح نام کی کراہت	130
مسلح ومخرمی کے دو پہاڑ	131

Marfat.com

برک الغماد	131
مشرکین کے کنوؤں کو مٹی سے بھر دینا	132
چند کلمات کی وضاحت	137
اس کلام کو سب سے پہلے کہنے والا کون ہے اور ابو جہل کی بیماری کیا تھی؟	142
کچھ حضرت سواد بن عزیہ کے بارے میں	145
بعض مناشدتك کی وضاحت	146
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناشدہ کا مفہوم	148
معرکۂ جنگ میں جہاد نبی ﷺ	149
المفاعلة	149
عَصَبَ اور عَصَمَ	150
واقعۂ عمیر بن حمام	151
واقعۂ عوف بن عفراء	152
پروردگار کی طرف ضحک کی نسبت	152
ابو البختری اور مجذر کے کلام کی وضاحت	155
ھا اللّٰہ اور ھبروہ کی وضاحت	158
ابوداؤد مازنی کا نسب	161
لغات	162
ابو جہل کو قتل کرنے والے دونو جوان	163
حرف جر کا اضمار	166
حضرت عکاشہ بن محصن کا واقعہ	167
سبقک بها عكاشة	169
اصحاب قلیب بدر کو نداء	171
ایک نحوی مسئلہ	171
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے معانی	174
مقتولین مشرکین کو کنویں میں پھینکنے کا مقصد	176

Marfat.com

اشعار کی مزید وضاحت	177
الجبوب کا معنی	178
حاطی الکعوب	178
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت	179
عرش اور عریش	180
بنو عابد اور بنو عائذ	180
کچھ تقسیم کے متعلق	181
سورۂ انفال کی ابتدائی آیات کی شان نزول	182
عقبہ بن ابی معیط	184
بنی امیہ کے نسب میں طعن	187
ابو ہند حجام	184
بدر کے جنگی قیدی	187
ابورافع کا واقعہ جب قریش کی شکست کی خبر آئی	189
ام فضل اور ابولہب کی پٹائی	190
ضمیرہ	194
ابن دخشم	194
کچھ مکرز کے اشعار کے بارے میں	196
ابوالعاصی بن ربیع	198
قریش حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تعاقب میں	202
قصیدۂ ابی خیثمہ کی تشریح	204
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ہاں واپسی	210
امیہ کے قتل کے بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار	212
عمیر بن وہب کا قبول اسلام	214
کیا غزوۂ بدر میں ابلیس جسمانی شکل میں ظاہر ہوا؟	218
غزوۂ بدر کے متعلق نازل کردہ آیات	223

Marfat.com

نفل کی پہلی قسم	226
دوسری قسم	227
تیسری قسم	228
چوتھی قسم	228
فرشتوں کی جنگ کا بیان	230
جنگ کے روز پیٹھ پھیرنا اور اسلام کی واضح فتوحات	233
وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ	242
نبی کریم ﷺ کے متعلق اخنس اور ابوجہل کی رائے	245
آخرین کون ہیں؟	248
بدر کے اموال غنیمت	251
بدر میں مسلمانوں کے گھوڑے	255
شرکائے بدر کے اسماء	258
حضرت خوات کا قصہ	265
نعمان بن عصر کا نسب	271
انساب کی تصحیح	272
صاحب صاع	275
قریوش یا قریوس	276
جدارہ یا خدارہ	277
ایک نسب کی تصحیح	281
چند شہدائے بدر کا تعارف	292
حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	292
حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ	292
حضرت عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ	293
حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ	293
چند دیگر اصحاب بدر	294

Marfat.com

غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین	296
عاصی بن سعید	296
سائب بن ابی سائب	301
اوس بن خولی	304
طلحہ کا بھائی	304
ابن عبداللہ بن جدعان	305
حذیفہ بن ابی حذیفہ	307
اسیران بدر میں مسلمان ہونے والوں کے اسماء	308
حضرت عباس رضی اللہ عنہ	308
حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	309
حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ	310
حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ	311
حضرت ابوعزیز بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ	311
حضرت سائب بن ابی حبیش رضی اللہ عنہ	311
حضرت خالد بن ہشام	312
حضرت عبداللہ بن سائب	312
حضرت مطلب بن حنطب	312
حضرت حکم بن عبدالمطلب	313
مزید اسلام لانے والے اسیران بدر	314
حضرت ابووداعہ حارث بن صبیرہ	314
حضرت حجاج بن حارث	315
حضرت عبداللہ بن ابی	315
حضرت وہب بن عمیر جمحی	315
حضرت سہیل بن عمرو	316
حضرت عبد بن زمعہ	316

Marfat.com

حضرت قیس بن سائب مخزومی	316
حضرت نسطاس	317
اسلام قبول نہ کرنے والے اسیران بدر	317
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات	317
غزوۂ بدر کے متعلق اشعار	320
حضرت حمزہ کی طرف منسوب اشعار	321
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار	326
کچھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے بارے میں	335
مَفْعَلّ اور فَعْلّ میں فرق	336
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت	337
کچھ حارث بن ہشام کے اشعار کے بارے میں	340
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت	345
ابواسامہ کے اشعار کی وضاحت	366
ابواسامہ کے قصیدۂ فاویہ کی تشریح	375
ہند کے اشعار	378
قتیلہ کے اشعار	384
غزوۂ قرقرۃ الکدر	386
سلام بن مشکم	389
واقعۂ بنی قینقاع	391
سریہ زید بن حارثہ	396
مخاض اور اوارک	397
کعب بن اشرف کا قتل	400
حضرت محیصہ اور یہودی کا قتل	412
غزوۂ احد	416
جبل احد کی فضیلت	416

Marfat.com

اسم جبل احد کی اغراض توحید کے ساتھ موافقت 418
رسول اللہ ﷺ کا خواب 421
الفال والطیرۃ 424
غزوۂ احد کے روز کم سن مجاہدین 426
کچھ ہند بنت عتبہ کے اشعار کے بارے میں 427
حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ 427
وحشی کی روایت 726
حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق 444
ابوسفیان کے اشعار 446
غزوۂ احد میں چلانے والا 452
نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں کا حال 455
رات کے اجزاء کے نام 456
حضور ﷺ کا خون مبارک اور بول مبارک 456
حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل 462
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ 465
حضرت حذیفہ یمانی کا نسب 467
الھامۃ والطلما 469
بعض اصحاب احد کے متعلق 469
حضرت ابن جموح 472
من اور اس کے بعد ساکن کا حکم 474
لکاع اور لکع 476
حضرت ابن ربیع کے متعلق حضور ﷺ کا استفسار 480
حمید الطویل اور طلحۃ الطلحات 481
شہداء کی نماز جنازہ 483
حضرت عبداللہ بن جحش المجدع رضی اللہ عنہ 485

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو 488
مخیریق کا واقعہ اور دورِ اسلام میں پہلی وقف 489
غزوۂ حمراء الاسد 494
شرح قصیدۂ معبد الخزاعی 494
ابوعزہ جمحی 496
ابوسفیان کا پیغام پہنچانے والا قافلہ 498
عبداللہ بن ابی کی گفتگو 498
غزوۂ احد کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر 500
اتخذ کا معنی 505
خلافت صدیق اکبر کے دلائل 510
ربیون اور آیت کریمہ میں اس کی حالت رفعی 513
چند آیات احد کی کچھ تفسیر 515
خیانت کا حکم 523
شہادت اور شہداء 527
عبید بن تیہان کے نسب سے حضرت ابن اسحاق کی غفلت 529
ابوحنہ یا حبہ 541
غزوۂ احد کے متعلق اشعار کی تشریح 547
ندی کی جمع اور مہینوں کے اسماء 550
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کی تشریح 552
ابن زبعری کے اشعار کی تشریح 559
دورِ جاہلیت میں تقدیر کا عقیدہ 559
ابن زبعری کے رد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار 562
حرف جر کا حذف کب نقصان دہ ہوتا ہے؟ 564
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی بقیہ وضاحت 565
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار 566

Marfat.com

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی وضاحت	573
عمرو بن العاص کے اشعار	580
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار	581
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے سب سے عمدہ اشعار	584
ابن علاط کے اشعار	589
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ حائیہ	590
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ لامیہ	597
بوقت ضرورت علم کی تنوین کو ترک کرنا	598
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار	600
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ زائیہ	603
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ نونیہ	604
ضرار کے اشعار	615
عکرمہ کا رجز	618
نعیم کے اشعار	621
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ لامیہ	622
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت	625
حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت	632
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نماز سنت کیوں بنی؟	635
حضرت خبیب اور آپ کے رفقاء کے متعلق نزول قرآن کریم	637
حضرت خبیب کے متعلق حضرت حسان کے اشعار میں عدس کا ذکر	645
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلین کے لئے بددعا	647
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ابن کہیبہ کا ذکر	648
حالت جری میں علم پر تنوین کا حکم	653
خبیب اور ہذیل کا مادۂ اشتقاق	654
ہمزہ کے بغیر سالت	655

Marfat.com

واقعہ بئر معونہ 656
ملاعب الاسنۃ، اس کے بھائی اور معوذ الحکماء 656
ملاعب اور اس کے بھائیوں کے متعلق نعمان کے سامنے لبید کے اشعار 659
حضرت ابن فہیرہ کا ٹھکانہ 661
ام البنین الاربعہ 663
الزبان یا الریان 664
القرطاء 666
ایک منسوخ آیت 666
غزوۂ بنی نضیر اور اس کے متعلق قرآن کریم کا نزول 668
کھجور کے درختوں کی کٹائی اور اس کی تاویل 668
سورۂ حشر کی ابتدائی آیات 672
دو کاہن 680
خیبر کی طرف بنی نضیر کا خروج 681
غزوۂ ذات الرقاع 686
صلوٰۃ خوف 687
منصوب کو رفع دینا 699
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا سودا اور اس میں فقہی مسائل 701
حضرت شعیب اپنے باپ سے نہیں بلکہ اپنے دادا سے روایت کرے ہیں 702
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی سودا بازی کی حکمت 704
عمرو بن عبید سے حدیث کی روایت 705
واقعۂ حرہ اور اس میں صحابہ کرام کا موقف 706
الربیلۃ کا معنی 710
اس حدیث سے ماخوذ ایک مسئلہ 711
معبد کا رجز اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے اشعار 712
غزوۂ دومۃ الجندل 717

Marfat.com

غزوۂ خندق	718
عیینہ بن حصن	720
چمکنے والی بجلیاں	726
زغابہ کے نام کی تحقیق	727
یفتل فی الذروۃ والغارب	728
اللحن	730
احزاب سے صلح	733
سلمان منا	735
ابن ادکی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت مبارزت	735
الفرعل	740
ابن عرقہ اور ام سعد	742
عرش الٰہی کا جنبش میں آنا	742
کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل تھے؟	744
حضرت دحیہ اور مقام صورین کا واقعہ	751
ایک فقہی مسئلہ	753
کچھ حضرت ابولبابہ کے بارے میں	755
لعل، عسیٰ اور لیت	756
آسمان کا ایک نام	762
اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فوقیت	762
کیسہ	763
رفیدہ	765
غزوۂ خندق	765
مرتدہ کا قتل	765
زبیر بن باطا	765
بلوغت کی پہچان میں انبات اصل ہے	769

Marfat.com

حیی کا لباس 769
سلمٰی بنت ایوب 771
سلمٰی بنت قیس 771
قرآنی آیات کی تفسیر 772
عرش الٰہی کا جھومنا 782
فصل برائے اشعار غزوۂ خندق 787
ضرار کے اشعار 787
حضرت کعب کے اشعار 790
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق بحث 794
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار 797
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا دوسرا قصیدہ 803
بله اور اس کے مابعد کا حکم 806
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ عینیہ 809
قیس عیلان اور قیس کبہ 809
غزوۂ خندق کے متعلق حضرت کعب کے اشعار 810
ابن ابی الحقیق کا قتل 829
قطنی، قد اور نون وقایہ 831
حضرت عمرو بن العاصی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام 835
نجاشی کے ساتھ ضمری کی گفتگو 838
شاہان عالم کی طرف بھیجے جانے والے قاصد 839
السھریة 840
غزوۂ بنی لحیان 841

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول

عاقب، سید اور اسقف کا معنی

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ساٹھ سوار تھے۔ ان میں سے چودہ اشراف سے تعلق رکھتے تھے، ان چودہ میں سے تین افراد ایسے تھے جو ان کے معاملات کے ذمہ دار تھے۔ عاقب ان کا امیر اور صاحب مشورہ تھا جس کی رائے کے بغیر وہ کوئی کام نہ کرتے۔ اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ ان کا سید ان کا فریادرس، امیر سفر اور متفق علیہ فرد تھا۔ اس کا نام ایہم تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ جو بنی بکر بن وائل کا ایک فرد تھا، ان کا اسقف، عالم، امام اور تورات کا قاری تھا۔

شاہانِ روم کے نزدیک ابو حارثہ کا مقام و مرتبہ

ابو حارثہ نے عیسائیوں کے درمیان بلند مقام و مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس نے ان کی کتابیں پڑھیں یہاں تک کہ ان کے دین کا ایک جید عالم بن گیا۔ روم کے عیسائی بادشاہ اس کی عزت کرتے، اسے مال و دولت سے نوازتے اور اس کی خدمت کرتے۔ انہوں نے اس کی خاطر کلیسے تعمیر کیے اور اس پر اپنے انعامات کی بارش کر دی۔ اس عزت و تکریم کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ذریعے ان کے دین کا علم اور اجتہاد ان تک پہنچتا تھا۔

کرز بن علقمہ کے قبولِ اسلام کا سبب

جب وفد نجران رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو حارثہ سب سے آگے اپنے ایک خچر پر سوار تھا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی کوز بن علقمہ بھی تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا اسے کرز بھی کہا جاتا ہے۔ ابو حارثہ کا خچر پھسلا تو کوز بولا بدبخت ہلاک ہو۔ اس کی مراد رسول اللہ ﷺ تھے (نعوذ باللہ من ذٰلک)۔ ابو حارثہ نے اسے کہا بلکہ تو ہلاک ہو۔ وہ کہنے لگا کیوں

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نجران، نجران بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نسب سے معروف ہے جبکہ اس کا قبیلہ بنی حارثہ بن کعب بن مذحج ہے۔

Marfat.com

بھائی جان؟ اس نے کہا قسم بخدا یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے رہے۔ کوز نے اسے کہا پھر تجھے اسلام قبول کرنے سے کیا چیز مانع ہے جبکہ تو یہ بات مانتا ہے؟ اس نے کہا مجھے وہ چیز مانع ہے جو اس قوم نے ہم پر احسان کیا۔ انہوں نے ہماری عزت و تکریم کی اور ہمیں مال و دولت سے نوازا۔ یہ لوگ اس نبی کے مخالف ہیں۔ اگر میں اسلام قبول کرلوں تو یہ لوگ ہم سے یہ سب کچھ چھین لیں گے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اس کے بھائی کوز بن علقمہ نے یہ بات دل میں بٹھالی یہاں تک کہ بعد میں اسلام قبول کرلیا۔ ابو حارثہ کے متعلق یہ بات اسی کوز نے بتائی جو مجھ تک پہنچی۔

رؤسائے نجران اور ان کے ایک رئیس کے بیٹے کا قبول اسلام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی کہ نجران کے سرداروں کی کتب ورثہ در ورثہ چلتی رہیں۔ جب ان کا ایک سردار مرتا اور حکومت دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی تو وہ ان کتابوں پر لگی ہوئی سابقہ مہروں کے اوپر ایک اور مہر لگا دیتا اور پہلی مہر کو نہ توڑتا۔ نبی کریم ﷺ کا ہم عصر سردار ایک دفعہ پیدل نکلا، وہ پھسلا تو اس کے بیٹے نے کہا بد بخت ہلاک ہو۔ اس کی مراد نبی کریم ﷺ تھے (نعوذ باللہ من ذلک)۔ اس کے باپ نے اسے کہا "ایسا نہ کہو، وہ نبی ہیں۔ ان کا نام حکمت کی کتابوں میں موجود ہے"۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے نے ہمت کی اور ان مہروں کو توڑ دیا۔ اس نے ان کتابوں میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی دیکھا تو اسلام قبول کرلیا اور سچا مسلمان بن گیا اور حج بھی کیا۔ وہی یہ شعر کہتا ہے۔

کُنْ فَیَکُوْنُ کی تاویل

نجران کے عیسائیوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا اے محمد (ﷺ) ان کا باپ کون ہے؟ ان کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (آل عمران) "بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے۔ بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا"۔ اس میں ایک نکتہ ہے، وہ یہ کہ کلام کا ظاہر تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَكَانَ تاکہ فعل ماضی کا عطف فعل ماضی پر ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب فاء کے ساتھ عطف کیا جاتا ہے تو وہ تعقیب اور تسبیب دونوں کا فائدہ دیتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فَكَانَ فرماتا تو فا صرف تسبیب کا فائدہ دیتی اور اللہ تعالیٰ کا كُنْ فرمانا ہو جانے کا سبب ہوتا لیکن جب یہاں فعل حال استعمال ہوا ہے تو فا تسبیب کے ساتھ ساتھ تعقیب پر بھی دلالت کر رہی ہے یعنی امر کے بعد بغیر کسی وقفہ

Marfat.com

اِلَيْكَ تَعْدُوْ قَلِقًا وَضِيْنُهَا مُعْتَرِضًا فِيْ بَطْنِهَا جَنِيْنُهَا
مُخَالِفًا دِيْنَ النَّصَارٰى دِيْنُهَا

"(اونٹنی) تیری ہی طرف اس حال میں دوڑ رہی ہے کہ اس کا کمر بند حرکت کر رہا ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ اس کے آڑے آ رہا ہے اور اس (کے سوار) کا دین عیسائیوں کے دین کے مخالف ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا وَضِیْن کا معنی اونٹنی کا کمر بند ہے۔ حضرت ہشام بن عروہ نے کہا اس شعر کے ساتھ اس مصرعہ کا اضافہ اہل عراق نے کیا ہے: مُعْتَرِضًا فِيْ بَطْنِهَا جَنِيْنُهَا جہاں تک ابوعبیدہ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق اشعار ہم نے پہلے ذکر کر دیئے ہیں۔

عیسائیوں کا مشرق کے رخ نماز پڑھنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا کہ جب نجران کے عیسائی مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوئے تو وہ مسجد نبوی میں اس وقت داخل ہوئے جبکہ آپ ﷺ نماز عصر ادا فرما رہے تھے۔ وہ علماء کے جبوں اور چادروں میں ملبوس بنی حارث بن کعب کے مردوں کے حسن و جمال کا نظارہ پیش کر رہے تھے۔ صحابہ کرام نے جب انہیں دیکھا تو ایک صحابی نے کہا ہم نے اس جیسا وفد نہیں دیکھا۔ ان کی عبادت کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ مسجد نبوی کے اندر ہی ادائیگی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

وفد نجران کے اسماء، ان کا عقیدہ اور رسول کریم ﷺ سے مباحثہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جو چودہ اشراف ان کے معاملات کے ذمہ دار تھے ان کے نام یہ ہیں: عاقب، یہ عبدالمسیح تھا، سید، یہ ایہم تھا، ابوحارثہ بن علقمہ، یہ بنی بکر بن وائل کا فرد تھا، اوس،

کے ہو جانے کا فعل واقع ہو رہا ہے اور کاف اور نون کے درمیان ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کُنْ فَاِذَا هُوَ كَائِنٌ "ہو جا تو وہ فوراً ہو گیا" کیونکہ فعل حال امر کے فوراً بعد ہو جانے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین پیدا کیے جو کہ چھ ہزار سال کے برابر تھے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان کن فیکون کا کیا معنی ہوگا؟ اہل علم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ رب العزت کے ارشاد کن کی توجہ مخلوق کی طرف مطلق بھی ہے اور مقید بھی۔ جب یہ مطلق ہو تو وہ

Marfat.com

حارث، زید، قیس، یزید، نبیہ، خویلد، عمرو، خالد، عبداللہ اور یحنس۔ وہ ساٹھ سوار تھے، ان میں سے ابو حارثہ بن علقمہ، عاقب عبدالمسیح اور سید ایہم نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی۔ وہ اپنے بادشاہ کے دین کے مطابق عیسائی تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا آپس میں اختلاف بھی تھا۔ بعض کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی (نعوذ باللہ) اللہ ہیں، بعض کہتے وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض کہتے وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کا قول ہے۔

وہ اپنے اس قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ ہیں، پر اس بات سے دلیل پکڑتے کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے، بیماروں کو شفا دیتے، غیب کی خبریں دیتے اور مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن جاتا۔ حالانکہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے باعث ہوئے تھے: وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ (مریم: ۲۱)'' اور (مقصد یہ ہے کہ) ہم بنائیں اسے اپنی (قدرت کی) نشانی لوگوں کے لئے''۔

وہ اپنے اس قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، پر اس بات سے دلیل پکڑتے کہ وہ کہتے کہ ان کا کوئی ایسا باپ نہیں جس کا کسی کو علم ہو اور آپ نے گہوارے میں گفتگو فرمائی۔ یہ کام آپ سے پہلے اولادِ آدم میں سے کسی نے نہ کیا۔

تیسرے قول کہ وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں، پر ان کی دلیل یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَعَلْنَا (ہم نے کیا)، اَمَرْنَا (ہم نے حکم دیا)، خَلَقْنَا (ہم نے پیدا کیا)، قَضَيْنَا (ہم نے فیصلہ کیا)۔ وہ کہتے اگر ایک خدا ہوتا تو یوں کہتا فَعَلْتُ (میں نے کیا)، اَمَرْتُ (میں نے حکم دیا)، خَلَقْتُ (میں نے پیدا کیا) اور قَضَيْتُ (میں نے فیصلہ کیا) لیکن خدا تین ہیں۔ اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم۔ ان کے ہر قول کے بارے میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔ جب ان کے دو علماء نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اسلام قبول کر لو۔ انہوں نے کہا ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے اسلام قبول نہیں کیا، اسلام قبول کر لو۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں، ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

چیز اس وقت واقع ہوتی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور جب یہ کسی صفت یا زمانہ کے ساتھ مقید ہو تو وہ چیز اس وقت واقع ہوگی جب اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے مطابق ارادہ فرمائے گا جس کے ساتھ وہ امر مقید ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ یوں فرمائے كُنْ فِيْ اَلْفِ سَنَةٍ۔ تو وہ چیز ہزار سال بعد ہی پیدا ہوگی اور اگر یوں فرمائے کہ بغیر کسی ایک لمحہ کے وقفہ کے فوراً ہو جا تو وہ چیز فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، تمہارا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے کا دعویٰ کرنا، صلیب کی عبادت کرنا اور خنزیر کو کھانا اسلام کے مانع ہے۔ ان دونوں نے کہا: اے محمد (ﷺ) پھر ان کا باپ کون ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور انہیں جواب نہ دیا۔

وفد نجران کے متعلق نازل کردہ سورۂ آل عمران کی آیات کی تفسیر

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وفد نجران کے عقیدہ اور اس میں ان کے اختلاف کے متعلق سورۂ آل عمران کی اسی سے زائد ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ (آل عمران)

"الف، لام، میم اللہ (وہ ہے کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں بغیر اس کے، زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں عیسائیوں کے غلط اقوال سے اپنی پاکی اور خلق وامر میں اپنی وحدانیت بیان فرمائی کہ ان امور میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ عیسائیوں کے کفر کا رد ہے جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مدمقابل ٹھہرائے تھے۔ نیز یہ انہی کے قول کے ساتھ انہی کے خلاف دلیل ہے تاکہ اس طرح انہیں اپنی گمراہی کا علم ہو جائے۔ فرمایا: الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یعنی اس کے امر میں اس کے ساتھ اس کا غیر شریک نہیں، وہ زندہ ہے، اسے موت نہیں حالانکہ بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور انہیں سولی پر چڑھایا گیا۔ مخلوق میں اس کی سلطنت اپنے حال پر قائم ودائم ہے، اسے زوال نہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول ان کے اپنے اس مقام سے زوال پذیر ہو گئے جو انہیں حاصل تھا اور اس مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو گئے۔

نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ (آل عمران)

"نازل فرمائی اس نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ [1] تصدیق کرنے والی ہے ان (کتابوں) کی جو اس سے پہلے (اتری) ہیں اور اتاری اس نے تورات اور انجیل [2] اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اتارا فرقان کو [3] بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے [4]"

Marfat.com

۱ یعنی جس بات میں انہوں نے اختلاف کیا اس میں سچ بات کے ساتھ۔

۲ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جس طرح اس نے ان رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں جو ان سے پہلے تھے۔

۳ وہ کتاب نازل فرمائی جو اس اختلاف میں حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والی ہے جو عیسائی فرقوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور دیگر امور میں کیا۔

۴ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص سے بدلہ لینے والا ہے جس نے اس کی آیات کا انکار کیا حالانکہ اسے ان کا علم ہو چکا تھا اور ان آیات میں جو حکم تھا اسے اس کی معرفت حاصل ہو چکی تھی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ (آل عمران)

"بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ رہتی اس پر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں"۔

یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ ارادے کرتے ہیں، خفیہ تدبیریں کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہوئے اور اس پر بہتان باندھتے ہوئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور رب بنایا حالانکہ ان کے پاس جو علم ہے وہ کسی اور چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (آل عمران)

"وہی ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے (ماؤں کے) رحموں میں جس طرح چاہتا ہے کوئی معبود نہیں بغیر اس کے (وہی) غالب ہے حکمت والا ہے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان انسانوں میں سے ہیں جن کی ماؤں کے رحموں میں تصویر بنائی گئی جس طرح دیگر بنی آدم کی تصویر بنائی گئی۔ اس بات کو عیسائی نہ رد کر سکتے ہیں اور نہ اس کا انکار۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ ان کا یہ مقام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لگائے گئے بہتانوں سے اپنی ذات کی تنزیہہ اور وحدانیت بیان کرتے ہوئے فرمایا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ یعنی جب وہ کافروں سے انتقام لینا چاہے تو اس میں وہ غالب ہے اور بندوں کی طرف اپنی حجت اور دلیل میں حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ

Marfat.com

إِلَّآ أُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران)

"وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں ۱؎ اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں ۲؎ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیروی کرتے ہیں (صرف) ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں قرآن سے ۳؎ (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے ۴؎ اور نہیں جانتا اس کے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے ۵؎ اور پختہ علم

آیاتِ محکمات کی تاویل

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیات ذکر کیں اور ان کی تفسیر میں بہت کچھ لکھا۔ ان آیات میں سے ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ۔ یہ وہ آیات ہیں جو صرف ایک معنی کا احتمال رکھتی ہیں۔ میرے نزدیک لفظ محکم اہل عرب کے اس قول سے مشتق ہے: اَحْكَمْتُ الْفَرَسَ بِحَكَمَتِهٖ۔ یعنی میں نے گھوڑے کو اس کے راستہ سے پھر جانے سے روکا۔ اسی طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَ نُحْكِمُ بِالْقَوَافِیْ مَنْ هَجَانَا

یعنی ہم اس شخص کو شعروں کی لگام دے کر روک دیتے ہیں جو ہماری ہجو کرے۔ اسی طرح محکم آیت کو پڑھتے ہوئے قاری کے سامنے مختلف تاویلات نہیں آتیں اور اسے مختلف احتمالات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ لفظ الحکمة سے مشتق نہیں کیونکہ قرآن کریم سارے کا سارا علم وحکمت ہے اور متشابہ آیت میں غور وفکر کرتے ہوئے آدمی مختلف توجیہات اور جدا جدا راستوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے: كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ (ھود:۱) "یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محفوظ و مستحکم بنادی گئی ہیں"۔ اس میں اُحْكِمَتْ کا کلمہ حکمت اور احکام سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پختہ کرنا۔ اس معنی کے لحاظ سے سارے کا سارا قرآن کریم محکم ہے اور ایک لحاظ سے سارے کا سارا قرآن کریم متشابہ بھی ہے کیونکہ براعتِ الفاظ، اعجازِ نظم، جزالت معنی اور حکمت کے بدائع کے لحاظ سے بعض آیات بعض دیگر آیات کے متشابہ ہیں۔ پس پورا قرآن مجید متشابہ بھی ہے اور محکم بھی اور پہلے معنی کے مطابق یہ آیات ہیں: مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ اور وَّ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ پس اہل زیغ متشابہ آیات کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالتے ہیں اور اپنی آراء کے متعلق ان کے ساتھ بحث کرتے ہیں جبکہ راسخین فی العلم متشابہ آیات کے معنی کو محکم آیات کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ ان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوتا ہے:

Marfat.com

والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے[6] اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقل مند"۔

[1] جن میں اللہ رب العزت کی حجت، بندوں کی عصمت اور خصوم و باطل کا توڑ ہے، ان کے معنی میں کوئی تغیر اور تحریف نہیں ہوسکتی۔

[2] جن میں تاویل اور معانی مختلفہ کی گنجائش ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمایا ہے جس طرح انہیں حلال و حرام میں آزمایا ہے تاکہ بندے ان آیات کے مفہوم کو حق سے پھیر کر باطل کی طرف نہ لے جائیں۔

[3] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کے دل ہدایت سے دور ہیں وہ صرف ان آیتوں کی پیروی کرتے ہیں جو مختلف معانی کی حامل ہوتی ہیں تاکہ ان کے ذریعے وہ اپنی بدعتوں اور افتراء بازیوں کی تصدیق کریں تاکہ وہ آیات ان کی حجت اور ان کے متشابہ قول کی دلیل بن جائیں۔

[4] اس سے ان کا مقصد معاملات میں التباس پیدا کرنا اور غلط معنی کی تلاش ہے۔ یہ ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ ہے جس کا وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں شکار ہو گئے: خَلَقْنَا (ہم نے پیدا کیا)، قَضَيْنَا (ہم نے فیصلہ کیا)۔

[5] اللہ تعالیٰ ہی اس معنی کو جانتا ہے جس کا انہوں نے ارادہ کیا۔

[6] لہٰذا یہ مختلف کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ یہ رب واحد کی طرف سے قولِ واحد ہے۔ یہ قول کرنے کے بعد راسخین فی العلم نے متشابہ آیات کے معنی کو محکم آیات کے معنی کی طرف پھیر دیا جن کا صرف ایک معنی ہے۔ ان کے قول کے ساتھ کتاب کے معانی ترتیب پاتے ہیں۔ ان کا بعض بعض کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کی حجت نافذ ہو جاتی ہے، اس کی وہ حجت ظاہر ہو جاتی ہے جس کی بناء پر عذر کیا جا سکتا ہو، اس کے ذریعے باطل مٹ جاتا ہے اور حق کفر پر غالب آ جاتا ہے۔ اس طرح کی آیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے صرف عقلمند نصیحت قبول کرتے ہیں۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ (النساء: ۵۹) "پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف"۔ نیز وہ یہ بات جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اس لئے اس کا بعض بعض کے مخالف نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (آل عمران: ۷) کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے

Marfat.com

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝
(آل عمران)

"اے ہمارے رب! نہ ٹیڑھے کر ہمارے دل بعد اس کے کہ تو نے ہدایت دی ہمیں اور عطا فرما ہمیں اپنے پاس سے رحمت، بے شک تو ہی سب کچھ بہت زیادہ دینے والا ہے"۔

یعنی تو ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر اگرچہ ہم اپنی بدعتوں کے ساتھ ٹیڑھے ہو جائیں۔ پھر فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران)

"شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بے شک نہیں خدا سوائے اس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے (ان سب نے یہ بھی گواہی دی کہ وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل وانصاف کو، نہیں کوئی معبود سوائے اس کے (جو) عزت والا حکمت والا ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اہل علم نے اس بات کے خلاف گواہی دی جو عیسائیوں نے کہی۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (آل عمران)

"بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے[1] اور نہیں جھگڑا کیا جن کو دی گئی تھی کتاب مگر بعد اس کے کہ آ گیا ان کے پاس صحیح علم[2] (اور یہ جھگڑا) باہمی حسد کی وجہ سے تھا اور جو انکار کرتا ہے اللہ کی آیتوں کا تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے"۔

[1] جس دین پر اے محمد ﷺ آپ کار بند ہیں۔ یعنی اللہ رب العزت کی توحید اور سب رسولوں کی تصدیق۔

فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو اس آیت کریمہ میں بحث مباحثہ کر رہے ہوں تو ان سے دور ہو جاؤ۔ محکم اور متشابہ کے معنی میں سلف صالحین کے مختلف اقوال ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں مگر ان میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ وقف و ما یعلم تاویله الا الله پر ہے۔ ان کی رائے میں یہاں کلام مکمل ہو جاتا ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے کہ آپ بغیر واؤ کے الراسخون فی العلم پڑھتے(1) یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ راسخین فی

1۔ یہ قراءت غیر متواترہ ہے جو سند صحیح کی محتاج ہے۔

Marfat.com

۲ جو آپ کے پاس آیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران)

"پھر اگر (اب بھی) جھگڑا کریں آپ سے ۱ تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے جھکا دیا ہے اپنا سر اللہ کے سامنے ۲ اور جنھوں نے میری پیروی کی اور کہئے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی اور ان پڑھوں سے ۳ کہ کیا تم اسلام لائے پس اگر وہ اسلام لے آئیں جب تو ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیر لیں تو اتنا ہی آپ کے ذمہ تھا کہ آپ پیغام پہنچا دیں (جو آپ نے پہنچا دیا) اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے (اپنے) بندوں کو"۔

۱ اس باطل دلیل کے ساتھ جو وہ اپنے اس قول سے لائے: خَلَقْنَا، فَعَلْنَا، اَمَرْنَا۔ یہ بالکل باطل شبہ ہے جو انہوں نے قولِ حق سے سمجھا۔

۲ جو ایک ہے۔

۳ جن کے لئے کوئی کتاب نہیں۔

یہود ونصاریٰ کی بدعتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دونوں فرقوں (یہود ونصاری) کو جمع کر دیا اور ان کی بدعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ (آل عمران)

العلم متشابہ آیات کی تاویل نہیں جانتے، اگرچہ وہ ان کی تفسیر جانتے ہیں۔ ان علماء کے نزدیک تاویل اور تفسیر کا مفہوم الگ الگ ہے۔ ان کے نزدیک تاویل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں ہے: يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ (الاعراف:53) جس روز ظاہر ہوگا اس کا انجام"۔ دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ والراسخون کا عطف ما قبل پر ہے اور وہ تاویل کے عالم ہیں۔ ان کے نقلی اور عقلی دلائل بڑے طویل ہیں اور میرے نزدیک ایک تیسرا نقطہ نظر پسندیدہ ہے جو علامہ ابن اسحاق نے اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ و ما یعلم تاویلہ الا اللہ پر کلام ختم ہو

Marfat.com

"بے شک جولوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل وانصاف کا لوگوں میں سے تو خوشخبری دو انہیں درد ناک عذاب کی"۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ (آل عمران)

"یہ ہیں وہ (بدنصیب) اکارت گئے جن کے اعمال دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی مددگار"۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (آل عمران)

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا کچھ حصہ کتاب کا (جب) بلائے جاتے ہیں کتاب الٰہی کی طرف تاکہ تصفیہ کر دے ان کے باہمی جھگڑوں کا تو پیٹھ پھیر لیتا ہے ایک گروہ ان میں سے درآنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں"۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۡ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (آل عمران)

"اس (بیباکی) کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بالکل نہ چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گنے ہوئے اور فریب میں مبتلا رکھا انہیں ان کے دین کے معاملہ میں ان باتوں نے جو وہ خود گھڑا کرتے تھے"۔

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۡ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

(آل عمران)

"سو کیا حال ہوگا (ان کا) جب ہم جمع کریں گے انہیں اس روز جس کے آنے میں کوئی

جاتا ہے اور والراسخون فی العلم نیا کلام ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ان آیات کی تاویل نہیں جانتے جس طرح پہلے فریق نے کہا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف پھیرنے، خفی پر جلی کے ساتھ استدلال کرنے اور مختلف فیہ پر متفق علیہ کے ذریعے استدلال کرنے کے ساتھ ان کی تاویل جانتے ہیں۔ اس کے ساتھ حجت نافذ ہو جاتی ہے، باطل مٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عالم کا درجہ بلند ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے میں اس کے ساتھ ایمان لایا، یہ سب میرے رب کی طرف سے ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف کیونکر ہو سکتا

Marfat.com

شک نہیں اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ (آل عمران)

''(اے حبیب! یوں) عرض کرو اے اللہ! اے مالک سب ملکوں کے ۱ تو بخش دیتا ہے ملک جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلیل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہے ساری بھلائی ۲ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ۳''

۱۔ یعنی اے سب بندوں اور سب ملکوں کے پروردگار جن میں تیرے سوا کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتا۔

۲۔ یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ یعنی تو ہی اپنی سلطنت اور قدرت کے ساتھ ان امور پر قادر ہے، تیرے سوا اور کوئی ان امور کی قدرت نہیں رکھتا۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ (آل عمران)

''تو داخل کرتا ہے رات (کا حصہ) دن میں اور داخل کرتا ہے تو دن (کا حصہ) رات میں اور نکالتا ہے تو زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے ۱ اور رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب ۲''

۱۔ اپنی اس قدرت کے ساتھ۔

۲۔ تیرے سوا کوئی اور ان امور پر قادر نہیں اور یہ سب کچھ صرف تو ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اگر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان اشیاء کا اختیار دیا تھا جن کی بناء پر عیسائی آپ کو خدا کہتے ہیں یعنی مردوں کو زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کرنا، مٹی سے پرندے بنانا

ہے؟ اور جب یہ دونوں علم مختلف ہیں: اللہ تعالیٰ کا علم اور راسخین فی العلم کا علم تو الراسخون کا ما قبل پر عطف کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی تاویل میں اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔ اسے یہ علم غور و فکر، دقت نظر اور دلائل میں تحقیق کے ساتھ حاصل نہیں ہوا۔ پس اس طرح ان آیات کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ راسخین فی العلم اس کی تاویل دلائل کی تحقیق، دقت نظری اور درست

Marfat.com

اور غیب کی خبریں دینا تو یہ اس لئے تھا کہ میں ان امور کو لوگوں کے لئے ان کی نبوت کی علامت اور تصدیق بناؤں جس کے ساتھ میں نے ان کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا۔ تو جو میں نے انہیں عطا نہیں کیا وہ بھی اپنی قدرت اور اختیار سے عطا نہیں کیا یعنی سب ملکوں کی ملکیت، امر نبوت، نبوت عطا کرنے کا اختیار، رات کے حصہ کو دن میں اور دن کے حصہ کو رات میں داخل کرنا، مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالنا اور نیک و بد میں سے جس کو چاہنا بے حساب رزق عطا کرنا، میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان تمام امور کا اختیار نہیں دیا اور انہیں ان امور کا مالک نہیں بنایا۔ کیا عیسائیوں کے لئے اس میں عبرت اور واضح دلیل نہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو یہ سب کچھ ان کے اختیار میں ہوتا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ دیگر بادشاہوں سے جنگیں کرتے رہے اور ان سے مختلف شہروں میں انتقام لیتے رہے۔

مومنین کو وعظ ونصیحت اور تنبیہ

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وعظ ونصیحت کی اور انہیں ڈرایا پھر فرمایا:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ (آل عمران)

"(اے محبوب!) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے[1] تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ[2] اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

ا۔ یعنی اگر تمہارا یہ قول حق ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور تم اس کی تعظیم کرتے ہو۔
۲۔ یعنی جو تم نے اس سے پہلے کفر کیا۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ (آل عمران)

"آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ کی اور (اس کے) رسول کی[1] پھر اگر وہ منہ پھیریں[2] تو یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔

ا۔ جنہیں تم جانتے ہو اور جن کا ذکر اپنی کتاب میں پاتے ہو۔
۲۔ اپنے کفر کی طرف۔

تعبیرات کے ساتھ جانتے ہیں۔ اسی لئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾ اس آیت کے بارے میں حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہی مطلوب ہے۔

Marfat.com

خلق عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نازل ہونے والی آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ان کے معاملہ کی ابتداء ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ۝ (آل عمران)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر''۔

ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌۚ۝ (آل عمران)

''یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران کی زوجہ اور ان کے قول کا ذکر فرمایا:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۝ (آل عمران)

''جب عرض کی عمران کی بیوی نے اے میرے رب! میں نذر مانتی ہوں تیرے لئے جو میرے شکم میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کر کے لے سو قبول فرمالے (یہ نذرانہ) مجھ سے

عقیدۂ تثلیث کے متعلق عیسائی علماء کے دلائل

حضرت ابن اسحاق نے اہل نجران کے پادریوں اور ان کے علماء کی دلیل ذکر کی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے ارشادات سے حاصل کی: خلقنا، امرنا وغیرہ۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین خداؤں میں سے تیسرا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا مقام ان کے اس قول سے بلند ہے۔ یہی وجہ بھی ہے کہ متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف لوٹائے بغیر ان سے استدلال کیا جائے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (البقرۃ: 163) ترجمہ: ''اور تمہارا خدا ایک خدا ہے''۔ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص: 1) ترجمہ: ''فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا''۔ ان کی کم عقلی پر تعجب ہے کہ انہوں نے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ان آیات سے کیسے استدلال کیا جو آپ ﷺ پر ہی اتریں حالانکہ آپ ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی آیات کا معنی زیادہ جاننے والے ہیں کیونکہ جن الفاظ سے انہوں نے استدلال کیا وہ مجاز عربی ہیں تورات اور انجیل

Marfat.com

بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا (نیتوں کو) جاننے والا ہے۔

ا۔ یعنی میں نے اس کی نذر مانی اور اسے آزاد کر دیا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، اس سے دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کیا جائے گا۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾

(آل عمران)

"پھر جب اس نے جنا اسے (تو حیرت وحسرت سے) بولی اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا اور نہیں تھا لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے ا اور (ماں نے کہا) میں نے نام رکھا ہے اس کا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے"۔

ا۔ یعنی اب لڑکا اس لڑکی کی مانند نہیں ہو سکتا جب میں نے تیرے لئے نذر مان کر اس لڑکی کو سب کاموں سے آزاد کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ (آل عمران)

"پھر قبول فرمایا اسے اس کے رب نے بڑی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے

کے الفاظ نہیں اور عربی میں اس مجاز کا اصول یہ ہے کہ جب کسی بادشاہ کے دربار سے کوئی تحریر جاری ہو تو اس میں بادشاہ کی طرف سے جو عبارت ہوتی ہے وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ بادشاہ کا کلام ہے جس کے حکم کی پیروی لازمی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب عزیز میں لوگوں کو مخاطب کیا تو اس میں انہی کے مذاہب کے مطابق کلام نازل فرمایا اور اس میں بادشاہ کے دربار سے صادر ہونے والے کلام کے اسلوب پر الفاظ جاری ہوئے اور یہ اسلوب صرف عربی زبان میں ہے اور عقلی طور پر بھی اس مجاز کا کلام قدیم کے ساتھ قریب کا تعلق بھی نہیں بلکہ یہ مجاز صرف نازل شدہ الفاظ میں ہی ہے۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کی خبر دیتا ہے جو اس نے ہم سے پہلے کسی نبی کو فرمائی یا جس میں ہمارے علاوہ کسی اور کو مخاطب کیا۔ جیسے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنا دیا اس کا زکریا کو ا "

ا۔ اس کے والدین کے بعد۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کفلھا کا معنی ہے ضمھا یعنی انہیں ان کے ساتھ ملا دیا۔

حضرت زکریا اور مریم کے متعلق آیات

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی یتیمی کا ذکر فرمایا پھر ان کا اور حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور آپ کی دعا اور آپ پر اپنی عنایت کا ذکر فرمایا جب آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اور فرشتوں کے قول کا ذکر فرمایا:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران)

اور جب کہا فرشتوں نے اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے تمہیں اور خوب پاک کر دیا ہے تمہیں اور پسند کیا ہے تجھے سارے جہانوں کی عورتوں سے"۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (آل عمران)

"اے مریم! خلوص سے عبادت کرتی رہ اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ"۔

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص: 75)

ترجمہ: "کس چیز نے باز رکھا تمہیں اس کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے"۔ تو اس میں یوں نہیں فرمایا: خلقنا بایدینا (جسے ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا)۔ جس طرح فرمایا: مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ (یٰسین: 71) ترجمہ: "اس مخلوق سے جو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی"۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے اپنی وحی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ (طٰہٰ: 39) "اور (اس تدبیر کا منشا یہ تھا) کہ آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے"۔ اس طرح نہیں فرمایا جیسے دوسری آیت میں فرمایا: تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا (القمر: 14) ترجمہ: "وہ بہتی جا رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے"۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کی خبر دی جسے اس نے اس عربی زبان پر نازل نہ فرمایا اور بعینہ وہ الفاظ ذکر نہیں فرمائے جو اس نے نازل فرمائے بلکہ ان الفاظ کا معنی بیان فرمایا اور معنی میں مجاز نہیں ہوتا۔ اسی طرح بندے کے لئے یہ کہنا جائز نہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ (آل عمران)

"یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں، ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف، اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی"۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اقلامھم کا معنی تیر ہے یعنی وہ تیر جن کے ساتھ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق قرعہ اندازی کی۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام کا تیر نکلا تو آپ نے انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے لئے جریج راہب کی کفالت کا دعویٰ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہاں جس کفالت کا ذکر ہے وہ جریج راہب نے کی۔ یہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو بڑھئی تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا قرعہ اس کے نام نکلا۔ چنانچہ اس نے آپ کی کفالت کی جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس سے پہلے آپ کی کفالت کی تھی۔ ہوا یوں کہ بنی اسرائیل میں شدید قحط پڑ گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام آپ کی کفالت سے عاجز آ گئے۔ بنی اسرائیل نے اس پر قرعہ اندازی کی کہ آپ کی کفالت کون کرے گا۔ چنانچہ

رَبِّ اغْفِرْ لِىْ (اے میرے پروردگار! مجھے بخش دو) اِرْحَمْنِىْ (مجھ پر رحم فرماؤ) عَلَيْكُمْ تَوَكَّلْتُ (میں نے تم پر توکل کیا) اِلَيْكُمْ اَنَبْتُ (میں نے تمہاری طرف رجوع کیا) ایسا کلام کسی نبی نے کبھی اپنی مناجات اور دعا میں نہیں کیا۔ اس کی دو وجوہات ہیں: (1) بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنے دل کو توحید کا شعور دلائے حتی کہ اس کے الفاظ بھی اس کے عقیدہ کے موافق ہوں۔ (2) دوسری وجہ وہی ہے جو ہم نے اس مجاز کی بحث میں پہلے ذکر کی ہے کہ اس کا سبب بادشاہ کے دربار سے کلام کا صدور ہے تاکہ اس اسلوب میں کلام عرب کی موافقت حاصل ہو اور یہ اسلوب صرف بادشاہوں اور اشراف کی عادت کے ساتھ خاص ہے۔ ہم اس شخص کے قول کی طرف نہیں دیکھیں گے جس نے اس مسئلہ میں یہ صیغہ جمع کے

Marfat.com

آپ کی کفالت کا قرعہ جریج راہب کے نام نکلا۔ اس نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (آل عمران)

یعنی آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اشارۃً اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم حاصل ہے جو انہوں نے آپ سے چھپائی۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی قوی دلیل اور حجت ہے کہ آپ نے ان باتوں کی خبر دی جو اہل کتاب نے آپ سے چھپانے کی کوشش کی۔

پھر فرمایا:

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(آل عمران)

''جب کہا فرشتوں نے اے مریم! اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا [1] معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں [2] اور (اللہ کے) مقربین سے ہوگا اور گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گہوارے میں بھی اور پکی عمر میں بھی اور نیکو کاروں میں سے ہوگا [3]

۱۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اس طرح تھا نہ کہ اس طرح جیسے تم ان کے بارے میں کہتے ہو۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

ساتھ کہا: وَبِذٰلِكَ رُوْ جِعُوْا، اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے متعلق خبر دی جس پر موت کا وقت آ گیا ہو تو اس وقت وہ کہتا ہے: رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ اس کو جواباً کہا جائے گا کہ یہ اس شخص کے متعلق خبر ہے جس کے پاس شیاطین حاضر ہوں کیا آپ اس سے پہلے یہ ارشاد نہیں دیکھتے: وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝ (مومنون) ترجمہ: ''اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے رب اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں''۔ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جس کے پاس شیاطین آئیں اور اس کے پاس عذاب کے فرشتے آئیں اور موت کے وقت اس کی زبان پر وہی الفاظ جاری ہو گئے جن کا وہ زندگی میں عادی تھا جن الفاظ کے ساتھ وہ ہر معاملہ دوسری مخلوق کی طرف لوٹا دیتا۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی کلام کو خلط ملط کر دیا۔ پہلے کہا، رَبِّ (اے میرے پروردگار)

Marfat.com

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان حالات کی خبر دے رہا ہے جن سے آپ کو زندگی میں گزارے گا جس طرح دوسرے بنی آدم کو بچپن اور بڑھاپے کی زندگی میں مختلف حالات سے گزارتا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گہوارے میں کلام کے لئے خاص کر لیا تا کہ یہ آپ کی نبوت پر دلیل ہو اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقاماتِ قدرت کی پہچان ہو جائے۔''

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (آل عمران)

''مریم بولیں اے میرے پروردگار! کیونکر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ! حالانکہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھے کسی انسان نے۔ فرمایا بات یونہی ہے (جیسے تم کہتی ہو لیکن) اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے ۱۔ جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کے کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اسے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے ۲۔

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان اور غیر انسان میں سے جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔

۲۔ یعنی جو وہ چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے تو بس اسے اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً اس طرح ہو جاتا ہے جس طرح اس نے ارادہ فرمایا۔

نزولِ قرآن فی بیان آیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو اپنے ارادہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

پھر کہہ دیا اِرْجِعُوْنَ (تم مجھے واپس بھیج دو) اے وہ شخص جو اللہ رب العزت کو مخاطب کرنے کے لئے صیغہ جمع کو جائز قرار دیتا ہے کیا تم نے کبھی اپنی دعا میں یہ کہا ہے: اِرْحَمُوْنِ یَا رَبِّ وَارْزُقُوْنِ (اے میرے رب مجھ پر رحم کرو اور مجھے رزق دو) بلکہ تم اگر کسی دوسرے کو ایسا کہتے ہوئے سنو تو تم اس پر حملہ کر دیتے ہو۔ جہاں تک امام مالک اور دوسرے فقہاء کا یہ قول ہے کہ اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا' رَأَیْنَا كَذَا یا نَرٰی كَذَا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قول ایسا ہوتا ہے جس میں وہ منفرد نہیں ہوتے۔ اگر وہ منفرد ہوتے تو یہ قول بدعت ٹھہرتا۔ اس قول کے ساتھ نہ امام مالک نے اپنی ذات کی تعظیم کا قصد کیا ہے اور نہ دوسرے اہل دین نے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر عیسائیوں کی دلیل

عیسائیوں نے آپ کی الوہیت پر جو اس بات سے استدلال کیا ہے کہ آپ مردے زندہ کرتے اور

Marfat.com

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ (آل عمران)

"اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اسے کتاب وحکمت اور تورات ۱؎ اور انجیل ۲؎"

۱۔ جو ان کے پاس آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آرہی تھی۔

۲۔ ایک اور نئی کتاب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس بھیجی جس کا صرف اتنا ذکر ان کے پاس تھا کہ وہ کتاب کسی بعد میں آنے والے نبی کی ہوگی۔

وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ (آل عمران)

مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتے تھے۔ اگر وہ کچھ غور وفکر سے کام لیتے تو یہ بات ان پر ظاہر ہوتی کہ یہ تو انہی کے خلاف دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر انبیاء کے برعکس ایسے معجزات کے ساتھ خاص کیا جو اس شخص کی بات کو باطل کر دیتے ہیں جو آپ کو جھٹلاتا ہے اور اس شخص کی بات کو بھی رد کر دیتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں اور اس شخص کے نظریہ کو بھی باطل قرار دیتے ہیں جس کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ آپ بے باپ مخلوق ہیں۔ آپ کا مٹی میں پھونکنا اور اس کا زندہ ہو کر پرندہ بن جانا ان لوگوں کے لئے تنبیہ ہے۔ اگر وہ اس بات کو سمجھتے کہ آپ کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا پھر اس میں روح پھونکی گئی تو وہ زندہ انسان بن گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی سے بنائے ہوئے پرندے میں روح پھونکنا اس سے زیادہ باعث تعجب نہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اسی طرح آپ کا مردوں کو زندہ کرنا اور گہوارے میں کلام کرنا یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ اپنی ماں کے گریبان میں روح القدس کے پھونکنے سے پیدا ہوئے، آپ کی تخلیق کسی مرد کی منی سے نہیں ہوئی۔ آپ میں روح پھونکے جانے کا وصف دیگر مخلوق سے زیادہ قوی ہے۔ اس لئے آپ کے معجزات بھی روحانی تھے جو آپ کے درمیان اور روحِ حیات کے درمیان مناسبت کی قوت پر دلالت کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جو روح حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے ایک انسان کی صورت میں ظاہر ہوئی یہ وہی روح تھی جس کے ساتھ آپ حاملہ ہوئیں اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے جو آپ کے منہ کے ذریعے آپ کے شکم میں داخل ہوئے۔ اسے الکشی نے

Marfat.com

"اور (بھیجے گا اسے) رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف (وہ انہیں آکر کہے گا کہ) میں آ گیا ہوں تمہارے پاس ایک معجزہ لے کر تمہارے رب کی طرف سے ۱ (وہ معجزہ یہ ہے کہ) میں بنا دیتا ہوں تمہارے لئے کیچڑ سے پرندے کی سی صورت پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے ۲ اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور (لاعلاج) کوڑھی کو ۳ اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں

سند حسن کے ساتھ حضرت ابی سے مرفوعاً روایت کیا ہے(1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مادر زاد اندھے اور لاعلاج کوڑھی کو تندرست کرنے کے معجزہ کے ساتھ خاص کیا گیا۔ اس تخصیص کی اس بات کے ساتھ مشابہت ہے کہ آپ کی امت کا ایک گروہ ایسا تھا جن کے دل کی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور انہوں نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا، یہ یہودی تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا کہ جب ان کے دل ایمان کے ساتھ سفید ہو گئے تو انہوں نے آپ کی تعظیم میں غلو کیا۔ پھر اس غلو کے ساتھ ان کے ایمان فاسد ہو گئے۔ تو پہلے گروہ کی مثال اس کوڑھی کی طرح ہے جس کا جسم سفید داغوں سے فاسد ہو گیا ہو اور دوسرے گروہ کی مثال مادر زاد اندھے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے دلائل عطا فرمائے جو دونوں گروہوں کے اقوال کو باطل کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش کے دلائل آپ کے لئے عبودیت کو ثابت کرتے ہیں اور آپ سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کے خاص معجزات آپ کی والدہ سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کے لئے نبوت کو اور آپ کی ماں کے لئے صدیقیت کو ثابت کرتے ہیں۔ پس مسیح الہدیٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میں ایسی آیات کا ہونا جو آپ کے حالات کے مشابہ تھے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح الضلالۃ (دجال) کی ظاہری صورت میں وہ علامات رکھ دیں جو اس کی ظاہری حالت کے مشابہ ہوں گی اور اس کی باطنی صورت کے موافق ہوں گی اور وہ اس کا کانا اور دجال ہونا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت ہم نے اس کتاب کے علاوہ کسی اور مقام پر بھی کی ہے۔ الحمد للہ (2)

1۔ یہ حدیث نص قرآنی کے خلاف ہے۔ جو روح آپ کے سامنے انسان کی صورت میں ظاہر ہوئی اس کے متعلق مفسرین نے کہا ہے کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو آپ سے مخاطب ہوئے اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔ یہ وہ روح نہیں تھی جس کے ساتھ آپ حاملہ ہوئیں۔

2۔ ضمیمہ

حضرت شیخ احمد قطان نے اپنے ایک سفر میں ایک عیسائی عالم سے چند سوال کئے جو تقابل ادیان کا پروفیسر اور متخصص تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا:

ا۔ کیا تم نے کسی ایسے انسان کو دیکھا یا اس کے متعلق سنا جس نے مثلاً کسی گائے سے نکاح کیا ہو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کر رکھتے ہو اپنے گھروں میں، بے شک ان معجزوں میں (میری صداقت کی) بڑی نشانی ہے تمہارے لئے ہے اگر تم ایمان دار ہو"۔

ا۔ جس کے ساتھ میری نبوت کی تصدیق ہوگی کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

۲۔ جس نے مجھے تمہارے طرف سے مبعوث فرمایا۔ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔

وَضَعْتُهَا أُنْثٰی

اہل نجران کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر میں حضرت ابن اسحاق نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ حضرت حنہ بنت ماثان کا یہ قول ذکر کیا: رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو)۔ بعض اہل تاویل نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے اس قول سے حیض کی طرف اشارہ کیا کیونکہ عورت کو حیض آتا ہے جس کی وجہ سے وہ مسجد کی خدمت نہیں کرسکتی، اسی وجہ سے فرمایا: وَلَیْسَ

(گزشتہ سے پیوستہ) اور اس سے ایسا بچہ پیدا ہوا ہو جو نصف انسان اور نصف گائے ہو؟ اس نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ ان دونوں کے اعضاء کی فطرت ایک دوسرے سے بالکل مخالف ہے۔

حضرت شیخ نے اسے کہا: پھر تمہارے نزدیک یہ کیسے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) حضرت مریم علیہا السلام سے نکاح کیا اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو نصف خدا اور نصف انسان تھے؟

۲۔ پھر انہوں نے اسے کہا: یہ بات تو مسلم ہے کہ اعلیٰ ادنیٰ کو اور بڑا چھوٹے کو اپنے اندر سمو لیتا ہے مثلاً کمرہ جو کہ بڑا ہوتا ہے وہ اندرونی اشیاء کو اپنے اندر سمو لیتا ہے جو کہ اس سے چھوٹی ہوتی ہیں تو تمہارے نزدیک اور تمہارے عقیدہ میں یہ کیسے درست ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی رحم جو کہ ادنیٰ تھی اس نے خدا کو اپنے سمو لیا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے؟

۳۔ پھر آپ نے اسے کہا: تمہارے نزدیک یہ بات قابل تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نصف ناسوتی (انسانی فطرت سے) ہے اور نصف لاہوتی (خدائی) ہے تو تمہارے دعویٰ کے مطابق کون سے نصف کو سولی پر چڑھایا گیا۔ اگر نصف ناسوتی چڑھایا گیا تو نصف لاہوتی خائن اور مجرم ٹھہرے گا کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ خدا غیب جانتا ہے اور نصف لاہوتی کو علم ہوا کہ نصف ناسوتی کو سولی پر چڑھایا جائے گا، جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔ اور اس نے نصف ناسوتی کو خبر نہ دی تو نصف لاہوتی نے اس کے ساتھ خیانت کی۔ کیا یہی تمہارا خدا ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو؟ اور اگر نصف لاہوتی کو سولی پر چڑھایا گیا ہو تو تمہارے نزدیک یہ کیسے درست ہے کہ تم ایک ایسے خدا کی عبادت کرتے ہو جسے سولی پر چڑھایا گیا۔

۴۔ پھر آپ نے اسے کہا: ایک باپ ہے جس کے سات بیٹے ہیں۔ ان میں سے چھ بد بخت ہیں اور ایک اپنے باپ کا فرمانبردار اور مطیع ہے۔ باپ نے اپنے بیٹوں سے کہا: اگر تم میری عفو و درگزر اور میری محبت چاہتے ہو تو اپنے ساتویں بھائی کو قتل کردو جو اپنے باپ کا مطیع اور اس پر مہربان ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے وہ کیسا باپ ہے؟ لازماً وہ پاگل ہے۔ تو اب بتاؤ کہ تمہارے نزدیک اور تمہارے عقیدہ میں یہ کیسے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو اپنے بیٹے مسیح (تمہارے زعم کے مطابق) پر قدرت دے دی جنہوں نے اسے سولی پر چڑھا دیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بیٹا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

۳۔ بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں اکمہ وہ ہوتا ہے جو مادر زاد اندھا ہو۔ رؤبہ بن عجاج نے کہا: ھَرَّجْتُ فَارْتَدَّ ارْتِدَادَ الْاَکْمَہِ۔ ''یعنی میں نے شیر کو دھمکایا تو وہ مادر زاد اندھے کی طرح واپس پلٹ گیا''۔

اَلذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی۔ کیونکہ لڑکے کو حیض نہیں آتا اس لئے وہ ہمیشہ مسجد کی خدمت کرسکتا ہے۔ یہ ایک اچھا اشارہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ کلام یوں ہوتی: وَ لَیْسَ الْاُنْثٰی کَالذَّکَرِ۔ کیونکہ عورت مرد سے کم مرتبہ ہے۔ لیکن پہلے لڑکے کا کیوں ذکر کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے بندے کی نگاہ میں تو لڑکی لڑکے سے کم درجہ ہے کیونکہ بندہ بیٹوں سے محبت کرتا ہے اور اموال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور بندے کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے زیادہ قریب ہیں لیکن بندے کے لئے اس کے رب کی نگاہ بندے کی اپنی ذات کے لئے اپنی نگاہ سے بہتر ہے۔ اس لحاظ سے لڑکا لڑکی کی مانند نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش میں لڑکی افضل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا (الشوریٰ: 49) ترجمہ: ''بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے بچیاں''۔ اس آیت کریمہ میں بچیوں کو بچوں سے پہلے ذکر فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے: اِبْدَؤُوْا بِالْاِنَاثِ۔ یعنی اولاد میں رحمت اور خوشی بانٹنے میں بچیوں سے ابتدا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے: مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ دَخَلْتُ اَنَا وَ ھُوَ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ۔ یعنی ''جس نے دو بچیوں کی کفالت کی میں اور وہ جنت میں ان دو (انگلیوں) کی طرح مل کر جنت میں داخل ہوں گے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث میں کلام کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بندے کے لئے افضل کے اعتبار سے ہے۔ واللہ اعلم۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

۵۔ پھر آپ نے اسے کہا: جب یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمد (ﷺ) حق پر ہیں تو یہودی ان دونوں پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ تو حق سے نکل گئے اور اے عیسائیو! اگر سیدنا محمد ﷺ حق پر ہوں تو تم اور یہودی آپ پر ایمان نہیں لاتے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے تو اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور اگر سیدنا محمد ﷺ حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں۔

Marfat.com

۴۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف اس کا رسول ہوں۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ (آل عمران)

" اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تاکہ میں حلال کردوں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو (پہلے) حرام کی گئی تھیں تم پر ۱ اور لایا ہوں تمہارے پاس ایک نشانی تمہارے رب کی طرف سے، سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو"۔

۱۔ یعنی تاکہ میں تمہیں آگاہ کروں کہ وہ چیزیں تم پر حرام تھیں اس لئے تم نے انہیں چھوڑے رکھا پھر میں ان چیزوں کو تخفیف کے طور پر تمہارے لئے حلال کردوں تاکہ تم کو آسانی حاصل ہو اور تمہیں اس کی سختیوں سے نجات ملے۔

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝ (آل عمران)

" بے شک اللہ تعالیٰ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے مجھے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تمہیں ۱ سو اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے ۲"

۱۔ اس کلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان باتوں سے اپنی براءت ظاہر کر رہے ہیں جو لوگ آپ کے متعلق کہتے تھے اور یہ کلام ان کے خلاف آپ کے رب کی دلیل ہے۔

۲۔ یعنی یہی وہ سیدھا راستہ ہے جس پر میں نے تم کو چلایا اور جو تمہارے پاس لے کر آیا۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ (آل عمران)

" پھر جب محسوس کیا عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کفر (وانکار) (تو) آپ نے کہا کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں؟ (یہ سن کر) کہا حواریوں نے کہ ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ (کے دین) کی ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر ۱ اور (اے نبی) آپ گواہ ہو جائیو کہ ہم (حکم الٰہی کے سامنے) سر جھکائے ہوئے ہیں ۲"

۱۔ یہ ان خوش بختوں کا قول ہے جنہیں اپنے رب کی طرف سے فضیلت حاصل ہوئی۔

۲۔ ہم وہ بات نہیں کہتے جس کے بارے میں یہ لوگ آپ سے جھگڑ رہے ہیں۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ (آل عمران)

" اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل فرمایا اور ہم نے تابعداری کی

Marfat.com

رسول کی تو لکھ لے ہمیں (حق پر) گواہی دینے والوں کے ساتھ۔

یعنی ان حواریوں کا قول اور ایمان بھی اسی طرح تھا۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھانے کا ذکر فرمایا جبکہ یہودی آپ کو قتل کرنے پر متفق ہو چکے تھے۔ فرمایا:

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٥٤﴾ (آل عمران)

"اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کے لئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور مؤثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے"۔

پھر انہیں خبر دی کہ جب یہودیوں نے آپ کو سولی چڑھانے کی قرار داد منظور کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا کر اور آپ کو ان کی تہمتوں سے پاک کر کے ان کی اس سازش کو کیسے ناکام بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا:

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾ (آل عمران)

"یاد کرو جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ! یقیناً میں پوری عمر تک پہنچاؤں گا تمہیں اور اٹھانے والا ہوں تمہیں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تمہیں ان لوگوں (کی تہمتوں) سے جنہوں نے (تیرا) انکار کیا ا اور بنانے والا ہوں ان کو جنہوں نے تیری پیروی کی غالب کفر کرنے والوں پر قیامت تک۔ پھر میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تم نے پس (اس وقت) میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان (ان امور کا) جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے"۔

ا۔ اس وقت تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پاک کرنے والا ہوں جب وہ آپ کے بارے ارادہ کریں گے جو ارادہ کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٨﴾ (آل عمران)

"یہ جو ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو ا آیتیں ہیں اور نصیحت حکمت والی ۲"۔

ا۔ اے محمد ﷺ!

Marfat.com

۲۔ یہ قاطع، فیصلہ کرنے والی اور حق نصیحت ہے جس کے ساتھ باطل خلط ملط نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ اس کے علاوہ کوئی اور خبر قبول نہ کریں۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متعلق ان امور کی خبر ہے جن میں یہودیوں نے اختلاف کیا۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

(آل عمران)

''بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ۱ آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا''۔

۱۔ اس لئے آپ اسے غور سے سنیے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ (آل عمران)

''(اے سننے والے) یہ حقیقت (کہ عیسیٰ انسان ہیں ۱) تیرے رب کی طرف سے (بیان کی گئی) ہے ۱ پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے ۲''

۱۔ یعنی تیرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی ہے۔

۲۔ یعنی تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حقیقت آچکی ہے پس تو اس میں ہرگز شک نہ کر۔ اگر وہ کہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی تو اپنی ہی قدرت کے ساتھ بغیر باپ اور ماں کے مٹی سے پیدا کیا وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گوشت اور خون، بالوں اور جلد سے مرکب تھے، اس لئے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق اس سے زیادہ حیران کن نہیں۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

(آل عمران)

''پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آگیا آپ کے پاس (یقینی) علم ۱ تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہارے عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر''۔

Marfat.com

ا۔یعنی اس کے بعد کہ میں نے آپ کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر دیا اور یہ بھی بیان کر دیا کہ ان کا معاملہ کیسا تھا۔

بعض مشکل کلمات کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابو عبیدہ نے کہا نَبْتَهِلُ کا معنی ہے کہ ہم لعنت کی دعا کریں۔ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ نے اپنے ایک قصیدہ میں کہا:

لَا تَقْعُدَنَّ وَ قَدْ اَكَّلْتَهَا حَطَبًا　　نَعُوْذُ مِنْ شَرِّهَا يَوْمًا وَ نَبْتَهِلُ

ترجمہ: ''تو ہرگز نہ بیٹھ جبکہ تو نے اسے ایندھن کھلایا۔ ہم ایک دن اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور اس کے لئے لعنت کی دعا کرتے ہیں''۔

اہل عرب کہتے ہیں: بَهَلَ اللّٰهُ فُلَانًا یعنی فلاں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسی طرح کہتے ہیں عَلَيْهِ بَهْلَةُ اللّٰهِ اس پر اللہ کی لعنت۔

ابن ہشام کہتے ہیں: بُهْلَةُ اللّٰهِ بھی کہا جاتا ہے اور نَبْتَهِلُ کا یہ معنی بھی ہے کہ ہم دعا میں پوری کوشش کریں۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾

(آل عمران)

''بے شک یہی ہے واقعہ سچا ا اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بے شک اللہ ہی غالب

مباہلہ

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل نجران کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے اور چھوٹے بچوں کو حوالے کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی طرح مروی ہے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا اور جھوٹے پر لعنت کی دعا کی تو تم پر اس وادی میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ تفسیر کشی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ تَدَلّٰى اِلَيْهِمُ الْعَذَابُ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْبَاهَلُوْنِىْ لَاسْتُؤْصِلُوْا مِنْ عَلٰى حَدِيْدِ الْاَرْضِ (صحیح بخاری) ترجمہ: ''بے شک عذاب ان کی طرف لپکا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو روئے زمین سے ان کی جڑ کاٹ دی جاتی۔

Marfat.com

ہے (اور) حکمت والا ہے۔"

ا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر میں نے آپ کو دی ان کے بارے میں یہی سچا واقعہ ہے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

"پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے فساد برپا کرنے والوں کو"۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ (آل عمران)

"(میرے نبی!) آپ کہیے اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان (وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں (کسی کی) سوائے اللہ کے اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بنالے کوئی ہم میں سے کسی کو رب اللہ کے سوا پھر اگر وہ روگردانی کریں (اس سے) تو تم کہہ دو گواہ رہنا (اے اہل کتاب!) کہ ہم مسلمان ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں انصاف کی طرف بلایا اور ان کے سامنے حجت تمام کردی۔

نکتہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ۔ اس آیت کریمہ میں ذاتوں کے ذکر سے پہلے بیٹوں اور عورتوں کا ذکر فرمایا۔ اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ أَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ کا یہ معنی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو بلائیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ (النور: 61) ترجمہ: "تو سلامتی کی دعا دو اپنوں کو"۔ ایک قول کے مطابق اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اولاد کا ذکر کیا جو جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں، پھر عورتوں کا ذکر کیا جن کے درمیان اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے محبت اور رحمت کے جذبات پیدا فرما دیئے، پھر ان کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو ایک دوسرے کو بلانے والے ہیں کیونکہ انسان اپنے آپ کو نہیں بلاتا۔ اس کلام کی ترتیب اس اسلوب پر ہے جو قرآن کریم کے اعجاز میں معروف ہے۔ ابن ہشام کی روایت کے علاوہ

Marfat.com

یہودیوں کا ملاعنت سے انکار

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچی خبر آ گئی اور آپ کے درمیان اور یہودیوں کے درمیان فیصلہ کن حجت آ گئی اور آپ کو حکم دیا گیا کہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان کے ساتھ مباہلہ کریں تو آپ ﷺ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہمیں مہلت دیجئے تاکہ ہم اس مسئلہ میں صلاح مشورہ کر لیں پھر آپ کو بتائیں گے کہ ہم اس معاملہ میں کیا کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف آپ نے ہمیں دعوت دی۔ چنانچہ وہ اپنے عاقب (صاحب مشورہ) کے پاس گئے اور اسے کہا: اے عبدالمسیح! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: اے گروہِ نصاریٰ! قسم بخدا! تم جانتے ہو کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نبی مرسل ہیں، وہ تمہارے پاس تمہارے صاحب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی سچی خبر لائے ہیں اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ جب بھی کسی قوم نے کسی نبی کے ساتھ ملاعنت کی تو ان کے چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو گئے۔ اگر تم نے بھی ایسا کیا تو تمہاری بھی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ اگر تم اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے ہو اور اپنے صاحب کے بارے میں اسی قول پر قائم رہنا چاہتے ہو جس پر تم پہلے قائم ہو تو اس شخص کی دشمنی چھوڑ کر صلح کر لو پھر اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے، ہم آپ کو آپ کے دین پر چھوڑتے ہیں اور خود اپنے دین کی طرف لوٹ جاتے ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ اپنا ایک صحابی بھیجئے جو ہمارے درمیان ان اموال کا فیصلہ کرے جن میں ہمارا اختلاف ہے، تم ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہو۔

ابوعبیدہ کو ان کے انتظام کی سپردگی

محمد بن جعفر فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم شام کو میرے پاس آنا، میں تمہارے ساتھ ایک طاقتور اور امانت دار شخص بھیج دوں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میرے دل میں اس روز سے زیادہ کبھی امیر بننے کا شوق پیدا نہیں ہوا۔ مجھے امید تھی

ابن اسحاق سے مروی دیگر روایات میں اہل نجران کے واقعہ میں بہت زیادہ اضافہ ہے۔ جس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب اہل نجران کا وفد اپنے ایک راہب کے پاس واپس گیا اور اسے سارا ماجرا سنایا تو وہ راہب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے ارشادات سنے اور آپ کو ایک تلوار، ایک پیالہ

Marfat.com

کہ میں ان کا امیر بنوں گا۔ چنانچہ میں اول وقت میں ہی نمازِ ظہر کے لئے نکل پڑا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ ظہر پڑھائی تو سلام پھیرا اور دائیں بائیں دیکھا۔ میں آپ ﷺ کے سامنے ہونے کی کوشش کرنے لگا تا کہ حضور مجھے دیکھ لیں۔ آپ اپنی نگاہ دوڑاتے رہے یہاں تک کہ آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو دیکھا، انہیں بلایا اور فرمایا: ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور ان کے درمیان ان امور میں حق کے ساتھ فیصلہ کرو جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ یہ شرف لے گئے۔

اور ایک چادر ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ یہی چادر اب خلفائے بنی عباس کے پاس ورثہ در ورثہ چلی آ رہی ہے۔

Marfat.com

کچھ منافقین کے بارے میں

ابن ابی اور ابن صیفی

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی ثم حبلی تھا۔ اس کے مقام و مرتبہ میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہ تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد اوس اور خزرج کے قبائل کسی ایک شخص پر متفق نہ ہوئے تھے یہاں تک کہ اسلام کا نور چمکا۔ اس وقت اس کے ساتھ قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا جسے شریف اور قابل اطاعت سمجھا جاتا تھا۔ وہ ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن نعمان تھا۔ یہ بنی ضبیعہ بن زید کا ایک فرد تھا، یہی غسیل الملائکۃ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔ اس نے زمانۂ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی اور

سلول

علامہ ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کا حال بیان کیا ہے۔ سلول ابی کی ماں کا نام ہے جس کا تعلق بنو خزاعہ سے ہے اور ابی بن مالک کا تعلق بنی حبلی سے ہے اور حبلی کا نام سالم ہے، اس کی نسبت دو ضموں کے ساتھ حُبُلیٰ آتی ہے۔ نسبت کے قیاس کے مطابق حُبلوِیٌ، حُبْلیٌ یا حُبلَاوِیٌ کہنا ناپسند کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حبلی اور سُکْریٰ وغیرہ کے اسماء جب کسی مذکر کا نام ہوں تو جمع میں ان پر تانیث کا حکم جاری نہیں ہوتا۔ یہی حکم فَعْلَاءُ کے وزن کا ہے۔ جب کسی مرد کا نام سلمی یا ورقاء ہو تو اس کی جمع سلمون اور ورقاوون آتی ہے لیکن تاء تانیث کا حکم اس کے خلاف ہے کیونکہ طلحۃ جب کسی مرد کا نام ہو تو اس کی جمع طلحات ہی آتی ہے۔ جس طرح علم نہ ہونے کی صورت میں اس کی جمع طلحات آتی ہے کیونکہ تاء صرف تانیث کے لئے آتی ہے اور الف کبھی تانیث کے لئے اور کبھی غیر تانیث کے لئے آتا ہے۔ پس جب اسماء اور اعلام میں الف تانیث تاء تانیث کے خلاف ہے تو ان کی نسبت کا حکم بھی ان اسمائے غیر اعلام کی نسبت کے حکم کے خلاف ہوگا جن کے آخر میں الف تانیث ہو۔ مگر حبلی کی نسبت کا حکم خلاف قیاس ہے اگرچہ اس کی جمع کا حکم قیاس کے موافق ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ چنانچہ جس نکتہ کی بناء پر بنی حبلی کی نسبت کا حکم خلاف قیاس ہے وہ یہ ہے کہ اہل عرب اس میں تانیث کے حکم کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ حبلی حاملہ عورت کا وصف ہے۔ لہٰذا حبلی جب کسی

Marfat.com

کمبل کا لباس پہنا کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کو راہب کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں اپنی عزت وشرف کے باوجود بد بخت نکلے اور ان کی بدبختی نے انہیں خسارے میں ڈال دیا۔

ابن ابی کا منافقانہ قبولِ اسلام

عبداللہ بن ابی کی قوم نے اس کے لئے جواہرات کا تاج تیار کر رکھا تھا تاکہ اس کی تاج پوشی کر کے اسے اپنا حاکم مقرر کریں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے پیارے رسول ﷺ کو بھیج دیا۔ جب اس کی قوم نے اسے چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تو وہ حسد کی آگ پر لوٹنے لگا۔ وہ سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی قوم اسلام قبول کرنے پر متفق ہو گئی ہے تو اس نے بھی چارو ناچار بظاہر اسلام قبول کر لیا لیکن اپنے نفاق اور حسد پر مصر رہا۔

مرد کا نام ہو تو اس میں تانیث کے حکم کو باقی رکھنے میں اہل عرب کی ناپسندیدگی اس طرح نہیں ہے جس طرح وہ کسی مرد کے نام سلمٰی میں تانیث کے حکم کو باقی رکھنا ناپسند کرتے ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے نسبت میں اس کے حکم کو تبدیل کر دیا حتیٰ کہ یوں معلوم ہوتا ہے گویا انہوں نے لفظ حُبُل کی طرف نسبت کی۔ واللہ اعلم

جہاں تک بنوخزاعہ میں سلول کا تعلق ہے تو اس کا ذکر حبشیہ بن سلول کے بیان میں ہو چکا ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے اور منصرف ہے اور جو بنی عامر کے بھائی بنوسلول بن صعصعہ ہیں وہ ابن مرہ بن صعصعہ ہیں اور سلول ان کی ماں ہے جو کہ ذہل بن شیبان کی بیٹی ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں تین سلول نام آئے ہیں۔ ایک مرد کا نام ہے جو کہ منصرف ہے اور دو عورتوں کے نام ہیں جو غیر منصرف ہیں۔ انہی دو کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔

عربوں میں باشاہت

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ انصار نے عبداللہ بن ابی کے لئے جواہرات کا تاج تیار کر رکھا تھا تاکہ اس کی تاج پوشی کر کے اسے اپنا حاکم مقرر کر لیں۔ اس کی وجہ تھی کہ انصار یمنی تھے اور یمن کے تاج پوش بادشاہ آل قحطان میں سے تھے۔ سب سے پہلے جس بادشاہ کو تاج پہنایا گیا وہ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا۔ عربوں میں سے صرف قحطانی بادشاہ کو تاج پہنایا گیا۔ ابوعبیدہ نے اسی طرح کہا تو انہیں کہا گیا کہ ہوذہ بن علی حنفی صاحب یمامہ کو بھی تاج پہنایا گیا تھا اور اس کے بارے میں اعشٰی نے کہا تھا:

Marfat.com

ابن صیفی کا کفر پر اصرار

اسی طرح جب ابو عامر کی قوم دین اسلام پر متحد ہو گئی تو وہ کفر پر ڈٹا رہا اور اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ وہ اپنے دس پندرہ ساتھیوں کو لے کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو چھوڑ کر مکہ چلا گیا۔ محمد بن ابی امامہ نے بعض آل حنظلہ بن ابی عامر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو راہب نہ کہا کرو بلکہ فاسق کہا کرو''۔

حضور ﷺ کے ساتھ تعریض کے نتیجہ میں ابن صیفی کا انجام

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت جعفر بن عبداللہ بن ابی الحکیم کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد ابو عامر مکہ کی طرف جانے سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ کون سا دین ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کو لے کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا: دین ابراہیمی پر تو میں بھی ہوں۔ حضور نے فرمایا: تو اس دین پر نہیں ہے۔ وہ بولا کیوں نہیں، اے محمد (ﷺ) آپ نے اس دین حنیف میں ایسی چیزیں داخل کر دی ہیں جن کا اس دین

مَنْ يَرَى هَوْذَةَ يَسْجُدْ غَيْرَ مُتَّئِبِ ۔۔۔ إِذَا تَعَمَّمَ فَوْقَ التَّاجِ أَوْ وَضَعَا

ترجمہ: ''جب ہوذہ تاج کے اوپر عمامہ باندھتا ہے یا اسے کھولتا ہے تو جو شخص بھی اسے دیکھتا ہے وہ بلا جھجک سجدے میں گر جاتا ہے''۔

خرزات کا معنی تاج ہے، اس کے متعلق شاعر لبید، حارث بن ابی شمر غسانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

رَعَى خَرَزَاتِ الْمُلْكِ عِشْرِيْنَ حِجَّةً ۔۔۔ وَ عِشْرِيْنَ حَتَّى فَلَّ وَالشَّيْبُ شَامِلُ

ترجمہ: ''حارث نے چالیس سال بادشاہی کے تاج پہن کر حکومت کی۔ یہاں تک کہ وہ اس حال میں مر گیا کہ اسے بڑھاپے نے آلیا تھا''۔

ابو عبیدہ نے کہا: وہ تاج نہیں تھا بلکہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے جواہرات تھے۔ ہوذہ کی تاج پوشی کا سبب یہ بنا کہ اس نے کسریٰ کی خاطر ایک ایسی عورت کو پناہ دی جسے تھپڑ مارا گیا تھا اور اہل عرب میں سے کسی نے اسے اغواء کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس نے اس کی حفاظت کی۔ جب ہوذہ ایک وفد کے ہمراہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس احسان کی وجہ سے اس نے ہوذہ کو تاج پہنا کر بادشاہ بنا دیا۔

Marfat.com

سے تعلق نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اسے ساری آلائشوں سے پاک صاف کر کے پیش کیا ہے۔ وہ کہنے لگا: ''جھوٹے کو اللہ تعالیٰ اپنے اہل وعیال سے دور غریب الوطنی میں تنہا موت دے''۔ اس کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تھا۔ اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ اس دین کو پاک صاف کر کے نہیں لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے''۔ چنانچہ وہ دشمن خدا مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو وہاں سے بھاگ کر طائف پہنچا۔ جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا۔ وہاں ہی اپنے اہل و عیال سے دور غریب الوطنی میں تنہا ہلاک ہو گیا۔

اس کی میراث کا مقدمہ قیصر کے پاس

ابو عامر کے ساتھ علقمہ بن علاثہ بن عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب اور کنانہ بن عبد یا لیل بن عمرو بن عمیر ثقفی بھی بھاگ کر نکلے تھے، جب وہ مر گیا تو یہ دونوں اس کی میراث کا جھگڑا لے کر قیصر شاہِ روم کے پاس پہنچے، قیصر نے کہا شہری شہریوں کے وارث ہوتے ہیں اور دیہاتی دیہاتیوں کے۔ چنانچہ دیہاتیوں میں سے کنانہ بن عبد یا لیل اس کا وارث بنا اور علقمہ وارث نہ بن سکا۔

ابن صیفی پر حضرت کعب کی ہجو

ابو عامر کے اس کرتوت کی بنا پر حضرت کعب بن مالک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

مُعَاذَ اللّٰهِ مِنْ عَمَلٍ خَبِيْثٍ   كَسَعْيِكَ فِي الْعَشِيْرَةِ عَبْدَ عَمْرٍو

''اے عبد عمرو! برادری میں تیری اس سعی جیسے برے عمل سے اللہ کی پناہ''۔

فَإِمَّا قُلْتَ لِيْ شَرَفٌ وَ نَخْلٌ   فَقِدْمًا بِعْتَ إِيْمَانًا بِكُفْرٍ

''اگر تو نے یہ کہا کہ میرے پاس عزت اور کھجوروں کے باغات ہیں تو تو نے کفر کے بدلے ایمان پہلے ہی بیچ دیا تھا''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شعر اس طرح بھی مروی ہے:

فَإِمَّا قُلْتَ لِيْ شَرَفٌ وَ مَالٌ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عبداللہ بن ابی اپنی قوم کے درمیان تذبذب کی حالت میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس پر اسلام غالب آ گیا اور وہ مجبوراً اس میں داخل ہو گیا۔

Marfat.com

قوم ابن ابی کا اس کے پاس جانا اور اس کا اشعار کہنا

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محمد بن مسلم زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو بیمار ہو گئے تھے۔ جس دراز گوش پر حضور ﷺ سوار تھے اس پر زین کسی ہوئی تھی اور اس پر فدک کا بنا ہوا ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا اور اس کی باگ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی مزاحم گڑھی کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا (ابن ہشام فرماتے ہیں مزاحم گڑھی کا نام ہے) اور اس کے اردگرد اس کے قبیلہ کے چند آدمی بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو یوں ہی گزر جانا مناسب نہ فرمایا بلکہ اپنی سواری سے اترے اور اسے سلام فرمایا اور اس کے پاس کچھ دیر کے

عبداللہ بن ابی کی گڑھی مزاحم

حضرت ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے۔ وَ هُوَ فِیْ ظِلِّ مُزَاحِمٍ اُطُمِهٖ: جبکہ وہ اپنی مزاحم نامی گڑھی کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ آطامِ مدینہ گڑھیوں کو کہتے ہیں۔ ان کے کئی نام ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: مزاحم، زوراء، یہ بنی جلاح کی گڑھی تھی، معرض یہ بنی ساعدہ کی گڑھی تھی، فارغ یہ بنی حدیلہ کی گڑھی تھی، مسعط، واقم۔ معرض کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

وَ نَحْنُ دَفَعْنَا عَنْ بُضَاعَةَ کُلِّهَا ۔۔۔ وَ نَحْنُ بَنَیْنَا مَعْرِضًا فَهُوَ مُشْرِفُ

"اور ہم نے ہی بضاعہ کے سارے علاقے کا دفاع کیا اور ہم نے ہی معرض کی گڑھی بنائی جو بلند مقام پر ہے۔

فَاَصْبَحَ مَعْمُوْرًا طَوِیْلًا قَذَالُهٗ ۔۔۔ وَ تَخْرَبُ اٰطَامٌ بِهَا وَ تَقَصَّفُ

"وہ گڑھی آباد ہوگئی اور اس کا پچھلا حصہ طویل ہوگیا اور اس کے ساتھ دوسری گڑھیاں ویران ہو کر منہدم ہوگئیں۔

بضاعہ بنی ساعدہ کا علاقہ ہے۔ اسی کی طرف بئر بنی بضاعہ منسوب ہے۔ ایک گڑھی اجش تھی جو قباء کے علاقہ میں تھی۔ حمیم، نورحان یہ بنی انیف اور بنی صرار کی دو گڑھیاں تھیں جو جوانیہ اور ربان میں تھیں۔ شبعان یہ تمغ میں تھی، راتج، ابیض، عاصم، رعل یہ حضیر بن سماک کی گڑھی تھی۔ حیط، واسط،

Marfat.com

لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی، اس کے ذکر کی تلقین کی، نافرمانی سے ڈرایا، بشارتیں دیں اور عذاب الٰہی سے خبردار کیا۔ عبداللہ چپ چاپ گم صم بیٹھا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ارشادات سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا: ارے جناب! آپ کی یہ بات اگرچہ حق ہے لیکن گفتگو کا یہ طریقہ پسند نہیں۔ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں جو شخص آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنی بات سنائیں اور جو شخص آپ کے پاس نہ آئے اسے خواہ مخواہ پریشان نہ کریں اور اس کی مجلس میں جا کر اسے ایسی بات نہ سنائیں جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ دیگر صحابہ کے درمیان موجود تھے۔ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں بلکہ آپ بصد شوق ہمارے ہاں تشریف لائیں، ہماری مجلسوں، ہمارے گھروں اور ہمارے مکانوں میں قدم رنجہ فرمائیں۔ بخدا یہ ایسی بات ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی ہے۔ عبداللہ بن ابی نے جب دیکھا کہ اس کی قوم کی رائے اس کی اپنی رائے کے خلاف ہے تو اس نے یہ شعر کہے:

مَتٰی مَا یَکُنْ مَوْلَاكَ خَصْمُكَ لَا تَزَلْ تَذِلُّ وَ یَصْرَعْكَ الَّذِیْنَ تُصَارِعُ

"جب تیرا مدمقابل تیرا سردار بن جائے تو تو ذلیل و رسوا ہوتا رہ اور تجھے وہ لوگ بچھاڑتے رہیں جن کو تو بچھاڑا کرتا تھا"۔

حبیش، اغلب اور منیع۔ یہ مدینہ طیبہ کی گڑھیاں ہیں جن میں سے اکثر زبیر نے ذکر کی ہیں۔

لفظ اطم اِنْتَطَمَ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بلند ہونا۔ جب کوئی شخص غصے سے پھول جائے تو کہا جاتا ہے: اِنْتَطَمَ عَلٰی فُلَانٍ۔ اور اطمات پہاڑوں میں جلنے والی آگوں کو کہتے ہیں جو کبھی نہیں بجھتیں۔ ان کے شعلے آسمان کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں، یہ ہمیشہ جلتی رہتی ہیں کیونکہ یہ گندھک کی کانوں میں ہوتی ہے۔ مسعودی نے ان میں سے چند کا ذکر کیا ہے اور ان کے مقامات کو بھی بیان کیا ہے۔

عبداللہ بن ابی کا شعر ہے۔

مَتٰی مَا یَکُنْ مَوْلَاكَ خَصْمُكَ لَا تَزَلْ تَذِلُّ وَ یَصْرَعْكَ الَّذِیْنَ تُصَارِعُ

"جب تیرا مدمقابل تیرا سردار بن جائے تو تو ذلیل ہوتا رہ اور تجھے وہ لوگ بچھاڑتے رہیں جن کو تو بچھاڑا کرتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ابن ابی نے یہ دونوں شعر مثال کے طور پر بیان کیے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ

Marfat.com

وَ هَلْ يَنْهَضُ الْبَازِيْ بِغَيْرِ جَنَاحِهٖ وَ اِنْ جُذَّ يَوْمًا رِيْشُهٗ فَهُوَ وَاقِعٗ

"کیا باز اپنے پروں کے بغیر اڑ سکتا ہے۔ اگر کسی دن اس کے پر توڑ دیے جائیں تو وہ گر جائے گا"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: دوسرا شعر غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

ابن ابی کی بات پر حضور ﷺ کا اظہار ناراضگی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت اسامہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جو بات کہی تھی اس پر ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں تھا۔ حضرت سعد نے عرض کی: بخدا! یارسول اللہ ﷺ! مجھے حضور ﷺ کے رخ اقدس پر ناگواری کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ حضور ﷺ نے کوئی ایسی بات سنی ہے جو حضور ﷺ کو ناپسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک، پھر ابن ابی کی بات انہیں سنائی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس بات پر رنجیدہ نہ ہوں، بخدا! اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو ہمارے پاس لے آیا، اس سے پہلے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لئے تاج بنوا رہے تھے۔ بخدا! وہ خیال کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے اس کی بادشاہی چھین لی ہے۔

دونوں شعر خفاف بن ندبہ کے بارے میں ہیں جو کہ عمرو بن شرید کا بیٹا تھا جو عرب کا سوڈانی باشندہ تھا۔ ندبہ اس کی ماں کا نام تھا۔ اس میں دو لغتیں ہیں نَدْبَة اور نُدْبَة۔ اس کا تعلق بنی سلمہ سے تھا۔

عبداللہ بن ابی کے ذکر میں بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ یونس کی روایت میں کچھ اضافہ ہے جس میں ایک فقہی مسئلہ بھی ہے کہ کسی شخص نے رات کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو باہر بلایا تھا۔ آپ اس کی طرف نکلے تو اس شخص نے آپ پر تلوار کا وار کر کے آپ کو زخمی کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس زخم کی وجہ سے آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے انہیں رات کے وقت باہر نکلنے پر ڈانٹا۔ اس میں یہی فقہی مسئلہ ہے (کہ رات کو باہر نہیں نکلنا چاہیے)۔

Marfat.com

بیمار ہونے والے صحابہ کرام کا تذکرہ

حضرات ابوبکر، عامر اور بلال رضی اللہ عنہم کی علالت

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہشام بن عروہ اور عمر بن عبداللہ بن عروہ نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت یہاں تمام روئے زمین سے زیادہ بخار کی وبا تھی جس کی وجہ سے چند صحابہ کرام بیمار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وبا سے محفوظ رکھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں آزاد کردہ غلام حضرات بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما ایک گھر میں رہتے تھے انہیں بخار ہو گیا۔ میں ان کی مزاج پرسی کے لئے آئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ہم پر پردہ لازم نہیں ہوا تھا، انہیں اتنا سخت بخار تھا جس کی شدت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور عرض کی: ابا جان آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا:

كُلُّ امْرِىءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

''ہر انسان اپنے اہل خانہ کے پاس صبح کرتا ہے اور اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ موت اس کے قریب ہے''۔

میں نے کہا: بخدا میرے ابا جان بے ہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ پھر میں حضرت عامر بن فہیرہ کے پاس گئی اور پوچھا عامر! کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا:

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهٖ اِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهٗ مِنْ فَوْقِهٖ

حضرات ابوبکر، بلال اور عامر رضی اللہ عنہم کا شدید بخار

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی جبکہ حضرت ابوبکر، حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم کو شدید بخار ہوا اور آپ کی مزاج پرسی کے جواب میں انہوں نے رجز یہ اشعار پڑھے۔ ان میں سے حضرت عامر کا قول ہے:

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهٖ

یہ عمرو بن مامہ کا شعر ہے۔ اس حدیث میں جوان حضرات کا مکہ مکرمہ کی طرف اشتیاق ذکر کیا گیا

Marfat.com

''میں نے موت چکھنے سے پہلے ہی موت کو پالیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے''۔

كُلُّ امْرِیءٍ مُجَاهِدٌ بِطَوْقِهٖ كَالثَّوْرِ يَحْمِیْ جِلْدَهٗ بِرَوْقِهٖ

''ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا ہے اور بیل اپنے سینگ سے اپنی جلد کی حفاظت کرتا ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہاں طوق سے مراد قوت و طاقت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا بخدا! عامر بھی بے ہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار جب اترتا تو وہ گھر کے صحن میں آ کر لیٹ جاتے پھر بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے:

اَلَالَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً بِفَجٍّ وَ حَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَ جَلِيْلُ

''اے کاش! کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں مقام فج میں رات بسر کروں اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی خوشبودار گھاس ہو''۔

ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فطری طور پر انسان کے دل میں اپنے وطن سے محبت اور اشتیاق رہتا ہے۔ حضرت اصیل غفاری کی حدیث میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ہذلی جب مکہ مکرمہ سے آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا: اے اصیل! تم نے مکہ مکرمہ کو کیسے چھوڑا؟ اس نے کہا میں نے اس کو اس وقت چھوڑا جب اس کی وادیاں سفید ہو گئیں، اس کی چھوٹی گھاس ٹیڑھی ہو گئی اور اس کی لمبی گھاس کاٹ دی گئی اور اس کے سلم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) نے پتے نکالنے شروع کر دیے۔ اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اصیل! ہمارے سامنے اس قدر منظر کشی نہ کرو۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے فرمایا دلوں کو ٹھنڈا ہونے دو۔ پہلے شخص نے یہ شعر کہے:

اَلَالَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً بِوَادِی الْخُزَامٰی حَيْثُ رَبَّتْنِیْ اَهْلِیْ

''اے کاش کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں وادی خزامی میں رات بسر کروں گا''۔

بِلَادٌ بِهَا نِيْطَتْ عَلَیَّ تَمَائِمِیْ وَ قُطِعْنَ عَنِّیْ حِيْنَ اَدْرَكَنِیْ عَقْلِیْ

''وہ ایسا وطن ہے جہاں مجھ پر میرے تعویذ لٹکائے گئے اور پھر جب میں عقلمند ہو گیا تو انہیں مجھ سے کاٹ دیا گیا''۔

Marfat.com

وَ هَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَ هَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَ طَفِيْلُ

''کیا کبھی ایسا ہوگا کہ میں مجنہ کے چشمے پر وارد ہوں گا۔ کیا میں ایسی جگہ اتروں گا جہاں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بِفَجٍّ وَ حَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَّ جَلِیْلٌ۔ فج مکہ مکرمہ سے باہر ایک مقام ہے جہاں ایک چھوٹا سا چشمہ ہے۔ اس مقام کے متعلق شاعر کہتا ہے:

مَا ذَا بِفَجٍّ مِنَ الْاِشْرَاقِ وَالطِّيْبِ وَ مِنْ جَوَارٍ نَقِيَّاتٍ رَعَابِيْبِ

''مقام فج میں کیسی چمک اور خوشبو ہے اور کیسی پاکیزہ اور خوبصورت لونڈیاں ہیں''۔

مقام فج میں رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں غسل فرمایا۔ اذخر مکہ مکرمہ کی ایک گھاس ہے۔ صاحب کتاب النبات حضرت ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری فرماتے ہیں: عرب کے قدیم دیہاتیوں سے مروی ہے کہ اذخر کی جڑیں ٹیڑھی ہوتی ہیں، اس کی ٹہنیاں باریک ہوتی ہیں اور اس کی خوشبو ہوا کو معطر کر دیتی ہے۔ اس کی جڑیں بردی گھاس کی جڑوں کی طرح ہوتی ہیں مگر یہ چوڑی اور مکعب نما ہوتی ہیں۔ اس کا پھل ایسے ہوتا ہے جیسے سرکنڈے کا بنا ہوا جھاڑو ہو مگر یہ باریک اور چھوٹا ہوتا ہے۔ ابوزیاد کہتے ہیں: اذخر کا پودا اسل کے پودے (پتلی اور لمبی شاخوں والا ایک پودا) کے مشابہ ہوتا ہے جس سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں اور اس کا پودا غرز کے بھی مشابہ ہوتا ہے اور غرز ثمام گھاس (ایک قسم کی گھاس جو لمبی نہیں ہوتی) کی ایک قسم ہے۔ غرز کا واحد غرزۃ ہے۔ اس سے چھلنیاں بنائی جاتی ہیں اور اذخر اس سے قدرے باریک ہوتی ہے، اسے پیس کر خوشبو میں شامل کیا جاتا ہے۔ ابوعمر کہتے ہیں: اذخر جنبہ (وہ پودے جو سبزی سے بڑے اور درخت سے چھوٹے ہوتے ہیں) میں سے ہے۔ اذخر کا ایک پودا بہت کم اگتا ہے اور جلیل کے بارے میں انہوں نے ابوبصر سے روایت کیا کہ اہل حجاز اسے الثمام الجلیل کہتے ہیں۔ جس جنبہ کا ذکر ابوعمر نے کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ پودا جس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ نشیبی زمین میں بھی اس کی ٹہنیاں ختم ہونے کے باوجود وہ ختم نہیں ہوتیں۔ موسم خزاں میں اس کی پیوندکاری کی جاتی ہے۔ یہ ان درختوں کی طرح نہیں ہوتا جس کی جڑیں اور ٹہنیاں دونوں نشیبی زمین میں باقی رہتی ہیں اور نہ ان بیلوں کی طرح ہوتا ہے جن کی ٹہنیاں اور جڑیں دونوں ختم ہو جاتی ہیں بلکہ یہ پودا بیل اور درخت کے بین بین ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو جنبۃ کہتے ہیں۔ اسے طریفہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اور مجنہ، عکاظ اور ذی المجاز کے درمیان عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار کا نام ہے۔ تمام بازاروں کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ مجنہ میں دو وزن جائز ہیں مَفْعَلَة اور فَعْلَة۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ مجن میں میم اصلی ہے اور اس کا وزن فِعَلٌ ہے۔ لیکن

Marfat.com

شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آرہی ہوں گی''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا شامہ اور طفیل مکہ کے قریب دو پہاڑ ہیں۔

مدینہ طیبہ کی وبا کے لئے حضور ﷺ کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا اور کہا کہ وہ بخار کی شدت کی وجہ سے غیر معقول باتیں کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَبَّبْتَ اِلَیْنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّھَا وَ صَاعِھَا وَانْقُلْ وَ بَاءَ ھَا اِلٰی مَھْیَعَۃَ۔ (صحیح بخاری 30/3، صحیح مسلم، کتاب الحج: 480)

ترجمہ: ''اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنا دے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ہمیں اس کے پیمانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما اور اس کی وباء کو مہیعہ کی طرف منتقل کر دے''۔ مہیعہ سے مراد مقام جحفہ ہے''۔

دوسرے لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا وزن مِفْعَل ہے۔ یہ جَنّ سے مشتق ہے جس کا معنی ڈھانپنا ہے۔ عرب کے بازاروں میں سے ایک حباشہ بھی ہے، یہ مجنہ سے دور ہے۔

جہاں تک شامہ اور طفیل کا تعلق ہے تو خطابی نے شرح بخاری کی کتاب الاعلام میں کہا ہے کہ میں انہیں دو پہاڑ خیال کرتا تھا یہاں تک کہ میں ان کے پاس سے گزرا اور ان کے پاس ٹھہرا تو مجھے علم ہوا کہ یہ دو پانی کے چشمے ہیں۔ خطابی کے اس قول کی تائید کسیر کے اس قول سے ہوتی ہے:

وَ مَا اَنْسَ مِ الْاَشْیَاءِ لَا اَنْسَ مَوْقِفًا	لَنَا وَلَھَا بِالْخَبْتِ خَبْتِ طَفِیْلِ

''میں کچھ اشیاء کو نہیں بھول سکتا، میں شدت غم کی وجہ سے طفیل کی وادی میں اپنے مقام کو نہیں بھول سکتا''۔

خبت نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا ذکر کیا ہے: اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَبَّبْتَ اِلَیْنَا مَکَّۃَ وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّھَا وَ صَاعِھَا۔ یعنی اس غلے میں برکت عطا فرما جسے صاع کے ساتھ ناپا جاتا ہے۔ اسی لئے دوسری حدیث میں فرمایا: کِیْلُوْا طَعَامَکُمْ یُبَارَكْ لَکُمْ فِیْہِ (صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ) ترجمہ: ''اپنے غلے کو ناپا کرو تمہارے لئے اس میں برکت ڈال دی جائے گی۔

کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں غلہ جلد ختم ہو جانے کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا تم

Marfat.com

مسلمانوں میں وبا کی شدت

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابن شہاب زہری نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انہیں مدینہ طیبہ کے وبائی بخار نے آلیا حتیٰ کہ مرض نے اس قدر شدت اختیار کی کہ صحابہ کرام بیٹھ

بغیر ناپے ڈالتے ہو یا ناپ کر؟ انہوں نے عرض کی بلکہ بغیر ناپے ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ناپ لیا کرو، بغیر ناپے نہ ڈالا کرو"۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے: قُوْتُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ (طبرانی، مسند بزار) تو ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ روٹیاں چھوٹی رکھا کرو۔ اس حدیث کو بزار نے ابوالدرداء کی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کی وہی تفسیر بیان کی ہے جو ہم نے بیان کی اور ابوعبیدہ نے ذکر کیا کہ کتاب الاموال میں مدینہ طیبہ کے مد کی مقدار ایک رطل اور رطل کا تہائی حصہ ہے اور رطل ایک سو اٹھائیس درہم کا ہوتا ہے اور درہم پچاس حبہ اور حبہ کے دو خمس کا ہوتا ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمان ہے: وَانْقُلْ حُمَّاهَا وَاجْعَلْهَا بِمَهْيَعَةَ (اس کے بخار کو مہیعہ کی طرف منتقل کر دے) مہیعہ سے مراد جحفہ ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام بلاد اسلام سے بخار کو دور کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اگر آپ یہ ارادہ فرماتے تو صرف اتنا فرماتے: اُنْقُلْ حُمَّاهَا اور کسی مقام کو خاص نہ فرماتے یا کفار کے کسی علاقہ کو خاص فرماتے۔ اس کی وجہ (واللہ اعلم) یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث ام مسیب (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ) میں بخار کو برا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ بخار پاک کرنے والا ہے (مستدرک حاکم) اور یہ آگ سے ہر مومن کا حصہ ہے (مسند احمد، مشکل الآثار للطحاوی) اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف تو صحابہ کرام پر نرمی فرماتے ہوئے ان کے لئے اس سے شفاء کی دعا فرمائی تو دوسری طرف انہیں بخار ہونے کے اجر سے بھی محروم نہیں رکھا اور اس کو مکمل طور پر دور نہیں فرمایا۔

حضور ﷺ کی اس دعا کی وجہ سے مہیعہ میں یہ وبا شدت اختیار کر گئی یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ کوئی پرندہ بھی اگر غدیر خم کے اوپر سے گزرتا ہے تو وہ اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ غدیر خم مہیعہ میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایسا مقام ہے جہاں کوئی بچہ بھی پیدا ہو کر سن بلوغ کو نہیں پہنچا۔ اس علاقے میں رہنا اور ہمیشہ کے لئے سکونت پذیر ہونا بہت مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

کر نماز پڑھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وباء سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا: اِعْلَمُوْا اَنَّ صَلَاةَ الْقَاعِدِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ۔ ''یاد رکھو بیٹھنے والے کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز سے نصف درجہ رکھتی ہے''۔ راوی فرماتے ہیں: اس کے بعد صحابہ کرام نے فضیلت حاصل کرنے کے لئے کمزوری اور بیماری کے باوجود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی تکالیف برداشت کی۔

مشرکین کی طرف سے جنگ کا آغاز

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کردی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے دشمن کے خلاف جہاد اوران مشرکین عرب کے ساتھ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی حرمت بیان فرمائی۔ اس روایت کے علاوہ حضرت ابن اسحاق سے ایک اور روایت مروی ہے جسے انہوں نے شرحبیل بن سعد سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں حرم مدینہ میں پرندوں کے جال کے ساتھ شکار کیا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے نہس (ایک شکاری پرندہ) کا شکار کیا لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور میری گدی پر زور سے تھپڑ رسید کیا پھر اسے آزاد کر دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث ذکر کی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (صحیح مسلم، کتاب المسافرین) یہ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو شدت بخار کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر صحابہ کرام نے بیماری کے باوجود کھڑا ہونے کی تکلیف برداشت کی۔ حدیث کے ان الفاظ کی تائید بیٹھنے والے کی نماز کے بارے میں خطابی کی اس تاویل سے ہوتی ہے کہ بیٹھنے والے کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز سے نصف درجہ پر ہے۔ پھر خطابی نے کہا یہ حکم اس کمزور شخص کے لئے جو تکلیف کے باوجود کھڑا ہو سکتا ہو اور اگر وہ کھڑا ہونے سے بالکل عاجز ہو تو اس کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز کی مثل ہے۔ یہ فرض ونفل ہر نماز کا حکم ہے۔ ابوطیب نے اس حدیث کے حالت صحت میں نفل نماز کے ساتھ خاص ہونے کی مخالفت کی ہے۔ علامہ خطابی نے حضرت عمران بن حصین کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف درجہ پر ہے۔ انہوں نے کہا: تمام امت کا اجماع ہے کہ بغیر بیماری کے لیٹ کر نماز پڑھنا کسی کے لئے جائز

Marfat.com

جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے جن کے ساتھ جنگ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم فرمایا۔ اس وقت آپ کی بعثت کے تیرہ سال گزر چکے تھے۔

نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صرف اس مریض کے بارے میں ہے جو تکلیف کے ساتھ کھڑا ہونے پر یا مشقت کے ساتھ بیٹھنے پر قادر ہو۔ بعض لوگوں نے نسوی کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ اس نے اس حدیث میں تصحیف کی ہے۔ انہوں نے کہا: یہ حدیث یوں ہے کہ لیٹ کر نماز پڑھنا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف درجہ پر ہے۔ نسوی کو وہم ہوا اور اس نے نائما کے بجائے قائما کہہ دیا۔ اس نے اپنی کتاب میں اس پر یہ باب لکھا ہے: باب صلاۃ النائم۔ لیکن ان لوگوں کی یہ بات درست نہیں کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ وَ صَلَاۃُ النَّائِمِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ صَلَاۃِ الْقَاعِدِ۔ اور اس طرح کی حدیث میں تصحیف نہیں ہو سکتی اور خطابی کا قول ہے کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ لیٹنے والا حالت صحت میں نفلی اور غیر نفلی نمازیں نہیں پڑھ سکتا۔ اس مسئلہ میں اجماع کے دعویٰ میں ابو عمر نے اس کی موافقت کی ہے لیکن یہ متفقہ مسئلہ نہیں جیسے ان دونوں نے خیال کیا بلکہ بعض اسلاف صحت مند آدمی کے لئے بھی لیٹ کر نفل پڑھنے کو جائز قرار دیتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسے امام ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

ہجرت کی تاریخ

سابقہ سند کے ساتھ عبدالملک بن ہشام سے مروی ہے، انہوں نے کہا زیاد بن عبداللہ بکائی نے محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ بارہ ربیع الاول بروز پیر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ دوپہر کا وقت تھا اور سورج عین سر پر تھا۔ بقول ابن ہشام بھی ہجرت کی یہی تاریخ ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک 53 سال تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت کو تیرہ سال گزر چکے تھے۔ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ربیع الاول کے بقیہ ایام، ربیع الثانی، جمادین (جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ)، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی قعد، ذی الحجہ اور محرم کے مہینے گزارے۔ اس سال مشرکین ہی حج کے والی تھے۔ پھر بارہ ماہ بعد ماہ صفر میں حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے جہاد کے لیے نکلے۔ حضرت ابن ہشام کہتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔

سب سے پہلا غزوہ ودان
بنی ضمرہ سے پہلا معاہدہ صلح اور بغیر جنگ کے واپسی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں یہاں تک کہ حضور ﷺ مقام ودان پہنچے۔ اسے غزوۂ ابواء

تاریخ ہجرت اور غزوۂ ودان

حضرت ابن اسحاق نے رسول ﷺ کے ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز مدینہ طیبہ تشریف لانے کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے باب الہجرت میں ابن کلبی اور دوسرے علماء کے اقوال ذکر کر دیے ہیں کہ حضور ﷺ کس تاریخ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے اور اس وقت عجمی مہینوں کے اعتبار سے کون سا مہینہ تھا؟

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے: اَنَّهُ اَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ بَقِيَّةَ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَ شَهْرَ رَبِيْعِ الْاٰخِرِ وَ جُمَادَيْنِ۔ قیاس تو یہ تھا کہ یوں کہا جاتا: شَهْرَیْ جُمَادٰی یا پھر یوں کہا جاتا و بَقِيَّةَ رَبِيْعٍ وَ رَبِيْعًا الْاٰخَرَ جیسا کہ دیگر مہینوں میں لفظ شہر ذکر نہیں کیا لیکن جب کوئی علم کسی مہینہ کا نام بنا دیا جائے تو

Marfat.com

کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارادہ قریش مکہ اور بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی طرف نکلنے کا تھا۔ لیکن بنی ضمرہ نے آپ ﷺ سے صلح کا معاہدہ کر لیا۔ جس شخص نے ان کی طرف سے مسلمانوں سے صلح کی وہ مخشی بن عمرو ضمری تھا۔ اس زمانہ میں یہ ان کا سردار تھا۔ اس کے بعد

وہ ظرف نہیں بنتا اور اقامت یا عمل کا وقوع اس پورے مہینہ میں شمار کیا جاتا ہے مگر جب یوں کہا جائے شَهْرٌ كَذَا (تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اقامت یا کسی عمل کا وقوع پورے مہینہ میں نہیں ہوا)۔ جیسا کہ اس سے پہلے حدیث بعثت کے تحت ہم نے شہر رمضان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ سیبویہ نے یہی کہا ہے۔ پس حضرت ابن اسحاق کا قول جُمَادَيَيْنِ وَ رَجَبًا (بغیر لفظ شہر کے) اسی اصول پر ہے (کہ ان مہینوں میں اقامت یا کسی عمل کا وقوع پورے مہینہ میں ہے)۔

اور حضرت ابن اسحاق کا قول ہے بَقِيَّةَ شَهْرِ رَبِيعٍ۔ اس میں لفظ شہر اس لئے ذکر کیا کیونکہ عمل اور اقامت مہینہ کے بعض حصہ میں وقوع پذیر ہوئے۔ اسی وجہ سے بَقِيَّةَ رَبِيعِ الْاَوَّلِ نہیں کہا لیکن آگے چل کر کہا: وَ شَهْرُ رَبِيعِ الْاَوَّلِ (حالانکہ عمل اور اقامت پورے مہینہ میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں) یہ اس لئے کہا تا کہ کلام ماقبل کے مماثل اور مشابہ ہو جائے۔ یہ ساری باتیں علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت پر دلالت کرتی ہیں یا ان سے پہلے شخص کی فصاحت پر دلالت کرتی ہیں اگر انہوں نے اسے باللفظ روایت کیا ہو۔

حضرت ابن اسحاق کا قول ہے: وَ جُمَادَيَيْنِ وَ رَجَبًا۔ قیاس تو یہ تھا کہ الف لام کے ساتھ اَلْجُمَادَيَيْنِ کہا جاتا کیونکہ یہ علم ہے اور علم کا تثنیہ نہیں آتا کیونکہ یہ معرفہ ہوتا ہے مگر اسی صورت میں تثنیہ آ سکتا ہے جب یہ معرف باللام ہو جیسے کہا جاتا ہے اَلزَّيْدَانِ اور اَلْعُمَرَانِ لیکن حضرت ابن اسحاق نے اپنی فصاحت کے ساتھ اسے اَبَانَيْنِ اور قَنَوَيْنِ کے قائم مقام رکھا ہے۔ یہ دونوں کلمات دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ان پر الف لام داخل نہیں ہوتا کیونکہ ان کی تعریف تثنیہ کے ساتھ زائل نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں ہمیشہ لازم و ملزوم رہتے ہیں اس لئے ان دونوں کا تثنیہ بھی علیت کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ بخلاف دو آدمیوں کے ناموں کے۔ اور جب جمادیین ایسے دو مہینے ہیں جو لازم و ملزوم ہیں تو حضرت ابن اسحاق نے زمان میں ان دونوں کو مکان میں ابانین کی طرح بنا دیا اور ان دونوں کو اَلزَّيْدَيْنِ اور اَلْعُمَرَيْنِ کی طرح نہیں بنایا جن کے درمیان کوئی تلازم نہیں۔ یہی کلام عرب ہے۔ حطیہ نے کہا:

بَاتَتْ لَهُ بِكَثِيبٍ حَرْبَةَ لَيْلَةٍ وَ طَفَاءُ بَيْنَ جُمَادَيَيْنِ دَرُوْرٌ

اس عورت نے رات کی شدید ظلمت میں اس کے لئے ٹیلے پر رات گزاری اور جمادین میں خونریز جنگ کی آگ بجھ گئی۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے۔ آپ کو کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا پھر حضور ماہ صفر کے باقی دن اور ماہ ربیع الاول کے ابتدائی ایام مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں رہے۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ پہلا غزوہ تھا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے شرکت فرمائی۔

سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

یہ سب سے پہلا پرچم تھا جو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے باندھا

علامہ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم حضرت عبید بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کی۔ اس لشکر میں مہاجرین کے ساٹھ یا اسی سوار شریک ہوئے، ان میں کوئی انصاری شامل نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ستاروں کے بارے میں تو عرب کہتے ہیں السَّمَاکَیْنِ حالانکہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے السَّرْطَانِ۔ ہم کہیں گے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اسماء میں صفت کا معنی پایا جاتا ہے اور معنی صفت کے وقت یہ آدمیوں میں الحارث اور العباس کے باب سے ہیں۔ مہینوں اور ایام کے بارے میں علیت کے اسرار، اس کی انواع کی تقسیم اور ان کی مراد کے متعلق میں کسی اور مقام پر کلام کروں گا۔ یہاں تو صرف میں حضرت ابن اسحاق کے اس قول کی فصاحت سے متعجب ہوا کہ بقیۃ شهر كذا و شهر كذا و جماديين و رجبا و شعبان۔ انہوں نے الفاظ کو وہی مقام دیا ہے جو لغت کے حقائق کو سمجھنے والے اہل لغت کے نزدیک ان الفاظ کا مقام ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

غزوۂ عبیدہ بن حارث

علامہ ابن اسحاق نے غزوۂ عبیدہ میں ذکر کیا ہے کہ مشرکین کا سردار مکرز بن حفص بن اخیف تھا۔ مکرز میم کے کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔ ابن ماکولا نے المؤتلف والمختلف میں ابوعبدہ النسابہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ وہ میم کے فتحہ کے ساتھ مَکرز کہا کرتے۔ شاید یہ الکریز سے مِفْعَل یا مَفْعَل کا وزن ہے۔ کریز خشک دودھ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اور دوسرے علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہاں اَخْیَف ہمزہ کے فتحہ اور خاء کے سکون کے ساتھ ہے۔ ابن ماکولا اکیلے یہ کہتے تھے کہ جس اخیف کا تعلق بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ساتھ ہے جو خشخاش تمیمی کا دادا ہے وہ ہمزہ کے ضمہ اور خاء کے فتحہ کے ساتھ ہے یعنی اُخَیف لیکن دارقطنی نے اسے بھی اَخْیف کہا جس طرح دیگر علماء نے پہلے اسم میں کہا ہے۔

Marfat.com

یہ لشکر روانہ ہوا یہاں تک کہ وادیٔ حجاز میں ثنیۃ المرہ کے نیچے جو چشمہ ہے وہاں پہنچا تو اس کا سامنا قریش کے بہت بڑے لشکر سے ہوا۔ دونوں لشکروں کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی۔ صرف اتنا ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس روز تیر چلایا۔ یہ سب سے پہلا تیر تھا جو دور اسلام میں چلایا گیا۔

لشکر اسلام میں شامل ہونے والے مشرکین کے حلفاء

پھر دونوں فریق ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ مسلمانوں کو ایک حمایت حاصل ہوئی۔ وہ یہ کہ مشرکین کے لشکر سے دو شخص مقداد بن عمرو بہرانی جو بنی زہرہ کے حلیف تھے اور عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی جو بنی نوفل بن عبد مناف کے حلیف تھے نکل کر مسلمانوں کی طرف بھاگ آئے۔ یہ دونوں مسلمان تھے لیکن وہ صرف اس لیے لشکر کفار میں شریک ہوئے تا کہ مسلمانوں میں شامل ہونے کا حیلہ کر سکیں۔ اس روز لشکر کفار کا سپہ سالار عکرمہ بن ابی جہل تھا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: ابن ابی عمرو بن علاء نے ابو عمرو مدنی سے روایت کیا ہے کہ کفار کا سپہ سالار مکرز بن حفص بن اخیف تھا جو بنی معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر کا ایک فرد تھا۔

اس سریہ کے متعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوۂ عبیدہ بن حارث کے بارے میں اشعار کہے لیکن حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ قصیدہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اَمِنْ طَیْفِ سَلْمٰی بِالْبِطَاحِ الدَّمَائِثِ اَرِقْتَ وَ اَمْرٍ فِی الْعَشِیْرَۃِ حَادِثِ

شرح قصیدۂ ابی بکر وقصیدۂ ابن زبعری وابی جہل

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک قصیدہ اور ابن زبعری کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا ہے۔ لغت میں زبعری کا معنی بد اخلاق ہے۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ زِبَعْرٰی وَامْرَاَۃٌ زِبَعْرَاۃٌ۔ بد اخلاق مرد اور بد اخلاق عورت۔ اور زبعریٰ اس اونٹ کو بھی کہتے ہیں جس کے کانوں اور چہرے پر کثیر چھوٹے چھوٹے بال ہوں۔ یہ زبیر کا قول ہے۔ ان اشعار میں اور ان کے مابعد اشعار میں الدِّبَۃُ کا ذکر ہے۔ اس کا معنی ریت کا ٹیلہ ہے اور دال کے ضمہ کے ساتھ الدُّبَۃُ

Marfat.com

کیا اس وجہ سے تیری نیند اڑ گئی کہ تجھے نرم زمین کی ریتلی ندیوں کے پاس رہنے والی سلمٰی کا خیال آیا اور خاندان میں کسی بڑے حادثے کے رونما ہونے کی فکر دامن گیر ہوئی؟

تَرٰی مِنْ لُؤَیٍّ فُرْقَةً لَا یَصُدُّهَا عَنِ الْکُفْرِ تَذْکِیْرٌ وَّ لَا بَعْثُ بَاعِثِ

تو قبیلہ لؤی میں انتشار دیکھ رہا تھا جسے نہ کوئی نصیحت کفر سے پھیرتی ہے اور نہ کسی ترغیب دینے والے کی ترغیب۔

رَسُوْلٌ اَتَاهُمْ صَادِقٌ فَتَکَذَّبُوْا عَلَیْهِ وَ قَالُوْا لَسْتَ فِیْنَا بِمَا کِثِ

ان کے پاس ایک سچا رسول تشریف لایا لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ تم ہمارے درمیان نہیں رہ سکتے۔

اِذَا مَا دَعَوْنَا هُمْ اِلَی الْحَقِّ اَدْبَرُوْا وَ هَرُّوْا هَرِیْرَ الْمُحْجَرَاتِ اللَّوَاهِثِ

جب ہم انہیں حق کی دعوت دیتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور مجبور ہو کر پناہ گاہوں میں چھپنے والے اور زبان نکال کر ہانپنے والے کتوں کی طرح آوازیں نکالتے ہیں۔

فَکَمْ قَدْ مَتَتْنَا فِیْهِمْ بِقَرَابَةٍ وَ تَرْکُ التُّقٰی شَیْءٌ لَّهُمْ غَیْرُ کَارِثِ

ہم نے قرابت کے سبب بارہا ان سے صلہ رحمی کی لیکن پرہیزگاری کو چھوڑ دینا تو ان کے لیے ایسی چیز ہے جس کا انہیں کوئی غم نہیں۔

فَاِنْ یَرْجِعُوْا عَنْ کُفْرِهِمْ وَ عُقُوْقِهِمْ فَمَا طَیِّبَاتُ الْحِلِّ مِثْلَ الْخَبَائِثِ

پس اگر وہ اپنے کفر اور نافرمانی سے تائب ہو جائیں تو (یہ کس قدر بہتر ہے کیونکہ) حلال پاکیزہ اشیاء خبیث چیزوں کی طرح نہیں ہو سکتیں۔

وَ اِنْ یَرْکَبُوْا طُغْیَانَهُمْ وَ ضَلَالَهُمْ فَلَیْسَ عَذَابُ اللّٰهِ عَنْهُمْ بِلَابِثِ

اور اگر وہ اپنی سرکشی اور گمراہی (کے گھوڑوں) پر سوار رہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سے دیر کرنے والا نہیں۔

کا معنی سنت اور طریقہ ہے۔ کہا جاتا ہے جَرٰی فُلَانٌ عَلٰی دُبَّةِ فُلَانٍ۔ یعنی فلاں شخص فلاں کی سنت اور طریقہ پر چلا۔ الدَّبَّة (دال کے فتحہ کے ساتھ) زیتون کے تیل کے برتن کو بھی کہتے ہیں۔ راجز کا قول ہے:

لِیَلُفْ بِالْعَنْفِ عِفَاصُ الدَّبَّةِ

زیتون کے تیل کے برتن کا کارک مضبوط ہونا چاہیے۔

Marfat.com

وَ نَحْنُ اُنَاسٌ مِنْ ذُؤابَةِ غَالِبٍ لَنَا الْعِزُّ مِنْهَا فِی الْفُرُوْعِ الْاَثَائِثِ

اور ہم تو غالب کی نسل میں سے چوٹی کے لوگ ہیں، ہمیں ان کی بہت سی جمع ہونے والی شاخوں سے عزت ملی ہے۔

فَاُولِیْ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ عَشِیَّۃً حَرَاجِیْجَ تُحْذٰی فِی السَّرِیْحِ الرَّثَائِثِ

میں شام کے وقت رقصاں دراز قد اونٹنیوں کے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں جو بوسیدہ چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہانکی جاتی ہیں۔

کَاُدْمِ ظِبَاءٍ حَوْلَ مَکَّۃَ عُکَّفٍ یَرِدْنَ حِیَاضَ الْبِئْرِ ذَاتِ النَّبَائِثِ

جو گندم گوں پیٹھ اور سفید پیٹ والی ہرنیوں کی طرح مکہ کے آس پاس مقیم ہیں اور نکالی ہوئی مٹی والے کنوؤں کے حوضوں پر پانی پینے آتی ہیں۔

لَئِنْ لَمْ یُفِیْقُوْا عَاجِلًا مِنْ ضَلَالِھِمْ وَ لَسْتُ اِذَا اٰلَیْتُ قَوْلًا بِحَانِثِ

اگر وہ جلدی اپنی گمراہی سے ہوش میں نہ آئے اور جب میں کسی بات پر حلف اٹھالوں تو اس کو ہرگز نہیں توڑتا

لَتَبْتَدِرَنَّھُمْ غَارَۃٌ ذَاتُ مَصْدَقٍ تُحَرِّمُ اَطْھَارَ النِّسَاءِ الطَّوَامِثِ

تو بہت جلد ان پر ایک ایسا سخت حملہ ہوگا جو جوان عورتوں کے پاکی کے ایام کو (بھی ہم بستری کے لئے مردوں پر) حرام کردے گا۔

تُغَادِرُ قَتْلٰی تَعْصِبُ الطَّیْرُ حَوْلَھُمْ وَ لَا تَرْاَفُ الْکُفَّارَ رَاْفَ ابْنِ حَارِثِ

وہ (حملہ) مقتولوں کی یہ حالت کردے گا کہ ان کے اردگرد پرندے جمع ہوجائیں گے اور وہ ابن حارث کی طرح کفار پر رحم نہیں کریں گے۔

فَاَبْلِغْ بَنِیْ سَھْمٍ لَدَیْکَ رِسَالَۃً وَ کُلَّ کَفُوْرٍ یَبْتَغِی الشَّرَّ بَاحِثِ

پس (اے مخاطب!) یہ جو تیرے پاس پیغام آیا ہے، یہ بنی سہم اور ہر اس ناقدرے کو پہنچا

شاعر کا قول ہے تُحْذٰی فِی السَّرِیْحِ الرَّثَائِثِ۔ سریح نعل کے مشابہ ایک چیز ہوتی ہے جو اونٹوں کے پاؤں پر پہنائی جاتی ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ یہ لمبے قد والے اونٹ اتنی تیزی سے چلتے ہیں کہ زیادہ سفر کی وجہ سے ان کے پاؤں پر پہنائے گئے نعل بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

تُدْمِی الْاٰیْدُ یَخْبِطْنَ السَّرِیْحَا

ہاتھوں سے ہونے والی بارشیں نعلوں پر گر رہی ہیں

Marfat.com

دے جو فساد کی خواہش میں جستجو کرنے والا ہو

فَإِنْ تَشْعَثُوا عِرْضِيْ عَلٰى سُوْءِ رَأْيِكُمْ   فَإِنِّيْ مِنْ أَعْرَاضِكُمْ غَيْرُ شَاعِثِ

کہ اگر تم اپنی کم عقلی کے باعث میری عزت پامال کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری عزتوں کو خاک میں ملانا نہیں چاہتا۔

ابن زبعری کے جوابی اشعار

ان اشعار کا جواب عبداللہ بن زبعری نے یوں دیا:

أَمِنْ رَسْمِ دَارٍ أَقْفَرَتْ بِالْعَثَاعِثِ   بَكَيْتَ بِعَيْنٍ دَمْعُهَا غَيْرُ لَابِثِ

کیا اس گھر کے کھنڈرات پر، جو ریت کے بے آب و گیاہ ٹیلوں پر ویران ہو چکا ہے تو ایسی آنکھ سے رو رہا ہے جس کے آنسو تھمتے نہیں۔

وَ مِنْ عَجَبِ الْأَيَّامِ وَ الدَّهْرُ كُلُّهٗ   لَهٗ عَجَبٌ مِنْ سَابِقَاتٍ وَ حَادِثِ

زمانے کے عجائبات میں سے (ایک بات یہ بھی ہے) حالانکہ زمانے کی ساری باتیں قابل تعجب ہیں، خواہ وہ پرانی ہوں یا نئی۔

لِجَيْشٍ أَتَانَا ذِيْ عُرَامٍ يَقُوْدُهٗ   عُبَيْدَةُ يُدْعٰى فِي الْهِيَاجِ ابْنَ حَارِثِ

(عجائبات زمانہ میں سے ہے) وہ کثیر التعداد لشکر جو (مقابلہ کے لئے) ہمارے پاس آیا جبکہ اس کی قیادت عبیدہ کر رہا ہے جو جنگ میں ابن حارث کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

لِنَتْرُكَ أَصْنَامًا بِمَكَّةَ عُكَّفًا   مَوَارِيْثَ مَوْرُوْثٍ كَرِيْمٍ لِوَارِثِ

شاعر نے عثاعث کا ذکر کیا ہے۔ اس کا واحد عثعث ہے۔ یہ اعلیٰ قسم کی ایک گھاس ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے اور العین میں ہے کہ عثعث بے آب و گیاہ ریت کے ٹیلے کی سطح کو کہتے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ علمائے شعر کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ یہ قصیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ منکرین کے اس قول کی صحت کی شہادت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عروہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جھوٹا ہے جو تمہیں یہ خبر دے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حالت اسلام میں ایک شعر بھی کہا ہو (مصنف عبدالرزاق)۔ اسے محمد بخاری نے ابو متوکل سے اور انہوں نے عبدالرزاق رحمھم اللہ سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

وہ لشکر اس لئے آیا کہ ہم مکہ میں جمے ہوئے ان بتوں کو چھوڑ دیں جو وارثوں کے لئے عزت والے اسلاف کی میراث ہیں۔

فَلَمَّا لَقِیْنَاهُمْ بِسُمْرٍ رُدَیْنَةٍ وَ جُرْدٍ عِتَاقٍ فِی الْعَجَاجِ لَوَاهِثِ

پھر جب ہم نے ان سے گندم گوں ردینوں یعنی نیزوں اور کم مو، شریف اور گرد و غبار میں (دوڑتے ہوئے) ہانپنے والے گھوڑوں کے ذریعے مقابلہ کیا۔

وَ بِیْضٍ کَاَنَّ الْمِلْحَ فَوْقَ مُتُوْنِهَا بِاَیْدِیْ کُمَاةٍ کَاللُّیُوْثِ الْعَوَائِثِ

اور اپنی سفید تلواروں کے ذریعے جن کی پشتوں پر گویا چربی ہے اور وہ ایسے بہادروں کے ہاتھوں میں ہیں جو شیروں کی طرح فسادی ہیں۔

نُقِیْمُ بِهَا اِصْعَارَ مَنْ کَانَ مَائِلًا وَ نَشْفِی الذُّحُوْلَ عَاجِلًا غَیْرَ لَابِثٍ

ہم ان تلواروں کے ساتھ تکبر سے گردن ٹیڑھی رکھنے والوں کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیتے ہیں اور بغیر مہلت کے (جذبہ) انتقام کو فوری تسلی دیتے ہیں۔

فَکَفُّوْا عَلٰی خَوْفٍ شَدِیْدٍ وَهَیْبَةٍ وَ اَعْجَبَهُمْ اَمْرٌ لَهُمْ اَمْرُ رَائِثٍ

پس وہ سخت خوف اور ہیبت کے مارے رک گئے اور انہیں ایسا طریقہ پسند آیا جیسا کسی کام میں دیر کرنے والا پسند کرتا ہے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ لَمْ یَفْعَلُوْا نَاحَ نِسْوَةٌ اَیَامٰی لَهُمْ مِنْ بَیْنِ نَسْءٍ وَ طَامِثٍ

اور اگر وہ (دیر) نہ کرتے (اور ہمارے مقابلہ میں آجاتے) تو ان کی بیوہ عورتیں حیض کے دنوں اور حمل کے ابتدائی ایام میں بھی روتی رہتیں۔

وَ قَدْ غُوْدِرَتْ قَتْلٰی یُخَبِّرُ عَنْهُمْ حَفِیٌّ بِهِمْ اَوْ غَافِلٌ غَیْرُ بَاحِثٍ

اور ان کے مقتول اس حالت میں پڑے رہتے کہ ان کے حالات کی جستجو کرنے والا اور جستجو کرنے کے بجائے غفلت میں رہنے والا دونوں ان کے متعلق خبر دیتے۔

فَاَبْلِغْ اَبَابَکْرٍ لَدَیْكَ رِسَالَةً فَمَا اَنْتَ عَنْ اَعْرَاضِ فِهْرٍ بِمَاکِثٍ

ابن زبعری کا قول ہے: بَیْنَ نَسْءٍ وَ طَامِثٍ۔ نسء عورت کے حمل کو کہتے ہیں جبکہ وہ اپنے ابتدائی ایام میں ہو اور طامث کا لفظ مشہور و معروف ہے۔ کہا جاتا ہے نُسِئَتِ الْمَرْاَةُ نَسْاً۔ یعنی حمل کی وجہ سے عورت کا حیض مؤخر ہو گیا۔ کتاب العین میں یہی مذکور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رَاَبَ ابن حارث۔ اس سے مراد عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب ہے۔

Marfat.com

پس (اے مخاطب!) یہ تیرے پاس جو ایک پیام ہے، یہ ابو بکر کو پہنچا دے کہ بنی فہر کی عزت و آبرو سے تو رکنے والا نہیں۔

وَ لَمَّا تَجِبْ مِنِّیْ یَمِیْنٌ غَلِیْظَةٌ تُجَدِّدُ حَرْبًا حَلْفَةً غَیْرَ حَانِثِ

اور جب بھی میری کوئی سخت قسم جسے میں توڑنے والا نہیں، واجب العمل ہو جاتی ہے تو ایک نئی جنگ چھیڑ دیتی ہے۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: ہم نے اس قصیدہ کا ایک شعر چھوڑ دیا ہے اور اکثر علمائے شعر اس قصیدے کو ابن زبعری کا کلام نہیں مانتے۔

ابن ابی وقاص سے منسوب اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس روز کی تیر اندازی کے بارے میں یہ اشعار کہے:

اَلَا هَلْ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّیْ حَمَیْتُ صَحَابَتِیْ بِصُدُوْرِ نَبْلِیْ

سنو! کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی یہ خبر پہنچی کہ میں نے اپنے تیروں کی انیوں کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے؟

اَذُوْدُ بِهَا اَوَائِلَهُمْ ذِیَادًا بِكُلِّ حُزُوْنَةٍ وَ بِكُلِّ سَهْلٍ

میں پتھریلی اور نرم زمین میں ان تیروں کے ساتھ ان کے ہراول دستے کی مدافعت کرتا رہوں گا۔

فَمَا یَعْتَدُّ رَامٍ فِیْ عَدُوٍّ بِسَهْمٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَبْلِیْ

یا رسول اللہ! مجھ سے پہلے کسی تیر انداز نے دشمن کے لئے تیر تیار نہ رکھا۔

غیر منصرف اسماء

ابو جہل کا قول ہے: وَ وَدَّعَنِیْ مَجْدِیْ عَنْهُمْ وَ صُحْبَتِیْ۔ مجدی غیر منصرف ہے کیونکہ یہ علم ہے اور تمام اسمائے معرفہ میں اصل ترکِ تنوین ہے، نہ کسی اسم ضمیر پر تنوین آتی ہے نہ مبہم پر، نہ معرف باللام پر اور نہ مضاف پر۔ اسی طرح علم میں بھی قیاس یہی تھا۔ پس جب شعر میں علم پر تنوین نہیں آتی تو اس میں یہی اصل ہے کیونکہ اسماء پر تنوین کا دخول اس بات کی علامت ہے کہ وہ اضافت سے جدا ہیں اور جو مضاف نہیں بن سکتا اسے تنوین کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تنوین اور امتناع تنوین اور غیر

Marfat.com

وَ ذٰلِكَ اَنَّ دِيْنَكَ دِيْنُ صِدْقٍ وَ ذُوْ حَقٍّ اَتَيْتَ بِهٖ وَ عَدْلِ

اور یہ اس لئے کہ آپ کا دین سچا دین ہے اور یہ حق اور عدل وانصاف والا دین ہے جو آپ لے کر تشریف لائے۔

يُنَجَّى الْمُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يُخْزٰى بِهِ الْكُفَّارُ عِنْدَ مَقَامِ مَهْلِ

اس دین کے ذریعے اہل ایمان کو نجات ملے گی اور اسی کے باعث کفار لمبی مہلت رہنے کے مقام میں رسوا ہوں گے۔

فَمَهْلًا قَدْ غَوِيْتَ فَلَا تَعِبْنِيْ غَوِيَّ الْحَيِّ وَيْحَكَ يَا ابْنَ جَهْلِ

پس اے جاہل اے گمراہ قبیلے! ذرا ٹھہر (اور دیکھ تیرا انجام کیا ہوتا ہے)، تجھ پر افسوس ہے، تو تو گمراہ ہو چکا ہے، اس لئے مجھ پر عیب نہ لگا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اکثر علمائے شعر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف اس قصیدہ کی نسبت کو نہیں مانتے۔

اسلام کا پہلا جھنڈا

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا جھنڈا اسلام کا وہ پہلا جھنڈا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے لئے باندھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ ابواء سے واپس تشریف لائے تو مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا۔

منصرف اسماء پر جر کے اسرار ایک ایسے مسئلہ میں بیان کر دیئے ہیں جسے صرف ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے۔ ہم وہاں بڑے عجیب وغریب نکتے لائے ہیں۔ شعر میں علم پر تنوین کے امتناع پر بہت سے شواہد ہیں۔ سیر اور مغازی کے اشعار میں غور کر کے آپ ان شواہد کو تلاش کر سکتے ہیں۔ کتاب السیرت میں مذکور اشیاء کی شرح میں ہماری گزارش یہ ہے کہ ہم ان اشعار میں سے صرف ان اشعار کی شرح بیان کریں گے جن کے الفاظ انتہائی مشکل ہوں یا ان کا اعراب مبہم ہو۔ جس طرح ہم نے کتاب کے شروع میں اپنی یہ شرط ذکر کر دی ہے۔

کفار کے اشعار کی روایت

لیکن میں یہاں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے صرف ان کفار کے اشعار کی شرح پیش کروں گا جو بعد میں اسلام لے آئے اور توبہ کر لی جیسے ضرار اور ابن زبعری۔ اکثر اہل علم نے علامہ ابن

Marfat.com

سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ

مسلمانوں اور کفار کے درمیان مذاکرہ

رسول اللہ ﷺ نے اسی مقام پر حضرت حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ کو العیص کی سمت سے سیف البحر (ساحل سمندر) کی طرف روانہ کیا۔ یہ لشکر مہاجرین کے تیس سواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں انصار کا کوئی فرد شریک نہ تھا۔ اس ساحل پر اس لشکر کی ملاقات ابوجہل بن ہشام سے ہوئی جس کے ساتھ اہل مکہ کے تین سو سوار تھے لیکن مجدی بن عمرو الجہنی دونوں لشکروں کے درمیان حائل ہو گیا۔ دونوں فریقوں کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات تھے۔ چنانچہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے دور ہو گئے اور ان کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی۔

حضرت حمزہ کا پرچم اسلام کا پہلا پرچم اور اس کے متعلق آپ کے اشعار

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پرچم وہ پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے لئے باندھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہما دونوں کو اکٹھے روانہ کیا تھا اس لئے لوگوں پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اشعار بھی کہے جن میں آپ ذکر کرتے ہیں کہ ان کا پرچم پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا۔ اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے واقعی یہ فرمایا تھا تو پھر ان شاء اللہ انہوں نے سچ ہی کہا ہوگا کیونکہ آپ سچ بات ہی کہہ سکتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا پہلا پرچم تھا۔ لیکن ہم نے جو بات اہل علم سے سنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جن کے لئے پرچم باندھا گیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق اس مہم کے بارے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

اَلَا یَا لَقَوْمِیْ لِلتَّحَلُّمِ وَالْجَهْلِ ۔۔۔ وَلِلنَّقْصِ مِنْ رَأْیِ الرِّجَالِ وَلِلْعَقْلِ

اسحاق کے اس فعل کو ناپسند کیا ہے کہ انہوں نے یہاں وہ اشعار بھی شامل کر دیے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی گئی۔ بعض لوگوں نے ان کا عذر پیش کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کفر کی حکایت کفر نہیں اور شعر ایک کلام ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ کفر کا کلام اور نبی کریم ﷺ سے ان کی ہجت

Marfat.com

سنو، تعجب ہے میری قوم کے بے اصل خیالات اور جہالت پر اور مردوں کی رائے اور عقل کی کوتاہی پر۔

وَلِلرَّاكِبِيْنَا بِالْمَظَالِمِ لَمْ نَطَأْ لَهُمْ حُرُمَاتٍ مِنْ سَوَامٍ وَلَا أَهْلِ

اور ہم پر ظلم ڈھانے والے سواروں پر (تعجب ہے) جن کے چرنے والے اونٹوں اور گھر میں رہنے والوں کے محفوظ مقامات میں ہم نے قدم تک نہیں رکھا۔

كَأَنَّا تَبَلْنَا هُمْ وَ لَا تَبْلَ عِنْدَنَا لَهُمْ غَيْرُ أَمْرٍ بِالْعَفَافِ وَ بِالْعَدْلِ

گویا ہم نے ان سے دشمنی کی ہے حالانکہ ہمیں ان سے پاکدامانی اور انصاف کی نصیحت کے سوا دشمنی کی کوئی وجہ نہیں۔

وَأَمْرٍ بِإِسْلَامٍ فَلَا يَقْبَلُوْنَهُ وَ يَنْزِلُ مِنْهُمْ مِثْلَ مَنْزِلَةِ الْهَزْلِ

اور اسلام کی تبلیغ (کے سوا کوئی دشمنی نہیں) لیکن وہ اسے قبول نہیں کرتے اور اس تبلیغ کا ان کے ہاں یاوہ گوئی کا سا درجہ ہے۔

فَمَا بَرِحُوْا حَتَّى انْتَدَبْتُ لِغَارَةٍ لَهُمْ حَيْثُ حَلُّوْا أَبْتَغِيْ رَاحَةَ الْفَضْلِ

پس ان کا یہی رویہ رہا یہاں تک کہ وہ جہاں بھی اترے، میں نے فضیلت کا میدان جیتنے کے لئے ان پر ہلہ بول دیا۔

بِأَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَوَّلُ خَافِقٍ عَلَيْهِ لِوَاءٌ لَمْ يَكُنْ لَاحَ مِنْ قَبْلِيْ

وہ ایسا معاملہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پہلے پرچم کشا تھے جیسا پرچم میرے واقعے سے پہلے کبھی ظاہر نہ ہوا تھا۔

لِوَاءٌ لَدَيْهِ النَّصْرُ مِنْ ذِيْ كَرَامَةٍ إِلٰهٍ عَزِيْزٍ فِعْلُهُ أَفْضَلُ الْفِعْلِ

وہ ایسا پرچم تھا کہ عزت والے غالب معبود کی نصرت اس کے ساتھ تھی جس کا کام ہر کام سے

بازی اور مخالفت کا کلام نثر کی صورت میں روایت کیا جائے یا نظم کی صورت میں۔ ہمارے پروردگار نے اپنی کتاب عزیز میں سابقہ امتوں کے اپنے انبیاء کے متعلق اقوال اور ان پر طعن و تشنیع کی باتیں حکایت کیں ہیں۔ اس لئے جو نظم یا نثر حکایت کے طور پر ذکر کی جائے اس میں مقصود زمانہ ماضی کا اعتبار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر مقصود ہوتا ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت عطا کی اور گمراہی سے نجات بخشی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا (صحیح بخاری، کتاب الشعر۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر 10/9/8/7) ترجمہ: تم میں سے

Marfat.com

افضل ہے۔

عَشِيَّةَ سَارُوْا حَاشِدِيْنَ وَ كُلُّنَا مَرَاجِلُهٗ مِنْ غَيْظِ اَصْحَابِهٖ تَغْلِيْ

جس شام وہ لشکر جمع کر رہے تھے، حالت یہ تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کی دیگیں اپنے مقابل پر غصے سے ابل رہی تھیں۔

فَلَمَّا تَرَائَيْنَا اَنَاخُوْا فَعَقَّلُوْا مَطَايَا وَ عَقَّلْنَا مَدَى عَرَضِ النَّبْلِ

پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو انہوں نے اپنی سواریاں بٹھا کر ان کے پاؤں باندھ دیے اور ہم نے بھی تیر کی رسائی کے فاصلے پر (اپنی سواریاں) باندھ دیں۔

فَقُلْنَا لَهُمْ حَبْلُ الْاِلٰهِ نَصِيْرُنَا وَ مَالَكُمْ اِلَّا الضَّلَالَةَ مِنْ حَبْلِ

پھر ہم نے ان سے کہا کہ اللہ کی رسی ہماری مددگار ہے اور گمراہی کے سوا تمہارا کوئی سہارا نہیں۔

فَثَارَ اَبُوْ جَهْلٍ هُنَالِكَ بَاغِيًا فَخَابَ وَرَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ اَبِيْ جَهْلِ

پھر ابوجہل بغاوت کے جوش میں میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن وہ ناکام رہا اور اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے مکروفریب کو خاک میں ملا دیا۔

وَ مَا نَحْنُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثِيْنَ رَاكِبًا وَ هُمْ مِئَتَانِ بَعْدَ وَاحِدَةٍ فَضْلِ

حالانکہ ہم صرف تیس سوار تھے اور وہ دو سو، اس کے بعد ایک اور زائد۔

فَيَالَ لُؤَيٍّ لَا تُطِيْعُوْا غُوَاتَكُمْ وَ فِيْئُوْا اِلَى الْاِسْلَامِ وَالْمَنْهَجِ السَّهْلِ

تو اے بنی لوئ! تم اپنے گمراہوں کی پیروی نہ کرو اور اسلام اور آسان راہ کی طرف آجاؤ۔

فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُّصَبَّ عَلَيْكُمْ عَذَابٌ فَتَدْعُوْا بِالنَّدَامَةِ وَ الثُّكْلِ

کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ تم پر عذاب کی بارش ہو، اس وقت تم ندامت اور حسرت کے ساتھ واویلا کرو۔

کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا اشعار سے بھرنے سے بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث شریف کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ حدیث شریف ان اشعار کے بارے میں جن میں رسول اللہ کی ہجو کی گئی۔ آپ نے اس شخص کے قول کا انکار کیا جس نے اس حدیث شریف میں تمام اشعار کے بارے میں عموم پر محمول کیا۔ جب ہم بھی وہی بات کہیں جو اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے تو بے شک اشعار کہنے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا کہ ان سے اپنا پیٹ بھرنے کا

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوجہل سے منسوب اشعار

ابوجہل بن ہشام نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ اشعار کہے:

عَجِبْتُ لِاَسْبَابِ الْحَفِيظَةِ وَ الْجَهْلِ وَلِلشَّاغِبِيْنَ بِالْخِلَافِ وَ بِالْبُطْلِ

مجھے تعجب ہے غصے اور جہالت کے اسباب پر اور مخالفت اور باطل امور کے ساتھ فتنہ و فساد برپا کرنے والوں پر۔

وَ لِلتَّارِكِيْنَ مَا وَجَدْنَا جُدُوْدَنَا عَلَيْهِ ذَوِى الْاَحْسَابِ وَالسُّوْدَدِ الْجَزْلِ

اور اس (راہ) کو چھوڑنے والوں پر (تعجب ہے) جس پر ہم نے اپنے اعلیٰ کردار والے اور عظیم سرداری والے آباؤ اجداد کو پایا۔

اَتَوْنَا بِاِفْكٍ كَيْ يَضِلُّوْا عُقُوْلَنَا وَ لَيْسَ مُضِلًّا اِفْكُهُمْ عَقْلَ ذِيْ عَقْلِ

وہ ہمارے پاس ایک من گھڑت بات لائے تاکہ ہماری عقلوں کو بھٹکائیں لیکن ان کی من گھڑت بات عقل مند کی عقل کو نہیں بھٹکا سکتی۔

فَقُلْنَا لَهُمْ يَا قَوْمَنَا لَا تُخَالِفُوْا عَلٰى قَوْمِكُمْ اِنَّ الْخِلَافَ مَدَى الْجَهْلِ

تو ہم نے انہیں کہا: اے ہماری قوم کے لوگو! اپنی قوم کی مخالفت نہ کرو، بے شک مخالفت انتہائی جہالت ہے۔

فَاِنَّكُمْ اِنْ تَفْعَلُوْا تَدْعُ نِسْوَةٌ لَهُنَّ بَوَاكٍ بِالرَّزِيَّةِ وَالثُّكْلِ

پھر اگر تم ایسا کرو گے تو رونے والی عورتیں ہائے مصیبت اور ہائے محرومی پکاریں گی۔

وَ اِنْ تَرْجِعُوْا عَمَّا فَعَلْتُمْ فَاِنَّنَا بَنُوْ عَمِّكُمْ اَهْلُ الْحَفَائِظِ وَ الْفَضْلِ

اور اگر تم اپنے کیے سے تائب ہو جاؤ تو بے شک ہم تمہارے حفاظت کرنے والے اور فضیلت والے چچازاد بھائی ہیں۔

فَقَالُوْا لَنَا اِنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا رِضًا لِذَوِى الْاَحْلَامِ مِنَّا وَ ذِى الْعَقْلِ

عیب لاحق ہو، البتہ حکایت کے طور پر یا لغوی استشہاد کے طور پر کچھ اشعار روایت کرنا اس نہی کے تحت داخل نہیں ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث شریف ان اشعار کے بارے میں ہے جن میں اسلام کی ہجو کی گئی۔ انہوں نے کہا جب شعر کے ایک مصرعہ کی روایت بھی حرام ہے تو ان سے پیٹ بھرنے کو ہی مذمت کے ساتھ کیسے خاص کیا جا سکتا ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے زیادہ عالم ہیں کیونکہ اس قسم کے اشعار میں سے ایک،

Marfat.com

انہوں نے ہم سے کہا: بے شک ہم نے محمد (ﷺ) کو اپنے داناؤں اور عقلمندوں کی مرضی کے مطابق پایا ہے۔

فَلَمَّا اَبَوْا اِلاَّ الْخِلَافَ وَ زَيَّنُوْا جِمَاعَ الْاُمُوْرِ بِالْقَبِيْحِ مِنَ الْفِعْلِ

پھر جب انہوں نے مخالفت کے سوا اور کوئی بات نہ مانی اور برے افعال کو اپنے اندر جمع کرنے والی باتوں کو مزین کیا۔

تَيَمَّمْتُهُمْ بِالسَّاحِلَيْنِ بِغَارَةٍ لِاَتْرُكَهُمْ كَالْعَصْفِ لَيْسَ بِذِيْ اَصْلِ

تو میں نے ان پر ساحل سے حملہ کرنے کا قصد کیا تا کہ میں انہیں ایسے بھوسے کی مانند بنا ڈالوں جس کی جڑ نہ ہو۔

فَوَزَّعَنِيْ مَجْدِيٌّ عَنْهُمْ وَ صُحْبَتِيْ وَ قَدْ وَازَرُوْنِيْ بِالسُّيُوْفِ وَ بِالنَّبْلِ

لیکن مجدی اور میرے دوستوں نے مجھے ان (کے مقابلہ) سے روک لیا حالانکہ انہوں نے تلواروں اور تیروں کے ساتھ میری مدد کی تھی۔

لِاِلٍّ عَلَيْنَا وَاجِبٍ لَا نُضِيْعُهُ اَمِيْنٍ قُوَاهُ غَيْرِ مُنْتَكِثِ الْحَبْلِ

اس عہد کے سبب (مجھے رکنا پڑا) جس کو پورا کرنا ہم پر واجب ہے، ہم اسے نہیں توڑتے، اس شخص کی قوتیں قابل اعتماد ہیں اور وہ ان تعلقات کو توڑنے والا نہیں۔

فَلَوْلَا ابْنُ عَمْرٍو كُنْتُ غَادَرْتُ مِنْهُمْ مَلَاحِمَ لِلطَّيْرِ الْعُكُوْفِ بِلَا تَبْلِ

پس اگر ابن عمرو (مجدی) نہ ہوتا تو میں ان سے ایسی جنگ کرتا جو وہاں رہنے والے پرندوں کے لئے فائدہ مند ہوتی اور جس کے بدلہ کا کوئی اندیشہ نہ ہوتا۔

وَ لٰكِنَّهُ اٰلٰى بِاِلٍّ فَقَلَّصَتْ بِاَيْمَانِنَا حَدُّ السُّيُوْفِ عَنِ الْقَتْلِ

لیکن اس (مجدی) نے اس عہد کی قسمیں دیں چنانچہ ہمارے ہاتھوں میں تلواروں کی

دو یا چند اشعار کو بطور حکایت بیان کرنا اس نثر کے قائم مقام ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی (نعوذ باللہ) مذمت کی۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اسے ابن وہب نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے لیکن اباحت کے قول کے باوجود ان اشعار میں غور وفکر کرنے اور ان کے معانی میں تتبع کرنے کے بجائے ان سے اعراض کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ دل پر یہ اشعار گراں گزرتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتا ہے خصوصاً اس وقت جب اس قسم کے اشعار اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کہے جائیں۔

Marfat.com

دھاریں قتل کرنے سے کند ہو گئیں۔

فَاِنْ تُبْقِنِی الْاَیَّامُ اَرْجِعْ عَلَیْھِمْ ۔۔۔ بِبِیْضٍ رِقَاقِ الْحَدِّ مُحْدَثَۃِ الصَّقْلِ

پھر اگر زمانہ مجھے زندہ رکھے گا تو میں سفید پتلی دھار والی نئی صیقل کی ہوئی تلواروں کے ساتھ ان پر حملہ کروں گا۔

بِاَیْدِیْ حُمَاۃٍ مِّنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ ۔۔۔ کِرَامِ الْمَسَاعِیْ فِی الْجُدُوْبَۃِ وَالْمَحْلِ

(وہ تلواریں) بنی لؤی بن غالب کے ان حمایتیوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو قحط سالی اور سخت بھوک کے زمانہ میں قابل عزت کوششیں کرنے والے ہیں۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں اکثر علمائے شعر ان اشعار کو ابو جہل کی طرف منسوب کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

غزوۂ بواط

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ ماہ ربیع الاول میں قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: یہاں تک کہ حضور ﷺ رضویٰ پہاڑ کے نزدیک بواط کے مقام پر پہنچے۔ پھر حضور ﷺ مدینہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور کسی لڑائی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ پھر حضور ﷺ ماہ ربیع الثانی کے بقیہ ایام جمادی الاخریٰ کے کچھ ایام مدینہ منورہ میں جلوہ فرما رہے۔

غزوۂ بواط

بواط ایک بڑے پہاڑ کی دو شاخیں ہیں، ان میں ایک کا نام جلسی اور دوسرے کا نام غوری ہے۔ جلسی میں بنو دینار رہتے ہیں جو بنی کلیب بن کثیر کے موالی ہیں۔ انہیں عبدالملک بن مروان کے آزاد کردہ غلام دینار کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہشام نے اس غزوہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سائب بن مظعون رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح کے بھائی ہیں۔ آپ نے بقول ابن اسحاق غزوۂ بدر میں شرکت کی لیکن موسیٰ بن عتبہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر نہیں کیا اور جو سائب بن عثمان ہیں وہ ان کے بھتیجے ہیں۔ وہ ابن کلبی کے علاوہ تمام علماء کے قول کے مطابق غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

غزوۂ عشیرہ

پھر حضور ﷺ قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

عشیرہ کا راستہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: چنانچہ حضور ﷺ نقب بنی دینار سے گزرتے ہوئے فیفاء الخمار پہنچے اور بطحائے ابن ازہر کے مقام پر ایک درخت کے نیچے اترے جسے ذات السباق کہا جاتا ہے۔ وہاں نماز ادا فرمائی جہاں آپ ﷺ کی مسجد بنا دی گئی ہے۔ وہاں حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا گیا۔ حضور ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور حضور ﷺ کے ساتھ تمام لوگوں نے کھانا کھایا۔ وہ پتھر جن پر ہنڈیا رکھ کر پکائی گئی انہیں وہاں کے لوگ جانتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ کو پانی پیش کیا گیا جسے مشترب کہا جاتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور یسار کے خشک کنوؤں کو پیچھے چھوڑا اور شعبہ کے راستہ پر چلے جسے شعبہ عبداللہ کہا جاتا ہے۔ اس کا آج بھی یہی نام ہے پھر آپ وادی یسار میں اترے یہاں تک کہ یلیل کے مقام پر

غزوۂ عشیرہ

اس میں کئی لغتیں ہیں عُشَیرہ، عُشَیراء، عُسَیرہ اور عُسَیراء۔ امام حافظ ابوبکر رحمہ اللہ نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اَلْعُشَیْرُ ہے۔ (صحیح بخاری معلقاً)

عسیرہ اور عسیراء عسراء اور عسری سے تصغیر کے صیغے ہیں اور جب ان کی تصغیر ترخیم کے طریقہ پر بنائی جائے تو عسیرہ کہا جاتا ہے اور عسیرہ ایک ترکاری ہے جو ساگ کی شکل میں ہوتی ہے پھر اسے چھیلا جاتا ہے تو اسے عَسرٰی کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

وَ مَا مَنَعْنَا هَا الْمَاءَ اِلَّا ضَنَانَةً ‏ ‏ بِاَطْرَافِ عَسْرٰی شَوْكُهَا قَدْ تَخَدَّدَا

ہم نے اس سے پانی نہیں روکا مگر عسری کے اطراف میں بخل کی وجہ سے جس کے کانٹے بکھر چکے ہیں۔ اس شعر کا معنی اس حدیث شریف کے معنی کی طرح ہے: لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَاءُ (صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ) ترجمہ: فاضل پانی سے نہ روکا جائے کہ اس وجہ سے گھاس کو بھی روک دیا جائے"۔ اور شین منقوطہ کے ساتھ عُشیرہ عُشَر کے واحد کی تصغیر ہے۔

Marfat.com

پہنچے اور وہاں اترے پھر ضبوعہ کے مقام پر اترے اور ضبوعہ کے کنویں سے پانی نوش فرمایا پھر فرش ملل سے گزرتے ہوئے یمام کے صحراؤں میں سے گزرنے والے راستہ پر پہنچے پھر اس راستے پر چلتے ہوئے وادی ینبع میں واقع عشیرہ کے مقام پر اترے۔ وہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ کے چند روز قیام فرمایا اور بنو مدلج اور ان کے حلفاء بنی ضمرہ سے دوستی کا معاہدہ کیا پھر مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے اور آپ کو کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب

اسی غزوہ میں حضور ﷺ نے سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا جو فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں یزید بن محمد بن خثیم محاربی نے محمد بن کعب قرظی سے انہوں نے ابویزید محمد بن

علامہ ابن اسحاق نے اس غزوہ میں ضبوعہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ فَعُوْلَۃ کے وزن پر ہے اور ضَبَعَتِ الْاِبِلُ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ چلتے وقت اپنی ٹانگوں کو تیزی سے حرکت دے۔ حضور ﷺ ضبوعہ کے مقام پر ایک درخت کے پاس اترے جسے ذات الساق کہا جاتا ہے۔ وہاں ایک مسجد بنادی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے وہاں سے پانی نوش فرمایا جسے مشیرب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن اسحاق سے بکاری وغیرہ کی روایت میں اسی طرح آیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے اس غزوہ میں ملل کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے ملل اس لئے کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے پیدل چل کر آنے والا شخص اس مقام تک بڑی مشقت اور تھکاوٹ کے بعد ہی پہنچتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے بیس میل یا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے خلائق کا ذکر کیا۔ یہ مشہور و معروف کنویں ہیں۔ ابوالولید کے علاوہ دیگر لوگوں نے اسے خاء منقوطہ کے ساتھ خلائق روایت کیا ہے۔ بعض نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ یہ خلیقۃ کی جمع ہے۔ یہ اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پانی نہ ہو۔ کتاب کی اکثر روایات اسی طرح ہیں۔ واللہ اعلم

پھر فرش ملل کا ذکر کیا۔ فرش بقول ابوحنیفہ اس ہموار جگہ کو کہتے ہیں جہاں عرفط، سیال اور سمر کے پودے اگتے ہوں۔ یہ ایک میل یا ایک فرسخ تک ہوتی ہے۔ اگر صرف عرفط کے پودے اگیں تو اسے وہط کہتے ہیں اور اگر صرف طلح کے پودے اگیں تو اسے غول کہتے ہیں۔ اس کی جمع خلاف قیاس غیلان آتی ہے اور اگر نصی اور صلیان کے پودے اگیں تو اسے لمعہ کہتے ہیں اور یہ دو میل تک ہوتی ہے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب

علامہ ابن اسحاق نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کے بارے میں دو حدیثیں

Marfat.com

خثیم سے اور انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں: میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ عشیر میں ساتھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ عشیرہ کے مقام پر اترے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنی مدلج کے چند آدمیوں کو دیکھا جو اپنے ایک چشمے اور کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے ابو یقظان! آیئے ان لوگوں کے پاس چلیں اور دیکھیں کہ وہ کیسے کام کر رہے ہیں؟ میں نے کہا چلیں، چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور کچھ دیر ان کے کام کو دیکھا پھر ہم پر نیند غالب آ گئی۔ چنانچہ میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجور کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے مٹی کے اوپر لیٹ گئے اور سو گئے۔ بخدا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاؤں کو حرکت دے کر ہمیں بیدار فرمایا۔ ہم اس مٹی سے آلودہ ہو چکے تھے جس پر ہم سوئے تھے۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''مَالَكَ يَا اَبَا تُرَابٍ''؟ اے ابوتراب تجھے کیا ہوا؟ کیونکہ حضور ﷺ ان کے جسم پر مٹی دیکھ رہے تھے۔ پھر فرمایا کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں سے دو بد بخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی: ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک قوم ثمود کا وہ شخص جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص جو اے علی! تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا (حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر رکھا) یہاں تک کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی تر ہو جائے گی (یہ فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے آپ کی داڑھی مبارک پکڑی)۔ (مستدرک حاکم)

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی

ذکر کی ہیں لیکن ان دونوں سے وہ روایت زیادہ صحیح ہے جسے امام بخاری نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سویا ہوا دیکھا جبکہ ان کا پہلو خاک آلود تھا۔ حضور ﷺ ان کے پہلو سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے ابو تراب! اٹھو آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد کی طرف چلے گئے تھے۔

(صحیح بخاری، فضائل الصحابہ)

یہ حدیث شریف کا مفہوم ہے اور علامہ ابن اسحاق نے جو حضرت عمار کی حدیث ذکر کی ہے وہ اس کے مخالف ہے مگر اس وقت مخالف نہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو دو مرتبہ اس کنیت سے بلایا ہو، ایک مرتبہ مسجد میں اور ایک مرتبہ اس غزوہ میں۔ واللہ اعلم

Marfat.com

المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب اس لئے فرمایا کہ جب آپ کسی امر کے متعلق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوتے تو ان سے گفتگو نہیں فرماتے تھے اور ان سے کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہتے بلکہ کچھ مٹی اٹھاتے اور اپنے سر پر ڈال لیتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آپ پر مٹی دیکھتے تو پہچان لیتے کہ آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہیں۔ حضور فرماتے: مَالَكَ يَا اَبَا تُرَابٍ؟ اے ابوتراب! کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کنیت کی کون سی وجہ ہے؟

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اسی مہاجرین کے ہمراہ ایک مہم پر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعد روانہ ہوئے یہاں تک کہ سرزمین حجاز میں خرار کے مقام پر پہنچے پھر واپس لوٹ آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھیجا تھا۔

غزوۂ سفوان۔ پہلا غزوۂ بدر

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ عشیرہ سے واپس تشریف لائے تو

سب سے بڑا بدبخت انسان

علامہ ابن اسحاق نے سب سے بڑے بدبخت انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قوم ثمود کا وہ شخص ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کا نام قدار بن سالف ہے اور اس کی ماں قذیرہ ہے۔ یہ ان نو اشخاص میں سے ہے جن کا ذکر سورہ نمل میں ہے۔ میں نے ان کے اسماء کتاب التعریف والاعلام میں ذکر کردیے ہیں۔

بنی ضمرہ سے معاہدہ

حضرت ابن اسحاق نے بنی ضمرہ کے ساتھ حضور ﷺ کے معاہدہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ بنو کنانہ کی شاخ بنو لیث کا ایک خاندان ہے اور یہ بنی غفار، بنی ثعلبہ ہیں جو ملیل بن ضمرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ معاہدہ کا جو متن ابن اسحاق کے علاوہ دیگر علماء نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

Marfat.com

مدینہ طیبہ میں صرف چند راتیں قیام فرمایا جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی۔ یہاں تک کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا، رسول اللہ ﷺ اس کے تعاقب میں نکلے۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ ابن ہشام کا قول ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ بدر کے قریب ایک سفوان نامی وادی میں پہنچے لیکن کرز بن جابر تیزی سے آگے نکل گیا۔ حضور ﷺ اس کو نہ پا سکے۔ یہ پہلا غزوۂ بدر ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اور جمادی الثانیہ کے باقی ایام اور رجب اور شعبان میں مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں رہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش اور یَسئلونک عن الشهر الحرام کا نزول

آپ کے لئے رسول کریم ﷺ کا خط

غزوۂ بدر اولیٰ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش بن رباب الاسدی رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا اور آپ کے ہمراہ اسی مہاجرین بھیجے جن میں انصار کا کوئی آدمی شریک نہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے ایک خط لکھا اور انہیں حکم دیا کہ اسے کھول کر نہ دیکھنا یہاں تک کہ دو دن سفر کر چکو پھر اس خط کو کھول کر پڑھنا اور اس میں دیے گئے حکم کے مطابق عمل کرنا اور اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ سے بنی ضمرہ کی طرف ہے۔ ان کے اموال اور جانیں محفوظ ہیں، جو شخص ان پر حملہ آور ہو اس کے مقابلے میں ان کے لئے اس وقت تک مدد ہے جب تک سمندر اون کے ٹکڑے کو تر کرتا رہے گا بجز اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جنگ کریں اور جب نبی کریم ﷺ انہیں اپنی مدد کے لئے بلائیں گے تو وہ آپ کی دعوت پر لبیک کہیں گے۔ ان پر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس کے پیارے رسول کا ذمہ ہے اور یہ مدد ان لوگوں کی خاطر ہے جنہوں نے ان میں سے اطاعت کی اور تقویٰ اختیار کیا"۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

لفظ مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن کے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جرم میں ناک اور کان کاٹے گئے۔ ان کا واقعہ غزوۂ احد میں آئے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں لفظ

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے رفقاء مہاجرین کے قبیلہ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے یہ تھے: حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ان کے حلفاء سے حضرت عبداللہ بن جحش، یہ امیر لشکر تھے۔ حضرت عکاشہ بن محصن بن حرثان، یہ بنی اسد بن خزیمہ سے ان کے حلیف تھے، بنی نوفل بن عبد مناف سے حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر۔ یہ ان کے حلیف تھے، بنی زہرہ بن کلاب سے حضرت سعد بن ابی وقاص، بنی عدی بن کعب سے حضرت عامر بن ربیعہ، یہ بنی عنز بن وائل سے ان کے حلیف تھے، حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع۔ یہ بنی تمیم سے ان کے حلیف تھے، حضرت خالد بن بکیر۔ یہ بنی سعد بن لیث سے ان کے حلیف تھے اور بنی حارث بن فہر سے حضرت سہل بن بیضاء۔

چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دو دن سفر کرنے کے بعد وہ حکم نامہ کھول کر پڑھا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ "جب تم میرے اس خط کو کھول کر دیکھو تو اپنا سفر جاری رکھو یہاں تک کہ جب مکہ اور طائف کے درمیان بطن نخلہ میں پہنچ جاؤ تو وہاں قریش کا انتظار کرنا اور ان کے حالات سے ہمیں آگاہ کرنا"۔ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ گرامی نامہ پڑھ چکے تو عرض کی میں بسر و چشم حاضر ہوں پھر اپنے رفقاء سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ کی طرف جاؤں اور وہاں قریش کا انتظار کروں تاکہ میں حضور کو ان کے حالات

مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے یہ عنوان لکھا ہے: صحۃ الروایۃ بالمناولۃ۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاوَلَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جَحْشٍ کِتَابَہٗ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو اپنا گرامی نامہ عطا فرمایا۔ آپ نے اسے دو روز بعد کھولا اور اس میں تحریر شدہ حکم کے مطابق عمل کیا۔ اسی طرح جب کوئی عالم اپنے شاگرد کو کوئی کتاب عطا کرے تو اس کے لئے اس کتاب میں موجود روایت کو آگے روایت کرنا جائز ہے۔ یہ صحیح استدلال ہے مگر آج کل لوگوں نے مناولہ کو ایک اور صورت پر محمول کر دیا ہے کہ طالب علم شیخ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: نَاوِلْنِیْ کُتُبَکَ "مجھے اپنی کتابیں عطا کرو"۔ شیخ اسے کتابیں عطا کرتا ہے اور اس کا سامان اپنے پاس روک لیتا ہے پھر طالب علم واپس چلا جاتا ہے اور کہتا ہے حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ مُنَاوَلَۃً۔ یعنی مجھے فلاں نے مناولہ کے طور پر یہ حدیث بتائی۔ یہ روایت اس طریقہ پر اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے ساتھ کتاب نہ لائے اور شیخ نے اسے یہ اجازت نہ دی ہو کہ وہ اس کتاب میں موجود روایات کو اس کی طرف سے روایت کر سکتا ہے۔ جن لوگوں نے مناولہ کی اس صورت کو

Marfat.com

سے آگاہ کروں اور مجھے منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کروں، اس لئے تم میں سے جو شہادت کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا مشتاق ہے وہ میرے ساتھ چلے اور جو یہ نہیں چاہتا وہ واپس لوٹ جائے لیکن میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق جا رہا ہوں۔ چنانچہ آپ چلے اور آپ کے ساتھ آپ کے رفقاء بھی چل دیے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

آپ وادیٔ حجاز سے گزرتے ہوئے معدن کے مقام پر پہنچے جو فرع کے اوپر ہے جسے بحران کہا جاتا ہے۔ وہاں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان کا ایک اونٹ گم ہو گیا جسے وہ اپنے پیچھے لا رہے تھے۔ دونوں حضرات اسے تلاش کرنے کے لئے پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش اور آپ کے دوسرے رفقاء نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وادیٔ نخلہ میں پہنچ گئے۔ وہاں سے قریش کے ایک قافلہ کا گزر ہوا جو کشمش، چمڑا اور قریش کا سامان تجارت اٹھائے جا رہا تھا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضرمی بھی شامل تھا۔

حضرمی کے نسب میں اختلاف

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرمی کا نام عمرو بن عباد ہے اور اسے مالک بن عباد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ صدف کا ایک فرد ہے اور صدف کا نام عمرو بن مالک ہے جو قبیلہ سکون بن اشرس

درست کہا ہے جو ہم نے ذکر کی ہے ان میں سے ایک حضرت مالک بن انس ہیں۔ ان سے حضرت اسماعیل بن صالح نے روایت کیا انہوں نے اپنے شاگردوں کے لئے کچھ بندھی ہوئی کتابیں نکالیں اور فرمایا: یہ میری وہ کتب ہیں جن کی میں نے تصحیح کی۔ پھر انہیں کہا: تم انہیں مجھ سے روایت کرو۔ حضرت اسماعیل بن صالح نے ان سے عرض کی کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں: حَدَّثَنَا مَالِکٌ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اسماعیل کے اس قصہ کو دار قطنی نے کتاب رواۃ مالک رحمۃ اللہ علیہ میں روایت کیا ہے۔

حضرمی کی اولاد

حضرت ابن اسحاق نے عمرو بن حضرمی کا ذکر کیا ہے۔ یہ تین افراد تھے۔ عمرو، عامر اور علاء۔ علاء جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں اور ان کی بہن صعبہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی والدہ ہے۔ وہ ان کے باپ سے پہلے ابو سفیان بن حرب کے ہاں تھی۔ جب ابو سفیان نے اسے جدا کیا تو اس کے بارے میں یہ شعر کہے:

Marfat.com

بن کندہ کا ایک فرد ہے اور اسے کندی بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: نیز عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ مخزومی اور حکم بن کیسان جو کہ ہشام بن مغیرہ کا آزاد غلام تھا، بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔

جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ سہم گئے۔ انہوں نے ان کے قریب ہی پڑاؤ کیا تھا۔ حضرت عکاشہ بن محصن ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ انہوں نے اپنا سر منڈوایا ہوا تھا۔ جب قریش نے آپ کو دیکھا تو انہیں تسلی ہوگئی۔ کہنے لگے کہ یہ لوگ عمرہ ادا کرنے جارہے ہیں۔ ان کی طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے بارے میں مسلمان مشورہ کرنے لگے۔ یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے کہا: بخدا آج رات تم اگر انہیں چھوڑ دیتے ہو تو یہ لوگ حدودِ حرم میں داخل ہو جائیں گے اور تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکو گے اور اگر آج تم انہیں قتل کرتے ہو تو تم انہیں شہر حرام میں قتل کرو گے۔ چنانچہ مسلمان ان کے بارے میں متردد ہوئے اور ان پر حملہ کرنے سے گریز کرنے لگے لیکن پھر انہوں نے ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جو ہاتھ لگے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال چھین لیا جائے۔ واقد بن عبداللہ تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو تاک کر تیر مارا جس نے اس کا کام تمام کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کرلیا۔ نوفل بن عبداللہ ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت عبداللہ بن جحش اور آپ کے ساتھی اونٹ اور دو قیدیوں کو لے کر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔

وَ اِنِّیْ وَ صَعْبَةَ فِیْمَا نَرٰی　بَعِیْدَانِ وَالْوُدُّ وُدٌّ قَرِیْبٌ

جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں ان حالات میں میں اور صعبہ ایک دوسرے سے دور ہیں لیکن ہماری محبت ایک دوسرے کے قریب ہے۔

فَاِنْ لَّا یَکُنْ نَسَبٌ ثَاقِبٌ　فَعِنْدَ الْفَتَاةِ جَمَالٌ وَّ طِیْبٌ

اگر مشہور و معروف نسب نہیں ہے تو (کیا ہوا) اس لڑکی کے پاس حسن و جمال اور خوش دلی تو موجود ہے۔

فَیَالَ قُصَیٍّ اَلَا تَعْجَبُوْنَ　اِلَی الْوَبْرِ صَارَ الْغَزَالَ الرَّبِیْبُ

پس اے آل قصی! کیا تم موٹے پر متعجب نہیں ہوتے کہ اس کا سوتیلا بچہ ہرن کا بچہ بن گیا ہے۔

بنی حضرمی کے نسب میں اضطراب ہے۔ ایک قول وہی کیا گیا ہے جو ابن اسحاق کا قول ہے

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن جحش کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا بے شک جو مالِ غنیمت ہم نے حاصل کیا ہے اس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت میں سے خمس فرض فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے اونٹوں کا خمس علیحدہ کیا اور باقی سارے کا سارا مالِ غنیمت صحابہ کرام میں تقسیم فرمادیا۔

شہر حرام میں جنگ کرنے پر حضور ﷺ کا اظہارِ ناپسندیدگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب مسلمان مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: "مَا اَمَرْتُكُمْ بِقِتَالٍ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ"۔ "میں نے تمہیں یہ حکم تو نہیں دیا تھا کہ تم حرمت والے مہینے میں جنگ کرنے لگو"۔ حضور ﷺ نے اونٹوں اور دونوں قیدیوں کو ٹھہرا دیا اور ان میں سے کوئی چیز لینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو مسلمان سخت پشیمان ہوئے اور خیال کرنے لگے کہ وہ برباد ہو گئے۔ ان کے دیگر مسلمان بھائیوں نے انہیں اس اقدام پر سختی سے جھڑکا۔ ادھر قریش کہنے لگے کہ دیکھو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کی حرمت کو پامال کر دیا ہے، اس میں خونریزی کی ہے، مالِ غنیمت لوٹا ہے اور لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ مکہ میں موجود مسلمانوں میں سے جو بھی ان کے پاس آتا وہ یہ کہتا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے ماہِ شعبان میں کیا ہے۔

یہودیوں نے اس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف فالِ بد نکالی۔ وہ کہنے لگے کہ عمرو بن حضرمی کو واقد بن عبداللہ نے قتل کیا ہے اور عمرو کا مطلب ہے عَمَرَتِ الْحَرْبُ یعنی میدان کارزار برپا ہو گیا۔ حضرمی کا مطلب ہے حَضَرَتِ الْحَرْبُ یعنی جنگ کا موقع آ گیا اور واقد بن

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ عبداللہ بن عماد بن ربیعہ ہے اور ابن عیاد اور ابن عباد بھی کہا گیا ہے لیکن جو کچھ حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔ ان کا تعلق صدف سے ہے۔ اسے دال کے کسرہ کے ساتھ صدف بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ابن درید کا قول ہے اور صدف مالک بن مرتع بن ثور ہے اور وہ کندہ ہے اور کندہ کے نام اور اس کے معنی کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اسے ہم نے اس سے پہلے مبعث میں ذکر کر دیا ہے اور صدف کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابن سہال بن دعمی بن زیاد بن حضر موت ہے اور حضر موت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ احمیر بن سبا کی اولاد سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قحطان بن عابر کا بیٹا ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

عبداللہ کا مطلب ہے وَقَدَتِ الْحَرْبُ یعنی جنگ کی آگ بھڑک اٹھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی نکالی ہوئی اس فال کو ان کے حق میں کرنے کے بجائے ان کے خلاف بنا دیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق قرآنِ کریم کا نزول

جب حضرت عبداللہ کے اس اقدام کے خلاف لوگوں کی تعداد کثیر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ (البقرۃ:217)

''وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہِ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے؟ آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک [1] اور فتنہ (وفساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے [2] اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تمہیں تمہارے دین سے اگر بن پڑے [3]

[1] یعنی اگر تم نے حرمت والے مہینے میں جنگ کی ہے تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ

اشہر حرام میں تحریم جنگ کی حکمت

علامہ ابن اسحاق نے شہر حرام اور اس میں جنگ کرنے والے صحابہ کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ جو انہوں نے اس ماہ میں خونریزی کی اس پر وہ سخت پشیمان ہوئے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی تحریم ایک ایسا حکم تھا جس پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دور سے عمل چلا آرہا تھا اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے تھا اور ان اشیاء میں سے تھا جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی مصلحت کے لئے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ (المائدۃ:97) ترجمہ: ''بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے بقا کا باعث لوگوں کے لئے نیز حرمت والے مہینوں کو''۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں موجود اپنی اولاد کے لئے دعا مانگی تھی جبکہ وہ ایک ایسی وادی میں تھے جس میں کوئی کھیتی باڑی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو شوق و محبت سے ان کی طرف مائل کردے۔ پس لوگوں پر حج بیت

Marfat.com

کفر کرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں اس کی راہ سے اور مسجد حرام سے روک دیا تھا اور ان کا تمہیں مسجد حرام سے نکالنا حالانکہ تم اس میں بسنے والے ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے قتل سے بڑا گناہ ہے جنہیں ان میں سے تم نے قتل کیا۔

۲۔ یعنی وہ ہر مسلمان کو اس کے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا کرتے تھے تاکہ اسے ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، ان کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

۳۔ یعنی پھر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس سے بھی خبیث تر اور عظیم تر گناہ پر ڈٹے ہوئے ہیں، نہ اس سے توبہ کرتے ہیں اور نہ اس سے باز آتے ہیں۔

جب قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس خوف کو دور فرما دیا جس میں وہ مبتلا تھے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ اونٹ اور دونوں قیدی اپنے قبضہ میں لے لیے۔

قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ ادا کرنے کے لئے زر فدیہ دے کر اپنے آدمی بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارا فدیہ قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہمارے دونوں ساتھی یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان پہنچ جائیں۔ ہمیں ان کے بارے میں تمہاری طرف سے خطرہ ہے۔ اگر تم نے ان دونوں کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے ان دونوں ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیں گے۔ چنانچہ جب حضرت سعد اور حضرت عتبہ واپس آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان دو قیدیوں کا فدیہ قبول کر لیا۔

حکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کر لیا اور احکام شرعی کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہی ٹھہر گئے یہاں تک کہ بئر معونہ کے حادثہ کے دن آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ لیکن عثمان بن عبداللہ مکہ واپس آ گیا اور حالت کفر میں ہی اس

اللہ کی فرضیت اہل مکہ کی مصلحت اور ان کی معیشت کی بقا کا باعث بنی پھر اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کو حرمت والا بنا دیا۔ ان میں سے تین مسلسل تھے اور ایک اکیلا اور وہ رجب ہے۔ مسلسل تین مہینوں کو اس لئے حرمت والا بنایا تاکہ مکہ مکرمہ میں آنے والے اور واپس جانے والے حاجی حج کے مہینہ سے ایک ماہ پہلے بھی اور ایک ماہ بعد بھی اتنی مدت تک امن میں رہیں جتنی مدت تک ایک قافلہ عرب شریف کے آخری شہر تک پہنچ کر واپس آ سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اور رجب کی حرمت عمرہ ادا کرنے والوں کے لئے تھی تاکہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے آنے جانے والے امن میں رہیں۔ نصف ماہ آنے کے لئے

Marfat.com

کو موت آئی۔

نزولِ قرآن کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کی وہ پریشانی دور ہو گئی جس میں وہ مبتلا تھے تو ان کے دلوں میں اجر کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم یہ امید رکھ سکتے ہیں کہ ہماری یہ کوشش جہاد شمار ہو جس پر مجاہدین کو اجر دیا جائے؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ (البقرہ)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں (تو) یہی لوگ امید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے"۔

اس طرح اللہ تعالیٰ عزوجل نے انہیں اس کوشش پر بہت بڑے اجر کا امیدوار بنا دیا۔

اس بارے میں حدیث زہری اور یزید بن رومان عن عروہ بن زبیر سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن جحش کی بعض اولاد نے ذکر کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو حلال فرمایا تو اس کی اس طرح تقسیم فرمائی کہ چار خمس ان مجاہدین کو دیئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت عطا فرمایا اور ایک خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیا۔ چنانچہ ان اونٹوں کی تقسیم اسی طرح ہوئی جیسے حضرت عبداللہ بن جحش نے تقسیم فرمائی تھی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ پہلا مالِ غنیمت تھا جو مسلمانوں کو حاصل ہوا اور عمرو بن حضرمی پہلا شخص تھا جسے مسلمانوں نے قتل کیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان وہ پہلے افراد تھے جنہیں مسلمانوں نے قیدی بنایا۔

اور نصف ماہ واپس جانے کے لئے کیونکہ عرب کے دور دراز شہروں سے لوگ عمرہ ادا کرنے کے لئے نہیں آتے جس طرح حج ادا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ دیکھیئے ہم بھی بلادِ مغرب سے صرف عمرہ ادا کرنے کے لئے نہیں آتے بلکہ جب ہم عمرہ کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ حج کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور عمرہ ادا کرنے والوں کی سب سے دور منزل پندرہ دن کی مسافت پر ہے اور ان کے پاس غذائی اموال اپنے موسموں پر آتے تھے اور سارا سال ان سے عرب کے بھیڑیئے اور ڈاکو دور رہتے اور رجب میں عمرہ کے لئے سفر کرنے والوں کو امان مل جاتی۔ یہ اہل عرب کے لئے مصلحت تھی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت

Marfat.com

اس سریہ کے بارے میں کہے گئے اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں سریہ عبداللہ بن جحش کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش نے خود یہ اشعار اس وقت کہے جب قریش نے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کو حلال کر دیا ہے، اس میں خونریزی کی ہے، مال غنیمت لوٹا ہے اور لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ اشعار عبداللہ بن جحش کے ہی ہیں:

تَعُدُّوْنَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيْمَةً ۔۔۔ وَ اَعْظَمُ مِنْهُ لَوْ يَرَى الرُّشْدَ رَاشِدُ

تم ماہ حرام میں قتل کو بڑا گناہ شمار کر رہے ہو حالانکہ اگر کوئی ہدایت یافتہ راہ ہدایت کو دیکھے تو اس سے بھی بڑے گناہ یہ ہیں:

صُدُوْدُكُمْ عَمَّا يَقُوْلُ مُحَمَّدٌ ۔۔۔ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَاللّٰهُ رَاءٍ وَّ شَاهِدُ

محمد (ﷺ) کے ارشادات سے تمہاری مخالفت اور آپ سے کفر، اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کا گواہ ہے۔

وَ اِخْرَاجُكُمْ مِّنْ مَّسْجِدِ اللّٰهِ اَهْلَهٗ ۔۔۔ لِئَلَّا يُرٰى لِلّٰهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِدُ

اور تمہارا اللہ کی مسجد سے اس میں بسنے والوں کو نکال دینا تاکہ بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی سجدہ کرنے والا نظر نہ آئے۔

فَاِنَّا وَ اِنْ عَيَّرْتُمُوْنَا بِقَتْلِهٖ ۔۔۔ وَ اَرْجَفَ بِالْاِسْلَامِ بَاغٍ وَّ حَاسِدُ

اگرچہ تم نے ہمیں قتل کی عار دلائی اور سرکش اور حسد کرنے والوں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔

تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمائی اور طریقہ حج کو ملت ابراہیمی پر قائم رکھا اور اس میں تبدیلی نہ آنے دی یہاں تک کہ اسلام کا نور چمکا اور ابتدائے اسلام میں ماہ رجب میں جنگ کی حرمت کا حکم بدستور قائم رہا۔ پھر آیت سیف نے اسے مباح کر دیا لیکن اشہر حرام کی حرمت بدستور باقی رہی، منسوخ نہ ہوئی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (التوبۃ: 36)

ترجمہ: ''ان میں سے چار عزت والے ہیں، یہی دین قیم ہے، پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر''۔

Marfat.com

سَقَيْنَا مِنَ ابْنِ الْحَضْرَمِيِّ رِمَاحَنَا بِنَخْلَةَ لَمَّا أَوْقَدَ الْحَرْبَ وَاقِدُ

لیکن ہم نے وادیٔ نخلہ میں ابن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا جب واقد نے جنگ کی آگ بھڑکائی۔

دَمًا وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عُثْمَانُ بَيْنَنَا يُنَازِعُهُ غُلٌّ مِّنَ الْقِدِّ عَانِدُ

عثمان بن عبداللہ ہمارے پاس ہے، تسمے کے خون آلود طوق نے اسے جکڑ رکھا ہے۔

تحویل قبلہ جانب کعبہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان میں قبلہ تبدیل کیا گیا۔

پس ان مہینوں کی حرمت کی تعظیم باقی ہے۔ اگرچہ ان میں جنگ کو مباح کر دیا گیا ہے۔ اور حضرت عطاء سے مروی ہے کہ ان مہینوں میں جنگ کی حرمت کا حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہوا۔ باب نسب النبی ﷺ میں سعد رجب کا ذکر ہو چکا ہے۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے عربوں میں یہ سنت قائم کی۔

Marfat.com

غزوۂ بدر الکبریٰ

ابوسفیان کا قافلہ

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان بن حرب قریش کے ایک بہت بڑے قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہا ہے جس میں قریش کے اموال اور سامانِ تجارت ہے۔ اس قافلہ میں قریش کے تیس یا چالیس افراد تھے جن میں مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ اور عمرو بن عاص بن وائل بن ہشام بھی شامل تھے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو قافلہ کے تعاقب کی دعوت اور ابوسفیان کا خوف

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: محمد بن مسلم زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر اور یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا اور ہمارے دیگر علماء نے حضرت ابن

غزوۂ بدر

بدر ایک کنویں کا نام ہے جسے قبیلہ غفار کی شاخ بنی النار کے ایک بدر نامی آدمی نے کھودا تھا۔ ہم نے اس کتاب میں اس شخص کا قول ذکر کر دیا ہے جس نے کہا کہ وہ بدر بن قریش بن یخلد تھا۔ جس سے قبیلہ قریش کو قریش کا نام دیا گیا اور یونس نے ابن ابی زکریا سے اور انہوں نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ بدر اس شخص کا نام ہے جو اس کنویں کا مالک تھا۔

اطلاعات کا حصول

فصل: حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان جب وادیٔ حجاز کے قریب آتا تو اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کرتا (كَانَ يَتَحَسَّسُ الْاَخْبَارَ) تحسس جب حاء کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے بذاتِ خود اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور جب جیم کے ساتھ تجسس ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے دوسرے لوگوں کی مدد کے ساتھ اخبار کی چھان بین کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا تَحَسَّسُوْا۔ (صحیح بخاری 24/1، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ: 28، مسند احمد 287/2) یعنی "نہ دوسرے لوگوں کی مدد سے خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور نہ خود مطلع ہونے کی کوشش کرو"۔

Marfat.com

عباس سے روایت کیا، ان سب نے مجھے اس واقعہ کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا ہے اس لئے میں نے جو واقعہ بدر بیان کیا ہے یہ ان سب کے بیان کا مجموعہ ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان شام سے واپس آ رہا ہے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلیں اور فرمایا: هٰذِهٖ عِيْرُ قُرَيْشٍ فِيْهَا اَمْوَالُهُمْ فَاخْرُجُوْا اِلَيْهَا لَعَلَّ اللّٰهَ يُنَفِّلُكُمُوْهَا۔ ''یعنی یہ ہے قریش کا قافلہ جس میں ان کے اموال ہیں، اس کے تعاقب کے لئے نکلو، شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں مرحمت فرما دے''۔ چنانچہ چند حضرات اس کے تعاقب میں نکل پڑے اور کچھ پیچھے رہ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابوسفیان جب وادیٔ حجاز کے قریب آتا تو ادھر ادھر سے خبریں معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا اور جو سوار اسے ملتا اس سے پوچھ گچھ کرتا کیونکہ اسے لوگوں کے معاملہ کی فکر لاحق ہوتی تھی یہاں تک کہ اسے کسی سوار کی طرف سے یہ خبر ملی کہ محمد (ﷺ) نے تیرے اور تیرے قافلہ کے تعاقب کے لئے اپنے صحابہ کو روانہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اسے ازحد خوف لاحق ہوا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر لیا اور اسے مکہ کی طرف روانہ کیا اور اسے کہا کہ قریش کے پاس جائے اور انہیں اپنے اموال کی حفاظت پر برانگیختہ کرے اور انہیں اطلاع دے کہ محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کے ہمراہ قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ چنانچہ ضمضم بن عمرو بڑی سرعت سے مکہ پہنچا۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: ایک غیر متہم شخص نے حضرت ابن عباس سے اور یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا جس نے انہیں ہراساں کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور کہا: بھائی

عاتکہ کا خواب

علامہ ابن اسحاق نے عاتکہ کے خواب اور اس چیخنے والے شخص کا ذکر کیا ہے جو بلند آواز سے چیخ کر کہہ رہا تھا: يَا لَغُدُرِ! اے دھوکا بازو! لفظ غدر اسی طرح غین اور دال کے ضمہ کے ساتھ ہے، یہ غدور کی جمع ہے۔ اس شخص کی روایت صحیح نہیں ہے جس نے اسے دال کے فتحہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ يَا لَغَدَرِ روایت کیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ واحد کو ندا نہیں دی جاتی اور نداء میں لام استغاثہ اس

Marfat.com

جان! بخدا! میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ آپ اس راز کو محفوظ رکھیں جو میں آپ کو بتانے والی ہوں۔ انہوں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ابطح وادی میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا: اَلَا انْفِرُوْا یَاآلَ غُدُرٍ لِمَصَارِعِکُمْ فِیْ ثَلَاثٍ۔ ''اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ''۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس شتر سوار کے پاس جمع ہو گئے پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس دوران کہ لوگ اس کے اردگرد جمع تھے میں نے دیکھا کہ اس کا اونٹ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے پھر اس نے اسی طرح چیخ کر کہا: ''اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ''۔ پھر میں نے اس کے اونٹ کو جبل ابی قبیس کی چوٹی پر کھڑا دیکھا۔ اس نے وہاں بھی وہی نعرہ لگایا پھر اس نے ایک چٹان پکڑی اور اسے لڑھکا دیا، وہ لڑھکتی ہوئی جب پہاڑ کے نیچے پہنچی تو پھٹ گئی اور مکہ کا کوئی ایسا مکان اور گھر نہ تھا جس میں اس چٹان کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ یہ خواب سن کر حضرت عباس نے کہا بخدا! یہ تو بڑا اہم خواب ہے، اس کو پوشیدہ رکھنا اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا۔

خواب کا افشا اور ابوجہل اور حضرت عباس کے مابین گفتگو

پھر حضرت عباس وہاں سے نکلے تو ان کی ملاقات ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ہو گئی۔ یہ ان کا دوست تھا، انہوں نے اس خواب کا ذکر اس سے کیا اور اسے مخفی رکھنے کی تاکید کی۔ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا۔ اس طرح یہ راز مکہ میں افشا ہو گیا۔ یہاں تک کہ قریش کی مجلسوں میں بھی اس کا تذکرہ ہونے لگا۔

حضرت عباس کہتے ہیں: میں شام کو بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے گیا تو وہاں ابو جہل کو دیکھا کہ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہے اور وہاں عاتکہ کے خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جب ابوجہل نے مجھے دیکھا تو کہا: اے ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا۔

طرح کی بنا پر داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ انہیں برانگیختہ کرنے کے لئے یَا لَغُدُرُ انْفِرُوْا کہہ رہا تھا یعنی اگر تم پیچھے رہے تو تم اپنی قوم کے غدار ہو گے اور لام استغاثہ کو فتحہ دیا گیا ہے کیونکہ منادی اسم ضمیر کے مقام پر واقع ہوا ہے۔ اسی وجہ سے یہ معنی ہے۔ جب اس پر لام استغاثہ داخل ہوا جو کہ لام جر ہے تو اسے فتحہ دیا گیا جس طرح لام جر کو فتحہ دیا جاتا ہے جب وہ اسمائے ضمیر پر داخل ہو۔ یہ ابن سراج کا قول ہے اور

Marfat.com

چنانچہ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ابوجہل نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اے بنو عبد المطلب! تم میں یہ نبیہ کب پیدا ہوئی؟ میں نے کہا: تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا میرا مطلب وہ خواب ہے جو عاتکہ نے دیکھا ہے۔ میں نے کہا اس نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا اے بنی عبد المطلب! کیا تم اس پر راضی نہ ہوئے کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوا حتی کہ اب تمہاری عورتوں نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے، عاتکہ نے اپنے خواب میں دعویٰ کیا ہے کہ اس شتر سوار نے کہا: تین دن کے اندر دوڑ کر نکلو۔ ہم تین دن انتظار کریں گے، اگر اس کی بات سچی ہوئی تو ایسا ہو جائے گا اور اگر تین دن گزر گئے اور ایسا نہ ہوا تو ہم تمہارے خلاف یہ بات لکھ دیں گے کہ ملک عرب میں تمہارا گھرانہ سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔

حضرت عباس کہتے ہیں: بخدا مجھے بے بس ہو کر اس خواب کو جھٹلانا پڑا اور میں نے اس بات کا انکار کر دیا کہ اس نے کوئی چیز دیکھی ہے۔ پھر ہم وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

جب شام ہوئی تو بنی عبد المطلب کی کوئی خاتون ایسی نہ تھی جس نے مجھے آ کر یہ نہ کہا ہو کہ پہلے وہ خبیث فاسق تمہارے مردوں پر الزام تراشی کرتا رہا تو تم نے اسے برداشت کر لیا اب وہ تمہارے خاندان کی خواتین پر بہتان لگا رہا ہے اور تم خاموشی سے سن رہے ہو۔ تم میں اتنی غیرت بھی نہیں کہ اس کا منہ توڑ جواب دے سکو۔ میں نے کہا بخدا! میں نے ایسا کیا ہے، میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، اللہ کی قسم! میں ابھی اس کے پاس جاؤں گا، اگر اس نے پھر کوئی ایسی بات کہی تو میں اس کا کام تمام کرنے میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔

فرماتے ہیں: عاتکہ کے خواب کے تیسرے روز میں صبح گھر سے نکلا اور میرا دل غصے کی وجہ سے لوہے کی طرح سخت تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا گویا مجھ سے کوئی ایسا کام رہ گیا ہو جسے حاصل کرنا مجھے بہت محبوب ہو۔ چنانچہ جب میں مسجد شریف میں داخل ہوا تو مجھے ابوجہل نظر آیا۔ قسم بخدا! میں اسے چھیڑنے کے لئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ وہ دوبارہ کوئی اس طرح کی بات

ابوسعید سیرافی نے اس کی ایک اور تعلیل کی ہے جسے طوالت کی وجہ سے ہم نے ذکر کرنا پسند نہیں کیا اور یَا لَغُدَر کی شرح میں مذکورہ قول کا دارومدار صرف شیخ کی روایت پر اور اس روایت پر ہے جو اس کی اصل میں مذکور ہے اور ابوعبیدہ نے مصنف میں کہا ہے: یَا غُدَر کا مطلب ہے یَا غَادِرُ اے دھوکہ باز! اور جب اس کی جمع بنائی جائے تو کہا جاتا ہے: یَا اٰلَ غُدَر۔ اس خبر میں یہی اصل ہے اور جو اس سے پہلے ذکر ہوا اس میں تغییر ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

کرے جیسی اس نے پہلے کی تھی اور میں اس کا کام تمام کر دوں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابو جہل بھاگا ہوا مسجد کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ اس وقت وہ ایک پھرتیلا، غضبناک چہرے، غضبناک زبان اور غضبناک آنکھوں والا شخص دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی کتنی لعنت برس رہی ہے۔ کیا وہ اس خوف سے بھاگا جا رہا ہے کہ کہیں میں اسے برا بھلا نہ کہوں لیکن درحقیقت بات یہ تھی کہ اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کی چیخ سن لی تھی جو مجھے سنائی نہ دی۔ وہ وادی کے درمیان اپنے اونٹ پر سوار کھڑا ہوا چیخ رہا تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان کاٹ دیے تھے، اپنے کجاوے کو الٹا کر دیا اور اپنی قمیص پھاڑ ڈالی تھی اور وہ یہ اعلان کر رہا تھا: ''قافلہ، قافلہ (اپنے اس قافلہ کو بچاؤ) جس پر تمہارے اموال تجارت لدے ہوئے ہیں جو ابو سفیان کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس پر حملہ کرنے کے لئے محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمان میں یہ نہیں کہ تم بروقت وہاں پہنچ جاؤ گے۔ فریاد پھر فریاد''۔ اس نئے حادثہ نے مجھے بھی اور اسے بھی اس قدر مشغول کر دیا کہ ہم اس پہلی بات پر توجہ نہ دے سکے۔

روانگی کے لئے قریش کی تیاری

چنانچہ لوگوں نے بڑی سرعت سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ کفار کہنے لگے: کیا محمد (فداہ ابی وامی) اور اس کے صحابہ نے اس قافلہ کو ابن حضرمی والا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ ہرگز نہیں، بخدا! انہیں اس کی حقیقت اس کے برعکس معلوم ہوگی۔ تمام قریش کی حالت دو قسم کے آدمیوں کے درمیان تھی۔ ہر ایک یا تو خود جنگ میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہو رہا تھا یا اپنے قائم مقام ایک جوان کو بھیج رہا تھا اور قریش سب کو جنگ میں حصہ لینے کے لئے مشتعل کر رہے تھے، حتیٰ کہ قریش کے رؤسا میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

مگر ابولہب بن عبدالمطلب پیچھے رہ گیا اور اپنی جگہ پر العاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا۔ ابو

عاتکہ کے خواب میں ہے کہ پھر میں نے اس کے اونٹ کو جبل ابوقبیس پر کھڑا دیکھا۔ اس پہاڑ کو جبل ابوقبیس اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر بنی جرہم کا ایک شخص ہلاک ہوا جس کا نام قبیس بن شالخ تھا۔ اس کا ذکر عمرو بن مضاض کے واقعہ میں ہے۔ جس طرح جبل حنین جس میں قبیلہ حنین آباد ہے۔ اس کا نام حنین بن قالیہ بن مہلایل کے نام پر ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ عمالیق سے تھا۔ البکری نے کتاب معجم ما استعجم میں اس کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

لہب نے اسے چار ہزار درہم سود پر دے رکھے تھے جو اس کے لئے عاصی کے ذمہ واجب الاداء تھے۔ وہ افلاس کی وجہ سے یہ قرض ادا نہیں کر سکتا تھا۔ ابولہب نے اس قرض کے بدلے اسے اجرت پر لیا کہ وہ اس کی طرف سے جنگ میں شریک ہو کر قرض کا بدلہ چکا دے۔ اس طرح اس نے عاصی کو بھیج دیا۔ وہ اس کی طرف سے روانہ ہو گیا اور ابولہب پیچھے ٹھہر گیا۔

عقبہ کی روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ابی نجیح کا بیان ہے کہ امیہ بن خلف نے جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک معزز و محترم اور عظیم الجثہ معمر شخص تھا۔ وہ ایک روز اپنی قوم کے درمیان مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس عقبہ بن ابی معیط آیا۔ وہ ایک چھوٹی انگیٹھی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا جس میں کچھ آگ اور بخور تھے۔ اس نے اسے امیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور کہا: اے ابوعلی! آپ دھونی لیں، آپ عورتوں میں سے ہیں۔ امیہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تیرا بھی بھلا نہ کرے اور اس کا بھی جو تو لایا ہے''۔ راوی فرماتے ہیں پھر عقبہ نے جنگ کی تیاری کی اور لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

قریش اور بنی کنانہ کے مابین جنگ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب لوگ اپنی تیاری سے فارغ ہوئے اور روانگی کا فیصلہ کر لیا تو انہیں اس جنگ کا خیال آیا جو ان کی بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا: ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ ہم پر پیچھے سے حملہ نہ کر دیں۔ جیسا کہ بنی عامر بن لؤی کے ایک شخص کا بیان ہے اس نے محمد بن سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ قریش اور بنی بکر کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ بنی معیص بن عامر بن لؤی کے ایک شخص حفص بن اخیف کے بارے میں تھی۔ وہ ضجنان کے مقام پر اپنا ایک گم شدہ جانور تلاش کرنے کے لئے نکلا۔ وہ ایک

اللیاط کا معنی

ابن اسحاق نے ابولہب کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ اس نے اپنی جگہ پر عاصی بن ہشام کو جنگ میں شریک ہونے کے لئے بھیجا۔ وَ كَانَ لَاطَ لَهُ بِاَرْبَعَةِ الَافِ دِرْهَمٍ (اس نے اسے چار ہزار درہم سود پر دے رکھے تھے)۔ لاط کا معنی ہے سود پر قرض دینا۔ علامہ خطابی کی غریب الحدیث میں اللیاط کی تفسیر مذکور ہے اور وہ بنی ثقیف کی طرف لکھے گئے خط میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے:

Marfat.com

نوخیز لڑکا تھا جس کی پیشانی پر لمبے بال تھے۔ اس نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ ایک خوبصورت پاکیزہ نوجوان تھا۔ وہ عامر بن یزید بن عامر بن ملوح کے پاس سے گزرا جو بنی یعمر بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کا ایک فرد تھا۔ وہ ضجنان کے مقام پر تھا۔ اس زمانہ میں وہ بنی بکر کا سردار تھا۔ اس نے اس لڑکے کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اس سے پوچھا: لڑکے! تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں حفظ بن اخیف قرشی کا بیٹا ہوں۔ پھر جب وہ لڑکا چلا گیا تو عامر بن یزید نے کہا: اے بنی بکر! کیا تمہارا قریش میں کوئی خون ہے (جس کا بدلہ لینا باقی ہو)؟ انہوں نے کہا: ہاں قسم بخدا! ہم نے ان سے کئی خونوں کا بدلہ لینا ہے۔ اس نے کہا پھر تم میں کون شخص ہے جو اپنے کسی شخص کے بدلے اس لڑکے کو قتل کر دے اور اپنے خون کا بدلہ لے لے؟ چنانچہ بنی بکر کے ایک شخص نے اس لڑکے کا تعاقب کیا اور اپنے اس خون کے بدلے اسے قتل کر دیا جو اس کا قریش کے ذمہ تھا۔ اس بارے میں قریش نے بات چیت کی تو عامر بن یزید نے کہا: اے گروہ قریش! ہمارے تمہارے ذمہ کئی خون کے بدلے ہیں تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو تم ہمارے وہ خون بہا ادا کر دو جو ہمارے تم پر ہیں اور ہم وہ خون بہا ادا کر دیتے ہیں جو تمہارے ہم پر ہیں اور اگر تم چاہو تو اس طرح خون کے بدلے چکا دیے جائیں کہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ اس طرح تم اپنے خون کے بدلے پورے کر لو جو تمہارے ہم پر ہیں اور ہم اپنے خون کے بدلے پورے کر لیتے ہیں جو ہمارے تم پر ہیں۔ اس طرح قریش کے اس قبیلے کے نزدیک اس لڑکے کی قدر و منزلت کم ہو گئی اور وہ کہنے لگے: یہ بات درست ہے کہ آدمی کے بدلے آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اس لڑکے کا ذکر چھوڑ دیا اور اس کے خون بہا کا مطالبہ نہ کیا۔

راوی فرماتے ہیں: کچھ عرصہ بعد اس لڑکے کا بھائی مکرز بن حفص بن اخیف مر الظہر ان سے گزر رہا تھا۔ اس کی نگاہ عامر بن یزید بن عامر الملوح پر پڑی جو اپنے اونٹ پر سوار تھا۔ جب

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دَيْنٍ لَا رَهْنَ فِيهِ فَهُوَ لِيَاطٌ مُبَرَّأٌ مِنَ اللهِ۔ یعنی جوان کا ایسا قرض ہو جس میں گروی نہ ہو تو وہ سود ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے تعلق اور جدا ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ سود کو لیاط اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بیع کے ساتھ چمٹا ہوا ہے حالانکہ وہ بیع نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سود کو لیاط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مقروض کے ساتھ چمٹ جاتا ہے جو اسے نہ ادا کر سکتا ہے اور نہ اسے معاف کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا اصل معنی لصوق (چمٹنا) ہے۔

Marfat.com

اس نے اسے دیکھا تو اس کی طرف بڑھا یہاں تک کہ اپنے اونٹ کو بٹھا دیا۔ عامر اپنی تلوار گردن میں لٹکائے ہوئے تھا۔ مکرز نے اسی کی تلوار اس کی گردن سے اتار کر اسے قتل کر دیا۔ پھر اس نے وہ تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور تلوار کی نوک پر اسے اٹھا کر گھر لے آیا اور رات کے وقت وہ تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکا دی۔ جب صبح ہوئی تو قریش نے عامر بن یزید بن عامر کی تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکی ہوئی دیکھی۔ انہوں نے اسے پہچان لیا اور کہا کہ یہ عامر بن یزید کی تلوار ہے، مکرز بن حفص نے اس پر حملہ کر کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ پس یہ ان کی بنی بکر کے ساتھ دشمنی تھی۔ وہ اسی جنگ میں مبتلا تھے کہ لوگوں کے درمیان اسلام کا نور چمک اٹھا اور وہ اس میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ قریش نے بدر کی طرف روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر ان کے درمیان بنی بکر کی دشمنی کا ذکر چلا اور انہیں اس کی فکر لاحق ہوئی۔

مکرز بن حفص کے اشعار

مکرز بن حفص نے عامر کے قتل کے بارے میں یہ اشعار کہے:

لَمَّا رَأَیْتُ اَنَّهٗ هُوَ عَامِرٌ تَذَکَّرْتُ اَشْلَاءَ الْحَبِیْبِ الْمُلَحَّبِ

جب میں نے دیکھا کہ یہ وہی عامر ہے تو مجھے اپنے اس محبوب کے کٹے ہوئے اعضاء یاد آ گئے جن کا گوشت لمبائی میں کاٹا گیا۔

المجمرة والالوة

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ امیہ بن خلف نے جنگ میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کر لیا اور عقبہ بن ابی معیط اس کے پاس ایک مجمرہ (چھوٹی انگیٹھی) لے کر آیا جس میں آگ اور بخور تھا۔ اس نے کہا آپ دھونی لیں، آپ عورتوں میں سے ہیں۔ مجمرۃ وہ برتن ہے جس میں بخور رکھا جاتا ہے اور بخور کو مجمر کہا جاتا ہے۔ اہل جنت کی صفت کے بارے میں حدیث شریف میں ہے: مَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ (ان کے بخور اگر کی لکڑی کے ہوں گے)۔ یہ مجمر کی جمع ہے نہ کہ مجمرۃ کی اور الوۃ تر لکڑی کو کہتے ہیں۔ اس میں چار لغتیں ہیں: اَلُوَّةٌ، اُلُوَّةٌ، لُوَّةٌ بغیر الف کے اور لِیَّةٌ۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔

ح اشعار مکرز

مکرز کا شعر ہے: تَذَکَّرْتُ اَشْلَاءَ الْحَبِیْبِ الْمُلَحَّبِ۔ اشلاء کا معنی ہے کٹے ہوئے اعضاء اور الملحب عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: لَحَبْتُ اللَّحْمَ یعنی میں نے گوشت کو لمبائی میں کاٹا۔

Marfat.com

وَ قُلْتُ لِنَفْسِیْ اِنَّہٗ ھُوَ عَامِرٌ فَلَا تَرْھَبِیْہِ وَانْظُرِیْ اَیَّ مَرْکَبِ

اور میں نے اپنے نفس سے کہا: بے شک یہ وہی عامر ہے، اس سے تو نہ ڈر اور دیکھ لے یہ کس قسم کی سواری ہے۔

وَ اَیْقَنْتُ اَنِّیْ اِنْ اُجَلِّلْہُ ضَرْبَۃً مَتٰی مَا اُصِبْہُ بِالْفُرَافِرِ یَعْطَبِ

اور مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں اپنی تلوار اس پر برساتے وقت اسے کاری ضرب لگاؤں تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

خَفَضْتُ لَہٗ جَاْشِیْ وَ اَلْقَیْتُ کَلْکَلِیْ عَلٰی بَطَلٍ شَاکِی السِّلَاحِ مُجَرَّبِ

میں نے اس کے لئے اپنا دل کڑا کیا اور ہتھیاروں سے مسلح تجربہ کار سورما پر اپنا سینہ رکھ دیا۔

وَ لَمْ اٰلُ لَمَّا الْتَفَّ رَوْعِیْ وَ رَوْعُہٗ عُصَارَۃَ ھُجْنٍ مِّنْ نِّسَاءٍ وَّ لَا اَبِ

اور جب میرا ہیجان قلب اور اس کا ہیجان قلب ایک دوسرے سے باہم لپٹے تو (ظاہر ہو گیا کہ) میں نہ عورتوں کی طرف سے دوغلے نطفے کا تھا اور نہ مردوں کی طرف سے۔

حَلَلْتُ بِہٖ وَتْرِیْ وَ لَمْ اَنْسَ ذَحْلَہٗ اِذَا مَا تَنَاسٰی ذَحْلَہٗ کُلُّ عَیْھَبِ

میں نے اس سے اپنا بدلہ لے لیا اور میں اپنے انتقام کو اس وقت نہیں بھولتا جب ہر عاجز اپنے انتقام کو بھول جائے۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: دیگر مقامات پر فرافر کا معنی ہوتا ہے ایسا شخص جو بائیں ہاتھ سے اسی طرح کام کر سکتا ہو جیسے دائیں ہاتھ سے کرتا ہو اور یہاں اس کا معنی تلوار ہے اور عیہب بے عقل شخص کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی نر ہرن اور نر شتر مرغ ہے۔ خلیل کا کہنا ہے کہ عیہب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے خون کا بدلہ لینے سے عاجز ہو۔

اسے صاحب العین نے ذکر کیا ہے۔

مکرز کا ایک اور شعر ہے: مَتٰی مَا اُجَلِّلْہُ الْفُرَافِرَ یَعْطَبِ۔ ابن ہشام نے فرافر کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ کسی تلوار کا نام ہے اور میرے نزدیک یہ فَرْفَرَ اللَّحْمَ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گوشت کاٹنا۔ ابو عبید کا شعر ہے:

کَکَلْبِ طَسْمٍ وَ قَدْ تَرَبَّبَہٗ یَعُلُّہٗ بِالْحَلِیْبِ فِی الْغَلَسِ

طسم کے اس کتے کی طرح جسے دو کوہانوں والی اونٹنی نے اندھیرے میں دودھ کے ساتھ پالا ہو۔

Marfat.com

شیطان اور قریش

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: یزید بن ہارون نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب قریش نے جنگ کے لئے روانگی کا فیصلہ کرلیا تو انہیں بنی بکر کی دشمنی یاد آئی۔ قریب تھا کہ انہیں یہ امر اس مہم پر جانے سے روک دیتا اچانک ابلیس ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سراقہ بنی کنانہ کے رؤساء میں سے تھا۔ اس نے انہیں کہا: ''میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ بنو کنانہ تمہارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں ناپسند ہو''۔ چنانچہ لشکر کفار بڑی سرعت سے روانہ ہوگیا۔

حضور ﷺ کی روانگی

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رمضان المبارک کی کچھ راتیں گزر چکی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حضور ﷺ پیر کے روز آٹھ رمضان المبارک کو روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام عبداللہ بن ام مکتوم ہے۔ آپ قبیلہ بنی عامر بن لوی کے ایک فرد تھے۔ پھر حضور ﷺ نے روحاء کے مقام سے حضرت ابولبابہ کو مدینہ کا عامل بنا کر واپس بھیج دیا۔

ایک پرچم اور دو جھنڈے

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو پرچم ارزانی فرمایا۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: وہ پرچم سفید رنگ کا تھا۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دو اور سیاہ رنگ کے جھنڈے بھی تھے۔ ایک جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اس جھنڈے کا

آنحی عَلَیۡهِ یَوۡمًا یُقَرۡقِرُهٗ اِنۡ یَلۡغَ فِی الدِّمَاءِ یَنۡتَهِسِ

ایک روز وہ اس پر جھک کر اس کا گوشت کاٹنے لگا، اگر وہ خون چاٹنے لگے تو اس کا گوشت بھی اس کے دانتوں میں آجائے۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ یُشَرۡ شِرُهٗ ہے۔ عیبب بے عقل شخص کو کہتے ہیں اور نر جانور کو بھی عیبب کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

نام عقاب تھا اور دوسرا جھنڈا کسی انصاری کے پاس تھا۔

بدری مسلمانوں کے اونٹ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس روز اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس ستر اونٹ تھے۔ مسلمان ان اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ اور رسول اللہ ﷺ کے دو آزاد کردہ غلام حضرت ابو کبشہ اور حضرت انسہ رضی اللہ عنہم باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے لشکر کے ساقہ (آخری حصہ) حضرت پر قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا جو بنی مازن بن نجار سے تھے اور بقول حضرت ابن ہشام انصار کا پرچم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

بدر کی طرف روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے: ہیں حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف نقب المدینہ پھر العقیق پھر ذوالحلیفہ اور پھر اولات الجیش کے مقامات سے گزرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ابن ہشام نے ذات الجیش کہا ہے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر حضور تربان، ملل، غمیس الحمام، صخیرات الیمام، السیالہ، فج الروحاء اور شنوکہ کے مقامات سے گزرے۔ یہی درمیانی راستہ ہے پھر جب لشکر

رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ کے مقامات

ابن اسحاق نے عرق الظبیہ کا ذکر کیا ہے۔ ظبیہ قتادہ (ایک سخت درخت جس کے کانٹے سوئی کی طرح ہوتے ہیں) کے مشابہ ایک درخت ہے جس سے سایہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع ظبیان آتی ہے۔ اسی طرح بدر کے راستہ میں السیالہ کا ذکر آیا ہے۔ سیال بھی ایک درخت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ درخت سلم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) کا تنا ہے۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔

Marfat.com

اسلام عرق الظبیہ پہنچا تو وہاں ایک بدوی سے ملاقات ہوئی۔ مسلمانوں نے اس سے کفار کے بارے میں پوچھا لیکن اس کے پاس سے کوئی اطلاع نہ ملی۔ لوگوں نے اسے کہا: اللہ کے رسول کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ اس نے پوچھا: کیا تم میں کوئی اللہ کا رسول بھی ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہاں تم ان کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ پھر وہ کہنے لگا: اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو بتائیے میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش بولے، یہ سوال اللہ کے رسول سے نہ پوچھو، ادھر آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں۔ تم نے اس سے بدمعاشی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تجھ سے بچہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا چھوڑ و اسے، تم نے اس شخص کو رسوا کر دیا ہے۔ پھر وہ حضرت سلمہ سے منہ پھیر کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

وہاں سے چل کر رسول ﷺ سجسج جسے بئر الروحاء بھی کہتے ہیں، آ کر اترے پھر وہاں سے چل کر جب منصرف کے مقام پر پہنچے تو مکہ کے اس راستہ کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب نازیہ کے راستہ بدر کا قصد فرمایا پھر اسے درمیان سے چیرتے ہوئے رحقان نامی وادی سے گزرے جو نازیہ اور مضیق الصفراء کے درمیان ہے۔ پھر مضیق سے ہوتے ہوئے جب صفراء کے قریب پہنچے تو بنو ساعدہ کے حلیف بسبس بن عمرو الجہنی اور بنی نجار کے حلیف عدی بن ابی زغباء الجہنی کو بدر روانہ کیا تا کہ وہ ابوسفیان بن حرب وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آگے کوچ فرمایا۔ جب حضور ﷺ صفراء کے سامنے تشریف

اور نازیہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ ایک سرسبز وسیع میدان ہے جس میں بڑے بڑے درخت اور چراگاہیں ہیں اور سجسج روحاء کے مقام پر ہے۔ اسے سجسج اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور ہر وہ چیز جو دوسری دو اشیاء کے درمیان ہو وہ سجسج ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ ھَوَاءَ الْجَنَّةِ سَجْسَجٌ۔ یعنی جنت کی ہوا نہ زیادہ گرم ہوگی اور نہ زیادہ سرد۔ میرے نزدیک یہ السجاج سے ماخوذ ہے اور سجاج غیر خالص دودھ کو کہتے ہیں۔ یعنی ایسا دودھ جس میں پانی کی ملاوٹ زیادہ ہو۔

شاعر کا قول ہے:

وَ یَشْرَبُھَا مَزْجًا وَ یَسْقِیْ عِیَالَہٗ　　سَجَاجًا کَاَقْرَابِ الثَّعَالِبِ اَوْرَقَا

اور وہ خود پانی ملا شراب پیتا ہے اور اپنے عیال کو پانی ملا دودھ پلاتا ہے خاکستری رنگ کی لومڑیوں کے بچوں کی طرح۔

اور الصفراء کا ذکر آیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی وادی ہے۔

Marfat.com

لائے جو دو پہاڑوں کے درمیان ایک گاؤں ہے تو ان دو پہاڑوں کے نام دریافت کیے۔ لوگوں نے بتایا کہ ان میں سے ایک کو مسلح اور دوسرے کو مخری کہا جاتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے وہاں کے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بنو نار اور بنو حراق ہیں جو بنی غفار کی دو شاخیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان قبائل کو اور ان کے درمیان سے گزرنے کو ناپسند فرمایا اور ان پہاڑوں کے اسماء اور ان قبائل کے اسماء سے فال لی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو پہاڑوں اور مقام صفراء کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب ذفران نامی وادی سے گزرتے ہوئے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔

جہاد کے بارے میں حضرات ابوبکر، عمر اور مقداد رضی اللہ عنہم کی رائے

حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے تاکہ وہ اپنے قافلہ کا بچاؤ کر سکے۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ طلب فرمایا اور انہیں قریش کی صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بڑی خوب صورت گفتگو کی۔ پھر حضرت عمر بن

انساب

علامہ ابن اسحاق نے بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباء کا ذکر کیا ہے جبکہ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تاکہ وہ لشکر قریش کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ مصنف ابی داؤد میں بسبس کی جگہ بسبسۃ ہے اور ابوداؤد کے بعض راوی کہتے ہیں کہ یہ باء کے ضمہ کے ساتھ بُسبسۃ ہے۔ کتاب مسلم میں اسی طرح مذکور ہے۔ ابن اسحاق نے جہینہ تک اس کا نسب بیان کیا ہے جبکہ ایک اور راوی نے ذبیان تک بیان کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ بسبس بن عمرو بن ثعلبہ بن خرشہ بن عمرو بن سعد بن ذبیان ہے۔ اور جہاں تک عدی بن ابی زغباء کا تعلق ہے تو ابی زغباء کا نام سنان بن سبیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن بذیل ہے۔ اہل عرب میں ذال منقوطہ کے ساتھ بذیل اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہ دارقطنی کا قول ہے۔ اس کا پورا نسب یوں ہے: بذیل بن سعد بن عدی بن کاہل بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ اور جہینہ سود بن اسلم (لام کے ضمہ کے ساتھ) بن الحاف بن قضاعہ کا بیٹا ہے۔
موسیٰ بن عقبہ نے کہا: عدی بن ابی زغباء بنی مالک بن نجار کے حلیف تھے، ان کی وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بدر، احد اور خندق کی جنگوں میں شریک ہوئے۔

Marfat.com

خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے بھی بڑے خوب صورت انداز میں گفتگو کی پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! تشریف لے چلئے جدھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝ (المائدہ) کہ ''جائیے آپ اور آپ کا خدا اور ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں''۔ بلکہ ہم یوں کہیں گے: اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمَا مُقَاتِلُوْنَ کہ ''تشریف لے چلئے آپ اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے''۔ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کلمہ خیر سے نوازا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

فالِ بد اور قبیح نام کی کراہت

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو پہاڑوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے نام دریافت کیے تو بتایا گیا کہ ان میں سے ایک کا نام مُسلِح اور دوسرے کا نام مخری ہے۔ حضور ﷺ نے ان پہاڑوں کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہ فالِ بد نہیں ہے جس سے رسول ﷺ نے منع فرمایا بلکہ قبیح نام کی کراہیت کے باب سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے امراء کی طرف لکھا کرتے تھے: اِذَا اَبْرَدْتُمْ اِلَیَّ بَرِيْدًا فَاجْعَلُوْهُ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْاِسْمِ (مسند بزار 412/2، مصنف ابن ابی شیبہ 349/12) یعنی ''جب تم میری طرف کوئی قاصد بھیجو تو ایسا شخص بھیجا کرو جو خوبرو بھی ہو اور اس کا نام بھی اچھا ہو''۔ اسے بزار نے بریدہ کے طریق سے ذکر کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک دودھ والی اونٹنی کے بارے میں فرمایا: اسے کون دوہے گا؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: مرہ۔ آپ نے فرمایا ''بیٹھ جاؤ''۔ پھر ایک اور شخص نے عرض کی میرا نام یعیش ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم دوہو''۔ میں نے یہ حدیث مختصراً ذکر کی ہے۔ اس میں کچھ اضافہ بھی ہے جسے ابن وہب نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں نہیں جانتا کہ مجھے کچھ کہنا چاہیے یا خاموش رہنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: تم بات کرو۔ انہوں نے عرض کی: آپ نے ہمیں فال پکڑنے سے منع

Marfat.com

حضور ﷺ کی انصار سے مشاورت

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَشِیْرُوْا عَلَیَّ اَیُّھَا النَّاسُ۔ ''اے لوگو! مجھے مشورہ دو''۔ آپ کی مراد انصار تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار کی تعداد دوسرے لوگوں سے زیادہ تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ بیعت عقبہ کے وقت انہوں نے عرض کی تھی: یا رسول اللہ! بے شک ہم اس وقت تک آپ کے ذمہ سے بری ہیں جب تک آپ ہمارے شہر میں تشریف نہیں لاتے لیکن جب آپ وہاں تشریف لے آئیں گے تو آپ ہمارے ذمہ میں ہوں گے، ہم ہر اس چیز سے آپ کا دفاع کریں گے جس سے ہم اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کا دفاع کرتے ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ یہ اندیشہ ظاہر کر رہے تھے کہ کہیں انصار صرف اس دشمن سے آپ کا دفاع کریں جو مدینہ طیبہ پر اچانک چڑھائی کردے اور وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ ان پر اپنے شہر سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنا لازم نہیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی تو حضرت سعد بن معاذ رضی

فرمایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے فال نہیں پکڑی بلکہ اچھے نام کو اہمیت دی ہے۔ او کما قال علیہ السلام۔ میں نے مؤطا امام مالک کی شرح میں بدشگونی کے بارے میں کلام کیا ہے اور عورت، گھوڑے اور گھر سے بدشگونی لینے کے بارے میں جو تحقیق، بیان اور فقہی بحث میں نے ذکر کی ہے الحمدللہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جس نے مجھ سے بڑھ کر اس طرح کی بحث کی ہو۔

مسلح ومخری کے دو پہاڑ

ان دونوں پہاڑوں کے ان دو ناموں کا ایک سبب ہے۔ وہ یہ ہے کہ بنی غفار کا ایک غلام ان پہاڑوں میں اپنے آقا کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ چراگاہ سے واپس آیا تو اس کے آقا نے اس سے پوچھا: تو کیوں واپس آیا ہے؟ اس نے کہا: اِنَّ ھٰذَا الْجَبَلَ مُسْلِحٌ لِلْغَنَمِ وَ اِنَّ ھٰذَا الْاٰخَرَ مُخْرِئٌ کہ یہ پہاڑ بکریوں کو لید کرانے والا ہے اور یہ دوسرا پہاڑ ان کو پاخانہ کرانے والا ہے۔ چنانچہ ان دونوں پہاڑوں کے یہی نام پڑ گئے۔ میں نے یہ وجہ تسمیہ وقشی سے نقل کردہ شیخ حافظ کی تحریر میں دیکھی ہے۔

برک الغماد

حضرت ابن اسحاق نے حضرت مقداد کا قول ذکر کیا ہے کہ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں الخ۔ میں نے بعض کتب تفسیر میں دیکھا ہے کہ اس سے مراد شہر حبشہ ہے۔

Marfat.com

اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: اے اللہ کے پیارے رسول! یوں لگتا ہے حضور ہماری رائے پوچھ رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک۔ تو حضرت سعد گویا ہوئے: ''بے شک ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں، ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ تشریف لائے ہیں وہ حق ہے اور اس پر ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کیے ہیں اور ہم نے آپ کا حکم سننے اور اس کو بجالانے کے پکے پیمان باندھے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ آپ تشریف لے چلیئے جدھر آپ کا ارادہ ہے۔ ہم حضور کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اگر آپ ہمیں سمندر کے پاس لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے، ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے، کہ آپ کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں، دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ کی برکت پر آپ روانہ ہو جائیے''۔ حضرت سعد کے ان جذبات کو سن کر رسول اللہ ﷺ کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ پھر فرمایا: سِيْرُوْا وَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ وَعَدَنِىْ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَاللّٰهِ لَكَاَنِّىْ الْاٰنَ اَنْظُرُ اِلٰى مَصَارِعِ الْقَوْمِ۔ ''روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوش خبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا! میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں''۔

اخبارِ قریش کی جستجو

پھر رسول اللہ ﷺ ذافران سے روانہ ہوئے اور اصافر نامی پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے دبہ نامی گاؤں میں اترے۔ آپ ﷺ نے حنان کو اپنے دائیں جانب چھوڑ دیا۔ یہ ایک پہاڑ نما بہت بڑا ریت کا ٹیلہ ہے پھر حضور ﷺ نے بدر کے قریب نزول فرمایا۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ

مشرکین کے کنوؤں کو مٹی سے بھر دینا

ان کنوؤں کا ذکر ہوا جنہیں مشرکین نے پانی پینے کے لئے کھودا تھا۔ راوی کا بیان ہے: فَاَمَرَ بِتِلْكَ الْقُلُبِ فَعُوِّرَتْ۔ یعنی حضور ﷺ کے حکم سے ان کنوؤں میں مٹی بھر دی گئی۔ عُوِّرَتْ ایک اچھا کلمہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کنویں عین یعنی چشموں کی شکل میں تھے تو انہیں عین الانس یعنی انسانی آنکھ کے ساتھ تشبیہ دی اور انسانی آنکھ کے بارے میں کہا جاتا ہے: عُرْتُهَا فَعَارَتْ یعنی میں نے

Marfat.com

اور ایک صحابی سوار ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں، وہ صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: محمد بن یحییٰ بن حبان کا بیان ہے کہ حضور ﷺ ایک شیخ عربی سے ملے اور اس سے قریش اور محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کے متعلق دریافت کیا۔ شیخ کہنے لگا میں تمہیں تب بتاؤں گا جب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کس قبیلہ سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ہمیں بتاؤ گے تو ہم بھی تمہیں اپنے متعلق آگاہ کردیں گے۔ وہ کہنے لگا: کیا ادلے کا بدلہ؟ حضور نے فرمایا: ہاں۔ شیخ نے کہا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ فلاں فلاں دن روانہ ہو چکے ہیں۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے''۔ اس نے اسی جگہ کا نام لیا جہاں رسول اللہ ﷺ پہنچے تھے۔'' اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ قریش فلاں دن روانہ ہوئے۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے''۔ اس نے اس جگہ کا نام لیا جہاں قریش پہنچے تھے۔ جب وہ اپنی اطلاع سے فارغ ہوا تو اس نے کہا: مِمَّنْ اَنْتُمَا؟ تم کس سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نَحْنُ مِنْ مَّاءٍ۔ ہم ماء (پانی) سے ہیں۔ پھر آپ اس کے پاس سے پلٹ آئے۔ وہ کہنے لگا: مَا مِنْ مَاءٍ۔ أَمِنْ مَاءِ الْعِرَاقِ؟ پانی سے ہیں کیا مطلب کیا عراق کے پانی سے؟ ابن ہشام فرماتے ہیں وہ بوڑھا سفیان ضمری تھا۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس واپس تشریف لائے۔ یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرات علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو چند دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ بدر کے چشمہ کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ آپ ﷺ کے لئے وہاں کی خبروں کی جستجو کریں۔ انہیں قریش کے لئے پانی لے جانے والا ایک قافلہ ملا جس میں بنی حجاج کا غلام اسلم اور بنی عاص بن سعید کا غلام ابو یسار عریض بھی تھے۔ صحابہ کرام ان دونوں کو

اسے کانا کیا گیا وہ کانی ہوگئی، عَوِرْتُهَا نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح کنوؤں کے بارے میں واؤ کے سکون کے ساتھ عُوْرَتْ کہا۔ لیکن جب فعل مجہول ذکر کیا تو عین کو ضمہ دے دیا گیا۔ یہ اس شخص کی لغت پر ہے جو کہتا ہے: قُوْلَ الْقَوْلُ (بات کہی گئی)، بُوْعَ الْمَتَاعُ (سامان بیچا گیا)۔ یہ ہذیل، بنی اسد کی شاخ بنی دبیر اور بنی فقعس کی لغت ہے۔ دبیر ترخیم کے طریقہ پر ادبر کی تصغیر ہے۔ اگرچہ یہ لغت قبیح ہے لیکن یہاں واؤ کی حفاظت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اگر عِيْرَتْ کہا جاتا تو واؤ قائم نہ رہتی اور نظر و فکر کے بغیر یہ

Marfat.com

لائے اور ان سے سوالات کیے جبکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ان دونوں نے بتایا: ہم قریش کے لئے پانی لے جانے والے ہیں، انہوں نے ہمیں اپنے لئے پانی پلانے کے لئے بھیجا ہے۔ صحابہ کرام نے ان کی بات نہ مانی اور خیال کیا کہ شاید وہ ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس لئے انہوں نے انہیں زدوکوب کی اور جب انہیں بہت تنگ کیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا، دو سجدے کیے اور سلام پھیر دیا اور فرمایا: اِذَا صَدَقَاکُمْ ضَرَبْتُمُوْهُمَا وَ اِذَا کَذَبَاکُمْ تَرَکْتُمُوْهُمَا۔ صَدَقَا وَاللّٰهُ اِنَّهُمَا لِقُرَیْشٍ، اَخْبِرَانِیْ عَنْ قُرَیْشٍ؟ ''جب ان دونوں نے تم سے سچ کہا تو تم نے انہیں مارا اور جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ قسم بخدا! انہوں نے سچ کہا، بے شک وہ قریش کے غلام ہیں'' (پھر ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا: ''مجھے قریش کے متعلق آگاہ کرو''۔ ان دونوں نے بتایا: قسم بخدا! وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو العدوۃ القصویٰ (دور کے ناکہ) پر نظر آ رہا ہے۔ وہ ٹیلا عقنقل تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: وہ لوگ کتنے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بہت سے ہیں۔ پوچھا ان کی تعداد کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: ہمیں معلوم نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: کسی دن نو اور کسی دن دس۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ان میں قریش کے سر برآوردہ لوگوں میں کون کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدوُد۔ پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: هٰذِهٖ مَکَّةُ قَدْ اَلْقَتْ اِلَیْکُمْ اَفْلَاذَ کَبِدِهَا: ''دیکھو مکہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیے ہیں''۔

معلوم نہ ہوتا کہ یہ العود سے مشتق ہے جیسا کہ عید کے لفظ میں جمع بناتے وقت یاء کو قائم رکھتے ہوئے اس کی جمع اعیاد بنائی جاتی ہے لیکن ریح کی جمع ارواح میں انہوں نے قیاس کو ترک کر دیا حالانکہ ادیاح بنی اسد کی لغت ہے۔ (عیرت کو عورت اس لئے پڑھا جاتا ہے) تاکہ چشمہ کے معنی پر لفظی دلالت بھی قائم رہے اگرچہ یہ العودۃ سے مشتق ہے۔ اس پر القول اور اس میں واؤ کی محافظت کو قیاس کر لیں۔ اسی طرح اہل عرب نے سُبُّوْحٌ اور قُدُّوْسٌ میں ضمہ کو قائم رکھا حالانکہ قیاس کے مطابق یہ فاء کلمہ کے

Marfat.com

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء چلتے چلتے بدر میں جا پہنچے، وہاں پانی کے قریب ایک ٹیلے کے پاس اونٹ بٹھائے پھر مشک لے کر اس میں پانی بھرنے لگے۔ مجدی بن عمرو بھی پانی کے پاس ہی تھا۔ عدی اور بسبس نے وہاں دو نوخیز لڑکیوں کی آوازیں سنیں جو ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے پانی کی طرف آ رہی تھیں۔ جس عورت کو دوسری نے پکڑا ہوا تھا وہ ساتھ والی سے کہہ رہی تھی: قافلہ کل یا پرسوں آئے گا، میں ان کے پاس مزدوری کر کے تیرا قرض ادا کر دوں گی۔ مجدی نے کہا: تم نے سچ کہا، یوں ان دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کر دیا۔ عدی اور بسبس نے یہ باتیں سن لیں۔ وہ دونوں اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا اس کی اطلاع دی۔

ابوسفیان کا قافلے سمیت فرار

ادھر ابوسفیان احتیاط کے ساتھ قافلے سے آگے نکل آیا اور آ کر پانی کے پاس اترا۔ اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا: کیا تو نے کسی کی آہٹ سنی ہے؟ اس نے کہا: میں نے کسی اجنبی کو نہیں دیکھا البتہ میں نے دو سوار دیکھے ہیں جنہوں نے اپنے اونٹ اس ٹیلے کے پاس بٹھائے اور مشک میں پانی بھر کر چلے گئے۔ ابوسفیان ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ آیا اور ان کے اونٹوں کی مینگنیاں اٹھا کر توڑیں تو ان میں کھجور کی گٹھلیاں تھیں۔ یہ دیکھ کر بولا: قسم بخدا! یہ تو یثرب کے چارا کے لید نے ہیں۔ وہ تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا اور اپنے اونٹوں کے منہ پر ضربیں لگا کر انہیں راستے سے پھیر دیا اور ساحل سمندر کی طرف نکل گیا اور بدر کو اپنی بائیں جانب چھوڑ کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔

جہیم بن صلت کا خواب

قریش آئے اور جب جحفہ میں اترے تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے ایک خواب دیکھا اور کہا: میں نے اس حالت میں دیکھا ہے جو سونے والا دیکھتا ہے۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھڑ سوار آ رہا ہے، وہ میرے پاس آ کر ٹھہر گیا، اس کے ساتھ اس کا ایک اونٹ بھی تھا پھر اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف اور فلاں فلاں قتل کر دیے گئے۔ اس نے ان رؤسائے

فتحہ کے ساتھ فَعُوْلٌ کے وزن پر آنا چاہیے جیسے تَنُّوْمٌ اور شَبُّوْطٌ وغیرہ لیکن انہوں نے دونوں ضموں کو قائم رکھا تا کہ اَلْقُدُّس، اَلسُّبُّحَاتُ اور سُبْحَانَ اللّٰہ: کا لفظی اعراب سلامت رہے۔ ان دونوں

Marfat.com

قریش کے نام گن دیے جو بدر کے روز قتل ہوئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کے سینے پر ضرب لگائی اور اسے لشکر میں چھوڑ دیا۔ لشکر کے خیموں میں سے کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جہاں تک اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ یہ خبر ابو جہل تک پہنچی تو اس نے کہا: یہ بنی مطلب کا ایک اور نبی ہے۔ اگر کل مقابلہ ہوا تو اسے پتہ چل جائے گا کہ مقتول کون ہے۔

ابوسفیان کا جنگ کا ارادہ نہیں تھا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب ابوسفیان نے خیال کیا کہ اس نے اپنے قافلہ کو محفوظ کر لیا ہے تو اس نے قریش کو یہ پیغام بھیجا کہ تم صرف اپنا قافلہ، آدمی اور مال بچانے کے لئے نکلے تھے تو اللہ نے اسے بچالیا ہے۔ اس لیے تم واپس لوٹ جاؤ۔ لیکن ابو جہل بن ہشام نے کہا: بخدا! ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ ہم بدر پہنچ جائیں۔ بدر عرب کے میلوں میں سے ایک میلے کا مقام تھا جہاں ان کے لئے ہر سال بازار لگتا تھا۔ اس نے کہا ہم وہاں تین دن قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کھانا کھلائیں گے اور شراب پلائیں گے، ہماری کنیزیں ہمارے سامنے گیت گائیں گی، سارا عرب ہمارے متعلق اور ہمارے سفر اور ہمارے لشکر کے متعلق سنے گا پھر وہ ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ اس لئے بڑھتے چلو۔

بنی زہرہ کی واپسی

اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی جو بنی زہرہ کا حلیف تھا، اس نے جحفہ کے مقام پر ہی کہا: اے بنی زہرہ! اللہ نے تمہارے اموال بھی بچالیے ہیں اور تمہارے ساتھی مخرمہ بن نوفل کو بھی نجات بخشی ہے۔ تم گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ مخرمہ کو بچاؤ اور اپنے مال کی حفاظت کرو۔ تم بزدلی کا الزام مجھ پر عائد کردو اور واپس چلو کیونکہ نقصان نہ ہونے کی صورت میں تمہیں نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس شخص یعنی ابو جہل کی باتوں میں نہ آؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور بنی زہرہ کا کوئی فرد جنگ میں شریک نہ ہوا۔ انہوں نے اخنس کی اطاعت کی اور وہ ان میں قابل اطاعت شخص تھا۔ قریش کی کوئی ایسی شاخ نہ تھی جس میں کچھ لوگ (جنگ کے لئے) نہ نکلے ہوں۔ البتہ بنی عدی بن کعب سے کوئی آدمی نہ نکلا۔ بنی زہرہ اخنس بن شریق کے ہمراہ واپس چلے گئے۔ اس طرح ان دونوں قبیلوں سے کوئی شخص بدر میں حاضر نہ ہوا۔ لشکر قریش آگے بڑھتا

اسماء کے ساتھ متکلم زبان سے نکلنے والے پہلے حرف کے ساتھ ہی القدس اور سبحان کے معنی کا شعور دلاتا ہے۔ جب ہم نے اس کی بہت سی نظائر ذکر کر دی ہیں تو اس کی غرض وغایت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

گیا۔ حضرت ابوطالب کے بیٹے طالب بھی اس لشکر میں شریک تھے۔ قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی، انہوں نے کہا: بخدا! اے بنی ہاشم! ہم جانتے ہیں کہ اگرچہ تم ہمارے ساتھ نکل آئے ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد (ﷺ) کے ساتھ ہیں۔ یہ بات سن کر طالب اپنے کئی ساتھیوں کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ گیا۔ طالب بن ابی طالب نے یہ شعر کہے:

لَا هُمَّ إِمَّا يَغْزُوَنَّ طَالِبْ ... فِي عُصْبَةٍ مُخَالِفٌ مُحَارِبْ

فِي مِقْنَبٍ مِنْ هٰذِهِ الْمَقَانِبْ ... فَلْيَكُنِ الْمَسْلُوبَ غَيْرَ السَّالِبْ

وَلْيَكُنِ الْمَغْلُوبَ غَيْرَ الْغَالِبْ

"اے اللہ! اگر طالب کسی لشکر کے ساتھ اس حالت میں نکلے کہ وہ مخالفت کرنے والا اور جنگ کرنے والا ہو اور ان گروہوں میں سے کسی گروہ میں نکلے تو وہ ایسا شخص ہو کہ اس سے مال چھینا جا رہا ہو نہ کہ وہ مال چھیننے والا ہو اور وہ مغلوب ہو نہ کہ غالب"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: شاعر کا قول فلیکن المسلوب اور ولیکن المغلوب کئی رواۃ شعر سے مروی ہے۔

مسلمانوں اور قریش کا پڑاؤ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ وادی کے دور افتادہ کنارے پر عقنقل اور بطن وادی کے پیچھے اترے۔ اس بطن وادی کا نام یلیل ہے جو بدر اور عقنقل کے درمیان واقع ہے۔ عقنقل اس ٹیلے کا نام ہے جس کے پیچھے قریش اترے۔ س ر

چند کلمات کی وضاحت

ابوجہل کا قول مذکور ہوا: قُمْ فَانْشُدْ خُفْرَتَكَ یعنی قریش سے مطالبہ کر کہ وہ تجھے پناہ دینے میں وفا کریں گے کیونکہ وہ ان کا حلیف اور پڑوسی تھا۔ کہا جاتا ہے خَفَرْتُ الرَّجُلَ خُفْرَةً۔ یعنی میں نے اس شخص کو پناہ دی۔ خفیر کا معنی پناہ دینے والا ہے(1) عدی بن زید عبادی کا شعر ہے:

1۔ خفر (خاء، فاء اور راء) کے دو معانی ہیں: ایک حیاء اور دوسرا محافظت یا اس کی ضد۔ پہلے معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: خَفِرَتِ الْمَرْأَةُ یعنی عورت کو حیاء آئی۔ اس سے صفت کا صیغہ خَفِرَةٌ (باحیا عورت) آتا ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: خَفَرْتُ الرَّجُلَ خُفْرَةً وَ كُنْتُ لَهٗ خَفِيْرًا۔ "میں نے اس آدمی کو پناہ دی۔ پس میں اس کے لیے پناہ دینے والا تھا"۔ اسی سے ہے: تَخَفَّرْتُ بِفُلَانٍ۔ میں نے فلاں سے پناہ طلب کی۔ اور کہا جاتا ہے: اَخْفَرْتُهٗ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جس آپ کسی کے ساتھ خفیر (محافظ) بھیجیں اور اس کے متضاد معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے اَخْفَرْتُ الرَّجُلَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی کی عہد شکنی کریں۔ (مقاییس اللغۃ ۲ / ۲۰۲)

Marfat.com

پرانے کنویں مدینہ طیبہ کی جانب بطن یلیل کے دور افتادہ کنارے پر واقع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی، اس وادی کی زمین نرم تھی۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بارش سے یہ فائدہ ہوا کہ زمین پختہ ہوگئی اور مسلمانوں کے لئے چلنے میں رکاوٹ دور ہوگئی لیکن بارش کی وجہ سے قریش کو یہ نقصان ہوا کہ ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ قریش سے پہلے تیزی سے پانی کے کنوؤں کی طرف بڑھے اور ان کے پاس پہنچ کر وہیں نزول فرمایا۔

حضرت حباب رضی اللہ عنہ کا مشورہ

ابن اسحاق فرماتے ہیں بنی سلمہ کے بعض افراد سے مجھے خبر ملی کہ حضرت حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ نے عرض کی؟ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اس جگہ پر اترنے کا خیال کیا ہے، کیا یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے جس سے ہم آگے جا سکتے ہیں نہ اس سے پیچھے رہ سکتے ہیں یا یہ رائے ہے، جنگ ہے اور جنگی چال ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ رائے ہے، جنگ ہے اور جنگی چال ہے۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ پھر یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں، لوگوں کے ساتھ اٹھیے، ہم آگے بڑھ کر اس کنویں کے پاس اتریں جو قریش سے بہت قریب ہے پھر اس کے علاوہ سارے کنویں بند کردیں اور وہاں ایک حوض بنا کر اسے پانی سے بھرلیں پھر قریش سے جنگ کا آغاز کریں۔ اس طرح ہم تو پانی پی سکیں گے لیکن دشمن کو پانی نہیں مل سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ اَشَرْتَ بِالرَّأْيِ ''تم نے بڑی صائب رائے دی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام لوگ اٹھے اور آگے بڑھ کر قریش کے قریبی کنویں کے پاس پہنچے اور وہاں پڑاؤ کیا پھر دوسرے کنوؤں کو بھردینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ تمام کنوؤں کو پاٹ دیا گیا اور جس کنوئیں کے پاس پڑاؤ کیا اس پر حوض بنا دیا گیا اور اسے پانی سے بھر دیا گیا اور لوگوں نے اس میں برتن ڈال دیے۔

مَنْ رَأَيْتَ الْاَيَّامَ خَلَّدْنَ أَمْ مَنْ ذَا عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يُضَامَ خَفِيرُ

''تو نے کس شخص کو دیکھا جسے زمانے نے دوام بخشا ہو یا کون سا ایسا شخص ہے جسے ظلم وستم سے کوئی پناہ دینے والا ہو''۔

راوی کا قول ہے: حَقِبَتِ الْحَرْبُ ''جنگ شدت اختیار کر گئی''۔ جب کوئی معاملہ سخت ہو جائے اور اس کے متعلق سارے راستے تنگ ہو جائیں تو کہا جاتا ہے: حَقِبَ الْاَمْرُ۔ یہ حَقِبَ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عریش کا انتظام

ابن اسحاق فرماتے ہیں: عبداللہ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ انہیں خبر ملی کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے نبی! کیا ہم آپ کے لئے عریش (چھپر) نہ بنا دیں تاکہ حضور اس میں قیام فرمائیں اور حضور کی سواری کے لئے وہاں اونٹ بھی تیار کھڑے ہیں۔ پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عزت عطا فرمادے اور دشمن پر فتح عطا فرمادے تو ہمارا مقصد پورا ہو گیا جو ہم چاہتے تھے اور اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو حضور اونٹوں پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ساتھ مل جائیں جو ہمارے پیچھے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بہت سے ایسے لوگ پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں کہ ہم آپ کی محبت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ اگر انہیں خیال ہوتا کہ آپ جنگ کرنے جا رہے ہیں تو وہ آپ سے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ کی حفاظت فرمائے گا، وہ حضور کے خیر خواہ رہیں گے اور حضور کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس رائے پر ان کی بہت تعریف کی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش بنا دیا گیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے۔

قریش کی روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: قریش کا لشکر بھی سویرے سویرے آگے بڑھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقنقل سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا، یہ وہ ٹیلہ ہے جس کے راستے وہ وادئ بدر میں اترے، تو عرض کی: اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ قُرَیْشٌ قَدْ اَقْبَلَتْ بِخُیَلَآئِھَا وَ فَخْرِھَا، تُحَادُّكَ وَ تُكَذِّبُ رَسُوْلَكَ، اَللّٰھُمَّ فَنَصْرَكَ الَّذِیْ وَ عَدْتَنِیْ، اَللّٰھُمَّ اَحِنْھُمُ الْغَدَاۃَ۔ ''اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے تکبر سے اور فخر سے چلا آرہا ہے تاکہ تیرے ساتھ ٹکرائے اور تیرے رسول کو جھٹلائے۔ اے اللہ! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اے اللہ! کل ان کو ہلاک کر دے''۔

عتبہ بن ربیعہ اپنی قوم کے درمیان سرخ اونٹ پر سوار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ لیا

اَلْبَعِیْر سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ کا تنگ (زین یا پالان کسنے کا چوڑا تسمہ) سخت ہو جائے اور اپنی جگہ سے ہٹ کر اس کے پیٹ کے نیچے تک پہنچ جائے جس سے اونٹ کے پیشاب کا راستہ تنگ ہو جائے۔

ابو جہل کے بارے میں عتبہ کا قول ہے: سَیَعْلَمُ مُصَفِّرُ اسْتِہٖ مَنِ انْتَفَخَ سَحْرُہٗ۔

Marfat.com

اور فرمایا: "اس قوم میں سے اگر کسی سے خیر کی توقع کی جاسکتی ہے تو صرف سرخ اونٹ کے اس سوار سے، اگر وہ لوگ اس کی بات مانیں گے تو فلاح پالیں گے"۔

جب قریش خفاف بن ایماء بن رحضہ غفاری کے پاس سے گزر رہے تھے تو اس نے یا اس کے باپ ایماء بن رحضہ غفاری نے اپنے بیٹے کو ذبح کے قابل چند اونٹ ان کے لئے ہدیہ کے طور پر دے کر بھیجا تھا اور یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم چاہو تو ہم ہتھیاروں اور آدمیوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ قریش نے اس کے بیٹے کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ "تم سے رشتہ داری قائم رہے، تم نے اپنی ذمہ داری پوری کردی۔ اپنی عمر کی قسم! اگر ہم ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں تو ان کے مقابلے میں ہم میں کوئی کمزوری نہیں اور اگر ہماری یہ جنگ اللہ سے ہے، جیسا کہ محمد (ﷺ) کا دعویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں"۔

پھر جب یہ لوگ اترے تو قریش کے چند لوگ جن میں حکیم بن حزام بھی تھا، رسول اللہ ﷺ کے حوض پر پانی پینے کے لئے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: "انہیں پانی پینے دو"۔ وہاں سے جس نے بھی پانی پیا وہ اس روز مارا گیا، سوائے حکیم بن حزام کے، وہ قتل نہ ہوا۔ یہ اس کے بعد مشرف باسلام ہوا اور مسلمان ہونے کا حق ادا کردیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ قسم کھاتے تو کہتے: لَا وَالَّذِیْ نَجَّانِیْ مِنْ یَوْمِ بَدْرٍ "یعنی اس ذات کی قسم جس نے بدر کے دن مجھے نجات دی"۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھے ابو اسحاق بن یسار اور دیگر اہل علم نے بتایا کہ انصار کے بعض بوڑھوں کا بیان ہے کہ جب سب لوگ اپنے مورچوں پر ڈٹ گئے تو کفار نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا کہ جاؤ اندازہ لگا کر ہمیں بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کے ساتھیوں کی تعداد کتنی ہے، گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے لشکر اسلام کے ارد گرد چکر لگایا پھر واپس آکر انہیں بتایا وہ تین سو ہیں، یا کچھ زیادہ یا کچھ کم، لیکن مجھے مہلت دو کہ میں دیکھ لوں کیا اس قوم کی کوئی چھپی ہوئی جماعت یا کوئی اور مدد بھی ہے؟ پھر وہ وادی میں دور تک چلا گیا، اسے کچھ نظر نہ آیا۔ واپس آکر اس نے کہا میں نے

اَلسَّحْرُ اور اَلسُّحْرُ کا معنی ہے پھیپھڑا اور یہ حاء کے فتحہ کے ساتھ اَلسَّحَرُ بھی ہے۔ یہ قیاس ہے کہ ہر وہ اسم جو فَعْلٌ کے وزن پر ہو اور اس کا عین کلمہ حرف حلقی ہو تو اس پر فتحہ بھی جائز ہے۔ پس اَلدَّھْرُ کو اَلدَّھَرُ اور اَللَّحْمُ کو اَللَّحَمُ بھی کہا جاتا ہے حتیٰ کہ لوگوں نے اَلنَّحْوُ کو بھی اَلنَّحَوُ پڑھا ہے۔ اسے ابن جنی نے ذکر کیا ہے۔ لوگوں نے حرف حلقی کی بناء پر آنے والی اس حرکت کو

Marfat.com

کوئی چیز نہیں پائی، لیکن اے گروہِ قریش! میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں جو موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں، یثرب کے اونٹ یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں، وہ ایسی قوم ہے جن کے پاس کوئی دفاع کا سامان نہیں اور ان کے پاس تلواروں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔ قسم بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے کوئی شخص قتل نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ تم میں سے ایک آدمی کو قتل کر لے۔ اگر انہوں نے اپنی گنتی کے مطابق تمہارے آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا؟ اب جو تم مناسب سمجھو کرو"۔

جب حکیم بن حزام نے یہ باتیں سنیں تو مختلف لوگوں میں گھومتا ہوا عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا: اے ابو الولید! (عتبہ کی کنیت) تو قریش میں بڑا برگزیدہ شخص ہے اور ان کا سردار ہے اور مطاع ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں تا ابد کلمہ خیر سے یاد کیا جاتا رہے؟ عتبہ نے پوچھا: اے حکیم! وہ کون سا ایسا فعل ہے؟ حکیم نے کہا: لوگوں کو واپس لے جاؤ اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا بوجھ تم اٹھالو۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے، تو اس پر میرا ضامن ہے، وہ میرا حلیف ہے، اس کی دیت میرے ذمہ ہے اور جو اس کا مال ضائع ہوگا وہ بھی میرے ذمہ ہے، تم ابن حنظلیہ (ابوجہل) کے پاس جاؤ۔

حنظلیہ کا نسب

ابن ہشام نے کہا: حنظلیہ ابوجہل کی ماں ہے، اس کا نام اسماء بنت مخربہ ہے، مخربہ بنی نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم میں سے تھا۔ (عتبہ نے مزید کہا) مجھے اس کے سوا کسی سے لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کا اندیشہ نہیں۔ یعنی ابوجہل بن ہشام کے سوا۔ پھر عتبہ خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا اور کہا: "اے گروہِ قریش! بخدا! تم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کیا کرو گے؟ واللہ! اگر تم انہیں قتل کرو گے تو تم زندگی بھر ایک دوسرے کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گے، کسی نے اپنا چچازاد بھائی قتل کیا ہوگا یا اپنا ماموں زاد یا اپنے ہی قبیلے کا کوئی

اتحاد نہیں کیا کیونکہ یہ ایک علت کی وجہ سے ہے۔ پس انہوں نے اس کی بناء پر اپنے اس قول اَلنَّحْوُ وَالزُّهْدُ میں واؤ کو الف سے نہیں بدلا۔ اگر وہ اس فتحہ کا لحاظ رکھتے تو واؤ کو الف سے بدل دیتے۔ اسی طرح انہوں نے یَهَبُ وَ یَضَعُ میں بھی اس فتحہ کا لحاظ نہیں رکھا کیونکہ اس میں فتحہ حرف حلقی کی بناء پر ہے۔ اگر وہ اس کا لحاظ رکھتے تو واؤ کو واپس لے آتے اور کہتے یَوْضَعُ وَ یَوْهَبُ جس طرح کہ انہوں نے کہا یَوْجَلُ۔

Marfat.com

فرد قتل کیا ہوگا۔ اس لئے واپس لوٹ جاؤ اور محمد (ﷺ) کو سارے عرب سے لڑنے دو، اگر ان قبائل نے انہیں قتل کر دیا تو تمہارا مقصد پورا ہوگیا اور اگر کوئی اور صورت پیش آئی تو تمہیں ان سے ملتے ہوئے شرمندگی نہ ہوگی کیونکہ تم نے ان سے وہ سلوک نہ کیا ہوگا جو تم چاہتے ہو"۔

حکیم نے کہا: پھر میں ابو جہل کے پاس آیا، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکالی ہوئی ہے اور اسے درست کر رہا ہے۔ ابن ہشام نے کہا: وہ اسے تیار کر رہا ہے۔ میں نے اسے کہا: اے ابوالحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا ہے، جو کچھ عتبہ نے کہا تھا اسے بتایا، وہ کہنے لگا: قسم بخدا! عتبہ نے جب سے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے، اس کا سانس پھولا ہوا ہے، ہرگز نہیں، بخدا! ہم نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عتبہ نے جو کچھ کہا ہے صرف اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے دیکھ لیا ہے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی (تعداد میں) ایک ذبح کیا ہوا اونٹ کھانے والے ہیں، ان میں اس کا بیٹا بھی ہے، وہ تم سے اس کے بارے میں خوف زدہ ہے"۔ پھر اس نے عامر بن حضرمی کی طرف پیغام بھیجا کہ "دیکھ تیرا حلیف لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے، تو نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے (بھائی) کے خون کا بدلہ تیری آنکھوں کے سامنے ہے، تم اٹھو، اپنے معاہدے اور اپنے بھائی کے خون کی دہائی دو"۔

عامر بن حضرمی کھڑا ہوگیا اور اپنی چادر اٹھا دی پھر چلا کر کہنے لگا: ہائے عمرو! ہائے عمرو! اس کی چیخ و پکار پر جنگ بھڑک اٹھی اور لوگوں کا معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ سب لوگ جنگ پر آمادہ ہوگئے جس کے لئے وہ نکلے تھے اور جس رائے کی طرف عتبہ نے لوگوں کو دعوت دی تھی وہ درہم برہم ہوگئی۔

جب عتبہ کو ابو جہل کی اس بات کی خبر پہنچی کہ اِنْتَفَخَ وَاللّٰهِ سَحْرُهٗ (اللہ کی قسم! اس کا پھیپھڑا پھولا ہوا ہے) تو اس نے کہا: سَيَعْلَمُ مُصَفِّرُ اسْتِهٖ مَنِ انْتَفَخَ سَحْرُهٗ، اَنَا اَمْ هُوَ؟ اس بزدل کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھولا ہوا ہے، میرا یا اس کا؟

اس کلام کو سب سے پہلا کہنے والا کون ہے اور ابو جہل کی بیماری کیا تھی؟

عتبہ کا قول ہے: مُصَفِّرُ اسْتِهٖ (اپنی سرین کو خوشبو لگانے والا) یہ کلمہ عتبہ کی اختراع نہیں ہے اور نہ وہ اسے پہلا کہنے والا ہے۔ یہ کلمہ اس سے پہلے قابوس بن نعمان یا قابوس بن منذر کے لئے بھی کہا گیا کیونکہ وہ آسودہ حال تھا اور جنگوں میں شریک نہیں ہوتا تھا اس لئے اسے کہا گیا مُصَفِّرُ اسْتِهٖ یعنی

Marfat.com

ابن ہشام نے کہا: سحر کا معنی ہے پھیپھڑا اور اس کے اردگرد ناف کے اوپر کی سب چیزیں جو حلقوم کے ساتھ ملی ہوتی ہیں اور ناف سے نیچے کی اشیاء کو القصب کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے: رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ ''میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ اپنا نیچے کا دھڑ آگ میں کھینچے جا رہا ہے''۔ ابن ہشام نے کہا: یہ بات مجھ سے ابو عبیدہ نے بیان کی۔

پھر عتبہ نے سر پر پہننے کے لئے خود کی تلاش کی لیکن اسے لشکر میں کوئی ایسا خود نہ ملا جس میں اس کے سر کی بڑی کھوپڑی سما سکے۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی تو سر پر اپنی ایک چادر لپیٹ لی۔

اسود مخزومی کا قتل

ابن اسحاق نے کہا: اسود بن عبد الاسد مخزومی نکل کھڑا ہوا۔ وہ ایک ترش رو اور بد اخلاق شخص تھا۔ اس نے کہا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ یا تو میں ان لوگوں کے حوض سے پانی پیوں گا یا اسے توڑ ڈالوں گا یا اس کی خاطر مر جاؤں گا۔ جب وہ نکلا تو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک وار کیا جس نے اس کے پاؤں کو پنڈلی کے نصف تک کاٹ کر رکھ دیا وہ ابھی حوض سے دور ہی تھا کہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ اس کی ٹانگ سے خون کے فوارے اچھل کر اس کے ساتھیوں کی طرف بہہ رہے تھے پھر وہ رینگتا ہوا حوض میں جا گھسا۔ وہ اپنی قسم پوری کرنا چاہتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ آپ نے اس پر وار کیا اور حوض کے اندر ہی اس کا کام تمام کر دیا۔

عتبہ کی دعوتِ مبارزت

فرمایا: اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ، اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کے درمیان چلتا ہوا نکلا اور صفوں سے آگے نکل کر کھڑا ہو گیا اور دعوتِ مبارزت دینے لگا۔ تین انصاری نوجوان ان سے مقابلہ کے لئے نکلے۔ وہ حضرات عوف اور معوذ پسرانِ حارث جن کی ماں عفراء تھی اور ایک تیسرے نوجوان تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ تھے۔ عتبہ

صفرة الخلوق والطيب زرد رنگ کی خوشبو والا۔ یہ کلمہ قیس بن زہیر نے ایک گرد و غبار والے دن حذیفہ کے بارے میں کہا تھا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ حذیفہ مستوہ تھا۔ ورنہ اس شخص کا یہ قول صحیح نہیں ہوگا جس نے ابوجہل کے بارے میں عتبہ کے اس قول کے متعلق یہ کہا کہ وہ مستوہ تھا۔ واللہ اعلم

سردارانِ عرب صرف امن و امان کے ایام میں خوشبو استعمال کرتے ہیں۔ حالت جنگ میں اسے

Marfat.com

وغیرہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: رَهْطٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ ''ہمارا تعلق قبیلہ انصار سے ہے۔ وہ کہنے لگے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا: یَا مُحَمَّدُ اَخْرِجْ اِلَیْنَا اَکْفَاءَ نَا مِنْ قَوْمِنَا ''اے محمد (ﷺ) ہمارے ساتھ مقابلہ کے لئے ہماری قوم میں سے ہمارے مدمقابل بھیجو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قُمْ یَا عُبَیْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَ قُمْ یَا حَمْزَةُ وَ قُمْ یَا عَلِیُّ ''اے عبیدہ بن حارث تم اٹھو، اے حمزہ تم اٹھو، اے علی تم اٹھو۔ جب یہ تینوں اٹھ کر ان کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ حضرت عبیدہ نے کہا عبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ نے کہا حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا علی۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے: نَعَمْ اَکْفَاءٌ کِرَامٌ ہاں تم معزز مدمقابل ہو۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ جوان تینوں میں سے عمر رسیدہ تھے انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو للکارا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تو شیبہ کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا اور اسے قتل کر دیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ولید کو مہلت دیے بغیر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ اور عتبہ نے ایک دوسرے پر دو وار کیے۔ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مدمقابل کو بٹھا دیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ عتبہ پر حملہ کر دیا اور اسے پھرتی سے قتل کر دیا۔ انہوں نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور اپنے اصحاب کے پاس لے آئے۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ انصاری نوجوانوں نے جب اپنا تعارف کرایا تھا تو عتبہ بن ربیعہ نے کہا تھا: بے شک تم معزز مدمقابل ہو لیکن ہمیں اپنی قوم کے لوگ مطلوب ہیں۔

بہت بڑا عیب خیال کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب تجارتی قافلہ بچ کر نکل آیا اور ابوجہل نے ارادہ کیا کہ میدانِ بدر میں اونٹ ذبح کرے، شراب نوشی کرے اور وہاں گانے والیاں رجزیہ اشعار پڑھیں تو اس نے خوشبو لگائی یا لگانے کا ارادہ کیا۔ اس وجہ سے عتبہ نے اس کے بارے میں یہ بات کہی۔ دیکھئے بنی مخزوم کے بارے میں شاعر کا قول ہے:

وَ مِنْ جَهْلٍ اَبُوْ جَهْلٍ اَخُوْكُمْ   غَزَا بَدْرًا بِمِجْمَرَةٍ وَ تَوْرٍ

''یہ بات جہالت سے ہے کہ تمہارے بھائی ابوجہل نے میدانِ بدر میں دھونی کی انگیٹھی اور (خوشبو کے) برتن کے ساتھ جنگ کی'' یعنی اس جنگ میں دھونی لی اور خوشبو لگائی۔

Marfat.com

فریقین کا مقابلہ

ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ حضور ﷺ کے اذن کے بغیر حملہ نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: اِنِ اکْتَنَفَکُمُ الْقَوْمُ فَانْضَحُوْهُمْ عَنْکُمْ بِالنَّبْلِ ''اگر قوم قریش تمہارا محاصرہ تنگ کر لے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے انہیں پرے ہٹا دو''۔ رسول اللہ ﷺ عریش میں تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔

واقعہ بدر جمعہ کے روز ماہِ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو رونما ہوا۔

ابن اسحاق نے کہا: حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن حسین نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت ابن غزیہ اور آپ کے شکم پر حضور ﷺ کا تیر کے ساتھ چوٹ لگانا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حبان بن واسع بن حبان نے اپنی قوم کے بعض شیوخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے روز اپنے صحابہ کی صف بندی کر رہے تھے، آپ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا جس کے اشارہ سے اپنی قوم کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ بنی عدی بن نجار کے حلیف حضرت سواد بن غزیہ کے پاس سے گزرے۔ ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ ان کا نام واؤ مثقلہ کے ساتھ سَوّاد ہے اور واؤ مخففہ کے ساتھ

اس کے قول مُصَفِّرُ اسْتِهِ سے اس کی مراد تو مُصَفِّرُ بَدَنِهٖ (بدن پر خوشبو لگانے والا) ہے لیکن اس نے مذمت میں مبالغہ کا قصد کیا تو خصوصاً سرین کا ذکر کیا تا کہ اس کا ذکر اسے برا لگے۔

کچھ حضرت سواد بن غزیہ کے بارے میں

علامہ ابن اسحاق نے حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے وَهُوَ مُسْتَنْتِلٌ اَمَامَ الصَّفِّ۔ جبکہ وہ صف سے آگے نکلے کھڑے تھے۔ ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے مُسْتَنْصِلٌ۔ کہا جاتا ہے: اِسْتَنْتَلْتُ وَاسْتَنْصَلْتُ وَ ابْرَنْزَعْتُ وَابْرَنْتَيْتُ۔ راء مہملہ اور زاء کے ساتھ۔ الغریب المصنف میں اسی طرح مذکور ہے۔ یہ تمام افعال اس وقت بولے جاتے ہیں جب آپ آگے بڑھیں۔ یہ سواد واؤ کی تخفیف کے ساتھ ہے اور عرب میں ہر سواد اسی طرح واؤ کی تخفیف اور سین کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ سوائے عمرو بن سواد کے، جو بنی عامر بن لؤی کا فرد ہے اور شیوخِ حدیث میں سے ہے اور سواد سین کے ضمہ اور واؤ کی تخفیف کے ساتھ مری بن

Marfat.com

سَوَاد انصار میں ان کے علاوہ کوئی اور ہے وَ هُوَ مُسْتَنْتِلٌ مِّنَ الصَّفِ جبکہ وہ صف سے آگے نکلے کھڑے تھے۔ ابن ہشام نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے مُسْتَنْصِلٌ مِّنَ الصَّفِ۔ حضور ﷺ نے اس تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا اِسْتَوِ يَا سَوَادُ اے سواد! سیدھے ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے درد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و انصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے فَاَقِدْنِیْ پس مجھے اس چوٹ کا بدلہ دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اپنے شکم اقدس سے قمیص اٹھا دی اور فرمادیا اِسْتَقِدْ ''آؤ بدلہ لے لو''۔ فَاعْتَنَقَهُ فَقَبَّلَ بَطْنَهُ انہوں نے لپک کر حضور ﷺ کو گلے لگالیا اور بطن مبارک کو چوم لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَضَرَ مَا تَرٰی فَاَرَدْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اٰخِرُ الْعَهْدِ بِكَ اَنْ يَّمَسَّ جِلْدِیْ جِلْدَكَ ''یا رسول اللہ ﷺ جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد حضور کی جلد مبارک سے مس ہو جائے''۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعائے خیر سے سرفراز فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کا نصرت کے لئے اپنے رب کو اپنے حق کا واسطہ دینا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے صفیں درست فرمائیں اور عریش میں واپس تشریف لائے۔ حضور ﷺ کے ساتھ وہاں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

اراشہ بن قضاعہ کا بیٹا ہے۔ قضاعہ انصار کے حلفاء بنی بلی کی شاخ ہے۔ متن سیرت میں ابن ہشام کے کلام سے سوّاد ابن غزیہ واؤ کی تشدید کے ساتھ مذکور ہے لیکن صحیح وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ یہ سواد خیبر کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کے عامل تھے جو جنیب کھجوریں حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے الموطا میں ذکر کیا لیکن نام ذکر نہیں کیا۔

ابن ہشام کے قول مُسْتَنْصِلٌ کا معنی ہے صف سے نکلنے والا، یہ نَصَلْتُ الرُّمْحَ سے مشتق ہے یعنی میں نے نیزے کا پھل نکالا۔

بَعْضَ مُنَاشَدَتِكَ کی وضاحت

علامہ ابن اسحاق نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے: بَعْضَ مُنَاشَدَتِكَ رَبَّكَ فَاِنَّ اللّٰهَ مُنْجِزٌ لَّكَ مَا وَعَدَكَ۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اس طرح (تاء کے فتحہ کے ساتھ) روایت کیا ہے مُنَاشَدَتَكَ۔ حضرت قاسم نے الدلائل میں اس کی وضاحت

Marfat.com

ان کے علاوہ کوئی اور آدمی ہمراہ نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کو اس وعدۂ نصرت کا واسطہ دینے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا تھا۔ آپ اپنی دعا میں عرض کر رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدْ۔ اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی"۔ حضرت ابوبکر گزارش کرنے لگے: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَعْضَ مُنَا شَدَتَكَ رَبَّكَ فَاِنَّ اللّٰهَ مُنْجِزٌ لَكَ مَا وَعَدَكَ " اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ! اب آپ بس فرمایئے،

کی ہے، انہوں نے کہا اس طرح اس سے کبھی اغراء کا معنی لیا جاتا ہے اور کبھی کسی فعل سے روکنے کے لئے آتا ہے۔ جریر کا شعر ہے:

تَقُوْلُ وَ قَدْ تَرَامَحَتِ الْمَطَايَا كَذَاكَ الْقَوْلُ اِنَّ عَلَيْكَ عَيْنًا

تو اس وقت کہتا ہے جبکہ سواریاں نیزہ بازی کر رہی تھیں، تیری بات بالکل درست ہے لیکن تجھ پر اہل خانہ کا تحفظ ضروری ہے۔

یعنی تیرے لئے یہی بات کافی ہے، اسے چھوڑ دے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انجشہ سے فرمایا: يَا اَنْجَشَه رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيْرِ اے انجشہ اپنے اونٹوں کو آہستہ لے چل جیسے تو شیشوں (عورتوں) کو لے جاتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے شَوْقَكَ فرمایا۔ اس میں نصب کا معنی داخل ہے جیسا کہ عَلَيْكَ زَيْدًا اور دُوْنَكَ زَيْدًا میں بھی نصب کا معنی داخل ہے کیونکہ جب آپ کا مخاطب زید کو تلاش کر رہا ہے اور آپ اسے کہیں دُوْنَكَ زَيْدًا (لو زید کو پکڑ لو) تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ نے اپنے مخاطب کو زید کے مکان سے آگاہ کر دیا۔ گویا آپ نے کہا خُذْهُ (اسے پکڑ لو)۔ کذاک کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ جب آپ نے کہا: كَذَاكَ الْقَوْلَ اَوِ السَّيْرِ تو گویا آپ نے یوں کہا: كَذَاكَ اَمَرْتُ فَاكْفُفْ وَدَعْ (میں نے تمہیں اسی طرح حکم دیا تھا لیکن اب اسے رک جاؤ اور اسے چھوڑ دو) لہٰذا ان دونوں بابوں کا اصول ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک ظرف ہو جس کے بعد ابتداء ہو تو وہ ظرف خبر ہو گی جو اپنے ضمن میں امر یا کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر اغراء کا معنی لئے ہوئے ہوگی۔ پس اہل لغت نے ضمن کلام میں موجود اس امر یا اغراء کے معنی کے ساتھ مبتدا کو نصب دی۔ ایسا کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ انہوں نے عامل لفظی سے عامل معنوی کی طرف عدول نہیں کیا، انہوں نے تو صرف ایک عامل معنوی سے دوسرے عامل معنوی کی طرف عدول کیا۔ اگر دونک زیدا کہنے کے بجائے فعل کو لفظوں میں ذکر کرتے اور یوں کہتے اِسْتَقِرَّ دُوْنَكَ زَيْدٌ اور اس سے اغراء اور اسے پکڑنے کا امر مراد لیتے تو

Marfat.com

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ اسے آپ کے لئے پورا فرمانے والا ہے"۔

رسول اللہ ﷺ عریش میں ہی تھے کہ آپ کے سر مبارک کو ایک جنبش ہوئی پھر آپ بیدار ہوئے اور فرمایا: اَبْشِرْ يَا اَبَابَكْرٍ اَتَاكَ نَصْرُ اللّٰهِ، هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسٍ يَقُوْدُهٗ، عَلٰى ثَنَايَاهُ النَّقْعُ۔ "اے ابوبکر مژدہ باد! تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی، یہ جبرئیل ہیں

کسی لحاظ سے بھی نصب جائز نہ ہوتی کیونکہ فعل ظاہر ہے اور لفظوں میں موجود ہے اور یہ عامل معنوی سے زیادہ قوی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناشدہ کا مفہوم

اس حدیث میں ایک امر غور طلب ہے، وہ یہ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو دعا میں اجتہاد سے روکنے لگیں اور آپ کی امید بندھائیں اور حوصلہ دلائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا مقام مقامِ احمدیت ہے اور آپ کا یقین ہر ایک کے یقین سے بڑھ کر ہے؟ اس بارے میں میں نے اپنے شیخ حافظ (یعنی قاضی ابوبکر بن عربی) رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مقامِ خوف میں تھے اور آپ کے صحابی (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مقامِ رجاء میں تھے اور یہ دونوں مقامِ فضیلت میں برابر ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں برابر ہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ رجاء اور خوف دونوں ایسے مقام ہیں جو ایمان میں ضروری ہیں۔ پس اس گھڑی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حضور مقامِ رجاء پر فائز تھے اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور مقامِ خوف پر فائز تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جنگ کے بعد زمین میں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہو سکے۔ لہٰذا آپ کا یہ خوف عبادت تھا۔ حضرت قاسم بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ گزارش ازراہِ شفقت و محبت کی تھی کیونکہ آپ نے دیکھا کہ حضور ﷺ انتہائی تضرع اور اجتہاد سے دعا فرما رہے ہیں حتیٰ کہ (محویت کے عالم میں) چادر مبارک آپ کے کندھوں سے سرک کر نیچے گر پڑی تو آپ نے گزارش کی: بَعْضَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! اب آپ بس فرمائیے۔ یعنی حضور ﷺ اپنے آپ کو اس قدر کیوں تھکا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور نبی کریم ﷺ پر حد درجہ شفیق تھے۔

Marfat.com

جو ایک گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اسے لے جا رہے ہیں اور اس گھوڑے کے پاؤں گرد آلود ہیں۔

معرکۂ جنگ میں جہادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مؤلف نے کہا: جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا میں اجتہاد اور شدت کا تعلق ہے تو اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ قتال میں پوری شدت وقوت کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں اور جبرئیل امین بھی ایک گھوڑے پر سوار ہیں جس کے پاؤں گرد آلود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انصار موت کے سمندر میں غوطہ زن ہو رہے ہیں اور جہاد کی دو قسمیں ہیں: جہاد بالسیف اور جہاد بالدعاء، اور امام کی سنت سے ایک بات یہ ہے کہ وہ لشکر کے پیچھے ہو، لوگوں کے ساتھ مل کر قتال نہ کرے۔ اس طرح سب لوگ کسی نہ کسی اجتہاد اور کوشش میں مصروف ہوں گے اور کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو دونوں جہادوں اور دونوں کوششوں میں سے کسی ایک سے اپنے آپ کو اس وقت آرام پہنچا رہا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے انصار اور فرشتے جدوجہد کر رہے ہوں اور کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو راحت وآرام کو اس وقت ترجیح دے جبکہ اللہ تعالیٰ کا لشکر اس کے دشمنوں کے ساتھ صبر واستقامات کے ساتھ برسرِ پیکار ہو۔

المفاعلة

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بَعْضَ مُنَاشَدَتَكَ رَبَّكَ۔ باب مفاعلہ میں دونوں طرف سے فعل کا وقوع ضروری ہے حالانکہ پروردگار اپنے بندے کو واسطہ نہیں دیتا لیکن یہاں باب مفاعلہ اس مفہوم کے لئے آتا ہے کہ یہ پروردگار کے حضور مناجات ہے اور مطلوبہ امر کے لئے محاولہ (کسی حیلے سے طلب کرنا)۔ اس لئے یہ لفظ باب مفاعلہ کے وزن پر آیا ہے۔ اور اس باب میں دو فاعلوں کے لئے دو فعلوں کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو وہ دونوں لفظوں میں متفق ہوں یا معنی میں متفق ہوں۔ اکثر اہل لغت نے یہ خیال کیا ہے کہ کبھی کبھی مفاعلہ ایک فاعل سے بھی ہوتا ہے جیسے عَاقَبْتُ الْعَبْدَ (میں نے غلام کو سزا دی)، طَارَقْتُ النَّعْلَ (میں نے جوتے کو مضبوط کیا)، سَافَرْتُ (میں نے سفر کیا) اور عَافَاهُ اللهُ (اللہ تعالیٰ اسے شفا دے) پس ہم کہتے ہیں کہ عَاقَبْتُ الْعَبْدَ۔ یہ آپ کے اور آپ کے غلام کے درمیان معاملہ ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ جرم کا معاملہ کیا اور آپ نے اس کے ساتھ سزا کا معاملہ کیا۔ اس لئے العقوبۃ سے اس کا لفظ لے لیا گیا اور المعاونۃ سے اس کا وزن لے لیا گیا ہے۔ جہاں تک طَارَقْتُ النَّعْلَ کا تعلق ہے تو یہ الطرق سے ماخوذ ہے جس کا معنی قوت ہے گویا آپ نے جوتے کو قوت دی اور اس نے آپ کو چلنے پر قوت دی۔ لہٰذا اس کا لفظ الطرق سے

Marfat.com

پہلے شہید

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مہجع کو ایک تیر کا ہدف بنایا گیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے پہلے شخص تھے جنہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد بنی عدی بن نجار کے قبیلہ کے ایک شخص حضرت حارثہ بن سراقہ نے

ماخوذ ہے اور اس کی بناء المعاونۃ اور المقاواۃ کے وزن پر ہے اور یہ معنی میں اتفاق ہے اگرچہ لفظ میں اتفاق نہیں۔ اور سَافَرَ الرَّجُلُ یہ سَفَرْتَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اپنے چہرہ سے پردہ ہٹا دیں۔ گویا مسافر کا چہرہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گیا اور لوگوں کے چہرے مسافر کے سامنے ظاہر ہو گئے۔ تو یہ لفظ اور معنی دونوں میں موافقت ہے۔ جہاں تک المعافاۃ کا تعلق ہے تو چونکہ آقا اپنے غلام کو مصیبت سے عافیت بخشتا ہے اور غلام اپنے آقا کو شکایت اور بار بار سوال کرنے سے عافیت دیتا ہے اس لئے یہ لفظ میں موافقت ہے، پھر کلام میں اتساع اور مجاز کے طور پر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جاتی ہے۔

عَصَبَ اور عَصَمَ

علامہ ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا: هٰذَا جِبْرِيْلُ عَلٰى ثَنَايَاهُ النَّقْعُ۔ النقع کا معنی گرد و غبار ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: رَأَيْتُهُ عَلٰى فَرَسٍ لَهُ شَقْرَاءَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ حَمْرَاءُ وَ قَدْ عَصَمَ بِثَنِيَّتِهِ الْغُبَارُ ”میں نے حضرت جبرئیل امین کو اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے پر دیکھا جو سرخ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور ان کے گھوڑے کے پاؤں پر غبار لگا ہوا تھا“۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ عَصَبَ اور عَصَمَ کا ایک ہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے عَصَبَ الرِّيْقُ بِفِيْهِ ”اس کے منہ میں تھوک خشک ہو گئی“۔ شاعر کا قول ہے:

يَعْصِبُ فَاهُ الرِّيْقُ اَىَّ عَصْبِ   عَصْبَ الْجُبَابِ بِشِفَاهِ الْوَطْبِ

اس کے منہ میں تھوک اس طرح خشک ہو جاتا ہے جس طرح کوہان بریدہ اونٹ کے منہ کے سخت کنارے خشک ہو جاتے ہیں۔

قاسم بن ثابت نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ عصم خضاب وغیرہ کے اثر کو کہتے ہیں اور یہ مہندی، پسینہ یا کسی اور چیز کا جو بازو کے ساتھ چمٹ جائے، باقی ماندہ اثر ہے جو ہاتھ وغیرہ پر باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ عرب کی کسی عورت نے دوسری عورت سے کہا: اَعْطِيْنِىْ عُصْمَ حِنَائِكِ یعنی ”مجھے وہ مہندی دے دے جو تو نے اپنے ہاتھ سے چھڑائی اور کھرچ کر اتاری“۔

Marfat.com

شہادت کی سعادت حاصل کی۔ آپ تالاب سے پانی پی رہے تھے کہ آپ کی طرف ایک تیر پھینکا گیا جو آپ کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ اس طرح آپ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں جہاد پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا یُقَاتِلُهُمُ الْیَوْمَ رَجُلٌ فَیُقْتَلُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَیْرَ مُدْبِرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ''اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! آج جو شخص جنگ کرے گا اور اسے اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہو، رضائے الٰہی کا طالب ہو، دشمن کی طرف منہ کئے ہو، پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا''۔ بنی سلمہ کے ایک شخص حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے، یہ کلمات سن کر وہ کہنے لگے: بَخٍ بَخٍ واہ واہ کیا میرے درمیان اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان اس کے سوا کوئی اور چیز حائل ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں؟ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں، اپنی تلوار تھامی اور کفار کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کر لیا۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عوف بن حارث جو عفراء کے بیٹے تھے، نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! پروردگار کو اپنے بندے کی طرف سے کون سی بات خوش کرتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے زرہ اور بے خود ہو کر بندے کا اپنا ہاتھ دشمن میں ڈبو دینا، انہوں نے فوراً جو زرہ پہن رکھی تھی اتار کر پھینک دی پھر اپنی تلوار لی اور جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ شرف شہادت سے مشرف ہو گئے۔

واقعہ عمیر بن حمام

ابن اسحاق نے حضرت عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام کا واقعہ ذکر کیا جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینکیں اور کہا بَخٍ بَخٍ (واہ وا) یہ کلمہ تعجب کے معنی میں ہے۔ اس میں کئی لغتیں ہیں۔ بَخْ خاء کے سکون کے ساتھ، بَخٍ خاء کے کسرہ اور تنوین کے ساتھ، بَخٍّ خاء کی تشدید اور تنوین کے ساتھ اور بَخِّ خاء کی تشدید کے ساتھ اور تنوین کے بغیر۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یہ واقعہ احد کے دن بھی پیش آیا لیکن راوی نے اس میں نہ عمیر کا ذکر کیا ہے اور نہ کسی اور کا۔ واللہ اعلم

Marfat.com

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے ان سے بنی زہرہ کے حلیف عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر عذری نے بیان کیا کہ جب فریقین ایک دوسرے کے سامنے بالکل قریب آگئے تو ابوجہل بن ہشام نے کہا: اے اللہ جو ہم دونوں فریقوں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور غیر معروف چیزیں لانے والا ہے اس کو آج صبح ہلاک کر دے۔ اس طرح وہ خود فیصلہ کا طلب گار تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں اور کفار قریش

واقعہ عوف بن عفراء

حضرت عوف بن عفراء کا یہ قول مذکور ہوا: مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پروردگار کو اپنے بندے کی طرف سے کون سی بات خوش کرتی ہے''۔ حضرت عوف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا نام عوذ ذال منقوطہ کے ساتھ ہے۔ اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کے دونوں بھائیوں کے نام معاذ اور معوذ ہیں (جو ذال منقوطہ کے ساتھ ہیں)۔

پروردگار کی طرف ضحک کی نسبت

يُضْحِكُ الرَّبَّ یعنی جس سے وہ حد درجہ خوش ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی رضا ہوتی ہے جس کے ساتھ خوشخبری اور بندے کی عزت افزائی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ الضحك الغضب کا متضاد ہے۔ بعض اوقات ایک آقا غضبناک ہوتا ہے پھر معاف کر دیتا ہے لیکن عتاب کو باقی رکھتا ہے اور جب وہ راضی ہو جائے تو یہ رضا عفو و درگزر سے بڑھ کر ہوتی ہے اور جب وہ خوش ہو جائے تو یہ خوشی رضا کی انتہا ہوتی ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آقا راضی ہوتا ہے لیکن اس رضا کو ظاہر نہیں کرتا جو اس کے دل میں ہوتی ہے۔ لہٰذا پروردگار سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں رضا کے مفہوم کو الضحک کے ساتھ تعبیر کرنا بطور مجاز و بلاغت ہے اور مختصر لفظ میں مذکورہ معانی کو شامل کرنا ہے۔ اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت طلحہ بن براء کے حق میں فرمایا: اَللّٰهُمَّ الْقَ طَلْحَةَ يَضْحَكُ اِلَيْكَ '' اے اللہ! تو طلحہ سے اس حالت میں ملاقات کر کہ وہ تجھ پر خوش ہو اور تو اس پر خوش ہو''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو اس کے ساتھ اس طرح ملاقات کر جس طرح دو دوست آپس میں ملاقات کرتے ہوئے اپنے دلوں میں مخفی رضا اور محبت کو ایک دوسرے کے لئے ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

کی طرف منہ کر کے فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ ان کے چہرے بگڑ جائیں پھر وہ کنکریاں ان کی طرف پھینک دیں اور صحابہ کرام کو حکم فرمایا: پوری قوت سے حملہ کرو۔ چشم زدن میں مشرکین کو شکست ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کے بہت سے سورماؤں کو قتل کر ڈالا اور ان کے بہت سے سرداروں کو قید کرا دیا۔ جب مسلمان اپنے ہاتھوں سے کفار کو قید کرنے لگے جبکہ رسول اللہ ﷺ عریش میں تشریف فرما تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے اس عریش کے دروازے پر کھڑے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی، یہ سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں پہرہ دے رہے تھے کہ مبادا آپ پر دشمن حملہ نہ کر دیں۔ لوگ قیدیوں کو پکڑ رہے تھے، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے

پس جب کہا جائے ضَحِكَ الرَّبُّ لِفُلَانٍ تو یہ ایک ایسا مختصر کلام ہے جو رضا مندی کے ساتھ ساتھ محبت، اظہار بشارت اور کرامت جیسے معانی کو بھی شامل ہے جن پر مزید خوشی کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ کلمہ ان جوامع الکلم میں سے ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کیے گئے۔(1)

1۔ الضحک ہمارے پروردگار جل وعلا کی صفات میں سے ایک صفت ہے جس پر ہم ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجہ (چہرہ) ہے، اس کی ساق (پنڈلی)، قدم اور انگلیاں ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری تیسرے حصہ میں نزول فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے، وہ غضبناک ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم اور سنت صحیحہ نے ہمارے پروردگار جل وعلا کی ان صفات کو صراحۃً بیان کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے لئے ان صفات کو پہچانتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اس کے قدم، ساق، انگلیوں اور چہرے، اس کے ضحک، غضب، فرحت اور نزول میں اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں کیونکہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (الشوریٰ) اس کی مانند کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اللہ کے ضحک کی تفسیر یہ ہے کہ یہ ایسی رضا ہے جس کی ابتدا حق کی طرف سے ہوتی ہے اور قرآن کریم اور سنت نے رضا اور ضحک میں فرق کیا ہے اور جب کوئی مسلمان سوال کرے، کہ ہمارے پروردگار کی ضحک کیسے ہے؟ تو ہم اسے کہیں گے کہ ضحک کے متعلق سوال استواء علی العرش کے متعلق سوال کی مانند ہے۔ تو کیا تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے جس طرح قرآن کریم نے بہت سی آیات میں اس کی تصریح کی، مثلاً فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ (طٰ) "وہ بے حد مہربان (کائنات کی فرمانروائی کے) تخت پر متمکن ہوا"۔ تو جب آپ کا اس استواء پر ایمان ہے حالانکہ آپ اس کی کیفیت کو نہیں جانتے تو یہی قول ضحک، غضب، رضا، فرحت وغیرہ میں بھی ہے۔ پھر ان صفات کے بارے میں سوال ذات کے بارے میں سوال کی فرع ہے۔ تو کیا آپ اللہ عزوجل کی ذات کا وصف بیان کر سکتے ہیں؟ لازماً جواب نفی میں ہوگا۔ ہم کہتے ہیں صفات کے متعلق سوال ذات کے سوال کی فرع ہے تو جب پہلے کی نفی کی گئی تو دوسرے کی بھی نفی ہو گئی۔ اس کا مزید بیان اور وضاحت حضرت شیخ محمد بن صالح عثیمی کی کتاب القواعد المثلی، فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور الرسالۃ التدمریہ میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

سعد! واللہ معلوم ہوتا ہے کہ تم قیدیوں کی گرفتاری کو ناپسند کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ ﷺ! یہ پہلی آفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل شرک پر نازل کی۔ اہل شرک کو خوب قتل کرنا مجھے انہیں زندہ چھوڑنے سے زیادہ پسند تھا۔

بعض مشرکین کے قتل کی ممانعت

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عباس بن عبداللہ بن معبد نے، ان سے کسی اہل خانہ نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس روز اپنے صحابہ کو فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ بنی ہاشم وغیرہ کے کچھ افراد کو مجبوراً یہاں لایا گیا ہے، وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے آرزومند نہ تھے۔ اس لئے تم میں سے کسی کو اگر بنی ہاشم کا کوئی فرد ملے تو وہ اسے قتل نہ کرے اور جو شخص ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد کو ملے تو وہ اسے بھی قتل نہ کرے کیونکہ اسے بھی مجبوراً یہاں لایا گیا۔ یہ بات سن کر حضرت ابوحذیفہ یہ کہہ بیٹھے کہ کیا ہم اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور اپنے خاندان کے لوگوں کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ وَاللّٰهِ لَئِنْ لَقِيْتُهُ لَأُلْحِمَنَّهُ السَّيْفَ "بخدا اگر عباس مجھے مل گئے تو میں ان کے منہ میں تلوار کا نوالہ ضرور ڈالوں گا۔ ابن ہشام نے کہا: ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا لَأُلْجِمَنَّهُ السَّيْفَ "یعنی میں ان کے منہ میں تلوار کی لگام ضرور ڈالوں گا، ان کی یہ بات جب رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا یَا اَبَا حَفْصٍ اے ابوحفص، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بخدا یہ پہلا روز تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابوحفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا: أَيُضْرَبُ وَجْهُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّيْفِ؟ "کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا"؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں تو میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں، بخدا ابوحذیفہ یقیناً منافق ہو گیا ہے۔ حضرت ابوحذیفہ کہا کرتے تھے: مَا اَنَا بِاٰمِنٍ مِّنْ تِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِيْ قُلْتُ يَوْمَئِذٍ وَ لَا اَزَالُ مِنْهَا خَائِفًا اِلَّا اَنْ تُكَفِّرَهَا عَنِّي الشَّهَادَةُ "مجھے اس بات کے باعث اپنے انجام کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا ہے جو اس روز میری زبان سے نکل گئی تھی، اس کا مجھے ہر وقت خوف لگا رہتا ہے بجز اس کے کہ میری شہادت اس کا کفارہ بن جائے"۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ابوالبختری کے قتل سے صرف اس وجہ سے

Marfat.com

منع فرمایا تھا کہ مکہ میں وہ لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتا تھا۔ آپ کو تکلیف نہیں پہنچاتا تھا، اس سے کبھی کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوئی جس سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی ہو، نیز وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس عہدنامے کو کالعدم کرانے میں اہم کردار ادا کیا جو قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف لکھا تھا۔ میدانِ جنگ میں اس کا سامنا حضرت مجذر بن زیاد البلوی سے ہو گیا جو انصار کے قبیلہ بنی سالم بن عوف کے حلیف تھے۔ حضرت مجذر نے ابوالبختری کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تجھے قتل کرنے سے روک دیا ہے۔ ابوالبختری کے ساتھ اس کا ایک دوست جنادہ بن ملیحہ بنت زہیر بن اسد اللیثی بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا۔ ابو البختری کا نام العاص ہے۔ ابوالبختری نے مجذر سے پوچھا: میرے اس دوست کا کیا بنے گا؟ مجذر نے اسے کہا: بخدا ہم تیرے دوست کو نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صرف تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔ ابوالبختری کہنے لگا: لَا وَاللهِ اِذًا لَاَمُوْتَنَّ اَنَا وَ هُوَ جَمِيْعًا ''بخدا ایسا نہیں ہوگا اگر مرنا ہے تو ہم دونوں اکٹھے مریں گے تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے اپنی زندگی کی خاطر اپنے دوست کو چھوڑ دیا''۔ چنانچہ جب مجذر نے ابو البختری کو مقابلہ کی دعوت دی اور جنگ کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے یہ رجز پڑھا:

لَنْ يُّسْلِمَ ابْنُ حُرَّةٍ زَمِيْلَهٗ   حَتّٰى يَمُوْتَ اَوْ يَرٰى سَبِيْلَهٗ

''کسی آزاد ماں کا بیٹا اپنے دوست کو حوالے نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ مرجائے یا اسے اپنا راستہ نظر آجائے''۔

ابوالبختری اور مجذر کے کلام کی وضاحت

ابوالبختری کا قول ہے اَنَا وَ زَمِيْلِيْ میں اور میرا دوست۔ زمیل کا معنی ہے ردیف (سوار کے پیچھے سوار ہونے والا) اسی سے ہے اِزْدَمَلَ الرَّجُلُ بِحَمْلِهٖ یعنی آدمی نے اپنا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا۔ مسند حارث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بدر کے روز تین تین شخص یکے بعد دیگرے ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ فَكَانَ عَلِيٌّ وَ اَبُوْ لُبَابَةَ زَمِيْلَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدل چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں عرض کرتے: یارسول اللہ ﷺ آپ سوار ہو جائیے، ہم آپ کی طرف سے پیدل چلتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے: نہ تو تم چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں۔

Marfat.com

دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ مجذر بن زیاد نے اسے قتل کر دیا، مجذر بن زیاد نے ابوالبختری کے قتل کے بارے میں کہا:

اِمَّا جَهِلْتَ اَوْ نَسِيْتَ نَسَبِیْ فَاَثْبِتِ النِّسْبَةَ اَنِّیْ مِنْ بَلِیْ

''اگر تو میرے نسب سے ناواقف ہے یا بھول گیا ہے تو اس نسبت کو ذہن نشین کر لے کہ میں قبیلہ بلی سے ہوں''۔

اَلطَّاعِنِيْنَ بِرِمَاحِ الْيَزَنِیْ وَالضَّارِبِيْنَ الْكَبْشَ حَتّٰى يَنْحَنِیْ

''جو یزنی نیزوں سے لڑتے ہیں اور قوم کے سردار پر وار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ٹیڑھا ہو جائے''۔

بَشِّرْ بِيُتْمٍ مَنْ اَبُوْهُ الْبَخْتَرِیْ اَوْ بَشِّرَنْ بِمِثْلِهَا مِنِّیْ بَنِیْ

''اس شخص کو یتیم ہونے کی خوشخبری سنا دو جس کا باپ بختری ہے یا اسی طرح کی خوشخبری میری طرف سے میرے بیٹوں کو سنا دو''۔

اَنَا الَّذِیْ يُقَالُ اَصْلِیْ مِنْ بَلِیْ اَطْعُنُ بِالصَّعْدَةِ حَتّٰى تَنْثَنِیْ

''میں ہی وہ شخص ہوں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میری اصل قبیلہ بلی سے ہے، میں سیدھے نیزے کے ساتھ وار کرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ دوہرا ہو جائے''۔

وَاَعْبِطُ الْقِرْنَ بِعَضْبٍ مَشْرَفِیْ اُرْزِمُ لِلْمَوْتِ كَاِرْزَامِ الْمَرِیْ

''اور میں اپنی مشرفی تلوار کے تیز دار کے ساتھ مدمقابل کو ذبح کرتا ہوں، میں موت کے لیے اس طرح کراہتا ہوں جس طرح دودھ دینے والی اونٹنی کراہتی ہے (جب اس کا دودھ تھنوں میں اٹک جائے)''۔

فَلَا تَرٰى مُجَذَّرًا يَفْرِیْ فَرِیْ

''پس تو مجذر کو عجیب باتیں کرتا ہوا نہ دیکھے گا (بلکہ وہ جو کہے گا کر کے دکھائے گا)''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَلْمَرِیْ غیر ابن اسحاق کی روایت ہے اور المری اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ مشکل سے اتارا جائے۔

مجذر کا قول ہے: كَاِرْزَامِ الْمَرِیِّ۔ المری کا معنی ہے اَلنَّاقَةُ تُمْرٰى لِلْحَلَبِ۔ وہ اونٹنی جس کا دودھ دوہنے کے لئے اس کے تھنوں کو مس کیا جائے اور ارزام سے مراد اس اونٹنی کی آواز اور اس کا بلبلانا ہے اور اَرْزَمَتْ اور رَزَمَتْ کے درمیان جو فرق ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد مجذر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے بہت کوشش کی کہ اسے قید کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں لیکن اس نے جنگ کے سوا کوئی بات نہ مانی۔ اس لئے میں اس سے نبرد آزما ہو گیا اور اسے قتل کر ڈالا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابوالبختری کا نام العاص بن ہشام بن حارث بن اسد ہے۔

امیہ بن خلف کا قتل

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحیٰی بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے یہی حدیث عبداللہ بن ابی بکر وغیرہ نے بھی بیان کی اور ان دونوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: مکہ میں امیہ بن خلف میرا دوست تھا۔ میرا نام عبد عمرو تھا، جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیا، مکہ میں جب امیہ مجھے ملتا تو کہتا: اے عبد عمرو! کیا تم نے اپنا وہ نام ترک کر دیا ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا؟ میں کہتا بے شک، وہ کہتا میں الرحمٰن کو نہیں جانتا اس لئے تو میرے اور اپنے درمیان کوئی ایسا نام طے کر جس سے میں تمہیں بلایا کروں، تمہارا یہ رویہ ہے کہ تم مجھے اپنے پہلے نام سے جواب نہیں دیتے اور میرا یہ حال ہے کہ میں تمہیں ایسے نام سے نہیں پکاروں گا جو میں نہیں جانتا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: جب وہ مجھے بلاتا اے عبد عمرو! تو میں اسے جواب نہیں دیتا تھا۔ میں نے اسے کہا: اے ابوعلی! تو جو چاہے میرا نام طے کر لے۔ اس نے کہا پھر تو عبدالالٰہ ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد جب کبھی میں اس کے پاس سے گزرتا تو وہ کہتا اے عبدالالٰہ اور میں اس کا جواب دیتا اور اس کے ساتھ باتیں کیا کرتا۔ یہاں تک کہ جب بدر کا دن آیا تو میں اس کے پاس سے گزرا جبکہ وہ اپنے بیٹے علی بن امیہ کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ میرے پاس چند زرہیں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں، میں انہیں اٹھائے ہوئے تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا اے عبد عمرو! میں نے اسے جواب نہ دیا۔ پھر اس نے کہا اے عبدالالٰہ، میں نے ''ہاں'' سے جواب دیا۔ پھر اس نے کہا کیا تمہیں میری سلامتی کی ضرورت ہے، میں تمہارے لئے ان زرہوں سے زیادہ بہتر ہوں جو تمہارے پاس

Marfat.com

ہیں؟ میں نے کہا نَعَمْ ھَا اللہ ذَا ہاں واللہ، یہ تو بہت بہتر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ سے زرہیں پھینک دیں اور اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ کہہ رہا تھا میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا، کیا تمہیں دودھ کی ضرورت نہیں، پھر میں ان کو لے کر چلا۔

علامہ ابن ھشام نے کہا: دودھ سے اس کی مراد یہ تھی کہ جو مجھے قیدی بنائے گا تو میں اسے بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں بطور فدیہ دے کر اپنے آپ کو چھڑا لوں گا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابی عون نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا: جب میں اس کے اور اس کے بیٹے کے درمیان ان دونوں کے ہاتھ تھامے کھڑا تھا تو مجھ سے امیہ بن خلف نے پوچھا: اے عبدالالٰہ! تمہارا یہ شخص کون ہے جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر بطورِ

ھَا اللہِ اور ھَبَرُوْہُ کی وضاحت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا امیہ کے بارے میں قول ہے۔ ھَا اللہِ ذَا۔ یہ ھَا تنبیہ ہے اور ذَا اپنی ذات کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا یہ قسم کی طرف اشارہ ہے یعنی ھٰذَا قَسَمِیْ۔ یہ میری قسم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ قسم اٹھانے والے کی طرف اشارہ ہے اور اسم اللہ کی جر حرف قسم کی وجہ سے ہے جسے حذف کر کے ھَا تنبیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا۔ جس طرح استفہام اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ گویا کہ یوں کہا ھَا اَنَذَا مُقْسِمٌ۔ یہ ہوں میں قسم اٹھانے والا۔ اور ھَا اور ذَا کے درمیان اسم مقسم بہ کے ساتھ فاصلہ کیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وہی قسم اٹھانے والا ہے۔ اس لئے اَنَا ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی اسی طرح ہے لَا ھَا اللہِ ذَا۔ اور زہیر کا قول ہے۔ تَعَلَّمَنْ ھَا لَعَمْرُ اللہِ ذَا قَسَمًا۔ اس نے اپنی اس قسم کو مصدر کے ساتھ مؤکد کیا جس پر سابقہ کلام دلالت کرتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن کا قول ہے: ھَبَرُوْہُ بِاَسْیَافِھِمْ۔ یہ اَلْھَبْرَۃُ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گوشت کا بہت بڑا ٹکڑا۔ یعنی انہوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

علامہ ابن اسحاق نے بنی غفار کے ایک آدمی کا قول ذکر کیا ہے جب اس نے بادل میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی اور کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا اَقْدِمْ حَیْزُوْمُ۔ اُقْدُمْ دال کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی اے گھوڑے آگے بڑھ۔ حیزوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ یہ الحزم

Marfat.com

علامت سجایا ہوا ہے؟ میں نے کہا یہ حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ وہ بولا یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر یہ مصیبتیں نازل کی ہیں۔ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: بخدا! میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی شخص تھا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں اسلام ترک کرنے کے لئے اذیتیں دیتا تھا۔ وہ آپ کو مکہ کی گرم ریت کی طرف لے جاتا، جب وہ گرم ہو جاتی تو آپ کو اس پر پیٹھ کے بل لٹا دیتا پھر ایک بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا جو آپ کے سینہ پر رکھ دی جاتی۔ پھر کہتا، تمہاری یہی حالت رہے گی یا پھر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین چھوڑ دو گے۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَحَدٌ اَحَدٌ(1) پکارتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو کہا: رَأْسُ الْكُفْرِ اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا۔ ''یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف، اگر آج وہ بچ گیا تو پھر میرا بچنا محال ہے''۔ میں نے کہا اے بلال!

سے فیعول کا وزن ہے اور صدر (سینے) کے اوپر والے حصے کو بھی حیزوم کہتے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس گھوڑے کے نام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہو کیونکہ وہ فرشتوں کے گھوڑوں کا سردار ہے اور ان سب سے مقدم ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا ایک اور گھوڑا الحیاۃ بھی ہے جو جس چیز کو چھوتا ہے وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ یہی وہ گھوڑا ہے جس کے نشانِ قدم سے سامری نے مٹھی بھر مٹی لے کر اس بچھڑے میں ڈال دی تھی جو اس نے سونے کو ڈھال کر بنایا تھا تو اس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ اسے زجاج نے ذکر کیا ہے۔

1۔ اَحَدٌ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ قرآن کریم نے اس کی تصریح کی۔ یہ ان اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک بار آئے ہیں اور یہ سورۂ اخلاص میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اَلْاَحَدُ سب اسماء سے زیادہ قوت، جمعیت، عدمِ تفریق، عدمِ تجزی اور عدمِ انفصال پر دلالت کرتا ہے۔ جب یہ لفظ اَحَدٌ مفرد ہو تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کی جائے گی۔ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ وارضاہ کا قول ہے اَحَدٌ اَحَدٌ۔ نیز جب یہ اسم حالت اثبات میں غیر مضاف ہو کر استعمال ہو تو بھی اسے اللہ عزوجل کی طرف پھیرا جائے گا۔ جیسا کہ سورۂ اخلاص میں بھی ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ''(اے حبیب!) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا''۔ پس یہ کلام مثبت ہے اور اسم غیر مضاف ہے۔ البتہ جب یہ اسم حالت اثبات میں مضاف ہو کر استعمال ہو تو پھر صرف اللہ عزوجل کی پہچان نہیں ہوگا بلکہ عام ہوگا، سب کو شامل ہوگا اور مطلق ہوگا جیسے سورۂ کہف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ (الکہف: 19) ترجمہ: ''پس بھیجو کسی کو اپنے ساتھیوں سے اپنے ایک سکہ کے ساتھ''۔ نیز جب یہ حالت نفی میں ہو تو بھی عام اور مطلق ہوتا ہے جیسا کہ سورۂ اخلاص کے آخر میں ہے: وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ''اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے''۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب: 32) ترجمہ: ''اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند''۔ اسی طرح کی اور بھی بہت آیات ہیں۔

Marfat.com

کیا تم میرے دوقیدیوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا اگر وہ بچ گیا تو پھر میں نہیں بچ سکوں گا۔ میں نے کہا اے ابن سوداء کیا تو سن رہا ہے؟ انہوں نے کہا اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔ پھر انہوں نے بلند آواز سے پکارا اے انصار اللہ! یہ کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے، اگر وہ بچ گیا تو پھر میں بچ نہیں سکوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں کنگن کی طرح گھیر لیا، میں اسے بچا رہا تھا۔ ایک شخص نے تلوار کھینچ لی اور اس کے بیٹے کی ٹانگ پر وار کیا، وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر امیہ نے ایسی چیخ ماری کہ میں نے اس جیسی چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے کہا اپنے آپ کو بچاؤ۔ اب تم بچ نہیں سکتے، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ فَهَبَرُوْهُمَا بِاَسْيَافِهِمْ حَتّٰى فَرَغُوْا مِنْهُمَا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اپنی تلواروں کے پیہم واروں سے ان دونوں کے پرزے اڑاتے رہے یہاں تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے: "اللہ تعالیٰ بلال پر رحم کرے، میری زرہیں بھی چلی گئیں اور میرے دوقیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے فدیہ سے بھی محروم کر دیا"۔

غزوۂ بدر میں ملائکہ کی حاضری

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان کے سامنے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی گئی۔ آپ نے فرمایا مجھ سے بنی غفار کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں اور میرا ایک چچازاد بھائی ہم دونوں آئے اور ایک ایسے پہاڑ پر چڑھ گئے جہاں سے بدر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ہم مشرک تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ جنگ میں آفت کس پر پڑتی ہے تاکہ ہم بھی لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹ میں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ اس اثناء میں کہ ہم پہاڑ پر تھے ایک بادل کا ٹکڑا ہمارے قریب ہوا۔ ہم نے اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ "حیزوم آگے بڑھ"۔ میرے چچازاد بھائی کے تو دل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ مر گیا اور رہا میں تو میں بھی ہلاکت کے قریب ہو گیا تھا پھر میں نے اپنے آپ پر قابو پالیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بنی ساعدہ کے بعض افراد سے اور انہوں نے ابو اسید مالک بن ربیعہ سے جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے، یہ روایت بیان کی، یہ واقعہ ان کی بینائی جاتے رہنے کے بعد کا ہے۔ انہوں نے کہا: آج میں بدر میں ہوتا اور میری بینائی بھی ہوتی تو میں تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جس سے فرشتے نکلے، مجھے اس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ شبہ۔

Marfat.com

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے بنی مازن بن نجار کے کچھ لوگوں سے، انہوں نے ابو داؤد مازنی سے روایت کیا جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے، انہوں نے کہا بے شک میں نے بدر کے روز ایک مشرک کا تعاقب کیا تا کہ اس پر وار کروں تو اچانک میں نے دیکھا کہ میری تلوار اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر گر پڑا، میں نے جان لیا کہ اسے میرے سوا کسی اور نے قتل کیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ اس نے عبداللہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام مقسم سے اور اس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھی جن کے شملے انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے اور حنین کے روز سرخ عمامے (ان کی علامت تھی)۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمامے عربوں کے تاج ہیں اور بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید تعویذات تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا، اس نے مقسم سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرشتوں نے بدر کے سوا کسی اور جنگ میں قتال نہیں کیا۔ وہ دوسری جنگوں میں تعداد اور مدد کو بڑھانے کے لئے شریک ہوتے تھے، کسی کو مارتے نہیں تھے۔

ابو جہل کی ہلاکت

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس روز ابو جہل لڑتا ہوا اور یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

مَا تَنْقِمُ الْحَرْبُ الْعَوَانُ مِنِّیْ بَازِلُ عَامَیْنِ حَدِیْثٌ سِنِّیْ

ابو داؤد مازنی کا نسب

علامہ ابن اسحاق نے ابو داؤد مازنی اور ان کے اس قول کا ذکر کیا ہے: لَقَدْ اَتْبَعْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَسَقَطَ رَأْسُهٗ قَبْلَ اَنْ اَصِلَ اِلَیْهِ کہ میں نے ایک مشرک کا تعاقب کیا تو میرے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر نیچے گر گیا۔ کہا گیا ہے کہ ابو داؤد کا نام عمیر بن عامر ہے اور یہی وہ شخص ہے جس نے ابو البختری بن ہشام کو قتل کیا اور اس کی تلوار چھین لی۔ یہ ابن اسحاق کے علاوہ سیرت نگاروں کی

Marfat.com

لِمِثْلِ هٰذَا وَلَدَتْنِيْ اُمِّيْ

''یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نوجوان طاقتور اونٹ ہوں جو اپنے عنفوانِ شباب میں ہے۔ میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں کے لئے ہی جنا ہے''۔

بدر کے روز مسلمانوں کا شعار

علامہ ابن ہشام نے کہا: بدر کے روز اصحابِ رسول اللہ ﷺ کا شعار ''اَحد اَحد'' تھا۔

ابوجہل کی ہلاکت کا بقیہ واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر جب رسول ﷺ اپنے دشمن سے فارغ ہوئے تو مقتولوں میں ابوجہل کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔

مجھ سے ثور بن یزید نے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور عبداللہ بن ابی بکر نے بھی مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے، ان دونوں (ثور بن یزید اور عبداللہ بن ابی بکر) کا بیان ہے کہ بنی سلمہ کے ایک فرد حضرت معاذ بن عمرو بن جموح نے

ایک جماعت کا قول ہے اور ابن اسحاق نے کہا: اسے مجذر نے قتل کیا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے۔

لغات

ابوجہل کے قتل میں حضرت معاذ بن عمرو کا قول ہے: مَا شَبَّهْتُ رِجْلَهٗ حِيْنَ طَاحَتْ اِلَّا بِالنَّوَاةِ تَطِيْحُ مِنَ الْمِرْضَخَةِ کہ جب ابوجہل کا پاؤں کٹ کر اڑا تو میں نے اس کے پاؤں کو ایک ایسی گٹھلی کے ساتھ تشبیہ دی جو کچلنے والے پتھر کے نیچے سے اڑتی ہے۔ طَاحَتْ کا معنی ہے ذَهَبَتْ یعنی وہ گیا اور یہ ذھاب ہلاکت کی طرف ہوتا ہے اور المرضخة الا رذبة کی طرح ہے یعنی وہ بڑا پتھر جس کے ساتھ جانوروں کے چارہ کے لئے گٹھلیاں کوٹی جاتی ہیں۔ الرضح حاء مہملہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے خشک چیز کو توڑنا اور الرضخ کا معنی ہوتا ہے تر چیز کو توڑنا۔ الطائی کا شعر ہے:

أَتَرْضَخُنِيْ رَضْخَ النَّوٰى وَهِيَ مُصْمِتٌ وَ يَأْكُلُنِيْ أَكْلَ الدُّبَا وَ هُوَ جَائِعٌ

''کیا تو مجھے گٹھلیوں کی طرح کوٹ رہا ہے درآں حالیکہ وہ خاموش ہیں اور وہ مجھے کدو کی طرح کھا رہا ہے جبکہ وہ بھوکا ہے''۔

انہوں نے حبیب بن اوس الطائی کے قول سے صرف اس کے علم کی وجہ سے دلیل پکڑی ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ کوئی عربی ہے جس کی لغت سے حجت پکڑی جاتی ہو۔

Marfat.com

کہامیں نے لوگوں سے سنا جبکہ ابوجہل لوگوں کے درمیان الحرجۃ درخت کی طرح تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا ہے اَلحَرجَۃُ کا معنیٰ ہے وہ درخت جو دوسرے درختوں کے درمیان لپٹا ہوا ہو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے الحرجۃ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یہ بہت سے درختوں کے درمیان ایک ایسا درخت ہوتا ہے جس تک پہنچنا مشکل ہو۔

(حضرت معاذ فرماتے ہیں میں نے لوگوں سے سنا) وہ کہہ رہے تھے ابوالحکم تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے ابوجہل کو اپنا مقصود بنالیا اور اس تک پہنچنے کی ٹھان لی۔ جب وہ میری دسترس میں آ گیا تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس پر ایک ایسا وار کیا جس نے اس کے پاؤں کو نصف پنڈلی تک کاٹ دیا۔ بخدا جب وہ کٹ کر اڑا تو مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی کھجور کی گٹھلی گٹھلیوں کو کچلنے والے پتھر کے نیچے سے اڑتی ہے جب ان پر پتھر کی ضرب پڑتی ہے۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر وار کیا جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور میری پہلو کی کھال سے لٹکنے لگا۔ اس وجہ سے اس سے لڑنا میرے لیے بڑا دشوار ہو گیا۔ میں سارا دن اسی حالت میں لڑتا رہا کہ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتا پھرتا تھا۔ جب وہ میرے لیے اذیت کا باعث بنا تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا، اسے اس پر دبایا اور کھینچ کر الگ کر دیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس کے بعد وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

پھر ابوجہل کے پاس سے حضرت معوذ بن عفراء گزرے جبکہ وہ لنگڑا پڑا تھا۔ آپ نے اس پر

ابوجہل کو قتل کرنے والے دونو جوان

علامہ ابن اسحاق نے ان دو لڑکوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ابوجہل کو قتل کیا وہ دونوں معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء تھے جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ وہ دونوں معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح ہیں۔ اور عفراء یہ عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار کی بیٹی ہے۔ اس کے نسب سے بنو عفراء معروف ہیں اور ان کا باپ حارث بن رفاعہ بن سواد ہے۔ اس میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

ابن اسحاق سے ابن ادریس کی روایت ہے جیسا کہ کتاب مسلم میں بھی ہے کہ ابوعمر نے کہا: اس واقعہ کی صحیح ترین روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: مَنْ یَّاْتِیْنِیْ بِخَبَرِ اَبِیْ جَھْلٍ "میرے پاس ابوجہل کی خبر کون لائے گا" الحدیث۔ اس میں ہے کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے قتل کیا تھا۔

Marfat.com

ایسا وار کیا کہ اسے زمین پر جا گرایا پھر اسے چھوڑ دیا، ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی۔ حضرت معوذ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کے پاس سے اس وقت گزرے جب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اسے مقتولوں میں تلاش کیا جائے۔ مجھے جو خبر ملی ہے اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا تھا: "اگر وہ مقتولوں کے درمیان تم سے پہچانا نہ جائے تو اس کے گھٹنوں پر ایک زخم کا نشان دیکھنا کیونکہ ایک روز عبداللہ بن جدعان کے پاس دعوت کے موقع پر اس کے اور میرے درمیان مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ اس وقت ہم دونوں کم سن تھے۔ میں اس کی بنسبت کچھ کمزور اور دبلا تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا جس کے باعث اس کے ایک گھٹنے پر خراش آ گئی جس کا نشان ابھی تک باقی ہے"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے جاں بلب پایا، اسے پہچانا اور اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا۔ اس نے ایک بار مکہ میں مجھے بڑی سختی سے اپنی گرفت میں لے کر اذیت پہنچائی تھی اور مجھے مکے مارے تھے۔ پھر میں نے اسے کہا اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا؟ اس نے کہا: اس نے مجھے کس بات کے ساتھ رسوا کیا۔ اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ۔ کیا میں اس شخص سے بھی زیادہ رسوا ہوں جسے تم نے قتل کر دیا ہے؟ مجھے بتاؤ آج فتح کس کو ہوئی؟ میں نے کہا: اللہ کو اور اس کے رسول کو۔

ابن ہشام نے کہا: ضَبَثَ کا معنی ہے اس نے اسے گرفتار کیا اور اس کے ساتھ چمٹ گیا۔

ابوجہل کا قول ہے: اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ۔ ایک روایت میں ہے قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ۔ یعنی اس شخص سے بڑھ کر رسوا جسے اس کی قوم نے قتل کر دیا ہو۔ یہی ابن ہشام کی تفسیر کا مفہوم ہے جہاں انہوں نے کہا: اَیْ لَیْسَ عَلَیْهِ عَارٌ۔ یعنی اس پر کوئی عار نہیں۔ پہلی تفسیر غریب الحدیث میں ابوعبید نے بیان کی ہے۔ انہوں نے اس شعر سے استشہاد کیا ہے:

تُقَدِّمُ قَیْسٌ کُلَّ یَوْمِ کَرِیْهَةٍ ۔۔۔ وَ یُثْنٰی عَلَیْهَا فِی الرَّخَاءِ ذُنُوْبُهَا

ہر جنگ کے دن بنی قیس کو آگے کیا جاتا ہے اور آسودگی کے ایام میں ان کے گناہوں پر ان کی مذمت کی جاتی ہے۔

وَ اَعْمَدُ مِنْ قَوْمٍ کَفَاهُمْ اَخُوْهُمْ ۔۔۔ صِدَامَ الْاَعَادِیْ حِیْنَ فُلَّتْ نُیُوْبُهَا

اور وہ اس قوم سے بھی زیادہ غضبناک ہیں جس کے لئے ان کا بھائی دشمن کا حملہ روکنے کے لئے اس وقت کافی ہو جب دشمنوں کے مصائب کو شکست دی جائے۔

Marfat.com

ضابی بن حارث برجمی نے کہا:

فَاَصْبَحْتُ مِمَّا کَانَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ مِنَ الْوُدِّ مِثْلَ الضَّابِثِ الْمَاءَ بِالْیَدِ

''میرے اور تمہارے درمیان جو محبت ہے اس کی وجہ سے میں اس شخص کی مانند ہو گیا جو پانی کو اپنے ہاتھ سے پکڑنا چاہتا ہے''۔

ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو جہل نے کہا: أَعَارٌ عَلٰی رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ۔ ''کیا اس شخص پر کوئی عار ہے جسے تم نے قتل کیا، مجھے خبر دو کہ آج فتح کس کی ہوئی؟''

ابن اسحاق نے کہا: بنی مخزوم کے بعض افراد کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہا

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے عَمِدَ الْبَعِیْرُ یَعْمَدُ۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب اونٹ کی کوہان سوج جائے اور وہ ہلاک ہو جائے تو معنی یہ بنے گا اَهْلَكُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ۔ اس شخص سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا جسے اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔ ابن اسحاق نے جو ابو جہل کا یہ قول ذکر کیا ہے اور بنی مخزوم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ابو جہل کا یہ قول ذکر کیا ہے: لَقَدِ ارْتَقَیْتَ مُرْتَقًی صَعْبًا یَا رُوَیْعِیَ الْغَنَمِ ''یعنی اے بکریوں کے نکمے چرواہے تو بڑے دشوار زینہ پر چڑھ گیا ہے۔ یہ دونوں قول اس روایت کے معارض ہیں جو سیر ابن شہاب اور مغازی ابن عقبہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے بیٹھا ہوا پایا، نہ وہ حرکت کر سکتا تھا اور نہ بات، آپ نے اس سے اس کی زرہ اتاری تو دیکھا کہ اس کے جسم پر سیاہ نکتے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس کے خود کی زرہ کے ساتھ ملی ہوئی کڑیوں کو کھولا وہ کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ابو جہل کی ہی تلوار سونتی اور اس کے ساتھ اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ پھر جب آپ اس کا سر اٹھا کر بارگاہ رسالت ﷺ میں لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سیاہ نکتوں کے بارے میں پوچھا جو آپ نے اس کے بدن پر دیکھے تھے۔ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا کہ اسے فرشتوں نے قتل کیا تھا اور وہ فرشتوں کی ضربوں کے نشانات تھے۔ اور یونس نے ابو عمیس سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا مجھے قاسم بن عبدالرحمٰن نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلوار دکھائی اور کہا یہ ابو جہل کی تلوار ہے جب آپ نے اسے قتل کیا تھا اور یہ تلوار چھین لی تھی۔ وہ ایک چھوٹی سی چوڑی تلوار تھی جس کے کناروں پر چاندی کے ٹکڑے اور حلقے لگے ہوئے تھے۔ ابو عمیس نے کہا اس تلوار کے ساتھ قاسم نے ایک بیل کی گردن پر وار کیا تو اس نے اسے کاٹ دیا اور اس میں بہت بڑا رخنہ ڈال دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس رخنے کو دیکھ کر قاسم کی چیخ نکل گئی۔

Marfat.com

کرتے تھے کہ ابوجہل نے مجھے کہا: اے بکریوں کے نکمے چرواہے تو نے بڑے دشوار زینہ پر قدم رکھا ہے۔ پھر میں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کے دشمن ابوجہل کا یہ سر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ۔ ''اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں''۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی قسم ہوا کرتی تھی۔ میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ پھر میں نے اس کا سر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ابوعبیدہ اور دیگر علمائے مغازی نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص سے، جب وہ آپ کے پاس سے گزرے، کہا میرا خیال ہے تمہارے دل میں کوئی رنجش ہے۔ میں سمجھتا ہوں تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے، بے شک اگر میں اسے قتل کرتا تو اس کے قتل کا تم سے عذر نہ کرتا لیکن میں نے اپنے خالو عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا ہے اور تمہارے باپ کے پاس سے تو میں اس حالت میں گزرا ہوں کہ وہ سینگوں کے ساتھ زمین کھودنے والے بیل کی طرح زمین کھود رہا تھا۔ میں اس سے کترا کر نکل گیا۔ اس کے چچازاد بھائی علی اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔

حرف جر کا اضمار

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: اَللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ یہ سیبویہ وغیرہ کے نزدیک جر کے ساتھ ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہمزۂ استفہام حرف جر کے عوض ہے اور جب آپ کو اختیار دیا جائے تو پھر آپ صرف نصب کے ساتھ اللّٰہَ بھی کہہ سکتے ہیں، مبرد اس کے علاوہ کوئی حرکت جائز قرار نہیں دیتے اور سیبویہ نے جر کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ قسم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقسم بہ باء یا واؤ کے ساتھ مجرور ہے اور حروف جر کو مضمر ماننا جائز نہیں سوائے اس طرح کے مواقع پر یا جن مواقع پر اس کا استعمال بہت کثیر ہو جیسا کہ مروی ہے کہ روبہ سے جب پوچھا جاتا کَیْفَ اَصْبَحْتَ؟ آپ نے صبح کیسے کی تو وہ کہتے خَیْرٍ عَافَاكَ اللّٰہُ۔ خیریت سے، اللہ تعالیٰ تمہیں عافیت بخشے۔

ابن اسحاق نے ابوجہل کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا قول ذکر کیا ہے جب اس نے عبداللہ بن جدعان کی دعوت پر آپ کے ساتھ جھگڑا کیا تھا۔ ذکر میلاد میں عبداللہ بن جدعان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور ہم نے اس کے بڑے پیالے کا واقعہ اور تنگدستی کے بعد اس کی تونگری کا سبب بھی بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

عکاشہ بن محصن کا واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: بنی عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف حضرت عکاشہ بن محصن بن حرثان الاسدی رضی اللہ عنہ بدر کے روز اپنی تلوار کے ساتھ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ایک لکڑی اسے دے دی اور فرمایا: قَاتِلْ بِهٰذَا یَا عُکَاشَةُ "اے عکاشہ اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو"۔ جب آپ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے لے کر لہرایا تو وہ لکڑی آپ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جو کافی لمبی تھی جس کا لوہا بڑا سخت تھا اور اس کی رنگت سفید تھی۔ آپ اس کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس تلوار کو العون کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ تلوار آپ کے پاس رہی، آپ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تمام غزوات میں اسی کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ فتنۂ ارتداد میں آپ شہید ہو گئے، جبکہ وہ تلوار آپ کے پاس تھی۔ آپ کو طلیحہ بن خویلد الاسدی نے شہید کیا تھا۔ اسی کے متعلق طلیحہ نے کہا:

فَمَا ظَنُّکُمْ بِالْقَوْمِ اِذْ تَقْتُلُوْنَهُمْ ۔۔۔ اَلَیْسُوْا وَ اِنْ لَّمْ یُسْلِمُوْا بِرِجَالِ

"ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جب تم انہیں قتل کر رہے ہو۔ کیا وہ آدمی نہیں اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو"۔

فَاِنْ تَكُ اَذْوَادٌ اُصِبْنَ وَ نِسْوَةٌ ۔۔۔ فَلَنْ تَذْهَبُوْا فَرْغًا بِقَتْلِ حِبَالِ

اگر کوئی دس اونٹ سے کم تعداد کا قافلہ ہو یا عورتیں ہوں جو مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو پھر

حضرت عکاشہ بن محصن کا واقعہ

عکاشہ کو کاف کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ صاحب العین نے کہا یہ عَكَشَ عَلَى الْقَوْمِ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص دوسرے لوگوں پر حملہ آور ہو۔ دیگر اہل لغت کا کہنا ہے کہ عکاشہ العکاش سے مشتق ہے جس کا معنی مکڑی ہے۔ جہاں تک حضرت عکاشہ کی اس تلوار کا تعلق ہے جو لکڑی کی تھی تو کہا گیا ہے کہ وہ تلوار عکاشہ کی اولاد میں نسل در نسل چلتی رہی۔ تلوار کے بارے میں عکاشہ کے واقعہ کی مثل حضرت عبداللہ بن جحش کے بارے میں بھی مروی ہے۔ اس کا ذکر غزوہ احد میں آئے گا۔

طلیحہ کا قول ہے: فَلَنْ یَذْهَبُوْا فِرْغًا بِقَتْلِ حِبَالِ۔ فرغ کا معنی ہے خون معاف کر دینا اور اس کا بدلہ نہ لینا اور حبال طلیحہ کا بھتیجا ہے، اس کا بیٹا نہیں اور وہ حبال بن مسلمہ بن خویلد ہے اور مسلمہ اس کا

Marfat.com

بھی تم حبال کو قتل کر کے بغیر قصاص کے یوں ہی بھاگ نہ سکو گے"۔

نَصَبْتُ لَهُمْ صَدْرَ الْحِمَالَةِ اِنَّهَا مُعَاوِدَةٌ قِيلَ الْكُمَاةِ نَزَالِ

"میں نے ان لوگوں کی خاطر اپنی حمالہ نامی اونٹنی کو تکلیفیں دیں، بے شک یہ اونٹنی مسلح سرداروں کو بار بار بلانے والی ہے کہ مقابلے کے لئے اترو"۔

فَيَوْمًا تَرَاهَا فِي الْجِلَالِ مَصُوْنَةً وَ يَوْمًا تَرَاهَا غَيْرَ ذَاتِ جِلَالِ

"کسی روز تو اسے جھول میں محفوظ دیکھے گا اور کسی روز تو اسے دیکھے گا کہ وہ جھول سے خالی ہے"۔

عَشِيَّةَ غَادَرْتُ ابْنَ اَقْرَمَ ثَاوِيًا وَ عُكَّاشَةَ الْغَنْمِيَّ عِنْدَ حِجَالِ

"وہ شام یاد کرو جب میں نے ابن اقرم اور عکاشہ الغنمی کو میدانِ جنگ میں پیوند خاک کر دیا تھا"۔

ابن ہشام نے کہا: حبال طلیحہ بن خویلد کا بیٹا ہے اور ابن اقرم کا نام ثابت بن اقرم انصاری ہے۔
علامہ ابن اسحاق نے کہا یہ وہی عکاشہ بن محصن ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مژدہ سنایا

باپ ہے، اسی نے حضرت عکاشہ کو شہید کیا تھا۔ مسلمہ نے آپ کا گلا گھونٹا اور طلیحہ نے لزام نامی گھوڑے پر سوار ہو کر آپ پر وار کیا۔ اور ثابت بھی ایک محبر نامی گھوڑے پر سوار تھا۔ ارتداد کے واقعات میں اس کا قصہ مشہور ہے۔

واقدی نے ارتداد کے بارے میں اس کے اس قول فَيَوْمًا تَرَاهَا فِي الْجِلَالِ مَصُوْنَةً کے بعد یہ ذکر کیا ہے: وَ يَوْمًا تَرَاهَا فِي ظِلَالِ عَوَالِ۔ یعنی اور کسی روز تو اسے اہل وعیال کے سائے میں دیکھے گا۔ الی آخر الشعر۔

ایک خبر میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عکاشہ اور ثابت بن اقرم البلوی دونوں انصار کے حلیف تھے۔ وہ دونوں حضرت خالد کے لشکر میں تھے جب آپ نے طلیحہ پر حملہ کیا تھا۔ یہ دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں مسلمانوں کے آگے نکل گئے اور طلیحہ کے گھڑ سواروں میں گھس گئے۔ طلیحہ انہی کے درمیان تھا۔ وہاں یہ دونوں اکٹھے شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ بزاخہ (1) کے دن پیش آیا۔ سلیمان التیمی کے علاوہ تمام سیرت نگاروں نے اسی طرح کہا ہے۔ سلیمان نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکاشہ ایک سریہ میں شہید ہوئے جو رسول اللہ ﷺ نے بنی اسد کی طرف بھیجا تھا لیکن پہلی روایت زیادہ مشہور ہے۔

1۔ بزاخہ بنی اسد یا بنی طی کا ایک چشمہ تھا۔

Marfat.com

کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی اس طرح جنت میں داخل ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے ان خوش نصیبوں میں کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تو انہی میں سے ہے یا فرمایا: اے اللہ اسے تو ان میں کر دے''۔ یہ سن کر ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے اور دعا ٹھنڈی ہو گئی۔

ہمیں جو خبر حضرت عکاشہ کے گھر والوں سے موصول ہوئی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مِنَّا خَيْرُ فَارِسٍ فِي الْعَرَبِ۔ ''عرب کا بہترین شہسوار ہم میں سے ہے''۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عکاشہ بن محصن۔ حضرت ضرار بن ازور اسدی کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! وہ شخص تو ہم میں سے ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: لَيْسَ مِنْكُمْ وَلٰكِنَّهُ مِنَّا لِلْحِلْفِ ''وہ تم میں سے نہیں بلکہ حلیف ہونے کی وجہ سے ہم میں سے ہے''۔

بدر کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے مابین گفتگو

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو بلایا، وہ اس روز مشرکین کے ساتھ تھا، آپ نے پوچھا: اے خبیث میرا مال کہاں ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا:

لَمْ يَبْقَ غَيْرُ شِكَّةٍ وَ يَعْبُوبٌ ۔۔۔ وَ صَارِمٍ يَقْتُلُ ضُلَّالَ الشِّيَبْ

''ہتھیاروں کو تنگ کرنے کے لئے لکڑی کے پچر، لمبے تیز گھوڑے اور اس تلوار کے سوا کچھ باقی نہیں رہا جو بوڑھے گمراہوں کو قتل کرتی ہے''۔

سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ

ابن اسحاق نے عکاشہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ذکر کیا جب انہوں نے عرض کی تھی: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اہل جنت میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ۔ ''اس دعا میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے''۔ صحاح میں یہ حدیث اسی طرح ہے اور ابن اسحاق نے یہ الفاظ زیادہ کہے: وَ بَرَدَتِ الدَّعْوَةُ اور دعا ٹھنڈی ہو گئی۔

Marfat.com

یہ وہ بات ہے جو میرے سامنے عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کی روایت سے ذکر کی گئی ہے۔

ابو عمر النمری نے بعض اہل علم سے ذکر کیا ہے جن کا انہوں نے نام نہیں لیا کہ جس شخص کو یہ کہا گیا سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ وہ منافق تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا نہ فرمائی۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: یہ بات صحیح نہیں کیونکہ مسند بزار میں ابو صالح کے واسطہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ خیار مہاجرین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے ابن بطال نے کہا: حضور ﷺ کے ارشاد سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ کا معنی یہ ہے کہ عکاشہ تم سے اس صفت میں سبقت لے گیا ہے جو ان ستر ہزار جنتیوں کی صفت ہے یعنی پرندوں سے فال بازی کو ترک کرنا وغیرہ۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں ہے یا ان کے اخلاق پر نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ اپنے کلام میں خصوصاً صحابہ کرام کے ساتھ کلام کرنے میں حسن ادب اور شفقت کا لحاظ رکھتے تھے۔

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بارے میں جو بات میرے نزدیک درست ہے وہ یہ کہ وہ قبولیت دعا کی ساعت تھی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے۔ جب وہ ساعت گزر گئی تو پھر آپ نے اس شخص سے وہ بات کہی تھی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی بات کو واضح کرتی ہے کیونکہ آپ نے اس حدیث میں حضرت عکاشہ کے ذکر کے بعد فرمایا پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں سے کر دے۔ تو آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ۔ ''اے اللہ اسے بھی ان لوگوں میں سے کر دے''۔ پھر کچھ دیر لوگ خاموش رہے اس کے بعد ایک تیسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں عکاشہ اور اس کا ساتھی تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ اگر تو پہلے کہتا تو میں بھی کہہ دیتا اور اگر میں کہہ دیتا تو وہ بات واجب ہو جاتی۔ یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ اور مسند بزار میں بھی ہے یہ معنی حضرت ابن اسحاق کی روایت کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے وبردت الدعوة کے الفاظ زیادہ ذکر کئے ہیں۔ حدیث عکاشہ کی تفسیر میں ہمارے اس بیان پر آگاہ ہو جائیے کیونکہ یہ اسی کتاب کے فوائد میں سے ہے۔

جو لوگ کسی عذر کی بناء پر غزوۂ بدر میں حاضر نہ ہو سکے ان میں سے ایک قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ ہیں جو کہ نقباء میں سے تھے۔ چونکہ آپ کو ایک سانپ نے ڈس لیا تھا اس لئے آپ جہاد کے لئے نہ نکل سکے۔ یہ قتبی کا قول ہے، اسی وجہ سے ابن اسحاق نے انہیں اور ابن عقبہ کو اصحاب بدر میں ذکر

Marfat.com

مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر کے واسطہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا گیا بجز امیہ بن خلف کی لاش کے، وہ اپنی زرہ میں پھول گئی تھی جس سے زرہ بھر گئی۔ جب اسے حرکت دی گئی تو اس کا گوشت بکھر گیا۔ اس لئے وہیں پڑا رہنے دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانک دیا گیا۔ جب انہیں کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اوپر کھڑے ہو کر ندا دی: يَا أَهْلَ الْقَلِيبِ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا "اے کنویں والو! جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا

نہیں کیا لیکن ایک طائفہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک ابن کلبی ہیں اور ان کے ساتھ ایک جماعت ہے۔

اصحاب قلیب بدر کو نداء

ایک نحوی مسئلہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: يَا عُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَ يَا شَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ الخ۔ يَا شَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ تاء کے ضمہ اور نون کے نصب اور دونوں کے نصب کے ساتھ بھی جائز ہے۔ جو لوگ جَاءَنِي زَيْدٌ ابْنُ فُلَانٍ کو تنوین کے ساتھ بولتے ہیں وہی اسے يَا زَيْدُ ابْنُ فُلَانٍ دال کے ضمہ کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ اس صورت میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور جو لوگ تنوین کے بغیر جَاءَنِي زَيْدُ ابْنُ کہتے ہیں وہی لوگ نداء میں دال کے نصب کے ساتھ يَا زَيْدَ ابْن بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں ابن کو الف کے بغیر لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں ابن کو ماقبل کے ساتھ ملا کر اسم واحد بنایا گیا ہے۔ اس بناء پر جب آپ کہیں گے يَا حَارِث ابن عمرو تو اسے الف کے ساتھ لکھیں گے کیونکہ آپ کی مراد يَا حَارِثُ ضمہ کے ساتھ ہے، کیونکہ اگر آپ يَا حَارِثَ بولنے کا ارادہ کرتے تو اسے مرخم نہ کرتے کیونکہ وہ اسم کے درمیان آ گیا ہے۔ سیبویہ نے اسے اس قول کے قائم مقام رکھا ہے: امراء اسی طرح حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے و يا ابا جهل بن هشام کہ اگر ابو جہل کے لام کو تنوین دیں گے تو ابن کو الف کے ساتھ لکھیں گے اور اگر لام کو تنوین نہیں دیں گے تو ابن کو بغیر الف کے لکھیں گے۔

Marfat.com

میں نے اسے سچا پایا''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مرے ہوئے لوگوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا بے شک وہ جانتے ہیں کہ جو ان کے رب نے ان سے وعدہ کیا تھا وہ سچ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے لَقَدْ سَمِعُوْا مَا قُلْتُ لَهُمْ ''جو کچھ میں نے انہیں کہا ان لوگوں نے سن لیا''۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا: لَقَدْ عَلِمُوْا کہ ''بے شک انہوں نے جان لیا''۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حمید الطّویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: یَا اَهْلَ الْقَلِیْبِ، یَا عُتْبَةُ بْنُ رَبِیْعَةَ وَ یَا شَیْبَةُ بْنُ رَبِیْعَةَ وَ یَا اُمَیَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَ یَا اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ۔ ''اے کنویں والو! اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام، آپ نے کنویں میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس قول کے بارے میں انکار ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَقَدْ سَمِعُوْا مَا قُلْتُ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے صرف یہ فرمایا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الَّذِیْ كُنْتُ اَقُوْلُ حَقٌّ۔ کہ بے شک انہوں نے جان لیا کہ جو بات میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھی۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں موجود نہ تھیں اور دیگر لوگ جو وہاں موجود تھے وہ حضور ﷺ کے الفاظ کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُخَاطِبُ قَوْمًا قَدْ جَیَّفُوْا اَوْ اَجْیَفُوْا ''یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ان لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں جو گل سڑ چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ ''جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اور جب یہ ممکن ہے کہ وہ اس حالت میں جاننے والے تھے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بات کو سننے والے بھی ہوں یا تو اپنے سروں کے کانوں کے ساتھ جبکہ ہم یہ کہیں کہ سوال و جواب کے وقت روح پورے جسم کی طرف یا بعض جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور یہ اکثر اہل سنت کا موقف ہے، یا دل یا روح کے کانوں کے ساتھ، یہ اس شخص کے مذہب کے مطابق ہے جو کہتا ہے کہ سوال روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے، روح کو پورے جسم یا بعض جسم کی طرف لوٹایا نہیں جاتا۔ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کیا ہے وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ (فاطر) ''اور

Marfat.com

ڈالے گئے تمام کفار کو شمار کیا، (پھر فرمایا) هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا ''جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا ہے''۔ تو مسلمانوں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ان لوگوں کو ندا فرما رہے ہیں جو گل سڑ چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يُّجِيْبُوْنِيْ ''جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ مجھے جواب دینے کی قوت سے محروم ہیں''۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس روز یہ بات فرمائی: يَا اَهْلَ الْقَلِيْبِ بِئْسَ عَشِيْرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ وَ صَدَّقَنِيَ النَّاسُ وَاَخْرَجْتُمُوْنِيْ وَاٰوَانِيَ النَّاسُ وَ قَاتَلْتُمُوْنِيْ وَنَصَرَنِيَ النَّاسُ ''اے کنویں والو! اپنے نبی کے تم بہت برے رشتہ دار تھے، تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی''۔ پھر فرمایا: هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اسے تم نے سچا پایا؟ پھر وہ بات فرمائی جو فرمائی۔

آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں''۔ یہ آیت اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ (الزخرف:40) ''کیا آپ سنانا چاہتے ہیں بہروں کا یا راہ دکھانا چاہتے ہیں اندھوں کو''۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہدایت اور توفیق دیتی ہے اور پند و نصیحت کو دلوں کے کانوں تک پہنچاتی ہے نہ کہ آپ۔ کفار کو مردہ اور بہرہ انہیں مردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ کے طور پر فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو انہیں حقیقت میں سناتی ہے جب وہ چاہے نہ کہ اس کا نبی اور نہ کوئی اور، چنانچہ اس آیت کا مذکورہ بحث کے ساتھ دو صورتوں کے اعتبار سے کوئی تعلق نہیں، ایک یہ کہ یہ آیت صرف کفار کو ایمان کی دعوت کے بارے میں نازل ہوئی، دوسری یہ کہ اس آیت نے نبی کریم ﷺ سے سنانے کی نفی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کیونکہ مردوں کو اللہ تعالیٰ ہی سنا سکتا ہے جب وہ چاہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

اصحابِ قلیب بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

عَرَفْتُ دِيَارَ زَيْنَبَ بِالْكَثِيْبِ   كَخَطِّ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيْبِ

''میں نے ٹیلے پر زینب کے گھر کو اس طرح پہچان لیا جس طرح بوسیدہ کاغذ پر تحریر کے خط کو پہچان لیا جاتا ہے''۔

تَدَاوَلُهَا الرِّيَاحُ وَ كُلُّ جَوْنٍ   مِنَ الْوَسْمِيِّ مُنْهَمِرٍ سَكُوْبِ

ان گھروں پر ہوائیں چلتی ہیں اور موسم بہار کا ہر سیاہ بادل لگا تار اور موسلا دھار برستا ہے۔

فَأَمْسٰى رَسْمُهَا خَلَقًا وَ أَمْسَتْ   يَبَابًا بَعْدَ سَاكِنِهَا الْحَبِيْبِ

پس ان کے نشان بوسیدہ ہو گئے اور وہ اجڑے پڑے ہیں جبکہ پہلے وہاں کبھی محبوب رہتا تھا۔

فَدَعْ عَنْكَ التَّذَكُّرَ كُلَّ يَوْمٍ   وَ رُدَّ حَرَارَةَ الصَّدْرِ الْكَئِيْبِ

''پس تو ہر روز ان کو یاد کرنا چھوڑ دے اور اپنے غمزدہ سینے کی حرارت کو ختم کر دے''۔

وَ خَبِّرْ بِالَّذِيْ لَا عَيْبَ فِيْهِ   بِصِدْقٍ غَيْرِ اِخْبَارِ الْكَذُوْبِ

''اور ان جھوٹے قصوں کی اخبار کو چھوڑ کر اس سچی بات کی خبر دے جس کے سنانے میں کوئی حرج نہیں''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے معانی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کیے گئے ہیں جن میں آپ نے کہا:

كَخَطِّ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيْبِ

لغت میں القشیب کا معنی ہے جدید لیکن اس شعر میں اس کا کوئی معنی نہیں کیونکہ اہل عرب جب نقشے بیان کرتے ہیں اور انہیں کاغذ پر تحریر کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں تو اس وقت تحریر سے ان کی مراد اس کا مٹ جانا اور محو ہو جانا ہوتا ہے کیونکہ یہ چیز گھروں کے نقوش مٹ جانے اور آثار کے محو ہو جانے پر زیادہ دلالت کرنے والی ہوتی ہے۔ اشعار میں اس کی کثرت کی وجہ سے استشہاد کی ضرورت تو نہیں البتہ نابغہ کا یہ شعر پیش خدمت ہے:

وَقَفْتُ فِيْهَا أُصَيْلَا نًا أُسَائِلُهَا   عَيَّتْ جَوَابًا وَ مَا بِالرَّبْعِ مِنْ أَحَدٍ

''میں شام کے وقت ان کھنڈرات میں کھڑا ہو کر ان سے پوچھ رہا تھا، انہوں نے ناقابل فہم جواب دیا اور اس ٹیلے پر کوئی بھی نہ تھا''۔

Marfat.com

بِمَا صَنَعَ الْمَلِيكُ غَدَاةَ بَدْرٍ لَنَا فِي الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ النَّصِيبِ

اِلَّا الْاَوَارِيَّ لَأْيًا مَا اُبَيِّنُهَا وَالنُّؤْيُ كَالْحَوْضِ بِالْمَظْلُوْمَةِ الْجَلَدِ

''سوائے الووں کے، میں کچھ دیر بعد ان سے جدا ہو رہا تھا اور کھودی ہوئی سخت زمین میں خیمہ کے اردگرد کی نالی حوض کی مانند تھی''۔

اور زہیر کا قول ہے:

وَقَفْتَ بِهَا مِنْ بَعْدِ عِشْرِيْنَ حِجَّةً فَلَأْيًا عَرَفْتَ الدَّارَ بَعْدَ تَوَهُّمِ

''تو اس مقام پر بیس سال بعد کھڑا ہوا تو کچھ دیر وہم و گمان کرنے کے بعد تو نے اس گھر کو پہچان لیا''۔

ایک اور شاعر نے کہا۔

وَ اِلَّا رُسُوْمَ الدَّارِ قَفْرًا كَاَنَّهَا سُطُوْرٌ مَحَاهَا الْبَاهِلِيُّ بْنُ اَصْمَعَا

''اور سوائے اس گھر کے بے آب و گیاہ نقوش کے (وہاں کچھ نہ تھا) گویا کہ وہ ایسی سطریں تھیں جنہیں باہلی بن اصمع نے مٹا دیا ہو''۔

لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہاں القشیب سے وہ چیز مراد لی ہے جس میں کوئی فاسد کرنے والی چیز مل جائے خواہ وہ کوئی گندگی ہو یا اس کا پرانا پن۔ کہا جاتا ہے طَعَامٌ مُقَشَّبٌ یعنی وہ کھانا جس میں زہر ملا ہو۔ شاعر ابوخراش خویلد بن مرہ الہذلی کہتا ہے:

بِهٖ نَدَعُ الْكَمِيَّ عَلٰى يَدَيْهِ نَخِرُّ تَخَالُهُ نَسْرًا قَشِيْبًا

''ہم وہاں زرہ پوش آدمی کو بھی اس حال میں چھوڑتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کے درمیان گلے پر ایک زخم ہوتا ہے جسے تو زہر آلود گدھ خیال کرتا ہے''۔

اس میں قشیب کا معنی زہر آلود ہے کیونکہ القشب زہر کو کہتے ہیں۔ یہ اس حدیث کی تفسیر میں ابن قتیبہ کا قول ہے جس میں اس شخص کا ذکر ہے جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔ اس حدیث میں ہے: قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَ اَحْرَقَنِيْ ذَكَاهَا۔ یعنی مجھے جہنم کی بو نے زہر آلود کر دیا اور اس کی مہک نے مجھے جلا دیا۔ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے القشب کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ایک زہریلا پودا ہے جو شکاری پرندوں کے لئے لگایا جاتا ہے جب وہ اسے کھاتے ہیں تو مر جاتے ہیں۔ مزید فرمایا: عرب لوگ چراہوں میں اپنے مویشیوں کو اس سے دور رکھتے ہیں تا کہ وہ اسے توڑ نہ دیں مبادا کہ اس کی بو پھیلے اور جانوروں کو ہلاک کر دے۔ پس قتیبی نے جس

Marfat.com

سنا کہ خداوند مقتدر نے ہمیں بدر کے دن مشرکین پر کامیابی عطا فرمائی۔

غَدَاۃَ کَاَنَّ جَمْعَهُمْ حِرَاءٌ بَدَتْ اَرْکَانُهٗ جُنْحَ الْغُرُوْبِ

''وہ دن جب ان کا گروہ کوہِ حراء کی طرح معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی بنیادیں زوال کے وقت جھک گئیں''۔

فَلَاقَیْنَا هُمْ مِنَّا بِجَمْعٍ کَاُسْدِ الْغَابِ مُرْدَانٍ وَّ شِیْبِ

''ہم نے ایک ایسی جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا جس کے بوڑھے اور جوان سب جنگل کے شیر تھے''۔

اَمَامَ مُحَمَّدٍ قَدْ وَازَرُوْهُ عَلَی الْاَعْدَاءِ فِیْ لَفْحِ الْحُرُوْبِ

''وہ جماعت سیدنا محمد ﷺ کے سامنے تھی جس نے جنگ کی لپیٹ میں آپ ﷺ کی حفاظت کی''۔

بِاَیْدِیْهِمْ صَوَارِمُ مُرْهَفَاتٌ وَ کُلُّ مُجَرَّبٍ خَاطِی الْکُعُوْبِ

شعر سے استشہاد کیا ہے اس میں اس قول تَخَالُهٗ نَسْرًا قَشِیْبًا کا معنی یہ ہے کہ ایسی گدھ جس نے گوشت کے درمیان اس زہر کو کھالیا ہو۔ واللہ اعلم۔ مزید فرمایا: اَلْاَلَب بھی قشب کی ایک قسم ہے۔ اگر شکاری پرندوں کو اس کی بو پہنچ جائے تو وہ اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں اور اگر وہ اسے کھالیں تو مر جاتے ہیں اور زہریلے پودے کو ضجاج بھی کہتے ہیں۔

مقتول مشرکین کو کنویں میں پھینکنے کا مقصد

اگر یہ کہا جائے کہ مقتول مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا کیا مقصد ہے اور اس میں کون سی مصلحت ہے تو ہم کہیں گے کہ دورانِ جنگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کسی انسان کی لاش کے پاس سے گزرتے تو دفن کرنے کا حکم دیتے۔ آپ اس کے مومن یا کافر ہونے کے متعلق دریافت نہیں فرماتے تھے۔ سنن دار قطنی میں اسی طرح مذکور ہے، لہٰذا مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکا جانا اسی باب سے ہے۔ لیکن چونکہ کفار کے مردوں کی کثرت تھی اس لئے آپ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ انہیں دفن کرنے کا حکم دے کر صحابہ کرام کو مشکل میں ڈالیں جبکہ اس کے بجائے انہیں کنویں میں پھینک دینا صحابہ کرام کے لئے نسبتاً آسان تھا۔ یہ اس بات کے موافق ہے کہ وہ کنواں بنی النار کے ایک آدمی نے کھودا تھا جس کا نام بدر تھا۔ اس لئے وہ کنواں کفار کے لئے تیار کی گئی فال تھا۔ یہ بات بدر کے بارے میں دو قولوں میں سے ایک قول کی بنا پر ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

"ان کے ہاتھوں میں پتلی اور تیز دھار والی تلواریں اور موٹی موٹی گرہوں والے آزمودہ نیزے تھے"۔

بَنُو الْاَوْسِ الْغَطَارِفُ وَازَرَتْهَا بَنُو النَّجَّارِ فِی الدِّيْنِ الصَّلِيْبِ

"وہ سرداران بنواوس تھے جنہیں دین محکم میں بنونجار نے مدد دی تھی"۔

فَغَادَرْنَا اَبَا جَهْلٍ صَرِيْعًا وَ عُتْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا بِالْجَبُوْبِ

"پس ہم نے ابوجہل کو پچھاڑا ہوا اور عتبہ کو سخت زمین پر پڑا ہوا چھوڑا"۔

وَ شَيْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا فِیْ رِجَالٍ ذَوِیْ حَسَبٍ اِذَا نُسِبُوْا حَسِيْبِ

"اور شیبہ کو ایسے لوگوں میں چھوڑا جن کے نسب جب بیان کیے جائیں تو وہ بڑے نسب والے نکلیں (لیکن وہ خود ایسے بڑے ہیں کہ ان کے نسب کو اب پوچھتا کون ہے؟)"

يُنَادِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمَّا قَذَفْنَاهُمْ كَبَاكِبَ فِی الْقَلِيْبِ

"جب ہم نے انہیں جتھوں کی صورت میں کنویں میں ڈالا تو رسول اللہ ﷺ انہیں ندا دے رہے تھے:

اَلَمْ تَجِدُوْا كَلَامِیْ كَانَ حَقًّا وَ اَمْرُ اللّٰهِ يَاْخُذُ بِالْقُلُوْبِ

کیا تم نے نہیں پایا کہ میری بات سچ تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو (بھی) پکڑ لیتا ہے"۔

فَمَا نَطَقُوْا وَ لَوْ نَطَقُوْا لَقَالُوْا صَدَقْتَ وَ كُنْتَ ذَارَأْیٍ مُّصِيْبِ

وہ کچھ نہ بولے اور اگر وہ بولتے تو کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا اور آپ ہی صحیح رائے والے تھے۔

اشعار کی مزید وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں یہ بھی ہے: بَنُو الْاَوْسِ الْغَطَارِفِ وَازَرَتْهَا۔ اگر آپ ہمزہ کے ساتھ آزَرَتْهَا کہتے تو بھی جائز ہوتا، اس وقت یہ الازر سے مشتق ہوتا۔ قرآن کریم میں ہے: فَاٰزَرَهٗ (الفتح: 29) یعنی اس کی جڑ کو مضبوط کیا اور اسے تقویت دی۔ لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے الوزیر کے معنی کا ارادہ کیا ہے کیونکہ آپ نے انہیں وزیر کا نام دیا ہے جو کہ الوزر سے مشتق ہے اور الوزر کا معنی بوجھ ہے کیونکہ وزیر اپنے ساتھی کا بوجھ اٹھاتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اَلْوَزَرُ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پناہ گاہ کیونکہ وزیر کی رائے کی پناہ لی جاتی ہے۔ میں نے شیخ ابوبحر کے نسخہ میں اسے بغیر واؤ کے تعلیل شدہ پایا ہے یعنی آزَرْتُهَا مگر وَازَرْتُهَا کا وزن فَاعَلْتُ ہے اور آزرت کا وزن اَفْعَلْتُ ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے کفار کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو پکڑ کر کنویں میں لڑھکایا گیا تو میری معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کہ وہ غمگین ہیں اور ان کی رنگت بدلی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یَا اَبَا حُذَیْفَةَ لَعَلَّكَ قَدْ دَخَلَكَ مِنْ شَأْنِ اَبِیْكَ شَیْءٌ؟ ''اے ابوحذیفہ! اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال تو پیدا نہیں ہو گیا؟ اَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ آپ نے عرض کی نہیں قسم بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن میں اپنے باپ کو صاحب رائے، حلیم اور اچھی صفات کا مالک خیال کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ یہ خوبیاں اسے

الجبوب کا معنی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَ عُتْبَةَ قَدْ تَرَکْنَا بِالْجَبُوْبِ۔ جبوب زمین کا نام ہے کیونکہ زمین کو کھودا جاتا ہے اور اس میں دفن شدہ چیزیں نکالی جاتی ہیں۔ یہ قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ اہل عرب نے اسے مؤنث میں جبوب ہی کہا ہے جیسے صبور اور شکور اور جبوبة نہیں کہا کہ یہ حلوبة اور رکوبة کے باب سے ہو۔ وہ اس پر کبھی الف لام داخل کرتے ہیں اور کہتے ہیں الجبوب۔ جیسا کہ مذکورہ شعر میں ہے اور کبھی اسے اسم علم بناتے ہیں اور کہتے ہیں جبوب جیسے شعوب ہے۔ شاعر کا قول ہے:

بَنٰی عَلٰی قَلْبِیْ وَ عَیْنِیْ مَکَانَهٗ ثَوٰی بَیْنَ اَحْجَارٍ رَهِیْنَ جَبُوْبِ

اس نے میرے دل اور میری آنکھوں پر اپنا مکان بنایا جبکہ خود زمین کے گردی رکھے ہوئے پتھروں کے درمیان آباد (یعنی دفن) ہو گیا۔

اسی سے جَبَّانٌ اور جَبَّانَةٌ کے الفاظ ہیں جو قبرستان کے لئے بولے جاتے ہیں۔ یہ الجبت اور الجبوب سے فعلان کا وزن ہے۔ الجبان کے معنی میں یہ خلیل کا قول ہے جبکہ دیگر علماء اسے الجبن سے فَعَّال کا وزن قرار دیتے ہیں۔

خاطی الکعوب

یعنی بھری ہوئی مضبوط گرہوں والے۔ کعوب نیزے کی گرہ کو کہتے ہیں اور حضرت حسان کا قول الغطارف اصل میں الغطاریف ہے جیسا کہ جرہمی کے شعر میں پہلے مذکور ہوا۔ تَطْلُّ بِهَا اٰمِنًا وَ فِیْهَا الْعَصَافِرُ۔ یہ بھی اصل میں العصافیر ہے، یاء کو ضرورۃً حذف کر دیا گیا۔

Marfat.com

اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ جب میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مرنے کو یاد کیا تو اس بات کا مجھے بہت دکھ ہوا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی دعائے خیر سے نوازا اور آپ کی تعریف فرمائی۔

جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہمیں جو خبر ملی ہے اس میں یہ ہے کہ مقتولین بدر کے نوجوانوں کا وہ گروہ جن کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ (النساء)

"بے شک وہ لوگ کہ قبض کیا ان (کی روحوں) کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے اپنی جانوں، پر فرشتوں نے انہیں کہا: تم کس شغل میں تھے؟ (معذرت کرتے ہوئے) انہوں نے کہا؟ ہم تو بے بس تھے زمین میں۔ فرشتوں نے کہا: کیا نہیں تھی اللہ کی زمین کشادہ تا کہ تم ہجرت کرتے اس میں؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بہت بری پلٹ کر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا گیا جو آپ نے بدر کے دن اپنے بیٹے کو فرمایا کہ أَيْنَ مَالِي يَا خَبِيثُ۔ اے خبیث میرا مال کہاں ہے؟ اس نے کہا لَمْ يَبْقَ إِلَّا شِكَّةٌ وَ يَعْبُوبٌ۔ الشکۃ کا معنی ہے ہتھیار اور الیعبوب تیز رفتار گھوڑے کو کہتے ہیں اور ایک قول کے مطابق دراز قد گھوڑے کو کہتے ہیں، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ عُبَابُ الْمَاءِ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تیز رفتاری اور تیز رفتار پانی والی ندیوں کو بھی یعبوب کہا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام السکب تھا۔ یہ سَكَبْتُ الْمَاءَ سے مشتق ہے یعنی میں نے پانی انڈیلا۔ اس سے بھی الیعبوب کے معنی کی تائید ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کے علاوہ کسی اور نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے مسلمان ہونے کے بعد اپنے والد گرامی سے عرض کیا: ابا جان! بدر کے روز کئی بار آپ میرے نشانے پہ آئے لیکن میں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر تو میرے نشانے پہ آجاتا تو میں تجھے نہ چھوڑتا۔

Marfat.com

آنے کی جگہ ہے"۔

ان کے نام یہ ہیں: بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے حارث بن زمعہ بن اسود بن عبد المطلب بن اسد، بنی مخزوم سے ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور ابوقیس بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، بنی جمح سے علی بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح اور بنی سہم سے عاص بن منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔

ان لوگوں کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کر لیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ان کے آباء اور خاندان والوں نے انہیں مکہ میں روک لیا اور انہیں گمراہ کر دیا۔ اس طرح وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے، پھر وہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر میدانِ بدر میں پہنچے جہاں سب قتل ہو گئے۔

بدر کے اموالِ غنیمت کا بیان

پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لشکر میں جو مالِ غنیمت لوگوں نے حاصل کیا ہے، جمع کیا جائے۔ چنانچہ وہ جمع کیا گیا۔ اس کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہونے لگا۔ جن لوگوں نے وہ جمع کیا تھا انہوں نے کہا یہ ہمارا ہے اور جو لوگ دشمن کے ساتھ برسرپیکار رہے اور انہیں تلاش کرتے رہے انہوں نے کہا قسم بخدا! اگر ہم نہ ہوتے تو تم اس مال تک نہ پہنچ سکتے، ہم نے ہی ان لوگوں کو تم سے بے توجہ رکھا یہاں تک کہ تم نے یہ سب کچھ حاصل کر لیا۔ جو لوگ اس خوف سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کی طرف پلٹ نہ آئے انہوں نے کہا بخدا تم لوگ ہم سے زیادہ اس مال کے حقدار نہیں ہو۔ بخدا! ہم نے دشمن کو اس

عرش اور عریش

مالِ غنیمت کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف اور اس فریق کی دلیل ذکر کی گئی جو عریش میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ عریش ہر سایہ دار اور سر کے اوپر بلند چیز کو کہتے ہیں۔ اگر آپ اس کے اوپر بلند ہوں تو اسے عرش کہتے ہیں اور بقول ابوحنیفہ عریش ان چار یا پانچ کھجور کے درختوں کو بھی کہتے ہیں جن کی جڑ ایک ہو۔

بنو عابد اور بنو عائذ

ابو اسید کا قول ذکر کیا گیا کہ میں نے بدر کے دن بنی عابد کی تلوار پائی جسے مرزبان کہا جاتا ہے۔ بنی

Marfat.com

حالت میں دیکھا کہ ہم انہیں قتل کر سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکیں ہمارے حوالے کر دی تھیں اور ہم نے یہ موقع بھی دیکھا کہ اس مال کو لینے سے ہمیں کوئی روکنے والا نہیں تھا لیکن ہمیں رسول اللہ ﷺ پر دشمن کے حملے کا خوف تھا، ہم آپ کے دفاع میں کھڑے رہے۔ اس لیے تم ہم سے زیادہ اس مال کے حقدار نہیں ہو۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن حارث اور ہمارے دوسرے اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے، انہوں نے مکحول سے، انہوں نے ابوامامہ باہلی سے جن کا نام بقول ابن ہشام صدی بن عجلان ہے، روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سورۂ انفال کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ ہم اصحاب بدر کے بارے نازل ہوئی جب ہم نے مالِ غنیمت میں اختلاف کیا اور اس بارے میں ہمارے اخلاق بگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ ہمارے اختیار سے نکال لیا اور اپنے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان بواءٍ یعنی مساوی تقسیم فرما دی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مجھ سے بعض بنی ساعدہ نے ابواسید مالک بن ربیعہ الساعدی کی روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا مجھے بدر کے روز بنی

عابد بنی مخزوم کی شاخ ہے اور وہ بنو عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں اور جہاں تک یاء اور ذال معجمہ کے ساتھ بنو عائذ کا تعلق ہے تو وہ بنو عائذ بن عمران بن مخزوم ہیں جو آل مسیب کی قوم ہے اور اول الذکر آل بنی سائب کی قوم ہیں۔

کچھ تقسیم کے متعلق

راوی کا قول ہے: فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَوَاءٍ يَقُوْلُ عَلٰى سَوَاءٍ۔ اسے ابوعبید نے الاموال میں روایت کیا ہے جس میں انہوں نے یوں کہا۔ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فُوَاقٍ۔ انہوں نے اس کی یہ تفسیر بیان کی۔ جَعَلَ بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں اپنی رائے کے مطابق بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ غریب الحدیث میں ایک اور قول بھی ہے کہ عَنْ فُوَاقٍ کا معنی ہے تقسیم میں جلدی جیسے فُوَاقُ النَّاقَةِ اونٹنی کی تیزی کو کہتے ہیں۔ اسے ابن اسحاق نے روایت کیا یہ قول محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور اور زیادہ ثابت ہے۔

Marfat.com

عائذ مخزومیین کی مرزبان نامی تلوار ملی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ مقبوضہ مال غنیمت واپس لوٹا دیں تو میں نے وہ تلوار لا کر مالِ غنیمت میں ڈال دی۔ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ سے جو چیز مانگی جاتی آپ ﷺ انکار نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ارقم بن ابی ارقم کو اس تلوار کا علم ہوا، انہوں نے وہ تلوار رسول اللہ ﷺ سے مانگی تو آپ ﷺ نے انہیں عطا فرما دی۔

فتح کے قاصد ابن رواحہ اور زید کی روانگی

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو العالیہ (مدینہ کے بالائی محلے) والوں کی طرف اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو السافلہ (مدینہ کے نشیبی محلے) والوں کی طرف اس بات کی خوشخبری دینے کے لئے بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فتح عطا فرمائی۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر اس وقت پہنچی جب ہم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر مٹی برابر کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مجھے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لئے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ میں اپنے والد کی طرف آیا جبکہ وہ عیدگاہ میں کھڑے تھے اور لوگوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، زمعہ بن اسود، ابوالبختری، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف اور حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ میں نے کہا ابا جان کیا یہ حق ہے۔ آپ نے کہا: ہاں بیٹا قسم بخدا۔

رسول اللہ ﷺ کی بدر سے مراجعت

پھر رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، مشرکین کے جنگی قیدی آپ

سورۂ انفال کی ابتدائی آیات کی شانِ نزول

ابوعبید کی ذکر کردہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے بدر کے دن عاصی بن سعید بن عاصی کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی جس کا نام ذوالکتیفہ تھا۔ میں وہ تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مالِ غنیمت کے حصے میں مجھے یہ تلوار عنایت فرما دیجئے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے مقبوضہ مال میں رکھ دوں۔ اس

Marfat.com

کے ساتھ تھے جن میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین سے حاصل کیا ہوا مالِ غنیمت بھی لدا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مالِ غنیمت کی نگرانی پر حضرت عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار کو مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کے ایک رجز گو نے کہا، ابن ہشام نے کہا، کہا جاتا ہے کہ وہ عدی بن ابی زغباء تھے:

اَقِمْ لَهَا صُدُوْرَهَا یَا بَسْبَسُ اَلَیْسَ بِذِی الطَّلْحِ لَهَا مُعَرَّسُ

"اے بسبس قافلے کو وادی کے اونچے مقام پر ٹھہراؤ۔ کیا ذی الطلح کے مقام پر قافلے کے لئے رات گزارنے کی جگہ نہیں ہے؟"

وَ لَا بِصَحْرَاءِ غُمَیْرٍ مَحْبَسُ اِنَّ مَطَایَا الْقَوْمِ لَا تُخَیَّسُ

"اور نہ صحراء وغیرہ میں رکنے کی کوئی جگہ ہے؟ بے شک ایسے لوگوں کی سواریوں کو سدھایا نہیں جاتا"۔

فَحَمْلُهَا عَلَی الطَّرِیْقِ اَکْیَسُ قَدْ نَصَرَ اللّٰهُ وَ فَرَّ الْاَخْنَسُ

"پس ان سواریوں کو راستے پر لے چلنا زیادہ عقلمندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمادی اور اخنس بھاگ گیا"۔

پھر رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے چلے یہاں تک کہ جب الصفراء کی گھاٹی سے نکلے تو اس گھاٹی اور النازیہ کے درمیان سیر نامی ایک ٹیلے پر ایک بڑے درخت کے پاس نزول اجلال فرمایا۔ اس جگہ آپ نے وہ مالِ غنیمت تقسیم فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے مسلمانوں کو دلایا تھا اور سب کو برابر برابر حصہ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کوچ فرمایا یہاں تک کہ جب مقام روحاء پر پہنچے تو مسلمان آپ سے اس فتح کی مبارکباد پیش کرنے کے لئے ملے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے رفقاء مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن رومان نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "تم ہمیں کس بات کی مبارکباد

طرح آپ نے مجھ سے وہ مال لے لیا جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں نے کہا میرا بھائی عمیر بھی قتل ہو گیا اور میرا چھینا ہوا مال بھی مجھ سے لے لیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ (الانفال:۱) پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار مجھے عطا فرمادی۔ ابوعبید نے کہا: سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ عاصی بن سعید کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

Marfat.com

دے رہے ہو؟ قسم بخدا! ہمارے مقابلہ میں گویا بوڑھی گنجی عورتیں تھیں ان اونٹنیوں کی طرح جو رسی سے بندھی ہوئی ہوں اور ہم نے ان کو ذبح کر دیا"۔ رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا: اَیِ ابْنَ اَخِیْ اُولٰئِکَ الْمَلَاءُ۔ بھتیجے! وہ لوگ تو سردار تھے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا الملأ کا معنی اشراف اور سردار ہے۔

نضر اور عقبہ کا قتل

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر جب رسول اللہ ﷺ مقام صفراء پر تھے تو نضر بن حارث کو قتل کر دیا گیا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا۔ جیسا کہ مکہ کے بعض اہل علم نے مجھے خبر دی۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر حضور ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب عرق الظبیہ کے مقام پر پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط بھی قتل کر دیا گیا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا عرق الظبیہ کے الفاظ غیر ابن اسحاق سے منقول ہیں۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا جس شخص نے عقبہ کو گرفتار کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں جن کا تعلق بنی عجلان سے ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو وہ بولا: اے محمد (ﷺ) میری چھوٹی بچی کا کون پرسان حال ہوگا؟ فرمایا آگ۔ اس کو حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلح

عقبہ بن ابی معیط

بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کروا دیا اور جس شخص نے اسے قیدی بنایا تھا وہ حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں۔ یہ سلمہ لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یہ سلمہ بن مالک ہیں جو بنی عجلان کے فرد ہیں۔ یہ نسب کے لحاظ سے بلوی ہیں اور عہد و پیمان کے لحاظ سے انصاری ہیں۔ انہیں احد کے روز شہید کر دیا گیا۔ جہاں تک عقبہ بن ابی معیط کا تعلق ہے تو ابی معیط کا نام ابان بن ابی عمرو ہے اور ابو عمر کا نام ذکوان بن امیہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امیہ نے ایک لونڈی سے زنا کیا تھا یا لونڈی نے اس سے زنا کرایا تھا۔ وہ لونڈی ابو عمرو کے ساتھ حاملہ ہوگئی۔ اس طرح امیہ نے جاہلیت کے دستور کے مطابق ابو عمرو کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اسی وجہ سے جب عقبہ نے کہا تھا أَأُقْتَلُ مِنْ بَیْنِ قُرَیْشٍ صَبْرًا۔ کیا قریش کے درمیان سے صرف مجھے قتل کیا جائے گا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: حَنَّ قِدْحٌ لَیْسَ مِنْهَا(1) "جوئے کے اس تیر نے آواز نکالی جو ان تیروں میں سے نہیں تھا"۔ آپ کا اشارہ اس کے نسب کی طرف تھا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ بعض اوقات جوئے میں ایک مستعار تیر

1۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو اس شخص کے بارے میں بولی جاتی ہے جسے ایسے نسب کی طرف منسوب کیا جائے جس سے وہ نہ ہو۔

Marfat.com

انصاری رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ بنی عمرو بن عوف کے فرد ہیں جیسا کہ ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے مجھ سے بیان کیا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ بات میرے سامنے ابن شہاب زہری اور دیگر اہل علم نے ذکر کی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اسی مقام پر فروہ بن عمرو البیاضی کے آزاد کردہ غلام ابو ہند نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور ایک مشک (حمیت) پیش کی جو حیس (کھجور، پنیر اور گھی ملا کر تیار کیا جانے والا حلوہ) سے پر تھی۔ علامہ ابن ہشام نے کہا حمیت کا معنی مشک ہے۔ یہ ابو ہند غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے حجام تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا هُوَ اَبُوْ هِنْدٍ امْرُؤٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَنْكِحُوْهُ وَانْكِحُوْا اِلَيْهِ ''یہ ابو ہند انصار کے ایک فرد ہیں، ان سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرو''۔ صحابہ کرام نے اس حکم کی تعمیل کی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ چلے یہاں تک کہ قیدیوں سے ایک روز پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ نے کہا: جنگی قیدی اس وقت لائے گئے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا آل عفراء کے پاس عفراء کے

اصلی تیروں کے ساتھ رکھا جاتا ہے جس سے کامیابی اور برکت کا تجربہ کیا جاتا ہے اور اسے اسی وجہ سے مستعار لیا جاتا ہے، اس تیر کو منیح کہا جاتا ہے جب اس تیر کو سارنگی میں اصلی تیروں کے ساتھ حرکت دی جائے تو اس کی آواز دوسرے تیروں سے ممتاز ہوتی ہے کیونکہ اس کا جوہر اصلی تیروں کے جوہر کے مخالف ہوتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے حَنَّ قِدْحٌ لَيْسَ مِنْهَا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ ضرب المثل بیان فرمائی۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ عقبہ قریش سے نہیں ہے۔ اسی طرح مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا ''تو تو یہودی ہے اور اہل صفوریہ (1) سے ہے'' کیونکہ جس لونڈی نے اس کے باپ کو جنا تھا وہ اہل صفوریہ کے ایک یہودی کی لونڈی تھی اس کا نام ترنی تھا۔ یہ قتیبی کا قول ہے۔ اسی طرح جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عالم انساب دغفل بن حنظلہ سے پوچھا: کیا تم نے

1۔ صفوریہ اردن کا ایک شہر ہے۔

Marfat.com

دونوں بیٹوں عوف اور معوذ کی تعزیت کے لئے موجود تھیں۔ یہ واقعہ عورتوں پر پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: قسم بخدا! میں ان کے پاس ہی تھی جب ہمیں قیدیوں کے لائے جانے کی اطلاع ملی۔ میں فوراً گھر لوٹی، رسول اللہ ﷺ گھر ہی میں تھے تو دیکھا کہ ابو یزید سہیل بن عمرو حجرے کے ایک کونے میں ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی سے اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہیں۔ قسم بخدا! ابو یزید کو اس حالت میں دیکھ کر میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی اور میں نے کہہ دیا: اے ابو یزید! تم لوگوں نے قیدی بننا گوارا کر لیا، عزت کی موت مر کیوں نہ گئے! قسم بخدا! حجرے میں سے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے سوا کوئی مجھے ہوش میں نہ لایا: یَا سَوْدَۃُ اَعَلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ تُحَرِّضِیْنَ؟ اے سودہ! کیا اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر ابھار رہی ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! جب میں نے ابو یزید کی یہ حالت دیکھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہیں تو یہ بات کہنے سے اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی عبدالدار کے ایک فرد نبیہ بن وہب نے بیان کیا کہ جب قیدی لائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا اور فرمایا: اِسْتَوْصُوْا بِالْاَسَارٰی خَیْرًا ''قیدیوں سے نیک سلوک کی وصیت یاد رکھو''۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم بھی قیدیوں میں تھا۔ ابو عزیز نے کہا: میرا بھائی مصعب بن عمیر اور انصار کا ایک شخص جو مجھے قید کرنا چاہتا تھا میرے پاس سے گزرے تو میرے بھائی نے اسے کہا: اسے خوب کس کر باندھ لو کیونکہ اس کی ماں بڑی دولت مند ہے، شاید وہ تجھے اس کا فدیہ ادا کر دے۔ ابو عزیز نے کہا: جب لوگ مجھے بدر سے لے کر آ رہے تھے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ جب وہ لوگ اپنا ناشتہ اور شام کا کھانا لاتے تو ہمارے متعلق رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے پیش نظر مجھے تو وہ روٹی کھلاتے اور خود صرف

حضرت عبدالمطلب کو پایا؟ تو اس نے کہا ہاں، میں نے انہیں بڑھاپے کی عمر میں خوبصورت چہرے والا اور سڈول جسم والا پایا۔ ان کے دس بیٹے انہیں ستاروں کی مانند گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے امیہ بن عبد شمس کو دیکھا؟ اس نے کہا ہاں، میں نے اسے دیکھا کہ وہ کمزور نظر والا، نیلگوں اور بد شکل ہے۔ اس کا غلام ذکوان اس کے آگے آگے چلتا تھا۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس! وہ تو اس کا بیٹا ابو عمرو ہے، دغفل نے کہا یہ تم ہی کہتے ہو۔

Marfat.com

کھجوریں کھالیتے، جب بھی ان میں سے کسی کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آجاتا تو وہ اسے پھونک جھاڑ کر مجھے پیش کر دیتا۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی، میں وہ ٹکڑا اسے واپس دیتا لیکن وہ اسے پھر مجھے واپس دے دیتا اور چھوتا تک نہ تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابو عزیز غزوۂ بدر میں نضر بن حارث کے قتل کے بعد مشرکین مکہ کا علمبر دار تھا۔ جب اس کے بھائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ابو یسر کو جس نے اسے قید کر رکھا تھا، وہ بات کہی جو کہی (کہ اسے خوب کس کر باندھ لو) تو ابو عزیز نے اسے کہا: يَا اَخِیْ هٰذِهٖ وَصَاتُكَ بِیْ ''میرے بھائی! میرے لئے تم اسے یوں وصیت کر رہے ہو''۔ تو حضرت مصعب نے اسے کہا: اِنَّهٗ اَخِیْ دُوْنَكَ ''میرا بھائی یہ ہے نہ کہ تم''۔ اس کی ماں نے پوچھا: کسی قرشی کا سب سے گراں قیمت فدیہ کیا ہے؟ تو اسے کہا گیا چار ہزار درہم۔ اس نے چار ہزار درہم فدیہ بھیج کر اسے آزاد کرا لیا۔

بنی امیہ کے نسب میں طعن

حضرت مؤلف نے فرمایا: یہ طعن بنی امیہ میں سے صرف عقبہ کے نسب کے ساتھ خاص ہے۔ خود امیہ کے نسب میں ایک اور بات ہے جو سارے کنبہ کو شامل ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت سفینہ (1) مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب انہیں کہا گیا بنی امیہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہوگی تو آپ نے فرمایا: ''امیہ کی سرین نے زرقاء کے بیٹوں کو جھٹلایا بلکہ وہ تو بادشاہ ہیں اور برے بادشاہوں میں سے ہیں''۔ کہا جاتا ہے یہی زرقاء امیہ بن عبد شمس کی ماں ہے، اس کا نام ارنب ہے۔ یہ کتاب الامثال میں اصبہانی کا قول ہے، انہوں نے کہا یہ زرقاء دورِ جاہلیت میں جھنڈوں والی عورتوں میں سے تھی (2)۔

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے معاملہ کو مٹا دیا اور انساب میں طعن کرنے سے منع فرمایا۔ اگر بنی امیہ کے نسب پر طعن کرنے سے باز رہنا صرف حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ضروری ہے تو یقیناً آپ اس بات کے لائق ہیں۔

ابو ہند حجام

ابو ہند حجام کا ذکر کیا گیا کہ وہ بدر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ ابو ہند کا نام عبد اللہ ہے۔

1۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام مہران ہیں۔

2۔ دورِ جاہلیت میں زانی عورتیں ایسے جھنڈے گاڑتی تھیں جن سے پتہ چلتا کہ یہ زانی عورت کا گھر ہے۔

Marfat.com

قریش کے مصیبت زدہ لوگوں کی مکہ واپسی

علامہ ابن اسحاق نے کہا قریش کے مصیبت زدہ افراد میں سے سب سے پہلے جو شخص مکہ پہنچا وہ حیسمان بن عبداللہ خزاعی تھا۔لوگوں نے پوچھا: تیرے پیچھے کیا خبر ہے؟اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ اور ابوالبختری بن ہشام موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جب وہ اشراف قریش کو شمار کرنے لگا تو صفوان بن امیہ جو مقام حجر (حطیم) میں بیٹھا تھا، کہنے لگا بخدا! اگر یہ شخص عقل رکھتا ہے تو اس سے میرے بارے میں پوچھو۔لوگوں نے کہا صفوان بن امیہ کا کیا بنا؟ اس نے کہا وہ تو یہ مقام حجر میں بیٹھا ہوا ہے، بخدا! میں نے اس کے باپ اور بھائی کی لاش کو دیکھا ہے۔

یہ فروہ بن عمرو البیاسی کا آزادہ کردہ غلام ہے۔رہا طیبہ حجام(1) تو وہ بنی حارثہ کا آزاد کردہ غلام ہے اور اس کا نام نافع ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام دنیر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام میسرہ ہے، یہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوا۔

بدر کے جنگی قیدی

قیدیوں میں ابوعزیز بن عمیر کا ذکر ہوا جبکہ وہ قیدی کی حالت میں اپنے بھائی مصعب کے پاس سے گزرا اور حضرت مصعب نے اسے قید کرنے والے کو کہا اسے خوب کس کر باندھ لو، الحدیث۔ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہجرت کے باب میں حضرت مصعب کے اسلام لانے کا واقعہ اور جو ان کی ماں ان کے ساتھ سلوک کرتی تھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ میں نے ان کے اور ان کے بھائیوں کے تعارف کو اس مقام تک مؤخر کیا ہے۔ رہا ابوعزیز تو اس کا نام زرارہ ہے اور اس کی ماں جس نے اس کا فدیہ بھیجا وہ ام خناس بنت مالک العامریہ ہے۔یہی اس کے بھائی مصعب اور اس کی بہن ہند بنت عمیر کی ماں بھی ہے اور یہی ہند کعبہ کے دربان شیبہ بن عثمان کی ماں ہے جو بنی شیبہ کا جداعلیٰ ہے۔ ابوعزیز مشرف باسلام ہو گیا اور حدیث کی روایت کی اور اس کے بھائی ابوالروم اور ابویزید بھی مشرف باسلام ہو گئے اور ان کے بھائی مصعب کے اسلام میں کوئی خفاء نہیں۔ زبیر بن بکاری کا یہ قول غلط ہے کہ ابوعزیز کو حالت کفر میں احد کے روز قتل کر دیا گیا۔ یہ اہل اخبار میں سے کسی کے نزدیک بھی درست نہیں ہے، ان سے نبیہ بن وہب وغیرہ نے حدیث روایت کی۔ شاید احد کے روز حالت کفر میں قتل ہونے والا ان کا کوئی اور بھائی ہے۔

1۔شاید یہ تصحیف ہے۔صحیح نام ابوطیبہ ہے۔یہ نافع حجام کی کنیت ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع نے کہا: میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اسلام ہم گھر والوں میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباس، حضرت ام فضل اور میں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے ڈرتے، ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ وہ بہت مال دار تھے، ان کا مال لوگوں میں پھیلا ہوا تھا۔ ابولہب بھی بدر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے اپنی جگہ عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا تھا۔ تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا، جو شخص بھی پیچھے رہ گیا اس نے اپنی جگہ کوئی اور آدمی بھیجا تھا۔ جب اس کے پاس بدر کے مصیبت زدہ قریشیوں کی خبر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل و رسوا کر دیا لیکن ہم نے اپنے دلوں میں قوت و عزت کا احساس کیا۔ ابورافع کہتے ہیں میں ایک ضعیف شخص تھا، تیر بنانے کا کام کرتا تھا اور زمزم کے حجرہ میں انہیں بنایا کرتا تھا۔ بخدا! میں اس حجرے میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا اور میرے پاس ام فضل بھی بیٹھی ہوئی تھی جو خبر ہمیں پہنچی تھی اس نے ہمیں مسرور کر دیا تھا۔ اتنے میں ابولہب بری طرح پاؤں گھسیٹتے ہوئے وہاں آ گیا اور حجرہ کے ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ لوگوں نے کہا یہ ہے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب --- ابن ہشام نے کہا ابوسفیان کا

ابورافع کا واقعہ جب قریش کی شکست کی خبر آئی

ابورافع کا نام اسلم ہے۔ ابن معین نے کہا آپ کا نام ابراہیم ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ آپ کا نام ہرمز ہے(1) آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبطی غلام تھے۔ انہوں نے آپ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور ابورافع نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اسلام کی خوشخبری دی تو حضور نے انہیں آزاد کر دیا۔ چنانچہ یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ سعید بن عاصی کے بیٹوں کے غلام تھے۔ وہ دس بیٹے تھے، ان سب نے آپ کو آزاد کر دیا سوائے خالد بن سعید کے انہوں نے اپنا حصہ نبی کریم ﷺ کو ہبہ کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے آپ کو آزاد کر دیا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ واقدی کے قول کے مطابق آپ کی وفات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی۔

1۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام یسار ہے، ایک قول میں صالح اور ایک میں عبدالرحمن ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ مشہور ترین قول ہے۔

Marfat.com

نام مغیرہ تھا-- جو ابھی ابھی آیا ہے۔ ابولہب بولا اے بھتیجے! مجھے یہ بتاؤ کہ وہاں لوگوں پر کیا گزری؟ ابوسفیان نے کہا بخدا حالات جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہماری مسلمانوں سے ٹکر ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے کر دیے پھر وہ جیسے چاہتے تھے ہمیں تہ تیغ کرتے گئے اور جیسے چاہتے تھے ہمیں اسیر بناتے گئے۔ بخدا بایں ہمہ میں لوگوں کی ملامت نہیں کرتا۔ ہمارا مقابلہ ابلق گھوڑوں پر سوار سفید لباس میں ملبوس لوگوں سے ہوا جو زمین و آسمان کے درمیان کھڑے تھے۔ بخدا! وہ کوئی چیز نہ چھوڑتے تھے اور ان کے مقابلے میں کوئی چیز قائم نہ رہتی تھی۔ ابورافع کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے حجرے کی طنابیں اٹھائیں پھر کہا خدا کی قسم! یہ فرشتے

ام فضل اور ابولہب کی پٹائی

ابولہب کا ذکر ہوا اور جو اس نے حضرت ابورافع کو مارا جب آپ نے فرشتوں کا ذکر کیا اور ام فضل نے ان کی مدد کی اور ابولہب کو مارا۔ ام فضل کا نام لبابۃ الکبریٰ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ الہلالیہ ہے۔ یہ حضرت میمونہ کی بہن ہیں اور ان کی بہن لبابہ الصغریٰ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔ حضرت ام فضل سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سات شریف بیٹے پیدا ہوئے۔ شاعر کا قول ہے:

مَا وَلَدَتْ نَجِيبَةٌ مِّنْ فَحْلِ   كَسَبْعَةٍ مِّنْ بَطْنِ اُمِّ الْفَضْلِ

''حضرت ام فضل کے بطن سے پیدا ہونے والے سات بیٹوں کی مانند کسی شریف عورت نے کسی مرد سے بچے نہیں جنے''۔

اور وہ عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، فضل، معبد، قثم ہیں اور ساتویں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کثیر بن عباس ہیں لیکن کثیر کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ ان کی ماں رومیہ ہے اور حضرت ام فضل سے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے صرف وہی بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام ہم نے ذکر کیے اور ایک ان کی بہن ہے اور وہ ام حبیب ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے یونس بن بکیر کی روایت میں ان کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس وقت دیکھا جب وہ بچپن میں اپنے ہاتھوں پر رینگتی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر یہ لڑکی بالغ ہوئی اور میں زندہ رہا تو میں اس سے شادی کروں گا''۔ لیکن ان کے بالغ ہونے سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوگیا۔ چنانچہ ان کے ساتھ حضرت سفیان بن اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر و المخزومی نے شادی کی اور ان سے آپ کے دو بیٹے رزق اور لبابہ پیدا ہوئے۔

Marfat.com

تھے۔ یہ بات سن کر ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ایک زوردار طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا، میں نے بھی اس کا بدلہ لیا تو اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا پھر میرے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے مارنے لگا، میں دبلا پتلا کمزور آدمی تھا۔ ام فضل نے اٹھ کر خیمے کی ایک چوب اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر بری طرح پھٹ گیا۔ ام فضل نے کہا تو نے اسے کمزور سمجھ لیا ہے کہ اس کا مالک یہاں موجود نہیں۔ چنانچہ ابولہب ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ بخدا سات روز ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرضِ عدسہ میں مبتلا کر دیا جس نے اسے ہلاک کر دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت ام فضل نے ابولہب کے سر پر خیمے کی چوب ماری تو اس کا سر پھٹ گیا، اس کے بعد تھوڑے ہی دن گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرضِ عدسہ میں مبتلا کر دیا جس کے باعث وہ ہلاک ہو گیا۔ علامہ طبری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ عدسہ ایک پھوڑا ہے جس سے عرب بدشگونی لیتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس کی وبا بڑی شدید ہوتی ہے۔ جب ابولہب اس مرض میں مبتلا ہوا تو اس کے بیٹے اس سے دور ہو گئے، وہ تین دن بے گوروکفن پڑا رہا، کوئی بھی اس کے قریب نہ جاتا تھا۔ جب انہیں لعنت ملامت کا خوف ہوا تو انہوں نے ایک لکڑی کے ذریعے اس کی لاش کو دھکیل کر اس کے گڑھے میں پھینک دیا پھر دور سے اس پر پتھر پھینک کر اس کی لاش کو چھپا دیا اور حضرت ابن اسحاق نے یونس کی روایت میں کہا ہے کہ انہوں نے اس کے لئے گڑھا نہیں کھودا تھا بلکہ ایک دیوار کے سہارے اس کی لاش کو کھڑا کیا گیا، دیوار کے پیچھے سے اس پر پتھر پھینک کر اس کو چھپا دیا گیا اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اس جگہ سے گزرتیں تو اپنا چہرہ چھپا لیتی تھیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ اس کے کسی اہل خانہ نے خواب میں اسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ ثویبہ لونڈی کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے۔ ابوزید سے اصیلی کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اصیلی کے علاوہ دیگر کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ ثویبہ لونڈی کے آزاد کرنے پر مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے اور اس نے سبابہ اور انگوٹھے کے درمیان فاصلے کی طرف اشارہ کیا۔ غیر بخاری کی روایت میں ہے کہ اس کے اہل خانہ کے جس فرد نے اسے دیکھا وہ اس کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ابولہب کی موت کے بعد ایک سال تک اسے خواب میں دیکھتا رہا پھر میں نے اسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی آرام نہیں پایا بجز اس کے کہ مجھ سے ہر سوموار کو عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

Marfat.com

قریش کا اپنے مقتولوں پر نوحہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا قریش نے اپنے مقتولوں پر نوحہ کیا پھر انہوں نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو یہ خبر پہنچے گی تو وہ تمہاری اس حالت پر خوش ہوں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے کسی کو نہ بھیجو یہاں تک کہ تم ان کے بارے میں خوب غور وفکر کر لو کیونکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب فدیہ کے بارے میں تم پر مضبوط گرہ نہ لگائیں۔ راوی کہتے ہیں اسود بن مطلب کی اولاد میں سے تین نوجوان زمعہ بن اسود، عقیل بن اسود اور حارث بن زمعہ مارے گئے تھے۔ وہ اولاد پر رونا چاہتا تھا، وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک رات اس نے کسی رونے والی کی آواز سنی۔ اس کی اپنی بینائی جاتی رہی تھی۔ اس نے اپنے ایک غلام کو کہا دیکھو کیا آہ و بکا کی اجازت دے دی گئی ہے، کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر رونا شروع کر دیا ہے؟ تا کہ میں ابوحکیمہ یعنی زمعہ پر رولوں کیونکہ میرے پیٹ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ راوی کہتے ہیں جب غلام واپس آیا تو اس نے کہا وہ تو ایک عورت رو رہی تھی جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں اس موقع پر اسود نے یہ شعر کہے:

رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت سوموار کے روز ہوئی اور ثویبہ نے اسے آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی تھی اور اسے کہا تھا: کیا تجھے پتہ چلا کہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں تیرے بھائی حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا پیدا ہوا ہے؟ اس نے اسے کہا جا تو آزاد ہے۔ اس چیز نے اسے دوزخ کی آگ میں نفع دیا(1) جس طرح اس کے بھائی ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کی حمایت نے نفع پہنچایا کہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہے ابوطالب کے باب میں گزر چکا ہے کہ یہ نفع صرف عذاب میں تخفیف ہے وگرنہ کافر کے تمام اعمال بلا اختلاف مٹ جاتے ہیں یعنی نہ وہ انہیں اپنے میزان میں پائے گا اور ان کے ذریعے جنت میں داخل ہوگا اور رسول اللہ ﷺ

1۔ ہر وہ عمل جو کوئی بندہ حالت کفر میں کرتا ہے اس کا ثواب اسے دنیا میں مل جاتا ہے یا تو مال کی صورت میں یا صحت اور اولاد وغیرہ کی صورت میں، یہاں تک کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس کے لئے کسی نیکی کا ثواب نہیں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۝ (فرقان) ترجمہ: ''اور ہم متوجہ ہوں گے ان کے کاموں کی طرف اور انہیں گرد و غبار بنا کر اڑا دیں گے''۔ ارشاد فرمایا: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝ (حم السجدہ) ترجمہ: ''اور آپ کا رب تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں''۔ اور فرمایا: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (ہود:15) ترجمہ:۔ جو طلبگار ہیں دنیوی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے''۔ الآیۃ

Marfat.com

اَتَبْكِيْ اَنْ يَضِلَّ لَهَا بَعِيْرٌ وَ يَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُوْدُ

"کیا وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی"۔

فَلَا تَبْكِيْ عَلٰى بَكْرٍ وَ لٰكِنْ عَلٰى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدُ

"وہ اونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے بلکہ سانحہ بدر پر روئے جب ہماری قسمتوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا"۔

عَلٰى بَدْرٍ سَرَاةِ بَنِيْ هُصَيْصٍ وَ مَخْزُوْمٍ وَ رَهْطِ اَبِي الْوَلِيْدِ

"سانحہ بدر پر روئے، بنی ھصیص اور بنی مخزوم کے بہترین فرزندوں پر اور ابو الولید کی جماعت پر روئے"۔

وَ بَكِّيْ اِنْ بَكَيْتِ عَلٰى عَقِيْلٍ وَ بَكِّيْ حَارِثًا اَسَدَ الْاُسُوْدِ

اگر تم رونا چاہتی ہو تو عقیل کے قتل پر روؤ اور حارث کے قتل پر روؤ جو شیروں کا شیر تھا۔

وَ بَكِّيْهِمْ وَ لَا تَسِمِيْ جَمِيْعًا وَ مَا لِاَبِيْ حَكِيْمَةَ مِنْ نَدِيْدٍ

"ان سب پر روؤ لیکن ان سب پر فخر نہ کرو۔ ابو حکیم (اس کے بیٹے زمعہ کی کنیت) کا تو کوئی ہمسر ہے ہی نہیں"۔

اَلَا قَدْ سَادَ بَعْدَهُمْ رِجَالٌ وَ لَوْ لَا يَوْمُ بَدْرٍ لَمْ يَسُوْدُوْا

"ان کے بعد اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں کہ اگر جنگ بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا ان اشعار میں اقواء (شعر کے قافیہ کو مختلف کرنا یعنی کسی کو رفع اور کسی کو جر دینا) ہے اور یہ عربوں کے اشعار میں معروف ہے اور ہمارے نزدیک ان اشعار میں اکفاء (قافیے کا حرف روی بدل جانا) ہے۔ اور ہم نے ابن اسحاق کی روایت سے وہ اشعار گرا دیے ہیں جو اس سے بھی زیادہ مشہور تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اسیرانِ جنگ میں ابو وداعہ بن ضبیرہ السہمی بھی تھا۔ رسول اللہ

مدینہ منورہ میں ثویبہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور اسے تحفے دیتے تھے کیونکہ اس نے آپ کو اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے اس کے متعلق اور اس کے بیٹے جس کا نام مسروح تھا، کے متعلق پوچھا، آپ کو بتایا گیا کہ وہ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا اس شخص کا مکہ مکرمہ میں ایک لڑکا بڑا زیرک تاجر اور مالدار ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا چاہتا ہے۔ جب قریش نے کہا کہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے میں جلدی نہ کرو تا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب تم پر مضبوط گرہ نہ لگائیں تو ابو وداعہ کے بیٹے مطلب نے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ الفاظ فرمائے، کہا تم نے سچ کہا، ہرگز جلدی نہ کرنا اور خود رات کو کھسک آیا اور مدینہ جا پہنچا اور چار ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے باپ کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے آیا۔

سہیل بن عمرو کا فدیہ

ابن اسحاق نے کہا پھر قریش نے اسیرانِ جنگ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آدمی بھیجے تو مکرز بن حفص بن اخیف سہیل بن عمرو کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا، اسے بنی سالم بن عوف کے فرد حضرت مالک بن دخشم نے قیدی بنایا تھا، انہوں نے کہا:

اَسَرْتُ سُهَيْلًا فَلَا اَبْتَغِيْ اَسِيْرًا بِهٖ مِنْ جَمِيْعِ الْاُمَمْ

''میں نے سہیل کو قیدی بنایا اور اس کے بدلے میں تمام اقوام سے کسی کو بھی قیدی نہیں بنانا چاہتا''۔

وَ خِنْدِفُ تَعْلَمُ اَنَّ الْفَتٰی فَتَاهَا سُهَيْلٌ اِذَا يُظَّلَمْ

اور بنی خندف جانتے ہیں کہ سہیل ہی اپنے قبیلے کا جواں مرد ہے جب ان پر ظلم کیا جائے۔

ضَرَبْتُ بِذِی الشَّفْرِ حَتّٰی انْثَنٰی وَ اَكْرَهْتُ نَفْسِیْ عَلٰی ذِی الْعَلَمْ

ضبیرہ

مطلب بن ابی وداعہ بن ضبیرہ کا ذکر ہوا۔ خطابی نے عنبری سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اسے ضاد معجمہ کے ساتھ ضبیرہ بولا جاتا ہے اور ضبیرہ کے باپ کا نام عوف ہے۔

ابن دخشم

مالک بن دخشم بن مرضخہ کا ذکر ہوا۔ دخشم کو دخیش بھی کہا جاتا ہے اور ابن دخیش بھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کی تھی: ایک انصاری آدمی۔ آپ کو پتہ نہ چلا کہ وہ آپ سے کیا سرگوشی کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے بلند آواز سے بات کی تو آپ نے سنا کہ وہ اس شخص کے قتل کے بارے میں اجازت لے رہا ہے۔ یہ واقعہ موطا امام

Marfat.com

''میں نے تلوار والے پر وار کیا یہاں تک کہ وہ جھک گیا اور میں نے ہونٹ کٹے سے جنگ کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کیا''۔

سہیل ایسا شخص تھا جس کا نیچے والا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا بعض علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مالک بن دخشم کے ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی عامر بن لوی کے ایک شخص محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں سہیل بن عمرو کے سامنے والے دانت نکال دوں تاکہ اس کی زبان منہ سے باہر نکل آئے اور وہ آپ کے خلاف کسی جگہ تقریر کرنے کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا اُمَثِّلُ بِهٖ فَیُمَثِّلَ اللّٰهُ بِیْ وَ اِنْ کُنْتُ نَبِیًّا ''میں اس کا مثلہ نہیں کروں گا مبادا کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی مثلہ کر دے اگرچہ میں نبی ہوں''۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھے یہ بھی خبر پہنچی کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا: اِنَّهٗ عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ مَقَامًا لَا تَذُمُّهٗ ''امید ہے کہ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی مذمت نہ کرو''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس مقام والی حدیث کا ذکر میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے مقام پر کروں گا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا جب مکرز نے لوگوں سے سہیل کے بارے میں بات چیت کی اور ان کی رضامندی حاصل کر لی تو لوگوں نے کہا: لاؤ جو کچھ ہمیں دینا ہے۔ اس نے کہا اس کے پاؤں کے بجائے میرا پاؤں رکھ لو (یعنی اس کے بجائے مجھے قید کر لو) اور اسے آزاد کر دو تاکہ وہ

مالک کی حدیث میں ہے اور جس شخص نے آپ سے سرگوشی کی وہ عتبان بن مالک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مالک بن دخشم کو نفاق سے بری کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لوگوں نے عرض کی: ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ تو موطا کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے کہا: لا الٰہ الا اللہ۔

Marfat.com

تمہارے پاس اپنا فدیہ بھیج دے۔ چنانچہ مسلمانوں نے سہیل کو چھوڑ دیا اور اس کے بجائے مکرز کو اپنے پاس قید کر لیا۔ مکرز نے کہا:

فَدَيْتُ بِاَذْوَادٍ ثِمَانٍ سِبَا فَتًى يَنَالُ الصَّمِيمَ غُرْمُهَا لَا الْمَوَالِيَا

''میں نے قیمتی اونٹوں کے ساتھ اس نوجوان کا فدیہ ادا کیا۔ ایسا فدیہ سردار ہی ادا کرتے ہیں نہ کہ غلام''۔

رَهَنْتُ يَدِىْ وَالْمَالُ اَيْسَرُ مِنْ يَدِىْ عَلَىَّ وَ لٰكِنِّىْ خَشِيْتُ الْمَخَازِيَا

''میں نے اپنا ہاتھ گروی رکھ دیا حالانکہ مجھ پر مال کا گروی رکھنا ہاتھ سے آسان ہے لیکن میں رسوائیوں سے ڈرا''۔

وَ قُلْتُ سُهَيْلٌ خَيْرُنَا فَاذْهَبُوْا بِهٖ لِاَبْنَائِنَا حَتّٰى نُدِيْرَ الْاَمَانِيَا

''اور میں نے کہا سہیل ہم سب سے بہتر ہے اس لئے ہمارے بچوں کی خاطر اسے لے جاؤ تاکہ ہم اپنی امیدوں کو حاصل کر لیں''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مکرز کے ہیں۔

عمرو بن ابی سفیان کی اسیری اور رہائی

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں عمرو بن ابی بن حرب بھی تھا۔ یہ عقبہ بن ابی معیط کا نواسہ تھا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا عمرو بن ابی سفیان کی ماں ابو عمرو کی بیٹی اور ابو معیط بن ابی عمرو کی بہن تھی اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسیر کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ابو سفیان سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو۔ تو اس نے کہا: کیا مجھ پر میرا خون اور میرا مال دو

کچھ مکرز کے اشعار کے بارے میں

مکرز کا ذکر ہوا۔ مکرز کے نام کے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ اسے میم کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے لیکن سیرت میں یہ نام صرف کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔

مکرز کا قول ہے: فَدَيْتُ بِاَذْوَادٍ ثِمَانٍ سِبَا فَتًى۔ اس میں ثمان ثاء کے کسرہ کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ثمین کی جمع ہے جیسے سَمِيْن کی جمع سِمَان آتی ہے۔

Marfat.com

چیزیں جمع ہوں گی کہ انہوں نے حنظلہ کا خون بھی بہا دیا اور راو راب میں عمرو کا فدیہ بھی ادا کروں؟ عمرو کو ان کے پاس ہی رہنے دو، وہ اسے جب تک چاہیں اپنے پاس روکے رکھیں۔

راوی فرماتے ہیں، وہ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ میں قید تھا کہ بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنی معاویہ کے ایک فرد حضرت سعد بن نعمان بن اکال رضی اللہ عنہ اپنی جوان بیوی کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، آپ عمر رسیدہ مسلمان تھے۔ آپ نقیع (مدینہ کے نواح میں ایک بستی) میں اپنے ریوڑ سمیت قیام پذیر تھے۔ وہاں سے آپ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، آپ کو یہ وہم و خیال بھی نہ تھا کہ وہ کسی ایسے شخص سے سوائے بھلائی کے اور کوئی تعرض نہیں کرتے جو حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے آئے لیکن ابوسفیان بن حرب نے مکہ مکرمہ میں آپ پر ظلم کیا اور آپ کو اپنے بیٹے عمرو کے بدلے محبوس کر لیا پھر ابوسفیان نے یہ شعر کہے:

اَرَهْطَ ابْنِ اَكَّالٍ اَجِيْبُوْا دُعَاءَهٗ تَعَاقَدْتُمْ لَا تُسْلِمُوْا السَّيِّدَ الْكَهْلَا

"اے بنی اکال کی جماعت! اس کی پکار کا جواب دو، تم نے اس سے معاہدہ کیا لہٰذا عمر رسیدہ سردار کو دشمن کے ہاتھوں میں نہ چھوڑو"۔

فَاِنَّ بَنِيْ عَمْرٍو لِئَامٌ اَذِلَّةٌ لَئِنْ لَّمْ يَفُكُّوْا عَنْ اَسِيْرِهِمُ الْكَبْلَا

"کیونکہ بنی عمرو کمینے اور ذلیل ٹھہریں گے اگر انہوں نے اپنے قیدی (کے پاؤں) سے بیڑی نہ کھلوائی"۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

لَوْ كَانَ سَعْدٌ يَوْمَ مَكَّةَ مُطْلَقًا لَاَكْثَرَ فِيْكُمْ قَبْلَ اَنْ يُّؤْسَرَ الْقَتْلَا

اگر سعد مکہ میں اس روز آزاد ہوتے تو اسیر ہونے سے پہلے وہ تمہیں کثرت سے قتل کرتے۔

بِعَضْبٍ حُسَامٍ اَوْ بِصَفْرَاءَ نَبْعَةٍ تَحِنُّ اِذَا مَا اُنْبِضَتْ تَحْفِزُ النَّبْلَا

"تیز تلوار کے ساتھ یا نبعہ (درخت) کی زرد کمان کے ساتھ جس کو جب کھینچا جائے تو آواز نکالتے ہوئے تیزی سے تیر پھینکتی ہے"۔

بنی عمرو بن عوف رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور عرض کی کہ عمرو بن ابی سفیان کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ اس کے بدلے اپنے ساتھی کو چھڑا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس گزارش کو شرفِ قبول بخشا۔ چنانچہ انہوں

Marfat.com

نے عمرو کو ابو سفیان کے پاس بھیج دیا تو اس نے سعد کو آزاد کر دیا۔

ابوالعاص ابن ربیع کی اسیری

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اسیرانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کا داماد اور حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شوہر ابو العاص ابن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس بھی تھا۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اسے بنی حرام کے ایک شخص حضرت خراش بن صمہ نے قید کیا تھا۔

حضرت زینب سے ابوالعاص کی شادی کا سبب

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابو العاص کا شمار مکہ مکرمہ کے ان لوگوں میں تھا جو مال، امانت اور تجارت میں مشہور تھے۔ یہ ہالہ بنت خویلد کا بیٹا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی خالہ تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ حضور اس کی شادی کریں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ سے اختلاف نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ پر نزولِ وحی سے پہلے کا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی شادی کر دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابو العاص کو اپنے فرزند کی طرح خیال کرتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو شرفِ نبوت سے نوازا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی ساری صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں، حضور ﷺ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ جو حضور لائے ہیں وہ حق ہے۔ لیکن ابو العاص اپنے شرک پر قائم رہا۔

ابوالعاصی ابن ربیع

ابو العاصی ابن ربیع بن عبد العزی کا ذکر ہوا۔ ابو العاصی کا نام لقیط ہے اور مختلف اقوال کے مطابق اس کے نام ہاشم، مہشم اور ہشیم بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ یہی وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے، اس نے یہ اشعار اس وقت کہے جب وہ شام میں تاجر تھا:

ذَكَرْتُ زَيْنَبَ لَمَّا يَمَّمَتْ إِضَمًا ۔۔۔ فَقُلْتُ سَقْيًا لِشَخْصٍ يَسْكُنُ الْحَرَمَا

"مجھے زینب کی یاد آئی جب اس نے اضم(1) کا قصد کیا، تو میں نے کہا اس شخص کو پانی پلاؤ جو حرم میں رہتا ہے"۔

1۔ اضم مدینہ منورہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ اور یمامہ کے درمیان ایک گھاٹ ہے۔

Marfat.com

بناتِ رسول ﷺ کو ان کے شوہروں سے طلاق دلانے میں قریش کی کوشش

رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہ یا ام کلثوم کی شادی عتبہ بن ابی لہب سے کی تھی۔ جب حضور ﷺ نے قریش کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کی اور ان سے اپنی مخالفت کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا: تم لوگوں نے محمد (ﷺ) کو اپنی (بچیوں کی) فکر سے آزاد کر دیا ہے، تم ان کی بیٹیوں کو چھوڑ دو اور انہیں اپنی بیٹیوں کی فکر میں مشغول کر دو۔ چنانچہ وہ لوگ ابو العاص کے پاس گئے اور اسے کہا کہ تم اپنی رفیقۂ حیات کو چھوڑ دو، ہم خاندان قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہاری شادی کر دیں گے۔ اس نے کہا: ''نہیں قسم بخدا! میں اپنی رفیقۂ حیات کو جدا نہیں کروں گا اور نہ مجھے اپنی زوجہ کے عوض قریش کی کوئی اور عورت پسند ہے'' مجھے اطلاع ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی دامادی پر اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ پھر وہ لوگ عتبہ بن ابی لہب کے پاس گئے اور اسے کہا تم محمد (ﷺ) کی صاحبزادی کو طلاق دے دو، ہم خاندانِ قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہارا نکاح کر دیں گے۔ اس نے کہا: اگر تم ابان بن سعید بن العاص کی بیٹی یا سعید بن العاص کی بیٹی کے ساتھ میری شادی کر دو تو میں اسے جدا کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے سعید بن العاص کی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دی اور اس بدبخت نے آپ کو طلاق دے دی۔ اس نے ابھی تک آپ کے ساتھ حقوقِ زوجیت ادا نہیں کئے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے چنگل سے آزادی دلا کر آپ کی عزت رکھ لی اور اس بدبخت کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے لئے نعم البدل ثابت ہوئے۔

بِنْتُ الْاَمِیْنِ جَزَاھَا اللّٰهُ صَالِحَةً   وَ کُلُّ بَعْلٍ سَیُثْنِیْ بِالَّذِیْ عَلِمَا

''اللہ تعالیٰ امانت دار کی صاحبزادی کو نیک جزا دے اور ہر خاوند (اپنی زوجہ کی) وہی تعریف کرے گا جس کا اسے علم ہو''۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ سے اس کے دو بچے امامہ (بچی) اور علی پیدا ہوئے۔ علی تو بچپن ہی میں فوت ہو گیا اور حضرت امامہ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور آپ کے بعد ان سے مغیرہ بن نوفل نے عقد زواج کیا۔ یہی وہ خاتون ہیں جن کے بارے میں وہ حدیث آئی ہے جسے عمرو بن سلیم زرقی نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے درآں حالیکہ حضور حضرت امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوئے تھے۔ الحدیث (1) حضرت عمرو بن سلیم

1۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ابو العاص کا فدیہ بھیجنا

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں مجبوری کے تحت (مشرکین کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو) نہ جائز فرماتے تھے اور نہ حرام۔ جب حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کرلیا تو اسلام نے ان کے اور ابو العاص بن ربیع کے درمیان تفریق کر دی لیکن رسول اللہ ﷺ اسے الگ کر لینے کی ظاہراً قدرت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے اسلام پر قائم رہتے ہوئے اس کے ساتھ ہی رہیں اور وہ اپنے کفر پر اڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ پھر جب قریش بدر کی طرف روانہ ہوئے تو ابو العاص بن ربیع بھی اس کے ساتھ ہولیا اور بدر کے روز یہ بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کے واسطہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے کی رقوم بھیجیں تو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی ابو العاص ابن ربیع کی رہائی کے لئے فدیہ کا مال بھیجا اور اس بارے میں اپنا ایک ہار بھیجا جسے پہنا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ابو العاص کے ساتھ رخصت کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو آپ کا دل بھر آیا اور فرمایا: ''اگر تم مناسب خیال کرو تو اس کے قیدی کو اس کی خاطر آزاد کر دو اور اس کا مال اسے لوٹا دو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ٹھیک ہے یا رسول اللہ ﷺ۔ چنانچہ انہوں نے اسے آزاد کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کا مال بھی واپس کر دیا۔

نے کہا وہ نمازِ فجر تھی۔ اس حدیث کو عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے ابن عتاب سے، انہوں نے عمرو بن سلیم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسے ابن اسحاق نے سیرت کے علاوہ کسی اور مقام پر مقبری سے انہوں نے عمرو بن سلیم سے روایت کیا ہے۔ اس نے آپ سے فرمایا: ظہر یا عصر میں سے کسی ایک نماز میں۔ اور ابو العاص کو حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اسے ابن اسحاق کے علاوہ دیگر نے ذکر کیا ہے اور حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ جب سورۂ تبت نازل ہوئی تو ان دونوں

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سفر مدینہ

آپ کی تیاری اور رسول کریم ﷺ کا آپ کی مصاحبت کے لئے دو آدمی بھیجنا

رسول اللہ ﷺ نے ابو العاص سے اقرار لیا تھا یا اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور کے پاس آنے کے لئے آپ کا راستہ چھوڑ دے گا یا یہ بات اس کی رہائی کی شرائط میں سے ایک شرط تھی لیکن یہ بات نہ ابو العاص کی طرف سے ظاہر ہوئی اور نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تاکہ معلوم ہوتا کہ وہ کیا تھی لیکن جب ابو العاص مکہ سے روانہ ہوا اور اس کا راستہ چھوڑ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور انصار کے ایک آدمی کو اس کی جگہ بھیجا اور فرمایا: كُوْنَا بِبَطْنِ يَأْجَجَ حَتّٰى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتّٰى تَأتِيَانِيْ بِهَا "تم دونوں (جا کر) وادی یاجج میں رہو یہاں تک کہ جب حضرت زینب تمہارے پاس سے گزریں تو انہیں ہمراہ لے کر میرے پاس لے آؤ"۔ چنانچہ وہ دونوں اسی وقت روانہ ہو گئے۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے ایک ماہ یا اس سے کچھ کم یا زیادہ بعد کا ہے۔ جب ابو العاص مکہ مکرمہ آیا تو اس نے حضرت زینب کو اپنے والد ماجد سے جا ملنے کی اجازت دے دی، چنانچہ آپ تشریف لے جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

ہند حضرت زینب کے معاملہ کو جاننا چاہتی ہے

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت زینب کی یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا: جب میں اپنے والد ماجد سے جا ملنے کی تیاری کر رہی تھی تو اس دوران ہند بنت عتبہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے محمد (ﷺ) کی صاحبزادی! کیا مجھے خبر نہیں مل گئی کہ تم اپنے والد (ماجد) سے جا ملنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ آپ فرماتی ہیں: میں نے کہا میں نے تو اس بات کا ارادہ نہیں کیا۔ اس نے کہا اے میرے چچا کی بیٹی! ایسا نہ

نے اپنے والدین کی قسم دینے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ عتیبہ کے لئے تو نبی کریم ﷺ نے بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے تو اسے ایک شیر نے ایسے موقع پر پھاڑ ڈالا جب کہ اس کے ساتھی اس کے اردگرد سوئے ہوئے تھے۔ البتہ ابولہب کے دوسرے دو بیٹے عتبہ اور معتب مشرف باسلام ہوئے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

Marfat.com

کہو (مجھ سے بات نہ چھپاؤ) اگر تمہیں کسی سامان کی ضرورت ہو جو تمہیں اپنے سفر میں آرام دے یا اپنے والد (ماجد) تک پہنچنے کے لئے کوئی رقم درکار ہو فَاِنَّ عِنْدِیْ حَاجَتَكِ فَلَا تَضْطَنِیْ مِنِّیْ تو میرے پاس تمہاری ضرورت کے لئے سب کچھ ہے، تم نفرت کرتے ہوئے مجھ سے دور نہ رہو کیونکہ مردوں کے آپس کے معاملات کا عورتوں کے معاملات میں کوئی دخل نہیں''۔ آپ فرماتی ہیں بخدا! میں نے خیال کیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے کر گزرے گی لیکن میں اس سے محتاط رہی اور اس کے سامنے اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور تیاری کر لی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے وقت قریش کی جانب سے رکاوٹیں اور ابوسفیان کا مشورہ

جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اپنے سفر کی تیاری سے فارغ ہوئیں تو آپ کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع آپ کی سواری کے لئے ایک اونٹ لے آیا۔ اس پر آپ سوار ہو گئیں، کنانہ

ہند کے واقعہ میں مذکور ہے فَلَا تَضْطَنِیْ مِنِّیْ۔ اس کا معنی ہے لَا تَنْقَبِضِیْ عَنِّیْ۔ یعنی تو نفرت کرتے ہوئے مجھ سے دور نہ ہو۔ اس کا شاہد طرماح بن حکیم کا یہ شعر ہے:

اِذَا ذُكِرَتْ مَسْعَاةُ وَالِدِهٖ اضْطَنٰى ۔۔۔۔ وَ لَا يَضْطَنِیْ مِنْ شَتْمِ اَهْلِ الْفَضَائِلِ

''جب اس کے والد کی کاوش کا ذکر کیا جاتا ہے تو نفرت کرتا ہے اور اہل فضائل کو برا بھلا کہنے سے نفرت نہیں کرتا''۔

میں نے یہ شعر شیخ کے حاشیہ میں اسی طرح دیکھا ہے لیکن حماسہ میں یہ شعر ضاد معجمہ کے ساتھ يَضَّنِیْ کے لفظ کے ساتھ مروی ہے۔ یہ الضنی مصدر سے باب افتعال ہے اور اس میں قاعدۂ مضاعف جاری ہوا ہے (یعنی باب افتعال کی تاء کو ضاد سے بدل کر ضاد کو ضاد میں مدغم کر دیا گیا)۔

قریش حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تعاقب میں

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ سے روانگی اور قریش کا آپ کے تعاقب میں نکلنے کا ذکر ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے آپ تک ہبار بن اسود اور الفہری پہنچے۔ علامہ ابن اسحاق نے الفہری کا نام ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا وہ نافع بن عبد قیس ہے۔ اس سیرت کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ خالد بن عبد قیس ہے جو روایت مجھ تک پہنچی ہے اس میں بزار نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

نے اپنی کمان اور ترکش حمائل کیا پھر دن کے اجالے میں آپ کو لے کر روانہ ہو گیا جبکہ آپ اپنے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ قریش کے لوگوں نے اس پر چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ وہ آپ کے تعاقب میں نکلے یہاں تک کہ ذی طویٰ کے مقام پر آپ کو آلیا۔ سب سے پہلے جو آپ تک پہنچے وہ ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ اور الفہری تھے۔ آپ اپنے ہودج میں بیٹھی تھیں۔ ہبار نے آپ کو نیزے کے ساتھ خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ امید سے تھیں، جب آپ کو خوفزدہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو گیا۔ آپ کے خاوند کے بھائی کنانہ نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور اپنے ترکش کے تیر بکھیر دیے پھر کہا: بخدا تم میں سے جو شخص بھی میرے قریب آئے گا میں اس میں تیر پیوست کر دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

ابو سفیان قریش کے چند معززین کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کنانہ کو کہا اے شخص! ہم سے اپنے تیر روک لے تا کہ ہم تیرے ساتھ گفتگو کریں، وہ رک گیا۔ ابو سفیان آگے بڑھ کر اس کے قریب آ گیا اور کہنے لگا کہ تم نے اچھا نہیں کیا، لوگوں کے سامنے اعلانیہ اس خاتون کو لے کر تم چل پڑے ہو حالانکہ ہماری مصیبت اور ذلت کو اور محمد (ﷺ) کی طرف سے جو تباہی ہم پر آئی اسے تم جانتے ہو۔ اگر تم لوگوں کے سامنے اعلانیہ ہمارے درمیان ان کی بیٹی کو لے جاؤ گے تو لوگ خیال کریں گے کہ یہ سب کچھ اس ذلت کی وجہ سے ہوا جو ہماری اس مصیبت کے باعث ہمیں پہنچی اور یہ بات ہماری ذلت اور کمزوری کی دلیل ہو گی۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! ہمیں ان کو

ذکر ہوا کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہبار بن اسود نے خوفزدہ کیا تو آپ کا حمل ضائع ہو گیا۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر نے اس میں اضافہ کیا ہے اس نے آپ کی سواری کو کچوکا مارا جس کے باعث آپ ایک چٹان پر گر پڑیں۔ آپ امید سے تھیں اس طرح آپ کا بچہ ضائع ہو گیا۔ آپ کا خون بہتا رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ میں اپنے خاوند ابو العاص کے اسلام لانے کے بعد وفات پا گئیں۔

حضرت زبیر نے ذکر کیا کہ ہبار بن اسود جب مسلمان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل کیا تو مسلمان ان کے اس فعل پر انہیں برا بھلا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا سُبَّ مَنْ سَبَّكَ يَا هَبَّارُ ''اے ہبار! جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اسے برا بھلا کہو'' (1) ! چنانچہ اس کے بعد لوگ آپ کو برا بھلا کہنے سے

1۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق عالیہ میں یہ بات بھی ہو کہ وہ قبول اسلام سے قبل سرزد ہونے والے گناہوں پر کسی مسلمان کو برا بھلا کہیں چہ جائیکہ نبی کریم ﷺ اسے یہ حکم فرمائیں کہ صحابہ کرام سے جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اسے برا بھلا کہو۔ واللہ اعلیٰ واعلم۔

Marfat.com

اپنے باپ سے دور رکھ کر یہاں روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس طرح ہم انتقام لے سکتے ہیں لیکن تم اس خاتون کو لے کر واپس چلے جاؤ یہاں تک کہ جب آوازیں خاموش ہو جائیں گی اور لوگ کہنے لگیں گے کہ ہم نے اسے لوٹا لیا تھا تو چپکے سے انہیں لے کر چلے جانا اور ان کے باپ سے جا ملانا۔ راوی فرماتے ہیں: اس نے ایسا ہی کیا۔ چند راتیں آپ وہاں ٹھہری رہیں یہاں تک کہ جب چہ میگوئیاں ختم ہو گئیں تو کنانہ رات کی تاریکی میں آپ کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں آپ کو ہمراہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں ابوخیثمہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یا بنی سالم بن عوف کے ایک فرد ابوخیثمہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار کہے،

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ اشعار ابوخیثمہ کے ہی ہیں:

اَتَانِی الَّذِیْ لَا یَقْدُرُ النَّاسُ قَدْرَهٗ لِزَیْنَبَ فِیْهِمْ مِّنْ عُقُوْقٍ وَّ مَاْ ثَمِ

''میرے پاس اس واقعہ کی خبر پہنچی جس کا لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے (وہ یہ کہ) حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے لوگوں میں بدسلوکی اور گناہ ظاہر ہوا''۔

وَ اِخْرَاجُهَا لَمْ یُخْزَ فِیْهَا مُحَمَّدٌ عَلٰی مَاْقِطٍ وَّ بَیْنَنَا عِطْرُ مَنْشَمِ

''اور حضرت زینب کے (مکہ مکرمہ سے) نکال لانے میں محمد (ﷺ) کی کسی میدان

رک گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں امامہ کی ولادت ہوئی۔ یہی وہ بچی ہیں جن کے بارے میں وہ حدیث مروی ہے جسے حضرت عمرو بن سلیم بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق الزرقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے درآں حالیکہ آپ نے حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھا رکھا تھا۔ حضرت عمرو بن سلیم نے فرمایا: آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے قریب ہی پہلے مذکور ہوئی۔

قصیدۂ ابی خیثمہ کی تشریح

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر ہوا اور ایک قول کیا گیا کہ بلکہ یہ اشعار ابوخیثمہ نے کہے۔ ان اشعار میں ہے: عَلٰی مَاْقِطٍ وَّ بَیْنَنَا عِطْرُ مَنْشَمِ۔ ماقط کا معنی ہے میدانِ جنگ اور عِطْرُ مَنْشَمِ جنگ کی شدت سے کنایہ ہے۔ یہ ضرب المثل ہے لوگوں کے دعویٰ کے مطابق اس کا پس منظر یہ

Marfat.com

جنگ میں رسوائی نہیں ہوئی حالانکہ ہمارے درمیان سخت لڑائی ہوئی''۔

وَ اَمۡسٰی اَبُوۡ سُفۡیَانَ مِنۡ حِلۡفِ ضَمۡضَمَ وَ مِنۡ حَرۡبِنَا فِیۡ رَغۡمِ اَنۡفٍ وَّ مَنۡدَمِ

''اور ضمضم کی حمایت کی وجہ سے اور ہم سے لڑائی کے باعث ابوسفیان کی ناک خالودہو چکی تھی اور وہ نادم ہو چکا تھا''۔

قَرَنَّا ابۡنَهٗ عَمۡرًا وَّ مَوۡلٰی یَمِیۡنِهٖ بِذِیۡ حَلَقٍ جَلۡدِ الصَّلَاصِلِ مُحۡكَمِ

''پس ہم نے اس کے بیٹے عمرو اور اس کے حلیف کو حلقوں اور جھنکار والی مضبوط زنجیروں میں جکڑ دیا''۔

فَاَقۡسَمۡتُ لَا تَنۡفَكُّ مِنَّا كَتَائِبُ سَرَاةُ خَمِیۡسٍ فِیۡ لُهَامٍ مُسَوَّمِ

''پھر میں نے قسم کھائی کہ ایک خاص نشان والے بڑے لشکر میں سرداروں کے لشکر کی ٹولیاں ہم سے کبھی جدا نہ ہوں گی''۔

نَزُوۡعُ قُرَیۡشَ الۡكُفۡرَ حَتّٰی نَعُلَّهَا بِخَاطِمَةٍ فَوۡقَ الۡاُنُوۡفِ بِمِیۡسَمِ

''ہم قریش کو کفر سے روکتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم بار بار حملہ کر کے ان کی ناکوں پر داغ لگانے والے آلے کے ذریعے نکیل ڈال دیں گے''۔

نُنَزِّلُهُمۡ اَكۡنَافَ نَجۡدٍ وَّ نَخۡلَةٍ وَ اِنۡ یُتۡهِمُوۡا بِالۡخَیۡلِ وَالرَّجۡلِ نُتۡهِمِ

ہم انہیں نجد (بلندزمین) اور نخلہ (کھجوروں والی زمین) کے اطراف واکناف میں اتار دیں گے اور اگر وہ گھڑسواروں اور پیادوں کو لے کر تہامہ میں اترے تو ہم بھی وہاں اتر جائیں گے۔

یَدَ الدَّهۡرِ حَتّٰی لَا یُعَوَّجَ سِرۡبُنَا وَ نُلۡحِقُهُمۡ اٰثَارَ عَادٍ وَّ جُرۡهُمِ

''طویل زمانہ تک (ہم ان سے لڑتے رہیں گے) جب تک ہمارا فوجی دستہ ٹیڑھا نہیں ہوگا اور ہم انہیں عاد اور جرہم کے آثار کے ساتھ ملا دیں گے''۔

ہے کہ منشم قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک عورت تھی جو عطر اور خوشبو بیچا کرتی تھی۔ اس سے مردوں کے لئے عطر خریدا جاتا، یہاں تک کہ اس کے باعث لوگوں نے اس سے بدشگونی لینا شروع کر دی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے باہم موت پر حلف اٹھایا اور حلف کی تاکید کے طور پر مذکورہ منشم کی خوشبو میں اپنے ہاتھ ڈبوئے، چنانچہ یہ واقعہ جنگ کی شدت کے بارے میں ضرب المثل بن گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ منشم غدانہ کی ایک عورت تھی جو بنی تمیم کی شاخ بنی یربوع بن حنظلہ کا ایک کنبہ تھا۔ یہ عورت اس یسار کی صاحبہ تھی جسے یسار الواعب کہا جاتا ہے۔ یہ اس کا غلام تھا۔ اس نے اس عورت کو بہلایا پھسلایا کہ

Marfat.com

وَ يَنْدَمُ قَوْمٌ لَمْ يُطِيعُوْا مُحَمَّدًا عَلٰى اَمْرِهِمْ وَ اَىُّ حِيْنِ تَنَدُّمِ

''اور وہ قوم پچھتا رہی ہے جنہوں نے اپنے معاملات میں محمد (ﷺ) کی اطاعت نہ کی لیکن اب کون سا پچھتانے کا وقت ہے''۔

فَاَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ اِمَّا لَقِيْتَهٗ لَئِنْ اَنْتَ لَمْ تُخْلِصْ سُجُوْدًا وَ تُسْلِمِ

''(اے مخاطب!) اگر تو ابوسفیان سے ملے تو اسے یہ پیغام پہنچا دے کہ اگر تو خلوص سے نہ جھکا اور سرِ تسلیم خم نہ کیا

فَاَبْشِرْ بِخِزْيٍ فِى الْحَيَاةِ مُعَجَّلٍ وَ سِرْبَالِ قَارٍ خَالِدًا فِىْ جَهَنَّمِ

تو تجھے اس زندگی میں فوری رسوائی اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے روغن قار کے لباس کی بشارت ہو''۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: وَ سِرْبَالِ نَارٍ بھی مروی ہے یعنی آگ کا لباس۔

ابوسفیان کے حلیف کے بارے میں ابن اسحاق اور ابن ہشام کے مابین اختلاف

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے حلیف سے مراد عامر بن الحضرمی ہے جو اسیرانِ جنگ میں تھا۔ حضرمی کا معاہدہ حرب بن امیہ کے ساتھ تھا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے حلیف سے مراد عقبہ بن عبدالحارث بن الحضرمی ہے اور عامر بن حضرمی تو غزوہ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

اس سے مطلب براری کرے۔ اس نے اس سے کہا ذرا ٹھہرنا تا کہ میں تجھے آزاد عورتوں کی خوشبو سونگھاؤں۔ جب اس نے اپنی ناک اس کے آگے کی تو اس نے اچانک استرے کا وار کر کے اس کی ناک کو جڑ سے کاٹ دیا۔ اس واقعہ سے یہ ضرب المثل بن گئی لَاقَی الَّذِیْ لَاقَی یَسَارُ الْكَوَاعِبُ یعنی فلاں نے اس شخص کا سامنا کیا جس کا یسار الکواعب نے سامنا کیا۔ اور ایک ضرب المثل عِطْرُ مَنْشِمٍ بی۔

ان اشعار میں مذکور ہے: بِذِیْ حَلَقٍ جَلْدِ الصَّلَاصِلِ مُحْكَمٍ۔ صلاصل سے مراد ہتھکڑیاں ہیں۔ یہ صلصلۃ کی جمع ہے جس کا معنی لوہے کی زنجیر ہے۔

ہند بنت عتبہ کا قول ذکر کیا گیا جو اس نے قریش کی جماعت کو اس وقت کہا جب وہ بدر سے لوٹے تھے:

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے متعلق ہند اور کنانہ کے اشعار

جب وہ لوگ لوٹ گئے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف نکلے تھے تو ان سے ہند بنت عتبہ کی ملاقات ہوئی، اس نے انہیں کہا:

أَفِي السِّلْمِ أَعْيَارًا جَفَاءً وَ غِلْظَةً وَ فِي الْحَرْبِ أَشْبَاهَ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ

''کیا حالت صلح میں (لوگ) بے وفائی اور سختی کے لحاظ سے گدھے ہیں اور حالت جنگ میں حائضہ عورتوں کی مانند ہیں؟''

اور کنانہ بن ربیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار اس وقت کہے جب اس نے آپ کو دو آدمیوں کے حوالے کیا:

عَجِبْتُ لِهَبَّارٍ وَ أَوْبَاشِ قَوْمِهِ يُرِيْدُوْنَ إِخْفَارِيْ بِبِنْتِ مُحَمَّدِ

''میں ہبار اور اس کی قوم کے کمینے لوگوں سے حیران ہوں کہ محمد (ﷺ) کی صاحبزادی سے میرے معاہدہ کو توڑنا چاہتے ہیں''۔

وَ لَسْتُ أُبَالِيْ مَا حَيِيْتُ عَدِيْدَهُمْ وَ مَا اسْتَجْمَعَتْ قَبْضًا يَدِيْ بِالْمُهَنَّدِ

''مجھے ان کی بڑی جماعت کی کوئی پرواہ نہیں جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک میرا ہاتھ مضبوطی سے ہندی تلوار کو تھامے ہوئے ہے''۔

رسول کریم ﷺ کا ہبار کے خون کو حلال فرمانا

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا انہوں نے بکیر بن عبداللہ بن اشج سے انہوں نے سلیمان بن یسار سے انہوں نے ابو اسحاق دوسی سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ

أَفِي السِّلْمِ أَعْيَارًا جَفَاءً وَ غِلْظَةً وَ فِي الْحَرْبِ أَشْبَاهَ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ

کہا جاتا ہے عَرَكَتِ الْمَرْاَةُ وَ دَرَسَتْ وَ طَمِثَتْ جب اسے حیض آئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب عورت کو حیض آئے تو کہا جاتا ہے ضَحِكَتْ۔ اس معنی کی بنا پر یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی تفسیر ہے: وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (ھود: 71) ''اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی تھیں۔ انہیں حیض آیا تو ہم نے خوشخبری دی سارہ کو اسحق کی''۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب عورت کو حیض آئے تو کہا جاتا ہے اَكْبَرَتِ الْمَرْاَةُ۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو اسی معنی پر محمول کیا ہے۔ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (یوسف: 31) ''انہیں حیض آ گیا اور (وارفتگی کے عالم میں) کاٹ بیٹھیں

Marfat.com

روانہ کیا جس میں میں شریک تھا۔ حضور ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''اگر ہبار بن اسود یا وہ شخص تمہارے قابو میں آجائے جو ہبار کے ساتھ زینب کی طرف بڑھا تھا -- علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں حضرت ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں اس کا نام نافع بن عبد قیس ذکر کیا ہے -- تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا'' آپ فرماتے ہیں: دوسری صبح حضور ﷺ نے پیغام بھیجا کہ میں نے تمہیں حکم دیا کہ اگر تم ان دونوں آدمیوں پر قابو پالو تو انہیں نذر آتش کر دینا پھر میں نے سمجھا کہ کسی کو آگ میں جلا کر عذاب دینا صرف اللہ عزوجل کو سزاوار ہے، اگر تم ان دونوں پر قابو پاؤ تو ان کو قتل کر دو۔

ابوالعاص بن ربیع کا قبولِ اسلام

مسلمانوں کا ابوالعاص کے مال تجارت پر غلبہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابوالعاص مکہ مکرمہ میں مقیم رہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سکونت پذیر رہیں۔ اسلام نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی تھی یہاں تک کہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے ابوالعاص تجارت کے لئے ملک شام روانہ ہو گیا۔ وہ بڑا قابل اعتماد آدمی تھا، اس کے پاس اپنا مال بھی تھا اور قریش کے کچھ لوگوں کا سرمایہ بھی تھا جو انہوں نے اسے تجارت کی غرض سے دیا تھا۔ جب وہ اپنی تجارت سے فارغ ہوا اور واپسی کا سفر شروع کیا تو رسول اللہ ﷺ کے روانہ کئے ہوئے ایک لشکر سے اس کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس کا مال واسباب تو اس سے چھین لیا لیکن ابوالعاص خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ جب یہ لشکر اس سے حاصل کردہ مال ومتاع لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو رات کی تاریکی میں ابو العاص بھی وہاں آگیا اور حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر پناہ کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اسے پناہ دے دی۔ وہ اپنا مال واپس لینے کے لئے یہاں آیا تھا، جب رسول

اپنے ہاتھوں کو''۔ اس قول کی بناء پر اَکْبَرْنَہٗ میں ہٗ ضمیر مصدر پر لوٹے گی لیکن یہ ضعیف تاویل ہے۔ اَغْیَارًا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور اس میں عامل فعل محذوف ہے کیونکہ الاعیار اسم مشتق کے قائم مقام ہے۔ گویا یوں کہا اَفِی السِّلْمِ بُلَدَاءَ جُفَاۃً مِثْلَ الْاَعْیَارِ ''کیا حالت صلح میں وہ (لوگ) گدھوں کی طرح بے وقوف اور بے وفا ہیں''۔ جَفَاءً اور غِلْظَۃً کی نصب اس مصدر کی نصب کی طرح ہے جو حال کی جگہ پر لایا جاتا ہے جیسے زَیْدٌ الْاَسَدُ شِدَّۃً اَیْ یُمَاثِلُہٗ مُمَاثَلَۃً شَدِیْدَۃً۔ یعنی زید کی شیر کے ساتھ شدید مماثلت ہے، اس میں الشدۃ المماثلۃ کی صفت ہے جیسا کہ جب آپ کہیں کَلَّمْتُہٗ مُشَافَھَۃً: میں نے اس کے ساتھ بالمشافہ بات کی تو اس میں

Marfat.com

اللہ ﷺ صبح کی نماز ادا کرنے کے لئے باہر تشریف لائے جیسا کہ یزید بن رومان نے مجھے بتایا ہے اور تکبیر تحریمہ کہی اور سب لوگوں نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہی تو اس وقت صفۃ النساء سے حضرت زینب کی آواز بلند ہوئی: اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِیْعِ ''اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے''۔ راوی فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کیا تم نے وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ حَتّٰی سَمِعْتُ مَا سَمِعْتُمْ، اِنَّهٗ یُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَدْنَاھُمْ ''سن لو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے! مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں یہاں تک کہ میں نے یہ بات سنی جو تم نے سنی، مسلمانوں سے ایک ادنیٰ درجے کا آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے پناہ دے سکتا ہے(1) پھر رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی کے ہاں واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: اَیْ بُنَیَّةُ اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ وَ لَا یَخْلُصَنَّ اِلَیْکِ فَاِنَّکِ لَا تَحِلِّیْنَ لَهٗ ''اے میری بچی! ابوالعاص کی عزت و تکریم کرنا لیکن وہ تمہارے نزدیک ہرگز نہ آنے پائے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو''۔

ابوالعاص کو مال کی واپسی اور اس کا قبولِ اسلام

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سریہ میں شریک ان مجاہدین کو بلا بھیجا جنہوں نے ابوالعاص کے مال پر قبضہ کیا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا اس آدمی کا ہمارے ساتھ جو رشتہ ہے اس کا تمہیں علم ہے، اس کے مال پر تم نے قبضہ کر لیا ہے، اگر تم احسان کرتے ہوئے اس کا مال اس کو لوٹا دو تو

المشافھۃ المکالمۃ کی صفت ہے اور یہ حقیقت میں مصدر سے حال ہے اور اس کے قول اَفِی السِّلْمِ میں حرف جر اس فعل کے معنی کے متعلق ہے جو الا عیار کا لفظ ادا کر رہا ہے۔ گویا اس نے یوں کہا اَفِی السِّلْمِ تَتَبَلَّدُوْنَ ''کیا تم حالت صلح میں بے وقوفی کا اظہار کرتے ہو''۔ الاعیار کو نصب دینے والے اس فعل محذوف کے اظہار کا عدم جواز اس اصل کی وجہ سے ہے جس پر ہم نے عبداللہ بن حارث السہمی کے اس قول میں آگاہ کیا ہے: وَ عَانِدًا بِكَ اَنْ یَّعْلُوْا فَیَطْغُوْنِیْ۔ اس کی وضاحت ہجرت حبشہ میں دیکھئے۔

1۔ یعنی اگر میری بچی نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے تو اس پناہ کا احترام سب پر لازم ہے۔ (ضیاء النبی)

Marfat.com

ہمیں تمہارا یہ عمل بہت پسند ہوگا اور اگر تم آمادہ نہ ہو تو یہ مال فے ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور غنیمت بخشا ہے، تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ سب نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ اموال اس کو لوٹانے کے لئے تیار ہیں، چنانچہ انہوں نے وہ سارا مال اسے لوٹا دیا حتی کہ کوئی شخص ڈول لا رہا تھا اور کوئی بوسیدہ مشکیزہ اور چمڑے کا لوٹا لا رہا تھا۔ الغرض انہوں نے ابوالعاص کا سارے کا سارا مال لوٹا دیا اور اس میں سے کوئی چیز گم نہ تھی۔ اس کے بعد ابوالعاص اس مال کو لے کر مکہ واپس آیا اور قریش کے ہر صاحب مال کو اس کا مال لوٹا دیا اور جتنا سرمایہ کسی نے لگایا تھا اس کا حصہ اصل زر بمع نفع اس تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد اس نے اعلان کیا: یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ! هَلْ بَقِیَ لِاَحَدٍ مِنْكُمْ عِنْدِیْ مَالٌ لَمْ یَاْخُذْهُ؟ ''اے گروہِ قریش! کیا کسی کا کوئی مال میرے پاس رہ گیا ہے جو اس نے نہ لیا ہو''؟ سب نے کہا نہیں، اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ بے شک ہم نے تجھے حقوق کو بحسن وخوبی ادا کرنے والا اور کریم النفس پایا ہے۔ ابوالعاص نے اعلان کر دیا: فَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ ''لوسنو! اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں''۔ بخدا! مجھے حضور ﷺ کے پاس اسلام لانے سے بجز اس خوف کے کوئی اور مانع نہ تھا کہ تم گمان کرنے لگو کہ میں تمہارے اموال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے وہ اموال تم تک پہنچا دیے اور میں اس ذمہ داری سے سرخرو ہو گیا تو میں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

حضرت ابوالعاص کے ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: میرے سامنے داؤد بن حصین نے بیان کیا انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا اور چھ سال بعد بھی کسی طرح کی تجدید نہ فرمائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ہاں واپسی

حضرت داؤد بن حصین کی روایت ذکر کی گئی کہ انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا اور چھ سال بعد بھی کسی طرح کی تجدید نہ فرمائی۔ اس

Marfat.com

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کی امانت کی ایک مثال

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: مجھے ابوعبیدہ نے بتایا کہ حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ جب مشرکین کے اموال کے ساتھ شام سے واپس آئے تو انہیں کہا گیا کہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اسلام کا اعلان کر دو اور ان تمام اموال پر قبضہ کر لو، کیونکہ یہ مشرکین کے اموال ہیں۔ حضرت ابو العاص نے جواب دیا: بِئْسَ مَا اَبْدَأُبِهٖ اِسْلَامِیْ اَنْ اَخُوْنَ اَمَانَتِیْ ''اگر میں اپنی امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں تو یہ آغاز بہت برا ہوگا''۔

علامہ ابن ہشام فرماتے: ہیں میرے سامنے عبدالوارث بن سعید التنوری نے بیان کیا، انہوں نے داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے عامر شعبی سے انہوں نے ابوعبیدہ کی حدیث کی طرح ابو العاص سے روایت کیا۔

فدیہ لیے بغیر آزاد کیے جانے والے اسیرانِ جنگ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں اسیرانِ جنگ میں سے جو لوگ فدیہ لیے بغیر بطور احسان آزاد کر دیے گئے ان میں سے جن کے نام ہمیں بتائے گئے وہ یہ ہیں: بنی عبد شمس بن مناف سے ابو العاص ابن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس، حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے ان کے فدیہ کا مال بھیجا لیکن بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان پر احسان فرمایا (اور فدیہ واپس کر کے انہیں آزاد کر دیا)۔ بنی مخزوم بن یقظہ سے مطلب بن حنطب بن حارث بن عبیدہ بن عمر بن مخزوم۔ یہ بنی حارث بن خزرج کے ایک شخص کے پاس قید تھا، اسے انہی کے قبضہ میں رکھا گیا

حدیث کے معارض وہ حدیث ہے جو حضرت عمرو بن شعیب نے عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو ان کے پاس نکاح جدید کے ساتھ بھیجا تھا، اسی حدیث پر عمل ہے، اگرچہ محدثین کے نزدیک حضرت داؤد بن حصین کی حدیث کی سند زیادہ صحیح ہے لیکن میرے علم کے مطابق اس کے مطابق کسی فقیہ نے قول نہیں کیا کیونکہ اسلام نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈالی تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ (الممتحنہ: 10) ''نہ وہ حلال ہیں کفار کے لئے اور نہ وہ (کفار) حلال ہیں مومنات کے لئے''۔ اور جس نے دونوں حدیثوں میں تطبیق کی ہے اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں کہا: پہلے نکاح پر لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ مہر وغیرہ میں پہلے نکاح کی مثل پر لوٹایا اور اس پر کسی شرط وغیرہ کا اضافہ نہ فرمایا۔

Marfat.com

یہاں تک کہ انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور یہ اپنی قوم سے جا ملا۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اسے بنی نجار کے فرد حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ اسے بھی گرفتار کرنے والوں کے قبضہ میں رکھا گیا، جب اس کا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی بھی نہ آیا تو انہوں نے اس سے عہد لیا کہ وہ خود اپنا فدیہ ان کی طرف بھیج دے گا۔ پھر اس کا راستہ چھوڑ دیا لیکن اس نے ان کو کچھ بھی ادا نہ کیا۔ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امیہ کے قتل کے بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار

صاحب سیرت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے امیہ بن خلف کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ذکر تو کیا لیکن اس بارے میں آپ کے اشعار ذکر نہیں کیے۔ ان اشعار کو علامہ ابن اسحاق نے مذکورہ روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ذکر کیا ہے، وہ اشعار یہ ہیں:

فَلَمَّا الْتَقَيْنَا لَمْ نُكَذِّبْ بِحَمْلَةٍ ... عَلَيْهِمْ بِاَسْيَافٍ لَنَا كَالْعَقَائِقِ

''جب ہم نے ان کا سامنا کیا تو ہمیں ان پر اپنی بجلیوں کی طرح چمکدار تلواروں کے ساتھ حملہ کرنے میں جھٹلایا نہیں گیا''۔

وَ مَطْرُوْرَةٍ حُمْرِ الظُّبَاةِ كَاَنَّهَا ... اِذَا رُفِعَتْ اَشْطَانُ ذَاتِ الْاَبَارِقِ

''اور ایسی تلواروں کے ساتھ جو انتہائی تیز اور سرخ دھار والی تھیں، جب انہیں بلند کیا جاتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے بجلی والی بدلیوں کی رسیاں ہیں''۔

بَنِیْ جُمَحٍ قَدْ حَلَّ قَعْصٌ بِشَيْخِكُمْ ... عَلٰى مَاءِ بَدْرٍ رَاْسِ كُلِّ مُنَافِقِ

اے بنی جمح! بدر کے چشمہ کے پاس تمہارے شیخ پر ناگہانی موت اتر آئی جو ہر منافق کا سردار ہے۔

هَجَمْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ وَاشْتَجَرَتْ بِهٖ ... مَصَالِيْتُ لِلْاَنْصَارِ غَيْرُ زَوَاهِقِ

''ہم اس پر اچانک موت لے آئے اور انصار کی تلواریں آگے گزرنے کے بجائے اس کے اندر پیوست ہو گئیں''۔

هَوٰى حِيْنَ لَاقَانَا وَ فُرِّقَ جَمْعُهٗ ... عَلٰى وَجْهِهٖ فِی النَّارِ مِنْ رَاْسِ حَالِقِ

''جب وہ ہمارے مقابلے میں آیا تو اونچے چٹیل پہاڑ کی چوٹی سے منہ کے بل آگ میں گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کا لشکر بکھر گیا''۔

Marfat.com

وَ مَا كَانَ صَيْفِيٌّ لِيُوْفِيَ ذِمَّةً قَفَا ثَعْلَبٍ اَعْيَا بِبَعْضِ الْمَوَارِدِ

''اور صیفی ایسا شخص تو تھا نہیں کہ اپنا ذمہ پورا کرتا، وہ تو اس لومڑی کی گردن کی مانند تھا جو کسی گھاٹ پر تھک گئی ہو''۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ شعر ان کے اشعار میں سے ایک ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز ابوعزہ عمرو بن عبداللہ بن عثمان بن اہیب بن حذافہ بن جمح، یہ مفلس تھا اور بہت سی بچیوں کا باپ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کوئی مال نہیں، میں محتاج بھی ہوں اور عیالدار بھی، مجھ پر احسان فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا اور یہ وعدہ لیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی امداد نہیں کرے گا۔ ابونمرہ نے اس واقعہ کے بارے میں ایک قصیدہ کہا جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کی توصیف کرتا ہے اور آپ کی قوم میں آپ کی فضیلت کا ذکر کرتا ہے:

مَنْ مُبَلِّغٌ عَنِّي الرَّسُوْلَ مُحَمَّدًا بِاَنَّكَ حَقٌّ وَالْمَلِيْكُ حَمِيْدُ

کون ہے جو میری طرف سے اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو یہ پیغام پہنچائے کہ آپ

اس واقعہ میں حضرت زبیر نے ابن سلام کے واسطہ سے حماد بن سلمہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ جب انصار نے امیہ کو گھیر لیا تو اس نے کہا: یَا اَحَدُ رَاءٍ اَمَا لَكُمْ بِاللُّبْنِ حَاجَةٌ؟ راوی فرماتے ہیں: امیہ اپنی فصاحت میں مشہور تھا۔ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ کیا کسی نے اس طرح دیکھا، کیا تمہیں بطور فدیہ دودھ والی اونٹنیوں کی ضرورت نہیں (یعنی مجھے قتل کرنے کے بجائے گرفتار کرلو، میں رہائی حاصل کرنے کے لئے تمہیں دودھ والی اونٹنیاں بطور فدیہ ادا کروں گا)۔ پھر حضرت زبیر نے اس حدیث کو اس حدیث کے ساتھ ملا دیا جو انہوں نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کی، انہوں نے کہا: نضر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے رحمٰن کی بیٹیاں ہیں۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ (الزخرف) ''آپ فرمایئے (بفرض محال) اگر رحمٰن کا کوئی بچہ ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کا پجاری ہوتا۔ جب نضر نے یہ آیت سنی تو اس نے کہا: تم دیکھتے نہیں کہ انہوں نے میرے قول کی تصدیق کر دی ہے (کہ رحمٰن کا بیٹا تو نہیں بیٹیاں ہیں۔ نعوذ باللہ)۔ امیہ بن خلف اس سے زیادہ فصیح تھا، اس نے اسے کہا نہیں بخدا! بلکہ انہوں نے تجھے جھٹلایا ہے اور کہا ہے کہ رحمٰن کا کوئی بچہ (بیٹا بیٹی) نہیں ہے۔ امیہ کے قول یَا اَحَدُ کے بارے میں حضرت ثعلب سے مروی ہے کہ اس میں یا استفتاح کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے یَا هٰؤُلَاءِ اَحَدُ رَاءٍ ''اے لوگو کوئی دیکھنے والا ہے؟''

Marfat.com

برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری تعریفوں سے موصوف ہے۔

وَ اَنْتَ امْرُؤٌ تَدْعُوا اِلَى الْحَقِّ وَالْهُدٰى عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ شَهِيْدٌ

''اور آپ وہ شخص ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے جو بہت بڑا ہے''۔

وَ اَنْتَ امْرُؤٌ بُوِّئْتَ فِيْنَا مُبَاءَةً لَهَا دَرَجَاتٌ سَهْلَةٌ وَ صُعُوْدٌ

''اور آپ وہ شخص ہیں جو ہمارے درمیان ایسے اونچے مقام پر اترے ہیں جس کی سیڑھیوں (پر چڑھنا ایک لحاظ سے) آسان اور (ایک لحاظ سے) مشکل ہے''۔

فَاِنَّكَ مَنْ حَارَبْتَهٗ لَمُحَارَبٌ شَقِيٌّ وَ مَنْ سَالَمْتَهٗ لَسَعِيْدٌ

''آپ کی شان یہ ہے کہ جس سے آپ نبرد آزما ہوں وہ بدنصیب دشمن ہے اور جس سے آپ صلح فرمالیں تو وہ خوش نصیب ہے''۔

وَ لٰكِنْ اِذَا ذُكِّرْتُ بَدْرًا وَّ اَهْلَهٗ تَاَوَّبَ مَا بِيْ حَسْرَةٌ وَّ قُعُوْدٌ

''لیکن جب مجھے بدر اور اہل بدر کی یاد دلائی جاتی ہے تو میری حسرت اور کم ہمتی دوبارہ میری طرف لوٹ آتی ہے''۔

فدیہ کی رقم

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: اس روز مشرکین کا فدیہ چار ہزار درہم سے ایک ہزار درہم فی کس تھا لیکن جس شخص کے پاس کچھ نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا (اور فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا)۔

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام

صفوان کا اسے رسول کریم ﷺ کو شہید کرنے پر ابھارنا

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ بن زبیر کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: بدر میں قریش پر نازل ہونے والی مصیبت کے کچھ عرصہ بعد عمیر بن وہب جمحی، حجر میں صفوان بن امیہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام

عمیر بن وہب کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا، اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو اشکال کا باعث ہو۔

Marfat.com

میں سے ایک شیطان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اذیتیں دیتے تھے اور قیام مکہ کے دوران اس کی طرف سے انہیں دکھ ہی پہنچتے رہے۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں تھا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: اسے بنی زریق کے ایک فرد رفاعہ بن رافع نے گرفتار کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ بن زبیر کی روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: عمیر نے بدر کے کنویں والوں اور ان کی مصیبت کا تذکرہ کیا تو صفوان نے کہا بخدا ان کے بعد زندگی میں کوئی سکھ نہیں۔ عمیر نے اسے کہا: بخدا تو نے سچ کہا، سن! بخدا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے ادا کرنے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں اور بال بچے نہ ہوتے جن کے برباد ہونے کا اپنے بعد مجھے خوف ہے تو میں ضرور سوار ہو کر محمد (ﷺ) کی طرف جاتا اور انہیں قتل کر دیتا کیونکہ ان کی طرف جانے کا میرے پاس ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔ راوی فرماتے ہیں: صفوان نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا تیرا قرض میرے ذمہ ہے، میں اسے تیری جانب سے ادا کردوں گا اور تیرے اہل و عیال میرے اہل و عیال کے ساتھ رہیں گے، میں ان کی کفالت کرتا رہوں گا جب تک وہ زندہ رہے، کوئی ایسی شے نہ ہوگی جو میرے بس کی تو ہو اور ان کے بس کی نہ ہو۔ یہ سن کر عمیر نے اسے کہا تو پھر میرے اور اپنے اس معاملہ کو صیغۂ راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسے دیکھ لینا اور رسول کریم ﷺ کو آگاہ کرنا

راوی فرماتے ہیں پھر عمیر نے اپنی تلوار تیز کرنے کے لئے دی، تیز کرنے کے بعد اسے زہر آلود کر دیا گیا پھر سفر پر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ یوم بدر کے متعلق محو گفتگو تھے اور ذکر کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت بخشی اور دشمن کی ناکامی دکھائی۔ اس دوران اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی جبکہ اس نے مسجد کے دروازے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور وہ تلوار کو گلے میں لٹکائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کتا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے، بخدا! یہ کسی برے مقصد کے لئے ہی آیا ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے ہمیں ایک دوسرے کے خلاف اکسایا اور بدر کے روز ہماری تعداد کا تخمینہ لگا کر اپنی قوم کو بتایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب اپنے

Marfat.com

گلے میں تلوار آویزاں کیے ہوئے آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے گلے میں آویزاں تلوار کے پٹے کو گریبان سمیت پکڑا اور ساتھ جو انصار تھے انہیں فرمایا: اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلو اور حضور ﷺ کے پاس بٹھاؤ اور حضور ﷺ کے متعلق اس خبیث سے محتاط رہو کیونکہ یہ قابل اعتماد شخص نہیں ہے، پھر آپ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

رسول کریم ﷺ کا اس کے اور صفوان کے مابین ہونے والے مکالمہ سے آگاہ فرمانا اور اس کا مسلمان ہونا

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گردن میں آویزاں تلوار کے پٹے کو پکڑے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ، اُدْنُ يَا عُمَيْرُ ''اے عمر! اسے چھوڑ دو، اے عمیر قریب آؤ''۔ پھر اس نے کہا: اَنْعِمُوْا صَبَاحًا ''تمہاری صبح خوشی ونعمت سے ہو''۔ یہ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کا آپس میں سلام تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَدْ اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِتَحِيَّةٍ خَيْرٍ مِّنْ تَحِيَّتِكَ يَا عُمَيْرُ بِالسَّلَامِ تَحِيَّةَ اَهْلِ الْجَنَّةِ ''اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ عطا فرما کر ہمیں عزت بخشی ہے اور وہ سلام ہے جو اہل جنت کا دعائیہ جملہ ہے''۔ اس نے کہا بخدا! اے محمد (ﷺ) میں نے تو زمانے کے رواج کے مطابق یہ کلمہ کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمیر! کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اس قیدی کے لئے آیا ہوں جو آپ لوگوں کے پاس گرفتار ہے۔ اس کے متعلق احسان کیجیے، حضور ﷺ نے فرمایا پھر تمہارے گلے میں لٹکی ہوئی تلوار کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا: قَبَّحَهَا اللّٰهُ مِنْ سُيُوْفٍ وَّ هَلْ اَغْنَتْ عَنَّا شَيْئًا؟ ''اللہ تعالیٰ ان تلواروں کا ستیاناس کرے، انہوں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنوئیں میں ڈالے جانے والے قریش کا تذکرہ کیا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل وعیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل وعیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھالی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ عمیر کہہ اٹھا: اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

Marfat.com

یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی ان باتوں میں تکذیب کیا کرتے تھے جو آسمانی خبریں آپ ہمارے پاس لاتے اور جو آپ پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن یہ بات تو ایسی تھی کہ وہاں میرے اور صفوان کے بغیر کوئی اور موجود ہی نہ تھا۔ قسم بخدا! میں یقین کرتا ہوں کہ اس سر مکتوم سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہی آگاہ فرمایا ہے (1) میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت بخشی اور مجھے اس طرح یہاں لے آیا'' پھر اس نے حق کی گواہی دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَقِّهُوْا اَخَاكُمْ فِيْ دِيْنِهٖ وَ اَقْرِءُوْهُ الْقُرْاٰنَ وَ اَطْلِقُوْا لَهٗ اَسِيْرَهٗ '' اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ، اسے قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو (بغیر فدیہ لیے) آزاد کر دو''۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس فرمان کی تعمیل کی۔

دعوتِ اسلام کی خاطر مکہ کی طرف ان کی واپسی

پھر حضرت عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پہلے میں اللہ کے نور کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا اور جو اللہ عز و جل کے دین پر ہوتا اسے ایذا رسانی میں بہت سخت تھا۔ اب میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں مکہ جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اسلام کی طرف بلاؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان لوگوں کو ان کے دین کے بارے میں اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور ﷺ کے صحابہ کو ان کے دین کے بارے میں دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ راوی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور آپ مکہ چلے گئے۔ جب عمیر مکہ سے روانہ ہوا تو صفوان بن امیہ لوگوں کو کہا کرتا تھا تمہیں اس واقعہ کی بشارت ہو جس کی خبر تمہیں چند روز میں مل جائے گی اور تمہیں بدر کا واقعہ بھلا دے گی۔ صفوان مدینہ سے آنے والے قافلوں سے اس کے بارے میں پوچھتا تھا حتیٰ کہ ایک سوار نے آ کر اسے عمیر کے اسلام لانے کی خبر سنائی۔ یہ سن کر اس نے قسم کھا لی کہ وہ نہ کبھی عمیر سے بات کرے گا اور نہ اسے کوئی نفع پہنچائے گا۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مکہ آئے تو وہاں ٹھہر گئے، اسلام کی دعوت دیتے اور جو ان کی مخالفت کرتا اسے سخت اذیت پہنچاتے، چنانچہ ان کے ہاتھ پر کثیر

1۔ حضرت عمیر نے گواہی دی کہ جس ذات نے نبی کریم ﷺ کو اس خبر سے آگاہ فرمایا وہ اللہ عز و جل کی ہی ذات ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ حضور ﷺ از خود غیب تو نہیں جانتے جیسا کہ قرآن کریم اور سنت صحیحہ میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حضرت عمیر کی خبر سے آگاہ فرما دیا جیسے اس آیت کریمہ میں بھی ہے: قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (التحریم) ''فرمایا مجھے اس نے آگاہ کیا ہے جو علیم و خبیر ہے''۔

Marfat.com

لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

ابلیس کو کس نے دیکھا عمیر نے یا ابن ہشام نے؟ اور اس بارے میں نزولِ آیات

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے عمیر بن وہب یا حارث بن ہشام میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا کہ اس نے ابلیس کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ بدر کے دن اُلٹے پاؤں بھاگا تھا۔ اس نے کہا اے سراقہ! کہاں جا رہے ہو؟ وہ اللہ کے دشمن (سراقہ) کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، وہ چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ (الانفال: 48) ''اور یاد کرو جب آراستہ کر دیے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آ سکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا''۔ بیان فرمایا کہ ابلیس نے انہیں دھوکا دیا اور ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں اس وقت ظاہر ہوا جب ان لوگوں نے اپنے اور بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے درمیان اس جنگ کے متعلق تعلقات کا ذکر کیا جو ان کے

کیا غزوۂ بدر میں ابلیس جسمانی شکل میں ظاہر ہوا؟

حدیث کے آخر میں ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ عمیر بن وہب وہ شخص ہے جس نے بدر کے روز ابلیس کو اس وقت دیکھا جب وہ الٹے پاؤں بھاگا اور دیگر راویوں نے ذکر کیا کہ حارث بن ہشام ابلیس کے ساتھ تھا اور وہ اسے سراقہ بن مالک خیال کر رہا تھا۔ اس نے کہا اے سراقہ! کدھر بھاگے جا رہے ہو؟ ابلیس نے اسے ایک گھونسا رسید کیا اور اسے گدی کے بل گرا دیا پھر کہا: میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ وہ اس وقت سراقہ مدلجی کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا کیونکہ قریش کو بنی مدلج کی طرف سے خوف تھا کہ کہیں وہ ان کے مقابلے میں نہ آ جائیں اور ان کے ساتھ ان خونوں کی وجہ سے برسرِ پیکار ہو جائیں جو ان کے درمیان بہائے گئے تھے۔ چنانچہ ان کے سامنے ابلیس سراقہ مدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا اور کہا میں ان لوگوں سے یعنی بنی مدلج سے تمہارا نگہبان ہوں اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کے بعد مکہ میں سراقہ کو دیکھا تو اسے کہا: اے سراقہ! کیا تو نے صف میں شگاف ڈالا اور ہمیں شکست سے دوچار کر دیا؟ اس نے کہا: بخدا! مجھے تمہارے اس معاملہ کا کوئی علم نہیں حتیٰ کہ تمہیں شکست ہوئی، نہ میں وہاں حاضر ہوا اور نہ مجھے علم ہے، لیکن قریش نے اس کی بات نہ مانی یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور وہ آیت کریمہ سنی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی۔ پھر انہیں علم ہوا کہ وہ تو ابلیس تھا جو انسانی شکل میں ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔

Marfat.com

درمیان برپا تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ (الانفال: 48) ''تو جب آمنے سامنے ہوئیں دونوں فوجیں''۔ اور اللہ کے دشمن نے فرشتوں کی شکل میں اللہ کے لشکروں کو دیکھا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ اور مومنین کی ان کے دشمن کے مقابلے میں مدد فرمائی تھی۔ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ (الانفال: 48) ''تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں بری الذمہ ہوں تم سے، میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھ رہے''۔ دشمن خدا نے سچ کہا، اس نے وہ دیکھا جو انہوں نے نہیں دیکھا تھا اور کہا: اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الانفال) ''میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔ غرض مجھے بتایا گیا کہ وہ لوگ ہر جگہ شیطان کو سراقہ کی شکل میں دیکھتے تھے اور اسے اجنبی نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ جب بدر کا دن آیا اور دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ اس طرح وہ انہیں میدانِ جنگ تک لایا پھر انہیں بے یار ومددگار چھوڑ دیا۔

چند مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: نَكَصَ کا معنی ہے وہ لوٹ گیا۔ بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ایک فرداوس بن حجر نے کہا:

نَكَصْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ يَوْمَ جِئْتُمْ تُزَجُّوْنَ اَنْفَالَ الْخَمِيْسِ الْعَرَمْرَمِ

''جس روز تم آئے تو الٹے پاؤں لوٹ گئے درآں حالیکہ تم بے شمار لشکر کا مالِ غنیمت بڑی

ابلیس لعین کا قول ہے: اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ''میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اس کے متعلق شارحین کے چند اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ اس نے اپنے اس قول اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ میں جھوٹ بولا کیونکہ کافر اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا تو ڈر گیا کہ کہیں یہ وہی دن نہ ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں وعدہ کیا ہے: يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰۗىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ (الفرقان: 22) ''جس روز وہ دیکھیں گے فرشتوں کو تو کوئی خوشی کی بات نہ ہو گی اس روز مجرموں کے لئے''۔ اور یہ قول بھی کیا گیا ہے کہ وہ اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں فرشتے اسے پکڑ نہ لیں کیونکہ اس نے اپنے لشکر کفار کے ساتھ فرشتوں کا معاملہ دیکھ لیا تھا اور قاسم بن ثابت نے الدلائل میں ذکر کیا ہے کہ جب قریش بدر میں گئے تو جس روز مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دی اسی روز مکہ کے اوپر سے ایک ہاتف جن گزرا جو آواز سے یہ اشعار کہہ رہا تھا لیکن وہ نظر نہیں آرہا تھا:

Marfat.com

آسانی سے لے جا رہے تھے''۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار اپنی قوم پر فخر اور قریش سے ساتھ ابلیس کی دھوکہ بازی کے بارے میں

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَوْمِي الَّذِيْنَ هُمُ اٰوَوْا نَبِيَّهُمُ　　وَ صَدَّقُوْهُ وَ اَهْلُ الْاَرْضِ كُفَّارُ

''میری قوم ایسی ہے جنہوں نے ایسی حالت میں اپنے نبی ﷺ کو پناہ دی اور ان کی تصدیق کی جبکہ ان کے اپنے علاقہ والے کافر تھے''۔

اِلَّا خَصَائِصَ اَقْوَامٍ هُمْ سَلَفٌ　　لِلصَّالِحِيْنَ مَعَ الْاَنْصَارِ اَنْصَارُ

''بجز ان مخصوص افراد (مہاجرین) کے (کہ وہ کافر نہیں) جو صالحین کے اسلاف ہیں (اور) انصار کے ساتھ مل کر (اسلام کے) مددگار ہیں''۔

مُسْتَبْشِرِيْنَ بِقَسْمِ اللّٰهِ قَوْلُهُمُ　　لَمَّا اَتَاهُمْ كَرِيْمُ الْاَصْلِ مُخْتَارُ

درآں حالیکہ وہ اللہ کی تقسیم پر خوش تھے۔ جب ان کے پاس کریم الاصل مختار (نبی ﷺ)

اَزَارَ الْحَنِيْفِيُّوْنَ بَدْرًا وَقِيْعَةً　　سَيَنْقَضُّ مِنْهَا رُكْنُ كِسْرٰى وَ قَيْصَرَا

''کیا ملت حنیفیہ کے پیروکاروں نے بدر کے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ ایسا سانحہ ہے جس کی وجہ سے کسریٰ اور قیصر کے محلات کی دیواریں گر جائیں گی''۔

اَبَادَتْ رِجَالًا مِّنْ لُؤَيٍّ وَ اَبْرَزَتْ　　خَرَائِدَ يَضْرِبْنَ التَّرَائِبَ حُسَّرَا

''اس سانحہ نے لؤی خاندان کے بہت سے مردوں کو ہلاک کر دیا اور بہت سی پردہ دار خواتین کو اس حالت میں ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی ننگی چھاتیاں پیٹ رہی تھیں''۔

فَيَا وَيْحَ مَنْ اَمْسٰى عَدُوَّ مُحَمَّدٍ　　لَقَدْ جَارَ عَنْ قَصْدِ الْهُدٰى وَ تَحَيَّرَا

''پس کتنا بدبخت ہے وہ شخص جو محمد ﷺ کا دشمن ہے، اس نے ہدایت کے درمیانی راستہ کو ترک کر دیا اور حیران و سراسیمہ ہو گیا''۔

ان میں سے کسی نے پوچھا: یہ حنیفیون کون ہیں؟ تو دوسروں نے بتایا وہ محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ ہیں کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف (علیہ السلام) کے مذہب پر ہیں، پھر تھوڑے ہی دن گزرے کہ ان کے پاس اس واقعہ کی یقینی خبر پہنچ گئی۔

Marfat.com

تشریف لایا تو ان کا قول یہ تھا:

أَهْلًا وَ سَهْلًا فَفِيْ أَمْنٍ وَّ فِيْ سَعَةٍ ۔۔۔ نِعْمَ النَّبِيُّ وَ نِعْمَ الْقَسْمُ وَالْجَارُ

کہ خوش آمدید مرحبا! پس آپ امن اور کشائش میں رہیں، نبی بھی اچھا ہے اور ہمارا نصیب اور پڑوس بھی اچھا ہے"۔

فَأَنْزَلُوْهُ بِدَارٍ لَا يَخَافُ بِهَا ۔۔۔ مَنْ كَانَ جَارَهُمْ دَارًا هِيَ الدَّارُ

"انہوں نے آپ کو ایسے گھر میں اتارا جس میں انہیں کوئی خوف نہیں جن لوگوں کا ہمسایہ ایسا ہو وہی گھر گھر (کہلانے کا) مستحق ہے"۔

وَ قَاسَمُوْهُ بِهَا الْأَمْوَالَ إِذْ قَدِمُوْا ۔۔۔ مُهَاجِرِيْنَ وَ قَسْمُ الْجَاحِدِ النَّارُ

"اور انہوں نے اپنے پڑوسی کو اپنے اموال میں حصہ دار بنالیا جب وہ لوگ ہجرت کر کے آئے اور منکر کا نصیب تو آگ ہے"۔

سِرْنَا وَ سَارُوْا إِلَى بَدْرٍ لِحَيْنِهِمْ ۔۔۔ لَوْ يَعْلَمُوْنَ يَقِيْنَ الْعِلْمِ مَا سَارُوْا

"ہم بھی چلے اور وہ بھی بدر کی طرف اپنی موت کی خاطر چلے اگر انہیں (موت) کا یقینی علم ہوتا تو (ادھر) نہ چلتے"۔

دَلَّاهُمْ بِغُرُوْرٍ ثُمَّ أَسْلَمَهُمْ ۔۔۔ إِنَّ الْخَبِيْثَ لِمَنْ وَالَاهُ غَرَّارُ

"(شیطان نے) انہیں دھوکے سے یہ راہ دکھائی پھر اس نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ بے شک خبیث اپنے یار کو دھوکا دینے والا ہوتا ہے"۔

وَ قَالَ إِنِّيْ لَكُمْ جَارٌ فَأَوْرَدَهُمْ ۔۔۔ شَرَّ الْمَوَارِدِ فِيْهِ الْخِزْيُ وَالْعَارُ

"اور اس نے کہا: "میں تمہارا نگہبان ہوں" پھر انہیں ایسے گھاٹ پر لا اتارا جس میں رسوائی اور شرمندگی ہی تھی"۔

ثُمَّ الْتَقَيْنَا فَوَلَّوْا عَنْ سَرَاتِهِمْ ۔۔۔ مِنْ مُنْجِدِيْنَ وَ مِنْهُمْ فِرْقَةٌ غَارُوْا

"پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو وہ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر پیٹھ پھیر گئے بعض اونچے مقامات پر چلے گئے اور ایک گروہ نے نشیبی علاقہ میں پناہ لی"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: مجھے حضرت حسان کا یہ شعر لَمَّا أَتَاهُمْ كَرِيْمُ الْأَصْلِ مُخْتَارُ ابوزید انصاری نے سنایا۔

Marfat.com

حاجیوں کی مہمان نوازی کرنے والے قریش

بنی ہاشم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش کی شاخ بنی ہاشم بن عبد مناف سے حاجیوں کے مہمان نواز حضرت عباس بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ تھے۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے حارث بن عامر بن نوفل اور طعیمہ بن عدی بن نوفل، یہ دونوں باری باری یہ کام سرانجام دیا کرتے تھے۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی سے ابو البختری بن ہشام بن حارث بن اسد اور حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد۔ یہ دونوں بھی باری باری یہ کام سرانجام دیتے۔

بنی عبد الدار

بنی عبد الدار بن قصی سے نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبد الدار۔

نضر کا نسب

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: نضر کا نسب یوں بھی بیان کیا جاتا ہے: نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبد الدار۔

بنی مخزوم

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم بن یقظہ سے ابو جہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

بنی جمح

بنی جمح سے امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

Marfat.com

بنی سہم

بنی سہم بن عمرو سے حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ۔ یہ دونوں باری باری یہ کام سرانجام دیتے۔

بنی عامر

اور بنی عامر بن لوی سے سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدوُد بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کے نام

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ بدر کے روز مسلمانوں کے پاس یہ گھوڑے تھے۔ مرثد بن ابی مرثد غنوی کا گھوڑا، اس کا نام السبل تھا۔ مقداد بن عمرو بہرانی کا گھوڑا، اس کا نام بعزجہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام سبحہ تھا۔ اور زبیر بن عوام کا گھوڑا، اس کا نام یعسوب تھا۔

مشرکین کے گھوڑے

علامہ ابن ہشام نے فرمایا اور مشرکین کے پاس سو گھوڑے تھے۔

سورۂ انفال کا نزول

تقسیم انفال کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: واقعہ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال نازل فرمائی اور اموالِ غنیمت کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ

غزوۂ بدر کے متعلق نازل کردہ آیات

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے بعد سورۂ انفال نازل فرمائی۔ انفال سے مراد اموالِ غنیمت ہیں۔ حضرت ابو عبید نے کتاب الاموال میں فرمایا: ''نفل کا معنی ہے منعم کی طرف سے احسان اور فضل و کرم۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر مالِ غنیمت حلال فرما کر فضل و احسان فرمایا اور اس سے پہلے کسی امت پر اسے حلال نہ فرمایا اس لئے اموالِ غنیمت کو انفال کہا جاتا ہے''۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: ابو عبید کا یہ قول تو صحیح ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَفَضَّلَ بِھَا (اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کے ذریعے اس امت پر

Marfat.com

آیات نازل ہوئیں:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (الانفال)

''دریافت کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے متعلق آپ فرمائیے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اگر تم ایماندار ہو''۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جب سورۂ انفال کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہم بدریوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب ہم نے مالِ غنیمت کے

فضل و احسان فرمایا) کیونکہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے کسی قوم پر اموالِ غنیمت حلال نہیں کئے گئے بلکہ آسمان سے ایک آگ اتر کر انہیں جلا جاتی تھی لیکن ان کا یہ قول کہ اس فضل و احسان کی بنا پر اموالِ غنیمت کو انفال کہا جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ایام جاہلیت میں بھی اہل عرب اموالِ غنیمت کو انفال ہی کہتے تھے۔

حضرت ابن ہشام نے قدیم جاہلی شاعر اوس بن حجر اسیدی کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

نَكَصْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ يَوْمَ جِئْتُمْ   تَزْجُوْنَ اَنْفَالَ الْخَمِيْسِ الْعَرَمْرَمِ

''تم بے شمار لشکر کے اموالِ غنیمت لوٹ کر اسی روز الٹے پاؤں لوٹ گئے جس روز تم آئے تھے''۔

اس شعر میں سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت پر مالِ غنیمت حلال ہونے سے قبل اسے انفال کا نام دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا مادۂ اشتقاق نفل ہے جس کا معنی زیادتی اور اضافہ ہے کیونکہ اس سے غانمین کے اموال میں اضافہ ہوتا ہے۔ اوس بن حجر کے اس شعر میں ایک اور شہادت بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ ایام جاہلیت میں بھی لشکر کو خمیس کہا جاتا تھا اور بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ لشکر کے لیے خمیس کا نام خمس (پانچواں حصہ) سے ماخوذ ہے جو کہ مالِ غنیمت سے نکالا جاتا ہے، یہ درست نہیں کیونکہ اس خمس کا تعلق بھی دورِ اسلام سے ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں سالارِ لشکر کے لئے مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ ہوتا تھا جسے مرباع کہتے تھے۔ انفال کے مادۂ اشتقاق کے متعلق ایک اور قول ان شاء اللہ بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ حضرات ابن مسعود اور عطاء نے یسئلونك الانفال پڑھا ہے جبکہ جمہور نے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ پڑھا ہے اور یہ دونوں قراءتوں میں صحیح ہے کیونکہ سَاَلُوْهَا اور سَاَلُوْا عَنْهَا دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

Marfat.com

بارے میں جھگڑنا شروع کر دیا اور ہمارا اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکال کر اپنے پیارے رسول ﷺ کے حوالے کر دیا اور حضور ﷺ نے اسے مساوی طور پر تقسیم فرما دیا اور یہ تقسیم تقویٰ، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور باہمی معاملات کی اصلاح کے عین مطابق تھی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ہم اہل بدر کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ ہم نے مال غنیمت کے متعلق جھگڑا کیا اور ہمارا اختلاف شدت اختیار کر گیا۔ تفسیر عبد بن حمید وغیرہ میں اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے لشکر میں موجود تھے۔ حضرت ابوالیسر نے دو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور دو کو قیدی بنایا تھا۔ مال غنیمت کو جمع کرنے والے کہتے تھے کہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں اور قتال کرنے والے اور ان کے تبعین کہتے تھے کہ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے اختیار سے نکال کر اپنے نبی ﷺ کے حوالے کر دیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب وہ ایک تلوار چھین کر لائے تو انہیں اسے اپنے قبضہ میں رکھنے کا حکم دیا گیا۔ ان کے لئے اس کام میں مشکل پیش آئی۔ وہ ذوالکدیفہ عاصی بن سعید کی تلوار تھی۔ پھر جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار حضرت سعد ہی کو عطا فرما دی اور مال غنیمت مساوی طور پر تقسیم فرمایا۔ حضرت ابو عبید کی ذکر کردہ حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مال غنیمت برتری کے طور پر (یعنی کسی کو کم کسی کو زیادہ) تقسیم فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الآیۃ (الانفال: 41) "اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے......" تو یہ آیت منسوخ ہو گئی: قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (الانفال: 1) یہی صحیح ترین قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور جس شخص کے نزدیک یہاں انفال سے صرف وہ جانور مراد ہیں جو مسلمانوں کو دشمن سے حاصل ہوتے ہیں تو اس کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں۔ اسی طرح مجاہد کا قول ہے کہ یہاں انفال سے صرف مال غنیمت کا خمس مراد ہے اور یہ آیت اس وقت منسوخ شمار ہو گی جب ہم انفال سے سارا مال غنیمت مراد لیں۔ آثار بھی اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔ حضرت ابو عبید نے فرمایا: انفال کی چار قسمیں ہیں: (1) وہ نفل جس سے پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ (2) نفل یعنی اصل مال غنیمت۔ (3) نفل یعنی پانچواں حصہ۔ (4) فوجی دستوں کا نفل۔ یہ خمس نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال غنیمت ہے۔ (5) نفل یعنی خمس کا خمس۔

Marfat.com

قریش کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام کی روانگی کے متعلق نازل کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے ان حالات کا ذکر فرمایا جب رسول اللہ ﷺ قریش کی پیش قدمی کی اطلاع پا کر مسلمانوں کے ہمراہ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے جبکہ قریش نفع کے لالچ میں

پہلی قسم

یہ نفل کی وہ قسم ہے جس میں خمس نہیں ہوتا نہ اسے اصل مالِ غنیمت سے نکالا جاتا ہے اور نہ خمس سے۔ یہ اس مقتول سے چھینا ہوا مال (سلب) ہے جسے معرکہ جنگ اور دشمن کی طرف پیش قدمی کے علاوہ کسی اور حالت میں قتل کیا جائے۔ یہ مال قاتل کی ملکیت ہوتا ہے۔ یہ امام اوزاعی، اہل شام اور محدثین کے ایک گروہ کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے مقتول سے سلب شدہ مال بھی اسی نفل کا حصہ ہے جس سے دوسرے مالِ غنیمت کے ساتھ خمس نکالا جاتا ہے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی مؤطا امام مالک میں منقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا مفہوم ہے کہ جب کسی آدمی نے آپ سے انفال کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: گھوڑے اور زرہیں سب نفل ہیں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ گھوڑے نفل سے ہیں اور نفل میں خمس ہے۔ اس کے متعلق حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن مسلم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ چھینا ہوا مال (سلب) قاتل کا ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کے مذہب کے مطابق اس کی تفسیر کی۔ دوسرے قول کے قائلین کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت براء بن مالک نے جب مرزبان الزارہ کو قتل کر کے اس کے اونٹ، ہتھیار اور دیگر سامان چھین لیا جس کی مالیت تیس ہزار تھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے خمس نکالا۔ لیکن قول اول کے قائلین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ آپ نے مرزبان سے چھینے گئے مال کو کثیر خیال کرتے ہوئے اس سے خمس نکالا اور فرمایا: بے شک چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں نکالا جاتا لیکن چونکہ حضرت براء کے چھینے ہوئے مال کی مالیت تیس ہزار ہے اس لئے میں اس سے خمس نکال رہا ہوں۔ نیز قول اول کے قائلین نے حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث کو بھی دلیل بنایا ہے جب انہوں نے کسی شخص کو قتل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے چھینا ہوا سارا مال انہی کا ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب کی دلیل آیت خمس کے الفاظ کا عموم ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے فرمایا: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ الآیۃ (الانفال: ۴۱) "اور جان لو کہ جو کوئی چیز بھی تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کیلئے ...." ان کی دوسری دلیل حضرت خالد بن ولید رضی

Marfat.com

اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ﴿٥﴾
يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٦﴾ (الانفال)

"جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا۔ جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی گویا وہ ہانکے جا رہے تھے موت کی طرف درآں حالیکہ وہ (موت کو) دیکھ

اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام مسلم اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قبیلہ حمیر کے ایک شخص نے دشمن کے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کے سلب کو لینے کا ارادہ کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا کیونکہ وہ سالار لشکر تھے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے حضرت خالد سے فرمایا تم نے اس کو وہ سلب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسے کثیر خیال کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "وہ سلب اسے دو"۔ پھر حضرت عوف حضرت خالد سے ملے تو انہوں نے ان کی چادر کھینچ کر کہا: میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے وہی پورا نہیں کرا لیا؟ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: "اے خالد (اب) اس کو مت دینا، کیا تم میرے (مقرر کردہ) امیروں (کی اطاعت) کو چھوڑتے ہو؟ تمہاری اور ان کی مثال تو اس شخص کی مانند ہے جو اونٹ اور بکریاں چرانے کے لئے نکلا، ان جانوروں نے چرا پھر جب انہیں پانی پلانے کا وقت ہوا تو انہیں ایک تالاب پر لایا، جانور اس میں سے پانی پینے لگے تو صاف پانی پی لیا اور گدلا پانی چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس کا صاف پانی انہیں اچھا لگا اور گدلا پانی ان پر گراں گزرا"۔ اسے امام احمد اور امام مسلم نے روایت کیا۔

اگر وہ سلب اصل مال غنیمت سے اس کا حق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے واپس نہ لوٹاتے۔ یہ نفل کی پہلی قسم کا بیان ہے۔

دوسری قسم

نفل کی دوسری قسم وہ ہے جو خمس نکالنے سے پہلے اصل مال غنیمت سے دیا جاتا ہے۔ یہ نفل ان رہنماؤں کو دیا جاتا ہے جو دشمن کے مورچوں اور راستوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، اس کے علاوہ جو مال عام اہل لشکر کے نفع کے لئے دیا جاتا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔

Marfat.com

رہے تھے''۔

یعنی وہ آپ سے دشمن کا سامنا کرنے اور قریش کی پیش قدمی کو ناپسند کرتے ہوئے آپ سے جھگڑ رہے تھے۔

تیسری قسم

یہ وہ نفل ہے جو فوجی دستے حاصل کرتے ہیں۔ انہیں ابتدا میں خمس کے بعد بقیہ مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ بطورِ نفل دیا جاتا تھا پھر لوٹتے وقت حاصل کیے گئے مالِ غنیمت کا ثلث دیا جاتا تھا۔ حضرت مکحول عن حبیب بن مسلمہ کی روایت کردہ حدیث میں اسی طرح مذکور ہے اور ایک طائفہ نے اسی سے استدلال کیا ہے۔

چوتھی قسم

نفل کی چوتھی قسم وہ ہے جو امام مالِ غنیمت کے خمس سے اہلِ غناء اور اہلِ منفعت کے لئے نکالتا ہے کیونکہ مالِ غنیمت کا جو حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تھا آپ ﷺ کے بعد اس کا حقدار امام ہے جو اسے وہاں خرچ کرتا ہے جہاں نبی کریم ﷺ خرچ کرتے تھے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کا قول ہے۔ ایک فریق نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کا خمس صرف ان اصناف تک محدود ہے جو قرآن کریم میں ذکر کی گئی ہیں یعنی ذوی القربیٰ (حضور ﷺ کے قریبی رشتہ دار)، یتیم، مسکین اور مسافر کیونکہ جب حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو کسی امیر نے خمس کے مال سے ایک گدھا عطا کیا تو حضور ﷺ نے وہ واپس کر دیا کیونکہ حضرت مقداد ان مذکورہ اصناف سے نہیں تھے جبکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مالِ غنیمت سے تیس کھوج عطا کیے تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ خمس سے ہوں۔

دونوں قولوں میں سے صحیح قول یہ ہے کہ اس کے بارے میں امام غور و فکر کرے، اگر وہ خیال کرے کہ اسے عام مسلمانوں کی منفعت میں خرچ کیا جائے اور مذکورہ چاروں اصناف کو اس کی زیادہ احتیاج نہ ہو تو عام مسلمانوں پر خرچ کر دے ورنہ انہی چار اصناف سے ابتدا کرے اور بقیہ اپنی رائے کے مطابق جہاں چاہے صرف کر دے۔

ذوی القربیٰ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمارا خیال تھا کہ وہ بنی ہاشم ہیں لیکن ہمارے ساتھیوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ تمام قریش ذوی القربیٰ ہیں۔ آپ نے نجدہ حروری کی طرف لکھے گئے خط میں اسی طرح فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد

Marfat.com

وَ اِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىٕفَتَیْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ یَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ (الانفال)

"اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے ایک کا ان دو گروہوں سے کہ وہ تمہارے لئے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ نہتہ گروہ تمہارے حصہ میں آئے ۱ اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دے اپنے ارشادات سے اور کاٹ دے کافروں کی جڑ ۲

۱۔ یعنی بغیر جنگ کے مالِ غنیمت ہاتھ لگ جائے۔

امام کی قرابت میں بھی اختلاف ہے کہ آیا وہ اس آیت میں داخل ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ ائمہ ذوی القربیٰ میں داخل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی لقمہ کھلائے تو وہ اس نبی کے بعد اس کے خلیفہ کے لئے ہے یا فرمایا وہ اس کے بعد اس کے قائم مقام کے لئے ہے" آیت خمس کے معنی کے متعلق خمس کے خمس کی تقسیم میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابو العالیہ کا کہنا ہے کہ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (الانفال:۴۱) (تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ) سے مراد یہ ہے کہ خمس سے کعبہ شریف پر خرچ کرنے کے لئے حصہ نکالا جائے گا اور ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے اور بقیہ خمس چار اصناف کے لئے ہے۔ ایک فریق نے کہا خمس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے اور باقی ماندہ چار اصناف کے لئے ہے۔ ایک فریق کا قول ہے کہ سارا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے جو اسے ان مذکورہ اصناف اور دیگر مقامات پر خرچ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وللرسول صرف خرچ کرنے والے (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے شرف اور مالِ غنیمت کی پاکیزگی کے اظہار کے لئے فرمایا۔ اسی طرح مالِ فے کے بارے میں فرمایا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ الآیۃ۔ مالِ فے وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار کی زمینوں سے بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کی طرف پلٹا دیا لیکن آیاتِ صدقات میں اس طرح نہیں فرمایا اور نہ ان کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی نہ رسول کی طرف۔ کیونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے جو سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل کے لئے مناسب نہیں۔ لہٰذا ان صدقات کا ذکر یوں فرمایا: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ (توبہ:۶۰) (زکوٰۃ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو فقیر اور مسکین ہیں) یعنی زکوٰۃ صرف انہی مصارف کے لئے ہے یہ سب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور اس کی تفسیر ہے۔ غزوۂ حنین کے موقع پر جو مال حضور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو عطا فرمایا تھا جن کی دلداری مقصود تھی اس کے متعلق بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی کہ آیا وہ اصل مالِ غنیمت سے تھا یا خمس سے یا خمس کے خمس سے؟

Marfat.com

۲۔ یعنی اس واقعہ کے ساتھ جو بدر کے روز قریش کے بہادر سرداروں کے ساتھ پیش آیا۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ ۝

(الانفال)

''یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے ۱ تو سن لی اس نے تمہاری فریاد ۲ (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں''۔

۱۔ یہ اس لئے فرمایا کہ جب مسلمانوں نے دشمن کی کثرت اور اپنی قلت دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے (فتح ونصرت کی) دعا کرنے لگے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا اور تمہاری دعا کے باعث۔

فرشتوں کی جنگ کا بیان

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر فرمایا: بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ ۝ (الانفال) (ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں)۔ ایک اور آیت میں فرمایا: بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ؕ (آل عمران) (تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں)۔ اگر مردفین کو دال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار فرشتوں کے پیچھے تین ہزار اور فرشتے بھیجے۔ اس طرح اکثر اقل کے مددگار بنے اور تین ہزار ایک ہزار کے پیچھے آنے والے تھے، اور اگر فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ ایک ہزار تین ہزار کے پیچھے آنے والے تھے اور یہی وہ ہزار فرشتے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیا اور انہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ (الانفال: ۱۲) (پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) اور وہ مردوں کی شکل میں تھے اور مومنین کو کہتے تھے ثابت قدم رہو، تمہارا دشمن قلیل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو یہ فرمایا کہ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ (الانفال) (اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر) اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ بدر کے روز فرشتوں کی ہر ضرب کفار کے سروں اور جوڑوں پر ہی لگی اور مسلمان کفار کی گردنوں اور جوڑوں پر لگے سیاہ نشانات کے ذریعے پہچان لیتے تھے کہ ان کو فرشتوں نے قتل کیا ہے اور بقیہ کو مسلمانوں نے۔ حضرت ابن اسحاق نے ایک اور روایت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ زجاج نے کہا کہ بنان جس کا واحد بنانة ہے، انگلیوں کے پوروں اور بدن کے جوڑوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ اٰبَنَ بِالْمَكَانِ سے مشتق ہے۔

Marfat.com

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾ (الانفال)

''یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے[1] اور اتارا تم پر آسمان سے پانی[2] تاکہ پاک کردے تمہیں اس سے اور دور کردے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کردے تمہارے دلوں کو اور جمادے اس سے تمہارے قدموں کو[3]

۱۔ تم پر اس وقت تسکین نازل ہوئی جب تم بے خوف وخطر سو گئے۔

۲۔ اس بارش کا پانی جو اس رات اللہ تعالیٰ نے ان پر برسائی اور مشرکین کو پانی کی طرف بڑھنے سے روک دیا اور مسلمانوں کا راستہ اس کی طرف کھول دیا۔

۳۔ یعنی تاکہ شیطان کی وسوسہ اندازی تم سے دور کردے کیونکہ شیطان مسلمانوں کو ان کے دشمن سے خوفزدہ کر رہا تھا۔ اور تاکہ مسلمانوں کی خاطر زمین کو سخت کردے تاکہ مسلمان اپنی اس منزل تک پہنچ جائیں جس کی طرف ان کے دشمن نے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی مقام پر مقیم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ (الانفال:۱۱) (تاکہ پاک کردے تمہیں اس سے اور دور کردے تم سے شیطان کی نجاست) دشمن نے مسلمانوں سے پہلے گڑھے کھود کر اپنے لئے پانی ذخیرہ کر لیا تھا۔ مسلمانوں کو حدث اصغر اور حدث اکبر کی وجہ سے پانی کی ضرورت پیش آئی لیکن پانی تک ان کی رسائی مشکل تھی۔ شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ تم حق پر ہونے کے دعویدار ہو لیکن تمہارے دشمن تم سے پہلے پانی پر قبضہ جما چکے ہیں۔ تم پیاسے ہو اور بغیر وضو کے نماز پڑھنے پر مجبور ہو۔ تمہارے دشمن اس انتظار میں ہیں کہ پیاس تمہاری گردنیں کاٹ دے اور تمہاری قوتیں سلب کرلے۔ پھر وہ جیسے چاہیں تم پر اپنا تسلط جمالیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا، اس کے دہانے کھل گئے، مسلمان پاک صاف اور سیراب ہو گئے اور ان کے قدموں کے نیچے ریتلی اور شوریلی زمین سخت ہو گئی اور اس میں ان کے قدم جم گئے اور ان سے شیطان کی وسوسہ اندازی دور ہو گئی پھر وہ دشمن کی طرف اٹھے اور ان کے پانی پر غلبہ پالیا اور ان کے قریبی کنویں کو بند کر دیا۔ اس طرح کفار پیاسے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آئی اور حضور ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور دشمن کی طرف پھینک دی جس نے سارے لشکر کی آنکھوں کو بھر دیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال: ۱۷) ''اور (اے محبوب) نہیں پھینکی آپ

Marfat.com

مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت اور ترغیب جہاد کے متعلق نازل کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذۡ یُوۡحِیۡ رَبُّکَ اِلَی الۡمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیۡ مَعَکُمۡ فَثَبِّتُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ سَاُلۡقِیۡ فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الرُّعۡبَ فَاضۡرِبُوۡا فَوۡقَ الۡاَعۡنَاقِ وَ اضۡرِبُوۡا مِنۡہُمۡ کُلَّ بَنَانٍ ﴿ؕ۱۲﴾ (الانفال)

''یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو، میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب، سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر''۔

ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۳﴾

''یہ حکم اس لئے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے''۔

پھر فرمایا:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا زَحۡفًا فَلَا تُوَلُّوۡہُمُ الۡاَدۡبَارَ ﴿ۚ۱۵﴾ وَ مَنۡ یُّوَلِّہِمۡ یَوۡمَئِذٍ دُبُرَہٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوۡ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدۡ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ مَاۡوٰىہُ جَہَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۶﴾ (الانفال)

''اے ایمان والو! جب تم مقابلہ کرو کافروں کے لشکر جرار سے تو مت پھیرنا ان کی طرف (اپنی) پیٹھیں اور جو پھیرے گا ان کی طرف اس روز اپنی پیٹھ بجز اس صورت کے کہ پینترا بدلنے

نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی''۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی وہ ریت سارے لشکر پر پھیلا دی اور آپ کے بس میں تو صرف چند لوگوں تک اسے پہنچانا تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اسے سارے لشکر پر پھیلا دیا جب آپ نے ان میں سے چند لوگوں پر اسے پھینکا تھا۔ اور حضرت احمد بن یحییٰ فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نے ان کی طرف کنکریاں پھینکیں تو ان کے دلوں میں آپ نے رعب طاری نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے طاری کیا اور حضرت ہبۃ اللہ بن سلامہ نے فرمایا: رمی کا لفظ چار معانی سے مرکب ہے: اخذ (پکڑنا)، ارسال (پھینکنا)، اصابۃ (نشانے پر مارنا) اور تبلیغ (نشانے تک پہنچانا)۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو معانی اخذ اور ارسال کو نبی کریم ﷺ کے لئے قائم رکھا اور بقیہ دو معانی اصابۃ اور تبلیغ کی آپ سے نفی فرما کر اپنی ذات کے لئے ثابت فرمایا۔

Marfat.com

والا ہو لڑائی کے لئے یا پلٹ کر آنے والا ہو اپنی جماعت کی طرف تو وہ مستحق ہوگا اللہ کے غضب کا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے"۔

یعنی اپنی جماعت والوں کو دشمن کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لئے (ان کی طرف پلٹ کر آنے والا ہو) تا کہ جب وہ دشمن کا سامنا کریں تو پسپائی اختیار نہ کریں درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح ونصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے"۔

طلب فیصلہ کے متعلق نازل کردہ آیت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَکُمُ الۡفَتۡحُ ۚ وَ اِنۡ تَنۡتَہُوۡا فَہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَ اِنۡ تَعُوۡدُوۡا نَعُدۡ ۚ وَ لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡکُمۡ فِئَتُکُمۡ شَیۡئًا وَّ لَوۡ کَثُرَتۡ ۙ وَ اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۹﴾ (الانفال)

"(اے کفار) اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے تو (لو) آ گیا تمہارے پاس فیصلہ [1] اور اگر تم (اب بھی) باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر سزا دیں گے [2] اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو اور

جنگ کے روز پیٹھ پھیرنا اور اسلام کی واضح فتوحات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَا تُوَلُّوۡہُمُ الۡاَدۡبَارَ ﴿۱۵﴾ (الانفال) (تو مت پھیرنا ان کی طرف (اپنی) پیٹھیں)۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا صرف بدر کے روز اور اس جنگ عظیم میں گناہ کبیرہ ہے جو آخر زمانہ میں برپا ہوگی۔ دیگر علماء نے کہا ہے کہ جب امام جنگ میں حاضر ہو تو جنگ سے فرار ہونا گناہ کبیرہ ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنا نہ ہو۔ البتہ جب کوئی امام کی طرف بھاگ کر جائے تو وہ متحیز الی فئۃ (اپنی جماعت کی طرف پلٹنے والا) ہوگا کیونکہ جب مسلمانوں پر دشمن کے گھوڑوں کے حملے کی وجہ سے حضرت ابو عبید بن مسعود شہید ہوئے اور ان کی شہادت کی خبر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فرمایا: "ابو عبید بن مسعود میری طرف پلٹ کر کیوں نہیں آیا حالانکہ میں ہر مسلمان کے لئے فئۃ (پلٹنے کی جماعت) ہوں"۔ اسی کی مثل نبی اکرم ﷺ سے بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ موتہ سے لوٹنے والے صحابہ کرام کو جنہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ ہم بھاگنے والے ہیں، فرمایا: نہیں بلکہ تم لوٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہارے لئے پلٹنے کی جماعت کی حیثیت رکھتا ہوں" یہ مشہور حدیث ہے جسے میں نے

Marfat.com

یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے ۳ "۔

۱۔ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ ابوجہل نے دعا مانگی تھی: اے اللہ! ہم دونوں فریقوں میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور جو زیادہ غیر معروف باتیں کرنے والا ہے اسے کل ہلاک کر دے اور استفتاح کا معنی ہے دعا میں انصاف کرنا۔

۲۔ اللہ جل شانہ قریش کو فرماتا ہے اور اگر اب بھی تم باز آ جاؤ تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر اسی طرح کی سزا دیں گے جس طرح ہم نے تم کو بدر کے روز دی تھی۔

۳۔ یعنی تمہاری کثرت تعداد تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی اور میں اہل ایمان کے ساتھ ہوں، ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی مدد کروں گا۔

مختصراً بیان کیا ہے۔ وہ تعداد جس کے ہوتے ہوئے بھاگنا حرام ہو جاتا ہے یہ ہے جب ایک کا ایک کے ساتھ یا ایک کا دو کے ساتھ مقابلہ ہو البتہ جب ایک کا تین کے ساتھ مقابلہ ہو تو بھاگنے والے کے لئے اس کا فرار معیوب نہیں ہوگا خواہ وہ متحیز الی فئۃ (اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنے والا) ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابوالولید بن رشد نے اپنے مقدمات میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے تین گنا اور اس سے زائد دشمن کے سامنے سے بھاگنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: "بارہ ہزار کا لشکر اپنی قلت کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوگا"۔ ابتدا میں ایک شخص کے لئے دس آدمیوں کا سامنا کرنا لازم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرما دی اور اس ارشاد کے ذریعے پہلے حکم کو منسوخ فرما دیا: اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے اور یہی علماء کا قول ہے لیکن اس میں نسخ کا قول واضح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ...... (الانفال: 65) (اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے......) جملہ خبریہ ہے اور نسخ خبر میں جاری نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ...... (الانفال: 66) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلی آیت کا حکم منسوخ ہے اور وہ دس آدمیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ لہٰذا آیت کے ظاہری اور باطنی دو حکم ہیں۔ اس کا ظاہری حکم خبر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ دس آدمی سو پر غالب آئیں گے اور اس کا باطنی حکم سو کے سامنے ثابت قدمی کا وجوب ہے۔ اس حکم پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى

Marfat.com

مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی ترغیب

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ (الانفال)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ روگردانی کرو اس سے حالانکہ تم سن رہے ہو"۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہ کرو حالانکہ تم اس کا ارشاد سن رہے ہو اور یقین رکھتے ہو کہ وہ ارشاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ (الانفال)

"اور نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے"۔

یعنی منافقین کی طرح نہ بن جانا جو ظاہرا اس کی اطاعت کرتے ہیں اور باطنا اس کی نافرمانی کرتے ہیں"۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ (الانفال)

"بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے"۔

یعنی میرے نزدیک سب سے بدتر مخلوق منافقین ہیں جن کی مثل بننے سے میں نے تمہیں منع کیا، وہ بھلائی کی باتوں سے گونگے اور حق بات سے بہرے ہیں۔ جنہیں یہ احساس نہیں کہ حکم کی مخالفت میں وہ کس عذاب اور مصیبت کے مستحق ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ (الانفال)

"اور اگر جانتا اللہ تعالیٰ ان میں خوبی تو انہیں ضرور سنا دیتا اور اگر سنا دیتا انہیں (قبول حق کے ارادے کے بغیر) تو وہ پیٹھ پھیر دیتے روگردانی کرتے ہوئے"۔

(الانفال:65) (برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر) لہٰذا نسخ کا تعلق اس باطنی حکم کے ساتھ ہے اپنی جگہ پر سچے وعدہ کے طور پر باقی رہی جس کا مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام اور خلافت فاروقی میں مشاہدہ کیا جب عراق اور شام میں رومیوں اور فارس کے ساتھ جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں میں لاکھوں مشرکین کو شکست ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عراق سے شام کی طرف بڑھتے ہوئے ایک لاکھ مشرکین کو شکست دی حالانکہ ان کے

Marfat.com

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان منافقین میں کوئی خوبی جانتا تو انہیں حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرما دیتا لیکن ان کے دل اس بارے میں ان کی زبانوں کے مخالف ہیں اور وہ حق پر عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں۔ اگر یہ منافق لوگ تمہارے ساتھ جہاد میں شریک بھی ہوتے تو روگردانی کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتے اور تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرتے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ (الانفال)

"اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں"۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں جہاد کی طرف بلائیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت کی پستیوں سے اٹھا کر عزت کی بلندیوں تک پہنچایا اور تمہاری کمزوری دور کر کے تمہیں قوت و طاقت بخشی اور کفار کے مصائب و آلام کے بعد ان کے مقابلے میں تمہارا دفاع کیا۔ تو ان کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاؤ۔

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ (الانفال)

"اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک میں (ہر وقت) ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں اچک نہ لے جائیں تمہیں لوگ پھر اللہ نے پناہ دی تمہیں اور طاقت بخشی تمہیں اپنی نصرت سے اور عطا کیں تمہیں پاکیزہ چیزیں تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ"۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الانفال)

"اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو"۔

یعنی ایسا نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق حق کا اظہار تو کرو لیکن پوشیدہ طور پر اس کی

اپنے لشکر کی تعداد پانچ ہزار سے بھی کم تھی بلکہ میں نے شام کی بعض فتوحات میں ملاحظہ کیا کہ ایک دفعہ شام کے مسلمانوں کے لئے عراق سے کمک آئی۔ اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہزار سوار تھے جبکہ رومیوں کے پاس چار لاکھ فوج تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک لاکھ کا مقابلہ کیا اور ان کی جمعیت کو منتشر کر کے انہیں شکست دی۔ اسی طرح اہل قادسیہ

Marfat.com

نافرمانی کرو کیونکہ اس میں تمہاری امانتوں کا ضیاع ہے اور اپنی جانوں کے ساتھ خیانت ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝۲۹ (الانفال)

"اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو وہ پیدا کردے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت اور ڈھانپ دے گا تم سے تمہارے گناہ اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ بڑے فضل (و کرم) والا ہے"۔

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تم میں حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے کی قوت پیدا کردے گا تاکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہارے حق کو غالب فرمادے اور تمہارے مخالفین کے باطل کو مٹادے۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اس وقت کی گئی اپنی نعمت کا ذکر فرمایا جب کفار نے آپ کے بارے میں خفیہ تدبیریں کیں تاکہ وہ آپ ﷺ کو قید کردیں یا شہید کردیں یا جلاوطن کردیں۔ فرمایا:

وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۝۳۰ (الانفال)

"وہ بھی خفیہ تدبیریں کررہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرمارہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنی پختہ خفیہ تدبیر فرمائی یہاں تک کہ حضور ﷺ کو ان سے نجات عطا فرمادی۔

قریش کی جہالت اور اپنے خلاف بددعا

پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کی جہالت اور ان کے اپنے خلاف بددعا کرنے کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے کہا:

نے رستم کی فوج کو شکست دی اور رستم کو قتل کر ڈالا حالانکہ رستم کی فوج دولاکھ سے زائد تھی اور مسلمان اس تعداد کا دسواں حصہ بھی نہ تھے۔ رستم کی فوج نے قلعوں کی مانند مضبوط ہاتھیوں پر سوار ہو کر حملہ کیا تھا لیکن مسلمانوں کے سامنے وہ ہاتھی بھاگ اٹھے اور سواروں کو ہلاک کردیا اور کوئی بھی اپنے شہر کی طرف واپس نہ لوٹ سکا۔ اسی طرح افریقہ اور اندلس میں حضرت موسیٰ بن نصیر کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی فتح و

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ (الانفال)

''اے اللہ! اگر ہو یہی (قرآن) ۱ سچ تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے ۲ یا لے آ ہم پر دردناک عذاب ۳

۱۔ جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔

۲۔ جس طرح تو نے قوم لوط پر پتھر برسائے۔

۳۔ یعنی اس طرح کا کوئی عذاب جیسا ہم سے پہلی امتوں کو تو نے دیا۔ کفار کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب نہیں دے گا کیونکہ ہم اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی موجودگی میں کسی امت کو عذاب نہیں دیا یہاں تک کہ اس نبی کو اس امت سے نکال لیا اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مغفرت طلب کرتے ہیں لہٰذا ان پر بھی عذاب نازل نہیں ہوگا۔ تو جب ان کی بداعمالیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور عدم واقفیت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الانفال)

''اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں''۔

یہ ان کے اس قول کی وجہ سے فرمایا کہ ہم مغفرت طلب کرتے ہیں درآنحالیکہ محمد (ﷺ) ہمارے درمیان موجود ہیں۔ پھر فرمایا:

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ (الانفال)

''(مکہ سے آپ کی ہجرت کے بعد) اب کیا وجہ ہے ان کے لئے کہ نہ عذاب دے انہیں

نصرت ظاہر ہوئی۔ ان واقعات کو پڑھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ سچ ہے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ الحمدللہ۔

حضرت نقاش نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (الانفال: ۶۵) (اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آجائیں گے دو سو پر) کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان صبر سے کام لیں تو اپنے سے دس گنا زیادہ لشکر پر غالب آجائیں گے اور

Marfat.com

اللہ ۱؎ حالانکہ وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے ۲؎ اور نہیں ہیں وہ اس کے متولی۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں ۳؎ لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں جانتی''۔

۱۔ اگرچہ آپ ان کے درمیان موجود ہیں اور اگرچہ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں اپنے قول کے مطابق۔

۲۔ یعنی ان کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندۂ خاص پر ایمان لائے یعنی آپ کو اور آپ کے متبعین کو۔

۳۔ جو اس کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہیں اور اس کے پاس نماز قائم کرتے ہیں یعنی آپ اور آپ پر ایمان لانے والے مومنین۔

وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّ تَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾ (الانفال)

''اور نہیں تھی ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس ۱؎ بجز سیٹی اور تالی بجانے کے ۲؎ سو چکھو اب عذاب بوجہ اس کے کہ تم کفر کیا کرتے تھے ۳؎''۔

۱۔ جس نماز کے متعلق وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان کے لئے نجات کا باعث ہوگی۔

۲۔ **بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام**

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مکاء کا معنی سیٹی بجانا اور تصدیۃ کا معنی تالی بجانا ہے۔ عنترہ بن عمرو بن شداد العبسی نے کہا:

وَ لَرُبَّ قِرْنٍ قَدْ تَرَكْتُ مُجَدَّلًا   تَمْكُو فَرِيصَتُهُ كَشِدْقِ الْأَعْلَمِ

''کتنی ہی قوموں کو میں نے بچھاڑ کر رکھ دیا جن کی رگوں سے اس طرح آواز نکلتی تھی جس طرح اِس شخص کی باتوں سے نکلتی ہے جس کا اوپر والا ہونٹ پھٹا ہوا ہو''۔

یعنی تمکو کا معنی ہے نیزہ زنی کے ذریعے خون کے نکلنے کی آواز جو سیٹی کی آواز کی مانند ہوتی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدہ کا شعر ہے اور طرماح بن حکیم طائی نے کہا:

ان کے اس غلبہ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سب سلامت رہیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جو زندہ رہے گا وہ اپنے اہل دین کا کفر پر غلبہ اور تسلط دیکھ لے گا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں یہ بات باعث قدح نہیں کہ صبر کرنے والوں میں سے کچھ لوگ شہید ہو جائیں۔ بلکہ یہ آیت تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

Marfat.com

لَهَا كُلَّمَا رِيعَتْ صَدَاةٌ وَ رَكْدَةٌ بِمُصْدَانِ اَعْلَى ابْنَىْ شِمَامِ الْبَوَائِنِ

''یعنی جب بھی اسے ڈرایا جائے تو وہ دو اونچے پہاڑوں کے اوپر ایک محفوظ مقام پر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ پتھروں پر مارتی ہے پھر رک جاتی ہے تو اس کے ہاتھوں کے پتھروں کے ساتھ ٹکرانے سے تالی کی طرح آواز سنائی دیتی ہے''۔ یہ طرماح کے قصیدہ اردیہ کا شعر ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ ایسی عبادت تھی جس پر اللہ تعالیٰ نہ رضامند تھا، نہ اسے پسند تھی، نہ اس نے ان پر فرض فرمائی اور نہ انہیں اس کا حکم دیا۔

۳۔ یعنی اب اپنے کفر کی وجہ سے بدر کے روز قتل و غارت کا عذاب چکھو۔

غزوۂ بدر اور سورۂ مزمل کے نزول کی درمیانی مدت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ حضرت عباد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا سورۂ مزمل کی آیت یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّجَحِیْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳﴾ (مزمل: ۱۱،۱۳) (آپ چھوڑ دیں مجھے اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں ہمارے پاس ان کے لئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب) کے نزول کے درمیان تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز قریش کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا انکال نکل کی جمع ہے اس کا معنی ''بیڑیاں'' ہے۔ رؤبہ بن عجاج نے کہا:

یَكْفِیكَ نِكْلِیْ بَغْیَ كُلِّ نِكْلِ

''ہر بیڑی کی جگہ تجھے میری ایک بیڑی ہی کافی ہے''۔

وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (توبہ) ''جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور نہ روز قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں جنہیں کتاب

Marfat.com

یہ اس کے ایک ارجوزہ کا شعر ہے۔

ابوسفیان کے معاونین کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۙ (الانفال)

"بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ ان کے لئے باعث حسرت و افسوس، پھر وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے"۔

اس آیت کریمہ کا مصداق کفار کا وہ گروہ ہے جو ابوسفیان اور قریش کے ہر اس شخص کے پاس گئے جس کا اس تجارتی قافلہ کے مال میں حصہ تھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے میں اس مال کے ذریعے ان کی مدد کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ (الانفال)

"فرما دیجئے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آ جائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں جو ہو چکا اور اگر وہ (پہلے کرتوت) دہرائیں تو گزر چکا ہے (ہمارا) طریقہ پہلے (نافرمانوں) کے ساتھ" یعنی ان کے ساتھ جنہیں بدر کے روز قتل کر دیا گیا۔

کفار کے ساتھ جہاد کا حکم

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ۝ (الانفال)

دی گئی ہے یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں"۔ اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت آ گیا اور مسلمان اس وعدہ کے مطابق غالب آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے اور جو معنی ہم نے پہلے ذکر کیا ہے وہ زیادہ واضح ہے۔

Marfat.com

"اور (اے مسلمانو) لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہو جائے دین پورے کا پورا اللہ کے لئے ۱؎ تو پھر اگر وہ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے، اور اگر وہ روگردانی کریں ۲؎ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے ۳؎ وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے۔

۱۔ یعنی اے مسلمانو! ان کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کسی مومن کو اس کے دین کے متعلق فتنہ میں مبتلا نہ کیا جائے اور توحید خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے جس میں اس کا کوئی شریک اور مدمقابل نہ رہے۔

۲۔ یعنی اگر وہ آپ کے حکم سے روگردانی کر کے اپنے کفر پر ہی ڈٹے رہیں۔

۳۔ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے جس نے تمہیں عزت بخشی اور بدر کے روز ان کی کثرت اور تمہاری قلت کے باوجود تمہیں ان پر فتح عطا فرمائی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق نازل کردہ آیات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کے مصارف اور اس کے احکام سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ (الانفال)

"اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

یعنی اس دن جس روز میں نے اپنی قدرت کے ساتھ حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا۔ یہ وہ دن تھا جس روز تمہارا اور ان (کفار) کا لشکر آمنے سامنے ہوا تھا۔

وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (الانفال:۴۹) (یاد کرو جب کہہ رہے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا)۔ یہ آیت کریمہ ان اہل

Marfat.com

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾ (الانفال)

"جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکر کفار) دور والے کنارے پر تھا اور (تجارتی) قافلہ نیچے کی طرف تھا تم سے ۱؎ اور اگر تم لڑائی کے لئے وقت مقرر کرتے تو پیچھے رہ جاتے وقت مقرر سے ۲؎ لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لئے تھی) تا کہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا ۳؎ تا کہ ہلاک ہو جسے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ رہے جسے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے جاننے والا ہے ۴؎"۔

۱۔ یعنی ابوسفیان کے اونٹوں کا قافلہ جس کو تم پکڑنے کے لئے نکلے تھے اور کفار جس کا دفاع کرنے کے لئے نکلے تھے، اس مقصد کے لئے نہ تم نے کوئی وقت مقرر کیا تھا اور نہ کفار نے۔

۲۔ یعنی اگر اس مقصد کے لئے تمہاری طرف سے اور کفار کی طرف سے کوئی وقت مقرر ہوتا پھر تمہیں ان کی کثرت اور اپنی قلت کا علم ہوتا تو تم ان کا مقابلہ نہ کر سکتے۔

۳۔ یعنی یہ سب کچھ اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی آزمائش کے اسلام اور اہل اسلام کی عزت اور کفر اور اہل کفر کی ذلت کا جو ارادہ فرمایا تھا اسے پورا کر دکھائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے ایسا کر دکھایا۔

۴۔ یعنی تا کہ جو کفر اختیار کرنا چاہے تو آیت وعبرت کے ذریعے قائم کیے گئے دلائل دیکھنے کے بعد اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے اور جو ایمان لانا چاہے تو وہ بھی اسی طرح دلائل دیکھنے کے بعد ایمان لائے۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر اپنے لطف وکرم اور آپ کی خاطر اپنی خفیہ تدبیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرٰىكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنٰزَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَ

مکہ کے متعلق نازل ہوئی جو ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہ کی پھر مشرکین کے ہمراہ بدر کی طرف نکل پڑے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی قلت کا مشاہدہ کیا تو شک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے غَرَّ هٰؤُلَاءِ دِيْنُهُمْ کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے۔ ان میں سے قیس بن ولید بن مغیرہ،

Marfat.com

لٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝ (الانفال)

"یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار خواب میں قلیل اور اگر دکھایا ہوتا آپ کو لشکر کفار کثیر تعداد میں تو ضرور تم لوگ ہمت ہار دیتے اور آپس میں جھگڑنے لگتے اس معاملہ میں لیکن اللہ نے (تمہیں) بچالیا۔ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں ہے"۔

پس اللہ تعالیٰ نے جو بطور احسان آپ ﷺ کو لشکر کفار کی تعداد قلیل دکھائی، دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا اور کفار کی کثرت تعداد کا مسلمانوں پر جو خوف طاری تھا اسے دور فرمادیا یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ وہ ان کے دلوں کی کیفیت کو خوب جانتا ہے۔

وَ اِذۡ یُرِیۡکُمُوۡہُمۡ اِذِ الۡتَقَیۡتُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِکُمۡ قَلِیۡلًا وَّ یُقَلِّلُکُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِہِمۡ لِیَقۡضِیَ اللّٰہُ اَمۡرًا کَانَ مَفۡعُوۡلًا ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۝ (الانفال)

"اور یاد کرو جب اللہ نے دکھایا تمہیں لشکر کفار جب تمہارا مقابلہ ہوا تمہاری نگاہوں میں قلیل اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں تا کہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا"۔

یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور کفار کو جنگ کے ساتھ مانوس کر دے تا کہ وہ اس سے انتقام لے جس سے اس نے انتقام لینے کا ارادہ فرمارکھا ہے اور اپنے اہل ولایت پر انعام فرمائے جن پر اس نے انعام فرمانے کا ارادہ فرمارکھا ہے۔

مسلمانوں کو وعظ ونصیحت اور جنگی تدابیر کی تعلیم

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وعظ ونصیحت فرمائی اور ان تدابیر کی تعلیم دی جو انہیں اپنی جنگ کے دوران اپنانی چاہئیں۔ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَۃً فَاثۡبُتُوۡا وَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ لَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَ تَذۡہَبَ رِیۡحُکُمۡ وَ اصۡبِرُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ (الانفال)

"اے ایمان والو! جب جنگ آزما ہو کسی لشکر سے تو ثابت قدم رہو اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور آپس

قیس بن فاکہ اور ایک جماعت تھی جن کے اسماء ابوبکر نقاش نے ذکر کئے ہیں (1) یہی وہ لوگ ہیں جو قتل کیے گئے۔ پس فرشتوں نے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ضربیں لگائیں۔

1۔ ان میں حارث بن زمعہ بن اسود، عاص بن منبہ بن حجاج اور علی بن امیہ بن خلف بھی شامل تھے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر زیر آیت ہذا۔

Marfat.com

میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمہاری ہوا [2] اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے [3]"۔

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو جس کی خاطر تم نے اپنی جانیں خطرے میں ڈال دیں اور اس کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔

۲۔ یعنی آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے معاملات بکھر جائیں گے اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔

۳۔ یعنی میں اس وقت تمہارے ساتھ ہوں جب تم صبر کرو گے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ (الانفال)

"اور (دیکھو) نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لئے"۔

یعنی تم ابوجہل اور اس کے چیلوں کی طرح نہ بن جانا جنہوں نے کہا تھا ہم واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ بدر میں جا کر اونٹ ذبح کریں گے، شراب پئیں گے اور لونڈیوں کے ناچ گانے سنیں گے تا کہ پورے عرب پر ہماری دھاک بیٹھ جائے، یعنی اے مسلمانو! تمہارا مقصد ریاکاری، نمود و نمائش اور جھوٹی شہرت کا حصول نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمہارا مقصد محض جہاد، نصرتِ دین اور اپنے نبی ﷺ کی مدد ہونا چاہیے۔ تم صرف اسی کے لئے عمل کرو اور صرف اسی کی خواہش رکھو۔

شیطان کی وسوسہ اندازی اور اس کا فرار

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (الانفال)

"اور یاد کرو جب آراستہ کر دیے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا"۔

نبی کریم ﷺ کے متعلق اخنس اور ابوجہل کی رائے

اِنْخَنَسَ کا معنی ہے پیچھے ہٹنا۔ چونکہ بدر کے روز ابی بن شریق تقریباً تین سو قریشیوں کو لے کر

Marfat.com

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس آیت کریمہ کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کا ذکر کرتے ہوئے ان کی جان کنی کی حالت اور ان کے مختلف اوصاف بیان فرمائے اور اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کی خبر دی یہاں تک کہ یہ ارشاد فرمایا:

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۝ (الانفال)

''پس اگر آپ پائیں انہیں (میدانِ) جنگ میں تو (انہیں عبرتناک سزا دے کر) منتشر کر دو انہیں جو ان کے پیچھے ہیں، شاید وہ سمجھ جائیں''۔

جہاد کی تیاری کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۝ (الانفال)

''اور تیار رکھو ان کے لئے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تاکہ تم خوفزدہ کر دو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور دوسرے لوگوں کو ان کھلے دشمنوں کے علاوہ۔ تم نہیں جانتے ہو انہیں (البتہ) اللہ جانتا ہے انہیں اور جو چیز خرچ کرو گے راہِ خدا میں اس کا اجر پورا پورا دیا جائے گا تمہیں اور (کسی طرح) تم پر ظلم نہیں کیا

پیچھے ہٹ گیا تھا اس لئے اسے اخنس کہا جانے لگا۔ اس کا پورا نام اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب بن علاج بن ابی سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد العزی بن غیرہ ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب لشکر اسلام اور لشکر کفار کا آمنا سامنا ہوا تو ابی بن شریق نے ابوجہل سے تنہائی میں پوچھا: کیا تو (سید الانبیاء) محمد (ﷺ) کو جھوٹا خیال کرتا ہے؟ ابوجہل نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں حالانکہ ہم انہیں اسی وجہ سے امین کہتے تھے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب بنی عبد مناف میں پہلے ہی سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب)، رفادہ (حاجیوں کی مہمان نوازی کا منصب) اور مشورہ کے منصب جمع ہو چکے ہیں، اگر نبوت بھی انہیں مل گئی تو ہمارے لئے کیا بچے گا''۔ اس وقت اخنس بنی زہرہ کو لے کر واپس چلا گیا لیکن ابلیس اپنے سارے چیلوں کو اکٹھا کر کے لشکر کفار میں شامل ہو گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ اترے جو انسانی شکل میں تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

Marfat.com

جائے گا''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لئے آخرت میں اس کا اجر اور دنیا میں اس کا فوری بدل ضائع نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾ (الانفال)

''اور اگر کفار مائل ہوں صلح کی طرف تو آپ بھی مائل ہو جایئے اس کی طرف ۱؎ اور بھروسہ کیجئے اللہ تعالیٰ پر ۲؎ بیشک وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے''۔

۱۔ یعنی اگر وہ آپ کو اسلام پر صلح کی دعوت دیں تو آپ اس پر ان سے صلح کر لیجئے۔

۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جَنَحُوا لِلسَّلْمِ کا معنی ہے وہ صلح کرنے کے لئے آپ کی طرف مائل ہوں۔ جنوح کا معنی مائل ہونا ہے۔ لبید بن ربیعہ نے کہا:

جُنُوحُ الْهَالِكِيِّ عَلَى يَدَيْهِ مُكِبًّا يَجْتَلِي نُقَبَ النِّصَالِ

نے پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میمنہ سنبھال لیا اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میسرہ اور ان کے پیچھے دیگر فرشتوں کی کمک بھی موجود تھی جنہوں نے قتال میں حصہ نہ لیا۔ یہی وہ ہزاروں فرشتے ہیں جن کا ذکر سورۂ آل عمران میں موجود ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صفوں کے درمیان تھے لیکن دیگر فرشتوں کی طرح قتال میں حصہ نہ لیا۔ مسلمانوں کا ہر آدمی فرشتوں کو کسی جانی پہچانی انسانی شکل میں دیکھتا۔ فرشتہ اسے کہتا یہ کفار کچھ بھی نہیں، تو ان پر حملہ کر دے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مفہوم ہے: فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الانفال: ۱۲) (پس ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) یہ تفسیر حضرت ابن اسحاق سے حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں مذکور ہے۔

اسی کی مثل حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِيكَالُ مَعَكَ وَجِبْرِيلُ كِلَاهُمَا مَدَدٌ لِنَصْرِكَ مِنْ عَزِيزٍ قَادِرِ

''(یا رسول اللہ ﷺ) حضرت میکائیل اور حضرت جبرئیل (علیہما السلام) دونوں آپ کے ساتھ ہیں، وہ دونوں عزیز اور قادر (رب) کی طرف سے آپ کی فتح ونصرت کے لئے (آپ کے) مددگار ہیں''۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بدر کے روز مسلمانوں کے ساتھ ستر جن بھی تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے۔

Marfat.com

"صیقل کرنے والے کا منہ کے بل اپنے ہاتھوں پر جھکاؤ نیزوں کے زنگ کو دور کر دیتا ہے"۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور السلم کا معنی صلح بھی ہے۔ کتاب اللہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ (سورۂ محمد: ۳۵) "(اے فرزندانِ اسلام) ہمت مت ہارو اور (کفار کو) صلح کی دعوت مت دو، تم ہی غالب آؤ گے"۔

اسے اِلَى السِّلْمِ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا بھی وہی معنی ہے۔ زہیر بن ابی سلمٰی نے کہا:

وَ قَدْ قُلْتُمَا اِنْ نُدْرِكِ السِّلْمَ وَاسِعًا بِمَالٍ وَ مَعْرُوْفٍ مِّنَ الْقَوْلِ نَسْلَمِ

اور تم دونوں نے کہا تھا کہ اگر ہم مال و دولت اور خوش کلامی کے ساتھ صلح حاصل کر لیں تو ہم سلامت رہیں گے۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے یہ روایت پہنچی کہ حضرت حسن بن ابی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسِّلْمِ میں السلم سے مراد اسلام ہے۔ کتاب اللہ میں ہے

آخرین کون ہیں؟

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ (الانفال: ۶۰) انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آخرین سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ منافقین ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ یہودی ہیں لیکن صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ جن ہیں کیونکہ ابن ملیکی نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے آخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ کے متعلق فرمایا یہ جن ہیں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَخْبِلُ اَحَدًا فِیْ دَارٍ فِيْهَا فَرَسٌ عَتِيْقٌ(1) "بیشک شیطان اس گھر میں کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا جس میں ایک عمدہ گھوڑا ہو"۔ اسے حضرت حارث نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ یہ شعر بھی ذکر کیا ہے:

جُنُوْحُ الْهَالِكِيِّ عَلٰى يَدَيْهِ مُكِبًّا يَجْتَلِيْ نُقَبَ النِّصَالِ

الهالکی کا معنی ہے صیقل کرنے والا اور نُقَبَ النِّصَالِ سے مراد لوہے کا زنگ ہے۔ اس کا واحد نُقْبَةٌ ہے۔

1۔ دیکھئے المطالب العالیہ ابن حجر 3630، تفسیر قرطبی 38/8، تفسیر ابن کثیر 317/2۔ علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند اور متن دونوں صحیح نہیں ہیں۔

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (بقرہ: ۲۰۸) (اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے) اور اسے فِی السَّلْمِ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنی بھی اسلام ہے۔

امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

فَمَا اَنَابُوْا لِسَلْمٍ حِیْنَ تُنْذِرُهُمْ رُسُلُ الْاِلٰهِ وَ مَا كَنُوْا لَهٗ عَضُدًا

"جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے انہیں ڈرایا تو نہ وہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور نہ اس کے دست و بازو بنے"۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔ اہل عرب ایک کڑے والے ڈول کو بھی سلم کہتے ہیں۔ بنی قیس بن ثعلبہ کے ایک شاعر طرفہ بن عبد نے اپنی ایک اونٹنی کے وصف میں کہا:

لَهَا مِرْفَقَانِ اَفْتَلَانِ كَاَنَّمَا تَمُرُّ بِسَلْمَیْ دَالِجٍ مُتَشَدِّدِ

"اس کی ایسی دو کہنیاں ہیں جو اپنے پہلوؤں سے بہت بعید ہیں، گویا کہ وہ کنویں اور حوض کے درمیان چلنے والے ایک مضبوط شخص کے ہاتھوں میں دو ڈول ہیں جنہیں وہ اپنے کپڑوں سے دور رکھے ہوئے ہے"۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

وَ اِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ۙ۝ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ (الانفال)

"اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (تو آپ فکر مند کیوں ہوں) بیشک کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ۔ وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے اور اسی نے الفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں ۱ اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں، لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان ۲ بلا شبہ وہ زبردست ہے حکمت والا ہے"۔

۱۔ اس ہدایت کی الفت پیدا کر دی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا۔

۲۔ اپنے اس دین کے ذریعے جس پر اس نے ان کو جمع فرما دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

يَآ اَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يَآ اَيُّهَا النَّبِىُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ (الانفال)

''اے نبی (مکرم)! کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے۔ اے نبی! برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر، اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی (صبر کرنے والے) تو غالب آئیں گے ہزار کافروں پر کیونکہ یہ کافر وہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے''۔

یعنی یہ کافر وہ لوگ ہیں جو کسی نیت، حق یا خیر وشر کی معرفت کی بناء پر جنگ نہیں کرتے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی نجیح نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ حکم شاق گزرا کہ بیس آدمی سو آدمیوں کا اور سو آدمی ایک ہزار آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرمادی اور اس پہلی آیت کو دوسری آیت نے منسوخ کردیا۔ ارشاد فرمایا:

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ (الانفال)

''اب تخفیف کردی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے، تو اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوئے تم میں سے ایک ہزار (صابر) تو وہ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

فرمایا پس جب مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں نصف ہو تو ان کے لئے راہ فرار اختیار کرنا جائز نہیں لیکن اگر ان کی تعداد نصف سے بھی کم ہو تو ان پر قتال واجب نہیں بلکہ دشمن سے کنارہ کش ہونا جائز ہے۔

قیدیوں اور اموالِ غنیمت کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں کے متعلق عتاب فرمایا اور

Marfat.com

اموالِ غنیمت کی حلت کا حکم نازل فرمایا حالانکہ نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی نبی کے لئے دشمن سے حاصل شدہ مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن حسین نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رعب سے میری مدد کی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی اور اسے طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا، مجھے جوامع الکلم (قلیل الفاظ میں کثیر معانی) عطا کئے گئے، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا حالانکہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں''۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بدر کے اموالِ غنیمت

اس سورت میں ذکر کیا گیا: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ (الانفال: ۶۸) یعنی اگر یہ حکم الٰہی پہلے سے نہ ہوتا کہ (سید الانبیاء) محمد (ﷺ) اور آپ کی امت کے لئے مالِ غنیمت حلال ہے تو تمہیں ضرور بڑی سزا پہنچتی بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! مجھ پر اس درخت سے بھی کم تمہارا عذاب پیش کیا گیا اور فرمایا اگر وہ عذاب تم پر نازل ہو جاتا تو سوائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی نجات نہ پاتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ قیدیوں کو زخموں سے چور چور کر کے قتل کر دیا جائے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ انہیں زندہ رکھا جائے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ہی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال: ۶۹) (سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ)۔ حضرت ابوعبید نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ بدر کے روز حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے جنگی قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو جلا وطن کیا اس لئے ان کی گردنیں اڑا دیجئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ ایک ایسی وادی میں ہیں جس میں کثیر ایندھن ہے، آپ اس ایندھن کی آگ جلایئے اور ان لوگوں کو اس آگ میں پھینک دیجئے۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا: اللہ تعالیٰ تیرے رشتہ داروں کو تجھ سے لاتعلق کر دے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ آپ کا کنبہ، آپ کا خاندان اور آپ کی

Marfat.com

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (الانفال)

''نہیں مناسب نبی کے لئے [۱] کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں [۲] تم چاہتے ہو دنیا کا سامان [۳] اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لئے) آخرت [۴] اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) دانا ہے''۔

۱۔ یعنی آپ سے پہلے کسی نبی کے لئے مناسب نہیں تھا۔

۲۔ یعنی اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کر کے اسے اس سرزمین سے جلاوطن کر دے۔

قوم ہیں، ان سے درگزر فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل ان لوگوں کو نارِ جہنم سے نجات بخشے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، کچھ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق تھے اور کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ۔ کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ان دو آدمیوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ بے شک ان دونوں کی مثال تمہارے ان بھائیوں کی طرح ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی تھی: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ (اے ہمارے رب! برباد کر دے ان کے مالوں کو)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ..... (اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ...... (پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو (اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بے شک تو غفور رحیم ہے)۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دل پتھروں کی طرح سخت کر دیتا ہے اور کچھ لوگوں کے دلوں کو دودھ سے بھی زیادہ نرم کر دیتا ہے۔ بے شک تم تنگدست ہو اس لئے ان میں سے کسی کو بھی فدیہ یا گردن زدنی کے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا''۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سوچا ''سوائے سہل بن بیضاء کے (کہ اسے رہا کر دیا جائے) کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا''۔ یہ سوچ کر میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ کس وقت پتھر برستے ہیں پھر میں نے سوچا ان کا معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا:

Marfat.com

۳۔ یعنی جنگی قیدیوں سے فدیہ وصول کرنا چاہتے ہو۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق دین کے غلبہ کے لئے کفار کو قتل کرنا چاہتا ہے جو دین آخرت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۶۸ (الانفال)

"اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے (کہ خطائے اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے بڑی سزا"۔

یعنی اگر میرا یہ حکم پہلے سے نہ ہوتا کہ میں منع کرنے سے پہلے عذاب نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ نے ابھی تک مسلمانوں کو منع نہیں فرمایا تھا۔ تو جو کچھ تم نے کیا یعنی قیدی اور اموالِ غنیمت جمع کیے،

سوائے سہل بن بیضاء کے (کہ اسے رہا کر دیا جائے) یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی -- حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ سہل بن بیضاء حضرت سہیل کا بھائی تھا اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شرکت کی -- پھر نبی کریم ﷺ نے کسی سے فدیہ نہ لیا بلکہ بعض کو بطورِ احسان رہا کر دیا اور بعض کو مسلمان قیدیوں کی رہائی کے بدلے آزاد کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا (الانفال: ۶۷) "تم چاہتے ہو دنیا کا سامان یعنی فدیہ"۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے کو جائز اور حلال قرار دیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان قیدیوں کے ساتھ جو سلوک فرمایا کہ یا تو بطورِ احسان رہا کر دیا یا اپنے قیدیوں کے بدلے آزاد کر دیا، یہ فدیہ لینے سے افضل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (سورۂ محمد: ۴) (بعد ازاں یا تو احسان کر کے ان کو رہا کر دو یا ان سے فدیہ لو) میں بطورِ احسان رہائی کو مقدم ذکر فرمایا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار فرمایا اور اسے ترجیح دی۔

جہاں تک قیدیوں کے مسئلہ میں فقہائے کرام کے مذاہب کا تعلق ہے تو حضرات اوزاعی، سفیان اور امام مالک رحمہم اللہ قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں کیونکہ اس سے دشمن کو افرادی قوت حاصل ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بچہ اپنی ماں کے ساتھ قید کیا جائے تو اس میں ان کا اختلاف ہے۔ اہل عراق نے اس سے فدیہ لے کر آزاد کر دینے کو جائز قرار دیا ہے جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ فدیہ لینے سے منع فرماتے تھے۔

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی

Marfat.com

اس کے متعلق میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضور ﷺ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے فدیہ حلال کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ (الانفال)

''سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

پھر فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ (الانفال)

''اے نبی (کریم) آپ فرمایئے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخشے گا تمہارے (قصور) اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام فضل کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟ اس پر حضرت عباس گویا ہوئے: اے میرے بھتیجے! تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ انہوں نے کہا: یہ تو ایسی بات ہے جس پر وہی آگاہ ہو سکتا ہے جو عالم اسرار ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں'' اس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ان قیدیوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے جبکہ انصار میں سے کوئی بھی اچھی طرح لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا اور ان میں سے بعض کے پاس مال بھی نہ تھا کہ لکھنا پڑھنا سیکھ لیں، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ امر بطور فدیہ قبول کیا گیا کہ آپ دس افراد کو کتابت سکھا دیں، پھر آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔ اس روز حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انصار کی جماعت کے ساتھ کتابت سیکھی۔ یہ سب مختلف خبریں ہیں۔ میں نے ان سب کو اسی طریقے پر باہم ملا دیا ہے جس طرح حضرت ابن اسحاق نے یوم بدر کے متعلق ذکر کیا۔ میں نے یہ خبریں کتب تفاسیر و سیر سے جمع کیں اور انہیں مختصراً بیان کر دیا۔

Marfat.com

مسلمانوں کو باہم اتفاق واتحاد کی ترغیب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باہم اتفاق واتحاد کی رغبت دلائی اور مہاجرین وانصار کے درمیان دین کے معاملہ میں کامل موالات قائم کی اور کفار کو ایک دوسرے کا دوست قرار دیا۔

پھر فرمایا:

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (الانفال)

''اگر تم (ان حکموں پر) عمل نہیں کرو گے تو برپا ہو جائے گا فتنہ ملک میں اور (پھیل جائے گا) بڑا فساد''۔

یعنی اگر کفار کے مقابلے میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دوست اور مددگار نہیں ہوگا تو

بدر میں مسلمانوں کے گھوڑے

حضرت ابن اسحاق نے بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک گھوڑا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تھا جس کا نام بعزجہ تھا، ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا تھا جس کا نام یعسوب تھا اور ایک گھوڑا حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ بدر کے روز مسلمانوں کے پاس صرف یہی تین گھوڑے تھے۔ حضرت زبیر کے گھوڑے میں اختلاف ہے۔ غزوۂ بدر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے پاس کئی گھوڑے جمع ہو گئے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: سکب، لزاز، مرتجز اور لحیف۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل سے آخری گھوڑے کا نام لخیف روایت کیا ہے۔ قتبی نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے مرتجز نامی گھوڑا ایک اعرابی سے خرید فرمایا لیکن بعد میں اعرابی نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے وہ گھوڑا بیچا ہی نہیں۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اعرابی کے خلاف بیع کی گواہی دی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم نے کس بنا پر گواہی دی ہے؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ کی سچائی کی بناء پر گواہی دیتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا گیا۔ یہ حدیث مشہور ہے۔ مسند حارث میں یہ حدیث کچھ اضافے کے ساتھ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وہ گھوڑا اعرابی کو واپس کر دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے لئے اس گھوڑے میں برکت نہ ڈالے۔ اگلے روز ہی وہ گھوڑا مر گیا۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور ﷺ کے چند گھوڑے یہ تھے: فرس، ملاوح اور ورد۔ یہی ورد گھوڑا آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہدیہ دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز

Marfat.com

ملک میں حق و باطل میں اشتباہ کا فتنہ برپا ہو جائے گا اور ملک میں فساد پھیل جائے گا۔ اس لئے لازم ہے کہ کافر کا فر قریبی رشتہ دار بھی ہو تب بھی اس سے دوستی نہ رکھی جائے اور اسے اپنے دینی بھائیوں پر مقدم نہ کیا جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انصار و مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخاۃ کی بناء پر توارث کے

اللہ کی راہ میں اس پر ایک مجاہد کو سوار کر دیا۔ اس کا واقعہ مؤطا شریف میں مذکور ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس دو زرہیں ذات الفضول اور فضہ، ایک جھنڈا عقاب، دو کمانیں صفراء اور زوراء اور ایک تلوار تھی جس کا نام ذوالفقار تھا کیونکہ اس کے درمیان خراشے تھے۔ یہ تلوار حجاج کے دو بیٹوں نبیہ اور منبہ کی تھی جو انہوں نے بدر کے روز چھینی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تلوار اس لوہے سے بنائی گئی تھی جو خانہ کعبہ کے پاس مدفون ملا تھا۔ حضور ﷺ کی ایک تلوار کا نام صمصامہ تھا، یہ عمرو بن معدیکرب کی تلوار تھی جو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ تلوار پورے عرب میں مشہور تھی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چھوٹا نیزہ بھی تھا جس کا نام نبعہ تھا۔ علامہ عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے یہ آلات مذکور ہیں: ترکش جس کا نام جمع تھا، چہرہ دیکھنے کے لئے آئینہ جس کا نام مدلہ تھا، تلوار جس کا نام مشوق تھا اور دو قینچیاں جن کے نام مجھے بھول گئے۔ علاوہ ازیں آپ کے خچر کا نام دلدل اور دراز گوش کا نام عفیر تھا۔ دلدل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مر گیا، یہی وہ خچر تھا جو شاہ مقوقس نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ ﷺ کا ایک دراز گوش یعفور بھی تھا جو حضور ﷺ کے وصال کے روز کنوئیں میں چھلانگ لگا کر مر گیا تھا۔ ابن فورک نے کتاب الفصول میں ذکر کیا ہے کہ وہ خیبر کے اموال غنیمت میں سے تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کلام کیا تھا اور عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ! میں زیاد بن شہاب ہوں، میرے نسب میں ساٹھ دراز گوش ایسے گزرے ہیں جن پر انبیائے کرام نے سواری کی۔ لہٰذا آپ مجھ پر سوار ہو جائیے۔ جوینی نے کتاب الشامل میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب کسی صحابی کو طلب فرمانا ہوتا تو اس کی طرف اس دراز گوش کو بھیج دیتے، وہ جاتا اور اس صحابی کے دروازے پر اپنے سر کے ساتھ دستک دیتا۔ وہ صحابی باہر آتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ وہ اسی وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی ایک ڈھال کا بھی ذکر کیا ہے جس میں مینڈھے کے سر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے۔ ایک دن وہ تصویر خود بخود مٹ گئی اور اس کا کوئی اثر

Marfat.com

طریقہ کو ختم فرما کر اسے قریبی رشتہ داروں میں محدود کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۠ (الانفال)

''اور جو لوگ ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا تمہارے ساتھ مل کر تو وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ دار (ورثہ میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں حکم الٰہی کے مطابق، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

باقی نہ رہا۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چادر بھی تھی جس کا نام حضرمی تھا، یہی چادر اوڑھ کر آپ ﷺ نماز عیدین کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس چادر کی لمبائی چار گز اور چوڑائی دو گز اور ایک بالشت تھی۔ حضور ﷺ کا ایک بہت بڑا پیالہ بھی تھا جس کا نام غراء تھا۔ اسے چار طاقتور آدمی اٹھاتے تھے۔ ابوداؤد کی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ یہ آقائے دو جہاں ﷺ کا وہ سامان ہے جس کی پہچان کے لئے طالبین کے نفوس مشتاق ہوتے ہیں اور جس کے ذکر سے عاشقوں کے دل راحت پاتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کا تعلق ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرت اور معاشرت کے ساتھ ہے اس کے ذکر سے کان راحت پاتے ہیں اور طبائع عشق و محبت کے روح پرور جھونکوں سے جھوم اٹھتی ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا عَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ۔

Marfat.com

غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے مسلمان

بنی ہاشم ومطلب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا یہ ان مسلمانوں کے نام ہیں جو قریش کی شاخوں بنی ہاشم بن عبد مناف اور بنی مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ سے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم

(2) شیر خدا اور شیر رسول ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

(4) حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبدالعزی بن امرؤالقیس کلبی۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انعام فرمایا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزی بن امرؤ القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللہ بن رفیدہ بن ثور بن کعب بن وبرہ ہیں۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت انسہ رضی اللہ عنہ۔

(6) رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت انسہ حبشی اور حضرت ابو کبشہ فارسی ہیں۔

شرکائے بدر کے اسماء

شرکائے بدر میں سے کثیر افراد کا تعارف اور ان کے علاوہ دیگر افراد کا تعارف گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے جن کا ذکر سیرت میں ہوا ہے اور ان امور کا ذکر بھی ہو چکا ہے جن کی طرف اس فن کے طالب کا دل مائل ہوتا ہے۔ ان سب کے انساب حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام نے اس باب میں ذکر کر دیے ہیں۔

Marfat.com

(7) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز حضرت ابو مرثد کناز بن حصن بن یربوع بن عمرو بن یربوع بن خرشہ بن سعد بن طریف بن جلان بن غنم بن غنی بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان۔
حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ کناز بن حصین ہیں۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز کناز کے بیٹے حضرت مرثد بن ابی مرثد۔ یہ دونوں باپ بیٹا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔

(9) حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن مطلب۔

(10) حضرت طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(11) حضرت حصین بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(12) حضرت مسطح۔ ان کا نام عوف بن اثاثہ بن عباد بن مطلب تھا۔ یہ کل بارہ افراد تھے۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ آپ اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی علالت کے سبب مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں تمہیں جہاد کا ثواب بھی ملے گا۔

(2) حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن عبد شمس۔

(3) حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابوحذیفہ کا نام مہشم ہے۔

حضرت سالم کا نسب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت سالم کو ثبیتہ بنت یعار بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس نے بت کے نام پر آزاد کیا تھا۔ وہ حضرت ابو

ہم نے بھی گزشتہ صفحات میں ایک طائفہ کے انساب بیان کئے ہیں جن کے انساب حضرت ابن اسحاق نے اس باب میں ذکر نہیں کئے۔ ان میں سے ایک ابوالہیثم بن مالک بن تیہان ہیں جن کا تعارف بیعت عقبہ میں گزر چکا ہے اور یہ بقول ابن اسحاق بنی اراش سے ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے

Marfat.com

حذیفہ کے پاس آ گئے تو آپ نے ان کو متبنیٰ بنالیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ثبیتہ بنت یعار حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کی بیوی تھی۔ اس نے سالم کو بت کے نام پر آزاد کر دیا۔ اس بنا پر حضرت سالم کو حضرت ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام کہا جانے لگا۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: لوگوں کا بیان ہے کہ ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس کے آزاد کردہ غلام حضرت صبیح نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں حاضر ہونے کی تیاری تو کی لیکن بعد میں بیمار ہونے کی وجہ سے حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن مخزوم کو اپنے اونٹ پر سوار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت صبیح تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے۔

بنی عبد شمس کے حلفاء

بنی عبد شمس کی شاخ بنی اسد بن خزیمہ کے حلفاء میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبد اللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(2) حضرت عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(3) حضرت شجاع بن وہب بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(4) حضرت شجاع کے بھائی حضرت عقبہ بن وہب۔

(5) حضرت یزید بن رقیش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(6) حضرت عکاشہ بن محصن کے بھائی حضرت ابو سنان بن محصن بن حرثان بن قیس۔

(7) حضرت ابو سنان کے بیٹے سنان بن ابی سنان۔

(8) حضرت محرز بن نضلہ بن عبد اللہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(9) حضرت ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد۔

اراشہ کہا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے بنی حارث بن فہر کے ضمن میں عیاض بن ابی زہیر کا ذکر کیا ہے۔ شیخ ابو بحر کے نسخہ اور دیگر صحیح نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے لیکن یہ وہم ہے اور صحیح عیاض بن زہیر ہے۔ البتہ یہ وہم

Marfat.com

بنی کبیر کے حلفاء

بنی کبیر بن غنم بن دودان بن اسد کے حلفاء میں سے ان حضرات نے شرکت کی:

(1) حضرت ثقف بن عمرو۔

(2) اور ان کے دونوں بھائی حضرت مالک بن عمرو اور

(3) حضرت مدلج بن عمرو۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ حضرت مدلاج بن عمرو ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ حضرات بنی حجر آل بنی سلیم میں سے تھے۔

(4) اور ان کے حلیف حضرت ابومخشی۔ یہ کل سولہ آدمی تھے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ ابومخشی طائی ہیں جن کا نام سوید بن مخشی ہے۔

بنی نوفل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن غیلان۔

(2) حضرت عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام حضرت خباب۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد۔

(2) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ۔

(3) حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام حضرت سعد۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حاطب کے باپ ابوبلتعہ کا نام عمرو لخمی ہے اور حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام حضرت سعد کلبی ہیں۔

حضرت ابن اسحاق کی طرف سے نہیں کیونکہ انہوں نے مہاجرین حبشہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کا صحیح نام عیاض بن زہیر ہی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ان کے بھتیجے کا نام عمرو بن حارث بن

Marfat.com

بنی عبدالدار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی۔

(2) حضرت سویبط بن سعد بن حریملہ بن مالک بن عمیلہ بن سباق بن عبدالدار بن قصی۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے آٹھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبد بن حارث بن زہرہ۔

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔

(3) حضرت سعد کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص۔

بنی زہرہ کے حلفاء میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(4) حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد بن زہیر بن ثور بن ثعلبہ بن مالک بن شرید بن ہزل بن قائش بن دریم بن قین بن اہود بن بہراء بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ہزل بن قاس بن ذرا اور دہیر بن ثور بھی کہا گیا ہے۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت عبداللہ بن مسعود بن حارث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔

(6) حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمرو بن سعد بن عبدالعزی بن حمالہ بن غالب بن محلم بن عائذہ بن سبیع بن ہون بن خزیمہ۔ ان کا تعلق قارہ سے ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قارہ ان کا لقب ہے۔ کہا جاتا ہے:

زہیر ذکر کیا ہے اور غنم بن زہیر، عیاض بن غنم صاحب فتوحات کے والد ہیں جن کے متعلق ابن رقیات نے یہ شعر کہا:

وَ عِيَاضٌ وَ مَا عِيَاضُ بْنُ غَنْمٍ ۔۔۔ كَانَ مِنْ خَيْرِ مَنْ تُجِنُّ النِّسَاءُ

''اور عیاض بن غنم ان بہترین لوگوں میں سے ہے جنہیں عورتیں جنتی ہیں''۔

Marfat.com

قَدْ أَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ رَامَاهَا

''جس شخص نے قارہ کے ساتھ تیر اندازی کی اس نے انصاف کیا''۔

یہ لوگ تیر انداز تھے۔

(7) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملکان بن اقصیٰ بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔ ان کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: انہیں بہت زیادہ تنگدست ہونے کی وجہ سے ذوالشمالین کہا جاتا تھا اور ان کا نام عمیر تھا۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت خباب بن ارت۔ ان کا تعلق بنی تمیم سے ہے، ان کی اولاد کوفہ میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے۔

بنی تیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی تیم بن مرہ سے پانچ آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ آپ کا نام عتیق بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ ہے اور عتیق آپ کے خوبصورت ہونے اور دوزخ سے آزاد ہونے کی وجہ سے آپ کا لقب ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال، آپ بنی جمح کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے خریدا تھا۔ آپ کے والد کا نام رباح ہے، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

(3) حضرت عامر بن فہیرہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عامر بن فہیرہ بنی اسد کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے خریدا تھا۔

اور حارث بن زہیر عمرو بن حارث بن زہیر کے والد ہیں۔ حضرت ابن اسحاق نے بھی عمرو بن حارث کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ ابن زہیر ہیں نہ کہ ابن ابی زہیر۔ والحمدللہ۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عاصم بن عدی غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے کیونکہ حضرت موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام روحاء سے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قباء اور عالیہ کی بستیوں میں اپنا نائب مقرر کیا

Marfat.com

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت صہیب بن سنان، آپ کا تعلق بنی نمر بن قاسط سے ہے۔

نمر کا نسب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نمر کا نسب یہ ہے نمر بن قاسط بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یوں بھی کہا جاتا ہے افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت صہیب، عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رومی ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو بنی عامر بن قاسط میں شمار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ آپ روم میں قید تھے۔ بنی نمر نے آپ کو وہاں سے خرید لیا تھا اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صُهَيْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ ''یعنی صہیب رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں''۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ آپ ملک شام گئے ہوئے تھے اور اس وقت واپس آئے جب رسول اللہ ﷺ بدر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے آپ کو مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، تم کو ثواب بھی ملے گا۔

بنی مخزوم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ آپ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔

(2) حضرت شماس بن عثمان بن شرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم۔

ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو مسجد ضرار کے منافقین کی طرف سے کسی خطرہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے انہیں اس کی نگرانی کے لئے واپس بھیج دیا لیکن اصحاب بدر کے ساتھ مالِ غنیمت میں ان کا حصہ بھی نکالا۔ انہی عاصم کا ذکر حدیث لعان میں ہے جنہیں عویمر بن ابیض یا ابن اشقر عجلانی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں ان کا ذکر یوں آتا ہے: ''اے عاصم! میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے اس (لعان) کے متعلق مسئلہ دریافت کیجئے''۔ ان کا وصال 45ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ ان کی کنیت ابوعمر اور ایک قول کے مطابق ابوعبداللہ ہے۔

Marfat.com

شماس کی وجہ تسمیہ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا شماس کا نام عثمان ہے اور ابن شہاب زہری وغیرہ کا بیان ہے کہ آپ کو شماس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں بنی شماسہ سے ایک شماس مکہ مکرمہ آیا جو بہت خوبصورت تھا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر مکہ کے لوگ متعجب ہوئے۔ عثمان کے ماموں عتبہ بن ربیعہ نے کہا: میں تمہیں اس شماس سے زیادہ حسین شماس دکھاتا ہوں، اس نے اپنے بھتیجے عثمان بن عثمان کو لا کر دکھایا۔ اس وقت سے لوگ عثمان کو شماس کہنے لگے۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا تو حضرت ارقم بن ابی ارقم عبد مناف بن ابو جندب اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(4) حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عمار بن یاسر عنسی قبیلہ مذحج سے تھے۔

(5) حضرت معتب بن عوف بن عامر بن فضل بن عفیف بن کلیب بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو۔ یہ بنی خزاعہ سے بنی مخزوم کے حلیف تھے۔ انہی کو عیہامہ کہا جاتا ہے۔

بنی عدی بن کعب اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عدی بن کعب سے چودہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سیدنا عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی۔

(2) آپ کے بھائی حضرت زید بن خطاب۔

(3) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مہجع یمنی۔ یہ غزوۂ بدر میں تیر کی ضرب سے شہید ہونے والے پہلے مسلمان تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت مہجع، عک بن عدنان کی اولاد سے تھے۔

حضرت خوات کا قصہ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خوات بن جبیر کو واپس بھیج دیا اور بعد میں انہیں مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں مقام صفراء سے واپس لوٹایا تھا۔ ابن عقبہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ان کے پاؤں پر ایک پتھر لگا جس سے پاؤں سوج گیا

Marfat.com

(4) حضرت عمرو بن سراقہ بن معتمر بن انس بن اذاۃ بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب۔

(5) ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن سراقہ۔

(6) بنی عدی کے حلیف حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم۔

(7) ان کے دوسرے حلیف حضرت خولی بن ابی خولی۔

(8) ان کے تیسرے حلیف حضرت مالک بن ابی خولی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا ابو خولی، بنی عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے تھے۔

(9) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز بنی عنز بن وائل سے آلِ خطاب کے حلیف حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عنز بن وائل بن قاسط بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یوں بھی کہا جاتا ہے: افصی بن دعمی بن جدیلہ۔

(10) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز اور بنی سعد بن لیث سے ان کے حلیف حضرت عامر بن بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ۔

(11) حضرت عاقل بن بکیر۔

(12) حضرت خالد بن بکیر اور

(13) حضرت اباس بن بکیر۔

(14) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی بدر سے واپسی کے بعد شام سے واپس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہیں جہاد کا ثواب بھی ملے گا۔

اور آپ کے لئے چلنا مشکل ہوگیا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ یہ خوات ایامِ جاہلیت میں خولہ ذات النحیین کے خاوند تھے جو کہ قبیلہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کی ایک عورت تھی۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خوات سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ مسکرائے اور عرض کی یا رسول ﷺ اللہ نے مجھے بہت بہتر رزق عطا فرمایا ہے اور میں نفع کے بعد نقصان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا

Marfat.com

بنی جمح بن عمرو اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

(2) ان کے بیٹے حضرت سائب بن عثمان۔

(3) ان کے دو بھائی حضرت قدامہ بن مظعون اور

(4) حضرت عبداللہ بن مظعون۔

(5) حضرت معمر بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

بنی سہم بن عمرو

بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے ایک شخص حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم شریک ہوئے۔

بنی عامر بن لؤی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عامر بن لؤی کی شاخ بنی مالک بن حسل بن عامر سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔

(2) حضرت عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک۔

(3) حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔ یہ اپنے باپ سہیل بن عمرو کے ہمراہ مکہ سے آئے تھے۔ جب مسلمان بدر میں آکر ٹھہرے تو آپ بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

(4) حضرت سہیل بن عمرو کے آزاد کردہ غلام حضرت عمیر بن عوف۔

…رے بدکے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ اسے اسلام نے جکڑ دیا ہے۔ اس …کے ہوئے اونٹ کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ دور جاہلیت میں ایک روز حضرت خوات چند ایسی …رتوں کے پاس سے گزرے جن کا حسن دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوئے، انہوں نے عورتوں سے کہا: میرا …بدکا ہوا ہے، اس کے لئے ایک رسی (ڈھنگا) بنا دیں۔ اس بہانے سے آپ ان کے پاس بیٹھ گئے

Marfat.com

(5) بنی مالک کے حلیف حضرت سعد بن خولہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت سعد بن خولہ یمنی تھے۔

بنی حارث بن فہر

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی حارث بن فہر سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور یہ عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث ہیں۔

(2) حضرت عمرو بن حارث بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث۔

(3) حضرت سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن ابی اہیب بن ضبہ بن حارث۔

(4) ان کے بھائی حضرت صفوان بن وہب۔ یہ دونوں بیضاء کے بیٹے تھے۔

(5) حضرت عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن وہب بن ضبہ بن حارث۔

مہاجرین اصحاب بدر کی تعداد

یہ تمام مہاجرین جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا، تراسی افراد تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابن اسحاق کے علاوہ کثیر اہل علم مندرجہ ذیل افراد کو بھی مہاجرین اصحاب بدر میں شمار کرتے ہیں:

بنی عامر بن لؤی سے حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح اور حضرت حاطب بن عمرو اور بنی حارث بن فہر سے حضرت عیاض بن ابی زہیر۔

انصار اصحابِ بدر (قبیلہ اوس)

بنی عبدالاشہل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انصار کے قبیلہ بنی

اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے رخ انور پھیر لیا۔ پھر جب آپ اسلام لائے تو حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے اس بدکے ہوئے اونٹ کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت خوات نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اسے اسلام نے

Marfat.com

اوس بن حارث بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤالقیس بن زید بن عبدالاشہل۔

(2) حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان۔

(3) حضرت حارث بن اوس بن معاذ بن نعمان۔

(4) حضرت حارث بن انس بن رافع بن امرؤالقیس۔

بنی عبید بن کعب

بنی عبید بن کعب بن عبدالاشہل سے ایک شخص حضرت سعد بن زید بن مالک بن عبید شریک ہوئے۔

بنی زعوراء بن عبدالاشہل اور ان کے حلفاء

بنی زعوراء بن عبدالاشہل سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء۔

(2) حضرت عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعوراء۔

(3) حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش۔

(4) حضرت رافع بن یزید بن کرز بن سکن بن زعوراء۔

(5) حضرت حارث بن خزمہ بن عدی بن ابی بن غنم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ یہ بنی عوف بن خزرج سے ان کے حلیف تھے۔

(6) بنی حارثہ بن حارث سے ان کے حلیف حضرت محمد بن مسلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔

(7) بنی حارثہ بن حارث سے ان کے دوسرے حلیف حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ حضرت ابن ہشام نے اسلم بن حریس بن عدی ذکر کیا ہے۔

جکڑ دیا ہے۔

واقدی نے ان کی کنیت ابو صالح بیان کی ہے جبکہ نمری نے حضرت خوات سے مروی ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں ابوعبداللہ کی کنیت سے پکارا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت خوات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک قافلہ میں سفر کر رہے تھے، قافلے

Marfat.com

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔
(9) حضرت عبید بن تیہان۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عتیک بن تیہان بھی کہا جاتا ہے۔
(10) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت عبداللہ بن سہل۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بنی زعوراء کے ایک فرد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بنی غسان سے ہیں۔

بنی سواد بن کعب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی ظفر کی شاخ بنی سواد بن کعب اور کعب ہی کا نام ظفر ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ ان سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد۔
(2) حضرت عبید بن اوس بن مالک بن سواد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عبید بن اوس کو مقرن کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے بدر کے روز چار کافروں کو اکٹھا قید کیا تھا، یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس روز عقیل بن ابی طالب کو قید کیا تھا۔

بنی عبد بن رزاح اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبد بن رزاح بن کعب سے تین آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت نصر بن حارث بن عبد۔
(2) حضرت معتب بن عبد۔
(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلفاء میں سے حضرت عبداللہ بن طارق۔

بنی حارثہ

بنی حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مسعود بن سعد بن عامر بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ۔ حضرت ابن ہشام نے

والوں نے ان سے کہا: ہمیں ضرار کے چند اشعار سناؤ۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بلکہ ابوعبداللہ کو اس کے اپنے دل سے نکلے ہوئے شعر سنانے دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے شعر پڑھے جو جادو اثر تھے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! اپنی زبان بند کرو، اس کلام نے تو ہم پر جادو کر دیا ہے۔

Marfat.com

فرمایا مسعود بن عبد سعد بھی کہا جاتا ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابوعبس بن جبیر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلفاء میں سے حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار بن عمرو بن عبید بن کلاب بن دہمان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذہل بن ہنی بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔

بنی عمرو

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عاصم بن ثابت بن ابوالاقلح قیس بن عصمہ بن مالک بن امہ بن ضبیعہ۔

(2) حضرت معتب بن قشیر بن ملیل بن زید بن عطاف بن ضبیعہ۔

(3) حضرت ابوملیل بن ازعر بن زید بن عطاف بن ضبیعہ۔

(4) حضرت عمرو بن معبد بن ازعر بن زید بن عطاف بن ضبیعہ۔ حضرت ابن ہشام نے عمیر بن معبد کہا ہے۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سہل بن حنیف بن واہب بن عکیم بن ثعلبہ بن مجدعہ بن حارث بن عمرو۔ اسی عمرو کو بحزج بن عوف بن عمرو بن عوف کہا جاتا ہے۔

بنی امیہ بن زید

بنی امیہ بن زید بن مالک سے نو افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر بن زید بن امیہ۔

(2) حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر۔

(3) حضرت سعد بن عبید بن نعمان بن قیس بن عمرو بن زید بن امیہ۔

نعمان بن عصر کا نسب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت نعمان بن عصر کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ ان کا نسب یہ ہے: نعمان بن عصر بن ربیع بن حارث بن ادیم بلوی۔ ایک قول یہ ہے: نعمان بن عصر بن عبید بن وائلہ بن حارثہ بلوی۔ یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

(4) حضرت عویم بن ساعدہ۔

(5) حضرت رافع بن عنجدہ اور بقول ابن ہشام عنجدہ ان کی ماں کا نام ہے۔

(6) حضرت عبید بن ابی عبید۔

(7) حضرت ثعلبہ بن حاطب۔

(8) حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر۔

(9) حضرت حارث بن حاطب۔

لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر اور حضرت حارث بن حاطب دونوں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے مگر آپ ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا اور حضرت ابولبابہ کو مدینہ منورہ کا امیر مقرر فرمایا اور دیگر اصحاب بدر کے ساتھ مالِ غنیمت میں ان کا حصہ بھی نکالا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ان کو مقام روحاء سے واپس بھیجا اور حضرت حارث کے والد حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ ہیں اور ابولبابہ کا نام بشیر ہے۔

بنی عبید اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبید بن زید بن مالک سے سات آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت انیس بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث بن عبید۔

(2) حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان بن ضبیعہ۔

(3) حضرت ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان۔

(4) حضرت عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عدی بن عجلان۔

(5) حضرت زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان۔

(6) حضرت ربعی بن رافع بن زید بن حارثہ بن جد بن عجلان۔

(7) حضرت عاصم بن عدی بن جد بن عجلان۔ یہ جہاد کے لئے نکلے لیکن رسول اللہ ﷺ نے

انساب کی تصحیح

زید بن ودیعہ کے نسب میں جزء بن عدی کا ذکر آیا ہے۔ ابو بحر نے ذکر کیا ہے کہ میں نے یہ نام ابو الولید سے روایت کرتے ہوئے زاء کے سکون کے ساتھ جَزْء بیان کیا ہے اور میں نے ان کے علاوہ دیگر تمام علماء کی روایت زاء کے کسرہ کے ساتھ پائی ہیں۔

Marfat.com

انہیں واپس بھیج دیا اور دیگر اصحاب بدر کے ساتھ انہیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

بنی ثعلبہ بن عمرو

بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے سات افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن برک امرؤ القیس بن ثعلبہ۔

(2) حضرت عاصم بن قیس۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عاصم بن قیس بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ ہیں۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ابو ضیاح بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔

(4) حضرت ابوحنہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ حضرت ابو ضیاح کے بھائی ہیں۔ انہیں ابو حیہ بھی کہا جاتا ہے اور امرؤ القیس کو برک بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سالم بن عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ثابت بن عمرو بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

(6) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت حارث بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔

(7) حضرت خوات بن جبیر بن نعمان۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی دیگر اصحاب بدر کے ساتھ مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

بنی جحجبی اور ان کے حلفاء

بنی جحجبی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن حلاح بن حریش بن جحجبی بن کلفہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا حریث بن جحجبی بھی کہا گیا۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز بنی انیف سے ان کے حلفاء میں سے حضرت ابو عقیل بن

حضرت ابن اسحاق نے رافع بن عنجدہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن ہشام نے کہا ہے کہ عنجدہ ان کی ماں کا نام ہے لیکن آپ نے ان کے باپ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا باپ عبدالحارث ہے اور عنجدہ کشمش کی گٹھلی کو کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کشمش کو ہی عنجدہ کہتے ہیں اور اس کی گٹھلی کو فرصد، فرصید یا فرصاد کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابوحنیفہ کا قول ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن ثعلبہ بن بیحان بن عامر بن حارث بن مالک بن عامر بن انیف بن جشم بن عبداللہ بن تیم بن اراش بن عامر بن عمیلہ بن قسمیل بن فران بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: تمیم بن اراشہ اور قسمیل بن فاران بھی کہا گیا ہے۔

بنی غنم بن سلم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی غنم بن سلم بن امرؤالقیس بن مالک بن اوس سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم۔
(2) حضرت منذر بن قدامہ بن عرفجہ۔
(3) حضرت مالک بن قدامہ بن عرفجہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عرفجہ بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم۔
(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت حارث بن عرفجہ۔
(5) بنی غنم کے آزاد کردہ غلام حضرت تمیم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت تمیم، سعد بن خیثمہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بنی معاویہ بن مالک اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے تین آدمی

حضرت کعب بن جماز کا ذکر آیا ہے۔ یہ جیم اور زاء کے ساتھ جماز ہے۔ جس طرح حضرت ابن ہشام کا قول ہے نہ کہ جس طرح حضرت ابن اسحاق کا قول ہے کیونکہ اہل نسب کے نزدیک حضرت ابن ہشام کا قول معتبر ہے۔ البتہ دارقطنی نے ایک تیسری روایت بھی ذکر کی ہے کہ یہ نون اور حاء مکسورہ کے ساتھ ابن حمان ہے۔

اصحاب بدر میں حضرت ابوحمیضہ کا ذکر آیا ہے اور یہ کہ ان کا نام معبد بن عباد ہے۔ حضرت ابوعمر نے فرمایا: حضرت ابراہیم بن سعد نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح بیان کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر علماء حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے خاء منقوطہ اور صاد مہملہ کے ساتھ ابوخمیصہ بیان کرتے ہیں۔

بلویوں کے درمیان حضرت ابوعقیل کا ذکر آیا ہے لیکن حضرت ابن اسحاق نے ان کا نام ذکر نہیں

Marfat.com

شریک ہوئے:

(1) حضرت جبیر بن عتیک بن حارث بن قیس بن ہیشہ بن حارث بن امیہ بن معاویہ۔

(2) بنی مزینہ سے ان کے حلیف حضرت مالک بن نمیلہ۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلیف حضرت نعمان بن عصر۔

اوسی اصحاب بدر کی تعداد

یہ قبیلہ اوس کے کل اکسٹھ افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

انصار اصحاب بدر (قبیلہ خزرج)

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: انصار کے قبیلہ خزرج کی درج ذیل شاخوں کے لوگ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

بنی امرؤ القیس

قبیلہ خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی حارث بن خزرج پھر ان کی شاخ بنی امرؤ القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے چار افراد شریک ہوئے:

کیا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالعزیٰ تھا، پھر نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن عدو الاوثان (رحمٰن کا بندہ بتوں کا دشمن) رکھ دیا۔ انہوں نے جنگ یمامہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

صاحب صاع

جہاں تک ایک صاع کھجوریں لانے والے حضرت ابو عقیل کا تعلق ہے جن پر منافقین نے ریا کاری کا الزام لگایا تھا تو ان کا نام حثحاث ہے۔ انہی کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ (التوبہ: ۷۹) "جو لوگ (ریا کاری کا) الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے"۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو حضرت ابو عقیل حثحاث رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ منافقین ان کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ ابو عقیل کے ایک صاع سے غنی ہے۔

Marfat.com

(1) حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرؤ القیس۔

(2) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امرؤ القیس۔

(3) حضرت عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس بن عمرو بن امرؤ القیس۔

(4) حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرؤ القیس۔

بنی زید بن مالک

بنی زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس بن زید۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا جلاس بن زید بھی کہا گیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ خطا ہے۔

(2) ان کے بھائی حضرت سماک بن سعد۔

قریوش یا قریوس

اصحاب بدر کے انساب میں ابن قریوش قاف کے کسرہ اور شین منقوطہ کے ساتھ مذکور ہوا ہے جبکہ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ سین کے ساتھ قریوس ہے۔ ابوالولید نے اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن اکثر روایات میں قاف کے فتحہ اور باء کے ساتھ قَوْبُوس ہے۔ قریوش تقوش بمعنی تکسب (کمائی کرنا) سے فِعْیُوْل کا وزن ہے اور سین کے ساتھ قریوس قوس بمعنی برد (سردی) سے فَعْیُوْل کا وزن ہے۔ یہاں شین منقوطہ کے ساتھ قریوش زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ تقرش سے ماخوذ ہے جس کا معنی کمائی کرنا ہے جس طرح قریش کو بھی کمائی اور تجارت کی وجہ سے قریش کہا جاتا ہے۔ یہ قطرب کا قول ہے۔

جو لوگ غزوۂ بدر میں کسی عذر کی بناء پر شریک نہ ہو سکے ان میں سے ایک بنی خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا جس کے باعث وہ جہاد پر روانہ نہ ہو سکے۔ یہ قتیبی کا قول ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن عقبہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر نہیں کیا، لیکن ابن کلبی اور ایک جماعت نے انہیں بھی اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے ابوضیاح کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام نعمان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عمیر بن ثابت بن نعمان ہے۔ یہ غزوۂ خیبر میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

بنی عدی

بنی عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سبیع بن قیس بن عیشہ بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی۔

(2) ان کے بھائی حضرت عباد بن قیس بن عیشہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا قیس بن عنبسہ بن امیہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت عبداللہ بن عبس۔

بنی احمر

بنی احمر بن حارثہ بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے ایک شخص حضرت یزید بن حارث بن قیس بن مالک بن احمر شریک ہوئے۔ انہی کو ابن فسحم کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فسحم ان کی ماں کا نام ہے۔ یہ قبیلہ قین بن جسر کی ایک خاتون تھیں۔

بنی جشم اور بنی زید

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جشم اور زید دونوں جڑواں بھائی تھے۔ بنی جشم بن حارث بن خزرج اور بنی زید بن حارث بن خزرج سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت خبیب بن اساف بن عتبہ بن عمرو بن خدیج بن عامر بن جشم۔

(2) حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن زید۔

(3) ان کے بھائی حضرت حریث بن زید بن ثعلبہ۔

(4) حضرت سفیان بن بشر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ سفیان بن نسر بن عمرو بن حارث بن کعب بن زید ہیں۔

بنی جدارہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی جدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج سے چار آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت تمیم بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔

جدارہ یا خدارہ

حضرت ابن اسحاق نے بنی نجار کے ضمن میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کا نسب جدارہ بن حارث تک پہنچتا ہے۔ یہ جدارہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ کا بھائی ہے۔ حضرت ابن

Marfat.com

(2) بنی حارثہ سے حضرت عبداللہ بن عمیر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عبداللہ بن عمیر بن عدی بن امیہ بن جدارہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت زید بن مزین بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ زید بن مہری ہیں۔

(4) حضرت عبداللہ بن عرفطہ بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔

بنی ابجر

بنی ابجر اور یہی بنی خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج ہیں، ان سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن ربیع بن قیس بن عمرو بن عباد بن ابجر شریک ہوئے۔

بنی عوف

بنی عوف بن خزرج کی شاخ بنی عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج ہے اور یہی بنی حبلی ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حبلی کا نام سالم بن غنم بن عوف ہے۔ اسے پیٹ کے بڑا ہونے کی وجہ سے حبلی کہا جاتا تھا۔ اس قبیلہ سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث بن عبید جو کہ ابن سلول کے نام سے مشہور ہیں اور سلول ابی کی ماں کا نام ہے۔

(2) حضرت اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید۔

بنی جزء اور ان کے حلفاء

بنی جزء بن عدی بن مالک بن سالم بن غنم سے چھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زید بن ودیعہ بن عمرو بن قیس بن جزء۔

(2) حضرت عقبہ بن وہب بن کلدہ۔ یہ بنی عبداللہ بن عطفان سے ان کے حلیف تھے۔

(3) حضرت رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن غنم۔

(4) حضرت عامر بن سلمہ بن عامر۔ یہ اہل یمن سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عمرو بن سلمہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ بنی قضاعہ کی شاخ بنی بلی سے تھے۔

اسحاق کے علاوہ دیگر علماء نے اس کا نام جدارہ کے بجائے خاء مضمومہ کے ساتھ خدارہ بیان کیا ہے۔ یہ ابن درید کا قول ہے اور نمری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ یہ خدرہ اور خدارہ دونوں حارث کے بیٹے

Marfat.com

(5) حضرت ابو حمیضہ معبد بن عباد بن قشیر بن مقدم بن سالم بن غنم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ معبد بن عبادہ بن قشغر بن مقدم ہیں اور عبادہ بن قیس بن مقدم بھی کہا گیا ہے۔

(6) ان کے حلیف حضرت عامر بن بکیر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عامر بن عکیر ہیں اور عاصم بن عکیر بھی کہا گیا ہے۔

بنی سالم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی سالم بن عوف بن عمرو بن خزرج کی شاخ بنی عجلان بن زید بن غنم بن سالم سے ایک شخص حضرت نوفل بن عبداللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان شریک ہوئے۔

بنی اصرم

بنی اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ غنم بن عوف، سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کے بھائی ہیں اور غنم بن سالم وہی ہے جس کا ذکر پہلے حضرت ابن اسحاق کے قول میں ہو چکا ہے۔ اس قبیلہ سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عبادہ بن الصامت بن قیس بن اصرم۔

(2) ان کے بھائی حضرت اوس بن صامت۔

بنی دعد

بنی دعد بن فہر بن ثعلبہ بن غنم سے ایک شخص حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن دعد شریک ہوئے اور یہ وہی نعمان ہیں جنہیں قوقل کہا جاتا ہے۔

بنی قریوش

بنی قریوش بن غنم بن امیہ بن لوذان بن سالم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قریوس بن غنم بھی کہا جاتا ہے۔ اس قبیلہ سے ایک شخص حضرت ثابت بن ہزال بن عمرو بن قریوش نے شرکت کی۔

بنی مرضخہ

بنی مرضخہ بن غنم بن سالم سے بھی ایک شخص حضرت مالک بن دخشم بن مرضخہ نے شرکت

ہیں لیکن حضرت ابن ہشام نے حاء مہملہ کے ساتھ حدارہ ذکر کیا ہے اور یہی قول ابو عمر کا بھی ہے۔ شیخ ابو بکر نے ابوالولید سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح ذکر کیا جب حضرت ابن ہشام نے یہ قول کیا۔

Marfat.com

کی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ مالک بن دخشم بن مالک بن دخشم بن مرضخہ ہیں۔

بنی لوذان اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی لوذان بن سالم سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ربیع بن ایاس بن عمرو بن غنم بن امیہ بن لوذان۔

(2) ان کے بھائی حضرت ورقہ بن ایاس۔

(3) حضرت عمرو بن ایاس۔ یہ اہل یمن سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن ایاس ربیع اور ورقہ کے بھائی ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز بنی بلی کی شاخ بنی عصینہ جسے حضرت ابن ہشام نے غصینہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ان کی ماں تھی اور ان کا باپ عمرو بن عمارہ تھا، سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مجذر بن ذیاد بن عمرو بن زمرہ بن عمرو بن عمارہ بن مالک ابن عصینہ بن عمرو بن بتیرہ بن مشنو بن قسرین بن تیم بن اراش بن عامر بن عمیلہ بن قسمیل بن فران بن بلی بن عمرو بن خفاف بن قضاعہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قسرین تمیم بن اراشہ اور قسمیل بن فاران بھی کہا جاتا ہے اور مجذرہ کا نام عبداللہ ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت عبادہ بن خشخاش بن عمرو بن زمزمہ۔

(3) حضرت نحاب بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بحاث بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم۔

(5) لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ جو کہ قبیلہ بہراء سے ان کے حلیف تھے، بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ان کا نام عتبہ بن بہز تھا اور یہ بنی سلیم سے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے رجیلہ بن ثعلبہ کا ذکر کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں خاء منقوطہ کے ساتھ زحیلہ مذکور ہے۔

Marfat.com

بنی ساعدہ

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کی شاخ بنی ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ سے دو آدمیوں نے شرکت کی:

(1) حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ۔ بقول ابن ہشام ابو دجانہ سماک بن اوس بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ۔

(2) حضرت منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: انہیں منذر بن عمرو بن خنبش بھی کہا گیا ہے۔

بنی بدی اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی بدی بن عامر بن عوف[1] بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ سے بھی دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ بن بدی۔

(2) حضرت مالک بن مسعود۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: بقول بعض اہل علم یہ مالک بن مسعود بن بدی ہیں۔

بنی ظریف اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی ظریف بن خزرج بن ساعدہ سے ایک شخص حضرت عبدربہ بن حق بن اوس بن وقش بن ثعلبہ بن ظریف نے شرکت کی اور ان کے حلفاء سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) بنی جہینہ سے حضرت کعب بن حمار بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: انہیں کعب بن جماز بھی کہا گیا ہے اور یہ قبیلہ غبشان سے ہیں۔

ایک نسب کی تصحیح

حضرت ابن اسحاق نے اصحاب بدر میں حضرت ابو شیخ بن ثابت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام ابی ہے اور یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ابی بن ثابت کے بیٹے ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے چچا ہیں۔ شیخ ابو بحر کے نسخہ میں غلطی واقع ہوئی ہے جس کی میں نے اصلاح کر دی ہے۔ اصلاح سے قبل ابو شیخ ابی بن ثابت بن منذر مذکور تھا۔

Marfat.com

(2) حضرت ضمرہ بن عمرو۔

(3) حضرت زیاد بن عمرو۔

(4) حضرت بسبس بن عمرو۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: ضمرہ اور زیاد بشر کے بیٹے ہیں۔

(5) قبیلہ بلی سے حضرت عبداللہ بن عامر۔

بنی جشم

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی جشم بن خزرج کی شاخ بنی سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج، پھر ان کی شاخ بنی حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ سے بارہ افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت خراش بن صمہ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(2) حضرت حباب بن منذر بن جموح بن زید بن حرام۔

(3) حضرت عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام۔

(4) حضرت خراش بن صمہ کے آزاد کردہ غلام حضرت تمیم۔

(5) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام۔

(6) حضرت معاذ بن عمرو بن جموح۔

(7) حضرت معوذ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(8) حضرت خلاد بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(9) حضرت عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام۔

(10) ان کے آزاد کردہ غلام حضرت حبیب بن اسود۔

(11) حضرت ثابت بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام۔ ثعلبہ کو جذع بھی کہا گیا ہے۔

(12) حضرت عمیر بن حارث بن ثعلبہ بن حارث بن حرام۔

جموح کا نسب

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ان اسماء میں جہاں بھی جموح آیا ہے وہ جموح بن زید بن حرام ہے مگر صمہ بن عمر کے دادا جموح بن حرام ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: آخری شخص عمیر بن حارث بن لبدہ بن ثعلبہ ہیں۔

Marfat.com

بنی عبید اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کی شاخ بنی خنساء بن سنان بن عبید سے نو افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت بشر بن براء بن معرور بن صخر بن مالک بن خنساء۔

(2) حضرت طفیل بن مالک بن خنساء۔

(3) حضرت طفیل بن نعمان بن خنساء۔

(4) حضرت سنان بن صیفی بن صخر بن خنساء۔

(5) حضرت عبداللہ بن جد بن قیس بن صخر بن خنساء۔

(6) حضرت عتبہ بن عبداللہ بن صخر بن خنساء۔

(7) حضرت جبار بن صخر بن امیہ بن خنساء۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جبار بن صخر بن امیہ بن خناس بھی کہا گیا ہے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز بنی دہمان کی شاخ بنی اشجع سے ان کے دو حلیف:

(8) حضرت خارجہ بن حمیر اور

(9) حضرت عبداللہ بن حمیر۔

بنی خناس

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی خناس بن سنان بن عبید سے سات افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت یزید بن منذر بن سرح بن خناس۔

(2) حضرت معقل بن منذر بن سرح بن خناس۔

(3) حضرت عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ۔ بقول ابن ہشام ہلذمہ اور بلدمہ دونوں ذکر کیے گئے ہیں۔

(4) حضرت ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔

(5) حضرت سواد بن زریق بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: ان کا نام سواد بن رزن بن زید بن ثعلبہ بھی بتایا گیا ہے۔

(6) حضرت معبد بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ اور بقول ابن ہشام معبد بن قیس بن صیفی بن صخر بن حرام بن ربیعہ بھی کہا گیا ہے۔

Marfat.com

(7) حضرت عبداللہ بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم۔

بنی نعمان

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی نعمان بن سنان بن عبید سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان۔

(2) حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان۔

(3) حضرت خلیدہ بن قیس بن نعمان۔

(4) ان کے آزاد کردہ غلام حضرت نعمان بن سنان۔

بنی سواد

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ کی شاخ بنی حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد، حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ عمرو بن سواد ہے، سواد کا غنم نامی کوئی بیٹا نہیں۔اس قبیلہ سے چار افراد نے حصہ لیا:

(1) حضرت ابوالمنذر ریزید بن عامر بن حدیدہ۔

(2) حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ۔

(3) حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔

(4) حضرت سلیم بن عمرو کے آزاد کردہ غلام حضرت عنترہ۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرت عنترہ کا تعلق بنی سلیم بن منصور کی شاخ بنی ذکوان سے ہے۔

بنی عدی بن نابی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم سے چھ افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت عبس بن عامر بن عدی۔

(2) حضرت ثعلبہ بن غنم بن عدی۔

(3) حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد۔

(4) حضرت سہل بن قیس بن ابی کعب بن قین بن کعب بن سواد۔

(5) حضرت عمرو بن طلق بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب بن غنم۔

Marfat.com

(6) حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عدی بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن تزید بن جشم بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر۔ حضرت ابن ہشام نے اوس بن عباد بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد کہا ہے۔ حضرت ابن ہشام مزید فرماتے ہیں: حضرت ابن اسحاق نے حضرت معاذ بن جبل کا نسب بنی سواد سے ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ ان کی اولاد سے نہیں تھے بلکہ ان میں رہتے تھے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: جن لوگوں نے بنی سلمہ کے بت توڑے تھے وہ حضرات معاذ بن جبل، عبداللہ بن انیس اور ثعلبہ بن غنمہ ہیں اور یہ بنی سواد بن غنم میں سے تھے۔

بنی زریق

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج کی شاخ بنی مخلد بن عامر بن زریق بقول ابن ہشام عامر بن ازرق سے سات افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت قیس بن محصن بن خالد بن مخلد۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: قیس بن حصن بھی کہا گیا ہے۔

(2) حضرت ابو خالد حارث بن قیس بن خالد بن مخلد۔

(3) حضرت جبیر بن ایاس بن خالد بن مخلد۔

(4) حضرت ابو عبادہ سعد بن عثمان بن خلدہ بن مخلد۔

(5) ان کے بھائی حضرت عقبہ بن عثمان بن خلدہ بن مخلد۔

(6) حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد۔

(7) حضرت مسعود بن خلدہ بن عامر بن مخلد۔

بنی خالد

بنی خالد بن عامر بن زریق سے ایک شخص حضرت عباد بن قیس بن عامر بن خالد نے غزوۂ بدر میں شرکت کی:

بنی خلدہ

بنی خلدہ بن عامر بن زریق سے پانچ افراد شامل ہوئے:

(1) حضرت اسعد بن یزید بن یزید بن فاکہ بن زید بن خلدہ۔

(2) حضرت فاکہ بن بشر بن فاکہ بن زید بن خلدہ۔ ابن ہشام نے بسر بن فاکہ کہا ہے۔

Marfat.com

(3) حضرت معاذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ۔
(4) ان کے بھائی حضرت عائذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ۔
(5) حضرت مسعود بن سعد بن قیس بن خلدہ۔

بنی عجلان بن عمرو

بنی عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق سے تین شخص غزوۂ بدر میں شامل ہوئے:
(1) حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان۔
(2) ان کے بھائی حضرت خلاد بن رافع بن مالک بن عجلان۔
(3) حضرت عبید بن زید بن عامر بن عجلان۔

بنی بیاضہ

بنی بیاضہ بن عامر بن زریق سے چھ افراد شریک ہوئے:
(1) حضرت زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ۔
(2) حضرت فروہ بن عمرو بن وذفہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور ودفہ بھی کہا گیا ہے۔
(3) حضرت خالد بن قیس بن مالک بن عجلان بن عامر بن بیاضہ۔
(4) حضرت رجیلہ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن عامر بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور رخیلہ بھی کہا گیا ہے۔
(5) حضرت عطیہ بن نویرہ بن عامر بن عطیہ بن عامر بن بیاضہ۔
(6) حضرت خلیفہ بن عدی بن عمرو بن مالک بن عامر بن فہیرہ بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور علیفہ بھی کہا گیا ہے۔

بنی حبیب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج سے ایک شخص حضرت رافع بن معلّٰی بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن زید مناۃ بن حبیب نے شرکت کی۔

Marfat.com

بنی نجار

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج کی شاخ بنی غنم بن مالک بن نجار پھر ان کی شاخ بنی ثعلبہ بن عبدعوف بن غنم سے ایک شخص حضرت ابوایوب خالد بن کلیب بن ثعلبہ نے غزوۂ بدر میں شمولیت کی۔

بنی عسیرہ

بنی عسیرہ بن عبدعوف بن غنم سے بھی ایک شخص حضرت ثابت بن خالد بن نعمان بن خنساء بن عسیرہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: عسیر اور عشیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

بنی عمرو

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں بنی عمرو بن عبدعوف بن غنم سے دو آدمی حضرت عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو اور حضرت سراقہ بن کعب بن عبدالعزیٰ بن غزیہ بن عمرو شریک ہوئے۔

بنی عبید

بنی عبید بن ثعلبہ بن غنم سے بھی دو حضرات حارثہ بن نعمان بن زید بن عبید اور سلیم بن قیس بن قہد شریک ہوئے اور قہد کا نام خالد بن قیس بن عبید ہے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: پہلے شخص حارثہ بن نعمان بن نفع بن زید ہیں۔

بنی عائذ اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عائذ بن ثعلبہ بن غنم اور بقول ابن ہشام بنی عابد سے بھی دو شخص حضرت سہیل بن رافع بن ابی عمرو بن عائذ اور قبیلہ جہینہ سے ان کے حلیف حضرت عدی بن زغباء شریک جہاد ہوئے۔

بنی زید بن ثعلبہ

بنی زید بن ثعلبہ بن غنم سے تین افراد شامل ہوئے:

(1) حضرت مسعود بن اوس بن زید۔

(2) حضرت ابوخزیمہ بن اوس بن زید بن اصرم بن زید۔

(3) حضرت رافع بن حارث بن سواد بن زید۔

Marfat.com

بنی سواد بن مالک اوران کے حلفاء

بنی سواد بن مالک بن غنم سے دس افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت عوف۔

(2) حضرت معوذ۔

(3) حضرت معاذ۔

یہ تینوں حارث بن رفاعہ بن سواد کے بیٹے ہیں اور یہی عفراء کے بیٹے ہیں جو ان کی ماں تھیں۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ان کا نسب یہ ہے: عفراء بنت عبید بن ثعلبہ بن عبید بن غنم بن مالک بن نجار۔ اوران کے باپ کا نام حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بھی بتایا گیا ہے۔

(4) حضرت نعمان بن عمرو بن رفاعہ بن سواد۔ اور بقول ابن ہشام انہیں نعیمان بھی کہا جاتا ہے۔

(5) حضرت عامر بن مخلد بن حارث بن سواد۔

(6) حضرت عبداللہ بن قیس بن خالد بن خلدہ بن حارث بن سواد۔

(7) قبیلہ اشجع سے ان کے حلیف حضرت عصیمہ۔

(8) قبیلہ جہینہ سے ان کے حلیف حضرت ودیعہ بن عمرو۔

(9) حضرت ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد۔

(10) لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت حارث بن عفراء کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوالحمراء بھی غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالحمراء، حارث بن رفاعہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بنی عامر بن مالک

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عامر مبذول بن مالک بن نجار کی شاخ بنی عتیک بن عمرو بن مبذول سے تین افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت ثعلبہ بن عمرو بن محصن بن عمر بن عتیک۔

(2) حضرت سہل بن عتیک بن عمر بن نعمان بن عتیک۔

(3) حضرت حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک۔ انہیں مقامِ روحاء پر ہی چوٹ لگ گئی تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے ان کا بھی حصہ نکالا۔

Marfat.com

بنی عمرو بن مالک

بنی عمرو بن مالک بن نجار یعنی بنی حدیلہ کی شاخ بنی قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حدیلہ بنت مالک بن زید اللہ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج، معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار کی ماں تھی اور بنی معاویہ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس قبیلہ سے دو شخص غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت ابی بن کعب بن قیس۔

(2) حضرت انس بن معاذ بن انس بن قیس۔

بنی عدی بن عمرو

یہ بنی عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کا قبیلہ ہے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہی لوگ بنی مغالہ بنت عوف بن عبد مناۃ بن عمرو بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مغالہ بنی زریق سے تھی اور یہ عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی ماں تھی۔ اسی وجہ سے بنی عدی اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس قبیلہ سے تین افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی۔

(2) حضرت ابوشیخ ابی بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

(3) حضرت ابوطلحہ زید بن سہیل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی۔

بنی عدی بن نجار

بنی عدی بن نجار کی شاخ بنی عدی بن عامر بن غنم بن نجار سے آٹھ افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔

(2) حضرت ابوحکیم عمرو بن ثعلبہ بن وہب بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔

(3) حضرت سلیط بن قیس بن عمرو بن عتیک بن مالک بن عدی بن عامر۔

(4) حضرت ابوسلیط اسیرہ بن ابوخارجہ عمرو بن قیس بن مالک بن عدی بن عامر۔

(5) حضرت ثابت بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر۔

Marfat.com

(6) حضرت عامر بن امیہ بن زید بن حسحاس بن مالک بن عدی بن عامر۔

(7) حضرت محرز بن عامر بن مالک بن عدی بن عامر۔

(8) قبیلہ بلی سے ان کے حلیف حضرت سواد بن غزیہ بن اہیب۔

بنی حرام بن جندب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار سے چار افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت ابوزید قیس بن سکن بن قیس بن زعوراء بن حرام۔

(2) حضرت ابوالاعور بن حارث بن ظالم بن عبس بن حرام۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ابو الاعور حارث بن ظالم بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت سلیم بن ملحان۔

(4) حضرت حرام بن ملحان اور ملحان کا نام مالک بن خالد بن زید بن حرام ہے۔

بنی مازن بن نجار اوران کے حلفاء

بنی مازن بن نجار کی شاخ بنی عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت قیس بن ابی صعصعہ اور صعصعہ کا نام عمرو بن زید بن عوف ہے۔

(2) حضرت عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف۔

(3) بنی اسد بن خزیمہ سے ان کے حلیف حضرت عصیمہ۔

بنی خنساء بن مبذول

بنی خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن سے دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوداؤد عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء۔

(2) حضرت سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء۔

بنی ثعلبہ بن مازن

بنی ثعلبہ بن مازن بن نجار سے ایک شخص حضرت قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر بن حبیب بن حارث بن ثعلبہ نے شرکت کی۔

Marfat.com

بنی دینار بن نجار

بنی دینار بن نجار کی شاخ بنی مسعود بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار سے پانچ افراد غزوۂ بدر میں شامل ہوئے:

(1) حضرت نعمان بن عبد عمرو بن مسعود۔

(2) حضرت ضحاک بن عبد عمرو بن مسعود۔

(3) حضرت سلیم بن حارث بن ثعلبہ بن کعب بن حارثہ بن دینار۔ یہ حضرت ضحاک اور حضرت نعمان کے اخیافی بھائی ہیں۔

(4) حضرت جابر بن خالد بن عبدالاشہل۔

(5) حضرت سعد بن سہیل بن عبدالاشہل۔

بنی قیس بن مالک

بنی قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن دینار بن نجار سے دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت کعب بن زید بن قیس۔

(2) ان کے حلیف حضرت بجیر بن ابی بجیر۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرت بجیر بنی عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان کی شاخ بن جذیمہ بن رواحہ سے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پس یہ قبیلہ خزرج کے ایک سو ستر افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

دیگر اصحاب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اکثر اہل علم قبیلہ خزرج کے ان لوگوں کو بھی اصحاب بدر میں ذکر کرتے ہیں۔

بنی عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج سے:

(1) حضرت عتبان بن مالک بن عمرو بن عجلان۔

(2) حضرت ملیل بن وبرہ بن خالد بن عجلان اور

(3) حضرت عصمہ بن حصین بن وبرہ بن خالد بن عجلان۔

اور بنی زریق کی شاخ بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج سے:

(4) حضرت ہلال بن معلیٰ بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن مالک بن زید مناۃ

Marfat.com

بن حبیب رضی اللہ عنہم۔

اصحابِ بدر کی کل تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جو اصحاب غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا ان کی تعداد تین سو چودہ ہے۔ تراسی مہاجرین، اکسٹھ قبیلہ اوس کے انصار اور ایک سوستر قبیلہ خزرج کے انصار۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شہدائے بدر

بدر کے روز رسول اللہ ﷺ کی معیت میں چودہ صحابہ کرام شہید ہوئے:

بنی مطلب

قبیلہ قریش کی شاخ بنی مطلب بن عبد مناف سے ایک شخص حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، آپ کو عتبہ بن ربیعہ نے شہید کیا۔ اس نے تلوار کے وار سے

چند شہدائے بدر کا تعارف

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے روز آپ کو صغرسنی کی وجہ سے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں روتے ہوئے دیکھا تو جہاد کی اجازت مرحمت فرما دی۔ آپ کو عاص بن سعید نے شہید کیا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

آپ بدر کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ آپ کو حبان بن عرقہ نے تیر مارا جو سیدھا آپ کے حلق پر لگا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی والدہ حضرت ربیع بنت نضر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے حارثہ کا مقام بتایئے تاکہ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اجر و ثواب کی امید رکھوں اور اگر ایسا نہیں تو پھر میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کا مقام ایک جنت ہے؟ نہیں بلکہ وہ تو کئی جنتیں ہیں، بے شک تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔

Marfat.com

آپ کا پاؤں کاٹ دیا جس کے زخم کی تاب نہ لاکر آپ نے مقامِ صفراء میں جامِ شہادت نوش کیا۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے دو شخص شہید ہوئے:

(1) حضرت عمیر بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔ یہ بقول ابن ہشام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

حضرت عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ

ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، انہیں خالد بن اعلم نے شہید کیا۔

حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

شہدائے بدر میں بنی زہرہ کے حلیف حضرت ذوالشمالین خزاعی غبشانی کا بھی ذکر ہے۔ یہ وہی صحابی ہیں جنہیں امام زہری نے حدیث تسلیم من الرکعتین (وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کے چار رکعتی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنے کا ذکر ہے) میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں ''بنی زہرہ کے ایک شخص حضرت ذوالشمالین کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا''؟ حضرت ابن شہاب زہری کے علاوہ کسی نے بھی یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت نہیں کی اور محدثین کے نزدیک یہ روایت غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں ذوالیدین سلمی کا ذکر ہے جن کا نام خرباق ہے اور ذوالشمالین تو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے جبکہ حدیث تسلیم من الرکعتین کے دوسرے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ غزوۂ بدر سے دو سال بعد اسلام لائے اور حضرت ذوالیدین سلمی رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت معاویہ میں ہوئی۔ ان سے یہ حدیث ان کے بیٹے حضرت مطیر بن خرباق نے روایت کی اور حضرت مطیر سے ان کے بیٹے حضرت شعیث بن مطیر نے روایت کی۔

جب حضرت مبرد نے حدیث زہری میں یہ الفاظ دیکھے فَقَامَ ذُوالشِّمَالَيْنِ، جبکہ آخر میں اَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنِ؟ مذکور تھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ان صحابی کے دو نام ہیں، ذوالشمالین اور ذوالیدین، لیکن انہیں ذوالشمالین کے متعلق محدثین کے قول کا علم نہ ہوا اور صرف اسی غلط روایت کا علم ہوا۔ یہ بحث کتاب الکامل فی باب الاذواء یوم بدر کے آخر میں مذکور ہے۔

Marfat.com

(2) حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ۔ یہ بنی خزاعہ کی شاخ بنی غبشان سے ان کے حلیف تھے۔

بنی عدی بن کعب

بنی عدی بن کعب بن لوی سے دو افراد شہید ہوئے:

(1) حضرت عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ۔ یہ بنی سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ سے ان کے حلیف تھے۔

چند دیگر اصحابِ بدر

(1) اصحابِ بدر میں سے حضرت علیفہ بن عدی بیاضی بھی ہیں۔ اہل سیر نے ان کا یہی نام ذکر کیا ہے لیکن حضرت ابن اسحاق نے ان کا نام خلیفہ بن عدی بتایا ہے۔

(2) حضرت عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن وہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر۔ حضرت ابن ہشام نے بکائی کی روایت میں ان کا ذکر نہیں کیا لیکن حضرت ابن اسحاق نے ابراہیم عن سعد عن بکائی کی روایت میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ موسیٰ بن عقبہ، حلیفہ بن خیاط اور ایک جماعت نے انہیں بدری صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

(3) جن صحابہ کو اصحاب بدر میں ذکر کیا گیا ہے اور حضرت ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک حضرت یزید بن اخنس سلمی ہیں۔

(4) اور ان کے بیٹے حضرت معن بن یزید۔

(5) اور ان کے باپ حضرت اخنس۔ ان تینوں کے علاوہ کوئی اور باپ، بیٹا اور دادا نہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہوں۔ حضرت ابن اسحاق نے ان تینوں کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا البتہ چند دیگر علماء نے انہیں اصحابِ بدر میں شمار کیا ہے لیکن اکثر اہل سیر کے نزدیک ان کی غزوۂ بدر میں شرکت کا قول صحیح نہیں۔ البتہ یہ تینوں بیعت رضوان میں موجود تھے۔

(6) حضرت یزید بن اخنس بن جناب بن حبیب بن جُرہ (جیم کے ضمہ کے ساتھ) بن زغب۔ ان کا تعلق بنی بہثہ بن سلیم سے ہے۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ چند دیگر علماء کی روایات میں ان کا ذکر اصحابِ بدر میں آیا ہے۔ ابن ماکولا کہتے ہیں جیم کے ضمہ کے ساتھ جُرہ صرف انہی کے نسب میں آیا ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ جرہ صرف سوم بنت عمرو بن جرہ کے نام میں آیا ہے۔ اس کا تعلق بنی ضمرہ سے

Marfat.com

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مہجع رضی اللہ عنہ۔

بنی حارث بن فہر

بنی حارث بن فہر سے ایک شخص حضرت صفوان بن بیضاء شہید ہوئے۔ یہ چھ شہداء مہاجرین سے ہیں۔

انصار: بنی عمرو بن عوف

بنی عمرو بن عوف سے دو اصحاب شہید ہوئے:

(1) حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ۔

(2) حضرت مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر رضی اللہ عنہ۔

بنی حارث بن خزرج

بنی حارث بن خزرج سے ایک شخص حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ انہی کو ابن فسحم کہا جاتا ہے۔

بنی سلمہ

بنی سلمہ کی شاخ بنی حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ سے بھی ایک شخص حضرت عمیر بن حمام شہید ہوئے۔

ہے۔ یہ عورت شداخ جس کا نام یعمر بن عوف ہے، کی ماں ہے۔ یعمر کا ذکر قصی کے بیان میں گزر چکا ہے، وہاں شداخ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(7) حضرت خدیم بن فاتک اسدی اور

(8) ان کے بھائی حضرت سرہ بن فاتک اسدی۔

(9) حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی۔

ان تینوں کو امام بخاری نے اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ ابو عمرو کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی غزوۂ بدر میں شرکت کا قول صحیح نہیں۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كُنْتُ اَمِيْحُ اَصْحَابِيَ الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی" میں بدر کے روز اپنے ساتھیوں کو پانی پلاتا تھا"۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ چھوٹے تھے اور مال غنیمت سے آپ کو حصہ نہیں دیا گیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس روایت میں تصحیف ہے اور صحیح الفاظ یہ ہیں: كُنْتُ مَنِيْحَ

Marfat.com

بنی حبیب

بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم سے بھی ایک شخص حضرت رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

بنی نجار

بنی نجار سے بھی ایک شخص حضرت حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

بنی غنم

بنی غنم بن مالک بن نجار سے دو شخص شہید ہوئے:

(1) حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد اور

(2) حضرت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن سواد۔ یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔ ان آٹھ شہداء کا تعلق انصار سے ہے۔

غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین

بنی عبد شمس

بدر کے روز قبیلہ قریش کی شاخ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے بارہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے رسول

اَصۡحَابِیۡ یَوۡمَ بَدۡرٍ۔ یعنی'' میں بدر کے روز اپنے ساتھیوں کا تیر (یعنی مددگار) تھا''۔ (منیح جوئے کے اس تیر کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صغرسنی کی وجہ سے صحابہ کرام انہیں اپنے کام کاج کے لئے ادھر ادھر بھیجتے تھے۔

(10) حضرت طلیب بن عمیر۔ ان کا تعلق بنی عبد بن قصی سے ہے۔

(11) ان کی ماں حضرت اروی جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ ان دونوں کو حضرت ابن اسحاق نے اصحاب بدر میں ذکر تو کیا ہے لیکن حضرت ابن ہشام نے روایت نہیں کیا۔

غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین

عاصی بن سعید

بدر کے روز قتل ہونے والے مشرکین میں عاصی بن سعید بن عاصی کا ذکر آیا ہے۔ ہم نے اس

Marfat.com

اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم نے مل کر قتل کیا تھا۔

(2) ان کا حلیف حارث بن حضرمی۔ اسے بقولِ ابن ہشام قبیلہ اوس کے حلیف حضرت نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

(3) ان کا دوسرا حلیف عامر بن حضرمی۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) ان کا آزاد کردہ غلام عمیر بن ابی عمیر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) ان کے آزاد کردہ غلام عمیر کا بیٹا۔

(6) عبیدہ بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(7) عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس۔ اسے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے فرد حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قید کی حالت میں قتل کیا۔

(8) عاص بن سعید بن عاص بن امیہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کے قتل میں حضرت عبیدہ، حضرت حمزہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تینوں شریک تھے۔

(10) شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ نے قتل کیا۔

(11) ولید بن عتبہ بن ربیعہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کتاب کے گزشتہ صفحات میں وہ حدیث ذکر کی ہے جسے حضرت ابوعبید نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے بدر کے دن عاصی بن سعید کو قتل کیا اور اس کی تلوار جس کا نام ذوالکتیفہ تھا، اس سے چھین لی''۔ حضرت ابو عبید نے فرمایا: اہل سیر کا قول ہے کہ اسے حضرت علی رضی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت مؤلف نے کہا: بعض مفسرین کا قول ہے کہ اسے حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور قاضی ابوعبداللہ زبیر بن ابی بکر نے انساب قریش میں کہا: عاصی کو بدر کے روز حضرت علی بن ابی طالب

Marfat.com

(12) بنی انمار بن بغیض سے ان کا حلیف عامر بن عبداللہ۔ اسے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے دو مشرک قتل ہوئے:

(1) حارث بن عامر بن نوفل۔ اسے بنی حارث بن خزرج کے صحابی حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے پانچ آدمی قتل ہوئے:

(1) زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے بنی حرام کے شخص حضرت ثابت بن جذع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے قتل میں حضرت حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہم تینوں شریک تھے۔

(2) حارث بن زمعہ۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) عقیل بن اسود بن مطلب۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

(4) ابوالبختری عاص بن ہشام بن حارث بن اسد۔ اسے حضرت مجذر بن زیاد بلوی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابوالبختری کا نام عاص بن ہاشم ہے۔

(5) نوفل بن خویلد بن اسد یعنی ابن عدویہ عدی خزاعہ۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما کو اسلام لانے پر ایک رسی میں باندھ دیا تھا۔ اس

رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں قتل کیا۔ حضرت ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابراہیم بن سعد سے انہوں نے حضرت صالح بن کیسان سے انہوں نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، ان دنوں آپ امیر المومنین تھے، حضرت سعید بن عاص ان کے پاس سے گزرے اور سلام کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ

Marfat.com

وجہ سے ان دونوں حضرات کو قرینین کہا جاتا تھا۔ یہ شخص شیاطین قریش میں سے تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقامِ صفراء میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے حالت قید میں قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے مقامِ اثیل پر قتل کیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف ہے۔

(2) زید بن ملیص ۔ یہ عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: زید بن ملیص کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور یہ زید، بنی مازن بن مالک بن عمرو بن تمیم سے بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی تیم بن مرہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی تیم بن مرہ سے بھی دو آدمی قتل ہوئے:

(1) عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) عثمان بن مالک بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب ۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

عنہ نے انہیں فرمایا: بھتیجے! قسم بخدا! میں نے بدر کے روز تیرے باپ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام کو قتل کیا تھا اور میری کیا مجال تھی کہ میں ایک مشرک کو قتل کرنے سے معذرت کرتا"۔ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر حضرت سعید بن عاصی (جو اس وقت کم سن تھے) نے کہا: اگر آپ اسے بھی قتل کرتے تو آپ حق پر ہوتے اور وہ باطل پر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر بہت

Marfat.com

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ سے سترہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) ابوجہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی لیکن اس کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا بازو کٹ گیا۔ پھر حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار ماری جو اس میں پیوست ہوگئی۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا لیکن زندگی کی کچھ رمق اس میں باقی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مقتولین کو تلاش کرنے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے زمین پر گرا ہوا پایا۔ آپ نے اس کا سر جھنجھوڑا اور تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔

(2) عاص بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم۔ اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) بنی تمیم سے ان کا حلیف یزید بن عبداللہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بنی عمرو بن تمیم سے تھا اور بہت بہادر تھا۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) ان کا حلیف ابومسافع اشعری۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابودجانہ ساعدی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) ان کا حلیف حرملہ بن عمرو۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بنی حارث بن خزرج سے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور حرملہ بنی اسد سے تھا۔

(6) مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

خوش ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو موڑتے ہوئے فرمایا قریش سب سے افضل مسلمان اور سب سے بڑے امین ہیں۔ جو شخص قریش کو تکلیف پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ گرادے گا۔ حضرت ابن شہاب نے فرمایا: میرے چچا مصعب بن عبداللہ نے کہا لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے مٹی کھودتے ہوئے دیکھا، وہ یوں لگ رہا تھا گویا بیل ہے۔ میں نے اس سے اعراض کیا لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

Marfat.com

(7) ابوقیس بن ولید بن مغیرہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(8) ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بقول ابن ہشام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) رفاعہ بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ اسے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بقول ابن ہشام بنی حارث بن خزرج سے ہے۔

(10) منذر بن ابی رفاعہ بن عابد۔ اسے بقول ابن ہشام بنی عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف کے حلیف حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) عبد اللہ بن منذر بن ابی رفاعہ بن عابد۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(12) سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبد اللہ بن مخزوم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سائب بن ابی سائب رسول اللہ ﷺ کا شریک ہے جس کے بارے میں ایک حدیث بھی مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سائب بہت اچھا شریک ہے جو نہ ناراض ہوتا ہے نہ جھگڑتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بحسن وخوبی اس پر کاربند بھی رہا۔ واللہ اعلم۔ اور حضرت ابن شہاب زہری نے حضرت عبید اللہ بن عتبہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قریش کے ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور رسول

سائب بن ابی سائب

غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین میں سائب بن ابی سائب کا بھی ذکر آیا ہے۔ ابو سائب کا نام صیفی بن عابد ہے۔ حضرت ابن ہشام نے سائب کو حالت کفر میں قتل کیے جانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس پر بحسن وخوبی کاربند بھی رہا جبکہ حضرت ابوعمر نے ابن زبیر سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ سائب کو بدر کے روز حالت کفر میں قتل کیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے انہوں نے اس بارے میں حضرت ابن اسحاق کے قول کی اتباع کی ہے اور حضرت زبیر نے اپنی کتاب میں بھی دو ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ان کے اس مذکورہ قول کی تردید کرتی ہیں۔ فرماتے ہیں مجھے حضرت یحیٰی بن محمد بن عبد اللہ بن ثوبان نے بیان کیا انہوں نے حضرت جعفر بن عکرمہ سے

Marfat.com

اللہ ﷺ نے اسے جعرانہ کے روز حنین کے اموالِ غنیمت سے حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

(13) اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(14) حاجب بن سائب بن عویمر بن عمرو بن عبد بن عمران بن مخزوم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا عائذ بن عمران بن مخزوم بھی کہا گیا ہے اور اس کا نام حاجز بن سائب بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(15) عویمر بن سائب بن عویمر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت نعمان بن مالک قوقلی رضی اللہ عنہ نے دعوتِ مبارزت میں قتل کیا تھا۔

(16) بنی طیء سے ان کا حلیف عمرو بن سفیان۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(17) بنی طیء سے ان کا دوسرا حلیف جابر بن سفیان۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

انہوں نے حضرت یحییٰ بن کعب سے انہوں نے اپنے باپ کعب مولیٰ سعید بن عاصی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سمیت بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ لشکر کی بھیڑ میں سائب بن صیفی بن عابد گر پڑے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جوان دنوں خلیفہ تھے، ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے فرمایا اس شیخ کو اٹھاؤ۔ جب سائب کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا اے معاویہ! یہ کیا؟ تم بیت اللہ شریف کے گرد ہمیں زمین پر گرا رہے ہو؟ حالانکہ قسم بخدا! میں نے تمہاری ماں کو عقدِ زوجیت میں لینے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کاش تم ایسا کرتے تو ان سے ابو سائب یعنی عبداللہ بن سائب جیسا فرزند پیدا ہوتا''۔ یہ روایت سائب کے اسلام اور طولِ عمر کی واضح دلیل ہے۔ حضرت زبیر دوسرے مقام پر ذکر فرماتے ہیں مجھے حضرت ابوضمرہ انس بن عیاض لیثی نے بتایا کہ میرے جدامجد حضرت ابو سائب نبی کریم ﷺ کے شریک تھے۔ ان کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو سائب بہت اچھے شریک ہیں جو کاروبار میں نہ جھگڑا کرتے اور نہ شک میں مبتلا ہوتے تھے۔ حضرت زبیر کی یہ دونوں روایات ان کے اس قول

Marfat.com

بنی سہم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی سے پانچ افراد قتل ہوئے:

(1) منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔ اسے حضرت ابوالیسر سلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) اس کا بیٹا عاص بن منبہ بن حجاج۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) نبیہ بن حجاج بن عامر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت سعد بن

کے مخالف ہیں کہ سائب بن ابی سائب کو بدر کے روز حالت کفر میں قتل کر دیا گیا تھا۔ پھر حضرت ابن ہشام نے فرمایا کہ سائب بن ابی سائب کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابوسائب اچھے شریک ہیں جو کاروبار میں نہ جھگڑا کرتے ہیں اور نہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بحسن وخوبی اس پر کاربند رہے۔ پھر حضرت ابن ہشام نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن شہاب نے عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ذکر کیا ہے کہ سائب بن ابی سائب بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور آپ ﷺ نے انہیں جعرانہ کے روز حنین کے اموال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔
حضرت ابوعمر نے فرمایا: اس باب میں یہ سب سے بہترین روایت ہے اور شریک رسول ﷺ والی حدیث بہت زیادہ مضطرب ہے کیونکہ بعض نے رسول اللہ ﷺ کا شریک سائب کو بنایا ہے، بعض نے ابوسائب کو جیسا کہ زبیر کی روایت میں مذکور ہے، بعض نے قیس بن سائب کو اور بعض نے عبد بن ابی سائب کو۔ لہٰذا اس اضطراب کی موجودگی میں اس حدیث سے نہ کچھ ثابت ہوتا ہے اور نہ دلیل قائم ہو سکتی ہے اور سائب بن ابی سائب ان لوگوں میں سے ہیں جن کی مال کے ذریعے دلداری کی گئی اور انہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کیا۔ کتاب الاستیعاب میں ابوعمر کا آخری کلام ہے جو مجھ سے ابوبکر بن طاہر اشبیلی نے عن ابی علی غسانی عن ابی عمر بیان کیا ہے۔ اسی طرح حدیث کے جو یہ الفاظ ہیں کہ "وہ بہتر شریک تھے جو نہ جھگڑتے اور نہ شک کرتے تھے"۔ ان کے متعلق بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے ابوسائب کے متعلق فرمائے اور بعض کا قول ہے کہ یہ الفاظ ابوسائب نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہے۔

Marfat.com

ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

(4) ابو العاص بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت نعمان بن قوقلی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) عاصم بن عوف بن ضبیرہ بن سعید بن سہم۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بنی سلمہ سے ہے۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی سے تین کفار قتل ہوئے:

(1) امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ اسے انصار کے قبیلہ بنی مازن کے ایک شخص نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت معاذ بن عفراء، حضرت خارجہ بن زید اور حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہم تینوں نے مل کر قتل کیا۔

(2) اس کا بیٹا علی بن امیہ بن خلف۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) اوس بن معیر بن لوذان بن سعد بن جمح۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے حضرت حصین بن حارث بن مطلب اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

اوس بن خولی

بنی حبلی کے جو انصار غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ان میں حضرت اوس بن خولی کا ذکر آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بنی کملہ سے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان اور شجاع بن وہب کے درمیان رشتہ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ لغت میں خولی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو گھوڑوں کی خبر گیری کرتا ہو اور ان کی خدمت کرتا ہو۔ منقول ہے کہ جمیل کلبی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خولی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ خیل میں یاء دراصل واؤ ہے۔

طلحہ کا بھائی

حضرت ابن ہشام نے چندان مقتول مشرکین کا ذکر کیا ہے جن کا حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔ ان میں سے ایک مالک بن عبید اللہ بن عثمان ہے۔ یہ طلحہ بن عبد اللہ کا بھائی ہے۔

Marfat.com

بنی عامر بن لؤی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عامر بن لؤی سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) بنی عبدالقیس سے ان کا حلیف معاویہ بن عامر۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور بقول ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) بنی کلب بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث سے ان کا حلیف معبد بن وہب۔ اسے بکیر کے دو بیٹوں حضرت خالد اور حضرت ایاس رضی اللہ عنہما نے قتل کیا اور بقول ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مقتولین کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ بدر میں قریش کے مقتولین کی جو تعداد ہمارے شمار میں ہے وہ پچاس آدمی ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے حضرت ابوعبیدہ نے بیان فرمایا "انہوں نے حضرت ابوعمرو سے روایت کیا کہ غزوۂ بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے اور اتنے ہی قید کئے گئے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب احد سے فرمایا: اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا (آل عمران: 165) "کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی"۔ یعنی تمہارے ستر مسلمان شہید ہوئے حالانکہ تم دشمن کو اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے ہو کہ تم نے ان کے ستر آدمی قتل کئے اور ستر کو قیدی بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غزوۂ بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے۔

دیگر مقتولین

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ان ستر مقتولین میں سے جن کا ذکر حضرت ابن اسحاق نے

ابن عبداللہ بن جدعان

بنی تیم بن مرہ کے مقتولین میں عمرو بن عبداللہ بن جدعان کا ذکر آیا ہے۔ اس کا باپ عبداللہ بن جدعان مشہور سخی ہے۔ اس کے پاس اتنا بڑا پیالہ تھا جس سے اونٹ پر سوار شخص بھی کھا سکتا تھا اور نبی کریم ﷺ اس کے سائے میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس میں ایک آدمی گر کر ہلاک

Marfat.com

نہیں کیا وہ یہ ہیں:

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) وہب بن حارث۔ یہ بنی انمار بن بغیض سے ان کا حلیف تھا۔

(2) عامر بن زید۔ یہ اہل یمن سے ان کا حلیف تھا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے دو آدمی:

(1) عقبہ بن زید۔ یہ اہل یمن سے ان کا حلیف تھا۔

(2) ان کا آزاد کردہ غلام عمیر۔

بنی عبد الدار

بنی عبد الدار بن قصی سے دو آدمی:

(1) نبیہ بن زید بن ملیص۔

(2) عبید بن سلیط، یہ قبیلہ قیس سے ان کا حلیف تھا۔

بنی تیم

بنی تیم بن مرہ سے دو آدمی:

(1) مالک بن عبید اللہ بن عثمان۔ یہ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان کا بھائی تھا۔ پہلے قید ہوا پھر قیدیوں میں مر گیا تو اسے مقتولین میں شمار کیا گیا۔

(2) ایک قول کے مطابق عمرو بن عبد اللہ بن جدعان۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ سے سات آدمی:

ہو گیا۔ ہم نے اس کتاب کی ابتدا میں اس کے حالات بیان کر دیے ہیں اور تنگدستی کے بعد اس کے دولت مند ہو جانے کا سبب بھی بیان کر دیا ہے اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سوال بھی ذکر کیا ہے کہ آیا اس کی سخاوت اسے فائدہ دے گی یا نہیں؟

Marfat.com

(1) حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) زہیر بن ابی رفاعہ۔ اسے حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) سائب بن ابی رفاعہ۔ اسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) عائذ بن سائب بن عویمر۔ یہ پہلے قید ہوا پھر اس نے فدیہ بھی ادا کر دیا لیکن راستے میں اس زخم کی تاب نہ لا سکا جو اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔ اس وجہ سے مر گیا۔

(6) بنی طیء سے ان کا حلیف عمیر۔

(7) بنی قارہ سے ان کا حلیف خیار۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے ایک شخص سبرہ بن مالک۔ یہ ان کا حلیف تھا۔

بنی سہم

بنی سہم بن عمر سے دو آدمی:

(1) حارث بن منبہ بن حجاج۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) عاصم بن ضبیرہ کا بھتیجا عامر بن عوف بن ضبیرہ۔ اسے حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حذیفہ بن ابی حذیفہ

حضرت ابن ہشام نے مقتولین بدر میں حذیفہ بن ابی حذیفہ کا ذکر کیا ہے۔ اس ابوحذیفہ کا نام مہشم ہے اور یہ ہشام بن مغیرہ اور ہاشم بن مغیرہ کا بھائی ہے۔ ہشام ابوجہل کا باپ تھا اور ہاشم حضرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نانا تھا، جبکہ مہشم یہ ابوحذیفہ ہے۔ جہاں تک ابوحذیفہ بن عتبہ کا تعلق ہے تو اس کا نام قیس ہے لیکن حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام نے یہ ذکر نہیں کیا بلکہ انہوں نے ابوحذیفہ بن عتبہ کا نام بھی مہشم بتایا ہے جو کہ علمائے نسب کے نزدیک غلط ہے۔ مہشم تو ابوحذیفہ بن مغیرہ ہے۔

Marfat.com

غزوۂ بدر میں اسیرانِ قریش

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بدر کے روز قریش میں سے مندرجہ ذیل لوگ قید کئے گئے:

بنی ہاشم

بنی ہاشم بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

(2) نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

بنی مطلب

بنی مطلب بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) سائب بن عبید بن یزید بن ہاشم بن مطلب۔

(2) نعمان بن عمرو بن علقمہ بن مطلب۔

بنی عبد شمس اور ان کے حلفاء

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے سات آدمی:

اسیرانِ بدر میں مسلمان ہونے والوں کے اسماء

حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام رحمہما اللہ نے ان خوش نصیبوں کا ذکر نہیں کیا جنہوں نے اسیرانِ بدر میں سے بعد میں اسلام قبول کر لیا حالانکہ سیرت کے قاری کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ وہ خوش نصیب درج ذیل ہیں:

(1) حضرت عباس رضی اللہ عنہ

ان میں سب سے مقدم اور سب سے افضل رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا اسلام اور فضیلت مخفی نہیں۔ ہم نے اس فصل سے پہلے ایک فصل میں ان کے قبولِ اسلام کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہیں حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا جو کہ دبلے پتلے اور چھوٹے قد والے شخص تھے۔ مسند بزار میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ کو ابوالیسر نے کیسے قید کر لیا حالانکہ اگر آپ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑتے تو وہ آپ کی مٹھی میں آ جاتا؟ آپ نے جواب دیا: جونہی میرا اس سے آمنا سامنا ہوا تو وہ مجھے خندمہ پہاڑ (مکہ کے قریب ایک پہاڑ) کی مانند دکھائی دیا۔

Marfat.com

(1) عمرو بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔

(2) حارث بن ابی وجزہ بن، ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس اور بقول ابن ہشام ابی وجرہ بھی کہا جاتا ہے۔

(3) ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس۔

(4) ابوالعاص بن نوفل بن عبد شمس۔

اور ان کے حلفاء میں سے:

(5) ابوریشہ بن ابی عمرو۔

(6) عمرو بن ازرق اور

(7) عقبہ بن عبدالحارث بن حضرمی۔

بنی نوفل اور ان کے حلفاء

بنی نوفل بن عبد مناف سے تین آدمی:

(1) عدی بن خیار بن عدی بن نوفل۔

(2) عثمان بن عبد شمس، یہ بنی مازن بن منصور سے ان کا حلیف تھا اور غزوان بن جابر کا بھتیجا تھا۔

(3) ان کا ایک اور حلیف ابوثور۔

---

(2) حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ نے حدیبیہ کے سال اسلام قبول کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ ان سے فرمایا اے ابو یزید! (حضرت عقیل کی کنیت) میں تیرے ساتھ دوہری محبت رکھتا ہوں، ایک قرابت کی محبت اور دوسری محبت اس وجہ سے کہ میرے چچا تجھ سے محبت کرتے تھے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بصرہ میں سکونت پذیر رہے یہاں تک کہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ملک شام میں وفات پا گئے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مد پانی سے وضو کیا اور ایک صاع پانی سے غسل فرمایا۔ آپ نے ایک اور حدیث بھی روایت کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلرِّفَاءَ وَالْبَنِيْنَ نہ کہو بلکہ یوں کہو بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَ بَارَكَ عَلَيْكَ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ کو مبارک کرے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے

Marfat.com

بنی عبدالدار اور ان کے حلفاء

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی:

(1) ابوعزیز بن عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار۔

(2) ان کا حلیف اسود بن عامر۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسود بن عامر بن عمرو بن حارث بن سباق کی اولاد ہیں۔

بنی اسد اور ان کے حلفاء

بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی سے تین آدمی:

(1) سائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد۔

(2) حویرث بن عباد بن عثمان بن اسد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ حارث بن عائذ بن عثمان بن اسد ہے۔

تھے اور حضرت طالب حضرت عقیل سے اتنے ہی بڑے تھے۔

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ

مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوۂ خندق کے سال اسلام قبول کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ کو قید کیا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔ حضور کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں حضرت نوفل ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تھا اور آپ نے غزوۂ حنین کے لئے روانہ ہوتے وقت تین ہزار نیزے دے کر رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: ''گویا میں تمہارے ان نیزوں کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ کافروں کی پشتیں توڑ رہے ہیں''۔ آپ کی وفات ۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

Marfat.com

(3) ان کا حلیف سالم بن شماس۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ سے نو آدمی:

(1) خالد بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(2) امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔

(3) ولید بن ولید بن مغیرہ۔

(4) عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(5) صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(6) ابوالمنذر بن ابی رفاعہ بن عبداللہ بن عمیر بن مخزوم۔

حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن اسحاق کے ساتھ ساتھ ہم نے بھی آپ کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ان کے نام کا اختلاف بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوعزیز بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک حضرت ابوعزیز بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ غزوۂ بدر کے واقعات کے شروع میں ہم نے ان کا نام، ان کی والدہ اور ان کے بھائیوں کے نام ذکر کر دیے ہیں۔

حضرت سائب بن ابی حبیش رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک حضرت سائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ وہی صحابی ہیں جن کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایسا شخص ہے جس میں میں نے کوئی عیب نہیں دیکھا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میں بھی اس پر عیب لگانے پر قادر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حضرت سائب کے بیٹے عبداللہ بن سائب کے بارے میں ہے۔ یہی سائب حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کے بھائی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں استحاضہ کی شکایت کی تھی۔

Marfat.com

(7) ابو عطاء عبداللہ بن ابی سائب بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔
(8) مطلب بن حنطب بن حارث بن عبید بن عمر بن مخزوم۔
(9) ان کا حلیف خالد بن اعلم۔ یہی وہ شخص ہے جو قریش کے لشکر سے سب سے پہلے بھاگا تھا حالانکہ اس کا کہنا تھا:

وَ لَسْنَا عَلَى الْاَدْبَارِ تَدْمٰى كُلُوْمُنَا ۔۔۔ وَ لٰكِنْ عَلٰى اَقْدَامِنَا يَقْطُرُ الدَّمُ

''ہم ایسے لوگ نہیں کہ ہماری پیٹھوں پر لگے ہوئے زخموں سے خون بہہ رہا ہو بلکہ ہمارے سامنے والے زخموں سے خون کے قطرے گرتے ہیں''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: وَ لَسْنَا عَلَى الْاَعْقَابِ بھی مروی ہے اور خالد بن اعلم کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے اور اسے عقیلی بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت خالد بن ہشام

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت خالد بن ہشام ہیں۔ بعض نے انہیں ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کی مال کے ذریعے دلداری کی گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن سائب

ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن ابی سائب ہیں اور ابو سائب کا نام صیفی ہے۔ ان کے متعلق اور ان کے باپ کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان پہلے گزر چکا ہے۔ انہی سے اہل مکہ نے قراءت سیکھی اور انہیں اہل مکہ کے قراء میں سے حضرت مجاہد وغیرہ نے قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔

حضرت مطلب بن حنطب

ان میں سے ایک حضرت مطلب بن حنطب بن حارث بن عبید بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں۔ عمر بن مخزوم کے تین بیٹے ہیں: عبدالعزیٰ، عابد اور عبداللہ اور بعض اہل نسب نے عثمان بن عمر کو بھی ان میں ذکر کیا ہے اور مخزوم کے بھی تین بیٹے ہیں: مذکورہ تینوں بھائیوں کا باپ عمر، عمران اور عامر۔ اور مخزوم کے بیٹوں میں عمیر اور عمیرہ کو بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ عمیرہ کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی جس کا نام زینب تھا۔ حضرت مطلب بن حنطب کی روایت کردہ احادیث میں سے ایک یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی میرے لئے وہی حیثیت ہے جو سر کے لئے کانوں اور آنکھوں کی ہے''۔ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

Marfat.com

بنی سہم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے چار آدمی:

(1) ابو وداعہ بن ضبیرہ بن سعد بن سہم۔ اس کا سب سے پہلے فدیہ ادا ہوا جو اس کے بیٹے مطلب بن ابی وداعہ نے دیا تھا۔

(2) فروہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد بن سہم۔

(3) حنظلہ بن قبیصہ بن حذافہ بن سعد بن سہم۔

(4) حجاج بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے پانچ آدمی:

(1) عبداللہ بن ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

حضرت حکم بن عبدالمطلب

حضرت مطلب بن حنطب کی اولاد سے ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حضرت حکم بن عبدالمطلب بن عبداللہ بن مطلب ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے کریم اور سخی تھے۔ آخری عمر میں آپ نے زہد و تقویٰ اختیار کیا اور منبج کے مقام پر وفات پائی۔ آپ کے مرثیہ میں عبادہ بن عمر راتجی کہتا ہے:

سَألُوا عَنِ الْجُوْدِ وَالْمَعْرُوْفِ مَا فَعَلَا　　فَقُلْتُ اِنَّهُمَا مَاتَا مِنَ الْحَكَمِ

"لوگوں نے مجھ سے سخاوت اور بھلائی کے متعلق پوچھا کہ ان کا کیا بنا؟ میں نے جواب دیا کہ وہ دونوں حکم کے ساتھ ہی مر گئے"۔

مَاتَا مَعَ الرَّجُلِ الْمُوْفِيْ بِذِمَّتِهٖ　　قَبْلَ السُّؤَالِ اِذَا لَمْ يُوْفِ بِالذِّمَمِ

"وہ دونوں ایک ایسے شخص کے ساتھ مر گئے جو اس وقت بھی سوال کرنے سے پہلے اپنی ذمہ داری پوری کرنے والا تھا جب دوسرے لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرتے تھے"۔

حضرت دار قطنی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حمید بن معروف نے فرمایا: میں حضرت حکم بن عبدالمطلب بن عبدالرحمٰن بن مطلب بن حنطب کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا، آپ پر موت کی سختی طاری ہوئی تو ان کے اہل خانہ میں سے کسی نے دعا کی: یا اللہ! ان پر موت کو آسان فرما کیونکہ ان میں

Marfat.com

(2) ابوعزہ عمرو بن عبد بن عثمان بن وہیب بن حذافہ بن جمح۔

(3) امیہ بن خلف کا آزاد کردہ غلام فاکہ جس کا بعد میں رباح بن مغترف نے دعویٰ کیا تھا اور وہ کہتا تھا کہ یہ بنی شماخ بن محارب بن فہر سے ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فاکہ بن حرول بن حذیم بن عوف بن غضب بن شماخ بن محارب بن فہر ہے۔

(4) وہب بن عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

(5) ربیعہ بن دراج بن عنبس بن اہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے تین آدمی:

(1) سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔ اسے حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے قید کیا جن کا تعلق بنی سالم بن عوف سے ہے۔

(2) عبد بن زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

فلاں فلاں اچھی صفات موجود تھیں۔ پھر جب حضرت حکم کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ بات کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے کہا: میں نے یہ بات کہی۔ آپ نے فرمایا: تجھ سے ملک الموت فرما رہے ہیں میں ہر نخی پر نرمی کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ یہ واقعہ حضرت زبیر بن ابی بکر نے بھی ذکر کیا ہے۔ جب حضرت حکم کو کسی مقدمہ میں قید کیا گیا تو ان کے بارے میں کسی شاعر نے کہا:

خَلِیْلَیَّ اِنَّ الْجُوْدَ فِی السِّجْنِ فَابْکِیَا عَلَی الْجُوْدِ اِذْ سُدَّتْ عَلَیْهِ مَرَافِقُهٗ

"اے میرے دونوں دوستو! بے شک سخاوت قید خانے میں بند ہے، اس لئے تم اس سخاوت پر آنسو بہاؤ کیونکہ اس کے ہاتھوں کو باندھ دیا گیا ہے"۔

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے۔ اس شعر پر شاعر کو تین ہزار درہم بطور انعام دیے گئے۔

مزید اسلام لانے والے اسیرانِ بدر

حضرت ابو وداعہ حارث بن صبیرہ

مسلمان ہونے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک حضرت ابو وداعہ حارث بن صبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم ہیں۔ آپ نے اور آپ کے بیٹے حضرت مطلب بن ابی وداعہ نے فتح مکہ کے روز اکٹھے اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

(3) عبدالرحمٰن بن مشنوء بن وقدان بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بنی حارث بن فہر

بنی حارث بن فہر سے دو آدمی:

(1) طفیل بن ابی قنیع۔

(2) عتبہ بن عمرو بن جحدم۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ تینتالیس قیدی ہیں جن کے نام ہمیں یاد رہے ہیں۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ان تینتالیس قیدیوں میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کا نام ہم بیان نہیں کر سکے۔

دیگر اسیرانِ بدر

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جن اسیرانِ بدر کا ذکر حضرت ابن اسحاق نے نہیں کیا وہ یہ ہیں:

حضرت حجاج بن حارث

ان میں سے ایک حضرت حجاج بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم ہیں۔ واقدی اور دیگر علماء نے حضرت ابن اسحاق کے اس قول کے ساتھ اتفاق نہیں کیا کہ ان کے جد اعلیٰ کا نام سعید بن سہم ہے۔ انہوں نے کہا اس کا نام تو سعد بن سہم ہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ میرا خیال ہے اس مقام پر حضرت حجاج کو غلطی سے ذکر کر دیا گیا ہے کیونکہ آپ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں اور آپ غزوۂ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اس لئے آپ کو اسیرانِ بدر میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن ابی

ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن ابی بن خلف جمحی ہیں۔ آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور جنگ جمل میں کام آئے۔

حضرت وہب بن عمیر جمحی

ان میں سے ایک حضرت وہب بن عمیر جمحی ہیں۔ پہلے حضرت ابو عمیر آپ کا فدیہ ادا کرنے کے بہانے آئے تھے لیکن بعد میں دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابن اسحاق نے آپ کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے ذکر کر دیا ہے۔

Marfat.com

بنی ہاشم

بنی عبد ہاشم بن عبد مناف سے ایک شخص عتبہ۔ یہ بنی فہر سے ان کا حلیف تھا۔

بنی مطلب

بنی مطلب بن عبد مناف سے تین آدمی:

(1) ان کا حلیف عقیل بن عمرو۔

(2) اس کا بھائی تمیم بن عمرو۔

حضرت سہیل بن عمرو

ان میں سے ایک حضرت سہیل بن عمرو ہیں۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور شام میں جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ قریش کے خطیب تھے۔ سیرت وغیرہ میں آپ کے واقعات مشہور ہیں۔

حضرت عبد بن زمعہ

ان میں سے ایک حضرت عبد بن زمعہ ہیں۔ آپ حضرت سودہ بنت زمعہ کے بھائی ہیں۔ آپ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جن کے ساتھ حضرت سعد نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ اس بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ آپ ہی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! اس بیٹے کا حقدار تو ہے۔

حضرت قیس بن سائب مخزومی

ان میں سے ایک حضرت قیس بن سائب بن عویمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم ہیں۔ حضرت مجاہد بن جبیر القاری کی ولاء آپ ہی کو حاصل تھی۔ انہیں مجاہد بن جبر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے تھے: میرے مولیٰ حضرت قیس بن سائب ہی کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (بقرہ: 184) ''اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کرسکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا''۔ اس کے بعد آپ نے روزہ ترک کردیا اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے لگے۔ انہی کا قول ہے کہ دورِ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ میرے شریک تجارت تھے اور آپ اچھے شریک تھے جو نہ جھگڑتے اور نہ شک کرتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ بات ان کے باپ نے کہی تھی۔ اس بارے میں اضطراب اور اختلاف پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

Marfat.com

(3) اس کا بیٹا۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) خالد بن اسید بن ابی العیص۔

(2) ابو العریض یسار مولی عاص بن امیہ۔

حضرت نسطاس

ان میں سے ایک امیہ بن خلف کے آزاد کردہ غلام حضرت نسطاس ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوۂ احد کے بعد اسلام قبول کیا۔ آپ اس روز مشرکین کی شکست، ایک قبہ میں آپ کے پاس مسلمانوں کے داخلے اور صفوان کے فرار کا عجیب وغریب واقعہ بیان کرتے تھے جو حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔

یہ وہ تمام خوش نصیب ہیں جو اسیرانِ بدر میں سے اسلام لائے۔

اسلام قبول نہ کرنے والے اسیرانِ بدر

اسیرانِ بدر میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ یہ ہیں:

(1) عبداللہ بن حمید بن زہیر اسدی۔ اس کا مشہور نام عبیداللہ بن حمید ہے۔ ابن قتیبہ اور ابو عمر نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(2) ابو نصر الکلاباذی۔ یہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے ایک نسب میں جو بلی بن فاران بن عمرو ذکر کیا ہے۔ یہ اکثر اہل نسب کے نزدیک بغیر الف کے فران ہے۔ البتہ ابن درید نے اسے راء کی تشدید کے ساتھ فرّان کہا ہے۔ انہوں نے کہا یہ فرار مصدر سے فَعْلَان کا وزن ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات

سیرت ابن ہشام میں ذکر ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے اور ان کی تیمارداری کی خاطر مدینہ طیبہ میں ٹھہر گئے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا اور جہاد کے ثواب کی بھی خوشخبری دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اس روز ہوئی جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوۂ

Marfat.com

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے ایک آدمی نبہان جوان کا آزاد کردہ غلام تھا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے بھی ایک آدمی عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث۔

بنی عبد الدار

بنی عبد الدار بن قصی سے بھی ایک آدمی عقیل جو یمن سے ان کا حلیف تھا۔

بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے۔ آپ کی یوم وفات کے متعلق یہی صحیح قول ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی کی تدفین کے وقت وہاں موجود تھے۔ آپ ﷺ ان کی قبر انور کے پاس تشریف فرما ہوئے درآں حالیکہ آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: آج رات کس نے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کیے۔ حضرت ابو طلحہ نے عرض کی: میں نے۔ آپ ﷺ نے انہیں قبر میں اترنے کا حکم فرمایا۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا انکار کیا ہے اور کتاب الجامع میں اس کی تخریج کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت یوں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ الحدیث۔ آپ نے اس روایت میں حضرت رقیہ وغیرہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ علامہ طبری نے اس روایت کو یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ الحدیث۔ یہ سب ایک ہی حدیث ہے اور جس نے اس حدیث میں حضرت رقیہ کا نام ذکر کیا ہے اسے بلا شبہ وہم ہوا ہے اور اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اَیُّکُمْ لَمْ یُقَارِفِ اللَّیْلَۃَ؟ حدیث کے راوی حضرت فلیح بن سلیمان نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ آج رات کس نے گناہ نہیں کیا۔ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اس معنی کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ قبر میں اترنے کے زیادہ لائق تھے بلکہ آپ کی مراد یہ تھی: اَیُّکُمْ لَمْ یُقَارِفْ اَھْلَہٗ؟ کہ آج رات کون اپنی زوجہ کے قریب نہیں گیا؟ دیگر رواۃ نے انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابن بطال نے کہا: اس سوال سے نبی کریم ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ کی قبر انور میں اتریں اور آپ اس بات کے سب سے زیادہ حقدار بھی تھے کیونکہ آپ ان کے خاوند تھے اور دوسرے لوگوں میں وہ قلبی محبت

Marfat.com

بنی تیم

بنی تیم بن مرہ سے دو آدمی:

(1) مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم۔

(2) ان کا حلیف جابر بن زبیر۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ سے ایک آدمی قیس بن سائب۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے چھ آدمی:

(1) عمرو بن ابی بن خلف۔

(2) ان کا حلیف ابورہم بن عبداللہ۔

(3) ان کا ایک اور حلیف جس کا نام مجھے بھول گیا۔

(4) امیہ بن خلف کا آزادہ کردہ غلام سطاس

(5) اس کا دوسرا آزاد کردہ غلام۔

(6) امیہ بن خلف کا ایک غلام ابورافع۔

نہ تھی جس کا کوئی عوض نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آج رات کس نے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کیے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خاموش رہے کیونکہ آپ نے اسی رات حقوقِ زوجیت ادا کئے تھے جس رات آپ کی زوجہ کی وفات ہوئی تھی اور اس مصیبت کا غم اور نبی کریم ﷺ سے رشتہ مصاہرت کا انقطاع آپ کو حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے غافل نہ کر سکا۔ اس بناء پر آپ اپنے اس حق سے محروم ہو گئے حالانکہ آپ حضرت ابوطلحہ وغیرہ سے اس بات کے زیادہ حقدار تھے۔ اس حدیث کا یہی معنی واضح ہے اور شاید نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کا علم تھا لیکن آپ نے اس کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک حلال کام کیا تھا۔ البتہ مصیبت نے آپ پر اس حد تک اثر نہ کیا کہ آپ حقوقِ زوجیت سے غافل ہو جاتے یہاں تک کہ آپ کو اشارۃً اس حق سے محروم کر دیا گیا۔ واللہ اعلم

Marfat.com

بنی سہم

بنی سہم بن عمرو سے ایک شخص اسلم مولی نبیہ بن حجاج۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے دو آدمی:

(1) حبیب بن جابر۔

(2) سائب بن مالک۔

بنی حارث

بنی حارث بن فہر سے بھی دو آدمی:

(1) شافع۔

(2) شفیع۔ یہ دونوں سرزمین یمن سے ان کے حلیف تھے۔

غزوۂ بدر کے متعلق اشعار

قصیدۂ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ بدر کے متعلق جو اشعار کہے گئے اور جن کے ذریعے لوگوں نے ایک دوسرے کے جواب دیئے ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رحمہ اللہ کا یہ کلام ہے۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا اکثر علمائے شعران اشعار اوران کے جوابی اشعار کا انکار کرتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اَمْرًا كَانَ مِنْ عَجَبِ الدَّهْرِ وَ لِلْحَيْنِ اَسْبَابٌ مُبَيِّنَةُ الْاَمْرِ

"(اے مخاطب!) کیا تو نے اس واقعہ میں غور نہیں کیا جو زمانے کے عجائبات میں سے تھا اور موت کے لئے کچھ اسباب ایسے ہوتے ہیں جن کا معاملہ ظاہر ہوتا ہے"۔

غزوۂ بدر کے متعلق اشعار

ہم واقعہ ہجرت کے آخر میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہم ان اشعار کی کوئی شرح پیش نہیں کریں گے جن میں مسلمانوں کی ہجو کی گئی ہو اور جن میں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے ہوں بجز ان اشعار کے جن کے شاعر نے اسلام قبول کر لیا ہو۔ اور ہم نے وہاں ان اشعار کے بارے میں کی جانے والی بحث پر بھی گفتگو کی ہے اور وہاں اس شخص کا قول بھی ذکر کیا ہے جس نے ان اشعار کے باعث ابن اسحاق پر طعن کیا ہے اور ہم نے حق کو بیان کیا۔ والحمد للہ۔

Marfat.com

وَ مَا ذَاكَ اِلَّا اَنَ قَوۡمًا اَفَادَهُمۡ فَحَانُوۡا تَوَاصٍ بِالۡعُقُوۡقِ وَ بِالۡكُفۡرِ

"اور وہ واقعہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ایک قوم کو نافرمانی اور کفر کی باہمی نصیحت نے ہلاک کر دیا پس وہ ہلاک ہو گئے"۔

عَشِيَّةَ رَاحُوۡا نَحۡوَ بَدۡرٍ بِجَمۡعِهِمۡ فَكَانُوۡا رُهُوۡنًا لِلرَّكِيَّةِ مِنۡ بَدۡرِ

اس شام کو جب وہ اپنا لشکر لے کر بدر کی طرف چلے پس وہ بدر کے کنویں میں ہمیشہ رہ گئے۔

وَ كُنَّا طَلَبۡنَا الۡعِيۡرَ لَمۡ نَبۡغِ غَيۡرَهَا فَسَارُوۡا اِلَيۡنَا فَالۡتَقَيۡنَا عَلٰى قَدۡرِ

"اور ہم تو قافلے کی تلاش میں نکلے تھے، اس کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہ تھا، وہ ہماری طرف چلے، اس طرح ہم تقدیر کے ٹھہرائے ہوئے مقام پر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے"۔

فَلَمَّا الۡتَقَيۡنَا لَمۡ تَكُنۡ مَثۡنَوِيَّةٌ لَنَا غَيۡرَ طَعۡنٍ بِالۡمُثَقَّفَةِ السُّمۡرِ

"پھر جب ہم ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے تو ہمارے لئے واپسی کی کوئی صورت نہ تھی بجز سیدھے کئے ہوئے گندم گوں نیزوں کے ساتھ نیزہ زنی کے"۔

وَ ضَرۡبٍ بِبِيۡضٍ يَخۡتَلِي الۡهَامَ حَدُّهَا مُشَهَّرَةِ الۡاَلۡوَانِ بَيِّنَةِ الۡاَثۡرِ

"اور بجز چمکتی ہوئی تلواروں کے ساتھ وار کرنے کے جن کی دھاریں کھوپڑیوں کو کاٹ دیتی ہیں اور جن کے رنگ سفید اور جن کے جوہر خوب نمایاں ہیں"۔

وَ نَحۡنُ تَرَكۡنَا عُتۡبَةَ الۡغَيِّ ثَاوِيًا وَ شَيۡبَةَ فِي قَتۡلٰى تَجَرۡجَمُ فِي الۡجَفۡرِ

"اور ہم نے گمراہی کی دہلیز (عتبہ) کو پیوند خاک کر کے چھوڑا اور شیبہ کو ان مقتولوں کے درمیان چھوڑا جو کنویں میں بکھرے پڑے تھے"۔

حضرت حمزہ کی طرف منسوب اشعار

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار میں ہے: وَ مَا ذَاكَ اِلَّا اَنَ قَوۡمًا اَفَادَهُمۡ۔ اَفَادَ کا معنی ہے ہلاک کر دیا۔ جب کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو یہ الفاظ کہے جاتے: فَادَ، فَاظَ، فَطَسَ، فَازَ اور فَوَّزَ اور ضاد کے ساتھ فَاضَ نہیں کہا جاتا اور فَاظَتۡ نَفۡسُهٗ صرف بنی ضبہ بن اد کی لغت میں کہا جاتا ہے۔ تَوَاصِ الوصیۃ سے باب تفاعل ہے اور یہ اَفَادَهُمۡ کا فاعل ہے۔ ان اشعار میں ہے تَجَرۡجَمُ فِي الۡجَفۡرِ۔ الجفر ہر اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پتھر نہ لگائے گئے ہوں۔ اسی کی مثل اَلۡجَفۡرَةُ ہے اور تجرجم کا معنی ہے ایک دوسرے کے اوپر گرا دینا۔

Marfat.com

وَ عَمْرٌو ثَوٰی فِیْمَنْ ثَوٰی مِنْ حُمَاتِهِمْ فَشُقَّتْ جُیُوْبُ النَّائِحَاتِ عَلٰی عَمْرٍو

اور عمرو بھی ان لوگوں میں پیوند خاک ہو گیا جو ان کے حمایتیوں میں سے پیوند خاک ہو گئے۔ اس لئے عمرو پر نوحہ خواں عورتوں کے گریبان تار تار ہو گئے۔

جُیُوْبُ نِسَاءٍ مِّنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ کِرَامٍ تَفَرَّعْنَ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرٍ

''بنی لوی بن غالب کی ان شریف عورتوں کے گریبان (تار تار ہو گئے) جو بنی فہر کی بلند مرتبہ عورتوں پر بھی فائق تھیں''۔

اُوْلٰئِکَ قَوْمٌ قُتِّلُوْا فِیْ ضَلَالِهِمْ وَ خَلَّوْا لِوَاءً غَیْرَ مُحْتَضَرِ النَّصْرِ

''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی گمراہی میں مار ڈالے گئے اور وہ پرچم کو اس حالت میں چھوڑ گئے کہ مرتے دم تک اس کے پاس مدد نہ پہنچ سکے''۔

لِوَاءَ ضَلَالٍ قَادَ اِبْلِیْسُ اَهْلَهٗ فَخَاسَ بِهِمْ اِنَّ الْخَبِیْثَ اِلٰی غَدْرٍ

''گمراہی کے اس پرچم کو جس پرچم والوں کی قیادت ابلیس نے کی پس اس نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا، بے شک خبیث دھوکے کی طرف ہی جانے والا ہے''۔

وَ قَالَ لَهُمْ اِذْ عَایَنَ الْاَمْرَ وَاضِحًا بَرِئْتُ اِلَیْکُمْ مَابِیَ الْیَوْمَ مِنْ صَبْرٍ

''اور جب اس نے معاملے (مسلمانوں کی نصرت) کو واضح طور پر دیکھ لیا تو اس نے انہیں کہا میں تم سے بری الذمہ ہوں، آج مجھ میں صبر کی ہمت نہیں''۔

فَاِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَ اِنَّنِیْ اَخَافُ عِقَابَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ قَسْرٍ

''کیونکہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اور میں سزائے الٰہی سے ڈرتا ہوں اور اللہ قہر و غلبہ والا ہے''۔

فَقَدَّمَهُمْ لِلْحَیْنِ حَتّٰی تَوَرَّطُوْا وَ کَانَ بِمَا لَمْ یَخْبُرِ الْقَوْمُ ذَا خُبْرٍ

''پس وہ انہیں موت کے لئے بڑھا لایا یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پھنس گئے اور وہ اس بات سے خوب آگاہ تھا جس کی قوم کو خبر تک نہ تھی''۔

فَکَانُوْا غَدَاةَ الْبِئْرِ اَلْفًا وَّ جَمْعُنَا ثَلَاثُ مِئِیْنٍ کَالْمُسَدَّمَةِ الزُّهْرِ

''اور وہ کنویں پر پہنچنے کی صبح کو ایک ہزار تھے اور ہمارے لشکر والے سفید نر اونٹوں کی مثل تین سو تھے۔

وَ فِیْنَا جُنُوْدُ اللّٰهِ حِیْنَ یُمِدُّنَا بِهِمْ فِیْ مَقَامٍ ثَمَّ مُسْتَوْضِحِ الذِّکْرِ

Marfat.com

''اور ہم میں اللہ کے لشکر تھے جب وہ کسی مقام پر ان کے خلاف ہماری مدد کرتے تو وہاں اس کے بیان کی وضاحت پوچھی جاتی (کہ یہ کون لوگ ہیں)''۔

فَشَدَّ بِهِمْ جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا لَدَى مَأْزِقٍ فِيْهِ مَنَايَاهُمْ تَجْرِيْ

''پس حضرت جبرئیل نے ہمارے پرچم کے نیچے رہ کر انہیں ایسی تنگ جگہ پر جکڑ دیا جہاں ان پر لگاتار موتیں چلی آ رہی تھیں''۔

حارث بن ہشام کا جواب

اس کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا اور کہا:

اَلَا يَا لَقَوْمِيْ لِلصَّبَابَةِ وَالْهَجْرِ وَ لِلْحُزْنِ مِنِّيْ وَالْحَرَارَةِ فِي الصَّدْرِ

''اے میری قوم! سن عشق اور فراق اور میرے غم اور سینے کی جلن کا حال''۔

وَلِلدَّمْعِ مِنْ عَيْنَيَّ جَوْدًا كَاَنَّهُ فَرِيْدٌ هَوٰى مِنْ سِلْكِ نَاظِمِهٖ يَجْرِيْ

''اور سن میری آنکھوں سے موسلا دھار بہنے والے آنسوؤں کا حال گویا وہ ایسا ہار ہیں جو لڑی پرونے والے کی لڑی سے نکل کر تیزی سے گر رہے ہیں''۔

عَلَى الْبَطَلِ الْحُلْوِ الشَّمَائِلِ اِذْ ثَوٰى رَهِيْنَ مَقَامٍ لِلرَّكِيَّةِ مِنْ بَدْرِ

''(یہ آنسو) خوش اخلاق بہادر پر (بہہ رہے ہیں) کیونکہ وہ بدر کے کنویں کے مقام پر ہمیشہ کے لئے پیوند خاک ہو کر رہ گیا''۔

فَلَا تَبْعُدَنْ يَا عَمْرُو مِنْ ذِيْ قَرَابَةٍ وَ مِنْ ذِيْ نِدَامٍ كَانَ ذَا خُلُقٍ غَمْرِ

''اے عمرو! جو بڑا وسیع اخلاق والا تھا تو قرابت داروں اور ہم نشینوں (کے دلوں) سے ہرگز دور نہ ہو''۔

فَاِنْ يَكُ قَوْمٌ صَادَفُوْا مِنْكَ دَوْلَةً فَلَا بُدَّ لِلْاَيَّامِ مِنْ دُوَلِ الدَّهْرِ

اگر کسی قوم نے اتفاقی طور پر تجھ پر غلبہ پالیا ہے تو زمانے میں انقلابات زمانہ تو ضروری ہیں۔

فَقَدْ كُنْتَ فِيْ صَرْفِ الزَّمَانِ الَّذِيْ مَضٰى تُرِيْهِمْ هَوَانًا مِنْكَ ذَا سُبُلٍ وَعْرِ

''کیونکہ گزشتہ زمانے کی گردش میں تو اپنی بہادری سے انہیں سخت راہیں دکھاتا تھا''۔

فَاِلَّا اَمُتْ يَا عَمْرُو اَتْرُكْكَ ثَائِرًا وَ لَا اُبْقِ بُقْيَا فِيْ اِخَاءٍ وَ لَا صِهْرِ

''اے عمرو! اگر میں نہ مرا تو تیرا انتقام لے کر چھوڑوں گا اور کسی طرح کے بھائی چارے اور سسرالی رشتہ کو باقی نہیں رکھوں گا''۔

Marfat.com

وَ اَقطعُ ظَهرًا مِنْ رِجَالٍ بِمَعْشَرٍ كِرَامٍ عَلَيهِمْ مِثْلَ مَا قَطَعُوْا ظَهرِیْ

''اور ان کے عزیز ترین رشتہ داروں کی کمر اسی طرح توڑ دوں گا جس طرح انہوں نے میری کمر توڑ دی ہے''۔

اَغَرَّهُمْ مَا جَمَعُوْا مِنْ وَشِيظَةٍ وَ نَحْنُ الصَّمِيْمُ فِی الْقَبَائِلِ مِنْ فِهْرِ

''ان کو اس بات نے مغرور بنا دیا ہے جو انہوں نے مختلف النسل لوگ جمع کر لیے ہیں اور ہم تو بنی فہر کے قبائل میں خالص لوگ ہیں''۔

فَيَالَ لُؤَيٍّ ذَبِّبُوْا عَنْ حَرِيْمِكُمْ وَالِهَةٍ لَا تَتْرُكُوْهَا لِذِیْ الْفَخْرِ

''پس اے آلِ لوی! اپنی عزت اور معبودوں کی حفاظت کرو، انہیں فخر کرنے والے کے لئے نہ چھوڑ دو''۔

تَوَارَثَهَا اٰبَائُكُمْ وَوَرِثْتُمْ اَوَا سِيَّهَا وَالْبَيْتَ ذَالسَّقْفِ وَالسِّتْرِ

''تمہارے آباء و اجداد نے انہیں وراثت میں پایا اور پھر تم نے ان کی بنیادوں اور اس چھت اور پردوں والے گھر کو وراثت میں پایا ہے''۔

فَمَا لِحَلِيْمٍ قَدْ اَرَادَ هَلَاكَكُمْ فَلَا تَعْذِرُوْهُ اٰلَ غَالِبَ مِنْ عُذْرِ

''ایک حلیم شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے تمہاری ہلاکت کا ارادہ کر لیا ہے پس اے آلِ غالب! تم اس کا کوئی عذر قبول نہ کرو''۔

وَ جِدُّوْا لِمَنْ عَادَيْتُمْ وَ تَوَازَرُوْا وَ كُوْنُوْا جَمِيْعًا فِی التَّاَسِّیْ وَ فِی الصَّبْرِ

''اور ان لوگوں کے مقابلے میں خوب کوشش کرو جن سے تمہاری دشمنی ہے اور ایک دوسرے سے تعاون کرو اور ایک دوسرے کی بات ماننے اور صبر میں متفق رہو''۔

لَعَلَّكُمْ اَنْ تَثَارُوْا بِاَخِيْكُمْ وَ لَا شَیْءَ اِنْ لَّمْ تَثَارُوْا بِذَوِیْ عَمْرٍو

''تا کہ تم اپنے بھائی کا بدلہ لے سکو اور اگر تم نے بدلہ نہ لیا تو عمرو تم سے کسی قسم کا تعلق رکھنے والا نہیں''۔

بِمُطَّرِدَاتٍ فِی الْاَكُفِّ كَاَنَّهَا وَمِيْضٌ تُطِيْرُ الْهَامَ بَيِّنَةُ الْاَثْرِ

''ہاتھوں میں لچکنے والی تلواروں کے ساتھ جو بجلی کی چمک کی طرح ہیں جو گردن اڑا دیتی ہیں نمایاں جوہر والی ہیں''۔

كَاَنَّ مَدَبَّ الذَّرِّ فَوْقَ مُتُوْنِهَا اِذَا جُرِّدَتْ يَوْمًا لِاَعْدَائِهَا الْخُزْرِ

Marfat.com

"جب وہ کسی دن اپنے بھینگی آنکھوں والے دشمن کے لئے برہنہ کی جاتی ہیں تو ان کی پیٹھوں پر (ایسے جوہر نمایاں ہوتے ہیں) گویا چیونٹیوں کے رینگنے کے نشانات ہیں"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے علامہ ابن اسحاق کی روایت میں اس قصیدہ کے دو کلموں کو تبدیل کر دیا ہے۔ وہ ایک شعر کے آخر میں الفخر کا کلمہ اور ایک شعر کے شروع میں فما لحلیم کا کلمہ ہے کیونکہ ان میں اس نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی تھی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے بارے میں قصیدہ کہا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: میں نے علمائے شعر میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اس قصیدہ کے اور اس کے جواب سے واقف ہو۔ ہم نے یہ اشعار یہاں اس لئے لکھ دیے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عبداللہ بن جدعان بدر کے روز قتل ہوا اور علامہ ابن اسحاق نے مقتولین بدر میں اس کا ذکر نہیں کیا اور ان اشعار میں اس کا ذکر کر دیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَبْلٰى رَسُوْلَهٗ بَلَاءَ عَزِيْزٍ ذِى اقْتِدَارٍ وَّذِىْ فَضْلِ

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا ایسا امتحان لیا جیسا صاحب اقتدار اور صاحب فضل عزت والے کا (اس کے اقتدار و عزت کو بڑھانے کے لئے) لیا جاتا ہے"۔

بِمَا اَنْزَلَ الْكُفَّارَ دَارَ مَذَلَّةٍ فَلَاقَوْا هَوَانًا مِّنْ اَسَارٍ وَّمِنْ قَتْلِ

"جس امتحان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفار کو ذلت کے گھر اتار دیا جہاں انہوں نے اسیری اور قتل کی ذلت سے ملاقات کی"۔

فَاَمْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهٗ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُرْسِلَ بِالْعَدْلِ

"تو رسول اللہ ﷺ کی مدد (کرنے والوں) کو بھی عزت حاصل ہوگئی ہے اور رسول اللہ تو انصاف ہی کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے"۔

فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ مِّنَ اللّٰهِ مُنْزَلٍ مُبَيَّنَةٍ اٰيَاتُهٗ لِذَوِى الْعَقْلِ

"اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی، حق و باطل میں فرق کرنے والی (کتاب) لے کر تشریف لائے جس کی آیات عقل والوں کے لئے واضح ہیں"۔

فَاٰمَنَ اَقْوَامٌ بِذَاكَ وَاَيْقَنُوْا فَاَمْسَوْا بِحَمْدِ اللّٰهِ مُجْتَمِعِى الشَّمْلِ

"تو کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے اور یقین کر لیا پس وہ بحمد اللہ تمام بکھری ہوئی قوتوں کو

Marfat.com

جمع کرنے والے ہو گئے''۔

وَانْکَرَ اَقْوَامٌ فَزَاغَتْ قُلُوْبُهُمْ فَزَادَهُمْ ذُوالْعَرْشِ خَبْلًا عَلٰی خَبْلِ

''اور کچھ لوگوں نے انکار کیا تو ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے اور عرش کے مالک نے ان کے فساد پر اور فساد کا اضافہ کر دیا''۔

وَ اَمْکَنَ مِنْهُمْ یَوْمَ بَدْرٍ رَسُوْلَهٗ وَ قَوْمًا غِضَابًا فِعْلُهُمْ اَحْسَنُ الْفِعْلِ

''اور اس نے بدر کے روز ان پر اپنے رسول کو اور اس غضبناک قوم کو قدرت دے دی جن کا کام ہی بہترین کام تھا (کہ ان کا غصہ بھی اللہ کے لئے تھا)''۔

بِاَیْدِیْهِمْ بِیْضٌ خِفَافٌ عَصَوْا بِهَا وَ قَدْ حَادَثُوْهَا بِالْجِلَاءِ وَ بِالصَّقْلِ

''ان کے ہاتھوں میں ہلکی پھلکی سفید تلواریں تھیں جن کے ساتھ انہوں نے وار کیے جبکہ انہوں نے ان تلواروں کو چمکانے اور صیقل کرنے میں بہت وقت صرف کیا تھا''۔

فَکَمْ تَرَکُوْا مِنْ نَاشِیءٍ ذِیْ حَمِیَّةٍ صَرِیْعًا وَ مِنْ ذِیْ نَجْدَةٍ مِنْهُمْ کَهْلِ

''پس انہوں نے ان میں سے کتنے حمیت والے نوجوانوں اور طاقتور ادھیڑ عمروں (تجربہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار میں مذکور ہے: بِاَیْدِیْهِمْ بِیْضٌ خِفَافٌ عَصَوْا بِهَا۔ کہا جاتا ہے: عَصَیْتُ بِالسَّیْفِ (میں نے تلوار کے ساتھ وار کیا) اور عَصَوْتُ بِالْعَصَا (میں نے لاٹھی کے ساتھ وار کیا) تو جب آپ کسی جماعت کے متعلق خبر دیں تو کہتے ہیں عَصَوْا (انہوں نے وار کیے) صاد کے ضمہ کے ساتھ جیسا کہ کہا جاتا ہے عَمُوْا (وہ اندھے ہو گئے) اور اَلْعَصَا سے مشتق ہونے کی صورت میں آپ کہتے ہیں: عَصَوْا جیسا کہ کہتے میں غَزَوْا (انہوں نے حملہ کیا) اور آپ کے قول مُسَلَّبَة کا معنی ہے قَدْ لَبِسَتْ السِّلَابَ اور سلاب ایک سیاہ چادر ہوتی ہے جسے رونے والی عورتیں پہنتی ہیں۔ لبید کا قول ہے:

وَ اِنَّنِیْ مُلَاعِبُ الرِّمَاحِ وَ مِدْرَهُ الْکَتِیْبَةِ الرَّدَاحِ

''اور بے شک میں نیزوں سے کھیلنے والا اور لشکر جرار کا سردار ہوں''۔

یَضْرِبْنَ حُرَّ اَوْجُهٍ صِحَاحِ فِی السُّلُبِ السُّوْدِ وَ فِی الْاَمْسَاحِ

''وہ عورتیں سیاہ ماتمی چادروں اور کھردری چادروں میں (لپٹے ہوئے اپنے) عیب سے پاک چہروں کے رخساروں کو پیٹ رہی ہیں''۔ السلب سلاب کی جمع ہے۔

Marfat.com

کاروں) کو پچھاڑ ڈالا"۔

تَبِیتُ عُیُونُ النَّائِحَاتِ عَلَیهِمُ تَجُودُ بِاِسْبَالِ الرَّشَاشِ وَبِالْوَبْلِ

"ان پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں رات بھر جھڑی اور موسلا دھار بارش کی سخاوت کرتی ہیں"۔

نَوَائِحُ تَنْعَی عُتْبَۃَ الْغَیِّ وَابْنَہٗ وَ شَیْبَۃَ تَنْعَاہُ وَ تَنْعَی اَبَا جَھْلِ

"نوحہ کرتے ہوئے وہ گمراہی کی دہلیز (عتبہ) اور اس کے بیٹے کی موت کی خبر دیتی ہیں اور شیبہ اور ابوجہل کی موت کی خبر دیتی ہیں"۔

وَ ذَا الرِّجْلِ تَنْعَی وَابْنَ جُدْعَانَ فِیھِمُ مُسَلَّبَۃً حَرَّی مُبَیَّنَۃَ الثُّکْلِ

"اور ایک پاؤں والے (لنگڑے اسود بن عبدالاسد مخزومی) کی موت کی خبر دیتی ہیں اور ان میں ابن جدعان بھی ہے درآں حالیکہ وہ عورتیں ماتمی لباس پہنے ہوئے ہیں، ان کے پیٹوں میں آگ لگی ہوئی ہے اور عزیزوں کی جدائی ان (کے چہروں) سے عیاں ہے"۔

ثَوَی مِنْھُمْ فِیْ بِئْرِ بَدْرٍ عِصَابَۃٌ ذَوُوْ نَجَدَاتٍ فِی الْحُرُوْبِ وَ فِی الْمَحْلِ

"ان کی ایک ایسی جماعت بدر کے کنویں میں پیوند خاک ہوگئی جو جنگوں اور قحط سالیوں میں طاقتور ہوتی تھی"۔

دَعَا الْغَیُّ مِنْھُمْ مَنْ دَعَا فَاَجَابَہٗ وَ لِلْغَیِّ اَسْبَابٌ مُرَمَّقَۃُ الْوَصْلِ

"ان میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہی نے دعوت دی تو انہوں نے اس کی دعوت قبول کر لی اور گمراہی کے بہت سے اسباب ایسے ہیں جن میں اتصال کی قوت کمزور ہے"۔

فَاَضْحَوْا لَدَی دَارِ الْجَحِیْمِ بِمَعْزِلٍ عَنِ الشَّغْبِ وَالْعُدْوَانِ فِیْ اَشْغَلِ الشُّغْلِ

"آخر وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے گھر کے پاس چیخ و پکار اور ظلم و زیادتی سے الگ تھلگ زیادہ مصروف رکھنے والے شغل میں دن چڑھے پہنچ گئے"۔

حارث بن ہشام کا جواب

اس کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا اور کہا:

عَجِبْتُ لِاَقْوَامٍ تَغَنّٰی سَفِیْھُھُمْ بِاَمْرِ سَفَاہٍ ذِی اعْتِرَاضٍ وَ ذِیْ بُطْلِ

"مجھے کچھ لوگوں پر حیرت ہوئی جن کے نادان نے اپنی قابل اعتراض اور جھوٹ سے بھری ہوئی نادانی والی باتوں کے قصیدے گائے"۔

Marfat.com

تَغَنَّى بِقَتْلٰى يَوْمَ بَدْرٍ تَتَابَعُوْا کِرَامَ الْمَسَاعِیْ مِنْ غُلَامٍ وَّ مِنْ کَهْلٖ

"بدر کے روز مقتولین کے متعلق اشعار کہے جن کے کم عمروں اور بوڑھوں نے لگا تار شریفانہ کوششیں کیں"۔

مَصَالِیْتَ بِیْضٍ مِّنْ لُّؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ مَطَاعِیْنَ فِی الْهَیْجَا مَطَاعِیْمَ فِی الْمَحْلٖ

"جو بہادر، روشن چہروں والے، لؤی بن غالب کی نسل سے تعلق رکھنے والے، جنگوں میں نیزہ باز اور قحط میں کھانا کھلانے والے تھے"۔

اُصِیْبُوْا کِرَامًا لَّمْ یَبِیْعُوْا عَشِیْرَةً بِقَوْمٍ سِوَاهُمْ نَازِحِی الدَّارِ وَالْاَصْلٖ

"وہ عزت کی موت مرے، انہوں نے اپنوں کو چھوڑ کر وطن اور نسب کے لحاظ سے دور قوم کے بدلے اپنا خاندان فروخت نہ کیا"۔

کَمَا اَصْبَحَتْ غَسَّانُ فِیْکُمْ بِطَانَةً لَکُمْ بَدَلًا مِّنَّا فَیَالَكَ مِنْ فِعْلٖ

"جس طرح تم میں بنی غسان ہمارے بجائے تمہارے راز دار اور گہرے دوست بن گئے، تعجب ہے ایسے کاموں پر"۔

عُقُوْقًا وَّ اِثْمًا بَیِّنًا وَّ قَطِیْعَةً یَرٰی جَوْرَکُمْ فِیْهَا ذَوُوالرَّاْیِ وَالْعَقْلٖ

"(تم نے یہ سب کچھ) نافرمانی، صریح گناہ اور قطع رحمی کی وجہ سے کیا، صاحبانِ عقل ورائے ان کاموں میں تمہارے ظلم کو دیکھ رہے ہیں"۔

فَاِنْ یَّكُ قَوْمٌ قَدْ مَضَوْا لِسَبِیْلِهِمْ وَ خَیْرُ الْمَنَایَا مَا یَکُوْنُ مِنَ الْقَتْلٖ

"اگر ایسا ہوا ہے کہ کچھ لوگ اپنی راہ پر چل دیے ہیں حالانکہ سب سے بہترین موت قتل ہی کی موت ہے

فَلَا تَفْرَحُوْا اَنْ تَقْتُلُوْهُمْ فَقَتْلُهُمْ لَکُمْ کَائِنٌ خَبْلًا مُّقِیْمًا عَلَی خَبْلٖ

توانکے قتل کرنے پر خوش نہ ہونا کیونکہ ان کا قتل تمہارے لئے فساد پر دائمی فساد کا باعث ہوگا"۔

فَاِنَّکُمْ لَنْ تَبْرَحُوْا بَعْدَ قَتْلِهِمْ شَتِیْتًا هَوَاکُمْ غَیْرَ مُجْتَمِعِ الشَّمْلٖ

"کیونکہ ان کے قتل کے بعد تمہاری خواہشات بکھری رہیں گی اور تم اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو یکجا نہ کرسکو گے"۔

بِفَقْدِ ابْنِ جُدْعَانَ الْحَمِیْدِ فَعَالُهٗ وَ عُتْبَةَ وَالْمَدْعُوِّ فِیْکُمْ اَبَا جَهْلٖ

"قابل ستائش کاموں والے ابن جدعان، عتبہ اور تم میں مشہور شخص ابوجہل کے کھودینے

Marfat.com

کے ساتھ (مذکورہ کام تم نہیں کرسکو گے)"۔

وَ شَيْبَةُ فِيهِمْ وَالْوَلِيْدُ وَ فِيهِمْ أُمَيَّةُ مَأْوَى الْمُعْتَرِيْنَ وَ ذُوْالرِّجْلِ

"اوران میں شیبہ اور ولید بھی ہے اوران میں سائلوں کی پناہ گاہ امیہ اور ایک پاؤں والا بھی ہے"۔

أُولَئِكَ فَابْكِ ثُمَّ لَا تَبْكِ غَيْرَهُمْ نَوَائِحُ تَدْعُوْ بِالرَّزِيَّةِ وَالثُّكْلِ

"مصیبت اور عزیزوں کی جدائی کو پکار پکار کر نوحہ کرنے والیاں صرف انہی لوگوں پر روئیں اوران کے بعدان کے سوا کسی پر نہ روئیں"۔

وَ قُوْلُوْا لِأَهْلِ الْمَكَّتَيْنِ تَحَاشَدُوْا وَ سِيْرُوْا إِلَى آطَامِ يَثْرِبَ ذِي النَّخْلِ

"مکہ اور طائف کے رہنے والے لوگوں سے کہہ دو کہ لشکر جمع کرو اور کھجوروں والے یثرب کے قلعوں کی طرف چلو"۔

جَمِيْعًا وَ حَامُوْا آلَ كَعْبٍ وَ ذَبِّبُوْا بِخَالِصَةِ الْأَلْوَانِ مُحْدَثَةِ الصَّقْلِ

"سب کے سب (چلو) اور بنی کعب کو گھیر لو اور خالص رنگوں والی اور نئی صیقل کی ہوئی (تلواروں) کے ساتھ دفاع کرو"۔

وَإِلَّا فَبِيْتُوْا خَائِفِيْنَ وَأَصْبِحُوْا أَذَلَّ لِوَطْءِ الْوَاطِئِيْنَ مِنَ النَّعْلِ

"ورنہ ڈرتے ہوئے رات گزار دو اور جوتوں سے پامال کرنے والوں کی پامالی کی وجہ سے ذلیل ہو کر صبح کرو"۔

عَلَى أَنَّنِيْ وَاللَّاتِ يَا قَوْمِ فَاعْلَمُوْا بِكُمْ وَاثِقٌ أَنْ لَا تُقِيْمُوْا عَلَى تَبْلِ

"اے میری قوم! لات کی قسم! اس کے باوجود کہ مجھے تم پر بھروسہ ہے لیکن یادرکھو دشمن سے بدلہ لینے کے لئے ہرگز کھڑا نہ ہونا"۔

سِوَى جَمْعِكُمْ لِلسَّابِغَاتِ وَ لِلْقَنَا وَلِلْبِيْضِ وَالْبِيْضِ الْقَوَاطِعِ وَالنَّبْلِ

"بجز اس کے کہ تم بڑی زرہیں، نیزے، خود، کاٹنے والی سفید تلواریں اور تیر جمع کرلو"۔

ضرار بن خطاب کا قصیدہ

بنی فہر کے فرد ضرار بن خطاب نے غزوۂ بدر کے بارے میں کہا:

عَجِبْتُ لِفَخْرِ الْأَوْسِ وَالْحَيْنُ دَائِرٌ عَلَيْهِمْ غَدًا وَالدَّهْرُ فِيْهِ بَصَائِرُ

"مجھے اوس کے فخر کرنے پر تعجب ہے حالانکہ کل موت ان پر بھی چکر لگانے والی ہے اور

Marfat.com

زمانے میں عبرت ناک واقعات موجود ہیں"۔

وَ فَخْرِ بَنِي النَّجَّارِ وَ اِنْ كَانَ مَعْشَرٌ اُصِيْبُوْا بِبَدْرٍ كُلُّهُمْ ثَمَّ صَابِرُ

"اور بنی نجار کے فخر کرنے پر (تعجب ہے) اگر چہ بدر میں ایک پورا خاندان وہاں بند ہو کر قتل ہوا"۔

فَاِنْ تَكُ قَتْلٰى غُوْدِرَتْ مِنْ رِّجَالِنَا فَاِنَّا رِجَالًا بَعْدَهُمْ سَنُغَادِرُ

"اگر ہمارے مردوں کی لاشوں کو وہاں چھوڑ دیا گیا ہے تو (کیا ہوا) ان کے بعد ہم لوگ بھی تو ہیں جو بربادی لائیں گے"۔

وَ تَرْدِيْ بِنَا الْجُرْدُ الْعَنَاجِيْجُ وَسْطَكُمْ بَنِي الْاَوْسِ حَتّٰى يَشْفِي النَّفْسَ ثَائِرُ

"اور اے بنی اوس! کم مو بلند قامت تیز گھوڑے بڑی سرعت سے ہمیں تمہارے وسط تک لے جائیں گے یہاں تک کہ بدلہ لینے والا اپنے دل کو تسکین دے لے گا"۔

وَ وَسْطَ بَنِي النَّجَّارِ سَوْفَ نَكُرُّهَا لَهَا بِالْقَنَا وَالدَّارِعِيْنَ زَوَافِرُ

"اور عنقریب ہم ان گھوڑوں کے ذریعے بنی نجار کے درمیانی حصے پر حملہ کریں گے جس کے لئے نیزوں اور زرہ پوشوں کے باربردار بھی ہوں گے"۔

فَنَتْرُكُ صَرْعٰى تَعْصِبُ الطَّيْرُ حَوْلَهُمْ وَ لَيْسَ لَهُمْ اِلَّا الْاَمَانِيَّ نَاصِرُ

"پھر ہم پچھاڑے ہوئے لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ ان کے اردگرد پرندے گروہ در گروہ جمع ہوں گے اور بجز جھوٹی امیدوں کے ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا"۔

وَ تَبْكِيْهِمْ مِنْ اَهْلِ يَثْرِبَ نِسْوَةٌ لَهُنَّ بِهَا لَيْلٌ عَلَى النَّوْمِ سَاهِرُ

"اور ان پر اہل یثرب کی عورتیں روتی ہوں گی جن کے لئے وہاں نیند سے بیدار رکھنے والی رات ہوگی"۔

وَ ذٰلِكَ اَنَّا لَا تَزَالُ سُيُوْفُنَا بِهِنَّ دَمٌ مِمَّنْ يُحَارِبْنَ مَائِرُ

"اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ ہماری تلواروں کے ذریعے ان لوگوں کا خون بہتا رہے گا جن سے یہ تلواریں جنگ کریں گی"۔

فَاِنْ تَظْفَرُوْا فِيْ يَوْمِ بَدْرٍ فَاِنَّمَا بِاَحْمَدَ اَمْسٰى جَدُّكُمْ وَ هُوَ ظَاهِرُ

"اگر تم نے بدر کے دن فتح پالی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارا نصیب (ہمارے ہی ایک فرد) احمد (ﷺ) کے ساتھ ہو گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے"۔

Marfat.com

وَ بِالنَّفَرِ الْاَخْیَارِ هُمْ اَوْلِیَاءُهٗ ۔۔۔ یُحَامُوْنَ فِی اللَّاْوَاءِ وَ الْمَوْتُ حَاضِرُ

''اور ان منتخب لوگوں کے ساتھ ہو گیا ہے جو اس کے رشتہ دار ہیں جو شدت میں حفاظت کرتے ہیں جبکہ موت حاضر ہوتی ہے''۔

یُعَدُّ اَبُوْبَکْرٍ وَّ حَمْزَۃُ فِیْھِمْ ۔۔۔ وَ یُدْعٰی عَلِیٌّ وَسْطَ مَنْ اَنْتَ ذَاکِرُ

''ابو بکر اور حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) انہی لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی ان لوگوں کے وسط میں شمار کیا جاتا ہے جن کا تو ذکر کر رہا ہے''۔

وَ یُدْعٰی اَبُوْ حَفْصٍ وَّ عُثْمَانُ مِنْھُمْ ۔۔۔ وَ سَعْدٌ اِذَا مَا کَانَ فِی الْحَرْبِ حَاضِرُ

''اور ابو حفص اور عثمان کو بھی انہی میں سے پکارا جاتا ہے اور سعد بھی (انہی کے ساتھ) جنگ میں موجود ہوتا ہے''۔

اُوْلٰئِکَ لَامَنْ نَتَّجَتْ فِیْ دِیَارِھَا ۔۔۔ بَنُوْ الْاَوْسِ وَالنَّجَّارِ حِیْنَ تُفَاخِرُ

''یہ لوگ ہیں (جن کے سبب فتح حاصل ہوئی) نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے وطنوں میں اولاد پیدا کر لی ہے یعنی بنی اوس اور بنی نجار جب وہ فخر کر رہے ہیں''۔

وَ لٰکِنْ اَبُوْھُمْ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ ۔۔۔ اِذَا عُدَّتِ الْاَنْسَابُ کَعْبٌ وَّ عَامِرُ

''بلکہ جب بنی کعب اور بنی عامر کے انساب شمار کئے جائیں گے تو ان کا جد اعلیٰ لوی بن غالب کی اولاد سے ہوگا''۔

ھُمُ الطَّاعِنُوْنَ الْخَیْلَ فِیْ کُلِّ مَعْرَکٍ ۔۔۔ غَدَاۃَ الْھِیَاجِ الْاَطْیَبُوْنَ الْاَکَاثِرُ

''یہی وہ لوگ ہیں جو ہر معرکہ میں شہسواروں پر نیزہ بازی کرنے والے اور اضطراب کے وقت بہترین اور بہت نیکیاں کرنے والے ہیں''۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب

اس کا جواب بنی سلمہ کے فرد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا اور فرمایا:

عَجِبْتُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ قَادِرٌ ۔۔۔ عَلٰی مَا اَرَادَ لَیْسَ لِلّٰہِ قَاھِرُ

''میں اللہ کے کام پر حیران ہو گیا اور اللہ تعالیٰ تو ان باتوں پر قادر ہے جن کا وہ ارادہ فرما لے، اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں''۔

قَضٰی یَوْمَ بَدْرٍ اَنْ نُلَاقِیَ مَعْشَرًا ۔۔۔ بَغَوْا وَ سَبِیْلُ الْبَغْیِ بِالنَّاسِ جَائِرُ

''اس نے بدر کے روز فیصلہ فرما دیا کہ ہم ایسے گروہ کے مقابل آئیں گے جنہوں نے

Marfat.com

بغاوت کی اور بغاوت کا راستہ لوگوں کو ٹیڑھا لے جانے والا ہے''۔

وَ قَدْ حَشَدُوْا وَاسْتَنْفَرُوْا مَنْ يَلِيهِمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى جَمْعُهُمْ مُتَكَاثِرُ

'' حالانکہ انہوں نے لشکر جمع کر لیا تھا اور اپنے آس پاس کے لوگوں سے بھی مدد چاہی تھی یہاں تک کہ ان کی جماعت کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی''۔

وَ سَارَتْ اِلَيْنَا لَا تُحَاوِلُ غَيْرَنَا بِاَجْمَعِهَا كَعْبٌ جَمِيْعًا وَّ عَامِرُ

'' اور وہ سب کے سب بنی کعب اور بنی عامر ہماری طرف چل پڑے اور ان کا قصد ہمارے سوا کسی اور طرف نہ تھا''۔

وَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْاَوْسُ حَوْلَهٗ لَهٗ مَعْقِلٌ مِّنْهُمْ عَزِيْزٌ وَّ نَاصِرُ

'' جبکہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور آپ کے اردگرد بنی اوس ہیں جو آپ کے لئے قلعہ ہیں جن میں کچھ غلبہ رکھنے والے ہیں تو کچھ مدد کرنے والے ہیں''۔

وَ جَمْعُ بَنِي النَّجَارِ تَحْتَ لِوَائِهٖ يُمَشُّوْنَ فِي الْمَاذِيِّ وَالنَّقْعُ ثَائِرُ

'' اور بنی نجار کی جماعت آپ کے جھنڈے تلے ہے جو سفید نرم زرہوں میں چل رہے ہیں درآں حالیکہ گرد و غبار اڑا جا رہا ہے''۔

فَلَمَّا لَقِيْنَاهُمْ وَ كُلٌّ مُجَاهِدٌ لِاَصْحَابِهٖ مُسْتَبْسِلُ النَّفْسِ صَابِرُ

'' پھر جب ہم ان کے مقابل ہوئے درآں حالیکہ ہر ایک اپنے ساتھیوں کے لئے جہاد کرنے والا، اپنے نفس کو قربانی کے لئے پیش کرنے والا اور ثابت قدم تھا''۔

شَهِدْنَا بِاَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ بِالْحَقِّ ظَاهِرُ

'' تو ہم نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور یہ کہ اللہ کا رسول حق کے ساتھ غلبہ پانے والا ہے''۔

وَ قَدْ عُرِّيَتْ بِيْضٌ خِفَافٌ كَاَنَّهَا مَقَابِيْسُ يُزْهِيْهَا لِعَيْنَيْكَ شَاهِرُ

'' اور سفید چمکتی ہوئی ہلکی تلواریں سونت لی گئیں گویا وہ آگ کے شعلے ہیں جنہیں تلوار سونتنے والا تیری آنکھوں کے سامنے حرکت دے رہا ہو''۔

بِهِنَّ اَبَدْنَا جَمْعَهُمْ فَتَبَدَّدُوْا وَ كَانَ يُلَاقِي الْحَيْنَ مَنْ هُوَ فَاجِرُ

'' ان تلواروں کے ذریعے ہم نے ان کی جماعت کو برباد کیا تو وہ پریشان ہو گئے اور جو فاجر تھا وہ موت سے ملاقات کر رہا تھا''۔

Marfat.com

فَكَبَّ اَبُوْ جَهْلٍ صَرِيْعًا لِوَجْهِهٖ وَ عُتْبَةُ قَدْ غَادَرْنَهٗ وَ هُوَ عَاثِرُ

''آخر ابوجہل منہ کے بل دھڑام سے گر پڑا اور عتبہ کو تلواروں نے ایسی حالت میں چھوڑا کہ وہ گر پڑا تھا''۔

وَ شَيْبَةَ وَالتَّيْمِيَّ غَادَرْنَ فِي الْوَغٰى وَ مَا مِنْهُمُ اِلَّا بِذِي الْعَرْشِ كَافِرُ

''اور شیبہ اور تیمی کو انہوں نے لڑائی کے درمیان چھوڑ دیا اور یہ سب کے سب مالک عرش کے منکر تھے''۔

فَاَمْسَوْا وَ قُوْدَ النَّارِ فِيْ مُسْتَقَرِّهَا وَ كُلُّ كَفُوْرٍ فِيْ جَهَنَّمَ صَائِرُ

''پس وہ آگ کی قرارگاہ میں آگ کا ایندھن بن گئے اور ہر بڑا کافر جہنم میں ہی جانے والا ہے''۔

تَلَظّٰى عَلَيْهِمْ وَهِيَ قَدْ شَبَّ حَمْيُهَا بِزُبَرِ الْحَدِيْدِ وَالْحِجَارَةِ سَاجِرُ

''وہ جہنم ان پر بھڑک رہی ہے درآں حالیکہ اس کی گرمی کو آگ جلانے والے نے لوہے اور پتھر کے ٹکڑوں کے ساتھ شباب پر کر دیا ہے''۔

وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ قَالَ اَقْبِلُوْا فَوَلَّوْا وَ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ سَاحِرُ

''اور رسول اللہ ﷺ نے تو انہیں فرمایا تھا کہ میری جانب آجاؤ لیکن انہوں نے روگردانی کی اور کہا کہ تو تو ایک جادوگر ہے''۔

لِاَمْرٍ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّهْلِكُوْا بِهٖ وَ لَيْسَ لِاَمْرٍ حَمَّهُ اللّٰهُ زَاجِرُ

''(ان کی یہ حالت) اس سبب سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمالیا کہ وہ اس میں ہلاک ہو جائیں اور جس بات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما لے اسے کوئی رد کرنے والا نہیں''۔

قصیدہ عبداللہ بن زبعری

عبداللہ بن زبعری سہمی نے بدر کے مقتولوں پر روتے ہوئے کہا:

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ اشعار بنی اسد بن عمرو بن تمیم کے ایک فرد اعشی بن زرارہ بن نباش کے ہیں جو بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔ علامہ ابن اسحاق نے فرمایا وہ بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔

مَا ذَا عَلٰى بَدْرٍ وَ مَا ذَا حَوْلَهٗ مِنْ فِتْيَةٍ بِيْضِ الْوُجُوْهِ كِرَامِ

''بدر اور اس کے ماحول پر کیا (آفت آگئی) ہے کہ کچھ سفید چہروں والے شریف نوجوانوں

Marfat.com

نے

تَرَكُوا نُبَيْهًا خَلْفَهُمْ وَ مُنَبِّهًا وَابْنَيْ رَبِيْعَةَ خَيْرَ خَصْمٍ فِئَامِ

نبیہ، منبہ اور ربیعہ کے دونوں بیٹوں کو پیچھے چھوڑ دیا جو لوگوں کی ان جماعتوں کے بڑے مخالف تھے"۔

وَالْحَارِثَ الْفَيَّاضَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ كَالْبَدْرِ جَلَّى لَيْلَةَ الْاِظْلَامِ

"اور فیاض حارث کو بھی (پیچھے چھوڑ دیا) جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا جس نے تاریک رات کو روشن کر دیا ہو"۔

وَالْعَاصِيَ بْنَ مُنَبِّهٍ ذَا مِرَّةٍ رُمْحًا تَمِيْمًا غَيْرَ ذِيْ اَوْصَامِ

اور منبہ کے بیٹے عاصی کو (چھوڑ دیا) جو طاقتور، (لمبا گویا) پورا نیزہ تھا اور عیبوں والا نہ تھا۔

تَنْمِيْ بِهِ اَعْرَاقُهُ وَ جُدُوْدُهُ وَ مَاثِرُ الْاَخْوَالِ وَالْاَعْمَامِ

"اس (عاصی) کے ذریعے اس (منبہ) کی اصلی اور آبائی صفات اور ماموں اور چچاؤں کی صفاتِ حمیدہ پرورش پاتی تھیں"۔

وَ اِذَا بَكٰى بَاكٍ فَاَعْوَلَ شَجْوَهُ فَعَلَى الرَّئِيْسِ الْمَاجِدِ ابْنِ هِشَامِ

"اور جب کوئی رونے والا روتا ہے اور اپنے غم کی آواز بلند کرتا ہے تو (سمجھ لو کہ) وہ عزت والے سردار ابن ہشام پر ہی رو رہا ہے"۔

حَيَّا الْاِلٰهُ اَبَا الْوَلِيْدِ وَ رَهْطَهُ رَبُّ الْاَنَامِ وَ خَصَّهُمْ بِسَلَامِ

"ابو الولید اور اس کی قوم کو خداوند پروردگار عالم زندہ رکھے اور انہیں سلامتی سے مخصوص فرمائے"۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جواب

اس کا جواب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے دیا اور فرمایا:

اِبْكِ بَكَتْ عَيْنَاكَ ثُمَّ تَبَادَرَتْ بِدَمٍ تُعَلُّ غُرُوْبُهَا سَجَامِ

"تو رو، تیری آنکھیں روتی رہیں پھر ایسا خون بہائیں کہ اس سے گوشہ ہائے چشم لگاتار سیراب ہوتے رہیں"۔

وَ مَا ذَا بَكَيْتَ بِهِ الَّذِيْنَ تَتَابَعُوْا هَلَّا ذَكَرْتَ مَكَارِمَ الْاَقْوَامِ

"اس (مرثیے) کے ذریعے تو ان لوگوں پر رو دیا جو یکے بعد دیگرے چل بسے تو تو نے کیا کام

Marfat.com

کیا؟ تو نے ان لوگوں کے قابل تعریف کاموں کا ذکر کیوں نہ کیا''۔

وَ ذَكَرْتَ مِنَّا مَاجِدًا ذَا هِمَّةٍ سَمْحَ الْخَلَائِقِ صَادِقَ الْإِقْدَامِ

''اور تو نے ہم میں سے بزرگ، باہمت، وسیع الاخلاق اور سچی پیش قدمی والی ہستی کا ذکر کیوں نہ کیا''۔

أَعْنِي النَّبِيَّ أَخَا الْمَكَارِمِ وَالنَّدَى وَ أَبَرَّ مَنْ يُولِي عَلَى الْأَقْسَامِ

''میری مراد نبی کریم ﷺ ہیں جو بلند اخلاق اور سخی ہیں اور قسمیں کھانے والوں میں سب سے زیادہ قسمیں پوری کرنے والے ہیں''۔

فَلِمِثْلِهِ وَ لِمِثْلِ مَا يَدْعُو لَهُ كَانَ الْمُمَدَّحَ ثَمَّ غَيْرَ كَهَامِ

''پس بے شک آپ جیسا شخص اور آپ کی دعوت جیسی دعوت قابل تعریف ہے پھر ہر قسم کی کمزوری سے بھی پاک ہے''۔

غزوۂ بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

تَبَلَتْ فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيدَةٌ تَشْفِي الضَّجِيعَ بِبَارِدٍ بَسَّامِ

''ایک ایسی دوشیزہ نے خواب میں تیرے دل کو بیمار بنا دیا ہے جو اپنے مسکرانے والے ٹھنڈے رخسار کے ساتھ ہم بستر کو صحت یاب کر دیتی ہے''۔

كَالْمِسْكِ تَخْلِطُهُ بِمَاءِ سَحَابَةٍ أَوْ عَاتِقٍ كَدَمِ الذَّبِيحِ مُدَامِ

''اس کستوری کی طرح جس کو تو بارش کے پانی کے ساتھ ملا لے یا مذبوحہ جانور کے خون کی طرح سرخ مدام نامی پرانی شراب کی طرح (شفا دیتی ہے)''۔

کچھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے بارے میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيدَةٌ۔ جائز ہے کہ المنام کے لفظ سے آپ کی مراد نیند، بستر یا نیند کا وقت ہو کیونکہ اجوف واوی میں مَفْعَل کا وزن ان تمام معانی کی صلاحیت رکھتا ہے اور کبھی آنکھ کو بھی منام کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی نیند کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں منام سے یہی مراد ہے: إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا (الانفال: 43) ''یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار آپ کی آنکھ میں قلیل''۔ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ (الانفال: 44) ''اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں''۔

Marfat.com

نُفُجُ الْحَقِيْبَةِ بَوْصُهَا مُتَنَضِّدٌ بَلْهَاءُ غَيْرُ وَ شِيْكَةِ الْاَقْسَامِ

''ابھری ہوئی گٹھڑی والی (بڑے کولہے والی) گویا اس کے کولہے تہ بہ تہ ہیں، بھولی بھالی، قسموں کی طرف تیزی نہ کرنے والی''۔

بُنِيَتْ عَلٰى قَطَنٍ اَجَمَّ كَاَنَّهٗ فُضُلًا اِذَا قَعَدَتْ مَدَاكُ رُخَامِ

''اس کی بنیاد پر گوشت کوکھ (یا کمر) پر قائم ہے، جب وہ مکلّف لباس سے الگ ہو کر (نیم برہنہ) بیٹھتی ہے تو گویا وہ سنگ مرمر کی سل ہے''۔

مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ میں فرق

نحویوں کے نزدیک اس باب میں مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ کے اوزان میں کوئی فرق نہیں جیسے مَضْرَبٌ اور ضَرْبٌ، مَنَامٌ اور نَوْمٌ۔ اسی طرح یہ دونوں وزن تعدیہ میں بھی برابر ہیں جیسے ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًا اور مَضْرَبُ زَيْدٍ عَمْرًا۔ البتہ بلاغت اور جوہر کلام کے علم میں برابر نہیں ہیں کیونکہ جب مصدر بول کر فعل کی اکائی مراد لیں تو آپ ضَرْبَة اور نَوْمَة تو کہہ سکتے ہیں لیکن مَضْرَبَة اور مَنَامَة نہیں کہا جائے گا۔ یہ ایک فرق ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جب آپ کا مقصود تاکید ہو تو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں مَا اَنْتَ اِلَّا نَوْمٌ وَ اِلَّا سَيْرٌ لیکن یہ کہنا جائز نہیں مَا اَنْتَ اِلَّا مَنَامٌ وَ اِلَّا مَسِيْرٌ نظر وفکر سے نتیجہ یہ نکلا کہ میم کا اضافہ صرف زائد معنی پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے فعل مضارع میں حروف اربع (حروف اتین) بقول نحویاں زائد معنی پیدا کرنے کے لئے زیادہ کیے جاتے ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں پھر وہ معنی کیا ہے جو میم پیدا کرتا ہے؟ تو ہم کہیں گے وہ معنی کسی فعل کا حدوث ہے جو زمان، مکان اور حال کو متضمن ہوتا ہے، چنانچہ اَلْمَذْهَبُ سے مراد وہ زمان اور مکان ہے جس میں ذہاب وقوع پذیر ہوا۔ تو ایک ہی کلمہ فعل کے حدوث کا معنی بھی دے رہا ہے اور اس پر ایک زائد مفہوم بھی ادا کر رہا ہے۔ یہی صورتِ حال اس وقت ہوگی جب آپ یہ ارادہ کریں کہ کسی فعل کا حدوث اس حالت اور ہیئت کے ساتھ مل کر ہو جس پر فعل واقع ہو رہا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ (الروم:23) ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا سونا رات کے وقت اور دن کے وقت''۔ اللہ تعالیٰ نے تفکر کو اس حالت پر موقوف کیا جو انسان پر لگاتار برقرار رہتی ہے۔ پھر ایک اور آیت میں یہ فرمایا لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (بقرہ:255) ''نہ تو اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند''۔ یہاں مَنَامٌ نہیں فرمایا: کیونکہ یہ مقام اس حالت سے خالی ہے اور اوپر والی آیت میں پائے جانے والے زائد معنی سے یہ آیت خالی ہے۔ جو شخص جوہر کلام کو نہیں جانتا وہ اعجازِ قرآن کو بھی پہچان نہیں سکتا۔

Marfat.com

وَ تَكَادُ تَكْسَلُ اَنْ تَجِيْءَ فِرَاشَهَا فِيْ جِسْمِ خَرْعَبَةٍ وَ حُسْنِ قَوَامِ

"نازک اندام جسم اور فطری حسن میں (اس کی حالت یہ ہے کہ) اسے اپنے بستر تک آنا بار ہے"۔

اَمَّا النَّهَارَ فَلَا اُفَتِّرُ ذِكْرَهَا وَاللَّيْلَ تُوْزِعُنِيْ بِهَا اَحْلَامِيْ

"دن میں تو میں اس کی یاد میں کوتاہی نہیں کرتا اور رات کو میرے خواب مجھے اس کی شیفتہ بنائے رکھتے ہیں"۔

اَقْسَمْتُ اَنْسَاهَا وَ اَتْرُكُ ذِكْرَهَا حَتّٰى تُغَيَّبَ فِي الضَّرِيْحِ عِظَامِيْ

"میں نے قسم کھالی کہ ایسی عورت کو (کبھی نہ) بھولوں گا اور اس کی یاد (کبھی نہ) چھوڑوں گا یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں"۔

يَا مَنْ لِعَاذِلَةٍ تَلُوْمُ سَفَاهَةً وَ لَقَدْ عَصَيْتُ عَلَى الْهَوٰى لُوَّامِيْ

"کوئی ہے جو اس ملامت کرنے والی کو روکے جو نادانی سے ملامت کر رہی ہے حالانکہ محبت کے متعلق میں نے اپنے ملامت کرنے والوں کی (کوئی بات کبھی) نہیں مانی"۔

بَكَرَتْ عَلَيَّ بِسُحْرَةٍ بَعْدَ الْكَرٰى وَ تَقَارُبٍ مِّنْ حَادِثِ الْاَيَّامِ

"(ایک رات) زمانے کے اس انقلاب (واقعہ بدر) کے قریب (میری ذرا سی) نیند کے بعد صبح سے پہلے وہ عورت میرے پاس آئی"۔

زَعَمَتْ بِاَنَّ الْمَرْءَ يُكْرِبُ عُمْرَهٗ عَدَمٌ لِّمُعْتَكِرٍ مِّنَ الْاَصْرَامِ

"اس نے دعوے سے کہا کہ اونٹوں کے گلوں کے ہجوم کا نہ ہونا انسان کی زندگی کو غمزدہ کر دیتا ہے"۔

اِنْ كُنْتِ كَاذِبَةَ الَّذِيْ حَدَّثْتِنِيْ فَنَجَوْتِ مَنْجَى الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ

"(میں نے اسے کہا) جو بات تو نے مجھے بتائی ہے اگر تو اس میں جھوٹی ہے تو تو (مجھ سے)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت

ان اشعار میں ہے: بُنِيَتْ عَلٰى قَطَنٍ اَجَمَّ كَاَنَّهٗ۔ قَطَن کا معنی ہے کندھے اور پیٹھ کا درمیانی حصہ اور اَجَمّ کا معنی ہے ہڈی سے خالی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے كَاَنَّهٗ فُضُلًا۔ فضلا حال کی بنا پر منصوب ہے اَیْ كَاَنَّ قَطَنَهَا اِذَا كَانَتْ فُضُلًا گویا اس کی کمر جبکہ وہ گوشت سے پر ہو۔ پس یہ كَاَنَّهٗ کی ضمیر سے حال ہے، اگرچہ الفضل عورت کی صفت ہے نہ کہ القطن کی لیکن جب

Marfat.com

اس طرح بچ کر نکل جائے جس طرح حارث بن ہشام (بچ کر نکل گیا)۔

تَرَكَ الْاَحِبَّةَ اَنْ يُّقَاتِلَ دُوْنَهُمْ　وَ نَجَا بِرَأْسِ طِمِرَّةٍ وَّ لِجَامِ

"کہ اپنے دوستوں کے لئے جنگ کرنے کے بجائے اس نے انہیں چھوڑ دیا اور دراز قد گھوڑے کے سر (کے بال) اور لگام تھامے ہوئے بھاگ نکلا"۔

تَذَرُ الْعَنَاجِيْجُ الْجِيَادُ بِقَفْرَةٍ　مَرَّ الدَّمُوْكِ بِمُحْصَدٍ وَّ رِجَامِ

"بہترین اور عمدہ گھوڑے اس کے چٹیل میدان کو اس طرح پیچھے چھوڑے جا رہے تھے جس طرح پتھر سے بندھی ہوئی مضبوط رسی کو تیز رفتار چرخی چھوڑتی چلی جاتی ہے"۔

مَلَأَتْ بِهِ الْفَرْجَيْنِ فَارْمَدَّتْ بِهِ　وَ ثَوٰى اَحِبَّتُهٗ بِشَرِّ مَقَامِ

ان گھوڑوں نے اس دوڑ سے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیانی شگاف بھر لیے تھے اور اس سے ان میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا حالانکہ اس کے دوست بڑی بڑی جگہ پیوند خاک ہوئے پڑے تھے۔

وَ بَنُوْا اَبِيْهِ وَ رَهْطُهٗ فِيْ مَعْرَكٍ　نَصَرَ الْاِلٰهُ بِهٖ ذَوِى الْاِسْلَامِ

"اور اس کے بھائی اور اس کی قوم ایک ایسے معرکے میں (پھنسی ہوئی) تھی جس میں خدا نے اہل اسلام کو فتح یاب فرمایا"۔

طَحَنَتْهُمْ، وَاللّٰهُ يُنْفِذُ اَمْرَهٗ　حَرْبٌ يُّشَبُّ سَعِيْرُهَا بِضِرَامِ

"ایک ایسی جنگ نے انہیں پیس ڈالا جس کے شعلوں کو ایندھن سے بھڑکایا جا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تو اپنا حکم جاری ہی فرماتا ہے"۔

القطن عورت کا جزء ہے تو گویا یہ عورت ہی سے حال ہے اور اس کا قَعَدَتْ کی ضمیر مستتر سے حال ہونا جائز نہیں کیونکہ اذا کے مابعد کا ماقبل میں عمل کرنا محال ہے اور مردوں اور عورتوں میں سے اَلْفُضُلُ اس کو کہتے ہیں جو ایک ہی کپڑا اس طرح پہنے کہ اسے دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دے اور اَلْمَدَاكُ کا معنی ہے پتھر کی وہ سل جس پر خوشبو کوٹی جاتی ہے۔ یہ دَاكَ يَدُوْكُ (کوٹنا) سے مَفْعَلٌ کا وزن ہے۔ اسی سے اَلدَّوْكَةُ اور اَلدُّوْكَةُ مشتق ہیں (جن کا معنی شر ہے)۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے مَرَّ الدَّمُوْكِ جب کسی چیز کو تیزی سے پیسا جائے تو کہا جاتا ہے دَمَكَهٗ دَمْكًا اور بَكَرَةٌ دَمُوْكٌ تیز رفتار چرخی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح تیز رفتار چکی کو رَحًى دَمُوْكٌ بھی کہتے ہیں اور اَلْمُحْصَدُ کا معنی ہے مضبوط بنی ہوئی رسی اور اَلرِّجَامُ اَلرِّجَامَيْنِ کا واحد ہے۔ یہ وہ لکڑیاں ہیں جن پر چرخی ڈالی جاتی ہے اور اَلرِّجَامُ رُجْمَةٌ کی جمع بھی ہے اور رُجْمَةٌ جمع شدہ پتھروں کو

Marfat.com

لَوْ لَا الْإِلٰهُ وَجَرْيُهَا لَتَرَكْنَهُ جَزَرَ السِّبَاعِ وَدُسْنَهُ بِحَوَامِي

"اگر اللہ تعالیٰ (کو اس کا بچانا مقصود) نہ ہوتا اور ان گھوڑوں کی دوڑ نہ ہوتی تو وہ گھوڑے اس (حارث بن ہشام) کو درندوں کا نوالہ کر چھوڑتے اور ٹاپوں سے پامال کر دیتے"۔

مِنْ بَيْنِ مَأْسُوْرٍ يُشَدُّ وَثَاقُهُ صَقْرٍ إِذَا لَاقَى الْأَسِنَّةَ حَامِي

"(وہ دونوں حالتوں کے) درمیان ہوتا تو یا تو قیدی ہوتا جس کی مشکیں ایک ایسا بہادر کس دیتا جو نیزوں کے مقابلے میں بھی حمایت کرنے والا ہو"۔

وَ مُجَدَّلٍ لَّا يَسْتَجِيْبُ لِدَعْوَةٍ حَتّٰى تَزُوْلَ شَوَامِخُ الْأَعْلَامِ

"اور (یا) زمین پر پڑا ہوا ہوتا جو کسی پکار کا جواب نہ دیتا یہاں تک کہ بلند و بالا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں"۔

بِالْعَارِ وَالذُّلِّ الْمُبِيْنِ إِذْ رَأَى بِيْضَ السُّيُوْفِ تَسُوْقُ كُلَّ هُمَامِ

"صریح ذلت و خواری کی حالت میں (پڑا رہتا) جب دیکھتا کہ سفید چمکتی تلواریں ہر بلند ہمت سردار کو ہانکتی لے جا رہی ہیں"۔

بِيَدَيْ أَغَرَّ إِذَا انْتَمٰى لَمْ يُخْزِهِ نَسَبُ الْقِصَارِ سَمَيْدَعٍ مِقْدَامِ

"(جو تلواریں) ایسے روشن چہرے والے کے ہاتھوں میں ہوتیں جس کا نسب بیان ہو تو اسے کم ہمت لوگوں کے نسب کی ذلت نصیب نہ ہو اور جو سردار اور دشمن کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھنے والا ہو"۔

کہتے ہیں اور یہ رَجَمْ کی جمع ہے جس کا معنی قبر ہے۔ اسی سے ابوطیب کا شعر ہے:

تَمَتَّعْ مِنْ رُقَادٍ أَوْ سُهَادٍ وَ لَا تَأْمَلْ كَرًى تَحْتَ الرِّجَامِ

"تو سونے اور جاگنے سے لطف اندوز ہو اور قبر کے پتھروں کے نیچے نیند میں غور و فکر نہ کر"۔

فَإِنَّ لِثَالِثِ الْحَالَيْنِ مَعْنًى سِوٰى مَعْنَى انْتِبَاهِكَ وَالْمَنَامِ

"کیونکہ تیرے جاگنے اور سونے کی دو حالتوں کے علاوہ تیسری حالت کا مفہوم اور ہے"۔

اور اِرْقَدَّتْ کا معنی ہے اس نے جلدی کی۔ اس کا مصدر اِرْقِدَادٌ ہے۔ یہی اِرْمَدَّتْ کا معنی ہے۔ رنگوں اور بوسیدہ ہونے والی چیزوں کے علاوہ دیگر اشیاء میں اِفْعَلَّ کا وزن کم یاب ہے اور اِنْقَضَّ (دیوار کا گرنا) کا اِفْعَلَّ کے وزن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ اس کے معنی میں کہتے ہیں تَقَضَّضَ الْبِنَاءُ (عمارت گر گئی)۔ پس اس کا فاء کلمہ قاف ہے (نہ کہ نون)۔ اسی

Marfat.com

بِيۡضٌ اِذَا لَاقَتْ حَدِيۡدًا صَمَّمَتْ ۔۔۔ كَالْبَرقِ تَحْتَ ظِلَالِ كُلِّ غَمَامٖ

''وہ ایسی سفید چمکتی ہوئی تلواریں ہیں کہ جب لوہے سے ٹکراتی ہیں تو اسے کاٹتی چلی جاتی ہیں اور بادل کے ٹکڑوں کے سائے میں بجلی کی مانند ہیں''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں حارث کے اشعار

علامہ ابن ہشام کے بیان کے مطابق حارث بن ہشام نے ان اشعار کے جواب میں یہ اشعار کہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ مَا تَرَكْتُ قِتَالَهُمْ ۔۔۔ حَتّٰى حَبَوْا مُهْرِىْ بِاَشْقَرَ مُزْبِدِ

''اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ان سے لڑنا ترک نہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے میرے بچھیرے کو جھاگ والے سرخ (خون) سے آلودہ کر دیا''۔

وَ عَرَفْتُ اَنِّىْ اِنْ اُقَاتِلْ وَاحِدًا ۔۔۔ اُقْتَلْ وَ لَا يُنْكِىْ عَدُوِّىْ مَشْهَدِىْ

''اور میں نے جان لیا کہ اگر میں اکیلا جنگ کرتا رہوں گا تو مارا جاؤں گا اور میرا جنگ میں موجود رہنا میرے دشمن کو مغلوب نہ کر سکے گا''۔

طرح تَقَضَّى الْبَازِىْ (باز گر پڑا) ہے کیونکہ اس کا فاء کلمہ بھی قاف ہے۔ علامہ فسوی نے الایضاح میں غلطی کی ہے۔ انہوں نے آیت کریمہ يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ (الکہف: ۷۷) ''جو گرنے کے قریب تھی''۔ میں ینقض کو احمر کے باب سے قرار دیا ہے حالانکہ یہ تو اِنْقَدَّ اور اِنْجَرَّ کے باب سے ہے اور اس میں نون زائد ہے اور اس کا وزن اِنْفَعَلَ ہے۔ اسی طرح القالی نے النوادر میں غلطی کی ہے اور جَرْيُهَا اِنْثِرَاذٌ کے قول میں کہا ہے کہ یہ النثر سے افعلال کا وزن ہے جیسا کہ الفسوی نے الانقضاض کے بارے میں کہا۔ حالانکہ یہ عَيْنٌ ثَرَّةٌ (کثیر پانی والا چشمہ) سے باب انفعال ہے۔

وَدُسْنَهٗ بِحَوَامٍ میں حوام سے مراد کھر اور ان کے اردگرد کا حصہ ہے، اسے حامیہ بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع حوام ہے۔

کچھ حارث بن ہشام کے اشعار کے بارے میں

حارث بن ہشام کا قول ہے: حَتّٰى عَلَوْا مُهْرِىْ بِاَشْقَرَ مُزْبِدِ۔ اس سے مراد خون ہے اور مزبد سے مراد یہ ہے کہ اس کے اوپر جھاگ ہو اور اس کا قول ہے: وَالْاَحِبَّةُ فِيْهِمْ یعنی اس کے بھائی اور اس کی قوم کے وہ افراد جن کو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنایا گیا۔

Marfat.com

فَصَدَدْتُ عَنْهُمْ وَالْاَحِبَّةُ فِيْهِمْ طَمَعًا لَهُمْ بِعِقَابِ يَوْمٍ مُفْسِدِ

''اس لئے میں نے ان سے منہ پھیر لیا حالانکہ دوست ان میں (پڑے ہوئے) تھے اس امید پر کہ کسی فساد کے دن ان سے بدلہ لیا جا سکے''۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حارث نے یہ اشعار بدر کے روز اپنے بھاگنے کے عذر میں کہے۔

حضرت ہشام نے فرمایا: ہم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ کے آخری تین اشعار فحش ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے ہیں۔

اس بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

لَقَدْ عَلِمَتْ قُرَيْشٌ يَوْمَ بَدْرٍ غَدَاةَ الْاَسْرِ وَالْقَتْلِ الشَّدِيْدِ

''بدر کے روز قید کرنے اور خوب قتل کرنے کی صبح کو قریش نے جان لیا

بِاَنَّا حِيْنَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِيْ حُمَاةُ الْحَرْبِ يَوْمَ اَبِی الْوَلِيْدِ

کہ ابوالولید (کے قتل) کے دن جب نیزوں کے سر ایک دوسرے سے مل جاتے، ہم جنگ کے شیر تھے''۔

قَتَلْنَا ابْنَیْ رَبِيْعَةَ يَوْمَ سَارَا اِلَيْنَا فِیْ مُضَاعَفَةِ الْحَدِيْدِ

''جس روز ربیعہ کے دونوں بیٹے لوہے کی دوہری زرہوں میں ہماری طرف چلے تو ہم نے ان دونوں کو قتل کر دیا''۔

وَ فَرَّ بِهَا حَكِيْمٌ يَوْمَ جَالَتْ بَنُوْ النَّجَّارِ تَخْطِرُ كَالْاُسُوْدِ

اور حکیم وہاں سے اس روز بھاگ گیا جب بنونجار شیروں کی طرح جولانیاں دکھانے لگے۔

وَ وَلَّتْ عِنْدَ ذَاكَ جُمُوْعُ فِهْرٍ وَ اَسْلَمَهَا الْحُوَيْرِثُ مِنْ بَعِيْدِ

''اور اس وقت بنی فہر کے لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور حویرث نے تو دور ہی سے ان کو چھوڑ دیا''۔

لَقَدْ لَاقَيْتُمْ ذُلًّا وَ قَتْلًا جَهِيْزًا نَافِذًا تَحْتَ الْوَرِيْدِ

''تمہیں ذلت اور رگِ جان کے نیچے تک سرایت کرنے والے تیز قتل کا سامنا ہوا''۔

وَ كُلُّ الْقَوْمِ قَدْ وَ لَّوْا جَمِيْعًا وَ لَمْ يَلْوُوْا عَلَى الْحَسَبِ التَّلِيْدِ

Marfat.com

اور ساری کی ساری قوم مل کر پیٹھ پھیر گئی اور باپ دادا کی عزت کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا:

يَا حَارِ قَدْ عَوَّلْتَ غَيْرَ مُعَوَّلٍ عِنْدَ الْهِيَاجِ وَ سَاعَةَ الْاَحْسَابِ

اے حارث! تو نے جنگ وفساد کے وقت ایک ناقابل اعتماد کام پر بھروسہ کیا۔

اِذْ تَمْتَطِي سُرُحَ الْيَدَيْنِ نَجِيْبَةً مَرْطَى الْجِرَاءِ طَوِيْلَةَ الْاَقْرَابِ

"(ایسے وقت میں) جب تو کشادہ قدم شریف تیز رفتار اور لمبی پیٹھ والی (گھوڑی) پر سواری کر رہا تھا"۔

وَالْقَوْمُ خَلْفَكَ قَدْ تَرَكْتَ قِتَالَهُمْ تَرْجُوْ النَّجَاءَ وَ لَيْسَ حِيْنَ ذِهَابِ

"اور بچ کر نکل جانے کی امید میں تو نے اپنے پیچھے آنے والے لوگوں سے جنگ ومقابلہ چھوڑ دیا حالانکہ وہ بھاگ جانے کا وقت نہ تھا"۔

اَلَّا عَطَفْتَ عَلَى ابْنِ اُمِّكَ اِذْ ثَوٰى قَعْصَ الْاَسِنَّةِ ضَائِعَ الْاَسْلَابِ

"کہ تو نے اپنے ماں جائے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا جب وہ نیزوں کے نیچے موت کے منہ میں اپنا لباس وہتھیار لٹا کر پیوند خاک ہو رہا تھا"۔

عَجِلَ الْمَلِيْكُ لَهُ فَاَهْلَكَ جَمْعَهُ بِشَنَارِ مُخْزِيَةٍ وَ سُوْءِ عَذَابِ

"مالک الملک نے بڑی جلدی سے اسے بدنام کرنے والی رسوائی اور بدترین عذاب میں مبتلا کر دیا اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیا"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے اس قصیدہ کا ایک شعر فحش ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت عبداللہ بن حارث سہمی رضی اللہ عنہ نے کہے۔

مُسْتَشْعِرِيْ حَلَقِ الْمَاذِيِّ يَقْدُمُهُمْ جَلْدُ النَّحِيْزَةِ مَاضٍ غَيْرُ رِعْدِيْدِ

"سفید نرم کڑیوں والی جسم سے لگی ہوئی زر ہیں پہنے ہوئے لوگوں کے آگے آگے ایک قوی مزاج، پختہ ارادے والا، غیر بزدل شخص چل رہا تھا"۔

اَعْنِيْ رَسُوْلَ اِلٰهِ الْخَلْقِ فَضَّلَهُ عَلَى الْبَرِيَّةِ بِالتَّقْوٰى وَ بِالْجُوْدِ

"یعنی معبود خلق کے رسول ﷺ جنہیں اس نے تقویٰ اور جود وکرم کی صفات میں تمام

Marfat.com

مخلوق پر فضیلت دی ہے''۔

وَ قَدْ زَعَمْتُمْ بِاَنْ تَحْمُوْا ذِمَارَكُمْ وَ مَاءُ بَدْرٍ زَعَمْتُمْ غَيْرُ مَوْرُوْدِ

''اس وقت تم نے دعویٰ کیا کہ تم اپنی ذمہ داری کی چیزوں کی حفاظت کرو گے اور بدر کے چشمے کے متعلق تم نے دعویٰ کیا کہ وہ نا قابل نزول ہے''۔

ثُمَّ وَرَدْنَا وَ لَمْ نَسْمَعْ لِقَوْلِكُمْ حَتّٰى شَرِبْنَا رِوَاءً غَيْرَ تَصْرِيْدِ

''پھر بھی ہم اس چشمے پر پہنچ گئے اور ہم نے تمہاری بات نہ سنی یہاں تک کہ ہم اس قدر سیراب ہو گئے کہ پینے کی کوئی کمی نہ رہی''۔

مُسْتَعْصِمِيْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْجَذِمٍ مُسْتَحْكِمٍ مِّنْ حِبَالِ اللّٰهِ مَمْدُوْدِ

''درآں حالیکہ ہم اللہ کی رسیوں میں سے ایک دراز کی ہوئی نہ ٹوٹنے والی مضبوط رسی کو تھامے ہوئے تھے''۔

فِيْنَا الرَّسُوْلُ وَ فِيْنَا الْحَقُّ نَتْبَعُهٗ حَتَّى الْمَمَاتِ وَ نَصْرٌ غَيْرُ مَحْدُوْدِ

''ہم میں رسول کریم ﷺ ہیں اور ہم میں حق ہے جس کی پیروی ہم مرتے دم تک کرتے رہیں گے اور (ہم میں) لامحدود مدد ہے''۔

وَافٍ وَّ مَاضٍ شِهَابٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ بَدْرٌ اَنَارَ عَلٰى كُلِّ الْاَمَاجِيْدِ

''جو مکمل، تیز اور ایسا شہاب ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، چودھویں رات کا چاند ہے جس نے تمام عزت وشان والوں کو روشن کر دیا ہے''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ان کا یہ شعر مُسْتَعْصِمِيْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْجَذِمٍ حضرت ابو زید انصاری سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

خَابَتْ بَنُوْ اَسَدٍ وَّ اٰبَ غَزِيُّهُمْ يَوْمَ الْقَلِيْبِ بِسَوْءَةٍ وَّ فُضُوْحِ

''بنی اسد ناکام ہوئے اور ان کی جنگجو جماعت کنوئیں کے روز (بدر کے روز) بے حیائی اور رسوائی کے ساتھ واپس ہو گئی''۔

مِنْهُمْ اَبُو الْعَاصِيْ تَجَدَّلَ مُقْعَصًا عَنْ ظَهْرِ صَادِقَةِ النَّجَاءِ سَبُوْحِ

''ان میں سے ایک ابو العاصی ہے جو تیز رفتار تیراک (گھوڑے) کی پیٹھ سے دھڑام سے گر کر ہلاک ہو گیا''۔

Marfat.com

حَيْنًا لَهٗ مِنْ مَّانِعٍ بِسِلَاحِهٖ لَمَّا ثَوٰى بِمُقَامَةِ الْمَذْبُوْحِ

"جب وہ ذبح کے لئے جانے کی جگہ پیوند خاک ہوا تو اس کے ہتھیار سے اس کی حفاظت کرنے والی صرف اس کی موت تھی"۔

وَالْمَرْءَ زَمْعَةَ قَدْ تَرَكْنَ وَ نَحْرُهٗ يَدْمٰى بِعَانِدٍ مُعْبَطٍ مَسْفُوْحٍ

"اور زمعہ جیسے شخص کو انہوں نے ایسی حالت میں چھوڑ دیا کہ اس کے حلق سے نہ رکنے والا تازہ بہنے والا خون بہہ رہا تھا"۔

مُتَوَسِّدًا خَرَّ الْجَبِيْنِ مُعَفَّرًا قَدْ عُزَّ مَارِنُ اَنْفِهٖ بِقُبُوْحٍ

"جبین ناز خاک آلود ہو کر زمین پر ٹکی ہوئی تھی اور اس کی ناک کی بنی گندگی سے آلودہ تھی"۔

وَ نَجَا ابْنُ قَيْسٍ فِيْ بَقِيَّةِ رَهْطِهٖ بِشَفَا الرِّمَاقِ مُوَلِّيًا بِجُرُوْحٍ

"اور ابن قیس اپنی باقی ماندہ جماعت کے ساتھ زخم خوردہ زندگی کے آخری کنارے میں پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا اور بچ نکلا"۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَتٰى اَهْلَ مَكَّةَ اِبَارَتُنَا الْكُفَّارَ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرِ

"کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا دگرگوں حالت میں کافروں کو ہمارے ہلاک کرنے کی خبر اہل مکہ تک پہنچی (یا نہیں)؟"

قَتَلْنَا سَرَاةَ الْقَوْمِ عِنْدَ مَجَالِنَا فَلَمْ يَرْجِعُوْا اِلَّا بِقَاصِمَةِ الظَّهْرِ

"ہم نے اپنے حملے کے وقت اس قوم کے سرداروں کو قتل کر دیا تو وہ ٹوٹی ہوئی کمریں لے کر ہی واپس لوٹے"۔

قَتَلْنَا اَبَا جَهْلٍ وَّ عُتْبَةَ قَبْلَهٗ وَ شَيْبَةَ يَكْبُوْ لِلْيَدَيْنِ وَلِلنَّحْرِ

"ہم نے ابو جہل کو اور اس سے پہلے عتبہ اور شیبہ کو بھی اس حالت میں قتل کر دیا کہ وہ ہاتھوں اور سینے کے بل اوندھا پڑا تھا"۔

قَتَلْنَا سُوَيْدًا ثُمَّ عُتْبَةَ بَعْدَهٗ وَ طُعْمَةَ اَيْضًا عِنْدَ ثَائِرَةِ الْقَتْرِ

ہم نے سوید کو پھر اس کے بعد عتبہ کو قتل کر دیا اور گرد و غبار اڑتے وقت طعمہ کو بھی قتل کر دیا۔

فَكَمْ قَدْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيْمٍ مُرَزَّاٍ لَهٗ حَسَبٌ فِيْ قَوْمِهٖ نَابِهُ الذِّكْرِ

"غرض ہم نے کتنے ہی مصیبت کے مارے بلند مرتبہ لوگوں کو قتل کر دیا جن کے کارناموں کی

Marfat.com

ان کی قوم میں بڑی شہرت تھی"۔

تَرَكْنَاهُمْ لِلْعَاوِيَاتِ يَنُبْنَهُمْ وَ يَصْلَوْنَ نَارًا بَعْدُ حَامِيَةَ الْقَعْرِ

"ہم نے انہیں بھونکنے والوں (بھیڑیوں) کے لئے چھوڑ دیا جو بار بار ان کے پاس آتے ہیں اور اس کے بعد وہ ایسی آگ میں داخل ہوں گے جس کی گہرائی میں سخت گرمی ہے"۔

لَعَمْرُكَ مَا حَامَتْ فَوَارِسُ مَالِكٍ وَ اَشْيَاعُهُمْ يَوْمَ الْتَقَيْنَا عَلٰى بَدْرِ

"تیری زندگی کی قسم! جس روز میدانِ بدر میں ہمارا ان سے مقابلہ ہوا تو مالک کے شہسواروں اور ان کے ساتھیوں نے کچھ مدد نہ کی"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: آپ کا یہ شعر مجھے حضرت ابوزید انصاری نے سنایا:

قَتَلْنَا اَبَا جَهْلٍ وَّ عُتْبَةَ قَبْلَهٗ وَ شَيْبَةَ يَكْبُو لِلْيَدَيْنِ وَلِلنَّحْرِ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

نَجّٰى حَكِيْمًا يَوْمَ بَدْرٍ شَدُّهٗ كَنَجَاءِ مُهْرٍ مِّنْ بَنَاتِ الْاَعْوَجِ

"بدر کے روز اعوج نامی گھوڑی کی بچھیریوں میں سے ایک بچھیرے کی تیزی کی طرح حکیم کو اس کی دوڑ نے بچالیا"۔

لَمَّا رَاٰى بَدْرًا تَسِيْلُ جِلَاهُهٗ بِكَتِيْبَةٍ خَضْرَاءَ مِنْ بَلْخَزْرَجِ

"جب اس نے دیکھا کہ بنی خزرج کا ایک بہت بڑا لشکر وادی بدر کے سامنے والے کنارے سے امنڈا چلا آرہا ہے"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول بِكَتِيْبَةٍ خَضْرَاءَ مِنْ بَلْخَزْرَجِ۔ اہل عرب اسود (سیاہ) کی جگہ اخضر (سبز) کا کلمہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں لَيْلٌ اَخْضَرُ (تاریک رات) جیسا کہ ذوالرمہ نے کہا:

قَدْ اَعْسِفُ النَّازِحَ الْمَجْهُوْلَ مَعْسِفُهٗ فِيْ ظِلِّ اَخْضَرَ يَدْعُوْ هَامَةَ الْبُوْمِ

"رات کے وقت تاریک سائے میں نامعلوم راستے پر دور جانے والا الوؤں کی کھوپڑیوں کو پکارتا ہوا چل پڑا"۔

اخضر کو اسود اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کی سبزی گھنی ہو۔ قرآن کریم میں ہے: مُدْهَآمَّتٰنِ (الرحمٰن) مفسرین نے اس کا معنی یہ کیا ہے سَوَادَانِ مِنْ شِدَّةِ الْخُضْرَةِ "نہایت سبز ہونے کی وجہ سے سیاہی مائل"۔

Marfat.com

لَا يَنْكُلُوْنَ اِذَا لَقُوْا اَعْدَائَهُمْ يَمْشُوْنَ عَانِدَةَ الطَّرِيْقِ الْمَنْهَجِ

''وہ (بنی خزرج) جب اپنے دشمنوں کے مقابل ہوتے ہیں تو رعب زدہ نہیں ہوتے (اور) شاہراہ (سے ہٹ کر اس) کے کنارے پر نہیں چلتے''۔

كَمْ فِيْهِمْ مِنْ مَاجِدٍ ذِيْ مَنْعَةٍ بَطَلٍ بِمُهْلِكَةِ الْجَبَانِ الْمُحْرَجِ

''اس میں کتنے ہی ایسے ہیں جو عظمت وشان والے، اپنی حفاظت کرنے والے، بہادر ہیں جو مضطرب بزدلوں کو ہلاک کرنے والے ہیں''۔

وَ مُسَوَّدٍ يُعْطِي الْجَزِيْلَ بِكَفِّهٖ حَمَّالِ اَثْقَالِ الدِّيَاتِ مُتَوَّجِ

''اور کتنے ہی سردار ہیں جو اپنے ہاتھوں بہت کچھ دینے والے ہیں، دیتوں کے بار اٹھانے والے تاجدار ہیں''۔

زَيْنِ النَّدِيِّ مُعَاوِدٍ يَوْمَ الْوَغٰى ضَرْبَ الْكُمَاةِ بِكُلِّ اَبْيَضَ سَلْجَجِ

''مجلس کی زینت ہیں، جنگ کے روز ہر سفید (چمکتی ہوئی) گھائل کر دینے والی تلوار کے ساتھ پہلوانوں پر بار بار وار کرنے والے ہیں''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: آپ کا قول سلجج غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

فَمَا نَخْشٰى بِحَوْلِ اللّٰهِ قَوْمًا وَ اِنْ كَثُرُوْا وَاَجْمَعَتِ الزُّحُوْفُ

''اللہ کے فضل سے ہم کسی قوم سے نہیں ڈرتے اگرچہ وہ کتنے ہی زیادہ ہو جائیں اور لشکروں کے لشکر جمع کر لیں''۔

آپ کا قول ہے بَلْخَزْرَجِ۔ اس سے آپ کی مراد بنی خزرج ہیں۔ نون کو حذف کر دیا کیونکہ اس کا مخرج لام کے مخرج کے قریب ہے اور عرب اس طرح کے کلمات میں اجماع لامین کی کراہیت کی بنا پر ایک لام کو حذف کرتے ہیں جیسے عَلْمَاء اور ظِلْتُ۔ اسی طرح تشدید کی کراہیت کی بناء پر اَحَسْتُ (میں) ایک سین کو حذف کر دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے: تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ وَاُلِتِ۔ اس سے آپ کی مراد اُلِتِ ہے یعنی تو تنگدست ہو گئی اور تجھے نیزہ مارا گیا۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: مَالَهٗ اَلٌّ وَ غَلٌّ۔ ''اس کے لئے کوئی دشمنی اور طوق نہیں ہے''۔ اور یہ کلمہ اُلَّتْ بھی مروی ہے۔ اس صورت میں تاء علامت تانیث ہوگی یعنی اُلَّتْ يَدُكِ ''تیرے ہاتھ کو نیزہ مارا گیا''۔

Marfat.com

إِذَا مَا أَلَّبُوا جَمْعًا عَلَيْنَا كَفَانَا حَدَّهُمْ رَبٌّ رَؤُوفُ

''جب وہ ہمارے مقابلے کے لئے لشکر جمع کرتے ہیں تو ان کی قوت کے مقابلے میں ہمارے لئے مہربان پروردگار کافی ہو جاتا ہے''۔

سَمَوْنَا يَوْمَ بَدْرٍ بِالْعَوَالِي سِرَاعًا مَا تُضَعْضِعُنَا الْحُتُوفُ

''ہم بدر کے روز اونچے اونچے نیزے لے کر تیزی سے اس طرح چھا گئے کہ ہماری موتیں ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتی تھیں''۔

فَلَمْ تَرَ عُصْبَةً فِي النَّاسِ أَنْكَى لِمَنْ عَادَوْا إِذَا لَقِحَتْ كَشُوفُ

''پھر جب نہ خواہش کرنے والی اونٹنی گابھن ہوگئی (کام ختم ہوگیا) تو تو لوگوں میں کوئی ایسا گروہ نہیں دیکھے گا جو ان لوگوں سے زیادہ اپنے دشمنوں سے مقہور ہو''۔

وَ لٰكِنَّا تَوَكَّلْنَا وَ قُلْنَا مَآثِرُنَا وَ مَعْقِلُنَا السُّيُوفُ

''لیکن ہم نے (اللہ پر) توکل کیا اور کہا ہمارے قابل ستائش کام اور ہماری پناہ گاہ تلواریں ہیں''۔

لَقِيْنَاهُمْ بِهَا لَمَّا سَمَوْنَا وَ نَحْنُ عِصَابَةٌ وَ هُمْ أُلُوفُ

''جب وہ ہمیں دور سے دکھائی دیے تو ہم نے ان تلواروں کے ساتھ ان سے مقابلہ کیا

اس کے متعلق ہمارے پاس کتاب مسلم کی ایک تیسری روایت بھی ہے، اس میں ہے: تَرِبَتْ يَدَاكِ وَ أَلَّتِ۔ تاء کے کسرہ اور لام کی تشدید کے ساتھ۔ یہ ان لوگوں کی لغت ہے جو رَدَدْتِ کو رَدَّتِ بولتے ہیں، یعنی ضمیر فاعل کے ساتھ ادغام کر دیتے ہیں۔ یہ ایک لغت ہے جسے سیبویہ نے اس عنوان سے بیان کیا: ''مِنْ أَحْكَامِ الْأَفْعَلِ الْمَبْنِيَّةِ عَلٰى صِيغَةِ الْمَبْنِيِّ لِلْمَجْهُوْلِ''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بِكُلِّ أَبْيَضَ سَلْجَجٍ۔ سلجج وہ تیز تلوار ہوتی ہے جس کا وار بڑی آسانی سے کاٹتا چلا جاتا ہے۔ اسی سے ایک ضرب المثل ہے: اَلْأَخْذُ سَلْجَانٌ وَالْقَضَاءُ لِيَّانٌ۔ یعنی قرض لینا آسان ہے اور واپس کرنا مشکل یعنی لینا آسان ہے جو بغیر کسی تنگدستی کے حلق میں چلا جاتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے: اَلْأَخْذُ سُرَّيْطٌ وَ الْقَضَاءُ ضُرَّيْطٌ۔ یعنی کسی چیز کو حاصل کرنا آسان ہے لیکن اسے لوٹانا بہت مشکل ہے۔ پس سلجج بھی اسی سے ہے مگر اہل عرب جیم کو مضاعف کرتے ہیں جس طرح مَهْدَد کی دال کو مضاعف کرتے ہیں۔ وہ اسے جعفر کے ساتھ الحاق کر کے ادغام کرتے ہیں۔

Marfat.com

حالانکہ ہم ایک چھوٹی سی جماعت تھے اور وہ ہزاروں تھے"۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی جمح اور ان کے مقتولوں کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی فرمائے:

جَمَحَتْ بَنُوْ جُمَحٍ لِشِقْوَةِ جَدِّهِمْ ۔۔۔ اِنَّ الذَّلِيْلَ مُوَكَّلٌ بِذَلِيْلِ

"بنی جمح نے اپنی بدبختی کی وجہ سے سرکشی کی، بے شک ذلیل شخص کو ذلیل ہی کے حوالے کر دیا جاتا ہے"۔

قُتِلَتْ بَنُوْ جُمَحٍ بِبَدْرٍ عَنْوَةً ۔۔۔ وَ تَخَاذَلُوْا سَعْيًا بِكُلِّ سَبِيْلِ

"بنی جمح کو بدر کے روز غلبہ پا کر قتل کر دیا گیا اور انہوں نے ہر راستے کی کوشش میں ایک دوسرے کو رسوا کیا"۔

جَحَدُوْا الْكِتَابَ وَ كَذَّبُوْا بِمُحَمَّدٍ ۔۔۔ وَاللّٰهُ يُظْهِرُ دِيْنَ كُلِّ رَسُوْلِ

"انہوں نے کتاب (الٰہی) کا انکار کیا اور محمد (رسول اللہ ﷺ) کو جھٹلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر رسول کے دین کو غلبہ ہی دیا کرتا ہے"۔

لَعَنَ الْاِلٰهُ اَبَا خُزَيْمَةَ وَابْنَهٗ ۔۔۔ وَالْخَالِدَيْنِ وَ صَاعِدَ بْنَ عَقِيْلِ

"معبود حقیقی نے ابوخزیمہ، اس کے بیٹے، دونوں خالدوں اور صاعد بن عقیل کو ذلیل و رسوا کر دیا"۔

پاؤں کٹ جانے کے متعلق حضرت عبیدہ بن حارث کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب نے غزوۂ بدر اور اپنا پاؤں

علامہ ابن اسحاق نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کیے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے:

لَعَمْرُ اَبِيْكُمَا يَا ابْنَيْ لُؤَيٍّ ۔۔۔ عَلٰى زَهْوٍ لَّدَيْكُمْ وَانْتِخَاءِ

اَلْاِنْتِخَاءُ اَلنَّخْوَة سے باب افتعال ہے۔ کہا جاتا ہے نُخِيَ الرَّجُلُ وَانْتَخٰى۔ (آدمی نے تکبر کیا) اور اَلزَّهْوُ سے کہا جاتا ہے زُهِيَ وَازْدَهٰى (تکبر کیا)۔ اس طرح کے افعال سے امر کا صیغہ صرف لام کے ساتھ ہی آتا ہے کیونکہ اس میں فعل غیر مخاطب کے لئے ہوتا ہے اور جب غیر مخاطب کو کوئی حکم دیا جائے تو صیغہ امر لام کے ساتھ ہی لایا جاتا ہے جیسے آپ کا قول ہے لِتُزْهَ يَا فُلَانُ (اے فلاں! تو تکبر کر) اور لِتُعْنَ بِحَاجَتِيْ (چاہیے کہ آپ میری حاجت میں مشغول ہوں) اور قیاس یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس فعل سے فعل تعجب اور اسم تفضیل

Marfat.com

کٹنے کے متعلق یہ اشعار کہے جس پاؤں پر اس وقت ضرب لگی تھی جب آپ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر دشمن کی دعوتِ مبارزت کے جواب میں نکلے۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر حضرت عبیدہ کے ان اشعار کا انکار کرتے ہیں:

سَتَبْلُغُ عَنَّا اَهْلَ مَكَّةَ وَقْعَةٌ يَهُبُّ لَهَا مَنْ كَانَ عَنْ ذَاكَ نَائِيَا

''عنقریب مکہ والوں کو ہماری طرف سے ایک ایسے واقعہ کی خبر پہنچے گی جس کو سن کر وہ شخص بھی بے چین ہو جائے گا جو اس سے بہت دور ہے''۔

بِعُتْبَةَ اِذْ وَلّٰى وَ شَيْبَةَ بَعْدَهٗ وَ مَا كَانَ فِيْهَا بِكْرُ عُتْبَةَ رَاضِيَا

''عتبہ کی خبر جب اس نے پیٹھ پھیری اور اس کے بعد شیبہ کی اور اس حالت کی جس میں رہنے پر عتبہ کا پہلوٹھی کا لڑکا راضی ہو گیا''۔

فَاِنْ تَقْطَعُوْا رِجْلِیْ فَاِنِّیْ مُسْلِمٌ اُرَجِّیْ بِهَا عَيْشًا مِّنَ اللّٰهِ دَانِيَا

''پھر اگر تم نے میرا پاؤں کاٹ دیا ہے تو (کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ) میں تو مسلمان ہوں، اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ سے ایک آسودہ زندگی کا امیدوار ہوں''۔

مَعَ الْحُوْرِ اَمْثَالَ التَّمَاثِيْلِ اُخْلِصَتْ مَعَ الْجَنَّةِ الْعُلْيَا لِمَنْ كَانَ عَالِيَا

''(جو زندگی) مجسموں کی مانند حوروں کے ساتھ (ہوگی) جو بلند درجہ جنت میں بلند درجہ لوگوں کے لئے مخصوص ہوں گی''۔

وَ بِعْتُ بِهَا عَيْشًا تَعَرَّقْتُ صَفْوَهٗ وَ عَالَجْتُهٗ حَتّٰى فَقَدْتُ الْاَدَانِيَا

''اور میں نے اس جنت کے بدلے ایسی زندگی بیچ ڈالی جس کی صفائی کو میں نے ملا دیا اور اس بارے اس قدر کوشش کی حتی کہ قریبی رشتہ داروں کو کھو دیا''۔

کے صیغے نہ بولے جائیں جیسا کہ مرکوب کے بارے میں مَا اَرْكَبَهٗ اور مضروب کے بارے میں مَا اَضْرَبَهٗ نہیں کہا جاتا لیکن ان جیسے افعال سے یہ صیغے آئے ہیں: مَا اَزْهَاهُ، مَا اَعْنَاهُ بِحَاجَتِیْ اور عربوں نے یہ بھی کہا ہے: هُوَ اَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النِّحْيَيْنِ (وہ ذات النحیین سے بھی زیادہ مشغول ہے) وَ هُوَ اَزْهٰى مِنْ غُرَابٍ (وہ کوے سے بھی زیادہ متکبر ہے) حالانکہ ان سب افعال کے صیغے مجہول آتے ہیں یعنی زُهِیَ، شُغِلَ، مَشْغُوْلٌ، مَزْهُوٌّ اور مجنون کے بارے میں کہا گیا ہے: مَا اَجَنَّهٗ۔ اسے ابو عمر صالح بن اسحاق الجرمی نے بیان کیا ہے اور سیبویہ نے کہا: یاد رکھیے اہل عرب جس چیز کا قصد کرتے ہیں تو اسے اپنے کلام میں کہتے ہیں اَهَمُّ

Marfat.com

فَاَکْرَمَنِی الرَّحْمٰنُ مِنْ فَضْلِ مَنِّهٖ بِثَوْبٍ مِنَ الْاِسْلَامِ غَطّٰی الْمَسَاوِیَا

''اور رحمٰن نے اپنے فضل واحسان سے مجھے ایسی خلعت اسلام سے سرفراز فرمایا جس نے میرے تمام عیبوں کو ڈھانپ لیا''۔

وَ مَا کَانَ مَکْرُوْهًا اِلَیَّ قِتَالُهُمْ غَدَاةَ دَعَا الْاَکْفَاءَ مَنْ کَانَ دَاعِیَا

''اور ان لوگوں سے جنگ کرنا مجھے کچھ برا نہ لگا جس روز بلانے والوں نے (اپنے) ہمسروں کو (مقابلہ کے لئے) بلایا''۔

وَ لَمْ یَبْغِ اِذْ سَاَلُوا النَّبِیَّ سَوَائَنَا ثَلَاثَتَنَا حَتّٰی حَضَرْنَا الْمُنَادِیَا

''اور جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا تو آپ نے ہم تینوں کے سوا اور کسی کو طلب نہ فرمایا یہاں تک کہ ہم پکارنے والے کے پاس حاضر ہو گئے''۔

لَقِیْنَاهُمْ کَالْاُسْدِ تَخْطِرُ بِالْقَنَا نُقَاتِلُ فِی الرَّحْمٰنِ مَنْ کَانَ عَاصِیَا

''ہم نیزے لے کر شیروں کی طرح اکڑ کر چلتے ہوئے ان سے جا ملے اور رحمٰن کی راہ میں اس سے جنگ کرنے لگے جو نافرمان تھا''۔

فَمَا بَرِحَتْ اَقْدَامُنَا مِنْ مَقَامِنَا ثَلَاثَتَنَا حَتّٰی اُزِیْرُوا الْمَنَائِیَا

''غرض ہم تینوں کے قدم اپنے اپنے مقام سے نہ ڈگمگائے یہاں تک کہ موتوں سے ان کی ملاقات کرا دی گئی''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: جب حضرت عبیدہ کے پاؤں پر ضرب لگی تو آپ نے فرمایا سنو! بخدا! اگر ابو طالب آج کے دن موجود ہوتے تو جان لیتے کہ میں یہ اشعار کہنے کا زیادہ حقدار ہوں جو انہوں نے کہے:

اور جس چیز کے بیان کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے کہتے ہیں اَعْنٰی۔ حالانکہ اس چیز اور اس بیان کا وہ قصد کر رہے ہوتے ہیں (لیکن اسم تفضیل کی نسبت مفعول بہ کی طرف کرتے ہوئے) کہتے ہیں اَهَمُّ وَ اَعْنٰی حالانکہ وہ چیز ان کے ارادہ اور بیان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح وہ اس بیان کے ساتھ مَعْنِیُّوْنَ (ارادہ کئے گئے) ہیں جیسا کہ مَضْرُوْبُوْنَ تو ان افعال میں وہ صورت جائز ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس کے جواز کا سبب یہ ہے کہ ان افعال میں مفعول معنی کے لحاظ سے فاعل ہوتا ہے چنانچہ مَزْهُوٌّ حقیقت میں تکبر کرنے والا ہے اور مَنْخُوٌّ بھی اسی طرح ہے اور مشغول حقیقت میں کام سرانجام دینے والا ہے اور اَلْمَعْنِیُّ بِالْاَمْرِ حقیقت میں کام کا ارادہ کرنے والا ہے اور المجنون الاحمق کی

Marfat.com

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ يُبْزٰى مُحَمَّدٌ وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَ نُنَاضِلِ

''بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ محمد (ﷺ) کو چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی تو ہم نے ان کے دفاع کے لئے نہ نیزہ بازی کی ہے اور نہ تیراندازی''۔

وَ نُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَ نَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

''اور (تم نے جھوٹ کہا کہ) ہم انہیں (تمہارے) حوالے کر دیں گے جب تک ہماری لاشیں ان کے اردگرد پڑی ہوئی نہ ہوں۔ ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بھی ان کے لئے بے پرواہو جائیں گے''۔

یہ دونوں شعر حضرت ابو طالب کے ایک قصیدہ میں ہیں جس کا کتاب کے گزشتہ صفحات میں ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبیدہ بن حارث کے متعلق حضرت کعب کا مرثیہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بدر کے روز اپنے پاؤں کے زخم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے تو حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کے مرثیے میں یہ اشعار کہے:

اَيَا عَيْنُ جُوْدِيْ وَ لَا تَبْخَلِيْ بِدَمْعِكِ حَقًّا وَ لَا تَنْزُرِيْ

اے آنکھ! اپنے آنسو کی سخاوت کر اور نہ بخل کر اور نہ کوتاہی کر کہ ان کے لئے یہی زیبا ہے۔

عَلٰى سَيِّدٍ هَدَّنَا هُلْكُهٗ كَرِيْمِ الْمَشَاهِدِ وَالْعُنْصُرِ

''ایسے سردار پر جس کی وفات نے ہمیں ڈھیر کر دیا جو جنگی کارناموں اور نسب کے لحاظ سے نہایت شریف تھا''۔

طرح ہے۔ کہا جاتا ہے مَا اَجَنَّهٗ جیسے کہا جاتا ہے مَا اَحْمَقَهٗ لیکن مضروب، مرکوب، مشتوم اور ممدوح کے صیغے اس طرح نہیں ہیں اور ان میں سے کسی کے بارے میں ما افعلہ اور ھو افعل من غیرہ نہیں کہا جاتا ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ اس قیاس کا تقاضا بھی تو یہی ہے کہ مفعول کے بارے میں فعل امر بغیر لام کے لایا جائے جس طرح فاعل کے لئے بغیر لام کے فعل امر لایا جاتا ہے حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ مفعول معنی کے لحاظ سے فاعل ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے امر فعل مضارع سے مشتق ہوتا ہے اور وہ تضرب تخرج ہے۔ جب آپ فعل امر بنانا چاہتے ہیں تو حرف مضارع کو حذف کر دیتے ہیں اور فعل کے

Marfat.com

جَرِیْءِ الْمُقَدَّمِ شَاکِی السَّلَاحِ کَرِیْمِ الثَّنَا طَیِّبِ الْمَکْسِرِ

"پیش قدمی کرنے میں جراٗت مند، تیز ہتھیار والا، بہترین تعریف والا اور تجربے کے بعد بھی بہترین ثابت ہونے والا تھا"۔

عُبَیْدَۃَ اَمْسٰی وَ لَا تَرْتَجِیْهِ لِعُرْفٍ عَرَانَا وَ لَا مُنْکَرٍ

"عبیدہ پر جو شام کے وقت ایسی حالت میں ہو گیا کہ ہم کسی خوشحالی اور بدحالی کے لئے جو ہم پر نازل ہو اس سے امید نہیں کر سکتے"۔

وَ قَدْ کَانَ یَحْمِیْ غَدَاۃَ الْقِتَالِ حَامِیَۃَ الْجَیْشِ بِالْمِبْتَرِ

"حالانکہ جنگ کی صبح وہ اپنی تلوار کے ساتھ لشکر کے آخری حصے کی حفاظت کر رہا تھا"۔

غزوۂ بدر کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے بارے میں یہ اشعار بھی فرمائے:

اَلَا هَلْ اَتٰی غَسَّانَ فِیْ نَاْیِ دَارِهَا وَ اَخْبَرُ شَیْءٍ بِالْاُمُوْرِ عَلِیْمُهَا

"ذرا سنو تو! کیا بنی غسان کو اپنے گھروں سے دوری کی حالت میں یہ خبر پہنچی ہے؟ اور امور کے متعلق سب سے زیادہ باخبر وہی ہوتا ہے جو ان کو خوب جانتا ہو"۔

بِاَنْ قَدْ رَمَتْنَا عَنْ قِسِیٍّ عَدَاوَۃٍ مَعَدٌّ مَعًا جُهَّالُهَا وَ حَلِیْمُهَا

"کہ بنی معد کے جاہلوں اور عقلمندوں دونوں قسم کے لوگوں نے سخت دشمنی کی وجہ سے ہمیں اپنے تیروں کا نشانہ بنایا"۔

لِاَنَّا عَبَدْنَا اللّٰهَ لَمْ نَرْجُ غَیْرَهٗ رَجَاءَ الْجِنَانِ اِذْ اَتَانَا زَعِیْمُهَا

"اس لئے کہ جب ہمارے پاس جنتوں کا ضامن (رسول) تشریف لایا تو ہم نے ان جنتوں کی امید میں اللہ کی عبادت کی اور کسی غیر سے امید نہ رکھی"۔

نَبِیٌّ لَهٗ فِیْ قَوْمِهٖ اِرْثُ عِزَّۃٍ وَ اَعْرَاقُ صِدْقٍ هَذَّبَتْهَا اُرُوْمُهَا

"وہ نبی (تشریف لایا) جسے اپنی قوم میں موروثی عزت اور سچائی کی ایسی صفات حاصل ہیں

حروف اصلی اپنے اصلی وزن پر باقی رہتے ہیں لیکن تَزْهٰی اور تُشْغَلُ میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ان سے اگر آپ حرف مضارع کو حذف کر دیں تو فعل کا وزن ایسا بن جاتا ہے جو نہ غائب کے لئے آتا ہے اور نہ مخاطب کے لئے، کیونکہ فعل امر مخاطب کا وزن اِفْعَلْ ہے اور فعل امر غائب کا وزن لِیَفْعَلْ ہے اور جو وزن ہم نے فرض کیا ہے وہ ان دونوں کے موافق نہیں کیونکہ زُهِیْتُ کے مضارع میں آپ کہتے

Marfat.com

جن کے اصول نے انہیں مہذب بنا دیا ہے''۔

فَسَارُوْا وَ سِرْنَا فَالْتَقَيْنَا كَاَنَّنَا اُسُوْدُ لِقَاءٍ لَا يُرَجّٰى كَلِيْمُهَا

''پس وہ بھی چلے اور ہم بھی چلے اور ہم ان کے مقابلے میں اس طرح آئے گویا ہم مقابلے کے ایسے شیر ہیں جن کے زخم خوردہ (کے بچنے) کی امید نہیں کی جاتی''۔

ضَرَبْنَاهُمْ حَتّٰى هَوٰى فِيْ مَكَرِّنَا لِمَنْخِرٍ سُوْءٍ مِّنْ لُؤَيٍّ عَظِيْمُهَا

''ہم نے ان پر شمشیر زنی کی یہاں تک کہ ہمارے حملے میں بنی لوی کا بڑا سردار اوندھے منہ بری طرح گڑھے میں جا گرا''۔

فَوَلَّوْا وَ دُسْنَاهُمْ بِبِيْضٍ صَوَارِمٍ سَوَاءٌ عَلَيْنَا حِلْفُهَا وَ صَمِيْمُهَا

''پس انہوں نے پیٹھ پھیری اور ہم نے تیز کاٹنے والی چمکتی تلواروں کے ساتھ انہیں پامال کر دیا، ہمارے لئے ان کے حلیف اور ان کے اصلی افراد دونوں برابر تھے (ہم نے سب کو پامال کر دیا)''۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

لَعَمْرُ اَبِيْكُمَا يَا ابْنَيْ لُؤَيٍّ عَلٰى زَهْوٍ لَّدَيْكُمْ وَانْتِخَاءِ

''اے بنی لوی کے دو بیٹو! تمہارے باپ کی زندگی کی قسم! تمہارے اندر (اپنی قوتوں پر) تکبر اور نخوت کے باوجود

لَمَا حَامَتْ فَوَارِسُكُمْ بِبَدْرٍ وَ لَا صَبَرُوْا بِهٖ عِنْدَ اللِّقَاءِ

تمہارے سواروں نے بدر میں تمہاری کوئی حفاظت نہ کی اور نہ وہ مقابلے کے وقت ثابت قدم رہ سکے''۔

وَرَدْنَاهُ بِنُوْرِ اللّٰهِ يَجْلُوْ دُجَى الظَّلْمَاءِ عَنَّا وَالْغِطَاءِ

''ہم اس مقام پر اللہ کا نور لے کر پہنچے جو ہم سے اندھیری رات کی تاریکیاں اور حجابات دور کر رہا تھا''۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقْدُمُنَا بِاَمْرٍ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اُحْكِمَ بِالْقَضَاءِ

ہیں اُزْهِيَ اور شُغِلْتَ کے مضارع میں کہتے ہیں اُشْغَلُ۔ اس طرح یہ وزن شُغِلْتَ فَاَنْتَ مَشْغُوْلٌ کے باب سے نکل کر شَغَلْتَ غَيْرَكَ فَاَنْتَ شَاغِلٌ کے باب کی طرف چلا جاتا ہے اور اس میں امرلازم کے ساتھ ہی آتا ہے۔

Marfat.com

''(وہ نور) اللہ کا رسول تھا جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی حکم کے تحت ہمارے آگے چل رہا تھا جسے قضاء وقدر سے مستحکم کیا گیا تھا''۔

فَمَا ظَفِرَتْ فَوَارِسُكُمْ بِبَدْرٍ وَ مَا رَجَعُوْا اِلَيْكُم بِالسَّوَاءِ

''تمہارے گھڑ سواروں نے میدانِ بدر میں نہ فتح حاصل کی اور نہ تمہاری طرح صحیح وسالم واپس لوٹے''۔

فَلَا تَعْجَلْ اَبَا سُفْيَانَ وَارْقُبْ جِيَادَ الْخَيْلِ تَطْلُعُ مِنْ كَدَاءِ

''پس اے ابوسفیان! جلدی نہ کر بلکہ ان عمدہ گھوڑوں کا انتظار کر جو مقام کداء سے چڑھ آئیں گے''۔

بِنَصْرِ اللّٰهِ رُوْحُ الْقُدُسِ فِيْهَا وَ مِيْكَالٌ، فَيَاطِيْبَ الْمَلَاءِ

''اللہ کی نصرت کے ساتھ (چڑھ آئیں گے) جس میں روح القدس اور میکائیل بھی ہوں گے۔ پس یہ کیسی بہترین جماعت ہے''۔

رسول کریم ﷺ اور اصحابِ قلیب بدر کے مرثیے میں طالب کے اشعار

طالب بن ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے اور بدر کے روز کنویں میں پھینکے جانے والے قریش کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا:

اَلَا اِنَّ عَيْنِيْ اَنْفَدَتْ دَمْعَهَا سَكْبًا تُبَكِّيْ عَلٰى كَعْبٍ وَّ مَا اِنْ تَرٰى كَعْبًا

''سنو! بے شک میری آنکھ نے بنی کعب پر رو رو کر بہتے ہوئے آنسو ختم کر دیے ہیں لیکن اسے بنی کعب کا کوئی فرد نظر نہیں آتا''۔

اَلَا اِنَّ كَعْبًا فِي الْحُرُوْبِ تَخَاذَلُوْا وَ اَرْدَاهُمُ ذَا الدَّهْرُ وَاجْتَرَحُوْا ذَنْبًا

''سنو! بنی کعب نے جنگوں میں ایک دوسرے کو رسوا کر دیا اور گناہ کا ارتکاب کیا تو اس زمانے نے انہیں ہلاک کر دیا''۔

وَ عَامِرُ تَبْكِيْ لِلْمُلِمَّاتِ غُدْوَةً فَيَالَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَرٰى لَهُمَا قُرْبًا

''اور بنی عامر صبح سویرے آفتوں کے نزول پر رو رہے ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں

شاعر کا قول ہے: وَمِيْكَالٌ فَيَاطِيْبَ الْمَلَاءِ۔ اس سے مراد الملاء ہے اور یہ مقصور کو ممدود پڑھنے کے قبیل سے نہیں کیونکہ نظم ونثر دونوں میں عصی کو عصا اور رحی کو رحاء کہنا جائز ہے۔ اگرچہ عرب لوگ ضرورت کی بنا پر حرکات میں اشباع کرتے ہیں اور اَلْكَلْكَلُ کو اَلْكَلْكَالُ اور اَلصَّيَارِفُ کو

Marfat.com

ان دونوں (قبیلوں) کو قریب سے دیکھ سکوں گا؟''

هُمَا اَخَوَایَ لَنْ یُعَدَّا لِغَیَّةٍ   تُعَدُّ وَ لَنْ یُسْتَامَ جَارُهُمَا غَصْبَا

وہ دونوں (قبیلے) میرے ایسے بھائی ہیں جن کو کسی غیر باپ کی طرف نسبت میں شمار نہیں کیا جاتا جب وہ شمار کی جارہی ہو اور نہ ان کے پڑوسی سے مال کے چھن جانے کا سوال کیا جاتا ہے۔

فَیَا اَخَوَیْنَا عَبْدَ شَمْسٍ وَّ نَوْفَلًا   فِدًا لَکُمَا لَا تَبْعَثُوْا بَیْنَنَا حَرْبَا

''پس! اے ہمارے دونوں برادر (قبیلو!) عبد شمس اور نوفل! میں تم دونوں پر فدا ہوں، ہمارے درمیان جنگ برپا نہ کرو''۔

وَ لَا تُصْبِحُوْا مِنْ بَعْدِ وُدٍّ وَّ اُلْفَةٍ   اَحَادِیْثَ فِیْهَا کُلُّکُمْ یَشْتَکِی النَّکْبَا

''اور محبت والفت کے بعد ایسے (عبرت ناک) واقعات کی صورت اختیار نہ کرلو جن میں تمہارا ہر شخص مصیبت کی شکایت کرتا رہے''۔

اَلَمْ تَعْلَمُوْا مَا کَانَ فِیْ حَرْبِ دَاحِسٍ   وَ جَیْشِ اَبِیْ یَکْسُوْمَ اِذْ مَلَا الشِّعْبَا

''کیا تمہیں جنگ داحس کے انجام اور ابو یکسوم کے لشکر کے واقعات کا علم نہیں جب انہوں نے پہاڑوں کے درمیانی راستے بھر دیے تھے؟''

فَلَوْ لَا دِفَاعُ اللّٰهِ لَا شَیْءَ غَیْرُهٗ   لَاَصْبَحْتُمْ لَا تَمْنَعُوْنَ لَکُمْ سِرْبَا

''پس اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدافعت نہ ہوتی جس کا غیر کوئی ہے ہی نہیں تو تمہاری حالت یہ ہو جاتی کہ تم اپنی بیویوں تک کی حفاظت نہ کرسکتے''۔

فَمَا اِنْ جَنَیْنَا فِیْ قُرَیْشٍ عَظِیْمَةً   سِوٰی اَنْ حَمَیْنَا خَیْرَ مَنْ وَطِیءَ التُّرْبَا

''ہم نے قریش کا کوئی بڑا جرم نہیں کیا بجز اس کے کہ ہم نے روئے زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین شخص کی حمایت کی''۔

اَخَا ثِقَةٍ فِی النَّائِبَاتِ مُرَزَّاً   کَرِیْمًا ثَنَاهُ لَا بَخِیْلًا وَّ لَا ذَرِبَا

''جو آفتوں کے موقعوں پر قابل اعتماد، فیاض اور اعلیٰ تعریف کے لائق ہے نہ بخیل ہے اور نہ فسادی''۔

الضَّیَارِیْف کہتے ہیں۔ لیکن مقصور کو ممدود بولنا اس سے بعید ہے کیونکہ صرف الف کا اضافہ تو ایک تبدیلی ہے لیکن مقصور کو مد کے ساتھ بولنا دو تغیر ہیں: ایک الف کا اضافہ اور دوسرا غیر مہموز کو ہمزہ دینا۔ ...تہ طرفہ کے شعروں میں مذکور ہے وَ کَشْحَانِ لَمْ یَنْقُصْ طَوَاءَ هُمَا الْحَبَلُ لیکن طرفہ کے اس

Marfat.com

يُطِيْفُ بِهِ الْعَافُوْنَ يَغْشَوْنَ بَابَهٗ يَؤُمُّوْنَ بَحْرًا لَا نَزُوْرًا وَ لَا صَرْبَا

''اس کے دروازے پر مانگنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے وہ ایسے سمندر کا قصد کرتے ہیں جو نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم''۔

فَوَاللّٰهِ لَا تَنفَكُّ نَفْسِيْ حَزِيْنَةً تَمَلْمَلُ حَتّٰى تَصْدُقُوا الْخَزْرَجَ الضَّرْبَا

''بخدا! میرا نفس غمزدہ اور بے قرار رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ خزرج پر ایک کاری ضرب لگاؤ''۔

ابوجہل کے مرثیے میں ضرار کے اشعار

ضرار بن خطاب فہری نے ابوجہل کے مرثیے میں کہا:

اَلَا مَنْ لِعَيْنٍ بَاتَتِ اللَّيْلَ لَمْ تَنَمْ تُرَاقِبُ نَجْمًا فِي سَوَادٍ مِّنَ الظُّلَمْ

''ہے کوئی اس آنکھ کو تسلی دینے والا جو رات بھر نہ سوئی، وہ اندھیروں کی سیاہی میں ستاروں کو تاڑتی رہی''۔

كَاَنَّ قَذًى فِيْهَا وَ لَيْسَ بِهَا قَذًى سِوٰى عَبْرَةٍ مِّنْ جَائِلِ الدَّمْعِ تَنْسَجِمْ

''یوں لگتا ہے گویا اس میں کوئی تنکا پڑ گیا ہے حالانکہ اس میں اس جلن کے سوا کوئی تنکا نہیں جو آنسوؤں کو ابھار کر بہا رہی ہے''۔

فَبَلِّغْ قُرَيْشًا اَنَّ خَيْرَ نَدِيِّهَا وَ اَكْرَمَ مَنْ يَّمْشِيْ بِسَاقٍ عَلٰى قَدَمْ

''تو قریش کو یہ خبر پہنچا دے کہ ان کا امیر مجلس اور پنڈلی سے قدموں پر چلنے والوں میں سے سب سے بلند مرتبہ شخص

ثَوٰى يَوْمَ بَدْرٍ رَهْنَ خَوْصَاءَ رَهْنُهَا كَرِيْمُ الْمَسَاعِيْ غَيْرُ وَغْلٍ وَّ لَا بَرَمْ

بدر کے روز تنگ کنویں میں رہن ہو گیا جو شریفانہ دوڑ دھوپ والا تھا، نہ کمینہ تھا اور نہ بخیل۔

فَاٰلَيْتُ لَا تَنْهَلُ عَيْنِيْ بِعَبْرَةٍ عَلٰى هَالِكٍ بَعْدَ الرَّئِيْسِ اَبِي الْحَكَمْ

''پس میں نے قسم کھائی ہے کہ سردار ابوالحکم (کی ہلاکت) کے بعد میری آنکھ کسی ہلاک ہونے والے پر ایک آنسو بھی نہیں بہائے گی''۔

شعر میں یہ اس لئے بہتر ہے کہ اس نے وہ الطوی مراد نہیں لیا جو طوی یطوی فعل کا مصدر ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کو بھوک لگے اور اس کا پیٹ خالی ہو جائے۔ بلکہ اس کی مراد کمر کی باریکی ہے جو عورت میں اور رعایت میں کمال کا باعث ہے۔ چنانچہ وہ اس لفظ کمال اور رمال کے وزن پر لایا

Marfat.com

عَلٰی هَالِكٍ اَشْجٰی لُؤَیَّ بْنَ غَالِبٍ ۔۔۔ اَتَتْهُ الْمَنَایَا یَوْمَ بَدْرٍ فَلَمْ یَرِمْ

"(صرف) اس ہلاک ہونے والے پر (آنسو بہائے گی) جس نے بنی لؤی بن غالب کو غمزدہ کردیا، بدر کے روز اس کے پاس موتیں آئیں تو وہ وہاں سے جدا نہ ہوا"۔

تَرٰی کِسَرَ الْخَطِّیِّ فِیْ نَحْرِ مُهْرِهٖ ۔۔۔ لَدٰی بَائِنٍ مِّنْ لَّحْمِهٖ بَیْنَهَا خِذَمْ

"تو اس کے بچھیرے کے حلق میں نیزے کے ٹکڑے اس مقام پر دیکھے گا جہاں سے اس کا گوشت جدا ہوتا ہے جس کے درمیان گوشت کے ٹکڑے ہیں"۔

وَ مَا کَانَ لَیْثٌ سَاکِنٌ بَطْنَ بِیْشَةٍ ۔۔۔ لَدٰی غَلَلٍ یَجْرِیْ بِبَطْحَاءَ فِیْ اَجَمْ

"درختوں کے جھنڈ میں بطحاء سے بہہ کر آنے والے نالے کے پاس شیروں کے جنگل میں رہنے والا کوئی ایسا شیر نہ تھا"۔

بِاَجْرَاَ مِنْهُ حِیْنَ تَخْتَلِفُ الْقَنَا ۔۔۔ وَ تُدْعٰی نَزَالِ فِی الْقَمَاقِمَةِ الْبُهَمْ

"جو اس سے زیادہ جرأت مند ہو جب نیزے دونوں جانب سے چل رہے ہوں اور بہادر سرداروں کے درمیان "جنگ کے لئے اترو" کی آواز بلند ہو رہی ہو"۔

فَلَا تَجْزَعُوْا آلَ الْمُغِیْرَةِ وَاصْبِرُوْا ۔۔۔ عَلَیْهِ وَ مَنْ یَّجْزَعْ عَلَیْهِ فَلَمْ یُلَمْ

"اس لئے اے آل مغیرہ! آہ و فغاں نہ کرو اور اس پر صبر کرو اور جو اس پر آہ و فغاں کرے تو اسے بھی کوئی ملامت نہیں"۔

وَ جِدُّوْا فَاِنَّ الْمَوْتَ مَکْرُمَةٌ لَّکُمْ ۔۔۔ وَ مَا بَعْدَهٗ فِیْ آخِرِ الْعَیْشِ مِنْ نَدَمْ

"اور کوشش کرتے رہو کیونکہ موت تمہارے لئے باعث عزت ہے اور موت کے بعد دوسری زندگی میں بھی کوئی ندامت نہیں"۔

وَ قَدْ قُلْتُ اِنَّ الرِّیْحَ طَیِّبَةٌ لَّکُمْ ۔۔۔ وَ عِزَّ الْمَقَامِ غَیْرَ شَكٍّ لِّذِیْ فَهَمْ

"اور میں نے کہہ دیا ہے کہ ہوا کا رخ تمہارے حق میں بہتر ہے اور عزت کا مقام (تمہارے ہی لئے ہے)، اس بات میں عقلمندوں کو کوئی شبہ نہیں"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ضرار کے ہیں۔

ہے اور اس بات کو لفظوں میں ظاہر کردیا جو اس کے دل میں تھی اور عربوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کلمہ کو اس وزن کی طرف موڑ دیتے ہیں جو اس کے معنی کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ اس طرح کی مثالیں پہلے بھی بہت گزر چکی ہیں اور آئندہ بھی بہت سی مثالیں پیش ہوں گی۔

Marfat.com

ابوجہل کے مرثیے میں حارث بن ہشام کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حارث بن ہشام نے اپنے بھائی ابوجہل کے مرثیے میں کہا:

اَلَا یَا لَهْفَ نَفْسِیْ بَعْدَ عَمْرٍو وَ هَلْ یُغْنِیْ التَّلَهُّفُ مِنْ قَتِیْلِ

''اے نفس! عمرو کے بعد تیرے رہ جانے پر افسوس، لیکن مرنے والے پر افسوس اسے کیا فائدہ دیتا ہے؟''

یُخَبِّرُنِیْ الْمُخَبِّرُ اَنَّ عَمْرًا اَمَامَ الْقَوْمِ فِیْ جَفْرٍ مُحِیْلِ

''خبر دینے والا مجھے خبر دیتا ہے کہ عمرو قوم کے سامنے ایک منہدم کنویں میں تھا''۔

فَقِدْمًا کُنْتُ اَحْسِبُ ذَاكَ حَقًّا وَ اَنْتَ لِمَا تَقَدَّمَ غَیْرُ فِیْلِ

''میں پہلے ہی اس بات کو حق سمجھتا تھا اور تو پہلے ہی فاسد رائے رکھنے والا نہ تھا''۔

وَ کُنْتُ بِنِعْمَةٍ مَا دُمْتَ حَیًّا فَقَدْ خُلِّفْتَ فِیْ دَرَجِ الْمَسِیْلِ

اور جب تک تو زندہ تھا تو ناز و نعمت میں تھا لیکن اب تو ذلت کے مقام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

کَاَنِّیْ حِیْنَ اُمْسِیْ لَا اَرَاهُ ضَعِیْفُ الْعَقْدِ ذُوْهَمٍّ طَوِیْلِ

''میں تجھے نہیں دیکھ رہا تو اب میری حالت یہ ہوگئی ہے کہ کمزور ارادے والا اور بڑی فکر والا ہوگیا ہوں''۔

عَلٰی عَمْرٍو اِذَا اَمْسَیْتُ یَوْمًا وَ طَرْفٍ مِّنْ تَذَکُّرِهٖ کَلِیْلِ

''جب میں کسی روز عمرو کو یاد کرتا ہوں تو میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس کی یاد میں میری آنکھیں تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہیں (اور یوں لگتا ہے کہ کچھ اور نظر ہی نہیں آرہا)''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حارث بن ہشام کے ہیں اور فِیْ جَفْرٍ کا قول غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

جہاں تک الملاء، الخطاء، الرشاء (طاقتور ہرن) اور الفراء (وحشی گدھا) اور اس طرح کے دوسرے الفاظ کا تعلق ہے تو یہ الفاظ جب نعم کے ساتھ جمع ہوتے ہیں تو ان کا ہمزہ وقف میں اور بعض لغات میں وصل میں بھی الف سے بدل جاتا ہے چنانچہ وہ الف ہمزہ کا عوض ہوتا ہے اور کبھی کبھی عوض اور معوض منہ (یعنی ہمزہ اور الف) دونوں کو بھی جمع کر دیتے ہیں، جیسا کہ کہتے ہیں هَرَاقَ الْمَاءَ (اس نے پانی گرایا) اس میں ہاء ہمزہ کا بدل تھی لیکن دونوں کو جمع کر دیا اور فم کی طرف نسبت میں فَمَوِیٌّ اور یمن کی طرف نسبت میں یَمَنِیٌّ کہتے ہیں لیکن پھر یہ بھی کہا یَمَانٍ تو اس میں الف دو یاؤں میں سے ایک

Marfat.com

مقتولین بدر کے مرثیے میں ابن اسود کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا ابو بکر شداد بن اسود بن شعوب اللیثی نے کہا:

تُحَیِّیْ بِالسَّلَامَةِ اُمُّ بَکْرٍ وَ هَلْ لِیْ بَعْدَ قَوْمِیْ مِنْ سَلَامِ

''ام بکر کو سلامتی کا سلام ہو اور کیا میری قوم کے بعد میرے لئے کوئی سلامتی ہے؟''

فَمَا ذَا بِالْقَلِیْبِ قَلِیْبِ بَدْرٍ مِنَ الْقَیْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْکِرَامِ؟

''بدر کے کنویں کے پاس کیسی کیسی گانے والی لونڈیاں اور کیسے کیسے معزز شراب پینے والے لوگ تھے؟''

وَ مَا ذَا بِالْقَلِیْبِ قَلِیْبِ بَدْرٍ مِنَ الشِّیْزٰی تُکَلَّلُ بِالسَّنَامِ؟

''اور بدر کے کنویں کے پاس کوہانوں کے گوشت سے بھرے ہوئے کیسے کیسے آبنوس کی لکڑی کے بنے ہوئے پیالے تھے؟''

وَ کَمْ لَکَ بِالطَّوِیِّ طَوِیِّ بَدْرٍ مِنَ الْحَوْمَاتِ وَالنَّعَمِ الْمُسَامِ؟

''اور تیرے لئے بدر کے پختہ کنویں کے پاس کتنے اونٹوں کے گلے اور آزاد چرنے والے دوسرے جانور تھے؟''

وَ کَمْ لَکَ بِالطَّوِیِّ طَوِیِّ بَدْرٍ مِنَ الْغَایَاتِ وَالدُّسُعِ الْعِظَامِ؟

''اور تیرے لئے بدر کے پختہ کنویں کے پاس کتنی انتہائی توتیں اور بڑے عطیات تھے؟''

وَ اَصْحَابِ الْکَرِیْمِ اَبِیْ عَلِیٍّ اَخِی الْکَاسِ الْکَرِیْمَةِ وَالنِّدَامِ

''اور شریف ابو علی کے کتنے ساتھی تھے جو بہترین پیالے اور شراب کا ساتھی ہے''۔

وَ اِنَّکَ لَوْ رَاَیْتَ اَبَا عَقِیْلٍ وَ اَصْحَابَ الثَّنِیَّةِ مِنْ نَعَامِ

اور اگر تو نے ابو عقیل اور مقام نعام کے دو پہاڑوں کی درمیانی وادی میں رہنے والوں کو دیکھا

یاء کا بدل ہے پھر کہا یَمَانِیٌّ تشدید کے ساتھ تو عوض اور معوض منہ (یعنی الف اور یاء) دونوں کو جمع کر دیا چنانچہ یَاطِیْبَ الْمَلَاءِ اسی قبیل سے ہے۔ اسی طرح الخطا میں ان کا قول الخطاء ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فَکُلُّهُمْ مُسْتَقْبِحٌ لِصَوَابِ مَنْ یُخَالِفُهُ مُسْتَحْسِنٌ لِخَطَائِهِ

''وہ سب کے سب اس شخص کی درست بات کو بھی برا سمجھنے والے ہیں جس کی مخالفت کوئی ایسا شخص کر دے جو اپنی غلطی کو بھی اچھا سمجھنے والا ہو''۔

Marfat.com

ہوتا

اِذَنْ لَظِلْتَ مِنْ وَجْدٍ عَلَيْهِمْ　　كَاُمِّ السَّقْبِ جَائِلَةِ الْمَرَامِ

تو اس وقت تو اونٹ کے بچے کی اس ماں کی طرح ان پر وجد کرنے لگتا جو اپنا مقصد پا لیتی ہے''۔

يُخَبِّرُنَا الرَّسُوْلُ لَسَوْفَ نَحْيَا　　وَ كَيْفَ لِقَاءُ اَصْدَاءٍ وَّ هَامٍ؟

''وہ رسول (ﷺ) ہمیں خبر دیتا ہے کہ ہم (پھر) زندہ ہوں گے حالانکہ میت کی گلی سڑی ہڈیوں کی کھوپڑیوں سے نکلے ہوئے پرندے سے ملاقات کیونکر ہوگی''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے ابو عبیدہ النحوی نے آخری شعر یوں پڑھا:

يُخَبِّرُنَا الرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا　　وَ كَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَّ هَامٍ؟

فرمایا اس نے اسلام قبول کیا تھا لیکن پھر مرتد ہو گیا۔

مقتولین بدر کے مرثیے میں امیہ بن ابی الصلت کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: امیہ بن ابی الصلت نے بدر کے روز ہلاک ہونے والے قریش کے مرثیہ میں کہا:

اَلَا بَكَيْتَ عَلَى الْكِرَا　　مِ بَنِيْ الْكِرَامِ اُولِي الْمَمَادِحْ

''شریفوں کی اولاد اور مدح وستائش والے لوگوں پر تو اس طرح کیوں نہ رویا

كَبُكَا الْحَمَامِ عَلَى فُرُوْ　　عِ الْاَيْكِ فِي الْغُصْنِ الْجَوَانِحْ

جس طرح گھنے درختوں کی شاخوں پر جھکی ہوئی ٹہنیوں میں کبوتریاں آہ وزاری کرتی ہیں''۔

يَبْكِيْنَ حَرّٰى مُسْتَكِيْنَاتٍ　　يَرُحْنَ مَعَ الرَّوَائِحْ

''وہ اندرونی سوزش کی وجہ سے بے بسی و بے کسی کے عالم میں روتی ہیں اور شام کو واپس جانے والیوں کے ساتھ لوٹتی ہیں''۔

اور ورقہ نے کہا ہے: اِلَّا مَا غَفَرْتَ خَطَايَا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابوعلی نے اپنے اس شعر میں مقصور کو مد کے ساتھ پڑھا ہے:

يَالَكَ مِنْ تَمْرٍ وَّ مِنْ شِيْشَاءٍ　　يَنْشَبُ فِي الْمَسْعَلِ وَاللَّهَاءِ

''تعجب ہے اس خشک اور نرم گٹھلی والی کھجور پر جو گلے اور حلق کے کوے میں چمٹ جاتی ہے''۔

اللھاء سے اس کی مراد لھاۃ کی جمع ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نیا کلام ہو۔ اگرچہ یہ عربی

Marfat.com

اَمْثَالُهُنَّ الْبَاكِيَاتُ الْمُعْوِلَاتُ مِنَ النَّوَائِحِ

''انہی کی مثل نوحہ کرنے والی عورتوں میں سے چیخ چیخ کر رونے والی عورتیں ہیں''۔

مَنْ يَّبْكِهِمْ يَبْكِ عَلٰى حُزْنٍ وَّ يَصْدُقْ كُلُّ مَادِحِ

''جو شخص بھی ان پر روتا ہے وہ غم کی وجہ سے ہی روتا ہے اور (ان کا) ہر تعریف کرنے والا سچ کہتا ہے''۔

مَا ذَا بِبَدْرٍ فَالْعَقَنْقَلِ مِنْ مَّرَازِبَةٍ جَحَاجِحِ

''میدانِ بدر میں گھر ریت کے ٹیلے پر رئیسوں اور سرداروں کی کیا حالت ہوگی''۔

فَمَدَافِعِ الْبَرْقَيْنِ فَالْحَنَّانِ مِنْ طَرَفِ الْاَوَاشِحِ

پھر برقین کی نشیبی جگہوں اور مقام اواشح کے کنارے ریت کے ٹیلوں پر (کیا حال ہوگا؟)

شُمْطٍ وَّ شُبَّانٍ بِهَا لِيْلٍ مَغَاوِيْرٍ وَّ حَاوِحِ

آہنی دل والے طاقتور، غارت گر، ادھیڑ عمر اور نوجوان سرداروں (کی کیا حالت ہوگی)۔

اَلَا تَرَوْنَ لِمَا اَرٰی وَ لَقَدْ اَبَانَ لِكُلِّ لَامِحِ

''کیا تم نہیں دیکھ رہے جو چیز میں دیکھ رہا ہوں حالانکہ وہ چیز ہر دیکھنے والے پر ظاہر ہے:

اَنْ قَدْ تَغَيَّرَ بَطْنُ مَكَّةَ فَهِيَ مُوْحِشَةُ الْاَبَاطِحِ

کہ وادی مکہ کی صورت ہی بدل گئی اور اس کے کنکریلے نشیبی علاقے وحشتناک بن گئے ہیں''۔

مِنْ كُلِّ بِطْرِيْقٍ لِبِطْرِيْقٍ نَقِيِّ اللَّوْنِ وَاضِحِ

۔ ''پاک صاف گورے رنگ والے ہر اکڑ کر چلنے والے سردار (کی کیا حالت ہوگی)''۔

دُعْمُوْصِ اَبْوَابِ الْمُلُوْكِ وَ جَائِبٍ لِلْخَرْقِ فَاتِحِ

''جو بادشاہوں کے دروازوں کے کیڑے اور وسیع میدانوں کا سفر کرنے والے، فتح کرنے والے تھے''۔

مِنَ السَّرَاطِمَةِ الْخَلَاجِمَةِ الْمَلَاوِثَةِ الْمَنَاجِحِ

''جو کڑک کر باتیں کرنے والے، بھاری لمبے ڈیل ڈول والے، کامیاب سردار تھے''۔

ہے لیکن اس لفظ میں ایک روایت لام کے کسرہ کے ساتھ اللِّهاء بھی ہے لہٰذا یہ اَكَمَة وَ اِكَام کے باب سے ہے۔ اور ابو عبید نے الغریب المصنف میں اسے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

اَلْقَائِلِیْنَ الْفَاعِلِیْنَ الْآمِرِیْنَ بِکُلِّ صَالِحْ

''جو مقرر، کام کرنے والے، ہر نیک کام کا حکم دینے والے تھے''۔

اَلْمُطْعِمِیْنَ الشَّحْمَ فَوْ قَ الْخُبْزِ شَحْمًا کَالْاَنَافِحْ

''جو روٹیوں پر شکنبوں جیسا چکنا گوشت رکھ کر (مہمانوں کو) کھلانے والے تھے''۔

نُقُلِ الْجِفَانِ مَعَ الْجِفَانِ اِلٰی جِفَانٍ کَالْمَنَاضِحْ

''جو بڑے بڑے پیالوں کے ساتھ اور پیالے ملا کر حوضوں کی مانند دوسرے بڑے پیالوں میں منتقل کرنے والے تھے''۔

لَیْسَتْ بِاَصْفَارٍ لِمَنْ یَعْفُوْ وَ لَا رُحٍّ رَحَارِحْ

''وہ پیالے مانگنے والوں کے لئے نہ خالی ہوتے تھے اور نہ کم گہرے کشادہ تھے (بلکہ گہرے کشادہ تھے)''۔

لِلضَّیْفِ ثُمَّ الضَّیْفِ بَعْدَ الضَّیْفِ وَالْبُسْطِ السَّلَاطِحْ

''(یہ سب سامان) یکے بعد دیگرے لگاتار آنے والے مہمانوں کے لئے ہوتا اور ان کے لئے لمبی چوڑی قالینیں بھی ہوتیں''۔

وَهَبَ الْمِئِیْنَ مِنَ الْمِئِیْنَ اِلَی الْمِئِیْنَ مِنَ اللَّوَاقِحْ

''وہ سینکڑوں گابھن اونٹنیوں میں سے سینکڑوں اونٹنیاں سینکڑوں لوگوں کو اس طرح دے ڈالتے تھے

سَوْقَ الْمُؤَبَّلِ لِلْمُؤَبَّلِ صَادِرَاتٍ عَنْ بَلَادِحْ

جیسے مقام بلادح سے واپس آنے والے بہت سے اونٹوں کو دیگر بہت سے اونٹوں کی طرف ہانک دیا جائے''۔

لِکِرَامِهِمْ فَوْقَ الْکِرَا مِ مَزِیَّةٌ وَزْنَ الرَّوَاجِحْ

ان کے شرفاء کو دیگر شرفاء پر جھک جانے والے پلڑوں کے وزن جیسی فضیلت حاصل ہے۔

کَتَثَاقُلِ الْاَرْطَالِ بِالْقِسْطَاسِ فِی الْاَیْدِی الْمَوَائِحْ

''جس طرح بڑے ترازو میں رکھے ہوئے باٹ سخی ہاتھوں پر بوجھل ہو جاتے ہیں''۔

خَذَلَتْهُمْ فِئَةٌ وَ هُمْ یَحْمُوْنَ عَوْرَاتِ الْفَضَائِحْ

ایک گروہ نے ان کی امداد چھوڑ دی حالانکہ وہ پوشیدہ رسوائیوں سے مدافعت کر رہے تھے۔

Marfat.com

الضَّارِبِيْنَ التَّقْدُمِيَّةَ بِالْمُهَنَّدَةِ الصَّفَائِحِ

"درآں حالیکہ وہ چوڑی ہندی تلواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش پر وار کر رہے تھے"۔

وَ لَقَدْ عَنَانِيْ صَوْتُهُمْ مِنْ بَيْنِ مُسْتَسْقٍ وَّ صَائِحِ

"مجھے ان کی آوازوں نے بہت تکلیف دی جن میں کوئی تو پانی مانگنے والا اور کوئی چیخنے والا تھا"۔

لِلّٰهِ دَرُّ بَنِيْ عَلِيٍّ اَيِّمٍ مِّنْهُمْ وَ نَاكِحِ

"بنی علی کا اللہ ہی حافظ ہے جن میں کنوارے بھی ہیں اور بیاہے بھی"۔

اِنْ لَّمْ يُغِيْرُوْا غَارَةً شَعْوَاءَ تُجْحِرُ كُلَّ نَابِحِ

اگر انہوں نے کوئی ایسا متفرق حملہ نہ کیا جو ہر بھونکنے والے کو بل میں چھپنے پر مجبور کر دے۔

بِالْمُقْرَبَاتِ الْمُبْعِدَاتِ الطَّامِحَاتِ مَعَ الطَّوَامِحِ

"ان (گھوڑوں) کے ذریعے جنہیں شرافت کی وجہ سے گھروں کے قریب رکھا جاتا ہے، جو دور دور تک سفر کرنے والے اور سر بلند رکھنے والیوں کے ساتھ سر بلند رکھنے والے ہیں"۔

مُرْدًا عَلٰى جُرْدٍ اِلٰى اُسْدٍ مُكَالِبَةٍ كَوَالِحِ

"ایسے جوانمردوں کے ذریعے جو کتوں جیسے ترش رو شیروں کی طرف کم مو گھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ کریں"۔

وَ يُلَاقِ قِرْنٌ قِرْنَهٗ مَشْيَ الْمُصَافِحِ لِلْمُصَافِحِ

"اور ہمسر اپنے ہمسر کے اس طرح مقابل آئے جس طرح ایک مصافحہ کرنے والا دوسرے مصافحہ کرنے والے کی طرف چلتا ہے"۔

بِزُهَاءِ اَلْفٍ ثُمَّ اَلْفٍ بَيْنَ ذِيْ بَدَنٍ وَّ رَامِحِ

"جن کی تعداد کا اندازہ دو ہزار ہو جو زرہ پوش اور نیزہ باز ہوں"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا ہم نے اس مرثیہ کے دو شعر چھوڑ دیے ہیں جن میں اس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی۔ اور اس کا یہ شعر میرے سامنے ایک سے زائد علمائے شعر نے پڑھا ہے:

وَ يُلَاقِ قِرْنٌ قِرْنَهٗ مَشْيَ الْمُصَافِحِ لِلْمُصَافِحِ

نیز یہ اشعار بھی سنائے ہیں:

Marfat.com

وَهَبَ الْبَنِيْنَ مِنَ الْبَنِيْنَ اِلَى الْبَنِيْنَ مِنَ اللَّوَاقِحْ
سَوْقَ الْمُؤَبَّلِ لِلْمُؤَبَّلِ صَادِرَاتٍ عَنْ بَلَادِحْ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا امیہ: بن ابی الصلت نے زمعہ بن اسود اور بنی اسد کے مقتولوں کے مرثیہ میں کہا:

عَيْنُ بَكِّيْ بِالْمُسْبِلَاتِ اَبَا الْحَارِثِ لَا تَذْخَرِيْ عَلٰى زَمْعَهْ
''اے آنکھ! بہنے والے آنسوؤں کے ساتھ ابوالحارث پر رو اور زمعہ پر (بھی رو اور) کوئی آنسو بچا کر نہ رکھ''۔

وَابْكِيْ عَقِيْلَ بْنَ اَسْوَدَ اَسَدِ الْبَاسِ لِيَوْمِ الْهِيَاجِ وَالدَّفْعَهْ
''اور جنگ اور دفاع کے روز میدانِ جنگ کے شیر عقیل بن اسود پر بھی رو''۔

تِلْكَ بَنُوْ اَسَدٍ اِخْوَةُ الْجَوْ زَاءِ لَاخَانَةٌ وَّ لَا خَدَعَهْ
''وہ جوزاء کے بھائی بنی اسد تھے جو نہ خیانت کرنے والے تھے اور نہ دھوکہ باز''۔

هُمُ الْاَسْرَةُ الْوَسِيْطَةُ مِنْ كَعْبٍ وَ هُمْ ذِرْوَةُ السَّنَامِ وَالْقَمَعَهْ
''وہ بنی کعب کا نہایت شریف خاندان تھے اور کوہان اور بلند مقام کی چوٹی کی مانند تھے''۔

اَنْبَتُوْا مِنْ مَعَاشِرٍ شَعَرَ الرَّاْسِ وَ هُمْ اَلْحَقُوْهُمُ الْمَنَعَهْ
''انہوں نے گروہوں میں رہ کر سر کے بال اگائے اور انہوں نے انہیں مزید عزت سے ملا دیا''۔

اَمْسٰى بَنُوْ عَمِّهِمْ اِذَا حَضَرَ الْبَاْسُ وَاَكْبَادُهُمْ عَلَيْهِمْ وَجِعَهْ
''ان کے چچازاد بھائیوں کی حالت یہ ہوگئی کہ جب جنگ کا موقع آتا تو ان کے جگر ان پر دردناک ہو جاتے''۔

وَ هُمُ الْمُطْعِمُوْنَ اِذْ قَحِطَ الْقَطْرُ وَ حَالَتْ فَلَا تَرٰى قَزَعَهْ
''اور وہ (ان لوگوں کو) ایسے وقت میں کھلانے والے تھے جب بارش کا قحط ہوتا اور حالت ایسی دگرگوں ہو جاتی کہ تو بکھرے ہوئے بادل بھی نہ دیکھے''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ان اشعار کی روایت میں اختلاط ہے اور ان کی بناء صحیح نہیں لیکن یہ اشعار مجھے ابومحرز خلف الاحمر وغیرہ نے بھی سنائے ہیں۔ بعض نے وہ اشعار روایت کئے ہیں جو دوسروں نے روایت نہیں کئے۔

Marfat.com

عَيْنُ بَكِّيْ بِالْمُسْبِلَاتِ اَبَا الْحَارِثِ لَا تَذْخَرِيْ عَلٰى زَمْعَهْ

''اے آنکھ! بہنے والے آنسوؤں کے ساتھ ابو حارث پر رو اور زمعہ پر (بھی رو اور) کوئی آنسو بچا کر نہ رکھ''۔

وَ عَقِيْلَ بْنَ اَسْوَدٍ اَسَدَ الْبَاْسِ لِيَوْمِ الْهِيَاجِ وَالدُّفْعَهْ

''اور جنگ اور دفاع کے روز میدانِ جنگ کے شیر عقیل بن اسود (پر بھی رو)''۔

فَعَلٰى مِثْلِ هُلْكِهِمْ خَوَتِ الْجَوْزَاءُ لَا خَانَةٌ وَّ لَا خَدَعَهْ

''پس ان جیسوں کی ہلاکت پر (اگر) جوزاء برباد ہو جائے (تو کوئی حرج نہیں) جو نہ خیانت کرنے والے تھے اور نہ دھوکہ باز''۔

وَ هُمُ الْاَسْرَةُ الْوَسِيْطَةُ مِنْ كَعْبٍ وَّ فِيْهِمْ كَذِرْوَةِ الْقَمَعَهْ

اور وہ بنی کعب کا نہایت شریف خاندان تھے اور ان میں بلند مقام کی چوٹی جیسے لوگ بھی تھے۔

اَنْبَتُوْا مِنْ مَّعَاشِرٍ شَعَرَ الرَّاْسِ وَ هُمْ اَلْحَقُوْهُمُ الْمَنَعَهْ

''انہوں نے گروہوں میں رہ کر سر کے بال اگائے اور انہوں نے انہیں مزید عزت عطا کر دی''۔

فَبَنُوْ عَمِّهِمْ اِذَا حَضَرَ الْبَاْسُ عَلَيْهِمْ اَكْبَادُهُمْ وَجِعَهْ

''پس جب جنگ کا موقع آتا تو ان کے چچازاد بھائیوں کے جگر ان پر دردناک ہو جاتے''۔

وَ هُمُ الْمُطْعِمُوْنَ اِذْ قَحِطَ الْقَطْرُ وَ حَالَتْ فَلَا تَرٰى قَزَعَهْ

''اور وہ (ان لوگوں کو) ایسے وقت میں کھلانے والے تھے جب بارش کا قحط ہوتا اور حالت ایسی دگرگوں ہو جاتی کہ تو متفرق بادل بھی نہ دیکھے''۔

ابو اسامہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم کے حلیف ابو اسامہ معاویہ بن زہیر بن قیس بن حارث بن سعد بن ضبیعہ بن مازن بن عدی بن جشم بن معاویہ نے یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام کا قول ہے کہ وہ مشرک تھا۔ وہ ہبیرہ بن ابی وہب کے پاس سے گزرا جبکہ وہ لوگ بدر کے روز شکست کھا رہے تھے اور ہبیرہ تھک چکا تھا تو ابو اسامہ اٹھا اور زرہ اتار پھینکی، اسے اٹھایا اور لے کر چلا گیا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: یہ اہل بدر کے متعلق صحیح ترین اشعار ہیں:

Marfat.com

وَ لَمَّا اَنْ رَاَیْتُ الْقَوْمَ خَفُّوْا ۔۔۔۔۔ وَ قَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ لِنَفْرِ

اور جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھاگ کر کم ہو چکے ہیں اور بھاگنے کے لئے ان کے

ابو اسامہ کے اشعار کی وضاحت

ابو اسامہ بن زہیر جشمی کے اشعار ذکر کئے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے: وَ قَدْ زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ لِنَفْرِ۔ اہل عرب بھاگنے میں زوال نعامہ کی مثال بیان کرتے ہیں۔ جب کوئی قوم بھاگ جائے اور ہلاک ہو جائے تو آپ کہتے ہیں شَالَتْ نَعَامَةُ الْقَوْمِ۔ شاعر کا قول ہے:

یَا لَیْتَ مَا اُمُّنَا شَالَتْ نَعَامَتُهَا ۔۔۔۔۔ اِمَّا اِلٰی جَنَّةٍ اِمَّا اِلٰی نَارِ

''کاش! ہماری ماں کا تلوا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف نہ اٹھتا''۔

اور امیہ نے کہا: اِشْرَبْ هَنِیْئًا فَقَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ۔ ''آرام سے پی لو، ان کا تلوا اٹھ چکا ہے''۔

لغت میں النعامۃ کا معنی ہے پاؤں کا تلوا۔ جو شخص مر جائے تو کہتے ہیں قَدْ شَالَتْ رِجْلُهٗ یعنی اس کا پاؤں اٹھ گیا اور اس کا تلوا ظاہر ہو گیا۔ اور النعامۃ کا ایک اور معنی تاریکی بھی ہے اور ابن النعامۃ پاؤں کے تلوے میں ایک رگ کا نام ہے۔ ممکن ہے شاعر کا قول زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ اس طرح ہو جیسے کہا جاتا ہے زَالَ سَوَادُهٗ وَ ضَحَا ظِلُّهٗ (اس کی سیاہ رنگت زائل ہو گئی اور اس کا سایہ روشن ہو گیا) یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص مر جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ النعامۃ کا لفظ بطور ضرب المثل ذکر کیا گیا ہو۔ اور یہی بات ابو اسامہ کے شعر میں ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ اس نے کہا: زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ لِنَفْرِ ''ان کے تلوے بھاگنے کے لئے اٹھ چکے تھے''۔ اور عرب کہتے ہیں اَشْرَدُ مِنْ نَعَامَةٍ وَ اَنْفَرُ مِنْ نَعَامَةٍ (شتر مرغ سے زیادہ بدکنے والا) شاعر کا قول ہے:

هُمْ تَرَكُوْكَ اَسْلَحَ مِنْ حُبَارٰی ۔۔۔۔۔ رَاَتْ صَقْرًا وَ اَشْرَدَ مِنْ نَعَامِ

''ان لوگوں نے تیری ایسی حالت بنا چھوڑی کہ تو ان سرخابوں سے زیادہ بیٹ کرنے والا ہے جنہوں نے کوئی شکرہ دیکھ لیا اور شتر مرغ سے بھی زیادہ بدکنے والا ہے''۔

ایک اور شاعر نے کہا: وَ كُنْتَ نَعَامًا عِنْدَ ذَاكَ مُنَفَّرًا۔ ''اس وقت تیری حالت بھگائے ہوئے شتر مرغ کی مانند تھی''۔ تو جب آپ کہتے ہیں زَالَتْ نَعَامَتُهٗ تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کا وہ نفس بھاگ گیا جو بدکنے میں شتر مرغ کی مانند تھا۔

ابو اسامہ کا قول ہے: وَ اَنْ تُرِكَتْ سَرَاةُ الْقَوْمِ صَرْعٰی۔ ہر چیز کا سراۃ اس کا بلند حصہ ہوتا

Marfat.com

تلوے اٹھ چکے ہیں''۔

ہے۔گھوڑے کی سراۃ اس کی پیٹھ ہے کیونکہ وہ اس کا بلند حصہ ہے۔ایک شاعر نے ایک گدھے کے وصف میں کہا: بِسَرَاتِہٖ نَدَبٌ لَهَا وَ كُلُوْمٌ۔ ''اس کی پیٹھ میں پرانے زخموں کا نشان اور کچھ نئے زخم تھے''۔

اور اہل عرب کا قول سَرَاةُ الْقَوْمِ آپ کے اس قول کی مانند ہے: كَاهِلُ الْقَوْمِ (قوم کا کندھا)، ذِرْوَةُ الْقَوْمِ (قوم کی چوٹی)۔حضرت معاویہ نے فرمایا: اِنَّ مُضَرَ كَاهِلُ الْعَرَبِ وَ تَمِيْمَ كَاهِلُ مُضَرَ .وَ بَنِىْ سَعْدٍ كَاهِلُ تَمِيْمٍ (مضر عرب کے کندھے، تمیم مضر کے کندھے اور بنو سعد تمیم کے کندھے ہیں)۔اور بنی تمیم کے کسی خطیب نے کہا: لَنَا الْعِزُّ الْاَقْعَسُ وَالْعَدَدُ الْهَيْضَلُ وَ نَحْنُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ الْقُدَّامُ وَ نَحْنُ الذِّرْوَةُ وَالسَّنَامُ (ہمارے پاس مستقل عزت اور مسلح فوج ہے اور ہم زمانہ جاہلیت میں مقدمۃ الجیش ہیں اور ہم چوٹی اور کوہان ہیں)۔ یہ صحیح اور واضح معنی ہے اور کسی کا یہ کہنا روا نہیں کہ الذروۃ السنام اور الکاھل جمع کے اوزان پر ہیں یا اسم جمع ہیں۔اسی طرح یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ سراۃ القوم سری کی جمع قیاسی یا غیر قیاسی ہے جس طرح یہ بات کاھل القوم اور سنام القوم میں نہیں کہی جا سکتی لیکن تعجب ہے کہ یہ بات علمائے نحو پر کیونکر مخفی ہے یہاں تک کہ ان کے متاخرین نے متقدمین کا ہی قلادہ پہنتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ سراۃ سری کی جمع ہے سبحان اللہ! یہ اس کی جمع کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ وہ خود ہی کہتے ہیں کہ سراۃ کی جمع سروات ہے جیسا کہ قطاۃ کی جمع قطوات ہے۔کہا جاتا ہے هٰؤُلَاءِ مِنْ سَرَوَاتِ النَّاسِ (یہ افراد لوگوں کے سرداروں میں سے ہیں) جیسا کہ آپ کہتے ہیں رُؤُوْسُ النَّاسِ۔ قیس بن خطیم نے کہا:

وَ عَمْرَةُ مِنْ سَرَوَاتِ النِّسَا ءِ تَنْفَحُ بِالْمِسْكِ اَرْدَانُهَا

''اور عمرہ ان سردار عورتوں میں سے ہے جن کی آستینوں سے کستوری کی مہک آتی ہے''۔

اگر سراۃ جمع ہوتا تو اس کی آگے جمع نہ آتی کیونکہ یہ فَعَلَةٌ کے وزن پر ہے اور جموع میں اس جیسے وزن کی جمع نہیں آتی اور سَرِىّ تو السَّرْو بمعنی شرف سے فَعِيْل کا وزن ہے، اگر اس کی جمع اس کے تلفظ پر بنائی جائے تو سُرَىّ اور اَسْرِيَاء کہا جائے گا جیسے غَنِىٌّ کی جمع اَغْنِيَاء ہے لیکن اس کا وجود قلیل ہے اور اس کی قلت وجود کی بناء پر اس میں قیاس جاری نہیں ہو سکتا، اسے سیبویہ نے بیان کیا ہے۔

شاعر کا قول ہے اَذْبَاحُ عِتْرٍ۔ یہ ذبح کی جمع ہے اور عتر عین کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے وہ بت جس کے لئے زمانہ جاہلیت میں عتائر (بکریاں) ذبح کی جاتی ہیں اور عتائر عتیرۃ کی

Marfat.com

وَ اِنْ تُرِکَتْ سَرَاةُ الْقَوْمِ صَرْعٰی کَاَنَّ خِیَارَهُمْ اَذْبَاحُ عِتْرِ

''اور قوم کے سردار پچھاڑے ہوئے اس طرح چھوڑ دیے گئے ہیں گویا ان کے بہترین لوگ بتوں کے لئے ذبح کیے ہوئے جانور ہیں''۔

وَ کَانَتْ جُمَّۃٌ وَافَتْ حِمَامًا وَ لُقِّیْنَا الْمَنَایَا یَوْمَ بَدْرِ

''اور لوگوں کی ایک جماعت نے موت سے موافقت کر لی اور موتوں کو بدر کے روز ہمارے مقابل لایا گیا''۔

نَصُدُّ عَنِ الطَّرِیْقِ وَ اَدْرَکُوْنَا کَاَنَّ زُهَاءَ هُمْ غَطْیَانُ بَحْرِ

''ہم راستے سے پلٹے جا رہے تھے اور ان لوگوں نے ہمیں پیچھے سے آلیا تھا گویا ان لوگوں کی کثرت سمندر کا سیلاب تھی''۔

وَ قَالَ الْقَائِلُوْنَ مَنِ ابْنُ قَیْسٍ فَقُلْتُ اَبُوْ اُسَامَۃَ غَیْرَ فَخْرِ

''اور کہنے والوں نے کہا ابن قیس کون ہے؟ میں نے بغیر کسی فخر کے کہا ابو اسامہ''۔

اَنَا الْجُشَمِیُّ کَیْمَا تَعْرِفُوْنِیْ اُبَیِّنُ نِسْبَتِیْ نَقْرًا بِنَقْرِ

میں جشمی ہوں تا کہ تم مجھے پہچان لو، میں اپنا نسب نکتہ چینی کے بدلے نکتہ چینی کے ساتھ بیان

جمع ہے اور عتیرۃ رجبیہ بکری کو کہتے ہیں (یعنی وہ بکری جس کو زمانہ جاہلیت میں ماہِ رجب میں بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا)۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک میں اس شخص کا ذکر کیا ہے جس نے سب سے پہلے عتیرہ کا طریقہ ایجاد کیا اور وہ بور بن صحورا تھا اور اس کے باپ نے عربوں کے لئے ماہِ رجب میں جانور ذبح کرنے کا طریقہ ایجاد کیا، اس وجہ سے اسے سعد رجب کہا جاتا تھا۔ اگر عین کے فتحہ کے ساتھ اَذْبَاحُ عَتْرٍ کہا جائے تو بھی جائز ہے کیونکہ یہ مصدر ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَ کَانَتْ جُمَّۃٌ۔ اَلْجُمَّۃُ کا معنی سواد اور گروہ ہے۔ اگر جمہ سے پوری قوم کی سواد اور ان کی کثرت مراد ہو تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر ان میں ایک گروہ مراد ہو تو یہ اس سے بھی زیادہ صحیح ہے۔ اسے صاحب العین نے ذکر کیا ہے۔

عَطْیَانُ بَحْرِ سے مراد سمندر کی طغیانی ہے۔

شاعر کا قول ہے اُبَیِّنُ نِسْبَتِیْ نَقْرًا بِنَقْرِ۔ نقر کا معنی ہے نسب وغیرہ میں نکتہ چینی کرنا۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر تم نے میرے نسب میں نکتہ چینی کی ہے اور اس میں عیب نکالے ہیں تو میں نے حق کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے اور میں نے تمہارے انساب میں عیب نکالے ہیں۔ اس طرح میں نے تمہیں نکتہ

Marfat.com

کر رہا تھا"۔

فَإِنْ تَكُ فِي الْغَلَاصِمِ مِنْ قُرَيْشٍ فَإِنِّي مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ بَكْرٍ

"اگر تو قریش کے اعلیٰ نسب میں سے ہے تو میں بھی معاویہ بن بکر میں سے ہوں"۔

فَأَبْلِغْ مَالِكًا لَمَّا غُشِينَا وَ عِنْدَكَ مَالِ اِنْ نَبَاتَ خُبْرِيْ

"مالک کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جب دشمن ہم پر چھا گیا تو اے مالک! تیرے پاس میری خبر نہ تھی (کہ ہمارا کیا ہو گیا تھا)"۔

وَ أَبْلِغْ اِنْ بَلَغْتَ الْمَرْءَ عَنَّا هُبَيْرَةَ وَ هُوَ ذُوْ عِلْمٍ وَ قَدْرِ

"اور اگر تم ہمارے ہبیرہ نامی شخص کے پاس پہنچے جو صاحب علم اور صاحب قدر و منزلت ہے تو اسے ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو:

بِأَنِّيْ اِذْ دُعِيْتُ اِلَى اُفَيْدٍ كَرَرْتُ وَ لَمْ يَضِقْ بِالْكَرِّ صَدْرِيْ

کہ جب مجھے افید (نامی شخص) کی طرف بلایا گیا تو میں نے حملہ کر دیا اور اس حملے کے ساتھ میرے سینے میں کوئی تنگی محسوس نہ ہوئی"۔

عَشِيَّةَ لَا يُكَرُّ عَلٰى مُضَافٍ وَ لَا ذِيْ نِعْمَةٍ مِّنْهُمْ وَ صِهْرٍ

"شام کو (حملہ کیا) جب کسی مجبور پناہ گزین پر حملہ کیا جاتا ہے نہ ان میں سے کسی نعمت والے

چینی کا بدلہ نکتہ چینی سے دیا ہے۔ کسی عرب لونڈی نے کہا: مُرُّوْا بِيْ عَلٰى بَنِيْ نَظَرِيْ وَ لَا تَمُرُّوْا بِيْ عَلٰى بَنَاتِ نَقَرِيْ۔ یعنی مجھے ان نوجوانوں کے پاس لے چلو جو میری طرف دیکھتے ہیں اور ان عورتوں کے پاس نہ لے جاؤ جو مجھ پر عیب لگاتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: دُعِيْتُ اِلٰى اُفَيْدٍ۔ افید وفد کی تصغیر ہے اور یہ ہر چیز کا ہراول دستہ ہوتا ہے خواہ وہ انسان ہوں، گھوڑے ہوں یا اونٹ ہوں اور رَکْبٌ کی طرح یہ بھی اسم جمع ہے۔ اسی وجہ سے اس کی تصغیر جائز ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ افید ایک جگہ کا نام ہے۔

شاعر کا قول ہے: عَلٰى مُضَافٍ مضاف کا معنی ہے خوفزدہ مجبور آدمی۔

شاعر کا قول ہے: فَدُوْنَكُمْ بَنِيْ لَأْيٍ اَخَاكُمْ۔ یہ شعر اس بات کا شاہد ہے جو ہم نے نبی کریم ﷺ کے نسب پاک اور ان کے اسماء کے اشتقاق میں ذکر کی۔ ہم نے لؤی کے بارے میں کہا کہ یہ لأی کی تصغیر ہے۔ ہم نے یہ قول ابن انباری اور قطرب کے قول کی بناء پر اختیار کیا۔ ہم نے اس کا قول اور اس کا شاہد بھی بیان کیا ہے اور یہاں تو بنی لأی سے شاعر کی مراد بنی لؤی ہی ہیں۔ تو شاعر

Marfat.com

پر اور نہ کسی سسرال کے رشتہ دار پر۔

فَدُوْنَكُمْ بَنِي لَأْيٍ اَخَاكُمْ وَ دُوْنَكِ مَالِكًا يَا اُمَّ عَمْرٍو

''پس اے بنی لؤی جاؤ اپنے بھائیوں کی خبر لو اور اے ام عمرو! جا تو مالک کی خبر لے''۔

فَلَوْلَا مَشْهَدِيْ قَامَتْ عَلَيْهِ مُوَقَّفَةُ الْقَوَائِمِ اُمُّ اَجْرِيْ

''پس اگر میں نہ ہوتا تو کالی دھاریوں والے پاؤں والی (بجو کے) بچوں کی ماں (اس کا گوشت کھانے کے لئے) اس پر کھڑی ہو جاتی''۔

نے ہمارے قول کے مطابق اسم مکبر ذکر کیا ہے۔

شاعر کا قول ہے: مُوَقَّفَةُ الْقَوَائِمِ اُمُّ اَجْرِ۔ اس سے مراد بجو ہے اور موقفہ اَلْوَقْفُ سے مشتق ہے اور الوقف کا معنی پازیب ہے کیونکہ اس کے پاؤں میں سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ شاعر ابو وجزہ سعدی کا قول ہے:

وَ خَائِفِ لَحِمٍ شَاكًا بَرَاشَتُهُ كَاَنَّهُ قَاطِمٌ وَقْفَيْنِ مِنْ عَاجٍ

''اور کتنے ہی شیر سے ڈرنے والے ہیں جنہیں اس کا داغ شک میں ڈال دیتا ہے، گویا وہ ہاتھی دانت کے بنے ہوئے پازیب چبانے والا ہے''۔

اور اجر جر کی جمع ہے جیسے دلو کی جمع ادل آتی ہے۔ یہ شعر ہذلی کے اس شعر کی مانند ہے:

وَ غُوْدِرَ ثَاوِيًا وَ تَاَوَّبَتْهُ مُوَقَّفَةٌ اُمَيْمُ لَهَا فَلِيْلُ

''اور اسے دھوکے سے بیوند خاک کر دیا گیا اور اس کی طرف پازیبوں والی عورت یعنی امیم لوٹ کر آئی جس کے سر پر کلغی تھی''۔

فلیل سے مراد اس کی کلغی ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے:

يَا لَهْفَ مِنْ عَرْفَاءَ ذَاتِ فَلِيْلَةٍ جَاءَتْ اِلَيَّ عَلَى ثَلَاثٍ تَخْمَعُ

''ہائے افسوس! اس کلغی والے بجو پر جو میری طرف تین ٹانگوں پر لنگڑاتا ہوا آیا''۔

وَ تَظَلُّ تَنْشِطُنِيْ وَ تُلْحِمُ اَجْرِيًا وَسْطَ الْعَرِيْنِ وَ لَيْسَ حَيٌّ يَدْفَعُ

''اور وہ مجھے کاٹتا رہا اور جھاڑی کے درمیان اپنے بچوں کو گوشت کھلاتا رہا اور کوئی ذی روح نہیں تھا جو میرا دفاع کرتا''۔

لَوْ كَانَ سَيْفِيْ بِالْيَمِيْنِ دَفَعْتُهَا عَنِّيْ وَ لَمْ اُوْكَلْ وَ جَنْبِيَ الْاَضْبَعُ

''اگر میری تلوار میرے دائیں ہاتھ میں ہوتی تو میں اسے اپنے آپ سے دور کر دیتا اور بجوؤں کے

Marfat.com

دَفُوْعٌ لِلْقُبُوْرِ بِمَنْكِبَيْهَا　　كَاَنَّ بِوَجْهِهَا تَحْمِيْمَ قِدْرِ

''جو اپنے کندھوں سے قبروں (کی مٹی) ہٹانے والی ہے اور اس کے چہرہ پر دیگ کی کالک لگی ہوئی ہے''۔

فَاُقْسِمُ بِالَّذِیْ قَدْ کَانَ رَبِّیْ　　وَ اَنْصَابٍ لَدَی الْجَمَرَاتِ مُغْرِ

''پس میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جو میرا پروردگار ہے اور جمرات کے پاس (ذبح کے

ہاتھوں میرے پہلو کا گوشت نہ کھایا جاتا''۔

تو شاعر نے بیان کیا ہے کہ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا جیسا کہ ابن المہلب نے کہا اَلضَّبُعَةُ الْعَرْجَاءُ۔ (لنگڑا بجو) اس نے الضبعة کے اعراب میں خطا کی ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

فَلَوْ مَاتَ مِنْهُمْ مَنْ جَرَحْنَا لَاَصْبَحَتْ　　ضِبَاعٌ بِاَکْنَافِ الشَّرِیْفِ عَرَائِسَا

''اگر ان کا کوئی ایسا شخص مرجاتا جسے ہم نے زخمی کیا ہوتا تو مقام شریف کے اطراف میں بجو دلہنیں بن جاتے (اور خوشی سے پھولے نہ سماتے)''۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بجو مقتول کو اس کی گدی کے بل لٹا دیتا ہے اور اس کی کمر کا گوشت کھاتا ہے کیونکہ یہ گوشت جانوروں کو سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جب اس کا شکار کیا جائے تو اسے کہا جاتا ہے: اَبْشِرِیْ اُمَّ عَامِرٍ بِجَرَادٍ عِضَالٍ وَ کَمَرِ رِجَالٍ۔ ''اے ام عامر تجھے سخت ٹڈی اور لوگوں کی کمر کے گوشت کی بشارت ہو''۔ ان الفاظ سے لوگ اسے دھوکا دیتے ہیں۔ بجو کی کنیت ام عامر، ام عمرو، ام ہنبر، ام عتاب، ام طریق، ام نوفل، ام خنوز (نون مشدد کے ساتھ)، ام خنور کے سب ناموں سے بیان کی جاتی ہے اور اسے حضاجر، جعار، عثواء، ذیخہ، عیلم، جیعر، ام جعور، قثام، جیأل اور عیثوم کا نام دیا جاتا ہے اور کثیر مال غنیمت کا نام بھی قثام ہے۔ کہا جاتا ہے اَصَابَ الْقَوْمُ قَثَامًا (قوم نے کثیر مال غنیمت حاصل کیا)۔ یہ زبیر کا قول ہے اور حیئل اور عیثوم بھی بجو کے نام ہیں۔ البتہ نر بجو کو عیلام، عثیان، ذیخ، ابو کلدہ، نوفل اور اعثی کہتے ہیں۔

شیر کے وصف میں شاعر کا قول ہے فِی الْغِیْلِ مُجْرٍ یعنی ذُوْ اَجْرَاءٍ بچوں والا شیر۔ اور الاباءۃ سے مراد وہ کچھار ہے جس میں شیر رہتا ہے۔ اسی طرح الغیل، الخدر، العرین اور العریسۃ شیر کی کچھار کے نام ہیں۔

شاعر کا قول ہے: اَحْمَی الْاَبَاءَةَ یعنی حَمَاهَا (اس کی حفاظت کی)۔ حَمٰی کی جگہ اَحْمٰی لانا ایک لغت ہے لیکن یہ ضعیف ہے۔ شاید اَحْمَی الْاَبَاءَةَ سے مراد یہ ہو کہ جَعَلَهَا کَالنَّارِ الْحَامِیَةِ

Marfat.com

خون سے) سرخ پتھروں کی قسم کھاتا ہوں''۔

لَسَوْفَ تَرَوْنَ مَا حَسَبِیْ اِذَا مَا تَبَدَّلَتِ الْجُلُوْدُ جُلُوْدَ نِمْرِ

''عنقریب جب لوگوں کی کھالیں چیتوں کی کھالوں سے بدل جائیں گی (وہ بھیس بدل لیں گے) تو تم دیکھ لو گے کہ میرا کردار کیسا ہے''۔

فَمَا اِنْ خَادِرٌ مِّنْ اُسْدِ تَرْجٍ مُدِلٌّ عَنْبَسٌ فِی الْغِیْلِ مُجْرِیْ

''ترج کے مقام پر گھنے درختوں کے درمیان کچھار میں بیٹھنے والا کوئی جری ترش رو شیر اولاد رکھنے والا نہیں''۔

فَقَدْ اَحْمَی الْاَبَاءَ ةَ مِنْ کُلَافٍ فَمَا یَدْنُوْ لَهٗ اَحَدٌ بِنَقْرِ

''اس نے مقام کلاف کی کچھار کو اپنی اس طرح حفاظت گاہ بنایا کہ کوئی شخص جستجو میں اس کے قریب نہیں جا سکتا''۔

بِخِلٍّ تَعْجِزُ الْحُلَفَاءُ عَنْهُ یُوَاثِبُ کُلَّ هَجْهَجَةٍ وَّ زَجْرِ

''ایسے ریتلے راستے میں (کچھار بنائی) جس سے باہم عہد و پیمان باندھنے والے لوگ بھی عاجز ہو جاتے ہیں جو ہر قسم کی ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود حملہ کرتا ہو''۔

(اس نے اسے تیز گرم آگ کی طرح بنا دیا)۔ کہا جاتا ہے اَحْمَیْتُ الْحَدِیْدَةَ فِی النَّارِ ''میں نے آگ میں لوہا گرم کیا: تو شعر کا معنی یہ بنے گا کہ اس نے اپنی کچھار کو اس طرح گرم کر دیا کہ اس کے قریب جانا مشکل تھا۔

شاعر کا قول ہے مِنْ کُلَافٍ۔ شاید اس سے مراد سخت مشقت ہو یعنی شیر نے اس کچھار کی پوری مشقت سے حفاظت کی۔ یہ فُعَالٌ کے وزن پر ہے کیونکہ جب مشقت شدید ہو جائے تو اس کا یہی وزن ہوتا ہے جیسے اَلْهُیَامُ وَالْعُطَاشُ (سخت پیاس) اور کُلَاف کا ایک معنی گھنے درختوں والی جگہ ہے اور شاید کلاف کسی جگہ کا نام ہو اور حضرت ابو حنیفہ نے کہا کلاف ایک درخت کا نام ہے۔ واللہ اعلم

شاعر کا قول ہے: بِخِلٍّ۔ یہ ریتلا راستہ ہے اور الهجهجة آپ کے اس قول سے مشتق ہے: هَجْهَجْتُ بِالذِّئْبِ ''میں نے بھیڑیئے کو ڈانٹا''۔ شاعر کہتا ہے: لِمَ یُنْجِهٖ مِنْهَا صِیَاحُ الْهَجْهَجِ ''ڈانٹ ڈپٹ کی چیخ نے اسے اس سے دور کیوں نہ ہٹایا''۔

Marfat.com

بِأَوْشَكَ سَوْرَةً مِنِّي إِذَا مَا حَبَوْتُ لَهُ بِقَرْقَرَةٍ وَ هَدْرِ

"جو مجھ سے زیادہ تیز حملہ کرنے والا ہو جب میں بلبلانے والے نر اونٹوں کے ذریعے اس کے قریب پہنچوں"۔

بِبِيضٍ كَالْأَسِنَّةِ مُرْهَفَاتٍ كَأَنَّ ظُبَاتِهِنَّ جَحِيمُ جَمْرِ

"برچھیوں جیسے تیز دھار چمکیلے (تیروں) کے ذریعے سے (حملہ کرنے والا ہو) گویا ان کے پھل آگ کے شعلے ہیں"۔

وَ أَكْلَفَ مُجْنَاءٍ مِنْ جِلْدِ ثَوْرٍ وَ صَفْرَاءِ الْبُرَايَةِ ذَاتِ أَزْرِ

"اور بیل کی کھال سے بنی ہوئی سیاہ پشت والی اور (تیر لگنے پر) زرد رنگ کے تراشے (نکالنے) والی سخت ڈھالوں کے ذریعے"۔

وَ أَبْيَضَ كَالْغَدِيرِ ثَوَى عَلَيْهِ عُمَيْرٌ بِالْمَدَاوِسِ نِصْفَ شَهْرِ

"اور تالاب کی طرح سفید تلواروں کے ذریعے جن پر عمیر (صیقل گر) نے آلاتِ صیقل کے ساتھ نصف ماہ کام کیا تھا"۔

أُرَفِّلُ فِي حَمَائِلِهِ وَ أَمْشِي كَمِشْيَةِ خَادِرٍ لَيْثٍ سِبَطْرِ

"میں اس تلوار کو اس کے حمائل میں لمبائی میں رکھ کر اس طرح چلتا ہوں جس طرح ایک شیر

شاعر کا قول ہے: بِقَرْقَرَةٍ وَ هَدْرِ۔ قرقرہ ایسی شدید آواز کو کہتے ہیں جس میں انقطاع ہو۔ عامر الدلداء کی صفات میں آیا ہے كَانَ قُرَاقِرِيَّ الصَّوْتِ۔ "وہ بھاری بھرکم آواز والا تھا"۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو اس کی آواز کمزور ہو گئی۔ اس نے کہا:

وَ [illegible] صَوْتُ عَامِرٍ [illegible] أَبْكَمَ لَا يُكَلِّمُ الْمَطِيَّا

"اور عامر کی آواز (چوزوں کی چوں چوں کی طرح) اتنی باریک اور گونگی ہو گئی کہ وہ اپنی سواری کے جانوروں سے بھی بات نہیں کر سکتا"۔

یہ عامر بن ربیعہ الدلداء تغلبی ہے۔ بنی مدلاء اس کی طرف منسوب ہیں۔ اہل لغت نے ذکر کیا ہے کہ اونٹ کے بلبلانے کی پہلی آواز کو الکشیش کہتے ہیں پھر الهدیت پھر الهدریہ الغرقرة اور پھر الزغد کا درجہ ہے۔ کہا جاتا ہے زَغَدَ يَزْغَدُ (اونٹ کا بہت بلبلانا) پھر القلاخ یا القلیخ یا التلیغ کا درجہ ہے۔ آخری لہجہ سیبویہ سے مروی ہے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اتنا بلبلائے گویا وہ اپنی جگہ سے اکھڑ رہا ہو۔

شاعر کا قول ہے: مُجْنَا اس سے مراد ڈھال ہے۔ یہ أَجْنَأْتُ الشَّيْءَ فَهُوَ مُجْنَأٌ سے مشتق

Marfat.com

جست لگاتا ہوا کچھار میں داخل ہوتا ہے''۔

يَقُوْلُ لِيَ الْفَتٰى سَعْدٌ هَدِيًا فَقُلْتُ لَعَلَّهٗ تَقْرِيْبُ غَدْرِ

''مجھ سے نوجوان سعد کہتا ہے قربانی کا جانور (یعنی قیدی) بھیجو۔ میں نے کہا شاید یہ کسی بے وفائی کی تمہید ہے''۔

وَ قُلْتُ اَبَا عَدِيٍّ لَا تَطُرْهُمْ وَ ذٰلِكَ اِنْ اَطَعْتَ الْيَوْمَ اَمْرِيْ

''اور میں نے کہا اے ابوعدی تو ان لوگوں کے قریب نہ جا اور آج میرا تجھ پر یہی حکم ہے اگر تو میری اطاعت کرے''۔

كَدَاْبِهِمْ بِفَرْوَةَ اِذْ اَتَاهُمْ فَظَلَّ يُقَادُ مَكْتُوْفًا بِضَفْرِ

''ان کا برتاؤ ان کے فروہ کے ساتھ برتاؤ جیسا ہے جب وہ ان کے پاس آیا تو بٹی ہوئی رسی کے ساتھ اس کی مشکیں کس کر اسے لے جایا گیا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابومجرز خلف الاحمر نے مجھے یہ شعر بھی سنایا:

نَصُدُّ عَنِ الطَّرِيْقِ وَ اَدْرَكُوْنَا كَاَنَّ سِرَاعَهُمْ تَيَّارُ بَحْرِ

''ہم راستے سے پلٹے جارہے تھے کہ انہوں نے ہمیں پالیا گویا ان کی تیزی سمندر کے سیلاب کا ریلا تھی''۔

اور شاعر کا قول مُدِلٌّ عَنْبَسٌ فِي الْغِيْلِ مُجْرِيْ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز پر اوندھے ہو جائیں اور صفراء البرایۃ سے مراد تیر کمان ہے اور برایہ سے مراد اس سے دکھائی دینے والی چمک ہے۔ اس کی زردی اس کی جدت اور قوت کی علامت ہے۔

شاعر کا قول ہے: وابیض کالغدیر اس سے مراد تلوار ہے اور عمیر ایک کاریگر کا نام ہے اور المداوس مدوس کی جمع ہے، یہ وہ آلہ ہے جس کے ساتھ لوہار اور صیقل گر تلوار کو صیقل کرتا ہے اور پتھر کا وصف مغر کے ساتھ بیان کیا۔ مغر امغر کی جمع ہے جس کا معنی ہے سرخ۔ اور الخادر کا معنی ہے جھاڑی میں داخل ہونے والا۔ اور مُسْبَطِر کا معنی ہے غیر منقبض یعنی لمبی جست لگانے والا۔

شاعر کا قول ہے: يَقُوْلُ لِيَ الْفَتٰى سَعْدٌ هَدِيًا۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو بیت اللہ شریف کی طرف لے جایا جائے اور دلہن کو بھی ہدی کہتے ہیں کیونکہ اسے بھی اس کے خاوند کی طرف لے جایا جاتا ہے اور یہاں هدیًا فعل کے اضمار پر منصوب ہے گویا مراد اِهْدِ هَدِيًا ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن اسحاق نے کہا ابو اسامہ نے یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي رَسُوْلًا مُغَلْغَلَةً يُثَبِّتُهَا لَطِيْفُ

ارے کون ہے جو قاصد بن کر میرا یہ پیغام پہنچا دے جس کی تحقیق ایک محتاط آدمی کرتا ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ مَرَدِّيَ يَوْمَ بَدْرٍ وَ قَدْ بَرَقَتْ بِجَنْبَيْكَ الْكُفُوْفُ

"کیا بدر کے روز میری مدافعت کا تجھے علم نہیں جبکہ تیرے دونوں جانب ہتھیلیاں (تلواریں) چمک رہی تھیں"۔

وَ قَدْ تُرِكَتْ سَرَاةُ الْقَوْمِ صَرْعٰى كَاَنَّ رُؤُوْسَهُمْ حَدَجٌ نَقِيْفُ

"اور قوم کے سردار اس حالت میں پچھاڑے پڑے تھے گویا ان کے سر ایسے حنظل کے پھل ہیں جن کا بیج نکال دیا گیا ہو"۔

وَ قَدْ مَالَتْ عَلَيْكَ بِبَطْنِ بَدْرٍ خِلَافَ الْقَوْمِ دَاهِيَةٌ خَصِيْفُ

"اور قوم کی مخالفت کی وجہ سے وادی بدر میں تجھ پر مختلف قسم کی آفتیں آ پڑی تھیں"۔

فَنَجَّاهُ مِنَ الْغَمَرَاتِ عَزْمِيْ وَ عَوْنُ اللّٰهِ وَالْاَمْرُ الْحَصِيْفُ

"پھر میرے عزم، اللہ تعالیٰ کی امداد اور مستحکم تدبیر نے اسے ان آفتوں سے نجات بخشی"۔

وَ مُنْقَلَبِيْ مِنَ الْاَبْوَاءِ وَحْدِيْ وَ دُوْنَكَ جَمْعُ اَعْدَاءٍ وُقُوْفُ

"اور اس بات نے (نجات بخشی) کہ میں مقام ابواء سے اکیلا واپس آ گیا جبکہ تیرے سامنے دشمنوں کی جماعت کھڑی تھی"۔

ابو اسامہ کے قصیدۂ فاویہ کی تشریح

فاء کے قافیہ والے اشعار میں ابو اسامہ کا قول ہے:

كَاَنَّ رُؤُوْسَهُمْ حَدَجٌ نَقِيْفُ۔ حدج حدجة کی جمع ہے اور اس کا معنی حنظل ہے اور النقیف بمعنی المنقوف ہے جیسا کہ امرؤ القیس نے کہا:

كَاَنِّيْ غَدَاةَ الْبَيْنِ. يَوْمَ تَحَمَّلُوْا لَدٰى سَمُرَاتِ الْحَيِّ نَاقِفُ حَنْظَلٍ

"جس روز وہ لوگ سوار ہو کر چلے گئے تو اس فراق کی صبح کو محلے کی گندم گوں عورتوں کے پاس گویا میں حنظل کے بیج نکالنے والا تھا"۔

نَاقِفُ حَنْظَلٍ حنظل کے بیج نکالنے والے کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: دَاهِيَةٌ خَصِيْفٌ یعنی پے در پے مصائب۔ یہ خَصَفْتُ النَّعْلَ یا خَصَفْتُ

Marfat.com

وَ اَنْتَ لِمَنْ اَرَادَكَ مُسْتَكِيْنٌ بِجَنْبِ كُرَاشَ مَكْلُوْمٌ نَزِيْفُ

''اور جس نے تجھ (پر حملہ کرنے) کا ارادہ کیا تھا تو اس کے سامنے عاجز تھا اور مقام کراش کے کنارے زخمی اور خون بہتا پڑا تھا''۔

وَ كُنْتُ اِذَا دَعَانِيْ يَوْمَ كَرْبٍ مِنَ الْاَصْحَابِ دَاعٍ مُسْتَضِيْفُ

''اور میری شان یہ تھی کہ جب کسی مصیبت کے دن میرے دوستوں میں سے کوئی مجبور دوست مجھے پکارتا

فَاَسْمَعَنِيْ وَ لَوْ اَحْبَبْتُ نَفْسِيْ اَخٌ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ اَوْ حَلِيْفُ

اور ایسے وقت میں کوئی بھائی یا حلیف مجھے اپنی آواز سناتا تو اگرچہ مجھے اپنی جان پیاری ہے

اللَّيْفَ سے مشتق ہے۔ یعنی میں نے جوتے کو یا کھجور کی چھال کو سیا اور کبھی کہا جاتا ہے كَتِيْبَةٌ خَصِيْفٌ یعنی ایسا لشکر جس کا بعض بعض کے ساتھ بٹا ہوا ہو اور وہ کثیف ہو اور کتاب سیبویہ میں ہے کہ كتيبة خصيف کا معنی سیاہ لشکر ہے۔

شاعر کا قول ہے وَ مُنْقَلِبِيْ مِنَ الْاَبْوَاءِ۔ الابواء وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ اس جگہ کو ابواء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سیلاب کے ریلے یہاں آ کر ٹھہرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام ابواء میں ایسے ہزار آدمیوں کی معیت میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت کی جنہوں نے اپنے سر ڈھانپے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ خود بھی رو پڑے اور دوسروں کو بھی رلا دیا اور سابقہ جس شعر میں حَدَجٌ نَقِيْفٌ کا لفظ آیا ہے اس پر میں نے شیخ کے حاشیہ میں یہ وضاحت دیکھی ہے کہ حضرت ابو حنیفہ نے کہا حنظل ان پھلوں میں سے ہے جو بغیر چناؤ اور عادت کے کھائے جاتے ہیں۔ یہ اندرائن کے اوپر لگتا ہے، جیسے ککڑی کا پھل لگتا ہے اور اندرائن اس کا درخت ہے۔ پھر اس میں ایک پھول نکلتا ہے پھر پھول میں سے تربوز کے خوشوں کی مانند خوشے نکلتے ہیں پھر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اور اس کے بیج موٹے ہو جاتے ہیں تو اسے حدج کہتے ہیں اس کا واحد حدجة ہے، پھر جب اس میں زردی آ جاتی ہے تو اسے خطبان کہتے ہیں۔ حضرت ابو حنیفہ نے مزید کہا کہ حنظل جب سبزی کے بعد سیاہ ہو جاتا ہے تو اسے قہقرہ کہتے ہیں اور انہوں نے حنظل کی طرح ککڑی میں بھی حدج اور جراء کے نام ذکر کئے ہیں۔ اسی طرح ان دونوں درختوں کا نام شریہ ہے اور ککڑی کا نام تربوز کی طرح موٹا ہونے سے پہلے القی ہے اور فخ سے پہلے اسے نصف کہتے ہیں اور اس سے بھی جب چھوٹی ہو تو اسے قشعر، شعرورا اور ضغبوس کہتے ہیں۔

Marfat.com

أَرُدُّ فَأَكْشِفُ الْغُمَّی وَ اَرمِیُ — إِذَا كَلَحَ الْمَشَافِرُ وَالْاُنُوفُ

"لیکن میں (اس کی آواز کا) جواب دیتا ہوں اور سختی کا حل نکالتا ہوں اور (خود کو اس میں) اس وقت ڈال دیتا ہوں جب (دوسرے لوگوں کے) ہونٹ اور ناک سکڑ جاتے ہیں"۔

وَ قِرْنٍ قَدْ تَرَكْتُ عَلَى يَدَيْهِ — يَنُوءُ كَأَنَّهُ غُصْنٌ قَصِيفُ

"اور کتنے ہی مدمقابل ہیں جنہیں میں نے اپنے سامنے اس طرح کر دیا کہ وہ بمشکل اٹھ سکتے ہیں گویا وہ ٹوٹی ہوئی ٹہنی ہیں"۔

دَلَفْتُ لَهُ إِذَا اخْتَلَطُوْا بِحَرْبِی — مُسَحْسَحَةٍ لِعَانِدِهَا حَفِيفُ

"جب لوگ باہم مل گئے تو میں نیزے کے ایک ایسے خون بہا دینے والے وار کے ساتھ اس کے قریب ہوا کہ اس کی رگ سے خراٹے کے ساتھ خون بہہ رہا تھا"۔

فَذٰلِكَ كَانَ صُنْعِیْ يَوْمَ بَدْرٍ — وَ قَبْلُ اَخُوْ مُدَارَاةٍ عَزُوْفُ

"تو بدر کے روز میرا یہ کارنامہ تھا اور اس سے پہلے (میں ہر ایک سے) مدارات کرنے والا

اور نقیف کا معنی ہے ٹوٹا ہوا کیونکہ کہا جاتا ہے نَقَفْتُ رَأسَهُ عَنْ دِمَاغِهِ۔ یعنی میں نے اس کا سر دماغ تک توڑ دیا۔

شاعر کا قول ہے: اَخُوضُ الصَّرَّةَ الحَمَّاء۔ الصرۃ کا معنی جماعت، چیخ و پکار اور سخت سردی ہے اور یہاں سخت سردی مراد ہے کیونکہ شاعر نے شعر کے آخر میں الشفیف کا لفظ ذکر کیا ہے جس کا معنی ٹھنڈک اور ہوا ہے۔ اسے الشفان بھی کہا جاتا ہے۔ ابن انباری نے یہ اشعار کہے:

قُلْ لِلشَّمَالِ الَّتِی هَبَّتْ مُزَعْزِعَةً — تَذْرِی مَعَ الْـ[illegible] شَفَّانَ بِصُرَّادِ

"اس باد شمالی کو کہہ دو جو رات کو چھوٹے بادلوں کے ساتھ ٹھنڈی تیز ہوا اڑاتے ہوئے طوفانی صورت میں چلی

اِقْرِی السَّلَامَ عَلَى نَجْدٍ وَ سَاكِنِهِ — وَ حَاضِرٍ بِاللِّوٰی إِنْ كَانَ اَوْبَادِ

کہ نجد اور اس کے رہنے والے اور اس شخص کو سلام کہنا جو وادی کے موڑ پر حاضر ہے یا کسی ویرانے میں نکل گیا ہے"۔

سَلَامَ مُغْتَرِبٍ فِقْدَانِ مَنْزِلِهِ — إِنْ اَنْجَدَ النَّاسُ لَمْ يَهْمُمْ بِإِنْجَادِ

"ایک غریب الوطن مسافر کا سلام (کہنا) جو اپنے گھر کو کھو چکا ہے اگر لوگ نجد جائیں تو وہ نجد جانے کا ارادہ نہیں کرے گا"۔

Marfat.com

اور گھٹیا کاموں سے اعراض کرنے والا تھا"۔

اَخُوکُم فِی السِّنِیْنَ کَمَا عَلِمْتُم وَ حَرْبٌ لَا یَزَالُ لَهَا صَرِیْفُ

"(میں) قحط سالیوں میں تو تمہارا بھائی ہوں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور ایسا (سراپا) جنگ ہوں جس کی (حرکت کی) آواز ہمیشہ آتی رہتی ہے"۔

وَ مِقْدَامٌ لَکُمْ لَا یَزْدَهِیْنِی جَنَانُ اللَّیْلِ وَالْاَنَسُ اللَّفِیْفُ

"اور تمہاری خاطر ہر ایک پر سبقت لے جانے والا ہوں۔ رات کے اندھیرے اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ مجھے خوفزدہ نہیں کرتی"۔

اَخُوْضُ الصَّرَّةَ الْحَمَّاءَ خَوْضًا اِذَا مَا الْکَلْبُ اَلْجَاهُ الشَّفِیْفُ

"میں انتہائی سخت سردی میں اس وقت غوطے لگاتا ہوں جب کتے کو بارش کی سردی پناہ لینے پر مجبور کر دیتی ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: میں نے طوالت کے خوف سے ابو اسامہ کا قصیدہ لامیہ چھوڑ دیا ہے جس میں پہلے اور دوسرے شعر کے سوا بدر کا کچھ ذکر نہیں۔

ہند بنت عتبہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے بدر کے روز اپنے باپ کا یہ مرثیہ کہا:

اَعَیْنَیَّ جُوْدَا بِدَمْعٍ سَرِبٍ عَلٰی خَیْرِ خِنْدِفَ لَمْ یَنْقَلِبْ

"اے میری آنکھ! بنی خندف کے بہترین شخص پر بہتے ہوئے آنسوؤں سے سخاوت کر جو پلٹا نہیں"۔

تَدَاعٰی لَهٗ رَهْطُهٗ غُدْوَةً بَنُوْ هَاشِمٍ وَ بَنُوْ الْمُطَّلِبْ

"اس کی جماعت بنی ہاشم اور بنی مطلب نے اسے صبح کے وقت بلایا"۔

یُذِیْقُوْنَهٗ حَدَّ اَسْیَافِهِمْ یَعُلُّوْنَهٗ بَعْدَ مَا قَدْ عَطِبْ

"تا کہ اسے اپنی تلواروں کی دھار کا مزہ چکھائیں اور اس کے ہلاک ہونے کے بعد دوبارہ

ہند کے اشعار

ہند کے اشعار میں ہے: جَبِیْلَ الْمَرَاةِ۔ الْمَرَاة سے مراد مَرْآةُ الْعَیْنِ (آنکھوں دیکھا منظر) ہے۔ ہمزہ کی حرکت ماقبل ساکن کی طرف منتقل کر کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ جب ہمزہ کی حرکت

Marfat.com

اسے اس کا گھونٹ پلائیں"۔

يَجُرُّوْنَهُ وَ عَفِيْرُ التُّرَابِ عَلَى وَجْهِهِ عَارِيًا قَدْ سُلِبْ

"وہ اسے اس حالت میں کھینچ رہے تھے کہ مٹی کا غبار اس کے ننگے چہرے پر تھا (جس کا سارا سامان) چھین لیا گیا تھا"۔

وَ كَانَ لَنَا جَبَلًا رَاسِيًا جَمِيْلَ الْمَرَاةِ كَثِيْرَ الْعُشُبْ

"حالانکہ وہ ہمارے لئے ایک مضبوط، خوش منظر اور سبزہ زار پہاڑ تھا"۔

وَ اَمَّا بُرَيٌّ فَلَمْ اَعْنِهِ فَاُوْتِيَ مِنْ خَيْرٍ مَا يَحْتَسِبْ

"البتہ بری (نامی شخص) کا کیا حال ہے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اسے اس قدر بھلائی حاصل ہوگئی جو حساب کے لئے کافی ہے"۔

ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

يَرِيْبُ عَلَيْنَا دَهْرُنَا فَيَسُوْؤُنَا وَ يَاْبٰى فَمَا نَاْتِيْ بِشَيْءٍ يُغَالِبُهُ

"ہمارا زمانہ ہم پر ناگفتہ بہ حالات ڈالتا ہے تو ہمیں برا معلوم ہوتا ہے اور وہ (اچھے حالات کا) انکار کرتا ہے تو ہم کوئی ایسا اقدام نہیں کر سکتے جو اس پر غالب آجائے"۔

اَبَعْدَ قَتِيْلٍ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ يُرَاعُ امْرُؤٌ اَنْ مَاتَ اَوْ مَاتَ صَاحِبُهُ

"کیا بنی لوی بن غالب کے اس مقتول کے بعد بھی کسی شخص کو ڈرایا جائے گا کہ وہ مرجائے گا یا اس کا ساتھی مرجائے گا"۔

اَلَا رُبَّ يَوْمٍ قَدْ رُزِئْتُ مُرَزَّاً تَرُوْحُ وَ تَغْدُوْ بِالْجَزِيْلِ مَوَاهِبُهُ

"خبردار! ایک دن ایسا بھی آیا کہ ایک ایسا سخی میرے پاس سے کم کر دیا گیا جس کی بخششیں صبح و شام کثرت سے جاری تھیں"۔

فَاَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ عَنِّيْ مَاْلُكًا فَاِنْ اَلْقَهُ يَوْمًا فَسَوْفَ اُعَاتِبُهُ

"ابوسفیان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو اور اگر کسی دن میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں خود بھی اس سے شکایت کروں گی"۔

منتقل ہو جائے تو وہ حذف ہو جاتا ہے کیونکہ وہ الف ساکن کی تقدیر پر باقی رہتا ہے اور اس کا ماقبل ساکن حرف سکون کے حکم پر باقی رہتا ہے کیونکہ اس کی طرف منتقل ہونے والی حرکت عارضی ہوتی ہے تو یہاں دو ساکن جمع ہو گئے اس لئے الف کو حذف کر دیا گیا۔ ابن جنی کے کلام کا یہی مفہوم ہے۔

Marfat.com

فَقَدْ كَانَ حَرْبٌ يَسْعَرُ الْحَرْبَ اِنَّهٗ ۔۔۔ لِكُلِّ امْرِيءٍ فِي النَّاسِ مَوْلًى يُطَالِبُهْ

"کیونکہ حرب ایسا شخص تھا جو جنگ کو بھڑکاتا تھا۔ بے شک لوگوں میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی سرپرست ہوتا ہے جس کے پاس وہ شخص مطالبے پیش کرتا ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علماء شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

لِلّٰهِ عَيْنَا مَنْ رَاٰى ۔۔۔ هُلْكًا كَهُلْكِ رِجَالِيَهْ

"اللہ ہی کے لئے ہے اس شخص کی دونوں آنکھوں کی خوبی جس نے میرے لوگوں کی ہلاکت کی طرح ہلاکت دیکھی"۔

يَا رُبَّ بَالٍ لِيْ غَدًا ۔۔۔ فِي النَّائِبَاتِ وَبَاكِيَهْ

"اے وہ مرد اور عورت جو کل آفتوں میں پھنس کر میرے لئے روؤ گے"۔

كَمْ غَادَرُوْا يَوْمَ الْقَلِيْبِ ۔۔۔ غَدَاةَ تِلْكَ الْوَاعِيَهْ

"اس چیخ و پکار کی صبح کنویں (کے بھرنے) کے دن کتنے لوگوں نے (مجھ سے) جدائی اختیار کی"۔

مِنْ كُلِّ غَيْثٍ فِي السِّنِيْنَ ۔۔۔ اِذَا الْكَوَاكِبُ خَاوِيَهْ

"جو قحط سالیوں میں ابر باراں ہوتے تھے جب ستارے بغیر بارش کے ڈوب جاتے"۔

قَدْ كُنْتُ اَحْذَرُ مَا اَرٰى ۔۔۔ فَالْيَوْمَ حُقَّ حِذَارِيَهْ

مجھے اسی واقعہ کا خوف رہتا تھا جو میں دیکھ رہی ہوں تو آج میرا خوف حقیقت بن گیا ہے۔

قَدْ كُنْتُ اَحْذَرُ مَا اَرٰى ۔۔۔ فَ[illegible] الْغَدَاةَ مُوَامِيَهْ

"مجھے اسی واقعہ کا خوف رہتا تھا جو میں دیکھ رہی ہوں تو آج صبح میں دیوانی ہو گئی ہوں"۔

يَا رُبَّ قَائِلَةٍ غَدًا ۔۔۔ يَا وَيْحَ اُمِّ مُعَاوِيَهْ

"اے وہ بہت سی عورتو! جو کل یہ کہنے والی ہو جاؤ: افسوس معاویہ کی ماں پر (سن لو)"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علماء شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

ہند کا قول ہے: فاما بُوَیّ فلم اغنہ۔ بُوَیّ البَوَاء کی تصغیر ہے۔ یہ ایک آدمی کا نام ہے۔

ہند کا قول ہے: فانا الغداۃ مُوَامِیَہ۔ موامیۃ کا معنی ہے ذلیل اور یہ ہمزہ کے ساتھ مؤامیۃ ہے لیکن اسے تخفیف کے طور پر واؤ سے بدل دیا گیا۔ یہ لفظ الأمۃ سے ماخوذ ہے۔ آپ کا قول ہے

Marfat.com

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

يَا عَيْنُ بَكِّي عُتْبَهْ شَيْخًا شَدِيْدَ الرَّقَبَهْ

''اے آنکھ! مضبوط گردن والے بوڑھے عتبہ پر رو''۔

يُطْعِمُ يَوْمَ الْمَسْغَبَهْ يَدْفَعُ يَوْمَ الْمَغْلَبَهْ

''جو بھوک اور قحط سالی کے دن کھانا کھلاتا تھا اور غلبے کے دن مدافعت کرتا تھا''۔

اِنِّيْ عَلَيْهِ حَرِبَهْ مَلْهُوْفَةٌ مُسْتَلَبَهْ

''میں اس پر بہت غمگین، رنجیدہ اور دیوانی ہوگئی ہوں''۔

لَنَهْبِطَنَّ يَثْرِبَهْ بِغَارَةٍ مُنْثَعِبَهْ

''ہم یثرب پر ضرور ایک بہہ پڑنے والے حملے کے ساتھ اتریں گے''۔

فِيْهَا الْخُيُوْلُ مُقْرَبَهْ كُلُّ جَوَادٍ سَلْهَبَهْ

''جس حملہ میں گھروں کے قریب رکھ کر پالے ہوئے گھوڑے ہوں گے (جن میں سے) ہر گھوڑا طویل القامت ہوگا''۔

صفیہ کے اشعار

صفیہ بنت مسافر بن ابوعمرو بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف نے بدر کے روز کنویں میں

تَاَمَّيْتُ اَمَةً۔ میں نے لونڈی بنائی۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ لفظ اَلْمُوَا ءَ مَة سے مقلوب کیا گیا ہو جس کا معنی موافقت ہے۔ اس بناء پر اس کی اصل مُوَائِمَة ہوگی پھر اس میں قلب کیا گیا تو یہ مُفَاعِلَة کے وزن پر مُوَامِيَة بن گیا۔ ہند کی مراد یہ ہے کہ وہ ذلیل ہوگئی ہے۔ وہ اپنی ذلت کا انکار نہیں کرتی بلکہ چار وناچار اپنے دشمن کی موافقت کرتی ہے۔ اسی سے اَلتَّوْاَمُ کا لفظ مشتق ہے کیونکہ اس کا وزن فَوْعَل ہے جیسے اَلتَّوْلَج ان دونوں میں تاء واؤ کا بدل ہے۔ یہ صاحب العین کا قول ہے۔

ہند کا قول ہے: مَلْهُوْفَةٌ مُسْتَلَبَةٌ۔ مُسْتَلَبَة میں عمدہ ترین قول یہ ہے کہ یہ السلاب سے ماخوذ ہے اور لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور السلاب وہ سیاہ کپڑا ہے جو نوحہ کرنے والی عورت اوڑھتی ہے۔ اسی سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے جو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو اس وقت فرمایا جب ان کے خاوند حضرت جعفر کی وفات ہوئی کہ تَسَلَّبِيْ ثَلَاثًا ثُمَّ اصْنَعِيْ مَا شِئْتِ'' تم تین دن سیاہ لباس پہنو پھر جو چاہو کرو''۔ یہ حدیث احداد کے ساتھ منسوخ ہے اور قابل تاویل ہے۔ اسے طبری نے ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

ڈالے جانے والے قریش کے مقتولوں کا یہ مرثیہ کہا جس میں وہ ان کی مصیبت کو یاد کرتی ہے:

يَا مَنْ لِعَيْنٍ قَذَاهَا عَائِرُ الرَّمَدِ حَدَّ النَّهَارِ وَ قَرْنُ الشَّمْسِ لَمْ يَقِدِ

''ہے کوئی فریاد رس اس آنکھ کا جس کا خاشاک دن کے آخری حصے میں بھی آشوب بن گیا ہے اور وہ سورج کے آخری کنارے کی بھی تاب نہیں لاسکتی''۔

أُخْبِرْتُ اَنَّ سَرَاةَ الاَكْرَمِيْنَ مَعًا قَدْ اَحْرَزَتْهُمْ مَنَايَا هُمْ اِلَى اَمَدِ

''مجھے خبر دی گئی ہے کہ شرفاء کے سب سرداروں کو ان کی موتوں نے ایک خاص وقت پر ایک ساتھ جمع کر دیا ہے''۔

وَ فَرَّ بِالْقَوْمِ اَصْحَابُ الرِّكَابِ وَ لَمْ تَعْطِفْ غَدَاتَئِذٍ اُمٌّ عَلَى وَلَدِ

''اور سواریوں والے لوگ قوم کو لے کر بھاگ گئے اور اس صبح کو کسی ماں نے بچے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا''۔

قُوْمِيْ صَفِيَّ وَ لَا تَنْسَى قَرَابَتَهُمْ وَ اِنْ بَكَيْتِ فَمَا تَبْكِيْنَ مِنْ بُعُدِ

''اے صفیہ! اٹھ اور اس کی رشتہ داری کو نہ بھلا اور اگر تو رونا چاہے تو دور سے نہ رو''۔

كَانُوْا سُقُوْبَ سَمَاءِ الْبَيْتِ فَانْقَصَفَتْ فَاَصْبَحَ السَّمْكُ مِنْهَا غَيْرَ ذِي عُمُدِ

وہ گھر کی چھت کے ستون تھے، وہ ٹوٹ گئے تو گھر کا اوپر کا حصہ بغیر ستونوں کے ہو کر رہ گیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا اس کا شعر كَانُوْا سُقُوْبَ مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: صفیہ بنت مسافر نے یہ اشعار بھی کہے:

اَلَا يَا مَنْ لِعَيْنٍ لِلتَّبَكِّيْ دَمْعُهَا فَانٍ

ارے ہے کوئی اس آنکھ کا فریاد رس جس کے آنسو رونے کی وجہ سے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔

كَغَرْبَيْ دَالِجٍ يَسْقِيْ خِلَالَ الْغَيْثِ الدَّانِ

''(اس آنکھ کی حالت) کنویں سے حوض تک پانی لے جانے والے ان دو ڈولوں کی طرح ہے جو بارش سے اگی ہوئی قریبی گھاس کے درمیان بھی پانی بہا رہے ہیں''۔

وَ مَا لَيْثُ غَرِيْفٍ ذُوْ اَظَافِيْرَ وَ اَسْنَانِ

''اور پنجوں اور دانتوں والے جھاڑی کے شیر کی کیا شان ہے؟''

اَبُوْ شِبْلَيْنِ وَثَّابٌ شَدِيْدُ الْبَطْشِ غَرْثَانِ

''جو دو کم سن شیروں کا باپ ہے، خوب حملہ کرنے والا، مضبوط گرفت والا اور بھوکا ہے''۔

Marfat.com

كَحِبِّيْ اِذْ تَوَلّٰى وَ وُجُوْهُ الْقَوْمِ اَلْوَانُ

"(وہ شیر) میرے دوست کی مانند ہے جس کے لوٹنے سے لوگوں کے چہروں کے رنگ اڑنے لگے"۔

وَ بِالْكَفِّ حُسَامٌ صَارِمٌ اَبْيَضُ ذُكْرَانُ

"اور (اس کے) ہاتھ میں سفید فولاد کی تیز کاٹنے والی تلوار ہے"۔

وَ اَنْتَ الطَّاعِنُ النَّجْلَاءَ مِنْهَا مُزْبِدٌ آنٌ

"(اے میرے دوست!) تو نیزے سے کشادہ زخم لگانے والا ہے جس سے جھاگ والا گرم خون (بہہ پڑتا ہے)"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: لوگ اس کے اشعار "و ما ليث غريف تا آخر" سابقہ دونوں اشعار سے علیحدہ کر کے بھی روایت کرتے ہیں۔

ہند بنت اثاثہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے عبید بن حارث بن مطلب کا یہ مرثیہ کہا:

لَقَدْ ضُمِّنَ الصَّفْرَاءُ مَجْدًا وَ سُؤْدَدًا وَ حِلْمًا اَصِيْلًا وَافِرَ اللُّبِّ وَالْعَقْلِ

"مقام صفراء میں بزرگی، سرداری، پختہ عقل اور ذہانت و دانش کی بڑی مقدار رکھ دی گئی"۔

عُبَيْدَةَ فَابْكِيْهِ لِاَضْيَافِ غُرْبَةٍ وَ اَرْمَلَةٍ تَهْوِیْ لِاَشْعَثَ كَالْجِذْلِ

"یعنی عبیدہ (کو وہاں رکھ دیا گیا) اس لیے اس پر سفر کے مہمانوں اور ان بیواؤں کے لئے رو جو پریشانی میں اس کے پاس آیا کرتی تھیں۔ وہ شخص درخت کے تنے کی طرح تھا"۔

وَ بَكِّيْهِ لِلْاَقْوَامِ فِیْ كُلِّ شَتْوَةٍ اِذَا احْمَرَّ آفَاقُ السَّمَاءِ مِنَ الْمَحْلِ

"اور اس پر ان لوگوں کے لئے رو جو ہر موسم سرما میں اس وقت (اس کے پاس آیا کرتے) جب قحط سالی کی وجہ سے آسمان کے کنارے سرخ ہو جاتے"۔

وَ بَكِّيْهِ لِلْاَيْتَامِ وَالرِّيْحُ زَفْزَفٌ وَ تَشْبِيْبِ قِدْرٍ طَالَمَا اَزْبَدَتْ تَغْلِیْ

"اور اس پر یتیموں کے لئے رو (جنہیں اس کے پاس اس وقت پناہ ملتی) جب سخت ہوا کے تیز جھونکے آتے اور ان دیگوں کے نیچے آگ روشن کرنے کے لئے رو جو لمبی مدت تک ابلتے ہوئے جھاگ چھوڑتی رہتی تھیں"۔

Marfat.com

فَإِنْ تُصْبِحِ النِّيْرَانُ قَدْ مَاتَ ضَوْؤُهَا ۔۔۔ فَقَدْ كَانَ يُذْكِيهِنَّ بِالْحَطَبِ الْجَزْلِ

''پھر اگر آگوں کی روشنی بجھ جاتی تو وہ انہیں موٹی لکڑیوں کے ایندھن سے سلگایا کرتا تھا''۔

لِطَارِقِ لَيْلٍ أَوْ لِمُلْتَمِسِ الْقِرٰى ۔۔۔ وَ مُسْتَنْبِحٍ أَضْحٰى لَدَيْهِ عَلٰى رِسْلِ

''(وہ دیگیں) رات کو کسی آنے والے مہمان کے لئے یا ضیافت کے طالب اور اس گم کردہ راہ مسافر کے لئے (پکائی جاتیں) جو کتے کی آواز سن کر آہستہ آہستہ اس کے قریب آتا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا اکثر علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

قتیلہ بنت حارث کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: قتیلہ بنت حارث نے اپنے بھائی نضر بن حارث کا یہ مرثیہ کہا:

يَا رَاكِبًا إِنَّ الْأُثَيْلَ مَظِنَّةٌ ۔۔۔ مِنْ صُبْحِ خَامِسَةٍ وَ أَنْتَ مُوَفَّقُ

''اے سوار! مقام اثیل کے متعلق مجھے پانچویں روز کی صبح سے بدگمانی ہے اور تو بڑے ٹھیک وقت پر آیا ہے (جب تیری ضرورت تھی)''۔

أَبْلِغْ بِهَا مَيْتًا بِأَنَّ تَحِيَّةً ۔۔۔ مَا إِنْ تَزَالُ بِهَا النَّجَائِبُ تَخْفِقُ

''وہاں کی ایک میت کو پیغام پہنچا دینا کہ اسے سلام ہو جب تک شریف اونٹنیاں وہاں تیزی سے آتی جاتی رہیں''۔

هَلْ يَسْمَعَنِّي النَّضْرُ إِنْ نَادَيْتُهُ ۔۔۔ أَمْ كَيْفَ يَسْمَعُ مَيِّتٌ لَا يَنْطِقُ

''اگر میں پکاروں تو کیا نضر میری پکار سنے گا یا وہ مردہ کیسے سن سکتا ہے جو بول نہیں سکتا؟''

أَ مُحَمَّدٌ يَا خَيْرَ ضِنْءِ كَرِيمَةٍ ۔۔۔ فِي قَوْمِهَا وَالْفَحْلُ فَحْلٌ مُعْرِقُ

قتیلہ کے اشعار

علامہ ابن ہشام نے قتیلہ بنت حارث کے اشعار کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے بھائی نضر بن حارث کا مرثیہ کہتی ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ نضر کی بیٹی ہے بہن نہیں۔ زہیر وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے اور کتاب الدلائل میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ یہ قتیلہ ابوامیہ کے چھوٹے بیٹے حارث کی بیوی تھی اور یہ ثریا بنت عبداللہ بن حارث کی دادی ہے جس کے متعلق عمر بن ابی ربیعہ نے درج ذیل اشعار اس وقت کہے جب سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف نے اس کا رشتہ طلب کیا:

أَيُّهَا الْمُنْكِحُ الثُّرَيَّا سُهَيْلًا ۔۔۔ عَمْرَكَ اللّٰهَ كَيْفَ يَلْتَقِيَانِ

اے ثریا کا نکاح سہیل سے کرنے والے! اللہ تیری عمر دراز کرے، یہ ایک دوسرے سے کیسے ملیں گے؟

Marfat.com

"اے محمد (ﷺ) اے اپنی قوم کی شریف عورت کی بہترین اولاد! اور شریف تو وہی ہوتا ہے جو نسلاً شریف ہو"۔

مَا كَانَ ضَرَّكَ لَوْ مَنَنْتَ وَ رُبَّمَا مَنَّ الْفَتٰى وَ هُوَ الْمَغِيْظُ الْمُحْنَقُ

"اگر آپ احسان کرتے (اور اسے چھوڑ دیتے) تو آپ کا کیا نقصان ہوتا اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ نوجوان ایسی حالت میں احسان کرے جبکہ وہ غصہ سے بھرا کینہ ور ہو"۔

اَوْ كُنْتَ قَابِلَ فِدْيَةٍ فَلْيُنْفِقَنْ بِاَعَزِّ مَا يَغْلُوْبِهٖ مَا يُنْفِقُ

"یا آپ فدیہ قبول کر لیتے تو مصارف جتنے زیادہ سے زیادہ دشوار ترین ہوتے وہ ضرور خرچ کیے جاتے"۔

فَالنَّضْرُ اَقْرَبُ مَنْ اَسَرْتَ قَرَابَةً وَ اَحَقُّهُمْ اِنْ كَانَ عِتْقٌ يُعْتَقُ

"کیونکہ نضر ان تمام لوگوں میں زیادہ قریبی رشتہ دار ہے جن کو آپ نے اسیر کیا اور ان سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اگر آزادی ممکن ہو تو آزاد کر دیا جائے"۔

ظَلَّتْ سُيُوْفُ بَنِيْ اَبِيْهِ تَنُوْشُهٗ لِلّٰهِ اَرْحَامٌ هُنَاكَ تُشَقَّقُ

"اس کے بھائیوں کی تلواریں اسے ٹکڑے ٹکڑے کرتی رہیں۔ ہائے خدایا وہاں قرابتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے رہے"۔

صَبْرًا يُقَادُ اِلَى الْمَنِيَّةِ مُتْعَبًا رَسْفَ الْمُقَيَّدِ وَهُوَ عَانٍ مُوْثَقُ

"اسے موت کی جانب اس حالت میں کھینچا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہیں، تھکا ماندہ ہے، بیڑیوں میں بمشکل پاؤں اٹھا رہا ہے اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب ان اشعار کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: لَوْ بَلَغَنِيْ هٰذَا قَبْلَ قَتْلِهٖ لَمَنَنْتُ عَلَيْهِ "اگر اس کے قتل سے پہلے میرے پاس یہ خبر پہنچتی تو میں ضرور اس پر احسان کرتا"۔

غزوۂ بدر سے فراغت کی تاریخ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر سے ماہِ رمضان کے آخر میں یا شوال میں فارغ ہوئے۔

هِيَ شَامِيَةٌ اِذَا مَا اسْتَقَلَّتْ وَ سُهَيْلٌ اِذَا اسْتَقَلَّ يَمَانِ

"جب ثریا منفرد ہو تو وہ ملک شام سے تعلق رکھتی ہے اور جب سہیل منفرد ہو تو وہ یمنی ہے"۔

Marfat.com

چشمہ کدر پر غزوۂ بنی سلیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ آپ ﷺ بنی سلیم کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری یا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ان کے چشموں میں سے ایک کدر نامی چشمے پر جلوہ افروز ہوئے۔ تین راتیں وہاں قیام فرمانے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس سفر میں کوئی جنگ درپیش نہ ہوئی۔ اس کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذی قعدہ کا پورا مہینہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے۔ اس عرصہ میں قریش کے جنگی قیدیوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے اور انہیں رہا کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

غزوۂ قرقرۃ الکدر

غزوۂ بنی سلیم کا دوسرا نام غزوۂ قرقرۃ الکدر ہے۔ قرقرہ نرم اور نشیبی زمین کو کہتے ہیں اور کدر سے مراد مٹیالے دھبوں والے پرندوں کو کہتے ہیں جن کی وجہ سے وہ زمین مشہور تھی۔ ایک دفعہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کئے جانے والے سفر کا حال بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمران بن سوادہ نے آپ سے کہا: آپ کی رعایا آپ کی سختی اور جبر و تشدد کی شکایت کرتی ہے۔ آپ نے فوراً اپنا درہ تھاما اور اس کی رسیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: میں غزوۂ قرقرۃ الکدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، میں خوش حال زندگی بسر کرتا اور سیر ہو کر کھاتا، لوگوں کو بھی پلاتا اور خود بھی سیراب ہوتا تھا۔ اب میں لوگوں کو ڈانٹتا زیادہ ہوں، مارتا کم ہوں، سرکشوں کا مقابلہ کرتا ہوں اور بے قابو ہو جانے والے لوگوں کو جھڑکتا ہوں اور سخت مزاج لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہوں۔ میں اپنی لاٹھی سونت کر بلند تو کرتا ہوں لیکن مارتا ہاتھ کے ساتھ ہوں۔ اگر میں ایسا بھی نہ کرتا تو سب کچھ ضائع کر دیتا۔ اس طرح آپ نے اپنے حسن سیاست کا تذکرہ فرمایا۔

Marfat.com

غزوہ سویق

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب ابوسفیان بھاگ کر مکہ پہنچا اور لشکر قریش بدر سے واپس لوٹا تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کر کے انتقام نہیں لے گا اس وقت تک وہ غسل جنابت نہیں کرے گا۔ اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لئے ماہِ ذوالحجہ میں وہ قریش کے دوسو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا، اس نے عام راستہ کے بجائے نجد کا لمبا راستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ وہ وادیٔ قناۃ سے گزرتا ہوا ثیب نامی پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ یہ پہاڑ مدینہ طیبہ سے تقریباً ایک برید (بارہ میل) کی مسافت پر واقع ہے۔ پھر رات کی تاریکی میں چھپتا چھپاتا بنی نضیر کے محلہ میں آیا اور ان کے ایک رئیس حیی بن اخطب کے دروازے پر آ کر دستک دی لیکن اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گیا پھر وہ وہاں سے لوٹ کر سلام بن مشکم کے دروازے پر آیا۔ یہ سلام اپنے زمانے میں یہودیوں کا سردار اور ان کے خزانے کا نگران تھا۔ ابوسفیان نے اس سے ملاقات کا اذن طلب کیا۔ اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور اس کی پرتکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے خفیہ حالات سے آگاہ کیا۔ نصف شب کے بعد ابوسفیان وہاں سے نکلا اور اپنے سپاہیوں کے پاس واپس آ گیا اور قریش کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ کی طرف بھیج دیا۔ یہ لوگ مدینہ کے ایک علاقہ میں آئے جس کا نام عریض تھا یہاں کھجور کے چھوٹے پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے اسے نذرِ آتش کیا۔ وہاں ایک انصاری اور اس کے ایک ساتھی کو اپنی کھیتی میں تنہا پایا اور انہیں شہید کر دیا پھر وہ سب وہاں سے بھاگ گئے، لوگ ان سے باخبر ہو کر چوکنے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ ان کے تعاقب

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کر کے انتقام نہ لے لے گا اس وقت تک غسل جنابت نہ کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دورِ جاہلیت میں بھی دین ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے مطابق غسل جنابت کیا جاتا تھا جیسا کہ ان لوگوں میں حج اور نکاح کے افعال باقی تھے۔ جب کا معنی ہے ایک طرف ہونا، دور ہونا، چونکہ ناپاکی کی حالت میں اہل عرب مسجد حرام اور دیگر مقدس مقامات سے پہلوتہی کرتے اور ان سے دور رہتے تھے، اس لئے وہ اسے غسل جنابت کا نام دیتے تھے اور کہتے تھے رَجُلٌ جُنُبٌ وَ قَوْمٌ جُنُبٌ (یعنی جنبی آدمی اور جنبی قوم)۔ اسی وجہ سے اس کلمہ کا یہی معنی قرآن کریم میں معروف ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (المائدہ:٦) (اور اگر ہو تم جنبی تو (سارا بدن) پاک کرلو)۔ پس حدث اکبر اسی نام

Marfat.com

میں نکلے، مدینہ طیبہ میں حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور بڑھتے ہوئے قرقرۃ الکدر تک جا پہنچے پھر حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ ابوسفیان اور اس کے لشکر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ستو کی کثیر التعداد بوریاں راستے میں گری ہوئی دیکھیں جو انہوں نے کھیتوں میں پھینک دی تھیں تاکہ اپنے بوجھ کو ہلکا کر کے تیزی سے بھاگ سکیں۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا حضور ﷺ امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ سفر جہاد شمار ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ غزوہ غزوۂ سویق اس لئے کہلاتا ہے کہ کفار نے بھاگتے ہوئے ستو کی بہت سی بوریاں پھینک دی تھیں جن پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ چونکہ عرب میں ستو کو سویق کہتے ہیں اس لئے یہ غزوہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب سلام بن مشکم یہودی نے ابوسفیان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور اس کی ضیافت کی تو واپس لوٹتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

وَ اِنِّیْ تَخَیَّرْتُ الْمَدِیْنَةَ وَاحِدًا لِحِلْفٍ فَلَمْ اَنْدَمْ وَ لَمْ اَتَلَوَّمِ

"اور میں نے مدینہ میں ایک شخص کو عہد و پیمان کے لئے منتخب کیا تو نہ میں پچھتایا اور نہ قابل ملامت ہوا"۔

سَقَانِیْ فَرَوَّانِیْ کُمَیْتًا مُدَامَةً عَلٰی عَجَلٍ مِّنِّیْ سَلَامُ بْنُ مُشْکَمِ

"سلام بن مشکم نے میری جلدی کے باوجود مجھے ایسی شراب پلا کر سیراب کیا جو سر کو چکرا

سے معروف تھا اس لئے انہیں اس کی تفسیر کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ حدث اصغر جو کہ وضو کا موجب ہے، اسلام سے قبل معروف نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس کے متعلق یہ نہ فرمایا: وَ اِنْ كُنْتُمْ مُحْدِثِيْنَ فَتَوَضَّؤُوْا کہ اگر تمہیں حدث لاحق ہو تو وضو کر لو جس طرح یہ فرمایا تھا وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا بلکہ فرمایا: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ۔ (تو (پہلے) دھولو اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھولو اپنے پاؤں ٹخنوں تک)۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وضو، اس کے اعضاء، اس کا طریقہ اور وہ اسباب بیان فرمائے جو وضو کو لازم کرتے ہیں۔ جیسے نیند سے بیدار ہونا، قضائے حاجت کے بعد آنا اور عورتوں سے صحبت کرنا لیکن جنابت کے معاملہ میں نماز و جوب طہارت کے ذکر سے زیادہ کسی بیان کی محتاج نہیں۔

Marfat.com

دینے والی تھی"۔

وَ لَمَّا تَوَلّی الْجَمْشُ قُلْتُ وَ لَمْ اَكُنْ لِاُفْرِحَهٗ اَبْشِرْ بِعِزٍّ وَ مَغْنَمِ

"اور جب لشکر واپس ہوا تو میں نے ان سے کہا تمہیں غلبہ اور غنیمت کی بشارت ہو اور میں ان پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا"۔

تَاَمَّلْ فَاِنَّ الْقَوْمَ سِرٌّ وَ اِنَّهُمْ صَرِيْحُ لُؤَيٍّ لَا شَمَاطِيْطُ جُرْهُمِ

"دیکھو یہ قوم خالص نسب والے ہیں اور یہ لوی کی خالص اولاد ہیں نہ کہ جرہم کے ملے جلے لوگ"۔

وَ مَا كَانَ اِلَّا بَعْضَ لَيْلَةِ رَاكِبٍ اَتٰى سَاعِيًا مِّنْ غَيْرِ خَلَّةِ مُعْدِمِ

"اور یہ ملاقات صرف اتنی دیر تھی جتنی دیر ایک سوار رات کے تھوڑے سے حصے میں ٹھہرتا ہے جو ناداری کی احتیاج کے بغیر صرف کھانے کے لئے آیا ہو"۔

سلام بن مشکم

حضرت ابن اسحاق نے سلام بن مشکم کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شعثاء نامی عورت کا بیٹا ہے جس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِشَعْثَاءَ الَّتِیْ قَدْ تَیَمَّتْهُ فَلَیْسَ لِعَقْلِهٖ مِنْهَا شِفَاءُ

"اس شعثاء کے لئے جس نے اس کا ارادہ کر لیا تھا لیکن شعثاء سے اس کی عقل کے لئے کوئی تسکین نہ تھی"۔

ابوسفیان کا قول ہے: شَمَاطِیْطُ جُرْهُمِ۔ شماطیط مختلف قسم کے گھوڑوں کو کہتے ہیں اور مختلف نسلوں کے ملے جلے لوگوں کو بھی شماطیط کہا جاتا ہے۔ یہ اصل میں شمیط سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے روشنی کے ساتھ تاریکی کا اختلاط۔ اسی سے ایک لفظ شَمَط مشتق ہے جو سر کے سیاہ وسفید بالوں کو کہتے ہیں۔

ابوسفیان کا قول ہے: وَ لَمْ اَكُنْ لِاُفْرِحَهٗ۔ اَلْمُفْرَح اس شخص کو کہتے ہیں جسے قرض نے بوجھل کر دیا ہو۔ اس کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجاز میں فرع گاؤں کے کنارے پر واقع ایک مقام بحران میں تشریف لائے اور ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ کے دو مہینے وہاں قیام پذیر رہے۔ فرع گاؤں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ پہلا گاؤں ہے جس کے لوگوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے لئے مکہ مکرمہ میں کھجوریں مہیا کیں۔ یہ گاؤں مدینہ طیبہ کے قریب واقع ہے۔ اس

Marfat.com

غزوۂ ذی امر

جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ سویق سے مراجعت فرما ہوئے تو ذوالحجہ کا بقیہ مہینہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا پھر نجد کی طرف بنی غطفان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کا نام غزوۂ ذی امر ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر بقول ابن ہشام آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضور ﷺ نے صفر کا پورا مہینہ نجد میں قیام فرمایا پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ اس سفر میں بھی کوئی جنگ درپیش نہ ہوئی پھر آپ ﷺ ربیع الاول کا پورا مہینہ یا اس سے کچھ کم دن مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔

میں دو چشمے ہیں جنہیں ربض اور نجف کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں چشمے حضرت حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے بیس ہزار کھجور کے درختوں کو سیراب کرتے تھے۔ ربض ریت میں پیلو کے درختوں کے اگنے کے مقام کو کہتے ہیں اور فرع جب دو فتحوں کے ساتھ ہو تو یہ کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ سوید بن ابی کاہل نے کہا:

حَلَّ اَهْلِیْ حَیْثُ لَا اَطْلُبُهَا جَانِبَ الْحَضْرِ وَ حَلَّتْ بِالْفَرَعِ

''میرے اہل خانہ حضر کے پہلو میں وہاں اترے جہاں میں نہیں چاہتا تھا اور وہ فرع کے مقام پر اترے''۔

پھر حضور ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے اَقَامَ شَهْرَ رَبِیْعٍ وَّ جُمَادٰی (حضرت ابن اسحاق نے اس قول میں ربیع سے پہلے لفظ شہر ذکر کیا ہے لیکن جمادی سے پہلے ذکر نہیں کیا) کیونکہ لفظ ربیع مہینہ کے نام اور موسم بہار کے نام کے درمیان مشترک ہے اس لئے انہوں نے ربیع سے پہلے شہر کا لفظ ذکر کر کے واضح کر دیا ہے کہ یہاں ربیع سے مراد مہینہ ہے نہ کہ موسم بہار اور جمادی صرف مہینہ کا علم ہے جس میں کوئی اشتراک نہیں۔ اس لئے اس سے پہلے لفظ شہر ذکر نہیں کیا۔ اس سے قبل ہم نے سیبویہ کا قول بھی ذکر کیا ہے کہ لفظ شہر صرف ربیع الاول سے پہلے ہی ذکر کیا جاتا ہے باقی مہینوں کے صرف نام ذکر کئے جاتے ہیں۔ محرم، صفر وغیرہ اور جن صورتوں میں کوئی کام ان کے اندر ہوتا ہے یعنی محرم وصفر کے تمام مہینوں میں اور تمام ایام میں تو ان میں اس طرح نہیں کہا جاتا: سِرْتُ الْخَمِیْسَ وَ مَشَیْتُ الْاَرْبِعَاءَ بلکہ یوں کہا جاتا ہے یوم الاربعاء، یوم الخمیس اور مہینوں میں کہا جاتا ہے شهر كذا۔ پس اس صورت میں لفظ یوم ظرف ہوگا جو ان تمام میں عمل کے وقوع پر دلالت نہیں کرتا۔

Marfat.com

غزوہ بحران

پھر رسول اللہ ﷺ نے قریش کی سرکوبی کا ارادہ فرمایا اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حتیٰ کہ آپ ﷺ بحران کے مقام پر پہنچے جو حجاز میں فرع کے کنارے پر ایک کان ہے۔ وہاں آپ ﷺ ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ دو مہینے قیام پذیر رہے پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

غزوہ بنی قینقاع

بنی قینقاع کو حضور ﷺ کی نصیحت اور ان کا جواب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیانی غزوات میں سے ایک غزوہ بنی قینقاع ہے۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور انہیں اکٹھا کر کے ارشاد فرمایا: اے گروہِ یہود! اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو، کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نازل نہ کر دے جیسا عذاب اس نے قریش مکہ پر

واقعہ بنی قینقاع

بنی قینقاع کا کچھ واقعہ غزوہ بدر سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اس واقعہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن ابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ غصہ کے آثار کے لئے شیخ کے نسخہ میں ظِلَالًا کا لفظ مذکور ہے جبکہ دیگر نسخوں میں ظُلَلًا مذکور ہے جو کہ ظُلَّة کی جمع ہے لیکن فُعْلَة کے وزن کی جمع فِعَال کے وزن پر بھی آتی ہے جیسے رُمَّة سے رِمَام اور حُفْرَة سے حِفَار۔ لہٰذا ان دونوں روایتوں کا ایک ہی معنی ہے۔ ظُلَّة ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سورج کی روشنی اور آسمان کی صفائی کے سامنے حجاب بن جائے۔ رسول کریم ﷺ کا چہرۂ اقدس روشن اور دلربا تھا جس پر ہر وقت مسکراہٹ کے آثار عیاں رہتے تھے لیکن جب حضور ﷺ غضبناک ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی رنگت بدل جاتی۔ اس طرح وہ رنگت چہرۂ مبارک کی چمک، کشادگی اور مسکراہٹ کی نورانیت کے سامنے حجاب بن جاتی۔ روایت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ مسکراتے یا کلام فرماتے تو آپ ﷺ کے دانتوں سے ظاہر ہونے والا نور دیوار پر پھیل جاتا۔ یہ بات شمائل ترمذی میں دیکھی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

نازل کیا ہے۔ اسلام قبول کرلو، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی ہوں۔ یہ بات تم اپنی کتاب تورات میں لکھی ہوئی پاتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم سے مجھ پر ایمان لانے کا عہد لیا ہے۔ ان یہودیوں نے حضور ﷺ کے اس محبت آمیز اور جذبہ خیر اندیشی سے معمور گفتگو کا بڑا کرخت جواب دیا۔ کہنے لگے "اے محمد (ﷺ) تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہو۔ اس قوم کو شکست دے کر جنہیں فن حرب کا کوئی علم نہ تھا، آپ مغرور نہ ہو جائیں، اگر ہم نے تم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں"۔

بنی قینقاع کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے آلِ زید بن ثابت کے مولیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت سعید بن جبیر سے یا حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: یہ آیات ان بنی قینقاع کے متعلق ہی نازل ہوئیں:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ (آل عمران)

"(اے میرے رسول) فرما دو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک تھا تمہارے لئے (عبرت کا) نشان (ان) دو گروہوں میں [1] جو ملے تھے (میدانِ بدر میں)۔ ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا۔ دیکھ رہے تھے (مسلمان) انہیں اپنے سے دو چند (اپنی) آنکھوں سے اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے۔ یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں کے لئے"۔

۱۔ یعنی اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں سے اصحابِ بدر اور قریش۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ یہ آیت کریمہ بنی قینقاع کے متعلق نازل ہوئی: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ ...... (آل عمران: ۱۳) فئة کا لفظ فعة کے وزن پر ہے۔ یہ فَاَوْتُ بِرَاْسِهٖ بِالْعَصَا (میں نے لاٹھی سے اس کا سر پھوڑ دیا) سے ماخوذ ہے یا اَلْفَاوُ (گھنے بادلوں کے درمیان شگاف) سے مشتق ہے۔ پس فئة کا حقیقی معنی فرقت اور جدائی ہے یعنی پہلے دو چیزیں باہم مجتمع تھیں پھر ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔

Marfat.com

اولین عہد شکن لوگ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ بنی قینقاع سب سے پہلے یہود تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑا اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے درمیان جنگ لڑی۔

بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: غزوۂ بنی قینقاع کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک نواحی گاؤں کی ایک مسلم خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لئے بنی قینقاع کے بازار میں آئی۔ اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک زرگر کی دکان پر آ کر بیٹھ گئی۔ یہود نے باتوں باتوں میں بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دے لیکن اس خاتون نے انکار کر دیا۔ وہ زرگر چپکے سے اٹھا اور اس کی تہبند کا ایک گوشہ پکڑ کر اس کی پیٹھ کے ساتھ گرہ لگا دی۔ جب وہ اٹھی تو اس کا ستر ننگا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ یہودی قہقہہ لگانے لگے۔ اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ایک مسلمان اس یہودی زرگر پر جھپٹا اور چشم زدن میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر اس مسلمان کے اقرباء نے یہودیوں کے خلاف فریاد کی اور سب مسلمان غضبناک ہو گئے اور بنی قینقاع کے ساتھ جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔

رسول کریم ﷺ کے ساتھ ابن ابی کی گستاخی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے متعلق فیصلہ کے لئے حضور کریم ﷺ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو ان پر قادر و غالب فرما دیا تو اس وقت عبد اللہ بن ابی بن سلول رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے، یہ سب قبیلہ خزرج کے حلفاء تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے لیکن آپ ﷺ نے پھر چہرۂ اقدس دوسری طرف پھیر لیا۔ اس نے آپ کی زرہ کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس زرہ کا نام ذات الفضول تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا مجھے چھوڑ دو اور اس کے ساتھ ہی

Marfat.com

آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر فرمایا: تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ وہ کہنے لگا: نہیں قسم بخدا! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ آپ میرے موالی پر احسان کریں، ان میں سے چار سو غیر زرہ پوش اور تین سو زرہ پوش ایسے ہیں جنہوں نے ہر سرخ اور سیاہ انسان سے میرا دفاع کیا مگر آپ ایک دن میں ہی ان سب کی گردنیں اڑا دیں گے۔ قسم بخدا! میں ایسا انسان ہوں جو حوادثِ زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جا میں نے ان کو تیری خاطر بخش دیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع کے اس محاصرے کے دوران حضرت بشیر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا تھا اور یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا۔

بنی قینقاع کے حلف سے حضرت ابن الصامت کی براءت اور اس کے متعلق نزولِ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے والد حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن الصامت سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب بنی قینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو عبد اللہ بن ابی بن سلول ان کی چارہ جوئی کے لئے کھڑا ہو گیا جبکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آپ بھی عبد اللہ بن ابی کی طرح بنی قینقاع کے حلیف تھے لیکن آپ نے انہیں چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور ان سے دیرینہ تعلقات منقطع کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنین کو اپنا دوست بنانے کا اعلان کرتا ہوں اور ان کفار کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ راوی فرماتے ہیں سورۂ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیات حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾ (المائدہ)

Marfat.com

"اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو (اپنا) دوست (اور مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے دوست بنالیا انہیں تم میں سے سو وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے (یعنی عبداللہ بن ابی اور اس کا یہ قول کہ میں گردشِ زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ ابن اسحاق) کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاریٰ کی طرف، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ (تمہیں) دے دے فتح کامل یا (ظاہر کر دے کامیابی کی) کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انہوں نے چھپا رکھا تھا اپنے دلوں میں نادم، اور (اس وقت) کہیں گے ایمان والے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں اٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، اکارت گئے ان کے اعمال اور ہو گئے وہ (سراسر) نقصان اٹھانے والے"۔

پھر یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک چلتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾ (المائدہ)

"تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیں"۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مؤمنین کو دوست بنانے اور بنی قینقاع کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرنے کا ذکر فرمایا:

وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿٥٦﴾ (المائدہ)

"اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ کو اور رسول کریم ﷺ کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے"۔

Marfat.com

چشمہ قردہ کی طرف سریہ زید بن حارثہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا سریہ زید بن حارثہ وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قافلہ قریش کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب تھا۔ آپ نے اس قافلہ کو نجد کے ایک قردہ نامی چشمے کے قریب گھیرے میں لے لیا۔ اس سریہ کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوۂ بدر کے بعد قریش کے لئے شام کی طرف جانے والی تجارتی شاہراہ خطرناک ہوگئی تو انہوں نے عراق کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ قریش کے بہت سے تاجر جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا بہت سا مالِ تجارت جس میں بہت سی چاندی تھی، لے کر عراق کے راستہ پر روانہ ہوئے۔ انہوں نے راستے کی رہنمائی کے لئے بنی بکر بن وائل کے ایک

سریہ زید بن حارثہ

حضرت ابن اسحاق نے اس غزوہ میں فرات بن حیان عجلی کا ذکر کیا ہے جو عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کی طرف منسوب ہے۔ لُجیم لجم کی تصغیر ہے اور یہ ایک منحوس جانور ہے جس سے اہل عرب فال بد پکڑتے تھے۔ ان کا شعر ہے:

لَهَا ذَنَبٌ مِثْلُ ذَيْلِ الْعَرُوْ سِ اِلٰى سَبَّةٍ مِثْلِ جُحْرِ اللَّجَمْ

''اس کی دلہن کے دامن کی مانند دم ہے جو ایسی مقعد پر لگی ہوئی ہے جو لجم کے بل کی طرح ہے''۔

فرات قریش کا جاسوس اور ابوسفیان کا رہنما تھا۔ یہ بعد میں اسلام لے آیا اور بحسن وخوبی اس پر کاربند رہا۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں ہم ان کے اسلام کے سپرد کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسیلمہ کذاب کے ارتداد کے معاملہ میں ثمامہ بن اثال کے پاس بھیجا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے درآں حالیکہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور رجال بن عنفوہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم تینوں میں سے ایک شخص جہنم میں احد کی مثل ایک پہاڑ پر چڑھے گا''۔ اس کے بعد حضرت فرات اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بہت زیادہ خوفزدہ رہتے تھے یہاں تک کہ جب فتنہ ارتداد رونما ہوا اور انہیں رجال بن عنفوہ کے مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب پر ایمان لانے کا علم ہوا تو وہ دونوں بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر بجالائے۔ رجال کا نام نہار بن عنفوہ تھا۔ عنفوہ ایک پودے کا نام ہے جسے صلیان کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

فرات بن حیان نامی شخص کو اجرت پر لیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فرات بن حیان کا تعلق بنی عجل سے تھا اور یہ بنی سہم کا حلیف تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ آپ نے اس قافلہ کو قردہ چشمہ کے قریب گھیرے میں لے لیا۔ قافلہ والے سب بھاگ گئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قافلہ کے سارے سامان پر قبضہ کرلیا اور اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بخیر وعافیت پہنچ گئے۔

قریش کی ملامت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد کے بعد غزوۂ بدر ثانی کے بارے میں چند اشعار کہے جن میں آپ عراق کا راستہ اختیار کرنے پر قریش کو ملامت کرتے ہیں:

دَعُوْا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا جِلَادٌ كَأَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْأَوَارِكِ

"(اے قریش) شام کے جاری چشموں کو چھوڑ دو، ان کے سامنے ایسی تیز تلواریں حائل ہو چکی ہیں جو پیلو کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کی طرح (خوفناک) ہیں"۔

بِأَيْدِىْ رِجَالٍ هَاجَرُوْا نَحْوَ رَبِّهِمْ وَ أَنْصَارِهٖ حَقًّا وَّ أَيْدِى الْمَلَائِكِ

"(یہ تلواریں) ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

دَعُوْا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا

فلجات فلج کی جمع ہے۔ یہ جاری چشمے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَاءٌ فَلْجٌ، عَيْنٌ فَلْجٌ (جاری پانی، جاری چشمہ) اسے حضرت ابوحنیفہ نے حاء مہملہ کے ساتھ فَلَحَات ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ فَلَحَة کھیتی کو کہتے ہیں۔

مخاض اور اوارک

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

جِلَادٌ كَأَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْأَوَارِكِ

یعنی وہ اونٹنیاں جو پیلو کے درخت کھاتی ہیں جس سے ان کے منہ خون کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں اور مَخَاض جمع ہے اس کا واحد خَلِفَةٌ ہے جو جمع کے الفاظ پر نہیں۔ اس کا معنی ہے حاملہ اونٹنی۔ ایک

Marfat.com

اور اس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں''۔

اِذَا سَلَكْتَ لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ فَقُوْلَا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيْقُ هُنَالِكِ

بطن صالح کے نشیب کی طرف جب کوئی (قافلہ) چلے تو اسے کہہ دینا کہ ادھر راستہ نہیں۔

قول یہ ہے کہ اس کا واحد مَاخِض ہے۔ اسی سے طائی کا قول ہے:

وَ اَخَرْتَهَا عَنْ وَقْتِهَا وَ هِيَ مَاخِضُ

میرے نزدیک مخاض در حقیقت جمع نہیں بلکہ مصدر ہے۔ اسی وجہ سے یہ تمام اسماء کی صفت بن سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ (مریم:23) ''پس لے آیا انہیں دردِ زہ''۔ اور اہل عرب کا قول ہے: نَاقَةٌ مَاخِضٌ جس طرح ان کا قول ہے: نَاقَةٌ حَامِلٌ اَیْ ذَاتُ مَخَاضٍ وَ ذَاتُ حَمْلٍ۔ یعنی حاملہ اونٹنی۔ کبھی کبھی مرد اپنی عورتوں کو کہتا ہے اَنْتُنَّ الطَّلَاقُ (تم سب کو طلاق) اس جملہ میں لفظ طلاق جمع نہیں بلکہ مصدر ہے جس کا معنی ہے ذَوَاتُ طَلَاقٍ۔ اسی طرح مخاض کا معنی ہے ذَاتُ مَخَاضٍ۔ البتہ واحد کے لئے ماخض آتا ہے اور نَاقَةٌ مَخَاضٌ نہیں کہا جاتا بلکہ نَاقَةٌ مَاخِضٌ کہا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے اِمْرَاَةٌ زَوْرٌ یا اِمْرَاَةٌ صَوْمٌ کیونکہ جب مصدر کو کسی اسم کی صفت بنایا جائے تو اس سے مراد کثیر افراد ہوتے ہیں لیکن ایک کے حمل میں تکثیر نہیں ہو سکتی۔ غور کریں کہ کہا جاتا ہے هِيَ اَصْوَمُ النَّاسِ وَ مَا اَصْوَمَهَا (یعنی وہ عورت سب لوگوں سے زیادہ روزہ دار ہے اور وہ کیسی ہی روزہ دار ہے) لیکن حاملہ عورت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ مَا اَحْبَلَهَا (وہ کیسی ہی حاملہ ہے) کیونکہ حمل ایک ہی چیز ہے اس میں کثرت نہیں۔ اسی طرح موت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا مَا اَمْوَتَهَا۔ لہٰذا جب کثرت اور مبالغہ کا مفہوم موجود نہ ہو تو مصدر کو صفت نہیں بنایا جا سکتا۔ لہٰذا جب اونٹنیاں کثیر ہوں جن سے کثرت کا مفہوم حاصل ہو جائے تو ان کی صفت مخاض آ سکتی ہے۔ اس اصول کی وجہ سے مخاض مصدر ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اَنْتِ الطَّلَاقُ اور اَنْتِ الْفِرَاقُ کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ اس جملہ میں طلاق مصدر ہے اور واحد کی صفت بن رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کثرت اور مبالغہ کا مفہوم موجود ہے کیونکہ طلاق ایسی چیز ہے جس میں تعداد اور دوام پایا جاتا ہے خصوصاً جب طلاق سے اَلطَّلَاقُ كُلُّهٗ (یعنی پوری تین طلاقیں) مراد لیا جائے نہ کہ ایک طلاق۔ لیکن مخاض اور حمل میں ایسا نہیں کیونکہ اس کی مدت اور مقدار دونوں معلوم ہوتی ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے بِاَيْدِي الْمَلَائِكِ۔ یہ مَلَكٌ کی جمع غیر لفظی ہے کیونکہ اگر یہ جمع لفظی ہوتی تو اَمْلَاكٌ ہوتی لیکن مَلَكٌ میں میم زائد ہے اور یہ اصل میں مَاْلَكٌ ہے اور اَلْاَلُوْكُ

Marfat.com

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کا ابو سفیان بن حرث بن عبدالمطلب نے جواب دیا۔ ہم ان شاء اللہ ان اشعار کو اور ان کے جوابی

مشتق ہے جس کا معنی ہے پیغام رسانی۔ اگر مَلِكٌ کی اصل مَألِكٌ ہو تو اس کی تعلیل یوں ہوگی کہ پہلے ہمزہ اور لام میں قلب کیا گیا تو مَلْئَكٌ ہوا پھر تخفیف کے لئے ہمزہ کو حذف کر کے اسکی حرکت ماقبل لام کو دے دی گئی تو مَلَكٌ بن گیا۔ اگر ہم قلب کیے بغیر مَألَكٌ میں تخفیف کرنا چاہیں تو ہمزہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ ہمزہ اس وقت ساقط ہوتا ہے جب اس کا ماقبل ساکن ہو پھر جب مَلَكٌ کی جمع بنائی گئی تو ہمزہ واپس لوٹ آیا لیکن وہ اپنے اصلی مقام پر واپس نہیں لوٹا بلکہ لام کے بعد آیا۔ اس مادۂ اشتقاق کی بنا پر مَلَكٌ کا معنی پیغام رساں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ لفظ مَلَك مَلَكُوت سے ماخوذ ہے اسی وجہ سے اس میں ہمزہ نہیں کیونکہ اکثر فرشتے پیغام رساں نہیں۔ اگر پیغام رسانی کا معنی مراد ہوتا تو اہل عرب مُؤْلِكٌ کہتے جس طرح وہ مُؤْسِلٌ کہتے ہیں اور واحد میں میم کو ضمہ دیا جاتا، اس صورت میں اس کی جمع میں ہمزہ زائد ہوگا، جس طرح شَمْأَلٌ میں ہمزہ زائد ہے حالانکہ یہ شَمَلَتِ الرِّيْحُ (بادِشمالی چلی) سے مشتق ہے، تو یہ اچھی توجیہ ہوگی اور شَمْأَلٌ میں ہمزہ کی زیادتی میں بھی یہی راز مخفی ہے حالانکہ یہ شَمَلَتِ الرِّيْحُ سے مشتق ہے۔ اسی وجہ سے الف کے اوپر ہمزہ (ء) لکھا گیا ہے کیونکہ کبھی کبھی اس کے ساتھ یہ گمان بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ عَنْ شِمَالِ الْبَيْتِ سے مشتق ہے اور اس سے مراد بیت اللہ کی وہ سمت ہے جو ملک شام کی جانب ہے۔ اسی طرح ملائکہ بھی اللہ تعالیٰ کے ملکوت میں سے ہیں جن میں کچھ پیغام رساں ہیں اور ان میں سے کچھ فرشتے صرف ملکوت اللہ میں سے ہیں کیونکہ وہ اپنے مقام سے جدا نہیں ہوتے جس طرح کہ ان میں سے بعض اپنے مقام سے جدا ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک شاعر کے اس قول کا تعلق ہے:

فَلَسْتُ لِاِنْسِيٍّ وَ لٰكِنْ لِمَألَكٍ تَنَزَّلَ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ يَصُوْبُ

"میں کسی انسان کے لئے نہیں ہوں بلکہ ایک ایسے فرشتے کے لئے ہوں جو آسمان کی فضا سے نیچے اترے"۔

تو اس شعر میں شاعر نے مَألَك کو ہمزہ کے ساتھ لکھا ہے حالانکہ یہ واحد ہے۔ اس شعر کا شاعر مجہول ہے۔ ابن سیدہ نے اسے علقمہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس بات کا انکار کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں شاعر نے مَألَك کو رسالت کے وصف سے موصوف کیا ہے کیونکہ اس نے کہا ہے: تَنَزَّلَ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ يَصُوْبُ۔ یہاں ہمزہ لگانا بہتر ہے کیونکہ اس میں الوك کے معنی پائے جاتے ہیں جس طرح

Marfat.com

اشعار کو اپنے مقام پر ذکر کریں گے۔

کعب بن اشرف کا قتل

حضور علیہ وآلہ وسلم ﷺ کے قاصدوں کی خبر پر کعب بن اشرف کا انکار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: کعب بن اشرف کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ میں فتح ونصرتِ الٰہی کی خوشخبری دینے کے لئے روانہ کیا اور انہوں نے اہل مدینہ کو خوشخبری سنائی تو کعب بن اشرف جس کا تعلق بنی طی کی شاخ بنی نبہان سے تھا اور اس کی ماں بنی نضیر سے تھی، کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو وہ کہنے لگا کیا یہ خبر سچ ہے کہ محمد (ﷺ) نے فلاں فلاں لوگوں کو قتل کر دیا ہے جن کے نام یہ دونوں شخص (حضرت زید اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما) لے رہے ہیں۔ وہ لوگ تو عرب کے اشراف اور لوگوں

تمام ملائکہ میں اس کا استعمال بہتر ہے کیونکہ ان میں کچھ پیغام رساں بھی ہیں اور تمام کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ملکوت سے بھی ہے۔ واحد میں صرف ملکوتیت کا معنی ہی پایا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ پیغام رسانی کے ساتھ مختص ہو جائے، جس طرح کہ اس شعر میں مذکور ہے۔ اس وقت وہ دونوں معنوں کا متحمل ہوگا اور ہمزہ کو لفظاً لکھا جائے گا کیونکہ اس کے ضمن میں الوک کا معنی ہوگا اور اس کا معنی پیغام رسانی ہے۔

کعب بن اشرف کا قتل

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ کعب بن اشرف صحابہ کرام کی عصمت شعار بیویوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر کیا کرتا تھا اور اس طرح مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اس نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کا نام لے کر یہ شعر کہا تھا:

اَرَاحِلٌ اَنْتَ لَمْ تَحْلُلْ بِمَنْقَبَةٍ　وَ تَارِكٌ اَنْتَ اُمَّ الْفَضْلِ بِالْحَرَمِ

"کیا تو کوچ کرنے والا ہے اور تو نے پہاڑی راستے کی طرف کوچ نہ کیا اور تو ام فضل کو حرم میں چھوڑنے والا ہے"۔

یہ شعر اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے جنہیں حضرت یونس نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

کے سردار تھے۔ قسم بخدا! اگر محمد (ﷺ) نے ان لوگوں کو قتل کر دیا ہے تو روئے زمین پر زندہ رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہمیں زمین کے بطن میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مغیث بن ابی بردہ ظفری، حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت صالح بن ابی امامہ بن سہل نے بیان کیا۔ ان سب نے اس واقعہ کا کچھ حصہ بیان کیا۔

حضور ﷺ کے خلاف انگیخت میں اس کے اشعار

جب اس دشمن خدا کو اس واقعہ کا پورا یقین ہو گیا تو وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آیا اور عبدالمطلب بن ابی وداعہ بن ضبیرہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔ اس کی بیوی عاتکہ بنت ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بھی اپنے خاوند کے پاس موجود تھی۔ اس نے کعب کی بڑی خاطر تواضع کی۔ وہاں اثنائے قیام اس نے قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف برانگیختہ کرنا اور ہجویہ اشعار سنانا شروع کر دیے۔ وہ اصحاب قلیب بدر پر روتا تھا جو بدر میں قتل ہوئے تھے اور کہتا تھا:

طَحَنَتْ رَحٰی بَدْرٍ لِمُهْلَكِ اَهْلِهٖ ... وَ لِمِثْلِ بَدْرٍ تَسْتَهِلُّ وَ تَدْمَعُ

"بدر کی چکی اپنے ہی لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے چلی اور بدر کے سے واقعات پر ہی (آنکھیں) روتی اور آنسو بہاتی ہیں"۔

قُتِلَتْ سَرَاةُ النَّاسِ حَوْلَ حِيَاضِهِمْ ... لَا تَبْعَدُوْا اِنَّ الْمُلُوْكَ تُصَرَّعُ

"لوگوں کے سردار اپنے ہی حوضوں کے ارد گرد قتل کر دیے گئے، اسے بعید از حقیقت نہ سمجھو کیونکہ بادشاہ بھی بچھاڑ دیے جاتے ہیں"۔

كَمْ قَدْ اُصِيْبَ بِهٖ مِنْ اَبْيَضَ مَاجِدٍ ... ذِیْ بَهْجَةٍ تَاْوِیْ اِلَيْهِ الضُّيَّعُ

"کتنے ہی ایسے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوئے جو گورے چہرے والے، رونق والے اور بزرگ تھے جن کے پاس نادار لوگ پناہ لیتے تھے"۔

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ "ہمیں کعب بن اشرف کے شر سے کون بچائے گا، بے شک اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے"۔ اس سے ایک فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کے مسئلہ میں

Marfat.com

طَلْقِ الْيَدَيْنِ اِذَا الْكَوَاكِبُ اَخْلَفَتْ حَمَّالِ اَثْقَالٍ يَسُوْدُ وَ يُرْبَعُ

''جو اس وقت بھی دونوں ہاتھوں سے خرچ کرنے والے تھے جب ستارے اپنی بارش روک لیتے۔ جو دوسروں کے بوجھ اٹھانے والے تھے، سردار اور شفقت و مہربانی کرنے والے تھے''۔

وَ يَقُوْلُ اَقْوَامٌ اُسَرُّ بِسُخْطِهِمْ اِنَّ ابْنَ الْاَشْرَفِ ظَلَّ كَعْبًا يَجْزَعُ

''اور کچھ لوگ کہتے ہیں میں ان کی ناراضگی سے خوش ہوتا ہوں (یہ غلط ہے بلکہ) کعب بن اشرف تو جزع فزع کر رہا ہے''۔

صَدَقُوْا فَلَيْتَ الْاَرْضَ سَاعَةَ قُتِّلُوْا ظَلَّتْ تَسُوْخُ بِاَهْلِهَا وَ تَصَدَّعُ

''انہوں نے تو سچ کہا لیکن کاش جس وقت وہ قتل کیے گئے زمین اپنے لوگوں کو دھنسا لیتی اور پھٹ جاتی''۔

صَارَ الَّذِیْ اَثَرَ الْحَدِيْثَ بِطَعْنَةٍ اَوْ عَاشَ اَعْمٰى مُرْعَشًا لَا يَسْمَعُ

''جس نے اس بات کا چرچا کیا کاش وہ اپنے نیزے کا نشانہ بن گیا ہوتا یا اندھا ہو کر زندہ رہتا اور کانپتا رہتا اور اسے کچھ سنائی نہ دیتا''۔

نُبِّئْتُ اَنَّ بَنِی الْمُغِيْرَةِ كُلَّهُمْ خَشَعُوْا لِقَتْلِ اَبِی الْحَكِيْمِ وَ جُدِّعُوْا

''مجھے خبر ملی ہے کہ ابوالحکم (ابوجہل) کے قتل کی وجہ سے تمام بنی مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور وہ ذلیل و خوار ہو گئے''۔

وَابْنَا رَبِيْعَةَ عِنْدَهٗ وَ مُنَبِّهٌ مَا نَالَ مِثْلَ الْمُهْلَكِيْنَ وَ تُبَّعُ

''اور ربیعہ کے دونوں بیٹے بھی اسی کے پاس (چلے گئے) اور منبہ بھی۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ کسی نے بھی ان مقتولین جیسے رتبے حاصل نہ کیے اور نہ تبع نے''۔

نُبِّئْتُ اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامِهِمْ فِی النَّاسِ يَبْنِی الصَّالِحَاتِ وَ يَجْمَعُ

''مجھے خبر ملی ہے کہ ان کا ایک فرد حارث بن ہشام لوگوں میں نیک کام کر رہا ہے اور ان کو جمع

ذمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کتاب شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جن اصحاب نے کعب بن اشرف کو قتل کیا وہ اس کے سر کو ایک توبرے میں ڈال کر مدینہ منورہ لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا سر تھا جو دورِ اسلام میں اٹھایا گیا جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: مومن ایک بل سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ اسے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر نیزے پر اٹھا کر مدینہ طیبہ کی طرف لایا گیا۔ البتہ وہ پہلا مسلمان جس کا سر دورِ اسلام میں اٹھایا گیا وہ حضرت عمرو بن حمق ہیں۔ انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

Marfat.com

کر رہا ہے"۔

لِيَزُوْدَ يَثْرِبَ بِالْجُمُوْعِ وَ اِنَّمَا يَحْمِيْ عَلَى الْحَسَبِ الْكَرِيْمُ الْاَرْوَعُ

"تاکہ وہ لشکر لے کر یثرب والوں سے مقابلہ کرے اور آبائی شرافت کی حفاظت ایک شریف اور شان وشوکت والا شخص ہی کرتا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس کا قول تُبَّعُ اور اُسَرُّ بِسُخْطِهِمْ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے دیا، فرمایا:

اَبْكَاهُ كَعْبٌ ثُمَّ عُلَّ بِعَبْرَةٍ مِنْهُ وَ عَاشَ مُجَدَّعًا لَّا يَسْمَعُ

"کعب نے اس کا مرثیہ کہا پھر اسے آنسوؤں کے گھونٹ دوبارہ پلائے گئے اور اس نے ذلت میں ایسی زندگی بسر کی کہ وہ سنتا ہی نہیں"۔

وَ لَقَدْ رَاَيْتُ بِبَطْنِ بَدْرٍ مِّنْهُمْ قَتْلٰى تَسُحُّ لَهَا الْعُيُوْنُ وَ تَدْمَعُ

"اور میں نے وادئ بدر میں ان کے ایسے مقتول دیکھے جن کے لئے آنکھیں رو رہی ہیں اور آنسو بہا رہی ہیں"۔

اس واقعہ میں کعب کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اَبْكَاهُ كَعْبٌ ثُمَّ عُلَّ بِعَبْرَةٍ

اس میں ایک زحاف پر دوسرے زحاف کا دخول ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلا جزء سبب ثقیل اور سبب خفیف ہے۔ جب اس میں وہ زحاف داخل ہو جسے اضمار (دوسرے حرف کا اسکان) کہا جاتا ہے تو دو سبب خفیف بن جاتے ہیں اور مُتَفَاعِلُنْ کا وزن مُسْتَفْعِلُنْ کے وزن کی طرف لوٹ جاتا ہے اور مُسْتَفْعِلُنْ پر خبن اور طی داخل ہوتے ہیں اور اس سے مراد اس کے چوتھے حرف کا حذف ہے۔ پس حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کامل میں مُتَفَاعِلَانْ کو مُسْتَفْعِلُنْ کے مشابہ کیا ہے کیونکہ اس کا یہی وزن بن گیا ہے۔ اس طرح چوتھا حرف حذف کر دیا گیا جو کہ مُتَفَاعِلُنْ سے چوتھا حرف ہے تو مُفْتَعِلُنْ بن گیا۔ یہ زحاف کی ایک نادر صورت ہے کیونکہ یہ ایسا زحاف ہے جس نے ایک اور زحاف کی تسہیل کر دی۔ اگر وہ زحاف جو اضمار کہلاتا ہے نہ ہوتا تو مُتَفَاعِلُنْ سے چوتھے حرف کو حذف کرنا بہر حال جائز نہ

Marfat.com

فَابْكِي فَقَدْ اَبْكَيْتَ عَبْدًا رَاضِعًا ... شِبْهَ الْكُلَيْبِ اِلَى الْكُلَيْبَةِ يَتْبَعُ

"تو نے کمینے غلام کو بہت رلایا۔ اب تو اس طرح رو جس طرح کم عمر کتا کم عمر کتیا کے بعد آواز نکالتا ہے"۔

وَ لَقَدْ شَفَى الرَّحْمٰنُ مِنَّا سَيِّدًا ... وَ اَهَانَ قَوْمًا قَاتَلُوْهُ وَ صُرِّعُوْا

"اور خداوند رحمٰن نے ہمارے آقا کے دل کو مطمئن کر دیا اور ان لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیا جنہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور وہ بچھاڑے گئے"۔

وَ نَجَا وَ اَفْلَتَ مِنْهُمُ مَنْ قَلْبُهُ ... شَغِفٌ يَظَلُّ لِخَوْفِهٖ يَتَصَدَّعُ

اور ان میں سے جو شخص بھاگ کر بچ نکلا اس کے دل میں آگ بھڑک رہی ہے اور اس (ہمارے آقا) کے خوف سے پھٹا جا رہا ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اکثر علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ہیں اور آپ کا قول اَبْكَاهُ كَعْبٌ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

کعب کے جواب میں حضرت میمونہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: کعب کے جواب میں مسلمانوں کی ایک عورت نے جو قبیلہ بلی کی شاخ بنی مرید سے تھی، یہ اشعار کہے۔ یہ لوگ بنی امیہ بن زید کے حلفاء تھے جنہیں جعادرہ کہا جاتا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس عورت کا نام میمونہ بنت عبداللہ ہے اور اکثر علمائے شعر اس کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔ نیز ان کے جواب میں کعب بن اشرف کی طرف منسوب اشعار کا بھی انکار کرتے ہیں:

تَحَنَّنَ هٰذَا الْعَبْدُ كُلَّ تَحَنُّنٍ ... يُبَكِّي عَلٰى قَتْلٰى وَ لَيْسَ بِنَاصِبِ

"اس غلام نے مقتولوں پر بتکلف بہت زیادہ آہ و زاری کی تا کہ وہ دوسروں کو رلائے حالانکہ وہ حقیقت میں غمزدہ نہیں ہے"۔

بَكَتْ عَيْنُ مَنْ يُبَكِّي لِبَدْرٍ وَ اَهْلِهٖ ... وَ عُلَّتْ بِمِثْلَيْهَا لُؤَيُّ بْنُ غَالِبِ

"بدر اور اہل بدر پر ان لوگوں کی آنکھیں تو روئیں جنہیں اس نے رلایا اور لوی بن غالب کو

ہوتا۔

جن لوگوں نے کعب کو قتل کیا ان میں حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوعبس بن جبر کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام عبدالرحمٰن ہے اور حضرت سلکان بن سلامہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام سعد ہے۔

Marfat.com

اس کے آنسوؤں کے دوہرے گھونٹ پلائے گئے''۔

فَلَيْتَ الَّذِيْنَ ضُرِّجُوْا بِدِمَائِهِمْ   يَرٰى مَا بِهِمْ مَنْ كَانَ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

''کاش جولوگ اپنے خونوں میں لتھڑ گئے، ان لوگوں کی حالت دیکھتے جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ہیں''۔

فَيَعْلَمَ حَقًّا عَنْ يَقِيْنٍ وَ يُبْصِرُوْا   مَجَرَّهُمْ فَوْقَ اللِّحٰى وَالْحَوَاجِبِ

''توانہیں حقیقی اور یقینی علم ہوتا اور ان کی ڈاڑھیوں اور بھوؤں کے بال گھسیٹے جانے کو دیکھ لیتے''۔

حضرت میمونہ کے جواب میں کعب کے اشعار

حضرت میمونہ کا جواب کعب بن اشرف نے یہ دیا:

اَلَا فَازْجُرُوْا مِنْكُمْ سَفِيْهًا لِتَسْلَمُوْا   عَنِ الْقَوْلِ يَاْتِيْ مِنْهُ غَيْرَ مُقَارِبِ

سنو اپنے نادان کو ڈانٹو تا کہ ایسی بات سے محفوظ رہو جو نامناسب حالات پیدا کرتی ہے۔

اَتَشْتُمُنِيْ اَنْ كُنْتُ اَبْكِيْ بِعَبْرَةٍ   لِقَوْمٍ اَتَانِيْ وُدُّهُمْ غَيْرَ كَاذِبِ

''کیا وہ عورت مجھے اس بات پر برا بھلا کہتی ہے کہ میں اس قوم کے لئے آنسو بہا رہا ہوں جن کی سچی محبت مجھے حاصل ہوئی''۔

فَاِنِّيْ لَبَاكٍ مَا بَقِيْتُ وَ ذَاكِرٌ   مَآثِرَ قَوْمٍ مَجْدُهُمْ بِالْجَبَاجِبِ

''میں تو جب تک زندہ رہوں گا روتا رہوں گا اور اس قوم کے اچھے آثار کو یاد کرتا رہوں گا جن کی شان وشوکت منازل مکہ میں ظاہر ہیں''۔

لَعَمْرِيْ لَقَدْ كَانَتْ مُرَيْدٌ بِمَعْزِلٍ   عَنِ الشَّرِّ فَاحْتَالَتْ وُجُوْهَ الثَّعَالِبِ

''مجھے اپنی عمر کی قسم! قبیلہ مرید برائی سے الگ تھلگ تھا لیکن اب ان کے چہرے لومڑیوں کے چہروں میں تبدیل ہوگئے ہیں''۔

فَحَقَّ مُرَيْدٌ اَنْ تُجَدَّ اُنُوْفُهُمْ   بِشَتْمِهِمْ حَيَّيْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

''قبیلہ لوی بن غالب کو برا بھلا کہنے کے سبب قبیلہ مرید اس بات کا حقدار ہے کہ ان کی ناکیں کٹ جائیں (اور وہ ذلیل وخوار ہوجائیں)''۔

وَ هَبْتُ نَصِيْبِيْ مِنْ مُرَيْدٍ لِجَعْدَرٍ   وَ فَاءً وَ بَيْتِ اللّٰهِ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

''اللہ کے گھر کی قسم جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ہے: میں نے قبیلہ مرید سے اپنی

Marfat.com

وفاداری کا حق بنی جعدر کو دے دیا ہے''۔

کعب کا مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور اس کے قتل کی تدبیر

اس کے بعد کعب بن اشرف مدینہ واپس لوٹ آیا یہاں آ کر اس نے مسلمان عورتوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس سے مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیں اشرف کے بیٹے کعب کے شر سے کون بچائے گا''۔ حضرت محمد بن مسلمہ اشہلی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس خبیث کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''پھر کر گزرو اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو''۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور تین دن تک آپ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا سوائے اتنی غذا کے جس سے آپ کی زندگی برقرار رہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ سے ایسی بات کا اقرار کیا ہے جس کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ میں اسے پورا کر سکوں گا یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ذمہ صرف کوشش کرنا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے اس معاملہ میں مشورہ کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا تم جو چاہو مشورہ کرلو، تمہیں اس بات کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرات محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ سلکان بن سلامہ بن وقش اشہلی جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے، عباد بن بشر بن وقش اشہلی، حارث بن اوس بن معاذ اشہلی اور ابو عبس بن جبر حارثی رضی اللہ عنہم کعب بن اشرف کے قتل پر متفق ہو گئے۔ پھر ان چاروں نے پہلے حضرت ابو نائلہ سلکان بن سلامہ رضی اللہ عنہ کو کعب بن اشرف کے پاس بھیجا۔ حضرت ابو نائلہ نے اس کے پاس جا کر پہلے تو ادھر ادھر کی باتیں کیں اور کچھ اشعار بھی سنائے کیونکہ حضرت ابو نائلہ شاعر بھی تھے۔ پھر اسے کہا اے ابن اشرف! سدا خوش رہو، میں ایک ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں اس شرط پر اس ضرورت کا ذکر تم سے کروں گا کہ تم وعدہ کرو کہ یہ راز افشا نہیں کرو گے۔ اس نے کہا میں یہ راز افشا نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابو نائلہ یوں گویا ہوئے کہ اس شخص (حضور ﷺ) کی آمد ہمارے لئے وبالِ جان ثابت ہوئی ہے۔ سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے اور سب ہمارے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ ہمارے تجارتی قافلوں کے لئے سارے راستے بند ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ ہمارے اہل و عیال بھوکوں مر رہے ہیں

Marfat.com

اور فاقوں کے مارے ہم میں بھی دم نہیں رہا اور ہماری حالت بڑی قابل رحم ہو گئی ہے۔ یہ بات سن کر کعب نے کہا: میں اشرف کا بیٹا ہوں، اے ابن سلامہ! قسم بخدا! میں تو تمہیں پہلے بھی بتایا کرتا تھا کہ تمہارا یہ حال ہونے والا ہے۔ حضرت سلکان نے کہا میں آج اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم کچھ غلہ ہمیں قیمتاً دے دو اور اس کے بدلے ہماری کچھ چیزیں بطورِ رہن اپنے پاس رکھ لو۔ اس نیکی پر ہم تمہارے بہت احسان مند ہوں گے۔ ان کی بات سن کر کعب نے کہا کیا تم اپنی اولاد میرے پاس رہن رکھنے کے لئے تیار ہو؟ انہوں نے کہا: اس سے تو ہماری بڑی رسوائی ہو گی، میرے کئی اور ساتھی بھی اس مقصد کے لئے تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو بھی اپنے ہمراہ تمہارے پاس لے آؤں تاکہ تم ان کو بھی اپنا غلہ بیچ کر ان پر احسان کرو۔ ہم اپنا اسلحہ تمہارے پاس بطورِ رہن رکھ سکتے ہیں۔ حضرت سلکان نے یہ وعدہ اس لئے کیا تاکہ جب وہ مسلح ہو کر آئیں تو وہ ان پر اعتراض نہ کر سکے۔ کعب نے یہ تجویز منظور کر لی اور کہا کہ اسلحہ رہن رکھنے میں وفاداری کا ثبوت ہے۔ پھر حضرت سلکان نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں اس کارروائی سے آگاہ کیا اور انہیں کہا کہ وہ اسلحہ لے کر میرے پاس آئیں۔ پھر سب اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کعب نے کہا تھا کیا تم اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ سکتے ہو؟ حضرت سلکان نے کہا: ہمارے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنی عورتیں تیرے پاس رہن رکھیں جبکہ تم اہل یثرب میں سب سے زیادہ جوان اور بلا کے حسین ہو۔ اس پر اس نے کہا تھا: کیا تم اپنے بیٹوں کو میرے پاس گروی رکھ سکتے ہو؟

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت ثور بن زید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ان چاروں صحابہ کو الوداع کہنے کے لئے بقیع الغرقد تک ان کے ساتھ تشریف لائے۔ پھر انہیں روانہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اے اللہ! ان کی مدد فرمانا۔ پھر آپ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس پر واپس تشریف لے آئے۔ چاندنی رات تھی، وہ چاروں کعب کے قلعہ پر پہنچے، سب سے پہلے حضرت ابو نائلہ نے آواز دی۔ کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، لحاف پرے پھینک کر وہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کی دلہن نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا تم ایسے شخص ہو جو لوگوں سے جنگ آزما رہتے ہیں، ایسے آدمی کو اس وقت باہر نہیں جانا چاہیے۔ اس نے

Marfat.com

اسے کہا یہ ابو نائلہ ہے، اگر وہ مجھے سویا ہوا پاتا تو نہ جگاتا۔ دلہن نے کہا: قسم بخدا! مجھے اس آواز سے شر کی بو آرہی ہے۔ کعب نے کہا: نہیں، فکر نہ کرو، وہ ایسا شخص ہے کہ اگر کوئی آدمی مجھے طعنہ دے تو یہ شخص میری طرف سے اس کا جواب دے گا۔ چنانچہ وہ نیچے چلا آیا۔ کچھ دیر آپس میں گپ شپ ہوتی رہی۔ آخر میں انہوں نے کہا اے ابن اشرف! کیا تم پسند کرو گے کہ ہم شعب العجوز (ایک جگہ کا نام) تک چلیں اور بقیہ رات وہاں بیٹھ کر باتیں کریں؟ اس نے کہا: اگر تمہاری یہ مرضی ہے تو میں تیار ہوں۔ پھر یہ لوگ کچھ دیر چلتے رہے، راستہ میں حضرت ابو نائلہ نے اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ ڈالا، پھر نکال کر سونگھا اور کہا میں نے آج تک ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا۔ انہوں نے راستہ میں چلتے ہوئے دو تین بار ایسا ہی کیا یہاں تک کہ کعب کو اطمینان ہو گیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آخر میں انہوں نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا دشمن خدا کو پرزے پرزے کر دو۔ سب نے یکبارگی اپنی تلواروں سے اس پر حملہ کر دیا لیکن تلواریں ایک دوسرے پر پڑیں اور اس پر پورا اثر نہ کیا۔ اللہ کے دشمن نے بڑی خوفناک چیخ ماری، چشم زدن میں ان کے اردگرد سب قلعوں پر آگ روشن کر دی گئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں: جب میں نے دیکھا کہ ہماری تلواریں اس پر کام نہیں کر رہیں تو میں نے اپنی تلوار کو لمبائی کے رخ کیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر ایسا زور لگایا کہ وہ اس کی پشت سے نکل گئی اور دشمن خدا ہلاک ہو گیا۔ ہم میں سے کسی کی تلوار حضرت حارث بن اوس بن معاذ کو لگی تھی جس سے ان کا سر یا پاؤں زخمی ہو گیا تھا پھر ہم وہاں سے نکلے اور بنی امیہ بن زید، بنی قریظہ اور بعاث کی بستیوں سے گزرتے ہوئے حرۃ العریض کے مقام پر پہنچ گئے۔ ہمارے ساتھی حضرت حارث بن اوس زخمی ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے، وہاں ہم ان کو ساتھ ملانے کے لئے رک گئے، تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی ہمارے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم سے آملے، آخر ہم نے انہیں اپنے اوپر اٹھا لیا اور لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آخر شب کا وقت تھا، رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ہم نے سلام عرض کیا، آپ باہر تشریف لائے۔ ہم نے آپ ﷺ کو دشمن خدا کے قتل اور اپنے ساتھی کے زخمی ہونے کی خبر دی پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور ہم نے بھی اپنے اپنے گھروں کا رخ کیا۔ اس روز دشمن خدا کے اس عبرت ناک انجام کو دیکھ کر تمام یہودی خوفزدہ ہو گئے اور اس کے بعد ہر یہودی کے دل میں مسلمانوں کا خوف رہتا۔

Marfat.com

ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس بارے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَغُودِرَ مِنْهُمْ كَعْبٌ صَرِيعًا فَذَلَّتْ بَعْدَ مَصْرَعِهِ النَّضِيرُ

''پس ان میں سے کعب کو پچھاڑ کر رکھ دیا گیا اور اسکے بچھڑنے کے بعد بنی نضیر ذلیل و خوار ہو گئے''۔

عَلَى الْكَفَّيْنِ ثَمَّ وَ قَدْ عَلَتْهُ بِأَيْدِينَا مُشْهَرَةٌ ذُكُورُ

''وہ وہاں ہتھیلیوں کے بل گرا پڑا تھا درآں حالیکہ ہمارے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی برہنہ تیز تلواریں اس پر چھائی ہوئی تھیں''۔

بِأَمْرِ مُحَمَّدٍ إِذْ دَسَّ لَيْلًا إِلَى كَعْبٍ أَخَا كَعْبٍ يَسِيرُ

''(یاد کرو) جب محمد (رسول اللہ ﷺ) کے حکم سے بنی کعب کا ایک شخص رات کے وقت خفیہ طور پر کعب (بن اشرف) کی طرف چلا جا رہا تھا''۔

فَمَاكَرَهُ فَأَنْزَلَهُ بِمَكْرٍ وَ مَحْمُودٌ أَخُو ثِقَةٍ جَسُورُ

''پس اس نے اس کے ساتھ خفیہ چال چلی اور خفیہ تدبیر سے اسے اتارا اور اپنی ذلت پر بھروسہ کرنے والا جرأت مند شخص قابل تعریف ہوتا ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ اشعار ان اشعار کا حصہ ہیں جو آپ نے غزوۂ بنی نضیر کے متعلق کہے۔ ہم ان شاء اللہ اس غزوہ کے واقعات میں ان اشعار کا ذکر کریں گے۔

ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لِلّٰهِ دَرُّ عِصَابَةٍ لَاقَيْتَهُمْ يَا ابْنَ الْحُقَيْقِ وَ أَنْتَ يَا ابْنَ الْأَشْرَفِ

''اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابن ابی الحقیق تم دوچار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی''۔

يَسْرُونَ بِالْبِيضِ الْخِفَافِ إِلَيْكُمْ مَرَحًا كَأُسْدٍ فِي عَرِينٍ مُغْرِفِ

''جبکہ وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لے کر تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے''۔

Marfat.com

حَتّٰی اَتَوْکُمْ فِیْ مَحَلِّ بِلَادِکُمْ فَسَقَوْکُمْ حَتْفًا بِبِیْضٍ ذُفَّفِ

''یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار تلواروں سے تمہیں موت کا جام پلا دیا''۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ فاویہ کے چند اشعار ذکر کیے، ان اشعار میں ہے: بِبِیْضٍ ذُفَّفِ، ذُفَّف ذَفِیف کی جمع ہے جس کا معنی ہے ہلکا اور تیز۔ یہ جمع خلافِ قیاس ہے کیونکہ فُعَّل تو فَاعِل کی جمع ہے لیکن ذفیف جب تلوار کی صفت ہو تو یہ تیز کاٹنے والی تلوار کے معنی میں ہوتا ہے۔

ان اشعار میں ہے فِی عَرِیْنٍ مُغْرَفِ۔ عَرِیْن شیر کی جھاڑی کو کہتے ہیں، اسے غریف بھی کہتے ہیں اور غریف کا معنی کثیر بھی ہے۔ لہٰذا یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ مغرف سے مراد شیروں کی کثرت ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں غریف کے معنی کی تاکید مراد ہو، جیسے کہا جاتا ہے: خَبِیْثٌ مُخْبِثٌ (پرلے درجے کا خبیث)۔

حضرت ابن اسحاق نے کعب کی دلہن کا یہ قول ذکر کیا: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ فِیْ صَوْتِهٖ الشَّرَّ۔ صحیح بخاری میں یہ قول اس طرح مذکور ہے: اِنِّیْ لَاَسْمَعُ صَوْتًا یَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ۔ ''بے شک میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں''۔

اس واقعہ میں مذکور ہے: مَا رَاَیْتُ عِطْرًا کَالْیَوْمِ۔ سیبویہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ مَا رَاَیْتُ کَعِطْرٍ اَرَاهُ الْیَوْمَ عِطْرًا۔ یعنی میں نے ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح اہل عرب کا محاورہ ہے: لَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ رَجُلًا۔ اس کا معنی ہے لَمْ اَرَ کَرَجُلٍ اَرَاهُ الْیَوْمَ رَجُلًا۔ یعنی میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہا ہوں۔ اس محاورہ میں کاف کے مجرور (رجل)، فعل اَرٰی اور اس کے فاعل اور مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ حذف کثیر ہے بلکہ کبھی صرف اتنا کہا جاتا ہے مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ اور اظہار تعجب کے لئے اس کے بعد کچھ بھی ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل عرب نے یہ حذف کثیر نہیں کیا بلکہ انہوں نے الیوم پر تعجب کو داخل کیا ہے کیونکہ ایام میں عجیب وغریب واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جن کی اہل عرب اپنے کلام کی نظم ونثر میں تعریف یا مذمت کرتے ہیں اور مخاطب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ بذاتِ خود یوم کی مذمت نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی بذاتِ خود یوم کوئی قابل تعجب چیز ہے۔ لہٰذا وہ اس چیز کی تفسیر اور بیان طلب کرتا ہے جس پر اظہار تعجب مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے بعد میں تمیز ذکر کی جاتی ہے تاکہ باعث تعجب چیز واضح ہو جائے۔ پس عطرًا

Marfat.com

مُسْتَنْصِرِيْنَ لِنَصْرِ دِيْنِ نَبِيِّهِمْ مُسْتَصْغِرِيْنَ لِكُلِّ اَمْرٍ مُجْحِفِ

"درآں حالیکہ ان کے پیش نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا واقعہ میں ان شاء اللہ اپنے مقام

کا لفظ تمیز کے طور پر منصوب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسے مِنْ کے ساتھ مجرور ذکر کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے کیونکہ اس پر اظہار تعجب کیا گیا ہے جیسے لَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ مِنْ رَجُلٍ۔

حضرت ابن اسحاق سے مروی حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابو نائلہ اور ان کے ساتھی رات کے وقت کعب کو لے کر چل رہے تھے تو کعب یہ اشعار کہنے لگا:

رُبَّ خَالٍ لِّيْ لَوْ اَبْصَرْتَهٗ سَبِطِ الْمِشْيَةِ اَبَّاءٍ اَنِفْ

"میرے کتنے ہی ایسے دوست ہیں کہ اگر تم انہیں دیکھتے تو (تمہیں معلوم ہوتا کہ) وہ سیدھی چال والے، خوددار اور غیرت مند ہیں"۔

لَيِّنِ الْجَانِبِ فِيْ اَقْرِبِهٖ وَ عَلَى الْاَعْدَاءِ كَالسُّمِّ الذُّعُفْ

"جو اپنے اقرباء میں نرم پہلو ہیں اور اپنے دشمنوں پر سم قاتل کی مانند ہیں"۔

وَ كِرَامٍ لَّمْ يَشِنْهُمْ حَسَبٌ اَهْلِ عِزٍّ وَ حِفَاظٍ وَّ شَرَفْ

"اور وہ ایسے شریف النسل ہیں کہ کوئی حسب انہیں عیب دار نہیں کر سکتا، وہ عزت، حفاظت اور شرف کے مالک ہیں"۔

يَبْذُلُوْنَ الْمَالَ فِيْمَا نَابَهُمْ لِحُقُوْقٍ تَعْتَرِيْهِمْ وَ عُرَفْ

"وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے حقوق اور اپنی چودھراہٹ کی وجہ سے ان مصائب میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں جو ان پر آ پہنچیں"۔

وَ لُيُوْثٍ حِيْنَ يَشْتَدُّ الْوَغٰى غَيْرَ اَنْكَاسٍ وَّ لَا مِيْلٍ كُشُفْ

"اور جب جنگ کا بازار گرم ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ شیروں کی مانند ہوتے ہیں جو نہ سر جھکاتے ہیں اور نہ شکست خوردہ ہو کر جھکتے ہیں"۔

فَهُمْ اَهْلُ سَمَاحٍ وَّ قِرًى وَ حِفَاظٍ لَّمْ يُعَانُوْا بِصَلَفْ

"پس وہ سخاوت، مہمان نوازی اور حفاظت کے مالک ہیں جنہوں نے کسی ڈینگ کو کبھی برداشت نہیں کیا"۔

Marfat.com

پر ذکر کروں گا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول "دُفَفِ" غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

محیصہ اور حویصہ کا واقعہ

حویصہ کا ایک یہودی کے قتل پر اپنے بھائی محیصہ کو ملامت کرنا پھر اسلام قبول کرنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حکم دے دیا کہ جب کوئی یہودی

سَكَنُوْا مِنْ يَثْرِبَ كُلَّ دُبّىٖ وَ سُهُوْلٍ حَيْثُ حَلُّوْا فِىْ اُنُفٍ

"انہوں نے یثرب کے ہر اس نشیب و فراز میں سکونت اختیار کی جہاں وہ سبزہ زار میں اترے"۔

وَهُمْ اَهْلُ مَشَارِيْبَ بِهَا وَ حُصُوْنٍ وَ نَخِيْلٍ وَ غُرَفٍ

"اور وہ اس مقام پر ہمیشہ سر سبز و شاداب رہنے والی زمینوں، قلعوں، نخلستانوں اور بالا خانوں کے مالک ہیں"۔

وَ لَهَا بِئْرٌ رَوَاءٌ جَمَّةٌ مَنْ يَرِدْهَا بِاِنَاءٍ يَغْتَرِفْ

"اور اس مقام پر ایک میٹھے اور کثیر پانی والا کنواں ہے جو بھی اس پر برتن لے کر وارد ہو تو وہ اپنا برتن بھر لیتا ہے"۔

وَ نَخِيْلٌ فِىْ تِلَاعٍ جَمَّةٌ تُخْرِجُ التَّمْرَ كَاَمْثَالِ الْاَكُفِّ

اور وہاں نشیبی زمین میں ایسا گھنا نخلستان ہے جو ہتھیلیوں کے برابر لمبی لمبی کھجوریں پیدا کرتا ہے۔

وَ صَرِيْرٌ مِنْ مَحَالٍ خِلْتَهٗ اٰخِرَ اللَّيْلِ مَهَارِيْجَ نُدُفٍ

"اور وہاں رہٹوں کی ایسی آواز ہے جسے سن کر یوں لگتا ہے جیسے آخر شب تیز دوڑنے والے گھوڑوں کو ہانکا جا رہا ہے"۔

تَدْلُجُ الْجُوْنُ عَلٰى اَكْتَافِهَا بِدِلَاءٍ ذَاتِ اَرْكَانٍ صُدُفٍ

"سیاہ اونٹ اپنے کندھوں پر ایسے ڈولوں کے ساتھ کنوؤں سے پانی نکالتے ہیں جو بہت سے کونوں اور کناروں والے ہیں"۔

كُلُّ حَاجَاتِىْ قَدْ قَضَّيْتُهَا غَيْرَ حَاجَاتِىْ فِىْ بَطْنِ الْجُرُفِ

"وادیٔ جرف کی حاجات کے علاوہ میں نے اپنی تمام حاجات پوری کر لی ہیں"۔

حضرت محیصہ اور یہودی کا قتل

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حویصہ سے چھوٹے تھے لیکن ان سے پہلے اسلام لائے۔

Marfat.com

تمہارے قابو میں آئے تو اسے زندہ نہ چھوڑنا۔ یہ فرمان سنتے ہی حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی تاجر ابن شنینہ کو تہ تیغ کر دیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ یہ محیصہ بن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ہیں اور اس یہودی کو ابن سبینہ بھی کہا جاتا ہے۔ (حضرت ابن اسحاق نے فرمایا) وہ یہودی تاجر کپڑے کا کاروبار کرتا تھا۔ حضرت محیصہ کا بڑا بھائی حویصہ ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا۔ جب حضرت محیصہ نے اس یہودی تاجر کو قتل کیا تو حویصہ نے انہیں مارنا شروع کر دیا اور کہنے لگا اے دشمن خدا! تو نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ تیرے پیٹ میں جو چربی ہے بخدا وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ یہ سن کر حضرت محیصہ نے جواب دیا: قسم بخدا! اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا ہے جو اگر مجھے تمہیں بھی قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اسی وقت تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ حویصہ نے کہا اگر محمد (ﷺ) مجھے قتل کرنے کا تمہیں حکم دیں تو کیا واقعی تم مجھے قتل کر دو گے؟ انہوں نے کہا: بے شک ذرا تامل نہ کروں گا اور تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ یہ سن کر حویصہ نے کہا: ''یہ دین تمہارے اندر اس حد تک سرایت کر چکا ہے، بڑی حیران کن بات ہے''۔ پھر حویصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے یہ واقعہ بنی حارثہ کے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا، اس نے حضرت محیصہ کی بیٹی سے اس نے اپنے باپ حضرت محیصہ سے روایت کیا۔

حضرت محیصہ نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے:

آپ نے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں حصہ لیا اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اہل فدک کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا۔ آپ ہی نے رسول اللہ ﷺ سے حجام کی اجرت کے متعلق سوال کیا تھا۔ جب آپ نے سوال میں اصرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: ''اس سے چارہ خرید کر اپنے پانی لانے والے اونٹ کو کھلا دو اور اسے اپنے تھیلے میں رکھ لو''۔ (جامع ترمذی: 1277، سنن ابن ماجہ 2166، مسند احمد 307/3، مؤطا امام مالک: 974)

حضرت محیصہ کا قول ہے: مَا بَيْنَ وَ مَأرِبِ۔ بصری شام میں ہے اور مارب یمن میں ہے جہاں قوم سبا کا ڈیم تھا۔ مارب قوم سبا کے ایک محل کا نام ہے۔ حضرت مسعودی نے کہا مارب قوم سبا کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے ترکوں کے بادشاہ کا لقب خاقان، ایران کا کسریٰ، روم کا قیصر اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا۔

Marfat.com

يَلُوْمُ ابْنُ اُمِّیْ لَوْ اُمِرْتُ بِقَتْلِهٖ لَطَبَّقْتُ ذِفْرَاهُ بِاَبْيَضَ قَاضِبِ

"میری ماں کا بیٹا (میرا بھائی) مجھے (ابن سنینہ کے قتل پر) ملامت کرتا ہے حالانکہ اگر مجھے خود اس کے قتل کا بھی حکم دیا جاتا تو میں اس کے کانوں کی پچھلی دونوں ہڈیوں کو تیز کاٹنے والی تلوار کے ساتھ کاٹ دیتا"۔

حُسَامٍ کَلَوْنِ الْمِلْحِ اُخْلِصَ صَقْلُهٗ مَتٰی مَا اُصَوِّبْهُ فَلَيْسَ بِكَاذِبِ

"ایسی تلوار کے ساتھ جو نمک کے رنگ کی طرح ہوتی اور اسے اچھی طرح صیقل کیا گیا ہوتا، جب میں اس کے ساتھ وار کرتا تو وہ خطا نہ کرتی"۔

وَ مَا سَرَّنِیْ اَنِّیْ قَتَلْتُكَ طَائِعًا وَ اَنَّ لَنَا مَا بَيْنَ بُصْرٰی وَ مَأْرِبِ

"(اے میرے بھائی!) مجھے کیا خوشی ہوگی کہ میں تجھے رضامندی سے قتل کر دوں اور ہم دونوں کے درمیان بصری اور مارب جتنی دوری ہو جائے"۔

حویصہ کے قبولِ اسلام کی دوسری روایت

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے حضرت ابو عبیدہ نے بیان کیا انہوں نے حضرت ابوعمرو مدنی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ پر فتح یاب ہوئے تو ان میں سے تقریباً چار سو یہودیوں کو گرفتار کر لیا جو قبیلہ خزرج کے خلاف قبیلہ اوس کے حلفاء تھے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بنوخزرج ان کی گردنیں اڑا کر خوش ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ بنی خزرج کے چہرے تو خوشی سے لبریز ہیں لیکن بنی اوس کی یہ صورت حال نہیں۔ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبیلہ اوس اور قریظہ کے درمیان معاہدۂ دوستی ہے اور بنی قریظہ کے صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے ہیں۔ آپ نے ان بارہ آدمیوں کو اوس کے حوالے کر دیا اور قریظہ کا ایک آدمی اوس کے دو آدمیوں کے حوالے کر کے حکم دیا کہ ایک اس پر تلوار چلائے اور دوسرا اسے جان سے مار

حُوَیِّصَه حَوْصَة کی تصغیر ہے جو کہ حُصْتُ الثَّوْبَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے میں نے کپڑا سیا۔

محیصہ اور حویصہ کے واقعہ میں ابن سنینہ کا ذکر آیا ہے جسے قتل کیا گیا۔ سنینہ گویا سن کی تصغیر ہے۔ حضرت ابن ہشام نے اس کا نام باء کے ساتھ سبینہ ذکر کیا ہے۔ یہ گویا سبنیة کی ترخیم کر کے اس سے تصغیر بنائی گئی ہے۔ صاحب العین نے کہا السبنیة ایک پودے کا نام ہے اور شنینة شین منقوطہ کے

Marfat.com

ڈالے۔ان بارہ یہودیوں میں ایک بنی قریظہ کا سردار کعب بن یہوذا بھی تھا۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محیصہ بن مسعود اور حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہما کے حوالے کیا۔

یہ وہی ابو بردہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ میں چھ ماہ کا بکرا ذبح کرنے کی اجازت دی تھی۔آپ ﷺ نے حکم دیا پہلے محیصہ اس پر تلوار کا وار کرے پھر ابو بردہ اس زخمی کو جان سے مار ڈالے۔ چنانچہ حضرت محیصہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور حضرت ابو بردہ نے دوسرا وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔حویصہ جو اس وقت کافر تھا، اس نے اپنے بھائی محیصہ سے کہا: کیا تم نے کعب بن یہوذا کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک۔ حویصہ کہنے لگا: بخدا تیرے پیٹ میں جو چربی ہے وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔اے محیصہ بے شک تو بڑا کمینہ شخص ہے۔ یہ سن کر حضرت محیصہ نے جواب دیا: اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا جو اگر مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیں تو میں تمہیں بھی فوراً قتل کر دوں گا۔حویصہ ان کی اس بات پر متعجب ہوا اور گھر جا کر رات بھر اسی فکر میں جاگتا رہا، یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو کہنے لگا قسم بخدا! بلا شبہ یہ سچا دین ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ کی بحران تشریف آوری اور غزوۂ احد کی درمیانی مدت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غزوۂ بحران سے واپس تشریف لا کر جمادی الاخریٰ، رجب، شعبان اور رمضان کے چار مہینے مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد شوال 3ھ میں قریش کے ساتھ غزوۂ احد پیش آیا۔

ساتھ یہ صقلاب بن شنینہ کے والد کا نام ہے جنہوں نے حضرت نافع بن ابی نعیم کے پاس قراءت پڑھی۔ان کا کہنا ہے کہ مجھے حضرت نافع نے فرمایا: حاء، خاء، عین، غین، ھاء اور الف کے پاس نون میں اظہار کیا کرو۔

Marfat.com

غزوۂ احد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد کا واقعہ یوں ہے جیسا کہ میرے سامنے حضرت محمد بن مسلم زہری، حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ، حضرت حصین بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن معاذ اور ہمارے دیگر علماء نے بیان کیا۔ ان سب نے غزوۂ احد کے واقعہ کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا۔ غزوۂ احد کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے یہ ان سب کے بیانات کا مجموعہ ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی انگیخت

جب کفار قریش کو غزوۂ بدر میں شکست فاش ہوئی اور وہ اس مصیبت سے دوچار ہوئے کہ ان کے کثیر لوگوں کو قتل کر کے کنویں میں پھینک دیا گیا اور ان کا لشکر مکہ کی طرف لوٹا۔ نیز ابوسفیان بن حرب بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر مکہ پہنچ گیا تو ایک روز عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی

غزوۂ احد

جبل احد کی فضیلت

احد مدینہ منورہ کا مشہور و معروف پہاڑ ہے، اسے احد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسرے پہاڑوں سے ہٹ کر ایک الگ تھلگ مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں (هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ) اس حدیث کے معنی میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: بعض کا قول ہے کہ پہاڑ سے مراد پہاڑ والے ہیں اور وہ انصار ہیں۔ بعض کا قول ہے آپ کی مراد یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ پہاڑ آپ کو اس بات کی خوشخبری دیتا کہ آپ اپنے گھر والوں کے قریب آ گئے ہیں اور عنقریب ان سے ملاقات کریں گے اور یہ ایک محبت کا فعل ہے۔ اس اعتبار سے آپ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے یعنی اس میں محب کا فعل پایا جاتا ہے۔ لیکن بعض علماء نے فرمایا جبل احد کی محبت سے مراد حقیقی محبت ہے اور ایک پہاڑ میں محبت کا وجود ایسے ہی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنے والے پہاڑوں میں تسبیح کا وجود تھا یا جیسے ان پتھروں میں خشیت الٰہی کا وجود ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

جہل، صفوان بن امیہ اور قریش کے چند دیگر افراد جن کے باپ، بیٹے یا بھائی بدر میں قتل ہوئے تھے، ابوسفیان اور ان لوگوں کے پاس گئے جن کا اس تجارتی قافلہ میں حصہ تھا اور انہیں کہا: ''اے گروہِ قریش! بے شک محمد (ﷺ) نے تمہیں تباہ کر دیا ہے اور تمہارے چوٹی کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اس لئے اس (حضور ﷺ) کے ساتھ جنگ کے اخراجات کے لئے ہمارے ساتھ اس تجارتی قافلہ کے مال کے ذریعے تعاون کرو تا کہ ہم ان لوگوں سے اپنے خون کا بدلہ لے سکیں جنہوں نے ہمیں یہ ہزیمت دی''۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے متعلق نازل کردہ آیت کریمہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جیسا کہ میرے سامنے بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝ (الانفال)

''بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعث حسرت وافسوس۔ پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے''۔

فرمایا: وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (بقرہ: 74) ''اور کئی پتھر ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں خوف الٰہی سے''۔ اور آثار مسندہ میں ہے کہ قیامت کے دن جبل احد جنت کے دروازے کے پاس اندر کی جانب ہوگا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ یہ باب جنت کا رکن ہوگا اسے حضرت ابن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ اور المسند میں حضرت ابوعبس بن جبر کے طریق سے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا أُحُدٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ وَ هُوَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، قَالَ وَعَيْرٌ يُبْغِضُنَا وَ نُبْغِضُهُ وَ هُوَ عَلَى بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ النَّارِ ''احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ جنت کے دروازے کے پاس ہوگا اور فرمایا: عیر ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے پاس ہوگا''۔ جبل احد کے باب جنت کے پاس ہونے کی تائید حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ''انسان کا انجام اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی'' اور جبل احد کے بارے

Marfat.com

قریش کا جنگ پر اتفاق

جب ابوسفیان بن حرب اور تجارتی قافلہ کے شرکاء نے مالِ تجارت کو جنگ کی تیاری میں خرچ کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو سارے قریش قبائل کنانہ اور اہل تہامہ وغیرہ میں سے اپنے حلفاء سمیت رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے معاملہ میں متفق ہو گئے۔ ابوعزہ عمرو بن عبداللہ جمحی وہ شخص تھا جس پر بدر کے روز رسول اللہ ﷺ نے احسان فرمایا تھا۔ وہ بہت غریب اور کئی بچوں کا باپ تھا۔ جب وہ بدر کے قیدیوں میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو کہنے لگا میں بہت تنگدست ہوں اور کئی بچوں کا باپ ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے مال کی بہت سخت ضرورت ہے اس لئے آپ مجھ پر احسان فرمائیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فدیہ لیے بغیر رہا فرما دیا تھا۔ اس ابوعزہ کو صفوان بن امیہ نے کہا اے ابوعزہ! تم ایک شاعر آدمی ہو، اپنی زبان کے ساتھ لوگوں کو جنگ پر آمادہ کر کے ہماری مدد کرو۔ اس نے کہا مجھ پر محمد (ﷺ) نے احسان کیا تھا اس لئے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ صفوان کہنے لگا اچھا پھر اپنی جان کے ساتھ ہماری مدد کرو اور صرف خود جنگ میں شرکت کرو، میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم صحیح وسلامت واپس آ گئے تو تمہیں غنی کر دوں گا اور اگر تم مارے گئے تو تمہاری اولاد کی اپنی اولاد کے ساتھ پرورش کروں گا، جو تنگی اور آسانی میری اولاد کو ہو گی وہی تیری اولاد کو ہو گی۔ یہ سن کر ابوعزہ آمادہ ہو گیا اور تہامہ میں جا کر بنی کنانہ کو جنگ پر برانگیختہ کرنے لگا اور ان کے سامنے یہ اشعار کہنے لگا:

اِیهًا بَنِیْ عَبْدِ مَنَاةَ الرُّزَّامْ   اَنْتُمْ حُمَاةٌ وَ اَبُوْکُمْ حَامْ

میدانِ رزام میں جم کر لڑنے والے بنی عبد مناۃ! تم بڑے محافظ ہو اور تمہارا باپ بھی محافظ تھا۔

میں حضور ﷺ نے فرمایا یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ۔ اس لئے اس کا جنت میں ہونا بعید از امکان نہیں۔ یہ سب آثار ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

اسم جبل احد کی اغراضِ توحید کے ساتھ موافقت

حضور نبی کریم ﷺ کو ہر اچھا نام پسند تھا۔ جو نام احدیت سے مشتق ہو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی نام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کا نام احد جو احدیت سے مشتق ہے اس لئے رکھا تاکہ اس کی اللہ تعالیٰ کے نام (اَحَد) کے ساتھ مشابہت ہو جائے کیونکہ اس پہاڑ پر رہنے والوں نے یعنی انصار مدینہ

Marfat.com

لَا تَعِدُوْنِی نَصْرَکُمْ بَعْدَ الْعَامْ   لَا تُسْلِمُوْنِی لَا یَحِلُّ اِسْلَامْ

"اس سال کے بعد تم میرے ساتھ اپنی مدد و نصرت کا وعدہ نہ کرنا، اب ہمیں دشمن کے حوالے مت کرو کیونکہ ایسا کرنا کسی طرح مناسب نہیں"۔

اور مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جمح نے بنی مالک بن کنانہ کے پاس جا کر انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر برانگیختہ کیا اور اس کی دعوت دی۔ اس نے انہیں یہ اشعار کہے:

یَا مَالِ مَالِ الْحَسَبِ الْمُقَدَّمِ   اَنْشُدُ ذَا الْقُرْبٰی وَ ذَا التَّذَمُّمِ

"اے بنی مالک! اس پہلی شرافت و غیرت کو کیا ہو گیا ہے کہ میں کبھی اس قرابتدار کو اور کبھی اس ذمہ دار آدمی کو تلاش کرتا ہوں"۔

مَنْ کَانَ ذَا رُحْمٍ وَ مَنْ لَمْ یَرْحُمِ   اَلْحِلْفَ وَسْطَ الْبَلَدِ الْمُحَرَّمِ

عِنْدَ حَطِیْمِ الْکَعْبَۃِ الْمُعَظَّمِ

"(مجھے بتاؤ) رحم اور ہمدردی کرنے والے کون تھے؟ اور کعبہ معظمہ کے مقام حطیم کے نزدیک حرمت والے شہر (مکہ) کے درمیان کس نے ہمدردی نہیں کی تھی؟ (تمہیں لوگوں نے کی تھی، اب کیا ہو گیا ہے؟)"

جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی تھا۔ یہ چھوٹے نیزے سے وار کرنے میں بہت ماہر تھا، اس کا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا۔ جبیر نے اسے بلا کر کہا لوگوں کے ساتھ جنگ کی طرف نکل، اگر تو نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو تو آزاد ہو گا۔

نے توحید اور رسولِ توحید کی مدد کرنی تھی جو رسول توحید اپنی ظاہری اور باطنی حیات میں اس پہاڑ کے قریب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ ہر چیز طاق استعمال فرماتے اور اپنے ہر معاملہ میں اسے پسند فرماتے تاکہ احدیت کا احساس اجاگر ہو۔ جبل احد کا نام بھی آپ ﷺ کے ان اغراض و مقاصد کے موافق تھا اور آپ ﷺ نے بہت سے مقامات اور بے شمار انسانوں کے نام ناپسند کرتے ہوئے ان کو بدل ڈالا اور جو نام آپ نے ان کے لئے پسند فرمائے ان کے ساتھ جبل احد کا نام بہت موافقت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ احدیت سے بھی مشتق ہے اور اُحُد کے حروف کی حرکات رفع کے ساتھ ہیں جو کہ دین توحید کی عظمت اور رفعت شان کا شعور دلاتی ہیں۔ لہٰذا جبل احد

Marfat.com

لشکر قریش کی روانگی اور خواتین کی معیت

کفارِ قریش جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ آہنی اسلحہ سے لیس ہو کر اپنے سورماؤں کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ بنی کنانہ اور اہل تہامہ سے ان کے حلیف بھی شریک تھے۔ وہ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ لے گئے تاکہ ان کی حفاظت کی خاطر میدانِ جنگ سے بھاگنے کا کوئی تصور بھی نہ کر سکے۔ چنانچہ قائد الجیش ابوسفیان بن حرب اپنی بیوی ہند بنت عتبہ کو، عکرمہ بن ابی جہل، ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ کو، حارث بن ہشام بن مغیرہ، فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ کو، صفوان بن امیہ، برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفیہ کو جو عبداللہ بن صفوان بن امیہ کی ماں تھی، عمرو بن عاص ریطہ بنت منبہ بن حجاج کو جو عبداللہ بن عمرو کی ماں تھی اور طلحہ بن ابی طلحہ عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار، سلافہ بنت سعد بن شہید انصاریہ کو جو طلحہ کے تین بیٹوں مسافع، جلاس اور کلاب کی ماں تھی جو اپنے باپ کے ساتھ کٹ کر مر گئے تھے، اپنے ہمراہ لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ بنی مالک بن حسل کی ایک عورت خناس بنت مالک بن مضرب اپنے بیٹے ابوعزیز بن عمیر کے ہمراہ نکلی۔ یہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ماں تھی اور بنی حارث بن عبد مناۃ بن کنانہ کی ایک عورت عمرہ بنت علقمہ بھی جنگ کی طرف نکلی۔ ہند بنت عتبہ جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی یا وہ اس کے پاس سے گزرتا تو وہ اسے یہ کہہ کر شہ دلاتی: "واہ واہ، اے ابودسمہ! ہمیں بھی شفا دو اور خود بھی شفا

کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت اسم اور مسمی دونوں کے لحاظ سے ہے، اس لئے آپ ﷺ نے تمام پہاڑوں میں سے اسی کو مخصوص فرمایا کہ وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوگا جبکہ دیگر پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر غبار بن کر بکھر جائیں گے۔ نیز جبل احد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر انور ہے۔ اسی پہاڑ پر آپ کا وصال ہوا اور اسی پر آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دفن کیا۔ یہ دونوں پیغمبر حج یا عمرہ کے سفر میں اس پہاڑ سے گزرے تھے۔ کتاب فضائل المدینہ میں اسی معنی کی ایک حدیث بھی مذکور ہے جسے حضرت زبیر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے حفیظہ کی تلاش میں قریش کے ظعن میں چلنے کا ذکر کیا ہے۔ حفیظہ کا معنی ہے غیرت کی وجہ سے آنے والا غصہ۔ کہا جاتا ہے اُحفِظَ الرَّجُلُ۔ یعنی آدمی کو غیرت کا غصہ دلایا گیا۔

Marfat.com

پاؤ" یہ ابو سمہ وحشی کی کنیت تھی۔ لشکر کفار مدینہ منورہ کی طرف بڑھتا چلا آیا یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ کے سامنے وادیٔ قناۃ کے وسط میں ایک پہاڑ کے قریب دو چشموں کے پاس خیمہ زن ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو لشکر کفار کی چڑھائی کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: "میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا، میں نے ایک گائے دیکھی ہے اور اپنی تلوار کے دندانے دیکھے ہیں، میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں ڈالا ہے، میرے نزدیک زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے ایک گائے کو دیکھا جس کو ذبح کیا گیا۔ گائے سے مراد تو میرے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور جو دندانے میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دیکھے ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص قتل کیا جائے گا"۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے خواب کا ذکر کیا ہے جب آپ ﷺ نے ایک گائے دیکھی جسے آپ ﷺ کے پاس ذبح کیا گیا اور آپ نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے دیکھے۔
سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ وَاللّٰهُ خَیْرًا رَاَیْتُ بَقَرًا۔ جبکہ دیگر کتب میں یوں مذکور ہے: رَاَیْتُ بَقَرًا تُنْحَرُ وَاللّٰهُ خَیْرٌ۔ اس میں خیر کی وضاحت یوں کی گئی ہے: مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَیْرِ یَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز عطا فرمائی، اگرچہ غزوۂ بدر غزوۂ احد سے پہلے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی خیر کے ساتھ مسلمانوں کو نفع پہنچایا جو بدر کے روز عطا فرمائی کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لئے تسلی اور حوصلہ افزائی کا سامان تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس خواب کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا: اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا (آل عمران:165) "کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی"۔ صحیح بخاری میں اس خیر کا یہ مفہوم مذکور ہے مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَیْرِ بَعْدَ بَدْرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے بعد عطا فرمائی۔ اور صحیح مسلم میں ہے وَاِذَا الْخَیْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدُ وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِیْ اَتَانَا اللّٰهُ بِهٖ یَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے عطا فرمائی سچائی کا اجر جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بدر کے روز عطا فرمایا۔ اس روایت میں سب سے کم اشکال ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر ٹھہرو اور کفار کو اسی جگہ رہنے دو جہاں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ اگر وہ باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم شہر کے اندر ہی ان سے لڑائی کریں گے''۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کی رائے بھی رسول اللہ ﷺ کی رائے کے موافق تھی اور یہی چاہتا تھا کہ مسلمان باہر نکل کر نہ لڑیں اور رسول اللہ ﷺ بھی شہر سے باہر نکلنے کو ناپسند فرما رہے تھے لیکن مسلمانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے بدر میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور جنہیں غزوۂ احد وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے شرف شہادت بخشا تھا، انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں لے کر دشمنانِ حق کے سامنے چلئے، وہ یہ نہ خیال کریں کہ ہم بزدل اور کمزور ہیں''۔ عبداللہ بن ابی بولا یا رسول اللہ ﷺ! شہر ہی میں ٹھہریئے باہر نہ نکلئے، قسم بخدا! جب بھی شہر سے باہر نکل کر ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا ہے ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے اور جب بھی دشمن نے شہر میں داخل ہو کر ہم سے جنگ کی ہے تو انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس لئے یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو چھوڑ یئے، اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو ہمارے مرد نوجوان اپنی تلواروں کے ساتھ ان کے چہروں کو زخمی کر دیں گے اور ہماری عورتیں اور بچے ان پر چھتوں سے پتھر برسائیں گے اور اگر وہ پیٹھ پھیر گئے تو ویسے ہی

مؤلف کتاب حضرت ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جہاں تک گائے کا تعلق ہے تو اس سے مراد وہ اصحاب ہیں جو مسلح ہو کر دشمن سے باہر نکل کر مقابلہ کے خواہش مند تھے۔ اس طرح کا خواب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی دیکھا تھا۔ اس کی تاویل یہ تھی کہ جنگ جمل میں آپ کے ساتھ بہت سے اصحاب قتل ہوئے۔

حضور کریم ﷺ کا ارشاد ہے: وَاللّٰهُ خَيْرٌ۔ اس کا معنی ہے رَاَيْتُ بَقَرًا تُنْحَرُ وَ رَاَيْتُ هٰذَا الْكَلَامَ۔ یعنی میں نے ایک گائے دیکھی جسے ذبح کیا جا رہا ہے اور اس کلام وَاللّٰهُ خَيْرٌ کو دیکھا، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کے دل میں کلام کا ایک نمونہ آتا ہے جسے وہ اپنی قوت وہمیہ کے ساتھ اس طرح دیکھتا ہے جیسے اشیاء کی صورت دیکھی جاتی ہے۔ قوت بصارت کے ذریعے تو چیزیں ذہن اور خارج دونوں میں پہچانی جاسکتی ہیں لیکن نیند میں دکھائی دینے والی اشیاء اکثر خیالی اور

Marfat.com

ناکام ونامراد واپس لوٹیں گے جیسے آئے تھے۔ مگر وہ لوگ جنہیں باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا شوق تھا، اسی بات پر رسول اللہ ﷺ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ کے مطابق جنگی لباس زیب تن فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن تھا، آپ ﷺ نے نمازِ جمعہ ادا فرمائی، اس روز انصار کے قبیلہ بنی نجار کے ایک شخص کا وصال ہو گیا جس کا نام مالک بن عمرو تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی پھر مسلمانوں کے پاس تشریف لے گئے۔ لوگ اپنی رائے دینے پر شرمندہ تھے، انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے، ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ ہمیں ایسا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے اگر آپ چاہیں تو شہر کے اندر ہی تشریف فرما رہیں۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی نبی کو یہ زیبا نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر اتار دے جب تک دشمن کے ساتھ جنگ آزمانہ ہو جائے''۔ پھر رسول اللہ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز باجماعت پڑھانے کے لئے مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

منافقین کی واپسی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جب لشکر اسلام مدینہ منورہ اور احد کے درمیان شوط کے مقام پر پہنچا تو عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ایک تہائی حواریوں کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو کر واپس جانے لگا۔ اس وقت وہ بڑبڑایا تھا کہ ''انہوں نے نادان لوگوں کا کہنا مانا ہے اور میرے

مثالی ہوتی ہیں اور کبھی کبھی اپنے ظاہر پر بھی ہوتی ہیں لیکن دل میں کھٹکنے والا کلام جسے انسان قوتِ وہمیہ کی سماعت کے ساتھ سنتا ہے وہ اپنے ظاہر پر ہی ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص یہ سنے اَنْتَ سَالِمٌ اَوِ اللّٰهُ غَفَرَ لَكَ یا اس کے مشابہ کلام تو اس کے ظاہری معنی کے سوا اس کا اور کوئی معنی نہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا: اَنَّ فَرَسًا ذَبَّ بِذَيْلِهٖ فَاَصَابَ كُلَّابَ سَيْفٍ فَاسْتَلَّهٗ (ایک گھوڑے نے اپنی دم زور سے ہلائی، وہ ایک تلوار کے کلاب پر لگی تو اسے برہنہ کر دیا)۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کلاب السیف اس لوہے کو کہتے ہیں جس کا کنارہ مڑا ہوا ہو اور یہ وہ لوہا ہوتا ہے جو نیام کے ساتھ ملا ہوتا ہے اور کتاب العین میں ہے کہ کلاب تلوار کے دستے کے کیل کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

مشورے کو مسترد کر دیا ہے۔ اے لوگو! ہم بلا وجہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں کیوں پھینکیں''۔ چنانچہ وہ اپنے منافق حواریوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ بنی سلمہ کے ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام ان کے پیچھے آئے اور کہا ''اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کو ایسے نازک وقت میں نہ چھوڑو جبکہ ان کا دشمن میدان میں آ موجود ہوا ہے''۔ انہوں نے کہا: ''اگر جنگ ہونے کا امکان ہوتا تو ہم ہرگز واپس نہ جاتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جنگ نہیں ہوگی''۔ جب منافقین نے آپ کی بات نہ مانی اور واپس جانے پر مصر رہے تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ کے دشمنو! جاؤ خدا تمہیں برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تم سے بے نیاز کر دے گا''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: زیاد نے ذکر کیا کہ حضرت محمد بن اسحاق نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ انصار نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو ہم اپنے یہود حلفاء سے مدد طلب کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ سے نیک شگون لینا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی حارثہ کے پتھریلے میدان میں چل رہے تھے تو ایک گھوڑے نے اپنی دم ہلائی جو ایک تلوار کے قبضے کی میخ کو لگی، اس تلوار کا تسمہ کھل گیا جس سے تلوار برہنہ ہوگئی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا کُلَّابَ سَیْف کے بجائے کُلَّابَ سیف بھی کہا گیا ہے۔

الفأل والطيرة

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْفَأْلَ وَلَا يَعْتَافُ (رسول اللہ ﷺ فالِ نیک کو پسند فرمائے اور فالِ بد کو ناپسند فرماتے)۔ يَعْتَافُ اَلْعِيَافَةُ (فال پکڑنا) سے مشتق ہے۔ مذکورہ کلام کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ العیافۃ صرف فالِ بد کے لئے بولا جاتا ہے اور اَلْفَأْل فالِ نیک کے لئے، لیکن کبھی کبھی فالِ بد کے لئے بھی الفأل کا لفظ آتا ہے اور الطیرۃ کا لفظ پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں فالوں کے لئے آتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طیرہ سے منع فرمایا اور فرمایا بہتر طیرہ فال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طیرہ کی کئی

Marfat.com

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ فال نیک لینے کو پسند فرماتے اور فال بد کو ناپسند فرماتے تھے: ''اپنی تلوار کو نیام میں رکھ لو، میرا خیال ہے آج تلواریں ضرور سونتی جائیں گی''۔

مسلمانوں کا مربع کے مکان سے گزر اور اس کی بدسلوکی

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''کون شخص ہے جو ہمیں ٹیلے کی ایسی جانب سے لے جائے کہ ہمیں کافر نہ دیکھ سکیں''۔ حضرت ابو خیثمہ جن کا تعلق بنی حارث بن حارث سے تھا، نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں''۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کو بنی حارثہ کے پتھریلے میدان اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے لے کر گزرے یہاں تک کہ مربع بن قیظی کے چشمہ پر پہنچے۔ یہ بد باطن منافق تھا۔ اسے جب رسول اللہ ﷺ کے مسلمانوں کی معیت میں وہاں سے گزرنے کا پتہ چلا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے چہروں پر پھینکنے لگا اور بولا: ''اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپ میرے مکانوں کے درمیان سے گزریں''۔ اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور کہا: ''اے محمد (ﷺ) قسم بخدا! اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ مٹی آپ کے سوا کسی دوسرے شخص پر نہیں پڑے گی تو میں اسے آپ کے چہرے پر پھینک دیتا''۔ اس پر لوگ دوڑے کہ اس گستاخ کو قتل کر دیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو (یہ معذور

صورتیں ہیں اور سب سے بہترین صورت فال ہے اور لفظ طیرہ نیک شگونی اور بد شگونی دونوں کا حامل ہے کیونکہ یہ الطیر سے مشتق ہے اور اہل عرب کا قول ہے: جَرٰی لَهُ الطَّائِرُ بِخَیْرٍ وَّ جَرٰی لَهُ بِشَرٍّ یعنی فلاں کی نیک فال نکلی اور فلاں کی بد۔ اور قرآن کریم میں ہے: وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ (اسراء:13) ''اور ہر انسان کی (قسمت کا) نوشتہ اس کے گلے میں ہم نے لٹکا رکھا ہے''۔

اس واقعہ میں حضور کریم ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے فَاِنِّیْ اَرَی السُّیُوْفَ سَتُسَلُّ الْیَوْمَ۔ (میرا خیال ہے کہ آج تلواریں ضرور سونتی جائیں گی)۔ یہ ارشاد اس بات کی تائید کرتا ہے کہ فراست سے کوئی چیز معلوم کرنا اور فال پکڑنا ایک جائز امر ہے مکروہ نہیں ہے، لیکن فال سے حاصل ہونے والا علم قطعی نہیں سوائے اس کے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کا کلام ہو۔ اس کے متعلق ہم نے چاہ زمزم اور سفید کوے کے چونچیں مارنے کے واقعہ میں بحث کی ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور اس حکمت کی پہچان کے لئے غور و فکر کرنا عبادت ہے۔

Marfat.com

ہے) اس کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں، اس کا دل بھی اندھا ہے"۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے سے پہلے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ آپ نے اپنی کمان مار کر اس کا سر پھوڑ دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: وہاں سے گزر کر رسول اللہ ﷺ نے جبل احد کے قریب وادی کے کنارے ایک گھاٹی میں پڑاؤ کیا اور اپنے لشکر کی پشت احد کی طرف کر کے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی بھی لڑائی کا آغاز نہ کرے جب تک میں حکم نہ دوں"۔ قریش نے مسلمانوں کے لشکر کے قریب صمغہ کے مقام پر موجود کھیتوں میں اپنے اونٹ اور گائیں چرانے کے لئے چھوڑ دیے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ کا آغاز کرنے سے منع فرمایا تو قریش کی اس

غزوۂ احد کے روز کم سن مجاہدین

حضرت ابن ہشام نے غزوۂ احد میں شرکت کے خواہش مند کم عمر مجاہدین کا ذکر کیا ہے جن میں سے بعض کو رسول اللہ ﷺ نے واپس لوٹا دیا، مثلاً حضرات براء بن عازب، اسید بن ظہیر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ لیکن ان میں سے حضرت عرابہ بن اوس بن قیظی کا ذکر نہیں کیا جبکہ ایک طائفہ نے انہیں بھی ان میں شامل کیا ہے جیسے قتیبی نے کتاب المعارف میں انہی عرابہ کے متعلق شماخ کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

إِذَا مَا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ تَلَقَّاهَا عَرَابَةُ بِالْيَمِينِ

جب بھی بزرگی کا کوئی جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام لیتا ہے"۔

"حضرت عرابہ کا ایک بھائی ہے جن کا نام کباثہ ہے۔ انہیں بھی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ غزوۂ احد کے روز واپس بھیجے جانے والے کم سن مجاہدین میں سے ایک حضرت سعد بن حبتہ ہیں۔ یہ اپنی ماں کے نام سے مشہور ہیں جن کا پورا نام حبتہ بنت مالک انصاریہ ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام بجیر ہے جن کا تعلق قبیلہ بجیلہ سے ہے۔ حضرت سعد کو بھی رسول اللہ ﷺ نے صغر سنی کی وجہ سے واپس بھیج دیا لیکن خندق کے روز آپ ﷺ نے انہیں خوب داد شجاعت دیتے ہوئے دیکھا تو اپنے پاس بلا کر ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور ان کے لئے ان کی اولاد اور نسل میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ چالیس بھتیجوں کے چچا، چالیس بھائیوں کے بھائی اور بیس بیٹوں کے باپ بنے۔ انہی کی اولاد سے حضرت امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن حبیش بن سعد بن حبتہ پیدا ہوئے۔

Marfat.com

حرکت کو دیکھ کر ایک انصاری نوجوان نے عرض کی: ''قریش تو بنی قیلہ کی کھیتیاں چرا رہے ہیں اور ہم نے ابھی تک مدافعت نہیں کی''۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے لئے لشکر کی صف بندی کی۔ لشکر اسلام کی تعداد سات سو تھی جن میں سے پچاس تیر انداز نوجوان تھے، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر اندازوں کا قائد مقرر فرمایا جو اس روز سفید لباس میں ملبوس تھے، آپ ﷺ نے انہیں یہ ہدایت فرمائی ''اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا تا کہ ہمارے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں اور ہم خواہ فتح یاب ہوں یا شکست سے دوچار ہوں تم اپنے مورچے پر ڈٹے رہنا،

کچھ ہند بنت عتبہ کے اشعار کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق نے ہند بنت عتبہ کا یہ قول ذکر کیا ہے:

وَيْهًا بَنِیْ عَبْدِ الدَّارِ

ویھاً کا کلمہ کسی کام پر برانگیختہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ کسی راجز کا قول ہے:

وَ هُوَ اِذَا قِيْلَ لَهُ وَيْهًا فُلْ فَاِنَّهُ مُوَاشِكٌ مُسْتَعْجِلُ

''اور جب اسے کہا جائے واہ وا! دشمن کو شکست سے دوچار کر دو تو وہ بہت تیزی اور جلدی سے دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہے''۔

اور رہا وَاھًا کا کلمہ تو اس کا مفہوم تعجب ہے اور اِيْهًا کا معنی ہے معاملہ اپنے ہاتھ میں ہونا۔

ہند کا قول ہے اِنْ تَقْبَلُوْا نُعَانِقِ۔ کہا جاتا ہے کہ ہند نے یہ رجز بطور مثال ذکر کیا تھا۔ اصل میں یہ رجز ہند بنت طارق بن بیاضہ ایادیہ کا ہے۔ اس نے یہ رجز ایاد کے لئے حرب فرس میں کہا تھا۔ اسی بناء پر اس نے کہا تھا بَنَاتِ طَارِقْ۔ یہ اختصاص کے طریقے پر منصوب ہے جیسے کسی شاعر نے کہا:

نَحْنُ بَنِیْ ضَبَّةَ اَصْحٰبُ الْجَمَلْ

''ہم خصوصاً بنی ضبہ اونٹوں والے ہیں''۔

اور اگر طارق سے اس کی مراد ستارہ ہو تو بنات مرفوع ہوگا کیونکہ وہ مبتدا کی خبر ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم ستاروں کی مانند بلند مرتبہ اور شریف زادیاں ہیں۔ میرے نزدیک یہ تاویل بعید از حقیقت ہے کیونکہ ستارے کو طارق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ رات کو طلوع ہوتا ہے اور اس معنی میں بلندی اور علو کا کوئی مفہوم نہیں۔ نیز اگر اس کی مراد ستارہ ہی ہوتا تو وہ بنات الطارق معرف باللام ذکر کرتی۔ میں نے کتاب زبیر بن ابی بکر میں ملاحظہ کیا ہے کہ ہند نے احد کے روز پہلے یہ رجز پڑھا:

Marfat.com

تمہاری طرف سے دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے''۔ نبی کریم ﷺ نے اس روز دو زرہیں زیب تن فرمائیں اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جن کا تعلق بنی عبدالدار سے تھا، پرچم اسلام عطا فرمایا۔

کم سن مجاہدین میں سے پندرہ سالہ مجاہدین کو جہاد کی اجازت

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت سمرہ بن جندب فرازی اور حضرت رافع بن خدیج حارثی رضی اللہ عنہما کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی حالانکہ ان دونوں کی عمر پندرہ پندرہ سال تھی۔ پہلے آپ ﷺ نے ان کو واپس لوٹا دیا تھا لیکن آپ ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! رافع ماہر تیرانداز ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ جب حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی تو آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! کشتی کے مقابلہ میں سمرہ رافع کو بچھاڑ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کو بھی اجازت فرما دی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرات اسامہ بن زید، عبداللہ بن عمر بن خطاب، زید بن ثابت، براء بن عازب، عمرو بن حزم اور اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہم کو واپس بھیج دیا حالانکہ ان کی عمریں پندرہ پندرہ سال تھیں۔ پھر غزوۂ خندق میں ان سب کو جہاد کی اجازت مرحمت فرما دی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش نے بھی اپنی صفیں درست کر لیں۔ ان کا لشکر تین ہزار

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقْ تَمْشِيْ عَلَى النَّمَارِقْ مَشْيَ الْقَطَا النَّوَاتِقْ

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، ہم نرم اور گداز قالینوں پر موٹے تازے بھٹ تیتروں کی مانند چلتی ہیں۔

الی آخر الرجز۔ انہوں نے کہا میرے سامنے یحییٰ بن عبدالملک ہدیری نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد نبوی میں حضرت ضحاک بن عثمان جذامی کے پیچھے چادر اوڑھ کر بیٹھا تھا۔ حضرت ضحاک اور ان کے ساتھیوں نے احد کے روز کہے جانے والے ہند کے اس رجز کا ذکر کیا نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقْ۔ انہوں نے کہا طارق سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا ستارہ۔ حضرت ضحاک میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابوزکریا! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ (الطارق) ''قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی اور آپ کو کیا معلوم یہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ ایک تارا نہایت نمایاں''۔ گویا ہند نے کہا ہم ستارے کی بیٹیاں ہیں۔ حضرت ضحاک کہنے لگے: اس نے اچھی تمثیل دی۔

Marfat.com

جنگجوؤں پر مشتمل تھا، ان کے ساتھ دوسو گھڑسوار تھے جنہیں انہوں نے ایک طرف ٹھہرایا ہوا تھا۔ انہوں نے سواروں کے میمنہ کی کمان خالد بن ولید کے سپرد کی اور میسرہ کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کے حوالے کی۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی دادِ شجاعت

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے؟ یہ سن کر کئی صحابہ کرام اٹھ کھڑے ہوئے لیکن آپ ﷺ نے تلوار پیچھے کھینچ لی۔ آخر کار بنی ساعدہ کے ایک نوجوان حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا "اس کا حق یہ ہے کہ اس سے تو دشمن پر پے در پے وار کرے یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے"۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! میں اس شرط پر یہ تلوار لینے کے لئے تیار ہوں"۔ حضور انور ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطا فرمادی حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بہت بہادر شخص تھے، جب جنگ کا موقع آتا

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور ان کے نمایاں کر کے باندھے جانے والے دوپٹے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابودجانہ ساعدی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے احد کے روز نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا، آپ پر جھک گئے اور اپنے آقا کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ کی ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی۔ آپ نے جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا جبکہ آپ نے پہلے مسیلمہ کذاب کے قتل میں شرکت کی تھی۔ اسے آپ نے، وحشی اور عبداللہ بن زید تینوں نے مل کر قتل کیا تھا۔ سیف بن عمر نے مسیلمہ کے قاتل کے متعلق جو اشعار کہے ان کا ذکر ہم ان شاء اللہ باب کے آخر میں کریں گے۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابودجانہ کا یہ قول ذکر کیا:

إِنِّي امْرُؤٌ عَاهَدَنِي خَلِيلِي

خلیلی سے حضرت ابودجانہ کی مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی جب کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے حَدَّثَنِي خَلِيلِي یعنی میرے خلیل نے مجھ سے فرمایا۔

Marfat.com

تو آپ اتراتے تھے، آپ کا ایک سرخ دوپٹہ تھا، جب آپ اس کو سر پر باندھ لیتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔ چنانچہ جب آپ نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس سے تلوار پکڑی تو اپنا وہ سرخ دوپٹہ نکالا، اسے سر پر باندھا اور دو صفوں کے درمیان بڑے فخریہ انداز میں اترا کر ٹہلنے لگے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے حضرت جعفر بن عبید اللہ بن اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے بنی سلمہ کے ایک انصاری سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابو دجانہ کو اس طرح اترا کر ٹہلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ ایسی چال ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے سوائے اس قسم کے موقع پر۔

ابو عامر فاسق کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا میرے سامنے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن مالک بن نعمان بنی ضبیعہ کا ایک شخص تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر

بعض صحابہ کرام نے آپ کے اس قول کو ناپسند کرتے ہوئے آپ سے کہا: حضور ﷺ تمہارے خلیل کیسے ہو گئے؟ ناپسند کرنے والے صحابی نے آپ کے اس قول کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے ناپسند کیا کہ ''اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام میں اخوت ہے''۔ لیکن اس حدیث میں آپ ﷺ کو خلیل کہنے کے عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ صحابہ کرام خلیل کے لفظ سے حبیب کا معنی مراد لیتے تھے، بلکہ اس حدیث میں تو صرف یہ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نہ کسی صحابی کو خلیل کہا اور نہ کسی صحابی کے لئے خاص فرمایا کہ فلاں تو مجھے خلیل کہہ سکتا ہے کوئی اور نہیں کہہ سکتا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کو خلیل یا اس سے بھی کسی اعلیٰ و ارفع لقب سے پکاریں، جب تک اس میں غلو یا کوئی ناپسندیدہ بات نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری تعریف میں اس قدر غلو نہ کرو جس قدر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں کہا (کہ انہیں خدا کا بیٹا بنا دیا) بلکہ میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں'' ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کی: ''آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والے ہیں، آپ کی مثال ایک خوبصورت بڑے پیالے کی مانند ہے''۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ''اپنی بات کہو اور شیطان تمہیں اپنا ضامن اور وکیل ہرگز نہ بنا لے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اہل دین اور اہل ملت کی مثل میری تعریف کرو۔ خطابی نے ان کی یہی

Marfat.com

مکہ چلا گیا تھا اور اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے پچاس حواری بھی تھے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ وہ پندرہ آدمی تھے۔ یہ قریش سے کہا کرتا تھا کہ جب اس کی ملاقات اپنی قوم سے ہوگی تو ساری قوم اس کے ساتھ مل جائے گی۔ چنانچہ اب جس وقت لشکر کفار اور لشکر اسلام کا آمنا سامنا ہوا تو سب سے پہلے ابو عامر مختلف لوگوں کے گروہ اور اہل مکہ کے غلاموں کو ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں نکلا اور بلند آواز سے کہا: اے گروہِ اوس! مجھے پہچانا؟ میں ابو عامر ہوں۔ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ نے جواب دیا: ''اے فاسق! خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے''۔ زمانہ جاہلیت میں ابو عامر کو راہب کہا جاتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے فاسق کا نام دیا تھا۔ جب اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ جواب سنا تو کہنے لگا: ''میرے چلے جانے کے بعد میری قوم فتنہ وشر کا شکار ہوگئی ہے''۔ پھر اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور خوب تیر برسائے، جب ترکش خالی ہو گیا تو اس نے پتھروں کی بارش شروع کر دی۔

قریش کی انگیخت کے لئے ابوسفیان کا اسلوب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابوسفیان نے بنی عبدالدار کے علمبرداروں کو جنگ پر مشتعل کرتے ہوئے کہا: ''اے بنی عبدالدار! بدر کے روز ہمارا پرچم تمہارے سپرد کیا گیا لیکن اس روز ہمیں جو نقصان اٹھانا پڑا وہ تمہارے سامنے ہے، یاد رکھو! لشکر کی فتح وشکست کا دارومدار اس کے جھنڈوں پر ہوتا ہے، جب جھنڈا گر جائے تو لشکر کے پاؤں بھی اکھڑ جاتے ہیں، لہٰذا یا تو اسے آج ثابت قدمی سے اٹھائے رکھنا یا ہمارے حوالے کر دو، ہم اسے خود سنبھال لیں گے''۔ ابو سفیان کی اس بات نے انہیں بے چین کر دیا اور انہوں نے اسے دھمکی خیال کیا اور کہا: ''ہم تمہارا جھنڈا تمہارے حوالے کرتے ہیں، کل مقابلہ کے وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کس طرح مقابلہ کرتے ہیں''۔ ابوسفیان بھی یہی چاہتا تھا (کہ ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہو)۔

وضاحت کی ہے اور میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی بات کہو اور شیطان کی بات نہ کہو، کیونکہ شیطان تمہیں اپنا وکیل اور ضامن بنانا چاہتا ہے اور جب تم اس کے ضامن اور وکیل بن جاؤ گے اور گفتگو میں غلو سے کام لو گے جس پر شیطان خوش ہوگا تو گویا تم نے شیطان کی بات کہی۔ ایک اور شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی: ''آپ ہم میں سب سے اچھے حسب والے اور سب سے زیادہ کریم ماں باپ والے ہیں''۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا تیری زبان کے سامنے کتنے پردے ہیں؟ اس نے عرض کی: ''چار پردے ہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا ان میں سے کوئی بھی ایسا پردہ نہیں جو تیری

Marfat.com

ہند اور اس کے ساتھ دوسری عورتوں کی اشتعال انگیزی

پھر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ہند بنت عتبہ اپنے ساتھ دوسری عورتوں کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ انہوں نے جنگجوؤں کے پیچھے دف بجانے شروع کر دیئے اور انہیں جنگ پر مشتعل کرنے لگیں۔ ہند اس طرح رجز پڑھ رہی تھی:

وَيْهًا بَنِيْ عَبْدِ الدَّارْ وَيْهًا حُمَاةَ الْاَدْبَارْ ضَرْبًا بِكُلِّ بَتَّارْ

واہ وا، اے عبدالدار کے بیٹو! واہ وا! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو، ہر کاٹنے والی تلوار کے ساتھ دشمن پر کاری ضرب لگاتے چلو۔

اور کبھی یوں کہتی تھی۔

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ وَ نَفْرِشِ النَّمَارِقْ

اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقْ فِرَاقَ غَيْرِ وَامِقْ

''اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینے سے لگائیں گی اور تمہارے لئے نرم و گداز قالینیں بچھائیں گی، اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو ہم تم سے جدائی اختیار کر لیں گی، ایسی جدائی جس پر ہمیں کوئی افسوس نہیں ہوگا''۔

مسلمانوں کا شعار

بقول ابن ہشام احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا شعار اَمِتْ اَمِتْ تھا یعنی اے اللہ! کفار و مشرکین کو ہلاک کر دے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا اور جنگ کی آگ خوب بھڑک اٹھی۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے خوب دادِ شجاعت دی، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے لشکر کفار کے قلب تک پہنچ گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے ایک سے زائد اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات کا بہت رنج تھا جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار مانگی تھی تو آپ ﷺ نے میرے بجائے وہ تلوار حضرت ابودجانہ کو مرحمت فرما دی تھی۔

زبان کی دھار کو مجھ سے روک سکے''۔ اسے حضرت ابن وہب نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

میں نے سوچا کہ میں حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہوں اور میرا تعلق قریش سے ہے، یہ تلوار مجھے ملنی چاہیے اس لئے میں اٹھ کر گیا اور ابو دجانہ سے پہلے آپ ﷺ سے تلوار مانگی لیکن آپ ﷺ نے وہ تلوار ابو دجانہ کو عطا فرمادی اور مجھے نظر انداز کر دیا۔ میں نے سوچا اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس جنگ میں کون سے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سرخ دوپٹہ سر پر باندھا اور میدانِ کارزار میں گھس گئے۔ انصار کہنے لگے: "ابو دجانہ عصابۃ الموت یعنی موت کا دوپٹہ لے کر میدانِ کارزار کی طرف نکل پڑے ہیں۔ جب بھی وہ سرخ دوپٹہ سر پر باندھ کر میدانِ جنگ میں نکلتے تھے تو انصار یہی کہتے تھے۔ چنانچہ ابو دجانہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں گھس گئے:

أَنَا الَّذِیْ عَاهَدَنِیْ خَلِیْلِیْ وَ نَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَی النَّخِیْلِ

أَلَّا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِی الْكَیُّوْلِ أَضْرِبْ بِسَیْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

"میں وہ شخص ہوں جس کے ساتھ میرے خلیل نے یہ اس وقت معاہدہ کیا جب ہم کھجوروں کے پاس دامانِ کوہ میں تھے کہ میں ساری عمر پچھلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوں گا، اللہ اور اس کے

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: أَلَّا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِی الْكَیُّوْلِ۔

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کیول کا معنی ہے پچھلی صفیں اور یہ لفظ صرف اس واقعہ میں ہی آیا ہے۔ ہروی نے بھی ابو عبید کی مثل کہا اور اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: یہ کُیُوْلُ الزَّنْدِ (چقماق سے جھڑنے والی چنگاری) سے ماخوذ ہے۔ چقماق سے جب آگ نکالنے کا ارادہ کیا جائے لیکن اس سے آگ نہ نکلے بلکہ دھواں اور سیاہی گرے تو اس دھوئیں اور سیاہی کو کیول الزند کہتے ہیں۔ اس سیاہی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی سے کہا جاتا ہے كَالَ الزَّنْدُ یَكُوْلُ۔ یعنی چقماق سے آگ نہ نکلی۔ پس الکیول اسی سے فَیْعُوْل کے وزن پر ماخوذ ہے۔ جس طرح چقماق سے نکلنے والی سیاہی اور دھواں بے فائدہ ہوتے ہیں اسی طرح لشکر کی آخری صفوں میں نہ جنگ کی آگ بھڑکتی ہے اور نہ وہ صفیں زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے انہیں بھی کیول کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی معنی ہے۔ حضرت ابو حنیفہ نے بھی اس کی یہی تشریح کی ہے، البتہ انہوں نے کہا ہے کہ كَالَ الزَّنْدُ یَكِیْلُ کہا جاتا ہے یعنی یہ اجوف یائی ہے اور باب ضرب یضرب سے ہے۔

Marfat.com

رسول کی تلوار کو چلاتا رہوں گا"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فِی الْکُبُوْل بھی مروی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ کہہ کر وہ گھمسان میں گھس گئے، جو سامنے آتا اس کو ڈھیر کر دیتے۔ مشرکین میں ایک کافر تھا، اس کی راہ میں جو ہمارا زخمی مسلمان آتا وہ اس کا کام تمام کر دیتا۔ حضرت ابو دجانہ اور وہ کافر ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع کر دے۔ چنانچہ کچھ دیر بعد وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے اور ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ آخر اس مشرک نے ایک بھرپور وار کیا جسے حضرت ابو دجانہ نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ اس سے اس کی تلوار ٹوٹ گئی، پھر حضرت ابو دجانہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کو دولخت کر کے رکھ دیا۔ پھر میں نے حضرت ابو دجانہ کو دیکھا کہ آپ نے ہند بنت عتبہ کے سر کی مانگ پر تلوار اٹھائی لیکن پھر تلوار پیچھے ہٹالی۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ نہایت تیزی سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا ہے، میں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب میں نے اس پر تلوار اٹھائی تو دیکھا کہ وہ عورت ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی شان کے خلاف سمجھا کہ میں اس کے ساتھ ایک عورت کو قتل کروں"۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے رَاَیْتُ رَجُلًا یَحْمِشُ النَّاسَ حَمْشًا شَدِیْدًا۔ "میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نہایت تیزی سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا ہے"۔ یَحْمِشُ سین اور شین دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ سین غیر معجمہ کے ساتھ اس مقام پر اس کا معنی شدت ہے۔ گویا آپ نے فرمایا وہ شخص بڑی شدت سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا تھا کیونکہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ اَحْمَسُ۔ یعنی انتہائی بہادر آدمی، اور شین معجمہ کے ساتھ اس کا معنی اِیْقَاد اور اِغْضَاب ہے یعنی جلانا اور غضبناک کرنا، کیونکہ کہا جاتا ہے اَحْمَشْتُ النَّارَ میں نے آگ جلائی۔ حَمَشْتُ الرَّجُلَ وَاَحْمَشْتُہٗ۔ میں نے آدمی کو غضبناک کیا۔ پس اس فعل کا باب افعال ایقاد اور اغضاب دونوں کے لئے اور مجرد صرف اغضاب کے لئے آتا ہے۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے لشکر کفار کے ایک علمبردار ارطاۃ بن عبد بن شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر آپ کا سامنا ایک اور مشرک ابو نیار سباع بن عبد العزیٰ الغبشانی سے ہوا۔ آپ نے اسے للکارا اور فرمایا: اے لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ اور میرا مقابلہ کر، اس کی ماں ام انمار تھی جو شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شریق بن اخنس بن شریق ہے اور ام انمار مکہ میں لڑکیوں کا ختنہ کرتی تھی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور سباع کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔

جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کا بیان ہے کہ قسم بخدا! میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے مست اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے، جو سامنے آتا اس کو لتاڑتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ اسی اثناء میں سباع بن عبد العزیٰ سامنے آنکلا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے للکارتے ہوئے کہا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ میری طرف، دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا جو سیدھا اس کے سر پر لگا اور وہ آنِ واحد میں موت کے گھاٹ اتر گیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے لہرایا۔ جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے تاک کر وہ نیزہ آپ کی طرف پھینک دیا جو سیدھا آپ کے شکم پر ناف کے نیچے سے اندر گھس گیا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے پار نکل گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا آپ اٹھ نہ سکے۔ میں نے آپ کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھا لایا، پھر میں اپنے خیمہ میں آ کر بیٹھ گیا کیونکہ میری اور کچھ ضرورت نہ تھی۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق وحشی سے مروی ضمری اور ابن خیار کی روایت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے حضرت عبداللہ بن فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث نے بیان کیا انہوں نے حضرت سلیمان بن یسار سے انہوں نے حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں اور عبید اللہ بن عدی بن خیار جو بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک فرد تھے، خلافت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں گھر سے نکلے اور دیگر لوگوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر سے واپسی پر ہمارا گزر شہر حمص سے ہوا جہاں جبیر بن مطعم کا آزاد کردہ غلام وحشی رہتا تھا۔ مجھ سے عبید اللہ بن عدی نے کہا: چلو وحشی کے پاس چلتے ہیں اور اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنتے ہیں کہ اس نے آپ کو کیسے شہید کیا۔ میں نے ان سے کہا آؤ چلیں۔ ہم دونوں شہر حمص میں وحشی کے گھر کی تلاش میں نکلے اور لوگوں سے اس کا پتہ پوچھنا شروع کیا حتی کہ ایک شخص نے ہمیں کہا تم اسے اپنے گھر کے صحن میں پاؤ گے۔ وہ شراب بہت پیتا ہے، اگر تم اسے ہوش میں پاؤ تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اس سے جو بات کرنی ہو کر لینا لیکن اگر دیکھو کہ وہ نشے میں ہے تو واپس چلے آنا، اسے کچھ نہ کہنا۔ حضرت ضمری فرماتے ہیں ہم وحشی کے گھر پہنچے اور دیکھا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں ایک چٹائی پر بیٹھا ہے، وہ بغاث (گدھ) کی طرح ایک بوڑھا شخص معلوم ہو رہا تھا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بغاث سیاہ پرندوں کی ایک قسم ہے۔

ہم نے دیکھا کہ وہ ہوشیار ہے نشے میں نہیں ہے۔ ہم نے جا کر اسے سلام کیا، اس نے سر

وحشی کی روایت

وحشی نے اس روایت میں کہا: فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ كَالْبِغَاثِ۔ حضرت ابو عبید نے کہا بغاث ان پرندوں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ شکار نہیں کیا جاتا جیسے گدھ اور چیل وغیرہ۔ اس کا واحد بغاثۃ ہے اور بغاثی بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع بغاث اور بغثان آتی ہے۔ یونس کی روایت میں بغاث کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بغاث نر سیاہ گدھ کو کہتے ہیں جب وہ بوڑھی ہو جائے۔

Marfat.com

اٹھا کر عبید اللہ بن عدی کی طرف دیکھا اور کہا کیا تو عدی بن خیار کا بیٹا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وحشی نے کہا میں نے تجھے اس وقت دیکھا تھا جب تیری ماں سعدیہ مقام ذی طوی میں تجھے دودھ پلا رہی تھیں۔ میں نے تجھے اور تیری ماں کو اونٹ پر سوار کیا تھا اور تجھے پہلوؤں سے پکڑ کر اونٹ پر بٹھایا تھا اور اس وقت تیرے پاؤں کو غور سے دیکھا تھا۔ آج انہی پاؤں کو دیکھ کر میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ ضمری کہتے ہیں پھر ہم اس کے پاس بیٹھ گئے اور اسے کہا کہ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سناؤ کہ تم نے انہیں کیسے قتل کیا؟ وحشی نے کہا ہاں یہ واقعہ میں تم سے اسی طرح بیان کروں گا جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر آپ سے بیان کیا تھا۔ میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ اس کے چچا طعیمہ بن عدی کو بدر کے روز قتل کر دیا گیا تھا۔ جب قریش جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو جبیر نے مجھ سے کہا اگر تم میرے چچا کے عوض محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ میں بھی لشکر کفار میں شامل ہو کر روانہ ہوا۔ میں حبشی الاصل تھا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) مارنے میں حبشیوں کی طرح کمال مہارت رکھتا تھا۔ شاذونادر ہی میرا وار خطا جاتا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو گئے تو میں صرف حمزہ کی سرگرمیوں کو تاڑتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنی تلوار اٹھائے مست خاکستری اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دندناتے پھرتے ہیں، آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ یہ دیکھ کر میں ان پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگا۔ میں درختوں اور پتھروں کی اوٹ میں چھپتا رہا تاکہ وہ

وحشی نے حضرت عبید اللہ سے کہا تھا میں نے تجھے تیری ماں سعدیہ کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس نے ان کی ماں کی بنو سعد قبیلہ کی طرف نسبت تو ذکر کی لیکن اس کا نام ذکر نہ کیا۔ عبید اللہ بن عدی کی ماں کا نام ام قتال بنت ابی العیص بن امیہ ہے۔ اسے امام بخاری نے اس واقعہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے سعدیہ نہیں کہا بلکہ روایت بخاری کے مطابق اس کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی امیہ سے ہے نہ کہ بنی سعد سے۔ لیکن اگر وہ سعدیہ ہو تو وحشی کی مراد عبید اللہ کی رضاعی ماں ہو گی۔ عبید اللہ بن عدی رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں پیدا ہوئے اور ولید بن عبد الملک کے دور خلافت میں وفات پائی۔ مدینہ طیبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب ان کا گھر تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب سے احادیث روایت کیں۔ موطا امام مالک کی کتاب الصلاۃ میں ان کی ایک روایت کردہ حدیث مذکور ہے۔

Marfat.com

میرے نزدیک ہو جائیں۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزی سامنے آ نکلا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو اسے للکارتے ہوئے کہا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ میری طرف دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے تلوار سے اس کے سر پر وار کیا اور آنِ واحد میں اسے موت کی آغوش میں سلا دیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو ہوا میں لہرایا، جب مجھے تسلی ہو گئی تو تاک کر اسے آپ کی طرف پھینکا، وہ ناف کے نیچے سے آپ کے اندر گھسا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے باہر نکل گیا۔ آپ نے مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا، آپ اٹھ نہ سکے پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھا لایا۔ پھر میں واپس آ کر اپنے خیمے میں بیٹھ گیا۔ مجھے اس سے زیادہ جنگ سے کوئی

وحشی کا قول ہے: بِذِیْ طُوٰی۔ یہ مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ ہم نے اس سے قبل ذی طویٰ، ذی طواء اور طویٰ میں فرق بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

وحشی کا قول ہے: یَھُدُّ النَّاسَ بِسَیْفِہٖ مَا یَلِیْقُ شَیْئًا مِثْلَ الْجَمَلِ الْاَوْرَقِ (میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے مست خاکستری اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے)۔ اَلْاَوْرَق سے وحشی کی مراد -- واللہ اعلم -- خاکستری رنگ کا گرد و غبار ہے۔ اس نے یہ لفظ اس لئے استعمال کیا کہ خاکستری اونٹ زیادہ طاقتور تو نہیں ہوتا لیکن اس کا گوشت بڑا پاکیزہ اور لذیذ ہوتا ہے جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے۔

وحشی کا قول ہے یَھُدُّ النَّاسَ۔ یَھُدُّ ذال منقوطہ کے ساتھ ہے، اسے صاحب الدلائل نے ذکر کیا ہے اور اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ یہ اَلْھَذّ سے مشتق ہے جس کا معنی سرعت ہے۔ جہاں تک میم کے ساتھ اَلْھَذْمُ کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے کاٹنے میں تیزی کرنا۔ کہا جاتا ہے سَیْفٌ مِھْذَمٌ (تیز کاٹنے والی تلوار) اور اَلْھُذَامُ پیٹو کو کہتے ہیں اور اس کا معنی بہادر آدمی بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اَکْثِرُوْا مِنْ ذِکْرِ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ۔ یہ ذال منقوطہ کے ساتھ مروی ہے کہ لذات نفس کو کاٹنے والے کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے وحشی کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا: جب میرے سردار نے میرے ساتھ حمزہ کے قتل پر مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کیا تو میں جنگ کی طرف نکلا۔ میں نے ایک نوجوان دیکھا جس نے بہت تنگ حلقوں والی زرہ پہن رکھی تھی، وہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے سوچا یہ میرے مطلوب نہیں۔ پھر میں نے ایک بہت بہادر اور دلیر آدمی کو دیکھا جو مست خاکستری اونٹ کی طرح دندناتا پھر رہا

Marfat.com

دلچسپی نہ تھی۔ میں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کرنے کے لئے آپ کو قتل کیا تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو میں مکہ واپس آیا، میرے مالک نے حسب وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میں مکہ ہی میں رہائش پذیر رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو میں بھاگ کر طائف آ گیا اور وہاں اقامت پذیر رہا لیکن جب اہل طائف کا وفد قبول اسلام کے لئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جانے لگا تو مجھ پر سب راستے بند ہو گئے اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ میں کیوں نہ یمن، شام یا کسی اور ملک میں چلا جاؤں۔ قسم بخدا! میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا تیری خیر ہو، بخدا! نبی کریم ﷺ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو دین اسلام قبول کر لے اور آپ کی رسالت کی گواہی دے دے۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں وحشی کا قبولِ اسلام

اس شخص نے مجھے جب یہ بات کہی تو میں طائف سے روانہ ہوا اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور آپ کے پس پشت بالکل قریب کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول

اور اس کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ میں اس پر حملہ کرنے کے لئے ایک خیمے کی مانند بنی ہوئی چٹان کے پیچھے چھپ گیا اور کہا یہی میرا مطلوب ہے۔ میں نے اپنا لچکدار چھوٹا نیزہ ہوا میں لہرایا اور تاک کر اس کی طرف پھینک دیا، وہ اس کی ناف کے نیچے لگا۔ باقی واقعہ اسی طرح ہے۔

اَلْعَبْعَبُ کا معنی ہے نوجوان، الدرع القضاء کا معنی ہے مضبوط حلقوں والی زرہ اور اَلْاَیْهَمُ اس شخص کو کہتے ہیں جسے کوئی چیز پیچھے نہ ہٹا سکتی ہو۔ حدیث شریف میں ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْاَیْهَمَیْنِ۔ میں ایہمین یعنی سیلاب اور آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور اَلْعَذَاصَةُ اس چیز کو کہتے ہیں جو نرمی کے باعث لچکدار ہو۔

مسیلمہ کے قتل میں وحشی کا قول ہے: ایک انصاری اس پر حملہ کرنے میں مجھ پر سبقت لے گیا۔ مسیلمہ اور اس کے نسب کا ذکر اور اس کے واقعہ کا کچھ حصہ کتاب کے آخر میں آئے گا۔ جہاں تک اس انصاری کا تعلق ہے جس کا ذکر وحشی نے کیا اور حضرت ابن اسحاق نے اس کا نام ذکر نہیں کیا تو اس کے متعلق حضرت محمد بن عمرو اقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الردۃ میں بیان کیا ہے کہ مسیلمہ کے قتل میں جو شخص وحشی کے ساتھ شریک تھا وہ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی انصاری ہیں جبکہ حضرت سیف بن عمر نے کتاب الفتوح میں ذکر کیا کہ وہ حضرت عدی بن سہل ہیں۔ انہوں نے ان کے یہ اشعار بھی

Marfat.com

اللہ ﷺ! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے سناؤ کہ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا؟ میں نے سارا واقعہ سنایا جیسے تم دونوں کو سنایا ہے۔ جب فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری خیر ہو، اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپائے رکھنا اور مجھے نظر نہ آنا''۔ اس کے بعد جب بھی میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتا تو کندھا موڑ کر بیٹھتا تا کہ حضور ﷺ مجھے نہ دیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک میری یہی حالت رہی۔

وحشی کے ہاتھوں مسیلمہ کا قتل

(وحشی کا بیان ہے) جب مسلمان مسیلمہ کذاب صاحب یمامہ کی سرکوبی کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنا وہی چھوٹا نیزہ ساتھ لے گیا جس کے ساتھ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ جب جنگ میں گھسان کا رن پڑا تو میں نے دیکھا کہ مسیلمہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا ہے۔ میں اس پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا اور ایک انصاری دوسری جانب سے اس پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ ہم دونوں اس کی تاڑ میں تھے، میں نے اپنا نیزہ ہوا میں لہرایا، جب میں مطمئن ہو گیا تو اپنا حربہ اس پر کھینچ مارا، وہ سیدھا عین نشانے پر لگا۔ اسی لمحہ میرے انصاری بھائی نے اس پر اپنی تلوار کا وار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے اسے جہنم رسید کیا۔ اگر میں نے ہی اسے قتل کیا تھا تو اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی کو شہید کیا تھا تو میں نے ہی سب سے زیادہ شریر آدمی کو قتل کرنے کا بھی شرف

ذکر کیے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اَنِّیْ وَ وَحْشِیُّهُمْ قَتَلْتُ مُسَیْلِمَةَ الْمُفْتَتَنْ

وَ یَسْاَلُنِی النَّاسُ عَنْ قَتْلِهٖ فَقُلْتُ ضَرَبْتُ وَ هٰذَا طَعَنْ

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں اور وحشی نے مل کر سب سے بڑے فتنہ باز مسیلمہ کو قتل کیا۔ لوگ مجھ سے اس کے قتل کے متعلق پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا اور وحشی نے اسے نیزہ مارا''۔

یہ دونوں شعر ان کے ایک قصیدے کا حصہ ہیں۔ ہم نے اس بیان سے تھوڑا سا پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی مسیلمہ کے قتل میں شریک تھے۔ ان کا حضرت ابوعمر نمری نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے،'' ان کی مراد یہ ہے کہ ان تینوں نے مل کر اسے جہنم رسید کیا۔ تیسرے شخص سے آپ کی مراد وحشی ہے''۔

Marfat.com

حاصل کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن فضل نے بیان کیا انہوں نے حضرت سلیمان بن یسار سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور آپ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس روز ایک شخص کو چلاتے ہوئے سنا کہ مسیلمہ کذاب کو حبشی غلام نے قتل کیا ہے۔

دیوان سے وحشی کے نام کا خروج

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وحشی پر اس قدر شراب کی حدیں جاری ہوئیں کہ آخر کار دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ نا نہیں چاہتا''۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا غزوۂ احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا اور جس مشرک نے آپ کو شہید کیا تھا اس کا نام ابن قمئہ تھا۔ وہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ خیال کر رہا تھا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد وہ لشکر قریش میں گیا اور کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) کو شہید کر دیا ہے۔ جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نہایت گرمجوشی سے قتال کرنا شروع کر دیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے حضرت مسلمہ بن علقمہ مازنی نے بیان کیا کہ جب احد کے روز گھمسان کا رن پڑا تو رسول اللہ ﷺ انصار کے جھنڈے تلے تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ جھنڈا اٹھا لیں،

حضرت ابن اسحاق سے مروی حضرت یونس کی روایت میں وحشی کے اسلام لانے کے واقعہ میں یہ اضافہ بھی مذکور ہے کہ جب وحشی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ وحشی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اسے رہنے دو، کچھ نہ کہو کیونکہ ایک آدمی کا مشرف باسلام ہونا مجھے اس بات سے زیادہ عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو تہ تیغ کر دوں''۔

Marfat.com

چنانچہ آپ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا اور نعرہ لگایا اَنَا اَبُو الْفُصَمِ ''میں باطل کی کمر توڑنے والا ہوں''۔ بقول ابن ہشام اَبُو الْقُصَمِ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی اثناء میں کفار کے علمبردار ابوسعید بن طلحہ نے آپ کو للکار کر کہا: ''اے ابوالقصم! کیا تم میں میرے ساتھ پنجہ آزمائی کی طاقت ہے''؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ یہ کہہ کر آپ میدان میں نکل آئے، لشکر اسلام اور لشکر کفار کی صفوں کے درمیان ان کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بجلی کی تیزی سے اس پر وار کیا، دوسرے ہی لمحہ وہ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا، پھر آپ واپس لوٹ آئے اور اس پر دوسرا وار نہ کیا۔ صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا آپ نے اس پر دوسرا وار کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوسعد بن ابی طلحہ کا یہ قول ذکر کیا ہے: اَنَا قَاصِمُ مَنْ يُبَادِرُنِي (میں اس شخص کی کمر توڑنے والا ہوں جو میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرے)۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئے اور فرمایا اَنَا اَبُو الْقُصَمِ (میں کمر توڑنے والا ہوں)۔ یہ حضرت ابن ہشام کا قول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اَنَا اَبُو الْقُصَمِ ابوسعد کے اس قول کی وجہ سے کہا تھا کہ اَنَا قَاصِمُ مَنْ يُبَادِرُنِي۔ پس اَلْقُصَم قُصَمَة کی جمع ہے۔ یہ اس پٹھے کو کہتے ہیں جس کے ٹوٹنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قُصْمیٰ کی جمع ہو اور قصمیٰ اس سخت مصیبت کو کہتے ہیں جو انسان کی کمر توڑ کے رکھ دے۔ یہی معنی زیادہ صحیح ہے کیونکہ ایسا کوئی پٹھہ معروف نہیں جس کے ٹوٹنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہو لیکن جب ابوسعد نے کہا اَنَا قَاصِمٌ میں توڑنے والا ہوں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یوں نہ فرمایا اَنَا اَقْصَمُ مِنْكَ ''میں تجھ سے بڑھ کر توڑنے والا ہوں''۔ بلکہ فرمایا اَنَا اَبُو الْقُصَمِ۔ یعنی مجھے انسان کو ہلاک کرنے والے تمام پٹھوں اور بڑی بڑی مصیبتوں پر گرفت حاصل ہے۔ اَلْقَصْم کا معنی ہے توڑ کر جدا کر دینا اور فاء کے ساتھ اَلْفَصْم کا معنی ہے ایسا توڑنا جس سے توڑا ہوا حصہ دوسرے حصے سے جدا نہ ہو جیسے ٹہنی کو توڑا جائے تو وہ جدا نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں ہے وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ (الانبیاء: 11) ''اور کتنی بستیاں ہم نے برباد کر دیں''۔ ایک اور آیت کریمہ میں ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا (بقرہ: 256) ''جو ٹوٹنے والا نہیں''۔ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے کہ ابوسعد بن ابی طلحہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ الکشی نے اپنی تفسیر میں حضرت سعد سے اسی طرح روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس کے حلق پر نیزہ مار کر پیچھے ہٹے تو اس نے کتے کی طرح اپنی زبان باہر نکال لی اور پھر ہلاک ہو گیا۔

Marfat.com

اس بے شرم نے اپنی شرمگاہ ننگی کر دی تھی تو میں مروت کی وجہ سے اس سے دور ہٹ گیا اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وار سے اسے جہنم رسید کر دیا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو سعد بن ابی طلحہ فریقین کی صفوں کے درمیان نکلا اور للکار کر کہا: ''میں اس شخص کی کمر توڑنے والا ہوں جو میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرے''۔ لیکن کوئی شخص اس کے مقابلہ میں نہ نکلا۔ وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) تمہارا خیال تو یہ ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں اور ہمارے مقتول دوزخ میں ہیں۔ لات کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو، اگر تم اسے سچ یقین کرتے تو تم میں سے کوئی تو میرے مقابلہ کے لئے نکلتا۔ اس کافر کی اس ڈینگ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میدان میں نکل آئے، ان دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار سے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا ابو سعد بن ابی طلحہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ

غزوۂ احد میں حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلح رضی اللہ عنہ نے بھی قتال (1) میں حصہ لیا۔

حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں بھی حضرت ابن اسحاق نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''جب ابو سعد تلوار کا زخم کھا کر گرا تو اس نے اپنی شرمگاہ سے پردہ ہٹا دیا۔ میں مروت اور حیاء کی وجہ سے دور ہٹ گیا اور اس پر وار کرنے سے باز رہا لیکن پہلے وار نے ہی اس کا کام تمام کر دیا تھا''۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جنگ صفین میں بھی ایسا ہی کیا تھا۔ آپ نے بشر بن ارطاۃ پر اپنی تلوار اٹھائی، جب اسے اپنی موت سامنے نظر آئی تو اس نے اپنی شرمگاہ سے پردہ ہٹا دیا۔ آپ نے اپنی تلوار نیچے کر لی اور اس سے رخ انور پھیر لیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ جنگ صفین میں عمرو بن عاصی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایسا ہی معاملہ ہوا۔ اسی کے بارے میں حارث بن نضر سہمی نے یہ شعر کہے جنہیں کلبی وغیرہ نے روایت کیا:

أَفِيْ كُلِّ يَوْمٍ فَارِسٌ غَيْرُ مُنْتَهٍ   وَ عَوْرَتُهٗ وَسْطَ الْعَجَاجَةِ بَادِيَةٌ

'کیا ہر روز جنگ کے غبار میں اس کی شرمگاہ ظاہر ہو جاتی ہے اور ایک تیز رفتار گھڑ سوار

يَكُفُّ لَهَا عَنْهُ عَلِيٌّ سِنَانَهٗ   وَ يَضْحَكُ مِنْهُ فِي الْخَلَاءِ مُعَاوِيَةٌ

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کو نیزہ مارنے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور حضرت معاویہ تنہائی میں اس پر ہنستے ہیں''۔

Marfat.com

انہوں نے مسافح بن طلحہ اور اس کے بھائی جلاس بن طلحہ دونوں کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جلاس کی ماں سلافہ دوڑی ہوئی آئی اور جاں بلب بیٹے کا سر اپنی گود میں رکھ کر پوچھا: بیٹے! تمہیں کس نے نشانہ بنایا ہے؟ اس نے کہا مجھے اتنا یاد ہے کہ جس نے مجھے تیر مارا اس وقت اس کی زباں سے یہ فقرہ نکلا جو میں نے سنا: ''اس تیر کو سنبھالو اور یاد رکھو میں ابن ابی قلح ہوں''۔ سلافہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عاصم کا سر میرے قبضہ میں دے دیا تو میں اس میں شراب بھر کر پیوں گی۔ حضرت عاصم نے بھی اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ نہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک انہیں چھو سکے گا۔ مشرکین کے علمبردار عثمان بن ابی طلحہ نے احد کے روز یہ شعر پڑھا:

اِنَّ عَلٰی اَهْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا ۔۔۔ اَنْ يَخْضِبُوا الصَّعْدَةَ اَوْ تَنْدَقَّا

''بے شک علمبرداروں پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے تیروں کو دشمن کے خون سے رنگتے رہیں یہاں تک کہ وہ (تیر) ٹوٹ جائیں''۔

اس وقت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

احد کے روز غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی مڈبھیڑ ہوئی۔ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اس پر غالب آنے ہی والے تھے کہ انہیں شداد بن اسود نے دیکھ لیا کہ آپ ابوسفیان کا کام تمام کرنے والے ہیں تو اس نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کی خبر سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے ساتھی حنظلہ کو

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق

حضرت ابن اسحاق نے غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کے باپ ابوعامر کا نام عمرو ہے اور عبد عمرو بن صیفی بھی کہا گیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے شداد بن اسود بن شعوب کا بھی ذکر کیا ہے جس نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اس کے بعد کہ آپ ابوسفیان کو قتل کرنے کے لئے اس پر غالب آنے والے تھے۔ حضرت حمیدی نے اپنی تفسیر میں شداد کے بجائے جعونہ بن شعوب لیثی کا ذکر کیا ہے۔ یہ نافع بن ابی نعیم القاری کا آزاد کردہ غلام ہے۔

Marfat.com

فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے بارے میں ان کے اہل خانہ سے پوچھو"۔ جب ان کی بیوہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ "جب آپ جہاد کا اعلان سن کر گھر سے نکلے تو آپ جنابت کی حالت میں تھے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اَلْهَاتِفَة (اعلان جنگ) کے بجائے اَلْهَائِعَة بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے سب سے بہتر اور افضل وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو راہِ خدا یعنی جہاد میں تھامے رکھتا ہے، جونہی جہاد کے لئے نکلنے کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی ہے تو وہ اڑ کر اس کی طرف نکل پڑتا ہے۔ طرماح بن حکیم طائی کا یہ شعر ہے، طرماح دراز قد آدمی کو کہتے ہیں:

اَنَا ابْنُ حُمَاةِ الْمَجْدِ مِنِ اٰلِ مَالِكٍ ۔۔۔ اِذَا جَعَلَتْ خُوْرُ الرِّجَالِ تَهِيْعُ

"میں آلِ مالک سے بزرگی کی حفاظت کرنے والے لوگوں کا بیٹا ہوں جبکہ بزدل لوگ گھبرا کر چلانے لگتے ہیں"۔

الهيعة ایسی آواز کو کہتے ہیں جس میں جزع فزع ہو۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حنظلہ کی بیوہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسی وجہ سے فرشتوں نے انہیں غسل دیا"۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ابن اسود اور ابوسفیان کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق شداد بن اسود نے یہ شعر کہا:

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ذکر کیا ہے کہ "بے شک تمہارے ساتھی یعنی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں"۔ دیگر کتب میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے دیکھا کہ فرشتے زمین و آسمان کے درمیان بارش کے تازہ پانی سے چاندی کے تھالوں میں انہیں غسل دے رہے ہیں"۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جب ان کی زوجہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا "جب انہوں نے جہاد کا اعلان سنا تو جنابت کی حالت میں ہی گھر سے نکل پڑے"۔ ان کی زوجہ کا نام جمیلہ بنت ابی بن سلول ہے۔ یہ عبداللہ بن ابی (منافق) کی بہن تھیں اور وہ رات حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شب زفاف تھی۔ اسی رات آپ کی زوجہ نے خواب دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھل گیا ہے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس دروازے میں داخل ہو گئے ہیں، پھر آسمان کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

لَاَحْمِیَنَّ صَاحِبِیْ وَ نَفْسِیْ بِطَعْنَةٍ مِّثْلِ شُعَاعِ الشَّمْسِ

''بے شک میں ضرور ایک سورج کی شعاع کی طرح چمکتے ہوئے نیزے کے ساتھ اپنی اور اپنے ساتھی کی حفاظت کروں گا''۔

اور ابوسفیان بن حرب نے اس روز اپنی ثابت قدمی اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ابن شعوب کی معاونت کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

وَ لَوْ شِئْتُ نَجَّتْنِیْ کُمَیْتٌ طِمِرَّةٌ وَ لَمْ اَحْمِلِ النَّعْمَاءَ لِابْنِ شَعُوْبِ

''اگر میں چاہتا تو میرا تیز رفتار کمیت گھوڑا مجھے بچا لے جاتا اور مجھے ابن شعوب کا احسان نہ اٹھانا پڑتا''۔

وَ مَا زَالَ مُهْرِیْ مَزْجَرَ الْکَلْبِ مِنْهُمْ لَدُنْ غُدْوَةً حَتّٰی دَنَتْ لِغُرُوْبِ

''میرا یہ گھوڑا صبح سے غروبِ آفتاب تک ان سے (مسلمانوں سے) صرف اتنے فاصلے پر برابر جمارہا جتنے فاصلے سے کتوں کو دھتکارا جاتا ہے''۔

اس سے وہ سمجھ گئیں کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کل شہید ہو جائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے خاندان کے چار آدمیوں کو بلا کر اس بات کا گواہ بنالیا کہ ان کے خاوند نے آج رات ان سے ہم بستری کی ہے تا کہ کل کوئی جھگڑا و فساد نہ ہو۔ جہاں تک میری معلومات ہیں یہ بات واقدی نے ذکر کی ہے۔ دیگر لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو دوسرے شہداء کے درمیان تلاش کیا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، حالانکہ ان کے قریب کہیں بھی پانی نہ تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تصدیق تھی۔ اس واقعہ سے بعض فقہاء یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ شہید جب جنبی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا، جبکہ دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ اسے بھی عام شہداء کی طرح غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ موت کی وجہ سے وہ مکلف نہیں رہا اور اس سے غسل جنابت کا حکم ساقط ہو چکا ہے۔

ابوسفیان کے اشعار

ابوسفیان کا شعر ہے:

وَ مَا زَالَ مُهْرِیْ مَزْجَرَ الْکَلْبِ مِنْهُمْ لَدُنْ غُدْوَةً حَتّٰی دَنَتْ لِغُرُوْبِ

اس شعر میں لفظ غدوۃ جر اور نصب دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ جر کے ساتھ اس کا اعراب تو واضح ہے کیونکہ لَدُنْ عِنْدَ کے قائمقام ہے اور عند کا مابعد ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ البتہ نصب کے ساتھ اس کا اعراب شاذ ہے اور اس طرح کا اعراب اہل عرب میں صرف لفظ غدوۃ کے ساتھ خاص ہے جو

Marfat.com

أُقَاتِلُهُمْ وَ أَدَّعِيْ يَالَ غَالِبِ وَ أَدْفَعُهُمْ عَنِّيْ بِرُكْنٍ صَلِيْبِ

"میں ان سے مسلسل لڑتا رہا اور بنی غالب کو پکارتا رہا اور ایک محکم قوت سے اپنی مدافعت کرتا رہا"۔

فَبَكِّيْ وَ لَا تَرْعَيْ مَقَالَةَ عَاذِلٍ وَ لَا تَسْأَمِيْ مِنْ عَبْرَةٍ وَ نَحِيْبِ

"پس گریہ وزاری کرلو اور ملامت کرنے والے کی بات کا لحاظ نہ رکھو اور آنسو اور شدید آہ و بکا سے ہرگز نہ اکتانا"۔

أَبَاكِ وَ إِخْوَانًا لَهُ قَدْ تَتَابَعُوْا وَ حُقَّ لَهُمْ مِنْ عَبْرَةٍ بِنَصِيْبِ

"ارے اپنے باپ اور اس کے بھائیوں پر خوب روؤ جو یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے اور یہ لوگ تمہارے آنسو کے کچھ نہ کچھ حقدار تھے ہی"۔

وَ سَلِّي الَّذِيْ قَدْ كَانَ فِي النَّفْسِ أَنَّنِيْ قَتَلْتُ مِنَ النَّجَّارِ كُلَّ نَجِيْبِ

"اور اس آدمی کو تسلی دو جس کے دل میں یہ بات ہے کہ میں نے بنی نجار کے ہر شریف آدمی کو قتل کرڈالا ہے"۔

وَ مِنْ هَاشِمٍ قَرْمًا كَرِيْمًا وَ مُصْعَبًا وَ كَانَ لَدَى الْهَيْجَاءِ غَيْرَ هَيُوْبِ

"اور بنی ہاشم کے ایک باعزت سردار (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کردیا گیا جو نہایت متشدد تھا اور میدانِ جنگ میں بے خوف ہو کر لڑنے والا تھا"۔

کہ خلاف قیاس ہے۔ سیبویہ اس اعراب کو کثرت سے ذکر کرتے ہیں اور اس پر قیاس کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لَدُنْ میں دو لغتیں ہیں۔ لَدُنْ اور لَدُ یعنی کبھی یہ منون ہوتا ہے اور کبھی غیر منون۔ جب یہ منون ہو تو اہل عرب اسے اسم فاعل کے مشابہ کرتے ہوئے اس کے بعد غدوۃ کو مفعول کے مشابہ ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ غدوۃ نکرہ ہونے کی صورت میں منون ہے اور معرفہ ہونے کی صورت میں ضرورۃً منون ہے تو اس کی نصب معروف نہ ہوتی کیونکہ یہ ایسا اسم ہے جو علمیت اور تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہے، اس لئے اس کی جر اور نصب دونوں برابر ہیں۔ پس جب یہ ضرورت کی بناء پر منون ہو جیسا کہ ابوسفیان کے شعر میں ہے یا اس طرح مذکور ہو غُدْوَةً مِنَ الْغُدْوَاتِ تو اس وقت واضح ہوگا کہ اہل عرب نے اس میں نصب اور مفعول کے ساتھ تشبیہ کا قصد کیا ہے۔ اس بیان کی ایک اور صورت بھی ہے، وہ یہ ہے کہ اہل عرب نے اسے رفع دیا ہے اور کہا ہے لَدُنْ غُدْوَةُ اور رفع کے ساتھ ساتھ اسے غیر منصرف بھی رکھا ہے۔ جس طرح اسم فاعل کے

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّنِیْ لَمْ اَشْفِ نَفْسِیْ مِنْهُمْ لَکَانَتْ شَجًا فِی الْقَلْبِ ذَاتَ نُدُوْبِ

''اور اگر میں انہیں قتل کر کے اپنے دل کو تسکین نہ دیتا تو میرے دل میں ایسے زخم ہو جاتے جن کے نشانات مٹنے والے نہ تھے''۔

فَآبُوْا وَ قَدْ اَوْدَی الْجَلَابِیْبُ مِنْهُمْ بِهِمْ خَدَبٌ مِّنْ مُّعْطَبٍ وَ کَئِیْبِ

''پس وہ (مسلمان) ایسی حالت میں واپس لوٹے کہ ان کے بڑے بڑے سخت جان لوگ ہلاک ہو چکے تھے، بعض کے جسموں سے خون بہہ رہا تھا اور بعض غم و اندوہ کی تصویر بنے ہوئے تھے''۔

اَصَابَهُمْ مَنْ لَمْ یَکُنْ لِدِمَائِهِمْ کِفَاءً وَ لَا فِیْ خُطَّةٍ بِضَرِیْبِ

''مسلمانوں کو اس شخص (یعنی ابوسفیان) نے مصیبت میں مبتلا کر دیا جو ان سب کے خونوں کے برابر بھی نہیں ہو سکتا تھا اور نہ اس کے کردار میں اس کا کوئی ہم مثل تھا''۔

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن ہشام کے بیان کے مطابق ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیا۔ آپ نے فرمایا:

ذَکَرْتَ الْقُرُوْمَ الصِّیْدَ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ وَ لَسْتَ لِزُوْرٍ قُلْتَهٗ بِمُصِیْبِ

''تو نے آلِ ہاشم کے سردار شکاریوں کا ذکر کیا ہے۔ تو نے یہ جھوٹ نہیں بولا (سچ بولا) لیکن

بعد آنے والے اسم کو رفع دیا جاتا ہے جب وہ فاعل بن رہا ہو اور نصب دی جاتی ہے جب وہ مفعول واقع ہو رہا ہو بشرطیکہ اسم فاعل منون ہو۔ یہی حالت لَدُنْ کے بعد غُدْوَۃ کی ہے، اس کی یہ حالت اس وقت ہوگی جب لَدُنْ منون ہو اور اگر آپ لَدُ غُدْوَۃ کہیں تو صرف جر جائز ہوگی اگر آپ غدوۃ کو تنوین دیں اور اگر معرفہ ہونے کی وجہ سے اس کو غیر منصرف رکھیں تو اس صورت میں فتحہ اس کی جر کی علامت ہوگی اور غُدْوَۃ علم صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب آپ اس سے کسی معین دن کا وقت مراد لیں اور لفظ بُکْرَۃ بھی علمیت میں غُدْوَۃ کی مثل ہے لیکن لَدُنْ کے ساتھ صورت حال میں اس کی مثل نہیں۔ اور ضَحْوَۃ اور عَشِیَّۃ دونوں منصرف ہیں اگر آپ ان سے کسی معین دن کا وقت مراد لیں۔ ہم نے نتائج الفکر میں اس باب کے اسرار و رموز مکمل طور پر کھول کر بیان کر دیے ہیں اور وہاں ہم نے ایسے بدائع اور عجائب کی وضاحت کی ہے جنہیں کسی نے بھی بیان نہیں کیا سوائے سیبویہ کے کہ ان کے کلام کے ضمن میں اور ان کے مقرر کردہ قواعد سے یہ چیزیں عیاں ہوتی ہیں۔

Marfat.com

تیری بات ٹھیک نہیں ہو سکتی''۔

اَتَعْجَبُ اَنْ اَقْصَدْتَ حَمْزَةَ مِنْهُمُ نَجِيْبًا وَ قَدْ سَمَّيْتَهُ بِنَجِيْبِ

''کیا تو اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ تو نے آلِ ہاشم میں سے حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے نجیب کو قتل کیا ہے حالانکہ تو نے خود انہیں نجیب کا نام دیا ہے''۔

اَلَمْ يَقْتُلُوْا عَمْرًا وَّ عُتْبَةَ وَابْنَهٗ وَ شَيْبَةَ وَالْحَجَّاجَ وَابْنَ حَبِيْبِ

''کیا مسلمانوں نے عمرو، عتبہ، اس کے بیٹے شیبہ، حجاج اور ابن حبیب کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا تھا؟''

غَدَاةَ دَعَا الْعَاصِيْ عَلِيًّا فَرَاعَهٗ بِضَرْبَةِ عَضْبٍ بَلَّهٗ بِخَضِيْبِ

''اس صبح کو جب عاصی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت دی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایسی تلوار کی ضرب کے ساتھ مبہوت کر دیا تھا جسے اس نے رنگین خون کے ساتھ تر کر دیا تھا''۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابن شعوب نے ابوسفیان کا جو دفاع کیا تھا اس کے متعلق اس پر کیے گئے اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

وَ لَوْ لَا دِفَاعِيْ يَا ابْنَ حَرْبٍ وَّ مَشْهَدِيْ لَاُلْفِيْتَ يَوْمَ النَّعْفِ غَيْرَ مُجِيْبِ

''اے ابن حرب! اگر میرا دفاع اور میری موجودگی نہ ہوتی تو جبل احد کے موقع پر تو ایسی حالت میں پایا جاتا کہ تیری آواز سننے والا بھی کوئی نہ ہوتا''۔

وَ لَوْ لَا مَكَرِّيَ الْمُهْرَ بِالنَّعْفِ قَرْقَرَتْ ضِبَاعٌ عَلَيْهِ اَوْ ضِرَاءُ كَلِيْبِ

''اور اگر جبل احد کے پاس میرا اپنے گھوڑے کے ساتھ حملہ نہ ہوتا تو اس (ابوسفیان) پر بجو

ان اشعار میں ابوسفیان کا قول ہے بِهِمْ خَدَبٌ۔ خَدَب کا معنی کشادگی ہے۔ جب پیٹ پر حملہ کیا جائے تو اس میں بہت بڑا کشادہ زخم ہو جاتا ہے۔ خَدَب سے ابوسفیان کی یہی مراد ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

اِذَا عَضَلٌ سِيْقَتْ اِلَيْنَا كَاَنَّهَا جَدَايَةُ شُرْكٍ مُعْلَمَاتِ الْحَوَاجِبِ

شُرُك شراك کی جمع ہے اور جَدَايَة سے مراد زین کے نیچے کی گدی ہے، اس میں معروف لغت حَدِيَّةُ السَّرْجِ ہے نہ کہ جَدَايَةُ السَّرْجِ۔ اس سے بھی قریب تر معنی یہ ہے کہ جَدَايَة سے مراد ہرن کا بچہ ہے اور اَلشُّرْك سے مراد اسے شکار کرنے کے لئے لگائے جانے والے پھندے اور

Marfat.com

اور شکاری باؤلے کتے ٹوٹے پڑتے اور اسے کھا جاتے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کا یہ قول عَلَيْهِ اَوْ ضِرَاءٍ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابوسفیان کا جواب دیتے ہوئے حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

جَزَيْتُهُمْ يَوْمًا بِبَدْرٍ كَمِثْلِهِ عَلٰى سَابِحٍ ذِىْ مَيْعَةٍ وَّ شَبِيْبِ

"ایک سبک رفتار، خوش وخرم اور جوان گھوڑے پر سوار ہو کر میں نے کفار کو ایک ایسی جنگ کا بدلہ چکایا جیسی

لَدٰى صَحْنِ بَدْرٍ اَوْ اَقَمْتُ نَوَائِحًا عَلَيْكَ وَ لَمْ تَحْفِلْ مُصَابَ حَبِيْبِ

میدانِ بدر میں ہوئی یا (یوں سمجھ لو کہ) میں نے تجھ پر نوحہ کرنے والیوں کو مقرر کر دیا حالانکہ وہ کسی دوست کی مصیبت پر بھی جمع ہونے والی نہ تھیں"۔

وَ اِنَّكَ لَوْ عَايَنْتَ مَا كَانَ مِنْهُمْ لَاُبْتَ بِقَلْبٍ مَا بَقِيْتَ نَخِيْبِ

"اور اگر تو اپنی آنکھوں سے وہ حالت دیکھتا جو مسلمانوں نے برپا کی تھی تو تو ایسے دل کے ساتھ واپس آتا جو مرتے دم تک خوفزدہ اور بزدل رہتا"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حارث بن ہشام نے ابوسفیان کے جواب میں یہ اشعار اس لئے کہے تھے کہ انہیں گمان ہوا تھا کہ ابوسفیان نے اپنے درجِ ذیل شعر کے ساتھ بدر کے روز ان کے فرار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے:

جال ہیں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا دَامِيَاتُ الْحَوَاجِبِ۔ یہ اس کے معنی میں صحیح ترین قول ہے۔ حضرت ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ لفظ جدایۃ واحد، جمع، مذکر اور مؤنث ہرن کی سب اولاد کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور یہ بات بعید از حقیقت ہے کہ جَدَايَة جَدِيَّة کی جمع ہو جس کا معنی زین اور پالان کے نیچے رکھی جانے والی گدی ہے اگرچہ جمع میں فِعَالٌ اور فِعَالَة کہا جاتا ہے جیسے جِمَالٌ اور جِمَالَة لیکن یہاں یہ بات معنی کے لحاظ سے بعید از حقیقت ہے۔ واللہ اعلم

لفظ شرك شین کے کسرہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس شعر کا جو قریب ترین معنی بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جدایۃ سے جنگلی جانور مراد لیے جو کہ ہرن اور اس طرح کے دوسرے جانوروں کے بچے ہیں۔ حضرت ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ لفظ جدایۃ واحد، جمع، مذکر اور

Marfat.com

وَ مَا زَالَ مُغْرِیْ مَزْجَرَ الْکَلْبِ مِنْهُمْ

ہزیمت کے اسباب کے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی فتح ونصرت نازل فرمائی اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ مسلمانوں نے کفار کو تلواروں سے مار مار کر بھگانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے لشکر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور انہیں ایسی ہزیمت اٹھانا پڑی جو شک وشبہ سے بالاتر تھی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ عباد سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت زبیر سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: قسم بخدا! میں دیکھ رہا تھا کہ ہند بنت عتبہ اور اس کے ساتھ دیگر عورتیں پنڈلیاں ننگی کیے ہوئے بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ اس شکست کو دیکھ کر تیر افگن دستہ جلد بازی کرتے ہوئے لشکر کی طرف چلا آیا اور ہماری پشتیں دشمن کے گھڑسواروں کے لئے خالی کر دیں۔ دشمن کے گھڑسوار دستہ نے ہماری پشت کی طرف سے ہم پر حملہ بول دیا۔ اسی وقت کسی نے با آواز بلند کہا خبردار! محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی کفار ہم پر ٹوٹ پڑے اور مسلمان منتشر ہو گئے حتیٰ کہ کوئی مسلمان حضور ﷺ کے قریب نہ رہا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضور ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر کے ساتھ با آواز بلند پکارنے والا شخص ازب العقبہ یعنی شیطان تھا۔

مؤنث سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس بنا پر لفظ الشرک ان پھندوں کے معنی میں ہوگا جو ہرن کے بچوں کو شکار کرنے کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرک ایک جگہ کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔ اور عَضَل بنی خزیمہ کے ایک ذیلی قبیلے کا نام ہے جو غدار تھے۔ بنی عضل اور قارہ کی غداری کا ذکر آگے آئے گا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: مُعْلَمَاتِ الْحَوَاجِب یعنی ان کے بھنوؤں پر خون کے نشانات لگے ہوئے تھے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد بھنوؤں کی سیاہی ہو جو ہرنوں کی آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔ جس طرح سیبویہ نے اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا ہے:

کَأَنَّهُ لَهَقُ السَّرَاةِ کَأَنَّهُ مَا حَاجِبَيْهِ مُعَيَّنٌ بِسَوَادِ

"اور گویا وہ پہاڑ کی چوٹی کی سفیدی ہے اور گویا جو حصہ اس کے بھنوؤں کے درمیان ہے وہ سیاہی

Marfat.com

صوٓاب کی شجاعت اور اس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ مشرکین کا جھنڈا گرا پڑا تھا کہ اتنے میں ایک عورت عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے اسے اٹھالیا پھر اس کے ہاتھ سے قریش نے لے لیا یہاں تک کہ وہ جھنڈا ابی طلحہ کے حبشی غلام صوٓاب کے پاس پہنچ گیا۔ یہ ان کا آخری علمبردار تھا، اس نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا، وہ جھنڈے کو تھام کر لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے پھر وہ نیچے بیٹھ گیا اور جھنڈے کو اپنے سینے اور گردن کے ذریعے دبوچ لیا تاکہ گرنے نہ پائے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ آخری وقت میں اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ''اے اللہ! کیا میں نے اپنی قوم کی لاج رکھ لی ہے''؟ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَخَرْتُمْ بِاللِّوَاءِ وَ شَرُّ فَخْرٍ لِوَاءٌ حِیْنَ رُدَّ اِلٰی صُوٓابِ

''تم نے اپنے جھنڈے پر فخر کیا ہے حالانکہ اس جھنڈے پر فخر بدتر ہے جب اسے صوٓاب غلام کے پاس لوٹا دیا گیا ہے''۔

جَعَلْتُمْ فَخْرَکُمْ فِیْهِ لِعَبْدٍ وَالْاَمُّ مَنْ یَطَأُ عَفْرَ التُّرَابِ

''جھنڈے کے بارے میں تم نے یہ فخر ایک غلام کے بل بوتے پر کیا ہے حالانکہ اس کی ماں ایسی عورت ہے جسے ایک بھورے رنگ والا شخص روندا کرتا ہے''۔

ظَنَنْتُمْ وَ السَّفِیْهُ لَهٗ ظُنُوْنٌ وَ مَا اِنْ ذَاكَ مِنْ اَمْرِ الصَّوَابِ

''تم نے گمان کرلیا اور احمق کا گزارا گمانوں پر ہی ہوتا ہے حالانکہ یہ گمان کوئی درست کام سے نہیں ہوتا:

کے ساتھ معین ہے۔

غزوۂ احد میں چلانے والا

حضرت ابن اسحاق نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے قتل کی جھوٹی خبر کے ساتھ چلانے والے کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن ہشام کا قول ہے کہ چلانے والا شخص اِزْبُ الْعَقَبَةِ تھا۔ اس مقام پر ازب کا لفظ اسی طرح ہمزہ کے کسرہ اور زاء کے سکون کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نے بیعت عقبہ کے ضمن میں ام کرز بنت اکرب بن عمرو بن بکیل کے بارے میں ابن ماکولا کا قول ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: لغت عرب میں اَزب صرف اس نام میں اور اَزب العقبہ میں وارد ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے

Marfat.com

بِاَنَّ جِلَادَنَا يَوْمَ الْتَقَيْنَا بِمَكَّةَ بَيْعُكُمْ حُمْرَ الْعِيَابِ

کہ جس روز ہمارا اور تمہارا (غزوۂ احد میں) مقابلہ ہوا تو (تمہارا یہ گمان تھا کہ) تم ہماری کھالیں مکہ میں سرخ تھیلے بنا کر بیچ رہے ہو"۔

اَقَرَّ الْعَيْنَ اَنْ عُصِبَتْ يَدَاهُ وَ مَا اِنْ تُعْصَبَانِ عَلٰى خِضَابِ

"اس کے ہاتھ سرخ دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور اس کے ہاتھ رنگ کی سرخی کے باعث سرخ نہ تھے (بلکہ خون کے باعث سرخ تھے)"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کا آخری شعر ابو خراش ہذلی سے مروی ہے اور یہ شعر مجھے خلف الاحمر نے سنایا:

اَقَرَّ الْعَيْنَ اَنْ عُصِبَتْ يَدَاهَا وَ مَا اِنْ تُعْصَبَانِ عَلٰى خِضَابِ

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے جس میں وہ اپنی بیوی مراد لیتا ہے اور اس کا تعلق غزوۂ احد کے علاوہ کسی اور واقعہ کے ساتھ ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ اشعار معقل بن خویلد ہذلی کے ہیں۔

عمرہ حارثیہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عمرہ بنت علقمہ حارثیہ کے واقعہ اور اس کے جھنڈا اٹھانے کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

اِذَا عَضَلٌ سِيقَتْ اِلَيْنَا كَاَنَّهَا جَدَايَةُ شِرْكٍ مُعْلَمَاتِ الْحَوَاجِب

"جب بنی عضل ہماری طرف مقام شرک کے ہرنیوں کے بچوں کی طرح بڑھ کر آئے جن کے ابرووں پر نشان لگے ہوں

اَقَمْنَا لَهُمْ طَعْنًا مُبِيْرًا مُنَكِّلًا وَ حُزْنَاهُمْ بِالضَّرْبِ مِنْ كُلِّ جَانِبِ

ابن زبیر کا واقعہ بھی بیان کیا ہے جسے قتیبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کجاوے کے عرق گیر پر ایک آدمی کو دیکھا جس کا قد صرف دو بالشت تھا۔ آپ نے اسے نیچے گرا دیا لیکن وہ پھر وہیں لوٹ آیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے پوچھا تو کیا ہے؟ اس نے کہا میں اَزَب (پست قد) ہوں۔ آپ نے پوچھا ازب کون ہے؟ اس نے کہا ایک جن۔ الخ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ لفظ اَزَب ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضرت یعقوب کا قول ہے: اَلْاَزَبُّ الرَّجُلُ الْقَصِيْرُ یعنی اِزَب پست قد آدمی کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آیا اِزَب اور اَزَب ایک ہی شیطان ہے یا دو۔

Marfat.com

تو ہم نے ان کے لئے نہایت تباہ کن اور عبرتناک نیزہ بازی قائم کردی اور اور ہر طرف سے ان پر شمشیر زنی کر کے ان کی لاشوں کا انبار لگا دیا"۔

فَلَوْ لَا لِوَاءُ الْحَارِثِيَّةِ اَصْبَحُوْا يُبَاعُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ بَيْعَ الْجَلَائِبِ

"اگر عمرہ حارثیہ کا جھنڈا نہ ہوتا تو انہیں بازاروں میں سامانِ تجارت کی طرح فروخت کر دیا جاتا"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے چند دیگر اشعار کا حصہ ہیں۔

احد کے روز حضور ﷺ کو لگنے والے زخم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مسلمانوں کا لشکر منتشر ہو گیا اور دشمن ان کی صفوں میں گھس آیا۔ وہ دن مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش اور امتحان کا دن تھا۔ اس روز بہت سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ شہادت سے نوازا یہاں تک کہ دشمن نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ بول دیا۔ آپ کے چہرۂ اقدس پر ایک پتھر کی چوٹ لگی جس سے آپ کے سامنے والے دو اوپر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور نیچے والا ہونٹ مبارک بھی زخمی ہو گیا۔ جس بدبخت نے آپ ﷺ کو پتھر مارا تھا وہ عتبہ بن ابی وقاص تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حمید الطویل نے بیان کیا انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: احد کے روز نبی کریم ﷺ کے سامنے والے دو اوپر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک ٹوٹ گئے اور آپ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا، چہرۂ اقدس پر خون بہنے لگا۔ حضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے خون صاف کرنے لگے: "وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا حالانکہ وہ انہیں ان کے رب کی طرف بلاتا ہے"۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۲۸ (آل عمران) "نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمالے اور چاہے تو عذاب دے

کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہاں سے شیطان نے آواز لگائی تھی وہ جبل عینین ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ عینین کے روز (غزوۂ احد کے روز) بھاگے تھے؟ عینین حمرہ کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اسی شہر کا ایک شاعر خلید عینین کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

انہیں، پس بے شک وہ ظالم ہیں"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ربیع بن عبدالرحمن بن ابی سعید خدری نے ذکر کیا، انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا جس سے آپ کا سامنے والا دائیں طرف سے نیچے کا دانت مبارک ٹوٹ گیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا اور عبداللہ بن شہاب زہری نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو زخمی کیا اور ابن قمئہ نے آپ کے رخسار گلگوں کو زخمی کیا، خود کی دو کڑیاں رخسارِ مبارک میں گھس گئیں۔ حضور ﷺ ایک گڑھے میں بھی گرے۔ یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو ابو عامر فاسق نے کھود رکھے تھے تا کہ مسلمان بے خبری سے ان میں

نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں کا حال

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں میں ابن قمئہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا نام عبداللہ ہے۔ یہ وہی بد بخت ہے جس نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو زخمی کیا۔ ان بدبختوں میں سے ایک عتبہ بن ابی وقاص ہے جو حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کا بھائی ہے، اسی نے رسول اللہ ﷺ کے چار دانت مبارک شہید کیے تھے۔ اس کے بعد اس کی نسل سے جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اور سن بلوغ کو پہنچتا ہے تو اس کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور اس کے منہ سے سخت بد بو آتی ہے۔ یہ بات اس کی نسل میں مشہور و معروف ہے۔

جن لوگوں نے احد کے روز حضور ﷺ کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا ان میں سے ایک عبداللہ بن شہاب ہے۔ یہ امام مالک کے شیخ محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب کا دادا ہے۔ ابن شہاب سے پوچھا گیا کیا تمہارا دادا عبداللہ بن شہاب غزوۂ بدر میں شریک ہوا؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن کفار کی طرف سے۔ یہ عبداللہ بن شہاب عبداللہ الاصغر ہے اور جو عبداللہ بن شہاب عبداللہ الاکبر کہلاتے ہیں وہ ان مہاجرین حبشہ میں سے ہیں جو ہجرت مدینہ سے قبل ہی مکہ مکرمہ میں وفات پا گئے تھے۔ ان دونوں میں اختلاف ہے کہ سرزمین حبشہ کی طرف کس نے ہجرت کی؟ ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ الاکبر نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ عبداللہ الاصغر نے کی۔ ان دونوں میں سے ایک امام زہری کا دادا ہے اور دوسرا نانا۔ جو عبداللہ بن شہاب غزوۂ احد میں کفار کے ساتھ شریک ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو زخمی کیا وہ بعد میں مشرف باسلام ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اسلام کو اس کے لئے نفع بخش بنائے۔

Marfat.com

گر جائیں۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے نیچے اتر کر سہارا دیا۔ اس طرح حضور ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے خون چوس کر نگل لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے خون کو میرا خون چھوئے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے''۔

حضرت عبدالعزیز دراوردی نے ذکر کیا، انہوں نے حضرت اسحاق بن یحیٰی بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عیسیٰ بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے خود کا ایک حلقہ اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا لیکن اس کوشش میں ان کے اپنے سامنے والے دو دانت گر گئے، پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا تو آپ کے سامنے والے دو اور دانت بھی اکھڑ گئے۔ اس طرح آپ کے چار دانت نکل

رات کے اجزاء کے نام

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق بنی خدرہ سے ہے۔ لغت عرب میں خدرہ رات کے پانچ اجزاء میں سے ایک جزء کا نام ہے۔ سب سے پہلے جزء کا نام ہزلیع، دوسرے کا خدرہ، تیسرے کا یعفور، چوتھے کا جہمہ اور پانچویں جزء کا نام سدقہ ہے۔ یہ نام کتابِ کراع سے نقل کیے گئے ہیں۔

حضور ﷺ کا خون مبارک اور بول مبارک

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک دفعہ ایسا ہی کیا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے پچھنوں سے نکلنے والا خون دیا تھا تاکہ اسے دفن کر دیں لیکن آپ اس خون کو پی گئے۔ اس وقت آپ ایک طاقتور نوخیز لڑکے تھے، آپ کو بھی حضور ﷺ نے وہی خوشخبری سنائی جو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو اپنے زخم کا خون پینے پر سنائی تھی کہ ''جس کا خون میرے خون کو

Marfat.com

گئے اور آپ ساقط الثنیتین ہو گئے۔

عتبہ اور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف پہنچی، کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ابی وقاص کو فرمایا:

اِذَا اللّٰهُ جَازٰی مَعْشَرًا بِفِعَالِهِمْ   وَ ضَرَّهُمُ الرَّحْمٰنُ رَبُّ الْمَشَارِقِ

"جب اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا اور سارے مشرقوں کے رب رحمٰن نے انہیں عذاب دیا:

فَاَخْزَاكَ رَبِّیْ یَا عُتَیْبَ بْنَ مَالِكٍ   وَ لَقَّاكَ قَبْلَ الْمَوْتِ اِحْدَی الصَّوَاعِقِ

تو اے عتیب بن مالک! تجھے بھی میرے رب نے ذلیل ورسوا کر دیا اور موت سے پہلے تجھے ایک کڑک نے آلیا"۔

بَسَطْتَ یَمِیْنًا لِلنَّبِیِّ تَعَمُّدًا   فَاَدْمَیْتَ فَاهُ قُطِّعَتْ بِالْبَوَارِقِ

"تو نے جان بوجھ کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان کے چہرۂ اقدس کو خون آلود کر دیا، تیرا ہاتھ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے"۔

فَهَلَّا ذَكَرْتَ اللّٰهَ وَالْمَنْزِلَ الَّذِیْ   تَصِیْرُ اِلَیْهِ عِنْدَ اِحْدَی الْبَوَائِقِ

"کیا تجھے اللہ تعالیٰ اور اس مقام کی یاد نہ آئی جس کی طرف تو ایک بڑی مصیبت (موت) کے وقت لوٹ کر جانے والا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا ہم نے ان میں سے دو شعر چھوڑ دیے ہیں جن میں آپ نے اسے برا بھلا کہا۔

چھو لے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی"۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ بھی فرمایا: "لوگوں کی طرف سے تیرے لئے ہلاکت ہے اور تیری طرف سے لوگوں کے لئے ہلاکت ہے"۔ اسے دار قطنی نے سنن میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں یہ فقہی مسئلہ ہے کہ حرمت میں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون مبارک دیگر لوگوں کے خون سے جدا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چارپائی کے نیچے پڑے ہوئے لکڑی کے برتن میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بول مبارک دیکھا تو اسے پی لیا۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ناپسند نہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

Marfat.com

حضرت ابن سکن اور غزوۂ احد میں ان کی آزمائش

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب دشمنوں نے اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دیا اور آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''کون مرد ہے جو ہمارے لئے اپنی جان کا سودا کرے''۔ یہ سن کر حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری نوجوانوں کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ حضرت عمار بن یزید بن سکن تھے۔ وہ سب ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لڑتے گئے اور شہید ہوتے گئے یہاں تک کہ آخر میں حضرت زیاد یا عمارہ رہ گئے۔ وہ دشمن سے لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو گئے، پھر مسلمانوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا اور دشمن کے نرغے کو توڑ کر اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ جب دشمن بھاگ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زیاد کو میرے قریب لاؤ''۔ صحابہ کرام انہیں اپنے آقا کے قریب لائے تو انہوں نے حضور ﷺ کے قدموں پر اپنے رخسار رکھ دیے اور اسی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جہاد

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ نے بھی غزوۂ احد میں دشمن سے جنگ کی۔ چنانچہ حضرت سعید بن ابی زید انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ام سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: میں حضرت ام عمارہ کے پاس گئی اور انہیں کہا خالہ جان! مجھے غزوۂ احد میں اپنی جنگ کا واقعہ سنائیے۔ انہوں نے فرمایا: میں صبح کے وقت یہ دیکھنے کے لئے نکلی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میرے پاس ایک پانی کی بھری ہوئی مشک تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچی، اس وقت مسلمانوں کا غلبہ تھا اور جنگ کی ہوا کا رخ مسلمانوں کے حق میں تھا، پھر جب لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہو

اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے اس حدیث میں بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ پر دو فرشتے نازل ہوئے، انہوں نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے قلب اطہر کو ایک سونے کے طشت میں رکھا اور اسے برف کے پانی سے دھویا۔ اس طرح آپ مطہرین میں شامل ہو گئے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک تمام آلائشوں سے پاک ہو گیا۔ ہم نے وہاں یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ صرف حقیقی نجاستوں سے ہی پاک نہیں بلکہ احداث (حکمی نجاستوں) سے بھی پاک اور منزہ ہیں۔ الحمد للہ۔

Marfat.com

گئے تو میں رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچی اور شمشیر بکف دشمنانِ اسلام سے برسر پیکار ہوگئی۔ میں نے اپنی کمان سے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی، یہاں تک کہ زخموں نے مجھے نڈھال کر دیا۔ حضرت ام سعد فرماتی ہیں میں نے ام عمارہ کے شانے پر زخم کا نشان دیکھا جس کا گڑھا ابھی تک باقی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ زخم تمہیں کس نے لگایا؟ انہوں نے فرمایا: ابن قمئہ نے، اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کرے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے مسلمان منتشر ہوگئے تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے۔ اسے آگے بڑھتا دیکھ کر میں، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما اور چند دیگر مسلمانوں نے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم تھے، آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا، اس نے مجھ پر تلوار کا وار کیا جس سے مجھے یہ گہرا زخم آیا۔ اس کے مقابلے میں میں نے اس بدبخت پر پے در پے کئی وار کیے مگر اس دشمن خدا نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں اس لئے میرے وار مؤثر ثابت نہ ہوئے۔

حضرت ابو دجانہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے اور آنے والے سارے تیر آپ کی پشت میں پیوست ہوتے رہے یہاں تک کہ ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی لیکن آپ سر مو بھی آگے پیچھے نہ سرکے۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے حملوں سے بچانے کے لئے تیروں کی بارش کر دی۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے تیر پکڑاتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے اسے پھینکو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ مجھے ایسا تیر بھی دیتے جس میں پھل بھی نہ ہوتا اور فرماتے اسے بھی پھینک دو۔

لیکن ابو عمر نمری نے کتاب الاستیعاب میں جو یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ایک صحابی نے جن کا نام سالم تھا، رسول اللہ ﷺ کو پچھنے لگائے پھر آپ کا خون پی لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر خون حرام ہے؟'' اس حدیث کی کوئی سند نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن زبیر کی وہ حدیث جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اس کی مثل حضرت زبیر بن ابی بکر نے ایسی حدیث روایت کی ہے جس سے اس پہلی حدیث کی تائید ہوتی ہے اور اس کے مفہوم کی تکمیل ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنی ایک سند

Marfat.com

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش اوران کی آنکھ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ اس روز رسول اللہ ﷺ خود بھی اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ کمان کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اسے حضور ﷺ سے مانگ لیا اور اپنے پاس بطورِ تبرک حفاظت سے رکھ لیا۔ اس روز حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر ایسی چوٹ لگی جس سے آنکھ نکل کر رخسار پر لٹکنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے آنکھ کو پکڑ کر دوبارہ حلقہ میں رکھ دیا۔ اسی وقت آنکھ درست ہوگئی اور دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور تیز نظر والی ہوگئی۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن بن رافع جو بنی عدی بن نجار کے ایک فرد ہیں، کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں چند مہاجرین و انصار جن میں حضرت عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، مایوسی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے پوچھا اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: حضور ﷺ شہید ہوگئے ہیں، اب ہم کیا کریں۔ آپ نے انہیں کہا: حضور ﷺ کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے؟ اٹھو اور اس مقصد کے لئے جان دے دو جس مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جان دی۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور دشمن سے مصروفِ پیکار ہوگئے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کرلیا۔ انہی کے نام پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام رکھا گیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حمید الطویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا ہم نے اس روز حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر ضربیں دیکھیں، ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے ایک پورے سے ان کو بمشکل پہچانا۔

حدیث میں فرمایا جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ بچہ ایسا ایسا ہوگا۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر آپ کی والدہ حضرت اسماء نے آپ کو دودھ پلانا چھوڑ دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کی پرورش کرو خواہ اپنی آنکھوں کے

Marfat.com

حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو لگنے والے زخم

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے منہ پر زخم آیا جس سے آپ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے، آپ کو بیس سے زیادہ زخم لگے اور ٹانگ زخمی ہونے کی وجہ سے آپ لنگڑے ہو گئے۔

ہزیمت کے بعد حضور ﷺ کو سب سے پہلے پہچاننے والا شخص

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مسلمانوں کی ہزیمت اور رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلنے کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسا کہ مجھے حضرت ابن شہاب زہری نے بتایا۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی آنکھوں سے آپ کو پہچانا جو خود کے نیچے چمک رہی تھیں، میں نے بلند آواز سے اعلان کیا "اے گروہِ مسلمین! مبارک باد!! یہ ہیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ"۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا تو آپ کی طرف اڑتے چلے آئے۔ آپ ﷺ انہیں ساتھ لے کر ایک گھاٹی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور ﷺ کے ہمراہ یہ حضرات تھے: ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، حارث بن الصمہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت۔ رضی اللہ عنہم۔

پانی ہے۔ اس بچے کی مثال ایسے ہے جیسے بھیڑیوں کے درمیان مینڈھا ہو اور ان بھیڑیوں پر کپڑے ہوں۔ یہ بچہ بیت اللہ شریف کا دفاع کرے گا یا اس کی حفاظت کرتے کرتے قتل کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک ابی بن خلف ادھر آدھمکا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے"۔ مسلمان مجاہدین نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ایک مجاہد آگے بڑھ کر اسے سبق نہ سکھا دے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے آگے آنے دو"۔ جب وہ قریب ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ پکڑا اور بڑے جوش سے جھرجھری لی۔ ہم سب آپ کے پاس سے اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ

حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ابی کے قتل کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ میں مذکور ہے: تَطَايَرْنَا عَنْهُ تَطَايُرَ الشَّعْرَاءِ عَنْ ظَهْرِ الْبَعِيرِ (ہم سب آپ کے پاس سے اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ کی پشت سے مکھیاں اڑ جاتی ہیں)۔ شعراء ایک چھوٹی سی ڈنگ والی مکھی کو کہتے ہیں۔ اہل عرب اپنی امثال میں کہتے ہیں: بھیڑیے سے پوچھا گیا تو اس غنیمت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو ایک لونڈی کی حفاظت میں ہو؟ اس نے کہا وہ میرے حلق میں ایک چربی کا ٹکڑا ہے، پھر اس سے پوچھا گیا تو اس غنیمت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو ایک غلام کی حفاظت میں ہو؟ اس نے کہا شَعْرَاءُ فِيْ اِبِطِيْ اَخْشٰى خُطْوَاتِهٖ یعنی وہ میری بغل میں ایک مکھی کی مانند ہے جس کے ڈنگوں کا مجھے خوف ہے۔ خطوات نرم لکڑی کے تیروں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ بچے تیراندازی سیکھتے ہیں اور بے پھل تیروں کو بھی خطوات کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

اَصَابَتْ حَبَّةَ الْقَلْبِ بِسَهْمٍ غَمْرٍ جُنَاحِ

"اس نے دل کے سیاہ نکتے پر ایسا تیر مارا جس کا پھل نہیں ہوتا"۔

یہ شعر کتاب ابی حنیفہ سے ماخوذ ہے۔ قتبی نے تَطَايُرَ الشَّعْرَاءِ کے بجائے تَطَايُرَ الشُّعْرِ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شَعْرَاء کی جمع ہے اور یہ ایک مکھی ہوتی ہے جو قمع مکھی(1) سے چھوٹی ہوتی ہے۔

1۔ قمع قمعۃ کی جمع ہے۔ یہ وہ مکھی ہے جو سخت گرمی کے موسم میں اونٹ اور ہرن پر بیٹھتی ہے اور انہیں کاٹتی ہے۔

Marfat.com

کی پشت سے مکھیاں اڑ جاتی ہیں، پھر حضور علیہ اکیلے اس کی طرف بڑھے اور اس نیزے سے اس کی گردن پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے لڑھکنے لگا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جیسا کہ حضرت صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ ابی بن خلف جب مکہ میں رسول اللہ علیہ سے ملتا تو کہا کرتا: اے محمد (علیہ) میرے پاس ایک عود نامی گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق (تین صاع) مکئی کے دانے کھلاتا ہوں، میں اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا۔ اس کی یہ بڑ سن کر رسول اللہ علیہ فرماتے تو نہیں بلکہ میں تجھے موت کے گھاٹ اتاروں گا ان شاء اللہ۔ چنانچہ اب یہ بد بخت زخمی ہو کر قریش کی طرف لوٹا تو بظاہر اس کی گردن پر ایک معمولی سی خراش آئی تھی جس کا خون بھی رک گیا تھا لیکن اس نے قریش سے کہا قسم بخدا! مجھے محمد (علیہ) نے قتل کر دیا ہے۔ لوگ اسے کہنے لگے "بخدا! تم نے ہمت ہار دی ہے، تجھے کوئی زخم تو لگا نہیں، معمولی سی خراش آئی ہے"۔ وہ کہنے لگا: "انہوں نے مجھے مکہ میں کہا تھا، میں تجھے قتل کروں گا۔ اس لئے خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو وہ تھوک ہی مجھے ہلاک کر دیتی"۔ چنانچہ جب کفار قریش کا لشکر مکہ واپس آ رہا تھا تو سرف کے مقام پر اس دشمن خدا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ابی بن خلف کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

لَقَدْ وَرِثَ الضَّلَالَةَ عَنْ اَبِيْهِ اُبَيٌّ يَوْمَ بَارَزَهُ الرَّسُوْلُ

"ابی اس روز اپنے باپ سے ملی ہوئی گمراہی کا وارث بن گیا جس روز رسول اللہ علیہ نے اس سے مقابلہ کیا"۔

اَتَيْتَ اِلَيْهِ تَحْمِلُ رِمَّ عَظْمٍ وَ تُوْعِدُهٗ وَ اَنْتَ بِهٖ جَهُوْلُ

"تو ایک بوسیدہ ہڈی اٹھائے آپ کی طرف بڑھا اور آپ کو دھمکی دینے لگا حالانکہ تو آپ سے بالکل جاہل تھا"۔

وَ قَدْ قَتَلَتْ بَنُوْ النَّجَّارِ مِنْكُمْ اُمَيَّةَ اِذْ يُغَوِّثُ يَا عَقِيْلُ

"اور بنی نجار نے تم میں سے امیہ کو اس حالت میں قتل کیا تھا کہ وہ چلا رہا تھا اے عقیل! (میری مدد کے لئے آؤ)"۔

Marfat.com

وَ تَبَّ ابْنَا رَبِيْعَةَ اِذْ اَطَاعَا اَبَا جَهْلٍ لِاُمِّهِمَا الْهُبُوْلُ

''اور ربیعہ کے دونوں بیٹے اس وقت ہلاک ہو گئے جب انہوں نے ابوجہل کی اطاعت کی، ان کی ماں ان دونوں سے محروم ہو گئی''۔

وَ اَفْلَتَ حَارِثٌ لَمَّا شُغِلْنَا بِاَسْرِ الْقَوْمِ اُسْرَتُهٗ فَلِيْلُ

''اور حارث بھی اس وقت روپوش ہو گیا جب ہم سب قیدی گرفتار کرنے میں مشغول تھے، اس کا قبیلہ زک اٹھا چکا تھا''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اُسْرَتُهٗ سے مراد اس کا قبیلہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

اَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّیْ اُبَيًّا لَقَدْ اُلْقِيْتَ فِیْ سُحْقِ السَّعِيْرِ

''ارے کون ہے جو میری طرف سے ابی کو یہ خبر پہنچا دے کہ تو جہنم کی گہرائیوں میں پھینک دیا گیا ہے''۔

تَمَنّٰی بِالضَّلَالَةِ مِنْ بَعِيْدٍ وَ تُقْسِمُ اَنْ قَدَرْتَ مَعَ النُّذُوْرِ

''تو مدتِ دراز تک گمراہی کی تمنا کرتا رہا اور قسمیں اٹھاتا رہا کہ تو اپنی نذریں پوری کرنے پر قادر ہے''۔

تُمَنِّيْكَ الْاَمَانِیْ مِنْ بَعِيْدٍ وَ قَوْلُ الْكُفْرِ يَرْجِعُ فِیْ غُرُوْرِ

''تو جھوٹی آرزوئیں کرتا رہا حالانکہ کفریہ بات کا نتیجہ خود فریبی ہی ہوا کرتا ہے''۔

فَقَدْ لَاقَتْكَ طَعْنَةُ ذِیْ حِفَاظٍ كَرِيْمِ الْبَيْتِ لَيْسَ بِذِیْ فُجُوْرِ

''تجھے ایک انتہائی باحمیت ہستی کا نیزہ لگا جو شریف خاندان والی ہے اور فسق و فجور سے دور رہنے والی ہے''۔

لَهٗ فَضْلٌ عَلَی الْاَحْيَاءِ طُرًّا اِذَا نَابَتْ مُلِمَّاتُ الْاُمُوْرِ

''انہیں تمام قبیلوں پر اس وقت بھی فضیلت حاصل ہوتی ہے جب بڑے بڑے حوادثِ زمانہ یکے بعد دیگرے لگاتار پیش آتے ہیں''۔

پہاڑ کی گھاٹی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود مسعود

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کی گھاٹی کے دہانے پر تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مہراس کے چشمہ پر تشریف لے گئے اور اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لے آئے تاکہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نوش جان فرمائیں لیکن اس پانی سے ایک قسم کی بدبو آ رہی تھی جس سے آپ ﷺ نے کراہت محسوس کی اور اسے پینا گوارا نہ کیا۔ آپ ﷺ نے رخ انور پر لگے ہوئے خون کو صاف کیا اور سر مبارک پر پانی ڈالا اور فرمایا: ''اس شخص پر سخت غضب الٰہی نازل ہو گا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا ہے''۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عتبہ کو قتل کرنے کی خواہش

حضرت صالح بن کیسان نے بیان کیا انہوں نے اس شخص سے روایت کیا جس نے ان سے بیان کیا، اس شخص نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرمایا کرتے تھے: قسم بخدا! مجھے کبھی کسی آدمی کو قتل کرنے کی اتنی خواہش نہ ہوئی جتنی اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے کی خواہش تھی۔ اگرچہ میں نہیں جانتا کہ وہ اپنی قوم میں بداخلاق اور مبغوض شخص تھا لیکن میرے لئے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کافی تھا کہ ''اس شخص پر سخت غضب الٰہی نازل ہو گا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا''۔

قریش کا پہاڑ پر چڑھنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ کرنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ احد کی گھاٹی میں تشریف فرما تھے تو لشکر کفار کا ایک دستہ پہاڑ پر چڑھ آیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا ان میں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت قتادہ بن نعمان بن زید کا ذکر کیا۔ یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی ہیں۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بار بار سورۂ اخلاص پڑھتے دیکھا تو فرمایا: واجب ہوگئی۔ آپ کا واقعہ مؤطا شریف میں مذکور ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ احد کے روز ان کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا احد کے روز ہمارے ایک ساتھی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہوگئی حتی کہ آنکھ کا ڈھیلا آپ کے رخسار پر لٹکنے لگا۔ ہم آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے عرض کی مجھے اپنی زوجہ سے محبت ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ جب وہ مجھے ایک آنکھ کے بغیر دیکھے گی تو نفرت کرے گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے آنکھ کا ڈھیلا اپنے دست اقدس سے پکڑ کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے حسن و جمال عطا فرما۔ (آپ کی اس دعا کی برکت سے) وہ آنکھ

Marfat.com

خالد بن ولید بھی تھے۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر دعا کی اے اللہ! یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چند مہاجرین کے ہمراہ ان کے مقابلہ میں نکلے اور انہیں مار مار کر پہاڑ سے نیچے اتار بھگایا۔

حضور ﷺ کی اٹھنے سے کمزوری اور حضرت طلحہ کی معاونت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ پہاڑ کی ایک چٹان پر چڑھنے کے لئے اٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کا جسم مبارک

دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ روشن تھی۔ جب دوسری آنکھ کو آشوب چشم ہوتا تو یہ تندرست رہتی آپ کی اولاد سے ایک شخص چند لوگوں کی معیت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواباً یہ شعر کہے:

اَنَا ابنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الخَدِّ عَینُہٗ فَرُدَّتْ بِکَفِّ المُصْطَفٰی اَیَّمَا رَدّ

"میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ گئی پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کے دست اقدس کے ذریعے اسے اپنے اصلی مقام پر لوٹا دیا گیا"۔

فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ لِاَوَّلِ اَمْرِھَا فَیَا حُسْنَ مَا عَیْنٍ وَ یَا حُسْنَ مَا خَدِّ

"جب وہ آنکھ اپنے مقام پر واپس آئی تو پہلے کی طرح صحیح و سالم تھی اور کیا ہی اس حسن و جمال کی شان تھی جو آپ کی آنکھ اور رخسار پر ظاہر ہو گیا"۔

یہ شعر سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر کہا:

تِلْکَ المَکَارِمُ لَا قَعْبَانِ مِنْ لَبَنٍ شِیْبَا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ اَبْوَالَا

"وہ خوبیاں کوئی ایسی نہ تھیں کہ دودھ کے دو بڑے پیالے ہوں جن میں پانی ملا ہوا ہو پھر وہ بعد میں پیشابوں کی شکل اختیار کر جائیں"۔

پھر حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور گراں قدر انعام سے نوازا۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں باہر نکل آئی تھیں اور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو واپس اپنی جگہ پر رکھ کر درست فرما دیا تھا۔ اسے حضرت محمد بن ابی عثمان (ابو مروان الاموی) نے حضرت مالک بن انس سے، انہوں نے حضرت محمد بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابو سعید سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا احد کے روز میری دونوں آنکھیں زخمی ہو گئیں اور میرے رخسار پر لٹکنے لگیں، میں اسی

Marfat.com

بھاری ہو گیا تھا اس لئے آپ چڑھ نہ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اس چٹان کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک ان کی پیٹھ پر رکھا پھر بلندی پر چڑھ گئے۔ جیسا کہ مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے اس روز رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''طلحہ نے یہ خدمت بجالا کر اپنے آپ کو جنت کا مستحق ٹھہرا لیا ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے حضرت عکرمہ کی یہ روایت پہنچی، انہوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ احد کی گھاٹی کے بنے ہوئے پائیوں پر نہ چڑھ سکے۔

حضور ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے احد کے روز لگنے والے زخموں کی وجہ سے ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا فرمائی اور آپ کی اقتدا میں مسلمانوں نے بھی بیٹھ کر نماز ادا کی۔

حضرت یمان اور حضرت ابن وقش رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض مسلمان بھاگ کر اعوص گاؤں کے قریب منقیٰ پہاڑ کے پاس جا پہنچے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا انہوں نے

حالت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے مقام پر رکھا اور ان پر لعاب دہن لگایا تو دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دار قطنی نے فرمایا امام مالک سے مروی یہ حدیث غریب ہے، اسے حضرت عمار بن نصر نے اکیلے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ راوی ہے اور دار قطنی نے اس حدیث کو عن ابراہیم حربی عن عمار بن نصر (سعدی ابو یاسر مروزی) روایت کیا ہے۔

حضرت حذیفہ یمانی کا نسب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ثابت بن وقش کا ذکر کیا ہے۔ وقش کا معنی حرکت ہے اور حسیل بن جابر حذیفہ بن یمان کے والد ہیں اور انہیں حسیل بن جابر یمانی بھی کہا گیا ہے کیونکہ یہ جروہ بن مازن بن قطیعہ بن عبسی کی اولاد سے ہیں اور جروہ طویل عرصہ تک اپنے اہل خانہ سے دور یمن میں رہائش

Marfat.com

حضرت محمود بن لبید سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا حضرت حسیل بن جابر جن کا نام یمان تھا اور جو حضرت حذیفہ بن یمان کے باپ تھے اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہم دونوں کافی عمر رسیدہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ احد کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے ان دونوں حضرات کو مسلم خواتین اور بچوں کے ہمراہ چند گڑھیوں میں منتقل کر دیا تھا۔ ایک روز دونوں بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ارے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہماری زندگی سے گنتی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں، کیوں نہ ہم اپنی تلواریں بے نیام کر کے نکلیں اور میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جائیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کرتے ہوئے شرفِ شہادت سے بہرہ ور فرما دے۔ چنانچہ دونوں تلواریں لہراتے ہوئے احد روانہ ہو گئے اور لشکر کفار میں گھس گئے۔ لشکر اسلام کو ان کی آمد کا قطعاً علم نہ ہوا۔ حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو تو مشرکین نے قتل کر دیا لیکن حضرت حسیل بن جابر رضی اللہ عنہ پر ناواقفیت میں مسلمانوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے: میرا باپ! مسلمانوں نے کہا قسم بخدا! ہم نے نہیں پہچانا۔ مسلمان سچ کہہ رہے تھے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری اس غلطی کو معاف فرما دے جو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی دیت دینا چاہی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی دیت بھی مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دی۔ اس سے ان کی قدر و منزلت رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں بہت بلند ہو گئی۔

حضرت ابن حاطب کی شہادت اور ان کے باپ کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں میں

پذیر رہا۔ جب وہ اپنے گھر لوٹا تو لوگوں نے اسے یمانی کہنا شروع کر دیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، یہ بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے اور ان کی ماں رباب بنت کعب تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا فَاخْتَلَفَتْ عَلَيْهِ: یعنی حضرت حسیل بن جابر یمانی پر مسلمانوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ تفسیر ابن عباس میں ہے کہ انہیں غلطی سے قتل کرنے والے حضرت عتبہ بن مسعود تھے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الفقیہ کے دادا تھے۔ اسے حضرت عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ الجامع میں ابن وہب کی روایت کے مطابق یہ عتبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو مصحف کا نام دیا۔

Marfat.com

ایک حاطب بن امیہ بن رافع نامی شخص تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام یزید بن حاطب تھا۔ وہ غزوۂ احد میں سخت زخمی ہوا، اسے نزع کی حالت میں اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔ سب اہل خانہ اس کے پاس جمع ہو گئے، مسلمان مرد اور عورتیں اسے کہنے لگے: اے ابن حاطب! تجھے جنت کی بشارت ہو۔ اس کا باپ حاطب منافق تھا جو گمراہی اور ضلالت میں بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس روز اس کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ وہ کہنے لگا تم اسے کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہو، کیا ایسی جنت کی جس میں حرمل(1) کے پودے ہیں؟ قسم بخدا! تم نے اس لڑکے کو اس کی جان کے بارے میں دھوکا دیا ہے۔

قزمان منافق کی ہلاکت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ ہمارے درمیان ایک اجنبی شخص رہتا تھا جس کی اصلیت کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا، اس کا نام قزمان تھا۔

اَلْهَامَةُ وَالظَّمَأُ

حضرت ثابت بن وقش اور حضرت حسیل رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اِنَّمَا نَحْنُ هَامَةُ الْيَوْمِ اَوْ غَدٍ (ہم آج یا کل کے الو ہیں)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری موت کا وقت قریب آ چکا ہے۔ میت کے بارے میں اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ اس کی روح الو بن جاتی ہے، اسی وجہ سے کسی شاعر نے کہا:

وَ كَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَ هَامِ

"کمزور جسم والے آدمی اور الوؤں کی کیا زندگی ہے"۔

ان کا قول ہے: لَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِنَا اِلَّا ظِمْءُ حِمَارٍ یعنی ہماری زندگیاں صرف گدھے کے ایک گھونٹ کے برابر باقی رہ گئی ہیں۔ انہوں نے یہ اس لئے کہا کہ گدھے کا گھونٹ سب جانوروں سے چھوٹا اور اونٹ کا گھونٹ سب سے بڑا ہوتا ہے (مراد یہ ہے کہ زندگی بہت کم رہ گئی ہے)۔

بعض اصحاب احد کے متعلق

حضرت ابن اسحاق نے قزمان کا ذکر کیا ہے۔ یہ اسم اَلْقَزَم سے ماخوذ ہے اور قزم ردی مال کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ہر ردی چیز کو قزمان کہتے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے اصیرم کا ذکر کیا ہے، اس کا نام عمرو بن ثابت بن وقش ہے اور قاف کی

1۔ حرمل ایک جنگلی پودا ہے جسے اسپند یا کالا دانہ کہتے ہیں۔ اس سے نہایت بدبو آتی ہے۔ اس سے اس منافق کا مقصود جنت کی تحقیر کرنا تھا۔ مترجم

Marfat.com

جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا تذکرہ کیا جاتا تو حضور ﷺ فرماتے "وہ جہنمی ہے"۔ جب احد کی جنگ ہوئی تو اس نے اس جنگ میں اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے، اس نے اکیلے سات یا آٹھ مشرکین کو قتل کر ڈالا۔ اس اثناء میں وہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا، اسے اٹھا کر بنی ظفر کے محلہ میں لایا گیا۔ مسلمان اسے کہنے لگے اے قزمان! تو نے آج بہت کارنامے سرانجام دیے ہیں، تجھے مبارک ہو۔ وہ کہنے لگا: "مجھے کس چیز کی مبارک دیتے ہو، قسم بخدا! میں نے تو صرف قومی غیرت وحمیت کے باعث یہ جنگ لڑی ہے، اگر یہ غرض نہ ہوتی تو میں جنگ میں حصہ نہ لیتا"۔ چنانچہ جب زخموں کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور خودکشی کرلی۔

مخیریق کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد کے مقتولوں میں سے ایک مخیریق تھا، یہ بنی ثعلبہ بن فطیون کا ایک فرد تھا۔ جس روز معرکہ احد وقوع پذیر ہوا اس نے اپنی قوم کو کہا اے گروہِ یہود! بخدا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کی امداد تم پر لازم ہے۔ وہ کہنے لگے آج تو ہفتہ کا دن ہے۔ اس نے کہا تمہارے لئے کوئی ہفتہ کا دن نہیں (یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں)۔ پھر اس نے تلوار اٹھائی اور جنگ کی تیاری کی، اس نے وصیت کی کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو میرا سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردینا، حضور ﷺ جیسے چاہیں اسے خرچ کریں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوگیا اور آپ کے ساتھ مل کر لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل کردیا گیا۔ ہماری معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا مخیریق سب سے بہتر یہودی ہے۔

حارث بن سوید کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حارث بن سوید بن صامت منافق تھا، وہ احد کے روز مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوگیا، جب جنگ کا آغاز ہوا تو اس نے حضرت مجذر بن زیاد بلوی اور حضرت قیس بن زید ضبیعی پر اچانک حملہ کرکے انہیں شہید کردیا، پھر مکہ میں قریش سے جاملا۔ رسول

حرکت کے ساتھ وَقَش بھی کہا جاتا ہے۔

حاطب منافق کا قول ہے: اَلْجَنَّةُ مِنْ حَرْمَلٍ یعنی وہ جنت جس میں حرمل کے پودے ہیں۔ اس سے اس کی مراد وہ سرزمین تھی جہاں اس کے بیٹے کو دفن کیا گیا۔ وہاں حرمل کے پودے اگتے تھے، اس لئے اس نے کہا کہ اس کے لئے تو حرمل کے پودوں کی جنت ہے۔

Marfat.com

اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر تمہیں حارث مل جائے تو اسے قتل کر دینا لیکن وہ آپ کو نہ ملا، وہ مکہ میں تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے اپنے بھائی جلاس بن سوید کے ہاتھ توبہ کا پیغام بھیجا تا کہ وہ اپنی قوم میں واپس آجائے۔ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ (آل عمران)

"کیسے ہو سکتا ہے کہ ہدایت دے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ایمان لے آنے کے بعد اور وہ (پہلے خود) گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور آچکی تھیں ان کے پاس کھلی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو"۔

حضرت مجذر کے قاتل کے متعلق ابن ہشام کی تحقیق

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اہل علم میں سے ایک باوثوق شخص کا بیان ہے کہ حارث بن سوید نے صرف حضرت مجذر بن زیاد کو شہید کیا تھا، حضرت قیس بن زید کو شہید نہیں کیا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں حضرت قیس بن زید کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت مجذر کو حارث نے اس عداوت کی وجہ سے قتل کیا تھا کہ حضرت مجذر بن زیاد نے اس کے باپ سوید کو کسی جنگ میں قتل کیا تھا جو دور اسلام سے پہلے اوس وخزرج کے درمیان ہوئی تھی۔ اس کتاب میں اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

پھر ایک روز رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حارث بن سوید مدینہ طیبہ کے ایک باغ سے نکلا، اس نے دو پرانی چادروں میں اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ آپ نے اس کی گردن اڑا دی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے کسی انصاری نے قتل کیا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: سوید بن صامت کو حضرت معاذ بن عفراء نے جنگ بعاث سے پہلے کسی موقع پر دھوکے سے قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت اصیرم کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت حصین بن عبد الرحمٰن بن عمرو بن سعد بن معاذ

Marfat.com

نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ مجھے ایسے جنتی کا نام بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی۔ جب لوگ نہ بتا سکتے تو وہ آپ سے پوچھتے وہ کون ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے وہ اصیرم عمرو بن ثابت بن وقش ہے جو بنی عبدالاشہل کا فرد ہے۔ حضرت حصین (راوی) کہتے ہیں میں نے حضرت محمود بن اسد سے پوچھا اصیرم کا واقعہ کیونکر ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اصیرم اپنی قوم کے اسلام لانے کے سخت مخالف تھا۔ جس روز رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد کے لیے تشریف لے گئے تو اس کا دل قبولِ اسلام کے لئے کشادہ ہو گیا، چنانچہ اس نے اسلام قبول کیا اور اپنی تلوار اٹھا کر جلدی سے میدانِ احد کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ بنی عبدالاشہل کے چند آدمی میدانِ جنگ میں اپنے مقتولوں کو تلاش کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے اصیرم کو ایک جگہ گرا ہوا پایا۔ وہ کہنے لگے بخدا! یہ تو اصیرم ہے، یہ یہاں کیسے آیا؟ ہم نے تو اسے اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ منکر اسلام تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا اے عمرو! تم یہاں کیسے آئے ہو؟ کیا اپنی قومی غیرت تمہیں یہاں لائی ہے یا اسلام کی محبت؟ اس نے کہا محض اسلام کی محبت۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور اسلام قبول کیا، پھر اپنی تلوار تھامی اور رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کے لئے روانہ ہو گیا، پھر میں نے دشمن سے جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گیا۔ یہ کہنے کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ بے شک اصیرم اہل جنت سے ہے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے باپ حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنی سلمہ کے چند شیوخ سے روایت کیا کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بہت زیادہ

حضرت ابن جموح

حضرت ابن اسحاق نے حضرت عمرو بن جموح کا واقعہ ذکر کیا ہے جب ان کے بیٹوں نے آپ کو جہاد پر روانہ ہونے سے روکنا چاہا۔ الخ۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سفر جہاد پر روانہ ہونے لگے تو یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ۔

Marfat.com

لنگڑے تھے۔ آپ کے چار بیٹے تھے اور چاروں شیروں کی طرح بہادر تھے اور ہر جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہا کرتے تھے۔ جب غزوۂ احد کا موقع آیا تو ان کے بیٹوں نے آپ کو جہاد میں شرکت کرنے سے روکا اور کہا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے''۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''میرے بیٹے اس جہاد میں مجھے حضور ﷺ کے ساتھ جانے سے روک رہے ہیں اور میری تمنا یہ ہے کہ میں جنت کی سرزمین کو اپنے اس لنگڑے پاؤں سے روندوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں معذور قرار دیا ہے، جہاد میں شمولیت تم پر لازم نہیں''۔ آپ نے اپنے بیٹوں سے کہا'' اگر تم مجھے نہ روکو تو تمہیں کیا تکلیف ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے نعمت شہادت سے نواز دے''۔ چنانچہ آپ حضور ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد پر روانہ ہو گئے اور غزوۂ احد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

ہند اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ ہند بنت عتبہ چند عورتوں کو ساتھ لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں کے پاس آئی اور ان کے ناک اور کان کاٹنے شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ ہند نے ان اعضاء کی پازیب اور ہار بنا لیے۔ اس نے اپنے سارے پازیب، ہار اور بالیاں اتار کر جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو بطورِ انعام دے دیے۔ پھر اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے آپ کا کلیجہ نکالا اور اسے چبا کر نگلنے لگی لیکن تھوک دیا اور نگل نہ سکی، پھر وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئی اور بلند آواز سے یہ شعر کہے:

نَحْنُ جَزَيْنَاكُمْ بِيَوْمِ بَدْرِ وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتُ سُعْرِ

''(اے مسلمانو!) ہم نے یوم بدر کا بدلہ چکا دیا اور جنگ کے بعد جنگ آگ کے شعلوں کی طرح بھڑکتی ہے''۔

مَا كَانَ عَنْ عُتْبَةَ لِيْ مِنْ صَبْرِ وَ لَا اَخِيْ وَ عَمِّهِ وَ بِكْرِيْ

''اے اللہ! مجھے واپس نہ لوٹانا''۔ چنانچہ آپ شہید ہو گئے۔ آپ کے بیٹوں نے جب آپ کی لاش کو اونٹ پر سوار کیا تاکہ مدینہ طیبہ لے جائیں تو ان کے لئے اونٹ کو چلانا دشوار ہو گیا۔ جب وہ اس کا رخ کسی اور طرف کرتے تو وہ بھاگ اٹھتا لیکن مدینہ طیبہ کی طرف جانے کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ کوشش بسیار کے باوجود جب وہ اس پر قابو نہ پا سکے تو انہیں آپ کی دعا یاد آئی کہ اے اللہ! مجھے مدینہ واپس نہ لوٹانا، چنانچہ انہوں نے آپ کو آپ کے مقتل ہی میں دفن کر دیا۔

Marfat.com

"مجھے (اپنے باپ) عتبہ، اپنے بھائی (ولید بن عتبہ)، اس کے چچا (شیبہ بن ربیعہ) اور اپنے پہلے بیٹے (حنظلہ بن ابی سفیان) سے صبر نہیں آتا تھا"۔

شَفَیْتُ نَفْسِیْ وَ قَضَیْتُ نَذْرِیْ   شَفَیْتَ وَحْشِیُّ غَلِیْلَ صَدْرِیْ

"میں نے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا اور اپنی نذر پوری کر لی۔ اے وحشی! تو نے میرے سینے کی جلن کو ٹھنڈا کر دیا ہے"۔

فَشُکْرُ وَحْشِیِّ عَلَیَّ عُمْرِیْ   حَتّٰی تَرِمَّ اَعْظُمِیْ فِیْ قَبْرِیْ

"پس مجھ پر ساری زندگی وحشی کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے یہاں تک کہ میری ہڈیاں میری قبر میں بوسیدہ ہو جائیں"۔

ہند بنت عتبہ کے جواب میں ہند بنت اثاثہ کے اشعار

ہند بنت عتبہ کے ان اشعار کے جواب میں ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے یہ اشعار کہے:

خَزِیْتِ فِیْ بَدْرٍ وَّ بَعْدَ بَدْرٍ   یَا بِنْتَ وَقَّاعٍ عَظِیْمِ الْکُفْرِ

"اے انتہائی گھٹیا اور پرلے درجے کے کافر کی بیٹی! تو بدر میں بھی رسوا ہوئی اور بدر کے بعد بھی"۔

صَبَّحَكِ اللّٰهُ غَدَاةَ الْفَجْرِ   مِلْهَا شِمِیِّیْنَ الطِّوَالِ الزُّهْرِ

"اللہ تعالیٰ علی الصبح دراز قد اور خوش اخلاق ہاشمیوں کو تیرے پاس لے آیا"۔

بِكُلِّ قَطَّاعٍ حُسَامٍ یَّفْرِیْ   حَمْزَةُ لَیْثِیْ وَ عَلِیٌّ صَقْرِیْ

"میرے شیر حضرت حمزہ اور میرے شاہین حضرت علی رضی اللہ عنہم ہر تیز کاٹنے والی تلوار کے ساتھ تمہارے سر قلم کر رہے تھے"۔

مِن اور اس کے بعد ساکن کا حکم

ہند بنت اثاثہ کا قول ہے:

مِلْهَاشِمِیِّیْنَ   الطِّوَالِ   الزُّهْرِ

یہ اصل میں مِنَ الْهَاشِمِیِّیْنَ ہے۔ اجتماع ساکنین (مِن کا نون اور لام تعریف) کی وجہ سے من کے نون کو حذف کر دیا گیا۔ یہ حذف صرف حرف من میں اس کی کثرتِ استعمال کی وجہ سے جائز ہے جس طرح اس کا نون فتحہ کے ساتھ خاص ہے جب اس کے ساتھ لام تعریف مل جائے۔ کسی اور حرف

Marfat.com

اِذَا رَامَ شَیْبَۃُ وَ اَبُوْكِ غَدْرِیْ فَخَضَّبَا مِنْهُ ضَوَاحِیَ النَّحْرِ
وَ نَذْرُكِ السُّوْءَ فَشَرُّ نَذْرِ

"جب شیبہ اور تیرے باپ (عتبہ) نے میرے ساتھ بدعہدی کا ارادہ کیا تو ان دونوں نے (حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے) اس کے سینے کے کھلے اطراف کو لہولہان کر دیا اور تیرا بدی کی نذر ماننا بہت بری نذر ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے ان میں سے تین اشعار چھوڑ دیے ہیں جن میں ہند بنت اثاثہ نے ہند بنت عتبہ کو گالی دی۔

ہند بنت عتبہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ہند بنت عتبہ نے یہ اشعار بھی کہے:

شَفَیْتُ مِنْ حَمْزَةَ نَفْسِیْ بِاُحُدْ حَتّٰی بَقَرْتُ بَطْنَهٗ عَنِ الْكَبِدْ

"میں نے میدانِ احد میں حمزہ سے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ میں نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا کلیجہ نکالا"۔

اَذْهَبَ عَنِّیْ ذَاكَ مَا كُنْتُ اَجِدْ مِنْ لَذْعَةِ الْحُزْنِ الشَّدِیْدِ الْمُعْتَمِدْ

"اس عمل نے مجھ سے انتہائی تکلیف دہ اور شدید غم و اندوہ کی جلن کو دور کر دیا جو میں اپنے دل میں محسوس کرتی تھی"۔

وَالْحَرْبُ تَعْلُوْكُمْ بِشُؤْبُوْبٍ بَرِدْ تُقْدِمُ اِقْدَامًا عَلَیْكُمْ كَالْاَسَدْ

"جنگ تم پر سخت ژالہ باری کی بوچھاڑ کے ساتھ چھا جاتی ہے جو شیروں کی طرح دلیری کرتے ہوئے تمہاری طرف بڑھتی ہے"۔

ہند بنت عتبہ کی ہجو پر حضرت عمر کی حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو انگیخت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ انہیں یہ واقعہ سنایا گیا

ساکن کو فتحہ دینا جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب نے اس کی کثرتِ استعمال کی وجہ سے اس پر دو کسروں کو ناپسند کیا ہے، لیکن اگر یہ لام تعریف کے علاوہ کسی اور ساکن کے ساتھ مل جائے جیسے مِنِ ابْنِكَ اور مِنِ اسْمِكَ تو اسے اصل اور صحیح قیاس کے مطابق کسرہ دیا جاتا ہے لیکن سیبویہ کا کہنا ہے کہ فصحاء کی ایک قوم نے غیر لام تعریف کی صورت میں بھی اس کے نون کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

Marfat.com

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے فریعہ کے بیٹے -- حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ فریعہ بنت خالد بن خنیس بن حارثہ بن کوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج ہے -- تم سن رہے ہو کہ ہند چٹان پر چڑھ کر غرور و تکبر کے ساتھ کیا کہہ رہی ہے؟ وہ ہماری ہجو کر رہی ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ کی گئی بے حرمتیوں کے گیت گا رہی ہے''۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بخدا! میں ایک بلند ٹیلے کی چوٹی پر کھڑا وحشی کے چھوٹے نیزے کو اوپر سے نیچے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف آتے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا بخدا! یہ ایسا ہتھیار ہے جو عربوں کے ہتھیاروں سے نہیں۔ میں تو ہند کے ہجو یہ اشعار کو نہیں جانتا لیکن تم مجھے اس کا کوئی شعر سناؤ، میں تمہاری طرف سے اس کا جواب دینے کے لئے کافی ہوں''۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہند کا ایک شعر سنایا جس کے جواب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

اَشِرَتْ لَكَاعِ وَ كَانَ عَادَتُهَا لُؤْمًا اِذَا اَشِرَتْ مَعَ الْكُفْرِ

''ایک کمینی عورت نے غرور و تکبر کیا اور جب وہ کفر کے ساتھ تکبر کرتی ہے تو یہ کمینگی اس کی عادت ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے چند اشعار میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس کے جواب میں دال اور ذال کے قافیہ پر بھی اشعار کہے جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان میں آپ نے اسے گالیاں دیں۔

لکاع اور لکع

ہند کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے اَشِرَتْ لَكَاعِ۔ لَكَاعِ عموماً حرف ندا کے بعد استعمال ہوتا ہے لیکن اس شعر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسے غیر نداء میں بطور اسم استعمال کیا ہے اور یہ جائز ہے۔ اگرچہ اس کا اکثر استعمال نداء میں ہی ہوتا ہے جیسے یَا غَدَادِ، یَا فَسَاقِ۔ اسی طرح لُكَعْ (لکاع کا مذکر) بھی کبھی کبھی غیر نداء میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خوش طبعی فرماتے ہوئے ان کے متعلق فرمایا اَيْنَ لُكَعْ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ خوش طبعی کرتے ہوئے بھی حق بات فرماتے تھے تو آپ نے یہ کیونکر فرمایا اَيْنَ لُكَعْ (کمینہ کہاں ہے) حالانکہ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے

Marfat.com

ابوسفیان کے حضرت حمزہ کا مثلہ کرنے پر حلیس کا اظہار ناپسندیدگی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حلیس بن زبان بنی حارث بن عبد مناۃ کا ایک فرد تھا جو کہ احد کے روز قریش کے حامی قبائل کا سردار تھا۔ وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا، اس نے دیکھا کہ ابوسفیان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے جبڑے میں نیزے کی اَنی کے ساتھ کچو کے لگا رہا ہے اور کہہ رہا ہے: ''اے نافرمان! اب مزہ چکھو''۔ یہ منظر دیکھ کر حلیس پکار اٹھا: ''اے بنی کنانہ! یہ دیکھو قریش کا سردار اپنے چچازاد کی لاش کی بے حرمتی کر رہا ہے''۔ ابوسفیان نے اسے کہا: ''تیرا برا ہو! اس بات کو ظاہر نہ کر، یہ مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔

احد کے بعد ابوسفیان کا مسلمانوں کی مصیبت پر اظہارِ مسرت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی گفتگو

پھر جب ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند پکارا: اَنْعَمْتَ فَعَالِ: ''تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو۔ بے شک جنگ

انہیں سید فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں لُکَع بمعنی بچھیرا کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اَیْنَ لُکَعْ فرمایا کیونکہ آپ اس وقت بچے تھے اور جب کلام میں تشبیہ کا ارادہ کیا جائے تو وہ کذب نہیں ہوتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى یَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ فِي الدُّنْیَا لُكَعُ بْنُ لُكَعٍ یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں سب لوگوں سے بڑھ کر سعادت مند شخص کمینے کا بیٹا کمینہ ہوگا''۔ لغت میں لُکَع ختنہ کے وقت کاٹی گئی کھال سے نکلنے والی میل کچیل کو کہتے ہیں اور چھوٹے بچھیرے کو بھی لُکَع کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث شریف بھی اس بات کی دلیل ہے کہ لفظ لُکَع کو غیر نداء میں استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت پر یہ معدول نہیں ہے جس طرح خبیث سے خبث اور فاسق سے فسق معدول ہے۔ ابن انباری نے الزاہر میں کہا لُکَع اَلْمَلَاکِع سے مشتق ہے اور مَلَاکِع بچے کی ولادت کے وقت رحم سے نکلنے والے پانی اور خون وغیرہ کو کہتے ہیں۔ انہوں نے یہ شعر بطورِ استشہاد پیش کیا:

دَمَتِ الْفَلَاةَ بِمُعْجَلٍ مُتَسَرْبِلٍ غِرْسَ السَّلٰى وَ مَلَاکِعَ الْاَمْشَاجِ

''اونٹنی نے وسیع بیابان میں قبل از وقت بچہ جن دیا جو جیلی اور رحم سے نکلنے والے مخلوط پانی اور خون کی قمیص پہنے ہوئے تھا''۔

Marfat.com

کنویں کے ڈول کی مانند ہے۔ یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ اُعْلِ هُبَلُ یعنی اے ہبل! اپنے دین کو بلند کر"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اٹھو اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ: اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ لَا سَوَاءٌ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے، معاملہ برابر نہیں، ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن ہیں"۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہا: "اے عمر! ذرا میری طرف آؤ"۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "جاؤ سنو کیا کہتا ہے"۔ آپ گئے تو ابوسفیان نے آپ سے کہا: اے عمر! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! ہر گز نہیں، حضور ﷺ اب بھی تمہاری باتیں سن رہے ہیں"۔ پھر اس نے کہا: "ابن قمئہ کا تو کہنا ہے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک تم اس سے زیادہ سچے اور حق گو ہو"۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابن قمئہ کا نام عبداللہ ہے۔

مسلمانوں کو ابوسفیان کی دھمکی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر ابوسفیان نے بلند آواز سے پکارا: "تمہارے مقتولوں کا مثلہ کیا گیا ہے، بخدا نہ میں اس حرکت پر خوش ہوں اور نہ ناراض، میں نے ایسا کرنے سے نہ منع کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔

ابن انباری نے کہا واحد میں یَا لُکَعُ، تثنیہ میں یَا ذَوَیْ لَکِیْعَةَ وَ لَکَاعَةِ کہا جاتا ہے۔ لَکِیْعَةَ غیر منصرف اور لَکَاعَة منصرف ہے کیونکہ یہ مصدر ہے اور جمع میں یَا ذَوِیْ لَکِیْعَةَ وَ لَکَاعَةِ کہا جاتا ہے اور مؤنث میں بھی یہ لفظ اسی قیاس پر آتا ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا یَا لَکَاعَانِ اور یَا فُسَقَانِ نہیں کہا جاتا۔ اس کی وجہ ہم نے کسی اور کتاب میں بیان کر دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل عرب جب نداء میں ایسا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے عَلَم مراد ہوتا ہے کیونکہ عَلَم مسمی کو اس وصف کی بہ نسبت زیادہ لازم ہوتا ہے جو فعل سے مشتق ہوتا ہے مثلاً فَاسِق اور غَادِر۔ جیسا کہ انہوں نے عَامِرٌ سے عدول کر کے عمر کہا ہے کیونکہ عامر کی بہ نسبت عمر میں زیادہ علمیت ہے، پھر علم ہونے کی حالت میں علم سے تثنیہ اور جمع نہیں بنائے جاتے کیونکہ جب اس کا تثنیہ بنایا جائے تو اس سے علمیت کی خصوصیت زائل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب یَا فَاسِقُ اور یَا غُدَرُ کے الفاظ سے تثنیہ نہیں بناتے کیونکہ اس طرح ان الفاظ کو عَلَم کے قائم مقام

Marfat.com

پھر جب ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر واپس جانے لگا تو اس نے بلند آواز سے پکارا: ''آئندہ ہمارا تمہارا مقابلہ پورے ایک سال بعد بدر کے مقام پر ہوگا''۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: ''اسے جواب دو ہمیں تمہارا چیلنج منظور ہے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان پختہ وعدہ ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکین کے تعاقب میں

پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا: ''کفار کے تعاقب میں نکلو اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں اور کس سمت کا قصد کرتے ہیں؟ اگر وہ گھوڑوں کو کوتل میں لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہوئے تو اس سے معلوم ہوگا کہ وہ واپس مکہ جانے کا ارادہ کر رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کو یوں ہی ساتھ لے لیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر انہوں نے ایسا ارادہ کیا تو میں فوراً ان کے تعاقب میں جاؤں گا اور انہیں جنگ کا چیلنج دوں گا''۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: میں ان کے تعاقب میں نکلا تاکہ ان کی نقل وحرکت دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑوں کو کوتل میں لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کا رخ کر لیا۔

رکھنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، وہ مقصد یہ ہے کہ فلاں شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اس نام سے پکارا جائے۔ پس یَا فَاسِقُ کی بنسبت یَا فُسَقُ زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وصف فعل کے قائم مقام ہوتا ہے اور فعل غیر لازم ہوتا ہے جبکہ علم اس سے زیادہ مسمی کو لازم ہوتا ہے اور تثنیہ اور جمع علمیت کو باطل کر دیتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے فافہم۔ مؤطا امام مالک میں حضرت یحییٰ سے مروی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی ایک آزاد کردہ لونڈی سے فرمایا: اُقْعُدِیْ یَا لُکَعُ (اے لکع بیٹھ جا)۔ حضرت یحییٰ پر اس روایت کی بنا پر اعتراض کیا گیا ہے کیونکہ عورت کے لئے لِکَاعِ بولتے ہیں۔ میں نے حضرت یحییٰ سے مروی اس حدیث کی مثل کو کتاب الدارقطنی میں بھی دیکھا ہے۔ لغت عربی میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ منقول ہے معدول نہیں اس لئے لونڈی کو یَا لُکَعُ کہنا جائز ہے جس طرح لونڈی کو گالی دیتے ہوئے کہا جاتا ہے: یَا ذُبَلُ، یَا وُسَخُ (اے میل کچیل) اور چونکہ لکع بھی ایک قسم کی میل کچیل کو کہتے ہیں اس لئے اس میں بھی یہ صورت جائز ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور یہ کتاب العین میں مذکور ہے۔

Marfat.com

میدانِ احد میں مقتولین کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قبیلہ بنی نجار کے فرد حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ المازنی کا بیان ہے کہ جب مسلمان اپنے شہداء کی خبر گیری سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لائے گا کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟ ایک انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں دیکھ کر آتا ہوں کہ سعد کا کیا بنا؟ چنانچہ وہ شخص ان کی تلاش میں پھرتا رہا۔ آخر کار اس نے دیکھا کہ وہ شہداء کے درمیان زخمی حالت میں پڑے ہیں اور ان پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔ انصاری کہتے ہیں: میں نے حضرت سعد سے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری خبر گیری کا حکم دیا ہے کہ تم زندہ ہو یا وفات پا چکے ہو؟ حضرت سعد نے فرمایا: میں آخری سانس لے رہا ہوں، میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرنا اور عرض کرنا: سعد بن ربیع آپ سے عرض کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے جو جزاء اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم کو میری طرف سے سلام پہنچانا اور انہیں کہنا سعد بن ربیع تمہیں یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی دشمن تمہارے پیارے نبی ﷺ تک رسائی حاصل کرلے اور تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہو، آنکھیں جھپک رہا ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی عذر پیش نہیں کرسکو گے"۔ یہ الفاظ کہنے کے

حضرت ابن ربیع کے متعلق حضور ﷺ کا استفسار

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا کہ تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لائے گا؟ ایک انصاری نے عرض کی میں حاضر ہوں آگے سارے واقعہ ذکر کیا۔ یہ انصاری حضرت محمد بن مسلمہ ہیں۔ واقدی نے ان کا نام ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے شہداء کے درمیان کھڑے ہوکر بار بار بلند آواز سے پکارا: اے سعد بن ربیع! لیکن کسی نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ نے یوں کہا: "اے سعد! رسول اللہ ﷺ نے مجھے تیری خبر گیری کے لئے بھیجا ہے"۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دھیمی سی آواز میں انہیں جواب دیا۔ اس کے بعد واقدی نے سارا واقعہ بیان کیا ہے۔ واقدی کا یہ قول اس قول کے خلاف ہے جو حضرت ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصحابۃ میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ربیع بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید الخدری عن ابیہ عن جدہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ شہداء کے درمیان سے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے والے شخص حضرت ابی بن کعب تھے۔

Marfat.com

بعد انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ انصاری فرماتے ہیں پھر میں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سارا ماجرا عرض کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوبکر زبیری کا بیان ہے کہ ایک روز ایک شخص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور دیکھا کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی ایک کم سن بیٹی آپ کے سینہ پر بیٹھی ہے اور آپ اس سے پیار کر رہے ہیں۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا یہ بچی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ایسے شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، آپ بیعت عقبہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے نقباء میں شامل تھے، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا غم واندوہ اور مشرکین کو مثلہ کی دھمکی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے، کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے وادی کے وسط میں آپ کا جسد اطہر دیکھا کہ آپ کا پیٹ چاک ہے، جگر باہر نکلا پڑا ہے اور ناک اور کان پھوڑ دیے گئے ہیں۔

حضرت محمد بن جعفر بن زبیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ غمزدہ ہوگی اور میرے بعد یہ معاملہ سنت بن

حمید الطویل اور طلحۃ الطلحات

حضرت ابن اسحاق نے حمید الطویل از حسن از سمرہ از نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے مثلہ کی ممانعت کے بارے میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ حمید الطویل یہ حمید بن تیردیہ ہے اور آپ کو ابن تیری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوحمیدہ ہے اور آپ طلحۃ الطلحات کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مثلہ کی ممانعت کے بارے میں یہ حدیث صحیح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی تو قبیلہ عرینہ کے لوگوں کا مثلہ کیا تھا، آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے، ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور انہیں سخت گرمی میں چھوڑ دیا گیا۔ ہم کہیں گے کہ اس کے دو جواب ہیں: (1) آپ ﷺ نے بطورِ قصاص ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کیونکہ انہوں نے مسلمان چرواہوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے تھے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے۔ (2) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگوں کے ساتھ یہ سلوک تحریم مثلہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں پیاسا چھوڑ دیا، وہ پانی مانگتے رہے لیکن انہیں پانی نہ

Marfat.com

جائے گا تو میں ان کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا تا کہ وہ درندوں کے شکموں اور پرندوں کی پوٹوں میں چلے جاتے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی جنگ میں کفار قریش پر فتح عطا فرمائی تو میں اس کے عوض ان کے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا"۔ جب مسلمانوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بے حرمتی پر رسول اللہ ﷺ کا اس قدر غم واندوہ دیکھا تو کہنے لگے: "قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی دن ان پر غلبہ عطا فرمایا تو ہم ان کے مقتولوں کا ایسا مثلہ کریں گے کہ اہل عرب میں کسی نے ایسا مثلہ نہ کیا ہوگا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ ان کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "تمہارے وصال کا سا دکھ مجھے کبھی نہ پہنچے گا، میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے اس سے زیادہ غیظ وغضب ہوا ہو"۔ پھر فرمایا: "حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا نام ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں میں یوں لکھا گیا ہے: حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَسَدُ اللّٰهِ وَ اَسَدُ رَسُوْلِهٖ۔ "حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کے شیر اور رسول اللہ کے شیر"۔

رسول اللہ ﷺ، حضرت حمزہ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما تینوں آپس میں رضاعی بھائی تھے، انہیں ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی نے دودھ پلایا تھا۔

مثلہ کی ممانعت کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت بریدہ بن سفیان بن فروہ اسلمی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا اور مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اس غم و غصہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غیظ وغضب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

دیا گیا یہاں تک کہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اس لئے پیاسا رکھا تھا کہ ان بدبختوں نے اس رات آپ ﷺ کے اہل بیت کو پیاسا رکھا تھا۔ حدیث مرفوع میں مروی ہے کہ اس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کے پاس تھوڑے سے دودھ کے سوا پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ عَطِّشْ مَنْ عَطَّشَ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ۔ "اے اللہ! ایسے شخص کو پیاسا رکھ جس نے تیرے نبی کے اہل بیت کو پیاسا رکھا"۔ یہ روایت شرح ابن بطال میں مذکور ہے اور علامہ نسوی نے اس کی تخریج کی ہے۔

Marfat.com

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ (النحل)

"اور اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں پر) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔ اور آپ صبر فرمایئے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان (کی ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں ان کی فریب کاریوں سے"۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے معاف فرما دیا، صبر اختیار فرمایا اور مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حمید الطویل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے انہوں نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جس مقام پر بھی وعظ فرمایا تو آپ اس مقام سے اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ہمیں صدقہ کرنے کا حکم نہ دے لیتے اور مثلہ کرنے سے منع نہ فرما لیتے"۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نمازِ جنازہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت مقسم مولیٰ عبداللہ بن حارث سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں لپیٹنے کا حکم دیا، پھر آپ کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور سات تکبیریں کہیں، پھر دوسرے شہداء یکے بعد دیگرے لائے گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھے گئے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی نمازِ جنازہ پڑھائی

شہداء کی نمازِ جنازہ

حضرت ابن اسحاق نے ایک غیر متہم شخص سے عن مقسم عن ابن عباس روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ فقہائے حجاز اور امام اوزاعی رحمہم اللہ نے دو وجہوں سے اس حدیث کو لائقِ استدلال نہیں سمجھا:

(1) اس حدیث کی سند میں ضعف ہے کیونکہ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ سے یہ حدیث ایک غیر متہم شخص نے بیان کی۔ اب وہ شخص یا تو حسن بن عمارہ ہے اور محدثین کے نزدیک حسن بن عمارہ کے ضعف میں کوئی اختلاف نہیں، اکثر محدثین اس سے روایت نہیں لیتے اور اگر حسن بن عمارہ کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہے تو وہ مجہول ہے اور یہ جہالت اسے غیر مقبول بنا دیتی ہے۔

Marfat.com

اوران کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ بھی ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ پر بہتر مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

حضرت صفیہ اوران کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما پر غم واندوہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھے جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی نعش دیکھنے کے لئے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بیٹے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: اٹھو، اپنی والدہ سے ملو اور انہیں واپس لے جاؤ تاکہ وہ اپنے بھائی کی یہ حالت نہ دیکھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے عرض کی: امی جان! رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں، انہوں نے پوچھا: ''کیوں؟ حالانکہ مجھے علم ہوا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا

---

(2) اس حدیث پر کسی نے بھی عمل نہیں کیا اور غزوۂ احد کی اس روایت کے علاوہ کہیں بھی مروی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ میں یا حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دورِ خلافت میں کسی شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی ہو سوائے اس شہید کے جو میدانِ جنگ میں مرتث ہو گیا ہو (1)۔

جہاں تک شہید کو غسل نہ دینے کا تعلق ہے تو اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے سوائے ایک شاذ روایت کے جو بعض تابعین سے مروی ہے، اگرچہ انہوں نے نمازِ جنازہ میں اختلاف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ شہداء کی حیات برحق ہے، اس کی تصدیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ (آل عمران:169) ''اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں''۔ اس کے علاوہ شہید کو غسل نہ دینے میں ایک اور حکمت بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس کا خون ایک عبادت کی علامت ہے، شہید قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا جس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔ لہٰذا اسے خون سے پاک کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا خون پہلے ہی پاک اور عبادت کی علامت ہے۔ اسی اصل سے بعض علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ چہرے سے وضو کا پانی خشک کرنا مکروہ ہے۔

1۔ احناف کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن باہر تشریف لے گئے اور شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی (صحیح بخاری 179/1، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)۔ مترجم

Marfat.com

گیا ہے لیکن یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوا ہے، جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر راضی رہنے کی توفیق بخشی، میں ان شاء اللہ ضبط سے کام لوں گی اور صبر کروں گی'۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے جواب کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں آنے دو''۔ چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں، ان کی نعش کو دیکھا، نماز جنازہ پڑھی، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حضرت حمزہ کی معیت میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کی تدفین

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا بھی مثلہ کیا گیا۔ البتہ ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نہیں نکالا گیا تھا۔ آلِ عبداللہ بن جحش کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ یہ

یہی امام زہری کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں میرے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ میزانِ عمل میں وضو کے پانی کا بھی وزن کیا جائے گا۔ نیز اسی اصل سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دن کے پچھلے حصے میں مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ اس کے منہ کی بو ختم نہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی عبادت کا اثر ہے اور شہید کے خون کی طرح اس کے متعلق بھی مروی ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ قیامت کے روز کستوری کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ ان دونوں روایتوں کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔ ان کا معنی ایک ہی ہے۔ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دن کے پچھلے حصہ میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن جحش المجدع رضی اللہ عنہ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا بھی مثلہ کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ المجدع فی اللہ (اللہ کی راہ میں ناک کان کٹوانے والا) کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ احد کے روز ان کی ناک اور دونوں کان کاٹ دیے گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے

Marfat.com

روایت میں نے صرف آپ کے اہل خانہ سے سنی ہے۔

شہداء کی تدفین

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض مسلمانوں نے اپنے شہداء کو مدینہ طیبہ لا کر دفن کر دیا تھا لیکن پھر رسول اللہ نے اس سے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ انہیں وہاں دفن کرو جہاں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم زہری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری حلیف بنی زہرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب شہدائے احد کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: ''میں ان لوگوں پر گواہ ہوں، بے شک جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا، اس کا رنگ خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی، دیکھو ان لوگوں میں سے جو شخص زیادہ حافظ قرآن ہو اسے دفن میں اپنے ساتھیوں سے مقدم رکھنا''۔ مسلمان اس روز دو دو تین تین شہداء کو ایک ہی قبر میں دفن کرتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے چچا حضرت موسیٰ بن یسار نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ ابوالقاسم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے

کہ احد کے روز صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تنہائی میں ان سے ملے۔ حضرت عبداللہ نے انہیں کہا: اے سعد! آؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگیں، ہم میں سے ایک دعا میں اپنی حاجت کا ذکر کرے اور دوسرا اس پر آمین کہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں: میں نے یہ دعا مانگی کہ میں مشرکین کے ایک طاقتور اور ماہر جنگجو گھڑ سوار سے جنگ کروں، اسے قتل کروں اور اس کا جنگی سامان چھین لوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا آمین۔ پھر حضرت عبداللہ نے قبلہ شریف کی طرف رخ کیا اور آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی اے اللہ! میرے مقابلہ میں ایک ایسا کافر بھیج جو طاقتور اور تنومند ہو اور فن حرب کا ماہر ہو، وہ مجھے قتل کرے اور میری ناک اور میرے کان کاٹ دے اور جب میں کل (بروزِ قیامت) تجھ سے ملاقات کروں تو تو فرمائے: يَا عَبْدِيْ فِيْمَ جُدِعَ اَنْفُكَ وَ اُذُنَاكَ ''اے میرے بندے! کس جرم میں تیری ناک اور تیرے کان کاٹے گئے''۔ تو میں عرض کروں فِيْكَ يَا رَبِّ وَ فِيْ رَسُوْلِكَ ''اے میرے پروردگار! تیری محبت اور تیرے رسول ﷺ کے عشق کے جرم میں۔ تو تو فرمائے تم سچ کہہ رہے ہو۔ اے سعد! کہو آمین۔ حضرت سعد فرماتے ہیں میں نے

Marfat.com

فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہو گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو گا جس کا رنگ تو خون جیسا ہو گا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہو گی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے باپ حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنی سلمہ کے چند شیوخ سے روایت کیا کہ احد کے روز جب رسول اللہ ﷺ نے شہداء کی تدفین کا حکم دیا تو فرمایا: عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمرو بن حرام کو دیکھو، وہ دونوں دنیا میں ایک دوسرے کے مخلص دوست تھے اس لئے انہیں ایک قبر میں دفن کرنا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حمنہ کا غم واندوہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے، راستے میں آپ کی ملاقات حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ جب وہ لوگوں سے ملیں تو انہیں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر انہیں ان کے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو انہوں نے

آمین کہا، پھر میں پچھلے پہر ان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے اور ان کی ناک اور کان کاٹے جا چکے ہیں، ان کی ناک اور کان ایک رسی کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ میرا مقابلہ بھی ایک مشرک سے ہوا، میں نے اسے قتل کیا اور اس کا جنگی سامان چھین لیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار میں تبدیل ہو گئی، پھر آپ نے اسی کے ذریعے جنگ کی۔ اس تلوار کو ''العرجون'' کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار نسل در نسل منتقل ہوتی آئی یہاں تک کہ بغاترکی (خلیفہ معتصم باللہ کا ایک امیر سلطنت) کے ہاتھ دو سو دینار کے بدلے بیچ دی گئی۔
حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن ان کی تلوار ''العون'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ واقعہ بدر کے روز پیش آیا۔ جس مشرک نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا وہ ابوالحکم بن اخنس بن شریق تھا۔ شہادت کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر انہیں ان کے خاوند حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ چیخ اٹھیں اور رووایلا کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کے دل میں اپنے خاوند کا ایک خاص مقام ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت حمنہ کو دیکھا کہ بھائی اور ماموں کی شہادت کی خبر پر حوصلے میں رہیں اور اپنے خاوند کی شہادت کی خبر پر چیخ اٹھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر خواتین انصار کی آہ و بکا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ انصارِ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے ایک گھر کے پاس سے گزرے، آپ نے انہیں اپنے شہداء پر آہ و بکا اور نوحہ خوانی کرتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کچھ دیر آپ ﷺ روتے رہے پھر فرمایا: لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، چنانچہ جب حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما بنی عبدالاشہل کے گھروں میں پہنچے تو اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی کمریں کس لیں اور جا کر رسول اللہ ﷺ کے چچا پر روئیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف نے بیان کیا انہوں نے بنی عبدالاشہل کے کسی شخص سے روایت کیا کہ اس نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو

اس غزوہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو کا ذکر آیا ہے کہ ابوسفیان نے کہا: اُعْلُ هُبَلُ اس کا معنی ہے اے ہبل تیری شان اور اونچی ہو، پھر اس نے کہا اَنْعَمَتْ فَعَالِ۔ یعنی تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو۔ لوگوں نے کہا ہے کہ اس قول میں اَنْعَمَتْ سے اس کی مراد ازلام یعنی وہ تیر ہیں جن کے ساتھ فال نکالی جاتی تھی۔ ابوسفیان جب احد کی طرف روانہ ہونے لگا تو اس نے ان تیروں سے فال نکالی تھی جو اس کی مرضی کے مطابق نکلی تھی۔ اس کا قول فَعَالِ فعل امر ہے یعنی تو ان تیروں سے دور رہ اور ان کی ملامت کو چھوڑ دے۔ اہل عرب کہتے ہیں اَعْلِ عَنِّيْ وَ عَالِ عَنِّيْ یعنی مجھ سے دور رہ اور مجھے چھوڑ دے۔ مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز ابوسفیان سے کہا: تمہاری وہ بات کہاں ہے اَنْعَمَتْ فَعَالِ؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے بہتر کیا اور امورِ جاہلیت کو ختم کر دیا۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، وہ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْنَ يَرْحَمُكُنَّ اللهُ فَقَدْ اٰسَيْتُنَّ بِاَنْفُسِكُنَّ "واپس چلی جاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تم نے اپنی طرف سے تسلی کا حق ادا کر دیا ہے"۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس روز نوحہ کرنے سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ انصار پر رحم فرمائے، یہ غمگساری کا اظہار ان میں زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے، ان عورتوں سے کہو کہ واپس چلی جائیں"۔

بنی دینار کی ایک عورت کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی عون نے بیان کیا انہوں نے حضرت اسماعیل بن محمد سے انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بنی دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کے غزوۂ احد میں خاوند، بھائی اور باپ تینوں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شہید ہو گئے تھے۔ جب لوگوں نے اسے ان کی شہادت سے آگاہ کیا تو اس نے کہا مجھے بتاؤ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے لَا سَوَاءٌ اَیْ لَا نَحْنُ سَوَاءٌ یعنی ہم اس معاملہ میں برابر نہیں۔ ابتدائے کلام میں معرفہ پر لا کا دخول صرف اس صورت میں جائز ہے جب لا کا تکرار ہو جیسے لَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَّ لَا عَمْرٌو خَارِجٌ۔ لیکن اس مقام پر تکرار کے بغیر بھی لا کا دخول جائز ہے کیونکہ کلام میں مقصود فعل کی نفی ہے یعنی لَا يَسْتَوِیْ جیسے یوں کہنا جائز ہے لَا نَوْلُكَ یعنی لَا يَنْبَغِیْ لَكَ۔ کتاب کے آغاز میں ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے جہاں ہم نے شاعر کے اس قول پر گفتگو کی ہے:

فَشَقَّتْنَا سَعْدٌ فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدٍ

مخیریق کا واقعہ اور دورِ اسلام میں پہلی وقف

اس غزوہ کے جو امور قابل ذکر ہیں ان میں سے ایک مخیریق کا واقعہ ہے۔ یہ بنی نضیر کا ایک فرد ہے، اس نے کہا تھا اگر میں مارا جاؤں تو میرا مال محمد (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دینا، حضور ﷺ جیسے چاہیں اسے خرچ کریں۔ چنانچہ وہ احد کے روز قتل کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ جب واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس کا مال اوقاف بنا دیا۔ یہ پہلی وقف ہے جو دورِ اسلام میں مقرر کی گئی۔ یہ

Marfat.com

ہے؟ لوگوں نے بتایا خیراً یَا اُمَّ فُلَانٍ هُوَ بِحَمْدِ اللّٰهِ كَمَا تُحِبِّيْنَ "الحمدللہ حضور بالکل خیرو عافیت سے ہیں جیسے تو چاہتی ہے"۔ وہ کہنے لگی میرے آقا کہاں ہیں تاکہ میں روئے زیبا دیکھ لوں۔ اشارہ کر کے بتایا گیا کہ حضور ﷺ وہ کھڑے ہیں۔ حضور ﷺ کو بخیریت دیکھ کر اس کی زبان سے نکلا كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ "حضور سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: لفظ جلل قلیل وکثیر دونوں کے لئے آتا ہے۔ یہاں یہ قلیل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قلیل کے معنی میں امرؤالقیس نے اس شعر میں استعمال کیا ہے:

لِقَتْلِ بَنِىْ اَسَدٍ رَبَّهُمْ اَلَا كُلُّ شَیْءٍ سِوَاهُ جَلَلْ

"بنی اسد کا اپنے رب کو قتل کرنا خبردار اس کے بعد ہر چیز قلیل ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: شاعر کے اس قول میں لفظ جلل کثیر کے معنی میں ہے۔ یہ شاعر حارث بن وعلہ جرمی ہے:

وَ لَئِنْ عَفَوْتُ لَاَعْفُوَنْ جَلَلًا وَ لَئِنْ سَطَوْتُ لَاُوْهِنَنْ عَظْمِىْ

"اگر میں نے معاف کر دیا تو کثرت سے معاف کروں گا اور اگر میں ناراض ہو گیا تو اپنی ہڈیاں بھی کمزور کر دوں گا"۔

تلواروں کی صفائی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر جب رسول اللہ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے تو اپنی تلوار اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی اور فرمایا بیٹی! اس سے خون دھو ڈالو۔ پھر فرمایا وَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِى الْيَوْمَ "بخدا آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے"۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی اور فرمایا: اس سے بھی خون دھو ڈالو۔ پھر آپ نے بھی فرمایا: فَوَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِى الْيَوْمَ "بخدا! آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے"۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَئِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ الْقِتَالَ لَقَدْ صَدَقَ مَعَكَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَ اَبُوْ دُجَانَةَ

بات حضرت محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے۔ امام زہری نے فرمایا: وہ سات باغات تھے جن کے اسماء یہ ہیں: اعراف، اعواف، صافیہ، دلال، برقہ، حسنی اور مشربہ ام ابراہیم۔ مؤخرالذکر کا نام مشربہ ام ابراہیم اس لئے تھا کہ ام ابراہیم اس میں رہتی تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے مخیریق کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ہم نے مذکورہ امور اس کے تکملہ اور مزید افادیت کے طور پر ذکر کر دیے ہیں۔

Marfat.com

"(اے علی!) اگر آج تم نے دشمن سے جنگ کرنے کا حق ادا کیا ہے تو تمہارے ساتھ سہل بن حنیف اور ابودجانہ نے بھی حق ادا کر دیا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ذوالفقار کہا جاتا تھا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت ابن ابی نجیح نے کہا احد کے روز کسی نے باآواز بلند یہ شعر پڑھا:

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ وَ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ

"تلوار تو صرف ذوالفقار ہے اور نوجوان تو صرف علی ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اب مشرکین ہم کو اس طرح کی مصیبت نہیں پہنچائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم کو فتح عطا فرمادے گا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد پندرہ شوال بروز ہفتہ پیش آیا۔

دشمن کو بھگانے کے لئے اس کا تعاقب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: سولہ شوال بروز اتوار رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی نے دشمن کا تعاقب کرنے کا اعلان کیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ نکلیں گے جو کل کی جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے مجھے میری سات بہنوں کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑا تھا اور کہا تھا میرے اور تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم ان خواتین کو اس حالت میں چھوڑ دیں کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ ہو اور تیری حیثیت اتنی بھی نہیں ہے کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کے معاملہ میں اپنی ذات پر ترجیح دے سکوں۔ اس لئے تو اپنی بہنوں کے پاس ٹھہر جا۔ چنانچہ میں ان کے پاس ٹھہر گیا (اس لئے غزوۂ احد میں شریک نہ ہو سکا)"۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ آپ ﷺ کے ہمراہ جہاد پر روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی روانگی کا مقصد دشمن کو خوفزدہ کرنا تھا تا کہ ان تک یہ خبر پہنچ

حضرت ابن ہشام نے یہ شعر ذکر کیا ہے لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ۔ یہ فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے فَقَارَۃٌ کی جمع ہے اور اگر کسرہ کے ساتھ ذُوالْفِقَارِ کہا جائے تو اس صورت میں یہ فِقْرَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اس روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ احد کے روز

Marfat.com

جائے کہ آپ ﷺ ان کے تعاقب میں نکل پڑے ہیں اور مسلمانوں میں اب بھی مقابلہ کی قوت موجود ہے اور غزوۂ احد میں انہیں جن ناگفتہ بہ حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے ان کی وجہ سے وہ دشمن سے غافل نہیں ہو گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کے لئے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کی ایک مثال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن خارجہ بن زید بن ثابت نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوسائب مولیٰ عائشہ بنت عثمان سے روایت کیا کہ بنی عبدالاشہل کے ایک صحابی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک بھائی دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ ہم زخمی حالت میں واپس آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے منادی نے دشمن کے تعاقب میں نکلنے کا اعلان کیا تو میں نے اپنے بھائی سے یا اس نے مجھے کہا: "کیا ہم اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکیں گے؟ قسم بخدا! ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں جس پر ہم سوار ہو سکیں اور ہم شدید زخمی بھی ہیں"۔ آخر ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکل پڑے، میں قدرے کم زخمی تھا، جب میرا بھائی نڈھال ہو جاتا تو میں اسے اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتا یہاں تک کہ ہم بھی اس مقام تک پہنچے جہاں تک مسلمان گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا تقرر بطورِ عامل مدینہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب کیا۔ یہ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ بقول ابن ہشام اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: آپ ﷺ نے پیر، منگل اور بدھ تین دن وہاں قیام فرمایا پھر مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

ایک ہوا چلی تو لوگوں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَ لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ

یہ شعر ان اشعار میں سے ایک ہے جو اس نے ذکر کئے۔ حضرت ابن اسحاق نے بکائی کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ

Marfat.com

معبد الخزاعی کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ معبد بن ابی معبد الخزاعی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ بنی خزاعہ کے مسلمان اور مشرک تہامہ کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کے راز دان تھے۔ ان کا آپ ﷺ کے ساتھ اتفاق و اتحاد تھا، وہ آپ ﷺ سے کوئی واقعہ بھی چھپاتے نہیں تھے جو ان کے ہاں پیش آتا، معبد ابھی تک مشرک تھا۔ اس نے عرض کی اے محمد (ﷺ) قسم بخدا! آپ کے جو صحابہ شہید ہوئے ہیں ہمیں اس پر بہت دکھ ہوا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے صحابہ کے درمیان بخیر و عافیت رکھے۔ رسول اللہ ﷺ ابھی حمراء الاسد کے مقام پر ہی تھے کہ معبد نے واپس جا کر روحاء کے مقام پر ابوسفیان سے ملاقات کی۔ مشرکین واپس پلٹ کر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے چند طاقتور اور ذی اثر اصحاب کو قتل کر دیا ہے۔ ہم پھر ان کی طرف لوٹیں گے تاکہ ان کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ ہم ان کے باقی ماندہ افراد پر حملہ کر کے ان کا قصہ تمام کر دیں گے۔ اسی اثناء میں ابوسفیان نے معبد کو دیکھا۔ اس نے پوچھا مَا وَرَاءَكَ يَا مَعْبَدُ "اے معبد! سناؤ کیا خبر لائے ہو"؟ معبد نے کہا "محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کا اتنا بڑا لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں دوڑے چلے آ رہے ہیں کہ ایسا لشکر میں نے آج تک نہیں دیکھا، وہ غصے سے تم پر پل پڑیں گے جو مسلمان جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ بھی آپ (ﷺ) کے ساتھ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ وہ سخت نادم ہیں کہ انہوں نے پہلا موقع ضائع کر دیا۔ وہ تم پر اس قدر غضبناک ہیں کہ ایسا غصہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا"۔ ابوسفیان نے کہا تم پر ہلاکت ہو، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ معبد نے کہا "قسم بخدا! میری رائے تو یہی ہے کہ اس سے پیشتر کہ تم ان کے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھو، تم کوچ کر جاؤ"۔ ابوسفیان نے کہا "قسم بخدا! ہم نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ پلٹ کر ان پر حملہ کریں اور ان کے باقی ماندہ افراد کی جڑ بھی کاٹ دیں"۔ معبد نے کہا: "اس غلطی سے میں تمہیں روکتا ہوں، قسم بخدا! مسلمانوں کا عزم و ارادہ دیکھ کر میں ان کے متعلق چند اشعار کہنے پر مجبور ہو گیا"۔ ابوسفیان نے کہا "تو نے کیا اشعار

رضی اللہ عنہ کی تلوار سے خون دھونے لگیں تو آپ نے یہ شعر کہا:

أَفَاطِمُ هَاتِي السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيمٍ فَلَسْتُ بِرِعْدِيدٍ وَ لَا بِلَئِيمٍ

"اے فاطمہ! اس بے عیب تلوار کو لے لے اور میں بھی نہ بزدل ہوں اور نہ لئیم"۔

Marfat.com

کہے": اس نے کہا میں نے یہ اشعار کہے:

كَادَتْ تُهَدُّ مِنَ الْاَصْوَاتِ رَاحِلَتِیْ　　اِذْ سَالَتِ الْاَرْضُ بِالْجُرْدِ الْاَبَابِيْلِ

" قریب تھا کہ میری سواری کا جانور لشکروں کے شوروغل کی ہولنا کی کی وجہ سے گر پڑتا جب زمین پر جوق در جوق کم مو گھوڑوں کا سیلاب آ گیا"۔

تَرْدِیْ بِاُسْدٍ كِرَامٍ لَا تَنَابِلَةٍ　　عِنْدَ اللِّقَاءِ وَ لَا مِيْلٍ مَعَازِيْلِ

" جو ایسے ذی شان شیروں کو اٹھائے دوڑ رہے تھے جو مقابلہ کے وقت نہ سست اور بزدل ہوں گے اور نہ ہتھیاروں سے خالی ہوں گے"۔

فَظَلْتُ عَدْوًا اَظُنُّ الْاَرْضَ مَائِلَةً　　لَمَّا سَمَوْا بِرَئِيْسٍ غَيْرِ مَخْذُوْلِ

" جب وہ گھوڑے ایک ایسے سردار کے ساتھ بلند ہوئے جو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا گیا تھا تو میں تیز دوڑنے لگا، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے زمین جھکی جا رہی ہے"۔

فَقُلْتُ وَيْلَ ابْنِ حَرْبٍ مِّنْ لِّقَائِكُمْ　　اِذَا تَغَطْمَطَتِ الْبَطْحَاءُ بِالْخَيْلِ

" میں نے کہا تمہاری ملاقات سے ابوسفیان بن حرب کے لئے ہلاکت ہے جب وادی

غزوہ حمراء الاسد

شرح قصیدہ معبد الخزاعی

حضرت ابن اسحاق نے معبد الخزاعی کے اشعار ذکر کیے ہیں۔ ان اشعار میں ہے:

اِذَا　تَغَطْمَطَتِ　الْبَطْحَاءُ　بِالْخَيْلِ

لفظ تَغَطْمَطَتْ غِطْمَة سے مستعار ہے اور غطمة ہنڈیا کے ابلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔ معبد کا قول ہے بِالْخَيْلِ۔ یہاں اس نے حرف لین کو ردیف بنایا ہے حالانکہ بقیہ تمام اشعار میں روی (قافیہ کے حرف) سے پہلے حرف مدولین کو ردیف بنایا گیا ہے۔ یہ وہی سناد (روی سے پہلے ردیف کا عیب) ہے جسے ہم نے کتاب کے آغاز میں حضرت ابن اسحاق کے اس قول فَسُوْدَ بَنِيْ الْقَبَائِلِ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اس کی مثال عمرو بن کلثوم کا یہ شعر ہے:

اَلَا　هُبِّیْ　بِصَحْنِكِ　فَاصْبَحِيْنَا

پھر اس نے کہا:

تُصَفِّقُهَا　الرِّيَاحُ　اِذَا　جَرَيْنَا

اس سناد کا نام سنادِ عربی ہے نہ کہ سنادِ صناعی۔ عدی بن رقاع نے کہا:

Marfat.com

بطحاء گھوڑوں سے تھرتھرا اٹھے گی"۔

اِنِّیْ نَذِیْرٌ لِاَھْلِ الْبَسْلِ ضَاحِیَۃً　　لِکُلِّ ذِیْ اِرْبَۃٍ مِّنْھُمْ وَ مَعْقُوْلِ

"بے شک میں سورج کی دھوپ میں چمکنے والی سرزمین کے رہنے والوں (یعنی قریش مکہ) میں سے ہر صاحب عقل ودانش کو ڈرانے والا ہوں"۔

مِنْ جَیْشِ اَحْمَدَ لَا وَخْشٍ تَنَابِلَۃٍ　　وَ لَیْسَ یُوْصَفُ مَا اَنْذَرْتُ بِالْقِیْلِ

"(سیدنا) احمد (مجتبیٰ ﷺ) کے لشکر سے جو ست اور کوتاہ قد نہیں ہیں اور جس بات سے میں نے ڈرایا ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا"۔

اس طرح اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو واپس لوٹا دیا۔

حضور ﷺ کو ابوسفیان کا پیغام

پھر ابوسفیان کے پاس سے قبیلہ عبدالقیس کے سواروں کا ایک قافلہ گزرا۔ اس نے ان سے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کس لئے؟ انہوں نے کہا ہمیں کچھ غلہ خریدنا ہے۔ اس نے کہا کیا تم محمد (ﷺ) کو میرا پیغام پہنچا دو گے جو میں تمہارے ہاتھوں ان کی طرف بھیج رہا ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں عکاظ کی منڈی میں زبیب (کشمش) کا لدا ہوا ایک اونٹ دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم تیرا پیغام پہنچا دیں گے۔ اس نے کہا" پھر تم انہیں بتانا کہ ہم نے دوبارہ ان پر اور ان کے اصحاب پر حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے تا کہ ہم ان کے باقی ماندہ لوگوں کی جڑیں بھی کاٹ کر رکھ دیں"۔ اس قافلہ کی ملاقات حمراء الاسد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوئی۔ قافلہ والوں نے آپ ﷺ کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ پیغام سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ

وَ قَصِیْدَۃٍ قَدْ بِتُّ اَجْمَعُ بَیْنَھَا　　حَتّٰی اُقَوِّمَ مَیْلَھَا وَ سِنَادَھَا

نَظَرَ الْمُثَقِّفِ فِیْ کُعُوْبِ قَنَاتِہٖ　　کَیْمَا یُقِیْمَ ثِقَافُہٗ مُنْآدَھَا

"کتنے ہی ایسے قصیدے ہیں جنہیں جمع کرتے ہوئے میں نے راتیں بسر کیں یہاں تک کہ میں نے ان کی کجی اور سناد کو اس شخص کی مانند سیدھا کر دیا جو اپنے نیزے کی گرہوں کو اس طرح سیدھا کرتا ہے کہ اس کا ثقاف (نیزہ سیدھا کرنے والا ہتھیار) کہیں نیزے کے جھکاؤ کو بھی سیدھا نہ کر دے"۔

معبد کا قول ہے لَا تَنَابِلَۃٍ یعنی وہ کوتاہ قد نہیں ہیں۔ تنابلہ تِنبال کی جمع ہے جو اَلنَّبَل سے تِفعَال کا وزن ہے اور تنبال چھوٹی کنکریوں کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

الْوَکِیْلُ ''ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''۔

صفوان کا ابوسفیان کو دوبارہ حملہ کرنے سے روکنا

حضرت ابن ہشام نے فرمایا'' حضرت ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ ابوسفیان بن حرب جب احد کے روز واپس لوٹا تو اس نے دوبارہ مدینہ طیبہ کی طرف پلٹنے کا ارادہ کیا تا کہ باقی ماندہ اصحاب رسول ﷺ کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ اس پر صفوان بن امیہ بن خلف نے انہیں کہا: ایسا نہ کرنا کیونکہ وہ لوگ ابھی ایک جنگ کر چکے ہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں دوسری جنگ کا نتیجہ برعکس نہ نکلے، اس لئے واپس چلو۔ چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔ ادھر جب حمراء الاسد میں رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے واپس پلٹ کر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کے پروگرام کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ سُوِّمَتْ لَهُمْ حِجَارَةٌ لَوْ صُبِّحُوْا بِهَا لَكَانُوْا كَأَمْسِ الذَّاهِبِ '' اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! ان کے لئے پتھروں کو نشان زدہ کر دیا گیا ہے۔ اگر انہوں نے پلٹ کر ہم پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو وہ پتھر ان پر برسائے جائیں گے اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام ونشان تک مٹ جائے گا''۔

ابوعزہ اور معاویہ بن مغیرہ کا قتل

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہونے سے پہلے معاویہ بن مغیرہ بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اور ابوعزہ جمحی کو گرفتار کر لیا تھا۔ معاویہ عبدالملک بن مروان کا نانا اور ان کی ماں عائشہ بنت معاویہ کا باپ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں بھی اسے قید کر لیا تھا لیکن پھر اس پر احسان کرتے ہوئے اسے رہا کر دیا تھا۔ اب پھر اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری غلطی سے درگزر فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وَاللهِ لَا تَمْسَحُ عَارِضَيْكَ بِمَكَّةَ بَعْدَهَا وَ تَقُوْلُ خَدَعْتُ مُحَمَّدًا مَرَّتَيْنِ اِضْرِبْ

ابوعزہ جمحی

حضرت ابن ہشام نے ابوعزہ کا ذکر کیا ہے اسے حضرت عمیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ بعض علماء نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بنی خدارہ کے فرد عبداللہ بن عمیر تھے یا عبداللہ بن عمیر خطمی تھے۔ حضرت زبیر نے ابن جعدیہ اور ضحاک بن عثمان سے روایت کرتے ہوئے ابوعزہ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ جعدہ لغت میں جَعَادِبُ کا واحد ہے اور جَعَادِبُ پانی میں اٹھنے والے

Marfat.com

عُنُقَهٗ یَا زُبَیْرُ ''قسم بخدا! (اب تمہیں معافی نہیں مل سکتی تا کہ) مکہ جا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ازراہِ تعلّی تم یہ نہ کہو کہ میں نے محمد (ﷺ) کو دوبارہ دھوکہ دیا ہے۔ اے زبیر! اٹھو اس کی گردن اڑا دو''۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مجھے حضرت سعد بن مسیب سے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یُلْدَغُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْنِ، اِضْرِبْ عُنُقَهٗ یَا عَاصِمُ بْنَ ثَابِتٍ ''بے شک مومن ایک سوراخ سے دوبارڈ سانہیں جاتا، اے عاصم بن ثابت! اٹھو اس کی گردن اڑا دو''۔ چنانچہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔

معاویہ بن مغیرہ کاقتل

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ غزوۂ حمراء الاسد کے بعد حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے معاویہ بن مغیرہ کو قتل کر دیا۔ اس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پناہ طلب کی تھی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے لئے پناہ کی

بلبلوں کو کہتے ہیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ابوعزہ جحمی برص کا مریض تھا۔ قریش نہ اس کے ساتھ مل کر کھاتے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ اس نے کہا اس تکلیف سے تو موت بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے لوہے کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور مکہ کی کسی گھاٹی میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس نے وہ لوہے کا ٹکڑا اپنے پہلو میں مارا۔ ابن جعدہ کہتے ہیں کہ اس سے خون بہنے لگا اور ضحاک کا بیان ہے کہ اسے صرف چمڑے اور اس کے نیچے والی جھلی کے درمیان زخم آیا جس سے پیپ بہنے لگی۔ اس طرح اسے برص کے مرض سے نجات مل گئی۔ اس پر اس نے یہ اشعار کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ وَائِلٍ وَ نَهْدِ وَالتَّهَمَاتِ وَالْجِبَالِ الْجُرْدِ

''اے اللہ! اے گھاٹیوں، ٹیلوں، وادیوں اور بے آب و گیاہ پہاڑوں کے رب!''

وَ رَبَّ مَنْ يَّرْعٰى بِاَرْضِ نَجْدِ اَصْبَحْتُ عَبْدًا لَكَ وَابْنَ عَبْدِ

''اور ان جانوروں کے رب جو سرزمین نجد میں چرتے ہیں، میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا بن گیا ہوں''۔

اَبْرَاْتَنِیْ مِنْ وَضَحٍ بِجِلْدِیْ مِنْ بَعْدِ مَا طَعَنْتُ فِیْ مَعَدِّیْ

''تو نے مجھے جلد پر پڑے ہوئے برص کے داغوں سے نجات بخشی ہے بعد اس کے کہ میں نے اپنے پہلو میں نیزہ گھونپ دیا تھا''۔

Marfat.com

درخواست کی تو آپ ﷺ نے اسے اس شرط پر پناہ دی کہ وہ تین دن کے بعد یہاں پایا گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا لیکن تین دن کے بعد بھی وہ وہیں قیام پذیر رہا اور چھپا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے دو صحابیوں کو بھیجا اور فرمایا: وہ فلاں جگہ چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے وہاں سے گرفتار کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔

غزوۂ احد کے بعد عبداللہ بن ابی کا کردار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنی قوم میں ایک مقام اور شرف حاصل تھا جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ جمعہ کے روز جب رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھنے کے بعد منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے تو وہ کھڑا ہوتا اور کہتا لوگو! یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے ذریعے عزت و اکرام سے نوازا ہے لہٰذا ان کی امداد اور تعظیم کرو اور ان کے ارشادات سنو اور ان کی اطاعت کرو، پھر وہ بیٹھ جاتا لیکن جب اس نے احد کے روز غلط روش اختیار کی اور اپنے منافقین کو لے کر واپس لوٹ آیا تو اس دفعہ جب وہ کھڑا ہو کر وہی کچھ کہنے لگا جو پہلے کہا کرتا تھا تو مسلمانوں نے چاروں طرف سے اسے کپڑوں سے پکڑ لیا اور کہا اے دشمن خدا! بیٹھ جا تو اس کام کا اہل نہیں ہے جبکہ تو نے ایسا غلط اقدام کیا۔ اس پر وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا: قسم بخدا! ''میں نے کوئی بری بات تو نہیں کہی، میں تو انہی کے کام کی پختگی کے لئے کھڑا ہوا تھا''۔ مسجد کے دروازے پر اس کی ملاقات ایک انصاری سے ہوئی،

ابوسفیان کا پیغام پہنچانے والا قافلہ

حضرت ابن اسحاق نے ایک قافلہ کے ذریعے ابوسفیان کی دھمکی کا پیغام پہنچانے کا ذکر کیا ہے۔ جس شخص نے اس کا پیغام مسلمانوں تک پہنچایا تھا وہ نعیم بن مسعود ہے۔ اس دھمکی آمیز پیغام کو سن کر مسلمانوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ''ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''۔ تفسیر میں اسی طرح آیا ہے۔

عبداللہ بن ابی کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی کا یہ قول ذکر کیا ہے جو اس نے مسجد سے نکلتے وقت کہا تھا: لَكَاَنَّمَا قُلْتُ بَجْرًا (گویا میں نے کوئی بری بات کہہ دی ہو) بجر امر عظیم کو کہتے ہیں اور بجاری

Marfat.com

انہوں نے پوچھا بدبخت تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا "میں تو کھڑا ہو کر انہی کے کام کی پختگی چاہتا تھا لیکن ان کے چند اصحاب مجھ پر جھپٹ پڑے، میرے کپڑے کھینچنے لگے اور مجھے جھڑکنے لگے، گویا میں نے ان کے کام کی پختگی کا ارادہ کر کے کوئی برا کام کیا ہو"۔ انصاری کہنے لگے "بدبخت! واپس چلا جا، رسول اللہ ﷺ تیرے لئے بخشش کی دعا کریں گے۔ اس نے کہا قسم بخدا! مجھے ان کی دعائے مغفرت کی ضرورت نہیں۔

یوم احد مسلمانوں کی آزمائش کا دن

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یوم احد آزمائش، مصیبت اور امتحان کا دن تھا، اس روز اللہ تعالیٰ نے مومنین کو آزمایا اور ان منافقین کا پردہ چاک کر دیا جو زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن اپنے دلوں میں کفر چھپائے رکھتے تھے۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شہادت و کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا۔

مصائب کو کہتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت میں مذکور ہے يَا هَادِيَ الطَّرِيقِ جُرْتَ إِنَّمَا هُوَ الْفَجْرُ وَالْبَجْرُ "اے رہنما! تو راستے سے ہٹ گیا ہے، وہ فجر ہے یا بجر ہے"۔ خطابی نے کہا: اس کا معنی مصیبت ہے۔

اس روایت کے علاوہ حضرت ابن اسحاق نے ایک اور روایت میں شہدائے احد کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: يَا لَيْتَنِي غُودِرْتُ مَعَ أَصْحَابِ نُحْصِ الْجَبَلِ "کاش مجھے پہاڑ کے دامن میں تیر افگن دستے کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا"۔ نُحْصُ الْجَبَلِ پہاڑ کے سب سے نچلے حصے کو کہتے ہیں۔ یہ صاحب العین کا قول ہے۔

Marfat.com

غزوۂ احد کے متعلق نازل کردہ آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ہم سے حضرت ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبداللہ بکائی نے بیان کیا انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے غزوۂ احد کے متعلق سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیات نازل فرمائیں جن میں اس غزوہ کے واقعات کا بیان اور بعض مسلمانوں پر عتاب کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۲۱ۙ
(آل عمران)

"اور یاد کرو (اے محبوب ﷺ) جب صبح سویرے رخصت ہوئے آپ اپنے گھروں سے (اور میدانِ احد میں) بٹھا رہے تھے مومنوں کو مورچوں پر جنگ کے لئے [1] اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے" [2]

۱۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ کا معنی ہے آپ مومنوں کو جنگ کے لئے مورچوں اور منازل میں بٹھا رہے تھے۔ کمیت بن زید کا شعر ہے:

لَيْتَنِيْ كُنْتُ قَبْلَهٗ قَدْ تَبَوَّأْتُ مَضْجَعَا

"کاش میں اس سے پہلے کسی بستر پر بیٹھ چکا ہوتا"۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا ہے جو تم کہہ رہے تھے اور جاننے والا ہے جو تم چھپا رہے تھے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲۲
(آل عمران)

غزوۂ احد کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر

حضرت ابن اسحاق نے ان آیات کی صرف وہ تفسیر ذکر کی ہے جس کی ایک قاریٔ سیرت کو ضرورت پڑتی ہے۔ انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (آل عمران:128)

Marfat.com

"جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں ۱؎ حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا ۲؎ (اس لئے اس نے اس لغزش سے بچالیا) اور صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے مومنوں کو ۳؎"۔

۱۔ یعنی ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دیں۔ طائفتان سے مراد بنی سلمہ بن جشم بن خزرج اور بنی حارثہ بن النبیت بن اوس ہیں۔ یہ دونوں قبیلے لشکر اسلام کے میمنہ اور میسرہ پر تھے۔

۲۔ یعنی حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے دور کرنے والا تھا جو انہوں نے بزدلی اور ہمت ہارنے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کی یہ کم ہمتی محض جسمانی کمزوری کی وجہ سے تھی ورنہ ان کے دین اور ایمان میں کوئی شک نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے ان کی بشری کمزوری کو دور فرما دیا یہاں تک کہ وہ قوی القلب ہو کر اپنے پیارے نبی ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا بنی اسد کے ایک عالم کا بیان ہے کہ ان دونوں جماعتوں نے کہا: ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم اس ارادے کا انکار کر دیں جو ہم نے کیا تھا کیونکہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی۔

۳۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝ یعنی جس مومن کو بھی کوئی کمزوری لاحق ہو اسے صرف مجھ پر توکل کرنا چاہیے اور مجھی سے مدد مانگنی چاہیے، میں اس کے معاملہ میں اس کی مدد کروں گا اور اس سے وہ کمزوری دور کر دوں گا یہاں تک کہ اسے اس کے مقصد تک پہنچا دوں گا، اس کا دفاع کروں گا اور اس کے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اسے قوت و طاقت عطا فرماؤں گا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ (آل عمران)

"اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے ۱؎ پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم (اس بروقت امداد کا) شکر ادا کر سکو"۲؎

۱۔ یعنی تمہاری تعداد بھی کم تھی اور تم قوت و طاقت کے لحاظ سے بھی کمزور تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے اس کی اتنی ہی تفسیر ذکر کی ہے جو ان کی کتاب میں موجود ہے، جبکہ تفسیر ترمذی میں ایک مرفوع حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابوسفیان، حارث بن ہشام، عمرو بن العاص کے حق میں بددعا فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (آل عمران: 128) چنانچہ انہوں نے توبہ کی اور اسلام لے آئے

Marfat.com

۲۔ یعنی مجھ سے ڈرتے رہا کرو کیونکہ یہی میری نعمتوں کا شکر ہے۔

إِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ أَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ أَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ إِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَأْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ (آل عمران)

"(عجب سہانی گھڑی تھی) جب آپ فرما رہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور (اگر) آدھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں"۔

یعنی اگر تم میرے دشمنوں کے سامنے ڈٹ جاؤ اور میرے حکم کی پیروی کرو اور کفار تیزی سے اسی وقت تم پر آدھمکیں تو میں پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مُسَوِّمِيْنَ کا معنی ہے نشان لگائے گئے۔ حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فرشتوں نے اپنے گھوڑوں کی دموں اور گردن کے بالوں پر سفید اون کے نشان لگا رکھے تھے۔ البتہ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بدر کے روز فرشتوں کے نشان سے مراد ان کے سفید عمامے ہیں۔ اس کا ذکر واقعہ بدر میں گزر چکا ہے۔ اَلسِّيْمَا کا معنی علامت ہے۔ کتاب اللہ عزوجل میں ہے: سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح: ۲۹) "ان (کے ایمان و عبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے"۔ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً (هود) "پتھر آگ میں پکے ہوئے پے در پے جو نشان زدہ تھے"۔ ہمیں حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "(اس آیت کا معنی یہ ہے کہ) ان پر ایسا نشان تھا کہ وہ دنیا کے پتھر نہیں بلکہ عذاب کے پتھر ہیں"۔

اور اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ ابوسفیان کے حسن اسلام کے متعلق یہی حدیث ثابت ہے بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے کوئی اور دعویٰ کیا ہے اور حارث بن ہشام کے حسن اسلام اور شام میں شہادت پانے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور عمرو بن العاص کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَسْلَمَ النَّاسُ وَ آمَنَ عَمْرٌو "دیگر لوگ اسلام لائے اور عمرو ایمان لایا"۔ ایک روایت میں ان کا اپنا

Marfat.com

روبہ بن عجاج نے کہا:

فَلَاٰنَ تُبْلٰی بِیَ الْجِیَادُ السُّھَّمُ وَ لَا تُجَارِینِیْ اِذَا مَا سُوِّمُوْا
وَ شَخَصَتْ اَبْصَارُھُمْ وَ اَجْذَمُوْا

"پس اب میرے ساتھ تیز رفتار دو غلے گھوڑے ظاہر کیے جائیں گے اور تو میرے ساتھ اس وقت نہ چلنا جب گھوڑوں کو نشان زدہ کیا جائے اور ان لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور وہ تیزی سے بھاگ جائیں"۔

ذال معجمہ کے ساتھ اَجْذَمُوْا کا معنی ہے انہوں نے جلدی کی اور دال مہملہ کے ساتھ اَجْدَمُوْا کا معنی ہے انہوں نے کاٹا۔

یہ ان کے ایک ارجوزہ کے اشعار ہیں۔ مُسَوَّمَۃٌ چرائے جانے والے گھوڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ کتاب اللہ تعالیٰ میں ہے: وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ (آل عمران: ۱۴) (اور گھوڑے چرائے ہوئے) شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ﴿۱۰﴾ (النحل) (اور اس سے سبزہ اگتا ہے جس میں تم مویشی چراتے ہو)۔ اہل عرب کا قول ہے: سَوَّمَ خَیْلَهٗ وَ اِبِلَهٗ وَ اَسَامَھَا "اس نے اپنے گھوڑے اور اونٹ چرائے۔ کمیت بن زید نے کہا:

دَاعِیًا کَانَ مُسْجِحًا فَفَقَدْنَاهُ وَ فَقْدُ الْمُسِیْمِ ھُلْكُ السَّوَامِ

"وہ شخص چرانے والا اور نرم اخلاق تھا، ہم نے اسے کھو دیا اور چرواہے کی عدم موجودگی مویشیوں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مُسْجِحًا کا معنی ہے نرمی سے سرداری کرنے والا اور بکریوں پر احسان کرنے والا۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ﴿۱۲۶﴾ (آل عمران)

"اور نہیں بنایا فرشتوں کے اترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لئے اور تاکہ مطمئن ہو

فرمان ہے: میری ہجرت کا مقصد مال و دولت کا حصول نہ تھا بلکہ میری ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا کے لئے تھی۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا: نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ "مرد صالح کے لئے اچھا مال کیا ہی خوب ہے"۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے انہیں مرد صالح فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے انہیں فرمایا: اِنِّیْ

Marfat.com

جائیں تمہارے دل اس سے اور (حقیقت تو یہ ہے) کہ نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے"۔

یعنی میں نے اپنے فرشتوں کے لشکروں کو صرف تمہاری خوشخبری کے لئے نشان زدہ کیا اور تا کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں کیونکہ میں تمہاری بشری کمزوری کو جانتا ہوں اور فتح و نصرت میری بادشاہت اور قدرت کی وجہ سے صرف میری طرف سے ہے کیونکہ حقیقی غلبہ اور حکمت مجھے ہی حاصل ہے، میری مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔ پھر فرمایا:

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿١٢٧﴾ (آل عمران)

"(یہ مدد اس لئے تھی) تا کہ کاٹ دے ایک حصہ کافروں سے یا ذلیل کر دے ان کو۔ پس لوٹ جائیں نامراد ہو کر"۔

یعنی تا کہ قتل کے ذریعے انتقام لے کر مشرکین سے ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ناکام و نامراد واپس لوٹا دے یعنی ان کے باقی ماندہ لوگ ناکام اور ذلیل و خوار ہو کر واپس لوٹ جائیں اور ان کی کوئی امید پوری نہ ہونے پائے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یکبتھم کا معنی ہے انہیں شدید غم میں مبتلا کر لے اور انہیں اپنے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے روک دے۔ ذوالرمہ نے کہا:

مَا اَنْسَ مِنْ شَجَنٍ لَا اَنْسَ مَوْقِفَنَا فِيْ حَيْرَةٍ بَيْنَ مَسْرُوْرٍ وَّ مَكْبُوْتِ

"میں اس غم کو نہیں بھول سکتا اور میں اپنی قوم کی خوشی اور غم کے درمیان حیرانگی کی حالت میں کھڑا ہونے کے مقام کو نہیں بھول سکتا"۔

اور یکبتھم کا معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں منہ کے بل گرا کر ہلاک کر دے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

اُرِيْدُ اَنْ اَبْعَثَكَ وَجْهًا يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ فِيْهِ وَ يُغَنِّمُكَ وَ اَرْغَبَ لَكَ رَغْبَةً مِّنَ الْمَالِ: "بے شک میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایسے چہرے کے ساتھ آگے بھیجوں جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ تم پر سلامتی نازل فرمائے اور تجھے تیرے حصہ سے زائد اجر و ثواب عطا فرمائے اور (میں چاہتا ہوں کہ) تجھے مال کا ایک بڑا حصہ عطا کروں"۔ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ حارث اور ابوسفیان کی اخبار کے متعلق چند نکات اور خاص امور کا ذکر آئے گا۔

Marfat.com

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (آل عمران)

"نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل، چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو عذاب دے انہیں ۱ پس بے شک وہ ظالم ہیں" ۲

۱۔ یعنی میرے بندوں کے معاملہ میں آپ کا کوئی دخل نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کے بارے میں میں آپ کو کوئی حکم دوں یا اپنی رحمت کے صدقے ان کی توبہ قبول کرلوں۔ اگر میں چاہوں تو ایسا کرسکتا ہوں یا ان کے گناہوں کے باعث انہیں عذاب دوں تو یہ بھی میرا حق ہے۔

۲۔ یعنی وہ میری حکم عدولی کرکے اس عذاب کے حق دار بن گئے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران)

"اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

سود کی ممانعت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (آل عمران)

"اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود دوگنا چوگنا کرکے ۱ اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ ۲ اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے ۳"۔

۱۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت اسلام عطا فرمائی تو اسلام میں وہ سود نہ کھاؤ جو تم اس وقت کھاتے تھے جب تم غیر مسلم تھے، جس کا کھانا تمہارے لئے تمہارے دین میں حلال نہیں۔

اِتَّخَذَ کا معنی

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ (اور بنا لے تم میں سے کچھ شہید)۔ اس آیت کریمہ میں شہداء کی فضیلت اور ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار ہے کیونکہ اِتَّخَذْتُ یا اَتَّخِذُ صرف اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو چنا ہوا اور محبوب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم اس عذاب سے نجات پا جاؤ جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ڈرایا ہے اور وہ ثواب پالو جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ترغیب دی ہے۔

۳۔ یعنی جو آگ ان لوگوں کا گھر بنائی گئی ہے جنہوں نے میرے احکام کا انکار کیا۔

اطاعت کی ترغیب

پھر فرمایا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ (آل عمران)

"اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (کریم ﷺ) کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے"۔

یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عتاب فرمایا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی جو آپ ﷺ نے انہیں غزوۂ احد وغیرہ میں فرمایا تھا۔ اس کے بعد فرمایا:

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۱۳۳﴾ (آل عمران)

"اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور (دوڑو) جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے"۔

یعنی جو گھر ہے ان خوش نصیبوں کا جنہوں نے میری اطاعت کی اور میرے رسول ﷺ کی اطاعت کی۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ (آل عمران)

"وہ (پرہیزگار) جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگدستی میں اور ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے"۔

یہی اعمال احسان ہیں اور میں ان اعمال پر عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ (المومنون:۹۱) "نہیں بنایا اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا" اور فرمایا: وَلَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا "اور نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا"۔ پس اتخاذ کا معنی ہے اپنے لئے خاص کر لینا اور چن لینا۔ یہ الاخذ سے باب افتعال ہے۔ جب کوئی کہے اِتَّخَذْتُ كَذَا تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ میں نے اسے اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے اور اختیار کر لیا ہے۔ اس لفظ

Marfat.com

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۵﴾ (آل عمران)

"اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کر بیٹھیں کوئی برا کام یا ظلم کریں اپنے آپ پر (تو فوراً) ذکر کرنے لگتے ہیں اللہ کا اور معافی مانگنے لگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون بخشتا ہے گناہوں کو اللہ کے سوا ا اور نہیں اصرار کرتے اس پر جو ان سے سرزد ہو، اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں" ۲

ا۔ یعنی اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھیں یا کسی معصیت کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کریں تو فوراً یاد کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے روکا تھا اور ان پر یہ کام حرام فرمایا تھا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

۲۔ یعنی وہ میری نافرمانی پر مشرکین کی طرح قائم نہیں رہتے جو اپنے کفر میں حد سے بڑھ گئے ہیں، درآں حالیکہ وہ جانتے ہیں کہ میں نے ان پر اپنے سوا سب کی عبادت حرام کر دی ہے۔

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ (آل عمران)

"یہ وہ (نیک بخت) ہیں جن کا بدلہ بخشش ہے اپنے رب کی طرف سے اور جنات رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے، ان میں کیا ہی اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا"۔

یعنی اطاعت کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔

مسلمانوں کی مصیبت کا ذکر اور ان کی دلجوئی

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نازل ہونے والی مصیبت اور بلاء، انہیں نکھارنے اور ان میں سے کچھ کو شہید بنانے کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ان کی دلجوئی کرتے ہوئے اور ان کے کارناموں کی اور اپنی شانِ بندہ نوازی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾

(آل عمران)

"گزر چکے تم سے پہلے (قوموں کے عروج وزوال کے) قاعدے پس سیر کرو زمین میں

کی پہلی تاء یاء کا بدل ہے اور وہ یاء اَخَذَ کے ہمزہ کا بدل ہے۔ پس وہ یاء تاء میں بدل گئی کیونکہ ایسے مقام پر واؤ بھی تاء میں بدل جاتی ہے جیسے اِتَّعَدَ اور اِتَّزَرَ اور یاء بھی واؤ کی مثل ہے لہٰذا ایسے مقام پر یاء بھی تاء میں بدل جائے گی۔ لغت عرب میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ اہل عرب نے اس کی ایک تاء پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اسے تَخِذْتُ بنا دیا ہے لیکن تاء کا یہ حذف صرف صیغہ ماضی

Marfat.com

اور (اپنی آنکھوں سے) دیکھو کہ کیسا انجام ہوا (دعوتِ حق کو) جھٹلانے والوں کا''۔

یعنی ان لوگوں سے میرے انتقام لینے کے واقعات گزر چکے ہیں جنہوں نے میرے رسول ﷺ کی تکذیب کی اور میرے شریک بنائے جیسے عاد، ثمود، قوم لوط اور اصحابِ مدین۔ پس تم وہ عبرتناک انجام دیکھو جو میری طرف سے ان میں گزر چکے ہیں۔ ان انجاموں میں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو انہی کی مثل معاملہ کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں اس لئے مہلت نہیں دے رکھی کہ وہ یہ خیال کریں کہ چونکہ میں نے انہیں تم پر غلبہ دے رکھا ہے اس لئے میں تمہارے اور اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لوں گا بلکہ اس مہلت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائے اور تمہاری اعلیٰ صفات کا اظہار فرمائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (آل عمران)

''یہ ایک بیان ہے لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیز گاروں کے واسطے''۔

یعنی اگر لوگ ہدایت کو قبول کریں تو یہ ان کے سمجھانے کے لئے ایک تفسیر ہے اور ان لوگوں کے لئے نورِ ہدایت اور نصیحت ہے جو میری اطاعت کریں اور میرے حکم کو پہچانیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ (آل عمران)

''اور نہ (تو) ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تمہیں سر بلند ہو گے اگر تم سچے مومن ہو''۔

یعنی نہ تو کمزور بنو اور نہ اس مصیبت پر غم کرو جو تمہیں پہنچی ہے اور تمہارے لئے ہی اچھا انجام اور غلبہ ہے بشرطیکہ تم نے میرے نبی ﷺ کی ان باتوں میں تصدیق کی جو وہ میری طرف سے تمہارے پاس لے کر تشریف لائے ہیں۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ (آل عمران)

کے ساتھ خاص ہے اور تَتَخِذُ نہیں بولا جاتا جس طرح تَخِذَ بولا جاتا ہے کیونکہ فعل مضارع میں ہمزہ وصلی نہیں آتا جبکہ انہوں نے فعل ماضی کے شروع میں ہمزہ ثقیل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا ہے کیونکہ تاء کی حرکت کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ رہی اور تَخِذْتُ کی خاء کو کسرہ دے دیا کیونکہ تاء کے حذف کے ساتھ اس کا مضارع نہیں آتا لہٰذا عین کلمہ کو وہی حرکت دی جو فعل مضارع میں عین کی

Marfat.com

"(احد میں) اگر لگی ہے تمہیں چوٹ تو (بدر میں) لگ چکی ہے (تمہاری دشمن) قوم کو بھی چوٹ ایسی ہی [1] اور یہ (ہار جیت کے) دن ہم پھراتے رہتے ہیں انہیں لوگوں میں [2] اور یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنا لے تم میں سے کچھ شہید [3] اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو" [4]

۱۔ یعنی (تمہاری دشمن) قوم کو ایسا ہی زخم لگ چکا ہے۔

۲۔ یعنی ہم ابتلاء وآزمائش کے لئے ان دنوں کو لوگوں میں پھراتے رہتے ہیں۔

۳۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقوں کو ممتاز کردے اور اہل ایمان میں سے جن کو چاہے شرف شہادت عطا فرمائے۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان منافقین کو دوست نہیں رکھتا جو اپنی زبانوں سے تو اطاعت کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دل معصیت پر مصر ہیں۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ (آل عمران)

"اور اس لئے کہ نکھار دے اللہ تعالیٰ انہیں جو ایمان لائے [1] اور مٹا دے کافروں کو" [2]

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو آزمائے یہاں تک کہ انہیں اس نازل کردہ آزمائش کے ذریعے نکھار دے کہ ان کا صبر ویقین کتنا بلند ہے۔

۲۔ یعنی منافقین اپنی زبانوں سے جو ایمان کا ایسا اظہار کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اس کو باطل کردے یہاں تک کہ ان کے اس کفر کو ظاہر کردے جو وہ چھپاتے ہیں۔

مجاہدین کو جنت کی دعوت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ (آل عمران)

"کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں (آزمائش میں) صبر کرنے والوں کو"۔

حرکت تھی۔ ہمارا یہ کلام اس کلمہ کی مشہور لغت پر ہے ورنہ ایک ضعیف لغت میں یَتَخِذُ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اسے حضرت ابو عبید نے اور نحاس نے اعراب القرآن میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

یعنی کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور میرے ثواب کے اعلیٰ درجات کو پالو گے، حالانکہ میں نے ابھی تمہیں شدت اور مصائب کے ساتھ آزمایا ہی نہیں تاکہ اپنی ذات کے اوپر تمہارے ایمان کی سچائی کو اور میری راہ میں پیش آنے والے مصائب پر تمہارے صبر کو دیکھ لوں اور تم تو اسی دین حق پر شہادت کی تمنا کرتے تھے جس پر تم قائم ہو، اس سے پہلے کہ تم اپنے دشمنوں سے ملاقات کرو۔ یہاں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی تھی کہ آپ انہیں ساتھ لے کر دشمن کی طرف نکلیں تاکہ اس سے پہلے غزوۂ بدر میں ان کی غیر حاضری کا تدارک ہو سکے اور انہیں شرف شہادت حاصل ہو سکے جو وہ پہلے حاصل نہیں کر سکے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝
(آل عمران)

"اور تم آرزو کرتے تھے موت کی اس سے پہلے کہ تم اس سے ملاقات کرو، سواب دیکھ لیا تم نے اس کو اور تم (آنکھوں سے) مشاہدہ کر رہے ہو"۔

یعنی اب تم نے لوگوں کے ہاتھوں میں موجود تلواروں کے سائے میں موت کو دیکھ لیا ہے۔ اب تمہارے اور دشمن کے درمیان تمام رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں اور تم (اپنی آنکھوں سے) دشمن کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم سے دشمن کو دور کر دیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝
(آل عمران)

اور نہیں محمد (مصطفیٰ ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول ۱ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) ۲ اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی ۳ اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر

خلافت صدیق اکبر کے دلائل

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران) اس آیت کریمہ کی تفسیر اس وقت ظاہر ہوئی جب مرتدین الٹے پاؤں پھر گئے اور اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

کرنے والوں کو" ہے۔

ا۔ جب لوگوں میں یہ افواہ پھیلی کہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے تو مسلمان شکست سے دوچار ہوئے اور دشمن کے سامنے سے پسپا ہو گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد کے ساتھ انہیں تنبیہ فرمائی۔

۲۔ یعنی تم پہلے کی طرح پھر کافر ہو کر اپنے دین سے پھر جاؤ گے اور اپنے دشمن کے خلاف جہاد اور کتاب اللہ اور اس دین کو ترک کر دو گے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے تمہارے پاس چھوڑا ہے، حالانکہ جو قرآن وہ تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس میں تمہارے لئے بیان کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ ایک روز اس جہانِ فانی سے پردہ فرمانے والے ہیں اور تم سے جدا ہونے والے ہیں؟

۳۔ یعنی جو اپنے دین سے پھرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عزت، عظمت، بادشاہت اور قدرت میں کچھ کمی نہیں آئے گی۔

دین اور اس کے پیارے نبی ﷺ کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ اسی وجہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "امیر الشاکرین" کہا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں آپ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے دین سے الٹے پاؤں پھر جانے والوں کے ساتھ جہاد کیا اور انہیں ایک دفعہ پھر اسی دین کی طرف لوٹا دیا جس سے وہ نکل گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ۝ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مرتدین پر غالب آئیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت مکمل ہوگی جس کا وہ شکر ادا کریں گے اور چونکہ شکر نعمت ملنے پر ہی ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا انہیں شکر کی ترغیب دلانا اس بات کی دلیل ہے کہ فتنہ ارتداد طول نہیں پکڑے گا اور مسلمانوں کو ان پر جلد غلبہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (الفتح: ۱۶) (فرما دیجئے ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو) اس آیت کریمہ میں بھی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بدوی عربوں کو بنی حنیفہ کے خلاف جہاد کی دعوت دی جو کہ بڑے سخت جنگجو تھے۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ جزیہ کے حصول کے لئے لڑائی نہیں کی تھی بلکہ اس لئے ان سے جنگ کی گئی تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور ان کے ساتھ یہ جنگ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اور آپ کے دورِ اقتدار میں ہوئی، پھر

Marfat.com

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جلدی اجر دے گا جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور اس کے حکم کی تعمیل کی۔

اس حقیقت کا بیان کہ موت اللہ کے اذن سے آتی ہے

پھر فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران)

''اور نہیں ممکن کہ کوئی شخص مرے بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے، لکھا ہوا ہے (موت کا) مقررہ وقت ۱۔ اور جو شخص چاہتا ہے دنیا کا فائدہ ہم دیتے ہیں اس کو اس سے اور جو شخص چاہتا ہے آخرت کا فائدہ ہم دیتے ہیں اسے اس میں سے اور ہم جلدی اجر دیں گے (اپنے) شکر گزار بندوں کو'' ۲

۱۔ یعنی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کا مقررہ وقت لکھا ہوا ہے جس تک آپ ﷺ پہنچیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ عزوجل اس کے بارے میں اجازت دے گا تب آپ کا وصال ہوگا۔

۲۔ یعنی تم میں سے جو شخص صرف دنیا کا طالب ہے اور آخرت میں اس کی کوئی رغبت نہیں،

فرمایا: فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا (الفتح:۱۶) (پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا)۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان بدوی عربوں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت لازم کر دی۔ گویا یہ آیت کریمہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے۔

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ) ''اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ''۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ حشر میں کھول کر بیان کر دیا ہے کہ صادقین کون ہیں۔ فرمایا: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (الحشر) ''یہی راست باز لوگ ہیں''۔ یہاں صادقون سے مراد مہاجرین ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام کو جو دارِ ہجرت میں مقیم تھے اور ایمان میں ثابت قدم تھے (یعنی انصار کو)، حکم دیا کہ وہ مہاجرین کے ساتھ ہو جائیں، یعنی ان کے تابع ہو جائیں۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کی رو سے خلافت صادقین میں ثابت ہوگئی اور اس نام کے ساتھ وہ اس کے مستحق ٹھہرے اور صادقین میں سے صرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو اللہ تعالیٰ نے صدیق فرمایا۔ لہٰذا خلافت آپ کے ساتھ ہی خاص ہوگئی، پھر دیگر صادقین کے لئے آپ کے بعد ثابت ہوئی۔

Marfat.com

ہم اس کو اس دنیا سے اتنا ہی رزق دیتے ہیں جو اس کے مقدر میں ہو، وہ اس میں اضافہ نہیں کر سکتا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور جو شخص آخرت کا فائدہ چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا کے مقررہ رزق کے ساتھ ساتھ آخرت کا حصہ بھی دیتے ہیں جس کا اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ یہی شاکرین یعنی پرہیز گاروں کی جزاء ہے۔

سابقہ انبیاء کی معیت میں جہاد کرنے والوں کی شجاعت کا بیان

پھر فرمایا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران)

"اور کتنے ہی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے سو نہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انہیں اللہ کی راہ میں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ انہوں نے ہار مانی اور اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے (تکلیفوں میں) صبر کرنے والوں سے [1] اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں کیں ہم نے اپنے کام میں، اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر [2]

ا۔ یعنی کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کے ہمراہ اللہ والوں کی کثیر

رِبِّیُّوْنَ اور آیت کریمہ میں اس کی حالت رفعی

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ (1) مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ۔ تفسیر ابن اسحاق کے مطابق رِبِّیُّوْنَ مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور یہ جملہ قُتِلَ میں ضمیر مستتر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ یہ صحیح ترین تفسیر ہے کیونکہ انہوں نے کہا اللہ والوں نے ان تکلیفوں کی وجہ سے ہمت نہ ہاری جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں۔ اگرچہ قتل ہونے والے وہی رِبِّیُّوْنَ ہی تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ (آل عمران: ۱۴۶) ایک اور مفسر کی یہ تفسیر بھی بیان کی جاتی ہے کہ رِبِّیُّوْنَ قُتِلَ کا نائب فاعل ہے۔ اس بناء پر معنی یہ ہوگا کہ ان میں سے باقی ماندہ لوگوں نے اپنے بھائیوں کے قتل کی مصیبت پر ہمت نہ ہاری۔ یہ بھی ایک توجیہ ہے لیکن آیت کا شانِ نزول پہلی تفسیر کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

1۔ یہ قرأت شاذ ہے۔ مصحفِ عثمانی میں قٰتَلَ ہے۔

Marfat.com

جماعت تھی لیکن انہوں نے اپنے نبی کے وصال کی وجہ سے ہمت نہ ہاری، نہ اپنے دشمن کے سامنے کمزور ہوئے اور نہ ان تکلیفوں کی وجہ سے ہار مانی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اپنے دین کی راہ میں پہنچیں۔ یہی صبر ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا رِبِّیُّوْنَ کا واحد رِبِّیٌّ ہے اور رباب کا معنی ہے بہت سے گروہ۔ اہل عرب عبد مناۃ بن اد بن طابخہ بن الیاس کی اولاد کو اور بنی ضبہ کو رباب کہتے ہیں کیونکہ وہ سب یکجا ہو گئے تھے اور انہوں نے باہم حلف اٹھا لیے تھے۔ رباب کا واحد ربۃ اور ربابۃ ہے۔ اس کا معنی جوئے کے تیروں یا لاٹھیوں کا گٹھا ہے۔ گروہ کو اس گٹھے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اسے رِبَّۃ کہا جاتا ہے۔ ابو ذویب ہذلی نے کہا:

وَ كَاَنَّهُنَّ رِبَابَةٌ وَ كَاَنَّهٗ يَسَرٌ يُفِيضُ عَلَى الْقِدَاحِ وَ يَصْدَعُ

''گویا کہ وہ عورتیں جوئے کے تیروں کا گٹھا ہیں اور وہ شخص گویا جوا کھیلنے والا ہے جو ان تیروں کے ساتھ ضربیں لگا رہا ہے اور انہیں منتشر کر رہا ہے''۔

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے اور امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

حَوْلَ شَيَاطِيْنِهِمْ آبَابِيْلُ رِبِّيُّوْنَ شَدُّوْا سَنَوَّرًا مَدْسُوْرًا

''ان کے شیطانوں کے اردگرد اللہ والوں کے گروہ ہیں جنہوں نے میخوں والی زرہیں پہن رکھی ہیں''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رِبَابَۃ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں جوئے کے تیر باندھے جاتے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سَنَوَّر سے مراد زرہیں ہیں اور الدُّسُر ان میخوں کو کہتے ہیں جو زرہ کے حلقوں میں لگائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ (القمر) ''اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر''۔ بنی تمیم کے ایک شاعر نے جس کا نام ابو الاخزر رحمانی ہے، کہا:

دُسْرًا بِاَطْرَافِ الْقَنَا الْمُقَوَّمِ

اہل لغت کے قول میں رِبِّیُّوْنَ کا معنی جماعات ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رِبِّیُّوْنَ کا معنی ہے ہزاروں لوگ۔ اور ابان بن تغلب نے کہا: رِبِّیٌّ دس ہزار کی جماعت کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

"مضبوط نیزوں کی اطراف میں نیزے"۔

۲۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ تم بھی اسی کی مثل گفتگو کرو جیسی انہوں نے کی اور یقین رکھو کہ یہ سب کچھ تمہارے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہے اور اسی طرح مغفرت طلب کرو جیسے انہوں نے طلب کی اور اپنے دین پر قائم رہو جیسے وہ قائم رہے اور الٹے پاؤں نہ پھر جانا اور اللہ تعالیٰ سے وہی کچھ مانگو جو انہوں نے مانگا کہ وہ تمہیں ثابت قدم رکھے اور اسی سے قوم کفار کے مقابلہ میں مدد طلب کرو جیسے انہوں نے مدد طلب کی۔ ان کے نبی کو بھی شہید کر دیا گیا، انہوں نے یہی کچھ کیا اور ایسا نہیں کیا جیسے تم نے کیا۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ (آل عمران)

"تو دے دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ثواب (یعنی کامیابی)۱ اور عمدہ ثواب آخرت کا (یعنی نعیم جنت اور لذت وصل)۲ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکوں کاروں سے"۔

۱۔ ان کو ان کے دشمن پر فتح و غلبہ دے کر دنیا کی کامیابی دے دی۔

۲۔ اور جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جنت میں وعدہ فرمایا تھا وہ بھی دے دیں۔

اہل ایمان کو کفار کی اطاعت کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ (آل عمران)

"اے ایمان والو! اگر پیروی کرو گے تم کافروں کی تو وہ پھیر دیں گے تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی طرف) تو تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۱ بلکہ اللہ حامی ہے تمہارا اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے"۲

چند آیات احد کی کچھ تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ (آل عمران)، (پس اللہ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم)۔ تفسیر ابن اسحاق کے مطابق باء محذوف شبہ فعل کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: غَمٌّ مَقْرُوْنٌ بِغَمٍّ (غم کے ساتھ ملا ہوا غم)۔ ایک اور تفسیر کے مطابق باء حرف جار اَثَابَكُمْ کے متعلق ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس غم کے بدلے غم پہنچایا جو تم نے اپنے نبی ﷺ کی حکم عدولی کر کے آپ ﷺ کو پہنچایا۔

Marfat.com

ا۔ یعنی وہ تمہیں تمہارے دشمن سے الٹے پاؤں پھیر دیں گے تو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

۲۔ پس اگر تمہارے دل تمہاری زبان سے نکلی ہوئی بات کے سچا ہونے کی گواہی دے رہے ہیں تو اسی بات کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کرو اور اس کے دین سے مرتد ہو کر الٹے پاؤں (کفر کی طرف) نہ لوٹ جانا۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ (آل عمران)

"ابھی ہم ڈال دیں گے کافروں کے دلوں میں رعب ا اس لئے کہ انہوں نے شریک بنالیا اللہ کے ساتھ اس کو جس کے لئے نہیں اتاری اللہ نے کوئی دلیل اور ان کا ٹھکانا آتش (جہنم) ہے اور بہت بری جگہ ہے ظالموں کی"۔

ا۔ جس رعب کے ذریعے میں تمہیں ان پر غلبہ دوں گا اس لئے کہ انہوں نے میرے ساتھ اس کو شریک بنالیا جس کے لئے میں نے کوئی دلیل نہیں بنائی۔ اس لئے تم یہ خیال نہ کرو کہ انہیں تم پر فتح اور غلبہ حاصل ہوگا بشرطیکہ تم نے میرے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھا اور میرے حکم کی پیروی کی۔ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ تو تمہاری ان غلطیوں کی وجہ سے تھی جو تم نے اپنے لئے آگے بھیجیں کہ تم نے میرے حکم کی مخالفت کی اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کی۔

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران)

"اور بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول ﷺ کے) حکم کے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ (آل عمران:152) (اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو تیر افگن دستہ کے امیر تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ اپنی جگہوں پر ثابت قدم رہیں اور اپنے نبی کی حکم عدولی نہ کریں۔ چنانچہ آپ کے ساتھ ایک گروہ ثابت قدم رہا۔ آپ خود بھی شہید ہو گئے اور آپ کے ساتھی بھی۔ یہی وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے آخرت کو طلب کیا، لیکن ایک گروہ مال

Marfat.com

بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھایا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے ۲ بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے ۳ اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے ۴ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بے شک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر'' ۵

ا۔ یعنی میں نے تم سے تمہارے دشمن پر غلبہ اور نصرت کا وعدہ اس وقت پورا کر دیا جب تم میرے اذن، میرے عطا کردہ تسلط اور طاقت کے ساتھ ان کو تلواروں سے قتل کر رہے تھے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: الحس کا معنی ہے جڑ سے اکھاڑنا۔ کہا جاتا ہے حَسَسْتُ الشَّیْءَ یعنی میں نے تلوار وغیرہ سے اس چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ جریر نے کہا:

تَحُسُّهُمُ السُّيُوْفُ كَمَا تَسَامَى حَرِيْقُ النَّارِ فِي الْآجَمِ الْحَصِيْدِ

''تلواریں انہیں جڑوں سے اکھاڑ پھینک رہی ہیں جس طرح کٹے ہوئے گھنے درختوں میں آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور رؤبہ بن عجاج نے کہا:

إِذَا شَكَوْنَا سَنَةً حَسُوْسَا تَأْكُلُ بَعْدَ الْأَخْضَرِ الْيَبِيْسَا

''جب ہم اموال کو جڑوں سے اکھاڑ دینے والے ایسے سال کی شکایت کرتے ہیں جو سبزے کے بعد خشک گھاس کو بھی کھا رہا ہے''۔

یہ اس کے ایک ارجوزہ کا شعر ہے۔

۲۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یعنی جب تم نے ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دی اور میرے حکم کے بارے میں اختلاف کیا یعنی اپنے نبی کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور جو تم سے عہد لیا گیا تھا یعنی تیر اندازوں سے، اس کو ترک کر دیا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھا

غنیمت کی طرف لپکا اور دشمن نے ان پر حملہ کر دیا۔ غزوۂ احد میں یہی مصیبت تھی۔ ایک روایت میں ہے: لَقَدْ رَأَيْتُ خَدَمَ هِنْدٍ وَ صَوَاحِبِهَا وَ هُنَّ مُشَمِّرَاتٌ فِي الْحَرْبِ ''بے شک میں نے ہند کے پازیب دیکھے اور اس کی سہیلیوں کو دیکھا کہ وہ جنگ میں اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں'' خَدَم کا معنی پازیب ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے اس موقع پر اسی طرح کہا ہے جب انہوں نے ہند کا ذکر کیا اور اس بات کا ذکر کیا کہ اس نے شہداء کے کانوں اور ناکوں کے پازیب اور ہار بنائے اور اپنے پازیب، ہار اور بالیاں وحشی کو دے دیں۔

Marfat.com

دیا تھا جو تم پسند کرتے تھے یعنی فتح و نصرت جس میں کوئی شک نہ تھا اور کفار کا اپنی عورتوں اور اموال کو چھوڑ کر بھاگنا۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کے مالِ غنیمت کا ارادہ کیا اور اطاعت کے اس حکم کو ترک کرنے کا ارادہ کیا جس پر آخرت کے ثواب کی بنیاد تھی۔

۴۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور دنیا میں رغبت کرتے ہوئے اس نہی کی مخالفت نہ کی جو انہیں کی گئی تھی بلکہ آخرت میں اس عمدہ ثواب کی امید کی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جنہوں نے دین کی خاطر جہاد کیا اور دنیاوی لالچ میں اللہ تعالیٰ کی نہی کی مخالفت نہ کی۔

۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے تعاقب سے پیچھے ہٹا دیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے اور یہ آزمائش تمہاری غلطیوں کی وجہ سے تھی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیا تاکہ تمہیں تمہارے نبی کی نافرمانی کی پاداش میں ہلاکت میں نہ ڈال دے، بلکہ اس نے تم پر اپنے فضل کا وعدہ کیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ادب و نصیحت کے طور پر بعض گناہوں کے بدلے دنیا کی عارضی سزا دے دی اور انہیں مکمل طور پر نیست و نابود نہ کیا۔ یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی اس لئے تھی کہ ان میں ایمان موجود تھا۔

نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ فرمائی کہ انہیں پکارا جا رہا تھا لیکن انہوں نے حضور ﷺ کی پکار کی طرف توجہ نہ دی۔ فرمایا:

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾ (آل عمران)

''یاد کرو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے اور رسول (کریم ﷺ) بلا رہے تھے تمہیں پیچھے سے پس اللہ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم تاکہ تم نہ غمگین ہو اس چیز پر جو کھو گئی ہے تم سے اور نہ اس مصیبت پر جو پہنچی ہے تمہیں اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس طرح رنج کے بعد رنج پہنچایا کہ تمہارے بھائی قتل ہو گئے، تم پر

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا (آل عمران) (اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے)۔ صحیح التفسیر میں ہے کہ یہ بات معتب بن قشیر نے کہی تھی۔ وہ انتہائی کٹر منافق تھا۔

Marfat.com

دشمن غالب آ گیا اور تمہارے دلوں میں اس شخص کی بات اثر کر گئی جس نے کہا کہ تمہارے نبی کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ لگاتار غم پر غم تمہیں اس لئے پہنچایا تا کہ تم نہ اس چیز پر غمگین ہو جو تم سے کھو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے دشمن پر فتح اور غلبہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اسے کھو بیٹھے اور نہ تم اپنے بھائیوں کے قتل کی مصیبت پر غمگین ہو یہاں تک کہ میں نے تم سے اس رنج و غم کو دور کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے رنج و غم اس طرح دور کیا کہ نبی کریم ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ جو شیطان نے پھیلائی تھی اسے ختم کر دیا، چنانچہ جب مسلمانوں نے اپنے درمیان رسول اللہ ﷺ کو زندہ دیکھا تو ان کے لئے اپنے دشمن سے شکست کھانے اور اپنے بھائیوں کے قتل ہونے کی مصیبت آسان ہو گئی۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (آل عمران)

"پھر اتاری اللہ تعالیٰ نے تم پر غم واندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھا رہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے اور ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر پڑا ہوا تھا (صرف) اپنی جانوں کا، بدگمانی کر رہے تھے اللہ کے ساتھ بلاوجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی۔ کہتے کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے۔ آپ فرمائیے اختیار تو سارا اللہ کا ہے، چھپائے ہوئے ہیں اپنے دلوں میں جو ظاہر نہیں کرتے آپ پر، کہتے ہیں (اپنے دلوں میں) اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے)! آپ فرمائیے کہ اگر تم (بیٹھے) ہوتے اپنے گھروں میں تو ضرور نکل آتے (وہاں سے) وہ لوگ لکھا جا چکا تھا جن کا قتل ہونا اپنی قتل گاہوں کی طرف [2] (یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تا کہ آزمالے اللہ تعالیٰ جو کچھ تمہارے سینوں میں (چھپا) تھا اور صاف کر دے جو (میل کچیل) تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سینوں کے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ (آل عمران: 154) یعنی وہ گمان کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔

Marfat.com

رازوں کا ۳؎"۔

ا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے قتل کی افواہ کو ختم کر دیا تو اہل یقین پر اپنی طرف سے راحت نازل فرمائی، پس وہ بلا خوف وخطر سو گئے جبکہ منافقین کو اپنی جانوں کا فکر پڑا ہوا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلاوجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی کر رہے تھے کہ ان پر قتل کا خوف طاری تھا کیونکہ وہ حسن عاقبت کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک دوسرے کو ملامت اور مصیبت پر حسرت کے اظہار کا ذکر فرمایا۔

۲۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ فرمایئے اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے اور اس مقام پر حاضر نہ ہوتے جہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارے پوشیدہ راز ظاہر کر دیئے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کا قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اس مقام کی طرف ضرور نکال دیتا جہاں انہوں نے قتل ہونا تھا۔

۳۔ (یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تاکہ اللہ تعالیٰ آزما لے جو کچھ تمہارے سینوں میں چھپا تھا اور صاف کر دے جو میل کچیل تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اس پر منافقین کے وہ راز مخفی نہیں جو انہوں نے تم سے چھپا رکھے تھے۔

مسلمانوں کو تنبیہ کہ اللہ کی راہ میں موت سے نہ ڈریں

پھر فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾ (آل عمران)

"اے ایمان والو! نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کفر اختیار کیا اور جو کہتے تھے اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کرتے تھے کسی علاقہ میں یا ہوتے تھے جہاد کرنے والے کہ اگر وہ ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے ۱؎ تاکہ بنائے اللہ تعالیٰ اس (خیال باطل) کو حسرت (کا باعث) ان کے دلوں میں ۲؎ اور درحقیقت اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ۳؎ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ (آل عمران: 154) یعنی اہل جاہلیت کی بدگمانی جیسے ابوسفیان اور اس کے ساتھی۔

Marfat.com

ا۔ یعنی ان منافقین کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے بھائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت میں سفر کرنے سے روکتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے یہ اطاعت گزار فوت ہو جاتے ہیں یا مارے جاتے ہیں تو کہتے ہیں اگر وہ ہماری اطاعت کرتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

۲۔ کیونکہ وہ اپنے رب پر بہت کم یقین رکھتے ہیں۔

۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ان میں سے جسے چاہتا ہے جلدی موت دے دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تاخیر کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۷﴾

(آل عمران)

''اور واقعی اگر تم قتل کیے جاؤ راہ خدا میں یا تم مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت (جو تمہیں نصیب ہو گی) بہت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں''۔

یعنی موت تو ہر حال میں آنی ہے، اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں لیکن اگر ان کے پاس یقین کی دولت ہوتی تو راہِ خدا میں موت یا قتل اس دنیا سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور جس کی خاطر جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ انہیں موت اور قتل کا خوف اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دنیا کی زیب و زینت کو جمع کیا اور آخرت کی طرف رغبت نہ کی۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ (آل عمران)

''اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو اللہ کے حضور جمع کیے جاؤ گے''۔

یعنی موت یا قتل جو بھی ہو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹایا جائے گا۔ اس لئے نہ دنیا تمہیں دھوکے میں ڈالے اور نہ تم خود اس سے دھوکہ کھاؤ بلکہ جہاد اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ثواب کی امید دلائی ہے وہی تمہارے نزدیک اہمیت کی حامل ہونی چاہئے۔

مسلمانوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانی اور شفقت کا ذکر

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران: 159) (اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں) اور اس کی تفسیر بیان کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

Marfat.com

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران)

''پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لئے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج، سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے تو آپ درگزر فرمایئے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کے لئے اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں ۱ اور جب آپ ارادہ کر لیں (کسی بات کا) تو پھر توکل کرو اللہ پر، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے ۲۔''

۱۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اپنے پیارے رسول ﷺ کی نرمی اور ان کی کمزوری پر آپ ﷺ کے صبر کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنے ہر اس حکم کی مخالفت پر مسلمانوں کے ساتھ تند مزاجی سے پیش آتے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کی تو یہ مسلمان بہت کم صبر کرتے اور آپ ﷺ کو چھوڑ دیتے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: تو آپ ان سے درگزر فرمایئے اور اہل ایمان میں سے جو بھی کسی گناہ میں آلودہ ہو اس کے لئے اس کے گناہ کی بخشش طلب کیجئے اور ان سے اس کام میں صلاح مشورہ کیجئے تا کہ آپ انہیں یہ باور کرا سکیں کہ آپ ان کی بات سنتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں اگرچہ آپ ان سے مستغنی ہیں۔ اس اقدام سے ان کے دین کے معاملہ میں ان کی دلجوئی ہو گی۔

۲۔ اور جب آپ اس حکم کا ارادہ کر لیں جو میری طرف سے آپ کے پاس آئے یا اپنے دشمن کے خلاف جہاد کے معاملہ میں کسی بات کا ارادہ کر لیں جس کے بغیر آپ کے درمیان اور آپ کے دشمن کے درمیان اصلاح ممکن نہ ہو تو وہ کام کر گزریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہو اور اس شخص کی مخالفت کیجئے جو آپ کی مخالفت کرے اور اس شخص کی موافقت کیجئے جو آپ کے ساتھ اتفاق کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے یعنی تمام بندوں کو چھوڑ کر صرف اسی پر انحصار کیجئے، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى

سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ کو ان دونوں حضرات سے مشاورت کرنے کا حکم دیا گیا۔

Marfat.com

اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ (آل عمران)

''اگر مدد فرمائے تمہاری اللہ تعالیٰ تو کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر اور اگر وہ (ساتھ) چھوڑ دے تمہارا تو کون ہے جو مدد کرے گا تمہاری اس کے بعد اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو''۔

اس لئے آپ لوگوں کی خاطر میرا حکم نہ چھوڑیں بلکہ میرے حکم کی طرف لوگوں کی بات کو چھوڑ دیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے نہ کہ لوگوں پر۔

خیانت کے متعلق نازل کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ (آل عمران)

''اور نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو لے آئے گا (اپنے ہمراہ) خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا''۔

یعنی کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ لوگوں سے ڈر کر یا ان میں رغبت کی وجہ سے ان سے وہ حکم چھپائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کی طرف بھیجا اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس خیانت کو ساتھ لائے گا پھر اسے اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، نہ اس پر ظلم کیا جائے گا اور نہ زیادتی۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ (آل عمران)

خیانت کا حکم

حضرت ابن اسحاق نے یہ ارشاد باری تعالیٰ ذکر کیا ہے: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ (آل عمران: 161) (اور نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے)۔ اور اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ اس حکم کو چھپائے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت خیانت کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ مسلمانوں کو مال غنیمت میں سے ایک چادر نہ ملی۔ کسی نے کہہ دیا شاید نبی کریم ﷺ نے وہ چادر لے لی ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ

Marfat.com

''تو کیا جس نے پیروی کی رضائے الٰہی کی اس کی طرح ہو سکتا ہے جو حقدار بن گیا ہے اللہ کی ناراضگی کا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے''۔

یعنی کیا جس نے رضائے الٰہی کی ہر حال میں پیروی کی خواہ لوگ اس سے محبت کریں یا اس پر ناراض ہوں، اس کی طرح ہو سکتا ہے جو لوگوں کی رضا یا ان کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا جو شخص میری اطاعت پر ثابت قدم ہو اور اس کا ثواب جنت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے اور اس کے غضب کا مستحق ٹھہرا اور اس کا ٹھکانہ جہنم بن گیا اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے؟ غور کرو کیا یہ دونوں مثالیں برابر ہیں؟

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ (آل عمران)

''لوگ درجہ بدرجہ ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں''۔

جنت اور دوزخ میں تمام لوگوں کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات موجود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر اہل طاعت اور اہل معصیت مخفی نہیں ہیں۔

رسولوں کی بعثت لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

پھر فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران)

''یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول، انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے''۔

یعنی اے اہل ایمان! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے درمیان رونما ہونے والے واقعات اور تمہارے اعمال کے متعلق

نازل فرمائی۔ جس شخص نے اسے يُغَلَّ یاء کے ضمہ اور غین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے تو اس کی قراءت کی صورت میں یہ معنی ہوگا کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اسے خیانت کرنے والا پایا جائے۔ کہا جاتا ہے اَجْبَنْتُ الرَّجُلَ یعنی میں نے اس شخص کو بزدل پایا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے اَغْلَلْتُهٗ یعنی میں نے اسے خیانت کرنے والا پایا۔ عمرو بن معدیکرب نے بنی سلیم سے کہا: قَاتَلْنَا كُمْ فَمَا اَجْبَنَّاكُمْ وَ سَاَلْنَاكُمْ فَمَا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھتا ہے جن کے ذریعے تمہیں خیر اور شر سکھاتا ہے تاکہ تم خیر کو پہچان کر اس پر عمل کرو اور شر کو پہچان کر اس سے بچو، وہ تمہیں آگاہ کرتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو گے تو وہ تم پر راضی ہوگا تاکہ تم کثرت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور گناہوں سے اجتناب کرو جن میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے تاکہ تم اس کے انتقام سے نجات پا جاؤ اور اس کی اطاعت کے باعث اس کی جنت کی ابدی نعمتوں کے مستحق بن جاؤ۔ اگرچہ تم اس سے پہلے جاہلیت کے اندھے پن میں مبتلا تھے، تم نہ اچھائی کو جانتے تھے اور نہ برائی سے مغفرت مانگتے تھے بلکہ تم خیر سے بہرے، حق سے گونگے اور ہدایت سے اندھے تھے۔

مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کا بیان

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کا ذکر فرمایا جو مسلمانوں کو پہنچی۔ فرمایا:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ (آل عمران)

"کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی تو تم کہہ اٹھے کہاں سے آپڑی مصیبت؟ فرمائیے! یہ تمہاری طرف سے ہی آئی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

یعنی اگر تمہارے گناہوں کے بدلے تمہارے بھائیوں کو کچھ مصیبت پہنچی ہے تو تم اس سے پہلے میدانِ بدر میں اپنے دشمن کو اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے ہو، تم نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ تم اپنی مصیبت کو اور اپنے نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کو بھول گئے ہو۔ یہ مصیبت تم نے خود ہی اپنے آپ پر ڈالی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس ارادے پر قادر ہے کہ اپنے بندوں سے انتقام لے یا انہیں معاف فرما دے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ (آل عمران)

"اور وہ مصیبت جو پہنچی تھی تمہیں اس روز جب مقابلہ کو نکلے تھے دونوں لشکر تو وہ اللہ کے حکم

اَبْخَلْنَاكُمْ یعنی ہم نے تم سے لڑائی کی تو تمہیں بزدل نہ پایا اور تم سے مانگا تو تمہیں بخیل نہ پایا۔ حضرت ابن اسحاق کی تفسیر بھی لغوی معنی سے خارج نہیں کیونکہ جس نے کسی بات کو چھپایا تو اس نے خیانت ہی کی۔ اسی طرح جس نے کسی چیز میں خیانت کی اور اسے چپکے سے لے لیا تو گویا اس نے اسے چھپایا اور پوشیدہ رکھا۔

Marfat.com

سے پہنچی تھی اور (مقصد یہ تھا کہ) دیکھ لے اللہ تعالیٰ مومنوں کو"۔

یعنی وہ مصیبت جو تمہیں اس روز پہنچی تھی جب تم اور تمہارے دشمن مقابلہ کو نکلے تھے تو وہ میرے حکم سے پہنچی تھی۔ یہ مصیبت اس وقت پہنچی جب تم نے کیا جو کیا اس کے بعد کہ تمہارے پاس میری نصرت پہنچ گئی اور میں نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس مصیبت کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنین اور منافقین کو ممتاز کر دے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۖ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ۖ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ (آل عمران)

"اور دیکھ لے جو نفاق کرتے تھے ۱؎ اور کہا گیا ان سے آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا بچاؤ کرو (اپنے شہر کا) بولے اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے ۲؎ وہ کفر سے اس روز زیادہ قریب تھے بنسبت ایمان کے، کہتے ہیں اپنے منہ سے (ایسی باتیں) جو نہیں ہیں ان کے دلوں میں ۳؎ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں"۔

۱۔ تم میں سے یعنی ظاہر کر دے جو کچھ ان کے اندر چھپا ہے۔

۲۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے اس وقت جدا ہو کر واپس چلے گئے جب آپ ﷺ اپنے مشرک دشمنوں کی طرف میدانِ احد میں نکلے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر ہم جانتے کہ تم جنگ کرو گے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے اور ضرور تمہارا دفاع کرتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔ ان کے اس قول کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔

۳۔ یعنی آپ کے سامنے ایمان ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل اس سے خالی ہیں۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۗ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ (آل عمران)

اس لفظ کا اصل معنی ستر اور خفاء ہے۔ اسی سے اَلْغِلَالَة اور اَلْغَلَلُ ماخوذ ہے۔ یہ اس پانی کو کہتے ہیں جسے درختوں اور نباتات نے ڈھانپ رکھا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے کسی غزوہ میں خائن کے مال کو جلا دینے کا حکم فرمایا تھا۔ فقہاء کے ایک طائفہ نے اس سے استدلال کیا ہے۔ انہی میں سے امام احمد اور حضرت اسحاق ہیں۔

Marfat.com

"جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے میں ۱ حالانکہ وہ خود (گھر) بیٹھے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرمایئے ذرا دور تو کر دکھاؤ اپنے آپ سے موت کو اگر تم سچے ہو ۲"۔

۱۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنی قوم کے ان لوگوں کے بارے میں جن کو تمہارے ساتھ مصیبت پہنچی۔

۲۔ یعنی موت سے تو کسی کو مفر نہیں، البتہ اگر تم میں طاقت ہے تو اپنے آپ سے موت کو دور کر کے تو دکھاؤ۔ ان کے اس قول کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نفاق کیا اور دنیا میں بقاء کے لالچ میں اور موت سے فرار کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیا۔

جہاد کی ترغیب

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے اور ان کے لئے قتل کو آسان بناتے ہوئے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝۱۶۹ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۷۰ (آل عمران)

"اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں، شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک

شہادت اور شہداء

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (آل عمران:169) الآیات (اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں الخ) یہی وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں شہداء کا نام دیا: وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ (آل عمران:140) "اور بنالے تم میں سے کچھ شہداء"۔ یہ اسم شہادت یا مشاہدہ سے ماخوذ ہے۔ اگر یہ شہادت سے ماخوذ ہو تو شہید بمعنی مشہود ہوگا یعنی مشہود علیہ (وہ شخص جس پر گواہی دی گئی ہو) اور مشهود له بالجنة (وہ شخص جس کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہو)۔ اس کا معنی مشہود علیہ اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ جب شہدائے احد کے پاس کھڑے ہوئے تو فرمایا هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَشْهَدُ

Marfat.com

نہیں آ ملے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ ہرگز خیال نہ کرو بلکہ میں نے ان کو زندہ کر دیا ہے۔ وہ میرے پاس ہیں اور جنت کے آرام اور اس کے فضل میں رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بدلے اپنے فضل و کرم سے انہیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان سے وہ شاد ہیں اور ان پیچھے رہ جانے والے لوگوں کے سبب خوش ہو رہے ہیں جو ابھی تک ان سے نہیں آ ملے، یعنی وہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ ان سے بعد والے لوگ انہی کے نقش

عَلَیْہِمْ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کی وفاداری کی میں گواہی دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے عَلَیْہِمْ فرمایا لَہُمْ نہ فرمایا کیونکہ معنی یہ ہے کہ میں قیامت کے روز ان پر شہید بن کر آؤں یعنی ان کا والی اور قائد بن کر آؤں گا۔ اسی لئے اس کا صلہ علیٰ آیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شہادت سے ماخوذ ہو اور فعیل بمعنی فاعل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لِتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ: 143) ''تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر'' اگرچہ یہ آیت کریمہ تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے لیکن شہداء اس اسم کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ انبیاء اور صدیقین کے مابعد ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ (النساء: 69) ''تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین''۔ لفظ شہید کے یہ دو معانی اس صورت میں ہوں گے جب یہ شہادت سے مشتق ہو اور اگر یہ مشاہدہ سے ماخوذ ہو تو پھر بھی فعیل بمعنی فاعل ہوگا کیونکہ شہید ملکوتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے جنہیں اور کوئی نہیں دیکھتا۔ مشاہدہ سے ماخوذ ہونے کی صورت میں یہ فعیل بمعنی مفعول بھی ہو سکتا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ فرشتے اس کی روح کے قبض ہونے اور اس کے عروج وغیرہ کا مشاہدہ کرتے ہیں لہٰذا یہ فعیل بمعنی مفعول ہوگا۔ ان تمام معانی میں صحیح ترین معنی یہ ہے کہ یہ فعیل بمعنی مفعول ہو اور اس کا مفہوم یہ ہو کہ جس کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہے یا جس پر نبی کریم ﷺ گواہی دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: هٰؤُلَاءِ اَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْهِمْ اَیْ قِمْ عَلَيْهِمْ بِالشَّهَادَةِ لَهُمْ یعنی میں ان لوگوں کے لئے گواہی دینے کا با اختیار متولی ہوں۔ جب شہداء آپ ﷺ کے لوائے حمد کے نیچے جمع ہوں گے تو آپ ﷺ ان پر والی ہوں گے اور ان کے لئے گواہ ہوں گے۔ اسی وجہ سے اس فعل کا صلہ علیٰ آتا ہے پس یہ معنی حدیث کے اعتبار سے بھی قوی ہے اور

Marfat.com

قدم پر چلتے ہوئے جہاد کا راستہ اختیار کر کے ان کے ساتھ مل جائیں تا کہ وہ بھی اسی ثواب میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے خوف اور غم کو دور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

(آل عمران)

''خوش ہو رہے ہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل پر اور (اس پر) کہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا

عربی کے ایک معنی کے اعتبار سے بھی صحیح ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جب شہداء کا ذکر کیا تو فرمایا: وَالْمَرْاَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ۔ یعنی جو عورت مدتِ حمل کے دوران مر جائے وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے شَهِيْدَةٌ نہیں فرمایا اور ایک روایت میں فرمایا: وَالنُّفَسَاءُ شَهِيْدٌ يَجُرُّهَا جَنِيْنُهَا بِسَرَرِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ ''نفاس والی عورت شہید ہے، اس کا بچہ اسے اپنی ناڑ کے ساتھ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا''۔ یہاں بھی آپ ﷺ نے شَهِيْدَةٌ نہیں فرمایا اور جب فعیل بمعنی مفعول ہو اور مؤنث کی صفت بن رہا ہو تو تاء تانیث کے بغیر آتا ہے جیسے اِمْرَاَةٌ قَتِيْلٌ اور اِمْرَاَةٌ جَرِيْحٌ۔ اور اگر فعیل بمعنی فاعل ہو تو تاء تانیث کے ساتھ آتا ہے جیسے اہل عرب کا قول ہے: اِمْرَاَةٌ عَلِيْمَةٌ وَ رَحِيْمَةٌ وغیرہ۔ اس اصول کے مطابق یہ دونوں روایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ شہید بمعنی مشہود لہ اور مشہود علیہ ہے۔ یہ لغت عرب سے صحیح استقراء اور حدیث شریف سے ایک عمدہ استنباط ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہمارے سامنے ذکر کیا گیا کہ ہم شہداء کی ارواح سفید پرندوں کے قالب میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس باہم تعارف کرتی ہیں۔ ایک قوم نے اس روایت کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک جسم میں دو روحیں نہیں ہو سکتیں۔ یہ امر محال ہے، یہ حقائق سے جہالت ہے۔ کلام کا معنی تو واضح ہے کیونکہ شہید کی وہ روح جو دنیا میں اس کے جسم میں تھی اسی روح کو دوسرے جسم میں رکھ دیا جاتا ہے جو کہ پرندے کی شکل میں ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ روح اس دوسرے جسم میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح پہلے جسم میں تھی۔ حتیٰ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے پھر اسی حالت میں لوٹا دے گا جس پر تخلیق کیا تھا۔ یہ روایت اس روایت کے متعارض نہیں ہے جسے محدثین نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: فِيْ صُوَرِ طَيْرٍ خُضْرٍ وَالشُّهَدَاءُ طَيْرٌ خُضْرٌ۔ بلکہ ان تمام روایات کا ایک ہی معنی ہے۔ عقلاً جو چیز

Marfat.com

اجر ایمان والوں کا"۔

وہ اس وجہ سے خوش ہو رہے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وفائے عہد کو اور جنت کے عظیم ثواب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

شہدائے احد کا بہترین ٹھکانہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوزبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے بھائی میدانِ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان

محال ہے وہ یہ ہے کہ جو ہر واحد میں دو زندگیاں قائم ہوں اور ایک جوہر ان دو زندگیوں کے ساتھ زندہ رہے لیکن ایک جسم میں دو روحوں کا موجود ہونا محال نہیں کیونکہ ہم تداخل اجسام کے قائل ہی نہیں۔ یہ بچہ جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کی روح ماں کی روح کا غیر ہے حالانکہ ایک ہی جسم ان دونوں روحوں کو شامل ہے۔ یہ بات تو اس صورت میں ہوتی جب انہیں کہا جاتا کہ پرندے کی روح اور ہے اور شہید کی روح اور ہے اور وہ دونوں ایک جسم میں ہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ یعنی سبز پرندوں کے پیٹوں میں۔ جیسے اہل عرب کہتے ہیں رَاَیْتُ مَلَکًا فِیْ صُوْرَۃِ اِنْسَانٍ یعنی میں نے انسانی شکل میں ایک فرشتہ دیکھا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: اِنَّمَا نَسَمَۃُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ یَعْلَقُ فِیْ ثَمَرِ الْجَنَّۃِ "بے شک مومن کی روح پرندے کی شکل میں جنت کے میووں کے ساتھ چمٹی رہتی ہے"۔ بعض نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ شہید کے ساتھ خاص ہے۔ بعض نے کہا شہید جنت میں سے جہاں سے چاہتا ہے کھاتا ہے پھر ان قندیلوں میں چلا جاتا ہے جو عرشِ الٰہی کے ساتھ آویزاں ہیں اور غیر شہید مومن کی روح پرندہ ہوتی ہے نہ یہ کہ اس کی روح کو پرندے کے قالب میں رکھا جاتا ہے تاکہ وہ کھائے پیئے جیسا کہ شہید کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ روح بذاتِ خود ایک پرندہ ہوتی ہے جو جنت کے درختوں کے ساتھ معلق رہتی ہے۔ یَعْلَقُ جب لام کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے چمٹنا اور کسی جگہ پر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنا اور جس نے یَعْلُقُ لام کے ضمہ کے ساتھ روایت کیا ہے تو اس صورت میں معنی ہوگا یُصِیْبُ الْعُلْقَۃَ یعنی غیر شہید مومن کی روح درخت کے اس مقام کے نیچے سے کھاتی ہے جہاں سے شہید کھاتا ہے۔ علقہ کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ جو شخص کھانے یا پانی سے علقہ کو پائے تو وہ اس شخص سے کم پاتا ہے جس نے کھانے کی کثیر مقدار حاصل کر لی ہو لہٰذا یہ ایک مثال ہے جس سے یہی معنی سمجھ میں آتا ہے۔

Marfat.com

کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا، وہ جنت کی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، اس کے میوے کھاتے ہیں، عرش کے سائے میں معلق طلائی قندیلوں میں رہتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا: کاش ہمارے بھائی جان لیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم فرمایا تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ.......... الخ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حارث بن فضیل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمود بن لبید انصاری سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ

اور اگر يَعْلُقُ سے مراد یہ ہو کہ وہ بذات خود کھاتا ہے تو یہ شہید کے ساتھ خاص ہے اور ضمہ والی روایت شہداء کے لئے ہوگی اور فتحہ والی روایت ان سے کم مرتبہ لوگوں کے لئے ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے پیارے رسول ﷺ کی اس لفظ سے کیا مراد ہے؟

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ثُمَّ تَأْوِيْ إِلٰى قَنَادِيْلَ (پھر وہ قندیلوں میں چلے جاتے ہیں) اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ (الحدید: 19) ''وہ شہید ہیں اپنے رب کی جناب میں ان کے (خصوصی) اجر اور ان کا (مخصوص) نور ہے''۔ وہ رات کو ان قندیلوں کی طرف جاتے ہیں اور دن کو سیر کے لئے نکل آتے ہیں انہی قندیلوں کے ذریعے انہیں رات اور دن کی پہچان ہوتی ہے۔ آخرت میں جنت میں داخل ہونے کے بعد وہ ان قندیلوں کی طرف نہیں جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ ان کا یہ معمول برزخ کی مدت میں ہے جیسا کہ حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔ مجاہد نے کہا: شہداء جنت کے پھل تو کھاتے ہیں لیکن وہ جنت میں نہیں ہیں۔

ابوعمر نے مجاہد کے اس قول کا انکار کیا اور اس کو رد کیا۔ میرے نزدیک یہ بات قابل انکار نہیں کیونکہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے حضرت ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلشُّهَدَاءُ بِنَهْرٍ اَوْ عَلٰى نَهْرٍ يُقَالُ لَهٗ بَارِقٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فِيْ قِبَابٍ خُضْرٍ يَأْتِيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ''شہداء سبز گنبدوں میں جنت کے دروازوں پر ایک نہر میں یا ایک نہر پر ہیں جسے بارق کہا جاتا ہے، جنت سے ان کا رزق ان کے پاس صبح و شام آتا ہے''۔ یہ حدیث مجاہد کے قول کو واضح کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلشُّھَدَاءُ عَلٰی بَارِقٍ نَھْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِیْ قُبَّةٍ خَضْرَاءَ یَخْرُجُ عَلَیْھِمْ رِزْقُھُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ بُکْرَةً وَّ عَشِیًّا " شہداء، گنبدوں میں جنت کے دروازے پر موجود نہر بارق پر رہتے ہیں۔ ان کا رزق صبح و شام جنت سے ان کے پاس لایا جاتا ہے"۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ سے ان آیات کے متعلق پوچھا گیا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (آل عمران) آپ نے فرمایا ہم نے بھی ان کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ جب تمہارے بھائیوں نے میدانِ احد میں شہادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر سیاحت کے لئے آتے ہیں اور جنت کے باغات سے پھل کھاتے ہیں، پھر سونے کی قندیلوں میں چلے جاتے ہیں جو عرشِ الٰہی کے سائے میں آویزاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عز و جل (اپنی شایانِ شان) ان پر جھانکتا ہے اور ان سے پوچھتا ہے: اے

جو روایات سیرت میں واقع ہوئی ہیں لیکن حضرت ابن ہشام نے ان کا ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے حضرت ابن اسحاق نے روایت کیا، آپ نے فرمایا مجھ سے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء کی تین قسمیں ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے کم مرتبہ شہید وہ شخص ہے جو اپنا جانور لے کر نکلا۔ اس کا ارادہ یہ نہ تھا کہ کسی کو قتل کرے یا اسے قتل کیا جائے لیکن اچانک تیز تیر اسے آلگا جس نے اس کا کام تمام کر دیا لیکن جونہی اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے اس کے لئے ایک جسم اتارتا ہے اور اس کی روح کو اس میں رکھ دیتا ہے۔ پھر وہ جسم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔ جب وہ آسمانوں سے گزرتا ہے تو فرشتے اسے سلام کہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو سجدہ میں گر جاتا ہے پھر اس کے لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اسے استبرق (موٹے ریشمی کپڑے) کے ستر جوڑے پہنا دیے جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے: اس گل لالہ سے بھی زیادہ حسین جسے تم نے دیکھا ہو۔ حضرت کعب الاحبار نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو بیان کیا اور فرمایا: ہاں اس گل لالہ سے بھی زیادہ حسین جو تم نے دیکھا ہو، پھر اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے)

Marfat.com

میرے بندو! تم کیا پسند کرتے ہو تا کہ میں اور اضافہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر (اپنی شایانِ شان) جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے: اے میرے بندو! تم کیا چاہتے ہو تا کہ میں اور اضافہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر (اپنی شایانِ شان) جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے: اے میرے بندو! تم کیا خواہش رکھتے ہو تا کہ میں اور زیادہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا کیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے اجسام میں دوبارہ لوٹا دی جائیں، ہم پھر دنیا میں لوٹ جائیں اور تیری راہ میں جہاد کریں، حتیٰ کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر شہید کر دیا جائے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جابر! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ! ضرور ارشاد فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تیرا باپ جب میدانِ احد میں شہید ہوا تو اللہ عزوجل نے

فرماتا ہے اسے اس کے دوسرے شہید بھائیوں کے پاس لے جاؤ اور اسے بھی ان کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ اسے بھی جنت کے دروازے کے پاس سبز باغ میں موجود سبز گنبد میں دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے۔ صبح کے وقت ان شہداء کے پاس جنت سے ایک مچھلی اور ایک بیل نکلتے ہیں۔ وہ ان کے سامنے کھیلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب یہ کھیل دیکھ کر وہ خوشی سے لبریز ہو جاتے ہیں تو بیل مچھلی کو اپنا سینگ مارتا ہے اور اسے ان کے سامنے پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس طرح وہ کھیل ختم ہو جاتا ہے، پھر ایک مچھلی اور بیل شام کے وقت نکلتے ہیں، وہ شہداء کے سامنے کھیلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ خوشی سے لبریز ہو جاتے ہیں تو مچھلی بیل کو اپنی دم مارتی ہے اور اسے پھاڑ کر رکھ دیتی ہے، اس طرح وہ کھیل ختم ہو جاتا ہے، جب وہ شہید اپنے بھائیوں کے پاس پہنچتا ہے تو وہ کہتے ہیں اس سوار سے سوال کرو جو تمہارے وطن سے تمہارے پاس آیا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ

Marfat.com

اسے زندہ فرما دیا۔ پھر اس سے پوچھا اے عبداللہ بن عمر تو کیا چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے عرض کی اے میرے رب! میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں تیری راہ میں پھر جہاد کروں اور دوبارہ شہید کر دیا جاؤں۔

حضرت ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مجھ سے حضرت عمرو بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی ایسا مومن نہیں جو دنیا سے جدا ہو اور پسند کرے کہ وہ دن کے کسی لمحے دنیا کی طرف لوٹ جائے اور دنیا و مافیہا اس کے لئے ہو جائے مگر شہید یہ پسند کرتا ہے کہ اسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور دوبارہ شہید کر دیا جائے۔

حضور ﷺ کی معیت میں حمراء الاسد کی طرف نکلنے والوں کا ذکر

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ (آل عمران)

"جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں (گہرا) زخم ان کے لئے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے"۔

یہ وہ مومنین ہیں جو غزوہ احد سے اگلے روز زخموں کی تکلیف کے باوجود رسول اللہ ﷺ

مفلس ہو گیا ہے۔ شہداء پوچھتے ہیں اس کا مال کیسے ضائع ہوا؟ قسم بخدا! وہ تو بڑا سلیقہ مند، دولت مند اور تاجر تھا۔ انہیں کہا جاتا ہے ہم اس چیز کو مفلسی شمار نہیں کرتے جسے تم شمار کر رہے ہو بلکہ ہم اعمال کی مفلسی شمار کرتے ہیں، پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں اور اس کی فلاں بیوی کا کیا حال ہے؟ وہ انہیں بتاتا ہے کہ اس نے اسے طلاق دے دی۔ وہ پوچھتے ہیں ان کے درمیان کیا جھگڑا ہوا جس کے باعث اس نے اسے طلاق دی؟ قسم بخدا! اس عورت پر بہت تعجب ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے وہ تو کچھ عرصہ پہلے کا مر چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں تعجب ہے وہ مرا لیکن ہم نے اس کا کوئی ذکر نہ سنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے دو راستے ہیں: ایک ہمارے اوپر سے گزرتا ہے اور دوسرا ہم سے دور رکھا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ہمارے پاس سے گزارتا ہے، ہم اسے پہچان لیتے ہیں اور یہ بھی جان لیتے ہیں کہ وہ کب مرا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے شر کا ارادہ

Marfat.com

کے ہمراہ حمراء الاسد کی طرف چل پڑے۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ (آل عمران)

''یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے کہ بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈر وان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے (جوش) ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے''۔

جن لوگوں نے صحابہ کرام کو یہ بات کہی تھی وہ بنی عبدالقیس کا ایک وفد تھا، انہیں ابوسفیان نے یہ بات کہنے کو کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی تمہاری طرف پلٹنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ (آل عمران)

''(ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا کہ) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ، نہ چھوا ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الٰہی کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے''۔

ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہوا کہ اس نے انہیں دشمن کا سامنا کرنے سے بچالیا۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

(آل عمران)

''یہ تو شیطان ہے جو ڈراتا ہے (تمہیں) اپنے دوستوں سے پس نہ ڈرو ان سے بلکہ مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو''۔

فرماتا ہے، اسے ہم سے دور رکھا جاتا ہے، ہم اس کا ذکر نہیں سنتے، قسم بخدا! فلاں تو ہلاک ہو گیا۔ یہ اس شہید کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے کم مرتبہ ہے۔

دوسرا شہید وہ ہے کہ ایک شخص اپنا جانور لے کر نکلتا ہے، وہ یہ تو چاہتا ہے کہ دشمن کو قتل کرے لیکن خود قتل نہیں ہونا چاہتا۔ اچانک اس کی طرف ایک تیز تیر آتا ہے جو اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ یہ شہید قیامت کے روز حضرت سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا ساتھی ہوگا۔ وہ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھے گا۔

Marfat.com

ذلکم کا اشارہ اس گروہِ (صحابہ) کی طرف اور اس بات کی طرف ہے جو شیطان نے ان کے مونہوں میں ڈال دی تھی۔

وَ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿﴾ (آل عمران)

"اور (اے جانِ عالم!) نہ غمزدہ کریں آپ کو جو جلدی سے کفر میں داخل ہوئے ہیں۔ بے شک یہ لوگ نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ نہ رکھے ان کے لئے ذرا حصہ آخرت (کی نعمتوں) سے اور ان کے لئے عذابِ عظیم ہے"۔

کفر میں جلدی سے داخل ہونے والوں سے مراد منافقین ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿﴾ (آل عمران)

"بے شک جنہوں نے خرید لیا کفر کو ایمان کے عوض میں ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿﴾ (آل عمران)

"اور نہ خیال کریں جو کفر کر رہے ہیں کہ ہم جو مہلت دے رہے ہیں انہیں یہ بہتر ہے ان کے لئے صرف اس لئے ہم تو انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ کر لیں گناہ اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل وخوار کرنے والا"۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

سب سے افضل شہید وہ ہے کہ ایک شخص اپنی سواری لے کر نکلا، وہ یہ چاہتا ہے کہ قتل کرے اور قتل کیا جائے۔ چنانچہ اس نے جہاد کیا یہاں تک کہ موقع پر ہی قتل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلوار سونت کر بلند کیے ہوئے ہو گا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے تمنا کرے گا، وہ جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دے گا اس حدیث میں مچھلی کا اور بیل کے ساتھ اس کے کھیلنے کا ذکر آیا ہے(1)۔ اس حدیث کو حضرت ہناد بن سری نے کتاب الرقاق میں سندِ حسن کے ساتھ

1۔ اس بیل کا قصہ جو زمین کو اٹھاتا ہے موضوع ہے۔ اسی طرح اس کا مچھلی کے ساتھ کھیلنے کا قصہ بھی موضوع ہے۔

Marfat.com

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمران)

"نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو، جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے[1] اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر[2] البتہ اللہ (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے[3] تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے[4]"۔

۱۔ یعنی جب تک منافقین کو مومنین سے الگ الگ نہ کر دے۔

۲۔ یعنی ان امور کے غیب پر جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمانا چاہتا ہے تاکہ تم اس آزمائش سے محتاط رہو جو تم پر داخل ہو۔

۳۔ یعنی اسے غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

۴۔ یعنی اگر تم لوٹ آئے اور توبہ کر لی تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

غزوۂ احد کے مہاجر شہداء کا بیان

بنی ہاشم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم بن عبد مناف میں سے حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ آپ کو جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے شہید کیا۔

بنی امیہ

بنی امیہ بن عبد شمس سے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ آپ بنی اسد بن خزیمہ سے

روایت کیا ہے۔ اس میں مذکورہ روایت سے زیادہ تفصیل ہے۔ انہی سے صحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ اہل جنت سب سے پہلے کلیجی کھائیں گے پھر ان کے لئے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا۔ اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ جب مچھلی پر زمین کا دارومدار ہے جو کہ ایک تیرنے والا جانور ہے تو یہ اس بات کا شعور دلانا ہے کہ اہل دنیا یہ خیال کریں کہ وہ ایک قائم نہ رہنے والے گھر میں رہ رہے ہیں۔ جب جنت میں ان کے داخل ہونے سے پہلے اسے ذبح کر دیا جائے گا اور وہ اس کی کلیجی کھائیں گے تو یہ اس بات کا شعور دلانا ہوگا کہ اب وہ دار زوال سے راحت و آرام کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور وہ دار قرار

Marfat.com

ان کے حلیف تھے۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، آپ کو ابن قمئہ لیثی نے قتل کیا۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ سے حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ۔

یہ چار صحابہ کرام مہاجرین میں سے شہید ہوئے۔

انصار شہداء

بنی عبدالاشہل

انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل سے حضرات عمرو بن معاذ بن نعمان، حارث بن انس بن رافع اور عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ سکن بن رافع بن امرؤ القیس ہیں انہیں سکن بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اور حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش اور حضرت عمرو بن ثابت بن وقش بھی شہید ہوئے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بتایا کہ ان دونوں کے باپ ثابت بھی اسی روز شہید ہوئے۔ نیز حضرات رافع بن وقش، حسیل بن جابر، ابوحذیفہ یمان بھی شہید ہوئے۔ حضرت ابوحذیفہ کو مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں لاعلمی سے شہید کر دیا تھا لیکن ان کے بیٹے حضرت حذیفہ نے ان کے قاتل پر دیت صدقہ کر دی۔ اس کے علاوہ حضرات صیفی بن قیظی، حباب بن قیظی، عباد بن سہل اور حارث بن اوس بن معاذ بھی شہید ہوئے۔ یہ بارہ افراد قبیلہ بنی عبدالاشہل سے غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

میں آ گئے ہیں جیسا کہ پل صراط پر موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی صورت میں ذبح کر دیا جائے گا تاکہ یہ احساس ہو کہ اب موت نہیں آئے گی اور بیل کھیتی باڑی کا ذریعہ ہے۔ اہل دنیا دو کھیتیوں سے خالی نہیں ہو سکتے: ایک ان کی دنیاوی کھیتی اور ایک آخرت کی کھیتی۔ اہل جنت کے سامنے وہاں بیل کو ذبح کر کے اس بات کا شعور دلایا جائے گا کہ اب انہیں ان دونوں مشقتوں سے آرام مل گیا ہے اور دونوں کھیتیوں کی تکلیف سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ فَافْهَمْ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

Marfat.com

اہل راتج

اہل راتج میں سے حضرات ایاس بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن زعوراء بن جشم بن عبدالاشہل اور عبید بن تیہان شہید ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا عتیک بن تیہان بھی کہا جاتا ہے۔

نیز حبیب بن یزید بن تیم بھی شہید ہوئے۔ اس قبیلہ سے تین افراد شہید ہوئے۔

بنی ظفر

بنی ظفر سے ایک شخص حضرت یزید بن حاطب بن امیہ بن رافع شہید ہوئے۔

بنی ضبیعہ

بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید سے دو شخص حضرت ابوسفیان بن حارث بن قیس بن زید اور حضرت حنظلہ بن ابی عامر بن صیفی بن نعمان بن مالک بن امہ شہید ہوئے۔ یہی حنظلہ غسیل الملائکہ ہیں۔ آپ کو شداد بن اسود بن شعوب لیثی نے شہید کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قیس بن زید بن ضبیعہ اور مالک بن امہ بن ضبیعہ۔

بنی عبید

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبید بن زید سے ایک شخص حضرت انیس بن قتادہ۔

بنی ثعلبہ

بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے دو شخص: حضرت ابوحیہ۔ یہ سعد بن خیثمہ کے اخیافی بھائی

عبید بن تیہان کے نسب سے حضرت ابن اسحاق کی غفلت

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد کے ضمن میں عبید بن تیہان کا ذکر کیا ہے۔ تیہان کا نام مالک ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ اسی طرح کتاب میں جہاں بھی یہ نام آیا ہے انہوں نے ان کا نسب ذکر نہیں کیا۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ ہم نے ابوالہیثم کے ذکر میں ان کا نسب بیان کیا ہے اور اس میں اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک کا قول ہے:

وَ لَا مِثْلَ اَضْيَافِ الْاَرَاشِيِّ مَعْشَرًا

"اراشی کے مہمانوں کی مثل کوئی گروہ نہیں"۔

Marfat.com

ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ ابوحیہ بن عمرو بن ثابت ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: دوسرے شخص حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان ہیں۔ یہ تیر افگن دستہ کے امیر تھے۔

بنی سلیم

بنی سلیم بن امرؤالقیس بن مالک بن اوس سے ایک شخص حضرت ابوسعد خیثمہ بن خیثمہ۔

بنی عجلان

بنی سلیم کے حلفاء بنی عجلان سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن سلمہ۔

بنی معاویہ

بنی معاویہ بن مالک سے ایک شخص حضرت سبیع بن حاطب بن حارث بن قیس بن ہیشہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: انہیں سویبق بن حارث بن حاطب بن ہیشہ بھی کہا جاتا ہے۔

بنی نجار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نجار کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنم سے چار افراد شہید ہوئے: حضرت عمرو بن قیس، ان کے بیٹے حضرت قیس بن عمرو۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عمرو بن قیس بن زید بن سواد ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت ثابت بن عمرو بن زید اور حضرت عامر بن مخلد۔

بنی مبذول

بنی مبذول سے دو شخص: حضرت ابوہبیرہ بن حارث بن علقمہ بن عمرو بن ثقف بن مالک بن مبذول اور حضرت عمرو بن مطرف بن علقمہ بن عمرو۔

اس قول میں اراشی سے مراد ابوالہیثم ہے۔ حضرت کعب بن مالک نے اس کو اراشی کہا ہے حالانکہ اراشہ انصار میں سے نہیں۔ اس کا نسب موسیٰ بن عقبہ نے ایک پوری جماعت کے ساتھ بلی تک بیان کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ انصار کا حلیف تھا، انصاری نہیں تھا۔ حضرت ابن اسحاق اور واقدی نے شہدائے احد کے ضمن میں عبید بن تیہان ذکر کیا ہے جبکہ ابن عقبہ، ابومعشر اور ابن عمارہ نے کہا یہ عتیک بن تیہان ہیں۔

Marfat.com

بنی عمرو

بنی عمرو بن مالک سے ایک شخص حضرت اوس بن ثابت بن منذر۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت اوس بن ثابت حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

بنی عدی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عدی بن نجار سے ایک شخص حضرت انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت انس بن نضر، حضرت انس بن مالک خادم رسول کے چچا ہیں۔

بنی مازن

بنی مازن بن نجار سے دو شخص حضرت قیس بن مخلد اور ان کے غلام حضرت کیسان۔

بنی دینار

بنی دینار بن نجار سے دو شخص حضرت سلیم بن حارث اور حضرت نعمان بن عبد عمرو۔

بنی حارث

بنی حارث بن خزرج سے تین افراد: حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر، حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا اور حضرت اوس بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب۔

ابو حنہ یا حبہ

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں حضرت ابوحبہ انصاری بدری کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ نون کے ساتھ ابوحنہ بن ثابت ہیں۔ واقدی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور بتایا ہے کہ شرکائے بدر میں باء کے ساتھ ابوحبہ نامی کوئی شخص نہیں۔ اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ابوحنہ (نون کے ساتھ) غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے۔ ان کا نام ثابت ہے اور عمرو بن ثابت بھی کہا گیا ہے۔ ان کے نام اور کنیت میں بہت اختلاف ہے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے ابوحبہ کا نام ابوحبہ (باء کے

Marfat.com

بنی ابجر

اس قبیلہ کو بنی خدرہ بھی کہتے ہیں۔ اس قبیلہ سے تین افراد شہید ہوئے: حضرت مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔ یہ حضرت ابو سعید خدری کے باپ ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابو سعید خدری کا نام سنان ہے اور سعد بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سعید بن سوید بن قیس بن عامر بن عباد بن ابجر اور حضرت عقبہ بن ربیع بن رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔

بنی ساعدہ

بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج سے دو شخص: حضرت ثعلبہ بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ اور حضرت ثقف بن فروہ بن بدی۔

بنی طریف

بنی طریف جو حضرت سعد بن عبادہ کی قوم ہے، سے دو شخص: حضرت عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ بن وقش بن ثعلبہ بن طریف اور بنی جہینہ سے ان کے حلیف حضرت ضمرہ۔

بنی عوف

بنی عوف بن خزرج کی شاخ بنی سالم پھر ان کی شاخ بنی مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم سے پانچ افراد شہید ہوئے: حضرت نوفل بن عبداللہ، حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان، حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن فہر بن غنم بن سالم، حضرت مجذر بن ذیاد۔ یہ قبیلہ بلی سے ان کے حلیف ہیں اور حضرت عبادہ بن حسحاس۔

حضرات نعمان بن مالک، مجذر اور عبادہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ساتھ) بن غزیہ ہے، اس میں صرف ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے جو حضرت ابن اسحاق کے اس قول کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ ان کا نام زید بن غزیہ بن عمرو ہے اور ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے اور اول الذکر کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے اور اول الذکر کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابو حیہ یاء کے ساتھ ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

بنی حبلی

بنی حبلی سے ایک شخص حضرت رفاعہ بن عمرو۔

بنی سلمہ

بنی سلمہ کی شاخ بنی حرام سے چار افراد شہید ہوئے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام، حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت خلاد بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام اور حضرت ایمن مولی عمرو بن جموح۔

بنی سواد

بنی سواد بن غنم سے تین افراد: حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ اور ان کے آزاد کردہ غلام حضرت عنترہ، اور حضرت سہل بن قیس بن حدیدہ بن قین۔

بنی زریق

بنی زریق بن عامر سے دو شخص: حضرت ذکوان بن عبد قیس اور حضرت عبید بن معلٰی بن ذکوان۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عبید بن معلٰی بنی حبیب سے ہیں۔

شہداء کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شہید ہونے والے پینسٹھ مہاجرین وانصار ہیں، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

بنی معاویہ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: وہ ستر شہداء جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے جن کا حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا وہ یہ ہیں: قبیلہ اوس کی شاخ بنی معاویہ بن مالک سے حضرت مالک بن نمیلہ۔ یہ قبیلہ مزینہ سے ان کے حلیف تھے۔

حنہ نون کے ساتھ دیر حنہ ہے جو ملک شام کا ایک مشہور کلیسا تھا اور حنہ حضرت مریم بنت عمران کی ماں تھیں اور خنہ خاء منقوطہ کے ساتھ قاضی یحیٰی بن اکثم کی بیٹی اور فقیہ محمد بن نصر مروزی کی ماں تھیں اور جنہ جیم

Marfat.com

بنی خطمہ

خطمہ کا نام عبداللہ بن جشم بن مالک بن اوس ہے۔ بنی خطمہ سے حضرت حارث بن عدی بن خرشہ بن امیہ بن عامر بن خطمہ۔

بنی خزرج

بنی خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک سے حضرت مالک بن ایاس۔

بنی عمرو

بنی عمرو بن مالک بن نجار سے حضرت ایاس بن عدی۔

بنی سالم

بنی سالم بن عوف سے حضرت عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہم۔

غزوۂ احد میں مشرکین کے مقتول

بنی عبدالدار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد میں قریش کی شاخ بنی عبدالدار بن قصی جو اصحاب اللواء تھے، سے گیارہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) طلحہ بن ابی طلحہ۔ ابوطلحہ کا نام عبداللہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) ابوسعید بن ابوطلحہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عثمان بن ابی طلحہ۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4-5) مسافع بن طلحہ اور جلاس بن طلحہ۔ ان دونوں کو حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کے ساتھ غیر معروف ہے سوائے ابوجنہ کے۔ یہ شاعر ذوالرمۃ کا ماموں تھا، یہ ابن ماکولا کا قول ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد کے ضمن میں عبداللہ بن سلمہ عجلانی کا ذکر کیا ہے۔ الاصل میں

Marfat.com

(6-7) کلاب بن طلحہ اور حارث بن طلحہ۔ ان دونوں کو بنی ظفر کے حلیف حضرت قزمان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلاب کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ارطاۃ بن عبد شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) ابو یزید بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار، اسے قزمان نے قتل کیا۔

(10) ابو یزید کا حبشی غلام صوَاب۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قاسط بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے ایک شخص عبداللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) ابوالحکم بن اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی۔ یہ بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) سباع بن عبدالعزیٰ۔ عبدالعزیٰ کا نام عمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملکان بن افصی ہے۔ یہ بنی خزاعہ سے ان کا حلیف تھا۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

اور الاصول الصحاح میں حضرت ابن ہشام کی روایت کے مطابق یہ لام کے فتحہ کے ساتھ سَلَمہ ہے۔ جبکہ دارقطنی نے اسے لام کے کسرہ کے ساتھ سَلِمہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن اسحاق سے

Marfat.com

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ سے چار آدمی قتل ہوئے:

(1) ہشام بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

(2) ولید بن عاص بن ہشام بن مغیرہ۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

(3) ابوامیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) خالد بن اعلم۔ یہ ان کا حلیف تھا، اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے دو شخص قتل ہوئے:

(1) عمرو بن عبداللہ بن عمیر بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ یہ عزہ کا باپ تھا، اسے رسول اللہ ﷺ نے حالت اسیری میں قتل کیا۔

(2) ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے دو شخص قتل ہوئے:

(1) عبیدہ بن جابر۔

(2) شیبہ بن مالک بن مضرب۔ ان دونوں کو قزمان نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبیدہ بن جابر کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مشرکین کے مقتولوں کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بائیس مشرک ہلاک کیے۔

حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت ہے۔ اسی طرح ابو عمر نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

غزوۂ احد کے متعلق کہے گئے اشعار

ہبیرہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احد کے روز کہے جانے والے اشعار میں سے ایک ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم کے اشعار ہیں۔ ابن ہشام نے عائذ بن عمران بن مخزوم ذکر کیا ہے:

مَا بَالُ هَمٍّ عَمِيدٍ بَاتَ يَطْرُقُنِي ۔۔۔ بِالْوُدِّ مِنْ هِنْدَ إِذْ تَعْدُو عَوَادِيهَا

"اس پُر از درد والم غم کا کیا حال پوچھتے ہو جو ہند سے محبت کے سبب (پیدا ہوا اور) رات بھر مجھے اس وقت جگاتا رہا جب اس کی مصروفیات حد سے تجاوز کر رہی تھیں"۔

بَاتَتْ تُعَاتِبُنِي هِنْدٌ وَ تَعْذِلُنِي ۔۔۔ وَالْحَرْبُ قَدْ شُغِلَتْ عَنِّي مَوَالِيهَا

"ہند رات بھر مجھے عتاب اور ملامت کرتی رہی حالانکہ جنگ کے ذمہ دار میری طرف سے بالکل غافل رہے تھے"۔

مَهْلًا فَلَا تَعْذِلِينِي إِنَّ مِنْ خُلُقِي ۔۔۔ مَا قَدْ عَلِمْتِ وَ مَا إِنْ لَسْتُ أُخْفِيهَا

"(اے ہند!) ذرا ٹھہر، مجھے ملامت نہ کر بے شک میرا اخلاق وہی ہے جس کا تجھے علم ہے اور جسے میں چھپانا بھی نہیں چاہتا"۔

مُسَاعِفٌ لِبَنِي كَعْبٍ بِمَا كَلِفُوا ۔۔۔ حَمَّالُ عِبْءٍ وَ أَثْقَالٍ أُعَانِيهَا

"بنی کعب جس چیز کے عادی ہیں اس میں میں ان کا فرمانبردار ہوں، میں بڑی بڑی مشکل ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والا اور ان کی مشقت برداشت کرنے والا ہوں"۔

وَ قَدْ حَمَلْتُ سِلَاحِي فَوْقَ مُشْتَرِفٍ ۔۔۔ سَاطٍ سَبُوحٍ إِذَا تَجْرِي يُبَارِيهَا

"اور میں نے اپنے ہتھیار ایک ایسے گھوڑے پر لاد رکھے ہیں جس کا حسن قابل ہے، لمبے قدم اٹھا کر چلنے والا ہے، تیراک ہے اور جب دوڑتا ہے تو آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے"۔

غزوۂ احد کے متعلق اشعار کی تشریح

ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہم کفار اور ان لوگوں کے اشعار کی تشریح سے اعراض کریں گے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر فخر کرنے والے ہیں۔ سوائے ان شعراء کے جو ان میں سے

Marfat.com

كَاَنَّهٗ اِذْ جَرٰى عَيْرٌ بِفَدْ فَدَةٍ　مُكَدَّمٌ لَاحِقٌ بِالْعُوْنِ يَحْمِيْهَا

"جب حمار وحشی کھلے جنگل میں دوڑتے ہیں تو (یوں لگتا ہے) گویا اسے دانتوں سے کاٹا گیا ہے اور ان کی جماعت کو آلیتا ہے اور انہیں آگے بڑھنے سے روک دیتا ہے"۔

مِنْ آلِ اَعْوَجَ يَرْتَاحُ النَّدِيُّ لَهٗ　كَجِذْعِ شَعْرَاءَ مُسْتَعْلٍ مَرَاقِيْهَا

"(یہ گھوڑا عرب کے مشہور ترین گھوڑے) اعوج کی نسل سے ہے جسے دیکھ کر ساری مجلس خوشی سے جھومنے لگتی ہے گویا وہ گھنے کھجور کے درخت کا تنا ہے جس کی ٹہنیاں بہت اونچی ہوں"۔

اَعْدَدْتُهٗ وَ رُقَاقَ الْحَدِّ مُنْتَخَلًا　وَ مَارِنًا لِّخُطُوْبٍ قَدْ اُلَاقِيْهَا

"میں نے اس گھوڑے کو، ایک منتخب تیز دھار پتلی تلوار کو اور ایک لچکدار نیزے کو ان حوادث کے لئے تیار کر رکھا ہے جن سے میں کبھی دوچار ہو سکتا ہوں"۔

هٰذَا وَ بَيْضَاءَ مِثْلَ النَّهْيِ مُحْكَمَةً　نِيْطَتْ عَلَيَّ فَمَا تَبْدُوْ مَسَاوِيْهَا

اس کے ساتھ ساتھ میں نے ایک نہایت مضبوط زرہ بھی (تیار کر رکھی ہے) جو حوض کی طرح ہے، میرے جسم پر چسپاں ہو جاتی ہے، اس میں بڑے بڑے سوراخوں کا نقص موجود نہیں۔

سُقْنَا كِنَانَةَ مِنْ اَطْرَافِ ذِيْ يَمَنٍ　عُرْضَ الْبِلَادِ عَلٰى مَا كَانَ يُزْجِيْهَا

"ہم بنی کنانہ کو اہل یمن کے گرد و نواح سے کھینچ کر ان بلاد کی وسعت میں لے آئے جو ان کو پہلے کھینچے چلی آ رہی تھی"۔

قَالَتْ كِنَانَةُ اَنّٰى تَذْهَبُوْنَ بِنَا　قُلْنَا النُّخَيْلَ فَاَمُّوْهَا وَ مَنْ فِيْهَا

"بنی کنانہ نے پوچھا: تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟ ہم نے کہا ہم تمہیں نخیل (مدینہ طیبہ) لئے جا رہے ہیں پس تم وہاں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا قصد رکھو"۔

نَحْنُ الْفَوَارِسُ يَوْمَ الْجَرِّ مِنْ اُحُدٍ　هَابَتْ مَعَدٌّ فَقُلْنَا نَحْنُ نَاْتِيْهَا

"احد پہاڑ کے دامن میں جنگ کے روز ہم ہی شہسوار تھے۔ ہم نے کہا ہم آتے ہیں تو قبیلہ معد ٹھرا گیا"۔

هَابُوْا ضِرَابًا وَ طَعْنًا صَادِقًا خَذِمًا　مِمَّا يَرَوْنَ وَ قَدْ ضُمَّتْ قَوَاصِيْهَا

"جب وہ ہماری شمشیر زنی اور نیزہ بازی دیکھ رہے تھے جس سے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے

ایمان لے آئے لیکن ہبیرہ کے اشعار میں دو ایسے شعر ہیں جو اس کے مذکورہ اشعار اس وجہ سے میں نے ان کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں:

Marfat.com

ہو رہے تھے تو وہ کانپ گئے حالانکہ ان کے دور ونزدیک کے بکھرے ہوئے لوگ اکٹھے ہو گئے"۔

ثُمَّتَ رُحْنَا كَاَنَّا عَارِضٌ بَرِدٌ ۔۔۔ وَ قَامَ هَامُ بَنِي النَّجَّارِ يَبْكِيهَا

"پھر ہم شام کے وقت حملہ آور ہوئے گویا ہم ایک ژالہ بار بادل تھے اور حالت یہ تھی کہ بنی نجار کے طائر مرگ ان کا ماتم کر رہے تھے"۔

كَاَنَّ هَامَهُمْ عِنْدَ الْوَغٰى فِلَقٌ ۔۔۔ مِنْ قَيْضِ رُبْدٍ نَفَتْهُ عَنْ اَدَاحِيهَا

"جنگ کے وقت ان کی کھوپڑیاں ایسی تھی گویا وہ شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ہیں جنہیں شتر مرغ نے اپنے گھونسلوں سے باہر پھینک دیا ہو"۔

اَوْ حَنْظَلٌ ذَعْذَعَتْهُ الرِّيحُ فِي غُصُنٍ ۔۔۔ بَالٍ تَعَاوَرَهُ مِنْهَا سَوَافِيهَا

"یا (گویا وہ کھوپڑیاں) حنظل (اندرائن کے پھل) ہیں جنہیں ہوا ایک ایسی پرانی شاخ میں حرکت دے رہی ہو جس پر مسلسل گرد وغبار اڑانے والی ہوا چل رہی ہو"۔

قَدْ نَبْذُلُ الْمَالَ سَحًّا لَا حِسَابَ لَهُ ۔۔۔ وَ نَطْعَنُ الْخَيْلَ شَزْرًا فِي مَآقِيهَا

"کبھی تو ہم اتنا مال و دولت بہا رہے ہوتے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں اور کبھی دشمن کے گھوڑوں کی آنکھوں کے گوشوں میں دائیں بائیں سے نیزے مار رہے ہوتے ہیں"۔

وَ لَيْلَةٍ يَصْطَلِي بِالْفَرْثِ جَازِرُهَا ۔۔۔ يَخْتَصُّ بِالنَّقْرٰى الْمُثْرِينَ دَاعِيهَا

"بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں ان گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے تھے اور آگ تاپنے کی دعوت دینے والا صرف دولتمندوں کو دعوت خاص دے رہا تھا"۔

وَ لَيْلَةٍ مِّنْ جُمَادٰى ذَاتِ اَنْدِيَةٍ ۔۔۔ جَرْبَا جُمَادِيَّةٍ قَدْ بِتُّ اَسْرِيهَا

"اور بہت سی پانی جم جانے کے موسم کی بوندا باندی والی ماہ جمادی کی راتیں بھی تھیں جن میں سخت تکلیف دہ کہر والی سردی پڑ رہی تھی ان راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا"۔

وَ لَيْلَةٍ يَصْطَلِي بِالْفَرْثِ جَازِرُهَا ۔۔۔ يَخْتَصُّ بِالنَّقْرٰى الْمُثْرِينَ دَاعِيهَا

"بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں ان گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے تھے اور آگ تاپنے کی دعوت دینے والا صرف دولتمندوں کو ہی دعوت خاص دے رہا تھا"۔

فِي لَيْلَةٍ مِّنْ جُمَادٰى ذَاتِ اَنْدِيَةٍ ۔۔۔ جَرْبَا جُمَادِيَّةٍ قَدْ بِتُّ اَسْرِيهَا

"ان راتوں میں جو پانی جم جانے کے موسم کی بوندا باندی والی ماہ جمادی کی راتیں تھیں جن میں سخت تکلیف دہ کہر والی سردی پڑ رہی تھی، ان راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا"۔

Marfat.com

لَا يَنْبَحُ الْكَلْبُ فِيهَا غَيْرَ وَاحِدَةٍ مِنَ الْقَرِيْسِ وَ لَا تَسْرِيْ اَفَاعِيْهَا

''ان راتوں میں برفانی سردی کی وجہ سے اکا دکا کتے کے سوا کوئی کتا بھی نہیں بھونکتا تھا اور سانپ بھی (بلوں سے باہر نکل کر) نہیں چلتے تھے''۔

اَوْ قَدْتُ فِيهَا لِذِي الضَّرَّاءِ جَاحِمَةً كَالْبَرْقِ ذَاكِيَةَ الْاَرْكَانِ اَحْمِيْهَا

''ایسی ہی راتوں میں میں نے تنگدستوں اور حاجتمندوں کے لئے بجلی کی طرح بھڑکتی ہوئی آگ روشن کی جو گردونواح کو روشن کر رہی تھی اور میں اس کی نگہبانی کر رہا تھا''۔

اَوْرَثَنِيْ ذَاكُمْ عَمْرٌو وَ وَالِدُهٗ مِنْ قَبْلِهٖ كَانَ بِالْمَثْنٰى يُغَالِيْهَا

''یہ چیز مجھے عمرو نے ورثے میں دی ہے اور اس سے پہلے اس کا باپ اس آگ کو (لوگوں کے نفع کے لئے) بھڑکایا کرتا تھا''۔

كَانُوْا يُبَارُوْنَ اَنْوَاءَ النُّجُوْمِ فَمَا دَنَّتْ عَنِ السُّوْرَةِ الْعُلْيَا مَسَاعِيْهَا

''وہ لوگ (عمرو اور اس کا قبیلہ) بارش والے ستاروں کا مقابلہ کرتے تھے اور اعلیٰ مرتبہ کے حصول کے لئے ان کی کوشش میں کوتاہی نہیں ہوتی تھی''۔

ہبیرہ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کا جواب دیا فرمایا:

سُقْتُمْ كِنَانَةَ جَهْلًا مِّنْ سَفَاهَتِكُمْ اِلَى الرَّسُوْلِ فَجُنْدُ اللّٰهِ مُخْزِيْهَا

''اپنی بے وقوفی کی وجہ سے حقیقت حال کو نہ جان کر تم بنی کنانہ کو رسول اللہ ﷺ کے

شاعر کے قول يَصْطَلِيْ بِالْفَرْثِ سے مراد یہ ہے کہ وہ سردی کی شدت سے بچنے کے لئے گوبر کی آگ کے ساتھ گرمی حاصل کر رہا تھا۔

ندی کی جمع اور مہینوں کے اسماء

شاعر کا قول ہے: يَخْتَصُّ بِالنَّقْرَى الْمُثْرِيْنَ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اغنیاء کو دعوت دے رہا تھا تا کہ ان سے بدلہ کا مطالبہ کرے اور ان سے کھانا کھائے۔ شاعر زمانے کی ناگفتہ بہ حالت بیان کر رہا ہے۔ یہ معنی یعقوب نے الالفاظ میں بیان کیا ہے اور انہوں نے ان دونوں کو ہذلی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسی طرح ابن ہشام نے بھی کہا ہے کہ یہ دونوں شعر ہبیرہ کے نہیں ہیں۔ انہوں نے انہیں عمرو صاحب کلب ہذلی کی بہن جنوب کی طرف منسوب کیا ہے۔

Marfat.com

مقابلہ میں لے آئے۔ آخر کار اللہ کا لشکر اسے ذلیل ورسوا کرنے والا ہے"۔

اَرَدْتُمُوْهَا حِيَاضَ الْمَوْتِ ضَاحِيَةً فَالنَّارُ مَوْعِدُهَا وَالْقَتْلُ لَاقِيْهَا

"تم نے انہیں لے کر صبح سویرے موت کے حوضوں کا قصد کیا۔ پس آتش جہنم ان کا مقام موعود بنی اور قتل ان کا استقبال کرنے والا تھا"۔

جَمَعْتُمُوْهَا اَحَابِيْشًا بِلَا حَسَبٍ اَئِمَّةَ الْكُفْرِ غَرَّتْكُمْ طَوَاغِيْهَا

"تم نے مختلف قبیلوں کے بدکردار لوگ جمع کیے جو کفر کے امام ہیں جن کے سرکش لوگوں نے تمہیں دھوکا دیا"۔

اَلَا اعْتَبَرْتُمْ بِخَيْلِ اللّٰهِ اِذْ قَتَلَتْ اَهْلَ الْقَلِيْبِ وَ مَنْ اَلْقَيْنَهُ فِيْهَا

"تمہیں اللہ کے شہسواروں سے عبرت کیوں نہ حاصل ہوئی جب انہوں نے اصحاب قلیب بدر اوران لوگوں کو قتل کیا تھا جنہیں انہوں نے اس کنویں میں پھینکا تھا"۔

كَمْ مِنْ اَسِيْرٍ فَكَكْنَاهُ بِلَا ثَمَنٍ وَ جَزِّ نَاصِيَةٍ كُنَّا مَوَالِيْهَا

"کتنے ہی قیدی تھے جنہیں ہم نے بغیر کسی قیمت کے اور بغیر اس کی پیشانی کے بال کاٹے رہا کردیا تھا جس کے ہم احسان مند تھے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا یہ اشعار مجھے ابوزید انصاری نے کعب بن مالک کی طرف منسوب

شاعر کا قول ہے: ذَاتِ اَنْدِيَةٍ۔ یہ خلاف قیاس ندی کی جمع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جمع کی جمع ہے یا ندی کی جمع نداء ہے جیسے جَمَل کی جمع جِمَال ہے پھر جمع الجمع اَفْعِلَة کے وزن پر ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ جمع کثرت کی جمع نہیں آتی اور فِعَال جمع کثرت کے اوزان میں سے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اندیۃ نَدِيّ کی جمع ہے جس کا معنی مجلس ہے لیکن یہ قول شعر کے معنی کے موافق نہیں بلکہ یہ جمع اَفْعِلَة کے وزن پر آئی ہے کیونکہ یہ اَلْاَهْوِيَة (ہوائیں) اور اَلْاَشْتِيَة (موسم ہائے سرما) وغیرہ کے معنی میں ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ لفظ اَلرَّذَاذ (پھوہار) اور اَلرَّشَاش (چھینٹا) کے معنی کے زیادہ قریب ہے اور ان دونوں کی جمع اَفْعِلَة کے وزن پر ہی آتی ہے۔ جُمَادٰی سے مراد ماہ جمادی ہے۔ اس مہینے کا یہ نام پانی کے جم جانے کے زمانہ میں رکھا گیا پھر یہ مہینہ چاندوں کے ساتھ اور موسم میں منتقل ہو گیا لیکن اس کا یہ نام باقی ہے اگرچہ یہ مہینہ موسم گرما اور سخت گرمی میں آئے۔ اسی طرح ان عربی مہینوں کے اکثر نام شمسی سال کے مختلف احوال سے ماخوذ کیے گئے ہیں پھر وہ نام ان کے ساتھ لازم ہو گئے ہیں اگرچہ وہ ان اوقات سے نکل بھی جائیں۔

Marfat.com

کرتے ہوئے سنائے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہبیرہ بن ابی وہب اپنے جس شعر میں یہ کہتا ہے:

وَ لَيْلَةٍ يَصْطَلِیْ بِالْفَرْثِ جَازِرُهَا ۔ يَخْتَصُّ بِالنَّقْرٰی الْمُثْرِيْنَ دَاعِيْهَا

اس کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ یہ عمرو صاحب کلب ہذلی کی بہن جنوب کے ان اشعار میں سے ایک ہے جو اس نے یوم احد کے علاوہ کسی اور واقعہ کے بارے میں کہے۔

ہبیرہ کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ہبیرہ بن ابی وہب کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اَلَا هَلْ اَتٰی غَسَّانَ عَنَّا وَ دُوْنَهُمْ ۔ مِنَ الْاَرْضِ خَرْقٌ سَيْرُهُ مُتَنَعْنِعُ

"سنو! بے شک ہمارے اور بنی غسان کے درمیان اتنا وسیع جنگل حائل ہے جس میں ہوا تیز چلتی ہے اور اس کا سفر بھٹکا دینے والا ہے"۔

صَحَارٍ وَ اَعْلَامٌ كَاَنَّ قَتَامَهَا ۔ مِنَ الْبُعْدِ نَقْعٌ هَامِدٌ مُتَقَطِّعُ

"ایسے صحرا اور بلند پہاڑ (حائل ہیں) جن کا سیاہی مائل رنگ دوری کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے گویا جما ہوا ساکن گردوغبار ہے"۔

تَظَلُّ بِهِ الْبُزْلُ الْعَرَا مِيْسُ رُزَّحًا ۔ وَ يَخْلُوْ بِهٖ غَيْثُ السِّنِيْنَ فَيَمْرَعُ

"وہاں قوی سے قوی اونٹ بھی نڈھال ہو کر گر پڑتے ہیں اور بارش وہاں سے ہر سال ٹل جاتی ہے کہ وہ انہیں سیراب کرے"۔

بِهٖ جِيَفُ الْحَسْرٰی يَلُوْحُ صَلِيْبُهَا ۔ كَمَا لَاحَ كَتَّانُ التِّجَارِ الْمُوَضَّعُ

"وہاں حسرت زدہ لوگوں کی متعفن لاشوں کی چربی اس طرح چمکتی ہے جس طرح تاجروں کا منقش ریشمی کپڑا چمکتا ہے"۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کی تشریح

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا جن میں وہ ہبیرہ کا جواب دیتے ہیں۔ ان میں پہلا شعر ہے: اَلَا هَلْ اَتٰی غَسَّانَ۔ آپ نے غزوۂ بدر کے متعلق ایک قصیدہ کی ابتداء بھی انہی الفاظ سے کی۔ فرمایا اَلَا هَلْ اَتٰی غَسَّانَ فِیْ نَاْیِ دَارِهَا۔ آپ بنی غسان کا ذکر اس لئے کرتے ہیں

Marfat.com

بِهِ الْعِيْنُ وَالْآرَامُ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً   وَ بِيْضُ نَعَامٍ قَيْضُهُ يَتَقَلَّعُ

"وہاں نیل گائیں اور سفید ہرن قطار در قطار چلتے ہیں اور شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھرے پڑے ہیں"۔

مَجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا كُلُّ فَخْمَةٍ   مُدَرَّبَةٍ فِيْهَا الْقَوَانِسُ تَلْمَعُ

"ہمارے دین کے کوڑے (محافظ) ماہرین جنگ کا ہر لشکر عظیم ہے جس میں سفید خودوں کی چوٹیاں چمکتی ہیں"۔

وَ كُلُّ صَمُوْتٍ فِي الصِّوَانِ كَأَنَّهَا   إِذَا لُبِسَتْ نِهْيٌ مِّنَ الْمَاءِ مُتْرَعُ

اور (جس میں ہر لشکری کے پاس) حفاظت کے لئے ایسی تنگ بنی ہوئی مضبوط زرہ ہے کہ جب وہ پہنی جاتی ہے تو (جسم پر اس طرح چسپاں ہو جاتی ہے) گویا پانی سے بھرا تالاب ہے۔

وَ لٰكِنْ بِبَدْرٍ سَائِلُوْا مَنْ لَّقِيْتُمُ   مِنَ النَّاسِ وَالْأَنْبَاءُ بِالْغَيْبِ تَنْفَعُ

"لیکن ذرا پوچھو تو سہی کہ بدر میں تم کو کن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جبکہ غیب کی خبریں فائدہ پہنچا رہی تھیں"۔

وَ إِنَّا بِأَرْضِ الْخَوْفِ لَوْ كَانَ أَهْلُهَا   سِوَانَا لَقَدْ أَجْلَوْا بِلَيْلٍ فَأَقْشَعُوْا

"اور ہم ایسے میدانِ خوف وخطر میں تھے کہ اگر ہمارے علاوہ دوسرے لوگ ہوتے تو ایک رات میں ہی جلاوطن ہو جاتے اور ذلیل ورسوا ہو کر بھاگ جاتے"۔

إِذَا جَاءَ مِنَّا رَاكِبٌ كَانَ قَوْلُهُ   أَعِدُّوْا لِمَا يُزْجِي ابْنُ حَرْبٍ وَ يَجْمَعُ

"جب ہمارا کوئی سوار آتا تو اس کا یہی قول ہوتا کہ ابوسفیان بن حرب جو سامان فراہم کر رہا ہے اور لشکر جمع کر رہا ہے اس کے مقابلہ میں خوب تیاری کرو"۔

فَمَهْمَا يُهِمُّ النَّاسَ مِمَّا يَكِيْدُنَا   فَنَحْنُ لَهُ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ أَوْسَعُ

"تو جب بھی ابوسفیان ہمارے خلاف خفیہ تدبیروں سے لوگوں کی ہمت بڑھاتا تو ہم اس کے مقابلہ کے لئے تمام لوگوں سے زیادہ وسیع پیمانے پر تیاری کرتے"۔

فَلَوْ غَيْرُنَا كَانَتْ جَمِيْعًا تَكِيْدُهُ   الْبَرِيَّةُ قَدْ أَعْطَوْا يَدًا وَ تَوَرَّعُوْا

کہ وہ انصار کے چچا زاد ہیں اور انصار حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور جو شام میں ہیں وہ جفنہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں۔ یہ سب غسان ہیں کیونکہ غسان ایک چشمہ ہے جس سے انہوں نے یمن سے کوچ کرتے وقت پانی پیا۔ اس سے ان کا نام غسان پڑ گیا۔

Marfat.com

"جب ساری مخلوق اپنی تدابیر سے شکست دینے کے لئے اکٹھی ہوگئی تو اگر ہمارے سوا کوئی اور لوگ ہوتے تو وہ ہار مان جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے"۔

نُجَالِدُ لَا تَبْقٰی عَلَیْنَا قَبِیْلَةٌ مِنَ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یُّهَابُوْا وَ یُفْظِعُوْا

"ہم جب مقابلہ کرتے ہیں تو لوگوں کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں بچتا جو ہم سے ہیبت زدہ ہو کر بوکھلا نہ جائے"۔

وَ لَمَّا ابْتَنَوْا بِالْعِرْضِ قَالَ سَرَاتُنَا عَلَامَ اِذَا لَمْ نَمْنَعِ الْعِرْضَ نَزْرَعُ

"اور جب ان لوگوں نے مقام عرض میں خیمے لگائے تو ہمارے سر برآوردہ لوگوں نے کہا کہ جب ہم اپنی عرض (عزت) کی حفاظت نہیں کریں گے تو کس طرح پھل پھول سکیں گے"۔

وَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ نَتْبَعُ اَمْرَهٗ اِذَا قَالَ فِیْنَا الْقَوْلَ لَا نَتَطَلَّعُ

"اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) موجود ہیں جن کے حکم کی ہم پیروی کرتے ہیں، جب وہ ہمارے بارے میں کوئی ارشاد فرماتے ہیں تو ہم احترام واجلال سے نظر بھی نہیں اٹھاتے"۔

تَدَلّٰی عَلَیْهِ الرُّوْحُ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ یُنَزَّلُ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ وَ یُرْفَعُ

"حضور پر آپ کے پروردگار کی طرف سے روح القدس اترتے ہیں جو فضائے آسمانی سے اتارے پھر اوپر بلائے جاتے ہیں"۔

نُشَاوِرُهٗ فِیْمَا نُرِیْدُ وَ قَصْرُنَا اِذَا مَا اشْتَهٰی اَنَّا نُطِیْعُ وَ نَسْمَعُ

"ہم جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس میں حضور ﷺ سے صلاح و مشورہ کرتے ہیں اور پھر ہمارے اس کام کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ جو آپ کی مرضی اور خواہش ہوتی ہے ہم اسے نہایت توجہ سے سن کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمَّا بَدَوْا لَنَا ذَرُوْا عَنْکُمْ هَوْلَ الْمَنِیَّاتِ وَاطْمَعُوْا

"جب دشمن ہمارے سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موتوں کا خوف اپنے آپ سے دور کر دو اور موتوں کی خواہش کرو"۔

وَ کُوْنُوْا کَمَنْ یَّشْرِیْ الْحَیَاةَ تَقَرُّبًا اِلٰی مَلِیْكٍ یُّحْیَا لَدَیْهِ وَ یُرْجَعُ

شاعر کا قول ہے: سَیْرُهٗ مُتَتَعْتِعٌ اس کا معنی ہے کہ اس کا سفر اضطراب میں ڈالنے والا ہے اور الْعَرَامِیْسُ عِرْمِس کی جمع ہے، چلنے میں طاقتور اونٹنی کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَیْضُهٗ یَتَفَلَّعُ۔ یتفلع کا معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور قیض انڈوں کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں اور الْقَوَانِسُ قونس کی جمع ہے جس کا معنی ہے خود۔

Marfat.com

"اور اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو اپنی زندگی اس بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بیچ دیتا ہے جس کی بارگاہ میں انسان کو زندہ کر کے لوٹایا جائے گا"۔

وَ لٰكِنْ خُذُوْا اَسْيَافَكُمْ وَ تَوَكَّلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنَّ الْاَمْرَ لِلّٰهِ اَجْمَعُ

"لیکن اپنی تلواروں کو سنبھال لو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، بے شک تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں"۔

فَسِرْنَا اِلَيْهِمْ جَهْرَةً فِيْ رِحَالِهِمْ ضُحَيًّا عَلَيْنَا الْبِيْضُ لَا نَتَخَشَّعُ

"چنانچہ ہم دن چڑھے اپنے خودوں میں لیس ان کے کجاوں کا رخ کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پر ان کی طرف چل دیے اور ہمیں کوئی خوف نہ تھا"۔

بِمَلْمُوْمَةٍ فِيْهَا السَّنَوَّرُ وَالْقَنَا اِذَا ضَرَبُوْا اَقْدَامَهَا لَا تَوَرَّعُ

"ایک ایسے مجتمع لشکر کے ساتھ (چلے) جو ہتھیاروں اور نیزوں سے لیس تھا، جب وہ چلتا تھا تو اپنے قدموں کو بالکل نہیں روکتا تھا"۔

فَجِئْنَا اِلٰى مَوْجٍ مِّنَ الْبَحْرِ وَسْطَهُ اَحَابِيْشُ مِنْهُمْ حَاسِرٌ وَ مُقَنَّعُ

"آخر کار ہم سمندر کی ایک موج (لشکر کفار) کے درمیان گھس گئے جن میں مختلف قبیلوں کے گھٹیا لوگ تھے جن میں سے کچھ بے خود و بے زرہ تھے اور کچھ خود پہنے ہوئے تھے"۔

ثَلَاثَةُ آلَافٍ وَ نَحْنُ نَصِيَّةٌ ثَلَاثُ مِئِيْنَ اِنْ كَثُرْنَا فَاَرْبَعُ

"انکی تعداد تین ہزار تھی اور ہم اپنی قوم کے تین سو سر برآوردہ لوگ تھے، اگر زیادہ تھے تو چار سو تھے"۔

نُغَاوِرُهُمْ تَجْرِي الْمَنِيَّةُ بَيْنَنَا نُشَارِعُهُمْ حَوْضَ الْمَنَايَا وَ نَشْرَعُ

"ہم ان پر اس حالت میں حملہ کر رہے تھے کہ موت ہمارے درمیان دوڑنے لگی، ہم انہیں موتوں کے حوض کا پانی پلا رہے تھے اور خود بھی پی رہے تھے"۔

تَهَادٰى قِسِيُّ النَّبْعِ فِيْنَا وَ فِيْهِمُ وَ مَا هُوَ اِلَّا الْيَثْرِبِيُّ الْمُقَطَّعُ

"درخت نبع کی بنی ہوئی کمانیں ہمارے اندر بھی چل رہی تھیں اور ان کے اندر بھی اور وہ نہیں تھیں مگر یثرب کی بنی ہوئی جو ٹوٹ چکی تھیں"۔

شاعر کا قول ہے: وَ كُلُّ صَمُوْتٍ یعنی وہ زرہ جسے مضبوط بنائی اور پختہ کاریگری کے ذریعے بوجھل بنا دیا جائے اور اَلنِّهْيُ اور اَلنَّهْيُ کا معنی تالاب ہے۔ اس نام کی وجہ ہے کہ زمین کی بلندی اس کا پانی بہنے سے مانع ہوتی ہے۔ چونکہ سیلاب اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اس لئے اسے غدیر کہا جاتا ہے اور زمین اسے روک لیتی ہے اس لئے اسے نہی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

وَ مَنْجُوْفَةٌ حِرْمِيَّةٌ صَاعِدِيَّةٌ　　يُذَرُّ عَلَيْهَا السُّمُّ سَاعَةَ تُصْنَعُ

''اور حرم کے باشندے صاعد کے ہاتھ کے بنے ہوئے تیر بھی چل رہے تھے جن پر بناتے وقت زہر چھڑکا گیا تھا''۔

تَصُوْبُ بِاَبْدَانِ الرِّجَالِ وَ تَارَةً　　تَمُرُّ بِاَعْرَاضِ الْبِصَارِ تَقَعْقَعُ

''وہ تیر لوگوں کے جسموں میں پیوست ہو رہے تھے اور کبھی چٹانوں کے پہلوؤں کے ساتھ ٹکرا کر آواز پیدا کر رہے تھے''۔

وَ خَيْلٌ تَرَاهَا بِالْفَضَاءِ كَاَنَّهَا　　جَرَادٌ صَبًا فِيْ قَرَّةٍ يَتَرَيَّعُ

''اور وہ گھوڑے بھی (گر رہے تھے) جو کھلے میدان میں ایسے دکھائی دے رہے تھے گویا وہ موسم سرما کی شرقی ہوا میں اڑنے والی ٹڈیاں ہیں جو آ جا رہی ہیں''۔

فَلَمَّا تَلَاقَيْنَا وَ دَارَتْ بِنَا الرَّحٰى　　وَ لَيْسَ لِاَمْرٍ حَمَّهُ اللّٰهُ مَدْفَعُ

''پس جب ہم باہم متصادم ہوئے اور جنگ کی چکی ہم پر خوب چلنے لگی اور جو بات اللہ تعالیٰ مقدر کر دے اس سے کوئی مفر نہیں

ضَرَبْنَاهُمْ حَتّٰى تَرَكْنَا سَرَاتَهُمْ　　كَاَنَّهُمْ بِالْقَاعِ خُشْبٌ مُصَرَّعُ

''تو ہم نے ان پر شمشیر زنی کی یہاں تک کہ ہم نے ان کے سرکردہ لوگوں کو اس حالت میں چھوڑ دیا گویا وہ نشیبی زمین میں بچھاڑی ہوئی لکڑیاں ہیں''۔

لَدُنْ غُدْوَةً حَتّٰى اسْتَفَقْنَا عَشِيَّةً　　كَاَنَّ ذَكَانَا حَرُّ نَارٍ تَلَفَّعُ

''(یہ شمشیر زنی) صبح کے وقت (شروع ہوئی) یہاں تک کہ ہم نے شام کو ہوش کیا تو ہماری جنگ کی آگ بھڑکتی ہوئی آگ کی حرارت کی مانند تھی''۔

وَ رَاحُوْا سِرَاعًا مُوْجِفِيْنَ كَاَنَّهُمْ　　جَهَامٌ هَرَاقَتْ مَاءَهُ الرِّيْحُ مُقْلِعُ

''اور کفار بڑی تیزی سے بھاگنے لگے گویا وہ اکھڑا ہوا بادل ہیں جس کے پانی کو ہوا نے بہا ڈالا ہو''۔

وَ رُحْنَا وَ اُخْرَانَا بِطَاءٌ كَاَنَّنَا　　اُسُوْدٌ عَلٰى لَحْمٍ بِبِيْشَةَ ضُلَّعُ

شاعر کا قول ہے: وَ مَنْجُوْفَةٌ، یہ نَجَفْتُ سے مَفْعُوْلَةٌ کا وزن ہے جس کا معنی ہے میں نے کھودا۔ یہ نَجَفْتُ الْعَنْزَ سے بھی مشتق ہو سکتا ہے جس کا معنی ہے میں نے بکری کو نجاف یعنی رسی کے ساتھ باندھا۔ اگر اس لفظ سے شاعر کی مراد نیزوں کی لکڑیاں ہیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ مضبوط اور سیدھی لکڑیاں۔ اور اگر اس سے مراد نیزوں کے پھل ہوں تو پھر بھی منجوفہ نجفت بمعنی کھودنا سے

Marfat.com

"اور ہم شام کو اس شان سے واپس ہوئے کہ ہماری آخری صفوں کے لوگ بڑے اطمینان سے چل رہے تھے گویا ہم ایسے شیر تھے جو اپنی کچھار میں ٹہل ٹہل کر گوشت کھا رہے ہوں"۔

فَنِلْنَا وَ نَالَ الْقَوْمُ مِنَّا وَ رُبَّمَا   فَعَلْنَا وَ لٰكِنْ مَا لَدَى اللّٰهِ اَوْسَعُ

پس ہم نے کفار کو اور کفار نے ہمیں عیب لگائے اور ہم نے بہت حد تک کارنامے سرانجام دیئے لیکن جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملے ہے وہ اس سے وسیع تر ہے۔

وَ دَارَتْ رَحَانَا وَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمُ   وَ قَدْ جَعَلُوْا كُلٌّ مِّنَ الشَّرِّ يَشْبَعُ

اور ہماری چکی بھی خوب چلی اور ان کی چکی بھی چلی درآں حالیکہ ہم میں سے ہر ایک نے خوب سیر ہو کر مقابلہ کیا

وَ نَحْنُ اُنَاسٌ لَا نَرَى الْقَتْلَ سُبَّةً   عَلٰى كُلِّ مَنْ يَحْمِي الذِّمَارَ وَ يَمْنَعُ

اور ہم تو ایسے لوگ ہیں کہ ہر اس شخص کے قتل کو باعث عار نہیں سمجھتے جو اپنے حقوق کی حمایت کرے اور ان کا دفاع کرے۔

جِلَادٌ عَلٰى رَيْبِ الْحَوَادِثِ لَا نَرٰى   عَلٰى هَالِكٍ عَيْنًا لَنَا الدَّهْرَ تَدْمَعُ

ہم لوگ حوادثِ زمانہ کی گردش پر اس قدر صابر ہیں کہ ہم اپنی کوئی ایسی آنکھ نہیں دیکھتے جو کسی ہلاک ہونے والے شخص پر کبھی آنسو بہاتی ہو۔

بَنُو الْحَرْبِ لَا نَعْيَا بِشَيْءٍ نَقُوْلُهٗ   وَ لَا نَحْنُ بِمَا جَرَّتِ الْحَرْبُ نَجْزَعُ

ہم لوگ ایسے جنگجو ہیں کہ جو بات کہہ دیتے ہیں اسے پورا کرنے میں ہرگز نہیں تھکتے اور نہ ان مصائب پر آہ وزاری کرتے ہیں جو جنگ لاتی ہے۔

بَنُو الْحَرْبِ اِنْ نَظْفَرْ فَلَسْنَا بِفُحْشٍ   وَلَا نَحْنُ مِنْ اِظْفَارِهَا نَتَوَجَّعُ

"ہم لوگ ایسے جنگجو ہیں کہ اگر ہم فتحیاب ہو جائیں تو بے حیائی کرنے والے نہیں اور نہ ہم شکست خوردہ ہونے کی وجہ سے آہ و فغاں کرتے ہیں"۔

وَ كُنَّا شِهَابًا يَتَّقِي النَّاسُ حَرَّهٗ   وَ يَفْرُجُ عَنْهُ مَنْ يَلِيْهِ وَ يَسْفَعُ

"اور ہم جنگ کا وہ شعلہ ہیں جس کی حرارت سے لوگ بچتے اور ڈرتے ہیں اور جو اس کے

مشتق ہوگا۔ چونکہ نیزے کی لکڑی کا ایک سرا لوہے میں داخل ہوتا ہے تو گویا نیزے کا پھل لکڑی کو اس میں داخل کرنے کے لئے کھودا گیا ہے اور اگر اس سے مراد تلواریں ہوں تو وہ بھی کھودی ہوئی چیز کی طرح ہوتی ہیں کیونکہ ان کی سطحیں بھی لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ کوٹی اور صیقل کی گئی ہوتی ہیں تو گویا یہ بھی کھودی ہوئی چیز کی مانند ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

Marfat.com

قریب ہوتا ہے وہ اس سے دور ہوتے ہوتے بھی جل بھن جاتا ہے"۔

فَخَرْتَ عَلَيَّ ابْنَ الزِّبَعْرٰی وَ قَدْ سَرٰی ۔۔۔ لَكُمْ طَلَبٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ مُتْبِعُ

"اے ابن الزبعری! تو نے مجھ پر فخر کیا حالانکہ (تم لوگ بری طرح فرار ہو گئے اور) تمہارے تعاقب میں آخر شب تک ہماری تھکا دینے والی تلاش جاری رہی"۔

فَسَلْ عَنْكَ فِيْ عَلْيَا مَعَدٍّ وَّ غَيْرِهَا ۔۔۔ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَخْزٰی مَقَامًا وَّ اَشْنَعُ

"پس تو اپنے متعلق معد کی بلندیوں اور دیگر مقامات پر جا کر لوگوں سے دریافت کر کہ ہم سے کون زیادہ ذلیل وخوار اور بدحال ہوا"۔

وَ مَنْ هُوَ لَمْ تَتْرُكْ لَهُ الْحَرْبُ مَفْخَرًا ۔۔۔ وَ مَنْ خَدُّهٗ يَوْمَ الْكَرِيْهَةِ اَضْرَعُ

"اور وہ کون ہے جس کے لئے جنگ نے کوئی قابل فخر بات نہیں چھوڑی اور کون ہے جس کے رخسار جنگ کے روز (پٹ پٹ کر) خوب ذلیل ہوئے"۔

شَدَدْنَا بِحَوْلِ اللهِ وَالنَّصْرِ شَدَّةً ۔۔۔ عَلَيْكُمْ وَ اَطْرَافُ الْاَسِنَّةِ شُرَّعُ

"اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نصرت کے ساتھ ہم نے تم پر اس حال میں حملہ کیا کہ نیزوں کی دھاریں تم پر جھکنے لگیں"۔

تَكُرُّ الْقَنَا فِيْكُمْ كَاَنَّ فُرُوْعَهَا ۔۔۔ عَزَالِيْ مَزَادٍ مَاؤُهَا يَتَهَزَّعُ

"تم پر نیزوں کا اس طرح بار بار حملہ ہو رہا تھا کہ ان (نیزوں سے ہونے والے) چوڑے زخم گویا توشہ دانوں کے منہ تھے جن کا پانی بہہ رہا ہو"۔

عَمَدْنَا اِلٰی اَهْلِ اللِّوَاءِ وَ مَنْ يَّطِرْ ۔۔۔ بِذِكْرِ اللِّوَاءِ فَهُوَ فِي الْحَمْدِ اَسْرَعُ

"ہم نے علمبرداروں اور ان لوگوں کا قصد کیا جو جھنڈے کا ذکر کر کے اکڑ رہے تھے تو جھنڈا (گر کر ہماری) تعریف میں ان سے زیادہ جلدی کرنے لگا"۔

تَصُوْبُ بِاَبْدَانِ الرِّجَالِ وَ تَارَةً ۔۔۔ تَمُرُّ بِاَعْرَاضِ الْبِصَارِ تَقَعْقَعُ

شاعر کہتا ہے وہ تیر لوگوں کے جسموں کو پھاڑتے ہوئے چٹانوں کے ساتھ ٹکرا کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ اَلْبِصَار بَصْرَة کی جمع ہے جو نرم پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد بَصِيْرَة کی جمع ہو جیسے کَرِيْمَة کی جمع کِرَام ہے اور بَصِيْرَة کا معنی زرہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ڈھال ہے اور زمین پر بہنے والے خون کے راستے کو بھی بصیرہ کہتے ہیں اور اگر وہ جسم پر بہہ رہا ہو تو اس کے راستہ کو حَدِيْقَة کہتے ہیں لیکن اس شعر میں یہ معنی مراد نہیں۔

Marfat.com

فَخَانُوْا وَ قَدْ اَعْطَوْا يَدًا وَ تَخَاذَلُوْا   اَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَمْرَهٗ وَ هُوَ اَصْنَعُ

"چنانچہ انہوں نے (جھنڈے سے) خیانت کرتے ہوئے اسے ہمارے قبضہ میں دے دیا اور ذلیل ورسوا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے سوا ہر چیز کو رد کر دیتا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر کام سرانجام دینے والا ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوں کہا تھا:

مُجَالِدُنَا عَنْ جِذْمِنَا كُلُّ فَخْمَةٍ یعنی ہماری جڑوں کے محافظ ماہرین جنگ کا ہر لشکر عظیم ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا یہ مناسب ہے کہ تم یوں کہو مُجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا؟ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی بے شک۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ چنانچہ حضرت کعب نے کہا: مُجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا۔

ابن زبعری کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: عبداللہ بن زبعری نے یوم احد کے متعلق یہ اشعار کہے:

يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسْمَعْتَ فَقُلْ   اِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلْ

"اے جدائی کے کوے! (1) تو نے اپنی آواز سنائی تو اپنی بات کہہ۔ تو جو کچھ زبان سے نکالتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے"۔

اِنَّ لِلْخَيْرِ وَ لِلشَّرِّ مَدًى   وَ كِلَا ذٰلِكَ وَجْهٌ وَ قَبَلْ

"بے شک خیر اور شر کی ایک انتہاء ہے اور ان دونوں کا ایک انجام اور سمت ہے"۔

ابن زبعری کے اشعار کی تشریح

ابن زبعری کا قول ہے:

يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسْمَعْتَ فَقُلْ   اِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلْ

دورِ جاہلیت میں تقدیر کا عقیدہ

شاعر کا قول ہے: قَدْ فُعِلْ یعنی پورا ہو کر رہتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں لوگ تقدیر کا اقرار کرتے تھے۔ لبید نے یہ اشعار ایام جاہلیت میں کہے:

اِنَّ تَقْوٰى رَبِّنَا خَيْرُ نَفَلْ   وَ بِاِذْنِ اللّٰهِ رَيْثِيْ وَ الْعَجَلْ

1۔ ایام جاہلیت میں اہل عرب خیال کرتے تھے کہ کسی گھر میں کوے کا بولنا اس گھر کے افراد کی جدائی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس شعر میں بھی شاعر حسب دستور جدائی کی آواز لگانے والے کوے کو مخاطب کر رہا ہے۔ مترجم

Marfat.com

وَالْعَطِيَّاتُ خِسَاسٌ بَيْنَهُمْ وَ سَوَاءٌ قَبْرُ مُثْرٍ وَ مُقِلِّ

''اورلوگوں کو ملنے والے عطیات حقیر ہیں اور دولت منداور فقیر سب کی قبریں برابر درجہ رکھتی ہیں''۔

كُلُّ عَيْشٍ وَ نَعِيمٍ زَائِلٌ وَ بَنَاتُ الدَّهْرِ يَلْعَبْنَ بِكُلِّ

''ہر عیش وعشرت اور دولت ونعمت ختم ہونے والی ہے اور زمانے کی بیٹیاں (حوادثِ زمانہ) ہرایک سے کھیل رہی ہیں''۔

اَبْلِغَنْ حَسَّانَ عَنِّیْ آيَةً فَقَرِيْضُ الشِّعْرِ يَشْفِیْ ذَا الْغُلَلْ

''اے قاصد! حسان کو میری طرف سے یہ نشانی (شعر) پہنچا دے کیونکہ شعر کے ٹکڑے ہی پیاسوں کی پیاس بجھا سکتے ہیں''۔

كَمْ تَرٰى بِالْجَرِّ مِنْ جُمْجُمَةٍ وَ اَكُفٍّ قَدْ اُتِرَّتْ وَ رِجِلْ

''تو نے پہاڑ کے دامن میں کتنی ہی کھوپڑیاں، کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھے ہوں گے''۔

وَ سَرَابِيْلَ حِسَانٍ سُرِيَتْ عَنْ كُمَاةٍ اُهْلِكُوْا فِی الْمُنْتَزَلْ

''اور کتنی ہی زرہیں (دیکھی ہوں گی) جنہیں ان بہادروں سے اتارا گیا جو میدانِ جنگ میں مار ڈالے گئے''۔

كَمْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيْمٍ سَيِّدٍ مَاجِدِ الْجَدَّيْنِ مِقْدَامٍ بَطَلْ

''ہم نے کتنے ہی شریف سرداروں کو مار ڈالا جو نجیب الطرفین، جنگ کی پرواہ کیے بغیر پیش

''اے ہمارے پروردگار! اگر تو ہمیں طاقت دے تو یہ تیری بہترین بخشش ہے اور میری تاخیر اور جلدی اللہ کے اذن ہی سے ہے''۔

مَنْ هَدَاهُ سُبُلَ الْخَيْرِ اهْتَدٰى نَاعِمَ الْبَالِ وَ مَنْ شَاءَ اَضَلّ

''جسے اللہ تعالیٰ بھلائی کے راستے دکھائے تو وہ آسودہ دل ہو کر ہدایت پا جاتا ہے اور وہ جسے چاہے گمراہ کر دے''۔

اہل عرب کے ایک راجز نے کہا:

يَا اَيُّهَا اللَّائِمُ لُمْنِیْ اَوْ فَذَرْ اِنْ كُنْتُ اَخْطَأْتُ فَمَا اَخْطَا الْقَدَرْ

''اے ملامت کرنے والے! خواہ مجھے ملامت کر یا اس سے باز رہ۔ اگر میں نے خطا کی تھی تو تقدیر نے خطا نہیں کی''۔

شاعر کا قول ہے: غَيْرُ مُلْتَاثٍ۔ یہ اَللُّوْثَة سے مُفْتَعَل کا وزن ہے جیسا کہ الفصی نے کا قول

Marfat.com

پیش رہنے والے اور بہادر تھے"۔

صَادِقِ النَّجْدَةِ قَرْمٍ بَارِعٍ غَمْرِ مُلْتَاثٍ لَدَى وَقْعِ الْاَسَلْ

"سچے بہادر، جوانمرد اور ممتاز تھے اور تیروں کی بارش کے وقت کمزوری دکھانے والے نہ تھے"۔

فَسَلِ الْمِهْرَاسَ مَنْ سَاكِنُهُ بَيْنَ اَقْحَافٍ وَ هَامٍ كَالْحَجَلْ

"پس مہراس چشمے سے پوچھو کہ اس کے پاس چکور پرندے کی مانند کھوپڑیوں اور سروں کے درمیان پڑے ہوئے کون لوگ ہیں؟"

لَيْتَ اَشْيَاخِيْ بِبَدْرٍ شَهِدُوْا جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ

"کاش! میرے بزرگ میدانِ بدر میں تیروں کی بارش کے باعث خزرجیوں کی آہ و بکار کو دیکھتے"۔

حِيْنَ حَكَّتْ بِقُبَاءٍ بَرْكَهَا وَاسْتَحَرَّ الْقَتْلُ فِيْ عَبْدِ الْاَشَلْ

"اس وقت جب قباء میں اونٹ اپنے سینے رگڑ رہے تھے (بیٹھ رہے تھے) اور بنی عبدالاشہل میں قتل کی آگ بھڑک رہی تھی"۔

ثُمَّ خَفُّوْا عِنْدَ ذَاكُمْ رُقَّصًا رَقَصَ الْحَفَّانِ يَعْلُوْ فِي الْجَبَلْ

عِنْدَ الْحَفِيْظَةِ اِنْ ذِيْ لُوْثَةٍ لَانَا "نگہبانی کے وقت اگر کمزور آدمی نرم پڑ جائے"۔ اور اَلْمِهْرَاس گھڑے ہوئے پتھر کو کہتے ہیں جو اس پانی کو روکتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ اس پتھر کو مہراس یعنی ہاون کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ مبرد کو وہم ہوا جو اس نے مہراس کو اس مہراس چشمے کا علم قرار دیا ہے جو میدانِ احد کے ساتھ خاص ہے۔ یہ تو ہر اس گھڑے ہوئے پتھر کا نام ہے جو پانی کو روکنے کا کام دیتا ہے۔ ابن عبدوس نے حضرت امام مالک سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی جنگل میں مہراس کے پاس سے گزرے تو وہ اس سے غسل کیسے کرے؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ غدیر (تالاب) کے پاس سے گزرے اور جنگل میں اس کے لئے مہراس کون بنائے گا؟ اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ مہراس کا لفظ صرف اس مہراس کے ساتھ خاص نہیں جو مقام احد میں تھا۔ اسی طرح غریب الحدیث میں مذکور ہے: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يَتَجَاذَوْنَ مِهْرَاسًا۔ یعنی نبی کریم ﷺ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو مہراس اٹھا رہے تھے۔

Marfat.com

''پھراس وقت یہ لوگ تیزی سے بھاگتے ہوئے چھپ گئے جیسے چھوٹے شتر مرغ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بھاگتے ہیں''۔

فَقَتَلْنَا الضِّعْفَ مِنْ اَشْرَافِهِمْ وَ عَدَلْنَا مَیْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

''پس ہم نے ان کے دوگنا اشراف کو قتل کردیا اور بدر کے رجحان کو موڑ دیا پس وہ مڑ گیا''۔

لَا اَلُوْمُ النَّفْسَ اِلَّا اَنَّنَا لَوْ کَرَرْنَا لَفَعَلْنَا الْمُفْتَعَلْ

''میں اپنے آپ کو اس کے سوا کسی اور بات پر ملامت نہیں کرتا کہ اگر ہم دوبارہ حملہ کرتے تو ایک کارِنمایاں سرانجام دیتے''۔

بِسُیُوْفِ الْهِنْدِ تَعْلُوْ هَامَهُمْ عَلَلًا تَعْلُوْهُمْ بَعْدَ نَهَلْ

''ان ہندی تلواروں کے ساتھ جو ان کی کھوپڑیوں پر اس طرح چڑھتیں کہ ایک بار پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ پیاس بجھاتیں''۔

ابن زبعری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

ابن زبعری کو حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

ذَهَبَتْ یَا ابْنَ الزِّبَعْرٰی وَقْعَةٌ کَانَ مِنَّا الْفَضْلُ فِیْهَا لَوْ عَدَلْ

''اے ابن زبعری! وہ جنگ گزر گئی جس کا رخ اگر پھرتا تو اس میں فتح و نصرت کی فضیلت ہمیں حاصل ہوتی''۔

وَ لَقَدْ نِلْتُمْ وَ نِلْنَا مِنْکُمْ وَ کَذَاكَ الْحَرْبُ اَحْیَانًا دُوَلْ

''لیکن تم نے ہم سے اور ہم نے تم سے اپنا اپنا نصیب پالیا اور جنگ اسی طرح گاہے گاہے

ابن زبعری کے رد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جوابی قول ہے: هُرَّبًا فِي الشِّعْبِ اَشْبَاهَ الرَّسَلِ۔ جب چرواہا بکریوں کا ریوڑ چرنے کے لئے چھوڑتا ہے تو اس وقت اس ریوڑ کو الرسل کہا جاتا ہے۔

شاعر کا قول ہے: کَاَشْرَافِ الْمَلَا۔ اَلْاَشْرَافُ شَرَفٌ کی جمع ہے جس کا معنی شخص ہے اور الملا وسیع زمین کو کہتے ہیں۔ یہاں اشراف سے مراد درختوں کے تنے اور ان کی جڑیں ہیں۔

شاعر کا قول ہے: نُهَلْ۔ اس سے شاعر کی مراد فَنُهَالُ تھی پھر اس نے شرط کی وجہ سے اس کو جزم دی تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف حذف ہوگیا۔ یہ الهول سے مشتق ہے۔ کہا جاتا ہے: هَالَنِي الْاَمْرُ يَهُوْلُنِيْ هَوْلًا یعنی اس معاملہ نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے۔

Marfat.com

بدل بدل کر آتی ہے"۔

نَضَعُ الْاَسْیَافَ فِیْ اَکْتَافِکُمْ حَمْثُ نَهْوٰی عَلَلًا بَعْدَ نَهَلْ

"ہم تمہارے کندھوں پر اس طرح تلواریں چلا رہے تھے کہ ہم ایک مرتبہ خون کی پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ بجھا رہے تھے"۔

نُخْرِجُ الْاَصْبَحَ مِنْ اَسْتَاهِکُمْ کَسُلَاحِ النِّیْبِ یَاْکُلْنَ الْعَصَلْ

"ہم (تلواریں مار مار کر) تمہاری سرینوں سے سیاہی مائل سرخ (مواد) نکال رہے تھے جو ان معمر اونٹنیوں کے پاخانہ کی طرح تھا جو نبات عصل کھاتی ہیں"۔

اِذْ تُوَلُّوْنَ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ هَرَبًا فِی الشِّعْبِ اَشْبَاهَ الرَّسَلْ

"(یہ اس وقت کی بات ہے) جب تم چرنے کے لئے بکھرنے والی بکریوں کی مانند پیٹھ پھیر کر الٹے پاؤں گھاٹی میں بھاگے جا رہے تھے"۔

اِذْ شَدَدْنَا شَدَّةً صَادِقَةً فَاَجَأْنَاکُمْ اِلٰی سَفْحِ الْجَبَلْ

"جب ہم نے ایک سچا حملہ کیا تھا اور تمہیں پہاڑ کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا"۔

بِخَنَاطِیْلَ کَاَمْذَاقِ الْمَلَا مَنْ یُلَاقُوْهُ مِنَ النَّاسِ یُهَلْ

(یہ حملہ ہم نے) وسیع زمین میں پھیلے ہوئے درختوں کی مانند مختلف جماعتوں کے ساتھ کیا تھا

شاعر کا قول ہے: وَمَلَاْنَا الْفَرْطَ۔ یہ اصل میں اَلْفَرَط راء کی حرکت کے ساتھ ہے، ٹیلے اور بلند زمین کو کہتے ہیں اور الرَّجْلُ رَجْلَة کی جمع ہے، نشیبی ویران زمین کو کہتے ہیں اور الرجلة ٹڈی دل کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے: وَ تَحْتَ نُحُوْرِ الْخَیْلِ حَرْشَفُ رَجْلَةٍ۔ حرشف سے مراد چھوٹی چھوٹی ٹڈیوں کا گروہ ہے۔ شاعر نے پیادہ سپاہیوں اور تیر اندازوں کے لئے ان کو بطور تمثیل ذکر کیا ہے اور اَلْفَرْط کی جمع اَفْرَاط ہے۔

شاعر کا قول ہے: وُلْدَ اسْتِهَا۔ یہ کلمہ عرب گالی گلوچ کے وقت کہتے ہیں۔ کہتے ہیں یَا بَنِیْ اسْتِهَا۔ "اے سرین کی اولاد! اور اَلْوُلْدُ اولاد کے معنی میں ہے۔ اہل دمشق نے اہل مزہ کی طرف خط لکھا جبکہ وہ دمشق سے ایک فرسخ دور تھے، انہوں نے ان سے پانی روک رکھا تھا چنانچہ انہوں نے ان کی طرف یہ خط لکھا: مِنْ اَهْلِ دِمَشْقَ اِلٰی بَنِی اسْتِهَا وَ بَعْدُ فَلَمَّا اِنْ یُمَسِّیَنَا الْمَاءُ وَ اِلَّا صَبَّحَتْکُمُ الْخَیْلُ۔ "اہل دمشق سے سرین کی اولاد کی طرف۔ اما بعد!" یا تو شام کو ہم تک پانی پہنچ جائے ورنہ ہمارے شہسوار صبح کو تم لوگوں تک پہنچ جائیں گے"۔ اسے جاحظ نے ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

جو جن لوگوں کے ساتھ بھی متصادم ہوتیں تو وہ دہل جاتے تھے۔

ضَاقَ عَنَّا الشِّعْبُ اِذْ نَجْزَعُهٗ وَ مَلَانَا الْفُرْطَ مِنْهُ وَالرَّجَلْ

''جب ہم گھاٹی کو عرضاً طے کر رہے تھے تو وہ ہم پر تنگ ہو گئی تھی اور ہم نے اس کی بلند اور نشیبی زمینوں کو بھر دیا تھا''۔

بِرِجَالٍ لَسْتُمْ اَمْثَالَهُمْ اُیِّدُوا جِبْرِیْلَ نَصْرًا فَنَزَلْ

''ایسے مردوں کے ساتھ جن کی مانند تم نہیں ہو سکتے، انہیں حضرت جبرئیل امین کی مدد کی تائید حاصل تھی جو ان کے درمیان اترے تھے''۔

وَ عَلَوْنَا یَوْمَ بَدْرٍ بِالتُّقٰی طَاعَةَ اللّٰهِ وَ تَصْدِیْقَ الرُّسُلْ

''اور بدر کے روز ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولوں کی تصدیق کی بنا پر تقویٰ و پرہیز گاری کے ساتھ تم پر غالب آ گئے تھے''۔

وَ قَتَلْنَا کُلَّ رَاْسٍ مِّنْهُمْ وَ قَتَلْنَا کُلَّ جَحْجَاحٍ رِفَلْ

''اور ہم نے ان کے ہر سر (سردار) کو قتل کر دیا اور تکبر سے لمبا تہبند پہننے والے ہر سردار کو بھی قتل کر ڈالا''۔

وَ تَرَکْنَا فِیْ قُرَیْشٍ عَوْرَةً یَوْمَ بَدْرٍ وَ اَحَادِیْثَ الْمَثَلْ

''اور ہم نے بدر کے دن قریش کے درمیان ندامت اور ضرب المثل بن کر رہ جانے والی

حرفِ جر کا حذف کب نقصان دہ ہوتا ہے؟

مومنین کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اُیِّدُوا جِبْرِیْلَ یعنی اُیِّدُوا بِجِبْرِیْلَ۔ حرف جار کو حذف کر دیا اور فعل کے متعدی ہونے کی بناء پر جبریل کو نصب دے دی۔

حرفِ جر کا یہ حذف صرف اس صورت میں نقصان دہ ہوتا ہے جب فعل حرفِ جر کے ساتھ متعدی ہو اور اپنے ضمن میں ایک اور فعل کا معنی لئے ہوئے ہو جو مفعول کو نصب دے رہا ہو جیسے اہل عرب کا قول ہے: اَمَرْتُكَ الْخَیْرَ یعنی کَلَّفْتُكَ الْخَیْرَ وَ اَلْزَمْتُکَهٗ۔ یعنی میں نے تجھے بھلائی کا مکلف بنایا اور اسے تجھ پر لازم کر دیا لیکن نَهَیْتُكَ الشَّرَّ کہنا درست نہیں کیونکہ نَهَیْتُكَ کے معنی کے ضمن میں کوئی نصب دینے والا فعل نہیں اور آپ کے قول اُیِّدُوا جِبْرِیْلَ کا معنی ہے کہ انہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ساتھی بنا دیا گیا یا اسی طرح کا کوئی اور معنی بن سکتا ہے اس لئے یہاں باء کو حذف کرنا اچھا ہے۔

Marfat.com

باتیں چھوڑ دیں"۔

وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا شَاهِدٌ يَوْمَ بَدْرٍ وَالتَّنَابِيْلُ الْهُبُلُ

"اور اللہ تعالیٰ کے برحق رسول جنگ بدر کا مشاہدہ فرما رہے تھے جبکہ حقیر اور کمینے بھاری بھر کم لوگ

فِيْ قُرَيْشٍ مِنْ جُمُوْعٍ جَمَعُوْا مِثْلَ مَا يُجْمَعُ فِي الْخِصْبِ الْهَمَلُ

قریش کے درمیان ایسے گروہوں کی صورت میں جمع تھے جس طرح سرسبز و شاداب چراگاہوں میں اونٹ جمع کیے جاتے ہیں"۔

نَحْنُ لَا اَمْثَالُكُمْ وُلْدَ اسْتِهَا نَحْضُرُ الْبَاسَ اِذَا الْبَاسُ نَزَلْ

"ہم تمہاری طرح سرینوں سے پیدا ہونے والی اولاد نہیں، ہم تو جنگ میں اس وقت بھی حاضر رہتے ہیں جب جنگ کی سختیاں آ پڑتی ہیں"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ اشعار مجھے ابوزید انصاری نے سنائے: وَاَحَادِيْثُ الْمَثَلِ اور اس سے پہلا شعر۔ اور یہ شعر فِيْ قُرَيْشٍ مِنْ جُمُوْعٍ جَمَعُوْا غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

حضرت حمزہ اور شہدائے احد کے مرثیے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہم کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے احد کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ اشعار کہے:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی بقیہ وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: تُخْرِجُ الْاَصْبَحَ مِنْ اَسْتَاهِكُمْ۔ حضرت ابوحنیفہ نے اسے یوں روایت کیا ہے: تُخْرِجُ الْاَضْيَاحَ اور الاضیاح پانی ملے دودھ کو کہتے ہیں اور یہ بھی الاصبح کے معنی میں ہے کیونکہ الصُّبْحَةُ بھی غیر خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ تو شاعر نے اسے ان کے پیٹوں سے نکالے گئے پانی ملے دودھ کا وصف بنایا ہے۔

شاعر کا قول ہے: كَسَلَاحِ النِّيْبِ يَاْكُلْنَ الْعَصَلَ۔ اَلْعَصَلُ دفلین کی مثل ایک نبات ہے جو اونٹوں کی اصلاح کرتی ہے جب وہ اسے کھاتے ہیں اور ان کے پانی پینے کی طلب میں اضافہ کرتی ہے۔ اس کا ذائقہ ترش اور تلخ ہوتا ہے۔ یہ ویران کھیتوں میں اگتی ہے۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔

Marfat.com

نَشَجْتَ وَ هَلْ لَكَ مِنْ مَنْشَجٖ وَ كُنْتَ مَتٰى تَذْكُرْ تَلْجَجٖ

''(اے نفس!) تو رو پڑا کیا تیرے لئے رونے کا کوئی موقع ہے اور تو وہ تھا کہ جب تو قوم کا ذکر کرتا تو ذکر کرتا چلا جاتا''۔

تَذَكُّرَ قَوْمٍ اَتَانِيْ لَهُمْ اَحَادِيْثُ فِي الزَّمَنِ الْاَعْوَجٖ

''اس قوم کا ذکر جن کی خبریں میرے پاس اس کج روز مانے میں پہنچی ہیں''۔

فَقَلْبُكَ ، مِنْ ذِكْرِهِمْ خَافِقٌ مِنَ الشَّوْقِ وَالْحُزْنِ الْمُنْضِجٖ

''تو تیرا دل ان کی یاد سے شوق اور پکا دینے والے غم کے باعث مضطرب ہو رہا ہے''۔

وَ قَتْلَاهُمْ فِيْ جِنَانِ النَّعِيْمِ كِرَامُ الْمَدَاخِلِ وَالْمَخْرَجٖ

اور ان لوگوں کے مقتول نعمتوں والے باغات میں ہیں جن کے داخل ہونے اور نکلنے کے دروازے بڑے عالی شان ہیں۔

بِمَا صَبَرُوْا تَحْتَ ظِلِّ اللِّوَاءِ لِوَاءِ الرَّسُوْلِ بِذِي الْاَضْوُجٖ

اس کے باعث کہ انہوں نے وادی احد میں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے سائے کے نیچے صبر کیا۔

غَدَاةَ اَجَابَتْ بِاَسْيَافِهَا جَمِيْعًا بَنُو الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجٖ

''اس روز جب اوس وخزرج کے سب لوگوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ (کفار کا) جواب دیا''۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لِوَاءِ الرَّسُوْلِ بِذِي الْاَضْوُجِ۔ اَلْاَضْوُجُ ضوج کی جمع ہے جس کا معنی ہے وادی کی ایک جانب۔

آپ کا قول ہے: فِي الْقَسْطَلِ الْمُرْهِجِ۔ اَلْقَسْطَلُ کا معنی ہے گرد وغبار۔ یہی معنی الرَّھَج کا بھی ہے۔ اور ہم نے السلجج کی وضاحت پہلے کر دی ہے اور اَلْجَمَلُ الْاَدْعَجُ سے مراد سیاہ اونٹ ہے۔ یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں ایک حدیث میں مذکور ہے فِيْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَ فِيْ اَشْفَارِهٖ وَطَفٌ کہ حضور ﷺ کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے اور آپ کی پلکیں مبارک گھنی تھیں۔

آپ کا قول ہے: وَحَنْظَلَةُ الْخَيْرِ لَمْ يُحْنَجِ۔ یعنی آپ کو صراط مستقیم سے کوئی چیز پھیر نہ سکی۔

Marfat.com

وَ اَشْيَاعُ اَحْمَدَ اِذْ شَايَعُوْا عَلَى الْحَقِّ النُّوْرِ وَالْمَنْهَجِ

"اور احمد (ﷺ) کے دیگر اصحاب نے (جواب دیا) جبکہ یہ سب روشن حق اور واضح راستہ کی پیروی کر رہے تھے"۔

فَمَا بَرِحُوْا يَضْرِبُوْنَ الْكُمَاةَ وَ يَمْضُوْنَ فِي الْقَسْطَلِ الْمُرْهِجِ

"یہ مسلمان اڑتے ہوئے بلند غبار میں چلتے ہوئے بڑے بڑے بہادروں کو مسلسل تلواریں مارتے رہے"۔

كَذٰلِكَ حَتّٰى دَعَاهُمْ مَلِيْكٌ اِلٰى جَنَّةٍ دَوْحَةِ الْمَوْلِجِ

"یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ انہیں مالک الملک نے اس جنت کی طرف بلا لیا جس میں داخل ہونے کی جگہ ایک نہایت شاداب گھنی شاخوں والا درخت ہے"۔

فَكُلُّهُمْ مَاتَ حُرَّ الْبَلَاءِ عَلٰى مِلَّةِ اللّٰهِ لَمْ يَحْرَجِ

"پس ان سب نے بہت بڑے امتحان و آزمائش کی حالت میں اللہ کے دین پر اس حالت میں جان دے دی کہ وہ تنگ دل نہ تھے"۔

كَحَمْزَةَ لَمَّا وَفٰى صَادِقًا بِذِيْ هَبَّةٍ صَارِمٍ سَلْجَجِ

"مثلاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب انہوں نے ہڈیوں کو کاٹ دینے والی تیز تلوار کے ساتھ

کہا جاتا ہے: جَنَحْتُ الشَّيْءَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب تو کسی چیز کا رخ دوسری طرف پھیر دے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: اَجْنَحْتُهُ فَهُوَ مُجْنَحٌ یعنی میں نے اس کا رخ پھیرا پس وہ پھرا ہوا ہے۔ چند سطور کے بعد اشعار میں ایسا لفظ آئے گا جو اس مفہوم پر دلالت کرے گا۔

آپ کا قول ہے: عَنِ الْحَقِّ حَتّٰى غَدَتْ رُوْحُهٗ۔ آپ نے الروح کو مؤنث قرار دیا ہے کیونکہ یہ النفس کے معنی میں ہے اور یہ مشہور و معروف لغت ہے۔ ذوالرمۃ نے اپنی موت کے وقت حکم دیا کہ اس کی قبر پر یہ شعر لکھا جائے:

يَا نَازِعَ الرُّوْحِ مِنْ جِسْمِيْ اِذَا قُبِضَتْ وَ فَارِجَ الْكَرْبِ اَنْقِذْنِيْ مِنَ النَّارِ

"اے روح قبض کرنے کے وقت میرے جسم سے اسے نکالنے والے اور مشکل کشا! مجھے آگ سے نجات دلا"۔

چنانچہ یہ شعر اس کی قبر پر لکھا ہوا ہے۔

آپ کا قول ہے: فَاعِرِ الزِّبْرِجِ۔ یعنی ایسا گھر جس کی زیب و زینت ظاہر ہو۔

Marfat.com

وفاداری کو سچ کر دکھایا"۔

فَلَاقَاہُ عَبْدُ بَنِیْ نَوْفَلٍ یُبَرْبِرُ کَالْجَمَلِ الْاَدْعَجِ

"تو بنی نوفل کا ایک غلام (وحشی) سیاہ اونٹ کی طرح بلبلاتا ہوا ان کے مقابل آ گیا"۔

فَاَوْجَرَہُ حَرْبَةً کَالشِّهَابِ تَلَهَّبُ فِي اللَّهَبِ الْمُوْهَجِ

"اس نے ایسے شعلہ آتش کی مثل ایک چھوٹا نیزہ آپ کے سینے میں گھونپ دیا جو بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی بہت زیادہ مشتعل ہو رہا ہو"۔

وَ نُعْمَانُ اَوْفٰی بِمِیْثَاقِهٖ وَ حَنْظَلَةُ الْخَیْرِ لَمْ یُحْنَجِ

"اور حضرت نعمان نے بھی اپنا عہد پورا کر دکھایا اور بھلائی کرنے والے حنظلہ بھی نہ پھرے

عَنِ الْحَقِّ حَتّٰی غَدَتْ رُوْحُهٗ اِلٰی مَنْزِلٍ فَاخِرِ الزِّبْرِجِ

حق سے یہاں تک کہ ان کی روح قابل فخر نقش و نگار والے گھر (جنت) میں پہنچ گئی"۔

اُولٰئِكَ لَامَنْ ثَوٰی مِنْكُمْ مِنَ النَّارِ فِي الدَّرْكِ الْمُرْتَجِ

"یہ لوگ تمہارے ان لوگوں کی طرح نہیں جنہوں نے جہنم کے اس نچلے حصے میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا جو چاروں طرف سے بند ہے"۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں ضرار کے اشعار

آپ کے ان اشعار کا جواب ضرار بن خطاب فہری نے یہ دیا:

اَیَجْزَعُ کَعْبٌ لِاَشْیَاعِهٖ وَ یَبْکِیْ مِنَ الزَّمَنِ الْاَعْوَجِ

کیا کعب اپنے ہم مشربوں کے لئے واویلا کرتا ہے اور کج روز مانے کے باعث روتا ہے؟

آپ کا قول ہے: فِي الدَّرْكِ الْمُرْتَجِ۔ المرتج کا معنی ہے بند۔ کہا جاتا ہے: اِرْتَجْتُ الْبَابَ۔ یعنی میں نے دروازہ بند کیا۔ یہ اَلرِّتَاج سے مشتق ہے۔ ایک عرب لونڈی جس کی ماں کے مرنے کے بعد باپ نے دوسری شادی کر لی، نے کہا:

وَ لٰكِنْ قَدْ اَتٰی مِنْ دُوْنِ وُدِّیْ وَ بَیْنَ فُؤَادِهٖ غَلْقُ الرِّتَاجِ

"لیکن میری محبت کے سامنے اور اس کے دل کے درمیان بڑا دروازہ بند ہو چکا ہے"۔

وَ مَنْ لَمْ یُؤْذِهٖ اَلَمٌ بِرَاْسِیْ وَ مَا الرِّئْمَانُ اِلَّا بِالنِّتَاجِ

"اور کون ہے جسے میرے سر کے دکھ اور درد نے بے قرار نہ کیا ہو اور جانور کی اپنے بچے پر شفقت بچہ جننے کی تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ ہی ہوا کرتی ہے"۔

Marfat.com

عَجِيجَ الْمُذَكِّي رَاٰى اِلْفَهٗ تَرَوَّحَ فِي صَادِرٍ مُحْنَجِ

"اس بوڑھے اونٹ کی بلبلاہٹ کی طرح جس نے دیکھا ہو کہ اس کا ساتھی اونٹ پانی پی کر واپس جانے والے گلے کے ساتھ واپس چلا گیا ہے"۔

فَرَاحَ الرَّوَايَا وَ غَادَرْنَهٗ يُعَجْعِجُ قَسْرًا وَّ لَمْ يُحْدَجِ

"پھر پانی لے جانے والے اونٹ شام کو نکلے اور اسے بری طرح بلبلاتا ہوا چھوڑ دیا اور اس پر پالان بھی نہ رکھا گیا"۔

فَقُوْلَا لِكَعْبٍ يُثَنِّي الْبُكَا وَ لِلنِّيْءِ مِنْ لَحْمِهٖ يَنْضَجِ

"پس (اے میرے دونوں دوستو!) کعب سے کہہ دو کہ دوبارہ روئے اور اس کے کچے گوشت سے بھی کہہ دو کہ جل بھن کر پک جائے"۔

لِمَصْرَعِ اِخْوَانِهٖ فِيْ مَكَرٍّ مِنَ الْخَيْلِ. ذِيْ قَسْطَلٍ مُرْهِجِ

"اس میدانِ جنگ میں اپنے بھائیوں کے قتل پر (روئے) جہاں گھوڑے پلٹ پلٹ کر حملہ کر رہے تھے اور غبار خوب اڑ رہا تھا"۔

فَيَالَيْتَ عَمْرًا وَّ اَشْيَاعَهٗ وَ عُتْبَةَ فِيْ جَمْعِنَا السَّوْرَجِ

اے کاش! عمرو، اس کے ہم مشرب اور عتبہ اس وقت ہمارے مشتعل لشکر میں موجود ہوتے۔

فَيَشْفُوا النُّفُوْسَ بِاَوْتَارِهَا بِقَتْلٰى اُصِيْبَتْ مِنَ الْخَزْرَجِ

"اور اپنے دلوں کو اس بات سے ٹھنڈا کر لیتے کہ ان کے خون کا بدلہ قبیلہ خزرج کے ان مقتولوں سے

وَ قَتْلٰى مِنَ الْاَوْسِ فِيْ مَعْرَكٍ اُصِيْبُوْا جَمِيْعًا بِذِي الْاَضْوَجِ

اور قبیلہ اوس کے ان مقتولوں سے لے لیا گیا ہے جنہیں احد کے میدانِ جنگ میں قتل کر دیا گیا"۔

وَ مَقْتَلِ حَمْزَةَ تَحْتَ اللِّوَاءِ بِمُطَّرِدٍ مَارِنٍ مُخْلَجِ

"اور جھنڈے کے نیچے ایک متحرک باریک اور تیز نیزے کے ذریعے حمزہ کو قتل کر کے (ان کے خون کا بدلہ لے لیا گیا)"۔

اسی سے کہا جاتا ہے: اُرْتِجَ عَلَى الْخَطِيْبِ یعنی خطیب پر کلام کا دروازہ بند ہو گیا۔

ضرار کے اشعار میں ہے: جَمْعِنَا السَّوْرَجِ۔ السَّوْرَجِ السِّرَاجِ سے فَوْعَلٌ کا وزن ہے۔ اس سے مراد مشتعل اور روشن لشکر ہے۔

Marfat.com

وَ حَيْثُ انْثَنٰى مُصْعَبٌ ثَاوِيًا بِضَرْبَةِ ذِیْ هَبَّةٍ سَلْجَجٍ

"اور اس طرح بھی (بدلہ لے لیا گیا) کہ مصعب ایک ہڈیوں کو کاٹ دینے والی پتلی تیز دھار تلوار کی کاٹ کے ساتھ قتل ہو کر دوہرا ہو کر گر پڑا"۔

بِاُحُدٍ وَ اَسْيَافُنَا فِيهِمُ تَلَهَّبُ كَاللَّهَبِ الْمُوْهِجِ

مقامِ احد میں جبکہ ان میں ہماری تلواریں بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرح جھلملا رہی تھیں۔

غَدَاةَ لَقِيْنَاكُمْ فِي الْحَدِيْدِ كَأُسْدِ الْبَرَاحِ فَلَمْ نُعْنَجِ

"یہ اس صبح کی بات ہے جب ہم لوہے کی زرہوں میں ملبوس کھلے میدان کے شیروں کی طرح تم سے ملے اور ہم سے کوئی بھی واپس نہ مڑا"۔

بِكُلِّ مُجَلَّحَةٍ كَالْعُقَابِ وَ اَجْرَدَ ذِیْ مَيْعَةٍ مُسْرَجِ

"ہر شکرے جیسے تیز رفتار اور کم مو، چست و چالاک، زین کسے ہوئے گھوڑے پر (سوار ہو کر تم سے ملے)"۔

فَدُسْنَاهُمُ ثُمَّ حَتّٰى انْثَنَوْا سِوٰى زَاهِقِ النَّفْسِ اَوْ مُحْرَجِ

"پھر ہم نے انہیں اسی جگہ روند کر رکھ دیا یہاں تک کہ ان کے لئے جان دینے یا عاجز آنے کے سوا کوئی صورت نہ رہی"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ ضرار کے اشعار ہیں۔ کعب کے یہ الفاظ ذی النُّوْرِ وَالْمَنْهَجِ ابوزید انصاری سے مروی ہیں۔

یوم احد کے متعلق ابن زبعری کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: عبد اللہ بن زبعری نے یوم احد کے متعلق اپنے مقتولوں کا یہ مرثیہ کہا:

اَلَا ذَرَفَتْ مِنْ مُقْلَتَيْكَ دُمُوْعُ وَ قَدْ بَانَ مِنْ حَبْلِ الشَّبَابِ قُطُوْعُ

"(اے نفس!) کیا تیری آنکھوں سے آنسو نہیں بہے حالانکہ شباب کی رسی کا ٹوٹ جانا اب بالکل ظاہر ہے"۔

وَ شَطَّ بِمَنْ تَهْوَى الْمَزَارُ وَ فَرَّقَتْ نَوَى الْحَيِّ دَارٌ بِالْحَبِيْبِ فَجُوْعُ

"اور جس سے تو محبت کرتا ہے اس کی ملاقات اب دور کی بات ہے اور دوست کی یاد میں واویلا کرنے والے گھر نے قبیلے کی جدائی کا اندیشہ پیدا کر دیا ہے"۔

وَ لَيْسَ لِمَا وَلّٰى عَلٰى ذِیْ حَرَارَةٍ وَ اِنْ طَالَ تَذْرَافُ الدُّمُوْعِ رُجُوْعُ

Marfat.com

''اور جس چیز نے منہ موڑ لیا ہے اس کی صاحب درد و سوز کے پاس واپسی ناممکن ہے خواہ کتنے ہی آنسو بہا ڈالو''۔

فَلَا ذَا وَلٰكِنْ هَلْ اَتٰى اُمَّ مَالِكٍ   اَحَادِيْثُ قَوْمِىْ وَالْحَدِيْثُ يَشِيْعُ

''اچھا اس بات کو چھوڑو۔ لیکن (یہ بتاؤ) کیا ام مالک کے پاس میری قوم کی خبریں پہنچ گئی ہیں جبکہ یہ خبر تمام اطراف میں پھیل رہی ہے''۔

وَ مَجْنَبُنَا جُرْدًا اِلٰى اَهْلِ يَثْرِبٍ   عَنَاجِيْجَ مِنْهَا مُتْلَدٌ وَ نَزِيْعُ

''اور کیا اہل یثرب کی طرف کم مو اور دراز قامت گھوڑے لے کر ہمارے نکلنے کی خبر (پہنچی) جن گھوڑوں میں سے کچھ گھروں میں پیدا ہوئے تھے اور کچھ باہر کے تھے''۔

عَشِيَّةَ سِرْنَا فِىْ لُهَامٍ يَقُوْدُنَا   ضَرُوْرُ الْاَعَادِىْ لِلصَّدِيْقِ نَفُوْعُ

''اس شام کو جب ہم ایک ایسے لشکر عظیم کے ساتھ نکلے تھے جو ہمیں کھینچے لے جا رہا تھا (جس کے گھوڑے) دشمن کے لئے ضرر رساں اور دوست کے لئے نفع بخش تھے''۔

نَشُدُّ عَلَيْنَا كُلَّ زَغْفٍ كَاَنَّهَا   غَدِيْرٌ بِضَوْجِ الْوَادِيَيْنِ نَقِيْعُ

''ہم اپنے اوپر ہر ایسی نرم زرہ باندھے ہوئے تھے گویا وہ دو وادیوں کے درمیان پانی سے بھرا تالاب ہے''۔

فَلَمَّا رَاَوْنَا خَالَطَتْهُمْ مَهَابَةٌ   وَ عَايَنَهُمْ اَمْرٌ هُنَاكَ فَظِيْعُ

''پھر جب انہوں نے (مسلمانوں نے) ہمیں دیکھا تو ان (کے رگ و ریشہ میں) ہیبت سرایت کر گئی اور وہاں انہیں کسی ہیبت ناک چیز نے تاک لیا تھا''۔

وَ وَدُّوْا لَوْ اَنَّ الْاَرْضَ يَنْشَقُّ ظَهْرُهَا   بِهِمْ وَ صَبُوْرُ الْقَوْمِ ثَمَّ جَزُوْعُ

''اور وہ تمنا کرنے لگے کہ کاش زمین کی سطح ان کے لئے شق ہو جائے، حالت یہ تھی کہ ان لوگوں کا سب سے بڑا صابر اس موقع پر حد درجہ واویلا کرنے والا تھا''۔

وَ قَدْ عُرِّيَتْ بِيْضٌ كَاَنَّ وَ مِيْضَهَا   حَرِيْقٌ تَرَقّٰى فِى الْاَبَاءِ سَرِيْعُ

''اور ایسی سفید تلواریں برہنہ کر لی گئی تھیں جن کی چمک گویا ایسی تیز آگ تھی جو گھنی شاخوں میں بھی چڑھتی جا رہی تھی''۔

بِاَيْمَانِنَا نَعْلُوْ بِهَا كُلَّ هَامَةٍ   وَ مِنْهَا سِمَامٌ لِّلْعَدُوِّ ذَرِيْعُ

''(وہ تلواریں) ہمارے دائیں ہاتھوں میں تھیں جن کو لے کر ہم ہر (دشمن کے) سر پر

Marfat.com

چڑھے جا رہے تھے۔ ان میں کچھ تلواریں زہر آلود تھیں جو دشمن کے لئے جان لیوا تھیں"۔

فَغَادَرْنَ قَتْلَى الْاَوْسِ عَاصِبَةً بِهِمْ ضِبَاعٌ وَ طَيْرٌ يَعْتَفِينَ وُقُوعٌ

"پس ان تلواروں نے قبیلہ اوس کے مقتولوں کو اس حالت میں چھوڑا کہ ان سے بجو اور پرندے چمٹ رہے تھے جو ان سے اپنی خوراک حاصل کر رہے تھے"۔

وَ جَمْعَ بَنِي النَّجَّارِ فِي كُلِّ تَلْعَةٍ بِاَبْدَانِهِمْ مِنْ وَقْعِهِنَّ نَجِيعٌ

"اور بنی نجار کا لشکر بھی ہر قطعہ زمین میں اس حالت میں بکھرا پڑا تھا کہ ان کے جسموں پر ان تلواروں کی ضرب سے خون جما ہوا تھا"۔

وَ لَوْ لَا عُلُوُّ الشِّعْبِ غَادَرْنَ اَحْمَدًا وَ لٰكِنْ عَلَا وَالسَّمْهَرِيُّ شُرُوعٌ

"اور اگر (ان لوگوں کا) گھاٹی پر چڑھنا نہ ہوتا تو وہ تلواریں احمد (فداہ روحی ﷺ) کو اسی حالت میں چھوڑ دیتیں لیکن وہ حرکت میں آئے ہوئے نیزوں کے سائے میں اوپر چڑھ گئے"۔

كَمَا غَادَرَتْ فِي الْكَرِّ حَمْزَةَ ثَاوِيًا وَ فِي صَدْرِهٖ مَاضِي الشَّبَاةِ وَقِيعٌ

"جیسا کہ ان تلواروں نے دوسرے حملہ میں حمزہ کو پیوند خاک کر چھوڑا در آں حالیکہ ان کے سینے میں تیز دھار والا ہتھیار نفوذ کر گیا تھا"۔

وَ نُعْمَانَ قَدْ غَادَرْنَ تَحْتَ لِوَائِهٖ عَلٰى لَحْمِهٖ طَيْرٌ يَجُفْنَ وُقُوعٌ

"اور نعمان کو بھی ان تلواروں نے اس کے جھنڈے تلے اس حالت میں چھوڑا کہ ان کے گوشت پر پرندے گر گر کر اور ان کے پیٹ میں گھس گھس کر اپنا پیٹ بھر رہے تھے"۔

بِاُحُدٍ وَ اَرْمَاحُ الْكُمَاةِ يَرُدْنَهُمْ كَمَا غَالَ اَشْطَانَ الدِّلَاءِ نُزُوعٌ

"(یہ سب کچھ) میدانِ احد میں ہوا جبکہ بہادروں کے نیزے ان پر اس طرح واقع ہو رہے تھے جس طرح ڈولوں کو کنوئیں سے نکالنے سے ان کی رسیاں ٹوٹ رہی ہوں"۔

ابن زبعری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اس کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

اَشَاقَكَ مِنْ اُمِّ الْوَلِيْدِ رُبُوعٌ بَلَاقِعُ مَا مِنْ اَهْلِهِنَّ جَمِيعٌ

"(اے شاعر!) کیا ان کھنڈرات اور چٹیل میدانوں نے تجھے ام ولید کا شوق دلایا ہے جن کے رہنے والوں میں سے اب وہاں کوئی بھی موجود نہیں"۔

عَفَاهُنَّ صَيْفِيُّ الرِّيَاحِ وَ وَاكِفٌ مِنَ الدَّلْوِ رَجَّافُ السَّحَابِ هَمُوعٌ

Marfat.com

''جن کو موسم گرما کی تند و تیز ہواؤں اور برج دلو سے ہونے والی شدید کڑک والے تیز اور کثیر بہنے والے بادلوں والی موسلا دھار بارش نے اب بدل کر رکھ دیا ہے''۔

فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا مَوْقِدُ النَّارِ حَوْلَهٗ رَوَاكِدُ اَمْثَالُ الْحِمَامِ كُنُوْعُ

''تو اب وہاں اس چولہے کے سوا کچھ بھی نہیں جس کے اردگرد کبوتروں کی مانند چمٹے ہوئے ہنڈیاں رکھنے کے لئے لگائے ہوئے پتھر پڑے ہیں''۔

فَدَعْ ذِكْرَ دَارٍ بَدَّدَتْ بَيْنَ اَهْلِهَا نَوًى لِمَتِيْنَاتِ الْحِبَالِ قَطُوْعُ

''اس لئے اب اس گھر کی یاد چھوڑ دے جس نے اپنے رہنے والوں کے درمیان ایسی جدائی ڈال دی ہے جو (محبت کی) انتہائی مضبوط رسیوں (رشتوں) کو توڑ کر رکھ دینے والی ہے''۔

وَ قُلْ اِنْ يَّكُنْ يَوْمٌ بِاُحُدٍ يَعُدُّهٗ سَفِيْهٌ فَاِنَّ الْحَقَّ سَوْفَ يَشِيْعُ

''اور کہہ دو کہ اگر کوئی بے وقوف یوم احد کو شمار میں لاتا ہے تو (لاتا رہے) بے شک حق عنقریب پھیل کر رہے گا''۔

فَقَدْ صَابَرَتْ فِيْهِ بَنُو الْاَوْسِ كُلُّهُمْ وَ كَانَ لَهُمْ ذِكْرٌ هُنَاكَ رَفِيْعُ

''اس روز تمام کے تمام بنی اوس نے باہم صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس مقام پر ان کا عالی شان تذکرہ تھا''۔

وَ حَامٰى بَنُو النَّجَّارِ فِيْهِ وَ صَابَرُوْا وَ مَا كَانَ مِنْهُمْ فِى اللِّقَاءِ جَزُوْعُ

''اور بنی نجار نے بھی وہاں ایک دوسرے کی حمایت کی اور صبر کا مظاہرہ کیا اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو دشمن سے مقابلہ کے وقت گھبرانے والا ہو''۔

اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا يَخْذِلُوْنَهٗ لَهُمْ نَاصِرٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ شَفِيْعُ

''رسول اللہ ﷺ کے سامنے (صبر کا مظاہرہ کیا) وہ آپ ﷺ کو رسوا کرنے والے نہ تھے، آپ ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے مددگار اور شفیع تھے''۔

وَفَوْا اِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِيْنَ بِرَبِّكُمْ وَ لَا يَسْتَوِىْ عَبْدٌ وَفِىٌّ وَ مُضِيْعُ

انہوں نے اس وقت وفا کی جبکہ اے آٹے کا شربت پینے والو (قریش مکہ) تم نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اور ایک باوفا بندہ اور وفاداری کا جذبہ کھو دینے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: وَفَوْا اِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِيْنَ بِرَبِّكُمْ۔ سخین

Marfat.com

بِاَيْدِيهِمْ بِيضٌ إِذَا حَمِسَ الْوَغٰى ۔۔۔ فَلَا بُدَّ اَنْ يُرْدِيْ لَهُنَّ صَرِيْعُ

''ان کے ہاتھوں میں ایسی تلواریں ہیں کہ جب جنگ اپنے عروج پر ہوتی ہے تو لازم ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے بچھاڑا جانے والا خود ہلاک ہو جائے''۔

كَمَا غَادَرَتْ فِي النَّقْعِ عُتْبَةَ ثَاوِيًا ۔۔۔ وَ سَعْدًا صَرِيْعًا وَالْوَشِيْجُ شُرُوْعُ

''جب کہ ان تلواروں نے عتبہ کو گرد و غبار میں پیوند خاک کر چھوڑا اور سعد کو بچھاڑ کر رکھ دیا جبکہ نیزوں پر نیزے چل رہے تھے''۔

وَ قَدْ غَادَرَتْ تَحْتَ الْعَجَاجَةِ مُسْنَدًا ۔۔۔ اُبَيًّا وَ قَدْ بَلَّ الْقَمِيْصَ نَجِيْعُ

''اور ان تلواروں نے ابی کو بھی لڑتے ہوئے گرد و غبار کے نیچے گرا ہوا چھوڑ دیا جبکہ خون نے اس کی قمیص کو تر کر دیا تھا''۔

بِكَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَيْثُ تَنَصَّبَتْ ۔۔۔ عَلَى الْقَوْمِ مِمَّا قَدْ يُثِرْنَ نُقُوْعُ

''رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ بھی اس مقام پر گرد آلود تھے جہاں ان تلواروں کے گرد و غبار اڑانے کی وجہ سے لوگوں پر غبار بلند ہو رہا تھا''۔

اُولٰئِكَ قَوْمٌ سَادَةٌ مِّنْ فُرُوْعِكُمْ ۔۔۔ وَ فِي كُلِّ قَوْمٍ سَادَةٌ وَّ فُرُوْعُ

''یہ لوگ (جنہیں ہم نے قتل کیا ہے) ایسی قوم تھے جو تمہاری شاخوں کے سردار تھے اور ہر قوم میں سردار بھی ہوتے ہیں اور شاخیں بھی''۔

سے مراد سَخِيْنَةُ ہے۔ یہ منادی مرخم ہے اور اس سے مراد قبیلہ قریش ہے۔ سخینۃ ایک شربت ہے جو آٹے سے بنایا جاتا ہے۔ چونکہ قریش یہ شربت پینے کے عادی تھے اس لئے انہیں یہی لقب دیا جاتا تھا۔

ضرار کے قصیدہ عینیہ میں ہے: اَمْرُهَا شَاعِيْ ۔ اس سے مراد شَائِعٌ ہے، اس میں قلب ہوا ہے (یعنی یاء کو پہلے اور عین کو آخر میں لے جایا گیا ہے) جیسا کہ ایک اور شاعر نے کہا لَاثٍ بِهِ الْاَشَاءُ وَالْعُبْرِيُّ (کھجور کے چھوٹے درخت اور بیری کے درخت اس مقام کو ڈھانکے ہوئے ہیں) اس سے مراد بھی لَائِثٌ ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے: لَا يَحْتَكِرُ الطَّعَامَ اِلَّا طَاعٍ اَوْ بَاغٍ اَوْ زَاغٍ (سرکش، باغی یا کج رو کے سوا کوئی بھی غلہ ذخیرہ نہیں کرتا)۔ اس سے مراد بھی زَائِغٌ ہے۔

ضرار کے قصیدہ قافیہ میں ہے: رَشَاشُ الطَّعْنِ وَالْوَرَقِ۔ الورق جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ یہ ابن درید وغیرہ کا قول ہے۔ اس قصیدہ میں یہ بھی ہے: مَا بِهِ رَهَقٌ۔ رَهَقٌ کا معنی عیب ہے اور اَلْمُرْهَقُ عیب دار آدمی کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

بِهِنَّ نُعِزُّ اللّٰهَ حَتّٰى يُعِزَّنَا ۔ وَ اِنْ كَانَ اَمْرٌ يَاسَخِيْنَ فَظِيْعٌ

"اے آٹے کا شرب پینے والے قریشیو! ہم انہی تلواروں کے ساتھ اللہ کا نام بلند کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں عزت وغلبہ عطا فرمائے۔ اگرچہ معاملہ کتنا ہی ہولناک کیوں نہ ہو"۔

فَلَا تَذْكُرُوْا قَتْلٰى وَ حَمْزَةُ فِيْهِمْ ۔ قَتِيْلٌ ثَوٰى لِلّٰهِ وَ هُوَ مُطِيْعٌ

"اس لئے تم اور مقتولوں کا ذکر نہ کرو جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں مقتول ہو گئے جو اطاعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاں بحق ہوئے"۔

فَاِنَّ جِنَانَ الْخُلْدِ مَنْزِلَةٌ لَهٗ ۔ وَ اَمْرُ الَّذِيْ يَقْضِي الْاُمُوْرَ سَرِيْعٌ

"چنانچہ ابدی جنتیں ان کا گھر ہیں اور تمام امور کا فیصلہ کرنے والی ذات کا حکم بہت جلد چلنے والا ہے"۔

وَ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ اَفْضَلُ رِزْقِهِمْ ۔ حَمِيْمٌ مَعًا فِيْ جَوْفِهَا وَ ضَرِيْعٌ

"اور تمہارے مقتول جہنم میں ہیں، ان کی سب سے افضل روزی کھولتا ہوا پانی اور ضریع گھاس ہوگی جو ان کو جہنم کے درمیان اکٹھے ملے گی"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابن زبعری کے اشعار ہیں۔ اور ابن زبعری کا قول مَاضِي الشَّبَاةِ اور طَمِرٌ يَجْفُنَ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص نے یہ اشعار کہے:

خَرَجْنَا مِنَ الْفَيْفَا عَلَيْهِمْ كَاَنَّنَا ۔ مَعَ الصُّبْحِ مِنْ رَضْوٰى الْحَبِيْكُ الْمُنَطَّقُ

"ہم چٹیل میدان سے نکل کر ان (مسلمانوں) پر (اس قدر تیز رفتاری سے) آدھمکے گویا ہم بھی صبح کے ساتھ مستحکم اور بے شمار راستوں والے رضوی پہاڑ سے طلوع ہونے والے ہیں"۔

تَمَنَّتْ بَنُو النَّجَّارِ جَهْلًا لِقَاءَنَا ۔ لَدٰى جَنْبِ سَلْعٍ وَالْاَمَانِيُّ تَصْدُقُ

"بنی نجار نے نادانی میں سلع پہاڑ کے دامن کے پاس ہم سے دو چار ہونے کی تمنا کی اور آرزوئیں کبھی سچ بھی ہو جاتی ہیں"۔

فَمَا رَاعَهُمْ بِالشَّرِّ اِلَّا فُجَاءَةً ۔ كَرَادِيْسُ خَيْلٍ فِي الْاَزِقَّةِ تَمْرُقُ

"ان بنی نجار کو جنگ سے کوئی چیز نہیں ڈرا رہی تھی مگر پگڈنڈیوں سے تیزی سے نکلنے والے

Marfat.com

گھوڑوں کے غولوں نے انہیں اچانک خوفزدہ کر دیا"۔

اَرَادُوْا لِکَیْمَا یَسْتَبِیْحُوْا قِبَابَنَا وَ دُوْنَ الْقِبَابِ الْیَوْمَ ضَرْبٌ مُحَرِّقُ

"انہوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ہمارے خیموں کو لوٹ لیں حالانکہ اس روز خیموں کے سامنے ایک جلا کر رکھ دینے والی شمشیر زنی حائل تھی"۔

وَ کَانَتْ قِبَابًا اُوْمِنَتْ قَبْلَ مَا تَرٰی اِذَا رَامَهَا قَوْمٌ اُبِیْحُوْا وَ اُحْنِقُوْا

"اور یہ وہی خیمے تھے جنہیں پہلے بھی لوٹنے کی کوشش کی گئی مگر جب ان لوگوں نے ان پر تیر اندازی کی تو انہی کی بیخ کنی کر دی گئی اور انہیں سخت غیظ و غضب میں مبتلا کر دیا گیا"۔

کَاَنَّ رُؤُوْسَ الْخَزْرَجِیِّیْنَ غُدْوَةً وَ اَیْمَانُهُمْ بِالْمَشْرَفِیَّةِ بَرْوَقُ

"اس دن (جنگ احد میں) صبح کے وقت خزرجیوں کے سر مشرفی تلواروں کے سامنے گویا بروق گھاس کی طرح (کمزور) تھے"۔

ابن العاصی کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

بقول ابن ہشام اس کا جواب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

اَلَا اَبْلِغَا فِهْرًا عَلٰی نَاْیِ دَارِهَا وَ عِنْدَهُمْ مِنْ عِلْمِنَا الْیَوْمَ مَصْدَقُ

"(میرے دونوں دوستو!) سنو میرا پیغام قبیلہ فہر کو ان کے گھر کی دوری کے باوجود پہنچا دو اور آج انہی کے پاس ہمارے علم کی صداقت کا معیار موجود ہے"۔

بِاَنَّا غَدَاةَ السَّفْحِ مِنْ بَطْنِ یَثْرِبٍ صَبَرْنَا وَ رَایَاتُ الْمَنِیَّةِ تَخْفِقُ

"(وہ پیغام یہ ہے) کہ ہم نے وادیٔ یثرب کے دامن کوہ کے پاس اس وقت صبر سے کام لیا جبکہ موت کے جھنڈے لہرا رہے تھے"۔

صَبَرْنَا لَهُمْ وَالصَّبْرُ مِنَّا سَجِیَّةٌ اِذَا طَارَتِ الْاَبْرَامُ نَسْمُوْ وَ نَرْتَقُ

"ہم نے ان کے مقابلے میں صبر سے کام لیا اور صبر کرنا تو ہماری عادت ہے، جب کمینے اور گھٹیا لوگ اڑ کر آتے ہیں تو فائق ہو کر اپنا معاملہ ٹھیک ہی رکھتے ہیں"۔

عَلٰی عَادَةٍ تِلْکُمْ جَرَیْنَا بِصَبْرِنَا وَ قِدْمًا لَدَی الْغَایَاتِ نَجْرِیْ فَنَسْبِقُ

ہم نے اپنی اسی عادت کے مطابق اپنے صبر و تحمل سے جدوجہد جاری رکھی اور حصول مقاصد کے وقت ہم ہمیشہ سے اسی طرح جدوجہد جاری رکھتے اور سبقت لے جاتے رہے ہیں۔

لَنَا جَوْمَةٌ لَا تُسْتَطَاعُ یَقُوْدُهَا نَبِیٌّ اَتٰی بِالْحَقِّ عَفٌّ مُصَدَّقُ

Marfat.com

"ہماری ایک ایسی ناقابل تسخیر جماعت ہے جس کی قیادت نبی کریم ﷺ کر رہے ہیں جو حق لے کر آئے اور جو پاکدامن اور لائق تصدیق ہیں"۔

اَلَا ھَلْ اَتٰی اَفْنَاءَ فِھْرِ بْنِ مَالِکٍ مُقَطَّعُ اَطْرَافٍ وَ ھَامٌ مُفَلَّقُ

"کیا ایسا نہیں ہوا کہ فہر بن مالک کے مختلف قبائل کے پاس کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اور پھٹے ہوئے سر پہنچے ہیں؟"

یوم احد کے متعلق ضرار کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ضرار بن خطاب نے یہ اشعار کہے:

اِنِّیْ وَجَدِّکَ لَوْلَا مُقْدَمِیْ فَرَسِیْ اِذْ جَالَتِ الْخَیْلُ بَیْنَ الْجَزْعِ وَالْقَاعِ

"تیرے نصیب کی قسم! اگر میں اپنے گھوڑے کو اس وقت نہ بڑھا دیتا جب گھوڑے وادی کے موڑ اور نشیبی زمین کے درمیان جولانی کر رہے تھے"۔

مَا زَالَ مِنْکُمْ بِجَنْبِ الْجَزْعِ مِنْ اُحُدٍ اَصْوَاتُ ھَامٍ تَزَاقٰی اَمْرُھَا شَاعِیْ

"تو احد پہاڑ کی وادی کے موڑ پر تمہارے سروں سے نکلنے والے پرندوں کی آوازیں گونجتی اور پھیلتی رہتیں"۔

وَ فَارِسٍ قَدْ اَصَابَ السَّیْفُ مَفْرِقَہٗ اَفْلَاقُ ھَامَتِہٖ کَفَرْوَۃِ الرَّاعِیْ

"اور گھڑ سوار کی مانگ پر ایسی تلوار لگتی کہ اس کے سر کے شگاف چرواہے کے توشہ دان کی طرح ہوتے"۔

اِنِّیْ وَ جَدِّکَ لَا اَنْفَکُّ مُنْتَطِقًا بِصَارِمٍ مِثْلِ لَوْنِ الْمِلْحِ قَطَّاعِ

"تیرے مقدر کی قسم! میں نمک کے سفید رنگ کی مثل ایک کاٹنے والی تیز تلوار کے ساتھ براجمان رہوں گا

عَلٰی رِحَالَۃِ مِلْوَاحٍ مُثَابِرَۃٍ نَحْوَ الصَّرِیْخِ اِذَا مَا ثَوَّبَ الدَّاعِیْ

ایک مضبوط و جفاکش گھوڑے کی زین پر اس دعا و فریاد کرنے والے شخص کی طرح جو بار بار دعا کر رہا ہو"۔

وَ مَا انْتَمَیْتُ اِلٰی خُوْرٍ وَّ لَا کُشُفٍ وَ لَا لِئَامٍ غَدَاۃَ الْبَاْسِ اَوْرَاعِ

"اور میری نہ تو کمزور اور بزدل لوگوں سے نسبت ہے، نہ ہتھیاروں سے خالی لوگوں کے ساتھ اور نہ جنگ کے روز ذلیل، کمینے اور بزدل لوگوں کے ساتھ"۔

Marfat.com

بَلْ ضَارِبِيْنَ حَبِيْكَ الْبِيْضِ اِذْ لَحِقُوْا شُمِّ الْعَرَانِيْنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لُذَّاعِ

''بلکہ میری نسبت ایسے لوگوں سے ہے کہ جب وہ دشمن سے نبرد آزما ہوتے ہیں تو چمکیلی دھاروں والی تلواروں کے ساتھ شمشیر زنی کرنے والے ہیں، اونچی ناکوں والے ہیں (باعزت ہیں) اور موت کے وقت آگ لگا دینے والے ہیں''۔

شُمٍّ بَهَالِيْلَ مُسْتَرْخٍ حَمَائِلُهُمْ يَسْعَوْنَ لِلْمَوْتِ سَعْيًا غَيْرَ دَعْدَاعِ

''معزز، بزرگ اور سردار ہیں، ان کی تلواروں کے پرتلے لمبے ہیں (یعنی وہ دراز قامت ہیں) اور موت کے لئے سست و کاہل خابت ہوئے بغیر بھرپور جد و جہد کرتے ہیں''۔

ضرار بن خطاب نے یہ اشعار بھی کہے:

لَمَّا اَتَتْ مِنْ بَنِیْ كَعْبٍ مُزَيَّنَةٌ وَالْخَزْرَجِيَّةُ فِيْهَا الْبِيْضُ تَأْتَلِقُ

''جب ہمارے پاس بنی کعب کی طرف سے ہر قسم کے اسلحہ سے مزین فوجیں اور وہ خزرجی فوجیں پہنچیں جن میں سفید تلواریں چمک رہی تھیں

وَ جَرَّدُوْا مَشْرِفِيَّاتٍ مُهَنَّدَةً وَ رَايَةً كَجَنَاحِ النَّسْرِ تَخْتَفِقُ

اور انہوں نے مشرفی اور ہندی تلواریں برہنہ کر لیں اور کرگس کے پروں کی طرح لہراتا ہوا جھنڈا نکالا

فَقُلْتُ يَوْمٌ بِاَيَّامٍ وَ مَعْرَكَةٌ تُنْسِیْ لِمَا خَلْفَهَا مَا هُزْهِزَ الْوَرَقُ

تو اس وقت میں نے کہا کہ سابقہ تمام جنگی ایام کے بدلے یہ ایسا دن اور ایسا معرکہ ہوگا جو بعد میں آنے والوں کو چاندی کے سکوں کی حرکت بھلا دے گا (یعنی حالات دگرگوں ہو جائیں گے)''۔

قَدْ عَوَّدُوْا كُلَّ يَوْمٍ اَنْ تَكُوْنَ لَهُمْ رِيْحُ الْقِتَالِ وَ اَسْلَابُ الَّذِيْنَ لَقُوْا

''یہ لوگ اس بات کے عادی ہیں کہ ان کے لئے ہر روز جنگ کی ہوا چلتی رہے اور وہ اپنے مدمقابل آنے والے دشمنوں کا مال لوٹتے رہیں''۔

خَيَّرْتُ نَفْسِیْ عَلٰی مَا كَانَ مِنْ وَجَلٍ مِنْهَا وَاَيْقَنْتُ اَنَّ الْمَجْدَ مُسْتَبَقُ

''اس جنگ کا جو خوف ہو سکتا تھا اس کے لئے میں نے اپنے آپ کو تیار کر لیا ہے اور یقین کر لیا ہے کہ مجد و شرف سبقت لے جانے کا میدان ہے''۔

اَكْرَهْتُ مُهْرِیْ حَتّٰی خَاضَ غَمْرَتَهُمْ وَ بَلَّهٗ مِنْ نَجِيْعِ عَائِكٍ عَلَقُ

Marfat.com

"میں نے اپنے گھوڑے کو مجبور کیا یہاں تک کہ وہ ان کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں جا گھسا اور سرخ خون نے اسے تر کر دیا"۔

فَظَلَّ مُهْرِیْ وَ سِرْبَالِیْ جَسِیْدُهُمَا نَفْخُ الْعُرُوْقِ رَشَاشُ الطَّعْنِ وَالْوَرَقُ

"چنانچہ میرے گھوڑے اور میری زرہ کا رنگ ایسے ہو گیا جیسے رگوں سے ابھرا ہوا خون، نیزہ بازی کے چھینٹے اور جما ہوا خون ہوتا ہے"۔

اَیْقَنْتُ اَنِّیْ مُقِیْمٌ فِیْ دِیَارِهِمُ حَتّٰی یُفَارِقَ مَا فِیْ جَوْفِهِ الْحَدَقُ

"میں نے عزم کر لیا کہ میں ان کے دیار میں اس وقت تک جما رہوں گا یہاں تک کہ آنکھ کا سیاہ ڈھیلا اپنے حلقے کو چھوڑ دے (یعنی موت آجائے)"۔

لَا تَجْزَعُوْا یَا بَنِیْ مَخْزُوْمٍ اِنَّ لَکُمْ مِثْلَ الْمُغِیْرَةِ فِیْکُمْ مَا بِهٖ زَهَقُ

"اے بنی مخزوم! گھبراؤ نہیں بے شک تمہارے لئے اپنے اندر مغیرہ کی مثال کافی ہے جس میں کوئی عیب نہیں"۔

صَبْرًا فِدًی لَکُمْ اُمِّیْ وَ مَا وَلَدَتْ تَعَاوَرُوْا الضَّرْبَ حَتّٰی یُدْبِرَ الشَّفَقُ

"تم پر میری ماں اور اس کی اولاد قربان ہو، صبر سے کام لو اور لگا تار شمشیر زنی کرتے رہو یہاں تک کہ شفق ڈوب جائے"۔

یوم احد کے متعلق عمرو کے اشعار

عمرو بن العاص نے یہ اشعار کہے:

لَمَّا رَاَیْتُ الْحَرْبَ یَنْزُوْ شَرُّهَا بِالرَّضْفِ نَزْوَا

"جب میں نے دیکھا کہ جنگ کے شرارے گرم پتھر سے ٹکرا کر خوب مشتعل ہو رہے ہیں"۔

وَ تَنَاوَلَتْ شَهْبَاءُ تَلْحُوا النَّاسَ بِالضَّرَّاءِ لَحْوَا

"اور بے شمار ہتھیاروں کے ساتھ مسلح افواج لوگوں کی کھالیں نہایت ضرر رساں انداز میں ادھیڑ رہی ہیں"۔

اَیْقَنْتُ اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَالْحَیَاةَ تَکُوْنُ لَغْوَا

"تو مجھے یقین ہو گیا کہ موت برحق ہے اور زندگی لغو بے معنی ہوتی ہے"۔

حَمَلْتُ اَثْوَابِیْ عَلٰی عَتَدٍ یَبُذُّ الْخَیْلَ رَهْوَا

"میں نے اپنے کپڑے ایک ایسے جفاکش گھوڑے پر رکھ لیے جو دوسرے گھوڑوں سے

Marfat.com

با آسانی سبقت لے جارہا تھا"۔

سَلِسٍ اِذَا نَكَّبْنَ فِي الْبَيْدَاءِ يَعْلُوْا الطَّرْفَ عُلُوًّا

"جو نہایت آسانی سے اسے آگے بڑھاتا جارہا تھا، جب دوسرے گھوڑے چٹیل میدان میں اوندھے ہوکر گر رہے تھے تو وہ نجیب الطرفین گھوڑے سے بھی سبقت لے جارہا تھا"۔

وَ اِذَا تَنَزَّلَ مَاءُ هٗ مِنْ عِطْفِهٖ يَزْدَادُ زَهْوًا

"اور جب اس گھوڑے کے پہلو سے اس کا پسینہ بہتا تو اس کے غرور ونخوت میں اور اضافہ ہوجاتا"۔

رَبِذٍ كَيَعْفُوْرِ الصَّرِيْمَةِ رَاعَهُ الرَّامُوْنَ دَحْوًا

"وہ گھوڑا ریت کے ٹیلے پر تیزی سے دوڑنے والے اس ہرن کے بچے کی طرح تیز رفتار تھا جسے تیراندازوں نے حددرجہ خوف زدہ کردیا ہو"۔

شَنِجٍ نَسَاهُ ضَابِطٍ لِلْخَيْلِ اِرْخَاءً وَّ عَدْوًا

"اس گھوڑے کی رانوں کی رگیں کھنچی ہوئی تھیں، نہایت تیزی سے دوڑ کر دوسرے گھوڑوں کو قابو میں کر لینے والا تھا"۔

فَفِدًى لَهُمْ اُمِّيْ غَدَا ةَ الرَّوْعِ اِذْ يَمْشُوْنَ قَطْوًا

"میری ماں ان لوگوں پر قربان ہو جب جنگ کے دن وہ بھٹ تیتر کی طرح خراماں خراماں چل کر

سَيْرًا اِلٰى كَبْشِ الْكَتِيْبَةِ اِذْ جَلَتْهُ الشَّمْسُ جَلْوًا

دشمن کی فوج کے مینڈھے جیسے سردار کی طرف اس وقت جارہے تھے جب سورج نے اسے خوب روشن کردیا تھا"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار عمرو کے ہیں۔

عمرو بن العاص کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ضرار اور عمرو دونوں کے اشعار کا جواب حضرت کعب بن مالک

عمرو بن العاص کے اشعار

عمرو بن العاص کے اشعار میں ہے: يَمْشُوْنَ قَطْوًا۔ اَلْقَطْوُ اور اَلْاِقْطِيْطَاءُ بھٹ تیتر کی چال کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

اَبلِغْ قُرَیْشًا وَ خَیْرُ الْقَوْلِ اَصْدَقُهٗ وَالصِّدْقُ عِنْدَ ذَوِی الْاَلْبَابِ مَقْبُوْلُ

''قریش کو یہ پیغام پہنچا دو اور بہترین قول وہی ہے جو سب سے سچا ہو اور اہل عقل و دانش کے نزدیک سچائی ہی مقبول ہے''۔

اَنْ قَدْ قَتَلْنَا بِقَتْلَانَا سَرَاتَکُمْ اَهْلَ اللِّوَاءِ فَفِیْمَا یَکْثُرُ الْقِیْلُ

''کہ ہم نے اپنے مقتولوں کے بدلے تمہارے سرکردہ علمبرداروں کو قتل کر دیا ہے لہٰذا کس معاملہ میں زیادہ تذکرہ رہتا ہے (یہی کہ تمہارے علمبردار مار دیے گئے)''۔

وَ یَوْمَ بَدْرٍ لَقِیْنَاکُمْ لَنَا مَدَدٌ فِیْهِ مَعَ النَّصْرِ مِیْکَالٌ وَّ جِبْرِیْلُ

''اور بدر کے روز ہم تمہارے مقابلے اس حالت میں آئے کہ ہمیں ایسی کمک پہنچ رہی تھی جس میں میکائیل و جبرائیل فتح و نصرت ساتھ لیے موجود تھے''۔

اِنْ تَقْتُلُوْنَا فَدِیْنُ الْحَقِّ فِطْرَتُنَا وَالْقَتْلُ فِی الْحَقِّ عِنْدَ اللّٰهِ تَفْضِیْلُ

''اگر تم ہمیں قتل کر بھی دو گے تو (کوئی پرواہ نہیں کیونکہ) دین حق ہماری فطرت ہے اور حق کی راہ میں قتل ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی فضیلت کا باعث ہے''۔

وَ اِنْ تَرَوْا اَمْرَنَا فِیْ رَاْیِکُمْ سَفَهًا فَرَاْیُ مَنْ خَالَفَ الْاِسْلَامَ تَضْلِیْلُ

''اور اگر تم اپنی رائے کے مطابق ہمارے معاملے کو بے وقوفی خیال کرتے ہو تو سمجھ لو کہ اسلام کے مخالف کی رائے گمراہی ہی ہے''۔

فَلَا تَمَنَّوْا لِقَاحَ الْحَرْبِ وَاقْتَعِدُوْا اِنَّ اَخَا الْحَرْبِ اَصْدَی اللَّوْنِ مَشْغُوْلُ

''پس تم جنگ کی آگ بھڑکنے کی تمنا نہ کرو بلکہ بیٹھے رہو کیونکہ جنگجو آدمی کا رنگ سیاہی اور سرخی کے درمیان ہوتا ہے اور وہ بے حد مصروف جنگ ہوتا ہے''۔

اِنَّ لَکُمْ عِنْدَنَا ضَرْبًا تُرَاحُ لَهٗ عُرْجُ الضِّبَاعِ لَهٗ خَذْمٌ رَعَابِیْلُ

''بے شک ہمارے پاس تمہارے لئے تلواروں کی ایسی ضرب ہے جس کی وجہ سے لنگڑے بجو بھی خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں کیونکہ اس ضرب سے انہیں علیحدہ علیحدہ کٹے ہوئے گوشت کے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: خَذْمٌ رَعَابِیْلُ۔ خذم کا معنی ہے دانتوں کے ساتھ کاٹنا۔ اور رعابیل پھٹے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے جِبَاءٌ مُرَعْبَلٌ یعنی پھٹا ہوا خیمہ۔

Marfat.com

ٹکڑے ملتے ہیں''۔

اِنَّا بَنُو الْحَرْبِ نَمْرِيْهَا وَ نَنْتُجُهَا وَ عِنْدَنَا لِذَوِی الْاَضْغَانِ تَنْكِيْلُ

''بے شک ہم بڑے جنگجو لوگ ہیں ہم اسے (جنگ کو اونٹنی کی طرح) دوہتے ہیں اور اس سے بچے پیدا کرتے ہیں اور ہمارے پاس کینہ پرور لوگوں کے لئے بڑی دردناک سزا ہے''۔

اِنْ يَّنْجُ مِنْهَا ابْنُ حَرْبٍ بَعْدَ مَا بَلَغَتْ مِنْهُ التَّرَاقِیَ وَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلُ

''اگر جنگ ابوسفیان بن حرب کے سینے کی ہڈیوں تک پہنچنے کے بعد وہ اس سے کسی طرح نجات پا بھی جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے

فَقَدْ اَفَادَتْ لَهٗ حِلْمًا وَّ مَوْعِظَةً لِمَنْ يَّكُوْنُ لَهٗ لُبٌّ وَّ مَعْقُوْلُ

تو یہ جنگ اسے بردباری کا فائدہ ضرور دے گی اور ان لوگوں کو عبرت و موعظت کا فائدہ دے گی جو کچھ بھی عقل و فہم رکھتے ہیں''۔

وَ لَوْ هَبَطْتُمْ بِبَطْنِ السَّيْلِ كَافَحَكُمْ ضَرْبٌ بِشَاكِلَةِ الْبَطْحَاءِ تَرْعِيْلُ

''اور اگر تم بطن سیل میں اترتے تو تمہیں بطحاء کے گوشے میں ایک بہت تیز شمشیر زنی کا سامنا کرنا پڑتا''۔

تَلْقَاكُمْ عُصَبٌ حَوْلَ النَّبِیِّ لَهُمْ مِمَّا يُعِدُّوْنَ لِلْهَيْجَا سَرَابِيْلُ

''اور تمہیں نبی کریم ﷺ کے اردگرد ایسی جماعتیں ملتیں جن کے پاس ایسی زرہیں ہیں جنہیں انہوں نے جنگ کے لئے تیار کر رکھا ہے''۔

مِنْ جِذْمِ غَسَّانَ مُسْتَرْخٍ حَمَائِلُهُمْ لَا جُبَنَاءُ وَ لَا مِيْلٌ مَعَازِيْلُ

''یہ جماعتیں قبیلہ غسان کی نسل سے ہیں جن کی تلواروں کے پرتلے لمبے ہیں (یعنی وہ دراز قامت ہیں) نہ وہ بزدل ہیں اور نہ نہتے ہیں جن کے پاس ڈھالیں اور نیزے نہ ہوں''۔

يَمْشُوْنَ تَحْتَ عَمَايَاتِ الْقِتَالِ كَمَا تَمْشِی الْمَصَاعِبَةُ الْاُدْمُ الْمَرَاسِيْلُ

شاعر کا قول ہے: اِنَّا بَنُو الْحَرْبِ نَمْرِيْهَا وَ نَنْتُجُهَا۔ یہ مَرَيْتُ النَّاقَةَ سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اونٹنی میں دودھ کی زیادتی چاہیں اور نَنْتُجُهَا کا لفظ نَتَجْتُ النَّاقَةَ سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اونٹنی سے بچہ پیدا ہونے کی خواہش کریں۔ کہا جاتا ہے نُتِجَتِ النَّاقَةُ وَ نَتَجَهَا اَهْلُهَا یعنی اونٹنی کے مالک نے اس کے بچہ جننے میں اس کی خبر گیری کی اور اَنْتَجَتْ تُنْتِجُ اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کے بچہ جننے کا وقت قریب آ جائے۔

Marfat.com

"یہ جماعتیں جنگ کی تاریکیوں میں اس طرح چلتی ہیں جس طرح گندمی رنگ والے نر اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے قطار در قطار چلتے ہیں"۔

اَوْ مِثْلَ مَشْيِ اُسُوْدِ الطَّلِّ اَلْثَقَهَا يَوْمُ رَذَاذٍ مِنَ الْجَوْزَاءِ مَشْمُوْلُ

"یا ہلکی بارش کے نیچے چلنے والے ان شیروں کی چال چلتی ہیں جنہیں بادِشمالی کے ساتھ جوزا ستارے سے ہونے والی بوندا باندی نے تر کر دیا ہو"۔

فِيْ كُلِّ سَابِغَةٍ كَالنَّهْيِ مُحْكَمَةٍ قِيَامُهَا فَلَجٌ كَالسَّيْفِ بُهْلُوْلُ

"یہ جماعتیں نہایت مستحکم زرہوں میں ملبوس ہیں جو ایسے تالاب کی طرح ہیں جو تلوار کی طرح چمکدار نہر فلج کے قریب واقع ہوا ہو"۔

تَرُدُّ حَدَّ قِرَامِ النَّبْلِ خَاسِئَةً وَ يَرْجِعُ السَّيْفُ عَنْهَا وَهُوَ مَفْلُوْلُ

"یہ زرہیں موٹے تیروں کی دھاروں کو ناکام واپس لوٹا دیتی ہیں اور ان کے پاس سے تلوار اس حالت میں لوٹتی ہے کہ اس میں دندانے پڑ چکے ہوتے ہیں"۔

وَ لَوْ قَذَفْتُمْ بِسَلْعٍ عَنْ ظُهُوْرِكُمْ وَلِلْحَيَاةِ وَ دَفْعِ الْمَوْتِ تَاجِيْلُ

"اور اگر تم اپنی پشتوں سے اٹھا کر سلع پہاڑ بھی پھینک مارتے دراں حالیکہ زندگی اور موت کے مقابلہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے

مَا زَالَ فِي الْقَوْمِ وَتْرٌ مِنْكُمْ اَبَدًا تَعْفُوْ السِّلَامُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَطْلُوْلُ

تو ہماری قوم کا وہ فرد بھی جس سے تم نے انتقام لینا ہوتا اس پر پتھر کوئی اثر نہ کرتے اور وہ خون

شاعر کا قول ہے: يَوْمُ رَذَاذٍ مِنَ الْجَوْزَاءِ مَشْمُوْلُ۔ اس سے مراد جوزاء ستارے سے ہونے والی بارشوں کے دنوں میں سے ایک دن ہے اور یہ ہقعہ (چاند کی پانچویں منزل میں تین ستاروں کا نام) کی بارش ہے یا ہنعہ (چاند کی چھٹی منزل میں پانچ ستاروں کا نام جو جوزا کی بائیں جانب واقع ہیں) کی بارش ہے۔ یہ موسم سرما میں دسمبر کے مہینے میں ہوتی ہے اور مشمول بادِشمالی کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: اَلْثَقَهَا۔ یہ اللثق سے مشتق ہے جس کا معنی ہے نمی اور نرم مٹی اور رذاذ کا معنی مشہور و معروف ہے (یعنی ہلکی بارش)۔ یہ الطش اور البغش (پھوار کی دو قسمیں) سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور الطَّلُّ بھی اسی کی مثل ہے یا اس سے قدرے بڑھ کر ہے۔ کہا جاتا ہے: اَرْضٌ مَطْلُوْلَةٌ وَ مَبْغُوْشَةٌ لیکن یہ نہیں کہا جاتا اَرْضٌ مَرْذُوْذَةٌ۔ بلکہ یوں کہا جاتا ہے مُرَذَّةٌ وَ مُرَذٌّ عَلَيْهَا یعنی وہ زمین جس پر بوندا باندی ہوئی ہو۔ یہ خطابی کا قول ہے۔

Marfat.com

بہا دیے بغیر یونہی بچا رہتا"۔

عَبْدٌ وَ حُرٌّ كَرِيْمٌ مُوْثِقٌ قَنَصًا　　شَطْرَ الْمَدِيْنَةِ مَاسُوْرٌ وَ مَقْتُوْلٌ

"غلام ہو یا آزاد شریف آدمی جو شکار کو باندھ لینے والا ہو، مدینے کا رخ کرنے کی صورت میں یا تو قید کر لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا"۔

كُنَّا نُؤَمِّلُ اُخْرَاكُمْ فَاَعْجَلَكُمْ　　مِنَّا فَوَارِسُ لَا عُزْلٌ وَ لَا مِيْلُ

"ہم تمہاری آخری صفوں کو امید دلاتے تھے تو (تمہارے آگے بڑھنے پر) ہمارے شہسوار جو ڈھال اور ہتھیاروں سے خالی نہ تھے، تمہیں فوراً جکڑ لیتے"۔

اِذَا جَنٰى فِيْهِمُ الْجَانِيْ فَقَدْ عَلِمُوْا　　حَقًّا بِاَنَّ الَّذِيْ قَدْ جَرَّ مَحْمُوْلُ

"ان شہسواروں میں جب کوئی مجرم کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ یقیناً یہ جانتے ہیں کہ جو بھی جرم کا مرتکب ہوگا اسے ضرور سزا بھگتنا پڑے گی"۔

مَا نَحْنُ لَا نَحْنُ مِنْ اِثْمٍ مُجَاهَرَةً　　وَ لَا مَلُوْمٌ وَ لَا فِي الْغُرْمِ مَخْذُوْلُ

"ہم لوگ نہ تو کھلے بندوں گناہ کرنے والے ہیں، نہ ہمیں ملامت کی جاتی ہے اور نہ ہم سے اس طرح تاوان لیا جاتا ہے کہ ہمارا کوئی مددگار نہ ہو"۔

علمبرداروں کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے احد کے روز علمبرداروں کی تعداد بیان کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ سب سے بہترین اشعار ہیں۔

مَنَعَ النَّوْمَ بِالْعِشَاءِ الْهُمُوْمُ　　وَ خَيَالٌ اِذَا تَغُوْرُ النُّجُوْمُ

"عشاء کے وقت جب ستارے غروب ہو رہے تھے تو اس حبیب کے فکر و خیال نے نیند

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے سب سے عمدہ اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا۔ قَالَ ابْنُ هِشَامٍ هٰذِهٖ اَجْوَدُ مَا قَالَ۔ "علامہ ابن ہشام نے کہا یہ آپ کے سب سے عمدہ اشعار ہیں۔ یہ وہ قصیدہ ہے جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے رات کو کہا اور اپنی قوم کو ندا دیتے ہوئے کہا کہ میں ابوالحسام ہوں، میں ابوالولید ہوں۔ یہ دونوں آپ کی کنیتیں ہیں، پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ دن چڑھنے سے پہلے پہلے آپ سے اس قصیدہ

Marfat.com

روک دی"۔

مِنْ حَبِيْبٍ اَضَافَ قَلْبَكَ مِنْهُ سَقَمٌ فَهُوَ دَاخِلٌ مَكْتُوْمُ

"جس کی بیماری تیرے دل میں اتر گئی۔ پس وہ بیماری اس میں داخل ہے اور مخفی ہے"۔

يَا لَقَوْمِيْ هَلْ يَقْتُلُ الْمَرْءُ مِثْلِيْ وَاهِنُ الْبَطْشِ وَالْعِظَامِ سَؤُوْمُ

"اے میری قوم! کیا مجھ جیسے آدمی کو ایسا شخص قتل کر سکتا ہے جس کی گرفت اور ہڈیاں کمزور ہوں اور وہ خود افسردہ ہو"۔

لَوْ يَدِبُّ الْحَوْلِيُّ مِنْ وَلَدِ الذَّرِّ عَلَيْهَا لَاَنْدَبَتْهَا الْكُلُوْمُ

"اگر چیونٹی کا چھوٹا بچہ بھی ان پر رینگے تو اس سے بھی ان پر زخموں کے نشان بن جائیں"۔

شَأْنُهَا الْعِطْرُ وَالْفِرَاشُ وَ يَعْلُوْ هَا لُجَيْنٌ وَ لُؤْلُؤٌ مَنْظُوْمُ

"میری محبوبہ کی عادت خوشبو لگانا اور بستر پر لیٹنا ہے اور اس پر چاندی اور موتیوں کے ہار چڑھے ہوئے ہیں"۔

لَمْ تَفُتْهَا شَمْسُ النَّهَارِ بِشَيْءٍ غَيْرَ اَنَّ الشَّبَابَ لَيْسَ يَدُوْمُ

"دن کی دھوپ نے اس کی کسی چیز کو ضائع نہ کیا بجز اس کے کہ جوانی کو دوام حاصل نہیں"۔

اِنَّ خَالِيْ خَطِيْبُ جَابِيَةِ الْجَوْلَانِ عِنْدَ النُّعْمَانِ حِيْنَ يَقُوْمُ

"بے شک میرا ماموں مقام جولان (شام میں ایک شہر) کے حوض پر قبیلہ نعمان کے پاس کھڑا ہو کر خطابت کے جوہر دکھاتا ہے"۔

وَ اَنَا الصَّقْرُ عِنْدَ بَابِ ابْنِ سَلْمٰى يَوْمَ نُعْمَانُ فِي الْكُبُوْلِ سَقِيْمُ

"اور میں ابن سلمی کے دروازے پر اس روز شکرے کی مانند تھا جب نعمان بیڑیوں میں کسا ہوا بیمار ہو رہا تھا"۔

وَ اُبَيٌّ وَ وَاقِدٌ اُطْلِقَالِيْ يَوْمَ رَاحَا وَ كَبْلُهُمْ مَخْطُوْمُ

کو روایت کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی روکنے والا اسے روک دے۔ اس قصیدہ میں آپ نے ابن زبعری پر اپنے ان بلند مقامات کی وجہ سے فخر کیا ہے جو آپ کو ملوکِ شام کے درباروں میں حاصل تھے جو ملوکِ شام جفنہ کی اولاد میں سے تھے۔ شام سے آپ نے اپنی قوم کے چند قیدیوں کو رہا کرایا تھا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آل جفنہ میں سے نعمان بن غسانی کے پاس خالد کے مقام کا ذکر کیا ہے۔ یہ نعمان بن منذر نہیں، آپ نے اس بارے میں فرمایا:

Marfat.com

''اور ابی اور واقد کو میری خاطر اس روز رہا کر دیا گیا جب وہ وہاں گئے اور ان کی بیڑیاں توڑ دی گئی تھیں''۔

وَ رَهَنْتُ الْيَدَيْنِ عَنْهُمْ جَمِيعًا كُلُّ كَفٍّ جُزْءٌ لَهَا مَقْسُوْمُ

''اور ان سب کی جانب سے میں نے اپنے دونوں ہاتھ رہن رکھ دیے اور ہر ہاتھ کو اس کا حصہ تقسیم کر کے دے دیا گیا''۔

وَسَطَتْ نِسْبَتِيْ الذَّوَائِبَ مِنْهُمْ كُلُّ دَارٍ فِيْهَا اَبٌ لِيْ عَظِيْمُ

''ان لوگوں میں تمام عالی مرتبہ لوگوں سے میری نسبت قائم ہے اور ان کے ہر گھر میں میرا کوئی نہ کوئی عظیم جد امجد موجود ہے''۔

وَ اَبِيْ فِيْ سُمَيْحَةِ الْقَائِلُ الْفَاصِلُ يَوْمَ الْتَقَتْ عَلَيْهِ الْخُصُوْمُ

''اور میرا باپ سمیحہ کے مقام پر فیصلہ کن بات کہنے والا ہوتا جب اس کے پاس جھگڑے آتے تھے''۔

تِلْكَ اَفْعَالُنَا وَ فِعْلُ الزِّبَعْرٰى خَامِلٌ فِيْ صَدِيْقِهٖ مَذْمُوْمُ

''یہ ہمارے کارنامے ہیں اور زبعری کا عمل بے قدر ہے اور اس کی مذمت اس کے دوستوں میں ہوتی ہے''۔

رُبَّ حِلْمٍ اَضَاعَهٗ عَدَمُ الْمَا لِ وَ جَهْلٍ غَطَّا عَلَيْهِ النَّعِيْمُ

''بعض بردباریاں ایسی ہیں جنہیں مال کے فقدان نے ضائع کر دیا اور بعض جہالتیں ایسی ہیں جن پر خوش حالی نے پردہ ڈال دیا''۔

اِنَّ دَهْرًا يَبُوْرُ فِيْهِ ذَوُو الْعِلْمِ لَدَهْرٌ هُوَ الْعَتُوُّ الزَّنِيْمُ

''بے شک جس زمانہ میں اصحابِ علم ہلاک ہو جائیں وہی زمانہ سرکش اور بدعمل ہے''۔

لَا تَسُبَّنَّنِيْ فَلَسْتَ بِسِبِّيْ اِنَّ سَبِّيْ مِنَ الرِّجَالِ الْكَرِيْمُ

رُبَّ حِلْمٍ اَضَاعَهٗ عَدَمُ الْمَالِ وَ جَهْلٍ غَطَا عَلَيْهِ النَّعِيْمُ

یونس بن حبیب نے غطا کو طاء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ شیخ کے حاشیہ میں یونس کی روایت اسی طرح مذکور ہے۔ غطا کا معنی ہے بلند ہونا، چڑھنا۔ قتیبی کا شعر ہے:

وَ مِنْ تَعَاجِيْبِ خَلْقِ اللّٰهِ غَاطِيَةٌ يُعْصَرُ مِنْهَا مُلَاحِيٌّ وَ غِرْبِيْبُ

''اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے عجائبات میں سے ایک انگور کی بیل ہے جس سے سفید لمبے اور سیاہ انگور

Marfat.com

"(اے ابن زبعری) تو مجھے گالیاں نہ دے کیونکہ گالیاں دینے میں تو میرا مدمقابل نہیں، میرا مدمقابل تو وہ آدمی ہے جو (مجھ جیسا) شریف زادہ ہو"۔

مَا اُبَالِیْ اَنَبَّ بِالْحَزْنِ تَیْسٌ اَمْ لَحَانِیْ بِظَهْرِ غَیْبٍ لَئِیْمُ

"مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آیا ٹیلے پر بیٹھ کر کوئی مینڈھا چلایا یا کسی کمینے نے پیٹھ پیچھے مجھے گالی دی"۔

وَلِیَ الْبَاْسَ مِنْکُمْ اِذْ رَحَلْتُمْ اُسْرَةٌ مِنْ بَنِیْ قُصَیٍّ صَمِیْمُ

"جب تم نے (جنگ کے ارادے سے) کوچ کیا تو اسی وقت بنی قصی کے ایک خالص النسل خاندان نے تمہیں دشواری اور ہولناکی کا والی بنا دیا تھا"۔

تِسْعَةٌ تَحْمِلُ اللِّوَاءَ وَ طَارَتْ فِیْ رِعَاعٍ مِنَ الْقَنَا مَخْزُوْمُ

"وہ نو علمبردار جو لہراتا ہوا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے انہیں چھوٹے نیزوں سے نکیل ڈال دی گئی تھی"۔

وَ اَقَامُوْا حَتّٰی اُبِیْحُوْا جَمِیْعًا فِیْ مَقَامٍ وَ کُلُّهُمْ مَذْمُوْمُ

"اور وہ وہاں آ کر ٹھہرے ہی تھے کہ اسی مقام پر ان سب کو مباح بنا لیا گیا اور وہ سب کے سب قابل مذمت تھے"۔

بِدَمٍ عَانِكٍ وَ كَانَ حِفَاظًا اَنْ یُقِیْمُوْا اِنَّ الْكَرِیْمَ كَرِیْمُ

"سرخ خون کے ساتھ (مباح بنا لیا گیا) اور ان کا وہاں آ کر ٹھہرنا باعث غیظ و غضب تھا، بے شک شریف شریف ہی ہوتا ہے"۔

وَ اَقَامُوْا حَتّٰی اُزِیْرُوْا شَعُوْبًا وَالْقَنَا فِیْ نُحُوْرِهِمْ مَحْطُوْمُ

"اور وہ وہاں آ کر ٹھہرے ہی تھے کہ انہیں موت کی زیارت کرا دی گئی دراں حالیکہ نیزے ان کے سینوں میں توڑے جا رہے تھے"۔

نکلتے ہیں"۔

مُلَاحِیْ لام کی تخفیف کے ساتھ ہے اور لام کی تشدید کے ساتھ مُلَّاحِیْ بھی کہا گیا ہے جیسے شاعر کا قول ہے کَعُنْقُوْدِ مُلَّاحِیَّةٍ حِیْنَ نَوَّرَا۔ "سفید لمبے انگوروں کی طرح جب وہ شگوفے نکالے"۔

ابوحنیفہ نے کہا: جس نے تشدید کے ساتھ مُلَّاحِیَّة کہا ہے اس نے اسے اَلْمُلَّاح کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اَلْمُلَّاح پیلو کے درخت کے پھل کو کہتے ہیں جو کہ نمکین ہوتا ہے اور کہا کہ اَلْغِرْبِیْب انگوروں کی

Marfat.com

وَ قُرَيْشٌ تَفِرُّ مِنَّا لِوَاذًا اَنْ يُقِيْمُوْا وَ خَفَّ مِنْهَا الْحُلُوْمُ

''اور قریش کی حالت یہ تھی کہ وہ پناہ گاہ ڈھونڈنے کے لئے ہم سے دور بھاگے جا رہے تھے تا کہ وہ اس میں ٹھہر سکیں اور وہ اس قدر بدحواس ہو چکے تھے۔

لَمْ تُطِقْ حَمْلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ اِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ

کہ ان کی گردنوں میں اس جھنڈے کو اٹھانے کی طاقت ہی نہ رہی، اب جھنڈے کو تو ستارے (عورتیں) اٹھا رہے ہیں''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ قصیدہ مَنَعَ النَّوْمَ بِالْعِشَاءِ الْهُمُوْمُ رات کو کہا۔ پھر آپ نے اپنی قوم کو بلا کر ان سے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ صبح ہونے سے پہلے مجھے موت آ جائے تو تم یہ قصیدہ مجھ سے روایت نہ کر سکو۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: مجھے ابو عبیدہ نے حجاج بن علاط السلمی کے مندرجہ ذیل اشعار سنائے جن میں وہ امیر المومنین حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتا ہے اور اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ آپ نے احد کے روز مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ بن

ایک قسم کا نام ہے یہ صفت نہیں۔ حضرت مؤلف نے کہا جب یہ بات ثابت ہو گئی تو شاید اس سے آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ (فاطر) ''اور بعض جسے سخت سیاہ'' کا معنی سمجھ گئے ہوں گے کہ یہاں غرابیب (سیاہ) الجدد (پہاڑوں کے ٹکڑے) کی صفت بن رہا ہے اور سُوْدٌ میرے نزدیک اس کا بدل ہے نہ کہ صفت۔ اس آیت کی شرح اس شخص کو ہی مکمل سمجھ آ سکتی ہے جس نے اس کے مقام سے اسے ملاحظہ کیا ہو۔ تو ابو حنیفہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اَلْغِرْبِيْبُ کا لفظ جب مطلق بولا جائے اور اس کے ساتھ کسی موصوف کو مقید نہ کیا گیا ہو تو اس سے مراد انگوروں کی وہ خاص قسم ہوتی ہے جسے یہ نام دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی صواب اور فہم کتاب کی توفیق دینے والا ہے۔

شاعر نے اس قصیدہ میں بنی عبدالدار کے علمبرداروں کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ انہیں جھنڈے کے اردگرد بچھاڑ دیا گیا یہاں تک کہ اسے ان کی ایک عورت نے تھام لیا۔ وہ عورت عمرہ بنت علقمہ تھی۔ اسی وجہ سے شاعر نے کہا:

لَمْ تُطِقْ حَمْلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ اِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ

''ان کی گردنوں میں اس جھنڈے کو اٹھانے کی طاقت ہی نہ رہی، اب جھنڈے کو تو ستارے (عورتیں) اٹھا رہے ہیں''۔

Marfat.com

عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کو قتل کیا:

لِلّٰهِ اَیُّ مُذَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ اَعْنِی ابْنَ فَاطِمَةَ الْمُعِمَّ الْمُخْوِلَا

"خدارا مجھے بتاؤ کہ عزت وحرمت کا دفاع کرنے والا کون ہے؟ میری مراد فاطمہ (بنت اسد) کے بیٹے (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) ہیں جو شریف چچاؤں اور شریف ماموؤں والے ہیں"۔

ابن علاط کے اشعار

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں حجاج بن علاط کے اشعار میں ہے:

لِلّٰهِ اَیُّ مُذَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ

اصل ابوالولید کے حاشیہ میں شیخ ابو بحر نے اس شعر پر جو حاشیہ تحریر کیا ہے اس میں میں نے دیکھا کہ ابراہیم نے کہا اَیَّ منصوب ہے کیونکہ اَیَّ ممدوح ہے اور ممدوح کو اَیَّ کی حالت میں نصب دی جاتی ہے لیکن ابن ہشام نے اَیٌّ کو رفع دیا ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا: اَیَّ کو جو ممدوح ہونے کی بناء پر نصب کے ساتھ ذکر کیا گیا یہ تو اس صورت میں درست ہو سکتا ہے جب اس سے پہلے مبتدا محذوف کو مقدر مانا جائے۔ گویا شاعر نے یوں کہا لِلّٰهِ اَنْتَ کیونکہ اَیَّ کو مدح کی بناء نصب صرف جملہ تامہ کے بعد ہی دی جاسکتی ہے لیکن اَیٌّ کو اس بناء پر رفع دینا کہ اس کی خبر لِلّٰهِ ہے تو یہ قبیح ہے کیونکہ اگر یہ خبر ہو تو اس کی اصل استفہام ہے جسے صدر کلام لازم ہے جیسا کہ کَمْ میں ہوتا ہے خواہ وہ خبریہ ہو یا استفہامیہ۔ تو اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہے لِلّٰهِ دَرُّهٗ اَیُّ مُذَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ هُوَ۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہ کہنا قبیح ہے: جَاءَنِیْ اَیُّ فَتًی۔ لیکن اگر آپ اسے ایسا وصف بنائیں جو اپنے ماقبل پر جاری ہو اور یوں کہیں جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَیُّ رَجُلٍ تو یہ جائز ہوگا کیونکہ جب یہ وصف ہو تو اس کے ساتھ لفظی عوامل لاحق نہیں ہوتے۔ گویا یہ اپنے اصل سے نہیں نکلا کیونکہ مبتدا کے ساتھ لفظی عوامل لاحق نہیں ہوتے۔

شاعر کا قول ہے: اَخْوَلَ اَخْوَلَا یعنی متفرق طور پر۔ بعض نسخوں میں ابن ہشام کے قول سے اس کی تفسیر یہ واقع ہوئی کہ یہ لفظ اصل میں اَلْخَال سے ماخوذ ہے جس کا معنی خود پسندی اور تکبر ہے۔ آپ کہتے ہیں فُلَانٌ اَخْوَلُ مِنْ فُلَانٍ۔ یعنی تکبر اور خود پسندی میں فلاں فلاں سے بڑھ کر ہے اور عرب کے اس قول اِذَا جَاءَ الْقَوْمُ اَخْوَلَ اَخْوَلَا کا یہ معنی ہے کہ ان میں سے ہر ایک بذاتِ خود انفرادی طور پر آیا اور تکبر کی وجہ سے اس کو یہ بات ناگوار گزری کہ وہ کسی غیر کا تابع بن کر آئے۔ تو جب بھی آپ نے ان میں ایک کو دیکھا تو آپ نے کہا هٰذَا اَخْوَلُ مِنَ الْاٰخَرِ کہ یہ دوسرے سے متکبر ہے، یہ اس کی

Marfat.com

سَبَقَتْ يَدَاكَ لَهُ بِعَاجِلِ طَعْنَةٍ تَرَكَتْ طُلَيْحَةَ لِلْجَبِيْنِ مُجَدَّلَا

"(اے علی!) آپ کے دونوں ہاتھ ایسی تیز نیزہ بازی کے ساتھ طلحہ سے سبقت لے گئے جس نے طلحہ کو پیشانی کے بل پچھاڑا ہوا چھوڑ دیا"۔

وَ شَدَدْتَ شَدَّةَ بَاسِلٍ فَكَشَفْتَهُمْ بِالْجَرِّ اِذْ يَهْوُوْنَ اَخْوَلَ اَخْوَلَا

"اور آپ نے ایک بہادر اور جرأت مند آدمی کی طرح سخت حملہ کر کے کفار کو پہاڑ کے دامن میں اس طرح بکھیر کر رکھ دیا کہ وہ یکے بعد دیگرے گرتے ہی چلے گئے"۔

شہدائے احد کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحابِ رسول اللہ ﷺ جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے، کا مرثیہ کہتے ہیں:

يَا مَىُّ قُوْمِىْ فَانْدُبِىْ بِسُحَيْرَةٍ شَجْوَ النَّوَائِحِ

"اے میری ماں! اٹھ کھڑی ہو اور مقام سحیرہ پر نوحہ کرنے والیوں کے غم واندوہ کی طرح فریادوں سے لبریز نوحہ کر"۔

كَالْحَامِلَاتِ الْوِقْرَ بِالثِّقْلِ الْمُلِحَّاتِ الدَّوَالِحِ

"ان عورتوں کی طرح (نوحہ کر) جو بوجھ اور بہت بھاری بوجھ کو پوری ثابت قدمی کے ساتھ

اصل ہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہوا یہاں تک کہ اسے یکے بعد دیگرے آنے میں ضرب المثل کے طور پر استعمال کیا جانے لگا اگرچہ وہاں تکبر اور خود پسندی نام کی کوئی چیز بھی نہ ہو اور اَخْوَل کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تَخَوَّلْتُ بِالْمَوْعِظَةِ یا اس جیسے کسی جملہ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی کو وقفے وقفے سے نصیحت کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا یعنی "رسول اللہ ﷺ ہمیں وقفے وقفے سے پند ونصائح فرماتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ حائیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ حائی میں کہا:

كَالْحَامِلَاتِ الْوِقْرَ بِالثِّقْلِ الْمُلِحَّاتِ الدَّوَالِحِ

الدوالح دالحة کی جمع ہے، اس کا معنی ہے وزنی چیز۔ اسی طرح پانی سے لبریز بادلوں کو

Marfat.com

اٹھائے ہوئے ہیں"۔

اَلْمُعْوِلَاتِ الْخَامِشَا تِ وُجُوْهَ حُرَّاتٍ صَحَائِحْ

"جو عورتیں اپنے آزاد اور شریف عورتوں والے چہروں کو نوچ نوچ کر با آواز بلند نوحہ کر رہی ہیں"۔

وَ كَاَنَّ سَيْلَ دُمُوْعِهَا الْاَنْصَابُ تُخْضَبُ بِالذَّبَائِحْ

"اور ان کے آنسوؤں کا سیلاب گویا وہ سنگ انصاب ہے جسے ذبح کیے ہوئے جانوروں کے خون کے ساتھ رنگا جاتا ہے"۔

يَنْقُضْنَ اَشْعَارًا لَهُنَّ هُنَاكَ بَادِيَةَ الْمَسَائِحْ

وہ نوحہ کناں عورتیں وہاں اپنے بال کھولے ہوئے ہیں اور ان کی زلفیں صاف نظر آ رہی ہیں

وَ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ بِالضُّحٰى شُمْسٍ رَوَامِحْ

"وہ زلفیں دن کی روشنی میں ان گھوڑوں کی دموں کی مانند ہیں جو چاروں پاؤں چلا کر بدک رہے ہوں"۔

مِنْ بَيْنِ مَشْزُوْرٍ وَ مَجْزُوْزٍ يُذَعْذَعُ بِالْبَوَارِحْ

"کچھ زلفیں بٹی ہوئی ہیں اور کچھ کٹی ہوئی ہیں جو شدید ہوا کے جھونکوں میں بکھر رہی ہیں"۔

يَبْكِيْنَ شَجْوًا مُسْلَبَاتٍ كَدَّحَتْهُنَّ الْكَوَادِحْ

"وہ عورتیں ماتمی لباس پہنے غم واندوہ سے رو رہی تھیں، انہیں حوادثِ زمانہ نے بالکل افسردہ

بھی الدُّلُوح کہتے ہیں۔ اس قصیدہ میں یہ شعر ہے:

يَنْقُضْنَ اَشْعَارًا لَهُنَّ هُنَاكَ بَادِيَةَ الْمَسَائِحْ

المسائح مَسِيْحَة کی جمع ہے، یہ ان بالوں کو کہتے ہیں جن میں تیل یا کوئی اور چیز لگا کر کنگھی کی گئی ہو، اور چاندی کے ٹکڑے کو بھی مَسِيْحَة کہتے ہیں اور مَسِيْحَة کا معنی گھوڑا بھی ہے۔

شاعر کا قول ہے: مِنْ بَيْنِ مَشْزُوْرٍ مشزور کا معنی ہے بکھرا ہوا۔ کہا جاتا ہے: شَزَرْتُ الْمِلْحَ یعنی میں نے نمک کو بکھیر دیا اور اَلْمَجْلُ زخم کی طرح کا نشان ہے (یعنی آبلے)۔ آپ کہتے ہیں مَجِلَتْ يَدَيَّ مِنَ الْعَمَلِ "کام کرنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے ہیں"۔

شاعر کا قول ہے: نُشَايِحُ یعنی ہم چوکس ہوتے ہیں جیسا کہ ایک اور شاعر کا قول ہے: وَ شَحَّتْ قَبْلَ الْيَوْمِ اِنَّكَ شِيَحٌ تو آج سے قبل چوکس تھا، بے شک تو محتاط اور چوکس ہے"۔

Marfat.com

کردیا ہے"۔

وَ لَقَدْ اَصَابَ قُلُوْبَھَا مَجْلٌ لَهٗ جُلَبٌ قَوَادِحُ

"اوران کے دلوں پر ایسے زخم لگے ہیں جن کے چھلکے بے حد تکلیف دہ ہیں۔

اِذْ قَصَدَ الْحِدْثَانُ مَنْ كُنَّا نُرَجِّيْ اِذْ نُشَايِحُ

"یہ زخم اس وقت لگے جب حوادثِ زمانہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے جن سے ہم اس وقت امید رکھتے تھے جب ہمیں خوف ہوتا"۔

اَصْحَابَ اُحُدٍ غَالَهُمْ دَهْرٌ ، اَلَمَّ لَهٗ جَوَارِحُ

یعنی اصحاب احد جنہیں اس زمانے نے ہلاک کردیا جو اپنے سخت پنجوں کے ساتھ ان پر اترا

مَنْ كَانَ فَارِسَنَا وَ حَامِيَنَا اِذَا بُعِثَ الْمَسَالِحُ

(اس زمانے نے اس شخص کو ہلاک کردیا) جو ہمارا شہسوار تھا اور ایسے نازک وقت میں ہمارا محافظ تھا جب مسلح ہراول دستوں کو بھیجا جاتا ہے۔

يَا حَمْزَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَنْسَاكَ مَا صُرَّ اللَّقَائِحُ

"اے حمزہ! نہیں، بخدا! میں تجھے اس وقت تک نہیں بھولوں گا جب تک دودھ والی اونٹنیوں کے تھنوں (سے دودھ دوہنے کے لئے ان) کو باندھا جاتا رہے گا"۔

لِمُنَاخِ اَيْتَامٍ وَ اَضْيَافٍ وَ اَرْمَلَةٍ تُلَامِحُ

"یتیموں، مہمانوں اور نیچی نگاہوں سے دیکھنے والی بیوہ عورتوں کے مقام پر"۔

وَ لِمَا يَنُوْبُ الدَّهْرُ فِيْ حَرْبٍ لِحَرْبٍ وَهِيَ لَاقِحُ

"اور اس مصیبت کے لئے (یہ اونٹنیاں دوہی جاتی رہیں گی) جو زمانہ ایک جنگ میں دوسری جنگ کے لئے لاتا ہے اور جنگ کے شرارے اڑتے ہی رہتے ہیں"۔

يَا فَارِسًا يَا مِدْرَهًا يَا حَمْزَ قَدْ كُنْتَ الْمُصَامِحُ

شاعر کا قول ہے: قَدْ كُنْتَ الْمُصَامِحُ۔ شیخ کے حاشیہ میں ایک اور روایت میں فاء کے ساتھ اَلْمُصَافِحُ ہے۔ جہاں تک میم کے ساتھ اَلْمُصَامِحُ کا تعلق ہے تو ممکن ہے یہ صَمَحْتُ الشَّیْءَ سے مشتق ہو۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز کو پگھلائیں۔ یہ صاحب العین کا قول ہے، انہوں نے کہا اَلصَّمَحْمَحُ اس مرد کو کہتے ہیں جس کے پٹھے مضبوط ہوں اور اس کی عمر تیس اور چالیس سال کے درمیان ہو۔ اور ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اَلصُّمَاحُ بدبودار ہوا کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

''اے شہسوار! اے زبان اور ہاتھ سے قوم کی مدافعت کرنے والے، اے حمزہ! تم ہی تھے جو دفاع کرنے والے تھے

عَنَّا شَدِيْدَاتِ الْخُطُوْ بِ اِذَا يَنُوْبُ لَهُنَّ فَادِحُ

ہماری طرف سے سخت سے سخت مصائب کے مقابلے میں اس وقت جب ان مصائب میں سے بارِ گراں ڈالنے والی مصیبت پیش آتی ہے''۔

ذَكَّرْتَنِيْ اَسَدَ الرَّسُوْ لِ وَ ذَاكَ مِدْرَهُنَا الْمُنَافِحُ

''(اے شاعر!) تو نے مجھے رسول کریم ﷺ کے شیر کی یاد دلا دی اور وہ ہر وقت دفاع کرنے والے تھے

عَنَّا وَ كَانَ يُعَدُّ اِذْ عُدَّ الشَّرِيْفُوْنَ الْجَحَاجِحُ

ہم سب کا اور اس وقت ان کا بھی شمار کیا جاتا جب بڑے بڑے شریف سرداروں کا شمار کیا جاتا''۔

يَعْلُوْ الْقَمَاقِمَ جَهْرَةً سَبْطَ الْيَدَيْنِ اَغَرَّ وَاضِحُ

''آپ ڈنکے کی چوٹ پر بڑے بڑے سرداروں پر غالب آجاتے جبکہ آپ دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرنے والے، کشادہ اور روشن چہرے والے تھے''۔

لَا طَائِشٌ رَعِشٌ وَّ لَا ذُوْ عِلَّةٍ بِالْحَمْلِ آنِحُ

''آپ نہ اوچھے اور جلد باز تھے اور نہ آپ میں کوئی ایسی بیماری تھی کہ بوجھ اٹھاتے وقت سینے سے اونٹ کی طرح آواز نکلنے لگے''۔

بَحْرٌ فَلَيْسَ يُغِبُّ جَارًا مِّنْهُ سَيْبٌ اَوْ مَنَاوِحُ

''آپ فیاضی کا ایک ایسا سمندر تھے کہ آپ کے پڑوسی کو آپ کی طرف سے ملنے والی عطاؤں اور سہولتوں میں ناغہ نہیں ہوتا تھا''۔

اَوْدٰى شَبَابُ اُولِى الْحَفَا ئِظِ وَالثَّقِيْلُوْنَ الْمَرَاجِحُ

''غیرت وحمیت اور غیظ وغضب والوں کی جوانی ہلاک ہوگئی اور بھاری بھرکم اور دوسروں

شاعر کا قول ہے: سَيْبٌ اَوْ مَنَاوِحُ۔ ممکن ہے یہ مَنْدُوْحَة کی جمع ہو جس کا معنی ہے اَلسَّعَةُ (سہولت)۔ قیاس یہ تھا کہ یاء کے ساتھ مَنَادِيْحُ ہوتا لیکن ضرورت کی بناء پر یاء کو حذف کر دیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ میم کے ضمہ کے ساتھ مُفَاعِل کے وزن پر النَّدْح سے مشتق ہو، اس صورت

Marfat.com

سے بڑھ کر بردباری کرنے والے لوگ بھی ہلاک ہو گئے"۔

اَلْمُطْعِمُوْنَ اِذَا الْمَشَا تِيُ مَا يُصَفِّقُهُنَّ نَاضِحُ

"اور وہ لوگ (ہلاک ہو گئے) جو ایسے وقت میں کھلاتے تھے جب ایک بھوکا شخص اپنی بکریوں سے دن میں ایک مرتبہ دودھ دوہتا تھا (جو اس کی ضرورت پوری نہ کرتا)

لَحْمَ الْجِلَادِ وَ فَوْقَهُ مِنْ شَحْمِهِ شُطَبٌ شَرَائِحُ

طاقتور اونٹوں کا گوشت (کھلاتے تھے) جس کے اوپر ان کی کوہان کی چربی کے لمبے لمبے ٹکڑے واضح نظر آتے تھے"۔

لِيُدَافِعُوْا عَنْ جَارِهِمْ مَا رَامَ ذُوالضِّغْنِ الْمُكَاشِحُ

"اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کا ان تکلیفوں سے دفاع کر سکیں جن کا ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والے کینہ ور لوگ ارادہ کرتے تھے"۔

لَهْفِيْ لِشُبَّانٍ رُزِئْنَاهُمْ كَأَنَّهُمُ الْمَصَابِحُ

"مجھے ان نوجوانوں کا افسوس ہے جن سے ہم جدا ہوئے۔ وہ نوجوان ہمارے لئے چراغوں کی مانند تھے"۔

شُمٌّ بَطَارِقَةٌ غَطَارِفٌ خَضَارِمَةٌ مَسَامِحُ

"وہ نوجوان باعزت، سردار، رئیس، سخی اور حد درجہ فیاض تھے"۔

اَلْمُشْتَرُوْنَ الْحَمْدَ بِالْاَمْوَالِ اِنَّ الْحَمْدَ رَابِحُ

"جو اپنے اموال کی بخشش کے ذریعے تعریف و توصیف خریدنے والے تھے، بے شک

میں معنی ہوگا: مُكَاثِرٌ (کثرت میں غالب آنے والا)۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ النَّدْح سے میم کے فتحہ کے ساتھ مشتق ہو۔ اس صورت میں یہ مَنْدَحَة کی جمع ہوگی۔ یہ مفعلة کے وزن پر (مصدر میمی) ہے جس کا معنی ہے کثرت اور سہولت۔ جہاں تک عربوں کے اس قول کا تعلق ہے اَنَا فِي مَنْدُوحَةٍ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ (میں اس معاملہ میں آزاد ہوں) تو یہ بھی النَّدْح سے اسم مفعول کا وزن ہے۔ ابو عبید کو وہم ہوا ہے جو انہوں نے اسے اِنْدَاحَ بَطْنُهُ سے مشتق مانا ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کا پیٹ پھول کر بڑا ہو جائے۔ حالانکہ مَنْدُوحَة میں نون اصلی ہے اور اِنْدَاحَ میں زائد ہے کیونکہ وہ اِنْفَعَلَ کے وزن پر ہے اور اِنْدَاحَ میں الف اصلی ہے جو کہ واؤ کا بدل ہے، گویا وہ بڑے زخم والا ہے اور مندوحہ میں میم زائد ہے اور دال فعل کا عین کلمہ ہے جبکہ انداح میں دال فعل کا فاء کلمہ ہے۔ اسی وجہ

Marfat.com

تعریف کا سودا بڑا نفع بخش ہے"۔

وَالْجَازِمُوْنَ بِلُجْمِهِمْ يَوْمًا إِذَا مَا صَاحَ صَائِحُ

"اور وہ اپنے گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر اس دن میدانِ جنگ میں کود جانے والے تھے جب کوئی پکارنے والا مدد کے لئے پکارے"۔

مَنْ كَانَ يُرْمٰى بِالنَّوَا قِرِ مِنْ زَمَانٍ غَيْرِ صَالِحُ

"غیر صالح زمانے کی طرف سے جس شخص پر حوادث کے تیر برسائے گئے

مَا إِنْ تَزَالُ رِكَابُهٗ يَرْسِمْنَ فِيْ غُبْرٍ صَحَاصِحُ

اس کے اونٹ غبار آلود چٹیل میدان میں مسلسل تیز رفتاری سے چلتے رہتے"۔

رَاحَتْ تَبَارٰى وَهْوَ فِيْ رَكْبٍ صُدُوْرُهُمْ رَوَاشِحُ

"وہ شخص ایسے اونٹوں کے درمیان ہوتا جن کے سینے پسینے میں شرابور ہوتے، ایسی حالت میں اس کے اونٹ مقابلہ میں لگے رہتے"۔

حَتّٰى تَئُوْبَ لَهُ الْمَعَا لِيْ لَيْسَ مِنْ فَوْزِ السَّفَائِحُ

"یہاں تک کہ اس کے حصے میں وہ بلند رتبے آجاتے جن کا سبب جوئے کے منحوس تیروں کی کامیابی نہیں ہوتی تھی"۔

يَا حَمْزَ قَدْ أَوْحَدْتَنِيْ كَالْعُوْدِ شَذَّبَهُ الْكَوَافِحُ

"اے حمزہ! تم نے مجھے اس لکڑی کی مانند اکیلا چھوڑ دیا ہے جس کی کاٹنے والوں نے شاخ تراشی کر دی ہو"۔

أَشْكُوْ إِلَيْكَ وَفَوْقَكَ التُّرْبُ الْمُكَوَّرُ وَالصَّفَائِحُ

"میں تم سے شکوہ کر رہا ہوں حالانکہ تمہارے اوپر تہ بہ تہ مٹی اور چوڑے پتھر پڑے ہیں"۔

مِنْ جَنْدَلٍ نُلْقِيْهِ فَوْ قَكَ إِذْ أَجَادَ الضَّرْحَ ضَارِحُ

"یعنی وہ پتھر پڑے ہیں جو ہم نے تمہارے اوپر اس وقت ڈالے تھے جب کھودنے والے

ے خطابی نے کہا: ابن قتیبہ پر تعجب ہے، وہ ابو عبید کی ایسی فحش غلطیوں سے صرف نظر کر جاتے ہیں اور جو غلطیاں اتنے حرج کا باعث نہیں ہوتیں ان کا بڑی سختی سے رد کرتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: خِضَارِمَة۔ یہ خِضْرَم کی جمع ہے جس کا معنی ہے کثیر العطاء شخص۔

شاعر کا قول ہے: يَرْسِمْنَ یہ الرَّسِيْمُ فِي السَّيْرِ سے مشتق ہے یعنی تیز چلنا اور الصَّحَاصِحُ

Marfat.com

نے عمدہ قبر کھودی"۔

فِیْ وَاسِعٍ یَحْثُوْنَهٗ بِالتُّرْبِ سَوَّتَهٗ الْمَمَاسِحُ

"اس وسیع قبر میں (تمہیں دفن کر دیا گیا) جس کے اوپر لوگ مٹی ڈال رہے ہیں جسے کسیوں نے برابر کر دیا"۔

فَعَزَاؤُنَا اَنَّا نَقُوْ لُ وَ قَوْلُنَا بَرْحٌ بَوَادِحُ

"پس ہماری تعزیت یہی ہے کہ ہم کہتے ہیں حالانکہ ہماری بات دلوں کو دردمند کر دینے والی ہے

مَنْ کَانَ اَمْسٰی وَهُوَ عَمَّا اَوْقَعَ الْحِدْثَانُ جَانِحُ

"کہ حادثات نے جو واقعات رونما کیے ہیں ان سے پہلو تہی کر کے جو شخص شام کے وقت چلا گیا تھا

فَلْیَاتِنَا فَلْتَبْكِ عَیْنَاهُ لِهَلْكَانَا النَّوَافِحُ

اب وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی آنکھیں ہمارے ان مقتولین پر آنسو بہائیں جو ہمارا دفاع کرنے والے تھے

اَلْقَائِلِیْنَ الْفَاعِلِیْنَ ذَوِی السَّمَاحَةِ وَالْمَمَادِحُ

جو جو کچھ کہتے تھے پورا کر کے دکھاتے تھے اور جو جود و سخا والے اور ہر قسم کی قابل تعریف صفات کے مالک تھے"۔

مَنْ لَّا یَزَالُ نَدٰی یَدَیْهٗ لَهٗ طِوَالَ الدَّهْرِ مَائِحُ

جن کے ہاتھوں کی سخاوت طویل زمانہ تک ضرورت مندوں کے دامن بھرتی رہی۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ ہے اور آپ کے یہ اشعار غیر ابن اسحاق سے مروی ہیں: اَلْمُطْعِمُوْنَ اِذَا الْمَشَاتِیَ، اَلْجَامِزُوْنَ بِلُجُمِهِمْ اور مَنْ کَانَ یَرْمِیْ بِالنَّوَاقِرِ۔

صَحْصَحٌ کی جمع ہے، یہ ہموار اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: لَیْسَ مِنْ فَوْذِ السَّفَائِحُ۔ اَلسَّفَائِحُ سَفِیْحَة کی جمع ہے۔ یہ جوالق (اون یا بالوں کی گون) وغیرہ کی مثل ایک چیز ہے۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

أَتَعْرِفُ الدَّارَ عَفَا رَسْمُهَا بَعْدَكَ صَوْبُ الْمُسْبِلِ الْهَاطِلِ

"کیا تم اس گھر کو پہچانتے ہو جس کے نشانات تمہارے بعد لگاتار اور موسلا دھار برسنے والی بارش نے مٹا دیے ہیں؟"

بَيْنَ السَّرَادِيحِ فَأُدْمَانَةٍ فَمَدْفَعِ الرَّوْحَاءِ فِي حَائِلِ

"جو گھر مقام ادمانہ اور حائل پہاڑ میں مقامِ روحاء کے پانی کے جمع ہونے کی جگہ کے درمیان واقع وادیوں میں تھا"۔

سَأَلْتُهَا عَنْ ذَاكَ فَاسْتَعْجَمَتْ لَمْ تَدْرِ مَا مَرْجُوعَةُ السَّائِلِ

"میں نے اس گھر سے اس کے (مٹ جانے) کا سبب پوچھا تو وہ گونگا بن گیا، اسے معلوم نہ تھا کہ سوال کرنے والے کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟"

دَعْ عَنْكَ دَارًا قَدْ عَفَا رَسْمُهَا وَابْكِ عَلَى حَمْزَةَ ذِي النَّائِلِ

"(اے مخاطب!) اس گھر کا ذکر چھوڑ جس کے نشانات مٹ گئے اور حمزہ پر آنسو بہا جو صاحب عطا تھے"۔

الْمَالِئِ الشِّيزَى إِذَا أَعْصَفَتْ غَبْرَاءُ فِي ذِي الشَّبِمِ الْمَاحِلِ

"جو اس وقت بھی ضرورت مندوں کے کشکول بھرنے والے تھے جب ٹھنڈے پانی والے قحط زدہ موسم (سرما) میں گرد و غبار اڑانے والی ہوائیں تیز اور سخت ہو جاتیں"۔

وَالتَّارِكِ الْقِرْنَ لَدَى لِبْدَةٍ يَعْثُرُ فِي ذِي الْخُرُصِ الذَّابِلِ

"اور جو اپنے مد مقابل کو اس تہ بہ تہ غبار میں چھوڑ دیتے جو پتلے نوک دار نیزوں کے درمیان اڑتا"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ لامیہ میں فرمایا: ذِي الْخُرُصِ الذَّابِلِ۔ اس سے مراد نیزے ہیں اور الخُرُص نیزے کے پھل کو کہتے ہیں، اس کی جمع خُرْصَان آتی ہے۔

Marfat.com

وَاللَّابِسِ الْخَيْلَ اِذَا اَحْجَمَتْ كَاللَّيْثِ فِي غَابَتِهِ الْبَاسِلِ

"اور جب سوار ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے تو آپ انہیں اس شیر کی مانند ہکا بکا کر دیتے جو اپنی خوفناک کچھار میں ہو"۔

اَبْيَضُ فِي الذِّرْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَمْ يَمْرُدُوْنَ الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ

"آپ خاندان بنی ہاشم کے وہ چوٹی کے آدمی تھے جو حق کو چھوڑ کر باطل کے لئے کبھی نہ جھگڑے"۔

مَالَ شَهِيْدًا بَيْنَ اَسْيَافِكُمْ شَلَّتْ يَدَا وَحْشِيِّ مِنْ قَاتِلٍ

"(اے کفار!) آپ تمہاری تلواروں کے درمیان گر کر شہید ہو گئے، آپ کے قاتل وحشی کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں"۔

اَیَّ امْرِیءٍ غَادَرَ فِي اَلِّهِ مَطْرُوْدَةٍ مَارِنَةِ الْعَامِلِ

"اس نے کس شخص کو اعلیٰ قسم کے باریک تیز اور لمبی نوک والے نیزے کا شکار بنایا"۔

اَظْلَمَتِ الْاَرْضُ لِفِقْدَانِهٖ وَاسْوَدَّ نُوْرُ الْقَمَرِ النَّاصِلِ

"اس شخص (حمزہ) کے فقدان سے ساری زمین تاریک ہو گئی اور بادلوں سے نکلنے والے چاند کے نور پر بھی سیاہی چھا گئی"۔

صَلّٰی عَلَیْهِ اللّٰهُ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ مُکْرَمَةِ الدَّاخِلِ

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرما کر اس عالی شان جنت میں داخل فرمائے جس میں داخل ہونے والے کو بہت اکرام و اعزاز بخشا جاتا ہے"۔

بوقت ضرورت علم کی تنوین کو ترک کرنا

اس قصیدہ میں شَلَّتْ يَدَا وَحْشِيِّ مِنْ قَاتِلٍ۔ آپ نے ضرورت کی بناء پر وحشی جو علم تھا کی تنوین کو ترک کر دیا۔ علم اکثر غیر منصرف آتا ہے، یہ بصریوں کے نزدیک ہے لیکن کوفیوں کے نزدیک علم کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ شاعر کبھی کبھی ایک یا دو حرف حذف کر دیتا ہے جیسے علقمہ بن عبیدہ کا شعر ہے:

كَاَنَّ اِبْرِيْقَهُمْ ظَبْيٌ عَلٰى شَرَفٍ مِقَدَّمٌ بِسَبَا الْكَتَّانِ مَلْثُوْمُ

"گویا ان کا چھاگل کسی بلند مکان پر ہرن ہے جو روئی کے بالوں کے گچھے کے ساتھ آگے کی طرف باندھا ہوا ہے"۔

Marfat.com

كُنَّا نَرَى حَمْزَةَ حِرْزًا لَنَا فِيْ كُلِّ أَمْرٍ نَابَنَا نَازِلِ

"ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر نازل ہونے والی ہر مصیبت میں اپنی حفاظت گاہ سمجھتے تھے"۔

وَ كَانَ فِي الْاِسْلَامِ ذَا تُدْرَإٍ يَكْفِيكَ فَقْدَ الْقَاعِدِ الْخَاذِلِ

"اور آپ اسلام میں بڑے حامی اور دفاع کرنے والے تھے جن کا دفاع پیچھے بیٹھ جانے والے اور مدد چھوڑ دینے والے شخص کی کمی کو پورا کر دیتا تھا"۔

لَا تَفْرَحِيْ يَا هِنْدُ وَاسْتَحْلِبِيْ دَمْعًا وَ اَذْرِيْ عَبْرَةَ الثَّاكِلِ

"اے ہند! تو خوشی نہ منا بلکہ آنسوؤں کا دودھ نکال اور بچے کھو دینے والی ماں کی طرح بڑے بڑے آنسو گرا"۔

وَابْكِيْ عَلٰى عُتْبَةَ اِذْ قَطَّهُ بِالسَّيْفِ تَحْتَ الرَّهَجِ الْجَائِلِ

"اور عتبہ پر رو جسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اڑتے ہوئے غبار کے نیچے اپنی تلوار کے ساتھ دو ٹکڑے کر دیا تھا"۔

اِذْ خَرَّ فِيْ مَشْيَخَةٍ مِّنْكُمْ مِنْ كُلِّ عَاتٍ قَلْبُهُ جَاهِلِ

"جب عتبہ تمہارے بڑے بڑے آدمیوں کے درمیان دھڑام سے گرا تھا جن میں ہر آدمی جاہل اور سرکش دل والا تھا"۔

اَرْدَاهُمْ حَمْزَةُ فِيْ اُسْرَةٍ يَمْشُوْنَ تَحْتَ الْحَلَقِ الْفَاضِلِ

"حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان پر اس گروہ میں ہلاکت مسلط کر دی جو زمین سے رگڑتی ہوئی زرہوں میں چل رہے تھے"۔

غَدَاةَ جِبْرِيْلُ وَزِيْرٌ لَهُ نِعْمَ وَزِيْرُ الْفَارِسِ الْحَامِلِ

اس شعر میں لفظ سَبَا اصل میں سَبَائِب ہے اور لبید کا قول ہے:

كَالْحَمَالِيجِ بِاَيْدِي التَّلَامِ

"شاگردوں کے ہاتھوں میں سنار اور لوہار کے منافع کی طرح"۔

اَلتَّلَام اصل میں التَّلَامِيذ ہے۔

ابن سراج نے کوفیوں کے جواب میں کہا ہے کہ تنوین کا اس حذف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ تنوین معنی میں زیادتی پیدا کرتی ہے اور جو چیز معنی میں زیادتی پیدا کرے اسے حذف نہیں کیا جاتا۔

Marfat.com

''یہ اس روز ہوا جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے معاون تھے، اس حملہ آور شہسوار کے یہ کتنے اچھے معاون تھے''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

طَرَقَتْ هُمُوْمُكَ فَالرُّقَادُ مُسَهَّدُ وَ جَزِعْتَ اَنْ سُلِخَ الشَّبَابُ الْاَغْيَدُ

''تیرے غموں نے رات کو دستک دی اور نیند اچاٹ ہو گئی اور تو نے واویلا کیا کہ ناز و نعم والی جوانی چھین لی گئی''۔

وَدَعَتْ فُؤَادَكَ لِلْهَوٰى ضَمْرِيَّةٌ فَهَوَاكَ غَوْرِيٌّ وَّ صَحْوُكَ مُنْجِدُ

''اور ضمر یہ نے تیرے دل کو محبت کی دعوت دی۔ پس تیری محبت پست ہے جبکہ تیرا ہوش میں آ جانا تجھے بلندی تک پہنچانے والا ہے''۔

فَدَعِ التَّمَادِيَ فِي الْغَوَايَةِ سَادِرًا قَدْ كُنْتَ فِي طَلَبِ الْغَوَايَةِ تُفْنَدُ

''اس لئے اے گمراہی میں بھٹکنے والے! یہ غفلت چھوڑ دے تو بے راہ روی کے پیچھے پڑ کر بے وقوف بنایا جاتا رہا ہے''۔

وَ لَقَدْ اَنٰى لَكَ اَنْ تَنَاهٰى طَائِعًا اَوْ تَسْتَفِيْقَ اِذَا نَهَاكَ الْمُرْشِدُ

''اور اب تیرے لئے وقت آ گیا کہ تو اطاعت کر کے باز آ جائے تا کہ تو اس وقت ہوش میں آ جائے جب تجھے ہادی و مرشد کسی بات سے روکیں''۔

وَ لَقَدْ هُدِدْتَ لِفَقْدِ حَمْزَةَ هَدَّةً ظَلَّتْ بَنَاتُ الْجَوْفِ مِنْهَا تُرْعَدُ

''اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کھو کر تو اس حد تک بوڑھا ہو گیا ہے کہ اس بڑھاپے کی وجہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: طَرَقَتْ هُمُوْمُكَ فَالرُّقَادُ مُسَهَّدُ۔ اَلرُّقَادُ مُسَهَّدُ سے مراد سونے والا شخص ہے۔ مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا جو کہ ضمیر مجرور ہے (اصل عبارت یوں تھی اَلرُّقَادُ مُسَهَّدٌ صَاحِبُهٗ)۔ اس طرح ضمیر نائب فاعل بن گئی اور مُسَهَّد میں مستتر ہو گئی۔

Marfat.com

سے بنات شکم (قلب وجگر اور انتڑیاں) کانپنے لگی ہیں''۔

وَ لَوْ اَنَّهٗ فُجِعَتْ حِرَاءُ بِمِثْلِهٖ لَرَاَيْتَ رَاسِىَ صَخْرِهَا يَتَبَدَّدُ

''اور اگر جبل حراء کو بھی اس جیسے صدمے کا دکھ پہنچتا تو تو اس کی مضبوط ترین چٹانوں کو بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھتا''۔

قِرْمٌ تَمَكَّنَ فِىْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ حَيْثُ النُّبُوَّةُ وَالنَّدٰى وَالسُّؤْدَدُ

''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایسے جوانمرد تھے جو بنی ہاشم کے چوٹی کے افراد میں بلند مرتبہ تھے جن میں نبوت، فیاضی اور سرداری کی صفات موجود ہیں''۔

وَالْعَاقِرُ الْكُوْمِ الْجِلَادِ اِذَا غَدَتْ رِيْحٌ يَكَادُ الْمَاءُ مِنْهَا يَجْمُدُ

''اور آپ بڑے کوہان والے طاقتور اونٹوں کو ذبح کر کے اس وقت لوگوں کی مہمان نوازی کرتے تھے جب ایسی سرد ہوا چلتی جس سے پانی جم کر منجمد ہو جاتا''۔

وَالتَّارِكُ الْقِرْنَ الْكَمِىَّ مُجَدَّلًا يَوْمَ الْكَرِيْهَةِ وَالْقَنَا يَتَقَصَّدُ

''اور آپ جنگ کے روز ایسی حالت میں بڑے بڑے بہادر حریفوں کو زمین پر پچھاڑ کر رکھ دیتے تھے جبکہ نیزوں پر نیزے ٹوٹ رہے ہوتے تھے''۔

وَ تَرَاهُ يَرْفُلُ فِى الْحَدِيْدِ كَاَنَّهٗ ذُوْ لِبْدَةٍ شَثْنُ الْبَرَاثِنِ اَرْبَدُ

''اور تو دیکھتا تھا کہ آپ آہنی ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس طرح ناز ونخرے سے چلتے تھے گویا آپ ایک ایسے بھورے رنگ والے شیر ہیں جس کی گردن پر بڑے بڑے بال ہوں اور اس کے پنجے انتہائی سخت ہوں''۔

عَمُّ النَّبِىِّ مُحَمَّدٍ وَ صَفِيُّهٗ وَرَدَ الْحِمَامَ فَطَابَ ذَاكَ الْمَوْرِدُ

''آپ نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کے چچا اور ان کے چیدہ ہیں، آپ نے موت کے گھاٹ کا پانی پی لیا اور یہ گھاٹ آپ کے لئے بہت اچھا ثابت ہوا''۔

وَ اَتَى الْمَنِيَّةَ مُعْلَمًا فِىْ اُسْرَةٍ نَصَرُوا النَّبِىَّ وَ مِنْهُمُ الْمُسْتَشْهَدُ

''اور آپ نشان جنگ لگائے ایک ایسے گروہ میں موت کے پاس آئے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور ان میں سے کچھ شہادت کے متمنی تھے''۔

انہی اشعار میں ہے: وَجِزِعْتَ اَنْ سُلِخَ الشَّبَابُ الْاَغْيَدُ۔ یہ بھی اصل میں اَلْاَغْيَدُ صَاحِبُهٗ ہے۔ یعنی وہ جوانی جس کا صاحب ناز ونعم والا ہو۔

Marfat.com

وَ لَقَدْ اِخَالُ بِذَاكَ هِنْدًا بُشِّرَتْ لِتُمِيْتَ دَاخِلَ غُصَّةٍ لَا تَبْرُدُ

''اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہند کو یہ بشارت دی جائے تا کہ وہ اپنے اندرونی غصے کو ختم کر دے جو ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لیتا

مِمَّا صَبَحْنَا بِالْعَقَنْقَلِ قَوْمَهَا يَوْمًا تَغَيَّبَ فِيْهِ عَنْهَا الْاَسْعَدُ

کہ ہم نے ریت کے ٹیلے پر اس کی قوم پر اس روز صبح کے وقت حملہ بول دیا جس روز ان سے اسعد بھی غائب ہو گیا تھا''۔

وَ بِبِئْرِ بَدْرٍ اِذْ يَرُدُّ وُجُوْهَهُمْ جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَ مُحَمَّدُ

''اور قلیب بدر میں (ہم نے اس کی قوم کو دفن کیا) جب ہمارے جھنڈے کے نیچے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے چہروں کو پھیر رہے تھے''۔

حَتّٰى رَاَيْتُ لَدَى النَّبِيِّ سُرَاتَهُمْ قِسْمَيْنِ نَقْتُلُ مَنْ نَشَاءُ وَ نَطْرُدُ

''یہاں تک کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس ان کے سرداروں کی دو قسمیں دیکھیں کہ جسے ہم چاہتے قتل کر دیتے اور (جسے چاہتے) دھتکار کر قیدی بنا لیتے تھے''۔

فَاَقَامَ بِالْعَطَنِ الْمُعَطَّنِ مِنْهُمُ سَبْعُوْنَ عُتْبَةُ مِنْهُمُ وَالْاَسْوَدُ

''پس ان میں سے ستر آدمی پانی کے قریب اونٹوں کے بٹھانے کے لئے عادۃً بنائی گئی جگہ کے پاس ڈھیر ہو گئے جن میں سے عتبہ اور اسود بھی تھے''۔

وَابْنَ الْمُغِيْرَةِ قَدْ ضَرَبْنَا ضَرْبَةً فَوْقَ الْوَرِيْدِ لَهَا رَشَاشٌ مُزْبِدُ

''اور ابن مغیرہ کی شہ رگ کے اوپر ہم نے تلوار کا ایسا وار کیا جس سے خون بہنے لگا اور اس خون سے جھاگ اٹھ رہا تھا''۔

وَ اُمَيَّةُ الْجُمَحِيُّ قَوَّمَ مَيْلَهٗ عَضْبٌ بِاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ مُهَنَّدُ

''اور امیہ جمحی کی کجی کو بھی مومنین کے ہاتھوں میں تھامی ہوئی تیز کاٹنے والی ہندی تلوار نے سیدھا کر دیا''۔

فَاَتَاكَ فَلُّ الْمُشْرِكِيْنَ كَاَنَّهُمْ وَالْخَيْلُ تَثْفِنُهُمْ نَعَامٌ شُرَّدُ

شاعر کا قول ہے: وَالْخَيْلُ تَثْفِنُهُمْ۔ یعنی ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔ یہ اصل میں ثَفِنَاتُ الْبَعِيْرِ سے مشتق ہے اور یہ اونٹ کے پاؤں کے اردگرد کا وہ حصہ ہے جو زمین پر لگنے سے سخت ہو گیا ہو۔

Marfat.com

"پس تیرے پاس مشرکین میں سے شکست خوردہ لوگ پہنچے، یوں معلوم ہو رہا تھا گویا وہ بدکے ہوئے شتر مرغ ہیں اور ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں"۔

شَتَّانَ مَنْ هُوَ فِيْ جَهَنَّمَ ثَاوِيًا اَبَدًا وَّ مَنْ هُوَ فِي الْجِنَانِ مُخَلَّدُ

"وہ شخص جس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے اور وہ شخص جو ہمیشہ کے لئے جنت میں رہے گا ان دونوں میں کس قدر بعد اور فرق ہے"۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

صَفِيَّةُ قُوْمِيْ وَ لَا تَعْجَزِيْ وَ بَكِّي النِّسَاءَ عَلٰى حَمْزَةِ

"اے صفیہ! اٹھ کر ہمت باندھ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر عورتوں کو رلا"۔

وَ لَا تَسْأَمِيْ اَنْ تُطِيْلِي الْبُكَا عَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ فِي الْهِزَّةِ

"اور اس بات سے مت اکتانا کہ تو جنگ کے ہجوم میں اللہ تعالیٰ کے شیر پر طویل مدت تک روئے"۔

فَقَدْ كَانَ عِزًّا لِّاَيْتَامِنَا وَ لَيْثَ الْمَلَاحِمِ فِي الْبِزَّةِ

"کیونکہ آپ ہمارے یتیموں کی عزت اور اسلحہ جنگ میں ملبوس ہو کر بڑے بڑے معرکوں میں کود جانے والے شیر تھے"۔

يُرِيْدُ بِذَاكَ رِضَا اَحْمَدٍ وَ رِضْوَانَ ذِي الْعَرْشِ وَالْعِزَّةِ

"اس سے آپ کا مقصد صرف احمد مصطفیٰ ﷺ کی رضا اور مالک عرش و عزت خدا کی خوشنودی کا حصول تھا"۔

غزوۂ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ زائیہ

قصیدۂ زائیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے وَلَيْثَ الْمَلَاحِمِ فِي الْبِزَّةِ۔ اَلْبِزَّة کا معنی ہے حسن و جمال۔ اس کا معنی ہتھیار بھی ہے، یہ بَزَزْتُ الرَّجُلَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی شخص سے اس کے ہتھیار چھین لیں۔ کہا جاتا ہے مَنْ عَزَّ بَزَّ یعنی جو غالب ہوا اس نے چھین لیا۔ اور اَلْبَزَابِزُ طاقتور آدمی کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

اِنَّكِ عَمْرَ اَبِيْكِ الْكَرِيْمِ اِنْ تَسْاَلِيْ عَنْكِ مَنْ يَجْتَدِيْنَا

"تیرے پدرِ بزرگوار کی قسم! اگر تو اپنی ضرورت کے لئے کسی ایسے شخص سے سوال کرے گی جو ہماری عطاء و بخشش کو طلب کرتا ہے"۔

فَاِنْ تَسْاَلِيْ ثُمَّ لَا تُكْذَبِيْ يُخَبِّرْكِ مَنْ قَدْ سَاَلْتِ الْيَقِيْنَا

"اگر تو سوال کرے گی پھر تجھ سے جھوٹ نہ بولا جائے تو تجھے وہ شخص آگاہ کرے گا جس سے تو یقینی بات کا سوال کرے گی

بِاَنَّا لَيَالِيَ ذَاتِ الْعِظَا مِ كُنَّا ثِمَالًا لِمَنْ يَعْتَرِيْنَا

کہ تنگی اور قحط کی سخت راتوں میں جن میں لوگ ہڈیاں پکا پکا کر ان سے چربی نکالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہم ان لوگوں کے فریادرس ہوتے ہیں جو اپنی فریاد لے کر ہمارے پاس آتے ہیں"۔

تَلُوْذُ الْبُجُوْدُ بِاَذْرَائِنَا مِنَ الضُّرِّ فِيْ اَزْمَاتِ السِّنِيْنَا

"قحط سالیوں کے شدائد میں نقصان سے بچنے کے لئے لوگوں کے گروہوں کے گروہ ہمارے اردگرد پناہ لیتے ہیں"۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ نونیہ

آپ نے قصیدۂ نونیہ میں کہا ہے: تَلُوْذُ الْبُجُوْدُ بِاَذْرَائِنَا۔ اَلْبُجُوْد بجد کی جمع ہے، یہ لوگوں کے گروہ کو کہتے ہیں، یہ نون کے ساتھ اَلنُّجُوْد بھی مروی ہے۔ یہ مصیبت زدہ عورت کو کہتے ہیں اور النجود طاقتور اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے بِاَذْرَائِنَا۔ یہ ذراء کی جمع ہے اور عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے اَنَا فِيْ ذَرَا فُلَانٍ۔ یعنی میں فلاں کی پناہ میں ہوں۔ اہل عرب کہتے ہیں: لَيْسَ فِي الشَّجَرِ اَذْرٰى مِنَ السَّلَمِ۔ یعنی درختوں میں سے کوئی درخت سلم درخت(1) سے زیادہ گرمی فراہم کرنے والا نہیں، کیونکہ کہا جاتا ہے کوئی شخص سلم درخت کی پناہ میں سردی سے ٹھٹھر کر کبھی نہیں مرا۔

شاعر کا قول ہے: حَلَمَاتُ الْحُرُوْبِ۔ یہ اس قول سے ماخوذ ہے حَلَمْتُ الشَّيْءَ وَ حَرَشْتُهٗ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کوئی چیز کاٹیں، اسی سے ایک لفظ اَلْجَلَمَانِ ہے (اون کاٹنے والی قینچی)

شاعر کا قول ہے: لَدُنْ اَنْ بُرِيْنَا یعنی جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے اور اَلْبَارِئُ کا معنی ہے خالق سبحانہ وتعالیٰ۔ یعنی جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے ہماری یہی حالت ہے۔

1۔ سلم ایک قسم کا درخت ہے جس کے پتے چمڑا رنگنے کے کام آتے ہیں۔ مترجم

Marfat.com

بِجَدْوَى فُضُوْلِ اُولِى وُجْدِنَا　وَ بِالصَّبْرِ وَالْبَذْلِ فِي الْعُدْمِينَا

"(یہ گروہ) ہمارے صاحب حیثیت لوگوں کے فاضل مال کی عطا کی (پناہ لیتے ہیں) اور ہمارے مفلس لوگوں کے صبر و تحمل اور جدو جہد کی (پناہ لیتے ہیں)"۔

وَ اَبقَتْ لَنَا جَلَمَاتُ الْحُرُو　بِ مِمَّنْ نُوَازِيْ لَدُنْ اَنْ بُرِيْنَا

"اور جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے ہماری حالت یہ ہے کہ جنگوں کے ذریعے ہمارے حریفوں سے حاصل کیے گئے اموال نے ہمارے لیے بچادی ہیں

مَعَاطِنَ تَهْوِيْ اِلَيْهَا الْحُقُوْ　قُ يَحْسَبُهَا مَنْ رَآهَا الْفَتِيْنَا

پانی کے گرد اونٹوں کے بٹھانے کی وہ جگہیں جن میں لوگوں کے حقوق ہیں اور جنہیں ہر دیکھنے والا سیاہ چٹانیں خیال کرتا ہے"۔

تُخَيَّسُ فِيْهَا عِتَاقُ الْجِمَا　لِ صُحْمًا دَوَاجِنَ حُمْرًا وَجُوْنَا

"ان حقوق کی ادائیگی میں بہترین سیاہ اونٹ جھکا کر ذبح کر دیے جاتے ہیں جو ذبح ہونے کے بعد سرخی مائل سیاہ ہو جاتے ہیں۔

وَ دُفَّاعَ رَجْلٍ كَمَوْجِ الْفُرَا　تِ يَقْدُمُ جَأْوَاءَ جُوْلًا طَحُوْنَا

"اور یہ اونٹ گویا دریائے فرات کے تلاطم کی مانند پیدل چلنے والوں کا سیلاب ہیں جو ہر چیز کو روندتے ہوئے ایک عظیم الشان لشکر کی طرح پیش قدمی کرتے معلوم ہوتے ہیں"۔

شاعر کا قول ہے: يَحْسَبُهَا مَنْ رَآهَا الْفَتِيْنَا۔ اَلْفَتِيْنَا سے مراد سیاہ چٹانیں ہیں۔ فَتَنَ کا معنی ہے جلانا۔ ان چٹانوں کو الفتینا اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ آگ میں جلائی گئی چیز کے مشابہ ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ۝ (الذاریات) "وہ آگ پر تپائے جائیں گے"۔ اور الفتن کا اصل معنی ہے آزمانا۔ کہا جاتا ہے فَتَنْتُ الْحَدِيْدَةَ بِالنَّارِ "میں نے لوہے کو آگ پر تپایا تاکہ گھٹیا لوہے سے عمدہ لوہے کو پرکھ سکوں۔

شاعر کا قول ہے: دَوَاجِنَ حُمْرًا وَجُوْنَا۔ یعنی سرخ اور سیاہ۔ شاعر کا قول ہے جَأْوَاءَ یعنی ایسا لشکر جس کا رنگ (ہتھیاروں کی کثرت کے باعث) لوہے کے رنگ کی مانند ہو۔ شاعر کا قول ہے جُوْلًا طَحُوْنَا۔ جول کنویں کے کنارے کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: اِنْ قَلَّصَتْ اس کا فاعل جنگ ہے یعنی اگر جنگ اپنے عروج پر آجاتی۔ پھر جنگ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا عَضُوْضًا حَجُوْنًا یہ اَلْعَضُّ (دانتوں سے کاٹنا) سے مشتق ہے

Marfat.com

تَرٰی لَوْنَهَا مِثْلَ لَوْنِ النُّجُو ۔۔۔ مِ رَجْرَاجَةً تُبْرِقُ النَّاظِرِیْنَا

''تم دیکھتے ہو کہ ان کا رنگ موجیں مارتے ہوئے ستاروں کے رنگ کی طرح ہے جو ناظرین کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہوں''۔

فَاِنْ کُنْتَ عَنْ شَاْنِنَا جَاهِلًا ۔۔۔ فَسَلْ عَنْهُ ذَا الْعِلْمِ مِمَّنْ یَلِیْنَا

''پھر اگر تو ہماری حالت سے ناواقف ہے تو جو لوگ ہمارے پڑوس میں رہتے ہیں ان میں سے کسی واقف کار سے پوچھ لے

بِنَا کَیْفَ نَفْعَلُ اِنْ قَلَّصَتْ ۔۔۔ عَوَانًا ضَرُوْسًا عَضُوْضًا حَجُوْنَا

ہمارے متعلق کہ اگر جنگ اپنے عروج پر آجائے درآں حالیکہ اس میں مسلسل قتل و غارت ہو رہی ہو اور جنگ کی اونٹنی شدت اختیار کر کے لوگوں کو کاٹنے دوڑ رہی ہو جس سے اس کے دانت ٹیڑھے ہو جائیں تو اس وقت ہم اپنے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہیں''۔

اَلَسْنَا نَشُدُّ عَلَیْهَا الْعِصَابَ ۔۔۔ حَتّٰی تَدُرَّ وَ حَتّٰی تَلِیْنَا

''کیا ہم جنگ کی ایسی شدید اونٹنی کی کھیری کو پٹیوں سے باندھ نہیں دیتے یہاں تک کہ اس کی کھیری نرم پڑ جائے اور وہ دودھ دینے لگے''۔

اور حجونا حَجَنْتُ الْعُوْدَ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ لکڑی کو ٹیڑھا کر دیں۔ شاعر کا قول ہے:

اَلَسْنَا نَشُدُّ عَلَیْهَا الْعِصَابَ ۔۔۔ حَتّٰی تَدُرَّ وَ حَتّٰی تَلِیْنَا

یہ سارا شعر جنگ کی صفت ہے۔ شاعر نے جنگ کو ایسی خوددار اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو لمبی ٹانگوں والی نوجوان ہو، یعنی ہم اس اونٹنی کی خودداری کو ذلیل کرتے ہیں اور اس کی کھیری نرم پڑ جاتی ہے''۔

شاعر کا قول ہے: وَ یَوْمٌ لَهٗ رَهْجٌ یعنی ایسا دن جس کا گرد و غبار نہ ختم ہونے والا ہو۔

شاعر کا قول ہے: شَدِیْدُ التَّهَاوُلِ یہ تَهْوِیْل کی جمع ہے اور اَلتَّهَاوِیْل مختلف رنگوں کو کہتے ہیں۔

شاعر عبدالمسیح بن عسلہ نے ایک باغ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا:

وَ عَازِبٍ قَدْ عَلَا التَّهْوِیْلُ جَنْبَتَهٗ ۔۔۔ لَا تَنْفَعُ النَّعْلُ فِیْ رَقْرَاقِهِ الْحَافِیَ

''بعض چراگاہیں ایسی ہیں جن کے پودوں پر رنگ برنگے پھول کھلے ہیں ان میں آنے جانے کے لئے ننگے پاؤں چلنے والے کو جوتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

وَ يَوْمٍ لَهُ رَهَجٌ دَائِمٌ شَدِيْدِ التَّهَاوُلِ حَامِي الْآرِيْنَا

"اور کتنے ہی ایسے دن ہیں جن میں ایک نہ ختم ہونے والی گرد وغبار والی جنگ ہو رہی تھی جو سخت ہولناک اور شعلہ بار تھی"۔

طَوِيْلٍ شَدِيْدِ أُوَارِ الْقِتَا لِ تَنْفِي قَوَاحِزُهُ الْمُقْرِفِيْنَا

"جو بہت طویل تھی جس میں قتل وغارت نہایت سرگرمی سے ہو رہی تھی اور اس کی سختیاں کمینے لوگوں کو ختم کر رہی تھیں"۔

تَخَالُ الْكُمَاةَ بِأَعْرَاضِهِ ثِمَالًا عَلَى لَذَّةٍ مُتْرَفِيْنَا

"اس کے اطراف میں بڑے بڑے بہادر یوں معلوم ہوتے تھے کہ وہ شراب کے نشے میں لڑکھڑا رہے ہیں"۔

شاعر کا قول ہے: حَامِي الْآرِيْنَا۔ یہ إِرَةٌ کی جمع ہے، آگ کے چولہے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا وزن عِلَةٌ ہو اور یہ الْأُوَار سے مشتق ہو جس کا معنی ہے گرمی۔ ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور واؤ کو مکسور ہونے کی وجہ سے ہمزہ میں بدل دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا وزن فِعَلَةٌ ہو اور یہ تَأَرَّيْتُ بِالْمَكَانِ (اقامت کرنا) سے ماخوذ ہو کیونکہ عرب چولہوں کے ارد گرد مقیم ہوتے تھے۔ یہی توجیہ صحیح ہے کیونکہ عربوں نے اس کی جمع اِرِيْن بروزنِ سنین بنائی ہے۔ اور ذوی العقول کی جمع کی طرح یہ جمع سالم (غیر ذوی العقول کے لئے) صرف اس وقت لائی جاتی ہے جب کسی لفظ کا لام کلمہ حذف ہو، وہ مؤنث ہو، لام کلمہ حرف علت ہو اور اس کا مذکر نہ آتا ہو جیسے الْأَمَةُ۔ جب کسی کلمہ میں یہ چار شرائط جمع ہو جائیں تو اس کی جمع حالت رفعی میں واؤ اور نون کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں یاء اور نون کے ساتھ آتی ہے۔ جیسے سِنِيْنَ اور عِضِيْنَ۔ البتہ رِقَةٌ کی جمع بھی رِقِيْنَ آتی ہے، چاندی کے سکے کو کہتے ہیں، ہم نے اس جمع اور اَرَضِيْن کی جمع کے طریقہ پر نتائج الفکر (صفحہ 31) میں بڑی واضح اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ الحمد للہ۔

شاعر کا قول ہے كَنَارِ أَبِي حُبَاحِبَ وَالظُّبِيْنَا۔ کہا جاتا ہے ابو حباحب ایک مکھی ہے جو رات کو چمکتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک کمینہ آدمی تھا جو مہمانوں کی آمد کے خوف سے آگ روشن نہیں کرتا تھا۔ اگر روشن کرتا بھی تھا تو بڑی تھوڑی سی۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے، اس لئے حالت جری میں اس کے آخر پر کسرہ نہیں آتا کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی اسم وجوبا یا جوازاً غیر منصرف ہو تو اس پر کسرہ داخل نہیں ہوتا جیسے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی تاکہ وہ کلمہ اس کلمہ کے مشابہ نہ ہو جائے جسے متکلم

Marfat.com

تَعَاوَرُ اَیْمَانُهُمْ بَیْنَهُمْ کُؤُوْسَ الْمَنَایَا بِحَدِّ الظُّبِیْنَا

''ان کے دائیں ہاتھ تلواروں کی دھاروں سے ایک دوسرے کو موت کے جام پیش کررہے ہیں''۔

شَهِدْنَا فَکُنَّا اُوْلِیْ بَأْسِهٖ وَ تَحْتَ الْعَمَایَةِ وَالْمُعْلِمِیْنَا

''ہم اس جنگ میں شریک ہوئے، پس ہم ہی اس کے امنڈتے ہوئے بادلوں کے نیچے اس کی سختیاں جھیلنے والے اور نشانِ جنگ لگانے والے تھے''۔

اپنی ذات کی طرف مضاف کرتا ہے اور حضرت ابوحنیفہ نے کہا نہ میں یہ جانتا ہوں کہ حباحب کیا ہے اور نہ یہ کہ ابوحباحب کیا ہے اور نہ میرے پاس اس کے متعلق اہل عرب سے کوئی چیز پہنچی ہے۔آپ نے اَلْاَدْرَةُ کے متعلق عربوں کا یہ قول حکایت کیا ہے کہ یہ اَدَرْیْتُ الشَّیْءَ سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے میں نے اس چیز کو جان لیا۔آپ نے کہا: اَلْاَدْیُ شہد کی مکھی کا عمل اور اس کا فعل ہے۔پھر اسی وجہ سے شہد کو بھی اَدْیٌ کہا جاتا ہے جیسا کہ شہد کو مَزْجٌ بھی کہا جاتا ہے۔آپ نے ابوذویب الہذلی کا یہ شعر پڑھا:

وَ جَاءُوْا بِمَزْجٍ لَمْ یَرَ النَّاسُ مِثْلَهٗ هُوَ الضَّحْكُ اِلَّا اَنَّهٗ عَمَلُ النَّحْلِ

''اور وہ ایسی شہد لائے جس کی مثل لوگوں نے نہ دیکھی۔وہ سفید مکھن ہے مگر وہ شہد کی مکھی کا عمل ہے''۔

آپ نے کہا: الضحك کا معنی سفید مکھن ہے۔ایک قول ہے سفید دانت، ایک قول ہے کھجور کا شگوفہ اور ایک قول ہے تعجب۔

شاعر کا قول ہے: اَلظُّبِیْنَا۔ یہ ظُبَةٌ کی جمع ہے۔اس کی جمع جمع مذکر سالم کے وزن پر ہے۔اس کی علت وہی ہے جو ہم نے پہلے اَلْاَدِیْنَ اور اَلسِّنِیْنَ کے متعلق ذکر کی ہے۔البتہ اس کا پہلا حرف مکسور نہیں ہے جس طرح سِنِیْنَ کا سین مکسور ہے تاکہ اس کے جمع ہونے کی طرف اشارہ ہو، کیونکہ ظُبِیْنَ واحد ہونے کے مشابہ نہیں کیونکہ اسماء میں فُعِیْل کا وزن نہیں جبکہ سِنِیْنَ کے پہلے حرف کو اس بات کا شعور دلانے کے لئے کسرہ دیا گیا ہے کہ یہ جمع ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ فُعُوْل کے وزن پر ہے کیونکہ اسماء میں فُعُوْل اور فِعِیْل کا وزن نہیں ہے۔سیبویہ کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ ظُبَة کی جمع ظُبِیْنَ آتی ہے حالانکہ یہ مذکورہ شعر میں اور دیگر اشعار میں بھی آئی ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کررہے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَوَاحِزُهٗ۔ یہ قَاحِزٌ کی جمع ہے، یہ بہت کودنے والے اور بے چین ہونے والے شخص کو کہتے ہیں۔کہا جاتا ہے قَحَزَ قَحَزَانًا وَ قَحْزًا وَ قُحُوْزًا۔ یعنی کودنا، بے چین ہونا۔

Marfat.com

بِخُرْسِ الْحَسِيْسِ حِسَانٍ رِوَاءٍ وَ بُصْرِيَةٍ قَدْ اَجِمْنَ الْجُفُوْنَا

''اور ہمارے پاس بغیر آواز کے دشمن کا گوشت کاٹ دینے والی خون آلود خوبصورت بصری کی بنی ہوئی تلواریں تھیں جو نیاموں میں رہنے سے اکتا گئی تھیں''۔

فَمَا يَنْفَلِلْنَ وَ مَا يَنْحَنِيْنَ وَ مَا يَنْتَهِيْنَ اِذَا مَا نُهِيْنَا

پس یہ تلواریں نہ کند ہوئیں، نہ ٹیڑھی ہوئیں اور جب انہیں روکا گیا تو وہ رکتی بھی نہیں تھیں۔

كَبَرْقِ الْخَرِيْفِ بِاَيْدِيْ الْكُمَاةِ يُفَجِّعْنَ بِالظِّلِّ هَامًا سُكُوْنَا

''وہ بہادروں کے ہاتھوں میں موسم خزاں کی بجلی کی طرح چمک کر اپنے سائے کے نیچے کھوپڑیوں کو (کاٹ کر) بے حس وحرکت بنا رہی تھیں''۔

وَ عَلَّمَنَا الضَّرْبَ آبَاءُ نَا وَ سَوْفَ نُعَلِّمُ اَيْضًا بَنِيْنَا

''اور یہ شمشیر زنی ہمیں ہمارے آباؤ اجداد نے سکھائی اور آئندہ ہم بھی اپنی اولاد کو سکھائیں گے''۔

جِلَادَ الْكُمَاةِ وَ بَذْلَ التِّلَادِ عَنْ جُلِّ اَحْسَابِنَا مَا بَقِيْنَا

''بہادروں والی شمشیر زنی اور اپنے پرانے اموال کا ایک بڑا حصہ زندگی بھر خرچ کرنا (سکھائیں گے)''۔

اِذَا مَرَّ قِرْنٌ كَفٰى نَسْلُهٗ وَ اَوْرَثَهٗ بَعْدَهٗ اٰخَرِيْنَا

شاعر کا قول ہے: بِخُرْسِ الْحَسِيْسِ (گونگی آواز والی) تلواروں کو گونگا اس لئے کہا کیونکہ خون اور گوشت میں لگتے وقت ان میں آواز پیدا نہیں ہوتی۔

شاعر کا قول ہے: حِسَانٍ رِوَاءٍ یعنی خوبصورت اور خون سے آلودہ تلواریں۔ اور شاعر کا قول ہے بُصْرِيَةٌ یعنی وہ تلواریں جو ارضِ شام کے ایک شہر بصری کی طرف منسوب ہیں جس طرح اَلْمَشْرِفِيَّة ارضِ شام کے شہر مشارف کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ تلواریں وہاں بنائی جاتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَدْ اَجِمْنَ الْجُفُوْنَا یعنی وہ تلواریں نیاموں میں رہنے سے اکتا گئی تھیں۔ اسی سے ہشام کا یہ قول ہے جب آپ نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا تو کیا کھاتا ہے؟ اس نے کہا روغن زیتون کے ساتھ روٹی۔ آپ نے پوچھا اَمَا تَاْجِمُهُمَا؟ کیا تو ان سے اکتاتا نہیں؟ اس نے کہا اِذَا اَجِمْتُهُمَا تَرَكْتُهُمَا حَتّٰى اَشْتَهِيْهِمَا۔ جب میں ان سے اکتا جاتا ہوں تو انہیں چھوڑ دیتا ہوں یہاں تک کہ مجھے پھر ان کی طلب محسوس ہوتی ہے۔

Marfat.com

"جب ایک پشت گزر جائے گی تو اس کی نسل اس کی جگہ لے لے گی اور ہمارے بعد میں آنے والے لوگ اس کے وارث بنیں گے"۔

نَشِبُّ وَ تَهْلِكُ اٰبَاءُ نَا وَ بَيْنَا نُرَبِّيْ بَنِيْنَا فَنِيْنَا

"ہم جوان ہو رہے ہیں اور ہمارے آباء واجداد رخصت ہو رہے ہیں اور ہم اپنے بیٹوں کو فنونِ جنگ کی تربیت دے رہے ہیں تو اس دوران

سَاَلْتَ بِكَ ابْنَ الزِّبَعْرٰى فَلَمْ اُنَبَّاكَ فِي الْقَوْمِ اِلَّا هَجِيْنَا

اے ابن زبعری میں نے تیرے بارے میں سوال کیا تو بجز اس کے کچھ نہ بتایا گیا کہ تو اپنی قوم میں ایک گھٹیا انسان ہے"۔

خَبِيْثًا تُطِيْفُ بِكَ الْمُنْدِيَاتُ مُقِيْمًا عَلَى اللُّؤْمِ حِيْنًا فَحِيْنَا

"اور ایسا خبیث شخص ہے کہ رسوا کن باتیں تیرے ارد گرد گھومتی رہتی ہیں اور تو وقتاً فوقتاً کمینگی پر جم جاتا ہے"۔

تَبَجَّسْتَ تَهْجُوْ رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ قَاتَلَكَ اللّٰهُ جِلْفًا لَعِيْنَا

"انتہائی گنوار پن اور ملعونیت کی حالت میں تو مالک الملک کے رسول ﷺ کی کثرت سے ہجو کرتا رہا، اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے"۔

تَقُوْلُ الْخَنَا ثُمَّ تَرْمِيْ بِهٖ نَقِيَّ الثِّيَابِ تَقِيًّا اَمِيْنَا

"تو فحش گوئی کرتا رہا پھر اس فحش گوئی کے تیر ایک ایسی ہستی پر پھینکتا رہا جو پاکیزہ لباس والی، متقی اور امین ہے"۔

شاعر کا قول ہے: وَ تَحْتَ الْعَمَايَةِ وَالْمُعْلِمِيْنَا۔ یہ شعر اصل اور حاشیہ میں مصرع کے شروع سے واؤ کے اسقاط کے ساتھ مذکور ہے اور تحت العمایة دونوں اصلوں میں واؤ عاطفہ کے ساتھ مذکور ہے۔ اس کے ساتھ ہی وزن مکمل ہوتا ہے اور اسے اخفش کے مذہب کے سوا کسی کے نزدیک ساقط کرنا جائز نہیں۔ وہ شعر کے دوسرے مصرع کے شروع میں فصل کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ شعر کی ابتداء میں علمائے عروض فصل کو جائز قرار دیتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: تُطِيْفُ بِكَ الْمُنْدِيَاتُ۔ یعنی رسوا کن باتیں تیرے ارد گرد گھومتی رہتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: تَبَجَّسْتَ۔ یہ تَبَجَّسَ الْمَاءُ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پانی پگھل کر بہہ جائے۔

Marfat.com

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر بِنَا کَیْفَ نَفْعَلُ اور اس کے بعد کے تین اشعار اور آپ کا یہ شعر نَشِبٌ وَ تَهْلِكُ آبَاءُ نَا اور اس کے بعد کے دو شعر مجھے ابوزید انصاری نے سنائے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوم احد کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

سَائِلْ قُرَيْشًا غَدَاةَ السَّفْحِ مِنْ أُحُدٍ مَا ذَا لَقِيْنَا وَ مَا لَاقَوْا مِنَ الْهَرَبِ

"قریش سے دامن احد میں پیش آنے والے واقعہ کے متعلق پوچھو کہ ہم نے کس چیز کا سامنا کیا اور وہ کس بھاگ دوڑ سے دوچار ہوئے"۔

كُنَّا الْأُسُوْدَ وَ كَانُوْا النُّمْرَ إِذَا زَحَفُوْا مَا إِنْ نُرَاقِبُ مِنْ إِلٍّ وَّ لَا نَسَبِ

"جب قریش ہماری طرف آئے تو ہماری مثال شیروں جیسی اور ان کی مثال چیتوں جیسی تھی، ہم تو کسی عہد اور نسب کا بھی لحاظ نہیں کر رہے تھے"۔

فَكَمْ تَرَكْنَا بِهَا مِنْ سَيِّدٍ بَطَلٍ حَامِي الذِّمَارِ كَرِيْمِ الْجَدِّ وَالْحَسَبِ

"تو ہم نے کتنے ہی بہادر سرداروں کو وہاں مار کر چھوڑ دیا جو اپنے حقوق کے محافظ اور شریف حسب ونسب والے تھے"۔

فِيْنَا الرَّسُوْلُ شِهَابٌ ثُمَّ يَتْبَعُهُ نُوْرٌ مُضِيْءٌ لَهُ فَضْلٌ عَلَى الشُّهُبِ

"ہمارے درمیان ایسے رسول موجود تھے جو شہابیے کی مانند تھے پھر اس کے پیچھے اسے روشن کرنے والا ایک نور ہوتا تھا اور اس شہابیے کو دوسرے شہابیوں پر فضیلت حاصل تھی"۔

اَلْحَقُّ مَنْطِقُهُ وَالْعَدْلُ سِيْرَتُهُ فَمَنْ يُّجِبْهُ إِلَيْهِ يَنْجُ مِنْ تَبَبِ

"حق آپ کا کلام اور عدل وانصاف آپ کی سیرت ہے، پس جو شخص بھی آپ کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ خسارے اور ہلاکت سے نجات پا جائے گا"۔

نَجْدُ الْمُقَدَّمِ مَاضِي الْهَمِّ مُعْتَزِمٌ حِيْنَ الْقُلُوْبُ عَلَى رَجْفٍ مِّنَ الرُّعُبِ

"آپ اس وقت بھی پیش قدمی کے رہنما، باہمت اور صاحب عزم ہوتے ہیں جب دوسرے لوگوں کے دل مارے خوف کے کانپ رہے ہوتے ہیں"۔

يَمْضِيْ وَ يَذْمُرُنَا عَنْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ كَأَنَّهُ الْبَدْرُ لَمْ يُطْبَعْ عَلَى الْكَذِبِ

"حضور علیہ السلام خود بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ہمیں بھی معصیت سے دور کر کے پیش قدمی پر ابھارتے ہیں۔ آپ گویا چودھویں کا چاند ہیں جن کی تخلیق جھوٹ پر نہیں ہوئی"۔

Marfat.com

بَدَا لَنَا فَاتَّبَعْنَاهُ نُصَدِّقُهُ وَ كَذَّبُوهُ فَكُنَّا اَسْعَدَ الْعَرَبِ

حضور ﷺ مبعوث ہو کر ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوئے تو ہم نے تصدیق کر کے آپ کی اتباع کی اور کفار نے آپ کی تکذیب کی لہٰذا ہم عرب میں سب سے زیادہ سعادت مند بن گئے۔

جَالُوْا وَ جُلْنَا فَمَا فَاؤُوْا وَ مَا رَجَعُوْا وَ نَحْنُ نَثْقِفُهُمْ لَمْ نَأْلُ فِي الطَّلَبِ

وہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرتے ہوئے) واپس پلٹے اور ہم (انہیں حکم الٰہی کی طرف لانے کے لئے) ان کی طرف پلٹے لیکن انہیں (اللہ کے حکم کی طرف) نہ لوٹنا تھا نہ لوٹے اور ہم انہیں دھتکار رہے تھے اور ہم نے ان کے تعاقب میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

لَيْسَ سَوَاءً وَ شَتّٰى بَيْنَ اَمْرِهَا حِزْبُ الْاِلٰهِ وَ اَهْلُ الشِّرْكِ وَالنُّصُبِ

"اللہ تعالیٰ کا گروہ اور پتھروں کی پرستش کرنے والے اہل شرک دونوں برابر نہیں۔ ان دونوں کے معاملے میں بڑا فرق ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: يَمْضِيْ وَ يَذْمُرُنَا سے آخر تک تمام اشعار مجھے ابوزید انصاری نے سنائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت ابن رواحہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ اشعار مجھے ابو زید انصاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے سنائے:

بَكَتْ عَيْنِيْ وَ حُقَّ لَهَا بُكَاهَا وَ مَا يُغْنِي الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِيْلُ

میری آنکھ رو پڑی اور رونا اس کا حق بنتا ہے لیکن رونے اور واویلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

عَلٰى اَسَدِ الْاِلٰهِ غَدَاةَ قَالُوْا اَحَمْزَةُ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيْلُ

"(میری آنکھیں) شیر خدا پر اس روز (رو پڑیں) جب لوگوں نے کہا کیا یہ مقتول آدمی حمزہ ہیں؟"

اُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ جَمِيْعًا هُنَاكَ وَ قَدْ اُصِيْبَ بِهِ الرَّسُوْلُ

آپ کے قتل سے سب مسلمانوں کو تکلیف پہنچی اور خود رسول اکرم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچی۔

اَبَا يَعْلٰى لَكَ الْاَرْكَانُ هُدَّتْ وَ اَنْتَ الْمَاجِدُ الْبَرُّ الْوَصُوْلُ

"اے ابو یعلیٰ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت) آپ کے تمام اعضاء کاٹ دیئے گئے

Marfat.com

حالانکہ آپ ایک شریف، نیک اور ہر ایک سے تعلق رکھنے والے آدمی تھے''۔

عَلَیْکَ سَلَامُ رَبِّکَ فِیْ جِنَانٍ مُخَالِطُهَا نَعِیْمٌ لَا یَزُوْلُ

''آپ پر آپ کے رب کی طرف سے ان جنتوں میں سلام پہنچے جن میں لازوال نعمتیں ملتی رہیں گی''۔

اَلَا یَا هَاشِمَ الْاَخْیَارِ صَبْرًا فَکُلُّ فِعَالِکُمْ حَسَنٌ جَمِیْلُ

''اے قبیلہ ہاشم میں سب سے بہتر فرد صبر کر، تمہارا ہر کام نہایت حسین و جمیل ہے''۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ مُصْطَبِرٌ کَرِیْمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ یَنْطِقُ اِذْ یَقُوْلُ

''اللہ کے رسول ﷺ صابر اور کریم ہیں، وہ جب بھی کچھ فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہی بولتے ہیں''۔

اَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّیْ لُؤَیًّا فَبَعْدَ الْیَوْمِ دَائِلَةٌ تَدُوْلُ

''ارے کون شخص ہے جو میری طرف سے قبیلہ لوی کو یہ پیغام پہنچادے کہ آج کی جنگ کے بعد ایک دوسری جنگ کی نوبت آکر رہے گی''۔

وَ قَبْلَ الْیَوْمِ مَا عَرَفُوْا وَ ذَاقُوْا وَ قَائِعَنَا بِهَا یُشْفَی الْغَلِیْلُ

''اور آج کی جنگ سے پہلے (غزوۂ بدر میں) جو کفار نے ہمیں خوب پہچان لیا اور ہمارے مقابلے کا مزہ چکھ لیا (وہ بھی پہنچادے) اس جنگ میں ہمارے تصادم سے پیاسوں کی پیاس بجھائی جاتی رہی''۔

نَسِیْتُمْ ضَرْبَنَا بِقَلِیْبِ بَدْرٍ غَدَاةَ اَتَاکُمُ الْمَوْتُ الْعَجِیْلُ

''قلیب بدر کے پاس تم ہماری شمشیر زنی کو بھول گئے ہو جس روز موت تمہارے پاس بڑی تیزی سے آرہی تھی''۔

غَدَاةَ ثَوٰی اَبُوْ جَهْلٍ صَرِیْعًا عَلَیْهِ الطَّیْرُ حَائِمَةٌ تَجُوْلُ

''جس روز ابو جہل دھڑام سے گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کے اوپر پرندے گھوم گھوم کر آجا رہے تھے''۔

وَ عُتْبَةُ وَابْنُهٗ خَرَّا جَمِیْعًا وَ شَیْبَةُ عَضَّهُ السَّیْفُ الصَّقِیْلُ

''اور عتبہ اور اس کا بیٹا دونوں زمین پر گر پڑے اور شیبہ کو بھی صیقل کی ہوئی تلوار نے کاٹ کر رکھ دیا''

Marfat.com

وَ مَترَکْنَا اُمَیَّۃَ مُجْلَعِبًا وَ فِیْ حَیْزُوْمِہٖ لَدْنٌ نَبِیْلٗ

''اور ہم نے امیہ کو بھی زمین پر دراز کر دیا درآں حالیکہ اس کے سینے کے نچلے حصے میں ایک بہت بڑا نیزہ داخل تھا''۔

وَ ھَامَ بَنِیْ رَبِیْعَۃَ سَائِلُوْھَا فَفِیْ اَسْیَافِنَا مِنْھَا فُلُوْلٗ

''اور بنی ربیعہ کی کھوپڑیوں سے پوچھو، ان کو کاٹنے کی وجہ سے ہماری تلواروں میں دندانے پڑے ہوئے ہیں''۔

اَلَا یَا ھِنْدُ فَابْکِیْ لَا تَمَلِّیْ فَاَنْتِ الْوَالِہُ الْعَبْرٰی الْھَبُوْلٗ

''ارے اے ہند! اب خوب روؤ اور رونے سے نہ اکتا کیونکہ تو ہی شدت غم کی وجہ سے بڑے بڑے آنسو بہانے والی اور اپنے عزیزوں کو کھو دینے والی ہے''۔

اَلَا یَا ھِنْدُ لَا تُبْدِیْ شَمَاتًا بِحَمْزَۃَ اِنَّ عِزَّکُمْ ذَلِیْلٗ

''ارے، اے ہند! تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی کا اظہار نہ کر کیونکہ تمہاری عزت خاک میں مل چکی ہے''۔

غزوۂ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

اَبْلِغْ قُرَیْشًا عَلٰی نَائِھَا اَتَفْخَرُ مِنَّا بِمَا لَمْ تَلِیْ

''(اے مخاطب!) قریش کے دور ہونے کے باوجود ان کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ کیا تم ہم سے ان باتوں میں فخر کر سکتے ہو جن کے تم (کفر کی وجہ سے) قریب بھی نہیں گئے''۔

فَخَرْتُمْ بِقَتْلٰی اَصَابَتْھُمْ فَوَاضِلُ مِنْ نِعَمِ الْمُفْضِلِ

''تم نے ان شہداء پر فخر کیا جنہیں صاحب فضل و کرم پروردگار کی نعمتوں میں سے بہترین نعمتیں مل چکی ہیں''۔

فَحَلُّوْا جِنَانًا وَّ اَبْقَوْا لَکُمْ اُسُوْدًا تُحَامِیْ عَنِ الْاَشْبُلِ

''یہ شہداء جنتوں میں پہنچ چکے ہیں اور تمہاری خاطر ایسے شیروں کو چھوڑ گئے ہیں جو اپنے بچوں کا پورا دفاع کرتے ہیں''۔

تُقَاتِلُ عَنْ دِیْنِھَا وَسْطَھَا نَبِیٌّ عَنِ الْحَقِّ لَمْ یَنْکُلِ

''جو اپنے دین کے دفاع میں لڑتے ہیں، ان کے درمیان وہ نبی موجود ہیں جو حق سے ایک

Marfat.com

قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے"۔

رَمَتْهُ مَعَدٌّ بِعُوْرِ الْكَلَامِ وَ نَبْلِ الْعَدَاوَةِ لَا تَأْتَلِیْ

"قبیلہ معد کے لوگوں نے ان پر فحش کلامی اور عداوت کے تیر برسائے جنہوں نے ذرا کوتاہی نہ کی"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ شعر لَمْ تَلِیْ اور یہ شعر مِنْ نِعَمِ الْمُفَضِّلِ مجھے ابوزید انصاری نے سنائے۔

غزوۂ احد کے متعلق ضرار کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یوم احد کے بارے میں ضرار بن خطاب نے یہ اشعار کہے:

مَا بَالُ عَیْنِكَ قَدْ اَزْرٰی بِهَا السُّهُدُ كَاَنَّمَا جَالَ فِیْ اَجْفَانِهَا الرَّمَدُ

"(اے شاعر!) تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ بے خوابی نے اسے عیب دار کر دیا ہے، یوں لگتا ہے اس کے پپوٹوں میں آشوبِ چشم حرکت کر رہا ہے"۔

اَمِنْ فِرَاقِ حَبِیْبٍ كُنْتَ تَاْلَفُهٗ قَدْ حَالَ مِنْ دُوْنِهِ الْاَعْدَاءُ وَالْبُعُدُ

"کیا ایسا اس دوست کی جدائی کی وجہ سے ہوا جس سے تو الفت کرتا تھا اور اب جس سے ملنے میں دشمن اور دوری حائل ہو گئی ہے؟"

اَمْ ذَاكَ مِنْ شَغْبِ قَوْمٍ لَا جَدَاءَ بِهِمْ اِذَا الْحُرُوْبُ تَلَظَّتْ نَارُهَا تَقِدُ

یا یہ اس قوم کے فتنہ وفساد کی وجہ سے ہے جن میں اس وقت کوئی منفعت نہ تھی جب جنگوں کی آگ کے شعلے بھڑک کر مشتعل ہو رہے تھے"۔

مَا یَنْتَهُوْنَ عَنِ الْغَیِّ الَّذِیْ رَكِبُوْا وَ مَا لَهُمْ مِنْ لُؤَیٍّ وَیْحَهُمْ عَضُدُ

"جس گمراہی کے یہ مسلمان مرتکب ہو چکے ہیں اس سے باز نہیں آئے حالانکہ ان کا برا ہو، انہیں قبیلہ لوی کی امداد بھی حاصل نہیں"۔

وَ قَدْ نَشَدْنَاهُمُ بِاللّٰهِ قَاطِبَةً فَمَا تَرُدُّهُمُ الْاَرْحَامُ وَالنِّشَدُ

ضرار کے اشعار

قصیدۂ دالیہ میں ضرار کا قول ہے: یَكْبُوْا فِیْ جَدِیَّتِهٖ۔ جدیۃ کا معنی ہے خون۔ اس کا قول ہے ثَعْلَبُ جَسِدٌ۔ ثعلب سے مراد نیزے کا وہ سرا ہے جو پھل میں لگایا جاتا ہے۔ اور جسد جساد سے مشتق ہے اس کا معنی ہے خون آلود۔

Marfat.com

"اور ہم نے ان سب کو اللہ تعالیٰ کی قسمیں بھی دلوائیں لیکن ان لوگوں کو نہ رشتہ داریاں واپس لاتی ہیں اور نہ قسمیں"۔

حَتّٰی اِذَا مَا اَبَوْا اِلَّا مُحَارَبَةً وَاسْتَحْصَدَتْ بَيْنَنَا الْاَضْغَانُ وَالْحِقَدُ

"یہاں تک کہ جب انہوں نے باہمی لڑائی کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا اور ہمارے درمیان بغض اور کینے خوب پختہ ہو گئے"۔

سِرْنَا اِلَيْهِمْ بِجَيْشٍ فِيْ جَوَانِبِهٖ قَوَانِسُ الْبَيْضِ وَالْمَحْبُوكَةُ السُّرُدُ

"تو ہم ان کی طرف ایک ایسا لشکر لے کر چلے جس میں ہر طرف اونچے اونچے خود اور مضبوط بنی ہوئی زرہیں تھیں"۔

وَالْجُرْدُ تَرْفُلُ بِالْاَبْطَالِ شَازِبَةً كَاَنَّهَا حِدَاٌ فِيْ سَيْرِهَا تُؤَدُ

"اور ایسے کم مو بہترین گھوڑے تھے جو بہادروں کے لئے اس طرح ناز سے چل رہے تھے گویا وہ چیلیں ہیں جن کی چال میں سستی اور نرمی پائی جاتی ہو"۔

جَيْشٌ يَقُوْدُهُمْ صَخْرٌ وَ يَرْأَسُهُمْ كَاَنَّهٗ لَيْثُ غَابٍ هَاصِرٌ حَرِدُ

"وہ ایسا لشکر تھا جس کی قیادت اور سرداری صخر (ابوسفیان) کر رہا تھا، گویا وہ ایسا شیر تھا جو اپنی کچھار میں غضبناک ہوتے ہوئے شکار کو چیر پھاڑ کر کھا رہا ہو"۔

فَاَبْرَزَ الْحَيْنُ قَوْمًا مِّنْ مَّنَازِلِهِمْ فَكَانَ مِنَّا وَ مِنْهُمْ مُلْتَقًى اُحُدُ

"پس موت اس قوم کو ان کے گھروں سے نکال لائی اور جبل احد ہمارے اور ان کے درمیان میدان جنگ بن گیا"۔

فَغُوْدِرَتْ مِنْهُمْ قَتْلٰی مُجَدَّلَةً كَالْمَعْزِ اَصْرَدَهٗ بِالصَّرْدَحِ الْبَرَدُ

"پھر مسلمانوں کے مقتول آدمی زمین پر چھوڑ دیے گئے جوان بکریوں کی مانند لگ رہے تھے جنہیں سخت سردی نے پتھریلی زمین پر انتہائی ٹھنڈا کر دیا ہو"۔

قَتْلٰی كِرَامٌ بَنُو النَّجَّارِ وَسْطَهُمُ وَ مُصْعَبٌ مِنْ قَنَانَا حَوْلَهٗ قِصَدُ

"وہ مقتول شریف لوگ تھے جن کے درمیان بنی نجار بھی تھے اور مصعب بھی، جن کے ارد

شاعر کا قول ہے: اَلْاَضْغَانُ وَالْحِقِدُ۔ ضرورت کی بناء پر قاف کو کسرہ کے ساتھ حرکت دی۔ اگر دال پر سکون کے ساتھ وقف کی جاتی اور یہ اسم محل جر میں ہوتا تو وقف میں کسرہ زیادہ بہتر ہوتا، جیسا کہ کسی نے کہا: اِصْطَفَقَا بِالرِّجِلْ یعنی الرَّجُل۔

Marfat.com

گرد ہمارے ٹوٹے ہوئے نیزوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔

وَ حَمْزَةُ الْقَوْمِ مَصْرُوْعٌ تُطِيْفُ بِهٖ ثَكْلٰى وَ قَدْ حُزَّ مِنْهُ الْاَنْفُ وَالْكَبِدُ

"اور حمزہ جیسے سردار بھی بچھاڑے پڑے تھے جن کے اردگرد بچے کھو دینے والی عورت چکر لگا رہی تھی درآں حالیکہ ان کی ناک اور کلیجہ کاٹ دیا گیا تھا"۔

كَاَنَّهٗ حِيْنَ يَكْبُوْ فِيْ حَدِيْدَتِهٖ تَحْتَ الْعَجَاجِ وَ فِيْهِ ثَعْلَبٌ جَسِدُ

"جب حمزہ گردوغبار کے نیچے اپنے خون کے راستے میں اوندھے منہ گرے پڑے تھے اور ان کے جسم میں ایک نیزہ داخل تھا جس پر خون جما ہوا تھا تو اس وقت یوں معلوم ہوتا گویا

حُوَارُ نَابٍ وَ قَدْ وَلّٰى صَحَابَتُهٗ كَمَا تَوَلَّى النَّعَامُ الْهَارِبُ الشُّرُدُ

اونٹنی کا بچہ ہے جس کے ساتھی اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ہیں جس طرح بدکے ہوئے شترمرغ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں"۔

مُجَلِّحِيْنَ وَ لَا يَلْوُوْنَ قَدْ مُلِئُوْا رُعْبًا فَنَجَّتْهُمُ الْعَوْصَاءُ وَالْكُوُدُ

"بڑے عزم صمیم سے بھاگ رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے، ان پر رعب طاری ہو گیا پھر انہیں ایک پیچیدہ دشوار گزار گھاٹی نے نجات بخشی"۔

تَبْكِيْ عَلَيْهِمْ نِسَاءٌ لَا بُعُوْلَ لَهَا مِنْ كُلِّ سَالِبَةٍ اَثْوَابُهَا قِدَدُ

بیوہ عورتیں ماتمی لباس پہنے ان پر رو رہی تھیں جنہوں نے اپنے کپڑے چاک کر رکھے تھے۔

وَ قَدْ تَرَكْنَاهُمْ لِلطَّيْرِ مَلْحَمَةً وَلِلضِّبَاعِ اِلٰى اَجْسَادِهِمْ تَفِدُ

"اور ہم نے ان کو پرندوں اور بجوؤں کے لیے مردے پھینکنے کی جگہ پر چھوڑ دیا جو ان کے جسموں کی طرف آ کر ان کا گوشت نوچ رہے تھے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر ان اشعار کی ضرار کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

احد کے روز ابوزعنہ کا رجز

علامہ ابن اسحاق نے کہا: بنی جشم بن خزرج کے فرد ابوزعنہ بن عبداللہ بن عمرو بن عتبہ نے احد کے روز یہ رجز پڑھا:

شاعر کا قول ہے: اَلْعَوْصَاءُ وَالْكُوُدُ۔ العوصاء سے مراد دشوار گزار ریتلی زمین ہے اور الکود عَقَبَةٌ كَؤُوْدٌ کی جمع ہے، یہ پیچیدہ گھاٹی کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

اَنَا اَبُوْ زَعْنَةَ يَعْدُوْبِيَ الْهُزَمْ لَمْ تُمْنَعِ الْمَخْزَاةُ اِلَّا بِالَاَلَمْ
يَحْمِى الذِّمَارَ خَزْرَجِىٌّ مِّنْ جُشَمْ

''میں ابوزعنہ ہوں، میرا ہزم نامی گھوڑا مجھے لیے دوڑا جا رہا ہے، تکلیف اٹھا کر شدائد کا مقابلہ کیے بغیر ذلت و رسوائی سے بچا نہیں جا سکتا۔ قبیلہ جشم کا ایک خزرجی آدمی اپنے حقوق کی پوری حفاظت کرتا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یوم احد کا رجز

حضرت علامہ ابن اسحاق نے کہا: یہ رجز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا: احد کے روز یہ رجز کسی مسلمان نے کہا نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ جیسا کہ بعض علمائے شعر نے مجھے بتایا اور میں نے ان میں سے کوئی بھی نہیں دیکھا جو یہ کہتا ہو کہ یہ اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں:

لَا هُمَّ اِنَّ الْحَارِثَ بْنَ الصِّمَّهْ كَانَ وَفِيًّا وَ بِنَا ذَا ذِمَّهْ

اے اللہ! بے شک حارث بن صمہ ایک وفادار شخص تھا اور ہماری ذمہ داری پوری کرنے والا تھا۔

اَقْبَلَ فِىْ مَهَامِهٍ مُهِمَّهْ كَلَيْلَةٍ ظَلْمَاءَ مُدْلَهِمَّهْ

''وہ سخت تاریک راتوں کی مانند بڑے بڑے چٹیل میدان طے کر کے آیا''۔

بَيْنَ سُيُوْفٍ وَ رِمَاحٍ جَمَّهْ يَبْغِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْمَا ثَمَّهْ

''بے شمار تلواروں اور نیزوں کے درمیان وہ رسول اللہ ﷺ کی جستجو میں وہاں پہنچا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا قول ''کلیلة'' غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

احد کے روز عکرمہ کا رجز

علامہ ابن اسحاق نے کہا: احد کے روز عکرمہ بن ابی جہل نے یہ رجز پڑھا:

كُلُّهُمْ يَزْجُرُهُ اَرْحِبْ هَلَا وَ لَنْ يَّرَوْهُ الْيَوْمَ اِلَّا مُقْبِلَا
يَحْمِلُ رُمْحًا وَ رَئِيْسًا جَحْفَلَا

''وہ سب اس گھوڑے کو اَرْحِبْ هَلَا (ادھر آ) کہہ کر جھڑک رہے تھے لیکن آج وہ اس کی

عکرمہ کا رجز

عکرمہ کا قول ہے اَرْحِبْ هَلَا۔ اس لفظ سے گھوڑوں کو جھڑکا جاتا ہے۔ اسی طرح هِقِطْ وَ

Marfat.com

صرف یہی حالت دیکھیں گے کہ وہ اپنی پیٹھ پر ایک نیزہ اور ایک عظیم الشان سردار کو اٹھائے آگے بڑھتا چلا جائے گا"۔

احد کے روز بنی عبدالدار کے مقتولوں کے مرثیہ میں اعشیٰ تمیمی کے اشعار

اعشیٰ بن زرارہ بن نباش تمیمی نے یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ بنی تمیم کی شاخ بنی اسد بن عمرو بن تمیم کا ایک فرد ہے جو احد کے روز بنی عبدالدار کے قتل ہونے والے لوگوں کا مرثیہ کہتا ہے:

حُیِّیَ مِنْ حَیٍّ عَلٰی نَاْیِهِمْ بَنُوْا اَبِیْ طَلْحَةَ لَا تُصْرَفُ

"ابوطلحہ کے بیٹوں کے دور ہونے کے باوجود انہیں قبیلے کی جانب سے سلام پہنچے جسے لوٹایا نہیں جا سکتا"۔

یَمُرُّ سَاقِیْهِمْ عَلَیْهِمْ بِهَا وَ کُلُّ سَاقٍ لَهُمْ یَعْرِفُ

یہ سلام لے کر ان کا ساقی ان کے پاس سے گزرتا ہے اور ان کا ہر ساقی خوب جانا پہچانا ہے۔

لَا جَارُهُمْ یَشْکُوْ وَ لَا ضَیْفُهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ بَابٌ لَهُمْ یُصْرَفُ

"نہ ان کا کوئی پڑوسی شکایت کرتا ہے نہ ان کا کوئی مہمان اور نہ ان کا کوئی دروازہ اس کے لئے بند کیا جاتا ہے"۔

اور عبداللہ بن زبعری نے احد کے روز یہ اشعار کہے:

قَتَلْنَا ابْنَ جَحْشٍ فَاغْتَبَطْنَا بِقَتْلِهٖ وَ حَمْزَةَ فِیْ فُرْسَانِهٖ وَابْنَ قَوْقَلِ

"ہم نے ابن جحش کو قتل کیا اور اس کے قتل سے ہمیں بہت خوشی ہوئی اور حمزہ کو ہم نے اس کے سواروں کے درمیان قتل کیا نیز ابن قوقل کو بھی قتل کیا"۔

وَ اَفْلَتَنَا مِنْهُمْ رِجَالٌ فَاَسْرَعُوْا فَلَیْتَهُمْ عَاجُوْا وَ لَمْ نَتَعَجَّلِ

"ان کے کچھ آدمی ہم سے بچ نکلے اور تیزی سے بھاگ گئے۔ کاش وہ ذرا اور ٹھہرتے اور ہم جلد بازی سے کام نہ لیتے"۔

اَقَامُوْا لَنَا حَتّٰی تَعَضَّ سُیُوْفُنَا سَرَاتَهُمْ وَ کُلُّنَا غَیْرُ عُزَّلِ

"وہ ہمارے سامنے ٹھہرے تاکہ ہماری تلواریں ان کے سرداروں کو کاٹ کر رکھ دیں اور ہم سب مسلح تھے"۔

وَقِیْطُ اور هَبْ وَ سَقَبْ کے الفاظ سے بھی گھوڑوں کو جھڑکا جاتا ہے۔

Marfat.com

وَ حَتّٰی یَکُوْنَ الْقَتْلُ فِیْنَا وَ فِیْهِمُ ۔۔۔ وَ یَلْقَوْا صَبُوْحًا شَرُّهٗ غَیْرُ مُنْجَلِیْ

''اور تا کہ ہمارے اور ان کے درمیان خوب قتل و غارت ہو اور وہ اس موت کا جام پی لیں جس کا شر واضح نہیں ہوتا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ شعر ''وکلنا'' اور یہ شعر ''ویلقوا صبوحا'' غیر ابن اسحاق سے مروی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ اشعار کہے:

اَسَائِلَةٌ اَصْحَابَ اُحُدٍ مَخَافَةً ۔۔۔ بَنَاتُ اَبِیْ مِنْ اَعْجَمٍ وَ خَبِیْرِ

''کیا میری بہنیں خوف کے مارے اصحاب احد میں سے ہر بے خبر اور باخبر آدمی سے پوچھ رہی ہیں؟''

فَقَالَ الْخَبِیْرُ اِنَّ حَمْزَةَ قَدْ ثَوٰی ۔۔۔ وَزِیْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَیْرُ وَزِیْرِ

''تو (سنو) باخبر شخص نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین وزیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جاں بحق ہو گئے ہیں''۔

دَعَاهُ اِلٰهُ الْحَقِّ ذُوالْعَرْشِ دَعْوَةً ۔۔۔ اِلٰی جَنَّةٍ یَحْیَا بِهَا وَ سُرُوْرِ

عرش کے مالک معبود حقیقی نے انہیں سرور اور جنت کی طرف بلا لیا جہاں وہ زندہ رہیں گے۔

فَذٰلِكَ مَا كُنَّا نُرَجِّیْ وَ نَرْتَجِیْ ۔۔۔ لِحَمْزَةَ یَوْمَ الْحَشْرِ خَیْرَ مَصِیْرِ

''تو یہ وہ چیز ہے جس کی ہم سب لوگ اپنے لئے آرزو کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی آرزو دلاتے ہیں، حشر کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے بہترین ٹھکانہ ہوگا''۔

فَوَاللّٰهِ لَا اَنْسَاكَ مَا هَبَّتِ الصَّبَا ۔۔۔ بُكَاءً وَ حُزْنًا مَحْضَرِیْ وَ مَسِیْرِیْ

''پس قسم بخدا جب تک باد صبا چلتی رہے گی میں تمہیں نہ بھولوں گی، سفر و حضر میں غمزدہ رہ کر روتی رہوں گی''۔

عَلٰی اَسَدِ اللّٰهِ الَّذِیْ كَانَ مِدْرَهًا ۔۔۔ یَذُوْدُ عَنِ الْاِسْلَامِ كُلَّ كَفُوْرِ

''اللہ تعالیٰ کے اس شیر پر (روتی رہوں گی) جو اپنی زبان اور تلوار سے اپنی قوم کا دفاع کرنے والا تھا اور ہر کافر سے اسلام کی مدافعت کرتا تھا''۔

Marfat.com

فَيَالَيْتَ شِلْوِيْ عِنْدَ ذَاكَ وَ اَعْظُمِيْ لَدَى اَضْبُعٍ تَعْتَادُنِيْ وَ نُسُوْرِ

''ہائے کاش! میرا بقیہ جسم اور میری ہڈیاں بھی ان بجوؤں اور گدھوں کے پاس چلے جاتے جومڑ مڑ میرا گوشت کھاتے رہتے''۔

اَقُوْلُ وَ قَدْ اَعْلَى النَّعِيَّ عَشِيْرَتِيْ جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا مِنْ اَخٍ وَّ نَصِيْرِ

''میرے خاندان والوں نے آہ و بکا کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کیں جبکہ میں ایسی حالت میں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی اور مددگار کو جزائے خیر عطا فرمائے''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ قول مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے: بُكَاءً وَّ حُزْنًا مَحْضَرِيْ وَ مَسِيْرِيْ۔

شماس کے مرثیہ میں نعم کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: احد کے روز شماس بن عثمان مارا گیا، اس کی بیوی نعم نے اس کا یہ مرثیہ کہا:

يَا عَيْنُ جُوْدِيْ بِفَيْضٍ غَيْرِ اِبْسَاسٍ عَلٰى كَرِيْمٍ مِنَ الْفِتْيَانِ اَبَّاسِ

''اے آنکھ! بغیر کسی تکلیف کے اس شخص پر آنسوؤں کی سخاوت کر جو تمام نوجوانوں میں نہایت شریف اور سخت جان تھا''۔

صَعْبِ الْبَدِيْهَةِ مَيْمُوْنٍ نَقِيْبَتُهٗ حَمَّالِ اَلْوِيَةٍ رَكَّابِ اَفْرَاسِ

''جس کی پہلی رائے ہی مستحکم ہوتی اور جس کا ہر کام مسعود و بابرکت ہوتا، جو بہترین علمبردار اور ماہر شہسوار تھا''۔

نعیم کے اشعار

نعیم کا قول ہے: يَا عَيْنُ جُوْدِيْ بِفَيْضٍ غَيْرِ اِبْسَاسٍ۔ ابساس کا معنی ہے اونٹنی کا دودھ زیادہ کرنے کے لئے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرنا۔ آپ اونٹنی کو (بلانے کے لئے) کہتے ہیں: بَسْ بَسْ۔ پھر یہ معنی بلاتکلف بہنے والے آنسوؤں کے لئے استعارۃً استعمال ہونے لگا۔

اس کا قول ہے: صَعْبُ الْبَدِيْهَةِ۔ یعنی اس کی فی البدیہہ کہی گئی بات کا بھی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کی پورے غور و فکر اور سوچ بچار سے کہی ہوئی بات کا کوئی کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔

Marfat.com

اَقُوْلُ لَمَّا اَتَی النَّاعِیْ لَہٗ جَزَعًا   اَوْدَی الْجَوَادُ وَ اَوْدَی الْمُطْعِمُ الْکَاسِیْ

"جب موت کی خبر لانے والے نے اس کی موت کی خبر دی تو میں گھبرا کر کہہ اٹھی بہت بڑا سخی ہلاک ہو گیا اور لوگوں کو کھلانے اور پہنانے والا ہلاک ہو گیا"۔

وَ قُلْتُ لَمَّا خَلَتْ مِنْہُ مَجَالِسُہٗ   لَا یُبْعِدُ اللّٰہُ عَنَّا قُرْبَ شَمَّاسِ

"اور جب مجالس اس کے بغیر خالی ہو گئیں تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ شماس کے قرب کو ہم سے دور نہ کرے"۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ لامیہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے:

بَکَتْ عَیْنِیْ وَ حُقَّ لَھَا بُکَاھَا   وَ مَا یُغْنِیْ الْبُکَاءُ وَ لَا الْعَوِیْلُ

آپ نے مقصور کو اپنے مقام پر اور ممدود کو اپنے مقام پر رکھا کیونکہ البکا مقصور غم اور دکھ کے معنی میں ہے اور اگر یہ ممدود ہو تو آہ و زاری کے معنی میں ہے، آوازوں میں یہی قیاس ہے کہ وہ فُعَال کے وزن پر ہوں، چنانچہ آپ کے قول حُقَّ لَھَا بُکَاھَا کا معنی ہے ان کا غم اور دکھ ان کا حق ہے کیونکہ غم اور دکھ بغیر چیخ و پکار کے ہی متحقق ہوتا ہے۔ پھر کہا وَ مَا یُغْنِی الْبُکَاءُ وَ لَا الْعَوِیْلُ یعنی نہ چیخ فائدہ دے سکتی ہے نہ پکار اور نہ کسی پر رونا نفع دے سکتا ہے۔ چنانچہ ہر کلمہ اپنے صحیح مقام پر واقع ہوا ہے۔

آپ کا قول ہے: حُقَّ لَھَا یعنی حَقَّ۔ یہ اصل میں فَعِلَ کے وزن پر حَقِقَ ہے اور بُکَاھَا اس کا فاعل ہے نہ کہ مفعول اور جب آپ کسی فعل میں مبالغہ اور تعجب کا معنی پیدا کرنا چاہیں تو ضمہ فعل کے عین کلمہ سے فاء کلمہ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ مثلاً آپ کہتے ہیں: حُسْنَ زَیْدٌ یعنی حَسُنَ جِدًّا زید بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور اگر تعجب کے معنی کا ارادہ نہ ہو تو یا صرف ضمہ جائز ہوتا ہے یا صرف سکون جیسے کَبُرَ زَیْدٌ وَ کَبْرَ۔ لیکن کُبْرَ صرف اس وقت کہتے ہیں جب تعجب کا ارادہ ہو۔ شاعر اخطل کا قول ہے:

فَقُلْتُ اقْتُلُوْھَا عَنْکُمْ بِمِزَاجِھَا   وَحُبَّ بِھَا مَقْتُوْلَۃً حِیْنَ تُقْتَلُ

"پس میں نے کہا اسے (یعنی شراب کو) اس کے مزاج کے ساتھ اپنے آپ سے قتل کر دو (یعنی دور کر دو) اور قتل کی جانے والی چیز سے اس وقت محبت کرنا کتنا حیران کن ہے جب اسے قتل کیا جا رہا ہو"۔

Marfat.com

نعم کی تعزیت میں ابوالحکم کے اشعار

پھر اس کے بھائی ابوالحکم بن سعید بن یربوع نے اس کی تعزیت کرتے ہوئے یہ جوابی اشعار کہے:

اِقْنَیْ حَیَاءَ كِ فِیْ سِتْرٍ وَّ فِیْ كَرَمٍ فَاِنَّمَا كَانَ شَمَّاسٌ مِّنَ النَّاسِ

''پردے اور شرافت میں اپنی حیاء کی حفاظت کر، شماس آخر انسانوں میں سے ایک انسان ہی تھا''۔

لَا تَقْتُلِی النَّفْسَ اِذْ حَانَتْ مَنِیَّتُهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ یَوْمَ الرَّوْعِ وَالْبَاسِ

''تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر جبکہ گھبراہٹ اور سختی کے روز اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کی موت کا وقت قریب آگیا''۔

قَدْ كَانَ حَمْزَةُ لَیْثَ اللّٰهِ فَاصْطَبِرِیْ فَذَاقَ یَوْمَئِذٍ مِنْ كَاْسِ شَمَّاسِ

''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تو اللہ کے شیر تھے، آخر انہوں نے بھی اس روز شماس والے جام کا مزہ چکھا تھا، اس لئے تو صبر وضبط سے کام لے''۔

احد سے واپسی کے بعد ہند کے اشعار

جب مشرکین احد سے واپس لوٹے تو ہند بنت عتبہ نے یہ اشعار کہے:

ایک اور شاعر سہم بن حنظلہ الغنوی نے کہا:

لَمْ یَمْنَعِ الْقَوْمُ مِنِّیْ مَا اَرَدْتُ وَ لَمْ اُعْطِهِمْ مَا اَرَادُوْا حُسْنَ ذَا اَدَبَا

''قوم نے مجھ سے اس کام کو نہ روکا جس کا میں نے ارادہ کیا اور میں نے انہیں وہ چیز نہ دی جو وہ چاہتے تھے۔ یہ کتنا اچھا ادب تھا''۔

یہ اصل میں حَسُنَ ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

اَلَا حُبَّ بِالْبَیْتِ الَّذِیْ اَنْتَ زَائِرُهٗ

''سنو! وہ گھر کتنا ہی پیارا ہے جس کی تو زیارت کرنے والا ہے''۔

شاعر نے بِالْبَیْتِ کہا اس میں اسی طرح تعجب کا معنی ہے جس طرح اَحْبِبْ بِالْبَیْتِ میں ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اَبَا یَعْلٰی لَكَ الْاَرْكَانُ هُدَّتْ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یعلی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابویعلی تھی۔ آپ کا اس کے سوا

Marfat.com

رَجَعْتُ وَ فِیْ نَفْسِیْ بَلَابِلُ جَمَّةٌ وَ قَدْ فَاتَنِیْ بَعْضُ الَّذِیْ کَانَ مَطْلَبِیْ

''میں اس حالت میں واپس آئی کہ میرے دل میں بہت سے غم باقی رہ گئے اور میرے بعض وہ مقاصد پورے نہ ہو سکے

مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ مِنْ قُرَیْشٍ وَ غَیْرِهِمْ بَنِیْ هَاشِمٍ مِنْهُمْ وَ مِنْ اَهْلِ یَثْرِبِ

جو میں ان اصحاب بدر سے پورے کرنا چاہتی تھی جن میں کچھ قریش، بنی ہاشم اور اہل یثرب شریک تھے''۔

وَ لٰكِنَّنِیْ قَدْ نِلْتُ شَیْئًا وَ لَمْ یَكُنْ كَمَا كُنْتُ اَرْجُوْ فِیْ مَسِیْرِیْ وَ مَرْكَبِیْ

''لیکن میں نے اپنے کچھ مقاصد پورے کر لیے ہیں مگر اس قدر نہیں جس قدر میں اپنے سفر اور سواری پر چلتے ہوئے امید رکھتی تھی''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس کا یہ شعر مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے:

وَ قَدْ فَاتَنِیْ بَعْضُ الَّذِیْ كَانَ مَطْلَبِیْ

اور بعض علمائے شعر ان اشعار کی ہند کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

کوئی بیٹا زندہ نہ رہا۔ یعلیٰ نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے چھوڑے پھر بقولِ مصعب ان کی نسل ختم ہوگئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ بھی ہے۔ بعثت کے واقعات میں آپ کا ذکر اسی کنیت کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عمارہ آپ کی بیٹی تھی جس کی وجہ سے آپ کی یہ کنیت ہے۔ یہی وہ بیٹی ہے جس کے متعلق دار قطنی نے السنن میں ذکر کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایک آزاد کردہ غلام فوت ہوگیا۔ اس نے ایک بیٹی چھوڑی، اس کے نصف مال کی وہ وارث بنی اور بقیہ نصف مال کی وارث حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بنی۔ آپ نے سنن میں اس کا نام ذکر نہیں کیا، لیکن بکر بن علاء کی کتاب احکام القرآن میں اس کا نام ذکر ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی مروی ہے کہ ولاء اس بیٹی کو حاصل تھی اور اس غلام کو آزاد کرنے والی وہی تھی نہ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

یومِ رجیع کا بیان

۳ھ میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہم سے حضرت ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبداللہ البکائی نے حضرت محمد بن اسحاق المطلبی کی روایت بیان کی، انہوں نے کہا مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا غزوۂ احد کے بعد عضل اور قارہ کے چند آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

عضل اور قارہ کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا: عضل اور قارہ بنی ھَون بن خزیمہ بن مدرکہ کی دوشاخیں ہیں اور ہاء کے ضمہ کے ساتھ ھُون بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لوگوں میں اسلام کی رغبت پیدا ہو رہی ہے اس لئے ہمارے ساتھ اپنے اصحاب کا ایک گروہ بھیجئے جو ہمیں دین سکھائیں، قرآن کریم پڑھائیں اور شرائع اسلامیہ سے آگاہ کریں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چھ اصحاب پر مشتمل ایک جماعت روانہ کی جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ۔

۲۔ بنی عدی بن کعب کے حلیف حضرت خالد بن بکیر اللیثی رضی اللہ عنہ۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

علامہ ابن اسحاق نے عضل اور قارہ کے لوگوں کی غداری کا ذکر کیا۔ یہ دونوں بنی ہون کی شاخیں ہیں اور بنی ہون، ہون بن خزیمہ کے دو بیٹوں ریش اور یثیع کی اولاد ہیں۔ قارہ کے معنی اور اس ضرب المثل کی وضاحت جو ان میں جاری ہوئی پہلے گزر چکی ہے اور قارہ حرہ(1) ہے۔ ہم نے ان کی وجہ تسمیہ ذکر کر دی ہے۔

1۔ حرہ ایک سیاہ پتھروں والی زمین ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ جلی ہوئی ہے۔

Marfat.com

۳۔ بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح رضی اللہ عنہ۔

۴۔ بنی جحجبی بن کلفہ بن عمرو بن عوف کے فرد حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ۔

۵۔ بنی بیاضہ بن عمرو بن زریق بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج کے فرد حضرت زید بن دثنہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ۔

۶۔ بنی ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کے حلیف حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی کو ان لوگوں کا امیر مقرر کیا۔ آپ ان لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب یہ لوگ حجاز کے اطراف میں ہدأۃ کے اوپر قبیلہ ہذیل کے ایک رجیع نامی چشمے پر پہنچے تو ان لوگوں نے ان سے غداری کی۔ اور قبیلہ ہذیل کے لوگوں سے مسلمانوں کے خلاف خفیہ بات چیت کی۔ مسلمان اپنے خیموں میں بے فکر بیٹھے تھے، البتہ چند آدمیوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جو ان کا پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تلواریں تھام لیں۔ اس پر وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہم تم کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے، بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہیں اہل مکہ کے حوالے کر کے ان سے کچھ رقم بٹور لیں۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کا عہد اور میثاق دیتے ہیں کہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کریں گے۔

حضرات مرثد، ابن بکیر اور عاصم رضی اللہ عنہم کی شہادت

حضرات مرثد بن ابی مرثد، خالد بن بکیر اور عاصم بن ثابت نے تو انہیں دوٹوک جواب دیا: وَاللّٰهِ لَا نَقْبَلُ مِنْ مُشْرِكٍ عَهْدًا وَّ لَا عَقْدًا اَبَدًا۔ ''بخدا ہم کسی مشرک سے عہد و پیمان قبول کرنے کے لئے تیار نہیں''۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہے:

صاحب سیرت نے ذکر کیا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اصحاب چھ تھے اور جامع صحیح بخاری میں ہے کہ وہ دس تھے۔ یہی اصح ہے۔ واللہ اعلم۔

صاحب سیرت نے ان چھ کے اسماء بھی ذکر کیے ہیں اور گزشتہ صفحات میں ان کے نسب بھی بیان کر دیے ہیں۔ جہاں تک حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ بنی جحجبی بن کلفہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد ہیں اور زید بن دثنہ بن معاویہ (کے والد کا نام) ثدنہ سے مقلوب ہے اور ثدن کا معنی ہے گوشت کا ڈھیلا پڑ جانا۔

Marfat.com

مَا عِلَّتِیْ وَ اَنَا جَلْدٌ نَابِلُ وَالْقَوْسُ فِیْهَا وَتَرٌ عُنَابِلُ

"میرے لئے کیا عذر ہے جب میں طاقتور ہوں اور میرا ترکش تیروں سے پر ہے، کمان مضبوط اور اس کا چلہ صحیح وسلامت ہے"۔

تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِهَا الْمَعَابِلُ اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَّالْحَیَاۃُ بَاطِلُ

تیروں کے پھل اس کے پہلوؤں سے پھسل رہے ہیں۔ موت حق ہے اور زندگی باطل ہے۔

وَ كُلُّ مَا حَمَّ الْاِلٰهُ نَازِلُ بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَیْهِ آئِلُ

اِنْ لَّمْ اُقَاتِلْكُمْ فَاُمِّیْ هَابِلُ

"اور اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہ انسان پر ہو کر رہے گا اور ہر انسان کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔ (اے مشرکو!) اگر میں تم سے جنگ نہ کروں تو میری ماں کا پت مرے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: هَابِلُ کا معنی ہے بیٹے کی وفات پر رونے والی ماں۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بھی کہے:

اَبُوْ سُلَیْمَانَ وَ رِیْشُ الْمُقْعَدِ وَ ضَالَةٌ مِثْلُ الْجَحِیْمِ الْمُوْقَدِ

"میں ابوسلیمان ہوں اور مقعد نامی شخص کے بنائے ہوئے تیر کی نوک ہوں اور ضالہ درخت

صاحب سیرت نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اور آپ کا یہ شعر ذکر کیا:

مَا عِلَّتِیْ وَ اَنَا جَلْدٌ نَابِلُ وَالْقَوْسُ فِیْهَا وَتَرٌ عُنَابِلُ

عنابل کا معنی ہے مضبوط، گویا یہ عَبَالَة سے مشتق ہے جس کا معنی قوت ہے۔ اس میں نون زائدہ ہے۔ ایک سخت درخت کو بھی عبالہ کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک عبالہ درخت کا تھا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کا عصا جنت کے درخت مورد کی عمدہ ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا(1) اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ دو اصلوں سے مرکب ہو۔ یعنی اَلْعَنَنُ (سامنے آنے والی شے) اور اَلنَّبَلُ (تیر) سے۔ گویا اس کی کمان اپنا تیر اس نشانے کو بھی سیدھا مارتی ہے جو ایک جانب ہو جائے۔

صاحب سیرت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا: اَبُوْ سُلَیْمَانَ وَ رِیْشُ الْمُقْعَدِ۔

آپ کا قول ہے "ابوسلیمان" یعنی میں ابوسلیمان ہوں جو جنگوں میں مشہور و معروف ہوں اور

1۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے عصا، اس کی کیفیت، اس کے طول اور وصف کے متعلق بحث علم غیر نافع اور جہل غیر مضر ہے۔ اگر اس مسئلہ میں کوئی فائدہ ہوتا تو اس کا وصف اور شکل وصورت وغیرہ قرآن کریم میں یا نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس پر سنت صحیحہ میں بیان کی جاتی لیکن کتب تفسیر میں کہیں بھی اس کا بیان نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کو چھوڑ دیں۔

Marfat.com

سے بنائی گئی کمان ہوں جو بھڑ کتے ہوئے جہنم کی مانند ہوتی ہے"۔

إِذَا النَّوَاجِي افْتُرِشَتْ لَمْ أُرْعَدْ وَ مُجْنأً مِنْ جِلْدِ ثَوْرٍ أَجْرَدِ

وَ مُؤْمِنٌ بِمَا عَلَى مُحَمَّدٍ

"جب تیز رفتار اونٹنیوں پر سواری کی جاتی ہے تو میں خوفزدہ نہیں ہوتا اور میں بیل کی چکنی

میرے پاس ایک ایسا تیر ہے جس میں مقعد نامی شخص نے پر لگایا ہے۔ یہ شخص تیر بناتا تھا اور ان میں پر لگاتا تھا۔ اور ریش اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پر قابل تعریف ہو۔ اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک پر کا بطن دوسرے پر کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اور اللغاب اس کے برعکس ہوتا ہے کہ اس میں ایک پر کی پیٹھ دوسرے پر کی پیٹھ کی طرف ہوتی ہے۔ اسے ظہار بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی لوام ہے جو لؤم سے ماخوذ ہے اور لام پردار تیر کو کہتے ہیں۔ امرؤ القیس نے کہا:

كَرِّكَ لَأْمَيْنِ عَلَى نَابِلِ

روبہ سے اس مصرع کا معنی پوچھا گیا۔ اس نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میری پھوپھی نے بیان کیا درآں حالیکہ وہ بنی دارم میں تھیں، انہوں نے کہا ایک مرتبہ امرؤ القیس علقمہ بن عبدہ کے ساتھ مل کر شراب پی رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تیرے اس شعر کا کیا معنی ہے: كَرِّكَ لَأْمَيْنِ عَلَى نَابِلِ اس نے کہا میں نابل کے پاس سے گزرا درآں حالیکہ اس کا ایک ساتھی ایسا پردار تیر پکڑا رہا تھا جس پر لوم اور ظہار کے پر لگے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے زیادہ تیز چیز کبھی نہ دیکھی اور نہ اس سے زیادہ خوبصورت۔ چنانچہ میں نے ان کے ساتھ تشبیہ دے دی۔ یہ حضرت ابوحنیفہ نے ذکر کیا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا قول ہے وَضَالَةٌ یعنی وہ تیر جن کے دستے ضال درخت سے بنائے گئے ہوں اور ضال بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ شاعر ذوالرمہ کا قول ہے:

قَطَعْتُ إِذَا تَخَوَّفَتِ الْعَوَاطِي ضُرُوْبَ السِّدْرِ عُبْرِيًا وَ ضَالًا

العُبری بیری کے وہ درخت ہیں جو دریاؤں کے کناروں پر اگتے ہیں اور ضال وہ درخت ہیں جو جنگل میں ہوتے ہیں اور العواطی ان مویشیوں کو کہتے ہیں جو موسم گرما میں گھوم کر درختوں کے پتے کھاتے ہیں۔ تو شعر کا معنی یہ ہوگا کہ میں نے ایسے وقت میں اس صحراء کو عبور کیا جب عواطی مویشی دریاؤں کے کنارے اگے ہوئے بیری اور ضال کے درختوں کی شاخوں کو کم کرنے لگے اور تَخَوُّفْتُ کا

Marfat.com

معنی ہے تَنَقَّصَتَ یعنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے: اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ ؕ (النحل:47) ''یا پکڑ لے انہیں (عذاب الٰہی) جبکہ وہ لاغر و نحیف ہو چکے ہوں''۔ صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حجیر بن ابی اھاب وہ شخص ہے جس نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خریدا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حجیر کے اخیافی بھائی حارث بن نوفل کو قتل کیا تھا اور معمر بن راشد نے کہا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا تھا کیونکہ آپ نے بدر کے روز ان کے باپ کو قتل کیا تھا۔ ان روایات کا مفہوم علامہ ابن اسحاق کے ذکر کردہ قول کے قریب قریب ہے۔

راوی کا قول ہے: ماویۃبنت حجیر۔ اس میں ماویہ واؤ کے ساتھ ہے۔ اسے یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اور آپ کے علاوہ دیگر رواۃ نے ابن اسحاق سے یہ لفظ راء کے ساتھ ماریہ روایت کیا ہے۔ اور ابن ہشام کی روایت کے پرانے نسخوں میں یہ لفظ واؤ کے ساتھ مذکور ہے۔ جس طرح ابن بکیر نے روایت کیا ہے۔ اس اسم کے مادہ اشتقاق کے بارے میں ہم نے اس کتاب کے شروع میں گفتگو کی ہے۔ لہٰذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اَلۡمَارِیَۃ جب تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی گائے ہے اور جب یاء کی تشدید کے ساتھ ہو تو یہ نرم پروں والے بھٹ تیتر کو کہتے ہیں۔ جس لڑکے کو اس نے چھری دی تھی، کہا گیا ہے کہ وہ ابو عیسیٰ بن حارث بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے۔ زبیر نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین کا دادا ہے جن سے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے الموطا میں روایت کی ہے۔

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ ابو میسرہ وہ شخص ہے جس نے پھانسی کے تختے پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا تھا۔ یہ ابو میسرہ، عوف بن سباق بن عبدالدار کا بیٹا ہے۔ جس شخص نے اس کے ساتھ مل کر آپ کو نیزہ مارا وہ عقبہ بن حارث ہے جس کی کنیت ابوسروعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوسروعہ اور عقبہ دونوں بھائی تھے جو اکٹھے مسلمان ہوئے اور عقبہ بن حارث کی صرف ایک حدیث ہے جو رضاعت اور اس میں ایک عورت کی گواہی کے متعلق ہے۔ اس کی یہ حدیث صحاح میں مشہور ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے کہا میں نے ابو اھاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ایک سیاہ فام عورت آئی اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پھر ساری حدیث ذکر فرمائی۔ اس میں دار قطنی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے کہا پھر ایک سیاہ فام عورت ہم سے کچھ مانگنے کے لئے آئی لیکن ہم نے اسے کچھ نہ دیا۔ وہ

Marfat.com

ہوتی ہے اس پر ایمان بھی رکھتا ہوں"۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بھی کہا:

اَبُوْ سُلَیْمَانَ وَ مِثْلِیْ رَامِیْ وَ کَانَ قَوْمِیْ مَعْشَرًا کِرَامًا

میں ابوسلیمان ہوں اور مجھ جیسا تیر انداز کون ہے؟ اور میری قوم شریف لوگوں کا گروہ ہے۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسلیمان تھی۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے اور آپ کے دو ساتھی بھی شہید ہو گئے۔

شہد کی مکھیوں کے ایک غول کا حضرت عاصم کی نعش کی حفاظت کرنا

جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ آپ کا سر کاٹ کر اسے سلافہ بنت سعد بن شہید کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ احد کے روز جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے سلافہ کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا تھا تو اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ عاصم کا سر حاصل کر سکی تو اس کی کھوپڑی کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیے گی۔ لیکن جب شہد کی مکھیوں کا ایک غول حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش اور ان کے درمیان حائل ہو گیا تو وہ کہنے لگے اس کی نعش کو شام تک چھوڑ دو۔ جب شام کو مکھیاں اسے چھوڑ کر چلی جائیں گی تو ہم اس کا سر لے لیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وادی میں سیلاب بھیج دیا جو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو بہا کر لے گیا۔

کہنے لگی قسم بخدا میں نے تم دونوں کو دودھ پلا رکھا ہے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس بات کا تذکرہ کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ جھوٹی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے پوچھا وہ کیسے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس عورت کو طلاق دے دی اور اس نے ضریب بن حارث سے نکاح کر لیا جس سے ام قتال پیدا ہوئی۔ یہ حضرت جبیر بن مطعم کی زوجہ اور ان کے بیٹوں محمد اور نافع بن جابر کی ماں تھی۔ اور جس عورت کو حضرت عقبہ نے طلاق دی تھی اس کا نام غنیۃ اور کنیت ام یحییٰ ہے۔ اس کا نام ابو الحسن دار قطنی نے المؤتلف والمختلف میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ابو عمر نے کتاب النساء میں اس کا ذکر نہیں کیا اور جن لوگوں نے حدیث میں تالیفات کیں ان میں سے کثیر نے بھی اس کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔

صاحب سیرت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جب اَلدَّبْر نے آپ کی حفاظت کی۔ یہاں اَلدَّبْر سے مراد بھڑوں کا غول ہے اور الدبو چھوٹی مکڑیوں کو کہتے ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے مَاءُ دَبْرٍ (مکڑی کا پانی)۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے، انہوں نے کہا کبھی کبھی شہد کی مکھیوں کو دال کے فتحہ کے ساتھ دَبْر کہا جاتا ہے اس کا واحد دبرۃ ہے۔ آپ نے کہا شہد کی مکھیوں کو خشرم بھی کہا جاتا ہے اس کا

Marfat.com

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا تھا کہ نہ کوئی مشرک آپ کو ہاتھ لگائے گا اور نہ کبھی آپ کسی مشرک کے ناپاک جسم کو ہاتھ لگائیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ شہد کی مکھیوں کے ایک غول نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش کا دفاع کیا تو آپ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی حفاظت فرماتا ہے، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ نہ کوئی مشرک آپ کو ہاتھ لگائے اور نہ آپ اپنی زندگی میں کبھی کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی حفاظت کی جس طرح آپ نے اپنی زندگی میں اپنی حفاظت کی۔

حضرات خبیب، ابن طارق اور ابن دثنہ کی قتل گاہ

جہاں تک حضرات زید بن دثنہ، خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو یہ حضرات نرم اور کمزور پڑ گئے اور زندگی میں رغبت کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے آپ کو کفار کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ان حضرات کو گرفتار کر لیا اور لے کر مکہ چلے گئے تاکہ انہیں وہاں فروخت کریں۔ جب یہ لوگ ظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ

اس لفظ سے کوئی واحد نہیں۔ یہ ابو عبید کی اصمعی سے روایت ہے اور اصمعی سے دیگر لوگوں کی روایت یہ ہے کہ اس کا واحد خَشْرَمَة ہے اور شہد کی مکھیوں کے غول کو اَلثَّوْلُ بھی کہا جاتا ہے، اس کا کوئی واحد نہیں۔ اسی طرح اَلنُّوْبُ اور اَللُّوْبُ بھی شہد کی مکھیوں کے نام ہیں۔ اللوب کے متعلق زبان بن قسور کی ایک حدیث ہے۔ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو وادیٔ شوط میں اترتے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپ سے گفتگو کی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اِنَّ مَعَنَا لُوْبًا لَنَا۔ یعنی ہمارے ہاں شہد کی مکھیوں کا ایک گروہ تھا جس کا چھتہ اور موم ہمارے ایک کنویں میں تھا۔ ایک آدمی آیا، اس نے دو پتھر ایک دوسرے کے ساتھ رگڑے، ان سے آگ نکالی اور اسے ایک چھڑی کے ساتھ سلگا دیا، پھر اس سے دھواں پیدا کیا اور اسے مکھیوں کی طرف اڑایا، ساری مکھیاں اڑ کر بھاگ گئیں۔ اس شخص نے اپنا مشوار (شہد نکالنے کا آلہ) کنویں میں لٹکایا۔ اس طرح اس نے شہد حاصل کی اور لے کر چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ سَرَقَ شِرْوَ قَوْمٍ فَاَضَرَّ بِهِمْ اَفَلَا تَبِعْتُمْ اَثَرَهٗ وَ عَرَفْتُمْ خَبَرَهٗ۔ وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جس نے کسی قوم کی شہد چوری کر کے انہیں نقصان پہنچایا، کیا تم نے اس کا تعاقب نہ کیا اور اس کی خبر نہ پہچانی؟ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک ایسی قوم سے جا ملا جن میں دفاع کی قوت تھی اور وہ ہمارے پڑوسی بنی ہذیل ہیں۔

Marfat.com

عنہ نے رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا پھر اپنی تلوار بے نیام کر لی۔ یہ دیکھ کر کفار آپ سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کا مزار ظہران میں ہے، رحمہ اللہ۔ وہ لوگ حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو مکہ لے آئے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: انہوں نے ان دونوں کو قریش کے ہاتھ بیچ دیا اور ان کے بدلے اپنے دو ہذیلی قیدی رہا کرا لیے جو پہلے سے مکہ میں اسیر تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بنی نوفل کے حلیف حجیر بن ابی اہاب تمیمی نے عقبہ بن حارث بن عامر بن نوفل کے لئے خرید لیا۔ ابو اہاب حارث بن عامر کا اخیافی بھائی تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت خبیب کو اپنے باپ کے بدلے قتل کرے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حارث بن عامر ابو اہاب کا ماموں ہے اور ابو اہاب بنی اسید بن عمرو بن تمیم کا فرد ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بنی تمیم کی شاخ بنی عدس بن زید بن عبداللہ بن

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صَبْرَكَ صَبْرَكَ تَرِدُ نَهَرَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ سَعَتَهُ كَمَا بَيْنَ اللَّقِيقَةِ وَالسَّحِيقَةِ يَتَسَبْسَبُ جَرْيًا بِعَسَلٍ صَافٍ مِنْ قَذَاهُ مَا تَقِيَاْهُ لُوبٌ وَلَا مَجَّهُ ثَوْبٌ "صبر کرو صبر کرو تم جنت کی نہر پر وارد ہو گے، بے شک اس کی چوڑائی اتنی ہے جتنا لقیقہ اور سحیقہ کے درمیان فاصلہ ہے، اس میں تنکوں سے صاف ستھرا شہد لگاتار بہہ رہا ہے، کوئی شہد کی مکھی نہ اسے قے کرائے گی اور نہ منہ سے باہر نکلوائے گی۔ العیلم کنویں کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد شہد کی مکھیوں کا قبہ یا جھاڑی ہے جب شہد کی مکھیوں کی جگہ کسی پہاڑ کی دراڑ میں ہو تو اسے شِیْق کہتے ہیں، اس کی جمع شِیْقَان آتی ہے اور ہر دھویں کو نحاس کہا جاتا ہے لیکن اُیَام صرف شہد کی مکھیوں کو دیے جانے والے دھویں کو کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے آمَهَا یَئُومُهَا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص شہد کی مکھیوں کو دھواں دے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شہادت کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے کا طریقہ رائج کیا۔ راوی کا قول ہے کہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ دو نفل سنت جاریہ ہیں۔ حضرت حجر بن عدی بن ادبر نے بھی اسی طرح کیا تھا جب انہیں حضرت معاویہ رحمہ اللہ نے قتل کیا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ زیاد نے بصرہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک

Marfat.com

دارم کا فرد ہے۔

رسول کریم ﷺ کے لئے ابن دثنہ کی وفاداری کی مثال

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تاکہ آپ کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کرے۔ اس نے آپ کو اپنے ایک نسطاس نامی آزاد کردہ غلام کے ساتھ مقام تنعیم بھیج دیا۔ وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر نکال لائے۔ وہاں قریش کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔ جب حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے آپ سے پوچھا:

أَنْشُدُكَ اللّٰهَ يَا زَيْدُ، أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا الْآنَ فِي مَكَانِكَ نَضْرِبُ عُنُقَهُ وَأَنَّكَ فِي أَهْلِكَ؟

"اے زید! اللہ کے واسطے مجھے صحیح صحیح بتاؤ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت تیری جگہ محمد (فداہ روحی الف الف مرۃ) ہوتے، ہم ان کی گردن مار دیتے اور تم بخیر و عافیت اپنے اہل و عیال میں ہوتے"۔

آپ نے جواب دیا:

وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الْآنَ فِي مَكَانِهِ الَّذِي هُوَ فِيهِ تُصِيبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيهِ وَأَنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي۔

"بخدا میرے لئے تو یہ امر بھی ناقابل برداشت ہے کہ میرے آقا جہاں اس وقت تشریف

خط لکھا جس میں ذکر کیا کہ حضرت حجر اور آپ کے ساتھیوں نے بادشاہ کے خلاف خروج کر دیا ہے اور انہوں نے مسلمانوں کی لاٹھی توڑ دی ہے۔ اس نے اس خط کے ساتھ ایک اقرار نامہ بھی بھیجا جس میں ستر آدمیوں کی گواہی تھی، جن میں حضرات حسن بن ابی حسن بصری، ابن سیرین، ربیع بن زیاد اور اکابر تابعین کی ایک جماعت شامل تھی جن کا ذکر علامہ طبری نے کیا ہے وہ زیاد کے اس دعویٰ کی گواہی دے رہے تھے کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف خروج کیا ہے۔ حضرت حجر رحمہ اللہ ظلم کے شدید مخالف تھے اور امراء پر بہت غضبناک تھے۔ آپ نے زیاد کے چند ظالمانہ اقدامات کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے خلاف خروج کیا، لیکن آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کا ارادہ نہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت حجر رحمہ اللہ کو آپ کے پانچ ساتھیوں کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے کہا: السلام علیک یا امیر المومنین۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ

Marfat.com

فرماہیں، میرے آقا کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں''۔

راوی فرماتے ہیں ابوسفیان کہنے لگا:

مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَدًا يُحِبُّ اَحَدًا كَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا۔

''میں نے کسی آدمی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (ﷺ) کے صحابہ کو محمد (ﷺ) سے محبت کرتے دیکھا ہے''۔

پھر نسطاس نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کی دعا کا بیان

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی نجیح نے بیان کیا کہ انہیں حجیر بن ابی اہاب کی آزاد کردہ لونڈی ماویہ جو اسلام لا چکی تھی، کے متعلق بتایا گیا کہ اس نے کہا: حضرت خبیب میرے پاس میرے گھر میں قید تھے۔ ایک روز میں ان کے پاس گئی، ان کے ہاتھ میں آدمی کے سر کی مثل انگوروں کا ایک بہت بڑا گچھا تھا، وہ اس کو کھا رہے تھے حالانکہ میں نہیں جانتی تھی کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی زمین میں کہیں انگور ہوں جنہیں کھایا جا رہا ہو۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبداللہ بن ابی نجیح دونوں نے بیان کیا کہ ماویہ نے کہا: جب آپ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے فرمایا میری طرف ایک استرا بھیج دینا تاکہ شہادت کے لئے میں اس کے ساتھ (موئے زیر ناف کی) صفائی کر لوں۔ ماویہ کہتی ہیں میں نے محلے کے ایک لڑکے کو استرا دیا اور اسے کہا یہ استرا گھر میں

سے کہا: کیا میں مومنین کا امیر ہوں؟ پھر آپ نے انہیں قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس وقت حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نفل ادا کیے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: اے معاویہ! کیا تم حضرت حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق اللہ سے نہ ڈرے؟ آپ نے کہا کیا میں نے انہیں قتل کیا ہے؟ انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے ان کے خلاف گواہی دی۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے زیادہ گفتگو کی تو آپ نے ان سے کہا: تم میرے اور حجر کے معاملہ کو چھوڑ دو، میں کل قیامت کے روز اس سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تجھ سے ابوسفیان کا حلم کہاں غائب ہو گیا؟ آپ نے جواب دیا: وہ اس وقت سے غائب ہو گیا ہے جب سے آپ جیسے لوگ میری قوم سے غائب ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

اس شخص کو دے آؤ۔ آپ کہتی ہیں میرا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ لڑکا استرا دے کر واپس آ جائے لیکن پھر میں نے سوچا یہ میں نے کیا کیا، خدا کی قسم اب وہ شخص اس لڑکے کو قتل کر کے اپنا بدلہ لے لے گا اور یوں آدمی کے بدلے آدمی کا حساب ہو جائے گا۔ پھر جب لڑکے نے انہیں استرا دیا تو آپ نے وہ اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا پھر کہا: تیری جان کی قسم! جب تیری ماں نے تجھے میری طرف یہ استرا دے کر بھیجا تو کیا اسے میری غداری کا خوف نہ ہوا؟ پھر اسے جانے دیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ وہ لڑکا ماویہ کا بیٹا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عاصم نے بیان کیا: پھر کفار حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مقام تنعیم میں لائے تاکہ آپ کو وہاں پھانسی پر لٹکائیں۔ اس وقت آپ نے کفار سے کہا:

اِنْ رَاَیْتُمْ اَنْ تَدَعُوْنِیْ حَتّٰی اَرْکَعَ رَکْعَتَیْنِ فَافْعَلُوْا۔

''اگر تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نفل پڑھ لوں تو تمہاری مہربانی ہوگی''۔

انہوں نے کہا تمہیں اجازت ہے نفل پڑھ لو۔ آپ نے دو رکعت نماز نفل بڑی خوبصورتی اور اطمینان سے ادا کی۔ پھر آپ نے قوم کفار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بخدا! اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ گمان کرو گے کہ میں نے موت کے ڈر سے لمبی نماز ادا کی ہے تو میں ضرور لمبی نماز ادا کرتا۔ راوی فرماتے ہیں پھر انہوں نے آپ کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا۔ جب وہ آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ چکے تو آپ نے عرض کی:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نماز سنت کیوں بنی؟

سنت تو نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر کو کہتے ہیں تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ فعل سنت حسنہ اس لئے بنا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ میں اسے سرانجام دیا۔ آپ کے اس فعل کو مستحسن جانا گیا۔ مسلمین نے اسے اچھا سمجھا، نیز نماز وہ بہترین عمل ہے جس کے ساتھ بندے کے اعمال ختم ہوتے ہیں۔ یہ دو رکعتیں تو نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی ادا کی تھیں۔ یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ ہی کا واقعہ ہے۔ ہم سے حضرت ابوبکر بن طاہر بن طاہر اشبیلی نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت ابو علی غسانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو عمر نمری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو القاسم عبدالوارث بن سفیان بن جبرون نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو قاسم بن اصبغ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابوبکر بن ابی خیثمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابن معین نے خبر

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ بَلَّغْنَا رِسَالَةَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْهُ الْغَدَاةَ مَا يُصْنَعُ بِنَا۔

"یا اللہ! بے شک ہم نے تیرے رسول مکرم ﷺ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ! جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی اطلاع کل اپنے حبیب کو پہنچا دے"۔

پھر آپ نے عرض کی:

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَّ لَا تُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔

"اے اللہ! ان کی تعداد کو کم کر دے، ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ"۔

پھر ان لوگوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان کہا کرتے تھے کہ اس روز میں بھی حضرت خبیب کے پاس ان لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا جو ابوسفیان کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ حضرت خبیب کی بددعا کے خوف سے مجھے زمین پر لٹا رہے تھے۔ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جب کسی آدمی کو بددعا دی جائے اور وہ پہلو کے بل لیٹ جائے تو اس سے بددعا کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ عباد سے، انہوں نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا، آپ نے فرمایا میں نے

دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مصری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت لیث بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا میرے پاس یہ خبر پہنچی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے طائف کے ایک آدمی سے ایک خچر کرائے پر لیا۔ کرایہ دار نے یہ شرط رکھی کہ وہ آپ کو وہاں اتار دے گا جہاں وہ چاہے گا۔ اس نے آپ کو ایک ویران جگہ لے جا کر کہا اتر جاؤ۔ آپ اتر گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اس ویرانے میں بہت سی لاشیں پڑی ہیں۔ جب اس شخص نے آپ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اسے کہا مجھے مہلت دو تا کہ میں دو رکعت نفل ادا کر لوں، اس نے کہا پڑھ لو۔ تم سے پہلے یہ لوگ بھی نفل ادا کر چکے ہیں لیکن ان کی نماز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ آپ فرماتے ہیں: جب میں نماز ادا کر چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ میں نے عرض کی: یا ارحم الراحمین! اس پر اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرنا۔ اس سے وہ ڈر گیا، وہ آواز دینے والے کی تلاش میں نکلا لیکن اسے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر وہ میری طرف لوٹا، میں نے پھر ندا دی یا ارحم الراحمین! یہ واقعہ تین بار پیش آیا، تو اچانک میں نے

Marfat.com

حضرت عقبہ کو یہ فرماتے سنا بخدا! میں نے حضرت خبیب کو قتل نہیں کیا کیونکہ میں ان سے چھوٹا تھا بلکہ بنی عبدالدار کے ایک فرد ابو میسرہ نے ایک چھوٹا نیزہ لے کر میرے ہاتھ دیا پھر میرے ہاتھ اور نیزے کو پکڑ کر حضرت خبیب کو مارا، اس سے آپ قتل ہو گئے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی کو شام کے کسی علاقے کا عامل مقرر فرمایا۔ وہاں لوگوں کی موجودگی میں ان پر غشی کا دورہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس کا ذکر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ آدمی تو ماؤف ہے۔ حضرت سعید ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا: اے سعید! یہ کیا تکلیف ہے جو تمہیں پہنچتی ہے؟ آپ نے عرض کی: اے امیر المومنین بخدا! مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن میں ان لوگوں کے ساتھ موجود تھا جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے موقع پر موجود تھے۔ میں نے آپ کی بددعا سنی۔ بخدا! جب کبھی کسی مجلس میں میرے دل میں اس بددعا کا خیال گزرتا ہے تو مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی آپ پر غشی کا دورہ پڑ گیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اشہر حرام کے اختتام تک کفار کے ہاتھوں میں قید رہے۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

واقعہ رجیع کے متعلق نزولِ قرآنِ کریم

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اس واقعہ کے متعلق قرآن کریم کی جو آیات نازل ہوئیں وہ یہ ہیں۔ جیسا کہ مجھ سے آلِ زید بن ثابت کے مولیٰ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابن عباس

دیکھا کہ میرے سامنے ایک گھڑ سوار ہے جس کے ہاتھ میں ایک لوہے کا نیزہ ہے جس کے سرے پر آگ کا شعلہ جل رہا ہے۔ اس نے وہ نیزہ اس شخص کو گھونپ دیا، وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گیا۔ اس پر وہ مر گیا، پھر اس گھڑ سوار نے کہا: جب تو نے پہلی بار یا ارحم الراحمین پکارا تو میں نے سنا تو میں آسمان پر تھا، جب تو نے دوسری مرتبہ یا ارحم الراحمین پکارا تو میں آسمان دنیا پر تھا اور جب تو نے تیسری دفعہ یا ارحم الراحمین پکارا تو میں تیرے پاس پہنچ گیا۔

حضرت خبیب اور آپ کے رفقاء کے متعلق نزولِ قرآن کریم

فصل: علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے متعلق منافقین کے قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ

Marfat.com

رضی اللہ عنہما کے مولیٰ عکرمہ سے یا حضرت سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رجیع میں اس جماعت پر مصیبت نازل ہوئی جس میں حضرات مرثد اور عاصم رضی اللہ عنہما تھے تو بعض منافقین نے کہا: افسوس ہے ان پاگلوں پر جو اس طرح ہلاک ہو گئے۔ نہ وہ اپنے اہل و عیال میں رہ سکے اور نہ اپنے صاحب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا پیغام پہنچا سکے۔ چنانچہ منافقین کے اس قول کے متعلق اور اس گروہ کو اس مصیبت کے بدلے جو بھلائی حاصل ہوئی، کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝۲۰۴ (بقرہ)

قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖ (البقرۃ:204) اکثر مفسرین آپ کے اس قول کے خلاف ہیں کہ یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے حق میں نازل ہوئی۔ اسے ابو مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن کلبی نے کہا: میں مکہ میں تھا، مجھ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے کہا: یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کی اولاد سے ایک آدمی نے میری بات سنی تو مجھ سے کہا: اے شخص! قرآنِ کریم اہل مکہ پر نازل ہوا ہے اس لئے تم جب تک مکہ میں موجود ہو کسی کا نام نہ لو۔ اسی طرح لوگوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ (البقرۃ: 207) (اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جانِ (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے) حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب آپ نے ہجرت فرمائی اور اپنا سارا مال قریش کے حوالے کر دیا تا کہ وہ آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے چھوڑ دیں۔ علامہ ابن ہشام نے اَلَدُّ کی تفسیر پر مہلہل کے قول سے استشہاد کیا ہے۔ آپ نے کہا مہلہل کا نام امرؤ القیس ہے اور ان کا نام عدی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ مہلہل نے اس شعر میں اپنے نام کی تصریح کی ہے جس سے ابن ہشام نے استشہاد کیا ہے۔ اس نے کہا:

ضَرَبَتْ صَدْرَهَا اِلَیَّ وَ قَالَتْ یَا عَدِیًّا لَقَدْ وَقَتْكَ الْاَوَاقِیْ

"اس عورت نے اپنا سینہ میری طرف جھکایا اور کہا اے عدی! بے شک تجھے اواقی نے بچا لیا ہے"۔

Marfat.com

"اور (اے سننے والے) لوگوں سے وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں (یعنی جو وہ اپنی زبان سے اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہے) اور وہ گواہ بناتا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے (حالانکہ اس کے دل کا حال اس دعویٰ کے مخالف ہے جو وہ زبان سے کرتا ہے) حالانکہ وہ (حق کا) سخت ترین دشمن ہے (یعنی جب وہ تیرے ساتھ گفتگو اور تبادلہ خیال کرتا ہے تو بڑا جھگڑالو ہے)"۔

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَلْاَلَدُّ وہ شخص ہوتا ہے جو فتنہ وفساد برپا کرتا ہے اور اس کا جھگڑا بڑا شدید ہوتا ہے۔ اس کی جمع لُدٌّ آتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا (مریم) (اور ڈرائیں اس کے ذریعہ اس قوم کو جو بڑی جھگڑالو ہے) اور مہلہل بن ربیعہ تغلبی جس کا نام امرؤالقیس ہے اور اسے عدی بن ربیعہ بھی کہا جاتا ہے، اس نے کہا:

اِنَّ تَحْتَ الْاَحْجَارِ حَدًّا وَلِيْنًا ۔۔۔ وَ خَصِيْمًا اَلَدَّ ذَا مِعْلَاقِ

"بے شک پتھروں کے نیچے سختی اور نرمی ہے اور ایک زبان دراز جھگڑالو مد مقابل ہے۔

اور بقول ابن ہشام ذَا مِغْلَاقِ بھی مروی ہے، یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور یہ لفظ اَلْاَلَنْدَدُ ہے یعنی سخت جھگڑالو۔ طرماح بن حکیم الطائی نے ایک گرگٹ کے وصف میں کہا:

يُوْفِیْ عَلٰی جِذْمِ الْجُذُوْلِ کَاَنَّهٗ ۔۔۔ خَصْمٌ اَبَرَّ عَلَی الْخُصُوْمِ اَلَنْدَدُ

"وہ درخت کے تنے کے اوپر سے جھانکتا ہے، گویا وہ ایسا جھگڑالو مد مقابل ہے جو اپنے مخالفین پر غالب آ گیا ہو"۔

اسی میں ایک شعر ہے جسے ابن ہشام نے ذکر کیا ہے:

اِنَّ تَحْتَ الْاَحْجَارِ حَدًّا وَلِيْنًا ۔۔۔ وَ خَصِيْمًا اَلَدَّ ذَا مِعْلَاقِ

یہ غین معجمہ کے ساتھ مِغْلَاقَ بھی مروی ہے۔ مِعْلَاق کا معنی زبان ہے اور اگر غین معجمہ کے ساتھ مِغْلَاق ہو تو اس سے مراد وہ بات ہے جو مد مقابل کا منہ بند کر دے اور اسے خاموش کر دے۔ اس کے بعد ہے:

حَيَّةٌ فِی الْوِجَارِ اَرْبَدُ لَا يَنْفَعُ ۔۔۔ مِنْهَا السَّلِيْمَ نَفْثُ الرَّاقِیْ

"ٹوکری میں ایک ایسا خاکستری سانپ ہے جس سے دم کرنے والے کا دم صحت مند آدمی کو کوئی نفع نہیں دے سکتا"۔

Marfat.com

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔
علامہ ابن اسحاق نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ (البقرہ)
''اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے (ابن اسحاق نے معنی کیا ہے: جب وہ آپ کے پاس سے پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے) تو سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد برپا کر دے اور تباہ کر دے کھیتوں کو اور نسل انسانی کو۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا''۔ یعنی اللہ تعالیٰ نہ اس کے عمل کو پسند کرتا ہے اور نہ اس پر راضی ہوتا ہے۔
وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ (البقرہ)
''اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے تو ڈرو تو اور اکساتا ہے اسے غرور گناہ پر۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔
وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ (البقرہ)
''اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جانِ (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر''۔
یعنی ان لوگوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے حقوق

اور عدی کا نام مہلہل اس کے اس شعر کی وجہ سے رکھا گیا:

لَمَّا تَوَقَّلَ فِي الْكُرَاعِ هَجِيْنُهُمْ هَلْهَلْتُ اَثَارُ جَابِرًا اَوْ صِنْبِلًا

جب ان کا کمینہ شخص نیند کی حالت میں پہاڑی پر چڑھا تو میں جابر اور صنبل کو برانگیختہ کرنے لگا۔
هَلْهَلْتُ کا معنی ہے قریب ہونا یعنی قریب تھا کہ میں۔ اور اَلْاَلَدُّ اَللَّدِيْدَيْنِ سے مشتق ہے۔ یہ گردن کی دونوں جانبوں کو کہتے ہیں اور اَلَدُّ وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے مکر و فریب سے کبھی ایک جانب لے جاتا ہے تو کبھی دوسری جانب۔ کہا جاتا ہے تَرَكْتُهُ يَتَلَدَّدُ میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا کہ وہ حیران ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگا اور زجاج نے کہا اس آیت کریمہ میں خصام جمع ہے اور اس کا معنی مخاصمہ کرنا درست نہیں کیونکہ اسم تفضیل کا صیغہ جو اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے وہ اپنے مضاف الیہ کا بعض ہوتا ہے۔ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ زَيْدٌ اَفْصَحُ النَّاسِ کہ زید سب سے زیادہ فصیح ہے لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زَيْدٌ اَفْصَحُ الْكَلَامِ۔

Marfat.com

کے قیام کے بدلے بیچ ڈالیں یہاں تک کہ وہ اس جہاد یعنی اسی واقعہ رجیع میں شہید ہو گئے۔

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: یَشْرِیْ نَفْسَہٗ کا معنی ہے وہ اپنی جان کو بیچ ڈالتا ہے اور شَرَوْا کا معنی ہے انہوں نے بیچا۔ یزید بن ربیعہ بن مفرغ حمیری نے کہا:

وَ شَرَيْتُ بُرْدًا لَيْتَنِيْ مِنْ بَعْدِ بُرْدٍ كُنْتُ هَامَهْ

''اور میں نے برد کو بیچ دیا۔ کاش میں برد کے بعد سردار ہوتا''۔

برد اس کا ایک غلام تھا جسے اس نے بیچ دیا۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور شَرٰی کا معنی خریدنا بھی ہوتا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فَقُلْتُ لَهَا لَا تَجْزَعِيْ اُمَّ مَالِكٍ عَلٰى ابْنَيْكِ اِنْ عَبْدٌ لَئِيْمٌ شَرَاهُمَا

''میں نے اسے کہا: اے ام مالک! اپنے دونوں بیٹوں پر جزع فزع نہ کرو، بے شک ایک کمینے غلام نے انہیں خرید لیا ہے''۔

پھانسی کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: واقعہ رجیع کے بارے میں کہے گئے اشعار میں سے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار بھی ہیں جو آپ نے اس وقت کہے جب کفار آپ کو سولی پر چڑھانے کے لئے اکٹھے ہو گئے:

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر آپ کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

لَقَدْ جَمَّعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِيْ وَاَلَّبُوْا قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعِ

''کفار کے سارے گروہ میرے اردگرد جمع ہو گئے ہیں، انہوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کر لیا ہے اور وہ سب کے سب یہاں جمع ہو گئے ہیں''۔

شیخ حافظ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر لفظ اَلَدُّ اس باب تفضیل سے ہو جس کی مؤنث فُعْلٰی کے وزن پر آتی ہے تو یہ سابقہ تشریح حضرت حسن کا قول ہے۔ اور اگر یہ لفظ اَفْعَلُ کے اس باب سے ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر آتی ہے جیسے اَخْرَسُ اور خَرْسَاءُ (گونگا اور گونگی) تو اس صورت میں اَلْخِصَامُ باب مفاعلہ کا مصدر ہوگا۔ مفسرین کا ظاہر قول یہی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا معنی سخت

Marfat.com

وَ كُلُّهُمْ مُبْدِی الْعَدَاوَةِ جَاهِدٌ عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وِثَاقٍ بِمَضْیَعِ

''اور وہ سب کے سب میرے ساتھ دشمنی ظاہر کرنے والے اور اس میں مجھ پر پوری کوشش کرنے والے ہیں کیونکہ میں ایک رسی میں بندھا ہوا ہوں''۔

وَ قَدْ جَمَعُوْا اَبْنَاءَهُمْ وَ نِسَاءَهُمْ وَ قُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیْلٍ مُمَنَّعِ

''اور انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لئے انہوں نے مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب لا کھڑا کیا ہے''۔

اِلَی اللّٰهِ اَشْكُوْا غُرْبَتِیْ ثُمَّ كُرْبَتِیْ وَ مَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ

''میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا اور اس بات کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں جو میری نعش کے گرتے وقت یہ گروہ اس کے ساتھ سلوک کریں گے''۔

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِیْ عَلٰی مَا یُرَادُبِیْ فَقَدْ بَضَعُوْا لَحْمِیْ وَ قَدْ یَاسَ مَطْمَعِیْ

''اے عرش کے مالک! ان اذیتوں پر مجھے صبر عطا فرما جو مجھے دینے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میری امید یاس میں بدل گئی ہے''۔

وَ ذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ یَّشَاْ یُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

''اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اور اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے اعضاء پر اپنی برکتیں نازل فرما دے''۔

وَ قَدْ خَیَّرُوْنِی الْكُفْرَ وَالْمَوْتُ دُوْنَهٗ وَ قَدْ هَمَلَتْ عَیْنَایَ مِنْ غَیْرِ مَجْزَعِ

''اور انہوں نے مجھے کفر اختیار کرنے کو کہا ہے حالانکہ اس کے سامنے موت ہے اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں لیکن یہ جزع فزع نہیں (بلکہ خشیت الٰہی کے آنسو ہیں)''۔

وَ مَابِیْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّیْ لَمَیِّتٌ وَلٰكِنْ حِذَارِیْ جَحْمُ نَارٍ مُلَفَّعِ

''اور مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں، میں تو مرنے والا ہوں لیکن مجھے لپیٹ میں لے لینے والے جہنم کی آگ کے شعلوں کا خوف ہے''۔

جھگڑالو کیا ہے۔ پس اس صورت میں اَلَدّ مُخاصمت کی صفت سے ہوگا۔ اگرچہ اسے مجازی طور پر آدمی کی صفت بنایا جاتا ہے۔ اس کی تائید شاعر کے اس قول سے ہوتی ہے وَ خَصِیْمًا اَلَدَّ یعنی سخت جھگڑالو مدمقابل۔ شاعر نے نہ اسے مضاف کیا اور نہ یوں کہا: اَلَدُّ مِنْ کَذَا۔ بلکہ شاعر نے اسے اَصَمُّ اور اَشَمُّ وغیرہ کے باب سے ذکر کیا ہے (یعنی صفت مشبہ کے طور پر ذکر کیا ہے)۔ اس کی تائید اس کی جمع

Marfat.com

فَوَاللّٰهِ مَا اَرْجُوْ اِذَا مُتُّ مُسْلِمًا عَلٰى اَيِّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللّٰهِ مَصْرَعِيْ
''قسم بخدا! جب میں مسلمان ہو کر مر رہا ہوں تو مجھے اس کا ذرا خوف نہیں کہ جب میری لاش صلیب سے گرے تو وہ کس پہلو پر گرے''۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا وَ لَا جَزَعًا اِنِّيْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعِيْ
''میں دشمن کے سامنے جزع و فزع کا اظہار نہیں کروں گا، مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں''۔

حضرت خبیب کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

مَا بَالُ عَيْنَيْكَ لَا تَرْقَا مَدَامِعُهَا سَحًّا عَلَى الصَّدْرِ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ الْقَلِقِ
''تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کے آنسو لڑھکتے ہوئے موتیوں کی طرح سینے پر گرتے گرتے رکتے ہی نہیں''۔

عَلٰى خُبَيْبٍ فَتَى الْفِتْيَانِ قَدْ عَلِمُوْا لَا فَشِلٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ وَ لَا نَزِقِ
''یہ آنسو نوجوانوں کے نوجوان خبیب پر بہہ رہے ہیں، لوگوں کو معلوم ہے کہ مقابلہ کے وقت نہ وہ بزدل ثابت ہوتا اور نہ وہ بد خلق تھا''۔

فَاذْهَبْ خُبَيْبُ جَزَاكَ اللّٰهُ طَيِّبَةً وَ جَنَّةَ الْخُلْدِ عِنْدَ الْحُوْرِ فِي الرُّفَقِ
''اے خبیب! جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ اشیاء اور جنت الخلد کی جزاء عطا فرمائے اور رفقاء کی مجالس میں حوروں سے سنگت عطا فرمائے''۔

مَا ذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ حِيْنَ الْمَلَائِكَةُ الْاَبْرَارُ فِي الْاُفُقِ
''جب ملائکہ ابرار افق پر حاضر ہوں گے تو اس وقت تم کیا جواب دو گے، اگر نبی کریم ﷺ تم سے پوچھیں

فِيْمَ قَتَلْتُمْ شَهِيْدَ اللّٰهِ فِيْ رَجُلٍ طَاغٍ قَدْ اَوْعَثَ فِي الْبُلْدَانِ وَالرُّفَقِ

میں عربوں کے اس قول سے بھی ہوتی ہے قَوْمٌ لُدٌّ۔ یعنی جھگڑالو قوم۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اَبْغَضُ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ الْخَصِمُ الْاَلَدُّ ''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ ناراضگی کا مستحق وہ شخص ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو''۔

Marfat.com

کہ تم نے اللہ کے اس شہید کو کس جرم میں قتل کیا، کیا اس سرکش آدمی کے جرم میں جس نے تمام شہروں اور رفقاء کی جماعتوں میں فساد برپا کر دیا؟''

علامہ ابن ہشام نے کہا: الطرق بھی مروی ہے۔ ہم نے ان میں سے کچھ اشعار چھوڑ دیے ہیں کیونکہ ان میں آپ نے گالی دی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار بھی کہے:

يَا عَيْنُ جُودِيْ بِدَمعٍ مِنْكِ مُنْسَكِبٍ   وَابكِيْ خُبَيْبًا مَعَ الْفِتْيَانِ لَمْ يَؤُبِ

''اے آنکھ! اپنے مسلسل جاری ہونے والے آنسوؤں کی سخاوت کر اور اس خبیب پر رو جو نوجوانوں کے ساتھ واپس نہیں آیا''۔

صَقْرًا تَوَسَّطَ فِي الْاَنْصَارِ مَنْصِبُهٗ   سَمْحَ السَّجِيَّةِ مَحْضًا غَيْرَ مُؤْتَشِبِ

''اس شکرے پر رو جس کے منصب نے انصار میں درمیانی مقام حاصل کر لیا تھا، جو نرم طبیعت کا مالک تھا اور ایسا خالص نسب والا تھا جس میں کوئی آمیزش نہ تھی''۔

قَدْ هَاجَ عَيْنِيْ عَلٰى عِلَّاتِ عَبْرَتِهَا   اِذْ قِيْلَ نُصَّ اِلٰى جِذْعٍ مِّنَ الْخَشَبِ

''آنسوؤں کی تکالیف کے باوجود میری آنکھیں اس وقت جوش میں آ گئیں جب بتایا گیا کہ خبیب کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا''۔

يَا اَيُّهَا الرَّاكِبُ الْغَادِيْ لِطِيَّتِهٖ   اَبْلِغْ لَدَيْكَ وَعِيْدًا لَيْسَ بِالْكَذِبِ

''اے صبح کے وقت اپنے مطلوبہ سفر پر روانہ ہونے والے سوار! اپنی طرف سے میری اس دھمکی کا پیغام پہنچا دینا جو جھوٹی نہ ہوگی''۔

بَنِيْ كُهَيْبَةَ اِنَّ الْحَرْبَ قَدْ لَقِحَتْ   مَحْلُوْبُهَا الصَّابُ اِذْ تُمْرٰى لِمُحْتَلِبِ

ذلیل ماں کے بیٹوں کو کہ جنگ کی اونٹنی حاملہ ہو چکی ہے، دودھ دوہنے والے کے لئے اس کا دودھ حنظل کی طرح کڑوا ہوگا جب دودھ دوہنے کے لئے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا جائے گا۔

فِيْهَا اُسُوْدُ بَنِي النَّجَّارِ تَقْدُمُهُمْ   شُهْبُ الْاَسِنَّةِ فِيْ مَعْصُوْصِبٍ لَجِبِ

''اس جنگ میں بنی نجار کے شیر ہوں گے جن کے آگے آگے شہابیوں کی طرح چمکدار تیرو

ابن محیصن نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے وَ يَشْهَدُ اللّٰهُ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ۔ یاء اور ہاء کے فتحہ اور اسم جلالت کی ہاء کے رفع کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اس کے دل میں ہے۔

Marfat.com

سنان ایک شور برپا کرنے والے لشکر عظیم کے ساتھ ہوں گے''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ قصیدہ سابقہ قصیدے کی مثل ہے اور بعض علمائے شعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف ان دونوں قصیدوں کی نسبت کا انکار کرتے ہیں اور ہم نے حضرت خبیب کے اس واقعہ کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار اسی سبب کی وجہ سے ترک کر دیے ہیں جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

لَوْ كَانَ فِي الدَّارِ قَرْمٌ مَاجِدٌ بَطَلٌ ... اَلْوٰی مِنَ الْقَوْمِ صَقْرٌ خَالُهٗ اَنَسُ

''اگر اس گھر میں جوانمرد، صاحب مجد و شرف، بہادر، تمام قوم سے بڑھ کر مقابلہ کرنے والا اور شکرے کی طرح ٹوٹ کر حملہ کرنے والا شخص ہوتا جس کا ماموں انس ہے

اِذَنْ وَجَدْتَ خُبَيْبًا مَجْلِسًا فَسِحًا ... وَ لَمْ يُشَدَّ عَلَيْكَ السِّجْنُ وَالْحَرَسُ

تو اے خبیب! پھر تو ایک کشادہ مجلس پاتا اور تجھ پر قید و بند کی حراست کی سختی نہ ہوتی''۔

وَ لَمْ تَسُقْكَ اِلَى التَّنْعِيمِ زِعْنِفَةٌ ... مِنَ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَنْ نَفَتْ عُدَسُ

اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے قبائل کے مخلوط گروہ تجھے تنعیم کی طرف نہ لے جاتے جن میں سے بعض لوگ وہ بھی ہیں جن کے بارے میں قبیلہ عدس نے اپنی نسبت کا انکار کر دیا ہے۔

دَلَّوْكَ غَدْرًا وَّهُمْ فِيهَا اُولُوْ خُلُفٍ ... وَ اَنْتَ ضَيْمٌ لَهَا فِي الدَّارِ مُحْتَبَسُ

''ان بدبختوں نے تمہیں غداری اور دھوکے سے نیچے گرا دیا حالانکہ ان قبائل میں یہ وعدہ خلافی کرنے والے لوگ ہیں اور تو گھر میں محبوس ہو کر ان کے سامنے مغلوب ہو گیا تھا''۔

حضرت خبیب کے متعلق حضرت حسان کے اشعار میں عدس کا ذکر

صاحب سیرت نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قصہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جو اشعار ذکر کیے ہیں ان میں آپ کا قول ہے:

مِنَ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَنْ نَفَتْ عُدَسُ

آپ کے قول مَنْ نَفَتْ عُدَسُ سے مراد حجیر بن ابی اہاب بن عرین ہے۔ اسے بنی عدس بن زید بن عبداللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے بلکہ یہ بنی ربیعہ بن مالک بن حنظلہ کا ایک فرد ہے۔ اس کے نسب میں اسی اختلاف کی وجہ سے یہاں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت کے لئے بنی عدس کا انکار ذکر کیا ہے اور عدس اگر دال کے ضمہ کے

Marfat.com

علامہ ابن ہشام نے کہا: انس سے مراد اصم سلمی ہیں جو مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے ماموں ہیں اور آپ کے قول مِنْ نَفَثِ عُدَسٍ سے مراد حجیر بن ابی اہاب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد اعشی بن زرارہ بن نباش اسدی ہے۔ وہ بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جمع ہونے والے لوگ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت قریش کے جو لوگ آپ کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے وہ یہ ہیں: عکرمہ بن ابی جہل، سعید بن عبداللہ بن ابی قیس بن عبدود، بنی زہرہ کا حلیف اخنس بن شریق ثقفی، بنی امیہ بن عبد شمس کا حلیف عبیدہ بن حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سلمی، امیہ بن ابی عتبہ اور بنو حضرمی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہذیل کی ہجو میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

کفار نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ پر جو ظلم کیا اس کی مذمت کرتے ہوئے اور ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

اَبْلِغْ بَنِیْ عَمْرٍو بِاَنَّ اَخَاهُمْ   شَرَاهُ امْرُؤٌ قَدْ كَانَ لِلْغَدْرِ لَازِمَا

"(اے مخاطب!) بنی عمرو کو یہ خبر پہنچا دو کہ ان کے بھائی (خبیب) کو ایک ایسے انسان نے بیچ ڈالا ہے جو غداری کے ساتھ ہر وقت لازم رہتا ہے"۔

شَرَاهُ زُهَيْرُ بْنُ الْاَغَرِّ وَ جَامِعٌ   وَ كَانَ جَمِيْعًا يَرْكَبَانِ الْمَحَارِمَا

"اسے زہیر بن اغر اور جامع نے بیچ ڈالا ہے اور یہ دونوں حرام کاموں کا ارتکاب کرتے

ساتھ ہو تو وہ قبیلہ تمیم میں ہے اور وہ یہی شخص ہے۔ اس کے علاوہ عرب میں ہر عدس دال کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہ عَدَسَ فِی الْاَرْضِ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی زمین میں جائے، واللہ اعلم۔ دال کے فتحہ کے ساتھ ایک عدس انصار کے قبیلہ بنی نجار میں ہے اور وہ عدس بن عبید ہے۔ یہ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ کا دادا ہے۔ بعض علمائے نسب نے کہا ہے کہ عدس بن زید بن عبداللہ بن دارم جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، یہ دال کے فتحہ کے ساتھ عُدَس ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور و معروف ہے۔

Marfat.com

رہتے ہیں''۔

اَجَرْتُمْ فَلَمَّا اَنْ اَجَرْتُمْ غَدَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ بِاَكْنَافِ الرَّجِيْعِ لَهَاذِمَا

''تم نے پناہ دی لیکن جب پناہ دی تو غداری کی اور تم نے مقام رجیع کے اطراف میں اس پر بڑی بہادری کا اظہار کیا''۔

فَلَيْتَ خُبَيْبًا لَمْ تَخُنْهُ اَمَانَةٌ وَ لَيْتَ خُبَيْبٌ كَانَ بِالْقَوْمِ عَالِمَا

''کاش! خبیب سے امانت خیانت نہ کرتی اور کاش! خبیب اس قوم سے واقف ہوتا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: زہیر بن اغر اور جامع دونوں وہ ہذلی ہیں جنہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بیچا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

اِنْ سَرَّكَ الْغَدْرُ صِرْفًا لَا مِزَاجَ لَهُ فَأْتِ الرَّجِيْعَ فَسَلْ عَنْ دَارِ لَحْيَانِ

''اگر تجھے صرف وہ غداری ہی خوش کرتی ہے جس میں کوئی آمیزش نہیں تو مقام رجیع پر آ اور لحیان کا گھر پوچھ لے''۔

قَوْمٌ تَوَاصَوْا بِاَكْلِ الْجَارِ بَيْنَهُمْ فَالْكَلْبُ وَالْقِرْدُ وَالْاِنْسَانُ مِثْلَانِ

''وہ ایسی قوم ہے جنہوں نے پڑوسی کو کھا لینے کی باہم وصیت کر رکھی ہے، پس کتے، بندر اور یہ انسان سب برابر ہیں''۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلین کے لئے بددعا

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ جب کفار نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے تختے پر چڑھایا تو آپ نے یہ بددعا کی: اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْهُمْ بَدَدًا (اے اللہ! ان کی تعداد کو کم کر دے اور ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے)۔ جس شخص نے اسے باء کے کسرہ کے ساتھ بِدَدًا روایت کیا ہے تو اس کے مطابق یہ مصدر ہے جو اَلتَّبَدُّدُ (بکھرنا، متفرق ہونا) کے معنی میں ہے یعنی وَاقْتُلْهُمْ ذَوِيْ بِدَدٍ۔ انہیں اس حالت میں ہلاک کر دے کہ وہ بکھرنے والے ہوں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا ان کے حق میں قبول ہوئی اور آیا اس طرح کے بندے کی ایسی حالت میں دعا قبول ہوتی ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ ان میں اس شخص کے حق میں یہ بددعا قبول ہوئی جس کا اللہ تعالیٰ کو پہلے علم تھا کہ وہ کافر ہو کر مرے گا اور جو ان میں سے اسلام لے آئے وہ نہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مراد تھے اور نہ آپ نے اپنی دعا میں ان کا قصد کیا۔ اور ان میں سے جو اس بددعا کے بعد حالت کفر میں

Marfat.com

لَوْ يَنْطِقُ التَّيْسُ يَوْمًا قَامَ يَخْطُبُهُمْ   وَ كَانَ ذَا شَرَفٍ فِيهِمْ وَذَا شَانِ

''اگر کسی روز مینڈھے کو قوتِ گویائی حاصل ہوتی تو وہ انہیں خطاب کرنے لگتا اور ان میں زیادہ عزت وشرف والا ہوتا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر مجھے ابوزید بن انصاری نے سنایا:

لَوْ يَنْطِقُ التَّيْسُ يَوْمًا قَامَ يَخْطُبُهُمْ   وَ كَانَ ذَا شَرَفٍ فِيهِمْ وَذَا شَانِ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی کہے:

سَالَتْ هُذَيْلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاحِشَةً   ضَلَّتْ هُذَيْلٌ بِمَا سَالَتْ وَ لَمْ تُصِبِ

''قبیلہ ہذیل نے رسول اللہ ﷺ سے ایک فحش چیز کی درخواست کی، بنی ہذیل اپنی اس درخواست میں گمراہ ہوگئے اور صحیح بات نہ کی''۔

سَالُوْا رَسُوْلَهُمْ مَا لَيْسَ مُعْطِيَهُمْ   حَتَّى الْمَمَاتِ وَ كَانُوْا سُبَّةَ الْعَرَبِ

''انہوں نے اپنے رسول سے ایسی چیز کی درخواست کی ہے جو آپ کسی صورت میں انہیں نہیں دے سکتے خواہ موت واقع ہو جائے اور یہ لوگ عربوں کے لئے باعث عار ہیں''۔

وَ لَنْ تَرٰى لِهُذَيْلٍ دَاعِيًا اَبَدًا   يَدْعُوْ لِمَكْرُمَةٍ عَنْ مَنْزِلِ الْحَرَبِ

''اور تو بنی ہذیل کے لیے کبھی ایسا داعی نہ دیکھے گا جو لوٹ مار کے مقام پر کسی شرافت کی دعوت دیتا ہو''۔

لَقَدْ اَرَادُوْا خِلَالَ الْفُحْشِ وَيْحَهُمُ   وَ اَنْ يُحِلُّوْا حَرَامًا كَانَ فِي الْكُتُبِ

''ان کا برا ہو، انہوں نے فحش عادات کا ارادہ کیا اور اس بات کا ارادہ کیا کہ وہ ایسی چیز کو حلال کریں جو پہلی کتابوں میں بھی حرام تھی''۔

قتل ہوئے تو وہی ایسے لوگ ہیں جو منتشر ہو کر ہلاک ہوئے نہ وہ کسی لشکر میں شامل تھے اور نہ اس طرح جمع تھے جیسے میدانِ احد میں اور اس سے پہلے میدانِ بدر میں ان کا اجتماع تھا۔ اگرچہ غزوۂ خندق حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے بعد پیش آیا لیکن اس میں بھی جو کفار ہلاک ہوئے وہ اکیلے اکیلے منتشر ہو کر ہی ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد کسی غزوہ میں بھی ان کا اجتماع اور لشکر نہیں تھا۔ اس طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ بددعا اپنی حقیقی صورت میں ان لوگوں کے حق میں مقبول ہوئی جن کا آپ نے ارادہ فرمایا تھا، لیکن حاشا وکلا ایسی بات نہیں کہ آپ نے ان کے اسلام اور ایمان کو ناپسند کیا ہو۔

Marfat.com

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی کہے:

لَعَمْرِیْ لَقَدْ شَانَتْ هُذَيْلَ بْنَ مُدْرِكٍ أَحَادِيْثُ كَانَتْ فِيْ خُبَيْبٍ وَ عَاصِمِ

"مجھے اپنی جان کی قسم! ہذیل بن مدرک کو ان باتوں نے معیوب بنا دیا ہے جو خبیب اور عاصم کے بارے میں ہوئی ہیں"۔

أَحَادِيْثُ لِحْيَانٍ صَلَوْا بِقَبِيْحِهَا وَ لِحْيَانُ جَرَّامُوْنَ شَرَّ الْجَرَائِمِ

"لحیان کی باتوں نے (انہیں معیوب بنا دیا ہے) جنہوں نے قبیح باتوں کی آگ تاپی اور لحیان برے سے برے جرائم کا ارتکاب کرنے والے ہیں"۔

أُنَاسٌ هُمُ مِنْ قَوْمِهِمْ فِيْ صَمِيْمِهِمْ بِمَنْزِلَةِ الزِّمْعَانِ دُبْرَ الْقَوَادِمِ

"یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی قوم سے خالص النسب ہونے کے باوجود ان بالوں کے مرتبے پر ہیں جو کسی چوپائے کے اگلے پاؤں کی کلائیوں کی پچھلی سمت ہوتے ہیں"۔

هُمُ غَدَرُوْا يَوْمَ الرَّجِيْعِ وَ اَسْلَمَتْ اَمَانَتُهُمْ ذَا عِفَّةٍ وَ مَكَارِمِ

"ان لوگوں نے ہی رجیع کے روز غداری کی اور ان کی امانت کا یہ حال تھا کہ ایک پاکدامن اور نیک سیرت انسان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا"۔

رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ غَدْرًا وَ لَمْ تَكُنْ هُذَيْلٌ تَوَقّٰى مُنْكَرَاتِ الْمَحَارِمِ

"رسول اللہ ﷺ کے قاصد سے غداری کی اور بنی ہذیل نے بدترین حرام کاموں سے بھی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ابن کہیہ کا ذکر

صاحب سیرت نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا۔ ان اشعار میں نہ کوئی معنی مخفی ہے اور نہ کوئی لفظ اجنبی اور غریب ہے جس کی وضاحت کی ضرورت ہو، لیکن ایک قصیدہ میں یہ شعر ہے:

بَنِيْ كُهَيْبَةَ اَنَّ الْحَرْبَ قَدْ لَقِحَتْ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں کہیہ کا ذکر اس طرح کیا ہے گویا یہ ان کی ماں کا علم ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے بَنِيْ ضَوْطَرٰى، بَنِي الْغَبْرَاءِ اور بَنِيْ دَرْزَةَ۔ شاعر کا قول ہے:

اَوْلَادُ دَرْزَةَ اَسْلَمُوْكَ وَ طَارُوْا

"درزہ کی اولاد تیرے سامنے جھک گئی اور وہ تیری طرف اڑ کر آئے"۔

Marfat.com

اجتناب نہ کیا"۔

فَسَوْفَ یَرَوْنَ النَّصْرَ یَوْمًا عَلَیْهِمُ ۔ بِقَتْلِ الَّذِیْ تَحْمِیْهِ دُوْنَ الْحَرَائِمِ

"یہ لوگ عنقریب دیکھیں گے کہ کسی دن اس شخص کے قتل کے انتقام میں ان پر غلبہ پالیا جائے گا جسے کفار کی آڑ سے بچا رہے تھے"۔

اَبَابِیْلُ دَبْرٍ شُمَّسٍ دُوْنَ لَحْمِهٖ ۔ حَمَتْ لَحْمَ شَهَّادٍ عِظَامَ الْمَلَاحِمِ

شہد کی مکھیوں کے جتھے جو اس (کی لاش) کے گوشت کی مدافعت کر رہے تھے، ان مکھیوں نے بڑے بڑے معرکوں میں حاضر رہنے والے لوگوں (کی لاشوں کے) گوشت کی حفاظت کی۔

لَعَلَّ هُذَیْلًا اَنْ یَّرَوْا بِمُصَابِهٖ ۔ مَصَارِعَ قَتْلٰی اَوْ مَقَامًا لِّمَاتِمِ

"شاید بنی ہذیل بھی اپنی ایذا رسانی کے بدلے اپنے مقتولوں کا مقتل یا ماتم کرنے والی عورتوں کے گروہ کی جگہ دیکھ لیں"۔

وَ نُوْقِعَ فِیْهِمْ وَقْعَةً ذَاتَ صَوْلَةٍ ۔ یُوَافِیْ بِهَا الرُّكْبَانُ اَهْلَ الْمَوَاسِمِ

"اور ہم ان میں ایک ایسے حملے والی جنگ برپا کر دیں جس میں نشان زدہ اونٹوں کے سوار شریک ہوں"۔

بِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِنَّ رَسُوْلَهٗ ۔ رَاٰی رَاْیَ ذِیْ حَزْمٍ بِلَحْیَانَ عَالِمِ

"اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم کے ساتھ (شریک ہوں) بے شک رسول اللہ ﷺ نے لحیان کے متعلق یہ ایک دانا اور عالم انسان والی رائے قائم کی ہے"۔

قُبَیِّلَةٌ لَیْسَ الْوَفَاءُ یَهُمُّهُمْ ۔ وَ اِنْ ظُلِمُوْا لَمْ یَدْفَعُوْا كَفَّ ظَالِمِ

"وہ ایسا چھوٹا سا معمولی قبیلہ ہے جنہیں وفاداری کا جذبہ ابھار نہیں سکتا اور اگر ان پر ظلم کیا جائے تو وہ ظالم کا ہاتھ روک کر اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے"۔

یہ تمام ان لوگوں کے نام ہیں جنہیں سب وشتم کیا جاتا ہے اور ان سے مراد گھٹیا اور کم مرتبہ لوگ ہیں اور کھیبۃ اَلْكُهْبَة سے مشتق ہے جس کا معنی ہے مٹیالا رنگ، یہ اسی طرح ہے جس طرح اہل عرب کا یہ قول ہے: بَنِی الْغَبْرَاءِ یعنی مٹیالے رنگ والی عورت کی اولاد۔ اس قصہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اکثر اشعار بنی ہذیل کی ہجو میں ہیں کیونکہ وہ قارہ کے بھائی تھے اور حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ غداری میں ان کے ساتھ شریک تھے۔ ہذیل اور خزیمہ مدرکہ بن الیاس کی اولاد ہیں اور عضل اور قارہ بنی خزیمہ کے افراد ہیں۔

Marfat.com

اِذَا النَّاسُ حَلُّوْا بِالْفَضَاءِ رَاَيْتَهُمْ بِمَجْرٰی مَسِیْلِ الْمَاءِ بَیْنَ الْمَخَارِمِ

''جب لوگ میدان میں اترے تو تم بنی لحیان کو دیکھتے تھے کہ وہ نشیبی زمینوں کے درمیان پانی کا ریلا گزرنے کی جگہ پر پڑے ہیں''۔

مَحَلُّهُمْ دَارُ الْبَوَارِ وَرَاْیُهُمْ اِذَا نَابَهُمْ اَمْرٌ كَرَاْیِ الْبَهَائِمِ

''ان کا ٹھکانہ ہلاکت کا گھر ہے اور جب ان پر کوئی سخت معاملہ آ پڑے تو ان کی رائے چوپائیوں کی رائے کی طرح ہوتی ہے''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو میں یہ اشعار بھی کہے:

لَحَی اللّٰهُ لَحْیَانًا فَلَیْسَتْ دِمَاؤُهُمْ لَنَا مِنْ قَتِیْلَیْ غَدْرَةٍ بِوَفَاءِ

''اللہ تعالیٰ لحیان پر لعنت کرے، ان سب کے خون بھی ہمارے دھوکے کے ساتھ قتل کیے گئے لوگوں کا بدلہ نہیں بن سکتے''۔

هُمُوْ قَتَلُوْا یَوْمَ الرَّجِیْعِ ابْنَ حُرَّةٍ اَخَا ثِقَةٍ فِیْ وُدِّهٖ وَ صَفَاءِ

''انہی لوگوں نے رجیع کے دن ایک آزاد عورت کے بیٹے کو قتل کر ڈالا جو اپنی محبت اور خلوص میں ایک قابل اعتماد شخص تھا''۔

فَلَوْا قُتِلُوْا یَوْمَ الرَّجِیْعِ بِاَسْرِهِمْ بِذِی الدَّبْرِ مَا كَانُوْا لَهٗ بِكِفَاءِ

''اس لئے اگر یہ سب کے سب رجیع کے روز اس شخص کے بدلے قتل کر دیے جاتے جس کی لاش کی مکھیوں نے حفاظت کی (عاصم بن اقلح) تو یہ سب اس کی طرف سے کافی نہ تھے''۔

قَتِیْلٌ حَمَتْهُ الدَّبْرُ بَیْنَ بُیُوْتِهِمْ لَدٰی اَهْلِ كُفْرٍ ظَاهِرٍ وَّ جَفَاءِ

''وہ ایسے مقتول تھے کہ شہد کی مکھیوں نے ان جفاکش اور کھلے کافروں کے سامنے ان کے گھروں کے درمیان ان کی لاش کی حفاظت کی''۔

فَقَدْ قَتَلَتْ لَحْیَانُ اَكْرَمَ مِنْهُمْ وَ بَاعُوْا خُبَیْبًا وَّیْلَهُمْ بِلَفَاءِ

''پس لحیان نے اپنے سب سے بلند مرتبہ انسان کو قتل کر دیا، ان کے لئے ہلاکت ہو انہوں نے ایک حقیر چیز کے بدلے خبیب کو بیچ ڈالا''۔

فَاُفٍّ لِّلَحْیَانٍ عَلٰی كُلِّ حَالَةٍ عَلٰی ذِكْرِهِمْ فِی الذِّكْرِ كُلُّ عَفَاءِ

''تو تف ہے لحیان پر ہر حالت میں، دوسرے لوگوں کے ذکر میں ان کے ذکر پر مٹی پڑی ہوئی ہے''۔

Marfat.com

قُبَيِّلَةٌ بِاللُّؤْمِ وَالْغَدْرِ تَغْتَرِيْ فَلَمْ تُنْسِ يَخْفَى لُؤْمُهَا بِخَفَاءِ

''وہ ایسا چھوٹا سا معمولی قبیلہ ہے جو ایک دوسرے کو کمینگی اور غداری کی ترغیب دلاتے ہیں لیکن انکی کمینگی کسی طرح چھپائے نہیں چھپتی''۔

فَلَوْ قُتِلُوْا لَمْ تُوْفِ مِنْهُ دِمَاءُ هُمْ بَلٰى اِنَّ قَتْلَ الْقَاتِلِيْهِ شِفَائِيْ

''اگر یہ سب قتل کر دیے جاتے تو بھی ان سب کے خون اس (عاصم) کے خون کا بدلہ پورا نہ کر سکتے۔ البتہ اس کے قاتلوں کو قتل کر دینا میرے لئے تسکین کا باعث ہوگا''۔

فَاِلَّا اَمُتْ اَذْعَرْ هُذَيْلًا بِغَارَةٍ كَغَادِي الْجَهَامِ الْمُغْتَدِيْ بِاِفَاءِ

''اگر میں زندہ رہا تو میں بنی ہذیل کو ایک غارت گری کے ساتھ صبح کے وقت چھا جانے والے بادل کی طرح دہشت زدہ کر دوں گا اور مال غنیمت لے کر لوٹ آؤں گا''۔

بِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالْاَمْرُ اَمْرُهٗ يَبِيْتُ لِلَحْيَانِ الْخَنَا بِفَنَاءِ

''یہ سب کچھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کروں گا اور حکم تو دراصل آپ کا حکم ہے۔ لحیان کے بدمعاش لوگ کھلے میدان میں رات بسر کر رہے تھے''۔

يُصَبِّحُ قَوْمًا بِالرَّجِيْعِ كَاَنَّهُمْ جِدَاءُ شِتَائِيْنَ غَمْرُ دِفَاءِ

''صبح ہوتے ہی مقام رجیع میں ایک قوم سے لڑنے لگے گویا وہ بکری کے بچے ہیں جو حرارت کے بغیر سردی کی رات بسر کر رہے ہیں''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو میں یہ اشعار بھی کہے:

فَلَا وَاللّٰهِ مَا تَدْرِيْ هُذَيْلٌ اَصَافٍ مَاءُ زَمْزَمَ اَمْ مَشُوْبُ

قسم بخدا قبیلہ ہذیل کے لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ آیا بئر زمزم کا پانی صاف ہے یا گدلا۔

وَلَا لَهُمْ اِذَا اعْتَمَرُوْا وَحَجُّوْا مِنَ الْحِجْرَيْنِ وَالْمَسْعٰى نَصِيْبُ

''اور یہ لوگ جب عمرہ یا حج کرتے ہیں تو حجر اسود اور مقام ابراہیم اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جگہ میں ان کا کوئی حصہ نہیں''۔

وَلٰكِنَّ الرَّجِيْعَ لَهُمْ مَحَلٌّ بِهِ اللُّؤْمُ الْمُبَيَّنُ وَالْعُيُوْبُ

لیکن مقام رجیع ہی ان کا مقام ہے جہاں ان کی کھلی کمینگی اور عیوب (کا اظہار ہوتا ہے)۔

كَاَنَّهُمْ لَدَى الْكَنَاتِ اُصْلًا تُيُوْسٌ بِالْحِجَازِ لَهَا نَبِيْبُ

''یہ لوگ گویا شام کے وقت گھروں میں چھپا کر رکھی ہوئی چیزوں کے پاس رکھے گئے

Marfat.com

(یعنی کمزور اور بزدل ہیں) اور (حج کے ایام میں) حجاز میں قربانی کے بکرے ہیں جو شور وغل کرتے رہتے ہیں"۔

هُمْ غَرُّوا بِذِمَّتِهِمْ خُبَيْبًا فَبِئْسَ الْعَهْدُ عَهْدُهُمُ الْكَذُوبُ

"ان لوگوں نے ہی اپنی ذمہ داری کے باوجود خبیب کو دھوکہ دیا۔ پس ان کا جھوٹا عہد و پیمان بہت ہی برا عہد و پیمان ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس قصیدے کا آخری شعر ابوزید انصاری سے مروی ہے۔

حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

صَلَّى الْإِلٰهُ عَلَى الَّذِيْنَ تَتَابَعُوْا يَوْمَ الرَّجِيْعِ فَأُكْرِمُوْا وَ أُثِيْبُوْا

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت نازل فرمائے جو یکے بعد دیگرے رجیع کے دن شہید ہو گئے۔ اس بنا پر وہ معزز و مکرم بھی ہو گئے اور ثواب کے مستحق بھی بن گئے"۔

رَأْسُ السَّرِيَّةِ مَرْثَدٌ وَ أَمِيْرُهُمْ وَابْنُ الْبُكَيْرِ أَمَامُهُمْ وَ خُبَيْبُ

"اس لشکر کے سردار اور امیر مرثد اور امام اور پیشوا ابن بکیر اور خبیب تھے"۔

وَابْنٌ لِطَارِقٍ وَابْنُ دَثْنَةَ مِنْهُمُ وَافَاهُ ثَمَّ حِمَامُهُ الْمَكْتُوْبُ

"اور ان میں ابن طارق اور ابن دثنہ بھی تھے جن کے ساتھ تقدیر میں لکھی ہوئی موت نے

حالت جری میں علم پر تنوین کا حکم

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَابْنٌ لِطَارِقٍ وَ ابْنُ دَثْنَةَ مِنْهُمْ۔ یہاں آپ نے علم سے تنوین کو اسی طریقے پر حذف کیا جس طرح آپ کے اس قول میں گزر چکا ہے: شُلَّتْ يَدَا وَحْشِيٍّ مِنْ قَاتِلٍ۔ اگر آپ تنوین کو حذف کرتے وقت اسے نصب دیتے اور اسے غیر منصرف اسم کی طرح رکھتے جس کی حالت جری فتحہ کے ساتھ آتی ہے تو یہ طریقہ قیاس صحیح کے موافق ہوتا کیونکہ جر تنوین کے تابع ہے۔ جب تنوین زائل ہو جائے تو جر بھی زائل ہو جاتی ہے تا کہ اس اسم کا ضمیر متکلم کی طرف مضاف اسم کے ساتھ التباس لازم نہ آئے کیونکہ ضمیر متکلم اگر یاء ہو تو اسے عموماً حذف کر دیا جاتا ہے اور

Marfat.com

وہاں وفاداری کی''۔

وَالْعَاصِمُ الْمَقْتُوْلُ عِنْدَ رَجِيْعِهِمْ كَسَبَ الْمَعَالِيَ اِنَّهُ لَكَسُوْبُ

''اور ان میں عاصم بھی تھے جنہیں رجیع کے پاس قتل کر دیا گیا، انہوں نے مراتب عالیہ حاصل کیے، بے شک وہ ان مراتب کے حصول میں بہت تیز رو تھے''۔

مَنَعَ الْمَقَادَةَ اَنْ يَنَالُوْا ظَهْرَهُ حَتّٰى يُجَالِدَ اِنَّهُ لَنَجِيْبُ

''انہوں نے (یعنی حضرت عاصم نے) ذلت اور گراوٹ سے اپنا دفاع کیا مبادا کہ دشمن

اس کے بجائے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اکثر غیر منصرف اسماء میں تنوین کا یہ حذف اس لئے ہوتا ہے کہ اسم اس سے مستغنی ہوتا ہے کیونکہ یہ تنوین عدم اضافت کی علامت ہوتی ہے اس لئے ہر وہ اسم جس میں اضافت کا وہم نہ ہو اس میں تنوین کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جب اسے تنوین نہیں دی جاتی تو اسے کسرہ بھی نہیں دیا جاتا کیونکہ اس طرح اس اسم کا ضمیر متکلم کی طرف مضاف اسم کے ساتھ التباس لازم آتا ہے۔ غزوۂ احد کے متعلق اشعار میں یہ قول گزرا ہے: كَنَادِ اَبِيْ حُبَاحِبَ وَالظُّبِيْنَا۔ اس میں حُبَاحِبَ کی باء پر حالت جری میں فتحہ آیا ہے۔ اور ہر علم کا حق یہ ہے کہ اس پر تنوین نہ آئے کیونکہ وہ اضافت سے مستغنی ہوتا ہے، جیسا کہ معرفہ کی تمام اقسام پر تنوین نہیں آتی لیکن ان میں سے بعض اسمائے معرفہ پر اس سبب کی وجہ سے تنوین آجاتی ہے جو ہم نے غیر منصرف اسماء کے اسباب میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند اسباب ہم نے لکھے ہیں لیکن طارق اور وحشی میں کسرہ مروی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ ضرورت شعری کی بناء پر ہے، لیکن اہل عرب نے اپنے اکثر کلام میں ان اسماء میں کسرہ کو تنوین کے تابع نہیں کیا کیونکہ ان اسماء میں ضمیر متکلم کی طرف اضافت کا وہم نہیں ہوتا کیونکہ یہ اسماء اشعار میں شاذ و نادر ہی آتے ہیں، اس لئے ان میں التباس بعید ہے۔

خبیب اور ہذیل کا مادۂ اشتقاق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

وَابْنُ الْبُكَيْرِ اِمَامُهُمْ وَ خُبَيْبُ

آپ قافیہ کا حرف یاء ماقبل مفتوح لائے ہیں۔ اس بارے میں پہلے دو مرتبہ گفتگو ہو چکی ہے اور لغت میں خُبَیْب خِبٌّ کی تصغیر ہے اور خِبٌّ مکار اور دھوکہ باز آدمی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خَبِیْب سے خَابٌ کی تصغیر ہو۔ اس صورت میں یہ تصغیر ترخیم کے باب سے ہوگا اور تصغیر ترخیم وہ ہوتی ہے جو زائد حروف کے حذف پر مبنی ہو۔ اور ہذیل کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی تصغیر ترخیم کے

Marfat.com

ان کی پیٹھ پر قابو پالیں جب تک وہ اچھی طرح مقابلہ نہ کرلیں بے شک وہ بڑے نجیب اور شریف تھے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا آخری شعر اس طرح بھی مروی ہے حَتّٰی یُجَدِّلَ اِنَّهٗ لَنَجِیْبُ۔
علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

طریقے پر مصغر ہے کیونکہ یہ هَوْذَلَ الرَّجُلُ بِبَوْلِهٖ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آدمی اپنے پیشاب کو دور پھینکے۔ گویا یہ بھی حروفِ زوائد کے حذف پر مُهَوْذَلٌ کی تصغیر ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تصغیر ترخیم کے طریقے پر ہی هُذْلُوْلٌ کی تصغیر ہو اور هذلول ریت کے چھوٹے ٹیلے کو کہتے ہیں۔

ہمزہ کے بغیر سَالَتْ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

سَالَتْ هُذَيْلُ رَسُوْلَ اللهِ فَاحِشَةً

اس شعر میں سَالَتْ ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ نہیں بلکہ یہ ایک علیحدہ لغت ہے جس کی دلیل عرب کا یہ قول ہے تَسَايَلَ الْقَوْمُ (قوم ہر طرف سے آئی)۔ اگر اس میں تسہیل ہوتی تو ہمزہ بین بین ہوتا اور اس طرح شعر کا وزن درست نہ رہتا کیونکہ بین بین ہمزہ متحرک ہمزہ کی طرح ہی ہوتا ہے اور جب یہ ساکن ہو تو الف میں تبدیل ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے: اَلْمِنْسَاةُ (لاٹھی) لیکن یہ بات ایسی ہے جس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور جب سَالَ میں ایک لغت سَالَ ہے تو لازمی طور پر اس کا مضارع یَسِیْلُ ہوگا لیکن یونس نے یوں حکایت کیا ہے سِلْتَ تَسَالُ جیسے خِفْتَ تَخَافُ ہے۔ یہ ان کے نزدیک اجوف واوی ہے اور زجاج نے کہا اَلرَّجُلَانِ یَتَسَایَلَانِ۔ اور نحاس اور مبرد نے کہا یَتَسَاوَلَانِ۔ یہ اسی کی مثل ہے جو یونس نے حکایت کیا ہے۔

Marfat.com

حادثہ بئرِ معونہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ بقیہ شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینوں میں (مدینہ منورہ میں) مقیم رہے اور اس سال حج کا انتظام مشرکین نے کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے چار ماہ بعد ماہِ صفر میں اصحاب بئرِ معونہ کو روانہ کیا۔

بئرِ معونہ کی طرف بھیجنے کا سبب

اصحاب بئرِ معونہ کے واقعہ کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ مجھ سے میرے والد حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے روایت کیا۔ نیز یہ واقعہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور دیگر اہل علم

واقعہ بئرِ معونہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اصحاب بئرِ معونہ چالیس تھے جبکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ستر آدمی تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اسی طرح مذکور ہے۔

ملاعب الاسنۃ، اس کے بھائی اور معوذ الحکماء

علامہ ابن اسحاق نے ابو براء ملاعب الاسنہ کا ذکر کیا اور یہ کہ اس نے اصحاب بئرِ معونہ کو اہل نجد سے پناہ دی تھی۔ ملاعب الاسنہ یہ عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہے۔ اسے یوم سوبان کو ملاعب الاسنۃ کا لقب دیا گیا۔ یہ ایام جبلہ میں سے ایک لڑائی کا دن ہے اور ایام جبلہ بنی قیس اور بنی تمیم کے درمیان ہونے والی جنگ کے ایام ہیں۔ جبلہ ایک بلند پہاڑ کا نام ہے۔ اس واقعہ کا کچھ حصہ کتاب کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔ اس شخص کو سوبان کے روز ملاعب الاسنۃ کا لقب ملنے کا سبب یہ بنا کہ اس کے بھائی نے جس کا نام طفیل بن مالک تھا اور جو فارس قرزل کے لقب سے مشہور تھا، اسے جنگ کے روز دشمن کے حوالے کر دیا اور خود بھاگ گیا۔ اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا:

فَرَرْتَ وَ اَسْلَمْتَ ابْنَ اُمِّكَ عَامِرًا ۔۔۔ يُلَاعِبُ اَطْرَافَ الْوَشِيْجِ الْمُزَعْزَعِ

"تو خود بھاگ گیا اور اپنے ماں جائے عامر کو دشمن کے حوالے کر دیا جو تیز حرکت کرنے والے نیزوں کے اطراف کے ساتھ کھیلا کرتا تھا"۔

Marfat.com

نے بیان کیا۔ ان سب کا بیان ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر جو ملاعب الاسنۃ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا، مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا اور اسے قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ نہ تو اسلام لایا اور نہ اسلام سے برہمی کا اظہار کیا، بلکہ اس نے عرض کی اے محمد (فداہ روحی)! اگر آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت اہل نجد کی طرف روانہ کریں جو انہیں آپ کے اس پیغام کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کی اس دعوت کو قبول کر لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْھِمْ اَھْلَ نَجْدٍ۔ "مجھے اندیشہ ہے کہ اہل نجد ان کو نقصان پہنچائیں گے"۔ ابو براء نے کہا میں ان کو اپنی پناہ دیتا ہوں۔ آپ انہیں روانہ فرمائیے تاکہ یہ لوگوں کو آپ کے پیغام حق کی دعوت دیں۔

بھیجے جانے والے اصحاب

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ساعدہ کے فرد حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ جن کو اَلْمُعْنِقُ لِیَمُوْتَ (شہادت کی موت کے لئے تیز رفتار) کا لقب دیا گیا، کو اپنے جلیل القدر صحابہ میں سے چالیس افراد کے ہمراہ روانہ فرمایا جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: حضرات حارث بن

چنانچہ اس شعر کے باعث اسے ملاعب الاسنہ اور ملاعب الرماح کا لقب دیا گیا۔ لبید نے کہا:

وَ اَنِّیْ مُلَاعِبُ الرِّمَاحِ وَ مِدْرَہُ الْکَتِیْبَۃِ الرَّدَاحِ

"اور بے شک میں نیزوں سے کھیلنے والا اور لشکر جرار کا سالار ہوں"۔

یہ لبید بن ربیعہ کا چچا ہے۔ یہ پانچ بھائی تھے: طفیل جس کا لقب فارس قرزل تھا، عامر ملاعب الاسنہ، ربیعہ المقترین، یہ لبید کا والد تھا، عبیدہ الوضاح اور معاویہ معوذ الحکماء۔ اسی کا یہ شعر ہے:

اِذَا سَقَطَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعَیْنَاہُ وَ اِنْ کَانُوْا غِضَابَا

"جب آسمان کسی قوم کی زمین میں گرے تو ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں، اگرچہ وہ لوگ غضبناک ہوں"۔

اسی قصیدہ کے ایک اور شعر میں وہ کہتا ہے:

یُعَوِّذُ مِثْلَھَا الْحُکَمَاءُ بَعْدِیْ اِذَا مَا الْاَمْرُ فِی الْحَدَثَانِ نَابَا

"جب زمانے میں کوئی سخت معاملہ درپیش ہوگا تو میرے بعد حکماء اسی طرح کی پناہ دیں گے"۔

اس شعر کی بناء پر معوذ کو حکماء کا لقب دیا گیا۔

Marfat.com

صمہ، بنی عدی بن نجار کے فرد حرام بن ملحان، عروہ بن اسماء بن الصلت السلمی، نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مولیٰ عامر بن فہیرہ اور اس طرح کے دیگر جلیل القدر مسلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب افراد روانہ ہوئے یہاں تک کہ معونہ نامی کنویں کے پاس اترے۔ یہ کنواں بنی عامر کے علاقہ اور بنی سلیم کے حرہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ دونوں علاقے اس کے قریب ہیں لیکن یہ بنی سلیم کے حرہ کے زیادہ قریب ہے۔

عامر ایک صحابی کو قتل کرتا ہے

جب وہ یہاں فروکش ہوئے تو انہوں نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی دے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لائے تو اس نے آپ کے مکتوب گرامی کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ پھر اس نے مسلمانوں کے خلاف بنی عامر کو للکارا لیکن انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا ابو براء نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ان کو پناہ دی ہے، ہم اس کے معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے۔ پھر اس نے مسلمانوں کے خلاف بنی سلیم کی شاخوں عصیہ، رعل اور ذکوان کو للکارا۔ ان قبائل نے اس کی للکار پر لبیک کہی۔ انہوں نے مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور ان کے خیموں کا محاصرہ کر لیا، جب مسلمانوں نے انہیں دیکھا تو اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، پھر

ملاعب اور اس کے بھائیوں کے متعلق نعمان کے سامنے لبید کے اشعار

جب لبید نے نعمان بن منذر کے سامنے یہ شعر پڑھے تو ان سے اس کی مراد یہی لوگ تھے:

نَحْنُ بَنِیْ اُمِّ الْبَنِیْنَ الْاَرْبَعَہْ ۔۔۔ اَلْمُطْعِمُوْنَ الْجَفْنَۃَ الْمُدَعْدَعَہْ

''ہم ام البنین کی اولاد ہیں جو لبالب بھرے ہوئے بڑے پیالے میں کھلانے والے ہیں''۔

وَالضَّارِبُوْنَ الْھَامَ تَحْتَ الْخَیْضَعَہْ ۔۔۔ یَا رُبَّ ھَیْجَا ھِیَ خَیْرٌ مِنْ دَعَہْ

''اور گرد و غبار کے نیچے کھوپڑیوں پر شمشیر زنی کرنے والے ہیں۔ ہائے کتنی ہی لڑائیاں ہیں جو دعوت سے بہتر ہیں''۔

پھر اس نے ربیع بن زیاد العبسی کا ذکر کیا اور کہا:

مَھْلًا اَبَیْتَ اللَّعْنَ لَا تَاْکُلْ مَعَہْ

''جلد بازی نہ کر، تو لعنت سے محفوظ رہے، اس کے ساتھ مل کر نہ کھا''۔

Marfat.com

ان کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، ان میں سے صرف بنی دینار بن نجار کے ایک فرد حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ زندہ بچے۔ کفار نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ انہیں زخمی حالت میں مقتولوں کے درمیان سے اٹھا کر لایا گیا۔ اس کے بعد وہ زندہ رہے یہاں تک کہ غزوۂ خندق میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔ رحمہ اللہ۔

ساتھیوں کی شہادت کا علم ہونے کے بعد ابن امیہ اور منذر کا کفار کے پاس جانا

عمرو بن امیہ الضمری اور بنی عمرو بن عوف قبیلہ کا ایک انصاری اس وفد کے اونٹ چرا رہے تھے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ انصاری منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن جلاح ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ان کے ساتھیوں پر جو گزری اس کا انہیں کوئی علم نہ تھا مگر انہوں نے چند پرندے دیکھے جو لشکر کے اوپر چکر لگا رہے تھے۔ دونوں نے کہا: بخدا! ان پرندوں کا منڈلانا بلا وجہ نہیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سارے ساتھی خون میں لت پت پڑے ہیں اور جن گھڑ سواروں نے انہیں قتل کیا تھا وہ وہیں کھڑے ہیں۔ انصاری نے عمرو بن امیہ سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دینی چاہیے۔ انصاری نے کہا لیکن میں تو اپنے آپ کو اس جگہ سے جدا نہیں کر سکتا جہاں منذر بن عمرو کو قتل کیا گیا ہے۔ اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے اس کے بارے میں خبر دیں

اس رجز کے آخر تک جو ایک لمبے واقعہ کے بارے میں ہے۔ لبید نے کہا الاربعة۔ ہم چار ہیں۔ حالانکہ وہ پانچ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باپ ربیعہ اس سے قبل مر چکا تھا۔ اس کی وجہ وہ نہیں جو بعض لوگوں نے بیان کی ہے اور یہ فراء سے مروی یفری کا قول ہے کہ لبید نے خمسة کے بجائے الاربعة قافیوں کی رعایت کے لئے کہا۔ لیکن اسے کہا جائے گا کہ شاعر کے لئے تو یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شعر کا وزن درست رکھنے کے لئے لفظی غلطی کرے تو وزن درست رکھنے کے لئے جھوٹ بولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ پھر اس سے بھی حیران کن بات یہ ہے کہ اس نے اپنی اس فاسد تاویل پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے استشہاد کیا ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن) (اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے)۔ اس کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ایک جنت ہی ہے لیکن تثنیہ کا صیغہ اس لئے آیا ہے تا کہ آیتوں کے سرے برابر رہیں یا یہ آیت اس کلام کے

Marfat.com

(کہ ان ظالموں نے اسے کس طرح قتل کیا ہے)۔ پھر اس نے کفار سے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ کفار نے عمرو بن امیہ کو قیدی بنا لیا۔ جب آپ نے انہیں بتایا کہ آپ قبیلہ مضر کے فرد ہیں تو عامر بن طفیل نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ کی پیشانی کے بال کاٹ کر آپ کو اپنی ماں کی نذر پوری کرنے کے لئے آزاد کر دیا۔ اس کا یہ زعم تھا کہ اس کی ماں پر ایک غلام آزاد کرنے کی نذر لازم تھی۔

دو عامریوں کا قتل

پھر عمرو بن امیہ نکل کر وادیٔ قناۃ کے قریب مقام قرقرہ میں پہنچے۔ وہاں بنی عامر کے دو آدمی آ گئے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بنی عامر قبیلہ بنی کلاب کی شاخ ہے اور ابو عمرو مدنی نے ذکر کیا ہے کہ وہ دونوں بنی سلیم کے آدمی تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر وہ دونوں عمرو بن امیہ کے ساتھ ایک درخت کے سائے میں فروکش ہوئے۔ عامریوں کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ اور پڑوس تھا جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا۔ جب وہ دونوں اس کے پاس آئے تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا تعلق قبیلہ بنی عامر سے ہے۔ اس نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ جب وہ سو گئے تو ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اور یہ خیال کیا کہ اس نے ان دونوں کو قتل کر کے بنی عامر سے اس اذیت کا بدلہ لے

موافق رہے جو اس کا ہم معنی ہے۔ کیا سخت مصیبت ہے، یہ کلام کتنا قبیح ہے، یہ شخص کتنا جاہل ہے اور فہم قرآن سے کتنا دور ہے اور صاحب قرآن ﷺ کے اس ارشاد کا اسے ذرا خوف نہیں کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانہ آتش جہنم میں تلاش کرے۔ بس اس سے بچو، بچو۔ رہی وہ بات جس میں یہ دلیل ہے کہ وہ چار تھے جس کی بناء پر لبید نے یہ لفظ ذکر کیا۔ وہ یہ ہے کہ اس روایت میں لبید کی یتیمی اور کم سنی کا ذکر ہے اور یہ کہ اس کے چار چچاؤں نے اسے اس قابل نہ سمجھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ نعمان کے پاس اس وقت لے جائیں جب انہوں نے ربیع بن زیاد کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لبید نے سنا کہ وہ اس کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور اس مباحثہ کا اہتمام کر رہے تھے۔ اس نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے بھی اپنے ساتھ نعمان کے پاس لے جائیں اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ اسے خاموش کر دے گا لیکن انہوں نے اس کی بات کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ اس روایت میں مذکورہ اشیاء کے ساتھ اس کا امتحان لیا۔ اس پوری گفتگو سے واضح ہو گیا کہ وہ چار افراد تھے۔ اگر جاہل خاموش رہتا تو اختلاف کم ہوتا۔ الحمد للہ۔

Marfat.com

لیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو پہنچائی تھی۔ پھر جب عمرو بن امیہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس سارے واقعہ کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَقَدْ قَتَلْتَ قَتِیْلَیْنِ لَاَدِیَنَّهُمَا۔ تم نے دو آدمی قتل کر دیے ہیں جن کی دیت میں ضرور ادا کروں گا۔

ابو براء کے اس عمل پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اظہارِ ناپسندیدگی

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هٰذَا عَمَلُ اَبِیْ بَرَاءٍ قَدْ كُنْتُ لِهٰذَا كَارِهًا مُتَخَوِّفًا۔ یہ ابو براء کا عمل ہے جسے میں پہلے ہی برا سمجھ رہا تھا اور اسی کا مجھے اندیشہ تھا۔ ابو براء کو جب اس بات کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عامر بن طفیل کی بدعہدی اس پر بڑی گراں گزری اور اس بات کی بھی تکلیف پہنچی جو اس نے اس معاہدہ اور حق جواز کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اذیت پہنچائی۔ جن صحابہ کو قتل کیا گیا ان میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت ابن فہیرہ اور آسمان

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے باپ کی یہ روایت بیان کی کہ عامر بن طفیل کہا کرتا تھا کہ ان میں سے وہ کون شخص تھا جس کو جب قتل کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ اسے آسمان اور زمین کے درمیان اٹھایا جا رہا ہے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے بھی بلند ہو گیا؟ لوگوں نے کہا وہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابن فہیر کا ٹھکانہ

علامہ ابن اسحاق نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ عامر بن طفیل نے واقعہ بئر معونہ کے روز کہا: مَنْ رَجُلٌ لَمَّا طَعَنْتُهٗ رُفِعَ حَتّٰى رَاَیْتُ السَّمَاءَ مِنْ دُوْنِهٖ؟ وہ کون شخص تھا جس کو جب میں نے نیزہ مارا تو اسے اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آسمان اس سے نیچے رہ گیا ہے۔ یہ علامہ ابن اسحاق سے بکائی کی روایت ہے اور ان سے اسی سند کے ساتھ یونس بن بکیر نے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد عامر بن طفیل مدینہ منورہ آیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا: اے محمد (ﷺ) وہ کون شخص تھا جس کو جب میں نے نیزہ مارا تو اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: وہ عامر بن فہیرہ ہے۔ اور حضرات عبدالرزاق اور ابن مبارک نے روایت کیا کہ اس روز حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو مقتولوں میں تلاش کیا گیا لیکن آپ کی میت نہ

Marfat.com

ابن سلمٰی کے قبولِ اسلام کا سبب

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بنی جبار بن سلمٰی بن مالک بن جعفر کے کسی آدمی نے بیان کیا ہے کہ جبار بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو واقعہ بئر معونہ کے روز عامر کے ساتھ وہاں موجود تھے، پھر وہ اسلام لے آیا۔ وہ کہا کرتا تھا جس بات نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا وہ یہ تھی کہ اس روز میں نے مسلمانوں کے ایک شخص کے دو کندھوں کے درمیان نیزہ مارا، جب نیزے کی نوک اس کے سینے سے باہر نکلی تو میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: فُزْتُ وَاللّٰہِ۔ قسم بخدا! میں نے مراد کو پالیا۔ میں نے دل میں سوچا اس نے کون سی مراد کو پالیا، کیا میں اس شخص کو قتل نہیں کر پایا؟ یہی بات میرے دل میں کھٹکتی رہی یہاں تک کہ میں نے اس کی اس بات کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس نے شہادت کی مراد پالی تھی۔ میں نے کہا قسم بخدا! پھر تو واقعی اس نے مراد پالی۔

ابو براء کے بیٹوں کو عامر کے خلاف ابھارنے کے متعلق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابو براء کے بیٹوں کو عامر بن طفیل کے خلاف ابھارتے ہوئے یہ اشعار کہے:

بَنِیْ اُمِّ الْبَنِیْنَ اَلَمْ یَرُعْکُمْ وَ اَنْتُمْ مِنْ ذَوَائِبِ اَھْلِ نَجْدِ

''اے ام البنین کے بیٹو! کیا پھر بھی تمہیں اس بات کا خیال نہ آیا حالانکہ تم اہل نجد کے چوٹی کے افراد میں شامل ہو

تَھَکُّمُ عَامِرٍ بِاَبِیْ بَرَاءٍ لِیُخْفِرَهٗ وَ مَا خَطَأٌ کَعَمْدِ

کہ ابو براء کے ساتھ عامر کے اس کھیلنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ بدعہدی کرے اور غلطی سے ہونے والا کام ارادۃً ہونے والے کام کی طرح نہیں ہوتا''۔

اَلَا اَبْلِغْ رَبِیْعَةَ ذَا الْمَسَاعِیْ فَمَا اَحْدَثْتَ فِی الْحَدَثَانِ بَعْدِیْ

''ارے! ربیعہ کو جو بڑا باہمت اور حوصلہ مند شخص تھا یہ خبر پہنچا دو (وہ کہے گا) تم نے میرے بعد زمانے میں کیا نئی چیز پیدا کر دی ہے''۔

مل سکی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ فرشتوں نے آپ کو اٹھا لیا ہے یا آپ کو دفن کر دیا ہے۔

Marfat.com

اَبُوْكَ اَبُوْ الْحُرُوْبِ اَبُوْ بَرَاءٍ ۔۔۔ وَ خَالُكَ مَاجِدٌ حَكَمُ بْنُ سَعْدٍ

"تیرا باپ ابو براء ہے جو بڑا جنگجو ہے اور تیرا ماموں حکم بن سعد ہے جو بڑا صاحب عز و شرف ہے"۔

حکم اورام البنین کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا: حکم بن سعد قبیلہ قین بن جسر سے تھا اور ام البنین عمرو بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی بیٹی اور ابو براء کی ماں تھی۔

ربیعہ کا عامر کو نیزہ مارنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر ربیعہ بن عامر بن مالک نے عامر بن طفیل پر حملہ کیا اور اسے نیزہ مارا، وہ اس کی ران میں لگا اور اسے مرنے کے قریب کر دیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس نے کہا: یہ ابو براء کا حملہ ہے، اگر میں مر گیا تو میرا خون بہا میرے چچا کا حق ہوگا۔ اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملے گا اور اگر بچ گیا تو جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس کے متعلق میں خود سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

ابن ورقاء کا قتل اور اس پر ابن رواحہ کا مرثیہ

انس بن عباس سلمی نے جو طعیمہ بن عدی بن نوفل کا ماموں ہے اور جس نے واقعہ بئر معونہ کے روز نافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی کو قتل کیا تھا، یہ شعر کہے:

تَرَكْتُ ابْنَ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيَّ ثَاوِيًا ۔۔۔ بِمُعْتَرَكٍ تَسْفِي عَلَيْهِ الْاَعَاصِرُ

"میں نے ابن ورقاء خزاعی کو اس میدانِ جنگ میں پیوند خاک کر چھوڑا جہاں بگولے بڑی

ام البنین الاربعہ

علامہ ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

بَنِيْ اُمِّ الْبَنِيْنَ اَلَمْ يَرُعْكُمْ ۔۔۔ وَ اَنْتُمْ فِيْ ذَوَائِبِ اَهْلِ نَجْدٍ

یہ وہی ام البنین ہے جس کا لبید نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے:

نَحْنُ بَنِيْ اُمِّ الْبَنِيْنَ الْاَرْبَعَهْ

اس کا نام لیلیٰ بنت عامر ہے جیسا کہ لوگوں نے بیان کیا ہے۔ علامہ ابن ہشام نے اس کا نسب تو ذکر کیا ہے لیکن اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

Marfat.com

تیزی سے اڑتے ہیں"۔

ذَكَرْتُ اَبَا الزَّبَّانِ لَمَّا رَاَيْتُهٗ وَ اَيْقَنْتُ اَنِّيْ عِنْدَ ذٰلِكَ ثَائِرُ

"جب میں نے ابن ورقاء کو دیکھا تو مجھے ابوزبان یاد آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے ابن ورقاء کو قتل کر کے انتقام لے لیا ہے۔

ابوزبان سے مراد طعیمہ بن عدی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نافع بن بدیل بن ورقاء کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

رَحِمَ اللّٰهُ نَافِعَ بْنَ بُدَيْلٍ رَحْمَةَ الْمُبْتَغِيْ ثَوَابَ الْجِهَادِ

"اللہ تعالیٰ نافع بن بدیل پر ایسی رحمت نازل فرمائے جیسی جہاد کے ثواب کے طلب گار پر نازل ہوتی ہے"۔

صَابِرٌ صَادِقٌ وَفِيٌّ اِذَا مَا اَكْثَرَ الْقَوْمُ قَالَ قَوْلَ السَّدَادِ

"وہ ایک صابر، سچا، وفادار شخص تھا، جب اکثر لوگ غلط بات کرتے تھے تو اس وقت بھی وہ صحیح بات کہنے والا تھا"۔

شہدائے بئر معونہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ شہدائے بئر معونہ کا مرثیہ کہتے ہیں اور منذر بن عمرو کو ابھارتے ہیں:

عَلٰى قَتْلٰى مَعُوْنَةَ فَاسْتَهِلِّيْ بِدَمْعِ الْعَيْنِ سَحًّا غَيْرَ نَزْرِ

"شہدائے بئر معونہ پر تھوڑے نہیں بلکہ دل کھول کر اپنی آنکھوں سے آنسو بہاؤ"۔

عَلٰى خَيْلِ الرَّسُوْلِ غَدَاةَ لَاقَوْا مَنَايَاهُمْ وَ لَاقَتْهُمْ بِقَدْرِ

"(یعنی) رسول کریم ﷺ کے ان شہسواروں پر جس روز انہوں نے اپنی موتوں کا

الزبان یا الریان

علامہ ابن اسحاق نے انس بن عباس السلمی کے یہ شعر ذکر کیے ہیں:

تَرَكْتُ ابْنَ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيَّ ثَاوِيًا بِمُعْتَرَكٍ تَسْفِيْ عَلَيْهِ الْاَعَاصِرُ

ذَكَرْتُ اَبَا الزَّبَّانِ لَمَّا رَاَيْتُهٗ وَاَيْقَنْتُ اَنِّيْ عِنْدَ ذٰلِكَ ثَائِرُ

نسخہ میں اسی طرح اَبَا الزَّبَّانِ واقع ہوا ہے اور ابراہیم بن سعد کی روایت میں یہ لفظ راء مہملہ

Marfat.com

استقبال کیا اور تقدیر الٰہی کے مطابق موتوں نے ان کا استقبال کیا''۔

أَصَابَهُمُ الْفَنَاءُ بِعَقْدِ قَوْمٍ تُخُوِّنَ عَقْدُ حَبْلِهِمُ بِغَدْرِ

''انہیں ایک ایسی قوم کی بدعہدی کی وجہ سے موت آئی جن (کے معاہدہ) کی رسی کی گرہ کو غداری کے ساتھ کھول دیا گیا''۔

فَيَا لَهْفِي لِمُنْذِرٍ إِذْ تَوَلّٰى وَ أَعْنَقَ فِي مَنِيَّتِهِ بِصَبْرِ

''ہائے افسوس منذر پر کہ وہ ہم سے منہ موڑ کر رخصت ہو گئے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ اپنی موت کی طرف تیزی سے بڑھ گئے''۔

وَ كَائِنْ قَدْ أُصِيبَ غَدَاةَ ذَاكُمْ مِنَ ابْيَضَ مَاجِدٍ مِنْ سِرِّ عَمْرٍو

''اس روز صبح کے وقت اس شخص کو قتل کیا جو خوبصورت، صاحب مجد و شرف اور عمرو کا سب سے اچھا بیٹا تھا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آخری شعر مجھے ابو زید انصاری نے سنایا۔

واقعہ بئر معونہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

اور آپ نے مجھے واقعہ بئر معونہ کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار بھی سنائے جن میں آپ بنی جعفر بن کلاب کو عار دلاتے ہیں:

تَرَكْتُمْ جَارَكُمْ لِبَنِي سُلَيْمٍ مَخَافَةَ حَرْبِهِمْ عَجْزًا وَ هُوْنًا

''(اے بنی جعفر!) جنگ کے خوف سے عاجزی اور کمزوری کے باعث تم نے اپنے ہمسائے کو بنی سلیم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا''۔

فَلَوْ حَبْلًا تَنَاوَلَ مِنْ عُقَيْلٍ لَمَدَّ بِحَبْلِهَا حَبْلًا مَتِينًا

''اگر وہ ہمسایہ بنی عقیل کے عہد کی رسی پکڑ لیتا تو ان کی رسی کے ساتھ ایک اور مضبوط رسی پھیلا دیتا''۔

أَوِ الْقُرَطَاءِ مَا إِنْ أَسْلَمُوْهُ وَ قِدْمًا مَا وَفَوْا إِذْ لَا تَفُوْنَا

''یا (وہ ہمسایہ) قبیلہ قرطاء کی (رسی پکڑتا) تو وہ اسے تنہا نہ چھوڑتے اور انہوں نے پہلے بھی اپنا عہد پورا کیا جبکہ تم عہد پورا نہیں کر سکتے تھے''۔

اور یاء جو واؤ سے بدل کر آئی ہے کے ساتھ آبَا الْوَثَّابِ مذکور ہے۔ دار قطنی نے بھی الموتلف والمختلف میں اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے۔

Marfat.com

القرطاء کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا القرطاء قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ ہے اور من عقیل کی جگہ من

القرطاء

علامہ ابن ہشام نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کیے جن میں ہے اَوِ الْقُرَطَاءِ مَا اِنْ اَسْلَمُوْہُ۔ القرطاء یہ قرط، قُرَیط اور قُرِیط کی اولاد ہیں جو کہ بنی عامر کی شاخ بنی کلاب کے کنبے ہیں۔

ایک منسوخ آیت

جب اصحاب بئر معونہ کو شہید کر دیا گیا تو ان کے بارے میں قرآن کریم کی ایک آیت نازل ہوئی پھر اسے اٹھا لیا گیا۔ وہ آیت یہ تھی:

اَبْلِغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَ رَضِیْنَا عَنْہُ۔

''ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے، وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں''۔

یہ آیت صحیح روایت سے ثابت تو ہے لیکن اس میں اعجاز قرآنی کی رونق موجود نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت ان مذکورہ الفاظ میں نازل تو نہیں ہوئی لیکن نظم قرآن کی طرح کسی نظم معجز میں نازل ہوئی۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ داخل نہیں ہوتا تو ہم کہیں گے کہ اس آیت کی خبر منسوخ نہیں ہوئی بلکہ اس کا صرف حکم منسوخ ہوا ہے کیونکہ قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ اسے نماز میں تلاوت کیا جائے، باوضو شخص کے سوا اسے کوئی نہ چھوئے، اسے دفتین کے درمیان لکھا جائے اور اس کی تعلیم فرائض کفایہ میں سے ہو۔ پس یہ تمام احکام اس آیت سے منسوخ کر دیے گئے ہیں اور اٹھا لئے گئے ہیں۔ پس ہر وہ آیت جو منسوخ ہو اور اس سے یہ احکام اٹھا لیے جائیں تو اگرچہ وہ محفوظ رہے لیکن منسوخ ہوتی ہے۔ پھر اگر وہ کسی حکم پر مشتمل ہو تو وہ حکم معمول کے طور پر باقی رہتا ہے۔ اس چیز کا معتزلہ نے انکار کیا ہے، اور اگر وہ کسی خبر پر مشتمل ہو تو وہ خبر مصدق بہ کے طور پر باقی رہتی ہے، لیکن اس سے تلاوت کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت نازل ہوئی: لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ لَابْتَغٰی لَھُمَا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ (اگر ابن آدم کے لیے سونے کی دو وادیاں بھی ہوتیں تو وہ ان کے ساتھ تیسری کی بھی ضرور

Marfat.com

نفیل بھی مروی ہے۔ یہی صحیح ہے کیونکہ القرطاءنفیل کے زیادہ قریب ہیں۔

خواہش کرتا اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے)۔ یہ آیت یوں بھی مروی ہے لَا یَمْلَأُ عَیْنَیِ ابْنِ آدَمَ وَفَمَ ابْنِ آدَمَ (ابن آدم کی آنکھوں اور ابن آدم کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی)۔ یہ سب صحیح روایت سے ثابت ہے۔ اسی طرح وَادِیًا مِنْ مَّالٍ بھی مروی ہے۔ یہ خبر حق ہے اور خبر تو منسوخ نہیں ہوتی لیکن اس سے اس کی تلاوت کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ یعنی "لو ان لابن آدم" سورۂ یونس میں اس آیت کریمہ کے بعد تھی: كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۝ (یونس) (گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں۔ یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لئے جو غور وفکر کرتی ہے)۔

ابن سلام نے اسی طرح کہا ہے۔ جہاں تک اس آیت کریمہ کا تعلق ہے جس کا حکم باقی ہے اور وہ پہلے تلاوت کی جاتی تھی اب نہیں وہ یہ ہے فَالشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَلَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ فَاِنَّ ذٰلِكَ كُفْرٌ بِكُمْ۔ "بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب دونوں زنا کریں تو ان دونوں کو ضرور سنگسار کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا کے طور پر اور اپنے آباء کو چھوڑ نہ دو کیونکہ یہ تمہاری ناشکری ہے"۔ پس یہ ایسا حکم ہے جس کا نسخ جائز ہے جب کہ اس کی تلاوت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ تلاوت کا حکم تو باقی ہو لیکن اس خبر کے برعکس اس کا حکم منسوخ ہو جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

Marfat.com

۴ھ میں بنی نضیر کی جلاوطنی کا حکم

بنی نضیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش کرتے ہیں

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے تاکہ بنی عامر کے ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں ان کا تعاون حاصل کریں جنہیں عمرو بن امیہ الضمری نے قتل کر دیا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عامر سے معاہدہ جوار کر رکھا تھا (جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا) جیسا کہ مجھ سے یزید بن مارون نے بیان کیا۔ اور بنی نضیر اور بنی عامر کے درمیان بھی عہد و پیمان تھا اور وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں تعاون حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم (ﷺ) ٹھیک ہے آپ جیسے چاہیں گے ہم اس مسئلہ میں آپ کی مدد کریں گے جس کے متعلق آپ نے ہم سے تعاون کا مطالبہ کیا ہے۔ پھر وہ سب ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا "تم اس شخص کو ایسی حالت میں پھر کبھی نہیں پاؤ گے"--- رسول اللہ ﷺ اس وقت ان کے مکانوں کی ایک دیوار کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے--- "کون شخص ہے جو اس مکان پر

غزوۂ بنی نضیر اور اس کے متعلق قرآن کریم کا نزول

علامہ ابن اسحاق نے اس مقام پر اس غزوہ کا ذکر کیا ہے، حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ آپ غزوۂ بدر کے بعد اس کا ذکر کرتے کیونکہ عقیل بن خالد وغیرہ نے زہری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: غزوۂ بنی نضیر غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔

کھجور کے درختوں کی کٹائی اور اس کی تاویل

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب یہود بنی نضیر نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی تو رسول اللہ ﷺ ان کے محلہ کی طرف نکلے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ جب یہودی قلعہ بند ہو گئے اور ان کے نخلستان جلا دیے گئے تو وہ پکار اٹھے کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو فتنہ و فساد سے منع کرتے تھے اور اس کی مذمت کرتے تھے۔ آگے سارا واقعہ ذکر

Marfat.com

چڑھ کر ان پر پتھر پھینک دے اور یوں اس شخص سے ہمیں نجات دلا دے؟'' ان میں سے ایک شخص عمرو بن جحاش بن کعب نے اس پر لبیک کہا اور بولا یہ خدمت میں بجالاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چڑھا تا کہ حضور پر پتھر گرا دے جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت کے درمیان تشریف فرما تھے، ان میں حضرات ابوبکر، عمر اور علی رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ان کی سازش سے آگاہ فرماتا ہے

ان لوگوں نے جو منصوبہ بنایا تھا اس کی خبر آسمان سے رسول اللہ ﷺ کو مل گئی۔ حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام نے کچھ دیر نبی کریم ﷺ کی واپسی کا انتظار کیا پھر حضور ﷺ کی جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں مدینہ طیبہ سے آتے ہوئے ایک آدمی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس سے آپ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ سن کر اصحاب رسول ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف چل دیے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں اصل بات سے آگاہ فرمایا کہ یہودیوں نے آپ سے غداری کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے اور ان کی طرف چلنے کا حکم فرمایا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر

کیا۔ اہل تاویل نے کہا ان کے اس کلام سے مسلمانوں کے دلوں میں بھی کچھ تشویش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا (الحشر: 5) ''جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر......'' اللینۃ میں عجوہ اور برنی کے علاوہ کھجور کی دیگر اقسام داخل ہیں۔ تو اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے نخلستان سے صرف وہ درخت جلائے ہیں جو لوگوں کی خوراک نہیں اور وہ لوگ عجوہ کھجور سے خوراک حاصل کرتے تھے اور حدیث شریف میں ہے اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ ''عجوہ کھجور جنت کا درخت ہے''۔ اور اس کا پھل بہترین غذا فراہم کرتا ہے۔ برنی کھجور بھی اسی طرح ہے۔ حضرت ابو حنیفہ نے کہا: فارسی میں اس کا معنی ہے مبارک پھل کیونکہ بر کا معنی پھل ہے اور نی کا معنی عمدہ یا مبارک ہے۔ پھر اہل عرب نے اسے معرب بنا کر اپنے کلام میں داخل کر لیا۔ حدیث وفد عبد القیس

Marfat.com

فرمایا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر سب لوگ چلے یہاں تک کہ ان کے ہاں پڑاؤ ڈالا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ واقعہ ماہِ ربیع الاول کا ہے۔ حضور ﷺ نے چھ راتیں ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ اسی دوران شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

بنی نضیر کا محاصرہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یہودی قلعہ بند ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے نخلستان کاٹ دینے اور ان میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اس پر یہود پکار اٹھے کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو زمین میں فساد برپا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور جو ایسا کرتا اس کی مذمت کرتے تھے تو اب درختوں کو کاٹنے اور ان میں آگ لگانے کا معاملہ کیا ہے؟

یہودیوں کو ایک گروہ کی انگیخت پھر ان کا صلح کا ارادہ

بنی عوف بن خزرج کے ایک گروہ کو جن میں دشمن خدا عبداللہ بن ابی بن سلول، ودیعہ، مالک بن ابی توقل، سوید اور داعس شامل تھے، بنی نضیر کے پاس یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا گیا کہ "تم جمے اور ڈٹے رہو، ہم تمہیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑیں گے، اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہارے شانہ بشانہ جنگ کریں گے اور اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ چنانچہ یہودیوں نے ان کی نصرت کا انتظار کیا لیکن انہوں نے کوئی مدد نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں جلاوطن کر دیں لیکن ہمارے خون نہ بہائیں۔ شرط یہ ہو کہ وہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہوں لے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست منظور

میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برنی کھجور کا ذکر کرتے ہوئے اہل وفد سے فرمایا اِنَّہٗ مِنْ خَیْرِ تَمْرِکُمْ وَاِنَّہٗ دَوَاءٌ وَ لَیْسَ بِدَاءٍ "برنی کھجور تمہاری سب سے بہترین کھجور ہے اور یہ دواء ہے بیماری نہیں"۔ اسے ان میں سے مزیدہ العصری نے روایت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ما قطعتم من لینۃ فرمایا۔ عموم پر رکھتے ہوئے مِنْ نَّخْلَۃٍ نہیں فرمایا۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ دشمن کے ان درختوں کو کاٹنے کی اجازت نہیں جن سے خوراک اور غذا حاصل کی جاتی ہو جبکہ یہ امید ہو کہ وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکروں کو ہدایت فرماتے تھے کہ کسی پھل والے درخت کو نہ کاٹنا۔ اس واقعہ سے حضرت ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا

Marfat.com

فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے اتنا مال ومتاع اونٹوں پر لاد لیا جتنا ان کے اونٹ اٹھا سکتے تھے، بلکہ ان کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے کچھ آدمی اپنے گھروں کو گرا رہے تھے اور دروازوں کے کواڑ اکھیڑ کر اپنے اونٹوں کی پیٹھوں پر لاد رہے تھے اور اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ وہ خیبر چلے گئے اور بعض نے شام کا راستہ اختیار کیا۔

خیبر کی طرف ہجرت کرنے والے یہودی

اشرافِ یہود میں سے جنہوں نے خیبر کا راستہ اختیار کیا ان میں سے چند یہ ہیں: سلام بن ابی حقیق، کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق اور حیی بن اخطب۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو اہل خیبر نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان سے بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں نے اپنی عورتوں، بیٹوں اور اموال کو اونٹوں پر اٹھالیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے غلام نغمے الاپ رہے تھے۔ ان یہودیوں میں عروہ بن ورد عبسی کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی جسے انہوں نے اس سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ بہرحال بنی نضیر حد درجہ غرور وتکبر سے جا رہے تھے جس کی مثال اس زمانے کے کسی قبیلے میں نہیں ملتی۔

مہاجرین کے درمیان بنی نضیر کے اموال کی تقسیم

یہودیوں نے اپنے بقیہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیے۔ وہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھے، آپ انہیں جہاں چاہتے استعمال فرماتے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انصار کو چھوڑ کر مہاجرین اولین میں تقسیم فرما دیے۔ البتہ حضرات سہیل بن حنیف اور ابودجانہ

کہ علماء نے یا تو حدیث بنی نضیر کی تاویل کی ہے یا اسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت قرار دیا ہے لیکن نہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ سورۂ حشر بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی اور نہ ان کے اموال کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ مسلمانوں نے کسی گھوڑے اور اونٹ کے ساتھ ان پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کے دلوں میں تو رعب ڈال دیا گیا اور وہ اپنے گھروں سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیئے گئے۔ یہ سب کچھ ان سے مسلمانوں کی جنگ کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے وہ اموال مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیے تا کہ اس طرح انصار سے ان کا بوجھ اٹھ جائے کیونکہ انصار نے مہاجرین کو اپنے اموال اور گھروں میں حصہ دار بنایا تھا۔ البتہ حضور ﷺ نے حضرات ابودجانہ

Marfat.com

سماک بن خرشہ کے افلاس وفقر کا حال رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو حضور ﷺ نے انہیں بھی حصہ عطا فرمایا۔

بنی نضیر میں سے اسلام لانے والے خوش نصیب

بنی نضیر سے دو آدمیوں کے سوا کوئی بھی مشرف باسلام نہ ہوا۔ وہ دو خوش نصیب یہ ہیں: کعب بن عمرو بن جحاش کے والد حضرت یامین بن عمر اور حضرت ابو سعد بن وہب رضی اللہ عنہما۔ ان دونوں نے اپنے اموال کی شرط پر اسلام قبول کیا اور ان پر قبضہ کر لیا۔

ابن جحاش کے قتل پر یامین کو انگیخت

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھے آلِ یامین میں سے کسی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت یامین سے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے چچا زاد بھائی کا میں نے کیسے سامنا کیا اور اس نے میرے متعلق کیسا فاسد ارادہ کیا؟ یہ بات سن کر حضرت یامین نے ایک شخص کو اجرت پر لیا تاکہ وہ اس کی خاطر عمرو بن جحاش کو قتل کر دے۔ چنانچہ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔

بنی نضیر کے متعلق نازل کردہ آیات

بنی نضیر کے متعلق ساری سورۂ حشر نازل ہوئی جس میں اس انتقام کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا اور اس بات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے پیارے رسول ﷺ کو تسلط عطا فرمایا اور جو آپ نے ان کے ساتھ سلوک کیا اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور سہل بن حنیف کو ان کی محتاجی کی بناء پر حصہ عطا فرمایا۔ اور علامہ ابن اسحاق کے علاوہ ایک اور راوی نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے تین انصاریوں کو حصہ عطا فرمایا اور ان میں حضرت حارث بن صمہ کا نام بھی ذکر کیا۔

سورۂ حشر کی ابتدائی آیات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (الحشر: 2) یعنی یہودی اپنے گھروں کو اندر سے خود برباد کر رہے تھے اور باہر سے مسلمان۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بِاَيْدِيْهِمْ کا معنی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتوتوں کے باعث مثلاً بدعہدی۔ اور ایدی المؤمنین کا معنی ہے مومنین کے جہاد کے ساتھ۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (الحشر)

''وہی تو ہے جو باہر نکال لایا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے وقت تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انہیں ان کے قلعے بچالیں گے اللہ (کے قہر) سے۔ پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب۔ چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے دروازوں کے کواڑ نکالنے کے لئے اپنے گھروں کو گرا دیا تا کہ انہیں اپنے ساتھ اٹھا کر لے جائیں) پس عبرت حاصل کرو اے دیدۂ بینا رکھنے والو!''

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (الحشر)

''اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی (اور یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا انتقام تھا) تو انہیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں (یعنی شمشیر زنی کے ساتھ) اور ان کے لئے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی (اس دنیاوی عذاب کے ساتھ)''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (پہلی جلاوطنی کے وقت) حضرت موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے پوچھا: اِلٰى اَيْنَ تُخْرِجُ يَا مُحَمَّدُ ''اے محمد (ﷺ) آپ ہمیں کدھر نکال رہے ہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِلَى الْحَشْرِ یعنی ارض محشر کی طرف اور یہ ملک شام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں کو وہاں اس حد تک تسلط حاصل تھا کہ اس سے پہلے وہ جلاوطنی کی مصیبت سے دوچار نہ ہوئے۔ اسی سے فرمایا: لِاَوَّلِ الْحَشْرِ اور الحشر کا معنی یہاں جلاوطنی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ حشر ثانی یہ اس آگ کا ظہور ہے جو قعر عدن سے نکلے گی اور تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر دے گی۔ وہ ان کے ساتھ وہاں رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ وہاں دوپہر گزارے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے اور ان میں سے جو شخص پیچھے رہ جائے گا اسے کھا جائے گی۔ یہ آیت کریمہ ان تمام اقوال کو بھی اور ان کے علاوہ دیگر اقوال کو بھی شامل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۝ (الحشر)

"جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر (اللینہ عجوہ کھجور کے علاوہ دیگر کھجور کے درختوں کو کہا جاتا ہے) تو یہ (دونوں باتیں) اللہ کے اذن سے تھیں (یعنی یہ درخت اللہ کے حکم سے کاٹے گئے، یہ فساد فی الارض نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام تھا) تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو"۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَللِّيْنَةُ اَلْاَلْوَان سے ہے۔ اور یہ کھجور کے ان درختوں کو کہا جاتا ہے جو نہ تو عجوہ ہوں اور نہ برنیہ۔ یہ ہمیں ابو عبیدہ نے بتایا ہے۔ ذوالرمہ نے کہا:

كَاَنَّ قُتُوْدِيْ فَوْقَهَا عُشُّ طَائِرٍ عَلٰى لِيْنَةٍ سَوْقَاءَ تَهْفُوْ جُنُوْبُهَا

"میرے کجاووں کے اوپر گویا ایک پرندے کا گھونسلہ ہے جو لمبے تنے والے کھجور کے درخت پر اپنے پر پھڑ پھڑا رہا ہے۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے"۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ (الحشر)

"اور جو مال پلٹا دیے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر (علامہ ابن اسحاق نے کہا یعنی بنی نضیر سے لے کر) تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ تسلط بخشتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے (یعنی ہر چیز اسی کے لئے خاص ہے)"۔

ارشاد لاول الحشر اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ کوئی دوسرا حشر بھی ہوگا۔ تو یہ پہلا حشر اور جلاوطنی خیبر کی طرف تھی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔ یہ اس وقت ہوا جب آپ کو نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کا ثبوت مل گیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا يَبْقَيَنَّ دِيْنَانِ بِاَرْضِ الْعَرَبِ "سرزمین عرب میں دو دین ہرگز باقی نہیں رہیں گے"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (الحشر: 2) (پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا)۔ کہا جاتا ہے کہ آیت کا یہ حصہ کعب بن اشرف کے قتل کے بارے میں نازل ہوا۔

Marfat.com

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَوْ جَفْتُمْ کا معنی ہے تم نے حرکت کی اور چلنے میں اپنے آپ کو تھکا دیا۔ بنی عامر بن صعصعہ کے ایک شاعر تمیم بن ابی بن مقبل نے کہا:

مَذَا وِيْذُ بِالْبِيْضِ الْحَدِيْثِ صِقَالُهَا　　عَنِ الرَّكْبِ اَحْيَانًا اِذَا الرَّكْبُ اَوْجَفُوْا

''وہ لوگ نئی نئی صیقل کی ہوئی چمکدار تلواروں کے ساتھ اپنی قوم کا قافلوں سے اس وقت دفاع کرتے ہیں جب قافلے بڑی سرعت سے دوڑ کر ان پر حملہ آور ہوتے ہیں''۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور یہ چال الوجیف (اضطراب کے ساتھ تیز دوڑنا) ہے۔ ابوزید طائی نے جس کا نام حرملہ بن منذر ہے، کہا:

مُسْنَفَاتٌ كَاَنَّهُنَّ قَنَا الْهِنْدِ　　لِطُوْلِ الْوَجِيْفِ جَدْبَ الْمَرُوْدِ

''وہ اونٹنیاں تنگوں کے ساتھ باندھی ہوئی ہیں، بے آب و گیاہ چراگاہ میں تیز رفتاری سے لمبی مسافت طے کرنے کی وجہ سے ان کی حالت ہندوستانی نیزوں کی طرح ہوگئی ہے''۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَلسِّنَافُ کا معنی تنگ ہے جس کے ساتھ جانور کا پالان باندھا جاتا ہے اور الوجیف کا معنی دل اور جگر کی دھڑکن بھی ہے۔ قیس بن خطیم ظفری نے کہا:

اِنَّا وَ اِنْ قَدَّمُوْا الَّتِيْ عَلِمُوْا　　اَكْبَادُنَا مِنْ وَرَائِهِمْ تَجِفُ

''اگرچہ انہوں نے اپنی جانی پہچانی عورت کو پہلے بھیج دیا لیکن ان کے پیچھے ہمارے جگر دھڑک رہے ہیں''۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى (الحشر) (جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے)۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اہل قریٰ سے مراد بنی قریظہ ہیں اور اہل تاویل کا موقف ہے کہ یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے فتح کردہ تمام گاؤں کو شامل ہے۔ اگرچہ ان کا حکم مختلف ہے۔ تو ایک قوم کی رائے

Marfat.com

فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر)

"جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے (علامہ ابن اسحاق نے کہا: یعنی وہ مال جس پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے اور جو جنگ کے ذریعے زبردستی حاصل کیا گیا وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے) اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول (کریم ﷺ) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لےلو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ"۔

آپ فرماتے ہیں: یہ اس مال کی دوسری قسم ہے جو جنگ کے ذریعے حاصل کیا جائے کہ اسے مسلمانوں کے درمیان اس طریقہ کے مطابق تقسیم کردیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ...... الی قولہ: كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الحشر)

"کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا (یعنی عبداللہ بن ابی، اس کے ساتھی اور جو ان کی مثل ہو) جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے (یعنی بنی نضیر میں سے)......... یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے پہلے ابھی ابھی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ رہے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

اس سے مراد بنی قینقاع ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ

یہ ہے کہ ان اموال کی تقسیم اس طرح ہے جس طرح اموالِ غنیمت تقسیم کیے جاتے ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ ان اموال کو موقوف رکھے۔ اس مسئلہ کا بیان ان شاء اللہ غزوہ خیبر میں آئے گا۔

Marfat.com

رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝

(الحشر)

"منافقین اور یہود کی مثال شیطان کی سی ہے جو (پہلے) انسان کو کہتا ہے انکار کر دے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب العالمین ہے۔ پھر ان دونوں (شیطان اور اس کے چیلے) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے اور یہی ظالموں کی سزا ہے"۔

بنی نضیر کے متعلق کہے گئے اشعار

جو اشعار بنی نضیر کے متعلق کہے گئے ان میں سے ایک ابن لقیم العبسی کے اشعار ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار قیس بن بحر بن طریف نے کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ قیس بن بحر اشجعی ہے۔ اس نے کہا:

اَهْلِیْ فِدَاءٌ لِامْرِئٍ غَیْرِ هَالِكٍ اَحَلَّ الْیَهُوْدَ بِالْحَسِیِّ الْمُزَنَّمِ

"میرے اہل وعیال اس غیر فانی ہستی پر قربان ہوں جس نے یہود کو قلیل پانی والی دلدلی زمین میں اترنے پر مجبور کر دیا"۔

یَقِیْلُوْنَ فِیْ جَمْرِ الْغَضَاةِ وَ بُدِّلُوْا اُهَیْضِبَ عُوْدٰی بِالْوَدِیِّ الْمُكَمَّمِ

"یہ یہودی اب شجر غضاۃ (جس سے آگ نکلتی ہے) کے انگاروں پر قیلولہ کرتے ہیں اور انہیں خوشے نکالنے والے چھوٹے چھوٹے کھجور کے درختوں کے بدلے مقام عودی کی بلند جگہ دے دی گئی ہے"۔

فَاِنْ یَكُ ظَنِّیْ صَادِقًا بِمُحَمَّدٍ تَرَوْا خَیْلَهٗ بَیْنَ الصَّلَا وَیَرَمْرَمِ

"پس اگر محمد (رسول اللہ ﷺ) کے متعلق میرا خیال صحیح ہے (جو یقیناً صحیح ہے) تو (ایک

علامہ ابن اسحاق نے یہود کی جلاوطنی کے متعلق عبسی کے اشعار کا ذکر کیا جن میں اس نے کہا:

اَحَلَّ الْیَهُوْدَ بِالْحَسِیِّ الْمُزَنَّمِ

اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے یہودیوں کو غریب الدیار بنا دیا اور انہیں ایسے لوگوں میں اتار دیا جو ان کے اہل قبیلہ نہیں اور الزنیم اور المزنم ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم میں رہتا ہو لیکن ان کی نسل سے نہ ہو، الحسی کا معنی ہے دور کیا ہوا اور دھتکارا ہوا یعنی ان کو ایک دھتکارے ہوئے بد اصل شخص

Marfat.com

دن) تم آپ کے گھوڑوں کو صلا اور یرمرم کے درمیان (دوڑتے ہوئے) دیکھ لوگے"۔

يَوْمَ بِهَا عَمْرَو بْنَ بُهْثَةَ اِنَّهُمْ عَدُوٌّ وَ مَا حَيٌّ صَدِيْقٌ كَمُجْرِمِ

"جن گھوڑوں کے ذریعے عمرو بن بہثہ (کے خاندان) کو (جلاوطن کرنے) کا قصد کریں گے، یہ دراصل بڑے دشمن ہیں اور دوست قبیلہ مجرم کی طرح نہیں ہوسکتا"۔

عَلَيْهِنَّ اَبْطَالٌ مُسَاعِيْرُ فِي الْوَغٰى يَهُزُّوْنَ اَطْرَافَ الْوَشِيْجِ الْمُقَوَّمِ

"ان گھوڑوں پر میدانِ جنگ میں آگ لگا دینے والے بڑے بڑے بہادر سوار ہوں گے جو سیدھے کیے ہوئے نیزوں کی نوکیں لہرا رہے ہوں گے"۔

وَ كُلُّ رَقِيْقِ الشَّفْرَتَيْنِ مُهَنَّدٍ تُوُوْرِثْنَ مِنْ اَزْمَانِ عَادٍ وَ جُرْهُمِ

"اور ان باریک دودھاری ہندی تلواروں کو (لہرا رہے ہوں گے) جو انہیں عاد اور جرہم کے زمانے سے وراثت میں ملی ہیں"۔

فَمَنْ مُبْلِغٌ عَنِّيْ قُرَيْشًا رِسَالَةً فَهَلْ بَعْدَهُمْ فِي الْمَجْدِ مِنْ مُتَكَرِّمِ

"پس میری طرف سے کون قریش کو یہ پیغام پہنچانے والا ہے، کیا ان کے بعد بھی کوئی مجد و شرف والا ہے"۔

بِاَنَّ اَخَاكُمْ فَاعْلَمُنَّ مُحَمَّدًا تَلِيْدُ النَّدٰى بَيْنَ الْحَجُوْنِ وَ زَمْزَمِ

"(یہ پیغام) قریش کو اچھی طرح بتاؤ کہ ان کے بھائی (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) حجون اور زمزم کے درمیان مجد و شرف کی ایک اعلیٰ مثال ہیں"۔

فَدِيْنُوْا لَهٗ بِالْحَقِّ تَجْسُمْ اُمُوْرُكُمْ وَ تَسْمُوْا مِنَ الدُّنْيَا اِلٰى كُلِّ مُعْظَمِ

کے قائم مقام بنا دیا۔ دھتکارے ہوئے ذلیل شخص کو حسی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کھانے کا نشانہ ہوتا ہے۔ اور اَلْحَسِيُّ اور اَلْحَسُوُّ اس کھانے کو کہتے ہیں جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ یعنی جو کھانے والے پر گراں نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اَلْحَسِيّ سے مراد بکریوں میں سے اَلْغَذِيّ ہو اور یہ بکری کا وہ چھوٹا کمزور بچہ ہے جو چرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کہا جاتا ہے: بُدِّلُوْا بِالْمَالِ الدَّثْرِ وَالْاِبِلِ الْكُوْمِ رُذَالَ الْمَالِ وَ غِذَاءَ الْغَنَمِ۔ "انہیں عمدہ مال اور بلند کوہان والے اونٹوں کے بجائے گھٹیا مال اور کمزور بکریاں دے دی گئیں"۔ اور اَلْمُزَنَّمُ بھی اسی سے ہے۔ اس توجیہ کا احتمال موجود ہے۔ میں نے

Marfat.com

"اس لئے حق قبول کر کے ان کی اطاعت قبول کر لو اس سے تمہارے معاملات کو اہمیت حاصل ہو جائے گی اور تم ادنیٰ سے ہر اعلیٰ مقام کی طرف بلند ہوتے جاؤ گے"۔

نَبِیٌّ تَلَاقَتْهُ مِنَ اللّٰهِ رَحْمَةٌ ۔۔۔ وَ لَا تَسْأَلُوْهُ اَمْرَ غَيْبٍ مُرَجَّمِ

"آپ ایسے نبی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کی رحمت استقبال کرتی رہتی ہے اور تم لوگ آپ سے ان امورِ غیب کا سوال نہ کیا کرو جن سے دل مطمئن نہ ہوتا ہو"۔

فَقَدْ كَانَ فِیْ بَدْرٍ لَعَمْرِیْ عِبْرَةٌ ۔۔۔ لَكُمْ يَا قُرَيْشًا وَّالْقَلِيْبِ الْمُلَمَّمِ

"اے قریش! مجھے اپنی جان کی قسم! میدانِ بدر میں اور تمہارے مقتولوں کی لاشوں کے ساتھ بھرے گئے کنویں میں تمہارے لیے بہت بڑی عبرت ہے"۔

غَدَاةَ اَتٰى فِی الْخَزْرَجِيَّةِ عَامِدًا ۔۔۔ اِلَيْكُمْ مُطِيْعًا لِّلْعَظِيْمِ الْمُكَرَّمِ

"(اس غزوۂ بدر میں عبرت ہے) جس روز آپ ﷺ خدائے عظیم و کبیر کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے خزرجی لشکر کے ساتھ تمہارے مقابلے کے ارادے سے تمہاری طرف آئے"۔

مُعَانًا بِرُوْحِ الْقُدُسِ يَنْكِیْ عَدُوَّهٗ ۔۔۔ رَسُوْلًا مِّنَ الرَّحْمٰنِ حَقًّا بِمَعْلَمِ

"درآں حالیکہ آپ کو روح القدس (جبرئیل امین) کی مدد حاصل تھی جو آپ کے دشمن کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے اور اس مقامِ رفیع پر آپ خدائے رحمٰن کے سچے رسول تھے"۔

رَسُوْلًا مِّنَ الرَّحْمٰنِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ ۔۔۔ فَلَمَّا اَنَارَ الْحَقُّ لَمْ يَتَلَعْثَمِ

"آپ خدائے رحمٰن کے وہ رسول تھے جو کتاب الٰہی پڑھ پڑھ کر سنا رہے تھے پھر جب حق کا نور پھیلا تو ذرا بھی تامل اور ہچکچاہٹ سے کام نہ لیا"۔

لفظ الحَسِیّ کے متعلق لغت میں بہت تلاش اور چھان بین کی ہے لیکن مجھے کوئی نص شافی نہیں ملی۔ صرف ابو علی کا یہ قول ملا ہے کہ الحَسِیَّةُ اور الحُسِیُّ وہ کھانا ہے جو گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ البتہ جب ہمیں الغَذِیُّ کے بارے میں یہ بات مل گئی ہے کہ یہ غِذَاءُ الغَنَمِ کا واحد ہے تو الحَسِیّ جو اس کا ہم معنی ہے، اس کے بارے میں کہا جائے گا یہ غیر ممتنع ہے۔ واللہ اعلم۔ اور المُزَنَّم اونٹوں کے بچوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس پورے قصیدہ میں کوئی ایسا لفظ اور جملہ نہیں جو دشوار اور مبہم ہو۔

Marfat.com

اَرٰی اَمْرَهٗ یَزْدَادُ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ عُلُوًّا لِاَمْرٍ حَمَّهُ اللّٰهُ مُحْکَمٍ

''میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا کام ہر جگہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے کیونکہ اس امر مستحکم کو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: عمرو بن بہثہ کا تعلق بنی غطفان سے ہے اور یہ شعر بالحسی المزنم غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے جن میں آپ بنی نضیر کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ اشعار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور مسلمان نے کہے۔ مجھے یہ بات بعض علمائے شعر نے بتائی اور میں نے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں دیکھا جو ان اشعار کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی معرفت رکھتا ہو:

عَرَفْتُ وَ مَنْ یَّعْتَدِلُ یَعْرِفِ وَ اَیْقَنْتُ حَقًّا وَّ لَمْ اَصْدِفِ

''میں نے (حق کو) پہچان لیا اور جو شخص اعتدال پسند ہو گا وہ اسے پہچان لے گا اور مجھے حق کا یقین کامل ہو گیا اور میں نے اعراض نہ کیا''۔

دو کاہن

جن دو کاہنوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ قریظہ اور نضیر ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: یَخْرُجُ فِی الْکَاهِنَیْنِ رَجُلٌ یَدْرُسُ الْقُرْاٰنَ دَرْسًا لَمْ یَدْرُسْهُ اَحَدٌ قَبْلَهٗ وَ لَا یَدْرُسُهٗ اَحَدٌ بَعْدَهٗ۔ ''دو کاہنوں سے ایک ایسا آدمی نکلے گا جو ایسا قرآنِ کریم سیکھے گا کہ اس جیسا نہ کسی نے پہلے سیکھا ہو گا اور نہ اس کے بعد کوئی سیکھے گا''۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ محمد بن کعب قرظی ہے اور وہ محمد بن کعب بن عطیہ ہے۔ اس کے دادا عطیہ کی خبر بنی قریظہ کے ذکر میں آئے گی اور کاہن لغت میں کاہل کے معنی میں ہے اور کاہل وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے اہل و عیال کی حاجت پوری کرنے کا ذمہ دار ہو، جب وہ ان کی ذمہ داری اٹھا لے۔ کہا جاتا ہے هُوَ کَاهِنُ اَبِیْهِ وَ کَاهِلُهٗ۔ یعنی وہ اپنے باپ کا جانشین ہے۔ یہ ہروی کا قول ہے، چنانچہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان دونوں کو اس بناء پر کاہنین کہا گیا ہو۔

Marfat.com

عَنِ الْكَلِمِ الْمُحْكَمِ اللاَّءِ مِنْ لَدَى اللّٰهِ ذِی الرَّأْفَةِ الْاَرْأَفِ

"ان محکم کلمات سے جو اللہ تعالیٰ کی جناب سے نازل ہوئے جو سب سے بڑھ کر رحمت فرمانے والا ہے"۔

رَسَائِلَ تُدْرَسُ فِی الْمُؤْمِنِیْنَ بِهِنَّ اصْطَفٰى اَحْمَدَ الْمُصْطَفٰى

"(وہ محکم کلمات) ایسے رسائل ہیں جو مسلمانوں میں پڑھے اور سیکھے جاتے ہیں، ان کے ساتھ چننے والے خدا نے احمد ﷺ کو چنا"۔

فَاَصْبَحَ اَحْمَدُ فِیْنَا عَزِیْزًا عَزِیْزَ الْمُقَامَةِ وَالْمَوْقِفِ

"اسی لئے احمد (مصطفیٰ ﷺ) ہمارے اندر معزز و مکرم ہو گئے یعنی مقام و مرتبے کے لحاظ سے معزز و مکرم ہو گئے"۔

فَیَا اَیُّهَا الْمُوْعِدُوْهُ سَفَاهًا وَ لَمْ یَاْتِ جَوْرًا وَّ لَمْ یَعْنُفِ

"پس اے اپنی حماقت سے آپ کو دھمکیاں دینے والو! حالانکہ آپ نے نہ ظلم کیا اور نہ کسی پر تشدد کیا"۔

اَلَسْتُمْ تَخَافُوْنَ اَدْنٰى الْعَذَابِ وَ مَا اٰمِنُ اللّٰهِ کَالْاَخْوَفِ

"کیا تم قریب ترین عذاب سے نہیں ڈرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کا امن دیا ہوا انسان خوف زدہ کی طرح نہیں ہو سکتا"۔

خیبر کی طرف بنی نضیر کا خروج

علامہ ابن اسحاق نے خیبر کی طرف بنی نضیر کے خروج کا ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں، بچوں اور اموال کو اونٹوں پر لاد لیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے غلام گا رہے تھے اور ان یہودیوں میں عروہ بن ورد کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی جسے انہوں نے اس سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ ابن اسحاق کا کلام ختم ہوا۔ آپ سے مروی بکائی کی روایت میں آپ نے اس عورت کا نام ذکر نہیں کیا لیکن دیگر روایات میں آپ نے اس کا نام ذکر کیا ہے اور وہ نام سلمٰی ہے۔ اصمعی نے کہا اس کا نام لیلیٰ بنت شعواء ہے اور ابو الفرج نے کہا: یہ سلمٰی وہب کی ماں ہے اور بنی کنانہ کی ایک عورت ہے۔ اس کی شادی مزینہ میں ہوئی تھی کہ عروہ بن ورد نے اس پر غارت گری کر دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ آگے لمبا واقعہ ہے۔ ابو الفرج کا یہ قول کہ اس عورت کا تعلق بنی کنانہ سے ہے، ابن اسحاق کے اس قول کے مخالف نہیں کہ اس کا تعلق بنی غفار سے ہے کیونکہ غفار بھی بنی کنانہ

Marfat.com

وَ اَنْ تُصْرَعُوْا تَحْتَ اَسْیَافِہٖ كَمَصْرَعِ كَعْبٍ اَبِی الْاَشْرَفِ

''اور (کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے) کہ تم کعب بن اشرف کی طرح آپ کی تلواروں کے نیچے بچھاڑ دیے جاؤ''۔

غَدَاۃَ رَاَی اللّٰہُ طُغْیَانَہٗ وَ اَعْرَضَ كَالْجَمَلِ الْاَجْنَفِ

''جس روز اللہ تعالیٰ نے اس (کعب بن اشرف) کی سرکشی دیکھی اور کعب نے ادھر ادھر بھاگنے والے اونٹ کی طرح اعراض کیا''۔

فَاَنْزَلَ جِبْرِیْلَ فِیْ قَتْلِہٖ بِوَحْیٍ اِلٰی عَبْدِہٖ مُلْطَفِ

''تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کرنے کے سلسلے میں جبرئیل علیہ السلام کو وحی دے کر اپنے لطف و کرم فرمانے والے بندۂ خاص کی طرف نازل فرمایا''۔

فَدَسَّ الرَّسُوْلُ رَسُوْلًا لَہٗ بِاَبْیَضَ ذِیْ ھَبَّۃٍ مُرْھَفِ

''چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قاصد (جبرئیل علیہ السلام) نے اس کے رسول ﷺ کو ایک چمکدار تیز کاٹنے والی لچکدار تلوار چپکے سے دے دی''۔

فَبَاتَتْ عُیُوْنٌ لَہٗ مُعْوِلَاتٌ مَتٰی یُنْعَ كَعْبٌ لَھَا تَذْرِفِ

''آخر جب کعب کی موت کا تذکرہ کیا جاتا تو اس پر با آواز بلند نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں ساری رات خوب آنسو بہاتیں''۔

وَ قُلْنَ لِاَحْمَدَ ذَرْنَا قَلِیْلًا فَاِنَّا مِنَ النَّوْحِ لَمْ نَشْتَفِ

''اور وہ احمد (مصطفیٰ ﷺ) سے کہتیں ذرا ہمیں چھوڑ دیجئے کیونکہ نوحہ کرنے سے ہمیں

سے ہے اور وہ غفار بن ملیل بن ضمرہ بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ ہے۔ اور عروہ ورد بن زید کا بیٹا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عمرو بن ناشب بن ہدم بن عوذ بن غالب بن قطیعہ بن عبس کا بیٹا ہے۔ چنانچہ وہ عبسی عطفانی قیسی ہے کیونکہ عبس یہ بغیض بن ریث بن غطفان کا بیٹا ہے۔ اس کے متعلق عبدالملک بن مروان نے کہا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ مجھے عروہ بن ورد کے سوا کسی اور عرب نے جنا ہو کیونکہ اس کا قول ہے:

اَتَھْزَاُ مِنِّیْ اَنْ سَمِنْتَ وَ قَدْ تَرٰی بِجِسْمِیْ مَسَّ الْحَقِّ وَالْحَقُّ جَاھِدُ

''کیا تو میرا مذاق اڑاتا ہے کہ تو موٹا ہو گیا ہے حالانکہ تو دیکھ رہا ہے کہ میرے جسم کو حق نے مس کیا ہے اور حق ظاہر ہو کر رہتا ہے''۔

Marfat.com

ابھی تسکین نہیں ملی''۔

فَخَلَّاهُمْ ثُمَّ قَالَ اظْعَنُوْا دُحُوْرًا عَلٰى رَغْمِ الْاَنْفِ

''تو حضور علیہ السلام انہیں چھوڑ دیتے پھر فرماتے ناک رگڑ کر اور ذلیل و خوار ہو کر یہاں سے کوچ کر جاؤ''۔

وَ اَجْلَى النَّضِيْرَ اِلٰى غُرْبَةٍ وَ كَانُوْا بِدَارٍ ذَوِىْ زُخْرُفِ

''اور حضور علیہ السلام نے بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا حالانکہ وہ اپنے گھروں میں بڑی زیب و آرائش کے مالک تھے''۔

اِلٰى اَذْرِعَاتٍ رُدَافٰى وَ هُمْ عَلٰى كُلِّ ذِىْ دَبَرٍ اَعْجَفِ

''(آپ نے انہیں) یکے بعد دیگرے مقام اذرعات (جو شام میں ہے) کی طرف (جلا وطن کر دیا)، ان کی حالت یہ تھی کہ وہ کمزور اور نحیف زخمی اونٹوں پر سوار تھے''۔

ان اشعار کا جواب سماک یہودی نے دیا اور کہا:

اِنْ تَفْخَرُوْا فَهُوَ فَخْرٌ لَكُمْ بِمَقْتَلِ كَعْبٍ اَبِى الْاَشْرَفِ

''اگر تم کعب بن اشرف کے قتل پر فخر کرو تو یہ فخر کرنا تمہارا ہی کام ہو سکتا ہے''۔

غَدَاةَ غَدَوْتُمْ عَلٰى حَتْفِهٖ وَ لَمْ يَاْتِ غَدْرًا وَّ لَمْ يُخْلِفِ

''(تم نے اسے اس روز قتل کیا) جس روز تم اس کی موت کے پیاسے ہو کر صبح سویرے نکلے

اِنِّىْ امْرُؤٌ عَافِىْ اِنَائِىْ شِرْكَةٌ وَ اَنْتَ امْرُؤٌ عَافِىْ اِنَائِكَ وَاحِدُ

''بے شک میں ایسا انسان ہوں کہ میرے برتن سے ایک پورا گروہ مانگتا ہے اور تو ایسا انسان ہے کہ تیرے برتن سے صرف ایک آدمی مانگتا ہے''۔

اُقَسِّمُ جِسْمِىْ فِىْ جُسُوْمٍ كَثِيْرَةٍ وَ اَحْسُوْا قَرَاحَ الْمَاءِ وَالْمَاءُ بَارِدُ

''میں اپنے جسم کو متعدد حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اور خالص اور ٹھنڈا پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہوں''۔

کہا جاتا تھا کہ جس شخص نے یہ قول کیا کہ حاتم طائی تمام عرب سے زیادہ سخی تھا اس نے عروہ بن ورد پر ظلم کیا۔ ابو الفرج نے کہا: عروہ بنی نضیر کے پاس وقتاً فوقتاً آتا رہتا تھا اور جب اسے احتیاج ہوتی تو ان سے قرض لیتا تھا اور جب کوئی چیز بطور غنیمت ملتی تو ان کے ہاں بیچ دیتا۔ بنی نضیر نے اس کے پاس سلمیٰ کو دیکھا تو اس عورت نے انہیں تعجب میں ڈال دیا۔ انہوں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس عورت کو

Marfat.com

اور اس نے نہ تو کوئی غداری کی اور نہ وعدہ خلافی (کہ ہم اس پر ندامت کریں)"۔

فَعَلَّ اللَّيَالِي وَ صَرْفَ الدُّهُوْرِ يُدِلْنَ مِنَ الْعَادِلِ الْمُنْصِفِ

"شاید کبھی راتیں اور گردش زمانہ اس عدل وانصاف کرنے والے (نبی کریم ﷺ) پر بھی حملہ آور ہو کر اس کے حالات بدل دیں"۔

بِقَتْلِ النَّضِيْرِ وَ اَحْلَافِهَا وَ عَقْرِ النَّخِيْلِ وَ لَمْ تُقْطَفِ

"بنی نضیر اور ان کے حلفاء کے قتل اور نخلستان کو کاٹنے کے جرم میں (زمانہ ان پر حملہ آور ہو) اور ان نخلستانوں کو بھی نہیں کاٹا گیا"۔

فَاِنْ لَّا اَمُتْ نَاْتِكُمْ بِالْقَنَا وَ كُلِّ حُسَامٍ مَّعًا مُرْهَفِ

"اگر میں زندہ رہا تو ہم تمہارے پاس نیزے اور ایسی تلواریں لے کر آئیں گے جو تیز ہونے کے ساتھ ساتھ خوب کاٹنے والی ہوں گی"۔

بِكَفِّ كَمِيٍّ بِهٖ يَحْتَمِيْ مَتٰى يَلْقَ قِرْنًا لَهٗ يَتْلَفِ

"وہ تلواریں (ہر) ایسے بہادر کے ہاتھ میں ہوں گی جوان کے ساتھ ہوگا، وہ اپنی بھی حفاظت کرے گا اور جب اپنے کسی حریف کا مقابلہ کرے گا تو اسے فنا کر کے رکھ دے گا"۔

مَعَ الْقَوْمِ صَخْرٌ وَ اَشْيَاعُهٗ اِذَا غَاوَرَ الْقَوْمَ لَمْ يَضْعُفِ

"اس قوم کے ساتھ صخر (ابوسفیان) اور اس کے ساتھی بھی ہوں گے جب وہ (ابوسفیان)

ان کے ہاتھ بیچ دے گا۔ اس نے انکار کیا، انہوں نے اسے شراب پلا دی اور داؤ سے کام لے کر اس سے وہ عورت خرید لی اور اس پر گواہ بنا لیے۔ اس بارے میں وہ کہتا ہے:

سَقَوْنِي الْخَمْرَ ثُمَّ تَكَنَّفُوْنِي عِدَاةَ اللّٰهِ مِنْ كَذِبٍ وَّزُوْرِ

"انہوں نے مجھے شراب پلائی پھر ان اللہ کے دشمنوں نے مجھے کذب اور جھوٹ سے گھیر لیا"۔

یہ بھی روایت ہے کہ اس عورت کی قوم نے اسے عروہ کو بطور فدیہ دیا تھا۔ عروہ کا گمان تھا کہ وہ اس کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں کرے گی اور وہ اس سے جدا نہیں ہوگی لیکن اس نے پھر اپنی قوم کو اختیار کر لیا۔ اس پر عروہ شرمندہ ہوا۔ اس عورت سے عروہ کے چند بیٹے پیدا ہوئے۔ اس نے عروہ سے کہا بخدا! میں عربوں کی کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جس نے تجھ جیسے نوجوان کے ہاتھ پردہ لٹکایا ہو جو تجھ سے زیادہ نگاہیں نیچی رکھنے والا، زیادہ سخی اور زیادہ دولت مند ہو۔ بے شک تو عالی نسب، سخی، گھوڑوں کی پیٹھوں پر ہلکا، دشمن کے پہلوؤں پر بھاری اور اہل خانہ اور پڑوسیوں پر راضی ہے۔ میں اپنے گھر والوں کو تجھ پر

Marfat.com

قوم کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیتا ہے تو کمزوری نہیں دکھاتا''۔

كَلَيْثٍ بِتَرْجَ حَمٰى غِيْلَهٗ اَجِىُّ غَابَةٍ هَاصِرٍ اَجْوَفِ

وہ (ابوسفیان) ترج پہاڑ کے اس شیر کی مانند ہے جو اپنی کچھار کا محافظ ہوتا ہے، بانس کی جھاڑی میں رہنے والا، اپنے شکار کو چیر پھاڑ کر رکھ دینے والا اور بڑے پیٹ والا ہوتا ہے۔

بنی نضیر کی جلاوطنی اور ابن اشرف کے قتل کے متعلق

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ بنی نضیر کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ خَزِيَتْ بِغَدْرَتِهَا الْحُبُوْرُ كَذَاكَ الدَّهْرُ ذُوْ صَرْفٍ يَدُوْرُ

''علمائے یہود اپنی غداری کے باعث ذلیل وخوار ہو گئے۔ حوادث کے ساتھ گردش کرنے والا زمانہ اسی طرح گردش کرتا ہے''۔

وَ ذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِرَبٍّ عَزِيْزٍ اَمْرُهٗ اَمْرٌ كَبِيْرٌ

''اور یہ اس طرح ہوا کہ انہوں نے اس پروردگار کے ساتھ کفر کیا جو غالب ہے اور جس کا حکم

فضیلت دینے والی نہیں ہوں۔ اگر میں تیری چچازاد بہنوں کو یہ کہتے نہ سنتی کہ عروہ کی لونڈی نے یہ کہا۔ انہوں نے کہا عروہ کی لونڈی۔ اس لفظ کو میں اپنی موت خیال کرتی ہوں۔ قسم بخدا! میرا چہرہ کسی غطفانی عورت کے چہرے کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوگا اس لئے اپنے بیٹوں کو اچھی وصیت کرنا۔ پھر عروہ کے بعد اس عورت سے بنی نضیر کے ایک شخص نے شادی کر لی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کی قوم کی مجلس میں اس کی اسی طرح تعریف کرے جس طرح اس نے عروہ کی تعریف کی تھی۔ عورت نے کہا معاف کرنا میں وہی کچھ کہہ سکتی ہوں جس کا مجھے علم ہو لیکن اس آدمی نے اسے معاف نہ کیا۔ چنانچہ وہ مجلس میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ شخص بھی مجلس میں موجود تھا۔ اس عورت نے کہا صبح بخیر پھر کہا اس شخص نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی وہی تعریف کروں جو اس کے متعلق مجھے علم ہے۔ پھر اس نے کہا بخدا! تیری چادر لپیٹ دی گئی ہے۔ تیرے پینے کا برتن خالی کر دیا گیا ہے اور تیرے سونے کا بستر اٹھا دیا گیا ہے۔ بے شک تو اس رات سیر ہو کر کھاتا ہے جس رات مہمان نوازی کی جاتی ہے اور اس رات خوب سوتا ہے جس رات دشمن کا خوف ہو۔ اس شخص سے اس کی قوم نے کہا تو اس تعریف سے بے نیاز تھا۔

Marfat.com

بہت بڑا حکم ہے۔

وَ قَدْ اُوْتُوْا مَعًا فَهْمًا وَ عِلْمًا وَ جَاءَ هُمْ مِّنَ اللّٰهِ النَّذِيْرُ

"حالانکہ انہیں علم اور فہم اکٹھے عطا کیے گئے اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بروقت خبردار کردینے والا بھی آیا"۔

نَذِيْرٌ صَادِقٌ اَدّٰى كِتَابًا وَ آيَاتٍ مُّبَيِّنَةً تُنِيْرُ

"وہ ایسا نذیر ہے جو صادق ہے اور جس نے ایک ذی شان کتاب اور ایسی کھلی اور واضح نشانیاں دیں جو روشن کردینے والی ہیں"۔

فَقَالُوْا مَا اَتَيْتَ بِاَمْرِ صِدْقٍ وَ اَنْتَ بِمُنْكَرٍ مِّنَّا جَدِيْرُ

"لیکن ان یہودیوں نے کہا تم امر حق لے کر نہیں آئے اور تم ہماری طرف سے سلوکِ بد کے مستحق ہو"۔

فَقَالَ بَلٰى لَقَدْ اَدَّيْتُ حَقًّا يُصَدِّقُنِيْ بِهٖ اَلْفَهِمُ الْخَبِيْرُ

"آپ نے جواب دیا تمہیں یہی روا ہے، میں نے تو اپنا حق ادا کردیا ہے جس کے ساتھ ہر باسمجھ اور باخبر آدمی میری تصدیق کرتا رہے گا"۔

فَمَنْ يَّتْبَعْهُ يُهْدَ لِكُلِّ رُشْدٍ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ يُجْزَ الْكَفُوْرُ

"پس جو شخص اس (حق) کی اتباع کرے گا اس کی ہر ہدایت کی طرف رہنمائی ہوگی اور جو اس کے ساتھ کفر کرے گا تو اس کافر کو اس کی سزا ملے گی"۔

اسی عورت کے بارے میں عروہ بن ورد کہتا ہے۔

اَرِقْتُ وَ صُحْبَتِيْ بِمَضِيْقِ عُمْقٍ لِبَرْقٍ فِيْ تِهَامَةَ مُسْتَطِيْرِ

"مجھے نیند نہیں آتی تھی دراں حالیکہ میری بیوی تنگ وادی میں تھی، تہامہ میں پھیلنے والی بجلی کی وجہ سے"۔

اِذَا قُلْتُ اسْتَهَلَّ عَلٰى قَدِيْدٍ يَحُوْرُ رَبَابُهٗ حَوْرَ الْكَسِيْرِ

"جب میں نے اسے کہا کہ اس مفلوک الحال شخص پر برس جس کی جماعت شکست خوردہ آدمی کی طرح متحیر ہے"۔

سَقٰى سَلْمٰى وَ اَيْنَ مَحَلُّ سَلْمٰى اِذَا حَلَّتْ مُجَاوِرَةَ السَّرِيْرِ

"تو اس نے سلمٰی کو پانی پلایا، سلمٰی کا مقام کہاں تھا جب وہ سریر کے پڑوس میں اتری"۔

Marfat.com

فَلَمَّا اُشْرِبُوْا غَدْرًا وَ كُفْرًا وَ حادَ بِهِمْ عَنِ الْحَقِّ النُّفُوْرُ

پس جب وہ غداری اور کفر کے ساتھ سیراب ہو گئے اور نفرت نے حق سے ان کا منہ موڑ دیا۔

اَرَى اللّٰهُ النَّبِیَّ بِرَاْيِ صِدْقٍ وَ كَانَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا يَجُوْرُ

''تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو ایک صحیح رائے سکھائی اور اللہ تعالیٰ درست فیصلہ فرماتا ہے ظلم نہیں کرتا''۔

فَاَيَّدَهٗ وَ سَلَّطَهٗ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ نَصِيْرَهٗ نِعْمَ النَّصِيْرُ

''پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقویت پہنچائی اور آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے اور وہ کیا ہی اچھا مددگار ہے''۔

فَغُوْدِرَ مِنْهُمْ كَعْبٌ صَرِيْعًا فَذَلَّتْ بَعْدَ مَصْرَعِهِ النَّضِيْرُ

''نتیجتاً ان یہود میں سے کعب کو پچھاڑا ہوا چھوڑ دیا گیا پھر اس کے پچھاڑے جانے کے بعد بنی نضیر ذلیل و خوار ہو گئے''۔

عَلَى الْكَفَّيْنِ ثَمَّ وَ قَدْ عَلَتْهُ بِاَيْدِيْنَا مُشْهَرَةٌ ذُكُوْرُ

''نیام سے نکال کر بلند کی ہوئی عمدہ تلواریں وہاں ہماری ہتھیلیوں پر آئیں اور پھر ہمارے ہاتھوں کے ذریعے کعب پر چھا گئیں''۔

بِاَمْرِ مُحَمَّدٍ اِذْ دَسَّ لَيْلًا اِلٰى كَعْبٍ اَخَا كَعْبٍ يَسِيْرُ

''یہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے حکم سے ہوا جب آپ نے اس رات کعب کے بھائی کو اشارہ

اِذَا حَلَّتْ بِاَرْضِ بَنِیْ عَلِیٍّ وَ اَهْلُكَ بَيْنَ اَمْرَةَ وَ كِيْرِ

''جب وہ بنی علی کے علاقے میں اتری اور تیرے اہل و عیال امرہ اور کیر کے درمیان تھے''۔

ذَكَرْتُ مَنَازِلًا مِّنْ اُمِّ وَهْبٍ مَحَلَّ الْحَيِّ اَسْفَلَ ذِی النَّقِيْرِ

''تو مجھے ام وہب کی منازل یعنی ذوالنقیر کے نیچے قبیلے کے مقام کی یاد آئی''۔

وَ آخِرُ مَعْهَدٍ مِّنْ اُمِّ وَهْبٍ مُعَرَّسُنَا فُوَيْقَ بَنِی النَّضِيْرِ

''ام وہب کے ساتھ ہمارا آخری زمانہ وہ تھا جب ہم نے بنی نضیر کے تھوڑا سا اوپر رات بسر کی''۔

وَ قَالَتْ مَا تَشَاءُ فَقُلْتُ اَلْهُوْ اِلَى الْاَصْبَاحِ آثِرَ ذِی اَثِيْرِ

''اور اس نے کہا تو کیا چاہتا ہے میں نے کہا میں صبح تک اس گھوڑے کا مشتاق ہوں جو اپنے کھروں کے بڑے بڑے نشانات چھوڑ کر اس عورت کو لے جا رہا ہے''۔

Marfat.com

کر دیا کہ وہ کعب کے پاس جائے"۔

فَمَاکَرَہٗ فَاَنْزَلَہٗ بِمَکْرٍ وَ مَحْمُوْدٌ اَخُوْثِقَۃٍ جَسُوْرٌ

"پس اس نے ہوشیاری سے کام لیا اور اسے بڑی خفیہ تدبیر سے نیچے اتار لیا اور قابل اعتماد با ہمت محمود بھی اس کے ساتھ تھا"۔

فَتِلْکَ بَنُو النَّضِیْرِ بِدَارِ سُوْءٍ اَبَارَھُمْ بِمَا اجْتَرَمُوْا الْمُبِیْرُ

"پس یہ بنی نضیر ایک برائی کے گھر میں تھے کہ انہیں ہلاک کرنے والے نے ان کے جرم کی پاداش میں ہلاک کر دیا"۔

غَدَاۃَ اَتَاھُمْ فِی الزَّحْفِ رَھْوًا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَھُوَ بِھِمْ بَصِیْرٌ

"(اس روز ہلاک کر دیا) جس روز رسول اللہ ﷺ لشکر عظیم کے ساتھ خراماں خراماں ان کے پاس تشریف لے گئے جبکہ آپ ان سے پوری طرح باخبر تھے"۔

وَ غَسَّانُ الْحُمَاۃُ مُوَازِرُوْہُ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَھُوَ لَھُمْ وَزِیْرٌ

"اور آپ کے حامی و ناصر بنی غسان دشمن کے خلاف آپ کی مدد کر رہے تھے اور آپ ان کے مددگار و معاون تھے"۔

فَقَالَ السِّلْمَ وَیْحَکُمْ فَصَدُّوْا وَ حَالَفَ اَمْرَھُمْ کَذِبٌ وَ زُوْرٌ

"وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا تمہاری خیر ہو صلح کر لو۔ لیکن وہ صلح کرنے سے رک گئے اور کذب و افتراء ان کے معاملہ کا ساتھی بن گیا"۔

فَذَاقُوْا غَبَّ اَمْرِھِمْ وَ بَالًا لِکُلِّ ثَلَاثَۃٍ مِّنْھُمْ بَعِیْرٌ

"نتیجتاً انہوں نے اپنے معاملہ کے انجام میں سزا کا مزہ چکھ لیا، ان کے ہر تین آدمیوں کے

بِاٰنِسَۃِ الْحَدِیْثِ رُضَابُ فِیْھَا بَعِیْدُ النَّوْمِ کَالْعِنَبِ الْعَصِیْرِ

"جو شیریں بیان ہے اور جس کے منہ کا تھوک انگور کے رس کی طرح نیند دور کرنے والا ہے"۔

اَطَعْتَ الْاٰمِرِیْنَ بِصَرْمِ سَلْمٰی فَطَارُوْا فِیْ بِلَادِ الْیَسْتَعُوْرِ

"میں نے سلمٰی کو چھوڑنے کا حکم دینے والوں کی اطاعت کی۔ وہ یستعور کے بلاد کی طرف پرواز کر گئے"۔

سَقَوْنِی الْخَمْرَ ثُمَّ تَکَنَّفُوْنِیْ عُدَاۃُ اللّٰہِ مِنْ کَذِبٍ وَّ زُوْرٍ

"انہوں نے مجھے شراب پلائی پھر ان اللہ کے دشمنوں نے مجھے کذب اور جھوٹ سے گھیر لیا"۔

Marfat.com

لئے ایک اونٹ تھا''۔

وَ اُجْلُوْا عَامِدِیْنَ لِقَیْنُقَاعٍ وَ غُوْدِرَ مِنْهُمْ نَخْلٌ وَ دُوْرُ

''اور وہ بنی قینقاع کے ہاں جانے کا ارادہ کر کے جلاوطن ہو گئے اور اپنے نخلستان اور گھر پیچھے چھوڑ گئے''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں سماک کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کا جواب سماک نے دیتے ہوئے کہا:

اَرِقْتُ وَ ضَافَنِیْ هَمٌّ کَبِیْرٌ بِلَیْلٍ غَیْرُهٗ لَیْلٌ قَصِیْرٌ

''میرے پاس ایک بہت بڑا غم مہمان آیا تو میں ایک ایسی رات کو جاگتا رہا جس کے علاوہ ہر رات چھوٹی معلوم ہوتی ہے''۔

اَرَی الْاَحْبَارَ تُنْکِرُهٗ جَمِیْعًا وَ کُلُّهُمْ لَهٗ عِلْمٌ خَبِیْرٌ

''میں دیکھتا ہوں کہ تمام علمائے یہود بھی رات کی اس طوالت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک کے پاس بڑا بصیرت افروز علم ہے''۔

وَ کَانُوْا الدَّارِسِیْنَ لِکُلِّ عِلْمٍ بِهٖ التَّوْرَاۃُ تَنْطِقُ وَالزَّبُوْرُ

''اور یہ علماء ہر اس علم کی تعلیم دینے والے ہیں جو تورات اور زبور بیان کرتی ہیں''۔

قَتَلْتُمْ سَیِّدَ الْاَحْبَارِ کَعْبًا وَ قِدْمًا کَانَ یَاْمَنُ مَنْ یُّجِیْرُ

''تم نے تمام علمائے یہود کے سردار کعب کو قتل کر دیا ہے حالانکہ وہ ایسا شخص تھا کہ جسے بھی پناہ دیتا وہ بے خوف ہو جاتا''۔

تَدَلّٰی نَحْوَ مَحْمُوْدٍ اَخِیْهِ وَ مَحْمُوْدٌ سَرِیْرَتُهُ الْفُجُوْرُ

''تم اس کے بھائی محمود کا ذریعہ پکڑتے ہو حالانکہ محمود ایسا شخص ہے جس کی فطرت میں فسق و فجور ہے''۔

فَغَادَرَهٗ کَاَنَّ دَمًا نَجِیْعًا یَسِیْلُ عَلٰی مَدَارِعِهٖ عَبِیْرٌ

''پس محمود نے کعب سے غداری کی، گویا تازہ خون جو اس کے کپڑوں پر بہہ رہا ہے،

وَ قَالُوْا لَیْسَتْ بَعْدَ فِدَاءِ سَلْمٍ بِمُغْنٍ مَا لَدَیْکَ وَ لَا فَقِیْرٍ

''انہوں نے کہا سلمیٰ کا فدیہ لینے کے بعد جو کچھ تیرے پاس ہے وہ نہ تجھے فائدہ دے سکتا ہے نہ نقصان''۔

Marfat.com

زعفران کی طرح خوشبودار ہے"۔

فَقَدْ وَ اَبِیْکُمْ وَ اَبِیْ جَمِیْعًا اُصِیْبَتْ اِذَا اُصِیْبَ بِهِ النَّضِیْرُ

"تمہارے باپ اور میرے باپ دونوں کی قسم! جب کعب پر آفت آئی تو وہ پورے بنی نضیر پر آئی"۔

فَاِنْ نَسْلَمْ لَکُمْ نَتْرُكْ رِجَالًا بِکَعْبٍ حَوْلَهُمْ طَیْرٌ تَدُوْرُ

"پس اگر ہم صحیح وسلامت رہے تو ہم کعب کے پاس ایسے (مقتول) لوگ چھوڑ دیں گے جن کے اردگرد پرندے چکر لگا رہے ہوں گے (اور انہیں نوچ رہے ہوں گے)"۔

کَاَنَّهُمْ عَتَائِرُ یَوْمَ عِیْدٍ تُذَبَّحُ وَهِیَ لَیْسَ لَهَا نَکِیْرُ

"(ان کی یہ حالت ہوگی) گویا وہ یوم عید کے ذبیحے ہیں جنہیں ایسی حالت میں ذبح کیا جائے گا کہ ان کے لئے کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہوگا"۔

بِبِیْضٍ لَا تُلِیْقُ لَهُنَّ عَظْمًا صَوَافِی الْحَدِّ اَکْثَرُهَا ذُکُوْرُ

"ایسی چمکدار تلواروں کے ساتھ (انہیں ذبح کیا جائے گا) جو ان کی ہڈیاں بھی باقی نہ چھوڑیں گی، وہ ایسی تیز دھار تلواریں ہوں گی جن کا زیادہ تر لوہا عمدہ ہوگا"۔

کَمَا لَاقَیْتُمْ مِنْ بَاسِ صَخْرٍ بِاُحُدٍ حَیْثُ لَیْسَ لَکُمْ نَصِیْرُ

(ہم تمہارے آدمیوں کا وہی حال کریں گے) جیسا کہ تم نے میدانِ احد میں ابوسفیان کی سختیوں کا سامنا کیا تھا جہاں تمہارا کوئی مددگار نہ تھا۔

رجالِ بنی نضیر کی تعریف میں ابن مرداس کے اشعار

بنی سلیم کے ایک شاعر عباس بن مرداس نے بنی نضیر کے جوانمردوں کی تعریف کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لَوْ اَنَّ اَهْلَ الدَّارِ لَمْ یَتَصَدَّعُوْا رَاَیْتَ خِلَالَ الدَّارِ مَلْهًی وَ مَلْعَبَا

"اگر گھر والے تتر بتر نہ ہو جاتے تو تو گھر کے درمیان لہو ولعب کی جگہ دیکھتا"۔

فَاِنَّكَ عَمْرِیْ هَلْ اُرِیْكَ ظَعَائِنًا سَلَکْنَ عَلٰی رُکْنِ الشَّطَاةِ فَتَیْاَبَا

وَ لَا وَ اَبِیْكَ لَوْ کَالْیَوْمِ اَمْرِیْ وَ مَنْ لَكَ بِالتَّدَبُّرِ فِی الْاُمُوْرِ

"ہرگز نہیں تیرے باپ کی قسم اگر آج کی طرح کا میرا معاملہ ہوتا اور کون ہے جو تیرے لئے معاملات میں غور وفکر کرے"۔

Marfat.com

"مجھے اپنی زندگی کی قسم! بتا کیا میں تجھے وہ ہودج نشین عورتیں دکھاؤں جو شطاۃ اور تیاب کے مقامات پر چلا کرتی ہیں"۔

عَلَيْهِنَّ عِيْنٌ مِنْ ظِبَاءِ تَبَالَةٍ اَوَانِسُ يُصْبِيْنَ الْحَلِيْمَ الْمُجَرَّبَا

"ان ہودجوں کے اوپر تبالہ (یمن کا ایک مقام) کی ہرنیوں کی مانند موٹی موٹی آنکھوں والی ایسی عورتیں تھیں جو دل کو موہ لینے والی تھیں اور بردبار اور تجربہ کار آدمی کو عشق و محبت کی دعوت دیتی تھیں"۔

اِذَا جَاءَ بَاغِی الْخَیْرِ قُلْنَ فُجَاءَۃً لَهٗ بِوُجُوْهٍ كَالدَّنَانِيْرِ مَرْحَبَا

"جب ان کے پاس کوئی طالب خیر آتا تو وہ دنانیر کی طرح چمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ اسے فوراً مرحبا کہتیں"۔

وَ اَهْلًا فَلَا مَمْنُوْعَ خَيْرٍ طَلَبْتَهٗ وَ لَا اَنْتَ تَخْشٰى عِنْدَنَا اَنْ تُؤَنَّبَا

"اور خوش آمدید کہتیں پھر تو جو خیر بھی طلب کرتا اس میں رکاوٹ نہ ہوتی اور نہ ہمارے پاس تجھے اس بات کا اندیشہ ہوتا کہ تجھے کوئی ملامت کرے گا"۔

فَلَا تَحْسَبَنِّیْ كُنْتُ مَوْلٰى ابْنِ مِشْكَمٍ سَلَامٍ وَّ لَا مَوْلٰى حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَا

"پس تو یہ مت خیال کر کہ میں سلام بن مشکم یا حیی بن اخطب کا حلیف ہوں (بلکہ میں تو بے لاگ مدح خواں ہوں)"۔

ابن مرداس کے جواب میں خوات کے اشعار

اس کا جواب بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد خوات بن جبیر نے دیتے ہوئے کہا:

تُبَكِّیْ عَلٰى قَتْلٰى يَهُوْدَ وَ قَدْ تَرٰى مِنَ الشَّجْوِ لَوْ تَبْكِیْ اَحَبَّ وَ اَقْرَبَا

"تو یہودیوں کے قتل پر بڑے آنسو بہاتا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جب تو روتا ہے تو تیرے نزدیک غم سے زیادہ اپنے رونے کا اظہار زیادہ محبوب اور مقصود ہوتا ہے"۔

فَهَلَّا عَلٰى قَتْلٰى بِبَطْنِ اُرَيْنِقٍ بَكَيْتَ وَ لَمْ تُعْوِلْ مِنَ الشَّجْوِ مُسْهِبَا

"ذرا یہ تو بتا کہ تو بطن اریتق کے مقتولوں پر کیوں نہ رویا اور غم کے باعث منہ بگاڑ بگاڑ کر ان پر چلا کر کیوں نہ رویا"۔

اِذًا لَمَلَكْتُ عِصْمَةَ اُمِّ وَهْبٍ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ حَسَكِ الصُّدُوْرِ

تو میں ام وہب کی عصمت کا مالک بن جاتا، لوگوں کے سینوں کے غضبناک ہونے کے باوجود۔

Marfat.com

اِذَا السَّلْمُ دَارَتْ فِیْ صَدِیْقٍ رَدَدْتَهَا ۔۔۔ وَ فِی الدِّیْنِ صَدَّادًا وَ فِی الْحَرْبِ ثَعْلَبَا

''جب ایک دوست کے بارے میں پیمانِ صلح جاری ہوا تو تو نے اسے توڑ دیا حالانکہ تو ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے والا اور جنگ میں لومڑی بن جاتا ہے''۔

عَمَدْتَ اِلٰی قَدْرٍ لِقَوْمِكَ تَبْتَغِیْ ۔۔۔ لَهُمْ شَبَهًا كَيْمَا تَعِزَّ وَ تَغْلِبَا

''تو نے اپنی قوم کے ہم مثل بننے کے لئے ان کی قدرومنزلت کا سہارا لیا تا کہ تو عزت ووقار حاصل کر سکے''۔

فَاِنَّكَ لَمَّا اَنْ كَلِفْتَ تَمَدُّحًا ۔۔۔ لِمَنْ كَانَ عَيْبًا مَدْحُهُ وَ تَكَذُّبَا

''حالانکہ جب تو ایسے لوگوں کی مدح کرنے پر فریفتہ ہوا جن کی مدح دراصل عیب اور جھوٹ ہے

رَحَلْتَ بِاَمْرٍ كُنْتَ اَهْلًا لِمِثْلِهٖ ۔۔۔ وَ لَمْ تُلْفِ فِيْهِمْ قَائِلًا لَكَ مَرْحَبَا

تو تو نے ایسے معاملہ کا بیڑا اٹھایا جیسے معاملہ کا اہل تجھ جیسا (لغوانسان) ہی ہوسکتا تھا۔اسی وجہ سے تو نے اپنی قوم میں ایک شخص بھی نہ پایا جو تجھے اس بات پر مرحبا کہتا''۔

فَهَلَّا اِلٰی قَوْمٍ مُلُوْكٍ مَدَحْتَهُمْ ۔۔۔ تَبَنَّوْا مِنَ الْعِزِّ الْمُؤَثَّلِ مَنْصِبَا

''پس تو نے شاہانہ شخصیتوں کی مالک قوم کی تعریف کیوں نہ کی جو دائمی عزت ووقار کی عمارت کے بانی ہیں''۔

اِلٰی مَعْشَرٍ صَارُوْا مُلُوْكًا وَ كُرِّمُوْا ۔۔۔ وَ لَمْ يُلْفَ فِيْهِمْ طَالِبُ الْعُرْفِ مُجْدِبَا

''جو بادشاہ بن گئے اور باوقار مقام حاصل کیا اور (ان کی غیرت کی وجہ سے) قحط سالی میں بھی ان کا کوئی آدمی جودوسخا کا طالب نظر نہیں آتا''۔

اُولٰئِكَ اَحْرٰی مِنْ يَهُوْدَ بِمِدْحَةٍ ۔۔۔ تَرَاهُمْ وَ فِيْهِمْ عِزَّةُ الْمَجْدِ تُرَتَّبَا

''یہ لوگ یہود کی بنسبت زیادہ مدح وثناء کے مستحق ہیں، تم دیکھو گے کہ ان میں مجد وشرف کا غلبہ بڑا مستحکم ہے''۔

خوات کے جواب میں ابن مرداس کے اشعار

اس کا جواب عباس بن مرداس السلمی نے دیتے ہوئے کہا:

فَيَا لِلنَّاسِ كَيْفَ غَلَبْتُ نَفْسِیْ ۔۔۔ عَلٰی شَیْءٍ وَ يَكْرَهُهٗ ضَمِيْرِیْ

''ہائے لوگو! تعجب ہے میں نے اپنے نفس کو اس چیز پر کیسے مجبور کیا حالانکہ میرا ضمیر اسے ناپسند کرتا

Marfat.com

هَجَوْتَ صَرِيْحَ الْكَاهِنَيْنِ وَ فِيْكُمُ　　لَهُمْ نِعَمٌ كَانَتْ مِنَ الدَّهْرِ تُرْتَبَا

"تو نے خالص النسب کاہنین (دو یہودی قبیلوں) کی ہجو کی حالانکہ تمہارے اندر ان کے بڑے احسانات ہیں جو ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں"۔

اُولٰئِكَ اَحْرٰى لَوْ بَكَيْتَ عَلَيْهِمُ　　وَ قَوْمُكَ لَوْ اَدَّوْا مِنَ الْحَقِّ مُوْجَبَا

"یہ یہود اس بات کے زیادہ حقدار تھے اگر تو ان پر روتا اور اگر تیری قوم کسی واجب الاداء حق کو ادا کرتی تو یہ یہود اس بات کے زیادہ حقدار تھے

مِنَ الشُّكْرِ اِنَّ الشُّكْرَ خَيْرٌ مَغَبَّةً　　وَ اَوْفَقُ فِعْلًا لِلَّذِيْ كَانَ اَصْوَبَا

کہ ان کا شکر ادا کیا جائے، بے شک شکر ادا کرنا بہترین عاقبت اندیشی ہے اور ایک ایسے شخص کے لئے زیادہ مناسب کام ہے جو صائب الرائے ہو"۔

فَكُنْتَ كَمَنْ اَمْسٰى يُقَطِّعُ رَاْسَهٗ　　لِيَبْلُغَ عِزًّا كَانَ فِيْهِ مُرَكَّبَا

"لیکن تو اس شخص کی طرح ہو گیا جو اپنا سر تک کاٹنے لگا تا کہ وہ اس اقتدار تک پہنچ جائے جس کا بھوت اس پر سوار تھا"۔

فَبَكِّ بَنِيْ هَارُوْنَ وَاذْكُرْ فِعَالَهُمْ　　وَ قَتْلَهُمُ لِلْجُوْعِ اِذْ كُنْتَ مُجْدِبَا

"پس تو بنی ہارون (کاہنین کا خیال تھا کہ وہ آل ہارون ہیں) پر خوب رو اور ان کے کارنامے یاد کر اور یہ بھی یاد کر کہ جب تو بھوکا ہوتا تو وہ تیری بھوک کے لئے جانور ذبح کرتے"۔

اَخَوَّاتُ اَذْرِ الدَّمْعَ بِالدَّمْعِ وَابْكِهِمْ　　وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمَكْرُوْهِ مِنْهُمْ وَ نَكِّبَا

"اے خوات! آنسوؤں کے بدلے آنسو بہا اور ان پر آہ وزاری کر اور ہر اس چیز سے اعراض اور اجتناب کر جو انہیں ناگوار ہو سکتی ہے"۔

فَاِنَّكَ لَوْ لَاقَيْتَهُمْ فِيْ دِيَارِهِمْ　　لَاُلْفِيْتَ عَمَّا قَدْ تَقُوْلُ مُنَكِّبَا

"تو اگر تو ان کے دیار میں جا کر ان سے ملے گا تو تو اپنے آپ کو اس بات سے کنارہ کش پائے گا جو تو اس وقت کہہ رہا ہوگا"۔

سِرَاعٌ اِلَى الْعَلْيَا كِرَامٌ لَدَى الْوَغٰى　　يُقَالُ لِبَاغِي الْخَيْرِ اَهْلًا وَ مَرْحَبَا

"یہ بلندیوں کی طرف تیزی سے دوڑنے والے اور جنگ کے وقت اچھا سلوک کرنے تھا"۔

شاعر کا قول ہے السریر۔ یہ بنی کنانہ کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اور شاعر کا قول ہے

Marfat.com

والے لوگ ہیں ان کے ہاں جود وسخا کے طالب کو خوش آمدید کہا جاتا ہے"۔

ابن مرداس کے جواب میں حضرت کعب یا حضرت ابن رواحہ کے اشعار

اس کا جواب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ یا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے کہا:

لَعَمْرِیْ لَقَدْ حَکَّتْ رَحَی الْحَرْبِ بَعْدَ مَا ۔۔۔ اَطَارَتْ لُؤَیًّا قَبْلُ شَرْقًا وَ مَغْرِبًا

"مجھے اپنی زندگی کی قسم! اس کے بعد کہ جنگ نے پہلے بھی مشرق ومغرب میں قبیلہ لوی کے پرخچے اڑا دیئے۔ اب اس جنگ کی چکی نے

بَقِیَّۃَ آلِ الْکَاھِنَیْنِ وَ عِزَّھَا ۔۔۔ فَعَادَ ذَلِیْلًا بَعْدَ مَا کَانَ اَغْلَبَا

آلِ کاہنین کے بچے کھچے لوگوں کو اور ان کی عزت کو کچل کر رکھ دیا۔ پس وہ عزت خاک میں مل گئی بعد اس کے کہ وہ عزت سب پر غالب تھی"۔

فَطَاحَ سَلَامٌ وَابْنُ سَعْیَۃَ عَنْوَۃً ۔۔۔ وَقِیْدَ ذَلِیْلًا لِلْمَنَایَا ابْنُ اَخْطَبَا

"چنانچہ سلام اور ابن سعیہ قہر وذلت سے ہلاک ہو گئے اور ابن اخطب کو نہایت ذلت کے ساتھ موت کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا"۔

وَ اَجْلَبَ یَبْغِیْ الْعِزَّ وَالذُّلَّ یَبْتَغِیْ ۔۔۔ خِلَافَ یَدَیْہِ مَا جَنٰی حِیْنَ اَجْلَبَا

"اس وقت ابن اخطب نے شور مچا کر لوگوں کو جمع کرنا چاہا تا کہ اپنی عزت برقرار رکھ سکے مگر اس کے برعکس جب وہ ایسا کر رہا تھا تو جو جرائم اس نے کیے تھے ان کے ہاتھوں وہ ذلت طلب کر رہا تھا"۔

کَتَارِکِ سَھْلِ الْاَرْضِ وَالْحَزْنُ ھَمُّہٗ ۔۔۔ وَ قَدْ کَانَ ذَا فِی النَّاسِ اَکْدٰی وَ اَصْعَبَا

"اس کی مثال اس شخص کی سی تھی جو نرم زمین کو چھوڑ رہا ہو اور اس کا ارادہ سنگلاخ زمین کی طرف ہو اور یہ چیز لوگوں میں زیادہ تکلیف دہ اور شاق ہوتی ہے"۔

وَ شَاسٌ وَ عَزَّالٌ وَ قَدْ صَلِیَا بِھَا ۔۔۔ وَ مَا غُیِّبَا عَنْ ذَاکَ فِیْمَنْ تَغَیَّبَا

"اور شاس اور عزال نے بھی جنگ کی اس چکی کی مشقت اٹھائی مگر وہ اس کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ غائب نہیں کیے گئے جو غائب ہو گئے تھے"۔

اَلْمُسْتَعُوْر۔ یہ مدینہ طیبہ کے حرہ (سیاہ پتھروں والی زمین) کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جہاں ببول کے بڑے بڑے کانٹے دار درخت ہیں۔ حضرت ابوحنیفہ نے کہا یستعود ایک درخت ہے جس ک

Marfat.com

وَ عَوْفُ بْنُ سَلْمٰى وَابْنُ عَوْفٍ كِلَاهُمَا وَ كَعْبٌ رَئِيْسُ الْقَوْمِ حَانَ وَ خُيِّبَا

''اورعوف بن سلمٰی اور ابن عوف یہ دونوں اور قوم کے سردار کعب کا بھی وقت آ گیا، محرومی کی حالت میں ہلاک ہو گئے''۔

فَبُعْدًا وَّ سُحْقًا لِّلنَّضِيْرِ وَ مِثْلُهَا اِنْ اَعْقَبَ فَتْحٌ اَوْ اِنِ اللّٰهُ اَعْقَبَا

''پس بنی نضیر پر لعنت اور پھٹکار ہو۔ فتح و نصرت نے ان جیسے لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح و نصرت چھین کر دوسرے لوگوں کو دے دی''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت ابو عمرو مدنی نے کہا: بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق سے جنگ کی۔ ان کا واقعہ ان شاء اللہ میں اس مقام پر ذکر کروں گا جہاں حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔

مسواک بنائی جاتی ہے۔ یہ پہاڑ کی چوٹی پر اگتا ہے اور یستعور حوادث زمانہ کے اسماء میں سے ایک نام بھی ہے۔ اور یستعور میں یاء اصلی ہے۔ تو یہ ام عمرو کے واقعہ کی وہ وضاحت ہے جس کی طرف علامہ ابن اسحاق نے اشارہ کیا اور یہی ام وہب ہے جیسا کہ اشعار میں بار بار آیا ہے۔

Marfat.com

۴ھ میں غزوۂ ذات الرقاع

علامہ ابن اسحاق نے کہا: غزوۂ بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ ربیع الثانی کا پورا مہینہ اور جمادی الاولیٰ کے کچھ دن مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے پھر قبیلہ غطفان کی شاخوں بنی محارث اور بنی ثعلبہ کے ساتھ جنگ کے ارادے سے نجد روانہ ہوئے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا اور بقول ابن ہشام ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا: مدینہ طیبہ سے چل کر حضور ﷺ نے مقامِ نخل میں پڑاؤ کیا۔ یہی غزوۂ ذات الرقاع ہے۔

اس غزوہ کی وجہ تسمیہ

علامہ ابن ہشام نے کہا: اسے غزوۂ ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس مقام پر ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔

غزوۂ ذات الرقاع

علامہ ابن ہشام کے بقول اسے غزوۂ ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ دیگر رواۃ نے ذکر کیا ہے کہ وہاں ایک قطعہ زمین تھا جس میں سیاہ اور سفید ٹکڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا اس میں مختلف پیوند لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس وجہ سے اس جگہ کو ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ اور صحابہ کرام نے اس غزوہ میں اس جگہ پر پڑاؤ کیا تھا۔ ان سب اقوال میں صحیح ترین قول وہ ہے جو امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پاؤں گھس گئے، میرے دونوں پاؤں بھی گھس گئے اور میرے ناخن گر گئے۔ چنانچہ ہم نے اپنے پاؤں پر کپڑے لپیٹ لیے۔ اس بناء پر اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا گیا کیونکہ ہم کپڑوں کے ساتھ اپنے پاؤں کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی پھر اسے ناپسند کیا اور فرمایا میں اسے ذکر نہیں کروں گا۔ گویا آپ نے ناپسند فرمایا کہ اپنا کوئی عمل لوگوں پر ظاہر کریں۔

Marfat.com

علامہ ابن اسحاق نے کہا وہاں حضور ﷺ کو قبیلہ غطفان کے ایک جم غفیر سے سابقہ پڑا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب ہو گئے لیکن ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئی، حالانکہ دونوں فریقوں کا ایک دوسرے سے خوف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ پھر حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام سمیت واپس تشریف لے آئے۔

صلوٰۃ خوف

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہم سے حضرت عبدالوارث بن سعید تنوری نے جن کی کنیت ابو عبیدہ تھی، بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت یونس بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن بن ابی حسن سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صلوٰۃ خوف کے بارے میں روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔ اس دوران دوسرا گروہ دشمن کی طرف متوجہ تھا، پھر دوسرا گروہ آیا، حضور ﷺ نے انہیں آخری دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: نیز ہم سے حضرت عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ایوب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوزبیر سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہماری دو صفیں بنائیں اور ہم سب نے حضور ﷺ کے ساتھ رکوع کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا اور پہلی صف نے سجدہ کیا، پھر

صلوٰۃِ خوف

علامہ ابن ہشام نے صلوٰۃِ خوف کا ذکر کیا اور اسے تین سندوں سے روایت کیا۔ یہ نماز اس سے بھی زیادہ کئی طریقوں سے مروی ہے۔ میں نے اپنے شیخ حضرت ابوبکر رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا۔ صلوٰۃِ خوف کے بارے میں سولہ روایات ہیں اور مصنفین نے ان میں سے صحیح ترین روایات کو بیان کیا ہے اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ان میں سے چند روایات بیان کی ہیں۔ پھر ان روایات میں سے کسی ایک کی ترجیح میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے اس روایت پر عمل کیا جائے گا جو ظاہر قرآن کے زیادہ مشابہ ہے۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ ان میں سے آخری روایت کی تلاش میں اجتہاد کیا جائے گا کیونکہ وہ ماقبل روایات کی ناسخ قرار پائے گی۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ ان میں سے جو روایت سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہے اور جس کے رواۃ اعلیٰ ترین ہیں اس کو لیا جائے گا۔ ایک فریق کا قول ہے اور یہ ہمارے شیخ کا مذہب ہے کہ خوف کے مختلف احوال کے مطابق تمام روایات کو لیا جائے

Marfat.com

جب پہلی صف والوں نے سجدہ سے سر اٹھائے تو ان سے پیچھے والوں نے بذاتِ خود ہی سجدہ کیا، پھر پہلی صف پیچھے ہٹ گئی اور دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی کی جگہ کھڑی ہوگئی، پھر ان سب نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رکوع کیا پھر نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور جو صف اس کے پیچھے متصل تھی اس نے بھی سجدہ کیا، پھر جب انہوں نے سجدہ سے اپنے سر اٹھائے تو پچھلی صف والوں نے بذاتِ خود سجدہ کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان سب کو رکوع کرایا اور دونوں صفوں میں سے ہر ایک نے بذاتِ خود دو سجدے کیے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہم سے حضرت عبدالوارث بن سعید تنوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ایوب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا (صلوٰۃِ خوف میں) امام کھڑا ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ایک گروہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا گروہ دوسرے کے مقابل کھڑا رہتا ہے۔ امام پہلے گروہ کو رکوع اور سجدہ کراتا ہے، پھر اس گروہ والے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور دشمن کے مقابل کھڑے ہو جاتے ہیں اور دوسرا گروہ آگے بڑھ جاتا ہے، اسے امام ایک رکعت رکوع و سجود کے ساتھ پڑھاتا ہے پھر ہر گروہ اگلی رکعت بذاتِ خود ادا کرتا ہے۔ اس طرح ان کی ایک ایک رکعت امام کے ساتھ ہو جاتی ہے اور ایک ایک رکعت وہ بذاتِ خود ادا کرتے ہیں۔

غورث بن حارث کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کا ارادہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت عمرو بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بنی محارب کے غورث نامی

گا۔ جب خوف شدید ہو تو اس روایت پر عمل کیا جائے گا جس میں مشقت کم ہو اور جب خوف کی شدت انتہاء کو پہنچ جائے تو بغیر امام کے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ حضرت ابن سلام نے اسلاف کے ایک گروہ سے روایت کیا کہ صلوٰۃِ خوف اس بات کی طرف لوٹتی ہے کہ وہ چار تکبیریں ہوں اور یہ جنگ کے شور وغل میں ادا کی جاتی ہے۔ صلوٰۃ خوف کے بارے میں بقیہ گفتگو ان شاء اللہ واقعہ بنی قریظہ کے ضمن میں ہوگی اور صلوٰۃِ خوف کے جو احکام دیگر نمازوں کے احکام سے مختلف ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں کوئی سہو نہیں، نہ امام پر اور نہ مقتدی پر۔ اسے امام دار قطنی نے ایک ثابت شدہ سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا سَهْوَ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ ''نمازِ خوف میں کوئی سہو نہیں''۔

Marfat.com

ایک شخص نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا: کیا تمہاری خاطر میں محمد (ﷺ) کو قتل نہ کر دوں؟ انہوں نے کہا ضرور مگر تم انہیں کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں اچانک بے خبری میں ان پر حملہ کر دوں گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کی تلوار آپ کی گود میں تھی۔ وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) کیا میں آپ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ بقول ابن ہشام وہ تلوار چاندی سے مزین تھی۔ چنانچہ اس نے تلوار اٹھائی، اسے نیام سے نکالا اور لہرانے لگا۔ دل ہی دل میں حضور ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حوصلہ پست کر دیا۔ پھر اس نے پوچھا: يَا مُحَمَّدُ اَمَا تَخَافُنِي ''اے محمد (ﷺ) کیا آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا وَ لَا اَخَافُ مِنْكَ۔ ''ہرگز نہیں میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں''۔ اس نے پوچھا: اَمَا تَخَافُنِي وَ فِي يَدِي السَّيْفُ؟ ''کیا اب بھی آپ خوفزدہ نہیں، حالانکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا لَا، يَمْنَعُنِي اللّٰهُ مِنْكَ ''ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے تیرے شر سے بچائے گا''۔ اس پر اس نے تلوار حضور ﷺ کو واپس کر دی۔ راوی فرماتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ (المائدہ)

''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو''۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت یزید بن رومان نے بیان کیا کہ یہ آیت کریمہ تو بنی نضیر کے فرد عمرو بن جحاش اور اس کے ارادۂ قتل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت وہب بن کیسان نے بیان کیا، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا مقام نخل میں غزوۂ ذات الرقاع

منصوب کو رفع دینا

حضرت ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جب آپ کا اونٹ پیچھے رہ گیا۔

Marfat.com

میں شمولیت کے لئے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک کمزور اور لاغر اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے تو میرے ساتھی آگے بڑھتے گئے اور میں پیچھے رہتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے سے تشریف لے آئے اور فرمایا مَالَكَ يَا جَابِرُ؟ اے جابر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے اس اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے بٹھاؤ۔ میں نے اسے بٹھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا، پھر فرمایا ''اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی یہ چھڑی مجھے دو یا میرے لیے کسی درخت سے چھڑی کاٹ لاؤ''۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ ﷺ نے چھڑی لے کر دو تین مرتبہ میرے اونٹ کو کچوکے دیے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ، میں سوار ہو گیا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اب وہی اونٹ حضور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ گردن لمبی کر کے چل رہا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باتیں کرتا جا رہا تھا۔

فَنَخَسَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخَسَاتٍ فَخَرَجَ يُوَاهِقُ نَاقَتَهُ مُوَاهَقَةً ''نبی کریم ﷺ نے اسے چند کچوکے دیے تو اب وہ حضور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ گردن لمبی کر کے چل رہا تھا''۔ اَلْمُوَاهَقَةُ مسابقہ اور مجاراۃ کا ہم معنی ہے یعنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اور ساتھ ساتھ ہونا۔ سیبویہ نے اوس بن حجر کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

تُوَاهِقُ رِجْلَاهَا يَدَاهَا وَرَأْسُهُ لَهَا قَتَبٌ خَلْفَ الْحَقِيبَةِ رَادِفُ

''اس کی ٹانگیں اس کے ہاتھوں کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہیں اور اس کا سر ہی اس کے لئے کجاوہ ہے جو تھیلے کے پیچھے سوار ہے''۔

يَدَاهَا اور رِجْلَاهَا دونوں کو فاعل کا رفع دیا کیونکہ مواھقہ دو افراد سے ہی متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں سے ہر ایک معنوی طور پر فاعل ہوتا ہے۔ جیسا کہ علماء نے ایک راجز کے اس شعر میں کہا ہے:

قَدْ سَالَمَ الْحَيَّاتُ مِنْهُ الْقَدَمَا الْأُفْعُوَانَ وَالشُّجَاعَ الشَّجْعَمَا

وَ ذَاتَ قَرْنَيْنِ ضَمُوْزًا ضِرْزِمَا

''اس کے قدم پر افعوان اور شجاع کے زہریلے سانپوں نے مل کر ڈسا اور اس مینڈھیوں والی عورت کو بھی ڈسا جو پتلی کمر والی اور بوڑھی تھی''۔

Marfat.com

اثنائے گفتگو حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے جابر! کیا تم اپنا یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچو گے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بلکہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ فرمایا: نہیں بلکہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ پھر میرے ساتھ سودا کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے ایک درہم کے بدلے لے لیا، میں نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ ﷺ پھر تو آپ مجھ کو خسارے میں ڈال رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر دو درہم کے بدلے۔ میں نے عرض کی: نہیں۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے لئے اس کی قیمت بڑھاتے رہے یہاں تک کہ ایک اوقیہ (سونے) تک پہنچ گئے، پھر میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ میں

سیبویہ نے اسی طرح تاویل کی ہے۔ شاید اس شاعر کی لغت یہ ہے کہ حالت رفعی، نصبی اور جری میں تثنیہ کو الف کے ساتھ لکھتا ہے جیسا کہ اس نے کہا:

تَزَوَّدَ مِنَّا بَيْنَ أُذْنَاهُ طَعْنَةً　　دَعَتْهُ إِلَى هَابِي التُّرَابِ عَقِيمُ

''اس نے اپنے دونوں کانوں کے درمیان ہم سے نیزے کا ایسا زخم کھایا کہ سخت جنگ نے اسے قبر کی مٹی کی طرف دھکیل دیا''۔

اور جیسا کہ ایک اور شاعر نے کہا:

قَدْ بَلَغَا فِي الْمَجْدِ غَايَتَاهَا

''وہ دونوں بزرگی میں اس کی دونوں انتہاؤں تک پہنچ گئے ہیں''۔

یہ بنی حارث بن کعب کی لغت ہے۔ یہ ابوعبید کا قول ہے۔ نحاس نے الکتاب المقنع میں کہا: یہ بنی خثعم، بنی طیء، اور بنی کنانہ کی چند ذیلی شاخوں کی بھی لغت ہے۔ اور یہ شعر نَوَاهِقُ رِجْلَاهَا يَدَاهَا اوس بن حجر اسدی کا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی یہ لغت ہے۔ پھر یہ شعر اسی طریقے پر ہو گا جو سیبویہ نے کہا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا سودا اور اس میں فقہی مسائل

حضرت ابن اسحاق نے اونٹ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سودا بازی کا ذکر کیا ہے۔ آخر کار حضور ﷺ نے ان سے وہ اونٹ ایک اوقیہ (سونے) کے بدلے خرید لیا۔ پہلے حضور ﷺ نے ان کو ایک درہم دیا۔ انہوں نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ مجھے خسارے میں ڈال رہے ہیں۔ اگر تو حضور ﷺ نے ان کو ایک درہم بطورِ مذاق دیا تھا تو

Marfat.com

نے عرض کی پھر یہ آپ کا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے لے لیا۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا ثیبہ سے؟ میں نے عرض کی: نہیں بلکہ ثیبہ(1) سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' کیا کوئی کنواری لڑکی نہ ملی جس سے تم دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی''۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہو گئے اور اپنی

پھر تو آپ ان سے مذاق کر رہے تھے لیکن حضور ﷺ حق ہی ارشاد فرماتے ہیں اس لئے جب یہ حق اور سنجیدہ معاملہ تھا تو اس میں ایک فقہی مسئلہ یہ ہے کہ خرید و فروخت میں شدید مقابلہ کرنا مباح ہے اور نص حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ کسی سامان میں اتنی قیمت دینا جو اس جیسے سامان کی عام قیمت کے برابر نہ ہو، بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جس شخص نے کوئی سامان اتنی قیمت میں خریدا جو اس جیسے سامان کی قیمت نہ بنتی ہو اور وہ شخص عقلمند ہو اور خرید و فروخت میں مہارت رکھتا ہو اور بیع میں کوئی دھوکا بازی بھی نہ ہو تو وہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس میں رجوع جائز نہیں ہوگا۔ سند صحیح سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حضرت جابر کے لئے جب بھی ایک درہم کا اضافہ کرتے تو فرماتے میں نے یہ اونٹ اتنے میں لے لیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ گویا آپ کو ایک ایک درہم عطا کرنے میں حضور ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کے طلب مغفرت کی زیادہ سے زیادہ دعا مانگیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کے واقعہ میں ذکر کردہ ان فقہی مسائل کے علاوہ اور بھی کچھ مسائل ہیں۔ وہ یہ کہ فقہاء کے ایک گروہ نے اس واقعہ سے بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنے کے جواز میں حجت پکڑی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے آپ نے مدینہ طیبہ تک سوار رہنے کی شرط رکھی تھی۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنا جائز نہیں۔ اگر کوئی بیع شرط کے ساتھ واقع ہو تو شرط اور بیع دونوں باطل ہوں گی ان کی دلیل حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث ہے، انہوں نے اپنے باپ حضرت شعیب سے، انہوں نے آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصی سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیع اور شرط سے اور بیع اور سلم کو جمع کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت شعیب اپنے باپ سے نہیں بلکہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں

یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ آپ نے کہا: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو۔ محدثین کے نزدیک یہ

1۔ ثیبہ اس عورت کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد بیوہ ہو گئی ہو یا طلاق شدہ ہو۔ مترجم

Marfat.com

سات بیٹیاں چھوڑ گئے۔ میں ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جو میری ان بہنوں کی مانگ چوٹی کر سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اَصَبْتَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ "تم نے درست فیصلہ کیا ہے، ان شاء اللہ (پھر فرمایا) جب ہم صرار (ایک گاؤں) پہنچیں گے تو وہاں اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیں گے، وہاں ہم دن بھر ٹھہریں گے۔ جب وہ (تمہاری بیوی) ہماری آمد کی سنے گی تو (مہمان نوازی کے لئے) گاؤ تکیے مہیا کر دے گی"۔ میں نے عرض کی: بخدا! یا

روایت بہت ہی غریب ہے کیونکہ ان کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ حضرت شعیب اپنے دادا حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں نہ کہ اپنے باپ حضرت محمد سے کیونکہ ان کے باپ حضرت محمد ان کے دادا حضرت عبداللہ سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ پس اس حدیث کے بارے میں اس تنبیہ کو ذہن نشین کر لیجئے۔ اس بات پر بہت کم لوگوں نے آگاہ کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ حدیث جابر میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں اضطراب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی: اَفْقِرْنِیْ ظَھْرَہٗ اِلَی الْمَدِیْنَةِ "مدینہ طیبہ تک اس کی پیٹھ مجھے عاریۃً دے دیجئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی: اِسْتَثْنَیْتُ ظَھْرَہٗ اِلَی الْمَدِیْنَةِ "میں نے مدینہ طیبہ تک اس کی پیٹھ مستثنیٰ کر لی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا شَرَطَ لِیْ ظَھْرَہٗ "آپ نے میرے لئے اس کی پیٹھ شرط رکھی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: شرط رکھنے والی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اسی طرح اونٹ کی قیمت میں بھی اضطراب ہے۔ بعض نے یہ الفاظ کہے: بِعْتُہٗ مِنْہُ بِاَوْقِیَةٍ میں نے حضور علیہ السلام کو وہ اونٹ ایک اوقیہ (سونے) کے بدلے بیچا۔ بعض نے کہا چار اوقیہ میں بیچا، بعض نے کہا پانچ اوقیہ میں، بعض نے کہا پانچ دیناروں میں، بعض نے کہا چار دیناروں میں اور بعض نے کہا یہ بھی اوقیہ کے معنی میں ہی ہے۔ یہ تمام روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہیں۔ بعض روایات میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا دو دینار اور دو درہموں کے بدلے۔ ایک گروہ نے شرط کے بطلان اور بیع کے جواز کا قول کیا ہے۔ ان کی دلیل حضرت بریرہ کی حدیث ہے جب اس کے گھر والوں نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچا اور ولاء کی شرط رکھی۔ نبی کریم علیہ السلام نے اس بیع کو جائز اور شرط کو باطل قرار دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے ان تمام احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے فرمایا: ایک صورت میں شرط باطل اور بیع جائز ہو گی۔ یہ بات مسائل میں اس شخص کے سامنے واضح ہے جو مسائل میں غور و فکر کرتا ہے۔ جو روایات مضبوط بنیاد والی اور قابل استشہاد ہیں، انہیں ابن رشد کی کتاب المقدمات میں وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ جو چاہے انہیں وہاں دیکھ لے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کوئی گاؤ تکیے نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّهَا سَتَكُوْنَ "ایک وقت یہ تمہارے پاس ضرور ہوں گے، تم جب گھر پہنچو تو ہوشیاری سے کام لینا"۔ چنانچہ جب ہم صرار پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے حسب ارشاد اونٹ ذبح کیے گئے، ہم نے وہاں سارا دن گزارا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی سودا بازی کی حکمت

حدیث جابر کا علم قطعی حاصل ہونے کے بعد اس میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کوئی فعل عبث نہیں بلکہ آپ ﷺ کے تمام افعال حکمت پر مبنی ہیں اور آپ ﷺ کی عصمت کے مؤید ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خرید کر انہیں اس کی قیمت عطا فرمائی اور اس میں کچھ اضافہ بھی کیا پھر اونٹ بھی انہیں واپس کر دیا۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ حضور ﷺ ان سے اونٹ کا سودا کیے بغیر وہ مال عطا فرما دیتے، نہ کوئی خرید و فروخت ہوتی، نہ کوئی شرط رکھی جاتی اور نہ کوئی واسطہ ہوتا۔ تو اس بات میں ایک بڑی عمدہ حکمت ہے، اسے عبرت کی آنکھ سے دیکھیے۔ وہ حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ پھر ان سے فرمایا: کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے باپ کی شہادت اور ان کے پیچھے چھوڑی ہوئی بیٹیوں کا ذکر کیا، حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دے رکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو زندہ فرما دیا ہے اور ان کی روح واپس لوٹا دی ہے اور فرمایا ہے جتنا تو چاہتا ہے میں اور اضافہ کر دیتا ہوں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خبر کو اس تشبیہ کے ساتھ واضح فرمایا کہ ان سے اونٹ خریدا جبکہ وہ آپ کی سواری کا جانور تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ سے اور دیگر شہداء سے ان کی جانیں جنت کی قیمت کے بدلے خرید لیں جبکہ انسان کی جان اس کی سواری ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میرا نفس میری سواری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کے اجر و ثواب میں مزید اضافہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ (یونس: 26) "ان کے لئے جنہوں نے نیک عمل کیے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے"۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شہدا کی وہ جانیں جو ان سے خریدی تھیں انہیں واپس کر دیں، فرمایا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا (آل عمران: 169) "اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں ...." تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا، اس کی قیمت ادا کی اور کچھ اضافہ بھی فرمایا، پھر ان سے خریدا ہوا اونٹ بھی واپس کر دیا۔ اس پورے عمل میں حضور ﷺ نے اس

Marfat.com

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ بھی اور ہم بھی (مدینہ طیبہ) پہنچ گئے۔ میں نے اپنی رفیقہ حیات کو سارا قصہ سنایا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی بتائے۔ وہ کہنے لگی: فَدُوْنَكَ فَسَمْعٌ وَّ طَاعَةٌ "تجھ پر یہی لازم تھا کہ تو سر تسلیم خم کر دیتا"۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے اونٹ کی نکیل پکڑی اور رسول اللہ ﷺ کے درِ اقدس پر اسے لاکر بٹھا دیا۔ پھر اس کے نزدیک مسجد میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اونٹ دیکھا۔ دریافت فرمایا: "یہ کس کا اونٹ ہے؟" لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ حضرت جابر لائے ہیں۔ پوچھا: جابر کہاں ہے؟ مجھے بلایا گیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بھتیجے! اپنا یہ اونٹ لے لو، یہ

خبر کی تاکید کی طرف اشارہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کے متعلق حضور ﷺ کو دی تھی۔ اس طرح خبر کے ساتھ ساتھ اس کی عملی صورت بھی سامنے آ گئی۔ حضور ﷺ کے افعال اس بات سے بعید ہیں کہ وہ حکمت سے خالی ہوں بلکہ آپ کے تمام افعال قرآن کریم کے مؤید ہیں اور اسی سے ماخوذ ہیں۔

عمرو بن عبید سے حدیث کی روایت

حضرت ابن اسحاق نے یہ حدیث عمرو بن عبید از حسن از جابر کی سند سے بیان کی ہے اور غورث کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اسے امام بخاری نے ذکر کیا اور اس کے بارے میں فرمایا غورث بن حارث۔ خطابی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا: إِنَّهُ لَمَّا هَمَّ بِقَتْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِالزُّلَّخَةِ فَنَدَرَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهٖ وَ سَقَطَ إِلَى الْأَرْضِ "جب اس نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی پیٹھ میں درد اٹھا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی"۔ اَلزُّلَّخَة درد کی ایک قسم ہے جو پیٹھ میں ہوتا ہے۔ جہاں تک علامہ ابن اسحاق کے اس حدیث کو عمرو بن عبید سے روایت کرنے کا تعلق ہے تو یہ چیز بہت ہی عجیب ہے، حالانکہ ثقہ راویوں نے اسے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور حدیث میں عمرو بن عبید کے ضعیف ہونے پر اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ وہ اپنی بدعت اور کسی کی طرف غلط بات منسوب کرنے کے بارے میں مشہور ہے۔ قدر کا جو قول قدریہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس میں یہ شخص قدریہ کی حجت ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قول سے بری کر دیا اور آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان والے ہیں۔ جہاں تک عمرو بن عبید بن داب کا تعلق ہے تو وہ اپنے زمانہ کا عظیم شخص تھا اور تقویٰ و پرہیزگاری میں عالی مرتبت تھا، یہاں تک کہ ایک قوم اس سے اور اس کی باتوں سے فتنہ میں مبتلا ہو گئی اور وہ قدریہ فرقہ بن گئے۔ محدثین کی ایک جماعت کو اس کے مذہب کا پیرو کار قرار دیا گیا

Marfat.com

تمہارا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ''تم جابر کو لے جاؤ اور اسے ایک اوقیہ (اونٹ کی قیمت) دے دو''۔ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا، انہوں نے مجھے ایک اوقیہ سونا دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا۔ قسم بخدا! وہ عطیہ میرے پاس بڑھتا رہا اور ہمارے گھر میں اس کی برکت رہی یہاں تک کہ وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو کل یعنی واقعہ حرہ کے روز ہم سے لوٹ لیا گیا۔

حضرات ابن یاسر اور ابن بشر اور لشکر رسول کی حفاظت

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے چچا حضرت صدقہ بن یسار نے بیان کیا انہوں نے حضرت عقیل بن جابر سے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے لیکن اس کے باعث ان کی احادیث ساقط نہیں ہوئیں کیونکہ انہوں نے اپنے مذہب پر کوئی مباحثہ نہیں کیا اور نہ اپنے مخالف اہل سنت کے متعلق طعن کیا، جس طرح عمرو بن عبید نے کیا۔ جن محدثین کو قدریہ کہا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: ابن ابی ذئب، قتادہ، داؤد بن حصین، عبدالحمید بن جعفر اور ان کے علاوہ علم حدیث میں معتبر شخصیات کا ایک گروہ۔ عمرو بن عبید کی کنیت ابوعثمان ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا باپ عبید بن داُب سپاہی تھا۔ ایک روز اس نے اپنے اس بیٹے کے متعلق سنا خَیْرُ النَّاسِ اِبْنُ شَرِّ النَّاسِ یعنی سب سے برے شخص کا سب سے اچھا بیٹا۔ وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تم اس بات سے حیران کیوں ہوتے ہو؟ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے اور میں آزر کی طرح ہوں۔ ابوجعفر منصور عمرو بن عبید کی وفات کے بعد کہا کرتا تھا عمرو کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس سے حیا کی جائے۔ وہ کہا کرتا:

كُلُّكُمْ خَاتِلُ صَيْدٍ كُلُّكُمْ يَمْشِيْ رُوَيْدْ غَيْرَ عَمْرِو بْنِ عُبَيْدْ

''تم سب شکار کو دھوکا دینے والے ہو، عمرو بن عبید کے سوا تم سب آہستہ آہستہ چلتے ہو''۔

حضرت ابن اسحاق کو بھی قدریہ کہا گیا ہے۔ عمرو بن عبید سے ان کی روایت اس شخص کے قول کی تائید کرتی ہے جس نے آپ کو قدریہ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

واقعہ حرہ اور اس میں صحابہ کرام کا موقف

حضرت ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ بخدا! وہ عطیہ میرے پاس بڑھتا رہا، ہمارے گھر میں اس کی برکت رہی یہاں تک کہ وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو حرہ کے روز ہم سے لوٹ لیا گیا۔ اس سے مراد وہ واقعہ ہے جو یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں مسلم بن عقبہ

Marfat.com

کہ آپ نے فرمایا جب ہم غزوۂ ذات الرقاع میں مقام نخل کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو کسی شخص نے ایک مشرک کی بیوی کو مار ڈالا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو اس کا خاوند جو واقعہ کے وقت غائب تھا۔ جب اسے سارا واقعہ بتایا گیا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک محمد (ﷺ) کے اصحاب میں سے کسی کا

المری جسے اہل مدینہ مسرف بن عقبہ کہتے تھے، کے ہاتھوں مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کو معزول کر دیا اور مروان بن حکم اور بنی امیہ کو وہاں سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کے باپ کو احد کے روز فرشتوں نے غسل دیا تھا کو اپنا امیر بنا لیا۔ اہل مدینہ میں جو اکابر صحابہ کرام موجود تھے ان میں سے کوئی بھی اس معزولی پر رضا مند نہیں تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے کہ جب اہل مدینہ یزید کے مخالف ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹوں اور غلاموں کو بلا کر فرمایا: بے شک ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت پر اس شخص کی بیعت کی تھی۔ بخدا تم میں سے جس کے متعلق مجھے علم ہوا کہ اس نے اس شخص کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پھر آپ گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ جن دنوں میں مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کیا گیا ان میں آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور آپ سے پوچھا گیا: اے شیخ تم کون ہو؟ آپ نے بتایا: میں نبی کریم ﷺ کا صحابی ابوسعید خدری ہوں۔ انہوں نے کہا ہم نے تمہاری خبر سنی ہے تم نے اس وقت بہت اچھا کیا جب اپنا ہاتھ روک لیا اور اپنے گھر بیٹھ گئے لیکن اپنا مال ہمارے حوالے کر دو۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ میرے گھر میں داخل ہوئے انہوں نے سارا مال لوٹ لیا ہے اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے: تم نے جھوٹ بولا، انہوں نے آپ کی ڈاڑھی کھینچی اور بچھونوں کی اون تک جو کچھ پایا لوٹ کر لے گئے یہاں تک کہ کبوتروں کا وہ جوڑا بھی لے گئے جس کے ساتھ آپ کے بچے کھیلتے تھے۔ جہاں تک حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے جن کی حدیث ہم بیان کر رہے تھے تو آپ اس روز مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں گھوم رہے تھے، گھر لوٹ رہے تھے۔ نابینا ہونے کی وجہ سے آپ مقتولوں کی لاشوں پر گرتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا"۔ کسی نے آپ سے پوچھا: کس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا: مَنْ اَخَافَ الْمَدِيْنَةَ فَقَدْ اَخَافَ مَا بَيْنَ جَنْبَيَّ "جس نے (اہل) مدینہ کو خوفزدہ کیا تو اس نے میرے دونوں

Marfat.com

خون نہ بہا لے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ رسول اللہ ﷺ ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے تو فرمایا کون ہے جو آج رات ہماری نگہبانی کرے گا؟ اس پر ایک مہاجر اور ایک انصاری نے لبیک کہی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر اس گھاٹی کے دہانے پر کھڑے ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اس وادی کی گھاٹی میں قیام کیا تھا۔ بقول ابن ہشام وہ دونوں شخص حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

پہلوؤں کے درمیان جو مقام ہے اس کو خوفزدہ کیا''۔ لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ پر حملہ کر دیا لیکن ان میں سے مروان نے آپ کو پناہ دی اور اپنے گھر لے گیا۔ اس روز جلیل القدر مہاجرین و انصار میں سے ایک ہزار سات سو افراد شہید ہوئے اور عوام الناس میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار افراد کام آئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ شامیوں کا ایک آدمی انصار کی ایک عورت کے پاس آیا، وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، اس کے پاس جو کچھ تھا لوٹ لیا گیا تھا۔ اس آدمی نے اسے کہا اپنا سونا میرے حوالے کر دو ورنہ میں تجھے بھی اور تیرے بچے کو بھی قتل کر دوں گا۔ عورت نے کہا: تجھ پر افسوس! اگر تو اس بچے کو قتل کرے گا تو (یاد رکھ) اس کا باپ نبی کریم ﷺ کا صحابی ابو کبشہ ہے اور میں ان عورتوں میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی، اور میں اس چیز میں اللہ تعالیٰ سے خیانت نہیں کر سکتی جس پر میں نے بیعت کی تھی۔ اس شخص نے اس عورت کی گود سے بچہ اٹھا لیا جبکہ اس کی چھاتی بچے کے منہ میں تھی اور اسے دیوار سے اس زور سے دے مارا کہ اس کا دماغ نکل کر زمین پر بکھر گیا۔ عورت چلا اٹھی۔ اے میرے بیٹے! اگر میرے پاس تیرا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی تو میں تیرا فدیہ ضرور ادا کر دیتی۔ لیکن گھر سے کچھ برآمد نہ ہوا یہاں تک کہ اس شخص کا آدھا چہرہ سیاہ ہو گیا اور وہ لوگوں کے درمیان مثلہ بن گیا۔

حضرت مؤلف نے کہا: میرا خیال ہے وہ عورت اس بچے کی ماں نہیں تھی بلکہ دادی تھی کیونکہ عادۃً یہ بات بعید از قیاس ہے کہ وہ عورت نبی کریم ﷺ سے بیعت کرے اور واقعہ حرہ کے روز اس کی عمر اتنی ہی ہو کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔ اور وہ مقام حرہ جس کے ساتھ یہ دن مشہور ہے اسے حَرَّةُ زُهْرَةَ کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مقام پر کھڑے ہو کر فرمایا لَيُقْتَلَنَّ بِهٰذَا الْمَكَانِ رِجَالٌ هُمْ خِيَارُ أُمَّتِي بَعْدَ أَصْحَابِي ''اس مقام پر ایسے لوگ قتل کیے جائیں گے جو میرے صحابہ کے بعد میری امت کے بہترین لوگ ہوں گے''۔ حضرت عبداللہ بن سلام

Marfat.com

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب دونوں شخص گھاٹی کے دہانے کی طرف نکلے تو انصاری نے مہاجر سے پوچھا: آپ رات کے کون سے حصے میں پسند کریں گے کہ میں آپ کی نگہبانی کروں، پہلے حصے میں یا پچھلے حصے میں؟ مہاجر نے جواب دیا بلکہ آپ اول شب میری نگہبانی کریں۔ چنانچہ مہاجر لیٹ کر سو گیا اور انصاری نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ وہ شخص آیا، جب اس نے آدمی کا سایہ دیکھا عَرَفَ اَنَّهٗ رَبِيْئَةُ الْقَوْمِ: تو سمجھ گیا کہ یہ اس قوم کا نگہبان ہے۔ اس نے ایک تیر پھینکا جو انصاری کو لگا، انصاری نے اسے کھینچ کر نکالا اور یوں ہی ثابت قدمی سے کھڑا رہا، پھر اس نے ایک اور تیر پھینکا، وہ بھی انصاری کو جا لگا۔ اس نے وہ بھی کھینچ کر نکال دیا اور ثابت قدمی سے کھڑا رہا، پھر اس نے تیسرا تیر پھینکا، وہ بھی انصاری کے بدن میں جا گھسا۔ انصاری نے اسے بھی کھینچ نکالا، پھر رکوع و سجود کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر اپنے ساتھی کو بیدار کیا اور کہا: اٹھ بیٹھو! میں زخمی ہو کر ڈھیر ہو چکا ہوں، مہاجر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جب اس شخص نے ان دونوں کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ انہوں نے اسے تاڑ لیا ہے، چنانچہ وہ بھاگ گیا۔ جب مہاجر نے انصاری کو اس طرح لہولہان دیکھا تو کہا سبحان اللہ! تم نے پہلا تیر لگتے ہی مجھے کیوں نہ جگا دیا؟ انصاری نے کہا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا، میں نے پسند نہ کیا کہ اسے ختم کیے بغیر بیچ میں چھوڑ دوں۔

رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اس مقام کے حالات یہود بن یعقوب کی اس کتاب میں پڑھے ہیں جس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی کہ اس مقام پر نیک لوگوں کی ایک جماعت قتل ہو گی جو قیامت کے روز اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے ہتھیار ان کے کندھوں پر ہوں گے۔ آگے طویل حدیث ذکر کی۔ حرہ زہرہ یہود کے ایک قبیلہ بنی زہرہ کا مشہور گاؤں ہے، پہلے زمانہ میں یہ بہت بڑا گاؤں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں تین سو سنار رہتے تھے۔ اسے زبیر نے اپنی کتاب فضائل مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ 63ھ میں پیش آیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ کے حق میں بہت نرمی سے کام لیا، انہیں دیگر لوگوں کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ انعام و اکرام سے نوازا اور انہیں اطاعت کی طرف مائل کرنے اور مخالفت سے باز رکھنے میں بڑی جدوجہد سے کام لیا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ سب کچھ منظور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (البقرۃ) ”وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اسے ملے گا جو اس نے کمایا اور تمہیں ملے گا جو تم نے کمایا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا اس سے جو وہ کیا کرتے تھے“۔

Marfat.com

جب مجھے لگا تار تیر لگے تو میں نے رکعت مکمل کی اور تمہیں آگاہ کیا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس نگرانی اور حفاظت کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، میں اس کو ضائع کر رہا ہوں تو یا تو سورت کو مکمل کرنے سے پہلے میری جان چلی جاتی یا پھر میں اسے ختم کر کے ہی رہتا۔

رسول کریم ﷺ کی واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ ذات الرقاع سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جمادی الاولیٰ کے باقی ایام، جمادی الآخرۃ اور رجب میں وہاں قیام پذیر رہے۔

شعبان 4ھ میں غزوہ بدر ثانی

رسول کریم ﷺ کی روانگی

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر حضور ﷺ ابوسفیان کی مقرر کردہ میعاد کے مطابق ماہِ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر نزولِ اجلال فرمایا۔

اَلرَّبِيئَة کا معنی

حضرت ابن اسحاق نے انصاری اور مہاجر کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات عباد بن بشر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے۔ اور دشمن کے ایک آدمی نے انصاری کی طرف ایک تیر پھینکا، دراں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے لِمَا عَلِمَ اَنَّهٗ رَبِيئَةُ الْقَوْمِ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اس قوم کا نگہبان ہے۔ ربیئۃ کا معنی ہے طَلِيعَة۔ کہا جاتا ہے رَبَأَ عَلَى الْقَوْمِ يَرْبَأُ فَهُوَ رَبَّاءٌ وَ رَبِيئَةٌ۔ شاعر ہذلی کا قول ہے:

رَبَّاءُ شَمَّاءُ لَا يَأْوِيْ لِقُلَّتِهَا ۔۔۔ اِلَّا السَّحَابُ وَ اِلَّا الْاَوْبُ وَالسَّبَلُ

''وہ اتنا بلند پہاڑ ہے کہ اس کی چوٹی پر بادل، شبنم اور بارش ہی اتر سکتی ہے''۔

تو رَبَّاء رَبَا سے فَعَّال کا وزن ہے۔ رَبَا کا معنی ہے بلند جگہ سے دیکھنا اور شَمَّاء سے مراد بلند پہاڑ ہے۔ اہل عرب تاء تانیث کے ساتھ رَبِيئَة اور طَلِيعَة کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں لفظ اَلْعَيْن (جاسوس) کے معنی میں ہیں اور عین مؤنث ہے۔ آپ کہتے ہیں ثَلَاثُ اَعْيُنٍ یعنی تین جاسوس۔ اگرچہ وہ مرد ہی ہوں کیونکہ طلیعۃ اور ربیئۃ سے مراد تو اس شخص کی دیکھنے والی آنکھ ہے جیسے آپ تین غلاموں کے بارے میں کہتے ہیں اَعْتَقْتُ ثَلَاثَ رِقَابٍ یعنی میں نے تین گردنیں آزاد کیں۔ تو رقاب کو مؤنث رکھا جاتا ہے کیونکہ رَقَبَة سے غلام کا پورا جسم مراد ہے، جس طرح کہ العین سے جس کا معنی جاسوس ہے، بھی پورا جسم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ربیئۃ اور طلیعۃ میں تاء مبالغہ کیلئے ہو

Marfat.com

مدینہ طیبہ کے عامل کا تقرر

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول انصاری کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

ابوسفیان کی اپنے لشکر کے ہمراہ واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ ابوسفیان کے انتظار میں آٹھ راتیں وہاں قیام پذیر رہے۔ ابوسفیان اہل مکہ کے ہمراہ روانہ ہوا یہاں تک کہ ظہران کے ایک جانب مجنہ کے مقام پر اترا، بعض لوگ کہتے ہیں وہ مقامِ عسفان تک ہی پہنچا کہ اس نے واپسی کا ارادہ کر لیا اور اپنے لشکر کو کہا: ''اے گروہِ قریش! تمہارے لیے شادابی کا سال ہی بہتر رہ سکتا ہے جس میں تم اپنے اونٹوں کو

جس طرح علامۃ اور نسابۃ میں تاء مبالغہ کے لئے ہے۔ تو پہلی توجیہ پر آپ کہیں گے ثَلَاثُ اَعْیُنٍ کیونکہ عدد واحد میں تانیث کا یہی طریقہ ہے اور جب یہ تاء مبالغہ کے لئے ہو تو آپ کہیں گے ثَلَاثَۃُ طَلَائِعَ اور اَرْبَعَۃُ طَلَائِعَ۔ کیونکہ اس صورت میں مراد مذکر ہوگا کیونکہ تاء مبالغہ مسمی کی تانیث کو ثابت نہیں کرتی اور کیونکہ یہ صفت میں ہوتی ہے اور صفت موصوف کے بعد ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ کہتے ہیں ھٰذَا عَلَامَۃٌ۔ یہ نہیں کہتے ھٰذِہٖ عَلَامَۃٌ۔ لیکن رقبۃ اور عین کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ آپ مذکر غلام میں کہتے ہیں ھٰذِہٖ رَقَبَۃٌ فَاعْتِقْھَا اور عین میں کہتے ہیں: ھٰذِہٖ طَلِیْعَۃٌ حالانکہ آپ کی مراد مرد ہوتا ہے۔ یہ ان دونوں تاؤں کے درمیان فرق ہے۔

اس حدیث سے ماخوذ ایک مسئلہ

اس حدیث شریف میں زخمی شخص کی نماز کا مسئلہ ہے جبکہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو جس طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اسی مسئلہ کی وجہ سے بعض مصنفین نے اس حدیث کی شرح بھی کی ہے اور اس میں اس شخص کے متعلقہ دلیل بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ غسل نجاست کا شمار صحت نماز کی شرائط میں نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف میں ایک مسئلہ نماز کی عظمت واہمیت کا بھی ہے کہ نمازی اپنی نماز جاری رکھے اگرچہ یہ چیز اسے قتل اور نفس کی ہلاکت کی طرف لے جائے حالانکہ اپنی جان کو ہلاکت پر پیش کرنا صرف حالت جنگ میں حلال ہے۔ ذرا صحابی کے اس قول میں غور تو کیجئے کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس نگرانی اور حفاظت کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے میں اس کو ضائع کر رہا ہوں تو یا تو سورت کو مکمل کرنے سے پہلے میری جان چلی جاتی یا پھر میں اسے مکمل کر کے چھوڑتا۔

Marfat.com

درختوں کے پتے کھلا سکو گے اور اپنے مویشیوں کا دودھ پی سکو گے۔ یہ سال تو قحط کا سال ہے میں تو واپس جا رہا ہوں اس لئے تم بھی واپس چلو"۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اہل مکہ نے اس لشکر کو جیش السویق (ستو پینے والا لشکر) کا نام دیا۔ وہ کہتے تھے تم لوگ تو ستو پینے گئے تھے۔

رسول کریم ﷺ اور مخشی ضمری

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق اس کے انتظار میں میدانِ بدر میں قیام پذیر تھے، وہاں مخشی بن عمرو ضمری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ غزوۂ ودان کے موقع پر حضور ﷺ نے دوستی کا معاہدہ کیا تھا۔ اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) کیا اس چشمے پر آپ قریش سے لڑنے آئے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اے ضمری بھائی! اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم اس معاہدہ کو واپس لے لیتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، پھر ہم تمہارے ساتھ جنگ آزمائی کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اس نے عرض کیا: نہیں بخدا! اے محمد (ﷺ) ہمیں آپ سے جنگ کی کوئی ضرورت نہیں۔

معبد اور اپنی اونٹنی کے متعلق اس کے اشعار

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے انتظار میں قیام پذیر تھے کہ معبد بن ابی معبد خزاعی کا وہاں سے گزر ہوا۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کے مقام قیام کو دیکھ لیا اور اس کی اونٹنی واپس تیز دوڑی جا رہی تھی تو اس نے یہ اشعار کہے:

قَدْ نَفَرَتْ مِنْ رُفْقَتَیْ مُحَمَّدِ　　وَ عَجْوَةٍ مِنْ یَثْرِبَ کَالْعَنْجَدِ

"میری اونٹنی محمد (ﷺ) کے رفقاء کے دونوں گروہوں سے اور کشمش کی گٹھلی کی مانند یثرب کی کھجوروں سے بھاگی"۔

تَهْوِیْ عَلٰی دِیْنِ اَبِیْهَا الْاَتْلَدِ　　قَدْ جَعَلَتْ مَاءَ قُدَیْدٍ مَوْعِدِیْ

معبد کا رجز اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے معبد کا یہ قول ذکر کیا: وَ عَجْوَةٍ مِنْ یَثْرِبَ کَالْعَنْجَدِ۔ عنجد کا معنی کشمش کی گٹھلی ہے اور کبھی بذات خود کشمش کو بھی عنجد کہا جاتا ہے۔ رہے انگور تو ان کی گٹھلی کو فرصد کہا جاتا ہے اور اَلْاَتْلَدِ کا معنی ہے سب سے قدیم۔ یہ اَلْمَالُ التَّلِیْدُ (پرانا مال) سے مشتق ہے۔

Marfat.com

وَ مَاءَ ضَجْنَانَ لَهَا ضُحَى الْغَدِ

''وہ اپنی قدیم نسل کی عادت کے مطابق بھاگی جا رہی تھی کہ اس نے چشمہ قدید کو میری منزل بنا دیا اور چشمہ ضجنان دوسرے دن کی دوپہر کو اس کی منزل ہوگا''۔

غزوۂ بدر ثانی کے متعلق حضرت ابن رواحہ یا کعب کے اشعار

اس غزوہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھے یہ اشعار ابوزید انصاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے سنائے:

وَ عَدْنَا اَبَا سُفْيَانَ بَدْرًا فَلَمْ نَجِدْ لِمِيعَادِهٖ صِدْقًا وَ مَا كَانَ وَافِيَا

''ہم نے ابوسفیان کے ساتھ بدر میں آنے کا وعدہ کیا لیکن ہم نے اس کے وعدہ میں سچائی نہ پائی اور وہ وعدہ وفا کرنے والا ہی نہ تھا''۔

فَاُقْسِمُ لَوْ وَافَيْتَنَا فَلَقِيْتَنَا لَاُبْتَ ذَمِيْمًا وَافْتَقَدْتَ الْمَوَالِيَا

''میں قسم اٹھاتا ہوں کہ تو ہمارے سامنے آتا اور ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو اس حالت میں لوٹتا کہ تیری مذمت کی جاتی اور اپنے چچازاد بھائیوں کو گم کر بیٹھتا''۔

تَرَكْنَا بِهٖ اَوْصَالَ عُتْبَةَ وَابْنِهٖ وَ عَمْرًا اَبَا جَهْلٍ تَرَكْنَاهُ ثَاوِيَا

''بدر میں ہم نے عتبہ اور اس کے بیٹے کے جوڑ توڑ کر رکھ دیے تھے اور عمرو ابوجہل کو بھی وہاں پیوند خاک کر دیا تھا''۔

عَصَيْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اُفٍّ لِدِيْنِكُمْ وَ اَمْرِكُمُ السَّيِّئِ الَّذِيْ كَانَ غَاوِيَا

''تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کی، تف ہے تمہارے دین پر اور تمہارے اس برے معاملہ پر جو گمراہی اور سرکشی ہے''۔

فَاِنِّيْ وَ اِنْ عَنَّفْتُمُوْنِيْ لَقَائِلٌ فِدًى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اَهْلِيْ وَ مَالِيَا

''اور میں، خواہ تم مجھے کتنا برا بھلا کہو، ضرور یہ کہوں گا کہ میرے اہل و عیال اور میرا مال سب اللہ کے رسول پر قربان ہو جائیں''۔

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے دَعُوْا فَلَجَاتِ الشَّامِ...... یہ فَلَجْ کی جمع ہے جو جاری پانی کو کہتے ہیں۔ جاری پانی کو فلج اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین میں شگاف پیدا کرتا ہے اور اس کی دونوں جانبوں کو جدا جدا کر دیتا ہے۔ یہ فَلَجُ الْاَسْنَانِ (دانتوں کے درمیان شگاف) سے یا اَلْفَلَجْ

Marfat.com

اَطَعْنَاهُ لَمْ نَعْدِلْهُ فِيْنَا بِغَيْرِهٖ　　شِهَابًا لَّنَا فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ هَادِيَا

"ہم نے حضور ﷺ کی اطاعت قبول کر لی ہے، ہم اپنے میں سے کسی اور کو آپ کا ہم پلہ خیال نہیں کرتے جبکہ آپ اندھیری رات میں ہمارے لیے روشن ستارہ ہیں جو سیدھی راہ دکھاتا ہے"۔

غزوہ بدر ثانی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اس غزوہ کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

دَعُوْا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا　　جِلَادٌ كَاَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْاَوَارِكِ

"(اے قریشیو!) اب شام کی وادیوں کو چھوڑ دو، ان کے سامنے اراک کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کے مونہوں کی مانند تلواریں حائل ہو چکی ہیں۔

بِاَيْدِيْ رِجَالٍ هَاجَرُوْا نَحْوَ رَبِّهِمْ　　وَ اَنْصَارِهٖ حَقًّا وَ اَيْدِي الْمَلَائِكِ

وہ تلواریں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی اور اس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں"۔

اِذَا سَلَكَتْ لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ　　فَقُوْلَا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيْقُ هُنَالِكِ

"(اے قاصد) جب ریتلی زمین کے نشیبی علاقے میں تیرا گزر ہو تو قریش سے کہہ دینا کہ اب یہاں کوئی راستہ نہیں"۔

اَقَمْنَا عَلَى الرَّسِّ النَّزُوْعِ ثَمَانِيًا　　بِاَرْعَنَ جَرَّارٍ عَرِيْضِ الْمَبَارِكِ

"ہم آٹھ دن بدر کے اس کنویں پر ٹھہرے رہے جس سے ہاتھوں کے ساتھ پانی نکالا جاتا ہے ایک ایسے لشکر جرار کے ساتھ جس نے وسیع و عریض جگہ گھیر لی تھی"۔

بِكُلِّ كُمَيْتٍ جَوْزُهٗ نِصْفُ خَلْقِهٖ　　وَ قُبٍّ طِوَالٍ مُشْرِفَاتِ الْحَوَارِكِ

"اور ایسے کمیت گھوڑوں کے ساتھ جن کے صرف پیٹ ہی ان کے جسم کا نصف تھے اور جو پتلی کمر والے، دراز قد اور اونچے اونچے شانوں والوں تھے"۔

تَرَى الْعَرْفَجَ الْعَامِيَّ تَذْرِيْ اُصُوْلَهٗ　　مَنَاسِمُ اَخْفَافِ الْمَطِيِّ الرَّوَاتِكِ

بمعنی تقسیم سے ماخوذ ہے اور اَلْفَالِجُ ایک پیمانہ ہے جس کے ساتھ تقسیم کیا جاتا ہے اور اَلْفَلْجُ اور اَلْفَالِجُ دو کوہانوں والے اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا مادۂ اشتقاق بھی یہی ہے۔ اسے حضرت ابوحنیفہ نے حاء کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اَلْفَلْحَۃُ کا معنی کھیتی ہے۔

Marfat.com

''تم اس جگہ ایک سال کی اگی ہوئی عرفج گھاس کو دیکھو گے جس کی جڑوں کو تیز رو اونٹوں کے پاؤں کے سموں نے اڑا کر رکھ دیا ہے''۔

فَإِنْ نَلْقَ فِيْ تَطْوَافِنَا وَالْتِمَاسِنَا فُرَاتَ بْنَ حَيَّانٍ يَكُنْ رَهْنَ هَالِكٍ

''اگر ہمارے چکر اور جستجو میں فرات بن حیان ہمیں مل گیا تو وہ ہلاک ہونے والوں کے پاس بطور رہن رکھ دیا جائے گا''۔

وَ اِنْ نَلْقَ قَيْسَ بْنَ امْرِئِ الْقَيْسِ بَعْدَهُ يُزَدْ فِيْ سَوَادِ لَوْنِهِ لَوْنُ حَالِكٍ

''اور اگر اس کے بعد قیس بن امرؤ القیس ہمیں مل گیا تو اس کے رنگ کی سیاہی میں مزید سیاہ رنگ کا اضافہ کر دیا جائے گا''۔

فَاَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ عَنِّيْ رِسَالَةً فَاِنَّكَ مِنْ غُرِّ الرِّجَالِ الصَّعَالِكِ

''پس (اے قاصد) تو میری طرف سے ابوسفیان کو یہ پیغام پہنچا دے تو بے مایہ خوش رنگ لوگوں میں سے ایک ہے (اس سے زیادہ تیری کوئی حیثیت نہیں)''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار

ان اشعار کا جواب ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے دیتے ہوئے کہا:

اَحَسَّانُ اِنَّا يَا ابْنَ اٰكِلَةِ الْفَفَا وَ جَدِّكَ نَغْتَالُ الْخُرُوْقَ كَذَالِكَ

''اے حسان! اے کھجوریں کھا کر گزر اوقات کرنے والی کے بیٹے! تیرے نصیب کی قسم! بے شک ہم اس جیسے بڑے بڑے وسیع بیابانوں کو عبور کر جاتے ہیں''۔

خَرَجْنَا وَ مَا تَنْجُوْ الْيَعَافِيْرُ بَيْنَنَا وَ لَوْ وَائَلَتْ مِنَّا بِشَدٍّ مُدَارِكٍ

''ہم نکلتے ہیں تو ہرن کے تیز رفتار بچے بھی ہمارے درمیان سے بھاگ کر نجات نہیں پا سکتے اگرچہ پناہ گاہ کی تلاش میں کتنی ہی مسلسل دوڑ کیوں نہ لگائیں''۔

حضرت ابن اسحاق نے ابوسفیان کا یہ شعر ذکر کیا:

اَحَسَّانُ اِنَّا يَا ابْنَ اٰكِلَةِ الْفَفَا

اَلْفَفَا یہ کھجور کی ایک قسم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ گرد و غبار ہے جو کچی کھجوروں پر چڑھ جاتا ہے اور اَلْفَفَا میں ایک لغت اَلْعَفَا بھی ہے۔

ان اشعار میں ہے: كَمَا حِيْزَ كُمْ بِالْعَمْقِ اَرْطَالُ اٰنِكٍ۔ میں نے ابوبحر کے حاشیہ میں اس شعر کے متعلق جو عبارت دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ محمد بن سلام نے اپنے طبقات میں یہ شعر یوں ذکر کیا ہے:

Marfat.com

إِذَا مَا انبَعَثنَا مِنْ مُنَاخٍ حَسِبتَهُ مُدَمَّنَ أَهلِ المَوسِمِ المُتَعَارِكِ

"جب ہم کسی بیٹھنے کے مقام سے اٹھتے ہیں تو تو خیال کرے گا کہ میلوں میں شامل ہونے والے لوگ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نشان چھوڑ کر جا رہے ہیں"۔

أَقَمتَ عَلَى الرَّسِّ النَّزُوعِ تُرِيدُنَا وَ تَترُكُنَا فِي النَّخلِ عِندَ المَدَارِكِ

"تم ہمارے ساتھ جنگ کے ارادے سے پانی والے کنویں کے پاس ہی ٹھہرے رہے اور ہمیں قریب کے نخلستان میں ہی چھوڑ دیا"۔

عَلَى الزَّرعِ تَمشِي خَيلُنَا وَ رِكَابُنَا فَمَا وَطِئَت أَلصَقنَهُ بِالدَّكَادِكِ

"ہمارے گھوڑے اور اونٹ کھیتیوں میں چل رہے تھے، کھیتی کے جس حصے کو ان جانوروں نے روندا اسے ریتلا بنا دیا"۔

أَقَمنَا ثَلَاثًا بَينَ سَلعٍ وَ فَارِعٍ بِجُردِ الجِيَادِ وَالمَطِيِّ الرَّوَاتِكِ

"ہم کم موعمدہ گھوڑوں اور تیز رو اونٹوں کے ساتھ جبل سلع اور جبل فارع کے درمیان تین دن ٹھہرے رہے"۔

حَسِبتُم جِلَادَ القَومِ عِندَ قِبَابِهِم كَمَأخَذِكُم بِالعَينِ أَرطَالَ آنُكِ

"تم نے ہماری قوم کے بہادروں کو ان کے خیموں میں دیکھ کر سمجھ لیا ہوگا کہ تم نے قیمتی چیزوں کے عوض معمولی چیزوں کے چند رطل خرید لیے ہیں"۔

فَلَا تَبعَثِ الخَيلَ الجِيَادَ وَ قُل لَهَا عَلَى نَحوِ قَولِ المُعصِمِ المُتَمَاسِكِ

"پس تم اب بہترین گھوڑوں کو (جنگ کے لئے) نہ بھیجو اور ایک پختہ کار، دور اندیش اور

حَسِبتُم جِلَادَ القَومِ حَولَ بُيُوتِكُم كَمَأخَذِكُم فِي العَينِ أَرطَالَ آنُكِ

اور اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ابوسفیان بن حارث سے کہا: میرے چچازاد! اگر وہ سفید عمدہ چاندی ہی تھی تو تم نے اسے سیسہ کیوں قرار دیا۔

ابوسفیان کا قول ہے: سَعِدتُم بِهَا وَ غَيرُكُم كَانَ أَهلَهَا۔ حضرت شیخ کے حاشیہ میں یہ شعر یوں مذکور ہے: شَقِيتُم بِهَا وَ غَيرُكُم أَهلُ ذِكرِهَا۔

ابوسفیان کا قول ہے: خَرَجنَا وَ مَا تَنجُو اليَعَافِيرُ بَينَنَا۔ اَلْيَعَافِيرُ ہرنوں کی ایک قسم ہے جو کم دوڑتے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے یعافیر ہرن بھی ان سے بھاگ کر نجات حاصل نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

عقل کی بات گرہ سے باندھ لینے والے شخص کے طریقے پر ان گھوڑوں سے کہو"۔

سَعِدْتُمْ بِهَا وَ غَيْرُكُمْ كَانَ اَهْلَهَا فَوَارِسُ مِنْ اَبْنَاءِ فِهْرِ بْنِ مَالِكٍ

"جو تمہیں خوش نصیبی سے مل گئے ہیں کہ ان کے مستحق دراصل تمہاری بجائے بنی فہر بن مالک کے سوار ہیں"۔

فَاِنَّكَ لَا فِيْ هِجْرَةٍ اِنْ ذَكَرْتَهَا وَ لَا حُرُمَاتِ الدِّيْنِ اَنْتَ بِنَاسِكٍ

"پس اگر تو نے ہجرت کا ذکر کیا ہے تو نہ تجھے اس ہجرت کا فائدہ ہے اور نہ تو شعائر دین پر عمل کرنے والا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: اس قصیدہ کے کچھ اشعار باقی ہیں جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے، کیونکہ ان میں قافیوں کے اختلاف کا عیب پایا جاتا ہے اور مجھے یہ شعر ابوزید انصاری نے سنایا:

خَرَجْنَا وَ مَا تَنْجُوا الْيَعَافِيْرُ بَيْنَنَا

جو شعر اس کے بعد ہے وہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں ہے: دَعُوْا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا۔ اور انہوں نے مجھے آپ کا یہ شعر بھی سنایا: فَاَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ۔

ماہِ ربیع الاول ۵ھ میں غزوۂ دومۃ الجندل

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور چند ماہ قیام فرمایا یہاں تک کہ ماہِ ذوالحجہ گزر گیا۔ اس سال ۴ھ میں حج کی ولایت مشرکین کے ہاتھ رہی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے ارادہ سے دومۃ الجندل کا رخ کیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی واپس تشریف لے آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ بقیہ سال مدینہ طیبہ میں ہی قیام پذیر رہے۔

غزوۂ دومۃ الجندل

حضرت ابوعبید بکری نے کہا: اس جگہ کا نام دومۃ الجندل دومی بن اسماعیل کے نام پر رکھا گیا جو وہاں اترا تھا۔

Marfat.com

غزوۂ خندق، شوال ۵ ھ

غزوۂ خندق کی تاریخ

ہم سے حضرت ابو محمد بن عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبداللہ البکائی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے بروایت کیا کہ انہوں نے کہا: اس کے بعد شوال ۵ ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا۔

قریش کو یہود کی انگیخت

چنانچہ مجھ سے حضرت یزید بن رومان مولیٰ آلِ زبیر بن عروہ بن زبیر اور ان لوگوں نے جنہیں میں متہم نہیں کرتا، بیان کیا، انہوں نے حضرات عبداللہ بن کعب بن مالک، محمد بن کعب قرظی، زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر اور ہمارے دیگر علماء سے روایت کیا، ان سب نے غزوۂ خندق کے واقعہ کو یکجا کر دیا ہے۔ ان میں سے بعض اس غزوہ کا وہ حصہ بیان کرتے ہیں جسے بعض دیگر بیان نہیں کرتے۔ ان حضرات کا بیان ہے کہ غزوۂ خندق کا واقعہ یوں ہے کہ بنی نضیر اور بنی وائل سے تعلق رکھنے والے یہودیوں کی ایک جماعت جن میں سلام بن ابی الحقیق نضری، حیی بن اخطب نضری، کنانہ بن ابی الحقیق نضری، ہوذہ بن قیس وائلی اور ابو عمار وائلی شامل تھے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف گروہوں (احزاب) کو

غزوۂ خندق

خندق کھودنا عربوں کی عادت نہ تھی بلکہ یہ ایرانیوں کی جنگی چال تھی۔ اسی وجہ سے اس کی طرف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ امام طبری کے بیان کے مطابق ملوکِ فارس میں سے جس نے سب سے پہلے خندق کھودی وہ منوشہر بن ابیرج بن افریدوں ہے۔ افریدوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا بیٹا ہے لیکن اکثر علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اثقیان کا بیٹا ہے۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے تیر اندازی کا آلہ تیار کیا۔ اس کے عہد حکومت کے ساٹھویں سال کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور جنگوں میں مورچے بنانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ بقول طبری سب سے پہلے بخت نصر نے مورچہ بنایا۔

Marfat.com

اکٹھا کیا، یہ لوگ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس آئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی دعوت دی۔ انہوں نے قریش سے کہا ہم ان کے (رسول اللہ ﷺ) کے خلاف تمہارا اس وقت تک ساتھ دیں گے یہاں تک کہ ہم ان کا استیصال کر دیں گے۔ قریش نے ان سے پوچھا: ''اے گروہِ یہود! تم صاحب کتاب اول (تورات) ہو اور صاحب علم ہو، تم جانتے ہو جو ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان اختلاف ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا دین؟ یہودی وفد نے کہا بلکہ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور تم ان سے کہیں زیادہ حق کے قریب ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾ (النساء)

''کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔ یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔ کیا ان کے لئے کوئی حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو تل برابر۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (یعنی نبوت۔ ابن اسحاق) (وہ حسد کی آگ میں جلا کریں) ہم نے تو مرحمت فرما دی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب

حضرت ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے گروہوں (احزاب) کو اکٹھا کرنے کا ذکر کیا ہے اور بنی نضیر کے ایک گروہ کے انساب ذکر کیے ہیں اور ان کے بارے میں کہا اَلنَّضَرِیّ۔ یہ لفظ پرانے نسخے میں اسی طرح مذکور ہے لیکن قیاس یہ ہے کہ یہ لفظ اَلنَّضِیرِیّ ہے لیکن یہ اہل عرب کے اس قول کے قبیل سے ہے ثَقَفِیٌّ، قُرَشِیٌّ اور یہ خلاف قیاس ہے اور فَعِیلَة کے وزن کی نسبت فَعَلِیٌّ کے وزن پر آتی ہے۔

Marfat.com

اور حکمت اور عنایت فرمادی ہے انہیں عظیم الشان سلطنت۔ تو ان سے کوئی ایمان لایا اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا اس سے اور کافی ہے (انہیں جلانے کے لئے) جہنم کی دہکتی ہوئی آگ"۔

بنی غطفان کو یہود کی انگیخت

جب یہود نے قریش کو یہ جواب دیا تو وہ بہت مسرور ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت ان کے لئے بڑی نشاط افزاء ثابت ہوئی۔ چنانچہ وہ اس جنگ کے لئے جمع ہو گئے اور اس کے لئے تیاریاں کرنے لگے۔ پھر یہود کا یہ وفد وہاں سے روانہ ہو کر قیس عیلان کے قبیلہ بنی غطفان کے پاس پہنچا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت دی اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ وہ ان کے خلاف ان کا ساتھ دیں گے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس بات پر قریش نے بھی ان کا اتباع کیا ہے۔ یہ سن کر بنی غطفان بھی اس سازش میں ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔

احزابِ مشرکین کی روانگی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: چنانچہ قریش اپنے قائد ابو سفیان بن حرب کی قیادت میں نکلے اور بنی غطفان اپنے قائد عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر جو بنی فزارہ کی نمائندگی کر رہا تھا، کے ساتھ نکلے اور بنی مرہ حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کی قیادت میں اور بنی اشجع میں سے اپنے سردار کے پیروکار لوگ مسعر بن رخیلہ بن نویرہ بن طریف بن سحمہ بن عبداللہ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان کی قیادت میں نکلے۔

خندق کی کھدائی میں منافقین کی کام چوری اور مومنین کی جدوجہد

جب رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا کہ وہ جنگ پر متفق ہو چکے ہیں اور اس کے لئے نکل آئے ہیں تو آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں خندق کا انتظام فرمایا اور مسلمانوں کو اجر و ثواب کی ترغیب دلانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کام میں بنفس نفیس حصہ لیا اور تمام مسلمان آپ ﷺ

عیینہ بن حصن

حضرت ابن اسحاق نے غزوۂ احزاب میں بنی غطفان کے سردار کا ذکر کیا ہے اور وہ عیینہ بن حصن ہے۔ اس کا اصل نام حذیفہ ہے، اسے عیینہ اس لئے کہا جاتا کہ اس کی آنکھوں کی پلکیں الٹی تھیں۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَلْاَحْمَقُ الْمُطَاعُ "احمق شخص جس کی اطاعت کی جاتی ہے"۔ کیونکہ وہ ایسے لشکر جرار میں تھا جس کے پیچھے دس ہزار نیزہ باز چل رہے

Marfat.com

کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی پوری جدوجہد سے مسلسل کام کیا اور مسلمانوں نے بھی خاصی مشقت اور مستقل مزاجی سے کام لیا لیکن کچھ منافقین اس کام میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے پیچھے ہٹ گئے اور تاخیر و تساہل سے کام لینے لگے اور رسول اللہ ﷺ کو بتائے بغیر اور آپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر چپکے چپکے اپنے گھروں کی طرف کھسکنے لگے۔ اس کے برعکس جب کسی مسلمان کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر کرتا اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آپ سے اجازت طلب کرتا تو حضور ﷺ اسے اجازت مرحمت فرماتے۔ پھر جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتا تو حصولِ خیر کے شوق اور اجر و ثواب میں رغبت کی وجہ سے واپس آ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔

خندق کھودنے والوں کے حق میں نازل کردہ آیات

چنانچہ ان مومنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ (النور)

''بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لئے تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ، پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لئے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

تھے اور یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ وَدَعَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ ''بے شک سب سے برا انسان وہ ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہو''۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنِّیْ اُدَارِیْهِ لِاَنِّیْ اَخْشٰی اَنْ یُّفْسِدَ عَلَیَّ خَلْقًا کَثِیْرًا ''میں اس سے نرمی کرتا ہوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ

Marfat.com

تو یہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اجر و ثواب کے امیدوار، بھلائی میں رغبت رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اطاعت گزار تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اور اس ارشاد میں وہ منافقین مراد ہیں جو چپکے چپکے کام سے کھسک گئے تھے اور نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگے بغیر چلے گئے تھے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (63) (النور)

''نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انہیں جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر۔ پس ڈرنا چاہیے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم ﷺ کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آلے''۔

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت

حضرت ابن ہشام نے کہا: اللواذ کا معنی ہے بھاگتے وقت کسی چیز کی آڑ لینا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَ قُرَيْشٌ تَفِرُّ مِنَّا لِوَاذًا اَنْ يُقِيْمُوْا وَ خَفَّ مِنْهَا الْحُلُوْمُ

''اور قریش کھڑا ہونے کے بجائے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے ہم سے بھاگ رہے ہیں اور ان کی عقلیں کم ہوگئی ہیں''۔

یہ شعر آپ کے اس قصیدہ میں ہے جو میں نے غزوہ احد کے بارے میں قصائد ذکر کیے ہیں

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (64) (النور)

''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے جس حالت پر تم ہو (حضرت ابن اسحاق نے کہا: سچ یا جھوٹ میں سے) اور اس دن جب وہ

میرے خلاف کثیر مخلوق کو خراب کرے گا''۔ اس روایت میں اس برائی کی وضاحت ہے جس سے آپ بچتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس بغیر اجازت کے آیا تھا۔ جب آپ نے اس سے پوچھا: اجازت کہاں ہے؟ تو وہ کہنے لگا: میں نے آپ سے پہلے کسی مضری سے اجازت طلب نہیں کی۔ پھر اس

Marfat.com

لوٹائے جائیں گے اس (کی بارگاہ) کی طرف تو وہ انہیں آگاہ کرے گا جو انہوں نے کیا تھا۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"۔

خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کا رجز

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مسلمان اپنے کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ انہوں نے خندق مکمل کر لی۔ کام کے دوران وہ ایک جعیل نامی مسلمان کے ساتھ رجز پڑھتے تھے جس کا نام رسول اللہ ﷺ نے عمرو رکھ دیا تھا۔ وہ کہتے:

سَمَّاهُ مِنْ بَعْدِ جُعَيْلٍ عَمْرًا وَ كَانَ لِلْبَائِسِ يَوْمًا ظَهْرًا

"حضور ﷺ نے جعیل کے بعد اس کا نام عمرو رکھ دیا اور یہ شخص اس روز مشقت اٹھانے والوں کے لئے قوت بن گیا"۔

جب مسلمان عَمْرًا کا لفظ کہتے تو رسول اللہ ﷺ بھی فرماتے عَمْرًا اور جب مسلمان ظَهْرًا کہتے تو رسول اللہ بھی فرماتے ظَهْرًا۔

خندق کی کھدائی میں معجزات کا ظہور

حضرت ابن اسحاق نے کہا: خندق کی کھدائی کے متعلق مجھ تک ایسے واقعات پہنچے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور آپ کی نبوت کی حقانیت کا ثبوت ہے۔ مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے ان معجزات کا مشاہدہ کیا۔

چنانچہ ان میں سے ایک واقعہ جو مجھ تک پہنچا ہے، یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ ایک جگہ خندق کی زمین بہت سخت آگئی جسے کھودنا دشوار ہو گیا۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اس میں لعابِ دہن ڈال دیا، پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر دعا مانگی، پھر وہ پانی اس سخت زمین پر چھڑک دیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے، کہتے تھے اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا، وہ زمین بالکل نرم اور بھربھری ہو گئی جواب نہ کدال کو لوٹاتی تھی نہ بیلچے کو۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سعید بن مینا نے بیان کیا کہ انہیں بتایا گیا کہ

نے پوچھا اے محمد! (ﷺ) آپ کے ساتھ یہ حمیرا، کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ عائشہ بنت ابی بکر ہے۔ اس نے کہا اسے طلاق دے دیجئے۔ میں آپ کی خاطر ام البنین کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس طرح کے بہت سے امور اس کی جفاء کے متعلق ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس نے اسلام قبول کیا پھر مرتد ہو گیا، پھر

Marfat.com

حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی اور حضرت نعمان بن بشیر کی بہن نے کہا: میری ماں حضرت عمرہ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور دونوں ہاتھوں میں کھجوریں بھر کر میرے دامن میں ڈال دیں پھر کہا: بیٹی! یہ اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو ناشتہ پہنچا آؤ۔ میں نے کھجوریں لیں اور چل پڑی۔ اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کرتے ہوئے میرا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بچی! ادھر آؤ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ کھجوریں ہیں، میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ حضرت بشیر بن سعد اور میرے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ ناشتہ کرلیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ کھجوریں مجھے دو۔ میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں لیکن آپ ﷺ کے ہاتھ نہ بھرے پھر ایک کپڑا طلب فرمایا اور اسے بچھا دیا گیا۔ حضور ﷺ نے کھجوریں اس کپڑے پر ڈال دیں، وہ کپڑے پر بکھر گئیں۔ پھر قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق میں باآواز بلند اعلان کردے کہ آؤ ناشتہ کرلو۔ سب اہل خندق اکٹھے ہوگئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ کھجوریں برابر بڑھتی رہیں یہاں تک کہ اہل خندق پیچھے ہٹ گئے لیکن کھجوریں کپڑے کی اطراف سے گر رہی تھیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سعید بن میناء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو زیادہ موٹی تازی نہیں تھی، میں نے کہا بخدا! اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے تیار کروانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اپنی زوجہ کو حکم دیا، اس نے ہمارے لئے کچھ جو پیس کر روٹیاں پکائیں۔ میں نے وہ بکری ذبح کی اور اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے بھون کر رکھ لیا۔ جب شام ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے خندق سے واپس تشریف لے جانے کا ارادہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں ہم دن بھر خندق کھودتے، جب شام ہوتی تو اپنے گھروں میں واپس چلے جاتے۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو میں نے حضور ﷺ کے لئے تیار کروائی ہے اور اس کے ساتھ

جب طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس پر ایمان لایا اور اسے اسیر بنالیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بطور قیدی لایا گیا لیکن آپ نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کردیا۔ وہ اپنے اکھڑ اور اجڈ پن اور اپنی دیہاتی حماقت کی حالت میں اسلام کا اظہار کرتا رہا یہاں تک کہ مرگیا۔ کسی

Marfat.com

ہم نے جو کی کچھ روٹیاں بھی پکائی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میرے ساتھ اکیلے رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لے چلیں، لیکن جب میں نے حضور ﷺ سے یہ عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اچھا۔ پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا۔ اس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ لوگو! تم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ کے گھر چلو۔ یہ دیکھ کر میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آپ کے ساتھ سب لوگ بھی آگئے۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو ہم نے وہ کھانا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے برکت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا، پھر کھانا شروع کر دیا اور دوسرے لوگ بھی باری باری کھانے لگے۔ جب ایک جماعت فارغ ہو کر چلی جاتی تو دوسری جماعت آجاتی یہاں تک کہ سب اہل خندق نے اس کھانے سے منہ پھیر لیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا میں خندق کے ایک گوشے میں کھدائی کر رہا تھا کہ ایک چٹان آگئی جو مجھ سے ٹوٹ نہ سکی۔ رسول اللہ ﷺ میرے قریب ہی تھے، جب حضور ﷺ نے مجھے ضربیں لگاتے ہوئے دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ جگہ سخت ہے اور کھودنے میں مجھے دشواری پیش آرہی ہے تو حضور ﷺ نیچے اترے اور میرے ہاتھ سے گینتی لے کر اس کے ساتھ ایک ضرب لگائی تو گینتی کے نیچے روشنی پیدا ہوئی، پھر ایک اور ضرب لگائی پھر اسی طرح گینتی کے نیچے روشنی نمودار ہوئی۔ پھر اس پر تیسری ضرب لگائی پھر روشنی پیدا ہوئی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، یہ روشنی کیا تھی جو آپ کے ضربیں لگاتے ہوئے میں نے گینتی کے نیچے چمکتے ہوئے دیکھی؟ حضور ﷺ نے پوچھا: اے سلمان! کیا تم نے وہ روشنی دیکھی ہے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: جو پہلی بجلی تھی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لئے یمن فتح کرائے گا اور دوسری بجلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لئے شام فتح کرائے گا اور تیسری کے ساتھ مشرق فتح کرائے گا۔

شاعر نے کہا:

وَ اِنِّیْ عَلٰی مَا کَانَ مِنْ عُنْجُھِیَّتِیْ وَ لُوْثَۃِ اَعْرَابِیَّتِیْ لَاَدِیْبُ

"بے شک میں اپنے اکھڑپن اور اپنی دیہاتی حماقت کے باوجود ادیب ہوں"۔

Marfat.com

حضرت ابن اسحاق نے کہا: نیز مجھ سے ایسے شخص نے جسے میں متہم نہیں کرتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور اس کے مابعد زمانہ میں یہ علاقے فتح ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو علاقہ تمہارے سامنے آئے فتح کرتے جاؤ، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے! مدینہ طیبہ سے لے کر جتنے بلاد تم نے اب تک فتح کیے ہیں اور جتنے بلاد تم روز قیامت تک فتح کرو گے ان سب کی کنجیاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (سیدنا) محمد (رسول اللہ ﷺ) کو پہلے ہی عطا فرما دی ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے خندق کی کھدائی کے دوران اس چٹان کا ذکر کیا ہے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے آڑے آ گئی تھی۔ سیرت ابن ہشام کے علاوہ دیگر کتب میں چٹان کے لئے عَبْلَةٌ کا لفظ آیا ہے۔ یہ انتہائی سخت چٹان کو کہتے ہیں، اس کی جمع عَبَلَاتٌ آتی ہے۔ اسے اَلْعَبْلَاءُ اور اَلْاَعْبَلُ بھی کہا جاتا ہے اور یہ سفید چٹان ہوتی ہے۔

چمکنے والی بجلیاں

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ اس چٹان سے یکے بعد دیگرے بجلیاں چمکیں۔ علامہ نسوی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے جو روایت بیان کی ہے اور جو سیرت ابن ہشام کی روایت سے زیادہ کامل ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو ہمارے سامنے ایک ایسا پتھر آ گیا جس میں گینتی کوئی اثر نہیں کر رہی تھی۔ حضور ﷺ نے گینتی پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی جس سے چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الشَّامِ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُبْصِرُ قُصُوْرَهَا الْحُمْرَ مِنْ مَّكَانِيْ هٰذَا "اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں، قسم بخدا! میں اپنے اس مقام سے اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں"۔ پھر حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی اور چٹان کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا تو فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ فَارِسٍ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْاَبْيَضَ الْاٰنَ "اللہ اکبر! مجھے ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں۔ بخدا! میں ابھی مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں" پھر حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو سارے پتھر کو توڑ کر رکھ دیا اور فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْيَمَنِ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُبْصِرُ بَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّكَانِيْ هٰذَا السَّاعَةَ "اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں مرحمت کر دی گئیں۔ بخدا میں اسی لمحے اپنے اس مقام

Marfat.com

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو اس وقت قریش نے آکر جرف اور زغابہ کے درمیان رومہ کے قریب مجتمع الاسیال (وہ جگہ جہاں برسات کے موسم میں برساتی نالوں کا پانی آکر اکٹھا ہوتا تھا۔ مترجم) میں پڑاؤ کیا۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی جوان کے احابیش (مختلف قبیلوں کے لوگوں کا گروہ) اور بنو کنانہ اور اہل تہامہ میں سے ان کے پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ اور بنی غطفان اور اہل نجد میں سے ان کے پیروکار بھی احد کے ایک طرف ذنب نقمی میں خیمہ زن ہو گئے۔ اب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو لے کر نکلے یہاں تک کہ سلع پہاڑ کو پشتوں کی جانب رکھ کر وہاں اپنے لشکر کو ٹھہرایا جبکہ خندق حضور ﷺ کے اور کفار کے درمیان حائل تھی۔

سے صنعاء کے دروازے کو دیکھ رہا ہوں'' راوی کا قول ہے: فَأْسًا وَ لَا مِسْحَاةً '' کلہاڑی اور نہ کدال''۔ اَلْمِسْحَاةُ مِفْعَلَة کے وزن پر سَحَوْتُ الطِّيْنَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ مٹی کو کریدیں اور کلہاڑے اور کدال کی دھار کو اَلْغُرَاب کہا جاتا ہے اور ان کے بھالوں کو فاء کلمہ کے کسرہ کے ساتھ اَلْغِرَاب کہا جاتا ہے۔ یہ ابو عبید نے حضرت سلیمان التیمی کی حدیث میں کہا ہے جو حضرت ابو عثمان النہدی سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خندق میں ضربیں لگائیں تو فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهٖ بَدِيْنَا۔ وَ لَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهٗ شَقِيْنَا۔ حَبَّذَا رَبًّا وَ حَبَّذَا دِيْنًا۔ ''اللہ کے نام سے اور ہم نے اسی کے نام سے ابتداء کی اور اگر ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تو بدبخت ہو جاتے۔ کتنا ہی عظیم رب ہے اور کتنا ہی بہترین دین ہے''۔

زغابہ کے نام کی تحقیق

حضرت ابن اسحاق کا قول ہے: حَتّٰى نَزَلُوْا بَيْنَ الْجُرُفِ وَ زَغَابَةَ '' یہاں تک کہ قریش جرف اور زغابہ کے درمیان اترے''۔ زغابہ غین منقوطہ اور زاء مفتوحہ کے ساتھ ایک جگہ کا نام ہے۔ البکری نے یہ لفظ اسی تلفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنا یہ قول ذکر کیا کہ یہ زاء کے ضمہ اور عین مہملہ کے ساتھ زُعَابَة ہے۔ انہوں نے علامہ طبری کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے اس حدیث میں یہ الفاظ کہے: بَيْنَ الْجُرُفِ وَالْغَابَةِ۔ انہوں نے اس قول کو پسند کیا اور فرمایا کیونکہ زغابہ غیر معروف ہے۔ حضرت مؤلف نے کہا: اس روایت میں میرے نزدیک معروف ترین اس شخص کی روایت ہے جس نے کہا: یہ لفظ غین منقوطہ کے ساتھ زَغَابَة ہے کیونکہ مسند حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک اعرابی نے ایک اونٹنی ہدیہ کے طور پر پیش کی تو حضور ﷺ نے اس کے بدلے

Marfat.com

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ کے حکم پر بچوں اور عورتوں کو قلعوں میں پہنچا دیا گیا۔

کعب بن اسد کو حیی بن اخطب کی انگیخت

اب دشمن خدا حیی بن اخطب نکلا اور بنی قریظہ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کے نمائندے کعب بن اسد قرظی کے پاس آیا۔ کعب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف سے معاہدۂ دوستی کر چکا تھا اس لئے جب کعب کو حیی بن اخطب کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اس نے دروازہ کھلوانا چاہا لیکن کعب نے اس کے لئے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حیی نے پکار کر کہا: اے کعب! تجھ پر افسوس! دروازہ کھول۔ کعب نے جواب دیا: اے حیی تیرا برا ہو بے شک تو بڑا بد بخت آدمی ہے، میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں لہٰذا میں ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنے کے لئے تیار نہیں، میں نے ان سے ایفائے عہد اور صداقت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حیی نے کہا: تیرا برا ہو دروازہ تو کھول، میں تجھ سے کچھ بات کہنا

اسے چھ بکریاں عطا فرمائیں لیکن وہ راضی نہ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اَلَا تَعْجَبُوْنَ لِھٰذَا الْاَعْرَابِیِّ اَھْدٰی اِلَیَّ نَاقَةً اَعْرِفُھَا بِعَیْنِھَا کَمَا اَعْرِفُ بَعْضَ اَھْلِیْ ذَھَبَتْ مِنِّیْ یَوْمَ زَغَابَةَ وَ قَدْ کَافَاتُہٗ بِسِتٍّ فَسَخِطَ (الحدیث) "کیا تم اس اعرابی پر حیران نہیں ہوتے کہ اس نے مجھے وہ اونٹنی تحفہ میں دی جسے میں بعینہٖ اس طرح پہچانتا ہوں جس طرح اپنے کسی گھر والے کو پہچانتا ہوں۔ یہ اونٹنی زغابہ کے روز مجھ سے چلی گئی تھی جبکہ میں نے اسے اس کے بدلے چھ بکریاں عطا کی ہیں، وہ پھر بھی ناراض ہے"۔ اور حضرت ابن اسحاق نے کہا: ذَنَبِ نَقَمٍ وَ نَقَمَیْ مَعًا۔

یَفْتِلُ فِی الذِّرْوَةِ وَالْغَارِبِ

حضرت ابن اسحاق نے حیی بن اخطب کی کعب کے ساتھ گفتگو کا ذکر کیا اور بتایا لَمْ یَزَلْ یَفْتِلُ فِی الذِّرْوَةِ وَالْقَادِبِ۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو دراصل اونٹوں کے بارے میں کہی جاتی ہے کہ جب آپ سے کوئی اونٹ بے قابو ہو جاتا ہے فَتَأْخُذُ الْقُرَادَ مِنْ ذِرْوَتِہٖ وَ غَارِبِ سِنَامِہٖ وَ تَفْتِلُ ھُنَاکَ تو آپ اس کی چوٹی اور اس کی کوہان کی اونچائی سے چچڑیاں دور کرتے ہیں اور وہاں ہاتھ پھیرتے ہیں اس سے اونٹ کو راحت حاصل ہوتی ہے تو وہ مانوس ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کلام کسی کو بہلا

Marfat.com

چاہتا ہوں۔ کعب نے کہا: میں یہ کام کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حیی کہنے لگا: بخدا تم نے میرے سامنے صرف اس لئے دروازہ بند کر دیا ہے کہ تمہیں اندیشہ ہے کہ میں تمہارا جشیشہ (گیہوں کے موٹے آٹے سے بنایا ہوا خاص قسم کا ایک کھانا) تمہارے ساتھ مل کر نہ کھانے لگوں۔ اس پر کعب کو غیرت آمیز غصہ آیا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حیی نے کہا: اے کعب! تیرا برا ہو میں تمہارے پاس زمانہ بھر کی عزت اور ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس قریش کے جنگجو اور ان کے سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو رومہ کے قریب وادیوں کے سنگم میں ٹھہرایا ہے اور میں تمہارے ساتھ بنی غطفان کے جنگجو اور سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو احد کے ایک طرف ذنب نقمی میں ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ پختہ عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو جڑوں سے اکھیڑ کر دم لیں گے۔ کعب نے جواب دیا: بخدا تم میرے پاس زمانہ بھر کی ذلت لے کر آئے ہو اور ایسا بے بارش بادل لے کر آئے ہو جس کا پانی بہہ چکا ہے، وہ گرجتا اور چمکتا تو ہے لیکن اس میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں، اے حیی! تیرا برا ہو، مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے کیونکہ میں نے محمد (ﷺ) سے صداقت اور ایفائے عہد کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ فَلَمْ يَزَلْ يَفْتِلُهُ فِي الذِّرْوَةِ وَالْغَارِبِ "لیکن حیی اس کو عہد شکنی پر برانگیختہ کرتا رہا"۔ یہاں تک کہ کعب نے اس شرط پر اس کی اطاعت قبول کر لی کہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ عہد و پیمان کرے کہ اگر قریش اور غطفان پسپا ہو گئے اور وہ محمد (ﷺ) کا خاتمہ نہ کر سکے تو میں تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو جاؤں گا تا کہ جو کچھ تم پر گزرے وہی مجھ پر گزرے۔ اس طرح کعب بن اسد نے اپنا عہد توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے معاہدہ سے اپنی برأت کا اظہار کر دیا۔

پھسلا کر کسی کام پر لگانے اور فریب دینے کے بارے میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جب آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ سے روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انکار کیا فَجَعَلَ يَفْتِلُ فِي الذِّرْوَةِ وَالْغَارِبِ آپ انہیں بہلاتے پھسلاتے رہے یہاں تک کہ آپ رضا مند ہو گئیں۔ حطیہ کا قول ہے:

لَعَمْرُكَ مَا قُرَادُ بَنِي بَغِيضٍ   إِذَا نُزِعَ الْقُرَادُ بِمُسْتَطَاعِ

"تیری زندگی کی قسم جب چچڑیاں اتاری جائیں تو بنی بغیض کی چچڑیوں کو اتارا نہیں جاسکتا"۔

یعنی نہ انہیں دھوکہ دیا جاسکتا ہے اور نہ ذلیل کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

کعب کی عہد شکنی کی تصدیق

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ بن نعمان کو، جو اس وقت قبیلہ اوس کے سردار تھے اور بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کے فرد حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم کو جو اس وقت قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس خبر کی تصدیق کے لئے بھیجا۔ ان دونوں کے ساتھ بنی حارث بن خزرج کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن رواحہ اور بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد حضرت خوات بن جبیر بھی تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور دیکھو، ان لوگوں کی طرف سے ہمیں جو خبر موصول ہوئی ہے، کیا وہ صحیح ہے یا غلط؟ فَإِنْ كَانَ حَقًّا فَالْحَنُوْا لِيْ لَحْنًا أَعْرِفُهُ وَ لَا تَفُتُّوْا فِيْ أَعْضَادِ النَّاسِ وَ إِنْ كَانُوْا عَلَى الْوَفَاءِ فِيْمَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ فَاجْهَرُوْا بِهِ لِلنَّاسِ ''اگر یہ خبر درست ہو تو مجھے کنایۃً بتانا جسے صرف میں سمجھ سکوں اور (علی الاعلان بیان کر کے) لوگوں کے بازوؤں کو کمزور نہ کر دینا اور اگر وہ ہمارے ساتھ کیے گئے عہد کے ایفاء پر قائم ہوں تو علی الاعلان سب لوگوں کو بتا دینا''۔ چنانچہ وہ حضرات بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے متعلق جو اطلاع انہیں موصول ہوئی تھی وہ لوگ اس سے بھی زیادہ

اللحن(1)

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا: اِلْحَنُوْا لِيْ لَحْنًا أَعْرِفُهُ وَ لَا تَفُتُّوْا فِيْ أَعْضَادِ النَّاسِ۔ اللحن کا معنی ہے کہ کسی کلام کو لوگوں کے ہاں معروف طریقے سے پھیر کر ایسے طریقے سے بیان کرنا کہ اسے صرف اپنا ساتھی ہی سمجھ سکے، جس طرح خطا کو بھی لحن کہا جاتا ہے کیونکہ خطاً بھی معروف صواب سے پھرنا ہی ہے۔

سیرافی نے کہا: میں نے اَلنَّحْو کے حقیقی معنی کو اَللَّحْن کے معنی ہی سے پہچانا جو کہ اس کی ضد ہے کیونکہ لحن کا معنی درست راستے سے پھرنا ہے اور نحو کا معنی درست راستے کا قصد کرنا ہے اور جہاں تک حاء کے فتحہ کے ساتھ اَللَّحَنُ کا تعلق ہے تو اس کی اصل بھی یہی ہے مگر جب کوئی شخص آپ کو کسی

1۔ لحن: یہ لفظ لام، حاء اور نون کے ساتھ ہے۔ اس کے دو تلفظ ہیں جن میں سے ایک کا معنی ہے کسی چیز کا ایک طرف سے جھک جانا اور دوسرے کا معنی ہے ذہانت و فطانت۔ جہاں تک حاء کے سکون کے ساتھ لَحْن کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے کلام کا اپنی صحیح عربی جہت سے دوسری طرف مائل ہو جانا۔ کہا جاتا ہے لَحَنَ لَحْنًا اور یہ ہمارے نزدیک کسی دوسری زبان سے نیا پیدا شدہ کلام ہے کیونکہ لحن ایسا نیا کلام ہوتا ہے جو خالص اہل عرب کی زبان سے نہیں ہوتا جنہوں نے اپنی طبائع سلیمہ کے ساتھ کلام کیا۔ اس لفظ کا دوسرا تلفظ اَللَّحَنُ ہے۔ اس کا معنی ذہانت ہے۔ کہا جاتا ہے: لَحِنَ يَلْحَنُ لَحَنًا وَهُوَ لَحِنٌ وَلَا حِنٌ
(مقائیس اللغۃ 239/5)

Marfat.com

خباثت پر آمادہ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا اور کہا کون اللہ کا رسول؟ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں برا بھلا کہا اور جواباً انہوں نے آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ ایک تیز مزاج آدمی تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا انہیں برا بھلا کہنا چھوڑ دو، جو ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے وہ اس گالی گلوچ سے بڑھ کر ہے۔ پھر حضرات سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور ان کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں واپس آئے، آپ کی خدمت میں سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا عَضَلٌ وَّ الْقَارَةُ۔ یعنی وہ لوگ اسی طرح غداری پر آمادہ ہیں جس طرح اصحابِ رجیع یعنی حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ عضل اور قارہ نے غداری کی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ ''اللہ اکبر! اے گروہِ مسلمین! تمہیں خوشخبری ہو''۔

منافقین کے نفاق کا ظہور اور مسلمانوں کے خوف میں اضافہ

اس واقعہ کے بعد آزمائش بڑھ گئی اور خوف شدید ہو گیا اور مسلمانوں کے دشمنوں نے ان پر اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی حملہ بول دیا یہاں تک کہ مومنین میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے اور بعض منافقین کا نفاق بھی کھل کر سامنے آ گیا یہاں تک کہ بنی عمرو

کلام کا مفہوم سمجھانے کے لئے اسے اصل طریقے سے پھیر کر پڑھے اور اس سے آپ اسے سمجھ جائیں تو اس فہم کو لَحَن کہتے ہیں۔ پھر جو شخص بھی کوئی بات سمجھ جائے تو اس کے لئے کہا جاتا ہے قَدْ لَحِنَ راء کے کسرہ کے ساتھ اور اس کی اصل وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ اس کا معنی لاحن سے سمجھنا ہے۔

مالک بن اسماء بن خارجہ فزاری کا قول ہے:

مَنْطِقٌ صَائِبٌ وَ تَلْحَنُ اَحْيَا نًا وَ خَيْرُ الْحَدِيْثِ مَا كَانَ لَحْنَا

''اس شخص کا کلام درست ہوتا ہے، کبھی کبھی وہ لحن بھی کرتا ہے اور بہترین کلام وہ ہوتا ہے جس میں قدرے لحن ہو''۔

اس شعر کے بارے میں جاحظ نے کہا: شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ لحن جس کا معنی خطا ہے کبھی کبھی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور نوعمر لونڈی سے بھی زیادہ پرلطف ہوتا ہے لیکن جاحظ کی اس تاویل کو غلط قرار دیا گیا ہے اور یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کی بیوی ہند بنت اسماء بن خارجہ نے اپنے کلام میں لحن کیا تو حجاج نے اس لحن کو ناپسند کیا۔ اس پر ہند نے اپنے بھائی مالک بن اسماء کا یہ قول بطور دلیل پیش

Marfat.com

بن عوف کا ایک فرد معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) تو ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ یہ قیصرو کسریٰ کے خزانے لوٹیں گے جبکہ آج حالت یہ ہے کہ کوئی شخص بیت الخلاء میں بھی اطمینان سے نہیں جا سکتا۔

کیا معتب منافق تھا؟

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھے اہل علم میں سے ایک ایسے شخص نے جو میرے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے، خبر دی کہ معتب بن عمیر کا شمار منافقین میں نہ تھا اور اس کی یہ دلیل پیش کی کہ وہ اہل بدر میں سے تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: یہاں تک کہ بنی حارثہ بن حارث کا ایک فرد اوس بن قیظی یہ کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! بے شک ہمارے گھر دشمن سے غیر محفوظ ہیں اور یہ بات اس کی قوم کے چند لوگوں کی طرف سے کہی جا رہی ہے اس لئے آپ ہمیں اجازت فرمائیے کہ ہم واپس اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ ہمارے گھر مدینہ طیبہ سے باہر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور

کیا:

وَ خَیْرُ الْحَدِیْثِ مَا کَانَ لَحْنًا

حجاج نے اسے کہا تیرے بھائی کی یہ مراد نہیں بلکہ لحن سے اس کی مراد تو وہ لحن ہے جس کا معنی توریہ اور الغاز (پیچ دار اور غیر واضح کلام کرنا) ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئی۔ جب جاحظ کو یہ واقعہ سنایا گیا تو اس نے کہا: اگر میرے پاس یہ واقعہ کتاب البیان کی تالیف سے پہلے پہنچ جاتا تو میں اس میں وہ بات نہ کرتا جو میں نے اس میں کی، اس پر اسے کہا گیا کیا تم اسے تبدیل نہیں کر دیتے؟ تو اس نے کہا تبدیل کیسے کر سکتا ہوں جبکہ اسے خچر اور شہابیے اڑا کر لے گئے ہیں اور اس کی شہرت شہروں کے نشیب و فراز میں پہنچ چکی ہے اور لحن کے معنی میں جیسا قول جاحظ نے کیا ہے اسی کی مثل یا اس کے قریب قریب ہی ابن قتیبہ نے بھی کہا ہے۔

راوی کا قول ہے: یَفُتُّ فِی اَعْضَادِ النَّاسِ یعنی لوگوں کی قوتِ بازو کو توڑ دینا اور انہیں کمزور نہ کر دینا۔ اس معنی میں العضد کا لفظ بطورِ ضرب المثل اور اَلْفَتُّ کا معنی توڑنا ہے۔ راوی نے فِیْ اَعْضَادِهِمْ کہا اور اس طرح نہ کہا: یَفُتُّ اَعْضَادَهُمْ کیونکہ یہ دل میں داخل ہونے والے رعب سے کنایہ ہے اور حقیقی طور پر بازو توڑنا مراد نہیں اور نہ ہی العضد سے عضو بازو مراد ہے، بلکہ اس سے مراد تو وہ کمزوری اور نقاہت ہے جو دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ فصیح ترین کلاموں میں سے ایک کلام ہے۔

Marfat.com

مشرکین بیس سے زائد راتیں یعنی تقریباً ایک مہینہ ایک دوسرے کے مقابل جمے رہے لیکن ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئی، البتہ کچھ تیراندازی اور سنگ باری ہوتی رہی۔

قبیلہ غطفان سے معاہدہ صلح کا ارادہ

پھر جب لوگوں پر آزمائش شدید ہوگئی تو جیسا کہ مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور ان لوگوں نے بیان کیا جنہیں میں متہم نہیں کرتا، انہوں نے حضرت محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر اور حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کو بلا بھیجا۔ یہ دونوں بنی غطفان کے قائد تھے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کو مدینہ طیبہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ اس شرط پر دینے کے لئے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ہٹ کر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ دونوں طرف سے صلح کی بات جاری ہوگئی یہاں تک کہ انہوں نے صلح نامہ بھی لکھ دیا لیکن اس پر ابھی نہ تو کوئی شہادت ہوئی تھی اور نہ قطعی فیصلہ صلح ہوا تھا۔ صرف اس کے متعلق جدوجہد جاری تھی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے صلح کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ

حضرت ابن اسحاق نے اوس بن قیظی کا ذکر کیا اور وہی یہ بات کہنے والا تھا: اِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ (الاحزاب:13) "ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں"۔ اور اس کا بیٹا عرابہ بن اوس سردار تھا لیکن یہ صحابی نہ تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ صحابی تھا۔ ہم نے اس کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جنہیں احد کے روز کم سن خیال کیا گیا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں شماخ کہتا ہے:

اِذَا مَا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ　تَلَقَّاهَا عَرَابَةُ بِالْيَمِيْنِ

"جب کوئی جھنڈا بزرگی کے لئے اٹھایا جاتا ہے تو عرابہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام لیتا ہے"۔

اور عرابہ کا ایک بھائی ہے جس کا نام کباثہ ہے۔ اس کا ذکر بھی صحابہ کرام میں آتا ہے۔

احزاب سے صلح

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے پھلوں کے تیسرے حصے پر احزاب سے صلح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس میں ایک فقہی مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے مصلحت اور ان کی حفاظت ہو تو دشمن کو مال دینا جائز ہے۔ ابو عبید نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قابل عمل ہے۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کی سرحدوں سے حملے کو روکنے پر شاہ روم کو مال دے کر صلح کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ دینار دیے تھے اور رومیوں سے کچھ

Marfat.com

عنہما کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے اس کا تذکرہ کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ ان دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ ایسا معاملہ ہے جسے ہم اپنی خواہش پر کرنا چاہتے ہیں یا یہ ایسی کوئی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جس پر عمل کرنا لازمی ہے یا یہ ایسی چیز ہے جسے حضور ﷺ ہماری خاطر کر رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ ایسی چیز ہے جسے میں تمہاری خاطر کرنا چاہتا ہوں۔ قسم بخدا! میں صرف اس لئے یہ کام کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ تمام اہل عرب نے ایک ہی کمان سے تم پر تیروں کی بارش کر دی ہے اور انہوں نے ہر طرف سے تمہارے راستے دشوار کر دیے ہیں۔ اس پر میں نے ارادہ کیا کہ کسی طریقے سے ان کی طاقت کو توڑ دوں''۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اور یہ قوم (کفار) سب شرک اور بت پرستی پر قائم تھے، ہم نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اسے پہچانتے تھے، تو اس وقت بھی وہ لوگ سوائے ضیافت اور خریداری کے مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور بھی کھانے کی خواہش نہیں کر سکتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے نوازا اور ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور حضور کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ ہمیں عزت عطا فرمائی تو کیا ہم انہیں اپنے اموال دیں گے''؟ بخدا! ہمیں اس صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ بخدا ہمارے پاس انہیں دینے کے لئے صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تم جانو اور تمہارا کام۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ صلح نامہ لیا اور اس میں جو تحریر تھی اسے مٹا ڈالا، پھر فرمایا: وہ کفار ہمارے خلاف قوت آزمائی کر لیں''۔

چند مشرکین کا خندق عبور کرنا

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مقابلے پر جمے ہوئے تھے اور ان کے دشمن بھی ان کے محاصرے پر ڈٹے ہوئے تھے، مگر دونوں طرف سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ البتہ قریش کے چند شہسوار جن میں بنی عامر بن لؤی کا ایک فرد عمرو بن عبدود بن ابی قیس۔

غلام بطور رہن لیے تھے، لیکن رومیوں نے غداری کی اور معاہدۂ صلح کو توڑ دیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رہن کے غلاموں کو قتل کرنے کا حکم نہ دیا بلکہ انہیں آزاد کر دیا اور فرمایا غداری کے بدلے وفا غداری کے بدلے غداری سے بہتر ہے۔ ابو عبید نے کہا: یہ امام اوزاعی اور اہل شام کا مذہب ہے کہ رہن کے غلاموں کو قتل نہ کیا جائے اگرچہ دشمن غداری کرے۔

Marfat.com

حضرت ابن ہشام نے کہا اسے عمرو بن عبد بن ابی قیس بھی کہا جاتا ہے۔۔۔حضرت ابن اسحاق نے کہا عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی اور بنی محارب بن فہر کا ایک فرد ضرار بن خطاب شاعر ابن مرداس شامل تھے، جنگ کے لئے آمادہ ہوئے۔ پھر وہ گھوڑوں پہ سوار ہو کر نکلے اور بنی کنانہ کی منازل کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا: اے بنی کنانہ! جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج شہسوار کون ہیں۔ پھر وہ آگے بڑھے، ان کے گھوڑے لمبے لمبے قدم ڈال کر تیز دوڑ رہے تھے، یہاں تک کہ خندق پر آ کر رکے۔ جب انہوں نے خندق دیکھی تو کہنے لگے بخدا! یہ ایسی جنگی منصوبہ بندی ہے جو اہل عرب نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور خندق کھودنے کا مشورہ

حضرت ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اور مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ غزوۂ خندق کے روز مہاجرین نے کہا: حضرت سلمان ہم سے ہیں اور انصار نے کہا: حضرت سلمان ہم سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں۔

عمرو بن عبدود کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر انہوں نے خندق کی ایک تنگ جگہ کا قصد کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق پار کر گئے، پھر خندق اور جبل سلع کے درمیان شوریلی زمین میں چکر لگانے لگے۔

سَلْمَانُ مِنَّا

حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ اَهْلَ الْبَيْتِ اختصاص کی بناء پر یا اَعْنِيْ فعل مضمر ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور بدل کی بناء پر اس کی جر کو سیبویہ نے جائز قرار نہیں دیا، نہ تو ضمیر متکلم سے بدل ہونے کی صورت میں اور نہ ضمیر مخاطب سے بدل ہونے کی صورت میں کیونکہ یہ بیان کی غائت میں ہے لیکن اخفش نے جر کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

ابن اد کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت

حضرت ابن اسحاق نے عمرو بن اد عامری کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ مغازی ابن اسحاق میں حضرت ابن ہشام کی اس روایت کے علاوہ بکائی کی روایت میں کچھ بہترین اضافہ مذکور ہے۔ میرا خیال ہے اس واقعہ کی تکمیل کے لئے وہ روایت یہاں ذکر کرنی چاہیے:

Marfat.com

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام مسلمانوں کی ایک جماعت لے کر نکلے یہاں تک کہ خندق کے اس حصے پر قبضہ کرلیا جہاں سے دشمن کے گھوڑوں نے اسے عبور کیا تھا۔ دشمن کے گھوڑے تیزی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: عمرو بن اد نکلا اور بلند آواز سے للکارا: هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟ ''ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا''۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ آہنی ہتھیاروں میں لیس تھے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے پیارے نبی! اس کے مقابلہ کے لئے میں تیار ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ عمرو ہے بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے پھر للکارا۔ ہے کوئی شخص جوان کو ڈانٹ سکے۔ وہ کہہ رہا تھا کہاں ہے تمہاری وہ جنت جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم میں سے جو شہید ہوگا وہ اس میں داخل ہوگا: تو تم میرے مقابلہ میں کسی آدمی کو کیوں نہیں نکالتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اٹھ کر عرض کی۔ میں تیار ہوں یارسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، وہ عمرو ہے۔ اس نے پھر تیسری بار للکارا اور یہ اشعار پڑھے:

وَ لَقَدْ بَحَحْتُ مِنَ النِّدَا بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزْ؟

تمہارے لشکر کو یہ آواز دے دے کر میرا گلا بیٹھ گیا ہے کہ ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔

وَ وَقَفْتُ اِذْ جَبُنَ الْمُشَجَّعُ مَوْقِفَ الْقِرْنِ الْمُنَاجِزْ

اور میں مقابلہ پر نکلنے والے مدمقابل کی طرح اس وقت کھڑا رہا جب زخمی سر والا بزدل ہوگیا۔

وَ كَذَالِكَ اِنِّيْ لَمْ اَزَلْ مُتَسَرِّعًا قَبْلَ الْهَزَاهِزْ

''اس طرح میں دل ہلا دینے والے فتنوں سے پہلے جلدی سے (فتنہ بن کر) کھڑا رہا''۔

اِنَّ الشُّجَاعَةَ فِي الْفَتٰى وَالْجُوْدَ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزْ

''بے شک نوجوان میں شجاعت اور سخاوت بہترین عادات سے ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر کھڑے ہوکر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں اس کے مقابلہ پر نکلتا ہوں۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: بے شک وہ عمرو ہے۔ آپ نے عرض کی: اگرچہ وہ عمرو ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چل کر اس کے سامنے آئے اور آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے:

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ اَتَا كَ مُجِيْبُ صَوْتِكَ غَيْرُ عَاجِزْ

''تو جلد بازی نہ کر، تیرے سامنے ایسا شخص آچکا ہے جو تیری آواز کا جواب دینے والا اور غیر عاجز ہے''۔

Marfat.com

سے ان کی طرف بڑھے۔ عمرو بن عبدود غزوۂ بدر میں بھی لڑ چکا تھا، یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے غزوۂ احد میں شریک نہ ہوا لیکن غزوۂ خندق کے روز ایک امتیازی نشان لگا کر آیا تھا تا کہ اسے پہچانا جا سکے۔ جب وہ اور اس کے شہسوار وہاں رکے تو اس نے للکارا: مَنْ یُبَارِزُ ''کون میرے ساتھ مقابلہ کرے گا''؟ یہ سن کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے پر نکلے اور اس سے فرمایا اے عمرو! تو نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو ان میں سے ایک تو ضرور دے گا''۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ اِلَى اللّٰهِ وَ اِلٰى رَسُوْلِهٖ وَ اِلَى الْاِسْلَامِ ''پھر میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر

ذُوْ نِیَّةٍ وَ بَصِیْرَةٍ وَالصِّدْقُ مُنْجِیْ كُلَّ فَائِزٍ

''جو صاحب نیت و بصیرت ہے اور سچائی ہر کامیاب کو نجات دینے والی ہے''۔

اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اُقِیْمَ عَلَیْكَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزِ

''بے شک میں چاہتا ہوں کہ میتوں پر نوحہ کرنے والی عورت تجھ پر کو کھڑا کر دوں''۔

مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ یَبْقٰى ذِكْرُهَا عِنْدَ الْهَزَاهِزِ

ایسی لمبی چوڑی ضرب کے ساتھ جس کا ذکر دل ہلا دینے والے فتنوں کے وقت بھی باقی رہے گا۔

عمرو نے آپ سے پوچھا: تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں۔ اس نے پوچھا: عبد مناف کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: میں ابو طالب کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! تیرے علاوہ تیرے کچھ چچے بھی مجھ سے کم عمر ہیں اس لئے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تیرا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تیرا خون بہاؤں۔ یہ سن کر وہ غضبناک ہو گیا، وہ گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنی تلوار بے نیام کر لی، یوں معلوم ہوتا تھا گویا وہ آگ کا ایک شعلہ ہے پھر وہ غصے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: میں تم سے کیسے لڑوں حالانکہ تو اپنے گھوڑے پر سوار ہے، بلکہ تو میرے ساتھ نیچے اتر، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال اس کے سامنے کی، عمرو نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے کاٹ ڈالا، تلوار ڈھال میں پیوست ہو گئی اور آپ کے سر میں جا کر لگی اور اسے زخمی کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے کی رگ پر وار کیا جس سے وہ نیچے گر پڑا۔ گرد و غبار اڑا اور نبی

Marfat.com

لے"۔ اس نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر میں تجھے مقابلہ کے میدان میں اترنے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا اے میرے بھتیجے! کس لئے؟ قسم بخدا! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تجھے قتل کروں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں۔ یہ سن کر وہ غصہ سے دیوانہ ہوگیا اور اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگا دی، اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کے منہ پر تلوار ماری، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آگے بڑھا، دونوں میں لڑائی ہوئی اور باہم مقابلہ کیا آخر کار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے سوار شکست کھا کر خندق کو پار کرتے ہوئے بھاگ گئے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس وقت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار فرمائے:

نَصَرَ الْحِجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهٖ وَ نَصَرْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِيْ

"عمرو بن عبدود نے اپنی رائے کی حماقت کی وجہ سے پتھروں کی مدد کی اور میں نے عقل و

کریم ﷺ نے تکبیر کی آواز سنی اور جان لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ اشعار فرمائے:

اَعَلَیَّ تَقْتَحِمُ الْفَوَارِسُ هٰكَذَا عَنِّيْ وَ عَنْهُ اَخِّرُوْا اَصْحَابِيْ

کیا مجھ پر اس طرح گھوڑے ہجوم کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے اور اس سے میرے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔

فَالْيَوْمَ تَمْنَعُنِيْ الْفِرَارَ حَفِيْظَتِيْ وَ مُصَمِّمٌ فِي الرَّأْسِ لَيْسَ بِنَابِيْ

"آج میرا جذبہ حمیت مجھے فرار ہونے سے روکتا ہے اور میرے سر کو زخمی کرنے والی تلوار مجھے پیچھے نہیں ہٹا سکتی"۔

اَدّٰى عُمَيْرٌ حِيْنَ اُخْلِصَ صَقْلُهٗ صَافِي الْحَدِيْدَةِ يَسْتَفِيْضُ ثَوَابِيْ

"عمیر نے اس وقت میرے ثواب کو عام کرنے کا حق ادا کر دیا جب اس کی خالص لوہے والی صیقل شدہ تلوار کو اس کے لئے خالص کر دیا گیا"۔

فَغَدَوْتُ اَلْتَمِسُ الْقِرَاعَ بِمُرْهَفٍ عَضْبٍ مَعَ الْبَتْرَاءِ فِيْ اَقْرَابِ

"پس میں صبح سویرے ایک باریک تیز دھار والی تلوار لے کر ڈھال تلاش کرنے کے لئے کنوؤں سے رسنے والے پانی کے ساتھ ساتھ چل پڑا"۔

Marfat.com

ہوش سے کام لیتے ہوئے محمد (ﷺ) کے پروردگار کی مدد کی''۔

فَصَدَرْتُ حِیْنَ تَرَکْتُہٗ مُتَجَدِّلًا کَالْجِذْعِ بَیْنَ دَکَادِكٍ وَ رَوَابِیْ

''میں وہاں سے نکلا اس حالت میں کہ میں نے اسے نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں میں درخت کے مُڈھ کی طرح مٹی میں لت پت چھوڑا''۔

وَ عَفَفْتُ عَنْ اَثْوَابِہٖ وَ لَوْ اَنَّنِیْ کُنْتُ الْمُقَطَّرَ بَزَّنِیْ اَثْوَابِیْ

اور میں نے اس کے کپڑوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا (کیونکہ میرا مقصد مالِ غنیمت لوٹنا نہ تھا) اور

قَالَ ابْنُ عَبْدٍ حِیْنَ شَدَّ اَلِیَّۃً وَ حَلَفْتُ فَاسْتَمِعُوْا مِنَ الْکَذَّابِ

''جب ابن عبد نے قسم اٹھائی اور میں نے بھی حلف اٹھایا تو اس نے کہا تو کذاب کی بات غور سے سنیے

اَلَّا یَفِرَّ وَ لَا یُھَلِّلَ فَالْتَقٰی رَجُلَانِ یَلْتَقِیَانِ کُلَّ ضِرَابٖ

کہ وہ نہ فرار ہو گا اور نہ کلمہ توحید پڑھے گا۔ چنانچہ دونوں شخص اپنی اپنی تلوار کا وار کرتے ہوئے آمنے سامنے آ گئے''۔

اس کے بعد وہ اشعار ہیں جو نَصَرَ الْحِجَارَۃَ سے شروع ہوتے ہیں۔ البتہ بکائی نے یوں روایت کیا: عَبَدَ الْحِجَارَۃَ وَ عَبَدْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ۔ اور وَ لَقَدْ بَحَحْتُ کی جگہ وَ لَقَدْ عَجِبْتُ مروی ہے۔ اور آخری شعر یوں روایت کیا گیا ہے: فَالْتَقٰی اَسَدَانِ یَضْطَرِبَانِ کُلَّ ضِرَابٖ۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے انصاف ہے کیونکہ آپ نے اَسَدَانِ فرمایا اور عمرو کو بھی شجاعت اور بہادری کی طرف منسوب کیا۔ آپ کا قول ہے: اَدّٰی عُمَیْرٌ الی قولہٖ ثَوَابِیْ یعنی اس نے میرا ثواب مجھے دے دیا اور اس وقت مجھے اچھی جزاء دی جب اس نے اپنی صیقل شدہ تلوار نکالی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: تم نے اس کی زرہ کیوں نہ چھین لی، کیونکہ پورے عرب میں اس سے بہتر زرہ کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے جب اس پر تلوار کا وار کیا تو اس نے اپنی شرمگاہ میرے سامنے کر دی، مجھے حیا آئی کہ میں اپنے چچازاد کی زرہ چھینوں۔ دوسرے گھڑ سوار پسپا ہو گئے یہاں تک کہ بھاگ کر خندق میں جا گھسے۔ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا کوئی مال نہ چھینا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے بذاتِ خود ان کی کوئی چیز لینے سے پرہیز کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اہل عرب جب دورِ جاہلیت میں کسی کو قتل کرتے تو اس کے کپڑے نہیں چھینتے تھے۔

Marfat.com

اگر میرے جسم پر کپڑے ہوتے (اور میں یوں مارا جاتا) تو وہ میرے کپڑوں کو لوٹ کر لے جاتا۔

لَا تَحْسِبُنَّ اللّٰهَ خَاذِلَ دِيْنِهٖ وَ نَبِيِّهٖ يَا مَعْشَرَ الْاَحْزَابِ

''اے مشرکوں کے گروہ! تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر کو اس میں شک ہے کہ یہ اشعار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس روز عکرمہ بن ابی جہل نے عمرو کو چھوڑ کر پسپا ہوتے ہوئے اپنا نیزہ پھینک دیا۔ اس پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَرَّ وَ اَلْقٰى لَنَا رُمْحَهٗ لَعَلَّكَ عِكْرِمَ لَمْ تَفْعَلِ

ہماری خاطر اپنا نیزہ پھینک کر عکرمہ فرار ہو گیا۔ اے عکرمہ! شاید تو نے ایسا نہیں کیا ہو گا۔

وَ وَلَّيْتَ تَعْدُوْا كَعَدْوِ الظَّلِيْمِ مَا اِنْ تَجُوْرُ عَنِ الْمَعْدِلِ

اور وہ پیٹھ پھیر کر نر شتر مرغ کی طرح بھاگا حالانکہ تو بھاگنے سے باز آنے کا نام بھی نہ لیتا تھا۔

وَ لَمْ تُلْقِ ظَهْرَكَ مُسْتَاْنِسًا كَاَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعُلِ

''اور وہ نے اپنی وحشت دور کرنے کے لئے اپنی پیٹھ زمین پر نہ رکھی اس وقت گویا تیری گدی بجو کے بچے کی گدی تھی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عمرو کا قول ہے بخدا میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں قتل کروں۔ دیگر رواۃ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس نے کہا: تمہارا باپ میرا دوست تھا۔ زبیر نے کہا: حضرت ابو طالب مسافر بن ابی عمرو کے ہم نشیں تھے، پھر جب وہ مر گیا تو آپ نے عمرو بن عبدود کو اپنا ہم نشین بنا لیا۔ اسی وجہ سے اس نے دعوتِ مبارزت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی تھی۔

الفرعل

عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

كَاَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعُلِ

فرعل بجو کے بچے کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ ابن ہشام نے کہا فُرْعُل کا معنی چھوٹا بجو ہے اور یہ اشعار آپ کے ایک قصیدہ کے ہیں۔

غزوۂ خندق کے روز مسلمانوں کا شعار

اور غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا شعار یہ تھا حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز مجھ سے حضرت ابو لیلیٰ عبداللہ بن سہل بن عبدالرحمٰن بن سہل انصاری نے جو بنی حارثہ کے ایک فرد تھے، بیان کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خندق کے روز بنی حارثہ کے ایک قلعہ میں تشریف فرما تھیں۔ وہ قلعہ مدینہ طیبہ کے محفوظ ترین قلعوں میں سے تھا۔ اس قلعے میں آپ کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی موجود تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: یہ ہم پر پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے، آپ کے جسم پر ایک چھوٹی سی زرہ تھی جس سے آپ کے بازو کہنیوں تک باہر نکلے ہوئے تھے، آپ اپنے ہاتھ میں اپنا چھوٹا نیزہ لہراتے ہوئے یہ شعر کہتے جا رہے تھے:

لَبِثْ قَلِيْلًا يَشْهَدِ الْهَيْجَا حَمَلْ لَا بَأْسَ بِالْمَوْتِ إِذَا حَانَ الْأَجَلْ

"ذرا توقف کرتا کہ جمل جنگ کو دیکھ لے، جب مقررہ وقت آ جائے تو موت میں کوئی

حضرت ابن اسحاق نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا:

لَبِّثْ قَلِيْلًا يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ

اس شعر میں آپ نے ضرب المثل بیان کی ہے۔ حمل سے مراد حمل بن سعدانہ بن حارثہ بن معقل بن کعب بن علیم بن جناب کلبی ہے۔ اور راوی کا قول ہے: يُرْقِلُ بِالْحَرْبَةِ یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ چھوٹا نیزہ اٹھائے تیزی سے جا رہے تھے۔ کہا جاتا ہے: اِرْقَلَ اِرْمَلَ۔ ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ ذوالرمۃ نے کہا:

يُرْقِلُ فِي آثْرِ عَرَاضٍ وَ تَتْبَعُهُ صَهْبَاءُ شَامِيَةٌ عُثْنُوْنُهَا حَصِبُ

"وہ ایک اونٹ کے پیچھے تیزی سے بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے شامی شیرنی بھاگ رہی تھی جس کے بال پیچھے کو اڑ رہے تھے"۔

Marfat.com

مضائقہ نہیں''۔

ان کی ماں نے ان سے کہا: سچ ہے، میرے بیٹے بخدا! تم نے دیر کر دی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان سے کہا: اے سعد کی ماں! بخدا میرا جی چاہتا ہے کہ کاش سعد کی زرہ پوری ہوتی۔ انہوں نے جواب دیا: آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ تیر اسی جگہ پر لگ سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر لگا جس سے آپ کی رگِ اکحل (جو کہنی کے مقابل حصے پر سامنے ہوتی ہے) کٹ گئی۔ جیسا کہ مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ آپ کو بنی عامر بن لوی کے ایک فرد حبان بن قیس بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔ جب اس نے آپ کو تیر مارا تو کہا: میری طرف سے یہ تیر لے لو، میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو جہنم میں عرق آلود کرے۔ اے اللہ! اگر تو نے ابھی قریش کی کچھ جنگ باقی رکھی ہوئی ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھنا کیونکہ میرے نزدیک کوئی ایسی قوم نہیں جن کے ساتھ مجھے اس قوم سے بڑھ کر جہاد کرنے کی خواہش ہو، جنہوں نے تیرے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی، ان کی تکذیب کی اور انہیں اپنے وطن سے نکال دیا۔ اے اللہ! اگر تو نے ہمارے درمیان اور ان کے درمیان جنگ ساقط کر دی ہے تو مجھے شہادت عطا کر اور مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک بنی قریظہ کے انتقام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

حضرت سعد کا قاتل کون تھا؟

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں متہم نہیں کرتا، اس نے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا کہ آپ فرماتے تھے: اس روز حضرت سعد

ابن عرقہ اور ام سعد

وہ ابن عرقہ جس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارا وہ حبان بن قیس بن عرقہ ہے اور عرقہ یہ قلابہ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی ہے۔ اس کی کنیت ام فاطمہ ہے، اسے عرقہ اچھی خوشبو لگانے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت خدیجہ کی دادی ہے جن کی نانی ہالہ تھی اور حبان یہ عبد مناف بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی کا بیٹا ہے۔ اور ام سعد کا نام کبشہ بنت رافع بن عبید ہے۔

عرشِ الٰہی کا جنبش میں آنا

عرشِ الٰہی کے جنبش میں آنے کی حدیث کئی سندوں سے ثابت ہے اس کے بعض الفاظ میں ہے کہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کو بنی مخزوم کے حلیف ابو اسامہ جشمی نے ہی تیر مارا تھا۔

اس سلسلے میں ابو اسامہ نے عکرمہ بن ابی جہل کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر کہے تھے:

اَعِكْرِمَ هَلَّا لُمْتَنِيْ اِذْ تَقُوْلُ لِيْ　　فِدَاكَ بِآطَامِ الْمَدِيْنَةِ خَالِدُ

"اے عکرمہ! تو نے مجھے یہ کہہ کر کیوں ملامت کی کہ مدینہ کے قلعوں میں خالد تجھ پر فدا ہو"۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے وصال کے موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے، آپ استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے عرض کی اے محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اس کی وجہ سے عرشِ الٰہی جنبش میں آ گیا؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حضرت سعد بن معاذ کی وفات پر ستر ہزار ایسے فرشتے نازل ہوئے جنہوں نے اس سے پہلے زمین پر قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی قبر مبارک سے کستوری کی خوشبو آئی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر کوئی شخص قبر کی تنگی سے نجات پاتا تو حضرت سعد اس سے نجات پاتے۔ کتاب الدلائل میں ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو نبی کریم ﷺ آپ کی قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ لِهٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ ضُمَّ فِيْ قَبْرِهٖ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ "سبحان اللہ! اس نیک بندے کو اس کی قبر میں بھینچا گیا پھر اس پر قبر وسیع کر دی گئی"۔ جہاں تک ضَغْطَةُ الْقَبْرِ (قبر کی تنگی) کا تعلق ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر آیا تو اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس وقت سے کسی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا جب سے میں نے آپ سے قبر کی تنگی، اس کی گھٹن اور منکر نکیر کی آواز کا ذکر سنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یا عَائِشَةُ اِنَّ ضَغْطَةَ الْقَبْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ اَوْ قَالَ ضَمَّةَ الْقَبْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ كَضَمَّةِ الْاُمِّ الشَّفِيْقَةِ يَدَيْهَا عَلٰى رَاْسِ اِبْنِهَا يَشْكُوْ اِلَيْهَا الصُّدَاعَ وَ صَوْتُ مُنْكَرٍ وَّ نَكِيْرٍ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ وَلٰكِنْ يَا عَائِشَةُ وَيْلٌ لِلشَّاكِّيْنَ فِي اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُضْغَطُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ ضَغْطَ الْبَيْضِ عَلَى الصَّخْرِ "اے عائشہ! مومن کو قبر کا دبانا اس طرح ہے جس طرح ایک مشفق ماں اپنے ہاتھوں سے اپنے اس بیٹے کے سر کو دباتی ہے جو اس کے پاس دردِ سر کی شکایت کرتا ہے اور منکر نکیر کی آواز آنکھ میں سرمہ کی مانند ہے، لیکن اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی قبروں میں اس طرح دبایا جائے گا جس طرح چٹان کے اوپر انڈا رکھ کر دبا دیا جائے"۔ اسے ابو سعید بن اعرابی نے کتاب المعجم میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

اَلَسْتُ الَّذِیْ اَلْزَمْتُ سَعْدًا مُرِشَّۃً لَھَا بَیْنَ اَثْنَاءِ الْمَرَافِقِ عَانِدُ

"کیا میں وہ شخص نہیں کہ میں نے سعد کو ایک تیر مار کر وہیں ڈھیر کر دیا جس سے کہنیوں کے درمیان ایک ایسی رگ کٹ گئی جس کا خون رکنے والا نہ تھا"۔

قَضٰی نَحْبَہٗ مِنْھَا سُعَیْدٌ فَاَعْوَلَتْ عَلَیْہِ مَعَ الشُّمْطِ الْعَذَارٰی النَّوَاھِدُ

"اس تیر سے سعد بن معاذ نے اپنی نذر پوری کر لی (وفات پا گئے) پھر ان پر ادھیڑ عمر عورتوں کے ساتھ کنواری نوخیز لڑکیوں نے با آواز بلند آہ و بکا کی"۔

وَ اَنْتَ الَّذِیْ دَافَعْتَ عَنْہُ وَ قَدْ دَعَا عُبَیْدَۃُ جَمْعًا مِنْھُمْ اِذْ یُکَابِدُ

"اور تو وہ شخص ہے جس نے سعد کی اس وقت مدافعت کی جب وہ کشمکش اور مشقت میں پڑا ہوا تھا اور عبیدہ نے اس کے لئے ایک جمعیت اکٹھی کر لی تھی"۔

عَلٰی حِیْنِ مَا ھُمْ جَائِرٌ عَنْ طَرِیْقِہٖ وَ آخَرُ مَرْعُوْبٌ عَنِ الْقَصْدِ قَاصِدُ

"یہ اس وقت کی بات ہے جب تم میں سے کوئی شخص اپنا راستہ بھول رہا تھا اور کوئی خوفزدہ ہو کر اپنے ارادے کو چھوڑ کر کسی اور طرف کا قصد کر رہا تھا"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارا وہ خفاجہ بن عاصم بن حبان ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یحیٰی بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ حضرت عباد کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا: حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے میں تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت حسان بن

حضرت ابن اسحاق نے یونس شیبانی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے امیہ بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں میں سے کسی سے پوچھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر جوان کی قبر تنگ ہوئی تھی، اس کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے؟ اس نے کہا: آپ پیشاب سے طہارت حاصل کرتے وقت بعض اوقات کچھ کوتاہی سے کام لیتے تھے۔

کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل تھے؟

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا ہے جب آپ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ قلعوں میں ٹھہرایا گیا۔ آپ نے یہودی کے معاملہ میں حضرت صفیہ اور حضرت حسان رضی اللہ

Marfat.com

ثابت رضی اللہ عنہ بھی عورتوں اور بچوں میں ہمارے ساتھ قلعے کے اندر تھے۔ ہمارے پاس سے ایک یہودی گزرا، اس نے قلعے کے اردگرد گھومنا شروع کر دیا۔ اس وقت بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ کر برسرپیکار تھے اور ہمارے درمیان کوئی مرد نہ تھا جو ہماری مدافعت کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان اپنے دشمن کے محاذ پر تھے اور وہ اس حالت میں نہ تھے کہ اگر ہم پر کوئی حملہ آور آجاتا تو دشمن کو چھوڑ کر ہمارا دفاع کر سکیں۔ میں نے کہا اے حسان! جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ یہودی قلعے کے اردگرد گھوم رہا ہے، بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر ہمارے چھپنے کی جگہ پر مطلع کر دے گا جبکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہماری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ نیچے اتریں اور اس یہودی کا کام تمام کر دیں۔ انہوں نے کہا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكِ يَا ابْنَةَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَاللّٰهِ لَقَدْ عَرَفْتِ مَا اَنَا بِصَاحِبِ هٰذَا "اے عبدالمطلب کی صاحبزادی! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، بخدا آپ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں"۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تو میں نے اپنا کمربند کس کر باندھ لیا پھر ایک لٹھ اٹھالی اور قلعے سے نکل کر اس کی طرف نیچے اتر آئی۔ میں نے وہ لٹھ اس یہودی کو دے ماری جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر جب میں اس سے فارغ ہو

عنہا کی گفتگو کا بھی ذکر کیا ہے جب حضرت صفیہ نے اسے قتل کیا تھا۔ لوگوں کے نزدیک اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ انتہائی بزدل تھے، لیکن بعض علماء نے اس کا رد کیا ہے اور اس کا انکار کیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے اور اگر بزدلی کی بات صحیح ہوتی تو تو اس وصف کے ساتھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو کی جاتی کیونکہ شعراء ایک دوسرے کی ہجو کرتے تھے جیسے ضرار، ابن زبعری وغیرہ اور وہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے اور اس کا رد کرتے تھے لیکن ان میں سے کسی شاعر نے بھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بزدلی کی نہ عار دلائی اور نہ آپ پر بزدلی کا عیب لگایا۔ یہ بات حضرت ابن اسحاق کی اس حدیث کے ضعف پر دلالت کرتی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ہو سکتا ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس روز کسی بیماری کے باعث جہاد میں حصہ نہ لے سکے ہوں۔ اس حدیث کی یہ سب سے بہترین تاویل ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک حضرت ابو عمر رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب الدرر میں اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے۔

Marfat.com

کر قلعہ میں واپس لوٹی تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسان! آپ نیچے جائیں اور اس کا لباس اتار لائیں۔ میں خود اس کا لباس اتار لاتی مگر اس کا مرد ہونا میرے لئے مانع ہے۔ انہوں نے کہا: اے عبدالمطلب کی صاحبزادی مجھے اس کے لباس کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت نعیم کی مشرکین کو جنگ بندی کی ترغیب

حضرت ابن اسحاق نے کہا: دشمن کے باہمی تعاون اور اوپر اور نیچے سے یورش کے باعث پیدا ہونے والے جس خوف اور شدت کا وصف اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ثابت قدم رہے۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں اسلام قبول کر چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے اسلام کا حال معلوم نہیں۔ اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ہمارے اندر واحد آدمی ہو جو اگر کر سکو تو کسی طرح ہماری طرف سے دشمن میں انتشار پیدا کر دو فَاِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ کیونکہ جنگ مغالطے کا نام ہے''۔ چنانچہ حضرت نعیم بن مسعود بنی قریظہ کے پاس آئے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ ان کے ندیم تھے۔ آپ نے کہا: اے بنی قریظہ! میری جو دلی محبت اور خصوصی تعلقات تمہارے ساتھ ہیں ان کا تمہیں بخوبی علم ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا ہے ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ پھر آپ نے ان سے کہا: قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں، یہ شہر تمہارا شہر ہے، تمہارے اموال، تمہارے بیٹے اور عورتیں سب یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انہیں چھوڑ کر کسی اور جگہ نہیں جا سکتے۔ قریش اور غطفان محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اور تم نے محمد (ﷺ) کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کیا ہے، حالانکہ ان کا شہر، ان کے اموال اور ان کی عورتیں یہاں نہیں ہیں اس لئے وہ تمہاری طرح نہیں ہیں اگر انہیں موقع ملا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیں گے بصورتِ دیگر وہ اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں اپنے شہر میں اس شخص (حضور ﷺ) کے رحم و کرم پر تنہا چھوڑ دیں گے، حالانکہ اگر انہوں نے تمہیں تنہا پا لیا تو تمہارے اندر اس شخص کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اس لئے تم اس قوم کے ساتھ مل کر اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک ان کے چند مقتدر لوگ ان سے بطور یرغمال نہ لے لو۔ جب وہ لوگ تمہارے قبضہ میں ہوں گے تو تمہیں ان کے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) کے ساتھ جنگ کرتے

Marfat.com

وقت اعتماد حاصل رہے گا، حتیٰ کہ تم ان کا خاتمہ کر دو۔ اس پر بنو قریظہ کہنے لگے لَقَدْ اَشَرْتَ بِالرَّأْيِ "تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا ہے"۔

پھر وہاں سے نکل کر آپ قریش کے پاس آئے اور ابو سفیان اور اس کے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں سے کہا: میری تمہارے ساتھ جو دلی محبت ہے اور محمد (ﷺ) کے ساتھ جو قطع تعلقی ہے اسے تم خوب جانتے ہو، مجھے ایک خبر ملی ہے، تمہاری خیر خواہی کے باعث میں نے اپنا فرض سمجھا ہے کہ اسے تم تک پہنچا دوں لیکن تم اسے صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ حضرت نعیم نے کہا: یہ بات خوب سمجھ لو کہ گروہِ یہود نے محمد (ﷺ) کے ساتھ کیے ہوئے معاہدۂ دوستی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس پر وہ بڑے پچھتا رہے ہیں۔ انہوں نے محمد (ﷺ) کو کہلا بھیجا ہے کہ ہم اپنے اس فعل پر بہت شرمندہ ہیں۔ کیا آپ اس طرح راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش اور غطفان کے دونوں قبیلوں کے چند مقتدر لوگ ان سے لے کر تمہارے حوالے کر دیں اور آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر ان کے باقی ماندہ لوگوں پر حملہ کر کے ان کی جڑیں کاٹ دیں۔ محمد (ﷺ) نے ان کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اگر یہودی تم سے بطورِ رہن چند آدمی طلب کرنے کے لئے اپنا پیغام بھیجیں تو اپنا ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔ پھر وہاں سے نکل کر آپ غطفان کے پاس آئے اور انہیں کہا اے گروہِ غطفان! بے شک تم میری اصل اور میرا قبیلہ ہو اور سب لوگوں سے زیادہ میرے محبوب ہو، میں نہیں سمجھتا کہ تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہو۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا، ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ آپ نے کہا: پھر میری اس بات کو صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا، ہم ایسا ہی کریں گے، بتاؤ تمہارا کیا حکم ہے؟ پھر آپ نے انہیں وہی بات کہی جو آپ نے قریش کو کہی تھی اور انہیں اسی طرح ڈرایا جیسے قریش کو ڈرایا تھا۔

شوال ۵ھ ہفتہ کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی خاطر یہ صورت پیدا کر دی کہ ابو سفیان بن حرب اور رؤسائے غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو قریش اور غطفان کے چند لوگوں کے ساتھ بنی قریظہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا: ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے، ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے ہیں، اس لئے صبح تم لوگ بھی جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ تا کہ ہم محمد (ﷺ) سے مقابلہ کر کے اس مخمصہ سے فارغ ہو سکیں۔ یہودیوں نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج ہفتہ ہے ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے، ہمارے کچھ لوگوں نے اس روز نئی بات پیدا

Marfat.com

کی تھی ان کا جو انجام ہوا وہ تم لوگوں پر مخفی نہیں۔ نیز ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے اس وقت تک جنگ نہیں کریں گے جب تک تم اپنے چند آدمی ہمارے پاس بطورِ رہن نہ بھیج دو، جو ہمارے قبضے میں رہیں تا کہ محمد (ﷺ) سے جنگ کرتے وقت ہمیں اعتماد حاصل ہو، کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر جنگ نے تمہیں چباڈالا اور لڑائی تم پر دشوار ہو گئی تو تم ہمیں چھوڑ کر دامن سنبھالتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ گے جبکہ وہ شخص (حضور ﷺ) ہمارے شہر میں ہے، ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ان کو جا کر بتائی تو قریش اور غطفان کہنے لگے: بخدا! نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے، تم بنی قریظہ کو یہ پیغام بھیج دو کہ بخدا! ہم اپنا ایک آدمی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے، اگر تم لڑائی کا ارادہ رکھتے ہو تو نکلو اور جنگ کرو۔ جب قریش اور غطفان کے قاصدوں نے بنی قریظہ کو یہ پیغام پہنچایا تو انہوں نے بھی کہا: نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے۔ ان لوگوں کا مقصد صرف جنگ کرنا ہے، اگر انہیں موقع ملا تو لوٹ مار کریں گے، بصورتِ دیگر وہ دامن سنبھال کر اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں تمہارے شہر میں اس شخص کے ساتھ تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس لئے قریش اور غطفان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بخدا! ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے جنگ نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم ہمیں اپنے آدمی بطورِ یرغمال دو۔ قریش اور غطفان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان انتشار پیدا کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسم سرما کی شدید سرد راتوں میں ان پر ایسی تیز آندھی بھیج دی کہ ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔

مشرکین کی حالت پر آگاہی

جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرکین میں اختلاف رونما ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں مشرکین کی طرف بھیجا تا کہ وہ دیکھ کر آئیں کہ رات کو وہ لوگ کیا کرتے رہے؟

حضرت ابن اسحاق نے کہا: تو مجھ سے حضرت یزید بن زیاد نے حضرت محمد بن کعب قرظی کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا کوفہ کے ایک شخص نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو عبداللہ! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں، اے میرے بھتیجے! اس نے پوچھا: تو تم لوگ کیسا برتاؤ کر

Marfat.com

تھے؟ آپ نے فرمایا: بخدا! ہم (حضور علیہ السلام کی اطاعت کے لئے) کوشاں رہتے تھے۔ کوفی نے کہا: بخدا! اگر ہم حضور علیہ السلام کو پالیتے تو آپ کو زمین پر نہ چلنے دیتے اور اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! بخدا! میں نے غزوۂ خندق میں وہ منظر دیکھا ہے کہ ہم سب رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ تھے، حضور علیہ السلام نے رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کون شخص ہے جو کھڑا ہو کر جائے اور دیکھے کہ ان لوگوں نے کیا کیا ہے پھر لوٹ کر ہمیں بتائے۔ رسول اللہ علیہ السلام شرط لگا رہے تھے کہ جو واپس آ کر بتائے گا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں گا کہ "وہ شخص جنت میں میرا رفیق ہو"۔ خوف، بھوک اور سردی کی شدت کے باعث کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا۔ جب کوئی بھی نہ اٹھا تو رسول اللہ علیہ السلام نے مجھے بلایا، تو جب آپ علیہ السلام نے بلا لیا تو میرے لئے اٹھ کر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، پھر فرمایا: اے حذیفہ! جاؤ اور ان لوگوں میں گھس کر دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کچھ نہ کرنا یہاں تک کہ ہمارے پاس لوٹ آؤ، چنانچہ میں گیا اور کفار میں داخل ہو گیا، وہاں آندھی اور اللہ تعالیٰ کا لشکر اپنا کام کر رہے تھے، آندھی ان کی ہانڈیوں، آگ اور خیموں کو بکھیر رہی تھی، ابو سفیان کھڑا ہوا اور کہا اے گروہِ قریش! ہر شخص دیکھے اس کے پاس کون بیٹھا ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: فلاں بن فلاں۔

ابوسفیان کا اعلانِ روانگی

پھر ابوسفیان نے کہا: اے گروہِ قریش! بخدا! اب تم مزید یہاں نہیں ٹھہر سکتے، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے ہیں۔ بنو قریظہ نے بھی ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ان کی طرف سے ہمیں ایسا پیغام پہنچ چکا ہے جو ہمیں بہت ناپسند ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہمیں ایسی سخت آندھی کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ نہ ہماری کوئی ہانڈی قائم رہی ہے، نہ ہماری آگ ٹھہر رہی ہے اور نہ ہمارا کوئی خیمہ برقرار رہا ہے۔ اس لئے سب کوچ کرو، میں تو جا رہا ہوں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کی طرف اٹھا، اونٹ رسی سے بندھا ہوا تھا، وہ اس پر بیٹھ گیا اور اسے مارنے لگا۔ اونٹ اسے لے کر تین بار اچھلا کودا مگر بخدا اس کی رسی کھڑے کھڑے ہی کھولی گئی۔ اگر رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ میرا یہ عہد نہ ہوتا کہ میں واپس آنے تک کچھ نہ کروں گا تو میں چاہتا تو اسے تیر مار کر قتل کر دیتا۔

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: پھر میں رسول اللہ علیہ السلام کی بارگاہ میں واپس لوٹ آیا جبکہ آپ

Marfat.com

اپنی ایک زوجہ محترمہ کی منقش یمنی چادر اوڑھ کر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے قدموں میں بٹھالیا اور مجھ پر چادر کا ایک کنارہ ڈال دیا، پھر رکوع و سجود کیا جبکہ میں چادر میں ہی تھا۔ پھر جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو سارے حالات کی خبر دی۔ غطفان نے قریش کا حال سنا تو وہ بھی دامن سمیٹتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

خندق سے واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمان خندق سے مراجعت فرما کر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور سب نے ہتھیار اتار دیے۔

غزوۂ بنی قریظہ (۵ ھ)

بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کا حکم الٰہی

پھر جب ظہر کا وقت ہوا تو جیسا کہ مجھ سے حضرت زہری نے بیان کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ایک خچر پر سوار تھے جس پر کجاوہ تھا اور کجاوے کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: ملائکہ نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور وہ ابھی قوم کفار کے تعاقب سے واپس نہیں لوٹے، اللہ عزوجل آپ کو حکم دیتا ہے کہ اے محمد! (ﷺ) بائیں سمت بنی قریظہ کی طرف بڑھیے، میں بھی ادھر جا رہا ہوں اور ان میں زلزلہ بپا کرنے والا ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے منادی کو حکم دیا، اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا: مَنْ كَانَ سَامِعًا مُطِيعًا فَلَا يُصَلِّيَنَّ الْعَصْرَ اِلَّا بِبَنِي قُرَيْظَةَ ''جو شخص سننے والا اور اطاعت گزار ہو وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں ہی ادا کرے''۔ حضرت ابن ہشام کے قول کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول کریم ﷺ کو بنی قریظہ کی یاوہ گوئی کی اطلاع

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم دے کر بنی قریظہ کی طرف پہلے بھیج دیا۔ جھنڈے کو دیکھ کر بنی قریظہ کے لوگ دوڑ پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چلتے چلتے جب ان کے قلعوں کے قریب پہنچے تو اندر سے

Marfat.com

آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک گستاخانہ بات سنی۔ چنانچہ آپ فوراً واپس آئے، راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا ان خبیثوں کے قریب جانا مناسب نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیوں؟ میرا خیال ہے تم نے ان سے میرے لئے کوئی اذیت والی بات سنی ہے؟ آپ نے عرض کی ہاں، یا رسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھتے تو ایسی کوئی بات نہ کہتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ان کے قلعوں کے قریب ہوئے تو فرمایا: اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل ورسوا کر دیا اور تم پر اپنا عذاب اتارا؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابوالقاسم! تم اس بات سے ناواقف نہیں۔

حضرت جرائیل علیہ السلام دحیہ کی شکل میں

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی جماعت کے ہمراہ بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے مقام صورین سے گزرے تو دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی ایک سفید رنگ کے خچر پر سوار ہو کر گزرے ہیں جس پر کجاوہ رکھا ہوا تھا اور اس کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ حضرت جرائیل علیہ السلام تھے جنہیں بنی قریظہ کی طرف ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کرنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کے ہاں پہنچے تو ان کے اموال کے قریب ایک کنویں پر پڑاؤ کیا جس کا نام بئر انا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا اس کا نام بئر آنی تھا۔

حضرت دحیہ اور مقامِ صورین کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کے بنی قریظہ کی طرف خروج کے دوران مقام صورین سے گزرنے کا ذکر کیا۔ صور کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے ایک سوال کیا تو صحابہ کرام نے جواب دیا: ہمارے پاس سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی گزرے ہیں۔ یہ دال کے فتحہ کے ساتھ دَحْيَةُ ہے اور اسے دال کے کسرہ کے ساتھ دِحْيَةٌ بھی بولا جاتا ہے اور دحیہ لغت یمن میں رئیس کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع دِحَاء آتی ہے۔ مقطوع الاحادیث میں ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى الْبَيْتَ الْمَعْمُوْرَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ دِحْيَةٍ تَحْتَ يَدِ كُلِّ دِحْيَةٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ "کہ نبی کریم ﷺ نے بیت معمور کو دیکھا جس میں ہر

Marfat.com

رسول کریم ﷺ کے ساتھ مزید مسلمانوں کی شمولیت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اب مزید مسلمان حضور ﷺ سے مل گئے، ان میں سے کچھ لوگ نمازِ عشاء کے بعد پہنچے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی وجہ سے نمازِ عصر نہ پڑھی کہ ہر مسلمان نمازِ عصر بنی قریظہ میں ہی ادا کرے۔ یہ لوگ جنگ کے متعلق ہی کسی اہم کام میں مصروف رہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کے باعث نمازِ عصر نہ پڑھ سکے کہ (وہ نمازِ عصر نہ پڑھیں) یہاں تک کہ بنی قریظہ کے ہاں پہنچ جائیں۔ پھر انہوں نے وہاں جا کر نمازِ عشاء کے بعد نمازِ عصر کی قضا کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر کوئی مذمت نہیں کی اور نہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی عتاب فرمایا۔ یہ حدیث میرے سامنے حضرت ابواسحاق بن یسار نے حضرت معبد بن کعب بن مالک انصاری سے روایت کرتے ہوئے بیان کی۔

محاصرہ

رسول اللہ ﷺ نے پچیس راتیں بنی قریظہ کا محاصرہ کیے رکھا یہاں تک کہ اس محاصرہ نے ان کی کمر توڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

قریش اور غطفان کی واپسی کے وقت حیی بن اخطب کعب بن اسد کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بنی قریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہو گیا تھا۔

کعب بن اسد کی اپنی قوم کو نصیحت

پھر جب انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کا قلع قمع کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے تو کعب بن اسد نے انہیں کہا: اے گروہِ یہود! جو مصیبت تم پر نازل ہو چکی ہے اسے تم دیکھ رہے

روز ستر ہزار سردار داخل ہوتے ہیں اور ہر سردار کے ہاتھ کے نیچے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ اسے قتیبی نے ذکر کیا اور اسے ابن سنجر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن ہذیل کی سند سے روایت کیا جن سے ابو التیاح نے روایت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابو التیاح نے حضرت حماد بن مسلمہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو حضرت حماد نے ان سے پوچھا یہ دحیہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا رئیس۔ جہاں تک حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے نسب کا تعلق ہے تو آپ ابن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ بن زید بن امرؤ القیس بن خزرج ہیں اور قبیلے کا جد اعلیٰ خزرج ابن زید مناۃ بن عامر بن بکر بن عامر الاکبر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رقیدہ بن ثور بن کلب ہے۔ اس کے حسن و جمال کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ جب وہ مدینہ طیبہ آتا تو کوئی قریب البلوغ عورت ایسی نہ ہوتی جو اسے دیکھنے کے لئے گھر سے نہ نکلتی۔

Marfat.com

ہو، میں تم پر تین تجویزیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے جو چاہو اختیار کرلو۔ انہوں نے پوچھا وہ تجویزیں کیا ہیں؟ اس نے کہا (پہلی تجویز یہ ہے کہ) ہم اس شخص کی اطاعت قبول کرلیں اور اس کی تصدیق کردیں، قسم بخدا! اب تم پر یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ یہ نبی مرسل ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔ اس طرح تم اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنی اولاد اور عورتیں سب محفوظ کرلوگے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تورات کا حکم کبھی نہیں چھوڑ سکتے

ایک فقہی مسئلہ

حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ذکر کیا: لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ ''تم میں سے ہر شخص نمازِ عصر بنی قریظہ میں ہی ادا کرے''۔ لیکن وہاں پہنچنے سے پہلے سورج غروب ہوگیا، تو صحابہ کرام نے نماز عشاء کے بعد محلہ بنی قریظہ میں نمازِ عصر ادا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر کوئی مذمت نہ فرمائی اور نہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی عتاب فرمایا۔ اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو شخص کسی آیت یا حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرے اس پر مذمت نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ صحابہ کرام کے ایک گروہ نے سورج غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کرلی اور کہا نبی کریم ﷺ کا یہ ارادہ نہ تھا کہ نماز کو اپنے وقت سے قضا کردیا جائے بلکہ آپ کا ارادہ جلدی کی ترغیب دینا تھا۔ پس دونوں گروہوں میں سے کسی پر عتاب نہ کیا گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فروعی مسائل میں مجتہدین کے مختلف گروہ درست ہیں۔ اور کھیتی کے بارے میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا حکم بھی اس اصول کی اصل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (الانبیاء: 79) ''سو ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان کو، اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا حکم اور علم''۔ اور یہ بات بھی محال نہیں کہ کوئی حکم ایک انسان کے حق میں درست ہو اور دوسرے انسان کے حق میں غلط ہو تو ایسے مسئلہ میں ایک مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اسے اس کی حلت کی طرف لے جائے اور وہ اس کی حلت کو درست خیال کرے اور دوسرا مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اسے اس کی تحریم کی طرف لے جائے اور وہ اس کی حرمت کو درست خیال کرے۔ البتہ یہ بات محال ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق ایک شخص کے حق میں دو متضاد حکموں کا فیصلہ کیا جائے۔ اس اصول کو سمجھنا دو فرقوں پر ہی مشکل ہے (1) ظاہریہ (2) معتزلہ۔ ظاہریہ نے تو احکام کو نصوص کے ساتھ معلق کردیا ہے اور ان کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک نص میں حظر و اباحت کے دونوں حکم اکٹھے پائے جائیں سوائے اس کے کہ ان میں نسخ پایا جائے۔ اور رہے معتزلہ تو انہوں نے احکام کو عقل کے حسن و قبح

Marfat.com

اور نہ اس کے بجائے کوئی دوسری چیز اختیار کر سکتے ہیں۔ اس نے کہا اگر تم میری اس تجویز کا انکار کرتے ہو تو آؤ (پہلے) ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر ڈالیں اور پھر تلواریں بے نیام کر کے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوں اور کوئی آدمی پیچھے نہ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ پس اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہو گئے، ہم اپنے پیچھے اپنی نسل نہ چھوڑیں گے جس کا ہمیں کوئی اندیشہ ہو، اور اگر ہم غالب آ گئے تو مجھے اپنی جان کی قسم! ہمیں عورتیں اور بچے اور مل جائیں گے۔ یہودیوں نے جواب دیا ہم ان مسکینوں کو قتل کریں، ان کے بعد زندگی کا کیا لطف؟ اس نے کہا: اگر تم میری اس تجویز کا بھی انکار کرتے ہو تو (میری آخری تجویز یہ ہے کہ) آج سبت کی رات ہے، قوی امید ہے کہ اس رات کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب ہم سے بالکل بے خوف و خطر بیٹھے ہوں گے، ان پر ہلہ بول دو، ہو سکتا ہے ہم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو فریب دے سکیں۔ انہوں نے کہا ہم سبت کی بے حرمتی کریں اور اس میں ایسی بدعت کریں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی مگر جن لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی ان کا تمہیں علم ہے اور اس کے نتیجے میں انہیں جو مسخ کی سزا ملی وہ بھی تجھ پر مخفی نہیں۔ اس نے کہا تم میں سے کوئی شخص بھی جب سے پیدا ہوا ہے ایک بھی ایسی

پر معلق کر دیا۔ اس طرح ان کے نزدیک کسی فعل کا حسن یا کسی فعل کی قباحت صفت ذاتیہ ہے۔ ان کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک فعل زید کے حق میں بہتر اور عمرو کے حق میں قبیح ہو جیسا کہ الوان واکوان اور دیگر صفات میں جو قائم بالذات ہوتی ہیں، یہ بات محال ہے۔ ان دو فرقوں کے علاوہ دیگر ارباب حقائق کے نزدیک صفاتِ ذاتیہ میں حظر و اباحت کا جمع ہونا محال نہیں بلکہ یہ تو احکام کی صفات ہیں اور حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو مجتہد کو درپیش مسئلہ میں ممانعت کا حکم دیتا ہے اور اس کا اجتہاد ممانعت کی طرف ہوتا ہے۔ یہی صورتِ حال اباحت، استحباب، وجوب اور کراہت کی ہے کہ یہ سب احکام کی صفات ہے۔ پس ہر مجتہد کا اجتہاد تاویل کی کسی ایک صورت کے موافق ہوتا ہے اور اس کے پاس اجتہاد کے وہ ذرائع ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ تقلید کی پستی سے نظر و فکر کی بلندی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اجتہاد میں درست راستے پر چلتے ہوئے اس صحیح حکم تک پہنچ جاتا ہے جس کا اسے مکلف بنایا گیا ہے اور اگر بعینہٖ اسی مسئلہ میں کوئی اور مجتہد پہلے مجتہد کی رائے کے خلاف کوئی رائے اختیار کرتا ہے تو یہ بات ایسے شخص سے ہی صادر ہو سکتی ہے جو حقائق کو نہ جانتا ہو یا جسے خواہش نفس واضح ترین راستوں سے پھیر دے۔ (مزید بحث کے لئے دیکھئے فتح القدیر 130/2)

Marfat.com

رات نہیں گزار سکا جس میں وہ اپنے کام پر عزم کر چکا ہو (اور گومگو کا شکار نہ ہوا ہو)۔

ابولبابہ کا واقعہ

پھر یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ بنی عمرو بن عوف جو قبیلہ اوس کے حلیف تھے کے فرد ابولبابہ بن عبدالمنذر کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے پاس بھیج دیا۔ جب انہوں نے انہیں آتے دیکھا تو سارے مرد تعظیماً کھڑے ہو گئے اور ان کی عورتوں اور بچوں نے ان کے گرد حلقہ بنا کر رونا شروع کر دیا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ابولبابہ کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے پوچھا: اے ابولبابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں؟ آپ نے (زبان سے تو) کہا ہاں اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا کہ آپ کا فیصلہ تمہیں ذبح کر دینے کا ہے۔ ابولبابہ کہتے ہیں: بخدا! ابھی میرے قدم اسی جگہ پر تھے کہ مجھے احساس ہو گیا میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے۔ پھر ابولبابہ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بجائے سیدھے مسجد کی راہ لی۔ وہاں جا کر اپنے آپ کو

کچھ حضرت ابولبابہ کے واقعہ کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابولبابہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام مبشر ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے توبہ کی اور اپنے آپ کو باندھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اس میں ذکر کیا کہ انہوں نے قسم اٹھائی کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ حضرت حماد بن مسلمہ نے حضرت علی بن زید سے، انہوں نے حضرت علی بن حسین سے روایت کیا کہ جب حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے انہیں کھولنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةٌ مِنِّي "بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے"۔ صلی اللہ علیہ وعلی فاطمہ۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر درود پڑھا تو اس نے آپ کے والد امجد حضور ﷺ پر درود پڑھا۔ اسی واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا (التوبہ: 102) "کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے

Marfat.com

مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا میں اسی ستون کے ساتھ بندھا رہا ہوں گا اور اس جگہ سے نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف نہ کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ میں پھر بنی قریظہ کے ہاں کبھی نہیں جاؤں گا اور اس شہر میں کبھی دکھائی نہیں دوں گا، جہاں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی۔

حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت

حضرت ابن ہشام نے کہا جو کچھ حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت اسماعیل بن ابی خالد سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (الانفال) ''اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو''۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ کا کافی انتظار کیا، جب آپ کو اطلاع ملی تو فرمایا۔ اگر ابولبابہ میرے پاس آتا میں اس کے لئے استغفار کرتا لیکن اب وہ جو کچھ کر چکا ہے اس کے پیش نظر میں اسے اس وقت تک رہا نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرمائے۔

اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلا دیے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''۔ مگر مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا گناہ کیا تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے جو کچھ سیرت میں ذکر کیا ہے اس میں کہا ہے کہ انہوں نے بنی قریظہ کو اشارۃً بات بتائی تھی۔ دیگر علماء کا قول ہے کہ حضرت ابولبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب ہونے کے بجائے پیچھے رہ گئے۔ تو اس آیت کریمہ میں ان کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا۔

لَعَلَّ، عَسٰی اور لَیْتَ

اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کریمہ میں حضرت ابولبابہ کی توبہ پر صریح نص نہیں ہے۔ اور ان کی توبہ کی قبولیت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس ارشاد سے زیادہ نہیں: عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ (التوبہ: 102) (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ)۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ عسی اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور خبر صادق ہے۔ اس پر اگر یہ کہا جائے اور یہ ایک سوال ہے جس کی طرف توجہ

Marfat.com

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے بیان کیا کہ حضرت ابولبابہ کی توبہ کا حکم رسول اللہ ﷺ پر سحری کے وقت نازل ہوا جبکہ آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سحری کے وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہنس رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ حضور ہنس کیوں رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا رکھے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں انہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں؟ فرمایا اگر تمہاری مرضی ہے تو ضرور۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرۂ شریفہ کے دروازہ پر آکر کھڑی ہوگئیں۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ابھی ان پر پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابولبابہ تمہیں بشارت ہو کہ تمہاری توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے، یہ سن کر لوگ ان کی طرف دوڑے تاکہ انہیں کھول دیں۔ آپ نے کہا: خدارا مجھے نہ کھولیے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ خود تشریف لائیں اور اپنے دست مبارک سے مجھے رہا فرمائیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نماز صبح ادا کرنے کے لئے تشریف لائے اور ان کے پاس سے گزرے تو انہیں کھول کر رہا فرمایا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چھ راتیں ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ ان کی زوجہ ہر نماز کے وقت ان کے پاس آتیں اور نماز کے لئے ان کو کھول دیتیں اور نماز سے فارغ ہو کر وہ پھر اس ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔ یہ روایت مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کی ہے اور جو آیت آپ کی توبہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ

ضروری ہے کہ قرآن کریم لغت عرب میں نازل ہوا اور کلام عرب میں عسی خبر کے لئے نہیں آتا اور نہ یہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے تو قرآن کریم میں عسی واجب کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن کریم کلامِ عرب سے خارج نہیں۔ دوسرا سوال یہ بھی ہے کہ لعل ترجی کا معنی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ لیکن لوگوں نے شکر ادا نہ کیا۔ اور فرمایا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى (طٰہٰ) ''شاید کہ وہ (یعنی فرعون) نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے''۔ لیکن نہ اس نے نصیحت قبول کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرا۔ تو لعل اور عسی میں کیا فرق ہے جس کی بناء پر عسی واجبہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

اللہ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (التوبہ)'' کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلا دیے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''۔

بعض بنی ہدل کا قبول اسلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر ثعلبہ بن سعیہ، اسید بن سعیہ، اسد بن عبید جو بنی ہدل کے افراد تھے، بنی قریظہ اور بنی نضیر سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، ان کا نسب ان یہود سے اونچا تھا، یہ ان کے چچازاد تھے، ان لوگوں نے اس رات اسلام قبول کیا جس میں بنی قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ قبول کیا تھا۔

عمرو بن سعدی

اسی رات حضرت عمرو بن سعدی قرظی نکلے اور ان کا گزر رسول اللہ ﷺ کے پہرہ دار کے پاس سے ہوا۔ اس رات حضرت محمد بن مسلمہ کا پہرہ تھا، جب انہوں نے عمرو کو دیکھا تو پوچھا: کون ہے؟ حضرت عمرو نے کہا میں عمرو بن سعدی ہوں۔ یہ وہی عمرو ہیں جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ غداری کے معاملہ میں بنی قریظہ کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا: میں محمد (ﷺ) کے ساتھ کبھی غداری نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب حضرت محمد بن مسلمہ نے انہیں

ہم کہتے ہیں کہ لعل ترجی کا معنی دیتا ہے اور یہ ترجی مخلوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے اور ترجی کے معنی میں عسی بھی لعل کی مثل ہے لیکن اس میں مقاربت کا معنی زائد ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا (بنی اسرائیل) ''یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر''۔ یہاں عسی ترجی کے معنی کے ساتھ ساتھ قرب کی خبر بھی دے رہا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا قَرُبَ اَنۡ یَّبۡعَثَکَ۔ تو عسی میں بھی ترجی کا معنی بندے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے جس طرح لعل میں ہے۔ اور قرب کی خبر اور مقاربت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خبر برحق ہے اور اس کا وعدہ حتمی ہے۔ پس اس کے ضمن میں جو خبر کا معنی پایا جاتا ہے وہ واجب ہے اور ترجی واجب نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اور بندے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ لیکن عسی کی طرح لعل کے ضمن میں خبر کا معنی نہیں پایا جاتا۔ اسی معنوی فرق کی بناء پر جب عسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو وہ واجب ہوتا ہے لیکن لعل اس طرح نہیں ہے۔

Marfat.com

پہچان لیا تو کہا: اَللّٰھُمَّ لَا تُحْرِمْنِیْ اِقَالَةَ عَثَرَاتِ الْکِرَامِ '' اے اللہ! شریف لوگوں کی غلطیاں معاف کر دینے سے مجھے محروم نہ رکھ''۔ پھر انہیں جانے دیا، وہ اس رات سید تھے مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر آئے پھر وہاں سے چلے گئے اور آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ انہوں نے زمین کے کس خطے کا رخ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ان کا یہ حال بیان کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جسے ایفائے عہد کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو ان کے دیگر لوگوں کے ساتھ انہیں بھی ایک بوسیدہ رسی کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ پھر ان کی بوسیدہ رسی ٹوٹ کر الگ ہو گئی اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئے۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے یہ گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کیا صورت پیش آئی۔

بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد کی ثالثی اور اس پر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر جب صبح ہوئی تو بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب بنی اوس کا ایک وفد دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ یہ بنی قریظہ ہمارے حلیف ہیں نہ کہ قبیلہ خزرج کے۔ کل حضور ﷺ نے ہمارے بھائیوں کے حلیفوں کے متعلق جو فیصلہ فرمایا اسے آپ جانتے ہیں--- بنی قریظہ سے قبل رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع کا محاصرہ فرمایا تھا۔ وہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے، جب وہ

اگر یہ کہا جائے کہ یہ صورت لیت میں بھی جائز ہے کہ جب یہ کلام باری تعالیٰ میں واقع ہو تو اس کا بھی وہی معنی ہوگا جو لعل کا ہوتا ہے حالانکہ تمنی بھی بندے کا فعل ہے جس طرح لعل میں ترجی بندے کا فعل ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، یہ صرف لعل میں ایک شرط اور ایک صورت کی بناء پر جائز ہے جیسے اس سے پہلے بھی ایک فعل ہو اور اس کے بعد بھی ایک فعل ہو اور پہلا فعل دوسرے فعل کا سبب ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (النحل) '' اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو''۔ میں کہتا ہوں اس سے ترجی کا معنی ختم نہیں ہوا کیونکہ نصیحت ایسی چیز ہے جس کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ نصیحت قبول کرنے کا سبب بن جائے۔ اسی صورت پر ہی یہ لفظ قرآن

Marfat.com

حضور ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے تو ان کے بارے میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے سفارش کی تھی۔ اس کی سفارش پر حضور ﷺ نے ان کی جان بخشی فرما دی تھی --- جب اوس قبیلہ نے حضور ﷺ سے گزارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہِ اوس! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہارے قبیلہ میں سے کوئی شخص ان کے متعلق فیصلہ کر دے۔ انہوں نے عرض کی: بجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ معاملہ سعد بن معاذ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مسجد کے قریب قبیلہ اسلم کی ایک رفیدہ نامی خاتون کے خیمہ میں ٹھہرایا ہوا تھا جو آپ کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں اور جس مسلمان کو جو تکلیف پہنچتی اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو خندق میں تیر لگا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو فرمایا تھا کہ انہیں رفیدہ کے خیمہ میں ٹھہراؤ تاکہ میں قریب ہی سے ان کی عیادت کر سکوں۔ چنانچہ جب بنی قریظہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم مقرر فرمایا تو ان کے قبیلہ کے افراد ان کے پاس آئے اور ایک گدھے پر جس پر انہوں نے چمڑے کا ایک گدا بچھا رکھا تھا، سوار کیا۔ آپ ایک جسیم اور خوبصورت آدمی تھے۔ پھر وہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ راستے میں وہ آپ کو کہتے رہے اے ابوعمرو! اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھا فیصلہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ معاملہ آپ کے سپرد اسی لئے کیا ہے کہ آپ ان کے بارے میں اچھا فیصلہ کریں۔ جب ان لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا لَقَدْ اَنٰی لِسَعْدٍ اَنْ لَّا تَاْخُذَہٗ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃُ لَائِمٍ "اب سعد کا ایسا وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے متاثر نہ کرے"۔ یہ سن کر ان کی قوم کا ایک شخص ان کا ساتھ

کریم میں وارد ہوا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ (ھود: 12) "پس کیا ہو سکتا ہے کہ آپ چھوڑ دیں کچھ حصہ اس کا جو وحی کی جائے آپ کی طرف اور تنگ ہو جائے اس کے ساتھ آپ کا سینہ"۔ یہاں لعل توقع اور تخوف کے معنی میں ہے یعنی جن باتوں سے ڈرایا جاتا ہے اور جن کی امید دلائی جاتی ہے ان کے جھٹلائے جانے پر آپ کا سینہ تنگ نہیں ہو سکتا۔ لعل میں یہ صورت تو ممکن ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں لعل مبتدا اور خبر پر اس طرح داخل ہو کر وارد ہو، جیسے کلام کی ابتداء کرتے ہوئے آپ کا یہ قول ہے لَعَلَّ زَیْدًا یُؤْمِنُ (شاید زید ایمان لے آئے)۔ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ رب سبحانہ وتعالیٰ ترجی نہیں فرماتا۔ اگرچہ اس ترجی

Marfat.com

چھوڑ کر بنی عبدالاشہل کے محلہ میں واپس چلا گیا اور حضرت سعد کے پہنچنے سے پہلے بنی قریظہ کے لوگوں کی موت کی خبر سنا دی کہ حضرت سعد سے اس نے ان کے بارے میں یہ بات سنی ہے۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ ''اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ''۔ قریش کے مہاجرین نے تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد صرف انصار ہیں جبکہ انصار نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم عام ہے۔ چنانچہ وہ ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور کہا: اے عمرو! بے شک رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے حلیفوں کے معاملہ کا حکم مقرر فرمایا ہے تاکہ آپ ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کا میثاق لازم ہے بتاؤ ان کے بارے میں میں جو فیصلہ کروں گا کیا وہی فیصلہ قائم رہے گا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت سعد نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا جو اس کونے میں بیٹھے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، حضرت سعد نے رسول اللہ ﷺ کے احترام کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس جواب دیا ہاں۔ حضرت سعد نے فرمایا: پھر میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کے اموال تقسیم کر دیے جائیں اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن معاذ سے انہوں نے حضرت علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد سے فرمایا: لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْھِمْ بِحُکْمِ اللّٰہِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَۃِ اَرْقِعَۃٍ ''بے شک تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے''۔

کی نسبت مخلوق کی طرف کی جائے اور کلام عرب میں لعل کا موضوع یہ ہے کہ جس شخص کے متعلق گفتگو ہوتی ہے وہ صرف اسی صورت پر قائم ہوتا ہے جو ہم نے پہلے ذکر کی کہ یہ کی کے معنی میں ہوتا ہے اور اس کا وقوع سبب اور مسبب کے درمیان ہوتا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو لَیْتَ کے بارے میں یہ اشکال باقی نہ رہا کہ یہ کلام باری تعالیٰ میں وارد نہیں ہوتا کیونکہ تمنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے محال ہے اور ترجی، توقع اور تخوف بھی اسی طرح ہے جب تک کہ آپ اسے اس مقام سے زائل نہ کریں جس میں اس کے معنی کی نسبت اس شخص کی طرف ہوتی ہے جس کے متعلق گفتگو کی جارہی ہو۔

Marfat.com

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھ سے بعض قابل اعتماد اہل علم نے بیان کیا کہ جب مسلمان بنی قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما آگے بڑھ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: ''اے گروہِ مومنین! بخدا! یا تو میں وہی مزہ چکھنا چاہتا ہوں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے چکھا تھا یا پھر میں ان کے قلعے کو فتح کر کے رہوں گا''۔ اس پر بنو قریظہ نے کہا: اے محمد (ﷺ) ہم حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔

آسمان کا ایک نام

حضرت ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کا ذکر کیا اور آپ کے لئے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا کہ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقِعَةٍ سیرت میں اسی طرح أَرْقِعَة کا لفظ ہی ہے اور صحیح میں یوں مذکور ہے: مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ ان کا معنی ایک ہی ہے کیونکہ رقیع آسمان کا ایک نام ہے (رَقَعَ کا معنی ہے پیوند لگانا۔ آسمان کو رقیع اس لئے کہتے ہیں) کیونکہ اس پر گویا ستاروں کے ساتھ پیوند لگائے گئے ہیں۔ آسمان کے ناموں میں سے جرباء اور برقع بھی ہیں۔ بکائی کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کے متعلق فرمایا: طَرَقَنِيَ الْمَلَكُ سَحَرًا ''فرشتہ میرے پاس سحری کے وقت آیا''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فوقیت

اس حدیث شریف میں ایک مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق خبر دیتے ہوئے فوق کا لفظ بولیں تو اس لفظ کا استعمال بہت اچھا ہے۔ ذرا غور کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسے فرمایا بِحُكْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ ظرفیت کی بناء پر فَوْقَ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم اوپر سے نازل ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ (النحل: 50) یعنی وہ اس عذاب وعتاب سے ڈرتے ہیں جو اوپر سے نازل ہوتا ہے اور وہ ان کے رب کا عذاب وعتاب ہے۔

اگر یہ کہا جائے تو پھر کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ سات آسمانوں کے اوپر ہے؟ ہم کہتے ہیں اس آیت اور اس حدیث میں اس بات کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر یہ جائز ہے بھی تو کسی اور دلیل کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قول ہے: زَوَّجَنِيَ اللّٰهُ مِنْ

Marfat.com

بنی قریظہ میں اس فیصلے کا نفاذ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر بنی قریظہ کو قلعے سے اترنے کا حکم دیا گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت بنت حارث کے گھر میں محبوس کر دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے اس بازار کی طرف نکلے جو آج بھی مدینہ کا بازار ہے، وہاں چند گڑھے کھدوائے، پھر بنی قریظہ کو وہاں لائے اور ان کی گردنیں اڑا کر ان کی لاشیں ان گڑھوں میں پھینک دیں۔ انہیں وہاں ٹولیوں کی صورت میں لایا جاتا، ان میں حیی بن اخطب اور ان کا سردار کعب بن اسد بھی تھا، ان کی تعداد چھ یا سات سو تھی اور ان کی تعداد بڑھانے والے کہتے ہیں کہ وہ آٹھ اور نو سو کے درمیان تھے۔ جب یہود ٹولیوں کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی

نَبِیِّہٖ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ میرا رشتہ زوجیت سات آسمانوں کے اوپر سے قائم فرمایا"۔ اس کا معنی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی زوجیت کا حکم سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوا۔ اور شریعت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو فوقیت کے ساتھ متصف کرنا اس معنی میں جائز ہے جو اس کی عزت وجلال کے شایان شان ہے نہ کہ اس معنی میں جو اس کی وحدانیت میں وہم پیدا کرے، لیکن مذکورہ آیت اور دونوں حدیثوں کی بناء پر یہ وصف مطلقاً نہیں بولا جائے گا کیونکہ اس آیت اور حدیثوں میں فعل کے ساتھ حرف جر مربوط کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ فعل کا وصف بن گیا ہے نہ کہ باری سبحانہ وتعالیٰ کا وصف۔ اور اس لونڈی کی حدیث جس سے حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تھا آسمان میں، اس کے بارے میں ہم نے ایک ایسا عمدہ اور شافی مسئلہ تحریر کیا ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ کو دور کر دیتا ہے۔ الحمد للہ۔

کیسہ

حضرت ابن اسحاق نے بنت حدث کے گھر میں بنی قریظہ کو محبوس کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں بنت حدث ہی مذکور ہے لیکن لوگوں کے نزدیک صحیح بنت حارث ہے۔ اس کا نام کیسہ بنت حارث بن کریز بن حبیب بن عبد شمس ہے۔ یہ پہلے مسیلمہ کذاب کی بیوی تھی پھر اس کے بعد عبداللہ بن عامر بن کریز کی زوجیت میں آئی۔ عورتوں میں ایک اور کیسہ بھی مذکور ہے۔ وہ عبدالحمید بن عامر بن کریز کی بیٹی ہے اور کیسہ بنت ابی بکرہ نے اپنے باپ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ منگل کے دن حجامت (پچھنے لگوانا) سے سختی سے منع فرمایا کرتے اور فرماتے فِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یَرْقَأُ فِیْھَا الدَّمُ "اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں خون نہیں رکتا"۔ جہاں تک یاء کے سکون

Marfat.com

بارگاہ میں لائے جارہے تھے تو انہوں نے کعب بن اسد سے پوچھا: اے کعب! ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس نے کہا کیا ہر موقع پر تم لوگ سمجھ نہیں پاتے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو بلا کر لے جاتا ہے وہ رُکتا ہی نہیں اور تم میں سے جس کو لے جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا۔ بخدا! قتل کیا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان سے فارغ ہو گئے۔

حیی بن اخطب کا قتل

اور دشمن خدا حیی بن اخطب کو بھی لایا گیا، وہ ایک فقاحیہ حلے میں ملبوس تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: فقاحیہ نقش و نگار کی ایک قسم ہے۔ اس نے وہ لباس ہر طرف سے انگلیوں کے پوروں کے برابر پھاڑ رکھا تھا تاکہ کوئی اس کو چھین نہ سکے۔ اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی کے ساتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگا: ''ہاں، خدا کی قسم! میں نے آپ کی عداوت کے بارے میں اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل و رسوا کرے وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہتا ہے''۔ پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا لوگو! اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ ایک حکم الٰہی تھا، ایک مقدر تھا، ایک سزا تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر لکھ رکھی تھی، پھر وہ بیٹھ گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

اس پر جبل بن جوال ثعلبی نے یہ شعر کہے:

لَعَمْرُكَ مَا لَامَ ابْنُ اَخْطَبَ نَفْسَهُ وَلٰكِنَّهُ مَنْ يُخْذِلِ اللّٰهُ يُخْذَلِ

''تیری زندگی کی قسم! ابن اخطب نے اپنے آپ کو ملامت نہ کی لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ (کے رسول) کو ذلیل و رسوا کرنے وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہتا ہے''۔

لَجَاهَدَ حَتّٰى اَبْلَغَ النَّفْسَ عُذْرَهَا وَ قَلْقَلَ يَبْغِي الْعِزَّ كُلَّ مُقَلْقَلِ

''اس نے بڑی جدوجہد کی یہاں تک کہ اپنے لئے کوئی عذر باقی نہ رکھا اور عزت و وقار کے

کے ساتھ کَیْسَۃ کا تعلق ہے تو یہ ابو کثیر کی بیٹی ہیں جو اپنی والدہ سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شراب (خمر) کے بارے میں روایت کرتی ہیں کہ جس شخص نے شراب کی خوشبو لگائی اسے اللہ تعالیٰ خوشبودار نہیں کرے گا اور جس نے اس کے ساتھ شفا چاہی اسے شفایاب نہیں کیا جائے گا۔ اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاشربہ کی بعض روایات میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ سیرت میں ان کا نام زینب بنت حارث نجاریہ مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔ رہی کیسہ بنت حارث تو یہ وہی عورت ہے جس کے گھر میں بنی حنیفہ کا وفد اتارا گیا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

Marfat.com

حصول میں خوب ہاتھ پاؤں ہلائے۔

بنی قریظہ کی ایک مقتولہ عورت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا ہے، انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر سے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: ایک عورت کے سوا بنی قریظہ کی کسی عورت کو قتل نہ کیا گیا۔ آپ فرماتی ہیں: بخدا وہ عورت میرے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی

رفیدہ

حضرت ابن اسحاق نے رفیدہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ قبیلہ اسلم کی وہ عورت ہے جس کے خیمہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مرہم پٹی کی جاتی رہی۔ ابو عمر نے اس کا ذکر نہیں کیا اور ابو علی غسانی نے کتاب ابی عمر میں اس کا اضافہ کیا ہے۔ یہ زوائد مجھ سے حضرت ابوبکر بن طاہر نے ابو علی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیں اور انہوں نے ابو علی سے روایت کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ ابو علی نے ابو عمر سے روایت کیا کہ انہوں نے ابو علی سے کہا اللہ کی امانت تمہاری گردن میں ہے، جب تم اسماء صحابہ میں سے کسی نام پر مطلع ہوئے تو میں نے تو اس کا ذکر نہ کیا لیکن تم نے صحابہ کرام کے متعلق میری کتاب میں اسے شامل کر دیا۔

غزوۂ خندق

حضرت ابن اسحاق نے غزوۂ خندق میں ثعلبہ بن سعیہ، اسد بن سعیہ اور اسید بن سعیہ کا ذکر کیا۔ یہ بنی ہدل کے افراد ہیں۔ ہم نے اس کتاب کے حصہ دوم میں سعیہ اور نون کے ساتھ سعنہ پر گفتگو کی ہے۔ اسد اور اسید میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور زید بن سعیہ (یاء کے ساتھ) کے بارے میں ایک عجیب و غریب خبر کا بھی ذکر کیا ہے اور علمائے انساب میں سے اس شخص کا بھی ذکر کیا ہے جس نے بنی ہدل کے بارے میں کہا کہ یہ ہدل دال کے سکون کے ساتھ ہے لہٰذا اب ان چیزوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مرتدہ کا قتل

جہاں تک بنی قریظہ کی قتل ہونے والی عورت کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس میں اس شخص کے لئے دلیل ہے جس نے مرتد عورت کے قتل کر دینے کا قول کیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ ''جو شخص اپنا دین تبدیل کرے

Marfat.com

تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بازار میں اس کے قبیلہ کے لوگوں کو قتل کروا رہے تھے۔ اچانک کسی پکارنے والے نے اس کا نام پکارا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا بخدا یہ تو میں ہوں، میں نے اسے کہا تیرا برا ہو، تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا: ایک جرم کی بناء پر جو میں نے کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس اسے لے جایا گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: بخدا! میں اس پر تعجب کو نہیں بھول سکتی، وہ بالکل خوش باش تھی اور خوب ہنس رہی تھی حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ قتل کی جانے والی ہے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہی وہ عورت ہے جس نے حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ پر چکی کا پاٹ لڑھکا کر انہیں قتل کر دیا تھا۔

زبیر بن باطا کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جیسا کہ میرے سامنے حضرت ابن شہاب زہری نے ذکر کیا کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس زبیر بن باطا قرظی کے پاس آئے، زبیر کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی اور اس نے زمانہ جاہلیت میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے ساتھ کوئی احسان کیا تھا۔

اس کی گردن اڑا دو'۔ اس حدیث شریف میں عموم کے ساتھ ساتھ ایک اور قوت بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں حکم کو علت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور علت دین کی تبدیلی اور ردت ہے۔ اس چیز کی موجودگی میں اہل عراق کے لئے کوئی دلیل نہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن دونوں فریقوں کے لئے اس مقام کے علاوہ اور بھی دلائل موجود ہیں۔

زبیر بن باطا

حضرت ابن اسحاق نے زبیر بن باطا کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس کا واقعہ ذکر کیا۔ یہ زاء کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ زَبِیر ہے جو حضرت زبیر بن عبدالرحمٰن کا دادا ہے جن کا ذکر موطا کی کتاب النکاح میں آیا ہے۔ زبیر بن عبدالرحمٰن میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کا نام بھی آپ کے دادا کی طرح زاء کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کا نام زُبَیر ہے۔ یہ تاریخ میں امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

Marfat.com

میرے سامنے زبیر کی بعض اولاد نے ذکر کیا کہ اس نے آپ پر جنگ بعاث کے روز احسان کیا تھا، اور وہ یہ تھا کہ زبیر نے ثابت کو پکڑ لیا، پیشانی کے بال کاٹ کر پھر رہا کر دیا تھا۔ اب حضرت ثابت اس کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ بالکل بوڑھا ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا تم نے مجھے پہچانا؟ اس نے کہا: کیا میرے جیسا آدمی تیرے جیسے آدمی کو فراموش کر سکتا ہے؟ حضرت ثابت نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا احسان مجھ پر ہے میں اس کا بدلہ چکا دوں۔ اس نے کہا: کریم النفس ہی کریم النفس کا بدلہ دیتا ہے۔ پھر حضرت ثابت بن قیس رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور التجا کی: ''یارسول اللہ ﷺ! زبیر کا مجھ پر ایک احسان ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کا بدلہ دے دوں۔ اس لئے حضور ﷺ میری خاطر اس کا خون بخش دیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری خاطر بخش دیا۔ حضرت ثابت نے آکر اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری خاطر تیرا خون بخش دیا ہے، پس تمہارا خون تمہاری ملکیت ہے۔ وہ بولا: ایک پیر فرتوت جس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد وہ زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں، اس کی بیوی اور اس کی اولاد کو بھی بخش دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تمہارے ہیں۔ آپ نے جب اسے آکر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری بیوی اور تیری اولاد کو بھی بخش دیا اب وہ بھی تیرے ہیں۔ وہ بولا: وہ گھرانہ جس کی حجاز میں کوئی جائیداد نہ ہو وہ کیسے زندہ رہے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس کا مال بھی عنایت فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تیرا ہے۔ حضرت ثابت نے آکر اسے مطلع کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرا مال بھی مجھے عنایت فرما دیا ہے، اب وہ بھی تیرا ہے۔ اس نے پوچھا: اے ثابت! اس شخص پر کیا گزری جس کا چہرہ چینی آئینہ کی مانند شفاف تھا کہ محلے کی کنواری لڑکیاں اس میں اپنا چہرہ دیکھتی تھیں یعنی کعب بن اسد؟ آپ نے بتایا کہ وہ تو قتل کر دیا گیا۔ پھر اس نے پوچھا: شہروں اور دیہات کے سردار حیی بن اخطب کا

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں زبیر کا یہ قول ذکر کیا ہے: فَمَا اَنَا بِصَابِرٍ لِلّٰهِ فَتْلَةَ دَلْوٍ نَاضِحٍ۔ اور حضرت ابن ہشام نے کہا کہ یہ لفظ تو قاف اور باء کے ساتھ قَبلَة ہے اور قَابِلُ الدَّلْوِ وہ شخص ہے جو پانی مانگنے والے کے ہاتھ سے ڈول پکڑتا ہے۔

Marfat.com

کیا بنا؟ آپ نے بتایا اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اس نے پوچھا: اس شخص پر کیا گزری کہ جب ہم حملہ کرتے تھے تو وہ مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا اور جب ہم بھاگتے تھے تو وہ پیچھے رہ کر ہماری حفاظت کرتا تھا یعنی عزال بن سموأل؟ آپ نے بتایا: وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر اس نے دریافت کیا: دو مجلسوں یعنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کا کیا بنا؟ آپ نے بتایا وہ بھی ختم ہو گئے، قتل کر دیے گئے۔ زبیر کہنے لگا: اے ثابت! پھر میں تجھے اس احسان کا واسطہ دیتا ہوں جو میرا تجھ پر ہے کہ مجھے بھی ان لوگوں سے ملا دو، بخدا! ان کے چلے جانے کے بعد اب زندگی میں کوئی لطف نہیں۔ فَمَا اَنَا بِصَابِرٍ لِلّٰهِ فَتْلَةَ دَلْوِ نَاضِحٍ حَتّٰى اَلْقَى الْاَحِبَّةَ'' میں بھرے ہوئے ڈول کا پانی حوض میں ڈالے جانے کی دیر بھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اپنے پیاروں سے ملاقات کر لوں''۔ چنانچہ حضرت ثابت نے اسے آگے کیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ بات سنی کہ ''اَلْقَى الْاَحِبَّةَ تو آپ نے فرمایا یَلْقَاهُمْ وَاللّٰهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا ''بخدا یہ ان سے آتش جہنم میں ملاقات کرے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پھینک دیا جائے گا''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ لفظ قَبْلَةَ دَلْوِ نَاضِحٍ ہے یعنی بھرے ہوئے ڈول کو انڈیلے جانے کی دیر۔ اور زہیر بن سلمی نے قَبْلَة کے بارے میں یہ شعر کہا:

وَ قَابِلٌ يَتَغَنّٰى كُلَّمَا قَدَرَتْ عَلَى الْعَرَاقِيْ يَدَاهُ قَائِمًا دَفَقَا

''اور ایک ڈول کو پکڑنے والا شخص گنگنا رہا ہے، جب بھی اس کے ہاتھ ڈول کی لکڑی (پکڑنے) پر قادر ہوتے ہیں تو وہ اسے انڈیل دیتا ہے''۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ کا ہے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ شعر اس طرح بھی مروی ہے وَ قَابِلٍ يَتَلَقّٰى یعنی ڈول پکڑنے والا اسے پکڑتا ہے۔

حضرت ابوعبید نے الاموال میں حضرات ابن اسحاق اور ابن ہشام کے اقوال کے علاوہ ایک اور بات ذکر کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زبیر نے یوں کہا يَا ثَابِتُ اَلْحِقْنِيْ بِهِمْ فَلَسْتُ صَابِرًا عَنْهُمْ اِفْرَاغَةَ دَلْوٍ۔ ''اے ثابت! مجھے بھی ان سے ملا دو، میں ڈول انڈیلے جانے کی دیر بھی ان سے صبر نہیں کر سکتا''۔

Marfat.com

عطیہ قرظی اور رفاعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبدالملک بن عمیر سے، انہوں نے حضرت عطیہ قرظی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ بنی قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کر دیا جائے۔ میں لڑکا تھا، جب لوگوں نے مجھے نابالغ پایا تو مجھے چھوڑ دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت ایوب بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ نے جو بنی عدی بن نجار کے ایک فرد ہیں، بیان کیا کہ منذر کی ماں اور سلیط بن قیس کی بہن حضرت سلمیٰ بنت قیس جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں، آپ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ چکی تھیں اور آپ کے ساتھ بیعۃ النساء (عورتوں کی بیعت) کر چکی تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے رفاعہ بن سموأل قرظی کے بارے میں گزارش کی۔ وہ شخص بالغ تھا اور اس نے حضرت سلمیٰ کی پناہ لی تھی۔ وہ اس سے قبل بھی خانوادۂ نبوت سے واقف تھا۔ حضرت سلمیٰ نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، رفاعہ کو میری خاطر بخش دیجئے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہ نماز پڑھے گا اور اونٹ کا گوشت بھی کھائے گا۔ راوی

بلوغت کی پہچان میں انبات اصل ہے

حضرت ابن اسحاق نے عطیہ قرظی کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ محمد بن کعب قرظی کا دادا ہے، انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا اس لئے چھوڑ دیا گیا (اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ اَنْبَتَ فَتُرِكَ) اس میں دلیل ہے کہ اِنْبَات (پروان چڑھنا) بلوغت کی پہچان کی دلیل ہے جب احتلام وغیرہ کا علم نہ ہو سکے۔

حیی کا لباس

حضرت ابن اسحاق نے حیی بن اخطب کا ذکر کیا جب اسے قتل کرنے کے لئے لایا گیا وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ فُقَّاحِيَّةٌ۔ حلہ ازار اور رداء کے مجموعے کا نام ہے۔ اصل میں ان دونوں کپڑوں کو یہ نام اس وقت دیا جاتا ہے جب یہ دونوں نئے ہوں اور ان کی تہیں کھول دی جائیں تو کہا جاتا ہے حُلَّةٌ لِهٰذَا کہ یہ کپڑا اس کے لئے کھولا گیا پھر اس پر یہ نام ہمیشہ کے لئے جاری ہو گیا۔ یہ خطابی کا قول ہے اور

Marfat.com

کہتے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمٰی کی خاطر اسے بخش دیا۔ اس طرح آپ نے اس کی زندگی بچالی۔

بنی قریظہ کے اموال کی تقسیم

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کے اموال اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ یاد رہے کہ اس روز سواروں اور پیادہ لوگوں کے حصے مقرر ہوئے اور آپ نے خمس بھی نکالا۔ پس گھڑ سوار کو تین حصے ملے۔ دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ سوار کا۔ اور پیادہ کو جس کے پاس گھوڑا نہ تھا، ایک حصہ دیا گیا۔ واقعہ بنی قریظہ میں چھتیس گھڑ سوار تھے، یہ پہلا مال غنیمت تھا جس میں حصوں کا تعین ہوا اور خمس نکالا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اسی سنت کے مطابق اموالِ غنیمت کی تقسیم کا اصول قائم ہو گیا اور جنگوں میں آپ کی یہی سنت قائم ہوگئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی عبدالاشہل کے فرد حضرت سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کے چند قیدی دے کر نجد بھیجا۔ انہوں نے وہاں انہیں فروخت کر کے اپنے لئے گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔

فُقَاحِيَة فُقَّاح کی طرف منسوب ہے۔ یہ پھول کی کلی کو اس وقت کہتے ہیں جب اس کے شگوفے پھٹ رہے ہوں، غنچے کھل رہے ہوں اور پردے چاک ہو رہے ہوں۔ تو اس وقت کہا جاتا ہے فَقَّحَ وَ هُوَ فُقَّاح۔ اَلْقَنَابِع بھی غنچوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد قُنْبُعَةٌ ہے، جہاں تک عین کے ساتھ فِقَاع کا تعلق ہے تو یہ ایک نبات ہے جسے آذان الکماۃ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب النبات سے ماخوذ ہیں۔

یہ لفظ اس طرح بھی مروی ہے: حُلَّةٌ شُقَحِيَةٌ۔ یہ کچی کھجور ہے جب وہ رنگ پکڑ لے۔ یہ خطابی کا قول ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَلٰكِنَّهُ مَنْ يَخْذُلِ اللّٰهَ يُخْذَلِ۔ اسم جلالت کی ہاء کے نصب کے ساتھ۔ یہ شعر اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قدرت نہیں دی؟ حیی نے کہا کیوں نہیں، میں نے تو بچنے کے لئے خوب ہاتھ پاؤں ہلا لیے ہیں۔ ولکن مَنْ يَخْذُلْكَ يُخْذَلْ لیکن جو آپ کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کرے گا وہ خود ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔ اس کا یہ قول شعر کے اس مصرع کی مانند ہے: وَلٰكِنَّهُ مَنْ يَخْذُلِ اللّٰهَ يُخْذَلِ۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں حیی کا کلام ہی نظم کیا ہے۔

Marfat.com

ریحانہ کا واقعہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کی عورتوں میں سے بنی عمرو بن قریظہ کی ایک عورت ریحانہ بنت عمرو بن خناقہ کو اپنے لئے منتخب فرما لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک وہ آپ کی ملکیت میں آپ کے پاس رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے پیشکش کی تھی کہ وہ آپ کی زوجیت قبول کر کے اپنے آپ پر پردہ عائد کر لے۔ اس پر ریحانہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی ملکیت میں ہی رہنے دیجئے، اس میں میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی سہولت ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ جب حضور ﷺ نے اسے گرفتار کیا تھا تو اس نے اسلام سے انحراف کیا تھا اور یہودیت پر ہی ڈٹی رہی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اس سے کنارہ کش ہو گئے اور دل میں اس کے اس معاملہ کا خیال رہا۔ پھر ایک موقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعیہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبولِ اسلام کی خوشخبری دینے آ رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا یا: رسول اللہ ﷺ! ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کر اس عمل پر آپ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

غزوۂ خندق اور بنی قریظہ کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے واقعہ خندق اور واقعہ بنی قریظہ کے بارے میں سورۂ احزاب کی مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نازل ہونے والی

سلمٰی بنت ایوب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ایوب بن عبدالرحمٰن از حضرت عبداللہ بن ابی صعصعہ کے واسطہ سے روایت کردہ اپنی حدیث ذکر کی ہے۔ میں نے حاشیۃ الشیخ میں ملاحظہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا تاریخ بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت ایوب بذاتِ خود بتانے والے ہیں کہ سلمٰی بنت قیس یہ سلمٰی بنت ایوب بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے، یہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

سلمٰی بنت قیس

اور راوی کا جو قول عَنْ سَلْمٰی بِنْتِ قَیْسٍ ہے یہ سلمٰی بنت قیس بن عمرو بن عبید بن مالک بن عمرو بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہے۔

Marfat.com

آزمائش، ان پر اپنے احسان اور اہل نفاق کے نفاق آمیز اقوال کے بعد ان کے مقابلہ میں اپنی اس کفایت کا ذکر فرماتے ہیں جس کے باعث مسلمانوں سے آزمائش کے بادل چھٹ گئے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (الاحزاب)

''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر (کفار کے) لشکر پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکے تھے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے خوب دیکھ رہا تھا''۔

جنود سے مراد قریش، غطفان اور بنو قریظہ ہیں اور وہ جنود جو اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی کے ساتھ بھیجے تھے وہ فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا (الاحزاب)

''جب انہوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے

قرآنی آیات کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ۔ دل اپنی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتا۔ اگر یہ نرخرے کی طرف منتقل ہو جائے تو آدمی مر جاتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو فرماتا ہے حق فرماتا ہے، لہٰذا اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ مبالغہ کے طور پر مجازی لفظ بولنا درست ہے بشرطیکہ مخاطب اسے سمجھ سکتا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ (الکہف: 77) (جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا)۔ یعنی اس دیوار کی مثال اس شخص کی مانند تھی جو کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے۔ تو یہ کلام مجاز تشبیہ سے ہے۔ اسی طرح جس خوف، دہشت اور سینے کی تنگی کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا اس میں ان کی مثال اس شخص کی مانند تھی جس کا دل اپنی جگہ سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے: بَلَغَ وَجِيفُ الْقُلُوبِ الْحَنَاجِرَ یعنی دلوں کی دھڑکن نرخروں تک پہنچ گئی'' (1) جہاں تک اللہ تعالیٰ

1۔ علمائے علوم جدیدہ کہتے ہیں کہ جب انسان خوف کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا دل اپنے حجم سے بڑا ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ خوفزدہ آدمی کے نرخرے تک پہنچ جاتا ہے۔ تامل۔

Marfat.com

میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے''۔

پس جن لوگوں نے مسلمانوں پر اوپر کی طرف سے حملہ کیا تھا وہ بنو قریظہ تھے اور جنہوں نے ان کے نیچے کی طرف سے حملہ کیا تھا وہ قریش اور غطفان تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ (الاحزاب)

''اس موقع پر خوب آزمالیا گیا ایمان والوں کو وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے، اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور

کے اس ارشاد کا تعلق ہے: إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (مومن: 18) ''جبکہ دل گلے میں اٹک جائیں گے''۔ تو اس آیت کریمہ کو مجاز پر محمول کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ قیامت کی ہولناکی کے بیان میں ہے اور قیامت کے دن حالات اس سے بھی زیادہ سخت ہوں گے، خصوصاً اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا: لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿٤٣﴾ (ابراہیم) ''ان کی پلکیں نہیں جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل (دہشت سے) اڑے جارہے ہوں گے''۔ یعنی روحانی دل (قلب) جسمانی دل (فواد) سے جدا ہو جائے گا اور جسمانی دل خالی ہو جائے گا۔ اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ قلب اور ہے فواد اور ہے۔ گویا فواد قلب کا غلاف ہے۔ اس کی تائید اہل یمن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: أَلْيَنُ قُلُوبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً کہ اہل یمن سب سے زیادہ نرم قلب اور نرم دل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے: فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم (الزمر: 22) ''پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے''۔ اللہ تعالیٰ نے لِلْقَاسِيَةِ أَفْئِدَتُهُمْ نہیں فرمایا اور اَلْقَسْوَةُ (سختی) اَللِّيْنُ (نرمی) کی ضد ہے۔ پس اس میں غور کیجئے (1)۔

1۔ قلب اور فواد کے درمیان فرق کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا (القصص: 10) ''اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دے اس راز کو اگر ہم نے مضبوط نہ کر دیا ہوتا اس کے دل کو''۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں قلب اور فواد کے درمیان تفریق کر دی۔ ان دونوں کے درمیان فرق کے بیان میں مختصراً میں یہ کہتا ہوں کہ قلب وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو اگر ٹھیک رہے تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر خدانخواستہ یہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ رہا فواد تو وہ قلب کا لب اور اس کا خالص ہے۔ یہ فئد سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گرم ہونا، مشتعل ہونا۔ پس قلب آیات مرئیہ، سماعیہ اور مقروءہ کو قبول کرتا ہے۔ پھر جب وہ ان آیات کے ساتھ بھڑک اٹھتا ہے اور ان کے باعث اس میں ایک حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ فواد کہلاتا ہے۔ واللہ اعلیٰ واعلم۔ مزید وضاحت کے لئے امام ترمذی کا رسالہ الفرق بین القلب والفواد ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لئے"۔

یہ بات معتب بن قشیر نے کہی تھی۔

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ (الاحزاب)

"اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی ان میں سے ایک جماعت کہ اے یثرب والو! تمہارے لئے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو) اور اجازت مانگنے لگا ان میں سے ایک گروہ نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ کر کہ (حضور) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ (اس بہانہ سازی سے) ان کا ارادہ محض (میدانِ جنگ سے) فرار تھا"۔

یہ بات اوس بن قیظی اور اس کی قوم کے دیگر لوگوں نے کہی تھی جو اس کے جھنڈے تلے جمع تھے۔

وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا (الاحزاب)

"اور اگر گھس آتے (کفار کے لشکر) ان پر مدینہ کے اطراف سے"۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: الاقطار کا معنی جوانب ہے، اس کا واحد قطر ہے۔ اسے اقتار بھی بولتے ہیں جس کا واحد قتر ہے۔ فرزدق نے کہا:

كَمْ مِنْ غِنَیً فَتَحَ الْاِلٰهُ لَهُمْ بِهٖ وَالْخَیْلُ مُقْعِیَةٌ عَلَی الْاَقْطَارِ

"کتنے ہی دولتمندی (کے راستے) ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھول دیئے اور گھوڑے (اٹھنے کے ارادہ میں) اطراف پر گر رہے ہیں"۔

اور عَلَی الْاَقْتَارِ بھی مروی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا ﴿۱۴﴾ (الاحزاب)

"پھر ان سے درخواست کی جاتی فتنہ انگیزی میں شرکت کی تو فوراً اسے قبول کر لیتے اور توقف نہ کرتے اس میں مگر بہت کم"۔

الفتنة سے مراد کفر و شرک کی طرف رجوع ہے۔

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ (الاحزاب)

Marfat.com

"حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے اس کے متعلق ضرور باز پرس کی جاتی ہے"۔

وعدہ کرنے والے بنی حارثہ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے احد کے دن بنی سلمہ کے ساتھ مل کر بزدلی کا اظہار کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ کبھی بھی ایسی بزدلی کا اعادہ نہیں کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کے اسی وعدہ کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے خود اپنی طرف سے کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ (الاحزاب)

"فرمادیجئے (اے بھگوڑو!) تمہیں نفع نہیں دے گا بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہتے ہو موت سے یا قتل سے اور (اگر بھاگ کر تم نے جان بچا بھی لی) تو تم لطف اندوز نہ ہو سکو گے مگر تھوڑی مدت۔ فرمائیے کون بچا سکتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اگر وہ تمہیں عذاب دینے کا ارادہ کر لے یا اگر وہ تم پر رحمت فرمانا چاہے اور نہیں پائیں گے وہ لوگ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار"۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ (الاحزاب)

"اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاد سے روکنے والوں کو تم میں سے (اس سے مراد اہل نفاق ہیں۔ ابن اسحاق) اور انہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں (اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہماری طرف آ جاؤ اور خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے مگر برائے نام"۔

الا قلیلا کا مطلب ہے وہ صرف اتمام حجت کے لئے اور اپنے آپ کو الزام سے بری

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ (الاحزاب: 18) یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اپنے بھائیوں کو جہاد سے رک جانے کی ترغیب دلاتے ہیں، پس وہ اس ترغیب کے ساتھ انہیں اطاعت سے باز رکھتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں هَلُمَّ اِلَيْنَا" (اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہماری طرف آ جاؤ"۔ آپ کہتے ہیں عَاقَنِيَ الْاَمْرُ عَنْ كَذَا یعنی اس کام نے مجھے فلاں کام سے روک دیا۔ عَوَّقَنِيْ فُلَانٌ عَنْ كَذَا یعنی فلاں شخص نے مجھے اس کام سے باز رکھا۔

Marfat.com

کرنے کے لئے جنگ میں برائے نام شرکت کرتے ہیں۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ (الاحزاب:19)

"پرلے درجے کے کنجوس ہیں تمہارے معاملہ میں (یعنی اس بخل کی وجہ سے جو ان کے دلوں میں ہے۔ ابن اسحاق) پھر جب خوف (ودہشت) چھا جائے تو آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوتی ہیں اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہو (یعنی موت کو بڑا سمجھنے اور اس سے گھبرا جانے کی وجہ سے۔ ابن اسحاق) پھر جب خوف دور ہو جائے تو تمہیں سخت اذیت پہنچاتے ہیں اپنی تیز زبانوں سے"۔

یعنی ایسی باتیں کر کے جو تمہیں ناپسند ہوتی ہیں کیونکہ نہ وہ آخرت کی امید رکھتے ہیں اور نہ انہیں کوئی حساب و کتاب اس بات سے باز رکھتا ہے۔ یہ لوگ موت سے ان لوگوں کی طرح ڈرتے ہیں جو مابعد الموت کی امید نہیں رکھتے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: سَلَقُوْكُمْ کا معنی ہے وہ تمہارے بارے میں کلام کرتے وقت مبالغہ آرائی کر کے تمہیں جلاتے اور اذیت پہنچاتے ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں: خَطِيْبٌ سَلَّاقٌ، خَطِيْبٌ مِسْلَقٌ و مُسْلَاقٌ یعنی فصیح و بلیغ مقرر۔ اعشی بن قیس بن ثعلبہ نے کہا:

فِيْهِمُ الْمَجْدُ وَالسَّمَاحَةُ وَالنَّجْدَةُ فِيْهِمْ وَالْخَاطِبُ السَّلَّاقُ

ان لوگوں میں بزرگی اور سخاوت بھی ہے اور ان میں دلیری اور فصیح و بلیغ مقرر بھی ہے۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (الاحزاب)

"(دشمن بھاگ گیا لیکن یہ بزدل) یہی خیال کر رہے ہیں کہ ابھی جتھے نہیں گئے اور جتھے (دوبارہ پلٹ کر) آجائیں تو یہ پسند کریں گے کہ کاش! وہ صحرا میں بدوؤں کے ہاں ہوتے (آنے جانے والوں سے) تمہاری خبریں پوچھتے۔ اور اگر یہ (بزدل) تم میں موجود بھی ہوتے تو یہ (دشمن سے) جنگ نہ کرتے مگر برائے نام"۔

الاحزاب سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

(الاحزاب)

"بے شک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے، یہ نمونہ اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے"۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ مسلمان اپنے نفسوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور ﷺ کی ذات سے اور اس جگہ سے بے فکر نہ ہو جائیں جہاں آپ موجود ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کا، ان کی صداقت کا اور اس بات کا ذکر کیا کہ انہیں آزمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس آزمائش کا وعدہ فرمایا تھا مسلمانوں نے اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ (الاحزاب)

"اور جب ایمان والوں نے (کفار کے) لشکروں کو دیکھا تو (فرطِ جوش سے) پکار اٹھے یہ ہے وہ لشکر جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ اور اس کے رسول نے، اور دشمن کے لشکر جرار نے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اور اضافہ کر دیا"۔

تسلیم سے مراد آزمائش میں صبر و استقلال، قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس حق کی تصدیق ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا۔ پھر فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ (الاحزاب)

"اہل ایمان میں سے ایسے جوانمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ ان جوانمردوں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض (اس ساعت سعید کا) انتظار کر رہے ہیں۔ (جنگ کے مہیب خطرات کے باوجود) ان کے رویہ میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی"۔

قَضٰى نَحْبَهٗ کا مطلب ہے وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکے ہیں اور اپنے رب کی طرف لوٹ چکے ہیں مثلاً وہ مسلمان جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: قَضٰى نَحْبَهٗ کا معنی ہے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اَلنَّحب ابو

Marfat.com

عبیدہ کی خبر کے مطابق نفس کو کہتے ہیں اور اس کی جمع نُحُوب آتی ہے۔ ذوالرمہ نے کہا:

قَضٰی نَحْبَهٗ فِیْ مُلْتَقَی الْخَیْلِ هَوْبَرٌ   عَشِیَّةَ فَرَّ الْحَارِثِیُّوْنَ بَعْدَ مَا

''جب شام کے وقت گھڑ سواروں کے ملنے کی جگہ (یعنی میدانِ جنگ) میں ہوبر ہلاک ہو گیا تو بنی حارث کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ہوبر بنی حارث بن کعب کا ایک فرد ہے۔

اس سے مراد زید بن ہوبر ہے، اور نذر کو بھی نحب کہتے ہیں۔ جریر بن خطفی نے کہا:

عَشِیَّةَ بِسْطَامٌ جَرَیْنَ عَلٰی نَحْبِ   بِطِخْفَةَ جَالَدْنَا الْمُلُوْكَ وَ خَیْلُنَا

''طخفہ پہاڑ کے دامن میں ہم نے بادشاہوں کے ساتھ اس حالت میں لڑائی کی جبکہ ہمارے گھوڑوں نے اس شام کو اپنی نذر پوری کر دی جب بسطام بن قیس قتل ہوا''۔

شاعر کہتا ہے کہ ہمارے گھوڑوں نے اسے قتل کرنے کی نذر مانی تھی پس اسے قتل کر کے انہوں نے اپنی نذر پوری کر دی۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور بسطام سے مراد بسطام بن قیس بن مسعود شیبانی ہے اور وہ ذی الجدین کا بیٹا ہے۔ مجھے ابوعبیدہ نے بتایا کہ وہ ربیعہ بن نزار کا شہسوار تھا، اور طخفہ بصرہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔

النحب کا معنی خطار یعنی گھڑ دوڑ کی شرط لگانا بھی ہے۔ فرزدق نے کہا:

عَلَی النَّحْبِ اَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ وَ اَفْضَلُ   وَ اِذْ نَحَبَتْ كَلْبٌ عَلَی النَّاسِ اَیُّنَا

''اور جب کسی کتے نے انسانوں پر گھڑ دوڑ کی شرط لگائی تو اس شرط پر ہم میں سے کون زیادہ عطا کرنے والا اور افضل ہوتا ہے''۔

النحب کا معنی رونا بھی ہے، اسی سے اہل عرب کا قول ہے یَنْتَحِبُ وہ رو رہا ہے۔ اور النحب کا معنی حاجت اور ہمت بھی ہے۔ آپ کہتے ہیں: مَالِیْ عِنْدَهُمْ نَحْب۔ ''ان کے پاس میری کوئی حاجت نہیں''۔ مالک بن نویرہ یربوعی نے کہا:

تَلَمَّسْتُ مَا تَبْغِیْ مِنَ الشُّدْنِ الشُّجَرِ   وَ مَالِیَ نَحْبٌ عِنْدَهُمْ غَیْرَ اَنَّنِیْ

''ان کے پاس میری کوئی حاجت نہیں بجز اس کے کہ میں نے اس چیز کا مطالبہ کیا جو تو چاہتا ہے یعنی مقام شدن کے سرخ آنکھوں والے اونٹ''۔

اور بنی تیم اللات بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کے ایک شاعر نہار بن توسعہ نے کہا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا یہ لوگ بنی حنیفہ کے موالی ہیں:

Marfat.com

وَ نَجّٰی یُوْسُفَ الثَّقَفِی رَکْضُ دِرَاكٍ بَعْدَ مَا وَقَعَ اللِّوَاءُ

"جھنڈا گرنے کے بعد یوسف ثقفی کو لگا تار تیز دوڑ نے بچالیا"۔

وَ لَوْ اَدْرَکْنَهٗ لَقَضَیْنَ نَحْبًا بِهٖ وَ لِكُلِّ مُخْطَاةٍ وَقَاءُ

"اور اگر وہ اسے پکڑ لیتیں تو اس کے ساتھ اپنی حاجت پوری کر لیتیں لیکن ہر غلطی میں ڈالے گئے شخص کو بچنے کا ذریعہ مل ہی جاتا ہے"۔

النحب کا معنی آہستہ رفتار سے چلنا بھی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: وَ مِنْهُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ کا مطلب ہے کہ ان میں سے بعض اس نصرت کا انتظار کر رہے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس شہادت کا انتظار کر رہے ہیں جس سے دیگر صحابہ کرام سرخ رو ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾ یعنی نہ انہوں نے شکوہ کیا، نہ اپنے دین میں تردد کیا اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور دین تبدیل کیا۔

لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۲۴﴾ (الاحزاب)

"(اذن جہاد میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ) اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اپنا وعدہ سچا کرنے والوں کو ان کے سچ کے باعث اور عذاب دے منافقوں کو اگر اس کی مرضی ہو یا ان کی توبہ قبول فرمالے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ﴿۲۵﴾ (الاحزاب)

"اور (ناکام) لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درآں حالیکہ اپنے غصہ میں (پیچ و تاب کھا رہے) تھے۔ (اس لشکر کشی سے) انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا، اور بچالیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور، ہر چیز پر غالب ہے"۔

کفار سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔

وَ اَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ (الاحزاب:26)

"اہل کتاب سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار لیا"۔

Marfat.com

اہل کتاب سے مراد بنی قریظہ ہیں اور صیاصی سے مراد ان کے قلعے اور گڑھیاں ہیں جن میں وہ بند تھے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بنی اسد بن خزیمہ کی شاخ بنی حسحاس کے غلام سحیم نے کہا:

وَ أَصْبَحَتِ الثِّيْرَانُ صَرْعٰى وَ أَصْبَحَتْ　　نِسَاءُ تَمِيْمٍ يَبْتَدِرْنَ الصَّيَاصِيَا

''بیل ہلاک ہو گئے اور بنی تمیم کی عورتیں قلعوں میں داخل ہونے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے لگیں''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی کا معنی سینگ بھی ہے۔ نابغہ جعدی نے کہا:

وَ سَادَةَ رَهْطِيْ حَتّٰى بَقِيْتُ　　فَرْدًا كَصِيْصِيَةِ الْأَعْضَبِ

''میری قوم کے سردار کو (موت نے آلیا) یہاں تک کہ میں ٹوٹے ہوئے سینگوں والے جانور کے سینگ کی طرح تنہا رہ گیا''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ابو داؤد ایادی نے کہا:

فَذَعَرْنَا سُحْمَ الصَّيَاصِيْ بِأَيْدِيْهِنَّ　　نَضْحٌ مِّنَ الْكُحَيْلِ وَقَارُ

''ہم سیاہ سینگوں والے پہاڑی بکروں سے ڈر گئے جن کی اگلی ٹانگوں پر قطران اور تارکول کا چھڑکاؤ کیا گیا تھا''۔

حضرت ابن اسحاق نے صیاصی کا ذکر کیا اور کہا کہ اس سے مراد قلعے ہیں۔ ابن ہشام نے اس پر سحیم کے اس شعر سے استشہاد کیا جس میں وہ سیلاب کا وصف بیان کرتا ہے:

وَ أَصْبَحَتِ الثِّيْرَانُ صَرْعٰى وَ أَصْبَحَتْ　　نِسَاءُ تَمِيْمٍ يَبْتَدِرْنَ الصَّيَاصِيَا

میں نے اس شعر پر شیخ ابو بحر رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں ملاحظہ کیا کہ صیاصی سے مراد اس شعر میں مذکور بیلوں کے سینگ ہیں نہ کہ وہ جو ابن ہشام کو وہم ہوا ہے کہ اس سے مراد قلعے اور گڑھیاں ہیں۔ شاعر کہتا ہے: اس سیلاب نے بیلوں کو غرق کر کے ہلاک کر دیا تو بنی تمیم کی عورتیں ان بیلوں کے سینگوں کو اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے لگیں تا کہ وہ ان کے ساتھ دھاری دار کپڑے بن سکیں۔ یہ یعقوب کا قول ہے جو انہوں نے اصمعی سے روایت کیا ہے۔ اس قول کے صحیح ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ عرب کے دیہاتی علاقوں میں قلعے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت مؤلف نے کہا: اس تفسیر کی صحت کی دلیل احمد بن داؤد کی روایت بھی ہے۔ انہوں نے اپنی تالیف کتاب النبات میں یہ شعر ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: يَلْتَقِطْنَ الصَّيَاصِيَا یعنی وہ عورتیں سینگ اٹھانے لگیں۔ انہوں نے يَبْتَدِرْنَ نہیں کہا۔

Marfat.com

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی کا معنی وہ کانٹا بھی ہے جو کپڑا بننے والوں کے پاس ہوتا ہے (یعنی جولاہے کا کوچ جس سے وہ تانا بانا درست کرتا ہے) جیسا کہ مجھے ابوعبیدہ نے بتایا۔ انہوں نے مجھے درید بن صمہ جشمی کا یہ شعر بھی سنایا۔ درید کا جد اعلیٰ جشم بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ہے:

نَظَرْتُ اِلَيْهِ وَالرِّمَاحُ تَنُوْشُهُ ۔۔۔ كَوَقْعِ الصَّيَاصِيْ فِي النَّسِيْجِ الْمُمَدَّدِ

"میں نے اسے ایسی حالت میں دیکھا کہ اسے نیزے اس طرح لگ رہے تھے جیسے بننے کے لئے پھیلائے گئے کپڑے میں کوچ داخل ہوتا ہے"۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی اسے بھی کہتے ہیں جو مرغ کی ٹانگوں پر چھوٹے چھوٹے سینگوں کی مانند ابھرے ہوئے (کانٹے) ہوتے ہیں (یعنی مرغ کا خار) اور صیاصی جڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ ابوعبیدہ نے مجھے بتایا کہ اہل عرب کہتے ہیں: جَذَّ اللّٰهُ صِيْصِيَتَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی جڑ کاٹ دے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے):

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (الاحزاب)

"اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے ہو"۔

حضرت ابن ہشام نے یہ شعر بھی لکھا:

فَدَعْ عَنَّا سُحْمَ الصَّيَاصِيْ بِاَيْدِيْهِنَّ ۔۔۔ نَضْحٌ مِّنَ الْكُحَيْلِ وَقَارٌ

کحیل سے مراد قطران(1) ہے اور قار سے مراد تارکول ہے۔ شاعر نے بکروں کی اگلی ٹانگوں پر موجود سیاہی کو قطران اور تارکول کے ساتھ کیے گئے چھڑکاؤ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حضرت ابن ہشام نے درید بن صمہ کا یہ شعر بھی بیان کیا:

كَوَقْعِ الصَّيَاصِيْ فِي النَّسِيْجِ الْمُمَدَّدِ

اصمعی نے اس شعر میں صیاصی کو اسی معنی پر محمول کیا ہے جو اس سے پہلے شعر میں گزرا ہے کہ اس سے مراد وہ سینگ ہیں جو کپڑا بننے کے کام آتے ہیں۔ اس کا معنی جولاہے کا کوچ نہیں جیسا کہ ابن ہشام نے کہا ہے۔

1۔ قطران ایک روغنی سیال مادہ ہے جو صنوبر جیسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے اور اونٹوں پر ملا جاتا ہے۔ المنجد

Marfat.com

یعنی مردوں کو تم قتل کر رہے ہو اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا رہے ہو۔

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾ (الاحزاب)

"اور اس نے وارث بنا دیا تمہیں ان کی زمینوں، ان کے مکانوں اور ان کے مال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے"۔

وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا سے مراد خیبر ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قابل رشک وفات

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی قریظہ کا معاملہ ختم ہی ہوا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون جاری ہو گیا۔ اس کے باعث آپ شہید ہو گئے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت معاذ بن رفاعہ زرقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے اپنی قوم کے ان آدمیوں نے بیان کیا جنہیں میں چاہتا تھا کہ آدھی رات کے وقت جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پوچھا: اے محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور عرشِ الٰہی جھومنے لگا؟

عرشِ الٰہی کا جھومنا

حضرت ابن اسحاق نے عرشِ الٰہی کے جھومنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مفہوم میں لوگوں نے گفتگو کی ہے اور گمان کیا ہے کہ یہ ایک امر مشکل ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں اہتزاز کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح کی آمد کے باعث مسرت کا اظہار کرنا۔ بعض نے کہا اس سے مراد عرشِ الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے اور ان کے ارد گرد رہنے والے فرشتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کو بعید خیال کیا ہے کہ عرشِ الٰہی میں حقیقی طور پر جنبش پیدا ہو، لیکن اس میں کوئی بعد نہیں کیونکہ عرش مخلوق ہے اور اس میں حرکت اور جنبش کا ظہور ممکن ہے اور جس معنی کی طرف کوئی نہ کوئی راستہ موجود ہو اسے ظاہری الفاظ سے پھیرنا جائز نہیں ہوتا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرش کے جھومنے کی حدیث صحیح ہے۔ ابو عمر نے کہا: یہ متواتر سندوں سے ثابت ہے اور اس حدیث کے معنی میں جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ

Marfat.com

راوی فرماتے ہیں یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کپڑے گھسیٹتے ہوئے تیزی سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ جاں بحق ہو چکے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لا رہی تھیں، ان کے ساتھ حضرت اسید بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہیں اپنی کسی بیوی کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس پر کچھ غم کا اظہار کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اے ابو یحیٰ! (اسید کی کنیت) اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، کیا تم ایک عورت پر غمگین ہو رہے ہو حالانکہ تمہارے چچازاد بھائی کا انتقال ہوا تو ان کے لئے عرش بھی جھوم اٹھا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جنہیں میں متہم نہیں کرتا انہوں نے مجھ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک جسیم آدمی تھے، جب لوگوں نے ان کا جنازہ اٹھایا تو ہلکا محسوس ہوا، اس پر بعض منافقین نے کہا: قسم بخدا! وہ تھے تو جسیم لیکن ان سے زیادہ ہلکا جنازہ ہم نے نہیں اٹھایا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: "بے شک انہیں اٹھانے والے تمہارے علاوہ کوئی اور تھے، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! سعد کی روح سے فرشتوں نے بشارت پائی اور عرش جھوم اٹھا۔

عنہ کا قول مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی چارپائی کو جنبش ہوئی، اس کی طرف علماء نے توجہ نہیں دی اور کہا ہے کہ انصار کے ان دونوں قبیلوں کے درمیان کچھ کینہ موجود تھا، اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ یعنی "عرشِ رحمٰن میں جنبش پیدا ہوئی"۔ اسے حضرت ابوالزبیر نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا اور حضرت امام بخاری نے اسے حضرت اعمش کی سند سے روایت کیا، انہوں نے ابو صالح اور ابو سفیان دونوں سے انہوں نے حضرت جابر سے روایت کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا۔ ان میں سے حضرت ابو سعید خدری، حضرت اسید بن حضیر اور حضرت رمیثہ بنت عمرو رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا انکار کیا اور اس کے متعلق گفتگو کو ناپسند فرمایا حالانکہ یہ صحت کے ساتھ منقول ہے اور اس کے راوی کثیر ہیں۔ شاید حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس بات کی روایت صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

Marfat.com

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت معاذ بن رفاعہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن جموح سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا اور ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہاں موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ کہا تو آپ کے ساتھ سب لوگوں نے بھی سبحان اللہ کہا۔ پھر حضور ﷺ نے اللہ اکبر کہا تو آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے کس وجہ سے سبحان اللہ کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس نیک بندے کو اس کی قبر نے بھینچا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ تنگی دور فرما دی۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: اس حدیث شریف کا مصداق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِلْقَبْرِ لَضَمَّةً لَوْ كَانَ اَحَدٌ مِّنْهَا نَاجِيًا لَكَانَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ "بے شک قبر بھینچتی ہے، اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سعد بن معاذ بچے ہوتے"۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت سعد کے لئے ہی ایک انصاری نے یہ شعر کہا:

وَ مَا اهْتَزَّ عَرْشُ اللهِ مِنْ مَوْتِ هَالِكٍ سَمِعْنَا بِهٖ اِلَّا لِسَعْدٍ اَبِیْ عَمْرٍو

"ہم نے آج تک نہیں سنا کہ کسی مرنے والے کی موت پر عرشِ الٰہی جھوما ہو مگر ابو عمر سعد کے لئے جھوم اٹھا"۔

جب حضرت سعد کا جنازہ اٹھایا گیا تو ان کی والدہ روتی ہوئی درج ذیل شعر پڑھ رہی تھیں،

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت سعد کی ماں کا نام کبیشہ بنت رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر ہے اور وہ خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج ہے:

وَيْلُ اُمِّ سَعْدٍ سَعْدًا صَرَامَةً وَّحَدًّا

"سعد کی ماں کو سعد کی موت کا افسوس ہے جو ایک قوتِ نافذہ اور تلوار کی دھار تھا"۔

وَ سُوْدَدًا وَّ مَجْدًا وَّفَارِسًا مُّعَدًّا

"جو سراپا سیادت اور سراپا مجد و شرف تھا اور جو ہر وقت تیار شہسوار تھا"۔

سُدَّ بِهٖ مَسَدًّا يَقُدُّ هَامًا قَدًّا

"جس کے ذریعے دشمن کا راستہ بند تھا اور جو دشمن کا سر کاٹ کر رکھ دیتا تھا"۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہر نوحہ کرنے والی عورت جھوٹ بولتی ہے مگر سعد بن معاذ کی

Marfat.com

نوحہ کرنے والی (نے جو کہا سچ کہا)۔

شہدائے غزوۂ خندق

حضرت ابن اسحاق نے کہا: غزوۂ خندق کے روز صرف چھ مسلمان شہید ہوئے۔

بنی عبدالاشہل سے تین آدمی: حضرات سعد بن معاذ، انس بن اوس بن عتیک بن عمرو اور عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہم۔

بنی جشم بن خزرج کی شاخ بنی سلمہ سے دو آدمی حضرت طفیل بن نعمان اور حضرت ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہما۔

اور بنی نجار کی شاخ بنی دینار سے ایک آدمی حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ۔ انہیں ایک نامعلوم تیر آلگا جس نے ان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا (اَصَابَهٗ سَهْمٌ غَرْب فَقَتَلَهٗ)۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ لفظ سَهْمُ غَرْبٍ اور سَهْمٌ غَرْبٌ اضافت اور بلا اضافت دونوں طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ تیر ہے جس کے بارے میں علم نہ ہو کہ وہ کہاں سے آیا اور کس نے پھینکا۔

مشرکین کے مقتول

مشرکین کے تین آدمی مارے گئے:

بنی عبدالدار بن قصی سے منبہ بن عثمان بن عبید بن سباق بن عبدالدار۔ اسے ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ مکہ میں جا کر مر گیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ عثمان بن امیہ بن منبہ بن عبید بن سباق ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی مخزوم بن یقظہ سے نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مارا گیا۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں اس کی لاش فروخت کر دیں۔ اس نے خندق پار کرنے کی کوشش تھی لیکن اس میں گر گیا اور مارا گیا۔ مسلمان اس کی لاش پر قابض ہو گئے۔ درخواست سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں نہ اس کے جسم کی ضرورت ہے اور نہ اس کی قیمت کی۔ پھر حضور ﷺ نے اس کی نعش مشرکین کو لے جانے دی۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: جو روایت حضرت زہری سے مجھے پہنچی ہے اس میں ہے کہ مشرکین اس کی لاش کے بدلے رسول اللہ ﷺ کو دس ہزار درہم دینا چاہتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی عامر بن لوی کی شاخ بنی مالک بن حسل سے ایک آدمی عمرو

Marfat.com

بن عبد ود مارا گیا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

غزوۂ بنی قریظہ کے شہداء

حضرت ابن اسحاق نے کہا: غزوۂ بنی قریظہ کے موقع پر بنی حارث بن خزرج سے حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو شہید ہوئے۔ ان پر اوپر سے ایک چکی کا پاٹ لڑھکا دیا گیا جس نے انہیں بری طرح کچل کر رکھ دیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لَهٗ لَاَجْرَ شَهِيْدَيْنِ ''انہیں دو شہیدوں کا اجر دیا جائے گا۔''

نیز جس وقت رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اس وقت بنی اسد بن خزیمہ کے ایک فرد حضرت ابوسنان بن محصن بن حرثان کا انتقال ہو گیا تھا، انہیں بنی قریظہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں وہ اس وقت اپنے آدمیوں کو دفن کرتے تھے اور اسلام کے زمانہ میں بھی وہ اپنے آدمیوں کو وہیں دفن کرتے تھے۔

قریش پر حملہ کی بشارت

جب اہل خندق معرکہ خندق سے واپس ہو گئے تو جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَنْ تَغْزُوَكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ ''اس سال کے بعد قریش تم پر ہرگز حملہ نہیں کریں گے بلکہ اب تم ان پر حملہ کیا کرو گے''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے بعد قریش حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے بلکہ رسول اللہ ﷺ ہی ان پر حملہ آور ہوتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ہاتھوں مکہ مکرمہ فتح فرما دیا۔

Marfat.com

غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق اشعار

ضرار کے اشعار

بنی محارب بن فہر کے فرد ضرار بن خطاب بن مرداس نے غزوۂ خندق کے بارے میں یہ اشعار کہے:

وَ مُشْفِقَةٍ تَظُنُّ بِنَا الظُّنُوْنَا وَ قَدْ قُدْنَا عَرَنْدَسَةً طَحُوْنَا

''کتنی ہی ہمدرد خواتین ہیں جو ہمارے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگیں جب ہم ایک پیس کر رکھ دینے والے طاقتور لشکر کی قیادت کر رہے تھے''۔

كَاَنَّ زُهَاءَ هَا اُحُدٌ اِذَا مَا بَدَتْ اَرْكَانُهٗ لِلنَّاظِرِيْنَا

''جب اس لشکر کے چاروں اطراف (ستون) ناظرین کے سامنے ظاہر ہوتے تو یوں لگتا تھا گویا اس کی تعداد احد پہاڑ کے برابر ہے''۔

تَرَى الْاَبْدَانَ فِيْهَا مُسْبِغَاتٍ عَلَى الْاَبْطَالِ وَالْيَلَبَ الْحَصِيْنَا

''تم اس لشکر میں بڑے بڑے بہادروں کے جسموں پر کامل ترین زرہیں اور مضبوط ترین ڈھالیں دیکھتے تھے''۔

فصل برائے اشعارِ غزوۂ خندق

ضرار کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے ضرار بن خطاب کے اشعار ذکر کیے۔ ان میں ایک شعر ہے:

عَلَى الْاَبْطَالِ وَالْيَلَبَ الْحَصِيْنَا

الیلب کا معنی ڈھال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد چمڑے کی بنی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ خود اور زرہیں ہیں جو اونٹوں کے چمڑے سے بنائی جاتی تھیں۔ اس کی تائید حبیب کے اس شعر سے ہوتی ہے:

هٰذِهِ الْاَسِنَّةُ وَالْمَاذِيُّ قَدْ كَثُرَا فَلَا الصَّيَاصِيُّ لَهَا قَدْرٌ وَ لَا الْيَلَبُ

یہ نیزے اور لوہے کی بنی ہوئی زرہیں بہت زیادہ ہیں لہٰذا اب نہ سینگوں کی کوئی قدر و منزلت ہے

Marfat.com

وَ جُرْدًا كَالْقِدَاحِ مُسَوَّمَاتٍ نَؤُمُّ بِهَا الْغُوَاةَ الْخَاطِئِينَا

''اور دشمن کی طرف پھینکے گئے تیروں کی رفتار سے چلنے والے کم مو گھوڑے (دیکھتے تھے) جن پر سوار ہو کر ہم خطا کار گمراہ لوگوں کا قصد کرتے تھے''۔

كَأَنَّهُمْ إِذَا صَالُوْا وَ صُلْنَا بِبَابِ الْخَنْدَقَيْنِ مُصَافِحُوْنَا

''جب خندق کے دروازے پر وہ بھی حملہ کرتے اور ہم بھی حملہ کرتے تو اس وقت گویا وہ (خطار کار اور گمراہ لوگ) ہم سے مصافحہ کر رہے تھے''۔

أُنَاسٌ لَا نَرَى فِيهِمْ رَشِيْدًا وَ قَدْ قَالُوْا أَلَسْنَا رَاشِدِيْنَا

''وہ ایسے لوگ ہیں جن میں ہمیں ایک شخص بھی راہِ راست پر چلنے والا نظر نہیں آتا حالانکہ وہ کہتے ہیں کیا ہم راہِ راست پر چلنے والے لوگ نہیں ہیں؟''

فَأَحْجَرْنَاهُمْ شَهْرًا كَرِيْتًا وَ كُنَّا فَوْقَهُمْ كَالْقَاهِرِيْنَا

''ہم نے پورا ایک مہینہ ان کا محاصرہ کیے رکھا اور ہم ان کے اوپر قہر برسانے والے لوگوں کی طرح چھائے رہے''۔

نُرَاوِحُهُمْ وَ نَغْدُوْا كُلَّ يَوْمٍ عَلَيْهِمْ فِي السِّلَاحِ مُدَجَّجِيْنَا

''ہتھیاروں سے بالکل لیس ہم ہر روز ان کے اوپر صبح و شام گزرتے رہے''۔

بِأَيْدِيْنَا صَوَارِمُ مُرْهَفَاتٌ نَقُدُّ بِهَا الْمَفَارِقَ وَالشُّؤُوْنَا

''جبکہ ہمارے ہاتھوں میں کاٹ کر رکھ دینے والی تیز تلواریں تھیں جن کے ساتھ ہم ان کے سروں اور کھوپڑیوں کے پرخچے اڑا رہے تھے''۔

كَأَنَّ وَ مِيْضَهُنَّ مُعَرَّيَاتٍ إِذَا لَاحَتْ بِأَيْدِيْ مُصْلِتِيْنَا

اور نہ اونٹوں کے چمڑے کی بنائی ہوئی زرہوں کی''۔

یعنی لوہے کی بنی ہوئی زرہوں کی موجودگی میں اونٹوں کے چمڑے کی بنی ہوئی زرہوں کی اور لوہے کے نیزوں کی موجوگی میں سینگوں سے بنائے ہوئے نیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ الصیاصی سے مراد سینگ ہیں۔ دورِ جاہلیت میں اہل عرب سینگوں سے نیزے بناتے تھے۔ شاعر کا قول ہے:

يُهَزْهِزُ صَعْدَةً جَرْدَاءَ فِيهَا نَقِيْعُ السُّمِّ أَوْ قَرْنٌ مَحِيْقُ

''وہ شخص ایک صاف شفاف نیزے کو لہرا رہا ہے جس پر یا تو زہر کا پانی چڑھا ہوا ہے یا اسے کسی سینگ کے ساتھ گھیر دیا گیا ہے''۔

Marfat.com

''سونتنے والوں کے ہاتھوں میں جب وہ تلواریں چمکتیں تو بے نیام ہونے کی حالت میں گویا ان کی چمک

وَمِيضُ عَقِيقَةٍ لَمَعَتْ بِلَيْلٍ تَرَى فِيهَا الْعَقَائِقَ مُسْتَبِينَا

رات کے وقت چمکنے والے اس بادل کی چمک کی طرح تھی جس میں پھٹے ہوئے بادل صاف نظر آتے ہیں''۔

فَلَوْلَا خَنْدَقٌ كَانُوا لَدَيْهِ لَدَمَّرْنَا عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَا

''اگر یہ خندق نہ ہوتی جس کے قریب وہ لوگ موجود تھے تو ہم ان سب کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیتے''۔

وَلَكِنْ حَالَ دُونَهُمْ وَ كَانُوا بِهِ مِنْ خَوْفِنَا مُتَعَوِّذِينَا

لیکن یہ خندق ان کے سامنے حائل ہوگئی اور وہ ہمارے ڈر سے اس کی پناہ لیے ہوئے تھے۔

فَإِنْ نَرْحَلْ فَإِنَّا قَدْ تَرَكْنَا لَدَى أَبْيَاتِكُمْ سَعْدًا رَهِينَا

''پھر اگر ہم کوچ بھی کر رہے تھے تو بے شک ہم نے تمہارے گھروں کے پاس سعد کو موت کے لیے رہن رکھ دیا''۔

إِذَا جَنَّ الظَّلَامُ سَمِعْتَ نَوْحَى عَلَى سَعْدٍ يُرَجِّعْنَ الْحَنِينَا

''جب رات کی تاریکی چھا جائے گی تو تم سعد پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی آواز سن لوگے جو رونے میں ایک دوسرے سے سر ملا رہی ہوں گی''۔

وَ سَوْفَ نَزُورُكُمْ عَمَّا قَرِيبٍ كَمَا زُرْنَاكُمْ مُتَوَازِرِينَا

''جیسا کہ پہلے ہم تم سے باہمی تعاون کے ساتھ لڑ چکے ہیں عنقریب ہم پھر تمہارے ساتھ لڑیں گے''۔

بِجَمْعٍ مِنْ كِنَانَةَ غَيْرِ عُزْلٍ كَأُسْدِ الْغَابِ قَدْ حَمَتِ الْعَرِينَا

''بنی کنانہ کے ایک مسلح لشکر کے ساتھ جو جنگل کے ان شیروں کی طرح ہوگا جو اپنی کچھار کی حفاظت کر رہے ہوں''۔

ضرار کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

ضرار کے ان اشعار کا جواب بنی سلمہ کے فرد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا۔ انہوں نے یہ اشعار کہے:

Marfat.com

وَ سَائِلَةٍ تُسَائِلُ مَا لَقِيْنَا وَ لَوْ شَهِدَتْ رَأَتْنَا صَابِرِيْنَا

''بہت سی پوچھنے والیاں پوچھتی ہیں کہ ہم (جنگ میں) کس چیز سے دوچار ہوئے؟ اگر وہ مشاہدہ کرتیں تو ہمیں (دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے) صابر پاتیں''۔

صَبَرْنَا لَا نَرٰی لِلّٰهِ عِدْلًا عَلٰی مَا نَابَنَا مُتَوَكِّلِيْنَا

''ہم اللہ تعالیٰ کا کوئی مدمقابل نہیں پاتے بلکہ ہم نے اسی پر توکل کرتے ہوئے اپنے اوپر آنے والی ہر مصیبت میں پورے صبر واستقلال سے کام لیا''۔

وَ كَانَ لَنَا النَّبِيُّ وَزِيْرَ صِدْقٍ بِهٖ نَعْلُوْ الْبَرِيَّةَ اَجْمَعِيْنَا

''اور ہمارے لیے نبی کریم ﷺ حق وصداقت کے وزیر تھے، انہی کے توسل سے ہم ساری مخلوق پر غلبہ حاصل کریں گے''۔

نُقَاتِلُ مَعْشَرًا ظَلَمُوْا وَ عَقُّوْا وَ كَانُوْا بِالْعَدَاوَةِ مُرْصِدِيْنَا

''ہم ایک ایسے گروہ کے ساتھ لڑتے رہیں گے جنہوں نے ظلم کیا اور نافرمانی کی اور جنہوں نے محض عداوت کی بناء پر ہمارے خلاف جنگ کی تیاریاں کیں''۔

نُعَاجِلُهُمْ اِذَا نَهَضُوْا اِلَيْنَا بِضَرْبٍ يُعْجِلُ الْمُتَسَرِّعِيْنَا

''جب وہ ہماری طرف بڑھتے تو ہم ایسی شمشیرزنی کے ساتھ ان سے سبقت لے جاتے جو جلدبازوں کے اوپر بڑی تیزی سے چل رہی تھی''۔

تَرَانَا فِيْ فَضَافِضَ سَابِغَاتٍ كَغُدْرَانِ الْمَلَا مُتَسَرْبِلِيْنَا

''تم دیکھ رہے تھے کہ ہم کھلے میدان کے تالابوں جیسی بھرپور زرہوں میں ملبوس تھے''۔

وَ فِيْ اَيْمَانِنَا بِيْضٌ خِفَافٌ بِهَا نَشْفِيْ مِرَاحَ الشَّاغِبِيْنَا

''اور ہمارے دائیں ہاتھوں میں ایسی ہلکی پھلکی چمکدار تلواریں تھیں جن کے ذریعے ہم ان کے فتنہ پروروں اور شوروغوغا کرنے والوں کے اوچھے پن کو زائل کررہے تھے''۔

بِبَابِ الْخَنْدَقَيْنِ كَاَنَّ اُسْدًا شَوَابِكُهُنَّ يَحْمِيْنَ الْعَرِيْنَا

''خندق کے دروازے پر ایسے شیر جن کے متحد جتھے اپنی کچھاروں کی حفاظت کررہے ہوں،

حضرت کعب کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے حضرت کعب کے اشعار میں یہ شعر ذکر کیا:

فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكَمِّهِيْنَا

Marfat.com

گویا

فَوَارِسُنَا اِذَا بَكَرُوْا وَ رَاحُوْا عَلَى الْاَعْدَاءِ شُوْسًا مُعْلَمِيْنَا

ہمارے شہسوار تھے جب وہ نشان جنگ لگائے، غرور کی ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے صبح وشام دشمن پر حملے کر رہے تھے''۔

لِنَنْصُرَ اَحْمَدًا وَاللّٰهِ حَتّٰى نَكُوْنَ عِبَادَ صِدْقٍ مُخْلِصِيْنَا

''قسم بخدا (اس جنگ سے) ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم (سیدنا) احمد (مصطفیٰ ﷺ) کی مدد کریں یہاں تک کہ ہم (اللہ تعالیٰ کے) سچے اور مخلص بندے بن جائیں''۔

وَ يَعْلَمَ اَهْلُ مَكَّةَ حِيْنَ سَارُوْا وَ اَحْزَابٌ اَتَوْا مُتَحَزِّبِيْنَا

''اور (دوسرا مقصد یہ تھا کہ) رخصت ہوتے وقت اہل مکہ اور وہ گروہ جو جتھہ بندی کر کے آئے تھے جان لیں

بِاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ وَاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَا

کہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست اور مددگار ہے''۔

فَاِمَّا تَقْتُلُوْا سَعْدًا سَفَاهًا فَاِنَّ اللّٰهَ خَيْرُ الْقَادِرِيْنَا

''اگر تم نے حماقت سے حضرت سعد کو شہید کر بھی دیا تو (پھر کیا ہوا) اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑھ کر قدرت رکھنے والا ہے''۔

سَيُدْخِلُهٗ جِنَانًا طَيِّبَاتٍ تَكُوْنُ مُقَامَةً لِلصَّالِحِيْنَا

''وہ انہیں ایسے پاکیزہ باغات میں داخل فرمائے گا جو نیکوکاروں کا ٹھکانہ ہوں گے''۔

كَمَا قَدْ رَدَّكُمْ فَلًّا شَرِيْدًا بِغَيْظِكُمْ خَزَايَا خَائِبِيْنَا

''جیسا کہ اس نے تمہیں ایسی حالت میں واپس بھگا دیا کہ تم شکست خوردہ، اپنے غصے میں دھتکارے ہوئے، ذلیل وخوار اور خائب وخاسر ہو گئے''۔

خَزَايَا لَمْ تَنَالُوْا ثَمَّ خَيْرًا وَ كِدْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا دَامِرِيْنَا

''تم اس قدر ذلیل وخوار ہو گئے تھے کہ تمہیں وہاں سے کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی بلکہ قریب تھا کہ تم ہلاک ہو جاتے''۔

مُتَكَمِّهِيْنَ اَلْكَمَهُ کے باب افتعال سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ الکمہ کا معنی ہے اندھا ہونا، اور اَلْاَكْمَهُ کا ظاہر ترین معنی مادرزاد اندھا ہے۔ اس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے

Marfat.com

بِرِيحِ عَاصِفٍ هَبَّتْ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكَمِّهِينَا

"اس شدید آندھی کے ساتھ (ہلاک ہو جاتے) جو تم پر چلی اور تم اس کے نیچے اندھے ہو گئے تھے"۔

ابن زبعری کے اشعار

غزوۂ خندق کے بارے میں عبداللہ بن زبعری سہمی نے یہ اشعار کہے:

حَيِّ الدِّيَارَ مَحَا مَعَارِفَ رَسْمِهَا طُولُ الْبِلَى وَ تَرَاوُحُ الْاَحْقَابِ

"ان گھروں کو سلام ہو جن کے جانے پہچانے نشانات طولِ قدامت اور مرورِ زمانہ نے مٹا کر رکھ دیئے"۔

فَكَاَنَّمَا كَتَبَ الْيَهُوْدُ رُسُوْمَهَا اِلَّا الْكَنِيفَ وَ مَعْقِدَ الْاَطْنَابِ

"یوں لگتا ہے کہ یہ نشانات یہودیوں کی تحریر کے نشانات ہیں مگر اونٹوں کے باندھنے کی جگہ اور خیموں کی طنابیں اٹکانے کی جگہ باقی رہ گئی"۔

قَفْرًا كَاَنَّكَ لَمْ تَكُنْ تَلْهُوْ بِهَا فِيْ نِعْمَةٍ بِاَوَانِسٍ اَتْرَابِ

"ایک چٹیل میدان (باقی رہ گیا) گویا کہ جہاں (اے شاعر) تم بچپن کے عیش و تنعم کے زمانے میں اپنے انس و محبت رکھنے والے ہمجولیوں کے ساتھ کبھی کھیلے ہی نہیں"۔

فَاتْرُكْ تَذَكُّرَ مَا مَضٰى مِنْ عِيْشَةٍ وَ مَحَلَّةٍ خَلَقِ الْمُقَامِ يَبَابِ

"اچھا اب جو زندگی گزر گئی اس کا اور اس جگہ کا ذکر چھوڑ و جہاں ٹھہرنے کا مقام اب خالی اور چٹیل ہے"۔

وَاذْكُرْ بَلَاءَ مَعَاشِرٍ وَاشْكُرْهُمْ سَارُوْا بِاَجْمَعِهِمْ مِّنَ الْاَنْصَابِ

"اور ان گروہوں کا ذکر کرو اور شکر کرو جو سب کے سب مل کر مقدس پتھروں سے چل پڑے تھے"۔

اَنْصَابِ مَكَّةَ عَامِدِيْنَ لِيَثْرِبَ فِيْ ذِيْ غَمَاطِلَ جَحْفَلٍ جَبْجَابِ

"یعنی مکہ کے پتھروں سے یثرب کے ارادے سے ایک ایسے عظیم الشان اور کثیر التعداد لشکر کی صورت میں

مراد وہ شخص ہے جسے رات کو کچھ بھی دکھائی نہ دیتا ہوں۔ یہ قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

يَدَعُ الْحُزُوْنَ مَنَاهِجًا مَعْلُوْمَةً ۔۔۔ فِي كُلِّ نَشْزٍ ظَاهِرٍ وَ شِعَابِ

جو ہر بلند اور پست زمین میں موجود بلند اور نمایاں راستوں پر اپنے آثار چھوڑتا چلا جا رہا تھا''۔

فِيهَا الْجِيَادُ شَوَازِبٌ مَجْنُوبَةٌ ۔۔۔ قُبُّ الْبُطُوْنِ لَوَاحِقُ الْأَقْرَابِ

''ان گروہوں میں ایسے پتلی کمر والے گھوڑے گھوڑیاں چلائے جا رہے تھے جن کے پیٹ دبلے اور جن کی کوکھیں دھنسی ہوئی تھیں''۔

مِنْ كُلِّ سَلْهَبَةٍ وَ أَجْرَدَ سَلْهَبٍ ۔۔۔ كَالسِّيدِ بَادَرَ غَفْلَةَ الرُّقَّابِ

''جو دراز قامت اور کم مو تھے ایسے بھیڑیے کی مانند جو گھات میں بیٹھے ہوئے شکاری کی غفلت سے جھپٹ کر نکل جائے''۔

جَيْشٌ عُيَيْنَةُ قَاصِدٌ بِلِوَائِهِ ۔۔۔ فِيهِ وَ صَخْرٌ قَائِدُ الْأَحْزَابِ

''وہ ایسا لشکر تھا جس میں عیینہ اپنا جھنڈا اٹھائے جا رہا تھا اور اس میں تمام گروہوں کا قائد صخر (ابوسفیان) بھی شریک تھا''۔

قَرْمَانِ كَالْبَدْرَيْنِ أَصْبَحَ فِيهِمَا ۔۔۔ غَيْثُ الْفَقِيرِ وَ مَعْقِلُ الْهُرَّابِ

یہ دونوں جوانمرد چودھویں رات کے چاند کی مانند تھے جن میں حاجت مند کی فریاد سننے اور حاجت پوری کرنے اور راہ فرار اختیار کرنے والوں کو باندھنے اور روکنے جیسی صفات موجود تھیں

حَتَّى إِذَا وَرَدَا الْمَدِينَةَ وَارْتَدَوْا ۔۔۔ لِلْمَوْتِ كُلَّ مُجَرَّبٍ قَضَّابِ

''یہاں تک کہ جب یہ دونوں مدینہ پہنچے اور انہوں نے موت کے لیے ہر کاٹ دینے والی آزمودہ تلوار کو گلے میں لٹکائے رکھا

شَهْرًا وَ عَشْرًا قَاهِرِيْنَ مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَ صِحَابُهُ فِي الْحَرْبِ خَيْرُ صِحَابِ

ایک مہینہ دس دن تک محمد (ﷺ) پر غلبہ کیے ہوئے حالانکہ ان کے ساتھی جنگ میں بہترین ساتھی تھے

نَادَوْا بِرِحْلَتِهِمْ صَبِيحَةَ قُلْتُمُ ۔۔۔ كِدْنَا نَكُوْنُ بِهَا مَعَ الْخُيَّابِ

تو انہوں نے اس صبح اپنی کوچ کی منادی کی جس کے بارے میں تم کہتے تھے کہ قریب تھا کہ ہم اس صبح خائب وخاسر لوگوں کے ساتھ ہو جاتے''۔

لَوْ لَا الْخَنَادِقُ غَادَرُوْا مِنْ جَمْعِهِمْ ۔۔۔ قَتْلَى لِطَيْرٍ سُغَّبٍ وَ ذِئَابِ

Marfat.com

"اگر یہ خندقیں حائل نہ ہوتیں تو یہ لوگ (کفار) مسلمانوں کی جمعیت سے بہت سے لوگوں کو قتل کر کے بھوکے پرندوں اور بھیڑیوں کے لئے چھوڑ جاتے"۔

ابن زبعری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیا۔ آپ نے فرمایا:

هَلْ رَسْمُ دَارِسَةِ الْمَقَامِ يَبَابِ مُتَكَلِّمٌ لِّمُحَاوِرٍ بِجَوَابِ

"کیا ایک ایسے دیار کے نشانات جہاں ٹھہرنے کا مقام مٹ چکا ہے اور وہ اب چٹیل ہو چکا ہے، ایک ایسے شخص سے ہم کلام ہونا چاہتے ہیں جو دوبدو جواب دینے والا ہے"۔

قَفْرٌ عَفَا رِهَمُ السَّحَابِ رُسُوْمَهُ وَ هُبُوْبُ كُلِّ مُطِلَّةٍ مِرْبَابِ

"وہ ایسا چٹیل میدان ہے جس کے نشانات کو بادل کی مسلسل بارشوں نے اور جم کر برسنے والی بوندا باندی کی پھواروں نے مٹا کر رکھ دیا ہے"۔

وَ لَقَدْ رَاَيْتُ بِهَا الْحُلُوْلَ يَزِيْنُهُمْ بِيْضُ الْوُجُوْهِ ثَوَاقِبُ الْاَحْسَابِ

"بے شک میں نے اس دیار میں ایسے گھر دیکھے جنہیں روشن چہرے اور روشن اخلاق مزین کیا کرتے تھے"۔

فَدَعِ الدِّيَارَ وَ ذِكْرَ كُلِّ خَرِيْدَةٍ بَيْضَاءَ آنِسَةِ الْحَدِيْثِ كَعَابِ

"لیکن اب اس دیار کو چھوڑ دو اور ان ابھرے ہوئے سینوں والی، شیریں کلام، گوری اور نازک اندام عورتوں کا ذکر بھی چھوڑ دو"۔

وَاشْكُ الْهُمُوْمَ اِلَى الْاِلٰهِ وَ مَا تَرٰى مِنْ مَعْشَرٍ ظَلَمُوا الرَّسُوْلَ غِضَابِ

"اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے غموں کی اور ان تکلیف دہ چیزوں کی شکایت کرو جو تم اس غضبناک گروہ کے اندر دیکھتے ہو جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ظلم کیا"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق بحث

ان اشعار میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے:

وَ جُنُوْدِ رَبِّكَ سَيِّدِ الْاَرْبَابِ

اس شعر میں اس شخص کی دلیل ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اَلسَّيِّدُ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ لیکن اکثر علماء نے دعا میں یَا سَيِّدِيْ کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے اور

Marfat.com

سَارُوْا بِاَجْمَعِهِمْ اِلَيْهِ وَاَلَّبُوْا اَهْلَ الْقُرٰى وَ بَوَادِيَ الْاَعْرَابِ

"ان سب نے مل کر رسول اللہ ﷺ پر ہلہ بول دیا اور اپنے ساتھ شہر اور دیہات کے بھی لوگوں کو اکٹھا کر لیا"۔

جَيْشٌ عُيَيْنَةُ وَابْنُ حَرْبٍ فِيْهِمُ مُتَخَمِّطُوْنَ بِحَلْبَةِ الْاَحْزَابِ

"وہ ایسا لشکر تھا جس میں عیینہ اور سفیان بن حرب موجود تھے اور جس میں مختلف گروہوں کے مسابقت کرنے والے گھوڑوں کے ساتھ غرور و تکبر کرنے والے لوگ شامل تھے"۔

حَتّٰى اِذَا وَرَدُوا الْمَدِيْنَةَ وَارْتَجَوْا قَتْلَى الرَّسُوْلِ وَ مَغْنَمَ الْاَسْلَابِ

"یہاں تک کہ جب یہ لشکر مدینے پہنچے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کے قتل اور لوٹ مار کے مال کی امیدیں لگائیں"۔

وَ غَدَوْا عَلَيْنَا قَادِرِيْنَ بِاَيْدِهِمْ رُدُّوْا بِغَيْظِهِمْ عَلَى الْاَعْقَابِ

"اور محض اپنی قوتِ بازو کے بھروسے پر ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں ان کے غصے کے ساتھ ہی الٹے پاؤں پھیر دیا گیا"۔

بِهُبُوْبِ مُعْصِفَةٍ تُفَرِّقُ جَمْعَهُمْ وَ جُنُوْدِ رَبِّكَ سَيِّدِ الْاَرْبَابِ

"ایسی سخت آندھی کے جھونکوں کے ذریعے جو ان کی جمعیت کو تتر بتر کر رہی تھیں اور تیرا رب جو

ایک ایسی حدیث سے دلیل پکڑی ہے جس کی سند قوی نہیں۔ وہ یہ کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو یوں مخاطب کیا: یَا سَیِّدُ تو حضور ﷺ نے فرمایا اَلسَّیِّدُ اللہُ کہ سید تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اس طرح کے وہ اسماء جن سے تعریف اور تعظیم مراد ہوتی ہے ان میں قاضی کا مذہب یہ ہے کہ ان میں سے جن کے متعلق نہی وارد نہ ہو یا جن کے ساتھ دعا نہ مانگنے پر امت کا اجماع نہ ہو، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر جائز ہے۔ جیسا کہ امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فقیہ، عاقل اور سخی نہیں کہا جائے گا اگرچہ ان اسماء میں تعریف پائی جا رہی ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا السید کے متعلق میرا قول یہ ہے کہ یہ ایک ایسا اسم ہے جس میں اعتبار اضافت کا ہوتا ہے کیونکہ یہ اپنی اصل وضع میں اپنے مضاف الیہ کا بعض ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ فُلَانٌ سَیِّدُ قَیْسٍ فلاں قبیلہ قیس کا سردار ہے۔ لیکن یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب فلاں اسی قبیلے کا فرد ہو لیکن قبیلہ قیس کے فرد کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ ھُوَ سَیِّدُ تَمِیْمٍ کہ وہ قبیلہ تمیم کا سردار ہے کیونکہ وہ تمیم کا ایک فرد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے کہ ھُوَ سَیِّدُ النَّاسِ، سَیِّدُ

Marfat.com

سید الارباب ہے کی فوجوں کے ذریعے (یعنی فرشتوں کے ذریعے انہیں الٹے پاؤں پھیر دیا گیا)۔

فَكَفَى الْإِلٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ قِتَالَهُمْ وَ اَثَابَهُمْ فِي الْاَجْرِ خَيْرَ ثَوَابِ

''پس اللہ تعالیٰ مومنین کی طرف سے ان کفار کے ساتھ لڑائی کے لئے کافی ہو گیا اور انہیں بہترین اجر و ثواب بھی عطا فرمایا

مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا فَفَرَّقَ جَمْعَهُمْ تَنْزِيْلُ نَصْرِ مَلِيْكِنَا الْوَهَّابِ

بعد اس کے کہ مسلمان مایوس ہو چکے تھے لیکن ہمارے مالک خدائے وہاب کی مدد و نصرت کے نزول نے کفار کی جمعیت کو منتشر کر دیا''۔

وَ اَقَرَّ عَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّ صِحَابِهٖ وَ اَذَلَّ كُلَّ مُكَذِّبٍ مُّرْتَابِ

''اور اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) اور آپ کے صحابہ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور ہر اس جھٹلانے والے، شک کرنے والے شخص کو ذلیل و خوار کر دیا

عَاتِي الْفُؤَادِ مُوَقَّعٍ ذِيْ رِيْبَةٍ فِي الْكُفْرِ لَيْسَ بِطَاهِرِ الْاَثْوَابِ

جو انتہائی سنگدل، مصیبتوں اور تذبذب کا شکار تھا اور کفر میں اس حد تک گیا گزرا تھا کہ اس

الْمَلَائِكَة کہ وہ لوگوں کا یا فرشتوں کا سردار ہے بلکہ یوں کہا جائے گا هُوَ رَبُّهُمْ کہ وہ ان کا رب ہے اور جب آپ یہ کہیں هُوَ سَيِّدُ الْاَرْبَابِ وَ سَيِّدُ الْكُرَمَاءِ تو یہ جائز ہے کیونکہ اس کا معنی ہے هُوَ اَكْرَمُ الْكُرَمَاءِ وَ اَعْظَمُ الْاَرْبَابِ۔ یعنی وہ تمام کریموں سے بڑا کریم اور تمام ارباب سے عظیم ترین ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے لئے رب کا اسم مشتق کیا جاتا ہے اور اسے ربوبیت کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے نہ کہ سؤدد (سرداری) کے ساتھ کیونکہ سرداری کی صفت اللہ تعالیٰ کے لئے بطور اطلاق نہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جن اشعار میں رسول اللہ ﷺ کا مرثیہ کہا ان میں ہے:

يَا ذَا الْجَلَالِ وَ ذَا الْعُلَا وَالسُّؤْدَدِ

''اے بزرگی کے مالک اور بلندی اور سرداری کے مالک''۔

یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ رب کریم کا وصف بیان کر رہے ہیں لیکن ان اسماء کے ذات باری تعالیٰ پر اطلاق کے متعلق اس کے سوا کوئی اور دلیل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ اسماء سنیں اور ان پر انکار نہ فرمائیں جس طرح حضور ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار سنے اور انکار نہ فرمایا۔ حضرت کعب نے اللہ تعالیٰ کا اسی طریقے پر وصف بیان کیا جو ہم نے پہلے ذکر کیا اور اس معنی پر بیان کیا جس کی ہم نے وضاحت کی۔

Marfat.com

کے کپڑے بھی پاک نہ تھے''۔

عَلِقَ الشَّقَاءُ بِقَلْبِهٖ فَفُؤَادُهٗ فِی الْکُفْرِ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاَحْقَابِ

بدبختی اس کے دل کے ساتھ چمٹ گئی، پس کفر میں اس کا دل اس زمانے کا آخری دل ہے۔

ابن زبعری کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

ابن زبعری کے ان اشعار کا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا:

اَبْقٰی لَنَا حَدَثُ الْحُرُوْبِ بَقِیَّةً مِنْ خَیْرِ نِحْلَةِ رَبِّنَا الْوَهَّابِ

''جنگوں کے وقوع نے ہمارے لیے ایسے اموال چھوڑے ہیں جو ہمارے سب کچھ بہت زیادہ دینے والے پروردگار کے بہترین عطیات میں سے ہیں''۔

بَیْضَاءَ مُشْرِفَةَ الذُّرٰی وَ مَعَاطِنًا حُمَّ الْجُذُوْعِ غَزِیْرَةَ الْاَحْلَابِ

''یعنی بلند کنگروں والے خوبصورت قلعے اور پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں کی مانند نخلستان جن کے اندر اونٹوں کی سیاہ گردنوں کی طرح کھجوروں کے سیاہی مائل درخت ہیں اور بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنیوں کی طرح بے شمار پھل ہیں''۔

کَاللُّوْبِ یُبْذَلُ جَمُّهَا وَ حَفِیْلُهَا لِلْجَارِ وَابْنِ الْعَمِّ وَالْمُنْتَابِ

''(یہ نخلستان) سیاہ پتھروں والی زمین کی طرح ہیں جن کا جمع کیا ہوا اکثر پھل پڑوسیوں، چچا کے بیٹوں اور مہمانوں پر خرچ کیا جاتا ہے''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

بَیْضَاءَ مُشْرِفَةَ الذُّرٰی وَ مَعَاطِنًا

مُشْرِفَةَ الذُّرٰی سے مراد قلعے ہیں اور مَعَاطِنًا سے مراد پانی کے قریب نخلستان ہیں۔ آپ نے ان نخلستانوں کو پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں (معاطن الابل) کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

آپ کا قول ہے: حُمَّ الْجُذُوْعِ۔ آپ نے کھجوروں کو سیاہی (الحمة) کے ساتھ متصف کیا کیونکہ کھجور کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے اور جو پھل وہاں سے چنے جاتے ہیں انہیں دوہے ہوئے دودھ (حلب) کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا غَزِیْرَةَ الْاَحْلَابِ۔

آپ کا قول ہے: کَاللُّوْبِ۔ اَللُّوْبُ لُوْبَةٌ کی جمع ہے اور اَللَّابُ لَابَةٌ کی جمع ہے۔ یہ سیاہ پتھروں

Marfat.com

وَ نَزَائِعًا مِثْلَ السِّرَاحِ نَمَى بِهَا عَلَفُ الشَّعِيرِ وَ جَزَّةُ الْمِقْضَابِ

''اور چراغ کی مانند چمکنے والے عربی گھوڑے جن کے کھانے کی وجہ سے جو کا چارہ اور درانتی سے کاٹی ہوئی گھاس غائب ہو جاتی ہے''۔

والے قطعہ زمین کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا مِثْلُ فُلَانٍ یعنی ان دونوں سیاہ پتھروں والے قطعوں کے درمیان فلاں کی مثل کوئی شخص نہیں۔ لیکن یہ ہر شہر میں نہیں کہا جاتا۔ ایک شخص نے کچے بچے والی حدیث میں ایک کلمہ غلطی سے پڑھا۔ اس نے کہا: إِنَّهُ يَظَلُّ مُحْبَنْطِئًا عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ (یعنی وہ بچہ جنت کے دروازے پر غصہ میں بھرا ہوا رکا رہے گا)۔ اسے حضرت شبیب بن شیبہ نے کہا یہ کلمہ ظاء منقوطہ کے ساتھ (مُحْبَنْظِئًا) ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا تمہیں غلطی ہوئی یہ تو طاء کے ساتھ ہے۔ ایک رجز پڑھنے والے نے کہا:

إِنِّي إِذَا اسْتَنْشَدْتُ لَا أَحْبَنْطِي وَ لَا أُحِبُّ كَثْرَةَ التَّمَطِّي

''بے شک میں جب شعر پڑھنے کا مطالبہ کرتا ہوں تو نہ تو غصے سے بھر جاتا ہوں اور نہ بہت زیادہ غرور و تکبر کو پسند کرتا ہوں''۔

شبیب نے اسے کہا: أَتَلْحَنُنِي وَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَفْصَحُ مِنِّي ''کیا تم مجھے غلط قرار دیتے ہو حالانکہ ان دو پتھروں والی زمینوں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں''۔ اس شخص نے آپ سے کہا: ''یہ دوسری غلطی ہے کیا بصرہ کے لئے بھی لابتین ہیں؟ لابتین تو مدینہ اور کوفہ کے لئے ہیں۔

حضرت کعب کا قول ہے: يُبْذَلُ جَمُّهَا وَ حَفِيلُهَا یعنی اس میں سے کثیر پھل۔ اور الْمُنْتَابُ ملاقات کے لئے آنے والے مہمان کو کہتے ہیں۔ یہ نَابَ يَنُوبُ کے باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ نَابَ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کے ہاں آ کر اتر پڑے۔

آپ کا قول ہے: وَ نَزَائِعًا مِثْلَ السِّرَاجِ اس سے مراد وہ عربی النسل گھوڑے ہیں جو دشمن سے چھینے گئے ہوں۔ اور مِثْلَ السِّرَاجِ جیم کے ساتھ ہے۔ اصل میں اس طرح مذکور ہے یعنی ان گھوڑوں میں سے ہر ایک چراغ کی مانند ہے۔ حاشیے میں یہ لفظ حاء کے ساتھ مذکور ہے۔ محشی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سِرْحَان کی جمع ہے جو بھیڑیئے کو کہتے ہیں۔ یہ جمع صرف اس تقدیر پر جائز ہے کہ اسم سے دونوں زائد حروف الف اور نون حذف کر دیے جائیں۔ اگر آپ اس کے اصل الفاظ کی بناء پر جمع لاتے تو آپ سَرَاحِين کہتے۔

Marfat.com

عَرِیَ الشَّوٰی مِنْهَا وَ اَرْدَفَ نَحْضَهَا جُرْدُ الْمُتُوْنِ وَ سَائِرِ الْاٰرَابِ

''ان کی ٹانگیں ننگی ہو گئیں اور ان کی پیٹھوں اور تمام جوڑوں پر بال کم ہونے کی وجہ سے ان کا گوشت چڑھ گیا''۔

قُوْدًا تَرَاحُ اِلَی الصِّیَاحِ اِذَا غَدَتْ فِعْلَ الضِّرَاءِ تَرَاحُ لِلْکُلَّابِ

''یہ گھوڑے دراز قامت ہیں جب وہ صبح کرتے ہیں تو اسی طرح ہنہنانے کی آواز نکال کر خوش ہوتے ہیں جس طرح شکاری کتے اپنے شکاریوں کو دیکھ کر خوشی سے آواز نکالتے ہیں''۔

وَ تَحُوْطُ سَائِمَةَ الدِّیَارِ وَ تَارَةً تُرْدِی الْعِدٰی وَ تَئُوْبُ بِالْاَسْلَابِ

''اور یہ گھوڑے سارے دیار میں چرنے کے لئے گھومتے ہیں اور کبھی دشمن کو ہلاک کرتے ہیں اور مالِ غنیمت لے کر واپس آجاتے ہیں''۔

حُوْشُ الْوُحُوْشِ مُطَارَةٌ عِنْدَ الْوَغٰی عُبُسُ اللِّقَاءِ مُبِیْنَةُ الْاَنْجَابِ

''وحشی جانوروں سے بدکنے والے، جنگ میں انتہائی سبک رفتار، مقابلہ کے وقت ترش رو اور شریف النسل گھوڑے ہیں''۔

عُلِفَتْ عَلٰی دَعَةٍ فَصَارَتْ بُدَّنًا دُخْسَ الْبَضِیْعِ خَفِیْفَةَ الْاَقْصَابِ

''انہیں آسائش اور آسودگی سے چارا دیا گیا چنانچہ وہ بہت موٹے تازے، پر گوشت اور ہلکی

آپ کا قول ہے: وَجَزَّةُ الْمِقْضَابِ۔ مقضاب ایک کھیتی ہے اور جزۃ سے مراد وہ چارہ جو گھوڑوں کے لئے اس کھیتی میں سے کاٹ کر رکھ لیا جائے۔

آپ کا قول ہے: عَرِیَ الشَّوٰی مِنْهَا۔ الشوٰی سے مراد ٹانگیں ہیں۔ النحض کا معنی گوشت ہے اور الآراب سے مراد ہڈیوں کے جوڑ ہیں، یہ اِرْبٌ کی جمع ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ آرَابٍ ''مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات جوڑوں پر سجدہ کروں''۔

آپ کا قول ہے: قُوْدًا یعنی ان گھوڑوں کی گردنیں لمبی ہیں۔ اَلضِّرَاء کا معنی ہے شکاری کتے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ قَیْسًا ضِرَاءُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ ''بے شک قیس قبیلہ کے لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے شکاری جانور ہیں۔ یعنی اللہ کے شکاری شیر ہیں۔ اور اَلْکُلَّاب کَالِب کی جمع ہے، اور یہ کتوں کا مالک ہے جو کتوں کے ساتھ شکار کرتا ہو۔

آپ کا قول ہے: عُبُسُ اللِّقَاءِ۔ یہ عَبُوْس (ترش رو) کی جمع ہے۔

آپ کا قول ہے دُخْسَ الْبَضِیْعِ۔ البضیع گوشت کے لمبے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور دخیس سے

Marfat.com

آنتوں والے ہوگئے''۔

يَغْدُوْنَ بِالزَّغْفِ الْمُضَاعِفِ شَكُّهُ وَ بِمُتْرَصَاتٍ فِي الثِّقَافِ صِيَابِ

''ان گھوڑوں کے سوار دوہری بنی ہوئی زرہوں میں ملبوس ٹھیک نشانے پر لگنے والے سیدھے ٹھوس نیزے لے کر صبح سویرے حملہ آور ہو رہے تھے''۔

وَ صَوَارِمٍ نَزَعَ الصَّيَاقِلُ غُلْبَهَا وَ بِكُلِّ اَرْوَعَ مَاجِدِ الْاَنْسَابِ

اور ایسی تیز تلواریں لے کر (حملہ آور ہو رہے تھے) جن کے رنگ اور خشونت کو صیقل کرنے والوں نے صاف کر دیا تھا اور ان سواروں میں ہر سوار شریف النسل اور دل کو موہ لینے والا تھا۔

يَصِلُ الْيَمِيْنَ بِمَارِنٍ مُتَقَارِبٍ وُكِلَتْ وَقِيْعَتُهُ اِلٰى خَبَّابِ

''جو اپنے دائیں ہاتھ میں ایک ایسا لچکدار نیزہ تھامے ہوئے تھے جس کے بنانے کا کام ایک لوہار کے سپرد کیا گیا تھا''۔

وَ اَغَرَّ اَزْرَقَ فِي الْقَنَاةِ كَاَنَّهُ فِيْ طُخْيَةِ الظَّلْمَاءِ ضَوْءُ شِهَابِ

''اور ایسی صاف شفاف سنان کے ساتھ حملہ آور تھا جو گویا رات کی انتہائی سخت تاریکی میں

مراد کثیر گوشت ہے۔

آپ کا قول ہے خَفِيْفَةُ الْاَقْصَابِ۔ اَقْصَاب قُصْب کی جمع ہے جس کا معنی آنت ہے، اسی سے جزار کو قصاب کہتے ہیں۔

آپ کا قول ہے: يَغْدُوْنَ بِالزَّغْفِ۔ اَلزَّغْف سے مراد زرہیں ہیں۔

آپ کا قول ہے: شَكُّهُ یعنی زرہوں کے حلقے اور ان کی بنائی۔ آپ کا قول ہے:

بِمُتْرَصَاتٍ فِي الثِّقَافِ صِيَابِ

مترصات کا معنی ہے مضبوط، اس سے مراد سیدھے مضبوط نیزے ہیں۔

آپ کا قول ہے: نَزَعَ الصَّيَاقِلُ عَلْبَهَا۔ علبها سے مراد تلواروں کی سختی اور ان کی کجی کی خشونت ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلِبَ اللَّحْمُ یعنی گوشت سخت ہو گیا اور عَلِبَ النَّبَاتُ یعنی پودا خشک ہو گیا۔

آپ کا قول ہے: بِمَارِنٍ مُتَقَارِبٍ۔ مَارِن یعنی نرم و نازک، وَقِيْعَتُهُ یعنی نیزے کو صیقل کرنا اور خباب صیقل کرنے والے کا نام ہے۔

آپ کا قول ہے: وَ اَغَرَّ اَزْرَقَ۔ اس سے مراد نیزہ ہے۔ طُخْيَةُ الظَّلْمَاءِ یعنی اندھیرے کی شدت اور طَخَاءُ الْقَلْبِ سے مراد دل کی تاریکی ہے۔ اسی سے ہی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

شہاب ثاقب کی روشنی تھی"۔

وَ كَتِيبَةٍ يَنفِي الْقِرَانَ قَتِيرُهَا وَ تَرُدُّ حَدَّ قَوَاحِزِ النُّشَّابِ

"اور وہ ایسا لشکر لے کر (حملہ آور ہوئے) جن کی زرہوں کی میخوں کے سر نیزوں کی نفی کر دیتے تھے اور رانوں میں لگنے والے نیزوں کی دھار میں لوٹا دیتے تھے"۔

جَأْوَى مُلَمْلَمَةٍ كَأَنَّ رِمَاحَهَا فِي كُلِّ مَجْمَعَةٍ ضَرِيمَةُ غَابِ

"اس لشکر کے ہجوم کی تاریکی اتنی زیادہ تھی کہ اس کے نیزے ہر مجمع میں گویا جھاڑی میں جلتی ہوئی لکڑی تھے"۔

يَأْوِي إِلَى ظِلِّ اللِّوَاءِ كَأَنَّهُ فِي صَعْدَةِ الْخَطِّيِّ فَيْءُ عُقَابِ

"وہ لشکر اپنے جھنڈے کے سائے تلے پناہ لے رہا تھا تو یوں لگ رہا تھا گویا وہ سیدھے نیزوں میں باز کا سایہ ہے"۔

أَعْيَتْ أَبَا كَرِبٍ وَ أَعْيَتْ تُبَّعًا وَأَبَتْ بَسَالَتُهَا عَلَى الْأَعْرَابِ

"اس لشکر نے ابوکرب (یمن کے بادشاہ) کو بھی تھکا دیا اور تبع (شاہِ یمن) کو بھی اور اس کی

والسلام کا ارشاد ہے: إِنَّهُ يَذْهَبُ بِطَخَاءِ الْقَلْبِ "یہ دل کی تاریکی کو ختم کر دیتی ہے"۔

حضرت کعب کا قول ہے۔

جَاءَتْ سَخِينَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا

سخینہ قریش کے قدیم اسماء میں سے ایک نام ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ قصی کے زمانہ میں جب مکہ میں کوئی جانور ذبح کیا جاتا یا کسی اونٹ کو نحر کیا جاتا تو اس کی سرین کا گوشت قصی کے پاس لایا جاتا اور اس کے ساتھ خزیرہ تیار کیا جاتا۔ یہ وہ گوشت ہے جو گندم کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کو کھلایا جاتا، اس بناء پر قریش کو سخینہ (آٹے سے تیار کیا ہوا کھانا کھلانے والے) کہا جانے لگا۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل عرب جب قحط زدہ ہو جاتے تو دیگر لوگ تو علھز یعنی وبر (بلی سے چھوٹا ایک جانور) اور خون کھاتے جبکہ قریش خزیرہ اور فتہ (کثیر کھجوریں) کھاتے۔ اس پر لوگ ان سے حسد کرنے لگے اور انہیں سخینہ کا لقب دیا۔ قریش اس لقب کو ناپسند نہیں کرتے تھے، اگر وہ ناپسند کرتے ہوتے تو حضرت کعب اپنے اشعار میں اس لقب کا ذکر مناسب نہ سمجھتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی قبیلہ قریش سے ہیں۔ اس لئے آپ نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے ترک کر دیتے۔ عبدالملک بن مروان نے خود یہ شعر سننے کا مطالبہ کیا تھا جو ہوازنی نے قریش کے بارے میں کہا:

Marfat.com

شجاعت و بہادری نے طاقتور دیہاتی باشندوں کا منہ بھی پھیر دیا''۔

وَ مَوَاعِظٌ مِّنْ رَّبِّنَا نُهْدٰى بِهَا بِلِسَانِ اَزْهَرَ طَيِّبِ الْاَثْوَابِ

''اور ہمیں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن چہرے والی، پاکدامن اور پاکیزہ ذات کی زبان مبارک پر ایسے مواعظ و نصائح ملے جن کے ذریعے ہماری رہنمائی ہوتی ہے

عُرِضَتْ عَلَيْنَا فَاشْتَهَيْنَا ذِكْرَهَا مِنْ بَعْدِ مَا عُرِضَتْ عَلَى الْاَحْزَابِ

اس کے بعد کہ یہ مواعظ و نصائح قبائل کے ان گروہوں کے سامنے پیش کیے گئے تھے جب ہمارے سامنے پیش کیے گئے تو ہم نے انہیں انتہائی شوق سے یاد رکھا''۔

حِكَمًا يَرَاهَا الْمُجْرِمُوْنَ بِزَعْمِهِمْ حَرَجًا وَّ يَفْقَهُهَا ذَوُو الْاَلْبَابِ

''اور ہمیں ایسی حکمت و دانائی کی باتیں ملیں جنہیں مجرم بزعم خویش باعث حرج خیال کرتے ہیں لیکن صاحبانِ عقل و دانش انہیں اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں''۔

جَاءَتْ سَخِينَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا فَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

''یہ قریش اس خیال سے آئے تھے کہ غلبہ حاصل کرنے میں اپنے رب سے مقابلہ کریں لیکن سب سے غالب ذات کے ساتھ مقابلہ کرنے والا ضرور مغلوب ہو کر رہتا ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا، اس نے کہا مجھ سے حضرت عبدالملک بن یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

جَاءَتْ سَخِينَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا فَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ شَكَرَكَ اللّٰهُ يَا كَعْبُ عَلٰى قَوْلِكَ هٰذَا ''اے کعب! تمہارے اس شعر پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بدلہ عطا فرمایا ہے''۔

يَا شَدَّةً مَا شَدَدْنَا غَيْرَ كَاذِبَةٍ عَلٰى سَخِينَةَ لَوْ لَا اللَّيْلُ وَالْحَرَمُ

''ہائے وہ حملہ جو ہم نے کیا وہ سخینہ (قریش) پر جھوٹا نہ ہوتا اگر رات اور حرم کی زمین نہ ہوتی''۔

یہ سن کر عبدالملک نے کہا: یہ شعر اس سے زیادہ کچھ نہیں جو اس نے استثناء کی ہے۔ عبدالملک نے سخینہ کا لقب سننا ناپسند نہ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لقب قریش کے نزدیک نہ ناپسندیدہ تھا اور نہ اس میں کوئی ایسی عار تھی جو کراہت کا باعث ہوتی۔

Marfat.com

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

مَنْ سَرَّهُ ضَرْبٌ يُمَعْمِعُ بَعْضُهُ　　بَعْضًا كَمَعْمَعَةِ الْأَبَاءِ الْمُحْرَقِ

''جس شخص کو شمشیر زنی کی ایسی جھنکار پسند ہے جو تلواروں کے باہم ٹکرانے سے اس طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح جلتے ہوئے بانسوں کے چٹخنے کی آواز نکلتی ہے

فَلْيَأْتِ مَأْسَدَةً تُسَنُّ سُيُوفُهَا　　بَيْنَ الْمَذَادِ وَ بَيْنَ جِذْعِ الْخَنْدَقِ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا دوسرا قصیدہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے دوسرے قصیدہ میں ہے:

مَنْ　　سَرَّهُ　　ضَرْبٌ　　يُمَعْمِعُ　　بَعْضُهُ

اَلْمَعْمَعَة بانس وغیرہ کی بڑی بڑی اور کثیر لکڑیوں میں لگی ہوئی آگ کی آواز ہے اور اَلْكَلْحَبَة باریک چیز میں لگی ہوئی آگ کی آواز ہے جیسے گھاس وغیرہ۔ اور اَلْقَطْمَطَة ابلنے کی آواز ہے۔ اسی طرح غَرْغَرَة اور جعجعة چکی کی آواز ہے اور دَرْدَبَة ڈھول کی آواز ہے۔

حضرت کعب کا قول ہے: الْأَبَاء۔ اس کا معنی بانس ہے، اس کا واحد اَبَاءَة ہے۔ اس میں دوسرا ہمزہ یاء کا بدل ہے۔ یہ ابن جنی کا قول ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ اَلْاَبَايَة (انکار کرنا) سے مشتق ہے۔ گویا بانس اس شخص پر انکار کرتا ہے جو اسے چبانا چاہتا ہے۔ ابن جنی کے قول کی تائید شعر بشر بن ابی حازم کے اس شعر سے ہوتی ہے:

يَرَاهُ النَّاسُ اَخْضَرَ مِنْ بَعِيْدٍ　　وَ تَمْنَعُهُ الْمَرَارَةُ وَالْاِبَاءُ

''دور سے لوگ بانس کو سبز دیکھتے ہیں لیکن کڑواہٹ اور انکار اس سے لوگوں کو روک دیتے ہیں''۔

حضرت کعب کا قول ہے: فَلْيَأْتِ مَأْسَدَةً۔ یہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں شیر زیادہ ہوں۔ اسی طرح مَسْبَعَة اس زمین کو کہتے ہیں جہاں درندے زیادہ ہوں۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَأْسَدَة اَسَدٌ کی جمع ہو۔ جیسا کہ اہل عرب نے مَشْيَخَة اور مَعْبَجَة کہا ہے۔ سیبویہ نے مَشْيَخَة اور مَشْيُوخَاء اور مَعْلَجَة اور مَعْلُوجَاء بیان کیا ہے۔ میں نے کتاب النبات میں السَّلَم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) کی جمع کثرت مَسْلُوءَاء اور اَلشَّيْح حاء مہملہ کے ساتھ (ایک

Marfat.com

تو وہ شیروں کے اس میدانِ جنگ میں آئے جن کی تلواریں مقام مذاذ اور خندق کے پہلو کے درمیان تیز کی جارہی ہیں"۔

دَرِبُوْا بِضَرْبِ الْمُعْلِمِیْنَ وَ اَسْلَمُوْا　مُهَجَاتِ اَنْفُسِهِمْ لِرَبِّ الْمَشْرِقِ

"ان شیروں نے نشانِ جنگ لگا کر جنگ کرنے والوں کو تلواروں سے مارنے کی مہارت حاصل کی اور اپنی قیمتی جانیں مشرق و مغرب کے پروردگار کے حوالے کردیں"۔

فِیْ عُصْبَةٍ نَصَرَ الْاِلٰهُ نَبِیَّهٗ　بِهِمْ وَ كَانَ بِعَبْدِهٖ ذَا مَرْفَقِ

"وہ ایسی جماعت میں ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ خاص پر بڑا مہربان ہے"۔

فِیْ كُلِّ سَابِغَةٍ تَخُطُّ فُضُوْلُهَا　كَالنَّهْیِ هَبَّتْ رِیْحُهُ الْمُتَرَقْرِقِ

"اس جماعت کا ہر فرد ایسی زرہ میں ملبوس ہے جس کا فاضل حصہ گھسٹتے ہوئے زمین پر اس تالاب کی مانند خطوط بناتا ہے جس پر ہوا چلنے سے لہریں آ جا رہی ہوں"۔

بَیْضَاءَ مُحْكَمَةٍ كَاَنَّ قَتِیْرَهَا　حَدَقُ الْجَنَادِبِ ذَاتِ شَكٍّ مُوْثَقِ

"جو ایسی مضبوط اور چمکدار زرہ ہے جس کی کیلیں ٹڈیوں کی آنکھوں کی طرح چمکدار ہیں اور جس کی بندش تسلی بخش ہے"۔

جَدْلَاءَ یَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنَّدٍ　صَافِی الْحَدِیْدَةِ صَارِمٍ ذِیْ رَوْنَقِ

"جو ایسی مضبوط بندش والی زرہ ہے کہ ایک چمکدار، کاٹ کر رکھ دینے والی شفاف لوہے کی ہندی تلوار کا پرتلہ اسے اوپر اٹھا کر سمیٹ لیتا ہے"۔

قسم کی گھاس) کی جمع کثرت مَشْیُوْحَاءُ لکھی ہے۔

حضرت کعب کا قول: تَسُنُّ سُیُوْفَهَا فاء کے نصب کے ساتھ ہے۔ یہ قاضی ابوالولید کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ ابوبحر کے ہاں اصل میں یہ رفع کے ساتھ تُسَنُّ سُیُوْفُهَا مذکور ہے۔ پہلی روایت کا معنی ہے وہ اپنی تلواریں تیز کر رہے ہیں اور دوسری روایت کا معنی ہے بہادروں کے لئے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے جرأت اور پیش قدمی کے دو طرفہ تیز کیے جا رہے ہیں۔

زرہوں کی توصیف میں آپ کا قول ہے:

جَدْلَاءَ　یَحْفِزُهَا　نِجَادُ　مُهَنَّدٍ

جَدْلَاءُ، جَدْلٌ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بندش کی مضبوطی۔ اسی سے ایک لفظ اَجْدَلُ ہے

Marfat.com

تِلْكُمْ مَعَ التَّقْوٰی تَكُوْنُ لِبَاسَنَا يَوْمَ الْهِيَاجِ وَ كُلَّ سَاعَةِ مَصْدَقِ

جنگ کے دن اور ہر سچائی کے موقع پر تقویٰ کے لباس کے ساتھ یہ زرہ ہمارا لباس بنتی ہے۔

نَصِلُ السُّيُوْفَ اِذَا قَصُرْنَ بِخَطْوِنَا قُدُمًا وَ نُلْحِقُهَا اِذَا لَمْ تَلْحَقِ

''جب تلواریں آگے بڑھنے میں کوتاہی کرتی ہیں تو ہم پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے

جو شکرے کو کہتے ہیں۔ اس شعر میں دلیل ہے کہ اجدل غیر منصرف ہے اور افعل التفضیل کے باب سے ہے جس کی مؤنث فَعلَاء کے وزن پر آتی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے منصرف قرار دیا ہے، انہوں نے اسے ارنب (خرگوش) اور افکل (لوگوں کی جماعت) کے مشابہ قرار دیا ہے لیکن یہ توجیہ پہلی توجیہ سے کمزور ہے۔ اگر اہل عرب نے اس کی جمع ارانب کی مثل اجادل بولی ہے تو انہوں نے اَجْرَع (ریت کا بے آب وگیاہ ہموار میدان) اور اَبْطح (کشادہ نالہ جس میں ریت اور چھوٹی کنکریاں ہوں) کی جمع میں اجارع اور اباطح بھی کہا ہے لیکن وہ ان دونوں کو منصرف نہیں بولتے کیونکہ وہ ان کی مؤنث میں بَطْحَاء اور جَرْعَاء کہتے ہیں۔ یہی قول اَبرق (پتھر، ریت اور مٹی ملی ہوئی سخت زمین) اور برقاء میں ہے۔

حضرت کعب کا قول: يَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنَّدٍ زرہوں کے وصف میں ابوقیس بن اسلت کے اس شعر کی مانند ہے:

اَحْفِزُهَا عَنِّیْ بِذِیْ رَوْنَقٍ اَبْيَضَ مِثْلِ الْمِلْحِ قَطَّاعِ

''میں اس زرہ کو ایک نیزے کے پھل کی مثل تیز کاٹنے والی سفید چمکدار (تلوار) کے ساتھ اپنے آپ سے اوپر اٹھا کر باندھ لیتا ہوں''۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب زرہ کا فاضل حصہ لمبا ہوتا تو اہل عرب اسے اوپر اٹھا کر تلوار کے پرتلے کے ساتھ باندھ لیتے تھے۔

حضرت کعب کا قول: تِلْكُمْ مَعَ التَّقْوٰی تَكُوْنُ لِبَاسَنَا عمدہ ترین کلام ہے۔ کیونکہ یہ قول انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کیا ہے: وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (الاعراف: 26) ''اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہیں''۔ اور شاعر کا قول ہے:

اِنِّیْ كَاَنِّیْ اَرٰی مَنْ لَّا وَفَاءَ لَهٗ وَ لَا اَمَانَةَ وَسْطَ الْقَوْمِ عُرْيَانَا

''بے شک میں اس شخص کو گویا برہنہ خیال کرتا ہوں جس کی قوم کے درمیان کوئی وفاء اور امانت نہ ہو''۔

Marfat.com

قدموں کے ساتھ ان کے پاس پہنچتے ہیں اور جب وہ آگے بڑھ کر دشمن سے مل رہی ہوں تو ہم انہیں آگے بڑھا دیتے ہیں (یعنی شمشیر زنوں میں جوش پیدا کرتے ہیں)''۔

فَتَرَى الْجَمَاجِمَ ضَاحِيًا هَامَاتُهَا بَلْهَ الْأَكُفِّ كَأَنَّهَا لَمْ تُخْلَقِ

''پس تم دیکھو گے کہ دشمن کے سر کی کھوپڑیاں دھوپ میں صاف نظر آ رہی ہیں، ہتھیلیوں کا تو ذکر ہی چھوڑ، وہ تو گویا پیدا ہی نہیں کی گئیں''۔

نَلْقَى الْعَدُوَّ بِفَخْمَةٍ مَلْمُومَةٍ تَنْفِي الْجُمُوعَ كَقَصْدِ رَأْسِ الْمُشْرِقِ

''ہم ایسے متحد لشکر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں جو بڑی بڑی جمعیتوں کو ملک عدم

حضرت کعب کے اس قول کی عمدگی اور حسن یہ ہے کہ انہوں نے زرہ کے لباس کو تقویٰ کے لباس کے تابع قرار دیا ہے کیونکہ حرف معہ کلام میں یہ مفہوم پیدا کرتا ہے کہ اس کا مابعد متبوع ہے تابع نہیں۔

سقیفہ کے روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انصار پر اس طرح حجت قائم کی کہ آپ نے ان سے فرمایا: ''تم ایمان لانے والے لوگ ہو اور ہم سچے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہو جاؤ۔ فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ)'' اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ''۔ اور سچے لوگ مہاجرین ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (الحشر)'' (نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لئے ہے جنہیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے، یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی، یہی راست باز لوگ ہیں''۔

بَلْهَ اور اس کے مابعد کا حکم

حضرت کعب کا قول ہے: بَلْهَ الْأَكُفِّ۔ اکف کے جر کے ساتھ ہے، یہ ایک اعرابی صورت ہے۔ یہ نصب کے ساتھ بھی مروی ہے کیونکہ یہ مفعول ہے یعنی دَعِ الْأَكُفَّ (ہتھیلیوں کو چھوڑو)۔ یہ اہل عرب کے اس قول کی مانند ہے: رُوَيْدَ زَيْدٍ اور رُوَيْدَ زَيْدًا نصب بلا تنوین کے ساتھ۔ بَلْهَ کا کلمہ دَعْ کے معنی میں ہے اور یہ ان مصادر میں سے ہے جو اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور میرے نزدیک یہ اَلْبَلَه اور اَلتَّبَالُه کے الفاظ سے مشتق ہے جن میں غفلت کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز سے غافل ہو وہ اسے ترک کر دیتا ہے اور اس کے متعلق سوال نہیں کرتا۔

Marfat.com

پہنچانے کے لئے ان کا خون بہا دیتا ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے گویا مشرق پہاڑ کی چوٹی کی فصد کھول دی گئی ہے"۔

وَ نُعِدُّ لِلْاَعْدَاءِ كُلَّ مُقَلَّصٍ وَرْدٍ وَ مَحْجُوْلِ الْقَوَائِمِ اَبْلَقِ

اور ہم دشمنوں کے لئے ہر گلابی رنگ کا سفید ٹانگوں والا ابلق اور سبک گھوڑا تیار رکھتے ہیں۔

تَرْدِيْ بِفُرْسَانٍ كَاَنَّ كُمَاتَهُمْ عِنْدَ الْهِيَاجِ اُسُوْدُ طَلٍّ مُلْثِقِ

یہ گھوڑے سواروں کو بڑی تیزی سے لے جاتے ہیں گویا ان کے بہادر لوگ جنگ کے وقت کیچڑ پیدا کرنے والی ہلکی بارش میں شیر ہوتے ہیں جن کی بھوک ایسی بارش میں تیز ہو جاتی ہے۔

صُدُقٍ يُعَاطُوْنَ الْكُمَاةَ حُتُوْفَهُمْ تَحْتَ الْعَمَايَةِ بِالْوَشِيْجِ الْمُزْهِقِ

"یہ بہادر سوار (لڑنے میں) بڑے سچے ہیں جو گرد و غبار کے بادلوں کے نیچے اپنے جان لیوا نیزوں کے ساتھ مقابل بہادروں کی جانیں نکال کر ان کے حوالے کر دیتے ہیں"۔

اَمَرَ الْاِلٰهُ بِرَبْطِهَا لِعَدُوِّهٖ فِي الْحَرْبِ اِنَّ اللّٰهَ خَيْرُ مُوَفِّقِ

"اللہ تعالیٰ نے جنگ میں اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے ان گھوڑوں کو باندھ کر رکھنے کا حکم دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہتر توفیق دینے والا ہے"۔

لِتَكُوْنَ غَيْظًا لِلْعَدُوِّ وَ حُيَّطًا لِلدَّارِ اِنْ دَلَفَتْ خُيُوْلُ النُّزَّقِ

حضرت کعب کا قول بَلْهَ الْاَكُفِّ اسی طرح ہے یعنی جب دشمن کے سروں کی کھوپڑیاں کٹ کر دھوپ میں صاف نظر آ رہی ہیں تو ہتھیلیوں کے متعلق سوال نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ بَلْهَ مَا اَطْلَعْتُهُمْ عَلَيْهِ "میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے ان کا ذکر سنا ہے، ان نعمتوں کو تو جانے دو جن پر میں نے انہیں آگاہ کر دیا ہے"۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے بِفَخْمَةٍ مَلْمُوْمَةٍ یعنی جمع کیا ہوا لشکر۔ آپ کا قول ہے كَفَصْدِ رَاْسِ الْمَشْرِقِ۔ اس میں صحیح وہ ہے جو حضرت ابن ہشام نے حضرت ابو زید سے روایت کیا ہے كَرَاْسِ قُدْسِ الْمَشْرِقِ۔ کیونکہ مشرق کی جانب قدس ایک مشہور پہاڑ ہے۔ آپ کا قول ہے:

عِنْدَ الْهِيَاجِ اُسُوْدُ طَلٍّ مُلْثِقِ

الطل کا معنی مشہور و معروف ہے (یعنی ہلکی بارش) اور لثق ہلکی بارش سے پیدا ہونے والے کیچڑ کو کہتے ہیں، ایسی بارش کے وقت شیر سب سے زیادہ بھوکے اور غضبناک ہوتے ہیں۔

Marfat.com

"تا کہ یہ گھوڑے دشمن کے لئے باعث غیظ وغضب بن جائیں اور اگر ان بداخلاق غصہ ور لوگوں کے گھوڑے قریب آئیں تو ان کے مقابلے میں آکر یہ گھوڑے اپنے گھروں کے لئے دیوار بن جائیں"۔

وَ يُعِينُنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ بِقُوَّةٍ مِّنْهُ وَ صِدْقِ الصَّبْرِ سَاعَةَ نَلْتَقِي

"اور جس وقت ہم دشمن سے لڑتے ہیں تو خدائے غالب اپنی طرف سے قوت اور صبر و استقامت کی صداقت کے ساتھ ہماری مدد فرماتا ہے"۔

وَ نُطِيْعُ اَمْرَ نَبِيِّنَا وَ نُجِيْبُهٗ وَ اِذَا دَعَا لِكَرِيْهَةٍ لَّمْ نُسْبَقِ

"اور ہم اپنے نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور جب وہ کسی جنگ کے لئے دعوت دیتے ہیں تو ہم سے کوئی بھی سبقت نہیں لے سکتا"۔

وَ مَتٰى يُنَادِ اِلَى الشَّدَائِدِ نَاْتِهَا وَ مَتٰى نَرَ الْحَوْمَاتِ فِيْهَا نُعْنِقِ

"اور جب آپ شدائد کی طرف آواز دیتے ہیں تو ہم فوراً وہاں حاضر ہو جاتے ہیں اور جب ہم ان میں بڑے بڑے معرکے دیکھتے ہیں تو دوڑ کر ان میں شریک ہوتے ہیں"۔

مَنْ يَّتْبَعْ قَوْلَ النَّبِيِّ فَاِنَّهٗ فِيْنَا مُطَاعُ الْاَمْرِ حَقُّ مُصَدَّقِ

"جو شخص نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی پیروی کرے گا تو (اسے ایسا کرنا ہی چاہیے کیونکہ) آپ ہمارے اندر واجب الاطاعت ہیں اور حقیقۃً لائق تصدیق ہیں"۔

فَبِذَاكَ يَنْصُرُنَا وَ يُظْهِرُ عِزَّنَا وَ يُصِيْبُنَا مِنْ نَّيْلِ ذٰلِكَ بِمِرْفَقِ

"پھر اسی بناء پر آپ ہماری مدد فرماتے ہیں اور ہماری عزت بڑھاتے ہیں اور اسی چیز کے حصول کی وجہ سے آپ ہم پر لطف وکرم فرماتے ہیں"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ مُحَمَّدًا كَفَرُوْا وَ ضَلُّوْا عَنْ سَبِيْلِ الْمُتَّقِيْ

"بے شک جو لوگ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کو جھٹلاتے ہیں وہ کافر ہیں اور پرہیزگاری کے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: درج ذیل دو اشعار مجھے حضرت ابوزید نے سنائے:

تِلْكُمْ مَعَ التَّقْوٰى تَكُوْنُ لِبَاسَنَا

مَنْ يَّتْبَعْ قَوْلَ النَّبِيِّ

اور انہوں نے ایک شعر یوں پڑھا:

Marfat.com

تَنفِی الْجُنُوْعُ كَرَاسِ قُدْسِ الْمَشرِقِ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ عَلِمَ الْاَحْزَابُ حِيْنَ تَاَلَّبُوْا عَلَيْنَا وَ رَامُوْا دِيْنَنَا مَا نُوَادِعُ

"جب احزاب اکٹھے ہو کر ہم پر حملہ آور ہوئے اور ہمارے دین کا قصد کیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ہم مصالحت کے لئے تیار نہیں"۔

اَضَامِيْمُ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَيْلَانَ اَصْفَقَتْ وَ خِنْدِفَ لَمْ يَدْرُوْا بِمَا هُوَ وَاقِعُ

"قیس بن عیلان اور خندف کے قبائل کی مخلوط جماعتیں ہمارے خلاف متحد ہو گئیں لیکن یہ نہ جانا کہ کیا ہونے والا ہے؟"

يَذُوْدُوْنَنَا عَنْ دِيْنِنَا وَ نَذُوْدُهُمْ عَنِ الْكُفْرِ وَالرَّحْمٰنُ رَاءٍ وَ سَامِعُ

"وہ ہمیں ہمارے دین سے روکتے ہیں اور ہم انہیں کفر سے روکتے ہیں اور خداوند رحمٰن دیکھ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ عینیہ

قصیدۂ عینیہ میں آپ کا قول ہے:

اَضَامِيْمُ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَيْلَانَ اَصْفَقَتْ

اضامیم کا واحد اضامۃ ہے اور یہ ہر مجتمع چیز کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: اِضَامَةٌ مِنَ النَّاسِ وَ اِضَامَةٌ مِنْ كُتُبٍ یعنی لوگوں کا اجتماع اور کتابوں کا بنڈل۔

قیس عیلان اور قیس کبہ

حضرت کعب کا قول ہے: مِنْ قَيْسِ بْنِ عَيْلَانَ اہل نسب کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قیس۔ کا دوسرا نام عیلان ہے، وہ اس کا بیٹا نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے ایک عیلان نامی گھوڑے کے باعث قیس عیلان کے نام سے مشہور ہو گیا جس طرح بجیلہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والا قیس کبہ اپنے کبہ نامی گھوڑے کے باعث اس نام سے مشہور ہوا۔ یہ دونوں قیس ایک دوسرے کے پڑوسی تھے۔ جب ان دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر کیا جاتا تو پوچھا جاتا: ان دونوں میں سے کون سا قیس۔ جواباً قیس بن عیلان یا قیس کبہ کہا جاتا۔ ایک قول یہ ہے کہ عیلان اس کے ایک کتے کا نام تھا۔ یہ بھی کہا

Marfat.com

اور سن رہا ہے''۔

إِذَا غَايَظُونَا فِي مَقَامٍ أَعَانَنَا عَلَى غَيْظِهِمْ نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَاسِعُ

''جب بھی کسی مقام پر انہوں نے ہم پر غیظ وغضب کا اظہار کیا تو ان کے غیظ وغضب کے خلاف اللہ تعالیٰ کی وسیع نصرت نے ہماری مدد فرمائی''۔

وَ ذٰلِكَ حِفْظُ اللّٰهِ فِينَا وَ فَضْلُهُ عَلَيْنَا وَ مَنْ لَمْ يَحْفَظِ اللّٰهُ ضَائِعُ

''اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری حفاظت تھی اور اس کا ہم پر فضل تھا اور جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت نہ کرے وہ برباد ہو جانے والا ہے''۔

هَدَانَا لِدِينِ الْحَقِّ وَاخْتَارَهُ لَنَا وَ لِلّٰهِ فَوْقَ الصَّانِعِينَ صَنَائِعُ

''اس نے دین حق کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور اسے ہمارے لیے منتخب فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں دیگر تمام صانعین پر فوقیت رکھتی ہیں''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ آپ کے ایک قصیدہ کے اشعار ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا أَبْلِغْ قُرَيْشًا أَنَّ سَلْعًا وَ مَا بَيْنَ الْعُرَيْضِ إِلَى الصِّمَادِ

''ارے! قریش کو یہ خبر پہنچا دو کہ سلع پہاڑ اور جو علاقہ وادی عریض اور صماد پہاڑ کے درمیان ہے

گیا ہے کہ عیلان ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے نزدیک وہ پیدا ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ قبیلہ مضر کے ایک غلام کا نام ہے جس نے قیس کی پرورش کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیس بڑا سخی تھا، اس نے اپنا مال تلف کر دیا تو اس پر محتاجی (عیلۃ) آ گئی۔ اس وجہ سے اسے عیلان (محتاج) کہا جانے لگا۔ اس آخری قول کے لئے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک رؤبہ کا یہ قول ہے:

وَ قَيْسَ عَيْلَانَ وَ مَنْ تَقَيَّسَا ''قیس عیلان اور جو لوگ اس قبیلہ کے مشابہ ہیں''۔

غزوۂ خندق کے متعلق حضرت کعب کے اشعار

قصیدۂ دالیہ میں آپ کا قول ہے:

وَ مَا بَيْنَ الْعُرَيْضِ إِلَى الصِّمَادِ

Marfat.com

نَوَاضِحُ فِي الْخُرُوْبِ مُدَرْبَاتٌ وَخُوْصٌ نُقِبْتَ مِنْ عَهْدِ عَادٍ

"یہ ایسے نخلستان ہیں جنہیں جنگلوں کے زمانہ میں عادتاً اونٹوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اور یہاں وہ کنویں ہیں جو عاد کے دور میں کھودے گئے تھے"۔

رَوَاكِدُ يَزْخَرُ الْمُرَّارُ فِيْهَا فَلَيْسَتْ بِالْجِمَامِ وَ لَا الثِّمَادِ

"یہ ایسے دائمی اور پائیدار ہیں جن میں مرار دریا کی موجیں اٹھتی تھیں۔ پس ان کا پانی نہ تو اتنا زیادہ تھا کہ اپنی جگہ واپس لوٹ آئے اور نہ ان کا پانی بہت قلیل تھا"۔

كَأَنَّ الْغَابَ وَالْبَرْدِيَّ فِيْهَا أَجَشُّ إِذَا تَبَقَّعَ لِلْحَصَادِ

"کھیتی کاٹنے کے لئے جب اس میں جگہ جگہ زرد رنگ کے قطعے بن جاتے تو بانس کی

مریض ایک جگہ کا نام ہے اور صماد صمد کی جمع ہے جو سخت زمین کو کہتے ہیں۔

حضرت کعب کا قول ہے: نَوَاضِحُ فِي الْخُرُوْبِ۔ نواضح سے مراد وہ نخلستان ہیں جنہیں اونٹوں کے ذریعے (نضح) سیراب کیا جاتا ہے اور خوص سے مراد کنویں ہیں۔ کنویں کو خوص اس لئے کہا کیونکہ جس طرح گڑھے میں بیٹھی ہوئی آنکھ (العین الخوصاء) گہری اور پست ہو جاتی ہے اسی طرح کنوؤں میں پانی پھوٹنے کی جگہیں گہری اور پست ہوتی ہیں۔ اس کی جمع خُوْصٌ آتی ہے۔

ابو عبید نے اونٹوں کے وصف میں یہ شعر پڑھا:

مُخَيَّسَةٌ بُزْلًا كَأَنَّ عُيُوْنَهَا عُيُوْنُ الرَّكَايَا أَنْكَزَتْهَا الْمَوَاتِحُ

"ان اونٹوں کو شریف النسل ہونے کی وجہ سے گھر پر باندھا جاتا ہے اور ان کی کچلیاں نکلی ہوتی ہیں گویا ان کی آنکھیں ان کنوؤں میں پانی پھوٹنے کی جگہیں ہیں جن کا پانی نکالنے والوں نے ختم کر دیا ہو"۔

حضرت کعب کا قول ہے: يَزْخَرُ الْمُرَّارُ فِيْهَا۔ ایک دریا کا نام ہے۔ آپ کا قول ہے:

كَأَنَّ الْغَابَ وَالْبَرْدِيَّ فِيْهَا أَجَشُّ إِذَا تَبَقَّعَ لِلْحَصَادِ

اس سے مراد ہوا کی ہلکی سرسراہٹ ہے جو اَجَش کی آواز کی طرح ہوتی ہے۔

اجش اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آواز بیٹھی ہوئی ہو۔ کبھی کبھی ہلکی ہوا کی وجہ سے پودوں کو بھی گنگنانے کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے رَوْضَةٌ غَنَّاءُ (گنگنانے والا باغ) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صفت ان مکھیوں کی آواز کی وجہ سے لائی جاتی ہے جو باغ میں اڑتی ہیں۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔

حضرت کعب کا قول ہے: تَبَقَّعَ لِلْحَصَادِ یعنی خشک ہونے کی وجہ سے اس کھیتی میں سفید رنگ کے

Marfat.com

جھاڑیاں اور بردی گھاس کے پودے ان میں ایک شور سا برپا کر دیتے"۔

وَ لَمْ نَجْعَلْ تِجَارَتَنَا اشْتِرَاءَ الْ حَمِيْرِ لِاَرْضِ دَوْسٍ اَوْ مُرَادِ

"اور ہم (یمن کے) قبیلہ دوس اور قبیلہ مراد کی زمین کے لئے گدھوں کی خرید و فروخت کا کاروبار نہیں کرتے"۔

بِلَادٌ لَمْ تُثَرْ اِلَّا لِكَيْمَا نُجَالِدَ اِنْ نَشِطْتُمْ لِلْجِلَادِ

" (بلکہ ہمارے پاس) وہ بلاد ہیں جہاں کھیتی باڑی صرف اس مقصد کے لئے کی جاتی ہے کہ اگر تم لڑائی کے لئے اچھلو کودو تو ہم تمہارا پورا پورا مقابلہ کریں گے"۔

قطعے بن جاتے ہیں۔ جب کھیتی اس طرح ہو جائے تو اسے ارقاط، اسحام اور اسحار کہا جاتا ہے اور جب اس کی بالیوں میں دانے پڑ جائیں تو کہا جاتا ہے: اَلْحَمَ، اَسْفَى (کھیتی میں دانہ پڑ گیا) یہ اَلسَّفَى سے مشتق ہے اور اَشْعَ (بالی کا دانوں سے پر ہونا) یہ الشَّعَاع سے مشتق ہے، شین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ۔ یہ بھی السفی کا ہم معنی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے اَسْبَلَ الزَّرْعُ (کھیتی خوشے نکال لائی) یہ اَلسَّبَل سے مشتق ہے، جس طرح کہا جاتا ہے: بَعِيْرٌ حَظِلٌ (بہت زیادہ اندرائن کھانے والا اونٹ) اور اَحْظَلَ الْمَكَانُ (کسی جگہ کا بہت اندرائن والی ہونا) یہ حنظل (اندرائن) سے مشتق ہے۔ یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور بنو تمیم سَبَلَ کہتے ہیں۔ رہے ہمدان تو وہ سنبل (بالیاں) کو سبول ... دیتے ہیں۔ اس کا واحد سَبُوْلَة ہے۔ ان کی لغت کا قیاس بھی یہی ہے کہ اَسْبَلَ کہا جائے۔ اس شعر میں اور اس سے پہلے شعر میں انصار نے اپنے نخلستانوں اور قلعوں پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ انصار بہت عزت و غلبہ اور قوتِ دفاع کے مالک تھے اور زمانہ قدیم سے ان کے بلاد پر کوئی غالب نہیں آ سکا تھا، حالانکہ عرب کے دیگر اکثر دیہاتوں کو ان کے علاقوں سے جلاوطن کر دیا گیا اور خوف و ہراس نے ان کو اپنے اوطان سے نکال دیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں یہی مفہوم ادا کیا ہے:

اَوْلَادُ جَفْنَةَ حَوْلَ قَبْرِ اَبِيْهِمْ قَبْرِ ابْنِ مَارِيَةَ الْكَرِيْمِ الْمُفْضِلِ

"جفنہ کی اولاد اپنے کریم اور بھلائی کرنے والے باپ ابن ماریہ کی قبر کے اردگرد رہتی ہے"۔

کیونکہ ان کا اپنے آباء و اجداد کی قبور کے اردگرد مقیم رہنا ان کی قوت و شوکت کی اور اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جس قطعہ زمین کو پسند کرتے اور اپنے لیے خاص کر لیتے وہاں ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا تھا۔

Marfat.com

اَثَرْنَا سِکَّۃَ الْاَنْبَاطِ فِیْھَا فَلَمْ تَرَ مِثْلَھَا جَلَھَاتِ وَادِ

ان بلاد میں ہم نے کھجوروں کی قطاریں قوم انباط کے طریقے کے مطابق لگائی ہیں (جنہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہوتا) پس تم نے اس جیسے وادیوں کے مناظر نہ دیکھے ہوں گے۔

قَصَرْنَا کُلَّ ذِیْ حُضْرٍ وَّ طَوْلٍ عَلَی الْغَایَاتِ مُقْتَدِرٍ جَوَادِ

''ہم میں سے ہر ایک نے ایک بہترین تیز رفتار گھوڑا باندھ رکھا ہے جو اپنے منتہائے نظر پر پہنچنے کی پوری قدرت رکھتا ہے''۔

اَجِیْبُوْنَا اِلٰی مَا نَجْتَدِیْکُمْ مِنَ الْقَوْلِ الْمُبَیِّنِ وَالسَّدَادِ

''تم ہمیں اس کا جواب دو جو ہم تم سے صاف، واضح اور سیدھی بات کا مطالبہ کرتے ہیں''۔

وَ اِلَّا فَاصْبِرُوْا لِجِلَادِ یَوْمٍ لَکُمْ مِنَّا اِلٰی شَطْرِ الْمَذَادِ

''ورنہ مقام مذاد (مدینہ کے قریب ایک مقام) کی سمت پر کسی دن بھی ہماری طرف سے جنگ کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار رہو''۔

نُصَبِّحُکُمْ بِکُلِّ اَخِیْ حُرُوْبٍ وَ کُلِّ مُطَھَّمٍ سَلِسِ الْقِیَادِ

''ہم تم پر صبح سویرے ایسے لشکر لے کر حملہ آور ہوں گے جن کا ہر فرد ماہر جنگ ہو گا اور ہر گھوڑا بھرپور جسم والا اور آسانی سے چلایا جانے والا ہو گا''۔

وَ کُلِّ طِمِرَّۃٍ خَفِقٍ حَشَاھَا تَدِفُّ دَفِیْفَ صَفْرَاءِ الْجَرَادِ

حضرت کعب کا قول ہے:

اَثَرْنَا سِکَّۃَ الْاَنْبَاطِ فِیْھَا

سکہ قطار میں لگے ہوئے کھجور کے درختوں کو کہتے ہیں یعنی ہم نے ان درختوں کو اس طرح لگایا جس طرح قوم انباط کے لوگ اپنے شہروں میں لگاتے ہیں کہ ان پر کسی مکار کے مکروفریب کا خوف نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی یہی مراد ہے: خَیْرُ الْمَالِ سِکَّۃٌ مَّاْبُوْرَۃٌ ''بہترین مال قطار میں لگے کھجور کے وہ درخت ہیں جن کی تابیر کی گئی ہو۔ اور اَلسِّکَّۃُ السِّنَّۃُ (ہل کا پھل) کو بھی کہتے ہیں اور یہ وہ لوہا ہے جس کے ذریعے کسان زمین کو پھاڑتے ہیں۔ اسے اَلْمَان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصمعی کی تفسیر ہے اور ابوعبید نے ایک اور معنی میں اس شعر کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد کھجور کے درخت ہی ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے: اُبِیْثَتِ الْاَرْضُ۔ یہ اُثِیْرَتْ (کاشت کرنا) کے معنی میں ہے۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے اور حماسہ میں مروی ہے:

Marfat.com

اور ہر گھوڑا لمبی ٹانگوں والا تیز رفتار اور اچھل کر چلنے والا ہوگا جس کے باطنی اعضاء ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں جو اتنی تیزی سے اڑتا ہے جتنی تیزی سے انڈے دینے والی ٹڈیاں اڑتی ہیں

وَ كُلِّ مُقَلِّصٍ الْاٰرَابِ نَهْدٍ تَمِيْمِ الْخَلْقِ مِنْ اُخُرٍ وَ هَادِيْ

"اور ہر گھوڑا موٹے اعضاء والا، فربہ اور آگے اور پیچھے سے بالکل مکمل تخلیق والا ہوگا"۔

خُيُوْلٌ لَا تُضَاعُ اِذَا اُضِيْعَتْ خُيُوْلُ النَّاسِ فِي السَّنَةِ الْجَمَادِ

"یہ ایسے گھوڑے ہیں کہ جب قحط کے سال میں دیگر لوگوں کے گھوڑے ضائع ہو جاتے ہیں تو یہ ضائع نہیں ہوتے"۔

يُنَازِعْنَ الْاَعِنَّةَ مُصْغِيَاتٍ اِذَا نَادٰى اِلَى الْفَزَعِ الْمُنَادِيْ

"جب منادی جنگ کے لئے نداء دیتا ہے تو یہ گھوڑے اسے توجہ سے سنتے ہوئے اپنی لگاموں سے لڑنے لگتے ہیں"۔

اِذَا قَالَتْ لَنَا النُّذُرُ اسْتَعِدُّوْا تَوَكَّلْنَا عَلٰى رَبِّ الْعِبَادِ

"جب خوف و شر سے متنبہ کرنے والے لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ تیار ہو جاؤ تو ہم تمام بندوں کے پروردگار پر توکل کر لیتے ہیں"۔

وَ قُلْنَا لَنْ يُفَرِّجَ مَا لَقِيْنَا سِوٰى ضَرْبِ الْقَوَانِسِ وَالْجِهَادِ

"اور کہتے ہیں کہ جس لڑائی سے ہم دوچار ہوئے ہیں یہ دشمن کے خودوں کو تلواروں سے کاٹنے اور جہاد کرنے کے بغیر نہیں چھٹے گی"۔

فَلَمْ تَرَ عُصْبَةً فِيْمَنْ لَقِيْنَا مِنَ الْاَقْوَامِ مِنْ قَارٍ وَ بَادِيْ

"جن قوموں سے ہم دوچار ہوئے خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی ان میں تم نے کوئی ایسا گروہ

هَلُمَّ اِلَيْهَا قَدْ اُبِيْثَتْ زُرُوْعُهَا

"اس زمین کی طرف آؤ، اس کی کھیتیاں کاشت کردی گئی ہیں"۔

اس کا معنی اُثِیرَت ہے اور الغرب المصنف میں ہے:

وَ حَقٌّ بَنِيْ شِغَارَةَ اَنْ يَقُوْلُوْا لِصَخْرِ الْغَيِّ مَا ذَا تَسْتَبِيْثُ

"اور بنی شغارہ کا حق ہے کہ وہ صخر الغی سے پوچھیں کہ تو کیا کاشت کروانا چاہتا ہے"؟

ابو عبید قاسم بن سلام نے غلطی کی ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ تَسْتَبِيْثُ، نَبِيْثَةُ الْبِئْرِ سے مشتق ہے جس کا معنی کنویں سے نکالی جانے والی مٹی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو شاعر یوں کہتا تَسْتَنْبِيْثُ باء سے

Marfat.com

نہیں دیکھا ہوگا

اَشَدَّ بَسَالَةً مِنَّا اِذَا مَا اَرَدْنَاهُ وَاَلْيَنَ فِي الْوِدَادِ

جو ہم سے اس وقت زیادہ بہادر اور سخت جان ہو جب ہم ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کریں اور ہم سے باہمی محبت میں اس وقت زیادہ نرم اخلاق ہو"۔

اِذَا مَا نَحْنُ اَشْرَجْنَا عَلَيْهَا جِيَادَ الْجُدْلِ فِي الْاُرَبِ الشِّدَادِ

"جب ہم اس جماعت کے جسموں پر مضبوط بندش والی بہترین زرہیں سخت گرہوں میں باندھتے ہیں

قَذَفْنَا فِي السَّوَابِغِ كُلَّ صَقْرٍ كَرِيمٍ غَيْرِ مُعْتَلِثِ الزِّنَادِ

تو ہم ان بھرپور زرہوں میں (گویا) ہر ایسا شریف النسل شکرہ ڈالتے ہیں جو جنگ کے چقماق سے انجان طریقے سے چنگاری نہیں نکالتا (بلکہ اس میں بڑا ماہر ہے)"۔

اَشَمَّ كَاَنَّهُ اَسَدٌ عَبُوْسٌ غَدَاةَ بَدَا بِبَطْنِ الْجِزْعِ غَادِيْ

"جو اونچی ناک والا ہے (یعنی باعزت ہے) جب اس کے پاس وادی کے دامن سے صبح

پہلے نون کے ساتھ۔

حضرت کعب کا قول ہے: جَلْهَاتِ وَادٍ۔ جلہات وادی کے وہ حصے ہوتے ہیں جن سے سیلاب گزر کر وہاں کے درختوں کو اکھاڑ دیتے ہیں اور وادی کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ یہ اَلْجَلْهَة سے مشتق ہے جس کا معنی ہے سر کے اگلے حصہ کے بالوں کا اڑ جانا۔

آپ کا قول ہے: صَفْرَاءُ الْجَرَادِ۔ یہ ان ٹڈیوں کو کہتے ہیں جو انڈے دیتی ہیں۔ یہ بہت تیزی سے اڑتی ہیں اور کتفان ٹڈیاں خیفان (انڈے دینے والی ٹڈیاں) سے بڑی ہوتی ہیں۔ اور ٹڈی کا سب سے پہلا مرحلہ دود کہلاتا ہے اور اسے غمص بھی کہا جاتا ہے۔ اسے یمن کا سمندر پھینکتا ہے۔ اس کے نکلنے سے پہلے ایک خاص علامت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اس سمندر سے ایک بجلی سترہ بار چمکتی ہے۔ اس سے لوگوں کو ٹڈیوں کے نکلنے کا علم ہو جاتا ہے۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔

آپ کا قول ہے: غَيْرِ مُعْتَلِثِ الزِّنَادِ۔ اَلزِّنَادُ الْمُعْتَلِثُ اس چقماق کو کہتے ہیں جس کے بارے معلوم نہ ہو کہ وہ کس لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اعتلاث کا اصل معنی اختلاط ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلَثْتُ الطَّعَامَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص گندم کو جو کے ساتھ خلط ملط کر دے۔ اور علاثہ وہ چقماق ہوتا ہے جو آگ نہیں نکالتا۔

Marfat.com

کے وقت کوئی شخص فریاد لے کر آتا ہے تو اس وقت گویا وہ ایسا ترش رو شیر ہوتا ہے

یُغْشِی ھَامَةَ الْبَطَلِ الْمُذَکِّی صَبِیَّ السَّیْفِ مُسْتَرْخِی النِّجَادِ

جو انتہائی طاقتور بہادر کی کھوپڑی پر تلوار کا درمیانی حصہ مار کر چھا جاتا ہے در آں حالیکہ اس کی تلوار کا پرتلہ ڈھیلا ہوتا ہے (یعنی وہ دراز قد ہوتا ہے)''۔

لِنُظْھِرَ دِیْنَكَ اللّٰھُمَّ اِنَّا بِکَفِّكَ فَاھْدِنَا سُبُلَ الرَّشَادِ

''(یہ سب کچھ ہم اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اے اللہ! ہم تیرے دین کو غالب کر سکیں۔ بے شک ہم تیرے قبضہ قدرت میں ہیں پس تو ہمیں رشد و ہدایت کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر قَصَرْنَا کُلَّ ذِیْ حَضَرٍ وَّ طَوْلٍ اور اس کے بعد دوسرا، تیسرا اور چوتھا شعر نیز یہ شعر اَشَمَّ کَاَنَّهٗ اَسَدٌ عَبُوْسٌ اور اس کے بعد کا شعر، یہ سب ابو زید انصاری سے مروی ہیں۔

عمرو پر مسافع کی آہ و بکاء

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جمح نے یہ اشعار کہے جن میں وہ عمرو بن عبد ود پر آہ و بکاء کرتا ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

عَمْرُوْ بْنُ عَبْدٍ کَانَ اَوَّلَ فَارِسٍ جَزَعَ الْمَذَادَ وَ کَانَ فَارِسَ یَلْیَلِ

''عمرو بن عبد ود وہ پہلا سوار تھا جس نے مقام مذاد (یعنی دفاع کے مقام) کو قطع کیا اور وہ وادی یلیل کا سوار تھا (یعنی وادی بدر کا)''۔

سَمْحُ الْخَلَائِقِ مَاجِدٌ ذُوْ مِرَّةٍ یَبْغِی الْقِتَالَ بِشِکَّةٍ لَمْ یَنْکُلِ

''وہ سب لوگوں کے لئے سخی تھا، بزرگ تھا اور ایسا طاقتور تھا جو ہتھیار اٹھائے معرکہ جنگ کی تلاش میں رہتا تھا اور خوف و ہراس کی وجہ سے منہ نہیں پھیرتا تھا''۔

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ حِیْنَ وَلَّوْا عَنْکُمْ اَنَّ ابْنَ عَبْدٍ فِیْھِمْ لَمْ یَعْجَلِ

''جس وقت وہ لوگ (قریش و غطفان) تم سے پیٹھ پھیر کر واپس ہوئے تو تمہیں معلوم ہے کہ ان میں یہ عمرو بن عبد ود ہی تھا جس نے جلد بازی نہیں کی تھی''۔

حَتّٰی تَکَنَّفَهُ الْکُمَاةُ وَ کُلُّھُمْ یَبْغِی مَقَاتِلَهٗ وَ لَیْسَ بِمُؤْتَلِ

Marfat.com

"یہاں تک کہ جنگجوؤں نے اسے گھیرے میں لے لیا اور سب کے سب اس کی قتل گاہیں تلاش کرنے لگے اور وہ کوتاہی کرنے والا ثابت نہ ہوا"۔

وَ لَقَدْ تَكَنَّفَتِ الْاَسِنَّةُ فَارِسًا بِجُنُوْبِ سَلْعٍ غَيْرَ نِكْسٍ اَمْيَلِ

"جبل سلع کے جنوب میں نیزوں کی بوچھاڑ نے ایک ایسے سوار کو گھیر لیا جو کمزور کمینہ اور ہتھیاروں سے خالی نہ تھا"۔

تَسَلُ النِّزَالَ عَلِيُّ فَارِسَ غَالِبٍ بِجُنُوْبِ سَلْعٍ، لَيْتَهٗ لَمْ يَنْزِلِ

اے علی! جبل سلع کے جنوب میں تم بنی غالب کے سوار (عمرو بن عبدود) کو دعوتِ مبارزت دے رہے تھے، کاش وہ (تم جیسے بہادر آدمی کی دعوتِ مبارزت پر) مقابلہ کے لئے نہ اترتا۔

فَاذْهَبْ عَلِيُّ فَمَا ظَفِرْتَ بِمِثْلِهٖ فَخْرًا وَ لَا لَاقَيْتَ مِثْلَ الْمُعْضِلِ

"پس جاؤ اے علی! قابل فخر ہونے کے لحاظ سے تم اس جیسا آدمی بننے میں کامیاب نہ ہوئے اور نہ اس کی طرح سنگین اور صبر آزما صورتِ حال سے دوچار ہوئے"۔

نَفْسِيْ الْفِدَاءُ لِفَارِسٍ مِّنْ غَالِبٍ لَاقٰى حِمَامَ الْمَوْتِ لَمْ يَتَحَلْحَلِ

"میری جان بنی غالب کے اس سوار پر قربان ہو جس نے موت کا سامنا کیا لیکن اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا"۔

اَعْنِيْ الَّذِيْ جَزَعَ الْمَذَادَ بِمُهْرِهٖ طَلَبًا لِثَارِ مَعَاشِرٍ لَمْ يَخْذُلِ

"میری مراد وہ شخص ہے جس نے مختلف گروہوں کا انتقام لینے کے لئے اپنے گھوڑے کے ذریعے مقام مزاد کو طے کر لیا اور انہیں ذلیل و رسوا نہ ہونے دیا"۔

عمرو کے ساتھی سواروں کو مسافع کی ملامت

مسافع نے یہ اشعار بھی کہے جن میں وہ ان سواروں کو ملامت کرتا ہے جو عمرو کے ساتھ تھے مگر اسے چھوڑ کر واپس نکل آئے:

عَمْرُوْ بْنُ عَبْدٍ وَّالْجِيَادُ يَقُوْدُهَا خَيْلٌ تُقَادُ لَهٗ وَ خَيْلٌ تُنْعَلُ

"جس وقت عمدہ گھوڑوں کی باگ ڈور ایسے سوار سنبھال رہے تھے جنہیں عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے کے لئے لایا جا رہا تھا اور لوہے کے جوتے پہنے ہوئے سوار ان کی باگ ڈور سنبھال رہے تھے"۔

اَجْلَتْ فَوَارِسُهٗ وَ غَادَرَ رَهْطُهٗ رُكْنًا عَظِيْمًا كَانَ فِيْهَا اَوَّلُ

Marfat.com

''تو عمرو بن عبدود کے سوار (جان بچانے کے لئے) بکھر گئے اور ان کے اس گروہ نے اپنے ایک ایسے عظیم رکن کو چھوڑ دیا جو ان میں اول درجہ رکھتا تھا''۔

عَجَبًا وَّاِنْ اَعْجَبْ فَقَدْ اَبْصَرْتُهٗ مَهْمَا تَسُوْمُ عَلِيُّ عَمْرًا يَنْزِلُ

''اس بات پر مجھے تعجب ہے اور اگر میں تعجب کرتا ہوں تو اس وجہ سے کہ میں نے دیکھا ہے اے علی! جب بھی تم نے عمرو کو دعوتِ مبارزت دی تو وہ مقابلہ کے لئے اتر آیا''۔

لَا تَبْعَدَنْ فَقَدْ اُصِبْتُ بِقَتْلِهٖ وَ لَقِيْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ اَمْرًا يَثْقُلُ

(اے علی!) اب ہم سے دور ہرگز نہ ہونا (بلکہ ہم سے مقابلہ کے لئے تیار رہنا) کیونکہ مجھے عمرو کے قتل سے مصیبت پہنچی ہے اور میں موت سے پہلے ایک بوجھل چیز سے دوچار ہو گیا ہوں۔

وَ هُبَيْرَةُ الْمَسْلُوْبُ وَلّٰى مُدْبِرًا عِنْدَ الْقِتَالِ مَخَافَةَ اَنْ يُّقْتَلُوْا

اور لوٹا ہوا ہبیرہ لڑائی کے وقت اس خوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگا کہ لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔

وَ ضِرَارُ كَانَ الْبَاسُ مِنْهُ مُحْضَرًا وَلّٰى كَمَا وَلَّى اللَّئِيْمُ الْاَعْزَلُ

''اور ضرار جس کی وجہ سے لڑائی شدت اختیار کر جاتی تھی، اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگا جیسے کوئی نہتا کمینہ آدمی بھاگا ہو''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مسافع کے ہیں اور اس کا یہ شعر عَمْرًا يَنْزِلُ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

عمرو پر ہبیرہ کی آہ و بکا اور اپنے فرار کی عذر خواہی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ہبیرہ بن ابی وہب نے یہ اشعار کہے جن میں وہ اپنے بھاگنے کا عذر پیش کرتا ہے، عمرو پر آہ و بکا کرتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

لَعَمْرِيْ مَا وَلَّيْتُ ظَهْرِيْ مُحَمَّدًا وَ اَصْحَابَهٗ جُبْنًا وَّ لَا خِيْفَةَ الْقَتْلِ

''مجھے اپنی جان کی قسم! میں نے بزدلی اور قتل ہو جانے کے خوف سے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے پیٹھ نہ پھیری''۔

وَ لٰكِنَّنِيْ قَلَّبْتُ اَمْرِيْ فَلَمْ اَجِدْ لِسَيْفِيْ غَنَاءً اِنْ ضَرَبْتُ وَ لَا نَبْلِيْ

''لیکن میں نے اپنا معاملہ خود ہی پلٹ لیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ نہ میری تلوار سے کوئی فائدہ ہے اگر اسے چلاؤں اور نہ میرے تیر سے (کوئی فائدہ ہے)''۔

وَقَفْتُ فَلَمَّا لَمْ اَجِدْلِيْ مُقَدَّمًا صَدَرْتُ كَضِرْغَامٍ هِزَبْرٍ اَبِيْ شِبْلِ

Marfat.com

''میں خود ہی ٹھہر گیا، پھر جب میں نے پیش قدمی کا کوئی موقع نہ پایا تو بچوں والے اس زبردست شیر کی طرح رک گیا

ثَنٰی عِطۡفَهٗ عَنۡ قِرۡنِهٖ حِیۡنَ لَمۡ یَجِدۡ مَکَرًّا وَ قِدۡمًا کَانَ ذٰلِكَ مِنۡ فِعۡلِیۡ

جس نے اپنے مدمقابل سے اس وقت پہلوتہی کر لی ہو جب کوئی کارگر تدبیر اور پیش قدمی کا موقع نہ پایا ہو اور میرا ہمیشہ یہی عمل رہا ہے''۔

فَلَا تَبۡعَدَنۡ یَا عَمۡرُو حَیًّا وَّهَالِکًا وَحُقَّ لِحُسۡنِ الۡمَدۡحِ مِثۡلُكَ مِنۡ مِثۡلِیۡ

''پس اے عمرو! زندہ رہو یا وفات پا جاؤ مجھ سے ہرگز دور نہ ہونا اور تجھ جیسا شخص مجھ جیسے آدمی کی طرف سے اچھی تعریف کا حق دار ہے''۔

وَلَا تَبۡعَدَنۡ یَا عَمۡرُو حَیًّا وَّ هَالِکًا فَقَدۡ بِنۡتَ مَحۡمُوۡدَ الثَّنَا مَاجِدَ الۡاَصۡلِ

''پس اے عمرو! زندہ رہو یا وفات پا جاؤ مجھ سے ہرگز دور نہ ہونا، تم تو اچھی تعریف کے قابل اور ماجد الاصل ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہو''۔

فَمَنۡ لِّطِرَادِ الۡخَیۡلِ تُقۡدَعُ بِالۡقَنَا وَلِلۡفَخۡرِ یَوۡمًا عِنۡدَ قَرۡقَرَةِ الۡبُزۡلِ

''تو (عمرو کے بعد) اب کون ہے جس کے ذریعے حملہ آور سواروں کو نیزوں کے ساتھ روک دیا جائے اور کون ہے جو کسی دن اونٹوں کی طرح بلبلا کر فخریہ کلام کرنے والوں کے لیے باعث فخر ہو''۔

هُنَالِكَ لَوۡ کَانَ ابۡنُ عَبۡدٍ لَّزَارَهَا وَ فَرَّجَهَا حَقًّا فَتًی غَیۡرُ مَا وَغۡلِ

''وہاں اگر عمرو بن عبدود ہوتا تو وہ ان سواروں کا سامنا کرتا اور ایک سچے نسب والا نوجوان بن کر انہیں (میدانِ جنگ سے) حقیقۃً منتشر کر دیتا''۔

فَعَنۡكَ عَلِیُّ لَا اَرٰی مِثۡلَ مَوۡقِفٍ وَقَفۡتَ عَلٰی نَجۡدِ الۡمُقَدَّمِ کَالۡفَحۡلِ

''پس اے علی! دور ہو جا میں کوئی ایسا مقام نہیں دیکھتا جہاں تو ایک جوانمرد کی طرح آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے بہادر کے سامنے ٹھہر سکے گا''۔

فَمَا ظَفِرَتۡ کَفَّاكَ فَخۡرًا بِمِثۡلِهٖ اَمِنۡتَ بِهٖ مَا عِشۡتَ مِنۡ زَلَّةِ النَّعۡلِ

''تیرے ہاتھ اس جیسا قابل فخر آدمی بننے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کا جوتا پھسل جانے کی وجہ سے تو زندگی بھر کے لیے اس سے مامون ہو گیا''۔

عمرو بن ہبیرہ کی مزید آہ و بکا

ہبیرہ بن ابی وہب نے یہ اشعار بھی کہے جن میں وہ عمرو بن عبدود پر آہ و بکا کرتا ہے اور

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

لَقَدْ عَلِمَتْ عُلْيَا لُوَيِّ بْنِ غَالِبٍ لَفَارِسُهَا عَمْرٌو إِذَا نَابَ نَائِبُ

''یقیناً قبیلہ لوی بن غالب کے بلند مرتبہ لوگوں نے خوب جان لیا کہ جب کوئی مصیبت کی گھڑی آئے تو ان کا شہسوار عمرو ہی ہوا کرتا ہے''۔

لَفَارِسُهَا عَمْرٌو إِذَا مَا يَسُومُهُ عَلِيٌّ وَ إِنَّ اللَّيْثَ لَابُدَّ طَالِبُ

''ان کا شہسوار اس وقت بھی عمرو ہی تھا جب (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے اسے دعوتِ مبارزت دی اور بے شک شیر کیلئے کسی نہ کسی مقابلہ کی دعوت دینے والے کا ہونا ضروری ہے''۔

عَشِيَّةَ يَدْعُوهُ عَلِيٌّ وَ إِنَّهُ لَفَارِسُهَا إِذْ خَامَ عَنْهُ الْكَتَائِبُ

''جس شام کو (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) اسے دعوت دے رہے تھے درآں حالیکہ سارا لشکر نہایت بزدلی سے واپس ہو گیا تو وہی ان کا شہسوار تھا''۔

فَيَا لَهْفَ نَفْسِي إِنَّ عَمْرًا تَرَكْتُهُ بِيَثْرِبَ، لَا زَالَتْ هُنَاكَ الْمَصَائِبُ

''ہائے افسوس مجھے اپنی جان پر کہ میں عمرو کو مدینہ چھوڑ کر چلا آیا جہاں اس کے لئے مصیبتوں پر مصیبتیں ٹوٹ رہی تھیں''۔

عمرو کے قتل پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے فخریہ اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ عمرو بن عبدود کے قتل پر فخر کا اظہار کرتے ہیں:

بَقِيَّتُكُمْ عَمْرٌو أَبَحْنَاهُ بِالْقَنَا بِيَثْرِبَ نَحْمِي وَالْحُمَاةُ قَلِيلُ

''ایک عمرو ہی تمہارا شہسوار باقی رہ گیا تھا، اسے بھی ہم نے نیزوں کے ساتھ یثرب میں اس وقت مباح بنا دیا جب ہم اپنا تحفظ کر رہے تھے حالانکہ محافظ تھوڑے تھے''۔

وَ نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ بِكُلِّ مُهَنَّدٍ وَ نَحْنُ وُلَاةُ الْحَرْبِ حِينَ نَصُولُ

''اور ہم نے تمہیں ہر ہندی تلوار کے ساتھ قتل کیا اور ہم ہی اس وقت جنگ کرنے کے اہل ہوتے جب ہم حملہ کرتے''۔

وَ نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ بِبَدْرٍ فَأَصْبَحَتْ مَعَاشِرُكُمْ فِي الْهَالِكِينَ تَجُولُ

''اور ہم نے تمہیں میدانِ بدر میں قتل کیا تو تمہارے گروہ ہلاک ہونے والے لوگوں میں چکر لگانے لگے''۔

Marfat.com

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

اَمْسَى الْفَتٰى عَمْرُو بْنُ عَبْدٍ يَبْتَغِيْ بِجَنُوْبِ يَثْرِبَ ثَارَهٗ لَمْ يُنْظَرِ

"نوجوان عمرو بن عبدود یثرب کے جنوب میں اپنا انتقام لینے آیا تھا لیکن اسے ذرا بھی مہلت نہ دی گئی (اور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا)"۔

فَلَقَدْ وَجَدْتَ سُيُوْفَنَا مَشْهُوْرَةً وَ لَقَدْ وَجَدْتَ جِيَادَنَا لَمْ تُقْصَرِ

"یقیناً تو نے دیکھا کہ ہماری تلواریں لہرائی جارہی تھیں اور تو نے دیکھا کہ ہمارے تیز رفتار گھوڑوں کو روکا نہ جاسکا"۔

وَ لَقَدْ لَقِيْتَ غَدَاةَ بَدْرٍ عُصْبَةً ضَرَبُوْكَ ضَرْبًا غَيْرَ ضَرْبِ الْحُسَّرِ

"اور یقیناً تم بدر کے موقع پر ایسے لشکر سے دوچار ہوئے جس نے تیرے ساتھ ایسی شمشیر زنی کی جو غیر زرہ پوشوں کی شمشیر زنی نہ تھی"۔

اَصْبَحْتَ لَا تُدْعٰى لِيَوْمِ عَظِيْمَةٍ يَا عَمْرُو اَوْ لِجَسِيْمِ اَمْرٍ مُنْكَرِ

"اے عمرو! اب تیری حالت یہ ہوگئی ہے کہ کسی عظیم جنگ کے دن یا کسی بڑے بھیانک موقع پر تجھے دعوت نہ دی جائے گی"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

اَلَا اَبْلِغْ اَبَا هِدْمٍ رَسُوْلًا مُغَلْغَلَةً تَخُبُّ بِهَا الْمَطِيُّ

"اے وہ قاصد جس کے چلتے چلتے پاؤں گھس گئے ہیں میرا وہ پیغام پہنچا دو جس کو اونٹنیاں تیزی سے لے جاتی ہیں۔

اَكُنْتُ وَلِيَّكُمْ فِيْ كُلِّ كُرْهٍ وَ غَيْرِيْ فِي الرَّخَاءِ هُوَ الْوَلِيُّ

"کیا ایسی بات نہیں کہ میں ہر مصیبت کے موقع پر تمہارا دوست رہا حالانکہ میرے سوا دوسرے لوگ خوشگوار حالات میں دوست تھے"۔

Marfat.com

وَ مِنْكُمْ شَاهِدٌ وَ لَقَدْ رَآنِيْ رُفِعْتُ لَهٗ كَمَا احْتُبِلَ الصَّبِيُّ

''اور تم میں وہ شاہد موجود ہے جس نے یہ منظر دیکھا کہ مجھے اس کے سامنے اسی طرح اٹھالیا گیا جس طرح بچے کو اٹھالیا جاتا ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: روایت کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار ربیعہ بن امیہ دیلمی کے ہیں اور ان کے آخر میں یہ شعر بھی روایت کیا جاتا ہے:

كَبَبْتَ الْخَزْرَجِيَّ عَلٰى يَدَيْهِ وَ كَانَ شِفَاءَ نَفْسِي الْخَزْرَجِيُّ

''تو نے اس خزرجی کو اس کے دونوں ہاتھوں کے بل اوندھا گرادیا اور وہ خزرجی میرے دل کی شفابن گیا''۔

یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار ابو اسامہ جشمی کے ہیں۔

غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار کہے جن میں آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہتے ہیں اور بنی قریظہ کے متعلق آپ کے فیصلہ کا ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ سَجَمَتْ مِنْ دَمْعِ عَيْنِيْ عَبْرَةٌ وَ حُقَّ لِعَيْنِيْ اَنْ تَفِيْضَ عَلٰى سَعْدِ

''بے شک میری آنکھ کے آنسوؤں سے ایک بڑا آنسو بہہ نکلا ہے اور میری آنکھ کا حق ہے کہ وہ سعد پر آنسو بہائے

قَتِيْلٍ ثَوٰى فِيْ مَعْرَكٍ فُجِعَتْ بِهٖ عُيُوْنٌ ذَوَارِي الدَّمْعِ دَائِمَةُ الْوَجْدِ

اس شہید پر جو میدانِ جنگ میں پیوندِ خاک ہوگیا اور جس پر دائمی حزن و ملال والی اور آنسو بہانے والی آنکھیں درد مند ہوگئیں''۔

عَلٰى مِلَّةِ الرَّحْمٰنِ وَارِثَ جَنَّةٍ مَعَ الشُّهَدَاءِ وَفْدُهَا اَكْرَمُ الْوَفْدِ

''وہ خداوند رحمٰن کے دین پر شہید ہوکر ان شہداء کے ساتھ جنت کے وارث بن گئے جن کا گروہ سب سے مکرم گروہ ہے''۔

فَاِنْ تَكُ قَدْ وَدَّعْتَنَا وَ تَرَكْتَنَا وَ اَمْسَيْتَ فِيْ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةِ اللَّحْدِ

''پس (اے سعد!) اگر تم ہم سے رخصت ہوگئے ہو اور ہمیں چھوڑ کر تاریک لحد والی قبر میں

Marfat.com

آرام فرما ہو گئے ہو (تو کوئی حرج نہیں)۔

فَأَنْتَ الَّذِيْ يَا سَعْدُ أُبْتَ بِمَشْهَدٍ　　كَرِيْمٍ وَ أَثْوَابِ الْمَكَارِمِ وَالْحَمْدِ

کیونکہ اے سعد! تم وہ شخص ہو کہ تعریف اور مکارم اخلاق کے لباس میں ملبوس ہو کر عزت والے مقام کی طرف لوٹ گئے ہو''۔

بِحُكْمِكَ فِيْ حَيَّيْ قُرَيْظَةَ بِالَّذِيْ　　قَضَى اللّٰهُ فِيْهِمْ مَا قَضَيْتَ عَلٰى عَمْدِ

''قریظہ کے دونوں قبیلوں کے بارے میں ایسا فیصلہ کر کے (اس مقام کی طرف لوٹ گئے ہو) کہ جو فیصلہ تم نے اپنی رائے سے کیا تھا وہی اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا''۔

فَوَافَقَ حُكْمَ اللّٰهِ حُكْمُكَ فِيْهِمُ　　وَ لَمْ تَعْفُ إِذْ ذُكِّرْتَ مَا كَانَ مِنْ عَهْدِ

''پس ان کے بارے میں تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بالکل موافق ہو گیا، اور تم نے معاف نہیں کیا جبکہ تمہیں عہد و پیمان بھی یاد کرایا گیا''۔

فَإِنْ كَانَ رَيْبُ الدَّهْرِ أَمْضَاكَ فِي الْأُلٰى　　شَرَوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا بِجَنَّاتِهَا الْخُلْدِ

''پھر اگر گردشِ زماں نے ان لوگوں کی وجہ سے تمہیں اس دنیا سے رخصت کر دیا ہے جنہوں نے دائمی جنتوں کے بجائے یہ دنیا خریدی

فَنِعْمَ مَصِيْرُ الصَّادِقِيْنَ إِذَا دُعُوْا　　إِلَى اللّٰهِ يَوْمًا لِلْوَجَاهَةِ وَالْقَصْدِ

(تو کوئی حرج نہیں) کیونکہ سچے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ بہت قابل تعریف ہو گی جب انہیں اعزاز و اکرام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلایا جائے گا''۔

حضرت ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے جن میں آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے دیگر شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرثیہ کہتے ہیں اور ان میں پائی جانے والی خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں:

أَلَا يَا لَقَوْمِيْ هَلْ لِمَا حُمَّ دَافِعُ　　وَ هَلْ مَا مَضٰى مِنْ صَالِحِ الْعَيْشِ رَاجِعُ

''اے میری قوم! بتاؤ جو کچھ مقدر میں لکھا جا چکا ہے کیا اسے کوئی دور کر سکتا ہے اور عیش و عشرت کی جو زندگی گزر چکی ہے کیا وہ واپس آ سکتی ہے؟''

تَذَكَّرْتُ عَصْرًا قَدْ مَضٰى فَتَهَافَتَتْ　　بَنَاتُ الْحَشٰى وَانْهَلَّ مِنْهَا الْمَدَامِعُ

Marfat.com

"مجھے زمانہ ماضی کی یاد آئی تو میرے قلب و جگر پھٹ گئے اور ان سے آنسو بہہ نکلے"۔

صَبَابَةٌ وَجْدٍ ذَكَّرَتْنِي اَحِبَّةً   وَ قَتْلَى مَضَى فِيهَا طُفَيْلٌ وَ رَافِعٌ

"حزن و ملال اور رقت قلب نے مجھے ان دوستوں اور مقتولوں کی یاد دلا دی جن میں طفیل اور رافع تھے جو گزر گئے"۔

وَ سَعْدٌ فَاَضْحَوْا فِي الْجِنَانِ وَ اَوْحَشَتْ   مَنَازِلُهُمْ فَالْاَرْضُ مِنْهُمْ بَلَاقِعُ

"اور سعد (بھی ان میں تھے جو گزر گئے) اور جنتوں میں چلے گئے۔ ان کی منازل نے مجھے وحشت زدہ کر دیا ہے اور زمین ان سے ویران ہو گئی ہے"۔

وَفَوْا يَوْمَ بَدْرٍ لِلرَّسُوْلِ وَ فَوْقَهُمْ   ظِلَالُ الْمَنَايَا وَالسُّيُوْفُ اللَّوَامِعُ

"ان لوگوں نے بدر کے روز رسول کریم ﷺ کے ساتھ وفا کی درآں حالیکہ ان کے اوپر موتوں کے سائے اور چمکدار تلواریں منڈلا رہی تھیں"۔

دَعَا فَاَجَابُوْهُ بِحَقٍّ وَ كُلُّهُمْ   مُطِيْعٌ لَهُ فِيْ كُلِّ اَمْرٍ وَ سَامِعُ

"حضور ﷺ نے انہیں بلایا تو انہوں نے حق کے ساتھ لبیک کہی اور وہ سب کے سب ہر حکم میں حضور ﷺ کے فرمانبردار اور سامع تھے"۔

فَمَا نَكَلُوْا حَتّٰى تَوَالَوْا جَمَاعَةً   وَ لَا يَقْطَعُ الْاٰجَالُ اِلَّا الْمَصَارِعُ

"انہوں نے بھاگنے کے بجائے ایک جماعت کی صورت میں پے در پے حملے کیے اور ان کی زندگیاں قتل گاہوں کے سوا کہیں اور ختم نہیں ہوتیں"۔

لِاَنَّهُمْ يَرْجُوْنَ مِنْهُ شَفَاعَةً   اِذَا لَمْ يَكُنْ اِلَّا النَّبِيُّوْنَ شَافِعُ

"کیونکہ وہ لوگ حضور ﷺ کی شفاعت کی اس وقت امید رکھتے ہیں جب نبیوں کے سوا کوئی اور شافع نہ ہوگا"۔

فَذٰلِكَ يَا خَيْرَ الْعِبَادِ بَلَاؤُنَا   اِجَابَتُنَا لِلّٰهِ وَالْمَوْتُ نَاقِعُ

"پس اے خیر البشر! یہ ہماری آزمائش ہے اور ہم اللہ کے ہر حکم پر راضی اور حاضر ہیں جبکہ موت حق ہے"۔

لَنَا الْقَدَمُ الْاُوْلٰى اِلَيْكَ وَ خَلْفُنَا   لِاَوَّلِنَا فِيْ مِلَّةِ اللّٰهِ تَابِعُ

"آپ کی طرف ہمارا ہی پہلا قدم اٹھا اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اللہ کے دین کے معاملے میں ہمارے پہلے لوگوں کا اتباع کریں گی"۔

Marfat.com

وَ نَعْلَمُ اَنَّ الْمُلْكَ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَ اَنَّ قَضَاءَ اللّٰهِ لَابُدَّ وَاقِعٌ

''اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساری کی ساری بادشاہی اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء واقع ہو کر رہتی ہے''۔

غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ لَقِيَتْ قُرَيْظَةُ مَا سَآهَا وَ مَا وَجَدَتْ لِذُلٍّ مِّنْ نَّصِيْرِ

''بنی قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کا برا حال کر دیا اور ذلت و رسوائی کے باعث انہیں ایک بھی حامی نہ مل سکا''۔

اَصَابَهُمْ بَلَاءٌ كَانَ فِيْهِ سِوٰى مَا قَدْ اَصَابَ بَنِي النَّضِيْرِ

''وہ ایسی آزمائش سے دوچار ہوئے جس کی نوعیت اس آزمائش سے مختلف تھی جس سے بنی نضیر دوچار ہوئے تھے''۔

غَدَاةَ اَتَاهُمْ يَهْوِىْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَالْقَمَرِ الْمُنِيْرِ

''یہ اس روز ہوا جب عالم کو منور کرنے والے چاند کی طرح (روشن رو) رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے''۔

لَهٗ خَيْلٌ مُّجَنَّبَةٌ تَعَادٰى بِفُرْسَانٍ عَلَيْهَا كَالصُّقُوْرِ

''آپ کے ساتھ پہلو بہ پہلو چلائے جانے والے وہ گھوڑے بھی تھے جو شکروں جیسے سواروں کو اپنے اوپر بٹھائے بڑی تیزی سے دوڑے جارہے تھے''۔

تَرَكْنَاهُمْ وَ مَا ظَفِرُوْا بِشَيْءٍ دِمَاؤُهُمْ عَلَيْهِمْ كَالْغَدِيْرِ

''ہم نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ کسی چیز میں بھی کامیاب نہ ہو سکے، ان کے خون ان پر تالاب کی طرح بہہ رہے تھے''۔

فَهُمْ صَرْعٰى تَحُوْمُ الطَّيْرُ فِيْهِمْ كَذَاكَ يُدَانُ ذُو الْعَنَدِ الْفَجُوْرِ

''وہ بچھاڑے پڑے تھے جن پر پرندے منڈلا رہے تھے، سرکشی اور فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کیا جاتا ہے''۔

فَاَنْذِرْ مِثْلَهَا نُصْحًا قُرَيْشًا مِنَ الرَّحْمٰنِ اِنْ قَبِلَتْ نَذِيْرِيْ

''پس خداوند رحمٰن کی طرف سے خیر خواہی کے طور پر بنی قریظہ کی اس مثال سے قریش کو ڈراؤ

Marfat.com

اگر وہ میرے انداز کو قبول کریں''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ لَقِيَتْ قُرَيْظَةُ مَا سَاهَا وَ حَلَّ بِحِصْنِهَا ذُلٌّ ذَلِيْلُ

''بے شک بنی قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کا برا حال کر دیا اور ان کے قلعے میں انتہائی بری ذلت داخل ہوئی''۔

وَ سَعْدٌ كَانَ اَنْذَرَهُمْ بِنُصْحٍ بِاَنَّ اِلٰهَكُمْ رَبٌّ جَلِيْلُ

''اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں خیر خواہی کے طور پر اس بات سے ڈرایا تھا کہ تمہارا خدا رب جلیل ہے''۔

فَمَا بَرِحُوْا بِنَقْضِ الْعَهْدِ حَتّٰى فَلَاهُمْ فِيْ بِلَادِهِمُ الرَّسُوْلُ

''لیکن وہ عہد شکنی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے مقاموں میں ہی رسول اللہ ﷺ نے انہیں تلواروں سے اڑا دیا''۔

اَحَاطَ بِحِصْنِهِمْ مِنَّا صُفُوْفٌ لَهٗ مِنْ حَرِّ وَقْعَتِهِمْ صَلِيْلُ

''ہماری صفوں نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جن کی شدید افتاد کے باعث اس قلعے میں ہنگامہ برپا ہو گیا''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

تَفَاقَدَ مَعْشَرٌ نَصَرُوْا قُرَيْشًا وَ لَيْسَ لَهُمْ بِبَلْدَتِهِمْ نَصِيْرُ

''وہ گروہ بکھر کر رہ جائے اور ایک دوسرے کو گم کر بیٹھے جنہوں نے قریش کی مدد کی حالانکہ اپنے شہر میں ان کا کوئی مددگار نہ تھا''۔

هُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ فَضَيَّعُوْهُ وَ هُمْ عُمْيٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ بُوْرُ

''انہیں کتاب دی گئی مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور وہ تورات سے اندھے ہو کر ہلاک ہو گئے''۔

كَفَرْتُمْ بِالْقُرْاٰنِ وَ قَدْ اُتِيْتُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِيْ قَالَ النَّذِيْرُ

''تم نے قرآن کریم کا انکار کیا حالانکہ تمہارے پاس اس کی تصدیق آ چکی تھی جو کچھ رسولِ نذیر نے فرمایا''۔

فَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

Marfat.com

''اس کے نتیجہ میں بویرہ کے مقام پر بنی لوی کے سرداروں پر ایک پھیلی ہوئی آگ بڑی آسانی سے چھا گئی''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار

پھر ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے آپ کے ان اشعار کا یوں جواب دیا:

اَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيعٍ وَ حَرَّقَ فِيْ طَرَائِقِهَا السَّعِيْرُ

''اللہ تعالیٰ اپنے اس کام کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور اس کے اطراف و نواحی میں بھڑکتی ہوئی آگ برابر چلتی رہے''۔

سَتَعْلَمُ اَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ وَ تَعْلَمُ اَيَّ اَرْضِيْنَا تَضِيْرُ

''عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون اس مقام سے دور ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی زمین برباد ہوگی''۔

فَلَوْ كَانَ النَّخِيْلُ بِهَا رِكَابًا لَقَالُوْا لَا مُقَامَ لَكُمْ فَسِيْرُوْا

''اگر اس جگہ یہ کھجور کے درخت اونٹنیاں ہوتے تو کہتے یہ جگہ تمہارے ٹھہرنے کی نہیں اس لئے یہاں سے چل پڑو''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابن جوال کے اشعار

جبل بن جوال ثعلبی نے بھی آپ کے ان اشعار کا جواب دیا اور بنی نضیر اور بنی قریظہ کا مرثیہ کہتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

اَلَا يَا سَعْدُ سَعْدَ بَنِيْ مُعَاذٍ لِمَا لَقِيَتْ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيْرُ

''اے سعد! اے معاذ کے بیٹے سعد! ذرا بتاؤ بنی قریظہ اور بنی نضیر کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا''۔

لَعَمْرُكَ اِنَّ سَعْدَ بَنِيْ مُعَاذٍ غَدَاةَ تَحَمَّلُوْا لَهُوَ الصَّبُوْرُ

''تیری جان کی قسم! بے شک حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جس وقت (بنی قریظہ کے فیصلہ کے لئے) لوگ اٹھا کر لے گئے تو آپ حق پر ڈٹ گئے''۔

فَاَمَّا الْخَزْرَجِيُّ اَبُوْ حُبَابٍ فَقَالَ لِقَيْنُقَاعَ لَا تَسِيْرُوْا

''جہاں تک ابوحباب خزرجی کا تعلق ہے تو اس نے قبیلہ قینقاع سے کہا کہ مت جاؤ''۔

وَ بُدِّلَتِ الْمَوَالِيْ مِنْ حُضَيْرٍ اُسَيْدًا وَالدَّوَائِرُ قَدْ تَدُوْرُ

Marfat.com

''لیکن قبیلہ حضیر کے بجائے قبیلہ اسید کو حلفاء بنالیا گیا اور زمانے میں اس طرح کے انقلاب آتے رہتے ہیں''۔

وَ اَقْفَرَتِ الْبُوَيْرَةُ مِنْ سَلَامٍ وَ سَعْيَةَ وَابْنِ اَخْطَبَ فَهِیَ بُوْرُ

''اور مقام بویرہ سلام، سعیہ اور ابن اخطب سے ویران ہو کر تباہ و برباد ہو گیا''۔

وَ قَدْ كَانُوْا بِبَلْدَتِهِمْ ثِقَالًا كَمَا ثَقُلَتْ بِمَيْطَانَ الصُّخُوْرُ

''حالانکہ یہ سب اپنے شہر میں اس طرح گراں بار تھے جس طرح میطان پہاڑ پر پتھر کی چٹانیں گرانبار ہیں''۔

فَاِنْ يَّهْلِكْ اَبُوْ حَكَمٍ سَلَامٌ فَلَارَثُّ السِّلَاحِ وَ لَا دَثُوْرُ

''پس اگر ابو حکم سلام ہلاک ہو جائے تو اس کے ہتھیار تو پرانے اور زنگ آلود نہیں ہو گئے''۔

وَ كُلُّ الْكَاهِنَيْنِ وَ كَانَ فِيْهِمْ مَعَ اللِّيْنِ الْخَضَارِمَةُ الصُّقُوْرُ

''اور کاہنین کے دونوں قبیلوں میں، جن میں بڑے بڑے نرم خو، سخی شرفاء اور شکروں کی مانند انتہائی طاقتور لوگ موجود تھے''۔

وَجَدْنَا الْمَجْدَ قَدْ ثَبَتُوْا عَلَيْهِ بِمَجْدٍ لَا تُغَيِّبُهُ الْبُدُوْرُ

''ہم نے ایسا مجد و شرف دیکھا جس پر وہ اس قدر پختہ ہو گئے کہ مرورِ ایام بھی اسے مٹا نہیں سکتا''۔

اَقِيْمُوْا يَا سَرَاةَ الْاَوْسِ فِيْهَا كَاَنَّكُمْ مِنَ الْمَخْزَاةِ عُوْرُ

''اے سردارانِ اوس! جاؤ تم وہاں جا کر رہو، یوں لگتا ہے تم ذلت و شرمندگی کے احساس سے کانے ہو چکے ہو (یعنی تم میں ذلت کا احساس مٹ چکا ہے)''۔

تَرَكْتُمْ قِدْرَكُمْ لَا شَیْءَ فِيْهَا وَ قِدْرُ الْقَوْمِ حَامِيَةٌ تَفُوْرُ

''تم نے اپنی ہنڈیا کو چھوڑ دیا، اب اس میں کچھ نہیں جبکہ ہماری قوم کی ہنڈیا گرم ہے اور ابل رہی ہے (یعنی تم بخیل ہو جبکہ ہم سخی اور مہمان نواز ہیں)''۔

Marfat.com

سلام بن ابی الحقیق کا قتل

ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق قبیلہ خزرج کی درخواست

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ابو رافع سلام بن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف عرب کے مختلف قبائل کو اکٹھا کیا تھا۔ غزوۂ احد سے قبل، کعب بن اشرف (یہودی) کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی دشمنی اور آپ کے خلاف اس کی ہذیان سرائی کے باعث قبیلہ اوس نے قتل کر دیا تھا۔ جب غزوۂ خندق کا معاملہ اپنے انجام کو پہنچا اور بنی قریظہ کا قصہ بھی تمام ہو گیا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اذن طلب کیا کہ وہ سلام بن ابی الحقیق کو کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ اس کی رہائش خیبر میں تھی، حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

عمل خیر میں اوس و خزرج کا جذبہ مسابقت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد بن کعب بن مالک سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے جو اسباب مہیا کیے تھے ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انصار کے یہ دونوں قبیلے اوس و خزرج رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک دوسرے سے اس طرح بازی لے جانے میں کوشاں رہتے تھے جس طرح دو جوانمرد ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے متعلق منفعت کا کوئی کام قبیلہ اوس کے لوگ سر انجام دیتے تو قبیلہ خزرج کے لوگ کہتے: "بخدا! اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں تم اس کام کے ساتھ ہم پر فضیلت اور سبقت نہیں لے جا سکتے"۔ پھر انہیں اس وقت تک چین نہ آتا جب تک وہ اسی قسم کا کارنامہ سر انجام نہ دے لیتے اور جب قبیلہ خزرج کے لوگ کوئی کارنامہ سر انجام دیتے تو قبیلہ اوس کے لوگ یہی کہتے۔

ابن ابی الحقیق کا قتل

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ان پانچ آدمیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے قتل کیا اور ان

Marfat.com

جب کعب بن اشرف کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی دشمنی کے باعث قبیلہ اوس کے لوگوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں نے کہا بخدا تم اس کے ساتھ ہم پر کبھی فضیلت اور سبقت نہیں لے سکتے۔ چنانچہ ان کے درمیان بات چلی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی رکھنے میں ابن اشرف جیسا کون آدمی ہے؟ لوگوں نے ابن ابی الحقیق کا ذکر کیا۔ اس کی رہائش خیبر میں تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

ابن ابی الحقیق کے قتل کی مہم پر روانہ ہونے والے افراد کا واقعہ

چنانچہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی سلمہ کے پانچ آدمی یعنی حضرات عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابو قتادہ حارث بن ربعی اور بنی اسلم سے ان کے حلیف خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم اس مہم پر روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا کہ کسی بچے یا عورت کو قتل کریں۔ یہ لوگ اپنا سفر طے کر کے جب خیبر پہنچے تو رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر آئے اور گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہ چھوڑا جس کے اندر موجود لوگوں کو اندر بند کر کے دروازہ بند نہ کر دیا ہو۔ ابن ابی الحقیق اپنے ایک بالا خانے میں موجود تھا جس کی طرف چڑھنے کے لئے کھجور کے تنے کی ایک سیڑھی لگی تھی۔ یہ لوگ اس سیڑھی کے ذریعے اس کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے اور اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ اس کی بیوی باہر آئی ، پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ”ہم چند عربی آدمی ہیں، بچے کھچے کھانے کی طلب ہے۔ بیوی نے کہا: صاحب خانہ اندر ہیں، اندر ہی اس کے پاس چلے جاؤ“۔ فرماتے ہیں: جب ہم اس کے پاس اندر داخل ہوئے تو ہم نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا کہ کہیں اس کے پاس اس کی بیوی کی آمد ورفت جاری نہ ہو اور وہ ہمارے کام میں حائل نہ ہو جائے۔ دروازہ بند کرنا تھا کہ اس کی بیوی چلانے لگی۔ ابن ابی الحقیق اپنے بستر پر لیٹا تھا۔ ہم نے جلدی سے اپنی تلواریں تھامیں اور اس کے قریب پہنچ گئے۔ بخدا رات کی تاریکی میں کوئی چیز اس کی نشاندہی نہیں کر رہی تھی سوائے اس کے کہ اس کی سفیدی (نظر آ رہی تھی)۔ یوں لگتا تھا گویا کوئی سفید مصری کپڑا پڑا ہوا ہو۔ اس کی بیوی نے جب شور مچانا شروع کر دیا تو ہم

کے نام بھی بیان کیے ہیں۔ ابن عقبہ نے ان میں حضرت اسعد بن حرام کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ابن عقبہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص معروف نہیں جس نے حضرت اسعد کا بھی ذکر کیا ہو۔

Marfat.com

میں سے ایک آدمی اس پر اپنی تلوار اٹھانے لگتا پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی ممانعت کا خیال آتا تو اپنا ہاتھ روک لیتا۔ اگر یہ ممانعت نہ ہوتی تو ہم رات کو اس کی بیوی سے بھی فارغ ہو جاتے۔ فرماتے ہیں: پھر جب ہم نے اپنی تلواروں کے ساتھ ابن ابی الحقیق پر وار کیے تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ دی حتیٰ کہ وہ آر پار ہو گئی۔ تلوار لگتے ہی وہ چیخا قَطْنِیْ قَطْنِیْ یعنی یہ میرے لئے کافی ہے کافی ہے۔ اور ہم لوگ باہر آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی نظر کچھ کمزور تھی، وہ سیڑھی سے گر گئے اور ہاتھ میں سخت موچ آ گئی۔ بروایت ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے پاؤں میں موچ آئی تھی۔ ہم نے انہیں اٹھایا اور چشموں سے ان کے قلعے کے اندر پانی آنے کے راستے پر لے آئے اور اس میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں نے آگ جلا کر روشنی کی اور ہمیں تلاش کرنے کے لئے ہر چہرے کو خوب غور سے دیکھنے لگے۔ حتیٰ کہ جب وہ مایوس ہو گئے تو اپنے ساتھی (ابن ابی الحقیق) کے پاس واپس چلے گئے اور اسے گھیرے میں لے لیا۔ وہ ان کے درمیان دم توڑ رہا تھا۔ ہم نے سوچا کہ ہمیں

قَطْنِیْ، قَدْ اور نون وقایہ

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں یہ الفاظ ذکر کیے: قَطْنِیْ قَطْنِیْ۔ انہوں نے کہا اس کا معنی ہے میرے لئے کافی ہے، کافی ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا: یہ کلمہ اصل میں اَلْقَطُّ سے مشتق ہے جس کا معنی کاٹنا ہے۔ پھر اس میں تخفیف کر کے اسے حرف (قط) کے قائم مقام رکھ دیا گیا۔ اسی طرح قَدْ بمعنی قَطْ بھی اَلْقَدُّ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے لمبائی کے رخ کاٹنا۔ اور طاء کے ساتھ اَلْقَطُّ کا معنی ہے چوڑائی کے رخ کاٹنا۔ کہا جاتا ہے: اِنَّ عَلِیًّا رَحِمَهُ اللّٰهُ کَانَ اِذَا اسْتَعْلَی الْفَارِسَ قَدَّهٗ وَ اِذَا اسْتَعْرَضَهٗ قَطَّهٗ کہ "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب کسی گھڑ سوار کے اوپر غالب آتے تو اسے لمبائی کے رخ کاٹ دیتے اور جب عرض کی طرف سے اس کے قریب آتے تو اسے چوڑائی کے رخ کاٹ دیتے"۔ اور جب کوئی چیز کفایت کرنے والی ہو جس کی موجودگی میں کسی اور چیز کی حاجت نہ ہو بلکہ وہ مزید طلب نہ کرنے کا تقاضا کرتی ہو تو اہل عرب اس معنی کا شعور دلانے کے لئے قَدْ اور قَطْ بولتے ہیں۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ ہی ذات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں قَدِیْ اور قَطِیْ جیسا کہ وہ حَسْبِیْ کہتے ہیں اور اگر چاہیں تو نون ملا کر قَدْنِیْ بھی کہہ دیتے تھے اور یہ نون آخری حرف کے سکون کی خاطر لایا جاتا ہے کیونکہ وہ یاء کی وجہ سے آخری حرف کو حرکت دینا ناپسند کرتے ہیں۔ جس طرح وہ فعل کے

Marfat.com

کیسے معلوم ہو کہ یہ دشمن خدا ہلاک ہو چکا ہے؟ اس پر ہم میں سے ایک آدمی نے کہا میں جاتا ہوں اور معلوم کر کے تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ گیا اور لوگوں میں گھس گیا (واپس آ کر) اس نے بیان کیا: میں نے دیکھا کہ اس کی بیوی اور چند یہودی اس کے گرد جمع ہیں۔ بیوی ہاتھ میں چراغ لیے اپنے شوہر کا منہ دیکھ رہی تھی اور لوگوں کو سارا قصہ سنا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: سنو بخدا! ''میں نے ابن عتیک کی آواز سنی پھر میں نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور کہا اس شہر میں ابن عتیک کہاں آ سکتا ہے؟'' پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا: فَاظَ وَاِلٰهِ يَهُوْدَ ''خدائے یہود کی قسم! وہ تو چل بسا''۔ میں نے اس سے زیادہ دل پسند فقرہ کبھی نہ سنا۔ فرماتے ہیں: پھر جونہی اس کی موت کا ہمیں علم ہوا تو ہم نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور حضور ﷺ کو اس دشمن خدا کے قتل کی خبر سنائی۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس کے قتل کے بارے میں ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ ہم میں سے ہر ایک اس کے قتل

آخر کی تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ضَرَبَنِیْ۔ اسی طرح وہ لَيْتَ کے آخر کی تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں لَيْتَنِیْ۔ کبھی کبھی لَيْتِیْ بھی کہہ دیتے ہیں لیکن یہ بہت قلیل ہے اور وہ کہتے ہیں لَعَلَّنِیْ اور لَعَلِّیْ اور کہتے ہیں مِنْ لَدُنِّیْ۔ پس انہوں نے ظرف کے باعث مجرور ہونے والی یاء پر نون کو داخل کر دیا۔ اسی طرح مِنْ اور عَنْ کے باعث مجرور ہونے والی یاء پر نون کو داخل کر دیا۔ انہوں نے ان کلمات کے آخر میں ایسا اس لئے کیا تاکہ کسرہ سے بچا جا سکے اور اس مقصد کے لئے نون کو خاص کیا کیونکہ جب یہ نون اسم کے آخر میں بطور تنوین ہو تو یہ امتناعِ اضافت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ مقامات میں یہ نون امتناعِ کسرہ کا شعور دلاتا ہے اور فعل اور حروف میں یہ امتناعِ اضافت کا بھی شعور دلاتا ہے کیونکہ حرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح فعل بھی مضاف نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ فَعَلْنَا میں نون علاماتِ اضمار میں سے ہے اور فَعَلَنَا میں ضمیر مفعول ہے۔ جہاں تک قَدْ اور قَطْ کا تعلق ہے تو یہ دونوں اسم ہیں، اسی طرح لَدُنْ بھی اسم ہے لیکن ان کے اواخر کو حرکت دینا ممنوع ہے کیونکہ ان کی حروف کے ساتھ مشابہت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر قَطْنِیْ کے آخر میں نِیْ کا کیا محل ہے ہم کہیں گے؟ یہ اضافت کے باعث محل جر میں ہے جس طرح لَدُنِّیْ میں ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ضَرَبَنِیْ اور لَيْتَنِیْ میں یہ نون ضمیر مفعول اور ضمیر منصوب کیسے ہو سکتا ہے جبکہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ نون محل جر میں ہے۔ ہم کہیں گے کہ فی الحقیقت ضمیر منصوب اور ضمیر مجرور صرف یاء ہے جس طرح کاف اور ہا ضمیر ہوتی ہے جیسا کہ مِنِّیْ اور عَنِّیْ میں صرف یاء ضمیر مجرور ہے اور اس

Marfat.com

کا دعویٰ کرنے لگا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اپنی تلواریں میرے پاس لاؤ"۔ ہم نے اپنی تلواریں پیش کیں، حضور ﷺ نے انہیں غور سے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن انیس کی تلوار کے متعلق فرمایا کہ "اس تلوار نے اسے قتل کیا، میں اس میں کھانے کا اثر دیکھ رہا ہوں"۔

ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا اس سلسلے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لِلّٰهِ دَرُّ عِصَابَةٍ لَاقَيْتَهُمْ يَا ابْنَ الْحُقَيْقِ وَ اَنْتَ يَا ابْنَ الْاَشْرَفِ

اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابن ابی الحقیق تم دو چار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی۔

يَسْرُوْنَ بِالْبِيْضِ الْخِفَافِ اِلَيْكُمْ مَرَحًا كَاُسْدٍ فِيْ عَرِيْنٍ مُغْرِفِ

جبکہ وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لے کر تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔

میں نون بھی ہے اور لَیۡتِیۡ اور لَعَلِّیۡ میں بھی یاء ہی ضمیر منصوب ہے اور اس میں نون نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب آپ یہ کہتے ہیں قَطِیۡ اور قَدِیۡ تو ان میں اسم (قد اور قط) کا محل کیا ہے؟ ہم کہیں گے ان دونوں کا اعراب بھی حَسۡبِیۡ کے اعراب کی طرح ہے کہ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اس کی خبر کا محذوف ہونا اس لئے لازم ہے کہ اس میں امر کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی باب سے جہنم (اس سے اللہ تعالیٰ بچائے) کا یہ قول ہے قَطِیۡ وَ عِزَّتِكَ قَطِیۡ مجھے کافی ہے تیری عزت کی قسم! کافی ہے۔ اور قَطۡنِیۡ بھی مروی ہے۔ یہ وہ اپنے اس قول کے بعد کہے گی: هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ "کیا کچھ اور بھی ہے"۔ پھر جب اس میں قدم (1) رکھا جائے گا اور وہ کھچا کھچ بھر جائے گی تو کہے گی قَطۡنِیۡ بس بس مجھ کو کافی ہے۔ ایک شاعر نے ان دونوں لغتوں کو ایک شعر میں جمع کیا ہے، اس نے کہا:

قَدۡنِیۡ مِنۡ نَصۡرِ الۡخُبَيۡبَيۡنِ قَدِیۡ

"مجھے دو دوستوں کی مدد کافی ہے، کافی ہے"۔

1۔ یعنی اس اللہ رب العزت سبحانہ وتعالیٰ عزوجل کا قدم جو اس شان والا ہے: لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ۝ (شوریٰ) "نہیں ہے اس کی مانند کوئی چیز اور وہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

Marfat.com

حَتّٰی اَتَوْکُمْ فِیْ مَحَلِّ بِلَادِکُمْ فَسَقَوْکُمْ حَتْفًا بِبِیْضٍ ذُفَّفِ

''یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار تلواروں سے تمہیں موت کا جام پلا دیا''۔

مُسْتَبْصِرِیْنَ لِنَصْرِ دِیْنِ نَبِیِّہِمْ مُسْتَصْغِرِیْنَ لِکُلِّ اَمْرٍ مُجْحِفِ

''درآں حالیکہ ان کے پیشِ نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ قول ''ذُفَّفِ'' غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

یہ ساری بحث اس قَطْ کے متعلق ہے جو حَسْبِیْ کے معنی میں ہے۔ جہاں تک قَطُّ کا تعلق ہے جو مبنی بر ضمہ ہے تو وہ زمانہ ماضی کی ظرف ہے۔ اسے تخفیف اور تشدید دونوں طریقوں سے بولا جاتا ہے۔ یہ بھی اسی اَلْقَطُّ سے مشتق ہے جو کاٹنے کے معنی میں ہے۔ اس کے مقابلہ میں زمانہ مستقبل کی ظرف عَوْضُ ہے۔ کہا جاتا ہے مَا فَعَلْتُہٗ قَطُّ میں نے کبھی یہ کام نہ کیا اور لَا اَفْعَلُہٗ عَوْضُ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا''۔ یہ دونوں قَبْلُ اور بَعْدُ کی مثل ہیں۔

Marfat.com

حضرات عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

حضرت عمرو نجاشی کے دربار میں

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت راشد مولیٰ حبیب بن ابی اوس ثقفی سے، انہوں نے حضرت حبیب بن ابی اوس ثقفی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خود یہ واقعہ بیان کیا کہ جب ہم جنگ خندق سے فارغ ہو کر دیگر قبائل کے گروہوں (احزاب) کے ہمراہ واپس لوٹے تو میں نے قریش کے چند آدمیوں کو جمع کیا جو میرے ہم خیال تھے اور میری بات توجہ سے سنتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: بخدا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کا معاملہ اب ناقابل برداشت حد تک بلند ہوتا جا رہا ہے، میں نے ایک تجویز سوچی ہے، بتاؤ تمہاری رائے اس میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بتایئے تم نے کیا سوچا ہے؟ میں نے کہا: میری رائے تو یہ ہے کہ ہم نجاشی (شاہِ حبشہ) کے پاس چلے جائیں اور اس کی پناہ میں وہاں رہائش پذیر ہو جائیں۔ اگر محمد (ﷺ) ہماری قوم پر فتح یاب ہو جائیں تو ہم (ایسے حالات میں) نجاشی کی پناہ میں ہوں گے اور ہمارے لیے محمد (ﷺ) کی محکومی سے نجاشی کے ماتحت ہونا بہت پسندیدہ ہے اور اگر ہماری قوم ان پر

حضرت عمرو بن العاصی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

ہم نے حضرت ابوبکر الخطیب کے واسطہ سے ایک مرفوع سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یَقْدَمُ عَلَیْکُمُ اللَّیْلَةَ رَجُلٌ حَکِیْمٌ ''آج رات تمہارے پاس ایک دانا آدمی آئے گا''۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص ہجرت کر کے تشریف لے آئے۔ اس روایت میں انہوں نے راستے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمرو کی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور ان کو کہے جانے والے حضرت خالد کے اس قول کا ذکر کیا ہے: وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَقَامَ الْمِيْسَمُ۔ جنہوں نے اسے یاء کے ساتھ اَلْمِیْسَمُ روایت کیا ہے تو اس کا معنی علامت ہے یعنی بخدا معاملہ واضح ہو گیا اور حقانیت کی علامات مستقیم ہو گئیں۔ اور جنہوں نے اسے اَلْمَنْسَمُ میم کے فتحہ اور نون کے ساتھ روایت کیا ہے تو اس کا معنی ہے راستہ سیدھا ہو گیا اور ہجرت واجب ہوئی۔ اَلْمَنْسَمُ اونٹ کے خف کے اگلے حصے کو کہتے ہیں۔ اسے راستہ کے لئے کنایۃً بولا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ راستہ میں رخ کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

غالب آجائے تو ہم وہ لوگ ہیں جنہیں وہ جانتے ہیں، ان کی طرف سے ہمیں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پہنچے گا۔ سب نے کہا: یہ رائے واقعی ٹھیک ہے، میں نے کہا: تو پھر ہمارے لئے کچھ چیزیں جمع کرو جو ہم نجاشی کو بطورِ ہدیہ پیش کریں گے۔ نجاشی کو ہمارے ملک کا سب سے پسندیدہ ہدیہ چمڑا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے لئے بہت سی چمڑے کی مصنوعات جمع کیں اور انہیں لے کر روانہ ہوگئے اور نجاشی کے پاس پہنچ گئے۔

بخدا ہم اس کے پاس اقامت گزیں تھے کہ ایک روز اس کے پاس عمرو بن امیہ ضمری آیا اسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر اور ان کے رفقاء کے بارے میں اپنا گرامی نامہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ وہ نجاشی کے ہاں کچھ دیر ٹھہرا پھر واپس چلا گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: عمرو بن امیہ ضمری یہاں آیا ہوا ہے۔ اگر میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کروں کہ وہ عمرو کو ہمارے حوالے کر دے تو پھر ہم عمرو کی گردن اڑا دیں گے۔ اگر میں یہ کارنامہ انجام دے لوں گا تو قریش خوش ہوں گے کہ میں نے محمد (ﷺ) کے قاصد کو قتل کر کے انہیں اپنی غیر حاضری کی اچھی جزاء دے دی ہے۔ چنانچہ میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسب معمول اس کے سامنے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: میرے دوست! مرحبا، کیا اپنے ملک سے میرے لئے کوئی تحفہ بھی لائے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اے بادشاہ! میں تمہارے لیے بہت سی چمڑے کی مصنوعات لے کر آیا ہوں۔ چنانچہ وہ سارے تحفے اس کی خدمت میں پیش کر دیے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور وہ اسے بہت پسند آئے۔ پھر میں نے اس سے کہا: اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی دیکھا ہے جو ابھی آپ کے پاس سے نکلا ہے، وہ ہمارے ایک دشمن آدمی کا قاصد ہے۔ اسے تم میرے حوالے کر دو تاکہ میں اسے قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف اور نامور افراد کو قتل کیا ہے۔ یہ سن کر نجاشی غضبناک ہوگیا اور اپنا ہاتھ کھینچ کر ایک زوردار طمانچہ میری ناک پر دے مارا۔ بخدا مجھے گمان ہوا کہ اس نے ناک کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت اگر میرے لیے زمین پھٹ جاتی تو شرمندگی کے باعث میں اس میں گھس جاتا۔ پھر میں نے کہا: اے

حضرت زبیر نے بھی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ اس راستے میں حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے ہمراہ تھے۔ جب تینوں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان دونوں سے کم سن تھا۔ میں نے ان دونوں کو فریب دینے کا ارادہ کیا۔ بیعت کے لئے اپنے سے قبل ان دونوں کو آگے

Marfat.com

بادشاہ! بخدا! کاش مجھے علم ہوتا کہ تم میرے اس سوال پر اتنے برافروختہ ہو گے۔ اس نے کہا، کیا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ میں ایک ایسی ہستی کے قاصد کو تمہارے حوالے کر دوں جس کے پاس ناموس اکبر (جبرائیل) حاضر ہوتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا تاکہ تو اس کو قتل کر دے؟ میں نے پوچھا! اے بادشاہ! کیا وہ شخص واقعی ایسا ہے؟ نجاشی بولا: تجھ پر افسوس! اے عمرو! میری بات مانو اور اس ہستی کا اتباع کرو۔ بخدا! وہ حق پر ہیں اور آپ اپنے جملہ مخالفین پر غالب آجائیں گے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکروں پر غالب آگئے تھے۔ میں نے کہا: کیا تم ان کی طرف سے میرے اسلام قبول کرنے کی بیعت لیتے ہو؟ اس نے کہا: بے شک-- نجاشی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی بیعت کر لی۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آگیا درآں حالیکہ میری پہلی رائے تبدیل ہو چکی تھی۔ میں نے اپنے اسلام کو ساتھیوں پر پوشیدہ رکھا۔

راستے میں حضرت خالد کے ساتھ حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی ملاقات

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا تاکہ اسلام قبول کرلوں۔ راستے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ یہ فتح مکہ سے چند روز پہلے کا واقعہ ہے، وہ مکہ مکرمہ سے آرہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابوسلیمان! (حضرت خالد کی کنیت) کدھر کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا: وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَقَامَ الْمِيْسَمُ بخدا! معاملہ واضح ہوگیا اور دین اسلام کی حقانیت کی علامات مستقیم ہوگئیں۔ یہ شخص واقعی اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ بخدا! میں جا رہا ہوں، اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ آخر کب تک (حق سے منحرف رہوں گا)۔ میں نے کہا: بخدا! میں بھی صرف اسی لئے آیا ہوں تاکہ اسلام قبول کرلوں۔ چنانچہ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور قبولِ اسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر میں قریب ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے سارے سابقہ

بڑھا دیا۔ ان دونوں نے اس شرط پر بیعت کی کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں۔ میں نے اپنے دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ ہم اس شرط پر بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دے لیکن جب میں نے بیعت کی تو یہ تو ذکر کیا کہ میرے پچھلے گناہ (معاف فرما دے) لیکن یہ کہنا بھول گیا کہ میرے اگلے گناہ بھی معاف فرما دے۔

Marfat.com

گناہ معاف کر دیے جائیں اور جو گناہ بعد میں ہوں گے ان کا میں ذکر نہیں کرتا۔ میری عرض سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یَا عَمْرُو بَایِعْ فَإِنَّ الْاِسْلَامَ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهٗ وَ اِنَّ الْهِجْرَةَ تَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهَا ''اے عمرو! بیعت کرو، بے شک اسلام پہلے گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے اور بے شک ہجرت بھی پہلے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے''۔ پھر میں نے بیعت کی اور واپس آ گیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یوں بھی روایت کیا گیا ہے: فَإِنَّ الْاِسْلَامَ یَحُتُّ مَا کَانَ قَبْلَهٗ وَ اِنَّ الْهِجْرَةَ تَحُتُّ مَا کَانَ قَبْلَهَا۔ (یَحُتُّ کا معنی ہے جھاڑ دینا)۔

حضرت ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا کہ جب ان دونوں حضرات نے اسلام قبول کیا تو اس وقت حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے ساتھ تھے۔

نجاشی کے ساتھ ضمری کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا گرامی نامہ لے کر حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے نجاشی کے پاس آنے کا ذکر کیا ہے۔ اس گرامی نامہ میں وہی کچھ لکھا تھا جو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے ساتھ گفتگو کی۔ کیونکہ جب آپ نجاشی کے پاس آئے تو آپ نے اس سے کہا: ''اے اصحمہ! (نجاشی کا نام) مجھ پر بات کرنا اور تم پر اسے غور سے سننا لازم ہے۔ ہم پر نرمی کرنے میں گویا تم ہم سے ہو اور تم پر اعتماد کرنے میں گویا ہم تم سے ہیں کیونکہ ہم نے جب بھی تم سے کوئی بھلائی حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اسے پا لیا اور ہمیں تم سے جس چیز کا بھی خدشہ ہوا ہم اس سے بے خوف ہو گئے اور تمہاری زبان سے ہی تمہارے خلاف ہمیں یہ حجت مل چکی ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ایسا گواہ نہیں ہو سکتا جس کا رد نہ ہو سکے اور ایسا قاضی نہیں ہو سکتا جو ظلم نہ کرے۔ اس میں شگاف پڑنے کا اندیشہ ہے اسی میں احتیاط کا حصول اور فیصلہ کن بات تک وصول ہے وگرنہ اس نبی امی ﷺ کے بارے میں تم بھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں یہودیوں کی مانند ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ہر سمت کے لوگوں کی طرف اپنے قاصد بھیج دیے ہیں لیکن حضور ﷺ کو تم سے وہ امیدیں وابستہ ہیں جو دوسرے لوگوں سے وابستہ نہیں اور آپ ﷺ کو تم سے ان باتوں کا اندیشہ نہیں ہے جن کا دوسرے لوگوں سے اندیشہ ہے کیونکہ تم نے پہلے بھی بھلائی کی ہے اور آئندہ بھی تم

Marfat.com

حضرات ابن طلحہ اور خالد رضی اللہ عنہما کے قبولِ اسلام کے متعلق ابن زبعری کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ابن زبعری سہمی نے یہ اشعار کہے:

أَنْشُدُ عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ حِلْفَنَا وَ مُلْقٰى نِعَالِ الْقَوْمِ عِنْدَ الْمُقَبَّلِ

''میں عثمان بن طلحہ کو اپنے باہمی عہد کی اور بوسہ گاہ (حجر اسود) کے قریب لوگوں کے جوتے اتارنے کی جگہ کی قسم دلاتا ہوں

وَ مَا عَقَدَ الْآبَاءُ مِنْ كُلِّ حِلْفَةٍ وَ مَا خَالِدٌ مِّنْ مِّثْلِهَا بِمُحَلَّلِ

اور ہر اس عہد و پیمان کی (قسم دلاتا ہوں) جو ہمارے آباء واجداد نے باندھا اور خالد بھی اس

سے بھلائی کی توقع ہے''۔آپ کی گفتگو سن کر نجاشی نے کہا: ''میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب کو انتظار تھا اور جس طرح اونٹ کے سوار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (حضور ﷺ کی تشریف آوری کی) بشارت دی تھی، بے شک اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دراز گوش کے سوار کو بشارت دی تھی۔ اور بے شک (آپ پر ایمان لانے کے لئے) آپ کو آنکھوں سے دیکھنا آپ کے متعلق خبر مل جانے سے زیادہ فائدہ مند نہیں، لیکن حبشہ میں میرے اعوان و انصار بہت کم ہیں، مجھے مہلت دو تا کہ میرے اعوان وانصار زیادہ ہو جائیں اور لوگوں کے دل نرم ہو جائیں (پھر ان کو اسلام کا پابند کرنا آسان ہوگا)''۔ ہم ان شاء اللہ آنے والے صفحات میں نبی کریم ﷺ کے قاصدوں کی وہ گفتگو ذکر کریں گے جو انہوں نے بادشاہوں کے پاس جا کر کی اور جو انہیں اس کا جواب ملا۔

شاہانِ عالم کی طرف بھیجے جانے والے قاصد

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ قیصر کی طرف حضور ﷺ کے قاصد تھے، حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کسریٰ کی طرف آپ کے قاصد تھے، حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ جبلہ بن ایہم غسانی کی طرف، حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوذہ بن علی حنفی شاہِ یمامہ کی طرف، حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوذہ بن علی حنفی شاہِ یمامہ کی طرف، حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بادشاہِ بحرین منذر بن ساوی کی طرف، حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ حارث بن عبد کلال کی طرف، حضرت عمرو بن العاصی رضی اللہ عنہ کو جلندی شاہ عمان کی طرف، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مقوقس شاہِ مصر کی طرف اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نجاشی کی طرف حضور ﷺ کے قاصد تھے۔ جیسا کہ پہلے

Marfat.com

جیسے عہد و پیمان سے بری نہیں ہو سکتا"۔

اَمِفْتَاحَ بَيْتٍ غَيْرِ بَيْتِكَ تَبْتَغِيْ وَ مَا تَبْتَغِيْ مِنْ مَجْدِ بَيْتٍ مُؤَثَّلِ

کیا تو اپنے گھر کے سوا کسی اور گھر کی کنجی طلب کرتا ہے اور قدیم گھر کا مجد و شرف طلب نہیں کرتا۔

فَلَا تَأْمَنَنَّ خَالِدًا بَعْدَ هٰذِهٖ وَ عُثْمَانَ جَاءَ بِالدُّهَيْمِ الْمُعْضِلِ

"پس اس واقعہ کے بعد تم خالد اور عثمان سے بے خوف نہ رہو، وہ دونوں بڑی سخت مصیبت لائے ہیں"۔

ماہِ ذی قعدہ اور اوائل ذی الحجہ میں بنی قریظہ پر فتح حاصل ہوئی اور اس حج کی ولایت بھی مشرکین کے پاس رہی۔

مذکور ہوا۔ ان میں سے ہر ایک کی گفتگو ہے جو انہوں نے کی اور اشعار ہیں جو انہوں نے کہے۔ ان شاء اللہ ہم بعد میں ان کا ذکر کریں گے۔

السمهرية

سیرتِ ابن ہشام کے اشعار میں جو سمہری نیزوں کا ذکر آیا ہے، یہ نیزے سمہر کی طرف منسوب ہیں۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یہ ایک کاریگر تھا جو نیزے بناتا تھا اور اس کی ردینہ ان نیزوں کو بیچتی تھی۔ اس کی وجہ سے نیزوں کو ردینیہ کہا جاتا۔ جہاں تک ماسخی کمانوں کا تعلق ہے تو یہ ماسخہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس کا نام نبیشہ بن حارث ہے جو بنی نصر بن ازد کا ایک فرد تھا۔ جعدی نے کہا:

بِعِيْسٍ تَعْطِفُ اَعْنَاقَهَا كَمَا عَطَفَ الْمَاسِخِيُّ الْقِيَانَا

"بھورے رنگ کے اونٹ اپنی گردنیں اس طرح دوہری کرتے ہیں جس طرح ماسخی قان کے درخت کی بنی ہوئی کمان دوہری کرتا ہے"۔

کبھی کمانوں کو زارہ کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ ماسخہ کی بیوی ہے۔ صخر الغی نے کہا:

سَنْحَةٍ مِنْ قِسِيِّ زَارَةَ حَمْرَاءَ هَتُوْفٍ عِلَادُهَا غَرِدُ

"زارہ کی سرخ کمان کا عطیہ جس کی آواز سریلی اور سائیں سائیں کرنے والی ہے"۔

یہ اشعار دینوری کی کتاب النبات سے ماخوذ ہیں اور یزنیہ عبید طعان کی طرف منسوب ہے، یہ یزن بن ہماذی کے نام سے مشہور ہے۔ اور ماذیہ ماذی بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہے۔ یہ طبری کا قول ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے تلواریں استعمال کیں وہ جم ہے اور یہ روئے زمین پر چوتھا بادشاہ ہے۔

Marfat.com

غزوہ بنی لحیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ہم سے حضرت ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبداللہ بکائی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ذوالحجہ، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے ماہ مدینہ طیبہ میں بسر کیے اور بنی قریظہ پر فتح پانے کے تقریباً چھ ماہ بعد جمادی الاولیٰ میں آپ بنی لحیان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ان سے اصحاب رجیع یعنی حضرت خبیب بن عدی اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم کا بدلہ لیں اور ظاہر یہ کیا کہ شام کا قصد ہے تاکہ دشمن پر اچانک حملہ کیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ مدینہ طیبہ کے نواح میں غراب نامی پہاڑ کے پاس سے گزرتے ہوئے شاہراہِ شام پر روانہ ہوئے۔ آپ پہلے محیص پھر بتراء پہنچے، پھر یہاں سے بائیں سمت مڑ گئے اور بین سے گزر کر صخیرات الیمام پہنچے۔ اس کے بعد آپ کے سامنے حج کرنے کی شاہراہِ مکہ سیدھی ہوگئی۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ آپ غران پہنچ گئے جہاں بنی لحیان کی بستیاں تھیں۔ وہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا، غران آمج اور عسفان کے درمیان ایک وادی ہے جو سایہ نامی مقام کی طرف جاتی ہے۔ وہاں معلوم ہوا کہ بنی لحیان ڈر کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر محفوظ ہو گئے ہیں۔ جب حضور ﷺ غران میں اترے اور بنو لحیان کو جو مغالطہ دینا چاہا تھا وہ مقصد پورا نہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ہم عسفان میں اتریں تو اہل مکہ خیال کریں گے کہ ہم مکہ مکرمہ تک آئے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ دو سو سواروں

غزوہ بنی لحیان

اس واقعہ میں کوئی مشکل لفظ نہیں۔ البتہ اس میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ایک شعر ہے:

لَقُوْا   سَرعَانَا   یَمْلَا   السَّرْبَ   رَوْعُہ

Marfat.com

کے ہمراہ عسفان تشریف لائے اور یہاں فروکش ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو سوار بھیجے، یہ دونوں کراع الغمیم پہنچے (مگر کسی کافر سے سامنا نہ ہوا) اور واپس آ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب رسول اللہ ﷺ واپس روانہ ہونے لگے تو میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے سنا: آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَابَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ ''ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے اور ان شاء اللہ اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ میں سفر کی صعوبت، تکلیف دہ واپسی اور اپنے اہل و مال میں برے منظر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

غزوۂ بنی لحیان کا واقعہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بنی لحیان کے بارے میں یہ اشعار کہے:

لَوْ اَنَّ بَنِيْ لِحْيَانَ كَانُوْا تَنَاظَرُوْا لَقُوْا عُصَبًا فِيْ دَارِهِمْ ذَاتَ مَصْدَقِ

''اگر بنی لحیان ایک دوسرے کا انتظار کرتے تو وہ اپنے گھروں میں ہی صداقت پسند

سَرَعَان ان لوگوں کو کہتے ہیں جو سب پر سبقت لے جائیں اور اَلسَّرْب چرنے والے مال مویشی ہیں۔ گویا یہ سَارِبٌ کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے: هُوَ اٰمِنٌ فِيْ سَرْبِهٖ یعنی فلاں شخص اپنے مال مویشیوں کے بارے میں بے خوف ہے اور اسے اپنے مال پر غارت گری کا کوئی اندیشہ نہیں۔ اور جن لوگوں نے اسے فِيْ سِرْبِهٖ سین کے کسرہ کے ساتھ بولا ہے تو اس صورت میں یہ ضرب المثل ہے کیونکہ سرب وحشی جانوروں اور پرندوں کے گروہ کو کہتے ہیں۔ تو اٰمِنٌ فِيْ سِرْبِهٖ کا یہ معنی ہوگا کہ فلاں شخص نہ خود ڈرتا ہے اور نہ اس کے اہل و عیال ڈرتے ہیں۔ اس معنی کی طرف اہل لغت میں سے اس شخص نے اشارہ کیا ہے جس نے کہا کہ فِيْ سِرْبِهٖ کا معنی ہے فِيْ نَفْسِهٖ۔ اس سے اس کی یہ مراد نہیں کہ نفس کو سرب کہا جاتا ہے بلکہ اس کی یہ مراد ہے کہ نہ خود اسے ڈرایا جا سکتا ہے اور نہ اس کے ساتھیوں کو۔ نہ کہ اس شخص کی طرح جس کا ذکر پہلے ہوا۔ اور اسے فِيْ سَرْبِهٖ سین کے فتحہ کے ساتھ بھی بولا گیا ہے۔ پس ایک شخص اپنے مال کے بارے میں بے خوف ہے اور دوسرا اپنی ذات کے بارے میں بے خوف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فِيْ سَرْبِهٖ کا معنی ہے فِيْ طَرِيْقِهٖ یعنی اس کے راستے میں۔

Marfat.com

جماعتوں سے دوچار ہو جاتے۔

لَقُوْا سَرْعَانًا يَمْلَأُ السَّرْبَ رَوْعُهُ أَمَامَ طَحُوْنٍ كَالْمَجَرَّةِ فَيْلَقِ

"وہ ایسے ہراول دستے سے دوچار ہوتے جس کا خوف دل کو بھر دیتا اور اس کے پیچھے کہکشاں کی طرح (ہتھیاروں سے چمکتا ہوا) ایک پیس کر رکھ دینے والا طاقتور لشکر ہوتا"۔

وَ لٰكِنَّهُمْ كَانُوْا وِبَارًا تَتَبَّعَتْ شِعَابَ حِجَازٍ غَيْرِ ذِيْ مُتَنَفَّقِ

"لیکن وہ نیولوں کی طرح کمزور اور بزدل تھے، حجاز کی ان گھاٹیوں میں جا کر چھپ گئے جن

حضرت کعب کا قول ہے۔

أَمَامَ طَحُوْنٍ كَالْمَجَرَّةِ فَيْلَقِ

اس سے مراد لشکر ہے اسے کہکشاں (آسمانی راستہ) سے اس لئے تشبیہ دی کہ اس میں تلواروں اور نیزوں کی چمک ہوگی جس طرح آسمانی راستے کے اردگرد ستارے چمکتے ہیں، کیونکہ اکثر ستارے آسمانی راستے کے اردگرد ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مجرہ دراصل چھوٹے چھوٹے ستارے ہی ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس آسمانی راستے کی سفیدی دراصل ان ستاروں کی سفیدی کی وجہ سے ہے۔ ایک منقطع حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ وہ راستہ جو آسمان پر نظر آتا ہے یہ ایک سانپ کی تھوک کی وجہ سے ہے جو عرش کے نیچے رہتا ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو ان کو فرمایا: إِنَّكَ سَتَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَجَرَّةِ فَقُلْ لَهُمْ هِيَ مِنْ عَرَقِ الْأَفْعَى الَّتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ "تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو تم سے آسمان پر نظر آنے والے راستے کے بارے میں سوال کریں گے۔ تو تم انہیں کہنا کہ یہ عرش کے نیچے رہنے والے اژدہے کے پسینے کی وجہ سے ہے"۔ لیکن اہل نقل کے نزدیک اس حدیث کی سند ضعیف ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اسے عقیلی نے ذکر کیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ راستہ آسمان کا وہ رخنہ ہے جس سے آسمان پھٹے گا۔ مجرہ کے معنی میں جہاں تک غیر مسلم نجومیوں کا قول ہے تو القاضی نے النقض الکبیر میں ان کے تقریباً دس سے زائد اقوال ذکر کیے ہیں جن میں سے بعض کو تو عقل جائز قرار دیتی ہے اور بعض لغو باتوں کے مشابہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

یہ بھی جائز ہے کہ شاعر کے قول كَالْمَجَرَّةِ کا معنی یہ ہو کہ اس پیس کر رکھ دینے والے لشکر کا اثر اس گزرگاہ کے اثر کی مانند ہے جو اپنے اوپر سے گزرنے والی چیز کو چھیل کر رکھ دیتی ہے اور اس کی بیخ کنی

Marfat.com

سے نکلنے کا کوئی دروازہ بھی نہ تھا"۔

کر دیتی ہے۔ اور فیلق فلق سے فَیْعَلْ کے وزن پر صفت مشبہ ہے جس کا معنی ہے مصیبت میں ڈالنے والا لشکر، گویا وہ دلوں کو پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس کے مصدر کو فِلْقَۃ بھی بولتے ہیں۔ ابن احمر نے کہا:

قَدْ طَرَّقَتْ بِبِكْرِهَا أُمُّ طَبَقْ فَذَبَرُوْهُ خَبَرًا ضَخْمَ الْعُنُقْ

"ام طبق نے اپنا پہلا بچہ بڑی مشکل جنا۔ لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد یہ خبر نقل کی کہ وہ موٹی گردن والا تھا"۔

جب لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ تو اس نے کہا:

مَوْتُ الْإِمَامِ فِلْقَةٌ مِّنَ الْفِلَقِ

"امام کی موت شگافوں میں سے ایک شگاف ہوتا ہے"۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ رَبِّ أَوْزِعْنِيْٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اٰمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ۔

وَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

غبارِ راہِ طیبہ
افتخار احمد تبسم
مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

Marfat.com